علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے
”فقہ حنفی PDF BOOK“
چینل کو جوائن کریں
http://T.me/FiqaHanfiBooks
عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں
https://t.me/tehqiqat
علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک
سے فری ڈاؤن لوڈ کریں
https://archive.org/details/
@zohaibhasanattari
طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری
زوہیب حسن عطاری

قرآن مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر

اِمدادُ الکرم

جلد اول

الفاتحہ تا الانعام

محمد امداد حسین پیرزادہ

الکرم پبلی کیشنز

Marfat.com

اِمدادُ الکرم

قرآنِ مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر

جلد اوّل

الفاتحۃ تا الانعام

محمد امداد حسین پیرزادہ

الکرم پبلی کیشنز یوکے

Marfat.com

جمیع الحقوق محفوظة للناشر

© All Rights Reserved
Al-Karam Publications, UK

No part of this publication may be reproduced by any means without the written permission of the publisher.

ISBN : 0-9533999-5-8

سن طباعت	:	2013
تیسرا ایڈیشن	:	1000
ناشر	:	الکرم پبلی کیشنز، یوکے

Al-Karam Publications, UK
Eaton Hall, Retford, Notts. DN22 OPR
England
Tel : 01777 706441

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

Marfat.com

فہرست مضامین

Marfat.com

فہرست مطالب
(جلد اول)

Marfat.com

Marfat.com

قرآن مجید کا تعارف

قرآن مجید وہ مقدس کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر میں اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی۔ قرآن کا لغوی معنی پڑھنا اور تلاوت کرنا ہے۔ اس کا نزول عربی زبان اور قریشی لب ولہجہ میں ہوا۔ آج بھی قرآن مجید اسی زبان اور لہجہ میں محفوظ ہے جبکہ پہلی آسمانی کتابیں آج اپنی اصلی زبان اور ابتدائی حالت میں دستیاب نہیں ہیں۔

انسانی فہم وادراک بہت محدود ہے۔ کامل اور بے خطا ذات فقط اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اگر بشر کی عقل کامل ہوتی تو وہ کبھی غلطی کا مرتکب نہ ہوتا، لیکن زیرک ترین اشخاص بھی لغزش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت انسان آج تک اپنے لئے مکمل ضابطہ حیات نہیں بنا سکا۔ بارہا اس نے زندگی کے میدان میں طبع آزمائی کی مگر منزلِ مراد تک نہ پہنچ سکا، بلکہ اس جدوجہد میں بعض قومیں اس قدر تباہ ہوئیں کہ ان کا نام ونشان تک مٹ گیا۔

انسان کی بنیادی کمزوری کے پیش نظر خالق کائنات نے اقوام عالم کی فلاح وبہبود اور رشد وہدایت کے لئے کتب اور صحیفے نازل فرمائے تاکہ وہ زندگی کی صحیح راہ پر گامزن ہوں، لیکن ہر قوم نے جلد یا بدیر تعلیمات خداوندی کو پس پشت ڈال دیا اور ان میں انسانی ہاتھ نے اس حد تک رخنہ اندازی کی کہ اصلیت مستور ہو کے رہ گئی۔

آخر کار قرآن حکیم نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا اور اسے مستقبل کے تمام ازمنہ واوطان کے لئے ایک ناقابل تغیر ضابطہ حیات قرار دیا۔ آج چودہ صدیاں گزر چلیں اور قرآن حکیم روزِ اوّل کی طرح سالم ومحفوظ چلا آتا ہے۔ اگر اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمہ ہوتی تو سورہ بقرہ گائے کی نذر ہو جاتی اور سورہ نمل کو چیونٹی کھا گئی ہوتی۔ اسی لئے خدائے حکیم وعلیم نے اس کی حفاظت ہم پہ نہیں چھوڑی اور نہ ہی توراۃ وزبور کی محافظت کا اعلان کیا، کیونکہ وہ کتب محدود وقت اور متعین علاقہ کے لئے آئی تھیں مگر قرآنِ مجید کی برکات نسلی یا زمانی قیود سے مبرّیٰ اور منزہ ہیں۔ قرآنِ حکیم واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ سب انسان ایک اصل رکھتے ہیں

Marfat.com

اور نفسِ واحدہ سے ان کی تخلیق ہوئی ہے۔قرآنِ مجید کا دامن ہر اس آدمی کے لئے کشادہ ہے جو اس سے رہنمائی حاصل کرنا چاہے۔اس کا بتایا ہوا دین کسی گروہ کا اجارہ نہیں۔یہ شاہراہِ حیات ہے جس پر چلنے کی صدا عام ہے۔ہر عُمر، ہر مزاج، ہر نسل اور ہر وطن کا آدمی اس شاہراہِ حیات کو اپنا سکتا ہے۔قرآنِ کریم کے اسلوب میں یہ خوبی ہے کہ عامی ہو یا عالم ہر درجہ اور ہر دَور کا انسان بقدرِ فہم اور حسبِ ضرورت اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ایک عام شخص اپنی ضرورت کے مطابق عقیدہ وعمل کی تعلیمات حاصل کر لیتا ہے اور ایک عالم کو سیرابیٔ طبع کے لئے معنویت کے ابدی سرچشمے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ہر لفظ معانی و اسرار کا ایک خزانہ ہے، جس کا سرمایہ ختم ہونے پر نہیں آتا۔

قرآنِ حکیم کا اسلوب کلام تمام انواعِ اسلوب کا جامع ہے، تاہم ان میں سے ایک بھی نہیں۔شعر نہیں لیکن شعر کا جادو رکھتا ہے۔خطابت نہیں لیکن خطابت کے جوش اور زیر و بم سے معمور ہے۔نثر نہیں لیکن نثر کی تمکنت اور حسنِ ادا کا سرمایہ دار ہے۔الغرض کسی صنف کا پابند نہیں لیکن ہر صنف کی خوبیوں اور رعنائیوں سے مالا مال ہے۔اس کے مطالعہ کے دوران ہم اللہ تعالیٰ کو اپنے آپ سے ہمکلام پاتے ہیں۔طبیعت میں ایک عجیب کیف و سرور اور خودی کی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ مہمل خیالات کی زنجیریں ٹوٹ کر گرنے لگتی ہیں۔باطل خداؤں کی نفرت سے خون کھولنے لگتا ہے اور انسان خالقِ حقیقی کے وجود کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

ہر تحریر میں صاحبِ تحریر کی شخصیت کے خطوط مستور ہوتے ہیں۔ایک عامی کی نگاہ چاہے اُن تک نہ پہنچ سکے لیکن ایک نکتہ دان اور صاحبِ نظر نقاد تصنیف سے مصنف کی مکمل شخصیت کو بھانپ جاتا ہے۔

قرآن کے مطالعہ سے بھی خالقِ کائنات کا جلال و جمال نمایاں ہو جاتا ہے۔ہر آیت زبانِ حال سے دعویٰ کرتی ہے کہ میں کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ یزداں کا کلام ہوں۔اگر کسی کو شک ہے تو قرآن کی للکار آج تک موجود ہے:

''اور اگر تم کو اس کتاب (کے کلام اللہ ہونے) میں شک ہے جس کو ہم نے اپنے (محبوب) بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی ایک چھوٹی سورت ہی بنالاؤ اور اللہ کے سوا اپنے سارے مددگاروں کو بھی بلالو اگر تم سچے ہو۔''

(سورہ بقرہ: ۲۳)

Marfat.com

چودہ صدیاں گزر چلیں، یہ چیلنج بدستور فضاؤں میں گونج رہا ہے۔ کسی حریف کو جرأت نہیں ہوئی کہ اسے قبول کرے۔ اعداء کی یہ لاجوابی آج تک باقی ہے۔ بعض جھوٹے نبی اُٹھے، انہیں جال پھیلانے کے لئے وحی اور الہام گھڑنے کی بھی سُوجھی۔ انہوں نے حتی الوسع کچھ فقرے تراش بھی لئے لیکن ان کی حیثیت یاوہ گوئی سے نہ بڑھ سکی۔

قرآنِ حکیم سے قبل جس قدر الہامی کتب آئیں، ان کی بنیادی اور اصولی تعلیمات اس میں جمع کر دی گئی ہیں۔ تمام آسمانی صحیفوں کے حقائق اس میں موجود اور محفوظ ہیں۔ یہ سابقہ آسمانی کتب کا مُھَیْمِن (پاسبان، محافظ، نگران، شاہد، امین) ہے اور آئندہ فلاحِ انسانی کا ضامن ہے۔ یہ کتاب ان تمام اصول وقواعد اور ہدایات کی جامع ہے جو کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے لابدی ہیں۔ اس میں قطرہ سے سمندر، ذرہ سے صحراء، عبد سے معبود، حیات سے ممات اور بعد الموت تک کے تمام احکام ومسائل مندرج ہیں۔

الغرض قرآنِ مجید ایک جامع کتاب ہے جو زندگی کے ہر میدان میں کامل رہنمائی کرتی ہے۔ قرآنِ مجید صرف کاغذ پر نقش نہیں بلکہ اس کے ہر لفظ نے عملی زندگی میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ قرآنِ مجید نے پہلے ایک قوم کے اندر تبدیلی پیدا کی اور پھر اس قوم نے دنیا کے ایک عظیم حصّہ کو بدل ڈالا۔ قرآنِ مجید صرف عقائد اور قصص کی کتاب نہیں بلکہ اصلاح وانقلاب کی داعی ہے۔ اس کی انقلابی صلاحیتیں آج بھی زندہ ہیں بشرطیکہ انسان خلوص نیت اور استقامت سے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔

Marfat.com

جمع قرآن مجید

قرآنِ مجید میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ سب سے بڑی سورت میں دو سو چھیاسی آیات ہیں اور سب سے چھوٹی سورت میں صرف تین آیات ہیں۔ قرآن مجید ۲۳ سالوں (۶۱۰ تا ۶۳۲ عیسوی) میں حالات کے مطابق بتدریج نازل ہوا۔

نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ نے فنِ تحریر میں ماہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو قرآن مجید کی کتابت کے لئے متعین فرما رکھا تھا، جنہیں ''کاتبانِ وحی'' کہا جاتا تھا۔ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو حضور اکرم ﷺ تصریح فرما دیتے کہ یہ آیت فلاں سورت میں فلاں مقام پر لکھی جائے۔ اس طرح پورا قرآن مجید حضور اکرم ﷺ کی براہ راست نگرانی میں لکھا گیا لیکن یہ تحریریں کتابی شکل میں مدوّن نہیں تھیں، صرف پتوں، ہڈیوں اور پتھروں وغیرہ پر لکھی گئیں۔

حفاظتِ قرآن کا سب سے اہم ذریعہ اس کو زبانی یاد کرنا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے خود بھی قرآن مجید کو حفظ فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن مجید زبانی یاد کرنے کی ترغیب دی جس کے نتیجہ میں کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآنِ مجید زبانی یاد کر لیا۔

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد سینکڑوں حفاظِ کرام جنگوں میں شہید ہو گئے، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر حفاظِ کرام کی شہادت کی یہی رفتار رہی تو قرآنِ مجید کی حفاظت کا کام مشکل ہو جائے گا، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے اصل کاتبانِ وحی کی نگرانی میں قرآنِ مجید کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کیا گیا جو خلیفہ وقت کے پاس محفوظ رہتا۔

قرآنِ مجید کے پہلے مخاطبین اہلِ عرب تھے۔ ہر قبیلہ کا لب ولہجہ مختلف تھا اور وہ قرآنِ مجید کو اپنے قبیلہ

Marfat.com

کے لب ولہجہ کے مطابق پڑھتے تھے۔ چونکہ ان کی مادری زبان عربی تھی اس لئے مختلف لہجوں سے کسی غلط فہمی کا اندیشہ نہیں تھا، لیکن جب اسلام عرب کی حدود سے نکل کر دوسری دنیا میں پھیلنا شروع ہوا اور غیر عربی لوگوں نے مختلف عرب قبائل سے قرآنِ مجید مختلف لہجوں میں سیکھنا شروع کیا تو ظاہر ہے اختلافات کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا، چنانچہ حضرت عثمانِ غنی ﷛ نے قرآنِ مجید کو قریشی لب ولہجہ میں لکھایا اور اس کی کاپیاں تمام دنیائے اسلام میں بھجوادیں، جو آج دنیا کے ہر کونے میں موجود ہے اور اس میں ذرّہ بھر بھی اختلاف یا تبدیلی نہیں ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ

Marfat.com

مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین الرحمن الرحیم والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین
وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ یہ کتاب جملہ علوم کی جامع ہے۔ اس کی تعلیمات کامل اور سراپا ہدایت ہیں۔ یہ عربی زبان میں ہے جو اپنی وسعت کے اعتبار سے لاجواب ہے۔

اہلِ علم نے قرآن کریم کی تفسیر میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور الفاظ ومعانی کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر علم وحکمت کے بے شمار موتی نکالے ہیں جن کو تفاسیر میں لکھ کر امت مسلمہ پر عظیم احسان کیا ہے اور اہل خرد بھی انہیں داد دیئے بغیر نہیں رہ سکے، لیکن ایک عام آدمی میں اتنی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ صرفی، نحوی اور لغوی مسائل کو سمجھ سکے، اس لئے ایک ایسی تفسیر کی ضرورت تھی جس میں قرآن حکیم کا مفہوم بالکل سادہ اور آسان لفظوں میں بیان کیا جائے اور علمی مباحث اہل علم کے لئے چھوڑ دیئے جائیں تاکہ وہ نومسلم جو اسلامی تعلیمات سے ناآشنا ہے یا وہ نوجوان جو عربی زبان بالکل نہیں جانتا اس کا قرآن کے ساتھ ابتدائی رابطہ قائم ہو جائے اور اہل علم کی تفاسیر کو سمجھنے کے قابل ہو سکے، لہٰذا اس تفسیر سے اہل علم حضرات کی تسکین مقصود نہیں اور نہ ہی اس فقیر کے پاس اتنا علم ہے کہ اہل علم حضرات کی معلومات میں اضافہ کر سکے کیونکہ مفسرین کی تاریخ میں یہ فقیر وہ نووارد ہے جو سب سے زیادہ کم علم ہے۔ اسی لئے میرے مخاطبین بالخصوص وہ مسلمان ہیں جو قرآن کی بالکل ابتدائی سمجھ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ان کی خاطر بات کو آسان کرنے کے لئے میں نے بعض مقامات پر ترجمہ کی بجائے ترجمانی کا راستہ بھی اختیار کیا ہے۔

نیز قرآن کریم ایک عالمگیر، ہمہ جہت اور دائمی پیغام ہدایت ہے جو کسی وقت اور جگہ کا پابند نہیں لیکن

Marfat.com

مفسرین نے اپنے علاقہ کی زبان، مروج علوم اور مخصوص ذہنیت کا لحاظ رکھتے ہوئے تفاسیر لکھی ہیں۔ اور حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قارئین کی ذہنی استعداد کے مطابق ان سے بات کی جائے۔ یورپ آج مادی ترقی کی جس راہ پر گامزن ہے پہلے کبھی نہیں تھا۔ ان کی مادہ پرستی نے مذہب اور روحانیت کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور ہماری آنے والی نسلیں بھی اس معاشرہ سے اثر لے رہی ہیں، لہٰذا یہاں بھی ایک ایسی تفسیر کی ضرورت تھی جس میں ان مسائل اور دلائل کو زیادہ اہمیت دی جائے جو اس عقل پرست معاشرہ کو متاثر کر سکیں اور اسلام کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوں۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ تسکینِ قلب کے لئے عقلی توجیہ اور ظاہری تمثیل کو پسند کرتی ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان رکھتے تھے اس کے باوجود اطمینانِ قلب کے لئے اللہ تعالیٰ سے مشاہدہ کا سوال کیا۔ (قرآن: ۲:۲۶۰) اس فطری تقاضا کے پیش نظر میں نے بعض مقامات پر بات کو آسان کرنے کے لئے کچھ مثالیں بیان کی ہیں، لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر کسی مقام پر میری عقلی توجیہ قرآن وحدیث سے ٹکرائے یا قرآن کا مفہوم واضح نہ کر سکے تو وہ میری سمجھ کی کوتاہی ہے اسلام کا حکم غلط نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی بات کے سچا ہونے کا اصل معیار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے چاہے اس کی حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

اے علیم وقدیر اور رحیم وکریم خدا! تیری بے پایاں رحمتوں پر توکل کرتے ہوئے اس بے علم وناتواں بندۂ فقیر نے تیرے عظیم کلام کی تفسیر شروع کی ہے۔ یہ بے کس وبے نوا اور تہی دامن مسکین تیرے پیارے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامنِ رحمت تھام کر عرض کرتا ہے:

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي

(اے میرے پروردگار! میرا سینہ میرے لئے کشادہ فرمادے اور میرا کام میرے لئے آسان فرمادے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔ (قرآن: ۲۰:۲۵)

میں نے کئی عربی اور اردو تفاسیر سے استفادہ کیا ہے مگر زیادہ تر میری معلومات کا ذریعہ سیدی ومرشدی حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ضیاء القران ہے۔ اسی لئے میں نے اس تفسیر کا

Marfat.com

نام ''امداد الکرم'' رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر انور پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!

یَااللّٰہُ! یَاغَفَّارُ! یَاتَوَّابُ!

اس حقیر اور پُر تقصیر بندے نے ترے مقدس کلام کو ایک عام ذہن تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اس سے میرا مقصد فقط تیری اور تیرے پیارے حبیب ﷺ کی رضا کا حصول ہے لیکن اس میں اگر کہیں غلطی ہوئی ہے تو وہ میری کم علمی ہے۔ میں اپنی کوتاہی کا پیشگی اعتراف کرتے ہوئے توبہ کرتا ہوں۔ میری توبہ قبول فرما اور میری رہنمائی فرما تاکہ میں اس کی اصلاح کرسکوں۔

یَااللّٰہُ! یَارَحْمٰنُ! یَارَحِیْمُ!

یہ فقط ترا کرم تھا جو اس گناہگار بندے نے ترے عظیم کلام کی تفسیر شروع کی۔ اب اپنے ہی کرم کے صدقے اس کو قبول فرما اور میدانِ حشر میں اسے میرے، میرے والدین، میری اولاد، میرے اساتذہ کرام، میرے شاگرد، میرے عقیدت مند، میرے دوست، جامعہ الکرم اور مسلم چیرٹی کے معاونین اور جملہ قارئین کیلئے نجات کا ذریعہ بنا۔

یہاں میں اپنے کرم فرما حضرت علامہ محمد دین سیالوی کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے تفسیر امداد الکرم کے مسودہ پر نظر ثانی کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اور اپنے پیارے بیٹے بختیار حیدر کے لیے بھی دعا گو ہوں جو اس تفسیر کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بھی اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

اللھم ربنا اغفر لی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ علیہ التحیۃ والتسلیم

احقر العباد: محمد امداد حسین پیرزادہ

یکم رجب ۱۴۲۱ھ ۳۰ ستمبر ۲۰۰۰ء (بروز ہفتہ بعد از نماز مغرب)

جامعہ الکرم، ایٹن ہال، انگلستان

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الفاتحۃ (۱)

انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، اور قرآن مجید وہ مقدس کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا راستہ بتاتی ہے۔ سورہ فاتحہ میں اس تفصیل کو اختصار کے ساتھ بطور دیباچہ بیان کیا جا رہا ہے تا کہ قاری کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ انسان کا منشور تخلیق اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور اس کا دستور حیات اللہ والوں کا نقش قدم ہے جو صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔

سورہ فاتحہ دراصل ایک جامع دعا ہے۔ اس کی تلاوت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت اور قرآن مجید کی فہم و فراست کے دروازے کھلتے ہیں۔ اسی لیے اس کو ابتدا میں رکھا گیا ہے تا کہ قرآن سمجھنے میں آسانی ہو۔ یہ سورت کتنی عظیم ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کا نزول دو بار ہوا (ایک بار مکہ مکرمہ میں اور دوسری بار مدینہ منورہ میں) اور ہر نماز میں اس کا پڑھنا واجب قرار پایا۔ سورہ فاتحہ کی فضلیت میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! تورات، انجیل، زبور اور قرآن میں سورہ فاتحہ جیسی کوئی سورت نہیں ہے۔ (ترمذی: ۲۸۷۵: ابواب فضائل قرآن: باب ۱)۔۔۔ یہ سب سے عظیم سورت ہے۔
(صحیح بخاری: ۵۰۰۶: کتاب فضائل قرآن باب ۹)

Marfat.com

ایاتھا ۷ | ۱ سُورَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ ۵ | رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ[۱] کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں)[۲] جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۳]

[۱] اللہ خالقِ حقیقی کا ذاتی نام ہے، کسی دوسرے کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا۔ خالق حقیقی صرف ایک ہے اور اس کا ذاتی نام یعنی اللہ بھی مُفرَد ہے، اس کی کوئی جمع نہیں ہے۔ یہ تمام اسمائے حُسنٰی (صفاتِ باری تعالیٰ) کا جامع ہے اور بقول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم بھی یہی ہے۔

[۲] اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان اپنے ہر جائز کام کی ابتدا بسم اللہ سے کرے تاکہ اس کے نام کی برکت سے مشکلیں آسان ہوں۔ اسی لئے میں نے بسم اللہ کے ترجمہ میں بھی اللہ کے نام کو سب سے پہلے رکھا ہے تاکہ اللہ کے نام کی برکت سے اس ترجمہ کی ابتداء ہو۔ اس طرح کرنے سے انسان اپنی کمزوری کا اعتراف کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت پر اس کا توکل پختہ ہو جاتا ہے، نیز جب اسے ہر کام شروع کرتے وقت اللہ کا نام لینے کی عادت ہو جائے گی تو وہ ہر ایسا کام کرنے سے رُک جائے گا جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو کیونکہ اسے اپنے رب سے شرم آئے گی کہ اس کا نام لے کر اس کی نافرمانی کر رہا ہے۔

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' قرآن مجید کی آیت ہے اور دو سورتوں کو الگ کرنے کیلئے نازل ہوئی۔ امام قرطبی لکھتے ہیں کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جسم میں جہاں درد ہو وہاں ہاتھ رکھ کر تین بار بسم اللہ پڑھی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بسم اللہ ہر مرض کے لئے شفا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

لمحہ فکریہ: انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے استفادہ کر رہا ہے۔ مثال کے طور پر آنکھ، کان، ناک، منہ، ہاتھ، پاؤں، صحت، دولت وغیرہ۔ اگر ان میں سے ایک بھی ناقص ہو جائے تو یہ زندگی بوجھ بن جائے۔ اس قدر احسانوں میں ڈوبا ہوا انسان اگر کوئی کام کرتے وقت بھی اپنے محسنِ حقیقی کا نام نہ لے تو اس سے بڑی ناشکری اور کیا ہو سکتی ہے۔

[۳] رحمان اور رحیم دونوں مبالغے کے صیغے ہیں اور رحمان میں تو مبالغہ کی بھی انتہا ہے، یعنی اتنا بڑا مہربان کہ اس سے زیادہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے رحمان کا لفظ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر نہیں بولا جاتا۔

قرآن نے اللہ تعالیٰ کی جس صفت کو سب سے پہلے ذکر کیا ہے وہ رحمان ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے، لہٰذا انسان کتنا ہی بڑا گناہگار کیوں نہ ہو اگر وہ سچے دل سے توبہ کرنا چاہے تو اسے گھبرانے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ کی بے حد و بے حساب رحمت اس کے گناہوں کو معاف کرنے کے لئے بے قرار ہے۔ رحمان ورحیم آقا تو ہر وقت مائل بہ کرم ہے، کاش ہمیں طلب صادق نصیب ہو جائے۔ آمین۔

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ	۱۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں [۴] جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ [۵]
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ	۲۔ بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

[۴] قرآن پڑھنا، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا سب عبادت ہے اور عبادت کی جان اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے، اسی لئے قرآن مجید کی ابتدا حمد سے ہو رہی ہے۔

ہر خوبی و جمال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا تعریف قرآن کی ہو یا کسی نبی کی، کعبہ کی ہو یا کسی ولی کی، چاند کی ہو یا کسی پھول کی، حقیقت میں اسی ذات بے مثال کی تعریف ہے جو ہر حسن و جمال کا خالق ہے۔ اسی لئے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یعنی ہر قسم کی کامل تعریفوں کا حقیقی مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کسی صاحب کمال کی تعریف نہ کی جائے۔ سراپا صدق و صفا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حق ہے کہ انہیں صدیق اکبر کے لقب سے نوازا جائے۔ عدل و انصاف کے پیکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں فاروق اعظم کا اعزاز دیا جائے۔ اسی طرح ہر صاحب کمال کی قدر دانی ضروری ہے لیکن سب سے پہلے اس خالق حقیقی کی حمد لازم ہے جس نے اس میں اس کمال کو پیدا فرمایا۔

سورہ فاتحہ میں دعا بھی ہے اور آدابِ دعا کی تعلیم بھی یعنی جس کریم آقا کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے جا رہے ہیں پہلے اس کے اَن گنت احسانات اور بے پایاں عنایات کا اعتراف کریں اور شکرانے کے طور پر حمد وثناء کے گلدستے پیش کریں جس کے لئے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے الفاظ سب سے افضل ہیں۔ اس کے بعد اپنی مغفرت کیلئے دعا کریں اور خدا کے فضل و کرم کا سوال کریں۔

حمد باری تعالیٰ مومن کی زندگی کا اہم ترین حصہ ہے یعنی نعمت ملے تو شکر کے ساتھ حمد، مصیبت آئے تو صبر کے ساتھ حمد، چھینک یا پسندیدہ خواب آئے تو حمد، کھانے اور پینے کے بعد حمد، نماز کے بعد حمد، الغرض مومن ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے۔

[۵] رب کا ایک معنی مربی ہے یعنی کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد اور فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال تک پہنچانے والا۔ (تفسیر روح المعانی) اس سے معلوم ہوا کہ جو انسان اپنے مرتبہ کمال کو حاصل کرنا چاہتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا حقیقی رب ہے۔

عالمین، عالم کی جمع ہے جس کا معنی جہان ہے۔ اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص قوم، نسل یا علاقے کا رب نہیں بلکہ ساری کائنات کا رب ہے اور جو ساری کائنات کا رب ہو وہی ساری تعریفوں کا حقیقی مستحق ہے۔

Marfat.com

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ٣۔ روزِ جزا کا مالک ہے۔[٦]

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ٤۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں [٧] اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔[٨]

---

[٦] اس دن کا مالک جس میں ہر انسان کو اس کے اچھے کاموں کا حسین ثواب اور برائیوں کا دردناک عذاب دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ رحمت پڑھنے والا بے عملی کا شکار ہو سکتا تھا مگر مالکِ روزِ جزا نے اسے متنبہ کر دیا۔ یہ سب درست ہے کہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد نہیں، جس کو چاہے بخش دے لیکن وہ بااختیار منصف بھی ہے، کوئی مجرم اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔

لہٰذا اے انسان! اس فانی زندگی اور چند روزہ عیش و راحت پر مغرور ہو کر اس دن کو فراموش نہ کر جو ابدی زندگی اور حقیقی جزا و سزا کا پہلا دن ہوگا۔ اچھے کام کر اور قبولیت کے لئے اس کی رحمتوں پر امید رکھ۔ ناجائز کاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کیونکہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے بے خوفی انسان کو بے عمل اور اس کی رحمت سے مایوسی انسان کو ظالم بنا دیتی ہے، لہٰذا ایک طرف اس کی رحمت پر امید رکھ اور دوسری طرف اس کے غضب سے ڈر، یہی ایمان کی نشانی ہے۔ اس کی مزید تشریح کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد غور طلب ہے: ''اگر آسمان سے آواز آئے: اے لوگو! سوائے ایک انسان کے آپ سب لوگ جنت میں داخل ہونے والے ہیں تو مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب سے اتنا ڈر ہے کہ وہ میں ہوں گا، اور اگر اعلان یہ ہو: اے لوگو! سوائے ایک انسان کے تم سب جہنم میں داخل ہونے والے ہو تو مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اتنی امید ہے کہ وہ میں ہوں گا''۔ (کنز العمال: ٣٥٩١٦: جلد ١٢: ص ٦٢٠) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر مؤمن کو اللہ تعالیٰ کی سزا کا علم ہو جائے تو کوئی بھی جنت کا لالچ نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا علم ہو جائے تو کوئی بھی جنت سے مایوس نہ ہو''۔ (صحیح مسلم: ٢٧٥٥: کتاب التوبۃ: باب ٤)

اللہ تعالیٰ آج بھی ساری کائنات کا مالک ہے، لیکن اس آیت میں روزِ جزا کی تخصیص شاید اس لئے ہے کہ آج جو لوگ اللہ تعالیٰ کو مالک نہیں مانتے، قیامت کے دن اس کی بادشاہی کا مشاہدہ کر کے وہ بھی اس کے مالک ہونے کا اقرار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

[٧] اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بعد اب عبادت کی تعلیم دی جا رہی ہے، اس ترتیب سے یہ حقیقت بھی اجاگر ہو گئی کہ اعتقاد، عمل پر مقدم ہے اور عبادت کی قبولیت عقیدے کی صحت پر موقوف ہے۔

انگریزی میں عبادت کو ورشپ (worship) کہا جاتا ہے اور آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق: خدا کے لئے عزت و احترام کے عملی مظاہرہ کا نام عبادت ہے۔

Marfat.com

"the practice of showing respect for God"

اسلام میں بھی عبادت کا مفہوم اسی طرح ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو معبود سمجھ کر اس کے سامنے عاجزی وانکساری کرے۔ مثال کے طور پر نماز میں انسان رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہے تو بھی عبادت ہے کیونکہ جس ذات کے لئے کھڑا ہے وہ اس کا معبود حقیقی ہے۔اس کے برعکس اگر ایک بیٹا اپنے باپ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہے تو یہ عبادت نہیں بلکہ احترام اور تعظیم ہے کیونکہ کوئی مسلمان بیٹا اپنے باپ کو معبود نہیں سمجھتا۔

نیز قرآن بتاتا ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور برادرانِ یوسف علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا، اس کے باوجود نہ فرشتے مشرک ہوئے اور نہ ہی برادران یوسف علیہ السلام کیونکہ وہ مسجود کو معبود نہیں سمجھتے تھے بلکہ صرف تعظیم مقصود تھی۔ اسلام نے عبادت اور تعظیم دونوں کا حکم دیا ہے۔عبادت اللہ تعالیٰ کی اور تعظیم اللہ والوں کی، لہٰذا عبادت اور تعظیم میں فرق نہ کرنا اور تعظیم کرنے والے پر عبادت کا الزام عائد کر کے اسے مشرک کہنا قرآن کے مزاج کے خلاف ہے۔

عبادت کے لائق صرف اور صرف ذات باری تعالیٰ ہے اور جو شخص کسی مخلوق (نبی، ولی یا سورج، آگ، پتھر وغیرہ) کی عبادت کرتا ہے وہ اس میں کسی خوبی یا جمال سے متاثر ہوتا ہے حالانکہ وہ حسن یا کمال اس کا ذاتی نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس میں یہ خوبی نہ رکھتا تو کوئی انسان اس سے متاثر نہ ہوتا، لہٰذا عبادت کا مستحق صاحب کمال نہیں بلکہ خالقِ کمال ہے جس نے کائنات کو حسن وکمال سے مزین فرمایا۔

عبادت کے حوالے سے حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا کا قول غور طلب ہے: تیری قسم اے اللہ تعالیٰ! میں جنت کے لالچ یا دوزخ کے ڈر سے تیری عبادت نہیں کرتی بلکہ اس لئے کرتی ہوں کہ تو ہی عبادت کے لائق ہے۔

اگر حور جنت کی دل میں بسی ہے　　عبادت ہی کیا یہ تو سوداگری ہے

[۸] ساری کائنات کا خالق، مالک اور رازق اللہ تعالیٰ ہے۔اس کی مرضی نہ ہو تو کوئی پتہ حرکت نہ کر سکے، اس کی اجازت نہ ہو تو کوئی ستارہ چمک نہ سکے، وہی کارسازِ حقیقی ہے، وہی اس لائق ہے کہ اس سے مدد مانگی جائے، اسی لئے ہم دن میں درجنوں بار بصد ادب و نیاز عرض کرتے ہیں: اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (اے ہمارے پروردگار! ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں) لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم بیماری کے لئے ڈاکٹر سے مدد نہ مانگیں، دشمن کے لئے ہتھیار کا سہارا نہ لیں، دعا کے لئے کسی بزرگ کے پاس نہ جائیں۔درحقیقت یہ اسباب بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمائے ہیں۔ بلاشبہ حقیقی مددگار تو وہی ہے مگر یہ اس کی قدرت کے مظاہر ہیں۔مثال کے طور پر نماز اور صبر خدا نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان سے مدد لینے کا حکم دیا ہے۔ (قرآن: ۲: ۱۵۳) لہٰذا اسباب کا سہارا لینا حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے مدد لینا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان میں مدد کی صلاحیت نہ رکھتا تو ہمیں ان کے پاس جانے کی ضرورت نہ تھی۔

Marfat.com

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ ۵۔ ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔[۹]

صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ ۶۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔[۱۰]

ع غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ۧ ۷۔ نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔[۱۱]

جس طرح مخلوق کی تعریف درحقیقت خالق کی تعریف ہے اسی طرح مخلوق سے مدد لینا بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی ہی مدد ہے کیونکہ ساری کائنات کا کارسازِ حقیقی وہی ہے۔ ہاں اگر کوئی بے وقوف یہ سمجھے کہ اللہ نہ چاہے تو بھی ڈاکٹر کی دوا اور بزرگ کی دعا شفا دے سکتی ہے تو یہ واضح شرک ہے۔اس طرح کا عقیدہ رکھنے والا انسان کافر ہو جاتا ہے۔

[۹] سیدھے راستے سے مراد اسلام ہے اور اس دعا کا تعین قاری کے حال پر منحصر ہے۔ اگر دعا مانگنے والا گمراہ ہے تو مطلب ہوگا: ''سیدھا راستہ دکھا'' یعنی بھٹکا ہوا ہے سیدھے راستہ کا سوال کر رہا ہے۔ اگر عام مسلمان ہے تو مطلب ہوگا: ''سیدھے راستے پر چلا'' یعنی سیدھا راستہ تو جانتا ہے اس پر عمل کی توفیق مانگ رہا ہے، اور اگر پرہیز گار ہے تو مطلب ہوگا: ''سیدھے راستے پر قائم رکھ'' یعنی سیدھے راستہ پر گامزن ہے استقامت اور ترقی درجات کی التجا کر رہا ہے۔

الغرض منزل کوئی بھی ہو قدم اٹھانے سے پہلے اپنے خالق حقیقی کے سامنے دست سوال دراز کیا جائے تا کہ اس کی توفیق شاملِ حال ہو اور شیطان گمراہ نہ کر سکے۔

[۱۰] سیدھے راستے کی پہچان یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے (انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین) اختیار کریں، ان کی تقلید اور ان کے نقشِ قدم کی پیروی ہی سیدھا راستہ ہے، نیز ہر انسان میں اتنی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ براہ راست قرآن و حدیث کو سمجھ سکے کیونکہ بیشتر تو عربی زبان ہی نہیں جانتے، لہٰذا بزرگانِ دین کی صحبت اور پیروی سے اسلام کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے، اسی لئے اسلام نیک اور سچے لوگوں کی صحبت اور پیروی کی ترغیب دیتا ہے۔

حضرت عمران بن حطان بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لئے گئے تو وہ سیاہ چادر لپیٹ کر مسجد میں چھپ کر تنہا بیٹھے تھے۔عمران بن حطان نے کہا: اے ابوذر! یہ تنہائی کیا ہے؟ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''برے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے اور نیک ساتھی تنہائی سے بہتر ہے، اچھی بات لکھوانا خاموشی سے بہتر ہے اور بری بات لکھوانے سے خاموشی بہتر ہے''۔(شعب الایمان للبیہقی: ۴۹۹۳: جلد ۴: ص ۲۵۶) کیونکہ جب انسان نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے تو وہاں رنگا رنگ نیکیوں کی ترغیب ملتی ہے۔

[۱۱] اس سے معلوم ہوا کہ بدعقیدہ، بدعمل اور گمراہ لوگوں سے اجتناب اور ان کے راہ و رسم سے پرہیز لازم ہے کیونکہ ان کی صحبت گمراہی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب بن سکتی ہے۔

نوٹ: سورہ فاتحہ کے بعد اور اسی طرح ہر دعا کے بعد آمین کہنا سنت ہے یعنی آخر میں پھر عرض کرے: ''یا اللہ! جو دعا میں نے کی ہے، اسے قبول فرما!''

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ البقرۃ (۲)

یہ سورت مدنی ہے کیونکہ یہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی اور ہجرت کے بعد نازل ہونے والی تمام سورتوں کو مدنی کہا جاتا ہے۔ یہ قرآن کریم کی سب سے طویل سورت ہے۔ اسی لیے اس میں بیان ہونے والے مضامین کی تعداد بھی دوسری سورتوں سے زیادہ ہے۔ قرآن مجید کی سب سے طویل آیت (۲۸۲) بھی اسی سورت میں ہے اور آیت الکرسی (۲۵۵) بھی اسی سورت میں ہے، جو قرآن کریم کی تمام آیتوں کی سردار ہے۔ (ترمذی: فضائل القرآن: حدیث ۲۸۷۸)

مدینہ میں اسلام ایک باقاعدہ اسلامی ریاست کی صورت اختیار کر رہا تھا اس لیے سورہ بقرہ میں عقائد اور عبادات کے علاوہ اسلام کے سیاسی، معاشی، اخلاقی اور معاشرتی پہلوؤں پر بھی مختلف انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے اور گزشتہ اقوام بالخصوص بنی اسرائیل کے عروج و زوال کا تذکرہ بھی کیا گیا تا کہ امت مسلمہ اس سے عبرت حاصل کرے۔ اس میں ایک گائے کا عجیب و غریب قصہ بھی ہے جس کے ذریعہ سے ایک قاتل کی نشاندہی ہوئی اور اس واقعہ کی وجہ سے اس سورت کا نام بھی بقرہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سورت بقرہ کی تفسیر بارہ سال میں پڑھی اور جس دن ختم کی اس دن خوشی میں ایک اونٹ ذبح کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت کی۔ (تفسیر قرطبی: جزء اول: ص ۴۰)

سورہ بقرہ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات:

۱۔ جس نے سورہ بقرہ پڑھی اسے جنت کا تاج پہنایا جائے گا۔ (بیہقی: شعب الایمان: ۲۳۸۴: باب فی تعظیم القرآن)

۲۔ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جائے اس گھر سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

(مشکوۃ: ۲۱۱۹: کتاب فضائل القرآن)

۳۔ سورہ بقرہ کی آخری دو آیات اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایسا خزانہ ہیں جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی موجود ہے۔

(مشکوۃ: ۲۱۶۹: کتاب فضائل القرآن)

۴۔ سورہ بقرہ کی آخری دو آیات کو سیکھو اور اپنے بیوی بچوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ دونوں آیتیں نماز، قرآن اور دعا کا درجہ رکھتی ہیں۔

(بیہقی: شعب الایمان: ۲۴۰۳: باب فی تعظیم القرآن)

Marfat.com

۵۔میت کودفن کر کے اس کی قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کی پہلی پانچ آیات اور قبر کی پائنتی کی طرف کھڑے ہو کر آخری دو آیات پڑھی جائیں۔

(مشکوٰۃ:۱۸۱۷:باب دفن المیت)

٦۔سورہ بقرہ پڑھا کرو، اس کے پڑھنے میں برکت اور چھوڑنے میں حسرت ہے۔نیز اس کی برکت سے مکار لوگوں کا مکر وفریب اور جادو اثر نہیں کرتا۔

(مسلم:۱۸۷۴:صلاۃ المسافرین)

Marfat.com

آیاتھا ۲۸۶　۲ سورۃ البقرۃ مدنیۃ ۸۷　رکوعاتھا ۴۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

الٓمّٓ ①　　۱۔ الف لام میم [۱]

---

[۱] قرآن مجید میں ۲۹ سورتیں ہیں جن کی ابتداء میں اس قسم کے حروف نازل ہوئے۔ ان کو حروف مُقَطَّعَات کہا جاتا ہے۔ یہ حروف اکٹھے لکھے جاتے ہیں (الم) لیکن جدا جدا پڑھے جاتے ہیں (الف لام میم)۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان حروف کو قرآن مجید کا حصہ سمجھیں اور ان کی تلاوت کریں، البتہ ان کے معانی کی تلاش ضروری نہیں، کیونکہ ان کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے حبیب پاک ﷺ کو عطا فرمایا۔ جبریل امین جب ان حروف کو لے کر نازل ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں پہلے ہی ان سربستہ رازوں سے آگاہ ہوں۔'' اس پر جبریل امین سراپا حیرت ہو کر کہنے لگے: ''میں ابھی ان حروف کو لے کر نازل ہو رہا ہوں، ان کا معنیٰ میری سمجھ سے بالاتر ہے، آپ کیا سمجھے ہیں؟'' نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ میرے اور میرے رب کے درمیان محبت کے راز ہیں۔'' (تفسیر روح البیان: سورہ یٰس)

حروف مقطعات میں چند حکمتیں

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کے ذریعہ قرآن کریم نازل فرمایا مگر اس میں کچھ راز ایسے بھی ہیں جن کا جبریل امین کو بھی علم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے علم کی پرواز اتنی بلند ہے کہ جبریل امین کا طائر خیال بھی وہاں نہیں پہنچ سکتا۔

۲۔ قرآن مجید کے ہر حرف کی تلاوت سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ ان میں حروف مقطعات بھی شامل ہیں جن کا حقیقی معنیٰ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ جانتے ہیں۔ اس سے قرآن کریم کی عظمت کا اندازہ کریں۔ یہ دنیا میں واحد کتاب ہے جس کو سمجھ کر پڑھا جائے تو بھی ثواب اور بغیر سمجھے پڑھا جائے تو بھی ثواب۔

۳۔ حروف مقطعات سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ قرآن مجید کے کسی حکم پر عمل کرتے وقت اگر اس کی حکمت سمجھ آئے تو بھی ثواب اور اگر حکمت سمجھ نہ آئے تو بھی ثواب کیونکہ یہ اس حکیم و دانا خداوند قدوس کا کلام ہے جس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر میدان منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارنا، صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا اور طواف کرتے وقت رمل کی حقیقی حکمتیں ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں، لیکن اس کے باوجود ہم ان پر عمل کرتے ہیں اور کمال اطاعت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جونہی رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم آئے انسان اس کی اطاعت میں فوراً اپنی گردن جھکا دے۔

Marfat.com

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ ۲- یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں [۲] یہ ہدایت ہے متقی لوگوں کے لئے۔ [۳]

۴۔ شیخ عبدالرحمان سے پوچھا گیا کہ اس شخص کو کوئی فائدہ ہو سکتا ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ جو کچھ اس نے پڑھا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ضرور ہوتا ہے جیسے کوئی آدمی دوائی کھاتا ہے اور اس کے اجزائے ترکیبی نہیں جانتا کہ کیا کھا رہا ہے لیکن اس کا اثر ضرور ہو جاتا ہے، جس طرح دوائی انسان کی جسمانی بیماریوں کو دور کرتی ہے اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت انسان کی روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہے اور ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔

۵۔ اگر ایک عالم قرآن مجید کے بعض حصہ (حروف مقطعات) کو بغیر سمجھے پڑھ کر ثواب کا امیدوار ہے تو ایک اَن پڑھ مسلمان کو بھی بغیر سمجھے قرآن مجید کی تلاوت کر کے ثواب کی امید رکھنی چاہیے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن مجید سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے، ہرگز نہیں۔ ہر مسلمان کو اپنی استعداد کے مطابق قرآن مجید سمجھنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے کیونکہ قرآن کریم کے معانی میں غور کرنے کا ثواب زیادہ ہے اور پھر اس پر عمل کرنے کا ثواب اور زیادہ۔

۶۔ قرآن مجید تمام انسانوں کیلئے ہدایت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کفار سے مخاطب ہو کر انہیں اسلام کی دعوت دیتا ہے تو ظاہراً اس کا ہمارے ساتھ تعلق نہیں اور نہ ہی اس میں ہمارے لئے بظاہر کوئی فائدہ نظر آتا ہے کیونکہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پہلے ہی مسلمان ہیں لیکن اس کے باوجود ہم ان آیات کی تلاوت کرتے ہیں کیونکہ یہ ہمارے رب تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں کفار کی ہدایت کا سامان ہے۔

اسی طرح حروف مقطعات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ سے خصوصی خطاب فرمایا۔ (جیسے ایک بادشاہ اپنے ولی عہد اور شیخ طریقت اپنے خلیفہ کو خصوصی ہدایات جاری کرتا ہے) جس میں ان کی رہنمائی مقصود ہے تو چونکہ اس کا ہمارے ساتھ براہ راست تعلق نہیں اس لئے اس کا ہماری سمجھ میں نہ آنا ایک فطری امر ہے اور ہمیں ان کی کھوج میں سرگرداں رہنا بھی ضروری نہیں، نیز اگر ہر کسی کو اس کا علم ہو جائے تو اس خطاب کی خصوصیت بے معنیٰ ہو جاتی ہے، البتہ جن امور کا تعلق ہمارے عقائد اور اعمال سے ہے قرآن مجید نے انہیں دن سے زیادہ روشن اور سورج سے زیادہ واضح کر دیا ہے اور ان میں ذرہ بھر ابہام نہیں رکھا۔

[۲] کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی آخری کتاب ہے۔ اس کی تعلیمات اتنی واضح اور کامل ہیں کہ کہیں بھی شک کی گنجائش نہیں۔ اس کے باوجود جو لوگ اس میں شک کرتے یا شک ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں وہ یا تو اس میں غور نہیں کرتے یا پھر تعصب کا شکار ہیں۔

[۳] متقی اس خوش نصیب انسان کو کہتے ہیں جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو اور وہ ہر اس کام سے اجتناب کرے جو آخرت میں

Marfat.com

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۙ۝۳

۳۔ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں [۴] اور نماز قائم کرتے ہیں [۵] اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ [۶]

اس کے لئے نقصان دہ ہو۔ ہدایت کا ایک معنیٰ ہے: کسی کو راستہ دکھانا اور دوسرا معنیٰ ہے: کسی کو راستے پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچانا، لہٰذا راستہ دکھانے کے اعتبار سے قرآن مجید تمام انسانوں (کافر و مسلم) کے لئے ہدایت ہے اور منزلِ مقصود تک پہنچانے کے اعتبار سے قرآن کریم صرف متقی لوگوں کے لئے ہدایت ہے کیونکہ یہی وہ خوش نصیب لوگ ہیں جو قرآن مجید پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے ہیں۔

[۴] متقین کون ہیں؟ ان کی پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ غیب سے مراد وہ حقیقتیں ہیں جو انسانی عقل اور حواس سے معلوم نہ ہو سکیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی، فرشتے، قیامت، جنت اور دوزخ وغیرہ۔ یہ سب ایسی صداقتیں ہیں جو نہ آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہیں اور نہ عقل سے سمجھی جا سکتی ہیں۔ ان کے جاننے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ نبی کی ذاتِ گرامی ہے۔ اس سے معلوم ہوا آج کائنات کے سارے انسانوں کا علم اکٹھا کیا جائے تو بھی ایک نبی کے علم کے برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ نبی کی زبان سے نکلنے والی ہر بات برحق ہے اور اس میں اسرار و رموز کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔

[۵] متقین کی دوسری نشانی یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔ نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہری حقوق کے ساتھ نماز کو وقت پر ادا کیا جائے اور دل کے خشوع کے ساتھ صرف خدا کی رضا کے لئے پڑھی جائے۔ اس احتیاط سے ادا کی ہوئی نماز ہی اس قابل ہے کہ اسے دین کا ستون اور مومن کی معراج کہا جائے۔

قرآن مجید میں نماز کا حکم تو ہے لیکن نمازوں کے اوقات، رکعتوں کی تعداد اور نماز پڑھنے کا طریقہ بیان نہیں ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! ہم نماز کس طرح ادا کریں؟'' تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''نماز ادا کرو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو''۔ (بخاری: ۱:۶۳۱؛ کتاب الاذان: باب ۱۸)

[۶] متقین کی تیسری نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق سے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ رزق سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائی ہیں جیسے مال و دولت اور علم و عرفان وغیرہ اور ان نعمتوں کے ظاہری وسائل بھی اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمائے ہیں، مثلاً ہاتھ، پاؤں، صحت و تندرستی اور دل و دماغ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اس میں ہے کہ جس کے پاس جو نعمت ہے اس میں سے ان لوگوں کی بھی مدد کرے جو اس نعمت سے محروم ہیں۔ دولتمند اپنی دولت سے، عالم اپنے علم سے اور عارف اپنی معرفت سے مستحقین کی مدد کرے، نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کا اپنا نہیں بلکہ سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور جس انسان کے دل میں یہ

Marfat.com

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ وَبِالۡاٰخِرَۃِ هُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ؕ﴿۴﴾

۴۔ اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ ﷺ کی طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو آپ ﷺ سے پہلے (انبیائے کرام پر) نازل کیا گیا [۷] اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ [۸]

اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنۡ رَّبِّهِمۡ ٭ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۵﴾

۵۔ وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی کامیاب ہیں۔ [۹]

یقین پختہ ہو جائے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور جو قارون کی طرح ان نعمتوں کو ذاتی کمال سمجھتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ (قرآن: ۲۸: ۷۶ تا ۸۱)

[۷] متقین کی چوتھی نشانی یہ ہے کہ وہ نبی آخرالزمان ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن مجید اور آپ ﷺ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، البتہ پہلی کتابوں کے احکام پر عمل کرنا ضروری نہیں کیونکہ ہم صرف قرآن مجید پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔

چونکہ قرآن مجید آخری کتاب اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی ہیں اس لئے آپ ﷺ کے بعد کسی نبی یا کتاب پر ایمان لانا کفر ہے، اسی لئے اس آیت میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کا ذکر ہے لیکن بعد کا کوئی تذکرہ نہیں۔

[۸] متقین کی پانچویں نشانی یہ ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ آخرت سے مراد ایک نئی زندگی ہے جس کی ابتدا موت کے بعد ہوتی ہے۔ اس میں موجودہ زندگی کے اعمال کا محاسبہ کیا جاتا ہے اور اس کے مطابق جزا و سزا (جنت و دوزخ) کا فیصلہ ہوتا ہے جو عدل و انصاف کے عین مطابق ہوگا۔ نہ کسی کی حق تلفی ہوگی اور نہ کوئی مجرم سزا سے بچ سکے گا۔

یہ عقیدہ انسان کو ہر وقت متنبہ کرتا رہتا ہے کہ اس کی ہر حرکت ریکارڈ ہو رہی ہے اور آخرت میں اس کے متعلق باز پرس ہوگی لہٰذا آخرت پر پختہ یقین رکھنے والا کسی پر زیادتی کا تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن جس انسان کو اس آخری محاسبہ پر یقین نہیں وہ عیش پرستی کی خاطر سرکشی پر دلیر ہو جاتا ہے۔

آج ہم اپنی کوتاہیاں دوستوں سے چھپاتے ہیں تاکہ شرمندگی نہ ہو مگر اس دن کیا بنے گا جب ہماری برائیاں سب کے سامنے عیاں ہو جائیں گی۔ کاش آج ہم برائی کرنے سے پہلے اس دن کو یاد رکھیں جس میں ہماری چھوٹی سے چھوٹی برائی بھی پوشیدہ نہیں رہے گی۔

[۹] جن لوگوں میں گزشتہ پانچ صفات پائی جائیں وہ ہدایت یافتہ ہیں اور دونوں جہانوں میں کامیاب ہیں۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۶

۶۔ بیشک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان لوگوں کے لئے برابر ہے چاہے آپ ﷺ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ؗ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۷ ع

۷۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔[۱۰]

[۱۰] کافر اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ یا ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا منکر ہو۔ اس کے کفر کی کئی وجوہ ہوسکتی ہیں، مثلاً اسلام کے بارے میں لاعلمی یا اس کی تعلیمات پر شکوک وشبہات وغیرہ لیکن جب اسلام کی دعوت مل جائے یا شبہات دور ہو جائیں تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ کفار کی ایک قسم ایسی بھی ہے جو اسلام کو حق سمجھتے ہیں لیکن تعصب اور ضد نے ان کے ظاہری حواس اور عقل و خرد پر ایسے پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مذکورہ دو آیات میں اسی قسم کے کفار کا تذکرہ ہے اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ڈاکٹر مریض سے کہے کہ اس کی بیماری آخری مرحلہ میں داخل ہو چکی ہے، لہٰذا وہ علاج کرائے یا نہ کرائے وہ صحت یاب نہیں ہو سکتا، اسی طرح جن لوگوں (جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ) کا کفر آخری مرحلہ میں پہنچ چکا تھا رب تعالیٰ نے ان کے اسلام نہ لانے کا اعلان کر دیا لیکن اس کے باوجود ایسے ضدی کفار کو اسلام کی دعوت دینے سے ان کے خلاف حجت قائم ہو جاتی ہے تاکہ قیامت کے دن وہ لاعلمی کا عذر نہ کر سکیں، نیز دعوت دینے والے کو تبلیغ کا ثواب بہر حال ہوتا ہے سننے والا عمل کرے یا نہ کرے، جیسے مؤذن کو اذان کا ثواب ضرور ملتا ہے سننے والا نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔

یہاں بعض لوگ تقدیر کا مسئلہ کھینچ لاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور اعلان کر دیا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے تو اب وہ کیسے ایمان لا سکتے ہیں؟ دراصل بات یہ ہے کہ جب ڈاکٹر نے کسی مریض کے لاعلاج ہونے کا اعلان کیا تو کیا وہ مریض ڈاکٹر کے اس اعلان کی وجہ سے لاعلاج ہوا یا اس سے پہلے اس کی بیماری آخری مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی؟ جواب بالکل واضح ہے کہ مریض اپنی بیماری کی وجہ سے پہلے ہی لاعلاج ہو چکا تھا ڈاکٹر نے تو صرف اطلاع دی ہے۔ اسی طرح یہ مخصوص کفار اپنے تعصب کی وجہ سے اسلام نہ لانے کا فیصلہ کر چکے تھے اللہ تعالیٰ نے تو صرف ان کے عزائم کی خبر دی ہے۔

اسی طرح ایک سوال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا ہے وہ ہو کر ہی رہے گا، پھر تو انسان بالکل مجبور محض ہے اور اسے کسی گناہ کی سزا دینا ظلم ہوگا۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے حضرت محمود غزنوی کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں جو بچپن میں بزرگوں سے سنا تھا اگرچہ کتابوں سے اس کی تصدیق نہیں ہو سکی لیکن مقصد کی اہمیت کے اعتبار سے اس کو بیان کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت محمود غزنوی کے متعلق یہ بات مشہور ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمود غزنوی کو اتنی بصیرت

Marfat.com

اور فراست عطا فرمائی ہے کہ وہ دوسرے انسان کے دل کی بات بتا سکتا ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے بھی فرمایا: مومن کی فراست سے بچو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ (ترمذی: ۳۱۲۷:۷ ابواب تفسیر القرآن: سورۃ الحجر: باب ۱۶) دو نوجوانوں نے اس کرامت کی تصدیق کرنے کے لئے پروگرام بنایا کہ کل عصر کی نماز کے بعد حضرت محمود غزنوی کے باغ میں ان سے ملاقات کریں گے۔ اس باغ کے اردگرد اونچی دیوار ہے اور آنے جانے کے لئے مختلف اطراف سے چار دروازے ہیں۔ ہم ان سے پوچھیں گے کہ ہم کون سے دروازے سے باہر نکلیں گے، وہ کوئی نہ کوئی دروازہ ہی بتائیں گے مگر ہم مغربی کونے میں موجود درخت پر چڑھ کر دیوار کے اوپر سے چھلانگ لگا کر باہر آجائیں گے اور اس طرح ان کی یہ کرامت غلط ثابت ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ دونوں دوست دوسرے دن حضرت محمود غزنوی کے پاس اس کے باغ میں حاضر ہوئے۔ محمود غزنوی اپنے وزراء کے ساتھ باغ میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ ان دو دوستوں نے محمود غزنوی سے پوچھا: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ہم کون سے دروازے سے باہر جائیں گے؟ حضرت محمود غزنوی نے کہا: اگر میں تمہیں کہوں کہ تم شمالی دروازے سے نکلو گے تو چونکہ تم میری مخالفت کا پروگرام بنا کے آئے ہو، لہٰذا تم جنوبی دروازہ سے نکل کر میری تکذیب کی کوشش کرو گے، البتہ میں کاغذ پر لکھتا ہوں کہ تم کہاں سے باہر جاؤ گے، وہ کاغذ میں تمہارے ہاتھ میں دے دوں گا۔ آپ وہ کاغذ اپنے پاس رکھ کر باہر جائیں اور وہاں جا کر کھولیں کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے اور ہم بھی وہیں آجاتے ہیں، چنانچہ محمود غزنوی نے لکھا کہ تم کسی دروازہ سے نہیں بلکہ مغربی کونے میں موجود درخت کے ذریعہ باہر جاؤ گے اور کاغذ لپیٹ کر ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ وہ اپنے پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے مطابق مغربی کونے میں موجود درخت کے ذریعہ باہر نکل گئے اور جب کاغذ کھول کر دیکھا تو اس میں بھی یہی لکھا تھا۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ کیا اس کاغذ نے انہیں مجبور کیا کہ وہ درخت کے ذریعہ باہر چھلانگ لگائیں یا وہ اپنی مرضی سے اپنے منصوبہ کے مطابق خود درخت کے ذریعہ باہر گئے۔ ظاہر ہے وہ اپنی مرضی سے درخت کے ذریعہ باہر گئے ان میں اس کاغذ کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مستقبل کے متعلق اپنے کامل علم کے ذریعہ ہر بندے کی تقدیر لکھ دی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے فلاں وقت میں فلاں کام کرے گا، اس میں تقدیر کی طرف سے کوئی مجبوری نہیں ہے۔ بندے کا اپنا فیصلہ ہے اور وہ خود اس کی جزا اور سزا کا ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو صرف اپنے ازلی علم کے ذریعہ اسے پہلے سے قلم بند کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم اتنا کامل ہے کہ اس میں کسی غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے۔

نیز اس آیت کے نزول کے وقت یہ متعصب کفار زندہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مستقبل میں ان کے اسلام نہ لانے کا علم دیدیا۔ یہ غیب کی خبر ہے اور حضور اکرم ﷺ کا معجزہ اور آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

(تفسیر بیضاوی: سورہ بقرہ)

امام محمد متولی الشعراوی نے اس معجزہ کی مزید وضاحت کے لئے ''سورہ لہب'' کا حوالہ دیا ہے جس میں ابولہب کے برے انجام اور کفر پر مرنے کی پیش گوئی ہے۔ یعنی ''ابولہب عنقریب شعلوں والی آگ میں جائے گا اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں اٹھانے والی ہے۔ اس کی گردن میں مونج کی رسی ہوگی۔'' (قرآن: ۱۱۱: ۳-۵)

اس سورت نے اعلان کر دیا کہ ابولہب کفر پر مرے گا اور جہنم کی آگ میں جلے گا حالانکہ وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آکر اسلام قبول کر سکتا تھا اگرچہ دکھلاوے کے لئے ہی سہی اور بعد میں قرآن کی پیش گوئی کو چیلنج کر سکتا تھا۔ دیکھ لو میں تو مسلمان ہو گیا ہوں، لہٰذا قرآن کا دعویٰ غلط ہے۔ قرآن نے خاص طور پر ابولہب اور اس کی بیوی کا ذکر کیا ہے۔ دیگر کفار

Marfat.com

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ۘ‏ ﴿۸﴾

۸۔ اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان لائے حالانکہ وہ مؤمن نہیں۔[۱۱]

يُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ وَ مَا يَخۡدَعُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ؕ‏ ﴿۹﴾

۹۔ وہ اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور (دراصل) وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور وہ (اس حقیقت کو) نہیں سمجھتے۔

فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌۢ ۙ بِمَا كَانُوۡا يَكۡذِبُوۡنَ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری زیادہ کردی[۱۲] اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔[۱۳]

مثلاً خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ یہاں معجزے کی بات یہ ہے کہ قرآن نے ابولہب کو چیلنج کیا کہ وہ اپنے غلط راستے کو تبدیل نہیں کرے گا اور یہ کوئی ایسا چیلنج نہیں تھا جس میں ابولہب کے عمل اور فیصلے کا اختیار نہ ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ابولہب کفر پر ہی مرے گا اور دکھلاوے کے لئے وقتی طور پر بھی اسلام قبول نہیں کرے گا۔ (امام الشعراوی: معجزات الرسول: ص ۳۰)

[۱۱] آیات نمبر ۸ تا ۲۰ میں منافقوں کے مختلف احوال بیان کئے گئے ہیں۔ منافق اس کو کہتے ہیں جو زبان سے اسلام کا اقرار کرے لیکن دل سے منکر ہو۔ ایسے لوگ کافر ہیں بلکہ ظاہری کافر سے زیادہ خطرناک ہیں۔ اسی لئے ان کے زبانی دعویٔ ایمان کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا کہ وہ مؤمن نہیں ہیں۔ وہ اپنی منافقت سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن دراصل وہ خود خسارے میں ہیں اور احساسِ زیاں سے بھی محروم ہیں، انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ منافقت کی عمر بالکل مختصر ہوتی ہے، جونہی کسی کی منافقت کا راز فاش ہوتا ہے وہ معاشرہ میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔

[۱۲] مدینہ منورہ میں جب نبی مکرم ﷺ کو اقتدار ملا تو مخالفین غم وغصہ سے جل اٹھے۔ ان کے دلوں میں بغض وعناد کی آگ بھڑک اٹھی۔ قرآن کریم نے ان کے اس تعصب وحسد کو بیماری سے تعبیر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو مزید ترقی دے کر ان کی بیماری میں اضافہ کر دیا کیونکہ جو حق کو پھیلتے دیکھ کر جلتے ہیں انہیں جلنا ہی چاہیے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا، دن بدن حضور اکرم ﷺ کی عظمتوں میں اضافہ ہوتا رہے گا اور جلنے والے جلتے رہیں گے۔

[۱۳] مدینہ منورہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر کئی مطلب پرست دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لئے اور کئی فتنہ پرور جاسوسی کرنے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان بتانے لگے حالانکہ وہ دل سے کافر تھے، لہٰذا اس صریح جھوٹ کی وجہ سے آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ آج بھی جو اس قسم کی منافقت کے واضح جھوٹ کا ارتکاب کرتا ہے اسے آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

Marfat.com

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ⑪

۱۱۔ اور جب انہیں کہا جائے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں: ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ⑫

۱۲۔ خبردار! بے شک وہ خود فساد پھیلانے والے ہیں مگر انہیں شعور نہیں ہے۔ [۱۴]

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ⑬

۱۳۔ اور جب انہیں کہا جائے: ایمان لاؤ جیسے (مخلص) لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں: کیا ہم ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ خبردار! بے شک وہ خود بے وقوف ہیں مگر انہیں علم نہیں ہے۔ [۱۵]

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ⑭

۱۴۔ اور جب اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم تو ایمان والے ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس علیحدہ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: اصل میں تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اہل ایمان کے ساتھ تو ہم صرف مذاق کرتے ہیں۔

---

[۱۴] کفر و اسلام میں اختلاف ایک حقیقت ہے۔ چونکہ منافقین کا رابطہ دونوں طرف ہوتا ہے، لہٰذا مسلمانوں کے راز کفار پر ظاہر کر کے جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اور دن رات فتنہ و فساد پھیلانے میں مصروف رہتے ہیں اور اگر انہیں کہا جائے کہ اپنی سازشوں سے لوگوں کا امن و سکون خراب نہ کرو تو کہتے ہیں: ''ہم تو اصلاح کی کوشش کر رہے ہیں''۔ دراصل ان کے دلوں میں جو منافقت کی بیماری ہے اس نے ان کے ذہن و ضمیر کو مردہ کر دیا ہے۔ جس طرح بعض بیمار میٹھی چیز کو کڑوی اور کڑوی کو میٹھی محسوس کرتے ہیں اسی طرح منافقین اپنے فساد کو اصلاح تصور کرتے ہیں اور کوئی فساد پھیلانے والا اپنے آپ کو فسادی کہلانے کے لئے ہرگز تیار نہیں لیکن قرآن پاک کی زبان میں ہر وہ شخص فسادی ہے جو اصلاح کی آڑ میں فساد اور اتحاد کے نام سے انتشار کی تخم ریزی کرتا ہے۔

[۱۵] جو لوگ اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرتے ہیں اور پھر اسلام کی تبلیغ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں سرگرم عمل ہو جاتے ہیں انہیں اپنے خاندان کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ حق کی سربلندی کے لئے باطل قوتوں سے ٹکراتے ہیں اور بظاہر مشکلات کا شکار نظر آتے ہیں مگر مفاد پرست اور عیش و عشرت کے دلدادہ لوگ ان مخلص مؤمنین کو بے وقوف سمجھتے ہیں حالانکہ بے وقوف تو وہ خود ہیں جو چند روزہ زندگی کے عیش و آرام کے لئے آخرت کی ابدی راحتوں سے اپنے آپ کو محروم کر رہے ہیں، لہٰذا صالحین کو اہل باطل کی بدزبانیوں سے رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ گمراہ اور بدعمل

Marfat.com

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑮

۱۵۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس مذاق کی سزا دے رہا ہے اور انہیں ڈھیل دیتا ہے تا کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔[۱۶]

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ⑯

۱۶۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی مگر ان کی تجارت نفع بخش نہ ہوئی اور وہ ہدایت پانے والے نہیں تھے۔[۱۷]

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ⑰

۱۷۔ ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس کا ماحول روشن ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا نور سلب کر لیا اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔

لوگ ہمیشہ ایسی ہی زبان استعمال کرتے ہیں، نیز مخلص لوگوں کی طرح ایمان لانے سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ ہمیں صالحین کی صحبت اختیار کر کے ان جیسے کام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

[۱۶] منافقین جب مسلمانوں سے ملتے تو ایمان کا دعویٰ کرتے اور جب مخالفینِ اسلام کے پاس جاتے تو کہتے: ''اصل میں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں، مسلمانوں کا تو صرف مذاق اڑاتے ہیں''۔ اس مذاق کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ منافقین کو ان کی سرکشی کے سپرد کر دیتا ہے اور فرماتا ہے: ''لو اگر تمہیں یہی پسند ہے تو اسی میں سرگرداں رہو''۔

مثال کے طور پر دریا میں جب طغیانی آتی ہے تو جو پانی ایک دفعہ دریا سے باہر نکل جاتا ہے اس کا دریا سے ہمیشہ کے لئے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ جدھر جاتا ہے شترِ بے مہار کی طرح تباہی پھیلاتا ہے۔ اس کی کوئی منزل نہیں ہوتی، بس ادھر ادھر پھیل کر چند دنوں میں زمین کے اندر غرق ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی انسان انسانیت کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو وہ چند دن تباہی کا سبب بنتا ہے اور بالآخر اپنی سرکشی کے سیلاب میں ڈوب کر جہنم رسید ہو جاتا ہے۔

[۱۷] حضور نبی اکرم ﷺ نے حق و باطل کو بالکل واضح کر دیا، اگر منافقین چاہتے تو ہدایت کی راہ اختیار کر کے کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے تھے لیکن انہوں نے اپنی مرضی سے ہدایت کے بدلے گمراہی اختیار کی۔ اس سودے میں انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ جان بوجھ کر حق سے روگردانی کرنے کی سزا یہ ملی کہ ان کی فطرت میں ہدایت قبول کرنے کی جو صلاحیت تھی وہ بھی ناکارہ ہو گئی۔

Marfat.com

صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡیٌ فَهُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس وہ (ہدایت کی طرف) واپس نہیں آئیں گے۔[۱۸]

اَوۡ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیۡهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعۡدٌ وَّ بَرۡقٌ ۚ یَجۡعَلُوۡنَ اَصَابِعَهُمۡ فِیۡۤ اٰذَانِهِمۡ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الۡمَوۡتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِیۡطٌۢ بِالۡكٰفِرِیۡنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے تیز بارش ہو رہی ہو، اس میں اندھیرے ہیں، گرج اور چمک ہے، وہ اپنے کانوں میں کڑک کے سبب موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں ڈال لیتے ہیں، اور اللہ کافروں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

یَكَادُ الۡبَرۡقُ یَخۡطَفُ اَبۡصَارَهُمۡ ؕ كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمۡ مَّشَوۡا فِیۡهِ ۙ وَ اِذَاۤ اَظۡلَمَ عَلَیۡهِمۡ قَامُوۡا ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمۡعِهِمۡ وَاَبۡصَارِهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۰﴾ ع

۲۰۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی اُچک لے جائے، جب بجلی ان کے لئے چمکتی ہے تو اس میں چلنے لگتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں لے جاتا، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[۱۹]

---

[۱۸] ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے تاریکی میں آگ جلائی اور جب اس کا ماحول روشن ہو گیا تو بعض لوگوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اب روشنی کے باوجود انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ایک خاص بندے (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) نے کفر کی تاریکی میں اسلام کی شمع جلائی اور جب اسلام کی روشنی سے ماحول جگمگانے لگا، حق روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا اور اہل عقل وخرد اسلام قبول کرنے لگے تو ان بے عقل منافقین نے اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ لی اور اسلام کا نور دیکھنے کے باوجود کفر کی تاریکی میں سرگرداں رہے۔ ان کی عقل پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔ یہ عجیب بہرے ہیں جو سچی بات نہیں سنتے، گونگے ہیں جو حق کہنے کی جرأت نہیں کرتے اور اندھے ہیں جو حق کو دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کا ہدایت کی طرف رجوع کرنا ممکن نہیں کیونکہ تعصب نے ان کے کانوں، آنکھوں اور زبان کو ناکارہ کر دیا ہے۔

[۱۹] یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کارواں کو سیاہ بادل گھیر لے اور زوردار بارش شروع ہو جائے۔ جب بجلی چمکے تو اس کی روشنی میں چلنا شروع کر دیں ورنہ گھپ اندھیرے میں ششدر وحیران کھڑے رہ جائیں اور جب بجلی کی کڑک کی آواز آئے تو موت کے ڈر سے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ وہ موت وحیات کی اس کشمکش میں سرگرداں ہیں، نہ منزل پر پہنچنے کی امید ہے اور نہ ہی راستہ میں امن وسکون ہے۔ بس پریشانی ہی پریشانی ہے۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ (وہی اللہ تعالیٰ) جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس پانی کے ذریعہ تمہارے کھانے کے لئے پھل پیدا کئے، لہٰذا جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ بناؤ۔[۲۰]

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور اگر تم کو اس کتاب (کے کلام اللہ ہونے) میں شک ہے جس کو ہم نے اپنے (محبوب) بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی ایک چھوٹی سورت ہی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے سارے مددگاروں کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔[۲۱]

اسلام بارانِ رحمت کی صورت میں برسنے لگا۔ جب اسلامی فتوحات کی روشنی ظاہر ہوتی تو منافقین مسلمانوں کی طرف دوڑتے اور ظاہری فوائد حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھتے اور جب کفار کی طرف سے بغض و عناد کے بادل چڑھ آتے اور مخالفین کے لشکروں سے ٹکرانے کی نوبت آتی تو یہ منافقین اپنے گھروں میں چھپ جاتے۔ اس دوہرے معیار نے ان کی منافقت کو ظاہر کر دیا اور ان کو ہر طرف سے رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے لیے دنیا و آخرت میں پریشانی ہی پریشانی ہے۔

گزشتہ تیرہ آیات میں منافقین کی نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ ان میں غور کرنے سے انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ منافقت عقیدے میں ہو یا عمل میں، دین میں ہو یا دنیا میں، مخلوق سے ہو یا خدا سے ہر حال میں نقصان دہ ہے۔ یا اللہ! ہم سب کو منافقت سے بچا اور اخلاص کی دولت عطا فرما۔ آمین!

[۲۰] اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا، اس کے آرام و آسائش کے لئے زمین و آسمان بنائے، اس کی زندگی و بقا کے لئے پانی اور پھلوں کا انتظام کیا اور اس پوری کاروائی میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں۔ جب انسان کے وجود اور اس کی زندگی کے سارے وسائل کا خالق تنہا اللہ تعالیٰ ہے تو پھر عبادت کے لائق بھی صرف وہی ایک ذات ہے، اس کے ساتھ کسی شریک کی گنجائش نہیں ہے۔

[۲۱] جب حضور اکرم ﷺ کلام اللہ پڑھ کر سناتے تو کفار کہتے کہ یہ اپنی طرف سے بات بنا کر خدا کی طرف منسوب کر دیتے

Marfat.com

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔[۲۲]

وَبَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ کُلَّمَا رُزِقُوۡا مِنۡهَا مِنۡ ثَمَرَةٍ رِّزۡقًا ۙ قَالُوۡا هٰذَا الَّذِیۡ رُزِقۡنَا مِنۡ قَبۡلُ ۙ وَاُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمۡ فِیۡهَاۤ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ٭ۙ وَّهُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور (پیارے رسول ﷺ!) خوش خبری دیجئے ان کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے کہ بے شک ان کے لئے باغات ہیں[۲۳] جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جب بھی انہیں ان باغات سے کوئی پھل کھانے کے لئے دیا جائے گا تو وہ کہیں گے: یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا تھا اور انہیں صورت میں ملتا جلتا پھل دیا گیا، اور ان کے لئے ان باغات میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے۔

ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کفار کو چیلنج کیا کہ اگر تمہیں قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے میں شبہ ہے تو اس جیسی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا کہ تم سب مل کر بھی اس جیسا کلام نہیں بنا سکتے۔ اگر کفار کے بس میں ہوتا تو وہ لحظہ بھر بھی توقف نہ کرتے اور قرآن کی نظیر لا کر اسلام کے خلاف اپنی فتح کا نشان قائم کر دیتے۔ چودہ صدیوں سے زائد عرصہ گزر چکا ہے منکرین اسلام آج تک اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکے اور نہ قیامت تک دے سکیں گے کیونکہ یہ کلام اللہ ہے، کسی انسان کے بس کا روگ نہیں کہ وہ اس جیسا کلام بنا سکے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مستقبل کے بارے میں یہ علم عطا فرمایا کہ کوئی کافر قیامت تک قرآن کریم جیسی چھوٹی سی سورت بھی نہیں بنا سکے گا۔ یہ قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے اور حضور اکرم ﷺ کے رسول اللہ ہونے کی واضح دلیل ہے، نیز یہ غیب کی خبر اور حضور اکرم ﷺ کا زندہ معجزہ ہے۔ باقی انبیائے کرام کے معجزات آج ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں مگر حضور اکرم ﷺ کا یہ معجزہ یعنی قرآن کریم آج بھی منکرین اسلام کو عاجز کرنے کے لئے موجود ہے۔

[۲۲] جہنم کی آگ میں صرف کفار ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ پتھروں کے بت بھی جلیں گے جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ سمجھانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جن بتوں کو تم اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہو وہ خود اپنے آپ کو عذاب سے نہیں بچا سکتے تمہیں کیسے بچائیں گے، لہٰذا آج وقت ہے ان جھوٹے خداؤں کو چھوڑ کر خالق حقیقی پر ایمان لے آؤ اور اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے محفوظ کر لو۔

اس جہنم کی آگ بڑی نرالی ہے جس کا ایندھن پتھر اور انسان ہیں۔ پتھروں سے تو کوئلہ نکلتا ہی ہے جو آگ جلانے کے کام آتا ہے لیکن وہ انسان بھی کسی پتھر سے کم نہیں جو معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان سے محروم رہے، لہٰذا اس سے کوئلے کا کام لیا جائے گا۔

[۲۳] منکرینِ قرآن کو جہنم کی آگ سے ڈرانے کے بعد ان خوش نصیب لوگوں کو جنت کی خوشخبری سنائی جا رہی ہے جو قرآن پر ایمان لائے اور نیک اعمال کئے۔

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ	۲۶۔ بے شک اللہ تعالیٰ جھجک محسوس نہیں فرماتا کہ مچھر یا اس سے بھی حقیر چیز کی مثال بیان کرے، پس جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (قسم کی) مثال سے اللہ تعالیٰ کی کیا

جنت کیا ہے؟

جنت سے مراد وہ مخصوص باغ ہے جس میں قیامت کے دن نیک لوگ داخل ہوں گے، اس میں نہریں بہتی ہوں گی، اس کے پھلوں کی ظاہری شکل وصورت تو دنیاوی پھلوں سے ملتی جلتی ہوگی مگر ان کی خوشبو اور ذائقہ بدرجہا بہتر ہوگا اور ان باغات میں مردوں کے لیے پاکیزہ بیویاں اور عورتوں کے لئے خوبصورت شوہر ہوں گے۔ اور دونوں کی عمریں 30/33 سال کی ہوں گی۔
(ترمذی: ۲۵۴۵: ابواب صفة الجنة: باب ۱۲)

جنت میں عورتوں کو کیا ملے گا؟

اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر دلکشی اور حسن رکھا ہے اور حسن کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ کوئی اس کو چاہنے والا ہو۔ اسی لیے ہر عورت کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اسے کوئی محبت کرنے والا خاوند مل جائے اور جنت میں ہر عورت کا خاوند ایسا حسین ہوگا جس کو دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہو جائے گا کیونکہ وہ خاوند اس کے خوابوں کی تعبیر اور اس کے دل کی خواہش کا مظہر اتم ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور جنت میں تمہارے لیے ہر وہ چیز ہوگی جو تمہارا جی چاہے گا اور جو تم مانگو گے} (قرآن: ۴۱: ۳۱) لہٰذا جنت میں جس طرح ہر مرد کی بیوی اس کی پسند کا مظہر اتم ہوگی اسی طرح ہر عورت کا خاوند بھی اس کے خوابوں کی تعبیر ہوگا اور دونوں ایک دوسرے سے دلی محبت کریں گے۔

جنت میں حوریں اور غلمان بھی ہوں گے جو میاں بیوی کے لئے ایک ثانوی اور اضافی سکون کا باعث ہوں گے مگر یہ دونوں انسانی جنس سے نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی خوشبو سے پیدا فرمائے گا اور جنتی میاں بیوی کی خدمت میں سرگرم رہیں گے۔ جنت میں انبیائے کرام اور مخصوص مقربین کے علاوہ ہر انسان کی انسانی جنس سے صرف ایک ہی بیوی ہو گی اور خاوند کے دل میں جو محبت اور رغبت اپنی بیوی کی ہوگی حوریں وہاں نہیں پہنچ سکیں گی جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دنیا کی عورتیں حوروں سے اس قدر افضل ہوں گی جس طرح ظاہر، باطن سے افضل ہوتا ہے اور اس فضیلت کا سبب ان کے روزے اور نمازیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کے چہروں پر نور پیدا کر دے گا، ان کا جسم ریشم کی طرح ہوگا، ان کا رنگ گورا اور زیور سنہرا ہوگا، وہ ہمیشہ خوش رہیں گی اور کبھی ناراض نہیں ہوں گی۔ (معجم کبیر: جلد ۲۳: ص ۳۶۸)

جس عورت کا دنیاوی خاوند جنت میں گیا تو وہ ایک نئی محبت اور رغبت کے ساتھ اس کا خاوند بنے گا۔ دنیا میں خاوند کے مزاج اور کردار میں جو خامیاں تھیں وہ جنت میں ان خامیوں سے پاک ہوگا اور اگر کسی عورت کا دنیاوی خاوند اپنے مظالم کی وجہ سے جنت میں نہ جاسکا یا جو عورت شادی کے بغیر فوت ہوگئی تو کوئی جنتی نوجوان جو بغیر شادی کے فوت ہوگیا وہ اس عورت

Marfat.com

بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

مراد ہے؟[۲۴] اس (قسم کی مثالوں) سے اللہ تعالیٰ بہت لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت لوگوں کو اس سے ہدایت دیتا ہے، اور صرف فاسقوں کو ہی اس سے گمراہ کرتا ہے۔

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ جو اللہ سے خوب پکا وعدہ کرنے کے بعد اس کو توڑتے ہیں اور اللہ نے جسے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔[۲۵]

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تمہیں زندگی عطا کی، پھر وہ تمہیں مارے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

کا خاوند بنے گا اور یہ عورت اس کو دل سے پسند کرے گی۔ اسی طرح جو بچے اور بچیاں، بچپن میں فوت ہو گئے وہ جنت میں جوان ہوں گے اور ان کی آپس میں شادیاں کر دی جائیں گی۔

جس عورت نے متعدد نکاح کیے ہوں اور ہر خاوند نے اس کو طلاق دے دی ہو اور جب وہ فوت ہو تو کسی خاوند کے نکاح میں نہ ہو تو جنت میں اس عورت کو اختیار دیا جائے گا کہ جس خاوند کے اخلاق دنیا میں سب سے اچھے تھے وہ اس کو اختیار کر لے کیونکہ دنیا و آخرت کی بھلائی اچھے اخلاق کے ساتھ وابستہ ہے۔ (معجم کبیر: ۱۹۳۱۳: جلد ۲۳: ص ۳۶۸) لیکن جس عورت نے متعدد نکاح کیے ہوں اور آخری خاوند نے اس کو طلاق نہ دی ہو اور وہ اس کے نکاح میں فوت ہوئی تو وہ جنت میں آخری خاوند کے نکاح میں ہوگی۔ (تبیان القرآن: جلد اول: ص ۳۳۸)

المختصر جنت میں میاں بیوی دونوں جوان ہوں گے، ان کے پسینے سے مشک جیسی خوشبو آئے گی، وہ آپس میں ایک دوسرے کو سب سے زیادہ چاہنے والے ہوں گے اور ہمیشہ خوش رہیں گے۔

[۲۴] کسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے اگر مکھی، مکڑی یا مچھر وغیرہ سے مثال دینا ضروری ہو تو اللہ تعالیٰ کسی کے اعتراض کے ڈر سے ایسی مثال کو ترک نہیں فرماتا۔ اہل ایمان تو ایسی مثالوں کی افادیت کے پیش نظر ان کی حقانیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس طرح ہدایت کی راہ پر گامزن ہو جاتے ہیں لیکن اہل کفر اپنے بغض و عناد کے باعث ان مثالوں پر اعتراض کر کے گمراہی میں ڈوبے رہتے ہیں۔

[۲۵] جو انسان صراط مستقیم کو چھوڑ کر فاسق ہو جائے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسلام (فرمانبرداری) کا وعدہ کر کے توڑ دے، اللہ تعالیٰ

Marfat.com

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٩﴾ ع

۲۹۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں، پھر اوپر کی طرف توجہ فرمائی اور ٹھیک سات آسمان بنا دیئے، اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ [۲۶]

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٠﴾

۳۰۔ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں [۲۷] سے فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ [۲۸] بنانے والا ہوں، فرشتے کہنے لگے: کیا تو ایسا شخص خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد برپا کرے گا اور خون ریزیاں کرے گا؟ حالانکہ تیری حمد کے ساتھ تسبیح اور آپ کے لئے پاکی تو ہم بیان کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ [۲۹]

اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا نہ کرے اور زمین میں فساد پھیلائے وہ قرآن کریم سے استفادہ نہیں کر سکتا اور ہمیشہ خسارے میں رہتا ہے کیونکہ جس انسان میں مذکورہ چار عیب پائے جائیں اس کا ذہن وضمیر اتنا ناکارہ ہو جاتا ہے کہ وہ حق کو قبول کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے۔

[۲۶] انسان بے جان تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے زندگی عطا کی، پھر موت کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا، پھر اسے حساب وکتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور لوٹایا جائے گا، نیز زمین وآسمان کی ساری چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا فرمائی ہیں تاکہ وہ اپنی زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوش گوار بنا سکے۔ الغرض انسان اول سے آخر تک اللہ تعالیٰ کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے، لہٰذا ان قوی دلائل اور واضح انعامات کے ہوتے ہوئے نہ جانے کفار کیسے اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں؟ یہ واقعی بڑی عجیب بات ہے۔

[۲۷] فرشتے ایک نوری جسم والی مخلوق ہیں جو ہمیں دکھائی نہیں دیتے۔ ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ قوت بخشی ہے کہ جو شکل وہ چاہیں بن جائیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے معصوم اور مکرم بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو حکم ملتا ہے وہی کرتے ہیں۔

[۲۸] خلیفہ وہ ہے جو کسی کے ملک میں اس کے عطا کردہ اختیارات اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے۔ اسلام دنیا میں پہلا اور آخری مذہب ہے جس نے انسان کو اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت سے روشناس کرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز پیدا نہیں کی اور زمین وآسمان کی ہر چیز انسان کے لئے مسخر کر دی۔ اتنی عنایات کے ہوتے ہوئے اگر کوئی انسان اپنے خالق حقیقی کا شکر گزار بندہ نہ بنے تو اس سے بڑا بدنصیب اور کون ہو سکتا ہے۔

[۲۹] اللہ تعالیٰ نے انسان سے پہلے جنوں کو زمین پر آباد فرمایا۔ جب انہوں نے آپس میں بغض وعناد کی وجہ سے فساد اور خون

Marfat.com

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے [۳۰] پھر ان چیزوں کو فرشتوں پر پیش کیا اور فرمایا: اگر تم (اپنے اس خیال میں) سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ۔

ریزی کا بازار گرم کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ ان کو جنگلوں اور پہاڑوں میں بھگا دیا، اور جب اللہ تعالیٰ نے زمین میں حضرت انسان کو خلیفہ بنانے کا ارادہ ظاہر کیا تو فرشتوں نے پہلے تجربہ کی بنیاد پر اس خدشہ کا اظہار کیا کہ انسان بھی زمین میں فساد برپا کر سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے میں ہم پوری طرح سرگرم ہیں، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور تسبیح و تقدیس بھی کر رہے ہیں، اب کمی کس چیز کی ہے جس کے لئے خلیفہ کی ضرورت ہو، ہم اس کی مصلحت نہیں سمجھ سکے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

بلاشبہ اصل حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانے مگر ایک بات غور طلب ہے، فرشتے نوری مخلوق ہیں، کھانے پینے سے پاک ہیں، اس لئے انہیں کسی مشقت کی ضرورت نہیں، برائی کی صلاحیت نہیں رکھتے، لہٰذا شیطانی حملے کا کوئی خطرہ نہیں، نیکی کرنا ان کی فطرت ہے جس کے لئے انہیں کسی تکلیف کا سامنا نہیں لیکن ذرا اندازہ کریں اس انسان کا جو بھوک اور پیاس سے نڈھال ہے، نیکی کے راستے میں شیطانی وساوس کے پہاڑ ہیں اور برائی کے لئے قدم قدم پر خواہشات کے پھول سجے ہیں۔ اس قسم کی بے شمار رکاوٹوں کو ٹھکراتے ہوئے جو انسان اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں سر رکھ کر اس کا شکر ادا کرے، اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی خلافت کا مستحق اور کون ہو سکتا ہے۔ ویسے بھی انبیائے کرام فرشتوں سے افضل ہیں۔

[۳۰] انبیائے کرام علیہم السلام کو علم سکھانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس کو تعلیم دینے میں کوئی دیر نہیں لگتی، بس جسے چاہا صرف ارادہ سے عالم بنا دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی ساری چیزوں کے حقائق اور خواص کا علم عطا فرمایا۔ (تفسیر روح المعانی) نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہزار پیشوں کا علم بھی دیا اور فرمایا: ''اپنی اولاد کو کہنا کہ اگر تم صبر نہ کر سکو تو ان پیشوں کے ذریعہ دنیا حاصل کرو اور دین کے ذریعہ دنیا حاصل نہ کرو کیونکہ دین صرف میرے لیے خاص ہے۔ اس کے لیے خرابی اور جہنم ہے جو دین کے ذریعہ دنیا طلب کرتا ہے''۔

(البدر المنیر: امام شعرانی: ص ۲۸۹، کنز العمال: ۲۹۰۹۱: جلد نمبر ۱۰: ص ۲۰۶)

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے استحقاقِ خلافت کو اجاگر کرنے کے لئے وہ چیزیں پیش فرمائیں اور فرشتوں سے ان کے نام پوچھے تو سارے فرشتوں اور شیطان نے لاعلمی کا اظہار کیا جب کہ آدم علیہ السلام نے ان کے نام بتا دیے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یاد دلایا: میں نے کہا نہیں تھا کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

فرشتوں پر حضرت آدم علیہ السلام کی برتری ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت یا عبادت کا سوال نہیں کیا بلکہ

Marfat.com

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ فرشتوں نے عرض کیا: تو پاک ہے ہم تو صرف اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں سکھایا، بے شک تو ہی علم وحکمت والا ہے۔

مختلف اشیاء کے نام اور اَسرار پوچھے۔ اس سے ایک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ انسانوں پر حکومت کرنے کے لئے صرف عبادت ہی کافی نہیں (جو فرشتوں کے پاس وافر مقدار میں تھی) بلکہ کائنات کی اَشیاء کا تفصیلی علم بھی ضروری ہے جس کو آج سائنس کا نام دیا جاتا ہے۔

کیونکہ سائنسدان اس انسان کو کہتے ہیں جو اس مادی دنیا کی کسی چیز کی حقیقت اور خاصیت کا مطالعہ کرتا ہے اور اس چیز کے ایک دو خواص کا اس نے انکشاف کر لیا لیکن اس چیز کے کتنے خواص ابھی باقی ہیں یہ کسی سائنسدان کو معلوم نہیں مگر آدم علیہ السلام تو دینی علوم کے علاوہ کائنات کی ہر چیز کی حقیقت اور اس کے تمام خواص سے آگاہ تھے، لہٰذا آج دنیا کا کوئی سائنسدان حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا، بلکہ ہر سائنسدان ان کا احسان مند ہے کیونکہ ان حقائق کی اصل تو اولادِ آدم میں منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے۔ جو بھی کوشش کرے گا وہ اپنی استعداد کے مطابق ان حقیقتوں کو دریافت کرتا جائے گا۔ چونکہ ان کا تعلق مادی تجربات سے ہے جس میں کافر ومسلمان کی کوئی تفریق نہیں ہے اس لئے جو جتنا زیادہ تجربات کرے گا وہ اتنا بڑا سائنسدان بن جائے گا۔

ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ (بخاری: ۱۳۵۹: کتاب الجنائز: باب ۷۹) پیدائش کے وقت اس کا شعور بیدار نہیں ہوتا اس لئے دو تین سال کی عمر کے بعد اسے اسلام سکھانا پڑتا ہے مگر حضرت آدم علیہ السلام بچے پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ پیدائش کے وقت وہ جوان تھے اور ان کا شعور بیدار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کے جسم میں روح داخل کی تو پہلے جسم کا اوپر والا حصہ جاندار ہوا، جسم کا نیچے والا حصہ ابھی بے جان تھا اس لئے چلنے کی طاقت بھی نہیں تھی۔ اس وقت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو انہوں نے ''الحمد للہ'' کے الفاظ سے اپنے کلام کی ابتداء کی۔ (تفسیر خازن: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۳۱، صحیح ابن حبان: جلد ۷: ص ۱۱) یعنی وہ فطری طور پر یہ حقیقت جانتے تھے کہ ساری تعریفوں کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے۔ فرشتوں کے پاس توحید وعبادت کے جو علوم تھے وہ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت میں رکھ دیئے تھے اور تخلیق کے بعد جو علم سب سے پہلے سکھایا وہ سائنسی اور دنیاوی علم تھا کیونکہ دینی اور دنیاوی علوم کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔

میرے خیال میں دینِ اسلام کو نافذ کرنے اور کامیاب حکومت کرنے کے لئے سائنسی علوم بھی ضروری ہیں، کیونکہ اب گھوڑے اور تلوار کے ذریعہ جہاز اور ایٹم بم کا مقابلہ نہیں ہو سکتا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ جب تک مسلمان سائنسی علوم میں دلچسپی لیتے رہے اس وقت تک مسلمان دنیا میں سُپر پاور تھے اور اہلِ یورپ نے بھی ترقی اُس وقت کی جب انہوں نے مسلمانوں سے سائنسی علوم سیکھے اور آج پچاس سے زائد اسلامی حکومتیں کاسۂ گدائی لے کر اس لئے بھیک مانگ رہی ہیں کہ سائنسی علوم میں کنگال ہو چکی ہیں۔

Marfat.com

قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم ان کو ان چیزوں کے نام بتا دو، پھر جب آدم نے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دیئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی سب پوشیدہ چیزیں خوب جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے تھے میں وہ سب جانتا ہوں۔[۳۱]

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ۫ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو[۳۲] تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کر دیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

علم کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانِ اول کو پیدا کرنے کے بعد سب سے پہلے اسے علم سکھایا اور آخری نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی پہلی وحی کا پہلا لفظ پڑھنے کی دعوت دے رہا ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ علم کی اس قدر ترغیب کے باوجود آج مسلمان علم میں سب سے پیچھے ہیں اور غالباً اسی لئے پوری دنیا میں پریشان ہیں۔

میرے پیارے مسلمان نوجوانو! علم دین حاصل کرو تا کہ خالقِ حقیقی کے ساتھ رابطہ مضبوط ہو اور سائنسی علوم میں آگے بڑھو تا کہ دنیا میں وقار سے زندگی بسر کر سکو اور اللہ تعالیٰ کی اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا نظام نافذ کر سکو۔

اس سے ایک اور اشارہ بھی ملتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا علم اتنا وسیع تھا کہ سارے فرشتے اور شیطان آپ کے سامنے لاجواب ہو گئے تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا مقام ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں، سارے نبیوں کے سردار ہیں اور شب معراج قرب خداوندی کے اس مقام تک جا پہنچے جہاں جبریل امین بھی نہ جا سکے، لہٰذا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو فرشتوں یا شیطان کے علم سے کمتر ثابت کرنے کی کوشش کرے اسے اپنے ایمان پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

[۳۱] فرشتوں نے بظاہر تو یہ کہا کہ انسان خون ریزی کرے گا مگر ان کے دل میں یہ خیال بھی تھا کہ وہ ساری مخلوق سے افضل اور زیادہ علم والے ہیں، لہٰذا خلافت کے زیادہ مستحق وہی ہیں، جیسا کہ شیخ محی الدین سید عبدالقادر الجیلانی لکھتے ہیں کہ فرشتوں کا دعویٰ یہ تھا: خلافت اور نیابت کے معاملہ میں آدم علیہ السلام سے ہم زیادہ حقدار ہیں۔ (تفسیر الجیلانی: سورہ بقرہ (۲): زیر آیت نمبر ۳۰) اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تمہارا ظاہر و باطن جانتا ہوں۔ اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ چونکہ شیطان بھی فرشتوں میں شمار ہوتا تھا اس لئے رب تعالیٰ نے فرمایا: اے فرشتو! جو تم زبان سے کہہ رہے ہو اور شیطان نے جو تکبر دل میں چھپا رکھا تھا میں سب جانتا ہوں۔

[۳۲] جب فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی وسعتِ علم اور اپنی کم علمی کا اعتراف کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ حضرت

Marfat.com

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٣٥

۳۵۔ اور ہم نے فرمایا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور اس سے جتنا چاہو جہاں سے چاہو کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں شمار ہو گے۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝٣٦

۳۶۔ پھر شیطان نے انہیں اس درخت کے باعث پھسلا دیا[۳۳] اور جہاں وہ تھے وہاں سے ان دونوں کو نکلوا دیا اور ہم نے کہا: اُتر جاؤ! تم میں سے بعض، بعض کے دشمن ہوں گے اور (اب) ایک خاص وقت تک تمہیں زمین میں ٹھہرنا ہے اور (وہاں سے) فائدہ اُٹھانا ہے۔

آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو یعنی اس کے سامنے پیشانی رکھ دو، چنانچہ سب نے سجدہ کر دیا مگر شیطان انکار کر کے کافر ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم عبادت سے افضل ہے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عالم کا مقام عابد سے اتنا بلند ہے جتنا کہ نبی کا مقام ایک عام انسان سے بلند ہوتا ہے۔ بے شک علماء انبیائے کرام کے وارث ہیں۔ (ترمذی: ۲۶۸۲: ابواب العلم: باب ۱۹) اس سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ تخلیقِ آدم کے بعد سب سے پہلا حکمِ الٰہی نبی کی تعظیم کا تھا اور سب سے پہلا جرم نبی کی تعظیم سے انکار تھا جس کی وجہ سے شیطان ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا، لہٰذا ہر آدمی کو اہلِ علم کا احترام کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی چاہیے اور شیطان کی طرح تکبر کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔

[۳۳] یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انبیائے کرام علیہم السلام بھی گناہ کر سکتے ہیں؟ اس کے متعلق میرے شیخ طریقت حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا جامع تبصرہ کیا ہے جس کا خلاصہ عرضِ خدمت ہے: ''انبیائے کرام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ان کی مطلق اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر ان سے گناہ کا ارتکاب ہو سکے تو ان کے گناہوں کی اطاعت بھی لازم آئے گی جس سے ہدایت کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں جا بجا انبیائے کرام کی طرف ایسی چیزیں منسوب ہیں جو گناہ ہیں اور پھر ان امور پر انبیائے کرام کی شدید ندامت اور استغفار بھی منقول ہے، ایسے میں مطلق عصمت کا قول کیونکر ممکن ہے۔ اس شبہ کے ازالہ کے لئے ایک چیز کو ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہیے، وہ یہ کہ کوئی فعل گناہ اس وقت ہوتا ہے جب کسی حکم کی نافرمانی کا عزم اور قصد پایا جائے، اور اگر عزم اور قصد مفقود ہے بلکہ بے ارادہ بھول چوک سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جائے جو بظاہر کسی حکم کے خلاف ہے تو اسے گناہ نہیں کہتے اور ایسے امور کا صدور عصمتِ انبیاء کے منافی نہیں، نیز انبیائے کرام کی عصمت آنکھ کی طرح نرم و نازک ہوتی ہے جس

Marfat.com

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ پھر آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لئے [۳۴] تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہی بہت توبہ قبول فرمانے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۳۵]

میں ایک ہلکا سا بال بھی پہاڑ سے گراں محسوس ہوتا ہے۔'' (تفسیر ضیاء القرآن) یعنی معمولی نسیان اور خطائے اجتہادی بھی وہ اپنے حق میں بڑا گناہ خیال کرتے ہیں اور توبہ و استغفار میں انتہا کر دیتے ہیں۔

چونکہ انبیائے کرام نے معمولی لغزش کو انتہائی تقویٰ کی بدولت اپنے حق میں گناہ خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی لغزش کا ذکر کرتے وقت اسی لفظ کو استعمال کیا ورنہ حقیقت میں اگر نبی خود گناہ یا ظلم کرے تو دوسروں کو نیکی اور امن کی تبلیغ کیسے کر سکتا ہے۔

شیطان نے اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسمیں کھا کر حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو یقین دلایا کہ اس درخت کا پھل کھانے سے تم ہمیشہ جنت میں رہو گے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قریبی اور مقبول بندوں کے لئے مخصوص کر رکھی ہے، چنانچہ قرب خداوندی کے خیال سے حکم خداوندی بھول گئے اور اس درخت کا پھل کھا بیٹھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک سے نیک انسان بھی اپنے آپ کو شیطان سے محفوظ نہ سمجھے کیونکہ شیطان دوست کے لباس میں ایسے سبز باغ دکھاتا ہے کہ برائی بھی نیکی نظر آنے لگتی ہے، لہٰذا انسان کو ہر گھڑی شیطان کے وساوس سے محتاط رہنا چاہیے۔ یا اللہ! ہمیں شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ فرما۔ آمین!

[۳۴] اس لغزش کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اتنا روئے کہ آنسوؤں کے دریا بہا دیئے۔ سالہا سال تک اس کی رحمت کے دروازے کھٹکھٹاتے رہے لیکن مغفرت کی خوش خبری نہ ملی۔ آخر ایک روز حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کیسے ہوا؟ حالانکہ میں نے ابھی تک اسے پیدا نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: جب تو نے مجھے پیدا فرمایا میں نے اوپر سر اٹھایا تو پائے عرش پر یہ لکھا ہوا دیکھا: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، پس میں نے جان لیا تیرے نام کے ساتھ دوسرا نام وہی ہو سکتا ہے جو تجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! آپ نے سچ کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں اور جب تو نے اس کے وسیلہ سے دعا کی ہے تو میں نے تیری بخشش فرما دی اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آپ کو پیدا نہ کرتا۔ (البدایۃ والنہایۃ: جلد اول: ص ۸۱)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خشک سالی کے زمانہ میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے اس طرح دعا مانگتے: اے اللہ تعالیٰ! پہلے ہم اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے اور تو بارش نازل فرماتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم چچا کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما۔ پھر ان پر بارش ہو جاتی۔

(بخاری: ۳۷۱۰: کتاب فضائل اصحاب: باب ۱۱)

[۳۵] اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ اسے زمین پر خلافت کی ذمہ داری سونپی جائے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کو

Marfat.com

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ ہم نے حکم دیا: تم سب اس جنت سے اُتر جاؤ، پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو انہیں نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع

۳۹۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی وہی لوگ دوزخی ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

يٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ اے اولادِ اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی اور تم میرے وعدہ کو پورا کرو، میں تمہارا وعدہ پورا کروں گا [۳۶] اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

پہلے جنت میں شجر ممنوعہ اور شیطانی وسوسہ سے کیوں آزمایا گیا۔ میرے خیال میں اس کی ایک حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ چونکہ زمین میں ہر انسان کو ممنوعات اور شیطانی ترغیبات سے واسطہ پڑنے والا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو لغزش اور اس کے نتائج کا عملی تجربہ کرایا تاکہ اہل زمین کو پتہ چل جائے کہ غلطی کر کے توبہ کرنے والا حضرت آدم علیہ السلام کے نقش قدم پر چل رہا ہے جو بالآخر جنت میں جائے گا اور غلطی کر کے توبہ نہ کرنے والا شیطان کی اتباع کر رہا ہے جو بالآخر دوزخ میں جائے گا۔

[۳۶] حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل (اللہ کا بندہ) تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسرائیل کو فرعون سے نجات دی، ان پر مَن و سلویٰ نازل کیا۔ ان میں ہزاروں انبیاء پیدا فرمائے اور ان سے وعدہ لیا کہ وہ صرف اللہ ہی کی عبادت کریں گے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب ظاہر ہوں تو ان پر ایمان لائیں گے، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا فرمائے گا۔

لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو اولادِ اسرائیل نے ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ انہیں اپنی نعمتوں اور وعدے کو یاد دلا رہا ہے۔ ویسے تو ہر انسان اسلام کے اعلان کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہے: ''تو میرا رب ہے اور میں اپنی زندگی تیرے حکم کے مطابق گزاروں گا۔'' مگر آج کتنے لوگ ہیں جو اس وعدہ کے پابند ہیں۔۔۔؟ ہم سب کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ وہ ہر لمحے سب کو دیکھ رہا ہے اور ہمیں ایک دن اس کے سامنے پیش ہونا ہے۔

Marfat.com

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿٤١﴾

۴۱۔ اور ایمان لاؤ اس (قرآن) پر جو میں نے نازل کیا، یہ اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس تھی اور سب سے پہلے تم ہی اس کے منکر نہ بن جاؤ اور تھوڑی قیمت کے بدلے میں میری آیتوں کو فروخت نہ کرو[۳۷] اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٢﴾

۴۲۔ اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔[۳۸]

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾

۴۳۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٤٤﴾

۴۴۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب (تورات) کی تلاوت کرتے ہو، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟[۳۹]

---

[۳۷] قرآن کریم تمہاری مقدس کتاب (تورات) کی تصدیق کرتا ہے جس میں تم قرآن اور صاحب قرآن کے بارے میں پڑھ چکے ہو، لہٰذا تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم قرآن کا انکار کرو اور دنیاوی مقاصد کے لئے احکام خداوندی کو فروخت کرو کیونکہ ساری دنیا کی دولت خدائی آیات کی قیمت نہیں بن سکتی۔

[۳۸] یہاں حق سے مراد حضور اکرم ﷺ کی وہ صفات اور علامات ہیں جو تورات میں موجود تھیں مگر علمائے یہود ان کو چھپانے اور ان میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے تا کہ لوگ ان کو سن کر مسلمان نہ ہو جائیں، لہٰذا اہل اسلام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ حضور ﷺ کی عظمتوں کا چرچا کریں تا کہ دنیا آپ ﷺ کی ذات اور کمالات سے متاثر ہو کر اسلام کے قریب آئے۔ حق کو چھپانا اور اس کو باطل کے ساتھ ملانا کسی اہل علم کے شایانِ شان نہیں، چاہے وہ مسلمان ہو یا اہل کتاب۔

[۳۹] اس جگہ قرآن اگرچہ علمائے یہود سے مخاطب ہے مگر یہ ہر مذہبی رہنما کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ دوسروں کو نیکی کی دعوت دینا لیکن خود برائی میں سرگرداں رہنا، لوگوں کو حق اور ایثار کا درس دینا لیکن خود باطل اور خود غرضی کا شکار رہنا ایسا مہلک مرض ہے جو نہ صرف داعی کی ساکھ کو مجروح کرتا ہے بلکہ خود دعوت کو بھی مشکوک بنا دیتا ہے، کیونکہ لوگ کانوں سے تو حسین پیغام

Marfat.com

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝٤٥

٤٥۔ اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو، اور بے شک نماز ایک سخت مشکل کام ہے مگر ان عاجزی کرنے والوں کے لئے (مشکل نہیں)۔

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝٤٦ ع

٤٦۔ جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور وہ اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ [٤٠]

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝٤٧

٤٧۔ اے اولاد اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی اور بے شک میں نے تم کو (اس زمانے کے) سارے لوگوں پر فضیلت دی تھی۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا ھُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝٤٨

٤٨۔ اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی کا کچھ بھی بدلہ نہ دے سکے گا اور نہ اس کے لئے شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔ [٤١]

سنتے ہیں لیکن آنکھوں سے بدترین افعال دیکھتے ہیں۔ قول و فعل کا یہ تضاد دیکھ کر وہ بے چارے ششدر و حیران رہ جاتے ہیں اور جب انہیں مذہبی رہنماؤں سے کوئی عقیدت نہیں رہتی تو اس کے نتیجہ میں پھر خود دین سے ان کا اعتماد جاتا رہتا ہے، لہٰذا ایسے مذہبی رہنما جو دین کے ساتھ مخلص نہیں بلکہ دنیاوی مقاصد کے لئے دین کو استعمال کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرنا چاہیے۔ دنیاوی فوائد کے لئے کوئی دنیاوی لباس اختیار کریں اور دین کو دینداروں کے لئے خالص رہنے دیں، اسی میں ان کی بھلائی ہے اور اسی میں دین کی بہتری ہے۔

[٤٠] اس فانی زندگی میں ہر انسان مصائب اور مشکلات سے دو چار ہوتا ہے اور بعض دفعہ انسان مایوس ہو کر خودکشی یا ظلم کا راستہ اختیار کر لیتا ہے لیکن اسلام اس مصیبت زدہ کو صبر و نماز کی تلقین کرتا ہے، کیونکہ جب وہ ساری دنیا کے مسائل کو ذہن سے نکال کر خدائے واحد کے حضور سجدہ ریز ہوگا تو رحمت خداوندی اس کے لئے امیدوں کے دروازے کھول دے گی۔ یہ درست ہے کہ نماز کی پابندی آسان نہیں لیکن جو خوش نصیب آخرت اور خدا کی طرف لوٹنے پر یقین رکھتے ہیں انہیں نماز سے محبت ہو جاتی ہے کیونکہ یہ خدا سے ملاقات کا ذریعہ ہوگی۔

[٤١] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں ہزاروں انبیائے کرام مبعوث فرمائے جن کی تبلیغ سے بنی اسرائیل ہدایت کی راہ پر گامزن ہوئے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے سارے لوگوں پر بنی اسرائیل کو فضیلت عطا فرمائی لیکن بعد میں انہوں

Marfat.com

نے آسمانی صحیفوں میں تحریف کر کے اپنی فضیلت کے اعزاز کو ضائع کر دیا جو اب امتِ مسلمہ کے سر پر سجا دیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اسلام قبول کر کے اس جماعت میں داخل ہو جاؤ جو سارے جہان والوں سے افضل ہے، اس طرح تم دوبارہ فضیلت کے مستحق ہو جاؤ گے۔

اور یاد رکھو اگر تم ایمان نہ لائے تو پھر قیامت کے دن کوئی شخص تمہاری مدد نہ کر سکے گا اور نہ تمہارے حق میں کسی کی شفاعت قبول ہوگی کیونکہ روزِ قیامت شفاعت صرف اسی گناہگار کے حق میں قبول ہوگی جو ایماندار ہو اور یہ اس کے ایمان ہی کا ثمر ہوگا۔ روزِ محشر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے انبیاء، علماء، شہداء، حفاظ، قرآن کی سورتیں اور کمسن بچے شفاعت کریں گے۔ نماز جنازہ اور بے شمار دعائیں شفاعت ہی کی ترجمانی کرتی ہیں: مثلاً رَبَّنَا اغۡفِرۡلِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ (قرآن: ۱۴:۴۱) اے ہمارے رب! قیامت کے دن میری، میرے والدین کی اور تمام مؤمنین کی مغفرت فرما۔ آمین!

شفاعت کے متعلق چند احادیث

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے، پس ہر نبی نے وہ دعا جلد مانگ لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا رکھا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری امت میں سے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔

(مسلم: ۳۳۸: کتاب الایمان: باب ۸۶)

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ میرے لئے شفاعت کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں شفاعت کروں گا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سب سے پہلے مجھے صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر میں صراط پر آپ سے ملاقات نہ کر سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر میں میزان کے پاس بھی آپ سے ملاقات نہ کر سکوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے حوض کے پاس تلاش کرنا کیونکہ میں ان تین مقامات سے تجاوز نہیں کروں گا۔ (ترمذی: ۲۴۳۳: ابواب صفة الجنة: باب ۹)

۳۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ سے میرے رب نے یہ وعدہ کیا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا جن سے نہ کوئی حساب ہوگا اور نہ ہی ان کو عذاب ہوگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار مزید ہوں گے۔ (ترمذی: ۲۴۳۷: ابواب صفة الجنة: باب ۱۲)

۴۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے: سب سے پہلے انبیاء پھر علماء اور پھر شہداء۔ (ابن ماجة: ۴۳۱۳: ابواب الزھد: باب ۳۷)

۵۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قبیلہ ربیعہ

Marfat.com

وَإِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں سخت عذاب پہنچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے، اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بھاری آزمائش تھی۔ [۴۲]

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ اور جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر ہم نے تم کو بچا لیا اور فرعونیوں کو ڈبو دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ [۴۳]

اور قبیلہ مضر کے افراد کے برابر لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ (ترمذی: ۲۴۳۹: ابواب صفۃ الجنۃ: باب ۱۲)

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن روزہ اور قرآن بندہ کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا: اے میرے رب! اس کو کھانے اور شہوت پوری کرنے سے میں نے روک دیا تھا اس کے لئے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کہے گا: اس کو رات کی نیند سے میں نے روک دیا تھا اس کے لئے میری شفاعت قبول فرما، پس ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۱۷۴)

۷۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن بچوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ، وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارے آباء اور امہات بھی! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم بھی جنت میں داخل ہو جاؤ اور تمہارے آباء بھی۔ (مسند احمد: جلد ۴: ص ۱۰۵)

۸۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کی شفاعت کرنے والا اور شہادت دینے والا ہوں اور جس شخص کی موت حرمین میں سے کسی ایک میں واقع ہوگئی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو امن و سلامتی والوں سے اٹھائے گا۔ (کنز العمال: ۱۲۳۷۱: جلد ۵: ص ۱۳۵)

[۴۲] مفسرین لکھتے ہیں کہ نجومیوں نے فرعون کو بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو تیرے اقتدار کو ختم کر دے گا، چنانچہ اس نے حکم جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل کے ہاں پیدا ہونے والے ہر بچہ کو قتل کر دیا جائے۔ والدین کے سامنے کمسن بچوں کو ذبح کرنا واقعی بہت بڑی آزمائش تھی۔

[۴۳] فرعونیوں نے بنی اسرائیل پر جب مظالم کی انتہا کر دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک رات کی تاریکی میں اپنی قوم کو لے کر مصر

Marfat.com

وَ اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا، پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو (معبود) بنا لیا اور تم ظالم تھے۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ پھر اس (ظلم) کے بعد بھی ہم نے تم کو معاف کر دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور حق و باطل میں فرق کرنے والی قوت عطا کی تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ [۴۴]

سے ہجرت کر گئے۔ جب مہاجرین کا یہ قافلہ بحر قلزم کے کنارے پر پہنچا تو پیچھے سے فرعون کا لشکر بھی ان کے تعاقب میں پہنچ آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا سے سمندر پر ضرب لگائی تو معجزانہ طور پر سمندر کا پانی رک گیا اور درمیان میں راستہ بن گیا جس پر چل کر بنی اسرائیل دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ فرعونیوں نے بھی ان کے تعاقب میں اسی راستے پر گھوڑے دوڑا دیئے۔ جب سارے فرعونی سمندر کے درمیان میں پہنچے تو رکا ہوا پانی پھر اپنی اصلی حالت پر چلنے لگا اور بنی اسرائیل کی نگاہوں کے سامنے فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا۔

[۴۴] فرعونیوں کے غرق ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر واپس آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر چالیس روز تک چلہ کشی کا حکم دیا تاکہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے انہیں تورات عطا کی جائے لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے تو بنی اسرائیل نے ایک بچھڑے کو خدا بنا لیا اور اس کی پوجا شروع کر دی۔ فرعونیوں نے اپنے بادشاہ کو خدا مانا تو اللہ نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا مگر بنی اسرائیل نے تو ان سے بڑھ کر حماقت کا ثبوت دیا کہ ایک بے عقل بچھڑے کو خدا بنا لیا، اب چاہیے تو یہ تھا کہ بنی اسرائیل پر توبہ کے دروازے بند کر دیئے جاتے اور ان سب کو سمندر میں غرق کر دیا جاتا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات اور معجزات عطا فرمائے تاکہ بنی اسرائیل ہدایت پا سکیں۔

Marfat.com

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو (معبود) بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا، پس تم اپنے خالق کے حضور توبہ کرو، سوتم اپنوں کو (جنہوں نے شرک کیا) قتل کرو، یہ تمہارے لئے تمہارے خالق کے نزدیک بہتر ہے [۴۵] پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی، بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ اور یاد کرو جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ظاہر دیکھ لیں، پس (اس گستاخی پر) بجلی کی ایک کڑک نے تم کو آلیا اور تم دیکھ رہے تھے۔

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں زندہ کر دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔ [۴۶]

---

[۴۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے تو بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ توبہ کرو اور اپنے قبیلہ کے ہر اس آدمی کو قتل کر دو جس نے بچھڑے کی پوجا کی کیونکہ مرتد اور باغی اسی سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

[۴۶] توبہ کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر (۷۰) آدمیوں کو لے کر کوہ طور کی طرف گئے۔ ان کو پہاڑ کے دامن میں چھوڑ کر خود آگے تشریف لے گئے اور رب تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کے بعد ان ستر آدمیوں کو قبولیتِ توبہ کی خوش خبری سنائی، لیکن وہ ستر آدمی کہنے لگے: ہم آپ کی بات نہیں مانتے جب تک اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا دیدار کرا کے خود اس کی تصدیق نہ کرے۔

اس گستاخی پر بجلی کی ایک کڑک نے ان کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور جو قوم بھی اپنے نبی کی بات نہ مانے اور اپنی طاقت سے بڑے مطالبے کرے اسے یہی سزا ملنی چاہیے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! بنی اسرائیل مجھ پر الزام لگائیں گے کہ میں نے ان کو مار دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دعائیں قبول کرتا ہے حتیٰ کہ ان کی عرض داشت پر مُردوں کو بھی زندہ کر دیتا ہے۔

Marfat.com

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کر دیا اور تم پر مَن و سلوٰی اتارا، ہم نے تمہیں جو پاک چیزیں دی ہیں ان سے کھاؤ، اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔[۴۷]

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ اور یاد کرو جب ہم نے حکم دیا کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ، پھر اس میں تم جہاں سے چاہو جتنا چاہو کھاؤ اور دروازے سے سر جھکائے ہوئے داخل ہونا اور کہتے جانا: ہمیں بخش دے تو ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور نیک لوگوں کو زیادہ اجر دیں گے۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

۵۹۔ پس جو بات انہیں کہی گئی تھی ظالموں نے اسے بدل کر کچھ اور کر دیا تو ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔[۴۸]

---

[۴۷] حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل شام کو چھوڑ کر مصر میں آباد ہو گئے تھے اور شام پر عمالقہ نے قبضہ کر لیا۔ جب بنی اسرائیل واپس لوٹے تو انہیں حکم ملا کہ عمالقہ سے جہاد کر کے اپنا وطن آزاد کرائیں لیکن انہوں نے جہاد سے صاف انکار کر دیا اور کہا: ''اے موسیٰ! آپ اور آپ کا رب جا کر ان سے جہاد کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ جب وہ اس شہر سے نکل جائیں گے تو ہم اس شہر میں داخل ہوں گے۔'' اس بزدلی اور نافرمانی کی پاداش میں چالیس سال تک تیہ کے ریگستان میں سرگرداں رہے لیکن وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ان پر خصوصی کرم فرمایا۔ سخت دھوپ سے بچانے کے لئے بادل سایہ فگن رہتے، کھانے کے لئے من وسلوٰی عطا فرمایا۔ ''مَن'' ایک قسم کی قدرتی مٹھائی تھی جو آسمان سے گرتی تھی اور ''سلوٰی'' بٹیر کی قسم کے جانور تھے جن کے شکار سے وہ لطف اندوز ہوتے اور بھون کر کھاتے، مگر انہوں نے اس آسمانی نعمت کا شکر کرنے کے بجائے ظلم کا راستہ اختیار کیا اور ظلم کا نقصان بالآخر ظالم ہی کو پہنچتا ہے۔

[۴۸] بنی اسرائیل جب ریگستان اور پہاڑوں کی سخت زندگی سے گھبرا گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک سرسبز وشاداب بستی پر فتح عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اس بستی میں داخل ہوتے وقت عاجزی وانکساری اختیار کریں مگر ان ظالموں نے سرکشی اور فسق و فجور کا بازار گرم کر دیا، نیز انہیں حکم دیا گیا تھا کہ شہر میں داخل ہوتے وقت حِطَّةٌ (ہمیں بخش دے) کہتے جانا مگر انہوں نے حِطَّةٌ

Marfat.com

وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی کی دعا مانگی تو ہم نے فرمایا: اس چٹان پر اپنا عصا مارو تو اس چٹان سے بارہ چشمے بہہ نکلے، ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا [۴۹] اللہ تعالیٰ کے رزق سے کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ ۗ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع

۶۱۔ اور یاد کرو جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ایک ہی کھانے (من و سلویٰ) پر صبر نہیں کر سکتے، سو آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار سے سبزی، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز نکالے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیا تم بہتر چیز کے بدلے میں ادنیٰ چیز لینا چاہتے ہو، کسی شہر میں چلے جاؤ جو کچھ تم مانگتے ہو وہاں تمہیں مل جائے گا، اور ان پر ذلت اور غربت مسلط کر دی گئی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہو گئے، یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے، نافرمان تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ [۵۰]

کے لفظ میں دانستہ تبدیلی کر کے حِنطۃٌ (گندم) کہنا شروع کر دیا یعنی ہم من و سلویٰ سے تنگ آ گئے ہیں اب ہمیں کھانے کے لیے گندم درکار ہے۔ اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے عذاب نازل کیا۔

[۴۹] تیہ کے ریگستان میں جب بنی اسرائیل کی پیاس نے شدت اختیار کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چٹان پر اپنا عصا مارا اور اس سے پانی کے بارہ چشمے جاری ہو گئے، چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے اس طرح ہر قبیلہ کو علیحدہ چشمہ مل گیا۔

[۵۰] بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور انبیائے کرام کے قتل کے مرتکب ہوئے ان جرائم کی سزا کے طور پر وہ دنیاوی زندگی میں ذلیل و خوار ہوئے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے جہنم رسید ہوں گے۔ اگر بعد

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ بے شک مسلمان ہوں یا یہودی، عیسائی ہوں یا صابی، جو بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔[۵۱]

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

۶۳۔ اور یاد کرو جب ہم نے طور کو تم پر اٹھا کر تم سے پختہ وعدہ لیا اور حکم دیا کہ جو (کتاب) ہم نے تم کو دی ہے اس کو مضبوطی سے تھامنا اور اس کے احکام کو یاد رکھنا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾

۶۴۔ پھر تم نے اپنے عہد سے منہ موڑ لیا، پس اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی تو تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے۔[۵۲]

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ۚ﴿۶۵﴾

۶۵۔ اور تم اپنی قوم کے ان لوگوں کو خوب جانتے ہو جنہوں نے سبت کے قانون کی نافرمانی کی تھی تو ہم نے انہیں حکم دیا کہ تم پھٹکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔

میں پیدا ہونے والے یہودیوں کو مال اور غلبہ مل جائے تو اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔ (تفسیر نور العرفان)

[۵۱] یہود اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ صرف وہی جنتی ہیں باقی سارے لوگ دوزخی ہیں لیکن اس آیت نے وضاحت کر دی کہ جنت کسی نسل کی وراثت نہیں بلکہ ہر وہ شخص اس کا مستحق ہے جس کا ایمان صحیح ہو اور عمل صالح ہو۔

[۵۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب تورات قوم کے سامنے پیش کی تو وہ اس کے احکام اور پابندیاں دیکھ کر کہنے لگے: ہم ان پر عمل نہیں کر سکتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کوہ طور کو ان کے سروں پر معلق کر دیا اور ایسے لگتا تھا کہ ابھی ان پر گرنے والا ہے، چنانچہ بنی اسرائیل نے گھبرا کر اس وقت تورات کو قبول کر لیا اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے کا عہد کر لیا مگر بعد میں اس عہد کو توڑ دیا۔ اگر اس وقت اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم نہ فرماتا تو وہ تباہ و برباد ہو جاتے۔

Marfat.com

نَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾

۶۶۔ پس ہم نے اس سزا کو اس زمانے کے لوگوں اور بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے عبرت بنا دیا اور پرہیز گاروں کے لئے نصیحت بنا دیا۔ [۵۳]

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾

۶۷۔ اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے، [۵۴] وہ کہنے لگے: کیا آپ ہمارا مذاق اُڑاتے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ جاہلوں کی سی باتیں کروں۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾

۶۸۔ وہ بولے: اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتائے کہ وہ گائے کیسی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا بلکہ درمیانی عمر کی ہو، لہٰذا جو حکم تمہیں دیا جا رہا ہے اس کی تعمیل کرو۔

---

[۵۳] بنی اسرائیل میں ہفتے کا دن عبادت کے لئے مخصوص تھا۔ اس روز تجارت، زراعت اور شکار وغیرہ سارے دنیاوی کام ممنوع تھے مگر بنی اسرائیل کے بعض ظالم لوگوں نے مختلف حیلے بہانوں سے جب اس حکم خداوندی کی خلاف ورزی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں کو ایسی عبرتناک سزا دی کہ انسان اس کے تصور سے ہی لرز اٹھتا ہے یعنی ان کی شکلیں بندروں جیسی بن گئیں اور وہ چند روز کے بعد ہلاک کر دیئے گئے۔

احکام خداوندی کو حیلے بہانوں کے ذریعہ تبدیل کرنے والے ان آیات میں غور کریں۔ یہ واقعات ہماری عبرت پذیری کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ آج اگرچہ ہماری شکلیں نہیں بدلتیں مگر یہ سزا بھی معمولی نہیں کہ شکل انسانوں والی ہی رہے اور کرتوت بندروں جیسے ہو جائیں۔

[۵۴] آنے والی سات آیتوں میں اس گائے کا قصہ ہے جس کی وجہ سے اس سورت کا نام بقرہ ہے۔ بنی اسرائیل کے ایک نوجوان نے اپنے چچازاد بھائی کو قتل کر کے اس کی لاش دُور شہر کے دروازے پر پھینک دی اور صبح ہوتے ہی اس کے خون کا خود ہی مطالبہ کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایک گائے ذبح کر کے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا اس مقتول پر مارو، یہ زندہ ہو کر قاتل کی نشاندہی کر دے گا لیکن مدعی گائے ذبح کرنے کے لئے تیار نہیں تھا کیونکہ قاتل تو وہ خود تھا، لہٰذا اس نے

Marfat.com

قَالُوا ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنۡ لَّنَا مَا لَوۡنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوۡلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفۡرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوۡنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيۡنَ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ وہ کہنے لگے: اپنے رب سے ہمارے لئے دریافت کرو کہ اس کا رنگ کیسا ہو، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا رنگ گہرا زرد ہو جو دیکھنے والوں کو خوش کر دے۔

قَالُوا ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنۡ لَّنَا مَا هِىَ ۙ اِنَّ الۡبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيۡنَا ؕ وَاِنَّاۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهۡتَدُوۡنَ ﴿۷۰﴾

۷۰۔ وہ کہنے لگے: اپنے رب سے ہمارے لئے پوچھو کہ وہ ہمیں اس گائے کی پوری پوری کیفیت بتائے کیونکہ ہم پر گائے مشتبہ ہو گئی ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم ضرور اس کو تلاش کر لیں گے۔

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوۡلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوۡلٌ تُثِيۡرُ الۡاَرۡضَ وَلَا تَسۡقِى الۡحَرۡثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيۡهَا ؕ قَالُوا الۡـٰٔنَ جِئۡتَ بِالۡحَـقِّ ؕ فَذَبَحُوۡهَا وَمَا كَادُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۷۱﴾ ع

۷۱۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ گائے ایسی ہو جس سے زمین میں ہل چلانے اور کھیتی کو پانی دینے کی خدمت نہ لی گئی ہو، وہ صحیح سالم اور بے داغ ہو، وہ کہنے لگے: اب آپ صحیح پتہ لائے، پس انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا اور وہ اسے ذبح کرتے معلوم نہیں ہوتے تھے۔

وَاِذۡ قَتَلۡتُمۡ نَفۡسًا فَادّٰرَءۡتُمۡ فِيۡهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخۡرِجٌ مَّا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ اور یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا اور پھر ایک دوسرے پر قتل کا الزام لگانے لگے، اور جو تم چھپا رہے تھے اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا تھا۔

فَقُلۡنَا اضۡرِبُوۡهُ بِبَعۡضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحۡىِ اللّٰهُ الۡمَوۡتٰى ۙ وَيُرِيۡكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ تو ہم نے فرمایا کہ گائے کے کسی ٹکڑے سے اس مقتول کو مارو، اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

حیلے بہانوں سے ٹالنے کی کوشش کی۔ اس گائے کی عمر کتنی ہے، اس کا رنگ کیسا ہے وغیرہ، بالآخر جب گائے کی مکمل نشاندہی ہو گئی اور اس کے گوشت کے ٹکڑے سے مقتول تھوڑی دیر کیلئے زندہ ہو گیا تو اس نے کہا: اسی میرے چچازاد بھائی نے مجھے قتل کیا تھا، چنانچہ اس کے قصاص میں اس قاتل کو بھی قتل کر دیا گیا۔

Marfat.com

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۷۴

۷۴۔ اس منظر کو دیکھنے کے بعد پھر تمہارے دل پتھر کی طرح سخت ہو گئے بلکہ پتھر سے بھی زیادہ سخت [۵۵] کیونکہ کئی پتھر ایسے بھی ہیں جن سے نہریں بہہ نکلتی ہیں اور کئی ایسے ہیں کہ جب پھٹتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کئی ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتے ہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہے۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۷۵

۷۵۔ (اے مسلمانو!) کیا تم امید رکھتے ہو کہ یہ (یہود) تمہارے کہنے سے ایمان لائیں گے حالانکہ ان میں ایک گروہ ایسا تھا جو کلام الٰہی سنتے تھے اور خوب سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر اسے بدل دیتے تھے۔ [۵۶]

---

[۵۵] مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کی نشاندہی کر دی۔ اس معجزہ کے مشاہدہ کے بعد اس بات کی توقع تھی کہ اب تو بنی اسرائیل کے دل پگھل جائیں گے اور ان کے دلوں میں خوف خدا پیدا ہو جائے گا مگر ان کے دل تو پتھروں سے بھی زیادہ سخت نکلے کیونکہ بعض پتھروں سے تو پانی بھی نکلتا ہے اور وہ خوف خدا سے لرزتے بھی ہیں لیکن جو بدنصیب حق کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لے اس کا دل صرف پتھر کی طرح نہیں بلکہ لوہے کی طرح سخت ہے۔

[۵۶] اہل مدینہ نے یہودی علماء سے سن رکھا تھا کہ آخری نبی کے آنے کا وقت قریب ہے، چنانچہ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ نے اسلام قبول کر لیا اور یہود کے پاس گئے کہ جس نبی کے تم منتظر تھے وہ نبی آ گیا ہے، لہٰذا اس پر ایمان لے آؤ لیکن یہود نے اپنے بیانات بدل دیئے اور تورات میں بیان ہونے والے حضور ﷺ کے اوصاف کو چھپانا شروع کر دیا۔ اس پر رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا: ان یہود سے ایمان کی توقع نہ رکھو کیونکہ ان کے بعض علماء خدا کے کلام کو سمجھ کر اس میں اپنی مرضی کے مطابق تحریف کرتے ہیں تو اس قدر پتھر دل اور سرکش علماء کی صحبت میں بیٹھنے والے یہودی عوام کے دل بھی سخت ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ اور جب وہ (یہودی) ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم بھی ایمان لائے ہیں [۵۷] اور جب ایک دوسرے کے ساتھ تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: کیا تم ان (مسلمانوں) کو بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولا ہے تا کہ وہ تم پر ان باتوں سے تمہارے رب کے سامنے حجت بنائیں، کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

اَوَ لَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ کیا وہ (یہودی) نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔

وَ مِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾

۷۸۔ اور ان میں کچھ اَن پڑھ ہیں جو کتاب کا علم نہیں رکھتے، بس جھوٹی امیدوں اور وہم و گمان میں مبتلا رہتے ہیں۔

النصف

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ۗ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَیْدِیْهِمْ وَ وَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا یَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

۷۹۔ پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تا کہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کریں [۵۸] پس ہلاکت ہے ان کے لئے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور تباہی ہے ان کے لئے جو وہ کماتے ہیں۔

---

[۵۷] منافق یہودی جب مسلمانوں سے ملتے تو ایمان کا دعویٰ کرتے اور تصدیق کرتے کہ آخری نبی کی جو نشانیاں تورات میں مذکور ہیں وہ سب حضور اکرم ﷺ میں پائی جاتی ہیں اس پر دوسرے یہودی انہیں ملامت کرتے کہ تم مسلمانوں کو اپنی کتاب کی باتیں بتا رہے ہو، وہ انہی باتوں سے تمہارے خلاف حجت قائم کریں گے لیکن یہود کو علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب مکرم ﷺ کی معرفت اہل اسلام کو تمہاری اس شرارت سے باخبر فرما دیا ہے۔

[۵۸] اَن پڑھ یہودی تو کتاب کے علم سے محروم تھے اور صرف جھوٹی امیدوں اور من گھڑت خیالات کے سہارے جی رہے

Marfat.com

وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸۰

۸۰۔ اور انہوں (یہود) نے کہا: گنتی کے چند دنوں کے سوا ہمیں آگ ہرگز نہ چھوئے گی، آپ فرمایئے: کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے تب تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی ہرگز خلاف ورزی نہ کرے گا یا تم اللہ کے متعلق وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے؟

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓــــَٔــتُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۸۱

۸۱۔ کیوں نہیں! جس نے برائی کی اور اس کی خطا نے اس کو گھیر لیا وہ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔[۵۹]

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۸۲ ع

۸۲۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی جنتی ہیں، وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْـنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۸۳

۸۳۔ اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا، پھر تم میں سے چند لوگوں کے علاوہ سب پھر گئے اور تم روگردانی کرنے والے ہو۔

تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ قوم ہیں اور بالآخر ضرور نجات پائیں گے، اور قیامت کے دن ہلاکت ہوگی ان اہل علم یہودیوں کے لیے جو امیر لوگوں کو راضی کرنے کے لئے جھوٹی روایات لکھتے اور پھر ان کو تورات میں شامل کر دیتے اور اس طرح امیروں سے دنیاوی دولت حاصل کرتے۔

[۵۹] یہود اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ اگرچہ وہ برائیاں کریں پھر بھی جہنم ان پر حرام ہے۔ بالفرض انہیں سزا ملی تو بھی صرف چند روز کے لئے جہنم میں جانا ہوگا اور پھر ہمیشہ کے لئے جنت میں بھیج دیے جائیں گے۔

یہ ان کی جہالت کی انتہا تھی لیکن قرآن نے بھی ان کی تردید میں ایسا مسکت اسلوب اختیار فرمایا ہے جس میں زجر و توبیخ

Marfat.com

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٨٤﴾

۸۴۔ اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پختہ وعدہ لیا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے اور ایک دوسرے کو اپنے وطن سے نہیں نکالو گے، پھر تم نے (اس کا) اقرار کیا اور تم خود اس کے گواہ ہو۔

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾

۸۵۔ پھر تم وہی ہو جو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو اور تم اپنے گروہ کو ان کے وطن سے نکالتے ہو، (نیز) ان کے خلاف گناہ اور ظلم سے (دشمنوں کی) مدد کرتے ہو، اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی بن کر آئیں تو تم ان کا فدیہ ادا کرتے ہو حالانکہ ان کا جلا وطن کرنا تم پر حرام کیا گیا تھا، کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لاتے ہو اور بعض حصہ کا انکار کرتے ہو، سو تم میں سے جو ایسا کرتوت کرے اس کی کیا سزا ہے سوائے اس کے کہ وہ دنیا کی زندگی میں رسوا رہے اور قیامت کے دن ان کو سخت ترین عذاب میں پھینک دیا جائے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

کی بھی انتہا ہے، یعنی جنت کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے، اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کا کوئی معاہدہ دکھاؤ حالانکہ اصل میں تم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھ رہے ہو اور اب بھی اگر تم نے اس عقیدہ سے توبہ نہ کی اور اس خطا پر مُصر رہے تو پھر جنت میں جانا تو بہت دور کی بات ہے تمہیں تو جنت کی ہوا بھی نہ لگے گی اور ہمیشہ جہنم میں رہو گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ نجات کا تعلق کسی قوم یا نسل سے نہیں بلکہ جو بھی گناہ کرے اور اپنے غلط عقائد سے توبہ نہ کرے وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور جو ایمان لانے کے بعد اچھے عمل کرے اور اگر کبھی گناہ سرزد ہو جائے تو سچے دل سے توبہ کر لے تو وہ ہمیشہ جنت میں رہے گا۔

Marfat.com

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۫ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ع

۸۶۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے میں دنیاوی زندگی کو خرید لیا، سو نہ ان سے عذاب کم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔ [۶۰]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور ان کے بعد لگا تار رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو روشن نشانیاں دیں اور ہم نے جبریل سے ان کی تائید کی، تو کیا ہر بار (ایسا نہیں ہوا) کہ جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس ایسا پیغام لے کر آیا جو تمہاری خواہشاتِ نفس کے خلاف تھا تو تم نے تکبر کیا، بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو قتل کرنے لگے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ اور یہود نے کہا: ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہیں، (نہیں) بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی ہے، سو ان میں بہت تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔ [۶۱]

---

[۶۰] بنی اسرائیل کے انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی قوم سے جن عقائد، عبادات اور معاملات کا عہد لیا تھا وہ ساری چیزیں آج اسلام میں موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کوئی نیا دین نہیں ہے بلکہ جملہ انبیائے کرام کے دین کی آخری کڑی ہے۔ قرآن نے بنی اسرائیل سے کسی نئی چیز کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ وہی احکام جن کا وہ اپنے انبیائے کرام کے ساتھ معاہدہ کر چکے تھے اسلام ان کی یاددہانی اور دوبارہ تصدیق کا مطالبہ کرتا ہے، لیکن جو یہود تورات کے بعض حصہ پر ایمان لائے اور بعض حصہ کا انکار کر دیا وہ اس دنیا میں ذلیل وخوار ہوئے اور آخرت میں انہیں سخت ترین عذاب سے واسطہ پڑے گا جہاں ان کی کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ اس میں ہم مسلمانوں کے لئے بھی درسِ عبرت ہے۔

[۶۱] یہود کا دعویٰ یہ تھا کہ ان کے عقائد درست ہیں اور ان کے دلوں کی گہرائی میں انتہائی محفوظ ہیں، لہٰذا کوئی معجزہ یا قوت استدلال ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتا، اور یہ کوئی نئی بات نہیں، ہر مذہب والا یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ درست ہے اور باقی ساری دنیا غلط ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ ان کے مسلسل کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، اس لئے ان میں سے بہت کم لوگ ہی ایمان لائیں گے۔

Marfat.com

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ
عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا
عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس (کتاب) کی تصدیق کرتی تھی جو ان کے پاس تھی اور وہ اس سے پہلے (اس نبی کے وسیلے سے) کفار پر فتح کی دعا مانگتے تھے [۶۲] اور جب ان کے پاس وہ نبی تشریف فرما ہوا جسے وہ جانتے تھے تو انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا [۶۳] پس کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

---

[۶۲] نبی آخر الزمان ﷺ کی آمد سے پہلے یہود کا شیوہ یہ تھا کہ جب کبھی کفار و مشرکین سے جنگ ہوتی اور ان کی فتح کے امکانات مخدوش ہو جاتے تو اس وقت تورات کو سامنے رکھتے اور وہ مقام کھول کر جہاں حضور اکرم ﷺ کی صفات کا ذکر ہوتا وہاں ہاتھ رکھ کر اس طرح دعا مانگتے: ''اے اللہ! ہم تجھے تیرے اس نبی کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں جس کا تو نے آخر زمانہ میں بھیجنے کا وعدہ فرمایا، آج ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح عطا فرما'' تو حضور اکرم ﷺ کے صدقے اللہ تعالیٰ انہیں فتح دیتا۔
(تفسیر روح المعانی)

ناشکری کی انتہا ہے کہ جن کے صرف نام سے سرفرازیاں حاصل کی جائیں جب وہ ذات گرامی خود جلوہ گر ہو تو انکار کر دیا جائے۔ واقعی ایسی قوم اللہ تعالیٰ کی لعنت اور ناراضگی کی حقیقی مستحق ہے۔

[۶۳] یہود کو اچھی طرح علم تھا کہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ اس کے ثبوت کے لئے صرف ایک واقعہ پر غور کریں۔ ام المؤمنین حضرت صَفِیَّہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو میرا باپ اور چچا (جو کہ دونوں یہودی عالم تھے) حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کے لئے گئے۔ بڑی دیر تک آپ ﷺ سے گفتگو کرنے کے بعد جب گھر واپس آئے تو میں نے اپنے کانوں سے ان دونوں کو یہ گفتگو کرتے سنا:

چچا : کیا یہ وہی نبی ہے جس کی صفات ہماری کتابوں میں درج ہیں؟
والد : ہاں، اللہ کی قسم! یہ وہی نبی ہے۔
چچا : کیا تمہیں اس بات کا یقین ہے؟
والد : ہاں۔
چچا : پھر تمہارا دلی ارادہ کیا ہے؟
والد : جب تک زندہ ہوں اس کی مخالفت کروں گا۔ (سیرت ابن ہشام: جلد دوم: ص ۱۱۹)

اس ہٹ دھرمی کا کوئی کیا علاج کرے یعنی حضور اکرم ﷺ کو صحیح پہچان لینے کے بعد بھی ایمان نہ لانا واقعی اپنی جان کو کفر

Marfat.com

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ
فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ
بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۗ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ ۝٩٠

۹۰۔ بہت بُری چیز ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کا سودا کیا، وہ یہ کہ وہ حسد کے مارے [۶۴] کفر کرتے ہیں اس (کتاب) کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے (کتاب) نازل فرماتا ہے، سو وہ مسلسل ناراضگی کے مستحق ہو گئے، اور کافروں کے لئے ذلیل ورسوا کرنے والا عذاب ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا
نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا
وَرَآءَهٗ ۚ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ
قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝٩١

۹۱۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر ایمان لے آؤ جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں: ہم تو (صرف) اس پر ایمان لائے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا اور اس کے علاوہ (دوسری کتابوں) کا انکار کرتے ہیں [۶۵] حالانکہ وہ (قرآن) بھی حق ہے اور تصدیق کرتا ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے، آپ فرمایئے: اگر تم (اپنی کتاب پر ہی) ایمان رکھتے ہو تو پھر تم اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے تھے؟

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ
اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ
ظٰلِمُوْنَ ۝٩٢

۹۲۔ اور بے شک تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام واضح دلائل لے کر آئے، پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو (اپنا معبود) بنالیا اور تم ظالم تھے۔

کے ہاتھ فروخت کرنے کے مترادف ہے اور یہ بڑے خسارے والا سودا ہے۔

[۶۴] ان کے انکار کی وجہ صرف یہ حسد تھا کہ آخری نبی کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کیوں بھیجا گیا ہے اسے بھی بنی اسرائیل سے ہونا چاہیے تھا لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جسے چاہے نبوت عطا فرمادے۔

[۶۵] جب یہود کو قرآن کریم پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تو کہتے: جو کچھ ہم پر نازل ہوا ہے ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں اور

Marfat.com

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَ اُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

۹۳۔ اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پختہ وعدہ لیا اور تمہارے سروں پر کوہ طور کو بلند کیا، (اور تمہیں حکم دیا) کہ جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑ لو اور (غور سے) سنو! انہوں نے (زبان سے) کہا: ہم نے سن لیا اور (دل سے کہا:) ہم نے نہیں مانا اور کفر کی وجہ سے ان کے دل بچھڑے (کی محبت) سے شرابور ہو چکے تھے، آپ فرمایئے: اگر تم (تورات پر) ایمان لانے والے ہو تو بہت برا ہے جس کا تمہارا ایمان تمہیں حکم کرتا ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾

۹۴۔ آپ فرمایئے: اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دار آخرت تمام لوگوں کو چھوڑ کر صرف تمہارے لئے ہی مخصوص ہے پھر تو تمہیں چاہیے کہ موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ [۶۶]

وہی ہمارے لئے کافی ہے، اس کے علاوہ کسی دوسری کتاب پر ایمان لانے کی ہمیں ضرورت نہیں لیکن قرآن کریم نے ان کے اس دعویٰ کی بھی تردید کر دی ہے یعنی اگر وہ اپنی کتاب پر ہی ایمان رکھتے تو انبیائے کرام کو قتل نہ کرتے اور بچھڑے کو معبود نہ بناتے۔

ان آیات میں مسلمانوں کے لئے لمحاتِ فکریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس ایمان کی تردید کر دی جو انہیں احکامِ تورات پر عمل کی تلقین نہیں کرتا تو پھر ہمارے اس ایمان کی حیثیت کیا ہوگی جو ہمیں احکامِ قرآن پر عمل کرنے کی ترغیب نہیں دیتا۔ بہت سے مسلمان ایسے ہیں کہ مؤذن کی اذان کانوں میں گونجتی ہے مگر قدم مسجد کی طرف نہیں اٹھتے، نیکی کرنے کا حکم ملتا ہے مگر دل برائی کے راستے تلاش کرتا ہے۔ ایسے ناقص ایمان سے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو محفوظ فرمائے اور اس ایمانِ کامل سے سرفراز فرمائے جو برائیوں کے راستہ میں رکاوٹوں کا پہاڑ بن جائے۔ آمین!

[۶۶] یہود کہتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں، لہٰذا جنت صرف انہی کے لئے مخصوص ہے۔ قرآن مجید نے ان کے اس دعویٰ کا پول کھول دیا ہے، یعنی اگر تم واقعی جنتی ہو تو پھر انتظار کس چیز کا ہے۔ اس دنیا کی تکلیفوں سے نجات حاصل کرنے اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے موت کی تمنا کرو، لیکن وہ ایسا ہرگز نہیں کریں گے کیونکہ جب وہ اپنے غلط عقائد اور برے اعمال کی سزا کا تصور کرتے ہیں تو گھبرا جاتے ہیں اور ہزاروں سال جینے کی تمنا کرتے ہیں اور

Marfat.com

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

۹۵۔ لیکن اپنے کرتوتوں (کی سزا) کے خوف سے وہ موت کی ہرگز تمنا نہیں کریں گے، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ ع

۹۶۔ اور آپ ضرور دیکھیں گے کہ وہ سب لوگوں سے حتیٰ کہ مشرکین سے بھی زندگی پر زیادہ حریص ہیں، ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش اس کی عمر ہزار سال ہو، تو اتنی لمبی عمر بھی اس کو عذاب سے نہیں بچا سکتی، اور اللہ تعالیٰ ہر وقت دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾

۹۷۔ آپ فرمایئے: جو شخص جبریل کا دشمن ہے (اسے معلوم ہونا چاہیے) کہ جبریل نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے دل پر قرآن نازل کیا [۶۷] جو پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور مؤمنین کے لئے ہدایت اور خوش خبری ہے۔

بالفرض اگر انہیں لمبی عمر مل بھی جائے تو پھر بھی عذاب الٰہی سے بچنا ممکن نہیں کیونکہ جہنم سے نجات کا ذریعہ لمبی عمر نہیں بلکہ ایمان اور اعمال صالحہ ہیں۔

امام بیہقی نے اپنی کتاب ''دلائل'' میں ابن عباس ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب آیت نمبر ۹۴ (اگر صرف تم ہی جنتی ہو تو موت کی تمنا کرو) نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے سارے یہودیوں کو جمع کر کے فرمایا: اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو ایک بار کہہ دو: یا اللہ! ہمیں مار ڈال۔ قسم رب کی جو بھی کہے گا وہ یہیں گلا گھٹ کر مر جائے گا۔ یہودی گھبرا کر انکار کر گئے۔ (تفسیر در منثور) اتنا بڑا دعویٰ صرف اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہی کر سکتا ہے۔

[۶۷] یہود نے کہا کہ جبریل ہمارا دشمن ہے، وہ غضب لے کر ہم پر اترتا تھا، لہٰذا اس کی لائی ہوئی وحی کو ہم نہیں مانتے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جبریل اپنی طرف سے تو کچھ نہیں کہتا، وہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے، لہٰذا جو جبریل سے دشمنی رکھتا ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔

Marfat.com

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾

۹۸۔ جو شخص اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ان کافروں کا دشمن ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾

۹۹۔ اور یقیناً ہم نے آپ کی طرف واضح نشانیاں نازل کی ہیں اور ان نشانیوں کا صرف فاسق ہی انکار کرتے ہیں۔

اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

۱۰۰۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب کبھی انہوں نے وعدہ کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے اسے توڑ دیا، بلکہ ان میں سے اکثر تو ایمان ہی نہیں لاتے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

۱۰۱۔ اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آیا جو ان کی آسمانی کتاب کی بھی تصدیق کرتا ہے تو اہل کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب (توراۃ) کو اس طرح اپنی پشتوں کے پیچھے پھینک دیا جیسے وہ جانتے ہی نہیں ہیں۔ [۶۸]

---

[۶۸] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ پختہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی موجودگی میں نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہوں تو اس پر لازم ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے، ان کی مدد کرے اور اپنی امت سے بھی یہی عہد لے۔ (تفسیر روح المعانی وصفوۃ التفاسیر: سورہ آل عمران: زیر آیت نمبر ۸۱) اور یہود نے یہ عہد کیا تھا کہ جب محمد ﷺ تشریف لائے تو وہ ان پر ایمان لائیں گے۔ (تفسیر مظہری: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۱۰۰)

توراۃ میں حضور اکرم نبی آخر الزمان ﷺ کی صفات مذکور تھیں اور جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود نے ان صفات کا مشاہدہ کر لیا جیسا کہ اس سورت کے حاشیہ نمبر ۶۳ اور ۱۰۴ میں مذکور ہے، لیکن اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے اور اس طرح اپنی توراۃ کی تعلیمات کو بھی پس پشت ڈال دیا۔

Marfat.com

وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ
سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ
كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ
عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ
وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا
نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا
مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا
هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ
وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَ
لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ
مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ
اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

۱۰۲۔ اور انہوں نے اس (جادو) کی پیروی کی جس کو سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے، حالانکہ سلیمان علیہ السلام نے کوئی کفر نہیں کیا [۶۹] بلکہ شیطانوں نے ہی کفر کیا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، اور (انہوں نے پیروی کی اس جادو کی) جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا [۷۰] اور وہ ہر کسی کو سکھانے سے پہلے یہ واضح کر دیتے: ''ہم تو صرف آزمائش ہیں، تُو کفر نہ کر۔'' (اس کے باوجود) لوگ ان سے وہ منتر سیکھتے رہے جس کے ذریعے وہ خاوند اور اس کی بیوی میں جدائی ڈالتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر وہ اس جادو سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، اور وہ اس چیز کو سیکھتے ہیں جو اُن کے لئے نقصان دہ ہے اور نفع بخش نہیں ہے، اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس نے اس (جادو) کا سودا کیا، اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اور بہت بُری ہے وہ چیز جس کے بدلہ میں انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا ہے، کاش وہ جانتے۔

---

[۶۹] یہود، شیطان کی پیروی کرتے ہوئے جادو پر عمل کرنے لگے اور ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کر دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی ایک جادوگر تھے اور جادو کے زور سے حکومت کرتے رہے، لہٰذا جادو پر عمل کرنے کی وجہ سے وہ کافر ہو گئے (العیاذ باللہ)۔ قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جادوگروں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔

[۷۰] ہاروت اور ماروت کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ وہ دونوں فرشتے نہیں بلکہ شیطان تھے (تفسیر قرطبی) اور غیر معمولی عبادت کی وجہ سے ان کو فرشتے کہا گیا جیسے ابلیس کو کثرتِ عبادت کی وجہ سے فرشتوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ ایک دوسرے قول کے مطابق وہ دونوں فرشتے تھے لیکن لوگوں کی آزمائش کے لئے جب انہیں انسانی روپ میں بھیجا گیا تو ان میں انسانی خواص

Marfat.com

ع ١٢

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾١٠٣﴿

١٠٣۔ اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگار بنتے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں (اس کا) ثواب بہت اچھا ہوتا، کاش وہ جانتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾١٠٤﴿

١٠٤۔ اے ایمان والو! (میرے حبیب ﷺ سے کلام کرتے وقت) ''رَاعِنا'' نہ کہو بلکہ ''اُنظرنا'' کہو[٧١] اور (ان کی بات پہلے ہی) غور سے سنا کرو، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

بھی پیدا فرما دیئے گئے (تفسیر بیضاوی) لہٰذا انہوں نے بحیثیتِ انسان جادو سکھایا، نہ کہ بحیثیتِ فرشتہ۔ اور اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، جس طرح وہ انسان کو سزا کے طور پر بندر بنا سکتا ہے اسی طرح فرشتے کو آزمائش کے طور پر انسان بھی بنا سکتا ہے۔

بہر حال قرآن کے ظاہری معنیٰ کے اعتبار سے وہ دونوں معصوم فرشتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے اور فرمانبردار تھے لیکن بابل میں جادوگری اس قدر عام ہوگئی تھی کہ لوگ نبی کے معجزہ کو بھی جادو سے تعبیر کرتے تھے اور اس کی آڑ میں نبوت کا انکار کرنے لگے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہاروت اور ماروت کو انسانی شکل میں بھیجا، وہ لوگوں کو جادو کی حقیقت بتاتے اور اس پر عمل کرنے سے روکتے تاکہ ان پر جادو کی حقیقت واضح ہو جائے اور وہ نبی کے معجزہ اور جادوگر کے شعبدہ میں فرق کر سکیں۔ ان دونوں فرشتوں نے ہر ایک کو صاف صاف بتا دیا کہ وہ تمہاری آزمائش کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ جادو اصل میں شیطانی کرتوت ہے، جو بنی نوع انسان میں فتنہ پیدا کرتا ہے، لہٰذا تم شیطانی کام کر کے اللہ تعالیٰ کے نافرمان نہ بنو بلکہ جادو کی حقیقت کو سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پرہیزگار بن جاؤ۔ ہاروت اور ماروت کی مثال کچھ اس طرح ہے، جیسے مرزا قادیانی نے انڈیا میں جب جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگ اس کے دامِ فریب میں آنے لگے تو علمائے اسلام نے مسلمانوں کو مرزا قادیانی کے جھوٹے دلائل سے آگاہ کیا اور وہ ساری تعلیمات بھی بتائیں جن کی وجہ سے مرزا قادیانی کافر قرار پایا تاکہ لوگ اس کے قریب نہ جائیں لیکن اس کے باوجود اگر کوئی مرزا قادیانی کی پیروی اختیار کرے تو اس میں علمائے اسلام کا کوئی قصور نہیں ہے۔ مجرم وہ انسان ہے جس نے حقیقت جاننے کے بعد کفر اختیار کیا۔

[٧١] صحابہ کرام ﷺ جب حضورِ اکرم ﷺ کے کسی ارشادِ گرامی کو اچھی طرح سمجھ نہ سکتے تو عرض کرتے: ''رَاعِنا''، اس کا ظاہری مفہوم تو یہ تھا کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی بات پوری طرح سمجھ نہیں سکے، ذرا ہماری رعایت فرمائیں اور بات کو دوبارہ سمجھا دیں مگر اس لفظ کے معنیٰ میں کئی احتمالات اور بھی تھے، جن میں گستاخی اور بے ادبی پائی جاتی تھی، اور منافقین بے ادبی والا معنیٰ مراد لیتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام ﷺ کو حکم دیا کہ آئندہ ''اُنظرنا'' (ہماری طرف نگاہِ کرم فرمایئے) کہا کرو، کیونکہ اس لفظ کے معنیٰ میں کسی فاسد احتمال کی گنجائش نہیں تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ

Marfat.com

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵۔ کافروں میں سے اہل کتاب اور مشرکین پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھلائی نازل کی جائے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾

۱۰۶۔ ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا ذہنوں سے غائب کر دیتے ہیں، تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی (دوسری) آیت لے آتے ہیں [۷۲] کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے؟

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾

۱۰۷۔ کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔

کے متعلق ایسا لفظ بولنا بھی ممنوع ہے، جس میں بے ادبی کا احتمال ہو، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی توہین کرنے سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔

[۷۲] اللہ تعالیٰ جب ایک حکم منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم نازل فرماتا ہے تو اسے شریعت میں نسخ کا نام دیا جاتا ہے، جیسے آدم علیہ السلام کے زمانے میں سگے بہن بھائیوں کا آپس میں نکاح جائز تھا، بعد میں اسے حرام کر دیا گیا۔ اسی طرح مسلمانوں کا قبلہ پہلے مسجد اقصیٰ تھا، بعد میں مسجد حرام بنا دیا گیا۔ احکامات میں یہ تبدیلی انسانوں کی بھلائی کے لئے کی جاتی ہے اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کے مقررہ پروگرام کے مطابق ہوتا ہے۔

یہاں کسی کے ذہن میں اگر یہ سوال پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی دوسرا حکم نازل کیوں نہ فرما دیا تاکہ تبدیل کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ڈاکٹر مریض کو ایک دوائی دیتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ اس دوائی کو صرف ایک ہفتہ تک استعمال کرو، اس کے بعد تمہارا اصل علاج شروع کریں گے کیونکہ فی الحال تمہاری طبیعت اصل دوائی کو برداشت نہیں کر سکتی اور تمہیں فائدے کے بجائے نقصان ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کے تقاضوں کے مطابق محدود وقت کے لئے ایک حکم نازل فرمایا اور جب انسانی فطرت اصل حکم کو سمجھنے کے قابل ہوگئی تو وقتی حکم کو بدل دیا اور

Marfat.com

اَمۡ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَكُمۡ كَمَا سُئِلَ مُوۡسٰى مِنۡ قَبۡلُ‌ؕ وَمَنۡ يَّتَبَدَّلِ الۡكُفۡرَ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ﴿۱۰۸﴾

۱۰۸۔ کیا تم بھی اپنے رسول (ﷺ) سے ایسے سوال پوچھنا چاہتے ہو، جیسے اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گئے؟ [۷۳] اور جس نے ایمان کو کفر سے بدلا، وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

وَدَّ كَثِيۡرٌ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَوۡ يَرُدُّوۡنَكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ اِيۡمَانِكُمۡ كُفَّارًا ۖۚ حَسَدًا مِّنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِهِمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الۡحَـقُّ‌ ۚ فَاعۡفُوۡا وَاصۡفَحُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۰۹﴾

۱۰۹۔ اہل کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان سے پھیر کر کفر کی طرف لوٹا دیں اگرچہ حق ان پر واضح ہو چکا ہے مگر ان کی یہ خواہش اس حسد پر مبنی ہے جو (مسلمانوں کے خلاف) ان کے دلوں میں ہے، پس تم (اے مسلمانو! ان سے) عفو و درگزر کرتے رہو، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم صادر فرمائے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ‌ؕ وَمَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۱۱۰﴾

۱۱۰۔ اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور جو نیکیاں تم اپنے لئے آگے بھیجو گے، ان کا ثمر اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور پاؤ گے، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

یہ عین حکمت ہے، نیز اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا مالک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ جس وقت جو حکم اس کی مصلحت و حکمت کے مطابق ہو اسے نافذ کرے اور جسے چاہے منسوخ کر دے، اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

[۷۳] بنی اسرائیل احکام خداوندی سے جان چھڑانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لایعنی سوال کرتے تھے، جیسے: "ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں۔" اور ایسے سوالات کے پیچھے جب بدنیتی اور سرکشی کارفرما ہو تو اس کا نتیجہ کفر کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہود اپنی اس کجروی کے باعث ایمان سے محروم ہو چکے تھے، اور ان کی خواہش ہے کہ مسلمان بھی ان کے نقش قدم پر چل کر گمراہ ہو جائیں۔ اس لئے وہ مسلمانوں کو بھی اس قسم کے لایعنی سوالات کرنے پر اکساتے ہیں، لیکن قرآن مجید مسلمانوں کو اس روش کے قدرتی انجام سے ڈراتا ہے تاکہ یہود کی سازشوں میں آ کر اپنا ایمان ضائع نہ کریں، بلکہ ان کے حسد و شر کے جواب میں عفو و درگزر سے کام لیں اور اس وقت کا

Marfat.com

وَ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ
هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ
هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱۔ اور اہل کتاب کہتے ہیں کہ جنت میں صرف یہودی یا عیسائی جائیں گے، یہ ان کی من گھڑت باتیں ہیں، آپ (انہیں) فرمائیے: اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔

بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ
فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ
لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

۱۱۲۔ ہاں جس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور وہ مخلص بھی ہو، تو اس کا اجر اس کے رب کے ہاں موجود ہے، نہ انہیں کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى
شَيْءٍ ۠ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ
عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ
قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ
يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ
يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

۱۱۳۔ اور یہودی کہتے ہیں: عیسائی حق پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں، حالانکہ وہ سب آسمانی کتابیں پڑھتے ہیں، اس قسم کے دعوے وہ لوگ (کفار و مشرکین) بھی کرتے ہیں، جن کے پاس (آسمانی کتاب کا) علم نہیں ہے [۴۷] سو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان اس چیز میں فیصلہ فرمائے گا، جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

انتظار کریں جب اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ نافذ فرما دے یعنی مسلمانوں کو ان سے جہاد کی اجازت مل جائے اور یہودیوں کو ذلیل و خوار کر کے مدینہ سے نکال دیا جائے۔

[۴۷] یہودی کہتے ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں اور عیسائی گمراہ ہیں۔ عیسائیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ یہودی گمراہ ہیں۔ اسی طرح کفار و مشرکین میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں دوسرے سب لوگ گمراہ ہیں، حالانکہ ان میں سے کسی کے پاس اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لیے نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ ہی وہ کسی منطق کے قائل ہیں، لہٰذا ایسے لوگوں کے ساتھ مزید بحث کرنے کی بجائے ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہی قیامت کے دن ان کے اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا۔

Marfat.com

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ
يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ
اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا
خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي
الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

۱۱۴۔ اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے منع کرے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے [۷۵] (حالانکہ) ان کے لئے مناسب یہ تھا کہ وہ ڈرتے ہوئے مساجد میں داخل ہوتے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے، اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ
وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

۱۱۵۔ اور مشرق و مغرب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں، سو جس طرف بھی تم رخ کرو، وہیں اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہے [۷۶] بے شک اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔

---

[۷۵] عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے اسے ویران کیا اور کفارِ مکہ نے بیت اللہ میں مسلمانوں کا داخلہ بند کر دیا حالانکہ انہیں مذہبی عبادت گاہوں کا احترام کرنا چاہیے تھا، لیکن انہوں نے سرکشی کی اور آخر وہ وقت آ گیا، جب عیسائیوں نے اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے بیت المقدس کی کنجیاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں اور کفارِ مکہ نے بھی فتح مکہ کے روز اپنی رسوائی کا اعتراف کرتے ہوئے بیت اللہ کی کنجیاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اگرچہ یہ آیات عیسائیوں اور کفارِ مکہ کے حق میں نازل ہوئیں، لیکن آج بھی جو آدمی مساجد کو غیر آباد کرنے کی کوشش کرے، وہ ظالم ہے، اسے اپنے بُرے انجام سے ڈرنا چاہیے۔ یا اللہ! ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم مساجد کو تیری عبادت سے آباد رکھیں۔ آمین!

[۷۶] مسلمانوں کا پہلا قبلہ بیت المقدس تھا، جب بیت اللہ قبلہ مقرر ہوا، تو یہود نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ تمہاری پہلی نمازوں کا کیا بنے گا؟ تو قرآن نے اس کی وضاحت فرما دی کہ کوئی مسلمان بیت المقدس یا بیت اللہ کی دیواروں کو سجدہ نہیں کرتا اور نہ ہی دیواریں سجدہ کے قابل ہیں، مسلمان صرف اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا جلوہ صرف بیت المقدس یا بیت اللہ میں نہیں، بلکہ اس کا نور تو کائنات کے ہر ذرہ کو حاوی ہے، جدھر بھی رخ کیا جائے، ادھر اللہ تعالیٰ کا جلوہ موجود ہے، لیکن ہم سجدہ اُس طرف کرتے ہیں، جدھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہو۔ پہلے بیت المقدس کی طرف حکم تھا اور اب بیت اللہ کی طرف حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا حاکم اور سب سے زیادہ علم والا ہے، لہٰذا جو مناسب سمجھتا ہے حکم دیتا ہے کوئی اس کے حکم کو چیلنج نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

۱۱۶۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، حالانکہ وہ (اولاد سے) پاک ہے [۷۷] بلکہ آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں اس کی ملکیت ہیں، سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

۱۱۷۔ وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، اور جب وہ کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ اسے صرف اتنا حکم دیتا ہے کہ ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

۱۱۸۔ اور بے علم لوگ (مشرک) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود ہمارے ساتھ کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی، [۷۸] ان سے پہلے (گمراہ) لوگ بھی ان کی سی باتیں کیا کرتے تھے، ان سب کے دل ملتے جلتے ہیں، بے شک ہم نے اہل یقین کے لئے نشانیاں صاف صاف بیان کر دی ہیں۔

---

[۷۷] عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے اور مشرکین، فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں تصور کرتے (خدا کی پناہ) لیکن اس آیت نے وضاحت کر دی کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے، وہ ساری کائنات کا واحد خالق اور بلاشرکتِ غیر مالک ہے اور اس جہانِ آب و گل کی ہر چیز اس کی تابع فرمان ہے۔

[۷۸] مشرکین نے مطالبہ کیا کہ خدا ہم سے کلام کرے یا ہمیں کوئی ایسی نشانی دکھائے، جس کے بعد شک کی گنجائش نہ رہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی فرمائی کہ مشرکین کے اس قسم کے لایعنی مطالبات کوئی نئی بات نہیں، بلکہ گمراہ لوگوں کا مزاج ہمیشہ ایک جیسا رہا ہے۔ یہود بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسی قسم کے مطالبات کرتے تھے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہل عقل کے لئے تو ہدایت کا ایک ادنیٰ اشارہ بھی کافی ہوتا ہے مگر حسد کے ماروں کو روشن معجزات بھی نظر نہیں آتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے داغ زندگی کا صادق کردار سورج کی طرح روشن ہے، لیکن دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے۔

Marfat.com

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿١١٩﴾

١١٩۔ بے شک ہم نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اہل جہنم کے متعلق آپ سے باز پرس نہیں ہوگی۔

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ إِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٢٠﴾

١٢٠۔ اور یہود و نصاریٰ آپ ﷺ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے حتیٰ کہ آپ ﷺ ان کے دین کی پیروی کریں، [٧٩] آپ ﷺ کہہ دیجئے: اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے، اور اگر (بفرضِ محال) علم کے باوجود آپ (مراد عام مسلمان) نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، تو پھر آپ (مراد عام مسلمان) کے لئے اللہ تعالیٰ (کی گرفت) سے بچانے والا کوئی دوست و مددگار نہیں ہوگا۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ أُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٢١﴾ ع

١٢١۔ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں، وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو اس کے منکر ہیں تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

يٰبَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٢﴾

١٢٢۔ اے اولادِ اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی، اور بے شک میں نے تم کو (اس زمانے کے) سارے لوگوں پر فضیلت دی تھی۔

---

[٧٩] حضورِ اکرم ﷺ نے یہود و نصاریٰ کو اسلام کی دعوت دی لیکن ان کی اکثریت مسلمان نہ ہوئی، اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب مکرم ﷺ کی دلجوئی فرماتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی؛ کہ آپ ﷺ نے تبلیغ اسلام کا حق ادا کر دیا ہے، اور یہود و نصاریٰ کو یقین ہو گیا ہے کہ آپ ﷺ سچے نبی ہیں اور آپ ﷺ کی دعوت حق ہے لیکن سرکشی و ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ کبھی بھی اسلام قبول نہیں کریں گے، بلکہ ان کی خواہش تو یہ ہے کہ آپ ﷺ بھی اسلام کو چھوڑ کر ان کے من گھڑت دین کی پیروی اختیار کر لیں اور یہ آپ ﷺ کے لئے ناممکن ہے، کیونکہ اس وقت روئے زمین پر حق صرف اسلام میں ہے، اور جو شخص بھی اسلام کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کرے گا، اس کا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا، لیکن وہ خوش نصیب مؤمن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہوں گے جو

Marfat.com

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿١٢٣﴾

۱۲۳۔ اور اس دن سے ڈرو، جب کوئی شخص کسی کا کچھ بھی بدلہ نہ دے سکے گا اور نہ اس کے لئے معاوضہ قبول کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی شفاعت فائدہ دے گی اور نہ ہی وہ مدد کئے جائیں گے۔ [۸۰]

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٢٤﴾

۱۲۴۔ اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب تعالیٰ نے چند باتوں میں آزمایا تو ابراہیم علیہ السلام نے ان سب کو پورا کر دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں تمہیں تمام انسانوں کا امام (پیشوا) بنانے والا ہوں، ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: اور میری اولاد سے بھی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا وعدہ ظالموں تک نہیں پہنچتا۔ [۸۱]

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّاۤئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿١٢٥﴾

۱۲۵۔ اور یاد کرو جب ہم نے بیت اللہ (کعبہ) کو لوگوں کے لئے مرکز اور امن کی جگہ بنایا، اور (لوگوں کو حکم دیا کہ) مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا لو، اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو تاکید کی کہ میرے اس گھر کو طواف، اعتکاف، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو۔ [۸۲]

قرآن مجید کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں۔

[۸۰] ان دو آیات کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے، اسی سورت کا حاشیہ نمبر ۶۴ ملاحظہ ہو۔

[۸۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود اور ذبح اسماعیل علیہ السلام وغیرہ سے اس لئے آزمایا تاکہ لوگوں پر یہ حقیقت آشکارا ہو جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام واقعی امامت (پیشوا بننے) کے مستحق ہیں، اور فطری جذبہ کے تحت جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے بھی نبی بنائے جانے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی اولاد سے جو ظالم ہوں گے وہ تو اس نعمت کے اہل نہیں ہیں، البتہ جو نیک اور فرمانبردار ہوں گے ان میں سے بعض کو شرفِ نبوّت سے سرفراز کیا جائے گا۔ اس آیت کے ضمن میں اہل علم لکھتے ہیں کہ انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ظالم کو نبی نہیں بناتا۔

[۸۲] بیت اللہ کو پاک رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عمارت گرد و غبار سے اور اس کی فضا کفر و شرک سے پاک ہوتا کہ عبادت

Marfat.com

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۲۶﴾

۱۲۶۔ اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! اس (جگہ) کو امن والا شہر بنا دے اور اس شہر کے باشندوں میں سے جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان لائیں ان کو ہر قسم کے پھلوں سے رزق دے [۸۳] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس نے کفر کیا، میں اسے بھی تھوڑا سا فائدہ اٹھانے دوں گا، پھر اسے دوزخ کے عذاب کی طرف مجبور کر دوں گا، اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ [۸۴]

وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۷﴾

۱۲۷۔ اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور دعا بھی کر رہے تھے:) اے ہمارے پروردگار! ہم سے (یہ عمل) قبول فرما! بے شک تو ہی سب کچھ سننے جاننے والا ہے۔

کرنے والے کا دل اور نگاہ، دونوں کو سکون ملے اور پورے اطمینان کے ساتھ اپنے خالقِ حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مساجد کو پاک صاف رکھنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور انبیائے کرام کی سنت ہے، نیز مساجد کے متولی صالح اور پرہیزگار لوگ ہونے چاہییں۔

[۸۳] آج سے ہزاروں سال پہلے شہر مکہ کا تصور اپنے دماغ میں حاضر کریں، جہاں سبزے کا نام و نشان نہ ہو، وہاں پھل کہاں سے آئیں؟ لیکن آج دنیا کا کوئی پھل ایسا نہیں جو مکہ مکرمہ میں دستیاب نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ والے جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو قدرتِ خداوندی ایسے کرشمے دکھاتی ہے، جو بظاہر ہماری عقل میں نہیں آتے۔

[۸۴] اس سے پہلے نبوّت کا سوال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: کوئی ظالم نبوّت کا اہل نہیں لیکن جب رزق کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صرف مؤمن نہیں بلکہ ظالم اور کافر کو بھی اس چند روزہ زندگی میں رزق دیا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ رزق کا دروازہ کافر اور مؤمن، دونوں کے لئے کھلا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں کا پروردگار ہے، لہٰذا اگر دنیا میں کسی کے پاس رزق کی فراوانی ہے، تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ رزق تو کافروں کو بھی دیتا ہے لیکن راضی صرف اس سے ہوتا ہے جو اس پر ایمان لائے اور نیک اعمال کرے۔

Marfat.com

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾

۱۲۸۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنائے رکھ اور ہماری اولاد سے بھی ایک جماعت کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے بتا اور ہماری توبہ قبول فرما، بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵

۱۲۹۔ اے ہمارے رب! اور ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول (ﷺ) مبعوث فرما [۸۵] جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے، کتاب و حکمت سکھائے اور پاک کرے، [۸۶] بے شک تو غلبہ (اور) حکمت والا ہے۔

---

[۸۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں مل کر کعبہ کی تعمیر کر رہے ہیں اور رب تعالیٰ سے دعائیں بھی مانگ رہے ہیں، آخر میں عرض کرتے ہیں: یا اللہ! ہم دونوں کی اولاد سے ایک عظیم الشان رسول بھیج! چنانچہ اس دعا کے صلے میں آپ دونوں کی اولاد سے صرف ایک ہی رسول مبعوث ہوا، جس کا اسم گرامی محمد مصطفی ﷺ ہے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمر ہوں۔ (مسند احمد: جلد ۴: ص ۱۲۷)

[۸۶] جس جلیل القدر نبی کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا مانگ رہے ہیں، اس کے فرائض کیا ہوں گے؟

۱۔ اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفسِ تلاوت یعنی قرآن مجید کے صرف الفاظ کی تلاوت بھی بجائے خود ایک مستقل عبادت ہے۔ اگر قرآن مجید کے الفاظ بدل دیئے جائیں خواہ معانی بالکل وہی رہیں پھر بھی ان بدلے ہوئے الفاظ کو قرآن نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی ان کے پڑھنے سے نماز ادا ہو سکتی ہے، لہٰذا قرآن مجید کے جس طرح معانی مقصود ہیں اسی طرح الفاظ بھی مقصود ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے، بلکہ ہر مسلمان کو اپنی استعداد کے مطابق قرآن مجید کے معانی و مطالب کو سمجھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے کیونکہ قرآن مجید کے معانی میں غور کرنے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

۲۔ قرآن مجید کی تعلیم دے یعنی قرآن مجید کے معانی اور احکام سمجھائے۔

۳۔ حکمت کی تعلیم دے اور حکمت سے مراد حدیث ہے یعنی احکام قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ سکھائے جیسے نماز پڑھنے کا حکم تو قرآن مجید میں ہے مگر اس پر عمل کرنے کا طریقہ حدیث پاک بتاتی ہے۔ حکمت حضور اکرم ﷺ کی ذاتی رائے نہیں ہوتی بلکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے۔ (قرآن ۴: ۱۱۳)

Marfat.com

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

۱۳۰۔ اور دین ابراہیم سے وہی انحراف کرسکتا ہے جو بے وقوف ہو، [۸۷] اور بے شک ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں چن لیا تھا اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہوں گے۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

۱۳۱۔ یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے فرمایا: (میری اطاعت میں) سر تسلیم خم کر دو تو ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: میں نے رب العالمین کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ؕ

۱۳۲۔ اور اسی دین کی ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت کی اور یعقوب علیہ السلام نے (بھی یہی کہا:) اے میرے بچو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہی دین پسند کیا ہے، لہٰذا تم مرتے دم تک مسلمان رہنا۔

۴۔ لوگوں کو پاک کرے یعنی حسن دلائل سے ان کے عقائد کو شکوک و شبہات سے پاک کرے تاکہ حق و باطل کا فرق واضح ہو جائے، روحانی تصرف سے ان کے دلوں کو نفسانی خواہشات سے پاک کرے تاکہ ان کے دل تجلیاتِ الٰہی کا آئینہ بن سکیں اور ظاہری تربیت سے ان کے اطوار کو لایعنی خصائل سے پاک کرے تاکہ ان کے حسنِ کردار سے متاثر ہو کر کافروں کو اسلام کی دولت نصیب ہو۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نبی صرف ڈاکیہ یا قاصد ہوتا ہے، لیکن اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی اور ڈاکیہ یا قاصد میں بہت فرق ہے، کیونکہ ڈاکیے کو تو سرے سے علم ہی نہیں ہوتا کہ لفافے کے اندر کیا ہے اور قاصد بھی پیغام کے اسرار و رموز سے ناواقف ہوتا ہے مگر نبی تو اللہ تعالیٰ کا نمائندہ اور مخلوق کا معلم اعظم ہوتا ہے جو لوگوں کو پاک کرتا ہے، انہیں خدا کا پیغام سمجھاتا ہے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے۔

[۸۷] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوّت کے لئے چن لیا اور لوگوں کی رہنمائی کے لئے ان پر وہ دین نازل فرمایا جو فطرت کے عین مطابق ہے، لہٰذا اس دین کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے جو عقل و خرد سے محروم ہو۔

Marfat.com

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرٰهِمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ إِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۳﴾

۱۳۳۔ کیا تم اس وقت موجود تھے، جب یعقوب علیہ السلام کو موت آئی [۸۸] جب یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد سے پوچھا: میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہم اس ایک خدا کی عبادت کریں گے جو آپ کا اور آپ کے بزرگوں ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کا معبود ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۴﴾

۱۳۴۔ وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی، ان کے لئے وہی ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے بھی وہی ہوگا جو تم نے کمایا اور ان کے اعمال کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا۔ [۸۹]

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرٰهِمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۳۵﴾

۱۳۵۔ اور (یہودی) کہتے ہیں: یہودی بن جاؤ (عیسائی کہتے ہیں:) عیسائی بن جاؤ، تو ہدایت پا جاؤ گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایئے: میرا دین تو دین ابراہیم ہے جو حق پرست تھے، اور مشرک نہیں تھے۔ [۹۰]

---

[۸۸] یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے موت کے وقت اپنی اولاد کو یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی، قرآن مجید ان کے اس دعویٰ کی تردید کر رہا ہے کہ تم خود تو وصیت کے وقت موجود نہیں تھے، لہٰذا اپنا ریکارڈ درست کر لو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی دین کی وصیت کی تھی جو اس وقت دین ابراہیم تھا اور اب اس کا نام اسلام ہے۔

[۸۹] یہود و نصاریٰ کا یہ دعویٰ تھا: چونکہ وہ انبیائے کرام کی اولاد ہیں لہٰذا ان کی نجات یقینی ہے۔ قرآن مجید نے ان کی اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا ہے۔ یعنی اگرچہ تم ان کی اولاد ہو مگر حقیقت میں تمہارا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ ان مقدس ہستیوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر قربان کر دیا اور تم احکام خداوندی کو اپنی ذات کے لئے تبدیل کر دیتے ہو، لہٰذا تمہیں ان سے کیا نسبت ہو سکتی ہے، وہ مقدس ہستیاں اپنا دنیاوی وقت پورا کر کے اب اللہ تعالیٰ کے قرب میں پہنچ چکی ہیں۔ تم سے ان کے بارے میں سوال نہیں ہوگا، تم تو اس بات کے جوابدہ ہو کہ تم خود کیا کرتے تھے، لہٰذا تم اپنی فکر کرو۔

[۹۰] یہود مسلمانوں کو کہتے کہ یہودی بن جاؤ تو ہدایت پا لو گے اور عیسائیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ تم عیسائی بن جاؤ تو کامیاب ہو جاؤ

Marfat.com

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

۱۳۶۔ (اے مسلمانو!) تم کہو: ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور اس پر جو موسیٰ، عیسیٰ علیہما السلام اور دوسرے تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان نبیوں میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے [۹۱] (بلکہ سب پر ایمان رکھتے ہیں) اور ہم اسی (ایک اللہ تعالیٰ) کے فرمانبردار ہیں۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾

۱۳۷۔ پس اگر وہ اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر وہ انحراف کریں تو (ظاہر ہے) وہ مخالفت پر کمر بستہ ہیں، تو عنقریب ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ تمہاری حمایت میں آپ کو کافی ہو جائے گا اور وہ سب کچھ سننے جاننے والا ہے۔

گے۔ دونوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی عیسائی اور یہودی ثابت کرنا شروع کر دیا۔ اس پر قرآن حکیم نے اصل حقیقت سے پردہ اٹھا دیا کہ تمہاری اس شرک آلود یہودیت اور عیسائیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوئی واسطہ نہیں، وہ تو حق پرست تھے اور شرک سے ہمیشہ دور رہے۔

[۹۱] مسلمان سب انبیائے کرام پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی نبی علیہ السلام کا انکار نہیں کرتے کیونکہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے ایک ہی دین کی تبلیغ کی جس کی آخری شکل کا نام اسلام ہے، لہٰذا یہود و نصاریٰ کو بھی یہی دین قبول کر لینا چاہیے اور اس طرح خلوص سے ایمان لانا چاہیے، جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان لائے ہیں، کیونکہ ان کا کردار ایمان کا معیار ہے، لیکن اگر وہ ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کریں تو مسلمانوں کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا حامی و ناصر ہو گا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہود کو مدینہ چھوڑنا پڑا اور عیسائی علاقوں پر بھی اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

Marfat.com

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝۱۳۸

۱۳۸۔ (اہل کتاب سے کہو کہ ہم پر) اللہ کا رنگ (چڑھا ہے) اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہو سکتا ہے؟ [۹۲] اور ہم تو اسی کے عبادت گزار ہیں۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝۱۳۹

۱۳۹۔ آپ فرمائیے: کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہی ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا رب بھی؟ [۹۳] اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، اور ہم تو اسی کے لئے مخلص ہیں۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۭ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۴۰

۱۴۰۔ کیا تم کہتے ہو کہ بے شک ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے، آپ ﷺ فرمائیے: کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ [۹۴] اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اس گواہی کو چھپایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پاس ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے

---

[۹۲] جو انسان یہود و نصاریٰ کا مذہب اختیار کرتا، اسے رنگدار پانی سے غسل دیا جاتا اور اس کے بعد اعلان کر دیا جاتا کہ اس پر یہودیت یا عیسائیت کا رنگ چڑھ گیا ہے اور اب یہ پکا یہودی یا عیسائی بن گیا ہے۔ اس پر قرآن مجید کہتا ہے یہ بھی کوئی رنگ ہے جو چند گھنٹوں کے بعد اتر جائے اور انسان پھر ویسا ہی نظر آئے جیسا پہلے تھا، بلکہ انسان کو تو اللہ تعالیٰ کی توحید کا رنگ چڑھانا چاہیے جو سب سے بہتر ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کا رنگ کسی پر چڑھ جاتا ہے تو صرف ظاہر نہیں اس کا باطن بھی جگمگانے لگتا ہے اور اس کی زندگی میں ایسا انقلاب آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نمرود کی جلتی ہوئی آگ میں چھلانگ لگانا اور اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلانا اسے آسان نظر آتا ہے اور یقیناً یہ منظر دیکھ کر فرشتے بھی اس کے مقدر پر رشک کرتے ہوں گے۔

[۹۳] (اے یہود و نصاریٰ!) کیا تم ہمارے ساتھ اس لئے جھگڑا کرتے ہو کہ ہم ایک خدا کی عبادت کیوں کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے حالانکہ تمہیں بھی اسی ایک خدا کی عبادت کرنی چاہیے کیونکہ وہ ہم سب کا رب ہے اور اگر تم اس کی عبادت نہیں کرتے تو پھر تمہیں تمہارے شرک کی سزا ملے گی اور ہمیں ہماری توحید پرستی کا اجر ملے گا۔

[۹۴] (اے گروہ یہود و نصاریٰ!) تم کہتے ہو کہ یہ انبیائے کرام اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے جبکہ اللہ تعالیٰ اس کی نفی

Marfat.com

بے خبر نہیں ہے۔[۹۵]

تِلۡكَ اُمَّةٌ قَدۡ خَلَتۡ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَلَكُمۡ مَّا كَسَبۡتُمۡ ۚ وَ لَا تُسۡـَٔلُوۡنَ عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۱﴾

۱۴۱۔ وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی، ان کے لئے وہی ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے بھی وہی ہوگا جو تم نے کمایا اور ان کے اعمال کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا۔[۹۶]

سَيَقُوۡلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِهِمُ الَّتِىۡ كَانُوۡا عَلَيۡهَا ؕ قُلۡ لِّلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَ الۡمَغۡرِبُ ؕ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۱۴۲﴾

۱۴۲۔ عنقریب بے وقوف لوگ کہیں گے: ان (مسلمانوں) کو اپنے اس قبلہ (بیت المقدس) سے کس چیز نے پھیر دیا جس پر وہ (پہلے) تھے؟ آپ فرمایئے کہ مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں [۹۷] وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

فرماتا ہے۔ اب تم ہی فیصلہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کا علم زیادہ ہے یا تمہارا؟

[۹۵] (اے علمائے یہود ونصاریٰ!) تم جانتے ہو کہ یہ انبیائے کرام یہودی یا عیسائی نہیں تھے کیونکہ یہودیت اور عیسائیت کی ابتدا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام سے ہوتی ہے، جبکہ ان انبیائے کرام کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھا اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ تمہاری کتابوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود تم ان شہادتوں کو چھپاتے ہو تو پھر تم سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تمہارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔

[۹۶] اسی سورت میں حاشیہ نمبر ۸۹ ملاحظہ ہو۔

[۹۷] جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش یہ تھی کہ امت مسلمہ کا قبلہ خانہ کعبہ بنایا جائے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کو پورا کرنے سے پہلے بتا دیا کہ نادان لوگ تبدیلی قبلہ پر اعتراض کریں گے تو آپ انہیں فرمایئے گا کہ کسی سمت میں بذات خود یہ فضیلت نہیں کہ وہ قبلہ بن سکے بلکہ قبلہ کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور سیدھا راستہ اسی کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرے۔ نیز مشرق و مغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جس سمت کو چاہے قبلہ بنا دے کوئی اس کے حکم کو چیلنج نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَ اِنْ كَانَتْ

۱۴۳۔ اور اسی طرح ہم نے تمہیں (اے مسلمانو!) بہترین امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول ﷺ تم پر گواہ ہو، [۹۸] اور (اے رسول ﷺ!) جس قبلہ پر آپ پہلے تھے اسے ہم نے اس لئے قبلہ بنایا تھا تا کہ ہم دیکھ لیں (دنیا کو دکھا دیں) کہ کون رسول ﷺ کی پیروی کرتا ہے اور کون ہے جو اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاتا

[۹۸] (اے امت مسلمہ!) جس طرح ہم نے قبلہ کے معاملہ میں تمہیں سیدھے راستے کی توفیق بخشی اور تم نے میرے حبیب مکرم ﷺ کی اطاعت میں فوراً رخ بدل لیا اسی طرح ہم نے تم کو بہترین امت بنایا۔ لوگوں کے لئے تمہارا کردار ایک معیار اور نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ اس وقت ثابت ہو سکتا ہے جب تم نبی آخر الزمان ﷺ کی سچی اطاعت اختیار کرو کیونکہ تمہارے لئے میرے حبیب مکرم ﷺ کا کردار معیار حق ہے۔

نیز قیامت کے دن پہلی امتوں کے کفار کو جب اپنا انجام بد نظر آئے گا تو بہانہ سازی کی کوشش کریں گے: ''یا اللہ! ہمیں کسی نے تیرا پیغام ہدایت نہیں پہنچایا''۔ اس وقت امت مصطفیٰ گواہی دے گی: یا اللہ! یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں تیرے پیغمبروں نے تیرا پیغام پہنچایا تھا لیکن جب وہ کفار اعتراض کریں گے کہ یہ مسلمان تو اس وقت موجود ہی نہ تھے تو مسلمان جواب دیں گے: اے اللہ! تیرے حبیب مکرم ﷺ نے ہمیں بتایا کہ تیرے رسولوں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ اس پر نبی آخر الزمان ﷺ اپنی امت کی صداقت اور عدالت کی گواہی دیں گے کہ میری امت سچی گواہی دے رہی ہے۔

حضور اکرم ﷺ اس دنیا میں بھی اپنی امت کے احوال پر آگاہ ہیں، چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: تمہارا رسول تم پر گواہی دے گا کیونکہ وہ جانتے ہیں اپنی نبوت کے نور سے اپنے دین کے ہر ماننے والے کے رتبہ کو کہ میرے دین میں اس کا کیا درجہ ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کون سا پردہ ہے جس سے اس کی ترقی رکی ہوئی ہے، پس وہ تمہارے گناہوں کو بھی پہچانتے ہیں، تمہارے ایمان کے درجوں کو، تمہارے نیک اور بد سارے اعمال کو اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو بھی خوب پہچانتے ہیں۔ (تفسیر فتح العزیز)

کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر میری امت کے (نیک کاموں کے) اجر پیش کئے گئے حتیٰ کہ اس کوڑا کرکٹ کا اجر بھی جس کو انسان مسجد سے باہر نکال پھینکتا ہے، اور مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کئے گئے تو میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن مجید کی کوئی سورت یا کوئی آیت دی گئی ہو اور اس نے اس کو بھلا دیا۔

(ترمذی: ۲۹۱۶: ابواب فضائل القرآن: باب ۱۹)

ایک اور موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرنے والے ہیں، وہ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں اور رسول اللہ نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے، تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لئے حدیث

Marfat.com

لَكَبِيرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۴۳﴾

ہے؟[۹۹] اور بے شک یہ (قبلہ کا بدلنا) بہت مشکل تھا مگر ان پر (مشکل نہیں تھا) جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی، اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا [۱۰۰] بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ

۱۴۴۔ بے شک ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں، ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں، اب اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو[۱۰۱] اور (اے

بیان کی جاتی ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں، جو نیک عمل میں دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو برا عمل میں دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔

(مجمع الزوائد: جلد ۹: ص ۲۴، البدایۃ والنہایۃ: جلد ۵: ص ۲۷۵، الجامع الصغیر: جلد اول: ص ۵۸۲)

بے انتہا اور لاتعداد شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے ہمیں اس سراپا رحمت نبی اکرم ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا۔ جب ہم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو حضور اکرم ﷺ بھی اس کی تکلیف محسوس کرتے ہیں اور ''ہماری مشقت حضور اکرم ﷺ پر گراں گزرتی ہے۔'' (قرآن: ۹: ۱۲۸) اور جب ہم گناہ کرتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ ہمارے لئے استغفار کرتے ہیں۔ (مجمع الزوائد: جلد ۹: ص ۲۴) آج ضرورت اس بات کی ہے کہ امت مسلمہ بھی حضور اکرم ﷺ سے اسی محبت کا مظاہرہ کرے جو آپ ﷺ کو اپنی امت سے ہے۔

[۹۹] تبدیلی قبلہ میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ وہ کون خوش نصیب ہیں جو بلا چون و چرا حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں اور وہ کون ہیں جو حجت بازی میں وقت ضائع کرتے ہیں۔ تبدیلی قبلہ کے حکم پر فوراً عمل کرنا آسان نہیں تھا مگر جنہیں اللہ تعالیٰ ہدایت دے ان کے لئے مشکل نہیں ہوتا۔

[۱۰۰] بعض صحابہ کرام ؓ کو یہ خیال گزرا کہ ان نمازوں کا کیا بنے گا جو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی گئی تھیں۔ اس آیت میں انہیں تسلی دی جا رہی ہے کہ ان نمازوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا شامل تھی کیونکہ وہ قبلہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہی مقرر فرمایا تھا، لہٰذا ان نمازوں کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔

[۱۰۱] حضور اکرم ﷺ کی پسند کے مطابق اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر فرما دیا۔ اس وقت آپ ﷺ مسجد بنی سلمہ میں نماز

Marfat.com

فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہرے اسی کی طرف پھیر لیا کرو، اور بے شک اہل کتاب کو علم ہے کہ یہ حکم ان کے رب کی طرف سے حق ہے [۱۰۲] اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

ظہر کی امامت فرما رہے تھے۔ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ آپ ﷺ نے دوران نماز ہی بیت المقدس سے منہ پھیر کر کعبہ کی طرف کر لیا۔ کوئی پیشگی اعلان نہیں ہوا تھا، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کمالِ اطاعت کا اندازہ کریں حضورِ اکرم ﷺ کے رخ انور پھیرتے ہی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھوم کر دوسری طرف آپ کے پیچھے آ گئے۔ اس دن سے اس مسجد کا نام مسجد قبلتین مشہور ہو گیا۔ مدینہ کی دوسری مساجد میں بھی جہاں جہاں جماعت ہو رہی تھی جب یہ حکم پہنچا تو اسی لمحہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے رخ کعبہ شریف کی طرف پھیر لئے۔

مقام مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی رفعتوں کا اندازہ کرنے کے لئے اس آیت پر دوبارہ غور کرتے ہیں۔ تحویل قبلہ کی خواہش تہ دل میں جنم لیتی ہے۔ قبولیت کے لئے نگاہیں آسمان کی طرف اٹھتی ہیں، اگرچہ دوران نماز نگاہیں اوپر اٹھانا سخت ممنوع ہے لیکن پیارے حبیب مکرم ﷺ کی یہ ادا بھی اتنی پسند آئی ہے کہ ہمیشہ کے لئے قرآن مجید کا حصہ بن جاتی ہے۔ رحمت خداوندی جوش میں آتی ہے اور تحویل قبلہ کا وعدہ نازل ہوتا ہے۔ اس وعدہ میں تاکید بھی ہے یعنی قبلہ ضرور بدلے گا اور حضورِ اکرم ﷺ کی پسند کا پاس بھی یعنی قبلہ اسے بنائیں گے جو آپ کو پسند ہوگا۔ اب وعدہ کی تکمیل دوسری نماز تک مؤخر بھی ہو سکتی تھی تاکہ پہلے تحویل قبلہ کا باقاعدہ اعلان ہو جائے لیکن حضورِ اکرم ﷺ کی پسند میں تاخیر گوارا نہ ہوئی۔ اسی وقت حکم نازل ہوا: میری نماز بعد میں مکمل کرنا پہلے اپنی پسند پوری کر لو، چنانچہ دو رکعتوں کے بعد دوران نماز آپ ﷺ نے کعبہ شریف کی طرف رخ پھیر لیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھوم کر دوسری طرف آپ ﷺ کے پیچھے آ گئے اور اس ساری کاروائی سے نماز میں کوئی خلل یا تعطل واقع نہیں ہوا بلکہ آپ ﷺ کی پسند پر عمل بھی نماز کا حصہ بن گیا۔ اب اس بلندیٔ درجات کو انسان کیسے بیان کرے جس میں خالق حقیقی خود طالب رضائے حبیب ﷺ ہو جائے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم   خدا چاہتا ہے رضائے محمد (ﷺ)

[۱۰۲] پہلی کتابوں میں حضور نبی آخر الزمان ﷺ کی جن علامات وصفات کا ذکر تھا ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ ﷺ امام القبلتین ہوں گے (تفسیر روح المعانی) لہٰذا اہل کتاب کو یقین ہے کہ یہ تحویل قبلہ برحق ہے اور آپ کی صداقت کی دلیل ہے لیکن وہ تعصب اور ہٹ دھرمی کا شکار ہیں اس لئے ان کے سامنے جتنے بھی دلائل پیش کئے جائیں وہ ہدایت سے محروم رہیں گے۔

Marfat.com

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۭ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

۱۴۵۔ اور اگر آپ اہل کتاب کے پاس ہر ایک دلیل لائیں پھر بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ آپ ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں اور نہ وہ ایک دوسرے کے قبلہ کو ماننے والے ہیں، اور (بفرض محال) اگر علم کے باوجود آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ بھی ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔[۱۰۳]

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۭ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

۱۴۶۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ (اہل کتاب) اس نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں [۱۰۴] اور بے شک ان میں سے ایک گروہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

۱۴۷۔ یہ (رسالتِ محمدی) تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے (تو اے مخاطب!) تو شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہونا۔[۱۰۵]

---

[۱۰۳] اس آیت میں بظاہر خطاب حضورِ اکرم ﷺ کو ہے لیکن اصل میں امت کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف اہل کتاب کی پیروی کی تو وہ ظالم ہو جائے گا۔ (تفسیر قرطبی)

[۱۰۴] اہل کتاب جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں اسی طرح وہ حضورِ اکرم ﷺ کو بھی پہچانتے ہیں لیکن تعصب کی وجہ سے جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہیں۔ علمائے یہود میں سے عبداللہ بن سلام نے جب اسلام قبول کیا تو حضرت عمر فاروق ؓ نے ان سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ اہل کتاب حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ عبداللہ بن سلام نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کی جو صفات تورات میں بیان فرمائی ہیں ان کی روشنی میں جب میں نے حضورِ اکرم ﷺ کو دیکھا تو فوراً اس طرح پہچان لیا جس طرح میں اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہوں بلکہ حضورِ اکرم ﷺ کی معرفت مجھے اپنے بیٹے سے بھی زیادہ تھی کیونکہ میرے بیٹے کے بارے میں میری بیوی خیانت کر سکتی ہے لیکن حضورِ اکرم ﷺ کے اوصاف تورات میں اس قدر واضح ہیں کہ ان میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ اس جواب پر حضرت عمر فاروق ؓ اٹھے اور عبداللہ بن سلام کی پیشانی چوم لی۔ (تفسیر الحسنات و البحر المحیط)

[۱۰۵] اس آیت میں بھی بظاہر خطاب حضورِ اکرم ﷺ کو ہے لیکن اصل میں امت کو تاکید کی جارہی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی

Marfat.com

وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

۱۴۸۔ اور ہر قوم کے لئے ایک سمت (مقرر) ہے وہ اسی کی طرف منہ کرتی ہے، پس تم نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھو، [۱۰۶] تم کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ تم سب کو لے آئے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

۱۴۹۔ اور جہاں سے بھی آپ باہر نکلیں تو اپنا رخ (نماز کے وقت) مسجد حرام کی طرف پھیرلیں، اور بے شک یہ (تحویل قبلہ) آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۗ وَ لِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

۱۵۰۔ اور جہاں سے بھی آپ باہر نکلیں تو اپنا رخ (نماز کے وقت) مسجد حرام کی طرف پھیر لیا کریں، اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہروں کو اس کی طرف پھیر لیا کرو تا کہ لوگوں کے لئے تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہیں، سو تم ان سے نہ ڈرو اور (صرف) مجھ سے ڈرا کرو [۱۰۷] تا کہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کردوں اور تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

رسالت برحق ہے، لہٰذا یہود کی سازشوں میں آکر شک میں نہ پڑنا۔

[۱۰۶] ہر قوم کے لئے ایک سمت مقرر تھی جس کی طرف منہ کر کے وہ عبادت کرتی تھی، اسی طرح امت مسلمہ کا قبلہ خانہ کعبہ مقرر ہوا مگر یہ کوئی جھگڑنے کی بات نہیں ہے کہ کون کس طرف رُخ کرتا ہے، اصل بات تو یہ ہے کہ نیکیوں اور بھلائیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کی جائے تا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے کیونکہ آخر کار ہم سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے اور وہ ہم سب کو دوبارہ زندہ کرنے اور میدان قیامت میں اکٹھا کرنے پر قادر ہے اور اس دن سوال یہ نہیں ہوگا کہ سمتِ قبلہ کیا تھی بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تم نے کس حد تک اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کی۔

[۱۰۷] تحویل قبلہ کوئی معمولی حکم نہیں تھا، اس کی اہمیت کے پیش نظر تین دفعہ اس حکم کو دہرایا گیا تا کہ کسی کو شک نہ رہے، البتہ ظالم لوگ تو اعتراض کریں گے کہ اسلام کیسا مذہب ہے، کبھی ایک قبلہ کبھی دوسرا لیکن ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، صرف اللہ تعالیٰ

Marfat.com

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۞۱۵۱

۱۵۱۔ اسی طرح ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور تمہیں ان تمام چیزوں کی تعلیم دیتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔[۱۰۸]

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ۞۱۵۲ ع ۱۸

۱۵۲۔ سوتم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا[۱۰۹] اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور میری ناشکری نہ کیا کرو۔

سے ڈرنا چاہیے تاکہ اس کی طرف سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا رہے۔

[۱۰۸] اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بے شمار احسان فرمائے، ان میں سے ایک عظیم احسان نبی آخر الزمان ﷺ ہیں جو قرآن مجید کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، کفر و شرک اور گناہوں سے پاک کرتے ہیں، کتاب و حکمت سکھاتے ہیں اور ان چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں جو ہم نہیں جانتے تھے۔ اس آیت کی مزید تشریح کے لئے اسی سورت میں حاشیہ نمبر ۸۶ ملاحظہ ہو۔

[۱۰۹] اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں ڈوبا ہوا عاجز بندہ اپنے محسن حقیقی کو یاد نہ کرے تو اور کیا کرے، یہ تو اس کا فرض ہے جو اسے ہر حال میں ادا کرنا چاہیے لیکن اس فرض کی یاددہانی میں جو ترغیب کا ابر کرم برس رہا ہے اس کا صدور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ہو سکتا ہے یعنی ''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔'' اس سے بڑھ کر بندہ کی عزت افزائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا خالق و مالک اسے اپنی یاد سے سرفراز فرمائے۔ اس کی شانِ بندہ نوازی کے بحر بیکراں سے ایک اور موتی ''حدیث قدسی'' ملاحظہ فرمائیں:

''میرا بندہ جیسے مجھ سے گمان رکھتا ہے ویسا ہی میں اس کے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ اگر بندہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے دل میں یاد کروں گا، اگر مجمع میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر مجمع میں اسے یاد کروں گا، اگر وہ ایک بالشت میرے قریب آئے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاؤں گا، اگر وہ ایک ہاتھ میرے نزدیک آئے تو میں ایک قدم اس کے نزدیک ہو جاؤں گا، اگر وہ چل کر میری طرف آئے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاؤں گا۔'' (بخاری: ۷۴۰۵: کتاب التوحید: باب ۱۵)

یہ ہے وہ فضل و کرم جس کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں۔ یہ ترغیب کا وہ انداز ہے جس کی مثال انسانی بس کا روگ نہیں۔ یہ ہے وہ وعدہ جس میں شک کی گنجائش نہیں۔ تاریخ انسانیت نے وہ وقت دیکھا جب مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں یاد کیا اور ساری دنیا میں مسلمانوں کا طوطی بولنے لگا، پھر ایسا وقت بھی آیا کہ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

۱۵۳۔ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد طلب کرو، [۱۱۰] بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

۱۵۴۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (ان کی زندگی کو) سمجھ نہیں سکتے۔ [۱۱۱]

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

۱۵۵۔ اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کسی ایک چیز کے ساتھ یعنی خوف سے، بھوک سے، (تمہارے) مالوں، جانوں اور پھلوں کے نقصان سے، اور ان صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنائیے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں نظر انداز کر دیا اور جسے اللہ تعالیٰ نظر انداز کر دے اس کا حشر وہی ہوتا ہے جو آج ہمارا ہو رہا ہے۔ کاش اس ارشادِ خداوندی کو دل کی آنکھوں سے دوبارہ پڑھیں: ''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔''

حضرت ابوعثمان نے ایک دفعہ کہا کہ میں اس وقت کو جانتا ہوں جس وقت اللہ تعالیٰ مجھے یاد کرتا ہے۔ لوگوں نے حیران ہو کر پوچھا: آپ کو یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے، لہٰذا جب بھی کوئی اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو اسے یقین رکھنا چاہیے کہ اس وقت اس کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد فرما رہا ہے۔ اس یقین سے ذکر کا لطف اور زیادہ ہو جائے گا۔

[۱۱۰] اس فانی زندگی میں ہر انسان مصائب اور مشکلات سے دوچار ہوتا ہے اور بعض دفعہ انسان مایوس ہو کر خودکشی یا ظلم کا راستہ اختیار کر لیتا ہے، لیکن اسلام اس مصیبت زدہ کو صبر اور نماز کی تلقین کرتا ہے کیونکہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے مصائب پر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اس کے شامل حال ہو جائے گی اور جب وہ ساری دنیا کے مسائل کو ذہن سے نکال کر خدائے واحد کے حضور سجدہ ریز ہو گا تو رحمت خداوندی اس کے لئے امیدوں کے دروازے کھول دے گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''جب رسول اللہ ﷺ کو کوئی مصیبت پہنچتی تو آپ نماز پڑھتے۔''

(مسند احمد: جلد ۵: ص ۳۸۸)

[۱۱۱] غزوہ بدر میں کئی مسلمان شہید ہوئے تو بعض لوگ ان کے بارے میں افسوس کرنے لگے کہ وہ قتل ہو کر اپنی زندگی کی لذتوں سے محروم ہو گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی فانی زندگی قربان کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾

۱۵۶۔ جن کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿١٥٧﴾

۱۵۷۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔[۱۱۲]

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ

۱۵۸۔ بے شک صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے تو اسے ان دونوں (صفا و مروہ) کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں[۱۱۳] اور جو خوشی سے کوئی نیکی کرے تو بے شک

انہیں ایک خاص قسم کی پاکیزہ زندگی عطا فرماتا ہے جس کا صحیح ادراک ہمارے شعور سے بالاتر ہے، لہٰذا انہیں مردہ نہ کہو، نیز شہیدوں کو غسل اور کفن نہیں دیا جاتا کیونکہ شہادت نے ان کے اجسام اور زیب تن کپڑوں کو بھی پاک کر دیا ہے۔ شہید کی عظمت کے لئے ایک حدیث پاک ملاحظہ کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں جو ایک بار جنت میں داخل ہو جائے اور پھر وہاں سے نکلنے کی تمنا کرے اگرچہ اسے تمام دنیا بخش دی جائے، ہاں صرف شہید اس بات کی تمنا کرتا ہے کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور دس مرتبہ پھر اللہ کی راہ میں قتل ہو کیونکہ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ شہید کی کیا قدر ہے۔''

(بخاری: ۲۸۱۷: کتاب الجہاد: باب ۲۱)

[۱۱۲] آزمائش کی مشکل گھڑی میں جو لوگ اپنے مالک حقیقی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور صبر کا راستہ اختیار کرتے ہیں یہی وہ خوش نصیب ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

[۱۱۳] حضرت ہاجرہ (ہاجر) نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش میں صفا و مروہ پر چکر لگائے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی نیک بندی کی یہ ادا پسند آگئی اور حج و عمرہ کرنے والوں پر صفا و مروہ کے چکر لازمی قرار دے دیئے۔ زمانہ جاہلیت میں کفار صفا و مروہ پر بتوں کی پوجا کرتے تھے، اس لئے بعض مسلمانوں کو ان پہاڑیوں کی تعظیم گراں گزری کیونکہ اس میں کفار کے مشرکانہ فعل کے ساتھ کچھ مشابہت تھی۔ اس پر ان کے اطمینان کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تاکہ مسلمان کفار کے بتوں کا خیال نہ کریں بلکہ حضرت ہاجرہ کی سنت کا پاس رکھیں اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صفا و مروہ کی سعی کریں جس طرح کفار نے کعبہ میں بھی بت رکھے تھے لیکن اس سے کعبہ کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آیا اور اب بھی اس کا طواف جاری ہے۔

Marfat.com

شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾

اللہ تعالیٰ بڑا قدردان خوب جاننے والا ہے۔ [۱۱۴]

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَٰتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَٰبِ ۙ أُولَٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّٰعِنُونَ ﴿١٥٩﴾

۱۵۹۔ بے شک جو لوگ ہمارے نازل کیے ہوئے روشن دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں حالانکہ ہم نے اپنی کتاب میں سب لوگوں کے لئے انہیں کھول کر بیان کر دیا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ [۱۱۵]

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾

۱۶۰۔ البتہ جن لوگوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی اور (حقیقت کو) ظاہر کر دیا تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہوں۔

صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں، اس کی حقیقی وجہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن بظاہر تو یہی نظر آتا ہے کہ ان پر حضرت ہاجرہ (ہاجر) کے مقدس قدم لگے ہیں جن کی وجہ سے یہ پہاڑیاں قابل تعظیم بن گئی ہیں۔ اگر یہ وجہ درست ہو تو جہاں حضرات انبیائے کرام کے قدم لگیں یا ان کے مقدس اجسام موجود ہیں وہ تو بدرجہ اولیٰ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں قرار پائیں گی اور یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ اس آیت کی تفسیر بھی مسجد اقصیٰ (فلسطین) میں بیٹھ کر لکھ رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نشانی ہے جس کو مختلف انبیائے کرام نے تعمیر کیا اور اسی مسجد میں شب معراج تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے حضرت نبی آخر الزمان ﷺ کی امامت میں نماز ادا فرمائی۔

(مسجد اقصیٰ (فلسطین) بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز فجر کیم ذوالقعدۃ ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۶ جنوری ۲۰۰۱ء)

مگر یہ سوئے اتفاق ہے کہ اس وقت یہ مسجد یہودیوں کے قبضہ میں ہے اور ہر دروازے پر اسلحہ سے لیس یہودی فوج موجود ہے جن کی اجازت کے بغیر مسجد میں داخلہ ممکن نہیں ہے۔ خدا کرے ساری دنیا کے مسلمان آپس میں اتحاد کریں، اپنی دولت مشترکہ اور افواج مشترکہ کا انتظام کریں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ادا کرتے ہوئے القدس کو دوبارہ آزاد کرائیں۔ آمین!

[۱۱۴] انسان جو بھی نیکی کرے چاہے وہ فرض ہو یا نفل، چھوٹی ہو یا بڑی، اللہ تعالیٰ اس کا بہتر اجر عطا فرماتا ہے اور کسی کی نیکی ضائع نہیں ہوتی بلکہ ایک دن وہ اپنا حسین رنگ دکھاتی ہے۔

[۱۱۵] اس آیت میں بنی اسرائیل کے ان علماء کا ذکر ہے جو نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمتوں کو چھپاتے اور احکام

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَهُمۡ كُفَّارٌ اُولٰٓـئِكَ عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةُ اللّٰهِ وَالۡمَلٰٓـئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ۝۱۶۱

۱۶۱۔ بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر کی حالت میں ہی مر گئے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ ۝۱۶۲

۱۶۲۔ وہ ہمیشہ اسی (لعنت) میں رہیں گے، نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔

وَاِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ ۝۱۶۳

۱۶۳۔ اور تمہارا خدا ایک خدا ہے اور اس رحمٰن و رحیم خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

ع ۱۹ / ۱۱

اِنَّ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَ النَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِىۡ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِمَا يَنۡفَعُ النَّاسَ وَ مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَ بَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ

۱۶۴۔ بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں [۱۱۶] اور رات و دن کی گردش میں، اور جہازوں میں جو لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیزیں اٹھائے سمندر میں چلتے ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا جس کے ساتھ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے، اور ہواؤں کے بدلتے رہنے میں، اور بادل میں جو زمین و آسمان کے درمیان حکم کا پابند ہے (ان

خداوندی کو اپنی خواہشات کے مطابق تبدیل کر دیتے۔ ظاہر ہے ایسے علماء جہنم کے مستحق ہیں۔ آج بھی اگر کوئی عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کو چھپائے اور احکام شریعت میں تحریف کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے، ہاں اگر وہ سچے دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

[۱۱۶] پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان ہے کہ وہ صرف ایک ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس آیت میں توحید خداوندی کے ایسے عام فہم دلائل کا ذکر ہے جن کا ہم روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں یعنی زمین و آسمان کی تخلیق، لیل و نہار کی گردش، شمس و قمر کی روشنی، بارش کا پانی، زمین کی ہریالی اور کائنات میں ہر طرف بے مثال نظم و ضبط ایسے واضح دلائل ہیں جو ایک خالق حقیقی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ (توحید خداوندی کے عقلی دلائل کے لئے فقیر کی تصنیف ''اسلامی عقائد'' ملاحظہ فرمائیں۔)

Marfat.com

لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾

سب میں) عقل مند لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡدَادًا يُّحِبُّوۡنَهُمۡ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوۡ يَرَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اِذۡ يَرَوۡنَ الۡعَذَابَ ۙ اَنَّ الۡقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيۡعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾

۱۶۵۔ اور کچھ لوگ اوروں کو اللہ تعالیٰ کا مد مقابل بناتے ہیں، [۱۱۷] ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کرنی چاہیے، اور جو ایمان لائے ہیں وہ سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرتے ہیں، [۱۱۸] اور کاش! یہ ظالم (اب) جان لیتے (جو یہ اس وقت جانیں گے) جب عذاب کو (قیامت کے دن) دیکھ لیں گے کہ ساری قوتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اِذۡ تَبَرَّاَ الَّذِيۡنَ اتُّبِعُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡا وَرَاَوُا الۡعَذَابَ وَتَقَطَّعَتۡ بِهِمُ الۡاَسۡبَابُ ﴿۱۶۶﴾

۱۶۶۔ (خیال کرو) جن کی (اس دنیا میں) پیروی کی گئی جب وہ (آخرت میں) اپنے پیروکاروں سے بیزاری کا اعلان کردیں گے [۱۱۹] اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے تمام وسائل منقطع ہو جائیں گے۔

[۱۱۷] جو نادان ان واضح دلائل پر غور نہیں کرتے اور اپنے خالقِ حقیقی کو چھوڑ کر بتوں اور جھوٹے سرداروں کی محبت کا دم بھرتے ہیں قیامت کے دن وہ اپنے عذاب کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے مگر اس وقت کا اقرار بے سود ہوگا۔ کاش! وہ اسی دنیا میں اپنے خالقِ حقیقی پر ایمان لے آئیں۔

[۱۱۸] والدین، اہل و عیال اور مال و جاہ سے محبت انسانی فطرت ہے۔ اسلام ان سے محبت کی ترغیب دیتا ہے لیکن مؤمن سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرتا ہے تاکہ جب کبھی یہ محبتیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں رکاوٹ بنیں تو مؤمن پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب آ جائے اور وہ ان محبتوں کی پرواہ کئے بغیر اطاعت ربانی میں سرگرم عمل ہو جائے، نیز انبیاء، آلِ پاک، صحابہ کرام اور صالحین سے محبت بھی مؤمن کے ایمان کا حصہ ہے اور یہ محبتیں مؤمن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو اور زیادہ راسخ کرتی ہیں۔

[۱۱۹] قیامت کے دن بت اور مشرکین کے جھوٹے سردار اپنے پیروکاروں سے بیزاری کا اعلان کردیں گے۔ اس وقت جھوٹے خداؤں کے پیروکار کہیں گے: کاش! ہمیں ایک بار پھر واپس دنیا میں جانا ہوتا تو ہم بھی ان سے بیزاری کا اعلان کردیتے مگر قیامت سے پہلے تو یہ ساری دنیا ہی ختم ہو جائے گی، پھر وہ واپس کہاں جائیں گے، لہٰذا وہ ظالم اپنے دنیاوی اعمال پر

Marfat.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ ع

۱۶۷۔ اور پیروی کرنے والے کہیں گے: کاش! ہمیں (دنیا میں) لوٹ کر جانا ہوتا تو ہم بھی ان سے بیزاری کا اعلان کر دیتے جیسے وہ (آج) ہم سے بیزار ہو گئے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال دکھائے گا جو ان کے لئے باعث حسرت ہوں گے، اور وہ (کسی صورت میں) آگ (کے عذاب) سے نہ نکل سکیں گے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾

۱۶۸۔ اے لوگو! زمین کی ان چیزوں میں سے کھاؤ جو حلال اور پاکیزہ ہیں [۱۲۰] اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

۱۶۹۔ وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات کہو جو تم نہیں جانتے۔ [۱۲۱]

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

۱۷۰۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو کہتے ہیں: بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، [۱۲۲] اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔

پچھتائیں گے اور ہمیشہ آگ میں جلتے رہیں گے۔

[۱۲۰] حلال سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو شریعت نے حرام نہ قرار دیا ہو اور طیب سے مراد وہ عمدہ چیزیں ہیں جو گلی سڑی اور گندی نہ ہوں۔ حلال چیزیں کھانے سے انسان کی روحانیت مضبوط ہوتی ہے اور طیب چیزیں کھانے سے انسان کی جسمانی صحت پر برے اثرات نہیں پڑتے۔

[۱۲۱] شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، للہذا ہر انسان کو شیطان کی پیروی سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ انسان کو برائی اور بے حیائی کی دعوت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

[۱۲۲] اگر باپ دادا ہدایت یافتہ ہوں تو ان کی پیروی انبیاء کرام اور صالحین کی سنت ہے اور انسان کو جنت میں لے جاتی ہے،

Marfat.com

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

۱۷۱۔ اور کفار کی مثال ان (جانوروں) کی طرح ہے جن کو کوئی (چرواہا) پکارے تو وہ خالی پکار اور آواز کے سوا اور کچھ نہیں سنتے، [۱۲۳] یہ (کفار) بہرے، گونگے اور اندھے ہیں، سو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

۱۷۲۔ اے ایمان والو! ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

۱۷۳۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر (جس کا کھانا) حرام کیا ہے وہ صرف مردار، (بہا ہوا) خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو [۱۲۴] لیکن جو شخص مجبور ہو جائے [۱۲۵] جبکہ وہ سرکش اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو تو اس پر (بقدر

اور اگر باپ دادا گمراہ ہوں تو ان کی پیروی شیطان کا دھوکہ ہے اور انسان کو جہنم میں لے جاتی ہے۔

[۱۲۳] کفار کی مثال ان جانوروں کی سی ہے جو اپنے چرواہوں کے پیچھے چلتے ہیں اور بغیر سمجھے ان کی آواز پر حرکت کرتے ہیں اور جب ان (کفار) کو حق کی طرف بلایا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا جانوروں کو پکارا جا رہا ہے جو فقط آواز سنتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ بس کفار کی حالت بھی کچھ ایسی ہی ہے جیسے وہ بہرے ہیں سچی بات سننے کا حوصلہ نہیں رکھتے، وہ گونگے ہیں حق بات کہنے کی جرأت نہیں کرتے، اندھے ہیں حق کو دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتے اور بے عقل ہیں حق کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

[۱۲۴] اس آیت میں چار چیزوں کا ذکر ہے جو حرام ہیں: (۱) مردار، وہ مرا ہوا جانور جسے شرعی طریقہ پر ذبح نہ کیا گیا ہو (۲) بہا ہوا خون (۳) خنزیر (۴) اور وہ جانور جس کو ذبح کرتے وقت اللہ کے نام کے بجائے غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو یا اس کے ذبح کرنے سے غیر اللہ کی عبادت مقصود ہو تو ایسے جانور کا گوشت کھانا حرام ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ذبح کیا جائے اور غیر اللہ کی عبادت بھی مقصود نہ ہو تو ایسے جانور کا گوشت کھانا حلال ہے اگرچہ صدقہ، عقیقہ، ولیمہ، قربانی یا ایصال ثواب کے لئے اسے کسی بھی نام سے پکارا جائے۔

[۱۲۵] اگر کوئی شخص مجبور ہو جائے اور بھوک کی وجہ سے اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے تو وہ ان حرام چیزوں سے بقدر

Marfat.com

ضرورت کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں ، بے شک اللہ تعالیٰ گناہ بخشنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾

۱۷۴۔ بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے کتاب میں نازل کیا ہے اور اس کے بدلے میں حقیر سا معاوضہ لیتے ہیں ، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں [۱۲۶] اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان کے لئے درد ناک عذاب ہے ۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾

۱۷۵۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید لیا اور مغفرت کے بدلے عذاب کو ، (تعجب ہے) کس چیز نے انہیں آگ (کے عذاب) پر اتنا صابر بنا دیا ہے ۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع

۱۷۶۔ یہ سزا اس وجہ سے ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ، اور بے شک جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف کیا وہ دور دراز کے جھگڑوں میں پھنسے ہیں ۔

ضرورت کھا سکتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی بحال رکھ سکے ، اور اس کی مجبوری کے باعث اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے گا ۔

[۱۲۶] اس آیت کا نزول اگرچہ یہود کے متعلق ہے لیکن آج بھی اگر کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کو چھپائے اور اس کے بدلے میں دنیاوی منفعت حاصل کرے تو اس کی سزا بھی یہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم اور دردناک عذاب کی مستحق ہوگی کیونکہ اس نے جان بوجھ کر احکام خداوندی میں اختلاف کیا اور ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی ۔ حیرت ہے کہ کس چیز نے اسے جنت کو چھوڑ کر آگ کے عذاب پر صابر بنا دیا ہے ۔

Marfat.com

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

۱۷۷۔ نیکی صرف یہی نہیں کہ تم (نماز میں) اپنے رُخ مشرق یا مغرب کی طرف پھیرلو [۱۲۷] بلکہ اصل نیکی تو اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ، روزِ قیامت، فرشتوں، کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا پسندیدہ مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے، اور پورا کرنے والے اپنے وعدوں کو جب وہ وعدہ کرتے ہیں اور تکلیف، سختی اور جہاد میں صبر کرنے والے، یہی لوگ سچے ہیں، اور یہی لوگ متقی ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ۗ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۗ فَمَنْ

۱۷۸۔ اے ایمان والو! تم پر مقتولین کا قصاص (بدلہ) لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، اور عورت کے بدلے عورت، [۱۲۸] ہاں جس قاتل کو اس کے بھائی (مقتول کے وارث)

---

[۱۲۷] اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لئے ایک سمت مقرر فرمائی جس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جائے تاکہ اس میں مرکزیت اور اجتماعیت قائم رہے، مگر نیکی صرف یہی نہیں کہ انسان نماز میں مشرق یا مغرب کی طرف رخ کر لے، ٹھیک ہے یہ بھی ایک نیکی ہے لیکن اصل نیکی تو اللہ تعالیٰ کے سارے احکام کی پیروی ہے یعنی اس آیت میں جن عقائد و معاملات اور اخلاق و عبادات کا ذکر کیا گیا ہے ان سب کی پابندی سے ہی انسان اصل نیکی کا مستحق قرار پاتا ہے۔

[۱۲۸] اسلام سے پہلے عرب میں اگر کوئی شخص قتل کر دیا جاتا تو اس کے وارث قاتل کے کئی اور بے گناہ آدمی بھی قتل کر دیتے، اسی طرح کسی آزاد آدمی کو غلام قتل کر دیتا تو غلام کے بدلے غیر قاتل آزاد آدمی کا سر قلم کر دیا جاتا جو کہ سراسر ظلم تھا، چنانچہ قرآن کریم نے اس ظالمانہ رسم کو ختم کر کے حکم دیا کہ قاتل ہی قصاص میں قتل کیا جائے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، لیکن اسلام میں قصاص لینے اور دیگر حدود قائم کرنے کا حق صرف حکومت وقت کو حاصل ہے۔ کوئی انسان قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔

Marfat.com

عُفِيَ لَهُ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾

کی طرف سے کچھ معاف کردیا جائے[۱۲۹] تو مقتول کا وارث دستور کے مطابق خون بہا طلب کرے اور قاتل نیکی کے ساتھ اس کو ادا کردے، [۱۳۰] یہ تمہارے رب کی طرف سے رعایت اور رحمت ہے، پھر اس کے بعد جو زیادتی کرے [۱۳۱] اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

۱۷۹۔ اور اے عقل مند لوگو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے[۱۳۲] تاکہ تم (قتل کرنے سے) پرہیز کرو۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ

۱۸۰۔ تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت قریب آجائے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے انصاف کے

[۱۲۹] قاتل نے قتل کرکے پیار ومحبت کے سارے رشتے توڑ دیئے۔ مقتول کے وارث اب اسے زندہ دیکھنا گوارا نہیں کرسکتے اور ان کا غصہ بھی بے جا نہیں لیکن قرآن کریم نے بھائی کا لفظ بول کر غضب ناک وارثوں کو یاد دلایا ہے کہ قاتل واقعی مجرم ہے مگر ہے تو وہ تمہارا اسلامی بھائی، لہٰذا اگر تم کچھ معاوضہ لے کر یا معاوضہ لئے بغیر اپنے خطا کار بھائی کو معاف کردو تو وہ تمہارا احسان مند ہوگا اور پھر سے دونوں خاندانوں میں امن وسکون لوٹ آئے گا۔

[۱۳۰] مقتول کے وارث اگر قصاص (قتل کے بدلے قتل) معاف کرکے دیت (قتل کا معاوضہ) لینے پر راضی ہوجائیں تو انہیں احسن طریقہ سے دیت طلب کرنی چاہئے اور قاتل کو بھی ان کے احسان کی قدر کرتے ہوئے طے شدہ معاوضہ جتنا جلد ہوسکے خوشی کے ساتھ ادا کردینا چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رعایت اور خصوصی رحمت ہے۔

[۱۳۱] فریقین کی باہمی صلح کے بعد جس نے زیادتی کی یعنی مقتول کے وارث نے معاف کرنے یا دیت لینے کے بعد بھی قاتل کو قتل کردیا تو دنیا میں وہ قتل کا مستحق ٹھہرے گا اور آخرت میں اسے دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا۔

[۱۳۲] قصاص میں پورے معاشرہ کی زندگی ہے، اگر ایک قاتل کو اس کے جرم کے بدلے میں قتل کردیا جائے تو دوسرے مجرم اپنا برا انجام دیکھ کر باز آجائیں گے اور اس طرح ایک قاتل کے قتل کرنے سے بے شمار معصوم جانیں قتل وغارت سے بچ جائیں گی، نیز جن ممالک نے قتل کی سزا منسوخ کردی ہے وہاں قتل وغارت کی رفتار ترقی پذیر ہے کیونکہ وہ ایک قاتل (مستحق قتل) کی جان بچا کر بہت سے بے گناہ انسانوں کی جانیں خطرے میں ڈالتے ہیں۔

Marfat.com

الۡاَقۡرَبِیۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۚ حَقًّا عَلَی الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۸۰﴾

ساتھ وصیت کرے، [۱۳۳] ایسا کرنا پرہیزگاروں کے لئے ضروری ہے۔

فَمَنۡۢ بَدَّلَهٗ بَعۡدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثۡمُهٗ عَلَی الَّذِیۡنَ یُبَدِّلُوۡنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۱۸۱﴾

۱۸۱۔ پھر جو اس وصیت کو سن لینے کے بعد تبدیل کر دے تو اس کا گناہ صرف تبدیل کرنے والوں پر ہوگا، [۱۳۴] بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے جاننے والا ہے۔

فَمَنۡ خَافَ مِنۡ مُّوۡصٍ جَنَفًا اَوۡ اِثۡمًا فَاَصۡلَحَ بَیۡنَهُمۡ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۸۲﴾

۱۸۲۔ پھر جس کو وصیت کرنے والے سے کسی طرفداری یا گناہ کا اندیشہ ہو، پس وہ ان کے درمیان صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، [۱۳۵] بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ

۱۸۳۔ اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے [۱۳۶] جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا

[۱۳۳] عرب میں دستور یہ تھا کہ مرنے والا جس کے لئے چاہتا، جتنا چاہتا وصیت کر دیتا۔ اس میں اپنے بیگانے اور امیر و غریب کی کوئی تمیز نہیں تھی اور اگر اسے وصیت کا موقع نہ ملتا تو اکثر اس کے بیٹے ہی وارث بن جاتے۔ ماں باپ اور دوسرے رشتہ دار اس کی وراثت سے بالکل محروم رہتے اور بعض دفعہ بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتے۔ اس پر قرآن مجید نے مرنے والے مسلمانوں پر فرض قرار دیا کہ وہ اپنے والدین اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کا انتظام کریں، لیکن جب سورۃ النساء میں میراث کے احکام نازل ہوئے اور ہر ایک کا حصہ اللہ تعالیٰ نے متعین فرما دیا تو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا، لہٰذا اب وصیت کرنا فرض نہیں، البتہ وراثت کے تیسرے حصہ سے رفاہ عامہ کے کاموں کے لئے یا ان لوگوں کے لئے وصیت کی اجازت ہے جن کا وراثت میں حصہ نہیں ہے۔ (تفصیلات کے لئے سورۃ النساء کی آیات سات تا بارہ ملاحظہ کریں)۔

[۱۳۴] اگر مرنے والے نے دستور کے مطابق وصیت کی تھی اور بعد میں کسی نے اس کو تبدیل کر دیا تو اس کا گناہ صرف وصیت تبدیل کرنے والے کو ہوگا کسی اور سے باز پرس نہیں ہوگی۔

[۱۳۵] اگر کسی کو وصیت کرنے والے سے خطا یا زیادتی کا اندیشہ ہو تو وہ وصیت کرنے والے کو عدل و انصاف کی تلقین کرے لیکن اس کے باوجود اگر وہ غلط وصیت کرے تو جو شخص اس وصیت کو شریعت کے موافق تبدیل کر دے اور وارثوں میں صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس نے عدل و انصاف کے تقاضے پورے کئے ہیں۔

[۱۳۶] روزے ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئے۔ شریعت میں روزے کی تعریف یہ ہے کہ انسان عبادت کی نیت سے صبح

Marfat.com

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾

تھا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔[۱۳۷]

اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

۱۸۴۔ یہ (روزے) گنتی کے چند دن ہیں، لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو [۱۳۸] تو وہ اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے، اور جن لوگوں کے لئے روزہ رکھنا مشکل ہو تو (ان کے ایک روزے کا) فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے، [۱۳۹] اور جو خوشی سے زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے، اور تمہارے حق میں بہتر کام یہی ہے کہ تم روزہ رکھو اگر تم جانتے ہو۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ

۱۸۵۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے سراپا ہدایت ہے اور (اس میں) ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی نشانیاں

صادق سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور عمل زوجیت سے اجتناب کرے۔ پہلی امتوں پر بھی روزے فرض تھے لیکن ان کی تعداد اور کیفیت مختلف تھی۔

[۱۳۷] روزے کی حالت میں حلال چیزیں نہ کھانے سے انسان کے اندر ضبطِ نفس کی قوت بڑھ جاتی ہے۔ حرام چیزوں سے بچنے کا حوصلہ ملتا ہے اور بالآخر انسان تقویٰ کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے، نیز بھوک اور پیاس کا تجربہ انسان کے دل میں غریبوں سے ہمدردی کے جذبات پیدا کرتا ہے۔

[۱۳۸] صرف ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں لیکن اگر کوئی شخص بیمار ہے یا مسافر (ستانوے (۹۷) کلومیٹر سے زائد سفر پر) ہے تو اس کو افطاری کی اجازت ہے اور اتنے روزے رمضان کے علاوہ قضا کر لے اور اگر مرض یا سفر میں روزہ رکھنا مشکل نہ ہو تو روزہ رکھنا ہی بہتر ہے۔

[۱۳۹] جن لوگوں کے لئے روزہ رکھنا دشوار ہو جیسے بوڑھا، دائمی مریض وغیرہ تو ان کے لئے اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلا دیں اور اگر کوئی ہر روزے کے بدلے ایک کے بجائے زیادہ مسکینوں کو کھانا کھلائے تو یہ اس کے لئے اور زیادہ بہتر ہے۔

Marfat.com

فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

ہیں، [۱۴۰] پس تم سے جو کوئی اس ماہ (رمضان) کو پائے تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے، اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا اور تاکہ تم (روزوں کی) تعداد پوری کر لو، اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

۱۸۶۔ اور (اے رسول مکرم ﷺ!) جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو (انہیں بتا دو کہ) میں (ان کے) بالکل نزدیک ہوں، [۱۴۱] دعا کرنے والا جب دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں، [۱۴۲] پس لوگوں کو چاہیے کہ وہ

[۱۴۰] قرآن کریم لوگوں کے لئے سراپا ہدایت ہے اور اس نے حق و باطل کے راستے بالکل واضح کر دیئے ہیں۔ اس عظیم نعمت (قرآن کریم) کے نزول کا آغاز ماہِ رمضان میں ہوا، اور اس کی برکت سے ماہِ رمضان کا رتبہ بھی بلند ہو گیا، لہٰذا جو انسان اپنی زندگی میں ماہِ رمضان پائے تو وہ پورا مہینہ روزے رکھے اور اس طرح نزول قرآن پر اپنے محسن حقیقی کا شکر ادا کرے اور روزے کی برکتوں سے اپنے اندر تقویٰ پیدا کرے۔

[۱۴۱] بعض صحابہ کرام ﷡ نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پیارے حبیب مکرم ﷺ! ان کو فرمایئے: ''میں بالکل قریب ہوں۔'' کتنا روح پرور جملہ ہے، جس دکھ درد کے مارے اور مصائب میں گھرے ہوئے انسان کو علم ہو جائے کہ اس کا رب اس کے بالکل قریب ہے بلکہ اس کے دل میں پنہاں خیالات کو جانتا ہے، زبان پر آنے والے الفاظ کو سنتا ہے، جسم پر آنے والے حوادث کو دیکھتا ہے، وہ مہربان ہے اور مشکلات کو آسان کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے تو اس پریشان حال انسان کے دماغ سے مایوسی کے بادل چھٹ جاتے ہیں، امیدوں کا ابر کرم برسنے لگتا ہے اور مصائب کے ہجوم میں بھی صراطِ مستقیم پر بڑھتا چلا جاتا ہے۔

[۱۴۲] کئی دفعہ انسان دعا کرتا ہے لیکن قبولیت کے آثار دکھائی نہیں دیتے، اس کی ایک وجہ تو حضور اکرم ﷺ نے واضح

Marfat.com

میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠

۱۸۷۔ تمہارے لئے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے، وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو، [۱۴۳] اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اپنے آپ سے خیانت کرتے تھے، پس اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا، [۱۴۴] سو اب تم ان سے مباشرت کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لئے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ فجر کا سفید

فرمادی ہے کہ ایک آدمی دور دراز کا سفر کرتا ہے، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا ہے مگر اس کا کھانا اور لباس سب حرام کی کمائی سے ہے، اس کے پیٹ میں جو غذا ہے وہ بھی حرام ہے تو ایسے حرام خور کی دعا قبول ہونے کے لائق نہیں۔
(مسلم:۲۳۴۶: کتاب الزکوۃ: باب ۱۹)

نیز مقبول دعا کے ظہور کی بھی مختلف صورتیں ہیں: مثلاً یا تو وہی چیز ملتی ہے جس کی دعا کی یا دنیا میں اس سے بہتر چیز ملتی ہے یا اس دعا کے بدلے میں کوئی بڑی مصیبت اس سے ہٹا دی جاتی ہے یا آخرت میں اس قدر ثواب اس کے لئے محفوظ کر دیا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر کتنا مہربان ہے ذرا اندازہ لگائیں)، بعض دفعہ بندہ ایسی چیز کی دعا کرتا ہے جو انجام کار اس کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کی مانگی ہوئی چیز اسے عطا نہیں فرماتا بلکہ اس کے بدلے میں کسی آنے والی مصیبت کو ٹال دیتا ہے یا اس کا ثواب آخرت کے لئے محفوظ کر لیتا ہے اور اس اجر و ثواب کی کثرت کو دیکھ کر بندہ تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی بھی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی اور آخرت میں اس کے اجر عظیم سے لطف اندوز ہوتا۔
(مستدرک للحاکم: ۱۸۱۹: جلد اول: ص ۶۷۱)

[۱۴۳] قرآن کریم نے میاں بیوی کے باہمی تعلقات کو لباس سے تعبیر کیا ہے۔ لباس انسان کے جسمانی عیب کو جانتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہوں سے چھپاتا ہے، لباس انسان کے حسن و جمال کو نکھارتا ہے، لباس انسان کو سردی گرمی کے اثرات سے بچاتا ہے اور چین و آرام پہنچاتا ہے اور جو میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے لباس کے تقاضے پورے کریں یعنی خامیوں کی پردہ پوشی کریں، خوبیوں کی داد دیں، پاکیزگی کی حفاظت کریں اور مشکلات سے بچائیں ان کا گھر اسی دنیا میں جنت نظیر بن جاتا ہے اور اسلام ہر گھر کو اسی طرح مثالی گھر دیکھنا چاہتا ہے۔

Marfat.com

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

دھاگہ (رات کے) سیاہ دھاگہ سے ممتاز ہو جائے، [۱۴۵] پھر رات تک روزے کو پورا کرو، اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو اپنی بیویوں سے (کسی وقت بھی) مباشرت نہ کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں ان (کو توڑنے) کے قریب نہ جانا، [۱۴۶] اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع

۱۸۸۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے اموال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور اس مال سے (رشوت دے کر) حاکموں تک رسائی حاصل نہ کرو تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ تم ناجائز طور پر کھا سکو [۱۴۷] حالانکہ تم جانتے ہو۔

---

[۱۴۴] ابتدا میں حکم یہ تھا کہ رمضان کی راتوں میں بھی عورتوں کے پاس جانے کی اجازت نہ تھی لیکن بعض صحابہ کرام ﷡ سے اپنی بیویوں کے ساتھ مباشرت کی خطا سرزد ہو گئی، وہ اس پر نادم ہو کر حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حقیقت حال بیان کر دی، تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزش معاف کر دی ہے اور آئندہ کے لئے رمضان کی راتوں میں صبح صادق تک مباشرت کی اجازت دے دی تاکہ تم اپنی بیویوں سے لطف اندوز ہو سکو اور وہ اولاد جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں لکھ دی ہے اس کو طلب کر سکو۔

[۱۴۵] اس میں روزے کی ابتدا اور انتہا کا وقت بتایا جا رہا ہے۔ صبح صادق سے روزے کی ابتدا ہوتی ہے یعنی جب رات کی تاریکی میں صبح کی سفیدی ظاہر ہو جائے اور روزے کی انتہا رات کے آنے تک ہے یعنی جب سورج غروب ہو جائے، لہٰذا صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک روزے کا وقت ہے۔ اس کے علاوہ انسان کے لئے کھانے، پینے اور عمل زوجیت کی اجازت ہے، لیکن جو انسان اعتکاف میں بیٹھ جائے اسے رات کو بھی عمل زوجیت کی اجازت نہیں ہے، البتہ کھانے پینے پر کوئی پابندی نہیں۔

[۱۴۶] روزہ اور اعتکاف کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو حدود اور قاعدے مقرر فرما دیئے ہیں ان سے تجاوز نہ کیا جائے کیونکہ ان کی پابندی سے ہی انسان کے اندر تقویٰ پیدا ہوتا ہے جو کہ روزے اور نزول قرآن کا اصل مقصد ہے۔

[۱۴۷] دوسرے لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے حاصل کرنا ہر صورت میں حرام ہے چاہے براہ راست کسی کا حق غصب کیا جائے

Marfat.com

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ
لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا
الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ
اتَّقٰی ۚ وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪
وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

۱۸۹۔ لوگ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرمائیے: یہ لوگوں کے لئے اور حج کے لئے وقت کی علامتیں ہیں، [۱۴۸] اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے داخل ہو [۱۴۹] لیکن نیکی تو اس شخص کی ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ
وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ
الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾

۱۹۰۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو، [۱۵۰] کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

یا حاکم کو رشوت دے کر کسی کی حق تلفی کی جائے۔

[۱۴۸] چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کی حکمت بتائی جا رہی ہے کہ یہ ایک عوامی اور عالمگیر کیلنڈر ہے جس کے ذریعے لوگ اپنے اوقات اور تاریخوں کا تعین کر سکتے ہیں۔ خاص طور پر حج کے مہینوں کا علم تو تمام اہل عرب کے لئے بہت اہم تھا کیونکہ ان مہینوں میں وہ لڑائیاں بند کر دیتے، کسی پر زیادتی نہ کرتے، تجارتی قافلے محفوظ ہو جاتے اور امن کی وجہ سے کاروبار فروغ پاتے۔

[۱۴۹] اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ جب حج کے لئے احرام باندھ لیتے اور اگر کسی کام کی غرض سے گھر میں داخل ہونے کی ضرورت پڑتی تو دروازوں سے داخل نہ ہوتے بلکہ پیچھے سے دیوار پھلانگ کر یا اس میں سوراخ کر کے داخل ہوا کرتے اور اس کو بہت بڑی نیکی سمجھتے۔ قرآن کریم نے ان کی اس لایعنی حرکت کی تردید کر دی کہ ایسی فضول رسموں کا نیکی سے کوئی تعلق نہیں۔ اصل نیکی تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اس کی نافرمانی سے بچنا ہے، لہٰذا اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل ہوا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

[۱۵۰] کفارِ مکہ تیرہ سال تک مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑتے رہے لیکن مسلمان صبر کے پہاڑ بن کر برداشت کرتے رہے حتیٰ کہ مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے تو وہاں بھی کفار کے مظالم میں کمی نہ آئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت فرمائی تاکہ وہ کفار کے مظالم کا جواب طاقت سے دے سکیں۔

اگر کفر و اسلام کی پہلی تین جنگوں کے محل وقوع پر غور کیا جائے تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کفار اور ان کے حلیف مسلمانوں کو مٹانے کے لئے ان کے گھر حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں نے مدافعت کے لئے مجبوراً تلوار اٹھائی، مثلاً جنگِ بدر مدینہ سے

Marfat.com

نوے میل کے فاصلہ پر، جنگِ احد چند میل کے فاصلہ پر اور جنگِ احزاب مدینہ کے دروازے پر لڑی گئی ۔ کفار کے ان جارحانہ عزائم کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت عطا فرمائی مگر وہ بھی کتنے حسین انداز میں :

۱۔ جہاد کی اجازت ہے مگر صرف حق کی سربلندی کے لئے ۔ لوٹ مار، نسلی تعصب، ہوسِ ملک گیری وغیرہ اسلام کے نظریۂ جہاد سے فروتر ہیں ۔

۲۔ جہاد کی اجازت ہے مگر صرف ان لوگوں کے ساتھ جو تمہارے ساتھ جنگ کریں یا جنگ کرنے کی تیاری میں مصروف ہوں ۔

۳۔ جہاد کی اجازت ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ کسی پر زیادتی نہ کی جائے یعنی عورت، مریض، بچے، بوڑھے، مذہبی رہنما حتیٰ کہ جانور اور پھلدار درختوں کو بھی بلا ضرورت نقصان نہ پہنچایا جائے ۔

اسلام پر دہشت گردی اور طاقت کا الزام لگانے والے اس آیت میں دوبارہ غور کریں ۔ اس صفحہ ہستی پر اسلام پہلا مذہب ہے جو دشمن کے ساتھ تبادلۂ طاقت کے وقت بھی عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے تاکہ کسی غیر مجرم کو قتل نہ کیا جائے ۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبرِ اسلام کے دور میں جتنی بھی جنگیں ہوئیں ان میں دونوں اطراف سے قتل ہونے والوں کی کل تعداد صرف ایک ہزار چودہ (۱۰۱۴) تھی جن میں دوسو پچپن (۲۵۵) مسلمان اور سات سو انسٹھ (۷۵۹) کافر تھے

(شریعت: اسلامی قانون از عبد الرحمن دوئی: ص ۴۴۴)

The battles of the Prophet in the 10 years of military activities in the Madinan period, the total loss of life incurred was 255 Muslims only as against 759 enemies of Islam.

(Shari'ah the Islamic law by Abdul Rahman Doi page 444).

لیکن دوسری طرف آج کی ترقی یافتہ اقوام کا کارنامہ ملاحظہ کریں، پہلی جنگِ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) اور دوسری جنگِ عظیم (۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء) میں یعنی صرف دس سالوں میں پینسٹھ ملین (65,000,000) لوگوں کو ختم کیا گیا۔

(انسائیکلو پیڈیا ہچن سن)

An estimated 10 millions lives were lost in world war 1 (1914 to 1918) and an estimated 55 millions lives were lost in world war 2 (1939 to 1945).

(The Hutchinson Encyclopedia edition 1999).

جبکہ زخمی اور بے گھر ہونے والوں کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہے ۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ دہشت گرد اسلام ہے

Marfat.com

وَاقۡتُلُوۡهُمۡ حَيۡثُ ثَقِفۡتُمُوۡهُمۡ وَاَخۡرِجُوۡهُمۡ مِّنۡ حَيۡثُ اَخۡرَجُوۡكُمۡ وَالۡفِتۡنَةُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوۡهُمۡ عِنۡدَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوۡكُمۡ فِيۡهِ ۚ فَاِنۡ قٰتَلُوۡكُمۡ فَاقۡتُلُوۡهُمۡ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۹۱﴾

۱۹۱۔ اور ان (کافروں) کو قتل کرو جہاں بھی انہیں پاؤ [۱۵۱] اور ان کو نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی زیادہ سخت ہے، اور مسجد حرام کے پاس ان سے جنگ نہ کرو یہاں تک کہ وہ خود تم سے وہاں جنگ کرنے لگیں، سو اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم بھی ان سے جنگ کرو، ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔

فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۹۲﴾

۱۹۲۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَقٰتِلُوۡهُمۡ حَتّٰى لَا تَكُوۡنَ فِتۡنَةٌ وَّيَكُوۡنَ الدِّيۡنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۹۳﴾

۱۹۳۔ اور ان سے جہاد کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آجائیں تو ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی جائز نہیں۔

جو کسی نہتے پر تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا یا ہوسِ ملک گیری کے وہ بے رحم حکمران ہیں جو معصوم بچوں، لاچار بوڑھوں، اور آباد بستیوں کو بموں سے اڑا دیتے ہیں...؟

نیز آج اسلام امریکہ اور یورپ جیسے ترقی یافتہ ممالک میں ترقی پذیر ہے۔ یہاں کے اصل باشندے بھی اسلام قبول کر رہے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسلام طاقت اور دولت کے زور سے پھیلا تھا تو آج طاقت اور دولت تو امریکہ اور یورپ کے پاس ہے۔ مسلمان تو یہاں ایک مزدور اور محکوم کی حیثیت سے آئے ہیں تو پھر یہاں کے اصل باشندوں کو اسلام کی طرف کس چیز نے مائل کیا۔ ظاہر ہے یہ طاقت اور دولت نہیں بلکہ اسلام کی وہ فطری اور سنہری تعلیمات ہیں جو عقل سلیم کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔

[۱۵۱] اور جب کفار مکہ جنگ چھیڑ دیں تو جہاں کہیں انہیں پاؤ قتل کر دو اور جیسے انہوں نے تمہیں مکہ مکرمہ سے نکل جانے پر مجبور کر دیا تم بھی انہیں وہاں سے نکال دو کیونکہ مکہ مکرمہ جیسے مقدس شہر میں انہوں نے کفر و شرک اور فتنہ و فساد کا ایسا بازار گرم کر رکھا ہے جو قتل سے بھی زیادہ برا ہے، البتہ مسجد حرام کے احترام کا خیال رکھنا، اس کے قریب کفار پر تلوار نہ اٹھانا لیکن اگر وہ وہاں بھی قتال شروع کر دیں تو تم بھی اپنے دفاع کے لئے تلوار اٹھا لو اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھو جب تک فتنہ و فساد ختم نہ ہو

Marfat.com

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

۱۹۴۔ حرمت والے مہینے کا بدلہ حرمت والا مہینہ ہے اور ساری حرمتوں کا لحاظ برابری کے ساتھ ہونا چاہیے، [۱۵۲] سو جو شخص تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اتنی زیادتی کرلو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ ۖۚ وَ اَحْسِنُوْا ۛ ۚ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾

۱۹۵۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو [۱۵۳] اور اچھے کام کیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ ۚ وَ لَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ ؕ

۱۹۶۔ اور حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لئے پورا کرو، [۱۵۴] پھر اگر تم روک لئے جاؤ تو قربانی کا جانور جو آسانی سے مل جائے (وہ بھیج دو) اور اپنے

جائے، اور اگر یہ کافر اتنے گناہ کے بعد بھی جنگ سے باز آجائیں اور کفر سے توبہ کرلیں تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا دروازہ کھلا ہے۔

[۱۵۲] قبائل عرب اکثر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے مگر محرم، رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے مہینے زیارتِ کعبہ کے لئے مخصوص تھے۔ اس لئے ان چار مہینوں کا احترام کرتے اور ان میں جنگ وجدال اور لوٹ مار نہ کرتے تاکہ زائرین کعبہ امن وامان کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھ سکیں لیکن ذوالقعدہ چھ ہجری میں جب مسلمان زیارت کعبہ کے لئے گئے تو اہل مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کو روک دیا اور آئندہ سال آنے کی اجازت دی، چنانچہ ذوالقعدہ سات ہجری میں جب مسلمان دوبارہ زیارتِ کعبہ کے لئے گئے تو کفار نے جنگ کی تیاری شروع کردی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ارشاد فرمایا کہ حرمت والے مہینے سب کے لئے برابر ہیں، اگر کفار ان کا احترام کریں تو تم بھی کرو اور اگر وہ ان کا پاس نہ کریں اور تمہارے ساتھ جنگ شروع کردیں تو تم بھی مدافعت کے لئے تیار ہو جاؤ۔

[۱۵۳] اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دولت سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور بخل کرکے اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، نیز اس کام سے بچو جو انسان کو تباہی کی طرف لے جائے۔

[۱۵۴] حج اور عمرہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنا چاہیے اور جب احرام باندھ لیا جائے تو پھر اس کا پورا کرنا ضروری ہے

Marfat.com

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ
رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ
نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۟ فَمَنْ تَمَتَّعَ
بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ
الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ
اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ
تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ
يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ ۱۹۶ ع

سر نہ منڈاؤ یہاں تک کہ قربانی کا جانور اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے، [۱۵۵] پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو (جس کی وجہ سے وہ سر منڈا لے) تو وہ فدیہ کے طور پر روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے، [۱۵۶] پھر جب تمہیں امن نصیب ہو جائے (اور تم حج سے پہلے مکہ پہنچ جاؤ) تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو جو اسے میسر ہو قربانی کرے، [۱۵۷] اور جو قربانی نہ کر سکے وہ ایام حج میں تین روزے رکھے اور سات روزے جب تم گھر لوٹ آؤ، یہ پورے دس (روزے) ہوئے، یہ رعایت اس کے لئے ہے جس کے اہل و

چاہے نفلی حج و عمرہ ہو۔

[۱۵۵] جو مسلمان حج و عمرہ کا احرام باندھ لے اور راستہ میں بیمار ہو جائے یا دشمن راستہ روک لے اور ایام حج میں اسے مکہ مکرمہ جانا مشکل نظر آئے تو وہ قربانی کا جانور یا اس کی قیمت کسی کے ہاتھ حرم شریف روانہ کر دے اور لے جانے والے کے ساتھ ایک تاریخ مقرر کر لے۔ جس دن وہ حرم شریف میں قربانی ذبح کرے گا، اس دن وہ سر منڈا کر یا بال کٹا کر احرام کھول دے اور یہ مسلک امام اعظم ابوحنیفہ کا ہے کہ قربانی کے جانور کو ذبح کے لئے حرم شریف بھجوایا جائے، البتہ ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل) کا مسلک یہ ہے کہ وہیں راستہ میں ہی قربانی ذبح کر کے احرام کھول دے۔

[۱۵۶] مناسک حج ادا کرنے کے بعد سر منڈایا جاتا ہے لیکن اگر بیماری یا سر درد کی وجہ سے کسی کو پہلے سر منڈانے کی ضرورت پڑ جائے تو سر منڈا لے اور فدیہ کے طور پر تین روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا بکری ذبح کر دے، ان تین چیزوں میں سے جو آسان ہو اختیار کرے۔

[۱۵۷] حج کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ اِفراد : یعنی صرف حج کیا، اس میں قربانی واجب نہیں اور اہل مکہ یہی حج کرتے ہیں، انہیں حج تمتع یا قران کی اجازت نہیں۔
۲۔ تمتع : پہلے عمرہ ادا کیا اور احرام کھول دیا، پھر آٹھ ذوالحجہ کو دوبارہ احرام باندھ کر حج کیا۔
۳۔ قِران : حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا، پہلے عمرہ ادا کیا لیکن احرام بدستور رہا یہاں تک کہ حج کیا۔

Marfat.com

عیال مسجد حرام کے قریب رہنے والے نہ ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

۱۹۷۔ حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں، [۱۵۸] جو شخص ان میں حج کی نیت کر لے تو وہ حج کے دوران بے حیائی، گناہ اور جھگڑا نہ کرے، [۱۵۹] اور جو تم نیک کام کرو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے، اور زادِ راہ تیار کرو [۱۶۰] اور سب سے بہتر زادِ راہ پرہیزگاری ہے اور اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ

۱۹۸۔ اگر (حج کے ساتھ ساتھ) تم اپنے رب کا فضل (رزق) بھی تلاش کرو تو اس میں کوئی حرج

قرآنِ کریم کی اس آیت میں حج کی آخری دونوں صورتوں کی طرف اشارہ ہے جن میں حج کے ساتھ عمرہ کا نفع بھی شامل ہے اور یہ رعایت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو مکہ میں رہنے والے نہیں بلکہ دور دراز کی مسافتیں طے کر کے آتے ہیں۔ آخری دونوں صورتوں میں قربانی واجب ہے اور یہ اس لئے ہے تاکہ وہ حج کے ساتھ عمرہ کے نفع اٹھانے کا شکریہ ادا کرے، اور اگر کوئی شخص قربانی نہ دے سکے تو وہ ایامِ حج میں دسویں ذوالحجہ سے پہلے تین روزے رکھے اور سات روزے حج سے فارغ ہونے کے بعد رکھے، خواہ مکہ مکرمہ میں رکھے یا واپس اپنے شہر جا کر رکھے۔ اس طرح دس روزے رکھنے سے اس کی طرف سے قربانی کا بدلہ ادا ہو جائے گا۔

[۱۵۸] حج کے مہینوں سے مراد شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔

[۱۵۹] بے حیائی، گناہ اور جھگڑا کرنا ہر وقت اور ہر جگہ ممنوع ہے لیکن احرام کی حالت میں ان کا گناہ بہت سخت ہے اور جو خوش نصیب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج کرے اور حج کے دوران بے حیائی اور گناہ سے بچا رہے تو وہ حج کے بعد گناہوں سے یوں پاک ہوگا جیسے وہ اپنی ولادت کے وقت گناہوں سے پاک تھا۔ (بخاری: ۱۵۲۱: کتاب الحج: باب ۴)

[۱۶۰] زمانہ جاہلیت میں یمن کے لوگ حج کے لئے نکلتے تو زادِ راہ ساتھ نہ لاتے اور اس کو بہت بڑی نیکی اور توکل کی علامت تصور کرتے لیکن جب مکہ پہنچتے تو بھیک مانگنا شروع کر دیتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ زادِ راہ لے کر چلا کرو، دوسروں پر بوجھ بننا کوئی نیکی نہیں، نیز اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو۔ جیسے دنیوی سفر کے لئے انتظام خورد و نوش ضروری ہے اسی طرح سفرِ آخرت کے لئے بہترین توشہ تقویٰ ہے۔

Marfat.com

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَ
اذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ
لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾

نہیں، [۱۶۱] پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو [۱۶۲] اور اس طرح اس کا ذکر کرو جس طرح اس نے تمہیں ہدایت دی ہے، اگرچہ اس سے پہلے تم گمراہوں میں سے تھے۔

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَ
اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

۱۹۹۔ پھر تم بھی وہیں سے واپس آؤ جہاں سے دوسرے لوگ واپس آتے ہیں [۱۶۳] اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرو، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ
كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ
النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا

۲۰۰۔ پھر جب تم حج کے ارکان ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ ذکرِ الٰہی کرو، [۱۶۴] اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب!

---

[۱۶۱] حج کے دنوں میں تجارت یا مزدوری کر کے روزی کمانا جائز ہے، اس سے حج کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی یعنی انسان حج کے لئے جائے اور ضمناً تجارت یا مزدوری بھی کر لے تو کوئی حرج نہیں لیکن صرف تجارت کی غرض سے حج کرنا کسی پرہیزگار مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

[۱۶۲] ذوالحجہ کی نویں (۹) تاریخ کو میدانِ عرفات میں ٹھہرنا حج کا اہم ترین رکن ہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد وہاں سے مشعر حرام یعنی مزدلفہ میں واپس آنے کا حکم ہے۔ وہاں آ کر مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھیں اور اپنے رب کا شکر ادا کریں جس نے گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ پر گامزن فرمایا۔

[۱۶۳] حج کا معروف طریقہ یہ تھا کہ نویں (۹) ذوالحجہ کو منٰی سے عرفات جاتے تھے اور رات کو وہاں سے پلٹ کر مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے مگر قریش دوسرے لوگوں کے ساتھ عرفات نہ جاتے بلکہ مزدلفہ میں ہی ٹھہرے رہتے اور وہیں سے واپس آ جاتے اور اس میں اپنے خاندان کا امتیاز اور بڑائی سمجھتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قریش کو حکم دیا کہ تم بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ عرفات جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سب برابر ہیں۔

[۱۶۴] زمانہ جاہلیت میں اہل عرب حج سے فارغ ہو کر اپنے باپ دادا کے کارنامے اور بڑائی بیان کرتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ

Marfat.com

لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝۲۰۰

ہمیں دنیا میں ہی (سب کچھ) دیدے، [۱۶۵] اور ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝۲۰۱

۲۰۱۔ اور ان میں سے بعض کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما [۱۶۶] اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۲۰۲

۲۰۲۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے، اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد تم اپنے باپ دادا کی بڑائی بیان کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرو اور جتنا اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔

[۱۶۵] مشرکین نہ تو آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ہی آخرت کے بارے میں سوال کرتے ہیں، اس لئے آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہیں اور ان کے اچھے کاموں کا بدلہ بھی انہیں اسی دنیا میں دے دیا جاتا ہے۔

[۱۶۶] یہ ایک مختصر اور جامع دعا ہے جو دونوں جہان کی اچھائی، بھلائی، نیکی، خوبی، عزت اور بہتری کو شامل ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کون سی دعا مانگا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو دعا اکثر مانگا کرتے تھے وہ یہ ہے: (اللهم آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار) اے اللہ! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ (ابوداؤد: ۱۵۱۹: کتاب الصلاۃ: باب ۳۶۱)
حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے اور اسے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کی ہے؟ تو مریض عرض کرنے لگا: جی ہاں، میں یہ دعا کر رہا تھا: اے اللہ! جو عذاب تو مجھے آخرت میں دینے والا ہے وہ دنیا میں ہی دے دے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! تو اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، لہٰذا تو یہ کیوں نہیں کہتا: اللهم ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عطا فرمائی۔
(امام بخاری: الادب المفرد: ص ۲۱۴، مسلم: ۶۸۳۵: کتاب الذکر: باب ۷، کنز العمال: ۴۹۰۴: جلد ۲: ۶۱۹)

Marfat.com

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

۲۰۳۔ اور ان گنتی کے چند ایام میں اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرو، [۱۶۷] اور جو جلدی کر کے دو دنوں میں ہی چلا گیا تو اس پر کوئی سزا نہیں اور جو کچھ دیر وہاں ٹھہرا رہا اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (بشرطیکہ) وہ ڈرتا رہا ہو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تمہیں اسی کی بارگاہ میں اکٹھا کیا جائے گا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰي مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾

۲۰۴۔ اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جس کی گفتگو دنیاوی زندگی کے بارے میں آپ کو اچھی لگتی ہے اور وہ اپنے دل کے خلوص پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے [۱۶۸] حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو دشمن ہے۔

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾

۲۰۵۔ اور جب پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ زمین میں فساد برپا کر دے اور کھیتوں اور نسلِ انسانی کو تباہ کر دے، اور اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

[۱۶۷] دسویں ذوالحجہ کو منیٰ میں قربانی کرنے کے بعد حاجی احرام سے فارغ ہو جاتا ہے اور تیرہ ذوالحجہ تک منیٰ میں جمار کو پتھر مارے جاتے ہیں لیکن اگر کوئی صرف دو دن کے بعد یعنی بارہویں ذوالحجہ کو مکہ واپس آ جائے تو بھی درست ہے اور اگر ایک دن مزید تقویٰ اختیار کرتے ہوئے ٹھہر جائے اور تیرہویں کو مکہ واپس آئے تو بھی جائز ہے لیکن امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک افضل یہی ہے کہ تیرہویں تاریخ کو رمی جمار کر کے واپس مکہ آئے۔ بہرحال جتنے دن منیٰ میں قیام کرے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں کثرت کرے اور آخرت کے لئے زادِ راہ تیار کرے۔

[۱۶۸] ان تین آیات میں منافقین کے احوال کا بیان ہے کہ جب سامنے آتے ہیں تو بڑی میٹھی باتیں کرتے ہیں، اپنے اسلام اور خلوص کو ثابت کرنے کے لئے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ جب اسے کچھ اختیار ملے یا واپس منافقین کے پاس جائے تو فتنہ و فساد پھیلانے اور قتل و غارت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر اسے فتنہ و فساد سے روکا جائے تو اپنے جھوٹے وقار کو برقرار رکھنے کے لئے ناجائز حربوں پر اُتر آتا ہے اور ایسے لوگوں کی سزا جہنم ہے جو کہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ اس کے برعکس جو اسلام میں مخلص ہیں اور رضائے الٰہی کی طلب میں اپنا تن من دھن قربان

Marfat.com

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ۞۲۰۶

۲۰۶۔ اور جب اسے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو غرور اسے گناہ پر اُکساتا ہے، پس اس کے لئے جہنم کافی ہے، اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۞۲۰۷

۲۰۷۔ اور لوگوں میں وہ بھی ہے جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان بھی بیچ ڈالتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۞۲۰۸

۲۰۸۔ اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ [۱۶۹] اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۞۲۰۹

۲۰۹۔ پھر اگر روشن دلیلیں آنے کے بعد بھی تم پھسلنے لگو تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بہت غالب حکمت والا ہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۞۲۱۰ ع

۲۱۰۔ کیا وہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا عذاب چھائے ہوئے بادلوں کی صورت میں آئے اور (عذاب کے) فرشتے بھی آ جائیں اور ان کا فیصلہ ہی کر دیا جائے، اور (بالآخر) سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔[۱۷۰]

کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ بہت ہی مہربان ہوگا۔

[۱۶۹] سِلم سے مراد اسلام ہے اور اسلام مکمل نظامِ حیات ہے جو انسان کی ذہنی، روحانی اور مادی ترقی کا ضامن ہے، لیکن اس کی برکتیں تب ہی رونما ہو سکتی ہیں جب اس کو ماننے والا ہر فرد اس کے ہر حکم پر عمل کرے اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلے کیونکہ شیطان انسان کا ایسا کھلا دشمن ہے جو ہر گھڑی اس کو گمراہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

[۱۷۰] اسلام کی حقانیت پر روشن اور واضح دلائل کے باوجود جو لوگ ایمان نہیں لاتے گویا وہ اس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ عذابِ الٰہی کے بادل ان پر چھا جائیں اور فرشتے ان کی ہلاکت کے حکم کے ساتھ نازل ہوں اور ان کا کام تمام کر دیں۔

Marfat.com

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ ؕ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

۲۱۱۔ بنی اسرائیل سے پوچھئے: ہم نے ان کو کتنی واضح نشانیاں دی تھیں؟ اور جو قوم اللہ تعالیٰ کی نعمت مل جانے کے بعد اس کو بدل ڈالے تو اللہ تعالیٰ (اس کو) سخت عذاب دینے والا ہے۔[۱۷۱]

زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

۲۱۲۔ کافروں کے لئے دنیا کی زندگی مزین کر دی گئی ہے اور وہ ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں [۱۷۲] حالانکہ قیامت کے دن پرہیزگاروں کی شان کافروں سے بلند ہوگی، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِیْهِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِیْنَ

۲۱۳۔ (ابتدا میں) سب لوگ ایک ہی دین پر تھے، (پھر جب ان میں اختلاف پیدا ہو گیا) تو اللہ تعالیٰ نے خوش خبریاں سنانے والے اور ڈرانے والے انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب برحق نازل فرمائی تاکہ وہ لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کر دے، اور اس میں صرف ان ہی لوگوں نے اختلاف کیا جنہیں کتاب دی گئی تھی، انہوں نے روشن

---

[۱۷۱] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کتاب عطا فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ کئی روشن نشانیاں ظاہر فرمائیں لیکن جب بنی اسرائیل نے اس نعمت کی قدر نہ کی اور احکامِ خداوندی کو اپنی خواہش کے مطابق بدل دیا تو ان پر طرح طرح کے عذاب نازل ہوئے حتیٰ کہ بعض کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ اس آیت کے ذریعہ مسلمانوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ بنی اسرائیل کی تاریخ پر غور کریں اور عبرت حاصل کریں۔

[۱۷۲] کفار آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، لہٰذا دنیاوی زندگی ہی ان کا سب کچھ ہے، اسی سے محبت کرتے ہیں اور اسی کو بہتر بنانے میں لگے رہتے ہیں اور اسی کے گھمنڈ میں غریب مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ قیامت کے دن ایمان والوں کا مرتبہ کفار سے بہت بلند ہوگا۔

Marfat.com

اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۱۳﴾

دلائل آنے کے باوجود محض باہمی سرکشی کی وجہ سے یہ اختلاف کیا تھا، [۱۷۳] پس اللہ تعالیٰ نے اس اختلاف میں ایمان والوں کو اپنی توفیق سے حق بات کی ہدایت بخشی، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ ﴿۲۱۴﴾

۲۱۴۔ کیا تم یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ (یونہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ [۱۷۴] حالانکہ ابھی تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں (ایمان والوں) پر آئے تھے، ان پر سختیاں اور مصیبتیں آئیں اور وہ لرز اُٹھے حتیٰ کہ (اس وقت کا) رسول اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے پکار اُٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔

---

[۱۷۳] ابتدا میں لوگ ایک ہی دین پر تھے جس کی تبلیغ حضرت آدم علیہ السلام نے کی، پھر جب نسلِ انسانی میں اضافہ ہوا تو ان میں اختلافات پیدا ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے اور آسمانی کتابیں نازل فرمائیں تاکہ ان کے اختلافات کو ختم کیا جائے، مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ اختلافات پیدا کرنے والے لوگ بھی وہ تھے جو آسمانی کتاب کو سمجھتے تھے اور ان کے اختلاف کی وجہ بھی کوئی غلط فہمی نہ تھی بلکہ حسد اور سرکشی کے باعث سیدھا راستہ چھوڑ بیٹھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آسمانی کتاب سے بھی ہدایت انہی لوگوں کو مل سکتی ہے جو سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور اپنے آپ کو حسد اور سرکشی سے دور رکھتے ہیں۔

[۱۷۴] مسلمانوں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اسلام لانے کے بعد یہ نہ سمجھیں کہ بس اب وہ جنتی ہو گئے ہیں اور مزید کسی عمل کی ضرورت نہیں بلکہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے امتیوں کے حالات کا جائزہ لیں، انہیں ایمان کے تحفظ کے لئے باطل کے پہاڑوں سے ٹکرانا پڑا، ان کے جسموں کو آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا، پھر بھی وہ ایمان پر ثابت قدم رہے، جیسا کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں چادر کو تکیہ بنائے ہوئے بیٹھے تھے، ہمیں مشرکین کی طرف سے بہت تکلیف پہنچی تھی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ

Marfat.com

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ ؕ قُلۡ مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ فَلِلۡوَالِدَیۡنِ وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ؕ وَ مَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ ﴿۲۱۵﴾

۲۱۵۔ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟[۱۷۵] آپ فرمایئے کہ جو مال تم خرچ کرو اس کے مستحق تمہارے والدین، قریبی رشتہ دار، یتیم، مسکین اور مسافر ہیں، اور جو بھی نیکی تم کرتے ہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔

کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ وَ ہُوَ کُرۡہٌ لَّکُمۡ ۚ وَعَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَہُوۡا شَیۡئًا وَّ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ۚ

۲۱۶۔ تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے، [۱۷۶] اور ہوسکتا ہے کہ تمہیں کوئی چیز ناگوار ہو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تمہیں کوئی چیز

اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں فرمائیں گے؟ آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے، آپ کا چہرہ مبارک سرخ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ بھی تھے جن کی ہڈیوں سے گوشت اور پٹھے لوہے کی کنگھیوں سے اتارے گئے، لیکن یہ تکلیف بھی انہیں اپنے دین سے ہٹا نہ سکی اور سر کے درمیان آری رکھ کر دو ٹکڑے کیا جاتا تھا، یہ چیز بھی انہیں اپنے دین سے نہ پھیر سکی۔ اللہ تعالیٰ اس دین کو مکمل کرے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔ (بخاری: ۳۸۵۲: کتاب مناقب الانصار: باب ۲۹) اسی طرح حق کی سربلندی کے لئے تمہیں بھی مصائب اور مشکلات سے گزرنا پڑے گا۔ ان آزمائشوں میں اگر تم ثابت قدم رہے اور صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا تو پھر واقعی اللہ تعالیٰ کی مدد اور جنت تمہارا استقبال کرے گی۔

[۱۷۵] اس سے مراد نفلی صدقات ہیں یعنی اپنی ضرورت سے بچا ہوا حلال اور پاک مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس طرح خرچ کرو کہ سب سے پہلے والدین کی خدمت کرو اور پھر قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کی سرپرستی کرو۔ اگر سارے لوگ اسلام کے اس سنہری اصول پر عمل کریں تو دنیا میں کہیں بھی کوئی غریب نظر نہ آئے۔

اس آیت کی ترتیب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کے بعد پہلے اپنے غریب رشتہ داروں کی مدد کی جائے اور پھر قوم کے دوسرے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کی طرف ہاتھ بڑھایا جائے، کیونکہ ایک بھائی کے دروازے پر کار کھڑی ہو اور دوسرے کے پاس سواری کے لئے سائیکل بھی نہ ہو تو آپ خود سوچیں کہ اس غریب بھائی اور اس کے بیوی بچوں پر کیا گزرتی ہوگی، لہٰذا امیر بھائی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنے عزیز و اقارب تو علاج کے لئے بھی مجبور ہوں اور غیروں پر اس کی خیرات کی بارش برس رہی ہو۔

[۱۷۶] آیت نمبر ۱۹۰ کے حاشیہ نمبر ۱۵۰ میں جہاد کے متعلق اسلامی نقطہ نظر ملاحظہ کریں یعنی جب دشمن حملہ کردے یا حملہ کرنے کی

Marfat.com

وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْــًٔـا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ع

اچھی لگے حالانکہ وہ تمہارے لئے بُری ہو، اور (حقیقتِ حال) اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

۲۱۷۔ لوگ آپ سے ماہِ حرام میں جنگ کرنے کے متعلق پوچھتے ہیں، [۱۷۷] آپ فرمائیے: اس ماہ میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا، اس کے ساتھ کفر کرنا، مسجد حرام سے روکنا اور حرم میں رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی بڑے گناہ ہیں اور فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے، اور وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں، اور تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور وہ حالتِ کفر ہی میں مر جائے تو یہی وہ (بدنصیب) ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی لوگ دوزخی ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

تیاری میں مصروف ہو تو پھر جہاد فرض ہے اگر چہ تمہیں دشوار نظر آئے۔ اس مثال سے اہل ایمان کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرو چاہے وہ تمہیں ناگوار گزرے کیونکہ انجام و نتیجہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ حق کی سربلندی کے لئے ہر تکلیف کا آخرت میں تو اجر عظیم ملے گا لیکن اس دنیا میں بھی وہ قربانی رنگ لاتی ہے۔ مثال کے طور پر جہاد تمہیں دشوار نظر آتا ہے مگر ہو سکتا ہے اس کے نتیجے میں تمہیں فتح و نصرت اور عزت و سربلندی مل جائے اور جہاد کے بجائے گھر میں بیٹھ رہنا تمہیں اچھا معلوم ہوتا ہے مگر ہو سکتا ہے اس کے نتیجہ میں دشمن تم پر غالب آ جائے اور تمہیں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے۔

[۱۷۷] اہل عرب چار مہینوں (محرم، رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ) کا احترام کرتے اور ان میں جنگ وجدال نہ کرتے تاکہ زائرین کعبہ امن و امان کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھ سکیں۔ اسلام نے بھی ان مہینوں کی حرمت کو برقرار رکھا۔ یکم رجب کو مسلمانوں کے ایک فوجی دستے کے ہاتھوں ایک کافر قتل ہو گیا۔ مسلمانوں کے خیال میں یہ گزشتہ ماہ کی تیسویں تاریخ تھی لیکن

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَ
جٰهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۙ أُولٰٓئِكَ يَرْجُونَ
رَحْمَتَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۱۸﴾

۲۱۸۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَآ
إِثْمٌ كَبِيرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۘ وَإِثْمُهُمَآ
أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ۗ وَيَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا
يُنفِقُونَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۱۹﴾

۲۱۹۔ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ فرمائیے: ان دونوں میں بڑی خرابی ہے [۱۷۸] اگرچہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے، اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ فرمائیے کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو،

درحقیقت رجب کا ماہِ حرام شروع ہو چکا تھا، چنانچہ کفارِ مکہ نے طعن و تشنیع کے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ یہ کیسے مسلمان ہیں جو ماہِ حرام میں بھی قتل کرنے سے باز نہیں آتے۔ کفارِ مکہ کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ٹھیک ہے ماہِ حرام میں قتل کرنا گناہ ہے۔ غلط فہمی کی بنا پر مسلمانوں سے ایک قتل ہو گیا تو تم نے شور مچانا شروع کر دیا لیکن تمہیں اپنے جرائم نظر نہیں آتے۔ جس پاک سرزمین پر جانور کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں تم نے وہاں کے اصلی باشندوں کو اس حد تک ستایا کہ وہ ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ کعبہ کسی کی جائیداد نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور اس کی تعمیر سے لے کر آج تک کسی کو کعبہ کی زیارت سے روکا نہیں گیا مگر تم نے مسلمانوں کو کعبہ کی زیارت سے روکا۔ اس قسم کے فتنہ پرور افعال تو قتل سے بھی بڑے گناہ ہیں، لہٰذا دیدہ دانستہ ایسے سنگین جرائم کرنے والوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ایک نادانستہ قتل پر شور مچائیں جو محض غلط فہمی کی بنا پر واقع ہو گیا۔

اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ کفارِ مکہ ماہِ حرام کی حرمت کے لئے اعتراض نہیں کر رہے بلکہ انہیں تو اسلام سے عداوت ہے اور ان کی ہر ممکن کوشش ہے کہ تمہیں اسلام سے دور کر دیں، مگر یاد رکھنا جس کسی نے اسلام کو چھوڑا اور کفر پر مر گیا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ جس طرح اسلام قبول کرنے سے گزشتہ سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسی طرح مرتد ہونے سے ساری نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں، لہٰذا اگر کوئی حاجی مرتد ہو جائے، پھر توبہ کر لے تو وہ دوبارہ حج کرے کیونکہ پہلا حج ارتداد کے ساتھ ختم ہو گیا۔

[۱۷۸] خمر سے مراد ہر وہ شراب ہے جو انسانی عقل کو ضائع کر دے اور اس کے ہوش و حواس قائم نہ رہیں۔

Marfat.com

میسر سے مراد ہر قسم کا جوا ہے، جس میں ایک انسان کو تو بغیر محنت کے بہت سی دولت مل جاتی ہے جبکہ کئی نادان پوری زندگی کی کمائی ضائع کر بیٹھتے ہیں، پھر ساری عمر بھیک مانگتے ہیں اور اس بُرے فعل پر پچھتاتے رہتے ہیں۔

عرب میں شراب پانی کی طرح پی جاتی، اس لئے ان کا ایک دم شراب چھوڑ دینا مشکل تھا، چنانچہ حرمتِ شراب کا حکم بتدریج نازل ہوا اور اس سلسلہ کا یہ پہلا حکم ہے جس میں شراب سے نفرت دلانے کی ابتدا کی گئی تا کہ ذہن اس کی حرمت قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس کے نزول کا سبب یہ بنا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور کچھ انصار رضی اللہ عنہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ شراب عقل کو زائل کرتی ہے اور مال کو ضائع کرتی ہے۔ اس کے بارے میں اسلام کا حکم کیا ہے؟ (تفسیر روح المعانی) اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ''شراب اور جوا دونوں میں بڑی خرابی ہے اگرچہ اس میں کچھ عارضی فائدے ہیں مگر دین و دنیا کے نقصانات بہت زیادہ ہیں۔'' اس آیت کے نزول کے بعد بعض لوگوں نے شراب پینا چھوڑ دی۔

پھر ایک دعوت میں شراب نوشی کے بعد جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو نشہ میں امام صاحب نے قرآن کے الفاظ غلط پڑھ ڈالے جن کو بقائی ہوش وحواس اس طرح پڑھنے سے کفر لازم آ جاتا، چنانچہ دوسرا حکم نازل ہوا کہ ''نشہ کی حالت میں نماز مت پڑھا کرو۔'' (سورۃ النساء: آیت نمبر ۴۳)

اس کے بعد شراب کا استعمال بہت کم ہو گیا، پھر ایک دعوت پر شراب پیش کی گئی اور نشہ کی حالت میں لڑائی جھگڑا اس حد تک ہوا کہ لوگ زخمی ہو گئے اور جب یہ واقعہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا گیا۔ (مسلم: ۶۲۳۸: کتاب فضائل الصحابۃ: باب ۵) تو اس پر شراب کے متعلق آخری حکم نازل ہوا کہ شراب ناپاک اور شیطانی عمل ہے اس سے اجتناب کرو۔ (سورۃ المائدہ: آیت نمبر ۹۰)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مدینہ کی گلیوں میں منادی کر دو: ''خبردار! بے شک شراب حرام کر دی گئی۔'' اس منادی کے سننے کی دیر تھی کہ جس کے ہاتھ میں جام تھا اس نے زمین پر دے مارا، جس کے گھر میں شراب کے مٹکے تھے اس نے سرِ بازار توڑ دیئے اور مدینہ کی گلیوں میں شراب گندے پانی کی طرح بہہ رہی تھی۔ (تفسیر قرطبی) اطاعتِ قرآن وسنت کی ایسی مثال دنیا میں کہیں نہیں مل سکتی جس کا مظاہرہ صحابہ کرام نے کیا۔ اس کے بارے میں انسائیکلوپیڈیا کا تبصرہ بھی ملاحظہ کریں: ''ساتویں صدی عیسوی میں اسلام نے شراب پر پابندی لگانے کے لئے بڑا امتیازی اقدام کیا۔ قرآن نے شراب سے منع کیا اور غلامانِ مصطفیٰ نے شراب سے مکمل جدائی اختیار کر لی۔''

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا: پندرھواں ایڈیشن: ۱۹۹۵)

"Quite a different kind of religious control was adopted in the 7th century in Islam: The Qur'an simply condemned wine, and the result was an effective

Marfat.com

prohibition wherever the devout followers of Muhammad(pbuh) in Arabia and other lands prevailed." (Encyclopedia Britannica: 15th edition:1995)

اب ذرا امریکہ اور دیگر حکومتوں کے متعلق بھی اسی انسائیکلو پیڈیا کا اقتباس ملاحظہ کریں۔

''زمانہ قدیم سے حکومتیں شراب پر پابندی لگاتی رہی ہیں لیکن اکثر ان کی کوششیں مطلوبہ نتائج پیدا کرنے میں ناکام رہی ہیں۔اس سلسلہ میں سب سے بڑی مشہور ناکامی تو امریکی حکومت کو ہوئی جب اس نے ۱۹۱۹ء سے ۱۹۳۳ء تک شراب پر پابندی لگانے کی بھرپور کوشش کی مگر آخر کار ناکام ہوگئی۔''

"Govermental efforts to control alcoholic beverages go back as far as recorded history.The laws often failed to produce the desired effects.The most resounding failure was that in the United States from 1919 to 1933."

(Encyclopedia:ibid)

شراب پینے سے انسان وقتی طور پر لطف وسرور حاصل کرتا ہے۔عارضی طور پر غم واندوہ اور تھکاوٹ سے نجات مل جاتی ہے لیکن نشہ کی حالت میں کسی سے بات کرے تو اس کی گفتگو لایعنی ہوگی۔کسی سے معاملہ کرے تو نقصان اٹھائے گا۔گھر میں جائے تو بیوی اور بیٹی میں تمیز کرنا مشکل ہوگا،محفل میں جائے تو جھگڑا کرے گا،کار چلائے تو حادثہ کرے گا،نماز میں کھڑا ہو تو قرآن غلط پڑھے گا،شراب کی عادت پوری کرنے کے لئے رقم نہ ہو تو چوری کرے گا،الغرض عقل کے زوال کے ساتھ اس سے کوئی بھی حیوانی کام ممکن ہوسکتا ہے۔

شراب کی انفرادی اور اجتماعی خرابیوں کے لئے بھی انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کا مطالعہ کریں،آپ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ شراب پینے والے صرف اپنی صحت اور دولت کا نقصان نہیں کرتے بلکہ پورے خاندان،حکومت اور معاشرہ کے لئے بھی بے شمار مشکلات پیدا کردیتے ہیں۔اسلام جو شرافت اور امن وسلامتی کا مذہب ہے وہ اس خباثت کو کیسے برداشت کرسکتا ہے۔اس لئے شراب کے متعلق اسلام کا حکم بالکل واضح ہے۔پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا:

''ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔'' (مسلم: ۵۲۱۹: کتاب الاشربۃ: باب ۷)

ایک دفعہ لندن کے قریب ونڈسر کالج میں اسلام کے متعلق مجھے لیکچر کا موقع ملا۔سوال وجواب کے وقفہ میں ایک عیسائی خاتون نے پوچھا کہ اسلام شراب پینے سے کیوں منع کرتا ہے؟ میں نے کہا: اس ملک (برطانیہ) میں شراب پینے کی اجازت ہے لیکن ایک ڈرائیور کار چلانے سے پہلے شراب کیوں نہیں پی سکتا؟ اس خاتون نے جواب دیا کہ ڈرائیور پر اپنی جان، اپنی کار، سواریوں اور سڑک پر چلنے والی دوسری ٹریفک کی حفاظت کی ذمہ داری ہے، چونکہ شراب عقل کو زائل کردیتی ہے اور انسان اپنی ذمہ داری محسوس کرنے سے قاصر ہوجاتا ہے اس لئے ڈرائیور کو شراب پینے کی اجازت نہیں۔ میں نے کہا:

Marfat.com

[۱۷۹] اسی طرح اللہ تعالیٰ (اپنے) احکام کو تمہارے لئے کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم غور وفکر کرو۔

فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

۲۲۰۔ دنیا اور آخرت (کے کاموں) میں، اور آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں، [۱۸۰] فرمائیے: ان کی بھلائی کرنا بہتر ہے، اور اگر تم انہیں اپنے ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون بھلائی کرنے والا ہے اور کون برائی کرنے والا ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا، بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا بڑی حکمت والا ہے۔

آپ کے خیال میں انسان صرف اسی وقت ذمہ دار ہے جب وہ کار چلا رہا ہو مگر اسلام کے نزدیک انسان ہر وقت ذمہ دار ہے۔ چاہے گھر میں ہو یا بازار میں، کار میں ہو یا کالج میں۔ اس پردہ خاتون کہنے لگی کہ جب انسان رات کو سونے لگے اب تو اس پر کوئی ذمہ داری نہیں مگر اسلام تو اس وقت بھی شراب پینے کی اجازت نہیں دیتا۔ میں نے کہا: اگر تو رات کو گیارہ بجے شراب پی کر سو جائے اور خدانہ کرے کسی وجہ سے رات کو بارہ بجے تیرے گھر میں آگ لگ جائے تو مجھے بتا اب تو کیا کرے گی؟ تو خود تو نشہ میں مدہوش ہے۔ تجھے تو اپنی خبر نہیں اب تو خود بھی جلے گی، تیرے بچے بھی جلیں گے، تیرا گھر بھی جلے گا اور اگر تو شراب کے نشہ میں مدہوش نہ ہوگی تو آگ لگنے سے جونہی تجھے دھواں یا آگ کی حرارت محسوس ہوگی تو اٹھ کر باہر بھاگے گی، شور مچائے گی، لوگ اکٹھے ہوں گے، فائر بریگیڈ آئے گا، تو خود بھی بچے گی، تیرا گھر بھی بچے گا، اس پردہ خاتون اجتماع میں کھڑی ہو کر کہنے لگی: (It does make sense) واقعی اسلام کا یہ حکم درست معلوم ہوتا ہے۔

[۱۷۹] زکوٰۃ کا فرض ادا کرنے کے بعد بھی اگر کسی کے پاس ضرورت سے زائد مال ہو تو اسے غریب اور محتاج بھائیوں کی مدد کرنی چاہیے، لیکن اعتدال کا خیال رکھے۔ اتنا دے جتنا وہ خوشی اور آسانی سے دے سکتا ہے یعنی اتنی سخاوت نہ کرے کہ کل اسے خود دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا پڑے اور اتنی کنجوسی بھی نہ کرے کہ پڑوس میں غریب لوگ بھوک سے مر رہے ہوں اور اس کا مال خزانوں میں بے کار پڑا ہو۔

[۱۸۰] بعض لوگ یتیموں کا مال خورد برد کرنے کے لئے انہیں اپنے ساتھ شریک کرتے۔ جب ان کے لئے قرآن مجید میں سخت وعید نازل ہوئی تو صحابہ کرام ڈر گئے اور یتیموں کی ہر چیز علیحدہ کر دی حتیٰ کہ یتیم کا کھانا بچ جاتا تو اسے بھی استعمال نہ

Marfat.com

وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ
وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ
اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى
يُؤْمِنُوْا ؕ وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ
لَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ
وَ اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ
وَ يُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُوْنَ ۟ ع

۲۲۱۔ اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں، [۱۸۱] اور مسلمان لونڈی (آزاد) مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ وہ (مشرک عورت) تمہیں بہت پسند ہو، اور (اپنی عورتوں کے) نکاح مشرک مردوں سے نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں، اور بے شک ایک ایماندار غلام (آزاد) مشرک مرد سے بہتر ہے اگرچہ وہ (مشرک مرد) تمہیں بہت پسند ہو، یہ لوگ (مشرک) تمہیں آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے، اور اپنے احکام لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

کرتے اور وہ خراب ہو جاتا اور اس طرح الگ الگ کھانا پکانے میں بڑی مشقت بھی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم یتیم کی بھلائی کے ارادے سے ان کا کھانا اور کاروبار مشترک رکھو تو کوئی حرج نہیں۔ قرآن میں سخت وعید تو ان لوگوں کے لئے ہے جو یتیموں کا مال ناحق ہضم کر جاتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں بھی یتیموں کا ہر مال علیحدہ رکھنے کی مشقت میں ڈال دیتا لیکن وہ بڑی حکمت والا ہے اور ہر ایک کی نیت کو جانتا ہے۔

[۱۸۱] ظہور اسلام کے وقت اسلام اور کفر کا نظریاتی اختلاف تو کھل کر سامنے آ گیا لیکن خاندانی تعلقات کا یکدم توڑ دینا مناسب نہیں تھا، اس لئے ابتدائی دور میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان شادیاں ہوتی رہیں لیکن مدینہ منورہ میں جب اسلامی سلطنت قائم ہوگئی تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اب کوئی مسلمان مرد یا عورت کسی کافر عورت یا مرد سے شادی نہیں کر سکتا کیونکہ کفار ان اعمال کی ترغیب دیتے ہیں جو انسان کو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں اور اسلام ان اعمال کی تلقین کرتا ہے جو انسان کو جنت کا مستحق بناتے ہیں، لہٰذا دونوں کی راہیں جدا ہیں، ان کا ایک ساتھ چلنا ممکن نہیں ہے۔

نوٹ: اہل کتاب عورت کے ساتھ شادی کا حکم سورۃ المائدہ آیت نمبر پانچ میں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى یَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ﴿۲۲۲﴾

۲۲۲۔ اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، فرمایئے کہ وہ ایک گندگی ہے، پس حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہا کرو [۱۸۲] اور ان کے نزدیک نہ جاؤ (عملِ زوجیت نہ کرو) یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں اور صاف ستھرا رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۲۳﴾

۲۲۳۔ تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیتی ہیں، سو تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے لئے (نیک اعمال) آگے بھیجو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور خوب جان لو کہ تم اس سے ملنے والے ہو، اور (اے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم!) مومنوں کو خوش خبری دو۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۲۴﴾

۲۲۴۔ اور نیکی، پرہیز گاری اور لوگوں میں صلح کرانے سے بچنے کے لئے تم اللہ تعالیٰ کی قسموں کو رکاوٹ نہ بناؤ، [۱۸۳] اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

---

[۱۸۲] یہود کے ہاں جب کسی عورت کو حیض آ جاتا تو اس کے ساتھ بالکل قطع تعلق کر لیا جاتا حتیٰ کہ اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی ناپاک خیال کیا جاتا، لیکن عیسائی حالتِ حیض میں کوئی پرہیز نہ کرتے حتیٰ کہ جماع سے بھی باز نہ آتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس آیت میں وضاحت کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حائضہ عورت سے جماع کے سوا کوئی چیز منع نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۵۸: کتاب الطہارۃ: باب ۱۰۲)

یعنی حالتِ حیض میں میاں بیوی کا ایک ساتھ بیٹھنا، کھانا، پینا وغیرہ سب جائز ہے۔ صرف جماع کی اجازت نہیں ہے۔

[۱۸۳] مثال کے طور پر اگر بعض نادان اللہ کے نام کی قسم کھا کر یہ کہیں کہ فلاں رشتہ دار سے کلام نہیں کریں گے یا فلاں کے ساتھ

Marfat.com

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

۲۲۵۔ اللہ تعالیٰ تمہاری غیر ارادی قسموں پر مؤاخذہ نہیں فرمائے گا [۱۸۴] لیکن ان قسموں پر گرفت کرے گا جن کا ارادہ تمہارے دلوں نے کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا حلم والا ہے۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾

۲۲۶۔ جو لوگ اپنی بیویوں کے قریب نہ جانے کی قسم اٹھا لیتے ہیں ان کے لئے چار مہینوں کی مہلت ہے، [۱۸۵] اگر انہوں نے (اس مدت میں) رجوع کر لیا تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

۲۲۷۔ اور اگر انہوں نے طلاق ہی کا ارادہ کر لیا تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا

۲۲۸۔ اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں، [۱۸۶] اور ان کے لئے جائز نہیں ہے

بھلائی نہیں کریں گے یا ناراض بھائیوں میں صلح نہیں کرائیں گے، پھر اگر کوئی انہیں اس پر نظر ثانی کی ترغیب دے تو وہ کہتے ہیں: ہم نے یہ کام نہ کرنے کی قسم اٹھا رکھی ہے، لہٰذا اب اگر ہم یہ کام کریں تو ہماری قسم ٹوٹ جائے گی۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاک نام کو نیکی نہ کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ بلکہ جو بھی کوئی ایسی قسم کھائے جس میں کسی کی حق تلفی یا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو اسے اپنی قسم توڑ کر کفارہ ادا کر دینا چاہیے جو دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑے دینا یا تین دن روزے رکھنا ہے۔

[۱۸۴] یعنی غیر ارادی اور عادت کے طور پر جو قسمیں زبان سے نکل جاتی ہیں ان پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا، البتہ دیدہ دانستہ جھوٹی قسم کھانے پر اللہ تعالیٰ گرفت فرمائے گا۔

[۱۸۵] اگر کوئی شخص قسم اٹھا لے کہ اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا تو اگر چار ماہ کے اندر اس نے قسم توڑ دی تو اس کا نکاح بحال رہے گا اور مرد کو قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرنا ہوگا اور اگر چار ماہ گزرنے پر بھی قسم نہ توڑے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شوہر نے طلاق کا عزم کر لیا ہے، لہٰذا از خود نکاح ٹوٹ جائے گا۔ اسلام اس ظلم کی اجازت نہیں دیتا کہ عورت نکاح میں بھی رہے اور حقوقِ زوجیت سے بھی محروم رہے۔

Marfat.com

خَلَقَ اللّٰهُ فِيْۤ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ
بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ
بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْۤا اِصْلَاحًا ؕ
وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪
وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
حَكِيْمٌ ۲۲۸ ع

کہ وہ اس کو چھپائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتی ہیں، اور ان کے خاوند اس مدت میں ان کو واپس لینے کے زیادہ حقدار ہیں اگر وہ اصلاح کا اردہ کرلیں، اور دستور کے مطابق عورتوں کے لئے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں، [۱۸۷] البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے، اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

---

[۱۸۶] جس عورت کو طلاق ہو جائے اسے فوراً دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس پر ضروری ہے کہ تین حیض گزرنے تک صبر کرے اور اپنی اندرونی کیفیت (حمل یا حیض) صحیح صحیح بتادے تاکہ اگر حاملہ ہو تو نئے پیدا ہونے والے بچے کا نسب متعین ہو جائے۔ اس مدتِ انتظار کو شریعت میں عدت کہتے ہیں۔ عدت کے دوران اگر خاوند کی نیت نیک ہو اور وہ طلاق سے رجوع کرلے تو یہ زیادہ بہتر ہے بشرطیکہ اس نے تیسری بار طلاق نہ دی ہو۔

عدت کی مذکورہ مدت اس عورت کے لئے ہے جس کے ساتھ خاوند نے جماع کیا ہو، وہ جوان اور غیر حاملہ ہو۔ دیگر عورتوں کی عدت مختلف ہے مثلاً:

☆ اگر کسی عورت کو جماع سے پہلے ہی طلاق مل جائے تو اس کے لئے کوئی عدت نہیں۔ جب چاہے دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ (قرآن کریم: ۳۳:۴۹)

☆ جس مطلقہ عورت کو کم عمری یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ (قرآن: ۶۵:۴)

☆ مطلقہ عورت اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے (چاہے دوسرے دن ہی وضع حمل ہو جائے)۔ (قرآن: ۶۵:۴)

☆ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ (قرآن: ۲:۲۳۴) ہر قسم کی عورت کو خاوند کے غم میں یہ مدت پوری کرنی چاہیے سوائے حاملہ کے کیونکہ اس کی عدت وضع حمل ہے۔

[۱۸۷] جس طرح بیویوں پر شوہروں کے حقوق ہیں اسی طرح شوہروں پر بھی بیویوں کے حقوق لازم ہیں۔ ہر فریق ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرے۔ خاوند حسنِ سلوک میں آگے بڑھے اور بیوی اطاعت میں پیش قدمی کرے، البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرد اپنی فضیلت کا غلط استعمال کرے بلکہ قرآن نے اسے متنبہ کردیا کہ اللہ تعالیٰ بہت غالب اور حکمت والا ہے، اگر تو نے بیوی پر زیادتی کی تو اللہ تعالیٰ کی سزا سے تجھے

Marfat.com

عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع ۲۹

نعمت ہے اس کو یاد کرو اور (یاد کرو) جو کتاب و حکمت اس نے تم پر نازل کی، جس سے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا
تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا
تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ ذٰلِكَ يُوْعَظُ
بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ وَاللّٰهُ
يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

۲۳۲۔ اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو انہیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو [۱۹۲] جبکہ وہ آپس میں دستور کے مطابق رضامند ہوں، اس فرمانِ الٰہی کے ساتھ ہر اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتا ہو، یہ حکم تمہارے لئے بہت صاف اور بہت پاکیزہ ہے، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ
كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ
الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ
كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ
اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِھَا وَلَا

۲۳۳۔ اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں، [۱۹۳] یہ (حکم) اس (باپ) کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا چاہتا ہے، اور ان ماؤں کا مناسب طریقہ سے کھانا اور کپڑا بچے کے باپ کی ذمہ داری ہے، ہر شخص کو اس کی حیثیت کے

---

[۱۹۲] یعنی رجعی طلاق والی عورت جب اپنی عدت پوری کر لے اور دوبارہ پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہے، جبکہ میاں بیوی نیک نیتی کے ساتھ دوبارہ آپس میں شادی کرنے پر راضی ہوں تو عورت کے وارثین اس نکاح کی اجازت دے دیں اور روکنے کی کوشش نہ کریں۔

[۱۹۳] جس عورت کو طلاق ہو جائے اور اس کی گود میں دودھ پیتا بچہ ہو، اگر بچے کا باپ کسی اور دودھ پلانے والی کا انتظام نہ کر سکے تو ماں پر اپنے بچے کو دودھ پلانا واجب ہے اور اس عرصہ میں بچے کے باپ پر بھی واجب ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق بچے کی ماں کے کھانے اور لباس کا انتظام کرے اور اگر بچے کا باپ فوت ہو جائے تو جو اس کی جگہ بچے کا وارث ہو وہ یہ اخراجات برداشت کرے۔

Marfat.com

مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٣﴾

مطابق تکلیف دی جائے گی، کسی ماں کو اس کے بچے کے باعث اور کسی باپ کو اس کے بچے کے باعث تکلیف نہ دی جائے [۱۹۴] اور (بچے کے) وارث پر بھی اسی قسم کی ذمہ داری ہے، پس اگر (ماں باپ) باہمی رضا مندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر تم (کسی اور عورت سے) اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو، پھر بھی تم پر کوئی حرج نہیں ہے [۱۹۵] بشرطیکہ تم طے شدہ معاوضہ مناسب طریقے سے ادا کردو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٣٤﴾

۲۳۴۔ اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن روکے رکھیں، [۱۹۶] پھر وہ جب اپنی عدت پوری کر لیں تو وہ دستور کے مطابق اپنی ذات کے بارے میں جو کریں اس میں تم پر کوئی حرج نہیں، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

[۱۹۴] مثال کے طور پر ماں خود بچے کو دودھ پلانا چاہتی ہو تو بچے کو اس سے زبردستی نہ چھینا جائے اور اگر باپ کسی اور عورت کے اخراجات برداشت کر سکتا ہو تو بچے کی ماں کو اس کی مرضی کے خلاف دودھ پلانے پر مجبور نہ کرے۔ اسی طرح اگر باپ دوسری عورت کا انتظام نہ کر سکے تو ماں دودھ پلانے سے انکار نہ کرے اور نہ ہی اس کی حیثیت سے زیادہ معاوضے کا مطالبہ کرے۔ الغرض ماں باپ دونوں کو ایک دوسرے کے حالات کے مطابق رواداری اور حسنِ سلوک کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ کسی کی دلآزاری نہ ہو۔

[۱۹۵] بچے کا باپ ماں کے علاوہ کسی اور عورت سے دودھ پلوا سکتا ہے بشرطیکہ طے شدہ معاوضہ دستور کے مطابق ادا کر دے۔ اسی طرح جب بچے کی ماں کی عدت گزر جائے تو وہ بھی دودھ پلانے کی اُجرت لے سکتی ہے کیونکہ وہ اب اس کی بیوی نہیں رہی۔

[۱۹۶] جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اس مدت میں نہ تو وہ نکاح کرے اور نہ ہی زیب و

Marfat.com

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۲۳۵﴾

۲۳۵۔ اور تم پر اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم ان عورتوں کو اشارہ سے پیغامِ نکاح دو یا اپنے دلوں میں چھپائے رکھو، [۱۹۷] اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ عنقریب (عدت کے بعد) تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے لیکن تم (عدت کے دوران) ان سے کوئی خفیہ وعدہ نہ لینا مگر یہ کہ شریعت کے مطابق ان سے بات کرو، اور اس وقت تک عقدِ نکاح کا عزم نہ کرو جب تک کہ عدت پوری نہ ہو جائے، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کا حال بہتر جانتا ہے، سو اس سے ڈرتے رہو، اور یقین رکھو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بخشش والا حلم والا ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۳۶﴾

۲۳۶۔ تم پر کوئی حرج نہیں اگر تم ان عورتوں کو طلاق دے دو جن کو تم نے چھوا بھی نہیں اور ان کا مہر بھی مقرر نہیں کیا، تم انہیں کچھ خرچہ دو، [۱۹۸] خوشحال اور تنگدست اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مناسب طریقہ سے یہ خرچہ دیں کیونکہ یہ نیک لوگوں پر لازم ہے۔

زینت کرے بلکہ اپنے خاوند کی وفات پر سوگ کرے اور ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔

[۱۹۷] جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے، اس عورت سے دورانِ عدت نہ تو نکاح کی صراحۃً بات کی جائے اور نہ ہی اس سے نکاح کے متعلق کوئی خفیہ معاہدہ کیا جائے۔ ہاں اشارہ کنایہ سے اپنے ارادے کا اظہار کر دو تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن پھر بھی بہتر یہی ہے کہ عدت گزرنے کا انتظار کرو۔

[۱۹۸] اگر کسی نے مہر مقرر کیے بغیر نکاح کیا اور جماع سے پہلے طلاق دے دی تو اس پر مہر دینا لازم نہیں، البتہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ عورت کو دے دے کیونکہ نیک لوگوں پر لازم ہے کہ وہ حسنِ سلوک کا مظاہرہ کریں۔

Marfat.com

وَاِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ وَ قَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيۡضَةً فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يَّعۡفُوۡنَ اَوۡ يَعۡفُوَا الَّذِىۡ بِيَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّكَاحِ ‌ؕ وَاَنۡ تَعۡفُوۡۤا اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى ‌ؕ وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَيۡنَكُمۡ ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۲۳۷﴾

۲۳۷۔ اور اگر تم انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دو اور تم ان کے لئے مہر مقرر کر چکے ہو تو مقرر کردہ مہر سے نصف دے دو، [۱۹۹] مگر یہ کہ عورتیں کچھ معاف کر دیں یا مرد زیادہ دے دیں، اور اگر مرد زیادہ دے دیں تو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے، اور آپس میں احسان کو نہ بھلایا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

حٰفِظُوۡا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الۡوُسۡطٰى ‌ۚ وَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ قٰنِتِيۡنَ ﴿۲۳۸﴾

۲۳۸۔ سب نمازوں کی پابندی کرو، [۲۰۰] اور خصوصاً درمیانی نماز کی [۲۰۱] اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے قیام کرو۔

---

[۱۹۹] اگر کسی نے نکاح کے وقت مہر مقرر کیا اور جماع سے پہلے طلاق دے دی تو آدھا مہر دینا لازم ہے اور اگر ہو سکے تو عورت اپنے حصے کا آدھا معاف کر دے یا مرد آدھے سے بھی زیادہ ادا کر دے اور تقویٰ کے زیادہ قریب تو یہ ہے کہ مرد آدھے حصے کی بجائے پورا حق مہر ادا کر دے۔

[۲۰۰] اس آیت کا پہلا اور آخری لفظ نماز کے ظاہری اور باطنی آداب کو حاوی ہے یعنی نمازیں پڑھو اور ساری پڑھو --- ہمیشہ پڑھو اور ان کے صحیح اوقات میں پڑھو --- حضورِ دل اور خلوصِ نیت کے ساتھ --- عاجزی اور انکساری کے ساتھ --- الغرض جسم طہارتِ ظاہری سے آراستہ ہو --- طبیعت اکل حلال کی خوگر ہو --- زبان پر خدا کا ذکر ہو --- دل میں خدا کا خوف ہو --- اور یہ ساری ادائیں سنّت مصطفی ﷺ کے تابع ہوں --- اس طرح پڑھی گئی نماز کی کیا شان ہے --- یہ نماز دین کا ستون ہے (شعب الایمان) --- ایمان کا ثبوت ہے (مسند امام احمد) --- روز قیامت کا نور ہے (مسند امام احمد) --- جنت کی چابی ہے (مسند امام احمد) --- اور قرب خداوندی کا ذریعہ ہے (قرآن)۔ یا اللہ! ہمیں ایسی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما جو تیری بارگاہ میں قبول ہو۔ آمین!

[۲۰۱] درمیانی نماز سے مراد نمازِ عصر ہے اور اس کے خصوصی ذکر کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عصر کے وقت عموماً انسان کاروبار اور دیگر دنیاوی معاملات میں مصروف ہوتا ہے، لہٰذا اسے متنبہ کیا جا رہا ہے کہ یہ سارے کام عارضی ہیں اور یہیں رہ جائیں گے۔ اٹھو! نماز پڑھو جو قبر اور حشر میں بھی تمہارے ساتھ رہے گی۔

Marfat.com

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

۲۳۹۔ پس اگر تم حالتِ خوف میں ہو تو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر (نماز پڑھ لو)، [۲۰۲] پھر جب تم حالتِ امن میں ہو تو اللہ تعالیٰ کی یاد کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھایا جو تم نہیں جانتے تھے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾

۲۴۰۔ اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی بیویوں کے لئے وصیت کر جایا کریں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے [۲۰۳] اور گھر سے نہ نکالا جائے، پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس چیز کا کوئی گناہ نہیں ہے جو کچھ وہ دستور کے مطابق اپنے معاملے میں کریں، اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾

۲۴۱۔ اسی طرح مطلقہ عورتوں کو مناسب طور پر کچھ خرچ دینا چاہیے، یہ پرہیزگار لوگوں پر واجب ہے۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع ۳۱/۱۵

۲۴۲۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

---

[۲۰۲] اگر کسی کو نماز کے وقت میں دشمن یا درندہ وغیرہ نظر آ جائے جس سے اس کی جان کو خطرہ لاحق ہو تو وہ پیادہ یا سوار نماز پڑھ سکتا ہے۔ اشارے سے رکوع اور سجود کرے تاکہ خطرہ سے بھی محتاط رہے اور اگر قبلہ کی طرف منہ کرنے پر قادر نہ ہو تو جدھر بھی رخ ہو نماز پڑھ لے۔ یہ آیت ایک طرف تو نماز کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے کہ جان کا خطرہ ہو تو بھی نماز معاف نہیں ہے اور دوسری طرف اسلام کی نرمی پر گواہ ہے کہ جس طرح آسانی ہو اسی طرح نماز ادا کر لو، تاہم جب خوف کی حالت ختم ہو جائے تو پھر اسی طرح نماز پڑھی جائے جس طرح اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے۔

[۲۰۳] ابتدائے اسلام میں بیوہ عورت کی عدت ایک سال تھی جو بعد میں اسی سورت کی آیت نمبر ۲۳۴ سے منسوخ کر دی گئی، لہٰذا اب چار ماہ دس دن ہے۔ عدت کے دوران مطلقہ یا بیوہ عورت کے اخراجات خاوند یا خاوند کی وفات کی صورت میں خاوند کے رشتہ داروں پر لازم ہیں۔ عدت میں ایک حکمت یہ بھی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عورت حاملہ تو نہیں، تو چونکہ وہ

Marfat.com

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۠ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾

۲۴۳۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے [۲۰۴] تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: مرجاؤ، پھر انہیں زندہ فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت مہربان ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾

۲۴۴۔ اور اللہ کی راہ میں لڑائی کرو [۲۰۵] اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے جاننے والا ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾

۲۴۵۔ ہے کوئی جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دے؟ [۲۰۶] تو اللہ تعالیٰ اس قرض کو اس کے لئے کئی گنا بڑھا دے، اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی فرماتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

خاوند کے نسب کی حفاظت میں بیٹھی ہے اس لئے اس کے اخراجات کا ذمہ دار بھی خاوند ہے۔

[۲۰۴] موت ایک عالمگیر صداقت ہے جس سے فرار ممکن نہیں۔ اس حقیقت کو اجاگر کرنے کے لئے قرآن مجید نے ایک گزشتہ قوم کی مثال بیان کی ہے کہ وہ موت سے بچنے کے لئے گھربار چھوڑ کر بھاگ نکلی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط کر دی اور کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ زندہ کر کے واضح کر دیا کہ موت سے بھاگنا ممکن نہیں ہے۔

[۲۰۵] اس وضاحت کے بعد کہ موت سے فرار ممکن نہیں اب مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی جا رہی ہے کہ جان نے تو آخر ایک دن جانا ہی ہے لیکن کتنا خوش نصیب ہے وہ انسان جس کی جان دین کی سربلندی میں کام آ جائے۔

[۲۰۶] جو انسان حلال کی کمائی سے خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دے یعنی اس کی راہ میں خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے قرض کو کئی گنا زیادہ کر دے گا اور دونوں جہاں میں اس کو برکتوں سے مالا مال فرمائے گا۔ رزق کی تنگی اور فراخی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی راہ میں فراخ دلی سے خرچ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کئی گنا زیادہ کرنے کا وعدہ فرما رہا ہے اور بخل نہ کرو ممکن ہے وہ ناراض ہو جائے اور تمہیں محتاج و کنگال بنا دے۔ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے کتنا اجر و ثواب ملتا ہے، ایک حدیث پاک کا مفہوم مثال کے طور پر ملاحظہ کریں:

"جو انسان حلال کی کمائی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک کھجور کے دانے کے برابر خیرات کرے، اللہ تعالیٰ اسے قبول

Marfat.com

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِىۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰى ‌ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ قَالَ هَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ‌ؕ قَالُوۡا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَقَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِيَارِنَا وَاَبۡنَآٮِٕنَا ‌ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ﴿۲۴۶﴾

۲۴۶۔ کیا آپ نے موسیٰ علیہ السلام (کی وفات) کے بعد بنی اسرائیل کے اس گروہ کو نہیں دیکھا؟ جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک امیر مقرر کر دو تا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں، [۲۰۷] نبی نے کہا: کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے تو تم جہاد نہ کرو، انہوں نے کہا: ہمارے لئے کوئی وجہ نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد نہ کریں حالانکہ ہمیں اپنے گھروں سے نکال دیا گیا ہے اور بچوں سے جدا کر دیا گیا ہے، مگر جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو چند لوگوں کے سوا سب نے منہ پھیر لئے، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔

وَقَالَ لَهُمۡ نَبِيُّهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ بَعَثَ لَـكُمۡ طَالُوۡتَ مَلِكًا ‌ؕ قَالُوۡٓا اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهُ الۡمُلۡكُ عَلَيۡنَا وَنَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡمُلۡكِ مِنۡهُ وَلَمۡ

۲۴۷۔ اور ان کے نبی نے ان سے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارے لئے امیر مقرر فرما دیا ہے، [۲۰۸] وہ کہنے لگے: وہ ہم پر حکمران کیسے ہو سکتا

فرما کر اس کی تربیت کرتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اس کھجور کے دانے کا ثواب اُحد پہاڑ سے بھی بڑا ہو جائے گا۔''

(بخاری: ۱۴۱۰: کتاب الزکوٰۃ: باب ۸)

[۲۰۷] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے کہ عمالقہ نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا اور فلسطین کے اکثر حصوں پر قبضہ کر لیا۔ بنی اسرائیل کے سرداروں کی ایک جماعت نے اس زمانے کے نبی حضرت سموئیل علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: ہمارے لئے ایک امیر مقرر کر دیں جس کی قیادت میں ہم عمالقہ سے جہاد کر کے اپنے علاقے آزاد کرائیں۔ حضرت سموئیل علیہ السلام نے ان کے سابقہ کردار کے پیش نظر فرمایا: کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر جہاد فرض کرے اور تم جہاد سے منہ موڑ جاؤ۔ اس پر وہ کہنے لگے: یہ نہیں ہو سکتا، عمالقہ نے ہمیں گھروں سے نکالا، ہمیں بچوں سے جدا کیا، لہٰذا اب ہم ضرور جہاد کریں گے لیکن جب جہاد فرض ہوا تو گنتی کے چند آدمیوں کے سوا سب نے جہاد کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ مسلمانوں کو اس لئے سنایا جا رہا ہے تا کہ وہ بنی اسرائیل کی بزدلی، کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے عبرت حاصل کریں۔

[۲۰۸] بنی اسرائیل کی خواہش پر اللہ تعالیٰ نے طالوت کو جب ان کا امیر مقرر کر دیا تو وہ اعتراض کرنے لگے کہ یہ غریب اور ایک

Marfat.com

يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾

ہے؟ حالانکہ ہم اس سے زیادہ حکومت کے مستحق ہیں اور اس کو تو مالی فراخی بھی نہیں دی گئی، نبی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلے میں اسی کو منتخب فرمایا ہے اور اس کو علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطا فرمائی ہے، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنا ملک عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ ع

۲۴۸۔ اور ان کے نبی نے ان سے فرمایا: اس کی بادشاہی (امیر مقرر ہونے) کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آئے گا[۲۰۹] جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکونِ قلب کا سامان ہے اور آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کا بقیہ ترکہ ہے، اس صندوق کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اگر تم مؤمن ہو تو اس میں تمہارے لئے بہت بڑی نشانی ہے۔

عام آدمی ہے یہ ہمارا امیر کیسے بن سکتا ہے؟ اس پر حضرت سموئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ میرا انتخاب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو امیر مقرر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جسے چاہے اپنا ملک عطا فرماتا ہے، نیز امارت وقیادت کے لئے نسل اور مال نہیں بلکہ علم وشجاعت کی ضرورت ہوتی ہے اور ان صفات کے اعتبار سے طالوت تم سب سے ممتاز ہے۔

[۲۰۹] طالوت کے انتخاب پر بنی اسرائیل نے جب نشانی کا مطالبہ کیا تو حضرت سموئیل علیہ السلام نے فرمایا: اس کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے سامنے طالوت کے پاس فرشتے وہ صندوق واپس لائیں گے جو عمالقہ تم سے چھین کر لے گئے تھے۔ اس صندوق میں حضرات موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات ہیں جن کی وجہ سے آپ کے دلوں کو تسکین حاصل ہوتی تھی۔ جب فرشتے اس بیل گاڑی کو لے آئے جس پر یہ صندوق رکھا ہوا تھا تو بنی اسرائیل نے نعرہ تکبیر بلند کیا، ان کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہیں طالوت کے امیر بننے کا بھی یقین ہو گیا۔ (تفسیر جامع البیان)

صندوق میں حضرات موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی لاٹھیاں، ان کے کپڑے اور تورات کے ٹکڑے تھے۔ (تفسیر جامع البیان) بنی اسرائیل جب دشمنوں سے جنگ کرتے تو اس صندوق کو اپنے آگے رکھتے اور اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

سے اپنے دشمنوں کے خلاف فتح کی دعا کرتے۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ وہ اشیاء جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے ہوتا ہے، ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں، مشکلات دور ہوتی ہیں اور دشمنوں پر غلبہ نصیب ہوتا ہے۔ اس کی تائید سورۃ یوسف میں بھی موجود ہے یعنی ''جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر رکھی گئی تو ان کی بینائی لوٹ آئی''۔ (قرآن: ۱۲: ۹۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رحمتِ عالم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب اشیاء کا احترام کرتے اور ان کو حصولِ برکت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ مثال کے طور پر:

۱۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ مبارک کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو پلاتیں اور اس جبہ کے وسیلہ سے بیماروں کے لئے شفا طلب کی جاتی۔ (مسلم: ۵۴۰۹: کتاب اللباس: باب ۲)

۲۔ جنگِ یرموک کے دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گم ہو گئی۔ انہوں نے مجاہدین کو کہا کہ اس کو تلاش کرو۔ بعد از تلاشِ بسیار وہ ٹوپی مل گئی (اس پر مجاہدین نے اعتراض کیا کہ جنگ کی شدت میں اس بوسیدہ ٹوپی کی تلاش چہ معنی دارد؟) تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس ٹوپی میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک ہے اور میں جس جنگ میں بھی اس ٹوپی کے ساتھ شریک ہوا مجھے اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

(مستدرک: امام حاکم: ۵۲۹۹: جلد ۳: ص ۳۳۹: مناقب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ)

۳۔ حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک تھا جس کو وہ اپنے لباس میں رکھتے تھے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری: ابن حجر عسقلانی: مقدمہ: ۴۸۱)

۴۔ حضرت ابن سیرین بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبیدہ سے کہا: ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال ہے جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یا ان کے گھر والوں کی طرف سے ملا تھا تو انہوں نے کہا: میرے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال ہونا مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ (بخاری: ۱۷۰: کتاب الوضوء: باب ۳۳)

۵۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی جب واپس مکہ گیا تو اس نے قریش سے کہا: اے میری قوم! خدا کی قسم! میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی وغیرہ کئی بادشاہوں کے پاس وفود لے کر گیا ہوں۔ بخدا میں نے کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم نہیں دیکھی جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوکتے تو کوئی نہ کوئی صحابی اس کو اپنی ہتھیلی پر لے لیتا، پھر اس لعاب کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کا حکم دیتے تو سب اس کام کو کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لئے وہ سب ایک دوسرے پر اس طرح جھپٹ پڑتے جیسے وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے

Marfat.com

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۗ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۗ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾

۲۴۹۔ پھر جب طالوت فوج لے کر روانہ ہوا تو اس نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر کے ذریعہ آزمانے والا ہے، جس نے اس سے پانی پی لیا وہ میرا ساتھی نہیں اور جس نے نہ پیا وہ یقیناً میرا ساتھی ہے، البتہ جو اپنے ہاتھ سے ایک چلّو پی لے (اس پر کوئی حرج نہیں) لیکن سوائے چند لوگوں کے باقی سب نے خوب پانی پیا، [۲۱۰] پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ ایمان والے اس دریا سے گزر گئے تو کہنے لگے: آج جالوت اور اس کی فوج کے ساتھ لڑنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے، جو لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ وہ ایک دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والے ہیں، انہوں نے کہا: بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک چھوٹا گروہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک بڑے گروہ پر غالب آ گیا، [۲۱۱] اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور جب آپ ﷺ بات کرتے تو آپ ﷺ کے سامنے سب خاموش ہو جاتے اور آپ ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے آپ ﷺ کو گھور کر نہ دیکھتے۔ (بخاری: ۲۷۳۱: کتاب الشروط: باب ۱۵) للہذا مسلمانوں کا مقابلہ تمہارے بس کا روگ نہیں ہے، مگر اہل مکہ اپنی ضد پر اڑے ہوئے تھے۔

[۲۱۰] جنگ کے دوران مجاہدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ بھوک، پیاس اور دیگر تکالیف کو صبر کے ساتھ برداشت کریں، نیز اطاعت امیر ہر حال میں ضروری ہے لیکن دشمن کے مقابلے میں تو اس کی اہمیت کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہے، چنانچہ ان دونوں باتوں کی تربیت اور امتحان کے لئے طالوت نے کہا: اس نہر سے پانی پینے کی اجازت نہیں ہے۔ جس نے پانی پیا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا، ہاں اگر پیاس کی شدت ہو تو ایک آدھ چلّو پینے کی اجازت ہے، لیکن ہوا یہ کہ اکثریت نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور طالوت کی فوج سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ صرف چند مخلصین اس امتحان میں کامیاب ہوئے جن کی تعداد ۳۱۳ بتائی گئی ہے جو کہ اصحاب بدر کی تعداد ہے۔

[۲۱۱] ان مخلص اہل ایمان نے جب جالوت کے لشکر جرار کو دیکھا تو اپنی قلیل تعداد کے پیش نظر کہنے لگے کہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ

Marfat.com

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾

۲۵۰۔ اور جب وہ جالوت اور اس کی فوج کے سامنے آ گئے تو انہوں نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہمیں صبر دے، ہم کو ثابت قدم رکھ اور قومِ کفار پر ہمیں فتح دے۔ [۲۱۲]

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ۫ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ

۲۵۱۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے کفار کو شکست دے دی اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا، [۲۱۳] اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو حکومت اور حکمت سے نوازا اور جتنا چاہا علم بھی عطا فرمایا، اور اگر اس طرح اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ

ہمارے بس کا روگ نہیں لیکن ان میں سے زیادہ پختہ ایمان والوں نے کہا کہ کامیابی کا دارومدار تعداد کی کثرت پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہوتا ہے اور تاریخ انسانیت میں ایسا بارہا ہوا ہے کہ تھوڑے سے اہل ایمان بہت سے بے دینوں پر غالب آ جاتے ہیں۔

[۲۱۲] میدانِ جہاد میں اہل ایمان کی دعا ملاحظہ کریں: پہلے اپنے لئے صبر و استقامت کی دعا کی اور پھر دشمن کی شکست کا سوال کیا۔ اس دعا کی ترتیب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان کی طرف سے خلوصِ نیت کے ساتھ پہلے صبر و استقامت کا مظاہرہ ہونا چاہیے، پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت شاملِ حال ہوتی ہے اور دشمن پر فتح نصیب ہوتی ہے۔ ہر دور میں اہلِ ایمان کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ مادی اسباب کے ساتھ ساتھ نصرت الٰہی کے لئے دعا مانگتے ہیں، اور دعا مانگتے ہی اہلِ ایمان کے دلوں میں ایسی جرأت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ شہید یا غازی کی سعادت حاصل کرنے کے لئے پہاڑوں سے ٹکرا جاتے ہیں اور دعا مؤمن کا ایسا ہتھیار ہے جس کا کفار کے پاس کوئی جواب نہیں اور یہی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ ہے۔ کیونکہ ''دعا مؤمن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے اور زمین و آسمان کا نور ہے۔''

(الترغیب والترھیب: کثرۃ الدعاء، مستدرک للحاکم: جلد اول ص ۶۶۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ شدائد اور مصائب میں اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ خوشحالی کے ایام میں کثرت سے دعا کیا کرے۔

(ترمذی: ۳۳۸۲: کتاب الدعوات: باب ۹)

[۲۱۳] چنانچہ یہ مٹھی بھر مجاہدین صبر و استقامت کے ساتھ میدانِ جنگ میں اُتر پڑے اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے دشمن کے

Marfat.com

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

کرتا تو زمین برباد ہو جاتی [۲۱۴] لیکن اللہ تعالیٰ سارے جہانوں پر فضل و کرم فرمانے والا ہے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

۲۵۲۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ ﷺ پر تلاوت کرتے ہیں، اور بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

۲۵۳۔ یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، ان میں سے کسی سے اللہ تعالیٰ نے خود کلام فرمایا اور بعض کے درجے بلند کئے، [۲۱۵]

لشکرِ جرار کو شکست دیدی۔ اس جنگ میں نمایاں کردار حضرت داؤد علیہ السلام کا ہے جنہوں نے جالوت جیسے طاقتور پہلوان اور سامانِ جنگ سے لیس جرنیل کو منجنیق سے پتھر مار کر ہلاک کر دیا حالانکہ اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام کم سن اور بیماری کی وجہ سے کمزور بھی تھے اور یہ جذبہ فلسطینی بچوں میں آج بھی نمایاں ہے جو اسرائیلی ٹینکوں اور گولیوں کے مقابلے میں صرف پتھر کے ٹکڑوں سے دادِ شجاعت دیتے ہیں۔

[۲۱۴] اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ جب کوئی ظالم قوم ظلم و ستم کی انتہا کو پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ ایک اور قوم کے ذریعہ اس کے مظالم کا خاتمہ کر دیتا ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کا اہلِ زمین پر خاص فضل ہے کیونکہ اگر ایک ہی سرکش قوم ہمیشہ برسرِ اقتدار رہتی تو کمزور لوگوں کا جینا دوبھر ہو جاتا اور ساری زمین ظلم و فساد سے بھر جاتی۔

(سورہ حج کی آیات نمبر ۳۸ تا ۴۰ میں بھی اس سنتِ الٰہیہ کا ذکر کیا گیا ہے)

[۲۱۵] جس طرح نفسِ انسانیت میں سب انسان برابر ہیں مگر صلاحیتوں کے اعتبار سے ہر ایک کا مرتبہ مختلف ہے اسی طرح نفسِ نبوت میں سب نبی برابر ہیں لیکن کمالات و مراتب کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اور سب سے افضل نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے:

☆ آپ ﷺ کا ذکر بلند فرمایا۔ (قرآن: ۹۴:۴)
☆ آپ ﷺ کو حوضِ کوثر عطا فرمایا۔ (قرآن: ۱۰۸:۱)
☆ آپ ﷺ کو معراج کرایا۔ (قرآن: ۱۷:۱)
☆ آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے نبی بنایا۔ (قرآن: ۲۵:۱)
☆ آپ ﷺ کو آخری نبی بنایا۔ (قرآن: ۳۳:۴۰)

Marfat.com

☆ آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا۔ (قرآن:۲۱:۱۰۷)
☆ آپ ﷺ کو چشم دید گواہ بنایا۔ (قرآن:۴۸:۸)
☆ آپ ﷺ کی رضا چاہنے کا اعلان فرمایا۔ (قرآن:۲:۱۴۴)
☆ آپ ﷺ کو قرآن کا علم دیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ (قرآن:۱۶:۸۹)
☆ آپ ﷺ کو نور بنا کر بھیجا۔ (قرآن:۵:۱۵)
☆ آپ ﷺ کی امت کو ساری امتوں سے افضل بنایا۔ (قرآن:۳:۱۱۰)
☆ آپ ﷺ کے دین کو گزشتہ ادیان کے لئے ناسخ قرار دیا۔ (قرآن:۳:۸۵)
☆ آپ ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن کی ہر سورت (اور ہر آیت) کو معجزہ بنایا جس کی مثل نہ کوئی لا سکا ہے اور نہ آئندہ لا سکے گا۔
(قرآن:۲:۲۳)

نیز حدیث پاک میں ہے کہ:
☆ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ (ترمذی:۳۶۱۶:ابواب المناقب:باب ۱)
☆ آپ ﷺ تمام انبیائے کرام کے امام ہیں۔ (مسند احمد: جلد اول:ص ۱۳۸)
☆ آپ ﷺ سب رسولوں کے سردار ہیں۔ (ابن ماجۃ:۹۰۶:ابواب اقامۃ الصلوات:۲۵)
☆ آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (مسند احمد: جلد ۴:ص ۶۶)
☆ قیامت کے دن سب سے پہلے آپ ﷺ شفاعت کریں گے اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کی شفاعت قبول ہوگی۔
(ابن ماجۃ:۴۳۰۷:ابواب الزھد:باب ۳۷)
☆ تمام زمین آپ ﷺ کے لئے مسجد بنادی گئی یعنی کسی بھی پاک جگہ پر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔
(بخاری:۳۳۵:کتاب التیمم:باب ۱)

الغرض تمام انبیائے کرام علیہم السلام میں جو کمالات متفرق طور پر پائے جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے وہ سارے کمالات آپ ﷺ کی ایک ذات میں اکٹھے کر دیئے ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ پیدا ہوئے تو جنت کے خازن رضوان نے کہا: یا محمد! آپ کو بشارت ہو، اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو جو علم انفرادی طور پر عطا فرمایا وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرما دیئے ہیں، لہٰذا آپ کا علم تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے زیادہ ہے۔ (مواہب لدنیہ: جلد اول: ص ۱۲۷) اور مزید ایسی عظمتیں بھی عطا فرمائی ہیں جن میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے۔ بلاشبہ سارے انبیائے کرام علیہم السلام ہدایت کا نور پھیلاتے ہیں، مگر فضیلت کے حوالے سے آپ ﷺ سورج کی طرح ہیں اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام ستاروں کی مانند ہیں۔ (قصیدۃ البردۃ)

Marfat.com

الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ
اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ
بَعْدِ مَا جَاۗءَتْھُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا
فَمِنْھُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْھُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ
وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝253 ع

اور ہم نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو واضح نشانیاں دیں اور ہم نے روح القدس (جبرائیل) سے ان کی مدد فرمائی، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان رسولوں کے بعد والے واضح نشانیاں آنے کے بعد آپس میں قتال نہ کرتے [۲۱۶] لیکن انہوں نے اختلاف کیا، ان میں سے بعض مؤمن رہے اور بعض نے کفر اختیار کیا، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ
مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا
خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ ھُمُ
الظّٰلِمُوْنَ ۝254

۲۵۴۔ اے ایمان والو! جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہوگی اور نہ (کفار کے لئے) دوستی ہوگی اور نہ (ان کے لئے) شفاعت ہوگی، [۲۱۷] اور کافر ہی ظالم ہیں۔

تنبیہ: کسی نبی کی فضیلت اس طرح بیان نہ کی جائے جس سے کسی دوسرے نبی کی توہین ہو کیونکہ وہ سارے اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور سب کی تعظیم لازم ہے۔

[۲۱۶] اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ اگر وہ چاہتا تو کوئی بھی اختلاف اور جھگڑا نہ کر سکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی کو مجبور نہیں کیا بلکہ اس نے حق و باطل کے راستے بالکل واضح کر دیئے ہیں اور ہر انسان کو اپنی مرضی کا راستہ منتخب کرنے کا اختیار دے دیا ہے۔ اب بعض تو اس اختیار کا صحیح استعمال کر کے مؤمن بن جاتے ہیں اور بعض اس کا غلط استعمال کر کے کافر بن جاتے ہیں۔

[۲۱۷] زندگی اور دولت دونوں آزمائش ہیں نہ زندگی ہمیشہ رہے گی اور نہ ہی دولت، لہٰذا جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی دولت سے نوازا ہے اسے چاہیے کہ مرنے سے پہلے پہلے اپنی دولت کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے نیکیاں خریدے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا قرب حاصل کرے، کیونکہ اللہ والوں کی دوستی قیامت کے دن بھی قائم رہے گی (قرآن: ۴۳:۶۷) اور اللہ کی اجازت سے وہ شفاعت بھی کریں گے۔ (قرآن: ۲:۲۵۵)

لیکن جن لوگوں نے کفر کر کے ظلم کا راستہ اختیار کیا قیامت کے دن نہ تو کوئی دوستی ان کے کام آئے گی اور نہ ہی کوئی شفاعت انہیں فائدہ دے گی۔ (قرآن: ۷۴:۴۸)

Marfat.com

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ۬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

۲۵۵۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، [۲۱۸] وہ زندہ ہے اور سب کو قائم رکھنے والا ہے، نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں شفاعت کر سکے، وہ جانتا ہے جو لوگوں کے سامنے (عیاں) ہے اور جو ان کے پیچھے (مخفی) ہے، اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی (حکومت) زمین اور آسمانوں کو محیط ہے اور ان کی حفاظت اللہ تعالیٰ کو تھکاتی نہیں ہے اور وہی سب سے بلند عظمت والا ہے۔

لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ۫ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾

۲۵۶۔ دین میں کوئی جبر نہیں، [۲۱۹] بے شک ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے، اس لئے جو شخص شیطان کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تو اس نے ایسا مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

---

[۲۱۸] اس آیت کا نام آیت الکرسی ہے۔ یہ قرآن کریم کی تمام آیتوں سے افضل ہے۔ (تفسیر ابن کثیر) کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا جامع بیان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ہمیشہ سے از خود زندہ اور قائم ہے۔ نیند اور اونگھ سے پاک ہے۔ اس کی کرسی (حکومت) زمین اور آسمانوں کو محیط ہے۔ نظام کائنات اس کی تدبیر سے رواں دواں ہے اور اس کی نگہبانی اس کے لئے دشوار نہیں ہے۔ اس کی بارگاہِ ذوالجلال میں صرف وہی شفاعت کر سکے گا جسے اجازت ہو گی۔ اس کائنات کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا علم کائنات کے ہر ذرہ کو محیط ہے اور مخلوق صرف اتنا ہی علم رکھتی ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا ہے۔

آیت الکرسی کی فضیلت میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتا ہے اس کی موت کے بعد جنت میں داخل ہونے سے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۲۳۹۵: جلد ۵: ص ۴۵۸)

[۲۱۹] دین میں جبر نہیں یعنی کسی کو زبردستی مسلمان نہ بنایا جائے کیونکہ قرآن کریم نے حق اور باطل کے راستے بالکل واضح کر دیئے

Marfat.com

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥٧﴾

۲۵۷۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے دوست شیطان ہیں وہ انہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف نکال لے جاتے ہیں، یہی لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٥٨﴾ۚ

۲۵۸۔ (پیارے نبی ﷺ!) کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا [۲۲۰] اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سلطنت دی تھی، جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اس نے کہا: میں بھی زندہ کرسکتا ہوں اور مار سکتا ہوں، ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال لا، یہ سن کر کافر کے ہوش اڑ گئے، اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

ہیں اب جو اپنی مرضی سے شیطان کو ٹھکرا دے اور حق کو مان لے تو اللہ تعالیٰ اس کو نور کی ایسی شاہراہ پر گامزن کر دیتا ہے جو اسے بالآخر جنت میں لے جاتی ہے اور جو شیطان کی اتباع کرتا ہے وہ تاریکیوں میں سرگرداں ہو کر جہنم میں گر جاتا ہے۔

[۲۲۰] عراق کے بادشاہ نمرود نے خدائی کا دعویٰ کر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو خدا ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر نمرود نے کہا: اگر میں رب نہیں ہوں تو پھر تیرا رب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ نمرود نے کہا: یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں، چنانچہ اس نے ایک ایسے قیدی کو بلایا جس کو قتل کا حکم ہو چکا تھا اور اسے آزاد کر دیا اور ایک بے گناہ آدمی کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ ظلم سے شرابور اور عقل سے بہت دور اس تو جیہ کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تو اسے مغرب سے نکال کر دکھا۔ اس پر نمرود ششدر و حیران رہ گیا اور کسی قسم کا کوئی جواب نہ دے سکا۔

Marfat.com

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً

۲۵۹۔ یا اسی طرح اس شخص کو (نہیں دیکھا) جو ایک بستی پر گزرا درآنحالیکہ وہ بستی اپنی چھتوں کے بل گری پڑی تھی، وہ شخص کہنے لگا: اللہ تعالیٰ اس بستی (کے باشندوں) کو ہلاک ہونے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ [۲۲۱] تو اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال کے لئے مار دیا، پھر اس کو زندہ کر کے اٹھایا اور پوچھا: کتنی مدت تو یہاں ٹھہرا رہا؟ وہ کہنے لگا: ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلکہ تو ایک

[۲۲۱] ایک نبی (حضرت عزیر علیہ السلام) ایک ایسی آبادی کے پاس سے گزرے جو تباہ و برباد ہو چکی تھی۔ ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان ہلاک شدہ لوگوں کو کیسے زندہ کرے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے تھے بلکہ اس حقیقت کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی پر موت طاری کر دی اور سو سال کے بعد زندہ کر کے فرمایا: تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے رہے؟ وہ کہنے لگے: ایک آدھ دن۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں بلکہ تمہیں اور تمہارے گدھے کو تو مرے ہوئے سو سال گزر چکے ہیں۔ گدھے کا گوشت ختم ہو چکا ہے۔ اس کی ہڈیاں آپ کے سامنے بکھری پڑی ہیں لیکن کھانے پینے کی چیزیں بالکل تازہ ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کے سامنے ان ہڈیوں سے گدھے کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ اس مشاہدہ کے بعد نہ صرف اس نبی کو اطمینان قلب حاصل ہوا بلکہ اس واقعہ نے دوسرے لوگوں کے لئے بھی یہ حقیقت مزید اجاگر کر دی کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو سو سال کے بعد زندہ کر سکتا ہے وہ لاکھوں سال بعد قیامت کے دن بھی زندہ کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی سنت اور قدرت کی ایک مثال

اس سو سال میں کئی موسم بدلے، سردیاں اور گرمیاں آئیں، بارشیں اور آندھیاں آئیں، جنگلی درندوں اور فضائی پرندوں کا وہاں سے گزر رہا۔ ان احوال سے متاثر ہو کر گدھے کا جسم تو ختم ہو گیا مگر اسی جگہ کھانے پینے کی چیزیں کیسے تر و تازہ رہیں؟ حالانکہ مردے کا جسم ختم ہونے میں کافی دیر لگتی ہے جبکہ کھانے پینے کی اشیاء چند گھنٹوں میں خراب ہو جاتی ہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی سنت تو یہی ہے جو گدھے کے ساتھ ہوا لیکن اگر وہ چاہے تو اس کی قدرت یہ بھی ہے کہ حوادثِ زمانہ کے باوجود کھانا بالکل تر و تازہ رہے۔ اسی طرح قبروں میں عام انسانوں کے اجسام تو ختم ہو جائیں گے مگر انبیائے کرام علیہم السلام کے مقدس جسموں کو مٹی نقصان نہیں پہنچا سکے گی، وہ بالکل صحیح و سلامت رہیں گے۔ اس کا ثبوت حدیث کی کئی کتابوں میں موجود ہے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمہارے دنوں میں سب سے زیادہ فضیلت والا دن

Marfat.com

لِلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾

سو سال تک ٹھہرا رہا ہے، اب ذرا اپنی کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھ جو ابھی تک باسی نہیں ہوئیں اور اپنے (مرے ہوئے) گدھے کو بھی دیکھ تا کہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے نشانی بنائیں، (مردہ گدھے کی) ہڈیوں کو دیکھ ہم انہیں کیسے جوڑتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، پھر جب حقیقت اس کے سامنے بالکل واضح ہوگئی تو اس نے کہا: مجھے علم ہوگیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع ۲۵

۲۶۰۔ اور یاد رکھو جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا؟ [۲۲۲] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم اس پر یقین نہیں رکھتے؟ عرض کی: کیوں نہیں، لیکن (یہ سوال اس لئے ہے) تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے، فرمایا: چار پرندے لیں، پھر انہیں اپنے ساتھ مانوس کرلیں، پھر (ان کو ذبح کر کے) ان کے جسم کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دیں، پھر انہیں بلائیں، وہ آپ کے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے، اور جان لیں بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے۔

جمعہ ہے۔ اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے''۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے اجسام کو کھانا زمین پر حرام کردیا ہے۔ (ابن ماجہ: ۱۰۸۵: ابواب اقامۃ الصلاۃ: باب ۷۹)

[۲۲۲] حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گزر ایک ایسے مردے پر ہوا جس کا گوشت درندے اور پرندے کھا چکے تھے، صرف ہڈیاں بکھری پڑی تھیں۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: یا اللہ! مجھے یہ دیکھنے کا شوق ہے کہ مُردوں

Marfat.com

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ؀

۲۶۱۔ جو لوگ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جو سات خوشے اگائے اور ہر خوشے میں سو دانے ہوں، [۲۲۳] اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے ان کو دگنا کر دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے۔

کو کس طرح زندہ کیا جائے گا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم اس پر ایمان نہیں رکھتے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: میں اس پر پختہ یقین رکھتا ہوں لیکن صرف کیفیت کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کا علم تھا مگر اس کے باوجود اس لئے سوال کیا تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی پتہ چل جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ زندگی پر ایمان رکھتے تھے صرف کیفیت کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: چار پرندے لو، ان کو اپنے ساتھ مانوس کر لو تاکہ زندہ ہونے کے بعد ان کو آسانی سے پہچان سکو کہ یہ وہی پرندے ہیں اور ان کو ذبح کر کے ان کے گوشت کے ٹکڑے آپس میں ملا دو۔ اس کے بعد ان ملے ہوئے ٹکڑوں کو پہاڑوں پر پھینک دو اور پھر انہیں اپنی طرف بلاؤ۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیلِ حکم کر کے ان کو بلایا تو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ گوشت کے ٹکڑے، ہڈیاں اور پر اکٹھے ہوئے اور دوبارہ زندہ ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اسی طرح قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ندا بلند ہو گی تو زمین کے ہر گوشے سے انسان زندہ ہو کر اکٹھے ہو جائیں گے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کا ایمان امتی کی نسبت بہت بلند ہوتا ہے، کیونکہ امتی صرف اپنے نبی سے سن کر ایمان لاتا ہے لیکن نبی صرف سن کر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اسے مشاہدہ بھی کراتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: خبر اور مشاہدہ برابر نہیں ہو سکتے۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۲۷۱)

[۲۲۳] اس آیت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ جو انسان ایک پونڈ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو اس کا اجر و ثواب سات سو گنا سے شروع ہوتا ہے حالانکہ دیگر عام نیکیوں کا اجر و ثواب دس گنا سے شروع ہوتا ہے۔ (قرآن: ۶: ۱۶۰) اس سے آپ راہِ خدا میں خرچ کرنے کی فضیلت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

محنت و مشقت سے کمائی ہوئی دولت کا خرچ کرنا مشکل تو ہے لیکن اس مال سے پورے معاشرے کی دینی اور دنیاوی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ یعنی ایک طرف فقیر، مسکین، محتاج اور مجبور لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں تو دوسری طرف جہاد، رفاہِ عامہ، تعلیم دین، اشاعتِ اسلام، مساجد اور مدارس کے اخراجات پورے ہو جاتے ہیں۔ بہرحال یہ تو راہِ خدا میں خرچ کرنے کا ابتدائی ثواب ہے، پھر جس قدر کسی کا خلوص بڑھتا جائے گا اسی حساب سے اس کا اجر بھی بڑھتا جائے گا حتیٰ کہ جس کا اخلاص بے حساب ہو گا اس کا اجر بھی بے حساب ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ واسع ہے، اس کے خزانے اور دستِ عطا میں بڑی وسعت ہے اور وہ علیم ہے، ہر ایک کے اخلاص اور ارادے کو بخوبی جانتا ہے اور اسی اعتبار سے اجر و ثواب عطا

Marfat.com

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾

۲۶۲۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ دکھ دیتے ہیں [۲۲۴] ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾

۲۶۳۔ اچھی بات کرنا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچائی جائے، [۲۲۵] اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے بہت بردبار ہے۔

فرماتا ہے۔

[۲۲۴] جو لوگ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اس لئے کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور خرچ کرنے کے بعد نہ تو کسی پر احسان جتاتے ہیں اور نہ ہی ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں جس سے غریب کی دلآزاری ہو تو ایسے خوش نصیب لوگ اپنے رب تعالیٰ سے اجر عظیم پائیں گے اور ہر قسم کے خوف و غم سے محفوظ رہیں گے۔ اس مفہوم سے ملتی جلتی ایک حدیث پاک ملاحظہ کریں:

جنگ تبوک کے موقعہ پر حضرت عثمان ؓ ایک ہزار دینار لے کر حاضر ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کی جھولی میں ڈال دیئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان دیناروں کو حرکت دے کر فرمایا: آج کے بعد عثمان جو کچھ کرتا رہے اس کو نقصان نہیں دے گا۔ (ترمذی: ۳۷۰۱: ابواب المناقب: باب ۱۸) نیز حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی: اے میرے رب! میں عثمان سے راضی ہو گیا ہوں تو بھی عثمان سے راضی ہو جا! (تفسیر کبیر)

[۲۲۵] کسی سائل کے ساتھ خندہ پیشانی سے گفتگو کرنا اور اگر سائل کے منہ سے کوئی نازیبا بات نکل جائے تو اس سے درگزر کرنا اس صدقہ و خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد احسان جتایا جائے یا کسی سائل کی دلآزاری کی جائے، لہٰذا بہتر تو یہ ہے کہ سائل کا خوشی سے استقبال کیا جائے، اپنی گنجائش کے مطابق اس کی ضرورت پوری کی جائے اور پھر اس پر احسان نہ جتایا جائے، اور اگر مالی مدد کرنے کی گنجائش نہیں ہے تو سائل کے ساتھ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا جائے یہ بھی نیکی ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: پاکیزہ اور اچھی بات کرنا بھی صدقہ ہے۔ (مسلم: ۲۳۳۵: کتاب الزکوٰۃ: باب ۱۶) اور اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا بھی نیکی ہے۔ (مسلم: ۶۶۹۰: کتاب البر: باب ۴۳)

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾

۲۶۴۔ اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح ضائع نہ کرو جو لوگوں کو دکھانے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا، اس کی مثال اس چکنی چٹان کی طرح ہے جس پر مٹی پڑی ہو، پھر اس پر زور کی بارش ہوئی جس نے اس چٹان کو بالکل صاف کر دیا، [۲۲۶] ایسے ریاکار اپنی کمائی (نیکی) سے کچھ بھی حاصل نہ کر سکیں گے، اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾

۲۶۵۔ اور جو لوگ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو ثابت قدم رکھنے کے لئے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اونچی زمین پر اس باغ کی طرح ہے جس پر زور کی بارش ہو تو وہ اپنا پھل دگنا دے، [۲۲۷] اور اگر اس پر زور کی بارش نہ بھی ہو تو اسے شبنم ہی کافی ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

---

[۲۲۶] ریاکار اور منافق کے صدقات کی مثال اس مٹی کی طرح ہے جو گرد و غبار کی صورت میں چٹان پر چھا گئی لیکن جونہی زور کی بارش ہوئی تو ساری مٹی زائل ہو گئی اور چٹان بالکل خالی رہ گئی۔ اسی طرح قیامت کے دن جب عدل و انصاف کی بارش برسے گی تو ریاکار کے صدقات زائل ہو جائیں گے اور اس کا نامہ اعمال بالکل خالی رہ جائے گا۔ ریاکار کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے بندے! تیری ریاکاری والی عبادت میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ میرے حضور قبولیت تک پہنچ سکے اور نہ ہی آج وہ تمہیں فائدہ دے گی۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۶۸۰۸) لہٰذا ان کے پاس جاؤ جن کو دکھانے کے لئے تم یہ کام کرتے تھے اور آج ان سے جا کر ان اعمال کا اجر طلب کرو۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۶۸۳۱: جلد ۵: ص ۳۳۳) یعنی نہ میرے لئے تم نے یہ اعمال کئے اور نہ ہی میرے پاس ان کا اجر ہے۔

[۲۲۷] مخلص مؤمن کے صدقات کی مثال اس باغ کی طرح ہے جو بلند جگہ پر زرخیز زمین میں واقع ہے۔ بارش زیادہ ہو یا کم وہ

Marfat.com

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَاۤ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾

۲۶۶۔ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں، اس کے لئے اس باغ میں ہر قسم کے پھل ہوں، پھر اس کو بڑھاپا آ جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہوں تو اچانک اس باغ میں ایک بگولا آئے جس میں آگ ہو اور وہ باغ جل جائے، [۲۲۸] اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتیں بیان کرتا ہے تا کہ تم غور و فکر کرو۔

باغ ہر دو صورت میں پھل دیتا ہے۔ اسی طرح صاحبِ اخلاص مؤمن کا صدقہ زیادہ ہو یا کم، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے اجرو ثواب کا جو باغ لگا ہوا ہے وہ سدا بہار اور ہمیشہ بارآور رہے گا۔

اس میں ان مخلص مسلمانوں کی دلجوئی کا سامان بھی ہے جو اپنی تنگدستی کی بناء پر زیادہ صدقہ نہیں دے سکتے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے رزق حلال سے ایک کھجور کے دانے کے برابر (یعنی صرف ایک دو پنس بھی خرچ کرے) قیامت کے دن اس کا اجر و ثواب احد پہاڑ سے بھی زیادہ ہوگا۔

(بخاری: ۱۴۱۰: کتاب الزکوۃ: باب ۸)

[۲۲۸] ریاکاری کے نقصانات کو مزید اُجاگر کرنے کے لئے ایک اور مثال دی جا رہی ہے، جیسے ایک آدمی محنت اور دولت خرچ کر کے ایک حسین باغ لگاتا ہے، اس میں میٹھے پانی کی نہریں اور ہر قسم کے پھلدار درختوں کا انتظام کرتا ہے۔ اتنے میں وہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے، اس کے اعضاء مزید مزدوری کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ اس کے بچے بھی ابھی چھوٹے ہیں جو بوڑھے باپ کی مدد کرنے کے بجائے خود پرورش کے محتاج ہیں، لیکن بوڑھے باپ کو اطمینان ہے کہ اب وہ اپنی زندگی بھر کی محنت کا ثمر کھائے گا۔ اس پھلدار باغ کی آمدنی سے اس کا بڑھاپا آرام سے گزرے گا اور بال بچوں کی پرورش کے لئے بھی کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی لیکن ان حالات میں اگر اچانک آگ بگولا آئے اور اس کی عمر بھر کی کمائی (باغ) کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دے۔ اب بوڑھے میں اتنی طاقت نہیں کہ دوبارہ باغ لگا سکے اور بچے بھی کمائی کرنے کے قابل نہیں تو ذرا اندازہ کرو اس بوڑھے پر کیا گزرے گی اور اس کی حسرت کا کیا حال ہوگا؟ یہی حال اس شخص کا ہوگا جو قیامت کے روز اپنے صدقات پر نجات کی امید لگائے بیٹھا ہو، پھر اچانک اسے معلوم ہوا کہ اس کے صدقات تو ریاکاری اور احسان جتانے کی وجہ سے ضائع ہو چکے ہیں، اب دوبارہ دنیا میں آکر نیکی کرنے یا میدان حشر میں کسی سے نیکی ملنے کا بھی امکان نہیں ہے تو اندازہ کرو اس کی حسرت کا کیا حال ہوگا؟ روزِ قیامت کی اس محرومی سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ آج اپنے اعمال کو ریاکاری سے بچالیں تاکہ روزِ قیامت ان کے اجر و ثواب سے فیض یاب ہو سکیں۔

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾

۲۶۷۔ اے ایمان والو! اپنی کمائی سے عمدہ چیزیں (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کیا کرو اور اس سے بھی خرچ کیا کرو جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے [۲۲۹] اور اپنی کمائی سے ایسی ردی چیز خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو جس کو تم خود بھی آنکھیں بند کئے بغیر لینے والے نہیں ہو، اور خوب جان لو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہر تعریف کے لائق ہے۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾

۲۶۸۔ شیطان تمہیں تنگدستی سے ڈراتا ہے [۲۳۰] اور تم کو بے حیائی کا حکم دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

۲۶۹۔ وہ جسے چاہے دانائی عطا فرماتا ہے اور جسے دانائی عطا کی گئی تو بے شک اسے بہت بھلائی دیدی گئی، اور صرف عقل مند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

---

[۲۲۹] اہل ایمان کی تربیت کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہتر سے بہتر انعامات سے نوازا ہے، لہٰذا جب اس کی راہ میں خرچ کرنے کی باری آئے تو عمدہ اور پاکیزہ چیزیں خرچ کر کے اس کی رضا حاصل کرو۔ ردی اور غلط طریقے سے کمائی ہوئی چیزیں خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو کیونکہ جو چیزیں تمہیں اپنے لئے پسند نہیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو کیسے پسند آئیں گی۔ ویسے بھی کسی کا عمدہ اور کارآمد عطیہ وصول کر کے اس کو ردی اور بے کار ہدیہ دینا کسی باشعور انسان کو زیب نہیں دیتا۔

[۲۳۰] اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا خیال آئے تو اکثر شیطان غربت کا خوف دلاتا ہے۔ کیوں خرچ کرتے ہو، سنبھال کر رکھو کل تمہارے ہی کام آئے گا، اور دوسری طرف بُرے کاموں کو اس طرح بنا سنوار کر پیش کرتا ہے کہ انسان بے دریغ خرچ کرنے پر تیار ہو جاتا ہے، لہٰذا شیطان کے وساوس سے بچو اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تلاش کرو تاکہ وہ تمہارے لئے حکمت و بصیرت کے دروازے کھول دے۔

Marfat.com

وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۲۷۰﴾

۲۷۰۔ اور جو تم خرچ کرتے ہو یا نذر مانتے ہو [۲۳۱] تو بے شک اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۲۷۱﴾

۲۷۱۔ اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو وہ بھی اچھا ہے لیکن اگر خفیہ طور پر حاجتمندوں کو دیدو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے، [۲۳۲] اور (صدقہ کی برکت سے) اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ گناہ مٹا دے گا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

---

[۲۳۱] اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا فلاں کام ہو گیا یا فلاں مشکل سے نجات مل گئی تو میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنا صدقہ دوں گا یا فلاں نیک کام کروں گا، اس کو نذر کہتے ہیں اور اس کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے لیکن اگر کسی معصیت یا ناجائز کام کی نذر مان بیٹھے تو اس سے توبہ کرے اور اسے پورا نہ کرے۔

[۲۳۲] مفسرین لکھتے ہیں کہ فرضی صدقات ظاہر کر کے دینے افضل ہیں اور نفلی صدقات چھپا کر دینے افضل ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

☆ خفیہ طور پر صدقہ دینے والا ریاکاری کے خطرہ سے محفوظ رہتا ہے اور لینے والے کی عزت نفس بھی مجروح نہیں ہوتی، نیز قیامت کے دن جن لوگوں کو عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا ان میں ایک وہ شخص بھی ہوگا جس نے اتنے خفیہ طریقے سے صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔

(بخاری: ٦٦٠: کتاب الاذان: باب ٣٦)

☆ لیکن اگر کہیں ایسی صورت پیش آ جائے جس کو چند حضرات پورا نہ کر سکیں تو پھر علانیہ صدقہ دینا اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا افضل ہے تاکہ دوسروں کو ترغیب ہو جیسے غزوات کے موقعہ پر حضور اکرم ﷺ نے اپیل فرمائی اور صحابہ کرام ﷺ نے علانیہ طور پر ایک دوسرے سے زیادہ دینے کی کوشش کی۔ (صحاح ستہ) اسی طرح آج بھی جہاد، مساجد، مدارس، ہسپتال، اشاعتِ دین، اور خدمت خلق وغیرہ کے عظیم منصوبوں کے لئے علانیہ بڑھ چڑھ کر حصہ لینا افضل ہے بشرطیکہ نیت میں ریاکاری نہ ہو بلکہ دوسروں کو ترغیب دینا مقصود ہو۔

☆ فرضی صدقات مثلاً زکوٰۃ کو علانیہ دینے میں بڑی حکمتیں ہیں۔ سب سے پہلے تو دینے والے کا فرض ادا ہوا اور اس کا مال پاک ہو گیا۔ دیگر لوگوں کو بھی زکوٰۃ دینے کی ترغیب ہوئی اور اس کے اس علانیہ فعل کی ترغیب سے جو بھی زکوٰۃ ادا کرے گا اس کا ثواب اس کو بھی ملے گا، نیز لوگوں کا اعتماد بھی بحال رہے گا اور بدگمانی پیدا نہیں ہوگی یعنی لوگ آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دولت سے نوازا ہے تو یہ بھی بخل نہیں کرتا بلکہ زکوٰۃ ادا کر کے اپنے محسن حقیقی کا شکر ادا کرتا ہے۔

Marfat.com

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

۲۷۲۔ انہیں سیدھی راہ پر چلانا آپ کی ذمہ داری نہیں [۲۳۳] لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے سیدھی راہ پر چلا دیتا ہے، اور تم جو عمدہ چیز خرچ کرتے ہو اس میں تمہارا اپنا فائدہ ہے، اور تم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہی خرچ کرتے ہو، اور تم جو اچھی چیزیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے ان کا تم کو پورا اجر دیا جائے گا اور تمہاری حق تلفی نہیں ہو گی۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ ع

۲۷۳۔ ان صدقات کے مستحق وہ فقیر لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں روک دیئے گئے ہیں، [۲۳۴] زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے انہیں مالدار سمجھتا ہے، آپ ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت پہچان لیں گے، وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں

☆ زکوٰۃ کے علاوہ دیگر فرضی اعمال یعنی نماز، روزہ، حج وغیرہ کے علانیہ کرنے میں بھی یہی حکمتیں ہیں اور غالباً اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: فرض نماز کے علاوہ دیگر نمازیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ (مسلم: ۱۸۲۵: صلاۃ المسافرین: باب ۲۹) یعنی نماز پڑھنے کے لئے گھر سے نکلنا، مسجد میں جانا، وہاں لوگوں کے سامنے جماعت میں شریک ہونا وغیرہ یہ سب اگرچہ اظہارِ نماز تو ہے مگر یہی ضروری ہے۔ الغرض خفیہ اور علانیہ دونوں طرح نیک اعمال کرنا اچھا ہے اور ضرورت کے مطابق کبھی خفیہ افضل ہو جاتا ہے اور کبھی علانیہ کی فضیلت بڑھ جاتی ہے۔

[۲۳۳] مسلمانوں کے جو رشتہ دار تبلیغ کے باوجود ایمان نہ لائے مسلمان ان کو صدقہ دینا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم نے تبلیغ کر کے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اب ان کا ہدایت قبول کرنا یہ تمہاری ذمہ داری نہیں، لہٰذا محض کفر کی وجہ سے کسی کو بھوکا مرتے دیکھنا اسلام کی شانِ رحمت کے خلاف ہے۔ تم ان کے کفر کو نہ دیکھو بلکہ انسانیت کے ناطے سے اپنے خالقِ حقیقی کو راضی کرنے کے لئے ان کی مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس انسانی ہمدردی کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا، لیکن یاد رہے یہ اجازت صرف نفلی صدقات کے لئے ہے، تاہم، فرضی صدقات صرف مسلمانوں کا حق ہیں کسی غیر مسلم کو نہ دیئے جائیں۔

[۲۳۴] حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں تین چار سو کے قریب ایسے مہاجر تھے جو تاریخ میں اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم کے نام سے

Marfat.com

کرتے، اور جو مال تم خرچ کرتے ہو بے شک اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

۲۷۴۔ جو لوگ رات اور دن میں خفیہ اور علانیہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں تو ان کے رب کے ہاں ان کے لئے اجر ہے، اور نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے۔

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ

۲۷۵۔ جو لوگ سود [۲۳۵] کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو، [۲۳۶] ان کی یہ حالت

مشہور ہیں۔ یہ خوش نصیب مسجد نبوی میں رہائش پذیر تھے اور دین کا ہر کام کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے۔ جنگ کا اعلان ہوتا تو یہ صف اول میں ہوتے۔ امن کا زمانہ ہوتا تو یہ علم دین حاصل کرتے اور دوسروں تک پہنچاتے۔ دینی خدمات میں اس قدر مصروف رہتے کہ انہیں اپنی معاش پیدا کرنے کی فرصت ہی نہ ملتی لیکن فقر و تنگدستی کے باوجود کسی کے سامنے دستِ سوال نہ پھیلاتے، جیسے گزرتی صبر و شکر سے گزار دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ عام مسلمانوں کی توجہ ان کی طرف مبذول کرائی کہ یہ مخلص حضرات خاص طور پر تمہارے صدقات کا بہترین مصرف ہیں لیکن یہ حکم اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اب بھی جو لوگ اپنی زندگیاں خدمت دین کے لئے وقف کر دیں اور کسب معاش کے لئے وقت نہ نکال سکیں تو ان کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔ دینی علوم پڑھنے اور پڑھانے میں ہمہ وقت مصروف رہنے والے حضرات بھی اس آیت کے ضمن میں آسکتے ہیں۔

[۲۳۵] کسی ضرورتمند کو اس شرط پر رقم قرض دی جائے کہ وہ مدتِ معینہ کے بعد اصل زر کے ساتھ معین زیادتی بھی واپس کرے گا۔ مثال کے طور پر ۱۰۰ پونڈ اس شرط پر قرض دیئے جائیں کہ ایک سال کے بعد ۱۲۰ پونڈ واپس کرے گا تو اس بیس پونڈ کی زیادتی کو سود کہا جاتا ہے۔

[۲۳۶] سودخور کو بغیر مشقت کے گھر بیٹھے ہوئے جب وافر مقدار میں دولت میسر آجاتی ہے تو شیطان اسے معصیت کے سبز باغ دکھاتا ہے اور وہ شیطانی کاموں (یعنی شراب، معصیت، بے حیائی وغیرہ) میں سرگرم ہو جاتا ہے اور دیکھنے والوں کو اس کے احوال سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس پر شیطان کا غلبہ ہو چکا ہے، اور میدانِ حشر میں بھی اس کی پاگلانہ کیفیت اور ناشائستہ

Marfat.com

مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ

اس لئے ہوگی کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ تجارت سود کی مانند ہے [۲۳۷] حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کیا، سو جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آگئی اور وہ (سود

حرکات کو دیکھ کر سارے لوگ دور سے پہچان لیں گے کہ یہ وہ بدنصیب ہے جو دنیا میں احکام خداوندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سود کھایا کرتا تھا۔

[۲۳۷] اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا مگر سود خور اس حکم الٰہی کے برعکس تجارت اور سود کو برابر سمجھتا ہے۔ اس فرق کو واضح کرنے کے لئے میں اپنے شیخ طریقت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں:

''تجارت میں انسان روپیہ لگاتا ہے، پھر محنت کرتا ہے، اپنی ساری ذہنی صلاحیتیں صرف کرتا ہے اور وقت خرچ کرتا ہے۔ اس کے باوجود نفع یقینی نہیں۔ اسے نفع بھی ہوسکتا ہے اور نقصان بھی، لیکن سود خور جو صرف اپنا فالتو روپیہ دیتا ہے۔ نہ وقت، نہ محنت، نہ کاوش۔ وہ یقینی نفع کا خواستگار کیوں ہو۔ اسلام نے سرمایہ دار کے لئے دو ہی راستے تجویز کئے ہیں، یا تو اپنے بھائی کو اپنا زائد از ضرورت روپیہ بطور قرض حسن دے ورنہ کاروبار میں شریک ہوجائے اور نفع ونقصان میں حصہ دار بنے۔ اس کے لئے تیسرا کوئی راستہ نہیں۔'' (تفسیر ضیاء القرآن: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۲۷۵)

مسلم ممالک میں بینک کا سود

سود کے حق میں جدید مفکرین کی رائے یہ ہے کہ

۱۔ نجی ضروریات کے لئے سود کے بغیر قرض دیا جائے۔

۲۔ کاروباری لوگوں سے سود لیا جائے کیونکہ وہ بہت منافع کماتے ہیں۔

۳۔ جو آدمی لمبی مدت کے لئے بینک میں رقم رکھے اسے سود ملنا چاہیے کیونکہ افراط زر کی وجہ سے کرنسی کی قیمت گرجاتی ہے اور دس سال بعد اس کی قدر آدمی سے بھی کم رہ جاتی ہے۔

سود کے خلاف اس فقیر کی رائے یہ ہے کہ

۱۔ نجی ضروریات (کھیتی باڑی کے لئے ٹریکٹر وغیرہ کی خریداری یا ذاتی مکان کی توسیع ومرمت وغیرہ) کے لئے قرض حسن دیا جائے، اور جو لوگ اتنے غریب ہوں کہ اپنی اولاد کی تعلیم اور اپنے بال بچوں کے علاج کے لئے بھی پریشان ہوں تو ان کے لئے بینک اپنے منافع سے ایک خصوصی فنڈ قائم کرے جس سے صدقات وعطیات کے طور پر ایسے مجبور لوگوں کی مدد کی جائے۔

۲۔ کاروباری لوگوں کو اسلامی تجارت (مضاربت) کے لئے رقم دی جائے جس میں بینک باقاعدہ حصہ دار ہو۔ اس طرح

Marfat.com

وَمَنۡ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ

سے) باز آ گیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا تھا وہ اس کا ہو گیا، [۲۳۸] اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اور جو شخص دوبارہ سود کھانے لگے تو وہ لوگ دوزخی ہیں، وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

بینک اس کاروبار کے منافع سے اپنے اخراجات بھی نکالے اور رقم کے اصل مالک کو بھی منافع سے طے شدہ حصہ دے۔

۳۔ اسلام میں اصل قوتِ خرید کاغذ کی کرنسی نہیں بلکہ سونا اور چاندی ہیں، لہٰذا جن ممالک کی کرنسی مستحکم نہیں ہے ان کے سود سے بچنے کی ایک صورت تو یہ ہوسکتی ہے کہ دس سال قبل جس نے ایک ہزار پونڈ جمع کرائے اس وقت اگر ایک پونڈ کی قدر نوے پنس تھی اور آج چالیس پنس رہ گئی ہے تو اسے نوے پنس کے اعتبار سے پچاس فی صد زیادہ دیا جائے۔

یا دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ دس سال قبل جس نے ایک ہزار پونڈ جمع کرائے اس وقت ایک ہزار پونڈ کا جتنا سونا بازار میں دستیاب تھا سونے کی وہ مقدار اس کے کھاتہ میں لکھ دی جائے اور دس سال بعد سونے کی اسی مقدار کی جو قیمت بازار میں ہے اسے واپس کردی جائے، مثلاً دس سال پہلے اگر ایک ہزار پونڈ کا بیس گرام سونا ملتا تھا اور آج تین ہزار پونڈ کا بیس گرام سونا ملتا ہے تو اسے ایک ہزار کی بجائے تین ہزار پونڈ واپس کئے جائیں۔ اس طرح انسان سود اور افراطِ زر دونوں کے اثرات سے بچ سکتا ہے۔ (حقیقت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے)

غیر مسلم ممالک میں بینک کا سود

غیر مسلم ممالک میں چاہے مسلمان امن میں ہوں یا حالتِ جنگ میں وہاں امیر مسلمان کاروبار کے لئے اور غریب مسلمان اپنی رہائش کا مکان خریدنے کے لئے سود دینے پر مجبور ہیں، غیر مسلم انہیں سود کا ایک پنس بھی معاف نہیں کرتے۔ اس کے برعکس اگر مسلمان سود نہ لیں تو بینک والے سود کی یہ رقم کسی غیر مسلم چیریٹی کو دیدیتے ہیں جو اسلام کے خلاف بھی استعمال ہوسکتی ہے۔ یورپ اور امریکہ کے بینکوں میں عرب مسلمانوں کے سرمایہ پر لاکھوں ڈالرز سود بنتا ہے جو غیر مسلم چیریٹیز لے جاتی ہیں حالانکہ یہ سود اگر کسی غریب مسلم ملک کو دیا جائے تو اس کے بہت سے قرضوں کا مداوا ہوسکتا ہے، لہٰذا غیر مسلم ممالک میں بینکوں سے سود لے کر کسی غریب اسلامی ملک یا مسلم چیریٹی کو دینے کے حق میں اگر علمائے اسلام کوئی راہ نکال سکیں تو اس سے کئی غریب مسلمانوں کا فائدہ ہوسکتا ہے۔ (حقیقت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے)

[۲۳۸] حرمتِ سود کا حکم ملتے ہی جس نے توبہ کرلی تو اس سے پہلے جو سود وہ لے چکا تھا وہ اس کے لئے جائز ہوگیا اور اس کا واپس کرنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر گنجائش ہو اور تقویٰ اختیار کرتے ہوئے واپس کردے تو یہ بڑی عزیمت کی بات ہے، تاہم اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اب اگر حلال سمجھتے ہوئے دوبارہ سود کھانے لگے تو کفر کی وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور اگر حرام سمجھتے ہوئے سود کھانے لگے تو جرم کے مطابق سزا کا مستحق ہوگا۔

Marfat.com

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٧٦﴾

۲۷۶۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے، [۲۳۹] اور صدقات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گناہگار کو پسند نہیں کرتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٧﴾

۲۷۷۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اور نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دیتے رہے ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ لوگ غمگین ہوں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧٨﴾

۲۷۸۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٩﴾

۲۷۹۔ پس اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو [۲۴۰] اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے اصل مال تم کو مل جائیں گے، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

---

[۲۳۹] سود خور خود غرض ہوتا ہے اس لئے اس کی معاشرہ میں عزت نہیں ہوتی اور اس کی موت کے ساتھ ہی اس کا نام بھی مٹ جاتا ہے۔ سود خور اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اس لئے دنیا میں وہ سکونِ قلب سے محروم رہتا ہے اور آخرت میں رضائے خداوندی سے محروم ہو گا۔ اس کے برعکس صدقہ وخیرات کرنے والا دنیا میں غریبوں کی دعائیں لیتا ہے، باعزت زندگی گزارتا ہے، مرنے کے بعد لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتا ہے اور آخرت میں اجرِ عظیم کا مستحق ہو گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت والے دن جس انسان کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ملے گا وہ وہ خوش نصیب ہو گا جس نے صدقہ کر کے کسی مجبور انسان کی ضرورت پوری کی ہو گی۔ (الترغیب والترھیب: جلد دوم: ص ۴۶)

[۲۴۰] ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مقروضوں پر جو سود باقی رہ گیا ہے حرمت کے بعد اب اسے معاف کر دو ورنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی طرف سے تمہیں اعلانِ جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سود خور کے علاوہ کسی مجرم کو اعلانِ جنگ نہیں دیا، لہٰذا یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اس سے فوراً توبہ کر لو اور تمہیں اصل مال مقروضوں سے واپس مل جائیں گے۔ اس حکم کے بعد نہ تم مقروضوں سے سود لے کر ظلم کرو اور نہ ہی مقروض تمہارے مال میں کمی کر کے تم پر ظلم کریں بلکہ مقروضوں کا فرض ہے کہ وقت

Marfat.com

وَاِنۡ كَانَ ذُوۡ عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيۡسَرَةٍ ؕ وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۸۰﴾

۲۸۰۔ اور اگر مقروض تنگدست ہو تو اسے خوشحال ہونے تک مہلت دو، اور اسے معاف کر دینا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِيۡهِ اِلَى اللّٰهِ ۖ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۸۱﴾ ع

۲۸۱۔ اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر زیادتی نہ کی جائے گی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَايَنۡتُمۡ بِدَيۡنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكۡتُبُوۡهُ ؕ وَلۡيَكۡتُبْ بَّيۡنَكُمۡ كَاتِبٌۢ بِالۡعَدۡلِ ۚ وَلَا يَاۡبَ كَاتِبٌ اَنۡ يَّكۡتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلۡيَكۡتُبۡ ۚ وَلۡيُمۡلِلِ الَّذِىۡ عَلَيۡهِ الۡحَـقُّ وَلۡيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبۡخَسۡ مِنۡهُ شَيۡـــًٔا ؕ فَاِنۡ كَانَ الَّذِىۡ عَلَيۡهِ الۡحَـقُّ سَفِيۡهًا اَوۡ ضَعِيۡفًا اَوۡ لَا يَسۡتَطِيۡعُ اَنۡ يُّمِلَّ هُوَ فَلۡيُمۡلِلۡ وَلِيُّهٗ بِالۡعَدۡلِ ؕ وَاسۡتَشۡهِدُوۡا شَهِيۡدَيۡنِ مِنۡ

۲۸۲۔ اے ایمان والو! جب تم کسی مقرر مدت کے لئے آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو، [۲۴۱] اور تمہارے درمیان کسی کاتب کو عدل کے ساتھ دستاویز لکھنی چاہیے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے لکھنا سکھایا ہے اس کو لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے، لہٰذا اسے لکھنا چاہیے اور جس شخص پر قرض ہے لکھوانا اس کی ذمہ داری ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جو اس کا رب ہے اور قرض سے کچھ بھی کمی نہ کرے، پھر اگر مقروض نادان ہو یا کمزور ہو یا وہ خود لکھوانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی (سرپرست) عدل سے

پر پورا قرض واپس کر دیں۔ اگر مقروض تنگدست ہو اور وقت پر قرض واپس نہ کر سکے تو اسے مزید مہلت دیدو اور اگر ایسے مسکین کو بالکل معاف کر دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ آج تم تنگدست کو معاف کر دو کل روزِ قیامت اگر تمہارے نامہ اعمال میں نیکیوں کی تنگدستی ہوئی تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کی برکت سے تمہیں معاف کر دے گا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی تنگدست مقروض کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ترمذی: ۱۳۰۶: ابواب البیوع: باب ۶۷)

[۲۴۱] دنیاوی زندگی میں قرض کا لین دین انسان کی ضرورت ہے لیکن اس کے طریق کار میں بے احتیاطی سے غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں جو بالآخر لڑائی جھگڑے کا سبب بنتی ہیں۔ اس لئے قرآن کریم نے اس آیت میں (جو کہ قرآن کریم کی سب سے لمبی آیت ہے) قرض کے بارے میں ضروری ہدایات کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

Marfat.com

۱۔ قرض کے معاملہ میں مدت کا تعین کیا جائے تا کہ فریقین کو علم ہو کہ یہ قرض کب واپس ہوگا۔

۲۔ قرض تھوڑا ہو یا زیادہ بہر صورت اس کی ساری تفصیلات ایک دستاویز کی شکل میں لکھ دی جائیں اور اس تحریر کی کاپی ہر فریق کو دے دی جائے تا کہ گواہ کے فوت ہونے یا کسی شبہ کے پڑنے کی صورت میں یہ تحریر کام آسکے۔ اس تحریر کا مضمون قرض لینے والے کی ذمہ داری ہے کیونکہ یہ اس کی طرف سے ایک قسم کا اقرار نامہ ہے جس کی اسے پابندی کرنا ہو گی۔ لیکن اگر مقروض کسی وجہ سے خود لکھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا وارث اس تحریر کا انتظام کرے۔

نیز کاتب کے لئے ضروری ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ ہر چیز واضح الفاظ میں لکھے جس میں کسی ابہام کی گنجائش نہ ہو اور فریقین میں سے کوئی بھی کاتب کو غلط لکھنے پر مجبور نہ کرے۔

۳۔ اس دستاویز پر دو مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بھی بنا لیا جائے تا کہ دستاویز ضائع ہونے کی صورت میں یہ گواہ کام آسکیں، اور دو عورتیں اس لئے کہ عدالت میں اگر ایک عورت گھبرا جائے یا کوئی بات بھول جائے تو دوسری عورت اس کو تسلی دے اور اسے یاد دلا دے۔ گواہ بناتے وقت یہ احتیاط ضروری ہے کہ وہ قابل اعتماد ہوں جو سچی گواہی دیں کیونکہ جھوٹی گواہی دینا گناہ کبیرہ ہے، نیز گواہوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ بلا وجہ گواہی دینے سے انکار نہ کریں کیونکہ فیصلے کا دارومدار ان کی گواہی پر ہے، اور فریقین میں سے کوئی بھی انہیں جھوٹی گواہی دینے پر مجبور نہ کرے۔

۴۔ اگر سفر میں لین دین کا معاملہ ہو جائے اور کاتب یا گواہ میسر نہ ہوں تو ایسی صورت میں خریدنے والا قیمت کی جگہ اپنی کوئی چیز بیچنے والے کے پاس گروی رکھ دے، جب وہ قیمت ادا کرے تو اپنی گروی شدہ چیز واپس لے لے۔ یہاں حالتِ سفر میں گروی رکھنے کا ذکر ہے لیکن اگر حضر میں بھی ایسی صورت پیش آجائے تو بھی گروی رکھ کر کوئی چیز خریدنا درست ہے۔

۵۔ یہاں پر قرض کے لین دین میں قرآن مجید نے دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار دیا ہے۔ اس پر اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ فرق کیوں ہے؟ اس فرق کی وجہ معلوم کرنے کے لیے پہلے جدید تحقیق پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ عورت اور مرد کے جسمانی اور نفسیاتی فرق کے بارے میں ماہرین نے ٹائیم میگزین میں تفصیلی بحث کی ہے، اس کے چند نکات ملاحظہ کریں:

۱۔ اگرچہ لڑکیاں عام طور پر ریاضی اور فضائی مباحثہ میں لڑکوں سے کم مہارت رکھتی ہیں لیکن شمار کرنا اور اچھے سلیقے سے گفتگو کرنا وہ لڑکوں سے پہلے سیکھ لیتی ہیں۔

۲۔ جب چھوٹے بچوں اور ان کی ماؤں کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے تو لڑکے اس رکاوٹ کو گرانے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ لڑکیاں گھبرا کر رونا شروع کر دیتی ہیں۔

۳۔ دباؤ کی صورت میں عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ گھبرا جاتی ہیں اور اس کا سبب وہ مخصوص ہارمون ہیں جو صرف عورت کے جسم میں ہوتے ہیں۔

الغرض فیصلہ کن بات یہ ہے کہ مرد اور عورت کا یہ فرق کوئی نقص نہیں ہے، بلکہ ہم سب انسان ہیں اور اس لحاظ سے ہم سب

Marfat.com

رِجَالِكُمْ ۚ فَإِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ وَلَا تَسْـَٔـمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى

لکھوا دے، اور تم اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنا لیا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جن کو تم گواہ پسند کرتے ہو تا کہ ایک عورت اگر بھول جائے تو دوسری اسے یاد کرا دے، اور گواہ جب بلائے جائیں تو وہ انکار نہ کریں، اور قرض تھوڑا ہو یا زیادہ اس کی میعاد تک اسے لکھنے سے اکتایا نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کارروائی بڑی انصاف والی ہے اور گواہی کو بہت درست رکھنے

برابر ہیں مگر یکساں نہیں ہیں۔ ہم انصاف صرف اسی وقت کر سکتے ہیں جب ہم اس بنیادی فرق کو پہچانیں اور اس کا احترام کریں۔

(Time Magazine, New York,1972,Male & Femal: Differences between Them)

انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ عورت اور مرد کے درمیان جسمانی بناوٹ کے اعتبار سے فرق پایا جاتا ہے، مثلاً: ناکامی کی صورت میں مردوں کے مقابلے میں عورتیں زیادہ آسانی سے بے حوصلہ اور دل شکستہ ہو جاتی ہیں۔

(Encyclopedia Britannica,1984,Women)

جدید تحقیقات نے عورت کی جس فطری کمزوری کی آج نشاندہی کی ہے اسلام نے چودہ سو سال پہلے اعلان کر دیا تھا کہ عورت مرد کی نسبت زیادہ گھبرا جاتی ہے اس لیے اسے ایک ساتھی کی ہر وقت ضرورت ہے جو اس کی حفاظت کرے اور گھبراہٹ کے وقت اس کو تسلی دے، نیز جدید تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت علم ریاضی میں بھی مرد کی نسبت کمزور ہے، اسی لیے قرآن مجید نے صرف مالی معاملات کی گواہی میں ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر قرار دیا ہے جب کہ کئی دیگر مسائل ایسے بھی ہیں جن میں صرف ایک ہی عورت کی گواہی معتبر ہے، مثلاً رضاعت کے بارے میں حسن اور زہری نے کہا: بچے کی رضاعت میں ایک عورت کی گواہی بھی معتبر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: روایت نمبر ۱۵۴۳۳: جلد ۸: ص ۳۳۴)

قرآن مجید نے دو عورتوں کی گواہی کے بارے میں جو وجہ بیان کی ہے وہ اس صنف نازک کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ آیئے تعصب سے ہٹ کر ذہنی حقائق کی روشنی میں اس کا تجزیہ کرتے ہیں:

اگر قرض کے معاملات میں اختلاف پیدا نہ ہو تو گواہوں کی ضرورت ہی نہیں پڑتی اور اگر اختلاف پیدا ہو جائے تو

Marfat.com

اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ڛ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۲۸۲

والی اور تمہیں شک وشبہ سے زیادہ بچانے والی ہے، ہاں اگر آپس میں تمہارا لین دین نقد تجارت کی شکل میں ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے، اور جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو اور (یاد رکھو کہ) کسی کاتب اور گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہارا گناہ ہو گا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو، اور اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دے رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰي سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِھٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۭ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۭ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۭ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۲۸۳ ع

۲۸۳۔ اور اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں کوئی کاتب نہ ملے تو کوئی چیز گروی رکھ لیا کرو، پھر اگر تم کو ایک دوسرے پر اعتبار ہو تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کی امانت ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے، اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو شخص گواہی چھپاتا ہے اس کا دل گناہگار ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے۔

دونوں میں سے ہر گروہ اپنے آپ کو صحیح سمجھتا ہے اور اپنے موقف سے دست بردار ہونا اپنی توہین خیال کرتا ہے اور بعض دفعہ حالات ایسا رخ بھی اختیار کر جاتے ہیں کہ دونوں گروہ لڑنے مرنے پر آ جاتے ہیں۔ اب مردوں کے اس پر جوش اور اشتعال انگیز ماحول میں جب ایک عورت کو گواہی کے لیے بلایا جائے گا تو اس کا گھبرانا اور بھول جانا ایک فطری امر ہے، تو ایسے حالات میں اسلام نے عورت کی توہین نہیں کی بلکہ اس کا فطری تقاضا پورا کیا ہے تا کہ دوسری عورت اس کو تسلی دے اور اسے اصل حقیقت یاد دلا دے، تو یہ فرق ضرورت کی وجہ سے ہے فضیلت کی وجہ سے نہیں ہے۔ اسی طرح آج بھی عدالتوں میں جب مخالف وکیل جرح کرتا ہے اور اسے بہکانے اور بھلانے کے لیے سخت تنقید کرتا ہے تو عورت کا جذبات میں آ کر گھبرا جانا ایک فطری امر ہے۔

Marfat.com

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ
تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ
بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ
مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

۲۸۴۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے، اور تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے تم ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا، [۲۴۲] پھر جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ
وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ
مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۤ
غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾

۲۸۵۔ رسول (اکرم ﷺ) اس (کتاب) پر ایمان لائے [۲۴۳] جو ان کی طرف ان کے رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی اور مومن (بھی ایمان لائے)، یہ سب اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، (نیز کہتے ہیں:) ہم اس کے رسولوں سے کسی میں فرق نہیں کرتے، اور انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں اور تیری

---

[۲۴۲] اگر کوئی انسان اپنے دل میں برائی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل کرنے کا عزم بھی کر لے لیکن آخر کار اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اس کو عملی جامہ نہ پہنا سکے تو اس ارادے پر اس سے مؤاخذہ ہوگا۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنے مخالف کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، پھر پستول لے کر اس کے گھر چلا گیا اور وہاں جا کر اسے معلوم ہوا کہ اس کا مخالف تو ایک دن پہلے ہی فوت ہو چکا ہے یا اس کے اردگرد پہرہ اتنا مضبوط ہے کہ وہ اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکا تو اس صورت میں اگرچہ اس پر قتل کی سزا تو واجب نہیں ہوگی لیکن اس ارادہ قتل پر محاسبہ ضرور ہوگا۔ اس کے برعکس اگر کسی انسان کے دل میں غیر ارادی طور پر وسوسہ پیدا ہو لیکن وہ اسے پسند نہیں کرتا یا اس کے دل میں بُرائی کا خیال آئے لیکن خوفِ خدا اسے عمل کرنے سے روک دے تو ایسے خیالات پر گرفت نہیں ہوگی بلکہ ثواب کی اُمید ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو انسان نیکی کا ارادہ کرے اور اس نے ابھی وہ نیکی نہ کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مکمل نیکی کا ثواب لکھ لیتا ہے، اور اگر وہ اس نیکی کو کرلے تو اس کے لئے دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ لیتا ہے، اور اگر وہ گناہ کا ارادہ کرے، پھر اس گناہ کا ارادہ ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر وہ گناہ کا ارادہ کرے اور اس گناہ کو عملاً کر گزرے تو اللہ تعالیٰ اس کا صرف ایک گناہ لکھتا ہے۔ (بخاری: ۷۵۰۱: کتاب التوحید: باب ۳۵)

[۲۴۳] اللہ تعالیٰ نے جو قرآن کریم نازل فرمایا اس پر رسول اکرم ﷺ خود اور دیگر مومن ایمان لائے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

طرف ہی ہمیں لوٹنا ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ ع ۸

۲۸۶۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا، جو نیک کام اس نے کیا اس کا اسے فائدہ ملے گا اور جو بُرا کام اس نے کیا اس کا اسے نقصان پہنچے گا، اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں تو ہماری گرفت نہ فرما، [۲۴۴] اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا، اے ہمارے پروردگار! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو، ہم سے درگزر فرما، ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے، کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما۔

طرف سے نازل ہونے والا سچا کلام ہے۔ سارے اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔ ایسا نہیں کہ بعض کو مانیں اور بعض کا انکار کردیں بلکہ سب کو مانتے ہیں۔

نیز سارے مؤمن اللہ تعالیٰ کا کلام عقیدت سے سنتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی بخشش کے طلبگار رہتے ہیں۔ سارے اہلِ ایمان اس بات پر بھی کامل یقین رکھتے ہیں کہ سب کو ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے، جس دن ہر شخص کو اس کی نیکیوں کا اجر ملے گا اور برائیوں کی سزا ملے گی۔

[۲۴۴] اللہ تعالیٰ بہت ہی مہربان ہے اور اپنی رحمت کو تقسیم کرنے کے لئے کہیں دعا مانگنے کی ترغیب دیتا ہے، کہیں دعا قبول کرنے کی امید دلاتا ہے اور اس آیت میں دعا مانگنے کا سلیقہ بتا رہا ہے کہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں کیسے سوال کیا جائے اور کیا مانگا جائے۔ اس دعا میں دنیا و آخرت کی بھلائی موجود ہے، اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''سورہ بقرہ کی آخری دو آیات مجھے عرش کے نیچے جو (خصوصی رحمتوں کا) خزانہ ہے اس سے عطا فرمائی گئی ہیں اور یہ وہ انعام عظیم ہے جو اور کسی نبی کو نہیں دیا گیا''۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۱۵۱)

جب بھی جبریل امین یہ دعائیہ کلمات تلاوت کرتے تو حضور اکرم ﷺ آمین یا رب العالمین فرماتے۔ یعنی اے

Marfat.com

سارے جہانوں کے رب! اس دعا کو قبول فرما! (تفسیر در منثور)

اے ہمارے پروردگار! اس وقت بارہ ربیع الاول اور سوموار کی صبح صادق طلوع ہو رہی ہے۔ آج سے ۱۴۷۵ برس پہلے یہی وہ مبارک ساعت تھی جس میں تو نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو اس روئے زمین پر جلوہ گر فرمایا اور اس کے ذریعہ کفر کی تاریکیوں میں اسلام کا سورج طلوع فرمایا۔ تیرے فضل و کرم سے اس گناہگار فقیر کو بھی یہ شرف حاصل ہوا کہ سورہ بقرہ کی تفسیر اسی مبارک ساعت میں مکمل کر رہا ہے اور اس سورہ کی آخری دعا پر آمین کہتے ہوئے آخری جملہ کی دوبارہ بھیک مانگ رہا ہے۔ اے ہمارے رب! اس بابرکت گھڑی میں آنے والی بابرکت ہستی ﷺ کے صدقے امت مسلمہ کی حالت زار پر رحم فرما، ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما، مظلوم مسلمانوں کو آزادی عطا فرما، تمام مسلم ممالک کو آپس میں اتفاق اور اتحاد نصیب فرما تا کہ مسلمان عزت سے زندگی گزار سکیں اور اکیسویں صدی میں اسلام کی بہتر نمائندگی کر سکیں۔

انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین آمین یارب العالمین بجاہ حبیبک الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھنے کی ابتداء ۳۰ ستمبر ۲۰۰۰ء (یکم رجب ۱۴۲۱ھ) بروز ہفتہ بعد از نماز مغرب جامعہ الکرم (انگلستان) میں ہوئی، اور سورہ بقرہ کی تفسیر کی تکمیل آج ۴ جون ۲۰۰۱ء (۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ) بروز سوموار صبح صادق کے وقت قبل از نماز فجر جامعہ الکرم (انگلستان) میں ہو رہی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ اٰلِ عِمرٰن (۳)

یہ سورت مدنی ہے کیونکہ یہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی اور ہجرت کے بعد نازل ہونے والی تمام سورتوں کو مدنی کہا جاتا ہے۔ اس سورت کا نام آلِ عمران ہے کیونکہ اس میں عمران کی بیوی (حنّہ)، ان کی بیٹی حضرت مریم اور ان کے نواسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حالات کا بیان ہے۔

مضامین کی ایک جھلک

اس سورت میں بڑے واضح انداز میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ انسان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو ضابطہ حیات عطا فرمایا ہے وہ صرف ایک ہے، اس کا نام دین اسلام ہے۔ گزشتہ انبیائے کرام بھی اسی دین کے علمبردار تھے۔

اس سورت میں یہودی اعمال اور عیسائی عقائد کی اصلاح کی طرف خاص توجہ دی گئی ہے۔ عیسائی علماء کے ساتھ مناظرہ بھی ہوا جس سے عاجز آکر وہ مباہلہ پر آمادہ ہوئے اور بالآخر مباہلہ سے بھی دستبردار ہو گئے کیونکہ انہیں علم ہو گیا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں۔

اس میں توحید، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن مجید کی صداقت کو بیان کیا گیا ہے اور حج کی فرضیت کا اعلان بھی کیا گیا ہے۔ امت مسلمہ کو بہترین امت فرمایا گیا اور اس کو عظیم ذمہ داریوں کا احساس دلایا گیا کہ وہ آپس میں اتحاد سے رہیں۔ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

اس سورت میں جنگ بدر کا مختصر اور جنگِ اُحد کا مفصل ذکر ہے۔ جنگِ اُحد میں سات سو صحابہ کرام میں سے صرف چالیس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ایک حکم کی خلاف ورزی کی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ سزا دی کہ جیتی ہوئی جنگ کو ہار میں بدل دیا اور کافر غالب آگئے۔ آج ہم دن رات سینکڑوں احکام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ بھی ظاہر ہے کہ کفر غالب ہے اور مسلمان ہر جگہ ذلت و رسوائی کا شکار ہیں۔ اس تکلیف دہ صورتِ حال سے نجات کے لیے ضروری ہے کہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں انقلاب پیدا کریں۔ احکام اسلام پر عمل کریں اور ایمان کے تقاضے پورے کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو تم ہی غالب رہو گے اگر تم کامل مومن ہو۔

(سورہ آل عمران: آیت نمبر ۱۳۹)

Marfat.com

اس سورت کی فضیلت کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران (روشن اور اجر والی سورتیں ہیں) پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے روز بادلوں کی طرح (سایہ فراہم کرتی ہوئی میدان حشر میں) آئیں گی یا پرندوں کی جماعتوں کی طرح آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے حجت کریں گی (یعنی ان کی شفاعت کے لیے جھگڑا کریں گی اور دوزخ کے فرشتوں کو قریب نہیں آنے دیں گی)۔ (صحیح مسلم: ۱۸۷۴: کتاب صلاۃ المسافرین: باب ۴۲)

Marfat.com

ایاتہا ۲۰۰ | ۳ سورۃ ال عمرٰن مدنیۃ ۸۹ | رکوعاتہا ۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾

۱۔ الف لام میم ۔[۱]

اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲﴾

۲۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ زندہ ہے سب کو قائم رکھنے والا ہے۔[۲]

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۳﴾

۳۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب حق کے ساتھ نازل فرمائی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اسی نے تورات اور انجیل کو نازل فرمایا۔

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾

۴۔ اس (قرآن) سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور اسی نے قرآن نازل فرمایا، بے شک وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے، اور اللہ تعالیٰ غالب ہے بدلہ لینے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۵﴾

۵۔ بے شک زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶﴾

۶۔ وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح چاہتا ہے بناتا ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

---

[۱] الف لام میم : یہ حروف مقطعات ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان محبت کے ایسے راز ہیں جن کو جبریل امین بھی نہیں جانتے۔ مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ ہو۔

[۲] اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ تک زندہ رہے گا۔ ساری کائنات اپنی زندگی اور نشوونما میں اس کی محتاج ہے لیکن وہ کسی کا

Marfat.com

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا

۷۔ وہی ہے جس نے آپ ﷺ پر یہ کتاب نازل فرمائی، اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں جو اس کتاب کی بنیاد ہیں [۳] اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں، پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو قرآن کی متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں (ان کا مقصد) فتنہ انگیزی اور (غلط) معنیٰ کی تلاش ہے حالانکہ ان کا صحیح معنیٰ اللہ تعالیٰ کے

محتاج نہیں ہے۔ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے پہلی کتابیں بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں اور قرآن مجید بھی اسی نے نازل فرمایا۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا آخری کلام ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق بھی کرتا ہے اور حق و باطل کا فرق بھی واضح کرتا ہے۔

[۳] محکم آیات

یہ وہ آیات ہیں جن کا مفہوم بالکل واضح ہو اور ان کے الفاظ یا معانی میں کسی اِشکال یا تاویل کی گنجائش نہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ ایک ہے، قرآن مجید سچی کتاب ہے، نماز فرض ہے، وغیرہا۔ محکم آیات ہی قرآن مجید کی بنیاد اور اسلام کو سمجھنے کا سرچشمہ ہیں۔

متشابہ آیات

یہ وہ آیات ہیں جن کا مفہوم واضح نہ ہو اور ان کے الفاظ یا معانی میں اِشکال یا تاویل کی گنجائش ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، چہرے، عرش اور کرسی کی کیفیت، قیامت اور دجال کے آنے کا وقت وغیرہا۔ ایسی چیزیں ہمارے حواس کی دسترس سے بالاتر ہیں، لہٰذا ان کی تفصیلات میں سرگرداں رہنا کوئی دانشمندی نہیں۔ اسی لئے اہل علم کہتے ہیں: ''متشابہ آیات کے معانی ہماری عقل میں آئیں یا نہ آئیں ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ آیات محکم ہوں یا متشابہ، یہ سب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں۔'' لیکن فتنہ پرور لوگ ان آیات کی ایسی تاویلیں کرتے ہیں جو محکم آیات کے منافی ہوتی ہیں اور اس طرح وہ سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے مکروہ دھندے میں مصروف رہتے ہیں۔

ایک مثال سے اس کو مزید آسان کرنا چاہتا ہوں: پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ایک چرواہا اہل دیہات کو پکارتا ہے کہ پہاڑ کی دوسری طرف سے شیر کی طرح کا کوئی درندہ آرہا ہے، لہٰذا تم اپنی حفاظت کا بندوبست کرلو۔ اب جو لوگ چرواہے کی بات سنتے ہی اپنے تحفظ کی فکر کریں گے وہ محفوظ رہیں گے اور جو بے وقوف آپس میں یہ بحث شروع کردیں کہ وہ کونسا درندہ ہوسکتا ہے، وہ کس رفتار سے آرہا ہے، اس کا رنگ کیسا ہے، وہ جنگلی گدھا تو نہیں وغیرہا۔ ظاہر ہے یہ لوگ اصل مقصد یعنی اپنی حفاظت سے غافل ہوکر فضول بحث میں سرگرداں رہیں گے، اتنی دیر میں وہ درندہ پہنچ آئے گا اور انہیں چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔

اسی طرح جو مسلمان متشابہ آیات پڑھتے ہی ان پر ایمان لے آتے ہیں اور محکم آیات پر عمل کرنے میں مصروف رہتے ہیں وہ فلاح پا جاتے ہیں اور جو متشابہ آیات کی تاویلوں میں سرگرداں رہتے ہیں اور محکم آیات سے غافل رہتے ہیں، جو نہی

Marfat.com

اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

سوا کوئی نہیں جانتا[۴] اور پختہ علم والے کہتے ہیں: ''ہمارا تو ان پر ایمان ہے، یہ سب ہمارے رب تعالیٰ کی طرف سے ہیں''، اور صرف عقل مند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

۸۔ اے ہمارے رب! ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی بہت زیادہ دینے والا ہے۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ ع

۹۔ اے ہمارے رب! بے شک تو سب لوگوں کو اس دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے، بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝

۱۰۔ کافروں کو ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے نہ بچا سکیں گے[۵] اور وہ جہنم کی آگ کا ایندھن ہیں۔

ان کی موت آتی ہے تو سوائے حسرت کے انہیں کچھ بھی نصیب نہیں ہوتا۔

[۴] متشابہ آیات کا حقیقی مفہوم اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کوئی انسان اپنے عقل و فکر سے ان کی حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتا، البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کو اپنے فضل و کرم سے ان کا علم عطا فرمایا۔ (تفسیر روح المعانی)

اس کی تصدیق میں حضور اکرم ﷺ کی دعا ملاحظہ ہو جو آپ نے سید المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمائی: اے اللہ تعالیٰ! عبداللہ بن عباس کو دین کی سمجھ اور تاویل (متشابہ آیات کی تفسیر) کا علم عطا فرما۔

(مسند احمد: جلد اول: ص ۲۶۶)

اور اسی دعا کے اثر سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان سے ہوں جو متشابہ کی تاویل جانتے ہیں۔

(تفسیر روح المعانی)

[۵] کفار کو ان کے کفر کی سزا ضرور ملے گی۔ مال اور اولاد انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے جس طرح فرعون کو اس کا

Marfat.com

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ ان کا طریقہ بھی آل فرعون اور ان سے پہلے لوگوں کی طرح ہے، جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا، اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ کافروں کو کہہ دو کہ تم عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے، [٦] اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے، اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ یقیناً تمہارے لئے ان دو گروہوں میں عبرت کی نشانی تھی جو (میدانِ بدر میں) ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے [٧] ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا، مسلمان اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ کافروں کی تعداد دگنی ہے، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی نصرت سے سرفراز فرماتا ہے، یقیناً اس واقعہ میں آنکھ والوں کے لئے بہت بڑا سبق ہے۔

لشکر اور خزانے نہ بچا سکے اور اپنے گناہوں کے سبب سارے پانی میں غرق ہو گئے۔

[٦] یہاں کافروں سے مراد یہود ہیں جو اسلام کے خلاف سازشوں میں سرگرم تھے، چنانچہ قرآن کی یہ پیش گوئی بہت جلد پوری ہوئی اور یہود ہر جگہ شکست کھا گئے۔

[٧] یعنی جنگ بدر میں کفار کا لشکر ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا اور مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی، اس کے باوجود کفار شکست کھا گئے۔ یہ قدرتِ خداوندی کی کھلی نشانی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کامیابی کا دارومدار تعداد کی کثرت پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت پر ہے۔

Marfat.com

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ لوگوں کے لئے ان کی مرغوب چیزیں یعنی عورتیں، بیٹے، سونے اور چاندی کے ڈھیر، نشان زدہ گھوڑے، چوپائے اور کھیتی مزین کر دی گئی ہیں، [۸] یہ سب دنیوی زندگی کے سامان ہیں اور اچھا ٹھکانا تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۚ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ آپ فرمایئے: کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتاؤں؟ متقی لوگوں کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے ہاں ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، متقی ان میں ہمیشہ رہیں گے، وہاں ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے سرفراز ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۚ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لائے، سو ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے۔

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ یہ لوگ صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، (اللہ تعالیٰ کی) فرمانبرداری کرنے والے، (راہِ خدا میں) خرچ کرنے والے اور سحری کے وقت مغفرت طلب کرنے والے ہیں۔

[۸] اہل و عیال اور مال و دولت سے محبت ایک فطری امر ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ دنیاوی زندگی عارضی ہے، صرف اسی میں کھو کر نہ رہ جائے۔ اس سے بہتر ٹھکانا جنت ہے جس کی نعمتیں دائمی ہیں اور سب سے بہتر اللہ تعالیٰ کی رضا ہے جو تخلیق انسانیت کا اصل مقصد ہے، لہٰذا دنیوی ساز و سامان سے استفادہ کیا جائے تا کہ یہ عارضی زندگی خوشگوار گزرے لیکن اس کے ساتھ ساتھ صبر و صداقت، اطاعت و سخاوت اور عبادت و تقویٰ کا راستہ اختیار کیا جائے تا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔

Marfat.com

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اللہ تعالیٰ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ عدل وانصاف کو قائم کرنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا
اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ
مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے، [۹] علم ہو جانے کے باوجود اہل کتاب نے باہمی حسد کی وجہ سے اختلاف کیا، اور جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِىَ لِلّٰهِ
وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ
اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ
الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ ع

۲۰۔ پھر بھی اگر یہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں اور میرے پیروکاروں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا سر جھکا دیا ہے، اور اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دیجئے: کیا تم نے اسلام قبول کر لیا، پس اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر وہ روگردانی کریں تو آپ کے ذمہ تو صرف دین کو پہنچانا ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

---

[۹] تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے جس دین کی تبلیغ کی اس کا نام اسلام ہے۔ حالات کے پیش نظر بعض احکام مختلف رہے مگر بنیادی اور اصولی تعلیمات ہر زمانہ میں ایک ہی تھیں، یہاں تک کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تشریف آوری سے جب نبوت کا سلسلہ ختم ہوا تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت ہی کا نام اسلام ہو گیا۔ اب حضور اکرم ﷺ کی پیروی چھوڑ کر کوئی بھی دوسرا دین اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر سب نبیوں کا دین ایک تھا تو پھر یہ مختلف مذاہب کیسے بن گئے؟ اس آیت میں اسی سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ اہل کتاب کا اختلاف کسی غلط فہمی کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ ان کے بغض وعناد نے انہیں منتشر کر دیا تھا۔ مثال کے طور پر اگر یہود حسد نہ کرتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آتے تو آج دنیا میں کوئی یہودی نہ ہوتا۔ اسی طرح

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢١﴾

۲۱۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور انبیائے کرام کو ناحق قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے عدل وانصاف کا حکم کرنے والوں کو بھی قتل کرتے ہیں[۱۰] تو آپ انہیں دردناک عذاب کی خبر سنادیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٢﴾

۲۲۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا وآخرت میں ضائع ہو گئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾

۲۳۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ علم دیا گیا، جب وہ کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ یہ کتاب ان کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کردے تو ان میں سے ایک گروہ منہ پھیر لیتا ہے درآنحالیکہ وہ روگردانی کرنے والے ہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۠ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾

۲۴۔ اس کی وجہ ان کا یہ کہنا ہے کہ گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ ہمیں نہ چھوئے گی اور ان کی خود ساختہ باتوں نے انہیں ان کے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾

۲۵۔ پس ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ان کو اس دن جمع کریں گے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے اور ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

عیسائی حضرت محمد مصطفی ﷺ پر ایمان لے آتے تو آج نہ کوئی عیسائی ہوتا اور نہ یہودی بلکہ سارے مسلمان ہوتے لیکن باہمی حسد وسرکشی نے انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا ہے۔

[۱۰] یہود اپنی سرکشی اور گمراہی میں اتنے دور چلے گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبیوں کو قتل کرتے اور اس کے باوجود یہ یقین بھی

Marfat.com

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم یوں) عرض کرو: اے اللہ تعالیٰ! اے سب مُلکوں کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے مُلک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے مُلک چھین لیتا ہے [۱۱] جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۫ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۫ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے [۱۲] اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے [۱۳] اور تو جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

رکھتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے اور جنتی ہیں۔ جہنم کی آگ ان کے قریب نہیں آئے گی لیکن قرآن کریم نے واضح الفاظ میں اعلان کر دیا ہے کہ اس قدر بدترین گناہ کرنے والوں کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ وہ جنت میں نہیں جائیں گے بلکہ دردناک عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

[۱۱] یعنی اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ شاہ کو گدا بنائے یا گدا کو شاہ بنا دے۔ کسی کو عزت سے سرفراز فرمائے یا اس پر ذلت مسلط کر دے۔ سارے اختیارات کا اصل مالک وہی ہے لیکن اس کی سنت یہ ہے کہ عزت کی بلندی اسی قوم کو نصیب ہوتی ہے جو جہدِ مسلسل میں سرگرم رہتی ہے اور ذلت کی گہرائی میں وہی قوم گرتی ہے جو سستی اور غفلت کا شکار ہوتی ہے۔ (قرآن: ۱۳:۱۱)

[۱۲] اس سے مراد موسمی تغیرات ہیں یعنی کبھی رات اتنی لمبی ہوتی ہے کہ دن کا کچھ حصہ رات میں شامل ہو جاتا ہے اور کبھی دن اتنے لمبے ہوتے ہیں کہ رات کا کچھ حصہ دن میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس طرح انسان مختلف موسموں سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اگر ہمیشہ ایک ہی موسم رہتا تو انسان اُکتا جاتا اور زمینی پیداوار میں بھی تنوع پیدا نہ ہوتا۔

[۱۳] اس کائنات میں قدرت خداوندی کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں جن کا ہم روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک چھوٹی سی مثال یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ مرغی سے مردہ انڈہ اور پھر مردہ انڈے سے زندہ مرغی نکالتا ہے۔

Marfat.com

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ ایمان والوں کو چاہیے کہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں [۱۴] اور جو ایسا کرے گا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ تم ان سے اپنا بچاؤ کرنا چاہو [۱۵] اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ فرما دیجئے کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اس کے علم میں ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ ع

۳۰۔ جس دن ہر شخص اپنی نیکیوں اور برائیوں کو موجود پائے گا، اس دن وہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس دن کے درمیان لمبا عرصہ ہوتا، اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بہت مہربان ہے۔

---

[۱۴] وہ کافر جو اسلام سے بغض رکھتے ہیں اور اہل ایمان کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں ان کے ساتھ دوستی قائم کرنا سخت منع ہے کیونکہ اس طرح وہ راز معلوم کر کے یا غلط مشورے دے کر مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچائیں گے لیکن وہ کافر جو معتدل مزاج ہیں اور اہل ایمان کو بالواسطہ یا بلا واسطہ تنگ نہیں کرتے ان کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کا برتاؤ کیا جائے۔ (قرآن: ۶۰:۸) نیز ان کے ساتھ لین دین، رفاہِ عامہ کے کاموں میں باہمی تعاون اور مشترکہ دشمن کے دفاع میں باہمی معاہدہ کرنے کی اجازت ہے، بلکہ ان کے ساتھ حسن اخلاق کا ایسا معاملہ کیا جائے کہ وہ اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جائیں۔

[۱۵] یعنی اگر کوئی مسلمان کفار کے نرغہ میں آ جائے اور اسے اپنے نقصان کا قوی اندیشہ ہو تو اس بے بسی کے عالم میں اسلام نے اسے اجازت دی ہے کہ وہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرے جس کے ذریعہ وہ کفار کے شر سے محفوظ رہ سکے۔

Marfat.com

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ آپ ﷺ فرمائیے: اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو [۱۶] اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ آپ ﷺ فرمائیے: اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کی اطاعت کرو [۱۷] پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

---

[۱۶] یہود ونصاریٰ میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔ اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو اس کے احکام پر عمل کرکے دکھاؤ اور اس کا ایک حکم یہ ہے کہ تم میری اتباع کرو کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور تم اپنی کتابوں کے حوالے سے مجھے اچھی طرح پہچانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہوں، لہٰذا اب اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ صرف وہی قوم کرسکتی ہے جو میری اتباع کرے، حتیٰ کہ ''اگر موسیٰ علیہ السلام آج زندہ ہوتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔'' (مسند احمد: جلد ثالث: ص ۳۳۸) ''اس وقت تمہارا کیا مرتبہ ہوگا جب تم میں ابن مریم کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے ہوگا۔'' (بخاری: ۳۴۴۹: کتاب احادیث الانبیاء: باب ۴۹)

یہود ونصاریٰ کے لئے لمحۂ فکریہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے حضورِ اکرم ﷺ کی اتباع لازم ہے تو یہود ونصاریٰ پر تو بہ طریق اولیٰ لازم ہے کہ وہ حضورِ اکرم ﷺ کی پیروی کریں۔

مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکریہ

یہود ونصاریٰ اتباعِ محمدی کرکے اللہ تعالیٰ کے محبوب بن سکتے ہیں تو جو پہلے ہی مسلمان ہیں اگر وہ خلوص نیت سے اتباعِ محمدی میں سرگرم ہوجائیں تو وہ بہ طریق اولیٰ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن سکتے ہیں اور کسی مخلوق کا اس سے اونچا مقام اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس کا خالق ومالک اسے اپنا محبوب بنالے۔ یا اللہ تعالیٰ! ہمیں اپنے حبیب مکرم ﷺ کی سچی غلامی نصیب فرما۔ آمین!

[۱۷] گزشتہ آیت میں یہ واضح کردیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کے لئے حضورِ اکرم ﷺ کی اتباع لازم ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی اطاعت سے روگردانی کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے، لہٰذا جو لوگ حدیث اور سنت کا انکار کرتے ہیں وہ اس آیت میں دوبارہ غور کریں کیونکہ وہ قرآن کے حکم کا انکار کررہے ہیں۔

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ إِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان اور عمران کے خاندان کو تمام جہان والوں سے چن لیا۔

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ ان میں سے بعض، بعض کی اولاد ہیں، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے جاننے والا ہے۔

حدیث اور سنت کی ضرورت

اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو پیروی کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ (قرآن: ۳۳: ۲۱) نیز حضورِ اکرم ﷺ کا کردار قرآن مجید کی عملی تصویر ہے۔ (مسلم: ۱۷۳۹: صلوۃ المسافرین: باب ۱۸)

کسی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: قرآن مجید میں نمازِ حضر اور نمازِ خوف کا ذکر ہے لیکن نمازِ سفر کا ذکر نہیں ہے (کیونکہ سورہ النساء آیت نمبر ۱۰۱ میں اس نمازِ سفر کا ذکر ہے جس میں کفار کے ستانے کا خطرہ ہو۔ پُرامن حالات میں نمازِ سفر کا ذکر نہیں ہے) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہم تو کچھ نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف حضورِ اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا، پس ہم تو وہی کرتے ہیں جو ہم نے آپ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔

(ابن ماجۃ: ۱۰۶۶: ابواب اقامۃ الصلوۃ: باب ۷۳)

یعنی قرآن میں اگرچہ مطلق نمازِ سفر کا حکم نہیں ہے لیکن حضورِ اکرم ﷺ کا نمازِ سفر پڑھنا اور ہمیں پڑھنے کا حکم دینا ہمارے لئے کافی ہے کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ کی ہر بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔ (قرآن: ۵۳: ۴) اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت درحقیت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ (قرآن: ۴: ۸۰) اگر حضورِ اکرم ﷺ کی حدیث اور سنت کو اسلام سے خارج کر دیا جائے تو قرآن مجید پر عمل کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن کریم میں نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کے احکام تو ہیں مگر ان پر عمل کرنے کی صحیح صورت سنت نبوی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست   اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

اے انسان! اپنے آپ کو درِ مصطفٰی ﷺ پہ جھکا دے کیونکہ آپ ﷺ دین اسلام کا عملی سرچشمہ ہیں اور اگر کوئی نادان حضورِ اکرم ﷺ کو چھوڑ کر اسلام کو سمجھنا چاہے تو وہ ابولہب تو بن سکتا ہے لیکن ایمان کی لذت سے آشنا نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ جب عمران کی بیوی نے کہا: اے میرے رب تعالیٰ! جو میرے پیٹ میں ہے اسے میں نے تیرے نام پر آزاد کرنے کی نذر مانی ہے [۱۸] سو میری طرف سے (یہ نذرانہ) قبول فرما، بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے۔

فَلَمَّا وَضَعَتۡهَا قَالَتۡ رَبِّ اِنِّیۡ وَضَعۡتُهَاۤ اُنۡثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡ ؕ وَلَیۡسَ الذَّکَرُ کَالۡاُنۡثٰی ۚ وَاِنِّیۡ سَمَّیۡتُهَا مَرۡیَمَ وَاِنِّیۡۤ اُعِیۡذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ پھر جب اس نے بچی کو جنا تو کہنے لگی: اے میرے رب تعالیٰ! میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوئی ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا، اور لڑکا اس لڑکی کی مانند نہیں تھا، اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوۡلٍ حَسَنٍ وَّاَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّکَفَّلَهَا زَکَرِیَّا ۚ کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیۡهَا زَکَرِیَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ وَجَدَ عِنۡدَهَا رِزۡقًا ۚ قَالَ یٰمَرۡیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا ؕ قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرۡزُقُ مَنۡ

۳۷۔ پس رب تعالیٰ نے اس لڑکی کو اچھی طرح قبول فرمایا، اس کو عمدہ طریقہ سے پروان چڑھایا اور حضرت زکریا علیہ السلام کو اس کا کفیل بنایا، [۱۹] جب زکریا علیہ السلام مریم علیہا السلام کے پاس اس کی عبادت گاہ میں جاتے تو اس کے پاس کھانے پینے کی چیزیں (موجود) پاتے، انہوں نے پوچھا: اے مریم!

---

[۱۸] عمران کی بیوی حنّۃ نے جب حمل کی گرانی محسوس کی تو نذر مانی کہ پیدا ہونے والے بچے کو گھر کے کاموں سے آزاد کر کے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دے گی۔ انہیں لڑکے کی امید تھی لیکن جب لڑکی پیدا ہوئی تو حسرت سے کہنے لگیں: اے میرے پروردگار! میرے ہاں تو بچی (مریم) پیدا ہوئی ہے اور یہ صنف نازک تیرے گھر کی خدمت کیسے کر سکے گی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے جس لڑکے کے لئے دعا کی تھی وہ اس بچی کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ بچی کل اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے افضل خاتون ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں بنے گی۔

[۱۹] اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت مریم کا سرپرست مقرر کیا گیا۔ آپ علیہ السلام جب بھی حضرت مریم کی خبر گیری کے لئے تشریف لے جاتے تو ان کے عبادت خانے میں رنگا رنگ کے غیر موسمی پھل موجود پاتے یعنی "گرمیوں کے پھل سردی

Marfat.com

يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾

تمہارے پاس یہ (رزق) کہاں سے آیا؟ مریم نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾

۳۸۔ اسی جگہ زکریا علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا مانگی، [۲۰] عرض کی: اے میرے رب تعالیٰ! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا سننے والا ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٣٩﴾

۳۹۔ پس فرشتوں نے انہیں آواز دی جبکہ وہ عبادت خانے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کو یحیٰ کی خوش خبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ (عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والا، سردار، معصوم، نبی اور صالحین سے ہوگا۔''

کے موسم میں اور سردیوں کے پھل گرمی کے موسم میں اور یہ جنت کے پھل تھے۔'' (تفسیر روح المعانی) چونکہ یہ پھل بازار میں دستیاب نہیں تھے اس لئے از راہِ تعجب پوچھا: اے مریم! یہ پھل کہاں سے آئے ہیں؟ تو کہنے لگیں: یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے ہیں۔ اس آیت سے اولیائے کرام کی کرامات کو بھی ثابت کیا جاتا ہے کیونکہ حضرت مریم نبی نہیں تھیں اور بے موسم کے پھلوں کا آپ کے پاس پایا جانا آپ کی کرامت تھی۔

[۲۰] حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کی بیوی دونوں اتنے بوڑھے ہو چکے تھے کہ اولاد پیدا ہونے کا عام وقت گزر چکا تھا لیکن جب انہوں نے حضرت مریم کے پاس بے موسمی پھل دیکھے تو ان کے دل میں بھی پاکیزہ اولاد کی آرزو پیدا ہوئی اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: ''یا اللہ تعالیٰ! تو قادر مطلق ہے، جیسے تو نے حضرت مریم کو بے موسمی پھلوں سے نوازا ہے ہمیں بھی بڑھاپے کے باوجود پاکیزہ اولاد عطا فرما۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، انہیں یحیٰ جیسے بیٹے کی خوشخبری دی۔ ان کی تسلی کے لئے نشانی بھی بتائی اور آخر میں ان کے ذریعہ پوری دنیائے انسانیت کو یہ تلقین فرمائی کہ جب کسی کی دلی آرزو پوری ہو تو اسے اپنے محسنِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے شکر میں سرگرم ہونا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ اس نعمت کو سلامت رکھے اور مزید نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی مقدس جگہ یا اللہ تعالیٰ کے کسی محبوب بندے کے پاس دعا مانگنا زیادہ مقبولیت کا باعث

Marfat.com

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ زکریا علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب تعالیٰ! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ حالانکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے، فرمایا: اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّىْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِىِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع

۴۱۔ زکریا علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب تعالیٰ! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے، فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک اشاروں کے سوا لوگوں کے ساتھ کوئی بات نہ کر سکو گے، اور اپنے رب تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرو اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں چن لیا، تمہیں پاک کر دیا اور تمہیں سارے جہان کی عورتوں پر برتری عطا فرمائی۔ [۲۱]

ہے، کیونکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس اسی جگہ دعا مانگی جہاں بے موسمی پھلوں کا نزول ہوا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے کے باوجود بیٹا عطا فرمایا، لہٰذا مسلمانوں کو ایسے مقامات پر دعا کرنے سے منع نہ کیا جائے جن مقامات کا تعلق اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے ساتھ ہو، جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی جگہ، غار حرا، انبیائے کرام، شہدائے عظام اور اولیائے کرام کے مزارات وغیرہا۔

[۲۱] حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانے کی عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور اس نعمت کے شکرانے کے لئے اطاعت و عبادت کی تاکید فرمائی، لہٰذا جس کسی پر جتنا بڑا احسان ہو اس کو اسی قدر زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ سارہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف براہ راست اور بذریعہ ملائکہ وحی نازل فرمائی۔ یہ ان خوش نصیب خواتین کی بزرگی اور عظمت کی دلیل ہے، لیکن اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ خواتین نبی تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کو صرف مردوں کے لئے مخصوص رکھا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مقامات پر واضح ارشاد فرمایا ہے:

Marfat.com

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اے مریم! اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت کر، سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔

ہم نے آپ ﷺ سے پہلے مرد ہی (نبی بنا کر) بھیجے ہیں جن کی طرف ہم نے وحی کی۔

(قرآن: ۱۲: ۱۰۹، قرآن: ۱۶: ۴۳، قرآن: ۲۱: ۷)

اور جمہور اہل اسلام کی تحقیق بھی یہی ہے کہ کسی عورت کو نبی یا رسول نہیں بنایا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ یوسف: زیر آیت نمبر ۱۰۹) قرآن مجید میں پچیس انبیائے کرام کے اسمائے گرامی مذکور ہیں۔ ان میں کسی عورت کا نام شامل نہیں ہے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے بھی کسی عورت کے نبی ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ حکیم وخبیر ہے، اس کا کوئی بھی کام حکمتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کی حکمتوں کا احاطہ ممکن نہیں، البتہ اس کی حکمتوں کے حوالے سے ایک بات کا ذہن میں ہونا ضروری ہے کہ انبیائے کرام کی طرف جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ ان کی تبلیغ کرتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ رسولوں کی ذمہ داری صرف یہی ہے کہ وہ (احکامِ الٰہی کو) صاف صاف پہنچا دیں۔ (قرآن: ۱۶: ۳۵)

۲۔ انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاتے ہیں۔ (قرآن: ۳۳: ۳۹)

مذکورہ خوش نصیب خواتین کی طرف آنے والی وحی کا تعلق تبلیغ سے نہیں بلکہ ان کی رہنمائی اور عزت افزائی سے تھا، نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اگر اپنی وحی لوگوں کو بتا دیتیں کہ فرعون کے محلات میں اس کا بیٹا ہے تو کئی مشکلات پیدا ہو جاتیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی۔

ویسے بھی تبلیغ کے لئے عورت اگر تنہا باہر نکلے گی تو اس کی جسمانی کمزوری اور جنسی دلکشی کے باعث کئی مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ نبی اپنی قوم کا امام اور خطیب ہوتا ہے، اگر اس مقام پر ایک خوبصورت عورت کو کھڑا کیا جائے تو بعض ذہنوں میں شیطانی وساوس کا پیدا ہونا ایک طبعی امر ہے جو عبادت اور اطاعت میں انتشار پیدا کر دیتا ہے، نیز ماہانہ ایام، حمل، وضع حمل اور بچوں کی پرورش ایسے مراحل ہیں جن سے تبلیغی سرگرمیاں متاثر ہوسکتی ہیں اور اگر خاوند عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت ہی نہ دے تو پھر تبلیغِ احکام کا کیا بنے گا جبکہ مرد اس قسم کے عوارض سے پاک ہوتا ہے، لہٰذا اس کے لئے تبلیغِ احکام آسان ہے۔

نیز جہاں تک غیر انبیاء پر نزولِ ملائکہ کا تعلق ہے تو وہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہل استقامت مسلمانوں پر بھی نازل ہوتے ہیں اور انہیں دنیا وآخرت میں اپنی دوستی اور تعاون کا یقین دلاتے ہیں۔ (قرآن: ۴۱: ۳۰۔۳۱) اور اسی طرح جہاں تک مطلق وحی کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی اور زمین کی طرف بھی وحی نازل فرمائی ہے۔ (قرآن: ۱۶: ۶۸، قرآن: ۹۹: ۵) تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوسکتا کہ شہد کی مکھی اور زمین بھی نبی ہیں۔

Marfat.com

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ یہ (واقعات) غیب کی خبروں میں سے ہیں جن کو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرماتے ہیں، [۲۲] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ان کے پاس نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی کے لئے) اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان (مجاوروں) میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس نہ تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ [۲۳] کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا، وہ دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے مقربین سے ہوگا۔

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور وہ لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور پختہ عمر میں بھی اور نیکوں میں سے ہوگا۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ مریم نے کہا: اے میرے رب تعالیٰ! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ حالانکہ مجھے کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا، فرمایا: اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے، وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو وہ صرف اتنا ہی کہتا ہے کہ "ہو جا" تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

---

[۲۲] اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی کو غیب کی خبریں وحی فرماتا ہے اور لفظ نبی کا معنیٰ بھی یہی ہے یعنی "اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کے ذریعے غیب کی خبر دینے والا" (المنجد)

[۲۳] اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کلمہ کن (ہو جا) سے پیدا فرمائی اور اکثر ان کو اسباب کے ساتھ منسلک کر دیا ہے، لیکن حضرت

Marfat.com

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور اللہ تعالیٰ اسے کتاب و حکمت [۲۴]، تورات اور انجیل سکھائے گا۔

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۥ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ

۴۹۔ اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا [۲۵] کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب تعالیٰ کی نشانی لایا

عیسیٰ علیہ السلام کو ظاہری سبب (باپ) کے بغیر صرف کلمہ کن سے پیدا فرمایا اس لئے آپ کو کلمۃ اللہ (اللہ کا کلمہ) کہا جاتا ہے۔ آپ کے ہاتھ پھیرنے سے مریض تندرست ہو جاتے اس لئے آپ کو مسیح کہا گیا ہے اور آپ کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی اس لئے آپ کی نسبت ماں کی طرف (مریم کا بیٹا) کی گئی ہے۔

[۲۴] کتاب سے مراد کتابت یعنی لکھنا اور حکمت سے مراد علم فقہ یعنی شریعت عیسوی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کتاب سے مراد قرآن مجید اور حکمت سے مراد حدیث پاک ہو کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے جب واپس زمین پر تشریف لائیں گے تو وہ قرآن و حدیث کے ماہر اور شریعت اسلامیہ کے مجتہد ہوں گے حالانکہ کسی سے نہ پڑھیں گے۔ (تفسیر نعیمی)

[۲۵] اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب انسانوں کے لئے نبی نہ تھے بلکہ ان کا دائرۂ نبوت بنی اسرائیل تک محدود تھا اور آپ نے اپنے حواریوں کو بھی یہی حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل سے باہر کسی کو تبلیغ نہ کریں۔ موجودہ بائبل بھی قرآن مجید کے فرمان کی تصدیق کرتی ہے:

۱۔ میں صرف بنی اسرائیل کی بھٹکی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (متی: ۱۵: ۲۴)

" I am not sent but unto the lost sheep of the house of Isreal."

(Matthew:15:24:The Holy Bible:printed by Collins:London)

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو حکم دیا: غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ بنی اسرائیل کی بھٹکی ہوئی بھیڑوں کی طرف جانا۔ (متی: ۱۰: ۵-۶)

"These twelve Jesus sent forth, and commanded them, saying, Go not into the way of the Gentiles, and into any city of the Samaritans enter ye not : But go rather to the lost sheep of the house of Israel"

(Matthew:10:5-6:ibid)

بائبل کے مذکورہ حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ عیسائی کسی کو تبلیغ کرنے کا حق نہیں رکھتے سوائے بنی اسرائیل کے کیونکہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اور اسی کا اپنے حواریوں کو حکم دیا، مگر یہ حکم اس وقت تک تھا جب تک نبی آخر الزمان حضرت

Marfat.com

مِنَ الطِّيۡنِ كَهَيۡـَٔةِ الطَّيۡرِ فَاَنۡفُخُ فِيۡهِ فَيَكُوۡنُ طَيۡرًاۢ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡىِ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا تَاۡكُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِىۡ بُيُوۡتِكُمۡ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيَةً لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۚ‏ ﴿۴۹﴾

ہوں، میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی طرح ایک صورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے، [۲۶] اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو، بے شک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان دار ہو۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَلِاُحِلَّ لَـكُمۡ بَعۡضَ الَّذِىۡ حُرِّمَ عَلَيۡكُمۡ وَجِئۡتُكُمۡ بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ‏ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے تاکہ تمہارے لئے بعض چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں [۲۷] اور میں تمہارے پاس تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے نشانی لایا ہوں، سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

محمد ﷺ مبعوث نہیں ہوئے تھے کیونکہ آپ ﷺ کے اعلانِ نبوت کے بعد ہر ایک کے لئے آپ ﷺ پر ایمان لانا لازم ہے۔

[۲۶] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی جس کی وجہ سے حضرت مریم کو ہر طرف سے طعنوں کا سامنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے واضح اور عظیم معجزات عطا فرمائے تاکہ لوگ آپ کی عظمت کا انکار نہ کر سکیں اور حضرت مریم کو بھی اطمینان مل جائے کہ جس طرح اس کے بیٹے کی پیدائش معجزانہ طور پر ہوئی اسی طرح اس کی شان بھی نرالی ہے یعنی وہ مٹی کے پرندوں میں جان ڈال کر اُڑا لیتے، مادرزاد اندھے کو بینا، کوڑھی کو تندرست اور مردہ کو زندہ کر دیتے اور غیب کی خبریں دیتے تھے۔ اس قدر عظیم معجزات کے ظہور پر قوی اندیشہ تھا کہ لوگ آپ کو خدا سمجھنے لگیں اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے واضح اعلان کر دیا کہ یہ معجزات اگرچہ مجھ سے ظہور پذیر ہو رہے ہیں لیکن ان کا حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ ہے، میں اُس کی اجازت سے یہ معجزات دکھا رہا ہوں۔

[۲۷] یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی نبوت کی نشانیاں لے کر آیا ہوں، لہٰذا تم

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیۡ وَ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿۵۱﴾	۵۱۔ بے شک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے، سوتم اس کی عبادت کرو، [۲۸] یہ سیدھا راستہ ہے۔
فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیۡسٰی مِنۡہُمُ الۡکُفۡرَ قَالَ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ قَالَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ۚ وَ اشۡہَدۡ بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۵۲﴾	۵۲۔ پھر جب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کفر محسوس کیا تو کہا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں کون میرے مددگار ہیں؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مددگار ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔
رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ وَ اتَّبَعۡنَا الرَّسُوۡلَ فَاکۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰہِدِیۡنَ ﴿۵۳﴾	۵۳۔ اے ہمارے رب! جو تو نے نازل فرمایا ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے رسول کی پیروی کی، پس تو ہمیں (حق کی) گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔
وَ مَکَرُوۡا وَ مَکَرَ اللّٰہُ ؕ وَ اللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ ﴿۵۴﴾ ع	۵۴۔ اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر فرمائی [۲۹] اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، نیز میں تورات کی بھی تصدیق کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی سچی کتاب ہے لیکن بنی اسرائیل پر ان کی سرکشیوں کی سزا کے طور پر جو چیزیں وقتی طور پر حرام کی گئی تھیں یا وہ چیزیں جو علمائے یہود نے بعد میں اپنی طرف سے حرام کر کے تورات کی طرف منسوب کر دی تھیں میں ان کو حلال کر کے تمہارے لئے آسانیاں پیدا کروں گا۔ (تفسیر کبیر، روح المعانی)

[۲۸] ہر زمانے کے حالات اور تقاضے الگ تھے اس لئے مختلف انبیائے کرام کی شریعت (عبادات و معاملات) میں اختلاف رہا مگر سب انبیائے کرام کی بنیادی دعوت صرف ایک تھی جس کو اس آیت میں اختصار کے ساتھ سمو دیا گیا ہے یعنی "سب کا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے چاہے عام انسان ہو یا نبی اور سیدھا راستہ صرف اسی کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔" موجودہ بائبل بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: دور ہو جا، اے شیطان! کیونکہ مقدس صحیفے کہتے ہیں کہ تو صرف اپنے پروردگار خدا کی عبادت کر اور صرف اسی کی فرمانبرداری کر۔ (متی کی انجیل: ۴:۱۰)

" Get out of here, Satan," Jesus told him, " The scriptures say, "Worship only the Lord God, Obey only him."
(Matthew:4:10:The living Bible:British Edition 1975)

[۲۹] مکر سے مراد خفیہ تدبیر ہے اور یہ تدبیر اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بری بھی، مثلاً اگر کوئی ظالم کسی کو قتل کرنے کی تدبیر کرے تو وہ

Marfat.com

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ

۵۵۔ یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ! یقیناً میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا [۳۰] اور تمہیں اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں (کے بہتان) سے پاک کرنے والا ہوں اور آپ کے

مجرم ہے اور پولیس والے اسے گرفتار کرنے اور سزا دینے کی تدبیر کریں تو یہ عین انصاف ہے۔ اسی طرح یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی بری تدبیر کی مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچانے اور زندہ آسمان پر اٹھانے کی اچھی تدبیر فرمائی۔

اس واقعہ میں مفسرین کا قدرے اختلاف ہے۔ میں تفسیر خازن، تفسیر قرطبی، روح المعانی اور تفسیر روح البیان کے حوالے سے اس کا مختصر مفہوم نقل کرتا ہوں:

یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے سے انکار کر دیا، نیز بادشاہِ وقت کے ساتھ سازش کی اور آپ علیہ السلام کو شہید کرنے کے لئے رات کے وقت ایک جماعت روانہ کر دی۔ اسی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو فرمایا کہ آج رات صبح صادق سے پہلے آپ میں سے ایک حواری چند درہموں کے بدلے مجھے فروخت کر دے گا۔ جب حواری اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے تو ایک منافق حواری نے یہود کے ساتھ تیس درہم پر معاملہ طے کیا اور انہیں لے کر اس گھر میں گیا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی کیونکہ پھولوں کے ساتھ کانٹے اور مخلصین کے ساتھ منافق اکثر رہتے ہیں، چنانچہ اس منافق حواری نے یہود کو اس گھر کے اردگرد کھڑا کیا اور خود قتل کرنے کے ارادے سے اندر داخل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اُٹھا لیا اور اس منافق حواری کا چہرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ بنا دیا۔ یہ ششدر و حیران رہ گیا کہ اب کیا بنے گا، اس سوچ وبچار میں کافی دیر گزر گئی، یہود سمجھے کہ اندر دونوں میں لڑائی شروع ہے اس لئے تاخیر ہو رہی ہے، اور جب یہ منافق باہر نکلا تو یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شبہ میں اسے پکڑ لیا۔

اس نے بہت شور مچایا میں تمہارا ساتھی ہوں مگر انہوں نے کہا: تو عیسیٰ (علیہ السلام) ہے، تو نے اندر ہمارا ساتھی قتل کر دیا ہے اور اب ہمیں دھوکہ دینا چاہتا ہے، چنانچہ یہود نے اسے سولی پر چڑھا دیا۔ بعد میں یہود کہنے لگے: اس کا چہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے اور اس کا بدن ہمارے ساتھی کے مشابہ ہے۔ اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں گئے اور اگر یہ عیسیٰ ہیں تو پھر ہمارا ساتھی کہاں گیا؟ اس پر ان کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا اور بعض نے بعض کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بہترین تدبیر فرما کر یہود کو مناسب سزا دی یعنی قتل کرنے کے ارادے سے اندر داخل ہونے والے کو سولی پر چڑھوا دیا اور قتل کی سازش کرنے والوں کو آپس میں لڑا دیا۔

[۳۰] یہود نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کی سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: میں آپ کو آپ کی پوری عمر تک

Marfat.com

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

پیروکاروں کو قیامت تک کافروں پر غالب کرنے والا ہوں، پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمہارے درمیان اس چیز کا فیصلہ کروں گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ جن لوگوں نے کفر کیا ان کو میں دنیا و آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کو اللہ تعالیٰ پورا پورا اجر دے گا، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ یہ وہ آیات اور حکمت والی نصیحت ہے جو ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں۔

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی مانند ہے، [۳۱] اس نے اسے مٹی سے بنایا، پھر اسے فرمایا: ہو جا تو وہ ہو گیا۔

پہنچا کر وفات دوں گا اور میں آپ کو آسمانوں پر اٹھا لوں گا تاکہ یہودی آپ کو شہید نہ کر سکیں۔ (تفسیر کبیر) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت نہیں آئی، وہ قیامت سے پہلے زمین پر لوٹ آئیں گے۔ (جامع البیان) نیز یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو الزامات عائد کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے ذریعے ان سب الزامات کی تردید فرما دی اور عیسائیوں کو یہود پر ایسا غلبہ عطا فرمایا جو قرب قیامت تک جاری رہے گا۔

[۳۱] عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا مانتے اور دلیل یہ دیتے کہ ان کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی۔ قرآن کریم نے بڑا سادہ اور واضح جواب دیا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ان کے خدا ہونے کی دلیل ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کی پیدائش ماں اور باپ دونوں کے بغیر ہوئی۔ دراصل دونوں کی مثال

Marfat.com

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝٦٠

۶۰۔ تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے حق یہی ہے، پس تو شک کرنے والوں سے نہ ہو جانا۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝٦١

۶۱۔ پھر جو لوگ علم حاصل ہو جانے کے بعد بھی آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں: آؤ ہم خود بھی آتے ہیں اور اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی لے آتے ہیں تم خود بھی آؤ اور اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی لے آؤ، پھر ہم سب عاجزی سے التجا کریں [۳۲] اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں۔

ایک جیسی ہے اور دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں ہیں۔ دونوں نہ خدا ہیں اور نہ ہی خدا کے بیٹے بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ہیں، لہٰذا کسی مسلمان کو شک میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

[۳۲] میرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! قرآن مجید کے واضح دلائل کے باوجود اگر عیسائی ہٹ دھرمی سے کام لیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنے پر اصرار کریں تو آپ ان سے مزید مناظرہ نہ کریں بلکہ مباہلہ کی دعوت دیں یعنی فریقین اپنے اپنے بال بچوں کو ایک میدان میں لے آئیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی سے دعا کریں کہ ان میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ امام حسین، امام حسن، فاطمۃ الزہراء اور حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو لے آئے اور انہیں فرمایا: جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ عیسائیوں نے جب اہل بیت کے نورانی چہرے دیکھے تو ان کے سردار پادری نے کہا: اے گروہ نصاریٰ! یقیناً میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے گا، لہٰذا تم ان سے مباہلہ نہ کرو اور اگر کیا تو تم ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔ (تفسیر خازن) چنانچہ عیسائیوں نے مباہلہ سے انکار کر دیا اور سالانہ جزیہ دینے پر صلح کر لی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندر اور خنزیر بنا دیے جاتے، ان کی وادی کو آگ گھیر لیتی اور نجران کو اس کے باشندوں سمیت تباہ و برباد کر دیا جاتا۔

(تفسیر خازن)

یہ واقعہ اسلام کی تصدیق اور عیسائیت کی تردید کے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت

Marfat.com

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾

۶۲۔ بے شک یہی سچا واقعہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی غالب حکمت والا ہے۔

فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾ ع

۶۳۔ پھر اگر وہ اعراض کریں تو اللہ تعالیٰ فسادیوں کو خوب جاننے والا ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾

۶۴۔ آپ کہیے: اے اہل کتاب! آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے [۳۳] یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو رب نہ بنائے، پھر اگر وہ اعراض کریں تو تم کہہ دو: گواہ رہنا ہم تو مسلمان ہیں۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِن بَعْدِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٥﴾

۶۵۔ اے اہل کتاب! تم ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل تو ان کے بعد نازل کی گئیں، کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے؟ [۳۴]

کے لئے ناقابل تردید ثبوت فراہم کرتا ہے یعنی اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کے بارے میں ذرہ برابر بھی شبہ ہوتا تو میدانِ مباہلہ میں تشریف نہ لاتے اور اگر عیسائیوں کو اپنے عقیدہ کی سچائی کا یقین ہوتا تو مباہلہ سے انکار نہ کرتے۔

یہ واقعہ دسویں ہجری میں نجران کے وفد کے ساتھ پیش آیا، مباہلہ میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اکیلے تشریف لائیں کیونکہ دوسری صاحبزادیاں اس وقت انتقال فرما چکی تھیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے دوسری ہجری میں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آٹھویں ہجری میں اور اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا نے نویں ہجری میں انتقال فرمایا۔

[۳۳] اہل کتاب کو دعوت دی جا رہی ہے کہ آؤ ایک ایسے عقیدے پر اتفاق کر لیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یعنی پہلی آسمانی کتابیں اور قرآن مجید اس پر متفق ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

[۳۴] یہود کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور عیسائی کہتے کہ آپ عیسائی تھے حالانکہ یہودیت اور عیسائیت کی ابتدا

Marfat.com

هَاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجۡتُمۡ فِيۡمَا لَكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِيۡمَا لَيۡسَ لَكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝٦٦

۶۶۔ سنو! تم لوگ ان باتوں میں بحث کر چکے جن کا تمہیں کچھ نہ کچھ علم تھا، پھر اب ان باتوں میں کیوں بحث کرتے ہو جن کا تمہیں علم ہی نہیں؟ [۳۵] اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا وَّلٰكِنۡ كَانَ حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝٦٧

۶۷۔ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ خالص مسلمان تھے، اور وہ مشرک بھی نہ تھے۔ [۳۶]

اِنَّ اَوۡلَى النَّاسِ بِاِبۡرٰهِيۡمَ لَلَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝٦٨

۶۸۔ ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ نزدیک وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جو ان پر ایمان لائے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے۔

وَدَّتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَوۡ يُضِلُّوۡنَكُمۡ ؕ وَمَا يُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ۝٦٩

۶۹۔ اہل کتاب کا گروہ چاہتا ہے کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کر دیں حالانکہ وہ صرف اپنے آپ کو گمراہ کر رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔

تورات اور انجیل کے نزول کے بعد ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کتابوں کے نزول سے بہت پہلے گزر چکے تھے، پھر وہ یہودی یا عیسائی کیسے ہو سکتے ہیں اور یہ اتنی واضح حقیقت ہے جس کو معمولی عقل رکھنے والا آدمی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

[۳۵] قرآن کریم اہل کتاب کو تنبیہ کر رہا ہے کہ تمہیں اپنے دین کے متعلق کچھ نہ کچھ علم تھا اس کے باوجود تم نے اپنے دین میں ایسے بے بنیاد عقائد شامل کر لئے جن کو عقل تسلیم نہیں کرتی تو پھر تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جن کے متعلق تمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے۔

[۳۶] یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ مشرکین عرب پتھر کے بتوں کی عبادت کرتے تھے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر قسم کے شرک سے پاک صرف ایک خدا کی عبادت کرتے تھے، لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوست اور قریبی صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو ان کی اتباع کریں اور آج دین ابراہیم علیہ السلام کے اصل پیروکار مسلمان ہیں جو صرف ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ دین

Marfat.com

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝٧٠

۷۰۔ اے اہل کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ تم خود گواہ ہو۔[۳۷]

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٧١ ع

۷۱۔ اے اہل کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو اور کیوں حق کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو۔

ع ۱۵

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝٧٢

۷۲۔ اور اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا: مسلمانوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے تم صبح کے وقت اس پر ایمان لاؤ اور شام کے وقت اس کا انکار کر دو، [۳۸] شاید وہ (مسلمان بھی اپنے دین سے) پھر جائیں۔

ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کریں کیونکہ وہ خالص توحید پرست اور ہر قسم کے شرک سے پاک تھے۔ (قرآن: ۱۶: ۱۲۳)

[۳۷] یہاں قرآن مجید اہل کتاب کو تنبیہ کر رہا ہے کہ تمہاری کتابوں میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جن علامات کا ذکر ہے تم نے خود ان کا مشاہدہ کر کے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا ہے گویا تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے خود گواہ بن چکے ہو۔ اس کے باوجود تم حق کو کیوں چھپاتے ہو۔ قیامت کے دن تمہارے پاس اس منافقت کا کیا جواب ہوگا؟

[۳۸] یہود نے آپس میں مشورہ کیا کہ چند خاص یہودی صبح کے وقت مسلمان ہو جائیں اور شام کو اسلام چھوڑنے کا اعلان کر دیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہو جائیں کہ یہ لوگ اسلام کیوں چھوڑ گئے ہیں۔ ممکن ہے اسلام میں کچھ خامیاں ہوں جن کو دیکھ کر یہ واپس اپنے مذہب میں چلے گئے ہیں، نیز جو لوگ اسلام قبول کرنے کی تیاری کر رہے ہیں وہ بھی بدظن ہو جائیں گے کہ جس دین کو اس کے ماننے والے چھوڑ رہے ہیں وہ دین شاید سچا نہ ہو۔

یہود نے اس سازش کے لئے جن ساتھیوں کو تیار کیا انہیں درج ذیل تین باتیں اچھی طرح ذہن نشین کرائیں:

۱۔ اسلام کو صرف ظاہری طور پر قبول کرنا اور اپنے ہم مذہب کے علاوہ کسی کی بات پر یقین نہ کرنا۔

۲۔ یہ یقین رکھنا کہ جو نعمتیں تمہیں دی گئی ہیں وہ کسی دوسری قوم کو نہیں ملیں۔

۳۔ اور یہ بھی یقین رکھنا کہ قیامت کے دن تمہارے خلاف کوئی حجت قائم نہیں کر سکے گا کیونکہ آپ ہی اللہ تعالیٰ کے پیارے اور لاڈلے ہیں۔

یہ بڑی خطرناک سازش تھی اور نفسیاتی طور پر اس کا بہت برا نتیجہ نکلتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قبل از وقت اس سازش سے آگاہ کر دیا اور اس طرح یہود کا یہ مکر بھی کامیاب نہ ہو سکا، نیز قرآن مجید نے یہ اعلان کر دیا کہ ہدایت اور فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، جب تک اس نے چاہا فضل اور ہدایت کو بنی اسرائیل میں رکھا اور جب چاہا بنی اسماعیل میں منتقل کر دیا۔

Marfat.com

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ
الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ
مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ
قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ
يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾

۷۳۔ اور تم صرف اس شخص کی بات مانو جو تمہارے دین کا پیروکار ہو، آپ فرمائیے کہ اصل ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے (اور یہ بھی نہ ماننا کہ) جو کچھ تم کو دیا گیا ہے اس کی مثل کسی اور کو بھی دیا جا سکتا ہے یا کوئی تمہارے رب کے پاس تمہارے خلاف حجت قائم کر سکتا ہے، آپ فرمائیے: فضل تو اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾

۷۴۔ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔

وَمِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ
يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْھُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ
لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَاۗىِٕمًا ۭ
ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ
سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَھُمْ
يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾

۷۵۔ اور بعض اہل کتاب تو ایسے ہیں کہ اگر تو انہیں خزانے کا امین بنائے تو وہ تجھے واپس کر دیں گے اور بعض ایسے ہیں کہ اگر تو انہیں ایک دینار بھی امانت دے تو وہ تجھے واپس نہیں کریں گے مگر جب تک تو ان کے سر پر کھڑا رہے، اس کی وجہ ان کا یہ قول ہے کہ ان جاہلوں (غیر یہودی لوگوں) کے معاملہ میں ہم پر کوئی گرفت نہیں ہوگی [۳۹] حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ پر دانستہ جھوٹ کہتے ہیں۔

---

[۳۹] بعض یہودی یہ کہتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں اور غیر یہودی لوگوں کے اموال ان کے لئے حلال ہیں کیونکہ ساری مخلوق ان کی غلام ہے اور اگر کوئی اپنے غلاموں کا مال کھالے تو کسی کو اس سے باز پرس کا حق نہیں ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) قرآن مجید نے ان کے اس دعویٰ کی تردید کر دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگاتے ہیں، تورات میں کہیں اس بددیانتی کی اجازت نہیں ہے بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے پیارے تو وہ لوگ ہیں جو دیانتدار ہوں اور اپنے عہد و پیمان کو پورا کریں۔ یہود کا یہ دعویٰ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود نے جھوٹ کہا ۔۔۔ امانت ہر صورت میں واپس کی

Marfat.com

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ ہاں کیوں نہیں! جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور پرہیزگار بنا تو بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی سی قیمت خریدتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، [۴۰] اور اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے کلام کرے گا اور نہ ہی قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

جائے گی چاہے وہ کسی نیکوکار کی ہو یا بدکار کی۔ (ابن کثیر) نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص امانتدار نہ ہو اس کا کوئی ایمان نہیں اور جو شخص عہد پورا نہ کرے اس کا کوئی دین نہیں۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۳۵) اس سے معلوم ہوا کہ جس کسی سے معاملہ کیا جائے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر ہر صورت میں دیانتداری، سچائی اور وعدہ وفائی سے کام لیا جائے۔ ہجرت والی نازک رات میں بھی ہمارے پیارے نبی ﷺ نے جس امانت و دیانت کا مظاہرہ کیا تاریخ انسانیت اس کی مثال لانے سے قاصر ہے یعنی متعصب کافر حضور اکرم ﷺ کو شہید کرنے کے لئے تلواریں لے کر دروازے پر کھڑے تھے اور آپ ان کی امانتوں کی واپسی کو یقینی بنا رہے تھے۔ اسلام کی اشاعت میں حضور اکرم ﷺ کی صداقت و امانت نے نمایاں کردار ادا کیا۔ آج پھر اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے پیارے نبی کی سنتوں کو زندہ کریں اور صداقت و امانت کا ایسا عملی مظاہرہ کریں کہ دوسرے لوگ متاثر ہو کر اسلام کے قریب آ جائیں اور اگر مسلمان بد دیانتی اور دھوکہ بازی کریں اور غیر مسلم ممالک کے ساتھ معاہدوں کا احترام نہ کریں تو پھر مسلمانوں کا انجام کیا ہوگا ۔۔۔ ؟

[۴۰] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور احکام کو دنیاوی منفعت پر قربان کر دیتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھا کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں ان کے لئے قرآن مجید نے درج ذیل پانچ سزاؤں کا ذکر کیا ہے جن میں سے کوئی ایک سزا بھی اہل ایمان کو تنبیہ کے لئے کافی ہے:

۱۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوں گے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بھری گفتگو سے محروم ہوں گے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم ہوں گے۔
۴۔ گناہ کی آلائشوں سے انہیں پاک نہیں کیا جائے گا۔

Marfat.com

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۷۸

۷۸۔ اوران میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب (تورات) پڑھتے ہوئے اپنی زبانوں کو مروڑ لیتے ہیں تا کہ تم ان کی اس مروڑ کو بھی کتاب کا حصہ خیال کرنے لگو حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں ہے [۴۱] اور وہ کہتے ہیں: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے (نازل ہوا) ہے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے، اور وہ دانستہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝۷۹

۷۹۔ کسی بشر کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اسے کتاب، حکمت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ [۴۲] بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ تم سب اللہ والے بن جاؤ جیسا کہ تم دوسروں کو کتاب کی تعلیم دیتے تھے اور خود بھی اسے پڑھتے تھے۔

وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۗ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۸۰ ع

۸۰۔ اور وہ تمہیں یہ حکم نہیں دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو، کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے گا؟

۵۔ اوران کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

[۴۱] اس آیت میں بعض یہود کی ایک اور خیانت کا بیان ہے یعنی تورات کی وہ آیات جو ان کے مفادات کے منافی ہوتیں، بالخصوص جن آیات میں حضور اکرم ﷺ کی صفات کا ذکر ہوتا، ان کے اعراب اور حروف کو خلط ملط کر دیتے تا کہ ان آیات کا معنیٰ بدل جائے اور سننے والے کو محسوس ہو کہ یہ بھی تورات کا حکم ہے، حالانکہ اس نئے معنیٰ کا تورات سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ دانستہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

[۴۲] جس انسان کو اللہ تعالیٰ کتاب، حکمت اور نبوت سے سرفراز فرمائے وہ کسی کو اپنی عبادت کا حکم نہیں دیتا بلکہ سب کو یہی تبلیغ کرتا ہے کہ اللہ والے بن جاؤ اور ہر آسمانی کتاب اسی توحید کی تعلیم دیتی ہے۔

Marfat.com

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے پختہ وعدہ لیا [۴۳] کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں، پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آجائے جو اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے، فرمایا: کیا تم نے اقرار کرلیا اور میرے اس بھاری عہد کو قبول کرلیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے اقرار کرلیا، فرمایا: پس گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

[۴۳] حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ پختہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی موجودگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں تو اس پر لازم ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بن جائے اور ہر طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تائید و نصرت کرے، نیز تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے یہی عہد اپنی اپنی امت سے بھی لیا۔'' (تفسیر روح المعانی، صفوۃ التفاسیر) اب اگر اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بھیجتا تو پہلی کتابوں کا بیان غلط ہو جاتا اور اہل کتاب کے پاس اس پیش گوئی کا کوئی جواب نہ ہوتا، لہٰذا نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اہل کتاب کی اپنی ضرورت ہے تاکہ گزشتہ انبیائے کرام اور ان کی مقدس کتابوں کی تصدیق ہو جائے، اور جو اہل کتاب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے وہ دراصل اپنے انبیائے کرام اور اپنی کتابوں کی تکذیب کر رہے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر آج تمہارے سامنے زندہ ہوتے تو میری اتباع کرنے کے سوا ان کے لئے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۳۳۸) اسی لئے عارفین نے فرمایا ہے کہ ''نبی مطلق، رسول حقیقی اور مستقل شریعت کے لانے والے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں۔'' (روح المعانی)

شب معراج تمام انبیائے کرام علیہم السلام بیت المقدس میں اکٹھے ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں اسلامی شریعت کے مطابق نماز ادا کر کے اس عہد کی عملی توثیق کر دی اور جس نبی کی امت نے اس عہد سے روگردانی کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائی تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمان ہو گئی۔

اہل علم حضرات نے اس آیت سے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کا جواز ثابت کیا ہے کیونکہ اس آیت میں حضور

Marfat.com

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ پھر اس کے بعد جو اپنے عہد سے پھر جائیں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کو تلاش کرتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق خوشی سے یا مجبوری سے اللہ ہی کے سامنے جھکی ہوئی ہے اور سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ آپ ﷺ فرمائیے: ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور اس پر جو ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے [۴۴] اور ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔

اکرم ﷺ کی آمد اور ان پر ایمان لانے کے پختہ وعدہ کا تذکرہ ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ گزشتہ انبیائے کرام کو حضور اکرم ﷺ کی عظمت اور بزرگی کا علم ہو جائے اور آج محافل میلاد النبی ﷺ کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ مسلمان اکٹھے ہو کر حضور اکرم ﷺ کی عظمتوں کے گیت گائیں اور اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں جس نے سب سے عظیم رسول ہمیں عطا فرمایا۔

اس آیت میں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام کو فرمایا کہ اگر حضور اکرم ﷺ ان کے زمانہ میں تشریف لائیں تو ان کو حضور اکرم ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو علیم وخبیر ہے، اس کو علم تھا کہ حضور اکرم ﷺ حضرات انبیائے کرام کے زمانہ میں نہیں آئیں گے تو پھر اس عہد لینے میں کیا حکمت تھی؟ دراصل اس عہد کا مقصد یہ تھا کہ تمام انبیائے کرام کو حضور اکرم ﷺ کے اس خصوصی مقام و مرتبہ کا علم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔

[۴۴] مسلمان سب انبیائے کرام پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی نبی کا انکار نہیں کرتے کیونکہ تمام انبیائے کرام نے ایک ہی دین کی

Marfat.com

وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ‌ۚ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے تو اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

كَيۡفَ يَهۡدِى اللّٰهُ قَوۡمًا كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِيۡمَانِهِمۡ وَشَهِدُوۡۤا اَنَّ الرَّسُوۡلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الۡبَيِّنٰتُ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیوں کر ہدایت دے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے حالانکہ وہ خود یہ گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچا ہے [۴۵] اور ان کے پاس روشن نشانیاں بھی آ چکی تھیں، اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اُولٰٓـئِكَ جَزَآؤُهُمۡ اَنَّ عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةَ اللّٰهِ وَالۡمَلٰٓـئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَۙ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا‌ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَۙ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ وہ ہمیشہ اس لعنت میں رہیں گے، نہ ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تبلیغ کی جس کی آخری شکل کا نام اسلام ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے، لہٰذا جو شخص اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کی پیروی کرے تو اس کا یہ دین اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگا اور آخرت میں سوائے خسارے کے اسے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

[۴۵] جو لوگ حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی نشانیوں کا مشاہدہ کر چکے ہیں اور اس کے باوجود کفر پر اڑے ہوئے ہیں ان کے ایمان لانے کی توقع عبث ہے بلکہ وہ لعنت کے مستحق ہیں اور ہمیشہ اسی لعنت کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ﴿٩٠﴾

۹۰۔ جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا، پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی [۴۶] اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٩١﴾

۹۱۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور وہ حالت کفر میں مر گئے ان میں سے اگر کوئی شخص زمین بھر سونا بطور فدیہ دے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، [۴۷] ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

[۴۶] جو لوگ سچے دل سے توبہ کرلیں اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دیتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا انسان ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ (ابن ماجۃ: ۴۲۵۰: ابواب الزھد: باب ۳۰) لیکن جو لوگ انجام سے بے خبر اور خوف الٰہی سے بے فکر ہو کر دن رات گناہوں میں مشغول رہتے ہیں یہاں تک کہ موت کا فرشتہ آ جاتا ہے اور زندگی سے بالکل مایوس ہو جاتے ہیں اس وقت ان کی آنکھیں کھلتی ہیں اور زندگی کی آخری سانس میں توبہ کرنے لگتے ہیں تو ایسی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ (قرآن: ۴:۱۸)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک جان کنی کا وقت نہ آئے۔ (ترمذی: ۳۵۳۷: کتاب الدعوات: باب ۹۸) لہٰذا توبہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے کیا خبر آئندہ گھڑی میں موت آنے والی ہو اور توبہ کی مہلت ختم ہو جائے۔

[۴۷] جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر کی حالت ہی میں فوت ہو گئے وہ دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے اور وہ اگر زمین بھر سونا بطور فدیہ دے کر عذاب جہنم سے بچنا چاہیں گے تو یہ ممکن نہیں ہوگا۔ اول تو وہاں کسی کے پاس سونا نہیں ہوگا اور اگر بالفرض کسی کے پاس دنیا بھر کے خزانے ہوں تو وہ بھی رد کر دیئے جائیں گے اور کوئی ان کی شفاعت بھی نہیں کرے گا کیونکہ شفاعت اہل ایمان کے حق میں قبول ہوگی۔ کافر و مشرک شفاعت کے مستحق نہیں ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک کافر (جبکہ اسے اپنے کفر کا برا انجام سامنے نظر آ رہا ہوگا) سے کہا جائے گا: اگر تیرے پاس زمین بھر سونا ہو تو کیا تو دوزخ کے عذاب سے بچنے کے لئے اسے فدیہ میں دینا پسند کرے گا؟ وہ کہے گا: ہاں! اس سے کہا جائے گا: تو نے جھوٹ کہا، تجھ سے تو دنیا میں اس سے بہت آسان بات (اللہ پر ایمان لانے) کا مطالبہ کیا گیا تھا (مگر تو ایمان نہ لایا تو زمین بھر سونا کیسے خرچ کرے گا؟)۔ (مسلم: ۷۰۸۵/۷۰۸۶: کتاب المنافقین: باب ۱۰)

Marfat.com

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ۬ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾

۹۲۔ تم (درجۂ کمال کی) نیکی ہرگز نہ پاسکو گے حتیٰ کہ (راہِ خدا میں) ان چیزوں سے خرچ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو، اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ [۴۸]

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾

۹۳۔ نزولِ تورات سے پہلے سب کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے [۴۹] سوائے اس کے جس کو یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، (پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ) فرمائیے: اگر تم سچے ہو تو تورات لے آؤ اور پڑھ کر سناؤ۔

فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

۹۴۔ اس کے بعد بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾

۹۵۔ آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے، پس تم ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرو جو ہر باطل سے پاک تھے، اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔

[۴۸] ہر وہ کام جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی خوشنودی کا مستحق بنا دے وہ نیکی ہے۔ اس نیکی کا تعلق عقائد سے ہو یا اعمال سے، فرائض سے ہو یا نوافل سے، البتہ درجہ کمال کی نیکی صرف اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب انسان اپنی پسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے۔ چاہے اس چیز کا تعلق انسان کی ذات سے ہو یا مال و متاع سے یعنی میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دینے کا وقت آجائے تو جان کی بازی لگا دے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو اپنے پسندیدہ مال سے ایثار کر دے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ معمولی چیز کا خرچ کرنا جائز نہیں یا اس کا اجر نہیں ملے گا۔ جو چیز بھی کسی کے کام آسکتی ہے اس کا صدقہ کرنا یقیناً درست ہے اور اس کے معیار کے مطابق اجر و ثواب بھی ملے گا لیکن یاد رہے جو کچھ بھی خرچ کیا جائے، چاہے وہ کم ہو یا زیادہ، معمولی ہو یا عمدہ، اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہونی چاہیے۔ اگر ریاکاری یا نام و نمود کا ارادہ ہو تو کوئی ثواب نہیں ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ مال کی حقیقت اور انسان کی نیت دونوں بخوبی جانتا ہے۔

[۴۹] یہود نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دینِ ابراہیمی کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اونٹ کا گوشت بھی کھاتے ہیں جبکہ اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ دینِ ابراہیمی میں حرام تھا۔ اس آیت میں یہود کے اعتراض کی

Marfat.com

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ ۹۶۔ بے شک سب سے پہلا عبادت خانہ [۵۰] جو لوگوں

تردید ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین میں یہ چیزیں حرام نہیں تھیں بلکہ حضرت اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام نے بیماری کی وجہ سے اونٹ کا گوشت اور دودھ چھوڑ دیا تھا اور ان کی اولاد نے غلط فہمی کی وجہ سے ان کا استعمال حرام سمجھ لیا۔ دراصل یہ چیزیں حرام نہیں تھیں اور اگر تم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے تو تورات لے آؤ اور اس سے اپنا دعویٰ ثابت کرو لیکن وہ گھبرا گئے اور انہیں تورات لانے کی ہمت نہ ہوئی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ تورات میں وہی لکھا ہے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی دلیل بھی ہے کیونکہ ظاہری تعلیم کے اعتبار سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے، آپ نے آسمانی کتابوں کو نہیں پڑھا تھا اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس یقین سے یہ مطالبہ کرنا کہ تورات میں یہ بات نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر روشن دلیل ہے۔

[۵۰] حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجدِ حرام۔ میں نے عرض کی: اس کے بعد کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجدِ اقصیٰ۔ میں نے پھر پوچھا: ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالیس سال۔
(بخاری: ۳۴۲۵: کتاب الانبیاء: باب ۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ مسجدِ حرام کے پہلے معمار حضرت آدم اور مسجدِ اقصیٰ کے پہلے معمار حضرت آدم علیہ السلام کے کوئی فرزند تھے۔ طوفانِ نوح کے بعد جب یہ مسجدیں شہید ہو گئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجدِ اقصیٰ کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کعبہ

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان میں کعبہ منہدم ہو گیا تھا اور پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی تعمیر نو کی تو اس وقت اس کے دو دروازے تھے، ایک مشرق کی طرف اور دوسرا مغرب کی طرف اور دونوں دروازوں کی چوکھٹ زمین کے ساتھ ملی ہوئی تھی، ایک دروازے سے لوگ کعبہ میں داخل ہوتے تھے اور دوسرے سے باہر نکلتے تھے۔

قریش کی تعمیر کعبہ

زمانہ جاہلیت میں قریش نے جب کعبہ کی تعمیر کی تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی، آپ نے اس تعمیر میں بھرپور حصہ لیا اور اپنے کندھوں پر پتھر اٹھا کر لاتے رہے۔ قریش کے سارے قبائل پیار و محبت کی فضا میں کعبہ کی تعمیر میں مشغول تھے لیکن جب حجرِ اسود رکھنے کا وقت آیا تو ان میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا کیونکہ ہر قبیلہ کی یہ خواہش تھی کہ یہ اعزاز ان کے سردار کو ملے اور حالات اتنے کشیدہ ہو گئے کہ ہر لحہ لڑائی چھڑ جانے کا خطرہ بڑھتا جا رہا تھا۔ آخر ایک روز اس جھگڑے کا تصفیہ کرنے کے لئے سب سردار مسجدِ حرام میں اکٹھے ہوئے اور اس بات پر اتفاق کیا کہ ہم سب یہ رات یہیں بسر

Marfat.com

کریں اور کل سب سے پہلے اس دروازہ سے جو آدمی مسجد میں داخل ہو اس کا فیصلہ اس کے سپرد کر دیا جائے۔ دوسری صبح سب سے پہلے اس دروازہ سے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ مسجد میں داخل ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر سارے لوگ بہت خوش ہوئے اور آپ ﷺ کو سارا ماجرا سنایا، نبی کریم ﷺ نے ایک چادر منگائی، اس کو زمین پر بچھا کر اس کے درمیان میں حجر اسود رکھ دیا اور ہر خاندان کے ایک ایک سردار کو بلا کر فرمایا: سب مل کر اس چادر کو چاروں اطراف سے پکڑ لو اور اوپر اٹھاؤ، چنانچہ سب نے مل کر حجر اسود کو اوپر اٹھایا اور جب حجر اسود اپنی مقررہ بلندی تک پہنچ گیا تو نبی کریم ﷺ نے اس کو اٹھا کر اپنے مقام پر نصب کر دیا۔ آپ ﷺ کے اس حکیمانہ فیصلے کو دیکھ کر فتنہ وفساد کی فضا ختم ہو گئی اور سب لوگوں کے دلوں میں مسرت اور شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔

قریش نے اس تعمیر میں دو تبدیلیاں کیں، ایک تو وسائل کی کمی کے باعث کعبہ کا کچھ حصہ چھوڑ دیا جس کو حجر یا حطیم کہا جاتا ہے، اور دوسری تبدیلی یہ کی کہ اپنے لئے امتیازی حقوق رکھنے کے لئے کعبہ کا مغربی دروازہ بند کر دیا اور مشرقی دروازے کی چوکھٹ زمین سے بلند کر کے اس پر ایک چوکیدار مقرر کر دیا تا کہ قریش کی اجازت کے بغیر کوئی کعبہ میں داخل نہ ہو سکے، حالانکہ اس سے پہلے سارے لوگ ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے سے باہر جا سکتے تھے۔

کعبہ کی تعمیر نو کا ارادہ

صحیح بخاری کی حدیث نمبر ۱۲۶ کے حوالہ سے نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے مطابق دوبارہ تعمیر کرنے کا ارادہ فرمایا تا کہ حطیم بھی کعبہ میں شامل ہو جائے اور کعبہ کے دو دروازے ہوں، ایک سے لوگ داخل ہوں اور دوسرے سے باہر آئیں مگر آپ ﷺ نے اس اندیشہ کے پیش نظر اپنا ارادہ ترک کر دیا کہ قریش کا زمانہ کفر بالکل قریب ہے، وہ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں اور ابھی وہ اس مقام پر نہیں پہنچے کہ اسلامی افعال کی حکمت کو سمجھ سکیں اور افضل اور ادنیٰ میں فرق کر سکیں، نیز وہ زمانہ جاہلیت سے ہی کعبہ کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اور انہیں یہ بھی فخر ہے کہ قریش (یعنی ان کے باپ دادا) نے اس کی تعمیر کی ہے، لہٰذا اگر کعبہ کی اس تعمیر کو منہدم کیا گیا تو وہ کہیں گے کہ ان کے باپ دادا کی نشانی کو ختم کر دیا گیا ہے اور پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اسلام سے ہی منحرف ہو جائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اچھے کاموں کے کرنے میں جب یہ اندیشہ ہو کہ لوگ اس کی اچھائی سمجھ نہیں سکیں گے اور کسی بڑے فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے تو ایسے کام کو ترک کر دینا بہتر ہے، لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ کام فرض وواجب نہ ہو کیونکہ جو امور فرض وواجب ہیں ان کا انجام دینا بہر صورت لازم ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر کعبہ

جب مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوئی تو انہوں نے سوچا کہ نبی کریم ﷺ کی خواہش تھی کہ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے مطابق بنایا جائے، چونکہ اس وقت قریش نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور کعبہ کو

Marfat.com

گرانے سے ان کی گمراہی کا اندیشہ تھا مگر اب تو وہ اندیشہ ختم ہو گیا ہے، لہٰذا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو شہید کر کے اسی طرح تعمیر کیا جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی۔

پھر جب حجاج بن یوسف نے مکہ پر حملہ کیا جس کے نتیجہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور کعبہ کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے تو حجاج بن یوسف نے کعبہ کو پھر قریش کی تعمیر کے مطابق بنا دیا اور آج کعبہ اسی تعمیر کے مطابق موجود ہے۔ علامہ عینی نقل کرتے ہیں کہ عباسی خلیفہ ہارون رشید نے امام مالک سے پوچھا کہ وہ کعبہ کو شہید کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق تعمیر کرنا چاہتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنایا تھا تو امام مالک نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ کعبہ کو بادشاہوں کا کھلونا نہ بناؤ کہ ہر بادشاہ اس کو گراتا اور بناتا رہے، اس طرح لوگوں کے دلوں سے کعبہ کا رعب اور دبدبہ نکل جائے گا۔

(عمدۃ القاری: جلد ۲: ص ۲۰۴: زیر حدیث نمبر ۱۲۶)

کعبہ کتنی بار تعمیر ہوا؟

تعمیر کعبہ کے متعلق مختلف روایات ہیں یعنی پانچ بار تعمیر ہوا یا دس بار مگر علامہ عینی کہتے ہیں کعبہ سات بار تعمیر ہوا ہے۔

۱۔ سب سے پہلے کعبہ کو فرشتوں نے تعمیر کیا۔ (دیگر روایات کے مطابق سب سے پہلے کعبہ کو حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا اور اس تعمیر میں فرشتے بھی شامل تھے کیونکہ وہ پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی تعمیر میں حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتے دونوں شریک تھے، بہرحال انسانوں میں کعبہ کے سب سے پہلے معمار حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔)

۲۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

۳۔ پھر عمالقہ نے

۴۔ پھر جرہم نے

۵۔ پھر قریش نے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ شامل تھے۔

۶۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے

۷۔ اور پھر حجاج بن یوسف نے تعمیر کیا۔ (عمدۃ القاری: جلد ۲: ص ۲۰۴: زیر حدیث نمبر ۱۲۶)

حجر اسود

حجر اسود کے متعلق روایات مختلف ہیں، بعض کہتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نیچے تشریف لائے تو حجر اسود کو اپنی بغل میں اپنے ساتھ لائے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ حجر اسود بعد میں حضرت آدم علیہ السلام پر اتارا گیا تھا اور یہ سفید موتی کی طرح چمکدار تھا، اور جب حضرت آدم علیہ السلام نے بیت اللہ تعمیر کیا تو جبریل امین کے کہنے پر اس کو کعبہ میں نصب کر دیا گیا۔

(السیرۃ الحلبیۃ: جلد اول: ص ۲۱۸)

Marfat.com

مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝٩٦

کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، بڑا برکت والا[۵۱] اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ

۹۷۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں،[۵۲] ان میں سے ایک مقامِ ابراہیم ہے،[۵۳] اور جو بھی اس میں داخل

پھر طوفان نوح میں حجر اسود کو آسمانوں پر اٹھا لیا گیا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب کعبہ کی دیواریں بلند کیں تو جبریل امین نازل ہوئے اور حجر اسود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد کیا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد: جلد اول: ص ۱۸۲)

غلافِ کعبہ

جس شخص نے کعبہ کو سب سے پہلے غلاف پہنایا وہ جناب عدنان تھے۔

(السیرۃ الحلبیۃ: جلد اول: ص ۲۵۰، ضیاء النبی: جلد اول: ص ۴۰۱)

جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے تھے۔

[۵۱] حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے، اور مسجدِ اقصیٰ اور میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (ابن ماجۃ: ۱۴۱۳: اقامۃ الصلوات: باب ۱۹۸) کعبہ کی برکتوں کے لئے ایک حکایت ملاحظہ کریں۔ کعبہ تین اشخاص کی سفارش کر کے انہیں جنت میں لے جائے گا، پہلا شخص جس نے حج کیا، دوسرا جو حج کے لئے نکلا مگر کعبہ تک نہ پہنچ سکا اور تیسرا وہ جس کے دل میں حج کی خواہش تھی مگر وسائل نے ساتھ نہ دیا۔ (نزہۃ المجالس: جلد اول: ص ۱۵۳)

[۵۲] واضح نشانیوں سے مراد مقامِ ابراہیم، حجرِ اسود، آبِ زمزم، صفا و مروہ، منیٰ اور عرفات وغیرہ ہیں۔ یہاں گھر سے مراد صرف کعبہ نہیں بلکہ سارا حرم شریف ہے کیونکہ مقامِ ابراہیم کا پتھر بھی ایک نشانی ہے اور وہ خانہ کعبہ کے اندر نہیں بلکہ باہر ہے۔

[۵۳] مقامِ ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نشان ہیں۔ اب وہ پتھر خانہ کعبہ سے چند فٹ کے فاصلہ پر ایک شیشے کے حجرہ میں محفوظ ہے اور اس حجرہ کے سامنے طواف کے سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیارے بندوں کی ادائیں اور ان سے تعلق رکھنے والی چیزیں بھی پیاری ہوتی ہیں۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۵ میں مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بنانے کا حکم دیا ہے اور اس آیت میں مقامِ ابراہیم کو ایک واضح نشانی قرار دیا ہے اور غور سے دیکھا جائے تو حج کی ساری عبادات

Marfat.com

الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾

ہو وہ محفوظ ہو جاتا ہے [۵۴] اور اللہ تعالیٰ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو [۵۵] اور جو شخص اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾

۹۸۔ آپ ﷺ فرمائیے: اے اہل کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو؟ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ

۹۹۔ آپ فرمائیے: اے اہل کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی راہ سے اسے کیوں روکتے ہو جو ایمان لا چکا ہے، تم اس راہ کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو حالانکہ تم خود (اس راہ کی

اللہ والوں کی پیاری یادیں ہیں، وہ قربانی ہو یا جمرات کو پتھر مارنا، میدانِ عرفات ہو یا صفا و مروہ۔

[۵۴] اس سے مراد صرف عمارت کعبہ یا مسجد حرام نہیں بلکہ کعبہ کے اردگرد کی سرزمین میلوں تک حرم شمار ہوتی ہے اور اس سارے علاقہ میں امن کا یہ عالم ہے کہ انسان کو قتل کرنا تو بڑی بات ہے جانور تک کا شکار بھی جائز نہیں۔ جو انسان حدودِ حرم میں داخل ہو جائے اسے بڑے سے بڑے دشمن کا بھی خطرہ نہیں رہتا اور پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں کافر بھی حرم شریف کا احترام کرتے اور اس علاقہ میں کسی پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔

[۵۵] اس سے معلوم ہوا کہ حج ہر اس انسان پر فرض ہے جو کعبہ جانے کی طاقت رکھتا ہو یعنی سفر کرنے پر قادر ہو، راستہ پُرامن ہو اور صحت و تندرستی کے لحاظ سے سفر کے قابل ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حج اور عمرہ کرو کیونکہ یہ غربت اور گناہوں کو اس طرح مٹاتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے زنگ کو مٹاتی ہے اور حج مقبول کی جزا صرف جنت ہے۔ (ترمذی: ۸۱۰: ابواب الحج: باب ۲)

نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص سفر، خرچ اور سواری کا مالک ہو جس کے ذریعہ وہ بیت اللہ تک پہنچ سکے اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو اس کا کوئی افسوس نہیں خواہ وہ یہودی ہو کر مرے خواہ وہ نصرانی ہو کر مرے۔ (ترمذی: ۸۱۲: ابواب الحج: باب ۳) استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کو قرآن نے ''کفر'' سے تعبیر کیا ہے جس سے حج کی فرضیت اور اس کی تاکید میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ حج چھ ہجری میں فرض ہوا۔ (حاشیۃ الطحطاوی) اس کی فرضیت قطعی ہے اور عمر میں ایک بار حج فرض ہے۔

Marfat.com

اَنۡتُمۡ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۹﴾	سچائی کے) گواہ ہو [۵۶] اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تُطِیۡعُوۡا فَرِیۡقًا مِّنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ یَرُدُّوۡکُمۡ بَعۡدَ اِیۡمَانِکُمۡ کٰفِرِیۡنَ ﴿۱۰۰﴾	۱۰۰۔ اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے کسی گروہ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں ایمان لانے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹا دیں گے [۵۷]
وَکَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتُ اللّٰهِ وَفِیۡکُمۡ رَسُوۡلُهٗ ؕ وَمَنۡ یَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع	۱۰۱۔ اور اب تم کیسے کفر کر سکتے ہو؟ حالانکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اللہ تعالیٰ کا رسول بھی موجود ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھامے گا تو اسے سیدھے راستہ کی ہدایت دی جائے گی۔
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾	۱۰۲۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے [۵۸] اور مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔ [۵۹]

[۵۶] تورات و انجیل کے حوالہ سے اہل کتاب کو علم تھا کہ اسلام دین حق ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں لیکن اس کے باوجود وہ انکار کرتے اور سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ ان دونوں آیات میں اہل کتاب کو متنبہ کیا گیا ہے کہ تم دیدہ دانستہ حق کو چھپا کر چند لوگوں کو تو فریب دے سکتے ہو لیکن کل روز محشر اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے، وہ تو تمہارے ظاہر و باطن کو یکساں دیکھ رہا ہے۔

[۵۷] اہل کتاب کے مکر و فریب اور وساوس کا ذکر کرنے کے بعد اب مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اہل کتاب کی ہر ممکن کوشش یہ ہے کہ وہ تمہیں کفر کی طرف لوٹا دیں لیکن تم ان کی سازشوں سے ہشیار رہو اور دین اسلام کو مضبوطی سے تھامے رکھو، یہی صراط مستقیم ہے۔

[۵۸] اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تاکید کی گئی ہے اور مقصد یہ ہے کہ احکام خداوندی پر عمل کرنے اور نواہی سے بچنے میں حسب استطاعت پوری کوشش کی جائے۔ درج ذیل آیات بھی اسی مضمون کی تائید کرتی ہیں: اللہ تعالیٰ سے ڈرو جتنی تمہاری استطاعت ہے۔ (قرآن: ۶۴:۱۶) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔ (قرآن: ۲:۲۸۶)

[۵۹] یعنی تمہیں موت آئے تو اس حال میں آئے کہ تم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہو۔ موت کا وقت ہمارے علم میں نہیں ہے، لہٰذا کسی

Marfat.com

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

۱۰۳۔ اور تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو [۶۰] اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد رکھو جو اس نے تم پر فرمائی جب تم آپس میں دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی، پس تم اس کے کرم سے بھائی بھائی بن گئے [۶۱] اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچالیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

۱۰۴۔ اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے [۶۲] جو اچھائی کی طرف بلائے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے، اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

لحہ میں بھی نافرمانی کی جرأت نہ کی جائے، ممکن ہے وہی لحہ ہماری موت کے لئے مقرر ہو۔

[۶۰] اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ قرآن میں ہدایت ہے اور اتحاد میں طاقت ہے۔ جس قوم کے پاس صرف طاقت ہو وہ ظالم بن جاتی ہے اور جس کے پاس صرف ہدایت ہو وہ مظلوم رہتی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن جیسی سراپا ہدایت کتاب دے کر متحد ہونے کا حکم دیا ہے تا کہ مسلمان نہ ظالم بنیں اور نہ مظلوم بلکہ عزت و وقار کے ساتھ ہدایت کا نور پھیلائیں۔ قرآن و حدیث میں اتحاد و اتفاق پر بہت زور دیا گیا ہے۔ جمعہ، حج اور عیدین کے اجتماعات اسی اتحاد کے عملی نمونے ہیں، جن میں بادشاہ اور غلام، گورا اور کالا گھٹنے کے ساتھ گھٹنا ملا کر ایک ہی صف میں بیٹھتے ہیں اور اسلامی مساوات واتحاد کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

[۶۱] اسلام سے پہلے قبائل عرب انتشار کا شکار تھے۔ معمولی باتوں پر قتل و غارت کا بازار گرم کر دیتے اور پھر صدیوں تک ایک دوسرے کی عداوت میں سرگرم رہتے۔ اسلام نے ان کے دلوں میں محبت کا ایسا انقلاب پیدا کیا کہ وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے، نیز کفر و شرک کی وجہ سے وہ جہنم کی آگ میں گرنے والے تھے مگر اسلام نے انہیں جنت کے راستہ پر گامزن کر دیا۔ اسلام سے پہلے قبائل عرب کا انتشار تو سمجھ میں آتا ہے کیونکہ وہ ہدایت سے محروم تھے لیکن نزولِ قرآن کے بعد مسلمانوں کا انتشار لمحہ فکریہ ہے ۔۔۔ ؟

درسِ قرآن نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا — یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

[۶۲] نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا فرض کفایہ ہے۔ پوری امتِ مسلمہ کا یہ اہم ترین فریضہ ہے کہ وہ کچھ ایسے لوگ تیار کرے

Marfat.com

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵۔ اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور انہوں نے واضح دلائل آنے کے باوجود اختلاف کیا [۶۳] اور ان لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

جو دینی علوم سے مالا مال ہوں، اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں، دورِ حاضر کے تقاضوں سے باخبر ہوں، علم و حکمت کے استعمال پر قادر ہوں اور پیغامِ اسلام کو قابلِ فہم اور قابلِ عمل انداز میں پیش کرنے کے خوگر ہوں تاکہ مسلمان عمل میں سرگرم رہیں اور غیر مسلم قبولِ اسلام یا کم از کم احترامِ اسلام کی طرف راغب ہوں۔

۱۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔ تم اس سے دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔ (ترمذی: ۲۱۶۹: ابواب الفتن: باب ۹)

۲۔ نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جارہی ہے، خواہش کی پیروی کی جارہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور عام لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو۔ (ترمذی: ۳۰۵۸: تفسیر القرآن: باب ۱۸)

ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا امتِ مسلمہ کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ اگر وہ اس میں کوتاہی کرے گی تو وہ ایسے عذاب اور زوال کا شکار ہوگی کہ کسی کی دعا بھی قبول نہ ہوگی، لیکن اگر ایسی صورتِ حال پیدا ہو جائے کہ لوگ ہدایت قبول نہ کریں، اپنی خواہشات کے غلام بن جائیں اور داعی کے لئے مشکلات اور خطرات پیدا کر دیں تو پھر داعی کے لئے گنجائش ہے کہ وہ اپنی فکر کرے اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے۔

[۶۳] اہلِ کتاب نے اپنے انبیائے کرام سے دینِ حق کی واضح تعلیمات حاصل کیں مگر کچھ مدت گزر جانے کے بعد انہوں نے دین کے اصولوں کو چھوڑ دیا اور غیر ضروری مسائل کی بنیاد پر علیحدہ علیحدہ فرقے بنا لئے، جس کی پاداش میں قیامت کے دن انہیں بڑے عذاب سے واسطہ پڑے گا۔ اس مثال سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فرقہ بندی سے منع فرما رہا ہے تاکہ مسلمان اس سے عبرت حاصل کریں، لیکن صد افسوس! سمرقند، بخارا، تاشقند و قرطبہ کا زوال ہم نے تاریخ میں پڑھا۔ بوزنیا، چیچنیا، کشمیر، فلسطین اور افغانستان کے مظالم ہم نے ٹی وی پر اپنی آنکھوں سے دیکھے، اس کے باوجود ہمارے انتشار میں کمی نہیں آئی۔ اپنی انا کی تسکین اور مفاد پرستی نے ہمیں اس حد تک اندھا کر دیا ہے کہ دشمن گھر کے دروازے پر دستک دے رہا ہے اور ہم گھر کے اندر آپس میں دست و گریباں ہیں۔ اس سے بڑا عذاب اور کیا ہوگا۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

Marfat.com

يَّوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوۡهٌ وَّ تَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اسۡوَدَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ ۚ اَكَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ﴿۱۰۶﴾	۱۰۶۔ جس دن بعض چہرے سفید اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے، [۶۴] سو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا:) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا تھا؟ پس اب تم اپنے کفر کا عذاب چکھو۔
وَاَمَّا الَّذِيۡنَ ابۡيَضَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ فَفِىۡ رَحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۰۷﴾	۱۰۷۔ اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے، سو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
تِلۡكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتۡلُوۡهَا عَلَيۡكَ بِالۡحَـقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيۡدُ ظُلۡمًا لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾	۱۰۸۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جن کو ہم آپ پر حق کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا۔ [۶۵]
وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۱۰۹﴾ ع	۱۰۹۔ زمین و آسمان کی ساری چیزوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اور سارے کام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جائیں گے۔
كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَتُؤۡمِنُوۡنَ	۱۱۰۔ تم بہترین امت ہو [۶۶] جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی

[۶۴] قیامت کے دن مومنین کے چہرے روشن ہوں گے اور وہ ایمان کے نور و ثواب میں ہمیشہ پُر سکون رہیں گے جب کہ کفار کے چہرے سیاہ ہوں گے اور وہ کفر کی تاریکی و سزا میں بے قرار رہیں گے۔

[۶۵] اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک ہے، اس کو کسی پر زیادتی یا کسی کی حق تلفی کی ضرورت نہیں بلکہ وہ تو مہربان ہے اور آیات سنا کر سیدھا راستہ دکھاتا ہے تاکہ لوگ ہدایت کا راستہ اختیار کر کے نجات پائیں لیکن اس کے بعد بھی جو لوگ جان بوجھ کر غلط راستہ اختیار کریں وہ اپنے اوپر خود ظلم کر رہے ہیں اور جو ظلم کرتے ہیں آخر انہیں ظلم کے انجام سے دو چار ہونا ہی پڑتا ہے۔

[۶۶] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بہترین اُمت قرار دیا ہے اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں یعنی بہترین وہ ہیں جو پہلے ایمان لا کر خود امن کا پیکر بن جائیں اور

Marfat.com

برائی کا خاتمہ کر کے لوگوں کو امن مہیا کریں۔ جس طرح تاریکی اور بیماری کے خاتمے سے روشنی اور تندرستی از خود آجاتی ہے اسی طرح برائی کے خاتمے سے نیکی کا دور دورہ ایک لازمی نتیجہ ہے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے وہ اپنے ہاتھ (طاقت) سے برائی کو روکے اور اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس برائی کو برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجے کا ایمان ہے۔ (مسلم: ۱۷۷: کتاب الایمان: باب ۲۰) یعنی ایمان کا ابتدائی تقاضا یہ ہے کہ انسان برائی کو دل سے ناپسند کرے اور اس کو روکنے کی منصوبہ بندی کرے۔ ایمان کا درمیانی درجہ یہ ہے کہ انسان برائی کو زبان سے روکنے کی کوشش کرے۔ اس کو آپ تبلیغ کا نام دے سکتے ہیں جس طرح حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اسلام کی تبلیغ فرمائی، اور ایمان کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ برائی کو طاقت سے روکا جائے اور غالباً اسی لئے مسلمانوں کو بہترین امت کہا گیا ہے مگر اس کے لئے سیاسی غلبہ اور مادی برتری کی ضرورت ہے تاکہ اسلامی احکام کا نفاذ ہو جس میں ہر قوم اور ہر مذہب کا انسان پُرامن زندگی گزارے اور کوئی برائی کی جرأت نہ کر سکے۔ اس کی بہترین مثال مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کا قیام تھا جس کے حصول کے لئے حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی، جنگ اُحد میں پیشانی زخمی کرائی اور جنگ خندق میں پیٹ پر پتھر باندھے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے　　شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

ترے صوفے ہیں افرنگی تیرے قالین ایرانی　　لہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

اسی سورت کی آیت نمبر ۱۳۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تم ہی غالب رہو گے اگر تم کامل مؤمن ہو۔ آج مسلمانوں کا غلبہ کہاں ہے، وہ تو اپنے ممالک میں بھی آزاد نہیں ہیں، طاقتور حکومتیں جو چاہتی ہیں مسلمان ممالک میں وہی کچھ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ مسلمان ایمان کے اعلیٰ درجے سے محروم ہو چکے ہیں یعنی وہ لوگوں کو نیکی کی دعوت تو دے سکتے ہیں مگر نیکی کا حکم دینے کی طاقت نہیں رکھتے جس کے نتیجے میں بہترین اُمت آج دنیا میں دہشت گرد کے نام سے مشہور ہے کیونکہ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' اس دور کی مشہور روایت ہے، اور آج کی لاٹھی صرف ایٹم بم اور میزائل ہی نہیں بلکہ اصل طاقت اقتصادی اور سائنسی ترقی میں ہے۔ اس میدان میں مسلمان مجرمانہ غفلت کا شکار ہیں۔ آج دنیا کی ایک چوتھائی زمین اور وسائل کے مالک مسلمان ہیں۔ ایک ارب سے زائد افرادی قوت اور ۵۷ اسلامی ریاستیں ہیں۔ مذہبی رہنما اپنی مساجد میں، حکومتی سربراہ مسند اقتدار پر اور امام کعبہ حج کے اجتماعات میں نیکی کرنے اور برائی سے رکنے کی تلقین کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود نہ نیکی پھیل رہی ہے اور نہ برائیاں ختم ہو رہی ہیں کیونکہ سائنسی اور فنی علوم کے فقدان نے ہمارے ان بے شمار وسائل کو بے اثر بنا دیا ہے اور ہم وہ طاقت حاصل نہیں کر سکے جو نیکی کے نفاذ اور برائی کے خاتمہ میں کارگر ثابت ہو۔ لہٰذا آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمان قرآن کی طرف واپس آئیں، آپس میں اتحاد اور محبت کی فضا قائم کریں، سائنسی اور فنی علوم میں برتری حاصل کریں اور عظمت رفتہ کی بحالی میں دن رات ایک کر دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف

Marfat.com

بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو، اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا، [٦٧] ان میں سے بعض مومن ہیں لیکن اکثر نافرمان ہیں۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱۔ وہ تمہیں (زبانی) ستانے کے سوا زیادہ ضرر نہیں پہنچا سکیں گے، اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، [٦٨] پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ

۱۱۲۔ وہ جہاں پائے گئے ان پر ذلت مسلط کر دی گئی بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے عہد یا لوگوں کے عہد سے کہیں پناہ مل جائے [٦٩] اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہو گئے اور ان پر محتاجی مسلط کر دی

اسی قوم کی مدد فرماتا ہے جو اپنی مدد آپ بھی کرتی ہے۔ (قرآن: ۱۳:۱۱)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

نوٹ: اسی سورت میں حاشیہ نمبر ٦۲ بھی ملاحظہ کریں۔

[٦٧] اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا، اس طرح وہ بھی بہترین امت میں شامل ہو جاتے جیسے عبداللہ بن سلام اور ثعلبۃ بن شعبۃ وغیرہ ایمان لائے لیکن اکثر اہل کتاب نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

[٦٨] یثرب اور خیبر کے علاقوں میں یہود کا بول بالا تھا اور وہ اپنے مال و دولت کے باعث بہت اہم مقام رکھتے تھے لیکن مسلمانوں کی آمد سے جب ان کا اثر و رسوخ زوال پذیر ہونے لگا تو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کر دیں، پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دی کہ یہود سے گھبرانے کی ضرورت نہیں، یہ زبان درازی اور افترا پردازی سے ذہنی تکلیف تو پہنچائیں گے لیکن اگر عملاً لڑائی کی جرأت کی تو شکست کھا کر بھاگ جائیں گے اور تاریخ شاہد ہے کہ قرآن مجید کی یہ پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی اور یہود نے مدینہ و خیبر میں شکست فاش کھائی۔

[٦٩] یہود کے جرائم کی وجہ سے ان پر ذلت مسلط کی گئی، البتہ قرآن مجید نے دو صورتیں ایسی بیان کی ہیں جن کی بدولت وہ اس ذلت سے نجات حاصل کر سکتے ہیں، ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ جرائم چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جائیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ دوسرے لوگ ان کی پشت پناہی کریں۔

Marfat.com

الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

گئی [۷۰] یہ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انبیائے کرام کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا بدلہ ہے۔

لَيْسُوْا سَوَاۗءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

۱۱۳۔ وہ سب برابر نہیں ہیں، اہل کتاب میں سے ایک گروہ حق پر قائم ہے [۷۱] جو رات کے اوقات میں کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں۔

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

۱۱۴۔ وہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں، اور یہ صالح لوگوں میں سے ہیں۔

وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

۱۱۵۔ اور جو نیکی بھی یہ کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی، اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔

---

[۷۰] یہود میں سے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور انبیائے کرام کو ناحق قتل کیا، ان جرائم کی سزا کے طور پر وہ دنیاوی زندگی میں محتاجی وغربت کا شکار رہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے جہنم رسید ہوں گے۔

[۷۱] اہل کتاب کے حوالے سے اس آیت کی تفسیر کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ پہلے زمانے کے اہل کتاب: یعنی سارے اہل کتاب یکساں نہیں تھے، اگرچہ اکثریت نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور انبیائے کرام کو قتل کیا مگر کچھ اہل کتاب ایسے بھی تھے جو پرہیزگار تھے اور انبیائے کرام کی تعلیمات پر عمل پیرا تھے، لہٰذا ان کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ کے دور کے اہل کتاب: یعنی سارے اہل کتاب یکساں نہیں ہیں بعض ان میں حقیقت پسند ہیں جو حضور اکرم ﷺ پر ایمان لائے اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوئے، لہٰذا ان کا اجر ضائع نہیں ہوگا لیکن جو حضور اکرم ﷺ پر ایمان نہیں لائے ان کا اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان درست نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے آخری نبی کے منکر ہیں، لہٰذا وہ حق پر نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١٦﴾

۱۱۶۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد انہیں اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے ہرگز نہ بچا سکیں گے، اور وہ دوزخی ہیں (اور) ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٧﴾

۱۱۷۔ جو کچھ وہ اس دنیوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ہوا کی طرح ہے جس میں سخت سردی ہو جو ظالموں کے کھیت پر پہنچے اور اسے فنا کردے، [۷۲] اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۖ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ

۱۱۸۔ اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ، [۷۳] وہ تمہیں خرابی پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے، انہیں وہی چیز پسند ہے جس سے تمہیں تکلیف پہنچے، ان کی باتوں سے بغض تو ظاہر ہو چکا ہے اور جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے

---

[۷۲] اس آیت میں ایک مثال سے ظالم اور کافر کا انجام بتایا جارہا ہے، یعنی ظالم ایک کھیت تیار کرتا ہے، اس میں سرسبز و شاداب فصل دیکھ کر خوشی سے پھولا نہیں سماتا لیکن کھیت کو سردی سے بچانے کا انتظام نہیں کرتا اور جب اس کے مظالم کی سزا کا وقت آتا ہے تو سخت سرد ہوا اس کی فصل کو برباد کر دیتی ہے اور ظالم کو حسرت و یاس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح کافر جو مال اپنے نام و نمود یا لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے خیرات کرتا ہے اس سے قلبی سکون اور روشن مستقبل کی امیدیں لگاتا ہے لیکن اعمال کی ابدی حفاظت کرنے والی چیز یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا اور جب اس کے کفر کی سزا کا وقت (قیامت کا دن) آتا ہے تو کفر اس کی خیرات کے ثواب کو برباد کر دیتا ہے، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دولت میں تصرف تو کیا مگر دینے والے کے نظام پر ایمان نہیں لایا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک نوکر اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اس کا مال لوگوں میں تقسیم کر دے تو ایسا نوکر سخی نہیں بلکہ مجرم ہے اور اس کی سزا اس پر ظلم نہیں بلکہ وہ اس کا مستحق ہے۔ قرآن مجید نے کفار کے اعمال کو سراب سے تشبیہ دی ہے ”کافروں کے اعمال زمین میں چمکتی ہوئی ریت کی طرح ہیں جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب وہ اس کے پاس آیا تو کچھ بھی نہ پایا۔“ (قرآن: ۲۴:۳۹)

[۷۳] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ غیر مسلموں کو راز دار یعنی گہرا دوست نہ بنائیں۔ اس طرح وہ راز

Marfat.com

اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

بھی بڑا ہے، ہم نے تمہارے لئے اپنی آیتیں صاف صاف بیان کر دی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾

۱۱۹۔ سنو! تم ان سے محبت رکھتے ہو حالانکہ وہ تم سے محبت نہیں کرتے [۴۷] اور تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو، اور وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف غصہ سے انگلیاں چباتے ہیں، (اے حبیب ﷺ!) آپ فرمایئے کہ تم اپنے غصہ میں مر جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کے راز خوب جانتا ہے۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۬ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۲/۲

۱۲۰۔ اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو ان کا مکر و فریب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، بے شک اللہ تعالیٰ ان کے تمام کاموں کو محیط ہے۔

معلوم کر کے یا غلط مشورے دے کر مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچائیں گے۔ اس آیت میں کفار سے بالکل قطع تعلق کرنے کا حکم نہیں صرف راز دار بنانے سے منع فرمایا ہے۔ ویسے انسانیت کے ناطے تمام بنی نوع انسان کے ساتھ اچھے مراسم کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ بدگمانیوں کا خاتمہ ہو اور امن و سکون کی فضا پیدا ہو۔ اس ضمن میں مزید تفصیلات کے لئے اسی سورت کی آیت نمبر ۲۸ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۴۷] یعنی منافقین کو مسلمانوں سے کوئی محبت نہیں تھی بلکہ اسلام کا اقرار کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے اور سادہ لوح مسلمان ان کا ظاہری ایمان دیکھ کر ان کو اپنا بھائی سمجھتے اور ان سے محبت کرتے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے تا کہ وہ منافقین کی خطرناک چالوں سے محتاط رہیں، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور حق کے راستہ میں آنے والی مشکلات پر صبر کریں۔

Marfat.com

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۱۲۱﴾

۱۲۱۔ (اے حبیب!) اس وقت کو بھی یاد کرو جب آپ صبح سویرے اپنے گھر والوں سے رخصت ہوئے اور (میدانِ اُحد میں) مومنوں کو جنگ کے لئے مورچوں پر بٹھا رہے تھے [۷۵] اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے جاننے والا ہے۔

[۷۵] جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد غزوہ اُحد کا واقعہ ہے۔ شوال تین ہجری میں کفارِ مکہ تین ہزار کا لشکرِ جرار لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ حضورِ اکرم ﷺ ایک ہزار افراد کے ساتھ مدینہ سے نکلے مگر راستہ میں عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ منافقین کی اس حرکت سے لشکرِ اسلام کی تعداد مزید کم ہو گئی۔ وقتی طور پر بعض مسلمان گھبرا گئے حتیٰ کہ بنی حارثہ اور بنی سلمہ نے واپسی کا ارادہ کر لیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی اور اس لغزش کے ارتکاب سے انہیں بچا لیا، لہٰذا ان باقی ماندہ سات سو جانثاروں کے ساتھ حضورِ اکرم ﷺ آگے بڑھے اور اُحد پہاڑ کے دامن میں اس طرح صف آرا ہوئے کہ پہاڑ پشت پر تھا اور کفار کا لشکر سامنے۔

لشکرِ اسلام کے پیچھے ایک درّہ تھا جس سے کفار کے اچانک حملہ کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ وہاں آپ ﷺ نے عبداللہ بن جبیر ؓ کی قیادت میں پچاس تیر اندازوں کو متعین کر دیا اور انہیں تاکیدی حکم دیا کہ ہمیں خواہ فتح ہو یا شکست تم ہر حالت میں یہاں ٹھہرے رہنا تاکہ تمہاری طرف سے دشمن حملہ نہ کرنے پائے۔ اس کے بعد جنگ شروع ہوئی۔ مسلمان اگرچہ تعداد میں ایک چوتھائی سے بھی کم تھے مگر اس قدر جرأت سے مقابلہ کیا کہ کفار کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ میدان سے بھاگنا شروع ہو گئے۔ مسلمانوں نے مالِ غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا تو درّے پر متعین تیر اندازوں نے خیال کیا کہ فتح ہو چکی ہے اب یہاں کھڑے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں میدان میں جا کر مجاہد ساتھیوں کے ساتھ مالِ غنیمت اکٹھا کرنا چاہئے۔ عبداللہ بن جبیر ؓ کے کہنے کے باوجود چالیس افراد اپنا مورچہ چھوڑ کر میدان میں اُتر آئے۔ ان کی اس جلد بازی نے اسلام کی فتح کو شکست میں بدل دیا۔ کفار نے باقی ماندہ دس تیر اندازوں کو شہید کر کے لشکرِ اسلام پر پیچھے سے ایسا حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے اور ساتھ ہی یہ افواہ بھی اُڑ گئی کہ حضورِ اکرم ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ اس خبر سے مسلمان مزید حواس باختہ ہو گئے مگر جب یہ اعلان ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ تو زندہ ہیں اور بنفسِ نفیس جنگ میں دادِ شجاعت دے رہے ہیں تو یہ خوش خبری سنتے ہی منتشر مسلمان پروانوں کی طرح اکٹھے ہو گئے اور کفار اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ واپس روانہ ہو گئے۔ اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد حضورِ اکرم ﷺ نے شہداء کو دفن کیا اور مدینہ روانہ ہو گئے۔ حضورِ اکرم ﷺ شہداءِ اُحد کی قبروں پر آیا کرتے تھے اور فرمایا، جو لوگ قیامت تک ان کی زیارت کے لئے آئیں گے اور انہیں سلام عرض کریں گے یہ انہیں اس کا جواب دیتے رہیں گے۔

(دلائل النبوۃ: امام بیہقی: جلد ۳: ص ۳۰۷)

Marfat.com

إِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

۱۲۲۔ جب تم میں سے دو جماعتوں نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کر لیا تھا [۷۶] حالانکہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مددگار تھا (جس نے ان دونوں کو اس لغزش سے بچا لیا)، اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے۔[۷۷]

[۷۶] یہ اشارہ بنی حارثہ اور بنی سلمہ کی طرف ہے جن کے حوصلے منافقین کی واپسی کے بعد پست ہو گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی اور وہ سنبھل گئے۔

[۷۷] اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ایمان کا حصہ ہے یعنی اس بات پر پختہ یقین کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اٹل ہے۔ کامیابی و ناکامی دونوں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور ان دونوں کے پس پردہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں کارفرما ہوتی ہیں، نیز مادی اسباب پر اس طرح کلی اعتماد کرنا کہ مطلوب کے حصول میں یہی سب کچھ ہیں تو ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے اور بلاوجہ اسباب کو چھوڑ کر توکل کا دعویٰ کرنا بھی گناہ ہے، لہٰذا توکل کا مفہوم یہ ہے کہ سب سے پہلے ضروری اسباب کے مہیا کرنے میں پوری جدوجہد کی جائے لیکن نتائج کے ظہور کے لئے اسباب پر اعتماد نہ کیا جائے صرف اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ کیا جائے۔ اس طرح مسلمان کا حوصلہ بھی بلند رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی شامل حال ہوگی جبکہ کافر صرف اسباب پر بھروسہ کرتا ہے اور روحانی تسکین کے فقدان سے پریشان رہتا ہے۔ اس ضمن میں حضور اکرم ﷺ کی تین مثالیں ملاحظہ کریں:

۱۔ حضور اکرم ﷺ جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو اس کے لئے تیاری کرتے، مجلس مشاورت قائم ہوتی، وقت، جگہ، راستہ اور مجاہدین کا انتخاب ہوتا، ہتھیار اور سواریوں کا بندوبست کیا جاتا، میدانِ جنگ میں صفیں بنائی جاتیں، الغرض جنگ میں کامیابی کے سارے ضروری اسباب کا انتظام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح دستِ سوال دراز فرماتے: ''اے اللہ! ہمارے دشمنوں کو ناکام بنادے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔'' (بخاری: ۲۹۶۶: کتاب الجہاد: باب ۱۱۲)

۲۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے وقت حضور اکرم ﷺ نے رفیقِ سفر، زادِ سفر، اور سواری کے لئے اونٹنی کا انتظام کیا۔ رات کی تاریکی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غارِ ثور میں پناہ لی تاکہ کفارِ مکہ دیکھ نہ سکیں۔ اس طرح سارے ضروری اسباب کا انتظام کرنے کے بعد دعا کی: ''۔۔۔ اے اللہ! میرے سفر میں تو میرا ساتھی ہو ۔۔۔ اور مجھے لوگوں کے حوالے نہ کر ۔۔۔ (سیرت ابن کثیر: جلد دوم)

چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی تلاش میں جب کفار کی ایک جماعت غارِ ثور کے منہ پر آ گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر ان کفار میں سے کسی نے نیچے جھک کر دیکھا تو ہم نظر آ جائیں گے، اس پر حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کو بڑے زوردار الفاظ میں بیان فرمایا: ''اے ابوبکر! تیرا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔'' (بخاری: فضائل اصحاب) یعنی ہم نے سارے امکانی اسباب مکمل کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ

Marfat.com

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

۱۲۳۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مقام بدر میں تمہاری مدد کی تھی [۷۸] حالانکہ تم بالکل کمزور تھے، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم شکر ادا کرو۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

۱۲۴۔ (اے رسولِ مکرم!) یاد کیجئے جب آپ مومنوں سے فرما رہے تھے: کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تعالیٰ تین ہزار فرشتے اُتار کر تمہاری مدد فرمائے۔

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

۱۲۵۔ ہاں کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور وہ (کفار) اچانک تم پر حملہ آور ہو جائیں تو تمہارا رب (تین ہزار کی بجائے) پانچ ہزار نشان والے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾

۱۲۶۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس امداد کو تمہارے لئے محض خوش خبری بنایا تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں، اور درحقیقت مدد تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے جو سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے۔

کر رکھا ہے۔ وہی ہماری حفاظت کرے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غار کے منہ پر کبوتری کے انڈوں اور مکڑی کے جالے سے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جنہیں دیکھ کر کفار واپس چلے گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کفار سے بچا لیا۔

۳۔ ایک آدمی نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: میں اپنی اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا چھوڑ کر؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے اپنی اونٹنی کو رسی سے باندھ اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کر۔ (ترمذی: ۲۵۱۷: ابواب صفة الجنة: باب ۶۰)

[۷۸] ان آیات میں غزوہ بدر کا تذکرہ ہے۔ یہ کفر و اسلام کی پہلی جنگ تھی جو سترہ رمضان سن دو ہجری کو بدر کے مقام پر وقوع پذیر ہوئی۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی اور کفار کا مسلح لشکر ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ اس کے باوجود ستر کافر مارے گئے، ستر قیدی ہوئے اور باقی شکست کھا کر بھاگ گئے۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور تسکین کے لئے فرشتے نازل فرمائے۔

Marfat.com

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

۱۲۷۔ (یہ مدد اس لئے تھی) تاکہ اللہ تعالیٰ کافروں کے ایک گروہ کو کاٹ دے یا انہیں ذلیل کر دے کہ وہ ناکام ہو کر لوٹ جائیں۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

۱۲۸۔ آپ کا اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں [۷۹] اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کافروں کی توبہ قبول فرمائے یا انہیں عذاب دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۳

۱۲۹۔ اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، وہ جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

---

[۷۹] غزوہ اُحد میں جب حضورِ اکرم ﷺ کے دندانِ مبارک شہید کئے گئے اور سر مبارک زخمی کیا گیا تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا۔ (بخاری: کتاب المغازی: باب ۲۲)

اس وقت حضورِ اکرم ﷺ نے کفار کے خلاف دعا کی یا کرنے کا ارادہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظالم کفار کے لئے دعائے ہلاکت سے منع فرمایا۔ اگرچہ حضورِ اکرم ﷺ کا ظالم کافروں کے خلاف دعا کرنا درست اقدام تھا جیسے انبیائے کرام نے کفار کے خلاف دعائیں فرمائیں جس کے نتیجہ میں وہ کافر ہلاک ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ کا ایک جائز کام سے منع فرمانا بھی حکمت سے خالی نہیں تھا یعنی پیارے رسولِ مکرم! کفار کے مظالم کے بدلہ میں آپ ﷺ کا دعائے ہلاکت کرنا درست اور آپ کا حق ہے لیکن اگر آپ صبر کریں اور معاف کر دیں تو اس کا درجہ بہت بلند ہے کیونکہ ان میں سے جو کفر و ظلم پر قائم رہیں گے وہ تو عذاب سے نہیں بچ سکیں گے، البتہ جو توبہ کر لیں گے ان سے اسلام کو تقویت ملے گی، جیسے خالد بن ولید، عکرمۃ بن ابی جہل، عمرو بن عاص وغیرہ مسلمان ہو گئے۔

اس آیت کے حکم اور انبیائے کرام علیہم السلام کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ظالم کفار سے بدلہ لینے یا معاف کرنے میں وقتی حالات کو پیشِ نظر رکھا جائے، اگر کفار کے مظالم میں کمی آنے یا اسلام کے قریب آنے کی اُمید ہو تو انہیں معاف کر دینا افضل ہے، اور اگر مظالم سے باز آنے کی امید نہ ہو تو ان سے بدلہ لینا یا ان کے لئے دعائے ہلاکت کرنا افضل ہے، جیسے انبیائے کرام نے ظالم کفار کے لئے دعائے ہلاکت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرماتے ہوئے کفار کو ہلاک کر دیا، لیکن اس آیت سے یہ مطلب نکالنے کی کوشش کرنا کہ حضورِ اکرم ﷺ کی دعائے خیر یا دعائے ضرر کا کوئی اثر نہیں، یہ سراسر خلافِ واقعہ اور تعلیماتِ اسلامیہ کے منافی ہے۔ جہاں انبیائے کرام علیہم السلام کی دعائیں رنگ لاتی ہیں

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٣٠﴾ۚ

۱۳۰۔ اے ایمان والو! دوگنا چوگنا سود نہ کھاؤ [۸۰] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿١٣١﴾ۚ

۱۳۱۔ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ۚ

۱۳۲۔ اور اللہ تعالیٰ اور (اس کے) رسول ﷺ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٣﴾ۙ

۱۳۳۔ اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ [۸۱]

وہاں سردارِ انبیاء کی دعا رنگ کیوں نہیں لائے گی۔۔۔؟ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو کوئی کچھ بھی نہیں کرسکتا لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ حضور اکرم ﷺ دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائیں تو اللہ تعالیٰ کا بارانِ کرم جوش میں آجاتا ہے اور اُجڑے ہوئے چمن میں بہار آجاتی ہے۔

[۸۰] زمانہ جاہلیت میں سود کا عام رواج تھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کو سود پر رقم قرض دیتا اور جب ایک سال بعد مقروض رقم ادا نہ کرسکتا تو قرض خواہ سود کی رقم میں اضافہ کردیتا۔ اس طرح یہ سلسلہ مدتوں جاری رہتا، یہاں تک کہ اصل رقم کئی گنا بڑھ جاتی جسے سود در سود یا سود مرکب کہا جاتا ہے۔ اسلام نے اس ظالمانہ نظام کو ختم کردیا یعنی جو شخص اصل رقم واپس کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ سود کیسے ادا کرے گا۔ اس آیت میں اہل ایمان کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ سود سے بچو ورنہ دوزخ کی آگ سے بچنا مشکل ہوجائے گا۔

نوٹ: سود کے متعلق تفصیل سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۵ میں ملاحظہ کریں جس میں سود کو مطلقاً حرام کردیا گیا ہے، چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ۔

[۸۱] مطلب یہ ہے کہ ایسے نیک اعمال اختیار کرنے میں جلدی کرو جن کے باعث رب تعالیٰ تمہاری مغفرت کردے اور تمہیں وہ جنت عطا فرمائے جس کی وسعت کا تم تصور بھی نہیں کرسکتے اور اس جنت کے مستحق پرہیزگار لوگ ہیں جن کی صفات آئندہ آیات میں مذکور ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے خوشحالی اور تنگ دستی دونوں احوال میں خرچ کرتے ہیں، لوگوں

Marfat.com

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

۱۳۴۔ جو لوگ خوشحالی اور تنگ دستی میں خرچ کرتے ہیں، غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

۱۳۵۔ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی بُرا کام یا اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھیں تو فوراً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنا شروع کر دیتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہوں کو کون بخشتا ہے، اور وہ جان بوجھ کر اپنے بُرے کاموں پر اصرار نہیں کرتے۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

۱۳۶۔ ان لوگوں کی جزا ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور ایسی جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور نیک کام کرنے والوں کے لئے یہ کیسا اچھا بدلہ ہے۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

۱۳۷۔ تم سے پہلے کئی مثالیں گزر چکی ہیں [۸۲] سو تم زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ (حق کو) جھٹلانے والوں کا کیسا (بُرا) انجام ہوا۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾

۱۳۸۔ یہ لوگوں کے لئے ایک بیان ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔

کی زیادتی پر غصہ کو پی جاتے ہیں اور دل کے کسی گوشے میں بھی اس کا اثر باقی نہیں رہنے دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور اگر کبھی ان سے گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر اصرار نہیں کرتے بلکہ خلوصِ دل سے توبہ کر لیتے ہیں۔ ان صفات کے مالک ہی وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کے لئے جنت کی بہاریں چشم براہ ہیں۔ یا اللہ! ہم کو اپنے ان محبوب بندوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین!

[۸۲] گزشتہ اقوام کے حالات اور ان کے عروج و زوال کے واقعات میں غور کرو۔ جو قوم انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا انکار کرتی ہے وہ بالآخر ناکام و نامراد ہوتی ہے۔

Marfat.com

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

۱۳۹۔ اور نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو تم ہی غالب رہو گے اگر تم کامل مومن ہو۔ [۸۳]

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

۱۴۰۔ (جنگ اُحد میں) اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو (جنگ بدر میں) ایسی ہی چوٹ (تمہاری مخالف) قوم کو بھی لگ چکی ہے، یہ (عروج و زوال کے) دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں [۸۴] تاکہ اللہ تعالیٰ ممتاز کر دے ان کو جو ایمان لائے اور تم میں سے بعض کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

۱۴۱۔ اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نکھار دے اور کافروں کو مٹا دے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

۱۴۲۔ کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے [۸۵] حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے مجاہدوں اور صبر کرنے والوں کو ممتاز نہیں کیا۔

---

[۸۳] غزوہ احد میں مسلمانوں کو جو نقصان پہنچا، اس کی وجہ ظاہر ہے، درّے پر متعین مجاہدین نے جلد بازی کی اور کفار کو پیچھے سے اچانک حملہ کرنے کا موقع فراہم کیا لیکن اس کے باوجود ممکن تھا کہ مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جاتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں تم ہی غالب رہو گے اگر تم سچے مؤمن ہو۔ تاریخ شاہد ہے اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک اور صحابہ کرام کے دور حتیٰ کہ بنو امیہ تک مسلمانوں کو مسلسل کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں لیکن بعد میں جب مسلمان انتشار کا شکار ہوئے اور ایمان کامل کا معیار برقرار نہ رکھ سکے تو ایسے زوال پذیر ہوئے کہ اب کمزور سے کمزور تر ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کی مزید تشریح کے لئے اسی سورت میں آیت نمبر ۱۱۰ ملاحظہ فرمائیں۔

[۸۴] اقوام عالم میں فتح و شکست کے دن گردش کرتے رہتے ہیں کبھی مسلمان غالب اور کبھی کافر غالب مگر اہل ایمان قتل ہو کر بھی شہادت کی عزت حاصل کرتے ہیں جبکہ کفار قتل ہو کر مٹ جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! قتل ایک مگر انجام مختلف ہے۔

[۸۵] یعنی جنت میں جانا آسان نہیں ہے، پہلے آزمائش سے گزرنا پڑتا ہے، صبر و جہاد کے میدان میں پرکھا جاتا ہے اور جو ایمان کے تقاضوں پر پورا اترتا ہے وہی جنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

Marfat.com

وَ لَقَدۡ كُنۡتُمۡ تَمَنَّوۡنَ الۡمَوۡتَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَلۡقَوۡهُ ۠ فَقَدۡ رَاَيۡتُمُوۡهُ وَ اَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۱۴۳﴾

۱۴۳۔ اور موت کی ملاقات سے پہلے تم شہادت کی آرزو کیا کرتے تھے، سو اب تم نے موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا ہے۔[۸۶]

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ ؕ وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡـئًا ؕ وَ سَيَجۡزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيۡنَ ﴿۱۴۴﴾

۱۴۴۔ اور نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) [۸۷] مگر (اللہ تعالیٰ کے) رسول، [۸۸] ان سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے، اور جو اُلٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا، اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔

[۸۶] شہدائے بدر کے درجات سن کر دیگر مسلمانوں کے دل بھی شہادت کے لئے بے قرار ہو گئے اور انہوں نے میدانِ اُحد میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دادِ شجاعت دی اور شہادت کی عظمت حاصل کی۔

[۸۷] حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام محمد اور احمد ہیں، باقی سارے اسمائے گرامی صفاتی ہیں۔ اہلِ زبان لکھتے ہیں کہ جو ہستی صفاتِ خیر کی جامع یعنی مجموعہ خوبی ہو اور جس کی بار بار تعریف کی جائے اسے محمد کہتے ہیں۔ زمانہ جس قدر ترقی کرتا جا رہا ہے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات روشن سے روشن تر ہوتے جا رہے ہیں اور اسی لئے آپ کی تعریف کا سلسلہ بھی بڑھتا چلا جا رہا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہر آنے والی گھڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔ (قرآن: ۹۳:۴) یعنی ہر لحہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔

[۸۸] جنگ اُحد میں جب کفار نے لشکرِ اسلام پر پیچھے سے اچانک حملہ کیا تو مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے اور ساتھ ہی یہ افواہ بھی اُڑ گئی کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اس خبر سے بعض کمزور دل مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے میدانِ جہاد سے بھاگنا شروع کر دیا۔ اس آیت میں انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں خدا نہیں ہیں کہ ان پر موت نہیں آ سکتی۔ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح اس دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی وقت مقرر ہے۔ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرمائیں تو کیا تم ان کا دین چھوڑ دو گے؟ یاد رکھو جو اسلام سے پھرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ کے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

جنگ اُحد کی اس مشکل گھڑی میں بعض ایسے جانباز بھی تھے جو ثابت قدم رہے۔ حضرت انس بن نضر للکار رہے تھے کہ ''آؤ جس مقصد کے لئے ہمارے آقا نے جان دی اسی کے لئے ہم بھی اپنا سر قربان کر دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہنے میں کیا لطف ہو گا؟ لوگو! رسول اللہ شہید ہو گئے ہیں تو کیا ہوا، ان کا رب تو زندہ ہے۔'' یہ کہہ کر کفار پر حملہ کر دیا اور لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش کیا۔ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

۱۴۵۔ اور اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی شخص نہیں مرسکتا، موت کا وقت لکھا ہوا ہے، [۸۹] اور جو شخص دنیا کا فائدہ چاہتا ہے ہم اس کو دنیا سے دیں گے اور جو آخرت کا ثواب چاہتا ہے ہم اس کو آخرت کا ثواب دیں گے [۹۰] اور ہم عنقریب شکر گزار بندوں کو جزا دیں گے۔

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

۱۴۶۔ اور کتنے ہی نبی ایسے گزرے ہیں جن کے ہمراہ بہت سے اللہ والوں نے جہاد کیا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو تکلیفیں انہیں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ تو انہوں نے ہمت ہاری، نہ کمزور ہوئے، اور نہ ہار مانی [۹۱] اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

---

[۸۹] جو انسان تلواروں کے جھرمٹ میں دادِ شجاعت دیتا ہے ضروری نہیں کہ وہ قتل ہو جائے اور جو میدانِ جہاد کو چھوڑ کر بھاگتا ہے ضروری نہیں کہ وہ زندہ بچ جائے۔ دراصل موت کا ایک وقت مقرر ہے، نہ اس سے پہلے کسی کو موت آسکتی ہے نہ اس کے بعد وہ زندہ رہ سکتا ہے۔ جب موت کا وقت اٹل ہے اور وہ آگے پیچھے نہیں ہوسکتا تو وہ شخص کتنا کم عقل ہے جو موت کے ڈر سے جہاد میں شریک نہیں ہوتا۔

[۹۰] اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، جو شخص صرف دنیاوی فوائد کے لئے نیک اعمال کرتا ہے اور مالِ غنیمت کے لئے جہاد میں شریک ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس دنیا کے کچھ عارضی منافع تو عطا فرماتا ہے لیکن وہ آخرت کے ثواب سے محروم رہتا ہے اور جو شخص آخرت کے ثواب کی نیت سے سرگرمِ عمل رہتا ہے اور شہادت کی نیت سے جہاد میں شریک ہوتا ہے تو اسے آخرت کا ثواب تو ملے ہی گا لیکن دنیا میں بھی اس کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ ہے۔

[۹۱] جنگِ اُحد میں جو مسلمان گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے انہیں تنبیہ کی جارہی ہے کہ گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی ان کے صحابہ کرام نے کافروں سے جہاد کیا۔ وہ بھی مصائب سے دوچار ہوئے مگر انہوں نے کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اپنے رب تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہوئے پوری بہادری سے قدم آگے بڑھائے۔ ہر حال میں صابر و شاکر رہے جس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا و آخرت میں سرخرو فرمایا اور تم بہترین امت ہو کر گھبرا گئے۔ ایسی کمزوری امتِ مسلمہ کی شان کے لائق نہیں ہے۔

Marfat.com

وَ مَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْۤ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾

۱۴۷۔ اوران کی دعا صرف یہی تھی کہ اُے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہماری زیادتیاں بھی معاف فرمادے، ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما۔

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع

۱۴۸۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کا ثواب بھی دیا اور آخرت کا عمدہ ثواب بھی عطا فرمایا، اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾

۱۴۹۔ اے ایمان والو! اگر تم کفار کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں اُلٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھیر دیں گے [۹۲] اور تم نقصان اُٹھانے والے ہو جاؤ گے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ ﴿۱۵۰﴾

۱۵۰۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے۔

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾

۱۵۱۔ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمہارا رُعب ڈال دیں گے [۹۳] کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس چیز کو شریک بنالیا جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، ان کا (آخری) ٹھکانا دوزخ ہے، اور ان ظالموں کا ٹھکانا بہت بُرا ہے۔

[۹۲] جنگ اُحد میں عارضی شکست کے بعد بعض کفار مسلمانوں کے پاس آتے، ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے اور اسلام کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمادیا کہ کفار کی اطاعت نہ کرنا اور اگر کی تو وہ تمہیں کفر کی طرف لوٹادیں گے اور ایمان کو چھوڑ کر کفر اختیار کرنا بہت بڑا نقصان ہے۔ خوب یاد رکھو! یہ کافر تمہاری مدد نہیں کریں گے۔ تمہارا اصل اور سب سے بہتر مددگار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

[۹۳] جنگ اُحد میں جب کفار نے لشکر اسلام پر پیچھے سے اچانک حملہ کیا تو مسلمان گھبرا گئے اور میدانِ جہاد سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اگر کفار مسلمانوں کا تعاقب کرتے تو ظاہری حالات ایسے تھے کہ وہ مدینہ پر قبضہ کر لیتے اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے

Marfat.com

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۲﴾

۱۵۲۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا [۹۴] جب تم (ابتدا میں) اس کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور (رسول مکرم ﷺ کے) حکم کے بارے میں جھگڑنے لگے اور اپنی پسندیدہ چیز (مال غنیمت) دیکھنے کے بعد تم نے (رسول مکرم ﷺ کی) نافرمانی کی، تم میں سے بعض دنیا کے طالب تھے [۹۵] اور بعض آخرت کا ارادہ رکھتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو کافروں کے تعاقب سے پیچھے ہٹا دیا تاکہ تمہیں آزمائے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا [۹۶] اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر فضل و کرم فرمانے والا ہے۔

لئے ختم کر دیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے شرک کی وجہ سے ان کے دلوں کو اتنا مرعوب اور خوفزدہ کر دیا کہ وہ اپنی فتح کو ادھورا چھوڑ کر مکہ واپس لوٹ گئے، نیز کفار کی امیدوں کا سارا دارومدار ظاہری اسباب پر ہوتا ہے اور کوئی معمولی سا حادثہ یا وسوسہ بھی ان کے دلوں کو مرعوب کر سکتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے ان کے دلوں کو حوصلہ نہیں ملتا اور آخرت پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے انہیں شہادت کی کشش نہیں ہوتی، اس لئے میدانِ کارزار میں آگے بڑھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اس کیفیت کا تعلق تو دنیا سے ہے اور آخرت میں ان کا انجام اور زیادہ بُرا ہوگا۔

[۹۴] اللہ تعالیٰ نے کامل اہل ایمان سے فتح و نصرت کا وعدہ فرما رکھا ہے اور جنگ اُحد میں بھی اس کو پورا فرمایا جس کی وجہ سے پہلے مسلمان ہی غالب تھے لیکن بعد میں بعض مسلمانوں کی اپنی لغزش سے جنگ کا نقشہ بدل گیا کیونکہ وہ حضور اکرم ﷺ کے حکم پر عمل کرنے میں ناکام ہوئے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے پھر کرم فرمایا اور کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا ایسا رُعب طاری کر دیا کہ کفار خود ہی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

[۹۵] طالبِ دنیا سے مراد وہ تیر انداز ہیں جو مالِ غنیمت جمع کرنے کے لئے اپنا مورچہ چھوڑ گئے اور طالب آخرت سے مراد وہ تیر انداز ہیں جو مورچے پر ثابت قدم رہے اور شہید ہو گئے۔

[۹۶] درّہ پر متعین جن تیر اندازوں سے غلطی ہوئی، نیز کفار کے اچانک حملے سے گھبرا کر جن مجاہدین نے میدانِ جنگ چھوڑ دیا اب

Marfat.com

إِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ
الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا
بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ
اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

۱۵۳۔ یاد کرو جب تم دور بھاگے جا رہے تھے اور کسی کو پلٹ کر دیکھتے بھی نہ تھے اور رسول مکرم ﷺ تمہیں پیچھے سے بُلا رہے تھے، [۹۷] پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں غم کے بدلے غم پہنچایا [۹۸] تاکہ تم (مالِ غنیمت سے) محرومی اور (شکست کی) مصیبت پر غمگین نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

انہیں خوش خبری سنائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خطا اور کمزوری کو اپنے فضل و کرم سے معاف کر دیا ہے کیونکہ اس خطا اور گھبراہٹ میں ان کی نیت خراب نہیں تھی بلکہ اجتہادی غلطی اور بشری کمزوری کارفرما تھی۔

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ سارے صحابہ کرام ﷺ عادل اور ہدایت کے ستارے ہیں، ان کی تعظیم واجب ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے تو کسی اور کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان پر زبانِ طعن دراز کرے۔ ان کے باہمی اختلافات اور قتال سب اجتہادی امور پر مبنی تھے، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔
(قرآن:۱۱:۱۱۴)
اور صحابہ کرام ﷺ کی نیکیوں کے برابر کسی دوسرے کی نیکیاں نہیں ہو سکتیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عفو و درگزر کے جتنے مستحق صحابہ کرام ہیں کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ ہمیں ان پر نکتہ چینی کے بجائے اپنی خطاؤں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے۔
یا اللہ! مجاہدین اسلام کے صدقے ہم پر بھی کرم فرما اور ہمارے گناہ معاف فرما دے۔ آمین!

[۹۷] جنگ اُحد کی مشکل گھڑی میں جب مسلمان بھاگنا شروع ہو گئے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کا رسول مکرم ﷺ صرف بارہ ساتھیوں کے ساتھ میدانِ جہاد میں جما رہا اور تمہیں جہاد کی طرف واپس بُلا رہا تھا۔

[۹۸] درہ پر متعین تیراندازوں نے حضورِ اکرم ﷺ کے فرمان میں اختلاف کیا اور اکثر مالِ غنیمت کے لئے میدان میں اُتر آئے۔ نیز کفار کے اچانک حملہ سے اکثر صحابہ کرام ﷺ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے جس سے رسول اکرم ﷺ کو رنج پہنچا اور اس کے بدلے میں تمہیں بھی غم سے دوچار ہونا پڑا یعنی جیتی ہوئی جنگ ہار بیٹھے۔ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، یہ اس لئے تھا تاکہ تمہیں غم کے بجائے اپنی غلطی کا احساس ہو اور آئندہ ہر حال میں رسول اکرم ﷺ کے حکم پر قائم رہیں۔

نیز اس سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہیں میدانِ اُحد میں غم پر غم اس لئے دیا تاکہ تمہارے اندر مصائب برداشت کرنے کا جذبہ اور حوصلہ پیدا ہو جائے اور آئندہ کبھی ایسی صورت پیش آئے تو گھبراؤ نہیں بلکہ صبر و استقامت کا مظاہرہ کرو۔

Marfat.com

ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَۃً نُّعَاسًا یَّغۡشٰی طَآئِفَۃً مِّنۡکُمۡ ۙ وَ طَآئِفَۃٌ قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ یَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ غَیۡرَ الۡحَقِّ ظَنَّ الۡجَاهِلِیَّۃِ ؕ یَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ لَّنَا مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡاَمۡرَ کُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ یُخۡفُوۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ مَّا لَا یُبۡدُوۡنَ لَکَ ؕ یَقُوۡلُوۡنَ لَوۡ کَانَ لَنَا مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ مَّا قُتِلۡنَا هٰهُنَا ؕ قُلۡ لَّوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ لَبَرَزَ الَّذِیۡنَ کُتِبَ عَلَیۡهِمُ الۡقَتۡلُ اِلٰی مَضَاجِعِهِمۡ ۚ وَ لِیَبۡتَلِیَ اللّٰهُ مَا

۱۵۴۔ اس غم کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر امن وسکون نازل فرمایا اور تم میں سے ایک گروہ پر غنودگی چھا گئی [۹۹] اور ایک گروہ ایسا تھا جس کو صرف اپنی جانوں کی فکر تھی [۱۰۰] وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق زمانہ جاہلیت کی طرح بدگمانی کر رہے تھے، وہ کہہ رہے تھے: کیا اس معاملہ میں ہمارا بھی کوئی اختیار ہے؟ آپ فرمایئے: بے شک سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، یہ لوگ اپنے دلوں کے راز آپ کو نہیں بتاتے، کہتے ہیں: اس معاملہ میں اگر ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے، آپ فرمایئے: اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کا قتل ہونا لکھا جا چکا تھا وہ ضرور اپنے مقتل کی طرف نکل آتے، (یہ مصیبت اس لئے پیش

[۹۹] جنگ اُحد میں جب ہر طرف افراتفری اور خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے مخلص مؤمنوں پر امن وسکون نازل فرمایا جس سے ان کے دلوں سے دشمن کا خوف دور ہو گیا اور ان پر غنودگی طاری کر دی جس سے ان کا غم غلط اور تھکاوٹ دور ہو گئی اور پھر تازہ دم ہو کر مصروف جہاد ہو گئے۔ حضرت ابوطلحہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم اونگھنے لگے یہاں تک کہ کئی بار تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹی اور میں نے اسے سنبھالا۔ (بخاری: ۵۶۲:۴: کتاب تفسیر القرآن: باب ۱۱) ایسی حالت میں نیند کا آنا واقعی اللہ تعالیٰ کی ایک خاص نعمت تھی۔

[۱۰۰] تین سو منافقین تو راستہ ہی سے لوٹ گئے تھے اور کچھ منافقین مال غنیمت کے لالچ اور اہل ایمان کے ڈر سے ساتھ رہے۔ انہیں اونگھ اور سکون کی نعمت سے محروم رکھا گیا کیونکہ وہ اسلام سے مخلص نہ تھے صرف اپنی سلامتی کی فکر میں تھے لیکن جب جنگ کا نقشہ بدل گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق زمانہ جاہلیت کی باتیں شروع کر دیں۔ اگرچہ نفاق کی بہت سی باتیں انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھیں اس کے باوجود کہنے لگے: ''ان کی مرضی کے خلاف جنگ شروع کی گئی، اگر ان کی کی جاتی اور مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جاتا تو اتنا نقصان نہ ہوتا اور جو یہاں قتل ہوئے ہیں وہ بھی قتل نہ ہوتے۔'' اس پر قرآن مجید نے وضاحت کر دی کہ سارے اختیارات کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے پھر بھی جن کا اُحد میں قتل ہونا مقدر تھا وہ بہرصورت یہاں پہنچ جاتے کیونکہ موت کا وقت اور جگہ مقرر ہے۔ جب کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا فرماتا ہے کہ وہ اپنے مقتل پر پہنچ ہی جاتا ہے۔

Marfat.com

فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

آئی) تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں کو آزمائے اور تمہارے دلوں کو پاک وصاف کر دے [۱۰۱] اور اللہ تعالیٰ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع

۱۵۵۔ جس دن دو لشکر مقابلے میں آئے اس دن تم میں سے جو لوگ پیٹھ پھیر گئے [۱۰۲] ان کے بعض کاموں کی وجہ سے شیطان نے انہیں پھسلا دیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت حلم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾

۱۵۶۔ اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کفر اختیار کیا، اور جب ان کے بھائی کسی سفر یا جنگ پر جاتے (اور وہاں کسی حادثے کا شکار ہو جاتے) تو وہ کہتے کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ تعالیٰ اس خیال کو ان کے دلوں میں حسرت کا باعث بنا دے، [۱۰۳] دراصل اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

---

[۱۰۱] اب پھر روئے سخن اہل ایمان کی طرف ہے کہ تمہیں غزوہ اُحد کے مصائب میں اس لئے مبتلا کیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کا ایمان اور کفار کا نفاق ظاہر کر دے اور ان تکالیف کے صلہ میں تمہارے دلوں کو ان وساوس سے پاک کر دے جو کسی کمزوری یا گھبراہٹ کا باعث بن سکتے ہیں۔

[۱۰۲] جنگ اُحد میں جن اہل ایمان کو شیطان پھسلانے میں کامیاب ہو گیا اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ لغزش معاف کر دی۔ (مزید تفصیل کے لئے اسی سورت میں حاشیہ نمبر ۹۶ ملاحظہ کریں)

[۱۰۳] جب کوئی مسلمان سفر جہاد میں فوت ہو جاتا یا میدانِ جنگ میں شہید کر دیا جاتا تو منافقین اس کے عزیز و اقارب کے پاس

Marfat.com

وَ لَىِٕنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ﴿۱۵۷﴾

۱۵۷۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے جاؤ یا تم مر جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت (جو تمہیں نصیب ہوگی) ان ساری چیزوں سے بہتر ہے جن کو یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔[۱۰۴]

وَ لَىِٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ﴿۱۵۸﴾

۱۵۸۔ اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠

۱۵۹۔ پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ﷺ مسلمانوں کے لئے نرم دل ہیں،[۱۰۵] اور اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس

جاتے اور اظہار ہمدردی کرتے ہوئے انہیں کہتے کہ اگر وہ ہمارا بھائی اس مہم پر نہ جاتا اور ہماری طرح گھر میں رہتا تو اس حادثے کا شکار نہ ہوتا اور آج زندہ ہوتا۔ یہ ایک کافرانہ عقیدہ ہے جس کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ دراصل موت و حیات کا اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اگر چاہے تو سفر اور جنگ میں زندہ رکھے اور اگر چاہے تو گھر اور امن میں موت دے دے۔ اس پختہ یقین کی وجہ سے مسلمان جرأت کا مظاہرہ کرتے اور منافقین کی کافرانہ تجویز کو مسترد کر دیتے، لہٰذا منافقین ساری عمر اس حسرت سے پریشان رہے کہ مسلمان ان کی بات نہیں مانتے اور آخرت میں ان کی سب سے بڑی حسرت یہ ہوگی کہ کاش! وہ دنیا میں اسلام سے منافقت نہ کرتے تا کہ آج جہنم سے بچ جاتے۔

[۱۰۴] موت کی جگہ اور وقت مقرر ہے جو آگے پیچھے نہیں ہوسکتا اور ہم سب کو ایک دن یہ دنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، تو عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے نام اور پیغام کے لئے وقف کر دیں، پھر چاہے موت جنگ میں آئے یا گھر میں، ہم اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کے مستحق بن جائیں گے جو دنیا کے مال و متاع سے بدرجہا بہتر ہے کیونکہ دنیا کا مال فانی ہے اور اسی دنیا میں رہ جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت باقی ہے اور ہر جگہ ساتھ رہتی ہے۔

[۱۰۵] جنگ اُحد میں پہلے تیر اندازوں نے آپ کی نافرمانی کی اور مال غنیمت جمع کرنے کے لئے درّہ چھوڑ دیا جس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا، پھر کفار کے اچانک حملے سے گھبرا کر حضور اکرم ﷺ کو میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے جس سے ناقابل تلافی نقصان ہوا لیکن بعد میں وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس لوٹ آئے۔ جنگی نظم و ضبط کے اعتبار سے یہ دونوں خطائیں قابل مواخذہ تھیں لیکن دنیا کی جنگی تاریخ میں شاید یہ پہلا اور فقید المثال واقعہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان پر کوئی گرفت نہیں کی بلکہ نہایت نرمی اور شفقت سے پیش آئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حضور اکرم ﷺ پر خاص فضل و کرم ہے کہ آپ نرم دل ہیں اور امت مسلمہ پر بھی اللہ تعالیٰ کا خصوصی احسان ہے کہ ان کو حضور اکرم ﷺ جیسا نبی عطا فرمایا۔ اگر آپ سخت مزاج

Marfat.com

فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ‌ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِيۡنَ ۝١٥٩

سے بھاگ جاتے، سو آپ ﷺ ان سے درگزر کریں، ان کے لئے بخشش طلب کریں، [۱۰۶] معاملات میں ان سے مشورہ کریں [۱۰۷] اور جب آپ ﷺ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر توکل کریں، [۱۰۸] بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ہوتے تو یہ آپ کے قریب نہ آتے۔ یہ اسلام کی صداقت اور حضورِ اکرم ﷺ کی خوش اخلاقی تھی کہ حضورِ اکرم ﷺ کے وصال سے پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) لوگ اسلام سے وابستہ ہو چکے تھے۔

[۱۰۶] ذرا اندازہ کریں اللہ تعالیٰ صحابہ کرام ؓ پر کتنا مہربان ہے، پہلے تو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی خطائیں معاف فرما دیں۔ اب حضورِ اکرم ﷺ سے ان کی سفارش فرما رہا ہے۔ پیارے حبیب! جس طرح آپ صحابہ کرام سے نرم دلی کا سلوک کرتے ہیں اسی طرح آپ ان کی خطائیں بھی معاف فرما دیں اور ان کے لئے میری بارگاہ میں شفاعت کریں کہ میں ان کو بخش دوں، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی معافی کا اعلان کر دیا ہے لیکن آپ کی سفارش سے ان کی دلجوئی ہو گی۔ ان کے دلوں سے خطا و لغزش کے زخم دور ہو جائیں گے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ خطا کاروں کی بخشش کے لئے حضورِ اکرم ﷺ کی دعا ایسا وسیلہ ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے خود دیا ہے، لہٰذا حضورِ اکرم ﷺ کو وسیلہ سمجھنا اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں شفاعت کے لئے التجا کرنا شرک نہیں عین اسلام ہے اور قرآن مجید کی تعلیم ہے۔

[۱۰۷] حضورِ اکرم ﷺ کی ہر بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔ (قرآن: ۵۳: ۳) اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ صحابہ کرام ؓ سے مشورہ کریں تاکہ مسلمانوں کو مشورہ کی اہمیت کا علم ہو جائے، نیز آپ ﷺ کا ان سے مشورہ کرنا ان کی دلجوئی اور قلبی مسرت کا باعث ہوگا۔ اس آیت کے ضمن میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو اس لئے مشورہ کرنے کا حکم نہیں دیا کہ حضورِ اکرم ﷺ کو ان کے مشورہ کی ضرورت تھی بلکہ اس میں حکمت یہ تھی کہ انہیں مشورہ کی فضیلت کا پتہ چل جائے، نیز یہ کہ مشورہ سنت نبوی بن جائے اور امت مسلمہ اس کی اقتدا اور اتباع کرے ۔۔۔ شریعت اسلامیہ میں مشورہ کا حکم اتنا اہم ہے کہ جو حکمران اہل علم اور اہل دین سے مشورہ نہیں کرتا اسے معزول کر دینا واجب ہے۔'' (تفسیر قرطبی)

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے، اس پر لازم ہے کہ اپنے بھائی کو وہی مشورہ دے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔'' (تفسیر مظہری: سورہ شوریٰ: ۳۸) نیز یہ آیت اجتہاد کے جواز اور قیاس کے حجت ہونے کا ثبوت بھی فراہم کرتی ہے۔ (تفسیر مدارک)

[۱۰۸] کسی اہم معاملہ میں لوگوں کی رائے معلوم کرنے کو مشورہ کہا جاتا ہے۔ مشورہ طلب کرنے والا ان مختلف آراء میں غور و فکر

Marfat.com

إِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

۱۶۰۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے گا؟ اور مؤمنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّغُلَّ ۗ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾

۱۶۱۔ اور کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ وہ خیانت کرے [۱۰۹] اور جو کوئی خیانت کرے گا تو وہ خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن (اپنے ہمراہ) لے آئے گا پھر ہر شخص کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

کرے اور جن کی رائے قرآن وحدیث اور موقع ومحل کے زیادہ مناسب ہو اس کو عملی جامہ پہنانے کا پختہ ارادہ کرے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے قدم آگے بڑھائے یعنی پہلے باہمی مشورہ اور حالات کا بغور جائزہ لے، پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرے کیونکہ فتح ونصرت اور کامیابی وکامرانی کا اصل اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس لئے اہل ایمان کو مشورہ کے بعد کامیابی کے لئے اسباب پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔ (توکل کے متعلق اسی سورت میں حاشیہ نمبر ۷۷ بھی ملاحظہ کریں)

[۱۰۹] جنگ اُحد میں درّہ پر متعین تیر اندازوں نے جب دیکھا کہ دشمن شکست کھا کر بھاگ گیا ہے اور مسلمان مالِ غنیمت اکٹھا کر رہے ہیں تو ان کے دل میں یہ خیال گزرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور اکرم ﷺ فرما دیں کہ جس نے جو چیز لے لی اسی کی ہو گئی۔ اگر ایسا ارشاد ہوا تو ہم بالکل محروم رہ جائیں گے۔ اس خیال کے پیش نظر ان میں سے اکثریت نے درّہ چھوڑ دیا اور مالِ غنیمت جمع کرنے کے لئے نیچے اُتر آئے جس کی وجہ سے جنگ کا نقشہ بدل گیا اور مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان ہوا۔ جنگ کے بعد جب حضور اکرم ﷺ نے اس نافرمانی کی وجہ پوچھی تو وہ کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے ان کے دل کی بات کہہ دی: ''کیا تم نے یہ خیال کیا کہ ہم خیانت کریں گے اور تمہیں کچھ نہیں دیں گے؟'' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ کوئی نبی خیانت نہیں کرتا بلکہ کسی نبی کے متعلق خیانت کا تصور بھی جائز نہیں کیونکہ ہر نبی اللہ تعالیٰ کی وحی کا امین ہوتا ہے تو وہ حقیر مال میں کیسے خیانت کر سکتا ہے، لہٰذا خیانت اور نبوت دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ نبی معصوم ہوتا ہے جبکہ خیانت بہت بڑا گناہ ہے اور جو خیانت کرتا ہے قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز اس کے ہمراہ ہو گی اور پورے میدانِ محشر میں اس کی رُسوائی ہو گی۔

جنگ خیبر میں ایک مجاہد فوت ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جنازہ کے لئے عرض کیا گیا تو رحمتِ عالم ﷺ

Marfat.com

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾

۱۶۲۔ تو کیا جس نے رضائے الٰہی کی پیروی کی وہ اس کی طرح ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا حق دار بن گیا؟[۱۱۰]اور اس کاٹھکانا جہنم ہے جو بدترین جگہ ہے۔

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

۱۶۳۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں لوگوں کے درجات مختلف ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

۱۶۴۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا [۱۱۱] جب ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔[۱۱۲]

النصف

نے فرمایا: جاؤتم اس کی نماز جنازہ پڑھ دو۔ صحابہ کرام ﷡ کے چہروں کی رنگت بدل گئی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اس ساتھی نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہے۔ ہم حیران ہوگئے اور جب اس کے مال کی تلاشی لی تو ہمیں اس کے سامان سے یہودیوں کے چند منکے ملے جن کی قیمت دو درہم سے بھی کم تھی۔ (ابن ماجۃ: ۲۸۴۸: ابواب الجہاد: باب ۳۴) اس سے معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت میں معمولی سی خیانت بھی اتنا بڑا جرم ہے کہ حضور اکرم ﷺ جیسے رحم دل نبی ﷺ نے بھی اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، نیز یہ بھی پتہ چلا کہ نگاہِ نبوت سے اتنی سی بات بھی پوشیدہ نہ تھی۔

[۱۱۰] دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں کوشاں رہتے ہیں اور بالآخر جنت کے مستحق قرار پاتے ہیں دوسرے وہ جو نافرمانی کے باعث اللہ تعالیٰ کے غضب اور جہنم کے مستحق بن جاتے ہیں۔ یہ دونوں قسم کے لوگ ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے تو ایک جیسے نظر آتے ہیں لیکن ان کے درجات میں زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ جنتی نعمتوں میں مسرور ہوں گے اور جہنمی عذاب میں پریشان ہوں گے۔

[۱۱۱] یقیناً اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان پر بڑا احسان ہے کہ ان میں عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا جس نے لوگوں کو قرآن کی آیات سنائیں، ان کے دلوں کو پاک کیا، ان کو کتاب وحکمت سکھائی، جس کے نتیجہ میں وہ گمراہی کی تاریکی سے نکل کر ہدایت کی روشنی میں آگئے اور جہنم کے کنارے سے ہٹ کر جنت کے راستے پر گامزن ہوگئے۔

اس آیت کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ میں آیت نمبر ۱۲۹ اور حاشیہ نمبر ۸۶ ملاحظہ ہو۔ قرآن مجید میں چار مقامات پر ان الفاظ کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورہ بقرہ کی آیات نمبر ۱۲۹ اور ۱۵۱، سورہ آل عمران کی یہ آیت اور سورہ جمعہ کی آیت نمبر ۲۔

[۱۱۲] حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل عرب کن گمراہیوں کا شکار تھے اور آپ کی بعثت کے بعد کون سا انقلاب آیا۔ اس

Marfat.com

اَوَلَمَّآ اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَدۡ اَصَبۡتُمۡ مِّثۡلَيۡهَا ۙ قُلۡتُمۡ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۶۵﴾

۱۶۵۔ کیا جب تمہیں ایک مصیبت پہنچی حالانکہ تم اس سے دگنی (مصیبت جنگ بدر میں دشمن کو) پہنچا چکے ہو تو تم کہہ اُٹھے کہ یہ مصیبت کہاں سے آ گئی؟ [۱۱۳] آپ فرمایئے کہ یہ مصیبت تمہاری ہی طرف سے آئی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَمَاۤ اَصَابَكُمۡ يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ وَلِيَعۡلَمَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۶۶﴾

۱۶۶۔ اور وہ مصیبت جو تمہیں اس روز پہنچی جب دو لشکر مقابلے میں نکلے تھے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہنچی

کا مختصر تعارف حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ کی زبانی ملاحظہ ہو جو انہوں نے شاہِ حبشہ کے سامنے بیان کیا جبکہ سفیرانِ مکہ بھی وہاں موجود تھے: ''اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی عبادت کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائی کی تمام حرکات کرتے تھے، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے، ہم میں سے طاقتور شخص غریب کا حق کھا جاتا تھا، ہماری یہ حالت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہم میں سے ایک ایسا رسول بھیجا جس کے شجرہ نسب کو ہم جانتے ہیں، جس کی صداقت، امانت اور پاک دامنی سے ہم اچھی طرح آگاہ ہیں۔ اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ پر اس طرح ایمان لانے کی دعوت دی کہ ہم اس کو ایک مانیں اور صرف اسی کی عبادت کریں، پتھر اور بت جن کی ہم اور ہمارے آباء و اجداد پوجا کیا کرتے تھے اس کو ترک کر دیں، اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولیں، امانت میں خیانت نہ کریں، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، پڑوسیوں کے حقوق کا خیال رکھیں، بُرے کاموں اور خونریزیوں سے باز رہیں، اس نے ہمیں فسق و فجور، جھوٹ بولنے، یتیموں کا مال کھانے، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور روزے رکھیں۔'' (مسند احمد: جلد اول: ص ۲۰۲)

[۱۱۳] جنگ بدر میں مسلمانوں نے ستر کافروں کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنا لیا تھا۔ اس کے بعد جنگ اُحد میں جب ستر مسلمان شہید ہوئے تو بعض مسلمان حیران ہو کر کہنے لگے: ہم پر یہ مصیبت کیسے آئی؟ حالانکہ ہم مسلمان ہیں، ہم حق پر ہیں، ہمارے درمیان رسول اکرم ﷺ بھی موجود ہیں، اس کے باوجود ہم ان لوگوں سے شکست کھا گئے جو کافر اور بت پرست ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ تمہارے تو صرف ستر مسلمان شہید ہوئے ہیں مگر جنگ بدر میں کفار کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر قیدی بھی ہوئے یعنی کفار کو دگنا نقصان پہنچا، لیکن اس عارضی شکست کے پس پردہ بھی تمہاری اپنی کمزوری کارفرما ہے۔ تم میں سے بعض نے حضور اکرم ﷺ کی نافرمانی کی اور درّہ چھوڑ کر مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے جس کی وجہ سے سب کو نقصان اُٹھانا پڑا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، وہ چاہے تو تمہاری تقصیر پر درگزر

Marfat.com

تھی [۱۱۴] تا کہ وہ اہل ایمان کو ممتاز کر دے۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ۭ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾

۱۶۷۔ اور تا کہ منافقوں کو الگ کر دے اور (جب) منافقوں سے کہا گیا کہ آؤ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو یا (کم از کم اپنے شہر کا) دفاع ہی کرو تو کہنے لگے: اگر ہم جانتے کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے [۱۱۵] اس دن وہ ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے، وہ اپنے منہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں۔

فرمائے اور چاہے تو سزا دے جیسے جنگ اُحد میں نقصان ہوا۔ بعض دفعہ مسلمان اہل حق ہونے کے ناطے اپنی کامیابی کا یقین کر لیتے ہیں اور ظاہری اسباب اور قواعد وضوابط کو اہمیت نہیں دیتے۔ ان کے لئے یہ آیت لمحہ فکر یہ ہے کہ جب صحابہ کرام جیسی مقدس جماعت معمولی سی فروگزاشت پر بظاہر شکست کھا سکتی ہے تو دیگر مسلمانوں کو زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، لہٰذا ہر کام سے پہلے اس کے جملہ ظاہری اسباب کا مکمل انتظام کیا جائے اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے کامیابی کی اُمید رکھی جائے۔

[۱۱۴] یعنی جنگ اُحد میں مسلمانوں کو جو نقصان پہنچا وہ سب اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کے مطابق تھا اور اس جنگ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مسلمانوں اور منافقوں میں فرق واضح ہو جائے یعنی مسلمان اپنے ایمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں اُترے اگرچہ نقصان بھی ہوا مگر منافقین نے میدانِ جنگ میں آنے سے انکار کر دیا اور راستے ہی سے واپس چلے گئے۔

[۱۱۵] جنگ اُحد کے موقع پر عبداللہ بن اُبی جب تین سو منافقوں کو ساتھ لے کر واپس جانے لگا تو بعض مسلمانوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ رسول اکرم ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرو یا کم از کم اپنے شہر کا ہی دفاع کرو مگر اس نے جواب دیا: میرے خیال میں آج جنگ نہیں ہوگی اس لئے ہم واپس جا رہے ہیں، اگر ہمیں جنگ کا یقین ہوتا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے حالانکہ دشمن کی فوج مدینہ کے قریب آ چکی تھی اور جنگ یقینی تھی لیکن اس کے باوجود ان کے حیلے بہانے اور کافرانہ استدلال نے ان کے نفاق کو ظاہر کر دیا کیونکہ ان کی نیت اسلام کو نقصان پہنچانا تھا مگر وہ دلوں میں چھپا ہوا کفر ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔

Marfat.com

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَ قَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾

۱۶۸۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خود (گھر) بیٹھے رہے اور (شہید ہونے والے) اپنے بھائیوں کے متعلق کہا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو قتل نہ کئے جاتے، آپ فرمایئے: اگر تم سچے ہو تو اپنے آپ سے موت کو ٹال کر دکھاؤ۔ [۱۱۶]

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ﴿۱۶۹﴾

۱۶۹۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو [۱۱۷] بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، وہ رزق دیئے جاتے ہیں۔

---

[۱۱۶] منافقین خود تو جنگ اُحد میں شریک نہ ہوئے لیکن جو مسلمان شہید ہو گئے ان کے بارے میں کہنے لگے کہ اگر وہ بھی ہماری بات مان جاتے اور ہماری طرح گھر بیٹھ رہتے تو قتل نہ ہوتے، اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو کہ گھر میں بیٹھے رہنے سے موت نہیں آتی تو جب تمہارے اوپر موت آئے تو تم اس کو ٹال کر دکھاؤ۔ روایات میں آتا ہے: جس دن یہ آیت نازل ہوئی اس دن ستر منافق گھر میں رہتے ہوئے مر گئے اور وہ اپنی جان نہ بچا سکے۔ (تفسیر صاوی، روح المعانی) دراصل موت کا وقت اور جگہ متعین ہے کوئی بھی اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا چاہے وہ جنگ میں ہو یا گھر میں۔

[۱۱۷] سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شہیدوں کو زبان سے مردہ نہ کہو اور یہاں یہ تاکیدی حکم دیا جا رہا ہے کہ انہیں دل میں مردہ خیال بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر خوش ہیں۔ شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک خاص قسم کی زندگی ملتی ہے جو عام مُردوں کو نہیں ملتی۔ اس کی مزید وضاحت کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ملاحظہ ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تمہارے بھائی جنگ اُحد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے قالب عطا فرمائے۔ وہ جنت کی نہروں پر سیر کرتے ہیں، جنتی میوے کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں جو سونے کی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں ان میں رہتے ہیں۔ جب انہوں نے کھانے پینے اور آرام کرنے کی پاکیزہ چیزیں پائیں تو کہا: ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم زندہ ہیں اور ہمیں رزق دیا جا رہا ہے تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں تمہارا پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۹ نازل فرمائی۔'' (ابوداؤد: ۲۵۲۰)

Marfat.com

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

۱۷۰۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو انعام انہیں عطا فرمایا ہے وہ اس پر خوش ہیں اور وہ اہل ایمان جو ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچے ان کے متعلق اس بشارت سے خوش ہو رہے ہیں کہ ان پر بھی کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ [۱۱۸]

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

۱۷۱۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت اور فضل پر خوش ہیں اور اس پر کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾

۱۷۲۔ جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا، [۱۱۹] ان میں سے جنہوں نے نیکی کی اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے اجرِ عظیم ہے۔

[۱۱۸] شہیدوں کو نہ صرف یہ خوشی ہے کہ انہیں رنگارنگ نعمتوں سے نوازا گیا ہے بلکہ انہیں یہ بھی خوشی ہے کہ ان کے ہم مشن اہل ایمان جو ابھی شہید نہیں ہوئے لیکن جب وہ یہاں پہنچیں گے تو انہیں بھی کوئی غم نہیں ہوگا اور وہ بھی ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

[۱۱۹] ابوسفیان اپنے لشکر سمیت جنگ اُحد سے واپس جا رہا تھا۔ راستے میں اسے خیال آیا کہ اس نے غلطی کی ہے اور ایک سنہری موقع ضائع کر دیا ہے۔ جنگ میں شکست کی وجہ سے مسلمانوں کے حوصلے پست ہو چکے ہیں، ہمیں اس سے فائدہ اُٹھا کر مدینہ پر بھرپور حملہ کر کے مسلمانوں کو بالکل ختم کر دینا چاہئے تھا، لہٰذا انہوں نے دوبارہ حملہ کا ارادہ کر لیا۔ جب یہ خبر حضور اکرم ﷺ کو ملی تو آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ کافروں کے تعاقب کے لئے نکلیں۔ یہ اگرچہ نہایت نازک موقع تھا، مسلمان جنگ اُحد کے زخموں سے چور تھے لیکن انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے حکم پر لبیک کہا اور کفار کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ ادھر کفار کو جب اطلاع ملی کہ مسلمان ان کے تعاقب میں آ رہے ہیں تو وہ خوفزدہ ہو کر مکہ روانہ ہو گئے اور حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آٹھ میل یعنی حمراء الاسد تک کفار کا تعاقب کیا لیکن کفار فرار ہو چکے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے جذبۂ اطاعت اور احسان وتقویٰ کی تعریف فرمائی ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اتنے زخمی تھے کہ سہارا کے بغیر چلنے سے بھی معذور تھے لیکن اس کے باوجود وہ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت میں نکل کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رضا ورحمت سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

Marfat.com

الَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ ﴿۱۷۳﴾

۱۷۳۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب لوگوں نے انہیں کہا کہ ''کافروں نے تمہارے مقابلہ کے لئے بہت بڑا لشکر جمع کرلیا ہے، سوتم ان سے ڈرو'' تو اس بات نے ان کے ایمان کو اور پختہ کر دیا [۱۲۰] اور کہنے لگے: ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۷۴﴾

۱۷۴۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے انعام وفضل کے ساتھ واپس آئے اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کی، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۵﴾

۱۷۵۔ وہ شیطان ہی ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، پس تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو [۱۲۱] اگر تم مؤمن ہو۔

---

[۱۲۰] جنگ اُحد سے لوٹتے وقت ابوسفیان نے مسلمانوں کو چیلنج کیا تھا کہ آئندہ سال بدر میں ہمارا تمہارا پھر مقابلہ ہوگا۔ جب وقت مقرر قریب آیا تو ابوسفیان لشکر لے کر بدر کی طرف روانہ ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ایسا رُعب طاری کر دیا کہ اس نے جنگ کا ارادہ ترک کر دیا اور خفیہ طور پر ایک شخص کو مدینہ بھیجا جس نے مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے جھوٹی افواہیں پھیلانا شروع کر دیں کہ اس دفعہ قریش نے بڑی زبردست تیاری کی ہے۔ بہت بڑا لشکر اور بھاری ساز وسامان لے کر آرہے ہیں اگر تم نے بدر کا رُخ کیا تو کوئی بھی زندہ بچ کر گھر نہیں جائے گا، لیکن مسلمان ان افواہوں سے گھبرانے کے بجائے اور جوش میں آگئے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے بدر روانہ ہوگئے، چنانچہ حضور اکرم ﷺ آٹھ روز تک میدانِ بدر میں مقیم رہے لیکن کفار وعدے کے مطابق مقابلہ کے لئے نہ آئے، اس دوران مسلمانوں نے وہاں تجارت کے ذریعے خوب مالی فائدہ اُٹھایا۔ جنگ نہ ہوئی اور نہ کوئی نقصان ہوا بلکہ مفت میں دشمنوں پر دھاک بٹھا کر صحیح وسلامت واپس آگئے۔

[۱۲۱] یعنی شیطان تمہیں اس وسوسے میں ڈالتا ہے کہ قریش کا بہت بڑا اور طاقتور لشکر بدر میں آرہا ہے۔ تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے، لہٰذا گھر میں ہی بیٹھے رہو اور میدانِ بدر میں نہ جاؤ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مسلمانوں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرنا چاہئے کفار سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

Marfat.com

وَ لَا یَحۡزُنۡكَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡكُفۡرِ ۚ اِنَّهُمۡ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیۡـًٔا ؕ یُرِیۡدُ اللّٰهُ اَلَّا یَجۡعَلَ لَهُمۡ حَظًّا فِی الۡاٰخِرَةِ ۚ وَ لَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۷۶﴾

۱۷۶۔ اور آپ ان لوگوں سے غمزدہ نہ ہوں جو کفر کے میدان میں دوڑ دھوپ کر رہے ہیں، [۱۲۲] بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے دین کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہ رکھے، اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الۡكُفۡرَ بِالۡاِیۡمَانِ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیۡـًٔا ۚ وَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۷۷﴾

۱۷۷۔ بے شک جن لوگوں نے ایمان کے بدلہ میں کفر کو خرید لیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے [۱۲۳] اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وَ لَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّمَا نُمۡلِیۡ لَهُمۡ خَیۡرٌ لِّاَنۡفُسِهِمۡ ؕ اِنَّمَا نُمۡلِیۡ لَهُمۡ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِثۡمًا ۚ وَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِیۡنٌ ﴿۱۷۸﴾

۱۷۸۔ اور کافر ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہم انہیں جو مہلت دے رہے ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے [۱۲۴] ہم تو انہیں صرف اس لئے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ اور زیادہ گناہ کرلیں اور ان کے لئے ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ہے۔

---

[۱۲۲] جنگ اُحد میں مسلمانوں کی ظاہری شکست سے کئی منافقین نے اپنے کافرانہ عقائد کا اعلان شروع کر دیا، نیز حضور اکرم ﷺ کی تبلیغ کے باوجود کفار اپنے کفر میں سرگرم تھے جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دل غمگین رہتا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ ﷺ غمگین نہ ہوں کیونکہ آپ ﷺ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے، اس کے باوجود وہ اگر کفر نہیں چھوڑتے تو یہ ان کی اپنی شامتِ اعمال ہے، یہ لاکھ جتن کریں اللہ تعالیٰ کے دین کو نقصان نہیں پہنچا سکتے، نیز اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ انہیں آخرت کی نعمتوں سے کچھ حصہ ملے کیونکہ انہوں نے جان بوجھ کر حق کی تکذیب کی اور گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہے اور اسی وجہ سے وہ عذابِ عظیم کے مستحق قرار پائے ہیں۔

[۱۲۳] جن لوگوں نے ایمان کو چھوڑ کر کفر اختیار کیا وہ اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے بلکہ کفر کی وجہ سے وہ خود دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔

[۱۲۴] جو لوگ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور اس کے باوجود شان و شوکت کے ساتھ لمبی زندگی بسر کرتے ہیں وہ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ یہ کفر کی زندگی ان کے لئے بہتر ہے بلکہ کفر کی حالت میں جتنی بھی ان کی زندگی لمبی ہوگی اتنے ہی گناہ زیادہ ہوں گے اور

Marfat.com

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

۱۷۹۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ مؤمنوں کو اس حال پر چھوڑے رکھے جس پر تم اب ہو [۱۲۵] جب تک خبیث اور پاک لوگوں کو الگ الگ نہ کر دے، اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ تمہیں (عام لوگوں کو) غیب پر آگاہ کرے، البتہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے (غیب کے علم کے لئے) چن لیتا ہے، [۱۲۶] پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

آخرت میں ذلت آمیز عذاب سے واسطہ پڑے گا۔ حضورِ اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون شخص اچھا ہے؟ فرمایا: جس کی عمر دراز اور عمل اچھے ہوں۔ عرض کیا گیا: بدترین کون ہے؟ فرمایا: جس کی عمر دراز اور عمل خراب ہوں۔ (ترمذی: ۲۳۳۰)

[۱۲۵] مدینہ میں کئی لوگ بظاہر اسلام قبول کر کے مسلمانوں میں شامل ہو گئے جن کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانا تھا حالانکہ مسلمان انہیں اپنا بھائی سمجھتے لیکن جنگ اُحد میں جب ان کا نفاق ظاہر ہونے لگا تو مسلمانوں کو تشویش لاحق ہوئی کہ یہ کیسے مسلمان ہیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہمیشہ یہ حالت نہیں رہے گی کہ منافق تمہاری صفوں میں چھپے رہیں بلکہ وہ وقت عنقریب آنے والا ہے کہ منافقوں اور مؤمنوں کو الگ الگ کر دیا جائے گا۔ اس آیت کے ضمن میں علامہ خازن نے درج ذیل روایت نقل کی ہے:

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت (دعوت) میرے سامنے پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کہ کون میرے ساتھ ایمان لائے گا اور کون انکار کرے گا'' اس وسعتِ علمی پر کسی مؤمن نے اعتراض نہیں کیا لیکن منافقین نے ازراہِ مذاق کہا: دعویٰ تو یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر مؤمن اور ہر کافر کو جانتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ ہم ہر وقت ان کے ساتھ رہتے ہیں اور ہمارا علم نہیں ہے۔ منافقین کا یہ قول حضورِ اکرم ﷺ تک پہنچا تو منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: ''اس قوم کا کیا حال ہوگا جو میرے علم پر اعتراض کرتے ہیں، قیامت تک ہونے والی کوئی بات پوچھو میں یہاں کھڑے کھڑے تمہیں اس کا جواب دوں گا۔'' عبداللہ بن حذافہ اُٹھے (ان کے نسب پر طعن کیا جاتا تھا) یا رسول اللہ ﷺ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: حذافہ! حضرت عمرؓ نے معذرت طلب کی۔ حضورِ اکرم ﷺ نے دوبارہ فرمایا کہ کیا میرے علم پر اعتراض کرنے سے باز آؤ گے یا نہیں؟ پھر حضورِ اکرم ﷺ منبر سے اُترے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن)

[۱۲۶] اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو غیب پر آگاہ نہیں فرماتا کیونکہ عام آدمی کو اگر غیب کا علم ہو جائے تو اس کی عملی جدوجہد میں تعطل پیدا ہو

Marfat.com

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ

۱۸۰۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال میں بخل کرتے ہیں [۱۲۷] وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ یہ ان

جائے گا اور وہ ہر وقت آنے والے حادثات کے بارے میں فکرمند رہے گا۔ مثال کے طور پر اگر کسی آدمی کو یہ علم ہو جائے کہ دس سال بعد اس کے ساتھ ایک ایسا حادثہ پیش آنے والا ہے جس میں اس کا بیس سال کا جوان بیٹا فوت ہو جائے گا، اٹھارہ سال کی جوان بیٹی ہمیشہ کے لئے اندھی اور اس کی بیوی اپاہج ہو جائے گی۔ اب آپ خود اندازہ کریں اس خاندان کے یہ آنے والے دس سال کس کرب وغم سے بسر ہوں گے، اور اگر اسے یہ علم نہ دیا جاتا تو کم ازکم یہ دس سال تو وہ خوشی اور سکون سے گزارتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو علم غیب کے لئے منتخب فرمایا کیونکہ ان کا منصب بہت بلند ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے امین اور رضائے خداوندی پر مطمئن ہوتے ہیں، جیسے حضور اکرم ﷺ کو منافقین کا علم تھا مگر حکمت کے تحت خاموش اور مناسب وقت کے انتظار میں تھے۔

اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے کسی دوسرے کا دیا ہوا نہیں اور اس کا علم ازل سے ابد تک ساری کائنات کو محیط ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کا علم نہ تو اللہ تعالیٰ کی طرح ذاتی ہے اور نہ ہی غیر متناہی بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اتنا ہی ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا مگر علوم خلائق کے مقابلے میں حضور اکرم ﷺ کا علم اتنا وسیع ہے کہ مخلوق اس کا اندازہ نہیں کرسکتی، اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

۱۔ حضور اکرم ﷺ سے چند چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا جن کو آپ نے ناپسند کیا۔ جب آپ ﷺ سے زیادہ سوالات کئے گئے تو آپ ﷺ غضبناک ہوئے اور لوگوں سے فرمایا: تم جو چاہو مجھ سے سوال کرو۔ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے۔ دوسرے شخص نے کہا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ سالم ہے جو شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے چہرے میں غضب کے آثار دیکھے تو عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہیں۔ (بخاری: کتاب العلم: باب ۲۸)

۲۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے خواب میں اپنے رب تعالیٰ کو بڑی حسین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے نفی میں جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے جان لیا، جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا'' (ترمذی: تفسیر القرآن: ۳۲۳۳، ۳۲۳۴، ۳۲۳۵)

۳۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۸۸۹)

[۱۲۷] اکثر مفسرین نے فرمایا کہ بخل سے مراد زکوٰۃ کا نہ دینا ہے۔ جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے یہ ان کے لئے بہتر نہیں ہے بلکہ

Marfat.com

لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع	کے لئے بہتر ہے بلکہ یہ بخل ان کے لئے بہت برا ہے، قیامت کے دن انہیں اس مال کا طوق پہنایا جائے گا جس میں وہ بخل کرتے تھے، آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔
لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾	۱۸۱۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا قول سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں، [۱۲۸] ہم ان کا یہ قول (ان کے نامۂ اعمال میں) لکھ لیں گے اور ان (کے اسلاف) کا نبیوں کو ناحق قتل کرنا (بھی ان کے اسلاف کے نامۂ اعمال میں پہلے سے درج ہے) اور (قیامت کے دن) ہم کہیں گے کہ آگ کا عذاب چکھو۔

قیامت کے دن رسوائی کا باعث بنے گا کیونکہ گلے میں طوق دیکھ کر ہر آدمی کو پتہ چل جائے گا کہ یہ بخیل تھا یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن وہ مال ایک گنجے سانپ کی صورت میں اس کی گردن کا طوق بنا دیا جائے گا، پھر زکوٰۃ نہ دینے والے شخص کو وہ سانپ اپنے دو جبڑوں سے پکڑ لے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔'' اس کے بعد حضورِ اکرم ﷺ نے یہ آیت (نمبر ۱۸۰) تلاوت فرمائی۔ (بخاری: کتاب الزکوٰۃ: باب ۳)

[۱۲۸] سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۵ میں ارشاد ہوا تھا: ''ہے کوئی جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے تو اللہ تعالیٰ اس قرض کو اس کے لئے کئی گنا بڑھا دے۔'' مقصد یہ تھا کہ جو لوگ دین کی سربلندی اور غریبوں کی مدد کے لئے دولت خرچ کریں آخرت میں انہیں کئی گنا زیادہ اجر و ثواب ملے گا۔ اس پر یہودی از راہِ تمسخر کہنے لگے کہ مسلمانوں کا خدا قرض مانگتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم غنی ہیں اور اللہ تعالیٰ محتاج ہے، نیز وہ ہمیں سود سے منع کرتا ہے اور خود قرض حسن کے عوض میں سود کا لالچ دیتا ہے۔ ایک محفل جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جب فنحاص بن عازوراء یہودی نے یہ بات کہی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس گستاخی کو برداشت نہ کر سکے اور اس کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ دے مارا اور فرمایا: اگر ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو میں تمہارا سر قلم کر دیتا۔ فنحاص نے حضورِ اکرم ﷺ کے پاس شکایت کی۔ حضورِ اکرم ﷺ کے دریافت کرنے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی اور کہا

Marfat.com

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾

۱۸۲۔ یہ سزا ہے تمہارے ان اعمال کی جو تم نے اپنے ہاتھوں سے کئے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾

۱۸۳۔ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے جسے آگ کھا جائے، [۱۲۹] آپ فرمایئے: تمہارے پاس مجھ سے پہلے کئی رسول بہت سی نشانیاں لے کر آئے اور وہ نشانی بھی لائے جو تم نے ابھی کہی ہے تو پھر اگر تم سچے ہو تو تم نے انہیں کیوں قتل کیا؟

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ

۱۸۴۔ (پیارے حبیب!) اب اگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں (تو یہ کوئی نئی بات نہیں) [۱۳۰] آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے

کہ "اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔" اس پر میں نے غضبناک ہو کر اسے تھپڑ رسید کر دیا۔ فنحاص نے اس گستاخی کا انکار کر دیا اور کہا: میں نے ایسا نہیں کہا تھا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے فنحاص کے رد اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی یعنی واقعی یہود نے یہ گستاخانہ بات کہی ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں، ان کے اسلاف تو انبیائے کرام علیہم السلام کو ناحق قتل بھی کیا کرتے تھے۔ رب تعالیٰ کی شان میں صرف زبانی گستاخی بھی اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کو قتل انبیاء کے ساتھ لکھا جائے گا اور جب یہود کو جہنم کی آگ میں پھینکا جائے گا تو انہیں یاد کرایا جائے گا کہ یہ سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم نہیں ہے بلکہ تمہارے فلاں فلاں گناہوں کا عذاب ہے جو تم نے خود کئے تھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

[۱۲۹] یہود نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کا ایک اور بہانہ تراشا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں حکم دیا ہے کہ وہ صرف اس نبی پر ایمان لائیں جو قربانی کا گوشت پیش کرے اور آسمانی آگ آ کر اس قربانی کو کھا جائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی معجزہ نہیں دکھایا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ان کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ تمہارا کوئی نیا عذر نہیں ہے اس سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام نے تمہارے اسلاف کو یہ معجزہ بھی دکھایا مگر اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے بلکہ انہیں شہید کر دیا حالانکہ اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہوتے تو وہ ایمان لے آتے اور انہیں شہید نہ کرتے۔

[۱۳۰] منکرین حق کا شیوہ ہر زمانے میں یکساں رہا ہے، اگر آج یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں تو پہلے کئی ایسے رسولوں کو

Marfat.com

وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ۝۱۸۴

پہلے کئی عظیم رسول جھٹلائے گئے ہیں جو واضح نشانیاں، آسمانی صحیفے اور روشن کتاب لائے تھے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۝۱۸۵

۱۸۵۔ ہر شخص موت کا مزہ چکھنے والا ہے [۱۳۱] اور قیامت کے دن تمہارے کاموں کا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا، پس جو شخص آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہوگا، اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔ [۱۳۲]

جھٹلایا جا چکا ہے جو اپنی سچائی کی روشن نشانیاں لے کر آئے تھے۔

[۱۳۱] موت ایک عالمگیر صداقت ہے جس سے کسی کو مجالِ انکار نہیں، نیز موت ایک ایسا پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے یعنی ہر انسان مرنے کے بعد اپنے اچھے یا بُرے اعمال کے نتائج سے دوچار ہوتا ہے، اگر دنیا میں اچھے اعمال سے محبت تھی تو جنت کی خوش خبری سے شادکام رہے گا اور اگر بُرے اعمال سے دوستی تھی تو عذاب کے ڈر سے بے چین رہے گا، مرنے کے بعد ہر انسان کو اصلی ٹھکانے کا اندازہ ہو جاتا ہے کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔'' (ترمذی: ۲۴۶۰)

ایک انصاری نے عرض کی: یا رسول اللہ! اہل ایمان میں کون شخص سب سے افضل ہے؟ فرمایا: ''جس کے اخلاق سب سے افضل ہوں۔'' پھر عرض کیا: اہل ایمان میں کون شخص سب سے زیادہ دانا ہے؟ فرمایا: ''جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرے اور موت سے بعد والی زندگی کے لئے سب سے اچھی تیاری کرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دانا ہیں۔''

(ابن ماجۃ: ۴۲۵۹: ابواب الزہد)

[۱۳۲] یہ دنیا دھوکے کا سامان ہے، جو اس کے فریب میں پھنس گیا اور اس کی رنگینیوں میں ڈوب کر احکامِ الٰہی کو بھول گیا وہ ناکام ہو گیا اور بالآخر جہنم رسید ہوگا۔ اس کے برعکس جو اس دنیا کے فریب سے دامن بچا کے نکل گیا اور احکامِ الٰہی کی پیروی میں سرگرم رہا وہ کامیاب ہو گیا اور آخر کار جنت میں جائے گا۔

اس دنیا کے متعلق چند روایات

۱۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا مؤمن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ (ترمذی: ۲۳۲۴)

۲۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اس دنیا کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے ایک پَر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نصیب نہ ہوتا۔ (ترمذی: ۲۳۲۰)

Marfat.com

لَتُبۡلَوُنَّ فِيۡۤ اَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ ۟ وَلَتَسۡمَعُنَّ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَمِنَ الَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡۤا اَذًى كَثِيۡرًا ؕ وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴿۱۸۶﴾

۱۸۶۔ بے شک تم اپنے مالوں اور جانوں سے آزمائے جاؤ گے اور تم اہل کتاب اور مشرکوں سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے [۱۳۳] اور اگر تم (ان دل آزاریوں پر) صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

وَ اِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكۡتُمُوۡنَهٗ ۫ فَنَبَذُوۡهُ وَرَآءَ ظُهُوۡرِهِمۡ وَاشۡتَرَوۡا بِهٖ

۱۸۷۔ اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اس (کتاب کی تعلیمات) کو ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور اس کو نہ چھپانا [۱۳۴] مگر انہوں نے

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو جیسے تم پردیسی (غیر ملک میں مزدوری کے لئے عارضی طور پر قیام پذیر) ہو یا مسافر (سفر پر رواں دواں) ہو اور حضرت ابن عمرؓ کہا کرتے تھے کہ جب شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کرو۔ اپنی صحت کے ایام میں بیماری کے لئے عمل کرو اور زندگی میں موت کے لئے عمل کرو، اے عبداللہ! تجھے علم نہیں کہ کل تیرا نام کیا ہوگا (زندہ یا مردہ)؟

(ترمذی: ۲۳۳۳: ابواب الزہد: باب ۲۵)

۴۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: دنیا سفر کرتی ہوئی جا رہی ہے اور آخرت سفر کرتی ہوئی آ رہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہے، تم آخرت کی اولاد بنو، دنیا کی اولاد نہ بنو کیونکہ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہوگا اور عمل کا موقع نہیں ہوگا۔

(بخاری: کتاب الرقاق: باب ۴)

حضرت علیؓ کا ایک ارشاد یہ بھی ہے: دیکھنے میں دنیا بڑی نرم اور خوشنما لگتی ہے مگر اس کا زہر بڑا سخت اور قاتل ہے۔

(تفسیر کبیر)

[۱۳۳] مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ جان و مال میں تمہاری آزمائش کا سلسلہ جاری ہے، نیز اہل کتاب اور مشرکین تمہیں ذہنی تکلیف پہنچانے کی کوشش بھی کریں گے۔ جھوٹے الزامات، بے ہودہ گفتگو اور غلط پروپیگنڈہ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کو صبر و تقویٰ کی تلقین کی جا رہی ہے تاکہ مسلمانوں کی طرف سے کوئی ایسا اقدام نہ ہو جو حق و صداقت اور وقار و متانت کے خلاف ہو جس کی وجہ سے فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو جائے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ دشمن حملہ کرے اور مسلمان ہاتھ باندھ کر بیٹھ جائیں، ایسی بزدلی انسانی وقار کے خلاف ہے۔ ظلم کا استیصال امت مسلمہ کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔

[۱۳۴] اہل کتاب سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا کہ وہ مقدس کتاب میں بیان کردہ تعلیمات کو لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کریں

Marfat.com

ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت لے لی، سو بہت بُری ہے وہ چیز جو وہ خرید رہے ہیں۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾

۱۸۸۔ وہ لوگ جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہوتے ہیں [۱۳۵] اور پسند کرتے ہیں کہ ایسے کاموں پر بھی ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کئے تو آپ ان لوگوں کے متعلق ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع

۱۸۹۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾

۱۹۰۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور لیل و نہار کے اختلاف میں ان عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔[۱۳۶]

گے اور ان میں خیانت نہیں کریں گے لیکن اہل کتاب کے علماء نے اس وعدہ کی خلاف ورزی کی اور دنیاوی مفاد کی خاطر مقدس تعلیمات کو بیچ ڈالا۔ اس میں علمائے اسلام کے لئے بھی درس عبرت ہے تاکہ وہ دنیاوی مقاصد کے لئے اسلامی احکام میں خیانت نہ کریں۔

[۱۳۵] منافقین جہاد میں شریک نہ ہوئے اور خوش ہوئے کہ وہ جنگی نقصانات سے بچ گئے۔ علمائے یہود بھی مقدس تعلیمات میں خیانت کرتے اور خوش ہوتے کہ انہوں نے دنیاوی فوائد حاصل کر لئے۔ ان کرتوتوں کے باوجود یہود اور منافقین چاہتے تھے کہ انہیں بہادر، مخلص اور حق پرست بھی کہا جائے لیکن یہ اپنی منافقت اور خیانت پر ہزار پردے ڈالیں وہ ان جرائم کے دردناک عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے بھی درس عبرت ہے کیونکہ جو قوم عملی جدوجہد سے جی چرائے، مقدس تعلیمات میں خیانت کرے اور اس کے باوجود خودستائش کی خواہش کرے اسے دردناک انجام سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

[۱۳۶] ایک عقل مند انسان جب زمین و آسمان کی تخلیق اور لیل و نہار کی گردش میں غور کرتا ہے تو اس کو یقین کرنا پڑتا ہے کہ اس

Marfat.com

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

۱۹۱۔ جو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں [۱۳۷] (اور کہتے ہیں:) اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں فرمایا، تو (ہر عیب سے) پاک ہے، پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

کائنات کا ایک خالق اور قادرِ مطلق فرمانروا ہے جس کی تدبیر سے یہ نظام کائنات رواں دواں ہے، کہیں خلل واقع نہیں ہوتا۔ ہر چیز کے لیے ایک دائرۂ کار متعین ہے جس کے اندر وہ چیز پورے نظم وضبط کے ساتھ سرگرمِ عمل ہے۔ لہٰذا اس قدر منظم نظام کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ اس کا کوئی بنانے والا نہیں اور یہ بذاتِ خود وجود میں آ گیا ہے کوئی اہلِ عقل اس تصور کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ یہ اتنا ہی بڑا جھوٹ ہے جیسے کوئی کہے کہ پریس میں دھماکہ ہوا اور ڈکشنری تیار ہوگئی حالانکہ ڈکشنری بنانے کے لیے حروفِ تہجی کے اعتبار سے الفاظ کو ایک خاص ترتیب دی جاتی ہے جو بذاتِ خود ممکن نہیں ہے، جبکہ نظام کائنات تو ڈکشنری سے بے شمار گنا زیادہ پُراسرار ہے۔ دراصل اس کی حکمتیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جو اس کا خالق اور مالک ہے۔

خدا کے وجود پر مناظرہ

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک دہریہ سے خدا کے وجود پر مناظرہ ہونا قرار پایا۔ آپ معین مقام پر تاخیر سے پہنچے تو دہریے نے تاخیر کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا: میں دریا کے پار رہتا ہوں، وقتِ مقررہ سے پہلے میں دریا پر پہنچ گیا تھا مگر سارے ملاح تو مناظرہ سننے کے لئے آج یہاں آ گئے ہیں اس لئے وہاں کوئی ملاح نہیں تھا۔ دہریہ کہنے لگا: ابھی تو مناظرہ شروع ہی نہیں ہوا اور سارے ملاح اس وقت تک یہاں ہیں، پھر آپ نے دریا کیسے پار کیا؟ امام ابوحنیفہ کہنے لگے: میں پریشان کھڑا تھا کہ میرے دیکھتے ہی دریا کے کنارے سے ایک درخت گرا، خود بخود اس کے تختے بن گئے، جو کشتی کی صورت میں جڑ گئے اور کشتی بغیر ملاح کے تیر کر میرے قریب آگئی اور مجھے اپنے اوپر سوار کر کے دوسرے کنارے پر پہنچا دیا۔ اس پر دہریہ چلا اُٹھا یہ خلافِ فطرت ہے۔ ایسا کیونکر ہوسکتا ہے کہ درخت خود بخود گرے، اس کے تختے بنیں اور کوئی بنانے والا نہ ہو۔ وہ تختے خود بخود کشتی کی صورت اختیار کریں اور بغیر ملاح کے آپ کو دریا عبور کرا دیں یہ ناممکن ہے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: جب ایک معمولی سی کشتی خود بخود نہیں بن سکتی بلکہ اپنی تشکیل میں کاریگر کی محتاج ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اتنی بڑی کائنات کا صانع کوئی نہ ہو۔ پورا نظامِ عالم ایک ضابطہ اور قانون کے تحت چل رہا ہے، کہیں بھی رخنہ نہیں۔ آج سورج اگر لندن کے علاقے میں سات بجے طلوع ہوا ہے تو دس سال بعد بھی اس تاریخ کو اسی وقت طلوع ہوگا۔ کائنات کا یہ نظم اور اس کی ترتیب خود اس امر کی شاہد ہے کہ اس کے پیچھے ایک مدبّر ہستی ہے جو اس کائنات کو ایک ضابطہ کے ساتھ چلا رہی ہے۔ وہی ہستی کارسازِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔

[۱۳۷] گزشتہ آیت سے معلوم ہوا کہ عقل مند لوگ وہ ہیں جو کائنات میں غور کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں۔ اس

Marfat.com

آیت میں ان ذی فہم حضرات کی مزید دو صفات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ یعنی وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی پیدائش میں تفکر کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں ایک طرف اللہ تعالیٰ پر ان کا ایمان اور پختہ ہو جاتا ہے اور دوسری طرف کائنات میں تفکر سے جب بعض حکمتوں پر آگاہی ہوتی ہے تو وہ بے ساختہ پکار اُٹھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بے مقصد پیدا نہیں فرمائی بلکہ ہر چیز کا ایک مقصد اور عمل ہے، نیز اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے کہ وہ کوئی چیز پیدا کرے جو بے سود ہو۔ علامہ بیضاوی لکھتے ہیں: کائنات میں غور و فکر کرنا سب سے افضل عبادت ہے کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ ''تفکر کے ہم پایہ کوئی عبادت نہیں۔'' (تفسیر بیضاوی)

اس افضل عبادت کے سلسلے میں آج ہماری غفلت کا عالم یہ ہے کہ غیر مسلم چاند پر اُترنے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور ہمارے لئے عید کا چاند تلاش کرنا بھی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ غیر قومیں کائنات میں غور و فکر کر کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے آسمان پر پہنچ چکی ہیں اور ہم ابھی زمین پر ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچ رہے ہیں۔

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا   وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

جب تک مسلمان کائنات میں غور و فکر کرتے رہے وہ دنیا کو نئی نئی ایجادات سے بہرہ ور کرتے رہے اور دنیا ان کی عظمت کے گیت گاتی رہی لیکن جب مسلمانوں نے تفکر اور تدبر سے پہلوتہی کی تو ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔

عزیز نوجوانو! تاریخ کے حوالے سے ماضی کی ایک جھلک آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں میری بات!

برطانیہ کا ولی عہد شہزادہ چارلس لکھتا ہے: ''اسلام نے علم کی حفاظت اور ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ دسویں صدی میں جب کہ انگلستان میں قتل و غارت کا بازار گرم تھا اس وقت مسلمان سپین میں علم کے دریا بہا رہے تھے۔ اس وقت قرطبہ یورپ کا مہذب ترین شہر تھا اور صرف بادشاہ کی لائبریری میں چار لاکھ کتابوں کا ذخیرہ تھا حالانکہ اس وقت پورے یورپ کی لائبریریوں کی کتابیں جمع کی جاتیں تو وہ چار لاکھ نہیں تھیں۔ جدید یورپ کی تخلیق میں اسلام کا نمایاں کردار ہے کیونکہ اہل یورپ نے سیاست، حکمتِ عملی، آزاد تجارت، کھلی سرحدیں، آداب، ہسپتال، دوائیاں اور علمی تحقیق کے طریقے مسلمانوں سے سیکھے ہیں۔ اسلام آج بھی ہمیں دنیا میں رہنے اور دنیا کو سمجھنے کا طریقہ سکھا سکتا ہے جبکہ عیسائیت اپنی اس صلاحیت کو ضائع کر چکی ہے۔'' (اسلام اور مغرب: ص ۱۸، ۱۹)

میرے خیال میں آج مسلمانوں کو غلبۂ اسلام کے لئے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کا علم حاصل کرنا صرف ضروری ہی نہیں بلکہ سب سے مقدم فرض ہے، کیونکہ انسانی ضروریات پوری کرنے کے لئے کائنات میں غور کرنا، مہلک امراض کے علاج کے لئے تحقیق کرنا، ملک و قوم کے دفاع کے لئے ہتھیار بنانا، زراعت اور معدنیات سے زیادہ فوائد حاصل کرنے میں غور و فکر کرنا واقعی بہت بڑی عبادت ہے۔ اسی لئے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝۱۹۲

۱۹۲۔ اے ہمارے رب! تو نے جسے دوزخ میں داخل کر دیا یقیناً تو نے اسے رسوا کر دیا، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ [۱۳۸]

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝۱۹۳

۱۹۳۔ اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک منادی کرنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا (اور کہتا تھا) کہ اپنے رب پر ایمان لے آو، پس ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے گناہ بخش دے، ہم سے ہماری برائیوں کو مٹا دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۱۹۴

۱۹۴۔ اے ہمارے رب! ہمیں عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہمارے ساتھ وعدہ فرمایا اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کر، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ

۱۹۵۔ ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی (اور فرمایا) کہ میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کرتا خواہ وہ

۱۔ مخلوق میں غور و فکر کرو اور خالق میں تفکر نہ کرو کیونکہ تم خالق کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ (قرطبی)

۲۔ ایک ساعت غور و فکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (قرطبی)

۳۔ اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جس نے ان آیات (سورہ آل عمران کی آیات نمبرز ۱۹۰/۱۹۱) کو پڑھا اور ان میں غور نہیں کیا۔ (تفسیر روح المعانی)

[۱۳۸] قیامت کے دن ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا کے طور پر جب دوزخ میں ڈالا جائے گا تو ان کی بڑی رسوائی ہوگی اور کوئی ان کی مدد نہ کر سکے گا لیکن جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں چاہے وہ مرد ہوں یا عورت ان کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔ ان کی دعائیں قبول کی جائیں گی اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا اور اگر بہ تقاضائے بشریت ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو ان کی نیکیوں کے باعث معاف کر دی جائے گی۔

Marfat.com

مِّنۢ بَعۡضٍ ۚ فَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا وَاُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَاُوۡذُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ وَقٰتَلُوۡا وَقُتِلُوۡا لَاُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗ حُسۡنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

مرد ہو یا عورت، [۱۳۹] تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو، لہٰذا جن لوگوں نے ہجرت کی اور انہیں اپنے گھروں سے نکالا گیا اور وہ میری راہ میں ستائے گئے اور جنہوں نے جہاد کیا اور شہید کر دیئے گئے تو میں ضرور ان (کے نامۂ اعمال) سے ان کے گناہ مٹادوں گا اور ان کو ضرور ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِى الۡبِلَادِ ؕ ﴿۱۹۶﴾

۱۹۶۔ (اے سننے والے) کافروں کا شہروں میں (خوشحالی سے) چلنا پھرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔[۱۴۰]

[۱۳۹] اسلام نے بعض معاملات میں مختلف فطری اوصاف کی وجہ سے مرد اور عورت میں فرق کیا ہے جیسے وراثت میں نصف حصہ وغیرہ لیکن نیک اعمال کی جزا میں کوئی فرق نہیں ہے، ہر نیکی کا جو اجر ایک مرد کو ملے گا وہ نیکی اگر ایک عورت کرے گی تو اس کو بھی وہی اجر ملے گا کیونکہ مرد اور عورت دونوں ایک آدم کی اولاد اور ایک نوع انسانی کے افراد ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ اُمّ المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے سلسلہ میں عورتوں کا ذکر نہیں کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر) یعنی ثواب میں عورت اور مرد کا کوئی امتیاز نہیں۔

[۱۴۰] کفار کی ظاہری شان وشوکت سے کسی مسلمان کو دھوکہ کھانے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ محض چند روز کی بہار ہے اس کے بعد ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اگر کسی کو چند روز بہترین خوراک، لباس اور رہائش دینے کے بعد ہمیشہ کے لئے قید بامشقت میں ڈال دیا جائے تو اس وقتی خوشحالی کا کیا فائدہ۔ اصل خوشحالی تو اس شخص کی ہے جو چند روز مشقت اور تکلیف برداشت کر کے ہمیشہ کے لئے امن وسکون حاصل کر لے۔ عقل مند لوگ وقتی آرام یا تکلیف کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اس کے انجام کو ترجیح دیتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کے اور چٹائی کے درمیان اور کوئی چیز نہیں تھی (یعنی کوئی گدا یا چادر وغیرہ نہیں تھی)۔ آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور آپ کے پیروں کے پاس ایک درخت کے پتوں کا ڈھیر تھا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کے پہلو پر چٹائی کے نشانات دیکھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عمر کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! قیصر وکسریٰ (حالانکہ وہ کافر ہیں) کس قدر عیش وآرام میں ہیں اور

Marfat.com

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۣ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ
الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾

۱۹۷۔ یہ لطف اندوزی تھوڑی مدت کے لئے ہے، پھر ان کا
ٹھکانہ جہنم ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ
عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾

۱۹۸۔ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے
لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں
وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمانی
ہے [۱۴۱] اور نیک لوگوں کے لئے جو کچھ اللہ تعالیٰ
کے پاس ہے وہ بہت ہی بہتر ہے۔

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ
خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا
قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

۱۹۹۔ اور اہل کتاب میں بھی بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ
پر ایمان لاتے ہیں [۱۴۲] اور اس پر جو تمہاری طرف
نازل کیا گیا اور اس پر جو ان کی طرف نازل کیا گیا، اس
حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کرنے والے
ہیں، حقیر قیمت پر اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا سودا نہیں کرتے، ان
کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، بے شک اللہ تعالیٰ
جلد حساب لینے والا ہے۔

آپ ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں یہ پسند نہیں کہ ان کے حصہ میں دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ہو۔ (مسلم: ۱۴۷۹)

[۱۴۱] جو لوگ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہ جنت میں اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ مہمان کو کھانے پینے کی کچھ فکر نہیں ہوتی عزت و آرام سے بیٹھے بٹھائے ہر چیز تیار ملتی ہے۔ اب جس خوش نصیب انسان کا میزبان اللہ تعالیٰ ہو اور جنت جیسی جگہ ہو اس کی نعمتوں اور عظمتوں کا صحیح اندازہ اس دنیا میں مشکل ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔'' (مسلم: ۲۸۲۴)

[۱۴۲] چند آیات پہلے اہل کتاب اور ان کے علماء کے جھوٹے الزامات، دین فروشی اور اہل اسلام کے خلاف سازشوں کا ذکر کیا گیا لیکن سارے اہل کتاب ایک جیسے نہیں ہیں۔ ان میں کئی بڑے پرہیزگار، حقیقت پرست اور مخلص بھی تھے جو حضور اکرم ﷺ پر ایمان لائے۔ ان اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی عظیم الشان اجر ملے گا۔

Marfat.com

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۲۰۰ ع

۲۰۰۔ اے ایمان والو! صبر کرو، [۱۴۳] (دشمن کے مقابلے میں) ثابت قدم رہو اور (خدمت دین کے لئے) کمربستہ رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

---

[۱۴۳] اس سورت کے اختتام پر مسلمانوں کو چار باتوں کی نصیحت کی جا رہی ہے جس میں دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ یعنی نیکی کرنے اور برائی سے باز رہنے پر اپنے نفس کو پابند رکھنا، دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا، خدمت دین کے لئے ہروقت تیار رہنا اور ہروقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے سورہ آل عمران کی تفسیر بروز اتوار بعد از عصر ۱۴ اپریل ۲۰۰۲ء بمطابق ۳۰ محرم ۱۴۲۳ھ کو مکمل ہوئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ النساء (۴)

یہ سورت مدنی ہے کیونکہ یہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ اس میں عورتوں کے احکام بہ کثرت بیان کیے گئے ہیں، اس وجہ سے اس سورت کا نام سورہ "نساء" ہے۔

یہ سورت بڑی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس میں معاشرے کے مختلف افراد کے حقوق وفرائض کا تعین کیا گیا ہے۔ آپس میں حسن سلوک اور رواداری کا حکم دیا گیا ہے تاکہ معاشرے کا ہر فرد امن وسلامتی اور خوشی ومسرت کے ساتھ اپنی بھرپور زندگی گزار سکے اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

- یتیم کا ناحق مال کھانے والے کو وارننگ دی گئی کہ وہ آتش جہنم سے اپنے پیٹ کو بھر رہا ہے۔
- کن لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے اور توبہ کے لیے بہترین وقت کون سا ہے؟
- مرد کو ایک سے زائد شادیاں کرنے اور لونڈیاں رکھنے کی اجازت دی گئی۔
- والدین، رشتہ داروں اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔

اسلام سے پہلے عورت کے سر پر فرائض کا بوجھ تو تھا لیکن اس کا دامن حقوق کی سہولت سے خالی تھا۔ وہ نوع انسانی کا ایک اہم فرد تھی مگر اس کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا اور جائیداد کے طور پر استعمال کیا جاتا۔ اسلام نے عورت کی رائے اور اس کے حق ملکیت کو اُجاگر کیا اور واضح اعلان کر دیا: جس طرح مرد کے حقوق عورت پر ہیں اسی طرح عورت کے حقوق بھی مرد پر ہیں۔

Marfat.com

اٰیاتها ۱۷۶ ۴ سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِیَّةٌ ۹۲ رکوعاتها ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا

۱۔ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا فرمایا [۱] اور اس جان سے اس کا جوڑا (حضرت حوا علیہا السلام کو) پیدا فرمایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے،

---

[۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا، پھر حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا، پھر ان دونوں سے تمام مردوں اور عورتوں کو پیدا فرمایا، تو حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک جان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا۔ اس آیت سے درج ذیل امور کی نشاندہی ہوتی ہے:

۱۔ سب انسانوں کو عدم سے وجود میں لانے والا اور ان کی تربیت کر کے مرتبۂ کمال تک پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا انصاف اور قدر شناسی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان اپنے رب اور خالق سے ڈرے اور اس کی فرماں برداری میں کوتاہی نہ کرے۔

۲۔ اگر کوئی نوجوان ایک سو سے زائد اپنے خویش و اقارب (بھائی، بہنیں، بھتیجے، نواسے، چچے اور چچازاد بھائی بہنیں وغیرہ) کو پچاس سال پیچھے یعنی ماضی کی طرف دیکھے تو اسے صرف ایک دادا جان نظر آئیں گے جس کی یہ ساری اولاد ہے۔ اسی طرح آج دنیا میں پھیلے ہوئے بے شمار سادات کی اصل ایک ذات ہے یعنی فاطمہ بنت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی اسرائیل کی انتہا بھی ایک ہستی یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام پر ہوتی ہے۔ اس تاریخی حقیقت کے پیش نظر غور کرتے کرتے بالآخر انسان اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ تمام انسانوں کی اصل ایک ہی جان یعنی حضرت آدم علیہ السلام ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا۔

۳۔ سب انسانوں کی اصل ایک ہے یعنی ایک ہی باپ کی اولاد ہیں اور سب ایک دوسرے کے خون اور گوشت کا حصہ ہیں، لہٰذا انہیں آپس میں پیار و محبت اور امن و سکون سے رہنا چاہیے۔

۴۔ دنیا کے سارے انسان ایک باپ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، لہٰذا انسان ہونے کے ناطے سے کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں ہے، سب انسان برابر ہیں، البتہ فضیلت کا مستحق وہ خوش نصیب ہے جو دوسروں سے زیادہ پرہیزگار اور خوش اخلاق ہو۔ اس حقیقت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے لوگو! کان کھول کر سن لو، تمہارا پروردگار ایک ہے، تمہارا باپ (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت ہے۔ نہ کالے رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر اور نہ کسی سرخ کو کسی کالے پر سوائے تقویٰ کے۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں تم میں سے وہی زیادہ عزت والا ہے جو تم میں سب سے

Marfat.com

اللّٰهَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا ①

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے واسطہ سے تم ایک دوسرے سے (اپنے حقوق) مانگتے ہو [۲] اور رحموں (کے قطع کرنے) سے بھی ڈرو، [۳] بے شک اللہ تعالیٰ تم پر ہر وقت نگران ہے۔

وَ اٰتُوا الۡیَتٰمٰۤی اَمۡوَالَہُمۡ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الۡخَبِیۡثَ بِالطَّیِّبِ ۪ وَ لَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَہُمۡ اِلٰۤی اَمۡوَالِکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حُوۡبًا کَبِیۡرًا ②

۲۔ اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور (اپنی) گھٹیا چیز کو (ان کی) عمدہ چیز کے ساتھ تبدیل نہ کرو [۴] اور ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ، بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

زیادہ پرہیزگار ہے۔" (مسند احمد: جلد ۵: ص ۴۱۱)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تسکین کے لئے ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت حوا علیہا السلام سے محبت ہوئی اور حضرت حوا علیہا السلام کی طرف مائل ہونے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں نے کہا: حضرت حوا علیہا السلام کو ہاتھ لگانے سے پہلے مہر ادا کرو۔ پوچھا: حضرت حوا علیہا السلام کا کیا مہر ہے؟ فرشتوں نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تین مرتبہ درود شریف پڑھ لو۔ (تفسیر خازن اور صاوی)

[۲] اس آیت کی ابتدا میں تقویٰ کا حکم دیا گیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارا خالق ہے۔ اب دوبارہ تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ تم اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو یعنی خدا کے واسطے مجھے یہ چیز دے دو یا خدا سے ڈر کر میرا حق مجھے دے دو اور اسی کے نام کی قسمیں اُٹھا کر اپنے عہد و پیمان کو قابل اعتماد بناتے ہو۔ جب روز مرہ کے لین دین اور باہمی معاملات میں تم اسی کے نام کا وسیلہ پکڑتے ہو تو پھر کیا تمہیں یہ زیب دیتا ہے کہ اس کی نافرمانی کرو۔

[۳] یعنی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو اور قطع رحمی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے تمام احوال اور اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ صلہ رحمی کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ رحم (خونی رشتہ) عرش الٰہی کے ساتھ معلق ہے اور کہہ رہا ہے: غور سے سن لو! جس نے مجھے جوڑا، اللہ تعالیٰ اسے جوڑے رکھے اور جس نے مجھے قطع کیا اسے اللہ تعالیٰ ٹکڑے ٹکڑے کرے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۵۵۵: کتاب البر)

۲۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا موجود ہو۔ (مشکوٰۃ: حدیث نمبر ۴۹۲۰: باب البر)

۳۔ جو آدمی حقوق قرابت کی رعایت نہیں کرتا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۵۵۶: کتاب البر)

نوٹ: سورہ نساء کی آیت نمبر ۳۶ حاشیہ نمبر ۵۲ بھی ملاحظہ کریں۔

[۴] یتیم اس بچے یا بچی کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے اور وہ ابھی نابالغ ہو۔ اس آیت میں یتیم کے سرپرست کو حکم دیا جارہا

Marfat.com

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ

۳۔ اور اگر تمہیں یہ ڈر ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے [۵] تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان میں سے

ہے کہ یتیم کو جو مال اپنے فوت ہونے والے باپ سے ورثہ میں ملا ہے وہ تمہارے پاس امانت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یتیم کی عمدہ چیزیں تم خود رکھ لو اور اپنی گھٹیا چیزیں اس کے مال میں شامل کر دو یا یتیم کا مال اپنے مال میں خلط ملط کر کے کھا جاؤ۔ ایسی خیانت کرنا سخت گناہ ہے۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو لوگ یتیم کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں وہ درحقیقت آگ کھاتے ہیں اور عنقریب انہیں بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینکا جائے گا۔'' لہٰذا سرپرست کا فرض ہے کہ جب یتیم بالغ ہو جائے تو اس کا مال پوری دیانتداری کے ساتھ اس کے سپرد کر دے کیونکہ یتیم اپنی بے کسی اور بے بسی کے باعث زیادہ شفقت کا مستحق ہے۔

یتیموں کی سرپرستی

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (ابن ماجہ: ۳۶۷۹: ابواب الادب: باب ۶)

۲۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی یتیم کے سر پر محبت بھرا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرے گا ہر بال کے بدلے اسے نیکیاں ملیں گی اور جس نے کسی یتیم بچے یا بچی کے ساتھ حسن سلوک کیا، میں اور وہ جنت میں ان (دو انگلیوں) کی طرح ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں یعنی درمیانی اور شہادت کی انگلی کے درمیان فاصلہ کیا۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۵۰)

۳۔ امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے سری سے روایت کیا ہے: جو شخص یتیم کا مال ناجائز طریقہ سے کھاتا ہے جب وہ قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا تو اس کے منہ، اس کے کانوں، اس کی ناک اور اس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے اور اسے دیکھ کر ہر شخص پہچان لے گا کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔ (تفسیر در منثور: سورۃ نساء: زیر آیت نمبر ۱۰)

[۵] یتیم بچیوں کے سرپرست اکثر ان سے شادی کر لیتے تاکہ یتیم بچیوں کا مال ان کے پاس ہی رہے، نیز ان کی حیثیت کے مطابق نہ تو انہیں مہر دیتے اور نہ ہی حقوقِ زوجیت میں انصاف کرتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم ان بے سہارا بچیوں کے حقوق ادا نہیں کر سکو گے تو پھر ان سے نکاح نہ کرو بلکہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں چار تک ان سے نکاح کر سکتے ہو۔ ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار عورتیں نکاح میں رکھنے کی اجازت ہے چاہے وہ یتیم بچیاں ہوں یا آزاد عورتیں مگر سب بیویوں کے درمیان انصاف شرط ہے، تاہم لونڈیوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں۔

Marfat.com

ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا — دو دو، تین تین اور چار چار سے نکاح کر لو [۶] اور

ایک سے زائد بیویاں

[۶] اسلام نے مرد کو اجازت دی ہے کہ وہ ایک وقت میں ایک سے زائد بیویاں رکھ سکتا ہے، کیونکہ یہ طریق کار کئی مشکل مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ اس کی حکمتیں، وجوہات اور شرائط ملاحظہ ہوں:

۱۔ کسی آسمانی کتاب نے بیویوں کی تعداد پر پابندی نہیں لگائی، لہٰذا ہر مرد آزاد تھا، جتنی چاہتا بیویاں کر لیتا۔ قرآن مجید سب سے پہلی کتاب ہے جس نے ایک بیوی پر اکتفا کرنے کا حکم دیا اور ضرورت کے وقت چار تک کی رخصت دی اور چار سے زیادہ بیویوں والے جتنے لوگ مسلمان ہوئے حضور اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اپنی پسند کی چار بیویاں رکھ لو اور باقی چھوڑ دو۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۱۱۳۱)

۲۔ اسلام کسی عورت کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ ضرور ہی شادی شدہ مرد سے نکاح کرے بلکہ یہ اس کی اپنی پسند پر منحصر ہے حتیٰ کہ شادی کر لینے کے بعد بھی اگر عورت یہ محسوس کرے کہ اس کا خاوند اس کے ازدواجی تقاضے پورے نہیں کرتا تو وہ عدالت کے ذریعے اس خاوند سے علیحدگی حاصل کر سکتی ہے اور عدت گزارنے کے بعد اپنی مرضی کے کسی دوسرے مرد سے شادی کر سکتی ہے۔

۳۔ اسلام نے ایک سے زائد شادیاں کرنے کا حکم نہیں دیا کہ ہر مسلمان ضرور چار شادیاں کرے اور نہ ہی یہ ترغیب دی ہے کہ جو ایک سے زیادہ بیویاں رکھے گا وہ ایک بیوی والے سے بہتر مسلمان ہوگا بلکہ ضرورت کے وقت یہ ایک رخصت ہے اور اس رخصت کے ساتھ بھی یہ سخت شرط عائد ہے کہ صرف وہی مسلمان ایک سے زائد شادیاں کر سکتا ہے جو اپنی بیویوں میں مساوات اور انصاف قائم رکھ سکے اور جس انسان کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ انصاف نہیں کر سکے گا تو اس پر لازم ہے کہ وہ صرف ایک بیوی پر اکتفا کرے، اور مسلمانوں کا عمومی مزاج بھی یہی ہے کہ وہ اکثر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرتے ہیں، زیادہ سے زیادہ دو تین فیصد ایسے حضرات ہوں گے جو کسی ضرورت کے پیش نظر ایک سے زائد شادیاں کرتے ہیں۔

نوٹ: ایک سے زائد بیویوں کے درمیان انصاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ خاوند ہر بیوی کے ساتھ اخراجات، معاملات، حسن سلوک اور مباشرت میں برابری کا رویہ اختیار کرے، ہاں اگر کسی ایک بیوی سے محبت زیادہ ہو جائے تو یہ انصاف کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ قدرتی چیز ہے جو انسان کے بس سے باہر ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر ۱۲۹ میں اسی قلبی لگاؤ کا ذکر ہے۔

۴۔ اکثر ممالک میں عورت کی شرح پیدائش مردوں سے زیادہ ہے۔ علاوہ ازیں جنگوں میں اکثر مرد ہی ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ہلاک ہوتے ہیں، اس طرح عورتوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر مرد ایک سے زائد شادیاں نہ کریں تو پھر یہ زائد عورتیں کہاں جائیں گی؟ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ ساری عمر بغیر شادی کے گزار دیں جو کہ خلاف فطرت اور ظلم ہے، اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ناجائز طریقہ سے اپنی خواہش پوری کریں، اس کی اسلام

Marfat.com

اجازت نہیں دیتا کیونکہ یہ زائد عورتیں جب کسی کے خاوند کے ساتھ ناجائز تعلقات استوار کریں گی تو اس خاوند کی بیوی اور اولاد کا حشر کیا ہوگا۔

۵۔ جو ملک ایک سے زائد شادیوں کی اجازت نہیں دیتا ان میں بدکاری عام ہو جاتی ہے۔غالباً اسی لئے یورپ اور امریکہ میں غیر قانونی بچوں اور کنواری ماؤں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ایسی مائیں اور ایسے بچے محبت وشفقت، تعلیم وتربیت اور دیکھ بھال سے محروم رہتے ہیں، اور بالآخر یہ بے راہ روی کا شکار ہو کر معاشرہ اور حکومت کے لئے وبال بن جاتے ہیں۔

۶۔ ایک سروے کے مطابق صرف برطانیہ میں چار ملین عورتیں مردوں سے زیادہ ہیں۔اگر ایک مرد ایک عورت سے شادی کرلے تو ان چار ملین زائد عورتوں کا مستقبل کیا ہوگا جن کے لئے کوئی مرد موجود نہیں ہے ۔۔۔ ؟

کیا ان کی فطرت ان چیزوں کا تقاضا نہیں کرتی جن کا تقاضا دوسری عورتوں کی فطرت کرتی ہے ۔۔۔ ؟

کیا ان کے دل میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوتی کہ ان کے بھی خاوند ہوں جوان کے ساتھ رہیں اور ان سے محبت کریں ۔۔۔ ؟

کیا ان کا جی نہیں چاہتا کہ ان کی بھی اولاد ہو اور کوئی ان کی اولاد کی ذمہ داری قبول کرے ۔۔۔ ؟

کیا معاشرے کا یہ فرض نہیں کہ وہ ان خاوندوں سے محروم عورتوں کے متعلق بھی غور کرے ۔۔۔ ؟

۷۔ تعدد زوجات کا قانون انسانی معاشرہ کی ایسی ضرورت ہے جس پر آج پوری دنیا عمل پیرا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ مسلمان جائز سمجھ کر اعلانیہ اس پر عمل کرتے ہیں اور غیر مسلم اپنی بیوی کو دھوکہ دے کر چوری چھپے اس پر عمل کرتے ہیں۔اس خیانت کے باعث دنیا کے اہم ترین خاندان اور حکمران متاثر ہوئے ہیں اور پوری دنیا کی آنکھیں اس وقت کھلیں جب ٹی وی پر ان سربراہوں نے اپنی زبانی خود اپنی خیانت کا اعتراف کیا۔

۸۔ ماہانہ ایام، حمل، بچے کی پیدائش، نفاس کے ایام اور اولاد کی پرورش ایسے نازک مرحلے ہیں جن سے عورت کی جنسی رغبت محدود ہو جاتی ہے جبکہ مرد ان تمام ذمہ داریوں اور عوارض سے آزاد ہوتا ہے، اس لئے اسے جنسی تسکین کے لئے کسی متبادل ذریعہ کی ضرورت ہے جس کے لئے جائز اور موزوں طریقہ دوسری شادی ہے کیونکہ اگر وہ ناجائز طریقہ سے اپنی خواہش پوری کرے گا تو جب راز فاش ہوگا تو اس کی پہلی شادی برباد ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔

۹۔ مرد میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت تقریباً ستر (۷۰) سال کی عمر تک رہتی ہے جبکہ عورت میں یہ صلاحیت پچاس (۵۰) سال کی عمر کے لگ بھگ ختم ہو جاتی ہے۔اب ان بیس سالوں میں اگر مرد کو اولاد کی خواہش پیدا ہو تو دوسری شادی کے بغیر یہ خواہش کیسے پوری ہو سکتی ہے ۔۔۔ ؟

۱۰۔ اگر کسی کی بیوی بانجھ ہو جس سے اولاد نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں اگر اس کا شوہر اس کو طلاق دیدے تو اس بانجھ عورت سے کون شادی کرے گا ؟ لیکن اگر اس کے شوہر کو دوسری شادی کی اجازت دے دی جائے تو اس طرح پہلی (بانجھ) بیوی کی نگہبانی کا سلسلہ بھی جاری رہے گا اور مرد کی اولاد کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔

۱۱۔ اگر کسی کی بیوی اچانک کسی حادثہ میں جسمانی یا ذہنی طور پر اپاہج ہو جائے تو خاوند کے لئے یہ بہت مشکل ہے کہ وہ بیوی

Marfat.com

بچوں کو بھی سنبھالے، مزدوری بھی کرے اور بقایا عمر اپنی جنسی رغبت کو بھی قابو میں رکھے، لہٰذا ایسی صورت میں دوسری شادی اس کے بچوں اور بیوی کی مدد کرسکتی ہے اور خاوند کی جنسی تسکین کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اولاد سے محروم میاں بیوی کسی دوسرے کی اولاد کو گود میں لے کر تسکین کا سامان مہیا کرتے ہیں۔کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ عورت اپنے خاوند کی دوسری بیوی کو برداشت کرے اور کسی اجنبی کو گود لینے کی بجائے اپنے خاوند کی اولاد کو گود میں لے، اسے حقیقی ماں کا پیار دے اور اس طرح اپنی سوکن، اپنے خاوند اور ان کی اولاد کی محبت کا مرکز بن جائے۔

۱۳۔ بیوہ یا طلاق یافتہ عورت کے دوبارہ شادی کے مواقع بہت محدود ہوتے ہیں، ایسی عورت کو اکثر بقایا زندگی تنہا رہنا پڑتا ہے لیکن اگر دوسری شادی کی اجازت ہو تو یہ عورت کسی خاوند کی دوسری بیوی بننا خوشی سے پسند کرے گی تاکہ اس کی تنہائی کا مداوا ہو سکے۔

۱۴۔ عورت کی بہ نسبت مرد میں جنسی رغبت زیادہ ہوتی ہے جس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ اس خواہش کی تسکین کے لئے مرد ہی ہمیشہ اخراجات کی قربانی دیتا ہے۔مرد نیک ہو یا غلط کار دونوں اس فطری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے گھر سے نکلتے ہیں۔ نیک مرد کسی نیک گھرانے کو تلاش کرتا ہے، ان سے رشتے کا سوال کرتا ہے، اگر بات بن جائے تو مہر بھی ادا کرتا ہے جبکہ غلط کار آدمی بھی اس فطری خواہش کو پورا کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے۔ کسی بدکاری کے اڈہ کو تلاش کرتا ہے اور اگر کسی بدکار عورت سے رابطہ ہو جائے تو مرد ہی کو قیمت ادا کر کے اپنی ضرورت پوری کرنا ہوتی ہے۔دونوں صورتوں میں مرد ہی تلاش میں نکلتا ہے اور مالی قربانی بھی دیتا ہے جبکہ عورت اس مقصد کے لئے نہ تلاش میں نکلتی ہے اور نہ ہی مالی قربانی دیتی ہے اور اگر کبھی عورت بدکاری کے لئے گھر سے نکلتی ہے تو اکثر اس کا مقصد مالی منفعت ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر اسلام نے ضرورت کے وقت ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی ہے جو فطرت اور حکمت کے عین مطابق ہے اور معاشرے کی صلاح وفلاح کی ضامن ہے۔منٹگمری واٹ جیسا مصنف جو اسلام کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا وہ بھی تعدد زوجات کی افادیت کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکا۔

''تعدد زوجات کے قانون نے بعض ان زیادتیوں کا مداوا کر دیا جو انفرادیت پسندی بڑھ جانے کے باعث پیدا ہو گئی تھیں۔اس قانون نے زائد عورتوں کو باعزت شادی کے مواقع فراہم کئے اور ان کو سرپرستوں کے مظالم سے بچایا۔اس قانون نے نکاح کے بغیر جنسی تعلقات قائم کرنے کی ترغیبات کو کم کیا جس کی عرب معاشرہ میں اجازت تھی۔اس زمانہ میں جو رسوم موجود تھیں ان کے پیش نظر معاشرے کی تنظیم کے سلسلہ میں یہ بڑا اہم اصلاحی قدم تھا۔'' (محمد ایٹ مدینہ: ص ۲۷۷)

ایک سے زائد خاوند

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر مرد ایک سے زائد بیویاں رکھ سکتا ہے تو عورت کو بھی ایک سے زیادہ خاوند رکھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔اسلام سے پہلے بعض معاشروں میں ایک عورت کے کئی خاوند ہوتے تھے لیکن اسلام نے اس کو ممنوع قرار دیا یعنی عورت ایک وقت میں ایک سے زائد خاوند نہیں رکھ سکتی کیونکہ اس سے ایسے مسائل جنم لیتے ہیں جو معاشرے کا امن و

Marfat.com

سکون برباد کردیتے ہیں مثلاً:

ا۔ اس طرح اولاد کا نسب مشکوک ہو جاتا ہے اور کسی خاوند کو یقین نہیں ہوتا کہ یہ کس کی اولاد ہے اور اگر ڈی این اے (D.N.A) کے ذریعہ اس کا تعین ہو جائے تو دوسرے خاوند اس اولاد سے حسد کریں گے جس سے بیوی پریشان ہو جائے گی اور کہے گی کہ یہ کیسے خاوند ہیں جو اپنی جنسی تسکین کے لئے تو مجھے استعمال کرتے ہیں لیکن میرے دل کے ٹکڑے (یعنی میرے بیٹے) سے حسد کرتے ہیں، اس کے نتیجہ میں بغض وعناد کا ایسا بازار گرم ہو جائے گا جس سے سب کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

۲۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ زوجین میں سے کوئی بھی اپنے ساتھی کے ساتھ کسی اور کے جنسی تعلقات برداشت نہیں کرسکتا لیکن دائمی مریض اور بانجھ عورت اپنی مجبوریوں کے باعث اپنی سوکن کو برداشت کر لیتی ہے۔

۳۔ جو خاوند جسمانی اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوگا وہ جب چاہے گا بیوی کو زبردستی لے جائے گا اور دوسرے مایوسی کے ساتھ دیکھتے رہ جائیں گے، اس طرح اس گھر میں جنگل کا قانون نافذ ہو جائے گا۔

۴۔ اگر ایک خاوند کسی حادثہ کی وجہ سے چند ماہ کے لئے صاحب فراش ہو جائے اور اسے دوائی اور رفع حاجت کے لئے دن رات اپنی بیوی کی مدد کی ضرورت ہو۔ اس دوران دوسرے خاوندوں کا جنسی رغبت کا ایثار مشکل ہوگا۔ اس کے برعکس اگر کسی بیوی کے ساتھ ایسا حادثہ پیش آجائے تو خاوند کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کی دوسری بیویاں اپنی سوکن کی خدمت کر کے خاوند کا بوجھ ہلکا کر دیں گی۔

۵۔ جب بیوی کسی ایک خاوند کے حمل، بچے کی پیدائش اور پرورش میں مصروف ہوگی تو اصل باپ تو بچے کی وجہ سے ایک قسم کا سکون محسوس کرے گا لیکن دوسرے خاوند اتنا طویل عرصہ کیسے صبر کریں گے؟

۶۔ حیض کی صورت میں کئی دن، نفاس کی صورت میں کئی ہفتے اور حمل کی صورت میں کئی مہینے عورت عمل زوجیت کے قابل نہیں رہتی۔ ان حالات میں عورت ایک ہی خاوند کے حقوق پورے نہیں کرسکتی تو اگر اس کے ایک سے زائد خاوند ہوں تو ان کے حقوق کیسے پورے کرے گی؟

۷۔ شادی کا ایک بنیادی مقصد اولاد ہے جس کی وجہ سے نسل انسانی کا سلسلہ رواں دواں ہے۔ اس اعتبار سے متعدد عورتیں تو ایک مرد سے ایک ہی دن میں حاملہ ہوسکتی ہیں لیکن ایک عورت متعدد مردوں سے حاملہ نہیں ہوسکتی، وہ ایک ہی مرد سے حاملہ ہوگی۔ مرد اور عورت کا یہ فطری فرق اس بات کا ثبوت ہے کہ مرد زیادہ بیویاں رکھ سکتا ہے مگر عورت کے پاس ایک دن میں چاہے دس خاوند جائیں ایک بچے کی صورت میں حمل ایک ہی مرد سے قرار پائے گا، لہٰذا فطری طور پر عورت کو ایک ہی خاوند کی ضرورت ہے۔

نوٹ: موجودہ میڈیکل تحقیق کے مطابق عام طور پر عورت کے ہاں ایک ہی انڈا پیدا ہوتا ہے جبکہ مرد سے ہر بار تقریباً پانچ سوملین تخم کا اخراج ہوتا ہے اور جونہی مرد کا تخم عورت کے انڈے سے ملتا ہے تو اس کے فوراً بعد انڈے کے گرد ایک جھلی وجود میں آجاتی ہے جس کی وجہ سے کوئی اور تخم وہاں داخل نہیں ہوسکتا اور اس ایک انڈے سے عام طور پر ایک بچہ

Marfat.com

پیدا ہوتا ہے لیکن بعض دفعہ ایک سے زائد بچے بھی پیدا ہو سکتے ہیں مگر ان کا باپ ایک ہی ہوگا کیونکہ وہ ایک ہی تخم سے پیدا ہوئے ہیں۔

بعض دفعہ عورت کے ہاں ایک سے زائد انڈے بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اگر ان سب کے ساتھ مرد کے تخم کا ملاپ ہو جائے اور ہر انڈے میں ایک ایک بچہ پروان چڑھے تو ان مختلف انڈوں میں پیدا ہونے والے بچوں کا باپ ایک بھی ہو سکتا ہے اور مختلف بھی کیونکہ ان کے تخم مختلف ہیں مگر زیادہ امکان یہی ہے کہ ان سب بچوں کا باپ ایک ہی ہو کیونکہ عورت کے ہاں سب انڈے ایک ہی وقت میں پیدا ہوتے ہیں اور چوبیس گھنٹوں کے بعد ختم ہو جاتے ہیں اور اس حمل کے دوران دوبارہ پیدا نہیں ہوتے۔

نبی کریم ﷺ کی زیادہ شادیوں پر مستشرقین کا اعتراض

نبی کریم ﷺ نے گیارہ خواتین کو اپنی بیوی ہونے کا شرف عطا فرمایا جبکہ بائبل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویوں اور تین سو لونڈیوں کا ذکر ملتا ہے۔

"He had seven hundred wives and three hundred concubines."

(The Living Bible:1 Kings:11:3)

اس پس منظر میں دیکھا جائے تو حضور اکرم ﷺ کی گیارہ شادیاں کوئی عیب یا انوکھی چیز نہیں بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے لیکن مستشرقین اعتراض یہ کرتے ہیں کہ جب امت کے لئے ایک وقت میں چار تک کی حد بندی ہے تو خود چار سے زیادہ بیویاں کیوں کیں؟ دراصل انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگیوں میں متعدد چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو ان کے خواص شمار ہوتے ہیں اور امت کو ان کی پیروی کا حکم نہیں دیا جاتا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی، اس میں کچھ حکمت ضرور ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، اب اس عمل کو ان کا خاصہ تو قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اس کو ان کی ایسی سنت قرار نہیں دیا جا سکتا جس پر عمل کرنا ان کے سارے پیروکاروں کے لئے ضروری ہو کیونکہ اگر ان کے سارے امتی اس پر عمل کرتے تو ان کی نسل کا سلسلہ ختم ہو جاتا اور آج دنیا میں کوئی بھی عیسائی موجود نہ ہوتا۔ حضور اکرم ﷺ کے بعض خواص ایسے ہیں جن میں انبیائے کرام علیہم السلام بھی شریک نہیں ہیں جیسے سارے انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے نبوت کا زمانہ محدود اور قوم و علاقہ مخصوص تھا لیکن حضور اکرم ﷺ ساری مخلوق کے لئے قیامت تک نبی ہیں اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے متعدد خصائص ایسے بھی ہیں جن میں امت شامل نہیں ہے جیسے آپ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے، آپ کی بیویاں اہل ایمان کی مائیں ہیں۔ (قرآن: ۳۳:۶) یعنی ہر مومن کو ان کا احترام اپنی ماں کی طرح کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہے یا صوم وصال بھی آپ کا ہی خاصہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صوم وصال (لگاتار روزے

Marfat.com

رکھنے) سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کی: آپ صوم وصال رکھتے ہیں (اس لئے ہم آپ کی سنت ادا کرتے ہیں)۔ آپ نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں کیونکہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ (بخاری: کتاب الصوم: باب ۴۸) انہی خواص میں سے ایک خاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سوا کوئی مسلمان ایک وقت میں چار سے زیادہ شادیاں نہیں کرسکتا اور اس پر امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضور اکرم ﷺ کے اس خاصہ کو مستشرقین تسلیم نہیں کرتے، ان کا خیال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نفسانی خواہشات سے بے قابو ہوکر زیادہ شادیاں کی ہیں۔ معاذ اللہ۔

اس کے جواب کے لئے حضور اکرم ﷺ کی سیرت پاک پر اگر ایک سرسری نگاہ ڈالی جائے تو کوئی منصف مزاج آدمی آپ کی کثرتِ ازواج کو جنسی تسکین پر محمول نہیں کرسکتا کیونکہ نفسانی خواہش کا غلبہ عام طور پر پندرہ سے پچاس سال کی عمر تک ہوتا ہے۔ آپ نے ۱۵ تا ۲۵ سال کی عمر تک اپنی خواہشات پر بے مثل ضبط کا ایسا حسین نمونہ پیش کیا کہ دشمن بھی آپ کی پاکدامنی پر انگلی نہ اٹھاسکے، پھر آپ نے پچیس سال کی عمر میں ایک بیوہ (حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا) سے پہلی شادی کی جو عمر میں آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ آپ نے پچیس سال کا عرصہ اسی ایک بیوہ خاتون کے ساتھ گزارا۔ ذرہ اندازہ کریں جب آپ کی عمر پچاس سال تھی اس وقت آپ کی بیوی خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کی عمر ۶۵ سال تھی یعنی بیوی کی پیرانہ سالی کے باوجود آپ نے دوسری شادی کا خیال تک نہ کیا، اس کے باوجود بھی آپ پر جنسی رغبت سے بے قابو ہونے کا الزام لگایا جائے تو اس سے بڑا جھوٹ شاید دنیا نے کبھی نہ سنا ہو۔

یہ پچاس سالہ زندگی اور عنفوان شباب کا سارا زمانہ اہل مکہ کی نظروں کے سامنے تھا۔ کبھی کسی دشمن کو بھی آپ کی معصوم زندگی پر کوئی ایسا حرف کہنے کی جرأت نہیں ہوئی جس کا تعلق جنسی بے راہ روی سے ہو بلکہ آپ کو صادق وامین کے القاب سے یاد کیا جاتا۔ اگر تعدد زوجات کی وجہ نفسانی خواہش اور جنسی تسکین ہوتی تو اس کے لئے موزوں وقت جوانی تھی نہ کہ بڑھاپا۔

ایک دفعہ مکہ کے سردار اکٹھے ہوکر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہم آپ کو اتنا مال دینے کے لئے تیار ہیں کہ آپ مکہ کے سب سے بڑے مالدار بن جائیں گے، قریش کی جن عورتوں کو آپ پسند کریں ہم آپ کی پسند کی دس قریشی عورتیں آپ کے نکاح میں دینے کے لئے تیار ہیں اور ہم آپ کو مکہ کا سردار اور حکمران ماننے کے لئے بھی تیار ہیں مگر آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر آپ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں اور یہ توقع کریں کہ میں توحید کی دعوت کو چھوڑ دوں تو یہ ناممکن ہے۔ (سیرت ابن کثیر: جلد اول: ص ۴۷۴، سیرت حلبیہ: جلد اول: ص ۴۳۰) اس مادی دنیا میں اس سے بڑی خواہش اور کیا ہوسکتی ہے کہ انسان اپنے ملک کا حکمران اور سب سے بڑا مالدار بن جائے۔ اگر آپ کے ذہن کے کسی گوشہ میں زیادہ شادیاں اور دولت وحکومت کی

Marfat.com

خواہش ہوتی تو یہ بہترین پیشکش تھی لیکن آپ کا مشن صرف توحید کی تبلیغ تھی جس کے لئے آپ مصائب کے پہاڑوں سے ٹکرائے مگر توحید کے مشن سے دست بردار نہیں ہوئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد آپ نے دوسری شادی حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی اور ۵۴ سال کی عمر تک آپ کی ایک وقت میں ایک ہی بیوی رہی، دوسری شادیاں ۵۴ سے لے کر ۵۹ سال کی عمر کے درمیان ہوئیں۔ ۵۹ سال کی عمر کے بعد آپ نے کوئی شادی نہیں کی۔ کوئی بھی عقل مند انسان یہ تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ ایک انسان ۵۴ سال کی عمر تک ایک وقت میں صرف ایک بیوی پر اکتفا کرے اور یکا یک اس کے جنسی جذبات میں ایسا طوفان آجائے کہ وہ زیادہ بیویاں کرنے پر مجبور ہو جائے۔ جبکہ آپ کی ذاتِ گرامی ضبطِ نفس کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھی کہ صوم وصال کی صورت میں کئی کئی دن کھانے کی ضرورت نہ پڑی تو وہ ہستی پیرانہ سالی کے چند سال ایک بیوی پر اکتفا نہیں کر سکتی تھی؟

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد　　　جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آپ کی تمام بیویوں میں صرف ایک (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کنواری تھیں باقی سب عمر رسیدہ بیوہ یا مطلقہ تھیں اور ایک وقت میں زیادہ شادیوں کا سلسلہ بھی اس وقت شروع ہوا جب آپ اسلامی ریاست کے واحد فرمانروا تھے اور ہزاروں لوگ آپ کے اشارے پر جانیں قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ اگر آپ کی شادیوں میں جنسی رغبت کا دخل ہوتا تو کنواری عورتوں کا انتخاب کیا جاتا لیکن آپ نے عمر رسیدہ، جہاں دیدہ، ذہین اور دیانتدار عورتوں سے شادیاں کیں تاکہ خواتین کے وہ مسائل (حیض، نفاس اور امورِ زوجیت وغیرہ) جو شرم وحیا کے باعث براہِ راست سمجھانے مشکل تھے ان خواتین کے ذریعہ ان کی تبلیغ کی جائے۔

نبی کریم ﷺ کی زیادہ شادیوں کی وجوہات

عورت انسانی معاشرہ کی ایک اہم اکائی ہے۔ ان کی اچھی تعلیم وتربیت کے بغیر ایک اچھا معاشرہ وجود میں نہیں آسکتا۔ نبی کریم ﷺ نے جس معاشرہ میں اسلام کا چراغ جلایا وہ معاشرہ صدیوں سے جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا اور اسلام جو معاشرہ قائم کرنا چاہتا تھا اس میں مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط ممنوع تھا، تو معاشرہ کی اس اہم اکائی کی رہنمائی کے لئے بہت سی خواتین کی ضرورت تھی جن کو نبی کریم ﷺ خود تعلیم وتربیت دے کر تیار کریں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو چار سے زائد شادیاں کرنے کی اجازت دی تاکہ خواتین کی مذہبی رہنمائی کے حوالے سے آپ کوئی کمی یا تنگی محسوس نہ کریں۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں صرف ایک ہی حج فرمایا ہے جس کو حجۃ الوداع (یعنی الوداعی حج) کہا جاتا ہے۔ اس حج پر آپ ﷺ اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ساتھ لے گئے تاکہ سب کو مناسک حج کا براہ

Marfat.com

راست تجربہ ہو جائے اور دیگر خواتین کو اس کی تعلیم دینے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔'

ہر انسان کی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ایک بیرونی زندگی جو سب لوگوں کے سامنے ہوتی ہے اور دوسری گھریلو زندگی جس کے نشیب و فراز کو ہر انسان چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی یہ دونوں زندگیاں قابل رشک ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زندگی کو ہمارے لئے عمدہ نمونہ قرار دیا ہے اور آپ کو دو ایسی مخلص جماعتیں عطا فرمائیں جنہوں نے آپ کی ان دونوں زندگیوں کو پوری دیانتداری کے ساتھ امت کے سامنے بیان کیا، ایک جماعت صحابہ کرام ؓ کی تھی جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی بیرونی زندگی کو بیان کیا اور دوسری جماعت ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی تھی جنہوں نے آپ ﷺ کی گھریلو زندگی کو بیان کیا، گویا دین کا آدھا حصہ ہمیں صحابہ کرام ؓ کے واسطہ سے ملا اور آدھا حصہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ذریعہ سے ملا۔حدیث مبارکہ کا ایک کثیر ذخیرہ ازواجِ مطہرات کے ذریعہ امت مسلمہ کو نصیب ہوا، مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دو ہزار دو سودس (۲۲۱۰) روایات اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین سو اٹہتر (۳۷۸) روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔

نیز آپ نے عرب کے مختلف قبائل سے بھی شادیاں کیں تاکہ ان کے ساتھ تعلقات پیدا کئے جائیں۔اس طرح اسلام کو مزید وسیع اور مؤثر بنانے میں مدد ملی۔ بہر حال حضورِ اکرم ﷺ کی کثرتِ زوجات کے پس منظر میں بہت سے تعلیمی، سماجی، عائلی، تبلیغی اور سیاسی مقاصد تھے، مثال کے طور پر بعض قبائل اسلام کے خلاف برسرپیکار تھے لیکن جب نبی کریم ﷺ نے ان قبائل کی خواتین سے شادی کی تو اس رشتہ داری کی وجہ سے ان قبائل کی اسلام دشمنی میں کمی واقع ہوگئی اور بالآخر وہ قبائل مسلمان ہوگئے۔اس کی تفصیل حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات (میری تصنیف: ہمارے پیارے نبی ﷺ کی پیاری بیویاں) میں ملاحظہ فرمائیں۔

مشہور مستشرق منٹگمری واٹ کا تجزیہ

محمد (ﷺ) کی شادیوں کے بارے میں جس آخری بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی اور اپنے قریبی ساتھیوں کی شادیوں کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ یہ ایک ایسی رسم تھی جو عربوں میں پہلے سے جاری تھی۔محمد (ﷺ) کی اپنی تمام شادیوں میں سیاسی تعلقات میں اضافے کا مقصد کارفرما نظر آتا ہے، خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ساتھ شادی سے آپ کو دولت ملی اور مکی سیاست میں آپ کے اثر کا آغاز بھی اسی شادی سے ہوا۔سودہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور زینب بنت خزیمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے شادی کا سب سے بڑا مقصد مخلص مسلمانوں کی بیواؤں کو باوقار پناہ مہیا کرنا تھا لیکن سودہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے خاوند کا بھائی ایک ایسا شخص تھا، جس کے متعلق محمد (ﷺ) یہ نہیں چاہتے

Marfat.com

فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴿٣﴾

اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم ان میں عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو یا لونڈیاں جن کے تم مالک ہو، [۷] یہ اس کے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

تھے کہ وہ کھل کر آپ کے مدمقابل آ جائے، اور زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے خاوند کا تعلق قبیلہ بنی مطلب سے تھا، جن کے متعلق محمد (ﷺ) کی خصوصی ذمہ داریاں تھیں، اس کے ساتھ ساتھ محمد (ﷺ) زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے اپنے قبیلے ''عامر بن صعصعہ'' کے ساتھ بھی اچھے تعلقات بنا رہے تھے۔ مدینہ میں آپ کی پہلی دو بیویاں، عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)، ابو بکر (﷛) اور عمر (﷛) کی صاحبزادیاں تھیں جن کے ساتھ محمد (ﷺ) کا خصوصی تعلق تھا۔ (بعد میں اسی خصوصی تعلق کی بنا پر) عمر (﷛) نے بھی محمد (ﷺ) کی نواسی ام کلثوم بنت علی سے شادی کی۔ ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) صرف ایک بیوہ ہی نہ تھیں بلکہ وہ مکی قبیلہ بنی مخزوم کے سردار کی رشتہ دار بھی تھیں۔ جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) قبیلہ بنی مصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں، جن کے ساتھ محمد (ﷺ) کے تعلقات خصوصی طور پر بہت خراب تھے۔ زینب بنت جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) محمد (ﷺ) کی پھوپھی زاد ہونے کے علاوہ قبیلہ بنی عبد شمس کے حلیف قبیلے کی فرد بھی تھیں، لیکن ان کے معاملے میں سماجی محرکات، سیاسی محرکات پر فوقیت لے گئے، کیونکہ اس شادی کے ذریعے محمد (ﷺ) یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ آپ نے پرانی رسموں سے رشتہ توڑ لیا ہے۔ مکی قبیلہ عبد شمس اور ابو سفیان بن حرب خصوصی طور پر محمد (ﷺ) کی نظر میں تھے۔ ابو سفیان کی ایک بیٹی ام حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تھی جو مسلمان تھی اور اس کی شادی زینب بنت جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ایک بھائی سے ہوئی تھی۔ ان کا خاوند جب حبشہ میں فوت ہو گیا تو محمد (ﷺ) نے ایک قاصد حبشہ اس لئے بھیجا کہ ام حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے آپ کی شادی کے انتظامات کو آخری شکل دی جائے۔ میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے شادی بھی حضرت عباس سے آپ کے تعلقات کو مضبوط کرنے میں مدد دے سکتی تھی جو میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے برادر نسبتی اور محمد (ﷺ) کے چچا تھے۔ یہودی الاصل عورتوں یعنی صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور ریحانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے آپ کے تعلق کے مقاصد بھی سیاسی ہو سکتے ہیں۔

(محمد ایٹ مدینہ: منٹگمری واٹ: ص ۲۸۷۔۲۸۸)

اسلام میں غلام اور لونڈی کا تصور

[۷] تعریف

غلام اس مرد، عورت (لونڈی) یا اولاد کو کہا جاتا تھا جو کسی کی ملکیت میں ہو اور مالک اس سے ہر قسم کا کام لینے اور ہر قسم کا فائدہ اُٹھانے کا حق رکھتا تھا۔

Marfat.com

غلامی کی ابتدا

اسلام سے بہت پہلے ہزاروں سال سے ہر معاشرہ میں غلاموں کا کاروبار موجود تھا۔مصر، چین، ہندوستان، یونان، روم حتیٰ کہ آسمانی کتب تورات اور انجیل میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں تین سو لونڈیاں تھیں۔
(سلاطین:۱۱:۳)

یورپ کے سمندری لٹیرے افریقہ کے لوگوں کو غلام بنا کر امریکہ بیچا کرتے تھے۔امریکہ اور یورپ میں غلاموں کا سلسلہ ۱۸۳۳ء تک موجود رہا۔

A widespread institution in ancient times, slavery had died out in England by the 12th C. The transportation of slaves from Africa to the Americas by European traders began on a large scale in the 16th and 17th C., and although slavery became illegal in Britain in 1772, it remained an important feature of the economy of the Empire untill the 19th C., the slave-trade bieng abolished in 1807 and slavery itself throughout the Empire in 1833. (The Oxford Encyclopedic English Dictionary: Published in 1991 by Oxford University Press: USA)

غلام بنانے کے اسباب

۱۔ جنگیں : میدانِ جنگ میں جو مرد اور عورتیں قید ہو جاتے ان کو غلام بنا لیا جاتا۔
۲۔ غربت : غریب لوگ اپنی غربت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی اولاد کو غلام بنا کر بیچ ڈالتے۔
۳۔ زبردستی غلام بنا لینا : ظالم لوگ مسافروں اور کمزوروں کو زبردستی پکڑ کر فروخت کر دیتے۔جیسے یورپ کے سمندری لٹیرے افریقہ جاتے اور جہاں کہیں موقع ملتا افریقی لوگوں کو زبردستی پکڑ کر غلام بنا لیتے اور یورپ و امریکہ میں فروخت کر دیتے۔

غلاموں کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر

اسلام نے غلام بنانے کے آخری دو اسباب کو بالکل ناجائز قرار دے دیا اور جنگوں کے ذریعہ غلام بنانے کو جائز رکھا لیکن یہ لازمی نہیں کہ جنگی قیدیوں کو ضرور ہی غلام اور لونڈیاں بنایا جاتا بلکہ اسلامی حکومت کو اختیار تھا چاہے تو انہیں بلا معاوضہ آزاد کر دے، چاہے تو انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دے، چاہے تو مسلمان قیدیوں کے ساتھ ان کا تبادلہ کر لے اور چاہے تو انہیں غلام بنا کر مجاہدوں میں تقسیم کر دے۔اس صورت میں مجاہد اپنے غلام سے ہر طرح کا کام لے سکتا تھا اور اپنی لونڈی

Marfat.com

سے ہم بستری بھی کر سکتا تھا لیکن اس پر لازم تھا کہ وہ اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے آرام اور ضروریات کا پورا پورا خیال رکھے، حالانکہ غیر مسلم لوگ غلاموں سے ہر قسم کی خدمت لیتے، ان کی طاقت سے زیادہ ان پر مشقت ڈالتے، انہیں مارتے اور بھوکا رکھتے اور ہر قسم کا غیر انسانی سلوک روا رکھتے تھے، جبکہ ہماری مقدس کتاب قرآن مجید نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ (قرآن: ۴:۳۶)

ہمارے نبی مکرم ﷺ نے غلاموں کے متعلق فرمایا:

۱۔ یہ تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، انہیں وہی لباس دو جو خود پہنتے ہو، ان کے ذمہ ایسا کام نہ لگاؤ جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر تم ان کے ذمہ ایسا کام لگاؤ تو تم خود بھی ان کی مدد کرو۔ (مسلم: حدیث نمبر ۱۶۶۱)

۲۔ جس شخص نے اپنے غلام کو طمانچہ مارا یا پیٹا اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اس کو آزاد کر دے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۱۶۵۷)

۳۔ جس نے اپنے غلام کو ناجائز سزا دی قیامت کے دن اس سے بدلہ (قصاص) لیا جائے گا۔ (ترغیب: رواہ الطبرانی)

قرآن مجید نے غلام آزاد کرنے کو نیک کام قرار دیا ہے اور غلام کو اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے اسے زکوٰۃ کا مستحق قرار دیا ہے۔

۴۔ جس شخص نے مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کر دے گا۔ (مسلم: ۳:۷۹۵ کتاب العتق: باب ۵)

۵۔ ایک اعرابی نے سوال کیا: یارسول اللہ! مجھے وہ عمل بتائیں جو مجھے جنت میں لے جائے۔ فرمایا: غلام آزاد کر یا اسے آزاد کرانے میں اس کی مدد کر۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۴۳۳۵: جلد ۴: ص ۶۵)

۶۔ کوئی چیز اللہ تعالیٰ نے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ روئے زمین پر پیدا نہیں کی اور کوئی شے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہیں کی (یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ فعل غلام آزاد کرنا ہے اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ فعل طلاق ہے)۔ (مشکوٰۃ: ۳۲۹۴: کتاب النکاح، سنن دارقطنی: ۳۹۳۹: کتاب الطلاق: جلد ۴: ص ۳۲)

الغرض نزول قرآن کے وقت غلام اور لونڈی کا سلسلہ عام تھا جس کو اسلام نے بالکل ختم نہ کیا، البتہ ان کے بارے میں ایسی حکمت عملی اختیار کی جس سے غلامی کی حوصلہ شکنی ہوئی، مثلاً غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا، ان کو آزاد کرنے پر اجر و ثواب کی بشارتیں دیں اور کئی کفاروں میں غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا جس کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ غلامی کا سلسلہ ختم ہو گیا اور آج دنیائے اسلام میں غلاموں اور لونڈیوں کا وجود نظر نہیں آتا۔

اعتراضات

۱۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں انسانوں کو غلام اور لونڈیاں بنایا جاتا ہے جو کہ شرف انسانی کے خلاف ہے۔

Marfat.com

اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ غلام بنانے کی ابتدا اسلام نے نہیں کی بلکہ یہ بہت پرانا اور بین الاقوامی مسئلہ تھا۔ اس دور کے حالات کے پیش نظر غلامی کو بالکل مٹانا مشکل تھا کیونکہ دوسری قومیں اس کو ختم کرنے میں مخلص نہیں تھیں اور اگر اسلام یکطرفہ اس کے خاتمے کا اعلان کر دیتا تو جنگ کے بعد کافر قیدی تو غلامی سے بچ جاتے مگر مسلمان قیدی ہمیشہ کے لئے غلام رہتے۔ اس کے باوجود اسلام نے ایسی حکمت عملی وضع کی جو بالآخر غلامی کے ختم ہونے کا سبب بن گئی۔

۲۔ لونڈیوں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام نے بغیر نکاح کے لونڈیوں سے ہم بستری کو جائز رکھا ہے جو کہ غیر اخلاقی فعل ہے۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ اگر کفار جنگ کے بعد مسلمان عورتوں کو واپس نہ کریں اور انہیں قید میں رکھیں تو مسلمانوں کو بھی ایسا کرنا اس وقت کے حالات کے مطابق ضروری تھا۔ اب آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ اسلامی معاشرہ میں ان کافر قیدی عورتوں کے ساتھ کون سا سلوک زیادہ مناسب تھا؟ ان کی خوراک، رہائش اور لباس کا انتظام تو آسان تھا لیکن ان کی فطری ضرورت یعنی جنسی رغبت کہاں سے پوری ہوتی جبکہ ان کے کفر و شرک کی وجہ سے مسلمانوں کا ان سے نکاح جائز نہیں تھا اور اگر ان کی اس فطری ضرورت کو پورا کرنے کی کوئی راہ نہ نکالی جاتی تو وہ یہ ضرورت غیر قانونی ذرائع سے پورا کرتیں اور اس طرح پورا اسلامی معاشرہ فحاشی کی لپیٹ میں آ جاتا۔ ایسے حالات میں ان کافر قیدی عورتوں کے لئے یہی طریقہ بہتر تھا جو اسلام نے اپنایا جس کے نتیجہ میں وہ مسلمان گھر کا ایک فرد شمار ہوتیں اور ان کی ساری فطری ضرورتیں بھی پوری ہوتیں، تاہم نکاح کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی تنہائی میں بیٹھ کر آپس میں نکاح کر لیں تو ان کی ہم بستری حرام ہے اور اگر یہ دونوں گواہوں کے سامنے اعلانیہ نکاح کریں تو ان کی ہم بستری جائز اور باعث برکت ہے۔ اب وہ کون سی چیز ہے جس نے ایک نکاح کو حرام اور دوسرے کو جائز قرار دیا؟

وہ ہے ''اعلانِ نکاح'' تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہ لڑکی اب فلاں لڑکے کی بیوی بن گئی ہے۔ اسی طرح اسلامی حکومت جب ایک قیدی عورت کو کسی مجاہد کے سپرد کرتی ہے تو یہ اعلانِ نکاح کے قائم مقام ہے اور لوگوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ قیدی عورت اب فلاں مجاہد کی لونڈی بن گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کے مالک کو ہم بستری کا حق حاصل ہو گیا ہے۔ الغرض اعلانیہ نکاح کے بعد ہم بستری کی اجازت بھی اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور اسی طرح لونڈی کے ساتھ ہم بستری کی اجازت بھی اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ اس کے مالک کے علاوہ کسی اور کو اس کے ساتھ ہم بستری کی اجازت نہیں ہے، اور اگر لونڈی سے اولاد ہو جائے تو پھر اس لونڈی کو بیچنا جائز نہیں ہے اور لونڈی کی اولاد کے حقوق وہی ہوں گے جو دوسری آزاد عورتوں سے پیدا ہونے والی اولاد کے ہوتے ہیں اور وہ صاحبِ اولاد ہونے والی لونڈی مالک کے مرتے ہی خود بخود آزاد ہو جائے گی۔ اور جب کوئی مالک اپنی لونڈی کو کسی دوسرے شخص کے نکاح میں دیدے تو پھر مالک اس لونڈی سے گھریلو خدمت تو لے سکتا ہے مگر اس لونڈی سے ہم بستری نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً ؕ فَاِنۡ طِبۡنَ لَكُمۡ عَنۡ شَیۡءٍ مِّنۡهُ نَفۡسًا فَكُلُوۡهُ هَنِیۡٓــًٔـا مَّرِیۡٓــًٔـا ④

۴۔ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیا کرو، پھر اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کا کچھ حصہ تمہیں معاف کر دیں [۸] تو اسے خوب مزے سے کھاؤ۔

[۸] مہر کی تعریف

مہر اس عطیہ اور تحفہ کو کہتے ہیں جو نکاح کے وقت زوجین کی رضامندی سے مقرر کیا جاتا ہے۔ یہ عورت کا حق ہے اور مرد پر اس کی ادائیگی واجب ہے۔ (تفسیر مظہری)

مہر کی مقدار

احادیث میں مختلف مہور کا تذکرہ ملتا ہے، مثلاً:

۱۔ لوہے کی انگوٹھی یا قرآن مجید کی چند سورتیں۔ (بخاری: حدیث نمبر ۵۰۸۷)
۲۔ دس درہم یعنی تقریباً تین برٹش پونڈ۔ (معجم کبیر: جلد ۲۳: ص ۲۴۷)
۳۔ ۵۰۰ درہم یعنی تقریباً ۱۵۰ برٹش پونڈ۔ (مسلم: حدیث نمبر ۱۴۲۶)
۴۔ ۴۰۰۰ درہم یعنی تقریباً ۱۲۰۰ برٹش پونڈ۔ (ابوداؤد: حدیث نمبر ۲۱۰۸)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مرد مسکین ہے تو لوہے کی انگوٹھی یا قرآن مجید کی چند سورتیں بھی مہر بن سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر وہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جو سالہا سال سے مہاجر کیمپوں میں پڑے ہوئے ہیں اور روٹی کپڑے کے لیے بھی غیروں کے محتاج ہیں ان کے پاس مہر کی رقم کہاں سے آئے گی؟ اور اگر مرد صاحب استطاعت ہے تو وہ کار اور کوٹھی بھی مہر میں دے سکتا ہے یعنی اس کی مقدار کا تعلق مرد کی حیثیت پر منحصر ہے۔ میرے خیال میں اگر مرد صاحب استطاعت ہے تو وہ کم از کم اتنا مہر ضرور دے جس کے ساتھ عورت اپنے معیار اور علاقے کے اخراجات کے مطابق چند ماہ آسانی سے گزار سکے یعنی اس کی رہائش، خوراک اور لباس کے اخراجات پورے ہوسکیں۔

مہر کی ملکیت

مہر کی حقیقی مالک بیوی ہے، اگر وہ اپنی مکمل رضامندی اور خوش دلی کے ساتھ پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ اپنے شوہر کو معاف کر دے تو وہ مال شوہر کے لئے حلال ہے اور وہ خوشی سے استعمال کر سکتا ہے، لیکن اگر بیوی پر دباؤ ڈال کر اور اسے مجبور کر کے مہر معاف کرایا گیا تو وہ مہر معاف نہیں ہوگا۔

مہر کی ضرورت

اسلام پہلا مذہب ہے جس نے نکاح کے ساتھ عورت کے لئے مہر کا انتظام کیا تاکہ طلاق یا کسی اور حادثہ کی صورت میں اس کے پاس اتنی رقم ہو جس سے وہ فوری طور پر اپنی کفالت کر سکے اور کسی متبادل انتظام ہونے تک اسے کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

Marfat.com

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۵

۵۔ اور نادانوں کو اپنے وہ مال نہ دو [۹] جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری گزر اوقات کا ذریعہ بنایا ہے، البتہ اس مال سے انہیں کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے بھلائی کی بات کرو۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۶

۶۔ اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان میں دانائی محسوس کرو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو، ان کے بڑے ہونے کے خوف سے ان کے مال کو جلدی جلدی فضول خرچی سے نہ کھاؤ، جو سرپرست مال دار ہو وہ (یتیموں کے مال سے) پرہیز کرے اور جو سرپرست غریب ہو وہ مناسب مقدار سے کھالے، پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو ان پر گواہ بنالو، اور حساب لینے والا اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔

---

[۹] اس سورت کی آیت نمبر ۲ میں اللہ تعالیٰ نے سرپرستوں کو حکم دیا کہ وہ یتیموں کے اموال پوری دیانتداری کے ساتھ ان کے حوالے کر دیں۔ اب یہاں آیات نمبر پانچ اور چھ میں مال کی اہمیت، اس کی واپسی کا وقت اور شرائط کا ذکر ہے۔ یعنی مال کوئی فضول یا بے مقصد چیز نہیں ہے بلکہ یہ انسانی زندگی کا سہارا ہے، لہٰذا یتیموں کے اموال کی اس طرح حفاظت کرو جیسے تم اپنے اموال کی حفاظت کرتے ہو اور یوں سمجھو جیسے یہ تمہارا اپنا مال ہے اور ناسمجھ یتیموں کے حوالے نہ کرو ورنہ وہ اپنی نادانی کے باعث اس کو ضائع کر دیں گے، البتہ اس مال سے یتیموں کے کھانے پینے اور لباس کا انتظام کرو اور خوش اسلوبی سے انہیں بتاتے رہو کہ یہ مال تمہارا ہی ہے۔ ہم نے تمہاری بہتری کے لئے اسے سنبھال رکھا ہے اور جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو ہر چیز تمہارے حوالے کر دی جائے گی، نیز دنیاوی معاملات میں اپنی اولاد کی طرح یتیموں کی تربیت کرتے رہو اور کاروباری معاملات میں ان کی آزمائش کرتے رہو۔ جب وہ بالغ ہو جائیں اور تم محسوس کرو کہ ان میں معاملات کو سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو گیا ہے اور وہ اپنے نفع ونقصان کی تمیز کر سکتے ہیں تو پھر ان کے مال بغیر کمی بیشی کے ان کے حوالے کر دو کیونکہ کل تم کو اللہ تعالیٰ کے حضور پائی پائی کا حساب دینا ہوگا، اور مال سپرد کرتے وقت گواہوں کا انتظام بھی کرو تا کہ بعد میں کوئی غلط فہمی یا بدگمانی جنم نہ لے سکے۔

Marfat.com

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝۷

۷۔ ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی [۱۰] خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ، یہ حصہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مقرر کیا ہوا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کے ساتھ دنیا بھی بچوں کو سکھانا ضروری ہے تا کہ وہ دنیاوی کاروبار کو سمجھ سکیں اور اس دنیا میں باعزت اور خوشگوار زندگی گزار سکیں۔

[۱۰] اسلام سے پہلے دنیا کے کسی معاشرے میں عورت کو وراثت سے حصہ نہیں ملتا تھا۔ یورپ میں اگر مرنے والوں کو وصیت کا موقع نہ ملتا تو میت کا بڑا بیٹا ساری جائیداد کا مالک بن جاتا (Primogeniture) میت کی بیوی، بچیاں اور چھوٹے بیٹے سب محروم رہ جاتے۔ ۱۹۲۵ء تک انگلینڈ میں یہی قانون نافذ رہا۔ اس کے بعد بڑے بیٹے کی بجائے بیوی کو جائیداد کا مالک بنا دیا گیا اور اولاد کو ماں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا، اور یہ بیوہ جب کسی اور مرد سے شادی کرے گی تو ظاہر ہے اس کا دوسرا خاوند اپنی اولاد کو ترجیح دے گا اور پہلے خاوند کی اولاد سے لاپرواہی برتے گا جس کے نتیجہ میں ان بچوں کا مستقبل تاریک ہو جائے گا کیونکہ وراثت سے تو وہ پہلے ہی محروم ہو چکے ہیں۔ بہر حال ساری وراثت چاہے بڑے بیٹے کو ملے یا بیوی کو دونوں صورتوں میں چھوٹے بچوں کے ساتھ ناانصافی ہے۔ اسلام میں عورت کے حق وراثت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پرنس چارلس کہتا ہے: ''قرآن نے مسلمان عورتوں کے وراثت و جائیداد، طلاق کی صورت میں تحفظ اور کاروبار کرنے کے جو حقوق چودہ سو سال پہلے بیان کئے تھے ان میں سے بعض ۱۹۲۵ء تک برطانیہ میں ناول شمار ہوتے تھے یعنی برٹش عورتیں ان حقوق سے محروم تھیں۔''

" The rights of Muslim women to property and inheritance, to some protection if divorced, and to the conducting of business, were rights prescribed by the Quran fourteen hundred years ago. In Britain at least, some of these rights were novel even to my grandmother's generation."

(Islam and The West: page:15)

اور عرب میں دستور یہ تھا کہ مرنے والے کے جوان بیٹے یا بھائی ساری جائیداد کے مالک بن جاتے اور میت کے بچے، بچیاں اور بیوی وراثت سے محروم رہتے اور وجہ یہ بیان کی جاتی کہ جو میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے اور مال غنیمت اکٹھا کرنے کے قابل نہیں وہ وراثت پانے کا بھی حقدار نہیں، حالانکہ عورت اور کمسن بچے وراثت کے زیادہ مستحق تھے تا کہ وہ اپنی ضروریات زندگی پوری کر سکیں لیکن ان کے ساتھ یہ ظلم و ستم رواج پذیر تھا۔ (تفسیر قرطبی) اس روئے زمین پر

Marfat.com

وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۸﴾

۸۔ اور جب ترکہ کی تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار، یتیم اور مسکین آجائیں تو اس ترکہ سے انہیں بھی کچھ دیدو[۱۱] اور ان سے خیر خواہی کی بات کہو۔

وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۹﴾

۹۔ اور لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے پیچھے کمزور بچے چھوڑ جاتے تو وہ (مرتے وقت) ان کے متعلق کتنے فکر مند ہوتے، پس انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور درست بات کہنی چاہیے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾ ع

۱۰۔ بے شک جو لوگ ناجائز طریقہ سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں [۱۲] اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔

اسلام پہلا مذہب ہے جس نے چودہ سو سال پہلے عورتوں اور بچوں کو بھی وارث قرار دیا۔ ہر ایک کی ضرورت کے مطابق ان کے حصے مقرر کیے جو آگے آیت نمبر ۱۱ میں مذکور ہیں، نیز بڑے بیٹے کی تخصیص ختم کر کے سب چھوٹے بڑے بیٹوں کو اپنے باپ کی وراثت میں برابر کا شریک بنایا۔

[۱۱] میت کے وارثوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ تقسیم میراث کے وقت دُور کے رشتہ دار، یتیم یا غریب لوگ اگر آجائیں تو تمہارا یہ اخلاقی فرض اور بڑا نیکی کا کام ہے کہ ان کے ساتھ ہمدردی کا مظاہرہ کرو اور اپنے اپنے حصہ سے صدقہ وخیرات کے طور پر ان کو بھی کچھ نہ کچھ دے دو۔ ویسے بھی یہ مال تمہیں بغیر کسی تمہارے سعی وعمل کے محض اللہ تعالیٰ کے حکم سے مل رہا ہے، لہٰذا اس کے شکر کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس میں سے کچھ حصہ غریب اور نادار لوگوں میں تقسیم کر کے ان کی دعائیں حاصل کرو، نیز ٹھنڈے دل سے غور وفکر کرو کہ خدانخواستہ اگر آپ کے چھوٹے اور نادار بچے پیچھے رہ جائیں تو آپ مرتے وقت ان کے لئے کتنے فکر مند ہوں گے، اسی طرح یہ بھی کسی کے بچے ہیں، جیسا معاملہ اپنے بعد اپنے یتیم بچوں اور غریب رشتہ داروں سے چاہتے ہو ایسا ہی معاملہ دوسروں کے یتیم اور غریب بچوں کے ساتھ کرنا چاہیے۔ یتیموں کے سرپرست حضرات کے لئے یہ آیت خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی سچا مؤمن نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''

(بخاری: ۱۳: کتاب الایمان: باب ۷)

[۱۲] اسی سورت میں حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ

۱۱۔ تمہاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے [۱۳] کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے، [۱۴] پھر اگر صرف لڑکیاں (دو یا) دو سے زائد ہوں تو ان کے لئے میت کے کل

[۱۳] اسلام کا اصول یہ ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو سب سے پہلے اس کے ترکہ سے میانہ روی کے ساتھ اس کے کفن دفن کے اخراجات پورے کیے جائیں۔ اس کے بعد اس کا قرض ادا کیا جائے (اگر بیوی کا مہر ادا نہیں ہوا تو یہ بھی خاوند پر فرض ہے اور اسے قرض کی طرح تقسیم وراثت سے پہلے ادا کیا جائے)۔ قرض کی ادائیگی کے بعد جو مال بچے اس کے تیسرے حصہ سے میت کی جائز وصیت پوری کی جائے۔ تیسرے حصہ سے زائد کی وصیت نا قابل عمل ہے کیونکہ اس طرح وارثوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ ان مذکورہ تینوں چیزوں کی ادائیگی کے بعد جو مال بچے وہ اسلامی حکم کے مطابق ورثا میں تقسیم کیا جائے اور اگر وصیت اور قرض نہ ہو تو پھر کفن دفن کے اخراجات کے بعد سارا مال وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ تقسیم میراث کی تفصیلات کے لئے میراث کی کتب یا علمائے کرام کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہاں ان آیات میں بیان کردہ حصص کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے:

[۱۴] مرد کو وراثت میں عورت سے دگنا حصہ ملتا ہے یعنی اگر کسی میت کے وارث ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوں اور اس کی قابل تقسیم وراثت (کفن دفن، قرض اور وصیت کے بعد) تین لاکھ پونڈ ہے تو اس کے تین حصے کیے جائیں گے، دو لاکھ پونڈ بیٹے کو اور ایک لاکھ پونڈ بیٹی کو ملیں گے۔ مرد کو دگنا حصہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ مرد پر معاشی ذمہ داریاں زیادہ ہیں یعنی:

۱۔ عورت کے خورد و نوش اور لباس کی تمام تر ذمہ داری خاوند پر ہے۔
۲۔ شادی اور ولیمہ کے اخراجات بھی مرد ہی ادا کرتا ہے۔
۳۔ بیوی بچوں کی رہائش کے لئے مکان کا انتظام کرنا بھی مرد کی ذمہ داری ہے۔
۴۔ عورت کو مہر بھی خاوند کے مال سے ادا کیا جاتا ہے۔
۵۔ اولاد کی تعلیم و تربیت اور پرورش کے جملہ مصارف بھی باپ کے ذمہ ہیں۔
۶۔ طلاق کے بعد بھی اولاد کے اخراجات باپ ادا کرتا ہے۔
۷۔ بوڑھے والدین کی جملہ معاشی ضروریات کو پورا کرنا بھی مرد کی ذمہ داری ہے۔
۸۔ طلاق کے بعد دوسری شادی کی صورت میں مرد کو پھر مہر اور شادی کے اخراجات دینے پڑتے ہیں۔

اس کے برعکس عورت کو بلا مشقت مال بھی ملتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ معاشی ذمہ داریوں سے بھی بری ہے یعنی:

۱۔ شادی سے پہلے اس کا باپ یا بھائی اور شادی کے بعد اس کا خاوند یا بیٹا اس کی تمام ضروریات کے کفیل ہوتے ہیں۔

Marfat.com

۲۔ شادی شدہ عورت کو دو خاندانوں سے وراثت ملتی ہے، ایک میکہ میں باپ کے ترکہ سے دوسرا سسرال میں خاوند کے ترکہ سے۔

۳۔ عورت کے پاس مہر کی صورت میں بھی مال آتا ہے۔

۴۔ طلاق کے بعد دوسری شادی کی صورت میں عورت کو پھر دوسرے مہر کی صورت میں مزید مال ملتا ہے۔

مذکورہ بالا وجوہات پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ مرد کو دگنا حصہ ملنا عورت پر ظلم نہیں بلکہ مرد کی کثیر ذمہ داریوں کے پیش نظر انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ مرد کو زیادہ حصہ دیا جائے اور اگر عورت کا حصہ مرد کے برابر ہوتا لیکن ذمہ داریوں کا توازن وہی رہتا تو یہ مرد پر ظلم ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں فرماتا۔ اس نے ہر ایک کی ضروریات کے مطابق ان کے حصوں کا تعین فرمایا ہے کیونکہ وہ ہمارے نفع و نقصان کو ہم سے بہتر جانتا ہے، نیز مرد ہی ملک و ملت کے دفاع کے لئے میدان جنگ میں دادِ شجاعت دیتا ہے اور اس دوران اپنے جنگی اخراجات کے ساتھ ساتھ اس پر یہ بھی لازم ہے کہ پہلے بیوی بچوں کے اخراجات کا انتظام کرے اور پھر میدانِ جنگ میں جائے۔ علاوہ ازیں مرد ہی اپنے گھر، مال اور بیوی بچوں کی حفاظت کرتا ہے کیونکہ عورت میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ کسی ڈاکو یا ظالم کا مقابلہ کر سکے بلکہ جس گھر میں عورت تنہا ہو وہ گھر متعدد خطرات کا شکار رہتا ہے، لہٰذا مرد کو زیادہ حصہ ملنا دراصل عورت کے مفاد میں ہے تا کہ مرد اپنی بیوی کے تحفظ اور آرام و سکون کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنا سکے۔

عورت ماں ہو یا بیوی، بیٹی ہو یا بہن ہر لحاظ سے اس کو وراثت میں حصہ ملتا ہے۔ بھائی کی موجودگی میں گو اس کو آدھا حصہ یعنی ایک لاکھ پونڈ ملتے ہیں لیکن اگر بھائی نہ ہو تو تنہا وارث ہونے کی صورت میں پورے تین لاکھ پونڈ عورت کو ہی ملتے ہیں اور اگر میت کے ماں باپ اور اولاد زندہ ہوں تو اس صورت میں بحیثیت ماں عورت کو باپ کے برابر چھٹا حصہ ملتا ہے یعنی عورت کو کبھی مرد سے کم، کبھی برابر اور مرد نہ ہو تو سارا ترکہ عورت کو ہی مل جاتا ہے، نیز اگر عورت کام کرتی ہے تو تنخواہ کی مالک بھی وہ خود ہی ہے۔ عورت کی تنخواہ میں مرد کا کوئی حصہ نہیں ہے جبکہ مرد کی تنخواہ میں عورت کے اخراجات کا حصہ لازمی موجود ہے۔ عورت کے پاس چاہے ایک ملین پونڈ جمع ہوں اس کے باوجود اسے گھر کے اخراجات پر ایک پنس بھی خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی خوشی سے خاوند کی مدد کرنا چاہے تو اس کی مرضی ہے لیکن اسلام کی طرف سے وہ اس مدد کی پابند نہیں ہے کیونکہ گھر اور بیوی کے جملہ اخراجات کا ذمہ دار خاوند ہے۔ عورت کا سارا مال عورت کی ملکیت میں محفوظ رہتا ہے۔ مثال کے طور پر مرد کو اگر دو لاکھ پونڈ وراثت میں ملیں تو شاید وہ گھر کے اخراجات، بیٹے کی شادی اور بیوی کی بیماری پر خرچ ہو جائیں اور اس کے پاس کچھ بھی بچت نہ ہو سکے اور عورت کا ایک لاکھ پونڈ اس کے پاس محفوظ رہتا ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو آخر کار عورت کے پاس زیادہ بچت ہوتی ہے جس کو وہ کسی بھی مشکل وقت میں استعمال کر سکتی ہے تو اسلام نے حصص کی جو تقسیم کی ہے اس میں عورت کے مفاد کو پوری طرح ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

Marfat.com

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ
كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ
وَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ
اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ
لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ
فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا
حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾

ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے [۱۵] اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے کل ترکہ کا نصف ہے، اگر میت کی اولاد ہو تو اس کے ترکہ سے اس کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، [۱۶] اور اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف ماں باپ ہی ہوں تو اس کی ماں کا تیسرا حصہ ہے (باقی سب باپ کا)، اور اگر میت کے بہن بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے (وراثت کی یہ تقسیم) میت کی وصیت پوری کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ہے، تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹوں میں سے تم کو نفع پہنچانے کے اعتبار سے کون تمہارے زیادہ قریب ہے، یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر

اسلام نے مرد اور عورت کے حقوق و فرائض اور عزت و احترام میں جو توازن رکھا ہے اس پر اگر پوری طرح عمل کیا جائے تو کسی کو کسی سے کوئی شکوہ نہیں رہتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے خاوند کا، پھر پوچھا: مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی ماں کا۔ (مستدرک: امام حاکم: ۷۲۴۴: جلد ۴: ص ۱۶۷)

ایک طرف بیوی کو پابند کیا جا رہا ہے کہ تیرے اوپر سب سے زیادہ حق تیرے خاوند کا ہے اور دوسری طرف مرد کو پابند کیا جا رہا ہے کہ تیرے اوپر سب سے زیادہ حق تیری ماں کا ہے یعنی عورت بیوی کی صورت میں خاوند کی خادم ہے اور ماں کی صورت میں بیٹا اس کا خادم ہے۔ عورت اور مرد دونوں ایک طرف خادم ہیں تو دوسری طرف مخدوم بھی ہیں۔ سبحان اللہ! کیسا حسین توازن ہے۔

[۱۵] میت کی اولاد نرینہ نہ ہونے کی صورت میں اگر اس کی صرف ایک لڑکی ہو تو اسے وراثت سے آدھا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے ڈیڑھ لاکھ پونڈ لڑکی کو ملیں گے اور بقیہ ڈیڑھ لاکھ پونڈ دوسرے وارثوں میں تقسیم ہوگا اور اگر دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو انہیں دو تہائی یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے دو لاکھ پونڈ ملیں گے جو سب لڑکیوں میں برابر تقسیم ہوں گے اور بقیہ ایک لاکھ پونڈ دوسرے وارثوں میں تقسیم ہوگا اور اگر کوئی اور وارث نہ ہو تو سارا ترکہ ایک لڑکی یا سب لڑکیوں کو ہی دے دیا جائے گا۔

[۱۶] یہاں پر میت کے ماں باپ کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں:

Marfat.com

کئے ہوئے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑا دانا ہے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا

۱۲۔ تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے تمہارے لئے آدھا حصہ ہے بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو [۱۷] اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارا چوتھائی حصہ ہے ان کی وصیت پوری کرنے اور ان کا قرض ادا کرنے کے بعد، اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا چوتھائی حصہ ہے [۱۸] اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا آٹھواں حصہ ہے تمہاری وصیت پوری کرنے اور تمہارا قرض ادا کرنے کے بعد، اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جو کلالہ ہو (یعنی وہ مرد یا

۱۔ میت کے ماں باپ اور اولاد دونوں زندہ ہوں تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے پچاس ہزار پونڈ ماں کو اور پچاس ہزار پونڈ باپ کو ملیں گے اور بقیہ دو لاکھ پونڈ حسب قاعدہ اولاد میں تقسیم ہوں گے۔

۲۔ میت کے ماں باپ کے علاوہ کوئی اور وارث زندہ نہ ہو تو ماں کو تیسرا حصہ اور باپ کو دو تہائی حصے ملیں گے یعنی تین لاکھ پونڈ سے ماں کو ایک لاکھ پونڈ اور باپ کو دو لاکھ پونڈ دیئے جائیں گے۔

۳۔ میت کے ماں باپ کے علاوہ اگر اس کے بھائی بہن بھی زندہ ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے پچاس ہزار ماں کو دیئے جائیں گے اور بقایا دو لاکھ پچاس ہزار پونڈ باپ کو دیئے جائیں گے۔

[۱۷] بیوی کی وراثت تقسیم کرنے کی دو صورتیں:

۱۔ اگر بیوی کی کوئی اولاد زندہ نہ ہو تو خاوند کو آدھا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے ڈیڑھ لاکھ پونڈ خاوند کو دیئے جائیں گے اور بقایا ڈیڑھ لاکھ پونڈ دوسرے وارثوں میں تقسیم ہوگا۔

۲۔ اگر بیوی کی کوئی اولاد زندہ ہو تو خاوند کو چوتھا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے ۷۵ ہزار پونڈ خاوند کو دیئے جائیں گے اور بقایا دو لاکھ پچیس ہزار پونڈ دوسرے وارثوں میں حسب قاعدہ تقسیم کئے جائیں گے۔

[۱۸] خاوند کی وراثت تقسیم کرنے کی دو صورتیں:

۱۔ اگر خاوند کی کوئی اولاد زندہ نہ ہو تو بیوی کو چوتھا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے بیوی کو ۷۵ ہزار پونڈ ملیں گے (اگر

Marfat.com

السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝۱۲

عورت جس کے نہ ماں باپ زندہ ہوں اور نہ ہی اولاد) اور اس کا ایک اخیافی (جن کی ماں ایک اور باپ الگ الگ ہوں) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے [۱۹] اور اگر وہ بہن یا بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہیں اس شخص کی وصیت پوری کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد، بشرطیکہ (اس وصیت یا قرض کے ذریعے کسی کو) نقصان نہ پہنچایا گیا ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا بردبار ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۳

۱۳۔ یہ حدیں اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

بیویاں ایک سے زائد ہوں تو بھی ۷۵ ہزار پونڈ ان میں برابر تقسیم ہوں گے) اور بقایا دو لاکھ پچیس ہزار پونڈ دوسرے وارثوں کو حسب قاعدہ دیئے جائیں گے۔

۲۔ اگر خاوند کی کوئی اولاد زندہ ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے بیوی کو ۳۷۵۰۰ پونڈ ملیں گے (اگر بیویاں ایک سے زائد ہوں تو بھی یہی ۳۷۵۰۰ پونڈ ان میں برابر تقسیم ہوں گے) اور بقایا ۲۶۲۵۰۰ پونڈ دوسرے وارثوں میں شریعت کے مطابق تقسیم ہوں گے۔

[۱۹] کلالہ اس مرد یا عورت کو کہا جاتا ہے جس کے نہ ماں باپ زندہ ہوں اور نہ ہی اولاد۔ اس کی وراثت تقسیم کرنے کی دو صورتیں:

۱۔ اگر کلالہ کا ایک اخیافی بھائی یا بہن ہو (جن کی ماں ایک اور باپ الگ الگ ہوں) تو اسے چھٹا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے اسے (چاہے اخیافی بھائی ہو یا بہن) پچاس ہزار پونڈ ملیں گے اور بقایا دو لاکھ پچاس ہزار پونڈ دوسرے وارثوں میں تقسیم ہوں گے۔

Marfat.com

وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ ع ۱۲

۱۴۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کرے گا [۲۰] اسے اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

وَ الّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں [۲۱] تو ان پر اپنے (مسلمان) چار مردوں کی گواہی طلب کرو، [۲۲] پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی راستہ نکال دے۔

۲۔ اگر کلالہ کے اخیافی بھائی یا بہن ایک سے زائد ہوں تو سب کو تیسرا حصہ ملے گا یعنی تین لاکھ پونڈ میں سے ایک لاکھ پونڈ ان اخیافی بھائی بہنوں میں برابر تقسیم کیا جائے گا اور باقی دو لاکھ پونڈ دوسرے وارثوں کو دیئے جائیں گے۔

نوٹ: کلالہ کے عینی بہن بھائی (جن کے ماں باپ ایک ہوں) یا علاتی بہن بھائی (جن کا باپ ایک اور ماں الگ الگ ہو) کے حصص کا تذکرہ اسی سورت کی آخری آیت میں ملاحظہ ہو۔

[۲۰] وراثت کے حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں، جو ان میں کمی بیشی، دھوکہ دہی یا کسی کی حق تلفی کی کوشش کرے گا وہ ذلیل و رسوا ہو کر جہنم رسید ہوگا۔

[۲۱] زمانہ جاہلیت میں زنا عام تھا اور اکثر لوگ اس کو برائی نہیں سمجھتے تھے، لہٰذا ایک دم اس کے خلاف سخت سزا کا اعلان کرنا مشکل تھا، چنانچہ شراب کی طرح زنا کی روک تھام کے لئے بتدریج حکم نازل فرمایا، اس سلسلہ کا یہ پہلا حکم ہے کہ شادی شدہ عورتیں اگر زنا کا ارتکاب کریں تو انہیں گھروں میں قید کر دیا جائے (تاکہ وہ آئندہ بدکاری نہ کر سکیں) یہاں تک کہ ان کی زندگی ختم ہو جائے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی دوسرا حکم نازل فرمائے۔ (یہ اس بات کی طرف واضح اشارہ تھا کہ عمر قید کی سزا عارضی ہے اس کے بعد کسی دوسری سزا کا حکم نازل ہونے والا ہے) اور اگر غیر شادی شدہ مرد و عورت زنا کریں تو انہیں تکلیف پہنچاؤ یعنی تھوڑی بہت جسمانی سزا کے ساتھ زبانی عار دلاؤ تاکہ وہ اس برائی سے باز آجائیں، چنانچہ کچھ عرصہ بعد سورہ نور کی آیت نمبر ۲ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ اگر غیر شادی شدہ عورت و مرد زنا کریں تو ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ اور سنت صحیحہ نے شادی شدہ عورت و مرد کی سزا رجم مقرر فرما دی۔

[۲۲] زنا کا ثبوت صرف دو افراد کی سزا کا نہیں بلکہ دو خاندانوں کی عزت و آبرو کا ایک سنگین مسئلہ ہے۔ اس لئے اسلام نے اس

Marfat.com

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ⑯

۱۶۔ اورتم میں سے جو دو بدکاری کا ارتکاب کریں توتم ان کو اذیت پہنچاؤ، پھر اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے درگزر کرو، بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْۗءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰۗىِٕكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ⑰

۱۷۔ اللہ تعالیٰ صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی کی وجہ سے گناہ کر بیٹھتے ہیں، پھر جلدی سے توبہ کرلیتے ہیں، [۲۳] پس یہی وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ تعالیٰ (اپنے فضل وکرم سے) قبول فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

کے ثبوت کے لئے دو مردوں کی گواہی کے بجائے چار اور عورتوں کے بجائے صرف مردوں کی گواہی ضروری قرار دی ہے جو مسلمان بھی ہوں اور چشم دید بھی۔ اگر ایک شخص کسی پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اسے اس بہتان کی سزا کے طور پر اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں گے تاکہ آئندہ کوئی بلاوجہ کسی کی عزت سے کھیلنے کی جرأت نہ کر سکے۔

بعض اہل علم نے چار گواہوں کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ چونکہ زنا میں دو افراد یعنی مرد اور عورت ملوث ہوتے ہیں اور دونوں کو سزا ملتی ہے اس لئے اس میں چار گواہ مقرر کئے گئے تاکہ ہر ایک کے حق میں دو دو گواہ ہوں اور گواہی کا نصاب مکمل ہو جائے۔

[۲۳] توبہ کی تعریف

اسلام میں توبہ سے مراد یہ ہے کہ انسان برائی چھوڑ کر نیکی کا راستہ اختیار کرے اور درج ذیل شرائط کا خیال رکھے:

۱۔ انسان اپنے گناہ کا اعتراف کرے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اس گناہ پر دل سے ندامت کا اظہار کرے اس طرح کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

۲۔ اس گناہ کو فوراً چھوڑ دے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے۔

۳۔ اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو جس کا حق غصب کیا ہے اس کا ازالہ کرے اور جس کے ساتھ زیادتی کی ہے اس سے معافی مانگے، نیز نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ میں کوتاہی ہوئی ہو تو حسب استطاعت ان کے تدارک کا بھی انتظام کرے۔

توبہ کی اہمیت

جب کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر بیٹھے چاہے دیدہ دانستہ یا نادانی سے ہو جائے لیکن جونہی اسے اپنی کوتاہی کا

Marfat.com

احساس ہو فوراً توبہ کرے، کیونکہ گناہوں کی کثرت انسان کو مایوسی وخودکشی یا ظلم وستم کے راستہ پر گامزن کر دیتی ہے جبکہ توبہ سے خدا کی رضا اور دل کا اطمینان نصیب ہوتا ہے اور انسان گناہوں کو بھلا کر ایک نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ ویسے بھی خطا کرنے کے بعد اس پر اصرار کرنا اور توبہ نہ کرنا شیطان کی خصوصیت ہے اور خطا ہو جانے کے بعد اس پر نادم ہونا اور توبہ کرنا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے، لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ وہ شیطان کی حماقت سے بچے اور حضرت آدم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرے۔

توبہ کی فضیلت

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ابن آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ (ترمذی: ۲۴۹۹: صفۃ القیامۃ: باب ۴۹)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارے گناہوں کا انبار اتنا زیادہ ہو کہ وہ آسمانوں تک پہنچ جائے اس کے بعد بھی اگر تم توبہ کرلو تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے گا۔

(ابن ماجۃ: ۴۲۴۸: ابواب الزھد: باب ۳۰)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ (ابن ماجۃ: ۴۲۵۰: ابواب الزھد: باب ۳۰)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، کیونکہ میں ایک دن میں اس کی طرف سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ (مسلم: ۶۸۵۹: کتاب الذکر: باب ۱۲)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے ساتھ مقرر فرشتوں کو اس کے گناہ بھلا دیتا ہے، اس کے اعضاء (ہاتھ پاؤں) کو اور زمین کے ان مقامات کو بھی اس کے گناہ بھلا دیتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس کے گناہ کا کوئی گواہ نہیں ہوگا۔ (الترغیب والترھیب: کتاب التوبۃ: جلد ۴: ص ۹۴)

میدانِ حشر میں جب انصاف کی عدالت قائم ہوگی تو اتمام حجت کے لئے فرشتے، اعضاء اور زمین کے مقامات گواہیاں دیں گے لیکن جس خوش نصیب نے سچی توبہ کر لی اللہ تعالیٰ ان گواہوں کو اس کے گناہ بھلا دے گا اور کوئی گواہ نہ ہونے کے باعث اس کی نجات ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی انسان سچی توبہ کر لے تو اسے گزشتہ گناہوں کا طعنہ نہیں دینا چاہیے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو گناہوں سے پاک کر دیا ہے اور فرشتوں کو بھی اس کے گناہ بھلا دیئے ہیں تو ہمیں بھی اس کے سابقہ گناہ بھلا کر موجودہ نیکیوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کو ایسے گناہ کا طعنہ دے جس سے اس نے توبہ کر لی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی گناہ میں مبتلا کر کے دنیا و آخرت میں رسوا کرے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۱۱)۔

Marfat.com

وَ لَيۡسَتِ التَّوۡبَةُ لِلَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ اِنِّىۡ تُبۡتُ الۡـٰٔنَ وَلَا الَّذِيۡنَ يَمُوۡتُوۡنَ وَهُمۡ كُفَّارٌ ؕ اُولٰۤـئِكَ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اور ان لوگوں کی توبہ مقبول نہیں ہے جو مسلسل برائیاں کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آ جائے تو کہے: بے شک میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ان لوگوں کی توبہ مقبول ہے جو حالت کفر میں مرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

توبہ کا وقت

توبہ کے لئے بہترین وقت یہ ہے کہ جونہی گناہ کا احساس ہو یا میری یہ تحریر کسی کی نگاہوں سے گزرے اسی لمحے توبہ کر لے۔ اگر پھر بھی غفلت کا شکار رہے تو بہر حال موت سے پہلے توبہ ضروری ہے کیونکہ جب موت کا فرشتہ آجائے اور زندگی سے بالکل مایوس ہو کر توبہ کرنے لگے تو چاہے وہ توبہ گناہوں سے ہو یا کفر سے، آخری سانس والی توبہ قبول نہیں ہوتی جیسے فرعون نے غرق ہوتے وقت موت کو سامنے دیکھ کر کفر سے توبہ کی اور ایمان کا اعلان کیا مگر قبول نہ ہوا۔ (قرآن: ۱۰:۹۰) لہٰذا توبہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے، کیا خبر آئندہ گھڑی میں موت آنے والی ہو اور توبہ کی مہلت ختم ہو جائے۔

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا: اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کر لو اور مصروفیت کا شکار ہونے سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو۔ (ابن ماجۃ: ۱۰۸۱: إقامۃ الصلاۃ: باب ۷۸)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک جان کنی کا وقت نہ آئے۔ (ترمذی: ۳۵۳۷: کتاب الدعوات: باب ۹۸) لہٰذا توبہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے، کیا خبر آئندہ گھڑی میں موت آنے والی ہو اور توبہ کی مہلت ختم ہو جائے۔

نوجوان، بوڑھوں سے عبرت حاصل کریں

توبہ ہر عمر کے مرد اور عورت کی ضرورت ہے لیکن جوانی میں اکثر انسان غفلت کا شکار رہتا ہے حالانکہ انسانی زندگی کا یہی وہ اہم ترین وقت ہے جس میں توبہ کی زیادہ ضرورت ہے اور اگر ساٹھ سال کی عمر میں توبہ کرنے کے بعد بیوی بچوں کو نیکی اور نماز کی ترغیب دے گا تو بیوی کہہ سکتی ہے کہ میں تیس سال سے تیرے ساتھ رہ رہی ہوں تو ہمیشہ گناہوں میں ڈوبا رہا اور میرے حقوق بھی پامال کرتا رہا۔ آج نیکی کا خیال کیسے آ گیا؟ اور بچے بھی کہہ سکتے ہیں: ابا جان! آپ نے ساٹھ سال کی عمر تک عیاشی کی ہے، لہٰذا ہمیں بھی ابھی چالیس پچاس سال مزید عیاشی کر لینے دو، پھر ہم بھی توبہ کر لیں گے، اگرچہ بیوی بچوں کا یہ جواب درست نہیں ہے (کیونکہ توبہ کی سعادت جس عمر میں نصیب ہو جائے غنیمت ہے اور موت جوانی میں بھی آ سکتی ہے ساٹھ سال کی عمر کا انتظار غلط فہمی ہے) مگر یہ جوابات اس ساٹھ سالہ بوڑھے کے لئے لمحہ فکریہ ہیں اگر وہ جوانی میں توبہ کر لیتا

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ، [۲۴] اور انہیں اس لئے نہ روکے رکھو کہ ان کو دیئے ہوئے (مہر) میں سے کچھ حصہ لے لو [۲۵] بجز اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں، اور اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو، [۲۶] پھر اگر تم ان کو ناپسند کرو تو ہوسکتا ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی رکھ دے۔

تو اولاد پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے اور بڑھاپے میں ان دل آزار باتوں سے بھی واسطہ نہ پڑتا۔

[۲۴] اسلام سے پہلے عورت جن مظالم کا شکار تھی ان میں سے ایک یہ تھا کہ اسے بھیڑ بکری کی طرح خاوند کی جائیداد تصور کیا جاتا تھا اور مرنے والے کا بھائی یا سوتیلا بیٹا عام جائیداد کی طرح اس کی عورت کا بھی زبردستی وارث بن جاتا۔ چاہتا تو خود اس سے نکاح کر لیتا یا اپنی مرضی سے کسی دوسرے آدمی سے اس کی شادی کر دیتا اور مہر خود وصول کر لیتا یا چاہتا تو اسے ساری عمر بیوگی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیتا۔ اس طرح مرد اور عورت کے تعلق نے ایک تجارتی اور حیوانی صورت اختیار کر رکھی تھی جو مرد و عورت دونوں کے لئے باعث شرم تھی، چنانچہ اسلام نے عورت کو ذلت اور قید کے گڑھے سے نکال کر عزت اور آزادی کی دولت سے سرفراز فرمایا اور مردوں پر واضح کر دیا کہ عورت مجبور محض نہیں بلکہ اپنے نکاح کی خود مختار ہے، نہ کوئی اسے نکاح کرنے پر مجبور کر سکتا ہے اور نہ ہی نکاح کرنے سے روک سکتا ہے۔

[۲۵] بعض مرد اگر کسی بیوی کو ناپسند کرتے تو نہ اس کے حقوق ادا کرتے اور نہ اسے طلاق دیتے تاکہ وہ مہر سے کچھ واپس کر کے خود ہی طلاق لینے پر مجبور ہو جائے۔ اسلام نے مرد کو اس زیادتی سے منع فرمایا ہے۔ ہاں عورت اگر بدکاری یا اعلانیہ نافرمانی کا ارتکاب کرے تو چونکہ اس میں قصور عورت کا ہے، لہٰذا اس کے لئے ایسے حالات کا پیدا کرنا جائز ہے جن کی وجہ سے وہ خلع کا مطالبہ کرے اور مرد مہر واپس لے کر طلاق دے دے۔

[۲۶] یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور اگر تمہیں ان کی کوئی عادت ناگوار گزرے تو فوراً دل برداشتہ ہو کر علیحدگی کا خیال نہ کرو کیونکہ خامیوں سے پاک کوئی بھی نہیں۔ ہوسکتا ہے جو نئی بیوی تم منتخب کرو اس میں اس سے بھی زیادہ کمزوریاں ہوں۔ اگر اس بیوی میں کچھ خامیاں ہیں تو اس میں کچھ خوبیاں بھی ہوں گی، لہٰذا اس کی کوتاہیوں پر حتی الامکان صبر کرو۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس بیوی سے ایسی صالح اولاد عطا فرمائے جو دین و دنیا میں تمہارا نام روشن کر دے۔

اس ضمن میں حضرت عمر بن خطاب ﷛ کا ایک قول غور طلب ہے۔ ایک شخص اپنی بیوی کو محض اس لئے طلاق دینا چاہتا تھا

Marfat.com

وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ⑳

۲۰۔ اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانا چاہو اور اسے تم ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس مال میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، [۲۷] کیا تم اپنا مال بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کر کے واپس لینا چاہتے ہو۔

وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ㉑

۲۱۔ اور تم اس مال کو کیسے واپس لو گے حالانکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ (تنہائی میں) مل چکے ہو اور وہ تم سے پختہ وعدہ لے چکی ہیں۔ [۲۸]

کہ اب اسے اس کے ساتھ کوئی محبت نہیں رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: ''تم برباد ہو جاؤ، کیا خاندان کے قیام کے لئے محبت کے سوا کوئی اور اساس نہیں ہوتی؟ بچوں کی پرورش اور دیگر ذمہ داریوں کا کیا بنے گا؟'' (فی ظلال القرآن) کیونکہ انسان کے بچے کو کسی بھی اور حیوان کے مقابلے میں زیادہ عرصہ تک دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے، یہاں تک کہ بچپن کے بعد بھی اس کی علمی اور اخلاقی تربیت کے لئے مزید طویل عرصہ درکار ہوتا ہے تاکہ وہ انسان کی اجتماعی زندگی کے حقوق و فرائض کا ادراک کر سکے جس کی وجہ سے انسان کو حیوان پر برتری حاصل ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مرد اور عورت کے درمیان ایک ایسے دائمی رشتے کی ضرورت ہوتی ہے جس کا مقصد صرف جنسی رغبت نہ ہو، تاہم اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت میں جنسی دلکشی ودیعت فرمائی تاکہ وہ خوشی اور دلچسپی سے باہم ملیں اور نئی نسل کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کریں۔

[۲۷] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر عورت کی غلطی اور کوتاہی کی وجہ سے طلاق دی گئی ہو تو خاوند کو مہر واپس لینے کا حق ہے لیکن اگر عورت کا کوئی قصور نہ ہو اور خاوند صرف اپنی طبعی خواہش کے لئے موجودہ بیوی کو چھوڑ کر دوسری شادی کرنا چاہے تو اس صورت میں اگر وہ ڈھیروں مال بھی اپنی بیوی کو دے چکا ہو اس میں سے کچھ بھی اسے واپس لینے کی اجازت نہیں لیکن زمانہ جاہلیت میں جب کوئی مرد اپنی مرضی سے پہلی بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیوی کرنا چاہتا تو پہلی بیوی پر زنا کی تہمت لگا دیتا تاکہ وہ مہر واپس کر کے طلاق لینے پر مجبور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بہتان کے ذریعے مہر واپس لینے سے منع فرمایا اور اسے بڑا گناہ قرار دیا۔

[۲۸] پختہ وعدہ سے مراد نکاح ہے۔ یہ پیار و محبت اور ایک ساتھ زندگی گزارنے کا وہ مضبوط عقد ہے جس پر بھروسہ کر کے ایک عورت اپنے آپ کو ایک مرد کے حوالے کرنے کا اقرار کرتی ہے جبکہ مرد اس سپردگی کے معاوضہ میں مہر کا اعلان کرتا ہے اور یہ ساری کاروائی اللہ تعالیٰ کے نام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے حوالے سے انجام پذیر ہوتی ہے، پھر زوجین کی تنہائی

Marfat.com

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ
اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ
مَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝۲۲ ع

۲۲۔ اور اُن عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ دادا نکاح کر چکے ہیں [۲۹] مگر جو گزر چکا ہے (وہ معاف ہے)، بے شک یہ بے حیائی اور نفرت کا فعل تھا، اور بہت بُرا طریقہ تھا۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ
اَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ
وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ
وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ

۲۳۔ تم پر حرام کر دی گئی ہیں تمہاری مائیں، [۳۰] تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، تمہاری بھتیجیاں، تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں [۳۱] جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور تمہاری رضائی بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں

میں ملاقات کے بعد یہ رشتہ بالکل واضح اور مہر واجب ہو جاتا ہے، اب اگر مرد اپنی مرضی سے اس عہد کو توڑتا ہے تو اسے مہر یا عطیات واپس لینے کا حق نہیں ہے۔ ویسے بھی میاں بیوی ہو جانے کے بعد مہر کی واپسی کا سوال کرنا شرفِ انسانی سے فروتر ہے، ہاں اگر صرف نکاح ہوا ہے اور خلوت سے پہلے ہی طلاق کی نوبت آجائے تو آدھا مہر واپس لے سکتا ہے۔

[۲۹] زمانۂ جاہلیت میں جب کسی کا باپ فوت ہو جاتا تو سوتیلا بیٹا اپنے باپ کی بیوی یعنی اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نکاح سے منع فرمادیا کیونکہ یہ بہت ہی بے حیائی کا کام ہے کہ کوئی بیٹا اپنی ماں سے نکاح کرے اگرچہ ماں سوتیلی ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں اسلام سے پہلے جو غلط کام کسی نے کئے ہیں ان پر گرفت نہیں ہوگی۔

[۳۰] نسب کے سبب جن عورتوں سے نکاح حرام ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ماں (اس میں دادی، نانی اور اس سے اوپر سب داخل ہیں)
۲۔ بیٹی (اس میں پوتی، نواسی اور اس سے نیچے سب داخل ہیں)
۳۔ بہن (سگی یا سوتیلی)
۴۔ پھوپھی ۵۔ خالہ ۶۔ بھتیجی ۷۔ بھانجی

[۳۱] رضاعت کے باعث بھی ان سات عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو رشتہ نسب سے حرام ہے اللہ تعالیٰ نے وہ رشتہ رضاعت سے بھی حرام کر دیا ہے۔" (ترمذی: حدیث نمبر ۱۱۴۶)
ان میں سے دو یعنی رضاعی ماں اور بہن کا ذکر اس آیت میں ہے۔

Marfat.com

وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ
نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ
تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ ؗ
وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ
وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ
سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۙ﴿۲۳﴾

[۳۲] اور تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں جن سے تم صحبت کر چکے ہو اور اگر تم نے ان بیویوں سے صحبت نہ کی ہو تو (انہیں چھوڑ کر ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں) تم پر کوئی گناہ نہیں، اور (تم پر حرام کی گئیں) تمہارے صلبی بیٹوں [۳۳] کی بیویاں اور (یہ بھی حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو (ایک ساتھ نکاح میں) جمع کرو مگر جو گزر چکا (سو وہ معاف ہے)، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

---

[۳۲] رشتہ نکاح کے سبب جن دوسری عورتوں سے نکاح حرام ہو جاتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ وہ عورتیں جو ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہیں یعنی بیوی کی ماں، اس بیوی کی بیٹی جس سے صحبت کی جا چکی ہو لیکن اگر صحبت سے پہلے وہ بیوی فوت ہو جائے یا اسے طلاق دے دے تو اس کی بیٹی سے نکاح درست ہوگا اور بیٹوں کی بیویاں بھی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہیں اور یہی حکم پوتوں اور نواسوں کی بیویوں کا ہے۔

۲۔ وہ عورتیں جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام نہیں بلکہ صرف اس وقت تک نکاح حرام ہے جب تک اس کی بیوی اس کے نکاح میں ہے، لیکن اگر بیوی کو طلاق ہو جائے یا مر جائے تو پھر ان عورتوں سے نکاح درست ہو جائے گا اور وہ بیوی کی بہن ہے یعنی دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حضور اکرم ﷺ نے خالہ، پھوپھی، بھتیجی اور بھانجی کو بھی ایک نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۱۱۲۶) کیونکہ یہ پیار و محبت کے رشتے ہیں، اگر یہ ایک دوسرے کی سوکنیں بن جائیں تو صلۂ رحمی منقطع ہو جاتی ہے اور محبت کی جگہ حسد و رقابت کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ فقہائے کرام نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے کہ دو عورتوں میں سے اگر کسی ایک کو بھی مرد فرض کر لیا جائے تو شریعت کے اعتبار سے ان کا آپس میں نکاح جائز نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، جیسے پھوپھی اور بھتیجی کہ اگر پھوپھی کو مرد فرض کیا جائے تو وہ چچا بنا اور چچا پر بھتیجی حرام ہے اور اگر بھتیجی کو مرد فرض کیا جائے تو بھتیجے پر پھوپھی حرام ہے۔

[۳۳] عرب میں متبنّیٰ یعنی منہ بولے بیٹے کی بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح کرنا بھی حرام خیال کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس رسم کی تردید فرما دی یعنی صرف صلبی بیٹے کی بیوی یا مطلقہ سے نکاح حرام ہے۔ منہ بولے بیٹے کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح کرنے میں کوئی ممانعت نہیں۔

Marfat.com

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ
اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ
مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ
مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا
اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ
فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا
تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور خاوندوں والی عورتیں (بھی تم پر حرام ہیں) مگر (کافروں کی وہ عورتیں) جو تمہاری مِلک میں آ جائیں (وہ حرام نہیں) [۳۴] اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کر دیئے ہیں اور ان کے علاوہ سب عورتیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں تاکہ تم اپنے مالوں (مہر) کے ذریعہ ان کو طلب کرو، درآں حالیکہ تم پاکدامن ہو نہ کہ زنا کار، پس ان عورتوں سے جو لطف تم نے اُٹھایا ہے تو انہیں ان کا مقرر کیا ہوا مہر دے دو، [۳۵] اور مقرر کئے ہوئے مہر کے بعد جس (کمی بیشی) پر تم باہم راضی ہو گئے تو اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے۔

---

[۳۴] جو عورتیں میدانِ جنگ میں پکڑی جائیں اور ان کے کافر خاوند دار الحرب میں رہ جائیں تو دار الحرب سے دار الاسلام میں آنے کے بعد ان کا سابقہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو ایسی عورتوں کے ساتھ نکاح بھی کیا جا سکتا ہے اور اسلامی حکومت اس عورت کو جس سپاہی کے حصہ میں دے دے وہ اس سے ہم بستری بھی کر سکتا ہے۔ غلام اور لونڈی کے متعلق تفصیلات کے لئے اسی سورت میں آیت نمبر ۳ کے ضمن میں حاشیہ نمبر ۷ ملاحظہ ہو۔

[۳۵] یعنی جن عورتوں کی حرمت بیان ہو چکی ہے ان کے علاوہ دیگر عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے، اور نکاح سے مراد یہ ہے کہ گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول ہو اور مہر دینے کا اقرار کرنے کے ساتھ نکاح کا اعلان کیا جائے اور نکاح کا مقصد صرف وقتی شہوت پرستی نہ ہو (جیسے متعہ میں ہوتی ہے جو کہ حرام ہے) بلکہ ہمیشہ میاں بیوی کی حیثیت سے ایک ساتھ رہنے کا عزم صمیم ہو۔ باقاعدہ نکاح ایسا امتیاز ہے جو انسان اور جانوروں کا فرق واضح کرتا ہے۔ نسل اور نسب کی بقا بھی نکاح پر منحصر ہے لیکن اس دور کا یہ عظیم سانحہ ہے کہ گھوڑے اور کتے کا نسب تو محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ اس کی خوبیوں سے استفادہ کیا جائے مگر انسان کے نسب کو پس پردہ ڈالا جا رہا ہے۔ بہر حال نکاح کے بعد اگر بیوی کے ساتھ صحبت یا تنہائی میں ملاقات ہو جائے تو سارا مہر ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ یہ مہر عورت پر کوئی احسان نہیں ہے بلکہ اس کا حق ہے اور اگر بیوی اپنی خوشی سے سارا مہر یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

Marfat.com

وَمَنۡ لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ مِنۡكُمۡ طَوۡلًا اَنۡ يَّنۡكِحَ
الۡمُحۡصَنٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ فَمِنۡ مَّا مَلَكَتۡ
اَيۡمَانُكُمۡ مِّنۡ فَتَيٰتِكُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ
اَعۡلَمُ بِاِيۡمَانِكُمۡ ؕ بَعۡضُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۚ
فَانۡكِحُوۡهُنَّ بِاِذۡنِ اَهۡلِهِنَّ وَاٰتُوۡهُنَّ
اُجُوۡرَهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ مُحۡصَنٰتٍ غَيۡرَ
مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ
اُحۡصِنَّ فَاِنۡ اَتَيۡنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيۡهِنَّ
نِصۡفُ مَا عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ ؕ
ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِىَ الۡعَنَتَ مِنۡكُمۡ ؕ وَاَنۡ تَصۡبِرُوۡا
خَيۡرٌ لَّكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝۲۵ ع ۱

۲۵۔ اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ ان مسلمان لونڈیوں سے نکاح کرے[۳۶] جو تمہارے قبضہ میں ہیں، اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو بہتر جانتا ہے، تم سب آپس میں ایک دوسرے کی جنس سے ہو، لہٰذا ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان (لونڈیوں) کے ساتھ نکاح کرلو[۳۷] اور دستور کے مطابق ان کے مہر ادا کردو، درآں حالیکہ وہ لونڈیاں پاکدامن ہوں، بدکار اور پوشیدہ آشنا بنانے والیاں نہ ہوں، اور جب یہ لونڈیاں نکاح کے ساتھ محفوظ ہوجائیں، پھر اگر وہ بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد (کنواری) عورتوں کے لئے ہے،[۳۸] (لونڈیوں سے نکاح کرنے کی) یہ اجازت تم میں سے اس شخص کے لئے ہے جس کو بدکاری میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو، لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

[۳۶] جو انسان کسی آزاد مسلمان عورت سے نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور یارائے صبر بھی نہیں بلکہ گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے تو اس صورت میں قرآن مجید نے اُسے اجازت دی ہے کہ وہ کسی کی لونڈی سے نکاح کرلے کیونکہ لونڈی کا مہر اور نفقہ آزاد عورت کی بہ نسبت کم ہوتا ہے۔ جب کوئی مالک اپنی لونڈی کو کسی دوسرے شخص کے نکاح میں دیدے تو پھر مالک اس سے گھریلو خدمت تو لے سکتا ہے مگر اس لونڈی سے ہم بستری نہیں کرسکتا۔

[۳۷] عرب میں لونڈیوں سے نکاح کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا، قرآن مجید نے اس خیال کی تردید کردی کہ تم سب (ایک باپ) آدم کی اولاد ہو، لہٰذا سرپرستوں کی اجازت سے ان کی پاکدامن لونڈیوں سے نکاح کرو اور ان کے مہر بھی ادا کرو۔

[۳۸] اگر لونڈیاں نکاح کرنے کے بعد بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان کی سزا سو کوڑے کی بجائے پچاس کوڑے ہوگی۔ اکثر حقوق میں لونڈیوں کو بیویوں کا نصف درجہ حاصل ہے، اس لئے اس جرم کی سزا بھی لونڈیوں کے لئے نصف رکھی گئی ہے۔

دنیا کے قوانین میں مراعات اکثر ان لوگوں کو ملتی ہیں جو عظیم منصب پر فائز یا کثیر دولت کے مالک ہوں، لیکن اسلام میں انسان کی فطری کمزوریوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ جہاں پھسلنے کے امکانات زیادہ اور بچنے کے وسائل کم ہیں وہاں سزا

Marfat.com

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۲۶

۲۶۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے لئے احکام کو کھول کر بیان کردے [۳۹] اور تمہیں ان (نیک لوگوں) کی راہوں پر چلائے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور تمہاری توبہ قبول فرمائے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے۔

وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝۲۷

۲۷۔ اور اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے اور جو لوگ اپنی خواہشات کے پیروکار ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت دور ہٹ جاؤ۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝۲۸

۲۸۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے پابندیوں کا بوجھ ہلکا کردے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔[۴۰]

میں تخفیف کردی گئی ہے۔ یعنی شادی شدہ آزاد مرد اور عورت کو بدکاری کی ضرورت نہیں، اس کے باوجود اگر وہ سرکشی کریں تو انہیں سنگسار کردیا جائے لیکن غیر شادی شدہ آزاد مرد اور عورت اگر اپنے جذبات پر قابو نہ پاسکیں تو اُنہیں سو کوڑے لگائے جائیں جبکہ غلام اور لونڈیاں اپنی محتاجی کے باعث یا گھریلو ضروریات کے لئے اکثر اِدھر اُدھر جانے کے سبب چونکہ جرم کی ترغیبات کی زد میں ہوتے ہیں اس لئے اگر اُن سے بدکاری کا ارتکاب ہوجائے تو ان کی اس مجبوری کے باعث ان کے ساتھ نرمی برتی جائے گی اور صرف پچاس کوڑوں پر اکتفا کیا جائے گا۔

[۳۹] اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کے جملہ احکام کھول کر بیان کردیئے ہیں، گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام اور صالحین عظام کے احوال کا تذکرہ بھی کیا تاکہ تم سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چلو اور باطل سے تائب ہوکر حق کے راستے پر گامزن ہوجاؤ۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کا بادل برسانا چاہتا ہے مگر نفسانی خواہشات کے غلام مختلف حیلے بہانوں اور وسوسوں کے ذریعہ تمہیں راہِ حق سے بہکانا چاہتے ہیں، لہٰذا تم ان کے مکروفریب سے ہشیار رہو اور احکام خداوندی پر عمل پیرا ہوکر رحمتِ خداوندی کے مستحق بن جاؤ۔

[۴۰] اللہ تعالیٰ ہی انسان کا خالق ہے اور وہ انسان کی فطری کمزوریوں کو خوب جانتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسے احکام کا مکلف نہیں بنایا جو اس کی طاقت سے باہر ہوں۔ مثال کے طور پر انسان کے اندر جنسی رغبت کا مادہ رکھا گیا ہے۔ اب اگر ہر انسان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت کا پابند کیا جاتا کہ چونکہ اُنہوں نے شادی نہیں کی اس لئے کوئی اور بھی شادی نہ کرے تو اس حکم کی اطاعت کرنے میں سنگین مشکلات پیش آتیں اور نسلِ انسانی کا سلسلہ منقطع ہوجاتا، اس لئے اسلام نے

Marfat.com

عورتوں سے نکاح کرنے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ ترغیب دی اور نکاح کو دین کا نصف حصہ قرار دیا۔

نیز انسان پیدائشی طور پر کمزور تو ہے ہی، لیکن جس قدر قیامت قریب آتی جارہی ہے اسی قدر انسان کی کمزوری بھی بڑھتی جارہی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلی اُمتوں پر جو احکام نازل فرمائے مسلمانوں پر ان میں بھی تخفیف فرمادی جیسے سفر اور بیماری میں روزہ نہ رکھنے کی، پانی پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کی اور تمام روئے زمین پر نماز پڑھنے کی رخصت عطا فرمائی جس کی پہلی امتوں میں اجازت نہیں تھی۔ الغرض شریعت کے سارے احکام میں انسان کی سہولتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلام آسانی کا درس دیتا ہے۔

آیات

☆ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا۔ (قرآن:۲:۲۸۶)

☆ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا۔ (قرآن:۲:۱۸۵)

احادیث

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرو، ان پر سختی نہ کرو، لوگوں کو خوش خبری سناؤ صلی اللہ علیہ وسلم اور (انہیں دین سے) متنفر نہ کرو۔ (بخاری:۶۹: کتاب العلم: باب ۱۲)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے مسجد میں پیشاب کردیا۔ لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہادو کیونکہ تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو تمہیں تنگی پیدا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ (بخاری:۲۲۰: کتاب الوضوء: باب ۶۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین کے کاموں میں شدت اختیار کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا، لہٰذا تم درست کام کرو اور دین کے قریب رہو اور ثواب کی خوش خبری دو اور صبح و شام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت سے مدد حاصل کرو۔ (بخاری:۳۹: کتاب الایمان: باب ۳۰)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان چیز کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا اور اگر گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا لیکن جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کرتا تو آپ اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیتے۔ (بخاری:۶۱۲۶: کتاب الادب: باب ۸۰)

☆ ایک دفعہ نجران کے چودہ عیسائی حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے مدینہ منورہ آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور انہیں اپنے عیسائی طریقہ کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت دی، چنانچہ عیسائی حضرات نے مسجد نبوی کے ایک کونے میں مشرق کی طرف رخ کر کے اپنی عبادت کی۔

(تفسیر قرطبی: سورہ آل عمران: زیر آیت نمبر ۲، طبقات ابن سعد: جلد اول: ص ۳۰۷)

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ [۴۱] مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو، اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، [۴۲] بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا ہے۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور جو شخص سرکشی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے دوزخ کی آگ میں ڈال دیں گے، اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

☆ حضرت عمر فاروق ؓ کا ایک عیسائی غلام تھا، آپ ؓ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے انکار کر دیا تو آپ ؓ نے قرآن مجید کا حوالہ دیا کہ دین میں جبر نہیں ہے اور اس سے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا اور حضرت عمر فاروق ؓ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو حضرت عمر فاروق ؓ نے اس عیسائی غلام کو آزاد کر دیا۔ (عمر بن الخطاب: ابن جوزی: ص ۱۶۹)

اسلام ایک آسان دین ہے، لہٰذا جب کسی مسئلہ میں سلف صالحین کے اقوال مختلف ہوں تو اہل علم حضرات کو وہی راستہ واضح کرنا چاہیے جو مسلمانوں کے لئے آسان ہو بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم ﷺ نے انسانوں کے لئے آسانی کو ترجیح دی ہے۔

[۴۱] ''اپنے مال آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ'' یہ کتنا فکر انگیز اور نصیحت آموز جملہ ہے یعنی کسی بھی مومن کا مال پرایا مال نہیں بلکہ اپنا ہی مال ہے اور اس میں ناجائز تصرف کرنا گویا اپنی ذات سے دھوکہ کرنا ہے کیونکہ دنیا کے قانون سے اگر آپ کی یہ زیادتی مخفی رہ گئی تو روزِ قیامت جب یہ زیادتی آشکارا ہوگی تو اس کا نقصان کس کو ہوگا؟ اس کی تلافی کے لئے جب تیرے نامۂ اعمال سے نیکیاں نکالی جائیں گی تو اس وقت تیری رسوائی اور ندامت کا کیا عالم ہوگا؟ ہاں اگر تم آپس میں حلال چیزوں کی تجارت کرو جس میں نہ تو کسی کے ساتھ زیادتی کی گئی ہو اور نہ ہی کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہو بلکہ فریقین نے راضی خوشی لین دین کیا ہو اور اس طرح تمہیں نفع حاصل ہو تو یہ نفع حلال ہے، بلکہ ایسے تاجر کو اجر عظیم ملے گا، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''سچے اور امانتدار تاجر کا حشر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا'' (ترمذی: ۱۲۰۹: ابواب البیوع)

[۴۲] اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ خودکشی نہ کی جائے جو کہ کبیرہ گناہ ہے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ سب مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ (مسلم: کتاب البر: باب ۱۷) لہٰذا کسی مسلمان کو قتل کرنا گویا اپنے آپ کو قتل کرنے

Marfat.com

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو[۴۳] جن سے تمہیں روکا گیا ہے، تو ہم تمہاری برائیاں تمہیں معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔

کے مترادف ہے کیونکہ خودکشی کرنا اور کسی مسلمان کو قتل کرنا دونوں ایسے جرائم ہیں جن سے کئی اور مسلمانوں کی زندگی عذاب بن جاتی ہے، مثلاً ایک مسلمان بہن بیوہ ہو جاتی ہے، کسی کے کمسن بچے یتیم ہو جاتے ہیں، قاتل و مقتول دونوں کے افرادِ خانہ مختلف مصائب کا شکار ہو جاتے ہیں، لہٰذا اس برے انجام سے پہلے ہی غور و فکر کر دو اور قتل کے قریب نہ جاؤ لیکن اس وارننگ کے باوجود جو شخص جان بوجھ کر ظلم و تعدی کا ارتکاب کرے اور کسی کے جان و مال میں ناجائز تصرف کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ میں ڈالے گا اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ یہ سزا انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

[۴۳] گناہ کی تعریف

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کا نام گناہ ہے۔ جس گناہ پر حد مقرر ہو یا اُس پر آخرت میں عذاب کی دھمکی دی گئی ہو اُسے گناہ کبیرہ کہتے ہیں اور اس کا ماسوا گناہ صغیرہ ہے۔

کبیرہ گناہ

کبیرہ گناہوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

شرک، قتلِ ناحق، خودکشی، بدکاری، لواطت، پاکباز عورت پر بہتان، والدین کی نافرمانی، یتیم کا مال کھانا، فرائض (نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ) کا ترک کرنا، قرآن مجید یاد کر کے بھلا دینا، جادو کا عمل کرنا، شراب پینا، جھوٹی گواہی دینا، حیوان کو جلانا، صحابہ کرام کو گالیاں دینا، علمائے کرام کی توہین کرنا، بلا عذر خنزیر یا مردار کا گوشت کھانا وغیرہ۔

صغیرہ گناہ

صغیرہ گناہوں کی بھی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

اجنبی عورت کو دیکھنا، فاسقوں سے دوستی رکھنا، قبلہ رُخ رفع حاجت کرنا، واجبات کا ترک کرنا وغیرہ۔

نوٹ:

جو انسان کبیرہ گناہ سے اجتناب کرے اور فرائض و واجبات ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے صغیرہ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، نیز چھوٹے گناہوں کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ ان پر اصرار اور دوام ان کو بڑے گناہ بنا دیتا ہے۔ بڑے اور چھوٹے گناہ کی مثال کچھ اس طرح سمجھی جا سکتی ہے جیسے آگ کا بڑا انگارہ اور چھوٹی چنگاری کہ انسان ان دونوں میں سے کسی ایک کی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتا اور ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی (آگ کا انگارہ یا چنگاری) پورے گھر کو جلانے کا سبب بن سکتا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ انگارہ جلدی جلا سکتا ہے اور چنگاری سے اگر کچھ دیر لاپرواہی برتی جائے تو وہ بھی

Marfat.com

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰی بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور تم اس کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی، [۴۴] مردوں کا حصہ ان کی کمائی کے مطابق ہے اور عورتوں کا حصہ بھی ان کی کمائی کے مطابق ہے، اور اللہ تعالیٰ سے اُس کا فضل مانگتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ﴿۳۳﴾ ع

۳۳۔ اور ماں باپ اور قریبی رشتہ دار جو مال چھوڑ جائیں ہم نے ہر ایک کے ترکہ کے لئے اس کے وارث مقرر کر دیئے ہیں، [۴۵] اور جن سے تمہارا عہد و پیمان ہو چکا ہے انہیں ان کا حصہ دیدو، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مشاہدہ فرمانے والا ہے۔

پورے گھر کو جلا سکتی ہے۔

[۴۴] بعض کمالات اور فضائل ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے بعض انسانوں کو دوسرے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے، جیسے شکل وصورت، ذہانت وفطانت اور حسب ونسب وغیرہ۔ یہ ایسے فضائل ہیں جو کوشش اور کسب سے حاصل نہیں ہو سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت کے ماتحت بعض انسانوں کو عطا فرمائے ہیں، لہٰذا ان غیر اختیاری فضائل کی تمنا کرنا بے سود ہے کیونکہ یہ خدائی فیصلے ہیں جن کو کوئی انسان اپنی کوشش سے تبدیل نہیں کر سکتا اور اگر کوئی شخص ان غیر اختیاری فضائل کی تمنا کرے گا تو اسے رنج وغم اور اور بغض وحسد کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

بہر کیف نیک اعمال اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے جس میں مرد اور عورت کو اپنی کوشش کا پورا پورا حصہ ملے گا، لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی دعا مانگتا رہے اور جس نے اپنے آپ کو تقویٰ کی بدولت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا مستحق بنا لیا تو وہ دوسرے لوگوں سے افضل ہو جائے گا۔

(قرآن: ۴۹: ۱۳)

[۴۵] اگر دو غیر رشتہ دار انسان آپس میں باہم وارث ہونے کا حلف اٹھا لیتے تو وہ ایک دوسرے کی وراثت میں چھٹے حصے کے حقدار بن جاتے۔ یہ زمانہ جاہلیت کا ایک مقبول عام دستور تھا، اس لئے اسلام نے اس کو فوری طور پر ختم کرنا مناسب نہ سمجھا اور ابتدائی ایام میں اس کو جاری رکھا لیکن جب سورۂ انفال کی آیت نمبر ۷۵ نازل ہوئی اور وراثت کے مستحق صرف والدین اور قریبی رشتہ داروں کو قرار دیا گیا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا کیونکہ اس میں قریبی رشتہ داروں کی حق تلفی ہوتی تھی، البتہ

Marfat.com

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ

۳۴۔ مرد عورتوں کے حاکم اور کفیل ہیں [۴۶] اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ مرد اپنے مال (عورتوں کی ضرورت و آرام کے لئے) خرچ کرتے ہیں، پس

وراثت کے تیسرے حصہ سے وصیت کسی کے لئے بھی کی جا سکتی ہے۔

[۴۶] انسان ہونے کے ناطے سے مرد اور عورت برابر ہیں، دونوں اشرف المخلوقات ہیں اور عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر لازم ہیں، البتہ گھر کا نظام چلانے کے لئے مرد کو عورت پر حاکم مقرر کیا گیا ہے۔

قرآن مجید نے یہاں مرد کے حاکم ہونے کی دو وجوہات بیان کی ہیں۔ پہلی وجہ تو وہبی یعنی خداداد فضیلت ہے جس میں مردوں کی کوشش یا عورتوں کی کوتاہی کا کوئی دخل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت مردوں کو جسمانی قوت، سیاسی بصیرت، علم و حکمت کی جستجو اور ذہنی صلاحیت زیادہ عطا فرمائی ہے۔ اسی لئے آج دنیا کے اہم ترین مناصب یعنی ایجادات کرنے والے سائنسدانوں، ممالک کے سربراہوں، مذہب و سیاست کے رہنماؤں اور افواج کے سپہ سالاروں میں عورتوں کی تعداد بہت کم ہے کیونکہ عورت بالعموم ان فطری صلاحیتوں سے محروم ہے جو ان عظیم مناصب کی متقاضی ہوتی ہیں، اسی لئے اسلام نے نبوت، رسالت، حکومت اور امامت وغیرہ کو مردوں کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ مرد کے حاکم ہونے کی دوسری وجہ کسبی یعنی اختیاری ہے کہ مرد اپنا مال بیوی بچوں پر خرچ کرتے ہیں اور ان کی جملہ ضروریات کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں کیونکہ عورت کو فطری ذمہ داریوں یعنی حمل کے ایام، بچے کی پیدائش اور بچے کی پرورش کے ایام میں کسی ایسے سرپرست کی ضرورت ہے جو اس کے اخراجات برداشت کرے، نیز جنسی دلکشی اور جسمانی کمزوری کے باعث اس کو ایک محافظ کی ضرورت رہتی ہے اور یہ دونوں کام خاوند ہی سرانجام دیتا ہے، لہٰذا اس حفاظت و کفالت کے صلہ میں مرد کا یہ حق بنتا ہے کہ عورت اس کی سربراہی بھی قبول کرے، نیز یہ ایک فطری اور زمینی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت کے مقابلہ میں زیادہ طاقتور بنایا ہے، اسی لیے آج کھیلوں کے مقابلہ میں جہاں جسمانی قوت اثرانداز ہوتی ہے مثلاً باکسنگ، کشتی اور وزن اٹھانا وغیرہ میں عورتیں اگر مردوں کے مقابلہ میں آئیں تو وہ کامیاب نہیں ہو سکیں گی، لہٰذا اس فطری امتیاز کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عورت اور مرد میں کلی برابری کا دعویٰ کرنا درست نہیں ہے۔

مردوں کی عورتوں سے افضلیت مجموعی اعتبار سے ہے۔ جہاں تک افراد کا تعلق ہے تو بعض دفعہ عورتیں علم و حکمت اور ذہانت و فطانت میں مردوں سے بڑھ جاتی ہیں۔ آج دنیا میں کوئی ایسا ملک، کارخانہ، اسکول یا کالج نہیں جس کے دو سربراہ ہوں بلکہ اس کائنات کا خدا بھی صرف ایک ہے تو گھر (میاں، بیوی اور بچوں) کی ریاست کو بھی ایک سربراہ کی ضرورت

Marfat.com

نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں [۴۷] اللہ تعالیٰ کی توفیق سے (مردوں کی) غیر حاضری میں بھی ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں، اور جن عورتوں سے تمہیں نافرمانی کا اندیشہ ہو تو پہلے انہیں نصیحت کرو، پھر ان کو ان کے بستروں پر اکیلا چھوڑ دو [۴۸] اور (اگر پھر بھی باز نہ آئیں تو) انہیں مارو، پس اگر وہ تمہاری فرمانبردار بن جائیں تو پھر اُن پر دست درازی کا راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ سب سے بالا سب سے بڑا ہے۔

ہے، جس کے لئے زیادہ موزوں مرد ہی ہے کیونکہ گھر کے جملہ اخراجات کا ذمہ دار مرد ہے، اس لئے اس گھر کا نگران اور حاکم بھی مرد ہی ہونا چاہیے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورت بالکل بے بس اور غلام ہے۔ درحقیقت گھر میں مرد کی حیثیت ایک وزیراعظم کی ہے۔ عورت کی حیثیت ایک وزیر کی اور بچے رعایا ہیں جن کی حفاظت اور نشوونما کے لئے میاں بیوی دونوں باہمی رضامندی اور مشاورت کے پابند ہیں۔ (قرآن: ۲: ۲۳۳) لیکن جب کسی معاملہ میں اختلاف پیدا ہو جائے تو آخری فیصلے کا حق وزیراعظم یعنی خاوند کو ہے اور بیوی کو اس فیصلے کی پابندی کرنا لازم ہے۔ جس طرح کسی ملک کے وزیراعظم کا فیصلہ وزراء کو تسلیم کرنا پڑتا ہے وگرنہ حکومت ٹوٹنے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بائبل میں بھی عورت کو حکم دیا گیا ہے:

۱۔ خدا نے عورت سے کہا: ــــ تو اپنے خاوند کی محبت کو خوش آمدید کہے گی اور وہ تیرا حاکم ہوگا۔ (پیدائش: ۳: ۱۶)

۲۔ اے بیویو! اپنے شوہروں کی ایسے تابع رہو جیسے خدا کی کیونکہ شوہر بیوی کا اس طرح انچارج ہے جیسے مسیح چرچ کا ــــ تمہاری بیویوں کو ہر بات میں خوشی سے اپنے خاوندوں کی اطاعت کرنی چاہیے جیسے چرچ مسیح کی اطاعت کرتا ہے۔

(افیسوں: ۵: ۲۲ تا ۲۴)

[۴۷] یعنی نیک عورتیں وہ ہیں جو اپنے خاوندوں کی غیر حاضری میں بھی ان کے حقوق کی حفاظت کرنے والی ہوں۔ ایسی ہی خوش نصیب عورتوں کے لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت نماز پنجگانہ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے تو قیامت کے دن اسے اجازت دی جائے گی کہ جس دروازے سے وہ چاہے جنت میں داخل ہو جائے یعنی اس کیلئے جنت کے سارے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔'' (احمد: جلد اول: ص ۱۹۱) اور خاوند کے لیے نبی کریم ﷺ کا ارشاد یہ ہے کہ تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی سے بہتر سلوک کرے۔

(ترمذی: ابواب الرضاع: باب ۱۰)

[۴۸] اگر تم میں سے کسی کی بیوی نافرمانی پر اُتر آئے تو فوراً انتہائی قدم نہ اُٹھاؤ بلکہ سب سے پہلے اسے وعظ و نصیحت کرو اور نرمی

Marfat.com

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اور (اے مسلمانو!) اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان ناچاقی کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کرو، [۴۹] اگر وہ دونوں منصف صلح کرانے کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان اتفاق کی صورت پیدا فرما دے گا، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہر بات سے خبردار ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔـا وَّ

۳۶۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو [۵۰] اور اس کے ساتھ

سے سمجھاؤ۔ اگر محض سمجھانے سے بات نہ بنے تو پھر وقتی اور عارضی طور پر اس سے علیحدگی اختیار کر و یعنی اپنا بستر علیحدہ کرلو تاکہ وہ اس علیحدگی سے شوہر کی ناراضگی کا احساس کرے اور نافرمانی سے باز آجائے لیکن اگر یہ طریق کار بھی مفید ثابت نہ ہو تو پھر تم اُسے مار بھی سکتے ہو لیکن وہ مار ایسی سخت نہ ہو جس سے جسم پر چوٹ آئے۔ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں: ''اگر مارنے کی نوبت آجائے تو مسواک یا اس قسم کی ہلکی پھلکی چیز سے مارا جائے۔'' (تفسیر قرطبی) اگر عورت اپنی اصلاح کرلے اور نافرمانی سے باز آجائے تو مرد کو بھی اس کی غلطی سے درگزر کر کے مہربان ہوجانا چاہیے اور اسے مزید تنگ کرنے کا راستہ تلاش نہیں کرنا چاہیے۔ مسواک سے مارنا صرف ایک علامتی وارننگ ہے وگرنہ مسواک کے بجائے صرف ہاتھ کے تھپڑ سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔

[۴۹] گھر کے اندر اصلاحِ احوال کے یہ تینوں طریقے اگر کارگر ثابت نہ ہوں اور طلاق کا خطرہ پیدا ہوجائے تو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کیا جائے جو میاں بیوی کی شکایات سن کر ان کے درمیان صلح کرادیں۔ اہل خاندان سے منصف مقرر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ وہ میاں بیوی کے حالات سے واقف ہوتے ہیں اور میاں بیوی بھی ان سے اپنے دل کی بات کہنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے، لہٰذا اگر میاں بیوی کے دلوں میں مصالحت کی خواہش ہوئی اور ان منصفوں نے بھی خلوصِ نیت سے اصلاح کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق ان کی دستگیری فرمائے گی اور اتفاق کی کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے گی۔

[۵۰] اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے اور مخلوق کا حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے لیکن متکبر اور مغرور انسان ہمیشہ اپنی تعریف اور بڑائی کو ترجیح دیتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کا شکار رہتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ کسی متکبر اور مغرور انسان کو پسند نہیں فرماتا۔

Marfat.com

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰی وَ کسی کو شریک نہ بناؤ، والدین [۵۱] کے ساتھ اچھا

[۵۱] اسلام کے نظامِ عبادات میں اعلیٰ درجہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو حاصل ہے۔ اس کے بعد زکوۃ، روزہ اور حج وغیرہ کا درجہ آتا ہے اور اسلام کے نظامِ اخلاق میں اعلیٰ درجہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ عبادت کا مستحق ہے اسی طرح والدین بھی حسن سلوک کے مستحق ہیں کیونکہ انسان کا حقیقی خالق اور رازق تو اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے ظاہری اسباب والدین ہیں۔ اس ضمن میں والدین کی خدمات لاجواب ہیں کیونکہ انسان تمام جانوروں کے بچوں سے زیادہ کمزور اور ناسمجھ پیدا ہوتا ہے، دیگر جانوروں کے بچے چند ہفتوں اور چند مہینوں میں اپنے آپ کو سنبھال لیتے ہیں مگر انسان ایک طویل عرصہ تک والدین کا محتاج رہتا ہے، اور والدین یہ ساری خدمات بغیر کسی لالچ اور معاوضہ کے سرانجام دیتے ہیں۔ اس لئے ان کا حق بنتا ہے کہ اولاد بھی ان کی خدمت میں ہمیشہ سرگرم رہے، بالخصوص جب وہ بوڑھے ہوجائیں تو کوئی ایسا لفظ بھی زبان پر نہ لائے جو والدین کی دلآزاری کا سبب بنے۔

امام محمد غزالی نے والدین کے آداب بتاتے ہوئے فرمایا: بیٹے کو چاہیے کہ وہ:

۱۔ اپنے والدین کی بات غور سے سنے۔
۲۔ جب وہ کھڑے ہوں تو کھڑا ہوجائے۔
۳۔ ان کا حکم بجالائے۔
۴۔ ان کے آگے نہ چلے۔
۵۔ ان کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرے۔
۶۔ جب وہ بلائیں تو حاضر ہوجائے۔
۷۔ ان کی رضامندی کے لئے حریص رہے۔
۸۔ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔
۹۔ ان کے ساتھ نیکی کرنے پر احسان نہ جتائے۔
۱۰۔ انہیں ترچھی نظروں سے نہ دیکھے۔
۱۱۔ انہیں گھور کر نہ دیکھے۔
۱۲۔ ان کی اجازت کے بغیر سفر نہ کرے۔ (بدایۃ الھدایۃ: امام غزالی: ص ۱۵۴، مجموعۃ رسائل فی بدایۃ الھدایۃ: ص ۹۷)

قرآن میں والدین کا مقام

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو ''اف'' تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو بلکہ ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کرو، اور ان کے سامنے رحم دلی سے انکساری کے ہاتھ جھکائے

Marfat.com

رکھو اور (اللہ تعالیٰ کے حضور) عرض کرو: اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھے (بڑی رحمت ومحبت سے) پالا تھا۔} (قرآن: ۱۷: ۲۳۔۲۴)

باپ کی فضیلت

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ کی رضا مندی باپ کی رضا مندی میں ہے اور رب تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ (ترمذی: ۱۸۹۹: ابواب البر: باب ۳) یعنی جس پر باپ راضی ہو اس پر خدا راضی ہوتا ہے اور جس پر باپ ناراض ہو اس پر خدا بھی ناراض ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے باپ کے آگے چل رہا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا: اس دوسرے شخص کے ساتھ تیرا کیا رشتہ ہے؟ اس نے کہا: یہ میرا باپ ہے تو حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ کو اس کے نام سے نہ پکارا کر، اس کے آگے نہ چلا کر اور نہ ہی اس سے پہلے بیٹھا کر۔

(الادب المفرد: امام بخاری: ص ۲۲، شعب الایمان للبیہقی: ۷۸۹۴: جلد ۶: ص ۱۹۸)

☆ حضرت ابودرداء ﷺ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: باپ جنت کے دروازوں میں سب سے بہتر دروازہ ہے۔ اگر تو چاہے تو (باپ کی نافرمانی کر کے) اسے ضائع کر دے یا چاہے تو (باپ کی فرمانبرداری کر کے) اسے اپنے لئے محفوظ کر لے۔ (ترمذی: ۱۹۰۰: ابواب البر والصلۃ: باب ۳)

☆ حضرت عبداللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ والد کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور قرآن کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی وجہ سے اپنے بھائی کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی: ۷۸۶۰: جلد ۶: ص ۱۸۷)

ماں کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔

اس نے دوبارہ عرض کیا: ماں کے بعد کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔

اس نے تیسری بار عرض کیا: ماں کے بعد کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔

اس نے چوتھی بار عرض کیا: ماں کے بعد کون ہے؟

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا باپ۔ (بخاری: ۵۹۷۱: کتاب الادب: باب ۲)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: یارسول اللہ! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مکہ فتح کر دیا تو میں بیت اللہ میں جا کر اس کی نچلی چوکھٹ کو بوسہ دوں گا۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی ماں کے قدم کو بوسہ دے دو، تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔

(عمدۃ القاری: کتاب الادب: باب ۲: جز ۲۲: ص ۸۲)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

(کنز العمال: ۴۵۴۳۹: جلد ۱۶: ص ۴۶۱)

☆ ایک شخص اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا: کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں یہ تو اس کی ایک بار خندہ پیشانی کا بھی بدل نہیں ہے۔

(مجمع الزوائد: ج ۸: ص ۱۳۷)

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ میرے پاس آئیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مشرکہ تھیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! وہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (بخاری: ۲۶۲۰: کتاب الادب: باب ۳)

☆ حکایت ہے کہ ایک آدمی استاذ ابو اسحاق کے پاس آیا اور کہا: میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ آپ کی داڑھی لعل اور موتیوں کے ساتھ مرصع تھی۔ ابو اسحاق نے کہا: تو نے سچ کہا، آج رات میں نے سونے سے پہلے اپنی داڑھی کو ماں کے قدموں کے تلوؤں کے ساتھ مس کیا تھا اور یہ ماں کے قدموں کی برکت ہے۔ ابو اسحاق اپنے ہاتھ سے والدین کی خدمت کرتا تھا اور ان کی خدمت کسی اور کے سپرد نہیں کرتا تھا کیونکہ آدمی کے لئے اپنے والدین، استاذ اور مہمان کی خدمت کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے، لہٰذا بیٹے کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین سے آگے نہ چلے اور نہ ہی کسی مجلس میں والدین سے بلند جگہ پر بیٹھے اور نہ ہی کھانے، پینے اور بات کرنے میں ان سے سبقت کرے۔

(تفسیر روح البیان: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۲۳)

☆ حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مقام جعرانہ میں گوشت تقسیم کر رہے تھے اور میں اس وقت نوجوان تھا اور اونٹ کی ہڈیاں اٹھا رہا تھا۔ اس اثنا میں ایک عورت آئی اور نبی ﷺ کے قریب ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی جس پر وہ بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ آپ کی وہ ماں ہے جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔ (ابوداؤد: ۵۱۴۴: کتاب الادب: باب ۱۱۸)

☆ نبی کریم ﷺ کی رضاعی ماں یعنی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب تشریف لاتیں تو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ ان کے احترام میں کھڑے ہو جاتے، اپنی چادر بچھاتے اور اس پر اپنی رضاعی ماں کو بٹھاتے۔ (سبل

Marfat.com

الھدیٰ والرشاد: جلداول: ص ۴۶۸، مستدرک: امام حاکم: جلد ۴: ص ۱۸) ایک رضاعی ماں جس نے صرف اپنا دودھ پلایا، اسلام میں اگر اس کا اتنا عظیم مقام ہے تو جو حقیقی ماں ہے اس کا مقام کتنا عظیم ہوگا؟

☆ چھٹی ہجری میں نبی کریم ﷺ ۱۴۰۰ صحابہ کرام ﷺ کو لے کر عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ جب آپ ابواء کے مقام سے گزرنے لگے جہاں آپ کی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر ہے تو آپ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے قبر کے پتھروں کو درست کیا اور اس کے پاس رونے لگے۔ آپ کو روتے دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی رونے لگے۔ صحابہ کرام ﷺ نے آپ سے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی ماں کی شفقت اور محبت یاد آگئی تو میں رونے لگ گیا۔ (کتاب الطبقات الکبیر: ابن سعد: جلد اول: ص ۹۵)

والدین کی فضیلت

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: کیا میں جہاد کروں؟ آپ نے فرمایا: کیا تمہارے ماں باپ (زندہ) ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر تم ان کی خدمت میں جہاد کرو۔ (بخاری: ۵۹۷۲: کتاب الادب: باب ۳) جب تک جہاد فرض عین نہ ہو جائے اس وقت تک والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں شریک ہونا جائز نہیں ہے۔

☆ حضرت مالک بن ربیعہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ بنی سلمہ کے ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: کیا ماں باپ کے فوت ہونے کے بعد بھی ان کے ساتھ کوئی نیکی کرنا میرے ذمہ باقی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں ان کی نماز جنازہ پڑھنا، ان کے لئے استغفار کرنا، ان کے عہد کو پورا کرنا، ان کے دوستوں کی تعظیم کرنا اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا۔

(ابن ماجۃ: ۳۶۶۴: ابواب الادب: باب ۲)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) تین قسم کے لوگ میرا چہرہ نہیں دیکھ سکیں گے، ان میں سے ایک والدین کا نافرمان، دوسرا میری سنت کا تارک اور تیسرا جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔

(تفسیر روح البیان: سورہ احزاب (۳۳): زیر آیت نمبر ۵۶)

☆ حضرت ابو امامہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا: والدین کا ان کے بیٹے پر کیا حق ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تیرے والدین تیرے لئے جنت ہیں یا دوزخ ہیں۔ (ابن ماجۃ: ۳۶۶۲: ابواب الادب: باب ۱) یعنی والدین کی اطاعت اور خوش نودی بیٹے کو جنت میں لے جاتی ہے اور والدین کی نافرمانی و دلآزاری بیٹے کے لئے دوزخ کا سبب بن سکتی ہے۔

☆ حضرت عبدالعزیز کے والد بیان کرتے ہیں کہ پیر اور جمعرات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور جمعہ کے دن انبیاء اور والدین کے سامنے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، وہ ان کی نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور ان کے

Marfat.com

چہرے خوشی سے چمک اٹھتے ہیں، پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے مرنے والوں کو اذیت نہ پہنچاؤ۔

(کنز العمال: ۴۵۴۹۳: جلد ۱۶: ص ۴۶۹)

والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، ناحق قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا، پھر فرمایا: کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں سے بھی بڑا گناہ بتاؤں؟ پھر فرمایا: جھوٹی گواہی دینا۔ (بخاری: ۵۹۷۷: کتاب الادب: باب ۶)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً بڑے گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے والدین کو لعنت کرے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! ایک انسان اپنے والدین کو لعنت کیسے کر سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک انسان کسی دوسرے کے باپ کو گالی دے اور دوسرا واپس پہلے شخص کے باپ کو گالی دے۔ اسی طرح ایک انسان کسی دوسرے کی ماں کو گالی دے اور دوسرا واپس پہلے شخص کی ماں کو گالی دے۔ (بخاری: ۵۹۷۳: کتاب الادب: باب ۴) یعنی اگر پہلا شخص گالیوں کی ابتداء نہ کرتا تو دوسرا شخص پہلے کے والدین کو گالیاں نہ دیتا۔ لہٰذا یہ ایسا ہی ہے جیسے پہلے شخص نے خود ہی اپنے والدین کو گالیاں دی ہیں کیونکہ وہی اس کا سبب بنا ہے۔ اس میں اسلام کی ایک اور عظمت بھی ملاحظہ کریں کہ اسلام کسی کے والدین کو گالیاں دینا بھی اتنا ہی برا سمجھتا ہے جتنا اپنے والدین کو گالیاں دینا ہے۔

والدین کی برکت

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کے والدین میں سے ایک یا دونوں اس حال میں فوت ہو جائیں کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان تھا۔ اگر وہ اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیکوکار اور اپنے والدین کا فرماں بردار لکھ دے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح: ۴۹۴۲: کتاب الآداب: باب البر والصلۃ، کنز العمال: ۴۵۵۳۴: جلد ۱۶: ص ۴۷۷)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے والدین یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قبر پر ہر جمعہ کو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے اور اسے فرمان بردار اور نیکوکار لکھ دیتا ہے۔

(کنز العمال: ۴۵۴۸۷: جلد ۱۶: ص ۴۶۸)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ثواب کی نیت سے والدین یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کی تو یہ حج مقبول کے برابر ہے، اور جو شخص کثرت سے اپنے والدین کی قبروں کی زیارت کرے تو فرشتے اس کی قبر کی زیارت کریں گے۔ (کنز العمال: ۴۵۵۴۴: جلد ۱۶: ص ۴۷۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نیکوکار بیٹا اپنے والدین کو رحمت بھری نظر سے دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ لوگوں نے

Marfat.com

الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ	برتاؤ کرو، نیز رشتہ داروں ، [۵۲] یتیموں ، مسکینوں ، [۵۳] رشتہ دار پڑوسی اور اجنبی

عرض کیا: اگر وہ دن میں سو مرتبہ اسی طرح نظر کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں (ہر نظر کے بدلے میں یہی ثواب ملتا رہے گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور ہر قسم کے نقص و عجز سے پاک ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح: ۴۹۴۴: کتاب الآداب: باب البر والصلۃ)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے والدین کے قریب تیرا چار پائی پر اس حال میں سونا کہ تو ان سے خوش ہو اور وہ تجھ سے خوش ہوں تو یہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلوار کے جہاد سے بھی افضل ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی: ۷۸۳۶: جلد ۶: ص ۱۷۹)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے والدین کو راضی کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا اور جس نے اپنے والدین کو ناراض کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔ (کنز العمال: ۴۵۴۹۷: جلد ۱۶: ص ۴۷۰)

بائبل میں والدین کا مقام

☆ ماں باپ کا احترام کرو، اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں خوشگوار اور لمبی زندگی نصیب ہوگی۔ (خروج: ۲۰: ۱۲)

☆ جو شخص اپنے ماں باپ کی توہین کرے اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے اپنے ہی خون اور گوشت کی توہین کی ہے۔

(احبار: ۲۰: ۹)

[۵۲] والدین کے بعد دوسرے نمبر پر دیگر رشتہ داروں سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق اور عمر میں برکت ہو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ (مسلم: ۲۵۵۷: کتاب البر) یعنی رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے اور ان سے حسن سلوک کا رویہ اختیار کرے۔

۲۔ عام مسکینوں کو صدقہ دینے سے تو صرف صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر اپنے رشتہ داروں کو صدقہ دیا جائے تو اس میں دو ثواب ہیں، ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ (احمد: جلد ۴: ص ۲۱۴)

نوٹ: اس ضمن میں سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۱۵ حاشیہ نمبر ۱۷۵ اور سورہ نساء کی آیت نمبر ایک اور حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ کریں۔

[۵۳] مسکین

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ان (امیر لوگوں) کے اموال میں سائل اور نادار لوگوں کا حق ہے۔} (قرآن: ۵۱: ۱۹)
یعنی اللہ تعالیٰ نے حکومت کے علاوہ امیر لوگوں کے اموال میں اڑھائی فی صد بطور زکوٰۃ غریب لوگوں کا حق مقرر کر دیا ہے، لہٰذا امیر لوگوں کے پاس یہ غریبوں کی امانت ہے اور ان کا فرض ہے کہ وہ اس امانت کو جتنا جلد ہو سکے غریبوں تک پہنچائیں، ممکن ہے ان کو اس امانت کی اشد ضرورت ہو، نیز اللہ تعالیٰ نے غریب لوگوں پر یہ فرض عائد نہیں کیا کہ وہ امیر لوگوں کے

Marfat.com

پاس جا کر اپنے اس حق کا مطالبہ کریں بلکہ امیر لوگوں پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ وہ اپنے فرض کو ادا کرنے کے لئے خود جا کر غریب کو تلاش کریں اور اس کو اس کا حق ادا کریں۔ کاش سارے مسلمان دیانتداری سے اپنا یہ فرض ادا کرتے تو مسلمان ممالک میں کوئی غریب نظر نہ آتا۔

☆ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا حالانکہ تو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ (پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا۔ (پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تھا۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا۔ اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔ (مسلم: ۶۵۵۶: کتاب البر: باب ۱۳)

☆ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لئے امدادی کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح جو رات کو قیام کرے اور دن کو روزہ رکھے۔

(بخاری: ۵۳۵۳: کتاب النفقات: باب ۱)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ جب ان کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ کسی آدمی کو تلاش کرتے جو ان کے ساتھ کھانا کھائے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اجنبی آدمی کو ملے۔ جب وہ آپ کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو فرمایا: بسم اللہ پڑھو۔ اس نے جواب دیا میں نہیں جانتا کہ اللہ کون ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو کھانے سے اٹھا دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اس کو رزق دیتا رہا ہوں اور تم نے اس کو ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرا کر اس کی تلاش میں نکلے اور اس کو واپس بلایا۔ اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ اب مجھے واپس کیوں بلا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارا واقعہ سنایا، تو اس نے کہا: یہ تو بڑا کریم رب ہے، پھر وہ ایمان لے آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں واپس آ گیا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۶۹)

Marfat.com

وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۶﴾

پڑوسی، [۵۴] ہم مجلس، مسافر اور غلاموں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ مغرور (اور) متکبر کو پسند نہیں فرماتا۔

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾

۳۷۔ جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کو چھپاتے ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

☆ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھجور اور دودھ ملا کر حلوہ بنایا۔ اسی اثنا میں ایک مسکین آ گیا، آپ نے وہ حلوہ اٹھا کر اس مسکین کو دے دیا۔ اہل مجلس میں سے کسی نے کہا: اے امیر المؤمنین! اس لذیذ حلوے کی قدر یہ بے چارہ مسکین کیا سمجھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: لیکن مسکین کا رب تو جانتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے۔ (ضیاء القرآن: جلد ۵: ص ۴۱۱)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں مجھے موت عطا فرما اور قیامت کے دن مساکین کے گروہ میں میرا حشر فرما۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ نے فرمایا: کیونکہ مساکین اپنے دور کے اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! مسکین کو خالی واپس نہ کر اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دے۔ اے عائشہ! مساکین سے محبت کر اور ان کو اپنا قرب عطا کر اس کے بدلے میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اپنا قرب عطا فرمائے گا۔ (ترمذی: ۲۳۵۲: ابواب الزھد: باب ۳۷)

[۵۴] پڑوسی

سب سے قریبی پڑوسی وہ خاندان یا افراد ہیں جو ہمارے گھر کے دائیں بائیں رہتے ہیں، ان کے مکان اور گارڈنز کی حدود ہمارے گھر کے ساتھ متصل ہوتی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم دن میں کئی بار دیکھتے ہیں کبھی وہ گھر سے نکلتے ہیں تو ہم اپنی فرنٹ میں بیٹھے ہوئے کھڑکی سے انہیں دیکھتے ہیں اور کبھی وہ گارڈن میں گھومتے ہیں تو ہمیں بیڈروم کی کھڑکی سے نظر آتے ہیں الغرض ہم گھر سے نکلیں یا گارڈن میں بیٹھیں اکثر ان سے آنکھیں دو چار ہو جاتی ہیں، اس طرح وہ ہماری روزمرہ کی زندگی کا ایک اہم حصہ بن جاتے ہیں۔ ہمارے گھر یا گارڈن میں جو کام ہوتا ہے اکثر و بیشتر ہمارے قریبی پڑوسیوں کو بھی اس کا اندازہ ہوتا ہے، اس طرح ایک قسم کے وہ ہمارے رازدار بھی ہیں۔

خدانہ کرے اگر ہمارے گھر کو آگ لگے یا کوئی ڈاکو دروازہ توڑ کر ہمارے اوپر حملہ کر دے تو اس حادثہ کا سب سے پہلے جس کو علم ہوگا وہ ہمارے قریبی پڑوسی ہیں۔ اگر وہ ہم سے تنگ ہیں تو ہمیں آگ میں جلتا دیکھ کر خوش ہوں گے، عین ممکن

Marfat.com

ہے وہ ہماری مدد کو نہ آئیں اور ہم زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں، اور اگر وہ ہم سے خوش ہیں تو فوراً پولیس اور فائر بریگیڈ کو فون کریں گے، ہماری مدد کی پوری کوشش کریں گے اور ممکن ہے ان کی مدد سے ہماری زندگی بچ جائے، لہٰذا پڑوسیوں کے ساتھ اچھے تعلقات کا ہونا ہر انسان کی ضرورت ہے تا کہ مصیبت کے وقت ہم ایک دوسرے کے کام آسکیں، بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ پڑوسیوں کے کتے کے ساتھ بھی آشنائی ہونی چاہیے تا کہ وہ اچانک بھونک کر ہمیں خوفزدہ نہ کرے۔

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ (ترمذی: ۱۹۴۴: ابواب البر: باب ۲۸)

۲۔ حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کا احترام کرے۔ (بخاری: ۶۰۱۹: کتاب الأدب: باب ۳۱)

۳۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرتا ہے جس کا پڑوسی برا ہے اور اس کو تکلیف پہنچاتا ہے مگر یہ ثواب کی نیت سے اس کی ایذا رسانی پر صبر کرتا ہے۔ (کنز العمال: جلد ۹: ص ۵۱)

۴۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال شدہ پانی کو برکت کے لئے اپنے جسموں پر لگانا شروع کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہیں کس چیز نے ایسا کرنے پر اکسایا؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ بات خوش کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے یا بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ وہ جب بات کرے تو سچ بولے، جب اسے امین بنایا جائے تو امانت کو پورا کرے اور اپنے ہر پڑوسی سے حسن سلوک کرے۔ (مشکوۃ المصابیح: ۴۹۹۰: باب الشفقۃ: الجزء الثالث)

ایک انسان کے لئے اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کریں تو اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

پڑوسیوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنے پڑوسی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔
(مسلم: ۱۷۱: کتاب الإیمان: باب ۱۷)

آج ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کا پڑوسی اس کے بارے میں اچھی رائے رکھے اور اس کے ساتھ احترام سے پیش آئے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رہنمائی فرمائی ہے وہی اس کا آسان ترین طریقہ ہے یعنی پہلے ہم خود اپنے پڑوسی

Marfat.com

کے بارے میں اچھی رائے رکھیں اور اس کی تکریم کریں تو وہ خود بخود ہماری تعظیم کرے گا۔

پڑوسیوں کو تنگ کرنا

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۵۴)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: فلاں عورت رات کو نماز پڑھتی ہے، دن کو روزہ رکھتی ہے لیکن بدکلامی سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس میں کوئی خیر نہیں ہے وہ جہنم میں جائے گی۔ (مستدرک: امام حاکم: ۷۳۰۴: جلد ۴: ص ۱۸۴، مسند احمد: جلد ۲: ص ۴۴۰)

اندازہ کریں اسلام میں پڑوسیوں کی کتنی اہمیت ہے کہ جو عورت صرف زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے اس کا نماز روزہ اسے جہنم سے نہیں بچا سکے گا تو جو شخص اپنے پڑوسیوں کو جسمانی تکلیف پہنچائے اس کا انجام کتنا خوفناک ہوگا۔

غیر مسلم پڑوسی بھی حسن سلوک کے حقدار ہیں

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ پڑوسیوں کی تین قسمیں ہیں: بعض پڑوسی وہ ہیں جن کا صرف ایک حق ہے، بعض وہ ہیں جن کے دو حق ہیں اور بعض وہ ہیں جن کے تین حق ہیں۔ ایک حق والا پڑوسی وہ ہے جو مشرک یعنی غیر مسلم ہے اور اس کے ساتھ کوئی خونی رشتہ نہیں ہے۔ دو حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلمان بھی ہے اور تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہے، مسلمان بھی ہے اور رشتہ دار بھی ہے۔ (کنز العمال: جلد ۹: ص ۵۱)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، نیز رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی، مجلس کے ساتھی، مسافر اور غلاموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ مغرور اور متکبر کو پسند نہیں فرماتا۔} (قرآن: ۴:۳۶)

اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسی چاہے رشتہ دار ہو یا اجنبی، مسلمان ہو یا غیر مسلم سب حسن سلوک کے مستحق ہیں حتیٰ کہ جس کے ساتھ تم عارضی طور پر سفر کر رہے ہو یا کچھ دیر کے لئے اس کی مجلس میں بیٹھے ہو وہ بھی تمہارے حسن سلوک کا حقدار ہے کیونکہ وہ بھی ایک قسم کا تمہارا پڑوسی ہے اگرچہ اس کے پڑوس کا عرصہ مختصر ہے۔

تحائف کا تبادلہ

۱۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے نصیحت فرمائی: جب تم سوپ بناؤ تو اپنے پڑوسیوں کے خیال سے اس میں پانی زیادہ ڈال دو اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سوپ میں سے کچھ اپنے پڑوسیوں کو بھی دو۔ (مسلم: ٦٦٨٨: کتاب البر: باب ۴۲)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک بکری ذبح کی گئی تو انہوں نے دوبار گھر والوں سے پوچھا کہ تم نے ہمارے پڑوسی جو کہ یہودی ہے اس کے لئے گوشت کا تحفہ بھیجا ہے یا نہیں؟ کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ

Marfat.com

جبریل امین مجھ کو ہمیشہ پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو میرا وارث کر دیں گے۔
(ترمذی: ۱۹۴۳: ابواب البر: باب ۲۸)

پڑوسیوں کے ساتھ اچھے مراسم رکھنے کا ایک طریقہ تحائف کا تبادلہ ہے مگر تبادلہ تحائف کے وقت فریقین کو ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کا احترام کرنا چاہیے اور کسی ایسی چیز کا تبادلہ نہ کیا جائے جو دوسرے کے مذہب میں ناپسندیدہ ہو۔

پڑوسی کے بچوں کی دلداری

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تو اپنے بچوں کے لئے پھل خریدے تو اس میں سے اپنے پڑوسی کو تحفہ بھیج، اگر یہ نہ کر سکے تو پھل چھپا کر گھر میں داخل ہو اور اپنے بچوں کو پھل دے کر باہر نہ نکال کہ پڑوسی کے بچوں کے دل میں جلن پیدا ہوگی۔
(کنز العمال: ۲۴۹۳۵: جلد ۹: ص ۵۹)

۲۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! جب تیرے پڑوسی کا بچہ تیرے پاس آئے تو اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھما دے اس سے پڑوسیوں کے ساتھ محبت میں اضافہ ہوگا۔ (کنز العمال: جلد ۹: ص ۵۹)

پڑوسی بچوں کی دلآزاری سے اجتناب کرنے اور ان کی دلداری کے لئے انہیں کچھ دے دینے سے پڑوسیوں کے دل میں تمہارے لئے محبت پیدا ہوتی ہے اور وہ تمہارے بچوں کے ساتھ بھی ایسا ہی حسن سلوک کرنے کی کوشش کریں گے۔

پڑوسیوں کی تعداد

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ پڑوسیوں سے مراد (۲۴۰ گھر) ہیں: ساٹھ گھر دائیں جانب، ساٹھ گھر بائیں جانب، ساٹھ گھر پیچھے اور ساٹھ گھر سامنے۔ (کنز العمال: جلد ۹: ص ۵۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے اردگرد رہنے والے ۲۴۰ گھر بحیثیت پڑوسی ہمارے حسن سلوک کے حقدار ہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے وافر مال و دولت سے نوازا ہے اسے چاہیے کہ اپنے ۲۴۰ پڑوسیوں کی خبر گیری کر کے ثواب دارین حاصل کرے۔

کس پڑوسی کی دعوت کو ترجیح دی جائے

ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر دو پڑوسیوں کی دعوت ایک ساتھ ملے تو اس کو ترجیح دو جس کا گھر تمہارے گھر کے زیادہ قریب ہے اور اگر دو پڑوسیوں کی دعوت مختلف اوقات میں ملے تو اس کو ترجیح دو جس نے پہلے دعوت دی ہے۔
(مسند احمد: جلد ۵: ص ۴۰۸)

پڑوسی کی غمی اور خوشی میں شریک ہونا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: میرے پڑوسی کا مجھ پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر

Marfat.com

وہ بیمار ہو تو تم اس کی بیمار پرسی کرو۔ اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو۔ اگر وہ تم سے قرض مانگے تو اس کو قرض دو۔ اگر اس میں عیب ہو تو اس کی پردہ پوشی کرو۔ اگر اس کو کوئی اچھائی پہنچے تو اس کو مبارک باد دو۔ اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو اس کی تعزیت کرو، اور اپنے گھر کی عمارت اس کے گھر کی عمارت سے بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا رک جائے۔"

(معجم کبیر: جلد ۱۹: ص ۴۱۹)

پڑوسی کی غمی اور خوشی میں شریک ہونے اور اس کے ساتھ تبادلہ خیالات کرنے سے ایک دوسرے کی تہذیب اور اقدار پر آگاہی حاصل ہوتی ہے اور آپس میں باہمی سمجھ اور باہمی اعتماد کی فضا پیدا ہوتی ہے اور اگر پڑوسی کے ساتھ رابطہ نہ رکھا جائے تو بلا وجہ کئی قسم کی غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں جو بالآخر انتشار اور اختلاف کا سبب بن جاتی ہیں۔

پڑوسی کی گواہی

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جسے میں کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: احسان کرنے والے بن جاؤ۔ اس نے عرض کیا: مجھے کیسے علم ہو کہ میں محسن بن گیا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے پڑوسیوں سے پوچھ، اگر وہ کہیں کہ تو محسن ہے تو پھر تو محسن ہے اور اگر وہ کہیں تو برا ہے تو پھر تو برا ہے۔

(کنز العمال: ۳۰۸۰۸: جلد ۱۱: ص ۱۰۴، ابن ماجۃ: ابواب الزھد: باب ۲۵)

یعنی اگر کسی کے کردار کے بارے میں تحقیق کرنا ہو تو اس کا بہترین ذریعہ اس کے پڑوسی ہیں۔ اب جس انسان سے اس کے پڑوسی تنگ ہوں ظاہر ہے یہ خبر دوسرے لوگوں تک بھی پہنچ جائے گی جس کے نتیجہ میں دوسرے لوگ بھی اس کو شک کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اور اگر اس کے پڑوسی اس کے کردار سے مطمئن ہوں تو وہ جہاں بیٹھیں گے اس کی تعریف کریں گے جس کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے، لہٰذا پڑوسیوں کے ساتھ اچھے مراسم رکھنا ہر انسان کی ضرورت ہے۔

دنیا کا ہر انسان کسی کا پڑوسی ہے

پڑوسی صرف وہی نہیں جو ہمارے گھر کے ساتھ رہتا ہے بلکہ بس اور جہاز میں یا سکول اور مسجد میں جو ہمارے ساتھ بیٹھا ہے وہ بھی ہمارا پڑوسی ہے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بھی ضروری ہے تاکہ جتنی دیر ہم وہاں ہیں ہمارا وقت اچھا گزرے۔ اسی طرح وسیع معنیٰ میں دیکھیں تو ایک گلی کے باشندے ساتھ والی گلی کے پڑوسی ہیں، ایک شہر کے باشندے ساتھ والے شہر کے پڑوسی ہیں اور ایک ملک کے باشندے ساتھ والے ملک کے پڑوسی ہیں بلکہ اب تو دنیا ایک عالمی دیہات کی صورت اختیار کر چکی ہے، لہٰذا ساری دنیا کے لوگ ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔

دنیا سے شر اور بھوک کا خاتمہ

۱۔ حضرت ابو شریح ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! وہ شخص صحیح مؤمن نہیں ہے، خدا کی قسم! وہ

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ مَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتے، اور شیطان جس کا ساتھی ہو جائے [۵۵] تو وہ بہت برا ساتھی ہے۔

شخص صحیح مؤمن نہیں ہے، خدا کی قسم! وہ شخص صحیح مؤمن نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہیں ہے۔ (بخاری: ۶۰۱۶: کتاب الادب: باب ۲۹)

۲۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص مؤمن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

(مشکوۃ: باب الشفقۃ: فصل ثالث)

اگر دنیا کا ہر انسان آج یہ عہد کر لے کہ وہ اپنے پڑوسی کو تنگ نہیں کرے گا اور ہر رات کو سونے سے پہلے اپنے پڑوسی کی حتی الامکان دادرسی کرے گا تو صرف ان دو مختصر احادیث پر عمل کرنے سے آج ہی یہ دنیا ایسی خوشگوار اور پر سکون جگہ بن سکتی ہے جس میں ہر شخص خوش اور مطمئن ہوگا۔

ایک غیر مسلم کا قبول اسلام

اس مضمون کی آخری حدیث کی برکت کے طور پر ایک واقعہ ملاحظہ کریں: چند سال پہلے میں نے ٹی وی پر ایک نومسلم کا انٹرویو سنا جو پہلے ہندو تھا۔ اس نے کہا: میں بی ایس ای کا امتحان دینے کے لئے دہلی گیا ہوا تھا۔ میرے ساتھ والے کمرے میں ایک مسلمان طالب علم تھا اور وہ بھی بی ایس ای کا امتحان دینے آیا ہوا تھا۔ ایک دن مجھے سخت بخار ہوا اور میں سارا دن کمرہ سے باہر نہ آسکا اور نہ ہی کنٹین پر کھانے کے لئے جا سکا۔ رات کو میرے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے بڑی مشکل سے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ میرے ساتھ والے کمرہ کا مسلمان سامنے کھڑا ہے اور مجھے کہتا ہے کہ اس نے آج مجھے باہر نہیں دیکھا اور نہ ہی کنٹین میں دیکھا ہے، اس لئے وہ میری خبر گیری کے لئے آیا ہے تاکہ وہ میری مدد کر سکے۔ میں نے اسے کہا: آپ نے بہت اچھا کیا، مجھے سخت بخار ہے مجھے بازار سے کوئی دواء اور تھوڑا سا کھانا لا دو۔ رات گئے وہ بازار گیا اور کہیں دور سے میرے لئے دوائی اور کھانا لایا۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور وہ اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ مجھے دوائی اور کھانے سے افاقہ ہوا اور دوسرے دن امتحان دینے کے قابل ہو گیا مگر وہ مسلمان میرے دل میں گھر کر گیا۔ اگر وہ میری مدد کو نہ آتا تو میں امتحان دینے کے قابل نہ ہوتا۔ جب امتحان ختم ہو گیا تو میں اس مسلمان کے کمرہ میں گیا اور کہا: آپ جانتے ہیں کہ میں ہندو ہوں۔ میری آپ کے ساتھ کوئی دوستی بھی نہیں ہے تو پھر آپ نے میری اس قدر خبر گیری کیوں کی؟ اس مسلمان نے کہا: دراصل میرے مذہب کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان پیٹ بھر کر سونے جا رہا ہے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہے تو وہ اچھا مسلمان نہیں ہے، لہٰذا میں نے اپنے مذہب کی تعلیم پر عمل کرنے کے لئے تیری مدد کی تھی۔ یہ سن کر وہ ہندو کہنے لگا: جو مذہب غیر مسلموں کے ساتھ بھی ہمدردی کی تعلیم دیتا ہے میں وہی مذہب قبول کرتا ہوں اور وہ مسلمان ہو گیا۔

[۵۵] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھپاتے ہیں اور اس میں بخل کرتے ہیں یا صرف دکھلاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں یہ ساری

Marfat.com

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝۳۹

۳۹۔ آخر ان کا کیا نقصان ہوتا اگر وہ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لے آتے اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے، اور اللہ تعالیٰ ان سے خوب واقف ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۴۰

۴۰۔ بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اور اگر کوئی نیکی ہو تو اس کو دوگنا کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝۴۱

۴۱۔ تو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لے آئیں گے [۵۶] اور (اے حبیب!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لے آئیں گے۔

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝۴۲ ع

۴۲۔ اس روز کافر اور رسول (مکرم ﷺ) کے نافرمان تمنا کریں گے کہ کاش! انہیں دبا کر ان پر زمین ہموار کر دی جاتی، [۵۷] اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔

باتیں اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں کیونکہ یہ ان لوگوں کا شیوہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کا ساتھی شیطان ہے، حالانکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور اس کی عطا کردہ دولت سے خرچ کرتے تو اجر عظیم کے مستحق قرار پاتے۔

[۵۶] قیامت کے دن تمام انبیائے کرام اپنی اپنی امت کے احوال اور اعمال پر گواہی دیں گے اور حضور اکرم ﷺ جملہ انبیائے کرام علیہم السلام کی گواہی کی تصدیق کریں گے، نیز اپنی امت کے احوال پر بھی گواہی دیں گے کیونکہ حضور اکرم ﷺ پر صبح اور شام آپ کی امت پیش کی جاتی ہے، پس حضور اکرم ﷺ اپنے ہر اُمتی کا چہرہ اور اس کے اعمال کو پہچانتے ہیں اور اس علم کامل کے باعث حضور اکرم ﷺ قیامت کے دن سب کے گواہ ہوں گے۔ (تفسیر قرطبی)

نوٹ: اس ضمن میں سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۴۳ بھی ملاحظہ کریں۔

[۵۷] قیامت کے دن کافر اور حضور اکرم ﷺ کے نافرمانوں کو جب اپنا انجام بدنظر آجائے گا تو وہ تمنا کریں گے کاش اُنہیں زمین میں غرق کر دیا گیا ہوتا اور وہ مٹی کے ساتھ مٹی بن گئے ہوتے۔ (قرآن: ۷۸:۴۰) اور ان کو دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا تاکہ آج کی ذلت، رسوائی اور دردناک سزا سے واسطہ نہ پڑتا۔

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾	۴۳۔ اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ [۵۸] یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو جو تم کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں مگر یہ کہ تم مسافر ہو یہاں تک کہ تم غسل کرلو، [۵۹] اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو، [۶۰] پس تم اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو، بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

[۵۸] عرب میں شراب کا استعمال عام تھا اور اس کا ایک دم چھوڑنا مشکل تھا اس لئے حرمت شراب کا حکم بتدریج نازل ہوا۔ پہلے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شراب میں کچھ فائدے ہیں مگر اس کا گناہ زیادہ ہے۔ یہاں فرمایا: اوقاتِ نماز میں شراب سے اجتناب کرو اور آخر کار سورہ المائدہ کی آیت نمبر ۹۰ میں قطعی حکم نازل فرمادیا یعنی شراب ناپاک اور شیطانی عمل ہے اس سے اجتناب کرو۔ مزید تفصیلات کے لئے سورہ بقرہ حاشیہ نمبر ۱۸۷ ملاحظہ کریں۔

نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے لئے دل ودماغ اور ہوش وحواس کی حاضری ضروری ہے تاکہ نماز کے ظاہری اور باطنی حقوق بحسن وخوبی ادا ہو سکیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی کو نماز پڑھتے وقت نیند کا غلبہ ہو جائے تو اسے نماز چھوڑ کر سو جانا چاہیے یہاں تک کہ نیند کا اثر زائل ہو جائے کیونکہ نیند کی حالت میں وہ سمجھ نہیں سکے گا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بے ہوشی میں استغفار کے بجائے اپنے آپ کو گالیاں دینے لگ جائے۔ (بخاری: ۲۱۲: کتاب الوضوء: باب ۵۳)

[۵۹] بیوی سے صحبت کرنے یا منی نکلنے سے انسان کا جسم ناپاک ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے شریعت میں اس پر غسل فرض ہو جاتا ہے لیکن سفر کی حالت میں اگر غسل کے لئے پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ ناپاکی کی حالت میں مسجدوں میں نہ جاؤ، ہاں اگر مجبوراً مسجد سے گزرنا پڑے اور دوسرا کوئی راستہ نہ ہو تو صرف گزرنے کی حد تک اجازت ہے لیکن مسجد میں ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے۔

[۶۰] عورتوں سے صحبت کرنے کے بعد غسل لازم ہو جاتا ہے جب کہ قضائے حاجت کے بعد صرف وضو کرنا کافی ہے لیکن کسی مریض کو اگر پانی کے استعمال سے مرض بڑھنے کا خطرہ ہو یا مسافر کو پانی کا ملنا مشکل ہو یا مسافر نہیں لیکن پھر بھی پانی پر قادر نہیں تو ان سب صورتوں میں غسل یا وضو کی جگہ صرف تیمم کرلے تو پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ مذکورہ صورتوں میں عورتوں کے

Marfat.com

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں آسمانی کتاب سے (علم کا) حصہ دیا گیا وہ خود بھی گمراہی خریدتے ہیں [۶۱] اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہِ راست سے بھٹک جاؤ۔

لئے بھی یہی حکم ہے، نیز حیض ونفاس کے بعد بھی اگر پانی نہ مل سکے تو تیمم سے طہارت حاصل ہو جائے گی۔

تیمم کا طریقہ

تیمم مٹی یا جنس مٹی یعنی پتھر یا ریت وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان پہلے نیت کرے اس کے بعد دونوں ہاتھ مٹی یا مٹی کی جنس پر مارے، اس کے بعد اپنے چہرہ پر ملے۔ دوبارہ پھر مٹی پر دونوں ہاتھ مار کر دونوں بازوؤں کو کہنیوں تک ملے۔

تیمم میں حکمت

ناپاکی کے بعد وضو اور غسل سے تازگی، راحت اور صفائی حاصل ہوتی ہے، اور انسان روزمرہ کے ظاہری اعمال اور باطنی افکار کو چھوڑ کر نماز کے لئے تیار ہو جاتا ہے، لیکن تیمم میں کیا حکمت ہے ۔۔۔؟

تیمم کی سہولت صرف اُمتِ محمدیہ کو عطا کی گئی ہے، اس کی اصل حکمت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے تاہم درج ذیل مثال بھی غور طلب ہے:

جب کوئی آدمی عدالت میں حاضر ہو کر اپنا بیان دیتا ہے تو اس کو پہلے قرآن یا بائبل پر حلف اُٹھانا پڑتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ حق اور سچ بتائے، جھوٹ اور شک سے اجتناب کرے حالانکہ حلف اُٹھانے کے بعد بھی انسان تو وہی ہے جو حلف اُٹھانے سے پہلے تھا۔ اسے ہر حال میں سچ بولنا چاہیے لیکن حلف اُٹھانے کے بعد نفسیاتی طور پر وہ اپنے آپ کو زیادہ محتاط اور ذمہ دار سمجھنے لگتا ہے۔ اسی طرح تیمم سے بھی انسان اپنے آپ کو نفسیاتی طور پر نماز کے لئے تیار پاتا ہے۔ اس میں طہارت کا احساس اور نماز کا احترام پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح نماز بھی اپنے وقت میں ادا ہو جاتی ہے اور انسان کے دماغ سے ناپاکی کا احساس بھی ختم ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی انسان کی تخلیق پانی اور مٹی سے ہوئی ہے، ان دونوں چیزوں کا انسان اور طہارت کے ساتھ ایک خصوصی تعلق ہے، لہٰذا پانی کی عدم موجودگی میں مٹی ہی اس کا قائم مقام ہو سکتی ہے۔

[۶۱] علمائے یہود کو تورات کا علم دیا گیا انہوں نے اس علم کی روشنی میں حضور اکرم ﷺ کو پہچان لیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری نبی ہیں، لیکن ذاتی انا اور دنیاوی منفعت کے پیشِ نظر ماننے سے انکار کر دیا اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اب وہ اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ تم کو بھی اسلام سے دور کر دیں، لہٰذا اپنے دشمنوں کو پہچانو اور ان کے فریب سے ہوشیار رہو۔ صرف اللہ تعالیٰ سے اپنا رابطہ مضبوط رکھو کیونکہ وہی تمہارا حامی و ناصر ہے۔

Marfat.com

وَ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآئِكُمۡ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ٝ وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيۡرًا ﴿۴۵﴾

۴۵۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے، اور تمہاری حمایت و مدد کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔

مِنَ الَّذِيۡنَ هَادُوۡا يُحَرِّفُوۡنَ الۡـكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوۡلُوۡنَ سَمِعۡنَا وَ عَصَيۡنَا وَاسۡمَعۡ غَيۡرَ مُسۡمَعٍ وَّرَاعِنَا لَـيًّۢا بِاَلۡسِنَتِهِمۡ وَطَعۡنًا فِى الدِّيۡنِ ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا وَاسۡمَعۡ وَانْظُرۡنَا لَـكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ وَاَقۡوَمَ ۙ وَلٰـكِنۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفۡرِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۴۶﴾

۴۶۔ بعض یہودی اللہ تعالیٰ کے کلام کو اپنی اصلی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی [۶۲] اور (آپ سے کہتے ہیں:) سنو تم نہ سنائے جاؤ اور اپنی زبانوں کو بل دے کر دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے راعنا کہتے ہیں، اور اگر وہ یوں کہتے کہ ہم نے سنا اور مان لیا آپ ہماری بات سنیں اور ہم پر نگاہِ (کرم) فرمائیں تو یہ ان کے لئے بہت بہتر اور درست ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے، پس ان میں سے تھوڑے لوگ ہی ایمان لائیں گے۔

---

[۶۲] یہودی کلام الٰہی میں تحریف کرتے یعنی تورات کے الفاظ و معانی میں ردوبدل کرتے، نیز حضور اکرم ﷺ کی محفل میں ایسے کلمات استعمال کرتے جن میں تعریف اور مذمت کے دونوں پہلو ہوتے اور وہ مذمت کا معنیٰ مراد لیتے یا اپنی زبانوں کو بل دے کر ان کا ایسا تلفظ کرتے جس سے مذمت کا پہلو نمایاں ہوتا، مثال کے طور پر جب حضور اکرم ﷺ انہیں کوئی حکم خداوندی سناتے تو بلند آواز سے کہتے: ''ہم نے سن لیا'' اور آہستہ سے کہتے: ''لیکن ہم اطاعت نہیں کریں گے''۔ اسی طرح ''سنو! تم نہ سنائے جاؤ'' اس جملے کے اصل عربی کلمات دعا کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں یعنی آپ کو کوئی ناگوار بات سننے کا موقع نہ ملے اور بددعا کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں یعنی آپ کچھ نہ سن سکیں اور بہرے ہو جائیں اور یہودی بددعا والا معنیٰ مراد لیتے، اور ''رَاعِنَا'' کا معنیٰ ہے: ہماری رعایت فرمائیں لیکن وہ زبان کو مروڑ کر ''رَاعِیْنَا'' کہتے جس کا معنیٰ ہے: ''ہمارے چرواہے''۔ معاذ اللہ

اس مکر و فریب کے ذریعہ وہ دین میں نقص نکالتے کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہوتے تو ہماری منافقت کو معلوم کر لیتے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے فریب کو ظاہر کر دیا اور صحابہ کرام کو بتا دیا کہ یہودی کس طرح الفاظ کے ہیر پھیر سے حضور اکرم ﷺ کی توہین کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اگر وہ (یہودی) خلوص سے ایمان لے آتے اور ادب سے کہتے کہ ''ہم نے آپ کے ارشادات سن لئے ہیں ہم آپ کی اطاعت کریں گے، آپ ہم پر نظر کرم فرمائیں'' تو یہ ان کے لئے بہت بہتر

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اے اہل کتاب! ہماری نازل کردہ کتاب پر ایمان لاؤ جو تمہارے پاس پہلے سے موجود کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اس سے پہلے کہ ہم چہرے مسخ کر دیں [۶۳] اور انہیں پیٹھ کی طرف پھیر دیں یا ہم ان پر لعنت کریں جس طرح ہم نے سبت والوں پر لعنت کی، اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ

۴۸۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے [۶۴] اور اس کے علاوہ جس کو

ہوتا مگر ان کے کفر اور گستاخی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا اور ان میں سے بہت تھوڑے تھے جن کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس لفظ میں بُرے معنیٰ کا احتمال ہو وہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی شان میں بولنا حرام ہے۔

نوٹ : اس ضمن میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۴ بھی ملاحظہ ہو۔

[۶۳] اہل کتاب کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قرآن مجید پر ایمان لے آؤ کیونکہ یہ تمہاری آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔ زندگی کا کوئی پتہ نہیں، مرنے سے پہلے پہلے ایمان لے آؤ ورنہ تمہارے چہرے مسخ کر کے پیٹھ کی طرف پھیر دیئے جائیں گے اور تمہیں خدا کی رحمت سے محروم کر کے جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ (تفسیر مظہری) اور تمہاری شکلیں اس طرح بدل دی جائیں گی جیسے سبت والوں کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تھا۔

(تفصیل کے لئے سورہ بقرہ آیت نمبر ۶۵ اور حاشیہ نمبر ۵۳ ملاحظہ ہو)

[۶۴] اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات میں سے کسی ایک صفت میں بھی کسی اور کو شریک کرنا شرک کہلاتا ہے۔ یہ سب سے بڑا گناہ اور ظلم عظیم ہے۔ (قرآن: ۳۱:۱۳) شرک کرنے والے کو مشرک کہتے ہیں اور مشرک کا انجام جہنم ہوگا کیونکہ اس پر جنت حرام ہے۔ (قرآن: ۵:۷۲)

شرک کرنے والا دراصل اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق اور حاکم اعلیٰ ہونے سے بغاوت کرتا ہے یعنی کسی اور کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مانتا ہے۔ آج دنیا کے حکمران بڑے سے بڑے مجرم کو مقررہ سزا کے بعد اپنے معاشرہ میں قبول کر سکتے ہیں لیکن اپنے باغی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے بغاوت بھی اتنا سنگین جرم ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے اور شرک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا۔ اس سورت میں آیت نمبر ۱۱۶ کا حاشیہ نمبر ۱۲۵ بھی

Marfat.com

بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

چاہے بخش دیتا ہے، [۶۵] اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اس نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾

۴۹۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، [۶۶] بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہے پاکیزہ کرتا ہے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾ ع ۸

۵۰۔ دیکھئے یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر کس طرح جھوٹ گھڑتے ہیں، اور ان کے لئے یہی کھلا گناہ کافی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَاۗءِ اَهْدٰى

۵۱۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں آسمانی کتاب سے حصہ دیا گیا ہے (لیکن اب) وہ بت اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں کی بہ نسبت زیادہ

ملاحظہ فرمائیں۔

[۶۵] اس سے معلوم ہوا کہ شرک تو توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوگا لیکن اگر کوئی گناہگار مؤمن اپنے دیگر گناہوں سے توبہ کئے بغیر مر جائے تو چونکہ وہ ایمان کی برکت سے ہمیشہ تو جہنم میں نہیں رہے گا، لہٰذا اس کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے، چاہے تو اپنی رحمت سے یا کسی (نبی، عالم، شہید، کمسن بچہ وغیرہ) کی شفاعت سے اس کو بغیر سزا کے بخش دے یا اس کے گناہوں کے مطابق سزا دینے کے بعد اسے جنت میں داخل فرما دے۔ بہر حال جو شخص شرک نہ کرنے کی حالت میں مر اوہ بالآخر جنت میں جائے گا۔ (مسلم: ۲۰۷/۲: کتاب الایمان: باب ۴۰) حضرت علی ؓ فرمایا کرتے تھے: قرآن مجید میں سب سے زیادہ پُر اُمید یہ آیت ہے۔ (تفسیر مظہری)

[۶۶] یہود کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ پاکباز، اللہ تعالیٰ کے پیارے بیٹے اور جنتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت اور کھلا گناہ ہے، کیونکہ اپنی پاکبازی کا خود دعویٰ کرنے سے کچھ نہیں بنتا، دراصل پاکباز وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پاکباز ہیں اور وہ وہی خوش نصیب ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتے اور ہمیشہ اس سے ڈرتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾

صحیح راستہ پر ہیں۔[۶۷]

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ۭ

۵۲۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے، اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے تو تُو اس کا کوئی مدد گار نہ پائے گا۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ۙ

۵۳۔ کیا حکومت میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگوں کو تل برابر بھی کوئی چیز نہ دیتے۔[۶۸]

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰي مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾

۵۴۔ کیا وہ لوگوں سے اس نعمت پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے،[۶۹] پس ہم نے تو آلِ ابراہیم کو بھی کتاب و حکمت دی اور انہیں عظیم الشان سلطنت بھی عطا کی۔

---

[۶۷] جنگ احد کے بعد یہودیوں کا ممتاز عالم کعب بن اشرف اپنی ایک جماعت کے ساتھ مکہ گیا تاکہ کفارِ مکہ کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا جائے اور دونوں (کفارِ مکہ اور یہودِ مدینہ) مل کر مسلمانوں پر حملہ کریں۔ اہل مکہ نے کعب بن اشرف کو کہا کہ اگر تم واقعی اس معاہدہ میں مخلص ہو تو ہمارے ان دو بتوں (جبت اور طاغوت) کو سجدہ کرو، چنانچہ اس نے قریش کو مطمئن کرنے کے لیے بتوں کو سجدہ کر دیا اور اس طرح کفار و یہود کے درمیان مسلمانوں کے خلاف دوستی کا معاہدہ طے پا گیا۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کعب سے پوچھا: ہم تو بالکل اَن پڑھ قوم ہیں لیکن آپ لوگ تو اہل علم اور صاحب کتاب ہیں۔ ہمیں یہ تو بتاؤ کہ حق پر کون ہے ہم یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)؟ کعب اپنی کتاب کی رو سے جانتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں لیکن کفارِ مکہ کو خوش کرنے کے لئے اور مسلمانوں کے خلاف ان کا تعاون حاصل کرنے کے لئے کہنے لگا کہ تم زیادہ ہدایت پر ہو۔ (تفسیر روح المعانی) اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اہل کتاب ہونے کے باوجود بت اور شیطان کی پرستش کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے اور روزِ قیامت ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

[۶۸] یہود کے عالم کعب بن اشرف نے کہا کہ مسلمانوں کی بہ نسبت کفارِ مکہ زیادہ ہدایت پر ہیں حالانکہ کسی کی ہدایت و گمراہی کا فیصلہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کی بادشاہی میں یہود کا کوئی حصہ نہیں ہے اور اگر ایسا ہوتا تو سارے فیصلے اُلٹے ہوتے حتیٰ کہ لوگ بھوک سے مر رہے ہوتے تو بھی یہ کسی کی ذرہ برابر مدد نہ کرتے۔

[۶۹] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روز افزوں عظمتیں اور کامیابیاں دیکھ کر یہودِ مدینہ حسد سے جل اُٹھے اور کہنے لگے کہ نبوت اور دُنیاوی سلطنت جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ حکومتی معاملات فرائض نبوت کی انجام دہی میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔

Marfat.com

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾

۵۵۔ سو ان میں سے بعض لوگ اس پر ایمان لائے اور بعض لوگوں نے اس سے منہ پھیر لیا، اور (ان کے لئے) جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہی کافی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾

۵۶۔ بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ہم انہیں آگ میں ڈال دیں گے، جب بھی ان کی کھالیں پک جائیں گی تو ہم ان کی جگہ دوسری کھالیں بدل دیں گے تا کہ وہ عذاب کو (ہمیشہ) چکھتے رہیں، بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾

۵۷۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو ہم عنقریب انہیں ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لئے جنتوں میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں گھنے سایہ میں داخل کریں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾

۵۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے سپرد کر دو [۷۰] جو ان کے حقدار ہیں اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی نبوت اور سلطنت دونوں عطا کی گئیں اور انہوں نے نبوت کے فرائض پورے پورے ادا کئے۔ (تفسیر خازن)

[۷۰] اسلام کا ہر حکم اور مسلمان کی ہر چیز اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس حکم کا تعلق کسی غیر کی ملکیت سے ہو یا اپنی ذات سے، دنیاوی معاملات سے ہو یا مذہبی عبادات سے، کسی عہدے سے ہو یا اختیارات سے، الغرض ہماری زندگی کا ہر سانس،

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ

۵۹۔ اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں سے حکمران ہیں، پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو [۱۷] اگر تم اللہ

ہمارے منہ کا ہر بول اور ہمارے ہاتھ کا ہر فعل ہمارے پاس امانت ہے اور کسی بھی امانت کا حق اسی وقت ادا ہو سکتا ہے جب اس کو پورے آداب اور لوازمات کے ساتھ ادا کیا جائے اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی اور ناانصافی نہ کی جائے۔ اس حکم میں امیر و غریب اور حاکم و محکوم سب برابر کے ذمہ دار ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، سربراہ مملکت اپنے عوام کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے عوام کے متعلق سوال کیا جائے گا، مرد اپنی بیوی کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی بیوی کے متعلق سوال کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے گھر کے متعلق سوال کیا جائے گا، خادم اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا، ایک شخص اپنے باپ کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا اور تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (بخاری: ۸۹۳: کتاب الجمعۃ: باب ۱۱)

☆ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب بھی ہمیں خطبہ دیتے تو فرماتے: جس میں امانتداری نہیں اس میں ایمان نہیں، جس شخص میں معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۳۵)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ ایک مجلس میں صحابہ کرام ؓ سے گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ نبی کریم ﷺ نے اپنی گفتگو جاری رکھی۔ بعض لوگوں نے کہا: اس اعرابی نے جو کہا ہے وہ آپ نے سن لیا ہے لیکن آپ نے اس کی بات کو ناپسند فرمایا، اور بعض نے کہا: بلکہ آپ نے اس کی بات نہیں سنی حتیٰ کہ جب آپ نے اپنی بات مکمل فرمائی تو فرمایا: قیامت کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ سائل نے پوچھا: امانت کیسے ضائع کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: جب کوئی منصب نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ (بخاری: ۵۹: کتاب العلم: باب ۲) اس سلسلہ میں آگے سورۃ انفال (۸) کی آیت نمبر ۲۷ کا حاشیہ نمبر ۲۱ ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۷] اس آیت میں اسلامی معاشرہ کا ایک بنیادی اصول بیان کیا جا رہا ہے یعنی ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول مقبول ﷺ اور اصحاب امر (حکمران و علماء) کی اطاعت کرنا لازم ہے، لیکن اگر حکمران کے کسی حکم یا مفتی کے کسی فتویٰ

Marfat.com

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝٥٩ ع

اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝٦٠

۶۰۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے، [۷۲] اور ان کتابوں پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہیں، لیکن چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمات طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ طاغوت کا انکار کریں، اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں راہ راست سے بہت دور کر دے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝٦١ ج

۶۱۔ اور جب انہیں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام اور رسول کی طرف آؤ تو آپ دیکھیں گے کہ منافقین آپ سے روگردانی کرتے ہوئے پھر جاتے ہیں۔

میں اختلاف ہو جائے تو اس کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پرکھ لو۔ اگر وہ اس معیار پر پورا اُترے تو اس کو تسلیم کر لو اور اگر قرآن و حدیث سے ٹکرائے تو اسے مسترد کر دو، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں کیونکہ اطاعت صرف نیکی میں ہے۔ (مسلم: ۴۷۶۵: کتاب الامارۃ: باب ۸)

[۷۲] ان آیات کے نازل ہونے کی وجہ درج ذیل واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک یہودی اور ایک منافق کے درمیان تنازعہ ہو گیا۔ یہودی حق پر تھا اور اس نے منافق کو حضور اکرم ﷺ کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے کہا کیونکہ اسے علم تھا کہ حضور اکرم ﷺ رشوت قبول نہیں کرتے اور انصاف کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں لیکن منافق کے دل میں چور تھا اس لئے اس نے کہا کہ تمہارے عالم کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں۔ اس وقت یہودی اس بات پر رضامند نہ ہوا اور چاروناچار حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، فیصلہ یہودی کے حق میں ہوا۔ منافق کو پسند نہ آیا تو وہ یہودی کو لے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، وہاں سے بھی وہی حکم ملا لیکن منافق نے اسے بھی تسلیم نہ کیا۔ آخر دل میں سوچا کہ میں بظاہر تو مسلمان ہوں اور یہ یہودی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں، وہ میرے اسلام کا پاس کرتے ہوئے میرے حق میں فیصلہ

Marfat.com

فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾

۶۲۔ پس کیا حال ہوتا ہے کہ جب ان پر ان کے ہاتھوں کے کرتوتوں کے باعث کوئی مصیبت آ پڑتی ہے، پھر یہ آپ کے پاس اللہ کی قسمیں اُٹھاتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا تو صرف بھلائی اور باہمی مصالحت کا ارادہ تھا۔ [۷۳]

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾

۶۳۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، (اے حبیب!) آپ ﷺ ان سے چشم پوشی فرمایئے اور انہیں نصیحت کرتے رہیے اور انہیں تنہائی میں ایسی بات کہیے جو مؤثر ہو۔ [۷۴]

دیں گے، چنانچہ جب وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو یہودی نے عرض کی کہ پہلے حضورِ اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ اس مقدمہ کا فیصلہ میرے حق میں کر چکے ہیں اب یہ مجھے آپ کے پاس لایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے منافق سے پوچھا: کیا یہ درست کہہ رہا ہے؟ منافق نے کہا: ہاں، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: میرے واپس آنے تک ٹھہرو، چنانچہ آپ گھر تشریف لے گئے، تلوار لے کر واپس آئے اور اس منافق کا سر قلم کر دیا اور فرمایا: جو اللہ اور رسول کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا میں اس کا فیصلہ یوں کرتا ہوں۔ (کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ کے فیصلے کا اعلانیہ انکار کرنے کے بعد اب وہ اسلامی حکومت کا کھلا باغی ہو گیا تھا جس کا قتل کرنا واجب تھا)۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضورِ اکرم ﷺ نے اس دن حضرت عمرؓ کو ''الفاروق'' (حق و باطل میں فرق کرنے والا) کے لقب سے سرفراز فرمایا اور جبرائیل امین نے بھی نازل ہو کر یہی عرض کیا: بے شک حضرت عمرؓ نے حق و باطل میں فرق واضح فرما دیا۔ (تفسیر قرطبی و روح المعانی)

طاغوت سے مراد ہر وہ شخص، نظریہ، کام، اجتماع، سفر یا فیصلہ ہے جو قرآن و سنت کے مخالف ہو۔ اسی لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ طاغوت کے قریب نہ جائیں اور تمام معاملات کے لئے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کریں۔

[۷۳] یعنی جب ان کی منافقت کا راز فاش ہوتا ہے تو شرمندگی کے بجائے جھوٹی قسمیں اُٹھا کر اپنے خلوص اور اسلام کا یقین دلاتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم فلاں شخص کے پاس اس لئے نہیں گئے تھے کہ ہمیں حضورِ اکرم ﷺ کا فیصلہ قبول نہیں ہے بلکہ اس لئے گئے تھے کہ وہ ہمارے درمیان مصالحت کروا دیں۔

[۷۴] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگرچہ ہم ان کے دلوں کی منافقت سے خوب آگاہ ہیں لیکن پیارے حبیب! آپ ان کے ظاہر کو

Marfat.com

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

۶۴۔ اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے، [۷۵] اور اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے، آپ کے پاس آجاتے [۷۶] اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا پاتے۔

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

۶۵۔ تو (اے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، [۷۷] پھر جو

سامنے رکھتے ہوئے درگزر فرمائیں اور وعظ ونصیحت کے ذریعہ ان کی اصلاح کی کوشش جاری رکھیں۔

[۷۵] اللہ تعالیٰ نے ہر رسول کو اس لئے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے اور جو رسول کی اطاعت نہ کرے اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مشن اور حکم کی نافرمانی کر رہا ہے، لہٰذا رسول کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ (قرآن: ۴:۸۰)

[۷۶] پیارے رسول! اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں کا انبار لگا بیٹھیں۔ اس کے بعد نادم وتائب ہو کر آپ کے پاس آئیں اور آپ بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں یعنی ان کی شفاعت فرما دیں تو اللہ تعالیٰ ان پر نظر کرم فرمائے گا اور ان کی توبہ قبول کرلے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ اور آپ کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ برکت آپ کی ظاہری زندگی تک محدود نہ تھی بلکہ ہمیشہ جاری ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور مزار پر انوار پر گر پڑا اور خاک پاک کو اپنے سر پر ڈالا اور عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا، جو آپ نے اپنے رب سے سیکھا وہ ہم نے آپ سے سیکھا اور اسی میں یہ آیت (ولو انھم اذظلموا۔۔۔ الخ) بھی ہے۔ میں اپنی جان پر ظلم کر بیٹھا ہوں۔ اب آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں، میری مغفرت کے لیے دعا فرمائیں، تو قبر پاک سے آواز آئی: تجھے بخش دیا گیا۔'' (تفسیر قرطبی: سورۃ نساء (۴): آیت نمبر ۶۴)

[۷۷] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت کو پھر نہایت واضح اور زوردار انداز میں بیان کیا جا رہا ہے کہ کوئی شخص ہرگز مؤمن نہیں ہو سکتا یعنی کسی کا اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان درست نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلے کے سامنے سر

Marfat.com

فیصلہ آپ کر دیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کو خوشی سے تسلیم کر لیں۔

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝۶۶

۶۶۔ اور اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو [۷۸] یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اس پر ان میں سے بہت کم لوگ ہی عمل کرتے، اور اگر یہ لوگ وہی کرتے جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی تو یہ ان کے لئے زیادہ بہتر اور زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتا۔

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۶۷

۶۷۔ اور اس وقت ہم انہیں اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطا فرماتے۔

تسلیم خم کر دے اور صرف ظاہری اطاعت کافی نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں میں بھی فرمانِ رسول ﷺ کے خلاف کوئی گرانی یا تنگی محسوس نہ کرے۔

اس آیت کا حکم حضورِ اکرم ﷺ کی زندگی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ قیامت تک کے لئے ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضورِ اکرم ﷺ لائے ہیں اور جو طریقہ ہمارے لئے بطورِ سنت چھوڑا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن سند ہے اور اس سند کو ماننے یا نہ ماننے پر آدمی کے ایمان اور کفر کا دارومدار ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مؤمن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشِ نفس بھی اس طریقہ کی تابع نہ ہو جائے جسے میں لے کر آیا ہوں۔

(مشکوٰۃ: الاعتصام بالکتاب والسنۃ)۔

[۷۸] اے میرے پیارے نبی! ہم نے منافقین کو حکم دیا کہ وہ آپ کو غیر مشروط حاکم مان لیں اور آپ کے پاس حاضر ہو کر خلوصِ نیت سے استغفار کریں تو ان کی توبہ قبول کر لی جائے گی لیکن یہ آسان سی بات بھی منافقین کے لئے بھاری تھی اور اگر توبہ کے لئے انہیں جان دینے یا گھروں سے نکلنے کا حکم دیا جاتا تو صرف وہی چند منافق اس پر عمل کرتے جو اپنے نفاق میں پکے تھے اور کسی صورت پر اپنے نفاق کا ظاہر ہونا برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام ﷺ کہنے لگے: اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا تو ہم عمل کریں گے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے جب یہ جواب سنا تو فرمایا: میری امت میں ایسے خوش نصیب لوگ بھی ہیں جن کا ایمان مستحکم پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔ (تفسیر قرطبی، روح المعانی: سورۃ نساء (۴): زیر آیت نمبر ۶۶)

Marfat.com

وَّلَهَدَيۡنٰهُمۡ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ﴿۶۸﴾

۶۸۔ اور ہم یقیناً انہیں سیدھے راستہ کی ہدایت کرتے۔

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ‌ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا ﴿۶۹﴾

۶۹۔ اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ [۷۹]

ذٰلِكَ الۡفَضۡلُ مِنَ اللّٰهِ‌ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيۡمًا ﴿۷۰﴾ ع

۷۰۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اور اللہ تعالیٰ کافی ہے جاننے والا۔

---

[۷۹] نبی وہ مقدس انسان ہے جس پر وحی نازل ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اس کی مخلوق تک پہنچائے۔

صدیق

وہ صادق انسان ہے جس کی فطرت اتنی پاک اور صاف ہوتی ہے کہ اس کو حق اور باطل کے درمیان امتیاز کرنے میں کوئی التباس نہیں ہوتا اور وہ ہمیشہ حق کا ساتھ دیتا ہے۔ نبوت کے بعد یہ سب سے بلند رتبہ ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مرتبہ پر فائز تھے لیکن ان میں سب سے بلند رتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اسی لئے آپ کو صدیق اکبر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور حضورِ اکرم ﷺ کے بعد غیر انبیاء میں آپ سب سے افضل ہیں۔

شہید

وہ انسان ہے جو دلائل اور اپنے اعمال سے دین کی صداقت پر شہادت دے اور اگر ضرورت پڑے تو دین کی سربلندی کے لئے اپنی جان بھی قربان کر دے۔

صالح

وہ انسان ہے جس کے عقائد اور اعمال صالح ہوں اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف موجزن ہو۔

اس آیت کے نازل ہونے کی وجہ میں کئی واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ انصار میں سے ایک صحابی حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس پر غم و اندوہ کے آثار نمایاں تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے غم زدہ ہونے کی وجہ دریافت کی تو وہ صحابی کہنے لگا: اے اللہ کے نبی! میں اس چیز پر غور کر رہا ہوں کہ ہم صبح و شام آپ کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل کرتے ہیں اور آپ کے چہرے کی زیارت کرتے ہیں۔ کل جب آپ انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ جنت کے بلند درجہ میں ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو ہم آپ کے درجہ تک نہ پہنچ

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِانْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾

۷۱۔ اے ایمان والو! اپنے ہتھیار لے لو، پھر (وقت آنے پر) الگ الگ دستوں کی شکل میں نکلو یا سب اکٹھے ہو کر نکلو۔ [۸۰]

سکیں گے تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ حضورِ اکرم ﷺ نے ابھی اس کو کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت جبریل امین یہ آیت (وَمَن يُطِعِ اللهَ والرسول ۔۔۔) لے کر نازل ہوئے یعنی جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ جنت میں انبیائے کرام کے ساتھ ہوں گے۔ (تفسیر جامع البیان)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے قیامت کے متعلق پوچھا کہ وہ کب آئے گی تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے جواب دیا: کچھ نہیں مگر یہ کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ (دوسری روایت میں کچھ اس طرح ہے: میں نے قیامت کے لئے زیادہ نمازیں، روزے اور صدقات تو تیار نہیں کئے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ بخاری: حدیث نمبر ۶۱۷۱) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ تو محبت کرتا ہے (قیامت کے دن) تو اسی کے ساتھ ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی ہمیں نبی ﷺ کی اس بات سے ہوئی کہ ''جس کے ساتھ تو محبت کرتا ہے (قیامت کے دن) تو اسی کے ساتھ ہوگا۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نبی ﷺ، ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اپنی اس محبت کی وجہ سے میں بھی ان کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان کی مانند نہیں ہیں۔

(بخاری: ۳۶۸۸: فضائل اصحاب النبی: باب ۶)

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزارتا تھا اور آپ کے لئے وضو کا پانی اور دیگر ضروریات لے آتا تھا۔ (ایک رات تہجد کے وقت جب میں آپ کے وضو کے لئے پانی لایا تو) حضورِ اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: مانگو کیا مانگتے ہو؟ تو میں نے عرض کیا: میں جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اس کے علاوہ اور کچھ؟ میں نے عرض کیا: بس صرف یہی۔ اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: سجدوں کی کثرت سے میری مدد کر۔ یعنی نوافل کثرت سے پڑھا کر تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ (مسلم: ۱۰۹۴: کتاب الصلاۃ: باب ۴۳) اگرچہ جنت میں درجے مختلف ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اہل محبت کو ان کے محبوب سے ملاقات اور مجلس کے مواقع ملتے رہیں گے۔ دراصل وہ بڑے خوش نصیب ہیں جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین سے محبت کرتے ہیں اور ان کے نقش قدم پر چل کر ان سے محبت کا عملی ثبوت مہیا کرتے ہیں لیکن اس حقیقت کا ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ جو لوگ برائی اور ظلم سے محبت کرتے ہیں وہ بھی جہنم میں ظالموں کے ساتھ عذاب سے دوچار ہوں گے۔

[۸۰] جنگ اُحد کے بعد کئی قبائل نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس کے جواب میں مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی حفاظت کے لئے ہر قسم کا جنگی سامان تیار کریں اور کفار کے حملوں کو روکنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں تاکہ

Marfat.com

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾

۷۲۔ اور بے شک تم میں سے ایک (گروہ) وہ بھی ہے جو تاخیری حربے استعمال کرے گا، [۸۱] پھر اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا ہے کہ میں (جنگ میں) ان کے ساتھ حاضر نہیں تھا۔

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾

۷۳۔ اور اگر تمہیں اللہ کا فضل (مالِ غنیمت) مل جائے تو وہ ضرور کہے گا، جیسے تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہی نہ تھی: کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کرتا۔

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾

۷۴۔ پس اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان لوگوں کو لڑنا چاہیے جو دُنیا کی زندگی آخرت کے بدلے بیچ دیتے ہیں، اور جو اللہ کی راہ میں لڑتا ہے، پھر وہ مارا جائے یا غالب آئے تو (دونوں حالتوں میں) ہم اسے اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔[۸۲]

وقت آنے پر فوری قدم اُٹھایا جا سکے یعنی پہلے ہر ممکن اسلحہ تیار کرو اور پھر مقابلہ کے لئے نکلو کیونکہ اسلحہ سے لیس دشمن کے مقابلہ میں بغیر اسلحہ کے نکلنا موت کو دعوت دینے والی بات ہے۔ اسی طرح جدید ترین اسلحہ کے مقابلہ میں روایتی اور قدیم ترین اسلحہ کا استعمال بھی ناکامی کا باعث ہے، لہٰذا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے بڑھیں اور دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق اسلحہ تیار کریں تاکہ مسلمان امن سے زندگی گزار سکیں اور دشمن بھی حملے کی جرأت نہ کر سکے۔

[۸۱] ان دو آیات میں اندرونی دشمن کی نشاندہی کی جا رہی ہے یعنی خارجی دشمن کے علاوہ تمہارے اندر منافق بھی موجود ہیں جو مختلف حیلے بہانوں سے پیچھے رہ جاتے ہیں، پھر اگر جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہو تو اسے اپنے لئے اللہ کا فضل شمار کر کے خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں: اچھا ہوا ہم شریک نہیں ہوئے ورنہ ہمیں بھی نقصان سے دوچار ہونا پڑتا، اور اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے تو یہ مالِ غنیمت سے محرومی کے باعث حسرت و پشیمانی کی تصویر بن جاتے ہیں۔

[۸۲] جو شخص آخرت پر کامل ایمان رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دُنیاوی مفادات قربان کر دیتا ہے، ایسا خوش نصیب

Marfat.com

وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۙۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا ﴿۷۵﴾

۷۵۔ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے حالانکہ کئی بے بس مرد، عورتیں اور بچے ایسے بھی ہیں جو فریاد کرتے ہیں: [۸۳] اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی دوست بنادے اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنادے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ﴿۷۶﴾ ع

۷۶۔ جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں [۸۴] اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، پس تم شیطان کے حامیوں سے جنگ کرو، بے شک شیطان کا فریب کمزور ہے۔

انسان جب میدانِ جنگ میں نکلتا ہے، وہ مارا جائے تو شہید اور غالب آجائے تو غازی کہلاتا ہے اور دونوں صورتوں میں اجرِ عظیم کا مستحق قرار پاتا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اس کی کیا خوب ترجمانی کی ہے:

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی — ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی

[۸۳] مکہ کے کئی مرد، عورتیں اور بچے اسلام قبول کر چکے تھے لیکن کفارِ مکہ نے ان کی زندگی عذاب بنا رکھی تھی، نہ تو وہ ہجرت کر سکتے تھے اور نہ اپنے آپ کو ان کے ظلم سے بچا سکتے تھے اور دعائیں مانگتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ظلم سے بچانے کے اسباب پیدا فرمائے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو اپنے بھائی بہنوں کی امداد کی ترغیب دی جا رہی ہے، چنانچہ وہ دن بھی آیا جب حضورِ اکرم ﷺ اپنے ہمراہ دس ہزار مسلمانوں کو لے کر مکہ پر حملہ آور ہوئے اور مظلوم مسلمانوں کو آزادی کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ آج بھی تمام مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ جہاں کہیں مسلمان ظلم کا شکار ہوں ان کی نجات کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔

[۸۴] اہلِ اسلام اور کفار، دونوں کو جنگوں کی ضرورت پیش آتی ہے لیکن اسلام کی جنگ اور دوسری جنگوں میں بڑا فرق ہے۔ مؤمن اللہ کے لئے لڑتا ہے، اس کا مقصد امن کا قیام، نیکی کا رواج اور ظلم کا خاتمہ ہوتا ہے جبکہ غیر مؤمن کی جنگ کے پسِ پردہ دُنیا اور اس کے مادی فوائد کارفرما ہوتے ہیں، اس لئے اہلِ اسلام کو چاہیے کہ حق و انصاف کے قیام کے لئے میدانِ عمل میں اُتریں اور ظلم کے استیصال کے لئے طاغوتی طاقتوں سے ٹکرا جائیں۔

Marfat.com

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ قِيۡلَ لَهُمۡ كُفُّوۡۤا اَيۡدِيَكُمۡ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ‌ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ يَخۡشَوۡنَ النَّاسَ كَخَشۡيَةِ اللّٰهِ اَوۡ اَشَدَّ خَشۡيَةً‌ ۚ وَقَالُوۡا رَبَّنَا لِمَ كَتَبۡتَ عَلَيۡنَا الۡقِتَالَ‌ ۚ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنَاۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ‌ ؕ قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡيَا قَلِيۡلٌ‌ ۚ وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا ﴿۷۷﴾

۷۷۔ کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جس طرح اللہ کا ڈر ہوتا ہے یا اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا، [۸۵] تو نے ہمیں کچھ اور مہلت کیوں نہ دی، آپ فرمائیے: دنیا کا سامان بہت قلیل ہے، [۸۶] اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت زیادہ بہتر ہے اور تم پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اگر مسلمان متحد ہو کر اپنی ساری صلاحیتیں بروئے کار لائیں تو طاغوتی طاقتوں کی اصلاح مشکل نہیں ہے کیونکہ شیطان کا مکروفریب بہت کمزور ہے۔ اس کا مفاد صرف دنیا تک محدود ہے، لہٰذا ظاہری شکست کے آثار نظر آتے ہی وہ جان بچا کر بھاگ جاتا ہے جبکہ مؤمن استقامت کا پہاڑ ہے۔ ظاہری شکست کی صورت میں بھی اُخروی کامیابی اس کے حوصلوں کو بلند رکھتی ہے۔

[۸۵] یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ کفار کے مظالم سے تنگ آ کر جب مسلمان جوابی کارروائی کا مطالبہ کرتے تو منافقین بھی ناچار اس مطالبہ کا ساتھ دیتے ورنہ انؐ کے نفاق کے ظاہر ہونے کا خطرہ تھا مگر حضور اکرم ﷺ نے تلوار اُٹھانے کے بجائے صبر کی تلقین فرمائی کیونکہ ابھی جہاد کی اجازت نہیں ملی تھی لیکن بعد میں جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو منافقین کفار کے حملوں سے ڈر گئے اور جہاد پر اعتراض کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کیوں فرض کیا ہے اور اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا منافقین کا شیوہ ہے کسی مخلص صحابی کی زبان سے ایسا جملہ صادر نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر)

[۸۶] اس جملہ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مال و متاع کی حقیقت اور آخرت کے اجر و ثواب کی عظمت بیان فرمائی ہے یعنی: اے دنیا کی نعمتیں قلیل ہیں جبکہ آخرت کی نعمتیں کثیر بھی ہیں اور خاصیت میں بہتر بھی، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔

(بخاری: ۳۲۴۴: کتاب بدء الخلق: باب ۸)

Marfat.com

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾

۷۸۔ تم جہاں کہیں بھی ہو موت تم کو پالے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو،[۸۷] اور اگر اُنہیں کوئی اچھائی پہنچے تو کہتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر اُنہیں کوئی بُرائی پہنچے تو کہتے ہیں: یہ آپ کی طرف سے ہے، آپ فرمایئے: سب اللہ کی طرف سے ہے، تو ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں جاتے۔

۲۔ دنیا کی نعمتیں فتنہ اور آزمائش ہیں، لہٰذا ان کے استعمال میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے جبکہ آخرت کی نعمتیں ذریعہ امن وسکون ہیں کسی فکر کی ضرورت نہیں۔

۳۔ دنیا کی نعمتوں کا حساب ہوگا جبکہ آخرت کی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی میزبانی ہے کوئی حساب نہیں ہوگا۔

۴۔ دنیا کی نعمتیں فانی اور ان کا فائدہ عارضی ہے جب کہ آخرت کی نعمتیں باقی اور ان کا فائدہ دائمی ہے، لہٰذا ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو چھوڑ کر صرف فانی چیزوں پر اکتفا کر لینا کوئی دانشمندی نہیں۔

☆ حضرت مستوردؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں پانی کا وہ ایک قطرہ جو انگلی کے ساتھ لٹک جائے۔ (ابن ماجة: ۴۱۰۸: ابواب الزهد: باب ۳)

☆ حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور اس دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سوار راستے میں تھوڑی دیر کے لئے کسی درخت کا سایہ حاصل کرتا ہے اور پھر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔

(ابن ماجة: ۴۱۰۹: ابواب الزهد: باب ۳)

☆ حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دنیا کی قدر ومنزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو پانی کا ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوتا۔

(ابن ماجة: ۴۱۱۰: ابواب الزهد: باب ۳)

[۸۷] موت سے ڈر کر بزدلی دکھانا اور ضرورت پڑنے پر ملک وملت کے لئے جہاد سے جی چرانا کوئی عقل مندی نہیں کیونکہ جہاد میں جانے سے موت قریب نہیں آجاتی اور احتیاطی تدابیر کرنے سے موت کو روکا نہیں جا سکتا۔ مثال کے طور پر حضرت خالد بن ولیدؓ متعدد جنگوں میں شریک ہوئے، تلواروں کے جھرمٹ میں بے خطر کود پڑتے، ہزاروں کافروں کو تہہ تیغ کیا، اس کے باوجود وہ کسی جنگ میں شہید نہیں ہوئے اور ان کی موت اپنے گھر میں بستر پر آئی۔ بہر حال موت کا وقت اور جگہ مقرر ہے جو آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَ مَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾

۷۹۔ (اے انسان!) تجھے جو اچھائی پہنچتی ہے، سو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی تجھے پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے، [۸۸] اور ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے، [۸۹] اور اللہ تعالیٰ (آپ کی رسالت کا) گواہ کافی ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾

۸۰۔ جس نے رسول کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی، [۹۰] اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے آپ کو ان کا پاسبان بنا کر نہیں بھیجا۔

[۸۸] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو اچھائی و نعمت اور برائی و مصیبت انسان کو پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مگر وہ حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور اس آیت میں فرمایا کہ اچھائی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برائی انسان کی اپنی طرف سے آتی ہے۔ اس میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ پہلی آیت میں خیر اور شر کی تخلیق کا بیان ہے اور دوسری آیت میں ان کے سبب کا بیان ہے، نیز علامہ بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہر کام کا خالقِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن اچھائی کا باعث اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، جیسے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتے نازل ہوئے اور برائی کا باعث انسان کی اپنی کوتاہیاں ہیں، جیسے غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو نقصان اُٹھانا پڑا۔ اگرچہ اس کا بھی فاعلِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی تھا لیکن درّہ پر متعین تیر اندازوں کی جلد بازی اس کا سبب بنی تھی، لہٰذا انسان کو ہر کام کرنے سے پہلے اس کے انجام پر سنجیدگی سے غور و فکر کرنا چاہیے تاکہ کل کو پچھتانے کی نوبت نہ آئے۔

[۸۹] یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ کوئی رنگ، نسل اور علاقہ اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ آپ سب کے لئے رسول ہیں کوئی مانے یا نہ مانے، بہر حال اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت کا گواہ کافی ہے۔

[۹۰] اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی دراصل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ اور اگر کوئی انسان حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور سنت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا چاہے تو یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید اور احکامِ الٰہی پر عمل کرنے کا طریقہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہی مل سکتا ہے، نیز یہ آیت واضح کرتی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم اور خطاؤں سے پاک ہیں کیونکہ اگر آپ سے غلطی کا امکان ہوتا تو آپ کی اطاعت کو اطاعتِ الٰہی قرار نہ دیا جاتا۔

Marfat.com

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾

۸۱۔ اور وہ کہتے ہیں: ہم نے حکم مان لیا اور جب وہ آپ کے پاس سے اُٹھ کر باہر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات بھر آپ کی باتوں کے خلاف مشورے کرتا ہے،[۹۱] اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو کچھ وہ راتوں کو کہتے ہیں، آپ ان سے منہ پھیر لیں اور اللہ پر توکل رکھیں، اور اللہ تعالیٰ (آپ کا) کارساز کافی ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾

۸۲۔ کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے ؟ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت اختلاف پاتے۔[۹۲]

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى

۸۳۔ اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اس کا چرچا کرتے ہیں،[۹۳] اور اگر یہ لوگ

---

[۹۱] یعنی میرے پیارے حبیب! جب یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کی اطاعت کا اقرار کرتے ہیں اور راتوں کو آپ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے ہیں لیکن آپ ان کی پرواہ نہ کریں، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور وہی آپ کا کارساز کافی ہے۔

[۹۲] اس آیت میں قرآن مجید کی صداقت جانچنے کے لئے ایک معیار بیان کیا گیا ہے یعنی تیئس (۲۳) سال کے طویل عرصہ میں نازل ہونے والی ضخیم کتاب میں کہیں اختلاف نہیں ہے۔ نہ الفاظ و معانی میں اور نہ احکام و مضامین میں۔ اگر قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اتنے طویل عرصہ میں مختلف احوال کے باعث اس میں اختلاف ضرور ہوتا لیکن اس میں اختلاف کا نہ ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ کاش غیر مسلم قرآن مجید کے الفاظ و مضامین میں غور و فکر کریں اور اپنی دُنیا و آخرت سنوارنے کے لئے اس سراسر صداقت کتاب پر ایمان لے آئیں۔

[۹۳] ہجرت کے بعد کفار کے ساتھ جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مسلمان مسلسل ایسے حالات میں زندگی بسر کر رہے تھے جنہیں بجا طور پر زمانہ جنگ کہا جا سکتا ہے۔ ایسے ہنگامی حالات میں غلط افواہیں اور بے بنیاد خبریں پھیلانے سے طرح طرح کے نقصانات کا اندیشہ تھا، مثلاً امن و فتح کی خبر سے غفلت اور خوف و شکست کی خبر سے مسلمانوں میں افسردگی پھیل جاتی۔ اس لئے ان کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ سنی سنائی خبریں عام لوگوں میں پھیلانے کے بجائے صرف حضور اکرم ﷺ یا ذمہ دار لوگوں تک پہنچا دیں

Marfat.com

أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٣﴾

اس خبر کو رسول یا اپنے صاحبانِ امر تک پہنچا دیتے تو ان میں سے استنباط کرنے والے اس خبر (کی حقیقت) کو جان لیتے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی[۹۴] تو سوائے چند لوگوں کے تم شیطان کے پیروکار بن جاتے۔

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۗ وَاللّٰهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا ﴿٨٤﴾

۸۴۔ پس اے نبی! تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو، [۹۵] آپ کو صرف آپ کی ذات کا مکلف کیا جائے گا اور اہل ایمان کو جہاد کی ترغیب دو، بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے زور کو روک دے، اور اللہ کی طاقت سب سے زیادہ اور اس کی سزا بہت سخت ہے۔

تاکہ وہ اس خبر کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد اس کے متعلق مناسب اقدام کریں اور زمانۂ جنگ میں تو بعض دفعہ صحیح خبر کا چرچا بھی نقصان دہ ہوتا ہے اور اگر کوئی غلط خبر پھیل جائے تو اس کے نقصان کو قابو کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے آگے پھیلانا درست نہیں ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات (بغیر تحقیق کے) بیان کردے۔

(ریاض الصالحین: باب تحریم الکذب)

اس آیت کے ضمن میں علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ اجتہاد اور قیاس کرنا بھی شریعت میں حجت اور دلیل ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ صرف ان مسائل ہی میں ہو جن کے متعلق قرآن و حدیث میں واضح حکم موجود نہ ہو اور صرف وہی اہل علم کریں جو استنباط کی اہلیت رکھتے ہوں اور اس کے بعد عام لوگوں پر واجب ہے کہ وہ ان علماء کی تقلید کریں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ بھی مسائلِ شریعہ میں استنباط کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر) نیز اس آیت سے تقلید کا حجت ہونا بھی ثابت ہوتا ہے یعنی اہل علم قرآن و سنت کی روشنی میں جن مسائل کا استنباط کریں ان مسائل میں اہل علم کی تقلید کی جائے۔

[۹۴] اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مراد قرآن کریم کا یہ حکم ہے کہ تم افواہوں کو پھیلانے کے بجائے حضور اکرم ﷺ اور اہل علم تک پہنچا دو اور اگر اللہ تعالیٰ اس حکم کے ذریعہ تم پر اپنا فضل نہ فرماتا تو تم لوگ جھوٹی افواہوں کا شکار ہو کر شیطان کے پیروکار بن جاتے اور صرف چند لوگ ہی ثابت قدم رہتے جو اپنے علم و عقل کے ذریعہ جھوٹی اور سچی خبروں میں امتیاز کرتے اور حالات کے مطابق اقدام کرتے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ہدایات کا شکر ادا کرو اور ان پر پوری طرح عمل کرو۔

[۹۵] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو جہاد کرنے کا حکم دیا کہ جب باطل حق کے مقابلہ میں آئے تو جہاد کے لئے

Marfat.com

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

۸۵۔ جو اچھی (چیز کی) شفاعت کرے گا اس کے لئے بھی اس میں سے حصہ ہوگا، [۹۶] اور جو بُری (چیز کی) شفاعت کرے گا اس کے لئے بھی اس میں سے حصہ ہوگا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾

النصف

۸۶۔ اور جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کرو [۹۷] یا (کم از کم) وہی الفاظ لوٹا دو، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

قدم آگے بڑھاؤ خواہ آپ تنہا ہی کیوں نہ ہوں اور غالباً اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میں کفار سے اسلام کی خاطر ضرور لڑوں گا حتیٰ کہ میری گردن جدا ہو جائے۔ (بخاری: ۲۷۳۲: کتاب الشروط: باب ۱۵) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو بھی جہاد کی ترغیب دو۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کفار کے زور کو توڑ دے گا، چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا اور سارے عرب کے علاقہ پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور جب تک مسلمان پورے اسلام پر عمل پیرا رہے تو دنیا میں سپر پاور کے روپ میں جلوہ گر رہے۔

[۹۶] نیک کام میں کسی کی مدد یا سفارش کرنا اچھی شفاعت ہے اور شفاعت کرنے والے کو بھی اس نیکی سے ثواب کا حصہ ملے گا اور بُرے کام میں کسی کی مدد یا سفارش کرنے سے اسے بھی اس برائی کے بدلے میں عذاب کا حصہ ملے گا۔ قرآن مجید میں ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم میں باہم تعاون نہ کرو۔ (قرآن: ۵: ۲) نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نیکی کی رہنمائی کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کی مثل ہے۔ (ترمذی: ۲۶۷۰: ابواب العلم: باب ۱۴)

[۹۷] یعنی جب تمہیں کوئی سلام کہے تو تم اس سے بہتر انداز میں جواب دو یا کم از کم وہی الفاظ دوہرا دو جن سے تمہیں سلام کیا گیا ہے۔

سلام اور اس کے احکام

سلام کے الفاظ و معانی

دنیا کی ہر قوم میں ایسے الفاظ کا رواج پایا جاتا ہے جن سے وہ آپس میں ملاقات کے وقت اپنی خوش اخلاقی، ہمدردی اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اسلام میں ملاقات کے الفاظ ہیں: السلام علیکم جن کا معنیٰ ہے: ''تم پر ہر قسم کی سلامتی ہو۔'' جیسے الحمدللہ (سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں) میں حمد سے پہلے الف لام استغراق کے لئے ہے یعنی ہر زمانے کی،

Marfat.com

ہر علاقہ کی، ہر قوم کی اور دنیا کی ہر چیز کی ہر قسم کی تعریف کا اصل مستحق اللہ تعالیٰ ہے۔اسی طرح السلام علیکم میں سلام سے پہلے الف لام بھی استغراق کے لئے ہے۔یعنی صحت و عمر کی، مال و اولاد کی، خاندان و ایمان کی، حال و مستقبل کی، دنیا و آخرت کی الغرض ہر قسم کی سلامتی تجھے نصیب ہو اور ہر قسم کی مصیبت سے تو محفوظ رہے۔صرف دو لفظوں میں اتنی کامل دُعا دُنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔اسی لئے مسلمان چاہے کسی زبان سے تعلق رکھتا ہو ملاقات کے وقت یہی عربی زبان کے الفاظ استعمال کرتا ہے جبکہ دوسری قوموں کی ملاقات کے الفاظ زبان کے ساتھ بدل جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا نام

اللہ تعالیٰ کے خوبصورت اسمائے گرامی میں سے ایک سلام بھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اللہ تعالیٰ وہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ بادشاہ ہے، نہایت پاک ہے، سلام ہے ۔۔۔} (قرآن: ۵۹: ۲۳) اسی طرح حضور اکرم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار پڑھتے اور یوں دعا کرتے: اللھم انت السلام ومنک السلام ۔۔۔ اے اللہ تعالیٰ! تو سلام ہے اور سلامتی تیری بارگاہ سے ملتی ہے۔ ۔۔۔

(مسلم: ۱۳۳۴: کتاب المساجد: باب ۲۶)

اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی سلام کا معنیٰ ہے: ''سلامتی دینے والا، حفاظت کرنے والا'' اس لحاظ سے السلام علیکم کا معنیٰ ہے: ''اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ ہو اور وہ تمہیں سلامت رکھے'' اسی معنیٰ کے اعتبار سے اللہ حافظ یا خدا حافظ بھی کہا جاتا ہے۔اس طرح ایک مسلمان سلام کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ اپنے بھائی کو سلامتی کی دعا دیتا ہے بلکہ اپنے رب تعالیٰ کے نام کا ذکر کر کے ایک اور حکم الٰہی پر عمل کرنے کا ثواب بھی حاصل کرتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم دیا ہے: {اور صبح و شام اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو۔} (قرآن: ۷۶: ۲۵)

سلام کی تاریخ

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد فرمایا: جاؤ فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کرو اور ان کا جواب غور سے سنو! یہ تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے ملاقات کا تحفہ ہوگا، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو کہا: السلام علیکم اور فرشتوں نے جواب دیا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ (ریاض الصالحین: کتاب السلام) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اسلامی سلام کوئی جدید طریقہ نہیں ہے بلکہ انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے ادوار میں بھی جاری رہا حتیٰ کہ موجودہ بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سلام بھی یہی لکھا ہوا ہے یعنی:

"Peace be on you"(The Holy Bible: Luke: Chapter 24 Verse 36)

انگریزی کے ان الفاظ کا عربی ترجمہ السلام علیکم ہی بنتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت یعنی السلام علیکم کو چھوڑ کر good morning کب اور کیوں شروع کیا؟ اور اب تو اس میں بھی تخفیف کر دی ہے یعنی good کو چھوڑ کر صرف morning پر اکتفا کرتے ہیں اور پتہ نہیں اس کا کیا معنیٰ مراد لیتے ہیں؟

Marfat.com

سلام کا حکم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ {اور جب آپ ﷺ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ ﷺ ان سے فرمایئے: تم پر سلام ہو۔} (قرآن: ۶: ۵۴)

۲۔ {جب تم گھروں میں داخل ہو تو اہل خانہ کو سلام کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے۔} (قرآن: ۲۴: ۶۱) اس آیت کے ضمن میں عمرو بن دینار (جو امام حدیث ہیں اور صحاح ستہ کے مصنفین نے ان سے احادیث روایت کی ہیں) کہتے ہیں: اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو کہو: السلام علی النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ (نبی مکرم ﷺ پر سلام، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔) ملا علی قاری (جن کا انتقال ۱۰۱۴ھ میں ہوا) اس روایت کے ضمن میں لکھتے ہیں: یہ اس لئے ہے کہ نبی مکرم ﷺ کی روح مبارک اہل اسلام کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے۔

(شرح شفا: قاضی عیاض: جلد دوم: ص ۱۱۸)

ہم جب کسی قبرستان کے پاس سے گزریں تو سنت یہ ہے کہ ہم انہیں السلام علیکم (تم پر سلام ہو) کہہ کر ان کی مغفرت کے لئے دعا کریں۔ (ابن ماجہ: ۷: ۱۵۴۷: کتاب الجنائز: باب ۳۶) حالانکہ ان کے جسم تو مٹی میں مٹی ہو چکے ہوتے ہیں۔ صرف ان کی روحوں کا ان قبروں سے ایک طرح کا رابطہ ہوتا ہے جن کو ہم السلام علیکم کہتے ہیں۔ اسی طرح ملا علی قاری کی توجیہ کے مطابق نبی مکرم ﷺ جسمانی اعتبار سے اگرچہ مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں مگر جب ان کی روح مبارک کا رابطہ اہل اسلام کے گھروں سے ہے تو ہم اس روح مبارک کے توسط سے آپ ﷺ کو وہ سلام بھی عرض کر سکتے ہیں جو ہم تشہد میں کہتے ہیں۔ (یعنی السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ)۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے غربت اور تنگدستی کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم گھر میں داخل ہوا کرو اس میں کوئی شخص موجود ہو تو اسے سلام کیا کرو اور اگر اس میں کوئی شخص موجود نہ ہو تو مجھ پر سلام کیا کرو اور ایک مرتبہ {قل ھو اللہ احد ــــ یعنی سورہ اخلاص} پڑھا کرو۔ اس آدمی نے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اتنا کثیر رزق عطا فرمایا کہ وہ اپنے پڑوسیوں پر بھی سخاوت کرنے لگا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ اخلاص)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم جنت میں داخل نہ ہو گے حتیٰ کہ تم ایمان لے آؤ اور تمہارا ایمان مکمل نہیں ہے یہاں تک کہ تم آپس میں محبت کرو۔ کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جس کے کرنے کے بعد تم آپس میں محبت کرنے لگو (پھر خود ہی فرمایا:) اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔

(ترمذی: ۲۶۸۸: ابواب الاستئذان: باب ۱)

Marfat.com

۲۔ جب تم اپنے گھروں میں داخل ہوتو اپنے گھر والوں کو سلام کرو اور جب تم کھانا کھاؤ تو بسم اللہ پڑھو، اور جب کوئی اپنے گھر میں داخل ہونے کے وقت سلام کرتا ہے اور اپنے کھانے پر بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: اس گھر میں نہ تمہارے رات گزارنے کا ٹھکانا ہے اور نہ رات کا کھانا اور جب تم میں سے کوئی شخص سلام نہیں کرتا اور نہ کھاتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: تمہیں رات کا ٹھکانا اور کھانا مل گیا۔

(کنز العمال: ۴۱۵۴۵: جلد ۱۵: ص ۳۹۹)

۳۔ جو شخص چاہتا ہے کہ شیطان اس کے پاس نہ کھانے پر آئے اور نہ ہی رات اور دن کے وقت اس کی آرام گاہ میں آئے تو اسے چاہیے کہ جب اپنے گھر میں داخل ہو تو اہل خانہ کو سلام کرے اور کھانے پر بسم اللہ پڑھے۔

(کنز العمال: ۴۱۵۴۶: جلد ۱۵: ص ۳۹۹)

کن لوگوں کو سلام دینا جائز نہیں ہے

درج ذیل لوگوں کو سلام کرنا جائز نہیں ہے: جو لوگ نماز، خطبہ، اذان، اقامہ، تلاوت قرآن، علم شرعی کے مذاکرہ، وعظ کرنے، وعظ سننے یا رفع حاجت میں مشغول ہوں اُن کو سلام کرنا جائز نہیں اور اگر کوئی اُن لوگوں کو سلام کر دے تو اُس سلام کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔

سلام کا جواب

سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا فرض ہے۔ سلام کا جواب ایسے انداز اور اتنی آواز سے دیا جائے کہ سلام کرنے والے کو یقین ہو جائے کہ اس کے سلام کا جواب دیا گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دل میں جواب دے دیا جائے اور سلام کرنے والا غلط فہمی کا شکار ہو جائے کہ اس کے سلام کا جواب نہیں دیا گیا، نیز سلام کا جواب بہتر انداز میں ہونا چاہیے جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کرو یا (کم از کم) وہی الفاظ لوٹا دو۔} (قرآن: ۴: ۸۶) اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی السلام علیکم کہے تو جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا جائے اور اگر کوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا جائے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غیر مسلم جن الفاظ سے تمہیں سلام کریں تم بھی انہی الفاظ کے ساتھ انہیں جواب دو۔ (تفسیر تنویر المقباس: سورہ نساء (۴): زیر آیت نمبر ۸۶)

خط میں لکھے ہوئے سلام کا جواب

خط میں لکھے ہوئے سلام کا جواب پڑھتے وقت ہی دے دینا چاہیے، ممکن ہے جواب لکھنے سے پہلے موت آ جائے اور یہ فرض بطور قرض باقی رہ جائے۔

ملاقات کے وقت مسکرانا

سلام کرتے وقت یا سلام کا جواب دیتے وقت دونوں کے چہروں پر خوشی اور مسکراہٹ کا اظہار ہونا چاہیے۔ اس طرح

Marfat.com

باہمی احترام میں اضافہ ہوگا اور ان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نیکی میں سے کچھ بھی حقیر نہ سمجھو اگر چہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملے۔ (مسلم: ۶۶۹۰: کتاب البر: باب ۴۳) کیونکہ ''تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی تیرے لئے صدقہ کا درجہ رکھتا ہے۔'' (ترمذی: ۱۹۵۶: ابواب البر: باب ۳۶) ''اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔'' (ترمذی: ۲۶۱۶: ابواب الایمان: باب ۸)

سلام کے آداب

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کے نزدیک بہتر وہ انسان ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

(مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۵۴)

۲۔ سوار پیدل کو، پیدل بیٹھے ہوئے کو، تھوڑے زیادہ کو اور چھوٹے بڑے کو سلام کریں۔

(ترمذی: ۲۷۰۳: ابواب الاستیذان: باب ۱۴)

۳۔ جب تم گھر میں جاؤ تو اپنے اہل خانہ کو سلام کہو اس طرح تمہیں اور تمہارے اہل خانہ کو برکت حاصل ہوگی۔

(ترمذی: ۲۶۹۸: ابواب الاستئذان: باب ۱۰)

۴۔ السلام علیکم کہنے سے دس نیکیاں، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے سے بیس نیکیاں اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔

(ترمذی: ۲۶۸۹: ابواب الاستئذان: باب ۲)

۵۔ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرک اور یہود سب اکٹھے بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں سلام کہا (یعنی السلام علیکم کہا)۔ (ریاض الصالحین: کتاب السلام) اس سے یہ پتہ چلا کہ اگر کسی مجلس میں مسلمان اور غیر مسلم اکٹھے بیٹھے ہوں تو ان کو السلام علیکم کہنا جائز ہے، لیکن اگر کہیں صرف غیر مسلم بیٹھے ہوں تو خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں Good morning ضرور کہنا چاہیے۔

جنت میں دعا سلام

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: { جنت میں اہل جنت کی (اللہ تعالیٰ کے حضور) دعا ہوگی: سبحانک اللھم (اے اللہ تو پاک ہے) اور ان کی آپس کی دعا ہوگی: السلام علیکم اور ان کی دعا کا آخری حصہ یہ ہوگا: الحمد للہ رب العالمین (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے) } (قرآن: ۱۰:۱۰) اس آیت میں اہل جنت کی دعا کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اگر آپ اس دنیا میں اس کا کچھ تصور کرنا چاہتے ہیں تو نماز میں غور کرو۔ اس کی ابتدا سبحانک اللھم سے ہوتی ہے اور اس کا اختتام السلام علیکم پر ہوتا ہے اور بندہ مؤمن جب جائے نماز سے فارغ ہو کر اٹھتا ہے تو ان الفاظ یعنی الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اسے نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

Marfat.com

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾ ع

۸۷۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ ضرور تم کو قیامت کے دن جمع کرے گا[۹۸] جس دن (کے آنے) میں کوئی شک نہیں ہے، اور اللہ سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہوگا۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ

۸۸۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہ منافقوں کے بارے میں تم دو

فرشتوں کو سلام

حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے فرشتوں کو سلام کیا، لہٰذا ہم جب کسی کو سلام کریں تو ہمیں اس کے ساتھ اس کے نیکی اور بدی لکھنے والے فرشتوں کی نیت بھی کرنی چاہیے تاکہ فرشتے بھی ہمارے سلام کا جواب دیں اور ہم ان کے معصوم سلام سے فیض یاب ہوں۔ اختتامِ جماعت پر سلام کہتے ہوئے امام اور مقتدی دونوں کو اطراف کے نمازیوں کے علاوہ اپنے دائیں بائیں متعین فرشتوں کو بھی سلام کہنا چاہیے اور اگر کوئی انسان اکیلے نماز پڑھ رہا ہے تو وہ سلام کہتے ہوئے صرف اپنے دائیں اور بائیں متعین فرشتوں کی نیت کرے۔ (الفقه علی المذاهب الاربعة: جلد ۱: ص ۲۷۶) اگر ہم نے اپنے ساتھ رہنے والے فرشتوں کو کبھی سلام نہ کیا تو وہ کیا سوچیں گے کہ ہم ایک مسلمان کے ساتھ پچاس ساٹھ سال کا عرصہ رہے لیکن اس نے ہمیں کبھی سلام تک نہیں کیا۔ یہ ٹھیک ہے فرشتے ہمیں نظر نہیں آتے مگر جب ہم اہلِ قبرستان کو سلام کرتے ہیں تو وہ بھی ہمیں نظر نہیں آتے، نیز فرشتوں کو سلام کرنے سے ہمیں ایک یاددہانی بھی ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کے یہ سیکیورٹی کیمرے ہر وقت ہمارے ساتھ ہیں جو میدانِ حشر کے لئے ہماری ہر حرکت کی فلم بنا رہے ہیں، لہٰذا ہمیں کوئی غلط کام کرنے سے پہلے کئی بار سوچنا چاہیے کیونکہ کوئی بھی فرشتوں کے کیمرے سے بچ نہیں سکتا۔

[۹۸] قیامت کا دن اور اس کا حساب و کتاب صرف ایک عقیدہ ہی نہیں بلکہ ایک ایسا نگران ہے جو انسان کے ذہن وضمیر اور اس کے ظاہر و باطن میں ہر وقت حاضر رہتا ہے اور کسی بھی غلط خیال یا بُرے اقدام پر اسے متنبہ کرتا ہے کہ تیری یہ کوتاہی لوگوں کی نگاہوں سے تو اوجھل ہو سکتی ہے مگر آخرت کی سزا سے نہیں بچ سکتی۔ دنیا کے نوے فیصد جرائم اس اُمید پر کئے جاتے ہیں کہ وہ قانون کی نگاہ سے بچ جائیں گے یا رشوت و سفارش سے کام بن جائے گا لیکن جب کسی مجرم کی گرفت یقینی ہو تو نوے فیصد جرائم ازخود ختم ہو جاتے ہیں۔ سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ جرائم کی دنیا بھی اتنی آگے جا چکی ہے کہ جدید ٹیکنالوجی بھی جرائم کا راستہ روکنے میں ناکام ہو چکی ہے، لہٰذا آج دنیا کو عقیدۂ آخرت کی ضرورت ہے جو صرف ظاہر نہیں بلکہ انسان کے ذہن وضمیر پر بھی چوکیدار بٹھا دیتا ہے اور آخرت کی سخت سزا اسے جرائم کے ارتکاب سے باز رکھتی ہے۔

Marfat.com

اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾

گروہ بن گئے ہو، [۹۹] حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے اوندھا کر دیا ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اسے ہدایت دو جسے اللہ نے گمراہ کر دیا ہے، اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو تُو اس کے لئے (ہدایت کا) کوئی راستہ نہ پا سکے گا۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾

۸۹۔ وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں اسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ تا کہ تم سب برابر ہو جاؤ، لہٰذا تم ان میں سے اپنے دوست نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کریں، پھر اگر وہ (ہجرت سے) روگردانی کریں تو اُنہیں پکڑو اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور ان میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔

[۹۹] اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر ایک قول نقل کرتے ہیں کہ کچھ لوگ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا، پھر وہ مرتد ہو گئے اور حضور اکرم ﷺ سے اجازت مانگی تا کہ وہ مکہ سے اپنا مال مدینہ لے آئیں اور یہاں اس مال سے تجارت کریں، تو ان کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا۔ بعض نے کہا: وہ منافق ہیں (کیونکہ وہ کفار مکہ سے مل گئے ہیں) اور بعض کہنے لگے: وہ مسلمان ہیں (کیونکہ وہ اپنے مال لے کر مدینہ واپس آ جائیں گے) لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کو ظاہر کر دیا اور ان سے جنگ کرنے کا حکم دے دیا۔ (تفسیر جامع البیان)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے کافرانہ عقائد و اعمال کی وجہ سے ان کی گمراہی کا اعلان کر دیا ہے۔ اب ان کی اصلاح کی کوئی صورت نہیں ہے بلکہ وہ اپنے کفر میں اتنے پختہ ہیں کہ وہ آپ کو بھی کافر بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، لہٰذا ان سے دوستی نہ رکھو اور اگر وہ خلوص سے ایمان نہ لائیں اور نہ ہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت پر آمادہ ہوں (کیونکہ فتح مکہ سے پہلے اس پر ہجرت فرض تھی جو اس کی استطاعت رکھتا ہو) اور تمہارے ان دشمنوں کے پاس جانے لگیں جن کے ساتھ تمہاری جنگ شروع ہے تو اُنہیں مت جانے دو، جہاں ملیں پکڑ کر قتل کر دو ورنہ یہ دشمنوں کے ساتھ مل کر تمہیں قتل کر دیں گے، لیکن اگر وہ کسی ایسے قبیلہ کی پناہ اختیار کر لیں جن کے ساتھ تمہارا صلح کا معاہدہ ہے تو پھر اُنہیں کچھ نہ کہو اور اگر وہ تمہارے پاس آ کر جنگ نہ کرنے کا یقین دلا دیں تو بھی ان سے تعرض نہ کرو، یعنی اگر وہ جنگ کریں تو تم بھی ان سے قتال کرو اور اگر وہ جنگ سے باز آ جائیں اور صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی ان کے قتل سے ہاتھ روک لو اور ان سے صلح کر لو۔

Marfat.com

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَن يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ ۚ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ﴿٩٠﴾

۹۰۔ مگر اُن کو (قتل نہ کرو) جو کسی ایسی قوم سے جاملیں جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تمہارے ساتھ لڑنے سے اور اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے ان کے دل تنگ آچکے ہوں، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو وہ ضرور تم سے لڑتے، پھر اگر وہ تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور تم سے لڑائی نہ کریں [۱۰۰] اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان کے خلاف لڑنے کا کوئی راستہ نہیں رکھا۔

سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَن يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا ۚ فَإِن لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿٩١﴾ ع

۹۱۔ عنقریب تم ایک اور قسم کے منافقوں کو پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں لیکن جب کبھی فساد کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تو اس میں کود پڑتے ہیں، [۱۰۱] پس اگر وہ تم سے کنارہ کش نہ ہوں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھی نہ بھیجیں اور (لڑائی سے) اپنے ہاتھ بھی نہ روکیں تو ان کو پکڑ لو اور انہیں جہاں پاؤ قتل کر دو، اور یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہم نے تمہیں کھلا اختیار دیا ہے۔

---

[۱۰۰] اللہ تعالیٰ نے دوبارہ وضاحت فرما دی کہ اگر وہ جنگ نہ کریں اور صلح کے لئے ہاتھ بڑھائیں تو پھر مسلمانوں کو ان سے لڑنے اور انہیں قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

[۱۰۱] بعض منافقین ایسے بھی تھے جو بظاہر پرامن رہنے کا دعویٰ کرتے تھے لیکن جب بھی قوم انہیں مسلمانوں پر حملہ کرنے کی دعوت دیتی تو وہ کفار کے لشکر میں شریک ہو جاتے، لہٰذا اگر یہ منافقین امن پسندی کا عملی ثبوت فراہم نہ کریں اور جب بھی موقع ملے تم پر شب خون مارنے سے باز نہ آئیں تو پھر تم بھی ان کا لحاظ نہ کرو اور جہاں ملیں انہیں موت کے گھاٹ اُتار دو۔

Marfat.com

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا
خَطَـًٔا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ
رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ
اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ
عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ
مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ
بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ
تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ
فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ
اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

۹۲۔ اور کسی مؤمن کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مؤمن کو قتل کرے [۱۰۲] مگر غلطی سے، اور جس نے کسی مؤمن کو غلطی سے قتل کیا تو (اس کی سزا یہ ہے کہ) ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرے مگر یہ کہ وہ خود ہی (دیت) معاف کر دیں، پھر اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ مقتول مسلمان ہو تو (قاتل) ایک مسلمان غلام آزاد کرے، اور اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو تو مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے اور ایک مسلمان گردن کو آزاد کیا جائے، پھر جو غلام نہ پائے تو وہ لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے، اللہ کی طرف سے اس کی توبہ یہی ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

[۱۰۲] کسی مؤمن کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی دوسرے مؤمن کو قتل کرے لیکن اگر غلطی سے قتل ہو جائے یعنی نشانہ لگایا تھا کسی جانور کو اور جا لگا کسی انسان کو تو چونکہ اس میں قتل کا ارادہ نہیں تھا اس لئے اس کو قتل خطا کہا جاتا ہے۔ اس آیت میں قتل خطا کی تین صورتیں اور ان کے احکام بتائے گئے ہیں:

۱۔ اگر مقتول مسلمان ہو تو قاتل بطور کفارہ ایک مسلمان غلام یا لونڈی آزاد کرے اور بطور حق العباد مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرے جو کہ ایک سو اونٹ یا ان کی قیمت ہے۔ دیت کی ایک وجہ یہ ہے کہ مقتول کے وارثوں کی دلجوئی ہوگی اور ان کے انتقامی جذبات ٹھنڈے ہو جائیں گے لیکن اگر مقتول کے وارث دیت کو معاف کرنا چاہیں تو وہ کر سکتے ہیں لیکن کفارہ کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہو سکتا۔

دیت کا مال مقتول کے شرعی وارثوں میں میراث کی طرح تقسیم کیا جائے گا اور اگر کوئی وارث نہ ہو تو ان کا قائم مقام بیت المال قرار پائے گا۔

۲۔ اگر مقتول ہو تو مسلمان لیکن ایسی کافر قوم کا فرد ہو جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہے تو قاتل صرف ایک مسلمان غلام یا لونڈی آزاد کر دے اس پر دیت لازم نہیں کیونکہ مقتول کے وارث حربی کافر ہیں، اگر انہیں دیت ادا کی گئی تو وہ مسلمانوں

Marfat.com

وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿٩٣﴾

۹۳۔ اور جو شخص کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرے [۱۰۳] تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔

کے خلاف استعمال ہوگی جو کسی طرح قرین قیاس نہیں۔

۳۔ اگر مقتول (خواہ مسلمان ہو یا کافر) اس قوم کا فرد ہو جس کے ساتھ تمہارا صلح کا معاہدہ ہو تو اس صورت میں قاتل ایک مسلمان غلام یا لونڈی آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو دیت بھی ادا کرے کیونکہ معاہد ذمی کی طرح ہوتا ہے اور ذمی کا مال و جان مسلمانوں کی حفاظت میں اتنا ہی درجہ رکھتا ہے جتنا مسلمانوں کا اپنا جان و مال۔ ذمی اسلامی حکومت کی غیر مسلم رعایا کا نام ہے اور ان کی دیت مسلمانوں کے برابر ہے یعنی سو اونٹ، لہٰذا کفارہ اور دیت کے لحاظ سے ذمی اور معاہد کافر بھی ایک مسلمان کے برابر کا حق رکھتا ہے۔ (تفسیر بیضاوی) اس صورت میں کافر مقتول کی دیت اس کے کافر وارثوں کو دی جائے گی کیونکہ اس دیت کا مال مسلمانوں کے خلاف استعمال نہیں ہوگا۔

اگر کوئی شخص غلام آزاد نہ کر سکے جیسا کہ آجکل غلامی کا دور ختم ہو گیا ہے تو پھر وہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے کیونکہ اس کی توبہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی طریقہ مقرر ہے۔

[۱۰۳] کسی مسلمان کو قصداً قتل کرنے کی جتنی سزائیں اس آیت میں بیان کی گئی ہیں (یعنی جہنم میں ہمیشہ رہنا، اللہ کا غضب، اس کی لعنت اور عذاب عظیم کا مستحق ہونا) اتنی سخت سزائیں بیک وقت کسی بھی گناہ کی بیان نہیں کی گئیں لیکن یہ وعید اُن کے لئے ہے جو مسلمان کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں اور توبہ کئے بغیر مر جاتے ہیں، کیونکہ سچے دل سے توبہ کرنے والے کی توبہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قبول فرماتا ہے۔ اس جرم کی سنگینی کو بیان کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! بے شک ایک مسلمان کا ناحق قتل کرنا اللہ کے نزدیک ساری دنیا کے زوال کی بہ نسبت زیادہ نقصان دہ ہے۔ (نسائی: ۳۹۹۱: کتاب تحریم الدم: باب ۲) نیز فرمایا: بے شک ساری دنیا کا ہلاک ہونا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے ناحق قتل کے مقابلہ میں بہت معمولی اور حقیر ہے۔

(ترمذی: ۱۳۹۵: ابواب الدیات: باب ۷)

اسلام نے کسی ایک انسان (مسلمان ہو یا کافر) کے ناحق قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ (قرآن: ۵: ۳۲) لیکن مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا قتل اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ یہ صرف ایک جان کا قتل نہیں بلکہ اسلامی اخوت کا بھی قتل ہے۔ اس کی اخروی سزا تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے، البتہ اس قتل کی دُنیاوی سزا قصاص ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: سورہ بقرہ: آیت نمبر ۱۷۸)

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

۹۴۔ اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو خوب تحقیق کر لیا کرو [۱۰۴] اور جو تم کو سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے، تم دنیاوی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو، پس اللہ کے پاس بہت مالِ غنیمت ہیں، اس سے پہلے تم بھی تو ایسے ہی تھے، [۱۰۵] پھر اللہ نے تم پر احسان فرمایا، لہٰذا تم خوب تحقیق کر لیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾

۹۵۔ معذوروں کے سوا (گھر میں) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، [۱۰۶] اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے مجاہدوں کو اللہ نے بیٹھنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے، اور سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے، لیکن اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر اجرِ عظیم کی فضیلت دی ہے۔

[۱۰۴] ایک دفعہ صحابہ کرام ﷢ کی جماعت جہاد پر جا رہی تھی، حربی کفار کے علاقہ میں ایک آدمی اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ اس چرواہے نے صحابہ کرام ﷢ کو سلام کیا جو عملاً اس کے مسلمان ہونے کا اظہار تھا۔ صحابہ کرام ﷢ نے سمجھا یہ چرواہا محض اپنی جان اور مال بچانے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہا ہے، چنانچہ صحابہ کرام ﷢ نے اُسے قتل کر دیا اور اس کی بکریاں بطور مالِ غنیمت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر) یعنی جب کوئی شخص اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرے تو غنیمت کے حصول میں اس کا اسلام رد نہ کرو اور اس کو قتل کرنے سے پہلے پوری طرح تحقیق کر لو کیونکہ مالِ غنیمت کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں بے شمار نعمتیں ہیں جو جائز طریقوں سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

[۱۰۵] یعنی ایک زمانہ تھا جب مکہ میں تم بھی اس چرواہے کی طرح ایمان چھپانے پر مجبور تھے اور تمہارے پاس زبانی اقرار کے سوا اپنے ایمان کا کوئی ثبوت موجود نہیں تھا، اب تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ایک آزاد اسلامی ریاست میں تمہیں کسی کا خوف اور ڈر نہیں ہے، لہٰذا اپنے ابتدائی حالات کو یاد رکھو اور کسی کو بغیر تحقیق کے کافر خیال نہ کرو۔

[۱۰۶] جو مسلمان بیماری یا کسی مجبوری کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکیں ان کا درجہ مجاہدین کے برابر نہیں ہو سکتا لیکن چونکہ ان

Marfat.com

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ ع	۹۶۔ اللہ کی طرف سے (ان کے لئے) درجات ہیں اور بخشش ہے اور رحمت ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔
اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾	۹۷۔ جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے جب فرشتوں نے ان کی روحیں قبض کیں [۱۰۷] تو پوچھا: تم کس حال میں تھے؟ انہوں نے کہا: ہم زمین میں بے بس تھے، فرشتوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔
اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا	۹۸۔ مگر جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں جو نہ تو (ہجرت کی) کوئی تدبیر کر سکتے تھے اور نہ ہی کوئی

کی نیت میں فتور نہیں ہے اور صرف معذوری کی وجہ سے جہاد میں شریک نہیں ہو سکے اس لئے ان کو بھی ان کی حسن نیت کا اچھا اجر ضرور ملے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، لیکن جو مسلمان عملاً جہاد میں شریک ہوتے ہیں ان کے درجات بہت بلند ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے جنت میں سو درجے تیار کر رکھے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان۔ (بخاری: ۲۷۹۰: کتاب الجہاد: باب ۴)

[۱۰۷] حضور اکرم ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو ابتدا میں مسلمانوں کے لئے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنا فرض ہو گیا تھا کیونکہ ایک تو مکہ میں کافروں کے مظالم کی وجہ سے اسلام پر عمل کرنا مشکل تھا، دوسرا مدینہ میں مسلمانوں کی قوت کو ایک جگہ جمع کرنا ضروری تھا تاکہ کفار کے حملوں کا مقابلہ کیا جا سکے لیکن جن مسلمانوں نے اس مشکل گھڑی میں اپنے خویش و اقارب اور مال و جائیداد کو چھوڑنا گوارا نہ کیا اور ہجرت کے اس فرض سے دانستہ گریز کیا تو ان کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور مرتے وقت جب فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ تم نے اسلام کے فرائض پر عمل کیوں نہ کیا تو وہ اپنی بے بسی کا بہانہ تراشیں گے یعنی ہم مغلوب تھے کفار کے خوف کی وجہ سے عمل کرنے سے قاصر تھے۔ اس پر فرشتے کہیں گے: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی، تمہیں ترک وطن کر کے کسی اور جگہ چلے جانا چاہیے تھا جہاں تم آزادی سے اسلام پر عمل پیرا ہو سکتے تھے۔ اس پر وہ لاجواب ہو جائیں گے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے علاقہ سے ہجرت کرنا فرض ہے جس میں اسلام کے فرائض پر عمل کرنا مشکل ہو۔

Marfat.com

يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾

راستہ جانتے تھے۔[۱۰۸]

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾

۹۹۔ تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان سے درگزر فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ ع

۱۰۰۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں پناہ کے لئے بہت جگہ اور کشادہ روزی پائے گا، [۱۰۹] اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے، پھر اس کو موت آجائے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ (کے ذمۂ کرم) پر ثابت ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

---

[۱۰۸] ان سے مراد بھی وہ مسلمان ہیں جو ظالم کفار کے ساتھ مقیم تھے۔ یہ لوگ ہجرت کرنا چاہتے تھے مگر اس قدر کمزور اور بے بس تھے کہ کسی طرح بھی ہجرت پر قادر نہ تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی معذوری کے باعث اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے گا۔

[۱۰۹] اپنا وطن اور جائیداد چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں لیکن جو خوش نصیب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی رضا کے لئے ہجرت کرتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں اجر عظیم کے مستحق قرار پاتے ہیں اور جو ہجرت کرنے کے بعد منزلِ مقصود تک پہنچنے سے پہلے راستہ میں ہی فوت ہو جائیں انہیں بھی ہجرت کا اجر و ثواب ضرور ملے گا۔ ہجرت کا لفظی معنی ہے ''کسی چیز کو چھوڑ دینا'' اسلام میں اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمان ایسے علاقہ کو چھوڑ دے جس میں اسے اسلامی احکام پر عمل کرنے کی آزادی نہیں ہے۔ اس کی اسلام میں بڑی فضیلت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یقیناً ہجرت ان سب گناہوں کو ختم کر دیتی ہے جو ہجرت سے پہلے کئے ہوں۔ (مسلم: ۳۲۱: کتاب الایمان: باب ۵۴)

لمحہ فکریہ

ہجرت کرنے کا مقصد اسلامی احکام پر عمل کرنا ہے اور اگر ایک مسلمان اسلامی ملک میں رہتے ہوئے اسلامی احکام پر عمل نہ کرے تو اسے اپنے اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت ہے کیونکہ اصل اور افضل مہاجر وہ ہے جو برائیوں اور گناہوں کو ترک کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: کون سی ہجرت سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: افضل ہجرت یہ ہے کہ انسان ہر اس چیز کو ترک کر دے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الایمان)

Marfat.com

وَ اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَلَیۡسَ عَلَیۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنَكُمُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا ؕ اِنَّ الۡكٰفِرِیۡنَ كَانُوۡا لَكُمۡ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا ﴿۱۰۱﴾

۱۰۱۔ اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو [۱۱۰] اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تمہیں تکلیف پہنچائیں گے، بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

---

[۱۱۰] یعنی سفر میں نمازِ قصر کی اجازت ہے۔ اگرچہ آیت میں قصر کے لئے خوف کی شرط مذکور ہے لیکن یہ غالب احوال کے اعتبار سے ہے کیونکہ اس وقت پورا عرب مسلمانوں سے برسرِ پیکار تھا اور کوئی سفر خطرات سے خالی نہیں تھا۔ اس شرط کا یہ مطلب نہیں کہ جس سفر میں خوف کا اندیشہ نہ ہو اس میں قصر نہ کی جائے کیونکہ بعد میں جب کچھ علاقے پُرامن ہو گئے تو بھی حضور اکرم ﷺ نے اپنے تمام سفروں میں قصر فرمایا۔ اس پر بعض صحابہ کرام ؓ کے ذہن میں بھی اشکال پیدا ہوا کہ اب تو امن ہے، پھر ہم قصر کیوں کرتے ہیں تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے صدقہ ہے تم اس کا صدقہ قبول کرو۔ (مسلم: ۱۵۷۳: کتاب صلاۃ المسافرین: باب ۱) نیز حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے پوچھا گیا کہ قرآن میں خوف اور غیر سفر کی نماز کا ذکر تو ہے لیکن نمازِ سفر کا ذکر نہیں ہے۔ اس پر عبداللہ بن عمر ؓ نے جواب دیا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف حضرت محمد ﷺ کو بھیجا جب کہ ہمیں کچھ علم نہ تھا، پس ہم تو وہی کرتے ہیں جو ہم نے حضرت محمد ﷺ کو کرتے دیکھا۔ (ابن ماجہ: ۱۰۶۶: ابواب اقامۃ الصلوٰۃ: باب ۷۳) نمازِ قصر سے مراد یہ ہے کہ چار رکعتوں والی فرض نمازوں یعنی ظہر، عصر اور عشاء میں چار کے بجائے دو رکعتیں ادا کی جائیں۔ نمازِ قصر ہجرت کے چوتھے سال شروع ہوئی اور سفر میں ان نمازوں کو قصر کرنا واجب ہے اور قصر نہ کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: جس سفر میں قصر کیا جاتا ہے اس کی مسافت میں اختلاف ہے۔ قدیم فقہاء کے مطابق یہ ۹۸ کلومیٹر ہے اور اس سے مراد ایک طرف کا سفر ہے، واپسی اس میں شامل نہیں۔ (امداد الفقہ)

مسئلہ: جو شخص اتنے سفر کا ارادہ کرے اسے حکم ہے کہ وہ جب اپنے قیام کے شہر کے آباد حصے سے باہر نکل جائے تو نماز قصر کرے خواہ ابھی چند میل ہی سفر کیا ہو اور اسی طرح سے واپسی پر جب تک شہر کے آباد حصے میں داخل نہ ہو جائے اس وقت تک قصر ہی کرتا رہے۔

مسئلہ: مسافر جب تک کسی جگہ پندرہ یا اس سے زیادہ دن قیام کی نیت نہ کرے اس وقت تک وہ مسافر کے حکم میں ہی رہتا ہے۔ جب پندرہ دن قیام کی نیت کر لے تو وہ مقیم کے حکم میں آجاتا ہے، لہٰذا اب پوری چار رکعتیں ادا کرے۔

مسئلہ: سنتوں میں قصر نہیں ہے۔ بعض فقہاء نے مسافر کے لئے سنتیں چھوڑ دینے کو جائز قرار دیا ہے لیکن مختار یہ ہے کہ مسافر جب کسی منزل میں ٹھہرا ہوا ہو اور اسے کسی قسم کا خوف نہ ہو تو اس حالت میں سنتیں ادا کرے اور جب چل رہا ہو یا کسی قسم کے خوف میں مبتلا ہو تو فجر اور مغرب کی سنتوں کے سوا باقی سنتوں کو چھوڑ دے۔ (فتاویٰ عالمگیریۃ، مراقی الفلاح)

Marfat.com

وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ

۱۰۲۔ اور (اے حبیب) جب آپ ان میں موجود ہوں اور آپ (حالتِ جنگ میں) ان کے لئے نماز قائم کریں تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہو [۱۱۱] اور یہ لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسلح رہیں، پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو وہ پیچھے چلیں جائیں اور دوسرا گروہ آجائے جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی، پس وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں اور وہ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لئے رہیں، کافر یہ

[۱۱۱] نمازِ خوف کے پڑھنے کا مختصر طریقہ یہ ہے کہ امام فوج کو دو گروہوں میں تقسیم کردے۔ ایک گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پوری کرکے دشمن کے مقابل چلا جائے اور دوسرا گروہ جو دشمن کے مقابل کھڑا تھا وہ آکر امام کے ساتھ دوسری رکعت پڑھے، پھر فقط امام سلام پھیرے اور پہلا گروہ آکر دوسری رکعت بغیر قراءت کے پڑھے (کیونکہ یہ گروہ لاحق ہے یعنی پہلی رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا) اور سلام پھیردے اور دشمن کے مقابل چلا جائے، پھر دوسرا گروہ اپنی جگہ آکر ایک رکعت جو باقی رہ گئی تھی اس کو قراءت کے ساتھ پورا کرکے سلام پھیرے (کیونکہ یہ گروہ مسبوق ہے یعنی پہلی رکعت میں امام کے ساتھ شریک نہیں تھا)۔ نمازِ خوف کے دوران دونوں گروہ ہتھیاروں سے مسلح رہیں ورنہ کفار موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اچانک حملہ کردیں گے اور اگر بیماری یا کسی تکلیف کی وجہ سے ہتھیار اتار دیں تو بھی دشمنوں سے محتاط اور ہوشیار رہیں۔ یہ اہتمام اس وقت ضروری ہے جب ساری فوج ایک ہی امام کی اقتداء میں نماز ادا کرے اور جہاں ایسا نہ ہو اور لوگ الگ الگ اماموں کے پیچھے نماز ادا کرنے پر معترض نہ ہوں تو دونوں گروہ الگ الگ اماموں کے ساتھ پوری نماز پڑھیں۔ پہلا گروہ اپنی نماز مکمل کرکے دشمن کے مقابلے میں چلا جائے اور دوسرا گروہ آکر دوسرے امام کے ساتھ نماز پڑھے جیسا کہ حالتِ امن میں نماز پڑھی جاتی ہے، نیز یہ حکم اس وقت کا ہے جب مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل جنگ کے لئے تیار کھڑی ہوں اور لڑائی شروع نہ ہوئی ہو لیکن اگر جنگ شروع ہوجائے تو پھر جماعت کا اہتمام ضروری نہیں بلکہ جس طرف بھی رُخ ہو سواریوں پر اکیلے اکیلے اشاروں سے بھی نماز ادا کرسکتے ہیں۔ (اس سلسلے میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۹ بھی ملاحظہ کریں) اور اگر اشاروں سے بھی نماز پڑھنے کی فرصت نہ ملے تو اس نماز کو ملتوی کردیں اور بعد میں جب فراغت ہو تو ادا کرلیں جیسے غزوۂ خندق میں حضور اکرم ﷺ نے چار نمازیں بعد میں ادا فرمائی تھیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز باجماعت اس قدر اہم ہے کہ میدانِ جنگ میں بھی اس کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ ویسے بھی نماز اور دعا مؤمن کا ہتھیار ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی ہے: اے ایمان والو نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو۔ (قرآن: ۲: ۱۵۳)

Marfat.com

يَمِيۡلُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ مَّيۡلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اِنۡ كَانَ بِكُمۡ اَذًى مِّنۡ مَّطَرٍ اَوۡ كُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤى اَنۡ تَضَعُوۡۤا اَسۡلِحَتَكُمۡ ۚ وَخُذُوۡا حِذۡرَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا مُّهِيۡنًا ﴿۱۰۲﴾

چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے اسلحہ اور اپنے سازوسامان سے غافل ہوجاؤ تو وہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں، اور تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو مگر (پھر بھی دشمن سے) ہوشیار رہو، [۱۱۲] بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فَاِذَا قَضَيۡتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا

۱۰۳۔ جب تم نماز ادا کر چکو [۱۱۳] تو کھڑے ہوئے،

[۱۱۲] دشمن سے خطرے کے وقت میدان میں یا نماز میں ہر جگہ ہتھیاروں سے مسلح رہنے کا حکم دیا گیا تاکہ دشمن غیر مسلح دیکھ کر اچانک حملہ نہ کر سکے اور اگر بیماری، بارش یا کسی تکلیف کی وجہ سے ہتھیار اتار دیں تو بھی دشمن کی نقل و حرکت سے انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی فوج کے ہمراہ غزوۂ ذات الرقاع سے واپس آرہے تھے۔ راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ کیا اور ساری فوج مختلف درختوں کے سائے میں تھوڑی دیر ستانے کے لئے لیٹ گئی، حضور اکرم ﷺ نے بھی اپنی تلوار ایک درخت کے ساتھ لٹکائی اور آرام فرما ہو گئے، چنانچہ دشمنوں کا ایک فوجی کسی خفیہ طریقہ سے اچانک حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچا اور تلوار بے نیام کر کے کہنے لگا: اے محمد ﷺ! آپ کو میری تلوار سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بچائے گا، چنانچہ دشمن منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کی تلوار اٹھا کر فرمایا: مجھے تو میرے رب نے بچا لیا اب تو بتا تجھے میرے وار سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: مجھے کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تو اسلام قبول کرتا ہے؟ اس نے کہا: یہ تو نہیں ہو سکتا مگر یہ وعدہ کرتا ہوں کہ آپ سے کبھی مقابلہ نہیں کروں گا اور نہ ہی آپ کے دشمن کی مدد کروں گا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے اسے معاف کر دیا اور اس کی تلوار بھی اسے واپس کر دی۔ اس بے مثل خُلقِ عظیم کو دیکھ کر وہ دشمن بولا: بے شک آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ دشمن جب واپس اپنے کافر ساتھیوں کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: ہم نے تجھے حضرت محمد ﷺ کے سر پر تلوار ہاتھ میں لئے کھڑا دیکھا تو ان کے قتل سے تمہیں کس چیز نے روکا؟ اس نے جواب دیا: میں نے آپ کو مارنے کے لئے تلوار بڑھا دی تھی، پھر مجھے پتہ نہیں کہ کسی چیز نے میرے دونوں کندھے جھنجھوڑے اور میں منہ کے بل گر گیا میری تلوار بھی میرے ہاتھ سے گر گئی جس کو حضرت محمد ﷺ نے اُٹھا لیا۔ اس کے بعد سارا واقعہ سنایا، اس واقعہ کو سن کر اس کے بعض کافر ساتھیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (تفسیر روح المعانی)

[۱۱۳] یعنی نماز خوف سے فارغ ہونے کے بعد بھی جس حالت میں ہو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رکھو تاکہ اس کی یاد کی برکتیں بھی

Marfat.com

وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾

بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں پر (لیٹے ہوئے) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، پھر جب تم (دشمن کی طرف سے) مطمئن ہو جاؤ تو (حسب دستور) نماز ادا کرو، [۱۱۴] بے شک اہل ایمان پر نماز اپنے مقرر وقت میں فرض کی گئی ہے۔[۱۱۵]

وَلَا تَهِنُوْا فِى ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۵

۱۰۴۔ اور (دشمن) قوم کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ، [۱۱۶] اگر تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو انہیں بھی تکلیف پہنچتی ہے جیسے تمہیں تکلیف پہنچتی ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے اس (ثواب) کی امید رکھتے ہو جس کی وہ امید نہیں رکھتے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

شامل حال رہیں۔

[۱۱۴] جب خوف اور جنگ کی حالت ختم ہو جائے تو پھر نماز کو اس طریقے سے پڑھو جیسے عام حالات میں پڑھی جاتی ہے۔

[۱۱۵] یعنی ہر نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا فرض ہے اور بغیر عذر شرعی کے دو نمازوں کو جمع کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس طرح کم از کم ایک نماز غیر وقت میں پڑھی جائے گی جو اس آیت کے خلاف ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ مزدلفہ اور عرفات کے علاوہ ہمیشہ نمازوں کو اپنے اپنے اوقات میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ (نسائی: ۳۰۱۳: ۳: کتاب مناسک حج: باب ۲۰۱) البتہ ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو اپنے اپنے اوقات میں جمع کرنا جائز ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ پہلی نماز کو آخری وقت میں پڑھا جائے اور دوسری نماز کو اول وقت میں ادا کیا جائے۔ (مبسوط للسرخسی: باب مواقیت الصلوۃ) اور نمازوں کو جمع کرنے کے بارے میں جو احادیث طیبہ مروی ہیں ان کی یہی تاویل ہے۔

(امداد الفقہ: الجمع بین الصلاتین)

[۱۱۶] جنگ اُحد سے فارغ ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کفار مکہ کا تعاقب کرو تا کہ وہ پلٹ کر دوبارہ حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں، تو بعض صحابہ کرام نے سخت زخمی ہونے کی شکایت کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ دشمن کے تعاقب میں سستی نہ کرو، اگر اب تم زخمی ہو تو کافر بھی تو جنگ احد میں زخمی ہونے کے باوجود وہ سے دوبارہ حملہ آور ہوئے تھے۔ اگر وہ باطل کے لئے سختیاں برداشت کر سکتے ہیں تو تم حق کی سربلندی کے لئے ان سے پیچھے کیوں رہتے ہو، نیز تمہیں تو اللہ تعالیٰ سے اس تکلیف کے اجر کی بھی امید ہے یعنی دنیا میں اللہ کی رضا اور آخرت میں جنت کی نعمتیں، جبکہ کفار اس

Marfat.com

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡکُمَ بَیۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىکَ اللّٰہُ ؕ وَ لَا تَکُنۡ لِّلۡخَآئِنِیۡنَ خَصِیۡمًا ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵۔ بے شک ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ کی طرف نازل کی ہے تا کہ آپ لوگوں کے درمیان اس چیز کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائی ہے، اور آپ بد دیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنیں۔[۱۱۷]

وَّ اسۡتَغۡفِرِ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۰۶﴾ۚ

۱۰۶۔ اور آپ اللہ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

امید سے محروم ہیں، ان کے سامنے صرف دنیا اور اس کے عارضی فوائد ہیں، لہٰذا اپنے رب کی رضا اور ابدی نعمتیں حاصل کرنے کے لئے پورے جوش وخروش سے آگے بڑھو اور سستی کا مظاہرہ نہ کرو۔

[۱۱۷] ان آیات کا تعلق ایک واقعہ سے ہے جس میں طعمہ نامی ایک منافق نے حضرت قتادہ ﷜ کے گھر نقب لگا کر کچھ سامان چوری کر لیا اور جب اسے اپنی چوری بے نقاب ہونے کا خطرہ پیدا ہوا تو اس نے چوری کا سامان زید نامی یہودی کے ہاں بطور امانت رکھا اور بعد میں اس پر چوری کا بہتان لگا دیا۔ یہودی نے کہا: میں چور نہیں ہوں، طعمہ نے یہ سامان بطور امانت میرے پاس رکھا ہے۔ جب طعمہ کے خاندان کو یقین ہو گیا کہ مجرم یہودی نہیں بلکہ ان کا اپنا بھائی ہے تو وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور طعمہ کی پاکدامنی کی جھوٹی گواہیاں دینے لگے کہ یہ تو بڑا دیانتدار اور نیک آدمی ہے، مسلمان بھی ہے، مال بھی اس کے پاس سے برآمد نہیں ہوا، لہٰذا یہ سچا ہے اور یہودی جھوٹا ہے۔

اگرچہ حضور اکرم ﷺ بحیثیت نبی ہونے کے منافقین اور ان کی حرکات پر آگاہ تھے لیکن ظاہری شہادتوں کا قبول کرنا اور ان کے مطابق فیصلہ کرنا اسلامی نقطۂ نگاہ سے ضروری تھا۔ اگر آپ ﷺ اپنے ذاتی علم کے باعث ظاہری شہادتوں کے خلاف فیصلہ کرتے تو آنے والے ہر حاکم کے لئے یہ گنجائش نکل آتی کہ وہ جیسے چاہتا گواہوں کو ٹھکرا کر اپنی مرضی کے فیصلے صادر کر دیتا، اس لئے ظاہری شہادتوں کی وجہ سے ایسے اسباب پیدا ہو گئے تھے کہ حضور اکرم ﷺ طعمہ کی حمایت کا فیصلہ فرما دیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ظاہری شہادتوں کے خلاف اصل حقیقت کو بے نقاب کر دیا اور اس فیصلے کی نسبت اپنے حکم کی طرف کر دی تا کہ آنے والا کوئی حاکم حضور اکرم ﷺ کے فیصلے کو بنیاد بنا کر ظاہری شہادتوں کے خلاف اپنی مرضی کا فیصلہ صادر نہ کر سکے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی ﷺ! یہ منافق جھوٹے اور بد دیانت ہیں، آپ ان کی حمایت نہ کریں یعنی جیسے آپ نے پہلے بھی خائنوں کی کبھی حمایت نہیں کی اسی طرح آئندہ بھی نہ کریں اور فیصلہ وہ کریں جو ہم نے بذریعہ وحی آپ کو دکھا دیا ہے، چنانچہ آپ نے طعمہ کو چوری کا مجرم قرار دے دیا مگر وہ بھاگ کر مکہ چلا گیا۔ ایک رات وہاں بھی نقب لگا رہا تھا کہ دیوار گر پڑی اور وہ اس کے نیچے دب کر ہلاک ہو گیا، نیز ظاہری شہادتوں کے

Marfat.com

وَ لَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا ۟ۙ

۱۰۷۔ اور آپ ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑیں جو اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بڑا بددیانت بدکار ہے۔

یَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطًا ۟

۱۰۸۔ یہ لوگ انسانوں سے (اپنی حرکات) چھپا سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتے، [۱۱۸] اور وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ راتوں کو ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام کاموں کو محیط ہے۔

پیش نظر اگر حضور اکرم ﷺ طعمہ کے حق میں فیصلہ صادر فرما دیتے تو فیصلہ اسلامی اصولوں کے مطابق قرار پاتا۔ اس میں آپ کی کوئی خطا نہ ہوتی اور عدالت میں بعض دفعہ غلط شہادتوں کے باعث خلافِ حقیقت فیصلے ہو جاتے ہیں، لیکن اُس وقت جبکہ کفر و اسلام کے درمیان ایک زبردست معرکہ آرائی برپا تھی اگر حضور اکرم ﷺ ظاہری شہادتوں کے باعث یہودی کے خلاف فیصلہ کر دیتے تو کفار اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کا ایک نیا محاذ کھول دیتے کہ مسلمانوں کے فیصلوں کے پس پردہ بھی مذہبی تعصب کارفرما ہے۔ اس خطرہ سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس مقدمہ میں مداخلت فرمائی، نیز فرمایا: ان سادہ لوح مسلمانوں کے لئے دُعائے مغفرت کریں جو منافقین کی جھوٹی قسموں کے باعث طعمہ کی حمایت کر بیٹھے تھے۔

ان آیات کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بظاہر خطاب اگرچہ حضور اکرم ﷺ کو ہے مگر مراد آپ کی اُمت کے لوگ ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی شان میں تو یہ گمان بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ بددیانت لوگوں کی حمایت کریں گے۔ (تفسیر مظہری) یعنی اللہ تعالیٰ نے بظاہر آپ کو خطاب کر کے آپ کی اُمت کے ہر حاکم اور قاضی کو متنبہ کیا ہے کہ قرآن و حدیث کے مطابق جو فیصلہ کسی حاکم کے ذہن میں درجۂ یقین پر پہنچ جائے تو وہ اس پر ڈٹ جائے۔ ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے اور بددیانت لوگوں کی حمایت نہ کرے۔

[۱۱۸] منافقین اپنے مجرم ساتھی کی چوری کو چھپانے کے لئے رات کو تدبیریں کرتے۔ اس پر انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ لوگوں سے تو اس کا جرم چھپا سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے کیسے چھپائیں گے، نیز دُنیاوی زندگی میں تم اس کی حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہو مگر قیامت کے دن کس کی جرأت ہو گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی مجرم کی حمایت یا وکالت کر سکے۔ یہ آیت ہر مسلمان کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ اگر ہم یہ خیال رکھیں کہ ہمارا کوئی خیال اور کام اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے اور روزِ قیامت ہماری ہر حرکت ظاہر کر دی جائے گی تو ہم میں سے کوئی بھی گناہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

Marfat.com

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾

۱۰۹۔ سنتے ہو! تم وہ لوگ ہو جو ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں جھگڑتے ہو تو قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کون جھگڑا کرے گا یا ان کا کون وکیل ہو گا؟

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾

۱۱۰۔ اور جو شخص کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے [۱۱۹] تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا پائے گا۔

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱۔ اور جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال اُسی شخص پر ہو گا، اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗــــَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗــــــًٔـا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ ع

۱۱۲۔ اور جو شخص کوئی خطا یا گناہ کرے، پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے تو بے شک اس نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اُٹھایا۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ

۱۱۳۔ اور اگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے آپ کو بہکانے کا قصد کر لیا تھا مگر وہ صرف اپنے آپ کو بہکا رہے ہیں

---

[۱۱۹] ان تین آیات میں تین قسم کے مجرموں کا ذکر ہے:

۱۔ جو شخص برائی یا ظلم کرے اور پھر سچے دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ توبہ کے تفصیلی بیان کے لیے اسی سورت میں آیت نمبر ۱۷ اور حاشیہ نمبر ۲۳ ملاحظہ ہو۔

۲۔ جو شخص گناہ کرے اور توبہ نہ کرے تو وہ اپنے گناہ کی سزا سے بچ نہیں سکے گا۔

۳۔ جو شخص گناہ کر کے اس کی تہمت کسی بے گناہ انسان پر لگا دے تو اس نے صرف گناہ ہی نہیں کیا بلکہ بہتان لگا کر ایک اور شخص کو بھی پریشان کر دیا ہے، لہٰذا اسے دُگنی سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔

Marfat.com

اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَ مَا یَضُرُّوۡنَكَ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ وَ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡكَ عَظِیۡمًا ﴿۱۱۳﴾

اور آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے، [۱۲۰] اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ کو سکھا دیا جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے، [۱۲۱] اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔[۱۲۲]

[۱۲۰] یعنی منافقین نے غلط بیانی کر کے آپ سے غلط فیصلہ کرانے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ اگر وہ اپنی غلط بیانی سے خلافِ حقیقت فیصلہ حاصل کر بھی لیتے تو پھر بھی نقصان اُنہی کا تھا، کیونکہ قاضی تو شہادتوں کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ اگر گواہ غلط بیانی کریں تو اس میں قاضی قصوروار نہیں ہوگا، لہٰذا جو شخص قاضی کو دھوکہ دے کر غلط فیصلہ حاصل کر لیتا ہے وہ دراصل اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے کیونکہ قیامت کے دن جب اس غلط بیانی کا راز فاش ہوگا تو نقصان کس کا ہوگا؟ حضورِ اکرم ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ہوشیاری کے ذریعہ عدالت سے غلط فیصلہ حاصل کر لے اور اس طرح دوسرے مسلمان کا حق حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور بھائی کا حق نہیں لینا چاہیے اور اگر لے گا تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ وہ آگ کا ٹکڑا لے رہا ہے۔ (بخاری: ۶۹۶۷: کتاب الحیل: باب ۱۰)۔

[۱۲۱] مسلمانوں کا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی، قدیم اور غیر محدود ہے جبکہ حضورِ اکرم ﷺ کا علم عطائی، حادث اور محدود ہے یعنی پہلے نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اور کتنا عطا فرمایا؟ دراصل اللہ تعالیٰ کے علم محیط سے حضورِ اکرم ﷺ کے علم کی نسبت اتنی بھی نہیں جتنی پانی کے ایک قطرہ کو دنیا کے سمندروں سے ہے۔ بلاشبہ حضورِ اکرم ﷺ کا علم محدود ہے۔ اس کی ایک حد ہے، لیکن وہ حد اتنی وسیع ہے کہ ہمارے حساب وکتاب کے پیمانے ختم ہو سکتے ہیں مگر اس حد کو ناپا نہیں جا سکتا۔

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں یہاں تک ہے وہاں تک ہے
خدا جانے کہاں سے جلوۂ جاناں کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان قیام فرما ہوئے، تخلیقِ کائنات کی ابتدا سے لے کر اہلِ جنت کے اپنی منازل میں اور اہلِ دوزخ کے اپنے ٹھکانوں میں داخل ہونے تک کے تمام حالات کی ہمیں خبر دی۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا، بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا۔ (بخاری: ۳۱۹۲: کتاب بدء الخلق: باب ۱) اس سلسلے میں سورۂ آلِ عمران آیت نمبر ۱۷۹ اور حاشیہ نمبر ۱۲۶ ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۲۲] فضل عظیم کی عظمت کا اندازہ کرنے کے لئے متکلم کے معیار کا علم ضروری ہے، مثلاً ایک غریب آدمی کی دوست سے دس

Marfat.com

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾

۱۱۴۔ ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوائے اس شخص کے جو صدقہ دینے کا حکم دے [۱۲۳] یا نیک کام کرنے کا حکم دے یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا مندیاں حاصل کرنے کے لئے یہ کام کرے تو عنقریب ہم اسے اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔

ہزار پونڈ اُدھار لے کر کاروبار شروع کرتا ہے اور ایک امیر آدمی دس ملین پونڈ سے اپنے کاروبار کا آغاز کرتا ہے۔ سال کے بعد دونوں خوش ہیں اور کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے، اس سال عظیم نفع حاصل ہوا ہے۔ اب دونوں نے عظیم کا لفظ بولا ہے مگر تحقیق کی جائے تو غریب کو زیادہ سے زیادہ دس ہزار پونڈ کا نفع ہو سکتا ہے جبکہ امیر آدمی کو کم از کم کئی ملین پونڈ نفع ہوا ہوگا۔ اب اندازہ کریں دونوں آدمی ایک ہی لفظ یعنی عظیم بول رہے ہیں مگر ان کے اپنے معیار کے اختلاف کی وجہ سے عظیم کی مقدار میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

جب دو انسانوں کے معیار اور عظیم کی مقدار میں اتنا فرق ہے تو اندازہ کریں مٹی کے انسان اور قادرِ مطلق رحمٰن کے معیار میں کتنا فرق ہوگا؟

اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہ ساری دنیا اور اس کا سارا مال ومتاع یعنی مشرق سے لے کر مغرب تک، شمال سے لے کر جنوب تک اور زمین سے لے کر آسمان تک بالکل قلیل ہے۔ (قرآن: ۴: ۷۷) اور لوگوں کو جو علم دیا گیا وہ بھی قلیل ہے۔ (قرآن: ۱۷: ۸۴) تو اس خالقِ کائنات کی نگاہ میں عظیم کا پیمانہ کتنا وسیع ہوگا جو اس نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا۔ (تفسیر کبیر) جو لوگ حضورِ اکرم ﷺ کے علم کو اپنی عقل سے ناپنے کی کوشش کرتے ہیں اُنہیں اس آیت میں بار بار غور کرنے کی ضرورت ہے۔

[۱۲۳] فتنہ وفساد پھیلانے کے لئے منافقین جو سرگوشیاں کرتے ہیں اس میں سوائے نقصان کے کسی کا کوئی فائدہ نہیں ہے، البتہ جو آدمی صدقہ وخیرات یا نیک کاموں کی ترغیب دے یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے تو جو بھی ان کاموں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے گا وہ اجرِ عظیم کا مستحق قرار پائے گا اور جن لوگوں کو اِن کاموں سے فائدہ پہنچے گا ان کی ہمدردیاں اور دُعائیں بھی حاصل کرے گا۔ سارے نیک کام اچھے اور قابلِ تعریف ہیں لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں صلح کرانے کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے کیونکہ اس سے دو بے چین خاندانوں میں سکون کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسا کام نہ بتاؤں جس کا درجہ روزے، نماز اور صدقہ سے افضل ہے؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ضرور بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دو ناراض لوگوں کی آپس میں صلح کرانا ہے، اور دو

Marfat.com

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع

۱۱۵۔ اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت کی راہ روشن ہوگئی اور وہ مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلے، [۱۲۴] تو ہم اسے پھیر دیں گے جدھر وہ خود پھرا اور اس کو جہنم میں ڈال دیں گے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾

۱۱۶۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے [۱۲۵] اور اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش دیتا ہے، اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

انسانوں کے باہمی تعلقات کو خراب کرنا تو نیکیوں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔ (احمد: جلد ۶: ص ۴۴۵)

نیز حضور اکرم ﷺ نے تین مواقع پر جھوٹ بولنے کی رخصت عطا فرمائی: بیوی کو راضی کرنے کے لیے مرد کا جھوٹ بولنا، جنگ میں جھوٹ بولنا اور لوگوں میں صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا۔ (احمد: جلد ۶: ص ۴۰۴)

[۱۲۴] حضور اکرم ﷺ نے جب وحی کے ذریعہ طعمہ کی چوری کا راز فاش کر دیا تو اسے یقین ہوگیا کہ آپ ﷺ سچے نبی ہیں اور اہل ایمان کا دین سچا ہے لیکن اس شرح صدر کے باوجود جب وہ کفر کی طرف لوٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جہنمی ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہ آیت اگرچہ طعمہ کے بارے میں نازل ہوئی مگر اس کا حکم عام ہے۔ یعنی جس شخص کے سامنے حق و باطل واضح اور ہدایت کا راستہ روشن ہو جائے اس کے باوجود اگر وہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور اہل ایمان یعنی اجماع امت کی پیروی نہ کرے تو اس کا مطلب واضح ہے کہ وہ کفر کی طرف واپس چلا گیا ہے جس کی وجہ سے اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

اجماع اُمت حجت ہے

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور اہل ایمان کی راہ کی مخالفت کرنے والے کو جہنم کی سزا سنائی گئی ہے۔ ظاہر ہے اہل ایمان کی راہ سے مراد وہی راہ ہو سکتی ہے جس پر امت کا اجماع ہو کیونکہ اس راہ کی پیروی سب مسلمانوں پر واجب ہے اور جو اس راستہ کو چھوڑ دے اس کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا درج ذیل ارشاد گرامی قابل غور ہے: میری امت کو اللہ تعالیٰ گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔ جماعت کے سر پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور جو شخص جماعت مسلمین سے علیحدہ ہوگا وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ (ترمذی: ۲۱۶۷: ابواب الفتن: باب ۷) اس آیت سے اجماع امت کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ امام شافعی سے پوچھا گیا کہ قرآن مجید کی کون سی آیت اجماع کے حجت ہونے پر دلالت کرتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے قرآن مجید کو تین سو بار پڑھا تو میں نے اس آیت کو اجماع کے حجت ہونے پر دلیل پایا۔ (تفسیر کبیر)

Marfat.com

إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا ۚ وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ﴿١١٧﴾

۱۱۷۔ یہ مشرک اللہ کے سوا صرف عورتوں کی عبادت کرتے ہیں[۱۲۶]اور صرف سرکش شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔

لَعَنَهُ اللَّهُ ۘ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا ﴿١١٨﴾

۱۱۸۔ اللہ نے اس پر لعنت کی ہے، اور اس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے ضرور مقرر حصہ لوں گا۔[۱۲۷]

وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ

۱۱۹۔ اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور میں ضرور انہیں جھوٹی امیدوں میں رکھوں گا[۱۲۸]اور میں ضرور اُنہیں حکم دوں گا تو وہ ضرور جانوروں کے کان چیر

---

[۱۲۵] توحید نیکیوں کا سرچشمہ ہے اور شرک برائیوں کی بنیاد ہے۔ توحید جنت کی شاہراہ ہے اور شرک دوزخ کا راستہ ہے اور انسان کو اس لئے پیدا کیا گیا کہ وہ توحید کی شاہراہ پر سفر کرتا ہوا اپنے آخری ٹھکانا یعنی جنت میں پہنچ جائے۔ اب مسافر کا رُخ اگر منزلِ مقصود کی طرف ہو تو وہ جلد یا بدیر کبھی نہ کبھی منزلِ مقصود تک پہنچ جائے گا لیکن اگر اس کا رُخ ہی غلط ہے تو اس کا ہر قدم اسے منزل سے دور تر کرتا رہے گا اور قیامت تک بھی اگر وہ تیز رفتاری سے چلتا رہے تو بھی منزل تک نہیں پہنچ سکے گا۔ غلط راستہ کو ترک نہ کرنے کی وجہ سے مشرک حصولِ رحمت کی ساری صلاحیتیں ضائع کر دیتا ہے، اس لئے وہ آخرت کی کسی نعمت کے قابل نہیں رہتا۔ اس آیت کی مزید تفصیل کے لئے اسی سورت میں آیت نمبر ۴۸ کے حاشیہ نمبر ۶۴ / ۶۵ ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۲۶] مشرکین جن چیزوں کی عبادت کرتے تھے ان کے اکثر نام نسوانی (لات، منات، عزّیٰ، نائلہ وغیرہ) تھے۔ وہ فرشتوں اور بتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اور بتوں کو عورتوں کی طرح زیور پہنا کر سجاتے تھے، اس لئے ان کے بتوں کو عورتوں سے تعبیر کیا گیا ہے اور اگرچہ وہ شیطان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن چونکہ شیطان نے ہی انہیں اس شرک کے راستہ پر چلایا تو گویا بالواسطہ یہ شیطان کی ہی عبادت تھی۔

[۱۲۷] حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے باعث جب شیطان کو ملعون قرار دے دیا گیا تو اس نے کہا تھا: میں اس کا بدلہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے لوں گا اور ان کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کروں گا، البتہ جو مخلص ہوں گے وہ میرے فریب میں نہیں آئیں گے۔ ظاہر ہے جو مخلص نہیں ہوں گے وہی شیطان کے حصے میں آئیں گے۔ سورۃ حجر کی آیات نمبر ۲۸ تا ۴۴ میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔

[۱۲۸] شیطان کا مشن گمراہ کرنا ہے اور وہ اس میدان میں بڑا ہوشیار اور تجربہ کار ہے۔ گمراہ کرنے کے ہر حربے کو بروئے کار لاتا ہے اور لوگوں کو ان کے طبعی میلان کے مطابق گمراہی کا راستہ اور سبز باغ دکھاتا ہے۔ برائیوں کو خوبیوں کے رنگ میں اور

Marfat.com

فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾

ڈالیں گے، [۱۲۹] اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کر دیں گے، [۱۳۰] اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنالے تو اس نے کھلا نقصان اُٹھایا۔

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾

۱۲۰۔ وہ (شیطان) ان سے وعدے کرتا ہے اور اُنہیں امیدیں دلاتا ہے، اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے وہ صرف دھوکہ ہیں۔

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾

۱۲۱۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ اس سے بچ نکلنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔

مظالم کو محاسن کے روپ میں پیش کرتا ہے حالانکہ اس کے سارے وعدے جھوٹے اور ساری امیدیں دھوکہ ہوتی ہیں۔ ان واضح تنبیہات کے باوجود جو شیطان کی دوستی اختیار کرے وہ جہنم سے بچ نہیں سکے گا۔

[۱۲۹] مشرکین عرب جن جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے ان کی پہچان یہ تھی کہ ان کے کان چیر دیئے جاتے تھے، پھر کوئی بھی ان جانوروں سے کسی قسم کا کام نہیں لیتا تھا۔ اگر وہ جانور مرجاتے تو عورتوں کے لئے ان کا گوشت کھانا ممنوع تھا صرف مرد کھا سکتے تھے، اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو ازخود حرام کر لیتے۔ (تفسیر مظہری)

[۱۳۰] اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے کی کئی صورتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ کسی چیز کی ظاہری صورت میں ایسی تبدیلی کرنا جو اس کے حسن اور تشخص کو بدل دے جیسے بتوں کے نام پر وقف جانوروں کے کان چیر کر ان کی تخلیق کو ناقص بنا دینا یا لاش کا مثلہ کرنا وغیرہ۔

۲۔ کسی چیز کو اس کے مقصدِ تخلیق کے خلاف استعمال کرنا جیسے سورج، چاند، پتھر، آگ وغیرہ جو انسان کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں مگر کفار نے ان کو خدا بنالیا، نیز ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

۳۔ قرآن مجید میں شکوک وشبہات پیدا کرنا اور دین اسلام میں ردّ و بدل کر کے اس کا حلیہ بگاڑنا۔ الغرض ہر وہ عقیدہ یا عمل جو منشائے فطرت کے خلاف ہو وہ شیطانی وسوسہ ہے اور مقصدِ تخلیق میں خلل اندازی ہے اس سے بچنا لازم ہے۔

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

۱۲۲۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ہم انہیں ان جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے،[۱۳۱] اور اللہ سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہوگا؟

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾

۱۲۳۔ (نجات کا انحصار) نہ تمہاری امیدوں پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر [۱۳۲] (بلکہ) جو برائی کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی [۱۳۳] اور وہ اللہ کے بغیر کوئی دوست اور مددگار نہ پائے گا۔

---

[۱۳۱] شیطان کے سارے وعدے جھوٹے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے سارے وعدے سچے ہیں۔

[۱۳۲] حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں اور اہل کتاب نے ایک دوسرے پر فخر کیا۔ اہل کتاب نے کہا: ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے تھے، ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے نازل ہوئی، لہٰذا ہم تم سے افضل ہیں۔ مسلمانوں نے کہا: ہمارے نبی آخری نبی ہیں اور ہماری کتاب پہلی کتابوں کی ناسخ ہے اس لئے ہم افضل ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر جامع البیان) یعنی فضیلت اور نجات کا دارومدار صرف تمہارے دعوؤں اور امیدوں پر نہیں بلکہ ایمان کے ساتھ اچھے اعمال پر ہے۔ سارے انبیائے کرام اور ساری آسمانی کتابوں کی فضیلت میں کوئی شبہ نہیں لیکن ان کے ماننے والے اگر برے کام کریں گے تو انہیں اپنی برائیوں کی سزا ملے گی اور اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

[۱۳۳] جب یہ آیت (یعنی جو شخص کچھ بھی برائی کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی) نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت بڑی شاق گزری اور ان کو بہت تشویش لاحق ہوئی (یعنی اگر ہر برائی کی سزا ملے گی تو کون بچے گا؟) اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: تم نیک عمل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ مسلمان کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جاتا ہے، نیز فرمایا: مؤمن کے ہر غم، بیماری، تھکاوٹ یا تکلیف کے بدلے میں اس کے معیار کے مطابق اس کی برائیاں معاف کردی جائیں گی۔ (مسلم: ۶۵۶۸/ ۶۵۶۹: کتاب البر: باب ۱۴) یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ نیک اعمال کرنے کی کوشش کرتے رہو، تمہارے نیک کاموں کی وجہ سے بھی تمہارے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور مسلمانوں پر دنیا میں جو مصیبتیں اور تکلیفیں آتی ہیں وہ بھی ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔

Marfat.com

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾

۱۲۴۔ اور جو نیک کام کرے خواہ مرد ہو یا عورت [۱۳۴] بشرطیکہ وہ مؤمن ہو [۱۳۵] تو وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے [۱۳۶] اور ان پر تل بھر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۗ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾

۱۲۵۔ اور دینی لحاظ سے اس شخص سے بہتر کون ہوگا جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا ہو اور وہ احسان کرنے والا ہو، [۱۳۷] اور اس نے ملتِ ابراہیم کی پیروی کی جو ہر باطل سے منہ موڑے ہوئے تھے، اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا مخلص دوست بنا لیا۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع ۱۸/۱۵

۱۲۶۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے۔

---

[۱۳۴] جنت میں داخل ہونے کے لئے مرد یا عورت کی تخصیص نہیں ہے بلکہ جو بھی نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ایمان دار ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور اس کے ساتھ ذرہ بھر بھی زیادتی نہیں ہوگی۔ یہ آیت اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان اعمال اور جزائے اعمال کے اعتبار سے کوئی فرق اور امتیاز نہیں ہے۔

[۱۳۵] نیک اعمال کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے اس لئے غیر مسلم اگر نیک عمل کریں تو بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ایمان دار نہیں ہیں اور ایمان ہی نیک اعمال کا اصل محرک ہے، لیکن برے اعمال کی سزا کے لئے کفر شرط نہیں ہے کیونکہ گناہ کرنے والا کافر ہو یا مسلمان دونوں سزا کے مستحق ہیں۔

[۱۳۶] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جنت میں وہ مؤمن داخل ہوں گے جن کے سارے اعمال نیک ہوں اور کوئی برائی نہ ہو حالانکہ ہر شخص اس پر قادر نہیں ہے، لہٰذا اس میں ہم عام مسلمانوں کے لئے بشارت بھی ہے کہ نیکیوں کے ساتھ اگر برائیاں بھی ہوں گی تو ایمان کی برکت اور اللہ کی رحمت سے جنت مل جائے گی کیونکہ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

[۱۳۷] یعنی دین کے اعتبار سے اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کر دے، نیک کام کرے اور اسلام (جس میں ملتِ ابراہیمی بھی شامل ہے) کی پیروی کرے۔

Marfat.com

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

۱۲۷۔ اور آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں، آپ فرمایئے: اللہ تمہیں عورتوں کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے [۱۳۸] اور وہ جو تم پر اس کتاب میں ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھا جاتا ہے جنہیں تم وہ حق نہیں دیتے جو ان کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور تم خود ان سے نکاح کرنے کی خواہش کرتے ہو اور کمزور بچوں کے متعلق (بھی اللہ کا حکم) یہ ہے کہ یتیموں کے معاملہ میں انصاف پر قائم رہو، اور تم جو بھی نیک کام کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے۔

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَ

۱۲۸۔ اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رخی کا اندیشہ ہو [۱۳۹] تو ان دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ وہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح ہی بہتر ہے، اور

[۱۳۸] عرب میں مرنے والے کے جوان بیٹے یا بھائی ساری جائیداد کے مالک بن جاتے اور میت کے بچے، بچیاں اور بیوی وراثت سے محروم رہ جاتے، نیز یتیم لڑکیوں کے مال ہضم کرنے کے لئے خود اُن سے شادی کر لیتے اور اس طرح یہ صنف نازک اور کمسن بچے ہمیشہ مشکلات کا شکار رہتے۔ اس روئے زمین پر اسلام پہلا مذہب ہے جس نے چودہ سو سال پہلے عورتوں اور بچوں کے حقوق کا انتظام کیا جس کی تفصیل اس سورت کی ابتدائی آیات میں مذکور ہے۔ چونکہ اہل عرب کے لئے یہ ایک نیا تجربہ تھا اس لئے مسلمانوں کو یہ بات بڑی انوکھی سی لگی اور دوبارہ پوچھنے کی جرأت کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی عورتوں، یتیم بچیوں اور کمزور بچوں کے حقوق وہی ہیں جو اس سورت کی ابتدا میں نازل ہو چکے ہیں، لہٰذا ان کے حقوق ادا کرو۔ ان کی بے کسی اور کمزوری سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ اور ان کے معاملات میں انصاف کے تقاضے پورے کرو۔

[۱۳۹] اگر کوئی عورت بانجھ یا دائمی مریض ہو یا کسی حادثہ کی وجہ سے مستقل معذور ہو جائے یا کسی اور وجہ سے خاوند کو پسند نہ رہے اور خاوند اس کو طلاق دے کر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے لیکن عورت طلاق لینا نہیں چاہتی تو اس صورت میں کوئی مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے بعض حقوق میں کمی کر کے شوہر کو طلاق نہ دینے پر راضی کر لے مثلاً مہر یا نان ونفقہ میں کمی کر دے یا دوسری بیوی کے لئے اپنی باری میں کمی کر دے اور اس طرح مطلقہ ہونے سے بچ جائے کیونکہ میاں بیوی کی بھلائی اور بہتری اسی میں ہے کہ وہ آپس میں صلح کر لیں۔

Marfat.com

أُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾

دلوں میں حرص رکھی گئی ہے، [۱۴۰] اور اگر تم نیک کام کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَ لَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْھَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾

۱۲۹۔ اور تم اپنی بیویوں کے درمیان پورا پورا انصاف کرنے کی ہرگز طاقت نہیں رکھتے اگرچہ تم اس پر حریص بھی ہو [۱۴۱] تو (ایک بیوی کی طرف) پوری طرح مائل نہ ہو جاؤ کہ دوسری کو اس طرح چھوڑ دو جیسے وہ (درمیان میں) لٹک رہی ہو، اور اگر تم اصلاح کرلو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

۱۳۰۔ اور اگر میاں بیوی علیحدہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسیع بخشش سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا، [۱۴۲] اور اللہ تعالیٰ وسیع بخشش والا بڑی حکمت والا ہے۔

---

[۱۴۰] انسان اپنے مال، مفادات، خواہشات اور حقوق کے بارے میں فطری طور پر حریص واقع ہوا ہے۔ ہر شخص اپنا حق زیادہ سے زیادہ لینا چاہتا ہے اور دوسرے کا حق کم سے کم دینا چاہتا ہے لیکن صلح کے لئے کسی ایک فریق کو اپنے بعض حقوق سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔ بہر حال جو بھی اس نیک کام میں پہل کرے دوسرے کو تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اس کی قدردانی چاہیے۔

[۱۴۱] اگر کسی مسلمان کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو دلی تعلق اور محبت میں وہ سب سے برابر سلوک نہیں کر سکتا کیونکہ محبت ایک غیر اختیاری چیز ہے، لہٰذا اس پر کوئی گرفت نہیں ہوگی لیکن ظاہری حقوق کا ادا کرنا تو اس کے اختیار میں ہے، اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ بالکل ایک ہی عورت کی طرف جھک جائے اور دوسری کے حقوق میں اس حد تک کوتاہی کرے کہ اسے درمیان میں لٹکا دے یعنی نہ اس کے حقوق ادا کرے اور نہ ہی اسے طلاق دے، یہ انتہائی ظلم ہے، اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور اپنے غلط رویہ کی اصلاح کرنی چاہیے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ ساقط ہوگا۔

(ترمذی: ۱:۱۴۱۱: ابواب النکاح: باب ۴۲)

[۱۴۲] یعنی کوشش کے باوجود اگر میاں بیوی میں صلح کی کوئی صورت نہ نکل سکے تو پھر طلاق یا خلع کے ذریعہ دونوں علیحدہ ہو

Marfat.com

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَ
لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ
قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۗ وَاِنْ
تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾

۱۳۱۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور بے شک ہم نے ان لوگوں کو حکم دیا جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تم کو بھی کہ اللہ سے ڈرتے رہو، [۱۴۳] اور اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے ہر تعریف کا مستحق ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾

۱۳۲۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ تعالیٰ کارساز کافی ہے۔

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ
بِاٰخَرِيْنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾

۱۳۳۔ اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور دوسرے لوگوں کو لے آئے، اور اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے۔

جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا کارساز ہے۔ عین ممکن ہے کہ مرد کو اپنی پسند کی دوسری بیوی اور عورت کو اپنی پسند کا دوسرا خاوند مل جائے۔ اسلام میں طلاق اگرچہ سخت ناپسندیدہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال (کاموں میں) سب سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ عمل طلاق ہے۔ (ابوداؤد: ۲۱۷۸: کتاب الطلاق: باب ۳) لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے کیونکہ بعض دفعہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ فریقین کی بہتری اسی میں ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔

[۱۴۳] زمین و آسمان کی ہر چیز کا خالق اور مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کائنات میں قانون سازی اور حکمرانی کا حق بھی اسی کا ہے۔ اس نے گزشتہ آسمانی کتابوں میں اور قرآن مجید میں بھی سب امتوں کو تقویٰ کا حکم دیا ہے، اور جو اس کے حکم کو نہ مانے تو اللہ تعالیٰ اس پر مکمل قادر ہے کہ انہیں فنا کر کے ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے یا انہیں زوال میں مبتلا کر کے دوسرے لوگوں کو عروج سے ہمکنار کر دے اور ایسا پہلی امتوں میں ہو چکا ہے، لہٰذا گزشتہ قوموں سے عبرت حاصل کرو۔ یہ دنیا ہی سب کچھ نہیں ہے، اس کی عارضی رنگینیوں میں کھو کر نہ رہ جاؤ بلکہ تقویٰ اختیار کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا و آخرت یعنی دونوں جہاں میں سرخرو فرمائے۔

Marfat.com

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ع ﴿۱۳۴﴾

۱۳۴۔ جو شخص دنیا کا ثواب چاہتا ہے تو اللہ کے پاس دنیا اور آخرت کا ثواب ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

۱۳۵۔ اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے بن جاؤ [۱۴۴] اگرچہ (یہ گواہی) تمہارے اپنے خلاف ہو، یا تمہارے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو، (جس کے خلاف گواہی دی جارہی ہے) خواہ وہ امیر ہو یا غریب، پس اللہ تعالیٰ ان دونوں کا زیادہ خیرخواہ ہے، لہٰذا انصاف کرنے میں خواہش نفس کی پیروی نہ کرو، اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا روگردانی کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾

۱۳۶۔ اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر [۱۴۵] اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائی، اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل فرمائی اور جو شخص اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخرت (کے دن) کے ساتھ کفر کرے تو وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

[۱۴۴] اہل ایمان کو تاکید کی جارہی ہے کہ وہ انصاف پر ثابت قدم رہیں اور جب گواہی دینے کا موقعہ آئے تو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے گواہی دیں کیونکہ گواہی انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، لہٰذا تمہاری گواہی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہونی چاہیے۔ اپنے یا اپنوں کے مفادات اس میں حائل نہ ہوں اور نہ ہی کسی کی دولت یا غربت اس میں اثر انداز ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا خیرخواہ ہے۔ اگر تم نے کسی ہیر پھیر یا غلط بیانی کی کوشش کی تو خبردار! اللہ تعالیٰ تمہارے سارے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے۔ لوگوں سے تو گواہی کو چھپایا جاسکتا ہے لیکن روز قیامت بارگاہ الٰہی میں کیا عذر پیش کرو گے؟

[۱۴۵] اہل ایمان کے ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ ایمان پر ثابت قدم رہو کیونکہ جو شخص شیطان کے فریب میں آکر کفر کر بیٹھتا

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا ﴿۱۳۷﴾

۱۳۷۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر وہ کفر میں بڑھتے گئے اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا [۱۴۶] اور نہ کبھی انہیں راہ راست دکھائے گا۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۳۸﴾

۱۳۸۔ منافقوں کو خوش خبری [۱۴۷] سنا دو کہ بلاشبہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ﴿۱۳۹﴾

۱۳۹۔ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا وہ کافروں کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں۔ بے شک عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لئے ہے۔ [۱۴۸]

ہے وہ اکثر گمراہی میں اتنا دور نکل جاتا ہے کہ اس کا واپس آنا مشکل ہو جاتا ہے، لہٰذا شیطان کے وسوسوں سے محتاط رہو اور اسلام کا دامن کبھی نہ چھوڑو۔ اس آیت کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والو! اپنے حسنِ عمل سے اپنے ایمان کی تصدیق کرو۔

[۱۴۶] بعض لوگ مسلمانوں کی کامیابی اور غلبے کے وقت مسلمان ہو جاتے لیکن آزمائش اور شدت کے وقت کافر ہو جاتے اور آخر کار وہ کفر میں اتنے بڑھتے چلے گئے کہ پھر واپس نہیں آئے، نیز بار بار کفر کرنے سے ان کی توفیق ہدایت ہی مر گئی، تو ایسے مرتدین کی نجات اور بخشش کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ وہ مرتے دم تک کافر رہے اور ان کی موت کفر پر واقع ہوئی ورنہ انسان جتنی دفعہ مرتد ہو جب بھی سچی توبہ کرے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

[۱۴۷] خوش خبری کا لفظ عام طور پر اچھی خبر کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر یہاں دردناک عذاب کے لئے خوش خبری کا لفظ بطور طنز بولا گیا ہے یعنی قیامت کے دن منافقوں کے لئے صرف عذاب ہی عذاب ہے کوئی اور خبر نہیں ہے، لہٰذا وہ اسی کو خوش خبری خیال کریں۔

[۱۴۸] کفار کی دنیاوی دولت اور عددی کثرت کی وجہ سے منافقین ان کے پاس جاتے اور انہیں اپنی دوستی کا یقین دلاتے تاکہ مستقبل میں جب کافر غالب آجائیں گے تو ان کے ساتھ منافقین کو بھی عزت و غلبہ مل جائے گا۔ اس آیت میں منافقین کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ عزت و غلبہ کفار کے پاس نہیں بلکہ اس کا اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے غلبہ عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

Marfat.com

وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ﴿۱۴۰﴾

۱۴۰۔ اور بے شک اللہ نے تم پر کتاب میں یہ حکم نازل کیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جارہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو[۱۴۹] یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں ورنہ تم بھی یقیناً اُنہی کی طرح ہو گے، بے شک اللہ تعالیٰ تمام منافقوں اور سب کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَ اِنْ كَانَ

۱۴۱۔ یہ منافق تمہارا انتظار کر رہے ہیں، اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہو جائے تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟[۱۵۰] اور اگر کافروں کو

[۱۴۹] ایسی مجالس میں شرکت سے منع کیا جارہا ہے جس میں کلام الٰہی کا انکار کیا جائے یا احکام خداوندی کا مذاق اڑایا جائے کیونکہ جو شخص ایسی مجالس میں شرکت کرتا ہے وہ بھی گناہ میں برابر کا شریک ہوتا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو گمراہ فرقوں کی مجالس اور جلسوں میں شرکت کرنے، ان کے لٹریچر پڑھنے، ریڈیو اور ٹی وی کے خلافِ اسلام پروگرام سننے سے اجتناب لازمی ہے، نیز بدکاری، بے حیائی، جوا اور شراب نوشی کی محافل سے بھی باز رہے کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ''مسلمان برائی کو طاقت سے روکے۔ اگر اس کی طاقت نہیں تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل سے برائی کو برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ (مسلم: ۱۷۷: کتاب الایمان: باب ۲۰) یعنی دل سے برا جاننے والا ان محافل میں نہیں بیٹھ سکتا اور اگر بیٹھے گا تو ظاہر ہے وہ انہیں دل سے برا نہیں سمجھتا تو ایسے مسلمان کو اپنے ایمان پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ ہاں کسی حکمت، مجبوری یا دینی فائدے کی خاطر اگر ایسی مجالس میں بیٹھنا پڑے تو پھر کوئی حرج نہیں جیسا کہ مکہ میں کفار کے غلبہ کی وجہ سے مسلمان ان کی مجالس میں بیٹھنے پر مجبور تھے اگر چہ دل سے پسند نہیں کرتے تھے۔

نوٹ: دُنیاوی معاملات میں کفار سے اچھے تعلقات رکھنے اور اجتماعی کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کی اجازت ہے۔

[۱۵۰] منافقین صرف دنیاوی مال ومتاع کے حریص اور مطلب پرست تھے۔ جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوتی تو ان کے گیت گاتے اور مالِ غنیمت لینے کے لئے آگے بڑھتے اور جب کفار غالب آجاتے تو ان کے پاس جا کر کہتے: اگر ہم مسلمانوں کے ساتھ نہ ہوتے تو وہ تم پر غالب آجاتے کیونکہ ہم نے در پردہ ان کے حوصلے پست کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا،

Marfat.com

لِلۡكٰفِرِيۡنَ نَصِيۡبٌ ۙ قَالُوۡۤا اَلَمۡ نَسۡتَحۡوِذۡ عَلَيۡكُمۡ وَنَمۡنَعۡكُمۡ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ وَلَنۡ يَّجۡعَلَ اللّٰهُ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ سَبِيۡلًا ﴿۱۴۱﴾ ع

(کامیابی سے) کچھ حصہ مل جائے تو کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے؟ کیا ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہ بچایا تھا؟ پس (اے منافقو!) اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا، [۱۵۱] اور اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے اہل ایمان پر (غلبہ کا) ہرگز کوئی راستہ نہیں بنائے گا۔[۱۵۲]

اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمۡ ۚ وَاِذَا قَامُوۡۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوۡا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوۡنَ النَّاسَ وَلَا يَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۱۴۲﴾ ۙ

۱۴۲۔ بے شک منافق (اپنے گمان میں) اللہ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور وہ انہیں دھوکہ کی سزا دینے والا ہے، اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں، [۱۵۳] لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ کا ذکر بہت ہی کم کرتے ہیں۔

ان کے جنگی رازوں سے تمہیں باخبر رکھا اور انہیں کمزور کرنے کے لئے ہی ہم نے ظاہری طور پر ان کا مذہب قبول کیا اور اس طرح ان کے ساتھ رہتے ہوئے ہم نے تمہیں ان کے غلبہ سے بچایا تو اصل میں ہم تمہارے ساتھ تھے، اس لئے تمہارے جنگی فوائد میں بھی ہمارا برابر کا حصہ ہے۔

[۱۵۱] منافقین دنیا میں تو دھوکہ بازی کے ذریعے مسلمانوں اور کافروں دونوں سے دنیاوی فوائد حاصل کرتے رہے لیکن قیامت کے دن تو فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا، جب وہ ان کے دلوں کے راز فاش کر دے گا تو پھر ان کا کیا حشر ہوگا؟

[۱۵۲] یعنی مسلمان اگر ایمان کے سارے تقاضے پورے کریں تو کوئی بھی ان پر غالب نہیں آ سکتا، لیکن اگر دنیاوی معاملات میں کچھ کمزوریوں کی وجہ سے کبھی کفار غالب آ جائیں تو بہر حال آخرت میں تو ایمان کی برکت سے مسلمان جنت میں جائیں گے اور کفار ذلیل و خوار ہو کر جہنم رسید ہوں گے۔

[۱۵۳] منافقین بادل نخواستہ مسلمانوں کو دکھانے کے لئے نماز باجماعت میں شریک ہوتے تاکہ ان کے نفاق کا راز فاش نہ ہو اور انہیں مسلمان سمجھا جائے لیکن نماز ختم ہوتے ہی بہت جلد مسجد سے بھاگ جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد بھی اللہ کا ذکر کرنا، کلمہ شریف و درود شریف پڑھنا، تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہنا یہ وہ چیزیں تھیں جو مسلمانوں کو منافقوں سے ممتاز کرتی تھیں مگر آج کل تو ایسے کلمہ گو بھی ہیں جو نماز کے بعد کلمہ یا درود شریف پڑھنے والوں پر بدعتی ہونے کا فتویٰ لگانے میں ذرہ دیر نہیں کرتے، اور بعض ایسے مسلمان بھی ہیں جو فرض ختم ہوتے ہی مسجد سے باہر آ جاتے ہیں۔ دعا، سنت اور نوافل

Marfat.com

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾

۱۴۳۔ وہ اس (کفر و ایمان) کے درمیان ڈگمگا رہے ہیں، نہ پورے ان (کافروں) کی طرف ہیں اور نہ پورے ان (مسلمانوں) کی طرف ہیں، [۱۵۴] اور جس کو اللہ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لئے ہدایت کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾

۱۴۴۔ اے ایمان والو! اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ کے لئے ایک واضح دلیل قائم کر دو۔ [۱۵۵]

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾

۱۴۵۔ بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے اور تو ان کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہیں پائے گا۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ

۱۴۶۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی اور انہوں نے اللہ کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیا اور اللہ کے لئے اپنے دین کو خالص کر لیا تو یہ لوگ ایمان

کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

[۱۵۴] یہ منافقین کیسے عجیب لوگ ہیں، نہ پورے کافروں کے ساتھ ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے ساتھ، بس درمیان میں لٹکے ہوئے ہیں۔ ظاہر مسلمانوں کے ساتھ اور باطن کافروں کے ساتھ اور اسی دانستہ نفاق کی وجہ سے اپنی عقل سلیم کو ضائع کر چکے ہیں، لہٰذا ان کی ہدایت کی کوئی صورت نہیں ہے۔

[۱۵۵] اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کسی شخص کو بغیر دلیل کے عذاب نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیونکہ یہ منافقین کا شیوہ ہے لیکن اس کے باوجود جو کفار کے ساتھ گہری دوستی کا دم بھرتے ہیں تو گویا وہ خود اپنے نفاق کی دلیل قائم کر رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق قرار پاتے ہیں، اور منافقین کو قیامت کے دن جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں پھینکا جائے گا اور وہاں کوئی ان کی مدد نہ کر سکے گا۔

Marfat.com

الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٤٦﴾

والوں کے ساتھ ہیں، [١٥٦] اور عنقریب اللہ مومنوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿١٤٧﴾

١٤٧۔ اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم شکر ادا کرو اور ایمان لے آؤ، اور اللہ تعالیٰ بڑا قدردان ہے سب کچھ جاننے والا ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿١٤٨﴾

١٤٨۔ اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ بُری بات برملا کہی جائے سوائے مظلوم کی بات کے، [١٥٧] اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

---

[١٥٦] منافقین نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت انہیں دعوت دے رہی ہے کہ اب بھی وقت ہے، مرنے سے پہلے سچی توبہ کر کے اللہ کا دامنِ رحمت تھام لو تو اللہ کو کیا پڑی ہے کہ وہ خواہ مخواہ تمہیں عذاب دیتا رہے۔ تمہیں عذاب دینے کی وجہ تو تمہارا کفر و نفاق تھا، اب اگر تم اس سے توبہ کر لو تو اللہ تعالیٰ بڑا قدردان ہے، وہ تمہاری سچی توبہ کے صلے میں تمہیں اجر عظیم سے نوازے گا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت میں شامل فرما دے گا۔

[١٥٧] کسی کو گالی دینا، کسی کی ہتک کرنا یا کسی کے عیوب و نقائص کا پرچار کرنا اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اس طرح معاشرہ میں نفرت اور انتشار کی فضا پیدا ہو جاتی ہے، البتہ مظلوم کو اجازت ہے کہ وہ ظالم کے خلاف آواز بلند کرے تاکہ اس کی حق تلفی کی تلافی ہو سکے، دوسرے لوگ اس ظالم سے محتاط رہیں بلکہ سارے لوگ مل کر اس ظالم کے خلاف اس قدر بھرپور احتجاج کریں کہ آئندہ کسی کو ظلم کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ آخر میں مظلوم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ تیری فریاد کوئی سنے یا نہ سنے اللہ تعالیٰ تو ضرور سننے والا ہے۔ ظالم کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تو اپنے مظالم لوگوں کی نگاہوں سے چھپا سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ تیرے کرتوتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ دنیاوی عدالت اگر تجھے سزا نہ دے سکی تو خدائی عدالت سے کیسے بچے گا؟

غیبت اور کسی کو گالی دینے کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

١۔ کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے اس وصف کا ذکر کرو جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ آپ سے عرض کیا گیا: یہ بتائیے اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو میں بیان کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اگر تمہارے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو تم بیان کرتے ہو تب ہی تو تم اس کی غیبت کرو گے اور اگر اس میں وہ عیب نہ ہو تو پھر تم اس پر بہتان باندھو گے۔

(مسلم: ٦٥٩٣: کتاب البر: باب ٢٠)

Marfat.com

إِنْ تُبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ﴿١٤٩﴾

۱۴۹۔ اگر تم کسی نیکی کو اعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی برائی کو معاف کر دو[۱۵۸] تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا بہت قدرت والا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ﴿١٥٠﴾

۱۵۰۔ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کرنا چاہتے ہیں[۱۵۹] اور کہتے ہیں کہ ہم بعض رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی اور راستہ بنالیں۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ﴿١٥١﴾

۱۵۱۔ یہی لوگ حقیقت میں کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے رُسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۲۔ جب دو شخص ایک دوسرے کو برا کہیں یا آپس میں گالی گلوچ کریں تو اس کا گناہ پہل کرنے والے پر ہوتا ہے جب تک کہ مظلوم حدِ مساوات سے آگے نہ بڑھ جائے۔ (مسلم :۶۵۹۱: کتاب البر: باب ۱۸) یعنی جس کو پہلے گالی دی گئی ہے اگر وہ اسی کی مثل واپس گالی دے تو صرف پہل کرنے والا مجرم ہوگا دوسرا تو انصاف کرنے والا ہے اور اگر دوسرے نے پہلے سے زیادہ گالیاں دیں تو پھر دوسرا بھی مجرم ہے لیکن اگر دوسرا صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بہتر اور زیادہ اجر کا موجب ہے۔

[۱۵۸] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے برائی کے اظہار سے منع فرمایا اور اس آیت میں نیکی کے متعلق اجازت دیدی، چاہے اسے ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو کیونکہ حالات کے مطابق کبھی نیکی ظاہر کرنے میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے اور کبھی اسے پوشیدہ رکھنا بہتر ہوتا ہے۔ آخر میں مظلوم کو فرمایا کہ تیرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تجھے اس کا بدلہ لینے کا حق حاصل ہے لیکن اگر تو اسے معاف کر دے تو یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ معاف کرنا خدائی صفت ہے اور وہ طاقت کے باوجود غلط کاروں کو معاف کر دیا کرتا ہے۔

[۱۵۹] جو لوگ اللہ کو مانیں اور اس کے رسولوں کا انکار کر دیں یا اس کے رسولوں سے بعض کو مانیں اور بعض کا انکار کر دیں اور اس طرح کفر و اسلام کے درمیان کوئی تیسرا مذہب پیدا کرنے کی کوشش کریں تو یہ لوگ پکے کافر ہیں کیونکہ اسلام کے علاوہ دوسرے سارے راستے کفر کی طرف لے جاتے ہیں۔

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۱۵۲

۱۵۲۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور انہوں نے ان رسولوں میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کیا یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ عنقریب انہیں ان کے اجر عطا فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۱۵۳

۱۵۳۔ اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کر دیں، [۱۶۰] سو وہ موسیٰ علیہ السلام سے اِس سے بھی بڑا سوال کر چکے ہیں، انہوں نے کہا تھا: ہمیں اللہ کو ظاہر دکھا دو، تو ان کے اس ظلم کی وجہ سے انہیں بجلی کی کڑک نے پکڑ لیا، پھر انہوں نے واضح دلائل آنے کے باوجود بچھڑے کو (معبود) بنا لیا، [۱۶۱] پھر بھی ہم نے اس (جرم) کو معاف کر دیا اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح غلبہ عطا فرمایا۔

---

[۱۶۰] بعض یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لکھی ہوئی کتاب آسمان سے اُتری تھی اگر آپ بھی ایسی ہی کوئی لکھی ہوئی کتاب آسمان سے نازل کروا دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ یہ سوال اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا مگر آپ کی طرف سے خود اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا۔ یعنی پیارے نبی! آپ ان کے احمقانہ سوال پر متعجب ہوں گے۔ دراصل ان کا مقصد اطمینانِ قلب نہیں بلکہ صرف حجت بازی ہے، اگر آسمان سے کوئی تحریر نازل کر دی جائے تو پھر بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب لکھی ہوئی کتاب لائے تو ان کے بزرگوں نے اس کا انکار کر کے مزید مطالبہ کر دیا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے ظاہر دکھاؤ تو ہم ایمان لائیں گے۔ اس گستاخی اور سرکشی کی انہیں یہ سزا دی گئی کہ بجلی کی کڑک نے انہیں پکڑ لیا۔ اس واقعہ کو سورہ بقرہ آیت نمبر ۵۵ اور حاشیہ نمبر ۴۶ میں ملاحظہ کریں۔

[۱۶۱] یہود کی حجت بازی کا ایک اور واقعہ بیان کیا جا رہا ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واضح معجزات (ید بیضا، عصا، بنی اسرائیل کی نجات اور فرعونیوں کا غرق وغیرہ) دیکھنے کے بعد بھی انہوں نے بچھڑے کو خدا بنا لیا اور اس کی عبادت شروع کر دی، تو جو لوگ عقل سے اتنے دور ہوں اُن سے ایسے نامعقول مطالبات میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی وسیع

Marfat.com

وَ رَفَعۡنَا فَوۡقَهُمُ الطُّوۡرَ بِمِيۡثَاقِهِمۡ وَ قُلۡنَا لَهُمُ ادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا وَّ قُلۡنَا لَهُمۡ لَا تَعۡدُوۡا فِى السَّبۡتِ وَ اَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ﴿۱۵۴﴾

۱۵۴۔ اور ہم نے ان سے وعدہ لینے کے لئے طور کو ان کے اوپر بلند کیا اور ہم نے انہیں کہا کہ سجدہ کرتے ہوئے اس دروازہ سے داخل ہو جاؤ اور ہم نے انہیں کہا کہ ہفتہ کے دن میں حد سے آگے نہ بڑھنا اور ہم نے ان سے پختہ وعدہ لیا۔

فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ وَ كُفۡرِهِمۡ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتۡلِهِمُ الۡاَنۡۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ وَّ قَوۡلِهِمۡ قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ ؕ بَلۡ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيۡهَا بِكُفۡرِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۱۵۵﴾

۱۵۵۔ پھر ان کی عہد شکنی کی وجہ سے اور اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے کی وجہ سے اور نبیوں کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں، [۱۶۲] (اللہ نے ان پر لعنت کی)، بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی تو وہ بہت ہی کم ایمان لائیں گے۔

وَّ بِكُفۡرِهِمۡ وَ قَوۡلِهِمۡ عَلٰى مَرۡيَمَ بُهۡتَانًا عَظِيۡمًا ۙ﴿۱۵۶﴾

۱۵۶۔ اور ان کے کفر کی وجہ سے اور مریم پر بہتانِ عظیم باندھنے کی وجہ سے۔ [۱۶۳]

رحمت کا کون اندازہ کر سکتا ہے جس نے ان کے اس عظیم گناہ کو بھی معاف کر دیا اور ان کے اوپر کوہ طور کو بلند کر کے پختہ وعدہ لیا کہ احکام تورات میں کمی بیشی نہ کریں۔ اس پختہ وعدہ اور احکام سبت کے لئے سورہ بقرہ کی آیات نمبر ۶۳ تا ۶۶ اور حاشیہ نمبر ۵۲ تا ۵۳ ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۶۲] اس آیت میں یہود کے کفر کی چار وجوہات بیان کی گئی ہیں یعنی: (۱) عہد شکنی کرتے۔ (۲) معجزات کا انکار کرتے۔ (۳) انبیاء کو ناحق قتل کرتے۔ (۴) اور یہ دعویٰ کرتے کہ ان کے عقائد درست ہیں جو ان کے دلوں کی گہرائی میں اس قدر محفوظ ہیں کہ کوئی معجزہ یا استدلال ان کے ایمان کو متزلزل نہیں کر سکتا اور یہ کوئی نئی بات نہیں، ہر زمانے کا ہٹ دھرم یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ درست ہے اور باقی ساری دنیا غلط ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور یہ بلا وجہ نہیں بلکہ سزا ہے ان کے مسلسل کفر کی، جس نے ان کے دل و دماغ کو اس حد تک ناکارہ بنا دیا ہے کہ ان میں ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت ہی دم توڑ چکی ہے، لہٰذا ان میں سے بہت کم لوگ ہی ایمان لائیں گے۔

[۱۶۳] جب حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی گئی تو آپ کنواری تھیں۔ وضع کا وقت قریب آیا تو آپ باہر ویرانے میں چلی گئیں۔ بچہ پیدا ہوا تو وہ لوگوں کے طعنوں کا خیال کر کے گھبرائیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ

Marfat.com

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ﴿۱۵۷﴾

۱۵۷۔ اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا ہے [۱۶۴] جو اللہ کا رسول ہے، حالانکہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لئے (کسی اور شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کا) مشابہ بنا دیا گیا تھا، اور بے شک جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا وہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق شک میں ہیں، انہیں اس امر کا کوئی یقینی علم نہیں ہے صرف گمان ہی کی پیروی ہے، اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا۔

جب کوئی تم پر زبانِ طعن دراز کرے تو خود چپ رہنا اور اس بچے کی طرف اشارہ کر دینا، چنانچہ جب آپ واپس یروشلم (بیت المقدس) پہنچیں تو لوگوں نے ان کی گود میں بچہ دیکھ کر انہیں مطعون کرنا شروع کر دیا۔ ایک کنواری لڑکی کی گود میں بچہ دیکھنے سے اس کے اخلاق کے متعلق شکوک کا پیدا ہو جانا ایک طبعی امر تھا۔ حضرت مریم نے حسب ارشادِ الٰہی بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس سے دریافت کرو۔ وہ کہنے لگے، ہم کیونکر اس بچے سے بات کر سکتے ہیں جو ابھی پنگھوڑے میں ہے۔ اس وقت وہ معصوم بچہ فصیح زبان میں گویا ہوا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اس روشن معجزہ اور ناقابلِ تردید دلیل کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لینے کے بعد انہیں حضرت مریم کی طہارت کا یقین آ جانا چاہیے تھا، آخر وہ اہل کتاب تھے، نبوت، وحی اور معجزات پر ان کا ایمان تھا لیکن یوں جان لینے کے بعد پھر ان کا اس تقدس مآب خاتون پر یہ تہمت لگانا بہتانِ عظیم نہیں تو اور کیا ہے؟ (تفسیر ضیاء القرآن)

حضرت مریم پر زنا کا بہتان لگانے کا مطلب یہ تھا کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور یہ انکار دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کفر ہے۔ (تفسیر کبیر)

[۱۶۴] یہود کا دعویٰ یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا اور اس پر مستزاد یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رسول اللہ کا لفظ بھی استعمال کیا جو بطور طنز و مزاح تھا کیونکہ وہ آپ کو رسول اللہ مانتے نہیں تھے مگر قرآن مجید نے بالکل واضح اور صاف الفاظ میں اس کی تردید کر دی یعنی یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شبہ میں سولی پر چڑھا دیا اور اس کا ایک ثبوت ان کا آپس میں اختلاف ہے کیونکہ سولی چڑھانے کے بعد جب انہوں نے مقتول کو غور سے دیکھا تو حیران ہو گئے بعض نے کہا: یہ حضرت عیسیٰ ہیں اور بعض نے کہا: یہ کوئی اور شخص ہے، اس کا چہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے اور اس کا بدن ہمارے جاسوس ساتھی کے مشابہ ہے۔ اگر یہ ہمارا

Marfat.com

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾

۱۵۸۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا، [۱٦۵] اور اللہ تعالیٰ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾ ۚ

۱۵۹۔ اور اہل کتاب سے کوئی بھی ایسا نہ ہوگا مگر وہ مسیح پر ان کی موت سے پہلے ضرور ایمان لائے گا، [۱٦٦] اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱٦۰﴾ ۙ

۱٦۰۔ تو یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاک چیزیں حرام کر دیں [۱٦۷] جو پہلے ان پر حلال تھیں، اور اس وجہ سے کہ وہ اکثر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے تھے۔

ساتھی ہے تو پھر حضرت عیسیٰ کہاں گئے اور اگر یہ عیسیٰ ہیں تو پھر ہمارا ساتھی کہاں گیا؟ دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انجام کے متعلق ان کے پاس کوئی یقینی علم نہیں ہے صرف شکوک و شبہات کا شکار ہیں۔ اس واقعہ کی تفصیل کے لئے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۵۴ کا حاشیہ نمبر ۲۹ ملاحظہ کریں، نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل یا موت کا قائل ہو وہ یہود کی طرح جہالت کا شکار ہے چاہے وہ قادیانی ہو یا کوئی اور۔

[۱٦۵] یہود کی طرح عیسائیوں کا بھی یہی خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی گئی تھی، چنانچہ اس عالمی غلط فہمی کے ازالہ کے لئے قرآن مجید نے بار بار تاکید کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ یہ کوئی عام معجزہ نہیں تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس دعویٰ کے ساتھ اپنی قوت غالبہ اور حکمت بالغہ کا ذکر بھی کر دیا یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کام کوئی مشکل نہیں کیونکہ وہ بہت غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

[۱٦٦] اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے امام ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) نے جس قول کو ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں اور جب وہ اپنی وفات سے پہلے زمین پر نازل ہوں گے تو اس زمانہ کے اہل کتاب آپ پر ایمان لا کر اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اہل کتاب کے بارے میں گواہی دیں گے یعنی کون ان پر ایمان لایا اور کس نے ان کا انکار کیا۔ (تفسیر جامع البیان)

[۱٦۷] یہود کے مظالم اور جرائم کا ذکر جاری ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کئی حلال چیزیں بطور سزا ان پر حرام کر دیں جن کی تفصیل سورہ الانعام کی آیت نمبر ۱۴٦ میں آئے گی۔ اور ان کا ایک جرم یہ بھی تھا کہ وہ نہ صرف یہ کہ خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے قول و فعل سے دوسرے لوگوں کو بھی راہ راست سے روکتے تھے۔

Marfat.com

وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾

۱۶۱۔ اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ وہ اس سے منع کئے گئے تھے [۱۶۸] اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کا ناحق مال کھاتے تھے، اور ان میں سے کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ ع

۱۶۲۔ لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ ہیں [۱۶۹] اور مومن ہیں وہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے اور اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لانے والے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم عنقریب اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

---

[۱۶۸] یہود کو سود لینے سے منع کیا گیا تھا مگر اس کے باوجود وہ سود بھی لیتے اور کئی اور ناجائز طریقوں (رشوت، دھوکہ، چوری، ڈاکہ وغیرہ) سے بھی لوگوں کے مال ہضم کر جاتے۔ تورات میں سود کے متعلق آج بھی یہ حکم موجود ہے۔

"If your brother becomes poor, you are responsible to help him; invite him to live with you as a guest in your home. Fear your God and let your brother live with you;. and don't charge him interest on the money you lend him. Remember - no interest; and give him what he needs, at your cost: don't try to make profit." (The Living Bible: British Edition 1975: Leviticus:26:35 to 37)

''اگر تیرا بھائی محتاج ہو جائے تو اس کی مدد کرنا تیری ذمہ داری ہے، اسے اپنے گھر میں بطور مہمان رہنے کی دعوت دو۔ خدا سے ڈرو اور اسے اپنے ساتھ رہنے دو۔ جو رقم اس کو ادھار دو اس پر سود نہ لو۔ یاد رکھو کوئی سود نہیں لینا۔ جو بھی اس کو ضرورت ہو اپنی قیمت خرید پر اسے دو اور اس سے نفع لینے کی کوشش نہ کرو۔'' (احبار:۲۶:۳۵ تا ۳۷)

سود کے متعلق اسلامی تفصیلات کیلئے سورہ بقرہ آیات نمبر ۲۷۵ تا ۲۸۱ کا حاشیہ نمبر ۳۳۵ تا ۳۴۰ ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۶۹] ابھی آپ نے یہود کے مظالم اور جرائم کا ذکر پڑھا جن میں اکثر یہودی مبتلا تھے لیکن ان میں کچھ ایسے علماء بھی تھے جو علم میں پختہ، عمل میں مضبوط اور تعصب سے بہت دور تھے۔ جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ان صفات کا مشاہدہ کیا جو تورات میں موجود تھیں تو فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے (جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ) اور اسلامی عقائد و اعمال کو

Marfat.com

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَّ
النَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ
وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ
وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَ
سُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾

۱۶۳۔ بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی [۱۷۰] جیسے ہم نے نوح [۱۷۱] اور اس کے بعد والے نبیوں کی طرف وحی بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔

دل سے تسلیم کرتے ہوئے اجر عظیم کے مستحق قرار پائے۔

[۱۷۰] یہودیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نبی نہیں مانتے تھے اور اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ لکھی ہوئی کتاب آسمان سے نازل کروائیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی گئی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی اے گروہ یہود! جیسے ہم نے گزشتہ انبیائے کرام پر وحی بھیجی اسی طرح ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی وحی بھیجی ہے۔ اب دیگر انبیائے کرام کو تم وحی کی وجہ سے نبی مانتے ہو حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی نبی کے پاس لکھی ہوئی کتاب نازل نہیں ہوئی تو جس طرح دیگر انبیائے کرام (حضرات ابراہیم، نوح، داؤد وغیرہم علیہم السلام) بغیر لکھی ہوئی کتاب کے اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور تم انہیں نبی تسلیم کرتے ہو اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ (تفسیر خازن) نیز نبوت کے ثبوت کے لئے معجزے کا اظہار ہی کافی ہوتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر انبیائے کرام کی طرح متعدد معجزات پیش کئے اور سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جس کی نظیر پیش کرنا آج بھی پوری دنیا کے لئے چیلنج ہے اور قیامت تک رہے گا جبکہ باقی انبیائے کرام کے معجزات ان کے جانے کے بعد باقی نہیں رہے، تو یہ کتنی بڑی ناانصافی ہے کہ جن نبیوں کے معجزات فانی تھے ان کو تو نبی مان لیا جائے اور جس عظیم الشان نبی کا معجزہ قرآن زندہ جاوید ہے اس کی نبوت کا انکار کر دیا جائے۔

[۱۷۱] حضرت آدم علیہ السلام کی طرح حضرت نوح علیہ السلام بھی آئندہ تمام انسانوں کے باپ ہیں کیونکہ طوفانِ نوح کی وجہ سے سب لوگ ہلاک ہو گئے تھے اور جو کشتی میں سوار ہو کر بچ گئے تھے ان میں حضرت نوح علیہ السلام کے علاوہ کسی کی نسل باقی نہیں رہی۔ اس لئے آپ کو آدمِ ثانی کہا جاتا ہے۔ جنوری ۲۰۰۱ء میں مسجد اقصیٰ کی زیارت اور مسلم چیریٹی کی رقم تقسیم کرنے کے لئے فلسطین جانے کا موقع ملا اور اس دوران متعدد انبیائے کرام یعنی حضرات نوح، ابراہیم، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ وغیرہم علیہم السلام کے مزارات پر بھی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قبر مبارک کے متعلق ایک رائے یہ ہے کہ آپ عراق میں مدفون ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

Marfat.com

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ؁

۱۶۴۔ اور ہم نے ایسے رسول (بھیجے) جن کا قصہ ہم نے اس سے پہلے آپ کو بیان کر دیا ہے [۱۷۲] اور ایسے رسول بھی جن کا قصہ ہم نے آپ سے ابھی تک بیان نہیں کیا، [۱۷۳] اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے خاص کلام فرمایا۔ [۱۷۴]

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ؁

۱۶۵۔ (اور ہم نے) خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے تا کہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے، [۱۷۵] اور اللہ تعالیٰ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

---

[۱۷۲] جن انبیاء اور رسولوں کے اسمائے گرامی اور ان کے واقعات قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں ان کی تعداد ۲۵ ہے۔ یعنی حضرات آدم، ادریس، نوح، ہود، صالح، ابراہیم، لوط، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، ایوب، شعیب، موسیٰ، ہارون، یونس، داؤد، سلیمان، الیاس، الیسع، زکریا، یحیٰی، عیسیٰ، ذوالکفل اور سب نبیوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین وسلم۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۱۷۳] جن انبیاء اور رسولوں کے اسمائے گرامی اور ان کے واقعات قرآن مجید میں بیان نہیں کئے گئے ان کی حقیقی تعداد تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے مگر اس سلسلہ میں مشہور حدیث یہ ہے کہ انبیائے کرام کی تعداد ایک لاکھ ۲۴ ہزار ہے، ان میں سے رسولوں کی تعداد ۳۱۳ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۱۷۴] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خصوصی کرم فرمایا اور وادی ایمن میں آپ سے براہِ راست بغیر فرشتہ کے گفتگو فرمائی لیکن حضرت محمد ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات نہ صرف یہ کہ براہِ راست کلام فرمایا بلکہ شرف زیارت سے بھی مشرف فرمایا۔ (تفسیر روح المعانی: سورۃ النجم)

[۱۷۵] اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر علاقہ کی طرف نبی اور رسول بھیجے جنہوں نے لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھایا تا کہ قیامت کے دن کوئی مجرم یہ عذر پیش نہ کر سکے کہ وہ ناواقف تھا، اس کے پاس ہدایت کا پیغام کسی نے نہیں پہنچایا۔

آپ ﷺ سے پہلے ہر علاقے اور ہر قوم کی طرف نبی آتے رہے کیونکہ وہ ہدایت کے چراغ تھے اور چراغ کا نور ایک مخصوص علاقہ تک محدود ہوتا ہے، لیکن حضرت محمد ﷺ ساری کائنات کے لئے نبی ہیں کیونکہ آپ ﷺ ہدایت کے سورج ہیں اور سورج کا نور ساری کائنات کے لئے کافی ہوتا ہے۔

Marfat.com

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾

١٦٦۔ لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے [١٧٦] کہ اس نے جو کچھ آپ کی طرف نازل فرمایا وہ اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے، اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بطور گواہ کافی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾

١٦٧۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا وہ گمراہی میں بہت دور نکل گئے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾

١٦٨۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ ان کو نہیں بخشے گا اور نہ انہیں (سیدھی) راہ دکھائے گا۔

اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾

١٦٩۔ سوائے جہنم کی راہ کے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بات اللہ کے لئے بالکل آسان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾

١٧٠۔ اے لوگو! بے شک تمہارے پاس یہ رسول تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آ گیا، پس تم ایمان لاؤ، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اور اگر تم انکار کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسانوں اور زمین میں ہے، [١٧٧] اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

---

[١٧٦] یعنی یہ لوگ اگر آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں تو اپنا انجام خراب کر رہے ہیں آپ کی نبوت پر تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے گواہی دیتے ہیں، نیز قرآن کریم (جو اپنے الفاظ و معانی کے لحاظ سے سراسر معجزہ ہے) بھی آپ کی نبوت کو ثابت کرتا ہے تو پھر ان کے انکار سے کیا فرق پڑتا ہے؟

[١٧٧] حضرت محمد ﷺ عالمگیر نبی ہیں اس لئے دنیا کے تمام انسانوں کو دعوت دی جا رہی ہے کہ سچائی کے پیکر رسول یعنی حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچائی کا پیغام لے کر تمہارے اندر جلوہ گر ہو چکے ہیں، لہٰذا تم اس پر ایمان لے آؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم نے انکار کیا تو یاد رکھو زمین و آسمان کے ہر ذرہ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ تمہارے ایمان نہ لانے سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑے گا، البتہ تمہیں نافرمانی کی سزا کے طور پر ہمیشہ جہنم میں رہنا پڑے گا۔

Marfat.com

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڗ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

۱۷۱۔ اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو[۱۷۸] اور اللہ تعالیٰ کے متعلق حق کے سوا اور کچھ نہ کہو، مسیح عیسیٰ بن مریم تو صرف اللہ کے رسول اور اس کے کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اللہ کی طرف سے روح تھی، پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ تین (خدا) ہیں،[۱۷۹] (ایسا کہنے سے) باز آجاؤ، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، صرف اللہ ہی واحد لائقِ عبادت ہے،

حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس کا مختصر مفہوم یہ ہے: اے میرے بندو! اگر تم سارے متقی اور نیک بن جاؤ تو اس سے میری بادشاہی میں اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تم سارے سرکش اور نافرمان بن جاؤ تو میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ اے میرے بندو! اگر تم سب ایک میدان میں جمع ہو کر مجھ سے سوال کرو اور میں ہر انسان کو اس کے سوال کے مطابق عطا کردوں تو میرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (مسلم: ۶۵۷۲: کتاب البر: باب ۱۵)

[۱۷۸] گزشتہ آیات میں یہود کا رد کیا گیا جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مجرمانہ حد تک کمی کی اور ان کی معجزانہ پیدائش کو تسلیم کرنے کے بجائے حضرت مریم پر بہتان لگایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اسی طرح عیسائیوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ کے معجزانہ پیدائش کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی حالانکہ ان کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کی بغیر ماں باپ کے پیدائش کی مثال موجود تھی لیکن اسکے باوجود انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کو ایک عجیب چیستان بنا دیا۔ ایک فرقہ کہنے لگا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبیعت انسانی ہے۔ دوسرے نے کہا: آپ کی طبیعت خدائی ہے۔ تیسرے نے کہا: خدا کی طرح قدیم یعنی ہمیشہ سے ہیں۔ چوتھے نے کہا: آپ حادث یعنی بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔ پانچویں نے کہا: آپ حادث بھی ہیں اور قدیم بھی وغیرہ۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک ذات کو یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ وہ خدا بھی ہے اور بندہ بھی، قدیم بھی ہے اور حادث بھی، تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو تنبیہ فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں حد سے تجاوز نہ کرو وہ خدا نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی عظمتوں سے نوازا ہے، وہ اللہ کے کلمہ ہیں یعنی مادی اسباب کے بغیر صرف حکم الٰہی سے پیدا ہوئے ہیں، وہ اللہ کی روح ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے روح کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پاک پیدا فرمایا کیونکہ آپ کی پیدائش میں کسی انسانی نطفہ کی آمیزش نہیں ہے۔

[۱۷۹] تثلیث ایک ایسا عقیدہ ہے جس پر تقریباً سارے عیسائی متحد ہیں لیکن اس کی تعبیر اور تفصیل میں اختلاف کا شکار ہیں۔ ایک

Marfat.com

وہ اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی لڑکا ہو، اسی کا ہے
جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور
اللہ تعالیٰ کارساز کافی ہے۔

لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَ مَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا ﴿۱۷۲﴾

۱۷۲۔ مسیح اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے میں ہرگز عار نہیں سمجھیں گے [۱۸۰] اور نہ ہی مقرب فرشتے، اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کو عار سمجھے اور تکبر کرے تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جلد ہی اپنے ہاں جمع کرے گا۔

فرقے کا دعویٰ ہے کہ اللہ، عیسیٰ اور مریم تین خدا ہیں۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے: اللہ، عیسیٰ اور جبرائیل تین خدا ہیں یعنی اللہ کو باپ، عیسیٰ کو بیٹا اور جبرائیل کو مقدس روح کہتے ہیں، پھر ان تینوں میں سے ہر ایک الگ الگ کامل خدا ہے اور یہ تین مل کر صرف ایک خدا ہے یعنی تین میں ایک خدا اور ایک میں تین خدا۔ یہ ایک ایسا معمہ ہے جس کو سلجھانے کے لئے عیسائی علماء گزشتہ ۱۹۰۰ برس سے سرکھپا رہے ہیں مگر آج تک اس کی کوئی معقول اور قابل فہم تعبیر پیش نہیں کر سکے اور نہ ہی آئندہ پیش کر سکیں گے کیونکہ یہ نظریہ حقیقت کے خلاف ہے اور عیسائی دنیا کی اپنی غلط فہمیوں کی پیداوار ہے اور اس کا اصل اور آسان حل وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے یعنی تین خداؤں سے باز آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے۔ وہی تنہا عبادت کے لائق ہے اور اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک ہے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ سب سے اہم حکم کون سا ہے؟ آپ نے جواب دیا: (سب سے اہم حکم یہ ہے) کہ ہمارا خدا ایک اور صرف ایک ہے۔ تو اپنی پوری طاقت، روح اور دل و دماغ کے ساتھ اس سے محبت کر۔ (مرقس: ۱۲: ۲۸ تا ۳۰) مقدس صحیفے یہی کہتے ہیں کہ صرف پروردگار خدا کی عبادت کر اور صرف اسی کی اطاعت کر۔ (متی: ۴: ۱۰)

[۱۸۰] نجران کے عیسائی علماء سے گفتگو کے دوران جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اللہ کا رسول اور اللہ کا بندہ ہونے کے الفاظ استعمال کئے تو عیسائی کہنے لگے: آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کر رہے ہیں وہ اللہ کے بندے نہیں بلکہ خود اللہ اور اللہ کے بیٹے ہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر روح المعانی) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہلانے میں کوئی عار نہیں بلکہ فخر ہے کیونکہ انسانیت کی معراج اور سب سے بڑی عظمت یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو بندہ ثابت کر دے اور اللہ تعالیٰ اس کی بندگی قبول فرما لے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات جب مقام قرب میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے محمد! آج میں تجھے کس لقب

Marfat.com

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ۬ وَّ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۱۷۳﴾

۱۷۳۔ پھر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا، اور اپنے فضل سے انہیں مزید اجر بھی عطا فرمائے گا، [۱۸۱] اور جن لوگوں نے (عبادت کو) عار سمجھا اور تکبر کیا تو اللہ ان کو دردناک عذاب دے گا اور وہ لوگ اللہ کے سوا اپنے لئے کوئی حمایتی اور مددگار نہیں پائیں گے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ﴿۱۷۴﴾

۱۷۴۔ اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آگئی [۱۸۲] اور ہم نے تمہاری طرف ایک واضح نور نازل کیا ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ یَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۱۷۵﴾

۱۷۵۔ پس جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس (کے دامنِ رحمت) کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو اللہ تعالیٰ ان کو عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف لے جانے والا سیدھا راستہ دکھائے گا۔

سے سرفراز کروں؟ تو حضور اکرم ﷺ نے عرض کیا: مجھے اپنا بندہ کہنے کی نسبت سے مشرف فرما۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ بنی اسرائیل: زیر آیت نمبر ۱) غالباً اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ذکرِ معراج کے وقت اسی لقب (عبدہٖ) کو ذکر فرمایا جو اس کے حبیب ﷺ نے اپنے لئے خود پسند فرمایا۔

[۱۸۱] جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کو عار سمجھیں اور تکبر کریں ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا لیکن جو خوش نصیب ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کرتے ہیں انہیں اپنے اعمال کا پورا پورا اجر دیا جائے گا اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ ان کے خلوص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر مزید فضل فرمائے گا اور اس مزید فضل کی تشریح کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے دنیا میں اہل ایمان کے ساتھ نیکی کی تھی اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں اس شخص کی شفاعت کرنے کی اجازت دے گا چاہے اس شخص پر جہنم واجب ہو چکی ہو۔ (تفسیر روح المعانی)

[۱۸۲] حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی حق و صداقت کی واضح دلیل ہے اور قرآن مجید ہدایت کا ایسا نور ہے کہ جو اس کی روشنی میں ثابت قدمی سے اپنا سفر جاری رکھتا ہے وہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے دونوں جہاں میں سرفراز ہوتا ہے۔

Marfat.com

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَ اِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

۱۷۶۔ (اے پیارے رسول!) لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، آپ فرمایئے: اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ [۱۸۳] (کی میراث) کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے، اگر کوئی شخص بے اولاد مرجائے اور اس کی ایک بہن ہو تو میت کے ترکہ سے بہن کا نصف حصہ ہے، [۱۸۴] اور وہ (بھائی) اپنی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس بہن کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ان دونوں بہنوں کا حصہ اس (بھائی) کے ترکہ

[۱۸۳] کلالہ اس مرد یا عورت کو کہا جاتا ہے جس کی موت کے وقت نہ اس کے ماں باپ زندہ ہوں اور نہ ہی اولاد یعنی لڑکی یا لڑکا بھی زندہ نہ ہو۔ حضرت جابر بن عبداللہ ﷛ نے کہا: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر ﷛ میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے، میں بے ہوش تھا۔ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنے وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر ڈالا تو مجھے ہوش آگیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنے مال کو کس طرح تقسیم کروں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (مسلم: ۴۱۴۷: کتاب الفرائض: باب ۲) نیز فرمایا: اے جابر! تو اس بیماری سے مرنے والا نہیں ہے۔ (ابوداؤد: حدیث نمبر ۲۸۸۷: کتاب الفرائض: باب ۳) چونکہ حضرت جابر ﷛ اس وقت کلالہ تھے یعنی ان کے والدین اور اولاد زندہ نہیں تھے صرف بہنیں تھیں اسلئے انہوں نے اپنی وراثت کی تقسیم کے بارے میں سوال کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے بابرکت پانی سے حضرت جابر کی بیماری اور بے ہوشی ختم ہوگئی، نیز حضور اکرم ﷺ کی غیبی اطلاع کے مطابق حضرت جابر ﷛ اس بیماری سے فوت نہیں ہوئے بلکہ بعد میں بھی زندہ رہے اور فرمایا کرتے تھے: سورۃ النساء کی یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی تھی۔

(ابوداؤد: ۲۸۸۷: کتاب الفرائض: باب ۳)

[۱۸۴] کلالہ مرد اگر فوت ہوجائے اور اس کا ترکہ تین لاکھ پونڈ ہو تو اس کی وہ بہن جو صرف ماں کی طرف سے ہو لیکن اس کا باپ الگ ہو تو اس بہن کا حکم اسی سورت کی آیت نمبر ۱۲ میں بیان ہوچکا ہے۔ یہاں اس بہن کا ذکر ہے جو سگی اور باپ کی طرف سے ہو (خواہ ان کی ماں ایک ہو یا الگ الگ) تو اس بہن کو کلالہ کی وراثت سے آدھا حصہ یعنی ڈیڑھ لاکھ پونڈ ملیں گے اور اگر اس کا کوئی اور شرعی وارث نہ ہو تو بقیہ نصف بھی بہن کی طرف لوٹ آئے گا۔

اور اگر کلالہ مرد یا عورت ہو اور اس کا وارث صرف ایک بھائی ہو تو یہ بھائی کلالہ کے سارے ترکہ کا وارث ہوگا یعنی پورے تین لاکھ پونڈ بھائی کو مل جائیں گے۔

Marfat.com

الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۷۶

سے دوتہائی ہے، [۱۸۵] اور اگر بہن بھائی وارث ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی [۱۸۶] تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (اپنے احکام) صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ، [۱۸۷] اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

---

[۱۸۵] اگر کلالہ کی دو یا دو سے زائد بہنیں ہوں تو کلالہ کے ترکہ سے دو حصے یعنی دو لاکھ پونڈ ان بہنوں میں برابر تقسیم ہوں گے اور ایک لاکھ پونڈ دوسرے شرعی وارثوں میں اور اگر اس کے دیگر شرعی وارث نہ ہوں تو یہ تیسرا لاکھ بھی اس کی بہنوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔

[۱۸۶] اگر کلالہ کے وارثوں میں بہن بھائی دونوں ہوں تو مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ کے لحاظ سے دیا جائے گا۔

[۱۸۷] اس سورت کی آیت نمبر ۱۲ میں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے میراث کے احکام تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں تاکہ لوگ اپنی مصلحتوں کے پیش نظر گمراہی کا شکار نہ ہو سکیں، نیز یہ حصص اُس قادر مطلق اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں جو ہر ایک کی ضروریات اور ذمہ داریوں کو خوب جانتا ہے اور کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

نوٹ:

۱۹ جولائی ۲۰۰۲ء جمعہ کا دن تھا، جامعۃ الکرم میں گرمیوں کی چھٹیاں ہو رہی تھیں، اساتذہ اور طلبہ چھ ہفتوں کے لئے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو رہے تھے۔ قرآن مجید کے پانچویں پارہ کی پہلی آیت (یعنی سورہ النساء کی آیت نمبر ۲۴) کی تفسیر شروع تھی۔ اس فقیر نے فیصلہ کیا کہ ان چھٹیوں میں آرام کرنے یا کوئی اور کام کرنے کے بجائے سورۃ النساء کی تفسیر مکمل کرنی چاہیے اور آج اکیس اگست ۲۰۰۲ء بروز بدھ بعد از نماز فجر سورۃ النساء کی تفسیر پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین

یارب العالمین! اس فقیر کی یہ عاجزانہ کوشش قبول فرما۔ اس کو لوگوں کے لئے ہدایت اور اس فقیر کے لئے نجات کا ذریعہ بنا۔

آمین بجاہ حبیبک الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعۃ الکرم، برطانیہ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ المائدۃ (٥)

یہ سورت مدنی ہے کیونکہ یہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ اس سورت کا نام "المائدہ" (دستر خوان) ہے کیونکہ اس میں ایک معجزانہ دستر خوان کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بدلے میں آسمان سے نازل فرمایا۔ اس دستر خوان کو دیکھ کر عیسائی اتنے خوش ہوئے کہ اس دن کو عید کی طرح خوشی کا دن تصور کرتے تھے۔

اس سورت میں کھانے پینے، وضو وتیمم، حلال وحرام اور حج وعمرہ کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے اور برے کاموں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے، نیز کسی ایک انسان کو ناجائز قتل کرنے کو اتنا بڑا جرم قرار دیا گیا جیسے دنیا کے تمام انسانوں کو قتل کر دیا جائے۔ اس سورت میں گزشتہ آسمانی کتابوں کی عظمت بیان کی گئی ہے یعنی تورات وانجیل بھی اللہ تعالیٰ کا کلام اور ہدایت ونور کا سرچشمہ تھیں۔

قرآن مجید کا وہ خاص کلام جس میں دین کے مکمل ہونے کا اعلان کیا گیا وہ اسی سورت المائدہ کی آیت نمبر تین میں ہے یعنی (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھا اور ان کے پاس ایک یہودی تھا۔ اس نے کہا: اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے۔ جمعہ کے دن اور عرفات کے دن (یعنی یہ دونوں دن ہمارے لیے پہلے ہی عید کا درجہ رکھتے ہیں)۔ (ترمذی: ابواب تفسیر القرآن: سورہ المائدہ)

Marfat.com

ایاتھا ۱۲۰ ۵ سُورَۃُ الْمَآئِدَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۲ رکوعاتھا ۱۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ۬ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ ①

۱۔ اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو، [۱] تمہارے لئے بے زبان جانور حلال کئے گئے ہیں [۲] سوائے ان کے جو تمہیں آئندہ پڑھ کر سنائے جائیں گے لیکن اِحرام کی حالت میں شکار کو حلال نہ سمجھنا، [۳] بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ [۴]

---

[۱] اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر قسم کے عہد و پیمان پورے کریں خواہ وہ انسان اور اس کے خالق کے درمیان ہوں یا ایک انسان کے دوسرے انسان کے ساتھ ہوں۔ ان کا تعلق دینی احکام سے ہو یا دنیاوی معاملات سے، وہ عہد اہل ایمان کے ساتھ ہوں یا غیر مسلم کے ساتھ، سب کی پابندی لازمی ہے، البتہ وہ عہد جس کے پورا کرنے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی نافرمانی ہوتی ہو اس کا پورا نہ کرنا ضروری ہے، نیز حضور اکرم ﷺ نے عہد شکنی کو منافق کی نشانی قرار دیا ہے:

''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔'' (بخاری: ۲۶۸۲: کتاب الشہادات: باب ۲۸)

[۲] مشرکینِ عرب نے اپنے باطل عقائد کی وجہ سے کئی مویشی اپنے اوپر حرام کر رکھے تھے اور کئی مویشی بنی اسرائیل پر بطورِ سزا حرام کر دیئے گئے تھے۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ یہ جانور تمہارے لئے حلال ہیں سوائے ان جانوروں کے جن کا ذکر آگے آیت نمبر تین میں آرہا ہے۔ ان کو کھانا حلال نہیں ہے۔ ان کے علاوہ حدیثِ پاک میں جن جانوروں کو حرام قرار دیا گیا ہے ان کا کھانا بھی حلال نہیں ہے، مثلاً درندوں میں ذُو ناب (جو اپنے کچلی کے دانت سے شکار پکڑتے ہیں، جیسے شیر، چیتا، کتا، بھیڑیا وغیرہ) اور پرندوں میں ذُو مخلَب (جو اپنے پنجے سے اپنا شکار پکڑتے ہیں، جیسے شکرا، باز، شاہین، عقاب وغیرہ)۔ (مسلم: ۴۹۹۶: کتاب الصید: باب ۳)

[۳] اِحرام اُس مخصوص لباس کو کہتے ہیں جو کعبہ کی زیارت کرنے والا زیب تن کرتا ہے۔ احرام کے بعد آدمی کے لئے بہت سے کام ممنوع ہو جاتے ہیں جو عام حالات میں جائز ہوتے ہیں، مثلاً بال کاٹنا، ناخن تراشنا، خوشبو لگانا، ہم بستری کرنا وغیرہ۔ انہی ممنوعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نہ وہ خود خشکی کا شکار کرے اور نہ ہی کسی اور کو شکار کی نشاندہی کرے۔ البتہ احرام کی حالت میں سمندری شکار کی اجازت ہے۔ (سورہ المائدہ: آیت نمبر ۹۶)

[۴] اللہ تعالیٰ اس کائنات کا خالق، مالک اور حاکم مطلق ہے۔ اس کو پورا اختیار ہے کہ جو چاہے حکم دے اور اہل ایمان کا فرض ہے

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَ
لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْيَ وَ لَا الْقَلَآئِدَ
وَ لَاۤ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا
مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ؕ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ
فَاصْطَادُوْا ؕ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ
صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ
تَعْتَدُوْا ۘ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪

٢۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو، [٥] اور نہ عزت والے مہینے کی اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیوں کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں (قربانی کی علامت کے) پٹے پڑے ہوئے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لئے مسجد حرام کا قصد کرنے والے ہوں، اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو، [٦] اور جن لوگوں نے تمہیں مسجد

کہ اس کے ہر حکم کے سامنے گردن جھکا دیں چاہے انہیں اس حکم کی حکمت سمجھ آئے یا نہ آئے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا لیکن اہل ایمان احکام الٰہی کی اطاعت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ان کے مالک حقیقی کا حکم ہے۔

[٥] اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے مراد دین اسلام ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے اور اس کی ناراضگی سے اجتناب کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو عظمت دی ہے ان کی تعظیم کی جائے جیسے کعبہ اور قرآن مجید وغیرہ، نیز جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے نسبت ہو جائے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جیسے غارِ حرا، روضہ رسول ﷺ، صفا و مروہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تبرکات کا تابوت وغیرہ۔ اس کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ٢٤٨ کا حاشیہ نمبر ٢٠٩ ملاحظہ فرمائیں۔

اس آیت میں حج کے متعلق چند ایسی ہی قابل عزت چیزوں کا تذکرہ ہے جن کی توہین سے منع کیا جا رہا ہے، یعنی عزت والے مہینے (رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم) قربانی کے جانور (جن کو حاجی حرم شریف میں ذبح کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے جاتے تھے یا وہ جانور جن کو حاجی حرم شریف میں ذبح کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے جاتے اور ان کے گلے میں قربانی کی نشانیاں آویزاں کر دیتے تھے) اور حج و عمرہ کی نیت سے یا تجارت و کاروبار کی غرض سے حرم شریف کی طرف جانے والے لوگ۔

اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت سے یا تجارت کی غرض سے قربانی کے جانور لے کر حرم شریف کی طرف جا رہے ہوں ان کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے چاہے وہ زائر مسلمان ہوں یا غیر مسلم کیونکہ پہلے تو صرف کافر ہی کعبہ جاتے تھے اور مسلمانوں کو جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے لیکن سات ہجری میں مسلمانوں کو بھی کعبہ کے طواف کی اجازت دی گئی، اس طرح مسلمان اور کافر دونوں کعبے کا طواف کرتے۔ اس وقت کعبہ میں بت بھی موجود تھے۔ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا اور نو ہجری میں سورہ توبہ کی آیت نمبر ٢٨ کے نزول کے بعد مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کر دیا گیا۔

[٦] احرام کی حالت میں خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا تھا لیکن احرام کھولنے کے بعد یہ پابندی ختم ہو جاتی ہے، اب کوئی حاجی شکار کرنا

Marfat.com

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ②

حرام سے روکا تھا ان کی دشمنی تمہیں اس بات پر ہرگز نہ اُکسائے کہ تم بھی ان کے ساتھ زیادتی کرو، [۷] نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) میں ایک دوسرے کی مدد کرو [۸] گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحْمُ

۳۔ تم پر حرام کئے گئے ہیں [۹] مردار، خون، خنزیر کا

چاہے تو اسے اجازت ہے۔

[۷] چھ ہجری میں حضور اکرم ﷺ چودہ سو صحابہ کرام ؓ کو ساتھ لے کر عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ آئے تو کفار مکہ نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ کفار کے اس ظالمانہ رویہ سے مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچی وہ محتاج بیان نہیں۔ عین ممکن تھا کہ مسلمان انتقامی کاروائی کرتے اور ان مشرک قبائل کو مکہ آنے سے روک دیتے جن کے راستے مسلمانوں کے مقبوضہ علاقوں سے گزرتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اگرچہ کفار نے تم پر زیادتی کی ہے لیکن ان کی یہ دشمنی تمہیں کسی زیادتی پر آمادہ نہ کرے۔ اسلام نے مسلمانوں کو انتقامی کاروائی کے بجائے بردباری اور رواداری کا درس دیا ہے۔

[۸] اہل ایمان کو زندگی کا ایک نہایت اہم اصول سکھایا جا رہا ہے یعنی نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ہر ایک سے تعاون کرو لیکن برائی اور گناہ کے معاملات میں کسی کا ساتھ نہ دو۔ اگر آج دنیا کی ساری اقوام اس اصول پر عمل کریں کہ ہر برے آدمی کو تنہا چھوڑ دیا جائے اور ہر اچھے انسان کی مدد کی جائے تو برائی از خود ختم ہو جائے گی، نیکی کا دور دورہ ہوگا اور بالآخر ساری دنیا امن و سکون کا گہوارہ بن جائے گی۔

[۹] یہاں سے حرام جانوروں کا ذکر شروع ہو رہا ہے جن کی طرف اس سورت کی آیت نمبر ایک میں اشارہ کیا گیا تھا۔

۱۔ مردار: وہ مرا ہوا جانور جس کو شرعی طریقہ پر ذبح نہ کیا گیا ہو۔

۲۔ بہا ہوا خون: وہ خون جو ذبح کے وقت بہتا ہے۔

۳۔ خنزیر (اس کے متعلق تفصیلات اس حاشیہ کے آخر میں ملاحظہ کریں)

۴۔ وہ جانور جس کو ذبح کرتے وقت اللہ کے نام کے بجائے غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو (جملہ تفاسیر) یا اس کے ذبح کرنے سے غیر اللہ کی عبادت مقصود ہو تو ایسے جانور کا گوشت کھانا حرام ہے کیونکہ مشرکین لات و عزیٰ کے نام سے ذبح کیا کرتے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کیا جائے اور غیر اللہ کی عبادت مقصود نہ ہو تو ایسے جانور کا گوشت کھانا حلال ہے اگرچہ

Marfat.com

الۡخِنۡزِیۡرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالۡمُنۡخَنِقَةُ وَالۡمَوۡقُوۡذَةُ وَ الۡمُتَرَدِّیَةُ وَالنَّطِیۡحَةُ وَ مَاۤ اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیۡتُمۡ وَ مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَنۡ تَسۡتَقۡسِمُوۡا بِالۡاَزۡلَامِ ذٰلِکُمۡ فِسۡقٌ اَلۡیَوۡمَ یَئِسَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ دِیۡنِکُمۡ

گوشت، جس جانور پر (ذبح کے وقت) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو، گلا گھونٹنے سے مرنے والا، چوٹ کھا کر مرا ہوا، بلندی سے گر کر مرا ہوا، سینگ لگنے سے مرا ہوا، جس کو درندے نے کھایا ہو سوائے اس کے جس کو تم نے (زندہ پاکر) ذبح کر لیا ہو، جو (بتوں کے) تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو اور جوئے کے تیروں سے تمہارا تقسیم کرنا، یہ سب گناہ

صدقہ، عقیقہ، ولیمہ، قربانی، ایصال ثواب کے لئے اسے کسی بھی نام سے پکارا جائے حتیٰ کہ بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور (بحیرہ اور سائبہ وغیرہ) بھی اگر اہل ایمان کو مال غنیمت کی صورت میں مل جائیں اور وہ انہیں اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کر دیں تو ان کا کھانا بھی حلال ہے۔

۵۔ وہ جانور جو گلا گھونٹنے یا گھٹنے سے مر جائے۔

٦۔ پتھر یا لاٹھی وغیرہ لگنے سے مرا ہوا جانور۔

٧۔ بلندی سے گر کر مرا ہوا جانور۔

٨۔ جو جانور کسی اور جانور یا چیز کی ٹکر سے مر جائے۔

٩۔ جس جانور کو کسی درندہ نے چیر پھاڑ کر مار ڈالا ہو۔

نوٹ: آخری پانچ قسم کے جانور یعنی نمبر پانچ سے نمبر نو تک کے جانور اگر زندہ حالت میں مل جائیں اور انہیں شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے تو پھر ان کا کھانا حلال ہے۔

١٠۔ وہ جانور بھی حرام ہیں جو نُصُب پر ذبح کئے گئے ہوں۔ نصب سے مراد وہ پتھر ہیں جن کی زمانۂ جاہلیت میں عبادت کی جاتی تھی اور ان نُصُب (پتھروں) کے لئے جانور بھی ذبح کئے جاتے تھے۔ (تفسیر ابن جریر اور صفوۃ التفاسیر) اور اس سے مراد ہر ایسی جگہ بھی ہو سکتی ہے جو مشرکانہ رسوم کی ادائیگی کے لئے مخصوص ہو۔

١١۔ مشرکین جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتے تو کسی برتن یا کپڑے میں تین تیر ڈالتے۔ ایک پر لکھا ہوتا "میرے رب نے مجھے حکم دیا" دوسرے پر لکھا ہوتا "میرے رب نے مجھے منع فرمایا" اور تیسرا خالی ہوتا، پھر آنکھیں بند کر کے ہاتھ ڈالتے اور ایک تیر نکالتے، اگر حکم والا تیر نکلتا تو کام کرتے اور اگر نہیں والا تیر نکلتا تو اس کام سے اجتناب کرتے اور اگر خالی تیر نکلتا تو دوبارہ یہی کاروائی کی جاتی۔ (تفسیر بیضاوی)

اہل اسلام کو اس توہم پرستی سے روکا جا رہا ہے کیونکہ مسلمان کو کوئی کام کرنے سے پہلے قرآن سے مشورہ لینا چاہیے اور

Marfat.com

پھر قرآن کی رہنمائی میں اپنی عقل خداداد کو استعمال کرنا چاہیے۔ یہ عقل و دانش کی کتنی بڑی توہین ہے کہ کسی کام کے اچھا یا برا ہونے میں عقل سے کام نہ لیں اور محض اتفاقات پر اپنے اعمال کی بنیاد رکھیں۔ حرام جانوروں کے سلسلہ میں اس کا ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کی یہ بھی عادت تھی کہ چند آدمی شریک ہو کر کوئی اونٹ یا بھیڑ بکری ذبح کرتے اور گوشت کی تقسیم جوئے کے تیروں سے کرتے تھے، جس میں کوئی تو بالکل محروم رہتا، کسی کو بہت زیادہ اور کسی کو اپنے حق سے کم ملتا تھا، اس لئے جانوروں کی حرمت کے ساتھ اس طریقہ کار کی حرمت کا بیان بھی کر دیا گیا تا کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

قرآن مجید میں خنزیر کا بیان

قرآن مجید نے خنزیر کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے اور چار مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے: سورہ نمبر ٢ کی آیت نمبر ١٧٣، سورہ نمبر ٥ کی آیت نمبر ٣، سورہ نمبر ٦ کی آیت نمبر ١٤٥، سورہ نمبر ١٦ کی آیت نمبر ١١٥۔

خنزیر اور بائبل

قرآن سے بہت پہلے بائبل بھی خنزیر کے گوشت کو حرام اور ناپاک قرار دے چکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

1. You may not eat their meat or even touch their dead bodies; they are forbidden foods for you. (The Living Bible 1975:Leviticus:11:8)

خنزیر کا گوشت نہ کھاؤ حتیٰ کہ اس کے مردہ جسم کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ۔ یہ تمہارے لئے ممنوعہ خوراک ہے۔

2. And the swine ... it is unclean unto you : Ye shall not eat of their flesh, nor touch their dead carcase. (The Holy Bible 1954:Deuteronomy:14:8)

خنزیر ---- یہ تمہارے لئے ناپاک ہے۔ نہ ان کا گوشت کھاؤ اور نہ ان کے مردہ جسم کو ہاتھ لگاؤ۔

نوٹ: بائبل کے عہد نامہ قدیم کی اسی صراحت کی وجہ سے یہودی بھی خنزیر کا گوشت نہیں کھاتے۔

خنزیر انسانی صحت کے لئے خطرہ ہے

ویسے تو مسلمانوں کے لئے صرف یہی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ نے خنزیر کا گوشت کھانا حرام کر دیا ہے، لیکن انہیں یہ بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی خاصیات اور اس کے اثرات سے خوب آگاہ ہے۔ اس نے انسانی خوراک کے لئے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان میں انسانی زندگی کے کسی نہ کسی پہلو کے اعتبار سے نقصان ضرور ہوتا ہے چاہے لوگوں کو اس نقصان کا علم ہو یا نہ ہو۔ جس طرح ڈاکٹر جب ایک مریض کو کسی مخصوص خوراک سے منع کرے تو اس مریض کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اس خوراک سے باز آ جائے چاہے اس خوراک کے نقصان کا اسے ذاتی طور پر علم ہو یا نہ ہو۔ آج تک تو یہ یقین ایمان بالغیب کی حیثیت رکھتا تھا لیکن اب یہ ایمان بالشہادہ کا درجہ اختیار کر گیا ہے کیونکہ جدید میڈیکل سائنس اور خنزیر کھانے والوں کی اپنی تحقیق بتا رہی ہے کہ اس کے گوشت میں مضر صحت اجزاء موجود ہیں اور وہ کئی

Marfat.com

قسم کی بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔ ان میں سے ایک اہم بیماری کا نام ٹریکی نوسز ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1.Trichinosis / Trichiniasis : A disorder resulting from infestation with the small roundworm Trichinella spiralis, commonly acquired by humans by the eating of undercooked pork containing encapsulated larvae of the parasite. Trichinosis is more common in Europe and the United States than in other parts of the world. In the United States the incidence of infection may be as high as 15 to 20 percent.

(The New Encyclopedia Britannica:15th Edition 1995)

ٹریکی نوسز ایک بیماری ہے جو انسانوں میں عام طور پر اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ خنزیر کا ایسا گوشت کھاتے ہیں جس میں ٹریکینہ کیڑے ہوں اور وہ گوشت اچھی طرح پکا ہوا نہ ہو۔ سب سے زیادہ یہ بیماری یورپ اور امریکہ میں پائی جاتی ہے۔ صرف امریکہ میں اس بیماری کے واقعات پندرہ سے بیس فیصد تک پائے جاتے ہیں۔

2- Trichina : Genus of Nematoda or threadworms ... they give rise to the disease known as Trichiniasis. The eggs are hatched out in the intestines of the host, and the trichinae then migrate to the muscles, where they become encysted and develop no further unless the flesh of the host is eaten by some other animal. They are then set free in the alimentary canal, where they become sexually mature. The natural host of this parasite is the rat, but it is often found in pigs. (The New Universal Encyclopedia: The Caxton Publishing Co. Ltd. London)

ٹریکینہ دھاگے کی طرح باریک کیڑے ہیں جن سے ٹریکی نوسز بیماری جنم لیتی ہے۔ ان کیڑوں کا اصل مقام تو چوہوں کا جسم ہے مگر خنزیر کے گوشت میں بھی اکثر پائے جاتے ہیں۔ جب کوئی انسان اس (چوہے یا خنزیر) کا گوشت کھاتا ہے تو یہ کیڑے اس کے جسم میں منتقل ہو کر اس بیماری کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

یہاں پر ایک بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ کیڑے جب تک اپنے اصلی مقام یعنی چوہے اور خنزیر کے گوشت میں رہتے ہیں تو ان (چوہے اور خنزیر) کے جسموں میں بیماری کا باعث نہیں بنتے کیونکہ یہ ان کے گوشت کا ایک حصہ بن جاتے ہیں لیکن جب کوئی انسان ان کے گوشت کو کھاتا ہے تو یہ اپنی فطرت سے مختلف جسم میں جا کر بیماری کا باعث بنتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان دو جانوروں (خنزیر اور چوہے) کا گوشت انسانوں کے کھانے کے قابل نہیں ہے۔

Marfat.com

خنزیر اور اخلاقی بگاڑ

خنزیر کو پالنے اور اس کا گوشت کھانے سے نہ صرف یہ کہ انسانی جسم مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے بلکہ روح انسانی بھی اس کے اثراتِ بد سے متاثر ہوتی ہے اور اخلاق میں زبردست بگاڑ پیدا ہوتا ہے، کیونکہ بری صحبت اور ناپاک غذا کا انسانی مزاج اور طبیعت پر اثر ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اس حوالے سے The English Pig کے مصنف کے خیالات ملاحظہ فرمائیں:

Domestication alters the nature and behaviour of the controlled animal. (Similarly) Domestication also generates a familiarity with the animal that affects human consciousness. (The English Pig : Published by The Hambledon Press London 1998 : Page No. 129)

جس طرح کسی جانور کو پالتو بنانے سے اس جانور کی فطرت اور چال ڈھال میں تبدیلی آجاتی ہے اسی طرح یہ عمل جانور کے ساتھ ایسی بے تکلفی بھی پیدا کرتا ہے جو انسان کے شعور پر اثر انداز ہوتی ہے۔

اس حقیقت کو اگر آپ مشاہدہ کرنا چاہیں تو یورپ (جہاں خنزیر کو بڑے اہتمام سے پالا جاتا ہے اور اس کا گوشت بڑے شوق سے کھایا جاتا ہے) کی تہذیب پر ایک نظر ڈالیں، جہاں بے حیائی اور فحاشی عام ہے۔ عورت چوراہے کا گڑھا بن چکی ہے اور جنسی پیاسے قطار میں کھڑے اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں اور یورپی مرد بے غیرتی کا اشتہار سینے پر آویزاں کئے یہ سارا تماشا دیکھ رہا ہے۔ اگر کہا جائے کہ یہ سب کچھ خنزیر کی صحبت اور اس کے حرام اور ناپاک گوشت کا اثر ہے تو یہ بے جا نہ ہوگا کیونکہ مشہور ہے کہ مادہ خنزیر کے ساتھ جب ایک خنزیر جفتی کر رہا ہوتا ہے تو دوسرے خنزیر قریب کھڑے دیکھ رہے ہوتے ہیں اور اپنی باری کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں جبکہ دیگر سارے جانور اپنی مادہ کے بارے میں بڑے غیرت مند ہوتے ہیں اور دوسرے نر کو اس کے قریب نہیں آنے دیتے۔

خنزیر کیسا جانور ہے

خنزیر نہایت غلیظ، کاہل، قابل نفرت اور بے غیرت جانور ہے۔ ہم یہاں چند حوالے پیش کر رہے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ رائے ان لوگوں کی ہے جو خنزیر کو پالتے اور اس کا گوشت کھاتے ہیں۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔

1. The pig is a fat, sleepy, stupid, dirty animal, wallowing constantly in the mire. (The English Pig : Published by The Hambledon Press London 1998:Page No.1)

خنزیر ایک موٹا، سست، بیوقوف اور گندا جانور ہے جو ہمیشہ کیچڑ اور غلاظت میں رہتا ہے۔

Marfat.com

2. They will eat small quantities of many materials from a very early age, including feed, earth and the faeces of the dam. (Fream's Agriculture: Printed by Butler & Tanner Ltd. London:16th Edition 1983:Page No.684)

خنزیر بچپن ہی سے بہت سی چیزیں کھانا شروع کر دیتے ہیں جن میں مٹی اور ان کی ماں کی غلاظت بھی شامل ہے۔

3. A man from St. Helens, Lancashire, born in 1893, recalled of the houses there: 'Not only was there the open lavatory in the back yard, many of the people when I was young, kept a pig in the yard.' (The English Pig:Published by The Hambledon Press London 1998:Page No.42)

برطانیہ میں لنکا شائر کا ایک آدمی جو ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوا، وہ اپنے بچپن کو یاد کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ لوگ گھروں کے پچھلے احاطہ میں قضائے حاجت کرتے تھے (یعنی بیت الخلاء نہیں تھے) تو بہت سے لوگ گھروں کے پچھلے احاطہ میں ایک خنزیر رکھتے تھے (جو ان کی غلاظت کھا جاتا تھا)۔

4. The pig is the Husbandman's best Scavenger, and the Huswives most wholsome sink; for his food and living is by that which will else rot in yard ...; for from the Husbandman he taketh pulse, chaff, barn dust, man's ordure, garbage, and the weeds of his yard: and from the huswife her draff, swillings, whey, washing of tubs, and such like, with which he will live and keep a good state of body, very sufficiently. (Page No. 34 ibid)

خنزیر کسان کا بہترین خاکروب اور اس کی بیوی کے لئے سب سے بڑھ کر صحت بخش سنک ہے کیونکہ اس کی خوراک وہ چیزیں ہیں جو صحن میں گل سڑ جاتی ہیں، نیز یہ کسان سے بیج، چھلکے، اصطبل کی گرد و غبار، انسان کی غلاظت، کوڑا کرکٹ اور اس کے احاطہ کی گھاس پھونس لیتا ہے اور کسان کی بیوی سے شراب بنانے کا فضلہ، دودھ کی تلچھٹ اور ٹب کا گندا پانی لے کر خوب صحت مند رہتا ہے۔

5- The hog during life does not render the least service to mankind, except in removing that filth which other animals reject. (Page No. 30 ibid)

خنزیر اپنی زندگی میں انسانیت کی کوئی خدمت نہیں کرتا سوائے اس گندگی ہٹانے کے جو دوسرے جانور رد کر دیتے ہیں۔

6- It would be more accurate to say that the pig was generally

Marfat.com

فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِ ؕ اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَ

ہے، آج کافر تمہارے دین (پر غالب آنے) سے مایوس ہو گئے ہیں،[۱۰] لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو اور

acknowledged to have a character, but that this character was not considered in any way attractive or admirable. (Page No. 1 ibid)

خنزیر کے متعلق زیادہ درست بات یہی ہے کہ اس میں کوئی قابل تعریف یا دلکش خاصیت نہیں ہے۔

خنزیر کا نام ہر تہذیب میں گالی ہے

مسلمان اور یہودی تو خنزیر کی ذات سے نفرت کرتے اور اس کے نام کو گالی سمجھتے ہی ہیں لیکن جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔خود انگریزی زبان میں خنزیر کا لفظ گالی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

Indeed, the pig was usually thought to be brutish, insensitive and filthy - so much so, in fact, that it became a commonplace metaphor for human greed, grossness and intemperance. (Page No. 1 ibid)

درحقیقت خنزیر ایک ایسا احمق، بے غیرت اور گندا جانور ہے کہ جب کسی انسان کو اس کے نام سے پکارا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان لالچی، شرابی، بدپرہیز اور غیر مہذب ہے۔

انگریزی زبان میں خنزیر کے لئے Pig , Swine اور Hog کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ان الفاظ کو جب کسی انسان کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ انسان لالچی، گندا، بداخلاق، خودغرض، مکروہ، ناخوشگوار، بدبودار اور نفرت انگیز ہے۔(Oxford Advanced Learner's Dictionary : 4th Edition 1989)

خنزیر کا گوشت کیوں حرام ہے؟

آپ پڑھ چکے ہیں کہ خنزیر کے لفظ اور اس کے معنیٰ میں کوئی خیر کا پہلو ہے اور نہ ہی اس کی عادات اور خوراک میں کوئی اچھائی ہے۔اس کا گوشت کھانے میں بیماری کے خطرات ہیں۔وہ غلاظت کھانے کا اس قدر دلدادہ ہے کہ اگر اس کو صاف جگہ پر بند کر دیا جائے تو وہاں بھی اپنی غلاظت کھا کر اپنا ذوق بدپورا کر لیتا ہے۔ایسے گندے جانور کو تو دیکھنا بھی طبیعت پر گراں گزرتا ہے چہ جائیکہ اس کا گوشت کھایا جائے۔

[۱۰] کفار روز اول سے ہی دین اسلام کو مٹانے میں سرگرم تھے۔انہیں امید تھی کہ اسلام ایک دن ختم ہو جائے گا اور مسلمان پھر کفر کی طرف لوٹ آئیں گے، لیکن حجۃ الوداع کے موقع پر اسلام کی شان و شوکت دیکھ کر ان کے سارے اندازے غلط ثابت ہو گئے اور وہ اسلام کو مٹانے سے مایوس ہو گئے بلکہ انہیں یقین ہو گیا کہ اسلام کی بنیادیں اتنی مضبوط ہیں کہ وہ کبھی مٹ نہ سکے گا، نیز قرآن نے بھی اعلان کر دیا کہ اہل اسلام کو اب کفار سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔انہیں صرف اللہ تعالیٰ

Marfat.com

رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ فَمَنِ اضۡطُرَّ فِیۡ مَخۡمَصَۃٍ غَیۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ ۙ فَاِنَّ

مجھ ہی سے ڈرو، آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے [۱۱] اور تم پر اپنی نعمت پوری کر

سے ڈرنا چاہیے اور اسلام پر عمل کرنے میں سرگرم رہنا چاہیے۔ اب کفار میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اسلامی معاملات میں مداخلت کر سکیں۔

اس آیت سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ قرونِ اُولیٰ کے مسلمان صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اور اس پر استقامت کے باعث وہ کفار پر غالب آگئے۔ اسی طرح اگر آج بھی مسلمان صرف اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اس پر ثابت قدم رہیں تو کوئی کافر طاقت ان پر غالب نہیں آسکتی۔

[۱۱] یہ آیت ہجرت کے دسویں سال حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات میں نویں ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک عصر کے وقت نازل ہوئی۔ اس وقت میدانِ عرفات میں ایک لاکھ سے زائد مسلمان موجود تھے اور عرب کے اکثر علاقوں پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا۔ یہ آیت اُمتِ مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہے۔ اس آیت میں بتایا گیا کہ جس دین کو لے کر حضور اکرم ﷺ تشریف لائے آج اس کے سارے احکام و فرائض، عقائد و آداب اور حلال و حرام کا بیان پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے دین ناقص تھا۔ دراصل دین ہر زمانہ میں کامل تھا، فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے دین ایک مخصوص زمانے اور علاقے کے لئے کامل تھا اور اب پوری دنیا میں قیامت تک کے لئے کامل ہے۔ (تفسیر کبیر) نیز تکمیل دین کی صورت میں نعمتِ خداوندی بھی پوری ہو گئی اور دین اسلام جو تمام سابقہ انبیاء و رُسل کا دین تھا اور اپنے اپنے زمانے کی ضروریات کے مطابق کامل دین تھا وہی دین اپنی آخری اور عالمگیر کامل صورت میں تمہارے لئے پسند کیا گیا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو خبر دی ہے کہ اسلام کامل دین ہے اس میں کسی اضافہ کی ضرورت نہیں۔ یہ دین پورا ہے اس میں کوئی نقص نہیں۔ یہ پسندیدہ دین ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی اندیشہ نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر) اور جو بھی اس دین کو چھوڑ کر کوئی اور دین اپنائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں ہوگا۔ (قرآن: ۳:۸۵)

یہ آیت حضور اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کی واضح دلیل ہے، کیونکہ جب دین مکمل ہو چکا اس کے احکام میں ردوبدل کی گنجائش نہ رہی تو پھر کسی دوسرے نبی کے آنے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ اس آیت کو سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خوشی و مسرت کا اظہار کیا لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر گریہ طاری ہو گیا اور رونے کی وجہ دریافت کرنے پر فرمایا: یہ آیت بتاتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے کیونکہ تکمیل دین کے بعد بعثتِ نبوت کی ضرورت بھی پوری ہو جاتی ہے۔ (تفسیر کبیر) چنانچہ فی الواقع ایسا ہی ہوا اور آنے والے چند ماہ میں حضور اکرم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھا اور ان کے پاس ایک یہودی تھا، اس نے کہا: اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو

Marfat.com

اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ③

دی ہے اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے، پس جو شخص بھوک میں مجبور ہو جائے (اور کوئی حرام چیز کھالے) بشرطیکہ وہ گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو[۱۲] تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَہُمۡ ؕ قُلۡ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ۙ وَ مَا عَلَّمۡتُمۡ مِّنَ الۡجَوَارِحِ مُکَلِّبِیۡنَ تُعَلِّمُوۡنَہُنَّ مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ ۫

۴۔ (اے رسول مکرم! صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے؟ آپ فرمایئے کہ تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں[۱۳] اور جن شکاری جانوروں کو تم نے شکار پکڑنے کی تعلیم

ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے: جمعہ کے دن اور عرفات کے دن (یعنی یہ دونوں دن ہمارے لئے پہلے ہی عید کا درجہ رکھتے ہیں)۔ (ترمذی: ۳۰۴۴: ابواب تفسیر القرآن: سورہ المائدہ) اس روایت سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ جس دن کوئی نعمت یا خوشی حاصل ہو اس دن کو خوشی کا دن منانا جائز ہے ورنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ صاف فرما دیتے کہ اسلام میں کسی نعمت یا خوشی والے دن کو بطور خوشی اور عید کے منانا بدعت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا بھی جائز ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیدائش کی خوشی میں ہر سوموار کو روزہ رکھتے تھے۔
(مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۹۹)

[۱۲] اگر کوئی شخص مجبور ہو جائے اور بھوک کی وجہ سے اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے تو وہ مذکورہ بالا حرام چیزوں سے بقدر ضرورت کھا سکتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی بحال رکھ سکے اور اس کی مجبوری کے باعث اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے گا۔ اس آیت سے اس بیمار کے حرام کھانے کی بھی گنجائش نکل سکتی ہے جس کی بیماری کے لئے حرام کے سوا کوئی اور دوا نہ ہو۔

[۱۳] حرام چیزوں کے بیان کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حلال چیزوں کے بارے میں سوال کیا۔ قرآن مجید نے اس کا جواب یہ دیا کہ سب پاک چیزیں حلال ہیں اور پاک چیزیں وہ ہیں جن کو ذوقِ سلیم پسند کرے اور شریعت نے انہیں حرام نہ قرار دیا ہو۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وہ (رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لئے طیب چیزوں کو حلال کرتا ہے اور خبیث چیزوں کو ان پر حرام فرماتا ہے۔ (قرآن: ۷: ۱۵۷) انسانوں میں سب سے زیادہ ذوقِ سلیم رکھنے والے انبیائے کرام علیہم السلام ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کے مطابق کسی چیز کے فائدہ اور نقصان کو بھی زیادہ جاننے والے ہیں، لہٰذا جن

Marfat.com

فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ④

دیتے ہوئے سدھایا ہو یعنی تم انہیں وہ طریقہ سکھاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے، پس جس شکار کو وہ تمہارے لئے پکڑ رکھیں تم اس میں سے کھا سکتے ہو [۱۴] اور اس جانور پر (جس کو شکار پکڑنے کیلئے چھوڑا جا رہا ہے) اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۠ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ

۵۔ آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں، اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے [۱۵] اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے، پاک دامن مسلمان عورتیں اور پاک دامن عورتیں ان لوگوں

چیزوں کو حضور اکرم ﷺ نے طیب فرمایا وہی حقیقت میں پاکیزہ ہیں اور جن چیزوں کو حضور اکرم ﷺ نے خبیث قرار دیا وہی حقیقت میں ناپاک ہیں۔

[۱۴] سدھائے ہوئے شکاری جانوروں سے مراد وہ پرندے اور درندے (باز، شکرے، کتے اور چیتے وغیرہ) ہیں جو شکار کو خود نہیں کھاتے بلکہ پکڑ کر اپنے مالک کے پاس لے آتے ہیں۔ ایسے سدھائے ہوئے جانور کو اگر تکبیر پڑھ کر یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چھوڑا جائے تو اس کا شکار کیا ہوا جانور اگر زندہ ملے تو اسے تکبیر پڑھ کر ذبح کیا جائے اور اگر زخمی ہو کر مر جائے تو بھی وہ حلال ہوگا کیونکہ شکاری جانور کو اس پر چھوڑتے وقت تکبیر پڑھی گئی تھی۔ اسی طرح تیر اور بندوق چلاتے وقت تکبیر پڑھ لی جائے تو ان کا شکار اگر زخمی ہو کر ذبح کرنے سے پہلے مر جائے تو بھی حلال ہوگا کیونکہ شکار کے جسم سے خون کا نکلنا ضروری ہے جو کہ زخمی ہونے کی صورت میں نکل جاتا ہے۔

[۱۵] اہل کتاب یعنی یہودی اور عیسائی حضرات کے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت کھانا حلال ہے بشرطیکہ انہوں نے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو، اور اگر اہل کتاب ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیں تو اس ذبیحہ کے متعلق حضرت حسن بصری کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی خود سنے کہ اہل کتاب نے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہے تو وہ اُسے نہ کھائے اور اگر خود نہ سنے تو اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اہل کتاب ذبح کے وقت کیا کہتے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی) جواز کی حد تک یہ قول بہترین ہے تا کہ ضرورت کے وقت اہل کتاب کا ذبیحہ کھا لیا جائے لیکن

Marfat.com

قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ

میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی۔ (بھی تمہارے لئے حلال ہیں) [١٦] جب کہ تم ان کے

تقویٰ اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ بلا ضرورت ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے۔ (ردالمحتار: کتاب الذبائح) تا کہ ذہن کے کسی گوشے میں حرام کا کوئی شبہ پیدا نہ ہو۔

بہر حال جو اہل کتاب جانور کو با قاعدہ ذبح نہ کریں اور اس کا خون نہ بہائیں بلکہ کسی اور طریقہ سے جانور کی زندگی ختم کر دیں تو اس کا کھانا حلال نہیں ہوگا، نیز غیر اہل کتاب (بت پرست، مجوسی، مرتد، مشرک وغیرہ) کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال نہیں ہوگا کیونکہ وہ کسی آسمانی کتاب یا نبی پر ایمان نہیں رکھتے۔ (ردالمحتار: کتاب الذبائح)

اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام اور اہل کتاب کے درمیان متعدد امور مشترک ہیں مثلاً دونوں مذاہب کی کتابیں آسمانی ہیں اور وہ دونوں اللہ تعالیٰ، انبیائے کرام علیہم السلام، فرشتوں، قیامت، جنت اور دوزخ کے قائل ہیں۔ اسی طرح بائبل کے مطابق درج ذیل جانوروں کے حرام ہونے میں بھی مسلمان اور اہل کتاب مشترک ہیں، مثلاً: مردار، گلا گھونٹے سے مرا ہوا جانور، درندے کے پھاڑنے سے مرا ہوا جانور، بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور اور خنزیر وغیرہ۔ (احبار: ٧: ٢٤، احبار: ١١: ٨، اعمال: ٢١: ٢٥)

[١٦] اہل کتاب عورت سے نکاح کا مسئلہ

١۔ مسلمان کے لئے حلال ہے کہ وہ مسلمان عورت سے نکاح کرے یا اہل کتاب عورت سے لیکن دونوں صورتوں میں اس بات کا خیال رکھے کہ وہ عورت پاکدامن ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بدکار عورت سے نکاح حرام ہے بلکہ مرد کو ترغیب دی جارہی ہے کہ وہ پاک دامن عورت کا انتخاب کرے تا کہ اس کے گھر کے معاملات اور اولاد کی تربیت میں کوئی خلل پیدا نہ ہو اور عورت کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ وہ بدکاری سے اجتناب کرے وگرنہ کوئی شریف آدمی اس سے نکاح نہیں کرے گا۔

٢۔ اہل کتاب عورتوں سے مسلمان مردوں کے نکاح حلال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب اور مسلمانوں کے عقائد اور جانوروں کے حلال وحرام ہونے میں متعدد امور مشترک ہیں جیسا کہ گزشتہ حاشیہ میں بیان کیا گیا ہے، نیز جن رشتوں سے اسلام میں نکاح حرام ہے اہل کتاب کے نزدیک بھی ان سے نکاح حرام ہے۔ تفصیل کے لئے بائبل: احبار: باب ١٨: آیات ٧ تا ١٩ ملاحظہ ہوں، تاہم اہل کتاب مردوں سے مسلمان عورتوں کا نکاح جائز نہیں ہے کیونکہ:

(الف) خاوند اپنی بیوی پر حاکم ہوتا ہے اور مسلمان عورت پر کافر مرد کا غلبہ شرعاً ممنوع ہے۔

(ب) اولاد اکثر باپ کا مذہب اختیار کرتی ہے، لہٰذا اگر باپ کافر ہوگا تو مسلمان عورت کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کے کافر ہونے کا خطرہ ہے جس کو کوئی بھی مسلمان عورت برداشت نہیں کر سکے گی۔

(ج) کوئی بھی اہل کتاب حضور اکرم ﷺ کو نبی نہیں مانتا۔ اگر اس کی بیوی مسلمان ہو تو وہ کسی بھی وقت حضور

Marfat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرسکتا ہے جو کہ مسلمان عورت کے لئے قابل قبول نہیں ہوگا اور گھر میں فساد شروع ہو جائے گا، جبکہ اس کے برعکس اگر مرد مسلمان ہو اور اس کی بیوی اہل کتاب ہو تو مسلمان ہر نبی پر مکمل ایمان رکھتا ہے اور کسی بھی نبی کی توہین اس کے ایمان کے خلاف ہے، لہٰذا مسلمان کے گھر میں اہل کتاب عورت کو ایسی تکلیف دہ صورت حال سے دوچار ہونے کا خطرہ نہیں بلکہ مسلمان کی زبان سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعریف سن کر اہل کتاب عورت کے دل کو مزید سکون ملے گا۔

۳۔ اہل کتاب کی تخصیص سے معلوم ہوا کہ وہ غیر مسلم عورت جو اہل کتاب نہیں اس سے نکاح حلال نہیں ہے۔ اس کی مزید تائید کے لئے قرآن مجید کی وہ آیت تلاوت کریں جس میں اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (قرآن: ۲:۲۲۱)

۴۔ اہل کتاب عورتوں سے نکاح حلال ہے تاکہ مسلمان عورت نہ ملنے کی صورت میں اہل کتاب عورت سے نکاح کر لیا جائے لیکن تقویٰ اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ بلا ضرورت اہل کتاب عورت سے نکاح نہ کیا جائے۔ (ردالمحتار: کتاب الذبائح) کیونکہ ایک گھر میں دو مذاہب کا وجود گھر کے سکون اور اولاد کے مستقبل کے لئے خطرناک ہے۔ ایسی شادی خانہ آبادی کے بجائے بالآخر خانہ بربادی کا سبب بن سکتی ہے۔ آپ خود اندازہ کریں باپ بچوں کو اپنے ساتھ مسجد لے جائے اور ماں اپنے ساتھ چرچ میں لے جائے تو اولاد کس کا مذہب اختیار کرے گی بالخصوص غیر مسلم ممالک میں جہاں میاں بیوی کے حقوق میں برابری کا تصور کچھ ایسا ہے کہ بعض حالات میں خاوند کو گھر سے نکال دیا جاتا ہے اور وہ ہفتہ میں صرف ایک دو گھنٹوں کے لئے اپنے بچوں سے ملاقات کرسکتا ہے، نیز برطانیہ میں ایسے واقعات رونما ہو چکے ہیں کہ جس اہل کتاب عورت نے اسلام قبول کئے بغیر کسی مسلمان سے نکاح کیا ہے۔ بعد میں کسی وجہ سے جب نکاح ٹوٹا تو اولاد قانونی طور پر عورت کے سپرد کر دی گئی اور بالآخر وہ اولاد اسلام سے رشتہ توڑ بیٹھی۔ اپنا اور اپنی اولاد کا ایمان بچانا ہر مسلمان کا فرض ہے اور کسی مسلمان کو ایک جائز کام کے لئے اپنے فرض کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہیے۔

۵۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے (مدائن میں) ایک یہودی عورت سے نکاح کر لیا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں خط لکھا کہ وہ یہودی عورت کو طلاق دیدیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا: کیا وہ عورت میرے لئے حرام ہے؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ یہودی عورت سے نکاح حرام نہیں ہے، لیکن مجھے خطرہ ہے کہ تم لوگ اہل کتاب کی بدکار عورتوں سے بھی نکاح کر بیٹھو گے۔ (احکام القرآن للجصاص: باب تزوج الکتابیات) اس طرح مسلمان گھروں میں بدکاری پھیلنے کا خطرہ ہے اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مسلمان اہل کتاب عورتوں کے حسن و جمال یا مال و دولت کی وجہ سے مسلمان عورتوں پر اہل کتاب عورتوں کو ترجیح دینے لگیں جس سے مسلمان عورتوں کے لئے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ بہرحال اس کے متعلق میرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جس کو کوئی مسلمان عورت مل جائے وہ غیر مسلم عورت سے شادی نہ کرے اور جس کو کوئی مسلمان عورت

Marfat.com

اَخۡدَانٍ ؕ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالۡاِیۡمَانِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ۟ ع

مہر انہیں ادا کردو پاکباز بنتے ہوئے نہ کہ اعلانیہ بدکاری کرتے ہوئے اور نہ چوری چھپے آشنا بناتے ہوئے، [۱۷] اور جو ایمان (کے تقاضوں) کا انکار کرتا ہے تو اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ [۱۸]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَکُمۡ وَاَیۡدِیَکُمۡ اِلَی الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ وَاَرۡجُلَکُمۡ اِلَی

۶۔ اے ایمان والو! جب تم نماز ادا کرنے کے لئے اُٹھو تو اپنے چہرے اور اپنے ہاتھ کہنیوں سمیت دھولو [۱۹] اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں

نہ مل سکے وہ پاکدامن اہل کتاب عورت سے شادی کرلے مگر اپنے اور اپنی اولاد کے ایمان کو بچانے کے لئے ٹھوس منصوبہ بندی کرے۔

[۱۷] مرد اور عورت کا جنسی تعلق ایک فطری امر ہے۔ اسلام اس تعلق کی قدر کرتا ہے اور باعزت طریق کار کی رہنمائی کرتا ہے۔ یعنی مرد باقاعدہ لوگوں کے سامنے نکاح کرے، عورتوں کے حقوق کی پاسبانی کرے اور کسی بھی عورت (چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم) سے اعلانیہ یا خفیہ بدکاری کا ارتکاب نہ کرے کیونکہ بدکاری اسلام میں حرام ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح عورت کے لئے پاکدامنی کی حفاظت ضروری ہے اسی طرح مرد کے لئے بھی پاکدامن ہونا ضروری ہے۔

[۱۸] کافر عورت سے نکاح کرنے میں ایمان کے ضائع ہونے کا احتمال تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو وارننگ دی ہے کہ جو مسلمان کسی عورت کی محبت میں مبتلا ہو کر ایمان کے کسی رکن کا انکار کر بیٹھے تو اس کی ساری نیکیاں ضائع ہو جائیں گی اور آخرت میں نقصان ہی نقصان ہوگا، لہٰذا کسی اہل کتاب عورت کو نکاح میں لینے سے پہلے اس کے نتائج پر اچھی طرح غور و خوض کرنا بہت ضروری ہے۔

[۱۹] جب کوئی انسان نماز پڑھنے کا ارادہ کرے اگر وہ بے وضو ہے تو وضو کرے اور اگر باوضو ہے تو دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں لیکن اگر تازہ وضو کرلے تو ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام طور پر ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے تھے لیکن کبھی کبھی ایک وضو کے ساتھ چند نمازیں بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔

وضو کے چار فرض ہیں یعنی منہ کا دھونا، ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا، سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں سمیت پاؤں کا دھونا۔ اس کے علاوہ نیت کرنا، بسم اللہ پڑھنا، کلی کرنا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، کانوں کا مسح کرنا، قبلہ رخ ہو کر وضو کرنا اور گردن کا مسح کرنا وغیرہ وضو کی سنتیں اور مستحبات ہیں جن کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ وضو کی فضیلت کے

Marfat.com

الْكَعْبَيْنِ ۭ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ
وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ
اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ
فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ مَا
يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ
وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ
عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۶﴾

سمیت دھولو، اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو (سارا بدن) پاک کرلو، [۲۰] اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو، پھر تم پانی کو نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو، [۲۱] یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس پاک مٹی سے مسح کرلو، اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک کردے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے [۲۲] تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو۔

متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۳۴۰)

۲۔ جب کوئی مسلمان وضو کرتے وقت اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا اور جب وہ ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا اور جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے پاؤں سے چل کر کیا تھا حتی کہ وہ گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔

(مسلم: ۵۷۷: کتاب الطہارۃ: باب ۱۰)

[۲۰] بیوی سے صحبت کرنے یا منی نکلنے سے انسان جنبی ہو جاتا ہے یعنی اس کا سارا جسم ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس کی طہارت صرف وضو سے نہیں ہوتی بلکہ غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

[۲۱] وضو یا غسل کے لئے اگر پانی نہ مل سکے یا پانی موجود ہو لیکن اس کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو صرف تیمم کرنے سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ تیمم کا طریقہ اور اس کی حکمت کے لئے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۴۳ کا حاشیہ نمبر ۶۰ ملاحظہ ہو۔

[۲۲] پانی نہ ملنے کی صورت میں بھی اگر وضو اور غسل پر اصرار کیا جاتا تو مشکلات پیدا ہو جاتیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس فرض میں رعایت اور آسانی کے پیش نظر تیمم کی اجازت عطا فرمائی، تاہم وضو، غسل اور تیمم کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ تم پر تنگی نہیں ڈالنا چاہتا بلکہ تمہیں نجاستوں سے پاک کر کے تم پر اپنی نعمت پوری کرنا چاہتا ہے، یعنی ایک طرف وضو کے ساتھ تمہارے ظاہر کو پاک کیا اور دوسری طرف وضو کی برکت سے تمہاری آنکھ، ہاتھ اور پاؤں کے گناہ معاف فرما کر تمہارے باطن کو پاک کیا تاکہ تم پاک صاف ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

Marfat.com

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۷

۷۔ اور تم پر اللہ تعالیٰ کی جو نعمت ہے اس کو یاد رکھو اور اس کے پختہ عہد کو بھی (یاد رکھو) جو اس نے تم سے لیا ہے [۲۳] جب تم نے کہا تھا: ہم نے سنا اور اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کی باتیں جاننے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۸

۸۔ اے ایمان والو! تم اللہ کے لئے (حق پر) مضبوطی سے قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ [۲۴] اور کسی قوم کی عداوت تمہیں اس پر ہرگز نہ اُکسائے کہ تم عدل نہ کرو، [۲۵] عدل کیا کرو، وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

نوٹ: ان رعایتوں کے باوجود اگر کوئی انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کو سختی یا تنگی تصور کرتا ہے تو اس کی مثال اس بچے کی سی ہے جو اپنے شفیق باپ کی نصیحتوں کو ظلم سمجھتا ہے یا اس کی مثال اس مریض کی سی ہے جو اپنے ڈاکٹر کی ہدایت کو سختی تصور کرتا ہے۔

[۲۳] اہل ایمان کو تلقین کی جارہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد رکھیں کہ اس نے انہیں اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور تسلیم و رضا کے اس عہد و پیمان کو بھی یاد رکھیں جس کا اعلان اسلام قبول کرتے وقت سارے انسان کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام سنتے ہی سر تسلیم خم کردیں گے۔ اب دوبارہ اہل ایمان کو اس وعدہ کی یاددہانی کرائی جارہی ہے کہ وہ احسان فراموشی اور عہد شکنی سے پرہیز کریں اور ہر حال میں پورے خلوص کے ساتھ احکام خداوندی کی پیروی کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے دلوں کے اسرار سے خوب واقف ہے اور ہر ایک کو ان کی نیتوں کے مطابق ثواب و عذاب دے گا۔

[۲۴] اہل ایمان کو تاکید کی جارہی ہے کہ وہ حق پر ثابت قدم رہیں اور انصاف کے ساتھ گواہی دیں کیونکہ گواہی انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور جس کسی نے جھوٹی گواہی دی تو وہ اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے۔

[۲۵] اگرچہ کفار نے تم پر مظالم کے پہاڑ توڑے ہیں لیکن ان کی یہ دشمنی تمہیں کسی زیادتی اور بے انصافی پر آمادہ نہ کرے بلکہ ہر

Marfat.com

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑨

۹۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑩

۱۰۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخی ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ ع

۱۱۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہوئی ہے جب ایک قوم نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائے تو اللہ تعالیٰ نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک لیا، [۲٦] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔

حال میں عدل وانصاف کا دامن تھامے رکھو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ جب کفار کے ساتھ عدل کرنے کا یہ تاکیدی حکم ہے تو اہل ایمان کے ساتھ عدل کرنے کی اہمیت محتاج بیان نہیں۔

[۲٦] کفار نے حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو مٹانے کی بارہا سازشیں کیں مگر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے حضور اکرم ﷺ کو کفار کے ہاتھوں سے محفوظ رکھا۔ اس آیت کے ضمن میں مفسرین نے کئی واقعات بیان کیے ہیں ان میں سے ایک درج ذیل ہے:

حضور اکرم ﷺ بعض صحابہ کرام ؓ کے ہمراہ قبیلہ بنی نضیر کے یہودیوں کے پاس ایک دیت کے معاملہ میں گئے تاکہ حسب معاہدہ یہودی اس دیت میں اپنا حصہ ادا کریں۔ یہودیوں نے کہا: آپ ﷺ تشریف رکھیں ہم آپ کے لئے کھانا اور دیت کا حصہ لے کر آتے ہیں، چنانچہ وہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو ایک دیوار کے ساتھ بٹھا کر خود کھانا لانے کے بہانے گئے اور سازش یہ کی کہ دیوار کے اوپر سے ایک بھاری پتھر حضور اکرم ﷺ کے اوپر گرا کر آپ ﷺ کو شہید کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم ﷺ کو یہودیوں کی اس سازش سے آگاہ فرما دیا اور آپ کھانے اور دیت کا انتظار کئے بغیر فوراً اٹھ کر تشریف لے گئے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی اور دیگر عربی تفاسیر) یعنی اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو یہود کی سازش سے بچا لیا، نیز اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جو قوم آج بھی تقویٰ اور توکل کے تقاضے پورے کرے وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت ونصرت کی مستحق

Marfat.com

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا تھا اور ہم نے ان میں سے بارہ نقیب مقرر کئے، [۲۷] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی [۲۸] اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کی مدد کی اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دیا تو میں ضرور تم سے تمہارے گناہ دور کر دوں گا اور میں تم کو ضرور ان باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، پس اس کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو وہ یقیناً سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔

قرار پائے گی۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

[۲۷] نقیب اس سردار کو کہتے ہیں جو اپنی قوم کے احوال پر آگاہ ہو اور ان کی صلاح و فلاح میں سرگرم رہے۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر قبیلے سے ایک ایک آدمی کو نقیب مقرر فرمایا تاکہ وہ اپنی اپنی قوم کی نگرانی و رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے۔ لیلۃ العقبہ میں جب مدینہ کے ستر مردوں اور دو عورتوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان میں سے بارہ نقیب مقرر فرمائے۔ (تفسیر قرطبی) تاکہ وہ دیگر مسلمانوں کی رہنمائی میں سرگرم رہیں۔ اس آیت سے ایک نکتہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آج جب کوئی پیر طریقت لوگوں کی رہنمائی کے لئے اپنے کسی مرید کو خلیفہ مقرر کرتا ہے تو وہ دراصل انبیاء کرام علیہم السلام کی نقیب مقرر کرنے والی سنت ادا کرتا ہے۔

[۲۸] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دیں یعنی دین کے کاموں اور غریبوں کی خبر گیری پر دولت خرچ کریں۔ اور اس کے ساتھ یہ خوش خبری بھی سنائی کہ اگر انہوں نے اس عہد کی پابندی کی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کے شاملِ حال رہے گی۔ ان کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔

Marfat.com

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ پھر ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی [۲۹] اور ان کے دل سخت کر دیے، وہ (اللہ تعالیٰ کے) کلام کو اپنی اصلی جگہوں سے بدل دیتے ہیں اور جس کے ساتھ انہیں نصیحت کی گئی تھی اس کا بڑا حصہ انہوں نے بھلا دیا، اور آپ ان کی خیانت پر ہمیشہ آگاہ ہوتے رہیں گے سوائے چند لوگوں کے (جو اس خیانت سے محفوظ رہے)، پس آپ انہیں معاف کر دیں اور درگزر فرمائیں، بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

وَ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ سَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ وعدہ لیا تھا جنہوں نے کہا کہ ہم نصرانی ہیں، [۳۰] پس انہوں نے بھی اس کا بڑا حصہ بھلا دیا جس کے ساتھ انہیں نصیحت کی گئی تھی، تو ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لئے عداوت اور بغض کو ڈال دیا، اور عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

[۲۹] بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے وعدہ کی خلاف ورزی کی جس کی سزا کے طور پر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیے گئے اور ان کے دل اس حد تک سخت ہو گئے کہ انہوں نے تورات میں تحریف شروع کر دی اور بہت سے احکام خداوندی کو فراموش کر دیا۔ اے رسول مکرم ﷺ! آپ دیکھیں گے کہ ان کی اکثریت ہمیشہ خیانت میں مبتلا رہے گی یعنی وہ احکام تورات کے ساتھ خیانت کرتے ہوئے آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے، مگر ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو خیانت کے بجائے حقیقت پسندی سے کام لے کر مسلمان ہو جائیں گے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے رسول مکرم ﷺ! ان لوگوں نے آپ کو تکلیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا لیکن آپ انہیں معاف فرما دیں یعنی ملک وملت اور شریعت کے مجرموں کو سزا تو ملنی چاہیے لیکن اگر شرعی ضرورت نہ ہو تو ان کی خیانتوں اور خطاؤں سے درگزر کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔

[۳۰] یہود کی طرح اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں سے بھی عہد لیا مگر انہوں نے بھی بہت سے احکام خداوندی کو فراموش کر دیا جس کی سزا کے طور پر وہ کئی فرقوں میں بٹ گئے۔ ایک دوسرے کو کافر کہنا شروع کر دیا اور ان کے درمیان آپس میں ہمیشہ کے لیے

Marfat.com

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾

۱۵۔ اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے جو تمہارے لئے بہت سی ایسی چیزیں بیان کرتا ہے جن کو تم کتاب میں چھپایا کرتے تھے [۳۱] اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کرتا ہے، بے شک تمہارے پاس آ گیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور [۳۲] اور ایک ظاہر کرنے والی کتاب۔

يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

۱۶۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں اور

بغض و عناد پیدا ہو گیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ سیاسی مفادات کی خاطر اگر کبھی عیسائی فرقے اکٹھے ہوئے ہیں تو بھی ان کے دلوں سے بغض و عناد ختم نہیں ہوا۔

نوٹ: یہ آیت مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کیونکہ عیسائیوں کی یہ بیماری مسلمانوں میں بھی داخل ہو چکی ہے۔ مسلمان بھی کئی فرقوں میں تقسیم ہو کر آپس میں بغض و عناد کا شکار ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آمین!

[۳۱] تورات اور انجیل کے وہ احکام جو اہل کتاب کو پسند نہیں تھے وہ انہیں چھپایا کرتے تھے مثلاً آیت رجم یعنی زانی مرد اور عورت کو سنگسار کرنا اور حضور اکرم ﷺ کے اوصاف و بشارات والی آیات وغیرہا۔ مگر حضور اکرم ﷺ نے تورات و انجیل کے ایسے بہت سے احکام کو ظاہر فرما دیا جن کا اظہار ضروری تھا اور بہت سے امور سے چشم پوشی بھی فرمائی جن میں اہل کتاب کی رسوائی کے علاوہ کوئی دینی فائدہ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو اسلام لانے کا ایک اور سنہری موقع عطا فرمایا یعنی میرا رسول اُمّی ہے۔ کسی مدرسہ میں علم حاصل کرنے کے لئے نہیں گیا۔ اس کے باوجود اس نے تمہارے چھپائے ہوئے احکام ظاہر کر دیئے ہیں جو کہ اس رسول مکرم ﷺ کے علم کامل اور سچا نبی ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے، لہٰذا اس حقیقت کو سمجھو اور اسلام لانے میں دیر نہ کرو۔

[۳۲] جمہور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں: نور سے مراد ذات پاک محمد مصطفیٰ ﷺ ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کیا، اسلام کو ظاہر فرمایا اور شرک کو مٹایا۔ حضور اکرم ﷺ نور ہیں مگر اس کے لئے جو اس نور سے روشنی حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

Marfat.com

بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ⑯

اپنی توفیق سے انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے [۳۳] اور سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑰

۱۷۔ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا: بے شک اللہ تو مسیح ابن مریم ہی ہے، [۳۴] (اے رسولِ مکرم!) آپ فرمائیے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم، اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمائے تو کس کی مجال ہے کہ اس کو اس ارادہ سے باز رکھ سکے، اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے، [۳۵] اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ

۱۸۔ اور یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، (پیارے نبی!) آپ فرمائیے: پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟

[۳۳] قرآن مجید اور اس کی عملی تفسیر یعنی حضور اکرم ﷺ کے ذریعے صرف وہی لوگ سلامتی اور راستی کی راہیں دیکھ پاتے ہیں اور تاریکیوں سے نکل کر روشنی سے ہمکنار ہوتے ہیں جو خلوصِ نیت اور پوری جدوجہد کے ساتھ رضائے خداوندی کے طالب ہوتے ہیں اور جن لوگوں کی نیتوں میں فتور اور اعمال میں نفاق ہو وہ تاریکیوں میں ہی سرگرداں رہتے ہیں۔

[۳۴] جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کہتے ہیں وہ کافر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو وہ ہے کہ اگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان کی والدہ اور ساری دنیا کو ہلاک کرنا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا وہ ساری کائنات کا مالک اور مختار ہے، تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی پیدائش، زندگی اور موت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں تو پھر وہ خود اللہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

[۳۵] اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ نر اور مادہ کے اجتماع سے پیدائش کا سلسلہ رواں دواں ہے، لیکن اس کی قدرت یہ ہے کہ وہ جو چاہے جب چاہے اور جس طرح چاہے پیدا فرماتا ہے، مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر نر اور مادہ کے مٹی سے پیدا فرمایا۔ حضرت حوا کو بغیر مادہ کے حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر نر کے حضرت مریم سلام اللہ علیہا سے پیدا کیا۔

Marfat.com

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

[۳۶] بلکہ تم بھی اس کی مخلوق میں سے ایک انسان ہو، وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا سزا دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اسی کی طرف (سب نے) لوٹ کر جانا ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰي فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع

۱۹۔ اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے [۳۷] جو تمہارے لئے (احکام خداوندی) بیان کرتا ہے جبکہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک مدت تک بند تھا تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا، پس اب تو تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

---

[۳۶] یہود و نصاریٰ کو جب اسلام کی دعوت دی جاتی اور انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو وہ کہتے کہ ہمیں اسلام قبول کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور پیارے ہیں، نیز اس کے نبیوں کی اولاد ہیں اس لئے ہمارے ساتھ امتیازی سلوک ہوگا اور ہم جنت میں جائیں گے۔ اس غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا: اگر تم واقعی اس دعویٰ میں سچے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے اسلاف کو اس دنیا میں سزا کیوں دی حتیٰ کہ بعض کو بندر بنا دیا اور آخرت میں بھی تم خود تسلیم کرتے ہو کہ چند روز کے لئے تم کو دوزخ میں عذاب دیا جائیگا۔ (قرآن: ۲: ۸۰) حالانکہ اپنے پیاروں کو کوئی بھی آگ میں جلانا گوارا نہیں کرتا اور اگر تم کو بھی عذاب سے واسطہ پڑنا ہے تو اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ تم بھی دوسرے لوگوں کی طرح انسان ہو اور تمہارے گناہوں پر تمہیں بھی عذاب دیا جائیگا اور اللہ تعالیٰ کے حقیقی پیارے وہ خوش نصیب ہوں گے جو ایمان اور تقویٰ میں اعلیٰ ہوں گے۔

[۳۷] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تقریباً چھ سو سالوں تک نبوت کا سلسلہ منقطع رہا۔ اس وقفہ کے بعد آخری رسول حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے تو اہل کتاب کو بتایا جا رہا ہے کہ وہ نبی مکرم آ گیا ہے جس کی بشارت تمہارے انبیائے کرام علیہم السلام نے دی تھی اور اس نے احکام خداوندی کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ اب تم اس پر ایمان لے آؤ ورنہ بروز قیامت تم اپنی گمراہیوں کا یہ عذر پیش نہیں کر سکو گے کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر رسول ہی نہیں آیا تو ہم ہدایت کہاں سے حاصل کرتے۔

Marfat.com

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۰

۲۰۔ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمہیں عطا کی تھی [۳۸] جب اس نے تم میں سے انبیاء بنائے اور تمہیں حکمران بنایا اور تم کو وہ کچھ دیا جو سارے جہانوں میں کسی کو نہیں دیا تھا۔

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۲۱

۲۱۔ اے میری قوم! اس پاک زمین [۳۹] میں داخل ہو جاؤ جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے، [۴۰] اور پیٹھ پھیرتے ہوئے پیچھے نہ ہٹو ورنہ تم نقصان اُٹھاتے ہوئے لوٹو گے۔

---

[۳۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے احسان یاد دلائے کہ اس نے تمہاری ہدایت کے لئے تم میں سے کثرت کے ساتھ انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے۔ اتنے نبی کسی اور قوم میں نہیں آئے۔ (تفسیر بیضاوی) نیز تمہیں فرعون کی غلامی سے نکال کر آزادی اور حکومت عطا فرمائی اور یہ ساری نعمتیں ایسی تھیں جو اس دور میں بنی اسرائیل کے سوا کسی اور قوم کو نصیب نہیں تھیں۔
اس آیت سے معلوم ہوا کہ:
۱۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی تشریف آوری نعمت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس کے ذکر کرنے کا حکم دیا۔ اگر بنی اسرائیل کے انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اور یقیناً ہیں اور ان کے ذکر سے برکتوں کا نزول بھی ہوتا ہے، تو حضور اکرم ﷺ جو تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے سردار ہیں، آپ ﷺ کی تشریف آوری تو بدرجہ اولیٰ نعمت ہے۔
۲۔ محافل میلاد بھی نزولِ برکات کا سبب ہیں کیونکہ ان میں آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر ہوتا ہے۔
۳۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے خاندان سے ہونا بھی ایک نعمت اور شرافت کا سبب ہے جب کہ ایمان کے ساتھ ہو اور اس پر فخر کے بجائے شکر کی ضرورت ہے، لہٰذا اہل اسلام کو چاہیے کہ وہ سادات کا خصوصی احترام کریں اور سادات کو چاہیے کہ وہ اپنے خاندان کی لاج رکھتے ہوئے نیک اعمال کا التزام کریں اور اعلیٰ درجے کا تقویٰ اختیار کریں۔

[۳۹] اس آیت کی تفسیر میں علامہ بیضاوی لکھتے ہیں کہ پاک زمین سے مراد بیت المقدس ہے اور اس کو پاک زمین اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ انبیائے کرام علیہم السلام اور مومنین کا مسکن رہی ہے۔ (تفسیر بیضاوی) اس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام اور مومنین کی سکونت سے زمین کو بھی شرف حاصل ہو جاتا ہے، لہٰذا مکہ شریف، مدینہ شریف، بغداد شریف، اجمیر شریف اور بھیرہ شریف وغیرہ کہنا درست اور برکت کا باعث ہے۔

[۴۰] آنے والی چند آیات میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ بنی اسرائیل کے جد امجد حضرت یعقوب علیہ السلام

Marfat.com

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾

۲۲۔ انہوں نے کہا: اے موسیٰ! اس زمین میں تو بڑی جابر قوم (آباد) ہے اور ہم اس زمین میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس زمین سے نکل نہ جائیں، ہاں اگر وہ اس زمین سے نکل جائیں تو پھر ہم ضرور داخل ہوں گے۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾

۲۳۔ (اللہ تعالیٰ سے) ڈرنے والوں میں سے دو آدمیوں نے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا تھا کہا: تم دروازہ سے ان پر داخل ہو جاؤ اور جب تم دروازہ سے داخل ہو گے تو یقیناً تم ہی غالب آ جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اگر تم مومن ہو۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ

۲۴۔ انہوں نے کہا: اے موسیٰ! بے شک ہم ہرگز کبھی بھی اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ اس زمین میں ہیں، پس تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ

کا مسکن بیت المقدس تھا جو اس وقت ملک شام کا حصہ تھا، لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت یوسف علیہ السلام کو جب مصر کی حکومت ملی تو یہ سارا خاندان مصر جا کر آباد ہو گیا، لیکن فرعون کے دورِ حکومت میں جب بنی اسرائیل پر مظالم کی انتہا ہو گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر رات کی تاریکی میں مصر سے ہجرت کر گئے۔ فرعون نے تعاقب کیا مگر وہ لشکر سمیت سمندر میں غرق ہو گیا۔ اس وقت بیت المقدس پر عمالقہ قابض تھے جو کہ کافر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ اپنے آبائی وطن بیت المقدس میں جا کر آباد ہوں اور اس پاک سرزمین کو کفار کے غلبہ سے آزاد کرائیں، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کے حالات معلوم کرنے کے لئے بارہ نقیب روانہ کئے، جن میں سے دس نے واپس آ کر وہاں کے لوگوں کی قوت و جبروت اور قد و قامت کا ایسا نقشہ کھینچا کہ بنی اسرائیل گھبرا کر کہنے لگے: اے موسیٰ علیہ السلام! ہم تو ایسی جابر قوم کے ساتھ ٹکر لینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ آپ اور آپ کا خدا پہلے جا کر ان سے لڑیں اور ارضِ مقدس کو ان سے پاک کریں، پھر ہم وہاں جا کر آباد ہوں گے۔ بارہ نقیبوں میں سے دو نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قوم کو سمجھایا کہ نامرد نہ بنو، ذرا ہمت کر کے دشمن پر حملہ تو کرو، پھر دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں غلبہ عطا فرماتا ہے لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

Marfat.com

إِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾

اور ان سے لڑو، بے شک ہم تو یہاں ہی بیٹھے ہیں۔ [۴۱]

قَالَ رَبِّ إِنِّيْ لَآ أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِيْ وَأَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾

۲۵۔ موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! بے شک میں صرف اپنے اور اپنے بھائی کا مالک ہوں، پس تو ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔ [۴۲]

قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْأَرْضِ ۗ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ ع

۲۶۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو یہ زمین ان پر چالیس سال تک حرام کردی گئی ہے، یہ زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے، سو آپ اس نافرمان قوم پر افسوس نہ کریں۔

---

[۴۱] بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جس بزدلی اور بے وفائی کا مظاہرہ کیا وہ تو آپ نے پڑھ لیا اب ذرا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی بہادری اور وفا کا اندازہ بھی کریں کہ غزوہ بدر میں ایک طرف ایک ہزار کفار کا لشکر تھا جس کے پاس جنگ کے ہتھیار وافر مقدار میں تھے اور دوسری طرف گنتی کے چند نیزوں اور تلواروں کے ساتھ صرف ۳۱۳ مسلمان تھے مگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ طلب کرنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس جذبہ ایمانی کا مظاہرہ کیا اس کا خلاصہ ملاحظہ کریں:

''یارسول اللہ! آپ تشریف لے جائیں جدھر آپ کا ارادہ ہے۔ چاہے آپ دشمن سے ٹکرائیں یا سمندر میں چھلانگ لگائیں ہم سب آپ کے ساتھ ہیں اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم آپ کو وہ جواب نہیں دیں گے جو جواب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا کہ '' آپ اور آپ کا خدا جا کر ان سے لڑیں ہم تو یہاں ہی بیٹھے ہیں''۔ بلکہ ہم تو یہ کہیں گے کہ تشریف لے چلیں آپ اور آپ کا خدا، ہم بھی آپ کے ساتھ جنگ میں داد شجاعت دیں گے۔''

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان افروز جذبات سن کر خوش ہوئے اور انہیں خوشخبری دی کہ میں کفار کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں جہاں وہ کل مرے پڑے ہوں گے۔ (ابن ہشام اور دیگر کتب سیرت)

[۴۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی نافرمانی سے دلبرداشتہ ہو کر عرض کرتے ہیں: یا اللہ! میں اور میرا بھائی تو تعمیل حکم کے لئے تیار ہیں مگر قوم نے انکار کر دیا ہے، لہٰذا ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے، چنانچہ اس نافرمانی کی سزا کے طور پر بیت المقدس میں بنی اسرائیل کا داخلہ بند کر دیا گیا اور وہ چالیس سال تک صحرا میں سرگرداں پھرتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت ہارون علیہ السلام بھی اگرچہ اسی صحرا میں بظاہر اپنی قوم کے ساتھ تھے مگر وہ پورے اطمینان کے ساتھ پیغام نبوت

Marfat.com

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ آپ ﷺ ان کو حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی خبر حق کے ساتھ سنا دو، [۴۳] جب دونوں نے قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی، [۴۴] اس (دوسرے) نے کہا: میں تجھے ضرور قتل کردوں گا، اس (پہلے) نے کہا: اللہ تعالیٰ صرف متقی لوگوں سے قبول فرماتا ہے۔

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھانے والا نہیں ہوں، میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

پہنچانے میں مصروف تھے۔ من وسلویٰ اور پانی کے چشموں سے قوم کی خدمت میں سرگرم تھے، جیسے ہسپتال میں مریض تو تکلیف کا شکار ہوتے ہیں لیکن ڈاکٹر ان کا علاج کرنے سے سکون حاصل کرتے ہیں۔ قوم کو عذاب میں دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اکثر ترس آجاتا مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ غمگین نہ ہوں کیونکہ نافرمانی کی وجہ سے یہ لوگ اسی سزا کے مستحق ہیں۔

[۴۳] حضور اکرم ﷺ سے بنی اسرائیل کی عداوت کی ایک بڑی وجہ ان کا یہ حسد تھا کہ بنی اسرائیل سے کسی کو آخری نبی کیوں نہیں بنایا گیا ہے۔ آنے والی چند آیات میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ سنا کر حسد کی برائی اور تقویٰ کی اچھائی بیان کی جارہی ہے تاکہ بنی اسرائیل حسد سے توبہ کریں، اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور حضور اکرم ﷺ پر ایمان لے آئیں۔

[۴۴] حضرت آدم علیہ السلام کا ایک بیٹا ہابیل تھا جو کہ نیک سیرت اور متقی تھا اور دوسرا بیٹا قابیل تھا جو کہ حسد اور بغض میں مبتلا تھا۔ ان دونوں بھائیوں میں اختلاف پیدا ہوا اور قابیل نے صحیح دلائل کو ماننے سے انکار کردیا۔ اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے حق کو واضح کرنے کے لئے دونوں بھائیوں کو قربانی پیش کرنے کا مشورہ دیا۔ اس دور میں رواج یہ تھا کہ جب دلائل کی روشنی میں کوئی مسئلہ حل نہ ہوتا تو فریقین اپنی استعداد کے مطابق کوئی چیز بطور نذرانہ پہاڑ پر رکھ دیتے اور آسمانی آگ جس کے نذرانہ کو جلادیتی اسے حق پر سمجھا جاتا، چنانچہ آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی قبول کرتے ہوئے اس کے حق میں حق کا فیصلہ صادر کردیا۔ اب دانائی کا تقاضا تو یہ تھا کہ قابیل اپنے حسد سے توبہ کر کے تقویٰ اختیار کرلیتا اور اپنے بھائی کے سچے دلائل کے سامنے سرتسلیم خم کردیتا، لیکن اس کے برعکس قابیل کے حسد میں اور اضافہ ہوگیا اور اس نے ہابیل کو قتل کرنے کا

Marfat.com

اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ میں چاہتا یہی ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو اُٹھا لے تاکہ تو دوزخیوں سے ہو جائے اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اس کے نفس نے اپنے بھائی کا قتل اس کے لئے آسان بنا دیا، پس اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ یٰوَیْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش چھپائے، [۴۵] کہنے لگا: ہائے افسوس! کیا میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا، پس وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔

اعلان کر دیا۔ اس پر ہابیل نے کہا: میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور تجھے قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا، نیز اگر تیری قربانی قبول نہیں ہوئی تو اس میں میرا کیا قصور ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور چونکہ وہ متقی لوگوں کی قربانیاں قبول کرتا ہے، لہٰذا تجھے بھی تقویٰ اختیار کرنا چاہیے لیکن اس کے باوجود اگر تو مجھے قتل کرنے پر مصر ہے تو میرے قتل کا گناہ اور اپنے حسد کا گناہ دونوں کا بوجھ تیرے کندھوں پر ہوگا اور اس ظلم و تعدی کی وجہ سے تجھے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا لیکن قابیل حسد و بغض کے نشہ میں اس قدر مدہوش ہو چکا تھا کہ اس پر ہابیل کی نصیحتوں کا ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوا اور وہ اپنے بھائی کو قتل کر کے نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔

[۴۵] قابیل نے جب ہابیل کو قتل کر دیا تو حیران ہو گیا کہ اس کی لاش کے ساتھ کیا کرے کیونکہ انسانوں میں ہابیل سب سے پہلا شخص تھا جس نے موت کا جام پیا، لہٰذا اس سے پہلے کسی کو دفن کرنے سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کے ذریعہ اس کو دفن کرنے کا طریقہ سکھایا یعنی ایک کوّے نے دوسرے کوّے کو قابیل کے سامنے قتل کیا، پھر اپنی چونچ اور پنجوں کے ساتھ زمین میں گڑھا بنایا اور اس میں مرے ہوئے کوّے کو دفن کر دیا۔ (تفسیر بیضاوی) قابیل یہ دیکھ کر اپنی نادانی پر شرمندہ ہوا اور کہنے لگا: میری سمجھ تو اس کوّے سے بھی کمتر ہے۔ اگر کوّا میری رہنمائی نہ کرتا تو ہابیل کی لاش میرے لئے مشکل بنی ہوئی تھی۔

Marfat.com

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ

۳۲۔ اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر (یہ حکم) لکھ دیا کہ جس نے قصاص یا زمین میں فساد پھیلانے کی (سزا) کے بغیر کسی کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا، [۴۶] اور جس نے کسی ایک جان

[۴۶] بعض خطرناک مجرم ایسے ہیں جن کی سزا قتل ہے جیسے ڈاکو، باغی اور قاتل وغیرہ۔ یہ ایسے مجرم ہیں جن کو قتل کرنا ہی ضروری ہے تا کہ دوسرے بے گناہ لوگوں کی جان و عزت محفوظ رہے، لیکن اگر کوئی شخص کسی ایک انسان کو بلا وجہ جان بوجھ کر قتل کر دے تو یہ اتنا سنگین جرم ہے جو تمام انسانوں کو قتل کرنے کے برابر ہے کیونکہ اس نے انسانی خون کی بے حرمتی کی ہے اور سب جانوں کی حرمت یکساں ہے۔ اس نے حکم خداوندی کی خلاف ورزی کی ہے جس کی پابندی اس پر لازم تھی اور اس نے قتل کرنے کی از سر نو ابتدا کی ہے جس سے دوسروں کو قتل کرنے کا حوصلہ ملتا ہے اور اگر یہ سلسلہ آگے چل نکلے تو ایٹم بموں کی صورت میں سارے انسانوں کو قتل کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے اس جرم کی سنگینی کے باعث ایک انسان کے قتل کو سب انسانوں کے قتل کے برابر قرار دیا ہے، نیز جو شخص انسانی زندگی کا احترام نہیں کرتا وہ پوری انسانیت کا دشمن ہے، کیونکہ اس کی برائی اگر دوسرے انسانوں میں پھیل جائے تو سب انسان ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔ اس کے برعکس جو شخص انسانی زندگی کا احترام کرتا ہے اور اس کو بچانے میں سرگرم رہتا ہے تو وہ درحقیقت پوری انسانیت کا ہمدرد ہے کیونکہ دوسرے لوگ اگر اس کی پیروی کریں تو سب انسان ایک دوسرے کے محافظ بن جائیں گے۔

اس مضمون کو حضور اکرم ﷺ نے ایک عام ضابطہ اور قاعدہ کی صورت میں کچھ اس طرح بیان فرمایا ہے:

''جس کسی نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے ثواب کے برابر اس کو بھی ثواب ملتا رہے گا (کیونکہ اس کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور نیک کام کرنے والوں کی نیکیوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس کسی نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے گناہ کے برابر اس کو بھی گناہ ملتا رہے گا (کیونکہ اس کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور گناہ کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔'' (مسلم: ۶۸۰۰: کتاب العلم: باب ۶)

ایک دفعہ کعبہ شریف کا طواف کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''(اے کعبہ!) تو کیسا پاکیزہ ہے، تیری خوشبو کیسی اچھی ہے، تیری عظمت کس قدر بڑی ہے، تیری عزت کتنی عظیم ہے، لیکن قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مومن کے مال و خون کی عزت و حرمت تیری حرمت سے بڑھ کر ہے۔''

Marfat.com

جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝۳۲

کو بچا لیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچا لیا، اور بے شک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلائل لے کر آئے، پھر اس کے بعد بھی ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔[٤٧]

اِنَّمَا جَزٰۗؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ

٣٣۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے[٤٨] کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا

(ابن ماجہ: ٣٩٣٢: ابواب الفتن: باب ٢) ایک مؤمن کی عظمت کا اندازہ کریں کہ اس کے مال وخون کی حرمت کعبہ شریف سے بھی زیادہ ہے۔

ایک اور موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''دنیا کا خاتمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مؤمن کے ناحق خون کے مقابلہ میں کمتر ہے۔''

(ابن ماجہ: ٢٦١٩: ابواب الدیات: ١)

یعنی مؤمن کی جان اتنی قیمتی ہے کہ ساری دنیا کا مال ومتاع اس کے برابر نہیں ہوسکتا اور اگر کوئی انسان ساری دنیا کو تباہ کر دے تو بھی اس کا جرم اتنا سنگین نہیں ہے جتنا کسی مؤمن کو ناحق قتل کرنا سنگین ہے۔

[٤٧] اس میں ایک طرف تو یہود کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ تمہارے اکثر اسلاف نے انبیائے کرام علیہم السلام کے واضح دلائل کے باوجود ظلم وزیادتی کی راہ اختیار کی اور عذاب الٰہی کے مستحق ٹھہرے، لہٰذا تم حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے روشن دلائل کا انکار کر کے گمراہی کا راستہ اختیار نہ کرو اور دوسری طرف حضور اکرم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ یہود آپ کو قتل کرنے اور نقصان پہنچانے کی جو سازشیں کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی ان کا سلوک ایسا ہی رہا ہے۔

[٤٨] جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اعلانیہ قتل وغارت کرتے ہیں اس آیت میں ان کے جرم کی نوعیت کے مطابق چار سزائیں مقرر کی گئی

Marfat.com

فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٣٣﴾

انہیں (اپنی) زمین سے نکال دیا جائے، یہ تو ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے اس سے بھی بڑا عذاب ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٤﴾

۳۴۔ مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ [۴۹] تو خوب جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

ہیں، جن کا خلاصہ میں تفسیر روح المعانی سے عرض کرتا ہوں:

۱۔ اگر انہوں نے کسی کو صرف قتل کیا تو اس کے بدلے میں انہیں بھی قتل کیا جائے گا اور مقتول کے وارث اگر معاف کر دیں تو بھی یہ قتل معاف نہیں ہوگا کیونکہ یہ مقتول کے وارثوں کا نجی معاملہ نہیں بلکہ ملک وملت کے اجتماعی امن وسکون کا مسئلہ ہے۔

۲۔ اگر انہوں نے قتل کے ساتھ مال بھی لوٹا تو انہیں شارع عام پر سولی پر چڑھایا جائے گا تاکہ لوگوں کو اس جرم سے نفرت پیدا ہو۔

۳۔ اگر انہوں نے قتل نہیں کیا صرف مال لوٹا تو دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹ دیئے جائیں گے۔

۴۔ اگر انہوں نے نہ قتل کیا نہ مال لوٹا صرف لوگوں کو دہشت زدہ اور ہراساں کیا تو پھر انہیں اپنی زمین سے نکال دیا جائے یعنی اپنے گھر اور اہل خانہ سے جدا کر کے کسی دوسرے شہر میں قید کر دیا جائے گا۔ (تفسیر روح المعانی) بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ ایسا شخص جلاوطن کر دیا جائے لیکن اس میں نقصان یہ ہوگا کہ وہ جہاں بھی جائے گا فتنہ وفساد کا باعث بنے گا، لہٰذا اس کے اور معاشرہ دونوں کے لئے بہتر یہی ہے کہ اسے قید کر دیا جائے تاوقتیکہ وہ سچی توبہ کر کے پرہیزگار بن جائے۔ اصل مقصد تو دوسرے لوگوں کو اس کے شر سے بچانا ہے اور یہ مقصد ملک بدری سے نہیں بلکہ قید یا سچی توبہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس آیت کے ضمن میں مکحول روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے اس قسم کے مجرموں کو قید خانہ میں بند کیا اور فرمایا: ''میں ایسے مجرم کو قید میں رکھوں گا حتیٰ کہ مجھے اس کی توبہ کا یقین ہو جائے اور کسی دوسرے شہر میں اسے آزاد نہیں چھوڑوں گا کہ وہاں کے لوگوں کو ستائے۔''

(تفسیر قرطبی)

[۴۹] اگر یہ ڈاکو اور فسادی لوگ گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لیں اور پُرامن شہری ہونے کا اعلان کر دیں تو ڈاکہ کی شرعی حدود یعنی سولی پر چڑھانا، ہاتھ پاؤں کاٹنا اور قید کرنے کی سزائیں معاف ہو جائیں گی، البتہ حقوق العباد اگر صاحب حق معاف نہ

Marfat.com

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝٣٥

۳۵۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو[۵۰] اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو[۵۱] اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ

۳۶۔ بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اگر ان کے قبضہ میں وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو تاکہ وہ قیامت کے دن عذاب سے

کرے تو ان کی ادائیگی لازم ہے یعنی قتل کے بدلے قتل اور لوٹے ہوئے مال کی واپسی وغیرہ، تاہم گرفتاری کے بعد توبہ کرنے سے شرعی حدود ساقط نہیں ہوں گی بلکہ ان کو پوری پوری سزا دی جائے گی کیونکہ ایسی توبہ صداقت اور خلوص پر مبنی نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی انسان جان کنی کے وقت (یعنی موت کے ڈر سے زندگی کے آخری سانس میں) توبہ کرتا ہے (تفسیر قرطبی) جو کہ قابلِ قبول نہیں ہے۔ (ترمذی: ۷:۳۵۳۳: کتاب الدعوات: باب ۹۸)

[۵۰] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تین چیزوں کا حکم دیا ہے جن کی پیروی میں انسان کی فلاح کا راز مضمر ہے:

۱۔ تقویٰ اختیار کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو اور اس کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرو۔ (تفسیر صاوی)

۲۔ ایسا وسیلہ تلاش کرو جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب لے جائے۔ ان وسائل میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور اولیاء کی محبت، اللہ والوں کی زیارت، صدقات، دعا اور ذکر وغیرہ شامل ہیں۔ (تفسیر صاوی)

۳۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو یعنی کفار حملہ کر دیں تو ان کے مقابلہ میں نکلو اور میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دو۔ یہ چھوٹا جہاد ہے اور اگر شیطان تمہارے نفس کو برائیوں پر اُکسائے تو اس کے خلاف سینہ سپر ہو جاؤ اور اپنے آپ کو برائیوں سے پاک کرو۔ یہ سب سے بڑا جہاد ہے۔

[۵۱] اس آیت میں وسیلہ سے مراد وہ ذریعہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا باعث ہو۔ بلاشبہ ایمان اور نیک اعمال ہی اس وسیلہ کی اصل بنیاد ہیں اور پیر کامل کی بیعت بھی ایک نیک عمل ہے جس کی بدولت گمراہ انسان شیطان کی غلامی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے بن جاتے ہیں اور ان کے ظاہر و باطن میں ایسا انقلاب آجاتا ہے جو کئی اور دیکھنے والوں کے لئے بھی ہدایت کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت شاہ ولی اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد مرشد کی بیعت ہے۔ (قول جمیل) اور اسی آیت کی تشریح میں مولوی اسماعیل صاحب دہلوی لکھتے ہیں: اہل سلوک کے نزدیک وسیلہ سے مراد مرشد ہے جس کی رہنمائی کے بغیر راہِ حقیقت کا ملنا شاذ و نادر ہے۔ (صراط مستقیم)

اسلام میں دو قسم کی بیعت کا تصور پایا جاتا ہے: ایک سربراہِ حکومت کی بیعت تاکہ اس کی اطاعت کا باضابطہ اعلان کیا

Marfat.com

مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٣٦﴾

نجات کے لئے اس کو فدیہ میں دے دیں تو وہ فدیہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا، [٥٢] اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

جائے اور دوسرا پیر کامل کی بیعت تا کہ اس کی رہنمائی میں قربِ خداوندی کی منازل طے کی جائیں اور پیر کامل میں درج ذیل چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ جس میں یہ چار شرائط نہ ہوں اس کی بیعت کرنا جائز نہیں ہے۔ ان شرائط کی بنیاد بہارِ شریعت اور امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ افریقہ میں دیکھی جاسکتی ہے یعنی پیر کامل وہ ہے:

١۔ جو مسلمان ہو اور اس کا عقیدہ صحیح ہو یعنی اہل سنت و جماعت ہو کیونکہ کسی کافر و بدعقیدہ کی بیعت جائز نہیں۔

٢۔ جو عالم دین ہو یعنی قرآن و حدیث اور فقہ کا عالم ہو تا کہ مریدین کے مسائل کا اسلامی حل بیان کر سکے۔

٣۔ جو قرآن و سنت پر عمل پیرا ہو اور کوئی ایسا کام نہ کرتا ہو جو اسلام میں ناپسندیدہ ہو تا کہ مریدین پورے اطمینان کے ساتھ اس کی اطاعت کریں، کیونکہ بزرگ کہتے ہیں: اگر کوئی شخص ہوا میں اُڑتا ہوا آ رہا ہو اور سنت نبوی کا تارک ہو تو وہ جادوگر تو ہوسکتا ہے مگر پیر کامل نہیں ہوسکتا۔

٤۔ جس کے مشائخ کا سلسلۂ بیعت حضورِ اکرم ﷺ تک متصل ہو اور فیضانِ نبوت کی یہ کڑیاں کہیں سے منقطع نہ ہوں یعنی اس کے پیر نے اپنے پیر کی، پھر اس کے پیر نے اپنے پیر کی بیعت کی ہو حتیٰ کہ یہ سلسلہ حضورِ اکرم ﷺ تک پہنچتا ہو تا کہ نسبت کی برکتیں شاملِ حال رہیں اور قربِ خداوندی کی منازل آسانی سے طے ہوں۔

جن خوش نصیب حضرات میں مذکورہ بالا چار شرائط پائی جائیں ان کی تلاش میں سفر کرنا اور ان کی صحبت میں کچھ وقت گزارنا اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ اس سلسلہ میں حضورِ اکرم ﷺ کے چند ارشادات کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

١۔ جو شخص نیک لوگوں کی صحبت میں پہنچ جاتا ہے وہ خوش قسمت ہے اور اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(بخاری: ٦٤٠٨: کتاب الدعوات: باب ٦٦)

٢۔ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے نیک لوگوں کے پاس جانے کی نیت سے اپنا سفر شروع کیا، اگرچہ ان تک نہ پہنچ سکا اور راستہ میں ہی فوت ہوگیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے سو قتل جیسے جرائم کو معاف کر کے اُسے جنت کا مستحق بنا دیا۔

(مسلم: ٧٠٠٨: کتاب التوبہ: باب ٨)

[٥٢] جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر کی حالت میں ہی فوت ہوگئے وہ دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے اور اگر وہ زمین کی ساری دولت سے بھی زیادہ فدیہ دے کر عذابِ جہنم سے بچنا چاہیں گے تو یہ ممکن نہیں ہوگا۔ اوّل تو میدانِ حشر میں کسی کے پاس اس زمین کی دولت نہیں ہوگی اور اگر بالفرض کسی کے پاس دنیا بھر کے خزانے ہوں تو بھی رد کر دیئے جائیں گے۔

Marfat.com

يُرِيدُونَ اَنْ يَّخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٣٧﴾

٣٧۔ وہ چاہیں گے کہ (دوزخ کی) آگ سے نکل جائیں لیکن وہ اس سے نہیں نکل سکیں گے [٥٣] اور ان کے لئے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہوگا۔

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ

٣٨۔ اور چوری کرنے والے مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، [٥٤] یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ناک سزا ہے، [٥٥]

[٥٣] کفار بہت چاہیں گے کہ جہنم کی آگ سے نکل جائیں لیکن وہ اس سے نہیں نکل سکیں گے اور اپنے کفر کی سزا کے طور پر ہمیشہ عذاب جہنم میں مبتلا رہیں گے جبکہ گناہگار مسلمان اپنے ایمان کی برکت سے سزا پوری ہونے کے بعد جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوں گے۔ اس کی تائید میں احادیث بکثرت موجود ہیں، جیسا کہ حضرت جابر ﷛ نے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ایک قوم جہنم کی آگ سے نکل کر جنت میں داخل ہوگی۔'' یزید بن الفقیر نے یہی آیت پڑھتے ہوئے جابر بن عبداللہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ وہ جہنم سے نہیں نکل سکیں گے تو جابر بن عبداللہ نے جواب دیا کہ اس کا تعلق گزشتہ آیت سے ہے یعنی صرف کفار جہنم سے نہیں نکل سکیں گے۔ (تفسیر الدر المنثور)

[٥٤] چور سے مراد وہ مرد یا عورت ہے جو کسی دوسرے انسان کی ملکیت سے کم از کم ایک ڈھال کی مالیت کے برابر کوئی چیز دانستہ چوری کرلے۔ اسلام میں اس چوری کی سزا یہ ہے کہ چور کا دایاں ہاتھ اس کی کلائی کے جوڑ سے کاٹ دیا جائے، لیکن ڈھال کی مالیت سے کم چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ حاکم وقت جو مناسب سمجھے اس سے کم درجہ کی کوئی اور سزا دیدے جس سے چور کی حوصلہ شکنی ہو۔ حضرت ایمن ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت میں چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ڈھال کی قیمت ایک دینار (جو کہ تقریباً 4.36 گرام سونے کے برابر ہے) یا دس درہم (جو کہ تقریباً 30.50 گرام چاندی کے برابر ہے) تھی۔ (سنن نسائی: ٤٩٥٠: کتاب قطع السارق: باب ١٠) مزید تفصیلات کے لئے فقہ کی کتابیں ملاحظہ کریں۔

[٥٥] قرآن مجید نے چور کی سزا یہ مقرر کی ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اور اس کی دو وجوہات بھی بیان کی ہیں:

١۔ یہ سزا اس مال کا بدلہ نہیں جو اس نے چوری کیا کیونکہ ہوسکتا ہے وہ مال بالکل معمولی ہو بلکہ دراصل یہ قانون شکنی کی جرأت اور چوری کرنے کے اس فعل کی سزا ہے جس نے لوگوں کے امن وسکون کو غارت کیا ہے۔

٢۔ یہ سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس لئے ہے تاکہ دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو اور کوئی بھی چوری کرنے کی جرأت نہ کرے۔

سزا کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مظلوم کی دادرسی کی جائے یعنی اس کا حق اسے واپس دلایا جائے اور مجرم کو اس کی بری عادت

Marfat.com

سے بچانے کے لئے اس پر ایسی سختی کی جائے کہ وہ بھی اس جرم سے باز آجائے اور دوسروں کو بھی عبرت حاصل ہو اور وہ اس جرم کے قریب نہ جائیں، اور یہ حکم صرف قرآن ہی کا نہیں بلکہ بائبل کا بھی یہی حکم ہے: ''اور اگر تمہارا دایاں ہاتھ گناہ کرنے کا سبب بنے تو اس کو کاٹ کر دور پھینک دو۔ تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ تم اپنے جسم کے ایک حصہ سے محروم ہو جاؤ بجائے اس کے کہ تمہارے پورے جسم کو جہنم میں جانا پڑے۔'' (Matthew:5:30: New Testament & Psalms, Edition 2001 by The Gideons)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ انسان کا ہاتھ کاٹ دینا بڑی وحشیانہ اور غیر مہذب سزا ہے۔ اس سلسلہ میں میری گزارش یہ ہے کہ ایک میاں بیوی ساٹھ سال کی عمر تک پردیس میں کرائے کے مکان میں رہتے ہوئے مزدوری کر کے زیورات، کپڑوں اور نقدی کی صورت میں اتنی دولت اکٹھی کر لیں کہ وہ اپنے رہنے کے لئے مکان، اپنی بیٹیوں کی شادی اور بڑھاپے کے انتظامات کر سکیں اور اچانک رات کو ایک چور آئے اور ان بوڑھے میاں بیوی کی زندگی بھر کی کمائی چوری کر کے لے جائے تو اب اس بوڑھے میاں بیوی پر کیا گزرے گی جن کی زندگی کی کمائی بھی گئی اور ہاتھوں میں مزید کمانے کی طاقت بھی نہیں رہی۔ ہو سکتا ہے وہ بوڑھے والدین اس حادثہ کو برداشت نہ کر سکیں اور حرکت قلب بند ہونے کی صورت میں اُن کی بچیاں یتیم ہو جائیں اور اگر وہ زندہ بچ بھی جائیں تو بڑھاپے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں میں اتنی طاقت ہی نہیں رہی کہ وہ اپنا اور اپنی بچیوں کا پیٹ پال سکیں اور بالآخر بھیک مانگنے یا خودکشی کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ اگر آپ ان بوڑھے والدین کی جگہ پر ہوں تو اس چور کے متعلق کیا سزا تجویز کریں گے؟ کیا اس چور نے مہذب کام کیا ہے یا واضح بربریت کا مظاہرہ کر کے ایک خوشحال گھرانے پر قیامت صغریٰ برپا کر دی ہے؟ ظاہر ہے وہ انسانی شکل میں ایک درندہ ہے اور درندوں والی سزا کا مستحق ہے تا کہ اسے اپنی درندگی کا احساس ہو اور دوسروں کے لئے بھی باعث عبرت ہو اور بائبل نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ چور کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ ''اگر چور کسی گھر میں چوری کرتے ہوئے پکڑا جائے اور اُسے قتل کر دیا جائے تو اس چور کا قاتل مجرم نہیں ہو گا۔'' (خروج: ۲۲:۲)

چور کا ایک ہاتھ جو سیکڑوں دیگر ہاتھوں کی کمائی چھین کر انہیں شل کر دیتا ہے، عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ اسی ایک ہاتھ کو کاٹ دیا جائے تا کہ دیگر بے شمار ہاتھ سلامت رہیں اور انسانی خدمت میں سرگرم عمل رہیں۔ تاریخ شاہد ہے جہاں کہیں بھی چور کے ہاتھ کاٹے گئے وہاں چوری کا دروازہ بند ہو گیا۔ اسلام کے ابتدائی سو سال میں گنتی کے چند افراد کے ہاتھ کاٹے گئے اور پورا معاشرہ امن کی نیند سویا۔ (فی ظلال القرآن)

کوئی انسان اپنا ہاتھ کٹانا پسند نہیں کرتا لیکن اگر کسی انسان کی انگلی میں کینسر ہو جائے تو اس کا ہاتھ کاٹنا ضروری ہو جاتا

Marfat.com

ہے ورنہ یہ بیماری پورے جسم میں پھیل جاتی ہے جو بالآخر انسان کی زندگی ختم کر دیتی ہے۔ اسی طرح چوری بھی عوام کے امن اور سکون کے لئے کینسر کی حیثیت رکھتی ہے اور جو ہاتھ کئی خوش حال گھرانوں کی زندگیاں برباد کر دے اگر اسے نہ کاٹا گیا تو کئی دوسرے لوگوں کو بھی راتوں رات امیر بننے کی یہ بیماری لگ جائے گی جو بالآخر پورے معاشرہ کا امن وسکون تباہ کر دے گی، لہٰذا ایسے مجرم ہاتھ پر ترس کھانا دراصل بے گناہ معاشرہ پر ظلم کرنے کے برابر ہے۔

آجکل عام طور پر چور کو کچھ عرصہ جیل میں بند کر دیا جاتا ہے لیکن قید کی سزا نہ تو نفسیاتی طور پر چور کی حوصلہ شکنی کرتی ہے اور نہ ہی جسمانی طور پر۔ اسی لئے جن ممالک میں چوری کی سزا قید ہے وہاں پر پولیس گشت، سیکورٹی سٹاف، الارم، کیمرہ اور کتوں وغیرہ کے باوجود چوری کی واردات یا تو بہت زیادہ ہیں یا ترقی پذیر ہیں، کیونکہ قید کی سزا پوری ہونے کے بعد اس کے ساتھ کوئی ایسا مانع نہیں ہے جو اسے چوری سے باز رکھے۔ ہاتھ سلامت ہیں، نیز لوگوں کو علم نہیں کہ یہ چور ہے، لہٰذا لوگ اس پر اعتماد کریں گے اور اس کے لئے چوری کرنا آسان ہوگا جبکہ ہاتھ کٹنے کی سزا چور کو نفسیاتی طور پر شرمندہ کر دیتی ہے اور دیکھنے والے بھی محتاط ہو جاتے ہیں کہ یہ چور ہے، نیز ہاتھ کٹنے سے اس کی چوری کی صلاحیت بھی ناقص ہو جاتی ہے، لہٰذا اگر تو سزا دینے کا مقصد یہ ہے کہ چور چوری سے باز آجائے تو سب سے زیادہ مؤثر سزا ہاتھ کاٹنا ہے اور اگر مقصد یہ ہے کہ چور کو معمولی سی سزا بھی مل جائے اور چوری کا سلسلہ بھی جاری رہے تو پھر قید خانہ میں چور کو چند دنوں کے لئے حکومت کا مہمان بنانا اچھی سزا ہے۔

آج اکیسویں صدی میں سعودی عرب نے یہ سزا نافذ کر رکھی ہے۔ ہر سال لاکھوں کی تعداد میں مسلمان حج یا عمرہ کی غرض سے سعودی عرب جاتے ہیں۔ کیا کسی نے کبھی کسی ایسے عربی کو دیکھا ہے جس کا چوری کی وجہ سے ہاتھ کٹا ہوا ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہاں چوری بالکل نہیں ہوتی لیکن پورے ملک میں صرف گنتی کے چند افراد کے ہاتھ کٹتے ہیں اور سارے لوگ آرام کی نیند سوتے ہیں۔ مجھے کئی بار حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی ہے مجھے کہیں بھی کوئی ہاتھ کٹا دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ البتہ اتنا مشاہدہ ضرور کیا ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو سونے، چاندی اور قیمتی سامان سے بھری ہوئی دکانوں کے دروازے کھلے چھوڑ کر دکاندار نماز پڑھنے چلے جاتے ہیں اور اس یقین کے ساتھ پرسکون نماز پڑھتے ہیں کہ ان کی دکان سے کوئی چوری نہیں ہوگی۔ یہ سب اسلام کی حکیمانہ سزا کی برکتیں ہیں کہ انسان چوری کرنے کے تصور سے بھی گھبراتا ہے، نیز جس چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے وہ انسدادِ چوری کا ایسا عملی اور مؤثر اشتہار ہوگا جس کا مقابلہ ہزاروں پونڈ کی انسدادِ چوری کی اشتہاری مہم نہیں کر سکے گی اور اس کا کٹا ہوا ہاتھ دیکھ کر ہر ایک کو ہر وقت ایسی عبرت حاصل ہوتی رہے گی کہ کوئی دوسرا چوری کا تصور بھی نہیں کر سکے گا۔

Marfat.com

اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۳۸

اور اللہ تعالیٰ بہت غالب حکمت والا ہے۔[۵۶]

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۹

۳۹۔ پھر جس نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لی[۵۷] اور اپنی اصلاح کر لی تو بے شک اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

نوٹ: اگر کوئی انسان قحط سالی یا بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر حاطب کے غلاموں نے قبیلہ مُزَینہ کے ایک آدمی کی اونٹنی چوری کر لی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کاٹنے کی سزا ساقط کر دی اور غلاموں کے مالک پر اونٹنی کی قیمت سے دُگنی قیمت بطور تاوان عائد کر دی کیونکہ وہ اپنے غلاموں کو بھوکا رکھتا تھا اور غلاموں نے بھوک سے تنگ آ کر چوری کا ارتکاب کیا تھا۔

[۵۶] چوری کی یہ سزا اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے۔ جس جرم کی سزا جو چاہے مقرر فرما دے اس پر کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں اور ساتھ یہ وضاحت بھی کر دی کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے یعنی اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور اس نے چوری کی جو سزا مقرر کی ہے وہ فرد اور جماعت دونوں کی مصلحتوں کے عین مطابق ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سزا پر عمل کرنے میں کسی امتیاز اور رعایت کی اجازت نہیں دی۔ مثال کے طور پر بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کہنے پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس کی سفارش کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ بے شک تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں جب کوئی امیر چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی میری بیٹی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ (بخاری: ۳۴۷۵: کتاب احادیث الانبیاء: باب ۵۴)

[۵۷] اگر چور بھی توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لے اور معاملہ عدالت تک جانے سے پہلے مالک کا مال واپس کر کے اس سے معافی مانگ لے اور مالک بھی اس چور کو معاف کر دے اور مقدمہ عدالت میں نہ لے جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہاتھ کٹنے کی شرعی حد معاف فرما دے گا۔ (تفسیر نعیمی) لیکن اگر چوری عدالت میں ثابت ہو جائے تو پھر چور کا ہاتھ ضرور کاٹا جائے گا چاہے وہ توبہ کرے یا نہ کرے کیونکہ اب یہ چور اور مالک کا نجی اور انفرادی معاملہ نہیں رہا بلکہ حکومت کا اجتماعی اور انتظامی مسئلہ بن گیا ہے جس کی سزا ضروری ہے، البتہ اب توبہ کرنے سے آخرت کا عذاب معاف ہو جائے گا اور اگر کسی شخص نے ہاتھ کٹوانے کے بعد بھی اس جرم سے توبہ نہیں کی تو پھر وہ قیامت کے دن خدا کے غضب کا اسی طرح مستحق رہے گا جس طرح ہاتھ کٹنے سے پہلے تھا۔

Marfat.com

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤٠﴾

٤٠۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے؟ وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ

٤١۔ اے رسول! آپ کو وہ لوگ غمگین نہ کریں جو کفر میں تیزی سے سرگرم ہیں، [٥٨] ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنے منہ سے کہا کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے، اور بعض یہودی ایسے ہیں جو جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور ان لوگوں کی باتیں بھی بہت زیادہ سنتے ہیں جو ابھی تک آپ کے پاس نہیں آئے، اللہ کی باتوں کو اپنی اصلی جگہوں سے بدل دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں: اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو اسے مان لو اور اگر تمہیں یہ

[٥٨] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو اسلام کی دعوت دی اور اسلام کی حقانیت پر روشن دلائل فراہم کئے مگر وہ کفر میں ہی سرگرم رہے اور بعض نے منافقت کا راستہ اختیار کیا یعنی بظاہر ایمان کا اعلان کر دیا لیکن دل سے کافر ہی رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اللہ تعالیٰ کا سچا کلام سناتے مگر وہ اپنے خودغرض علماء کی جھوٹی باتیں سننے میں دلچسپی لیتے اور وہ دشمنانِ اسلام جو تکبر کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر نہیں ہوتے یہ ان کا پروپیگنڈا سننے میں سرگرم رہتے اور ان کے لئے جاسوسی بھی کرتے، نیز وہ اپنی مقدس کتاب تورات کے الفاظ و معانی میں تحریف بھی کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلوص بھری دعوت و تبلیغ کے جواب میں یہود کی ہٹ دھرمی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دکھی اور غمزدہ ہونا ایک فطری امر تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی کہ آپ ان کے منفی رویہ سے غمگین نہ ہوں، دراصل مسلسل ہٹ دھرمی نے ان کے دلوں میں فتنہ و فساد پیدا کر دیا ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو ناپاک ہی چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان کے دلوں میں کفر جڑ پکڑ چکا ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بارے میں غمگین نہ ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رسالت کا حق ادا کر دیا ہے، اب اگر یہ اسلام نہیں لاتے تو آپ سے ان کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کفر کی سزا دے گا، وہ دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب سے ہمکنار ہوں گے۔

Marfat.com

فِتۡنَتَهٗ فَلَنۡ تَمۡلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيۡـًٔا ؕ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ لَمۡ يُرِدِ اللّٰهُ اَنۡ يُّطَهِّرَ قُلُوۡبَهُمۡ ؕ لَهُمۡ فِى الدُّنۡيَا خِزۡىٌ ۚۖ وَّلَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۴۱﴾

حکم نہ دیا جائے تو بچو، [۵۹] اور جس کو اللہ تعالیٰ فتنہ میں ڈالنا چاہے تو تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی طاقت نہیں رکھتا، یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا، [۶۰] ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

[۵۹] حدیث اور تفسیر کی معتبر کتابوں میں یہاں ایک خاص واقعہ ذکر کیا گیا ہے جس کا مختصر مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ خیبر کے ایک شادی شدہ یہودی مرد اور عورت نے زنا کیا۔ دونوں اعلیٰ خاندان کے افراد تھے، اس لئے علمائے یہود نے ان کو رجم کرنا مناسب نہ سمجھا۔ انہوں نے ان دونوں کو ایک وفد کے ہمراہ مدینہ منورہ بھیجا تا کہ رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ دریافت کریں اور ساتھ یہ ہدایت بھی کی کہ اگر درّے لگانے اور منہ کالا کرنے کا حکم دیں تو مان لینا اور اگر رجم کا حکم کریں تو انکار کر دینا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے رجم کا حکم دیا لیکن انہوں نے اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم نوجوان یہودی عالم ابن صوریا کو جانتے ہو؟ کہنے لگے: جی ہاں۔ اس وقت روئے زمین پر وہ سب سے بڑا یہودی عالم ہے ہم اس کا فیصلہ ماننے کے لئے تیار ہیں۔ جب وہ آیا تو رسولِ خدا ﷺ نے اس سے فرمایا: ''میں تمہیں اس خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا کو شق کیا اور تمہیں نجات دی، کیا تورات میں شادی شدہ زانی کے لئے رجم کا حکم ہے یا نہیں؟'' وہ انکار نہ کر سکا اور صاف کہہ دیا: بے شک ایسا ہی ہے۔ یہود اس پر کود پڑے اور تنقید کا نشانہ بنایا لیکن اس نے کہا کہ میں اگر اس نبی برحق کے سامنے جھوٹ بولتا تو مجھے عذابِ الٰہی کے نازل ہونے کا اندیشہ تھا۔ (تفسیر کشاف) اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم تورات کے حکم کی خلاف ورزی کیوں کرتے ہو؟ ابن صوریا نے کہا: دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے ایک بڑے امیر شہزادے نے زنا کیا جس کی رعایت کرتے ہوئے ہم نے اُسے سنگسار نہ کیا، پھر جب یہی جرم ایک غریب آدمی سے سرزد ہوا اور اسے رجم کرنے کا فیصلہ ہوا تو اس غریب کے رشتہ داروں نے احتجاج کیا کہ اگر شرعی سزا اس کو دینی ہے تو اس سے پہلے شہزادے کو بھی دو۔ جب اس اختلاف نے طول پکڑا تو ہم نے مجبوراً تورات کا حکم چھوڑ کر سب کے لئے درّے اور منہ کالا کرنے کی سزا پر اتفاق کر لیا۔ یہ سن کر حضورِ اکرم ﷺ نے کہا: اے اللہ تعالیٰ! ان لوگوں نے تیرے حکم کو مردہ کر دیا تھا مگر میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیرے اس حکم کو پھر سے زندہ کیا، پھر آپ ﷺ کے حکم سے انہیں رجم کر دیا گیا۔ (تفسیر مظہری) آج بھی بائبل میں یہ الفاظ موجود ہیں: ''زانی مرد اور عورت دونوں کو شہر کے دروازے سے باہر پتھر مار کر ہلاک کر دیا جائے۔'' (استثناء: ۲۲: ۲۳)

[۶۰] یہاں پر بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو فتنہ وفساد اور کفر و ناپاکی میں رکھنے کا ارادہ فرمالیا ہے تو پھر وہ کیسے ہدایت پا سکتے ہیں اور ان کو عذاب کیوں دیا جائے گا؟ دراصل یہود نے اپنی ہٹ دھرمی اور نافرمانی

Marfat.com

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ یَّضُرُّوْكَ شَیْــًٔا ؕ وَ

۴۲۔ یہ بہت زیادہ جھوٹی باتیں سننے والے بڑے حرام خور ہیں، [٦١] سواگر وہ آپ کے پاس آئیں (تو آپ کو اختیار ہے) چاہیں تو ان کے درمیان فیصلہ فرما

کے باعث اپنے آپ کو اس سزا کا مستحق ثابت کر دیا جس کا اعلان اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اس کی مثال اس مریض کی طرح ہے جو اپنے ڈاکٹر کی تشخیص کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ عام لوگوں کے اندازوں پر ایمان رکھتا ہے اور ڈاکٹر کی تجویز کردہ دوا کو یا تو سرے سے استعمال ہی نہیں کرتا یا اپنی پسند کے مطابق اس کے اجزائے ترکیبی میں تبدیلی کر دیتا ہے اور ڈاکٹر کی ہدایات کی مسلسل خلاف ورزی سے اس کی بیماری آخری مرحلہ پر پہنچ جاتی ہے۔ اب اگر ڈاکٹر اس مریض کے علاج سے دست بردار ہو کر اعلان کر دے کہ اب اس مریض کو موت سے کوئی نہیں بچا سکتا تو اس میں ڈاکٹر کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ مریض خود اپنی خودکشی کا ذمہ دار ہے۔ اسی طرح یہود بھی اپنی ہٹ دھرمی کے باعث حضورِ اکرم ﷺ پر ایمان نہ لائے اور مفاد پرست یہودی علماء کے ساتھ ہی منسلک رہے اور تورات کے احکام پر بھی یا تو سرے سے عمل ہی نہ کرتے یا ان میں اپنی مرضی سے تبدیلی کر لیتے۔ خدائی احکام کی مسلسل نافرمانی سے ان کے غور و فکر کی صلاحیتیں اس قدر ناکارہ ہو چکی ہیں کہ اب ان کے دلوں سے فساد و کفر کا نکلنا ممکن نہیں رہا۔ اسی حقیقت کا اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے جو کہ یہود کی ہٹ دھرمی کا لازمی نتیجہ ہے۔

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے سورت بقرہ کی آیت نمبر سات کا حاشیہ نمبر دس ملاحظہ کریں۔

[٦١] اس آیت میں علمائے یہود کی ایک خاص حرام خوری یعنی رشوت کا تذکرہ ہے کیونکہ وہ امیر لوگوں سے رشوت لے کر ان کے حق میں ناحق فیصلے کرتے تھے، حالانکہ انکی شریعت میں رشوت کو ممنوع قرار دیا گیا تھا جیسا کہ بائبل میں آج بھی موجود ہے:
''امیر آدمی کی طرفداری کرتے ہوئے انصاف میں لچک پیدا نہ کرو اور کبھی بھی رشوت قبول نہ کرو کیونکہ رشوت اہل عقل و دانش کی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے اور ان کے فیصلے کو بگاڑ دیتی ہے۔'' (استثناء: ١٦:١٩)

اسلام میں بھی رشوت حرام ہے کیونکہ ''رشوت لینے والے، رشوت دینے والے اور ان دونوں کے درمیان رشوت کے معاملات طے کرانے والے تینوں پر حضورِ اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔'' (مسند احمد: جلد ٥: ص ٢٧٩) نیز حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس انسان کا گوشت رشوت کے مال سے پروان چڑھا ہو وہ جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا کیونکہ وہ جہنم کی آگ کا زیادہ مستحق ہے۔'' (احمد: جلد ٥: ص ٣٩٩)

کسی کا حق ضائع کرنے یا غصب کرنے کے لئے کسی جھوٹے گواہ یا حاکم کو جو مال دیا جاتا ہے اسے رشوت کہتے ہیں۔ اس صورت میں رشوت لینے والا، رشوت دینے والا اور درمیان میں سودا طے کرانے والا سب مجرم ہیں لیکن اگر کوئی آدمی اپنے حق کے حصول یعنی اپنے خون یا مال کی حفاظت کے لئے مجبوراً رشوت دیتا ہے تو یہ اس کے لئے حرام نہیں ہوگا'' (سنن

Marfat.com

اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾

دیں یا ان سے منہ پھیر لیں، [٦٢] اور اگر آپ ان سے منہ پھیر لیں تو یہ آپ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلے کریں، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ ع

۴۳۔ اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے [٦٣] حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، پھر اس کے بعد بھی وہ روگردانی کرتے ہیں اور وہ مؤمن نہیں ہیں۔

کبریٰ: جلد ١٠: ص ١٣٩) لیکن اس صورت میں بھی رشوت لینے والا ضرور گناہگار ہوگا کیونکہ وہ اس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اُٹھا رہا ہے۔

[٦٢] یعنی غیر مسلم اگر اپنے مقدمات کا فیصلہ کرانے کے لئے حضورِ اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوں تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو اختیار دیا ہے کہ آپ چاہیں تو ان کے درمیان فیصلہ فرمادیں اور چاہیں تو انکار کر دیں تاکہ وہ اپنے مذہبی رہنماؤں سے فیصلہ کرائیں۔ جبکہ اسی سورت کی آیت نمبر ۴۹ میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو ہدایت فرمائی کہ اگر غیر مسلم اپنا معاملہ آپ ﷺ کے پاس لائیں تو آپ ﷺ اس کا فیصلہ اپنی شریعت کے مطابق فرمائیں۔

ان دو آیات کے درمیان تطبیق کرتے ہوئے امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں کہ غیر مسلم سائل اگر تو اسلامی ملک کا باشندہ یا ذمی ہو تو اس کا فیصلہ اسلامی حکمران کا فرض ہے کیونکہ ان کے حقوق کی نگرانی اور حفاظت اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اور اگر غیر مسلم سائل نہ تو اسلامی ملک کا باشندہ ہو اور نہ ہی ذمی بلکہ اس کے ساتھ صرف امن کا معاہدہ ہے جیسا کہ آیت نمبر ۴۲ کے سائل تھے تو اس کا فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اسلامی حکمران کو اختیار ہے کیونکہ ان کے حقوق کی نگرانی اسلامی حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے۔ (احکام القرآن: جلد اول: ص ۸۸) بہر حال اسلامی حکمران جب بھی فیصلہ کرے تو اسلامی اصولوں اور انصاف کو پیش نظر رکھے یعنی امن عامہ اور اجتماعی نظم وضبط کے معاملات میں اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کرے لیکن غیر مسلموں کے ذاتی اور خالص مذہبی مسائل میں مداخلت نہ کی جائے بلکہ ان کے اپنے مذہبی رہنماؤں سے فیصلہ کرایا جائے۔

[٦٣] یہ بڑی عجیب بات ہے کہ یہودی آپ ﷺ پر ایمان بھی نہیں رکھتے اور اس کے باوجود فیصلہ کرانے کا مطالبہ بھی کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے اور اس میں زنا کی سزا رجم لکھی ہوئی ہے۔ دراصل ان کا مقصد شرعی مسئلہ پوچھنا نہیں

Marfat.com

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّ نُوۡرٌ ‌ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ ‌ۚ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا‌ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ

۴۴۔ بے شک ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے، [٦۴] اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار نبی تورات کے مطابق یہود کے فیصلے کرتے تھے اور اللہ والے اور علماء (بھی اسی کے مطابق حکم دیتے تھے) کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے محافظ ٹھہرائے گئے تھے [٦٥] اور وہ اس پر گواہ تھے، سو تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو [٦٦] اور تھوڑی قیمت کے

ہے بلکہ وہ سزائیں کمی اور سہولت کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے تورات کے مطابق انہیں اسلامی حکم سنایا تو انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اپنی مفاد پرستی میں اتنے اندھے ہو چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی کتاب پر ان کا ایمان ہی نہیں رہا تھا، نہ تورات پر نہ ہی قرآن مجید پر۔

[٦۴] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تورات میں نور اور ہدایت ہے۔ (قرآن: ۵: ۴۴) انجیل میں نور اور ہدایت ہے۔ (قرآن: ۵: ۴٦) قرآن نور ہے۔ (قرآن: ۷: ۱۵۷) قرآن ہدایت ہے۔ (قرآن: ۲: ۱۸۵) ان مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ساری کتابیں ہدایت اور نور کا سرچشمہ ہیں یعنی ان کی تعلیمات انسان کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لا کھڑا کرتی ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی پہچان اور اس کی رضا حاصل کرنے کے راستے بالکل عیاں ہو جاتے ہیں اور جو بھی خلوصِ نیت کے ساتھ ان راستوں پر چل نکلتا ہے وہ مقصدِ حیات کو پا لیتا ہے۔

[٦٥] بنی اسرائیل کے انبیاء، اولیاء اور علماء تورات پر عمل پیرا تھے اور اسی کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد تورات کی حفاظت کی ذمہ داری اولیاء و علماء کے سپرد تھی۔ جب تک وہ اس ذمہ داری کو ادا کرتے رہے تو تورات ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ رہی لیکن بعد میں جب یہ ہدایت و نور کا صحیفہ دنیا پرست علماء اور خود نما عبادت گزاروں کے قبضہ میں آ گیا تو انہوں نے اپنے مفادات کی خاطر اس میں تحریف شروع کر دی جس کی وجہ سے تورات کی اصلی حالت گم ہو گئی، مگر قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے۔ (قرآن: ۱۵: ۹) اس لئے قرآن مجید آج تک اسی طرح محفوظ ہے جس طرح یہ اُترا تھا۔

[٦٦] یہودی علماء اس بات کے گواہ تھے کہ تورات اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ان کے سر پر ہے، نیز اس کتاب میں حضور اکرم ﷺ کا تعارف اور رجم کی سزا موجود ہیں، مگر اس کے باوجود وہ حکام کے ڈر اور دولت کے لالچ میں احکام خداوندی کو چھپاتے تھے۔ قرآن مجید ان کو متنبہ کر رہا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو دنیاوی مفادات پر قربان نہ کرو اور یہ حکم صرف یہود کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر اس بندے کیلئے وارننگ ہے جو

Marfat.com

يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٤﴾

بدلے میں میری آیتوں کو فروخت نہ کرو، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ کافر ہیں۔[٦٧]

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٥﴾

٤٥۔ اور ہم نے یہود کے لئے تورات میں (یہ حکم) لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے لئے قصاص ہے،[٦٨] پھر جو شخص اس قصاص کو معاف کردے تو وہ اس (کے گناہوں) کا کفارہ ہے،[٦٩] اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا اہل کتاب۔

[٦٧] اس آیت میں لکھا ہے: ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں۔'' اگلی آیت نمبر ٤٥ میں ہے: ''ایسے لوگ ظالم ہیں۔'' اور پھر آیت نمبر ٤٧ میں ہے۔ ''ایسے لوگ فاسق ہیں:'' ایک ہی جرم کی تین مختلف سزائیں کیوں؟ اس کے جواب میں مفسرین لکھتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرتے ہوئے ان کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ (تفسیر بیضاوی) کیونکہ انکار کا تعلق دل اور عقیدہ سے ہے اور جو دل سے تصدیق نہ کرے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ (تفسیر روح المعانی) البتہ جو احکام خداوندی سے انکار تو نہیں کرتے مگر عملاً نافرمانی کرتے ہیں تو وہ ظالم اور فاسق ہیں۔ (تفسیر بیضاوی) اور اپنی نافرمانی کے معیار کے مطابق سزا کے مستحق ہوں گے مگر وہ کافر نہیں ہیں کیونکہ وہ دل سے احکامِ خداوندی کی تصدیق کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

[٦٨] سیکڑوں سال گزر گئے اور تورات میں بہت زیادہ حذف و اضافہ بھی کیا گیا۔ اس کے باوجود قرآن مجید نے تورات کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ آج بھی تورات میں کئی مقامات پر موجود ہے، اور یہ قرآن مجید کے سچا اور برحق ہونے کی بہت مضبوط دلیل ہے، چنانچہ بائبل میں لکھا ہے: ''ہر قاتل کو ضرور قتل کیا جائے ۔۔۔ کسی کو زخمی کرنے کی سزا یہ ہے کہ اسے بھی اسی طرح زخمی کیا جائے یعنی عضو توڑنے کے بدلے عضو توڑنا، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، جیسا کوئی کسی کا نقصان کرے ویسا ہی اسے نقصان پہنچایا جائے۔'' (بائبل: احبار: ٢٤:١٩ تا ٢٠)

[٦٩] جو آدمی قصاص یعنی بدلہ لینے کے اپنے حق کو معاف کر دے تو یہ اجر و ثواب کا موجب ہے اور معاف کرنے والے کے

Marfat.com

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٦﴾

۴٦۔ اور ہم نے ان (نبیوں) کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا [۷۰] جو اپنے سے پہلے کی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ بھی اپنے سے پہلے کی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والی تھی اور (یہ انجیل) پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی۔ [۷۱]

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٤٧﴾

۴۷۔ اور انجیل والوں کو چاہیے کہ وہ اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل کیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ

۴۸۔ اور (اے رسولِ مکرم) ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی

گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے بھی فرمایا: ''جس شخص کے جسم میں کوئی زخم لگایا گیا اور وہ اس کو صدقہ کر دے (یعنی زخمی کرنے والے کو معاف کر دے) تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کے برابر اس کے گناہ مٹا دے گا۔''

(احمد: جلد۵: ص۳۱٦)

[۷۰] بنی اسرائیل میں انبیائے کرام علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ پہلے ایک وقت میں ایک سے زائد انبیاء بھی آتے رہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی اور نبی نہیں تھا۔ آپ انبیائے بنی اسرائیل کے آخر میں تشریف لائے اور اپنے سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کی کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے۔

[۷۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا فرمائی اور وہ بھی تورات کی طرح سراپا نور و ہدایت تھی۔ جس طرح تورات اپنے وقت میں لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ تھی اسی طرح انجیل کے نزول کے بعد اب یہی حیثیت انجیل کو حاصل ہو گئی ہے، لہٰذا اب سب لوگ انجیل پر ایمان لے آئیں اور اس کے احکام کے مطابق اپنے فیصلے کریں اور انجیل کی تعلیمات میں سے ایک یہ بھی تھی کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ جب وہ تشریف فرما ہوں تو ان پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور جو انجیل والا حضور اکرم ﷺ پر ایمان نہ لائے وہ دراصل اپنی انجیل کی تعلیمات سے انحراف کر رہا ہے۔

Marfat.com

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾

کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے [۷۲] اور اس کی محافظ ہے، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو، [۷۳] اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو، تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شریعت اور راہِ عمل بنائی ہے، [۷۴] اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا [۷۵] لیکن وہ تمہیں اس چیز میں آزمانا چاہتا ہے جو اس نے

[۷۲] گزشتہ آیات میں تورات اور انجیل کا ذکر تھا جو ہدایت اور نور کا سرچشمہ تھیں لیکن انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد ان کتابوں میں اس حد تک تحریف کی گئی کہ ان کا الہامی کتاب ہونا مشکوک ہو گیا، لہٰذا کسی ایسی مضبوط دلیل کی ضرورت تھی جو خود بھی محفوظ ہو اور پہلی کتب کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت بھی فراہم کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کیا جو اپنے نزول اور بیان کے اعتبار سے سراسر حق ہے اور اپنے وجود کے اعتبار سے روزِ اول کی طرح محفوظ ہے۔ یہ پہلی کتابوں کی صداقت کی گواہی بھی دیتا ہے اور ان کی اصل تعلیمات کی وضاحت اور حفاظت بھی کرتا ہے۔

[۷۳] گزشتہ آیات میں اہل تورات اور اہل انجیل کو حکم دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے کیا کریں اور اس آیت میں وہی حکم حضور اکرم ﷺ کو دیا جا رہا ہے کہ آپ اپنے فیصلے قرآنی تعلیمات کے مطابق کریں۔ یہ دراصل امتِ مسلمہ کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ احکام خداوندی کے برعکس کسی انسان کی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنا سراسر گمراہی ہے جس کی اجازت جب کسی پیغمبر کو نہیں ہے تو کسی اور کو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔

[۷۴] سب آسمانی کتابیں ہدایت و نور کا سرچشمہ ہیں ان کا نازل کرنے والا بھی ایک ہے اور ان کا مقصد و مدعا بھی ایک ہے۔ اسی لئے وہ عقائد و کلیات جن پر انسان کی نجات کا دارومدار ہے وہ تمام آسمانی کتابوں میں یکساں ہیں لیکن شریعت کے احکام و اعمال میں اختلاف کی وجہ مختلف ادوار کے مخصوص حالات تھے یا اس کی ایک مثال یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ڈاکٹر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کا مریض صحت مند ہو جائے لیکن ایک ہی مرض میں مبتلا دو مریضوں کے لئے ان کے طبعی اور جسمانی احوال کے پیش نظر دو مختلف علاج تجویز کرتا ہے یعنی ایک مریض کو اپریشن کا مشورہ دیتا ہے جبکہ دوسرے کے لئے دواء تجویز کرتا ہے کیونکہ اس کی صحت اپریشن کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں مختلف احکام نازل فرمائے اور مقصد ایک ہی تھا کہ انسان اپنے خالق حقیقی کا فرمانبردار بندہ بن جائے جو کہ اس کی پیدائش کا اصل مقصد ہے۔

[۷۵] اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ وہ سب انسانوں کو ایک ضابطہ کا پابند کر کے ایک امت بنا دیتا جیسا کہ

Marfat.com

تمہیں دی ہے، لہٰذا تم نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو، [۷۶] تم سب نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے، پھر وہ تمہیں آگاہ کرے گا اس کے بارے میں جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔

وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اور (پیارے نبی!) آپ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق ان کے درمیان فیصلے کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں کہیں یہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے آپ کی طرف نازل کردہ کسی حکم سے برگشتہ نہ کردیں، [۷۷] اور اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے

علامہ بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو جبراً سب کو اسلام کا پابند کردیتا اور کسی کے لئے مجال انکار ہی نہ رہتی لیکن اللہ تعالیٰ نے جبر کو اس لئے پسند نہیں کیا تاکہ لوگوں کی آزمائش ہو جائے کہ کون اپنے اختیار سے حق کو قبول کرتا ہے اور کون جان بوجھ کر اس سے روگردانی کرتا ہے۔

[۷۶] بعض لوگ اپنے ظاہری وقار اور دنیاوی فساد کی خاطر حقائق کو مسخ کرتے ہیں اور اپنا مدعا حاصل کرنے کے لئے جعلی دلائل سے اختلافات کا بازار گرم کردیتے ہیں۔ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اللہ تعالیٰ سب کو متنبہ فرما رہا ہے کہ جھوٹی باتوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے سچائیوں کے حصول میں آگے بڑھو، کسی کو ناحق تنگ کرنے کے بجائے نیکیوں میں سبقت حاصل کرو اور دنیا کی اس عارضی زندگی کے مال و متاع میں گم ہونے کے بجائے آخرت کی دائمی زندگی کے آرام و سکون کے لئے سرگرمی کا مظاہرہ کرو کیونکہ آخر کار ہم سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے جہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور ہر چیز بالکل عیاں ہو جائے گی۔

[۷۷] حضور اکرم ﷺ معصوم اور خطاؤں سے پاک ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا ہے۔ (قرآن: ۳:۱۳۲) اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ (قرآن: ۴:۸۰) لہٰذا آپ خدائی احکام کے برعکس کسی اور کی خواہشات کی پیروی نہیں کرسکتے، لیکن اس آیت میں آپ کو مخاطب کرکے دراصل اُمتِ مسلمہ کو تعلیم دی جارہی ہے کہ احکام خداوندی کے برعکس کسی انسان کی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنا سراسر گمراہی ہے جس کی اجازت جب کی

Marfat.com

انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دینے کا اردہ کر لیا ہے، [٧٨] اور بے شک بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔

پیغمبر کو نہیں ہے تو کسی اور کو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔

جمہور مفسرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ یہود کے اکابر علماء ایک دفعہ اکٹھے ہوئے اور فیصلہ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور انہیں ان کے دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں آخر وہ بشر ہی تو ہیں (اُنہیں دھوکا دینا کیا مشکل ہے)، چنانچہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: ''اے محمد! آپ جانتے ہیں کہ ہم یہود کے مذہبی رہنما ہیں، اگر ہم نے آپ کا دین قبول کر لیا تو وہ ہماری مخالفت نہیں کریں گے بلکہ ہمیں دیکھ کر سارے یہودی مسلمان ہو جائیں گے۔ہم آپ کے پاس آج اس لئے آئے ہیں کہ ہمارا اپنی قوم کے بعض لوگوں کے ساتھ کچھ جھگڑا ہے، ہم ان کو فیصلہ کے لئے آپ کے پاس لے آئیں گے، اگر آپ فیصلہ ہمارے حق میں کر دیں تو ہم سب مسلمان ہو جائیں گے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ پیشکش ٹھکرا دی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی)

اگر کوئی آدمی اس آیت سے یہ نتیجہ اخذ کرے کہ نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خواہشات کے مطابق فیصلہ کرنے والے تھے تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ فرمائی ہے تو یہ اس کی کج فہمی ہوگی، کیونکہ مستند حوالوں سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ یہود کی پیشکش پہلے ٹھکرا چکے تھے، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ تو یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عصمت کے خلاف نہیں بلکہ آپ کی خدا خوفی، استقامت اور اتباعِ حق کی ایک مضبوط دلیل اور آپ کی حوصلہ افزائی کا ایک واضح ثبوت ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ آپ کو فرما رہے ہیں کہ آپ نے ہمیشہ کی طرح آج بھی بہت اچھا فیصلہ سنایا ہے اور آئندہ بھی ایسے ہی فیصلوں پر قائم رہیں۔

یہ آیت تو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور اس وقت ہزاروں لوگ دائرہٗ اسلام میں داخل ہو چکے تھے مگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس استقامت کا مظاہرہ ہجرت سے پہلے اس وقت بھی کر چکے تھے جب آپ کے ساتھ گنتی کے چند مسلمان تھے اور مکہ کے سرداروں نے آپ کو دولت، سرداری اور مکہ کی حکومت کی اس شرط پر پیشکش کی کہ آپ اس نئی دعوت سے باز آجائیں، مگر آپ نے فرمایا: ''اگر آپ سورج لا کر میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں اور یہ توقع کریں کہ میں توحید کی دعوت کو چھوڑ دوں تو یہ ناممکن ہے۔'' (سیرت ابن کثیر: جلد اول: ص ۴۷۴)

[٧٨] اگر وہ قرآن اور آپ کے فیصلے کو ماننے سے انکار کریں تو ان کے سارے گناہوں کی سزا تو انہیں آخرت میں ملے گی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اس دنیا میں بھی ان کے بعض گناہوں کی سزا دینے کا ارادہ کر لیا ہے، چنانچہ بہت جلد ان میں سے بعض کو قتل کر دیا گیا اور بعض کو مدینہ کی پاک سرزمین سے جلاوطن کر دیا گیا۔

Marfat.com

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝٥٠ ع

۵۰۔ تو کیا یہ لوگ پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، [۷۹] اور یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر اور کس کا حکم ہوسکتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاۗءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥١

۵۱۔ اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، [۸۰] وہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا تو وہ ان ہی میں (شمار) ہوگا، بے شک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَاۗىِٕرَةٌ ۭ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝٥٢

۵۲۔ سو آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے وہ یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمیں خطرہ ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آجائے، [۸۱] پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ (تمہیں) فتح دے یا اپنی طرف سے (کامیابی کی) کوئی اور بات (ظاہر کردے) تو پھر

[۷۹] یہ کیسے عجیب لوگ ہیں جو تورات اور قرآن کے واضح احکامات کے باوجود جاہلیت کے احکام کو اپنانا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے احکام سب سے بہتر ہیں لیکن اس حقیقت کو اہل یقین وایمان ہی تسلیم کرتے ہیں، اہل کفر وشرک تو اپنی عقل نارسا کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اور نتیجتاً ساری عمر بے یقینی کے اندھیروں میں سرگرداں رہتے ہیں۔

[۸۰] اہل کتاب یا دیگر غیر مسلم جو اسلام سے بغض رکھتے ہیں اور اہل ایمان کو نقصان پہنچانے میں سرگرم رہتے ہیں ان کے ساتھ گہری دوستی قائم کرنا اور انہیں راز دار بنانا سخت منع ہے کیونکہ ان میں باہم کتنے ہی اختلاف کیوں نہ ہوں اسلام دشمنی میں وہ سب متحد ہو جاتے ہیں۔ ان کی اسلام دشمنی پر آگاہی کے باوجود جو ان کے ساتھ دوستی رکھے یا راز داری کے مراسم قائم کرے وہ بھی ان ہی میں شمار ہوگا لیکن جو غیر مسلم معتدل مزاج ہوں اور اہل اسلام کو بالواسطہ یا بلاواسطہ تنگ نہ کرتے ہوں ان کے ساتھ حسن سلوک اور عدل وانصاف کا برتاؤ کیا جائے۔ (قرآن: ۶۰:۸) ویسے انسانیت کے ناطے تمام بنی نوع انسان کے ساتھ اچھے مراسم کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ بدگمانیوں کا خاتمہ ہو اور امن وسکون کی فضا پیدا ہو۔

[۸۱] اہل کتاب میں سے بعض لوگ بظاہر مسلمان ہوگئے تھے مگر ان کی دلی ہمدردیاں یہود ونصاریٰ کے ساتھ تھیں۔ ان کی خصوصی

Marfat.com

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهٰٓؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خٰسِرِينَ ﴿٥٣﴾

وہ اس پر نادم ہو جائیں گے جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا تھا۔

۵۳۔ اور (اس وقت) ایمان والے کہیں گے: کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی سخت سے سخت قسمیں اٹھا کر کہا تھا [۸۲] کہ وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں، ان کے سب اعمال ضائع ہو گئے اور وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔

محافل میں کثرت سے شریک ہوتے اور انہیں اپنی ہمدردی کا یقین دلاتے۔ جب مسلمانوں نے منافقین کو روکا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود یہود و نصاریٰ کو راز دار کیوں بناتے ہیں تو وہ منافق بظاہر تو یہ جواب دیتے کہ اہل کتاب کے ساتھ ہمارا میل جول صرف ظاہری ہے تاکہ کل اگر کوئی قحط یا تنگی کی مصیبت آجائے تو ہمیں ان سے قرض اور تعاون مل سکے گا لیکن دراصل انہیں خطرہ تھا کہ کل اگر مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو پھر ان کے لئے مشکلات پیدا ہو جائیں گی، لہٰذا انہیں کفار کے ساتھ بھی رابطہ رکھنا چاہیے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کامل فتح عطا فرمائے گا، اسلامی ریاست قائم ہوگی جس میں امن و سکون اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگا اور منافقین کے نفاق کا پول بھی کھول دیا جائے گا تو اس وقت یہ منافقین اپنے دلوں میں کفار سے دوستی رکھنے پر نادم ہوں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہود جو کبھی مدینہ کی سیاست پر غالب تھے بالآخر انہیں ذلیل و خوار ہو کر مدینہ سے نکلنا پڑا اور وہ کفار جو مکہ مکرمہ پر قابض تھے انہیں بھی اپنی شکست کو تسلیم کرنا پڑا۔

[۸۲] اللہ تعالیٰ نے جب اسلام کو فتح اور غلبہ عطا فرمایا اور منافقین کا نفاق بھی ظاہر ہو گیا تو مسلمان از راہِ حیرت و تعجب کہنے لگے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو قسمیں اٹھا اٹھا کر کہا کرتے تھے کہ وہ مسلمان ہیں حالانکہ ان کے دل کافر تھے۔ ان کی یہ تمام سرگرمیاں بے کار ثابت ہوئیں یعنی کفار کی شکست کے بعد ان کی دوستی سے بھی منافقین کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا اور نفاق کے ظہور کے بعد مسلمانوں کا اعتماد بھی کھو بیٹھے، نیز مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے جو نیک اعمال وہ کرتے تھے وہ بھی نفاق کی وجہ سے بے کار تھے، لہٰذا نہ دنیا میں عزت رہی اور نہ آخرت میں بلکہ ہر جگہ حسرت اور نقصان ہی مقدر بنا۔ اہل نفاق کے لئے یہ آیت لمحہ فکریہ ہے کیونکہ ہر منافق کا بالآخر یہی انجام ہوتا ہے۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوں گے، [۸۳] وہ مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے، وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ تمہارا دوست تو صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کا رسول ﷺ ہے اور ایمان والے ہیں [۸۴] جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) جھکنے والے ہیں۔

---

[۸۳] اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کی فلاح اور بقا اسی میں ہے کہ وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں اور جو لوگ اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوں گے تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے اس اقدام سے اسلام تو ختم نہیں ہوگا ہاں وہ خود خسارے میں رہیں گے۔ ان کی سرکوبی کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے مخلص لوگوں کو اقتدار میں لے آئے گا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ اہل ایمان کے لئے نرم اور اہل کفر کے لئے سخت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور اسلام کی سربلندی کے لئے کوشش کرتے ہوئے کسی کے طعنہ اور ملامت سے نہیں ڈریں گے اور یہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوگا۔ ان خوش نصیب لوگوں سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت مرتدین کی سرکوبی کے لئے اپنا فرض پوری کامیابی سے سرانجام دیا۔

[۸۴] گزشتہ آیات میں دشمنانِ اسلام کے ساتھ گہری دوستی رکھنے سے منع فرمایا گیا تھا حالانکہ کسی کے ساتھ گہری دوستی کے مراسم پیدا کرنا انسانی فطرت کا تقاضا ہے تاکہ انسان اپنے نجی مسائل اور مشکلات میں اس سے تعاون اور رہنمائی حاصل کر سکے، اس لئے اس آیت میں مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ گہری دوستی کے مستحق اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ اور مخلص ایمان والے ہیں اور ان کی دوستی ہی انسان کو دنیا و آخرت میں کامیابی کی راہ پر گامزن کرتی ہے۔

Marfat.com

وَمَنۡ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فَاِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کو دوست بنائے تو بے شک اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا دِيۡنَكُمۡ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَالۡكُفَّارَ اَوۡلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ اے ایمان والو! تم ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے (خواہ وہ) ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں یا دوسرے کافر ہوں، [۸۵] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اگر تم مومن ہو۔

وَاِذَا نَادَيۡتُمۡ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوۡهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ اور جب تم نماز کی طرف بلاتے ہو (یعنی اذان دیتے ہو) تو وہ اسے مذاق اور کھیل بناتے ہیں، [۸۶] اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے۔

---

[۸۵] مذہب ایک مقدس امانت ہے جس کو انسان کا دل منتخب کرتا ہے۔ اسی لئے انسان کو اپنے مذہب اور مذہبی شخصیات سے قلبی لگاؤ ہوتا ہے اور اگر کوئی اس کے مذہب کی توہین کرے تو وہ دراصل اس کے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ اسلامی احکام کا مذاق اڑاتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرتے ہیں بلکہ دراصل وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اُڑاتے ہیں کیونکہ یہ احکام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائے ہیں، نیز جو اسلام کا مذاق اُڑاتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ اپنی دشمنی اور حقارت کا اظہار کرتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے عقائد کو چیلنج کرتے ہیں اور فتنہ وفساد کا بازار گرم کرتے ہیں تو ایسے فتنہ پرور لوگوں سے نفرت اور دشمنی کرنی چاہیے تاکہ ان کی حوصلہ شکنی ہو۔ وہ کسی دوستی اور رازداری کے لائق نہیں ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے دہشت گرد غیر مسلموں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

[۸۶] گزشتہ شریعتوں میں اذان کا رواج نہیں تھا، مختلف اشاروں اور آوازوں کے ذریعہ اوقاتِ عبادت کا اعلان کیا جاتا تھا۔ اسلام نے اذان کی ابتدا کی جو نہ صرف ایک آواز تھی بلکہ ترغیب کی ایک مکمل دعوت تھی تو بجائے اس کے کہ وہ اس سے سبق حاصل کرتے اُلٹا وہ اذان کا مذاق اڑانے لگے جو کہ ان کی کج فہمی اور نادانی کی دلیل ہے۔

اذان کا مقصد

اذان صرف نماز کے لئے ایک وقتی دعوت ہی نہیں بلکہ اسلام کے پورے نظامِ حیات کا اعلان ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی کبریائی، توحید ورسالت کی گواہی اور نماز وفلاح کی یاد دہانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں اور نافرمانوں کے

Marfat.com

قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ هَلۡ تَنۡقِمُوۡنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡنَا وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلُ ۙ وَاَنَّ اَكۡثَرَكُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ آپ فرمایئے: اے اہل کتاب! تم ہم سے صرف اس لئے دشمنی کرتے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے [۸۷] اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو اس سے پہلے نازل کیا گیا اور بے شک تم میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔

قُلۡ هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِكَ مَثُوۡبَةً عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ مَنۡ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيۡهِ وَ

۶۰۔ آپ فرمایئے: کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کن لوگوں کی سزا اس سے بھی بدتر ہے؟ [۸۸] وہ

درمیان پہچان کی کسوٹی ہے۔ اہل اطاعت اذان سنتے ہی دنیاوی کام چھوڑ کر رازقِ حقیقی کے حضور سجدہ ریز ہوجاتے ہیں اور مال وزر کے پجاری اپنے فانی اور عارضی محبوب کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، نیز جو مسلمان کسی دنیاوی افسر یا وزیر کی دعوت پر خوش ہوتے ہیں اور سارے کام چھوڑ کر اس کے ہاں جانے کی پوری کوشش کرتے ہیں لیکن ساری کائنات کے خالق اور مالک یعنی اللہ تعالیٰ کی دعوت پر کان نہیں دھرتے اور مسجد میں حاضری کی کوشش نہیں کرتے انہیں اپنے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہے۔

اذان کی فضیلت میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمتیں نازل کرتے ہیں اور مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اسی مقدار میں اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور کائنات کی خشک یا تر جو چیز بھی اس کی آواز سنتی ہے وہ اس کی تصدیق کرتی ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اسے ان کے ثواب جتنا ثواب ملتا ہے۔''

(نسائی: ۷/ ۶۴۷: کتاب الاذان: باب ۱۴)

[۸۷] اہل کتاب سے پوچھا جا رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کی مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ کیا صرف اس لئے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ پر، قرآنِ کریم پر اور پہلی آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اگر یہی وجہ ہے تو پھر مسلمانوں کی مخالفت کے بجائے ان کی اطاعت ضروری ہے ورنہ تورات وانجیل کی بھی مخالفت لازم آئے گی کیونکہ تورات وانجیل میں حضور اکرم ﷺ اور قرآن پر ایمان لانے کی ہدایت موجود تھی، لہٰذا حضور اکرم ﷺ پر ایمان نہ لانے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تورات وانجیل کے بھی نافرمان ہیں لیکن بعض اہل کتاب، تورات وانجیل کی نشاندہی کے مطابق حضور اکرم ﷺ پر ایمان لا کر مسلمان ہوگئے، لہٰذا وہ نافرمان نہیں ہیں۔

[۸۸] مسلمان تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں جبکہ یہودی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کے منکر تھے۔ یہود ونصاریٰ دونوں، حضور اکرم ﷺ اور قرآن مجید کے منکر تھے اور عقیدۂ اسلام کو شر اور برائی سے تعبیر

Marfat.com

جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٦٠﴾

جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنایا اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی، ان کا درجہ اور بھی زیادہ برا ہے اور سیدھے راستے سے بہت زیادہ بھٹکنے والے ہیں۔

وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾

٦١۔ اور جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ کفر کے ساتھ آئے اور کفر ہی کے ساتھ چلے گئے، [٨٩] اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے تھے۔

کرتے تھے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ برے وہ نہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان لائیں دراصل بدترین اور شریر تو وہ لوگ تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت اور غضب کو نازل کیا۔ ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دیا۔ یہی وہ لوگ تھے جو راہِ راست سے بھٹک گئے، شیطان کی عبادت کرنے لگے اور بدترین درجہ وٹھکانہ کے مستحق قرار پائے۔

مذکورہ صفات کے آئینے میں غور کیا جائے تو بدترین لوگ وہ تھے جنہوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کو قتل کیا۔ احکام خداوندی کی خلاف ورزی کی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے نتیجہ میں بندر اور خنزیر بنائے گئے اور آج بھی وہی لوگ بدترین ہوں گے جو ان غضب زدہ لوگوں کے نقش قدم پر چلیں گے۔ ان کے برعکس اہل اسلام تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب انبیائے کرام علیہم السلام کا احترام کرتے ہیں اور احکام خداوندی پر ایمان رکھتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پرامید ہیں۔

نوٹ: یہود میں سے جن لوگوں نے یوم سبت کے احکام کی خلاف ورزی کی تو ان کو بندر بنا دیا گیا اور عیسائیوں میں سے جن لوگوں نے نزولِ مائدہ (دسترخوان) کے باوجود ناشکری اور نافرمانی کی تو ان کو خنزیر بنا دیا گیا۔ (تفسیر روح المعانی) موجودہ بندر اور خنزیر ان کی نسل سے نہیں ہیں کیونکہ انہیں مسخ کے چند روز بعد ہلاک کر دیا گیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ سے بھی موجودہ بندروں اور خنازیر کے بارے میں سوال کیا گیا: کیا یہ انہی کی نسل میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کر دیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو مسخ کر کے پھر اس کی نسل نہیں چلائی۔ بندر اور خنزیر اس سے پہلے بھی ہوتے تھے۔
(مسلم: ٦٧٧٢: کتاب القدر: باب ٧)

[٨٩] بعض یہودی، حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے پاس آ کر کہتے کہ وہ مومن ہیں اور اسلام کے تمام احکام کی تصدیق کرتے

Marfat.com

وَتَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ اور آپ دیکھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ گناہ، زیادتی اور حرام خوری میں بڑے سرگرم ہیں، بہت ہی برے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں۔

لَوْلَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾

۶۳۔ ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے، [۹۰] بہت ہی برے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں۔

ہیں حالانکہ ان کے دل کفر پر ڈٹے ہوئے تھے اور صرف زبان سے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے نفاق سے آگاہ فرمایا ہے کہ وہ کفر کے جس حال میں آپ کے پاس آتے ہیں اسی کفر کی حالت میں لوٹ جاتے ہیں اور ایک لحہ کے لئے بھی انہوں نے دل سے اسلام کو قبول نہیں کیا، اسی لئے حضور اکرم ﷺ کی صحبت اور نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے اپنے دلوں کے دروازوں پر کفر کے تالے لگا رکھے ہیں جو صرف کفر کی چابی سے کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔

[۹۰] گزشتہ آیت میں عام یہود کو گناہ، ظلم اور حرام خوری پر تنبیہ کی گئی تھی کہ یہ برے کام ہیں اور ان کا انجام بھی برا ہوگا، لہٰذا ان سے اجتناب کرو، لیکن اس آیت میں بالخصوص مذہبی رہنماؤں یعنی ان یہودی علماء اور مشائخ کو تنبیہ کی جارہی ہے جو عوام کو گناہ اور حرام خوری سے منع نہیں کرتے۔ اگرچہ اس آیت کا تعلق یہود سے ہے مگر اس کا حکم عام ہے اور ہر مذہبی رہنما کے لئے لحہ فکریہ ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مشائخ و علماء کے لئے پورے قرآن میں اس آیت سے زیادہ سخت تنبیہ کہیں نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆ علامہ قرطبی نے ایک روایت نقل کی ہے: ایک فرشتہ کو حکم دیا گیا کہ فلاں بستی کو تباہ کردو۔ اس نے عرض کی: اس میں تو فلاں عبادت گزار بندہ رہتا ہے۔ حکم ہوا کہ تباہی کی ابتدا اسی سے کرو کیونکہ ہماری نافرمانیوں کو دیکھ کر اس کا چہرہ کبھی غضب سے متغیر نہیں ہوا۔ (تفسیر قرطبی وتفسیر بحر محیط)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کو ظلم سے باز رکھنے کے لئے اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو عذاب میں مبتلا کردے گا۔ (ترمذی: ۲۱۶۸: ابواب الفتن: باب ۸)

☆ اس قسم کی صورت حال کی عملی مثال بیان کرتے ہوئے ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس کی حدود کو توڑنے والے کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے کشتی میں بیٹھنے کے لئے قرعہ اندازی کی تو ان میں سے بعض کو اوپر والی منزل میں اور بعض کو نیچے والی منزل میں جگہ ملی تو جو لوگ کشتی کی نچلی منزل میں تھے وہ

Marfat.com

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ

۶۴۔ اور یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، [۹۱] ان ہی کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں اور اس (گستاخانہ) قول کی وجہ سے ان پر لعنت ہو، [۹۲]

جب پانی پینا چاہتے تو ان کو بالائی منزل والے لوگوں میں سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے کہا: اگر ہم اپنی نچلی منزل میں ہی کشتی میں سوراخ کر لیں تو (آسانی سے پانی بھی آجائے گا اور) ہم اوپر والوں کو اپنے گزرنے کی تکلیف بھی نہیں دیں گے۔ اب اگر اوپر والوں نے ان کو اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے چھوڑ دیا تو (پوری کشتی پانی سے بھر جائے گی اور) سب ڈوب کر ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والوں نے ان کے ہاتھوں کو سوراخ کرنے سے روک لیا تو بالائی منزل اور زیریں منزل والے سب لوگ نجات پا جائیں گے۔ (بخاری: ۲۴۹۳: کتاب الشرکۃ: باب ۶) مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قوم کا ایک گروہ غلط راہ پر چل نکلے اور ایسے کام کرنے لگے جو ملک وملت کے لئے تباہی کا سبب بنتے ہیں تو قوم کے ذمہ دار لوگوں (علماء، مشائخ اور سیاسی وسماجی رہنماؤں) کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ان کے ہاتھ روکیں ورنہ پوری قوم تباہ وبرباد ہو جائے گی۔

نوٹ: اس آیت میں ان علماء ومشائخ کا ذکر ہے جو برائیوں کو روکنے کے لئے نہ تو ہاتھ اور زبان استعمال کرتے ہیں اور نہ ہی برے لوگوں کو دل سے برا جانتے ہیں لیکن جو مخلص علماء ومشائخ اپنی استطاعت کے مطابق برائیوں کو روکنے کے لئے ہاتھ اور زبان کو استعمال کرتے ہیں اور بے بسی کی صورت میں اپنی دلی بے زاری کسی نہ کسی طرح ظاہر کر دیتے ہیں تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم ہے چاہے لوگ ان کی تلقین وتدبیر پر عمل کریں یا نہ کریں۔

[۹۱] اسلام کے ابتدائی دور میں مدینہ کے یہود نے جب مسلمانوں کی غربت اور تنگدستی دیکھی اور ساتھ یہ بھی سنا کہ اللہ تعالیٰ قرضِ حسن بھی مانگتا ہے تو کہنے لگے: محمد ﷺ کا خدا فقیر یعنی محتاج اور غریب ہے۔ (تفسیر قرطبی) اور اس آیت میں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے یعنی وہ بخیل ہے اور اپنے بندوں پر خرچ نہیں کرتا۔ اسی لئے تو مسلمان افلاس و غربت کا شکار ہیں۔ علامہ طبری لکھتے ہیں: اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو تسلی بھی دی ہے کہ آپ ان کی گستاخیوں سے رنجیدہ نہ ہوا کریں، یہ تو ایسے سرکش ہیں جو مجھے بھی فقیر اور بخیل کہنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔
(تفسیر ابن جریر طبری)

[۹۲] یا تو یہ خبر دی گئی ہے کہ دراصل یہودی خود فقیر اور بخیل ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس گستاخی کی وجہ سے مردود ہو گئے ہیں یا بطورِ بددعا انہیں کہا جا رہا ہے کہ انہی کے ہاتھ تنگ ہو جائیں یعنی وہ خود فقیر وبخیل ہو جائیں اور ان پر اس بدزبانی کی وجہ سے لعنت پڑے، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کی ایسی پھٹکار پڑی کہ انہیں تنگدست ہو کر مدینہ چھوڑنا پڑا اور مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے ایسا کرم فرمایا کہ قیصر وکسریٰ کی حکومتوں اور خزانوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

Marfat.com

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ

بلکہ اللہ تعالیٰ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے، [۹۳] اور آپ پر جو کلام آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے اکثر لوگوں کے کفر اور سرکشی کو زیادہ کردے گا، [۹۴] اور ہم نے ان کے درمیان

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرے تو اس کی تردید بندۂ مؤمن کی ذمہ داری ہے اور ایسے گستاخ کے لئے بددعا کرنا قرآنی تعلیم کے عین مطابق ہے اور وہ شخص بھی ایسے ہی سلوک کا مستحق ہے جو حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے جیسے قرآن مجید کی ایک پوری سورت ابولہب کے خلاف نازل ہوئی۔

[۹۳] اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے پاک ہے۔ ہاتھوں کا بندھا ہوا ہونا بخل سے کنایہ ہے اور دونوں ہاتھوں کا کھلا ہوا ہونا جود و عطا کی کثرت سے کنایہ ہے، تو ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ یہود کے لغو اعتراض کا رد فرما رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ وہ فقیر اور بخیل نہیں بلکہ غنی اور بہت زیادہ سخی ہے۔ جب چاہتا ہے، جو چاہتا ہے، جتنا چاہتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اس کے باوجود اس کے غیر محدود خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہوتی جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ رات دن خرچ کرتا ہے لیکن کوئی کمی نہیں آتی۔ ذرا دیکھو تو جب سے آسمان و زمین اس نے پیدا کئے ہیں وہ خرچ کر رہا ہے لیکن اس کے ہاتھ کے خزانے میں کمی نہیں آئی ...''

(بخاری: ۷۴۱۹: کتاب التوحید: باب ۲۲)

ابو سعود نے کہا: کسی کے رزق میں کمی کی وجہ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فیضان میں نقص ہے بلکہ اس انسان کے اپنے گناہوں کی نحوست یا اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہی تھا۔ (صفوۃ التفاسیر) اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کا احاطہ ہمارے بس سے باہر ہے۔ ضروری نہیں کہ کسی انسان کی غربت کی وجہ اس کی شامتِ اعمال ہو۔ کبھی یہ غربت اس کے بہتر مستقبل کا پیش خیمہ یا کسی بڑی مصیبت سے نجات کا ذریعہ بھی ہو سکتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کیونکہ بعض دفعہ ایک ہی قسم کی تکلیف کے دو مختلف اور متضاد اسباب اور مقاصد ہو سکتے ہیں جیسے چور کا ہاتھ اس لئے کاٹا جاتا ہے کہ اس کی بداعمالی کی اسے سزا دی جائے اور بیمار کا ہاتھ اس لئے کاٹا جاتا ہے تاکہ اس کا بقیہ جسم اس بیماری سے محفوظ ہو جائے۔ اب ہاتھ کاٹنے کا نقص تو ایک ہے مگر مختلف اسباب کی وجہ سے مقاصد اور نتائج مختلف ہیں یعنی چور شرمندہ ہوتا ہے جبکہ مریض کو سکون حاصل ہوتا ہے۔

[۹۴] یہودی علماء نے دنیاوی لالچ اور امیر لوگوں کے تحفظ کے لئے ایسے احکام گھڑ لئے تھے جو تورات میں نہیں تھے، اس لئے ان کے رد میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں اور ہر آیت کے نازل ہونے کے بعد اکثر یہود اس کا انکار کر دیتے، لہٰذا جتنا قرآن مجید نازل ہوتا جائے گا اُتنا ہی وہ قرآن کا انکار کرنے کی وجہ سے کفر اور سرکشی میں آگے بڑھتے رہیں گے، کیونکہ

Marfat.com

وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾

قیامت تک کے لئے عداوت اور بغض کو ڈال دیا ہے، [۹۵] جب کبھی وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے [۹۶] اور وہ زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾

۶۵۔ اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان سے ان کی برائیاں ضرور دور کر دیتے اور ان کو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے۔ [۹۷]

قرآن مجید حق اور سچ بات کہتا ہے اور حق بات کو وہی تسلیم کر سکتا ہے جس کا ذہن وضمیر سلامت ہو لیکن جس کے ذہن میں فتور اور ضمیر پر تعصب کے پردے ہوں اسے حق بھی ناقص نظر آتا ہے جیسے بعض بیماروں کو مٹھائی کڑوی محسوس ہوتی ہے۔ اس میں مٹھائی کا قصور نہیں ہے بلکہ مریض کی بیماری نے اس کے ذوق کو ناقص کر دیا ہے اس لئے اسے ہر چیز ناقص محسوس ہوتی ہے۔

☆ نیز قرآن مجید نے حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے دلائل کو بالکل واضح کر دیا اور بعض حق پرست یہود نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تو اس سے بھی یہود کے حسد وعناد میں اضافہ ہوگا جس کے نتیجہ میں وہ کفر وسرکشی میں مزید آگے بڑھتے جائیں گے۔

☆ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن نعمتوں سے نوازا ہے یہ حسد کے مارے یہود کے لئے کسی عذاب سے کم نہیں ہیں۔ ان نعمتوں کو دیکھ کر اہل ایمان کی تصدیق اور نیکیوں میں اضافہ ہوگا جبکہ یہود کے انکار اور سرکشی میں اضافہ ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۹۵] یہود کے مسلسل کفر وسرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہودی فرقوں کے درمیان دینی معاملات میں ایسی دشمنی اور عناد پیدا فرما دیا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۹۶] جب بھی یہود نے حضور اکرم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اپنے درمیان اختلاف پیدا کر دیا۔ (تفسیر ابن عباس) جس کی وجہ سے ان کی سازش کی آگ خود بخود بجھ گئی اور وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے تاہم وہ زمین میں فساد پھیلانے یعنی لوگوں کو راہِ راست سے بہکانے میں سرگرم ہیں اور اس فساد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ یہود کو پسند نہیں کرتا۔ (تفسیر ابن عباس)

[۹۷] اہل کتاب نے تورات وانجیل میں تحریف کی، نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کو پہچان لینے کے بعد بھی آپ کی تکذیب کی اور اہل ایمان کو تنگ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ان کے باوجود اگر اب بھی وہ حضور اکرم ﷺ پر ایمان

Marfat.com

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ ع

٦٦۔ اور اگر وہ تورات، انجیل اور اس (کلام اللہ) کو قائم رکھتے جو ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل کیا گیا تو وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے، [٩٨] ان میں سے ایک جماعت اعتدال پسند ہے، اور ان میں سے اکثر برے کام کرتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ

٦٧۔ اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا (اس کو) پہنچادو، اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام نہیں پہنچایا، [٩٩] اور

لے آئیں اور ہر قسم کی برائیوں سے سچی توبہ کرلیں تو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر کے انہیں سکونِ قلب عطا فرمائے گا اور آخرت میں جنت میں داخل کر کے اپنی نعمتوں سے مالا مال فرمائے گا۔

[٩٨] گزشتہ چند آیات سے خطاب ان اہل کتاب کو کیا جارہا ہے جو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں موجود تھے۔ جب اسلام پھیلنا شروع ہوا اور لوگوں کی ہمدردیاں مسلمانوں کے ساتھ بڑھ گئیں تو اہل کتاب کے دنیاوی کاروبار کو سخت دھچکا لگا اور وہ غربت و افلاس کا شکار ہونے لگے۔ اس آیت میں قرآن مجید نے ان کی غربت کی وجہ بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ اگر وہ تورات و انجیل کے احکام کے پابند رہتے اور ان میں بیان کردہ بشارات کی روشنی میں قرآن مجید پر ایمان لے آتے تو وہ غربت کا شکار نہ ہوتے اور زمین و آسمان کی نعمتوں سے مالا مال رہتے لیکن ان میں کچھ لوگ حقیقت پسند بھی تھے جو قرآن مجید پر ایمان لے آئے اور عزت و وقار سے زندگی بسر کی، جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے بعض یہودی ساتھی، اسی طرح شاہِ حبشہ یعنی نجاشی اور اس کے بعض عیسائی ساتھی۔ (تفسیر ابن عباس)

نوٹ: یہ دنیاوی خوشحالی کا وعدہ اہل کتاب کے صرف ان مخصوص لوگوں کے ساتھ ہے جو آپ کے زمانے میں موجود اور آپ کے مخاطب تھے۔ ویسے یہ کوئی کلیہ قاعدہ نہیں کہ جو بھی مخلص اور ایماندار ہوگا وہ ہمیشہ خوشحال رہے گا ہاں اتنا ضرور ہے کہ مخلص ایماندار کی دنیاوی زندگی اطمینان بخش، پاکیزہ اور قابل رشک ہوتی ہے چاہے دنیاوی حالات کے اعتبار سے وہ خوشحال ہو یا تنگدست۔ اس سلسلہ میں انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالاتِ زندگی بڑا حسین نمونہ ہیں۔ ان میں سے بعض دولت مند اور بعض تنگدست تھے مگر ہر حال میں ان کے کردار پاکیزہ اور قابل تقلید ہیں۔

[٩٩] اس آیت میں حضور اکرم ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو اس کی مخلوق تک پہنچادیں اور اگر بفرضِ محال کسی ایک حکم کی بھی تبلیغ رہ گئی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے تبلیغ کا حق ادا نہیں کیا۔ جس طرح نماز کا کوئی ایک رکن

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾

اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا،[١٠٠] بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔[١٠١]

چھوڑنے سے پوری نماز باطل ہو جاتی ہے اور قرآن مجید کی کسی ایک آیت کے انکار سے پورے قرآن مجید پر ایمان ختم ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی نبی اللہ تعالیٰ کے کسی ایک حکم کی تبلیغ میں کمی کر دے تو اس کی ساری تبلیغ کالعدم قرار پائے گی۔

خطاب کا یہ اسلوب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پیغام کی اہمیت بتانے کے لئے اختیار کیا گیا ہے، ورنہ کسی نبی کے بارے میں یہ تصور کرنا ہی گناہ ہے کہ وہ احکام خداوندی کی تبلیغ میں کسی ادنیٰ خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں، چہ جائیکہ امام الرسل اور مبلغ اعظم نبی آخر الزمان کے بارے میں یہ سوچا جائے۔ آپ نے اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کیا ہے اور حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام ﷺ کی موجودگی میں جب اللہ تعالیٰ نے تکمیل اسلام کا اعلان فرمایا تو اسی موقع پر حضور اکرم ﷺ نے تکمیل تبلیغ کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: (اے میرے صحابہ!) تم میرے بارے میں کیا کہو گے؟ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کی: ہم گواہی دیں گے کہ بے شک آپ نے تبلیغ اور نصیحت کا حق ادا کر دیا۔ اس پر آپ نے آسمان کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ عرض کیا: اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا (میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا)۔

(مسلم:٢٩٥٠: کتاب الحج: باب ١٩)

نوٹ: اس آیت میں اہل علم کے لئے بھی درس عبرت ہے کہ وہ شریعت کے احکام کو پوری دیانتداری کے ساتھ بیان کریں اور لالچ یا خوف میں آکر کسی شرعی حکم میں خیانت نہ کریں۔

[١٠٠] کفار مکہ اور یہود مدینہ نے کئی بار آپ کو شہید کرنے کی سازشیں کیں مگر ہر بار اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی جاتی تھی حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی (یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا)۔ تب رسول اکرم ﷺ نے خیمہ سے اپنا سر باہر نکال کر فرمایا: اے لوگو! واپس چلے جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ کر دیا ہے۔ (ترمذی:٣٠٤٦: ابواب تفسیر القرآن: باب ٥)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی حالانکہ اسلام کی تبلیغ میں آپ کو بے شمار تکالیف سے واسطہ پڑا جو مبلغین اسلام کے لئے ایک حسین نمونہ ہیں، جیسے طائف میں قدم مبارک لہولہان ہوئے اور غزوۂ اُحد میں پیشانی زخمی ہوئی لیکن اس کے باوجود نہ تو آپ کی تبلیغ اسلام میں کوئی کمی واقع ہوئی اور نہ ہی آپ کی زندگی کو کوئی خطرہ لاحق ہوا کیونکہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ آپ کا محافظ تھا۔

[١٠١] یعنی وہ کافر جنہوں نے مسلسل انکار کی وجہ سے اپنے ذہن و ضمیر کی صلاحیتوں کو اس قدر ناکارہ بنا دیا ہے کہ ان کے اندر حق کو قبول کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو چکی ہے تو وہ کیسے ہدایت پا سکتے ہیں۔

Marfat.com

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ آپ فرمائیے: اے اہل کتاب! تم کسی (صحیح) چیز پر نہیں ہو [۱۰۲] جب تک کہ تورات، انجیل اور اس (قرآن) کو قائم نہ کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اور آپ پر جو کلام آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے اکثر لوگوں کے کفر اور سرکشی کو زیادہ کر دے گا، [۱۰۳] پس آپ کافروں پر افسوس نہ کریں۔

---

[۱۰۲] اہل کتاب کا دعویٰ یہ تھا کہ ان کے پاس اپنی اپنی آسمانی کتابیں ہیں اس لئے وہ پہلے ہی حق پر ہیں۔ انہیں حضرت محمد ﷺ اور قرآن مجید پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ تورات یا انجیل پر ایمان رکھتے ہیں اور قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں وہ اصل میں کسی آسمانی دین پر نہیں ہیں کیونکہ تورات اور انجیل میں تو قرآن مجید اور حضور اکرم ﷺ پر ایمان لانے کے احکام موجود ہیں اور جو قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتا وہ دراصل اپنی آسمانی کتاب یعنی تورات یا انجیل کا بھی نافرمان ہے، تو پھر وہ کیسے حق پر ہو سکتا ہے؟

[۱۰۳] جس طرح کلام الٰہی کے اقرار سے انسان کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح کلام الٰہی کے انکار سے انسان کی سرکشی میں اضافہ ہوتا ہے، چونکہ قرآن مجید کے احکام، اہل کتاب کے مفادات سے ٹکراتے تھے اس لئے وہ انکار کر دیتے اور اس انکار سے ان کی سرکشی میں اضافہ ہو جاتا، مگر ان کے انکار سے حضور اکرم ﷺ غمگین ہوتے کہ آخر وہ اپنے نفع و نقصان میں تمیز کیوں نہیں کرتے، تو اس آیت میں حضور اکرم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ غمگین نہ ہوں، ان کے اسلام نہ لانے میں آپ ﷺ کی تبلیغ کا کوئی قصور نہیں، دراصل یہ اپنی سرکشی کے عذاب میں مبتلا ہیں۔

☆ قرآن کی مثال بارش کی طرح ہے جو زمین میں مدفون بیج کو اُگا کر زیادہ کرتی ہے لیکن اس کی حقیقت کو تبدیل نہیں کرتی یعنی گندم کے بیج سے گندم اور گھاس کے بیج سے گھاس کا پودا ہی نمودار ہوگا۔ اسی طرح جن کے دلوں میں سرکشی کا تخم دفن ہے قرآن ان کی سرکشی کو نمایاں اور زیادہ کرتا ہے اور جن کے دلوں میں اطاعت کے جذبات موجزن ہیں قرآن ان کی اطاعت شعاری میں اضافہ کرتا ہے۔

نوٹ: اس مضمون کی مزید وضاحت کے لئے اسی سورت میں حاشیہ نمبر ۹۴ ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَالصّٰبِـُٔوۡنَ وَ النَّصٰرٰی مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۹﴾	۶۹۔ بے شک مسلمان (کہلاتے) ہوں یا یہودی، صابی ہوں یا عیسائی، جو بھی اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ [۱۰۴]
لَقَدۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡہِمۡ رُسُلًا ؕ کُلَّمَا جَآءَہُمۡ رَسُوۡلٌۢ بِمَا لَا تَہۡوٰۤی اَنۡفُسُہُمۡ ۙ فَرِیۡقًا کَذَّبُوۡا وَ فَرِیۡقًا یَّقۡتُلُوۡنَ ﴿۷۰﴾	۷۰۔ بے شک ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے، (مگر) جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول ایسا حکم لے کر آیا جو اُن کی نفسانی خواہشات کے خلاف تھا تو انہوں نے (انبیاء کے) ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کر دیا۔
وَ حَسِبُوۡۤا اَلَّا تَکُوۡنَ فِتۡنَۃٌ فَعَمُوۡا وَ صَمُّوۡا ثُمَّ تَابَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ ثُمَّ عَمُوۡا وَ صَمُّوۡا کَثِیۡرٌ مِّنۡہُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ بَصِیۡرٌۢ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۷۱﴾	۷۱۔ اور انہوں نے گمان کر لیا کہ (انہیں) کوئی عذاب نہیں ہوگا، پس وہ اندھے اور بہرے بن گئے، [۱۰۵] پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، پھر بھی ان میں اکثر اندھے اور بہرے بن گئے، اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

[۱۰۴] یہود اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ صرف وہی جنتی ہیں باقی سارے لوگ دوزخی ہیں لیکن اس آیت نے وضاحت کر دی کہ جنت کسی گروہ کی وراثت نہیں بلکہ ہر وہ شخص اس کا مستحق ہے جس کا ایمان صحیح اور عمل صالح ہو چاہے اس سے پہلے اس کا تعلق کسی بھی گروہ سے ہو، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی دنیاوی مقصد کے لئے اسلام کا نام استعمال کرنا کافی نہیں بلکہ نجات کا اصل دار و مدار ایمانِ صحیح اور عمل صالح پر ہے۔

اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو اہل کتاب اپنی اپنی کتاب کے زمانے میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اپنی اپنی شریعت کے مطابق نیک اعمال کئے انہیں کوئی غم نہیں ہوگا اور وہ جنت میں جائیں گے، مثلاً نزولِ انجیل سے پہلے تورات کے صحیح پیروکار اور نزولِ قرآن سے پہلے انجیل کے صحیح پیروکار بھی جنت کے مستحق ہوں گے لیکن اب صرف قرآن مجید کی اطاعت ہی نجات کا ذریعہ ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا آخری کلام ہے جو بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے۔

[۱۰۵] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا کہ وہ احکامِ خداوندی کی اطاعت کریں گے لیکن جب بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے احکام لے کر آئے جو ان کی خواہشاتِ نفس کے خلاف تھے تو وہ

Marfat.com

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾

٧٢۔ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا: بے شک مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے، [١٠٦] حالانکہ مسیح علیہ السلام نے کہا تھا: ''اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے،'' بے شک جو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنائے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے بعض انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کی اور بعض کو شہید کر دیا۔ اس قدر شدید جرائم کے باوجود وہ اس خوش فہمی میں بھی مبتلا تھے کہ اس سے کوئی فتنہ برپا نہیں ہوگا اور ان سے ایسے شدید مظالم کے بارے میں کوئی باز پرس نہیں ہوگی گویا وہ احکام خداوندی اور اپنے مظالم کے برے انجام سے بالکل بہرے اور اندھے بن گئے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انہیں پکڑا اور مصائب میں گھر گئے تو توبہ کرنے لگے۔ اس قدر شدید جرائم کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں معاف کر دیا، لیکن جونہی حالات سازگار ہوئے تو ان میں سے اکثریت نے دوبارہ سرکشی اختیار کرلی اور احکام خداوندی سے اندھے اور بہرے بن بیٹھے مگر اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے خوب آگاہ ہے اور وہ اپنے جرائم کے عذاب سے بچ نہیں سکیں گے۔

اس کے ذریعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تسلی دی جارہی ہے کہ اگر آج کے اہل کتاب آپ کی مخالفت میں سرگرم ہیں تو غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ ان کے اسلاف تو ان سے بھی بڑھ کر تھے حتیٰ کہ انہوں نے بعض انبیاء کو شہید بھی کر دیا جن میں حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی شامل تھے، اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بادشاہِ وقت ہیرودیس نے اس لئے شہید کروا دیا کہ بادشاہ اپنے بھائی کی منکوحہ بیوی سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اعلان کر دیا کہ مذہبی اعتبار سے یہ شادی جائز نہیں ہے۔ (بائبل: مرقس: باب ٦: آیات ١٧ تا ٢٨)

[١٠٦] جو عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا سمجھتے ہیں ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ خدا کا بیٹا ہے، بعض تثلیث کے قائل ہیں یعنی وہ تین میں سے ایک ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ''خدا نے ذاتِ عیسیٰ میں حلول کیا اور وہ ان کے ساتھ متحد ہو گیا تو عیسیٰ خدا ہو گیا۔'' (تفسیر خازن) یعنی جس طرح دودھ اور پانی متحد ہو جائیں تو پانی بھی دودھ بن جاتا ہے اسی طرح خدا کے اتحاد سے عیسیٰ بھی خدا ہو گیا۔

اس آیت میں اس تیسرے فرقے کی تردید کی گئی ہے جو کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم ہی خدا ہے۔ دراصل ایسا عقیدہ رکھنے والے کافر ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے منکر ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا بلکہ

Marfat.com

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۷۳

۷۳۔ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا: بے شک اللہ تین (خداؤں) میں سے تیسرا ہے[۱۰۷] حالانکہ ایک معبود (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، اور اگر وہ اپنی ان باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا انہیں دردناک عذاب ضرور پہنچے گا۔

ان کا دعویٰ تو یہ تھا کہ وہ خدا کے بندے ہیں اور صرف اسی کی عبادت کرنا ہی صراط مستقیم (سیدھا راستہ) ہے۔ مثال کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔'' (قرآن ۱۹: ۳۰) ''بے شک اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور آپ سب کا بھی رب ہے، لہٰذا اسی کی عبادت کرو یہی صراطِ مستقیم ہے۔'' (قرآن ۱۹: ۳۶) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب دمشق (شام) میں جب سفید منارے کے قریب نازل ہوں گے۔ (ترمذی: ۲۲۴۰: ابواب الفتن: باب ۵۹) تو زمین پر اُترنے کے بعد ان کا سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم اُمتی (حضرت امام مہدی) کی اقتدا میں (صبح کی) نماز ادا کریں گے۔ (بخاری: ۳۴۴۹: کتاب احادیث الانبیاء: باب ۴۹) اور ایک ہی خدا کی عبادت کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے ہر رکعت میں (ایاک نعبد) اور صراطِ مستقیم کی دُعا (اھدنا الصراط المستقیم) پر آمین کہیں گے اور اسی صراطِ مستقیم یعنی اسلام کی تبلیغ میں اپنی بقیہ زندگی گزار کر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن ہوں گے۔ (ترمذی: ۳۶۱۷: ابواب المناقب: باب ۱) (اور یہ بھی حسنِ اتفاق ہے کہ آج ۹ مئی ۲۰۰۳ء بروز جمعۃُ المبارک میں (مصنف) یہ سطور دمشق (شام) میں اس سفید مشرقی منارہ کے سامنے بیٹھ کر لکھ رہا ہوں جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔)

حیرت کی انتہا ہے کہ مریم کا بیٹا بھی کہتے ہیں اور پھر ان کو خدا بھی سمجھتے ہیں۔ جو اپنی پیدائش میں ماں کا محتاج ہے وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے؟ دراصل خدا وہ ہے جو مریم و عیسیٰ علیہما السلام اور ساری کائنات کا رب ہے۔ وہ ایک ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں ہر صورت میں خدا کی عبادت کرنا ہے اور صرف اُسی کی۔ (لوقا: ۴: ۸)

[۱۰۷] تثلیث ایک ایسا عقیدہ ہے جس پر تقریباً سارے عیسائی متحد ہیں لیکن اس کی تعبیر اور تفصیل میں اختلاف کا شکار ہیں۔ ایک فرقے کا دعویٰ ہے کہ اللہ، عیسیٰ اور مریم تین خدا ہیں۔ (تفسیر کبیر) دوسرا فرقہ کہتا ہے: اللہ، عیسیٰ اور جبرائیل تین خدا ہیں (تفسیر کبیر) یعنی اللہ کو باپ، عیسیٰ کو بیٹا اور جبرائیل کو مقدس روح کہتے ہیں، پھر ان تینوں میں سے ہر ایک الگ الگ کامل خدا ہے اور یہ تین مل کر صرف ایک خدا ہے یعنی تین میں ایک خدا اور ایک میں تین خدا، حالانکہ عملی طور پر ایک کا تین اور تین کا ایک ہونا ممکن نہیں ہے، جیسے ایک سیب ایک ہی ہے وہ تین نہیں ہوسکتا اور تین سیب تین ہی ہیں وہ ایک نہیں ہوسکتے۔

Marfat.com

أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

۷۴۔ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے بخشش کیوں نہیں طلب کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔

بہر حال تثلیث ایک ایسا معمہ ہے جس کو سلجھانے کے لئے عیسائی علماء گذشتہ ۱۹۰۰ برس سے سرکھپا رہے ہیں مگر آج تک اس کی کوئی معقول اور قابل فہم تعبیر پیش نہیں کر سکے، اور نہ ہی آئندہ پیش کر سکیں گے کیونکہ یہ نظریہ حقیقت کے خلاف ہے اور عیسائی دنیا کی اپنی غلط فہمیوں کی پیداوار ہے۔ اس کا اصل اور آسان حل وہی ہے جو قرآن مجید نے بیان کیا ہے یعنی تین خداؤں سے باز آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے وہی تنہا عبادت کے لائق ہے اور اس کا کوئی بیٹا نہیں اور وہی زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ سب سے اہم حکم کون سا ہے؟ آپ نے جواب دیا: (سب سے اہم حکم یہ ہے) کہ ہمارا خدا ایک اور صرف ایک ہے، تو اپنی پوری طاقت، روح اور دل و دماغ کے ساتھ اس سے محبت کر۔ (مرقس: ۱۲: ۲۸ تا ۳۰) مقدس صحیفے یہی کہتے ہیں کہ صرف پروردگار خدا کی عبادت کر اور صرف اسی کی اطاعت کر۔ (متی: ۴: ۱۰)

تثلیث کی تعریف اور تاریخ کے متعلق انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کے الفاظ بھی غور طلب ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تثلیث کے عقیدہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ آپ کے کئی سو سال بعد بعض غلط فہمیوں نے تثلیث کی صورت اختیار کر لی:

Trinity: In Christian doctrine, the unity of Father, Son and Holy Spirit as three persons in one god-head. Neither the word Trinity nor the explicit doctrine appears in the New Testament, nor did Jesus and his followers intend to contradict the Shema (the Jewish confession of faith in the one god of humankind) in the Old Testament. The doctrine developed gradually (after the ascension of Jesus Christ) over several centuries and through many controversies. (Encyclopaedia Britannia: 15th edition 1995)

عیسائی عقیدہ کے مطابق تثلیث کی تعریف یہ ہے کہ باپ، بیٹا اور مقدس روح تینوں متحد ہو کر ایک خدا ہیں۔ لیکن عہد نامہ جدید (انجیل) میں نہ تو تثلیث کا لفظ ہے اور نہ ہی اس عقیدہ کی صراحت ہے اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں نے عہد نامہ قدیم میں بیان کردہ یہودی عقیدۂ توحید کی تردید کی ہے، بلکہ تثلیث کے عقیدہ نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عروج کے بعد) کئی صدیوں پر پھیلی ہوئی بہت سی بحثوں کے ذریعہ بتدریج نشو و نما پائی ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا: اشاعت ۱۵: ۱۹۹۵ء) ان تصریحات کے باوجود بھی جو تثلیث سے باز نہیں آئیں گے ان کے لئے دردناک

Marfat.com

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ مسیح ابن مریم نہیں ہیں مگر ایک رسول، [۱۰۸] ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں بہت سچی تھیں، وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے، آپ دیکھئے ہم کیسی وضاحت سے ان کے لئے دلائل بیان کرتے ہیں، پھر دیکھئے وہ کیسے اُلٹے پھر رہے ہیں۔

عذاب ہوگا اور جو صدقِ دل سے توبہ کرلیں گے اللہ تعالیٰ ان کے گذشتہ گناہ معاف فرمادے گا۔

[۱۰۸] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا نہ ہونے کے چند دلائل جن کا اشارہ اس آیت میں ملتا ہے:

ا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں جب کہ خدا کی شان یہ ہے کہ نہ اس کے والدین ہیں اور نہ ہی اولاد، لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہوسکتے۔

۲۔ جو شخص اپنی پیدائش میں ماں کا محتاج ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا کسی کا محتاج نہیں ساری خدائی اس کی محتاج ہے۔

۳۔ جس کی ماں ہو وہ حادث ہے یعنی وہ پہلے موجود نہیں تھا بعد میں پیدا ہوا اور جس شخص کی یہ صفت ہو وہ مخلوق ہے خدا نہیں کیونکہ خدا تو ہمیشہ سے ہے اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا مان لیا جائے تو ان کی پیدائش سے پہلے کون خدا تھا؟

۴۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس لئے خدا کہا جاتا ہے کہ ان کی پیدائش باپ کے بغیر ہوئی ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کو بدرجہ اولیٰ خدا ہونا چاہیے کیونکہ ان کی پیدائش ماں اور باپ دونوں کے بغیر ہوئی ہے اور تخلیق آدم علیہ السلام تخلیق عیسیٰ علیہ السلام سے بھی زیادہ عجیب ہے، حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام کو کوئی بھی خدا نہیں کہتا۔ دراصل ان دونوں کی پیدائش قدرت خداوندی کا مظاہرہ ہے اور ان کے بندہ ہونے اور خدا نہ ہونے کی دلیل ہے۔

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے رسولوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے ایک رسول ہیں، وہ بھی اللہ تعالیٰ کے بندے تھے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

۶۔ جس طرح پہلے رسول آئے اور اپنا مقررہ وقت گزار کر اس دنیا سے تشریف لے گئے اور ان کو دوام و بقا حاصل نہیں تھا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنا مقررہ وقت گزار کر ایک دن اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے انہیں بھی دوام و بقا حاصل نہیں ہے، لہٰذا کوئی رسول بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا کی شان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا جبکہ انبیائے کرام علیہم السلام پہلے موجود نہیں تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا فرمایا اور مقررہ وقت کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔

۷۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے آنے والے رسولوں نے بھی معجزات دکھائے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خشک لکڑی کی لاٹھی میں جان ڈال کر اسے زندہ سانپ بنادیا۔ (قرآن: ۲۶:۳۲ تا ۴۵) اور حضرت صالح علیہ السلام نے پتھر سے اونٹنی

Marfat.com

برآمد کر دی۔ (قرآن: ٧: ٧٣) مردوں کو زندہ کرنے سے لاٹھی کا زندہ سانپ بنا دینا اور پتھر سے زندہ اونٹنی برآمد کرنا زیادہ عجیب چیزیں ہیں کیونکہ مردہ تو کبھی زندہ تھا جبکہ پتھر اور لاٹھی کبھی زندہ ہی نہیں تھے، مگر ان عظیم الشان معجزات کے باوجود وہ خدا نہیں بلکہ خدا کے رسول ہیں، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنے عظیم معجزات کے باوجود خدا نہیں بلکہ اس کے رسول ہیں۔

٨۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھانا کھاتے تھے کیونکہ کھانا پینا انسانی ضرورت ہے اور جو شخص اپنی نشو و نما اور بقا میں کھانے کا محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا ان ضروریات و حاجات سے پاک ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ فرشتے کھانا نہیں کھاتے تو وہ خدا ہیں، کیونکہ فرشتے نورانی مخلوق ہیں اس لئے انہیں کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہرحال اپنی تخلیق و بقا میں فرشتے بھی اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہیں اس لئے وہ بھی خدا نہیں ہو سکتے۔

ان عام فہم دلائل سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہیں بلکہ خدا کے بندے ہیں، لیکن عیسائی پھر بھی اگر انہیں خدا کہنے پر اصرار کرتے ہیں تو انہیں بائبل کی درج ذیل آیات پر غور کرنے کی ضرورت ہے:

1. Jesus shouted, "Eli, Eli, Lama Sabachthani," which means, "My God, my God, why have you forsaken me?" (The Living Bible:1975:Mathew:27:4-6)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بلند آواز سے چلا کر کہا: اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

2. Remember how he spoke unto you when he was yet in Galilee, saying, The Son of Man (the Messiah) must be delivered into the hands of sinful men, and be crucified, and the third day rise again.

(The Holy Bible-1954-Luke:24:6-7)

یاد کرو جب وہ گلیل میں تھا تو اس نے تم سے کہا تھا: ضرور ہے کہ آدم کا بیٹا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) گناہگار لوگوں کے حوالہ کیا جائے اور مصلوب ہو اور تیسرے دن جی اُٹھے۔

3. And as they were telling about it, Jesus himself was suddenly standing there among them, and greeting them (peace be unto you:The Holy Bible-1954). But the whole group was terribly frightened, thinking they were seeing a ghost. "Why are you frightened?" he asked "why do you doubt that it is really I ?" look at my hands! look at my feet! you can see that it is I, myself. touch me and make sure that I am not a ghost, for ghosts do not have bodies, as you see that I do! as he spoke, he held out his hands for them to see and

Marfat.com

showed them his feet. Still they stood there undecided , filled with joy and doubt. Then he asked them, "Do you have anything here to eat?" They gave him a peice of broiled fish and he ate it as they watched. (The Living Bible-1975-Luke:24:36-43)

وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ یسوع بذاتِ خود ان کے درمیان آ کھڑا ہوا اور ان سے کہا: تم پر سلامتی ہو، مگر انہوں نے گھبرا کر اور خوف کھا کر یہ سمجھا کہ کسی روح کو دیکھتے ہیں۔ اس نے ان سے کہا: تم کیوں گھبراتے ہو؟ اور میرے بارے میں کیوں شبہ کرتے ہو؟ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ میں بذاتِ خود موجود ہوں۔ مجھے چھو کر دیکھو اور یقین رکھو کہ میں روح نہیں ہوں کیونکہ میرا (گوشت اور ہڈیوں پر مشتمل) جسم ہے جبکہ روح کا کوئی جسم نہیں ہوتا اور یہ کہہ کر یسوع نے انہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے۔ ابھی وہ خوشی اور شک کے عالم میں کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے تھے کہ یسوع نے ان سے پوچھا: کیا یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ تو انہوں نے یسوع کو بھنی ہوئی مچھلی کا ایک ٹکڑا دیا اور یسوع نے ان کے سامنے مچھلی کا ٹکڑا کھایا۔

بائبل کی مذکورہ آیات سے درج ذیل نتائج نکلتے ہیں:

۱۔ پہلے حوالہ سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام خدا ہوتے تو مشکل گھڑی میں کسی اور خدا کو کیوں پکارتے۔ دراصل حقیقی خدا وہی ہے جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پکار رہے تھے۔

۲۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام ایسے خدا ہیں کہ وہ اپنی مشکل کشائی کے لئے کسی اور خدا کے محتاج ہیں تو پھر ایک عام بندے اور عیسیٰ علیہ السلام میں کیا فرق ہوا؟

۳۔ دوسرے حوالہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زبان سے اعتراف کیا ہے کہ وہ آدم کے بیٹے ہیں اور گناہگار لوگوں کے ہاتھوں سولی پر چڑھائے جائیں گے، لہٰذا ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنا ان کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

۴۔ جو شخص اپنا تحفظ نہ کر سکے اور دشمن اسے سولی پر چڑھا دیں وہ کیسے خدا ہو سکتا ہے؟

۵۔ جو شخص تین دن قبر میں مردہ رہے اس کو اگر خدا مان لیا جائے تو خدا کے بغیر ان تین دنوں میں یہ کائنات کیسے چلتی رہی؟

۶۔ تیسرے حوالہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو یقین دلا رہے ہیں کہ وہ ہڈیوں اور گوشت سے بنے ہوئے انسان ہیں۔ ان کے ہاتھ اور پاؤں ہیں۔ وہ روح نہیں ہیں کیونکہ روح کا کوئی جسم نہیں ہوتا اور ان کا جسم ہے، لہٰذا وہ انسان ہیں خدا نہیں ہیں۔

۷۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں وہ تمام صفات پائی جاتی ہیں جو ایک انسان کے لئے ضروری ہیں۔ انہیں بھوک بھی لگتی ہے اور انہوں نے لوگوں کے سامنے مچھلی کھا کر اس کا عملی مظاہرہ بھی کر دیا، پھر بھی انہیں خدا یا خدا کا بیٹا کہنا عقل سے بہت دور کی بات ہے۔

Marfat.com

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٦﴾

٧٦۔ آپ فرمائیے: کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے کسی نقصان کا مالک ہے اور نہ ہی نفع کا؟ [١٠٩] اور اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ سننے سب کچھ جاننے والا ہے۔

نوٹ: حضرت مریم علیہا السلام بھی خدا نہیں ہیں۔ وہ پیدا ہوئیں، لہٰذا حادث تھیں۔ انہوں نے خوراک سے نشوونما پائی، لہٰذا محتاج تھیں اور اس دنیا سے چلی گئیں، لہٰذا فانی تھیں۔ یہ ساری صفات مخلوق کی ہیں اس لئے حضرت مریم علیہا السلام خدا نہیں بلکہ خدا کی مقبول اور راست باز بندی تھیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو صدیقہ (بہت ہی سچ بولنے والی خاتون) فرمایا ہے۔ اس سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ہیں۔ صدیق کا مرتبہ بہت بلند ہے لیکن نبی کا درجہ صدیق سے بھی برتر ہے جیسا کہ سورۃ النساء کی آیت نمبر ٦٩ میں ہے۔ ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام یافتہ لوگ نبی، صدیق، شہید اور صالح ہیں۔'' قرآن مجید کی اس ترتیب سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ سب سے بلند مرتبہ نبی کا ہے، اس کے بعد صدیق کا، پھر شہید کا اور شہید کے بعد صالح کا مرتبہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر نبی صدیق ہے لیکن ہر صدیق نبی نہیں جیسے ہر نبی ولی ہے لیکن ہر ولی نبی نہیں، نیز قرآن مجید نے یہ بھی وضاحت کر دی ہے کہ سارے انبیاء اور رسول مرد تھے ان میں سے کوئی بھی عورت نہیں ہے۔ مزید تشریح کے لئے سورہ آل عمران کی آیت نمبر ٤٢ کا حاشیہ نمبر ٢١ ملاحظہ فرمائیں۔

[١٠٩] موجودہ بائبل کے مطابق عبادت کا مستحق صرف لارڈ خدا ہے۔ (متی: ٤:١٠) اور لارڈ خدا صرف ایک ہے۔ (مرقس: ١٢:٢٩) اور لارڈ کا معنی ہے: مالک اور حکمران یعنی لارڈ خدا وہ ہے جو اپنی ملکیت میں تصرف کا کامل اختیار رکھتا ہے۔ برے کو سزا دے اچھے کو انعام دے الغرض جو چاہے کر سکتا ہے اور وہی درحقیقت عبادت کے لائق ہے۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا نہ ہونے کی ایک اور دلیل بیان کی گئی ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ذاتی طور پر کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتے۔ (تفسیر بیضاوی) تو پھر وہ خدا اور عبادت کے لائق کیسے ہو سکتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ذاتی طور پر اگر کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتے تو پھر ساری رات خدا سے دعا کیوں کرتے۔ (لوقا کی انجیل: ٦:١٢) اور اپنی مشکل گھڑی میں خدا کو کیوں پکارتے۔ (متی کی انجیل: ٢٧:٤٦)

بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی سے پرندے بنا کر اڑائے، مردوں کو زندہ کیا، کوڑھیوں کو شفا دی اور مادرزاد اندھوں کو بینا کیا۔ (قرآن: ٣:٤٩) حضرت داؤد علیہ السلام کا پہاڑوں پر اختیار تھا۔ (قرآن: ٢١:٧٩) حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا پر اختیار حاصل تھا۔ (قرآن: ٢١:٨١) شیطان چھو کر انسان کو مخبطی بنا سکتا ہے۔ (قرآن: ٢:٢٧٥) کفار کو شیاطین روشنی

Marfat.com

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ۠ ﴿۷۷﴾ ع

۷۷۔ آپ فرمایئے: اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق حد سے تجاوز نہ کرو [۱۱۰] اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے گمراہ ہو چکے ہیں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ بھی کر چکے ہیں اور وہ خود راہِ راست سے بھٹک چکے ہیں۔

سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ (قرآن: ۲:۲۵۷)

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ مخلوق بھی دوسروں کو نفع ونقصان پہنچا سکتی ہے لیکن مخلوق کے جملہ اختیارات اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ انہیں یہ اختیارات نہ دیتا تو وہ کسی کو نفع یا نقصان نہ پہنچا سکتے، لہٰذا کوئی مخلوق ذاتی طور پر کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہے۔

الغرض عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ذاتی طور پر مختار کل ہے اور اس کی ساری صفات ازلی اور ابدی ہیں وہ ہر ایک کی پکار سنتا ہے اور اس کی نیت بھی جانتا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر مخلوق کی صفات نہ تو ذاتی ہیں اور نہ ہی ازلی وابدی، لہٰذا کوئی مخلوق عبادت کی مستحق نہیں ہے۔

[۱۱۰] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ دین میں حد سے تجاوز نہ کرو یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہو کیونکہ یہ حق کے خلاف ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ایسا دعویٰ نہیں کیا، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد بعض گمراہ لوگوں کی سازش سے یہ عقیدہ عیسائیت کے اندر داخل کیا گیا تھا، لہٰذا تم ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ان کے مشرکانہ عقائد سے توبہ کر کے سیدھے راستے پر واپس آ جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے جس کو جو مرتبہ عطا فرمایا ہے اس کو اسی مرتبہ پر رکھنا ہی حق اور صراط مستقیم ہے۔ اس میں مجرمانہ حد تک کمی یا زیادتی دونوں گمراہی کا سبب ہیں، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کمی کرنے کی وجہ سے یہود گمراہ ہوئے اور ان کی شان میں زیادتی کرنے کی وجہ سے عیسائی گمراہ ہوئے اور ایسا ہر زمانے میں ہوتا رہا ہے۔ کسی عظیم ہستی کو ماننے والے اس کی محبت وعقیدت میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں اور حسد کرنے والے اس کی شان میں کمی کے مرتکب ہوتے ہیں، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا:

اے علی! تیری وجہ سے دو آدمی ہلاک ہوں گے: حد سے زیادہ محبت کرنے والا اور انتہائی بغض رکھنے والا، اور فرمایا: اے علی! تیرے ساتھ محبت نہیں کرے گا مگر مؤمن اور تیرے ساتھ بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔

(تفسیر الشعراوی: رواہ الطبرانی فی الاوسط)

Marfat.com

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

٧٨۔ بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا[١١١] ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔[١١٢]

[١١١] جو کسی بھی آسمانی کتاب یا سچے نبی کی نافرمانی کریں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیے جاتے ہیں چاہے وہ دنیا کی کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں لیکن یہاں سیاق وسباق کی مناسبت سے صرف بنی اسرائیل کا ذکر کیا گیا ہے اور ہر نبی نے کفار کو ان کے برے انجام سے آگاہ فرمایا، لیکن یہاں خاص طور پر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کیونکہ ان کی بددعا سے بنی اسرائیل کے کفار پر ایسی لعنت برسی کہ انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے جو لعنت بنی اسرائیل پر کی گئی اس کے لئے بائبل کے درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: خداوند! تُو آ اور ان متکبر لوگوں کا انتظام کر جنہوں نے غریب لوگوں کو تنگ کر رکھا ہے ---۔ ان کے منہ میں بے ادبی، جھوٹ اور فراڈ کے سوا کچھ نہیں، وہ اپنے غلط منصوبوں پر فخر کرتے ہیں اور رات کی تاریکی میں مسافروں کو قتل کرتے ہیں ---۔ خداوند! آ اور ان کو پامال کر دے ---۔ خداوند! تو ان کی برائیوں کو جانتا ہے اب ان کو سزا دے ---۔ ان برے لوگوں کے بازو توڑ دے اور ان کا تعاقب کر یہاں تک کہ ان کا آخری آدمی تک تباہ ہو جائے۔
(زبور: باب ١٠: ہولی بائبل ١٩٥٤: اور لیونگ بائبل ١٩٧٥)

تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے اجتماع اور اپنے حواریوں سے کہا: یہ یہودی مذہبی لیڈر اور فریسی جو موسیٰ علیہ السلام کی گدی پر بیٹھے ہیں جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ کرو ممکن ہے وہ صحیح کہہ رہے ہوں لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ جو وہ لوگوں کو کہتے ہیں وہ خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ وہ سب کچھ دکھلاوے اور اپنے آپ کو مقدس ظاہر کرنے کے لئے کرتے ہیں......

اے ریاکار مذہبی لیڈرو اور فریسیو تم پر افسوس! کیونکہ نہ تو تم لوگوں کو آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونے دیتے ہو اور نہ ہی خود داخل ہوتے ہو ---۔ اس طرح تم اپنی نسبت گواہی دیتے ہو کہ تم نبیوں کے قاتلوں کے بیٹے ہو۔ غرض اپنے باپ دادا کا پیمانہ بھر دو۔ اے سانپو اور زہریلے سانپوں کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے؟''
(متی کی انجیل: باب ٢٣: ہولی بائبل ١٩٥٤، لیونگ بائبل ١٩٧٥)

[١١٢] بنی اسرائیل کی نافرمانی اور زیادتی کی داستانیں بائبل کے اندر بکثرت موجود ہیں۔ نمونہ کے طور پر صرف ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

بنی اسرائیل نے بہت سے برے کام کئے جن سے خداوند بہت غضب ناک تھا کیونکہ انہوں نے بتوں کی پوجا کی

Marfat.com

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٩﴾

۷۹۔ وہ ایک دوسرے کو اس برے کام سے نہیں روکتے تھے، [۱۱۳] جو وہ کرتے تھے بہت ہی برا کام تھا جو وہ کرتے تھے۔

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿٨٠﴾

۸۰۔ ان میں سے اکثر کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں، [۱۱۴] بہت ہی برا ہے جو انہوں نے اپنے لئے آگے بھیجا ہے (وہ یہ) کہ اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہو گیا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

باوجودیکہ خداوند نے انہیں خصوصی طور پر بار بار وارننگ دی۔ خداوند نے بنی اسرائیل اور یہوداہ کی طرف بار بار نبی بھیجے تاکہ وہ برے کاموں سے باز آجائیں ۔۔۔ لیکن بنی اسرائیل نے ایک نہ سنی ۔۔۔ انہوں نے خداوند کے احکام، معاہدوں اور وارننگز کو پس پشت ڈال دیا ۔۔۔ اور بچھڑے، سورج، چاند اور ستاروں کی پرستش شروع کر دی حتیٰ کہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو تھانوں پر آگ سے جلانا شروع کر دیا ۔۔۔ جس سے خداوند غضب ناک ہو گیا۔

(۲ سلاطین : ۱۷: ۱۲ تا ۱۷: ہولی بائبل ۱۹۵۴: لیونگ بائبل ۱۹۷۵)

[۱۱۳] ایک آدمی خود تو نیک کام کرتا ہے مگر اس کے آس پاس برائی کا بازار گرم ہے اور وہ طاقت ہونے کے باوجود لوگوں کو برائی سے نہیں روکتا تو اس کا یہ فعل بذات خود ایک ایسی برائی ہے جو اسے بھی بروں کی صف میں شامل کر دیتی ہے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ خاص گنہگاروں کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ ہاں جب وہ اپنے درمیان برائی کو دیکھیں اور وہ اس کے خلاف احتجاج کر سکتے ہوں مگر نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ خاص مجرموں کے ساتھ عام لوگوں کو بھی مبتلائے عذاب کر دیتا ہے۔ (مسند احمد ۴: ص ۱۹۲)

برے لوگ ہر دور میں ہوتے ہیں لیکن ہر قوم کی یہ اجتماعی ذمہ داری ہے کہ وہ ان پر پردہ نہ ڈالے بلکہ ان کی نشاندہی کرے۔ وہ مجرموں کو تحفظ فراہم نہ کرے بلکہ قانون کے حوالہ کرے اور ان کی حوصلہ شکنی کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کرے۔ جب کوئی قوم مجرموں سے چشم پوشی کرتی ہے تو پھر رفتہ رفتہ پوری قوم جرائم کی لپیٹ میں آجاتی ہے اور ہر ایک کی زندگی عذاب بن جاتی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے اسی سورت میں آیت نمبر ۶۳ کا حاشیہ نمبر ۹۰ ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۱۴] اہل کتاب ہونے کی وجہ سے یہود اور مسلمانوں میں کئی مشترک اقدار ہیں جن میں سب سے اہم اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان ہے۔ مسلمان اور یہود دونوں اس عقیدہ میں مشترک ہیں۔ اب حق تو یہ بنتا تھا کہ یہود اور مسلمان اکٹھے ہو کر کفار اور مشرکین کے مقابلہ میں آتے، کیونکہ دونوں توحید پرست تھے مگر مدینہ کے یہود بڑے عجیب لوگ

Marfat.com

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور نبی پر اور اس پر جو اس نبی پر نازل کیا گیا تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ

۸۲۔ آپ اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پائیں گے اور اہل ایمان سے دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پائیں گے جنہوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں،

ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کرام علیہم السلام کو ماننے والے مسلمانوں کو چھوڑ کر مکہ کے ان کافروں اور مشرکوں کے ساتھ دوستی اور ہمدردی کے رشتے استوار کرتے ہیں جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی کسی نبی کو مانتے ہیں۔

یہود کے ان افعال سے معلوم ہوتا ہے جیسے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان ہی نہیں رکھتے کیونکہ اگر ان کا توحید پر محکم یقین ہوتا تو کفار (خدا کے منکروں) کا ساتھ دے کر اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت نہ دیتے کیونکہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے دینوں میں کفار سے گہری دوستی کی ممانعت ہے حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے غیر اسرائیلی لوگوں کو کتوں سے تشبیہ دی اور ان کی ہمدردی سے انکار کر دیا تھا۔

(متی کی انجیل: باب ۱۵: آیت نمبر ۲۶: لیونگ بائبل ۱۹۷۵)

قرآن مجید نے ہر ایسی قوم کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کیا ہے جو اسلام یا مسلم دشمنی میں براہ راست یا بالواسطہ سرگرم ہو اور اگر کوئی غیر مسلم قوم ایسی سرگرمیوں میں ملوث نہ ہو تو قرآن مجید نے ان کے ساتھ حسن سلوک اور منصفانہ برتاؤ کی ترغیب دی ہے اور ان مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوش خبری سنائی ہے جو پرامن غیر مسلموں کے ساتھ منصفانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔

(قرآن: ۶۰: ۸ تا ۹)

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر دنیا کی ہر قوم آج عمل پیرا ہے۔ کوئی قوم اپنے دشمن کے ساتھ دوستی کے مراسم استوار نہیں کرتی اور نہ ہی کسی غیر دشمن قوم کے ساتھ خواہ مخواہ تعلقات خراب کرتی ہے۔

یہ آیت ان مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے جو مسلمانوں کو چھوڑ کر ان کفار کا ساتھ دیتے ہیں جو مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ بلاشبہ پُرامن غیر مسلم اقوام کے ساتھ اچھے تعلقات اور دوستانہ مراسم پیدا کرنے سے اسلام نہیں روکتا اور حضور اکرم ﷺ نے اپنے دور میں اس پر عمل بھی کیا ہے لیکن مسلمانوں کی قیمت پر کسی غیر مسلم قوم کا ساتھ دینا قطعاً جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

وَّرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾ [۱۱۵] یہ اس لئے کہ ان میں عالم اور راہب ہیں اور وہ غرور نہیں کرتے۔

[۱۱۵] اگر چہ سارے کفار اسلام دشمنی میں سخت ہیں مگر یہود و مشرکین کی اسلام دشمنی کے مقابلہ میں نصاریٰ کا رویہ کچھ نرم ہے، لہٰذا دوستی کے اعتبار سے عیسائی لوگ مسلمانوں کے زیادہ قریب ہیں۔ قرآن مجید نے اس کی تین وجوہات بیان کی ہیں:

۱۔ عیسائیوں میں قسیس یعنی اہل علم ہیں جو کسی کی بات سننے اور اس میں غور کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اور جب ان پر حق واضح ہو جائے تو قبول کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے جبکہ یہود اپنے تعصب کی وجہ سے حق کو حق جانتے ہوئے بھی قبول نہیں کرتے۔

۲۔ عیسائیوں میں راہب یعنی درویش متقی لوگ بھی ہیں جو دنیا کو چھوڑ کر ساری زندگی عبادت میں گزار دیتے ہیں جبکہ یہود دنیا پرستی کے زیادہ حریص ہیں۔

۳۔ عیسائی غرور نہیں کرتے یعنی تواضع اور رواداری سے پیش آتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم بھی یہی تھی یعنی: خود غرض اور دوسروں سے بڑا بننے کی کوشش نہ کرو۔ عاجزی اختیار کرو اور دوسروں کو اپنے سے بہتر خیال کرو۔
(فلپیوں ۲:۳: لیونگ بائبل: ۱۹۷۵)

جن عیسائی حضرات میں یہ صفات پائی جاتی تھیں وہ ہر دور میں اسلام کے قریب رہے اور ان میں سے اکثریت نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کی ایک تاریخی مثال حبشہ کے عیسائی علماء اور راہب تھے جو قرآن مجید کی تلاوت سن کر مسلمان ہو گئے۔ اس کی تفصیل آئندہ آیت کے ضمن میں ملاحظہ کریں۔

آج بھی جن عیسائی حضرات میں ان تین صفات میں سے ایک بھی پائی جائے تو وہ یہود کی نسبت مسلمانوں سے زیادہ ہمدردی رکھتے ہیں، جیسے فرانس کا مورس بکائی اور امریکہ کا مائیکل ایچ ہارٹ۔ جنہوں نے اپنی شہرہ آفاق کتابوں میں اسلام کی عظمت کو اجاگر کیا ہے۔ جنوری ۲۰۰۱ء میں جب مجھے فلسطین جانے کا موقع ملا تو میں نے اس کے مشہور اور عظیم شہر بیت اللحم میں خود مشاہدہ کیا کہ وہاں مسلمان اور عیسائی اتفاق سے رہتے ہیں اور جب کبھی یہود سے لڑائی کا موقع آئے تو عیسائی مسلمانوں کے شانہ بشانہ یہودیوں کے خلاف لڑتے ہیں۔ ۲۰۰۳ء میں جب امریکہ اور برطانیہ نے صدام حسین کے خاتمہ کے لئے عراق پر حملہ کیا تو ان کو سب سے زیادہ حمایت یہودیوں کی حاصل تھی جبکہ عیسائی حکمرانوں کی اکثریت نے اقوام متحدہ میں اس کی مخالفت کی اور امریکہ و یورپ میں لاکھوں عیسائی عوام نے بازاروں میں نکل کر ان کے خلاف احتجاج کیا۔
ان متقی عیسائیوں کے برعکس مسلمانوں کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین ہیں کیونکہ وہ ان صفات سے محروم ہیں جو عیسائی حضرات میں پائی جاتی ہیں یعنی:

۱۔ یہود علم کے تقاضوں سے ہٹ کر تعصب اور عناد کا شکار ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام جیسی مقدس ہستیوں کو بھی قتل

Marfat.com

وَاِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰۤی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ اور جب وہ اس (قرآن) کو سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، [۱۱۶] وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے تو ہم کو (حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔

کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔

۲۔ وہ خدا کی رضا جوئی اور عبادت کے بجائے دولت کمانے میں سرگرم رہتے ہیں اور ہر وہ ذریعہ استعمال کرتے ہیں جس سے دولت میں اضافہ ہو۔

۳۔ وہ انکساری اور رواداری کے بجائے تکبر کا شکار ہیں اور اپنے آپ کو بڑا ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہود کے متعلق فرمایا:

کہ وہ ریاکار، سانپ اور زہریلے سانپ کے بچے ہیں۔ (متی کی انجیل: باب ۲۳) اور حضرت داؤد علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا کہ وہ متکبر، بے ادب، جھوٹے اور دھوکہ باز ہیں۔ (زبور: باب ۱۰)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ علم، ترک دنیا اور تواضع قابل قدر صفات ہیں اور ان کے اچھے اثرات ظاہر ہوتے ہیں چاہے وہ اہل اسلام میں ہوں یا غیر مسلموں میں جبکہ جہالت، حب دنیا اور تکبر قابل نفرت صفات ہیں اور ان سے نجات لازمی ہے۔

رہبانیت

اس آیت میں راہب ہونا ایک قابل تعریف صفت کے طور پر بیان کیا گیا ہے، لیکن اس کا قطعی یہ مطلب نہیں کہ اسلام رہبانیت کو پسند کرتا ہے یا اسلام عیسائیت کے رہبانیت کے تصور سے کلی طور پر متفق ہے۔ اسلام جہاں رہبانیت کے چند پہلوؤں (حب دنیا کی نفی اور رجوع الی اللہ وغیرہ) کو پسند کرتا ہے وہیں رہبانیت کی ناروا پابندیوں، بے جا مشقتوں اور افراط وتفریط مثلاً رزق حلال کمانے، اچھا کھانے پینے اور شادی سے مکمل اجتناب وغیرہ سے براءت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم پر رہبانیت فرض نہیں کی گئی۔ (احمد: جلد ۶: ص ۲۲۶) مجھے رہبانیت کا حکم نہیں دیا گیا۔ (سنن دارمی: کتاب النکاح: باب ۳) اسلام دنیا کو بالکل چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی معبود حقیقی کو بھول کر اور عبادت کو چھوڑ کر صرف دنیاوی عیش وعشرت کو برداشت کرتا ہے۔ اسلام دنیا اور عبادت دونوں میں توازن کا درس دیتا ہے کیونکہ انسان کی کامیاب زندگی کے لئے دونوں ضروری ہیں۔

[۱۱۶] اگرچہ ان آیات کا حکم عام ہے لیکن ان کے نازل ہونے کی وجہ حبشہ کے وہ عیسائی علماء اور راہب تھے جن کو نجاشی نے حضور

Marfat.com

اکرم ﷺ سے ملاقات کے لئے مدینہ بھیجا تھا۔ یہ واقعہ حدیث، تفسیر اور تاریخ کی کتب میں بالتفصیل موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ نے جب دیکھا کہ کفارِ مکہ کے مظالم بڑھتے جا رہے ہیں اور مکہ میں مسلمانوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے تو آپ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ کچھ عرصہ کے لئے ہجرت کر کے حبشہ چلے جائیں کیونکہ وہاں کا بادشاہ اصحمہ نجاشی اگرچہ عیسائی ہے مگر بڑا رحمدل اور انصاف پسند ہے۔ نہ خود ظلم کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو کسی پر ظلم کرنے دیتا ہے، چنانچہ نبوت کے پانچویں سال مہاجرین کا پہلا قافلہ مکہ کو چھوڑ کر حبشہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قافلہ بارہ مردوں اور چار خواتین پر مشتمل تھا۔ قافلہ سالار حضرت عثمان غنی ؓ تھے اور حضورِ اکرم ﷺ کی لختِ جگر حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عثمان غنی ؓ کی زوجہ بھی اس ہجرت میں شامل تھیں۔ جب یہ مسلمان مہاجر حبشہ پہنچے تو نجاشی نے انہیں بڑے احترام سے خوش آمدید کہا اور ٹھہرنے کے لئے پرامن جگہ عطا فرمائی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ کی سرکردگی میں مسلمانوں کا ایک بڑا قافلہ حبشہ روانہ ہوا جو عورتوں اور بچوں کے علاوہ بیاسی مردوں پر مشتمل تھا۔ جب مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد مکہ کو چھوڑ کر حبشہ چلی گئی تو مشرکین مکہ کو فکر لاحق ہوئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں مسلمان اپنی طاقت جمع کر کے ہم پر دھاوا بول دیں، چنانچہ انہوں نے دو سفیر (عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ) نجاشی کے پاس بھیجے اور انہیں بڑے نفیس اور قیمتی تحائف بھی دیئے تاکہ وہ بادشاہ اور اس کے درباریوں کو دے کر ان کی حمایت حاصل کریں، چنانچہ حبشہ پہنچ کر مکہ کے سفیروں نے نجاشی سے عرض کی:

''ہمارے شہر مکہ میں ایک دیوانے نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے (نعوذ باللہ)۔ کچھ لوگ اس کے ساتھ لگ کر بہت فساد پھیلا رہے ہیں، ان میں سے بعض آپ کے ملک میں آ کر آباد ہو گئے ہیں۔ ان احمقوں نے اپنی قوم کا دین ترک کر دیا ہے اور آپ کا دین بھی قبول نہیں کیا بلکہ انہوں نے ایک نیا دین گھڑا ہے۔ ہمیں مکہ کے سرداروں نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں اپنے ملک سے نکال دیں ورنہ یہ تیرے ملک میں بھی فساد پھیلا سکتے ہیں۔''

نجاشی بادشاہ نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور اپنے عیسائی علماء کو بھی بلا لیا جو بادشاہ کے گرد اپنی کتابیں کھول کر بیٹھ گئے۔ اب نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا: وہ کیسا دین ہے جس کے لئے تم نے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ دیا ہے؟ اس پر حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ نے کہا: ''اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی پوجا کرتے، مردار کھاتے، بے حیائی کے کام کرتے، رشتوں کو توڑتے، پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے اور کمزوروں پر ظلم کرتے تھے۔ ہم اسی حال پر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہی ہماری طرف ایک رسول بھیجا جس کے نسب، صداقت، امانت اور طہارت کو ہم پہلے سے جانتے تھے۔ اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تاکہ ہم بتوں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کی عبادت کریں، سچ بولیں، امانتوں کا پاس رکھیں، رشتوں کو ملائیں، پڑوسیوں سے اچھا سلوک کریں اور بے حیائی سے باز آ جائیں۔ ہم نے اس دعوت کو قبول کر لیا ہے اور اس وجہ سے مکہ والے ہمارے دشمن بن گئے ہیں اور ہم ان سے تنگ آ کر آپ کے ملک میں امن تلاش

Marfat.com

وَ مَا لَنَا لَا نُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الۡحَقِّ ۙ وَ نَطۡمَعُ اَنۡ یُّدۡخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الۡقَوۡمِ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ اور ہمارے پاس کون سا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائیں اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے [۱۱۷] حالانکہ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر دے۔ [۱۱۸]

کرنے آئے ہیں۔'' پھر نجاشی نے پوچھا: ''تمہارا قرآن ہمارے عیسیٰ ؑ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟''

اس پر حضرت جعفر ؓ نے سورۃ مریم کی چند آیات تلاوت کیں جن کو سن کر نجاشی اور اس کے مصاحب رونے لگے۔ ان کی داڑھیاں اور ان کے سامنے پڑے انجیل کے اوراق بھی تر ہو گئے۔ اس پر نجاشی نے کہا کہ یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ ؑ پر نازل ہوا تھا ایک ہی سورج کی کرنیں ہیں۔ اس کے بعد نجاشی نے مکہ کے سفیروں کے تحفے واپس کر دیے اور ان کو صاف جواب دے دیا کہ وہ ایسے لوگوں کو اپنے ملک سے نکلنے کا کبھی حکم نہیں دے سکتا۔

حضرت جعفر ؓ کی اس گفتگو سے حبشہ کے بادشاہ، حکام اور عوام کے دلوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی عظمت پیدا ہو گئی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب حضور اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے اور وہاں اسلامی معاشرہ وجود میں آ گیا اور مہاجرین حبشہ نے مدینہ طیبہ جانے کا عزم کر لیا تو نجاشی بادشاہ نے مسلمانوں کے ساتھ ستر عیسائی علماء اور راہبوں کا ایک وفد مدینہ بھیجا اور جب حضور اکرم ﷺ نے اس وفد کے سامنے سورہ یٰسین کی تلاوت کی تو عیسائی علماء و راہبوں کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور وہ حق کو پہچان کر مسلمان ہو گئے۔ (تفسیر فتح القدیر) اور روتے ہوئے کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہم تیرے کلام کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں اور تیری بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ ہم کو ان خوش نصیب اہل ایمان کے زمرہ میں شامل فرما دے جو تیری توحید اور تیرے انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت کی گواہی دینے والے ہیں۔ جب عیسائی مذہبی لیڈروں کا یہ وفد مدینہ سے واپس حبشہ پہنچا اور نجاشی کو حضور اکرم ﷺ سے ملاقات اور ان کے اسلام قبول کرنے کی خبر دی تو بادشاہ نجاشی بھی مسلمان ہو گیا اور آخر دم تک مسلمان رہا حتیٰ کہ جب نجاشی فوت ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو فرمایا: تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھو، چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھی جبکہ نجاشی کی میت حبشہ میں تھی۔ (بخاری و مسلم: کتاب الجنائز)

[۱۱۷] حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ حبشہ کے علماء اور راہب جب اسلام قبول کر کے مدینہ سے واپس اپنے وطن لوٹے تو یہود نے ان کو طعنہ دیا اور ملامت کی (تفسیر البحر المحیط) کہ تم نے اپنا دین چھوڑ دیا تو اس پر ان نو مسلموں نے یہود کو جو جواب دیا وہ اس آیت میں مذکور ہے یعنی ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق پر ایمان کیوں نہ لائیں، جب وہ رسول ہمارے پاس آ گیا اور ہم نے اسے پہچان بھی لیا تو ایمان لانا ضروری تھا جو ہم لے آئے اور اب ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر دے۔ ان کے اس قول (تصدیق حق) کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت عطا فرمائی جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نیک لوگوں کی یہی جزا ہے اور جو لوگ حق کو تسلیم نہیں کرتے ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

[۱۱۸] جن خوش نصیب حضرات کا مذکورہ آیات میں ذکر کیا گیا اور انہیں جنت کی خوش خبری سے بھی نوازا گیا، ایمان لانے کے بعد

Marfat.com

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ ان کے اس قول کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی جنتیں عطا کیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور نیک لوگوں کی یہی جزا ہے۔

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۸۶﴾ ع

۸۶۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہی دوزخی ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

۸۷۔ اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں حرام قرار نہ دو[۱۱۹]

ان کے دل کی تمنا یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک لوگوں میں شامل کر دے۔ اس سے نیک لوگوں کی صحبت کی اہمیت اُجاگر ہوتی ہے۔

قرآن مجید نے نیکوں کی سنگت کے متعلق چند انبیائے کرام علیہم السلام کی دعائیں بھی ذکر کی ہیں، مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام دعا کرتے ہیں: ''اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا وآخرت میں میرا کارساز ہے۔ مجھے اسلام کی حالت میں وفات دے اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے۔'' (قرآن: ۱۲:۱۰۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں: ''مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے۔'' (قرآن: ۲۶:۸۳) حضرت سلیمان علیہ السلام عرض کرتے ہیں: ''اے میرے پروردگار! مجھے اپنی رحمت کے باعث اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے۔'' (قرآن: ۲۷:۱۹)

الغرض نیک لوگوں کی صحبت، سنگت اور ان کے زمرے میں شمولیت ایک عظیم نعمت اور سعادت ہے جس کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی دعائیں کیں۔ کاش ہم بھی آج اس کی اہمیت کو سمجھیں اور فضول مجلسوں سے اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو دور رکھیں۔

[۱۱۹] انسان اپنی مملوکہ چیز میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ اختیار دے رکھا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ چیز حلال ہو، اور کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق، مالک اور رازق ہے، یا پھر یہ اختیار اللہ تعالیٰ کی عطا اور وحی کے واسطہ سے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ اعظم ہیں۔ اب اگر کوئی انسان اپنے اختیار سے کسی حلال چیز کو حرام قرار دینے کی کوشش کرے تو وہ اپنی حدود سے تجاوز کر کے اللہ تعالیٰ کے حقوق میں تصرف کرنے کا مرتکب ہوگا جو کہ سراسر زیادتی اور ظلم ہے۔

لہٰذا بندۂ مومن کیلئے ضروری ہے کہ وہ کسی حلال چیز کے حرام ہونے کا نہ عقیدہ رکھے، نہ زبان سے اسے حرام کہے، نہ حرام کی طرح اس سے اجتناب کرے، نہ اس کے حرام ہونے کا فتویٰ دے اور نہ کسی حرام چیز کی نذر مانے۔ ہاں ایک شخص اگر کسی حلال چیز کو اپنی جسمانی یا روحانی بیماری کے علاج کے لئے عارضی طور پر اس سے اجتناب کرے تو اس میں کوئی حرج

Marfat.com

يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾

اور حد سے نہ بڑھو، [۱۲۰] بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو حلال اور پاکیزہ رزق تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے کھاؤ، [۱۲۱] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔

نہیں ہے جیسے ذیابیطس کے مریض کو ڈاکٹر کہے کہ میٹھی چیز کھانا چھوڑ دے تاکہ اس کی شوگر کنٹرول میں رہے یا کسی بے نماز مرید کو شیخ طریقت کہے کہ تین دنوں کے لئے اپنے گھر کو چھوڑ دے اور مسجد میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھ کر کثرت سے استغفار کرے تاکہ اسے نماز کی عادت پڑ جائے۔

حدیث اور تفسیر کی کتب میں کئی واقعات مذکور ہیں جو ان آیات کے نزول کا سبب بنے۔ ان کو پڑھنے سے ان آیات کا مفہوم سمجھنے میں اور بھی آسانی ہو جاتی ہے۔ میں یہاں ان میں سے دو کا ذکر کر رہا ہوں۔

۱۔ ایک دفعہ تین جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق معلومات حاصل کیں اور ان میں سے ایک نے کہا: میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی ناغہ نہیں کروں گا اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے کنارہ کشی کروں گا شادی نہیں کروں گا۔ اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے آئے اور فرمایا: ''تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے۔ سن لو۔ خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں، (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ سو جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔''

(بخاری: کتاب النکاح: باب ۱)

۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا مجھے یہ صحیح خبر نہیں پہنچائی گئی کہ تو سارا دن روزہ رکھتا ہے اور ساری رات عبادت میں گزار دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ خبر درست ہے (میں ایسا ہی کرتا ہوں) تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا مت کرو، روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کرو، رات کو عبادت بھی کرو اور نیند بھی کرو کیونکہ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔'' (بخاری: کتاب النکاح: باب ۸۹)

[۱۲۰] حد سے بڑھنے کا مفہوم بڑا وسیع ہے مثلاً کسی حلال چیز کو حرام قرار دینا یا کسی حرام چیز کو حلال قرار دینا یا کسی حلال چیز کے استعمال میں افراط و تفریط سے کام لینا یہ ساری چیزیں حد سے بڑھنے کے ضمن میں آتی ہیں اور جو بھی ان میں سے کسی ایک کا بھی ارتکاب کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور ناپسندیدگی کا مستحق قرار پائے گا لہٰذا اہل اسلام کو چاہیے کہ وہ افراط و تفریط سے اجتناب کرتے ہوئے اعتدال اور میانہ روی اختیار کریں یہی دین اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔

[۱۲۱] حلال

Marfat.com

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ

۸۹۔ اللہ تعالیٰ تمہاری فضول قسموں پر تم سے مؤاخذہ نہیں کرے گا، [۱۲۲] لیکن ان قسموں پر تم سے مؤاخذہ کرے گا جن کو تم نے پختہ کیا، تو اس (قسم کو توڑنے) کا کفارہ [۱۲۳] دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا انہیں

حلال سے مراد وہ چیزیں ہیں جو شریعت میں حرام نہ ہوں۔ حرام چیزوں کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ بذاتِ خود حرام ہو جیسے کتا اور گدھا وغیرہ۔

۲۔ کسی حادثہ کی وجہ سے حرام ہو جیسے مردار مرغی اور مردار بکری وغیرہ۔

۳۔ حصول کا طریقہ حرام ہو جیسے رشوت اور چوری وغیرہ کا مال۔

طیب

طیب سے مراد عمدہ اور پاکیزہ چیزیں ہیں جو گلی سڑی اور گندی نہ ہوں۔ بعض چیزیں حلال ہوتی ہیں مگر بہت پرانی یا کسی اور عارضہ کی وجہ سے ان کا رنگ، ذائقہ اور اثر بدل جاتا ہے اور ان کا استعمال طبیعت اور صحت دونوں کے لئے مضر ہو سکتا ہے لہٰذا ان سے اجتناب کیا جائے۔

اس آیت میں حلال اور طیب چیزیں کھانے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو چیزیں حلال ہیں انہیں کھا جاؤ، ایسا نہیں۔ حکم یہ ہے کہ حلال اور پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ یعنی ساری نہ کھا جاؤ بلکہ جو ضرورت ہے اور جتنا ضرورت ہے اُتنا کھاؤ۔ اسراف یعنی ضائع اور فضول خرچی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان میں سے کچھ صدقہ و خیرات بھی کرو۔

[۱۲۲] غیر ارادی یا عادت کے طور پر جو قسمیں زبان سے نکل جاتی ہیں ایسی قسموں پر نہ کفارہ ہے اور نہ مؤاخذہ (گناہ) ہوگا لیکن جو قسمیں دانستہ اور پورے ارادے کے ساتھ کھائی جائیں اگر ان کو پورا نہ کیا جائے تو ان کو توڑنے پر مؤاخذہ (گناہ) ہوگا اور کفارہ بھی دینا پڑے گا۔ قسم چاہے دانستہ توڑی جائے یا نادانستہ ٹوٹ جائے دونوں صورتوں میں کفارہ لازم ہو جاتا ہے، البتہ کفارہ کی ادائیگی قسم توڑنے کے بعد ہی ہوگی۔ قسم توڑنے سے پہلے اگر کفارہ دے دیا جائے تو وہ معتبر نہیں ہوگا کیونکہ کفارہ لازم ہونے کا سبب قسم توڑنا ہے، جب تک قسم نہ ٹوٹے کفارہ واجب ہی نہیں ہوتا جیسے وقت سے پہلے نماز نہیں ہوتی اسی طرح قسم ٹوٹنے سے پہلے اس کا کفارہ بھی ادا نہیں ہوتا۔

[۱۲۳] اس آیت سے کفارہ کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ کفارہ کا لغوی معنیٰ ہے "چھپانے والی چیز" کسی نیک کام کو گناہ کا کفارہ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیکی اس گناہ کو چھپا لیتی ہے۔

کفارہ کی تین صورتیں ہیں:

Marfat.com

اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، اور جو (ان میں سے کوئی چیز) نہ پائے تو وہ تین دن کے روزے رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو) اور اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو، [۱۲۴] اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔ [۱۲۵]

۱۔ دس مسکینوں کو درمیانے درجے کا کھانا کھلانا جو وہ اپنے گھر والوں کو کھلاتا ہے۔

۲۔ یا دس مسکینوں کو کپڑے دینا ہے۔ کپڑوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کیسے اور کتنے ہوں۔ میرے نزدیک کھانے کی طرح یہ بھی درمیانے درجے کے ہونے چاہییں جو وہ اپنے گھر والوں کو پہناتا ہے۔

۳۔ یا غلام آزاد کرنا جو کہ اس دور میں ناپید ہو چکا ہے کیونکہ اسلامی اصولوں کی برکت سے غلامی کا رواج بتدریج ختم ہو گیا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے سورہ نساء کی آیت نمبر ۳ کا حاشیہ نمبر ۷ ملاحظہ فرمائیں۔

اگر مذکورہ تین صورتوں میں سے کسی ایک پر بھی قدرت نہ ہو تو تین دن کے لگاتار روزے رکھے جائیں تو بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کا کیا کہنا۔ بندہ جرم کر کے اپنے نامۂ اعمال کو داغدار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس داغ کو ڈھانپنے کی ایسی میٹھی سزا تجویز کرتا ہے جس سے اس کا جرم بھی چھپ جاتا ہے اور مسکینوں کو کھانا یا کپڑے دینے کی صورت میں غریب پروری کے صلہ میں ان کی دعائیں لیتا ہے اور روزے رکھنے کی صورت میں روزے کی برکتوں سے فیضیاب ہوتا ہے۔ مثلاً حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''روزہ دار کے منہ سے جو بو آتی ہے بارگاہِ خداوندی میں وہ کستوری سے بھی زیادہ محبوب ہے۔'' (مسلم: کتاب الصیام) سبحان اللہ! بندہ ایک طرف اپنے گناہ معاف کرا رہا ہے اور دوسری طرف اس کے منہ کی بو خدا کے قرب اور خوشنودی کا سبب بن رہی ہے۔ الحمدللہ رب العالمین

[۱۲۴] یعنی قسم اٹھانے سے پہلے پوری طرح غور و فکر کر لو کہ اس قسم سے کسی کی حق تلفی یا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی تو نہیں ہو گی کیونکہ ایسی قسموں کا توڑنا ضروری ہے۔ تفصیلات کے لئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۴ کا حاشیہ نمبر ۱۸۳ ملاحظہ فرمائیں، البتہ جب کسی صحیح معاملہ میں بالارادہ قسم کھالی جائے تو پھر اس کی پوری طرح پابندی اور حفاظت ضروری ہے اور اگر اس کی خلاف ورزی ہو جائے تو اس کا کفارہ ادا کیا جائے۔

[۱۲۵] اس آیت میں قسم اور اس کے کفارہ کا بیان ہے۔ غیر ارادی قسموں کو تو اللہ تعالیٰ بالکل معاف کر دیتا ہے، ان پر کوئی

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

۹۰۔ اے ایمان والو! یہ شراب [۱۲۶] اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں، شیطان کے کاموں سے ہیں، سو ان سے بچو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾

۹۱۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو؟

مؤاخذہ نہیں ہوگا اور دانستہ قسم اٹھانے والے بھی اگر اپنی قسموں کو توڑ دیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کفارہ کی تین صورتیں بتائی ہیں ان میں سے جو بھی اس کے لئے آسان ہو اس پر عمل کر سکتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر) اور اگر تینوں میں سے کسی ایک پر بھی قدرت نہ ہو تو صرف تین دن کے روزے رکھ کر بھی کفارہ ادا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے کہ کس قدر سہولتیں اور آسانیاں فراہم کر رہا ہے، اس کے باوجود بھی ہم اس کا شکر ادا نہ کریں تو ہم سے بڑھ کر ناشکر گزار کون ہوگا؟

[۱۲۶] سب سے پہلے اس آیت میں بیان کردہ پانچ عربی الفاظ کا مفہوم ملاحظہ کریں، پھر شراب کے متعلق کچھ تفصیل سے عرض کروں گا:

خمر: سے مراد ہر وہ شراب ہے جو انسانی عقل کو ڈھانپ دے اور اس کے ہوش وحواس کو معطل کر دے۔

میسر: سے مراد ہر قسم کا جوا ہے جس میں ایک انسان کو تو بغیر محنت کے بہت سی دولت مل جاتی ہے جب کہ کئی نادان پوری زندگی کی کمائی ضائع کر بیٹھتے ہیں، پھر ساری عمر بھیک مانگتے ہیں اور اس برے فعل پر پچھتاتے رہتے ہیں۔

انصاب: سے مراد بت اور پتھر ہیں جن کی عبادت کی جاتی تھی اور ان کے لئے جانور بھی ذبح کئے جاتے تھے (صفوة التفاسیر) دوسرے لفظوں میں یہ بت پرستی تھی۔

ازلام: سے مراد وہ تیر ہیں جن سے فال نکالی جاتی یا جوا کھیلا جاتا تھا۔ (تفصیل کے لئے اسی سورت میں آیت نمبر ۳ کا حاشیہ نمبر ۹ ملاحظہ کریں۔)

رجس: کا معنی ناپاکی، گندگی اور پاخانہ ہے۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ یہ لفظ حرام، عذاب، برے کام اور کفر کے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (الرجس: القذر ويعبر به عن الحرام والفعل القبيح والعذاب والكفر: لسان العرب) قرآن مجید میں رجس کا لفظ دس مقامات پر موجود ہے اور ہر جگہ مذکورہ معانی میں سے کسی ایک پر دلالت کرتا ہے۔ اس آیت میں ناپاک اور حرام کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

Marfat.com

شراب کے متعلق چند احادیث اور روایات

۱۔ عرب میں شراب عام تھی اور لوگوں کا ایکدم شراب چھوڑ دینا مشکل تھا، اس لئے حرمتِ شراب کا حکم بتدریج نازل ہوا۔ محمد بن قیس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ شراب پیتے تھے اور جوا کھیلتے تھے۔ مسلمانوں نے آپ ﷺ سے ان کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ فرمایئے: ان دونوں میں بڑی خرابی ہے، اگرچہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔ سورہ بقرہ: آیت نمبر ۲۱۹) تو لوگوں نے کہا: اس آیت میں ہمارے لئے رخصت ہے، لہٰذا ہم شراب پئیں گے اور جوا کھیلیں گے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں گے حتیٰ کہ مغرب کی نماز میں ایک امام نے سورہ کافرون اس طرح شروع کی: قل یاایہاالکافرون اعبد ماتعبدون۔۔۔

(اے کافرو! میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو) اور اسے پتہ نہ چلا کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔ (حالانکہ دانستہ ایسا پڑھنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے) تب یہ آیت نازل ہوئی:

یاایہاالذین آمنوا لاتقربوا الصّلوۃ وانتم سُکاریٰ (اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ سورہ نساء: آیت نمبر ۴۳)، پھر بھی لوگ شراب پیتے رہے اور جب نماز کا وقت آتا تو شراب پینا چھوڑ دیتے اور اس وقت نماز پڑھتے جب انہیں علم ہوتا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ وہ اسی معمول پر برقرار تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ''شراب اور جوا ۔۔۔ ناپاک ہیں ۔۔۔ کیا تم باز آنے والے ہو؟ (سورہ مائدہ: آیات ۹۰ تا ۹۱) ان آیات کے نزول کے بعد مسلمانوں نے کہا: اے رب! ہم باز آ گئے، ہم باز آ گئے۔

(تفسیر جامع البیان لابن جریر طبری۔ سنن نسائی: کتاب الأشربۃ: باب ۱)

۲۔ ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں: جمہور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت شراب کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے اور حضرت عمر ﷺ نے قسم اٹھا کر فرمایا تھا کہ اس آیت نے شراب کو حرام قرار دیا ہے۔ (تفسیر البحر المحیط)

۳۔ احادیث و روایات اور دیگر آیات جن میں حرمتِ شراب کے شواہد ملتے ہیں اگر وہ موجود نہ ہوں تو بھی صرف یہی دو آیات حرمتِ شراب کے لئے کافی ہیں کیونکہ جس شدت کے ساتھ شراب کی مذمت ان آیات میں بیان کی گئی ہے کسی اور چیز کی مذمت میں اتنا زور نہیں ہے۔

۴۔ قرآن مجید کے اولین مخاطبین صحابہ کرام ﷺ تھے جو اہل زبان تھے، حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے براہ راست قرآن مجید سنتے تھے اور اگر کسی حکم میں شبہ ہوتا تو وضاحت کے لئے سوال کرتے تھے۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنا تو انہوں نے توبہ کا اعلان کر دیا اور دوبارہ تاکید کے ساتھ اقرار کیا: ہم باز آ گئے، ہم باز آ گئے۔ کیونکہ انہیں شراب کی حرمت میں اب کوئی شبہ نہیں تھا۔

۵۔ اس آیت کے نزول کے بعد جب صحابہ کرام ﷺ کو شراب کی حرمت اور شراب پینے والے کے انجامِ بد کا یقین ہو گیا تو

Marfat.com

اپنے مرنے والے مسلمان بھائیوں کے متعلق پریشان ہو گئے اور پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! ہمارے ان مسلمان بھائیوں کا کیا بنے گا جو اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے فوت ہو چکے ہیں حالانکہ وہ شراب پیتے تھے۔'' تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی ''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان پر کوئی گناہ نہیں جو کچھ وہ (ان احکام کے نازل ہونے سے پہلے) کھا پی چکے۔'' (مسند احمد: جلد اول: ص ۲۳۴) کیونکہ اس وقت شراب پینا گناہ نہیں تھا، للہٰذا وہ نافرمان نہیں تھے بلکہ اہل ایمان اور اہل تقویٰ تھے اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر ان کے زمانہ میں شراب حرام کی جاتی تو وہ بھی شراب چھوڑ دیتے جس طرح تم نے چھوڑ دی ہے۔'' (تفسیر در منثور و تفسیر ابن کثیر)

٦۔ حضرت ابن عباس ﷛ نے فرمایا: جب شراب کو حرام کر دینے والی یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام ﷡ ایک دوسرے کے پاس گئے اور کہنے لگے، شراب حرام کر دی گئی ہے اور اسے شرک کی مثل قرار دیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بتوں کے لئے جانور ذبح کرنے کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے جو کہ شرک ہے۔ (تفسیر قرطبی)

٧۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے منادی کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ مدینہ کی گلیوں میں منادی کر دے: خبردار! غور سے سن لو! بے شک شراب حرام کر دی گئی ہے۔ (یہ اعلان سنتے ہی) شراب کے مٹکے توڑ دیئے گئے حتیٰ کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔ (تفسیر قرطبی)

٨۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دائمی شراب پینے والا بت پرست کی طرح ہے۔ (ابن ماجة: ۳۳۷۵: ابواب الأشربة: باب ۳) یعنی بتوں کی پوجا کرنا بھی حرام ہے اور شراب پینا بھی حرام ہے۔

٩۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے: والدین کا نافرمان، دائمی شراب پینے والا اور احسان جتانے والا۔ (نسائی: ۲۵۶۳: کتاب الزکوۃ: باب ٦٩)

١٠۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر، اس کو کشید کرنے والے پر، کشید کرانے والے پر، اس کے پینے والے پر، اس کے پلانے والے پر، اس کو اُٹھانے والے پر، اُس شخص پر جس کے لئے شراب اُٹھا کر لائی جائے، اس کے بیچنے والے پر، اس کے خریدنے والے پر اور اس کی قیمت کھانے والے پر۔ (تفسیر ابن کثیر)

١١۔ حضرت عمر فاروق ﷛ نے منبر رسول پر اپنے خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! شراب کو حرام کرنے والا حکم نازل ہو گیا اور شراب پانچ چیزوں سے ہے: انگور سے، کھجور سے، شہد سے، گندم سے اور جو سے اور شراب سے مراد وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانپ دے۔ (بخاری: ۴۶۱۹: تفسیر القرآن: سورہ مائدہ) صحابہ کرام ﷡ کے سامنے حضرت عمر ﷛ نے یہ اعلان فرمایا اور کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ اس سے حرمتِ شراب پر صحابہ کرام ﷡ کا اجماع ثابت ہوتا ہے۔

١٢۔ حضرت عثمان ﷛ نے فرمایا: شراب سے اجتناب کرو کیونکہ یہ تمام برائیوں کی ماں ہے (یعنی اس سے کئی برائیاں جنم لیتی ہیں)۔ تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص عبادت گزار تھا، اس پر ایک بدکار عورت فریفتہ ہو گئی، اس نے اپنی خادمہ اس عابد کی طرف بھیجی اور گواہی دینے کے بہانے اسے اپنے پاس بلوایا۔ جب وہ عابد اس کے پاس پہنچا تو خادمہ نے دروازہ

Marfat.com

بند کر دیا۔اس عابد نے دیکھا وہاں ایک حسین عورت ہے۔اس کے پاس ایک بچہ ہے اور ایک شراب کا برتن ہے۔اس عورت نے کہا: خدا کی قسم! میں نے تجھے گواہی کیلئے نہیں بلایا بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ تو میرے ساتھ بدکاری کرے یا اس شراب سے ایک پیالہ پیئے یا اس بچہ کو قتل کرے۔اس عابد نے (تینوں میں سے شراب کو کم تر برائی تصور کرتے ہوئے) کہا: مجھے اس شراب کا ایک پیالہ پلا دے۔اس عورت نے اس عابد کو ایک پیالہ شراب پلائی۔اس نے کہا: اور پلاؤ، پھر اس نے (بے ہوشی میں) اس عورت سے بدکاری کی اور اس بچے کو بھی قتل کر دیا، لہٰذا شراب سے اجتناب کرو، خدا کی قسم! شراب نوشی کے ساتھ ایمان باقی نہیں رہتا۔ (نسائی: ۵۶۶۹: کتاب الأشربة: باب ۴۴)

۱۳۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ شام میں کچھ لوگوں نے شراب پی اور ساتھ دعویٰ بھی کیا کہ شراب حلال ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے۔اگر وہ توبہ نہ کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے کیونکہ وہ شراب کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھے وہ کافر ہے۔

(تفسیر البحر المحیط و احکام القرآن للجصاص)

۱۴۔ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اس آیت کو شراب حرام کرنے والی آیت کے نام سے یاد کیا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے قرآن مجید اللہ تعالیٰ سے پڑھا اور اس آیت کا مطلب حرمتِ شراب بتایا۔صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید حضور اکرم ﷺ سے پڑھا اور اس آیت کو حرمتِ شراب کا اعلان سمجھا۔اب چودہ سو سال بعد کسی عام عالم سے قرآن پڑھنے والے اگر شراب کو حرام کہنے سے انکار کریں تو فیصلہ قارئین خود کر سکتے ہیں کہ ان میں سے کون صحیح ہے؟

شراب کے متعلق بائبل کا بیان

1. Now the Lord instructed Aaron, "Never drink wine or strong drink when you go into the Tabernacle, lest you die; and this rule applies to your sons and to all your descendants from generation to generation. Your duties will be to arbitrate for the people, to teach them the difference between what is holy and what is ordinary, what is pure and what is impure. (The Living Bible 1975: Leviticus:10:8-10)

اب خداوند نے ہارون (علیہ السلام) کو حکم دیا: جب تم عبادت خانہ میں جاؤ اور تمہیں مرنے کا خطرہ نہ ہو تو کبھی بھی شراب نہ پیو۔ یہ حکم تیرے بیٹوں اور تیری اولاد سے آنے والی تمام نسلوں کے لئے نافذ العمل ہے۔تمہاری ڈیوٹی یہ ہے کہ تم لوگوں کو پاک اور ناپاک کا فرق بتاؤ۔

2. Don't let the sparkle and the smooth taste of strong wine deceive you. For in the end it bites like a poisonous serpent; it stings like an adder. You will

Marfat.com

see hallucinations and have delirium tremens, and you will say foolish, silly things that would embarrass you no end when sober. You will stagger like a sailor tossed at sea, clinging to a swaying mast.

(The Living Bible 1975:Proverbs:23: 31-34)

جگمگ کرتے خوش گوار شراب کو یہ موقع نہ دو کہ وہ تمہیں دھوکہ دے کیونکہ آخر کار شراب ایک زہریلے سانپ کی طرح کاٹتا ہے۔اس میں فریبِ نظر اور دیوانگی ہے۔تو حماقت اور بے وقوفی کی باتیں کرے گا اور جب تو ہوش میں آئے گا تو یہ باتیں تجھے پریشان کریں گی۔تو سمندر میں پھینکے گئے ملاح کی طرح ڈگمگائے گا جو کہ ڈگمگاتی لکڑی کے شہتیر کے ساتھ چمٹا ہوا ہو۔

3. Don't drink too much wine, for many evils lie along that path; be filled instead with the Holy Spirit, and controlled by him.

(The Living Bible 1975:Ephesians:5:18)

زیادہ شراب نہ پیو کیونکہ اس میں بہت سی برائیاں ہیں۔اس کے بجائے مقدس روح سے اپنے آپ کو شرابور رکھو۔

شراب پینا حرام ہے

۱۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں شراب کے متعلق حرام کا لفظ نہیں ہے، لہٰذا شراب پینے کو حرام کہنا درست نہیں۔ان کی خدمت میں عرض ہے کہ قرآن مجید میں شیر، چیتا، کتا، بلی اور چیل وغیرہ کا گوشت کھانے کے متعلق بھی حرام کا لفظ نہیں ہے تو جو لوگ حدیث کی رو سے کتے اور بلی کا گوشت کھانا حرام سمجھتے ہیں۔(مسلم:۴۹۹۶: کتاب الصید: باب ۳، ابن ماجہ: ۳۲۵۰: ابواب الصید: باب ۲۰) انہیں حدیث کی رو سے شراب کو حرام سمجھنے میں کیا رکاوٹ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔'' (مسلم:۵۲۱۹: کتاب الاشربۃ: باب ۷)

۲۔ قرآن مجید میں شراب پینے کے متعلق رجس کا لفظ استعمال ہوا ہے جو کہ حرام کا ہم معنیٰ ہے۔(لسان العرب) لہٰذا شراب حرام ہے۔

۳۔ رجس کا لغوی معنیٰ گندگی اور پاخانہ ہے اور یہ ایسا بدیہی حرام ہے جس کو مسلمان اور غیر مسلم دونوں فطری طور پر حرام سمجھتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں، لہٰذا کسی چیز کو رجس کہہ دینا اسے حرام کہنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔

۴)۔ سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۴۶ میں مردار اور خنزیر کے گوشت کو حرام کہا گیا ہے اور اس کی وجہ بیان کی گئی کہ وہ رجس (ناپاک) ہیں اور اس آیت میں شراب کو بھی رجس کہا گیا ہے۔اب اگر مردار اور خنزیر کا گوشت رجس ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تو شراب بھی حرام ہے کیونکہ قرآن مجید نے اس کو بھی رجس کہا ہے۔

۵۔ کوئی بھی حرام کام جس کے ارتکاب سے انسان گھبراتا ہے شراب کا نشہ اس کے لئے آسانی پیدا کر دیتا ہے۔چونکہ

Marfat.com

شراب کا نشہ حرام کام کے ارتکاب کا سبب بن سکتا ہے اس لئے شراب حرام ہے، جیسا کہ ایک صحابی نے شراب کے نشہ میں قرآن مجید کو اس انداز میں پڑھا جس سے کفر لازم آتا ہے اور ایک عابد نے شراب کے نشہ میں بدکاری اور قتل ناحق کا ارتکاب کیا۔ (ان کے حوالہ جات اسی حاشیہ میں گزر چکے ہیں۔)

٦۔ شرابی جنت میں نہیں جائے گا۔ (نسائی: ۵۶۳۲: کتاب الزکوۃ: باب ۶۹) اور جنت میں وہی نہیں جاتا جو حرام کام کرتا ہے، لہٰذا شراب حرام ہے۔

۷۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شراب کو بت پرستی کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے اور بت پرستی حرام ہے، لہٰذا شراب بھی حرام ہے۔

۸۔ یہ شیطانی کام ہے اور شیطان انسان کو حرام کام کرنے کی ترغیب دیتا ہے، لہٰذا شراب حرام ہے۔

۹۔ نماز سے روکنا حرام ہے۔ (تفسیر ابن عباس: سورۃ الجمعة) اور شراب کا نشہ نماز میں رکاوٹ بنتا ہے، لہٰذا شراب حرام ہے۔

۱۰۔ اللہ کے ذکر سے روکنا حرام ہے اور شراب کا نشہ اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے، لہٰذا شراب حرام ہے۔

۱۱۔ شراب کے ذریعہ شیطان بغض پیدا کرتا ہے اور بغض پیدا کرنا حرام ہے، لہٰذا شراب حرام ہے۔

۱۲۔ شراب کے ذریعہ شیطان انسانوں میں عداوت پیدا کرتا ہے اور عداوت پیدا کرنا حرام ہے، لہٰذا شراب حرام ہے۔

نوٹ: شراب کے نشہ میں انسان ایسی راز کی باتیں کہہ جاتا ہے جو آپس میں بغض اور عداوت کا سبب بن جاتی ہیں۔

۱۳۔ شراب دولت کو ضائع کرتی ہے اور اپنی دولت کو ضائع کرنا حرام ہے، لہٰذا شراب حرام ہے۔

۱۴۔ شراب سے کئی بیماریاں جنم لیتی ہیں جیسے Cirrhosis of liver اور دانستہ اپنے آپ کو بیمار کرنا حرام ہے، لہٰذا شراب حرام ہے۔

۱۵۔ عقل انسان کو جانوروں سے ممتاز کرتی ہے اور شراب کے نشہ میں انسان جانور بن جاتا ہے تو جو چیز انسان کو جانور بنا دے اسے حرام نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟

۱۶۔ عقل انسان کو حرام سے بچاتی ہے لیکن شراب عقل کو ضائع کرتی ہے، لہٰذا شراب حرام ہے۔

۱۷۔ شراب سے اجتناب کرنے کا حکم ہے اور جس سے اجتناب کرنا واجب ہو اس کا ارتکاب کرنا حرام ہے۔

۱۸۔ شراب سے اجتناب کرنے میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے ارتکاب میں دنیا و آخرت کی ناکامی ہے اور جو چیز دونوں جہاں میں ناکامی کی موجب ہو وہ حرام ہے۔

۱۹۔ شراب کے نشہ میں انسان ایسی راز کی باتیں کہہ جاتا ہے جن سے اس کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ جو چیز انسان کی زندگی کے لئے خطرہ ثابت ہو سکے اسے حرام نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟

۲۰۔ بائبل میں لکھا ہے کہ شراب کا نشہ انسان کے لئے بے وقوفی، حماقت اور دیوانگی کا باعث ہے جو بالآخر انسان کو

Marfat.com

وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاحۡذَرُوۡا ۚ فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۹۲﴾

۹۲۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور محتاط رہو، [۱۲۷] پھر اگر تم نے روگردانی کی تو خوب جان لو کہ ہمارے رسول پر تو صرف (احکام کو) صاف طور سے پہنچا دینا ہے۔

لَيۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيۡمَا طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوۡا

۹۳۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان پر کوئی گناہ نہیں جو کچھ وہ (ان احکام کے نازل ہونے سے

زہریلے سانپ کی طرح کاٹتا ہے۔ (لیونگ بائبل: امثال: ۲۳:۳۱۔۳۴) زہریلے سانپ کے قریب جانا حرام ہے، لہٰذا شراب کے قریب جانا بھی حرام ہے۔

۲۱۔ الغرض جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ناپاک، پلید اور شیطانی عمل فرمایا اور ان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اگر وہ حلال ہیں تو پھر حرام کون سی چیزیں ہوں گی؟

نوٹ: شراب کے متعلق مزید تفصیلات کے لئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۹ کا حاشیہ نمبر ۱۷۸ ملاحظہ فرمائیں۔

شرابی کی سزا

حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں شراب پینے والے کے لئے کوئی خاص سزا مقرر نہ تھی۔ جو شخص اس جرم کا ارتکاب کرتا اسے جوتے، ڈنڈے اور مکے وغیرہ مارے جاتے۔ (تفسیر قرطبی) البتہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک شرابی لایا گیا تو اسے تقریباً ۴۰ ڈنڈے مارے گئے۔ (مسلم: ۴۴۵۲: کتاب الحدود: باب ۸) حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں ۴۰ کوڑے مارے جاتے تھے۔ (بخاری: ۶۷۷۳: کتاب الحدود: باب ۲) حضرت عمر فاروقؓ کے ابتدائی زمانے میں بھی چالیس کوڑوں کی سزا ہی برقرار رہی، پھر جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ شراب پینے سے باز نہیں آتے اور اس کے مفاسد بڑھتے جا رہے ہیں تو صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے اسی کوڑے سزا مقرر کر دی۔ (بخاری: ۶۷۷۹: کتاب الحدود: باب ۴) اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ شرابی جب مدہوش ہوتا ہے تو ہذیان بکتا ہے اور تہمت لگاتا ہے اور تہمت کی سزا قرآن مجید میں اسی کوڑے ہے، لہٰذا شرابی کو بھی اسی کوڑے لگائے جائیں۔ (تفسیر الستار)

[۱۲۷] یعنی اللہ تعالیٰ نے جو احکام قرآن مجید میں نازل فرمائے یا جن احکام کی نشاندہی حضور اکرم ﷺ نے حدیث پاک میں فرمائی، تم ان سب کی نافرمانی سے بچو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے اور اگر تم نے احتیاط سے کام نہ لیا اور ان احکام سے روگردانی کی تو پھر یاد رکھو حضور اکرم ﷺ کا جو فرضِ تبلیغ تھا وہ تو انہوں نے پوری دیانتداری کے ساتھ ادا کر دیا ہے اب تمہارے پاس کسی عذر کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

Marfat.com

وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۳﴾ ع

پہلے) کھا پی چکے [۱۲۸] جبکہ وہ پہلے بھی (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے تھے اور ایمان رکھتے تھے اور نیک عمل کیا کرتے تھے، پھر (ان احکام کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے رہے اور ایمان پر قائم رہے، پھر (ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے رہے اور اچھے کام کرتے رہے، اور اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۴﴾

۹۴۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے شکار سے ضرور آزمائے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکتے ہیں [۱۲۹] تاکہ اللہ یہ جان لے (پہچان کرادے) کہ کون اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے، سو جس نے (تنبیہ) کے بعد حد سے تجاوز کیا اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

---

[۱۲۸] جب حرمت شراب کا حکم نازل ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے مرنے والے مسلمان بھائیوں کے متعلق پریشان ہو گئے اور پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! ہمارے ان مسلمان بھائیوں کا کیا بنے گا جو اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے فوت ہو چکے ہیں حالانکہ وہ شراب پیتے تھے۔'' تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان پر کوئی گناہ نہیں جو کچھ وہ (ان احکام کے نازل ہونے سے پہلے) کھا پی چکے۔'' (مسند احمد: جلد اول: ص ۲۳۴) کیونکہ اس وقت شراب پینا گناہ نہیں تھا، لہٰذا وہ نافرمان نہیں تھے بلکہ اہل ایمان اور اہل تقویٰ تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا: ''اگر ان کے زمانہ میں شراب حرام کی جاتی تو وہ بھی شراب چھوڑ دیتے جس طرح تم نے چھوڑ دی ہے۔'' (تفسیر درمنثور و تفسیر ابن کثیر) نیز اس آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جو مسلمان اس حکم کے نزول سے پہلے شراب پیتے تھے انہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ پہلے اس کی اجازت تھی۔ ہاں اس حکم کے نازل ہونے کے بعد جو شراب پئیں گے وہ قابل گرفت ہوں گے اور جو توبہ کر کے تقویٰ اور احسان کے راستہ پر گامزن رہیں گے ان سے گذشتہ شراب پینے پر مواخذہ نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ، تقویٰ اور اچھے کاموں کے عوض ان سے محبت کرے گا۔

[۱۲۹] اہل عرب کو شکار سے ایک خصوصی دلچسپی تھی کیونکہ ان میں سے اکثر جانوروں اور پرندوں کا شکار کر کے گزر اوقات کیا

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

۹۵۔ اے ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ مارو، اور تم میں سے جس نے جان بوجھ کر شکار کو قتل کیا تو اس کی جزا یہ ہے [۱۳۰] کہ اسی قسم کا جانور دے جو اس نے قتل کیا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں درآں حالیکہ یہ قربانی کعبہ کو پہنچنے والی ہو یا کفارہ ادا کرے (اور وہ) یہ کہ چند مساکین کو کھانا دے یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ وہ اپنے کئے کی سزا چکھے، جو گزر چکا اس کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا، [۱۳۱] اور جس نے دوبارہ یہ کام کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا، اور اللہ تعالیٰ غالب ہے انتقام لینے والا ہے۔

کرتے تھے، لیکن احرام کی حالت میں جب اللہ تعالیٰ نے انہیں شکار کرنے سے منع فرمادیا تو یہ ان کے لئے بڑا صبر آزما مرحلہ تھا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ شکار کثرت سے موجود ہوں اور ان کو پکڑنا یا نشانہ بنانا بالکل آسان ہو۔ اس حکم سے اہل ایمان کا امتحان لیا جا رہا ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ کون اللہ تعالیٰ سے ڈر کر شکار سے باز رہتا ہے اور کون اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے دردناک عذاب کا مستحق بنتا ہے، نیز حلال شکار سے عارضی طور پر اجتناب کرنے سے انسان کے اندر ضبطِ نفس کا جذبہ مضبوط ہو جاتا ہے جو بالآخر اسے حرام کاموں سے اجتناب کرنے میں مدد دیتا ہے۔

[۱۳۰] حالتِ احرام میں شکار کرنا منع ہے لیکن اگر کوئی انسان احرام کی حالت میں جان بوجھ کر شکار کو مار ڈالے تو اس کی سزا یہ ہے کہ وہ درج ذیل تین طریقوں میں سے کسی ایک پر عمل کرے:

۱۔ شکار کردہ جانور کی قیمت کا اندازہ اس علاقے کے دو معتبر آدمی کریں جس علاقے میں وہ شکار کیا گیا، پھر شکار کرنے والا اس قیمت سے جانور خریدے اور اس جانور کو حرم میں لا کر ذبح کرے اور وہاں کے فقراء میں اس کا گوشت تقسیم کر دے۔

۲۔ یا اس قیمت سے غلہ خریدے اور دو کلوگرام گندم یا چار کلوگرام کھجور فی کس کے اعتبار سے اسی علاقے میں یا حرم شریف میں لا کر مسکینوں میں تقسیم کر دے۔

۳۔ یا اس کی قیمت سے دو کلوگرام گندم فی کس کے اعتبار سے جتنے مسکینوں میں وہ غلہ تقسیم ہو سکتا ہے اتنے روزے رکھے یعنی اس کی قیمت سے اگر دس کلوگرام گندم مل سکتی ہے تو یہ گندم پانچ مسکینوں میں تقسیم ہوگی، لہٰذا یا تو پانچ مسکینوں میں یہ گندم تقسیم کر دے یا پانچ روزے رکھ لے۔

[۱۳۱] اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے جس کسی نے احرام کی حالت میں شکار کیا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے لیکن اس

Marfat.com

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾	۹۶۔ تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لئے اور خشکی کا شکار تم پر حرام کیا گیا ہے جب تک تم احرام کی حالت میں ہو، [۱۳۲] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم جمع کیے جاؤ گے۔
جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ	۹۷۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنایا ہے [۱۳۳] اور حرمت والے مہینہ

حکم کے بعد جس نے احرام کی حالت میں شکار کیا تو وہ توبہ کرے اور مذکورہ تین طریقوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ اس کا تاوان بھی ادا کرے اور اگر وہ تاوان ادا نہیں کرے گا تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے انتقام اور عذاب کا شکار ہوگا۔

نوٹ: موذی جانور مثلاً سانپ، بچھو اور باؤلا کتا وغیرہ کو احرام کی حالت میں بھی مارنے کی اجازت ہے کیونکہ یہ انسانی جان کے لئے خطرہ ہیں جس کی حفاظت فرض ہے۔

[۱۳۲] حج وعمرہ پر انسان اس لئے جاتا ہے تاکہ زندگی کے کچھ ایام صرف اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے وقف کر دے، اس لئے ایسی چیزوں سے اسے منع کیا جارہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں رکاوٹ بن سکتی ہیں جن میں سے ایک شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے احرام کی حالت میں خشکی کا شکار منع کر دیا کیونکہ اس کے مواقع بہت زیادہ تھے لیکن پانی کے شکار کی اجازت دے دی کیونکہ اس کا موقع بہت کم میسر آتا ہے۔ حرم شریف کی حدود میں تو کوئی دریا یا نہر ہے ہی نہیں کہ ان میں شکار کیا جائے، البتہ وہ لوگ جو سمندر کے راستے سے مکہ حاضری دیتے ہیں انہیں احرام کے بعد محدود وقت کے لئے سمندر میں شکار کا موقع مل سکتا ہے اور بعض دفعہ سمندر میں زادِ راہ ختم ہو جانے سے شکار ان کی ضرورت بھی بن سکتا ہے، لہٰذا انہیں سمندری شکار کی اجازت ہے تاکہ وہ شکار سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

اس آیت کے آخر میں تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی سے بچو کیونکہ ایک دن سب کو اس کے حضور جمع ہونا ہے جہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

نوٹ: خشکی کا شکار صرف احرام کی حالت میں حرام ہے۔ احرام کھولنے کے بعد اس کی اجازت ہے۔ پانی کا شکار ہر حالت میں جائز ہے چاہے احرام میں ہو یا بغیر احرام کے۔ حرم شریف کا شکار ہر حال میں حرام ہے چاہے احرام میں ہو یا بغیر احرام کے کیونکہ حرم میں رہنے والے جانور اللہ تعالیٰ کی امان میں ہیں۔

[۱۳۳] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلی چیز کعبہ جو کہ عزت والا گھر ہے، دوسری چیز حرمت والے

Marfat.com

وَالْقَلَآئِدَ ۭ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٩٧﴾

کو اور حرم میں قربان ہونے والے جانور کو اور گلے میں پٹے پڑے ہوئے جانوروں کو تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٨﴾ ۭ

۹۸۔ خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا (بھی) ہے [۱۳۴] اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا (بھی) ہے۔

چار مہینے ہیں یعنی رجب، ذوالقعدۃ، ذوالحجۃ اور محرم۔ (ذوالقعدۃ اور ذوالحجۃ میں لوگ حج کے لئے سفر کرتے۔ محرم میں حج سے واپس جاتے اور رجب میں عمرہ کے لئے سفر کرتے)۔ تیسری چیز قربانی کے جانور جن کو حاجی حرم شریف میں ذبح کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور چوتھی چیز وہ جانور جن کو حاجی حرم شریف میں ذبح کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے جاتے اور ان کے گلے میں قربانی کی نشانیاں آویزاں کر دیتے تھے۔

ان مذکورہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص عزت اور عظمت عطا فرمائی ہے یعنی ان چیزوں کو لوگوں کی امن و سلامتی، حفظ و بقاء اور طلب معاش کا سبب بنایا، نیز بہت سے دینی اور دنیاوی معاملات بھی ان سے وابستہ کر دیئے۔

عرب کے اکثر لوگ غریب تھے۔ مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے اور اکثر ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے۔ تجارتی قافلوں کو لوٹ لیتے۔ نہ کوئی حکومت تھی اور نہ کوئی قانون بلکہ ہر طرف بدامنی اور خوف و ہراس کا دوردورہ تھا۔ اگر سارا سال حالات ایسے ہی رہتے تو کمزور قبیلے ظلم کی چکی میں پس کر رہ جاتے اور غریب بے چارے بھوک سے مر جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو زمین و آسمان کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اس نے اہل عرب پر کرم فرمایا اور ان کے دلوں میں کعبہ، حرمت والے مہینے اور قربانی کے جانوروں کا احترام پیدا کر دیا جس کی بدولت سال کا تیسرا حصہ یعنی پورے چار مہینے وہ لوٹ مار اور قتل و غارت سے باز آجاتے اور اس طرح پورے ملک میں تجارتی قافلے امن و سکون کے ساتھ سفر کرتے اور غریب لوگ ان چار ماہ میں تجارت کے ذریعہ سال بھر کی معیشت جمع کر لیتے اور حرم شریف میں تو بہت بڑی سالانہ منڈی کا انتظام ہوتا تھا۔ اس طرح اہل عرب کی معاشی کفالت کا سامان پیدا ہو جاتا اور قربانی کے جانور حرم شریف میں پہنچ جاتے اور اس بے آب و گیاہ علاقہ کے غریب لوگوں کی معیشت کو بھی سہارا مل جاتا اور حرم شریف کو تو پورے سال کے لئے ایسی عزت عطا فرمائی کہ باپ کا قاتل بھی اگر وہاں آجاتا تو اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا جاتا۔ ان دنیاوی مفادات کے علاوہ حج و عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کا ذریعہ کعبہ تھا اور قربانی کے جانور حرم شریف تک لے جانے کا ذریعہ حرمت والے مہینے تھے ورنہ قافلوں کو لوٹ لیا جاتا۔

[۱۳۴] یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے اور جو توبہ کر کے فرمانبردار بن

Marfat.com

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

۹۹۔ رسول پر تو صرف پیغام پہنچانے کی ذمہ داری ہے، [۱۳۵] اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع

۱۰۰۔ آپ فرما دیجئے! ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ ناپاک کی کثرت آپ کو اچھی لگتی ہو، [۱۳۶] اے عقل والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

جائے گا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب کو دیکھ کر مایوس ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ خلوصِ نیت سے توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ اسی طرح اس کی وسیع رحمت کو دیکھ کر نافرمانی کی جرأت نہ کرو ورنہ اس کی سزا بھی بہت سخت ہے۔ الغرض ایک طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت پر امید رکھنا اور دوسری طرف اس کی سزا سے ڈرتے رہنا ایسا حسین توازن ہے جس سے انسان کے ایمان میں نکھار اور اس کے اعمال میں اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ امام ابوزہرہ لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر مؤمن کے خوف (خداوندی) اور اس کی امید (رحمت) کا وزن کیا جائے تو دونوں کا وزن برابر ہو گا۔ (زہرۃ التفاسیر)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نرمی کی آیت سختی کی آیت کے ساتھ اور سختی کی آیت نرمی کی آیت کے ساتھ ذکر فرمائی تاکہ مؤمن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی رغبت اور اس کی سزا کا خوف پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ سے باطل امید نہ کرنے لگے اور اپنے آپ کو تباہی میں نہ ڈالے۔ (تفسیر در منثور)

[۱۳۵] حضورِ اکرم ﷺ کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام انسانوں تک پہنچا دیں جو آپ نے پوری دیانتداری کے ساتھ پہنچا دیا۔ اب اس پر عمل کرنا انسانوں کی ذمہ داری ہے اور جو اس پر عمل نہیں کرتے انہیں اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن، ان کے قول و فعل اور ان کے نفاق و اخلاص سے خوب آگاہ ہے اور اسی کے مطابق وہ انسانوں کو ثواب اور عذاب دے گا، یعنی جو حضورِ اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین پر عمل کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے فیضیاب ہوں گے اور جو اس کا انکار کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے دوچار ہوں گے۔

اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پوری دیانتداری کے ساتھ پہنچا دیا، اب امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس پیغامِ حق کو آنے والی نسلوں تک پہنچائے اور اس میں کمی بیشی نہ کرے اور جو اس میں سے کچھ چھپانے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے ظاہر و باطن سے خوب آگاہ ہے اور ان کی نیتوں کے مطابق انہیں جزا اور سزا دے گا۔

[۱۳۶] دنیا میں ناپاک چیزیں بھی کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اگر کوئی انسان ان کی کثرت سے مرعوب ہو کر ان کو اچھا تصور کرنے

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ

۱۰۱۔ اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں، [۱۳۷] اور اگر تم ایسے وقت پوچھو گے جب قرآن نازل کیا جارہا

لگے یا ان کی ظاہری خوبصورتی کو دیکھ کر ان کا گرویدہ ہو جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ناپاک چیزیں اچھی ہو گئی ہیں۔ بلکہ جس طرح خیر وشر، روشنی و تاریکی، عالم و جاہل اور دوزخی وجنتی برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح ناپاک چیزیں بھی پاک چیزوں کے برابر نہیں ہو سکتیں۔

الغرض کسی چیز کے اچھا یا برا ہونے میں کسی انسان کی ذاتی پسند کا دخل نہیں ہے اور نہ ہی کسی چیز کی کثرت اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اچھی ہے۔ دراصل جس چیز کو اللہ تعالیٰ پسند کرے وہی پاک بھی ہے اور اچھی بھی، چاہے وہ بہت کم ہو اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرے وہ ناپاک بھی ہے اور بری بھی چاہے وہ بہت زیادہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی خاصیت اور انسانی ضرورت دونوں سے بخوبی آگاہ ہے اور انسان کے لئے وہی چیزیں پسند کرتا ہے جو اس کے لئے مفید ہیں، لہٰذا اہل عقل کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور ناپاک سے دامن بچا کر پاک لوگوں اور پاک چیزوں سے وابستہ رہنا چاہیے تاکہ فلاح دارین کے مستحق قرار پائیں۔

[۱۳۷] بعض لوگ حضور اکرم ﷺ سے عجیب وغریب اور غیر ضروری سوالات پوچھتے جو حضور اکرم ﷺ کی طبیعت پر گراں گزرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سوالات سے منع فرمایا، مثال کے طور پر:

۱۔ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ سے از راہِ مذاق سوال کرتے تھے۔ کوئی کہتا کہ میرا باپ کون ہے؟ کوئی پوچھتا: میری اونٹنی گم ہو گئی ہے وہ کہاں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (بخاری: تفسیر القرآن: سورہ المائدہ) صحابہ کرام ﷡ کا بارگاہ نبوی کا ادب واحترام ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایسے سوالات کرتے ہوں گے۔ غیر شعوری طور پر اور لاعلمی میں کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہو تو الگ بات ہے، البتہ اس وقت منافقین بھی بظاہر مسلمان ہی شمار ہوتے تھے اس لئے میرے خیال میں ایسی ناشائستہ حرکات کے اصل محرک منافقین ہی ہوں گے۔

۲۔ حضرت انس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ سے بکثرت سوال کرتے اور بار بار اصرار کرتے، تو ایک دن حضور اکرم ﷺ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا: آج تم جس چیز کے متعلق مجھ سے سوال کرو گے میں تمہیں اس چیز کے بارے میں کھول کر بیان کروں گا۔ (پوچھو کیا پوچھتے ہو؟) حضرت انس ﷛ کہتے ہیں: یہ سن کر میں نے دائیں بائیں دیکھا ہر شخص اپنے کپڑوں میں سر ڈالے ہوئے رو رہا تھا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن حذافہ ﷛ جن کے نسب کے متعلق لوگ شبہ کرتے تھے اٹھے اور عرض کی: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ (آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ سوال میرے علم سے بالاتر ہے بلکہ اپنے خداداد وسیع علم کا اظہار کرتے ہوئے) فرمایا: تیرا باپ حذافہ ہے ---
(مسلم: ۶۱۲۳: کتاب الفضائل: باب ۳۷)

Marfat.com

عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾

ہو تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی، اللہ تعالیٰ نے ان (گزشتہ فضول سوالات) کو معاف کر دیا ہے، [۱۳۸] اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑے حلم والا ہے۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، لہٰذا حج کرو، تو ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال (حج فرض ہے)؟ حضور اکرم ﷺ خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ اور سہ بارہ اپنا سوال دہرایا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور اگر ایسا ہو جاتا تو ہر سال حج کرنا تمہارے لئے ممکن نہ ہوتا۔ (مسلم: ۳۲۵۷: کتاب الحج: باب ۷۳)

نبی اس مقدس انسان کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عطا سے غیب اور مستقبل کی خبریں دیتا ہے۔ (المنجد) لہٰذا اس کی بارگاہ میں ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو جن کا اظہار تمہارے لئے مشکلات پیدا کر دے اور پھر پچھتانے لگو کہ کاش یہ سوال نہ کرتے تو بہتر ہوتا۔ مثال کے طور پر حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ نے پوچھا تھا کہ ان کا باپ کون ہے؟ خدانخواستہ اگر ان کے باپ حذافہ نہ ہوتے کوئی اور ہوتے تو وہ خود بھی رسوا ہو جاتے اور ان کی ماں کی ناموس بھی داغدار ہو جاتی۔ اسی طرح جس شخص نے یہ سوال کیا تھا: کیا ہر سال میں حج کرنا فرض ہے؟ اگر آپ ہاں فرما دیتے تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور مسلمان اس کے سوال کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہو جاتے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں ان کو ضائع نہ کرو۔ کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ کچھ چیزوں سے منع فرمایا ہے ان میں ملوث نہ ہو اور بعض چیزوں کے متعلق دانستہ سکوت فرمایا ہے ان کے متعلق بحث نہ کرو۔

(سنن کبریٰ للبیہقی: جلد ۱۰: ص ۱۲)

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے سوال بالکل نہ کیا جائے بلکہ کسی چیز کا حکم معلوم کرنے کے لئے، کسی حکم کی وضاحت کے لئے اور کسی اشتباہ کو دور کرنے کے لئے سوالات کرنے جائز ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اگر تم کو علم نہیں تو اہل علم سے سوال کرو۔ (قرآن: ۱۶: ۴۳) اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جہالت (ایک بیماری ہے اور اس) کی شفا سوال کرنا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۶: کتاب الطہارۃ: باب ۱۲۵) اور اس آیت کے آخری حصہ میں بھی اس طرف اشارہ ہے: ''اور اگر تم ایسے وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی۔'' یعنی نزول قرآن کے وقت جو حکم مجمل یا سمجھ سے بالاتر ہو اس کے متعلق سوال کرو تا کہ وضاحت کر دی جائے۔

[۱۳۸] اس حکم کے نزول سے پہلے جو بے مقصد سوالات تم پوچھا کرتے تھے اور ان سے حضور اکرم ﷺ کو جو تکلیف پہنچی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ۝۱۰۲

۱۰۲۔ تم سے پہلے ایک قوم نے اس قسم کے سوالات کئے تھے، پھر وہ لوگ ان (میں بیان کردہ) احکام کا انکار کرنے والے ہو گئے۔ [۱۳۹]

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۱۰۳

۱۰۳۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ نہیں بنایا اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام، [۱۴۰] لیکن جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں، اور ان میں سے اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔

نے تمہاری اس کوتاہی کو معاف کر دیا ہے لیکن آئندہ ایسے فضول سوالات نہ کرو جو حضور اکرم ﷺ کی طبیعت پر گراں گزریں۔ حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی تو بہت اعلیٰ اور ارفع ہے مسلمان کو تو کسی عام آدمی سے بھی ایسی فضول اور بے مقصد گفتگو نہیں کرنی چاہئے جس سے اس کی دل آزاری ہو۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مسلمان کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ فضول باتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ (ترمذی: ۲۳۱۷: ابواب الزھد: باب ۱۱)

[۱۳۹] یعنی تم سے پہلے بھی بعض قوموں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام سے ایسے غیر ضروری سوالات کئے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کے سوالات کو پورا کر دیا تو وہ ان نبیوں پر ایمان لانے کے بجائے اپنے کفر پر قائم رہے اور احکام خداوندی پر عمل کرنے کے بجائے بے عملی میں سرگرم رہے، جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے ان سے اونٹنی کا سوال کیا اور جب وہ اونٹنی آ گئی تو اس ظالم قوم نے اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے اس ظالم قوم کو ہلاک کر دیا۔ (قرآن: ۷: ۷۳ تا ۷۸) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس آیت کے ذریعہ تنبیہ کی ہے کہ وہ سوالات میں پہلی اُمتوں کے راستہ پر نہ چلیں اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے اجتناب کرو اور جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان کو بجا لاؤ جتنی تمہاری استطاعت ہے کیونکہ تم سے پہلے لوگ زیادہ سوالات کرنے اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ (مسلم: ۶۱۱۳: کتاب الفضائل: باب ۳۷)

[۱۴۰] اس آیت میں ان جانوروں کا ذکر ہے جو اہل عرب اپنے بتوں کی نذر کرتے اور ان سے کسی قسم کا فائدہ اُٹھانا اپنے اوپر حرام کر لیتے۔ ان جانوروں کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں:

۱۔ بحیرۃ

اس اونٹنی کو کہتے تھے جو پانچ بچے جنتی اور آخری بچہ اگر نر ہوتا تو اس اونٹنی کا کان چیر کر اسے آزاد چھوڑ دیتے۔ اس پر سواری کرنا یا اسے ذبح کرنا اپنے اوپر حرام کر لیتے۔ جس کسی کے کھیت میں وہ اونٹنی جاتی سبھی اس کا احترام کرتے اور کوئی اسے روکتا نہیں تھا۔

Marfat.com

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

۱۰۴۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے: آؤ اس (دین) کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور آؤ (اس کے) رسول کی طرف تو کہتے ہیں کہ ہم کو تو وہی (طریقہ) کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، [۱۴۱] اگر چہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ وہ ہدایت یافتہ ہوں (تو کیا پھر بھی یہ اپنے باپ دادا کی ہی پیروی کریں گے۔)

۲۔ سائبة

اگر کوئی آدمی سفر پر جاتا یا بیمار ہوتا تو وہ نذر مانتا کہ اگر وہ خیریت سے گھر آ گیا یا بیماری سے صحت یاب ہو گیا تو اس کی فلاں اونٹنی سائبہ ہوگی اور اس کا دودھ، گوشت اور اس پر سواری بحیرہ کی طرح حرام تصور کرتے۔

۳۔ وصیلة

ان کی بکری اگر بچی جنتی تو اسے اپنے لئے رکھ لیتے اور بچہ جنتی تو وہ بتوں کا ہوتا اور اگر ایک شکم سے بچی اور بچہ دونوں جنتی تو پھر بچی کو بھی بچہ کے ساتھ ملا کر بتوں کی نذر کر دیتے۔ بتوں کے نام پر چھوڑی ہوئی اس بکری کو وصیلہ کہتے تھے۔

۴۔ حام

وہ اونٹ جس کے نطفہ سے دس بچے پیدا ہو جاتے اس کی سواری وغیرہ بھی اپنے اوپر حرام کر لیتے اور اسے حام کہا جاتا۔ مذکورہ جانوروں کا دودھ اور گوشت وغیرہ اللہ تعالیٰ نے حلال کیا مگر کفار اپنے من گھڑت تصورات سے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیتے اور دعویٰ یہ کرتے کہ ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ پر سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان جانوروں کو انسان کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے۔ دراصل یہ لوگ خود بے وقوف ہیں اور حلال چیزوں کو بلا وجہ حرام قرار دے کر ان نعمتوں کو ضائع کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو ان کے استفادہ سے محروم کر رہے ہیں۔

نوٹ: مذکورہ جانور دراصل حلال ہیں اور یہ جانور جب مالِ غنیمت کی صورت میں اہل ایمان کے قبضہ میں آ جاتے تو وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ذبح کر کے کھایا کرتے تھے۔ صرف بحیرہ اور وصیلہ وغیرہ کے ناموں سے شہرت انہیں حرام نہیں کر سکتی بشرطیکہ ذبح کرنے یا کرانے والے کا مقصد غیر اللہ کی عبادت نہ ہو۔ اسی طرح اگر جانور کو صدقہ، عقیقہ، ولیمہ، قربانی اور ایصالِ ثواب کے لئے کسی بزرگ یا والدین کے نام سے پکارا جائے اور اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو اس کا گوشت کھانا حلال ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہے اور اگر ہم ان جانوروں کو اس لئے حرام قرار دیں کہ وہ غیر اللہ کی طرف منسوب ہیں تو پھر وصیلہ اور بحیرہ وغیرہ بھی حرام ہونے چاہییں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حلال قرار دیا ہے، لہٰذا اہل اسلام کو بھی عقل سے کام لینا چاہیے اور کفار کی طرح حلال جانوروں کو حرام قرار دینے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

[۱۴۱] کفار کو جب شرک اور بت پرستی سے باز آنے اور قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ کی اطاعت کے لئے دعوت دی جاتی

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵۔ اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کا گمراہ ہونا تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، [۱۴۲] اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں بتادے گا جو تم (اس دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

تو کہتے: ہمیں تمہاری رہنمائی کی ضرورت نہیں۔ ہمارے لئے تو صرف وہ راستہ کافی ہے جس پر ہمارے باپ دادا چلا کرتے تھے اور ہم صرف اپنے باپ دادا کی ہی تقلید کریں گے، اور جب کوئی خوش نصیب دعوتِ حق کو قبول کرتے ہوئے مسلمان ہو جاتا تو کفار اس پر طعنوں کی بارش برسا دیتے کہ تو نے اپنے باپ دادا کو بے وقوف قرار دیا اور ان کے طریقہ کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرلیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ان کے باپ دادا جاہل اور گمراہ ہوں تو کیا وہ پھر بھی اپنے باپ دادا ہی کی پیروی کریں گے یعنی اگر ان کے باپ دادا اہل علم اور ہدایت یافتہ ہوتے تو ان کی پیروی درست تھی لیکن جب ان کے اسلاف خود گمراہ ہوں تو ان کی پیروی ان کو بھی گمراہی میں لے جائے گی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کے پاس اپنے کفر پر قائم رہنے کے لئے اپنے باپ دادا کی تقلید کے علاوہ کوئی اور عقلی یا نقلی دلیل نہیں تھی اور کسی نظام کی صداقت کے لئے یہ دلیل ناکافی ہے اور دنیا کا کوئی اہل عقل و دانش اس کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ اس آیت میں جاہل اور گمراہ لوگوں کی تقلید سے منع کیا گیا ہے چاہے وہ گمراہ کسی کے باپ دادا ہی کیوں نہ ہوں۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ تقلید تو صرف اہل علم اور ہدایت یافتہ لوگوں کی مناسب ہے چاہے وہ ہدایت یافتہ لوگ کسی بھی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہوں کیونکہ صحیح عالم اور ہدایت یافتہ وہی ہوگا جس کا قول و فعل قرآن و سنت کے مطابق ہو تو ان کی تقلید کرنے والا دراصل قرآن و سنت پر عمل کرتا ہے۔

ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے مقلدین اپنے امام کے قول پر اس لئے عمل نہیں کرتے کہ یہ ان کے امام کا قول ہے بلکہ اس قول پر اس لئے عمل کرتے ہیں کہ ان کا قول قرآن و سنت کی کسی نہ کسی دلیل پر مبنی ہے، اور ائمہ کرام کی خدا خوفی اور نیک نفسی کا عالم یہ ہے کہ انہوں نے کہا: اگر ہمارا کوئی قول کسی صحیح حدیث کے خلاف ہو تو ہمارا قول مسترد کردو اور حدیث پر عمل کرو وہی ہمارا مذہب ہے، نیز ایک عام آدمی کا علم اتنا وسیع نہیں ہوتا کہ وہ قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کرسکے، اس لئے اسے کسی ایسے عالم باعمل کی طرف رجوع کرنا ہی پڑتا ہے جو قرآن و حدیث کا عالم ہوتا کہ انسان اس کی تقلید کرتے ہوئے قرآن و سنت کا منشاء پورا کرسکے۔ الغرض کسی کو اپنا رہبر و مقتدا بنانے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لو کہ جس مقصد کے لئے تم اس کو رہبر بنا رہے ہو کیا وہ اس مقصد کا پورا علم رکھتا ہے؟ اور اگر علم رکھتا ہے تو کیا اس کا عمل اپنے علم کے مطابق ہے؟ اگر اس کا علم صحیح اور عمل درست ہے تو اس کی پیروی ذریعہ نجات ہے۔

نوٹ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ فقط قرآن مجید کی طرف آنا کافی نہیں بلکہ صاحب قرآن نبی مکرم ﷺ کی طرف بھی رجوع ضروری ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی زبانِ اقدس ہی قرآن مجید کے ثبوت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

[۱۴۲] مسلمانوں نے کفار کو اسلام کی طرف بلانے کی پوری کوشش کی لیکن وہ اپنے باپ دادا کی جہالت اور گمراہی پر قائم رہے۔

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ

۱۰۶۔ اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت (کا وقت قریب) آ جائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو آپس میں تمہاری گواہی کا نصاب یہ ہے کہ تم میں سے دو عادل آدمی (گواہ ہوں) یا اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو اور وہاں تمہیں موت کی مصیبت آ پہنچے تو

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے مسلمانو! تم نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے، اس کے باوجود اگر وہ گروہ گمراہی پر مُصر ہیں تو تمہیں ان کی وجہ سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنی اصلاح اور سلامت روی میں سرگرم رہو۔ اگر تم خود راہِ راست پر ثابت قدم رہے تو کسی کی گمراہی تمہیں ضرر نہیں پہنچائے گی، اور بالآخر سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وہاں ہر ایک کے اعمال اس کے سامنے ظاہر کر دیئے جائیں گے۔ نیک لوگ اپنی نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور برے لوگ اپنی برائیوں کے عذاب سے پریشان ہوں گے۔

اس آیت سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ اگر لوگ برے کام کر رہے ہیں تو کرنے دو۔ انہیں برائی سے روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب حضرت ابو بکر صدیق ﷜ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے خطبہ میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ''اے لوگو! تم یہ آیت (قرآن: ۵:۱۰۵) تلاوت کرتے ہو اور اس کا مطلب غلط سمجھتے ہو۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب لے آئے گا۔'' اور ہیثم کی روایت ہے: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس کسی قوم میں گناہوں پر عمل کیا جاتا ہے اور وہ ان گناہوں کو مٹانے پر قادر ہوں، پھر وہ نہ مٹائیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب لے آئے گا۔''

(ابو داؤد: حدیث نمبر ۴۳۳۸ / ترمذی: حدیث نمبر ۳۰۵۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر ﷜ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: کچھ لوگ قرآن مجید بھی پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کو مشرک بھی کہتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ﷜ نے فرمایا: شاید تیرا یہ خیال ہو کہ میں تمہیں حکم دوں کہ ان سے جا کر لڑائی کرو۔ ہرگز نہیں بلکہ انہیں نصیحت کرو اور اختلاف سے منع کرو، پس اگر وہ تیری بات ماننے سے انکار کر دیں تو پھر تم ان کی فکر چھوڑ دو اور اپنی فکر کرو۔

(تفسیر دُرِّ منثور)

ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے لیکن اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ لوگ اپنی خواہشات کے غلام بن جائیں اور داعی کے لئے مشکلات اور خطرات پیدا کر دیں تو پھر داعی کے لئے گنجائش ہے کہ وہ اپنی فکر کرے اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے، خواہش کی

Marfat.com

فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ۭ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

غیروں میں سے ہی دو شخص (گواہ ہوں) [۱۴۳] اگر تمہیں ان پر شک پڑ جائے تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو روک لو وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ ''ہم اس قسم کے عوض کوئی مال نہیں لیں گے اگر چہ کوئی قریبی رشتہ دار ہی ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی نہیں چھپائیں گے (اگر ہم ایسا کریں تو) یقیناً ہم گناہگاروں میں شمار ہوں گے۔''

پیروی کی جارہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور عام لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو۔'' (ترمذی: حدیث نمبر ۳۰۵۸)

[۱۴۳] حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں ایک خاص واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے، جو ان آیات کے نازل ہونے کا سبب بنا۔ وہ واقعہ کچھ اس طرح ہے:

ایک مسلمان جس کا نام بُدَیل رضی اللہ عنہ تھا وہ دو عیسائی حضرات یعنی تمیم اور عدی کے ہمراہ تجارت کی غرض سے ملک شام گیا۔ بُدَیل رضی اللہ عنہ شام پہنچا تو اچانک بیمار ہو گیا اس نے اپنے مال کی فہرست لکھ کر اپنے سامان کے اندر چھپا دی۔ مرض جب زیادہ بڑھا تو اس نے اپنے دونوں عیسائی ساتھیوں کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا سامان میرے گھر پہنچا دینا۔ چنانچہ بدیل رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ تمیم اور عدی نے اس کا سامان کھولا۔ اس میں ایک چاندی کا پیالہ تھا جس پر سنہری نقش و نگار تھے۔ وہ انہوں نے نکال لیا اور بقیہ سامان مدینہ پہنچ کر بدیل رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا دیا۔ گھر والوں نے جب سامان کھولا تو انہیں سامان کی فہرست مل گئی جس کے مطابق چاندی کا پیالہ غائب تھا۔ میت کے اہل خانہ نے تمیم اور عدی سے پوچھا کہ میت نے اپنا کچھ مال فروخت کیا تھا یا نہیں؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا، تو میت کے اہل خانہ نے کہا کہ سامان سے جو فہرست ملی ہے اس کے مطابق چاندی کا پیالہ غائب ہے۔ جس پر تمیم اور عدی نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ چنانچہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد ان دونوں کو مسجد میں بلایا اور ان سے کہا: میت کے وارثوں کا دعویٰ ہے کہ تم نے چاندی کا پیالہ غائب کر دیا ہے۔ جب انہوں نے انکار کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قسم لی۔ انہوں نے قسم اٹھا کر کہا کہ انہیں چاندی کے پیالے کے متعلق کوئی علم نہیں۔ کچھ عرصہ بعد وہ پیالہ مکہ مکرمہ کے ایک سنار کے پاس پایا گیا اور اس نے بتایا کہ اس نے یہ پیالہ تمیم اور عدی سے ایک ہزار درہم میں خریدا تھا۔ چنانچہ جب مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش ہوا تو تمیم اور عدی نے دعویٰ کر دیا کہ انہوں نے یہ پیالہ بدیل رضی اللہ عنہ سے خرید لیا تھا۔ اب معاملہ برعکس ہو گیا کیونکہ تمیم اور عدی پیالے کے مدعی بن گئے حالانکہ وہ پہلے لاعلمی کا اظہار کر چکے تھے اور ان کے پاس پیالہ خریدنے کا کوئی گواہ نہیں تھا اس لئے

Marfat.com

فَاِنۡ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسۡتَحَقَّاۤ اِثۡمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوۡمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيۡنَ اسۡتَحَقَّ عَلَيۡهِمُ الۡاَوۡلَيٰنِ فَيُقۡسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنۡ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعۡتَدَيۡنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۰۷﴾

۱۰۷۔ پھر اگر پتہ چلے کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ کے سزاوار ہوئے ہیں تو ان کی جگہ دو اور گواہ کھڑے ہوں ان لوگوں میں سے جن کا حق پہلے گواہوں نے ضائع کیا ہے، پھر (یہ نئے دونوں گواہ) اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ ''ہماری گواہی ان دو کی گواہی سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا، (اگر ہم ایسا کریں تو) یقیناً ہم ظالموں میں شمار ہوں گے۔''

بدیل رضی اللہ عنہ کے وارثوں سے قسم لی گئی کہ یہ پیالہ ان (تمیم اور عدی) کا نہیں بلکہ بدیل رضی اللہ عنہ کا ہے۔ تمیم اور عدی نے خیانت کی ہے اور ان کی خیانت سنار کے بیان سے ظاہر بھی ہو چکی ہے، لہٰذا ہماری گواہی ان سے زیادہ درست ہے۔ میت کے وارثوں کی قسم کے بعد تمیم اور عدی کی جھوٹی قسموں کو مسترد کر دیا گیا اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ہزار درہم لے کر بدیل رضی اللہ عنہ کے وارثوں کو دے دیئے۔

ان تین آیات کو اِعراب، معنیٰ اور حکم کے اعتبار سے قرآن مجید کے مشکل ترین مقامات میں شمار کیا گیا ہے۔ (تفسیر قرطبی) ان آیات سے درج ذیل احکام کی نشاندہی ہوتی ہے:

۱۔ جب کسی مسلمان کی موت کا وقت قریب آ جائے اور وہ وصیت کرنا چاہے تو وہ دو قابل اعتبار مسلمان گواہوں کی موجودگی میں وصیت کرے تاکہ بعد میں اختلاف پیدا نہ ہو۔

۲۔ اگر سفر کی حالت میں کسی مسلمان کی موت کا وقت قریب آ جائے اور وہ وصیت کرنا چاہے تو وہ بھی دو قابل اعتبار مسلمان گواہوں کی موجودگی میں وصیت کرے لیکن پردیس میں اگر مسلمان گواہ دستیاب نہ ہوں تو غیر مسلم گواہوں کے سامنے بھی وصیت کر سکتا ہے۔ اگرچہ مسلمان کے خلاف کافر کی گواہی قبول نہیں لیکن بعض فقہاء کے نزدیک پردیس میں وصیت کے لئے کافر کو گواہ بنایا جا سکتا ہے جب کہ کوئی مسلمان گواہ دستیاب نہ ہو سکے۔

۳۔ اگر میت کے وارثوں کو گواہوں پر خیانت کا شبہ پڑ جائے اور وہ خیانت کے منکر ہوں تو ان دونوں گواہوں سے نماز کے بعد مسجد میں لوگوں کے سامنے قسم لی جائے جس میں وہ دونوں گواہ اقرار کریں کہ وہ رشوت کا مال لے کر جھوٹی گواہی نہیں دیں گے اور نہ کسی رشتہ داری کی وجہ سے حق بات کو چھپائیں گے بلکہ ہر صورت میں سچی گواہی دیں گے۔ اس صورت میں وارث مدعی ہیں اور گواہ منکر ہیں اس لئے ان سے قسم لی جا رہی ہے کیونکہ اسلام میں مدعی گواہ پیش نہ کر سکے تو منکر سے قسم لی جاتی ہے۔

۴۔ بعد میں اگر ثابت ہو جائے کہ گواہوں نے جھوٹی قسم کھا کر وارثوں کے بعض مال پر ناجائز قبضہ کر لیا اور دعویٰ یہ کیا کہ ان کا قبضہ درست ہے (جیسا کہ تمیم اور عدی نے بدیل رضی اللہ عنہ کے پیالے پر ناجائز قبضہ کر لیا اور پھر خریدنے کا جھوٹا دعویٰ کر

Marfat.com

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ یَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌۢ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اسْمَعُوْاؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۠ ﴿۱۰۸﴾

۱۰۸۔ یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک گواہی دیں [۱۴۴] یا اس بات سے خوف کریں کہ (ورثاء کی) قسموں کے بعد ان کی قسمیں مسترد کر دی جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور (اس کے احکام) سنو، اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَاۤ اُجِبْتُمْؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَاؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

۱۰۹۔ جس دن اللہ تعالیٰ سب رسولوں کو جمع فرمائے گا، پھر (ان سے) پوچھے گا: تمہیں کیا جواب دیا گیا؟ وہ عرض کریں گے: ہمیں کوئی علم نہیں، [۱۴۵] بے شک تو ہی سب غیبوں کو جاننے والا ہے۔

دیا) ایسی صورت میں جھوٹے دعویداروں سے گواہ طلب کئے جائیں گے اور گواہ دستیاب نہ ہونے کی صورت میں میت کے وارث ان کے دعویٰ کے خلاف قسم اٹھائیں گے اور ان کی قسم سے سابق گواہوں کی جھوٹی قسمیں مسترد کر دی جائیں گی اور وارثوں کی قسم کے مطابق فیصلہ صادر کر دیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں جھوٹے گواہ مالک ہونے کے مدعی تھے اور وارث ان کے دعویٰ کے منکر تھے اس لئے وارثوں سے قسم لی گئی۔

[۱۴۴] یعنی نماز کے بعد مسجد میں لوگوں کے سامنے قسم لینے کا طریقہ زیادہ مناسب ہے۔ اس طرح گواہ جھوٹ بولنے سے اجتناب کریں گے اور وارث بھی کسی ناجائز چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ دونوں کو علم ہوگا کہ خدا تعالیٰ کے گھر میں لوگوں کے سامنے اگر جھوٹی قسم اٹھائی اور کل کو جھوٹ ظاہر ہو گیا تو سب لوگوں کے سامنے رسوائی ہوگی جیسے تمیم اور عدی کی رسوائی ہوئی۔

[۱۴۵] اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سارے بنی نوع انسان کو اکٹھا فرمائے گا لیکن اس آیت میں صرف انبیائے کرام علیہم السلام کے ذکر پر اس لئے اکتفا کیا کیونکہ امتیں انبیائے کرام علیہم السلام کے تابع شمار کی جاتی ہیں اور قیامت کے دن وہ بھی اپنے نبیوں کے ساتھ موجود ہوں گی۔ (تفسیر روح المعانی) لہٰذا امتوں کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام سے سوال کرے گا کہ ان کی تبلیغ کے جواب میں ان کی امتوں نے کیا کہا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ خود امتوں کے جواب سے خوب آگاہ ہے۔ اس پر انبیائے کرام علیہم السلام ازراہ ادب و تعظیم عرض کریں گے: ہمیں کوئی علم نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے غیر محدود اور کامل علم کے مقابلہ میں ہمارا علم نہ ہونے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے احوال کو ہماری نسبت بہتر جانتا ہے کیونکہ وہ سب غیبوں کو جاننے والا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی امتوں کے احوال سے لاعلم ہیں۔ جن انبیائے کرام علیہم السلام کی

Marfat.com

إِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ إِذْ أَيَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۟ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ

۱۱۰۔ جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے عیسیٰ ابن مریم! تم اپنے اور اپنی والدہ پر میرا انعام یاد کرو، [۱۴۶] جب میں نے روح القدس (جبریل علیہ السلام) کے ذریعے

تکذیب کی گئی، جن کو زخمی یا قتل کیا گیا وہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی ان تکالیف سے کیسے لاعلم ہو سکتے ہیں، لیکن پھر بھی اپنی امتوں پر شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود خاموش ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے جو سلوک ان کی امتوں کے ساتھ کرنا چاہتا ہے کرے۔ میدانِ حشر میں ہمارے شکوہ سے ان کی سزا میں کہیں زیادتی نہ ہو جائے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ازراہ ادب اور اپنی امت پر شفقت کی خاطر لاعلمی کا اظہار کریں گے لیکن درحقیقت وہ اپنی امتوں کے احوال سے لاعلم نہیں ہیں، وگرنہ وہ اپنی امتوں پر گواہی کیسے دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لے آئیں گے اور (اے حبیبِ مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لے آئیں گے۔'' (قرآن: ۴:۴۱) اس آیت میں سوال اگرچہ انبیائے کرام علیہم السلام سے پوچھا جا رہا ہے لیکن مقصد نافرمان امت کی سرزنش اور تحقیر ہے جیسا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے سوال کرے گا کہ کس گناہ کے بدلے میں اسے قتل کیا گیا؟ (قرآن: ۸۱:۸) یہ سوال بھی اگرچہ زندہ درگور کی گئی لڑکی سے پوچھا جا رہا ہے لیکن مقصد قاتل کی سرزنش اور تحقیر ہے۔ اس میں امتِ مسلمہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قیامت کے دن کی جوابدہی کے لئے ابھی سے تیاری کرے۔ اس ضمن میں ایک حدیث ملاحظہ کریں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن کسی آدمی کا قدم اس وقت تک میزانِ عدل سے علیحدہ نہ ہو سکے گا جب تک اس سے پانچ سوالوں کا جواب نہ لیا جائے:

۱۔ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں صرف کی۔ (اچھے یا برے)؟
۲۔ اس نے اپنی جوانی کس کام میں صرف کی۔ (اچھے یا برے)؟
۳۔ اس نے اپنا مال کہاں سے کمایا۔ (حلال طریقہ سے یا حرام سے)؟
۴۔ اس نے اپنا مال کہاں خرچ کیا۔ (اچھے کاموں میں یا برے کاموں میں)؟
۵۔ اس نے اپنے علم پر کیا عمل کیا۔ (اپنے علم پر کتنا عمل کیا)؟ (ترمذی: ۲۴۱۶: ابواب صفۃ القیامۃ: باب ۱)

[۱۴۶] قیامت کے دن نعمتیں یاد کرنے اور ان کا ذکر کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھول گئی ہیں۔ دراصل یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف حجت قائم کی جا رہی ہے تا کہ یہود کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس کو قتل کرنے کی وہ سازشیں کیا کرتے تھے وہ تو اللہ تعالیٰ کے عظیم نبی ہیں اور عیسائیوں کو پتہ چل جائے کہ جن کو وہ خدا یا خدا کا بیٹا کہتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور نبی ہیں۔

Marfat.com

وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۚ وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ	تمہاری مدد کی، تم گہوارے میں بھی لوگوں سے کلام کرتے تھے اور پختہ عمر میں بھی، اور جب میں نے تمہیں کتاب، حکمت، توراۃ اور انجیل کا علم دیا، اور جب تم میرے حکم سے کیچڑ سے پرندے کی سی صورت بناتے تھے، پھر تم اس میں پھونک مارتے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا پر اپنے انعامات کا ذکر فرمایا ہے یعنی حضرت مریم سلام اللہ علیہا وہ خوش نصیب ماں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا بیٹا عطا فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ عظیم نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی عظمتوں سے نوازا، مثلاً:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تائید اور مدد کے لئے بھیجا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تاکہ یہودی انہیں قتل نہ کرسکیں۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارے اور بچپن میں بھی کلام کیا اور پختہ عمر میں بھی کلام کریں گے۔ ماں کی گود میں کلام کرنا تو یقیناً ایک معجزہ ہے لیکن پختہ عمر میں کلام کرنا کوئی عجیب بات نہیں۔ سارے انسان اس عمر میں بات کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور پختہ عمر زندگی کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو جوانی اور بڑھاپے کے درمیان ہے یعنی جب بال سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں کیونکہ جب تک سارے بال سیاہ یا پیدائشی رنگت والے ہوں وہ جوانی ہے اور جب سارے بال سفید ہو جائیں تو وہ بڑھاپا ہے۔ ان کے درمیان والی عمر کو پختہ عمر کہا جاتا ہے، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پختہ عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی اس دنیا سے اٹھا لئے گئے تھے، لہٰذا جب وہ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لا کر پختہ عمر کو پہنچ کر کلام کریں گے تو آپ کا دوبارہ زمین پر آ کر کلام کرنا بھی ایک خصوصی معجزہ ہوگا۔

اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں بھی ایسا ہی علم و حکمت سے لبریز کلام کیا جیسا کہ پختہ عمر میں آپ عاقلانہ کلام کریں گے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتاب، حکمت، تورات اور انجیل سکھائی۔ کتاب سے مراد یا تو لکھنا ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے لکھنا سکھایا یا جنس کتاب مراد ہے یعنی پہلے عام آسمانی کتابوں کا ذکر کرکے پھر تورات و انجیل کا ذکر کیا جیسے قرآن مجید میں پہلے جملہ فرشتوں کا ذکر کرکے پھر جبریل امین علیہ السلام کا ذکر کیا حالانکہ وہ جملہ فرشتوں میں شامل ہے مگر خصوصی فضیلت کے اعتبار سے دوبارہ ذکر کردیا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کتاب سے مراد قرآن مجید اور حکمت سے مراد حدیث پاک ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن و حدیث کی تعلیم دی کیونکہ آسمان سے نازل ہونے کے بعد آپ قرآن و حدیث کی تبلیغ فرمائیں گے۔ (تفسیر نعیمی)

۴۔ کیچڑ سے پرندے کی سی صورت بناتے اور اس میں پھونک مارتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ پرندہ بن جاتا۔

Marfat.com

۵۔ مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست کر دیتے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتے۔

موجودہ بائبل میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت سے معجزات کا ذکر موجود ہے، مثلاً:

1. The home was filled with mourning people, but he said, "Stop the weeping! She is not dead; she is only asleep!" ... Then he took her by the hand and called, "Get up, little girl!" And at that moment her life returned and she jumped up. (Luke:8:52-55:The Living Bible:1975)

ایک سردار کی بچی مرگئی اور اس کا گھر رونے والے لوگوں کے ساتھ بھر گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس گھر میں گئے اور لوگوں کو کہا: ''رونا بند کردو، وہ مردہ نہیں، صرف سو رہی ہے۔'' ۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑا اور پکار کر کہا: ''اے لڑکی اُٹھ! اسی لمحہ اس کی زندگی واپس آگئی اور وہ اُٹھ بیٹھی۔''

2. Large crowds followed Jesus as he came down the hillside. Look! a leper is approaching. He kneels before him, worshipping. "Sir," the leper pleads, "If you want to, you can heal me." Jesus touches the man, "I want to," he says; "Be healed." And instantly the leprosy disappears. (Matthew:8:1-3: The Living Bible:1975)

جب عیسیٰ علیہ السلام اس پہاڑ سے اترے تو لوگوں کا ایک بہت بڑا ہجوم آپ کے ساتھ ہو لیا، دیکھو ایک کوڑھی عبادت کرتے ہوئے اس کے سامنے جھک گیا اور عرض کی: جناب! اگر آپ چاہیں تو آپ مجھے تندرست کر سکتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کوڑھی کو اپنے ہاتھ سے چھوا اور کہا: میں چاہتا ہوں کہ تو تندرست ہو جائے اور فوراً اس کا کوڑھ غائب ہو گیا یعنی وہ تندرست ہو گیا۔

3. Then he touched their eyes and said, "Because of your faith it will happen." And suddenly they could see.

(Matthew: 9:29-30: The Living Bible 1975)

دو اندھے آدمیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کی: ہمارے اوپر رحم فرما! تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی آنکھیں چھو کر کہا: تمہارے عقیدہ کے مطابق تمہارے لئے ہو جائے اور اچانک ان کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ دیکھنے لگ گئے۔

4. They rushed over and woke him up. "Master, Master, we are sinking!".

Marfat.com

بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾

تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا، اور تم میرے حکم سے مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو تندرست کر دیا کرتے تھے، اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو (زندہ کرکے) نکالا کرتے تھے اور میں نے ہی تم کو بنی اسرائیل سے بچایا تھا[۱۴۷] جب تم ان کے پاس روشن معجزات لے کر گئے، تو ان میں سے کافروں نے کہا: یہ کھلے ہوئے جادو کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

They shouted. So he spoke to the storm: "Be quiet," he said, and the wind and waves subsided and all was calm! ... And they were filled with awe and fear of him and said to one another, "Who is this man, that even the winds and waves obey him?" (Luke:8:24-25:The Living Bible 1975)

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے شاگردوں کے ساتھ کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشتی میں سو گئے اور اچانک ہوا اور پانی کا اتنا زبردست طوفان اُمڈ آیا کہ ان کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ شاگردوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جلدی سے جگایا اور چلا کر کہا: صاحب! صاحب! ہم ڈوب رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اٹھ کر ہوا اور پانی کو رُکنے کا حکم دیا تو وہ دونوں تھم گئے اور امن ہو گیا ۔۔۔ یہ دیکھ کر شاگردوں پر خوف طاری ہو گیا اور گھبرا کر ایک دوسرے سے کہنے لگے: یہ کون آدمی ہے کہ ہوا اور پانی بھی اس کا حکم مانتے ہیں؟

5. And there are also many other things which Jesus did, the which, if they should be written everyone, I suppose that even the world itself could not contain the books that should be written. (John:21:25: The Holy Bible 1954)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر کرتے ہوئے ان کا ایک شاگرد کہتا ہے: ''اور بھی بہت سے کام جو یسوع نے کئے۔ اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کے لئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی یعنی وہ اتنی زیادہ ہوتیں کہ دنیا میں سما نہ سکتیں۔''

[۱۴۷] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روشن معجزات کو دیکھ کر یہودیوں نے آپ کو جادوگر کہنا شروع کر دیا اور مخالفت میں اس حد تک آگے نکل گئے کہ آپ کو قتل کرنے اور سولی دینے کا فیصلہ کر لیا، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی سازشوں سے بچا لیا اور زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا۔ تفصیلات کے لئے سورۃ النساء کی آیات نمبر ۱۵۷ تا ۱۵۹ ملاحظہ کریں۔ آپ کو قتل کرنے کی یہودی

Marfat.com

وَ اِذْ اَوْحَیْتُ اِلَى الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ اشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱۔ اور (یاد کرو) جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، تو انہوں نے کہا: ہم ایمان لائے [۱۴۸] اور آپ گواہ رہیے کہ ہم مسلمان ہیں۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾

۱۱۲۔ جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کرسکتا ہے؟ [۱۴۹] (حضرت عیسیٰ نے) کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

سازشوں کے چند نمونے موجودہ بائبل میں بھی مذکور ہیں، مثلاً:

1. At that point the Jewish leaders picked up stones to kill him. But Jesus was hidden from them, and walked past them and left the Temple. (John:8:59: The Living Bible 1975)

تب یہودی لیڈروں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے پتھر اُٹھائے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے اور ان کے درمیان سے گزر کر ہیکل سے باہر نکل گئے۔

2. Once again they started to arrest him. But he walked away and left them. (John:10:39:The Living Bible 1975)

ایک دفعہ پھر یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ان کو چھوڑ کر دور نکل گئے۔

[۱۴۸] حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر جاری ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص ساتھیوں (حواریوں) کے دل میں ایمان کی رغبت پیدا کر دی اور جونہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو حواری آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کو گواہ بنا کر اعلان کر دیا کہ وہ مسلمان ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ہے بلکہ ہر وہ خوش نصیب انسان مسلمان ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے نبیوں پر کامل ایمان رکھتا ہے۔

[۱۴۹] اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حواریوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک تھا یعنی وہ آسمان سے مائدہ (پکا پکایا کھانا) نازل کرسکتا ہے یا نہیں؟ لیکن اس طرح کے اسلوب کلام کا صرف یہی معنی نہیں ہوتا بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مائدہ نازل کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا کیا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ مائدہ نازل کرنا پسند کرے گا؟ (تفسیر

Marfat.com

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

۱۱۳۔ حواریوں نے کہا: ہم تو بس یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس مائدہ سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا تھا اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں۔[۱۵۰]

روح المعانی) بالکل اسی طرح کے الفاظ بخاری شریف میں بھی موجود ہیں جس میں ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "أتستطيع أن تريني كيف كان رسول الله ﷺ يتوضأ"۔ (بخاری: ۱۸۵: کتاب الوضوء: باب ۳۸) کیا آپ مجھے (عملاً کر کے) دکھا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ وضو کس طرح کرتے تھے؟ اس سوال کا مطلب یہ نہیں کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ وضو کرنے کا علم رکھتے ہیں یا نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ علم تو رکھتے ہیں لیکن کیا ان کے پاس فرصت ہے اور وہ پسند کریں گے کہ اس وقت مجھے وضو کر کے دکھائیں، اور آج کل انگریزی میں تو یہ اندازِ تکلم بہت عام ہے: Can I borrow your pen? (کیا میں آپ کا قلم ادھار لے سکتا ہوں؟) اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ قلم دینے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس وقت اپنا قلم مجھے دینا پسند کریں گے، یا اس کی ایک مثال یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ اگر ایک طالب علم پروفیسر کو کہے: اگر آپ پرنسپل صاحب کو کہیں تو کیا پرنسپل صاحب میرے گھر کھانا کھانے کے لئے آسکتے ہیں؟ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پرنسپل صاحب طالب علم کے گھر جانے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں بلکہ سوال کا مقصد یہ ہے کہ کیا ایک طالب علم کا پرنسپل صاحب کو دعوت دینا مناسب ہے یا نہیں؟ کیا کالج کے اصول وضوابط اس سے مانع تو نہیں کہ پرنسپل صاحب کسی طالب علم کے گھر جائیں؟ اسی طرح حواریوں کے سوال کا یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ تعالیٰ مائدہ نازل کرنے کی طاقت رکھتا ہے یا نہیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ مائدہ نازل کرنا مناسب سمجھے گا؟ (بحر محیط) کیا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے نزولِ مائدہ کی دعا کرنا پسند کریں گے؟ (تفسیر کبیر) کیا اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کرے گا؟ (روح المعانی) کیا ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسا سوال کرنا جائز ہے؟ (تفسیر کبیر)

حواریوں کی اس درخواست پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور بلا ضرورت معجزات کا مطالبہ کر کے اپنے آپ کو امتحان میں نہ ڈالو۔ ایسا نہ ہو کہ پہلی امتوں کی طرح تم بھی اس عظیم نعمت کا کما حقہ شکر ادا نہ کر سکو اور پھر ناشکری کی سزا کے مستحق قرار پاؤ، لہٰذا ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ قدرت کے مقرر کردہ ذرائع کے مطابق رزق حلال تلاش کرو۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں جو کچھ رکھا ہے اسی پر قناعت کرو اور گھر بیٹھے پکے پکائے آسمانی کھانے کا مطالبہ نہ کرو۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہیں بلکہ مریم کا بیٹا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر جو معجزات کا ظہور ہوتا ہے یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ اسی لیے حواریوں نے نزولِ مائدہ کا مطالبہ براہ راست حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نہیں کیا بلکہ پوچھا: کیا آپ کا رب آپ کی دعا قبول کر لے گا اور ہم پر مائدہ نازل کرنا پسند کرے گا؟

[۱۵۰] حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے اپنے مطالبہ کی تائید میں چار وجوہات بیان کیں:

Marfat.com

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

۱۱۴۔ عیسیٰ ابن مریم نے عرض کی: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرما [۱۵۱] تاکہ وہ ہم سب (یعنی) ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے عید کا دن ہو جائے، [۱۵۲] اور

۱۔ ہمیں آپ کی نبوت یا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی شک نہیں۔ ہم تو اپنی بھوک کا علاج اور آسانی کھانے کی برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی)

۲۔ ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اس معجزہ کے مشاہدہ کے بعد ہمارے دلوں کو مزید اطمینان نصیب ہوگا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اطمینان قلب کے لئے عرض کیا تھا: اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا؟ (قرآن: ۲:۲۶۰)

۳۔ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں لیکن اس معجزہ کے مشاہدہ سے ہمیں آپ کی صداقت کی ایک اور قوی دلیل مل جائے گی۔

۴۔ اب تک جن معجزات کا آپ سے ظہور ہوا ہے ان کا تعلق زمین سے ہے، لیکن نزول مائدہ کا تعلق آسمان سے ہوگا، لہٰذا یہ معجزہ دیگر معجزات کے مقابلہ میں زیادہ حیران کن ہوگا، اور جب ہم اس معجزہ کے عینی شاہد ہو جائیں گے اور دوسرے لوگوں کو اس معجزہ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کریں گے تو ان کے لئے ہدایت قبول کرنا اور آسان ہو جائے گا۔

[۱۵۱] حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب حواریوں کے دلائل سنے تو دعا کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے غسل کر کے کمبل کا لباس پہن کر نماز پڑھی اور آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دستِ سوال دراز کیا: ''اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرما۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور سرخ رنگ کا ایک دسترخوان لوگوں کے سامنے نازل فرمایا جس کو دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے حواری سب سجدہ میں گر گئے تاکہ اس غیبی رزق پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ (تفسیر درمنثور)

[۱۵۲] خوشی کے دن کو عید کہا جاتا ہے، یعنی جس دن مائدہ نازل ہوگا وہ دن ہمارے لئے اور ہم سے بعد میں آنے والے سب عیسائیوں کے لئے عید کا دن ہوگا، کیونکہ مائدہ اتوار کے دن نازل ہوا۔ اسی لئے اتوار کا دن عیسائیوں کے لئے عید کی حیثیت رکھتا ہے (تفسیر خازن اور روح المعانی) جیسا کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے عید کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک جمعہ کا دن عید کا دن ہے۔ اس دن روزہ نہ رکھو، ہاں اگر جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد روزہ رکھنا ہے تو درمیان میں جمعہ کو بھی روزہ رکھ سکتے ہو۔'' (احمد: جلد ۲: ص ۳۰۳)

اس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے:

''اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس روز کو عید بنانا اور خوشیاں منانا، عبادتیں کرنا، شکر الٰہی

Marfat.com

تیری طرف سے ایک نشانی ہو جائے، [۱۵۳] اور ہم کو رزق (مائدہ) دے اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع

۱۱۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں اس مائدہ کو تم پر نازل کرنے والا ہوں، [۱۵۴] پھر تم میں جو شخص اس کے بعد کفر کرے گا تو میں ضرور اس کو ایسا عذاب دوں گا جو تمام جہاں والوں میں کسی کو بھی نہ دوں گا۔

بجالانا طریقۂ صالحین ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم ﷺ کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین رحمت ہے۔ اس لئے حضور ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکرِ الٰہی بجالانا اور اظہارِ فرح وسرور کرنا مستحسن ومحمود اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔'' (خزائن العرفان)

[۱۵۳] یعنی آسمان سے مائدہ کا نازل ہونا ایسا نشان ہوگا جو ایک طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی دلیل ہوگی اور دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا ثبوت ہوگا۔

[۱۵۴] جمہور مفسرین کا قول یہ ہے کہ مائدہ بالفعل نازل ہوا تھا، اور اگر یہ کہا جائے کہ مائدہ نازل نہیں ہوا تھا تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزولِ مائدہ کے لئے دُعا مانگنا، اسے عید اور نشان قرار دینا اور اللہ تعالیٰ کا اس دعا کو قرآن مجید میں پورے اہتمام کے ساتھ بیان کرنا ایک عجیب سی بات لگتی ہے، لہٰذا میری رائے بھی یہی ہے کہ مائدہ بالفعل نازل ہوا تھا اور اس آیت کے الفاظ بھی نزولِ مائدہ کی تائید کرتے ہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک میں اس مائدہ کو تم پر نازل کرنے والا ہوں۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قسم کا وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ (تفسیر خازن) اور اس آیت میں بیان کی گئی تنبیہ بھی اسی رائے کی تائید کرتی ہے یعنی جب میں یہ وعدہ پورا کروں تو تمہیں اس عظیم نعمت پر میرا شکر ادا کرنا ہوگا اور اگر تم میں سے کسی نے بھی میری اس نعمت کی ناشکری کی تو میں اسے ایسی سخت سزا دوں گا جو بعد میں تمام جہان والوں میں کسی کو بھی نہ دوں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جادوگر کہنے والوں کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ یہ سزا نزولِ مائدہ سے پہلے تو کچھ لوگوں کو دی جا چکی تھی لیکن نزولِ مائدہ کے منکروں کو بندر وخنزیر بنانے کے بعد جہان والوں میں کسی اور کو نہیں دی گئی۔

امام ترمذی کی روایت بھی اسی رائے کی تائید کرتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''آسمان سے جو

Marfat.com

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾

۱۱۶۔ اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے سوا دو خدا بنا لو؟ [۱۵۵] عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے: تو پاک ہے میری مجال نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں، اگر میں نے (بالفرض) ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے اس کا علم ضرور ہوتا کیونکہ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے، بے شک تو ہی سب غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔

مائدہ نازل کیا گیا تھا اس میں روٹی اور گوشت تھا۔ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس میں خیانت نہ کریں اور نہ اس کو کل کے لئے بچا کر رکھیں۔ انہوں (ان میں سے بعض) نے خیانت بھی کی اور اگلے دن کے لئے بچا کر بھی رکھا۔ (تو یہ مائدہ اٹھا لیا گیا۔ بحر محیط) پس ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔'' (ترمذی: ۳۰۶۱: ابواب تفسیر القرآن: باب ۵)

[۱۵۵] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھیں گے: ''کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو؟'' حالانکہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسی کوئی بات نہیں کہی، لیکن اس سوال سے ان عیسائیوں کی سرزنش مقصود ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو خدا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے: یا اللہ! تو پاک ہے۔ میری مجال نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے بالفرض ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے اس کا علم ضرور ہوتا کیونکہ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بے شک تو ہی سب غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔ میں نے تو انہیں صرف وہی کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا اور وہ یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔

نوٹ: حضرت مریم علیہا السلام کو خدا کہنے کا بائبل میں کوئی اشارہ نہیں ملتا لیکن بعد میں حضرت مریم علیہا السلام کے لئے ''مادرِ خدا'' کی اصطلاح وضع کی گئی اور جب قرآن مجید نازل ہوا تو اس وقت حضرت مریم علیہا السلام کے مجسمے کلیساؤں میں رکھے جاتے تھے اور بعض عیسائی فرقے ان کے سامنے عبادت کے وہ مراسم بھی ادا کرتے تھے جو صرف خدا کے سامنے ادا کئے جاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت مریم علیہا السلام کو کسی نہ کسی شکل میں خدا سمجھتے تھے۔ عیسائی حضرات اگرچہ خدا کی عبادت کرتے تھے لیکن خدا کی عبادت کے ساتھ اگر غیر خدا کی عبادت بھی کی جائے تو یہ خدا کی عبادت نہیں بلکہ شرک ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تنہا عبادت کے لائق ہے۔ اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرنے سے خدا کی عبادت کی نفی ہو جاتی ہے اور شرک لازم آ جاتا ہے۔

Marfat.com

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾

۱۱۷۔ میں نے انہیں نہیں کہا مگر وہی کچھ جس کا تو نے مجھے حکم دیا (اور وہ یہ) کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، اور میں ان پر نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھا لیا[۱۵۶] تو تُو ہی ان پر نگہبان تھا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾

۱۱۸۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں، [۱۵۷] اور اگر تو ان کو بخش دے تو بلا شبہ تو ہی غالب اور دانا ہے۔

---

[۱۵۶] حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے: یا اللہ! جب تک میں اپنی امت میں رہا میں ان کی نگہبانی کرتا رہا اور انہیں بار بار صرف ایک خدا کی عبادت کی تلقین کرتا رہا، لیکن جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو پھر تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ بعض لوگ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُٹھائے جانے کو ان کی موت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اُٹھائے جانے کا اگرچہ ایک معنیٰ موت بھی ہے لیکن احادیث اور دیگر آیات کی روشنی میں یہی ترجمہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر زندہ اٹھا لیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے عیسیٰ! یقیناً میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔'' (قرآن: ۳:۵۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب دمشق میں آسمان سے اتریں گے۔ (ترمذی: ۲۲۴۰: ابواب الفتن: باب ۵۹) اور امام مہدی علیہ السلام کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔ (بخاری: ۳۴۴۹: کتاب احادیث الانبیاء: باب ۴۹) اور اسلام کی تبلیغ میں بقیہ زندگی گزار کر روضۂ رسول ﷺ میں دفن ہوں گے۔ (ترمذی: ۳۶۱۷: ابواب المناقب: باب ۲)

[۱۵۷] حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے: یا اللہ! جن لوگوں نے میرے بعد تیری نافرمانی کی اگر تو انہیں سزا دے تو وہ تیرے بندے ہیں تجھ پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا اور ان میں سے توبہ کرنے والوں کو اگر تو بخش دے تو تجھے کوئی روک نہیں سکتا کیونکہ تو غالب اور دانا ہے۔ تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ بہر حال دونوں صورتوں میں تو ہی قادرِ مطلق اور مختارِ کل ہے جو چاہے کرے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ ''اے میرے رب! جس نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ میں سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔'' (قرآن: ۱۴:۳۶) پھر یہ آیت تلاوت کی: ''اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بلا شبہ تو ہی غالب اور دانا ہے۔'' (قرآن: ۵:۱۱۸) اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور کہا: اے اللہ! میری امت، میری امت۔'' اور آپ ﷺ رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد ﷺ کے

Marfat.com

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾

۱۱۹۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی فائدہ پہنچائے گی، [۱۵۸] ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

۱۲۰۔ آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، [۱۵۹] اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پاس جاؤ اور ان سے پوچھو انہیں کیا چیز رلاتی ہے؟ جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو خبر دی (کہ آپ امت کی فکر میں رو رہے ہیں)۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کریں گے اور آپ کو رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے۔
(مسلم: ۴۹۹: کتاب الایمان: باب ۸۷)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہاتھ بلند کر کے دعا کرنا حضور اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ نیز اس حدیث کا مفہوم قرآن مجید کی اس آیت کے بھی موافق ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔'' (قرآن: ۹۳:۵)

[۱۵۸] جو اہل ایمان اپنے اقوال اور افعال میں سچے ہیں اکثر انہیں سچائی کا فائدہ اس دنیا میں بھی ملتا ہے لیکن بعض دفعہ اس دنیا میں اس کا بدلہ ظاہر نہیں ہوتا، البتہ قیامت کے دن سچائی کا بدلہ بہر صورت ملے گا جس کی وجہ سے انہیں جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوگی جو کہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم پر سچ بولنا لازم ہے کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جو انسان سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ بولنے سے بچو کیونکہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اور جو انسان جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔'' (مسلم: ۶۶۳۹: کتاب البر: باب ۲۹)

[۱۵۹] جب زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو ظاہر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا وہ خدا کی مخلوق اور مملوک ہیں خدا نہیں ہیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعۃ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز جمعرات ۴ دسمبر ۲۰۰۳ء بمطابق ۱۰ شوال ۱۴۲۴ھ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الانعام (۶)

یہ سورت مکی ہے کیونکہ یہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ مشرکین مکہ نے اپنی جاہلانہ رسوم کے پیش نظر بعض مویشیوں کو حلال اور بعض کو حرام کر لیا تھا۔ اس سورت میں ان فاسد خیالات کی تردید کی گئی ہے جن کی بنیاد پر وہ بعض مویشیوں کو حلال اور بعض کو حرام قرار دیتے تھے۔ اس لئے اس کا نام انعام (مویشی) رکھا گیا ہے۔

ہجرت سے پہلے مکہ میں نہ تو اسلامی حکومت تھی اور نہ ہی وہاں پر یہود اور عیسائی آباد تھے بلکہ مکہ کے تقریباً سارے لوگ مشرک اور بت پرست تھے۔ اس لئے اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کو آسان اور عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سورت کی ابتدا ہی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بیان سے ہو رہی ہے یعنی خدا وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو تخلیق کیا۔ تاریکی اور روشنی کو بنایا اور لوگوں کو مٹی سے پیدا کیا، مگر مشرکین مکہ بت پرستی پر ایسا اندھا عقیدہ رکھتے تھے کہ توحید کی بات سننے کو تیار نہیں تھے بلکہ اسلامی عقائد کا مذاق اُڑاتے اور عجیب و غریب قسم کی حجت بازیاں کرتے یعنی اللہ تعالیٰ لکھی ہوئی کتاب نازل کیوں نہیں کرتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر لکھی ہوئی کتاب ان کی آنکھوں کے سامنے آسمان سے نازل ہو اور یہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لیں پھر بھی اس کو جادو کا کرشمہ کہہ کر انکار کر دیں گے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو تسلی دی کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی اقوام نے معاندانہ رویہ اختیار کیا، لہٰذا آپ ان کے تعصب اور عناد سے کبیدہ خاطر نہ ہوں اور اپنی تبلیغ پوری استقامت سے جاری رکھیں کیونکہ آپ کی نماز و قربانی اور زندگی و موت سب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے وقف ہیں اور یہی کامیابی کا اصل راز ہے۔ جو بندۂ مؤمن اس رازِ حیات سے آگاہ ہو جاتا ہے اور اپنی عبادت اور زندگی و موت اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کر دیتا ہے وہ مقصد تخلیق کی معراج کو پالیتا ہے۔ یارب العالمین! تیرے اس عاجز و خطا کار بندہ نے بھی بزعم خویش اپنی زندگی، موت اور توانائیاں آپ کے سچے دین کے لئے وقف کر رکھی ہیں تو اس میں برکت، صداقت اور استقامت عطا فرما۔ آمین

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعۃ الکرم، برطانیہ

Marfat.com

ایاتہا ۱۶۵ | ٦ سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ ۵۵ | رکوعاتہا ۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ۬ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ①

۱۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا، پھر بھی کفار اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کو) برابر قرار دیتے ہیں۔[۱]

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ

۲۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، [۲] پھر اس نے (موت کا) وقت مقرر کیا، اور (قیامت کا) معین وقت

---

[۱] سب تعریفوں کا حقیقی مستحق اللہ تعالیٰ ہے جس نے زمین و آسمان کی صورت میں ایک وسیع کائنات بنائی۔ آسمان کے ستارے ہوں یا چاند، زمین کے پتھر ہوں یا انسان، سبھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے نمونے ہیں، پھر دن اور رات کی صورت میں روشنی اور تاریکی کا ایک حسین سلسلہ بنایا تاکہ انسان دن کی روشنی میں زمین و آسمان کی نعمتوں سے استفادہ کرے اور رات کی تاریکی میں سو کر آرام و سکون حاصل کرے۔ الغرض اس کائنات کی ہر چیز کا حقیقی خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اس کائنات کی کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں ہو سکتی، اس حقیقت کو کفار بھی جانتے ہیں کہ زمین و آسمان کسی انسان یا بت کی پیداوار نہیں لیکن اس قدر واضح دلائل کے باوجود بھی یہ کفار کیسے عجیب لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ اپنے محسن حقیقی سے انحراف کرتے ہیں اور اس کی بنائی ہوئی چیزوں یعنی انسان، چاند، ستارے یا پتھر وغیرہ کو خدا کے برابر کرتے ہیں۔ وہ یا تو مخلوق کے درجہ کو بڑھا کر خدا کے برابر کرتے ہیں یا خدا کے مرتبہ کو گھٹا کر مخلوق کے برابر کرتے ہیں۔ یہ دونوں صورتیں خلاف عقل ہیں۔ جس طرح کوئی کرسی کاریگر کے برابر نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کوئی کاریگر اپنی بنائی ہوئی کرسی کے برابر ہو سکتا ہے۔ (کیونکہ کرسی تو کاریگر کے ہنر کا ایک نمونہ ہے۔ وہ اس جیسی سینکڑوں کرسیاں اور بھی بنا سکتا ہے۔ اس کے برعکس ہزاروں کرسیاں مل کر بھی ایک کاریگر پیدا نہیں کر سکتیں) اسی طرح کوئی مخلوق خدا کے برابر نہیں ہو سکتی اور نہ خدا مخلوق کے برابر ہو سکتا ہے۔ خدا بہر صورت خدا ہے، وہ خالق اور بے مثال ہے اور کائنات کی کوئی چیز اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

[۲] ''اللہ تعالیٰ نے تم کو یعنی انسانوں کو مٹی سے پیدا فرمایا'' اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ انسانِ اول حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا اور تم انہی آدم کی اولاد ہو، لہٰذا تمہاری اصل بھی مٹی ہے۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ تم غذا کی صورت میں جو پھل اور سبزیاں کھاتے ہو وہ زمین سے پیدا ہوتی ہیں اور جن حیوانوں کا تم گوشت کھاتے ہو وہ بھی زمینی پیداوار سے پرورش پاتے ہیں اور انہی غذاؤں سے نطفہ بنتا ہے جو رحم مادر میں جا کر انسان کی پیدائش کا سبب بنتا ہے، لہٰذا تمہاری اصل بھی مٹی ہے۔

Marfat.com

تَمْتَرُوْنَ۝ اسی کے پاس ہے،[۳] پھر بھی تم شک کرتے ہو۔[۴]

بہر حال انسانِ اوّل کو اللہ تعالیٰ نے براہِ راست مٹی سے پیدا فرمایا اور اولادِ آدم کو بالواسطہ مٹی سے پیدا فرمایا۔ دونوں صورتوں میں ہر انسان کی اصل مٹی ہے، لہٰذا اسے اپنی اصل کو یاد رکھتے ہوئے تکبر سے باز رہنا چاہیے، اور تمام انسانوں کا باپ ایک ہے، لہٰذا اسے دوسروں کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ایک ہی باپ اور ایک ہی خمیر کے ناطے سب انسانوں کو آپس میں پیار، امن اور اتفاق سے رہنا چاہیے اور دوسرے لوگوں کے لئے وہی پسند کرنا چاہیے جو ہم اپنے لئے پسند کرتے ہیں، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سب سے افضل ایمان کے بارے میں دریافت کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: افضل ایمان یہ ہے کہ لوگوں سے دوستی کرو تو اللہ تعالیٰ کے لئے، دشمنی رکھو تو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رکھو۔ عرض کیا: یارسول اللہ! اس کے بعد کیا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: دوسرے لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو اور ان کے لئے وہی ناپسند کرو جو تم اپنے لئے ناپسند کرتے ہو اور بھلائی کی بات کرو یا خاموش رہو۔

(مسند احمد: حدیث نمبر ۲۲۴۸۳: جلد ۵: ص ۲۴۷)

بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہمارا باپ اور خمیر ایک ہے تو پھر ہمارے رنگ اور اطوار کیوں مختلف ہیں؟ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ مٹی کے رنگ مختلف ہیں اور اس کی سختی اور نرمی میں بھی فرق ہے، تو چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی مٹی کے اجزاء اکٹھے کر کے حضرت آدم کی تخلیق کی، اس لئے مٹی کے مختلف رنگوں اور کیفیات کی مناسبت سے انسانوں کے رنگوں اور مزاج میں فرق ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی بھر (مٹی) سے پیدا فرمایا جس میں ساری زمین کے اجزاء شامل کئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اولادِ آدم علیہ السلام زمین (کے رنگ و مزاج) کے مطابق سرخ، سفید، سیاہ اور مخلوط رنگ کے اور نرم خو، سخت مزاج، بدخصائل اور پاکیزہ اخلاق والے ہو گئے۔'' (ترمذی: تفسیر القرآن: سورۃ بقرہ: حدیث نمبر ۱)

[۳] اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کی موت کا ایک وقت مقرر کیا۔ اس سے مراد پیدائش سے لے کر موت تک انسان کی عمر ہے۔ اور قیامت کا معین وقت اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ اس سے مراد انسان کی موت سے لے کر وقوعِ قیامت تک دنیا کی کل عمر ہے جس کے بعد یہ دنیا فنا ہو جائے گی اور ایک نئی دنیا یعنی آخرت کی زندگی کا آغاز ہوگا۔

بعض دفعہ انسان کو بیماری یا کسی خاص علامت کی وجہ سے اپنی موت کے وقت کا علم ہو سکتا ہے، لیکن قیامت کا یقینی علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ کوئی دوسرا اس کے بتائے بغیر اپنی عقل و فراست سے یا قیاس آرائیوں سے اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔

[۴] کفار و مشرکین، قیامت یعنی دوبارہ زندہ ہونے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے تو کس طرح ہمیں دوبارہ زندہ کیا جا سکے گا؟ اس آیت میں ان کے شک کو دور کرنے کے لئے ایک عام فہم دلیل دی جا رہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ تمہیں مٹی اور نطفہ سے پیدا کر لیا تو دوبارہ مٹی سے پیدا کرنے میں کیا مشکل ہے؟ تمہیں تو پھر بھی مادہ یعنی مٹی سے

Marfat.com

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③

۳۔ اور وہی اللہ تعالیٰ ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی، [۵] وہ تمہارے پوشیدہ اور ظاہری احوال کو جانتا ہے اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو ان کو بھی جانتا ہے۔

وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ④

۴۔ اور ان کے پاس کوئی نشانی بھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ⑤

۵۔ جب حق ان کے پاس آیا تو بے شک انہوں نے اس کو بھی جھٹلایا، سو عنقریب ان کے پاس اس چیز کی خبریں آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ [۶]

پیدا کیا لیکن اللہ تعالیٰ تو اتنی بڑی طاقت والا ہے کہ اس نے زمین و آسمان جیسی عظیم کائنات کو بغیر کسی مادہ کے صرف حکم دے کر پیدا کر دیا جو بہرصورت انسان کے پیدا کرنے سے بہت بڑا کام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کے پیدا کرنے سے بہت بڑا کام ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس (حقیقت) کو نہیں جانتے۔'' (قرآن: ۴۰:۵۷)

اللہ تعالیٰ جب زمین و آسمان کو بغیر مادہ کے پیدا کر سکتا ہے تو انسان کے چند بکھرے ہوئے ذرات کو اکٹھا کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے؟ اس کی مزید تشریح کے لئے ایک حدیث پاک ملاحظہ کریں: ''ایک شخص نے مرتے وقت وصیت کی کہ مرنے کے بعد اسے جلا کر اس کی آدھی راکھ خشکی میں اور آدھی راکھ سمندر میں بکھیر دینا۔۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا تو سمندر نے اپنے اندر موجود ساری راکھ جمع کر دی اور خشکی کو حکم دیا تو اس نے بکھری ہوئی ساری راکھ اکٹھی کر کے پیش کر دی تو اللہ تعالیٰ نے اس راکھ کو زندہ فرمایا اور اس سے پوچھا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا: تیرے خوف سے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔''
(بخاری: کتاب التوحید: باب ۳۵)

[۵] یعنی آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہی اور حکمرانی ہے۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ یہ نظام کائنات اسی ایک خدا کی اجازت اور حکمت سے رواں دواں ہے، لہٰذا وہی تنہا عبادت کے لائق ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ انسانوں کے تمام پوشیدہ اور ظاہری احوال سے بھی اچھی طرح آگاہ ہے۔ دل کی گہرائی میں چھپے ہوئے خیالات، زبان سے نکلنے والے کلمات اور اعضاء سے سرزد ہونے والے اعمال سب اس کے سامنے بالکل عیاں ہیں، لہٰذا ہر انسان کو اپنے عقیدہ و عمل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے پرہیز کرنا چاہیے تا کہ قیامت کے دن اس کو پچھتانا نہ پڑے کیونکہ اس دن نہ تو کوئی انسان اپنی غلطیوں کو چھپا سکے گا اور نہ ہی ان کی سزا سے بچ سکے گا۔

[۶] اسلام کے خلاف کفار مکہ کے تعصب اور عناد کا عالم یہ تھا کہ جب بھی ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشانی یا قرآن مجید کی کوئی آیت یا حضور اکرم ﷺ کا کوئی معجزہ ظاہر ہوتا تو وہ اس میں غور کرنے کے بجائے اس سے منہ پھیر لیتے اور بغیر سوچے سمجھے

Marfat.com

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ﴿٦﴾

٦۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں جن کو ہم نے زمین میں ایسا اقتدار دیا تھا جو تمہیں نہیں دیا اور ہم نے ان پر موسلا دھار بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے (باغوں کے) نیچے نہریں جاری کر دیں، پھر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا [۷] اور ان کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کر دیں۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٧﴾

۷۔ اور اگر ہم آپ پر کاغذ میں (لکھی ہوئی) کتاب نازل کرتے اور وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے، [۸] تب بھی کفار کہتے کہ یہ تو محض کھلا ہوا جادو ہے۔

اس کو جھٹلا دیتے بلکہ اس کا مذاق بھی اڑاتے، حالانکہ اگر وہ قرآن مجید کی آیات اور حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں غور وفکر کرتے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور اکرم ﷺ کی نبوت نمایاں نظر آجاتی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں وارننگ دی ہے کہ آج تو وہ قرآن مجید اور حضور اکرم ﷺ کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن جلد مرنے کے بعد جب وہ ان کی صداقت کا مشاہدہ کریں گے اور ان کو جھٹلانے کا عذاب دیکھیں گے تو وہ اپنی ہٹ دھرمی پر پچھتائیں گے مگر اس وقت کا پچھتاوا بے سود ہوگا، لہٰذا انہیں چاہیے کہ آج اپنی عقل کو استعمال کریں اور حق کو قبول کر کے فلاحِ دارین حاصل کریں تاکہ کل پچھتانے کی نوبت نہ آئے۔

[۷] اس آیت میں کفارِ مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے یعنی تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تم سے پہلے کئی اقوام (مثلاً قوم عاد وثمود، قوم فرعون اور قوم لوط) کو اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر اقتدار عطا فرمایا۔ موسلا دھار بارشوں اور نہروں کے ذریعہ ان کی زمین کو ایسا سرسبز وشاداب بنایا کہ وہ تم سے زیادہ خوشحال تھے، لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی اور انبیائے کرام علیہم السلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں تباہ وبرباد کر دیا اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو زمین کا اقتدار عطا کر دیا۔

اسی طرح اے کفارِ مکہ! اگر تم نے بھی ان تاریخی حقائق سے عبرت حاصل نہ کی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر ہی قائم رہے تو تم بھی مکہ کے اقتدار سے محروم ہو سکتے ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد کفارِ مکہ کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور بالآخر اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں آگیا۔ اس میں ہمارے لئے بھی درسِ عبرت ہے۔ اگر ہم نے بھی احکامِ خداوندی پر عمل کرنے میں کوتاہی کی تو ہمیں بھی ناکامی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

[۸] جو کتابیں لکھی ہوئی نازل ہوئیں ان کا نزول لوگوں کی نگاہوں کے سامنے نہیں ہوا؟ مثلاً اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو لکھی ہوئی تورات

Marfat.com

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝

۸۔ اورانہوں نے کہا کہ اس رسول پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا اور اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو (ان کا) معاملہ ختم ہو چکا ہوتا۔[۹] پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا

۹۔ اور اگر ہم کسی فرشتہ کو رسول بناتے تو اس کو مرد (کی شکل میں)

عطا فرمائی تو کسی نے تورات کو آسمان سے اُترتے ہوئے نہیں دیکھا۔ کوہ طور پر تنہا حضرت موسیٰ تھے جب انہیں تورات عطا کی گئی۔ اور جو لوگ تورات پر ایمان لائے انہوں نے حضرت موسیٰ کی زبان پر ہی اعتماد کیا لیکن حجت بازوں نے نیا مطالبہ کر دیا کہ اے موسیٰ! ہم تو اس وقت ایمان لائیں گے جب ہمیں خدا سامنے نظر آئے گا۔

اس لئے پیارے نبی ﷺ! آپ کفارِ مکہ کی ہٹ دھری سے پریشان نہ ہوں۔ یہ آپ سے لکھی ہوئی کتاب کا مطالبہ اس لئے نہیں کرتے کہ انہیں آپ کی نبوت یا صداقت پر کوئی شبہ ہے۔ دراصل یہ آپ کی زبان پر کامل اعتماد رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے آپ کی زبان سے کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں سنی لیکن انہوں نے اپنے ذہن وضمیر پر گہرے پردے ڈال رکھے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ جس انسان کو تعصب نے گھیر رکھا ہو اس پر کسی دلیل یا نصیحت کا اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے پیارے نبی ﷺ! اگر قرآن مجید کو ان کی آنکھوں کے سامنے کاغذ پر لکھا ہوا آسمان سے اتارا جائے اور وہ اس کتاب کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹول کر پوری طرح اطمینان بھی کر لیں جب بھی یہ اس کی تصدیق نہیں کریں گے بلکہ یہ کہہ کر انکار کر دیں گے کہ یہ تو صریح جادو ہے کیونکہ انہوں نے آپ پر ایمان نہ لانے کا پیشگی فیصلہ کر رکھا ہے صرف حجت بازی کے لئے عجیب وغریب سوال کرتے ہیں۔

[۹] کفار کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ پر فرشتہ اپنی اصلی شکل میں نازل ہو، جو آپ کی صداقت کی گواہی دے اور وہ فرشتہ کفار کو نظر بھی آئے، حالانکہ فرشتے تو ہر انسان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بھی فرشتے موجود ہوتے تھے اور وحی لانے کے لئے بھی فرشتہ (یعنی جبریل امین) مقرر تھا لیکن انسانی آنکھ فرشتے اور جن کو اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتی حتیٰ کہ انبیائے کرام علیہم السلام، حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حضرات صحابہ کرام نے بھی فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھا۔ یہ شرف صرف حضور اکرم ﷺ کو حاصل ہے کہ انہوں نے جبریل امین کو دوبار اپنی اصلی شکل میں دیکھا۔

اس آیت میں نزول فرشتہ کے متعلق کفار کے مطالبہ کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر انہیں فرشتہ اس کی اصلی شکل میں دکھا دیا جاتا تو یہ اس کی ہیبت وسطوت کی تاب نہ لا سکتے اور فوراً فنا ہو جاتے (تفسیر قرطبی) اور انہیں اتنی بھی مہلت نہ ملتی کہ وہ فرشتے کی بات سنتے اور اس میں غور کر سکتے۔

البتہ دو مواقع ہیں جہاں فرشتے اپنی اصل شکل میں نظر آ سکتے ہیں: ایک موت کا وقت اور دوسرا قیامت کا دن۔ (تفسیر ابن کثیر: سورت نمبر ۲۵ آیت نمبر ۲۲) لیکن ان دونوں مواقع پر کسی مہلت یا رخصت کی گنجائش نہیں ہوگی یعنی نہ تو موت کا وقت مؤخر ہوگا اور نہ

Marfat.com

عَلَيۡهِمۡ مَّا يَلۡبِسُوۡنَ ⑨	ہی بناتے اور ہم انہیں اسی شبہ میں مبتلا کر دیتے جس میں وہ اب مبتلا ہیں۔[۱۰]
وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيۡنَ سَخِرُوۡا مِنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ⑩ ع	۱۰۔ اور بے شک آپ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، پھر رسولوں کا مذاق اڑانے والوں کو اسی (عذاب) نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔[۱۱]
قُلۡ سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ ثُمَّ انْظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ⑪	۱۱۔ آپ فرمایئے! تم زمین میں سیر کرو، پھر دیکھو کہ (رسولوں کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔[۱۲]

ہی قیامت کے دن کفار کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ ان دونوں مواقع پر کفار پریشان ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرموں کیلئے کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی۔'' (قرآن: ۲۵:۲۲)

[۱۰] یعنی اگر ہم فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے تو اس کی دو صورتیں تھیں: ایک تو یہ کہ فرشتہ اپنی اصلی شکل میں آتا تو اس صورت میں فرشتہ کی ہیبت و جلال کی وجہ سے لوگ استفادہ نہ کر سکتے بلکہ دیکھتے ہی فنا ہو جاتے اور دوسری صورت یہ تھی کہ فرشتہ مرد کی شکل میں آتا جیسے جبریل امین حضور اکرم ﷺ کے پاس انسانی شکل میں آتے تھے اور صحابہ کرام نے بھی انہیں انسانی شکل میں دیکھا تو اس صورت میں کفار وہی اعتراض کرتے جو آپ پر کر رہے ہیں کہ یہ تو ہماری طرح انسان ہیں، اس کی بات اس وقت مانیں گے جب آسمان سے فرشتہ نازل ہو کر ہمارے سامنے اس کی تصدیق کرے۔

[۱۱] حضور اکرم ﷺ اسلام کے پیغام امن و رحمت کی تبلیغ کرتے مگر کفار آپ کا مذاق اُڑاتے۔ اس آیت میں حضور اکرم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ آپ سے پہلے بھی بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کا مذاق اڑایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے مذاق اڑانے والے کفار کو عبرت ناک سزائیں دیں۔

اسی طرح آپ کا مذاق اڑانے والے بھی سزا سے نہ بچ سکیں گے۔ ابن جریر طبری نے کفار مکہ کے بہت سے نام ذکر کئے ہیں جو حضور اکرم ﷺ کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور ان کا انجام بہت برا ہوا۔ (تفسیر ابن جریر: سورہ الحجر: زیر آیت نمبر ۹۵)

[۱۲] اس آیت میں کفار کو حکم دیا جا رہا ہے کہ زمین کی سیر کرو اور دیکھو کہ انبیائے کرام کو جھٹلانے والوں کا حشر کیا ہوا۔ ان کی آباد بستیوں کو کس طرح کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا۔ تباہ شدہ اقوام کے آثار کو دیکھ کر اور تاریخی حقائق کو پڑھ کر عبرت حاصل کرو اور حضور اکرم ﷺ کی تکذیب سے باز آ جاؤ، ورنہ تم بھی اس تکذیب کی سزا سے نہ بچ سکو گے۔ اس آیت کے ضمن میں اہل علم لکھتے ہیں کہ عبرت حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا مستحب اور باعث ثواب ہے۔

Marfat.com

قُلۡ لِّمَنۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ قُلۡ لِّلّٰہِ ؕ کَتَبَ عَلٰی نَفۡسِہِ الرَّحۡمَۃَ ؕ لَیَجۡمَعَنَّکُمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ؕ اَلَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ فَہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ آپ (ان سے) فرمایئے: کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ آپ فرمایئے (سب کچھ) اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، اس نے رحم کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا ہے، [۱۳] وہ تم کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا، اس میں کوئی شک نہیں ہے، (مگر) جن لوگوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال دیا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

---

[۱۳] پیارے نبی ﷺ! کفار کو بتا دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور وہی ہر چیز کا مالک اور حاکم ہے، اور یہ اس کا محض فضل و کرم ہے کہ اس نے مخلوق پر رحم کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ اس نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے۔ اگر انبیائے کرام علیہم السلام تشریف نہ لاتے تو انسان جانوروں کی طرح زندگی گزارتے۔ آج پوری دنیا میں جو بھی اچھے اصول موجود ہیں یہ کسی نہ کسی نبی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بتائے ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''دانائی کی ہر بات اہل ایمان کی گمشدہ چیز ہے۔ وہ جہاں بھی ہو اس کا حاصل کرنا اہل ایمان کا حق ہے۔'' (ترمذی: ابواب العلم: باب ۱۹) کیونکہ ابتدا میں ہر دانائی کی بات کسی نہ کسی نبی علیہ السلام کے ذریعے اہل ایمان کو دی گئی، بعد میں اگر وہ اسے ضائع کر بیٹھا ہے تو دراصل اس کا مالک تو اہل ایمان ہی ہے۔ نیز کفار کو مہلت دینا اور ان کی کوتاہیوں پر فوری گرفت نہ کرنا بھی اس کی رحمت کا مظاہرہ ہے تاکہ کفار کو سوچنے اور توبہ کرنے کا موقع مل سکے۔ الغرض جب تک یہ زمین و آسمان قائم ہیں اس وقت تک ان میں بسنے والی مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا وسیع دامن سایہ فگن رہتا ہے۔ سورج، بارش، ہوا وغیرہ کی صورت میں اس کی رحمت ہر ایک کے لئے عام ہے۔ کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے یا نہ لائے سب اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت سے استفادہ کر رہے ہیں، مگر جب یہ زمین و آسمان فنا ہو جائیں گے اور قیامت کا دن قائم ہوگا، اس میں سارے لوگ جمع کئے جائیں گے۔ وہ جزا و سزا کا دن ہوگا، وہاں صرف وہی لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا احساس کیا اور اس پر ایمان لائے اور جن لوگوں نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ناقدری کی تو انہوں نے کفر اختیار کر کے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال دیا، لہٰذا وہ اپنی ہٹ دھرمی اور حق ناشناسی کی وجہ سے ہمیشہ عذاب جہنم میں مبتلا رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اپنی اس کتاب میں لکھ دیا جو اس کے پاس عرش کے اوپر تھی کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (بخاری: بدء الخلق: باب ۱)

(۲) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں۔ ان میں سے ننانوے (۹۹) حصے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھ لئے جن کے ذریعہ وہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم کرے گا اور صرف ایک حصہ دنیا کے انسانوں، حیوانوں اور پرندوں میں تقسیم کیا۔ اسی سے والدین اپنی اولاد

Marfat.com

پراور جانور اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں۔ (مسلم: کتاب التوبۃ: باب ۴)

(۳) ایک شخص سفر کر رہا تھا، اس کو پیاس لگی، وہ ایک کنویں میں اترا اور اس سے پانی پیا۔ جب وہ باہر آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی شدت سے تر مٹی کو چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے خیال کیا کہ اس کتے کو بھی اتنی ہی پیاس لگی ہوئی ہے جتنی مجھے لگی تھی (لہٰذا وہ دوبارہ کنویں میں اترا)، اس نے اپنے موزہ میں پانی بھرا، پھر موزہ کو اپنے منہ سے پکڑ کر کنویں سے باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول فرمایا اور اس کو بخش دیا۔ صحابہ کرام نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے سے بھی ہمیں اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہر تر جگر والی چیز (ہر جاندار پر رحم کرنے) میں ثواب ہے۔

(بخاری: کتاب الشرب: باب ۹)

(۴) بنی اسرائیل سے ایک بدکار عورت نے ایک گرم دن میں ایک کتے کو کنویں کے گرد چکر لگاتے ہوئے دیکھا جس نے پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالی ہوئی تھی۔ اس عورت نے اپنے موزہ میں پانی بھر کر اس کتے کو پلایا تو اس نیک کام کی وجہ سے اس عورت کو بخش دیا گیا۔

(مسلم: کتاب السلام: باب ۴۱)

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں: ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ بعد میں ہم نے ایک چھوٹی سی چڑیا کے دو بچے پکڑ لئے۔ چڑیا ہمارے سروں پر منڈلانے لگی۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو فرمایا: تم میں سے کس نے اس کے بچے پکڑ کر اس کو ستایا ہے اس کے بچے اس کو واپس کر دو۔

(ابوداود: حدیث نمبر ۲۶۷۵: کتاب الجہاد: باب ۱۲۲)

(۶) ۸ھ میں جب اہل مکہ نے صلح نامہ حدیبیہ کو توڑ دیا تو نبی کریم ﷺ مکہ پر حملہ کرنے کے لئے دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے، راستہ میں نبی کریم ﷺ نے ایک کتیا دیکھی جس نے ابھی ابھی چند بچے جنے تھے اور وہ اپنی ماں کا دودھ پی رہے تھے۔ اس خیال سے کہ فوج کا کوئی سپاہی انہیں اذیت نہ پہنچائے نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک صحابی جمیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ اس کتیا اور اس کے بچوں کی حفاظت کے لئے اس کے پاس کھڑا رہے تاکہ لشکر اسلام کا کوئی مجاہد اس کتیا اور اس کے بچوں کو اذیت نہ پہنچائے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد: جلد ۵: ص ۳۲۲) اندازہ کریں جو مذہب ایک کتیا کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا وہ انسانوں کے خلاف دہشت گردی کیسے برداشت کر سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی اسی تعلیم اور تربیت کا اثر تھا کہ فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جب قاہرہ سے اسکندریہ جانے کا فیصلہ کیا تو آپ نے فوج کو اپنا خیمہ (فسطاط) اکھاڑنے کا حکم دیا مگر جب آپ نے دیکھا کہ آپ کے خیمے کے اوپر والے حصہ میں ایک کبوتری نے انڈے دے دیے ہیں تو اس نے کہا: اس کبوتری نے ہمارے پڑوس میں پناہ لی ہے، لہٰذا جب تک اس کے بچے بڑے ہو کر اڑ نہ جائیں اس وقت تک اس خیمہ کو نہ اکھاڑا جائے۔ بعد میں اس جگہ شہر آباد ہو گیا اور اس کا نام اس خیمہ کی وجہ سے فسطاط رکھا گیا۔

(المنتظم فی تواریخ الملوک والامم لابن جوزی: جلد ثالث: ص ۱۹۴)

Marfat.com

وَ لَهٗ مَا سَكَنَ فِی الَّیْلِ وَ النَّهَارِؕ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور اسی کا ہے جو کچھ رات اور دن میں بس رہا ہے، اور وہی سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ یُطْعِمُ وَ لَا یُطْعَمُؕ قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ آپ فرمائیے: کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود بنا لوں[۱۴] جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اسے کوئی نہیں کھلاتا (وہ کھانے سے پاک ہے)، آپ فرمائیے: بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہو جاؤں[۱۵] اور یہ کہ تم ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔

---

(۷) ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا اور اس کو جہنم میں داخل کرنے کا فیصلہ دیا گیا کیونکہ اس نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا اور وہ بلی بھوک سے مر گئی۔ (بخاری: کتاب الشرب: باب ۹) جو مذہب ایک بلی کا قتل برداشت نہیں کرسکتا وہ انسان کا قتل کیسے برداشت کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بہت ہی مہربان ہے۔ بعض دفعہ اہل ایمان کی معمولی سی نیکی پر اللہ تعالیٰ اس قدر مہربان ہو جاتا ہے کہ اس کی زندگی بھر کی کوتاہیوں کو معاف کر دیتا ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے تو انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے اس کا قہر وغضب حرکت میں آجاتا ہے۔ اسی لئے رحمت کی احادیث کے آخر میں غضب کی ایک حدیث بھی لکھ دی ہے تاکہ کوئی شخص صرف رحمت پر نظر رکھتے ہوئے گناہوں پر بے باک نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے غضب کو سمجھنے کے لئے سورہ فاتحہ کی آیت نمبر ۳ اور حاشیہ نمبر ٦ بھی ملاحظہ کریں۔

[۱۴] کفار نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام سے دست بردار ہونے کے لئے ہر ممکن حربہ استعمال کیا۔ دنیاوی لالچ دیا، سوشل بائیکاٹ کیا اور شہید کرنے کی سازشیں کیں مگر آپ نے واضح اعلان کر دیا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کروں۔ کیونکہ زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ ساری دنیا کو رزق دیتا ہے اور خود کھانے سے پاک اور بے نیاز ہے۔ جس کی یہ شان ہو وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ نہ کوئی اور عبادت کے لائق ہے اور نہ ہی میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں گا۔

[۱۵] اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ سب سے پہلے ایمان لائیں، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے مسلمان ہیں۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ آپ اپنی امت میں سب سے پہلے مسلمان ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ ہر نبی اپنی امت میں سب سے پہلا مسلمان ہوتا ہے۔ دوسرے لوگ نبی کے واسطہ سے بعد میں مسلمان بنتے ہیں۔ اس کی دوسری تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ

Marfat.com

قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ⑮

۱۵۔ آپ فرمائیے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک عظیم (قیامت کے) دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔[۱۶]

مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَىٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ⑯

۱۶۔ جس شخص سے اس دن عذاب ہٹا دیا گیا تو یقیناً اس پر اللہ تعالیٰ نے بہت رحم فرمایا، اور یہ کھلی کامیابی ہے۔[۱۷]

آپ ﷺ سب مخلوق سے پہلے مسلمان ہیں۔ (البحر المحیط) اس تفسیر کی تائید میں درج ذیل احادیث ملاحظہ کریں جن میں حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱) میں خلق کے اعتبار سے تمام نبیوں میں اوّل ہوں اور بعثت کے اعتبار سے سب نبیوں کے آخر میں ہوں۔

(کنز العمال: جلد ۱۱: حدیث نمبر ۳۲۱۲۶)

(۲) میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(ترمذی: ابواب المناقب: باب ۱، کنز العمال: جلد ۱۱: حدیث نمبر ۳۱۹۱۷)

(۳) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ (تفسیر روح المعانی: سورت انعام: زیر آیت ۱۶۳)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ کا نور سب سے پہلے پیدا کیا گیا اور آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے حتیٰ کہ جبرائیل و میکائیل ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے جب حضورِ اکرم ﷺ کی روح مبارک اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز تھی۔ اس نکتہ کو علامہ آلوسی نے بڑے حسین انداز میں بیان فرمایا ہے:

"عاجزی، فرمانبرداری اور محبت کے میدان میں سب سے پہلے جو روح سجدہ ریز ہوئی وہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی روح تھی اور حضورِ اکرم ﷺ بلاواسطہ اپنے مولائے کریم پر ایمان لائے اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام حضورِ اکرم ﷺ کے واسطے سے ایمان لائے، پس حضورِ اکرم ﷺ عالم ارواح میں تمام انبیاء و رسل کے رسول ہیں اور وہ سب حضورِ اکرم ﷺ کے اُمتی ہیں۔"

(تفسیر روح المعانی: سورہ انعام: زیر آیت ۳۵)

[۱۶] حضورِ اکرم ﷺ گناہوں سے معصوم ہیں اس لئے آپ سے نافرمانی کا صادر ہونا ممکن نہیں اور نہ ہی قیامت کے دن آپ ﷺ کو عذاب ہوگا بلکہ آپ کی شفاعت سے بے شمار گناہگاروں کا عذاب دور ہوگا، لیکن اس آیت میں حضورِ اکرم ﷺ کا ذکر کر کے مسلمانوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ میں انبیائے کرام علیہم السلام کا سردار ہونے کے باوجود اگر اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کروں تو عذابِ الٰہی کا خطرہ ہے، تو عام مسلمانوں کا کیا حال ہوگا؟ لہٰذا کسی مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرأت نہیں کرنی چاہیے ورنہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے۔

[۱۷] قیامت کے دن کا عذاب انتہائی سخت اور خوفناک ہے۔ جس شخص سے یہ عذاب ٹل گیا تو یقیناً اس پر اللہ تعالیٰ کا بہت کرم ہوگا اور یہ کھلی کامیابی ہے، لہٰذا اس زندگی میں ایسے اعمال کرنے میں بھرپور کوشش کرنی چاہیے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کا سبب بنیں

Marfat.com

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾	۱۷۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی نقصان پہنچائے تو اس نقصان کو دور کرنے والا اس کے سوا اور کوئی نہیں، [۱۸] اور اگر وہ تمہیں کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾	۱۸۔ اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے، [۱۹] اور وہ بڑی حکمت والا پوری خبر رکھنے والا ہے۔

اور اس کے غضب سے بچا کر جنت میں لے جائیں۔

[۱۸] اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو نقصان پہنچائے یعنی کسی حکمت کے تحت اس کو غربت، ذلت، بیماری یا کسی تکلیف میں مبتلا کر دے تو کسی کے بس میں نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر اس کے مصائب دور کر سکے، اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نفع پہنچائے یعنی اسے صحت، عزت، راحت اور دولت عطا فرمائے تو کسی کی طاقت نہیں کہ اس سے چھین سکے کیونکہ وہی قادر مطلق ہے۔ وہ چاہے تو بغیر دوا کے شفا دے دے اور اگر نہ چاہے تو کسی دوا سے بھی شفا نہیں ہو سکتی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مصیبت کو دور نہیں کر سکتا حالانکہ اکثر انسان دوستوں کی مدد سے مصائب پر قابو پالیتا ہے۔ ڈاکٹر کی دوا سے تندرست ہو جاتا ہے اور اللہ والوں کی دعا سے مشکلات آسان ہو جاتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی دعائیں رد نہیں کرتا جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: ''میرا بندہ جب نفلی عبادات کے ذریعہ میرا قرب حاصل کر لیتا ہے تو میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور اس کے سوال کو رد نہیں کرتا، جو کچھ وہ مانگے عطا کر دیتا ہوں۔''
(بخاری: کتاب الرقاق: باب ۳۸)

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے دو گناہگاروں کی قبر پر شاخ کے دو ٹکڑے نصب کیے تا کہ ان سے برزخ کا عذاب دور ہو جائے۔ (بخاری: کتاب الوضوء: باب ۵۵) اور حضرت علی کی آنکھوں کو شفا دے دی۔ (بخاری: کتاب فضائل اصحاب: باب ۹)
اب اس آیت کے حکم اور ہمارے مشاہدات میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذاتی قدرت سے اپنے بندوں کی مشکلات آسان کرتا ہے اور بندے جب ایک دوسرے کی مشکلات میں مدد کرتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی طاقت سے کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان میں مدد کی صلاحیت پیدا نہ کرتا تو وہ مدد نہ کر سکتے، لہٰذا حقیقی مشکل کشا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اسباب اس کی قدرت کے مظاہر ہیں۔ ان کا مدد کرنا ان سے مدد لینا در اصل اللہ تعالیٰ ہی کی مدد ہے۔

[۱۹] اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے۔ بڑے بڑے جابر لوگ اس کے سامنے بے بس ہیں۔ تاریخ میں نمرود اور فرعون کی مثالیں موجود ہیں جو اپنے آپ کو خدا کہتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے انہیں پکڑا تو مچھر اور پانی کے سامنے بے بس ہو کر زندگی کی بازی ہار بیٹھے۔

Marfat.com

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ۫ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ۫ وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝۱۹

۱۹۔ (ان سے) پوچھو: کس کی گواہی سب سے بڑی ہے؟ آپ فرمایئے: اللہ تعالیٰ (کی)، وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے، اور یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تا کہ میں اس قرآن کے ذریعہ تم کو اور جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں، [۲۰] کیا واقعی تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور خدا بھی ہیں؟ آپ فرمایئے: میں تو (ایسی جھوٹی) گواہی نہیں دیتا، آپ فرمایئے: وہ تو صرف ایک خدا ہے اور بے شک میں ان (بتوں) سے بیزار ہوں جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۲۰ ع

۲۰۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس (نبی) کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، [۲۱] (مگر) جن لوگوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال دیا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

[۲۰] کفار مکہ نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ آپ اپنی نبوت پر گواہ پیش کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی آپ ﷺ ان کفار کو بتا دیں کہ میری نبوت کا گواہ اللہ تعالیٰ ہے اور وہ سب سے زیادہ سچا اور معتبر گواہ ہے اور اس کی گواہی کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اس نے مجھ پر قرآن مجید نازل فرمایا جو کہ زندہ جاوید معجزہ ہے۔ اگر میں نبی نہ ہوتا تو مجھ پر قرآن مجید نازل نہ ہوتا۔ نیز اس نے مجھ پر قرآن مجید اس لئے نازل فرمایا تا کہ میں اس قرآن کے ذریعے تمہیں اور قیامت تک آنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام پہنچاؤں اور اس کے عذاب سے ڈراؤں۔ اس کے باوجود اگر تم میری دعوت کو تسلیم نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو مانتے ہو تو میرا اعلان سن لو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور صرف ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے، لہٰذا میں ان بتوں کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہو۔

[۲۱] تورات اور انجیل میں حضور اکرم ﷺ کی نبوت اور صفات کا تذکرہ بہت واضح اور نمایاں تھا۔ اسی لئے یہودی اور عیسائی علماء حضور اکرم ﷺ کو آپ کی صفات کے آئینہ میں بطور نبی اس طرح پہچانتے تھے جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے۔ اس سلسلہ میں تین یہودی علماء کی تصدیق سورہ بقرہ کی آیات نمبر ۸۹ اور ۱۴۶ کی تفسیر میں لکھی جا چکی ہے۔ یہاں عیسائی علماء اور راہبوں کی گواہی ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

(۱) وَرَقہ بن نوفل: پہلی وحی کے بعد اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جس نے زمانہ جاہلیت میں عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ وہ انجیل کو عبرانی زبان میں لکھا کرتا تھا۔ وہ عمر رسیدہ اور نابینا ہو چکا تھا۔ ورقہ نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا: آپ نے کیا دیکھا ہے، تو حضور اکرم ﷺ نے سارا واقعہ سنا دیا۔ ورقہ نے کہا: یہ وہ راز دان ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا تھا۔ کاش کہ میں جوان ہوتا اور جب آپ کو آپ کی قوم مکہ سے نکالے گی کاش میں اس وقت زندہ ہوتا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا یہ لوگ مجھے مکہ سے نکالیں گے؟ ورقہ نے کہا: جی ہاں! جو بھی یہ بھلائی کا پیغام لاتا ہے اس کے ساتھ دشمنی کی جاتی ہے۔ اگر میں اس وقت زندہ ہوا تو آپ کی زبردست مدد کروں گا۔ اس کے بعد جلد ہی ورقہ فوت ہو گیا۔

(بخاری: کتاب بدء الخلق: حدیث نمبر ۳)

(۲) بحیریٰ راہب: حضور اکرم ﷺ کی عمر جب بارہ سال کے قریب پہنچی تو آپ ﷺ نے جناب ابو طالب کے ساتھ شام کا سفر کیا۔ جب یہ قافلہ وادی بُصریٰ میں داخل ہوا تو بحیریٰ کے نام سے مشہور ایک عیسائی راہب نے اپنی خانقاہ سے دیکھا کہ اس عربی قافلہ میں ایک بچہ ہے جس پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہے۔ وہ بچہ جدھر جاتا ہے بادل کا ٹکڑا ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ بحیریٰ اس دور میں عیسائیوں کا سب سے بڑا عالم تھا۔ اس نے جب اپنی خانقاہ کے دریچہ سے یہ منظر دیکھا تو اسے خیال آیا کہ جس صادق و امین نبی ﷺ کے ہم منتظر ہیں اور جس کی علامات ہماری کتابوں میں مرقوم ہیں کہیں یہ بچہ وہی تو نہیں۔ اسے قریب سے دیکھنا چاہیے تاکہ اس کی نشانیوں کے بارے میں پورا وثوق ہو جائے۔ چنانچہ وہ اپنی خانقاہ سے نکل کر قافلہ والوں کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کے قافلہ کے تمام افراد کو میں دعوت دیتا ہوں کہ آج کھانا میرے ہاں تناول فرمائیں، جب قافلے والے کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے سب کو رخصت کر دیا لیکن حضور اکرم ﷺ اور جناب ابو طالب کو روک لیا اور حضور اکرم ﷺ سے ان کی نیند اور بیداری کی کیفیات کے بارے میں دریافت کیا۔ حضور اکرم ﷺ جو حالت اسے بتاتے اس سے ان صفات کی تصدیق ہوتی جاتی تھی جو نبی آخر الزمان ﷺ کے بارے میں اس کے پاس تھیں۔ آخر میں اس نے کمر مبارک سے کپڑا اٹھایا اور اس نے مہر نبوت کو بعینہٖ اس صورت میں دیکھا جو اس کے پاس تھی اور بے ساختہ جھک کر مہر نبوت کو چوم لیا۔

اس کے بعد بحیریٰ نے جناب ابو طالب سے پوچھا: اس بچے سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟ آپ نے کہا: یہ میرا بیٹا ہے۔ بحیریٰ نے کہا: یہ آپ کا بیٹا نہیں ہے اور نہ اس کا باپ زندہ موجود ہو سکتا ہے۔ تب جناب ابو طالب نے کہا: یہ میرا بھتیجا ہے۔ تو بحیریٰ نے کہا: آپ اپنے بھتیجے کو لے کر وطن واپس لوٹ جائیں اور یہودیوں سے ہر وقت ہوشیار رہیں۔ اگر انہوں نے دیکھ لیا اور ان کو ان حالات کا علم ہو گیا جن کا مجھے علم ہوا ہے تو وہ ان کو نقصان پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔ آپ کے بھتیجے کی بڑی شان ہو گی۔ یہ سارے جہانوں کا سردار ہے، یہ رب العالمین کا رسول ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ چنانچہ جناب ابو طالب قافلے کے ساتھ شام گئے اور جلدی جلدی کاروبار سے فراغت پا کر آپ ﷺ کو لے کر واپس مکہ لوٹ آئے۔ یہ واقعہ تھوڑے بہت الفاظ کے اختلاف کے ساتھ درج ذیل کتابوں میں موجود ہے: (السیرۃ النبویہ لابن ہشام: جلد اول ص ۱۹۶۔ تاریخ اسلام: شمس الدین الذہبی: جلد اول ص ۵۵۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر: جلد اول ص ۲۸۳۔ سبل الہدیٰ والرشاد للامام محمد الشامی: جلد

Marfat.com

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگائے یا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلائے، [۲۲] بے شک ظالم فلاح نہیں پائیں گے۔

دوم ص ۱۸۹۔ ضیاء النبی: پیر محمد کرم شاہ الازہری: جلد دوم ص ۱۰۷)

(۳) حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ کی زبان سے قرآن مجید سن کر کہا کہ عیسیٰ اور محمد ﷺ کی تعلیمات میں ذرہ برابر فرق نہیں ہے، یہ ایک ہی سورج کی کرنیں ہیں اور جب حضور اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حبشہ کے نجاشی نے ستر عیسائی علماء اور راہبوں کا ایک وفد مدینہ بھیجا تاکہ وہ حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کر کے مزید معلومات حاصل کریں۔ چنانچہ اس وفد نے جب حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے سورہ یاسین کی تلاوت سنی تو ان ستر علماء اور راہبوں کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور وہ حق کو پہچان کر مسلمان ہو گئے۔ یہ واقعہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۸۳ کی تفسیر میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے، وہاں ملاحظہ کریں۔

المختصر یہودی اور عیسائی علماء کو حضور اکرم ﷺ کی آمد کا یقین تھا اور وہ اپنی مشکلات میں حضور اکرم ﷺ کے نام کے وسیلے سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ (قرآن: ۲:۸۹) اور جب حضور اکرم ﷺ اس دنیا میں تشریف فرما ہوئے تو کئی یہودی اور عیسائی علماء آپ پر ایمان لے آئے لیکن اکثر نے آپ کو پہچاننے کے باوجود آپ کا انکار کر دیا بلکہ عوام سے حضور اکرم ﷺ کی صفات کو چھپانا شروع کر دیا۔ اس طرح انہوں نے حق کا انکار کر کے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال دیا، لہٰذا وہ اپنے تعصب کی وجہ سے ایمان نہیں لائیں گے۔

[۲۲] اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگانے کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے۔ یہ بہت بڑا ظلم ہے، جیسے کفار مکہ یہ کہتے تھے کہ یہ بت اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی عبادت کرنے اور ان کے ذریعے اپنا قرب حاصل کرنے کا حکم دیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو شرک کرنے والے پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم قرار دیا ہے۔ (قرآن: ۵:۷۲) پھر وہ خود شرک کا حکم کیسے دے سکتا ہے؟ نیز قرآن مجید میں شرک کو ظلم عظیم قرار دیا گیا ہے۔ (قرآن: ۳۱:۱۳) اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کو ماننے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کا انکار کر دینا۔ یہ بھی بہت بڑا ظلم ہے۔ جیسے کفار مکہ قرآن پاک کی صداقت اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کا صرف تعصب کی وجہ سے انکار کرتے تھے۔

بہر حال جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگائے یا اس کی آیتوں کا انکار کرے دونوں صورتوں میں وہ ظالم ہے۔ اور ظالم آخرت میں تو یقیناً ناکام ہوگا ہی، تاہم اس دنیا میں بھی ظلم کا انجام برا ہوتا ہے، لہٰذا کسی بھی شخص کو ظلم میں ملوث ہونے سے پہلے اس کے انجام پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کرنا ظلم عظیم ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنا بھی آخرت کا خسارہ اور جہنم کا راستہ ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

وَيَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ نَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡۤا اَيۡنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيۡنَ كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور (یادکرو) جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم مشرکین سے کہیں گے: کہاں ہیں تمہارے وہ شریک جن (کے خدا ہونے) کا تم دعویٰ کرتے تھے؟[۲۳]

ثُمَّ لَمۡ تَكُنۡ فِتۡنَتُهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشۡرِكِيۡنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ پھر نہیں ہوگا ان کا کوئی عذر سوائے اس کے کہ وہ کہیں گے: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا رب ہے! ہم مشرک نہیں تھے۔

اُنۡظُرۡ كَيۡفَ كَذَبُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ دیکھو انہوں نے اپنے نفسوں پر کیسا جھوٹ بولا اور غائب ہوگئیں ان سے (وہ چیزیں) جو وہ گھڑا کرتے تھے۔

''جو شخص دانستہ مجھ پر جھوٹ بولے یعنی جو بات میں نے نہیں کہی وہ میری طرف منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''
(بخاری: کتاب العلم: باب ۳۸)

[۲۳] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں کو جمع کر کے پوچھے گا: کہاں ہیں وہ تمہارے بت جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا کرتے تھے۔ آج ان کو بلاؤ تاکہ وہ تمہیں قیامت کے عذاب سے بچائیں، لیکن بت تو خود بے بس ہیں، وہ اس دن مشرکوں سے بیزاری کا اعلان کریں گے۔ (قرآن: ۲:۱۶۶) اب مشرکین کی ذلت ورسوائی کی کوئی حد نہیں رہے گی کیونکہ جن بتوں کو وہ اپنا سہارا سمجھتے تھے وہ ساتھ چھوڑ گئے اور ان سے لگائی ہوئی امیدیں بھی غائب اور باطل ہوگئیں تو گھبرا کر جھوٹ کا سہارا لیں گے یعنی جن بتوں کی دنیا میں وہ پوجا کرتے تھے ان سے لاتعلقی کا اعلان کر دیں گے اور جھوٹی قسمیں کھا کر کہیں گے کہ وہ شرک نہیں کرتے تھے۔ اس واضح غلط بیانی پر ان کی زبانوں کو سیل کر دیا جائے گا یعنی ان کی زبانوں سے بولنے کی قوت سلب کر کے ان کے ہاتھ پاؤں کو دے دی جائے گی اور وہ حقیقت حال صاف صاف بیان کر دیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر) کہ ان کی زبانوں نے جھوٹ بولا یہ واقعی دنیا میں شرک کرتے تھے۔ اس کی مثال اس چور کی سی ہے کہ جب وہ چوری کر رہا تھا تو سیکورٹی کیمرہ اس کی نقل وحرکت کو محفوظ کر رہا تھا اور عدالت میں چور نے جب اپنی چوری سے انکار کیا تو سیکورٹی کیمرہ کی فلم نے اس کے جھوٹ کو ظاہر کر دیا۔ اسی طرح میدان حشر میں جو جھوٹ بولنے کی کوشش کرے گا اس کے ہاتھ پاؤں اس کے جھوٹ کو ظاہر کر دیں گے۔

ان آیات میں شرک کرنے والوں کے لئے درسِ عبرت ہے تاکہ وہ آج شرک سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرلیں ورنہ قیامت کے دن پشیمان ہوئے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

Marfat.com

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّسۡتَمِعُ اِلَيۡكَ‌ۚ وَجَعَلۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ وَفِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا‌ ؕ وَاِنۡ يَّرَوۡا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡا بِهَا‌ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوۡكَ يُجَادِلُوۡنَكَ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝۲۵

۲۵۔ اور ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو (بظاہر) کان لگا کر آپ کی بات سنتے ہیں، [۲۴] اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تا کہ وہ آپ کی بات نہ سمجھیں اور ہم نے ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے، اور اگر وہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں تو بھی وہ ان پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ جب وہ بحث کرتے ہوئے آپ کے پاس آئیں گے تو جنہوں نے کفر اختیار کر لیا وہ کہیں گے: یہ (قرآن) تو محض پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔

---

[۲۴] بعض کافر حضورِ اکرم ﷺ کی باتیں بڑے غور سے سنتے مگر چونکہ ان کا ارادہ ہدایت حاصل کرنا نہیں بلکہ اسلام پر نکتہ چینی اور عیب جوئی تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی بدنیتی کی سزا کے طور پر ان کے دلوں اور کانوں پر گمراہی کے ایسے پردے ڈال دیئے کہ وہ حضورِ اکرم ﷺ کے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے اور جب قرآن کے بارے میں بحث کرتے تو صاف کہہ دیتے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں بلکہ پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔

دراصل یہ ان کافروں کی بات ہے جو حضورِ اکرم ﷺ کو سچا سمجھتے تھے مگر کسی تعصب کی وجہ سے انکار کرتے تھے تو اس قسم کے کفار معجزات دیکھ کر بھی ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اس ضمن میں اسلام کے سخت ترین دشمن ابوجہل کا ایک قول غور طلب ہے۔

ایک کافر شخص نے ایک دن تنہائی میں ابوجہل سے ملاقات کی اور اس سے پوچھا: کیا محمد (ﷺ) تیرے خیال میں جھوٹے ہیں؟ اس پر ابوجہل نے کہا: ”محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھ سکتے ہیں حالانکہ ہم خود انہیں صادق وامین کہا کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا لیکن بات یہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کے خاندان کے پاس پہلے ہی حاجیوں کی میزبانی اور مشورہ کے اہم اور اعلیٰ مناصب ہیں۔ اب اگر نبوت بھی ان میں آجائے تو ہمارے لئے کیا باقی رہے گا۔“

(امتاع الاسماع: تقی الدین المقریزی: جلد اول ص ۹۱)

اس آیت کے ضمن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی کفار کے دلوں پر پردے ڈال دیئے اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی تو پھر وہ کیسے ایمان لا سکتے تھے؟

دراصل کفار خود حضورِ اکرم ﷺ سے کہا کرتے تھے: ”جس (دین) کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو، ہمارے دلوں پر اس کے لئے پردے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب ہے۔“ (قرآن: ۴۱:۵) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں پر زبردستی پردے نہیں ڈالے بلکہ یہ کفار کا اپنا سوچا سمجھا فیصلہ تھا۔ وہ جان بوجھ کر سنی ان سنی کر

Marfat.com

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور وہ (لوگوں کو) اس (رسول) سے روکتے تھے اور خود بھی اس (رسول) سے دور بھاگتے تھے، [۲۵] دراصل وہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور سمجھتے بھی نہیں۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور اگر آپ (ان کفار کو اس وقت) دیکھیں جب وہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے تو وہ کہیں گے: اے کاش! ہم (دنیا میں) واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں گے اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں گے۔

دیتے اور تعصب کی وجہ سے اس میں غور و فکر نہ کرتے اس لئے وہ خود اس سزا کے ذمہ دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کی اس بیماری کا صرف اعلان کیا ہے اور اس کی نسبت اپنی طرف اس لئے کر دی کیونکہ ہر چیز کا اصل خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی بحث کے لئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۷ اور سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۴۱ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۲۵] بعض کافر اس قدر متعصب تھے کہ وہ خود بھی حضور اکرم ﷺ سے دور رہتے اور لوگوں کو بھی منع کرتے کہ حضور اکرم ﷺ کے قریب نہ جائیں اور الزام یہ عائد کرتے کہ (خدا کی پناہ) وہ جادوگر ہے۔ اس نے ایک نیا دین بنا لیا ہے اور جو بھی اس کے قریب جاتا ہے وہ اپنے خاندان کا مذہب چھوڑ کر اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے، لیکن حق سے روگردانی کرنے والے بالآخر ناکام ہوئے اور وہ حق کو پھیلنے سے روک نہ سکے۔ اس سلسلہ میں طفیل بن عمرو الدوسی کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

طفیل قبیلہ دوس کا سردار اور قادر الکلام شاعر تھا۔ ایک دفعہ وہ مکہ آیا تو قریش کے سرداروں نے اسے کہا: ''اے طفیل! تم ہمارے شہر میں تشریف لائے ہو۔ ہمارے ہاں ایک شخص ہے جس نے ہمیں بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ ہمارے اتحاد کو اس نے پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اس کی گفتگو میں جادو کا اثر ہے۔ اس نے بیٹے اور باپ کو، بھائی اور بھائی کو، خاوند اور بیوی کو جدا جدا کر دیا ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں تم اور تمہاری قوم بھی اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائے جس کا ہم شکار ہیں اس لئے ہماری مخلصانہ گزارش ہے کہ اس کے ساتھ گفتگو نہ کرنا اور ہرگز اس کی کوئی بات نہ سننا۔'' (سیرت ابن ہشام: جلد دوم: ص ۲۲) چنانچہ طفیل جب مسجد حرام میں جانے لگتا تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیتا تا کہ حضور اکرم ﷺ کی آواز اس کے کانوں میں نہ پڑے۔ طفیل خود بیان کرتا ہے کہ: ''ایک دن حضور اکرم ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور میری مرضی کے بغیر ان کی آواز میرے کانوں تک پہنچ گئی تو میں نے اپنے آپ سے کہا: میں ایک عقل مند آدمی ہوں، شاعر بھی ہوں اور کلام کے حسن و قبح کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ اس شخص کی بات سننے سے مجھے روکنے والا کون ہے۔ اگر اس نے اچھی بات کہی تو قبول کر لوں گا اور اگر کوئی قبیح بات کہی تو اسے مسترد کر دوں گا۔ چنانچہ جب طفیل

Marfat.com

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ بلکہ ان کے سامنے ظاہر ہو گیا جو وہ پہلے چھپایا کرتے تھے، اور اگر وہ (دنیا میں) واپس بھیج دیئے جائیں تو پھر بھی وہی کریں گے جس سے روکے گئے تھے [۲۶] اور یقیناً وہ جھوٹے ہیں۔

وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی صرف یہی دنیا کی زندگی ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہیں کئے جائیں گے۔

نے حضور اکرم ﷺ کی زبان سے قرآن مجید کی تلاوت سنی تو قرآن مجید کی حقانیت کو جان کر فوراً مسلمان ہو گیا۔"

(سیرت ابن ہشام: جلد دوم: ص ۲۲)

[۲۶] اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو فرمایا: پیارے نبی! ذرا اس ہولناک منظر کی طرف توجہ فرمائیں جب کفار کو جہنم کے کنارے پر کھڑا کیا جائے گا تا کہ انہیں جلتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جائے، تو وہ اس دردناک عذاب کو دیکھ کر گھبرا جائیں گے اور بصد حسرت یہ آرزو کریں گے: اے کاش! انہیں ایک بار دنیا میں واپس جانے کا موقع مل جائے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب نہیں کریں گے اور سچے دل سے ایمان لا کر اہل ایمان میں شامل ہو جائیں گے، لیکن درحقیقت وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ بفرض محال اگر انہیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تو پھر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے اور کفر کا راستہ ہی اختیار کریں گے اور یہاں وقتی طور پر جھوٹ اس لئے بول رہے ہیں کہ جن حقائق کو وہ دنیا میں چھپایا کرتے تھے اب وہ ان کے سامنے ظاہر ہو گئے ہیں اور ان کی سزا یعنی جہنم کی آگ بھی سامنے دکھائی دے رہی ہے، لہٰذا اس آگ سے بچنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لے رہے ہیں ویسے انہیں ایمان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ میدان حشر میں کفار جب جہنم کی آگ اور اپنے کفر کی سزا کا مشاہدہ کر چکے ہوں گے تو یہ کیسے ممکن ہوگا کہ دنیا میں آ کر وہ پھر احکام خداوندی کا انکار کر دیں گے اور اپنے آپ کو جہنم کا مستحق بنا دیں؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ کسی حقیقت کا انکار صرف لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے نہیں کیا جاتا بلکہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو ایک حقیقت کا اچھی طرح علم ہوتا ہے مگر تکبر، تعصب، بغض، عناد، لالچ یا نفس پرستی کی وجہ سے انکار کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ ایسی مہلک بیماریاں ہیں جو انسان کو انجام سے غافل کر دیتی ہیں، مثال کے طور پر:

۱۔ اہل کتاب حضور اکرم ﷺ کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے۔ (قرآن: ۶:۲۰) مگر تعصب کی وجہ سے انکار کر دیا۔

۲۔ حضرت موسیٰ کے معجزات دیکھ کر فرعونیوں کے دل یقین کر چکے تھے مگر تکبر اور ظلم کی وجہ سے انکار کر دیا۔ (قرآن: ۲۷:۱۴)

اس کا ایک اور جواب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانی کرتے سے کفران کی فطرت ثانیہ بن چکا ہے اور وہ اسے چھوڑنا چاہیں تب

Marfat.com

وَ لَوْ تَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

۳۰۔ اور کاش آپ دیکھیں جب وہ (کفار) اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا یہ (دوبارہ زندہ ہونا) سچ نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں! ہمارے رب کی قسم! (یہ سچ ہے)، [۲۷] اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو اب اپنے کفر کی وجہ سے عذاب (کا مزہ) چکھو۔

بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ ان عادی مجرموں کی طرح ہیں جو کئی بار سزا بھگتنے کے بعد بھی جرائم سے باز نہیں آتے۔ جب انہیں سزا ملتی ہے تو گھبرا کر کہتے ہیں کہ آئندہ یہ جرم نہیں کریں گے مگر جونہی سزا بھگت کر جیل سے باہر آتے ہیں تو پھر انہی جرائم کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔

[۲۷] کفار اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اور دوبارہ زندہ ہونے یعنی آخرت پر ایمان نہیں رکھتے لیکن میدان حشر میں جب انہیں عملاً دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا آخرت سچ نہیں ہے؟ تو وہ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اور وہ ایک ایسی حقیقت کا انکار کر بھی کیسے سکیں گے جسے وہ کھلی آنکھوں، عملی صورت میں اپنی ذات پر وارد ہوتا دیکھ رہے ہیں لیکن اس روز کا اقرار انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا کیونکہ توبہ کا وقت اب ختم ہو چکا ہے، لہٰذا انہیں کفر کی سزا کے طور پر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضری کی صورت

سلیمان بن عبدالملک ایک دفعہ مدینہ منورہ حاضر ہوا اور حضرت ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہونے کی کیا صورت ہوگی؟ ابوحازم نے جواب دیا: نیک آدمی اس صورت میں حاضر ہوگا جیسے کوئی آدمی تجارت کی غرض سے دور دراز سفر پر گیا اور کافی عرصہ کے بعد بہت سا منافع لے کر گھر واپس آیا تو اہل خانہ اس کو دیکھ کر خوش ہیں اور وہ اہل خانہ کو دیکھ کر خوش ہے یعنی دونوں ایک دوسرے کی ملاقات اور کامیاب تجارت پر خوش ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن نیک آدمی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو دیکھ کر اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی نیکیوں پر خوش ہوگا۔ ایسا خوش نصیب جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا، اور برا آدمی اس صورت میں حاضر ہوگا جیسے کوئی غلام اپنے مالک کی چوری کر کے بھاگ گیا ہو اور مالک نے اس کی گرفتاری کے لئے پیادے روانہ کئے ہوں اور وہ اس چور غلام کو پکڑ کر لے آئیں۔ اب غلام اپنی حماقت پر شرمندہ ہے اور مالک اس کی نمک حرامی پر غضب ناک ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن برا آدمی اپنی حماقتوں پر شرمندہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کی نمک حرامی پر غضب ناک ہوگا۔ ایسا بے وقوف جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اس دوران سلیمان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگا: کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں اپنا حال جان لیتا کہ ان دونوں صورتوں میں سے کس صورت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے میری پیشی ہوگی؟ ابوحازم نے کہا: یہ معلوم کرنا بالکل آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک نیک لوگ (جنت کی) نعمتوں میں ہوں گے اور بُرے لوگ دوزخ (کے عذاب) میں ہوں گے۔'' (قرآن: ۸۲: ۱۴-۱۳) اب تم خود ہی اپنے اعمال کا جائزہ لے لو کہ آیا تم نیک لوگوں میں سے ہو یا برے لوگوں میں سے؟ سلیمان نے کہا: اگر انجام کار اعمال پر منحصر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کس لئے ہے؟ اس پر ابوحازم نے فرمایا: اس

Marfat.com

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝۳۱

۳۱۔ بے شک خسارے میں رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو جھٹلایا، [۲۸] یہاں تک کہ اچانک جب ان کے پاس قیامت آپہنچے گی تو کہیں گے: ہائے افسوس! اس کوتاہی پر جو ہم سے اس زندگی میں ہوئی اور وہ اپنی پیٹھوں پر (اپنے گناہوں کا) بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے، خوب سن لو! بہت بُرا ہے وہ بوجھ جسے وہ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

سوال کا جواب بھی قرآن سے پوچھ لو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہے۔'' (قرآن: ۷:۵٦) یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق بنانے کے لئے بھی نیک کاموں اور نیک لوگوں کی صحبت کا وسیلہ ضروری ہے۔
(حلیۃ الاولیاء: جلد ۳: ص ۲۷۱)

[۲۸] روزِ قیامت پر ایمان لانا اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک دن ضرور آئے گا جب یہ ساری کائنات فنا ہو جائے گی اور پھر سارے لوگ دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہوں گے۔ اس روز اعمال کا حساب و کتاب اور جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔ یہ عقیدہ انسان کو ہر وقت متنبہ کرتا رہتا ہے کہ اس کی ہر حرکت نوٹ ہو رہی ہے اور قیامت کے دن اس کے متعلق باز پرس ہوگی، لہٰذا احساسِ جواب دہی اسے بُرے کاموں سے باز رکھتا ہے۔ اس آیت میں عقیدۂ قیامت کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ اس روز ہر انسان کو اللہ تعالیٰ کے قانون عدل و انصاف کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اس ملاقات یعنی روزِ قیامت اور اس میں ہونے والے حساب و کتاب کا انکار کرتے ہیں وہ یقیناً خسارے میں ہیں کیونکہ قیامت کا آنا یقینی ہے اور جب قیامت اچانک آپہنچے گی تو کفِ افسوس ملیں گے کہ کاش وہ قیامت کا انکار نہ کرتے لیکن اب پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

نیز قیامت کے دن منکرین قیامت کے گناہ جب ظاہر ہو جائیں گے تو فرطِ ندامت سے ان کی حالت یہ ہوگی جیسے کوئی بھاری بھرکم بوجھ ان پر لاد دیا گیا ہو اور وہ اس کی گرانی کے نیچے دبے چلے جا رہے ہیں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو وارننگ دی ہے کہ قیامت کے دن گناہوں کا بوجھ بہت بُرا ہے، لہٰذا آج حق کو تسلیم کرنا اور گناہوں سے بچنا ہی عقل مندی ہے۔ کل کا پچھتاوا بے سود ہوگا۔

ابن جریر نے عمرو بن قیس سے روایت کیا ہے کہ مؤمن اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کا نیک عمل حسین صورت اور نفیس خوشبو میں اس کا استقبال کرے گا اور اس سے کہے گا: کیا تم مجھ کو پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا: نہیں البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی خوشبو بہت نفیس اور صورت بہت حسین بنائی ہے۔ وہ کہے گا: تم بھی دنیا میں اسی طرح تھے، میں تمہارا نیک عمل ہوں۔ میں دنیا میں بہت عرصہ تم پر سوار رہا، آج کے دن تم

Marfat.com

وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے،[۲۹] اور بے شک آخرت کا گھر بہتر ہے ان کے لئے جو پرہیزگار ہیں، کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ (پیارے نبی!) ہم خوب جانتے ہیں کہ ان کی باتیں آپ کو رنجیدہ کرتی ہیں، دراصل وہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ وہ ظالم تو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔[۳۰]

مجھ پر سواری کرو، اور کافر کا عمل نہایت بُری صورت اور بدبو کے ساتھ اس کا استقبال کرے گا اور اس سے کہے گا: کیا تم مجھ کو پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا: نہیں البتہ اللہ تعالیٰ نے تم کو بڑا بدصورت اور بدبودار بنایا ہے۔ وہ کہے گا: تو بھی دنیا میں اسی طرح تھا، میں تمہارا بُرا عمل ہوں۔ تو دنیا میں بہت عرصہ مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سواری کروں گا۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

چنانچہ نیک انسان اپنے نیک اعمال پر سوار ہو کر عزت و احترام کے ساتھ جنت میں جائے گا مگر بُرے انسان پر اس کے بُرے اعمال سوار ہوں گے اور اسے ذلیل و خوار کر کے جہنم میں لے جائیں گے۔

[۲۹] اس آیت میں دنیا کی زندگی سے مراد کافر کی زندگی ہے کیونکہ کافر اس فانی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے اور وہ آخرت اور اعمال کی جواب دہی پر ایمان نہیں رکھتا اس لئے اس کی زندگی لہو و لعب اور نفسانی خواہشات کے گرد گھومتی ہے۔ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ کافر کی زندگی ہے کیونکہ کافر اپنی زندگی غرور اور باطل میں ضائع کر دیتا ہے لیکن مؤمن کی زندگی اعمال صالحہ سے لبریز ہوتی ہے اس لئے وہ لہو و لعب نہیں ہے۔'' (تفسیر قرطبی)

قرآن و حدیث میں جہاں بھی اس دنیا کی زندگی اور اس کے مال و متاع کی مذمت کی گئی ہے وہ ان لوگوں کی زندگی ہے جو اس دنیا کو نفسانی خواہشات کے لئے استعمال کرتے ہیں اور بالآخر نار جہنم کے سزاوار قرار پاتے ہیں، لیکن جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے وہ اس دنیا کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے استعمال کرتے ہیں اور بالآخر جنت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ ان کے لئے یہ دنیا نعمت ہے اور اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درج ذیل دعا کو کثرت سے پڑھا کرتے تھے: ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔'' (قرآن: ۲:۲۰۱)

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں سب کچھ بُرا نہیں ہے۔ اگر ہم حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس دنیا کو خدا کے حکم کے مطابق استعمال کریں تو اس دنیا سے اچھائی بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔

[۳۰] کفار جب پیغام خداوندی کی تکذیب کرتے اور اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے تو آپ کو بہت رنج اور غم ہوتا۔ اس آیت میں

Marfat.com

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں، [۳۱] سو انہوں نے اس تکذیب اور ایذا رسانی پر صبر کیا یہاں تک کہ ہماری مدد انہیں آ پہنچی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے، اور آپ کے پاس رسولوں کی خبریں آ چکی ہیں۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اور اگر ان لوگوں کی روگردانی آپ پر گراں گزرتی ہے تو آپ اگر زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کر سکتے ہیں تا کہ ان کے پاس (ان کا مطلوبہ) معجزہ لے آئیں (تو کر لیں لیکن پھر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے)، [۳۲] اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا، (تو اے مخاطب!) تو ہرگز نادانوں میں سے نہ ہو جانا۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ کو غمگین ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ:

(۱) وہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے۔ وہ اب بھی آپ کو صادق اور امین سمجھتے ہیں اور اپنی قیمتی امانتیں آپ کے پاس جمع کراتے ہیں، البتہ وہ صرف میرے پیغام کی تکذیب کرتے ہیں جیسا کہ ابو جہل کہا کرتا تھا: ''ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے کیونکہ آپ کی صداقت ہمارے نزدیک مُسلّم ہے۔ ہم تو صرف اس پیغام کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ ہماری طرف لے کر آئے ہیں۔''

(تفسیر کشاف اور صفوۃ التفاسیر)

(۲) آپ اپنی طرف سے تو کچھ نہیں کہتے آپ تو صرف میرا پیغام پہنچاتے ہیں، لہٰذا وہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ میرے پیغام کا انکار کرتے ہیں۔

[۳۱] اس آیت میں پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دے رہا ہے کہ کفار کا انکار کوئی نئی بات نہیں آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے اور ان کی خبریں بھی آپ کے پاس آ چکی ہیں، تو جس طرح انہوں نے کفار کی تکذیب اور ایذا رسانی پر صبر کیا اسی طرح آپ بھی صبر کریں اور جس طرح ہم نے ان کی مدد کی اسی طرح آپ کی بھی مدد کریں گے، اللہ تعالیٰ کی باتیں حق ہیں اور انہیں کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

اس آیت میں ہمارے لئے سبق یہ ہے کہ تبلیغ حق کے راستہ میں مشکلات آتی ہیں جیسا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی آئیں مگر جو ان مشکلات پر صبر کرتے ہیں اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنے مشن پر رواں دواں رہتے ہیں وہ ایک دن اللہ تعالیٰ کی مدد کو پا لیتے ہیں۔

[۳۲] حضور اکرم ﷺ کی بہت خواہش تھی کہ سب لوگ مسلمان ہو جائیں، لہٰذا جب کفار لایعنی قسم کے معجزات کا مطالبہ کرتے اور دعوتِ

Marfat.com

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَ الْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ (حق کو) صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو (غور سے) سنتے ہیں، اور مردوں کو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا، پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔[۳۳]

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور انہوں نے کہا: اس رسول پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا، آپ فرمایئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ کوئی معجزہ نازل کرے[۳۴] لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِى

۳۸۔ اور زمین پر چلنے والا ہر جانور اور اپنے دو پروں سے اُڑنے والا ہر پرندہ تمہاری ہی مثل مخلوق ہیں،[۳۵]

حق سے روگردانی کرتے تو ان کی روگردانی حضورِ اکرم ﷺ پر گراں گزرتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی! اگر آپ زمین کی تہ میں سرنگ کھود کر یا آسمان کی بلندیوں میں سیڑھی لگا کر ان کے فرمائشی معجزات ظاہر کرسکیں تو بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ وہ پہلے کئی معجزات (جیسے شق قمر، درختوں اور پتھروں کی گواہی وغیرہ) دیکھ چکے ہیں اور صرف تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کرتے ہیں اور تعصب اور ہٹ دھرمی لاعلاج بیماریاں ہیں۔ جس شخص کو یہ لگ جائیں اسے کسی عقلی یا علمی دلیل سے رام نہیں کیا جاسکتا۔ نیز اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کردیتا اور کوئی بھی کافر نہ ہوتا مگر اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کو مجبور نہ کیا جائے تاکہ لوگوں کی آزمائش ہوجائے کہ کون اپنے اختیار سے حق کو قبول کرتا ہے اور کون جان بوجھ کر اس سے روگردانی کرتا ہے، تاہم جو ہدایت قبول نہیں کرتا آپ کو اس کے بارے میں غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ اسے اپنی نادانی کی سزا ملنی چاہیے، لہٰذا ہر انسان کو عقل سے کام لینا چاہئے اور نادانوں سے دور رہنا چاہیے۔

[۳۳] پیارے نبی! جو لوگ آپ کی بات غور سے سنتے ہیں وہ تو ہدایت قبول کرلیتے ہیں لیکن جو روگردانی کرتے ہیں آپ ان کے بارے میں غمگین نہ ہوں وہ دراصل مُردوں کی طرح ہیں۔ انہوں نے اپنی غور و فکر کی صلاحیتیں مردہ کردی ہیں اور انہیں اپنی اس کوتاہی کا احساس اس وقت ہوگا جب انہیں قبروں سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا، مگر اس وقت کا احساس بے سود ہوگا کاش ہم آج پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتوں میں غور و فکر کریں۔

[۳۴] کفارِ مکہ کا کہنا یہ تھا کہ حضورِ اکرم ﷺ پر کوئی ایسا معجزہ نازل کیوں نہیں کیا گیا جو ان کو اسلام لانے پر مجبور کردیتا۔ اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یقیناً ایسا کرسکتا ہے لیکن وہ کسی کو مجبور نہیں کرتا بلکہ چاہتا ہے کہ لوگ خود اپنی مرضی سے ہدایت قبول کریں۔ یہ وہ حکمت ہے جس کو اکثر کفار نہیں سمجھتے۔

[۳۵] زمین پر چلنے والے جانور اور فضا میں اُڑنے والے پرندے بھی ہماری طرح مخلوق ہیں جو مختلف قسموں اور گروہوں میں تقسیم ہیں۔

Marfat.com

الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

ہم نے کتاب میں کسی چیز کو نظر انداز نہیں کیا، پھر وہ سب اپنے رب کے پاس جمع کئے جائیں گے۔

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْهُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی (وہ) بہرے اور گونگے ہیں[۳۶] اندھیروں میں (سرگرداں ہیں)، اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کردے، اور جسے چاہے سیدھے راستے پر گامزن کردے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں بھی عبادت کا شعور رکھا ہے اور وہ بھی اپنے اپنے انداز کے مطابق اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ (قرآن: ۲۴:۴۱) قرآن مجید ایک جامع کتاب ہے اور اس میں کسی بھی ایسے اصول کو نظر انداز نہیں کیا گیا جو انسان کی فلاح کے لئے ضروری ہے۔ نیز اس میں انسان کے اندر ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس بیدار کرنے کے لئے کئی مثالیں بیان کی گئی ہیں، جیسا کہ اس آیت میں جانوروں اور پرندوں کا ذکر ہے، کیونکہ قیامت کے روز یہ بھی اللہ تعالیٰ کے پاس جمع کئے جائیں گے اور ان کو بھی انصاف کی عدالت سے گزرنا پڑے گا۔ اس میں انسانوں کے لئے وارننگ ہے کہ اگر جانوروں کو کسی دوسرے جانور سے زیادتی پر گرفت ہوگی تو انسان کیسے بچ سکے گا۔

اس آیت کے ضمن میں علامہ شوکانی نے حضرت ابوہریرہ ﷛ کی ایک روایت نقل کی ہے، قیامت کے دن تمام جانور اور پرندے دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور جس نے کسی دوسرے پر زیادتی کی ہوگی اس سے بدلہ لیا جائے گا حتیٰ کہ اگر کسی سینگ والے جانور نے بغیر سینگ والے جانور پر زیادتی کی ہوگی تو اس سے بھی انتقام لیا جائے گا، پھر تمام جانوروں اور پرندوں کو مٹی بنا دیا جائے گا۔ جانوروں کا یہ انجام دیکھ کر کافر تمنا کرے گا: کاش! میں بھی مٹی بن جاتا۔ (تفسیر فتح القدیر) اور دوزخ کے دائمی عذاب سے بچ جاتا مگر اس دن کا پچھتاوا بے سود ہوگا۔

[۳۶] اللہ تعالیٰ کا کلام کامل اور حق ہے۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے باوجود جو لوگ کلام الٰہی کی تکذیب کرتے ہیں دراصل وہ تعصب اور جہالت کی تاریکیوں میں مبتلا ہیں۔ ان کے کان حق بات سننے کے لئے تیار نہیں اس لئے وہ بہرے ہیں اور ان کی زبان حق بات کہنے کی جرأت نہیں رکھتی اس لئے وہ گونگے ہیں۔ اب جو شخص جہالت کی تاریکیوں میں سرگرداں ہو اور حق سننے اور حق کہنے کے وقت جان بوجھ کر بہرہ اور گونگا بن جائے وہ ہدایت کیسے حاصل کرسکتا ہے؟

بے شک اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ ہدایت اور گمراہی اس کے قبضہ و اختیار میں ہے لیکن وہ اسی کو گمراہ کرتا ہے جو دانستہ ہدایت سے روگردانی کرے اور جو حق کی تلاش میں کوشش کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہدایت کے راستے عیاں کردیتا ہے۔ عام لفظوں میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ افعال کا اصل خالق تو اللہ تعالیٰ ہے مگر خیر و شر کا فاعل بندہ ہے وہ اپنی مرضی سے ان کا ارتکاب کرتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔

Marfat.com

تقدیر کا مفہوم

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی پیدائش سے پہلے ہر نیکی اور بدی اپنے ازلی علم کے ساتھ لکھ دی ہے۔ جیسا ہونے والا تھا اور ہر انسان اپنی مرضی اور خوشی سے جو کچھ کرنے والا تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے ازلی علم کے مطابق اسے لوح محفوظ میں لکھ دیا، اس کا نام تقدیر یا قضاء ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے ویسا ہی ہمیں کرنا پڑتا ہے اور ہم ویسا کرنے پر مجبور ہیں بلکہ جیسا کام ہم اپنے ارادہ سے کرنے والے تھے ویسا اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا، یہی تقدیر ہے۔ اس مشکل مسئلہ کو مزید آسان انداز میں سمجھنے کے لئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر سات کی تفسیر میں حضرت محمود غزنوی کا واقعہ ملاحظہ کریں۔

تقدیر کے متعلق افراط و تفریط

تقدیر کا مسئلہ جتنا اہم ہے اتنا ہی نازک اور پیچیدہ بھی ہے، اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے تقدیر کے بارے میں بحث و تکرار سے منع فرمایا۔ اس کے باوجود بعض لوگوں نے اس کی گہرائی میں جانے کی کوشش کی اور افراط و تفریط کا شکار ہو کر گمراہ ہو گئے۔ ان کے دو مشہور مذہب ہیں جن کو جبریہ اور قدریہ کہا جاتا ہے۔

۱: جبریہ

ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے، وہ اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتا، بس جو بھی نیکی یا برائی اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں لکھ دی ہے انسان وہی کرنے پر مجبور ہے۔ یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیکی اور برائی کرنے کا اختیار دے رکھا ہے۔ اگر انسان کے پاس نیکی کرنے کا اختیار نہ ہوتا تو انبیائے کرام علیہم السلام کو نیکی کی تبلیغ کے لئے مبعوث کرنے کی ضرورت نہیں تھی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نیکی اور بدی کرنے میں کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل مثال سے اس عقیدہ کی تردید کی ہے:

جبریہ عقیدے کا حامل ایک مسافر کسی باغ کے پاس سے گذر رہا تھا۔ اسے بھوک لگی تو باغ میں داخل ہو کر انگور کھانے شروع کر دیئے۔ باغ کے مالک نے پکڑ لیا اور پوچھا: ''میری اجازت کے بغیر آپ نے یہ جرأت کیوں کی؟'' وہ کہنے لگا: خدا کی اجازت کے بغیر پتہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ خدا کا باغ، خدا کا بندہ، خدا کے حکم سے کھا رہا ہے۔ میرا تو کوئی اختیار نہیں خدا سے پوچھ وہ مجھے کیوں کھلا رہا ہے؟ باغ کے مالک نے اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر ڈنڈے مارنے شروع کر دیئے۔ وہ چیخ و پکار کرنے لگا کہ تم ظلم کر رہے ہو۔ مالک نے کہا: میں تو تیری طرح مجبور محض ہوں۔ خدا کے ڈنڈے، خدا کے حکم سے تم پر برس رہے ہیں۔ اس کاروائی کے بعد اس نے اپنے اس غلط عقیدہ سے توبہ کر لی۔

اس واقعہ کو لکھنے کے بعد حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے انسان! اگر تو کتے کو پتھر مارے تو کتا پتھر کو نہیں کاٹتا بلکہ تجھے کاٹتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ پتھر مجبور محض ہے اور تو مختار ہے۔ ارے کم عقل! کتا تجھ میں اور پتھر میں فرق کرتا ہے اگر تو اس فرق کو نہ سمجھے تو تو پھر کتے سے بھی زیادہ بے وقوف ہے۔

Marfat.com

قُلۡ اَرَءَيۡتَكُمۡ اِنۡ اَتٰٮكُمۡ عَذَابُ اللّٰهِ اَوۡ اَتَتۡكُمُ السَّاعَةُ اَغَيۡرَ اللّٰهِ تَدۡعُوۡنَ‌ ۚ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۞

۴۰۔ آپ فرمایئے: بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت آجائے تو کیا اس وقت تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟[۷-۳۷] اگر تم سچے ہو۔

بَلۡ اِيَّاهُ تَدۡعُوۡنَ فَيَكۡشِفُ مَا تَدۡعُوۡنَ اِلَيۡهِ اِنۡ شَآءَ وَتَنۡسَوۡنَ مَا تُشۡرِكُوۡنَ ۞ ع

۴۱۔ بلکہ تم اسی کو پکارو گے، پس اگر وہ چاہے گا تو اس تکلیف کو دور کر دے گا جس کے لئے تم اسے پکارو گے اور تم انہیں بھول جاؤ گے جن کو (اللہ تعالیٰ کا) شریک بناتے تھے۔

۲: قدریہ

ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان مختار کل ہے وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ یہ عقیدہ بھی اسلام کے خلاف ہے کیونکہ مختار کل صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل مثال سے اس عقیدہ کی تردید کی ہے:

ایک دفعہ ایک آدمی حضرت علی بن ابی طالب ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ انسان مختار کل ہے۔ آپ نے فرمایا تم ایک ٹانگ اوپر اٹھاؤ۔ اس نے اٹھالی۔ آپ نے فرمایا۔ اس ٹانگ کو اوپر رہنے دو اور اب دوسری ٹانگ بھی اوپر اٹھالو۔ وہ کہنے لگا اس طرح تو میں گر جاؤں گا تو آپ نے فرمایا۔ بس اتنا ہی اختیار انسان کے پاس ہے کہ وہ ایک ٹانگ اٹھا سکتا ہے اگر مختار کل ہوتا تو دونوں اٹھالیتا۔

(اسلامی عقائد: تالیف محمد امداد حسین پیرزادہ)

تقدیر کے متعلق صحیح موقف

اہل سنت وجماعت کے نزدیک مذکورہ دونوں نظریات اسلام کے خلاف ہیں دراصل انسان نہ تو پتھر کی طرح مجبور محض ہے اور نہ خدا کی طرح مختار کل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اچھے اور برے دونوں کام کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اس کے ساتھ عقل اور تمیز بھی عطا کی ہے اور اسی لئے اس نے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ اچھے اور برے کو پہچان سکے۔ اب انسان اپنی مرضی سے اچھا کام کرسکتا ہے جس کا اسے ثواب ملے گا اور اپنی مرضی سے برائی بھی کرسکتا ہے جس کی اسے سزا ملے گی۔ البتہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں انسان بے بس ہے مثلاً زندگی وموت، کہاں پیدا ہوگا، کہاں مرے گا، شکل کیسی ہوگی وغیرہ مگر ان چیزوں کے متعلق انسان سے بازپرس بھی نہ ہوگی۔

[۷-۳۷] مشرکین عرب کا معاملہ بڑا عجیب تھا۔ ایک طرف تو وہ بتوں کو خدا کا شریک بناتے اور ان کی پوجا کرتے لیکن دوسری طرف جب کسی سمندری طوفان میں ان کی کشتی پھنس جاتی، سارے مادی سہارے ٹوٹ جاتے اور انہیں موت سامنے نظر آتی تو پھر بتوں کو بھول جاتے اور خالق حقیقی کو پکارتے۔ ان آیات میں مشرکین کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ دنیاوی عذاب کے وقت تم جس خدا کو مجبوراً پکارتے ہو یا قیامت کے دن بتوں کی بے بسی دیکھ کر جس خدا کو پکارو گے وہی حقیقی خدا ہے۔ اس کے ساتھ بتوں کو شریک کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔ اس آیت کی مزید تشریح کے لئے سورہ یونس (۱۰) کا حاشیہ نمبر ۲۳ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے کئی اُمتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر ہم نے ان اُمتوں کو تنگی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ عاجزی اختیار کریں۔[۳۸]

فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ جب اُن کے پاس ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے عاجزی کیوں اختیار نہیں کی؟ لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لئے آراستہ کر دیا۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ خوشیاں منانے لگے ان چیزوں پر جو انہیں دی گئی تھیں تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ نا اُمید ہو کر رہ گئے۔[۳۹]

---

[۳۸] کفارِ مکہ کے اسلام نہ لانے سے حضورِ اکرم ﷺ غمگین رہتے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دینے کے لئے گزشتہ امتوں کا تذکرہ فرمایا کہ انہیں جب تنگی اور تکلیف میں مبتلا کیا گیا تاکہ وہ مشکلات سے گھبرا کر سرکشی سے باز آ جائیں تو انہوں نے تکالیف دیکھنے کے بعد بھی توبہ نہ کی بلکہ ان کے دل اور سخت ہو گئے کیونکہ شیطان نے ان کے بُرے اعمال کو اس طرح حسین بنا کر پیش کیا کہ انہیں اپنی بُرائی بھی اچھائی نظر آنے لگی تو ظاہر ہے جو قوم اپنی برائی کو بھلائی سمجھنے لگے اسے ہدایت کیسے مل سکتی ہے؟ اسی طرح شیطان نے کفارِ مکہ کے دلوں میں یہ بات پختہ کر دی ہے کہ ان کے باپ دادا صدیوں سے بتوں کی پوجا کرتے آ رہے ہیں۔ وہ بھی غلط کیسے ہو سکتے ہیں؟ آج کل بعض اپنی غلط روش کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کئی تاویلات اور توجیہات کا سہارا لیتے ہیں۔ یہ دراصل شیطانی وساوس ہیں۔ غلطی ہر حال میں غلطی ہے چاہے اپنے کریں یا بیگانے اور جتنا جلد ممکن ہو سکے اس سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ موت کسی بھی وقت آ سکتی ہے اور اس کے بعد پچھتانا بے سود ہوگا۔

[۳۹] بعض دفعہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو سختی اور تکلیف میں اس لئے مبتلا کرتا ہے تاکہ ان کے دل نرم ہو جائیں اور وہ سرکشی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن جائیں لیکن اس کے باوجود جو قوم نصیحت حاصل نہیں کرتی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیاوی رزق کے دروازے کھول دیتا ہے تاکہ ہر قسم کی فراوانی دیکھ کر اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس ہو اور وہ سرکشی سے باز آ جائے لیکن اس کے باوجود بھی جو قوم اس دنیا کی رنگینیوں میں مست رہتی ہے اور ظلم سے باز نہیں آتی تو پھر اچانک اللہ تعالیٰ کی گرفت آتی ہے اور اسے ہر طرف سے مایوس کر کے رکھ دیتی ہے۔

Marfat.com

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۵

۴۵۔ پس ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنہوں نے ظلم کیا، اور سب تعریفیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝۴۶

۴۶۔ (پیارے نبی!) ان سے فرمایئے: بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہے جو یہ چیزیں تمہیں واپس لا دے، [۴۰] دیکھئے ہم کس طرح بار بار دلائل بیان کرتے ہیں، پھر بھی وہ روگردانی کرتے ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۷

۴۷۔ آپ ﷺ فرمایئے! یہ تو بتاؤ اگر تمہارے پاس اچانک یا اعلانیہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے تو ظالم لوگوں کے سوا اور کون ہلاک کیا جائے گا۔ [۴۱]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی نافرمان ہے اور اس کے باوجود دنیاوی شان وشوکت اور رزق کی فراوانی سے لطف اندوز ہو رہی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہے بلکہ اس کے لئے آزمائش اور ڈھیل ہے۔ مثال کے طور پر قارون کے پاس دولت کی اتنی فراوانی تھی کہ اس کا اندازہ کرنا مشکل تھا مگر جب اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت آئی تو خزانوں سمیت زمین میں دفن کر دیا گیا۔ اسی طرح فرعون کے خاندان میں ہزاروں سال تک مصر کی حکومت رہی۔ وہ اپنے آپ کو سب سے بڑا رب کہلاتا تھا اور اس نے ہزاروں بے گناہ بچوں کو ذبح کرا دیا مگر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت آئی تو فرعون کو لشکر سمیت سمندر میں غرق کر دیا گیا۔ اس کی حکومت اور اس کی فوجیں اسے خدا کے عذاب سے نہ بچا سکیں۔ آج بھی دنیا کے حالات کچھ ایسے ہی ہیں کہ دولت وحکومت ان لوگوں کے پاس ہیں جو ظالم ہیں مگر یہ صورتِ حال ہمیشہ نہیں رہے گی ظالم لوگ بالآخر ناکام ہوں گے اور ان کے ظلم کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔

[۴۰] پیارے نبی! مشرکین مکہ کو فرمایئے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں کی قوتِ بصارت اور کانوں کی قوتِ سماعت سلب کر لے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دے یعنی ان کی سوچنے اور سمجھنے کی قوت سلب کر لے تو ان کے بتوں میں یہ طاقت نہیں کہ وہ یہ چیزیں انہیں واپس دلا سکیں، اور اس حقیقت کو مشرکین اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اندھا پیدا کیا ہے اسے کوئی بینا نہیں کر سکتا لیکن اس قدر عام فہم اور واضح دلائل کے بعد بھی یہ کیسے عجیب لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر ایمان نہیں لاتے۔

[۴۱] پیارے نبی ﷺ! مشرکین مکہ کو فرمایئے کہ اگر ان کے پاس رات کی تاریکی میں اچانک یا دن کی روشنی میں اعلانیہ اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوش خبری سنانے کے لئے اور (جہنم سے) ڈرانے کے لئے، [۴۲] پھر جو ایمان لے آئیں اور اصلاح کر لیں تو انہیں نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو اس وجہ سے عذاب پہنچے گا کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ

۵۰۔ آپ فرمائیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں (از خود) غیب جانتا ہوں [۴۳] اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ

عذاب آجائے تو ایسے ظالم لوگ ہی ہلاک ہوں گے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے کیونکہ وہ اسی دنیا کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ جب یہ زندگی گئی تو وہ فی الواقع ہلاک ہو گئے اور آخرت میں ان کے لئے دائمی عذاب کے علاوہ کچھ نہیں۔ اگرچہ ایسے عمومی عذاب میں اہل ایمان بھی اس دنیاوی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں مگر اس عذاب یا آزمائش کے بدلے میں ان کی زندگی کی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں اور آخرت کی دائمی زندگی میں عظیم ثواب اور بلند درجات سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

[۴۲] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی بعثت کا مقصد بیان فرمایا ہے یعنی رسول نیک کاموں کے ثواب کی خوشخبری سناتے ہیں تاکہ لوگوں کو نیکی کی ترغیب ہو اور برے کاموں کے عذاب سے ڈراتے ہیں تاکہ لوگ برائی سے باز رہیں، لہٰذا جو لوگ ایمان لا کر نیک کام کرتے ہیں وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس قدر پرامید ہوتے ہیں کہ انہیں کسی غم یا خوف کا اندیشہ نہیں ہوتا مگر جن لوگوں نے قرآن کی آیات کو جھٹلایا تو انہیں اس نافرمانی کے صلہ میں عذاب سے واسطہ پڑے گا۔

[۴۳] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر دور اور قرآن مجید کی ہر آیت ایک مستقل معجزہ ہے۔ نیز کفار مکہ کے مطالبہ پر چاند کو دو ٹکڑے بھی کیا گیا لیکن اس کے باوجود متعصب اور ضدی کفار اپنے کفر پر جمے رہے اور نئے معجزات کا مطالبہ کرتے رہے، مثلاً ان کے دو مطالبات یہ تھے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو تمام دنیا کے خزانے ہمارے لئے جمع کر دیں اور مستقبل میں پیش آنے والے تمام مفید اور نقصان دہ حالات سے ہمیں قبل از وقت آگاہ کر دیں تاکہ ہم ان کے مطابق تیاری کر لیں۔

اس آیت میں ان مطالبات کا جواب دیا گیا ہے یعنی تم جو مجھ سے خزائن دنیا اور مستقبل کے حالات بتانے کا مطالبہ کرتے ہو یہ ٹھیک نہیں کیونکہ میرا یہ دعویٰ ہی نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے تمام خزانوں کا مالک ہوں اور از خود غیب جانتا ہوں۔ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ سارے خزانوں کا حقیقی مالک اور ہر غیب کا اصل علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور جو خزانے اور غیب اس نے مجھے عطا کئے ہیں ان کی

Marfat.com

اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰٓى اِلَىَّ ؕ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ ؕ اَفَلَا

ہوں، [۴۴] میں صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف نازل کی جاتی ہے، آپ فرمائیے: کیا اندھا

تقسیم اور تعلیم بھی اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق کرتا ہوں۔

حضورِ اکرم ﷺ نے کئی معجزات دکھائے، غیب کی خبریں بھی بتائیں، چاند کو دو ٹکڑے کیا، درختوں اور پتھروں نے حضورِ اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کی گواہی دی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کفار کے مذکورہ مطالبات بھی پورے ہو سکتے تھے مگر ان کا جواب نفی میں دلانے سے مراد یہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع اور خضوع کا اظہار کریں تا کہ لوگ آپ کے متعلق وہ اعتقاد نہ کرلیں جو حضرت عیسٰی کے متعلق کیا گیا تھا۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت سے حضورِ اکرم ﷺ کے علم غیب کی نفی پر استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ذاتی اور غیر محدود علم غیب تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس نبی کو چاہتا ہے علم غیب عطا فرماتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے رسول کے جس کو وہ پسند کرلے۔" (قرآن: ۷۲:۲۶-۲۷) نیز نبی کا معنیٰ ہی غیب اور مستقبل کی خبریں دینے والا ہے جیسا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا: "میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔" (قرآن: ۳:۴۹)

اسی طرح اس آیت سے حضورِ اکرم ﷺ کے مالک و مختار ہونے کی نفی کرنا بھی درست نہیں ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی طرح لامتناہی خزانوں کا حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا لیکن اگر میرے جیسے گناہ گار بندے کو اللہ تعالیٰ نے چند غریب لوگوں کی مدد کرنے کا خزانہ اور اختیار دے رکھا ہے تو اپنے نبی ﷺ کو کتنا اختیار دیا ہوگا ہمارے حساب و کتاب کے پیمانے اس کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے۔ وہ اختیار اللہ تعالیٰ کی نسبت سے اگرچہ محدود ہے لیکن ہماری نسبت سے لامحدود ہے، جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں اپنے حوض کو اب دیکھتا ہوں اور بے شک زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا کی گئی ہیں۔" (بخاری: کتاب الجنائز: باب ۷۳) جو ہستی اس دنیا میں رہتے ہوئے حوضِ کوثر کو دیکھ لے اور جس کو اللہ تعالیٰ زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کردے اس کے علم غیب اور خزانوں کا صحیح اندازہ انسان نہیں کر سکتا یہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کا پیارا نبی ﷺ ہی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتنا علم غیب اور کتنے خزانے عطا فرمائے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو: "بے شک میں تقسیم کرنے والا اور خازن ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔" (بخاری: الخمس: باب ۷)

[۴۴] کفار کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ رسول فرشتہ ہونا چاہیے، یہ کیسا رسول ہے؟ ہماری طرح کھانا کھاتا ہے، بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اگر یہ فرشتہ ہوتا تو ہم اس کو نبی مان لیتے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: نبی انسان ہوتے ہیں اور میں بھی ایک انسان ہوں فرشتہ نہیں ہوں۔

Marfat.com

تَتَفَكَّرُوْنَ ۝٥٠ ع

اور دیکھنے والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں، [۴۵] کیا تم غور نہیں کرتے؟

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝٥١

۵۱۔ اور اس (قرآن) سے ان لوگوں کو ڈرایئے جو اپنے رب کی طرف جمع کئے جانے سے ڈرتے ہیں [۴۶] دراں حالیکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں ہوگا، [۴۷] (انہیں ڈرایئے) تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔

اس آیت سے یہ وہم نہ ہو کہ فرشتہ نبی سے افضل ہوتا ہے۔ فرشتہ اگرچہ دکھائی نہیں دیتا، کھانے پینے سے پاک ہے۔ جو شکل چاہے اختیار کر سکتا ہے اور سفر کے لئے سواری کا محتاج نہیں مگر پھر بھی نبی سے افضل نہیں بلکہ فرشتے تو حضرت آدم کے علم کے سامنے لاجواب ہو گئے اور انہیں حضرت آدم کی تعظیم کے لئے سجدہ ریز ہونا پڑا تھا۔ اسی طرح شیر، گھوڑا، سانپ اور پرندے ایسے کام کر لیتے ہیں جو انسان نہیں کر سکتا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جانور انسانوں سے افضل ہیں۔ بہر حال یہ حقیقت شکوک وشبہات سے بالاتر ہے کہ انسان ہی اشرف المخلوقات ہے اور وہ تمام جانوروں پر حکومت کر رہا ہے۔

[۴۵] جس طرح اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح حقائق میں غور وفکر کر کے توحید ورسالت پر ایمان لانے والے اور حقائق سے آنکھیں بند کر کے گمراہی میں سرگرداں رہنے والے برابر نہیں ہو سکتے، لہٰذا عقل کے ناخن لو اور حقائق میں غور وفکر کر کے حق تلاش کرنے کی کوشش کرو۔

[۴۶] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کو ہدایت فرمائی کہ جو لوگ واضح دلائل کے باوجود اپنے عناد اور کفر سے باز نہیں آتے آپ ان سے مزید بحث وتکرار کی بجائے ان لوگوں کی طرف زیادہ توجہ فرمائیں جو کسی نہ کسی صورت میں قیامت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور حساب وکتاب سے ڈرتے ہیں۔ نبی کی تبلیغ کا دائرہ اگرچہ قیامت کا اقرار اور انکار کرنے والے دونوں قسم کے لوگوں تک وسیع ہوتا ہے مگر قیامت پر ایمان رکھنے والوں سے ہدایت قبول کرنے کی توقع زیادہ ہے اس لئے اس آیت میں خاص طور پر ان کی طرف زیادہ توجہ کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

[۴۷] قیامت کے دن کفار کا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں ہوگا، البتہ اللہ والوں کی دوستی قیامت کے دن بھی قائم رہے گی۔ (قرآن: ۶۷:۴۳) اور وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت بھی کریں گے۔ (قرآن: ۲:۲۵۵۔ ۳۴:۲۳) یعنی اہل ایمان کو ایمان کی برکت سے انبیاء، علماء، شہداء، حفاظ اور کمسن بچوں وغیرہ کی شفاعت نصیب ہوگی اور چونکہ یہ شفاعت اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوگی اس لئے حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی اہل ایمان کا شفیع ہوگا۔

Marfat.com

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۵۲

۵۲۔ اوران (مسکین مسلمانوں) کو دور نہ ہٹاؤ جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں درآں حالیکہ وہ اسی کی رضا چاہتے ہیں، [۴۸] ان کے حساب سے کوئی چیز آپ پر نہیں ہے اور نہ ہی آپ کے حساب سے کوئی چیز ان پر ہے، پھر بھی اگر آپ انہیں دور ہٹائیں تو آپ بے انصافی کرنے والوں سے ہوجائیں گے۔

وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّیَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ ۝۵۳

۵۳۔ اوراسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمائش میں ڈال دیا تاکہ وہ (مالدار کافر) کہیں: ''کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے؟'' [۴۹] (اے کافرو!) کیا اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو خوب جاننے والا نہیں ہے؟

---

[۴۸] مشرکین قریش کی ایک جماعت حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزری۔ اس وقت آپ کے پاس حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت عمار وغیرہم غریب اور مسکین صحابہ کرام ؓ بیٹھے تھے۔ مشرکین نے کہا: اے محمد (ﷺ)! تم نے اپنی قوم میں سے انہی لوگوں کو پسند کیا ہے۔ کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے کیا ہم ان مسکین لوگوں کے ساتھ بیٹھیں؟ تم ان کو دور ہٹا دو تو شاید ہم آپ کی پیروی کریں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن جریر) مقصد یہ ہے کہ ان کفار کے ایمان کی امید میں اہل ایمان کو اپنی مجلس سے دور نہ کریں۔ اگر یہ کفار ایمان نہ لائے تو قیامت کے دن ان کفار کا حساب و کتاب آپ سے نہ ہوگا کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لائے اور اسی طرح آپ کا حساب ان سے نہیں ہوگا یعنی کفار سے آپ کی تبلیغ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، لہٰذا اگر آپ ان مسکین اہل ایمان کو نکالیں گے تو ان کی دلآزاری ہوگی جو کہ آپ کے شایانِ شان نہیں ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے واسطے سے اہل ایمان کو یہ درس دیا ہے کہ غریب اہل ایمان کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ قدر ایمان اور تقویٰ کی ہے، نسل اور دولت کی نہیں ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کی گواہی دی ہے اور دوسرا جو لوگ حضور اکرم ﷺ کا قرب چاہتے ہیں وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں حضور اکرم ﷺ کا قرب عطا فرمائے گا۔

[۴۹] ابتداء میں اکثر غریب لوگوں نے اسلام قبول کیا اور یہ چیز کفار کے سرداروں اور مالداروں کے لئے آزمائش کا ذریعہ بن گئی۔ وہ ان غریبوں کا مذاق اڑاتے اور کہتے: کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا یعنی اسلام اگر واقعی اللہ تعالیٰ کا احسان ہوتا تو

Marfat.com

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ (ان سے) فرمایئے: تم پر سلام ہو، [۵۰] تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت فرمانا لازم کر لیا ہے کہ تم میں سے جو شخص نادانی سے کوئی بُرائی کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ ع

۵۵۔ اور اسی طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں (تاکہ صالحین کا راستہ معلوم ہو جائے) اور مجرمین کا راستہ واضح ہو جائے۔[۵۱]

سب سے پہلے ہم مالداروں کو اس کی توفیق ملتی کیونکہ ہم ہر لحاظ سے ان ناداروں سے بہتر ہیں۔'' لیکن ان کافروں کو کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ ظاہری چمک دمک اور مال و دولت نہیں دیکھتا۔ اسے تو صرف وہ لوگ پسند ہیں جو شکر گزار ہیں اور جو تکبر، ناشکری اور کفر اختیار کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احسان کے مستحق نہیں ہیں۔

[۵۰] وہ نادار مسلمان جو کفارِ مکہ کے طعنوں اور مظالم کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سرگرم رہتے اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت افزائی کے لئے اپنے پیارے نبی ﷺ کو فرمایا: جب یہ اہل ایمان آپ کے پاس آئیں تو آپ انہیں سلام کرنے میں پہل کریں۔ نیز انہیں خوش خبری سنائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنی رحمت کا دامن اور کشادہ کر دیا ہے۔ ان میں سے اگر کوئی غلطی کر بیٹھے اور پھر نادم ہو کر توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرماتا ہے اور اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

اس آیت کا نزول اگرچہ ابتدائی دور کے نادار مسلمانوں کی عزت افزائی کے لئے ہوا مگر اس کا حکم عام ہے۔ آج بھی جو مسلمان عمداً یا غلطی سے کوئی گناہ کر بیٹھے اور پھر خلوصِ نیت سے توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''گناہ سے توبہ کرنے والا انسان ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔''

(ابن ماجہ: ابواب الزہد: باب ۳۰)

[۵۱] اللہ تعالیٰ نے آیات کو کھول کر بیان کر دیا تاکہ صالحین اور مجرمین کا راستہ واضح ہو جائے یعنی جو لوگ ان آیات پر غور و فکر کر کے ایمان لے آئیں وہ صالحین ہیں اور ان کا راستہ صحیح ہے، لہٰذا اس پر عمل کیا جائے، اور جو لوگ واضح آیات کے باوجود جان بوجھ کر ایمان نہیں لاتے وہ مجرمین ہیں اور ان کا راستہ غلط ہے، لہٰذا اس سے اجتناب کیا جائے۔

[۵۲] کفارِ مکہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کی خواہش اور کوشش تھی کہ کوئی ایسا راستہ تلاش کیا جائے کہ حضور اکرم ﷺ بھی ان کے

Marfat.com

قُلۡ اِنِّیۡ نُہِیۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ قُلۡ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَہۡوَآءَکُمۡ ۙ قَدۡ ضَلَلۡتُ اِذًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ آپ فرمایئے: بے شک مجھے ان کی عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہے جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو، [۵۲] آپ فرمایئے: میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا (نعوذ باللہ اگر میں ایسا کروں) تو میں گمراہ ہوجاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ رہوں گا۔

قُلۡ اِنِّیۡ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّیۡ وَ کَذَّبۡتُمۡ بِہٖ ؕ مَا عِنۡدِیۡ مَا تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِہٖ ؕ اِنِ الۡحُکۡمُ

۵۷۔ آپ فرمایئے: بے شک میں اپنے رب کی طرف سے اس روشن دلیل پر قائم ہوں جس کو تم نے جھٹلایا ہے، جس چیز کی تم جلدی کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے، [۵۳]

بتوں کی عبادت کرنے پر تیار ہوجائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: پیارے نبی! ان کفار کو واضح کردو کہ مجھے بتوں کی عبادت سے منع کیا گیا ہے۔ اگر میں تمہاری خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے بتوں کی عبادت شروع کردوں تو میں خود گمراہ ہوجاؤں گا، لہٰذا میں اس روشن دلیل یعنی مقدس وحی پر قائم ہوں جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے۔

[۵۳] کفار کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ اگر قرآن مجید سچی کتاب ہے تو ہمارے انکار پر اللہ تعالیٰ ہم پر آسمان سے پتھر برسائے یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر مسلط کرے۔ (قرآن: ۸:۳۲) اس پر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو حکم فرمایا: ان کفار کو کہہ دو کہ جس عذاب کا تم مطالبہ کررہے ہو اس کا اختیار میرے پاس نہیں ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر منحصر ہے چاہے تو کسی ظالم کو جلدی سزا دے دے اور چاہے تو اس کی ساری سزا آخرت کے لئے مؤخر کردے لیکن اگر اس کا اختیار میرے پاس ہوتا تو میں تمہارے مطالبے پر یہ معجزہ دکھا کر اسی وقت فیصلہ فرمادیتا مگر اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس ظالم کو کس وقت سزا دینا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہی ہے کہ ان کے سامنے حق بیان کردیا جائے اور عذاب نازل نہ کیا جائے۔

اس کی ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگر میرے پاس حضرت موسیٰ اور حضرت نوح جیسا جلال ہوتا تو اب تک تم پر عذاب آچکا ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (قرآن: ۲۱:۱۰۷) اس لئے میں نزول عذاب کی دعا مانگنے والا نہیں ہوں۔ اس کی تائید میں درج ذیل احادیث ملاحظہ ہوں:

۱۔ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ اگر آپ حکم دیں تو اس ساری بستی کو پہاڑوں کے درمیان کچل دیا جائے مگر آپ نے فرمایا: "نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے عبادت گزار پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔" (بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ۷)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ مشرکین کے خلاف دعا مانگیں تو آپ نے

Marfat.com

اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ۝۵۷

حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے،[۵۴] وہی حق بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝۵۸

۵۸۔ آپ فرمایئے: اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان (کبھی کا) فیصلہ ہو چکا ہوتا، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝۵۹

۵۹۔ اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا،[۵۵] اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے، اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وہ اس کتابِ مبین میں ہے۔

فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (مسلم: کتاب البر: باب ۲۴)

[۵۴] کسی چیز کے بارے میں حکم کا حقیقی اختیار تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی اور کا حکم نہ مانا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو حکم کا اختیار دے رکھا ہے ان کا حکم ماننا اور اطاعت کرنا بھی واجب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں سے حکمران ہیں۔'' (قرآن: ۴:۵۹) نیز ان کا حکم حکمِ الٰہی اور ان کی اطاعت اطاعتِ خداوندی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے رسول کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔'' (قرآن: ۴:۸۰)

[۵۵] غیب کے خزانوں کی چابیاں یعنی غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اس علم غیب کی مزید وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خشکی اور تری یعنی زمین و سمندر میں جو کچھ بھی ہے اس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے حتیٰ کہ درختوں سے جب کوئی پتا گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے۔ نیز زمین کی تاریکیوں میں چھپا ہوا ہر دانہ اور ہر خشک و تر چیز اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ یا قرآن مجید میں لکھ دی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔'' (قرآن: ۱۶:۸۹) لہٰذا کائنات کی ہر چیز چاہے وہ چھوٹی ہے یا بڑی، ظاہر ہے یا پوشیدہ اللہ تعالیٰ کو اس کا کامل اور تفصیلی علم ہے، اس کے سوا اور کوئی از خود نہیں جانتا۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی اور کو غیب کا علم عطا نہیں کرتا بلکہ وہ قادرِ مطلق ہے جس کو چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے غیب کا

Marfat.com

وَ هُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۟ ع

۶۰۔ اور وہی ہے جو رات کو تمہیں (عارضی) وفات (نیند) دے دیتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کیا، پھر دن میں تمہیں (نیند سے) اٹھاتا ہے تا کہ (تمہاری زندگی کی مقررہ مدت پوری کر دی جائے، [۵۶] پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے، پھر وہ تمہیں بتائے گا جو تم (اس دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

علم عطا کر دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ غیب جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس رسول کے جس کو وہ پسند کرلے۔'' (قرآن: ۷۲: ۲۸۔۲۷) رسولوں کے علاوہ عوام کو علم غیب سے آگاہ کیوں نہیں کیا جاتا، اس سوال کے جواب کے لئے سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۷۹ اور حاشیہ نمبر ۱۲۶ ملاحظہ کریں۔

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے اوپر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا خشوع اور بے شک میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔'' (بخاری: کتاب الاذان: باب ۸۸) رکوع نماز کی ظاہری صورت کو اور خشوع باطنی کیفیت کو کہا جاتا ہے، لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ ہر چیز کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں اور جو چیز نگاہوں سے غائب ہے اسے بھی جانتے ہیں کیونکہ نماز میں آپ ﷺ کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیچھے صفوں میں ہوتے تھے اس کے باوجود آپ ان کے ظاہر و باطن کا علم رکھتے تھے، لیکن یہ حقیقت شکوک وشبہات سے بالاتر ہے کہ کسی نبی، فرشتہ حتیٰ کہ سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی، قدیم اور غیر محدود ہے۔ ایسا علم اللہ تعالیٰ ہی کے شایانِ شان ہے کسی اور میں اس کا ثابت کرنا شرک ہے۔ اس کے برعکس انبیائے کرام علیہم السلام کا علم عطائی، حادث اور محدود ہے۔ ایسا علم انبیائے کرام علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے، اس علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم کو عطائی، حادث یا محدود کہنا کفر ہے۔

علامہ قرطبی اس تفصیل کا خلاصہ اس طرح بیان کرتے ہیں: ''غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور علم غیب تک پہنچانے والے ذرائع بھی اسی کے دستِ قدرت میں ہیں۔ کوئی اور ان کا مالک نہیں ہے، پس اللہ تعالیٰ جس کو غیب کا علم دینا چاہتا ہے اسے عطا کر دیتا ہے اور جس کو محروم رکھنا چاہتا ہے اسے محروم کر دیتا ہے اور امورِ غیب پر آگاہی صرف رسولوں کے ذریعے ہی حاصل ہوسکتی ہے جن پر علوم غیب کا فیضان فرمایا جاتا ہے۔'' (تفسیر قرطبی)

[۵۶] انسان رات کو آرام کرنے کے لئے سوتا ہے اور نیند میں اس کا عقل و شعور معطل ہو جاتا ہے جو کہ ایک عارضی موت کی طرح ہے اور دن کو کام کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور بیداری میں اس کا عقل و شعور واپس آجاتا ہے جو کہ ایک طرح سے دوبارہ زندگی ملنے کے مترادف ہے۔ رات اور دن کے آنے جانے کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی زندگی کی مدت پوری ہو جاتی ہے اور وہ

Marfat.com

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے (فرشتے) بھیجتا ہے، [۵۷] یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آجائے تو ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اس (کی روح) کو قبض کر لیتے ہیں [۵۸] اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔

موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے، پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا اور اس کے سامنے اس کی زندگی کی فلم چلادے گا جس سے اسے اپنے سارے اعمال نظر آجائیں گے، پھر ان اعمال پر جزا و سزا کا فیصلہ صادر ہوگا، اچھے اعمال کے صلہ میں خوشی اور جنت ملے گی اور برے اعمال کے نتیجے میں شرمندگی اور جہنم سے واسطہ پڑے گا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کو بالآخر ایک دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے جہاں اس کی زندگی کے سارے اعمال ظاہر کر دیئے جائیں گے، لہٰذا آج اسے ہر غلط اقدام سے پہلے بار بار سوچنا چاہیے تاکہ کل میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

[۵۷] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہے اور کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ نیز اس نے بندوں کی نگرانی کے لئے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں، جو انسان کی نیکیاں اور برائیاں نوٹ کرتے ہیں، ان کو کراماً کاتبین کہا جاتا ہے۔ (قرآن: ۸۲:۱۱) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں، ایک اس کی دائیں طرف جو نیکیاں لکھتا ہے دوسرا بائیں طرف جو اس کی برائیاں لکھتا ہے۔ (تفسیر کبیر) اس میں حکمت یہ ہے کہ جب انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا نامہ اعمال لکھا جا رہا ہے اور قیامت کے دن لوگوں کے سامنے پیش کر دیا جائے گا تو اس کے اندر خوف پیدا ہو جاتا ہے اور وہ برائیاں کرنے سے اجتناب کرتا ہے۔

[۵۸] جب انسان کی اس فانی زندگی کی مدت پوری ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور روح قبض کرنے کے وقت میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتے۔ اس آیت سے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ روح قبض کرنے والے فرشتوں کی تعداد زیادہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ روح قبض کرنے والا فرشتہ صرف ایک ہے جس کو قرآن مجید میں ''ملک الموت'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ (قرآن: ۳۲:۱۱) اور بعض آثار میں اس کا نام ''عزرائیل'' بھی بتایا گیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ الم السجدہ) البتہ عزرائیل کے ساتھ کئی معاون فرشتے ہوتے ہیں اس لئے ان معاون فرشتوں کی نسبت سے اس آیت میں روح قبض کرنے والے متعدد فرشتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک وقت میں دنیا کے مختلف حصوں میں بے شمار لوگ فوت ہوتے ہیں تو ایک عزرائیل ان مختلف جگہوں سے کیسے روحیں قبض کرتا ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے دُرِ منثور میں سورہ الم السجدہ کی آیت نمبر ۱۱ کی تفسیر میں کئی روایات درج کی ہیں، ان میں سے چار ملاحظہ کریں:

(۱) حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! ملک الموت تو ایک ہے اور مشرق و مغرب میں دو لشکر لڑتے ہیں اور

ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۟ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝ ۶۲

۶۲۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے، [۵۹] خوب سن لو! حکم صرف اسی کا ہوگا اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے۔ [۶۰]

ہلاک ہوتے ہیں (تو ملک الموت سب کی روحیں کیسے قبض کرتا ہے؟) فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کے لئے دنیا اس طرح گھیر دی ہے جس طرح ایک طشت تمہارے سامنے ہو، لہٰذا دنیا کی کوئی چیز ملک الموت سے چھوٹ نہیں سکتی۔

(۲) حضرت ابراہیم نے ملک الموت یعنی عزرائیل سے پوچھا کہ جب ایک شخص مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں یا کسی ملک میں وبا پھوٹ پڑے یا دو لشکر آپس میں لڑائی شروع کر دیں تو آپ ان کی روحیں کیسے قبض کرتے ہیں؟ ملک الموت نے کہا: میں روحوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پکارتا ہوں اور تمام روحیں میری ان دو انگلیوں کے درمیان آ جاتی ہیں۔

(۳) حضرت ابن عباس سے دو ایسے اشخاص کے بارے میں پوچھا گیا جن میں سے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ایک ہی وقت میں فوت ہوئے تو ملک الموت دو مختلف جگہوں سے ایک ہی وقت میں کیسے روحیں قبض کرتا ہے؟ فرمایا: ملک الموت کے سامنے مشرق، مغرب، ہوا، سمندر اور تاریکیاں ایسے ہی ہیں جیسے کسی آدمی کے سامنے دسترخوان ہو وہ جہاں سے چاہے لے لیتا ہے۔

(۴) ملک الموت کے سامنے زمین سمیٹ کر طشت کی طرح کر دی گئی ہے، لہٰذا وہ جس جگہ سے چاہتا ہے روح کو پکڑ لیتا ہے۔

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ ملک الموت کے لئے ظاہر و باطن اور دور و نزدیک میں کوئی فرق نہیں ہے، ساری زمین سمیٹ کر دسترخوان کی طرح اس کے سامنے رکھ دی گئی ہے۔ ملک الموت کی بصیرت واقعی بڑی وسیع ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بصیرت کی جو وسعتیں حضور اکرم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں وہ فرشتوں سے کہیں زیادہ ہیں، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا ہے اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔'' (مسلم: حدیث نمبر ۲۸۸۹) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صرف زمین ہی نہیں بلکہ آسمانوں کا علم بھی عطا فرمایا، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا۔'' (ترمذی: تفسیر القرآن: حدیث نمبر ۳۲۳۳)

[۵۹] قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو زندہ فرمائے گا تو فرشتے ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کریں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے۔ اس دنیا میں تو نمرود اور فرعون جیسے کئی ظالم لوگ ناحق مالک بن کر اپنا حکم چلاتے رہے ہیں اور حقیقی مالک کو تسلیم نہیں کیا، مگر قیامت کے دن ہر خاص و عام اور کافر و مؤمن کو مشاہدہ ہو جائے گا کہ حقیقی مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس دن صرف اسی کے حکم کے مطابق فیصلے ہوں گے اور اس کا کوئی فیصلہ عدل و انصاف کے خلاف نہیں ہوگا۔

[۶۰] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ یہاں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ آدم سے لے کر قیامت تک آنے والے بے شمار انسانوں کا حساب و کتاب اور پھر ہر انسان کی زندگی کا پورا ریکارڈ چیک کرنا، اس پر تو بہت لمبا عرصہ لگے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

کاموں کو اپنے کاموں پر قیاس کرنا جہالت ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے اور ایک انسان سے حساب لیتے وقت دوسرے انسانوں سے غافل نہیں ہوتا۔ جس طرح سورج ایک وقت میں دنیا کی ہر چیز کو اپنی روشنی سے منور کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ایک وقت میں دنیا کے ہر انسان کو اپنی توجہ سے فیضیاب کرتا ہے۔ اگر ملک الموت کو دنیا کے مختلف حصوں سے روحیں قبض کرنے میں کوئی وقت نہیں لگتا تو اللہ تعالیٰ جو ملک الموت کا خالق ہے اس کو بھی تمام دنیا کا حساب لینے میں کسی وقت کی محتاجی نہیں ہے۔ زمان و مکان کی وسعتیں اس کی قدرت کے سامنے سمٹ جاتی ہیں اور جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو وہ صرف اتنا فرماتا ہے کہ "ہوجا" تو وہ ہوجاتا ہے۔ (قرآن: ۲:۱۱۷) حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا حساب دنیا کے دنوں میں سے نصف دن کی مقدار میں لے لے گا۔ (صفوۃ التفاسیر) دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا حساب اتنی دیر میں لے لے گا جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے۔ (روح المعانی) ان احادیث میں اللہ تعالیٰ کی اپنی مشیت اور ارادہ کا اظہار ہے ورنہ وہ کسی وقت کا محتاج نہیں ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک وقت میں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کا حساب کیسے لے گا؟ آپ نے فرمایا: جس طرح اللہ تعالیٰ ایک وقت میں سب انسانوں کو رزق دیتا ہے اسی طرح وہ ایک وقت میں ان کا حساب بھی لے سکتا ہے۔ (تفسیر الشعراوی)

تقسیم ایوارڈز کا سب سے بڑا اجتماع

قیامت کے پچاس ہزار سالہ طویل ترین دن میں حساب و کتاب کا مرحلہ اور جنت و دوزخ کا فیصلہ تو بالکل مختصر وقت میں مکمل ہو جائے گا، باقی سارے دن میں کیا ہوگا؟ آیئے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا جواب تلاش کرتے ہیں:

میدانِ حشر کی گرمی اور سختی سے گھبرا کر سارے انسان حضرت آدم کے پاس جا کر عرض کریں گے: آپ ہم سب کے باپ اور سب سے پہلے نبی ہیں۔ آج اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت فرمائیں تاکہ حساب و کتاب کا سلسلہ شروع ہو۔ وہ فرمائیں گے: آج اللہ تعالیٰ جلال میں ہے مجھے تو خود اپنی فکر لاحق ہے، لہٰذا آپ اس سفارش کے لئے کسی اور کے پاس جائیں۔ سارے انسان مختلف انبیائے کرام علیہم السلام سے یہی جواب سنتے ہوئے آخر میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے پاس آئیں گے۔ رحمتِ عالم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سفارش کی حامی بھر کر بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یا محمد! اپنا سر سجدہ سے اٹھاؤ تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مسلم: کتاب الایمان: حدیث نمبر ۳۲۶) اس تفصیل کو ایک شعر میں ملاحظہ کریں۔

خلیل و نجی، مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری، کہاں سے کہاں تمہارے لئے

اس کے بعد حساب و کتاب شروع ہوگا اور بہت جلد مکمل ہو جائے گا۔ اب کفار مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے اور ان کے لئے جہنم کا اعلان ہوگا، مگر کفار کو کیا خبر کہ جن اہل ایمان کو وہ زندگی میں ستایا کرتے تھے ان کو جنت میں کیا ملے گا کیونکہ کفار تو جنت میں جا نہیں سکیں گے، اس لئے اللہ تعالیٰ میدانِ حشر میں ان کفار کے سامنے اہل ایمان کو ایوارڈز اور اعزازات سے نوازیں گے تاکہ

Marfat.com

قُلْ مَنْ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾

۶۳۔ آپ فرمایئے: تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے جس کو تم گڑ گڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس (مصیبت) سے نجات دی تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔[۶۱]

کفار کو بھی اہل ایمان کی عظمتوں کا مشاہدہ ہو جائے۔

میرے خیال میں یہ خدائی ایوارڈز کی تقسیم کا سب سے بڑا اجتماع ہوگا جس میں انسانِ اوّل حضرت آدم سے لے کر قیامت تک آنے والے سارے کافر اور مؤمن موجود ہوں گے۔ بنی نوع انسان کا اتنا بڑا اجتماع نہ پہلے کبھی ہوا اور نہ قیامت کے بعد کبھی ہوگا۔ اس اجتماع میں اہل ایمان خواتین و حضرات، کمسن بچوں اور کمسن بچیوں کو ان کے مراتب کے مطابق نورانی کرسیاں، عرش کا سایہ، حق شفاعت، نورانی جبے اور نورانی تاج عنایت کئے جائیں گے، مگر اعلیٰ قسم کے ایوارڈز انبیائے کرام کو ملیں گے جو نورانی منبروں پر تشریف فرما ہوں گے۔ اس سارے اجتماع میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی شان نرالی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو سب سے اعلیٰ ایوارڈ مقامِ محمود عطا فرما کر اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ (تفسیر ابن جریر: سورہ نمبر ۱۷: آیت نمبر ۷۹) اور آپ کی شفاعت سے گناہ گار اہل ایمان کی بخشش کا سلسلہ شروع ہوگا۔ وہ کیسا سہانا منظر ہوگا، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا:

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

ایوارڈ یافتہ کے مخالفین کا حسد سے جلنا یا پشیمانی سے کفِ افسوس ملنا ایک فطری امر ہے۔ اسی لئے اس دن کافر اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا: اے کاش! میں نے رسول ﷺ کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔ (قرآن: ۲۵: ۲۷) یہ آیت پوری انسانیت کے لئے لمحہ فکریہ ہے تاکہ دنیا والے آج نبی آخر الزمان ﷺ کا راستہ اختیار کرلیں وگرنہ آخرت میں پچھتانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ کیا خوب کہا میرے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے:

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے، قیامت میں اگر مان گیا

[۶۱] مشرکین عرب کا معاملہ بڑا عجیب تھا، ایک طرف تو وہ بتوں کو خدا کا شریک بناتے اور ان کی پوجا کرتے لیکن دوسری طرف جب خشکی یا سمندر کی تاریکیوں اور مصیبتوں میں گھر جاتے، سارے مادی سہارے ٹوٹ جاتے اور انہیں موت سامنے نظر آ رہی ہوتی تو بتوں کو بھول جاتے اور بڑی عاجزی و زاری کے ساتھ خالق حقیقی کو مدد کے لئے پکارتے کہ اگر وہ انہیں اس مصیبت سے نجات دے دے تو وہ

Marfat.com

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾

۶۴۔ آپ فرمائیے: اللہ تعالیٰ ہی تمہیں اس (مصیبت) سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے، پھر بھی تم شرک کرتے ہو۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ

۶۵۔ آپ فرمائیے: وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے کوئی عذاب بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے [۶۲] یا تمہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دے اور تم میں سے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزہ چکھا

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کریں گے اور ہمیشہ کے لئے اس کے شکر گزار بندے بن جائیں گے۔ ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو فرمایا کہ ان ناقدر دانوں کو ان کا وعدہ یاد دلاؤ اور ان سے پوچھو کہ جب تمہیں ہلاکت کا خطرہ ہو تو اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہو اور جب اللہ تعالیٰ تمہیں اس مصیبت سے نجات دے دے تو پھر تم شرک کی طرف لوٹ جاتے ہو۔ یہ کیسی انسانیت ہے اور تم کیسے انسان ہو؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے وقت بعض کافر بھی دل میں عاجزی سے یا زبان سے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں، مگر مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں (خوشی یا غمی) میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں اور اس کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو پورا کریں۔ یاد رکھیں! ہر مسلمان کا اللہ تعالیٰ سے پہلا وعدہ یہ ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزارے گا۔

[۶۲] اوپر سے آنے والے عذاب سے مراد آسمانی عذاب ہے جیسے ابابیل پرندوں کی چھوٹی چھوٹی کنکریوں نے ابرہہ کی فوج اور ہاتھیوں کو تہس نہس کر دیا اور نیچے سے آنے والے عذاب سے مراد زمینی عذاب ہے جیسے قارون اور اس کے خزانوں کو زمین ہضم کر گئی۔ فرعون اور اس کے لشکر کو پانی کی لہروں نے نگل لیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: اوپر والے عذاب سے مراد بُرے حکام ہیں اور نیچے والے عذاب سے مراد بُرے خدام ہیں۔ (تفسیر ابن جریر) یعنی قانون بنانے والے حکمران، اس کے نافذ کرنے والے حکومت کے ملازمین اگر دونوں ہی بُرے ہوں تو عوام کا عذاب میں مبتلا ہونا ایک لازمی امر ہے مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بُرے حکمران کہاں سے آتے ہیں؟ ان حکمرانوں کو یا تو عوام خود اپنے ووٹوں سے منتخب کرتے ہیں یا عوام کی بُرائیوں کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ ان کو عوام پر مسلط کر دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضورِ اکرم ﷺ کے دو ارشادات ملاحظہ ہوں:

۱۔ ”جیسے تمہارے اعمال (اچھے یا بُرے) ہوں گے ویسے ہی حکام تم پر مسلط کئے جائیں گے۔“

(شعب الایمان للبیہقی: جلد ۶: ص ۲۳)

۲۔ ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں سب بادشاہوں کا مالک اور بادشاہ ہوں، سب بادشاہوں

Marfat.com

بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ دے، [۶۳] دیکھئے ہم کس طرح بار بار دلائل بیان کرتے ہیں تا کہ وہ (حقیقت کو) سمجھ لیں۔

کے قلوب میرے ہاتھ میں ہیں، جب میرے بندے میری اطاعت کرتے ہیں تو میں ان کے بادشاہوں اور حکام کے قلوب میں ان کی شفقت ورحمت ڈال دیتا ہوں اور جب میرے بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے حکام کے دل ان پر سخت کر دیتا ہوں۔ وہ ان کو ہر طرح کا بُرا عذاب چکھاتے ہیں، اس لئے تم حکام اور امراء کو بُرا کہنے میں اپنے اوقات ضائع نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اپنے عمل کی اصلاح کی فکر میں لگ جاؤ تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو درست کر دے۔"

(مشکوٰۃ: کتاب الامارہ: باب ۳)

[۶۳] علامہ ابن جریر لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے وضو کر کے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ آپ کی امت پر اوپر سے عذاب نہ بھیجے اور نیچے سے عذاب نہ بھیجے اور نہ ان کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرے اور نہ بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھائے جیسا کہ بنی اسرائیل کو چکھایا تھا، تو حضرت جبرائیل آپ کی طرف نازل ہوئے اور کہا: اے محمد! آپ نے اپنے رب سے چار چیزوں کا سوال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلی دو چیزیں عطا فرما دی ہیں اور آخری دو چیزوں کے بارے میں دعا کرنے سے منع فرمایا ہے، لہٰذا آپ کی امت پر اب نہ اوپر سے عذاب آئے گا اور نہ ان کے پاؤں کے نیچے سے ایسا عذاب آئے گا جو ان کا استیصال کر دے کیونکہ عذاب کی یہ دونوں قسمیں ہر اس امت کے لئے تھیں جس نے اپنے نبی کی تکذیب کی ہو اور اپنے رب کی کتاب کو مسترد کر دیا ہو لیکن وہ ان کو گروہوں میں تقسیم فرمائے گا اور ان کو ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کا مزہ چکھائے گا اور یہ آخری دو قسم کے عذاب ان لوگوں کے لئے ہوتے ہیں جو مقدس کتاب کا اقرار کرتے ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام کی تصدیق کرتے ہیں اور انہیں یہ عذاب ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوگا۔ (تفسیر طبری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ کی دعا سے پہلی امتوں کی طرح اب مسلمانوں پر آسمان وزمین سے کوئی ایسا عذاب نہیں آئے گا جو امت مسلمہ کو کلی طور پر صفحۂ ہستی سے مٹا دے۔ جزوی اور خصوصی واقعات اگر بعض علاقوں میں پیش آئیں تو ان کی نفی نہیں ہے لیکن مختلف گروہوں میں تقسیم ہونا اور آپس میں لڑائی کرنا عذاب کی ایسی صورتیں ہیں جو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمارے اوپر مسلط ہیں اور جب تک ہم ان گناہوں سے سچی توبہ نہیں کریں گے ہمارا مستقبل تاریک سے تاریک تر ہوتا جائے گا۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

فقہی مذاہب کا اختلاف

بعض لوگ مختلف فقہی مذاہب کو بھی اسی فرقہ بندی میں شمار کرتے ہیں جو کہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ اختلاف نہ تو نفسانی خواہشات کی وجہ سے ہے اور نہ ہی عقائد واصول میں ہے جو کہ قابلِ مذمت ہے بلکہ یہ تو قرآن وسنت کے بتائے ہوئے اصولِ اجتہاد کے مطابق

Marfat.com

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ اور آپ کی قوم نے اس کو جھٹلایا حالانکہ یہ حق ہے، آپ فرمائیے: میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں۔ [۶۴]

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۫ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾

۶۷۔ ہر خبر (کے ظہور) کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تم جان لو گے۔

فروعی مسائل میں ہے اور ایسا اختلاف صحابہ کرام ﷺ میں بھی تھا مثال کے طور پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ (قرطبی: تفسیر بسم اللہ) اس لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جہری نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ شریف پڑھنے کے قائل تھے جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جہری نماز میں بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے۔ (قرطبی: تفسیر بسم اللہ) اس لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جہری نماز میں بسم اللہ شریف آہستہ پڑھنے کے قائل تھے اور غالباً اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو پیشگی بتادیا: ''میرے صحابہ ﷺ ستاروں کی طرح ہیں تم جس کی پیروی کرلو ہدایت پا جاؤ گے۔''
(مشکوٰۃ: کتاب المناقب)

نیز حضرت ربیعہ ﷺ نے بیان فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کیا اور کئی احکام سنت کے لئے چھوڑ دیئے اور رسول اللہ ﷺ نے سنتیں قائم کیں اور کئی امور رائے اور قیاس کے لئے چھوڑ دیئے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: جلد ۵: ص ۱۴۲۴)

جس طرح سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کی شریعتوں میں اختلاف تھا مگر چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے ماتحت تھیں اس لئے وہ احکام خداوندی ہی تھے۔ اسی طرح مجتہدین امت کے مذاہب میں فروعی اختلاف ہے مگر چونکہ یہ اصولِ قرآن وسنت کے ماتحت ہے اس لئے یہ احکامِ قرآن وسنت ہی کہلائیں گے، جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ ''بے شک علماء انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔'' (ترمذی: ابواب العلم: باب ۱۹)

۲۔ ''میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔'' (کنزالعمال: جلد ۱۰ ص ۱۳۶)

اگر اسلام کے بنیادی عقائد میں اختلاف ہوجائے تو پھر اسلام اور کفر کا مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے، لہٰذا فروعی اور بنیادی اختلاف کو سمجھنے میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اگر کسی کو بنیادی عقائد کی وجہ سے کافر کہا جائے تو پھر ان میں سے ایک ضرور کافر ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے اسلامی بھائی کو کافر کہا تو کفر دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور لوٹے گا۔ اگر وہ شخص واقعی کافر ہوگیا تھا تو ٹھیک ہے ورنہ کفر کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔ (مسلم: حدیث نمبر ۱۱۱: کتاب الایمان: باب ۲۶)

[۶۴] جب کفارِ مکہ نے قرآن مجید کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا حالانکہ وہ سچی کتاب ہے اور اس میں بیان ہونے والی ساری خبریں حق ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری ہدایت کا ذمہ دار نہیں ہوں، میرا کام دعوت وتبلیغ ہے اور تمہیں آخرت کے عذاب سے ڈرانا ہے، اب

Marfat.com

وَ اِذَا رَاَيۡتَ الَّذِيۡنَ يَخُوۡضُوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ حَتّٰى يَخُوۡضُوۡا فِىۡ حَدِيۡثٍ غَيۡرِهٖ‌ ؕ وَاِمَّا يُنۡسِيَنَّكَ الشَّيۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰى مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں عیب جوئی کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیرلو [۶۵] یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں، اور اگر کبھی شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

وَمَا عَلَى الَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ مِنۡ حِسَابِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ وَّلٰـكِنۡ ذِكۡرٰى لَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ اور ان کافروں کے حساب میں سے کسی چیز کی ذمہ داری پرہیز گاروں پر نہیں ہے، [۶۶] البتہ نصیحت (کرنا ان کی ذمہ داری ہے) شاید وہ بھی پرہیز گار بن جائیں۔

وَذَرِ الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا دِيۡنَهُمۡ لَعِبًا وَّلَهۡوًا وَّغَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا‌ وَذَكِّرۡ بِهٖۤ اَنۡ تُبۡسَلَ نَفۡسٌۢ بِمَا كَسَبَتۡ ‌ۖ لَيۡسَ لَهَا مِنۡ

۷۰۔ اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا لیا ہے اور دُنیوی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور اس (قرآن) کے ساتھ نصیحت کرو [۶۷] تا کہ کوئی

اگر تم قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے تو جس بُرے انجام سے قرآن تمہیں ڈراتا ہے وہ اپنے مقررہ وقت پر خود تمہارے سامنے آجائے گا۔

[۶۵] اس آیت میں حضور اکرم ﷺ کے واسطہ سے امتِ مسلمہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ وہ ایسی مجلس سے اجتناب کریں جس میں قرآن اور اسلام کی عیب جوئی کی جارہی ہو، اور اگر کبھی غلطی سے ایسی مجلس میں جا پہنچو تو یاد آنے کے فوراً بعد اس مجلس سے علیحدہ ہو جاؤ کیونکہ انسان اپنے ہم نشین کی عادات، اخلاق اور عقائد سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بری سوسائٹی سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے نیک سوسائٹی بہتر ہے۔'' نیز اچھی بات کا لکھنا خاموشی سے بہتر ہے اور بُری بات لکھنے سے خاموشی بہتر ہے۔'' (شعب الایمان للبیہقی: حدیث نمبر ۴۹۹۳) اس آیت کی مزید تشریح کے لئے سورہ النساء کا حاشیہ نمبر ۱۴۹ ملاحظہ کریں۔

[۶۶] اگر کبھی کسی مجبوری کی وجہ سے اہلِ ایمان کو کفار کی مجلس میں بیٹھنا پڑ جائے جو اسلام اور قرآن کی نکتہ چینی میں مشغول ہوں تو کفار کے اس گناہ کا عذاب اہلِ ایمان کو نہیں ہوگا کیونکہ وہ تو کسی مجبوری سے وہاں گئے تھے، لیکن پھر بھی بقدرِ طاقت اور حسبِ موقع ان کفار کو اچھی نصیحت کرنا ان کی ذمہ داری ہے کیونکہ ہوسکتا ہے اس نصیحت سے ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا ہو جائے اور وہ قرآن و اسلام کے مذاق سے باز آجائیں۔

[۶۷] مشرکین مکہ نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے۔ یعنی ایک طرف تو وہ اپنے ہاتھوں سے بت بنا کر ان کی عبادت کرتے ہیں اور دوسری طرف صحیح دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں، اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ دنیوی زندگی نے انہیں دھوکہ میں ڈال دیا ہے۔ وہ اسی

Marfat.com

دُوۡنِ اللّٰهِ وَلِیٌّ وَّ لَا شَفِیۡعٌ ۚ وَ اِنۡ تَعۡدِلۡ
كُلَّ عَدۡلٍ لَّا یُؤۡخَذۡ مِنۡهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ
اُبۡسِلُوۡا بِمَا كَسَبُوۡا ۚ لَهُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ حَمِیۡمٍ
وَّعَذَابٌ اَلِیۡمٌۢ بِمَا كَانُوۡا یَكۡفُرُوۡنَ ﴿٧٠﴾ ع

شخص اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کا مددگار اور سفارشی نہ ہوگا، اور اگر وہ ہر قسم کا معاوضہ (بہت بڑا معاوضہ) بھی دے تو اس سے قبول نہ کیا جائے گا، یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کئے گئے ہیں، ان کے پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہے بوجہ اس کفر کے جو وہ کرتے تھے۔

قُلۡ اَنَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنۡفَعُنَا
وَ لَا یَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰٓی اَعۡقَابِنَا بَعۡدَ اِذۡ
هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِی اسۡتَهۡوَتۡهُ الشَّیٰطِیۡنُ
فِی الۡاَرۡضِ حَیۡرَانَ ۪ لَهٗۤ اَصۡحٰبٌ
یَّدۡعُوۡنَهٗۤ اِلَی الۡهُدَی ائۡتِنَا ؕ قُلۡ اِنَّ هُدَی
اللّٰهِ هُوَ الۡهُدٰی ؕ وَ اُمِرۡنَا لِنُسۡلِمَ لِرَبِّ
الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿٧١﴾

۷۱۔ آپ فرمائیے: کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کریں جو ہمیں نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے؟ اور کیا ہم الٹے پاؤں پھر جائیں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی ہے؟ [۶۸] اس شخص کی طرح جس کو شیاطین نے زمین میں بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران و پریشان پھر رہا ہو، اس کے ساتھی اسے ہدایت کی طرف بلا رہے ہوں (اور کہہ رہے ہوں) کہ ہمارے پاس آجا۔ آپ فرمائیے: بے شک اللہ تعالیٰ کی رہنمائی ہی حقیقی رہنمائی ہے، اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سارے جہانوں کے رب کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔

زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان کفار سے دور رہیں اور ان کی سوسائٹی سے اجتناب کریں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کو تبلیغ بھی نہ کریں بلکہ اس قرآن کے ذریعہ انہیں نصیحت کرتے رہیں تا کہ ان کے خلاف حجت قائم ہو جائے اور قیامت کے دن وہ لاعلمی کا عذر نہ کر سکیں۔ نیز نصیحت کرنے والے کو تبلیغ کا ثواب بہر حال ملتا ہے۔ سننے والا عمل کرے یا نہ کرے، جیسے مؤذن کو اذان دینے کا ثواب ضرور ملتا ہے سننے والا نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ اس تبلیغ کے باوجود بھی اگر وہ کفر پر قائم رہیں تو آخرت میں ان کا کوئی مددگار و سفارشی نہیں ہوگا اور ان سے کسی قسم کا معاوضہ بھی قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ کفر یہ کرتوتوں کی وجہ سے وہ جہنم رسید ہوں گے اور ہمیشہ دردناک عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

[۶۸] مشرکین کی کوشش یہ تھی کہ مسلمان اسلام کو چھوڑ کر بت پرستی کی طرف لوٹ آئیں۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سیدھے راستہ پر گامزن کر دیا ہے۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی طرف لوٹ آئیں جو کسی کو نفع یا

Marfat.com

وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّقُوْہُ ؕ وَھُوَ الَّذِیْۤ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اس (اللہ) سے ڈرو، اور وہی ہے جس کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے۔

وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَیَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَکُوْنُ ؕ۬ قَوْلُہُ الْحَقُّ ؕ وَلَہُ الْمُلْکُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ؕ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا، اور جس دن وہ کہے گا کہ تُو ہو جا تو وہ ہو جائے گا، [۶۹] اس کا فرمان حق ہے، اور اسی کی حکومت ہوگی جس دن صور پھونکا جائے گا، وہ ہر غیب اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے، اور وہی حکمت والا خبر رکھنے والا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ لِاَبِیْہِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِھَۃً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىکَ وَقَوْمَکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا: [۷۰] کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے؟ بے شک میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔

نقصان نہیں پہنچا سکتے، لہٰذا جو شخص اسلام کو چھوڑ کر بت پرستی کی طرف جائے گا اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوگی جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنگل میں سیدھے راستہ پر جا رہا ہے، پھر شیطان اسے بہکا دے اور وہ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر غلط راہ پر گامزن ہو جائے اور ساتھی اسے واپس سیدھی راہ کی طرف بلائیں لیکن وہ اپنے راست باز ساتھیوں کی نصیحت کی پرواہ نہیں کرتا اور جنگل میں حیران و پریشان پھر رہا ہے، ایسا نادان انسان کبھی منزلِ مقصود پر نہیں پہنچ سکے گا، مگر اے مشرکین! کان کھول کر سن لو! ہم اس شاہراہِ ہدایت کو چھوڑنے والے نہیں ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں چلایا ہے اور ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اسی کی عبادت کریں کیونکہ آخر کار ہم سب اسی کی طرف جمع کیے جائیں گے۔

[۶۹] اللہ تعالیٰ نے زمین کو درست اور بامقصد پیدا فرمایا ہے تاکہ بنی نوع انسان ان (زمین و آسمان) کے درمیان اپنی دنیاوی زندگی گزاریں اور آخرت کے لئے تیاری کریں۔ جس دن یہ دار العمل اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے صور پھونکا جائے گا اور ساری کائنات فنا ہو جائے گی، پھر جب دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا تو سارے انسان زندہ ہو کر میدانِ حشر میں جمع ہو جائیں گے۔ یہ دار الجزا کا پہلا دن ہوگا جس میں سارے فیصلے حق و انصاف کے مطابق ہوں گے، اس دن اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہوگی۔ دراصل بادشاہی تو آج بھی اسی کی ہے مگر کفار آج اس کی بادشاہی کو تسلیم نہیں کرتے لیکن اس دن کفار کو بھی مشاہدہ ہو جائے گا کہ واقعی اصل بادشاہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، جو ہر ظاہر اور ہر باطن سے باخبر ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔

[۷۰] اس آیت کے ضمن میں پیدا ہونے والے چند سوالات اور ان کے جوابات ملاحظہ ہوں:

(۱) آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا یا چچا؟ اس میں اختلاف ہے تاہم لغت، تفسیر اور تاریخ کی اکثر کتب میں حضرت

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ اور چچا کا نام آزر لکھا ہے۔

(۲) اگر آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا تو قرآن مجید میں اس کو باپ کیوں کہا گیا؟ عربی زبان میں "اب" اور "والد" کے معنی ہیں: "باپ" مگر "اب" عام ہے جو سگے باپ، سوتیلے باپ، دادا، ماموں، چچا اور اُستاد پر بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد سے پوچھا: میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہم اس ایک خدا کی عبادت کریں گے جو آپ کے آباء یعنی حضرات ابراہیم، اسماعیل واسحاق علیہم السلام کا معبود ہے اور ہم اس کے فرمانبردار رہیں گے۔" (قرآن: ۲:۱۳۳)

اس آیت میں حضرت اسماعیل کو حضرت یعقوب کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے حالانکہ حضرت اسماعیل، حضرت یعقوب کے باپ نہیں بلکہ چچا ہیں۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ "میرا باپ" کے نام سے یاد فرمایا۔ (تفسیر الشعراوی) مگر والد صرف سگے باپ کو کہا جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے ہر جگہ آزر کو حضرت ابراہیم کا "اب" فرمایا ہے کہیں بھی والد نہیں فرمایا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ چچا کو باپ کہنا عمومی محاورہ ہے خصوصاً اس صورت میں جب چچا نے پرورش کی ہو اور یہ ممکن ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بچپن میں یتیم ہو گئے ہوں اور چچا آزر نے آپ کی پرورش کی ہو۔ (تفسیر مظہری۔ سورہ انعام: زیر آیت ۷۶)

(۳) آزر مسلمان تھا یا کافر؟ آزر کافر تھا کیونکہ وہ مرتے دم تک بتوں کی عبادت کرتا رہا۔

(۴) آزر اگر کافر تھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لئے دعا کیوں مانگی؟ کفار کے مرنے کے بعد ان کے لئے نجات کی دعا کرنا ممنوع ہے۔ (قرآن: ۹:۱۱۳) لیکن ان کی زندگی میں ان کے لئے ہدایت کی دعا کرنا جائز ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوجہل اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی: "یا اللہ! ان دو آدمیوں یعنی ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہے اس کو مسلمان بنا کر اسلام کو عزت عطا فرما۔" (ترمذی: ابواب المناقب: باب ۱۸) کیونکہ یہ دونوں مکہ میں بااثر آدمی تھے، ان میں سے کسی ایک کے ایمان لانے سے اسلام کو تقویت ملے گی۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے چچا آزر کے لئے ہدایت کی دعا اس لئے مانگا کرتے تھے کیونکہ وہ حاکم وقت نمرود کا وزیر اور اپنے قبیلے کا سردار تھا۔ اس کے ایمان لانے سے اہل ایمان کو تقویت ملتی۔ نیز آزر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایمان لانے کا وعدہ بھی کیا تھا مگر جب آزر کی کفر پر موت ہو گئی اور اس کے لئے توبہ کا دروازہ بند ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کے لئے دعا مانگنا ترک کر دی۔ (تفسیر ابن جریر: سورہ توبہ: زیر آیت نمبر ۱۱۴)

(۵) آزر کی موت کب واقع ہوئی؟ آزر کی موت اس وقت ہوئی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا۔ آپ پر آگ ٹھنڈی ہو گئی تو آزر کہنے لگا: میری قرابت داری کی برکت سے آگ نے اسے نہیں جلایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آگ کا ایک شعلہ بھیجا جس نے آزر کو جلا کر ہلاک کر دیا۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ انبیاء: زیر آیت نمبر ۶۹) آزر کے کفر پر مرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے بے زاری کا اعلان کر دیا اور اس کے لئے دعا مانگنا ترک کر دی جیسا کہ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۴ میں مذکور ہے۔

(۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد حضرت تارخ مسلمان تھے یا کافر؟ اہل سنت کے نزدیک حضرت تارخ مسلمان تھے اور اس کا

Marfat.com

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾	۷۵۔ اور اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھاتے ہیں [۱۷] تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔

ایک ثبوت یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت تارخ کے انتقال کے بعد آخر دم تک ان کے لئے دعائے مغفرت جاری رکھی۔ مثال کے طور پر حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کے ساتھ جب خانہ کعبہ تعمیر کرلیا تو ایک سو سال سے زائد عمر یعنی اپنی عمر کے آخری حصہ میں اپنے مرحوم والدین کے لئے درج ذیل دعا مانگی: ''اے ہمارے پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور سب اہل ایمان کو بھی جس دن حساب قائم ہوگا۔'' (قرآن: ۱۴:۴۱) حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کو اتنا قبولِ عام نصیب ہوا کہ آج بھی مسلمان نماز میں انہی الفاظ کے ساتھ اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکنے اور تعمیر کعبہ کے درمیان تقریباً پچاس سال کا وقفہ ہے۔ ظاہر ہے اس دعا کا مستحق آزر نہیں ہوسکتا کیونکہ اسے مرے ہوئے پچاس سال گزر چکے تھے اور حضرت ابراہیمؑ اس کے کفر پر مرنے کے باعث پچاس سال پہلے اس سے بےزاری کا اعلان کر چکے تھے، لہٰذا اس دعا میں والد سے مراد حضرت ابراہیم کے حقیقی باپ حضرت تارخ ہیں۔ اگر وہ کافر ہوتے تو حضرت ابراہیمؑ ان کے لئے دعائے مغفرت نہ کرتے۔

(۷) کیا نبی کا باپ کافر ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے مگر اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے والدین میں سے کوئی بھی مشرک اور کافر نہیں تھا بلکہ سبھی توحید پرست تھے۔ اس سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کے دو ارشادات ملاحظہ ہوں:

۱۔ ''میں ابتدا سے آخر تک پاک لوگوں کی پشتوں سے پاک خواتین کے رحموں میں منتقل ہوتا چلا آیا ہوں اور مشرک ناپاک ہیں۔''

(تفسیر روح المعانی)

۲۔ ''میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور بدکاری سے پیدا نہیں ہوا۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حتیٰ کہ میرے باپ اور میری ماں نے مجھے جنا اور مجھے زمانہ جاہلیت کی بدکاری سے کوئی چیز نہیں پہنچی۔'' (تفسیر الشعراوی) یعنی آدم اور حوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ تک حضور اکرم ﷺ کی ساری مائیں اور باپ پاک یعنی توحید پرست تھے، ان میں سے کوئی بھی ناپاک یعنی مشرک نہیں تھا۔ اب آزر کو جو کہ مشرک تھا اگر حضرت ابراہیمؑ کا حقیقی باپ تسلیم کیا جائے تو نہ صرف حضرت ابراہیمؑ بلکہ حضورِ اکرم ﷺ بھی ایک مشرک کی اولاد قرار پاتے ہیں جو کہ درست نہیں ہے، کیونکہ آپ کے سارے آباء و اجداد شرک سے پاک تھے۔

[۱۷] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو زمین و آسمان کی عظیم بادشاہی میں موجود نشانیاں اور مخلوقات یعنی سورج، چاند، ستارے، درخت، جانور، پہاڑ، سمندر اور ان کے ظاہری اور باطنی حقائق دکھائے، نیز عرش اور جنت کا بھی مشاہدہ کرایا، تاکہ آپ ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہو جائیں جو صرف سن کر نہیں بلکہ ہر چیز کو دیکھ کر اس کا یقینی علم رکھتے ہیں۔ (تفسیر ابن جریر طبری) ذرا حضرت ابراہیمؑ کے علم اور مشاہدہ کا اندازہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو کتنے عظیم مقامات عطا فرماتا ہے۔ امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں درج

Marfat.com

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيۡهِ الَّيۡلُ رَاٰ كَوۡكَبًا‌ ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّىۡ‌ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الۡاٰفِلِيۡنَ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ پھر جب رات (کی تاریکی) ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا، انہوں نے کہا: (تمہارے خیال میں) یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ غروب ہو گیا تو کہا: میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔[۷۲]

فَلَمَّا رَاَ الۡقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّىۡ‌ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَئِنۡ لَّمۡ يَهۡدِنِىۡ رَبِّىۡ لَاَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡقَوۡمِ الضَّآلِّيۡنَ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ پھر جب چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا تو کہا: (تمہارے خیال میں) یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ غروب ہو گیا تو کہا: اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں ضرور گمراہ قوم سے ہو جاتا۔

ذیل حدیث نقل کی ہے جو دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میں نے (خواب میں) اپنے رب تعالیٰ کو بڑی ہی حسین صورت میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! یہ فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کی: تو ہی بہتر جانتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے زمین اور آسمانوں کی تمام چیزوں کو جان لیا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی یعنی ''اسی طرح ہم ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھاتے ہیں تا کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔'' (تفسیر ابن جریر طبری)

[۷۲] انبیائے کرام علیہم السلام اعلانِ نبوت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی معصوم، توحید پرست اور کفر و شرک سے پاک ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ظالم کو نبی نہیں بناتا۔ (قرآن: ۲: ۱۲۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام توحید پرست تھے مگر ان کی قوم سورج، چاند، ستاروں اور بتوں کی عبادت کرتی تھی۔ آپ نے اپنی قوم کو شرک سے نفرت دلانے اور توحید سے عقیدت پیدا کرنے کے لئے بڑے حکیمانہ انداز میں عام فہم مثالیں بیان کیں، یعنی اے میری قوم! تم سورج، چاند اور ستاروں کو رب سمجھتے ہو اور تمہارے خیال میں یہ میرے بھی رب ہیں۔ آیئے ذرا حقائق کی روشنی میں تجزیہ کرتے ہیں کہ کیا واقعی یہ میرے رب ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یہ جب غروب ہو جاتے ہیں تو اس وقت تم کس کی عبادت کرو گے۔ نیز یہ خود مجبور ہیں، وقت معین پر طلوع ہوتے ہیں اور غروب ہوتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے پر قادر نہیں ہیں تو جو خود تغیر پذیر ہیں اور اپنے وجود اور اپنی حرکات میں کسی دوسری طاقت کے تابع ہیں وہ ہمارے معبود اور رب کیسے ہو سکتے ہیں، اس لئے میں تو ہمیشہ کی طرح تمہارے شرک سے بیزار ہوں اور تمہارے باطل خداؤں سے منہ پھیر کر صرف اسی کی طرف توجہ کرتا ہوں جو سورج، چاند، ستاروں اور زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے تمہاری اس گمراہی سے بچائے رکھا۔

[۷۳] توحید کی ترغیب اور شرک کی تردید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل اتنے عام فہم تھے کہ ان کی قوم کے لوگ عاجز و لاجواب

Marfat.com

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾

۷۸۔ پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا: (تمہارے خیال میں) یہ میرا رب ہے؟ یہ (ان سب سے) بڑا ہے، پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہا: اے میری قوم! میں ان سب سے بے زار ہوں جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾

۷۹۔ بے شک میں نے یک سو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

وَ حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِ ؕ وَ لَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾

۸۰۔ اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی، [۴۳] انہوں نے کہا: تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو حالانکہ اس نے مجھے ہدایت دی ہے، اور میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو مگر یہ کہ میرا رب ہی کچھ چاہے، میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے، تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرو گے؟

وَ كَیْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ اور میں کیسے ڈروں ان سے جنہیں تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے جبکہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو شریک بنانے سے نہیں ڈرتے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی، [۴۴] سو دونوں فریقوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے؟ اگر تم علم رکھتے ہو۔

ہو کر جھگڑنے پر اُتر آئے اور کہنے لگے: تم ہمارے خداؤں کی ہتک سے باز آ جاؤ ورنہ ان کا غضب تمہیں کسی مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو کیونکہ وہ عاجز اور بے بس ہیں مجھے کیا نقصان پہنچائیں گے، ہاں اگر میرا رب مجھے آزمائش میں مبتلا کرنا چاہے تو وہ قادر مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

[۴۴] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میں ہدایت یافتہ ہو کر تمہارے جھوٹے معبودوں سے کیوں ڈروں جبکہ تم ظالم اور گمراہ ہو کر بھی معبودِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور ان چیزوں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو جن کے معبود ہونے کی کوئی عقلی اور نقلی دلیل تمہارے

Marfat.com

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۱۵

۸۲۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کو نہیں ملایا ان ہی کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

وَ تِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَيْنٰهَاۤ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی، [۷۵] ہم جس کو چاہتے ہیں بلند درجات عطا کرتے ہیں، بے شک آپ کا رب بہت حکمت والا خوب جاننے والا ہے۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ اور ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحاق اور یعقوب عطا کئے، ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور ان سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت دی)، اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔[۷۶]

پاس نہیں، لہٰذا تم اس شرک سے باز آجاؤ کیونکہ قیامت کے دن وہی گروہ امن کا زیادہ مستحق ہوگا جس نے اپنے ایمان کو شرک سے پاک رکھا اور اس دور میں وہ میرا گروہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دے رکھی ہے۔

[۷۵] حضرت ابراہیم نے توحید کے ایسے واضح اور عام فہم دلائل بیان کئے جن کے سامنے ان کی قوم عاجز اور لاجواب ہوگئی۔ یہ دلائل دراصل اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے دل میں ڈالے اور یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خاص کرم تھا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بلند درجات عطا فرماتا ہے۔

[۷۶] ان آیات میں ۱۸ انبیائے کرام علیہم السلام کے اسمائے گرامی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے حضرت نوح تو حضرت ابراہیم کے جد امجد ہیں اور باقی سب کو حضرت ابراہیم کی اولاد فرمایا گیا ہے۔ ان میں سے بعض بعض کے آباء و اجداد، اولاد اور بھائی بھتیجے ہیں۔ نیز حضرت ابراہیم کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ آپ کے بعد قیامت تک جتنے انبیاء و رسل علیہم السلام آئے وہ سب آپ کی اولاد میں سے تھے یعنی حضرت ابراہیم کے ایک بیٹے حضرت اسحاق کی اولاد سے ہزاروں انبیائے بنی اسرائیل آئے اور حضرت ابراہیم کے دوسرے بیٹے حضرت اسماعیل سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

Marfat.com

وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۙ﴿۸۵﴾

۸۵۔ اور (ہم نے ہدایت دی) زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو، یہ سب صالحین میں سے تھے۔

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا ؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۸۶﴾

۸۶۔ اور (ہم نے ہدایت دی) اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو، اور ہم نے سب کو (ان کے زمانہ میں) تمام جہان والوں پر فضیلت دی۔

وَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَ اجْتَبَيْنٰهُمْ وَ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ اور (ہم نے ہدایت دی) انکے باپ دادوں اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بعض کو، اور ہم نے ان کو چن لیا اور ان کو سیدھے راستے پر چلایا۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے، اور اگر وہ شرک کرتے تو جو اعمال وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ یہ (انبیائے کرام) وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کی تھی، پس اگر یہ لوگ (مشرکین مکہ) ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں [۷۷] تو ہم نے ان چیزوں پر ایک ایسی قوم کو مقرر کر دیا ہے جو ان چیزوں کا انکار کرنے والی نہیں ہے۔

سارے انبیائے کرام علیہم السلام ہدایت یافتہ، اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ، صالح اور صراط مستقیم پر گامزن ہوتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی مشرک نہیں ہوتا کیونکہ شرک نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے۔ نیز سارے انبیائے کرام علیہم السلام اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے افضل ہوتے ہیں۔ ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ عزت و ذلت اور نجات وعذاب کا اصل مدار انسان کے ذاتی اعمال پر ہوتا ہے لیکن آباء و اجداد میں کسی نبی یا ولی کا ہونا یا اولاد میں علماء و صالحین کا ہونا بھی باعث شرف و برکت ہے۔

[۷۷] اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے: جس طرح آپ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو کتاب و حکمت اور نبوت عطا کی گئی اسی طرح آپ کو بھی یہ شرف عطا فرمایا گیا ہے۔ اب اگر مکہ کے مشرکین آپ کی نبوت اور ہدایت کا انکار کرتے ہیں تو غم

Marfat.com

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۹۰ ع

۹۰۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی، پس آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں، [۷۸] آپ فرمائیے: میں اس (تبلیغ قرآن) پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، یہ (قرآن) تو صرف ایک نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لئے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا

۹۱۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ پہچانی جس طرح اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا جب انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا، [۷۹] آپ فرمائیے کہ وہ

نہ کریں ہم نے اہل ایمان کی ایک ایسی قوم مقرر کردی ہے جو آپ کی نبوت اور ہدایت کا انکار نہیں کرے گی جیسا کہ انصار و مہاجرین اور دیگر صحابہ کرام ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حضور اکرم ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کا حق ادا کر دیا ہے۔

[۷۸] اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو فرمایا: پیارے نبی! سارے انبیائے کرام علیہم السلام ہدایت یافتہ تھے اور آپ بھی ہدایت یافتہ ہیں، لہٰذا آپ بھی ان کا طریقہ اختیار کریں اور پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ تھا کہ وہ تبلیغ پر معاوضہ طلب نہیں کرتے تھے، لہٰذا آپ بھی اپنی قوم کو آگاہ کر دیں کہ تمہیں جو قرآن کی تبلیغ کرتا ہوں یہ میرا پیشہ نہیں بلکہ مقصدِ حیات ہے، لہٰذا میں اس پر تم سے کوئی فیس یا معاوضہ نہیں مانگتا کیونکہ یہ قرآن تو تمام لوگوں کے لئے نصیحت اور خیر خواہی کا پیغام ہے جو ہر کسی کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ حق پر کوئی معاوضہ نہ لینا تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی مشترکہ سنت ہے اور تبلیغ کے مؤثر ہونے میں اس کا بڑا دخل ہے۔

[۷۹] اس آیت کے نازل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہود کا ایک گروہ اپنے حبر (مذہبی پیشوا) مالک بن صیف کو لے کر حضور اکرم ﷺ سے بحث کرنے کے لئے آیا۔ حضور اکرم ﷺ نے مالک بن صیف سے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ پر تورات نازل کی، کیا تم نے تورات میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ موٹے حبر کو پسند نہیں کرتا؟ (جو حرام کھا کر موٹا ہو جاتا ہے) اس نے کہا ہاں یہ تورات میں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تو بھی تو موٹا حبر ہے اور یہودیوں کے مال کھا کر موٹا ہو گیا ہے۔ اس پر وہ غضب ناک ہو کر کہنے لگا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا۔ حبر کے ساتھیوں نے جب یہ بات سنی تو وہ اُسے ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے: کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے تورات نازل نہیں کی؟ تو نے یہ کیوں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا۔ مالک نے کہا: دراصل محمد ﷺ نے مجھے غضب ناک کر دیا تھا تو میں نے یہ کہہ دیا۔ یہود نے اسے کہا: تو نے غضب میں آکر اللہ تعالیٰ کے بارے میں غلط بات کہہ دی اور اللہ تعالیٰ کی ناقدری کر دی، لہٰذا تو اس قابل نہیں کہ تجھے حبر کے عہدے پر

Marfat.com

وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَ لَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

کتاب کس نے نازل کی تھی جس کو موسیٰ لائے تھے، وہ لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی، تم نے اس کے الگ الگ کاغذ بنالئے ہیں، تم ان (میں سے بہت کم) کو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپالیتے ہو، [۸۰] اور تمہیں وہ علم دیا گیا جس کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا، [۸۱] آپ فرمائیے: اللہ تعالیٰ (نے تورات نازل فرمائی ہے)، پھر ان کو چھوڑ دیجئے تاکہ وہ اپنی بے ہودہ باتوں میں کھیلتے رہیں۔

برقرار رکھا جائے، چنانچہ یہود نے اسے حَبر کے عہدہ سے معزول کردیا۔ (تفسیر خازن وروح المعانی)

[۸۰] تورات صرف مذہبی رہنماؤں کے پاس ہوتی تھی اور انہوں نے تورات کی آیات کو الگ الگ کاغذات پر لکھا ہوا تھا۔ قرآن مجید کی طرح نہ تو تورات عوام کو زبانی یاد تھی اور نہ اس کے نسخے عوام کے پاس ہوتے تھے، اس لئے جب کبھی عوام کو کسی مسئلہ کی ضرورت پڑتی اور وہ مذہبی رہنماؤں کے پاس جاتے تو وہ اپنی مرضی کے جوابات والے کاغذات انہیں دکھاتے اور جو آیات ان کی مرضی کے خلاف ہوتیں وہ کاغذات تورات کے فولڈر سے نکال کر کہیں علیحدہ رکھ دیتے۔ اس طرح وہ تورات کی اکثر آیات مثلاً رجم کی سزا اور حضور اکرم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بشارات کو عوام سے چھپالیتے تھے، مگر قرآن مجید کی حفاظت کی کیا شان ہے۔ یہ صرف علماء ہی نہیں بلکہ عوام کے گھروں اور سینوں میں بھی محفوظ ہے، لہٰذا کوئی عالم کسی آیت کی غلط تاویل تو کرسکتا ہے مگر اس کی آیات کو چھپا نہیں سکتا۔

ذاتی خواہشات کے لئے مذہبی احکام کو چھپانے اور ان کی غلط تاویل کرنے والے دین فروش صرف اہل کتاب میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں اور ان کے لئے نبی کریم ﷺ نے سخت عذاب کی خبر دی ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس سے کوئی علمی سوال پوچھا گیا اور اس نے اس علم کو چھپایا تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔''

(ترمذی: ابواب العلم: باب ۳)

[۸۱] حضور اکرم ﷺ کے ذریعہ یہود کو گذشتہ انبیائے کرام علیہم السلام اور بنی اسرائیل کے بارے میں بہت سی ایسی معلومات بھی ملیں جن کو نہ وہ خود جانتے تھے اور نہ ہی ان کے باپ دادا، نیز اس آیت میں حضور اکرم ﷺ نے پہلے حَبر پر سوال کیا کہ حضرت موسیٰ پر کتاب کس نے نازل کی اور آخر میں خود ہی جواب دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ پر قرآن مجید بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ان واضح دلائل کے بعد بھی اگر وہ انکار کرتے ہیں تو آپ غم نہ کریں اور انہیں ان فضول بحثوں میں سرگرداں رہنے دیں۔

Marfat.com

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَاؕ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

۹۲۔ اور یہ (قرآن) کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے، یہ برکت والی ہے، یہ ان آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں تا کہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے گردونواح کے لوگوں کو (عذاب سے) ڈرائیں، [۸۲] اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں۔

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَ لَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُؕ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

۹۳۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگائے یا کہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے، حالانکہ اس کی طرف کچھ بھی وحی نہیں کی گئی، اور جو یہ کہے کہ میں عنقریب ایسا (کلام) نازل کروں گا جیسا اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، [۸۳] اور کاش آپ اس وقت دیکھیں جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے (ان کی طرف) اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے (اور انہیں کہیں گے:) نکالو اپنی جانوں کو، آج تمہیں اس وجہ سے ذلت کا عذاب دیا جائے گا کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق بہتان لگاتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کیا کرتے تھے۔

[۸۲] مکہ کے گردونواح سے مراد اس کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ساری دنیا ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ ساری دنیا کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کے لئے تشریف لائے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''(اللہ تعالیٰ) بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن) نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والے ہوں۔'' (قرآن: ۲۵:۱)

[۸۳] جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگائے یا جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرے یا قرآن مجید جیسا کلام نازل کرنے کا دعویٰ کرے وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ اگرچہ دنیاوی زندگی میں انہیں اس ظلم کا احساس بہت کم ہوتا ہے لیکن جب فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے لئے ان کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں اور خوف ناک آواز میں انہیں کہتے ہیں کہ اپنی جانیں ہمارے حوالے کر دو تو اس وقت موت کی سختی اور قبر کی وحشت سے جو حشر ان ظالموں کا ہوتا ہے اگر دنیا والوں کو نظر آ جائے تو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ تکبر نہ کرے۔

Marfat.com

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَٰكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ ٱلَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَٰٓؤُا۟ ۚ لَقَد تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنكُم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٩٤﴾ ع ۱۲

۹۴۔ اور بے شک تم ہمارے پاس تنہا آ گئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ (تنہا) پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا تھا وہ سب تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تم یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں (ہمارے) شریک ہیں، [۸۴] بے شک تمہارے باہمی تعلقات ٹوٹ گئے اور وہ سب تم سے گم ہو گئے جن کا تم دعویٰ کیا کرتے تھے۔

إِنَّ ٱللَّهَ فَالِقُ ٱلْحَبِّ وَٱلنَّوَىٰ ۖ يُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ ٱلْمَيِّتِ مِنَ ٱلْحَىِّ ۚ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٩٥﴾

۹۵۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے، [۸۵] وہ مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالنے والا ہے، یہی تو اللہ تعالیٰ ہے، پھر تم کدھر بہکے جا رہے ہو؟

---

[۸۴] قیامت کے دن اہل ایمان کے ساتھ نماز، روزہ اور صدقات و زکوٰۃ وغیرہ کا ثواب ہوگا مگر مشرکین بغیر کسی ثواب کے خالی ہاتھ اور تنہا ہوں گے اس لئے اللہ تعالیٰ از راہ عتاب انہیں فرمائے گا: تم تنہا آ گئے ہو، جو مال و متاع ہم نے تمہیں دیا تھا وہ سارا دنیا میں ہی چھوڑ آئے ہو کچھ بھی آخرت کے لئے نہیں بھیجا اور جن کو تم اپنا سفارشی اور میرا شریک سمجھتے تھے وہ بھی تم سے جدا اور غائب ہو گئے ہیں تو آج تمہیں کون پناہ دے گا؟

[۸۵] ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی بے مثال قدرت کے چند کرشمے بیان کئے گئے ہیں تاکہ انسان ان میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کر سکے یعنی خشک دانے اور سخت گٹھلی کو چیر کر اس سے سرسبز پودے اور بلند و بالا درخت اُگانا، بے جان انڈے اور پانی کے قطرے سے جاندار چوزہ اور زندہ انسان پیدا کرنا اور اسی طرح زندہ مرغی سے بے جان انڈا نکالنا، یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے کام ہیں، پھر تم اس حقیقی خالق کو چھوڑ کر کدھر بہکے جا رہے ہو؟ کیا اور کوئی ہستی تمہیں ایسی مل سکتی ہے جو ان کاموں کو انجام دے سکے؟ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو خدا ہمیں پانی کے ایک بے جان قطرہ سے پہلی بار پیدا کر سکتا ہے تو وہ ہمارے مرنے کے بعد ہمارے جسم کے بے جان ذرات سے ہمیں دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔

Marfat.com

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾

۹۶۔ وہ صبح کا نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو آرام کے لئے بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لئے، [۸۶] یہ بہت غالب بہت علم والے کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔

وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾

۹۷۔ اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو بنایا تاکہ تم ان سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کر سکو، [۸۷] بے شک ہم نے دلائل کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔

وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾

۹۸۔ اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، [۸۸] پھر (ہر ایک کے لئے) ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے، اور ایک امانت رکھے جانے کی جگہ ہے، بے شک ہم نے دلائل کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔

---

[۸۶] یعنی سورج سے شمسی مہینے اور چاند سے قمری مہینے بنتے ہیں، سورج سے نمازوں کے اوقات اور چاند سے روزہ و حج کے ایام کا حساب لگایا جاتا ہے۔ نیز سورج اور چاند خود بھی ایک ضابطہ کے پابند ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔

[۸۷] اس آیت میں ستاروں کی تخلیق کا ایک فائدہ بیان کیا جا رہا ہے یعنی پہلے زمانے میں جب گھڑیاں اور قطب نما نہیں تھے تو رات کو سفر کرنے والے مسافر ستاروں کی مدد سے وقت اور سمت کا اندازہ کیا کرتے تھے۔

[۸۸] اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کو ایک جان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا، پھر ہر ایک کو پہلے باپ کی صلب میں بطور امانت رکھا اور پھر کچھ عرصہ کے لئے ماں کے پیٹ میں قرار عطا فرمایا، یا اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا میں بطور امانت عارضی طور پر رہے گا اور آخرت میں بطور قرار دائمی رہے گا، جس طرح اس دنیا کا جسم اور نعمتیں عارضی ہیں اور آخرت کا جسم اور نعمتیں دائمی ہوں گی۔

یہاں پر ایک نکتہ قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک باپ کی اولاد ہونے کے حوالے سے سب انسان آپس میں ایک دوسرے کے رشتہ دار اور قریبی ہیں، لہٰذا انہیں خوشی اور غمی میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہو کر اس دنیا کو پر امن اور خوشحال بنانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ اس کی مزید تشریح کے لئے سورہ نساء کی پہلی آیت کا پہلا حاشیہ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

وَ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیۡءٍ فَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهُ خَضِرًا نُّخۡرِجُ مِنۡهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخۡلِ مِنۡ طَلۡعِهَا قِنۡوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّ الزَّیۡتُوۡنَ وَ الرُّمَّانَ مُشۡتَبِهًا وَّ غَیۡرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنۡظُرُوۡۤا اِلٰی ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَ یَنۡعِهٖ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكُمۡ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۹۹﴾

۹۹۔ اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کی نباتات اُگائی، [۸۹] پھر اس سے سرسبز شاخ نکالی اور اس سے تہ بہ تہ لگے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے پیدا کئے جو نیچے جھکے ہوئے ہیں اور انگور اور زیتون اور انار کے باغ اگائے جو ملتے جلتے بھی ہیں اور مختلف بھی ہیں، جب یہ درخت پھل لائیں تو ان کے پھل اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو، بے شک ان میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

وَ جَعَلُوۡا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الۡجِنَّ وَ خَلَقَهُمۡ وَ خَرَقُوۡا لَهٗ بَنِیۡنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی

۱۰۰۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے جنوں کو شریک بنایا حالانکہ اس نے انہیں پیدا کیا ہے [۹۰] اور انہوں نے محض جہالت

[۸۹] اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعہ نباتات اُگائی یعنی پہلے زمین کا سینہ چیر کر نرم و نازک سبز رنگ کی شاخیں نمودار ہوتی ہیں، پھر اپنے اپنے بیج کے مطابق بعض پودے بن کر اناج کے دانے پیدا کرتے ہیں اور بعض درخت بن کر کھجور، زیتون اور انار وغیرہ کے پھل پیدا کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض درختوں کی شاخیں اور پتے ملتے جلتے ہوتے ہیں لیکن ان کے پھل مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض پھلوں کی شکل و صورت باہم ایک جیسی ہوتی ہے لیکن ان کے ذائقے مختلف ہوتے ہیں، مثال کے طور پر صرف مالٹوں ہی میں غور کریں جو باہر سے ایک جیسے لگتے ہیں مگر اندر سے ان کے رنگ اور ذائقے میں اختلاف ہوتا ہے، نیز بعض کے اندر بیج ہوتے ہیں اور بعض کے اندر بیج بھی نہیں ہوتے، الغرض جملہ نباتات کے زمین سے نکلنے اور پودا یا درخت بننے تک، پھر ان پر پھول لگنے سے پھل بننے اور اس کے پکنے تک کے مختلف مراحل میں غور و فکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی توحید اور قدرت پر ایمان لانے کے بے شمار دلائل موجود ہیں۔

گذشتہ چند آیات میں انسان اور حیوان کے نطفہ و حمل سے لے کر پیدائش تک اور نباتات کی پیدائش سے لے کر درخت اور پھل بننے تک کے مختلف مراحل، نیز زمین، آسمان، دن، رات، سورج، چاند، ستارے، خشکی اور سمندر الغرض کائنات کی ہر چیز میں غور و فکر کرنے اور ان سے متعلقہ سائنسی علوم پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس غور و فکر اور تحقیق سے ایک طرف تو نئی ایجادات سے انسانی سہولیات میں اضافہ ہوگا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا مشاہدہ کر کے اس پر ایمان اور زیادہ پختہ ہوگا۔

[۹۰] مشرکین عرب نے جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک اور فرشتوں کو اس کی بیٹیاں بنا رکھا تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو جنوں اور فرشتوں کا خالق ہے۔

Marfat.com

ع ١٢ ١٨

عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

سے اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں، اللہ تعالیٰ پاک اور برتر ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَنّٰی یَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۱﴾

۱۰۱۔ وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی کوئی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی ہی نہیں ہے، اور اس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴿۱۰۲﴾

۱۰۲۔ یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، پس تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ٘ وَ هُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۰۳﴾

۱۰۳۔ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں [۹۱] اور وہ سب آنکھوں کو محیط ہے اور وہ نہایت باریک بین باخبر ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَ مَاۤ اَنَا

۱۰۴۔ بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلائل آ گئے ہیں، سو جس نے آنکھیں کھول کر دیکھا اس نے اپنا فائدہ کیا اور جو اندھا بنا رہا اس نے اپنا نقصان کیا، [۹۲]

اسے اولاد اور جنوں کے سہاروں کی ضرورت نہیں، نیز اولاد کے لئے بیوی کا ہونا ضروری ہے، جب اللہ تعالیٰ کی کوئی بیوی ہی نہیں تو اس کی اولاد کہاں سے آئے گی۔

[۹۱] اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات غیر محدود ہیں اس لئے مخلوق کی آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں، البتہ کسی حد تک اس کا دیدار ممکن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''قیامت کے دن کئی چہرے شگفتہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔'' (قرآن: ۷۵: ۲۳) اس دنیا میں بھی جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے دیدار کا شرف عطا کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنے نور کی خصوصی آنکھ عطا فرماتا ہے جس سے وہ دیدار کر سکتا ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مومن کی فراست سے بچو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔'' (ترمذی: تفسیر القرآن: سورہ الحجر) یہی وہ خصوصی نورانی آنکھ تھی جس کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ اگر اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار محال ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام دیدار کا سوال نہ کرتے کیونکہ نبی کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ ناممکن چیز کا سوال کرے۔ (تفسیر قرطبی) دیدار الٰہی کے متعلق مزید تفصیل جاننے کے لئے تفسیر قرطبی کا یہی مقام ملاحظہ فرمائیں۔

[۹۲] بے شک قرآن مجید میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن دلائل آ چکے ہیں جس نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا وہ ایمان سے

Marfat.com

عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿١٠٤﴾

اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٥﴾

۱۰۵۔ اور اسی طرح ہم بار بار (مختلف انداز سے) دلائل بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ (اہل علم) بول اٹھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (شکوک وشبہات کو) مٹا دیا[۹۳] اور تاکہ ہم اس (قرآن) کو اہل علم کے لئے واضح کردیں۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾

۱۰۶۔ آپ اس کی پیروی کریں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف وحی کی گئی ہے،[۹۴] یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور مشرکین سے کنارہ کشی کریں۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۗ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾

۱۰۷۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان کا نگہبان نہیں بنایا اور نہ آپ ان کے ذمہ دار ہیں۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا

۱۰۸۔ اور (اے مسلمانو!) تم انہیں گالیاں نہ دو جن کی یہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ حد سے تجاوز

فیضیاب ہوگا اور جو جان بوجھ کر اندھا بنا رہا وہ ایمان کی دولت سے محروم رہے گا۔ بہرحال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے روشن دلائل کو احسن طریقہ سے لوگوں تک پہنچا دیا۔ اب زبردستی ان کو منوانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری نہیں ہے۔

[۹۳] یعنی ہم مختلف انداز میں دلائل کو بیان کرتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بار بار سنواتے ہیں تاکہ اہل علم پر قرآن مجید کی صداقت واضح ہو جائے اور وہ پکار اٹھیں کہ قرآن مجید کے بارے میں پیدا ہونے والے جملہ شکوک وشبہات کا آپ نے قلع قمع کر دیا۔

[۹۴] آپ اسی صراط مستقیم پر گامزن رہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمایا ہے یعنی آپ دنیا کو تبلیغ کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور مشرکین کے اسلام نہ لانے کے خیال کو دل میں بٹھا کر غمگین نہ ہوں، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے مگر یہ ان کی آزمائش کا مسئلہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی کہ وہ ایمان کیوں نہیں لائے۔ اس سلسلہ میں آیت نمبر ۳۵ کا حاشیہ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٨﴾

کرتے ہوئے بغیر جانے اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں گے، [۹۵] ہم نے اسی طرح ہر امت کے لئے ان کا عمل مزین کر دیا ہے، پھر انہیں اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے، پھر وہ انہیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

---

[۹۵] اسلام اپنے ماننے والوں کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ دوسروں کے معبودوں کو گالی نہ دیں اور ان کے بارے میں ہتک آمیز رویہ اختیار نہ کریں۔ اس حکم کے ساتھ ہی اسلام اپنے مزاج کے مطابق اس کی حکمت بھی بیان کرتا ہے کہ جواب میں وہ تمہارے خدا کو گالی دیں گے اور اس تکرار سے معاشرے میں افراتفری، بدامنی اور تشدد کا ایک سلسلہ چل نکلے گا جسے اسلام کسی صورت برداشت نہیں کرتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور (اے مسلمانو!) تم ان کو گالیاں نہ دو جن کی یہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ حد سے تجاوز کرتے ہوئے بغیر جانے اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں گے۔'' (قرآن:۶:۱۰۸)

اس آیت میں غور وفکر کرنے سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں کے معبودوں کو گالیاں دینے سے منع فرمایا ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ''علماء نے کہا ہے کہ اس آیت کا حکم اس امت پر ہر حال میں باقی ہے۔ جب بھی غیر مسلموں سے خدشہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ، نبی کریم ﷺ یا اسلام کو گالیاں دیں گے تو کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان کی صلیب، ان کے دین یا ان کی عبادت گاہوں کو گالیاں دے اور کسی ایسے کام کے درپے ہو جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ، نبی مکرم ﷺ یا اسلام کو گالیاں دیں، کیونکہ یہ گناہ اور نافرمانی پر ابھارنے کے مترادف ہے۔'' (تفسیر قرطبی)

۲۔ اہل علم نے اس آیت سے سد ذرائع کا اصول بھی اخذ کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو کام کسی برائی اور گناہ کا سبب بنے اس کو روکنا اور ترک کرنا واجب ہے۔ (تفسیر قرطبی) چونکہ کسی کے معبود اور مذہب کو گالیاں دینا ایک برائی اور گناہ کا سبب بنتا ہے، لہٰذا اس کا ترک کرنا واجب ہے۔

۳۔ اس آیت میں مبلغین اسلام کی تربیت کی جا رہی ہے کہ وہ غیر مسلموں سے بحث کرتے وقت اخلاق کے دائرہ میں رہتے ہوئے علمی گفتگو کریں اور حد سے تجاوز نہ کریں کیونکہ اگر بداخلاقی کا مظاہرہ کیا گیا اور بات گالم گلوچ تک پہنچ گئی تو غیر مسلموں کے دل میں اسلام سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں گے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی کئی آیات میں بتوں پر سخت تنقید کی گئی ہے اور انہیں جہنم کا ایندھن کہا گیا ہے۔ کیا یہ قرآن کے اس حکم کے خلاف نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں انسانی ہمدردی کے پیش نظر بطور مناظرہ بتوں کی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ وہ عبادت کے

Marfat.com

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

۱۰۹۔ اور انہوں نے بڑی تاکید کے ساتھ قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آ گئی تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے، [۹۶] آپ فرمائیے کہ نشانیاں تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا خبر کہ جب یہ نشانیاں آ جائیں گی تو یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

لائق نہیں ہیں۔ اس سے بتوں کی تذلیل اور مشرکین کی توہین مقصود نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے عدالت میں کسی گواہ پر جرح کی جائے تو اس سے مقصود گواہ کی تذلیل نہیں ہوتی بلکہ مقدمہ کی حقیقت کو سمجھنا اور سچ اور جھوٹ واضح کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرح پارلیمنٹ میں جب کسی بل کے نقائص بیان کئے جاتے ہیں تو اس کا مقصد بل پیش کرنے والے کی توہین نہیں ہوتا بلکہ بل کے نقصانات سے آگاہ کرنا اور قوم اور معاشرے کو اس بل کے ضرر رساں اثرات سے بچانا مقصود ہوتا ہے۔ اسی لئے اہل علم نے تصریح کی ہے کہ جن آیات میں بتوں پر تنقید کی گئی ہے ان کو مشرکین کی تذلیل اور ان کو چڑانے کے ارادے سے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

مندرجہ ذیل حدیث اس آیت کی تفسیر ہے

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً بڑے گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے والدین کو لعنت کرے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! ایک انسان اپنے والدین کو کیسے لعنت کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک انسان کسی دوسرے کے باپ کو گالی دے اور دوسرا واپس پہلے شخص کے والدین کو گالیاں دے۔'' (بخاری: کتاب الادب: باب ۴)

یعنی اگر پہلا شخص گالیوں کی ابتدا نہ کرتا تو دوسرا پہلے کے والدین کو گالیاں نہ دیتا، لہٰذا یہ ایسا ہی ہے جیسے پہلے شخص نے خود ہی اپنے والدین کو گالیاں دی ہیں کیونکہ وہی اس کا سبب بنا ہے۔ اسی طرح جو مسلمان کسی کے معبود کو گالیاں دے اور وہ بدلے میں مسلمان کے خدا کو گالیاں دے تو ایسا ہی ہے جیسے مسلمان نے خود اپنے خدا کو گالی دی ہے۔ (العیاذ باللہ)

[۹۶] مشرکین مکہ نے بڑی تاکید کے ساتھ قسمیں کھا کر کہا: اے محمد ﷺ! آج اگر آپ کوئی معجزہ دکھائیں تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: معجزات کی اصل طاقت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اس کی اجازت اور عطا سے ہی انبیائے کرام علیہم السلام معجزات دکھاتے ہیں۔ اس وقت بعض مسلمانوں کے دل میں خیال آیا کہ کیا اچھا ہو کہ آج کوئی معجزہ دکھا دیا جائے تاکہ شاید یہ ایمان لے آئیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبر دی کہ تم ان کی قسموں کی طرف نہ جاؤ۔ یہ پہلے شق قمر کا مطالبہ کر چکے ہیں اور جب چاند توڑ کر دکھا دیا گیا تو انکار کر دیا، لہٰذا ان کا انکار کسی غلط فہمی کی وجہ سے نہیں بلکہ تعصب اور ضد سے ہے اور اب بھی اگر ہم مزید معجزات دکھا دیں تو پھر بھی یہ ایمان لانے والے نہیں جیسا کہ آگے آیت نمبر ۱۱۱ میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

Marfat.com

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۠ ﴿۱۱۰﴾

۱۱۰۔ اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے جس طرح یہ لوگ اس قرآن پر پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے تاکہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔[۹۷]

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱۔ اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے بھی نازل کرتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز کو ان کے سامنے جمع کر دیتے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے [۹۸] مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا لیکن ان میں سے اکثر لوگ جاہل ہیں۔

---

[۹۷] اس آیت میں کفار مکہ کے دل ونگاہ کو حق سے پھیرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اور اسی طرح کئی اور مقامات پر بھی ان کی دل ونگاہ کی صلاحیتوں کو ناکارہ کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ یہاں بعض لوگ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ودماغ کو ناکارہ بنا دیا ہے اور ان کے سمع وبصر پر پردے ڈال دیئے ہیں تو پھر ان کا قصور کیا ہے اور انہیں سزا کیوں دی جائے گی۔ اس کا تفصیلی جواب تو سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۷ میں گزر چکا ہے۔ یہاں مختصراً عرض ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کفار کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے ان کے دلوں پر مہریں لگا دی ہیں اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اسی طرح اہل ایمان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے ان کے لئے ہدایت کی راہیں کھول دی ہیں اور ان کے دل ودماغ کو ایمان کے نور سے منور کر دیا ہے۔ اب یہاں بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ اہل ایمان کو جب ہدایت اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے اور نور ایمان سے اس نے نوازا ہے تو انہیں جنت کیوں عطا کی جائے گی اور وہ انعامات کے مستحق کیوں ٹھہریں گے، اس طرح تو جزا اور سزا کا تصور ہی ختم ہو جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل ایمان نے اپنے ارادہ سے اور اہل کفر نے اپنے ارادہ سے ایمان اور کفر کی راہیں اختیار کی ہیں اور اسی ارادہ پر وہ جزا وسزا کے مستحق ٹھہریں گے، لیکن فاعل حقیقی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہے اور یہ سب کچھ اس کی مشیت کے تابع ہے اس لئے اس کی نسبت اس نے اپنی طرف کر دی ہے۔

[۹۸] مشرکین مکہ نت نئے معجزہ کا مطالبہ کرتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ہم ان کے مطلوبہ معجزات دکھا دیں یہاں تک کہ فرشتے آسمان سے نازل ہو کر ان کے پاس آ کھڑے ہوں، مردے قبروں سے نکل کر ان سے باتیں کرنے لگیں اور دنیا کی ہر چیز ان کے سامنے جمع کر دی جائے تو یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ حقیقت کی طرف دلائل رہنمائی کرتے ہیں۔ معجزات تو تائیدی امور کا کام دیتے ہیں لیکن جو لوگ دلائل سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں وہ معجزات سے کیا فائدہ اٹھائیں گے، البتہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ان کی مرضی کے خلاف انہیں ایمان لانے پر مجبور کر سکتا ہے مگر یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے کیونکہ وہ کسی پر جبر نہیں کرتا۔

Marfat.com

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

۱۱۲۔ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شیطان انسانوں اور شیطان جنوں کو دشمن بنا دیا جو (لوگوں کو) دھوکے میں ڈالنے کے لئے ایک دوسرے کو خوش نما باتیں القا کرتے رہتے ہیں، [۹۹] اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ یہ نہ کرتے، پس آپ ان کو اور ان کی افترا پردازیوں کو ان کے حال پر رہنے دیں۔

وَلِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

۱۱۳۔ اور تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہو جائیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے [۱۰۰] اور تاکہ اس کو پسند کر لیں اور تاکہ کرتے رہیں جو گناہ اب وہ کر رہے ہیں۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

۱۱۴۔ تو کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا تلاش کروں حالانکہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل کی ہے، [۱۰۱] اور جن لوگوں کو ہم نے (تم سے پہلے) کتاب دی تھی وہ جانتے ہیں کہ یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ اتارا گیا ہے، سو تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔

---

[۹۹] مکہ کے شیطان نما اور سرکش مشرکین حضورِ اکرم ﷺ کی مخالفت پر ایک دوسرے کو اکساتے اور لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے انہیں سبز باغ دکھاتے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں شیطان صفت لوگوں نے ہمیشہ ہر نبی کی مخالفت کی ہے، لہٰذا آپ ان کی سازشوں اور افترا پردازیوں کو خاطر میں نہ لائیں اور صبر و استقامت کے ساتھ اسلام کی تبلیغ میں اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔

[۱۰۰] شیطان صفت لوگ اپنی سازش اور باطل پرستی کو بڑے دل کش انداز میں پیش کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ جو آخرت اور اعمال کی جزا و سزا پر یقین نہیں رکھتے ان کے دل اس باطل پرستی کی طرف مائل ہو جائیں اور انکارِ آخرت کا جو غلط راستہ انہوں نے اپنے لئے پسند کر رکھا ہے اسی پر گامزن رہیں اور اسلام قبول نہ کریں۔

[۱۰۱] مشرکین مکہ نے حضورِ اکرم ﷺ اور قرآن مجید پر ایمان لانے سے انکار کر دیا اور کہا: آپ کی صداقت کے لئے کسی یہودی عالم یا

Marfat.com

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١١٥﴾

۱۱۵۔ اور آپ کے رب کی بات سچائی اور عدل کے اعتبار سے مکمل ہو گئی، [۱۰۲] کوئی اس کی باتوں کو بدلنے والا نہیں ہے، اور وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿١١٦﴾

۱۱۶۔ اور اگر تو زمین کے اکثر لوگوں کی اطاعت کرے تو وہ تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے، [۱۰۳] وہ محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔

عیسائی عالم سے فیصلہ کراتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کیا جس میں توحید و رسالت کے دلائل تفصیل سے مذکور ہیں۔ ان میں غور و فکر کر کے خود ہی فیصلہ کر لو، میں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا حکم ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ نیز اہل کتاب بھی جانتے ہیں کہ قرآن مجید کا نزول اور میری بعثت برحق ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں میرے متعلق پیشگوئیاں موجود ہیں اور وہ مجھے اس طرح پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ (قرآن: ۶: ۲۰)

[۱۰۲] اس آیت میں قرآن مجید کی چار صفات بیان کی گئی ہیں یعنی قرآن مجید مکمل کتاب ہے، اس کا کوئی پہلو نا تمام نہیں۔ اس کی ساری خبریں سچی ہیں، اس کے سارے احکام عدل و انصاف پر مبنی ہیں اور اس میں رد و بدل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اس ہستی کا کلام ہے جو خوب سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

آج دنیا کی ہر حکومت یا قانون ساز اسمبلی اپنے ملک کے لئے قانون بناتی ہے لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جب اس قانون کے نقائص ظاہر ہوتے ہیں تو اس کو بدلنا پڑتا ہے یا جونہی حالات بدلتے ہیں تو نئے تقاضوں کے مطابق نئے قانون کی ضرورت پڑتی ہے مگر قرآن مجید نے جس ضابطہ حیات کا اعلان چودہ سو سال پہلے کیا تھا وہ قیامت تک دنیا کی ہر قوم، ہر ملک، ہر حال اور ہر زمانہ کے تقاضوں کو کامل طریقہ سے پورا کرتا ہے اور اس میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قرآن مجید کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو اس کائنات کا خالق و مالک اور اس کی حقیقتوں سے خوب آشنا ہے۔

[۱۰۳] اس دنیا میں اکثر لوگ اپنے گمان اور اپنے قیاس کی پیروی کرتے ہیں۔ ان کے عقائد اور اصول زندگی سب قیاس آرائیوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ اے لوگو! ہوشیار رہو، اگر تم نے ان کی پیروی کی تو وہ تمہیں بھی گمراہ کر دیں گے، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو کیونکہ وہی بہتر جانتا ہے کہ کون گمراہ ہے اور کون ہدایت یافتہ؟

Marfat.com

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾

١١٧۔ بے شک آپ کا رب زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے گمراہ ہوتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾

١١٨۔ سو اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے [١٠٤] اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان لانے والے ہو۔

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾

١١٩۔ اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اس میں سے نہیں کھاتے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے [١٠٥] حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مفصل بیان کر دیا ہے جو اس نے تم پر حرام کیا سوائے اس کے جس کی طرف تم مجبور ہو جاؤ، اور بے شک بہت سے لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں، بے شک آپ کا رب حد سے تجاوز کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

---

[١٠٤] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اجازت دی ہے کہ وہ اس جانور کا گوشت کھائیں جس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو بشرطیکہ وہ ان جانوروں میں سے ہو جن کا کھانا حلال ہے۔

[١٠٥] حرام چیزوں کی تفصیل سورہ بقرہ کی آیت نمبر ١٧٣، سورہ مائدہ کی آیت نمبر ٣، سورہ نحل کی آیت نمبر ١١٥ اور اسی سورت میں آگے آیت نمبر ١٤٥ میں مذکور ہے، مگر دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے محض اپنی خواہشات کے مطابق بعض حلال چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کے کھانے سے منع کرتے ہیں، حیرت کی انتہا ہے۔ ان لوگوں کو یہ حق کس نے دیا کہ وہ اس حلال جانور کو حرام قرار دیں جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے۔ دراصل یہ لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں اور میدانِ حشر میں اپنی اس زیادتی پر جوابدہ ہوں گے۔

اس آیت میں وہ لوگ خصوصی غور کریں جو اس جانور کو حرام کہتے ہیں جو ایصالِ ثواب کی غرض سے بزرگوں کے نام سے منسوب تھا مگر ذبح کے وقت صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا لیکن اس جانور کو حلال سمجھتے ہیں جو بتوں کی وجہ سے بحیرہ یا سائبہ کے نام سے مشہور تھا مگر ذبح کے وقت صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا۔ مزید تفصیل کے لئے سورہ مائدہ کی آیت نمبر ١٠٣ ملاحظہ کریں۔

اگر کوئی شخص دشمن کے ہاتھوں مجبور ہو جائے یا بھوک کی وجہ سے اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے تو وہ ان حرام چیزوں میں سے بقدرِ ضرورت کھا سکتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی کو بحال رکھ سکے اور اس کی مجبوری کے باعث اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا۔

Marfat.com

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

۱۲۰۔ اور تم ظاہری گناہ اور پوشیدہ گناہ کو چھوڑ دو، [۱۰۶] بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان کو عنقریب ان کے اعمال کی سزا دی جائے گی۔

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِیٰٓـِٕهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع

۱۲۱۔ اور اس میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا، یقیناً یہ نافرمانی ہے، [۱۰۷] اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں (وسوسے) ڈالتے ہیں تا کہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے۔

اَوَمَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ

۱۲۲۔ کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے کیا وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہو اور ان سے نکلنے والا نہیں؟ [۱۰۸] اسی

---

[۱۰۶] گناہ ہر صورت میں گناہ ہے چاہے چھپ کر کیا جائے یا اعلانیہ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے گناہوں کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے۔ بعض معاشروں میں چھپ کر گناہ کرنا عیب نہیں سمجھا جاتا اور جب وہ منظر عام پر آ جائے تو بدنامی (Scandal) بن جاتا ہے، مگر اسلام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس نے پوشیدہ اور اعلانیہ ہر قسم کے گناہوں کو جرم قرار دیا ہے اور جو لوگ ان میں سے کسی کا ارتکاب کرتے ہیں انہیں اس کی سزا دی جائے گی۔

[۱۰۷] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ جس جانور پر ذبح کے وقت دانستہ اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے وہ حرام ہے اور اس کا گوشت کھانا گناہ ہے۔ اسلامی ذبیحہ کے متعلق غلط فہمیاں پھیلانے کے لئے شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں شکوک اور وسوسے ڈالتے ہیں تا کہ تمہارے ساتھ جھگڑا کریں، مگر تم ان کے وسوسوں کو خاطر میں نہ لاؤ اور اسلام پر قائم رہو، کیونکہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف شیطان کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال جانا تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔

[۱۰۸] یہاں موت سے مراد روحانی موت اور زندگی سے مراد روحانی زندگی ہے اور ان دونوں کا تعلق ایمان، علم اور عمل صالح سے ہے، یعنی جو ان سے محروم رہا وہ چلتا پھرتا مردہ ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ: "آپ مردہ دلوں کو نہیں سنا

Marfat.com

زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٢﴾

طرح کافروں کے لئے وہ اعمال آراستہ کر دیئے گئے جو وہ کیا کرتے تھے۔[۱۰۹]

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾

۱۲۳۔ اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے بڑے لوگوں کو مجرم بنایا تا کہ وہ وہاں مکر وفریب کیا کریں،[۱۱۰] اور وہ اپنے آپ کو ہی فریب دیتے ہیں اور سمجھتے نہیں۔

سکتے'' (قرآن: ۸۰:۲۷) اور جسے یہ (ایمان، علم اور عمل صالح) نصیب ہو جائیں اس کے تن مردہ میں نئی زندگی آ جاتی ہے۔ ایسی زندگی جسے ظاہری موت بھی ختم نہیں کر سکتی۔ مثال کے طور پر وہ آیات پیش کی جاسکتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے شہداء اور صالحین کی روحانی زندگیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس زندگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''جاہلوں کے درمیان ایک طالب علم کی مثال ایسی ہے جیسے مُردوں کے درمیان زندہ۔'' (جامع صغیر: حرف طاء)

اب اس آیت کا مفہوم سمجھیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وہ شخص جو جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہا تھا اور مُردوں کی طرح حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتا تھا اسے ہم نے ایمان، علم اور عمل صالح کے ذریعے نئی زندگی عطا فرمائی۔ اب وہ خود بھی راہ ہدایت پر گامزن ہے اور دوسروں کی بھی رہنمائی کر رہا ہے۔ کیا یہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو جہالت کی تاریکیوں میں ایسا گم ہے کہ وہاں سے نکل ہی نہیں پاتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تعلیم یافتہ اور ان پڑھ برابر نہیں ہو سکتے۔'' (قرآن: ۹:۳۹)

لہٰذا ماں باپ کو چاہیے کہ اپنے بچوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دیں تا کہ وہ جہالت کی تاریکیوں میں سرگرداں نہ رہیں بلکہ علم کی روشنی میں اپنی قوم کا نام روشن کریں۔

قوم اُبھرتی ہے نظام عقل کی تنظیم سے ‌ ‌ ‌ ‌ عقل ہوتی ہے منور مشعل تعلیم سے

[۱۰۹] جس طرح علم و عمل اور نور ہدایت سے عاری شخص اپنی جہالت کے اندھیروں میں سرگرداں رہتا ہے اور اسے اپنی گمراہی کا احساس نہیں ہوتا بلکہ زعم باطل میں اپنے انہی اعمال پر نازاں ہوتا ہے اسی طرح کفار کو بھی اپنے ہی اعمال خوش نما نظر آتے ہیں اور وہ انہی پر ڈٹے رہتے ہیں۔

[۱۱۰] مکہ کے سردار حضور اکرم ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش تھے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ ان کی مخالفت سے دل گیر نہ ہوں ہمیشہ سرداروں اور وڈیروں یعنی نمرود اور فرعون وغیرہ نے ہی انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت کی ہے کیونکہ انہیں اپنی سرداری خطرے میں نظر آتی تھی تو وہ غریب عوام کو انبیائے کرام علیہم السلام کے خلاف اکساتے تھے۔

Marfat.com

وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا كَانُوْا یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

۱۲۴۔ اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں: ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہمیں بھی اس کی مثل دیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دیا گیا، [۱۱۱] اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو رکھے؟ عنقریب مجرموں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا اس لئے کہ وہ مکروفریب کیا کرتے تھے۔

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَ مَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ یَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

۱۲۵۔ پس اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینہ کو تنگ، بہت تنگ کر دیتا ہے گویا وہ زبردستی آسمان کی طرف چڑھ رہا ہے، [۱۱۲] اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر شیطان مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

درحقیقت وہ اپنے آپ کو ہی دھوکہ دیتے ہیں مگر سمجھتے نہیں کہ وہ اپنی آخرت کو اپنے ہاتھوں خود ہی برباد کر رہے ہیں۔

[۱۱۱] سرداران مکہ کے پاس جب کوئی ایسی نشانی آتی جو حضور اکرم ﷺ کی صداقت پر دلالت کرتی تو وہ اپنی ہٹ دھرمی کو چھپانے کے لئے بہانہ یہ کرتے ہیں کہ وہ اسی صورت میں ایمان لاسکتے ہیں جب ان کے پاس بھی رسولوں کی طرح وحی آئے اور انہیں بھی نبی بنایا جائے یا کم ازکم ان کے پاس فرشتے نازل ہو کر آپ ﷺ کی تصدیق کریں۔ ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ کسی کو نبوت عطا کرنا اور اس پر فرشتوں کو نازل کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس کا مستحق ہے؟ مکہ کے جن سرداروں نے حضور اکرم ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور براہِ راست آپ کو تکلیفیں پہنچائیں، چند ہی سالوں میں ان کی سرداریاں ختم ہوگئیں اور وہ ذلیل و خوار ہو کر ہلاک ہو گئے۔

[۱۱۲] جو شخص اسلام کو سمجھنے کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسلام کی سمجھ آسان کر دیتا ہے اور جو اسلام سے نفرت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر شیطان کو مسلط کر دیتا ہے اور اس کے سینہ کو اسلام کے بارے میں اتنا سخت اور تنگ کر دیتا ہے کہ اسلام کا نام سنتے ہی اس کی سانس تنگ ہو جاتی ہے اور ایسا لگتا ہے جیسے اسے زبردستی آسمان کی طرف چڑھنے یعنی غیر ممکن کام کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔

Marfat.com

وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

۱۲۶۔ اور یہ آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے، ہم نے ان لوگوں کے لئے دلائل کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔[۱۱۳]

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

۱۲۷۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور وہ ان کا دوست ہے بوجہ ان (نیک) اعمال کے جو وہ کرتے تھے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

۱۲۸۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا (اور فرمائے گا:) اے جنوں کے گروہ! تم نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کیا اور انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارے بعض لوگوں نے بعض سے فائدے اٹھائے[۱۱۴] اور ہم اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب آگ تمہارا ٹھکانا ہے تم ہمیشہ اس میں رہو گے مگر جسے اللہ چاہے، بے شک آپ کا رب بڑا دانا سب کچھ جاننے والا ہے۔

---

[۱۱۳] اللہ تعالیٰ نے دلائل کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے کہ اسلام ہی سیدھا راستہ ہے۔ اب جن لوگوں نے اس نصیحت کو قبول کیا وہ ایمان لے آئے اور نیک اعمال کئے جن کے صلہ میں اللہ تعالیٰ ان کا دوست اور مددگار رہو گا اور انہیں سلامتی کے گھر یعنی جنت میں داخل کرے گا۔

[۱۱۴] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو جمع کرے گا تو شیاطین جنوں کو فرمائے گا: تم نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کیا اور وہ گمراہ انسان بھی اقرار کریں گے کہ واقعی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے ایک دوسرے سے ناجائز فائدے اٹھاتے رہے حتیٰ کہ ان کی زندگی کی میعاد ختم ہو گئی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب تمہارا ٹھکانا آگ ہے تم ہمیشہ اس میں رہو گے اور صرف وہی لوگ آگ سے بچ سکیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ بچانا چاہے گا۔

Marfat.com

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵ ۸ ۲	۱۲۹۔ اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کرتے ہیں بوجہ ان (برے) اعمال کے جو وہ کرتے تھے۔[۱۱۵]
يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓي اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾	۱۳۰۔ اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں میری آیات سناتے تھے اور تمہیں آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟[۱۱۶] وہ کہیں گے: ہم اپنے خلاف خود گواہی دیتے ہیں اور دنیاوی زندگی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا تھا اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔

[۱۱۵] اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں پر ظالم حکمران مسلط کرتا ہے تاکہ ان کے برے اعمال کی انہیں سزا دی جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جیسے تم ہوگے ویسے تم پر حاکم بنائے جائیں گے۔'' (شعب الایمان: جلد ۶: حدیث نمبر ۷۳۹۱)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ ہمارے لئے اپنے رب سے پوچھیں کہ وہ ہمیں یہ بتائے کہ اس کی ہم سے راضی ہونے کی علامت کیا ہے اور اس کی ہم سے ناراض ہونے کی علامت کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ: انہیں یہ بتاؤ کہ جب میں ان کے اچھے لوگوں کو ان پر حاکم بناؤں تو میں ان سے راضی ہوں اور جب میں ان کے برے لوگوں کو ان پر حاکم بناؤں تو میں ان سے ناراض ہوں۔''

(شعب الایمان: جلد ۶: حدیث نمبر ۷۳۸۸)

[۱۱۶] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سرکش جنوں اور سرکش انسانوں سے فرمائے گا، کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن سے میری آیات سناتے اور آج کے دن میں ہونے والے حساب سے ڈراتے تھے؟ مشرک لوگ اس دن اپنے برے انجام کو دیکھ کر پہلے تو شرک سے انکار کریں گے اور خدا کی جھوٹی قسمیں کھا کر کہیں گے کہ وہ شرک نہیں کرتے تھے۔ (قرآن: ۶:۲۳) اس واضح غلط بیانی پر ان کی زبان کو سیل کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''آج ہم ان کے مونہوں پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔'' (قرآن: ۳۶:۶۵) یعنی ان کے ہاتھ پاؤں حقیقتِ حال کو صاف صاف بیان کر دیں گے۔ اس کے بعد مشرکین کے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی اور وہ اپنے خلاف گواہی دیتے ہوئے کہیں گے: ''بے شک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے اس کی تکذیب کی اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا۔'' (قرآن: ۶۷:۹) دراصل دنیاوی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے رسولوں کی پرواہ نہ کی مگر اب وہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ انہوں نے واقعی رسولوں کا انکار کیا جس کی وجہ سے جہنم کے مستحق قرار پائے۔

Marfat.com

ذٰلِكَ اَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ رَّبُّكَ مُهۡلِكَ الۡقُرٰى بِظُلۡمٍ وَّاَهۡلُهَا غٰفِلُوۡنَ ﴿۱۳۱﴾

۱۳۱۔ یہ (رسولوں کا مبعوث ہونا) اس لئے ہے کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلم سے ہلاک کرنے والا نہیں ہے [۱۱۷] در آں حالیکہ ان کے باشندے (ہدایت سے) بے خبر ہوں۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾

۱۳۲۔ اور ہر ایک کے لئے ان کے عمل کے مطابق درجات ہیں، اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔

وَرَبُّكَ الۡغَنِىُّ ذُو الرَّحۡمَةِ ؕ اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَيَسۡتَخۡلِفۡ مِنۡۢ بَعۡدِكُمۡ مَّا يَشَآءُ كَمَاۤ اَنۡشَاَكُمۡ مِّنۡ ذُرِّيَّةِ قَوۡمٍ اٰخَرِيۡنَ ﴿۱۳۳﴾

۱۳۳۔ اور آپ کا رب بے نیاز اور رحمت والا ہے، اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہارے بعد تمہاری جگہ جن کو چاہے لے آئے [۱۱۸] جس طرح اس نے تمہیں ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا۔

اِنَّ مَا تُوۡعَدُوۡنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ ﴿۱۳۴﴾

۱۳۴۔ بے شک جس (روزِ قیامت) کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے [۱۱۹] وہ ضرور آنے والا ہے اور تم (اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو۔

---

[۱۱۷] اللہ تعالیٰ نہ تو کسی قوم پر ظلم کرتا ہے اور نہ کسی قوم کے ظلم کی وجہ سے فوراً ان پر عذاب نازل کرتا ہے بلکہ پہلے اس کی طرف نبی اور رسول بھیجتا ہے جو اس قوم کو ظلم کے انجام سے ڈراتے ہیں تا کہ وہ بے خبر نہ رہے اور اس کے باوجود اگر وہ قوم ظلم سے باز نہ آئے تو پھر اسے دونوں جہانوں میں عذاب کے لئے تیار رہنا چاہیے، البتہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پر منحصر ہے کہ وہ اس قوم کو کب، کہاں اور کیسے سزا دیتا ہے۔

[۱۱۸] اے اہل مکہ! جس طرح پہلی نسلیں یعنی تمہارے آباء و اجداد کا کہیں نام و نشان نہیں اور ان کی جگہ اب تم موجود ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو تم کو ابھی فنا کر دے اور تمہاری جگہ جن کو چاہے یہاں لا کر آباد کر دے مگر وہ مہربان ہے تمہیں ڈھیل دے رہا ہے تا کہ تم ہی اپنی اصلاح کر لو، مگر تاریخ شاہد ہے کہ چند ہی سالوں کے بعد مکہ سے بتوں اور کافروں کا نام و نشان مٹ گیا اور وہاں مسلمانوں کا غلبہ ہو گیا۔

[۱۱۹] اے کفار مکہ! اللہ تعالیٰ نے روزِ قیامت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس میں ہر ایک کے لئے اس کے اعمال کے مطابق درجات ہیں۔ اگر کوئی ظالم اس دنیا میں اپنے مظالم کی سزا نہ پاسکا تو اس دن وہ اپنے مظالم کی سزا سے نہ بچ سکے گا اور وہ دن ضرور آنے والا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اس کے راستہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

Marfat.com

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۱۳۵

۱۳۵۔ آپ فرمایئے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں، سو تم عنقریب جان لو گے کہ اس دنیا کے گھر کا انجام کس کے لئے اچھا ہے، [۱۲۰] بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۱۳۶

۱۳۶۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی فصلوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر کر رکھا ہے اور بزعم خود کہتے ہیں: یہ اللہ کے لئے ہے اور یہ ہمارے شریکوں (معبودوں) کے لئے ہے، [۱۲۱] پھر جو حصہ ان کے شریکوں کے لئے ہے وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے، یہ لوگ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

---

[۱۲۰] آپ فرمایئے: اے کفار مکہ! اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے اور اپنے کفر و شرک سے باز نہیں آتے تو پھر تم اپنی مرضی کا کام کرتے رہو۔ بہر حال میں تو صرف اپنے رب کی مرضی کا کام کرتا رہوں گا مگر یاد رکھنا تمہاری مرضی کا انجام برا ہوگا اور عنقریب مرنے کے بعد تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ آخرت میں کس کا انجام اچھا ہے۔

[۱۲۱] مشرکین عرب کے خود ساختہ عقائد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ زمینی پیداوار اور مویشیوں کے بچوں میں سے جتنا وہ خیرات کرنا چاہتے اس میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور دوسرا حصہ اپنے معبودوں کے لئے مقرر کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ کے حصہ کو مہمانوں اور غریبوں پر خرچ کرتے اور بتوں کے حصہ کو بت خانوں کی تعمیر اور بتوں کی آرائش اور خدمت وغیرہ پر خرچ کرتے، پھر اگر اللہ تعالیٰ کے حصہ میں موٹا اور بہتر جانور آ جاتا تو اسے بتوں کے حصہ میں منتقل کر دیتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حصہ سے کچھ فصل اتفاقاً بتوں کی طرف چلی جاتی تو اسے واپس نہ کرتے جبکہ بتوں کا کچھ حصہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف چلا جاتا تو واپس کر دیتے اور بہانہ یہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اس کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن مجید نے مشرکین کے اس عقیدے کی تکذیب کی ہے۔ پہلے تو بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا ہی غلط ہے اور پھر یہ کتنی بڑی ناانصافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ناقص اور معمولی چیزوں کو وقف کیا جائے اور بتوں کے لئے عمدہ اور زیادہ مقدار کا انتظام کیا جائے جبکہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

یہ آیت ان مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے جو اپنی ذات اور اپنے احباب کے لئے عمدہ چیزوں کا انتخاب کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کے لئے ناقص اور معمولی چیزوں کو تلاش کرتے ہیں، مثلاً ذہین اور خوبصورت بیٹے کو ڈاکٹر بننے کے لئے اور نابینے یا کند

Marfat.com

وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

۱۳۷۔ اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے لئے ان کے شریکوں (شیاطین) نے ان کی اولاد کے قتل کو آراستہ کر دیا ہے تا کہ وہ انہیں ہلاک کر دیں اور ان پر ان کے دین کو مشتبہ کر دیں، [۱۴۲] اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، پس آپ ان کو اور ان کی افترا پردازیوں کو چھوڑ دیجئے۔

وَ قَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَ اَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ

۱۳۸۔ اور وہ اپنے خیال کے مطابق یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مویشی اور فصل ممنوع ہے، [۱۴۳] ان کو کوئی نہیں کھا سکتا مگر وہ جس کو ہم چاہیں ان کے خیال میں اور بعض مویشیوں پر

ذہن بیٹے کو قرآن مجید کی تعلیم کے لئے منتخب کرتے ہیں۔ اس ضمن میں حضرت پیر اعظم شاہ آف بھیرہ شریف کا ایک واقعہ غور طلب ہے:

ایک دفعہ آپ اپنے حلقہ احباب میں بیٹھے تھے۔ پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک سائل آیا اور اس نے کپڑوں کا سوال کیا۔ پیر اعظم شاہ نے اپنے ایک خادم کو گھر بھیجا کہ اس سائل کو میرے گھر سے کپڑے لا کر دو۔ کافی دیر تک جب خادم واپس نہ آیا تو خود گھر گئے اور بیوی سے پوچھا: سائل بیچارہ انتظار کر رہا ہے تو نے کپڑے کیوں نہیں بھجوائے۔ وہ کہنے لگی: گھر میں کوئی ایسا معمولی کپڑا نہیں ہے جو سائل کو دیا جائے۔ آپ نے فرمایا: سارے کپڑے لے آؤ میں تجھے سائل کو دینے والے کپڑے تلاش کر کے دیتا ہوں، چنانچہ سارے کپڑے گھر کے صحن میں رکھے اور سب سے قیمتی اور اچھا کپڑا سائل کے لئے علیحدہ کر کے باقی کو آگ لگا دی اور فرمایا: بیگم! جو کپڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانے کے قابل نہیں وہ اعظم شاہ کے گھر میں نہیں رہ سکتا۔

[۱۴۲] اہل مکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور وہ سچے توحید پرست تھے مگر کچھ نسلوں کے بعد بعض شیطان صفت انسانوں نے اہل مکہ کو شرک کے راستے پر گامزن کر دیا جس کے نتیجے میں اہل مکہ بتوں کو خدا کا شریک بنا بیٹھے۔ انہی شیاطین کو اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا شریک اس لئے کہا جا رہا ہے کیونکہ اہل مکہ اللہ تعالیٰ کی طرح ان شیاطین کے احکام کو مقدس اور ان کی تعمیل کو عبادت سمجھتے تھے جس کی ایک مثال قتل اولاد ہے۔ یعنی شیاطین نے بتوں کی خوشنودی اور مفلسی کے ڈر سے اہل مکہ کے لئے قتل اولاد کو اس قدر خوش نما اور مقدس بنا دیا کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنی اولاد کو قتل کرنا اچھا سمجھنے لگے۔ اس طرح شیاطین نے ایک تو اہل مکہ کو مشرک بنا کر ان پر دین اسماعیل علیہ السلام کو مشتبہ کر دیا اور دوسرا انہیں اپنی اولاد کا قاتل بنا کر ان کے دلوں سے انسانیت کا جذبہ ختم کر دیا حالانکہ حیوان بھی اپنے بچوں کو خود قتل کرنا برداشت نہیں کر سکتے، تاہم اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسا نہ کرتے اور سبھی سچے توحید پرست ہوتے مگر اللہ تعالیٰ انہیں آزمانا چاہتا ہے اس لئے انہیں مجبور نہیں کرتا، لہٰذا میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کی سنگ دلی اور افترا پردازیوں سے دلگیر نہ ہوں۔

[۱۴۳] اس آیت میں مشرکین مکہ کے خود ساختہ عقائد و اعمال کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں:

Marfat.com

اِسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

(انہوں نے) سواری حرام قرار دے دی اور بعض مویشیوں پر (ذبح کے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے، یہ (سب محض) اللہ تعالیٰ پر افترا ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں ان کی افترا پردازیوں کی سزا دے گا۔

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾

۱۳۹۔ اور وہ کہتے ہیں: جو کچھ ان مویشیوں کے پیٹوں میں ہے وہ ہمارے مردوں کے لئے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے، [۱۲۴] اور اگر وہ مردہ (پیدا) ہو تو پھر سب (مرد و زن) اس میں شریک ہیں، عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو ان کے (اس من گھڑت) بیان کی سزا دے گا، بے شک وہ بڑا دانا سب کچھ جاننے والا ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا

۱۴۰۔ یقیناً ان لوگوں نے نقصان اٹھایا جنہوں نے حماقت اور جہالت کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کیا [۱۲۵] اور جو رزق

۱۔ وہ اپنے مویشی اور فصل میں سے جو حصہ بتوں کے لئے مخصوص کرتے اس کا عام استعمال حرام تھا۔ ان کو صرف بتوں کے خدام اور مجاور ہی استعمال کر سکتے تھے۔

۲۔ جو مویشی بتوں کے نام پر وقف کر دیئے جاتے (جیسے بحیرہ، سائبہ وغیرہ جن کی تفصیل سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۳ میں گزر چکی ہے) وہ ان سے سواری اور بار برداری کا کام لینا حرام سمجھتے تھے۔

۳۔ جن جانوروں کو بتوں کے نام پر ذبح کرتے ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا جائز نہ سمجھتے۔

مذکورہ خود ساختہ عقائد و اعمال کے متعلق ان کا دعویٰ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اسی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ پر افترا ہے جس کی عنقریب انہیں سزا ملے گی۔

[۱۲۴] مشرکین مکہ کے خود ساختہ عقائد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جن جانوروں کو وہ بتوں کے نام پر وقف کرتے تھے ان میں سے بعض کا دودھ اور ان کے پیٹ سے پیدا ہونے والا زندہ بچہ صرف مردوں کے لئے حلال تھا اور عورتوں کے لئے حرام تھا اور اگر اسی جانور کے شکم سے مردہ بچہ پیدا ہوتا تو اس کے کھانے میں مرد اور عورتیں دونوں شریک ہو سکتے تھے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو ان من گھڑت بیانات کی سزا دے گا۔

[۱۲۵] زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں نے اپنی اولاد کو قتل کیا انہوں نے نقصان اٹھایا کیونکہ انہوں نے اپنی ہی آنے والی نسل کا خاتمہ کیا۔ یہ

Marfat.com

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ع

اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا تھا انہوں نے اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کر کے اس کو حرام قرار دیا، بے شک وہ گمراہ ہو گئے اور وہ ہدایت پانے والے نہیں تھے۔

انتہائی حماقت اور جہالت کی بات ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں مال اور مویشی کی صورت میں پاکیزہ رزق دیا مگر انہوں نے بتوں کے نام پر وقف کر کے اپنے اوپر ان کا استعمال حرام کر لیا اور ساتھ جھوٹ یہ بولتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا، لہٰذا وہ گمراہ ہیں اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹا الزام لگاتے ہیں۔

اس آیت کے ضمن میں علامہ قرطبی نے ایک روایت نقل کی ہے، میں اس کو اس لئے نقل کر رہا ہوں تا کہ قارئین کو یہ اندازہ ہو سکے کہ اسلام نے عورت کو کتنا عظیم مقام عطا فرمایا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں وہ باعثِ عار تھی اور زندہ درگور کر دی جاتی مگر اسلام میں وہ گھر کی ملکہ ہے اور اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ ''حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام ؓ سے ایک شخص ہمیشہ مغموم رہتا۔ آپ نے اس سے پوچھا: تم کیوں مغموم رہتے ہو؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بہت بڑا گناہ کیا تھا اور میں ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اس گناہ کو نہیں بخشے گا اگرچہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنا گناہ بتاؤ۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں ان لوگوں میں سے تھا جو اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے، میرے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ میری بیوی نے مجھ سے سفارش کی کہ میں اس کو چھوڑ دوں (قتل نہ کروں) حتیٰ کہ وہ بڑی ہو گئی اور وہ عورتوں میں خوبصورت ترین لڑکی تھی۔ لوگوں نے اس سے نکاح کرنے کا پیغام دیا۔ مجھے اس پر عار آیا اور میرے دل نے یہ برداشت نہ کیا کہ میں اس کا نکاح کر دوں یا بغیر نکاح کے گھر میں رہنے دوں۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا: میں فلاں فلاں قبیلے میں اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے جانا چاہتا ہوں، اس بیٹی کو بھی میرے ساتھ بھیجو، وہ یہ سن کر خوش ہوئی۔ ماں نے بیٹی کو اچھے کپڑے اور زیور پہنائے اور مجھ سے عہد لیا کہ میں اس بیٹی کے ساتھ دھوکہ نہیں کروں گا۔ میں اس کو ایک کنویں کے کنارے لے گیا اور اس میں دیکھا۔ وہ لڑکی سمجھ گئی کہ میں اس کو اس کنویں میں ڈالنا چاہتا ہوں۔ وہ میرے ساتھ چمٹ گئی اور رو کر کہنے لگی: اے میرے باپ! تم میرے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو۔ مجھے اس پر رحم آیا، پھر میں نے کنویں میں دیکھا اور مجھ پر پھر عار غالب آ گیا، پھر وہ میرے ساتھ چمٹ کر کہنے لگی۔ اے میرے باپ! میری ماں کی امانت کو ضائع نہ کرو۔ میں نے پھر دوسری مرتبہ کنویں میں دیکھا اور پھر لڑکی کی طرف دیکھا۔ مجھے اس پر رحم آیا لیکن مجھ پر شیطان غالب آ گیا۔ میں نے اس کو پکڑا اور اوندھے منہ کنویں میں ڈال دیا اور وہ کنویں میں چلا رہی تھی۔ اے میرے باپ تو نے مجھے قتل کر دیا۔ میں اس کنویں کے پاس ٹھہرا رہا حتیٰ کہ اس کی آواز آنا بند ہو گئی پھر میں واپس آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ؓ رونے لگے اور آپ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے حکم دیا جاتا کہ میں کسی شخص کو زمانہ جاہلیت کے فعل پر سزا دوں تو میں تجھے سزا دیتا۔''
(تفسیر قرطبی)

Marfat.com

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَ لَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

۱۴۱۔ اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے [۱۲۶] جو چھپروں پر چڑھائے جاتے ہیں (جیسے انگور کی بیل) اور (ایسے بھی) جو چھپروں پر نہیں چڑھائے جاتے (جیسے انار کا درخت) اور کھجور کے درخت اور کھیتی جس کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار جو (شکل میں) ملتے جلتے ہیں اور (ذائقہ میں) مختلف ہیں، جب یہ (درخت اور پودے) پھل دیں تو اس میں سے کھاؤ اور جس دن اس کو کاٹو اس کا حق ادا کرو اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾

۱۴۲۔ اور (اللہ تعالیٰ نے) مویشیوں میں سے بعض بوجھ اٹھانے والے (دراز قد) اور بعض زمین سے لگے ہوئے (کوتاہ قد پیدا کئے) ہیں، [۱۲۷] اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ آٰلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ

۱۴۳۔ (اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے) آٹھ نر اور مادہ یعنی دو (نر اور مادہ) بھیڑ کی قسم سے اور دو (نر اور مادہ) بکری کی قسم سے، آپ پوچھئے: کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نر حرام کئے ہیں

---

[۱۲۶] اس آیت میں چند درختوں، پودوں، بیلوں اور فصلوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر قسم کی نباتات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب اس نباتات کے پھل تیار ہو جائیں تو اس میں سے خود بھی کھاؤ اور اس میں سے اللہ تعالیٰ کا حق بھی نکالو یعنی کچھ حصہ غریب اور مسکین لوگوں میں بھی تقسیم کرو اور فضول خرچی نہ کرو یعنی نہ تو انہیں ضائع کرو اور نہ ہی ان کاموں میں خرچ کرو جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

[۱۲۷] اس آیت میں بڑے اور چھوٹے مویشیوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ ہر قسم کے حیوانات اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے پیدا کئے ہیں، لہٰذا ان میں سے جو حلال ہیں ان کو ذبح کر کے کھا سکتے ہو۔ انہیں بتوں کے نام پر وقف کر کے خواہ مخواہ اپنے اوپر حرام نہ کرو اور شیطان کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا دشمن ہے اور تمہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

Marfat.com

الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِىْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

یا دونوں مادہ حرام کی ہیں یا وہ (خواہ نر ہو یا مادہ) جس کو دونوں مادہ (بھیڑ اور بکری) اپنے پیٹوں میں لئے ہوئے ہیں؟[۱۲۸] مجھے دلیل کے ساتھ بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ ع

۱۴۴۔ اور (اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے) دو (نر اور مادہ) اونٹ کی قسم سے اور دو (نر اور مادہ) گائے کی قسم سے، آپ پوچھئے: کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ حرام کی ہیں یا وہ (خواہ نر ہو یا مادہ) جس کو دونوں مادہ (اونٹنی اور گائے) اپنے پیٹوں میں لئے ہوئے ہیں؟ کیا تم اس وقت حاضر تھے جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم دیا تھا؟ تو اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگائے تا کہ بغیر جانے لوگوں کو گمراہ کرے، بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِىْ مَآ اُوْحِىَ اِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً

۱۴۵۔ آپ فرمایئے کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام

---

[۱۲۸] ان دو آیات میں آٹھ مویشیوں کا ذکر ہے، چار نر یعنی مینڈھا، بکرا، اونٹ اور بیل اور چار مادہ یعنی بھیڑ، بکری، اونٹنی اور گائے۔ ان چاروں قسم کے نر اور مادہ مویشیوں کا گوشت کھانا حلال ہے۔ مشرکین عرب ان چار قسم کے مویشیوں میں سے بعض نر اور بعض مادہ بتوں کے نام وقف کر دیتے اور پھر عام لوگوں کے لئے ان پر سواری کرنا، بوجھ لادنا، ان کا گوشت کھانا اور دودھ پینا حرام ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی! آپ ان سے پوچھئے: اگر اللہ تعالیٰ نے نر مویشی حرام کئے ہیں تو تمہیں صرف مادہ کا گوشت کھانا چاہیے اور اگر مادہ مویشی حرام کئے ہیں تو صرف نر کا گوشت کھانا چاہیے اور اگر مادہ کے پیٹ والا بچہ حرام کیا ہے تو نر اور مادہ دونوں مادہ کے پیٹ سے آتے ہیں، لہٰذا تمہیں ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں کھانا چاہیے۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے ان مویشیوں میں سے کسی کو حرام نہیں کیا اور ان کے حرام ہونے کی تمہارے پاس نہ تو کوئی علمی دلیل ہے اور نہ ہی تم اس وقت اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان مویشیوں کے حرام ہونے کا کوئی حکم صادر فرمایا تو پھر بغیر کسی دلیل کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگانا بہت بڑا ظلم ہے۔

Marfat.com

اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

ہو[۱۲۹] مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہا ہوا خون یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ ناپاک ہے یا جو نافرمانی کا باعث ہو یعنی وہ جانور جس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، لیکن جو شخص مجبور ہو جائے جبکہ وہ سرکش اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو تو بے شک آپ کا رب بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

۱۴۶۔ اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا تھا اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کر دی تھی سوائے اس چربی کے جو ان کی پشتوں پر ہو یا آنتوں پر ہو یا ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو، [۱۳۰] یہ ہم نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی تھی اور یقیناً ہم سچ کہنے والے ہیں۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

۱۴۷۔ پس اگر وہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ فرمایئے: تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے، [۱۳۱] اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے ٹالا نہیں جا سکتا۔

---

[۱۲۹] اس آیت میں صرف چار چیزوں کے حرام ہونے کا ذکر ہے کیونکہ یہ آیت اسلام کے ابتدائی دور یعنی مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس وقت یہی چار چیزیں حرام کی گئی تھیں۔ بعد میں مناسب اوقات پر دیگر چیزیں بھی حرام کر دی گئیں۔ تفصیلات کے لئے سورہ مائدہ کی آیات نمبر ۳ اور ۹۰ ملاحظہ کریں۔

[۱۳۰] جن یہودیوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کو شہید کیا اور لوگوں کے ناحق مال کھائے ان پر اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر ناخن والے جانور اور گائے بکری کی چربی کو کھانے کے لئے حرام قرار دیا، البتہ پشت، آنتوں اور ہڈیوں سے ملی ہوئی چربی کھا سکتے تھے۔ یہ ان کے لئے ایک وقتی سزا تھی۔ (تفسیر نعیمی) تاکہ دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں اور آئندہ کوئی بھی ایسی سرکشی کی جرأت نہ کرے۔

[۱۳۱] پیارے نبی! اگر آپ کے مخالفین یعنی غیر مسلم آپ کی تکذیب کریں تو آپ ان کو فرمادیں: اب بھی وقت ہے میری تکذیب سے باز آجاؤ تمہارا رب تمہیں معاف کر دے گا لیکن اگر وہ اپنی ضد پر قائم رہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

Marfat.com

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿١٤٨﴾

۱۴۸۔ اب مشرک لوگ یہ کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا[۱۳۲] اور نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے، اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھا، آپ فرمایئے: کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے (اگر ہے) تو اسے ہمارے سامنے پیش کرو، تم تو صرف گمان کی پیروی کرتے ہو اور محض اٹکل سے باتیں بناتے ہو۔

قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٤٩﴾

۱۴۹۔ آپ فرمایئے کہ کامل دلیل تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے،[۱۳۳] پس اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا ۖ فَإِن شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ

۱۵۰۔ آپ فرمایئے کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کیا ہے،[۱۳۴] پھر اگر وہ (جھوٹی) گواہی دے بھی دیں تو تم ان کے ساتھ گواہی نہ دینا، اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا جنہوں

---

[۱۳۲] مشرکین کا ایک دعویٰ یہ تھا کہ وہ صدیوں سے بیت اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے گھر میں شرک کرتے آرہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور نہ ہی بحیرہ اور سائبہ جیسے حلال جانوروں کو حرام قرار دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا شرک پسند ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے پہلے بھی بعض قومیں اس شرک میں مبتلا ہوئیں اور ان پر ایسا عذاب نازل ہوا کہ ان کا نام ونشان مٹ گیا، لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ کو شرک پسند ہوتا تو ان پر عذاب نازل نہ ہوتا۔ پیارے نبی ﷺ! ان سے پوچھو کہ ان کے پاس اس شرک کے ثبوت کے لیے کوئی علمی دلیل ہے تو پیش کریں۔ آباء واجداد کا شرک کرنا کوئی دلیل نہیں ہے مگر وہ دلیل کہاں سے لاتے کیونکہ وہ صرف وہم وگمان اور قیاس آرائیوں میں سرگرداں رہتے ہیں۔

[۱۳۳] آپ ﷺ فرمایئے: کامل دلیل تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس نے حق وباطل کو بالکل واضح کر دیا ہے اور وہ چاہتا تو زبردستی سب کو ہدایت دے دیتا مگر یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے کیونکہ وہ انسان کو آزادی اور اختیار دے کر آزمانا چاہتا ہے۔

[۱۳۴] پیارے نبی ﷺ! ان مشرکین سے فرمایئے کہ اگر تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی حلال چیزوں کو حرام کرنے کا کوئی گواہ یعنی کسی آسمانی

Marfat.com

كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝١٥٠ ع

نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا
تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا
تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ
نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا
النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝١٥١

١٥١۔ آپ فرمایئے کہ آؤ میں تم کو پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، [١٣٥] وہ یہ کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی (کے ڈر) سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائی کی باتوں کے قریب نہ جاؤ، خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ، اور جس جان کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ، یہی باتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔

کتاب کی آیت یا کسی نبی کا کوئی قول ہے تو اسے پیش کریں، کیونکہ کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ دراصل ان کے پاس کوئی عقلی یا نقلی دلیل اور گواہی نہیں ہے لیکن اگر وہ کوئی جھوٹی گواہی دینے کی کوشش کریں تو کسی بھی سننے والے کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان کی جھوٹی گواہی کی تصدیق کرے یا ان کی خواہشات کی پیروی کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور آخرت کے منکر ہیں اور مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر قرار دیتے ہیں۔

[١٣٥] گزشتہ آیات میں ان چیزوں کا بیان تھا جو مشرکین نے اپنے گمان وقیاس کی بنیاد پر اپنے اوپر حرام کر رکھی تھیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام نہیں کیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کو فرمایا کہ آپ مشرکین کو فرمایئے کہ آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے کیا کیا چیزیں حرام کی ہیں؟ ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے درج ذیل نو چیزیں حرام فرمائی ہیں:

١۔ شرک کرنا
٢۔ ماں باپ سے بدسلوکی کرنا
٣۔ مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنا
٤۔ بے حیائی کا کام کرنا
٥۔ کسی کو ناحق قتل کرنا

Marfat.com

وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

۱۵۲۔ اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہت اچھا ہو یہاں تک کہ وہ (یتیم) اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور ناپ تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو اگرچہ وہ شخص رشتہ دار ہی ہو، اور اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرو، یہی وہ باتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

۱۵۳۔ اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے، [۱۳۶] سو تم اسی راستہ پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کیونکہ وہ راستے تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کر دیں گے، یہی وہ باتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ

۱۵۴۔ پھر ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تاکہ جس شخص

۶۔ یتیم کے مال میں بے جا تصرف کرنا

۷۔ ناپ تول میں کمی کرنا

۸۔ ناحق بات کہنا

۹۔ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا نہ کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ محکم آیات ہیں، ان میں بیان کردہ احکام تمام شریعتوں میں مشترک رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز شریعت محمدی میں منسوخ نہیں ہوئی۔ (تفسیر بحر محیط) اس قسم کے احکام آج بھی بائبل کی کتاب خروج کے باب نمبر ۲۰ میں موجود ہیں۔

[۱۳۶] اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو دین اہل دنیا کو عطا فرمایا ہے وہی سیدھا راستہ ہے اور اہل ایمان پر اسی کی اتباع لازم ہے، اگر کوئی دوسرے راستوں کی پیروی کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے دور ہو جائے گا۔

Marfat.com

أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُم بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٤﴾ ع

نے نیک کام کئے اس پر نعمت کو پورا کر دیں،[۱۳۷] اور(اس میں) ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت ہے تا کہ وہ لوگ اپنے رب سے ملاقات پر ایمان لے آئیں۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ أَنزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٥٥﴾

۱۵۵۔ اور یہ(قرآن) بھی ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، برکت والی ہے، پس تم اس کی پیروی کرو اور (اللہ تعالیٰ سے) ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

أَن تَقُولُوا إِنَّمَا أُنزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَائِفَتَيْنِ مِن قَبْلِنَا وَإِن كُنَّا عَن دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِينَ ﴿١٥٦﴾

۱۵۶۔ (ہم نے یہ کتاب اس لئے بھی نازل کی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو) کہ تم کہنے لگو کہ ہم سے پہلے صرف دو گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر کتاب نازل کی گئی تھی اور ہم تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے بالکل بے خبر تھے۔[۱۳۸]

أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّا أَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَاءَكُم بَيِّنَةٌ مِّن

۱۵۷۔ یا یوں کہنے لگو کہ اگر ہم پر (یہود و نصاریٰ کی طرح) کتاب نازل کی جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، پس تمہارے پاس بھی تمہارے رب کی طرف

---

[۱۳۷] گذشتہ آیات میں جن احکام کا بیان ہوا ہے یہ ہمیشہ تمام امتوں پر نازل ہوتے رہے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب تورات نازل کی گئی تو اس میں بھی ان احکام کو بیان کیا گیا تا کہ اس زمانہ کے نیک لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت پوری کر دی جائے، کیونکہ عام طور پر نیک لوگ ہی آسمانی ہدایت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تورات اپنے دور کی ایک جامع کتاب تھی جس میں بنی اسرائیل کی دینی ضرورت کی ہر چیز کا مفصل بیان تھا۔ یہ ان کے لئے ہدایت اور رحمت کا ذریعہ تھی تا کہ اس کو پڑھ کر اپنے رب سے ملاقات یعنی آخرت پر ایمان لے آئیں۔

[۱۳۸] ان آیات میں مشرکین مکہ سے خطاب ہو رہا ہے تا کہ قیامت کے دن جب ان سے شرک پر باز پرس ہو تو وہ یہ عذر نہ کر سکیں کہ ان سے پہلے دو گروہوں یعنی یہود و نصاریٰ پر تورات اور انجیل نازل کی گئی تھیں اور ہم چونکہ ان پڑھ تھے اس لئے ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے قاصر تھے۔ اگر ہم پر بھی کوئی کتاب نازل کی جاتی تو ہم شرک نہ کرتے اور یہود و نصاریٰ سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ قرآن مجید اگرچہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی رہنمائی کے لئے نازل ہوا ہے مگر اس میں مشرکین مکہ کے لئے بھی حجت قائم ہو گئی کہ اب تو تمہارے پاس تمہاری ہی عربی زبان میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب آ گئی ہے، لہٰذا تم اس کی پیروی کرو اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جو اس روشن کتاب کی تکذیب کرے۔

Marfat.com

رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿١٥٧﴾

سے روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ گئی تو اب اس سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی اور ان سے روگردانی کی ، ہم عنقریب ان لوگوں کو بڑے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیتوں سے روگردانی کرتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ روگردانی کرتے تھے۔

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ ﴿١٥٨﴾

۱۵۸۔ کیا یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ فرشتے ان کے پاس آئیں یا آپ کا رب خود آئے یا آپ کے رب کی کوئی نشانی آئے،[۱۳۹] (لیکن) جس دن آپ کے رب کی کوئی نشانی آجائے گی تو کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان کے ساتھ کوئی نیکی نہ کر لی تھی، آپ فرمائیے: تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾

۱۵۹۔ بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرقے بن گئے [۱۴۰] آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، پھر وہ انہیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

---

[۱۳۹] اسلام کی حقانیت پر روشن اور واضح دلائل کے باوجود جو لوگ ایمان نہیں لاتے تو کیا وہ اس انتظار میں ہیں کہ روح قبض کرنے کے لئے ان کے پاس موت کا فرشتہ آجائے یا قیامت کا دن قائم ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کرسی عدالت پر جلوہ گر ہوجائے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت کی کوئی بڑی نشانی آئے جیسے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا تو پھر وہ ایمان لائیں گے؟ حالانکہ جب موت کا فرشتہ یا کوئی ایسی نشانی آجائے جس کے بعد موت سامنے نظر آ رہی ہو تو پھر کسی کا ایمان لانا یا توبہ کرنا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ فائدہ صرف اسی کو ہوگا جو ان نشانیوں کے ظہور سے پہلے ایمان لائے یا توبہ کر لے۔ بہرکیف اس وضاحت کے بعد بھی اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو وہ بھی انتظار کریں اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں، جونہی قیامت آئے گی تو حق و باطل ہر ایک کو واضح نظر آجائے گا۔

[۱۴۰] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی جن لوگوں نے آپ کا راستہ چھوڑ کر دین میں اپنی مرضی کے راستے بنا لئے اور مختلف فرقوں میں تقسیم ہو

Marfat.com

مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا ۚ وَ مَنۡ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجۡزٰۤی اِلَّا مِثۡلَهَا وَ هُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾

۱۶۰۔ جو شخص (قیامت کے دن) ایک نیکی لائے گا تو اس کے لئے اس جیسی دس نیکیوں کا اجر ہوگا، اور جو شخص ایک برائی لائے گا تو اسے صرف ایک برائی کی سزا ملے گی [۱۴۱] اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

گئے آپ سے ان کے متعلق کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ وہ خود ہی اپنی گمراہی کے ذمہ دار ہیں اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، وہی ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا دے گا۔ مختلف فقہی مذاہب کے متعلق اسی سورت میں آیت نمبر ۶۵ کا حاشیہ نمبر ۶۲ ملاحظہ کریں۔

[۱۴۱] قیامت کے دن جو شخص ایک نیکی لائے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس جیسی دس نیکیوں کا اجر دے گا۔ یہ کم از کم اجر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کا اجر ستر، سات سو یا بے حساب گنا زیادہ بھی کر سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "صبر کرنے والوں کا اجر بے حساب ہو گا۔" (قرآن: ۳۹: ۱۰) اور یہ اس کا فضل ہے، اس کے برعکس قیامت کے دن جو شخص ایک گناہ لائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو صرف ایک گناہ کی سزا دے گا اور یہ اس کا عدل ہے اور وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا یعنی نہ تو کسی کے ثواب میں کمی کرے گا اور نہ کسی کے عذاب میں زیادتی کرے گا۔

اس آیت کے الفاظ میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ محض نیکی یا برائی کر لینے سے جزا و سزا نہیں دی جائے گی بلکہ اس نیکی یا برائی کا قیامت تک قائم رہنا شرط ہے، مثلاً ایک شخص نے برائی کی مگر بعد میں توبہ کر لی یا کوئی ایسی نیکی کی جو اس کی برائی کا کفارہ بن گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔" (قرآن: ۱۱: ۱۱۴) تو اس صورت میں اس شخص کو اس کی برائی کی سزا نہیں ملے گی کیونکہ اس کی توبہ اور نیکی کی وجہ سے اس کی برائی دنیا ہی میں معاف ہوگئی تھی اور وہ ایسا ہی تھا جیسا کہ اس نے برائی کی ہی نہیں۔ اسی طرح ایک شخص نے نیکی کی مگر بعد میں کوئی ایسی برائی کر بیٹھا جس کی وجہ سے اس کی نیکی ضائع ہوگئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر یا تکلیف پہنچا کر ضائع نہ کرو۔" (قرآن: ۲: ۲۶۴) تو اس صورت میں اس شخص کو اس کی نیکی کی جزا نہیں ملے گی کیونکہ اس نے اپنی نیکی ضائع کر دی، لہٰذا نیکی کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے۔

کسی چھوٹے گناہ کو معمولی نہ سمجھو کیونکہ کبھی چھوٹی سی چنگاری پورے گھر کو جلا دیتی ہے، اسی طرح چھوٹی نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھو کیونکہ کبھی پانی کا ایک گھونٹ انسان کی جان بچا سکتا ہے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "دوزخ کی آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے عوض سے ہو اور اگر یہ نہ پائے تو اچھی گفتگو کرنے سے۔" (بخاری: کتاب الادب: باب ۳۴) کیونکہ "اچھی گفتگو صدقہ ہے۔" (بخاری: کتاب الادب: باب ۳۴) "بے شک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور انسان کو برے انجام سے بچا لیتا ہے۔" (ترمذی: ابواب الزکوٰۃ: باب ۲۸) "اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔" (ترمذی:

Marfat.com

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۶۱﴾

۱۶۱۔ آپ فرمایئے: بے شک میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھائی، [۱۴۲] یعنی صحیح دین جو ابراہیم کا مذہب تھا اور وہ ہر باطل سے پاک تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾

۱۶۲۔ آپ فرمایئے: بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے [۱۴۳] جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

ابواب الایمان: باب ۸) نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "نیکی میں سے کچھ بھی حقیر نہ سمجھو اگرچہ تو اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملے۔" (مسلم: کتاب البر: باب ۴۳) کیونکہ "تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی تیرے لئے صدقہ کا درجہ رکھتا ہے۔"

(ترمذی: ابواب البر: باب ۳٦)

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ سے فرمایا: تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ جس چیز کا تم کو حکم کیا گیا ہو، اس کا اگر دسواں حصہ بھی تم میں سے کسی نے چھوڑا تو وہ ہلاک ہو جائے گا، پھر ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کو جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اس کا اگر دسواں حصہ بھی ان میں سے کوئی کرے گا تو نجات پا جائے گا۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۲٦۷: ابواب الفتن: باب ۷۹)

یہ حدیث ان لوگوں کے لئے امید کی کرن ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین پر کسی درجہ میں بھی عمل کرنے کی توفیق دی ہے انہیں اپنے عمل کو تھوڑا اور قلیل سمجھ کر چھوڑنا نہیں چاہیے۔ یہ شیطان کا بہت بڑا دھوکہ ہے، نامعلوم خدا کو ہماری کون سی ادا پسند آجائے جس پر ہمارا کام بن جائے۔ بالخصوص موجودہ دور میں جب کہ بے عملی ترقی پذیر ہے نیکیوں کا اجر زیادہ ملے گا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کے فساد کے وقت جس نے میری سنت پر عمل کیا اس کو ایک سو شہیدوں کا اجر ملے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح: باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ: فصل ثانی)

[۱۴۲] اے مشرکین عرب! میرے رب تعالیٰ نے مجھے دین اسلام کا راستہ دکھایا ہے جو سیدھا اور مستحکم راستہ ہے اور یہ کوئی نیا راستہ نہیں بلکہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا راستہ بھی یہی تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام خالص توحید پرست اور ہر قسم کے شرک سے پاک تھے۔

[۱۴۳] اس آیت میں مسلمان کی زندگی کا نصب العین بیان کیا جا رہا ہے کہ اس کی نماز و قربانی اور زندگی و موت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کو شوق دلانے کے لئے کبھی کبھی اپنے تقویٰ اور اخلاص کا اظہار بھی ضروری ہوتا ہے بشرطیکہ ریاکاری کی نیت نہ ہو۔

Marfat.com

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝١٦٣

۱۶۳۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔[۱۴۴]

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝١٦٤

۱۶۴۔ آپ فرمائیے: کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے، اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا،[۱۴۵] پھر تمہیں اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے تو وہ تمہیں بتائے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

---

[۱۴۴] اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ اس کی تفصیل کے لئے اسی سورت میں آیت نمبر ۱۴ کا حاشیہ نمبر ۱۵ ملاحظہ کریں۔

تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی بنیادی اور اصولی تعلیمات ہر زمانہ میں ایک جیسی ہی تھیں اور سارے انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار یعنی مسلمان ہیں، جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں رہوں۔'' (قرآن: ۱۰:۷۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہی دین پسند کیا ہے، لہٰذا تم مرتے دم تک مسلمان رہنا۔'' (قرآن: ۲:۱۳۲) حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا مانگی: ''اے میرے پروردگار! مجھے اس حال میں وفات دے کہ میں مسلمان ہوں اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے۔'' (قرآن: ۱۲:۱۰۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا: ''اگر تم مسلمان ہو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔'' (قرآن: ۱۰:۸۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا: ''ہم ایمان لائے اور آپ گواہ رہیے کہ ہم مسلمان ہیں۔'' (قرآن: ۵:۱۱۱) اسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے مخلص پیروکار سب مسلمان تھے اور سب کا بنیادی عقیدہ یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، البتہ مخصوص حالات کے پیش نظر بعض احکام میں اختلاف تھا۔

[۱۴۵] کفار مکہ نے اہل ایمان سے کہا کہ تم ہمارے راستہ کی اتباع کرو (اگر اس میں کوئی گناہ ہوا) تو تمہارے گناہ ہم اٹھالیں گے۔ (قرآن: ۲۹:۱۲) اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا۔

Marfat.com

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖؗ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۶۵﴾ ع

۱۶۵۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا [۱۴۶] اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجات میں بلند کیا ہے تا کہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے، بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

[۱۴۶] اللہ تعالیٰ نے تمہیں گزشتہ اُمتوں کا خلیفہ بنایا کیونکہ تم آخری امت ہو اور تم میں سے بعض کو بعض پر فوقیت دی تا کہ تمہیں آزمائے یعنی کسی کو دولت دی اور کسی کو غربت، کسی کو صحت دی اور کسی کو بیماری الغرض جس کو جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اسی میں اس کی آزمائش ہے کہ وہ صبر و شکر کرتا ہے یا بے صبری و ناشکری اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو بہت جلد سرکشوں کو عذاب میں مبتلا کر دے مگر وہ ڈھیل دیتا ہے تا کہ جو توبہ کرے اسے بخش دیا جائے۔

الحمد للہ رب العالمین

محمد امداد حسین پیرزادہ

۲۰۰۵۔۱۰۔۱۷ء بروز پیر ۱۳ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

جامعہ الکرم، ایٹن ہال، برطانیہ

Marfat.com

الله نور السموات والأرض

إن الله جميل يحب الجمال

صدق رسول الله

Marfat.com

Marfat.com

تخلیقِ آدم وعیسیٰ علیہم السلام ایک جیسی ہے	3	59	31	180
اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر نہیں	6	1	1	488
اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے	6	12	13	492
حقیقی مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہے	6	17	18	496
اللہ تعالیٰ کے خزانے اور علم غیب	6	50	43	514
حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے	6	57	54	520
علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے	6	59	55	520
اللہ تعالیٰ کی سنت اور قدرت	2	259	221	138
قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنے کی مثال	2	260	222	139
عزت اور ذلت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں	3	26	11	167
سارے انسان مل کر بھی اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں کمی نہیں کر سکتے	4	170	177	366
سنت وقدرت	5	17	35	394
مختار حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے	5	76	109	440
مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا	2	152	109	82
میں جانتا ہوں جب اللہ تعالیٰ مجھے یاد کرتا ہے	2	152	109	82
عبادت اور تعظیم میں فرق	1	4	7	14
اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے	1	4	7	14

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

342	122	113	4	فضل عظیم سے مراد
370	183	176	4	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیبی اطلاع
465	137	101	5	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خداداد علم
514	43	50	6	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب
520	55	59	6	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پشت کے پیچھے بھی دیکھتے ہیں
522	58	61	6	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بصیرت
533	71	75	6	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم
169	17	32	3	حدیث اور سنت کی ضرورت
279	40	28	4	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ آسان کام اختیار فرماتے
313	79	69	4	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت مانگنا
465	137	101	5	میرے ہاں کہنے سے ہر سال حج فرض ہو جاتا
514	43	50	6	زمین کے خزانوں کی کنجیاں
514	43	50	6	خزانوں کو تقسیم کرنا
41	41	48	2	شفاعت
41	41	48	2	روضۂ مبارکہ کی زیارت سے شفاعت کا حصول
483	157	118	5	امت کے لیے رونا
483	157	118	5	اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امت کے بارے میں راضی کریں گے

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام				
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ، مسیح اور ابن مریم کہنے کی وجہ	3	45	23	175
حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے نبی تھے	3	49	25	176
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات	3	49	26	177
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش	3	54	29	178
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش	3	55	30	179
حضرت مریم علیہا السلام پر یہود کا بہتان	4	156	163	360
حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے	4	157	164	361
حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے	4	158	165	362
حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں	4	159	166	362
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات میں عیسائیوں کا اختلاف	4	171	178	367
تثلیث کا عقیدہ	4	171	179	367
حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہیں	5	72	106	434
نزول عیسیٰ علیہ السلام	5	72	106	434
تثلیث	5	73	107	435
حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہیں	5	75	108	437
حضرت مریم علیہا السلام نہ خدا ہیں اور نہ نبی	5	75	108	437
حضرت عیسیٰ علیہ السلام عبادت کے لائق نہیں ہیں	5	76	109	440
حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہیں	5	77	110	441
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات بائبل میں	5	110	146	474

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

تقویٰ اور اہل تقویٰ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ماخذ ومراجع

کتب تفاسیر

۱۔ تفسیر ضیاء القرآن: پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان، ۱۹۹۵ (۵ جلدیں)

۲۔ الدر المنثور: امام جلال الدین السیوطی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۸ جلدیں)

۳۔ الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی): محمد بن احمد الأنصاری القرطبی: دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان (۳۰ جلدیں)

۴۔ التفسیر الکبیر: امام فخر الدین الرازی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۶ جلدیں)

۵۔ حاشیۃ الصاوی علی الجلالین: شیخ احمد الصاوی المالکی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۶۔ فی ظلال القرآن (اردو): سید قطب شہید: ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۶

۷۔ جامع البیان (تفسیر طبری/تفسیر ابن جریر): ابو جعفر محمد بن جریر الطبری: دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۹۸۴ (۱۵ جلدیں)

۸۔ تفسیر روح البیان: امام اسماعیل حقی: دار لفکر، بیروت، لبنان (۱۰ جلدیں)

۹۔ صفوۃ التفاسیر: محمد علی الصابونی: دار القرآن الکریم، بیروت، لبنان، ۱۹۸۱ (۳ جلدیں)

۱۰۔ تفسیر البیضاوی: امام ناصر الدین البیضاوی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸ (۲ جلدیں)

۱۱۔ تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی: اردو): شاہ عبد العزیز دہلوی: علمی پریس، دہلی، انڈیا

۱۲۔ تفسیر ابن کثیر: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دار القلم، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)

۱۳ تفسیر مظہری: قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی: دار الاشاعت، کراچی، پاکستان، ۱۹۹۹ (۱۲ جلدیں)

۱۴۔ تفسیر نعیمی: مفتی احمد یار خان نعیمی: مکتبہ اسلامیہ، گجرات، پاکستان

۱۵۔ تفسیر روح المعانی: امام شہاب الدین السید محمود البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۸ (۱۰ جلدیں)

۱۶۔ تفسیر الشعراوی: محمد متولی الشعراوی: دار اخبار الیوم، قاہرہ، مصر، ۱۹۹۱ (۱۴ جلدیں)

۱۷۔ تفسیر الحسنات: علامہ ابو الحسنات القادری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان (۷ جلدیں)

۱۸۔ تفسیر الخازن: امام علاء الدین البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۹۷۹ (۷ جلدیں)

Marfat.com

۱۹۔ تنویر المقباس: عبداللہ بن عباس: المکتبۃ الشعبیۃ، قاہرہ، مصر، ۱۹۷۲

۲۰۔ البحر المحیط: محمد بن یوسف الغرناطی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۱ جلدیں)

۲۱۔ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی): امام عبداللہ بن احمد النسفی: دار النفائس، بیروت، لبنان، ۱۹۹۶

۲۲۔ خزائن العرفان: سید محمد نعیم الدین مراد آبادی: حفیظ بک ڈپو، دہلی، انڈیا

۲۳۔ احکام القرآن: امام احمد بن علی الجصاص: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

۲۴۔ زہرۃ التفاسیر: محمد ابو زہرۃ: دار الفکر العربی، قاہرہ، مصر

۲۵۔ تفسیر المنار: محمد رشید رضا: دار الفکر، بیروت، لبنان

۲۶۔ تفسیر الکشاف: محمود بن عمر الزمخشری: دار لکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۸۷

۲۷۔ فتح القدیر: محمد بن علی الشوکانی: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

۲۸۔ تفسیر القرآن العظیم: حافظ ابن ابی حاتم: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۴ جلدیں)

۲۹۔ تفسیر الجیلانی: محی الدین عبدالقادر الجیلانی الحسنی الحسینی: شرکۃ التمام، بیروت، لبنان

کتب احادیث

۳۰۔ صحیح البخاری: محمد بن اسماعیل البخاری: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۳۱۔ صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشیری: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۳۲۔ سنن ترمذی: محمد بن عیسیٰ: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۳۳۔ سنن ابن ماجہ: محمد بن یزید القزوینی: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۳۴۔ سنن ابو داؤد: سلیمان بن الاشعث: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۳۵۔ سنن النسائی: احمد بن شعیب: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۳۶۔ مسند احمد: امام احمد بن حنبل: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۳۷۔ الموطا: امام مالک بن انس: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۳۸۔ مشکوٰۃ المصابیح: امام ابو محمد البغوی: قدیمی کتب خانہ، کراچی، پاکستان، ۱۳۸۸ھ

۳۹۔ المعجم الکبیر: سلیمان بن احمد الطبرانی: مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ، موصل، عراق، ۱۹۸۴ (۲۵ جلدیں)

۴۰۔ المستدرک: امام الحاکم النیشاپوری: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۴ جلدیں)

۴۱۔ الجامع الصغیر: محمد ناصر الدین الالبانی: مکتبہ الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۲ جلدیں)

Marfat.com

۴۲۔ ریاض الصالحین: یحیٰ بن شرف النووی الشافعی: دار القلم، بیروت، لبنان، ۱۹۷۰

۴۳۔ سنن الدارقطنی: علی بن عمر الدارقطنی: عالم الکتب، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۴ جلدیں)

۴۴۔ شعب الایمان: احمد بن الحسین البیہقی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰

۴۵۔ الترغیب والترہیب: عبد العظیم المنذری: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۶۸

۴۶۔ السنن الکبریٰ: احمد بن الحسین البیہقی: نشر السنۃ، ملتان، پاکستان، (۱۰ جلدیں)

۴۷۔ المعجم الاوسط: سلیمان بن احمد الطبرانی: مکتبۃ المعارف، ریاض، سعودی عرب (۱۱ جلدیں)

دیگر کتب

۴۸۔ معجزات الرسول: محمد متولی الشعراوی: مکتبۃ الاسلامیۃ الشعراویۃ، قاہرہ، مصر

۴۹۔ الخصائص الکبریٰ: امام جلال الدین السیوطی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۷۵ (۲ جلدیں)

۵۰۔ السیرۃ النبویۃ: عبد الملک بن ہشام: دار الجیل، بیروت، لبنان، (۴ جلدیں)

۵۱۔ البدایۃ والنہایۃ: الحافظ اسماعیل ابن کثیر: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۸۲ (۷ جلدیں)

۵۲۔ المفردات: امام راغب الاصفہانی: مکتبۃ مصطفی البابی، مصر، ۱۹۶۱

۵۳۔ لسان العرب: ابن منظور: دار المعارف، قاہرہ مصر (۸ جلدیں)

۵۴۔ المنجد: دار المشرق، بیروت، لبنان، ۱۹۷۵

۵۵۔ شرح المواہب اللدنیۃ: امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی: دار الفکر، بیروت، لبنان،

۵۶۔ دلائل النبوۃ: احمد بن الحسین البیہقی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۲ (۷ جلدیں)

۵۷۔ کتاب المبسوط: شمس الدین السرخسی: دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۰، (۱۵ جلدیں)

۵۸۔ الفتاویٰ العالمگیریۃ: علامۃ نظام الدین: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، بلوچستان، پاکستان، ۱۹۸۵ (۶ جلدیں)

۵۹۔ فتاویٰ قاضی خان: حسن بن منصور الفرغانی الحنفی: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، بلوچستان، پاکستان، ۱۹۸۵ (۶ جلدیں)

۶۰۔ ردالمحتار: ابن عابدین: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ (۸ جلدیں)

۶۱۔ حاشیۃ الطحطاوی: امام احمد الطحطاوی: میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۶۲۔ مراقی الفلاح: حسن بن عمار الحنفی: میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۶۳۔ فتاویٰ افریقۃ: امام احمد رضا قادری: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان

Marfat.com

۶۴۔ بہارشریعت: علامہ محمد امجد علی: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، پاکستان

۶۵۔ امدادالفقہ: محمد امداد حسین پیرزادہ: دارالسلام، قاہرہ، مصر، ۲۰۰۳

۶۶۔ اسلامی عقائد: محمد امداد حسین پیرزادہ: الکرم پبلی کیشنز، ایٹن ہال، ناٹنگھم شائر، یوکے، ۱۹۹۹

۶۷۔ کنز العمال: علامہ علاء الدین البرھان فوری: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۵ (۱۶ جلدیں)

۶۸۔ مجمع الزوائد: علی بن ابی بکر الھیثمی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸ (۱۰ جلدیں)

۶۹۔ نزھۃ المجالس (اردو) عبدالرحمٰن صفوری شافعی: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، پاکستان

۷۰۔ نور الایضاح: الشیخ حسن بن علی: کتب خانہ مجیدیہ، ملتان، پاکستان

۷۱۔ قصیدۃ البردہ: امام بوصیری: انگریزی ترجمہ: محمد امداد حسین پیرزادہ، الکرم پبلی کیشنز ایٹن ہال ناٹنگھم شائر، یوکے

۷۲۔ السیرۃ النبویۃ: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دار الفکر، بیروت، لبنان

۷۳ ضیاء النبی: پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۴۱۵ھ (۷ جلدیں)

۷۴۔ صراط مستقیم: شاہ اسماعیل دہلوی: اسلامی اکیڈمی، لاہور، پاکستان

۷۵۔ القول الجمیل (اردو): شاہ ولی اللہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان

۷۶۔ سبل الھدیٰ والرشاد: امام محمد بن یوسف الشامی: وزارۃ الاوقاف، قاہرہ: مصر (۱۲ جلدیں)

۷۷۔ المنتظم فی تواریخ الملوک والامم: امام عبدالرحمٰن الجوزی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۳ جلدیں)

۷۸۔ تاریخ الاسلام: مورخ شمس الدین الذھبی: دار الکتاب العربی، بیروت (۵۲ جلدیں)

۷۹۔ امتاع الاسماع: تقی الدین المقریزی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۱۵ جلدیں)

۸۰۔ حلیۃ الأولیاء: امام ابو نعیم الاصفھانی: درالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۱۲ جلدیں)

English Books

81) **Miracles of the Qur'an** : *Muhammad Mutawali ash-Sha'raawi Published by Daar-ul-Taqwa Ltd. Londom*

82) **Encyclopedia Britannica** : *Peter B. Norton Joseph Espsito, USA, 1995, 15th-edition (32 volumes)*

83) **Islam & the West** : *H.R.H. Charles Prince of Wales, Printed by-Uniskill Ltd. Eynsham, Oxford, UK.*

84) **Muhammad at Madinah** : *Montgomery Watts. Oxford University Press, 2006.*

85) **Oxford Encyclopedia Dictionary** : *Published by Oxford University Press, USA, 1991.*

86) **Shari'ah the Islamic Law** : *Abdur Rahmaan Doi (Zia-un-Nabi)*

Marfat.com

87) **The Holy Bible** : *Published by Collins, London, 1954.*
88) **The Living Bibble :** *British Edition, 1975.*
89) **The Hutchinson Encyclopedia** : *1999 Edition.*
90) **The New Universal Encyclopedia** : *Caxton Publishing Co, Ltd. London.*
91) **The English Pig** : *Published by The Hambledon Press, London 1998.*
92) **American Government** : *Lowi & Ginsberg. Published by W.W.Norton Publications 1998.*
93) **Fream's Agriculture** : *Printed by Butler & Tanner Ltd. London, 16th Edition 1983.*
94) **Oxford Advanced Learner's Dictionary** : *4th Edition 1989.*
95) **The Hans Wehr Dictionary of Modern Written Arabic:** *Edited by J. M. Cowan, 3rd Edition.*

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

Marfat.com

شهر رمضان الذي انزل فيه القرآن

Marfat.com

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

۸۰ ۱۳

Marfat.com

القرآن الکریم

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے
"فقہ حنفی PDF BOOK"
چینل کو جوائن کریں
http://T.me/FiqaHanfiBooks
عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں
https://t.me/tehqiqat
علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک
سے فری ڈاؤن لوڈ کریں
https://archive.org/details/
@zohaibhasanattari
طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری
زوہیب حسن عطاری

امداد الکرم

جلد دوم

Marfat.com

اِمدادُ الکرم

قرآنِ مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر

جلد دوم

الاعراف تا بنی اسرائیل

محمد امداد حسین پیرزادہ

الکرم پبلی کیشنز یوکے

Marfat.com

1-B
V-2

جمیع الحقوق محفوظة للناشر

© All Rights Reserved

Al-Karam Publications, UK.

No part of this publication may be reproduced by any means without the written permission of the publisher.

ISBN : 0-9533999-5-8

سن طباعت	:	2013
تیسرا ایڈیشن	:	1000
ناشر	:	الکرم پبلی کیشنز، یو کے

Al-Karam Publications, UK
Eaton Hall, Retford, Notts. DN22 OPR
England
Tel : 01777 706441

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں / کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مطالب (جلد دوم)

Marfat.com

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الاعراف (۷)

یہ سورت مکی ہے کیونکہ یہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ جنت اور دوزخ کے درمیان حائل دیوار کے اوپر والے حصہ کو اعراف کہتے ہیں جس پر کھڑے ہونے والے انسان جنت اور دوزخ دونوں کو دیکھ سکیں گے، اور اکثر مفسرین کے نزدیک یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ ان کی نیکیاں دوزخ میں جانے سے اور برائیاں جنت میں جانے سے مانع ہوں گی اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعی فیصلہ ہونے تک وہ اعراف میں رہیں گے۔ چونکہ اس سورت میں اعراف کا تذکرہ ہے اس لئے اس سورت کا نام ''اعراف'' رکھا گیا ہے۔

گذشتہ سورت کی طرح اس میں بھی مشرکین عرب کے عقائد و اعمال کی اصلاح پر زور دیا گیا ہے اور انہیں حضور اکرم ﷺ کی پیروی کی ترغیب دی گئی ہے۔ نیز گذشتہ انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی اُمتوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں تاکہ اُمت مسلمہ ان کے احوال سے سبق حاصل کرے اور حضور اکرم ﷺ کو بھی تسلی ہو کہ پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ناقدری کے معاملات ہوتے رہے ہیں۔ آپ ﷺ سے پہلے ہر قوم کی طرف الگ الگ انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے مبعوث فرمایا، جیسا کہ اس سورت کی آیت نمبر ۱۵۸ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بروز منگل ۱۸/ اکتوبر ۲۰۰۵ء بمطابق ۱۶/ رمضان ۱۴۲۶ھ

Marfat.com

آیاتہا ۲۰۶ ۷ سُوْرَةُ الْأَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ ۳۹ رکوعاتہا ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

الٓمّٓصٓ ۝١

۱۔ الف لام میم صاد [۱]

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢

۲۔ یہ کتاب ہے جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے، پس آپ کے دل میں اس (کی تبلیغ) سے تنگی نہ ہو، [۲] (یہ اس لئے نازل کی گئی ہے) تاکہ آپ اس کے ذریعہ (لوگوں کو) ڈرائیں اور یہ ایمان والوں کے لئے نصیحت ہے۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝٣

۳۔ (اے لوگو!) پیروی کرو (اس کی) جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے دوستوں کی پیروی نہ کرو، [۳] تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔

وَ كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝٤

۴۔ اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہیں ہم نے برباد کر دیا، پس ان پر ہمارا عذاب (اچانک) رات کے وقت آیا یا جب وہ دوپہر کو سو رہے تھے۔ [۴]

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں، یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ ہو۔

[۲] اسلام کا پیغام حق و صداقت سن کر بھی مشرکین اسلام قبول نہ کرتے تو یہ بات آپ ﷺ کے دل پر شاق گزرتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان کی گمراہی سے تنگ دل نہ ہوں، وہ ایمان لائیں یا نہ لائیں آپ تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھیں اور قرآن مجید کی تعلیمات کے ذریعہ مشرکین کو برے انجام سے ڈراتے رہیں اور اہل ایمان کو اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی نصیحت کرتے رہیں۔

[۳] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ اپنے رب تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے احکام کی پیروی کریں اور شیطان صفت دوستوں کی پیروی نہ کریں وہ تمہیں گمراہ کر دیں گے اور نصیحت قبول کرنے والے لوگوں کی تعداد اکثر کم ہوتی ہے۔

[۴] پہلی امتوں میں سے جن لوگوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی اور خدا کی اس زمین پر ظلم و ستم کا بازار گرم رکھا ان پر رات یا دن کے وقت

Marfat.com

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝

۵۔ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار تھی کہ بے شک ہم ہی ظالم تھے۔

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

٦۔ پس ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف (رسول) بھیجے گئے تھے[۵] اور ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝

٧۔ پھر ہم کامل علم کے ساتھ ان پر (ان کے حالات) ضرور بیان کریں گے اور ہم (ان سے) غائب نہیں تھے۔[٦]

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

٨۔ اور اس دن (اعمال کا) تولنا برحق ہے، پس جن کے (نیکیوں کے) پلڑے بھاری ہوئے تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔[٧]

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝

٩۔ اور جن کے (نیکیوں کے) پلڑے ہلکے ہوئے تو یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا کیونکہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظلم کیا کرتے تھے۔

جب اچانک عذاب آیا تو وہ چیخ و پکار کرتے ہوئے اپنے مظالم کا اعتراف کرنے لگے کہ واقعی انہوں نے گناہوں کی حد کر دی تھی لیکن آخری وقت کی یہ پکار انہیں عذابِ الٰہی سے نہ بچا سکی، لہٰذا عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان آج ہی گناہوں سے توبہ کر لے ورنہ آخری لحات کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

[۵] قیامت کے دن امتوں سے پوچھا جائے گا کہ انہیں رسولوں نے تبلیغ کی یا نہیں اور انہوں نے رسولوں کی دعوت کو کہاں تک قبول کیا، اور رسولوں سے بھی پوچھا جائے گا کہ انہوں نے بنی نوع انسان تک خدا کا پیغام پہنچانے میں کیا کچھ کیا اور انہیں امت کی طرف سے کیا جواب ملا تھا؟

[٦] اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر ہے کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام امتوں پر ان کے احوال ظاہر کر دے گا کہ انہوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو کس حد تک قبول کیا۔

[٧] قیامت کے دن جن کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ کامیاب ہوں گے اور جن کی نیکیاں کم ہوں گی وہ اپنے مظالم کی وجہ سے خسارہ میں ہوں گے یعنی کفار ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے اور ظالم مسلمان اپنے گناہوں کی مقدار کے مطابق محدود عرصہ کے لیے جہنم میں جائیں گے۔

Marfat.com

ع ۸

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ اور ہم نے تمہیں زمین میں آباد کیا اور اس میں تمہارے لئے زندگی کے اسباب مہیا کئے لیکن تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ [۸]

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ اور ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر تمہاری صورت بنائی، پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، [۹] پس سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔

---

[۸] اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو زمین پر آباد کیا اور اس کی زندگی کے لئے طرح طرح کے اسباب پیدا فرمائے تا کہ انسان اس کے احسانات کا شکر یہ ادا کرے لیکن پھر بھی بہت کم لوگ ہیں جو شکر ادا کرتے ہیں۔

[۹] یعنی ہم نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اس کی شکل وصورت بنائی، پھر ہم نے اس کی تعظیم کے لئے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں، پس سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔

سجدہ تعظیمی کی کیفیت

سجدہ دو قسم کا ہوتا ہے: ایک برائے عبادت اور دوسرا برائے تعظیم۔ اسلامی شریعت کے اعتبار سے عبادت کا سجدہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے اور یہ سجدہ پہلی شریعتوں میں بھی کسی غیر خدا کے لئے جائز نہیں تھا، البتہ کسی عظیم الشان ہستی کے لئے تعظیم کا سجدہ کرنا پہلی شریعتوں میں جائز تھا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے حضرت جبرائیل، پھر حضرت میکائیل، پھر حضرت اسرافیل، پھر حضرت عزرائیل اور اس کے بعد تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔

(تفسیر الحسنات)

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے جو سجدہ کیا وہ عبادت کا سجدہ نہیں تھا، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس سے مراد لغوی سجدہ ہے یعنی دلی اور زبانی تعظیم کرنا یا اس سے مراد اصطلاحی سجدہ ہے یعنی پیشانی کو زمین پر رکھ دینا۔ جمہور کے نزدیک اس سے مراد اصطلاحی سجدہ ہے یعنی فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے اپنی پیشانیاں زمین پر رکھ دیں۔

(تفسیر قرطبی: سورہ بقرہ زیر آیت نمبر ۳۴)

اگر یہ کہا جائے کہ یہ سجدہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہی تھا آدم علیہ السلام کو صرف قبلہ کے طور پر مقرر کیا گیا تھا تو یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ اگر یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا تو ابلیس انکار نہ کرتا۔ (تفسیر نسفی) نیز یہ سجدہ فرشتوں پر حضرت آدم علیہ السلام کی علمی برتری کے اظہار کے لئے تھا اور اگر حضرت آدم علیہ السلام کو صرف بطور قبلہ سمجھا جائے تو اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر برتری ثابت نہیں

Marfat.com

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ⑫

۱۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا، ابلیس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں، [۱۰] تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

ہوتی جیسے حضور اکرم ﷺ نے خانہ کعبہ کی طرف سجدے کئے مگر کعبہ حضور اکرم ﷺ سے افضل نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

[۱۰] اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے، فرشتوں کو نور سے اور ابلیس و جنات کو آگ سے پیدا فرمایا۔ ابلیس فرشتوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے سجدہ کرنے کے حکم میں شامل تھا اور جب اس نے سجدہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ دریافت فرمائی تو ابلیس نے جواب دیا کہ وہ آدم سے افضل ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور ابلیس کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ حالانکہ فضیلت کی بات یہ نہیں کہ کون کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے یا کس نسل سے تعلق رکھتا ہے۔ اصل میں افضل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرتا ہے۔

ابلیس جن تھا یا فرشتہ

اس میں اختلاف ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے تھا یا جنوں میں سے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ فرشتوں میں سے نہیں تھا بلکہ جنوں میں سے تھا کیونکہ یہ نص قطعی ہے کہ ابلیس جنوں میں سے تھا۔ (قرآن: ۱۸: ۵۰) نیز فرشتے معصوم ہوتے ہیں جبکہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، فرشتے نوری مخلوق ہیں جبکہ ابلیس آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور فرشتوں کی اولاد نہیں ہوتی جبکہ جنوں کا قبیلہ اور اولاد ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے پہلے جنوں کو زمین پر آباد فرمایا۔ جب انہوں نے آپس میں بغض و عناد کی وجہ سے فساد اور خون ریزی کا بازار گرم کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ ان کو جنگلوں اور پہاڑوں میں بھگا دیا۔ ان جنوں میں سے ایک ابلیس بھی تھا جو اس وقت ابھی بچہ تھا اور فرشتے اس کو اپنے ساتھ لے گئے، چنانچہ وہ فرشتوں کے ساتھ عبادت کرتا تھا اور اسی لئے فرشتوں کے ساتھ اسے بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ (تفسیر بحر محیط: سورہ بقرہ زیر آیت نمبر ۳۴)

ابلیس اسی ہزار (۸۰۰۰۰) سال فرشتوں کے ساتھ رہا اور بیس ہزار (۲۰۰۰۰) سال فرشتوں کو وعظ کرتا رہا۔ (حاشیۃ صاوی علی الجلالین: سورہ بقرہ زیر آیت نمبر ۳۴) اور وہ آسمانِ دنیا کا رئیس تھا۔ (تفسیر در منثور: سورہ بقرہ زیر آیت نمبر ۳۴) نیز وہ فرشتوں کا مرشد بھی تھا اور ان سے زیادہ علم والا تھا۔ وہ کبھی زمین پر، کبھی آسمان پر اور کبھی جنت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اور اس وجہ سے اسے غرور ہو گیا تھا کہ وہ فرشتوں سے افضل ہے۔ (تفسیر خازن: سورہ بقرہ زیر آیت نمبر ۳۴)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک شیطان اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔'' (قرآن: ۷: ۲۷)

Marfat.com

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو یہاں سے اُتر جا، تیرے لئے مناسب نہیں ہے کہ تو یہاں رہتے ہوئے تکبر کرے، پس نکل جا بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے۔[۱۱]

قَالَ اَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اس نے کہا: مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک تجھ کو مہلت دی گئی۔[۱۲]

یعنی شیطان تمہیں نظر نہیں آتا مگر وہ تمہیں ہر وقت اور ہر جگہ دیکھتا ہے اور تمہارے دل کی گہرائی سے اٹھنے والے خیالات کو بھی جانتا ہے حتیٰ کہ جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب پر بھی آگاہ تھا جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا اشارہ ملا تھا۔

بعض جن مسلمان ہیں مگر شیاطین جنوں کا ایسا قبیلہ ہے جو مسلمان نہیں۔ سارے شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں اور وہ ان کا باپ ہے۔
(حاشیۃ صاوی علی الجلالین: سورہ بقرہ زیر آیت نمبر ۳۴)

شیطان کی ہٹ دھرمی

ایک دفعہ شیطان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑے مقبول ہیں میری شفاعت فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ حکم الٰہی ہوا: شیطان کو کہو کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کر دے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ شیطان نے پھر تکبر کیا اور کہا: میں نے آدم کو اس وقت سجدہ نہیں کیا تھا جب وہ زندہ تھا تو اب مردہ کو کیسے سجدہ کر سکتا ہوں؟ (تفسیر در منثور: سورہ بقرہ زیر آیت نمبر ۳۴)

[۱۱] تکبر کی وجہ سے شیطان کو جنت سے نکال دیا گیا، لہٰذا آج جو انسان تکبر کرتا ہے قیامت کے دن وہ ذلیل و خوار ہوگا اور جنت میں نہیں جا سکے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے ایک درجہ تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک درجہ تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ پست کر دیتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں کر دیتا ہے۔'' (مسند احمد: جلد ۳: ص ۷۶)

[۱۲] قیامت کے دن جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو پھر انہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ شیطان نے اس دن تک زندگی کی مہلت مانگی تا کہ اس کو موت نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے طویل زندگی کی مہلت تو عطا فرما دی مگر موت اس پر بھی آئے گی، لہٰذا قیامت کے قریب جب زمین و آسمان کی ہر چیز ہلاک ہوگی تو ان کے ساتھ شیطان بھی ہلاک ہو جائے گا، پھر جب سب دوبارہ زندہ ہوں گے تو شیطان بھی زندہ ہو جائے گا۔

Marfat.com

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝١٦	۱۶۔ اس نے کہا: چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔
ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝١٧	۱۷۔ پھر میں ضرور ان کے پاس (بہکانے کے لئے) آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے، اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔[۱۳]
قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝١٨	۱۸۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں سے ذلیل اور مردود ہو کر نکل جا، ان میں سے جس کسی نے تیری پیروی کی میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔
وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٩	۱۹۔ اور اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔[۱۴]

شیطان کو اتنی طویل زندگی دینے کی ایک حکمت یہ ہوسکتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ بندوں کی آزمائش کرے کہ کون اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور کون شیطان کا غلام؟

[۱۳] شیطان کو فرشتوں میں ایک اہم مقام حاصل تھا بلکہ وہ فرشتوں کا واعظ اور مرشد تھا مگر حضرت آدم علیہ السلام سے حسد نے اسے تکبر اور سرکشی کی اس حد تک پہنچا دیا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو چیلنج کر دیا کہ جس انسان کو سجدہ نہ کرنے کے جرم میں تو نے مجھے مردود کر دیا میں انہیں سیدھے راستہ سے بہکانے میں ہر ممکن کوشش کروں گا اور ان کے دلوں میں ایسے وسوسے ڈالوں گا کہ اکثر تیرے ناشکر گزار ہو جائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ان میں سے تو جس کو بھی اپنی آواز سے بہکانا چاہے تجھے اجازت ہے۔۔۔۔۔۔ لیکن میرے مخلص بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں ہوگا۔'' (قرآن: ۱۷:۶۵) بہرحال جن نادانوں نے تیری پیروی کی میں تیرے سمیت ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

قیامت کے دن دوزخی شیطان کو ملامت کریں گے کہ اس نے انہیں گمراہ کر دیا۔ شیطان کہے گا: ''میرا تم پر کوئی غلبہ تو تھا نہیں (کہ میں نے تمہیں برائی کرنے پر مجبور کیا ہو) میں نے تو تمہیں صرف (برائی کی) دعوت دی اور تم نے میری دعوت قبول کر لی، لہٰذا اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔'' (قرآن: ۱۴:۲۲)

[۱۴] اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو حکم دیا کہ جنت میں رہو، جہاں سے جی چاہے کھاؤ مگر اس مخصوص درخت

Marfat.com

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿٢٠﴾

۲۰۔ پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ان سے پوشیدہ تھیں ان کے لئے ظاہر کر دے اور اس نے کہا: تمہارے رب نے تمہیں اس درخت سے نہیں روکا مگر اس لئے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں سے نہ ہو جاؤ۔

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٢١﴾

۲۱۔ اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسم اٹھائی کہ بے شک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

کے قریب نہ جانا۔ شیطان جو حضرت آدم علیہ السلام کے حسد میں جل رہا تھا اس نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ جس درخت سے تمہیں منع کیا گیا ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ جو اس کا پھل کھالے اس کے اندر فرشتوں کے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں یا اسے ہمیشہ کی زندگی مل جاتی ہے۔ اگر تم اس کا پھل کھالو تو تم ہمیشہ جنت میں رہو گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قریبی اور مقبول بندوں کے رہنے کی جگہ ہے، لہٰذا تم بھی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں رہو گے۔ نیز شیطان نے ان کے سامنے قسم اٹھائی کہ وہ ان کا بڑا خیر خواہ ہے۔ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا گمان یہ تھا کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم نہیں اٹھا سکتا کیونکہ شیطان سے پہلے کسی نے اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم نہیں اٹھائی تھی۔ شیطان پہلا بدنصیب تھا جس نے اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم اٹھائی، چنانچہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام شیطان کی جھوٹی قسم کی وجہ سے اس کے فریب میں آ گئے اور قرب خداوندی کے خیال سے حکم خداوندی بھول گئے اور اس درخت کا پھل کھا بیٹھے حالانکہ ان کا کھانے کا ارادہ نہیں تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور ہم نے اس سے پہلے آدم علیہ السلام سے (اس درخت کے قریب نہ جانے کا) عہد لیا تھا لیکن وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا (نافرمانی کا) قصد نہیں پایا۔“ (قرآن: ۲۰:۱۱۵)

اس درخت کا پھل کھانے کے نتیجے میں ان کے نورانی اور جنتی لباس غائب ہو گئے اور ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں۔ اس سے پہلے ان دونوں میں سے کسی نے خود اپنا ستر نہ دیکھا تھا۔ اس پر انہیں شرمندگی محسوس ہوئی اور وہ جنتی درختوں یعنی انجیر وغیرہ کے پتوں سے اپنی شرمگاہوں کو چھپانے لگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسانی شرمگاہوں کو چھپانا انسانی فطرت اور حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی سنت ہے اور ان کو بے نقاب کرنا شیطان کا کام ہے۔

اس درخت کا پھل کھانا حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی اجتہادی غلطی اور نسیان تھا۔ یہ گناہ نہیں تھا کیونکہ گناہ اس کو کہتے ہیں جس میں انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ کرتا ہے جبکہ یہاں پر ارادہ نہیں تھا بلکہ نسیان تھا اور یہ عصمت انبیاء کے منافی نہیں ہے۔ اس کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۳۶ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ گناہ نہیں تھا تو پھر حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو سزا کیوں ملی یعنی ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو

Marfat.com

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ پس شیطان نے ان دونوں کو دھوکہ سے (اپنی طرف) مائل کر لیا، پھر جب ان دونوں نے اس درخت (کے پھل) کو چکھا تو ان کی شرمگاہیں ان کے لئے ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑنے لگے (تاکہ شرمگاہیں چھپ جائیں)، اور اس وقت ان کے رب نے انہیں ندا دی: کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟ اور کیا تمہیں یہ نہیں فرمایا تھا کہ بے شک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ دونوں نے عرض کی: اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے [۱۵] تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیچے اتر جاؤ، [۱۶] تم میں سے بعض، بعض کے دشمن ہوں گے اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے اور ایک خاص مدت تک اس سے فائدہ حاصل کرنا ہے۔

گئیں اور انہیں جنت سے نیچے اُتار دیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس درخت سے کھانے کا نتیجہ اور اثر تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بھول کر زہر کھا لے تو اس کا یہ فعل گناہ نہیں ہے لیکن زہر کھانے کے بعد اس کا مرجانا اس زہر کا لازمی نتیجہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس درخت کا پھل کھانے میں بے لباس ہونے کا اثر رکھا تھا تو خواہ انہوں نے بھول کر اس سے کھایا اس کا اثر ظاہر ہو گیا۔ اور رہا جنت سے اُتر کر زمین پر آنا تو وہ آپ نے بہر حال زمین پر آنا تھا کیونکہ آپ کو پیدا ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ آپ زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بنیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے فرشتوں کو فرمایا: ''میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔'' (قرآن: ۲: ۳۰) اس کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ آیت نمبر ۳۷ کا حاشیہ نمبر ۳۵ ملاحظہ کریں۔

[۱۵] حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے اپنی اس بھول پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کی۔ اس کی تفصیل کے لیے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ۳۳ اور ۳۴ ملاحظہ کریں۔

[۱۶] تمہیں ایک وقتی آزمائش اور تجربہ کے لئے جنت میں ٹھہرایا گیا تھا۔ دراصل آپ کو پیدا اس لئے کیا گیا تھا کہ آپ زمین پر اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿۲۵﴾ ع

۲۵۔ نیز فرمایا: اسی زمین میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے (قیامت کے دن) نکالے جاؤ گے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اے اولادِ آدم! بے شک ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپاتا ہے اور باعثِ زینت بھی ہے، [۱۷] اور تقویٰ کا لباس وہ سب سے بہتر ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا

۲۷۔ اے اولادِ آدم! شیطان تم کو فتنہ میں مبتلا نہ کر دے جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا اور ان سے ان کا لباس اُتروادیا تاکہ وہ ان کو ان کی شرمگاہیں دکھائے، بے شک شیطان اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے، [۱۸]

خلیفہ بنیں، لہٰذا اب تم زمین پر چلے جاؤ۔ تمہیں اور تمہاری اولاد کو وہاں ایک مخصوص مدت تک زندہ رہنا اور پھر مرنا ہے اور قیامت کے دن تمہیں اسی زمین سے اٹھایا جائے گا۔

[۱۷] ممنوعہ درخت کا پھل کھانے سے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا جنتی لباس غائب ہو گیا اور وہ نادم ہو کر پتوں سے اپنی شرمگاہیں چھپانے لگے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم علیہ السلام پر احسان فرمایا اور آسمان سے بارش کا پانی نازل کر کے زمین سے ایسی چیزیں پیدا فرمائیں جن سے لباس تیار کیا جاتا ہے۔ اس لباس کے تین فائدے ہیں: ایک تو اس کے ذریعہ شرمگاہوں کو چھپایا جاتا ہے اور یہ انسان کا امتیاز اور اعزاز ہے جبکہ اکثر جانوروں کی شرمگاہیں عیاں ہوتی ہیں اور ان میں اپنی شرمگاہوں کو چھپانے کا شعور بھی نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ زینت کا ذریعہ ہے یعنی لباس کے ساتھ انسان مہذب اور خوب صورت لگتا ہے اور تیسرا جس طرح پر پرندوں کو سردی اور گرمی کے اثرات سے بچاتے ہیں اسی طرح لباس بھی انسان کو موسمی اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

اس ظاہری اور جسمانی لباس کے علاوہ ایک باطنی اور روحانی لباس بھی ہے جس کو تقویٰ یعنی اچھے اعمال کا لباس کہا جاتا ہے، اور وہ اس ظاہری لباس سے بہتر ہے کیونکہ اگر کسی کا ظاہری لباس بڑا خوبصورت اور قیمتی ہو مگر اس کے اعمال شیطانی اور ظالمانہ ہوں تو وہ انسانی لباس میں چھپا ہوا ایک خطرناک درندہ ہے۔ بہر حال لباس کا پیدا کرنا اور انسان کو اس کے استعمال کا شعور دینا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی ایک نشانی ہے تاکہ انسان نصیحت حاصل کرے یعنی ظاہری لباس کے ذریعہ بے حیائی سے بچے اور باطنی لباس کے ذریعہ بدکرداری سے بچے۔

[۱۸] اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو خبردار کیا ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور تمہیں نظر بھی نہیں آتا مگر وہ تمہیں ہر وقت اور ہر جگہ دیکھتا ہے،

Marfat.com

جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

بے شک ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں اسی طریقہ کا حکم دیا ہے، [۱۹] آپ فرمایئے: بے شک اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے۔

تمہارے دل کے ارادوں سے باخبر ہے اور وہ تمہارے پاس شیطان اور دشمن کے روپ میں نہیں آتا بلکہ دوست اور خیر خواہ کے رنگ میں تمہیں دھوکہ دیتا ہے، لہٰذا اس کی فتنہ پردازی اور وسوسہ اندازی سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرو۔

شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ وہ انسان کے دل کی گہرائی سے اُٹھنے والے خیالات کو بھی جانتا ہے حتیٰ کہ جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب پر بھی آگاہ تھا جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا اشارہ ملا تھا۔ اگر شیطان کا علم اتنا وسیع ہے جو لوگوں کو گمراہ کرتا ہے تو انبیائے کرام علیہم السلام کی وسعتِ علم کا کیا عالم ہوگا جو تمام جنوں، فرشتوں اور انسانوں سے افضل ہیں اور لوگوں کو شیطانی گمراہیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر شیطان تمہیں دیکھتا ہے اور تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو جو شیطان کو دیکھتا ہے اور شیطان اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ (تفسیر مظہری) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اے میرے پروردگار! میں شیطان مردود سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ آمین

[۱۹] مشرکین کی عورتیں اور مرد ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے اور اس بے حیائی کے جواز کے لئے درج ذیل دو دلائل پیش کرتے:

۱۔ ان کی ایک دلیل یہ تھی کہ ان کے باپ دادا ایسا ہی کرتے تھے حالانکہ کسی کام کے صحیح ہونے کے لئے صرف باپ دادا کا عمل ایسی دلیل نہیں ہے جس کو کوئی عقل مند انسان تسلیم کر سکے، اور اللہ تعالیٰ نے بھی جاہلوں اور نادانوں کی تقلید سے منع فرمایا ہے: ''اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔'' (قرآن: ۲: ۱۷۰) کیا یہ پھر بھی اپنے باپ دادا کی تقلید کریں گے؟

۲۔ ان کی دوسری دلیل یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سراسر جھوٹ ہے اللہ تعالیٰ کسی کو بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ نیز مشرکین مکہ کسی نبی اور کسی آسمانی کتاب کے قائل بھی نہیں تھے پھر انہیں اللہ تعالیٰ کا حکم کیسے پہنچا؟

Marfat.com

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿٢٩﴾

۲۹۔ آپ فرمائیے کہ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور ہر نماز کے وقت اپنا رُخ (قبلہ کی طرف) سیدھا کرو، اور اللہ تعالیٰ کے خالص فرمانبردار ہو کر اس کو پکارو، [۲۰] جس طرح اس نے تم کو پہلے پیدا کیا اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے۔

فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٣٠﴾

۳۰۔ ایک گروہ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ایک گروہ پر گمراہی مقرر ہو گئی، [۲۱] کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا کارساز بنا لیا اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾ ع

۳۱۔ اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت اپنا پاک صاف لباس پہن لیا کرو [۲۲] اور کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، [۲۳] بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

---

[۲۰] اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عدل و انصاف کرو۔ نماز کے وقت کعبہ کی طرف رُخ کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اس کی رضا جوئی کے لئے کرو۔ نیز یہ یقین رکھو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں تمہیں پیدا کیا ہے اسی طرح قیامت کے دن تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا اور تمہارے اعمال کے مطابق تمہیں بدلہ دے گا۔

[۲۱] جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کی وہ ہدایت پا گئے اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کی اطاعت کی وہ یقیناً گمراہ ہیں اور ان کا یہ خیال غلط ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

[۲۲] نماز کے وقت پاک اور اچھا لباس زیب تن کرو۔ بدبودار اور قابل نفرت لباس سے دوسرے نمازیوں کو تنگ نہ کرو۔ لباس یعنی ستر پوشی تو دوسرے اوقات میں بھی واجب ہے۔ نماز کا ذکر اس لئے ہے کیونکہ مشرکین کعبہ کے طواف کے وقت لباس اُتار دیتے تھے۔

[۲۳] علامہ آلوسی لکھتے ہیں: ایک نصرانی طبیب نے علی بن حسین بن واقد سے کہا: تمہارے قرآن میں علم طب کے متعلق کچھ نہیں ہے۔ علی بن حسین نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمام طب کو اس آیت کے آدھے حصہ میں بیان کر دیا ہے: یعنی "کھاؤ، پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔" تو طبیب بولا: مگر تمہارے رسول ﷺ نے طب کے بارے میں کیا کہا ہے؟ علی بن حسین نے جواب دیا کہ ہمارے رسول ﷺ نے

Marfat.com

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ آپ فرمایئے: اللہ تعالیٰ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے؟ [۲۴] اور (کس نے حرام کیا) کھانے کی پاکیزہ چیزوں کو؟ آپ فرمایئے: یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لئے بھی ہیں اور قیامت کے دن تو خالصۃً انہی کے لئے ہوں گی، اسی طرح ہم آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔

طب کو چند الفاظ میں جمع کر دیا ہے: یعنی ''معدہ ساری بیماریوں کا گھر ہے اور اس کی حفاظت تمام دواؤں کی اصل ہے اور بدن کے ہر حصہ کو اتنا دو جتنا اس کا حق ہے۔'' یہ سن کر نصرانی طبیب کہنے لگا: ''تمہارے قرآن اور تمہارے رسول ﷺ نے جالینوس کے لئے طب کا کچھ بھی نہیں چھوڑا۔'' (تفسیر روح المعانی) یعنی ان دو جملوں میں اصول طب کو اس قدر جمع کر دیا گیا ہے کہ جالینوس کی طب بھی اس میں سمٹ گئی ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اگر کھانے پینے میں بے احتیاطی نہ کرے تو معدہ درست رہتا ہے اور انسان بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔

[۲۴] مشرکین طواف کے وقت کپڑے اُتار دیتے اور حج کے دنوں میں گوشت اور گھی کھانا حرام قرار دیتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اچھے لباس اور پاکیزہ خوراک کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا۔ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں۔ اس دنیا میں مسلمان اور غیر مسلم سبھی اپنی اپنی کوشش کے مطابق ان سے استفادہ کرتے ہیں اور اکثر غیر مسلم ان چیزوں کو زیادہ حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ ان کی زندگی کا مقصد صرف اسی دنیا تک محدود ہوتا ہے مگر ایمان والے اس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے لئے بھی تیاری کرتے ہیں اس لئے وہ ان چیزوں کو زیادہ حاصل نہیں کر سکتے مگر آخرت میں یہ چیزیں صرف اہل ایمان کے لئے مخصوص ہوں گی اور یہ ان کے ایمان کی جزا ہوگی۔ اس میں غیر مسلم شریک نہیں ہوں گے کیونکہ یہ نعمتیں جنت میں ہوں گی اور وہ جنت میں نہیں جا سکیں گے۔

لباس کے متعلق اسلام کا حکم

مسلمان مرد اور عورت کو اپنی حیثیت کے مطابق ایسا صاف ستھرا لباس زیب تن کرنا چاہیے جو اس کی خوبصورتی کا باعث ہو اور مہذب طریقہ سے اس کی کامل ستر پوشی کرتا ہو۔ اسلام دین فطرت ہے اور تمام امور میں میانہ روی کو پسند کرتا ہے۔ اسی لئے احادیث میں ایک طرف امیر لوگوں کے لئے کم قیمت لباس استعمال کرنے کی ترغیب بھی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حضور تواضع وانکساری کا اظہار ہو اور قیمتی لباس کو صدقہ وخیرات کر کے غریبوں اور محتاجوں کی کفالت میں اضافہ کیا جائے اور دوسری طرف امیر لوگوں کو زیادہ قیمتی لباس پہننے کی اجازت بھی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہو مگر ریا کاری اور تکبر سے ہر حال میں بچنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں چند

Marfat.com

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ آپ فرمایئے: بے شک میرے رب نے سب بے حیائیوں کوحرام کردیا ہے خواہ وہ ظاہر ہوں، خواہ پوشیدہ اور گناہ اور ناحق سرکشی کو اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی بات کہو جو تم نہیں جانتے۔

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور ہر امت کے لئے ایک وقت مقرر ہے، جب ان کا وقت مقرر آجائے تو وہ نہ ایک لحہ پیچھے ہوسکیں گے اور نہ ایک لحہ آگے ہوسکیں گے۔[۲۵]

احادیث ملاحظہ کریں:

۱۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا: وہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے اچھے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے لیکن تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ (ترمذی: ابواب البر: باب ۶۱)

۲۔ ابوالاحوص کے والد ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے مجھے گھٹیا کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ! میرے پاس بہت مال ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ، بکریاں، گھوڑے اور غلام عطا کر رکھے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دیا ہے تو تم پر اس کا اثر ظاہر ہونا چاہیے۔ (ابوداؤد: حدیث نمبر ۴۰۶۳)

۳۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے۔

(ترمذی: ابواب الادب: باب ۵۴)

[۲۵] جو قوم اپنی کوتاہیوں سے سبق نہیں سیکھتی اور مسلسل زوال پذیر رہتی ہے تو آخر کار اس پر عذاب کی ایک ایسی گھڑی آجاتی ہے کہ اس میں لحہ بھر بھی تقدیم وتاخیر نہیں ہوتی۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

Marfat.com

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس تم میں سے ایسے رسول آئیں جو تم پر میری آیات بیان کریں، سو جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اپنی اصلاح کر لی تو ان پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔[۲۶]

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا وہ دوزخی ہیں، وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگائے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے، انہیں نوشتۂ تقدیر کے مطابق اپنا حصہ مل جائے گا یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے کے لئے آئیں گے تو (ان سے) پوچھیں گے: کہاں ہیں تمہارے وہ معبود جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے؟[۲۷] وہ کہیں گے: وہ سب ہم سے گم ہو گئے اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔

---

[۲۶] اس طرح کا مفہوم پہلے سورہ بقرہ کی آیات ۳۸ اور ۳۹ میں گزر چکا ہے یعنی حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو جب زمین پر اتارا گیا تو ان کی معرفت پوری اولادِ آدم کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت کی کہ جب تمہارے سامنے میرے رسول میری آیات بیان کریں تو جو ان آیات کے مطابق نیک اعمال کریں گے انہیں آخرت میں کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا اور جو ان کو جھٹلائیں گے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

[۲۷] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں اور اس کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں وہ سب سے بڑے ظالم ہیں اور جب وہ اپنے مقدر کے مطابق اپنے حصہ کی عمر گزار لیں گے تو موت کے فرشتے بطور سرزنش انہیں کہیں گے: کہاں ہیں تمہارے وہ خدا جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے؟ انہیں بلاؤ تاکہ وہ تمہیں قبر اور حشر کے عذاب سے بچائیں مگر انہیں وہ کہیں نظر نہیں آئیں گے بلکہ ہر طرف تاریکی اور عذاب ہی نظر آئے گا تو مایوس ہو کر اپنے خلاف گواہی دیں گے اور یہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ واقعی انہوں نے کفر اختیار کر کے اپنی آخرت برباد کر دی۔

Marfat.com

قَالَ ادْخُلُوا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جن وانس میں سے جو (گمراہ) اُمتیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں تم بھی ان کے ہمراہ دوزخ میں داخل ہو جاؤ، جب ایک امت (دوزخ میں) داخل ہوگی تو وہ اپنے جیسی (پیش رو) امت پر لعنت بھیجے گی، [۲۸] حتیٰ کہ جب سب دوزخ میں جمع ہو جائیں گی تو ان کی پچھلی امت پہلی امت کے متعلق کہے گی: اے ہمارے رب! ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا، پس تو ان کو آگ کا دوگنا عذاب دے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر ایک کے لئے دوگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے۔

وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع

۳۹۔ اور ان کی پہلی امت پچھلی امت سے کہے گی: تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہے، [۲۹] پس تم بھی عذاب چکھو اس وجہ سے جو تم کیا کرتے تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے [۳۰] اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل نہ ہو جائے، اور ہم اسی طرح مجرموں کو سزا دیتے ہیں۔

---

[۲۸] جن امتوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا قیامت کے دن جب انہیں دوزخ میں داخل ہونے کا حکم ملے گا تو بعد میں آنے والی امتیں پہلی امتوں پر اور پیروکار اپنے پیشواؤں پر الزام لگاتے ہوئے فریاد کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ہمیں ان سرداروں اور پیشواؤں نے گمراہ کیا آج تو ان کو دوگنا عذاب دے۔ ایک ان کی گمراہی کا اور دوسرا ہمیں گمراہ کرنے کا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج تم میں سے ہر ایک کے لئے دوگنا عذاب ہے کیونکہ اگر انہوں نے تمہیں غلط راستہ دکھایا تھا تو کیا تم اندھے تھے تم نے ان کی پیروی کیوں کی؟ لہٰذا تمہارا جرم بھی دوگنا ہے۔ ایک اپنی گمراہی کا اور دوسرا گمراہ لوگوں کی اندھی تقلید کا۔

[۲۹] جب پیروکار فریاد کریں گے کہ ان کے پیشواؤں کو دوگنا عذاب دیا جائے تو پیشوا اپنے پیروکاروں سے کہیں گے: ہمارے اور تمہارے جرم کی نوعیت ایک جیسی ہے کیونکہ ہم اگر تمہیں گمراہی کی طرف بلانے کے مجرم ہیں تو تم بھی گمراہی قبول کرنے کے مجرم ہو، لہٰذا تم ہم سے بہتر نہیں ہو اور ہم سب برابر کی سزا کے مستحق ہیں۔

[۳۰] جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان پر ایمان لانے سے انکار کر دیا مرنے کے بعد ان کی روحیں آسمانوں سے اوپر نہیں

Marfat.com

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۝۴۱

۴۱۔ ان کے لئے دوزخ (کی آگ) کا بچھونا اور ان کے اوپر (اسی کا) اوڑھنا ہوگا، اور ہم اسی طرح ظالموں کو سزا دیتے ہیں۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ٘ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۴۲

۴۲۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر جتنی اس کی طاقت ہے، وہ جنتی ہیں اور ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

جاسکیں گی (کیونکہ اوپر صرف نیک لوگوں کی روحیں جاسکتی ہیں) اور قیامت کے دن وہ جنت میں بھی داخل نہیں ہوسکیں گی بلکہ ان کا جنت میں جانا ایسا ہی ناممکن ہوگا جیسے ایک اونٹ کا سوئی کے باریک سوراخ سے گزرنا ناممکن ہے، لہٰذا وہ دوزخ میں رہیں گے اور دوزخ کی آگ ہی ان کا اوڑھنا اور بچھونا ہوگی یعنی ہر طرف سے دوزخ کی آگ میں گھرے رہیں گے۔

کافروں کے لئے آسمان کا دروازہ نہ کھولنے کے متعلق چند احادیث کا خلاصہ

ایک انصاری ﷛ کو قبر میں دفن کرنے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام ﷡ سے فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو، پھر آپ نے فرمایا: اس دنیا میں جب نیک آدمی کی زندگی کا وقت پورا ہوجاتا ہے تو خوبصورت شکل میں موت کے فرشتے اس کی روح سے کہتے ہیں: اے پاکیزہ روح! اپنے رب کی مغفرت اور رضا کی طرف نکل۔ جب فرشتے اس کی روح کو اوپر لے جاتے ہیں تو اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کو عرش کے پاس علیین میں پہنچا دیا جاتا ہے، پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے اور دو فرشتے قبر میں اس سے پہلا سوال کرتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے، پھر دوسرا سوال کرتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے، پھر تیسرا سوال کرتے ہیں: یہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے: یہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے، میں ان پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی، پھر اوپر سے ندا آئے گی: میرے بندے نے سچ کہا، اس کے لئے جنت کا فرش بچھا دو، اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی کھڑکی کھول دو، پھر وہ جنت کی خوشبو سے معطر ہوکر سو جاتا ہے۔

لیکن جب بُرے آدمی کی زندگی کا وقت ختم ہوجاتا ہے تو سیاہ شکل میں موت کے فرشتے اس کی روح سے کہتے ہیں: اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کے غضب اور جلال کی طرف نکل۔ جب فرشتے اس کی روح کو اوپر لے جاتے ہیں تو آسمانوں کے فرشتے اس خبیث روح کے لئے دروازے کھولنے سے انکار کردیتے ہیں، چنانچہ اس کی روح کو زمین کے سب سے نچلے حصہ یعنی سجین میں پھینک دیا جاتا ہے، پھر اس کی روح کو جسم میں لوٹایا جاتا ہے اور دو فرشتے قبر میں اس سے پہلا سوال کرتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: ہائے افسوس! میں نہیں جانتا، پھر دوسرا سوال کرتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: ہائے افسوس! میں نہیں جانتا، پھر تیسرا سوال کرتے

Marfat.com

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۙ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اہل جنت کے سینوں میں (ایک دوسرے کے متعلق) جو کینہ ہے وہ ہم نکال دیں گے، [۳۱] ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس جنت میں پہنچایا، اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم یہاں نہیں پہنچ سکتے تھے، [۳۲] بے شک ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے، اور (اہل ایمان) کو ندا دی جائے گی: تم اس جنت کے وارث بنائے گئے ہو ان نیک اعمال کی وجہ سے جو تم کیا کرتے تھے۔

ہیں: یہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے: ہائے افسوس! میں نہیں جانتا، پھر ایک منادی آسمان سے ندا کرے گا: اس کے لئے دوزخ کا فرش بچھا دو، اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے دوزخ کی کھڑکی کھول دو، پھر وہ جہنم کی تپش سے بے قرار رہتا ہے۔ (مسند احمد: ج ۴: ص ۲۸۷ اور دیگر کتب حدیث و تفسیر) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اسے قبر میں صبح و شام اس کا دائمی ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو اسے جنت میں اپنا محل دکھایا جاتا ہے اور اگر وہ دوزخی ہے تو اسے جہنم میں اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تجھے جہنم کے اس حصہ میں پھینکا جائے گا۔

(بخاری: کتاب الجنائز: باب ۹۰)

[۳۱] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان لائے اور نیک اعمال کئے وہ جنت میں جائیں گے اور دنیا میں اگر وہ کسی وجہ سے ایک دوسرے کے متعلق بغض اور عداوت کے جذبات رکھتے تھے تو جنت میں داخل ہونے سے پہلے ان کی آپس کی غلط فہمیاں دور کر دی جائیں گی اور وہ ایک دوسرے کے سچے خیر خواہ اور مخلص دوست بن کر جنت میں داخل ہوں گے۔ اس آیت کو پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ''مجھے امید ہے کہ میں، عثمان، طلحہ اور زبیر ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔'' (تفسیر ابن کثیر) یعنی روز قیامت ہماری خلش اور غلط فہمی بھی دور ہو جائے گی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے پیدا ہوئی اور نوبت جنگ تک پہنچ گئی۔

[۳۲] نیک لوگ جب جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں گے جس کی ہدایت اور رحمت سے وہ جنت کے مستحق قرار پائے اور بارگاہِ ایزدی سے آواز آئے گی: یہ تمہارے نیک اعمال کی برکت ہے جس کی وجہ سے تم جنت کے وارث بنائے گئے ہو۔ دخول جنت کا ظاہری سبب اگرچہ نیک اعمال ہیں مگر حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کیونکہ نیک اعمال کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی ملتی ہے۔

میری طلب بھی انہی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اُٹھتے نہیں اُٹھائے جاتے ہیں

Marfat.com

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ اور اہل جنت دوزخ والوں کو پکار کر کہیں گے کہ بے شک ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اس کو سچا پایا، کیا تم نے بھی اس وعدہ کو سچا پایا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ہاں! پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔[۴۳]

الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ جو (دوسروں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔

وَبَیْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّۢا بِسِیْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ ۫ لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَهُمْ یَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور ان دونوں (جنت اور دوزخ) کے درمیان ایک حجاب ہے اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو ہر ایک (جنتی اور دوزخی) کو ان کی علامت سے پہچانتے ہوں گے،[۴۴] اور وہ اہل جنت کو پکار کر کہیں گے: تم پر سلام ہو، وہ (اہل اعراف) ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور جنت میں داخل ہونے کے امیدوار ہوں گے۔

---

[۴۳] جنت میں رہنے والے کچھ لوگ جنت کے کنارے پر آ کر جہنم میں جھانکیں گے تو کچھ ایسے ظالموں کو پہچان لیں گے جو انہیں زندگی میں تنگ کیا کرتے اور اسلام کا مذاق اڑایا کرتے تھے تو وہ ان کو پکار کر کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ جن نعمتوں کا وعدہ کیا تھا ہم نے ان کو جنت میں پا لیا اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے جس عذاب سے ڈرایا تھا کیا تم نے بھی اس عذاب کو پا لیا؟ تو وہ شرمندہ ہو کر ہاں کے علاوہ کچھ نہ کہہ سکیں گے کیونکہ اس وقت وہ بالفعل عذاب میں مبتلا ہوں گے، پھر اہل جنت اور دوزخ والوں کے درمیان ایک منادی اعلان کرے گا کہ اہل جہنم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اس لئے پڑی ہے کہ وہ خود ظالم تھے۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھے۔ صراط مستقیم میں نقائص پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے اور آخرت کے بھی منکر تھے۔

جنت اور دوزخ میں بہت فاصلہ ہے تو اتنی دور سے اہل جنت اور اہل جہنم کا آپس میں گفتگو کرنا کیسے ممکن ہے؟ قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں انسان کے لوازمات اور خصائص میں تبدیلی آ جائے گی، مثلاً جنت میں سبھی جوان ہوں گے اور ہمیشہ جوان ہی رہیں گے، کسی پر بڑھاپا نہیں آئے گا، کسی کو ٹائلٹ میں جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اسی طرح انسان کی بصارت اور سماعت میں بھی اتنا اضافہ ہو جائے گا کہ دوزخی دوزخ میں رہتے ہوئے اتنی دور سے جنت کی نعمتیں دیکھ کر پچھتائیں گے اور

Marfat.com

وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۷﴾ ع

۴۷۔ اور جب ان کی آنکھیں جہنم والوں کی طرف پھیری جائیں گی تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کرنا۔

وَ نَادٰۤی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِیْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰی عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اہل اَعراف ان لوگوں کو پکاریں گے جن کو وہ ان کی نشانیوں سے پہچانتے ہوں گے (اور انہیں) کہیں گے: آج نہ تمہاری جماعت تمہارے کام آئی اور نہ ہی وہ (مال ودولت) جس کی وجہ سے تم تکبر کیا کرتے تھے۔[۳۵]

اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ کیا یہ (جنتی لوگ) وہی نہیں ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت عطا نہیں کرے گا؟[۳۶] (دیکھو انہیں تو حکم مل گیا ہے کہ) تم

جنتی دوزخ کا عذاب دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں گے۔

[۳۴] جنت اور دوزخ کے درمیان ایک حجاب ہے، اس کے اوپر والے حصہ کو اعراف کہتے ہیں جس پر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، البتہ جنت میں جانے کی اُمید رکھتے ہوں گے۔ یہ اعراف والے اہل جنت اور اہل دوزخ دونوں کو ان کی نشانیوں سے پہچانتے ہوں گے۔ ان کی ایک نشانی تو یہ ہوگی کہ جنتی جنت میں ہوں گے اور دوزخی دوزخ میں ہوں گے اور ان کی دوسری نشانی یہ ہوگی کہ جنتیوں کے چہرے سفید اور دوزخیوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ بہرحال اعراف والے جب اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو انہیں سلامتی کی دعائیں دیں گے اور جب اہل جہنم کی طرف دیکھیں گے تو ان کے عذاب سے پناہ مانگیں گے اور بالآخر رحمت خداوندی سے اہل اعراف کو بھی جنت میں جانے کی اجازت مل جائے گی۔ (تفسیر ابن کثیر) ویسے بھی جن اہل ایمان کی برائیاں زیادہ ہوں گی وہ جہنم میں اپنی سزا پوری کرنے کے بعد جنت میں جائیں گے تو اہل اعراف جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی وہ تو ان سے بھی پہلے جنت میں داخل ہونے چاہییں۔

[۳۵] اَعراف والے جب دوزخ کی طرف دیکھیں گے تو ابوجہل اور ابولہب جیسے متکبرین کو ان کی کافرانہ نشانیوں سے پہچان لیں گے اور انہیں پکار کر کہیں گے کہ دنیا میں تم جس افرادی قوت اور مال ودولت کی وجہ سے اسلام کا مذاق اڑاتے تھے آج نہ تو وہ لوگ تمہارے کام آئے اور نہ ہی مال ودولت کیونکہ آخرت میں مال کا تکبر نہیں خدا کا تقویٰ کام آئے گا۔

[۳۶] دنیادار اور متکبر لوگ جب حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جیسے مسکین اور نادار مسلمانوں کو دیکھتے تو ان سے نفرت

Marfat.com

جنت میں داخل ہو جاؤ، تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے۔

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۗ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ اور دوزخ والے اہل جنت کو پکاریں گے کہ تھوڑا سا پانی ہماری طرف بھی بہا دو یا جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اس میں سے کچھ (ہم کو بھی دیدو)، جنتی کہیں گے: بے شک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں (جنتی پانی اور جنتی رزق) کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا لیا تھا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکہ میں ڈال دیا تھا، پس آج ہم ان کو اسی طرح نظر انداز کر دیں گے جس طرح انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا،[۷ ۳] اور جس طرح وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ اور بے شک ہم ان کے پاس ایک ایسی کتاب لے آئے ہیں جس کو ہم نے علم کے ساتھ نہایت واضح کر دیا ہے اور وہ ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

کرتے اور قسمیں کھا کر کہتے: اگر اللہ تعالیٰ ان فقیروں پر راضی ہوتا تو آج یہ غربت کا شکار نہ ہوتے۔ دراصل اللہ تعالیٰ ہم پر راضی ہے اس لئے آج بھی ہم عیش و عشرت کر رہے ہیں اور کل جنت بھی ہمیں ہی ملے گی، چنانچہ اعراف والے جہنم کے متکبرین کو دنیا کی ڈینگیں اور شیخیاں یاد کرائیں گے کہ تمہارے تو سارے دعوے اُلٹ ثابت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی ناداروں کو جنت میں داخل کر دیا ہے اور تم جہنم میں جل رہے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر دنیا میں اہل ایمان تنگدست ہوں اور کافر دولت مند ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے راضی ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ تو صرف ان لوگوں سے راضی ہوتا ہے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں چاہے وہ امیر ہوں یا غریب۔

[۷ ۳] آخرت میں جنت کی نعمتیں صرف ان خوش نصیب لوگوں کے لئے مخصوص ہیں جو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اپنی زندگی

Marfat.com

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَاۤ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع

۵۳۔ کیا وہ (کفار) اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ قرآن مجید کی دھمکی کا انجام ظاہر ہو جائے؟[۳۸] جس روز اس کا انجام ظاہر ہو گا تو جو لوگ اس کتاب کو پہلے نظر انداز کر چکے تھے وہ کہیں گے: بے شک ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے تو کیا آج ہمارے کوئی سفارشی ہیں جو ہماری سفارش کر دیں؟ یا ہمیں (دنیا میں) واپس بھیج دیا جائے تاکہ ہم ان کاموں کے برخلاف کام کریں جو پہلے کرتے تھے، بے شک انہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیا اور جو افترا پردازیاں وہ کرتے تھے سب غائب ہو جائیں گی۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ

۵۴۔ بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا، پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا،[۳۹] وہ رات سے دن کو چھپالیتا ہے اور دن رات کے پیچھے تیزی سے دوڑتا ہے اور (اس نے پیدا کیا) سورج، چاند

گزارتے ہیں اور جو لوگ اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیتے ہیں یعنی دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور آخرت کے حساب و کتاب کو بھلا کر صرف اسی دنیا میں مگن ہو جاتے ہیں تو ان کی سزا کے طور پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی انہیں نظر انداز کر دے گا، یعنی جیسا تم اِس جہاں میں کرو گے ویسا ہی اُس جہاں میں بھرو گے۔

[۳۸] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حق و باطل کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ اس کے باوجود جن لوگوں نے قرآن کو نظر انداز کر دیا کیا وہ اس دن کے انتظار میں ہیں کہ قیامت قائم ہو جائے اور ان کے جرائم کی سزا انہیں سامنے نظر آجائے تو پھر وہ ایمان لائیں گے؟ حالانکہ اس دن جب انہیں اپنا انجام نظر آجائے گا تو وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے پیغام صداقت اور اپنی افترا پردازیوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور التجائیں کریں گے کہ آج کوئی ان کی سفارش کر دے یا انہیں دنیا میں واپس جانے کا ایک اور موقع دیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کریں گے، مگر تب توبہ کا وقت گزر چکا ہو گا اور سوائے پشیمانی کے کچھ حاصل نہ ہو گا، لہٰذا آج حق کا ساتھ دینا ہی فائدہ مند ہے کل کا پچھتانا بے سود ہو گا۔

[۳۹] یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے میں چھ دن کیوں صرف کیے؟ جبکہ وہ قادر مطلق ہے اور صرف

Marfat.com

حَثِيثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور ستاروں کو، سب اس کے حکم کے تابع ہیں، اچھی طرح سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کے لئے خاص ہے، [۴۰] بڑی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

۵۵۔ اپنے رب کو پکارو گڑ گڑا کر اور چپکے چپکے، [۴۱] بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

لفظ کن سے ایک لمحہ میں ساری کائنات پیدا کر سکتا ہے، اور پھر دن سے کتنا وقت مراد ہے؟ کیونکہ سورج ابھی پیدا ہی نہیں ہوا جس کے طلوع و غروب سے دن کا تعین ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا عرش پر جلوہ گر ہونے سے کیا مراد ہے؟ جبکہ وہ مکان سے پاک ہے۔ دراصل ان ساری باتوں کی حکمت اور حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا لیکن اگر کسی کام کی حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے تو بھی بغیر کسی تردد کے اس پر ایمان لانا ہمارے لئے فرض ہے۔

[۴۰] اللہ تعالیٰ صرف خالق ہی نہیں بلکہ کائنات کا حاکم بھی ہے۔ اس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا دیا ہے۔ رات کی تاریکی آئے تو دن کی روشنی غائب ہو جاتی ہے اور دن کی روشنی آئے تو رات کی تاریکی غائب ہو جاتی ہے۔ سورج، چاند اور ستارے بھی اسی کے حکم کے تابع ہیں کبھی نافرمانی نہیں کرتے مگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزمائش کے لئے آزادی اور اختیار دے رکھا ہے، لہٰذا انسان کو بھی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔

[۴۱] ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے چند آداب سکھائے جا رہے ہیں:

۱۔ گڑ گڑا کر اور آہستہ دعا مانگنا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ بلند آواز سے اور اعلانیہ دعا مانگنا درست نہیں بلکہ جملہ عبادات اور صدقات میں کبھی ان کا اعلان کرنا بہتر ہے اور کبھی چھپانا بہتر ہے۔ مزید تفصیل کے لئے سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۷۱ اور حاشیہ نمبر ۲۳۲ ملاحظہ کریں۔

۲۔ دعا میں نہ تو کسی حرام یا ناجائز چیز کا سوال کیا جائے اور نہ ہی حد سے زیادہ چلا کر دعا کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۳۔ دعا مانگنے والے کو انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے کیونکہ ان کی مخالفت کرنے والا زمین میں فساد پھیلانے کا مرتکب ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے۔

۴۔ دعا کرنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ کے غضب کا ڈر اور اس کی رحمت کی امید ہونی چاہیے، کیونکہ خوف اور امید کی درمیانی کیفیت ایمان کی نشانی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے سورہ فاتحہ آیت نمبر ۳ حاشیہ نمبر ۶ ملاحظہ کریں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے پاس اور ان کے ساتھ دعا کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اس کے نیک بندوں کے ساتھ ایک خصوصی

Marfat.com

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ اور اللہ تعالیٰ کو پکارو اس سے ڈرتے ہوئے اور امید کرتے ہوئے، بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ اور وہی خدا ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) سے پہلے خوش خبری لانے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادل کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس کو کسی مردہ زمین کی طرف روانہ کر دیتے ہیں، پھر ہم اس سے پانی نازل کرتے ہیں اور اس پانی کے ذریعہ (مردہ زمین سے) ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں، [۴۲] اسی طرح ہم مردوں کو (قبروں سے) نکالیں گے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ ع

۵۸۔ اور جو زمین اچھی ہوتی ہے وہاں اس کے رب کے حکم سے خوب پیداوار نکلتی ہے اور جو زمین خراب ہوتی ہے اس سے بہت کم پیداوار نکلتی ہے، [۴۳] اس طرح ہم دلائل کو مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو شکر کرتے ہیں۔

قرب ہوتا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے سورہ آلِ عمران آیت نمبر ۱۳۸ اور حاشیہ نمبر ۲۰ ملاحظہ کریں۔

[۴۲] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کرنے کی ایک مثال بیان فرمائی ہے یعنی خشک اور مردہ زمین جس پر سبزے کا نام ونشان نہ ہو اور ہر طرف گرد وغبار اُڑ رہی ہو جب اس پر رحمت کی بارش برستی ہے تو اس میں سے سرسبز وشاداب پیداوار نکل آتی ہے اور ساری زمین پر سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے قریب ساری مخلوق مر کر مٹی کے ساتھ مل چکی ہوگی، کہیں زندگی کا نام ونشان نہیں ہوگا۔ جب حضرت اسرافیل اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندگی کا صور پھونکیں گے تو زمین سے اگنے والے پودوں کی طرح تمام مردے زندہ ہو کر زمین سے باہر نکل آئیں گے اور ساری زمین پر انسان ہی انسان نظر آئیں گے۔

[۴۳] جب رحمت کی بارش برستی ہے تو اچھی زمین اس کو قبول کر لیتی ہے اور اس سے خوب پیداوار نکلتی ہے جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے، جبکہ خراب زمین اس پانی کو قبول نہیں کرتی اور اس سے پیداوار بھی نہیں نکلتی اور اگر کچھ پیداوار نکلے تو وہ بھی خراب ہوتی ہے، اس لئے

Marfat.com

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، پس انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، بے شک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔[۴۴]

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ ان کی قوم کے سرداروں نے کہا: (اے نوح!) بے شک ہم تو تم کو کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ نوح نے فرمایا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے بلکہ میں تو رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

لوگوں کو اس سے فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے ہیں تو شکرگزار بندے اس کو قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کر کے لوگوں کو فیض پہنچاتے ہیں مگر ناشکرے لوگ اس پیغام کا انکار کر کے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

[۴۴] آیت نمبر ۵۹ سے ۶۴ تک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کی گفتگو بیان فرمائی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم عراق میں آباد تھی اور شرک میں مبتلا تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا: صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، قبر وحشر کے حساب وکتاب اور جنت ودوزخ کے ثواب وعذاب کے متعلق وہ خبریں دیتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

قوم کے سرداروں نے تعجب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے کو نبی کیوں نہیں بنایا یا اگر مرد کو ہی نبی بنانا تھا تو ہم میں سے کسی سردار کو نبی بناتا آپ جیسے نادار اور مسکین کو نبی کیوں بنایا گیا؟ ہمیں تو ایسے نظر آتا ہے جیسے تم گمراہ ہو گئے ہو۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں گمراہ نہیں ہوں بلکہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچاتا ہوں تا کہ تم متقی بن جاؤ اور اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم نہ کیا اور سابقہ شرک پر قائم رہے تو مجھے خطرہ ہے کہ تمہارے اوپر ایک بڑا عذاب آنے والا

Marfat.com

اَوَ عَجِبۡتُمۡ اَنۡ جَآءَكُمۡ ذِكۡرٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَلٰى رَجُلٍ مِّنۡكُمۡ لِيُنۡذِرَكُمۡ وَلِتَتَّقُوۡا وَلَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۶۳﴾

۶۳۔ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد (رسول) کے ذریعہ ایک نصیحت آئی ہے تا کہ وہ تمہیں ڈرائے اور تم متقی بن جاؤ اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

فَكَذَّبُوۡهُ فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ فِى الۡفُلۡكِ وَاَغۡرَقۡنَا الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا‌ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا عَمِيۡنَ ﴿۶۴﴾ ع ۱۵

۶۴۔ پھر بھی انہوں نے نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تو ہم نے نوح کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے سب کو نجات دی اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی، بے شک وہ (دل کے) اندھے لوگ تھے۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمۡ هُوۡدًا‌ ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ‌ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۶۵﴾

۶۵۔ اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے قومی بھائی ہود کو بھیجا، انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، تو کیا تم ڈرتے نہیں۔ [۴۵]

قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰٮكَ فِىۡ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَـنَظُنُّكَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے: تم ہمیں نادان نظر آتے ہو اور ہمیں گمان ہے کہ تم جھوٹوں میں سے ہو۔

ہے۔ اس خیر خواہی اور وارننگ کے باوجود ان دل کے اندھوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی جس کی سزا کے طور پر انہیں پانی کے سیلاب میں غرق کر دیا گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں صرف وہی لوگ بچ نکلے جو آپ پر ایمان لائے اور شرک سے توبہ کر لی۔

[۴۵] آیت نمبر ۶۵ سے ۷۲ تک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد اُولیٰ کی گفتگو بیان فرمائی ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم یمن کے علاقہ احقاف میں آباد تھی اور انہوں نے کئی معبود بنا رکھے تھے۔ آپ نے انہیں فرمایا: صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو قوم کے سرداروں نے کہا: ہمارے خیال میں تو نادان ہے اور جھوٹ بول رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نادان نہیں ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے ایک مرد یعنی مجھے رسول بنایا ہے اور

Marfat.com

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾

۶۷۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی نادانی نہیں ہے بلکہ میں تو رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا ایسا خیر خواہ ہوں جو دیانتدار ہے۔

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد (رسول خدا) کے ذریعہ ایک نصیحت آئی ہے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے، اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کے بعد تم کو ان کا جانشین بنایا اور تمہاری جسامت و طاقت کو بڑھا دیا، پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾

۷۰۔ انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور ان کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے، سو لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تم سچے ہو۔[۴۶]

تمہیں قوم نوح سے زیادہ طاقتور بنایا ہے، لہٰذا تم اس کی نعمتیں یاد کر کے اس کے احکام کی پیروی کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

اِرَم قبیلہ کی دو شاخیں ہیں: ایک کا نام عاد اُولیٰ ہے جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے۔ دوسری شاخ کا نام ثمود یا عاد ثانیہ ہے جس کی طرف حضرت صالح علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے اور اِرَم کا لفظ عاد اولیٰ اور ثمود دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ ان دونوں شاخوں کی اصل اِرَم ہے۔

[۴۶] حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا: تم میرے ساتھ ان معبودوں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے خود بنا رکھے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ تم ان کی عبادت چھوڑ دو اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو ورنہ تم پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا عذاب نازل ہوگا۔ قوم کے سرداروں کو یہ بات ناگوار گزری اور انہوں نے کہا: ہم تو اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں تم جس عذاب کی دھمکی دے رہے ہو وہ ابھی لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ اس پر

Marfat.com

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا: تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب مقرر ہو چکا ہے، کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں کی، سو تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ ع

۷۲۔ پھر ہم نے ہود علیہ السلام کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔

وَاِلٰي ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْۗءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے (قومی) بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے، [۴۷] یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے تمہارے لئے نشانی ہے، اس کو چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے، اس کو کسی برے ارادے سے ہاتھ نہ لگاؤ ورنہ تم کو دردناک عذاب پکڑ لے گا۔

حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے اب تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں کہ کب نازل ہوگا، چنانچہ سخت ہوا کا طوفان آیا جو آٹھ دن جاری رہا جس نے ہر چیز کو تہس نہس کر دیا اور اس طاقتور قوم کے لاشے کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح زمین پر بکھرے پڑے تھے۔ اس آندھی میں حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ وہی لوگ محفوظ رہے جو آپ پر ایمان لائے اور شرک سے توبہ کر لی۔

[۴۷] آیت نمبر ۷۳ سے ۷۹ تک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم (ثمود) کی گفتگو بیان فرمائی ہے۔ یہ لوگ مشرک تھے اور حجاز اور شام کے درمیان آباد تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں توحید کی دعوت دی تو انہوں نے مطالبہ کیا کہ پتھر کی اس

Marfat.com

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ
بَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا
قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا
اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ
مُفْسِدِيْنَ ۝

۷۴۔ اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کے بعد تمہیں ان کا جانشین بنایا اور تم کو زمین میں آباد کیا، تم میدانی زمین میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو، پس تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ
لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ
اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ
قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

۷۵۔ ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے ان کمزور لوگوں سے کہا جو ان میں سے ایمان لا چکے تھے: کیا تم یقینی علم رکھتے ہو کہ صالح علیہ السلام اپنے رب کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہے؟ انہوں نے جواب دیا: بے شک جس پیغام کے ساتھ وہ بھیجا گیا ہے ہم اس پیغام پر ایمان رکھتے ہیں۔

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ
بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝

۷۶۔ متکبر سردار کہنے لگے: تم جس پر ایمان لائے ہو بے شک ہم تو اس کے منکر ہیں۔

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ
وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الْمُرْسَلِيْنَ ۝

۷۷۔ پھر انہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے: اے صالح! ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس سے تم ہم کو ڈراتے تھے اگر تم رسولوں میں سے ہو۔[۴۸]

چٹان سے زندہ اونٹنی نکال کر دکھاؤ اگر تم سچے نبی ہو، چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے اونٹنی ظاہر فرما دی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: یہ اونٹنی میری نبوت کی دلیل اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، لہٰذا تم اس کو آزاد چھوڑ دو جہاں سے اس کا جی چاہے کھاتی پھرے۔ کوئی اس کو تنگ نہ کرے ورنہ تم پر دردناک عذاب نازل ہوگا۔

اس معجزہ کو دیکھ کر کچھ لوگ ایمان لے آئے اور حضرت صالح علیہ السلام کے پیغام نبوت کو دل سے قبول کر لیا مگر سرداروں نے تکبر کی وجہ سے انکار کر دیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوم عاد کا جانشین بنایا۔ تم کو زمین میں محل بنانے اور پہاڑوں میں گھر بنانے کی توفیق دی، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور اس کی نافرمانی کر کے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔

[۴۸] قوم ثمود کے متکبر سرداروں نے سازش کر کے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ذبح کرا دیا اور حضرت صالح علیہ السلام کو کہا کہ ہم نے اونٹنی کو

Marfat.com

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ﴿۷۸﴾

۷۸۔ پھران کو زلزلہ نے آ پکڑا اور وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔

فَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسَالَةَ رَبِّىۡ وَنَصَحۡتُ لَـكُمۡ وَلٰـكِنۡ لَّا تُحِبُّوۡنَ النّٰصِحِيۡنَ ﴿۷۹﴾

۷۹۔ پھر صالح علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے میری قوم! بے شک میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۰﴾

۸۰۔ اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے ساری دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔[۴۹]

ہلاک کر دیا ہے تم اسے نقصان پہنچانے پر جس عذاب کی ہمیں دھمکی دیتے تھے وہ عذاب لے آؤ اگر تم سچے ہو، چنانچہ صرف تین دنوں کے بعد ایک سخت آواز کے ساتھ زلزلہ آیا جس کی وجہ سے صبح کے وقت سب اپنے گھروں میں اوندھے منہ مرے پڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں کو محفوظ رکھا۔ اس تباہی کو دیکھ کر حضرت صالح علیہ السلام نے ان مُردوں سے خطاب کیا: میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور تمہاری خیر خواہی کرتے ہوئے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو ورنہ اچانک عذاب آئے گا لیکن جو قوم اپنے خیر خواہوں کی بات نہیں سنتی اس کا یہی حشر ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مُردے بھی سنتے ہیں کیونکہ مرنے کے بعد بھی روح کا انسانی جسم اور قبر کے ساتھ ایک قسم کا تعلق قائم رہتا ہے۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ جب ہم قبرستان کے پاس سے گزریں تو اہل ایمان کو مخاطب کر کے انہیں سلام (السلام علیکم) کہیں اور پھر ان کی مغفرت کے لئے دعا کریں۔ (ابن ماجہ: ابواب الجنائز: باب ۳۶) اور غزوۂ بدر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے کے کنارے تشریف لے گئے جس میں کفار مکہ کے لاشے پڑے تھے۔ آپ نے انہیں مخاطب کیا: اے ابوجہل، اے اُمیہ، اے عتبہ، اے شیبہ! میرے ساتھ میرے رب نے فتح و نصرت کا جو وعدہ کیا تھا میں نے اس کو سچ پایا ہے اور تمہارے ساتھ تمہارے رب نے عذاب کا جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچ نہیں پایا؟ یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان جسموں سے کیسے خطاب کر رہے ہیں جن میں روح نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: میرا کلام تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو فرق صرف اتنا ہے کہ وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (بخاری: کتاب المغازی: باب ۸۔ مسلم: کتاب الجنۃ: باب ۱۷) جب کافر قبر میں سنتا ہے تو پھر مؤمن کیوں نہیں سن سکتا؟ اس پر تفصیلی بحث سورہ نمل آیت نمبر ۸۰ میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

[۴۹] آیت نمبر ۸۰ سے ۸۴ تک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کی گفتگو بیان فرمائی ہے۔ یہ لوگ شام کے جنوب

Marfat.com

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس نفسانی خواہش کے لئے آتے ہو بلکہ تم حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔

وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ اور ان کی قوم کے پاس (اس کا) کوئی جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ (آپس میں) کہنے لگے: ان کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ بڑے ہی پاکباز بنتے ہیں۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖؗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ پس ہم نے لوط علیہ السلام اور اس کے گھر والوں کو نجات دی سوائے اس کی بیوی کے کہ وہ (اپنے کفر کے سبب) پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہو گئی۔

میں آباد تھے اور بے حیائی کے کاموں میں حد سے گزرے ہوئے تھے یعنی عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ نفسانی خواہشات پوری کرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا: تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے ساری دنیا میں کسی نے نہیں کی۔ ان کی قوم کے پاس اس کا جواب تو نہیں تھا مگر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ خود تو بڑے پاکباز بنتے ہیں اور ہمیں بے حیا سمجھتے ہیں، لہٰذا ان کو اپنے شہر سے نکال دیں۔ ہدایت حاصل کرنے کے بجائے جب وہ بے حیائی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا جس سے وہ سارے ہلاک ہو گئے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلے ہی وہاں سے ہجرت کر چکے تھے، البتہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ہجرت سے انکار کر دیا تھا اور وہ بھی اپنی قوم کے ساتھ ہلاک کر دی گئی کیونکہ وہ حضرت لوط علیہ السلام پر ایمان نہیں لائی تھی۔

قوم لوط کے عمل کی سزا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو تم قوم لوط کا عمل کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔
(ترمذی: ۱۴۵۶: ابواب الحدود: باب ۲۴)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لواطت کے عمل پر حد واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لوطی کی سخت سزا بیان فرمائی ہے، پس لواطت پر زنا کی حد واجب ہے کیونکہ اس میں زنا کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ: وہبہ زحیلی: جلد ۶: ص ۶۶) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے قوم لوط کا کام کیا تو وہ زنا کی طرح ہے اور اس پر حد جاری کی جائے گی، لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صرف تعزیر کے قائل ہیں اور انہوں نے حدیث سے استدلال نہیں کیا کیونکہ اس کے ایک راوی (عمرو بن ابی عمرو جو کہ عمرو بن شمر ہیں) پر اعتراض کیا گیا ہے۔ (الفقہ الحنفی

Marfat.com

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٨٤﴾ ع

۸۴۔ اور ان پر ہم نے (پتھروں کا) مینہ برسایا، پس دیکھو مجرموں کا کیسا انجام ہوا؟

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨٥﴾

۸۵۔ اور ہم نے اہل مدین کی طرف ان کے (قومی) بھائی شعیب کو بھیجا، انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے، پس تم ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ، [۵۰] یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

وادلتہ: شیخ صاغرجی: جلد ۲: ص ۲۹۷) عمرو بن ابی عمرو کے متعلق اصحاب جرح وتعدیل نے لکھا ہے کہ وہ کذاب اور رافضی ہے، صحابہ کرام ﷺ کو گالیاں دیتا ہے، ضعیف اور جعلی حدیثیں بیان کرتا ہے، اس لئے وہ متروک الحدیث ہے۔

(لسان المیزان: حافظ ابن حجر عسقلانی: ۵۸۰۹: جلد ۶: ص ۲۱۰، ۲۲۰)

نیز امام ابوحنیفہ کا یہ قول بھی ہے کہ لوطی پر صرف تعزیر اس لئے لگائی جائے گی کیونکہ لواطت سے نہ تو اختلاط نسب واقع ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے عام طور پر ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں کہ جن کے نتیجہ میں لوطی کو قتل کیا جائے، لہٰذا یہ زنا نہیں ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ: وہبہ زحیلی: جلد ۶: ص ۶۶) اور اس پر زنا کی حد جاری نہیں ہوتی بلکہ تعزیر ہوگی اور کوئی تعزیر ۳۹ کوڑوں سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ: وہبہ زحیلی: جلد ۶: ص ۱۹)

[۵۰] آیت نمبر ۸۵ سے ۹۳ تک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم (اہل مدین) کی گفتگو بیان فرمائی ہے۔ مدین سے مراد بحر احمر کے کنارے کوہ طور کے جنوب مشرق کا علاقہ ہے۔ یہ لوگ مشرک تھے اور ناپ تول میں خیانت کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا: میں تمہارے پاس تمہارے رب کا پیغام لے کر آیا ہوں جو میری نبوت کی واضح دلیل ہے۔ نیز میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرو، ناپ تول کو پورا کرو، لوگوں کی چیزوں میں کمی کر کے انہیں دھوکہ نہ دو اور اس زمین کو انبیائے کرام علیہم السلام نے احکام الٰہی پر عمل کر کے پُرامن بنایا تھا اب تم احکام الٰہی کی خلاف ورزی کر کے اس میں فتنہ وفساد برپا نہ کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم مجھ پر یقین رکھتے ہو۔

Marfat.com

وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ اور تم ہر راستے پر اس لئے نہ بیٹھو کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تم اس کو ڈراؤ اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکو اور اس راہ میں کجی تلاش کرو اور یاد کرو (وہ وقت) جب تم تھوڑے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کر دیا اور دیکھو فساد پھیلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔[۵۱]

وَ اِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ اور اگر تم میں سے ایک گروہ اس (دین) پر ایمان لا چکا ہے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایمان نہیں لایا تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا: اے شعیب! ہم تم کو اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے ضرور نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں واپس آ جاؤ، شعیب علیہ السلام نے جواب دیا: اگرچہ ہم اس کو ناپسند بھی کرتے ہوں۔[۵۲]

[۵۱] حضرت شعیب علیہ السلام کی تبلیغ سے ایک گروہ آپ پر ایمان لے آیا اور وہ جب حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جاتے تو منکرین ان کے راستے میں بیٹھ جاتے اور انہیں کہتے: تم اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔ شعیب تو جھوٹا ہے اس کا دین بھی جھوٹا ہے، لہٰذا تم اس دین سے باز آ جاؤ ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ اس پر حضرت شعیب نے منکروں سے کہا: تم اہل ایمان کو تنگ نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو جب تم غریب اور تھوڑے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری اولاد اور دولت میں اضافہ کر دیا۔ اب اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز نہ آئے تو فساد پھیلانے والوں کا انجام تم دیکھ سن چکے ہو، پھر تم بھی انتظار کرو کہ کب فیصلہ کی گھڑی آئے اور تمہیں بھی پہلی منکر قوموں کی طرح تباہ و برباد کر دیا جائے۔

[۵۲] متکبر سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا: بہتر یہی ہے کہ تم ہمارے دین میں واپس آ جاؤ ورنہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اس بستی سے نکال دیں گے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جواب دیا: ہم تمہارے دین کو کیسے قبول کر لیں جبکہ ہم اس کو ناپسند کرتے ہیں اور بفرض محال اگر ہم تمہارا شرک والا دین قبول کر لیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نجات دی ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم پہلے غلط

Marfat.com

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ۭ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ۭ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۭ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ یقیناً ہم نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگایا اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ آئیں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات دے چکا ہے، اور ہمارے لئے اس دین میں لوٹ آنا ممکن نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو ہمارا رب ہے، ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے، ہم نے اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کیا ہے، اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾

۹۰۔ اور ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو یقیناً تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔ [۵۳]

تھے اور اب صحیح ہیں حالانکہ یہ دونوں باتیں حقیقت کے منافی ہیں اور اللہ تعالیٰ پر بہتان ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شرک کی ہدایت نہیں کی اس لئے ہمارا دوٹوک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور ہم اس خالص توحید کو چھوڑ کر تمہارا دین قبول نہیں کر سکتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اگر کچھ اور چاہے تو وہ قادر مطلق ہے، وہ ہمارا رب ہے، اُس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ ہم اس پر توکل رکھتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں توحید پر قائم رکھ اور ہمارے درمیان ایسا فیصلہ صادر فرما جو ہمارے حق اور ان کے باطل کو روز روشن کی طرح واضح کر دے۔

کوئی نبی کبھی بھی شرک اور گناہ نہیں کرتا، نہ اعلانِ نبوت سے پہلے اور نہ بعد میں، اس لئے یہاں شرک میں واپس آنے کی دعوت صرف ان لوگوں کو ہے جو پہلے مشرک تھے، پھر حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ اس دعوت میں حضرت شعیب علیہ السلام تغلیباً شامل ہیں حقیقتاً شامل نہیں ہیں یا ابتدائی زمانہ میں حضرت شعیب علیہ السلام کے سکوت سے مشرکین کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ وہ بھی مشرک تھے حالانکہ ہر نبی ہمیشہ سے سچا مؤمن ہوتا ہے۔

[۵۳] حضرت شعیب علیہ السلام کا دوٹوک جواب سننے کے بعد کافروں نے اپنی قوم کو دھمکی دی کہ اگر تم نے حضرت شعیب علیہ السلام کی پیروی جاری رکھی تو تمہیں نقصان ہوگا ہم تم سے تمہاری جائدادیں غصب کر کے تمہیں خالی ہاتھ اس بستی سے نکال دیں گے، چنانچہ کافروں کی سرکشی کے باعث اچانک ایک زبردست زلزلہ آیا جس میں وہ اس طرح فنا ہو گئے کہ گویا کبھی یہاں بسے ہی نہ تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ اس تباہی کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے ان مُردوں سے فرمایا: میں نے تو تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے اور جہاں تک ممکن ہو سکا میں نے تمہاری پوری خیر خواہی کی مگر تم نے میری ایک نہ سنی، لہٰذا

Marfat.com

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۹۱﴾

۹۱۔ پھران کو زلزلہ نے آ پکڑا اور وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۚۛ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۲﴾

۹۲۔ جن لوگوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا (وہ ایسے مٹ گئے) کہ گویا کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے، جن لوگوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا وہی نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۹۳﴾

۹۳۔ پھر شعیب علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہیں نصیحت کی تھی تو اب میں کافر قوم (کے عذاب) پر کیونکر افسوس کروں۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾

۹۴۔ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر ہم نے وہاں کے باشندوں کو (جو ایمان نہ لائے) سختی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ گڑگڑائیں۔[۵۴]

اب تم لوگ اس لائق نہیں کہ تم پر غم و افسوس کیا جائے کیونکہ یہ تمہاری سوچی سمجھی سرکشی کی سزا ہے اور تم اس کے مستحق تھے۔

گزشتہ آیات میں قوم نوح، عاد، ثمود، لوط اور شعیب علیہم السلام کے واقعات بیان کرنے کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار مکہ پہلی قوموں کے برے انجام سے عبرت حاصل کریں اور اسلام قبول کر لیں اور مسلمان پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی استقامت سے تسلی حاصل کریں اور اسلام پر ثابت قدم رہیں۔

[۵۴] اللہ تعالیٰ نے جب کسی بستی میں کوئی نبی بھیجا تو وہاں کے جو لوگ اس نبی پر ایمان نہ لائے اللہ تعالیٰ نے کبھی انہیں سختی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ اپنے مادی وسائل کی بے بسی کا مشاہدہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور کبھی ان کی بدحالی کو خوشحالی میں بدل کر انہیں خوب کشادگی عطا فرمائی تاکہ وہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے اپنے محسن حقیقی کی طرف رجوع کریں مگر کچھ ہٹ دھرم ایسے بھی ہوتے ہیں جو ان دونوں احوال سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ اچھے اور برے دنوں کی آمد و رفت یہ ایک فطری اور تاریخی تسلسل ہے جو ابتدائے زمانہ سے چلا آ رہا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے غضب یا فضل کا کچھ دخل نہیں ہے۔ الغرض وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ اچانک اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور ان کی سرکشی کی وجہ سے انہیں تہس نہس کر دیا، لہٰذا ہر کسی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے وہ رات اور دن میں کسی بھی وقت اچانک آ سکتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے

Marfat.com

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩٥﴾

۹۵۔ پھر ہم نے ان کی بدحالی کو خوشحالی سے بدل دیا، یہاں تک کہ وہ خوب پھلے پھولے اور کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادا پر بھی تنگی اور فراخی آتی رہی ہے، پھر ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٦﴾

۹۶۔ اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے، مگر انہوں نے (ہمارے رسولوں کو) جھٹلایا تو ہم نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿٩٧﴾

۹۷۔ کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آجائے جب وہ سو رہے ہوں۔

اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿٩٨﴾

۹۸۔ اور کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب چاشت کے وقت آجائے جبکہ وہ کھیل رہے ہوں۔

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٩٩﴾ ع

۹۹۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے صرف وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو نقصان اُٹھانے والے ہوں۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا

۱۰۰۔ جو لوگ سابق اہل زمین (کی ہلاکت) کے بعد اس زمین کے وارث بنے کیا ان پر یہ حقیقت واضح نہیں ہوئی کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں بھی ان کے گناہوں کے سبب سزا دیں،

بے خوف ہو جاتے ہیں وہ بالآخر نقصان اٹھاتے ہیں۔

اہل علم کہتے ہیں: جس نعمت کے بعد شکر اور مصیبت کے بعد صبر کی توفیق ملے وہ نعمت اور مصیبت دونوں اللہ تعالیٰ کا احسان ہیں اور جس نعمت کے بعد تکبر اور مصیبت کے بعد شکایت کی نوبت آجائے وہ نعمت اور مصیبت دونوں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہیں۔

Marfat.com

يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾

اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں تا کہ وہ کچھ سن ہی نہ سکیں۔[۵۵]

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠١﴾

۱۰۱۔ یہ وہ بستیاں ہیں جن کے کچھ احوال ہم آپ کو سنا رہے ہیں اور بے شک ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے، پس وہ اس پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوئے جس کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔[۵۶]

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿١٠٢﴾

۱۰۲۔ اور ہم نے ان میں سے اکثر کو عہد کا پابند نہیں پایا اور بے شک ہم نے ان میں سے اکثر کو نافرمان پایا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٠٣﴾

۱۰۳۔ پھر ہم نے ان (انبیائے کرام علیہم السلام) کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا مگر انہوں نے بھی ہماری نشانیوں کے ساتھ ظلم کیا، پس دیکھو فساد برپا کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟[۵۷]

---

[۵۵] یہ کفار مکہ جو اپنے اسلاف کی بستیوں اور زمینوں میں آج آباد ہیں اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں کیا ان کو گزشتہ اقوام کی تاریخ سے اتنی بھی ہدایت نہیں ملی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کیا اور ان کے دل کے کانوں کو ناکارہ کر دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو بھی ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر سکتا ہے، لہٰذا ان کو ان غلطیوں کا اعادہ نہیں کرنا چاہیے جن کی وجہ سے پہلی قوموں پر عذاب نازل ہوا۔

[۵۶] گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کی تباہی کے کچھ احوال بیان فرمائے ہیں جنہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی اور آخر دم تک منکر ہی رہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں۔ نیز ان قوموں نے انبیائے کرام علیہم السلام سے وعدے بھی کئے کہ اگر وہ انہیں معجزہ دکھائیں تو وہ ایمان لے آئیں گے مگر معجزہ دیکھنے کے باوجود ان میں سے اکثر ایمان نہ لائے، لہٰذا میرے پیارے نبی! آپ اہل مکہ کی ہٹ دھرمی سے کبیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ جاہل قوموں نے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی ایسا ہی رویہ روا رکھا تھا۔

[۵۷] یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احوال کا تفصیلی بیان شروع ہوتا ہے جو درجنوں آیات پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

وَ قَالَ مُوۡسٰی یٰفِرۡعَوۡنُ اِنِّیۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۴﴾

۱۰۴۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے فرعون! بے شک میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔

حَقِیۡقٌ عَلٰۤی اَنۡ لَّاۤ اَقُوۡلَ عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الۡحَقَّ ؕ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِبَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ فَاَرۡسِلۡ مَعِیَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵۔ میرا یہ فرضِ منصبی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں حق کے سوا کوئی بات نہ کہوں، بے شک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل لے کر آیا ہوں، پس بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔

قَالَ اِنۡ کُنۡتَ جِئۡتَ بِاٰیَۃٍ فَاۡتِ بِہَاۤ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۱۰۶﴾

۱۰۶۔ فرعون نے کہا: اگر تم کوئی دلیل لائے ہو تو اس کو پیش کرو اگر تم سچے ہو۔

فَاَلۡقٰی عَصَاہُ فَاِذَا ہِیَ ثُعۡبَانٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۰۷﴾ۚ

۱۰۷۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ اسی وقت صریح اژدہا بن گیا۔

وَّ نَزَعَ یَدَہٗ فَاِذَا ہِیَ بَیۡضَآءُ لِلنّٰظِرِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾٪ ع

۱۰۸۔ اور اپنا ہاتھ (گریبان سے) نکالا تو وہ اسی وقت دیکھنے والوں کے لئے روشن ہوگیا۔

قَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِ فِرۡعَوۡنَ اِنَّ ہٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیۡمٌ ﴿۱۰۹﴾ۙ

۱۰۹۔ قومِ فرعون کے سردار کہنے لگے: واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔[۵۸]

بنی اسرائیل کا اصل وطن فلسطین تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں یہ لوگ مصر جا کر آباد ہوگئے۔ مصر کے اصلی باشندے قبطی تھے، کچھ عرصہ بعد فرعون اور قبطیوں نے بنی اسرائیل کو غلام بنالیا اور ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھانے شروع کر دیئے حتیٰ کہ ایسا موقع بھی آیا کہ وہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کرا دیتا اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ (قرآن: ۲:۴۹) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو آپ نے فرعون سے کہا: میں ربّ العالمین کی طرف سے رسول ہوں اور میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں، لہٰذا تم بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو تا کہ میں انہیں لے کر اپنے وطن فلسطین میں چلا جاؤں جہاں وہ آزادی سے زندگی گزار سکیں۔ فرعون نے کہا: اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ، چنانچہ آپ علیہ السلام نے اپنا لکڑی کا عصا زمین پر پھینکا تو وہ سچ مچ کا زندہ اژدہا بن گیا۔ وہ اژدہا منہ کھول کر فرعون کی طرف لپکا تو فرعون نے گھبرا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اس کو پکڑو، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اژدہا کو پکڑا تو وہ لکڑی کا عصا بن گیا، اور دوسرا معجزہ یہ ظاہر ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ چمکنے لگا۔

[۵۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزات یعنی عصا کا سانپ بننا اور ہاتھ کا چمکنا دیکھ کر فرعونی سردار آپس میں کہنے لگے کہ یہ شخص بڑا ماہر جادوگر

Marfat.com

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

۱۱۰۔ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال دے، سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہیں۔

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱۔ انہوں نے (فرعون سے) کہا: ان کو اور ان کے بھائی کو مہلت دو اور شہروں میں ہرکارے بھیج دو۔

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾

۱۱۲۔ تاکہ وہ ہر ماہر جادوگر کو آپ کے پاس لے آئیں۔

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

۱۱۳۔ چنانچہ جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہا: اگر ہم (موسیٰ علیہ السلام پر) غالب آ گئے تو یقیناً ہمارے لئے انعام ہوگا؟

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

۱۱۴۔ فرعون نے کہا: ہاں! اور بے شک تم میرے خاص مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

۱۱۵۔ جادوگروں نے کہا: اے موسیٰ! تم (پہلے اپنا عصا) ڈالتے ہو یا ہم ڈالیں۔[۵۹]

ہے۔ یہ اپنے جادو کے زور سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لے گا اور حکومت پر قبضہ کر کے تمہیں مصر سے نکال دے گا، پھر یہاں پر بنی اسرائیل کی حکومت ہو جائے گی، لہٰذا ابھی سے اس کے سدباب کے لئے کوئی حکمت عملی تیار کرو۔ سب نے باہمی مشورہ کے بعد فرعون سے کہا کہ فی الحال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کو اپنے حال پر رہنے دو اور اپنے ملک کے سارے شہروں میں پولیس بھیجو جو ہر ماہر جادوگر کو آپ کے پاس لے آئے، چنانچہ پورے ملک کے ماہر جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہنے لگے: اگر ہم موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ جائیں تو ہمیں کوئی انعام بھی ملے گا۔ اس کے جواب میں فرعون نے کہا: اگر تم نے موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ حاصل کر لیا تو تمہیں نہ صرف انعام ملے گا بلکہ میں تمہیں اپنا مقرب بھی بنا لوں گا۔

[۵۹] چنانچہ ایک وسیع میدان میں ایک طرف فرعون کے ماننے والے لاکھوں کا جم غفیر اور دوسری طرف ایک مظلوم اور غلام قوم کے نمائندوں کی حیثیت سے صرف دو بھائی یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کھڑے ہیں۔ جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آج کے مقابلہ میں تم پہل کرو گے یا ہم ابتدا کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم پہل کر لو۔ جادوگروں نے ہزاروں کی تعداد میں اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں اور لوگوں کی نظروں پر جادو کر دیا جس کی وجہ سے لوگوں کو وہ رسیاں سانپ نظر آنے لگیں۔ سارے دیکھنے

Marfat.com

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾

۱۱۶۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم ڈالو، جب انہوں نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو زمین پر) ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور ان کو خوفزدہ کر دیا اور ایک بڑا جادو کر دکھایا۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ ۚ

۱۱۷۔ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو وہ فوراً ان کے جھوٹے طلسم کو نگلنے لگا۔

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ۚ

۱۱۸۔ پس حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ انہوں نے بنا رکھا تھا وہ باطل ہو گیا۔

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ ۚ

۱۱۹۔ اس جگہ وہ (فرعونی) مغلوب ہو گئے اور ذلیل و خوار ہو کر واپس ہوئے۔

وَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ ۚ

۱۲۰۔ اور جادوگر بے اختیار سجدے میں گر پڑے۔

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ ۙ

۱۲۱۔ کہنے لگے: ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے۔

رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

۱۲۲۔ جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا رب ہے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

۱۲۳۔ فرعون نے کہا: تم اس پر ایمان لے آئے اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں؟ یقیناً یہ ایک خفیہ سازش ہے جو تم نے اس شہر میں کی ہے تا کہ تم اس شہر کے اصلی

والے ڈرنے لگے اور یہ جادو کا ایک بڑا شعبدہ تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا عصا پھینکا جو ان سب رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل گیا اور ان کے جادو کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ سارے فرعونی ذلیل و خوار ہو کر واپس چلے گئے مگر جادوگروں کو یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں، لہٰذا وہ اس طرح بے اختیار سجدے میں گر پڑے جیسے اظہار حق نے انہیں سجدہ ریز ہونے پر مجبور کر دیا ہو اور انہوں نے رب العالمین پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔

Marfat.com

باشندوں کو یہاں سے نکال دو، سو عنقریب تمہیں (اس کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔[۶۰]

لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

۱۲۴۔ میں ضرور تمہارے ہاتھوں اور پاؤں کو مخالف جانبوں سے کاٹ دوں گا، پھر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔

قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

۱۲۵۔ انہوں نے کہا: بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ ع

۱۲۶۔ اور تو ہم سے صرف اس بات کا انتقام لے رہا ہے کہ ہم اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لے آئے جب وہ ہمارے پاس آگئیں، اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہمیں اس حال میں وفات دے کہ ہم مسلمان ہوں۔

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ یَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا

۱۲۷۔ اور قوم فرعون کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا کہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو یونہی چھوڑے رکھے گا کہ وہ اس زمین میں فساد پھیلاتے پھریں اور تجھے اور تیرے معبودوں کو بھی چھوڑے رہیں؟ فرعون نے کہا: عنقریب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ

---

[۶۰] فرعون نے جادوگروں سے کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں تم میری اجازت کے بغیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان کیوں لائے ہو، یہ تو تم نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف سازش کی ہے تاکہ تم مصر کے اصلی باشندوں یعنی قبطیوں کو یہاں سے نکال دو، لہٰذا تم اس سازش کی سزا کے لئے تیار ہو جاؤ، میں تمہارا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ کر تمہیں سولی پر چڑھا دوں گا۔ انہوں نے فرعون سے کہا: تو ہم سے اس بات کا انتقام لینا چاہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر کیوں ایمان لائے۔ تو اب آپ جو سزا چاہیں تجویز کریں ہم نے اپنے رب کی نشانیوں کو پہچان لیا ہے اور ہم سب کو ایک دن اسی کی طرف لوٹنا ہے، لہٰذا ہمیں موت کی پرواہ نہیں ہے، بلکہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں صبر دے اور مرتے دم تک مسلمان رکھے۔

اس سے معلوم ہوا جو انسان اسلام کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے اور اس پر دل کی گہرائی سے ایمان لے آتا ہے تو پھر وہ مرنا گوارا کر لیتا ہے مگر اسلام کو چھوڑنا برداشت نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ رہنے دیں گے اور بے شک ہم ان پر غالب ہیں۔[۶۱]

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۬ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾

۱۲۸۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو، بے شک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے، اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

قَالُوْۤا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع

۱۲۹۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ کے ہمارے پاس آنے سے پہلے بھی ہم ستائے گئے اور آپ کے ہمارے پاس آنے کے بعد بھی، [۶۲] موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور اس زمین میں تمہیں (ان کا) جانشین بنا دے گا، پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

---

[۶۱] فرعون اپنے آپ کو سب سے بڑا رب کہلاتا تھا۔ مصر میں وہ براہِ راست اپنی عبادت کراتا اور دوسرے علاقوں میں اپنے نام کے بت بنوا رکھے تھے جن کی عبادت کی جاتی جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو بتایا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اب قوم فرعون کے نزدیک فرعون کی عبادت سے انکار کرنا ملک میں فساد برپا کرنے کے مترادف تھا، چنانچہ انہوں نے فرعون کو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بھڑکایا کہ تم موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو کنٹرول کرو۔ وہ نہ تو تجھے رب سمجھتے ہیں اور نہ ہی تیرے نام پر بنائے ہوئے بتوں کو اور لوگوں کو تمہارے خلاف اکساتے ہیں، لہٰذا یہ لوگ کل تیرے اقتدار کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں، مگر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو دیکھ کر بہت زیادہ خوفزدہ ہو گیا تھا، اسے ڈر تھا کہ اگر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے براہِ راست ٹکر لی تو اس کا عصا اژدہا بن کر اس کو کھا جائے گا، تاہم اس نے اپنی قوم کے سرداروں کو اعتماد میں رکھنے کے لئے انہیں جواب دیا کہ آپ فکر نہ کریں ہم نے بنی اسرائیل کو ختم کرنے کے لئے پوری منصوبہ بندی کر لی ہے۔ ہم بہت جلد ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیں گے، اس طرح ان کی نسل خود بخود ختم ہو جائے گی۔

[۶۲] بنی اسرائیل کو جب پتہ چلا کہ فرعون دوبارہ ان کے بیٹوں کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ گھبرا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے: آپ علیہ السلام کے آنے سے پہلے بھی ہمارے بیٹوں کو قتل کر کے ہمیں تنگ کیا گیا اب آپ علیہ السلام کے آنے کے بعد پھر ہمارے بیٹوں کو قتل کرنے کی منصوبہ بندی ہو رہی ہے تو اب ہم کیا کریں۔ ہمارے یہ مصائب کب ختم ہوں گے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: گھبرائیں نہیں، زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، یہ فرعونی ہمیشہ حکمران نہیں رہیں گے، تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد

Marfat.com

وَ لَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

۱۳۰۔ اور بے شک ہم نے فرعون کے لوگوں کو قحط سالی اور پھلوں کے نقصان میں مبتلا کر دیا تا کہ وہ نصیحت قبول کریں۔[۶۳]

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾

۱۳۱۔ پس جب ان پر خوشحالی آتی تو کہتے کہ ہم اس کے مستحق ہیں اور اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچتی تو اس کو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتاتے، [۶۴] سن لو! ان کی نحوست تو اللہ تعالیٰ کے پاس سے (شامتِ اعمال) ہے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔

مانگو۔ عنقریب اللہ تعالیٰ فرعون اور اس کی فوجوں کو ہلاک کرنے والا ہے اور تمہیں اس ملک کا وارث بنا دے گا، لیکن یاد رکھنا وہ تمہاری آزمائش کا نیا دور ہوگا۔ اب تو اللہ تعالیٰ تمہیں غلامی اور غربت دے کر آزما رہا ہے، پھر تمہیں آزادی اور حکومت دے کر آزمائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف وہی لوگ سرخرو ہوں گے جو مصائب میں صابر اور آسائش میں شاکر رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا یعنی فرعون کو غرق کر دیا اور قبطیوں کی سرزمین کا بنی اسرائیل کو مالک بنا دیا۔ یہ سورت مکی ہے اور مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی حالت بھی کچھ اسی طرح کی تھی، ایک طرف مشرکین مکہ کے مظالم تھے اور دوسری طرف فتح ونصرت کے وعدے تھے جو بالآخر فتح مکہ کی صورت میں ظاہر ہوئے۔

[۶۳] اللہ تعالیٰ نے فرعون کے لوگوں کو قحط سالی اور پھلوں کے نقصان میں مبتلا کر دیا تا کہ ان کے دل نرم ہوں اور وہ ظلم وستم اور کفر وشرک سے باز آجائیں مگر وہ عجیب جاہل لوگ تھے۔ جب ان پر خوشحالی کا دور آتا تو وہ پھولے نہ سماتے اور کہتے کہ یہ ان کی کوششوں کا نتیجہ ہے اور ان کا استحقاق ہے لیکن جب مشکلات کا زمانہ آتا تو کہتے: یہ سارے مصائب موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست ہیں۔ اگر یہ ہم میں نہ ہوتے تو ہم پر یہ مصائب نہ آتے حالانکہ ان مصائب کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سے نہیں بلکہ یہ فرعونیوں کی اپنی شامتِ اعمال ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ان کی سزا کے طور پر نازل ہوئی ہے، لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔

[۶۴] زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اکثر پرندوں، جانوروں، آوازوں اور مختلف چیزوں سے بدشگونی لیتے، مثلاً جب وہ کسی اہم کام کے لئے گھر سے نکلتے اگر بائیں طرف پرندہ اڑتا دیکھتے تو اس کو بدشگونی سمجھتے یعنی جس کام کے لئے وہ جا رہے ہیں اس میں کامیاب نہیں ہوں گے، لہٰذا وہ واپس گھر لوٹ آتے۔ یہ ایک قسم کا شرک ہے کیونکہ وہ اپنے نفع یا نقصان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کو مستقل موثر کی حیثیت دے رہے ہیں حالانکہ کارسازِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ فال موافق ہو یا مخالف بہرصورت اپنے رب تعالیٰ پر توکل کر کے اپنا کام جاری رکھنا چاہیے۔ یہ پرندوں کا دائیں بائیں اڑنا کسی کام میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ نیز بدشگونی لینے سے انسان کے اندر مایوسی اور اللہ تعالیٰ سے بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس نیک فال پکڑنا اچھی چیز ہے، اس سے انسان کا حوصلہ بلند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

وَ قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَاۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

۱۳۲۔ اور انہوں نے کہا: (اے موسیٰ!) تم کیسی ہی نشانی ہمارے پاس لے آؤ تا کہ اس کے ذریعہ تم ہم پر جادو کرو تو بھی ہم ہرگز تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔[۶۵]

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

۱۳۳۔ پس ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون بھیجا، یہ سب واضح نشانیاں تھیں، پھر بھی انہوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ (پیشہ ور) مجرم تھے۔

رحمت پر امید میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضورِ اکرم ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں:

۱۔ حضورِ اکرم ﷺ کے پاس بدفالی کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: سب سے اچھی چیز نیک فال ہے اور فال مسلمان کو کسی کام سے نہیں روکتی، پس جب تم میں سے کوئی شخص کسی ناپسندیدہ چیز کو دیکھے تو کہے: اے اللہ! تیرے سوا کوئی شخص اچھائیوں کو نہیں لاسکتا اور تیرے سوا کوئی برائیوں کو دور نہیں کرسکتا۔ (ابوداؤد: کتاب الطب: باب الطیرۃ)

۲۔ کوئی مرض متعدی نہیں ہے اور نہ کوئی بدشگونی ہے اور مجھ کو نیک فال پسند ہے اور نیک فال اچھا کلمہ ہے۔

(ابوداؤد: کتاب الطب: باب الطیرۃ)

۳۔ جو شخص بدفالی پکڑ کر اپنے کام سے لوٹ آیا اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۲۲۰)

۴۔ حضورِ اکرم ﷺ کسی چیز سے بدشگون نہیں لیتے تھے۔ آپ جب کسی عامل کو بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے۔ اگر آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے اور آپ کے چہرے سے خوشی دکھائی دیتی اور اگر آپ کو اس کا نام ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرے پر کراہت دکھائی دیتی اور جب آپ کسی بستی میں داخل ہوتے تو آپ اس کا نام پوچھتے۔ اگر آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو اس سے آپ ﷺ خوش ہوتے اور آپ کے چہرے پر خوشی نظر آتی اور اگر آپ اس کا نام ناپسند فرماتے تو آپ کے چہرے پر کراہت نظر آتی۔ (ابوداؤد: کتاب الطب: باب الطیرۃ) مسلمانوں کو اپنی اولاد یا جگہوں وغیرہ کے نام اچھے رکھنے چاہییں کیونکہ ناپسندیدہ ناموں سے حضورِ اکرم ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔

[۶۵] جادوگروں کی شکست کے بعد جادوگر تو ایمان لے آئے مگر فرعون کے ساتھ اس کی قوم کے لوگ اپنی سرکشی اور کفر پر اڑے رہے اور موسیٰ علیہ السلام کو واضح کہہ دیا کہ آپ جیسا بھی جادو کا کرشمہ دکھادیں وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ جب فرعونیوں نے ایمان نہ لانے کا آخری فیصلہ سنادیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے بددعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر مختلف قسم کے عذابوں کا سلسلہ شروع کردیا جو تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد یکے بعد دیگرے ظاہر ہوئے۔ مثال کے طور پر پہلے اتنی کثرت سے بارش ہوئی کہ ان کی ہر چیز غرق ہو گئی اور پانی ان کی گردنوں تک پہنچ گیا، پھر ٹڈی دل نے ان کی فصلوں کو تباہ کردیا، پھر ان کے کپڑوں، بالوں اور جسموں میں جوؤں کی

Marfat.com

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾

۱۳۴۔ اور جب ان پر کوئی عذاب آ جاتا تو کہتے: اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس نے تمہارے ساتھ کر رکھا ہے، اگر تم نے ہم سے عذاب دور کر دیا تو ہم ضرور تم پر ایمان لے آئیں گے [۶۶] اور ہم بنی اسرائیل کو ضرور آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

۱۳۵۔ پھر جب ہم ایک مدت کے لئے ان سے عذاب دور کر دیتے جس (مدت) تک وہ پہنچنے والے تھے تو وہ فوراً ہی عہد شکنی کرنے لگتے۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

۱۳۶۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا، [۶۷] اور ان سے غافل ہو گئے تھے۔

کثرت نے انہیں بے چین کر دیا۔ اس کے بعد مینڈک، ان کے گھروں، کھانوں اور بستروں میں اتنی کثرت سے آ گئے کہ ان کا کھانا، پینا اور سونا حرام ہو گیا، پھر دریاؤں، کنوؤں اور گھروں میں ہر جگہ پینے کا پانی خون میں بدل گیا اور پیاس کی وجہ سے ان کی جان خطرے میں پڑ گئی اور لطف کی بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے گھر ان عذابوں سے محفوظ تھے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) ان واضح نشانیوں کے بعد بھی فرعونی عادی مجرموں کی طرح اپنے تکبر پر قائم تھے۔

گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات کا تذکرہ ہوا ہے۔ اس سورت میں آیات نمبر ۱۰۷ اور ۱۰۸ میں دو معجزات یعنی عصا اور ہاتھ، پھر آیت نمبر ۱۳۰ میں دو یعنی قحط سالی اور پھلوں کا نقصان اور اس آیت میں پانچ یعنی طوفانی بارش، ٹڈی، جوئیں، مینڈک اور پانی کا خون بن جانا۔ نیز بائبل کی کتاب خروج کے باب ۷ تا ۱۰ میں بھی ان سے ملتے جلتے نو معجزات کا ذکر موجود ہے۔

[۶۶] مذکورہ عذابوں میں سے جب بھی کوئی عذاب ان پر نازل ہوا تو وہ مجبور ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوتے اور عرض کرتے: اے موسیٰ! آپ کے رب نے آپ سے جو دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے اس وعدہ کے وسیلہ سے یا اپنی نبوت کے وسیلہ سے ہمارے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ عذاب ہم سے دور کر دے تو پھر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر کے آپ کے ساتھ بھیج دیں گے، مگر وہ تعصب اور تکبر میں حد سے بڑھے ہوئے تھے، جب ایک مقررہ مدت کے لئے ان کا عذاب ٹال دیا جاتا تو وہ ایمان لانے اور بنی اسرائیل کو آزاد کرنے کا وعدہ توڑ دیتے۔

[۶۷] اتنی بڑی بڑی نشانیاں اور بار بار عذاب دیکھنے کے باوجود جب فرعونی ایمان نہ لائے اور بار بار عہد شکنی کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بحر قلزم

Marfat.com

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۬ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

۱۳۷۔ اور جن لوگوں (بنی اسرائیل) کو کمزور سمجھا جاتا تھا ہم نے ان کو اس سرزمین کے مشارق اور مغارب کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی تھی، اور بنی اسرائیل پر آپ کے رب کا اچھا وعدہ ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا، اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کے بنائے ہوئے کارخانوں اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بناتے تھے سب کو برباد کر دیا۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

۱۳۸۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اُتار دیا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو اپنے بتوں کے سامنے اعتکاف میں بیٹھی تھی، بنی اسرائیل نے کہا: اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایک ایسا معبود بنا دے جیسے ان کے معبود ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بے شک تم جہالت کی باتیں کرنے والی قوم ہو۔ [٦٨]

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

۱۳۹۔ بے شک یہ لوگ جس کام میں لگے ہوئے ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہے۔

(بحر احمر) میں غرق کر دیا۔ اس واقعہ کے لئے سورہ بقرہ آیت نمبر ۵۰ اور حاشیہ نمبر ۴۳ ملاحظہ کریں۔ بنی اسرائیل جن کو فرعونیوں نے غلام بنا رکھا تھا انہیں شام (فلسطین) اور مصر (تفسیر قرطبی) جیسی بابرکت اور سرسبز و شاداب زمین کا وارث بنا دیا یعنی پہلے فرعونیوں کے بعد مصر میں اور پھر عمالقہ کے بعد شام میں بنی اسرائیل کو اقتدار حاصل ہوا۔ (تفسیر مظہری) نیز مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر اور شام میں کثیر التعداد انبیائے کرام علیہم السلام کی قبریں بھی برکت کا ذریعہ تھیں۔ آخر کار اس طرح آیت نمبر ۱۲۹ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جو فتح و نصرت کا وعدہ کیا وہ ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا، اور فرعونیوں کے محلات اور کارخانے سب تباہ کر دیئے گئے۔

[٦٨] بحر قلزم عبور کرنے کے بعد بنی اسرائیل کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو بتوں کی پوجا میں مصروف تھے۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ہمیں بھی ایک ایسا خدا بنا دو جیسے ان کے معبود ہیں۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حیران ہو کر اپنی قوم سے فرمایا: تم بڑی جہالت کی بات کر رہے ہو۔ ان کے عقائد اور اعمال تو بالکل باطل ہیں۔ کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تمہارے لئے کوئی اور معبود تلاش

Marfat.com

قَالَ اَغَيۡرَ اللّٰهِ اَبۡغِيۡكُمۡ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۴۰﴾

۱۴۰۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارے لئے کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں سب جہان والوں پر فضیلت دی ہے۔

وَاِذۡ اَنۡجَيۡنٰكُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ يَسُوۡمُوۡنَكُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ‌ۚ يُقَتِّلُوۡنَ اَبۡنَآءَكُمۡ وَيَسۡتَحۡيُوۡنَ نِسَآءَكُمۡ‌ؕ وَفِىۡ ذٰلِكُمۡ بَلَاۤءٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَظِيۡمٌ ﴿۱۴۱﴾ ع

۱۴۱۔ اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے نجات دی جو تمہیں بڑا سخت عذاب دیتے تھے، وہ تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔

وَوٰعَدۡنَا مُوۡسٰى ثَلٰثِيۡنَ لَيۡلَةً وَّاَتۡمَمۡنٰهَا بِعَشۡرٍ فَتَمَّ مِيۡقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرۡبَعِيۡنَ لَيۡلَةً‌ ۚ وَقَالَ مُوۡسٰى لِاَخِيۡهِ هٰرُوۡنَ اخۡلُفۡنِىۡ فِىۡ

۱۴۲۔ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور مزید دس راتوں سے ان (راتوں) کو مکمل کیا، اس طرح ان کے رب کی مقرر کردہ مدت چالیس راتیں مکمل ہو گئی، [۶۹] اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہا: تم

کروں؟ میرے لئے تو یہ ناممکن ہے ہی مگر تمہیں بھی یہ مطالبہ زیب نہیں دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے زمانے کے تمام لوگوں پر فضیلت دی ہے اور تمہیں فرعون کے مظالم سے نجات دی ہے جو تمہارے بیٹوں کو قتل کر دیتا تھا اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا تاکہ ان سے خدمت لی جائے۔

[۶۹] بنی اسرائیل جب فرعون کی غلامی سے آزاد ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بلایا تاکہ بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لئے انہیں تورات عطا کی جائے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ دنیا کے مشاغل سے الگ ہو کر کوہ طور پر تیس دن اور راتیں اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کریں، بعد میں دس دنوں کا اضافہ کر کے چالیس کی تعداد پوری کر دی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ چالیس دنوں کے ذکر و فکر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل اور روح کو وہ قوت و توانائی حاصل ہو جائے جس سے وہ کلام الٰہی کے بارِ گراں کو اٹھا سکیں۔ اس کے بعد آپ کو تورات عطا کی گئی۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر کے لئے صوفیائے کرام جو چالیس روزہ چلہ کشی کرتے یا کراتے ہیں اس کی اصل یہی آیت ہے، اسی لئے علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو کلام الٰہی سننے کا مستحق بنانے میں چالیس دن کی چلہ کشی کو خصوصیت حاصل ہے جس طرح اولیاء اللہ کے دلوں میں حکمت کے چشمے جاری ہونے میں اس کا خاصہ دخل ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص چالیس دن تک خلوصِ نیت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی

Marfat.com

قَوۡمِیۡ وَ اَصۡلِحۡ وَ لَا تَتَّبِعۡ سَبِیۡلَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۱۴۲﴾

میری قوم میں میرے جانشین ہو، [۷۰] ان کی اصلاح کرتے رہنا اور مفسدوں کے راستہ پر مت چلنا۔

زبان پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔'' (تفسیر روح البیان)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چالیس کے عدد میں کوئی خاص حکمت ہے۔

☆ جیسے حضور اکرم ﷺ کی نبوت کا اعلان چالیس سال کی عمر میں ہوا۔ (بخاری: کتاب الانصار: باب ۴۵)

☆ جو شخص مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھے اور اس عرصے میں کوئی نماز فوت نہ ہو، اس کے لئے جہنم سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔۔۔۔ (احمد: جلد ۳: ص ۱۵۵)

☆ ماں کے پیٹ میں بچے پر ہر انقلاب چالیس دن کے بعد آتا ہے۔ پہلے چالیس دن نطفہ، دوسرے چالیس دن منجمد خون، اگلے چالیس دن گوشت کا لوتھڑا اور اس کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (بخاری: بدء الخلق: باب ٦)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میری امت کو ان کے دین کے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں اللہ تعالیٰ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ فقیہ ہوگا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

(شعب الایمان: جلد ۲: ص ۲۷۰: حدیث نمبر ۱۷۲۵)

☆ جس شخص کی نماز جنازہ میں چالیس اہل ایمان شفاعت کریں اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔

(ابن ماجہ: ابواب الجنائز: باب ۱۹)

غالباً یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مسلمان فوت ہوتا ہے تو اس کے عزیز و اقارب اور دوست و احباب چالیس دن تک قرآن اور دیگر ذکر و اذکار پڑھتے رہتے ہیں اور پھر ایک خصوصی محفل کے ذریعہ مرحوم کی مغفرت کے لئے ایصال ثواب کرتے ہیں جسے عرف عام میں چالیسواں کہا جاتا ہے۔

[۷۰] حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے مگر منصب نبوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کر کے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنے وزیر کی حیثیت سے مانگا تھا۔ (قرآن: ۲۰: ۲۹) نیز بنی اسرائیل کی حکومت اور سرداری کا منصب بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا، چنانچہ کوہ طور پر جاتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکومتی معاملات میں حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کیا اور قوم کے انتظامی امور کے لئے ضروری ہدایات دیں تاکہ وہ قوم کی اصلاح کرتے رہیں اور مفسدین سے محتاط رہیں۔ اصلاح اُمت کا کام بحیثیت نبی اگرچہ حضرت ہارون علیہ السلام کے فرائض منصبی میں شامل تھا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف تاکید کی غرض سے انہیں یاد دہانی کرائی تھی کیونکہ بنی اسرائیل ابھی ابھی فرعون کی غلامی سے آزاد ہوئے تھے اور وہ کوئی بھی غلط قدم اٹھا سکتے تھے اس لئے زیادہ احتیاط کی ضرورت تھی۔

بہر کیف یہ نبوت کی خلافت نہیں تھی کیونکہ وہ خود نبی تھے بلکہ یہ حکومتی نیابت تھی جیسے حضور اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ سے باہر

Marfat.com

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۴۳﴾

۱۴۳۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر (کوہ طور پر) آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا دیدار کرا دے کہ میں تجھے دیکھ لوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے، [۱۷] البتہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے، پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے اور جب ان کو ہوش آیا تو عرض کی: تو پاک ہے، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔

جاتے تو انتظامی امور حضرت علی رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی کے سپرد کر جاتے تو یہ نبوت کی خلافت نہیں تھی صرف انتظامی امور کی عارضی خلافت تھی۔

[۱۷] کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تو آپ علیہ السلام کے دل میں دیدار الٰہی کا شوق پیدا ہوا اور عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا دیدار بھی کرا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! تم مجھے اس دنیا میں نہیں دیکھ سکو گے (تفسیر قرطبی) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اطمینانِ قلب کے لئے انہیں ایک عملی تجربہ کا مشاہدہ کرایا یعنی تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو جو ظاہری اور مادی اعتبار سے انسان سے کہیں زیادہ سخت اور بڑا ہے۔ میں اس پر اپنی تجلی کی ایک جھلک ڈالتا ہوں۔ اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار اتنی عظیم چیز ہے کہ پہاڑ جیسی ٹھوس اور مضبوط چیز بھی اُس کی تجلی برداشت نہیں کر سکتی تو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے اور جب ہوش میں آئے تو عرض کی: اے میرے رب! میں اس بات سے توبہ کرتا ہوں کہ میں نے تیری اجازت کے بغیر دیدار کا سوال کر دیا۔ (تفسیر روح المعانی) یعنی میں نے ایسا سوال کیا جس کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ (تفسیر جلالین) الغرض اس پر پوری امت کا اجماع ہے اور اتفاق ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توبہ کسی گناہ کی وجہ سے نہیں تھی کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اہل ایمان کو قیامت کے دن اور جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔ (تفسیر خزائن العرفان)

لیکن اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے۔ (تفسیر قرطبی) کیونکہ اگر اس کا دیدار محال ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا: اے موسیٰ! ''تم مجھ کو نہیں دیکھ سکتے'' بلکہ فرماتا: ''میں نہیں دیکھا جا سکتا'' (تفسیر

Marfat.com

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

۱۴۴۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! میں نے تم کو لوگوں پر اپنے پیغامات اور اپنے کلام سے امتیاز بخشا، [۷۲] پس میں نے تم کو جو کچھ دیا ہے وہ لے لو اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۗ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

۱۴۵۔ اور ہم نے ان (موسیٰ علیہ السلام) کے لئے (تورات کی) تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی (اور فرمایا:) پس ان تختیوں کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ بھی ان کو اچھے طریقے سے پکڑ لیں، عنقریب میں تم کو نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔ [۷۳]

کبیر) مثال کے طور پر اگر ایک انسان کے ہاتھ میں پتھر ہو اور دوسرا انسان اسے کہے کہ یہ پتھر مجھے دو تا کہ میں اس کو کھا سکوں تو پہلا انسان جواب دے گا: پتھر کھانے کی چیز نہیں ہے اور یہ نہیں کہے گا کہ تم پتھر نہ کھاؤ۔ اس کے برعکس اگر پہلے انسان کے ہاتھ میں پتھر کی جگہ سیب ہو تو وہ دوسرے انسان کو کہے گا: تم اس کو نہیں کھا سکتے یعنی یہ کھانے کی چیز تو ہے مگر اس وقت تجھے کھانے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم مجھ کو نہیں دیکھ سکتے اور یہ نہیں فرمایا کہ میں نہیں دیکھا جا سکتا تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار فی نفسہٖ ممکن اور جائز ہے (تفسیر کبیر) مگر یہ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کے لئے خاص ہے۔ آپ کے علاوہ کوئی شخص اس دنیا میں جاگتی آنکھوں سے دیدار الٰہی نہیں کر سکتا۔ قلبی یا خواب کی صورت میں دیدار دیگر انبیاء اور صالحین کے لئے بھی ممکن ہے۔ اس سلسلہ میں سورہ انعام آیت نمبر ۱۰۳ کا حاشیہ نمبر ۹۱ ملاحظہ کریں۔ مزید تفصیلی بحث سورہ نجم میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

[۷۲] یعنی اے موسیٰ علیہ السلام! میں نے اپنے پیغامات اور بلا واسطہ کلام کے لئے تمہارے زمانے کے تمام لوگوں پر ترجیح دے کر تمہیں منتخب کیا ہے، لہٰذا جو نعمت میں نے تمہیں دی ہے اس کو لے لو اور شکر گزار رہو۔

[۷۳] اللہ تعالیٰ نے تورات تختیوں پر لکھی ہوئی نازل فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: تورات کی ان تختیوں میں تمہاری شریعت کی ہر چیز مرقوم ہے، لہٰذا تم ان کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اپنی قوم کو حکم دو وہ بھی ان کو احسن طریقے سے پکڑ لیں اور اس میں بیان کردہ محکم آیات پر عمل کریں اور متشابہ پر ایمان رکھیں۔ (تنویر المقباس) اور اگر انہوں نے تورات کے احکامات سے روگردانی کی تو آخرت میں انہیں بھی جہنم کا وہ گھر دیکھنا پڑے گا جو نافرمانوں کا ٹھکانا ہے۔ نیز ملک شام میں عنقریب انہیں عاد و ثمود کی وہ تباہ شدہ بستیاں بھی دکھائی جائیں گی جہاں کے باشندوں نے احکام الٰہی کی نافرمانی کی اور انہیں تباہ کر دیا گیا۔ (تفسیر کبیر)

Marfat.com

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

۱۴۶۔ میں عنقریب ان لوگوں کو اپنی نشانیوں سے پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں، [۷۴] اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر ایمان نہیں لائیں گے اور اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھ لیں پھر بھی اس کو اختیار نہیں کریں گے، اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس راستہ کو اختیار کر لیں گے، یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور ان سے غافل رہے۔

وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

۱۴۷۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، ان کے اعمال ضائع ہو گئے، انہیں ویسا ہی بدلہ ملے گا جیسے وہ عمل کرتے تھے۔

وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ لَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾

۱۴۸۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے (طور پر جانے کے) بعد اپنے زیورات سے بچھڑے کا ایک مجسمہ بنا لیا جس سے بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی، [۷۵] کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ نہ ان سے بات کر سکتا ہے اور نہ انہیں ہدایت کا راستہ بتا سکتا، (مگر پھر بھی) انہوں نے اس کو معبود بنا لیا اور وہ ظالم تھے۔

---

[۷۴] جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور آخرت کو جھٹلایا اور تکبر کیا اس دنیا میں انہیں سزا یہ ملتی ہے کہ وہ کلام الٰہی کو سمجھنے سے محروم کر دیے جاتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی) لہٰذا جب وہ اللہ تعالیٰ کی کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اس پر ایمان نہیں لاتے اور جب انہیں ہدایت کا راستہ معلوم ہو جاتا ہے تو اسے اختیار نہیں کرتے بلکہ گمراہی کے راستے کی تلاش میں رہتے ہیں اور آخرت میں انہیں سزا یہ ملے گی کہ اگر انہوں نے اس دنیا میں بظاہر کوئی اچھے کام کیے ہوں گے تو آخرت میں وہ بھی ضائع ہو جائیں گے کیونکہ اس دن جس کے پاس ایمان نہیں ہوگا اس کا کوئی عمل قابل قبول نہیں ہوگا۔

[۷۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تورات لینے گئے تو بنی اسرائیل شرک کی طرف مائل ہو گئے۔ سامری نامی ایک کاریگر نے بنی اسرائیل سے زیورات اکٹھے کیے اور ان کو پگھلا کر بچھڑے کا ایک ایسا مجسمہ بنایا جس سے بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی اور کسی کاریگر کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ آج بھی ہزاروں ایسے کھلونے موجود ہیں جو مختلف جانوروں اور پرندوں کی آوازیں نکالتے ہیں، مگر بنی

Marfat.com

وَ لَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ يَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾

١٤٩۔ اور جب وہ نادم ہوئے اور انہوں نے دیکھ لیا کہ بے شک وہ گمراہ ہو گئے [٧٦] تو کہنے لگے: اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہ فرماتا اور ہم کو نہ بخشتا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے۔

وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٥٠﴾

١٥٠۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام غصے اور غم سے بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو فرمایا: تم نے میرے جانے کے بعد بہت بُری جانشینی کی، کیا تم نے اپنے پروردگار کے حکم سے پہلے جلد بازی کی، [٧٧] اور انہوں نے جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھ دیں اور اپنے بھائی کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا، ہارون علیہ السلام نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! ان لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا اور قریب تھا کہ یہ مجھے قتل کر دیں تو آپ دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیں اور مجھے اس ظالم قوم کے ساتھ شامل نہ کریں۔

اسرائیل کے جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا وہ بڑے عجیب لوگ تھے۔ انہوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ جس بے جان مجسمہ کو انہوں نے اپنا معبود بنایا ہے وہ نہ تو ان سے بات کر سکتا تھا اور نہ کسی معاملہ میں ان کی رہنمائی کر سکتا تھا تو یہ لوگ واقعی بڑے ظالم تھے کیونکہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ (قرآن ١٣:٣١:١)

[٧٦] بنی اسرائیل کے مشرکین کو جب احساس ہوا کہ بچھڑے کو معبود بنا کر وہ گمراہی کے مرتکب ہوئے ہیں تو نادم ہو کر کہنے لگے: اگر اللہ تعالیٰ ہم پر رحم نہ فرماتا تو یقیناً ہم تباہ و برباد ہو جاتے۔

واقعہ کی ترتیب کے اعتبار سے اس آیت کو اگلی آیت نمبر ١٥٠ کے بعد ہونا چاہیے تھا کیونکہ یہ ندامت و استغفار کا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے بعد کا ہے مگر اس آیت کو مقدم اس لئے کیا گیا تا کہ ان کے شرک کرنے کا فعل اور اس پر نادم ہونے کا قول دونوں کا ذکر اکٹھے ہو جائے۔ (فتح القدیر)

[٧٧] کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ تیرے بعد تیری قوم کو سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔ (قرآن ٢٠:٨٥) حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت غضب ناک ہو کر اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو اس وقت بنی اسرائیل اس بچھڑے کی عبادت میں مصروف تھے۔ (فتح القدیر) اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غصہ میں اور اضافہ ہو گیا۔ سب سے پہلے قوم سے کہا:

Marfat.com

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٥١﴾

۱۵۱۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾

۱۵۲۔ بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا انہیں دنیا کی زندگی میں ان کے رب کی طرف سے بہت جلد غضب اور ذلت پہنچے گی، [۷۸] اور ہم بہتان باندھنے والوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

تم نے میرے بعد بہت برا کام کیا اور میرے تورات لے کر آنے کا انتظار بھی نہ کیا، اور پھر اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا، حالانکہ آپ کو پہلے بتایا جا چکا تھا کہ اس ساری گمراہی کا ذمہ دار سامری ہے مگر قوم پر اس ظلم عظیم (شرک) کی قباحت کو اور واضح کرنے کے لئے اپنے بھائی کو بالوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا: تم نے انہیں شرک سے منع کیوں نہیں کیا، تو حضرت ہارون علیہ السلام نے جواب دیا: اے میرے بھائی! میں نے ان کو روکنے اور نصیحت کرنے کی پوری کوشش کی مگر انہوں نے میری ایک نہ سنی، اُلٹا مجھے قتل کرنے کے درپے ہو گئے، لہٰذا مجھے اس ظالم قوم کے ساتھ شامل نہ کریں اور نہ ہی میرے ساتھ ایسا سلوک کریں جس سے دشمن خوش ہوں، کیونکہ میں ان کے شرک میں شامل نہیں ہوں۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے: اے اللہ تعالیٰ! مجھ پر اور میرے بھائی پر رحم فرما اور ہمیں بخش دے۔ اس دعا کا مقصد یہ تھا کہ بھائی کے ساتھ جس سخت رویہ کا مظاہرہ کیا گیا اس کی تلافی ہو جائے اور دشمنوں کو بھی طعنہ کا موقع نہ ملے کہ بھائی آپس میں دست و گریباں ہیں۔ نیز امت کو تعلیم دینا بھی مقصود تھا کہ میں اور میرا بھائی اگرچہ تمہارے شرک میں شامل نہیں ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، اس کے باوجود ہم رحم اور مغفرت کی دعا مانگ رہے ہیں اور تم نے تو واقعۃً شرک کا گناہ کیا ہے، لہٰذا تمہیں رحم و مغفرت کی دعا کی زیادہ ضرورت ہے۔

[۷۸] دنیا میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے مراد یہ ہے کہ جب تک ان میں سے بعض نے بعض کو قتل نہیں کیا ان کی توبہ قبول نہ ہوئی۔ (ابن کثیر) سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۵۴ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی وہ اپنے ان قومی بھائیوں کو قتل کریں جو اس شرک کے مرتکب ہوئے ہیں۔ (تنویر المقباس) چنانچہ اس پر عمل شروع ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا یعنی معافی کا حکم نازل ہونے تک جو قتل ہو چکے تھے وہ شہید ہیں اور جو بچ گئے ان کو معاف کر دیا گیا، مگر سامری پھر بھی اپنے شرک پر قائم رہا تو اس پر اس دنیا میں یہ عذاب نازل ہوا کہ اس کے جسم میں ایسی بیماری پیدا ہو گئی کہ جو بھی اس کو ہاتھ لگاتا یا وہ کسی کو ہاتھ لگاتا تو وہ اور سامری بخار میں مبتلا ہو جاتے۔ اس لئے سامری عمر بھر یہی کہتا رہا: مجھ سے دور رہو ورنہ بخار میں مبتلا ہو جاؤ گے

Marfat.com

وَ الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوْۤا٘ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾

۱۵۳۔ اور جن لوگوں نے بُرے کام کئے پھر ان کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو بے شک آپ کا رب اس (توبہ و ایمان) کے بعد بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚۖ وَ فِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

۱۵۴۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو انہوں نے (تورات کی) تختیاں اٹھا لیں جن کی تحریر میں ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت تھی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَ لِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

۱۵۵۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر مرد ہمارے وعدۂ ملاقات کے لئے منتخب کئے، [۷۹] پھر جب زلزلہ نے انہیں پکڑ لیا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو انہیں اور مجھے اس سے پہلے ہلاک کر دیتا، کیا تو ہمیں اس غلطی کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو ہم میں سے چند احمقوں نے کی، یہ تو محض تیری آزمائش ہے، تو اس کے ذریعہ جس کو چاہے گمراہ کر دے اور جس کو چاہے ہدایت بخش دے، تو ہی ہمارا کارساز ہے، پس ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

چنانچہ لوگوں نے اس کے ساتھ میل ملاپ اور لین دین ختم کر دیا اور سامری نے جنگلوں میں جانوروں کے ساتھ رہتے ہوئے اپنی زندگی کے دن پورے کئے۔ سامری کا ذکر سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر ۹۷ کی تفسیر میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

[۷۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور سے واپس آ کر بنی اسرائیل کو سرزنش کی تو انہوں نے بچھڑے کی پرستش سے توبہ کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: بنی اسرائیل میں سے ستر آدمیوں کو لے کر کوہ طور پر لے آؤ اور سب مل کر بچھڑے کے پجاریوں کی طرف سے معذرت کرو، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے ان ستر آدمیوں کو منتخب کر کے کوہ طور پر لے گئے جو گاؤ پرستی کے شرک میں شامل نہیں تھے اور وہاں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت توبہ کی خوشخبری سنائی تو وہ ستر آدمی کہنے لگے: ہم آپ کی بات نہیں مانتے جب تک اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا دیدار کرا کر خود اس کی تصدیق نہ کرے۔ اس گستاخی پر نیچے سے زلزلہ اور اوپر سے بجلی کی کڑک نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار! اگر تیری مشیت

Marfat.com

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي
الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْٓ
اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ
كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ
يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا
يُؤْمِنُوْنَ ۚ﴿۱۵۶﴾

۱۵۶۔ اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں جسے چاہتا ہوں اسے اپنا عذاب پہنچاتا ہوں مگر میری رحمت ہر چیز پر محیط ہے، سو میں اس (رحمت) کو ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ
الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي

۱۵۷۔ جو لوگ اس رسول [۸۰] کی پیروی کرتے ہیں جو نبی اُمی ہے، [۸۱] جس (کے ذکر) کو وہ اپنے پاس تورات اور

یہ تھی کہ ان سب کو ہلاک کر دیا جائے تو انہیں یہاں آنے سے پہلے گاؤ پرستی کے وقت ہلاک کر دیا ہوتا اور اگر تو چاہتا تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا کسی کی کیا مجال تھی کہ آپ کو روک سکتا۔ جب پہلے آپ نے ایسا نہیں چاہا بلکہ ہم سب کو کوہ طور پر بلایا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ چند بے وقوفوں کی گاؤ پرستی یا دیدار کے مطالبہ پر آپ ہم سب کو ہلاک کر دیں۔ یقیناً یہ محض تیری طرف سے ایک آزمائش ہے اور تیری آزمائش میں کامیاب وہی ہوتا ہے جس پر تو فضل و کرم فرمائے۔ یا اللہ تعالیٰ! اگر میں ان ستر آدمیوں کے بغیر واپس گیا تو بنی اسرائیل مجھ پر الزام لگائیں گے کہ میں نے ان کو قتل کرا دیا، لہٰذا تو ہی ہمارا کارساز ہے۔ ہم پر رحم فرما اور ہمیں بخش دے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا۔

[۸۰] اس آیت میں حضرت محمد ﷺ کے نو (۹) اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے:
(۱) رسول (۲) نبی (۳) اُمی (۴) تورات وانجیل میں مذکور ہونا (۵) نیکی کا حکم دینا (۶) برائی سے روکنا (۷) پاک چیزوں کا حلال کرنا، مثلاً یہود پر اونٹ کا گوشت اور گائے بکری کی چربی حرام ہو چکی تھی حضور اکرم ﷺ نے انہیں حلال کر دیا۔ (۸) ناپاک چیزوں کو حرام کرنا، مثلاً عیسائیوں پر شراب حلال تھی حضور اکرم ﷺ نے اس کو حرام قرار دیا۔ (۹) سخت شرعی احکام کو نرم کرنا مثلاً پہلی شریعتوں میں اگر کپڑے کا کچھ حصہ ناپاک ہو جاتا تو اس کو کاٹ کر علیحدہ کر دیتے مگر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ناپاک کپڑا دھونے سے پاک ہو جاتا ہے، کاٹ کر پھینکنے کی ضرورت نہیں ہے۔

[۸۱] اس آیت میں حضرت محمد ﷺ کا ایک وصف اُمی بیان کیا گیا ہے، اس سے کیا مراد ہے، ملاحظہ کریں:
(۱) مکہ مکرمہ کا ایک نام اُمّ القریٰ (ساری بستیوں کی اصل) ہے، اس اعتبار سے اُمی کا معنیٰ ہوگا: مکہ والا، جیسا کہ آپ ﷺ کا ایک نام مکی بھی ہے یعنی مکہ والا۔

Marfat.com

(۲) جیسے مکہ سے مکی بنتا ہے اسی طرح اُمۃ سے اُمی یعنی اُمت والا، جس طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام امت والے ہیں اسی طرح آپ ﷺ بھی صاحب امت ہیں۔ ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ہر نبی کے لئے نور کا ایک منبر ہوگا اور میں سب سے اونچے اور سب سے زیادہ نور والے منبر پر متمکن ہوں گا کہ ایک منادی ندا کرے گا: نبی اُمی کہاں ہے؟ انبیائے کرام علیہم السلام کہیں گے: ہم میں سے ہر ایک نبی اُمی (امت والا) ہے، پھر کس کے پاس پیغام آیا ہے؟ منادی دوبارہ لوٹ کر آئے گا اور کہے گا: نبی اُمی عربی کہاں ہے؟ اس پر حضرت محمد ﷺ منبر سے اُتر کر آئیں گے۔ سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور آپ ﷺ کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔۔۔

(ابن حبان: جلد ۶: حدیث نمبر ۶۴۸۹: باب الحوض والشفاعۃ)

(۳) حضرت محمد ﷺ کو اُمی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ امی یعنی ان پڑھ قوم کی طرف مبعوث ہوئے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم امی لوگ ہیں لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ (بخاری: کتاب الصوم: باب ۱۳) کیونکہ اہل عرب میں عام طور پر تعلیم کا رواج نہیں تھا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان میں کوئی پڑھا لکھا نہیں تھا کیونکہ کاتبانِ وحی اسلام لانے سے پہلے بھی پڑھے لکھے تھے اور غزوۂ بدر کے بعد جن کفار قیدیوں کو مدینہ کے بچوں کا استاد بنایا گیا وہ بھی پڑھے لکھے تھے، تاہم ان کی غالب اکثریت ان پڑھ تھی اسی لئے ان کو امی قوم کہا جاتا تھا۔

(۴) ماں کو عربی میں اُم کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے اُمی کا معنیٰ ہوگا: ماں والا یعنی جو بچہ شکم مادر سے پیدا ہونے کے بعد اسی حالت پر رہے اور کسی استاد سے پڑھنا لکھنا نہ سیکھے اُسے اُمی (ویسا ہی جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا) کہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے شکم مادر سے پیدا ہونے کے بعد کسی استاد سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ اس اعتبار سے آپ ﷺ بھی اُمی تھے۔ اعلانِ نبوت سے پہلے چالیس سالہ زندگی میں نہ آپ نے کبھی کوئی کتاب پڑھی اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا، اگر یوں ہوتا تو منکرین ضرور شک کرتے۔ (قرآن: ۲۹: ۴۸) کہ یہ قرآن پہلی کتابوں کے پڑھنے یا کسی کے لکھانے کا نتیجہ ہے، لیکن نبوت کے بعد جب اسلام پھیل گیا اور لوگوں کے شکوک کا خطرہ نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو معجزانہ طور پر تعلیم دی جیسے قرآن کہتا ہے۔ ”اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم دی جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے۔“ (قرآن: ۴: ۱۱۳) پھر آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اُمت کا معلم بنایا: ”جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“ (قرآن: ۳: ۱۶۴) پڑھنے لکھنے کے متعلق سب سے پہلی نازل ہونے والی پانچ آیات غور طلب ہیں: ”اپنے رب کے نام سے پڑھیے۔۔۔ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔“ (قرآن: ۹۶: ۱ تا ۵)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم اور لکھنے پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ جس طرح علم اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اسی طرح لکھنا پڑھنا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لکھنے اور پڑھنے میں کمال حاصل تھا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ کمال عطا نہ فرمایا ہو، نیز حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوتے ہی عرش کے ستونوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا پڑھ لیں (البدایہ والنہایہ: جلد اوّل: ص ۸۱) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات کی لکھی ہوئی تختیاں پڑھ لیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سارے

Marfat.com

التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ

انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، [۸۲] وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں بُرائی سے روکتا ہے اور ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور ان پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو اتارتا ہے،

انبیائے کرام علیہم السلام کے امام اور سردار حضرت محمد ﷺ نہ پڑھ سکیں۔ آج کسی عالم یا معلم کو ان پڑھ کہنا اس کی توہین ہے تو حضورِ اکرم ﷺ جو ساری مخلوقات سے بڑے عالم اور قرآن مجید جیسی عظیم کتاب کے معلم ہیں ان کو اُمی بمعنیٰ ان پڑھ کہنا لمحہ فکریہ ہے۔ جب اُمی کے عظمت والے معانی موجود ہیں تو نقص والا معنیٰ استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے لکھنے اور پڑھنے کے بارے میں صلح نامہ حدیبیہ کا واقعہ ملاحظہ کریں:

''یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی۔ کفار نے کہا: ہم اس کو نہیں مانتے اگر ہم کو یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ ﷺ کو (عمرہ کرنے سے) منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں رسول اللہ بھی ہوں اور میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ (کے الفاظ) مٹادو۔ (کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ معاہدہ تحریر کر رہے تھے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! میں آپ (کے رسول اللہ کے الفاظ) کو کبھی نہیں مٹاؤں گا، تب رسول اللہ نے اس مکتوب کو پکڑا (رسول اللہ کے الفاظ مٹائے) اور لکھا: یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی۔۔۔

(بخاری: ۲۶۹۹: کتاب الصلح: باب ۶)

عمر بن شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ صلح حدیبیہ سے پہلے حضورِ اکرم ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے اور یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے کہ اس دن آپ ﷺ نے اچانک اپنے ہاتھ سے لکھنا شروع کر دیا۔ (خصائص کبریٰ: جلد دوم ص ۲۳۶) علامہ آلوسی نے آپ ﷺ کے لکھنے پڑھنے کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ''نبی کریم ﷺ اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک آپ نے پڑھا اور لکھا نہیں۔'' (تفسیر روح المعانی) اس سے معلوم ہوا کہ اعلانِ نبوت سے پہلے آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، نبوت کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو علم عطا فرمایا اسی طرح لکھنا پڑھنا بھی سکھایا، البتہ تبلیغ اسلام میں آپ کو لکھنے پڑھنے کی ضرورت بہت کم پڑی کیونکہ اہل عرب کی اکثریت ان پڑھ تھی اور انہیں زبانی تبلیغ کی ہی ضرورت تھی۔ شہاب الدین خفاجی نے نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں آپ نے نہ لکھنے کی وجہ بیان فرمائی ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں لکھنے کا ارادہ اس لئے نہیں کرتا تاکہ قلم کا سایہ اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ پڑے۔'' اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا سایہ زمین سے اُٹھالیا تاکہ کسی کا پاؤں آپ ﷺ کے سایہ پر نہ پڑے۔

(نسیم الریاض: جلد ۲: ص ۳۹۸: النبی الامی)

[۸۲] تورات اور انجیل میں حضورِ اکرم ﷺ کا تعارف اس قدر واضح تھا کہ اہل کتاب حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے۔ ملاحظہ کریں۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۸۹ حاشیہ نمبر ۷۳ اور آیت نمبر ۱۴۶ حاشیہ نمبر ۱۰۴ اور سورہ انعام آیت نمبر ۲۰ حاشیہ نمبر ۲۱)

Marfat.com

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝١٥٧ ع

پس جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم کی [۸۳] اور ان کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

موجودہ بائبل میں بھی ایسی آیات موجود ہیں جو حضرت محمد ﷺ کی نشاندہی کرتی ہیں اس سلسلہ میں دی لیونگ بائبل برٹش ایڈیشن ۱۹۷۵ء سے درج ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

1- When the father sends the Comforter to represent me. and by the Comforter I mean the Holy Spirit - he will teach you much, as well as remind you of everything I myself have told you. (John:14:26)

2- But the fact of the matter is that it is best for you that I go away, for if I don't, the Comforter won't come. If I do, he will - for I will send him to you.....Oh, there is so much more I want to tell you, but you can't understand it now. When the Holy Spirit, who is the truth, comes, he will guide you into all truth, for he will not be presnting his own ideas, but will be passing on to you what he has heard. He will tell you about the future. He shall praise me and bring me great honour by showing you my glory. (John:16:7-14)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

۱۔ جب باپ میری نمائندگی کے لئے مددگار کو بھیجے گا (مددگار سے میری مراد مقدس روح ہے) وہ تمہیں بہت کچھ سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب بھی تمہیں یاد دلائے گا۔ (یوحنا کی انجیل: باب ۱۴: آیت ۲۶)

۲۔ درحقیقت تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ میں چلا جاؤں کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار نہیں آئے گا لیکن اگر میں چلا جاؤں تو وہ آجائے گا کیونکہ میں اس کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔۔۔۔۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو سمجھ نہیں سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ جو کچھ سنے گا وہی تم کو پہنچائے گا۔ وہ تمہیں مستقبل کی خبریں دے گا۔ وہ میری تعریف کرے گا اور تمہیں میری عظمت دکھا کر مجھے بہت عزت دے گا۔

(یوحنا کی انجیل: باب ۱۶: آیات ۷ تا ۱۴)

بائبل کی مذکورہ آیات میں جس مقدس روح کی صفات کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ پر صادق آتی ہیں گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میرے بعد جو مقدس روح یعنی آخری نبی حضرت محمد ﷺ آئے گا وہ تمہیں میری شریعت سے آگاہ کرے گا اور اپنی شریعت کے تمام احکام سمجھائے گا چونکہ ان کی آمد کا وقت میرے بعد ہے اس لئے میرا جانا تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ وہ نبی تشریف لائے اور جو احکام تم اب نہیں سمجھ سکتے وہ تمہیں تمام سچائی کی راہ دکھائے۔ نیز وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے سنے گا وہی کہے گا۔ تمہیں مستقبل کی خبریں بھی دے گا اور میرے معجزات کا ذکر کر کے مجھے عزت دے گا۔

[۸۳] اس آیت کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ فلاح دارین ان لوگوں کو ملے گی جو حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائے، ان

Marfat.com

کی تعظیم کی، ان کے دین کی مدد کی اوران کے ساتھ نازل ہونے والے قرآن مجید کی پیروی کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے مراد وہ اقوال، افعال اور احوال ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت اور خالص محبت میں اہل ایمان سے ظہور پذیر ہوتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ کفر وشرک سے پاک ہوں۔ اہل ایمان پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم لازم ہے۔ آپ کی تعظیم کے چند پہلو ملاحظہ کریں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم قرآن مجید کی روشنی میں

ا۔ بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا تا کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو۔ (قرآن: ۴۸:۸ تا ۹)

۲۔ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان سے اس طرح بلند آواز سے بات کرو جیسے تم آپس میں بلند آواز سے بات کرتے ہو کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (قرآن: ۴۹:۲) اس سے معلوم ہوا جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کا ارتکاب کرتے ہیں ان کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔

۳۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے پرکھ لیا ہے، ان کے لئے مغفرت اور بہت بڑا ثواب ہے۔ (قرآن: ۴۹:۳)

۴۔ بے شک جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ (قرآن: ۴۹:۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم حدیث پاک کی روشنی میں

ابوسعید بن معلّی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا، ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نماز پڑھی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کس چیز نے تمہیں میرے پاس حاضر ہونے سے روکا؟ میں نے عرض کیا: میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: اے ایمان والو! جس وقت تمہیں اللہ اور اس کا رسول بلائے تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔ (ابوداؤد: ۱۴۵۸: کتاب الصلوٰۃ: باب ۳۵۱)

فقہائے کرام نے اس آیت اور حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بلائیں تو اس پر واجب ہے کہ وہ نماز چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ انفال: زیر آیت نمبر ۲۴) ویسے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا نماز کا حصہ ہے جیسا کہ ہر نمازی اپنی نماز کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہتا ہے۔
(خصائص کبریٰ: جلد دوم: ص ۲۵۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے متعلق اہل بیت اور صحابہ کرام کا طرز عمل

ا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی جب واپس مکہ گیا تو اس نے قریش سے کہا: "اے میری قوم! خدا کی قسم! میں قیصرو کسریٰ اور نجاشی وغیرہ کی بادشاہوں کے پاس وفود لے کر گیا ہوں، بخدا! میں نے کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم نہیں دیکھی جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

اصحاب حضرت محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب بھی آپ تھوکتے تو کوئی نہ کوئی صحابی اس کو اپنی ہتھیلی پر لے لیتا، پھر اس لعاب کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا اور جب آپ کسی کام کا حکم دیتے تو سب اس کام کو کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرتے اور جب آپ وضو کرتے تو آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لئے وہ سب ایک دوسرے پر اس طرح جھپٹ پڑتے جیسے وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے اور جب آپ بات کرتے تو آپ کے سامنے سب خاموش ہو جاتے اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کو گھور کر نہیں دیکھتے۔" (بخاری: کتاب الشروط: باب ۱۵)

۲۔ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوتیں تو نبی کریم ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے، ان (کے سر) کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے اور نبی کریم ﷺ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے تو وہ نبی کریم ﷺ کے لئے کھڑی ہو جاتیں، آپ کے (دستِ مبارک) کو بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ (ترمذی: ابواب المناقب: باب ۶۱)

۳۔ حضرت وازع بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: "جب ہم وہاں پہنچے تو ہمیں بتایا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہم نے آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ اور پاؤں چومنا شروع کر دیئے۔" (امام بخاری: الادب المفرد: ص ۲۸۸)

۴۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے ہاتھ چوما کرتے تھے اور تابعین جو حضور اکرم ﷺ کی زیارت نہ کر سکے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان ہاتھوں کو چوما کرتے تھے جن ہاتھوں نے حضور اکرم ﷺ کے ہاتھوں میں بیعت کی تھی۔ ایک دن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے ہاتھ سے چھوا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو چوم لیا۔ (امام بخاری: الادب المفرد: ص ۲۸۸۔۲۸۷)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہمارے ساتھ بیٹھتے، گفتگو فرماتے اور جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے اور (اس وقت تک) کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم دیکھتے کہ آپ ﷺ ازواجِ مطہرات میں سے کسی ایک کے گھر میں داخل ہو گئے ہیں۔ (ابوداؤد: کتاب الادب: باب ۱)

۶۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہوتے اور نعلین مبارک اتار دیتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کو اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لیتے اور جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو نعلین مبارک پہناتے۔

(السیرۃ الحلبیۃ: جلد ۳: ص ۴۵۵)

وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کی تعظیم

قاضی عیاض لکھتے ہیں: وفات کے بعد بھی نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر لازم ہے جس طرح آپ کی حیات میں لازم تھی۔ ابو ابراہیم نے کہا: ہر مؤمن پر واجب ہے کہ جب وہ آپ کا ذکر کرے یا اس کے پاس آپ کا ذکر کیا جائے تو وہ پورے خشوع و خضوع کے ساتھ اپنے اوپر ایسی باادب کیفیت طاری کرے جیسے وہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہے۔ (شرح شفا: جلد دوم: ص ۷۱) قاضی عیاض آگے صفحہ ۷۲ پر لکھتے ہیں: بنی عباس کے دوسرے خلیفہ ابوجعفر نے مسجد نبوی میں امام مالک رضی اللہ عنہ سے بحث کرتے ہوئے اپنی

Marfat.com

آواز بلند کی۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ اس مسجد میں اپنی آواز بلند نہ کریں۔ خلیفہ ابو جعفر نے امام مالک کی بات کو تسلیم کر لیا اور پوچھا: جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف میں کھڑا ہو کر دعا کروں تو آپ کی طرف منہ کروں یا قبلہ کی طرف منہ کروں؟ امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا رُخ کیوں پھیرتے ہیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اور آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں، بلکہ آپ کی طرف منہ کیجئے اور آپ سے شفاعت طلب کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں ان کی شفاعت کو قبول فرمائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آپ کے پاس آجاتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا پاتے۔''
(قرآن: ۴:۶۴)

سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا تو کسی آدمی نے مجھے کنکری ماری۔ میں نے دیکھا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے (دو آدمیوں کی طرف اشارہ کیا جو مسجد میں بلند آواز سے باتیں کر رہے تھے اور) فرمایا: ان دو آدمیوں کو میرے پاس لے آؤ، میں ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: وہ طائف کے رہنے والے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اس شہر (مدینہ منورہ) کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آوازیں بلند کرتے ہو۔ (بخاری: کتاب الصلوۃ: باب ۸۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تعظیم

امام مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا۔ وہ اس وقت لیٹے ہوئے تھے، پس وہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور پھر حدیث بیان کی (اگرچہ وہ بیمار تھے اور انہیں اٹھ کر بیٹھنے میں تکلیف بھی ہوئی)، سائل نے کہا: میری خواہش تو یہی تھی کہ آپ اٹھ کر بیٹھنے کی تکلیف نہ کرتے (کیونکہ آپ بیمار ہیں)، آپ نے کہا: میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میں لیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں۔ (شرح شفا: جلد دوم: ص ۷۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و تبرکات کی تعظیم

حضرت نافع سے مروی ہے کہ ''صحابی رسول حضرت عبد اللہ ابن عمران مقامات کی زیارت کرنے کے لئے جاتے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نماز ادا فرمائی اور اس درخت کو بھی پانی دیتے کہ کہیں سوکھ نہ جائے جس درخت کے نیچے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا تھا۔'' (کنز العمال: جلد ۱۳: حدیث نمبر ۳۷۲۵۵) مزید اس کے بارے میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۸ کا حاشیہ نمبر ۲۰۹ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ
جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۪
فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ
يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

۱۵۸۔ آپ فرمائیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، [۸۴] وہ اللہ تعالیٰ جس کی بادشاہی آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، پس تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر جو نبی اُمی ہے جو خود اللہ تعالیٰ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں اور تم اس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

---

[۸۴] آپ ﷺ سے پہلے ہر قوم اور ہر علاقہ کی طرف الگ الگ انبیائے کرام علیہم السلام مخصوص اوقات کے لئے آتے رہے، مثال کے طور پر حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی طرف (قرآن: ۷:۶۵) حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف (قرآن: ۷:۷۳) حضرت شعیب علیہ السلام کو اہل مدین کی طرف (قرآن: ۷:۸۵) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف (قرآن: ۳:۴۹) بھیجا گیا۔

سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو دنیا کے ہر علاقے اور تمام انسانوں کے لئے مبعوث فرمایا، اس لئے آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک آنے والی تمام نسلوں کو شامل ہے کیونکہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔

آپ ﷺ کی عالمگیر نبوت قرآن پاک کی روشنی میں

۱۔ اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ (قرآن: ۷:۱۵۸)

۲۔ ہم نے آپ ﷺ کو سارے جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا۔ (قرآن: ۲۱:۱۰۷)

۳۔ بڑی برکت والا ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر قرآن اُتارا تا کہ وہ سارے جہان والوں کو (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والا بن جائے۔ (قرآن: ۲۵:۱)

۴۔ ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ (قرآن: ۳۴:۲۸)

آپ ﷺ کی عالمگیر نبوت احادیث کی روشنی میں

۱۔ پہلے نبی کسی ایک مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔
(بخاری: کتاب التیمم: باب ۱)

۲۔ پہلے ہر نبی اپنی مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں ہر سرخ اور سیاہ کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔
(مسلم: کتاب المساجد: حدیث نمبر ۳)

۳۔ مجھے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا ہے۔
(مسلم: کتاب المساجد: حدیث نمبر ۵)

Marfat.com

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

۱۵۹۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے کچھ لوگ ہیں جو راہِ حق بتاتے ہیں اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔[۸۵]

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰی ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

۱۶۰۔ اور ہم نے ان کو بارہ الگ الگ قبیلوں میں تقسیم کر دیا، اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی جب ان کی قوم نے ان سے پانی مانگا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، ہر قبیلے نے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا، اور ہم نے ان پر بادل کا سایہ کر دیا اور ہم نے ان پر من وسلویٰ اُتارا، ہم نے تمہیں جو پاک چیزیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ، اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔[۸۶]

[۸۵] اس سورت کی آیت نمبر ۱۰۳ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کا تذکرہ شروع ہے۔ چونکہ تورات میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان ہوئے تھے اس لئے موقع کی مناسبت سے آیات ۱۵۷۔۱۵۸ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر نبوت کا ذکر کرنے کے بعد اب پھر سلسلہ کلام واپس بنی اسرائیل کی طرف جا رہا ہے، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بھی اور آپ کے بعد بھی آپ کی قوم میں کچھ لوگ ایسے موجود رہے جو ہمیشہ حق اور انصاف پر قائم رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب تورات میں اُمتِ محمدیہ کے احوال پڑھے تو عرض کیا: اے میرے رب! میں نے ایک ایسی اُمت پائی جو اپنے مال کا صدقہ دے گی، پھر اس کی طرف وہ مال لوٹ آئے گا اور وہ اس کو کھائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ امت تیرے بعد ہوگی اور یہ امتِ احمد ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں نے ایک ایسی اُمت پائی جو پانچ نمازیں پڑھے گی اور وہ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لئے کفارہ ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ اُمت تمہارے بعد ہوگی اور یہ اُمت احمد ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے اُمتِ احمد میں سے کر دے۔ تب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راضی کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی، یعنی موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے کچھ لوگ ہیں جو حق کے ساتھ ہدایت دیتے ہیں اور حق کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) یعنی اے موسیٰ علیہ السلام آپ پریشان نہ ہوں آپ کی امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ہمیشہ حق اور انصاف پر قائم رہیں گے۔

[۸۶] آیات نمبر ۱۶۰ تا ۱۶۲ کے لئے سورہ بقرہ آیات نمبر ۵۷ تا ۶۰ کی تفسیر ملاحظہ کریں، تقریباً مضمون ایک ہی ہے۔

Marfat.com

وَ اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

۱۶۱۔ اور جب ان سے کہا گیا کہ اس بستی میں جا کر آباد ہو جاؤ اور اس میں جہاں سے جی چاہے کھاؤ اور کہو: ہمیں بخش دے اور دروازے سے سر جھکائے ہوئے داخل ہو تو ہم تمہارے لئے تمہاری خطائیں بخش دیں گے، اور نیک لوگوں کو زیادہ اجر دیں گے۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ ع

۱۶۲۔ پس جو بات انہیں کہی گئی تھی ظالموں نے اسے بدل کر کچھ اور کر دیا تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا کیونکہ وہ ظلم کرتے تھے۔

وَسْـَٔـلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

۱۶۳۔ اور (اے رسول!) آپ ان سے اس بستی کے متعلق پوچھیں جو سمندر کے کنارے واقع تھی جبکہ وہ سبت کے حکم کی نافرمانی کرتے تھے، [۸۷] جب ہفتہ کے دن مچھلیاں تیرتی ہوئی ان کے پاس آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو وہ ان کے پاس اس طرح (اتنی کثرت سے) نہ آتی تھیں، ہم ان کو آزمائش میں ڈالتے تھے اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

---

[۸۷] سبت سے مراد ہفتہ کا دن ہے، یہ دن بنی اسرائیل کے لئے مقدس اور عبادت کے لئے خاص تھا۔ اس دن میں دنیاوی کاموں یعنی تجارت، زراعت اور شکار کی سخت ممانعت تھی اور جو شخص اس حکم کی خلاف ورزی کرتا اس کو قتل کرنے کا حکم تھا۔

اس آیت میں بستی سے مراد ایلہ ہے جو مدین اور طور کے درمیان، بحیرہ قلزم کے کنارے واقع تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں یہاں بنی اسرائیل آباد تھے اور ان کا زیادہ تر ذریعہ معاش مچھلیاں پکڑنا تھا۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش کے لئے ہفتہ والے دن مچھلیاں کثرت سے ظاہر ہوتیں اور دوسرے دنوں میں بہت کم نظر آتیں، چنانچہ انہوں نے سمندر کے کنارے گڑھے کھودے اور نالیوں کے ذریعہ ان کو سمندر سے ملا دیا۔ ہفتہ والے دن وہ نالیاں کھول دیتے اور جب مچھلیاں ان نالیوں کے ذریعہ ان کے گڑھوں میں آ جاتیں تو وہ نالیاں بند کر دیتے اور اتوار والے دن گڑھوں میں پھنسی ہوئی مچھلیوں کو پکڑ لیتے۔ اس طرح حیلے اور فریب سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرتے۔

Marfat.com

وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

۱۶۴۔ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے (ناصحین سے) کہا کہ تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے، [۸۸] انہوں نے کہا: تاکہ (ہم) تمہارے رب کے سامنے معذرت پیش کر سکیں اور شاید وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـِٔيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾

۱۶۵۔ پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو فراموش کر دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو بُرائی سے روکتے تھے اور جو لوگ ظلم کرتے تھے ہم نے ان کو بُرے عذاب میں مبتلا کر دیا اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾

۱۶۶۔ پھر جب انہوں نے اس چیز سے سرکشی کی جس سے وہ روکے گئے تھے تو ہم نے انہیں حکم دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔

یہ واقعہ بنی اسرائیل کے علماء اچھی طرح جانتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے اس واقعہ کا اعلان کیا تو کسی یہودی عالم نے اس کی تردید نہیں کی۔ نیز اس واقعہ کا بیان حضور اکرم ﷺ کی نبوت کا ایک ثبوت بھی ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کو اس واقعہ کی خبر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی عطا فرمائی۔

[۸۸] ہفتہ کے دن شکار کرنے والوں کو نیک لوگ منع کرتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔ اس پر کچھ لوگ کہنے لگے کہ تم ان ظالموں کو نصیحت کیوں کرتے ہو یہ عادی مجرم ہیں اور ان کے کرتوت بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرنے والا ہے یا ان کو سخت عذاب دینے والا ہے۔ اس پر نیک لوگ کہنے لگے: ہماری تبلیغ کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ قیامت کے دن ہم یہ کہہ سکیں: یا اللہ! ہم نے ان کو خلوص بھری نصیحتیں کیں مگر انہوں نے ہماری ایک نہ سنی۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ شاید وہ ہماری نصیحت سے متاثر ہو کر نافرمانی سے باز آجائیں اور متقی بن جائیں مگر جب ان ظالموں نے نیک لوگوں کی نصیحت کو جان بوجھ کر پس پشت ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے نصیحت کرنے والوں کو نجات دے دی اور ظالموں کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے بیماری اور ناداری وغیرہ کے سخت عذاب میں مبتلا کر دیا۔ (تفسیر نعیمی) لیکن اس کے باوجود جب وہ نافرمانی سے باز نہ آئے اور مسلسل سرکشی کرتے رہے تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی شکلیں بندروں جیسی بنا دیں اور وہ چند روز کے بعد ہلاک کر دیئے گئے۔

Marfat.com

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

۱۶۷۔ اور یاد کرو جب آپ کے رب نے اعلان کیا تھا کہ وہ ان پر قیامت کے دن تک ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو انہیں بُرا عذاب چکھائیں گے،[۸۹] بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور وہ بڑا بخشنے والا بہت مہربان بھی ہے۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾

۱۶۸۔ اور ہم نے انہیں زمین میں کئی گروہوں میں تقسیم کر دیا، [۹۰] ان میں سے بعض نیک ہیں اور بعض دوسری طرح کے ہیں اور ہم نے انہیں نعمتوں اور تکلیفوں کے ساتھ آزمایا تا کہ وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کریں۔

[۸۹] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو پیشگی وارننگ دے دی کہ جو لوگ احکام خداوندی کی خلاف ورزی پر قائم رہیں گے اور توبہ نہیں کریں گے ان پر ایسے جابر حکمران مسلط کر دیئے جائیں گے جو انہیں قیامت تک سخت عذاب میں مبتلا رکھیں گے جیسے ۵۹۸ قبل مسیح میں ملوک بابل نے اور ۵۸۷ قبل مسیح میں بخت نصر نے بنی اسرائیل کے شہروں کو تباہ و برباد کر دیا۔ بے شمار یہودیوں کو قتل کر دیا اور زندہ بچ جانے والوں کو غلام بنا کر بابل کے عوام میں تقسیم کر دیا۔ آج کی تورات میں بھی بنی اسرائیل کی اس قسم کی محکومی اور تباہی کا ذکر موجود ہے۔ دی لیونگ بائبل۔ برٹش ایڈیشن ۱۹۷۵ء کے دو اقتباسات ملاحظہ کریں:

۱۔ اگر تم نے میری بات نہ سنی اور میرے احکام کو مسترد کر دیا تو میں بھی تمہیں مسترد کر دوں گا۔۔۔۔۔۔اور تمہارے بدترین دشمن تم پر حکومت کریں گے۔ (احبار:۲۶:۱۷۔۱۴)

۲۔ تمہاری نگاہوں کے سامنے تمہارے بیٹوں اور تمہاری بیٹیوں کو غلام بنا کر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس وقت اپنی اولاد کی محبت میں تمہارے دل ٹوٹ رہے ہوں گے مگر تم ان کی کوئی مدد نہ کر سکو گے۔ (استثناء:۲۸:۳۲)

قیامت تک کی محکومی سے مراد ان نافرمانوں کی زندگی کا وقت بھی ہو سکتا ہے کیونکہ افراد اور قوموں کی تباہی سے ان کی دنیا ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو گویا اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے۔''

(تفسیر الشعراوی: رواہ الدیلمی)

[۹۰] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو زمین کے مختلف علاقوں میں منتشر کر دیا جیسا کہ بائبل میں بھی موجود ہے: ''میں تم کو دیگر قوموں میں منتشر کر دوں گا اور تمہیں اور تمہارے شہروں کو جنگوں کے ذریعہ تباہ کر دوں گا'' (دی لیونگ بائبل: احبار:۲۶:۳۳) تاہم ان میں نیک لوگ بھی تھے اور بُرے بھی اور ہم انہیں کبھی خوشحالی اور کبھی تنگدستی کے ذریعہ آزماتے رہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آ جائیں۔

آج مسلمانوں کی حالت بھی ایسی ہی ہے۔ ہم میں بھی اچھے اور بُرے ہر قسم کے مسلمان موجود ہیں اور ہمیں بھی خوشحالی اور تنگدستی کے

Marfat.com

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

۱۶۹۔ پھران کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین بنے جو کتاب کے وارث ہو کر اس (فانی) دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عنقریب ہمیں بخش دیا جائے گا، [۹۱] اور اگر ان کے پاس اس طرح کا اور مال آجائے تو اُسے بھی لے لیں گے، کیا ان سے کتاب میں یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق حق کے سوا کچھ نہیں کہیں گے اور انہوں نے وہ سب کچھ پڑھ لیا جو تورات میں تھا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے آخرت ہی کا گھر بہتر ہے، کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔

ذریعہ آزمایا جارہا ہے۔

[۹۱] یعنی پہلے تو یہود میں صالح لوگ تھے مگر بعد میں آنے والے جو اہل علم تورات کے وارث بنے ان میں سے اکثر نے دنیاوی منفعت کے بدلے تورات کے احکام میں ہیرا پھیری شروع کر دی اور ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ لوگ ہیں اور گناہوں کے باوجود ان کی مغفرت ہو جائے گی حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ تورات میں یہ کہیں نہیں لکھا ہوا کہ بہر صورت ان کی بخشش ہو جائے گی بلکہ تورات میں تو ان سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ناحق بات نہیں کہیں گے لیکن اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور اپنی بخشش پر یقین رکھتے ہیں اور اس غلط فہمی کی وجہ سے وہ گناہوں پر دلیر ہو چکے تھے۔ جب بھی انہیں کہیں مادی منفعت نظر آتی تو وہ تورات کے احکام بدلنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کرتے۔ آج مسلمانوں کے زوال کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ دنیاوی مفادات کی خاطر آخرت کو بھول گئے ہیں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”قریب ہے کہ ساری قومیں اکٹھی ہو کر تم پر حملہ کر دیں جیسے طفیلی کھانے پر جھپٹتے ہیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا: اس دن ہماری تعداد کم ہو گی؟ آپ نے فرمایا: اس دن تمہاری تعداد زیادہ ہو گی مگر تم سیلاب میں بہنے والے تنکوں کی طرح ہو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا۔ صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ وہن کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔“ (ابوداؤد: کتاب الملاحم: باب ۵)

اس آیت میں یہود کی جس غلط فہمی کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ بہر صورت بخشے جائیں گے، آج مسلمان بھی اس قسم کی غلط فہمی کی وجہ سے گناہوں پر دلیر ہوتے جارہے ہیں جیسا کہ معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں: ”عنقریب لوگوں کے سینوں میں قرآن اس طرح بوسیدہ ہو جائے گا جس طرح کپڑا بوسیدہ ہو جاتا ہے۔ لوگ اس کی تلاوت پر ہجوم کریں گے مگر کوئی شوق اور لذت محسوس نہیں کریں گے۔ بھیڑیوں کے دلوں پر بھیڑوں کی کھالیں پہنیں گے (ان کا ظاہر ان کے باطن سے مختلف ہو گا)۔ ان کے اعمال میں لالچ ہو گا خوف خدا نہیں ہو گا۔

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

۱۷۰۔ اور جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں، بے شک ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کریں گے۔[۹۲]

وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع

۱۷۱۔ اور جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ کو معلق کر دیا گویا وہ سائبان ہے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ ان پر گرنے والا ہے، [۹۳] (اور حکم دیا کہ) جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد رکھو تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾

۱۷۲۔ اور یاد کرو جب آپ کے رب تعالیٰ نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا اور انہیں خود ان کے نفسوں پر گواہ بنایا (اور پوچھا:) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ [۹۴] انہوں نے کہا: کیوں نہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں، (یہ گواہی اس لیے تھی) تا کہ قیامت کے دن تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔

اگر وہ کوتاہی کریں تو کہتے ہیں: ہم اس کو پورا کرلیں گے اور اگر وہ برائی کریں تو کہتے ہیں: ہمیں بخش دیا جائے گا کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔ (سنن دارمی: کتاب فضائل القرآن: باب ۴)

[۹۲] یہود میں سے جن لوگوں نے تورات کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور نماز قائم کرتے رہے اللہ تعالیٰ ان کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا۔

[۹۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب تورات کے احکام سنائے تو بنی اسرائیل نے ان پر عمل کرنے سے معذرت کی جس پر اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو اٹھا کر سائبان کی طرح ان کے سروں پر معلق کر دیا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ ان پر گرنے والا ہے، چنانچہ انہوں نے گھبرا کر تورات کے احکام پر عمل کرنے کا وعدہ کرلیا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دین میں جبر نہیں ہے تو بنی اسرائیل کو احکام تورات قبول کرنے پر مجبور کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا درست نہیں ہے لیکن جو مسلمان ہو اور اسلامی حکومت کا باشندہ ہو، پھر اگر وہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی کرے تو اس کو اسلامی قوانین کا پابند بنانا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

[۹۴] اللہ تعالیٰ نے جس طرح فرشتوں کو جمع کر کے انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا اور زمین پر انسان کی خلافت کا اعلان کیا اسی

Marfat.com

طرح قیامت تک پیدا ہونے والی پوری نسل انسانی کو حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی پشتوں سے نکالا اور عرفات پہاڑ کے متصل وادیٔ نعمان میں جمع کیا۔ ان کو وجود، شعور اور قوت گویائی عطا فرما کر ان سے اپنی ربوبیت کی گواہی لی، اس کو میثاق الست کہا جاتا ہے۔ یعنی ان سے پوچھا: ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' تو سب نے جواب دیا: کیوں نہیں! ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں تم پر زمین و آسمان اور تمہارے باپ آدم کو گواہ بناتا ہوں تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہم کو اس میثاق کا علم نہیں تھا۔ خوب جان لو کہ میرے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے اور نہ ہی میرے سوا کوئی دوسرا رب ہے۔ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ میں تمہارے پاس اپنے رسول بھیجوں گا جو تم کو میرے اس عہد و میثاق کی یاد دہانی کرائیں گے۔۔۔۔'' (مسند احمد: جلد ۵: ص ۱۳۵)

یہاں سوال یہ ہے کہ جب انسان اس دنیا میں پیدا ہوا تو وہ اس میثاق کو بھول چکا تھا تو پھر قیامت کے دن اس میثاق کو حجت بنانا اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دینا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں چند نکات ملاحظہ ہوں:

۱۔ یہ درست ہے کہ اس دنیا میں پیدا ہونے کے بعد وہ میثاق انسان کے شعور میں حاضر نہیں ہوتا مگر انسانی فطرت اور تحت الشعور میں اس کے اثرات موجود ہوتے ہیں اور جب بھی کوئی انسان اپنی تخلیق کے مقصد اور نظام کائنات میں غور کرتا ہے تو اس میثاق کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں، جس طرح کوئی انسان سونے کی ایک اینٹ جنگل میں کہیں دفن کرے اور اس جگہ کے نشانات اپنے ذہن میں محفوظ کر لے، پھر کچھ عرصہ بعد اگر اسے وہ جگہ بھول جائے تو وہ اس کے تحت الشعور میں ضرور موجود ہوتی ہے اور جنگل میں چکر لگانے اور دماغ پر زور دینے سے بالآخر اسے وہ نشانات یاد آہی جاتے ہیں جہاں اس کی اینٹ دفن ہوتی ہے۔

۲۔ یہ اسی میثاق کا واضح اثر ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک خدا کو مانا جاتا ہے اگرچہ اس کی تعریف میں اختلاف ہے، کسی نے پتھروں کو خدا بنا لیا اور کسی نے سورج کو مگر اس کا بنیادی تصور ہر دور، ہر علاقہ اور ہر نسل میں موجود رہا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے جب انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا اور انہوں نے اس میثاق کی یاد دہانی کا حق ادا کر دیا تو انبیائے کرام علیہم السلام کی یہ تبلیغ ایسی حجت ہے جس کا انکار ممکن نہیں ہے، اس کے باوجود جو نادان اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائے گا وہ جہنم میں جانے کا خود ذمہ دار ہوگا۔ جس طرح ایک نمازی چار رکعتوں کی بجائے تین رکعتیں پڑھ کر نماز سے فارغ ہو جاتا ہے اور چوتھی رکعت پڑھنا بھول جاتا ہے، اس جگہ موجود چند معتبر لوگ اسے بتاتے ہیں کہ اس نے ایک رکعت چھوڑ دی ہے، تو ان لوگوں کی یاد دہانی اس نمازی پر حجت ہوگی۔ اب اگر وہ دوبارہ پوری چار رکعتیں نہیں پڑھے گا تو وہ مجرم ہوگا، اگرچہ خود اسے یاد نہیں کہ اس نے صرف تین رکعتیں پڑھی ہیں مگر معتبر لوگوں کے بتانے کے بعد اب اس کے لئے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح انبیائے کرام علیہم السلام نے ساری دنیا کو یہ بھولا ہوا میثاق یاد کرایا ہے، لہٰذا ان کی گواہی کے بعد اب کسی کافر کے لئے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

۴۔ جب ماں اپنے جوان بیٹے کو اس کے بچپن کی باتیں سناتی ہے تو اگرچہ اس کے بیٹے کو وہ باتیں یاد نہیں ہوتیں لیکن پھر بھی وہ بلا چون و چرا مان لیتا ہے کیونکہ اسے ماں پر اعتماد ہے۔ اسی طرح جب انبیائے کرام علیہم السلام نے آسمانی کتابوں کے ذریعہ وہ بھولا ہوا میثاق یاد دلایا تو بنی آدم کو بھی بلا تامل اسے مان کر آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔

Marfat.com

اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾

۱۷۳۔ یا تم یہ نہ کہہ سکو کہ شرک کی ابتدا تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کی تھی اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے ہیں، کیا تو باطل پرستوں کے فعل کی وجہ سے ہمیں ہلاک کرے گا؟[۹۵]

۵۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو فطرت اسلام پر پیدا فرمایا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی فطرت میں ایسی صلاحیت اور استعداد رکھی ہے جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر سکتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی فطرت (اسلام کو مضبوطی سے پکڑلو) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔'' (قرآن: ۳۰:۳۰) اس آیت کی تفسیر میں حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

الف۔ ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

(بخاری: کتاب الجنائز: باب ۸۰)

ب۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اپنے سب بندوں کو حنیف یعنی مسلمان پیدا کیا، پھر شیطان نے ان کو دینِ فطرت سے دور کر دیا۔

(مسلم: کتاب الجنۃ: باب ۱۶)

یہی وجہ ہے کہ جو بنی آدم بالغ ہونے سے پہلے بچپن میں ہی فوت ہو گئے چاہے وہ کفار اور مشرکین کی اولاد ہی کیوں نہ ہوں ان کو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا اور حضورِ اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق وہ بھی جنت میں جائیں گے۔

(بخاری: کتاب التعبیر: باب ۴۸)

۶۔ اس میثاق کو بھلا دینے میں بھی حکمت ہے تا کہ دنیا میں انسان کی آزمائش ہو سکے۔ اگر یہ میثاق شعور میں تازہ رہتا تو سارے انسان اہلِ ایمان ہوتے اور آزمائش کا مقصد فوت ہو جاتا۔ اس لئے اس میثاق کو انسان کے شعور سے ہٹا کر اس کے تحت الشعور میں محفوظ کر دیا گیا تا کہ انسان خود کوشش کر کے اس کو حاصل کرے اور کوشش کے ذریعہ صرف وہی چیز حاصل ہو سکتی ہے جس کی صلاحیت انسان کے تحت الشعور میں بالقوۃ موجود ہو کیونکہ جس چیز کی صلاحیت ہی موجود نہ ہو وہ کوشش کے باوجود بھی حاصل نہیں ہو سکتی، مثلاً انسان کے اندر تیرنے کی صلاحیت ہے، لہٰذا وہ کوشش کر کے تیرنا سیکھ سکتا ہے مگر اس کے اندر اڑنے کی صلاحیت نہیں ہے، لہٰذا وہ کوشش کے باوجود بھی اڑنا نہیں سیکھ سکتا۔ آج دنیا میں ایک ارب سے زائد مسلمان موجود ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ میثاق الست کی برکت سے انسان کے اندر توحید پرستی کی صلاحیت موجود ہے جو کوشش کے ساتھ حاصل کی جا سکتی ہے اور جو اس تلاشِ حق کی کوشش نہ کرے وہ باطل پرستی کا مجرم ہے اور قیامت کے دن اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔

[۹۵] اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا میثاق اس لئے لیا تا کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہم بے خبر تھے یا شرک کی ابتدا تو ہمارے باپ دادوں نے کی تھی، ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد تھے اور گھر کے ماحول سے متاثر ہو کر ہم نے بھی شرک اختیار کر لیا تو ہمارے بڑوں کے جرم کی سزا ہمیں کیوں دی جائے؟

Marfat.com

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿١٧٤﴾

۱۷۴۔ اور اسی طرح ہم آیات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ (حق کی طرف) لوٹ آئیں۔

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿١٧٥﴾

۱۷۵۔ اور (اے رسول مکرم!) ان کو اس شخص کا حال سنائیے جس کو ہم نے اپنی آیتوں کا علم دیا مگر وہ ان آیات سے (روگردانی کرتے ہوئے) نکل گیا، [۹۶] پھر شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿١٧٦﴾

۱۷۶۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کے باعث اس کا رتبہ بلند کر دیتے، لیکن وہ پستی کی طرف جھک گیا اور اپنی خواہش کی پیروی کرنے لگا، [۹۷] تو اس کی مثال کتے جیسی ہے، اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے اور اگر تو اسے چھوڑ دے تب بھی ہانپے، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، آپ (انہیں) یہ واقعات سنائیں شاید وہ غور و فکر کریں۔

دراصل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر انسان کے شعور میں یہ بھولا ہوا میثاق تازہ کر دے گا اور انہیں یاد آ جائے گا کہ واقعی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا اور انہیں یہ بھی یاد آ جائے گا کہ دنیاوی زندگی میں کئی بار اس میثاق کے اثرات ان کے شعور میں ظاہر ہوئے اور ان کی فطرت نے انہیں ایک خدا کی نشاندہی کی مگر انہوں نے تعصب اور ماحول کے ڈر سے انہیں دبا دیا، لہٰذا اس دن وہ اپنے خلاف گواہی دینے پر مجبور ہوں گے اور اقرار کریں گے کہ واقعی وہ کافر تھے اور انہیں دنیاوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ (قرآن: ۶: ۱۳۰) اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی کے ماں باپ غلط عقائد کے حامل ہوں تو اولاد کو تلاشِ حق کی پوری کوشش کرنی چاہیے کیونکہ نیک اور متقی ماں باپ کی تقلید جنت کا راستہ ہے مگر مشرک اور غلط کار ماں باپ کی تقلید جہنم کا راستہ ہے۔

[۹۶] یہاں ایک ایسے شخص کا قصہ بیان کیا گیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتاب کا علم عطا فرمایا مگر اس نے اس علم سے روگردانی کر لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ گمراہ ہو گیا۔ یہ عالم کون تھا؟ قرآن پاک نے اس کا نام ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ مثال ایک دعوتِ فکر ہے اور ہر اس شخص پر صادق آتی ہے جو دین حق کی نعمت حاصل کر چکنے کے بعد پھر اس کا تارک ہو گیا ہو اور ایسے دین فروش علماء ہر دور اور ہر مذہب میں ہوتے ہیں جو دنیا کے لالچ اور طمع کی خاطر احکام خداوندی کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

[۹۷] اگر وہ عالم احکام خداوندی پر عمل کرتا تو اس کا مرتبہ بہت بلند ہوتا لیکن وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر کے پستی میں گر گیا۔ اس کی مثال

Marfat.com

سَآءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

۱۷۷۔ بہت بُری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ اپنے ہی نفسوں پر ظلم کرتے تھے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

۱۷۸۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جن کو وہ گمراہ کر دے تو وہی نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

۱۷۹۔ اور بے شک ہم نے بہت سے جن اور انسان جہنم کے لئے پیدا کئے، ان کے دل تو ہیں لیکن وہ ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان تو ہیں لیکن وہ ان سے سنتے نہیں، [۹۸] وہ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ، یہی لوگ غافل ہیں۔

کتے جیسی ہے، اگر کتے پر حملہ کیا جائے اور تنگ کیا جائے تو بھی وہ زبان باہر نکال کر ہانپتا ہے اور اگر اسے آزاد چھوڑ دیا جائے اور کچھ نہ کہا جائے تو بھی وہ زبان باہر نکال کر ہانپتا ہے یعنی سختی یا نرمی دونوں صورتوں میں ایک ہی قسم کی بے چینی ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح جو شخص عالم ہونے کے باوجود دنیا کے لالچ وطمع میں احکام خداوندی کی تکذیب کرتا ہے وہ امیر ہو یا غریب دونوں صورتوں میں دنیاوی حرص و ہوس میں سرگرداں رہتا ہے، جس طرح زبان باہر نکال کر ہانپنا کتے کی لازمی طبیعت ہے اسی طرح دنیاوی طمع اور لالچ اس کی فطرتِ ثانیہ بن جاتی ہے، لہٰذا اسے انجام بد سے ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے وہ ہر حال میں دنیاوی مال ودولت کا طالب رہتا ہے۔ حدیث میں دنیا کو مردار اور اس کے طالب کو کتا قرار دیا گیا ہے۔

دیلمی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ دنیا کی مثال ایسے مردار کی طرح ہے جس پر کتے جمع ہو گئے ہوں اور اس کو گھسیٹ رہے ہوں۔ (کنز الاعمال: جلد ۳: ص ۲۱۴)

[۹۸] اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو آنکھ، کان اور دل و دماغ دیئے تا کہ وہ دیکھ سن کر غور وفکر سے کام لیں اور جنت کا راستہ تلاش کریں مگر ان میں سے اکثر نے اپنی ان خداداد صلاحیتوں کا غلط استعمال کر کے جہنم کا راستہ اختیار کر لیا۔ یہ لوگ صورت میں تو انسان ہیں مگر سیرت کے اعتبار سے حیوانوں کی طرح ہیں کہ ان کو سوائے کھانے پینے اور عیش وعشرت کے اور کوئی کام ہی نہیں اور اگر غور کیا جائے تو حیوان بھی اپنے نفع اور نقصان کا خیال رکھتے ہیں اور جلتی ہوئی آگ کے قریب نہیں جاتے مگر یہ عقل کے اندھے حیوانوں سے بھی بدتر ہیں جو دانستہ جہنم کی آگ کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ ان کے اس منطقی انجام کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی تخلیق جہنم کے لئے کی گئی حالانکہ حقیقت یہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو انہیں اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔ (قرآن: ۵۱:۵۶) جس کا نتیجہ جنت ہے مگر

Marfat.com

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآىِٕهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

۱۸۰۔ اور سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں، سو اس کو ان ہی ناموں سے پکارو، [۹۹] اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، عنقریب انہیں سزا دی جائے گی جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ ع

۱۸۱۔ اور ان لوگوں میں جن کو ہم نے پیدا کیا ایک ایسی جماعت بھی ہے جو راہِ حق دکھاتی ہے اور اسی کے ساتھ عدل کرتی ہے۔ [۱۰۰]

انہوں نے اپنی غفلت کے باعث جہنم کا راستہ اختیار کیا یعنی نفسانی خواہشات اور دنیاوی معاملات میں تو وہ خوب غور وفکر کرتے ہیں مگر آخرت سے غافل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ لوگ دنیاوی زندگی کے ظاہر کو خوب جانتے ہیں مگر آخرت سے غافل ہیں۔''
(قرآن: ۳۰:۷)

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ صرف فرمانبرداری ہی کرتے ہیں اور حیوانوں میں صرف شہوت رکھی ہے اس لئے وہ عیاشی کرتے ہیں لیکن انسان میں عقل اور شہوت دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے، لہٰذا اگر اس کی عقل شہوت پر غالب آجائے تو وہ فرشتوں سے بہتر ہو جاتا ہے اور اگر اس کی شہوت عقل پر غالب آجائے تو وہ حیوانوں سے بدتر ہو جاتا ہے۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا   مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

[۹۹] اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا ذاتی نام بھی ایک ہے یعنی ''اللہ'' اس کی صفات بہت زیادہ ہیں اس لئے اس کے صفاتی نام بھی بہت زیادہ ہیں، مثلاً رحمن، رحیم، رازق، خالق وغیرہ جن کا ذکر قرآن وسنت میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات سب سے اکمل اور اعلیٰ ہیں اور ان صفات کی ترجمانی کرنے والے اسمائے گرامی بھی سب سے اچھے اور اعلیٰ ہیں، لہٰذا جب تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو یا اس سے دعا کرو تو موقع کی مناسبت سے اسمائے حسنیٰ میں سے انتخاب کرو اور اپنی طرف سے کوئی ایسا نام پیدا نہ کرو جو اس کے شایانِ شان نہ ہو، اور جو لوگ اس کے اسمائے گرامی میں کج روی کرتے ہیں تم ان سے کنارہ کشی کرو۔ وہ جیسا کریں گے ویسا بھگتیں گے۔

[۱۰۰] ماضی کے ہر دور میں کچھ لوگ ایسے تھے جو اپنے اپنے نبی کے لائے ہوئے پیغامِ حق وانصاف پر ثابت قدم رہے ہیں۔ آج بھی اگرچہ غیر مسلموں کی تعداد زیادہ ہے مگر اہلِ ایمان حضور اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دینِ حق پر قائم ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر جلوہ گر رہے گا۔ جو ان کو ناکام کرنا چاہے وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا (یعنی وہ حق پر ثابت قدم رہیں گے) حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر (اعلانِ قیامت) آجائے گا اور وہ اسی طرح (حق پر قائم) ہوں گے۔''
(مسلم: الامارۃ: حدیث نمبر ۱۹۲۰)

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٢﴾

۱۸۲۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم ان کو بتدریج تباہی کی طرف اس طرح لے جائیں گے کہ انہیں خبر تک نہ ہوگی۔[۱۰۱]

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿١٨٣﴾

۱۸۳۔ اور میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں، بے شک میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨٤﴾

۱۸۴۔ کیا انہوں نے اس بات پر غور و فکر نہیں کیا کہ ان کے صاحب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو ذرا بھی جنون نہیں،[۱۰۲] وہ تو صرف کھلم کھلا ڈرانے والے ہیں۔

---

[۱۰۱] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں بسا اوقات انہیں فوراً سزا نہیں ملتی بلکہ ان کے لئے دنیاوی عیش اور فراخی میں اضافہ ہو جاتا ہے جس سے انہیں غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ ان کا طرزِ عمل درست ہے مگر درحقیقت وہ بے خبری میں آہستہ آہستہ تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مہلت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں لیکن پھر بھی جو توبہ نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کی تدبیر بڑی سخت سزا کی صورت میں نازل ہوتی ہے۔ وہ چاہے تو اسی دنیا میں کسی وقت پکڑ لے یا چاہے تو آخرت میں مگر اس کی گرفت اتنی مضبوط ہے کہ پھر کوئی چھڑا نہیں سکے گا، لہٰذا اس دنیا میں نافرمانی کے باوجود اگر کسی کے رزق میں کشادگی ہے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، ہو سکتا ہے یہ اس کے لئے آزمائش اور تباہی کا ذریعہ ہو۔

[۱۰۲] اہل مکہ کے ہاں زندگی کا مقصد اور کامیابی کا معیار یہ تھا کہ اس زندگی کی سہولیات اور خواہشات کو زیادہ سے زیادہ حاصل کیا جائے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی خواہشات سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی یاد اور آخرت کی فکر میں سرگرم رہتے ہیں تو انہوں نے آپ کو مجنون کہنا شروع کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو متنبہ کیا کہ مجنون تو وہ ہوتا ہے جس کو اپنے اور اپنی قوم کے نفع و نقصان کا علم نہ ہو مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن، جوانی، شادی اور دیگر مشاغل سب تمہارے سامنے ہیں، کیا کوئی ایسا واقعہ پیش کر سکتے ہیں جہاں آپ نے دیوانگی کا مظاہرہ کیا ہو بلکہ ان کے کردار کو دیکھ کر تم خود ان کو صادق اور امین کہتے تھے۔ نیز جو شخص اللہ تعالیٰ کا علم و حکمت سے لبریز فصیح و بلیغ کلام سناتا ہے اور تمہیں برے انجام سے بچانے کے لئے پیشگی خبردار کرتا ہے۔ تو کیا تم غور نہیں کرتے کہ ایسا شخص مجنون ہو سکتا ہے ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے لئے منتخب فرمایا اور نبی مجنون نہیں ہوتا بلکہ تمام لوگوں سے زیادہ ذمہ دار اور عقل مند ہوتا ہے۔

Marfat.com

اَوَ لَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۙ وَّ اَنْ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

۱۸۵۔ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی وسیع مملکت میں غور نہیں کیا؟ اور ہر اس چیز میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی؟ اور اس میں کہ شاید ان کی مقررہ میعاد (موت یا قیامت) قریب آگئی ہو؟ تو پھر قرآن کے بعد کون سی بات ہے جس پر وہ ایمان لائیں گے؟ [۱۰۳]

مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ ؕ وَ یَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

۱۸۶۔ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کو چھوڑ دیتا ہے تاکہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

۱۸۷۔ یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ آپ فرمائیے: اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے، وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا، [۱۰۴] قیامت کی آمد آسمانوں اور زمین پر بہت گراں ہوگی، وہ تم پر اچانک ہی آجائے گی، وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا آپ اس کی تحقیق کر چکے ہیں، آپ فرما دیجئے: اس کا علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

---

[۱۰۳] کیا یہ منکرین زمین و آسمان کی عظیم مملکت اور بے شمار مخلوقات میں غور نہیں کرتے کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ کیا وہ سوچتے نہیں کہ ہو سکتا ہے ان کی موت کا وقت بالکل قریب آگیا ہو اور اس کے بعد ایمان لانے کی فرصت ہی ختم ہو جائے۔ کیا وہ قرآن مجید میں غور نہیں کرتے، اس سے زیادہ سچی اور واضح کتاب اور کوئی نہیں ہے، اگر وہ اس پر ایمان نہیں لاتے تو پھر اور کس چیز پر ایمان لائیں گے؟ یعنی اب ان کے ایمان لانے کی کوئی توقع نہیں اور ان کی مسلسل ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیا گیا ہے اور وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے بالآخر جہنم رسید ہو جائیں گے۔

[۱۰۴] اہل مکہ نے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کی تحقیق کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہی اس کو اس کے مقررہ وقت پر ظاہر فرمائے گا۔ قیامت کے متعلق بائبل میں بھی لکھا ہوا ہے: ”دنیا کے اختتام کا وقت اور تاریخ کوئی نہیں جانتا حتیٰ کہ فرشتے اور بیٹا (عیسیٰ) بھی نہیں جانتے، صرف باپ (خدا) جانتا ہے۔“ (دی لیونگ

Marfat.com

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

۱۸۸۔ آپ فرمادیجئے کہ میں اپنے نفس کے لئے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے، [۱۰۵] اور اگر

بائبل: متی کی انجیل: ۲۴:۳۶) تاہم نبی کریم ﷺ نے قیامت کی نشانیاں بیان فرمادیں، مثلاً خروج دجال، نزول عیسیٰ اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، البتہ قیامت کی آمد زمین وآسمان پر بہت گراں ہوگی کیونکہ وہ اچانک آجائے گی جس سے ساری کائنات ہلاک ہوجائے گی اور کسی کو ایک لحہ بھی مہلت نہیں دی جائے گی جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! انسان لقمہ اُٹھا کر منہ میں لے جانا چاہتا ہوگا مگر قیامت اس قدر اچانک قائم ہوجائے گی کہ انسان کو وہ لقمہ منہ میں ڈالنے کی مہلت بھی نہیں ملے گی۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی نے محققین کا قول نقل کیا ہے کہ: قیامت کے وقت کو لوگوں سے مخفی رکھنے کا سبب یہ ہے کہ جب انہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ قیامت کب آئے گی تو وہ اس سے ڈریں گے اور ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہوں میں مشغول ہوں اور قیامت آجائے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوشاں رہیں گے۔ (تفسیر کبیر) اسی حکمت کے پیش نظر عوام سے موت کے وقت کو مخفی رکھا گیا ہے کیونکہ اگر کسی کو بتادیا جائے کہ وہ دس سال بعد مرجائے گا تو ہو سکتا ہے اس پر شیطان غالب آجائے اور وہ یہ فیصلہ کر بیٹھے کہ 9 سال تو عیاشی میں گزارتا ہوں اس کے بعد توبہ کرلوں گا یا اتنا ڈرجائے کہ سارے کام چھوڑ کر صرف عبادت میں مصروف ہوجائے اور اس کے اہل خانہ بھوک اور فقر کا شکار ہوجائیں یہ دونوں صورتیں اس کے لئے اچھی نہیں ہیں۔ الغرض عوام سے قیامت کا وقت اس لئے مخفی رکھا گیا تا کہ وہ ہر وقت گناہوں سے بچنے میں کوشاں رہیں مگر انبیائے کرام علیہم السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی گناہوں سے پاک کر رکھا ہے اور وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، لہٰذا ان سے قیامت کو مخفی رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ احمد صاوی لکھتے ہیں: قیامت کا وقت ان مخفی امور میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے، وہ اس پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر رسولوں میں سے جن کو چاہے، لہٰذا یہ ایمان رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ دنیا چھوڑنے سے پہلے دنیا وآخرت اور جنت ودوزخ کے تمام غیوب پر مطلع فرمایا لیکن ان میں سے بعض کو مخفی رکھنے کا حکم دیا۔ (حاشیہ صاوی) اسی لئے آپ ﷺ نے قیامت کی نشانیاں تو بتادیں مگر اس کے سن کو مخفی رکھا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ قیامت اچانک آئے اور لوگوں کو پہلے سے پتہ نہ چلے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "بے شک قیامت آنے والی ہے میں اس (کے وقت) کو (لوگوں سے) مخفی رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص (قیامت کے ڈر سے نیک کام کرنے کی کوشش کرے اور قیامت میں اس) کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے۔ (قرآن: ۲۰:۱۵) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو مخفی رکھا تا کہ لوگ زیادہ راتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاریں اور جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کو بھی مخفی رکھا تا کہ لوگ جمعہ کے اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کریں۔

[۱۰۵] حضور اکرم ﷺ نے اہل مکہ کو فرمایا: میں اپنے نفس کو نفع یا نقصان پہنچانے کا کوئی ذاتی اختیار نہیں رکھتا۔ میرے پاس اپنے آپ کو یا کسی دوسرے کو نفع یا نقصان پہنچانے کا صرف اتنا اختیار ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے اور وہ عطا کردہ اختیار کتنا ہے۔

Marfat.com

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

میں ازخود غیب جانتا [۱۰۶] تو میں (ازخود) بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی لیکن میں تو صرف (نافرمانوں کو) ڈرانے والا ہوں اور ان لوگوں کو خوش خبری سنانے والا ہوں جو ایمان لائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے پیارے نبی! ''تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔'' (قرآن: ۹۳:۵) یعنی رب تعالیٰ اعلان کر رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ جو مانگیں اور جتنا مانگیں انہیں راضی کیا جائے گا۔ اب حضورِ اکرم ﷺ نے کتنا مانگا اور اللہ تعالیٰ نے کتنا عطا فرمایا؟ اس کا صحیح اندازہ کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔

ذرا غور تو کرو کوئی شخص اس وقت تک جنت کا مستحق نہیں ہو سکتا جب تک وہ ''محمد رسول اللہ'' پر ایمان نہ لائے۔ سبحان اللہ! جن کا نام اتنا نفع بخش ہے ان کی ذات کتنی نفع بخش ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بے شمار خزانے عطا فرمائے جن کو آپ ﷺ تقسیم کر کے لوگوں کو نفع پہنچا رہے ہیں جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے خود فرمایا: ''بے شک میں تقسیم کرنے والا اور خازن ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔'' (بخاری: خمس: باب ۷)

[۱۰۶] اے منکرو! اگر غیب کا علم میرا ذاتی ہوتا تو قوت بھی میری ذاتی ہوتی اور ذاتی قوت کے ذریعہ میں بہت سی خیر جمع کر لیتا یعنی تم سب کو مسلمان کر ڈالتا اور تمہیں کفر کی حالت میں دیکھنے کی مجھے تکلیف نہ ہوتی۔ (خزائن العرفان) مگر حقیقت یہ ہے کہ نہ میرا علم ذاتی ہے اور نہ ہی میری قوت۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں اور میں ان کو اس کی رضا کے مطابق استعمال کرتا ہوں۔ جتنی خیر وہ عطا کرتا ہے میں اس پر شاکر ہوں اور جو تکلیف وہ نازل کرتا ہے میں اس پر صبر کرتا ہوں۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم غیب کے ذریعہ ہمیشہ راحتوں کا طالب رہتا اور تکلیفوں سے دور رہتا تو عام مسلمانوں کے لئے میری زندگی نمونہ کیسے بنتی اور تکلیفوں میں انہیں حوصلہ کہاں سے ملتا؟ اس لئے میں نے فتح مکہ کی عظمت حاصل کرنے کے لئے پہلے غزوہ اُحد میں پیشانی کو زخمی کرانا برداشت کیا تا کہ آنے والی نسلوں کو علم ہو جائے کہ حق کو سربلند کرنے کے لئے باطل سے ٹکرانا پڑتا ہے۔

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے — شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رباب آخر

اس آیت میں حضورِ اکرم ﷺ سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے حالانکہ آپ نے شام و عراق کی فتوحات، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت جیسی بے شمار غیب کی خبریں دیں جو بعد میں صحیح ثابت ہوئیں تو ان دونوں میں تطبیق کیسے ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ خازن لکھتے ہیں: یہاں ایک احتمال تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بر سبیل تواضع اور ادب یہ فرمایا ہے، اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے مطلع نہ کرے میں خود غیب نہیں جان سکتا اور دوسرا احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کا یہ ارشاد اس وقت کا ہو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب پر آگاہی نہیں بخشی تھی اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کر دیا تو آپ نے غیب کی خبریں دیں۔ (تفسیر خازن) علامہ صاوی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے انتقال سے پہلے

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا و آخرت کے تمام غیبی امور سے آگاہ کر دیا۔ (حاشیہ صاوی) علامہ خفاجی لکھتے ہیں: اس آیت میں اُس علم غیب کی نفی ہے جو اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر ہو (اور ایسا علم کسی کو بھی حاصل نہیں ہو سکتا) لیکن اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جو علم غیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے وہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ غیب جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اس رسول کے جس کو وہ پسند کرے۔'' (قرآن: ۷۲: ۲۸۔۲۷) ابن عطاء نے کہا ہے: غیب پر اطلاع اللہ تعالیٰ کے نور کے ذریعہ ہوتی ہے جس کی دلیل یہ حدیث ہے: مؤمن کی فراست سے بچو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ (ترمذی: تفسیر القرآن: سورۃ الحجر) اور یہی معنیٰ ہے اس حدیثِ قدسی کا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں؛ اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے تو اس کو پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری: کتاب الرقاق: باب ۳۸) تو جس کی آنکھ کا نور اللہ تعالیٰ ہو جائے تو اس کا غیب پر مطلع ہونا کوئی عجیب نہیں ہے۔ (نسیم الریاض: جلد ۳: ص ۱۵۰) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق چند آیات اور احادیث ملاحظہ ہوں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب قرآن مجید کی روشنی میں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہیں (عام لوگوں کو) غیب پر آگاہ کرے، البتہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے (غیب کے علم کے لئے) چن لیتا ہے۔ (قرآن: ۳: ۱۷۹)

۲۔ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جن کو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں۔ (قرآن: ۳: ۴۴)

۳۔ اللہ تعالیٰ غیب جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اس رسول کے جس کو وہ پسند کرلے۔

(قرآن: ۷۲: ۲۷۔۲۶)

نبی کریم کا علم غیب احادیث کی روشنی میں

۱۔ ابوزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے، پھر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر ہو گئی، آپ منبر سے اُترے اور نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر آ گئی، پھر آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، پھر آپ نے ہمیں ماکان وما یکون (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے) کی خبریں دیں، سو ہم میں سے جس کا حافظہ زیادہ تھا اسی کا علم بھی زیادہ تھا۔

(مسلم: کتاب الفتن: باب ۶)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو پیش فرما دیا تو میں اسے اور اس میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح میں اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

(کنز العمال: حدیث نمبر ۳۱۹۷۱: جلد ۱۱: ص ۴۲۰)

Marfat.com

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾

۱۸۹۔ وہ (اللہ ہی) ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کرے، پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا تو اسے ہلکا سا حمل ہو گیا جسے لے کر وہ چلتی پھرتی رہتی ہے، پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو ان کا پروردگار ہے کہ اگر تو نے ہمیں صحیح وسالم بیٹا دیا تو ہم ضرور تیرے شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے۔[۱۰۷]

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

۱۹۰۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح وسالم بیٹا عطا فرمایا تو دونوں نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرا لئے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ان سے بلند و برتر ہے جنہیں وہ شریک بناتے ہیں۔

۳۔ حضرت انس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اُحد پر چڑھے، آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر ﷛، حضرت عمر ﷛ اور حضرت عثمان ﷛ تھے، وہ پہاڑ لرزنے لگا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (اے پہاڑ!) ساکن ہو جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ (بخاری، فضائل اصحاب: باب ۷)

مزید تفصیل اور دیگر احادیث کے لئے سورہ آل عمران (۳) کی آیت نمبر ۱۷۹، سورہ نساء (۴) کی آیت نمبر ۱۱۳، اور سورہ انعام (۶) کی آیات نمبر ۵۰، اور ۵۹ کی تفاسیر ملاحظہ ہوں۔

[۱۰۷] اس آیت کے شروع میں بطور تمہید حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ان ہی سے انسانیت کا سلسلہ شروع ہوا مگر بعد میں ایک عام جوڑے کو بطور تمثیل بیان کیا گیا ہے جس کے ذریعہ مشرکین کی حالت اور سوچ کو اجاگر کرنا مقصود ہے۔ (تفسیر کبیر) یعنی مشرک میاں بیوی کے ہاں جب اولاد کی امید لگتی ہے، ماں کا پیٹ بڑھ جاتا ہے تو میاں بیوی کو خوشی کے ساتھ ساتھ یہ اندیشہ بھی دامن گیر ہو جاتا ہے کہ اگر یہ بچہ اندھا، بہرا یا جسمانی وذہنی اعتبار سے معذور پیدا ہوا تو ماں باپ کی زندگی بھی عذاب بن جائے گی، لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں کہ اگر یہ بچہ صحیح وسالم پیدا ہوا تو ہم ضرور تیرے شکر گزار رہیں گے مگر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح وسالم اولاد عطا فرمائی تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اور اس کو بتوں کی طرف منسوب کرنے لگے حالانکہ بت تو خود مخلوق ہیں، وہ نہ تو کوئی چیز پیدا کر سکتے ہیں اور نہ کسی کی مدد کر سکتے ہیں بلکہ وہ تو اپنی مدد کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ ان کے منہ پر مکھی بیٹھ جائے تو اسے اُڑانے کی طاقت بھی نہیں رکھتے اور ان کی حالت یہ ہے کہ اگر تم بتوں کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ تمہاری پیروی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ بے جان ہیں، لہٰذا ان کو بلانا اور نہ بلانا دونوں برابر ہیں۔

Marfat.com

اَیُشْرِکُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْـًٔا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾

۱۹۱۔ کیا یہ لوگ ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں جو کوئی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔

وَ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾

۱۹۲۔ اور وہ ان (مشرکین) کے لئے کسی مدد کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔

وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾

۱۹۳۔ اور اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ تمہاری پیروی نہ کریں گے، تمہارے لئے برابر ہے خواہ تم انہیں بلاؤ یا خاموش رہو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۹۴﴾

۱۹۴۔ بے شک تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں، [۱۰۸] پس تم انہیں پکارو، پھر انہیں چاہیے کہ وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِهَاۤ ؗ اَمْ لَهُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ ؗ اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ ؗ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِیْدُوْنِ فَلَا

۱۹۵۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلیں؟ یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑیں؟ یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھیں؟ یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنیں؟ آپ کہیے: تم اپنے شریکوں کو بلاؤ، پھر میرے خلاف سازش کرو اور

---

[۱۰۸] اس آیت میں بتوں کو بندوں سے تشبیہ دی گئی ہے حالانکہ وہ بے جان ہیں۔ اس کے کئی جواب دیے گئے ہیں، مثلاً انسانوں کی طرح بت بھی مخلوق ہیں اور انہیں انسانوں کی صورت پر بنایا جاتا ہے۔ اس لئے انہیں بندے کہا گیا ہے اور علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ بت زندہ ہیں اور سنتے ہیں اس لئے ان کے اعتقاد کے مطابق انہیں بندہ کہا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر) اور مشرکین سے پوچھا گیا کہ اگر تمہارا یہ عقیدہ درست ہے کہ بت تمہارے خدا ہیں اور وہ سنتے بھی ہیں تو تم انہیں پکار کر تجربہ کر لو۔ ان کو تمہاری پکار کا جواب دینا چاہیے مگر وہ تو ہاتھ، پاؤں، آنکھ اور کانوں سے محروم ہیں اس لئے نہ تو وہ تمہاری کوئی بات سن سکتے ہیں اور نہ ہی تمہاری پکار کا جواب دے سکتے ہیں۔ درحقیقت بت تو تم سے بھی کم تر ہیں یعنی تم دیکھنے سننے کی طاقت اور عقل و شعور کی صلاحیت رکھتے ہو جبکہ بت ان صلاحیتوں سے محروم ہیں تو جب تم انسان ہو کر خدا نہیں ہو سکتے تو یہ بے جان کیسے خدا ہو سکتے ہیں۔ نیز انسان بتوں سے افضل ہے تو افضل کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے سے کمتر کی عبادت کرے۔

Marfat.com

تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾

مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔[۱۰۹]

اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹۶﴾

۱۹۶۔ بے شک میرا حامی اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک لوگوں کی حمایت کرتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾

۱۹۷۔ اور تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ نہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد سکتے ہیں۔

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ۖ وَ تَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَ هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾

۱۹۸۔ اور اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ نہ سنیں گے، اور تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ (بظاہر) تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ کچھ نہیں دیکھتے۔[۱۱۰]

---

[۱۰۹] مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ کو دھمکی دی کہ اگر تم بتوں کی مخالفت سے باز نہ آئے اور بتوں کو غصہ آ گیا تو تمہاری خیر نہیں ہوگی۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں چیلنج دے دیا کہ تم اپنے بتوں کو پکارو اگر وہ میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں تو مجھے ذرا مہلت نہ دیں، مگر سن لو تم بھی اور تمہارے بت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ میرا حامی و ناصر اللہ تعالیٰ ہے جو نیک لوگوں کی حمایت کرتا ہے، چنانچہ مشرکین مکہ نے آپ کو شہید کرنے کی پوری کوشش کی اور ہجرت کی رات آپ کے گھر کا محاصرہ بھی کر لیا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے شر سے بچا لیا۔

اس مقام پر علامہ فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ اپنی اولاد کے لئے کچھ مال جمع نہیں کرتے تھے۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا: اگر میری اولاد نیک ہوئی تو یہ آیت نمبر ۱۹۶ تلاوت کی یعنی اللہ تعالیٰ اس کا حامی و ناصر ہوگا اور جس کا اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہو اس کو میرے مال کی ضرورت نہیں ہے، اور خدانخواستہ اگر میری اولاد مجرم ہوئی تو میں اپنے مال سے اس کی مدد نہیں کرنا چاہتا اور سورہ قصص (۲۸) کی آیت نمبر ۱۷ تلاوت فرمائی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! جیسے تو نے مجھ پر انعام فرمایا میں بھی ہرگز کسی مجرم کا مددگار نہیں بنوں گا۔

[۱۱۰] یعنی اگر تم بتوں کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ نہ سنیں گے کیونکہ ان کے مصنوعی کان بنائے گئے ہیں جن میں سننے کی صلاحیت نہیں ہے، اسی طرح ان کی آنکھیں بھی مصنوعی ہیں۔ دیکھنے والے کو لگتا ہے کہ یہ بت اسے دیکھ رہے ہیں حالانکہ ان کی آنکھیں دیکھنے سے قاصر ہیں۔ اور اگر ان سے مراد مشرکین ہوں تو وہ بھی ہدایت قبول کرنے والے نہیں کیونکہ وہ آپ کو دیکھتے تو ہیں مگر حسد کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آپ کی تعلیمات میں غور نہیں کرتے اس لئے ان کا دیکھنا نہ دیکھنے کے برابر ہے۔

Marfat.com

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ۝۱۹۹

۱۹۹۔ (اے نبی!) درگزر سے کام لیجئے اور نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کشی کیجئے۔[۱۱۱]

[۱۱۱] اس آیت میں تین چیزوں کی ہدایت کی گئی ہے:

۱۔ قصوروار اگر معذرت کرے تو اس سے درگزر کیا جائے۔
۲۔ لوگوں کو نیک کام کرنے کا حکم دیا جائے۔
۳۔ جاہل لوگ اگر اُلجھنا چاہیں تو ان سے کنارہ کشی کی جائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قرآن مجید میں اَخلاقِ حسنہ کے متعلق یہ جامع ترین آیت ہے۔ (تفسیر قرطبی)

اخلاقِ حسنہ کے متعلق نبی کریم ﷺ کے دو ارشادات ملاحظہ ہوں:

(۱) ابو تمیمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی نیکی کو ہرگز حقیر نہ سمجھو اور (یہ بھی نیکی ہے کہ) جب تم اپنے کسی بھائی سے ملاقات کرو تو خندہ پیشانی اور مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ ملاقات کرو اور پانی مانگنے والے کو اپنے ڈول سے پانی دو اور اگر کوئی شخص تمہارے کسی عیب کی وجہ سے تمہیں برا کہے تو تم اس کے کسی عیب کی وجہ سے اسے برا نہ کہو، تمہیں اس درگزر کا اجر ملے گا اور اسے برا کہنے کا گناہ ہوگا اور تکبر سے تہبند نہ لٹکاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا اور کسی شخص کو ہرگز گالی نہ دو۔ (ابو تمیمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) اس نصیحت کے بعد میں نے کسی انسان کو گالی نہیں دی حتیٰ کہ کسی بکری اور اونٹ کو بھی گالی نہیں دی۔ (مسند: جلد ۵: ص ۶۴)

(۲) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے رب نے 9 باتوں کا حکم دیا:

۱۔ ظاہر و باطن میں اخلاص کو اپنا شعار بناؤں۔
۲۔ خوشنودی اور ناراضگی میں عدل کروں۔
۳۔ خوشحالی اور تنگدستی میں میانہ روی اختیار کروں۔
۴۔ جو مجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دوں۔
۵۔ جو قطع تعلق کرے اس سے بھی ملا کروں۔
۶۔ جو مجھے محروم رکھے میں اُسے عطا کروں۔
۷۔ میری زبان گویا ہو تو ذکر الٰہی کروں۔
۸۔ خاموشی کی حالت میں اس کی آیتوں میں غور و فکر کروں۔
۹۔ اور میں دیکھوں تو عبرت حاصل کروں۔ (تفسیر قرطبی)

فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ نے معاف کرنے کا جو اعلیٰ معیار قائم کیا تاریخ انسانیت اس کی مثال لانے سے قاصر ہے۔ ایسے

Marfat.com

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾

۲۰۰۔ اور (اے مخاطب!) اگر شیطان کی طرف سے تجھے کوئی وسوسہ آنے لگے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ، [۱۱۲] بے شک وہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾

۲۰۱۔ بے شک جو لوگ متقی ہیں جب شیطان کی طرف سے انہیں کوئی برا خیال آتا ہے تو وہ (خدا کو) یاد کرنے لگتے ہیں اور فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ [۱۱۳]

وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾

۲۰۲۔ اور جو شیطانوں کے بھائی ہیں، شیطان انہیں گمراہی میں کھینچتے ہیں، پھر وہ (انہیں گمراہ کرنے میں) کوتاہی نہیں کرتے۔

دشمن جنہوں نے مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے، انہیں مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا، نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کلیجہ کو چبایا۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے مکہ فتح کر کے ان سب کو معاف کر دیا۔

[۱۱۲] شیطان جب کسی کے ذہن میں کوئی وسوسہ ڈالے تو وہ اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم (میں مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں) پڑھے۔

اس سلسلہ میں ایک حدیث پاک ملاحظہ کریں:

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم ﷺ کے سامنے دو آدمی لڑائی جھگڑا کرنے لگے، ایک نے دوسرے کو گالی دی اور غصہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص وہ کلمہ کہہ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا اور وہ کلمہ یہ ہے: اَعوذُ باللہ من الشیطان الرجیم۔ (بخاری: کتاب الادب: باب ۷۶)

[۱۱۳] جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوتا ہے جب شیطان کی طرف سے انہیں کوئی برا خیال آتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، ان کے دل بیدار ہو جاتے ہیں، ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، برائی کا انجام انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے اور وہ خدا کے ڈر سے شیطانی خیالات کو مسترد کر دیتے ہیں۔ ان کے برعکس جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہے وہ تو گویا شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان انہیں جب گمراہی کی طرف راغب کرتے ہیں تو وہ انہیں گمراہ کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے اور یہ نادان بھی ان شیطانوں کی پیروی میں کوتاہی نہیں کرتے، آنکھیں بند کر کے ان کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کا مقام ملاحظہ کریں:

یحیٰ بن ایوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا جو اکثر مسجد میں رہتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے بہت خوش تھے۔ اس نوجوان کا باپ بوڑھا تھا، وہ عشاء کی نماز کے بعد اپنے باپ کے پاس لوٹ

Marfat.com

وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۭ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۲۰۳

۲۰۳۔ اور (اے رسول!) جب آپ ان کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے تو وہ کہتے ہیں: تم نے خود کوئی آیت کیوں نہیں بنالی؟ [۱۱۴] آپ فرمادیجئے: میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے، یہ روشن دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے ہیں اور ہدایت اور رحمت ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

آتا تھا۔ اس نوجوان کے راستہ میں ایک عورت کا گھر تھا، وہ اس نوجوان پر فریفتہ ہوگئی تھی۔ وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی، ایک رات وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا، جب وہ نوجوان اس کے گھر میں داخل ہونے لگا تو اس پر اللہ تعالیٰ کا ڈر غالب آگیا، اس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا شروع کر دیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی: ''بے شک جو لوگ متقی ہیں جب شیطان کی طرف سے انہیں کوئی برا خیال آتا ہے تو وہ (خدا کو) یاد کرنے لگتے ہیں اور فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔''

(قرآن: ۷: ۲۰۱)

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا، اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں۔ جب وہ نوجوان دیر تک گھر نہ پہنچا تو اس کا بوڑھا باپ اس کی تلاش میں نکلا تو دیکھا کہ اس کا بیٹا دروازے پر بے ہوش پڑا ہے۔ باپ نے اہل خانہ کو بلایا اور اس کو اٹھا کر گھر لے گئے، کافی دیر کے بعد جب اُسے ہوش آئی تو باپ نے پوچھا: پیارے بیٹے! تیرے ساتھ کیا ہوا؟ تو اس نے سارا واقعہ سنا دیا۔ باپ نے پوچھا: تو نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے دوبارہ وہی آیت پڑھنا شروع کر دی اور پھر بے ہوش ہو گیا۔ گھر والوں نے اسے حرکت دی تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ انہوں نے اسے غسل دیا اور قبرستان میں لے جا کر دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے باپ کے پاس گئے، نوجوان کی وفات پر تعزیت کی اور فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہ دی؟ اس کے باپ نے کہا: اے امیر المومنین! رات کا وقت تھا اس لئے آپ کو تکلیف نہ دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب اس کی قبر کی طرف گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے نوجوان! ''جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔'' (قرآن: ۵۵: ۴۶) تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! ''مجھے میرے رب تعالیٰ نے جنت میں دو بار دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔'' (کنز العمال: جلد دوم: ص ۵۱۶: حدیث نمبر ۴۴۶۳۴) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے گناہ کو چھوڑ دینا دو جنتوں کے حصول کا سبب ہے، نیز کسی فوت شدہ مسلمان کے گھر جا کر اس کے اہل خانہ سے تعزیت کرنا اور اس کی قبر پر جانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کی صفائی کرنے والی عورت کی قبر پر تشریف لے گئے۔

(مسلم: کتاب الجنائز: باب ۲۳)

[۱۱۴] اگر کبھی چند روز کے لئے آیات کا نزول بند ہو جاتا تو مشرکین مکہ بطور مذاق کہتے کہ جیسے آپ پہلے آیات خود بنا کر سناتے تھے اب کیا ہو

Marfat.com

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٢٠٤﴾

٢٠٤۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔[115]

گیا ہے آیات کیوں نہیں بناتے ؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میں تو صرف وہی آیات سناتا ہوں جو اللہ تعالیٰ میرے اوپر نازل فرماتا ہے، اور اس قرآن میں بیان کردہ روشن دلائل بھی اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ میرا کلام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مگر اس سے ہدایت اور رحمت وہی حاصل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔

[115] اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ جب اس کا کلام پڑھا جائے تو دنیا کے تمام انسانوں کو اپنے خالق حقیقی کا کلام غور سے سننا چاہیے تا کہ ان پر رحمت وہدایت کے دروازے کھول دیئے جائیں اور اگر کفار کلام الٰہی کی پرواہ نہ بھی کریں تو اہل ایمان پر تو یہ فرض عین ہے کہ جونہی کلام الٰہی کی تلاوت شروع ہو وہ خاموش ہو جائیں اور پوری توجہ سے سنیں، البتہ جو لوگ کام میں مصروف ہوں ان پر سننا فرض نہیں ہے، مثلاً ریڈیو، ٹی وی یا لاؤڈ سپیکر پر اگر قرآن مجید کی تلاوت ہر جگہ سنائی دے رہی ہے تو جو نمازی نماز پڑھ رہے ہیں یا اساتذہ طلبہ کو درس دے رہے ہیں یا تاجر حضرات خرید وفروخت کے معاملات طے کر رہے ہیں تو ان پر تلاوت سننا فرض نہیں ہے بلکہ ایسی جگہوں پر قرآن مجید کی تلاوت ہی درست نہیں جہاں لوگوں کو تلاوت سننے میں مشکلات پیش آئیں۔

اس آیت کے نازل ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ایک بار حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باجماعت نماز پڑھائی۔ ایک انصاری نے حضور اکرم ﷺ کے پیچھے کچھ قراءت کی، تب یہ آیت نازل ہوئی اور نمازیوں کو امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کر دیا گیا۔ (تفسیر روح المعانی) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو امام کے پیچھے تلاوت کرتے سنا تو فرمایا: کیا تم لوگوں نے ابھی تک اس آیت کا مطلب نہیں سمجھا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو۔ (تفسیر ابن جریر طبری) اس آیت سے امام کے پیچھے قراءت کی ممانعت ثابت ہے اور اس کے مقابل کوئی حدیث ایسی نہیں جس کو قرآن مجید کی آیت کے مقابل حجت قرار دیا جاسکے۔

جو لوگ امام کے پیچھے قرآن مجید کی تلاوت کے قائل ہیں ان کا زیادہ تر اعتماد اس حدیث پاک پر ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس کی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔'' (مسلم: کتاب الصلوٰۃ: باب ١١) حالانکہ اس کے ساتھ دوسری حدیث پاک بھی موجود ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے امام کے پیچھے نماز ادا کی تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔'' (ابن ماجۃ: ابواب اقامۃ الصلوٰۃ: باب ١٣) ان دو حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ تنہا نماز پڑھنے والا سورہ فاتحہ ضرور پڑھے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والا امام کی قراءت پر ہی اکتفا کرے جیسا کہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب یہ سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی شخص امام کے پیچھے قراءت کرے تو وہ فرماتے: جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کے لئے کافی ہے اور جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو قراءت کرے۔ نافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔ (مؤطا امام مالک: کتاب الصلوٰۃ: باب ١٠) اس طرح امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے سے قرآن اور حدیث دونوں پر عمل ہو جاتا ہے لیکن امام کے پیچھے قراءت کرنے سے صرف حدیث پر عمل ہوتا ہے مگر دوسری حدیث

Marfat.com

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾	۲۰۵۔ اور اپنے رب کو اپنے دل میں خوف اور عاجزی اور پست آواز کے ساتھ صبح وشام یاد کرو اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔[۱۱۶]
اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾	۲۰۶۔ بے شک جو آپ کے رب کے مقربین ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، وہ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔[۱۱۷]

ع ۲۴ سجدہ ۱

اور قرآن مجید کے حکم پر عمل نہیں ہوتا۔ اسی لئے احناف کے نزدیک امام کے پیچھے سورہ فاتحہ یا قرآن مجید کی کوئی اور آیات پڑھنا مکروہ تحریمی ہے خواہ نماز جہری ہو جیسے فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین یا سری جیسے ظہر اور عصر کی نمازیں، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:
''امام اسی لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، وہ جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔''
(مسند احمد: جلد دوم: ص ۴۲۰)

[۱۱۶] اس آیت میں ذکر الٰہی کے آداب بتائے گئے ہیں۔ ابتدائی طور پر ذکر کی دو قسمیں ہیں یعنی دل میں خاموشی کے ساتھ یا زبان سے معتدل آواز کے ساتھ۔ ذکر کی یہ دونوں صورتیں درست ہیں۔ قرآن وحدیث میں ان دونوں کی فضیلت موجود ہے۔ وقت اور موقع کے مطابق کبھی دل میں ذکر کرنا بہتر ہے تاکہ ریا کاری کا اثر نہ ہو اور کسی دوسرے کی نماز، نیند اور عبادت میں خلل پیدا نہ ہو اور کبھی آواز سے ذکر کرنا بہتر ہے تاکہ دوسروں کو ترغیب ہو۔ بہر حال ذکر دل میں ہو یا زبان سے دونوں صورتوں میں عاجزی وانکساری اور اللہ تعالیٰ کا ڈر موجود رہنا ضروری ہے تاکہ تکبر وغرور سے محفوظ رہے۔ نیز دن کا آغاز کرتے وقت صبح سویرے نماز فجر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تاکہ سارا دن اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ رہے اور گناہوں سے محفوظ رہو۔ اسی طرح رات کا آغاز ہوتے ہی مغرب وعشاء کی نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تاکہ ذکر کی برکت شامل حال رہے اور غفلت کا شکار نہ ہو۔ اس سلسلہ میں سورہ بقرہ (۲) کی آیت نمبر ۱۵۲ کا حاشیہ نمبر ۱۰۹ ملاحظہ کریں۔

[۱۱۷] گزشتہ آیت میں ذکر الٰہی کا حکم اور اس کے آداب بتائے گئے۔ اس آیت میں ذکر کی مزید ترغیب دینے کے لئے فرشتوں کی مثال دی گئی ہے کہ فرشتے گناہوں سے پاک اور بارگاہ ایزدی کے مقربین ہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت سے غفلت نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے سامنے سجدہ ریز رہتے ہیں اور انسان جو خطائیں بھی کرتا رہتا ہے اس کا تو زیادہ فرض بنتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زیادہ عبادت کرے۔

قرآن مجید میں چودہ آیات ہیں جن کے اختتامی نشانات کے اوپر یا حاشیہ کے ساتھ سجدہ کا لفظ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک آیت کو پڑھنے یا سننے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ جب ان آیات میں سے کسی کی تلاوت کرتے تو اسی

Marfat.com

وقت اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ کرتے۔اس سجدہ کو سجدۂ تلاوت کہا جاتا ہے۔

سجدۂ تلاوت

سجدۂ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان تکبیر کہہ کر ایک سجدہ کرے اس میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ یا کوئی مسنون دعا پڑھے اور پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے۔ پہلی تکبیر کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے یا زیر ناف ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں بلکہ تکبیر کہتے ہوئے سیدھا سجدہ میں چلا جائے اور سجدہ سے فارغ ہو کر دوسری تکبیر کہنے کے بعد سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں بلکہ سجدہ سے سر اٹھانے سے ہی سجدہ تلاوت مکمل ہو جاتا ہے۔ جو شخص بیٹھ کر آیتِ سجدہ تلاوت کرے اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے اور سجدہ کرے۔ سجدہ تلاوت کے لئے وہی شرطیں ہیں جو نماز کے لئے ہیں یعنی باوضو اور قبلہ رُخ ہو کر سجدہ کرے۔ سجدہ تلاوت کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا وہاں سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے: ہائے افسوس! آدم کے بیٹے کو سجدے کا حکم ملا تو اس نے سجدہ کیا، پس اس کے لئے جنت ہے اور مجھے سجدے کا حکم ملا تو میں نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، پس میرے لئے جہنم کی آگ ہے۔'' (مسلم ۲۴۴: کتاب الایمان: باب ۳۵)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ

۲۴ جنوری: ۲۰۰۶ء بروز منگل بعد از نماز فجر

جامعہ الکرم، ایٹن ہال، انگلستان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الانفال (۸)

یہ سورت مدنی ہے کیونکہ یہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ اس سورت میں زیادہ تر جنگ بدر اور اس کے متعلقہ معاملات کا تذکرہ ہے۔ یہ سب سے پہلی باقاعدہ جنگ ہے جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان ہوئی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور کفار کا بہت سامال مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ اس مال کو انفال یعنی مالِ غنیمت کہا جاتا ہے۔ جب انفال کو تقسیم کرنے کی باری آئی تو اس وقت اس سورت کا نزول شروع ہوا اور اسی وجہ سے اس کا نام ''انفال'' رکھا گیا ہے۔

اس سورت کی سب سے پہلی آیت میں اہل اسلام کی تربیت کی جارہی ہے کہ ملک وملت کی حفاظت اور حق کی سربلندی کے لئے جنگ کرنے کی اجازت تو دے دی گئی ہے مگر اس کے نتیجہ میں جو مالِ غنیمت مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اس کی تقسیم کا حق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے، تاکہ کوئی مسلمان مالِ غنیمت کے لالچ میں جہاد نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں جہاد کرے۔ جو مسلمان اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس پر توکل کرتے ہیں وہی سچے مؤمن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لئے بخشش اور بلند درجات ہیں۔ اس سورت میں چونکہ زیادہ تر جنگ بدر کا تذکرہ ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس جنگ کا واقعہ اور اس کا پس منظر بیان کر دیا جائے۔

جنگ بدر کا پس منظر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کی تبلیغ شروع کی تو کفار مکہ نے نہ صرف اسلام کا انکار کیا بلکہ اسلام قبول کرنے والوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ کچھ مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے مگر کفار مکہ کا ایک وفد حبشہ گیا اور شاہِ حبشہ کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے اور انہیں ملک بدر کرانے کی کوشش کی۔ (البدایہ والنہایہ: جلد ۲: ص ۷۲)

مکہ کے ستم رسیدہ مسلمانوں نے کئی بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ہمیں کفار کے مظالم کا جواب دینے کی اجازت دیں مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''صبر کرو ابھی مجھے جنگ کرنے کی اجازت نہیں ملی۔'' (ضیاء النبی: جلد ۳: ص ۲۴۸)

جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور کفار مکہ نے وہاں بھی انہیں آرام کا سانس نہ لینے دیا تو اللہ تعالیٰ نے مظلوم مسلمانوں کو جہاد یعنی طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت دے دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جن مسلمانوں سے کافر جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلہ کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔'' (قرآن: ۲۲: ۳۹)

Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں آباد یہودی قبائل کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا جس کے مطابق ہر فریق کو مکمل مذہبی آزادی ہوگی۔ یہودی اپنے دین پر اور مسلمان اپنے دین پر کاربند رہنے کے مجاز ہوں گے۔ اس معاہدہ میں شریک کسی بھی فریق کا دشمن اگر حملہ کرے گا تو مسلمان اور یہودی مل کر اس کا مقابلہ کریں گے اور آپس میں ایک دوسرے کی بھرپور مدد کریں گے۔

(ضیاء النبی: جلد ۳: ص ۱۹۳)

مدینہ میں مسلمانوں کی ترقی کفار مکہ کے لئے ناقابل برداشت تھی جس کا اندازہ آپ درج ذیل چار واقعات سے لگا سکتے ہیں:

۱۔ عبدالرحمن بن کعب روایت کرتے ہیں کہ کفار قریش نے عبداللہ بن ابی (منافقین کا سردار) اور اوس وخزرج کے غیر مسلم لوگوں کو جنگ بدر سے پہلے یہ خط لکھا: ''تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے اور ہم اللہ کی قسم اٹھا کر تمہیں کہتے ہیں کہ یا تو تم ان سے جنگ کرو یا ان کو وہاں سے نکال دو ورنہ ہم لشکر لے کر تمہاری طرف کوچ کریں گے۔ تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنالیں گے۔'' (سنن ابو داؤد: کتاب الخراج: باب ۲۳)

۲۔ جب مدینہ کے یہود اور منافقین پر قریش کے خط کا اثر نہ ہوا تو انہوں نے براہ راست مسلمانوں کو دھمکی آمیز خط لکھا: مسلمانو! تم خوش نہ ہو کہ تم ہمارے چنگل سے نکل کر وہاں پہنچ گئے ہو جہاں تم آزادی سے زندگی بسر کر سکتے ہو۔ یاد رکھو ہم تمہاری بستی پر چڑھائی کریں گے اور تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے سب کو تہ تیغ کر دیں گے۔ (ضیاء النبی: جلد ۳: ص ۲۵۲)

۳۔ مدینہ کے نواح میں ایک چراگاہ تھی جسے الجماء کہا جاتا تھا۔ وہاں مسلمانوں کے اونٹ اور بھیڑ بکریاں چرتے تھے۔ کفار مکہ نے اپنی دھمکیوں کو عملی جامہ پہنانے اور مسلمانوں پر اپنی طاقت کی دھاک بٹھانے کے لئے پہلا عملی قدم یہ اٹھایا کہ اپنے ایک سردار کرز بن جابر کی سرکردگی میں کچھ لٹیرے بھیجے جنہوں نے مدینہ کی اس چراگاہ پر حملہ کیا، چرواہے کو قتل کر دیا اور مسلمانوں کے اونٹ اور بھیڑ بکریاں لوٹ کر لے گئے۔ (ضیاء النبی: جلد ۳: ص ۲۷۱)

۴۔ مکہ کا کافر امیہ بن خلف اور مدینہ کا مسلمان سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آپس میں پرانے دوست تھے۔ امیہ جب سفر تجارت پر جاتا اور اس کا گزر مدینہ سے ہوتا تو وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرا کرتا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب مکہ آتے تو امیہ کے ہاں قیام کرتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ آئے اور حسب سابق امیہ کے مہمان بنے۔ ایک دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ امیہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کرنے گئے تو ابوجہل نے کہا: ''میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تم مکہ میں امن کے ساتھ طواف کر رہے ہو حالانکہ تم نے بے دینوں کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ بوقت ضرورت تم ان کی مدد کرو گے، خدا کی قسم! اگر تم امیہ کے مہمان نہ ہوتے تو تم زندہ اپنے گھر واپس نہ جا سکتے۔''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے ابوجہل کو جواب دیا کہ اگر تم مجھے کعبہ کا طواف کرنے سے روکو گے تو بخدا! میں تمہیں اس چیز سے روکوں گا جو تمہارے لئے ناقابل برداشت ہوگی یعنی مدینہ کے قریب سے تمہارا تجارت کا راستہ بند کر دوں گا۔ (ضیاء النبی: جلد ۳: ص ۲۵۳) اہل مکہ کی معیشت اور طاقت کا زیادہ تر دارومدار شام کی تجارت پر تھا اور ان کے تجارتی قافلوں کا شام جانے کا راستہ مدینہ

Marfat.com

کے قریب سے گزرتا تھا۔ کفار مکہ نے اس کامیاب تجارت کے نشہ میں مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ توڑے، انہیں مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا، ان کی جائیدادوں پر ناجائز قبضہ کر لیا اور مدینہ میں بھی ان کے خلاف سازشیں شروع کر دیں، چنانچہ ان کی سازشوں سے بچنے کا ایک طریقہ یہ تھا کہ تجارتی شاہراہوں سے مسلمان ہمیشہ محتاط رہیں تا کہ تجارت کے بہانے کہیں وہ اچانک مسلمانوں پر حملہ نہ کر دیں یا تجارت کے ذریعہ وہ اتنے مضبوط اور مستحکم ہو جائیں کہ مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو ختم کر دیں، لہٰذا ان کے اچانک حملوں سے بچنے اور ان کی مادی طاقت کو کم کرنے کے لئے حضور اکرم ﷺ نے ان کے تجارتی قافلوں کو ہراساں کرنے کے لئے چھوٹے فوجی دستے بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا، تا کہ انہیں احساس ہو کہ مسلمان ان کی نقل و حرکت سے آگاہ ہیں اور ان پر اچانک حملہ کرنا آسان نہیں ہے، مگر ان مہمات میں نہ تو کوئی انسان قتل ہوا اور نہ کوئی قافلہ لوٹا گیا کیونکہ آپ کا مقصد لوٹ مار یا قتل و غارت نہیں تھا بلکہ کفار کو مرعوب کرنا مقصود تھا تا کہ وہ اسلام دشمنی سے باز آ جائیں۔ اس کے برعکس اہل مکہ کو جہاں کہیں موقع ملتا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور ان کے مال مویشی لوٹنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے اور جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کا اثر و رسوخ دیگر عرب قبائل میں پھیل رہا ہے تو انہوں نے مدینہ پر باقاعدہ حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں تا کہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے، اور ابوسفیان کی قیادت میں ایک عظیم الشان تجارتی قافلہ شام بھیجا تا کہ اس کی آمدنی سے وہ مدینہ پر حملہ کے اخراجات پورے کر سکیں۔

(ضیاء النبی: جلد ۳: ص ۲۷۲)

اس قافلہ کی حفاظت کے لئے چالیس آدمیوں کا ایک دستہ بھی ساتھ تھا۔ جب یہ قافلہ شام سے واپس آ رہا تھا تو حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو دعوت دی کہ اس قافلہ کے تعاقب کے لئے نکلیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ تین سو تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔

جب ابوسفیان کو اطلاع ملی کہ مسلمان اس کے قافلہ کے تعاقب کے لئے مدینہ سے چل پڑے ہیں تو اس نے مکہ پیغام بھیجا کہ ہماری مدد کو جلد پہنچو۔ اس خبر نے مکہ کے کفار کو بے چین کر دیا اور ہر شخص مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔ چنانچہ ایک ہزار پر مشتمل کفار مکہ کا لشکر ابوجہل کی قیادت میں روانہ ہوا۔ ان کے ساتھ سو گھوڑے، چھ سو اونٹ، رقص کرنے والی کنیزیں اور سامانِ جنگ وافر مقدار میں تھا۔ ادھر ابوسفیان کا قافلہ مسلمانوں کی آمد سے پہلے گزر گیا تھا۔ اس نے پیغام بھیجا کہ میرا قافلہ بحفاظت گزر آیا ہے اب لشکر کشی کی ضرورت نہیں لیکن ابوجہل نے کہا: ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے بلکہ بدر پہنچ کر مسلمانوں کو سبق سکھائیں گے۔

ادھر راستہ میں حضور اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان کا قافلہ تو بچ کر نکل گیا ہے مگر قریش مکہ ایک لشکر جرار کے ساتھ بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے نئی صورت حال کے پیش نظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

Marfat.com

یارسول اللہ! آپ تشریف لے جائیں جدھر آپ کا ارادہ ہے ہم حضور کے ساتھ ہیں۔ اگر آپ سمندر میں چھلانگ لگانے یا دشمن سے ٹکرانے کا اشارہ فرمائیں تو ہماری جانیں قربان ہونے کے لئے بے قرار ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سے وہ کارنامے دکھائے گا جس سے آپ کی چشم مبارک ٹھنڈی ہو جائے گی، سو اللہ تعالیٰ کی برکت پر آپ تشریف لے چلیں ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو جواب بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا، یعنی "جایئے آپ اور آپ کا رب ان سے جنگ کیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔" بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ تشریف لے چلئے آپ اور آپ کا رب ہم آپ کے ساتھ جنگ کریں گے۔

(ضیاءالنبی: جلد ۳: ص ۳۱۱)

میدانِ جنگ

میدانِ بدر میں جب دونوں لشکر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر کے لئے اپنے خیمے میں تشریف لے گئے اور بڑے عجز و نیاز سے بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ پھیلا دیئے: یا اللہ! اپنا سچا وعدہ پورا فرما، اگر یہ کافر آج مسلمانوں پر غالب آ گئے تو شرک غالب آ جائے گا اور پھر تیرا دین قائم نہیں ہو سکے گا۔ اپنے رب تعالیٰ کے حضور دعائیں مانگنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ جنگ میں تشریف لائے۔ آپ نے مٹھی بھر کنکریاں کفار کی طرف پھینکیں اور تلوار لے کر جنگ میں شریک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے ہزاروں فرشتے نازل فرمائے۔ مشرکین نے شکست کھا کر بھاگنا شروع کر دیا۔ اس جنگ میں ابوجہل سمیت ستر کافر مارے گئے اور ستر جنگی قیدی بنا لئے گئے اور اس جنگ میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعداد صرف چودہ تھی۔

(طبقات ابن سعد: جلد ۲: ص ۱۶)

جنگ سے ایک روز پہلے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ جنگ کا معائنہ فرمایا اور مختلف جگہوں کی نشاندہی فرمائی کہ کل فلاں فلاں کافروں کی لاشیں فلاں فلاں جگہوں پر پڑی ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس نے ہمارے نبی کو حق کے ساتھ بھیجا! کفار کی لاشیں ان جگہوں سے ذرہ آگے پیچھے نہ تھیں جہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں نشاندہی فرمائی تھی۔ (مسلم: کتاب الجنۃ: باب ۱۷)

اسیرانِ جنگِ بدر

جنگ کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ستر قیدیوں کے بارے میں مجلس مشاورت قائم کی۔ کئی تجاویز پیش ہوئیں کہ ان ظالموں کو قتل کر دیا جائے وغیرہ، مگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تجویز پسند فرمائی وہ یہ تھی کہ حسبِ استعداد فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیا جائے اور جو فدیہ ادا نہیں کر سکتے وہ مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو وہ آزاد ہیں۔

(مسند احمد: جلد اول: ص ۲۴۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انہی میں سے ہیں جن کو کافر قیدیوں نے علم سکھایا۔ (طبقات ابن سعد: جلد ۲: ص ۲۰)

Marfat.com

انصاری نوجوان تھے، کاتب وحی اور قرآن کے حافظ تھے۔ خلافت صدیقی میں حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی کی سربراہی میں قرآن مجید کو ایک نسخہ کی صورت میں تحریر کیا گیا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر مال کی اطلاع

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیران بدر کا فدیہ چار سو درہم مقرر فرمایا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے پاس مال نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مال کہاں ہے جو آپ نے اور آپ کی بیوی ام فضل نے زمین میں دفن کیا تھا اور آپ نے اس سے کہا: اگر میں اس سفر جنگ میں مر گیا تو یہ مال میرے بیٹوں کو دے دینا۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا! میں جان گیا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ اس مال کا میرے اور میری بیوی کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔

(سبل الهدیٰ والرشاد: جلد ۴: ص ۱۰۵، مسند احمد: جلد اول: ص ۳۵۳)

Marfat.com

آیاتہا ۷۵ ۸ سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ ۸۸ رکوعاتہا ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①

۱۔ (اے رسول مکرم!) یہ آپ سے انفال (مال غنیمت) کے متعلق دریافت کرتے ہیں، آپ فرمایئے: یہ انفال اللہ تعالیٰ اور رسول کے ہیں، [۱] پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے باہمی معاملات کی اصلاح کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم کامل مومن ہو۔

---

[۱] بدر کی جنگ کفر اور اسلام کے درمیان سب سے پہلی باقاعدہ جنگ تھی جو سترہ رمضان المبارک بروز جمعہ سن دو ہجری میں لڑی گئی۔ اس میں کفار کی تعداد تقریباً ایک ہزار اور مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی، ۷۰ کافر مارے گئے، ۷۰ قیدی بنالئے گئے اور باقی اپنا مال ومتاع چھوڑ کر بھاگ گئے۔

اس طرح جنگ میں دشمن کا جو مال مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے اس کو اسلامی اصطلاح میں انفال یا غنائم یعنی مال غنیمت کہا جاتا ہے اور یہ آیت جنگ بدر کے مال غنیمت کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ حضرت عبادہ ﷜ بیان کرتے ہیں: ''میں بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھا، مسلمانوں کا کفار سے مقابلہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی، مسلمانوں کے ایک گروہ نے بھاگنے والے کفار کا تعاقب کیا، بعض کو قید اور بعض کو قتل کرنے لگے اور دوسرا گروہ ان کا چھوڑا ہوا مال جمع کرنے لگا اور تیسرا گروہ رسول اللہ ﷺ کے گرد آپ کی حفاظت کررہا تھا تا کہ دشمن آپ کو ضرر نہ پہنچا سکے۔ رات کو جب مسلمان آپس میں اکٹھے ہوئے تو جن مسلمانوں نے مال غنیمت اکٹھا کیا تھا انہوں نے کہا: یہ مال غنیمت ہم نے جمع کیا ہے، لہٰذا اس میں اور کسی کا حصہ نہیں ہے اور جن مسلمانوں نے دشمن کا تعاقب کیا تھا انہوں نے کہا: تم ہم سے زیادہ اس مال غنیمت کے حقدار نہیں ہو ہم نے دشمن کو بھگایا اور شکست دی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے محافظ گروہ نے کہا: تم ہم سے زیادہ اس مال غنیمت کے حقدار نہیں ہو ہم رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں مشغول رہے تا کہ دشمن آپ کو ضرر نہ پہنچا سکے۔ (جب اس اختلاف نے شدت اختیار کی اور بات تلخ کلامی اور رنجش قلبی تک پہنچ گئی) تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔'' (مسند احمد: جلد ۵: ص ۳۲۴) یعنی مال غنیمت تمہاری ملکیت نہیں ہے اور نہ ہی تمہاری لڑائی کا مقصد مال غنیمت کا حصول ہے۔ مال غنیمت کے اصل مالک تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ ہیں اور ان کے حکم کے مطابق ہی اس کو تقسیم کیا جائے گا۔ اس کی تفصیل آگے آیت نمبر ۴۱ میں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝٢

۲۔ ایمان والے توصرف وہی (لوگ) ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آئے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں، [۲] اور جب اس کی آیتیں انہیں پڑھ کر سنائی جائیں تو یہ آیتیں ان کے ایمان کو بڑھادیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝٣

۳۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝٤

۴۔ یہی لوگ سچے مؤمن ہیں، ان کے لئے ان کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں اور بخشش اور باعزت رزق ہے۔

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِن بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ۝٥

۵۔ جس طرح آپ کا رب آپ کو آپ کے گھر (مدینہ منورہ) سے حق کے ساتھ نکال لایا اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس کو ناپسند کرنے والا تھا۔[۳]

---

[۲] ان آیات میں کامل اور سچے مؤمن کے ظاہر و باطن کی چند نشانیاں بتائی گئی ہیں اور وہ یہ ہیں: ا۔ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل اللہ تعالیٰ کے جلال سے کانپ اُٹھتے ہیں۔ ۲۔ جب ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو ان کا ایمان اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ ۳۔ وہ صرف اپنے رب تعالیٰ پر ہی توکل کرتے ہیں۔

ان تینوں صفات کا تعلق دل اور باطن سے ہے اور ظاہر میں ان کی تصدیق اس وقت ہوتی ہے جب وہ نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق سے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

علامہ فخرالدین رازی لکھتے ہیں: کسی نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: کیا آپ مؤمن ہیں؟ آپ نے جواب دیا: مؤمن دوطرح کے ہیں: ایک تو ہے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت پر ایمان لانے والا تو اس اعتبار سے میں یقیناً مؤمن ہوں اور دوسرا مؤمن وہ ہے جو اس آیت میں مذکور ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کا دل کانپ اُٹھے تو مجھے پتہ نہیں کہ میں اس معیار کا مؤمن ہوں یا نہیں؟ (تفسیر کبیر) اس سلسلہ میں سورہ فاتحہ (ا) کی آیت نمبر تین کا حاشیہ نمبر ۶ بھی ملاحظہ کرلیں۔

[۳] جب ۳۱۳ مسلمان تقریباً ایک ہزار کفار کے ساتھ جنگ کے لئے روانہ ہوئے تو بعض مسلمانوں کو یہ اقدام ناگوار گزرا حالانکہ اس وقت حق واضح ہو چکا تھا۔ اگر مسلمان لشکر کا مقابلہ نہ کرتے تو وہ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجادیتے اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیتے۔

Marfat.com

يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿٦﴾

۶۔ وہ لوگ آپ سے حق ظاہر ہونے کے باوجود اس میں جھگڑا کر رہے تھے گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے تھے اس حال میں کہ وہ (موت کو) دیکھ رہے ہیں۔

وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧﴾

۷۔ اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں میں سے ایک (پر غلبہ) کا تم سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ تمہارے لئے ہے[۴] اور تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ (ابوسفیان کا قافلہ تجارت) تمہارے حصہ میں آئے اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے کلمات سے حق کو ثابت کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو یہ خبر بھی دے دی تھی کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس جنگ میں فتح مسلمانوں کی ہوگی، پھر بھی بعض مسلمان جھگڑا کر رہے تھے کہ اتنے بڑے لشکر کے مقابلہ میں جانا اپنے آپ کو موت کے منہ میں پھینکنے کے مترادف ہے لیکن ان کے اختلاف رائے کے باوجود آپ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا اور حق کی سربلندی کے لئے کفار کے مقابلہ میں پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے نوازا۔ اسی طرح اب مال غنیمت کی تقسیم میں بھی اگر بعض صحابہ کو اختلاف ہے تو آپ فکر مند نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا رہیں، اس کا نتیجہ بھی مسلمانوں کے حق میں بہتر ہوگا۔

[۴] مدینہ سے روانہ ہونے کے بعد ۳۱۳ مسلمانوں کے سامنے ایک طرف غیر مسلح تجارتی قافلہ تھا جس کا محافظ دستہ تیس چالیس افراد پر مشتمل تھا اور دوسری طرف ایک ہزار افراد پر مشتمل مسلح لشکر تھا جو مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے مدینہ کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ اس دوران اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے وعدہ فرمایا کہ ان دونوں میں سے ایک پر تمہیں غلبہ دیا جائے گا۔ اب فطری امر ہے بعض صحابہ کرام نے چاہا ہوگا کہ غیر مسلح تجارتی قافلہ ہاتھ لگے تاکہ بغیر کسی مزاحمت کے بہت سامان و متاع حاصل ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ جو فتح و نصرت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کو پورا کیا جائے تاکہ حق ثابت ہو جائے اور کفار کا زور بھی ٹوٹ جائے اور یہ اسی وقت ہو سکتا تھا جب مسلمان اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اپنے سے تین گنا بڑے لشکر پر حملہ کرتے اور ان پر غلبہ حاصل کر کے دنیا پر اسلام کی صداقت کو ثابت کر دیتے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ صرف ۳۱۳ مجاہدین نے ایک ہزار کے لشکر کو شکست فاش دی جس سے کفر کی کمر ٹوٹ گئی اور ان کا غرور خاک میں مل گیا۔

اس آیت میں جن دو گروہوں میں سے ایک پر غلبہ کا وعدہ کیا گیا تھا وہ سن دو ہجری غزوۂ بدر سے متعلقہ دو مخصوص کافر گروہ ہیں یعنی ابوسفیان کا تجارتی قافلہ اور ابوجہل کا جنگی لشکر اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور ابوجہل کے جنگی لشکر پر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا۔ اس وعدہ سے یہ سمجھ لینا درست نہیں ہے کہ آج بھی اگر مسلمانوں کو دو کافر گروہوں سے واسطہ پڑے تو ایک پر غلبہ حاصل ہوگا آج

Marfat.com

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۚ ۸

۸۔ تا کہ وہ حق کو ثابت کر دے اور باطل کو مٹا دے اگرچہ مجرم لوگ اس کو ناپسند ہی کریں۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۹

۹۔ یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، پھر اس نے تمہاری فریاد سن لی (اور فرمایا:) یقیناً میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔[۵]

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۱۰ ع

۱۰۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس امداد (فرشتوں کے نزول) کو تمہارے لئے خوشخبری بنایا تا کہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور درحقیقت مدد تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بہت غالب حکمت والا ہے۔

اس کے اُلٹ بھی ہو سکتا ہے کیونکہ یہ وعدہ ان مخصوص گروہوں کے لئے تھا۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی دس سالہ مدنی زندگی میں اکثر کفار سے جنگ کا سلسلہ جاری رہا تو اس دوران جو احکام نازل ہوئے ان میں سے اکثر کا تعلق ان حملہ آور کفار اور حالتِ جنگ سے ہے۔ ان احکام کو انہی حالات کے تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ آج کی دنیا میں چودہ سو سال پہلے کی حالتِ جنگ کے احکام کا حوالہ دے کر اسلام کو بدنام کرنا درست نہیں ہے۔

مثال کے طور پر پہلی اور دوسری عالمی جنگوں میں فرانسیسی حکمرانوں نے اپنی فوجوں کو جرمن حملہ آوروں کے خلاف جو احکام دیئے ان کو اسی حالتِ جنگ کے تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ آج جرمنی اور فرانس کے پُرامن حالات میں ان احکام کا حوالہ دینا درست نہیں ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ جرمنی کے خلاف اہلِ فرانس کے نظریات واحکام آج بھی وہی ہیں جو عالمی جنگوں کے وقت تھے اور آج بھی اہلِ فرانس اہلِ جرمنی کو قتل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ جرمنی اور فرانس کے درمیان اختلافات پیدا کرنے کی سازش کر رہا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی یہ الزام لگائے گا کہ غیر مسلموں کے خلاف اسلام کے احکام آج بھی وہی ہیں جو جنگِ بدر اور جنگِ اُحد میں تھے یعنی وہ غیر مسلموں کو قتل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان اختلافات پیدا کرنے کی سازش کر رہا ہے۔ دنیا ان حقائق کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اسلامی تعلیمات اور احکامات کو سیاق وسباق سے علیحدہ کر کے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش نہ کرے۔

[۵] جنگِ بدر میں جب حضور اکرم ﷺ نے دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ اور کفار کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھائے، اسلام کی فتح کے لئے دعا کی اور صحابہ کرام ؓ اس دعا پر آمین کہہ رہے تھے۔

Marfat.com

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تمہاری تسکین کے واسطے تم پر غنودگی طاری کر دی اور تم پر آسمان سے پانی برسایا تا کہ اس پانی کے ذریعہ تم کو پاک کر دے اور تم سے شیطان کی نجاست کو دور کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس سے تمہارے قدم جما دے۔[٦]

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ وہ ایک ہزار فرشتے ان کی مدد کے لئے بھیجے گا، پھر دو ہزار کا اضافہ کر کے تین ہزار کر دے گا اور اگر دشمن نے یک بارگی حملہ کر دیا تو دو ہزار کا اور اضافہ کر کے پانچ ہزار کر دے گا۔ (تفسیر نعیمی) جن کا تذکرہ سورہ آلِ عمران (۳) کی آیات نمبر ۱۲۴۔۱۲۵ میں ہے، اور بعض صحابہ کرام ﷺ نے زمین و آسمان کے درمیان انسانی شکل میں فرشتوں کا مشاہدہ بھی کیا۔ (تفسیر مظہری) فتح و نصرت کا حقیقی سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے کفار کے دو گروہوں میں سے ایک پر غلبہ کا پہلے ہی وعدہ کر دیا تھا، اس کے باوجود فرشتوں کو اس لئے نازل فرمایا تا کہ مسلمانوں کے دلوں کو مزید خوشی اور اطمینان حاصل ہو اور جرأت و ثابت قدمی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کریں۔

[٦] مشرکین مکہ کا جنگی لشکر بدر کے مقام پر پہلے پہنچ گیا۔ انہوں نے اچھی مٹی والی زمین اور پانی کے کنوؤں پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کے حصہ میں بدر کا وہ علاقہ آیا جہاں ریت تھی جس میں پاؤں دھنس جاتے تھے، وہاں پانی بھی نہیں تھا، لہٰذا انہیں طہارت اور پینے کے لئے پانی کی سخت قلت تھی۔ اس پر شیطان نے بعض مسلمانوں کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اگر اسلام سچا مذہب ہوتا تو تم اس پیاس اور شدت میں مبتلا نہ ہوتے۔ اگر چہ یہ وسوسہ بے بنیاد تھا مگر پریشانی بڑھانے کا ذریعہ ضرور تھا۔ جنگ سے ایک رات پہلے اللہ تعالیٰ نے ایسی زور کی بارش نازل کی جس نے شیطان کے سارے وسوسوں پر پانی پھیر دیا اور مسلمانوں کو کئی فوائد حاصل ہو گئے، مثلاً:

۱۔ مسلمانوں کو وضو اور غسل کے لئے پانی میسر آ گیا جس سے وہ اپنے آپ کو پاک اور صاف کرتے، نیز انہوں نے حوض بنا کر اپنی ضروریات کے لئے کافی پانی جمع کر لیا۔

۲۔ شیطان نے بعض ذہنوں میں جو وسوسے ڈالے تھے کہ اگر اسلام سچا مذہب ہوتا تو تم اس طرح پیاسے نہ رہتے بارش کی وجہ سے شیطان کا یہ وسوسہ بھی زائل ہو گیا۔

۳۔ بارش کے نازل ہونے سے مسلمانوں کی کمزوری اور گھبراہٹ دور ہو گئی اور ان کے دل مضبوط ہو گئے کیونکہ اگر وہ دل شکستہ رہتے تو یہ خدشہ تھا کہ وہ جنگ کی شدت سے گھبرا کر بھاگ جاتے۔

۴۔ ریت میں مسلمانوں کے پاؤں دھنس جاتے تھے اور ان کو چلنے میں مشکل اور دشواری تھی لیکن بارش کی وجہ سے ریت بیٹھ گئی اور اس پر چلنا آسان ہو گیا جبکہ کفار کے پڑاؤ میں بارش کی وجہ سے کیچڑ ہی کیچڑ ہو گیا اور ان کا چلنا مشکل ہو گیا۔

جس دن مسلمانوں نے اپنے سے تین گنا بڑے لشکر کے خلاف جہاد کرنا تھا اس سے پہلی رات مسلمانوں پر غنودگی اور نیند طاری

Marfat.com

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَٰٓئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ
فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ
الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ
الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾

۱۲۔ یاد کرو جب آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو۔[۷] عنقریب میں کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب ڈال دوں گا، پس (اے مسلمانو!) تم (کافروں کی) گردنوں پر مارو اور ان کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَنْ
يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ
الْعِقَابِ ﴿١٣﴾

۱۳۔ یہ حکم اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔[۸]

ہوگئی حالانکہ قلت تعداد و سامان کی وجہ سے بظاہر تو ان کی رات فکر و پریشانی میں گزرنا چاہیے تھی مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا اور ان کی تسکین کے لئے ان پر نیند طاری کر دی جس سے ان کی تھکاوٹ دور ہوگئی اور صبح کو جنگ کے لئے بالکل تازہ دم تھے اور خدانخواستہ اگر وہ اس رات کو بے چینی سے جاگ کر گزارتے تو صبح کو لڑنے کے لئے تازہ دم نہ ہوتے اور جنگ میں جرأت کا مظاہرہ نہ کر سکتے۔

علامہ ابن کثیر اس مقام پر اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ اس رات رسول اللہ ﷺ عریش میں مصروف عبادت تھے۔ حضور اکرم ﷺ کو تھوڑی دیر کے لئے اونگھ آئی، پھر بیدار ہوئے اور مسکراتے ہوئے خوشخبری سنائی: اے ابوبکر! یہ جبریل ٹیلہ کے قریب کھڑے ہیں، پھر آپ یہ آیت پڑھتے ہوئے عریش سے باہر تشریف لے گئے: "عنقریب دشمن کو شکست ہوگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے گا۔"
(قرآن: ۵۴:۴۵)

[۷] جنگ بدر کے غازیوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو جب اس نے فرشتوں کو فرمایا: "میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو۔" ان کے دلوں میں یہ بات پختہ کر دو کہ فتح ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری ہوگی۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی حوصلہ افزائی فرمائی کہ میں کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دوں گا، لہٰذا تم پوری قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ کرو اور ان کے جسموں کے پرخچے اُڑا دو۔

[۸] اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے مراد اہل ایمان کی مخالفت ہے۔ (تفسیر قرطبی) یعنی جنگ بدر میں کفار مکہ کے جسموں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی مخالفت کی انتہا کر دی۔ مکہ میں جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ پر ایمان لائے کفار مکہ نے ان کے لئے عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ انہیں اس قدر اذیتیں پہنچائیں کہ وہ مکہ چھوڑ کر مدینہ آ گئے مگر یہ ظالم یہاں بھی حملہ کرنے آ گئے اس لئے یہ ایسی ہی سزا کے مستحق ہیں، چنانچہ اس جنگ میں کفار مکہ کے

Marfat.com

ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَ اَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿١٤﴾

۱۴۔ یہ تمہاری سزا ہے، پس اس کا مزہ چکھو اور بے شک کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿١٥﴾

۱۵۔ اے ایمان والو! جب جنگ میں تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی طرف اپنی پیٹھ نہ پھیرو۔[۹]

وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٦﴾

۱۶۔ اور جو اس روز ان کی طرف اپنی پیٹھ پھیرے گا بجز اس صورت کے کہ وہ جنگ کی حکمتِ عملی ہو یا اپنی جماعت کی طرف پلٹ کر آنے والا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہوگا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ

۱۷۔ پس (اے غازیانِ بدر!) تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا،[۱۰] اور (اے نبی مکرم!)

ستر اہم آدمی قتل ہو گئے، ستر قیدی بنا لئے گئے، باقی شکست کھا کر بھاگ گئے۔ انہیں اپنے مظالم کی یہ سزا تو اس دنیا میں ملی اور آخرت میں انہیں آگ کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا جو اس دنیا کی سزا سے بہت زیادہ سخت عذاب ہوگا۔

[۹] ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ جب کفار کے لشکر جرار سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور انہیں پیٹھ دکھا کر نہ بھاگو، اور جو بزدلی دکھاتے ہوئے بھاگے گا وہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہوگا اور آخرت میں اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ ہاں دو صورتیں ہیں جن میں وہ دشمن کی طرف پیٹھ پھیر سکتا ہے: ایک تو یہ ہے کہ وہ کسی جنگی چال کے سبب وہاں سے ہٹ کر دوسری طرف سے دشمن پر اچانک حملہ کرنا چاہتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ لڑتے لڑتے تنہا دشمن کے لشکر میں اتنا آگے چلا گیا جہاں اسے گھر جانے کا خطرہ ہے اور اس لئے واپس لوٹا ہے کہ اپنی فوج کے ساتھ رہتے ہوئے دشمن پر حملہ جاری رکھ سکے، تو اس قسم کی کوئی بھی حکمت عملی جس کا مقصد میدانِ جنگ سے بھاگنا نہیں بلکہ بہتر انداز میں دشمن پر حملہ کرنا ہو تو ایسا کرنا جائز بلکہ بہتر ہے۔

میدانِ جنگ میں فوجیوں کو ثابت قدم رکھنے کے لئے ان آیات میں جو ہدایات چودہ سو سال پہلے دی گئی تھیں آج پوری دنیا ان پر عمل پیرا ہے یعنی دنیا کے ہر ملک کا سربراہ میدانِ جنگ میں اپنے فوجیوں کو یہی حکم دیتا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہو اور بزدلی نہ دکھاؤ۔ جو فوجی بلاوجہ میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرتا ہے ہر ملک اس کو مجرم قرار دے کر اس کے خلاف قانونی کارروائی کرتا ہے۔

[۱۰] جنگ بدر کی فتح کے بعد صحابہ کرام ﷺ آپس میں فخر کرنے لگے۔ ایک نے کہا: میں نے فلاں کو قتل کیا دوسرے نے کہا: میں نے فلاں کو قتل کیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) یعنی تم کفار کو قتل کرنے پر فخر نہ کرو، اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد نہ کرتا، بارش اور

Marfat.com

وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۷

جس وقت آپ نے (مٹھی بھر خاک) پھینکی وہ آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی تاکہ وہ ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان فرمائے، [۱۱] بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۸

۱۸۔ یہ معاملہ تو تمہارے ساتھ ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کے مکروفریب کو کمزور کرنے والا ہے۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا

۱۹۔ اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تمہارے سامنے آچکا ہے، [۱۲] اور اگر تم باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر

فرشتوں کے ذریعہ تمہارے حوصلے بلند نہ کرتا تو تم اپنے سے تین گنا بڑے لشکر پر فتح حاصل نہ کرسکتے، لہٰذا اس فتح کو اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر اچھے اور نیک کام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہیے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کوئی اچھا یا نیک کام کرے تو اس پر فخر نہ کرے بلکہ شکر ادا کرے۔

[۱۱] جنگ بدر میں جب مسلمان اور کافر ایک دوسرے کے مقابلہ میں آئے تو رسول اللہ ﷺ نے مٹی کی ایک مٹھی کافروں کے چہروں پر ماری اور فرمایا: کفار کے چہرے سیاہ ہو جائیں تو وہ مٹی سب کافروں کی آنکھوں میں پڑ گئی اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب بڑھ کر ان کو قتل کرنے لگے اور قید کرنے لگے اور ان کی شکست کا سبب مٹی کی وہ مٹھی تھی جو رسول اللہ ﷺ نے پھینکی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (ابن جریر طبری) اور مشرکین میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جس کی آنکھ، ناک اور منہ میں حضورِ اکرم ﷺ کی پھینکی ہوئی مٹی نہ پہنچی ہو۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا۔ (تفسیر صاوی) ایک ہزار کفار کا لشکر ایک وسیع رقبہ پر پھیلا ہوا تھا، بعض سوار تھے اور بعض پیدل، کوئی جنگ میں تھا تو کوئی جانوروں اور خیموں کی حفاظت پر مقرر تھا، کسی کا رخ حضورِ اکرم ﷺ کی طرف تھا تو کسی کی پشت۔ اس کے باوجود صرف مٹھی بھر مٹی کا ہر مشرک کی آنکھ، ناک اور منہ میں پہنچ جانا ایک عظیم معجزہ تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی! پھینکنے والا ہاتھ اگرچہ تمہارا تھا مگر اس میں میری قوت اور قدرت جلوہ گر تھی جس نے کفار کے حواس باختہ کر دیئے اور وہ گھبرا کر بھاگنا شروع ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی دعاؤں کو قبول کیا اور ان پر عظیم احسان فرمایا۔ اس کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ اہل ایمان پر خوب احسان کیا جائے اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ کفار کے مکروفریب کو ناکارہ کر دیا جائے۔

[۱۲] کفار جب مکہ سے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے غلاف کعبہ کو پکڑ کر دعا مانگی: اے اللہ! ہم دونوں فریقوں میں سے جو زیادہ مہمان نواز

Marfat.com

نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩﴾

تم پھر شرارت کرو گے تو ہم پھر یہی سزا دیں گے اور تمہاری جماعت تمہارے کسی کام نہ آسکے گی چاہے اس کی تعداد زیادہ ہو اور بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿٢٠﴾

۲۰۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو حالانکہ تم سن رہے ہو۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢١﴾

۲۱۔ اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا: ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔ [۱۳]

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٢٢﴾

۲۲۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب جانداروں سے بدترین وہ بہرے اور گونگے (انسان) ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ [۱۴]

ہے، جو زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے اور جو قیدیوں کو زیادہ آزاد کرنے والا ہے اس کی مدد فرما۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق پر ہے تو اس کو فتح دے اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہمیں فتح عطا فرما۔ (تفسیر کشاف) اس آیت میں کفار کو بتایا جا رہا ہے کہ تمہاری دعا اور درخواست کے مطابق فیصلہ تمہارے سامنے آچکا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں اور انہیں فتح مل چکی ہے، اب اگر تم شرک و کفر سے باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر مسلمانوں پر حملہ کرو گے تو ہم تمہیں پھر ناکام کر دیں گے اور جس طرح بدر میں تمہاری افرادی کثرت تمہیں فائدہ نہیں پہنچا سکی اسی طرح آئندہ بھی تمہاری افرادی کثرت تمہارے کام نہ آسکے گی۔

ان حالات میں جبکہ مسلمانوں کی تعداد صرف چند سو کے قریب تھی سارے عرب کو چیلنج کرنا کہ ہمارے مقابلہ میں تمہاری کثرت تمہارے کام نہ آسکے گی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا نبی ہونے کی ایک عظیم دلیل تھی اور تاریخ نے ثابت کیا کہ آئندہ چند سالوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے عرب پر غالب کر دیا۔

[۱۳] اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ وہ کفار و منافقین کے طرز عمل سے دور رہیں کیونکہ وہ کلام الٰہی سنتے تو ہیں مگر غور نہیں کرتے اس لئے ان کا سننا اور نہ سننا برابر ہے۔ نیز وہ قرآن کو محض اس لئے سنتے ہیں تا کہ اس میں نقص تلاش کریں۔

[۱۴] اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل کے ذریعہ دیگر مخلوقات پر فضیلت دی اور اسے اشرف المخلوقات بنایا۔ اب جو انسان جان بوجھ کر اس عقل سے کام نہ لے اور بہرہ گونگا بنا رہے تو ظاہر ہے وہ دیگر مخلوقات سے بدتر ہوگا۔ اس سلسلہ میں سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۷۹ کا حاشیہ نمبر ۹۸ بھی ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

وَلَوۡ عَلِمَ اللّٰهُ فِيۡهِمۡ خَيۡرًا لَّاَسۡمَعَهُمۡ ؕ وَلَوۡ اَسۡمَعَهُمۡ لَتَوَلَّوۡا وَّهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو وہ ان کو ضرور سنا دیتا، اور اگر وہ ان کو سنا بھی دیتا تو پھر بھی وہ روگردانی کرتے ہوئے پیٹھ پھیر لیتے۔ [۱۵]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِيۡبُوۡا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيۡكُمۡ ۚ وَ

۲۴۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بلانے پر فوراً حاضر ہو جاؤ [۱۶] جب رسول اللہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جس میں تمہاری زندگی ہے،

[۱۵] مشرکین مکہ تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کلام الٰہی کو غور سے نہیں سنتے۔ نیز انہوں نے مسلسل سرکشی کی وجہ سے غور و فکر اور حق بینی کی صلاحیتوں کو ناکارہ کر دیا ہے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ انہیں حق بات سنوا بھی دے تو چونکہ ان کے اندر حق کی طلب نہیں ہے اور ان کی انسانی امتیازی صلاحیتیں بھی ناکارہ ہو چکی ہیں اس لئے ان سے کسی خیر کی توقع نہیں ہے۔ وہ بدستور حق سے انحراف ہی کریں گے۔

[۱۶] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصی اطاعت اور تعظیم کا حکم دیا ہے، کیونکہ وہی خوش نصیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور سنگت میں موجود ہوتے ہیں، یعنی جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بلائیں تو تم جس حال میں بھی ہو فوراً حاضر ہو جاؤ اور ان کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دو۔

ابو سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور مجھے بلایا۔ میں نے نماز پڑھی اور آپ کے پاس حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کس چیز نے تمہیں میرے پاس حاضر ہونے سے روکا؟ میں نے عرض کیا: میں نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: اے ایمان والو! جس وقت تمہیں اللہ اور اس کا رسول بلائے تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔ (ابو داؤد: ۱۴۵۸: کتاب الصلوٰۃ: باب ۳۵۱)

فقہائے کرام نے اس آیت اور حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بلائیں تو اس پر واجب ہے کہ وہ نماز چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔ (تفسیر روح المعانی) ویسے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا نماز کا حصہ ہے جیسا کہ ہر نمازی اپنی نماز کے دوران نبی کریم کو مخاطب کر کے "اَلسَّلَامُ عَلَيۡكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ" کہتا ہے۔

(خصائص کبریٰ: جلد دوم: ص ۲۳۵)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو قے آئے، نکسیر پھوٹے یا مذی نکلے تو وہ چلا جائے، وضو کرے، پھر اپنی پہلی نماز پر بنا کرے بشرطیکہ اس نے اس دوران کسی سے کلام نہ کیا ہو۔ (ابن ماجہ: ابواب اقامۃ الصلاۃ: باب ۱۳۷) اس سے معلوم ہوا کہ اگر دوران نماز کسی کا وضو ٹوٹ جائے تو وہ وضو کر کے اپنی پہلی نماز کو جاری رکھ سکتا ہے نئے سرے سے شروع کرنے کی ضرورت نہیں بشرطیکہ اس نے کسی سے بات نہ کی ہو، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی کو بلائیں، وہ نماز

Marfat.com

اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

[۱۷] اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے دل کے (ارادوں کے) درمیان حائل ہو جاتا ہے [۱۸] اور بے شک تم اسی کی طرف اُٹھائے جاؤ گے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

۲۵۔ اور تم اس فتنے سے ڈرتے رہو جو صرف انہی لوگوں کو نہیں پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں، [۱۹] اور خوب جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

چھوڑ کر حضورِ اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے گفتگو کرے تو بھی اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ کو سلام کرنا پہلے ہی نماز کا حصہ ہے۔

[۱۷] رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور تعظیم میں حکمت یہ ہے کہ ان کی اطاعت تمہارے دل، روح اور ایمان کو زندگی اور تازگی عطا فرماتی ہے۔ علامہ ثناء اللہ عثمانی لکھتے ہیں: ہر بات میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت دل کو زندہ کرتی ہے اور ان کی نافرمانی دل کو مردہ بنا دیتی ہے۔ (تفسیر مظہری) نیز رسول اللہ ﷺ کی اطاعت غیر مشروط ہے یعنی ان کے ہر حکم کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھا جائے کیونکہ "وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے بلکہ وہ (ان کی ہر بات) تو وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔" (قرآن: ۵۳: ۴-۳)

[۱۸] جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی اطاعت نہیں کرتے انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ وہ ہماری شہ رگ اور ہمارے دلوں سے بھی ہمارے زیادہ قریب ہے، وہ ہمارے دلوں کے ارادے بھی جانتا ہے اور ان کو بدلنے کی طاقت بھی رکھتا ہے، اس کا حکم اگر انسان اور اس کے دل کے ارادوں کے درمیان حائل ہو جائے تو انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا، لہٰذا ہم سب کو اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بنانے کی فکر کرنی چاہیے بالآخر سب کو ایک دن اسی کی بارگاہ میں اکٹھا ہونا ہے۔

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اے اُمّ المؤمنین! جب رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس ہوتے تو وہ زیادہ تر کس چیز کی دعا مانگتے۔ اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اکثر دعا کرتے تھے: "یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ! ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ" (اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بہت زیادہ یہ دعا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اُمّ سلمہ! ہر آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے وہ جس دل کو چاہتا ہے سیدھا رکھتا ہے اور جس دل کو چاہتا ہے ٹیڑھا کر دیتا ہے، پھر حدیث کے راوی نے سورہ آلِ عمران (۳) کی آیت نمبر ۸ تلاوت کی یعنی اے ہمارے رب! ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔۔۔ (ترمذی: کتاب الدعوات: باب ۹۰) ہمیں بھی یہ دعا کثرت سے مانگنی چاہیے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عملی اقدامات کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔

[۱۹] وہ کون سا ایسا فتنہ اور عذاب ہے جو ظالموں کے ساتھ بے گناہ اور پُرامن لوگوں کو بھی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے؟ دراصل جو لوگ طاقت کے ہوتے ہوئے ظالم کو ظلم کرنے سے نہ روکیں اور ظلم کو پروان چڑھنے کا موقع فراہم کریں تو در پردہ وہ ظلم کی پشت پناہی کر رہے ہیں

Marfat.com

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور یاد کرو جب تم (مکہ کی) زمین میں تھوڑے تھے اور کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں اُچک نہ لیں، [۲۰] پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں (مدینہ میں) پناہ دی اور اپنی نصرت سے تمہیں قوت بخشی اور پاکیزہ چیزوں سے تمہیں رزق دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ

۲۷۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور

اس لئے وہ بھی صاف بے گناہ نہیں ہیں بلکہ اپنے حصہ کے مطابق عذاب کے مستحق ہیں، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ اللہ تعالیٰ خاص گناہ گاروں کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ ہاں جب وہ اپنے درمیان بُرائی کو دیکھیں اور وہ اس کے خلاف احتجاج کر سکتے ہوں مگر نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ خاص مجرموں کے ساتھ عام لوگوں کو بھی مبتلائے عذاب کر دیتا ہے۔ (احمد: جلد ۴: ص ۱۹۲)

۲۔ اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس کی حدود کو توڑنے والے کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے کشتی میں بیٹھنے کے لئے قرعہ اندازی کی تو ان میں سے بعض کو اوپر والی منزل میں اور بعض کو نیچے والی منزل میں جگہ ملی تو جو لوگ کشتی کی نچلی منزل میں تھے وہ جب پانی پینا چاہتے تو ان کو بالائی منزل والے لوگوں میں سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے کہا: اگر ہم اپنی نچلی منزل میں ہی کشتی میں سوراخ کر لیں تو (آسانی سے پانی بھی آجائے گا اور) ہم اوپر والوں کو اپنے گزرنے کی تکلیف بھی نہیں دیں گے۔ اب اگر اوپر والوں نے ان کو اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے چھوڑ دیا تو (پوری کشتی پانی سے بھر جائے گی اور) سب ڈوب کر ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والوں نے ان کے ہاتھوں کو سوراخ کرنے سے روک لیا تو بالائی منزل اور زیریں منزل والے سب لوگ نجات پا جائیں گے۔

(بخاری: ۲۴۹۳: کتاب الشرکۃ: باب ۶)

ظالم اور دہشت گرد لوگ ہر دور میں ہوتے ہیں لیکن ہر قوم کی یہ اجتماعی ذمہ داری ہے کہ وہ ان پر پردہ نہ ڈالے بلکہ ان کی نشاندہی کرے، وہ مجرموں کو تحفظ فراہم نہ کرے بلکہ قانون کے حوالے کرے اور ان کی حوصلہ شکنی کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کرے۔ اس طرح پورا معاشرہ ظلم سے پاک ہو جائے گا اور جب کوئی قوم مجرموں سے چشم پوشی کرتی ہے تو پھر رفتہ رفتہ پوری قوم جرائم کی لپیٹ میں آجاتی ہے اور ہر ایک کی زندگی عذاب بن جاتی ہے۔

[۲۰] ہجرت سے پہلے قلت اور بے بسی کی جو حالت تھی وہ مسلمانوں کو یاد دلائی جا رہی ہے یعنی مکہ میں تمہاری تعداد بالکل تھوڑی تھی اور اپنی بے بسی کے باعث تمہیں ہر وقت یہ خدشہ رہتا تھا کہ اہل مکہ تمہیں کسی وقت بھی ختم کر سکتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا، تمہیں مدینہ میں پناہ دی، جنگ بدر میں فتح اور مال غنیمت عطا فرمایا، لہٰذا ان احسانات کو یاد کرو اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاؤ۔

Marfat.com

وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾

اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔ [۲۱]

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ ع

۲۸۔ اور خوب جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اجر عظیم ہے۔ [۲۲]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے اندر حق و باطل میں تمیز کرنے کی قوت پیدا کر دے گا [۲۳] اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

[۲۱] اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فرائض ترک کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت نہ کرو اور سنت سے سرتابی کر کے اس کے رسول ﷺ سے خیانت نہ کرو۔ (تفسیر ابن جریر طبری) اور آپس میں ایک دوسرے کی امانت کا پاس رکھو چاہے وہ امانت مال و دولت کی صورت میں ہو، عہد و پیمان یا منصب و اختیار کی صورت میں۔ الغرض حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہر حق ہمارے پاس امانت ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ نے اس خیانت سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص کی نماز اور اس کے روزے تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالیں، جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نماز پڑھے لیکن جو امانت دار نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ (کنز العمال: جلد ۴: حدیث نمبر ۸۴۳۶)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص کی نماز اور اس کے روزوں کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ وہ اپنی بات میں کس قدر سچا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ کس قدر امانت دار ہے اور جب اس پر دنیا پیش کی جائے تو وہ کس قدر متقی ہے۔
(کنز العمال: جلد ۴: حدیث نمبر ۸۴۳۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب لوگوں کے اوپر ایک ایسا دھوکے کا زمانہ آئے گا جس میں جھوٹے کو سچا کہا جائے گا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا اور خائن کو امانت دار کہا جائے گا اور امانت دار کو خائن کہا جائے گا۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۲۹۱)

[۲۲] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد میں خیانت سے منع فرمایا اور اس آیت میں دو ایسے امور کی نشاندہی کر دی ہے جو ان حقوق کی خیانت کا سبب بنتے ہیں یعنی مال اور اولاد یہ دونوں تمہارے لئے آزمائش ہیں، کیونکہ ان سے محبت کرنا ایک فطری امر ہے اور اسلام اس کی ترغیب بھی دیتا ہے لیکن اگر مال و اولاد کی محبت حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں رکاوٹ بنیں تو پھر عقل سلیم کا تقاضا یہی ہے کہ انسان ان محبتوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم کامل نیکی ہرگز نہ پا سکو گے حتیٰ کہ راہ خدا میں ان چیزوں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو۔ (قرآن: ۳:۹۲)

[۲۳] مسلسل تقویٰ اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ انسان کے اندر ایسی بصیرت پیدا فرماتا ہے جس سے حق و باطل میں تمیز کرنا آسان ہو جاتا

Marfat.com

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰

۳۰۔ اور یاد کرو جب کافر آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے تا کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا جلاوطن کر دیں، [۲۴] وہ اپنی سازشیں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی خفیہ تدبیر کر رہا تھا، اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔

ہے۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اس بصیرت کو کشف کہا جاتا ہے۔ (تفسیر مظہری) اسی بصیرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤمن کی فراست سے بچو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔''

(ترمذی: تفسیر القرآن: سورۃ الحجر)

[۲۴] مشرکین مکہ کی تیرہ سالہ انتہائی سخت مخالفت کے باوجود اسلام کی روشنی جب مدینہ تک پہنچ گئی اور اکثر مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو اہل مکہ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو عین ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد وہ مکہ پر حملہ کر کے ہمارا کچومر نکال دے۔ اس سے پیشتر کہ حالات قابو سے باہر ہو جائیں انہیں کوئی فیصلہ کن قدم اُٹھانا چاہیے، چنانچہ مکہ کے سرداروں کا ٹاؤن ہال (دارُالندوہ) میں ایک خفیہ اجلاس ہوا جو مختلف تاریخ اور تفسیر کی کتب میں موجود ہے۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

جب قریش کے سردار ٹاؤن ہال میں داخل ہونے لگے تو شیطان ایک بڑے بزرگ کی صورت میں آیا۔ قریش کے سرداروں نے اس سے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم یہاں ایک اہم مسئلہ کے لئے جمع ہو رہے ہو میں نے چاہا کہ میرا مشورہ بھی اس میں شامل ہو جائے۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے تم بھی آ جاؤ۔ شیخ نجدی نے کہا: اس شخص (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرو ورنہ یہ تم پر غالب آ جائے گا۔ ایک آدمی نے کہا: اس کو رسیوں سے باندھ کر کسی مکان میں بند کر دو حتیٰ کہ یہ بھوکا پیاسا ہلاک ہو جائے۔ شیخ نجدی نے کہا یہ رائے درست نہیں ہے جب اس کے ساتھیوں کو علم ہو گا تو وہ اس کو تمہاری قید سے چھڑا لیں گے۔ دوسرے آدمی نے کہا: اس کو مکہ سے نکال دو تا کہ تم سب کو اس سے نجات مل جائے۔ شیخ نجدی نے کہا: یہ رائے بھی درست نہیں ہے۔ کیا تمہیں اس کے دلکش کلام اور شیریں بیان کا علم نہیں، یہ جہاں بھی جائے گا اہل عرب اس کے گرویدہ ہو جائیں گے اور تم پر حملہ کر کے تمہیں مکہ سے نکال دیں گے، پھر ابوجہل نے کہا: ہم ہر قبیلہ سے ایک نوجوان لیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک تیز تلوار دیں اور سب مل کر یکبارگی ان پر حملہ کر دیں اور جب سب مل کر ان کو قتل کر دیں گے تو ان کا خون ہر قبیلہ کے ذمہ ہو گا تو بنی ہاشم تمام قبائل سے جنگ کرنے کی بجائے دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم کو ان کی ایذا رسانی سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی۔ اس پر شیخ نجدی نے کہا: بخدا! یہی رائے صحیح ہے، اس کے علاوہ اور کوئی رائے صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ سب سرداروں نے اس رائے پر اتفاق کر لیا۔

(تفسیر ابن ابی حاتم)

ہجرت کی رات قریشی قبائل کے منتخب نوجوان تلواریں لے کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے باہر جمع ہو گئے۔ جبریل امین نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی سازش کی خبر دی اور عرض کیا: آج رات آپ اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

Marfat.com

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسی آیتیں کہہ لیں، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔[۲۵]

وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور (یاد کرو) جب انہوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہیں، [۲۶] اور نہ اللہ تعالیٰ اس

ہجرت کی اجازت عطا فرما دی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب ؓ سے فرمایا: آج رات مجھے ہجرت کا حکم ہو گیا ہے تم میرے بستر پر میری سبز چادر اوڑھ کر سو جاؤ تمہارے پاس ان کی طرف سے کوئی ایسی چیز نہ آ سکے گی جو تمہیں ناپسند ہو۔

(سبل الهدیٰ والرشاد: جلد۳: ص ۳۲۶)

حضور اکرم ﷺ نے اہل مکہ کی امانتیں حضرت علی ؓ کے سپرد کیں، باہر تشریف لائے، مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور سورہ یٰسین کی درج ذیل آیت پڑھ کر مٹی اپنے دشمن نوجوانوں پر پھینک دی: ''ہم نے بنا دی ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار، ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔'' (قرآن: ۳۶:۹)

چنانچہ وہ سارے نوجوان نیند سے اونگھنے لگے اور حضور اکرم ﷺ ان کے درمیان سے گزر کر حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو ساتھ لے کر غار ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔ (ضیاء النبی: جلد۳: ص ۵۸) غار ثور کے احوال کے متعلق سورہ توبہ (۹) آیت نمبر ۴۰ کا حاشیہ ملاحظہ کریں۔

[۲۵] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ آیت نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی، وہ تجارت کی غرض سے حیرۃ گیا، وہاں سے کلیلة و دمنة، کسریٰ اور قیصر کی کہانیوں کی کتابیں خرید لایا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے گذشتہ قوموں کے احوال اور ان کے عذاب کی خبریں بیان فرمائیں تو نضر نے کہا: اگر میں چاہوں تو میں بھی اس طرح کی خبریں سنا سکتا ہوں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا یہ خیال تھا کہ وہ قرآن کی مثل بنا سکتے ہیں جیسا کہ ابتدا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادوگروں کا یہ خیال تھا (کہ وہ تورات کی مثل بنا سکتے ہیں) لیکن جب انہوں نے اس کی مثل بنانے کی کوشش کی تو وہ عاجز آ گئے۔ (تفسیر قرطبی) لیکن بار بار کے اصرار کے باوجود وہ قرآن جیسی ایک سورت تو کیا ایک آیت بھی پیش نہ کر سکے۔

[۲۶] مشرکین مکہ کو جب کہا گیا کہ قرآن مجید پہلے لوگوں کی کہانیاں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو انہوں نے مذاق کرتے ہوئے طعنہ دیا کہ ہم

Marfat.com

وقت انہیں عذاب دینے والا ہے جبکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں۔

وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں کیوں عذاب نہ دے حالانکہ وہ (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے روکتے ہیں [۲۷] اور وہ (مسجد حرام) کے متولی نہیں ہیں، اس کے متولی تو صرف متقی لوگ ہیں لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

اس قرآن کو تسلیم نہیں کرتے اور اگر یہ قرآن حق ہے تو اللہ تعالیٰ قوم لوط کی طرح پتھر برسا کر ہمیں فنا کیوں نہیں کر دیتا؟ (صفوۃ التفاسیر) اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی یعنی کفار کے کرتوت تو واقعی اس لائق ہیں کہ ان پر سخت عذاب نازل کیا جائے مگر اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جب وہ کسی قوم پر استیصال یعنی مکمل تباہ کرنے والا اجتماعی عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو ان کے نبی کو پہلے اس علاقہ سے نکال کر دوسرے علاقہ میں پہنچا دیتا ہے کیونکہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام مخصوص علاقہ اور مخصوص قوم کے نبی تھے جیسے حضرت لوط علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت ہود علیہ السلام کو پہلے ان کی بستیوں اور قوموں سے علیحدہ کیا اور پھر ان قوموں پر عذاب نازل کیا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رحمت کا دائرہ قیامت تک آنے والے ہر زمانہ، ہر علاقہ اور ہر قوم کو شامل ہے اور آپ جہاں بھی ہوں اپنے دائرۂ رسالت سے باہر نہیں ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر نبوت کے ہوتے ہوئے دنیا میں کسی قوم پر اجتماعی عذاب نہیں آئے گا۔ نیز جہاں استغفار کرنے والے متقی لوگ ہوں وہاں بھی اللہ تعالیٰ عذاب نازل نہیں فرماتا، البتہ جہاں ایسے اہل ایمان ہوں جو ظلم کے ساتھ راضی ہوں یا طاقت ہوتے ہوئے ظلم کے خلاف آواز نہ اٹھائیں تو پھر ظالموں کے ساتھ ان پر بھی عذاب آ جاتا ہے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں استغفار کرنے والے متقی لوگ قیامت تک باقی رہیں گے اس لئے ان کی برکت سے اب پہلی امتوں کی طرح اجتماعی عذاب کہیں نہیں آئے گا۔ جزوی اور علاقائی عذاب کا آنا اس خصوصی حکم کے منافی نہیں ہے جیسے غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو جزوی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

اگر کفار مکہ کے مطالبہ پر اس وقت عذاب نازل ہوتا اور اہل مکہ کو تباہ کر دیا جاتا تو ان میں سے جو کفار یعنی ابوسفیان، صفوان اور عکرمہ وغیرہ بعد میں مسلمان ہو گئے وہ مسلمان کیسے ہوتے؟ اور کفار کی پشتوں سے قیامت تک پیدا ہونے والی نسلیں جو اسلام قبول کر کے استغفار کرنے والی تھیں ان کو پیدا ہونے کا موقع کہاں سے ملتا؟ (تفسیر روح المعانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کفار کے لئے دو امانیں ہیں: ایک اللہ تعالیٰ کا نبی اور دوسرا استغفار کرنے والے اہل ایمان۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو وصال فرما گئے مگر استغفار کرنے والے تو قیامت تک باقی رہیں گے۔ (تفسیر کبیر) اس سے معلوم ہوا کہ جہاں انبیائے کرام علیہم السلام یا استغفار کرنے والے متقی اہل ایمان ہوں وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوموں کو مکمل تباہ کرنے والا اجتماعی عذاب نہیں آتا۔

[۲۷] مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا جائے، لہٰذا مسجد کے متولی صرف وہی لوگ بن سکتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز بجز سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے نہ تھی، [۲۸] پس اب عذاب چکھو بوجہ اس کفر کے جو تم کیا کرتے تھے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ بے شک کافر لوگ اپنے مال اس لئے خرچ کرتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکیں اور یہ آئندہ بھی خرچ کرتے رہیں گے، پھر یہ خرچ کرنا ان کے لئے باعثِ حسرت ہو جائے گا، پھر وہ مغلوب ہو جائیں گے، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے۔ [۲۹]

ڈر ہو مگر مکہ میں گنگا الٹی بہہ رہی تھی، جو اللہ تعالیٰ کے منکر تھے مسجد حرام کے متولی بنے ہوئے تھے اور انہوں نے متقی لوگوں پر مسجد میں داخلہ بند کر رکھا تھا حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سن ۶ ہجری میں چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جب عمرہ کرنے کے لئے تشریف لائے تو کفار مکہ نے انہیں بھی مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا، لہٰذا ایسے ظالم لوگ واقعی عذاب کے مستحق تھے مگر وہ عذاب جو ساری قوم کا استیصال کر دے وہ تو اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور استغفار کرنے والوں کی برکت سے نہیں آئے گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں جزوی عذاب میں مبتلا کر دیا یعنی پہلے جنگ بدر میں قریش کے بڑے بڑے سردار ہلاک کر دیئے گئے اور پھر آٹھ ہجری میں مکہ فتح کر کے اہل مکہ کے بتوں اور ان کے عقائد و نظریات کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا۔

علامہ سید آلوسی ایک قول نقل کرتے ہیں کہ گذشتہ آیت میں جس عذاب سے نفی کی گئی ہے وہ استیصال کرنے والا عذاب دنیا ہے اور اس آیت میں جس عذاب کی نشاندہی کی گئی ہے یہ عذاب آخرت ہے یعنی دنیا میں جن کفار کو سزا نہ ملے وہ بے فکر نہ ہوں آخرت میں انہیں اپنے مظالم کا عذاب ضرور ملے گا۔ (تفسیر روح المعانی)

[۲۸] مشرکین مکہ جس طرح بیت اللہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے اور اس کو عبادت سمجھتے (تفسیر کبیر) اسی طرح طواف کے دوران منہ سے سیٹیاں اور ہاتھوں سے تالیاں بجاتے اور اس کو نماز تصور کرتے حالانکہ یہ نماز نہیں بلکہ بیت اللہ کی توہین ہے، تاہم ان کے کافرانہ عقائد و اعمال کا اصل عذاب تو انہیں آخرت میں ملے گا مگر جنگ بدر میں بھی انہیں اس عذاب کی ایک جھلکی دکھائی گئی جس میں ان کے ستر نامی گرامی سردار ہلاک ہو گئے اور ستر کو قیدی بنا لیا گیا۔

[۲۹] جنگ بدر میں ایک ہزار کفار کا لشکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس کے کھانے پینے کے کل اخراجات مکہ کے بارہ سرداروں نے اپنے ذمہ لئے تھے جن میں حضرت عباس، ابو جہل، عتبہ، شیبہ وغیرہ شامل تھے۔ ہر سردار روزانہ دس اونٹ لشکر کے کھانے کے لئے ذبح کرتا تھا۔ (تفسیر خازن) جنگ بدر میں شکست کھانے والے جب واپس آئے تو انہوں نے ابوسفیان اور قافلہ

Marfat.com

لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ ع ۹ ۱۸

۳۷۔ تا کہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کردے اور سب ناپاکوں کو ایک دوسرے پر رکھ دے، پھر ان سب کا ایک ڈھیر بنا کر انہیں جہنم میں ڈال دے، یہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ آپ کافروں سے فرما دیجئے: اگر وہ (کفر یا اسلام دشمنی سے) باز آ جائیں تو جو کچھ ہو چکا ہے وہ انہیں بخش دیا جائے گا، [۳۰] اور اگر وہ پھر وہی کریں گے تو پہلے لوگوں کی سنت گزر چکی ہے۔

کے دیگر تاجروں سے کہا کہ محمد (ﷺ) نے تمہیں شکست دی ہے اور تمہارے بہترین سرداروں کو قتل کر دیا ہے، اب تم اپنے اس تجارتی مال سے ہماری مدد کرو تا کہ ہم آئندہ ان سے جنگ کر کے انتقام لے سکیں، چنانچہ شکست کا بدلہ لینے کے لئے تمام کافر تاجروں نے اپنا سامان جنگی تیاری کے لئے خرچ کرنے کا اعلان کر دیا۔ (تفسیر ابن جریر طبری) اس مالِ تجارت کے ساتھ کفار نے جنگِ اُحد کی تیاری کی مگر اس میں بھی وہ مطلوبہ کامیابی حاصل نہ کر سکے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت حضورِ اکرم ﷺ کو غیب کی اطلاع فرما دی کہ کفارِ مکہ اپنے مال اس لئے خرچ کرتے ہیں تا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ یعنی دینِ اسلام سے روکیں مگر آپ ﷺ فکر نہ کریں وہی مغلوب ہوں گے اور پچھتائیں گے کہ مال بھی چلا گیا اور فتح بھی نہ مل سکی، چنانچہ پہلے جنگ بدر میں اور پھر جنگ احد میں ناکامی سے ہمکنار ہوئے۔ یہ حق و باطل کی جنگیں اس لئے ہوئیں تا کہ پاک اور ناپاک لوگوں میں امتیاز ہو جائے۔ جن کی فطرت سلیم ہے وہ اسلام قبول کر کے جنت کے مستحق بن جائیں اور جو ناپاک کفر پر ہی مر جائیں وہ اکٹھے کر کے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔

[۳۰] ان آیات کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ گویا حضورِ اکرم ﷺ نے کفار کو فرمایا: اگر تم اسلام دشمنی سے باز آ جاؤ اور مسلمانوں کو تنگ کرنا چھوڑ دو تو ہم تمہاری گزشتہ زیادتیوں کو معاف کر دیں گے اور کوئی انتقامی کاروائی نہیں کریں گے اور اگر تم اسلام کی مخالفت پر مصر رہے تو جس طرح پہلی کافر قوموں کے ساتھ اہل ایمان جہاد کرتے رہے اسی طرح ہم بھی تمہارے ساتھ برسرِپیکار رہیں گے حتیٰ کہ تمہارا فتنہ ختم ہو جائے اور اسلام کو غلبہ حاصل ہو جائے۔ اسلام کے غلبہ سے یہ مراد نہیں کہ ہر ایک کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو مذہبی آزادی ہو اور کوئی کسی کے مذہب میں مداخلت نہ کر سکے۔

ان آیات کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اگر وہ کفر سے باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گذشتہ گناہ معاف کر دے گا لیکن اگر انہوں نے کفر پر اصرار جاری رکھا تو جیسے بدر میں پہلے انہیں سزا مل چکی ہے (تفسیر ابن جریر طبری) آئندہ بھی ایسی ہی سزا دی جائے گی یہاں تک کہ کفار کا زور ٹوٹ جائے اور مسلمان ان کے مظالم سے محفوظ ہو جائیں۔

Marfat.com

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٣٩﴾

۳۹۔ اور (اے مسلمانو!) تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور پورے کا پورا دین صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٤٠﴾

۴۰۔ اور اگر وہ روگردانی کریں تو جان لو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے، وہ بہترین کارساز ہے اور بہترین مدد گار ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤١﴾

۴۱۔ اور (اے مسلمانو!) جان لو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم کو حاصل ہو تو بے شک اس مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ اور رسول کے لئے اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے [۳۱] اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ (جنگ بدر) کے دن نازل کی جس دن دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

---

[۳۱] دشمن کے ساتھ جنگ کی صورت میں جو مال مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائے اس کو اسلامی اصطلاح میں اَنفال یا غنائم یعنی مالِ غنیمت کہا جاتا ہے۔ کسی مجاہد کو اس مال میں سے کوئی چیز اپنے پاس رکھنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ سارا مال اکٹھا کر کے اسلامی لشکر کے سربراہ کے سامنے پیش کیا جائے، پھر وہ ضابطہ کے مطابق اس کو تقسیم کرے۔

مالِ غنیمت کے پانچ حصے کئے جائیں گے، ان میں سے چار حصے ان لوگوں میں تقسیم ہوں گے جنہوں نے جنگ میں حصہ لیا ہو اور بقیہ پانچویں حصہ کے پھر پانچ حصے کئے جائیں گے۔ ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو آپ کے بعد مفادِ عامہ پر خرچ کیا جائے گا، دوسرا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کا ہے کیونکہ ان پر صدقہ لینا حرام ہے۔ رشتہ داروں سے مراد بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک ہم (بنو ہاشم) اور بنو مطلب نہ تو جاہلیت میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے اور نہ ہی اسلام میں، یقیناً ہم اور وہ ایک چیز ہیں۔ (پھر اس باہمی قرب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) آپ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا" (ابو داؤد: کتاب الخراج: باب ۲۰: حدیث نمبر ۲۹۸۰) نیز قریش مکہ نے جب بنو ہاشم سے سوشل بائیکاٹ کیا اور ان کو شعب ابی طالب میں محدود کر دیا تو بنو مطلب کو قریش نے اگرچہ بائیکاٹ میں داخل نہیں کیا تھا مگر یہ لوگ بنو ہاشم کا

Marfat.com

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَ لٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ۬ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ جب تم (وادیٔ بدر کے) قریبی کنارے پر تھے اور وہ (کفار) دور والے کنارے پر تھے اور (تجارتی) قافلہ تم سے نیچے (ساحل) کی طرف تھا، [۳۲] اور اگر تم لڑائی کے لئے وقت مقرر کرتے تو یقیناً تم وقتِ مقررہ پر پہنچنے میں آگے پیچھے ہو جاتے، [۳۳] لیکن (یہ بلا ارادہ جنگ اس لئے تھی) تاکہ اللہ تعالیٰ وہ کام پورا کر دے جس کا ہونا مقرر ہو چکا تھا تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل سے زندہ رہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَ لَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ لَتَنَازَعْتُمْ فِي

۴۳۔ یاد کرو جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے خواب میں لشکر کفار کو تھوڑا دکھایا، [۳۴] اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو

ساتھ دینے کے لئے خود اس بائیکاٹ میں شریک ہو گئے۔ (تفسیر مظہری)

رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے بعد تیسرا حصہ یتیموں کے لئے، چوتھا حصہ مسکینوں کے لئے اور پانچواں حصہ مسافروں کے لئے ہے۔ ان احکام کی پابندی ان پر لازم ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی تائید و نصرت پر ایمان رکھتے ہیں جس کی وجہ سے بدر میں اہل ایمان کو فتح نصیب ہوئی۔

[۳۲] یہاں میدانِ جنگ کا نقشہ بیان کیا گیا ہے یعنی میدانِ بدر میں مسلمانوں کا پڑاؤ اس کنارے پر تھا جو مدینہ کے قریب تھا اور کفار کا پڑاؤ میدانِ بدر کے دوسرے کنارے پر تھا جو مدینہ سے دور تھا اور ابوسفیان کا تجارتی قافلہ نیچے ساحل سمندر کی طرف سے گزر رہا تھا اور وہ قافلہ بھی لشکر کفار کے قریب تھا۔

[۳۳] اگر تم کفار کے ساتھ جنگ کا وقت مقرر کرتے تو ان کی کثرتِ تعداد کی وجہ سے تم گھبرا جاتے اور وقت پر میدانِ جنگ میں نہ پہنچتے مگر تم تو نکلے تھے ایک چھوٹے سے تجارتی قافلہ کو روکنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ نے اچانک جنگ کے اسباب پیدا کر دیئے تاکہ اللہ تعالیٰ نے میدانِ بدر میں اسلام کی جو عظیم الشان فتح مقدر کر رکھی تھی دنیا اس کا مشاہدہ کر لے اور اس کے بعد جو ایمان پر قائم رہے اسے دلیل کے ساتھ یقین ہو کہ وہ واقعی حق پر ہے اور جو کفر پر رہتے ہوئے اپنی ہلاکت کا فیصلہ کرے تو اسے بھی یقین ہو کہ وہ محض تعصب کی وجہ سے حق سے منہ موڑ رہا ہے۔

[۳۴] جنگِ بدر میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ اور کفار کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ اللہ تعالیٰ نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کو کفار کی

Marfat.com

الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

لشکر کفار زیادہ تعداد میں دکھاتا تو (اے مسلمانو!) تم ضرور ہمت ہار جاتے اور جنگ کے معاملہ میں جھگڑنے لگتے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں بچالیا، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ ع

۴۴۔ اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے باہم مقابلہ کے وقت لشکر کفار کو تمہاری نگاہوں میں تھوڑا دکھایا اور تمہیں ان کی نگاہوں میں تھوڑا دکھایا تا کہ اللہ تعالیٰ وہ کام پورا کردے جو مقرر ہو چکا تھا، [۳۵] اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی تمام کام لوٹائے جاتے ہیں۔

تعداد تھوڑی دکھائی یعنی صرف وہی چند کافر دکھائے جو میدان جنگ میں ڈٹ کر لڑنے والے تھے باقی اکثر بزدل اور بھاگنے والے تھے، ان کو دکھانے کی ضرورت ہی کیا تھی کیونکہ ان کا لشکر میں ہونا نہ ہونے کے برابر تھا یا تھوڑا دکھانے سے مراد کفار کا مغلوب ہونا دکھایا۔ (روح المعانی) اور اگر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہونے والے فرشتوں کو شمار کیا جائے تو کافروں کی تعداد واقعی تھوڑی تھی۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے مجاہدین کو خوشخبری سنائی کہ تمہارے مقابلہ میں لڑنے والے بالکل تھوڑے ہیں باقی سب بھاگنے والے ہیں جیسے ایک شیر اگر سینکڑوں بھیڑوں پر حملہ آور ہو تو ساری بھیڑیں اپنی کمزوری اور بزدلی کے باعث بھاگنے لگتی ہیں، اسی طرح جب شیر دل مسلمان اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے حملہ آور ہوں گے تو کفار اپنی بزدلی کے باعث بھاگ جائیں گے۔

اس سے مجاہدین کے حوصلے بلند ہو گئے اور اگر اللہ تعالیٰ صرف ان کی ظاہری تعداد کی کثرت دکھاتا تو مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جاتے اور تھوڑی تعداد کے باعث باہم اختلاف کرنے لگتے بعض کہتے: جنگ کرنی چاہیے اور بعض کہتے: نہیں کرنی چاہیے مگر اللہ تعالیٰ نے کفار کی بزدلی کا مشاہدہ کرا کے مسلمانوں کو کمزوری دکھانے سے بچالیا۔ نیز جنگ بدر میں کفر پر مرنے والے کفار کی تعداد واقعی تھوڑی تھی کیونکہ بعد میں ان میں سے اکثر مسلمان ہو گئے تھے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

اس آیت نمبر ۴۳ سے آخر سورت یعنی آیت نمبر ۷۵ تک کی تفسیر دربار عالیہ منگانی شریف ضلع جھنگ پاکستان میں ۲۰ تا ۲۳ فروری ۲۰۰۶ء میں لکھی گئی ہے۔

[۳۵] جنگ بدر میں مسلمانوں کو کفار کا لشکر بالکل تھوڑا دکھائی دیا جس سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور کفار کو بھی مسلمانوں کی تعداد کم نظر آئی، اس طرح ان کے حوصلے بھی بلند ہو گئے اور دونوں لشکر باہم حملہ آور ہو گئے۔ یہ اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی فتح و نصرت کا وعدہ پورا کردے اور کفار کی شکست کا جو فیصلہ مقرر ہو چکا تھا اس کا سب کو مشاہدہ کرا دے۔ صرف ۳۱۳ نے ایک ہزار کو شکست دے دی جس سے حق و باطل بالکل واضح ہو گیا اور سب نے مشاہدہ کر لیا کہ حق مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اب بھی اگر کوئی جان بوجھ کر حق سے منہ

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۴۵﴾

۴۵۔ اے ایمان والو! جب تمہارا کسی لشکر سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۚ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور باہم جھگڑا نہ کرو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی [۳۶] اور صبر کرو، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اپنے گھروں سے اِتراتے ہوئے اور لوگوں کو (اپنی شان اور طاقت) دکھانے کے لئے نکلے تھے اور وہ (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھے، [۳۷] اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو گھیرے ہوئے ہے۔

موڑے گا تو میدانِ حشر میں اس کے پاس جہنم سے بچنے کا کوئی عذر نہیں رہے گا۔

[۳۶] اہل ایمان کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ جنگ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو اور اگر کبھی جنگ کی نوبت آجائے تو پھر ثابت قدم رہو اور میدانِ جنگ میں بھی اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو کیونکہ اصل مقصد صرف جنگ میں فتح حاصل کرنا نہیں بلکہ اصل مقصد فلاحِ دارین ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی یاد ہر حال میں ضروری ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، مشکلات پر صبر کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تمہارے حوصلے پست ہو جائیں گے اور دشمن کے دل سے تمہارا رعب ختم ہو جائے گا۔

[۳۷] اہل مکہ جب جنگ بدر کے لئے روانہ ہوئے تو وہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے اور اہل عرب پر اپنی طاقت کی دھاک بٹھانے کے لئے بڑے فخر سے کہہ رہے تھے کہ وہ مسلمانوں سے ضرور لڑیں گے اور بدر میں ہی (فتح کا جشن مناتے ہوئے) شراب اور رقص و سرود کی محفلیں قائم کریں گے، ہماری اس فتح کی خبر سارا عرب سنے گا اور وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔ (تفسیر قرطبی) لیکن انہیں کیا خبر تھی کہ جو منصوبے وہ بنا رہے تھے ان کا حقیقی اختیار تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ چاہے تو ان کے منصوبے اُلٹے کر دے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، جام شراب کی جگہ انہیں موت کا پیالہ پینا پڑا اور محفل رقص و سرود کی جگہ ان کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خلوصِ نیت اور عاجزی وانکساری کا درس دیا ہے اور کفار کی طرح تکبر اور ریاکاری سے منع کیا ہے کیونکہ غرور کا سر آخر کار نیچا ہوتا ہے جیسے کفارِ مکہ کو بدر میں شکست کھانا پڑی۔

Marfat.com

وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۴۸

۴۸۔ اور جب شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال آراستہ کر دیئے اور انہیں کہا: آج ان لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور بے شک میں بھی تمہارا مددگار ہوں، پھر جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو اُلٹے پاؤں بھاگا اور کہنے لگا: میں تم سے بیزار ہوں، [۳۸] بے شک میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۴۹

۴۹۔ یاد کرو جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (کفر کی) بیماری ہے کہہ رہے تھے کہ ان مسلمانون کو ان کے دین نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے، [۳۹] حالانکہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

---

[۳۸] اہل مکہ جب جنگ بدر کے لئے روانہ ہونے لگے تو شیطان بنی کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی شکل میں ان کے پاس آیا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا: تم بڑے نیک اور اچھے کام پر جا رہے ہو۔ مسلمانوں کو ختم کرنے کا آج ہی بہترین موقع ہے کیونکہ ابھی ان کی تعداد بہت کم ہے، لہٰذا تم یقیناً غالب رہو گے اور میں بھی تمہاری مدد کے لئے تمہارے ساتھ چلتا ہوں مگر جب میدانِ بدر میں دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو شیطان بھاگ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: میں جن فرشتوں کو دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں نظر نہیں آتے اور میں ڈرتا ہوں کہ تمہارے ساتھ مجھے بھی عذاب میں مبتلا نہ کر دیا جائے، لہٰذا میں تم سے بیزار ہوں اور واپس جا رہا ہوں۔ اس پر کفار کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ بھی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب یہ کفار واپس مکہ پہنچے تو انہوں نے اہل مکہ سے کہا کہ سراقہ بن مالک نے انہیں دھوکہ دے کر مروا دیا۔ جب سراقہ کو یہ خبر پہنچی تو وہ قسم اُٹھا کر کہنے لگا: نہ میں ان کے ساتھ گیا اور نہ ہی مجھے ان کے جانے کی اطلاع تھی، مجھے تو اب صرف ان کی شکست کی خبر ملی ہے۔ بعد میں جب یہ کفار مسلمان ہوئے تو انہیں پتہ چلا کہ وہ سراقہ نہیں بلکہ شیطان تھا۔ (تفسیر خازن، بیضاوی، روح المعانی وغیرہ) شیطان ہمیشہ سے لوگوں کو اسی طرح پہلے برائی کی ترغیب دیتا ہے اور جب وہ برائی میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو پھر ان سے بیزاری کا اعلان کر دیتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو ہمارے عیبوں کی تعریف کرے یا ہم کو گناہوں کی رغبت دے وہ شیطان ہے چاہے انسانی شکل میں ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان کے فریبوں سے محفوظ رکھے۔ آمین!

شیطان صرف جنگ بدر میں شریک ہوا تھا، شاید اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بھی بدر میں فرشتے نازل فرمائے۔

[۳۹] میدانِ بدر میں جب مدینہ کے منافقین اور مکہ کے کافروں نے دیکھا کہ مسلمانوں نے لشکر کفار کے مقابلہ کا فیصلہ کر لیا ہے تو وہ کہنے لگے

Marfat.com

وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ اور اگر آپ دیکھیں جب فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں اور ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں: لواب) آگ کا عذاب چکھو۔[۴۰]

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۵۱﴾ۙ

۵۱۔ یہ بدلہ ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور بے شک اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ (کفارِ مکہ کا طرزِ عمل بھی) قوم فرعون اور ان سے پہلے لوگوں کی طرح ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے باعث پکڑ لیا، بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا سخت عذاب دینے والا ہے۔

کہ مسلمانوں کو ان کے دین نے پاگل بنا دیا ہے۔ بھلا صرف ۳۱۳ نہتے مسلمان ایک ہزار لشکر کفار کا کیسے مقابلہ کر سکیں گے، یہ تو دین کے نشہ میں موت اور اپنی تباہی کی طرف جا رہے ہیں مگر انہیں کیا خبر کہ یہ دھوکہ نہیں بلکہ توکل ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت پر کامل یقین رکھتے ہیں ان کی نظر صرف ظاہری وسائل پر نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل ان کے حوصلے بلند کر دیتا ہے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ ۔۔۔ مؤمن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

[۴۰] اس آیت سے معلوم ہوا کہ جزا و سزا کا کچھ سلسلہ اس دنیاوی زندگی کے ختم ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ چونکہ اس کا تعلق فرشتوں اور عالم برزخ سے ہے جو ہمارے ادراک اور مشاہدہ سے بالاتر ہیں اس لئے ہم اس دنیا میں اس کا ادراک نہیں کر سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہا کرو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔'' (قرآن: ۲: ۱۵۴) مگر انبیائے کرام علیہم السلام اور فرشتوں کو برزخ کی جزا و سزا کا ادراک ہوتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ ایک دفعہ مدینہ منورہ کے ایک باغ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا۔۔۔۔ ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا، پھر آپ نے کھجور کی ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے یہ کیوں کیا؟ تو آپ نے فرمایا: شاید جب تک یہ خشک نہ ہوں گی ان قبر والوں سے عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔ (بخاری: کتاب الوضوء: باب ۵۵) صحابہ کرام ؓ کو برزخ کے اس عذاب کا علم نہیں تھا مگر نبی کریم ﷺ مٹی کے پیچھے عالم برزخ کے احوال سے بھی باخبر تھے۔

Marfat.com

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ایک نعمت دے کر اس نعمت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں، [۴۱] اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ (کفارِ مکہ کا طرزِ عمل بھی) قوم فرعون اور ان سے پہلے لوگوں کی طرح ہے، انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا، پس ہم نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں ہلاک کر دیا اور ہم نے قوم فرعون کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور وہ انسان ہیں جنہوں نے کفر کیا اور وہ ایمان نہیں لاتے۔

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ ان میں سے وہ جن سے آپ نے معاہدہ کیا، پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں [۴۲] اور وہ ذرا نہیں ڈرتے۔

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ پس آپ اگر ان کو جنگ میں پائیں تو ان کو عبرت ناک شکست دے کر ان کے پچھلوں کو بھی بھگا دیں شاید کہ وہ عبرت حاصل کریں۔

---

[۴۱] اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو بلا وجہ واپس نہیں لیتا، ہاں اگر وہ قوم خود اس نعمت کی قدر نہ کرے اور عدل و انصاف کی بجائے ظلم و ستم کا بازار گرم کر دے تو پھر اس قوم کے اپنے کرتوت اسے تباہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے موجودہ زوال کے پیچھے یہی قانون قدرت کارفرما ہے۔

[۴۲] حضور اکرم ﷺ نے مدینہ میں آ کر یہودی قبائل کے ساتھ امن اور دوستی کے معاہدے کئے مگر بنی قریظہ اور بنی نضیر نے عہد شکنی کی یعنی جنگ بدر میں ہتھیاروں کے ذریعہ مشرکین مکہ کی مدد کی اور پھر اپنی غلطی پر معافی مانگنے لگے۔ حضور اکرم ﷺ نے معاف کر کے دوبارہ ان سے معاہدہ کیا مگر خندق میں پھر یہود نے معاہدہ توڑ دیا۔ (تفسیر قرطبی) اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب اگر آپ ان کو جنگ میں پائیں تو ان کو ایسی عبرت ناک سزا دیں کہ دوسرے قبائل اور ان کی آنے والی نسلوں کو عبرت حاصل ہو اور وہ کسی سے عہد شکنی کی جرأت نہ کر سکیں۔

Marfat.com

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۵۸ ع

۵۸۔ اور اگر آپ کسی قوم سے (معاہدہ میں) خیانت کا اندیشہ کریں تو (ان کا معاہدہ) واضح طور پر ان کی طرف پھینک دیں، [۴۳] بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۵۹

۵۹۔ اور کافر ہرگز خیال نہ کریں کہ وہ بچ کر نکل گئے، بے شک وہ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔ [۴۴]

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَ مَا تُنْفِقُوْا

۶۰۔ اور ان کے لئے جتنا تم سے ہو سکے قوت اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو، [۴۵] اس (دفاعی تیاری) سے تم اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اپنے دشمن کو مرعوب رکھو اور ان کھلے دشمنوں کے علاوہ دوسروں کو بھی جن (کی چھپی دشمنی) کو تم نہیں جانتے، البتہ اللہ تعالیٰ ان (کی چھپی

---

[۴۳] علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ جب معاہد قوم سے ایسے آثار ظاہر ہوں جن سے ان کی غداری اور خیانت کا پتہ چلتا ہو تو پہلے ان کا معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کر دو تاکہ تمہاری طرح ان کو بھی علم ہو جائے کہ اب معاہدہ ختم ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ان کے خلاف کاروائی کرو لیکن اگر انہوں نے کھلم کھلا عہد شکنی کر دی تو پھر کسی تکلف کی ضرورت نہیں اور بغیر بتائے مناسب قدم اُٹھا سکتے ہو۔ (تفسیر قرطبی)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح اعلان کر دیا کہ وہ عہد شکنی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اس لئے کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ عہد شکنی کی ابتدا کرے، ہاں اگر دوسری قوم سے عہد شکنی کے آثار ظاہر ہوں تو ان کو اعلانیہ بتا دیا جائے کہ تمہارے معاملات مشتبہ نظر آتے ہیں اس لئے ہم آئندہ اس معاہدہ کے پابند نہیں رہیں گے تاکہ مسلمانوں پر عہد شکنی کی ابتدا کا الزام نہ آئے۔ یہ اسلامی تعلیم کا کمال ہے کہ ایک خائن قوم کے ساتھ بھی خیانت کی اجازت نہیں دی بلکہ حکم دیا کہ پہلے اس خائن قوم کو معاہدہ ختم ہونے کی واضح خبر دو اور اس کے بعد اس کے خلاف عملی کاروائی کرو۔

[۴۴] جنگ بدر سے جو کفار بچ کر نکل گئے وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ وہ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں سرگرم رہیں گے بلکہ یا تو وہ مسلمان ہو جائیں گے یا پھر آئندہ جنگوں میں انہیں ختم کر دیا جائے گا۔

[۴۵] قوت سے مراد ہر وہ اسلحہ ہے جس سے جنگ میں طاقت اور دشمن پر غلبہ حاصل ہو۔ (احکام القرآن للجصاص) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ دشمن کو مرعوب کرنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتوں اور وسائل کو بروئے کار لاؤ، تمہارا اسلحہ سب سے اعلیٰ اور جدید ہو اور تمہاری فوجیں سب سے زیادہ تربیت یافتہ ہوں تاکہ تمہارے ظاہری دشمن (کفار مکہ) اور پوشیدہ دشمن (یہود و

Marfat.com

مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾

دشمنی) کو جانتا ہے، اور جو چیز تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا اجر دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ اور اگر کفار صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں، بے شک وہی سب کچھ سننے سب کچھ جاننے والا ہے۔

منافقین مدینہ) پر تمہارا رعب طاری رہے اور وہ تم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں۔

نیز جان و مال کی صورت میں جو کچھ بھی تم اللہ تعالیٰ کی راہ (جہاد) میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا اجر دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی حق تلفی نہیں کرتا جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے باعث تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا:

۱۔ ثواب کی نیت سے تیر بنانے والا۔

۲۔ تیر اندازی کرنے والا۔

۳۔ تیر اندازی میں مدد کرنے والا۔ (ابن ماجۃ: ابواب الجهاد: باب ۱۹)

اُس دور میں سب سے مہلک ہتھیار تیر تھا، اسی لئے حضورِ اکرم ﷺ نے تیر اندازی کی مشقوں میں خود بھی حصہ لیا اور دوسرے مسلمانوں کو بھی ترغیب دی۔ (بخاری: کتاب الجهاد: باب ۷۸)

مذکورہ قرآن و حدیث کے حوالہ جات سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ملک و ملت کی حفاظت کے لئے اسلحہ بنانا، اس کی تربیت حاصل کرنا اور اس کے جملہ لوازمات میں مالی یا عملی حصہ لینا جنت کا باعث اور فرضِ کفایہ ہے اور زیادہ ضرورت کے وقت یہ فرضِ عین بھی ہو جاتا ہے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم آج تک اپنے وعظوں میں مسلمانوں کو یہ تو بتاتے رہے کہ جس کے پاس طاقت ہو وہ حج کرے کیونکہ کعبہ تین اشخاص کی سفارش کر کے انہیں جنت میں لے جائے گا یعنی جس نے حج کیا، حج کے لئے نکلا مگر کعبہ تک نہ پہنچ سکا، حج کی خواہش تھی مگر وسائل نے ساتھ نہ دیا۔ (نزہۃُ المجالس: جلد اوّل: ص ۱۵۳)

مگر ہم نے اربابِ اقتدار کو یہ بتانے کی زحمت گوارا نہ کی کہ دشمن کو ناکام و مرعوب کرنے کے لئے جدید ترین اسلحہ بنانا بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کا حکم ہے اور جدید اسلحہ بنانے کی وجہ سے بھی تین اشخاص جنت کے مستحق ٹھہریں گے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دشمن اسلحہ کی دوڑ میں اتنا آگے نکل گیا کہ ہمارے پاس ان کا جواب دینے کی بھی صلاحیت نہیں ہے۔

Marfat.com

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں [۴۶] تو بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہے، وہی ہے جس نے آپ کو اپنی نصرت اور اہل ایمان کے ذریعہ طاقت بخشی۔

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾

۶۳۔ اور اسی نے اہل ایمان کے دلوں میں محبت پیدا کر دی، اگر آپ جو کچھ زمین میں ہے وہ سب خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں محبت پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان محبت پیدا فرما دی، [۴۷] بے شک اللہ تعالیٰ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

---

[۴۶] اگر کفار صلح کا ہاتھ بڑھائیں تو تمہیں بھی اجازت ہے کہ ان کے ساتھ صلح کر لو اور اگر آپ محسوس کریں کہ وہ وقتی طور پر تمہیں دھوکہ دینے کے لئے صلح کر رہے ہیں تو بھی ان سے صلح کر لو اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھیں پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد کی ہے اور آئندہ بھی وہی آپ کا حامی و ناصر ہوگا۔

ان دو آیتوں سے معلوم ہوا کہ اسلام صلح، امن اور سلامتی کا دین ہے، وہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت صرف اسی وقت دیتا ہے جب انسانیت کے امن و سکون کو خطرہ لاحق ہو اور جنگ کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو۔ آیت نمبر ۵۸ میں حکم ہوا تھا کہ دشمن سے خیانت کا خطرہ ہو تو معاہدہ توڑ دو یعنی جب قوی قرائن اور ان کے اعمال سے ظاہر ہو کہ وہ عہد کی خلاف ورزی کر رہے ہیں تو ان کا معاہدہ توڑنے کا اعلان کر دو، اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل میں خیانت کا ارادہ تو ہے مگر ان کے اعمال سے خیانت کے نشانات ظاہر نہیں ہوئے تو ان سے صلح کر لو ہو سکتا ہے کہ عملی خیانت کی جرأت نہ کر سکیں اور اگر عملی خیانت کی جرأت کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ان کا معاہدہ بھی توڑ دیا جائے گا۔

[۴۷] عرب قبائل کی آپس میں نا چاقی اور تنگ نظری بڑی مشہور تھی، چھوٹی چھوٹی باتوں پر قتل و غارت تک نوبت پہنچ جاتی اور پھر صدیوں تک لڑائیوں اور نفرتوں کا سلسلہ جاری رہتا مگر جو خوش نصیب حضور اکرم ﷺ پر ایمان لائے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں باہم محبت پیدا فرما دی اور یہ ایک ایسی نعمت ہے جو ساری دنیا کا مال و متاع خرچ کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپس میں محبت اور اتفاق کو نہ تو دولت سے خریدا جا سکتا ہے اور نہ ہی طاقت کے زور پر پیدا کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ مخلص لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے، لہٰذا آج مسلمانوں کو چاہیے کہ خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے باہمی محبت اور اتفاق کی دعا مانگا کریں اور آپس میں برداشت اور محبت پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ یا اللہ تعالیٰ! تو کریم ہے مسلمانوں پر کرم فرما اور ان کو آپس میں اتحاد اور محبت کی نعمت عطا فرما۔ آمین!

Marfat.com

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٤﴾ ع

٦٤۔ اے نبی ﷺ! آپ کو اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ اہل ایمان جنہوں نے آپ کی پیروی کی۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾

٦٥۔ اے نبی ﷺ! اہل ایمان کو جنگ کی ترغیب دو، اگر تم میں سے بیس آدمی صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو (کفار) پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے سو (صبر کرنے والے) ہوں تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آئیں گے کیونکہ یہ کافر وہ لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔

اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٦٦﴾

٦٦۔ اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کردی ہے، [۴٨] اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے، سو اگر تم میں سو آدمی صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں ایک ہزار (صبر کرنے والے) ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں گے، اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ

٦٧۔ کسی نبی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اس کے پاس جنگی قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی

[۴٨] ابتدا میں مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ وہ اپنے سے دس گنا بڑے لشکرِ کفار کے مقابلہ میں ثابت قدم رہیں اور میدان چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش نہ کریں۔ اب حالات کے پیش نظر اس تعداد میں تخفیف کردی گئی ہے یعنی اپنے سے دو گنا لشکرِ کفار کے مقابلہ میں ثابت قدم رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

کیونکہ کفار صرف ظاہری کامیابی کے لئے لڑتے ہیں اور اپنی زندگی پر حریص ہوتے ہیں اور جب بظاہر فتح کے امکانات نہ ہوں تو وہ بزدلی دکھاتے ہوئے بھاگ جاتے ہیں مگر مسلمان صرف دنیاوی فتح و نصرت کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے لڑتے ہیں اور آخرت میں اجرِ عظیم کی امید رکھتے ہیں اس لئے وہ ثابت قدمی اور پوری سرگرمی سے لڑتے ہیں۔ نیز کافروں کو صرف ظاہری اسباب پر بھروسہ ہوتا ہے جبکہ مسلمانوں کو ظاہری اسباب کے ساتھ ساتھ اصل بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ — مؤمن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

Marfat.com

الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾

طرح خون بہا دے، تم دنیا کا مال ومتاع چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔[۴۹]

لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے (مالِ غنیمت کے حلال ہونے کا) حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے تمہیں ضرور بڑا عذاب پہنچتا۔

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ ع

۶۹۔ سو تم اس میں سے کھاؤ جو حلال اور پاکیزہ مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۵۰]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾

۷۰۔ اے نبی! جو قیدی آپ کے ہاتھ میں ہیں ان سے فرمایئے: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں بھلائی جان لی تو تمہیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا جو تم سے (فدیہ کی صورت میں) لیا گیا ہے اور تمہیں بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۵۱]

---

[۴۹] جنگِ بدر میں جب کفار شکست کھا کر بھاگنے لگے تو مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے اور کفار کو قیدی بنانے میں سرگرم ہو گئے۔ اس دوران بہت سے کفار جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے اور سالہا سال تک مسلمانوں کے لئے تکلیف کا باعث بنے رہے۔ اگر اس روز مالِ غنیمت جمع کرنے کی بجائے کفار کا تعاقب کر کے پہلے ان کا قلع قمع کر دیا جاتا تو کفر کی طاقت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی۔

یہاں ذکر تو نبی کریم ﷺ کا ہے مگر حقیقت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عتاب کیا جا رہا ہے کہ انہیں پہلے کفار کا تعاقب کرنا چاہیے تھا اور بعد میں مالِ غنیمت اکٹھا کرنا چاہیے تھا مگر اللہ تعالیٰ نے چونکہ بدر والے مجاہدین کی مغفرت اور مالِ غنیمت حلال ہونے کا فیصلہ پہلے ہی لوحِ محفوظ میں لکھ رکھا تھا اس لئے انہیں اس کوتاہی پر گرفت نہیں کی گئی۔

[۵۰] یعنی اے مسلمانو! مالِ غنیمت تمہارے لئے حلال اور پاکیزہ ہے مگر دشمنوں کا تعاقب اور ان کا قلع قمع پہلے کیا کرو اور اس کے بعد مالِ غنیمت کی طرف متوجہ ہوا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن دوبارہ مجتمع ہو کر تم پر اچانک حملہ کر دے اور تمہاری جیتی ہوئی جنگ کو شکست میں بدل دے۔

[۵۱] جنگِ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر جب آزاد کیا جانے لگا تو ان میں سے بعض نے اسلام قبول کر لیا اور مسلمانوں کے خلاف نہ لڑنے کا

Marfat.com

وَ اِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ اور (اے محبوب!) اگر وہ آپ سے خیانت کا ارادہ کریں تو وہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے بھی خیانت کر چکے ہیں، سو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض پر (آپ کو) قدرت عطا فرما دی اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

وعدہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: اگر تم اسلام پر قائم رہے تو جتنا مال تم نے فدیہ میں دیا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے زیادہ عطا فرمائے گا اور تمہارے گناہ بھی بخش دے گا اور اگر وہ مکہ جا کر عہد شکنی کریں گے تو اس سے پہلے وہ اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی کر چکے ہیں یعنی مصائب کے وقت اللہ تعالیٰ سے وعدے کرتے ہیں اور جب مصائب دور ہو جائیں تو پھر بتوں کی عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں، لہٰذا آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں، جس طرح جنگِ بدر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفار پر قدرت عطا فرمائی اسی طرح آئندہ بھی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان کفار پر قدرت عطا فرمائے گا۔

اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا درج ذیل واقعہ ذکر کیا ہے:

جنگِ بدر میں جس شخص نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کو گرفتار کیا وہ ابوالیسر کعب بن عمرو تھا۔ اُن سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے ابوالیسر! تم نے اس کو کیسے گرفتار کیا تھا؟ ابوالیسر نے کہا: اس کو گرفتار کرنے میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی جس کو میں نے نہ پہلے کبھی دیکھا اور نہ بعد میں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری مدد ایک مکرم فرشتے نے کی اور حضرت عباس سے فرمایا: تم اپنا فدیہ بھی دو اور دو بھتیجوں عقیل اور نوفل کا فدیہ بھی دو۔ حضرت عباس نے ان کا فدیہ دینے سے انکار کر دیا اور کہا: میں اس غزوہ سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا یہ لوگ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لائے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے معاملہ کو بہتر جانتا ہے اگر تمہارا دعویٰ برحق ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو اس کی جزا دے گا مگر تمہارا ظاہر حال یہ ہے کہ تم ہم پر حملہ آور ہوئے ہو، سو تم اپنا فدیہ ادا کرو اور رسول اللہ ﷺ ان سے بیس اوقیہ سونا (بہ طور مالِ غنیمت) پہلے وصول کر چکے تھے، حضرت عباس نے کہا: یا رسول اللہ! اس بیس اوقیہ سونا کو میرے فدیہ میں شمار کر لیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں یہ وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم سے لے کر دیا ہے۔ (یعنی وہ تو مالِ غنیمت تھا) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس اور مال نہیں ہے، آپ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ سے روانگی کے وقت ام الفضل کے پاس رکھا تھا، اس وقت تم دونوں کے پاس اور کوئی نہیں تھا اور تم نے یہ کہا تھا کہ اگر میں اس سفر میں فوت ہو گیا تو اس مال میں سے اتنا فضل کو، اتنا قثم کو اور اتنا عبداللہ کو دینا۔ تب حضرت عباس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میرے اور ام الفضل کے سوا اس کو اور کوئی نہیں جانتا اور اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

(مسند احمد: جلد اوّل: ص ۳۵۳)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہ خدا یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی ہے، جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ذکر کیا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور یہ سوال کیا کہ مجھ سے جو بیس اوقیہ لئے گئے ہیں ان کو فدیہ کی رقم میں شمار کر لیا جائے تو رسول

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَ جٰهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ وَ الَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوٓا أُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَّلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۚ وَ اللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) پناہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور جو لوگ ایمان تو لائے لیکن ہجرت نہیں کی تو وہ اس وقت تک تمہاری ولایت (سرپرستی) میں بالکل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کرلیں، [۵۲] اور اگر وہ تم سے دین کے معاملہ میں مدد مانگیں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے مگر اس قوم کے خلاف نہیں کہ تمہارے اور ان کے درمیان (صلح کا) معاہدہ ہو چکا ہو، اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔

اللہ ﷺ نے اس سے انکار کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان بیس اوقیہ کے بدلے میں بیس غلام عطا کئے جن میں سے ہر ایک میرے مال کی تجارت کرتا ہے، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید بھی رکھتا ہوں۔

(المعجم الکبیر: جلد ۱۱: ص ۱۷۱: حدیث نمبر ۱۱۳۹۸)

[۵۲] اس آیت میں مسلمانوں کی داخلہ اور خارجہ پالیسی پر روشنی ڈالی گئی ہے یعنی جو مسلمان اسلامی ملک میں آباد ہیں ان میں کامل بھائی چارہ ہوگا اور ان پر آپس میں ایک دوسرے کی مدد اور حفاظت لازم ہوگی لیکن جو مسلمان اپنی خوشی سے کسی کافر حکومت میں رہائش پذیر ہوں اور انہیں وہاں دینی لحاظ سے کوئی تکلیف پہنچے اور وہ مسلمان حکومتوں سے اس غیر مسلم حکومت کے خلاف مدد مانگیں تو اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ اگر اس کافر حکومت سے اسلامی حکومت کا کوئی معاہدہ نہ ہو تو پھر اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ مظلوم مسلمانوں کی ہر ممکن مدد کرے حتیٰ کہ طاقت کا استعمال کرنا پڑے تو بھی کرے۔

۲۔ اور اگر اس کافر حکومت کے ساتھ دوستی اور امن کا معاہدہ ہو تو پھر معاہدہ کا احترام ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''عہد پورا کرو کیونکہ عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔'' (قرآن: ۱۷: ۳۴) نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی معاہد (جس سے معاہدہ ہو) کو قتل کرے وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔'' (بخاری: کتاب الجزیہ: باب ۵) ''اور جو اپنے عہد کی پاسداری نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔'' (مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۳۵) اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے معاہدہ حدیبیہ کے وقت ابو جندل کی مدد نہیں فرمائی: ''حضور اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے دن مشرکین سے تین شرائط پر صلح کی: مشرکین میں سے جو شخص مسلمانوں کی طرف مدینہ آئے گا وہ اس کو واپس کر دیں گے اور مسلمانوں کی طرف سے جو مشرکین کے پاس مکہ آئے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے اور یہ کہ مسلمان آئندہ سال (عمرہ کے لئے مکہ) آئیں گے اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہریں گے اور اپنے ہتھیار یعنی تلوار اور تیر وغیرہ

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ؕ﴿۷۳﴾

۷۳۔ اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، [۵۳] اے مسلمانو! اگر تم (احکام الٰہی پر) عمل نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ

۷۴۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) پناہ دی اور

میان میں رکھ کر آئیں گے۔ اس دوران حضرت ابوجندل ﷺ (جو کہ مسلمان ہو چکے تھے) بیڑیوں میں چلتے ہوئے مسلمانوں کی طرف آئے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں مشرکین کی طرف واپس کر دیا۔'' (بخاری: کتاب الصلح: باب ۷) ''جس وقت رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو صلح نامہ لکھ رہے تھے اس وقت سہیل کے بیٹے ابوجندل بیڑیوں میں گھسٹتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے سامنے آئے۔ ۔۔۔جب سہیل نے اپنے بیٹے ابوجندل کو دیکھا تو وہ ابوجندل کے پاس گیا اور ان کے منہ پر تھپڑ مارا اور ان کو پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا اور کہا: اے محمد! (ﷺ) ہمارے اور آپ کے درمیان اس کے آنے سے پہلے معاہدہ ہو چکا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے سچ کہا، پھر وہ حضرت ابوجندل ﷺ کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹنے لگا تا کہ قریش کی طرف لے جائے اور حضرت ابوجندل ﷺ بلند آواز سے فریاد کرنے لگے: اے مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا، یہ مجھے میرے دین کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔ مسلمانوں کو ان کی فریاد کی وجہ سے اور زیادہ تکلیف ہوئی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوجندل! صبر کرو اور اجر وثواب کی نیت کرو۔ تمہیں اور تمہارے دوسرے کمزور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نجات دینے والا ہے اور ان کے لئے کشادگی کرنے والا ہے اور میں ان لوگوں سے صلح کا معاہدہ کر چکا ہوں اور میں ان سے عہد شکنی نہیں کروں گا، پھر حضرت ابوجندل ﷺ دل شکستہ ہو کر اپنے باپ کے ساتھ چلے گئے اور معاہدہ پورا ہو گیا۔'' (سیرت ابن ہشام: جلد ۳: ص ۲۰۴)

۳۔ حضرت حذیفہ بن یمان ﷺ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں میرے شامل نہ ہونے کی وجہ صرف یہ تھی کہ میں اور میرے والد حسیل دونوں (مکہ سے) نکلے تو ہمیں کفار قریش نے پکڑ لیا اور کہا کہ تم محمد ﷺ کے پاس جانا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا: ہم ان کے پاس نہیں جانا چاہتے، ہم تو صرف مدینہ جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ہم سے یہ عہد اور میثاق لیا کہ ہم مدینہ جائیں گے اور آپ کے ساتھ مل کر جنگ نہیں کریں گے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: تم لوٹ جاؤ، ہم ان سے کیا ہوا عہد پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے۔

(مسلم: حدیث نمبر ۱۷۸۷: کتاب الجهاد: باب ۳۵)

[۵۳] جو لوگ اسلام کا انکار کر دیں ان کو کافر یعنی غیر مسلم کہا جاتا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم سارے ایک دوسرے کے دوست اور ایک ہی ملت ہیں۔

Marfat.com

هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۷۴

ان کی مدد کی وہی لوگ سچے مومن ہیں، ان کے لئے بخشش اور باعزت رزق ہے۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷۵ ع

۷۵۔ اور جو لوگ ان کے بعد ایمان لائے اور ہجرت بھی کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد بھی کیا تو وہ بھی تم ہی میں سے ہیں، اور رشتہ دار اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں، [۵۴] بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

---

[۵۴] ہجرت کے بعد مدینہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین میں جو بھائی چارہ قائم کیا اس کو اس قدر پذیرائی حاصل ہوئی کہ انصار نے اپنے مال و اسباب میں سے آدھا آدھا حصہ اپنے مہاجر بھائیوں کو دے دیا اور وفات کی صورت میں میراث میں بھی حصہ دیتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: باہمی اخوت سے ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری اور قابل اجر و ثواب ہے مگر وراثت کے اصل حقدار قریبی رشتہ دار ہی ہیں۔

الحمد للہ رب العالمین

سورہ انفال کی تفسیر کی ابتدا بروز منگل ۲۴ جنوری ۲۰۰۶ء ایشن ہال جامعہ الکرم، انگلینڈ میں ہوئی۔

اور اختتام ۲۳ فروری ۲۰۰۶ء بروز جمعرات دربار عالیہ منگانی شریف ضلع جھنگ پاکستان میں ہوا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ التوبۃ (۹)

نام : یہ سورت مدنی ہے اور اس کے زیادہ مشہور نام دو ہیں: ایک ''توبہ'' کیونکہ اس میں بعض اہل ایمان کی توبہ قبول ہونے کا ذکر ہے اور دوسرا ''براءت'' کیونکہ اس کی ابتدا میں مشرکین عرب سے براءت کا اعلان کیا گیا ہے۔

بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ: اس سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی جاتی۔ مفسرین نے اس کی کئی وجوہات بیان کی ہیں مگر صحیح بات وہی ہے جو امام رازیؒ نے لکھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سورت سے پہلے بسم اللہ شریف لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ (تفسیر کبیر)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب ؓ سے پوچھا کہ سورت براءت سے پہلے بسم اللہ شریف کیوں نہیں لکھی گئی؟ انہوں نے فرمایا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم امان ہے اور سورت براءت تلوار لے کر نازل ہوئی ہے جس میں امان نہیں ہے۔ (تفسیر قرطبی) یعنی بسم اللہ شریف میں رحمت ہے جو امان کی موجب ہے اور اس سورت میں مشرکین سے قطع تعلقی اور ناراضگی کا اعلان ہے جو امان کی ضد ہے اس لئے اس سورت سے پہلے بسم اللہ شریف کا لکھنا مناسب نہیں تھا جیسے کسی جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام تو لیا جاتا ہے مگر الرحمٰن الرحیم ذکر نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ جانور کے لئے رحمت اور امان کا وقت نہیں بلکہ اس کے لئے سختی کا وقت ہوتا ہے۔

سورہ توبہ اور دہشت گردی

ابتدا میں تو صرف اہل مکہ ہی مسلمانوں کے دشمن تھے لیکن جب مدینہ سے اسلام کی روشنی چار سو پھیلنے لگی تو دیگر کئی قبائل اور ممالک مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں سرگرم ہو گئے۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے آخری آٹھ نو سال جنگوں میں بسر ہوئے۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی سورہ توبہ کا نزول بھی ہے جس میں جنگ تبوک اور مشرکین کو قتل کرنے کا بیان ہے، لہٰذا اس دور میں جو احکام نازل ہوئے انہیں اسی جنگی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ اگر ان احکام کو کسی اور عینک کے ساتھ دیکھا جائے گا تو یہ قرآن مجید کے ساتھ زیادتی اور دیانت کا خون ہوگا۔

یہاں ایک لطیفہ ملاحظہ کریں جو سورہ نساء کی آیت نمبر ۴۳ سے متعلق ہے۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے: ''اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ جب کہ تم نشہ کی حالت میں ہو۔'' اب اگر کوئی بے نماز آیت کے پہلے حصہ کو سیاق سے نکال کر یہ کہے کہ وہ نماز نہیں پڑھتا کیونکہ قرآن مجید کا حکم ہے کہ: ''نماز کے قریب نہ جاؤ۔'' تو کیا اس بے نماز کا یہ دعویٰ کسی بھی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، یہ قرآن مجید کے ساتھ بہت بڑی ناانصافی ہے۔

اس حقیقت کو مزید اجاگر کرنے کے لئے بائبل اور برٹش تاریخ سے دو اقتباسات ملاحظہ کریں :

Marfat.com

"Don't imagine that I came to bring peace to the earth! No, rather, a sword. I have come to set a man against his father, and a daughter against her mother, and a daughter-in-law against her mother-in-law."
(Matthew : 10 : 34-35 : The Living Bible, British Edition 1975)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ خیال نہ کرو کہ میں زمین پر امن قائم کرنے آیا ہوں۔ نہیں بلکہ تلوار (چلانے آیا ہوں)۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ مرد کو اس کے باپ کے خلاف کردوں، بیٹی کو اس کی ماں کے خلاف کردوں اور بہو کو اس کی ساس کے خلاف کردوں۔

"I have nothing to offer but blood, toil, tears and sweat. You ask, what is our policy? I will say: It is to wage war, by sea, land and air, with all our might. You ask, what is our aim? I can answer in one word: Victory - victory at all costs, victory, however long and hard the road may be." (Winston Churchill speaking in the House of Commons, 13 May 1940. Modern World History, Page 123)

برطانیہ کے وزیر اعظم نیول چیمبرلین نے جب دس مئی ۱۹۴۰ء کو استعفیٰ دے دیا تو متحدہ حکومت کے سربراہ ونسٹن چرچل نے تیرہ مئی ۱۹۴۰ء کو ہاؤس آف کامنز میں کہا: میرے پاس خون، سخت مشقت، آنسو اور پسینہ کی تجویز کے سوا کچھ بھی نہیں جو پیش کر سکوں۔ اگر آپ پوچھیں کہ ہماری پالیسی کیا ہے؟ تو میں کہوں گا: ہمیں اپنی پوری طاقت کے ساتھ سمندر، فضا اور زمین میں جنگ کرنا ہے، اور اگر آپ پوچھیں کہ ہمارا مقصد کیا ہے؟ تو میں ایک لفظ میں جواب دے سکتا ہوں: فتح، فتح ہر قیمت پر فتح چاہے راستہ کتنا ہی دشوار اور لمبا کیوں نہ ہو۔

ان دو اقتباسات کو دیکھنے سے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ونسٹن چرچل دونوں دہشت گرد اور ظالم ہیں، لیکن حقیقت یہ نہیں ہے کیونکہ سیاق و سباق کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ وقت کے تقاضوں کے عین مطابق تھا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے افراد کو تنبیہ کر رہے تھے کہ اگر وہ باطل نظریات کو نہیں چھوڑیں گے تو انہیں اپنے ان قریبی رشتہ داروں سے جدا ہونا پڑے گا جو حق کو قبول کریں گے اور ونسٹن چرچل جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کر رہے تھے۔ اسی طرح سورہ توبہ اور دیگر اس قسم کی آیات کا تعلق حالت جنگ سے ہے اور ان آیات کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

اس سورت میں زیادہ تر جنگ اور اس کے متعلقات کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کی تفسیر سے پہلے جہاد اور قتال کے متعلق بھی کچھ بیان کر دیا جائے۔

جہاد اور قتال

جہاد کی تعریف

جہاد کا لغوی معنیٰ ہے پوری کوشش کرنا۔ (بدائع الصنائع: جلد ۹: ص ۳۷۹) یعنی کسی کام یا مقصد کے حصول کے لئے

Marfat.com

دل ودماغ اور علم وہنر کی ساری صلاحیتیں، جان ومال اور زبان وہاتھ کی ساری توانائیاں صرف کردینا۔

یہ کوشش نیکی کی راہ میں بھی ہوسکتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک آدمی نے پوچھا: میں جہاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے ہاں میں جواب دیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ ان کی خدمت کرنے میں جہاد کر۔ (بخاری: کتاب الأدب: باب ۳) اور یہ کوشش برائی کی راہ میں بھی ہوسکتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے۔ وإن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ہاں اگر والدین یہ کوشش کریں کہ تم میرے ساتھ اسے شریک بناؤ جس کا تجھے علم نہیں تو والدین کا کہنا نہ مانو۔'' (قرآن: ۲۹:۸) یعنی والدین اگرچہ قابل احترام ہیں مگر جب وہ شرک یا برائی پر آمادہ کرنے کی کوشش کریں تو ان کی بات بھی نہ مانی جائے۔ اسی لئے قرآن مجید نے اسلامی جہاد کے ساتھ "فی سبیل اللہ" (اللہ کی راہ میں) کے الفاظ کا اضافہ کردیا۔ (قرآن: ۲:۲۱۸) تاکہ کسی ذاتی خواہش، دنیاوی لالچ، ہوس ملک گیری، عداوت یا برائی کا جذبہ اس جہاد میں داخل نہ ہوسکے اور صرف وہی جہاد مراد لیا جائے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل ہو۔

جہاد کی تشریح کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ دشمن کا مقابلہ کرنے میں اپنی ہر امکانی قوت صَرف کر دینے کو جہاد کہتے ہیں اور جہاد کی تین قسمیں ہیں: ظاہری دشمن کے خلاف جہاد، شیطان کے خلاف جہاد اور اپنے نفس کے خلاف جہاد۔ (مفردات)

جہاد فی سبیل اللہ

شریعت میں جہاد سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرنے کے لئے جان، مال اور زبان وغیرہ کو پوری طاقت اور وسعت سے خرچ کرنا۔ (بدائع الصنائع: جلد ۹: ص ۴۰۷۳) اصطلاح میں جہاد کے معنی اس محنت اور کوشش کے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں، اسلام کے لئے، نظام ملت کے لئے یا اس کے استحکام کے لئے کی جائے خواہ وہ مال سے ہو، جان سے یا کسی اور طریقے سے ہو۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ جہاد صرف قتال کا نام نہیں بلکہ استحکام ملت کی ہر کوشش کو جہاد کہا گیا ہے۔ علم کے لئے جدوجہد، اپنے مال کو اسلام کے استحکام پر خرچ کرنے کی کوشش بلکہ جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا بھی جہاد میں شامل ہے۔ قتال جہاد میں شامل ہے اور یہ اس کی ایک آخری اور انتہائی صورت ہے۔

(اسلامی انسائیکلوپیڈیا: جلد اول: ص ۷۴۴ اور انسائیکلوپیڈیا آف اسلام: پنجاب یونیورسٹی، پاکستان)

الغرض نیکی کی طرف بلانے اور برائی سے روکنے کی مسلسل جدوجہد کا نام جہاد ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے جب تمام پرامن کوششیں ناکام ہوجائیں اور مظالم ناقابل برداشت ہوجائیں تو ایسی صورت میں مسلح جہاد فرض ہوجاتا ہے جس کو اسلامی اصطلاح میں قتال کہا جاتا ہے۔ اسلام میں قتال کی وہی حیثیت ہے جو میڈیکل سائنس میں جراحت کو حاصل ہے یعنی مریض کا اپریشن اس وقت کیا جائے جب ہر دوا آزمائی جائے۔

Marfat.com

جہاد فی سبیل اللہ کی دو قسمیں ہیں

ایک قسم جہاد اصغر جو ظاہری دشمن یعنی کافروں کے خلاف کیا جائے اور دوسری قسم جہاد اکبر جو اپنے نفس کے خلاف کیا جائے۔
(تفسیر روح البیان: جلد اول: ص ۳۳۷)

۱۔ جہاد اصغر: کافروں کے خلاف باقاعدہ لڑائی کرنے کو جہاد اصغر یعنی قتال کہا جاتا ہے۔ عام حالات میں یہ فرض کفایہ ہے مگر جب دشمن حملہ کر دے یا اسلامی حکومت کا سربراہ جہاد کا عام اعلان کر دے تو پھر یہ جہاد نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ تمام اعمال اور جہاد اکبر سے بھی زیادہ اہم ہو جاتا ہے اور ہر مکلف مسلمان پر فرض عین ہو جاتا ہے۔

۲۔ جہاد اکبر: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کون سا جہاد افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل جہاد یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس اور خواہش کے خلاف جہاد کرے۔ (کنز العمال: جلد ۴: ص ۶۱۶) ایک غزوہ سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدوں سے فرمایا: تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آگئے ہو۔ عرض کیا گیا: وہ بڑا جہاد کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا خود اپنی خواہش نفس کے خلاف جہاد کرنا۔ (خطیب بغدادی فی تاریخہ: جلد ۱۳: ص ۵۲۳، کنز العمال: جلد ۴: ص ۶۱۶) چونکہ مال اور جان کے ساتھ جہاد کی نوبت تو کبھی کبھی آتی ہے لیکن اپنے نفس کے خلاف جہاد ہمہ وقتی عمل ہے اس لئے اسے جہاد اکبر قرار دیا گیا ہے۔ ایک اور موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا سب سے افضل اور سب سے بڑا جہاد ہے۔
(مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۹، ترمذی: ابواب الفتن: باب ۱۳)

جہاد کا مقصد

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ اور مشرکین سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر دست درازی جائز نہیں۔ (قرآن: ۲: ۱۹۳) اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔
(قرآن: ۲: ۱۹۱)

۲۔ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے حالانکہ کئی بے بس مرد، عورتیں اور بچے ایسے بھی ہیں جو فریاد کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں۔
(قرآن: ۴: ۷۵)

۳۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔
(قرآن: ۲: ۱۹۰)

۴۔ اور اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو کفر کے سرداروں سے جنگ کرو۔
(قرآن: ۹: ۱۲)

Marfat.com

مذکورہ آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد سے مراد وہ جدوجہد ہے جس کے ذریعہ خدا کی اس زمین پر دین حق کا غلبہ ہو، فتنہ وفساد اور ظلم وستم کا خاتمہ ہو، عہد شکنوں کو سزا ملے اور ملک وملت کا دفاع مضبوط ہو۔ اس تفصیل کو صاحب ہدایہ نے مختصر طور پر اس طرح بیان کیا ہے: دین حق کو غالب کرنے اور مخلوق خدا سے شر کو دور کرنے کے لئے جہاد فرض کیا گیا ہے۔

(الهدایه: کتاب السیر)

جہاد کی ابتدا

قتال کا آغاز ہجرت مدینہ کے بعد ہوا لیکن جہاد کا سفر نزول قرآن کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔ اسلام کے مجاہد اول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پہلے اپنے خویش واقارب کو اور پھر تمام لوگوں کو اعلانیہ پیغامِ الٰہی پہنچانے کا جہاد کیا۔ اس سلسلہ میں درج ذیل تین کی آیات ملاحظہ ہوں جن میں جہاد کا ذکر کیا گیا ہے:۔

۱۔ آپ کافروں کا کہنا نہ مانیں اور قرآن کے ذریعہ ان سے جہاد کریں، بڑا جہاد۔ (قرآن: ۲۵:۵۲)

۲۔ اور جو جہاد کرتا ہے وہ اپنے ہی بھلے کے لئے جہاد کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ تو تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ (قرآن: ۲۹:۶)

۳۔ اور جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے۔ (قرآن: ۲۹:۶۹)

یہ تینوں آیات ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئیں، اس لئے ان آیات میں بیان ہونے والے جہاد سے تلوار والا جہاد نہیں بلکہ قرآنی تعلیمات کی پرامن تبلیغ والا جہاد مراد ہے، جس کے لئے مسلمانوں نے مکہ میں ۱۳ سال تک کفار کے مظالم کو صبر واستقامت سے برداشت کیا اور تلوار نہیں اٹھائی۔ قرآن مجید نے اس پرامن جہاد کو بڑا جہاد قرار دیا ہے اور اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اپنے رب کی طرف بلاؤ دانائی اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو''۔ (قرآن: ۱۶:۱۲۵) یہ آیت بھی ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی تھی اور اس میں بھی تلوار اٹھانے کا اشارہ تک نہیں ہے۔

قتال کی ابتدا

کفار مکہ ۱۳ سال تک مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑتے رہے لیکن مسلمان صبر کے پہاڑ بن کر برداشت کرتے رہے حتیٰ کہ مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے تو وہاں بھی کفار کے مظالم میں کمی نہ آئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قتال (مسلح جہاد) کی اجازت فرمائی تاکہ وہ کفار کے مظالم کا جواب طاقت سے دے سکیں۔ قتال کی اجازت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

اگر کفر واسلام کی پہلی تین جنگوں کے محل وقوع اور مسلمانوں کی تعداد پر غور کیا جائے تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کفار

Marfat.com

اور ان کے حلیف مسلمانوں کو مٹانے کے لئے ان پر حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں نے مدافعت کے لئے تلوار اٹھائی، مثلاً دوسری ہجری میں جنگِ بدر مدینہ سے نوے میل کے فاصلہ پر لڑی گئی جس میں کفار کی تعداد ایک ہزار اور مسلمانوں کی تعداد صرف ۳۱۳ تھی، تیسری ہجری میں جنگ احد مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر لڑی گئی جس میں کافر تین ہزار اور مسلمان صرف سات سو تھے اور پانچویں ہجری میں جنگِ احزاب مدینہ کے دروازے پر لڑی گئی جس میں کفار کی تعداد دس ہزار اور مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی۔ کفار کے ان جارحانہ عزائم کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت دی اور فرمایا: ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔'' (قرآن: ۲:۱۹۰) یعنی جنگ کی نوبت آجائے تو صرف ان لوگوں پر تلوار اٹھائی جائے جو تمہارے خلاف لڑائی میں شریک ہوں۔ ان کے علاوہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور راہبوں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کسی مقتول کی لاش کا مثلہ نہ کیا جائے، حتیٰ کہ جانوروں، سرسبز کھیتوں اور پھلدار درختوں کو بھی بلا ضرورت نقصان نہ پہنچایا جائے۔ (موطا امام مالک: کتاب الجہاد: باب ۳) یعنی عین جنگ کے عالم میں جہاں جذبات پر قابو نہیں رہتا اور آتش انتقام بھڑک رہی ہوتی ہے وہاں بھی اسلام مجاہدین کو عدل و انصاف اور قواعد و ضوابط کا پابند بناتا ہے، تاکہ کسی کے ساتھ زیادتی اور بے انصافی نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ کیا آج کی ترقی یافتہ دنیا میں کوئی قوم ایسی موجود ہے جس نے حالت جنگ میں قانون اور عدل و انصاف کا یوں لحاظ رکھا ہو؟ آج تو جنگ شروع ہوتے ہی شہروں اور آباد بستیوں کو بموں سے اڑا دیا جاتا ہے۔ پرامن شہریوں، عورتوں، کمسن بچوں اور بوڑھوں کسی سے درگزر نہیں کی جاتی۔ ہسپتالوں، عبادت خانوں اور درسگاہوں تک کو مسمار کر دیا جاتا ہے۔ یہ شرف صرف اسلام ہی کو حاصل ہے جو عین میدان جنگ میں بھی جبکہ جذبات بے قابو ہوتے ہیں کسی بے گناہ پر زیادتی کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر اس وقت مسلمانوں کو حق کی سربلندی اور اپنے دفاع کے لئے قتال کی اجازت نہ دی جاتی تو آج دنیا میں مسلمانوں کا شاید نام تک نہ ہوتا۔

جہاد اور قتال میں فرق

جہاد اور قتال میں کل اور جز کا رشتہ ہے۔ جہاد کل ہے اور قتال اس کا ایک حصہ اور جز ہے۔ ظلم و فساد کے خاتمے اور ملک و ملت کو استحکام بخشنے کے لئے کی جانے والی ہر کوشش جہاد کہلاتی ہے۔ قتال اس کی آخری اور انتہائی صورت ہے، گویا جہاد کی پہلی سیڑھی پرامن کوشش اور آخری سیڑھی قتال ہے جبکہ قتال اول و آخر قتال ہی ہے۔

قرآن و حدیث میں جہاد کا لفظ قتال کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے لیکن اس سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ جہاد اور قتال ہم معنی ہیں یا جہاد صرف قتال ہی ہے کیونکہ کل کا جز کے معنی میں استعمال ہر لغت میں عام ہے، اور اگر جہاد کو صرف قتال کے ساتھ مختص کر دیا جائے تو مکہ میں مسلمانوں کے ابتدائی ۱۳ سال جہاد سے خالی ہو جائیں گے جہاں قتال کی اجازت نہیں تھی حالانکہ وہ ۱۳ سال جہاد اکبر اور جہاد اعظم کا اعلیٰ نمونہ تھے جن میں حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سخت ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور اس جہاد میں کئی مسلمان شہید بھی ہوئے۔

Marfat.com

قتال کی ضرورت

اسلام کا یہ مطالبہ نہیں ہے کہ جو شخص اسلام قبول کرے وہ کسی نہ کسی کافر سے قتال شروع کر دے بلکہ حقیقت صرف اس قدر ہے کہ حق کی سربلندی اور ملک وملت کی حفاظت کے لئے جہاں اور بہت سی کوششیں کرنی پڑتی ہیں وہاں کبھی قتال کی نوبت بھی آ جاتی ہے کیونکہ باطل جب معقولیت کے سارے دروازے بند کر دے تو پھر حق کو تلوار اٹھانا ہی پڑتی ہے۔ یہ ایک ایسی عالمگیر صداقت ہے جس کو دنیا کی ہر قوم تسلیم کرتی ہے۔ ہر قوم اپنے دفاع اور اپنے حق کے حصول کے لئے آخری حربہ کے طور پر قتال کو جائز سمجھتی ہے۔ غیر مسلم صرف یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان قتال چھوڑ دیں کیونکہ جب مسلمان قتال پر آ جائے تو پھر شہادت کے شوق میں جس دلیری سے مسلمان قتال کرتا ہے دوسری قومیں نہیں کر سکتیں، اور اگر قتال بذات خود بری چیز ہوتی تو پھر غیر مسلم خود قتال ترک کر دیتے۔

قتال کا اعلان

قتال کا اعلان اسلامی حکمران کے اجتہاد پر منحصر ہے اور رعایا پر اس اعلان کی اطاعت لازم ہے۔ (الفقہ الاسلامی و ادلتہ: جلد ۶: ص ۴۱۹) قتال فرض کفایہ ہے، اگر بعض مسلمان اس میں شریک ہو جائیں تو باقی سب کی طرف سے بھی یہ فرض ادا ہو جاتا ہے لیکن اگر دشمن اسلامی ملک پر حملہ آور ہو جائے تو پھر ہر مکلف مسلمان پر قتال فرض عین ہو جاتا ہے۔ (الفقہ الاسلامی و ادلتہ: جلد ۶: ص ۴۱۶) ایسے عالم میں ہر مؤمن کا فرض ہے کہ وہ اپنے ملک اور مذہب کی حفاظت کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں بروئے کار لائے اور جو خود لڑنے کے قابل نہیں وہ اپنے مال، جان، ہاتھ اور زبان سے مجاہدین کی مدد کرے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مشرکین کے خلاف اپنے مال، جان، ہاتھ اور زبان کے ساتھ جہاد کرو۔
(مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۵۳)

جہاد اور قتال کا حکم دائمی ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس وقت سے جہاد جاری ہے یہاں تک کہ میری امت کے آخری لوگ دجال سے قتال کریں گے۔ (ابو داؤد: کتاب الجہاد: باب ۳۵) لہٰذا آج بھی جہاں جہاد اور قتال کرنے کے اسلامی تقاضے پورے ہوں اس میں شریک ہونا اسی طرح فرض ہے جیسے چودہ سو سال پہلے فرض تھا۔

اسلامی جنگیں جارحانہ تھیں یا مدافعانہ

عہد رسالت میں حالات کے مطابق کچھ جنگیں مدافعانہ تھیں جیسے بدر، احد اور خندق وغیرہ جن میں کفار حملہ آور ہوئے اور کچھ جنگیں جارحانہ تھیں جیسے فتح مکہ کے وقت مسلمان حملہ آور ہوئے کیونکہ مشرکین نے عہد شکنی کی تھی اور تبوک میں بھی مسلمانوں نے لشکر کشی کی کیونکہ رومی لشکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ جارحیت کا ذکر معذرت خواہانہ انداز میں کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے کیونکہ باطل کی سرکوبی کے لئے کبھی جارحیت ضروری ہوتی ہے تاکہ باطل کے ناپاک

Marfat.com

عزائم خاک میں مل جائیں اور فتنے سر اٹھانے کی جرأت نہ کرسکیں۔

اسلام جنگ پر صلح کو ترجیح دیتا ہے

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے، وہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت صرف اسی وقت دیتا ہے جب انسانیت کے امن و سکون کو خطرہ لاحق ہو اور جنگ کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو اور میدانِ جنگ میں بھی اگر دشمن جنگ کا ارادہ ترک کردے اور صلح کی درخواست کرے تو اسلام کا حکم یہی ہے کہ مسلمان بھی جنگ بند کرکے صلح کرلیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر وہ تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور تم سے لڑائی نہ کریں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان کے خلاف لڑنے کا کوئی جواز نہیں رکھا۔ (قرآن: ۴:۹۰) ایک اور مقام پر فرمایا: اور اگر کفار صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں بے شک وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ (قرآن: ۸:۶۱) حضور اکرم ﷺ نے قتال سے بچنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ حدیبیہ کے موقع پر چودہ سو صحابہ کرام ؓ لڑنے مرنے کی بیعت کرچکے تھے مگر حضور اکرم ﷺ نے صلح کو ترجیح دی حالانکہ اکثر صحابہ کرام ؓ اس کے حق میں نہ تھے۔ ایک دفعہ جہاد کے سفر کے دوران رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کیا کرو، اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو اور جب دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو پھر صبر اور استقامت سے مقابلہ کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔

(بخاری: کتاب الجہاد: باب ۱۵۶)

کیا اسلام تلوار سے پھیلا؟

بعض لوگ جہاد اور قتال جیسے مقدس فریضہ کو بدنام کرنے کے لئے یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ دراصل وہ مکہ میں اسلام کے ابتدائی ۱۳ سالوں کی تاریخ سے یا تو ناواقف ہیں یا دانستہ حقائق کو چھپانے کے مجرم ہیں، کیونکہ مکہ میں جو خواتین اور مرد حضرات اسلام قبول کرتے ایک طرف تو کفار ان پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیتے اور دوسری طرف انہیں اپنے دفاع کے لئے تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں تھی جس کے نتیجہ میں بالآخر انہیں مکہ سے ہجرت کرنا پڑی۔ کیا معترضین یہ بتا سکتے ہیں کہ تلوار تو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہجرت کے بعد آئی مگر وہ سینکڑوں مسلمان جو عین مظلومی کی حالت میں مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے تھے انہوں نے کس کی تلوار کے خوف سے اسلام قبول کیا تھا؟ اس وقت تلوار تو کفار مکہ کے ہاتھ میں تھی۔ ظاہر ہے یہ لوہے کی تلوار نہیں تھی بلکہ حضور اکرم ﷺ کے حسن اخلاق کی تلوار تھی جس کی وجہ سے چند سالوں میں سارا عرب حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ۔ عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

اسلام میں جبر نہیں ہے۔ (قرآن: ۲:۲۵۶) اسلام مذہبی آزادی کا احترام کرتا ہے۔ اگر اسلام میں جبر کی اجازت ہوتی تو قرونِ وسطیٰ کے سپین میں اور مغلیہ دور کے ہندوستان میں کوئی غیر مسلم باقی نہ رہتا، سب کو زبردستی مسلمان کرلیا جاتا

Marfat.com

حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ نیز آج اسلام امریکہ اور یورپ جیسے ترقی یافتہ ممالک میں ترقی پذیر ہے، یہاں کے اصل باشندے بھی اسلام قبول کر رہے ہیں، اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تھا تو آج تلوار تو امریکہ اور یورپ کے پاس ہے مسلمان تو یہاں ایک مزدور اور محکوم کی حیثیت سے آئے ہیں تو پھر یہاں کے اصل باشندوں کو اسلام کی طرف کس تلوار نے مائل کیا ہے۔ ظاہر ہے یہ لوہے کی تلوار نہیں بلکہ اسلام کی فطری تعلیمات کی تلوار ہے جو عقل سلیم کو اپنی طرف مائل کر رہی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی میں جتنی جنگیں ہوئی ہیں ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جو کسی قوم یا قبیلے کا دین بدلنے کے لئے ہوئی ہو۔ نیز کوئی قوم صرف طاقت کے ڈر یا دولت کے لالچ میں اپنا مذہب نہیں بدلتی، پھر بھی اگر کسی کو شک ہے تو وہ تلوار اور دولت دکھا کر تجربہ کر لے، کوئی قوم اپنا مذہب نہیں چھوڑے گی۔ آج ۵۶ اسلامی ممالک کے علاوہ دنیا کے ہر ملک میں مسلمان آباد ہیں مگر آج تک کسی ایک نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اسے جبر یا لالچ دے کر مسلمان کیا گیا ہے۔

Marfat.com

ایاتہا ۱۲۹ | ۹ سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۳ | رکوعاتہا ۱۶

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ①

۱۔ (اے مسلمانو!) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین سے براءت کا اعلان ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔[۱]

فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ②

۲۔ (اے مشرکو!) پس تم چار ماہ اس ملک میں چل پھر لو اور جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔

---

[۱] رجب ۹ ھ میں جب رسول اللہ ﷺ رومی لشکر کے مقابلہ کے لئے تبوک روانہ ہوئے تو مشرکین کو یقین تھا کہ اب مسلمانوں کا زوال شروع ہو گیا ہے اور رومی لشکر مسلمانوں کو نیست و نابود کر دے گا مگر ان کے سارے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ مسلمانوں نے بیس دن تبوک میں قیام کیا، رومی لشکر کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوسکی اور اسلامی لشکر صحیح و سلامت واپس آ گیا۔ مشرکین کی بار بار کی عہد شکنی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ پہلے ان مارہائے آستین سے عرب کو پاک کرو۔ جب بھی کسی بیرونی دشمن سے مقابلہ ہوتا ہے یہ گھر سے مخالفت شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق ہر روز کے خطرات سے بچنے کے لئے مشرکین کے معاہدوں کو منسوخ کر دیا گیا اور اسی سال حج کے موقع پر مجمع عام میں اس کا اعلان کر دیا گیا تاکہ کسی کو غلط فہمی نہ رہے۔

اس حج کے امیر تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے مگر اس اعلانِ براءت کے لئے حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کیونکہ اہل عرب میں یہ رواج تھا کہ معاہدہ کرنے یا معاہدہ توڑنے کا اعلان یا تو قبیلے کا سردار خود کرتا ہے یا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار۔ اب چونکہ حضور اکرم ﷺ خود تو وہاں موجود نہیں تھے اس لئے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام منتخب فرمایا۔ (تفسیر خازن)

یہاں بعض اہل سنت نے ایک عجیب نکتہ بیان کیا ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت و جمال کے مظہر تھے اس لئے انہیں مسلمانوں کے امور کا امیر بنایا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے شیر اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ جلال کے مظہر تھے اس لئے انہیں مشرکین سے عہد توڑنے کا امیر بنایا گیا۔ (تفسیر روح المعانی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سورت کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنائیں جن کے ذریعہ یہ اعلان کر دیا گیا کہ جن مشرکین کے ساتھ چار ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے معاہدے ہیں اور انہوں نے عہد شکنی نہیں کی تو ان کے معاہدے پورے کئے جائیں گے اور ان کے ساتھ مقررہ مدت تک کوئی لڑائی نہیں ہوگی جیسا کہ آگے چوتھی آیت میں مذکور ہے، لیکن جو مشرک قبائل معاہدوں کی خلاف ورزیاں کرتے رہے ہیں ان کے معاہدے آج منسوخ کر دیئے گئے ہیں مگر ان پر اچانک حملہ نہیں کیا جائے گا۔ انہیں چار ماہ کی مہلت دی گئی ہے، اس دوران یا تو وہ اسلام قبول کر کے اسلامی حکومت کا حصہ بن جائیں اور اسی ملک میں باعزت زندگی گزاریں یا پھر جزیرہ نمائے عرب کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں اور وہاں پر امن زندگی بسر کریں ورنہ لڑائی کے لئے تیار ہو جائیں تاکہ جزیرہ نمائے عرب کو شرک سے

Marfat.com

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۙ﴿۳﴾

۳۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑے حج کے دن سب لوگوں کے لئے اعلان عام ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین سے بے زار ہے اور اس کا رسول بھی، اب بھی اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے، اور اگر تم نے روگردانی کی تو خوب جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور (اے نبی!) کافروں کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دو۔

اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ شَیْـًٔا وَّ لَمْ یُظَاهِرُوْا عَلَیْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۴﴾

۴۔ بجز ان مشرکین کے جن سے تم نے معاہدہ کیا، پھر انہوں نے (اس معاہدہ کے پورا کرنے میں) تمہارے ساتھ کوئی کوتاہی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو تم ان سے ان کے معاہدہ کو اس کی مدت معینہ تک پورا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ

۵۔ پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں [۲] تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو، [۳] اور ان کو گرفتار کرو اور ان کا

پاک کر دیا جائے۔ (اردو ترجمہ و تفسیر: باہتمام شاہ فہد بن عبدالعزیز: سعودی عرب) اس اعلان کے جواب میں مشرکین نے کہا: اے علی! اپنے چچا کے بیٹے (رسول اللہ ﷺ) کو ہمارا پیغام پہنچا دو کہ ہم نے بھی معاہدوں کو پس پشت ڈال دیا ہے، اب ہمارے اور تمہارے درمیان تلواریں اور نیزے فیصلہ کریں گے۔ (تفسیر کبیر)

[۲] حج اور عمرہ کے لئے حرمت والے مشہور چار مہینوں سے مراد ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں جن کا ذکر آگے آیت نمبر ۳۶ میں آ رہا ہے، مگر اس آیت میں حرمت والے مہینوں سے مراد وہ چار ماہ ہیں جو اعلانِ براءت کے بعد مشرکین کو بطور مہلت دیئے گئے تھے۔ یہ چار ماہ ۱۰ ذوالقعدہ سے ۱۰ ربیع الاول تک تھے کیونکہ ۹ ھ میں حج ذوالقعدہ میں ہوا تھا اور کفار نے نسیء کی وجہ سے اس سال ذوالقعدہ کا نام ذوالحجہ رکھ دیا تھا (روح المعانی) چونکہ ان چار ماہ میں مسلمانوں کے لئے جائز نہیں تھا کہ وہ مشرکین پر حملہ کریں اس لئے انہیں بھی حرمت والے مہینے کہا گیا ہے۔ (تفسیر بحر محیط و قرطبی) نسیء کی تفصیل آگے آیت نمبر ۳۷ کی تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

[۳] قرآن مجید میں مشرکین عرب کے خلاف یہ سخت ترین آیت ہے یعنی انہیں جہاں پاؤ قتل کر دو، اور اسی لئے اس کو تلوار والی آیت کہا جاتا ہے۔ (تفسیر منیر) کچھ لوگ جب اس آیت کو سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے پڑھتے ہیں تو یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اسلام بڑا سخت مذہب

Marfat.com

وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵

محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر جگہ بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بے شک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

ہے جو کافروں کے قتل عام کا حکم دیتا ہے، حالانکہ ایسی تاویل نصِ قرآن کے خلاف ہے اور اگر ہر کافر کو قتل کر دینے کا مطلق حکم ہوتا تو خلفائے راشدین کے ادوار میں اسلامی حکومتوں میں آباد سب کافروں کو قتل کر دیا جاتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا، لہٰذا اس آیت کا مفہوم سمجھنے کے لئے درج ذیل چند نکات غور طلب ہیں:

۱۔ مشرکینِ عرب میں سے اکثر مکہ اور اس کے گرد و نواح میں رہنے والے تھے۔ انہوں نے ہی مسلمانوں کو اپنے گھروں سے نکالا، ان کی جائیدادیں ضبط کرلیں، مسلمان جہاں بھی گئے ان پر حملے کئے اور فتح مکہ کے بعد بھی جو مشرکین مسلمان نہ ہوئے وہ بیت اللہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے اور وہ اس انتظار میں تھے کہ مسلمانوں پر کوئی مشکل وقت آئے تو وہ معاہدے توڑ دیں اور اسلام دشمن طاقتوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو ختم کر دیں جیسا کہ آگے آیات نمبر ۷ تا ۱۰ میں مذکور ہے۔ (تفسیر منیر) اس وقت عرب میں یہ اسلام کی پہلی حکومت تھی اور اس کو مضبوط کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اسلام کے ان ازلی دشمنوں اور آستین کے سانپوں یعنی مشرکوں کو عرب سے نکال دیا جائے اور جو نہ نکلیں انہیں قتل کر دیا جائے۔

۲۔ گذشتہ آیات میں مشرکین کو وارننگ دی گئی تھی کہ وہ چار ماہ کے اندر یا اسلام قبول کرلیں اور یا پھر عرب چھوڑ کر باہر کسی اور ملک میں چلے جائیں وگرنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا، لہٰذا یہ قتل کا حکم صرف ان مشرکین کے لئے تھا جنہوں نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ عرب کو چھوڑ کر باہر گئے بلکہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے معاہدے توڑنے کا اعلان بھی کر دیا۔ حاشیہ نمبر ایک میں اس کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

۳۔ اس آیت میں دنیا کے تمام مشرکین کو قتل کرنے کا حکم نہیں ہے بلکہ یہ حکم صرف مشرکینِ عرب کے لئے تھا دوسرے ممالک کے مشرکین اس حکم میں شامل نہیں تھے۔ (احکام القرآن للجصاص)

۴۔ یہ حکم صرف مشرکینِ عرب کے لئے تھا، اس میں عرب کے اہل کتاب اور دیگر کافر شامل نہیں تھے کیونکہ وہ جزیہ کا اقرار کر کے امان حاصل کر سکتے تھے، جیسا کہ اسی سورت میں آگے آیت نمبر ۲۹ میں مذکور ہے۔

۵۔ یہ حکم مستقل اور دائمی نہیں تھا بلکہ وقتی اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی تک نافذ العمل رہا۔ یہ ساری مدت تقریباً ایک سال بنتی ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ اس ایک سال میں ایک بھی مشرک سرزمینِ عرب پر قتل نہیں کیا گیا بلکہ ان میں سے اکثر مسلمان ہوگئے اور باقی عرب چھوڑ کر باہر چلے گئے اور جب عرب میں کوئی مشرک باقی ہی نہ رہا تو اس حکم کی ضرورت ہی ختم ہوگئی۔

۶۔ وہ مشرکینِ عرب جن کو قتل کرنے کا اعلان کر دیا گیا تھا اگر ان میں سے کوئی مشرک عرب چھوڑ کر باہر چلا جائے اور چار ماہ کی مہلت بھی ختم ہو جائے اور اس کا مسلمانوں سے کوئی عہد بھی نہ ہو پھر بھی اگر وہ واپس آکر اسلام کے بارے میں معلومات حاصل

Marfat.com

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ ع ۝۶

۶۔ اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو آپ اُسے پناہ دیں [۴] حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے، پھر آپ اُسے اس کی امن کی جگہ پہ پہنچا دیں، یہ حکم اس لئے ہے کہ وہ لوگ ایک بے علم قوم ہیں۔

کرنا چاہے تو اسے پناہ دی جائے اور اسلامی معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائے اور نہ ہی اس کو قتل کیا جائے بلکہ اسے واپس بحفاظت اس کے گھر میں پہنچایا جائے۔ (صفوۃ التفاسیر و تفسیر قرطبی) جیسا کہ آگے آیت نمبر چھ میں مذکور ہے۔

مذکورہ نکات سے معلوم ہوا کہ یہ حکم صرف مشرکینِ عرب کے لئے تھا تا کہ اسلام کے مرکز کو مشرکین سے پاک کر دیا جائے اور آسمانی مذاہب میں یہ کوئی نیا حکم نہیں تھا بلکہ اس سے پہلے تورات میں اسرائیل کو مشرکوں سے پاک کرنے کا حکم جاری کیا گیا تھا، مثلاً

اگر تمہارے ملک (اسرائیل) کے کسی دیہات میں کوئی مرد یا عورت خدا کے ساتھ تمہارے عہد کی خلاف ورزی کرے یعنی وہ سورج، چاند یا ستاروں کی پرستش کرے جس کو میں نے سختی سے منع کر رکھا ہے، پہلے اس افواہ کی پوری احتیاط سے تحقیق کرو، اگر یہ سچی ثابت ہو جائے تو پھر اس مرد یا عورت کو شہر سے باہر لایا جائے اور پتھر مار مار کر اسے قتل کر دیا جائے۔ بہر حال صرف ایک آدمی کی گواہی پر کسی آدمی کو کبھی قتل نہ کرو۔ کم از کم دو یا تین گواہ ضروری ہیں۔ (دی لیونگ بائیبل: استثناء: ۱۷: ۲۔ ۶) اگر مدعا علیہ خدا کی طرف سے مقرر کردہ جج یا پادری کا فیصلہ ماننے سے انکار کر دے تو اس کی سزا قتل ہے کیونکہ ایسے گناہگاروں سے اسرائیل کا پاک ہونا ضروری ہے۔ (استثناء: ۱۷: ۱۲)

[۴] وہ مشرکین جن کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے چار ماہ گزرنے کے بعد اگر ان میں سے کوئی مشرک اسلامی حکومت میں آنا چاہے تا کہ کلامِ الٰہی سن کر اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرے کیونکہ وہ بے علم قوم ہیں تو آپ اسے پناہ دیں۔ (تفسیر قرطبی) اس کے سامنے اسلامی تعلیمات پیش کریں اور اگر وہ اسلام قبول کر لے تو بہتر ورنہ اس کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ اس کو اس کی امن کی جگہ یعنی اس کے ملک بحفاظت پہنچا دو تا کہ کوئی مسلمان اس کو قتل نہ کر دے کیونکہ عرب میں تو اس کے قتل کا اعلان ہو چکا ہے۔

یہ آیت ان مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے جو ٹی وی پر ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں بندوق لہرا کر غیر مسلم دنیا کو تشدد کا تاثر دیتے ہیں اور یہ آیت ان غیر مسلموں کو بھی دعوتِ فکر دیتی ہے جو اسلام پر دہشت گردی اور انتہا پسندی کا الزام عائد کرتے ہیں۔ اس آیت میں اس مشرک کا ذکر ہے جس کا جرم ثابت ہو چکا ہے اور اس کے قتل کا اعلان بھی ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کو حکم دیا کہ اگر وہ کبھی اتفاق سے آپ کے پاس آ جائے اور کلامِ الٰہی سننے کے لئے پناہ مانگے تو آپ اس کو پناہ دیں اور اسلام کی تبلیغ کریں، پھر بھی اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے تو اسے قتل نہ کریں بلکہ اسے بحفاظت واپس اپنے گھر پہنچا دیں۔ ذرا غور سے فیصلہ کریں اس سے بڑا پُر امن مذہب اور کیا ہوگا؟

Marfat.com

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٧

۷۔ ان (عہد شکن) مشرکین کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیونکر ہو سکتا ہے [۵] سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا، تو جب تک وہ تمہارے معاہدہ پر قائم رہیں تم بھی ان کے لئے قائم رہو، بے شک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو پسند کرتا ہے۔

كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝٨ ۚ

۸۔ ان کے معاہدہ کا لحاظ کیونکر رکھا جائے حالانکہ اگر وہ تم پر غالب آجائیں تو وہ تمہارے بارے میں نہ کسی رشتہ داری کا لحاظ کریں اور نہ کسی معاہدہ کا، وہ تمہیں صرف اپنے منہ (کی باتوں) سے راضی کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کے دل انکار کرتے ہیں، اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٩

۹۔ انہوں نے تھوڑی سی قیمت کے بدلے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو فروخت کر دیا، پھر لوگوں کو اس کے راستہ سے روکا، بے شک بہت برا تھا جو وہ کیا کرتے تھے۔

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝١٠

۱۰۔ وہ کسی مؤمن کے بارے میں نہ کسی رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی معاہدہ کا، اور یہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔

---

[۵] اس سورت کی پہلی آیت میں مشرکین سے قطع تعلق کا جو اعلان کیا گیا تھا ان چار آیات (۷ تا ۱۰) میں اس کی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ (تفسیر منیر) یعنی جب وہ معاہدہ کرتے تو وہ صرف زبانی باتوں سے خوش کرتے تھے۔ ان کے دل میں اس معاہدہ کو پورا کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہوتا تھا بلکہ مخالفت کارفرما ہوتی تھی اور جب بھی انہیں موقع ملتا وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کسی خونی رشتہ داری یا معاہدہ کی کوئی پرواہ نہ کرتے۔ نیز وہ اپنی خواہشات کی خاطر اللہ تعالیٰ کی آیات سے روگردانی کرتے، دنیاوی مال و دولت کے لالچ میں معاہدوں کو توڑ دیتے اور دوسرے لوگوں کو بھی راہ راست سے روکنے میں کوشاں رہتے تھے، لہٰذا ان مشاہدات کے بعد بھی ان پر اعتماد کرنا یا ان کے ساتھ کوئی معاہدہ جاری رکھنا بہت بڑی خود فریبی اور نافرمانی تھی، البتہ بنی کنانہ اور بنی ضمرہ وغیرہ (تفسیر کبیر) جیسے قبائل جن کے ساتھ مسجد حرام کے پاس معاہدہ ہوا تھا انہوں نے اب تک کوئی عہد شکنی نہیں کی تو جب تک وہ اپنے معاہدہ پر قائم ہیں تم بھی ان کے لئے معاہدہ پر قائم رہو اور عہد شکنی نہ کرو۔

Marfat.com

فَاِنۡ تَابُوۡا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخۡوَانُكُمۡ فِى الدِّيۡنِ‌ ؕ وَنُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں،[۶] اور ہم اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔

وَاِنۡ نَّكَثُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ عَهۡدِهِمۡ وَطَعَنُوۡا فِىۡ دِيۡـنِكُمۡ فَقَاتِلُوۡۤا اَئِمَّةَ الۡكُفۡرِ‌ ۙ اِنَّهُمۡ لَاۤ اَيۡمَانَ لَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَنۡتَهُوۡنَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو کفر کے سرداروں سے جنگ کرو،[۷] بے شک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تاکہ وہ (اپنی حرکتوں سے) باز آجائیں۔

اَلَا تُقَاتِلُوۡنَ قَوۡمًا نَّكَثُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ وَهَمُّوۡا بِاِخۡرَاجِ الرَّسُوۡلِ وَهُمۡ بَدَءُوۡكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ‌ ؕ اَتَخۡشَوۡنَهُمۡ‌ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشَوۡهُ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ کیا تم ان لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول ﷺ کو (وطن سے) نکال دینے کا ارادہ کیا تھا اور انہوں نے ہی پہلی مرتبہ تم سے جنگ کی ابتدا کی تھی، کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم

[۶] یعنی اگر یہ مشرکین توبہ کرلیں اور نماز روزہ کی پابندی کر کے اپنی توبہ کا عملی ثبوت مہیا کریں تو وہ تمہاری طرح اسلامی برادری کا حصہ ہیں اور ان کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں کے ہیں۔

[۷] اگر کوئی شخص اسلام لانے کا عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالے یعنی مرتد ہو جائے اور اس پر مستزاد وہ تمہارے دین میں نقص نکالے اور اس کا مذاق اڑائے تو ایسے لوگ کفر کے امام ہیں کیونکہ انہوں نے اسلام کو سمجھنے اور اپنانے کے بعد دوبارہ کفر اختیار کیا جیسے مسیلمہ، اسود اور منکرین زکوٰۃ وغیرہ، لہٰذا ان سرغنوں سے لڑائی کرو اور ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہ کرو مگر اس لڑائی کا فیصلہ صرف اسلامی حکومت ہی کرسکتی ہے کسی کو انفرادی طور پر قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے۔ مذہب یا مذہب کی مقدس ہستیوں کی توہین کرنے والوں کے متعلق بائبل میں لکھا ہے کہ ان کو قتل کردیا جائے:

۱۔ جو خداوند کی توہین کرے وہ جان سے مارا جائے گا ساری جماعت اسے سنگسار کرے گی۔ یہ قانون ہر اس شخص کو شامل ہوگا جو خداوند کی توہین کرے خواہ وہ اسرائیلی ہو یا غیر اسرائیلی۔ (دی لیونگ بائبل: احبار: ۲۴:۱۶)

۲۔ اگر مدعا علیہ خداوند کے مقرر کردہ قاضی یا مذہبی رہنما کا فیصلہ ماننے سے انکار کردے تو اس کی سزا موت ہے اور اسرائیل کو ایسے گناہ گاروں سے پاک ہونا ضروری ہے تاکہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے کہ جو خدا کے فیصلے کو نہیں مانتا اُسے قتل کردیا جائے گا، اس طرح آئندہ لوگ قاضی کے فیصلے کے انکار کی جرأت نہیں کریں گے۔ (دی لیونگ بائبل: استثناء: ۱۷:۱۲-۱۳)

Marfat.com

ایمان والے ہو۔[۸]

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ ان سے جنگ کرو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے ان کو عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور اہل ایمان کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچائے گا۔

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور ان کے دلوں کا غصہ دور فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے رحمت سے توجہ فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

[۸] صلح نامہ حدیبیہ کی رو سے ہر قبیلہ اپنی دوستی میں آزاد تھا، چنانچہ بنو کنانہ نے قریش کے ساتھ اور بنو خزاعہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ دوستی کا معاہدہ طے کر لیا۔ قریش نے بنو کنانہ کے ساتھ مل کر عہد شکنی کی اور رات کی تاریکی میں مسلمانوں کے حلیف بنو خزاعہ پر اچانک حملہ کر دیا۔ وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے حدودِ حرم میں داخل ہوئے مگر حملہ آوروں نے حدودِ حرم کا بھی پاس نہ کیا اور ان کو بے دریغ قتل کرتے رہے۔ (تفسیر منیر)

بنو خزاعہ کے وفد نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر قریش کی عہد شکنی اور ظلم و تعدی کی داستان سنائی تو حضورِ اکرم ﷺ نے ضمرہ نامی اپنے ایک صحابی کو اہل مکہ کی طرف روانہ کیا تا کہ ان کے سامنے یہ تین تجاویز پیش کرے:

۱۔ بنو خزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کریں۔

۲۔ بنو بکر سے اپنی دوستی کا معاہدہ ختم کر دیں۔

۳۔ یا صلح نامہ حدیبیہ کو اعلانیہ طور پر کالعدم قرار دیں۔

ضمرہ ؓ نے مکہ پہنچ کر قریش کے سامنے یہ تین تجاویز پیش کیں تو قریش نے کہا: پہلی دو تجاویز ہمارے لئے قابل قبول نہیں، البتہ تیسری تجویز ہمیں منظور ہے۔ ہم اعلانیہ صلح حدیبیہ کو ختم کرتے ہیں۔ اس اعلانیہ عہد شکنی سے یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ اہل مکہ پھر کہیں بدر و احد کی طرح مدینہ پر حملہ نہ کر دیں، چنانچہ حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے حلیفوں کا بدلہ لینے اور آئندہ کے خطرات سے بچنے کے لئے مکہ پر حملہ کی تیاری شروع کر دی اور اس تیاری کو مخصوص مسلمانوں کے علاوہ عام لوگوں سے مخفی رکھا گیا، مگر قریش کعبہ کے متولی تھے اور اہل عرب کے دلوں میں ان کا ایک روایتی احترام اور رعب و دبدبہ پایا جاتا ہے۔ اس لئے بعض مسلمان ان پر حملہ کرنے میں کچھ کمزوری اور گھبراہٹ محسوس کر رہے تھے تو اس وقت ان آیات کا نزول ہوا جن میں اللہ تعالیٰ نے قریش کے تین جرائم کا ذکر فرمایا: کیا تم ان قریش پر حملہ آور ہونے سے پس و پیش کر رہے ہو جنہوں نے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑ دیا، نبی اکرم ﷺ کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا اور پہلی مرتبہ میدانِ بدر میں حملہ کی ابتدا بھی انہوں نے ہی کی۔ (تفسیر منیر) ان تینوں جرائم میں سے ہر ایک اس قابل ہے کہ اس کے بدلہ میں قریش پر حملہ کیا جائے۔ کیا تم ایسے عہد شکن ظالموں سے ڈرتے ہو حالانکہ اہل ایمان کو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے

Marfat.com

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾

١٦۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک تم میں سے ان لوگوں کو ممتاز نہیں کیا جنہوں نے جہاد کیا[٩] اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے سوا کسی کو اپنا راز دار نہیں بنایا، اور اللہ تعالیٰ باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٧﴾

١٧۔ مشرکین کا یہ کام نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں حالانکہ وہ خود اپنے اوپر کفر کے گواہ ہیں،[١٠] ان کے اعمال ضائع ہوئے اور وہ ہمیشہ (دوزخ کی) آگ میں رہنے والے ہیں۔

ڈرنا چاہیے، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ان پر حملہ کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا، تمہیں مکہ پر فتح عطا فرمائے گا اور تمہارے ہاتھوں اہل مکہ کو ذلیل و رسوا کرے گا، اس طرح وہ کمزور مسلمان جو ابھی تک مکہ میں ان کے مظالم برداشت کر رہے ہیں ان کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچے گی اور مسلمانوں کے حلیف قبائل جن پر ان عہد شکن اہل مکہ نے ظلم کیا ان کا غصہ بھی دور ہو جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور قریش مکہ کو بغیر لڑائی کے سخت ناکامی اور شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

[٩] جو لوگ ماضی قریب کے زمانہ میں اسلام لائے اور جہاد میں حصہ لینے سے گھبرا رہے تھے اس آیت میں انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اسلام اس وقت کفر کے ساتھ حالت جنگ میں ہے اور تمہیں جہاد میں شریک ہو کر اپنے اخلاص کا عملی ثبوت فراہم کرنا ہوگا تاکہ دوسروں کو معلوم ہو جائے کہ یہ سچے دل سے مسلمان ہو چکے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے احکام اور اہل ایمان کے مفادات سب سے زیادہ عزیز ہیں، نیز انہیں بتایا جا رہا ہے کہ ایسے حالات میں دشمنوں (غیر مسلموں) کو راز دار بنانا بہت بڑا جرم ہے، اور آج کی مہذب دنیا بھی ملک و ملت کے راز بیچنے والوں اور دشمن کے ساتھ ساز باز کرنے والوں کو کسی صورت برداشت نہیں کرتی۔

[١٠] مسجد اس عبادت خانہ کو کہتے ہیں جس میں ایک خدا یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں یا بتوں کی عبادت کر کے خود اپنے کفر کا ثبوت فراہم کرتے ہیں ان کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ مساجد کے متولی بنیں۔ اگرچہ یہ حکم عام ہے مگر یہاں اس سے مراد مشرکین مکہ ہیں جو بیت اللہ کے متولی بنے ہوئے تھے، لہٰذا اب وقت آگیا تھا کہ بیت اللہ سے مشرکین کا قبضہ ختم کر دیا جائے اور مسلمان اس کا انتظام سنبھال لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد وہی کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہوں۔ مشرکین کو اپنے اعمال پر فخر تھا کہ وہ کعبہ اور حاجیوں کی خدمت کرتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ جو لوگ بظاہر اچھے کام کریں حتیٰ کہ وہ بیت اللہ کی خدمت اور اس کا حج ہی کیوں نہ ہو جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور روز آخر پر ایمان نہیں لائیں گے ان کے اعمال اکارت ہوں گے اور ان کے اعمال قیامت کے دن انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے کیونکہ اعمال کی قبولیت کے لئے ایمان شرط اول ہے۔

Marfat.com

مساجد کی تعمیر و ترقی، آبادی اور دیکھ بھال کی فضیلت سے متعلق چند احادیث ملاحظہ ہوں

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے چھوٹی یا بڑی مسجد بنوائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔
(ترمذی: ابواب الصلوۃ: باب ۲۳۷)

۲۔ ایک عورت مسجد نبوی سے کوڑا کرکٹ اٹھایا کرتی تھی، وہ فوت ہوگئی اور نبی کریم ﷺ کو اس کے دفن کی اطلاع نہ دی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی فوت ہو تو مجھے اطلاع دیا کرو (مجھے اس عورت کی قبر پر لے چلو)، چنانچہ حضورِ اکرم ﷺ نے اس عورت کے لئے دعائے مغفرت کی اور فرمایا: میں نے اس کو جنت میں دیکھا ہے وہ مسجد سے کوڑا کرکٹ اٹھا رہی ہے۔
(الترغیب و الترھیب: تنظیف المساجد: حدیث ۳)

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد میں پابندی سے جاتا ہے تو تم اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مساجد صرف وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہوں۔
(تفسیر درمنثور)

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنت کے باغات کے پاس سے گزرو تو ان میں چرا کرو۔ کہا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! جنت کے باغات کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مساجد، پوچھا گیا: ان میں چرنے سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر پڑھا کرو۔ (ترمذی: کتاب الدعوات: باب ۸۳)

۵۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم! میں زمین والوں کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں، پھر میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جو میرے گھروں کو آباد رکھتے ہیں اور جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور سحری کے وقت اٹھ کر مجھ سے استغفار کرتے ہیں تو میں ان سے عذاب کو پھیر دیتا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر)

۶۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ کہے: (اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ) یا اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، اور جب مسجد سے نکلے تو کہے: (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ) یا اللہ میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ (نسائی: کتاب المساجد: باب ۳۶)

۷۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے گھر میں وضو کیا، پھر مسجد میں آیا وہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے اور میزبان پر حق ہے کہ وہ مہمان کی عزت کرے۔
(تفسیر درمنثور)

۸۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسجد سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ (تفسیر درمنثور)

۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زمین پر مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، وہ آسمان والوں کے لئے اس طرح چمکتی ہیں جیسے زمین والوں کے لئے آسمان کے ستارے چمکتے ہیں۔ (تفسیر درمنثور)

۱۰۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مسجد میں قندیل لٹکائی ستر ہزار فرشتے اس کے لئے اس وقت تک دعا اور استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک وہ قندیل روشنی کا کام دیتی رہتی ہے۔ (تفسیر درمنثور)

۱۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے ایک نماز کا اجر ملتا ہے اور قبیلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے پچیس نمازوں کا اجر ملتا ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے پانچ سو نمازوں کا اجر ملتا ہے اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے سے پچاس

Marfat.com

اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَی الزَّکٰوةَ وَ لَمۡ یَخۡشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِکَ اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُهۡتَدِیۡنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اللہ تعالیٰ کی مساجد کو صرف وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہوں، نماز کے پابند اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، [۱۱] پس امید ہے کہ یہی لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے۔

اَجَعَلۡتُمۡ سِقَایَةَ الۡحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ کَمَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؕ لَا یَسۡتَوٗنَ عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۹﴾ م

۱۹۔ کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس شخص کے برابر کر دیا جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان لایا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ (دونوں قسم کے) لوگ برابر نہیں ہیں، [۱۲] اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

ہزار نمازوں کا اجر ملتا ہے اور میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نمازوں کا اجر ملتا ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نمازوں کا اجر ملتا ہے۔ (ابن ماجة: کتاب الصلوٰۃ: باب ۱۹۸)

۱۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے فاختہ یا کبوتری کے گھونسلے کے برابر یا اس سے بھی چھوٹی مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (ابن ماجة: ابواب المساجد: باب ۱) کبوتری کا گھونسلا زیادہ سے زیادہ آدھی اینٹ کے برابر ہوتا ہے جس میں ایک پاؤں نہیں آ سکتا تو نمازی دوسرا پاؤں کہاں رکھے گا اور سجدہ کہاں کرے گا؟ مطلب یہ ہے کہ جس نے آدھی اینٹ یا اس سے بھی کم سرمایہ مسجد میں لگایا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں پورا گھر بنائے گا اور جنت کے گھر کی شان یہ ہوگی کہ اس کائنات کے سارے گھروں کا حسن و جمال اگر اکٹھا کر لیا جائے تو جنت کے ایک گھر کے برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ جنت کی ہر چیز کی خوبی ہمارے وہم و گمان سے بالاتر ہوگی۔

[۱۱] اس آیت سے معلوم ہوا کہ مساجد کے متولی اور منتظم بننے کا حق صرف ان لوگوں کو حاصل ہے جن میں درج ذیل تین صفات پائی جائیں:

۱۔ وہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخر یعنی جملہ اسلامی عقائد پر پختہ ایمان رکھتے ہوں۔

۲۔ وہ نماز، زکوٰۃ یعنی جملہ اسلامی فرائض کے پابند ہوں۔

۳۔ کردار کے اعتبار سے اتنے مضبوط ہوں کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈریں کسی اور سے خوفزدہ نہ ہوں۔

لہٰذا آج مساجد کی انتظامیہ مقرر کرتے وقت ہمیں ان صفات کا خاص خیال رکھنا چاہیے جو عمل اور کردار کے اعتبار سے مضبوط ہوں اور اگر بے عمل اور کردار کے اعتبار سے کمزور لوگوں کو مساجد کا متولی بنایا گیا تو وہ مساجد کو آباد کرنے کا حق ادا نہیں کر سکیں گے۔

[۱۲] مشرکین مکہ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ انہیں مسجد حرام اور حاجیوں کی خدمت کا اعزاز حاصل ہے اس لئے وہ مسلمانوں سے کسی درجے

Marfat.com

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ هَاجَرُوۡا وَ جٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَ اَنۡفُسِهِمۡ ۙ اَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے، اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

یُبَشِّرُهُمۡ رَبُّهُمۡ بِرَحۡمَةٍ مِّنۡهُ وَ رِضۡوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمۡ فِیۡهَا نَعِیۡمٌ مُّقِیۡمٌ ﴿۲۱﴾ۙ

۲۱۔ ان کا رب انہیں اپنی رحمت، خوشنودی اور ایسی جنتوں کی خوش خبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے دائمی نعمت ہے۔

خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡۤا اٰبَآءَكُمۡ وَ اِخۡوَانَكُمۡ اَوۡلِیَآءَ اِنِ اسۡتَحَبُّوا الۡكُفۡرَ عَلَی الۡاِیۡمَانِ ؕ وَ مَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اے ایمان والو! اپنے باپ دادا اور اپنے بھائیوں کو بھی دلی دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان پر ترجیح دیں، [۱۴] اور تم میں سے جو لوگ ان کو دلی دوست بنائیں گے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَ اَبۡنَآؤُكُمۡ وَ اِخۡوَانُكُمۡ وَ اَزۡوَاجُكُمۡ وَ عَشِیۡرَتُكُمۡ وَ اَمۡوَالُ ۣ اقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَ تِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ

۲۴۔ (اے رسول مکرم!) آپ فرمائیے: اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں خطرہ ہے اور وہ مکانات

میں بھی کم نہیں ہیں۔ اس آیت میں ان کی اس غلط فہمی کا ازالہ کیا گیا ہے یعنی شرک کی وجہ سے تمہارے یہ کام ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کیا، ان کے لئے بڑے درجات اور جنتوں کی خوش خبری ہے جبکہ تمہارے اعمال شرک کی وجہ سے اکارت ہو گئے۔

[۱۴] جو لوگ کافر ہیں اور اسلام کی مخالفت میں سرگرم ہیں چاہے وہ تمہارے باپ اور بھائی ہی کیوں نہ ہوں ان کے ساتھ دلی دوستی اور رازداری کے ایسے تعلقات استوار نہ کرو جو کسی وقت مسلمانوں کے لئے نقصان کا سبب بن سکیں، لہٰذا ایسے کافروں کو رازدار دوست بنانا مسلمانوں کے ساتھ زیادتی ہوگی، البتہ پرامن اور معتدل مزاج کافروں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنا اچھی بات ہے۔

Marfat.com

كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۲۴ ع

جن کو تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے، [۱۴] اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

[۱۴] والدین، اولاد، بھائی، بیوی اور رشتہ داروں سے محبت کرنا انسانی فطرت ہے اور پرسکون زندگی گزارنے کے لئے مال، کاروبار اور مکان کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ اسی لئے اسلام اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ انسان اپنے خویش و اقارب سے محبت کرے اور رزق حلال کمانے میں پوری کوشش کرے لیکن ان میں سے کوئی چیز اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ یا اس کے راستے میں جہاد سے رکاوٹ بنے تو پھر بندۂ مؤمن پر واجب ہے کہ وہ ان محبتوں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی محبت کو ترجیح دے اور احکام الٰہی کو بجالانے کی پوری کوشش کرے لیکن خدانخواستہ اگر کوئی بدنصیب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی محبت کے مقابلے میں مال و دولت یا خویش و اقارب کو ترجیح دے تو پھر اس نافرمان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرنا چاہیے جو کسی بھی وقت نازل ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اہل ایمان سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔ (قرآن: ۲:۱۶۵) حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے کہا:

اُحِبُّکَ حُبَّیْنِ حُبَّ الْھَوٰی
وَ حُبًّا لِاَنَّکَ اَھْلٌ لِذَاکَ

اے میرے رب! میں تجھ سے دوہری محبت کرتی ہوں ایک تو یہ کہ تو میرا محبوب ہے، دوسری یہ کہ تو اس قابل ہے کہ تجھ سے محبت کی جائے۔ (تفسیر المنار)

دوسری جگہ آپ عرض کرتی ہیں: اے اللہ تعالیٰ تیری قسم! میں جنت کے لالچ یا دوزخ کے ڈر سے تیری عبادت نہیں کرتی بلکہ اس لئے کرتی ہوں کہ تو ہی عبادت کے لائق ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھے اپنے باپ، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔ (بخاری: کتاب الایمان: باب ۸)

زہرہ بن معبد رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! مجھے آپ اپنے نفس کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد فرمائی اور (جنگ) حنین کے دن بھی جبکہ تمہاری کثرتِ (تعداد) نے تمہیں گھمنڈ میں ڈال دیا تھا حالانکہ اس کثرت نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ [۱۵]

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ایمان لانے والوں پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور ایسے لشکر اُتارے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا، اور کافروں کی یہی سزا ہے۔

فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! (تو اس وقت تک کامل مؤمن نہیں بن سکتا) جب تک تو مجھے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ سمجھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس اللہ تعالیٰ کی قسم! اب آپ مجھے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب اے عمر! (تم کامل مؤمن ہو)۔ (بخاری: کتاب الایمان والنذور: باب ۳)

[۱۵] اعلان براءت کے بعد بعض ذہنوں میں یہ خدشہ پیدا ہوگیا تھا کہ شاید اب پورے عرب میں خانہ جنگی کی آگ بھڑک اُٹھے گی اور اس کا مقابلہ کرنا مشکل ہوجائے گا۔ ان خدشات کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں یعنی تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں اس سے پہلے کئی مشکل مواقع پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی ہے۔ ان میں سے جنگ حنین تو ابھی گذشتہ سال کی بات ہے جس میں تم دشمن کے تیروں سے گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور تمہاری شکست کو فتح میں بدل دیا، لہٰذا تم اپنی ظاہری کثرتِ تعداد پر گھمنڈ نہ کیا کرو بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کیا کرو وہ آئندہ بھی تمہارا حامی و ناصر ہوگا۔

جنگ حنین کا مختصر تعارف

۸ھ میں مکہ فتح ہوا، پندرہ دن تک مسلمان مکہ میں ٹھہرے رہے اور طواف کعبہ کی حسرتوں کو پورا کیا۔ اس دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ ہوازن اور ثقیف کے قبیلے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار کا لشکر لے کر ان قبائل کی طرف روانہ ہوئے، اس میں دس ہزار تو انصار و مہاجرین تھے جو مدینہ سے آئے تھے اور دو ہزار نو مسلم تھے جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ (تفسیر ابن جریر طبری) مسلمانوں کی گذشتہ تاریخ میں یہ ان کا سب سے بڑا لشکر تھا اس لئے بعض لوگوں کے ذہن میں یہ گھمنڈ آگیا کہ آج کوئی طاقت مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکتی۔ اس گھمنڈ کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی کثرتِ تعداد نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا اور جب دشمن نے اچانک ان پر تیروں کی بارش برسائی تو حنین کا وسیع میدان ان کے لئے تنگ ہوگیا اور وہ ایسے گھبرائے کہ

Marfat.com

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق نصیب فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ

۲۸۔ اے ایمان والو! بے شک مشرکین ناپاک ہیں، سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں، [۱۶] اور اگر تمہیں تنگ دستی کا خوف ہے تو اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ

میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے مگر حضور اکرم ﷺ تقریباً ایک سو ساتھیوں کے ہمراہ میدان میں ثابت قدم رہے اور اعلان کر رہے تھے:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ''میں اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہوں اس میں ذرا جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا فرزند ہوں''

اسی حالت میں حضور اکرم ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر دشمنوں کی طرف پھینکی جس نے کفار کی آنکھوں کو بھر دیا۔ (تفسیر کبیر) پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں پر تسکین نازل فرمائی تاکہ ان کی گھبراہٹ ختم ہو جائے اور وہ واپس میدان جنگ میں آکر داد شجاعت دیں اور آسمان سے فرشتوں کے لشکر بھیجے تاکہ وہ مومنوں کے دلوں کو مضبوط اور کفار کے دلوں کو کمزور کریں۔ (تفسیر قرطبی) اس کے بعد جونہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے انصار و مہاجرین کو پکارا تو وہ پروانہ وار میدان جنگ کی طرف لوٹے اور ایسا زوردار حملہ کیا کہ جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا اور کفار جس عذاب کے مستحق تھے وہی ان پر نازل ہوا یعنی ستر (۷۰) کافر مارے گئے، ہزاروں کی تعداد میں قیدی بنالئے گئے اور باقی اپنے اہل وعیال، مال مویشی اور ہتھیار چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس فتح کے بعد قبیلہ ہوازن کے چند لوگوں کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی اور وہ مسلمان ہو گئے اور جب حضور اکرم ﷺ نے ان کے قیدی بلا معاوضہ آزاد کر دیئے تو اس وسیع ظرفی اور حسن اخلاق سے متاثر ہو کر بقیہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

[۱۶] نجاست کی دو قسمیں ہیں: ایک حقیقی جیسے پیشاب اور پاخانہ وغیرہ، دوسری حکمی جیسے جنابت اور بے وضو ہونا وغیرہ۔ اس آیت میں مشرکین کی حکمی نجاست مراد ہے یعنی ان کے جسم تو پاک ہیں مگر ان کے اندر شرک والا عقیدہ ناپاک ہے، اس لئے بطور مذہب ان کو ناپاک کہا گیا ہے۔ (تفسیر خازن) یعنی مشرکین کے عقائد ناپاک ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں، نیز ان کے اعمال بھی ناپاک ہیں کیونکہ وہ ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں۔

فتح مکہ کے بعد مسجد حرام سے تمام بتوں کو نکال دیا گیا تھا لیکن پھر بھی مشرکین کو اپنے طریقوں کے مطابق وہاں عبادت اور طواف کرنے کی اجازت تھی اور سن ۹ھ میں مسلمانوں کے ساتھ مشرکین نے بھی اپنے طریقوں کے مطابق حج کیا لیکن ایک ہی جگہ پر دو مذاہب کی مختلف عبادتیں دونوں کے لئے تکلیف دہ تھیں اس لئے آئندہ سال سے مشرکین کو حج کرنے سے روک دیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو جس طرح فتح مکہ کے دن بتوں سے پاک کر دیا گیا تھا اسی طرح اب اس کو بت پرستی اور شرک سے بھی پاک کر دیا جائے اور

Marfat.com

يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۲۸

تم کو عنقریب اپنے فضل سے غنی کر دے گا، [۱۷] بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

وہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے۔

کیا غیر مسلم مساجد میں داخل ہو سکتے ہیں؟

مالکی فقہاء کے نزدیک کوئی بھی مشرک نہ تو مسجد حرام میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ ہی دوسری مساجد میں، البتہ مجبوری کی صورت میں داخل ہو سکتا ہے جیسے کسی ذمی کو مسجد میں جا کر قاضی کے سامنے اپنا دعویٰ دائر کرنے کی اجازت ہے۔ (تفسیر منیر)

شافعی فقہاء کے نزدیک یہ حکم مسجد حرام کے ساتھ خاص ہے یعنی کوئی مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہو سکتا لیکن دوسری مساجد میں داخل ہونا ممنوع نہیں ہے۔ (تفسیر منیر)

حنفی فقہاء کے نزدیک مشرکین تمام مساجد اور مسجد حرام میں داخل ہو سکتے ہیں اور اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ حج اور عمرہ ادا کرنے کے لئے حرم میں داخل نہیں ہو سکتے۔ (روح المعانی) اور یہی قول زیادہ قوی ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین مساجد میں عدالت لگاتے تھے اور وہاں غیر مسلم بھی حاضر ہوتے تھے، نیز عثمان بن ابی عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے ان کے لئے مسجد میں خیمہ لگوایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو ناپاک لوگ ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کی ناپاکی مسجد کی زمین پر نہیں لگتی، ان کی ناپاکی ان میں ہی رہتی ہے۔'' (احکام القرآن للجصاص) اس میں دلیل ہے کہ کفر کی نجاست کافر کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی۔

(احکام القرآن للجصاص)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی مشرک مسجد کے پاس نہ جائے بجز اس کے کہ وہ کسی مسلمان کا غلام یا اس کی کنیز ہو تو وہ ان کو کسی ضرورت کے لئے مسجد میں داخل کر سکتا ہے۔'' (تفسیر قرطبی) اس سے معلوم ہوا کہ صرف شرک کی وجہ سے مشرکین کو مسجد سے نہیں روکا گیا ورنہ مشرک غلام اور کنیز کو بھی مسجد میں جانے کی اجازت نہ ہوتی۔ دراصل مقصد یہ ہے کہ وہ حج اور مشرکانہ رسوم ادا کرنے کے لئے مساجد میں داخل نہ ہوں۔ غلام اور کنیز کو اس لئے اجازت دے دی گئی کیونکہ وہ مساجد میں مشرکانہ رسوم ادا کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

[۱۷] پورے عرب سے بہت سے لوگ حج کے موقع پر مکہ آتے اور اپنے اپنے علاقوں کا سامانِ تجارت بھی ساتھ لے آتے۔ اس طرح خرید و فروخت سے اہلِ مکہ کو بہت نفع حاصل ہوتا مگر اس آیت کے نزول کے بعد بعض لوگوں کے دلوں میں یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ جب سارے مشرک آئندہ سال حج کے لئے نہیں آئیں گے تو ہماری تجارت کو بہت نقصان ہوگا اور ہم غربت کا شکار ہو جائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ تمہیں غنی کر دے گا یعنی مشرکین کی بجائے کثیر تعداد میں مسلمان حاجی مکہ آئیں گے جن کی وجہ سے تمہاری تجارت پہلے سے زیادہ ترقی کرے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس دن سے لے کر

Marfat.com

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اہل کتاب میں سے ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں سمجھتے اور نہ وہ دین حق کو قبول کرتے ہیں (ان سے جنگ کرو) یہاں تک کہ وہ مغلوب ہو کر (اپنے) ہاتھ سے (تم کو) جزیہ ادا کریں۔ [۱۸]

آج تک حاجیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور مکہ دنیا کی اہم ترین تجارتی منڈیوں میں سے ایک ہے۔

[۱۸] جزیرہ نمائے عرب کے بیشتر حصہ پر جب اسلام کا پرچم لہرانے لگا تو قیصر روم کو اسلام کی روز افزوں قوت سے خطرات پیدا ہونے لگے اور اس نے اسلام کو کچلنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اب جزیرۂ عرب سے باہر کی رومی فوجیں مسلمانوں کے خلاف صف بستہ ہو رہی تھیں، اس لئے ضروری تھا کہ پہلے جزیرۂ عرب کے اندر اسلام دشمن قوتوں سے نمٹا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ جب باہر سے رومی فوجیں حملہ کریں تو اندر سے یہ بغاوت کر دیں اور مسلمانوں کو کچل کے رکھ دیں۔

چنانچہ سب سے پہلے مشرکین عرب سے اعلان براءت کیا گیا کہ تم چار ماہ میں عرب چھوڑ کو چلے جاؤ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے اور تم سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ تمہاری بار بار کی عہد شکنیوں کی وجہ سے ہمیں تم پر کوئی اعتماد نہیں ہے۔ مشرکین کے علاوہ اہل کتاب بھی اسلام کے چراغ کو بجھانے کے لئے کوشاں تھے (قرآن: ۹:۳۲) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اہل کتاب تمہارے عقائد و اعمال اور تمہارے دین کو تسلیم نہیں کرتے اس لئے تم اہل کتاب کو بھی اعلان کر دو کہ تم اسلام کی مخالفت چھوڑ کر اس کی بالادستی قبول کر لو اور جزیہ ادا کرو تو تم مکمل مذہبی آزادی کے ساتھ یہاں رہ سکتے ہو اور ہم تمہاری جان و مال کی حفاظت کریں گے اور اگر جزیہ دینے کی شرط منظور نہیں ہے تو پھر تم بھی قتال کے لئے تیار ہو جاؤ۔

ابتدا میں یہ حکم صرف یہود و نصاریٰ کے لئے تھا، بعد میں تمام غیر مسلموں کے لئے اس حکم کو عام کر دیا گیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہاری مشرکین سے ملاقات ہو تو انہیں اسلام کی دعوت دو، اگر وہ اسلام سے انکار کر دیں تو ان سے جزیہ کا سوال کرو، اگر وہ جزیہ دینے کا اقرار کر لیں تو ان سے قتال نہ کرو۔ (تفسیر منیر)

اسی سورت کی آیت نمبر ۵ میں مشرکین کو قتل کرنے کا حکم تھا مگر یہاں دوسرے تمام غیر مسلموں کے لئے قتال کا حکم ہے اور قتال اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف طاقت کے استعمال پر آمادہ ہوں، اس لئے اگر کوئی غیر مسلم اسلامی حکومت کے ماتحت رہتے ہوئے جزیہ کا انکار کر دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ملکی قانون سے بغاوت کر کے خانہ جنگی کی خود دعوت دے رہا ہے، لہٰذا اس باغی کو قانون کا پابند بنانے کے لئے اس کے خلاف طاقت کا استعمال ضروری ہے۔ آج بھی اگر کوئی انسان ملک کے قانون کو چیلنج کر دے تو اس حکومت کا فرض ہے کہ وہ اسے قانون کا پابند بنانے کے لئے طاقت کا استعمال کرے۔

Marfat.com

جزیہ کیا ہے؟

کسی بھی ملک میں رہنے کے لئے وہاں کی امیگریشن شرائط پورا کرنا ضروری ہوتی ہیں اور آج کل برطانیہ میں رہنے کی صرف درخواست دینے کے لئے 500£ پہلے ادا کرنا پڑتے ہیں اور سالانہ آمدنی کے مطابق ٹیکس بھی دینا پڑتا ہے۔ اسی طرح اس وقت اگر کوئی غیر مسلم کسی اسلامی ملک میں رہنا چاہتا تو اسے جزیہ دینا پڑتا تھا۔

جزیہ سے مراد وہ ٹیکس ہے جو غیر مسلم اسلامی حکومت کو ادا کرتا ہے۔ اس کے بدلے میں اسلامی حکومت اس کی جان، آبرو اور دولت کے تحفظ کی ذمہ داری قبول کرتی ہے گویا اسے اسلامی ملک میں پر امن رہنے کا گرین کارڈ جاری کر دیتی ہے اور اس غیر مسلم کو اسلامی اصطلاح میں ذمی کہا جاتا ہے۔

ہر حکومت اپنی رعایا سے کچھ رقم وصول کرتی ہے جس کے ذریعہ وہ ملک وملت کی حفاظت اور عوام کی فلاح و بہبود کے کام سرانجام دیتی ہے۔ اس سلسلہ میں مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ، جانوروں کی زکوٰۃ، زمینی پیداوار کا عشر اور صدقات وغیرہ ادا کرتے ہیں اور جنگ کی صورت میں مال وجان کی قربانیاں اور فوجی خدمات پیش کرتے ہیں جبکہ ذمی ان میں سے کسی چیز کے پابند نہیں ہوتے اور وہ صرف جزیہ کی معمولی سی رقم ادا کر کے مسلمان شہریوں کی طرح ہر قسم کی سہولت اور حفاظت کے مستحق قرار پاتے ہیں اور اگر کہیں مسلمانوں کی حکومت ختم ہو جاتی اور وہ ذمیوں کے جان ومال کی حفاظت نہ کر سکتے تو ان کے جزیہ کی رقم انہیں واپس کر دی جاتی۔

قرآن مجید نے جزیہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں کی، اس لئے علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے جو کم از کم ایک دینار ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ (تفسیر قرطبی) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی منقول ہے کہ ذمیوں کی مالی حیثیت کے لحاظ سے اس میں کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے اور یہ امام وقت کے اجتہاد پر موقوف ہے۔ (تفسیر زاد المسیر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کو ذمیوں سے جزیہ وصول کرنے کے لئے بھیجا اور فرمایا: جو شخص کسی معاہد پر ظلم کرے گا یا اس کو ناقابل برداشت کام پر مجبور کرے گا تو قیامت کے دن میں اس غیر مسلم کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔ (تفسیر مظہری)

جزیہ صرف آزاد، بالغ اور امیر مرد سے لیا جائے گا، عورتوں، بچوں، غلاموں، لونڈیوں، بوڑھوں، راہبوں اور عاجز فقیروں سے نہیں لیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی وروح المعانی)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم اگر جزیہ دینے کا اقرار کرلیں تو ان سے لڑائی نہ کی جائے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (بخاری: کتاب الایمان: باب ۱۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جزیہ کی گنجائش نہیں ہے یعنی اسلام یا جنگ۔ اس حدیث اور آیت کریمہ میں علماء نے اس طرح تطبیق کی ہے کہ اس حدیث میں لوگوں سے مراد وہ مخصوص مشرکین عرب ہیں جن کا ذکر آیت نمبر پانچ میں گزرا ہے۔ (تفسیر منیر) یعنی ان کی بار بار کی عہد شکنی اور چار ماہ میں ملک نہ چھوڑنے کی وجہ سے اب اسلام یا جنگ کے علاوہ کوئی تیسرا راستہ نہیں تھا اور وہ وقتی حکم تھا، چار ماہ کے دوران اکثر مشرکین نے اسلام قبول کر لیا اور بقیہ عرب چھوڑ کر باہر چلے گئے اور اس کے بعد اس حکم کی ضرورت ہی ختم ہو گئی۔

Marfat.com

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِـُٔونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، یہ محض ان کے منہ کی کہی ہوئی بات ہے، یہ ان لوگوں کی بات کی نقل اتار رہے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر کیا، اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے یہ کدھر بھٹکے جا رہے ہیں[۱۹]

اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلٰهًا وَاحِدًا ۖ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور راہبوں کو خدا بنا لیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک خدا کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اس سے پاک ہے جسے وہ اس کا شریک بناتے ہیں۔ [۲۰]

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِـُٔوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کئے بغیر نہ رہے گا اگرچہ کافر اس کو ناپسند کریں۔ [۲۱]

---

[۱۹] بعض یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے (تفسیر منیر) اور اکثر نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے۔ اگرچہ یہ ان کا اصلی عقیدہ نہیں تھا مگر مرور زمانہ کے ساتھ پہلے کافروں کا شرک ان پر اثر انداز ہو گیا اور یہ ان کی نقل کرتے ہوئے بغیر کسی دلیل کے اللہ تعالیٰ کی اولاد ثابت کرنے لگے جیسے بعض کفار عرب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ بہت افسوس ہے اہل کتاب پر کہ انہیں انبیائے کرام علیہم السلام نے توحید کا درس دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی توحید کی دعوت دی مگر یہ پھر بھی شرک کی طرف بھٹکے جا رہے ہیں۔

[۲۰] اس آیت میں یہودی علماء اور عیسائی راہبوں کو خدا اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اہل کتاب ان کی اس طرح اطاعت کرتے تھے جیسے خدا کی اطاعت کی جائے۔ جس کو وہ حلال یا حرام قرار دیتے یہ اسی پر عمل کرتے خواہ ان کا حکم خدا کے حکم کے خلاف ہوتا اور انہی کے کہنے پر مسیح ابن مریم کو بھی خدا کہنے لگے۔

[۲۱] ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک کفار نے کئی بار یہ کوشش کی کہ کسی طرح اسلام کی شمع کو بجھا دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ اسلام کا نور روز افزوں ترقی پذیر رہے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) اب اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس نور کو بجھانا چاہے گا تو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے سورج کو بجھانا چاہے تو وہ خود تو بجھ سکتا ہے مگر سورج کو نہیں بجھا سکتا۔

Marfat.com

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک اس کو ناپسند کریں۔ [۲۲]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ كَثِیۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَ الرُّهۡبَانِ لَیَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیۡنَ یَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا یُنۡفِقُوۡنَهَا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اے ایمان والو! بے شک (اہل کتاب کے) اکثر علماء اور راہب، لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں، [۲۳] اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ سب سے پہلے اہل عرب نے اس کی مخالفت کی مگر ۲۳ سالوں میں عرب کی غالب اکثریت نے اسلام قبول کر لیا اور آج بھی جو قومیں اسلام کی مخالفت کر رہی ہیں ان کے اپنے لوگوں میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔

[۲۲] اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو دین اسلام دے کر بھیجا، اس دین میں ہدایت اور صداقت ہے۔ طلب حق کے ارادے سے جب کوئی انسان مذاہب عالم کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے سب سے زیادہ سچائی جس دین میں نظر آتی ہے وہ اسلام ہے۔

دلائل و براہین کے اعتبار سے اسلام کو دیگر مذاہب پر ہمیشہ غلبہ حاصل رہا ہے اور کئی غیر مسلم مصنفین نے بھی اسلامی تعلیمات کی عظمت کو تسلیم کیا ہے۔ اسلامی اصولوں میں دلکشی ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے ماننے والوں کے دلوں پر غالب رہتا ہے۔ آج مادی اعتبار سے مسلمان حکومتیں کمزور ہوتی جا رہی ہیں مگر مسلمانوں کے دلوں پر اسلام کی گرفت مضبوط ہوتی جا رہی ہے۔

[۲۳] بنی اسرائیل کے کچھ مذہبی رہنما حق پرست اور صالح تھے۔ (تفسیر منیر) مگر ان میں سے اکثر لوگوں کی خواہشات کے مطابق غلط مسائل بتا کر ناجائز طریقوں سے ان کے مال کھاتے اور اس طرح اصل احکام الٰہی پر عمل کرنے کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے۔ بظاہر تو اس آیت کا تعلق بنی اسرائیل کے مذہبی رہنماؤں سے ہے مگر حقیقت میں وہ مسلمان مذہبی رہنما بھی اس میں شامل ہیں جو غلط فتوے جاری کر کے ناجائز دولت کماتے ہیں اور اس طرح لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔ (تفسیر منیر) حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: عالم دین کا طبیب ہے اور درہم دین کے لئے بیماری ہے، جب طبیب درہم کو اپنی طرف کھینچے تو وہ دوسروں کا علاج کیسے کرے گا۔ (الکواکب الدریۃ: جلد اول: ص ۳۰۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر علماء اپنے علم کی حفاظت کرتے اور جو علم کا اہل ہوا سی کو تعلیم دیتے تو وہ اپنے زمانہ

Marfat.com

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا
جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا
كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ
تَكْنِزُوْنَ ۝

۳۵۔ جس دن وہ (سونا چاندی) جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، [۲۴] پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا، (اور انہیں کہا جائے گا:) یہ ہے وہ (مال و دولت) جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا، سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

والوں کے سردار ہوتے، لیکن انہوں نے اپنے علم کو دنیا کے حصول کے لئے دنیاداروں پر خرچ کیا تو وہ دنیاداروں کی نظر میں بے وقعت ہو گئے اور میں نے تمہارے نبی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے تمام تفکرات کو صرف ایک فکر آخرت بنا دیا اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی فکر کے لئے کافی ہو گا اور جس نے تمام تفکرات کو دنیاوی احوال میں مبتلا کر لیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں ہے کہ وہ کون سی وادی میں جا گرتا ہے۔ (ابن ماجۃ: ۲۵۷: کتاب السنۃ: باب ۲۳)

[۲۴] جو لوگ مال و دولت اور سونے چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور نہ ہی اس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں (تفسیر ابن ابی حاتم) انہیں دردناک عذاب کی وارننگ دی جا رہی ہے یعنی قیامت کے دن اس سونے چاندی کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا: یہ ہے وہ سونا اور چاندی جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا، سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو، لیکن جو لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ان کے مال جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اگر مال جمع نہ کیا جائے تو زکوٰۃ اور وراثت کا نظام ہی بے معنی ہو جائے گا اور حج کرنا بھی مشکل ہو جائے گا۔

زکوٰۃ کا حکم

اسلام کے پانچ ارکان ہیں جن میں سے ایک زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ ہر اس مسلمان مرد اور عورت پر فرض عین ہے جو آزاد، عاقل اور بالغ ہو۔ وہ نصابِ زکوٰۃ کا مالک ہو اور اس مال پر قمری سال بھی گزر جائے۔ جب کسی شخص پر زکوٰۃ فرض ہو جائے تو اس کو فوراً ادا کرنا واجب ہے، بلا عذر زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر گناہ ہے اور بلا عذر تاخیر کرنے والے کی گواہی قبول نہ کی جائے گی کیونکہ جس غریب کو وہ زکوٰۃ دینے والا ہے ہو سکتا ہے اُسے بیماری کے علاج یا خوراک کیلئے اشد اور فوری ضرورت ہو اور یہ اس کا حق بلا وجہ روک کر اس پر ظلم کر رہا ہے۔

زکوٰۃ کے فوائد اور حکمتیں

۱۔ زکوٰۃ دینے سے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہو جاتا ہے۔ اس طرح انسان کے دل کو سکون ملتا ہے اور اس کے اندر اطاعت خداوندی کا جذبہ ترقی پذیر رہتا ہے۔

۲۔ زکوٰۃ دینے سے انسانی طبیعت میں سخاوت اور ہمدردی جیسی اعلیٰ صفات پروان چڑھتی ہیں اور زکوٰۃ نہ دینے سے انسان کنجوسی اور خودغرضی جیسی گھٹیا عادات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

۳۔ زکوٰۃ سے غریبوں کی مدد ہوتی ہے اور محتاجوں، معذوروں، یتیموں اور بیوہ عورتوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

Marfat.com

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

۳۶۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بارہ ماہ ہے [۲۵] جس دن سے اس نے

۴۔ زکوٰۃ کی وجہ سے رفاہ عامہ کے کام تکمیل پاتے ہیں جن پر قومی زندگی کی خوشحالی کا دارومدار ہوتا ہے۔

۵۔ زکوٰۃ مال و دولت کو چند امیر اور تاجر لوگوں کے ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکتی ہے تاکہ وسائل زیست ایک مخصوص طبقہ تک محدود ہو کر نہ رہ جائیں۔

۶۔ زکوٰۃ دینے والے کو دعائیں ملتی ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب امام صدقہ وصول کرے تو اس کے لئے سنت ہے کہ صدقہ دینے والے کے لئے دعا کرے اور کہے: جو مال تو نے دیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ تجھے اجر عطا فرمائے اور تیرے باقی مال میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ (فقہ السنہ: جلد اول ص ۲۸۶) جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے زکوٰۃ میں ایک خوبصورت اونٹنی بھیجنے والے کے لئے اس طرح دعا فرمائی: اے اللہ اپنے اس بندے کی ذات اور اس کے اونٹوں میں برکت عطا فرما۔

(نسائی: کتاب الزکوٰۃ: باب ۱۲)

۷۔ زکوٰۃ دینے سے بقایا مال پاک اور بابرکت ہو جاتا ہے اور زکوٰۃ نہ دینے سے سارا مال ناپاک اور بے برکت ہو جاتا ہے۔

۸۔ زکوٰۃ کا تھوڑا سا مال قیامت کے دن، بہت زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہوگا جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک کھجور کے برابر صدقہ قیامت کے دن پہاڑ کے برابر ظاہر ہوگا۔ (بخاری: کتاب الزکوٰۃ: باب ۸) اور روٹی کا ایک لقمہ اُحد پہاڑ کے برابر ظاہر ہوگا۔

(ترمذی: ابواب الزکوٰۃ: باب ۲۸)

زکوٰۃ نہ دینے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ ہر مال دار آدمی جو اپنے خزانے کا حق ادا نہیں کرتا اس کا خزانہ قیامت کے دن گنجا سانپ بن کر آئے گا۔ اس نے اپنا منہ کھول رکھا ہوگا، جب (خزانے کا بنا ہوا سانپ) اس مال دار شخص کے پاس آئے گا تو وہ اس سے دور بھاگے گا۔ سانپ اسے آواز دے گا، اپنا خزانہ جسے تو چھپا چھپا کے رکھتا تھا لے لے کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ جب وہ مال دار شخص بچ نکلنے کا کوئی چارہ نہیں دیکھے گا تو اپنا ہاتھ سانپ کے منہ میں ڈال دے گا اور سانپ اس کے ہاتھ کو یوں چبا ڈالے گا جیسے سانڈ کوئی چیز چباتا ہے۔

(مسلم: کتاب الزکوٰۃ: باب ۶)

۲۔ دو عورتیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں جن کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں آگ کے کنگن پہنائے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ ﷺ! تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اس چیز کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا کرو جو تمہارے ہاتھ میں ہے۔ (احمد: جلد ۲: ص ۱۷۸)

۳۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہ کرام ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! سونے چاندی کا حال تو معلوم ہو گیا تو پھر کون سا مال اچھا ہے جس کو ہم جمع کریں؟ فرمایا: ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور ایماندار بیوی جو خاوند کی اس کے ایمان میں مدد کرے۔ (ترمذی: ابواب تفسیر القرآن: باب ۱۰)

[۲۵] ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ اہل عرب میں حضرت

Marfat.com

وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۶﴾

آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، یہی دین مستقیم ہے، سوتم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تمام مشرکوں سے جنگ کرو جس طرح وہ تم سب سے جنگ کرتے ہیں، اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۷﴾ ع ۱۱

۳۷۔ (حرمت والے مہینوں کا) آگے پیچھے کرنا تو کفر میں اور اضافہ کرنے والی بات ہے[۲٦] اس سے کافروں کو گمراہ کیا جاتا ہے، وہ ایک سال کسی مہینے کو حلال قرار دیتے ہیں اور دوسرے سال اسی مہینے کو حرام قرار دے دیتے ہیں تاکہ وہ ان مہینوں کی تعداد پوری کر لیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، پھر حلال کر لیں اس مہینہ کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، ان کے برے اعمال ان کے لئے آراستہ کر دیئے گئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

ابراہیم علیہ السلام کے دور سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ انہوں نے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینے حج کے لئے خاص کر رکھے تھے اور رجب کا مہینہ عمرہ کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ ان چار مہینوں میں جنگ و جدال، لوٹ مار اور قتل و غارت ممنوع تھی تاکہ زائرین کعبہ امن و امان سے بیت اللہ تک جا سکیں اور حج یا عمرہ کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو سکیں، اسی لئے ان کو حرمت والے مہینوں کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ دین الٰہی کا حکم یہی تھا کہ ان مہینوں کا احترام کرو اور ان میں قتال کر کے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو، لیکن اگر مشرکین ان مہینوں کا احترام نہ کریں اور تمہارے ساتھ لڑائی شروع کر دیں تو پھر تم بھی اپنے دفاع کے لئے ان سے جنگ کر سکتے ہو۔

[۲٦] اہل عرب اپنی خواہشات کے مطابق حرمت والے مہینوں کو آگے پیچھے کر لیتے تھے۔ جب کوئی بڑا اور زور آور قبیلہ حرمت والے مہینے مثلاً محرم میں جنگ کرنا چاہتا تو وہ اعلان کر دیتا کہ اس سال محرم کی جگہ صفر حرمت والا مہینہ ہوگا، لہٰذا محرم میں جنگ ہو سکتی ہے۔ اس طرح وہ حرمت والے چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے مگر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اوقات میں رد و بدل کر کے اپنے اوپر ظلم کرتے۔ اسی طرح حج کے ایام بھی ان کے لئے تجارت اور روزگار کے لئے بہت اہم تھے، لہٰذا جس سال حج سخت گرمیوں میں ہوتا تو حج کا مہینہ اپنے مادی مفادات کے لئے بدل دیتے تاکہ زیادہ لوگ حج میں شامل ہو کر تجارت کو کامیاب بنا سکیں، مگر سن ۱۰ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا کیا تو وہ اپنے اصلی وقت کے مطابق ذوالحجہ میں ہوا۔ (تفسیر بحر محیط) جیسا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "زمانہ گھوم کر پھر اپنی اصلی حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اس وقت تھا جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا۔ سال میں

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے کے لئے کہا جاتا ہے تو تم بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاتے ہو، کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟ سو دنیا کی زندگی کا سامان تو آخرت کے مقابلہ میں بہت تھوڑا ہے۔[۲۷]

بارہ مہینے ہیں ان میں چار حرمت والے ہیں، تین مہینے متواتر یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا مہینہ الگ یعنی رجب جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔ (بخاری: کتاب تفسیر القرآن: سورہ توبہ: باب ۸)

[۲۷] حضور اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ قیصر روم نے شام میں ایک لشکر جرار اکٹھا کر لیا ہے اور وہ مدینہ پر چڑھائی کی تیاریاں کر رہا ہے۔ اس وقت شام رومن سلطنت کا ایک صوبہ تھا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے بھی جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ مقصد یہ تھا کہ اس سے پہلے کہ رومی فوجیں مدینہ پر حملہ کریں، ہم وہاں جا کر ان کا مقابلہ کریں گے۔ سخت گرمی کے دن، کھجور پکنے کا موسم، پورے عرب میں قحط سالی اور سات سو کلومیٹر کا طویل سفر، پھر روم کی مسلح فوج سے مقابلہ، ان مشکلات کی وجہ سے منافقین نے تو حیلے بہانے کر کے معذرت کر لی اور بعض مسلمانوں کو بھی ابتدا میں یہ سفر بہت مشکل نظر آیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ضمیر کو جھنجھوڑا اور فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم جہاد سے گھبرا رہے ہو اور دنیا کی زندگی اور دنیا کے مال و دولت کو آخرت پر ترجیح دے رہے ہو۔ یاد رکھو! اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلے تو تمہاری یہ زندگی اور تمہارا یہ مال و متاع تمہیں آخرت میں کام نہیں آئے گا بلکہ تمہارے لئے دردناک عذاب کا ذریعہ بنے گا۔ اس دردناک عذاب کے اصل مستحق منافقین ہیں کیونکہ وہ بھی بظاہر اہل ایمان میں شمار ہوتے تھے اور انہی کے حیلے بہانوں سے متاثر ہو کر بعض مسلمان بھی سستی دکھانے لگے تھے۔ نیز اگر تم رومیوں کے مقابلہ میں نہ نکلے تو وہ تم پر غالب آ جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لے آئے گا جو مسلمان ہو کر اسلام کا پرچم بلند کرے گی اور تم اس سعادت سے محروم رہ جاؤ گے۔ ابھی ماضی قریب کا واقعہ تمہیں یاد نہیں ہے جب اہل مکہ نے اسلام کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے اہل مدینہ کو اسلام کا پاسبان بنا دیا۔ وہ قادر مطلق ہے تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بلکہ تم پچھتاؤ گے کہ کاش ہم اس وقت بزدلی نہ دکھاتے۔

اس آیت سے لے کر آخر سورت تک جنگ تبوک اور اس کے متعلق واقعات کا ذکر ہے۔ رجب سن ۹ ھ میں حضور اکرم ﷺ تیس ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر شام روانہ ہوئے۔ جب رومیوں کو اس لشکر کی اطلاع ملی تو وہ گھبرا گئے کہ اتنی دور ہم پر حملہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں، ظاہر ہے انہیں اپنے لشکر پر مکمل بھروسہ ہے، چنانچہ حضور اکرم ﷺ تبوک کے مقام پر بیس دن تک ٹھہرے رہے مگر رومیوں کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔ تبوک میں اگرچہ جنگ نہیں ہوئی مگر پورے عرب پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

جنگ تبوک کے لئے چندہ کی اپیل

جنگ تبوک کو جیش عسرت یعنی تنگی کے زمانے کا لشکر بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ پورا عرب قحط سالی کا شکار تھا، اس لئے حضور اکرم ﷺ

Marfat.com

إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾

۳۹۔ اگر تم (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا، تم اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

نے مجمع عام میں اعلانیہ چندہ کی اپیل کی تاکہ مجاہدین کے لئے خورد ونوش اور سواریوں کا بندوبست کیا جاسکے۔ اس اپیل کے جواب میں شمع رسالت کے پروانوں نے ایثار وقربانی کی جو مثالیں قائم کیں ان میں سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ یہ اپیل میرے مالی حالات کے مطابق تھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا: اگر میں کبھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے (نیکی کے کاموں میں) آگے بڑھ سکتا ہوں تو آج ایسا ممکن ہوگا، پس میں اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تم نے اپنے اہل خانہ کے لئے کیا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: آدھا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے کر حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے ابوبکر! تم نے اپنے اہل خانہ کے لئے کیا رکھا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ آیا ہوں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کبھی بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

(ترمذی: مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی وہاں بیٹھے تھے۔ انہوں نے چغہ پہنا ہوا تھا جس کو کانٹوں سے بخیہ کیا ہوا تھا۔ اس اثناء میں جبریل امین علیہ السلام آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پڑھ سنایا اور کہا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسا چغہ پہنا ہوا ہے جس کو کانٹوں سے جوڑا گیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فتح سے پہلے اپنا سارا مال مجھ پر خرچ کر دیا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچائیں اور ان سے پوچھیں: کیا تو اس فقر وتنگ دستی پر مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ سو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ جبریل امین علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں سلام کہتے ہیں اور تیرا رب تجھ کو فرماتا ہے: کیا تو اس فقر وتنگ دستی پر مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنے رب پر کیسے ناراض ہو سکتا ہوں! میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ تجھے فرماتا ہے: تحقیق میں تجھ سے راضی ہو گیا ہوں جس طرح تو مجھ سے راضی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ جبریل امین علیہ السلام نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! جب سے آپ کے یار نے چغہ پہنا ہے حاملین عرش بھی اسی قسم کے چغے پہنے ہوئے ہیں۔

(تفسیر منیر و تفسیر قرطبی: سورہ الحدید: زیر آیت نمبر ۱۰)

Marfat.com

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَ اَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ

۴۰۔ اگر تم ان (رسول اللہ ﷺ) کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس وقت مدد فرمائی جب کافروں نے ان کو (مکہ سے) نکالا تھا، آپ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے، جب اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ جنگ تبوک کے لئے برانگیختہ فرما رہے تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں کجاووں اور کمبلوں سمیت ایک سو اونٹ پیش کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے پھر برانگیختہ کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں کجاووں اور کمبلوں سمیت دو سو اونٹ پیش کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے پھر لشکر تبوک کے لئے برانگیختہ کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں کجاووں اور کمبلوں سمیت تین سو اونٹ پیش کرتا ہوں۔ پھر میں نے دیکھا کہ جب رسول اللہ ﷺ منبر سے اُترے تو فرما رہے تھے: آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو عمل بھی کرے اس کو ضرر نہیں ہوگا۔ آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کرے اس کو ضرر نہیں ہوگا۔ (ترمذی: مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) یعنی اللہ تعالیٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برائی سے محفوظ رکھے گا۔

حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ ﷺ کو مالی تعاون کی تلقین کرتے ہوئے سنا تو انہوں نے اپنے گھر پر نظر ڈالی تو گھر میں کوئی چیز نہ تھی جو وہ پیش کر سکتے۔ وہ ایک یہودی کے پاس گئے اور اس کے ساتھ یہ طے کیا کہ وہ کنوئیں سے ڈول نکال کر اس کے باغ کو سیراب کریں گے اور وہ انہیں دو صاع کھجور دے گا۔ ساری رات آپ ڈول نکالتے رہے۔ صبح کے وقت تک انہوں نے سارے باغ کو سیراب کر دیا۔ اس یہودی نے آپ کو دو صاع کھجوریں دیں۔ آپ ایک صاع کھجوریں اپنے اہل وعیال کے لئے گھر چھوڑ آئے اور ایک صاع لشکر تبوک کے لئے نذر کر دیں۔

نبی کریم ﷺ نے ان کی دل جوئی اور عزت افزائی کرتے ہوئے ایک صحابی کو حکم دیا کہ یہ کھجوریں جو ابوعقیل لے کر آیا ہے ان کو سامانِ خورد ونوش کے ڈھیر کے اوپر بکھیر دو۔ اس کے خلوص اور ایثار کی برکت سے اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے صدقات کو قبول فرمائے گا۔

(ضیاء النبی: جلد ۴: ص ۵۹۶)

الغرض تمام مسلمانوں نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق تعاون پیش کیا اور خواتین نے بھی اپنے زیور، سونے کے کڑے، گلوبند، پازیب اور انگشتریاں جو کچھ زیور کسی نے پہن رکھا تھا اس نے اتار کر مجاہدین کی خدمت کے لئے بارگاہ نبوت میں پیش کر دیئے۔

(ضیاء النبی: جلد ۴: ص ۵۹۵)

Marfat.com

الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

ہے،[۲۸] پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد فرمائی جن کو تم نے نہ دیکھا اور کافروں کی بات کو نیچا کر دیا، اور اللہ تعالیٰ کی بات ہی بلند ہے، اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

[۲۸] یعنی اگر تم نے لشکر تبوک کے لئے رسول اللہ ﷺ کی مدد نہ کی تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کا محتاج نہیں ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہجرت کی رات رسول اللہ ﷺ کی مدد کی تھی اسی طرح اب بھی وہ آپ ﷺ کا حامی و ناصر ہے۔

ہجرت کا واقعہ

مشرکین مکہ کی زبردست مخالفت کے باوجود اسلام کی روشنی جب مدینہ منورہ تک پہنچ گئی تو اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کا فیصلہ کیا اور ایک رات قریشی نوجوانوں کو تلواریں دے کر رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر کھڑا کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ صبح سویرے جب رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلیں تو انہیں تلواروں سے شہید کر دیا جائے۔ چنانچہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کرنے کا حکم ہوا اور آپ ﷺ سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے ان نوجوانوں کے درمیان سے گزر کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غار ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔ کاشانہ نبوت سے روانگی کا واقعہ سورہ انفال (۸) آیت نمبر ۳۰ حاشیہ نمبر ۲۴ میں ملاحظہ کریں۔

غار ثور کے واقعات

رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غار ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے بڑے غور سے دیکھتے کہ کہیں کوئی دشمن نہ آ رہا ہو۔ جب غار ثور کے دروازے پر پہنچے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ باہر تشریف رکھیں میں پہلے اندر کا جائزہ لیتا ہوں۔ تاریک رات پھر غار کا اندھیرا، کچھ بھائی نہیں دیتا تھا، ساری غار کو اپنے ہاتھوں سے صاف کیا، جہاں کوئی سوراخ معلوم ہوا اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر اُسے بند کیا۔ چادر ختم ہو گئی لیکن دو سوراخ پھر بھی باقی رہ گئے۔ ان پر اپنے پاؤں رکھ کر بیٹھ گئے اور حضور اکرم ﷺ کو اندر آنے کی دعوت دی۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنا سر مبارک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھا اور سو گئے۔ ایک سوراخ سے سانپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کاٹا مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پاؤں کو جنبش نہ دی تا کہ حضور اکرم ﷺ کے آرام میں خلل نہ آئے۔ سانپ کے زہر کی وجہ سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آنسو نکل کر حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ انور پر گرنے لگے تو حضور اکرم ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے وجہ پوچھی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: مجھے سانپ نے ڈسا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے سانپ کے ڈسنے کی جگہ پر لعاب دہن لگایا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تکلیف ختم ہو گئی۔ (تفسیر خازن)

ادھر مکہ میں صبح کا اُجالا ہوا تو حضور اکرم ﷺ کے بجائے بستر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے۔ یہ دیکھ کر رات بھر محاصرہ کرنے والوں کے اوسان خطا ہو گئے، جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر مکہ کے گھر گھر پہنچ گئی کہ محمد (ﷺ) رات کو مکہ سے نکل گئے ہیں۔ کفار مکہ نے اعلان کر دیا جو حضور اکرم ﷺ کو زندہ پکڑ کر لائے یا شہید کر دے اسے ایک سو اونٹنی کا انعام دیا جائے گا۔ مشرکین کے گروہ

Marfat.com

حضورِ اکرم ﷺ کی تلاش میں ہر طرف پھیل گئے، کفار کا ایک گروہ غارِ ثور کے دروازے پر پہنچ گیا جس کے اندر حضورِ اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانی یوں ظاہر کی کہ مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا۔ نیز جنگلی کبوتری نے غار کے دروازے پر گھونسلا بنا کر اس میں انڈے دے دیئے اور ان انڈوں کو سینے کے لئے ان پر بیٹھ گئی۔

(تفسیر منیر و تفسیر قرطبی)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب دشمنوں کو غار کے دروازے پر دیکھا تو بے چین ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! اگر انہوں نے جھک کر دیکھا تو وہ ہمیں پالیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! ان دو کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔ (بخاری: کتاب فضائل اصحاب: باب ۲) آپ فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس قدر عظیم توکل کا اعلان اللہ تعالیٰ کا نبی ہی کر سکتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی جس کا فیضان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہنچا اور ان کی پریشانی دور ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کیلئے فرشتوں کو بھی بھیجا جنہوں نے کفار کو غار میں جھانکنے سے روکے رکھا اور ہوسکتا ہے کبوتری کو گھونسلا بنانے میں بھی فرشتوں نے مدد کی ہو کیونکہ اتنے مختصر عرصہ میں کبوتری گھونسلا نہیں بنا سکتی، نیز اس کے بعد جنگِ بدر میں بھی فرشتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔ چنانچہ کفار کبوتری کے انڈے اور مکڑی کا جالا دیکھ کر واپس چلے گئے۔ سبحان اللہ! مکڑی کا جالا جو خود تھوڑی سی ہوا کا مقابلہ نہیں کر سکتا جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ ایک آہنی دروازے کا کام دے گیا جس کو دیکھ کر دشمن واپس چلا گیا۔ کفار کی کوشش تو یہ تھی کہ وہ آپ ﷺ کو شہید کر کے اسلام کا پرچم سرنگوں کر دیں گے مگر اللہ تعالیٰ نے کفار کو نیچا دکھا کر اسلام کو سربلند کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے کوئی اس کو نیچا نہیں دکھا سکتا۔

حضورِ اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن غارِ ثور میں قیام پذیر رہے۔ اس دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا غار میں کھانا پہنچاتیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اہلِ مکہ کی خبریں پہنچاتے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شام کو بکریاں ادھر لا کر تازہ دودھ پیش کرتا تھا۔ (تفسیر منیر، سیرت ابن ھشام)
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلوص جن بلندیوں پر محوِ پرواز ہے وہاں تو ہمارا طائرِ خیال بھی نہیں جا سکتا مگر ان کے خاندان بلکہ غلام تک کا خلوص کتنا عظیم ہے کہ کسی نے راز فاش نہیں کیا اور سو اونٹنیوں کا انعام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام کے دل کو بھی للچا نہیں سکا۔ اللہ تعالیٰ اس سارے خاندان پر رحمتوں کی بارش فرمائے۔ آمین

کسی نے کیا خوب کہا:

عاشقاں از خوباں خوب تر   خوش تر و زیبا تر و محبوب تر

فضیلت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

جمہور مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد انسانوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔
اس سلسلہ میں چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

۱۔ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں کتاب فضائل اصحاب کے باب نمبر چار کا عنوان بنایا ہے: "فضل ابی بکر بعد النبی" نبی کے

Marfat.com

بعد ابوبکر کی فضیلت کا باب۔ اس باب میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم لوگوں کے درمیان ترجیح دیا کرتے تھے تو ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتے، پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو، پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔

(بخاری: فضائل اصحاب: باب ۴)

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: وعلی هذا اهل السنه والجماعة۔ اہل سنت وجماعت اسی عقیدہ پر ہیں۔ (عمدة القاری: جلد ۱۶ :ص ۱۷۷) اور امام ابن حجر عسقلانی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے: (اجمع الصحابة و أتباعهم علی افضلية ابی بکر) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ (فتح الباری: جلد ۷: ص ۱۷)

۲۔ عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: (خیر الناس بعد رسول الله ابو بکر) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں سے بہتر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں سے بہتر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(ابن ماجہ: مقدمہ: حدیث نمبر ۱۰۶)

۳۔ محمد بن الحنفیہ یعنی محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں سے بہتر کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ، میں نے عرض کیا پھر کون بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ، پھر مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں کہوں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کون بہتر ہے تو آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے اس لئے میں نے پوچھا: میرے اباجان! پھر عمر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: میں مسلمانوں میں سے ایک عام انسان ہوں۔

(ابو داؤد: کتاب السنة: باب ۸: حدیث نمبر ۴۶۲۹)

۴۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم کہا کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (افضل امة النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعدہٗ ابو بکر)، پھر عمر رضی اللہ عنہ، پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

(ابو داؤد: کتاب السنة: باب ۸: حدیث نمبر ۴۶۲۸)

۵۔ گذشتہ حدیث کے آخر میں کچھ اضافے کے ساتھ طبرانی بیان کرتے ہیں: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم کہا کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے کہ اس امت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، پھر عمر رضی اللہ عنہ اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری یہ بات سنا کرتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس کا انکار نہیں فرمایا۔ (عمدة القاری: جلد ۱۶ :ص ۱۷۷)

۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ دونوں اہل جنت کے اوّلین و آخرین پختہ عمر لوگوں کے سردار ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔ (ترمذی: ابواب المناقب: باب ۱۶)

۷۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہو سکتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں عمر رضی اللہ عنہ (کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں)، میں نے پوچھا: تو میرے باپ کی نیکیوں کا کیا حال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عمر رضی اللہ عنہ کی

Marfat.com

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴۱

۴۱۔ نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، [۲۹] یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

ساری نیکیاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کی طرح ہیں۔ (مشکوۃ: مناقب ابی بکر و عمر: فصل ثالث)

۸۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میری ساری عمر کی نیکیاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک دن یا ایک رات کی نیکی کی طرح ہو جائیں۔ رات سے مراد غارِ ثور کی قربانی اور دن سے مراد فتنہ مرتدین سے مقابلہ میں جرأت کا مظاہرہ ہے۔

(تفسیر خازن)

۹۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور ہم سے بہتر ہیں اور ہم سب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ محبوب ہیں۔ (ترمذی: ۳۶۵۶: ابواب المناقب: باب ۱۴)

۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: --- مگر اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! بے شک میری امت سے آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

(ابو داؤد: کتاب السنۃ: باب ۹)

۱۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے پاس کسی کا کوئی احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ دے دیا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے، اس کا ہمارے پاس ایسا احسان ہے کہ اس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا۔ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع دیا۔ اگر مجھے کوئی خلیل بنانا ہوتا تو میں یقیناً ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا مگر غور سے سن لو! تمہارا اصاحب اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔

(ترمذی: ابواب المناقب: باب ۱۵)

۱۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: --- قیامت کے دن جنت میں نمازی کو باب صلاۃ سے، مجاہد کو باب جہاد سے، صدقہ دینے والے کو باب صدقہ سے اور روزہ دار کو باب صیام سے بلایا جائے گا --- ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا کوئی ایسا بھی خوش نصیب ہوگا جو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اور اے ابوبکر! میں امید رکھتا ہوں کہ تم بھی ان میں سے ہو گے۔

(بخاری: فضائل اصحاب: باب ۵)

۱۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ۳۶۰ خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں توحید کے ساتھ ان میں سے ایک بھی پائی جائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ان میں سے کوئی مجھ میں بھی پائی جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تم میں وہ سب کی سب موجود ہیں، اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخاوت سب سے زیادہ محبوب ہے۔

(تفسیر روح البیان: سورۃ ن والقلم (۶۸): زیر آیت نمبر ۴: جلد ۱۰: ص ۱۰۷)

[۲۹] جب کسی اسلامی ملک کا سربراہ جہاد کا اعلان عام کر دے تو پھر تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں اسی جہاد کا حکم دیا جا

Marfat.com

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ (اے رسول مکرم!) اگر مال نزدیک اور سفر آسان ہوتا تو یہ (منافقین) ضرور آپ کے پیچھے چل پڑتے، لیکن ان کو مسافت طویل نظر آئی، اور ابھی یہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے: اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور آپ کے ساتھ نکلتے، [۳۰] وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کیا، آپ نے انہیں کیوں اجازت دے دی [۳۱] یہاں تک کہ آپ پر ظاہر ہو جاتا کہ سچے کون ہیں اور آپ جھوٹوں کو جان لیتے۔

رہا ہے۔ ہلکے اور بوجھل ہونے سے مراد یہ ہے کہ معقول عذر کے بغیر چاہے تمہارا دل مانے یا نہ مانے اور چاہے تمہارے ظاہری حالات سازگار ہوں یا ناسازگار دونوں صورتوں میں تمہیں جہاد کے لئے نکلنا ہوگا۔ اگر مال کی فراوانی ہے تو وہ بھی خرچ کرو اور اگر مال نہیں تو جسمانی توانائیاں اسلام کی سربلندی کے لئے خرچ کرو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

[۳۰] میرے پیارے نبی ﷺ! اگر مالِ غنیمت کی قوی اُمید ہوتی اور سفر بھی مختصر ہوتا تو یہ منافقین دنیاوی مفادات کے لئے آپ کے ساتھ روانہ ہو جاتے مگر تبوک تو یہاں سے 690 کلومیٹر دور ہے۔ (تفسیر منیر) پھر قحط سالی اور رومی فوج بھی بہت زیادہ ہے۔ یہ منافق وہاں جانے والے نہیں بلکہ عنقریب وہ آپ کے پاس آکر قسمیں اُٹھائیں گے اور جھوٹے حیلے بہانے بیان کر کے رخصت چاہیں گے، لہٰذا تم ان کی قسموں سے دھوکہ نہ کھانا یہ جھوٹے ہیں اور اپنے لئے مشکلات پیدا کر رہے ہیں کیونکہ جنگ پر نہ جانے سے سب مسلمانوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ واقعی منافق ہیں۔

[۳۱] لشکر تبوک جب روانہ ہونے لگا تو منافقین رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور جہاد میں شریک نہ ہونے کیلئے بہانے پیش کئے۔ گو حضور اکرم ﷺ جنگ اُحد وغیرہ کے تجربات کی وجہ سے خوب جانتے تھے کہ یہ منافقین جھوٹے بہانے بنا رہے ہیں اور اس سے پہلے کوئی ایسا حکم الٰہی بھی موجود نہیں تھا کہ بہانہ سازوں کو اجازت نہ دی جائے۔ نیز طبعی شرم وحیا اور فطری رحم وکرم کی وجہ سے بھی آپ کسی کو مجبور نہیں کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے منافقین کو پیچھے رہنے کی اجازت دے دی اور یہ کوئی گناہ نہیں تھا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے استفسار سے مراد یہ ہے کہ اے پیارے نبی ﷺ! اگر آپ ان کو اجازت نہ دیتے تب بھی جیسا کہ آپ کو علم ہے وہ تبوک جانے والے نہیں تھے اور جب وہ آپ کے اجازت نہ دینے کے باوجود تبوک نہ جاتے تو آپ کے سامنے ان کا سچ اور جھوٹ ظاہر ہو جاتا اور سب کو ان کے نفاق کا علم ہو جاتا مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنا سا شکوہ بھی حضور اکرم ﷺ کے تقویٰ پر

Marfat.com

لَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اس بات کی اجازت نہیں مانگیں گے کہ وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد (نہ) کریں، اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔

اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ آپ سے صرف وہی لوگ اجازت مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں مبتلا ہیں، [۳۲] پس وہ اپنے شک میں سرگرداں ہیں۔

وَ لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّ لٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِیْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِیْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور اگر ان کا نکلنے کا ارادہ ہوتا تو وہ اس کے لئے کچھ سامان تیار کرتے، [۳۳] لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا جنگ پر جانا پسند ہی نہیں فرمایا اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں پست ہمت کر دیا اور انہیں کہہ دیا گیا کہ تم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

گراں گزرتا اور آپ پریشان ہو جاتے، اس لئے حفظِ ما تقدم کے تحت حضور اکرم ﷺ کی تسلی اور عزت افزائی کے لئے پہلے ہی معافی کا اعلان کر دیا، یعنی اگر آپ اجازت نہ دیتے تو بہتر تھا اور اب اجازت دے دی ہے تو آپ سے کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

[۳۲] لشکرِ تبوک میں شریک نہ ہونے کے بہانے صرف وہی لوگ کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے کیونکہ ان کے دلوں میں منافقت کی بیماری ہے۔ نہ تو وہ دل سے ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی زبان سے کفر کا اظہار کرتے ہیں اس لئے وہ زبان و دل کے درمیان عجیب کشمکش میں گرفتار ہیں۔

[۳۳] منافقین نے کہا: ہم تبوک جانے کے لئے بالکل تیار تھے مگر اچانک فلاں مجبوری پیش آ گئی اس لئے ہم کو یہاں رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ان کے جھوٹے بہانے ہیں، پہلے دن سے ان کی کوئی نیت اور تیاری نہیں تھی۔ اگر ان کا جہاد میں شریک ہونے کا ارادہ ہوتا تو انہوں نے کچھ سامان تو تیار کیا ہوتا حالانکہ انہوں نے کچھ بھی تیار نہیں کیا۔ دراصل ان کے نفاق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو پسند ہی نہیں تھا کہ وہ اس طویل سفر میں ساتھ جاتے کیونکہ اگر وہ ساتھ جاتے تو فائدے کی بجائے نقصان ہی پہنچاتے جیسا کہ آئندہ آیت میں مذکور ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں پست ہمت بنا دیا اور حضور اکرم ﷺ نے انہیں گھر بیٹھے رہنے کی اجازت دے دی۔

Marfat.com

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَ فِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اگر یہ (منافقین) تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہارے اندر فساد ہی کا اضافہ کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ پردازی کے لئے دوڑ دھوپ کرتے اور تم میں ان کے جاسوس اب بھی موجود ہیں، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔[۳۴]

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ بے شک اس سے پہلے بھی انہوں نے فتنہ پھیلانے کی کوششیں کی ہیں اور آپ کے لئے کئی تدبیریں الٹ پلٹ کیں یہاں تک کہ حق آگیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب ہوا حالانکہ وہ ناخوش تھے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں: مجھے اجازت دیجئے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے، خبردار! وہ تو فتنہ میں پڑے ہوئے ہیں، [۳۵] اور بے شک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔

---

[۳۴] گذشتہ آیات سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے منافقین کو گھر میں رہنے کی اجازت دے دی اور اللہ تعالیٰ کو بھی ان کا جنگ پر جانا پسند نہیں تھا۔ اس اجازت اور ناپسندیدگی کی وجہ یہ تھی کہ اگر وہ لشکر میں شریک ہوتے تو فتنہ وفساد پھیلانے کی کوشش کرتے جیسے اب بھی ان کے جاسوس مختلف غلط افواہوں کے ذریعہ مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، مگر آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں یہ پہلے بھی فتنہ پھیلانے کی کئی کوششیں کر چکے ہیں مگر ہر بار ان کی سازشیں ناکام ہوئیں اور ان کے نہ چاہتے ہوئے بھی حق غالب آگیا اور آئندہ بھی یہ ظالم ناکام ہی رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

[۳۵] منافقین کے بہانے بھی بڑے عجیب تھے، کوئی کہتا: اگر آپ مجھے حکم دیں گے تو بھی میں تبوک جانے والا نہیں ہوں، لہٰذا آپ مجھے حکم ہی نہ دیں تاکہ میں نافرمانی کے فتنہ سے بچ جاؤں، کوئی کہتا، میری کھجوروں کی فصل تیار ہے اگر میں تبوک چلا گیا تو بعد میں یہ فصل ضائع ہو جائے گی اس لئے آپ مجھے اجازت دے دیں اور مالی نقصان کی آزمائش میں نہ ڈالیں حتیٰ کہ ایک منافق جس کا نام قیس تھا وہ کہنے لگا: میں عورتوں کے بارے میں کمزور واقع ہوا ہوں، تو وہاں رومی عورتوں کو دیکھ کر کہیں میرا قدم پھسل نہ جائے اس لئے مجھے اجازت دے دیں اور اس گناہ کے فتنہ میں نہ ڈالیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی فطری شرم وحیا کے باعث اس کی طرف سے رخ پھیر لیا اور اسے اجازت دے دی۔ (ابن ابی حاتم اور دیگر تفاسیر) اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے مسلمانو! غور سے سنو، بظاہر تو یہ فتنے سے بچنے کی باتیں کر رہے ہیں مگر حقیقت میں پہلے ہی بڑے بڑے فتنوں یعنی کفر، نفاق، جہاد سے فرار، مال کا لالچ اور جھوٹ وغیرہ میں گھرے ہوئے ہیں جن کے باعث وہ جہنم سے نہ بچ سکیں گے۔

Marfat.com

اِنۡ تُصِبۡكَ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۚ وَ اِنۡ تُصِبۡكَ مُصِيۡبَةٌ يَّقُوۡلُوۡا قَدۡ اَخَذۡنَاۤ اَمۡرَنَا مِنۡ قَبۡلُ وَيَتَوَلَّوۡا وَّهُمۡ فَرِحُوۡنَ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچے تو وہ انہیں بری لگتی ہے اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں: ہم نے تو اپنا کام پہلے ہی درست کرلیا تھا اور خوشیاں مناتے ہوئے لوٹتے ہیں۔[۳۶]

قُلۡ لَّنۡ يُّصِيۡبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوۡلٰٮنَا ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ آپ فرمایئے: ہمیں ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے، وہی ہمارا کارساز ہے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔[۳۷]

قُلۡ هَلۡ تَرَبَّصُوۡنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡدَى الۡحُسۡنَيَيۡنِ ؕ وَ نَحۡنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمۡ اَنۡ يُّصِيۡبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖۤ اَوۡ بِاَيۡدِيۡنَا ۖ فَتَرَبَّصُوۡۤا اِنَّا مَعَكُمۡ مُّتَرَبِّصُوۡنَ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ آپ فرمایئے: کیا تم ہمارے متعلق دو بھلائیوں میں سے ایک کے منتظر ہو اور ہم تمہارے بارے میں انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے تمہیں عذاب پہنچاتا ہے یا ہمارے ہاتھوں سے (عذاب دلواتا ہے)؟ پس تم بھی انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں۔[۳۸]

[۳۶] اکثر منافقین جنگوں میں شریک نہیں ہوتے تھے اس لئے مسلمانوں کو جب فتح نصیب ہوتی اور مال غنیمت حاصل ہوتا تو منافقین کو سخت ناگوار گزرتا اور وہ حسد سے جلنے لگتے اور اگر مسلمانوں کو بظاہر شکست کا سامنا کرنا پڑتا اور بعض مجاہدین شہید ہوجاتے تو منافقین خوشیاں مناتے اور اپنی دور اندیشی پر فخر کرتے ہوئے کہتے کہ ہمیں تو پہلے ہی معلوم تھا کہ ان کو نقصان ہونے والا ہے اسی لئے ہم جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔

[۳۷] آپ ان منافقین کو فرمادیں کہ تمہارے جہاد میں شریک ہونے یا شریک نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ہمارا کارساز اللہ تعالیٰ ہے اور ہم اسی پر توکل کرتے ہیں۔ نیز ہم پر صرف وہی مصیبت آئے گی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر کردی اور ہم اس پر صبر کرتے ہیں کیونکہ اس میں ہمارے لئے یا تو آنے والی کسی کامیابی کی نوید ہوتی ہے یا گزرنے والی کسی کمزوری کی نشاندہی ہوتی ہے تاکہ ہم آئندہ محتاط رہیں۔

[۳۸] مسلمان جب جنگ پر روانہ ہوتے تو منافقین یہ خبر سننے کے لئے بے چین ہوجاتے کہ مسلمانوں کو فتح ہوتی ہے یا شکست۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی! ان کو فرمادیجئے کہ جن دو چیزوں میں سے کسی ایک کے ظہور کا تمہیں انتظار ہے ہمارے لئے تو وہ دونوں خیر ہی خیر ہیں یعنی ہم فتح حاصل کریں تو غازی بن جائیں یا شکست کھا کر شہید ہوجائیں۔ دونوں صورتوں میں اجر عظیم کے امیدوار ہوں گے لیکن

Marfat.com

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۳

۵۳۔ آپ فرمائیے: تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے، تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ تم فاسق لوگ ہو۔ [۳۹]

وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَ لَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ۝۵۴

۵۴۔ اور ان کے صدقات کے قبول ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور نماز کے لئے بڑی سستی کے ساتھ آتے ہیں اور بڑی ناخوشی سے خرچ کرتے ہیں۔ [۴۰]

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۵۵

۵۵۔ سو ان کی اولاد اور ان کے مال آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں، اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔ [۴۱]

اے منافقو! ہم تمہارے متعلق جن دو چیزوں میں سے ایک کے منتظر ہیں وہ دونوں تمہارے لئے بری ہیں یعنی تمہارے نفاق کے باعث یا تو اللہ تعالیٰ خود تمہیں عذاب میں مبتلا کر دے گا یا ہمارے ہاتھوں تمہیں شکست دلوائے گا ان دونوں میں سے جو بھی سزا تمہیں ملے وہ تمہارے لئے بری ہے، لہٰذا تم اپنی کسی ایک برائی کا انتظار کرو اور ہم اپنی کسی ایک اچھائی کا انتظار کرتے ہیں۔

[۳۹] جنگ تبوک میں جانے کے لئے تو کوئی منافق تیار نہیں تھا، البتہ ان میں سے بعض منافقین نے جنگ کے لئے مالی تعاون پیش کیا جن میں جد بن قیس بھی شامل تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر منیر) یعنی اگر تم خوشی سے خرچ کرو تو بھی نامقبول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کے لئے ایمان شرط اوّل ہے، جس سے تم محروم ہو جیسا کہ اگلی آیت میں مذکور ہے، اور ناخوشی سے خرچ کیا ہوا مال تو ویسے ہی مردود ہے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور یہاں نیت ہی مفقود ہے۔

[۴۰] اس آیت میں منافقین کے صدقات قبول نہ ہونے کی تین وجوہات بیان کی گئی ہیں: ایک ان کا کفر یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے منکر ہیں، دوسرا نماز میں ان کی سستی یعنی نماز پر ثواب کی امید نہیں رکھتے بلکہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے مسجد میں چلے آتے ہیں، تیسرا وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں بادل نخواستہ خرچ کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو ان کے نفاق کا پتہ نہ چلے۔ ان تینوں میں سے صرف ایک وجہ بھی عمل کی عدم قبولیت کے لئے کافی ہے۔ جہاں تینوں وجوہات جمع ہو جائیں اس عمل کے نامقبول ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

[۴۱] منافقین کی دنیاوی خوشحالی کہیں تمہیں اس شبہ میں نہ ڈال دے کہ اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہے اور اسی لئے ان کے ہاں اولاد اور مال کی فراوانی ہے۔ دراصل یہ مال اور اولاد ان کے لئے عذاب بنے ہوئے ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کے لئے انہیں صدقات اور

Marfat.com

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں اٹھاتے ہیں کہ بے شک وہ تم میں سے ہیں حالانکہ وہ ہرگز تم میں سے نہیں لیکن وہ ڈرپوک لوگ ہیں۔[۴۲]

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ اگر انہیں کوئی پناہ کی جگہ یا غار یا سر چھپانے کی جگہ مل جائے تو بڑی تیزی سے اس کی طرف بھاگیں گے۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو صدقات (کی تقسیم) کے بارے میں آپ ﷺ پر طعن کرتے ہیں، اگر ان کو ان صدقات سے دے دیا جائے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر ان کو ان سے نہ دیا جائے تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔[۴۳]

زکوٰۃ کی صورت میں مال دینا پڑتا ہے حالانکہ وہ اس کو عذاب سمجھتے ہیں اور ان کی اولاد سے اکثر صحیح مسلمان ہو چکے ہیں جیسے عبداللہ بن اُبی کا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ مخلص مسلمان تھا اور یہ نوجوان اسلام کی سربلندی کے لئے جنگوں میں دادِ شجاعت دیتے تھے تو ان کے لئے اس سے بڑا عذاب اور کیا ہوگا کہ جس اسلام کو وہ مٹانا چاہتے ہیں اس کی خاطر ان کی اولاد جانیں قربان کر رہی تھی۔ اس کے باوجود وہ اپنی اولاد اور دولت کی محبت میں یوں مدہوش رہیں گے کہ عمر بھر انہیں اسلام قبول کرنے کی فرصت نہیں ملے گی اور اسی کفر پر ان کی جانیں نکلیں گی۔ اب جو مال اور اولاد اپنے خالق حقیقی سے غافل کر دے وہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں تو اور کیا ہے۔ نیز یہ بھی کوئی معمولی عذاب نہیں ہے کہ انسان کسی کو دھوکہ دینے کے لئے ساری عمر ایسا طرزِ زندگی اختیار کرے جو اس کے اپنے عقیدے اور پسند کے خلاف ہو۔ دنیاوی شان و شوکت کے لئے سورہ آلِ عمران (۳) آیت نمبر ۱۹۶ کا حاشیہ نمبر ۱۴۰ بھی ملاحظہ کریں۔

[۴۲] منافقین قسمیں اٹھا کر مسلمانوں کو یقین دلانے کی کوشش کرتے کہ وہ بھی مسلمان ہیں مگر اس آیت نے واضح کر دیا کہ وہ مسلمان نہیں ہیں، درحقیقت وہ ڈرپوک اور بزدل لوگ ہیں۔ دل کی بات کہنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ انہیں اگر آج بھی کوئی اور جائے پناہ مل جائے تو یہ مسلمانوں کو چھوڑ کر وہاں بھاگ جائیں گے۔

[۴۳] رسول اللہ ﷺ کے پاس جب صدقات اور زکوٰۃ جمع ہوتے تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مستحقین میں اس کو تقسیم فرما دیتے مگر بعض منافقین ایسے تھے کہ اگر انہیں اپنی خواہش کے مطابق مال مل جاتا تو وہ خوش ہو جاتے اور اگر کبھی ان کی خواہش کے مطابق نہ ملتا تو ناراضگی کا اظہار کرتے اور حضور اکرم ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کرنے لگتے، حالانکہ انہیں اتنا ہی ملنا تھا جتنا ان کا حصہ بنتا تھا، نیز اس مال سے حضور اکرم ﷺ خود تو کچھ نہیں لیتے تھے کیونکہ آپ ﷺ کے خاندان اور آپ کی آل کے لئے صدقات و زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ؑ

۵۹۔ اور اگر وہ اس پر خوش ہو جاتے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں دیا تھا اور کہتے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اپنے فضل سے ہمیں عطا فرمائیں گے، بے شک ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔[۴۴]

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ بے شک زکوٰۃ تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے جو زکوٰۃ کے کام پر مامور ہوں اور جن کی تالیفِ قلوب مطلوب ہو، نیز گردنوں کو آزاد کرانے اور مقروضوں کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے، [۴۵] اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا احکمت والا ہے۔

---

[۴۴] حضورِ اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے منافقین کو جو مال عطا فرمایا تھا اگر وہ اس پر خوش رہتے اور کسی دوسرے موقع پر مزید مال کی امید رکھتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا مگر انہوں نے اعتراض کر کے اپنے نفاق کو ظاہر کر دیا۔

اس آیت میں اہل ایمان کو تلقین کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جو کچھ عطا ہو چکا ہے وہ ظاہری مال و دولت ہو یا روحانی تقویٰ و سکون، اس پر صابر و شاکر رہیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہوئے اس کے مزید فضل و کرم کے طالب اور امیدوار رہیں کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں کافی ہو جاتا ہے۔ (قرآن: ۶۵:۳)

[۴۵] گذشتہ آیات میں بتایا گیا کہ بعض منافقین نے زکوٰۃ کی تقسیم میں حضورِ اکرم ﷺ پر اعتراض کیا تھا، اس آیت میں ان کے اعتراض کا جواب دیا گیا کہ حضورِ اکرم ﷺ صرف ان لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مستحق قرار دیا ہے اور وہ صرف آٹھ قسم کے لوگ ہیں۔ ان کے علاوہ کسی پر زکوٰۃ جائز نہیں ہے حتیٰ کہ حضورِ اکرم ﷺ کے خاندان اور آل کے لئے بھی زکوٰۃ جائز نہیں ہے۔ (مسلم: کتاب الزکوٰۃ: باب ۵۱) اس آیت میں صدقات سے مراد زکوٰۃ ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

زکوٰۃ کے مستحق

ا۔ فقیر: فقیر وہ ہے جس کے پاس مال تو ہو لیکن زکوٰۃ کے نصاب سے کم ہو۔ نیز عالم فقیر کو زکوٰۃ دینا جاہل فقیر کو زکوٰۃ دینے سے بہتر ہے۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: باب مصارف زکوٰۃ) کیونکہ عالم جب فکرِ روزگار سے آزاد ہوگا تو دوسرے لوگوں کو فقیروں کی امداد کی ترغیب دے گا اور اس طرح کئی اور فقیروں کی مدد کرانے کا ذریعہ بنے گا۔

Marfat.com

٢۔ مسکین: مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور اسے کھانے کے لئے روٹی اور پہننے کے لئے کپڑا مانگنے کی ضرورت ہو۔ ایسے شخص کے لئے ان چیزوں کا سوال کرنا حلال ہے۔ (فتاویٰ عالمگیریہ: باب مصارف زکوٰۃ)

٣۔ شعبہ زکوٰۃ کے کارکن: زکوٰۃ کے عامل سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو حکومت زکوٰۃ کی وصولی، اس کی حفاظت، اس کی تقسیم اور اس کا حساب وکتاب رکھنے کے لئے مقرر کرے۔ ان ملازمین کی تنخواہ، زکوٰۃ کی مد میں سے ادا کی جائے گی اگرچہ وہ مالدار ہوں کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کر رکھا ہے اور اس کی کفالت ضروری ہے۔ (روح المعانی)

٤۔ جن کی دل داری مقصود ہو: تین قسم کے لوگ اس زمرے میں آتے تھے:

١۔ وہ کافر جو اسلام میں دلچسپی رکھتے تھے انہیں مزید اسلام کی طرف راغب کرنے کے لئے حضور اکرم ﷺ انہیں زکوٰۃ کے مال سے تحفے دیا کرتے تھے۔

٢۔ وہ نومسلم جن کا ایمان ابھی کمزور تھا اور حضور اکرم ﷺ ان کے دلوں میں اسلام کو راسخ کرنے کیلئے انہیں زکوٰۃ دیتے تھے۔

٣۔ وہ کافر جو اسلام کی دشمنی میں سرگرم تھے حضور اکرم ﷺ انہیں زکوٰۃ سے تحفے دیا کرتے تھے تاکہ ان کی مخالفت میں کمی واقع ہو اور مسلمان ان کے شر سے محفوظ رہیں۔ اسلام کے غلبہ کے بعد اس قسم کے لوگوں کا حصہ ختم کر دیا گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہو گیا تھا۔ (تفسیر روح المعانی)

قاضی ابن عربی نے فرمایا کہ میری دانست میں جب اللہ تعالیٰ اسلام کو غلبہ عطا کرے تو ان کا حصہ موقوف کر دیا جائے اور جب ان کی ضرورت محسوس ہو تو انہیں ان کا حصہ دیا جائے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ دیا کرتے تھے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ: ''اسلام غریب ہی شروع ہوا اور پھر اسی حالت پر آئے گا جس پر اس کی ابتدا ہوئی۔ (تفسیر قرطبی) نیز علماء کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا ہے کہ یہ حکم ساقط نہیں ہوا بلکہ ان کا حصہ باقی ہے اگر مسلمانوں کو اب بھی اس کی ضرورت ہو تو ان کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔''

(تفسیر روح المعانی و تفسیر فتح القدیر)

٥۔ گردنوں کی آزادی: گردنوں کو آزاد کرانے سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا جائے۔ بعض علماء نے اس سے صرف مکاتب غلام مراد لیا ہے جس نے آزادی کے لئے اپنے مالک کے ساتھ ایک مخصوص رقم طے کر لی ہو، مگر امام شوکانی کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ جس طرح آیت میں مطلق غلام کی آزادی کا ذکر ہے اسی طرح اس سے مراد بھی صرف مکاتب نہ لیا جائے بلکہ ہر قسم کے غلام کو آزاد کرانا مراد لیا جائے۔ (تفسیر فتح القدیر) غلامی کو بتدریج ختم کرنے کے لئے اسلام نے جو اقدامات کئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورۃ نساء (٤) کی آیت نمبر ٢ کا حاشیہ نمبر ٧ ملاحظہ کریں۔

٦۔ مقروض: مقروض سے مراد وہ شخص ہے جس پر قرض ہو اور اس کے پاس اتنی دولت نہ ہو کہ قرض کی ادائیگی کے بعد نصاب زکوٰۃ پورا ہو سکے۔ (مراقی الفلاح: باب مصارف زکوٰۃ)

٧۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں: اس سے مراد وہ مجاہد ہے جو جنگی ساز وسامان اور سواری نہ ہونے کے باعث لشکر اسلام کے ساتھ جانے سے قاصر ہو، یا اس سے مراد وہ شخص ہے جس پر حج فرض ہوا لیکن جب حج کی استطاعت تھی اس وقت اس نے حج نہ کیا، پھر وہ فریضہ حج ادا

Marfat.com

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾

٦١۔ اوران میں سے بعض ایسے ہیں جو نبی ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں: وہ کانوں کا کچا ہے،[٤٦] آپ فرمایئے: وہ تمہاری بھلائی کے لئے ہر ایک کی بات سنتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے اور اہل ایمان کی باتوں پر یقین کرتا ہے اور وہ تم میں سے اہل ایمان کے لئے رحمت ہے، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾

٦٢۔ (اے مسلمانو!) منافقین تمہارے سامنے تمہیں خوش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی قسمیں اٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ اسے راضی کریں اگر وہ مومن ہیں۔[٤٧]

کرنے کی استطاعت سے محروم ہوگیا۔ اسے اس قدر زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے جس سے وہ فریضہ حج ادا کر سکے۔ بعض کے نزدیک زکوٰۃ کی اس مد کے مستحق طالب علم ہیں اور صاحب فتاویٰ ظہیریہ نے تو اس سے مراد فقط طالب علم ہی لئے ہیں اور صاحب بدائع کے نزدیک اس مد سے مراد ہر وہ نیک کام ہے جس سے قرب الٰہی حاصل ہو سکے۔ (تفسیر روح المعانی)

٨۔ مسافر: اس سے مراد وہ مسافر ہے جو شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے سفر کر رہا ہو، اگر اس کے پاس زادِ راہ ختم ہو جائے تو ایسے مسافر کی زکوٰۃ سے مدد کی جا سکتی ہے اگرچہ وہ اپنے وطن میں مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

[٤٦] منافقین اپنی نجی محفلوں میں حضور اکرم ﷺ کے خلاف باتیں کرتے اور جب کوئی کہتا کہ اگر حضور اکرم ﷺ کو تمہاری ان باتوں کا علم ہو گیا تو تمہارے لئے مشکلات پیدا ہو جائیں گی تو وہ کہتے کہ حضور اکرم ﷺ ہر ایک کی بات سن لیتے ہیں، اگر کسی نے ہماری شکایت کر دی تو کوئی فکر کی بات نہیں ہم جب ان باتوں کی جھوٹی تاویلیں کریں گے کہ ہمارا مقصد یہ نہیں تھا تو وہ ہماری بات بھی مان جائیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ حضور اکرم ﷺ کا تمہاری جھوٹی باتیں سن لینا اور پھر خاموش رہنا تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تمہارا راز فاش نہ ہو لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں تمہاری باتوں پر یقین ہے اور وہ تمہارے نفاق کو نہیں جانتے۔ دراصل وہ اپنے کریمانہ اخلاق کے باعث ہر ایک کی باتیں ضرور سنتے ہیں مگر یقین صرف ان لوگوں پر کرتے ہیں جو سچے ایمان والے ہیں۔

[٤٧] جب بھی منافقین کا نفاق ظاہر ہوتا تو وہ مسلمانوں کو اپنے اسلام کا یقین دلاتے اور قسمیں اٹھا کر انہیں راضی کرنے کی کوشش کرتے حالانکہ اگر یہ منافقین اپنے نفاق سے سچی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو راضی کرنے کی کوشش کریں تو مسلمان خود بخود راضی ہو جائیں گے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت جاری رکھیں گے تو ان کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہوگا اور یہ دنیا کی رسوائی سے

Marfat.com

أَلَمْ يَعْلَمُوْٓا أَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَأَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾

۶۳۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے تو بے شک اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ أَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ إِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾

۶۴۔ منافقین اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل نہ کر دی جائے جو مسلمانوں کو ان باتوں سے آگاہ کر دے جو منافقین کے دلوں میں ہیں، آپ فرمایئے: تم مذاق اڑاتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈر رہے ہو، [۴۸]

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾

۶۵۔ اور اگر آپ ان سے سوال کریں تو وہ کہیں گے: ہم تو محض خوش طبعی اور دل لگی کر رہے تھے، آپ فرمایئے: کیا تم اللہ تعالیٰ کا اور اس کی آیتوں کا اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے تھے؟ [۴۹]

بڑی رسوائی ہوگی۔

[۴۸] منافقین کو اکثر یہ اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ہماری منافقت کا پردہ چاک کر دے۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: تم بے شک مذاق اڑاتے رہو ایک دن اللہ تعالیٰ تمہارے نفاق کو ظاہر فرما دے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو منافقین کے نام اور ان کے حالات کا علم عطا فرما دیا۔ (تفسیر قرطبی) اور حضور اکرم ﷺ نے ان کی بنائی ہوئی مسجد کو بھی مسمار کرا دیا جس کا ذکر آگے آیت نمبر ۱۰۷ میں آ رہا ہے۔

[۴۹] منافقین اپنی نجی محفلوں میں اسلام اور حضور اکرم ﷺ کا مذاق اڑاتے اور جب ان سے اس منافقت پر باز پرس کی جاتی تو بہانہ سازی کرتے اور کہتے: ہم تو یوں ہی آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس ہنسی مذاق کے لئے اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کا رسول ﷺ ہی رہ گیا ہے؟ لہٰذا بہانے مت بناؤ۔ پہلے بھی منافقت کی وجہ سے تم صرف نام کے مسلمان تھے اب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑانے کے بعد گویا ظاہری اسلام لانے کے بعد اعلانیہ کفر کا ارتکاب کر چکے ہو، لہٰذا تم میں سے جو گروہ سچی توبہ کر کے مسلمان ہو گیا ہے اسے تو ہم معاف کر دیں گے مگر جو کفر و نفاق پر اڑے رہے انہیں ہم ضرور عذاب میں مبتلا کریں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں۔

Marfat.com

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ؀ۧ

۶۶۔ اب بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو، اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں تو ہم دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے کیونکہ وہ مجرم تھے۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؀

۶۷۔ منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک جیسے ہیں، برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا، سو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو نظر انداز کر دیا، بے شک منافقین ہی فاسق ہیں۔[۵۰]

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ؀ۙ

۶۸۔ اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے دوزخ کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہی ان کے لئے کافی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

۶۹۔ (اے منافقو! تم) ان لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، وہ تم سے زیادہ طاقتور اور زیادہ مال اور اولاد والے تھے، سو انہوں نے اپنے حصہ سے فائدہ اٹھایا، پھر تم نے بھی اپنے حصہ سے فائدہ اٹھایا جیسے تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصہ سے فائدہ اٹھایا تھا اور تم بھی فضول کاموں میں مشغول ہو گئے جیسا کہ وہ فضول کاموں میں مشغول ہو گئے تھے، ان لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت

---

[۵۰] منافق مرد ہوں یا عورتیں سب کا مزاج اور مشن ایک جیسا ہے۔ برائی سے لگاؤ، نیکی کرنے اور نیک کاموں میں خرچ کرنے سے فرار ان کا معمول ہے گویا اللہ تعالیٰ اور اس کی باز پرس کو بالکل بھلا دیا ہے، تو جس طرح انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو فراموش کر دیا اس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن انہیں اپنے رحم و کرم سے محروم کر دے گا اور وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ میں جلتے رہیں گے۔

Marfat.com

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾

میں ضائع ہو گئے [۵۱] اور وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾

۷۰۔ کیا ان لوگوں کے پاس ان سے پہلے لوگوں کی خبر نہیں پہنچی، نوح علیہ السلام کی قوم کی اور عاد اور ثمود کی اور قوم ابراہیم علیہ السلام کی اور اصحاب مدین کی اور (قوم لوط کی) جن کی بستیوں کو الٹ دیا گیا تھا، ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے، پس اللہ تعالیٰ تو ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ [۵۲]

---

[۵۱] اے منافقو! تم بھی پہلے زمانے کے کافروں کی طرح ہو، وہ بھی اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی ہدایات کو چھوڑ کر دنیاوی خواہشات میں مگن رہے اس لئے ان کے اعمال ضائع ہو گئے، تم بھی ان کی طرح ہدایت کو چھوڑ کر دنیاوی لذات میں گھرے ہوئے ہو، لہٰذا تمہارے اعمال بھی ایمان نہ ہونے کی وجہ سے اکارت جائیں گے۔ تم سے پہلے کافروں کے پاس تو قوت اور مال و دولت بھی تم سے زیادہ تھی، پھر بھی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچ سکے اور تم جبکہ ان کی بہ نسبت کمزور ہو تو تم اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کیسے بچ سکو گے؟ لہٰذا آج وقت ہے توبہ کر کے سچے مسلمان بن جاؤ ورنہ یہ تمہاری ظاہری نمازیں اور نیکیاں اکارت جائیں گی۔

[۵۲] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جن قوموں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ان میں سے چھ قوموں کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے:

۱۔ قوم نوح علیہ السلام: عراق میں آباد تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو پانی میں غرق کر دیا۔ (قرآن: ۷:۶۴)

۲۔ قوم عاد: جن کی طرف حضرت ہود علیہ السلام بھیجے گئے وہ یمن میں آباد تھی اور اس کو آندھی سے ہلاک کر دیا گیا۔ (قرآن: ۷:۷۲)

۳۔ قوم ثمود: کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا، وہ حجاز و شام کے درمیان آباد تھی، اس کو زلزلہ سے تباہ کر دیا گیا۔ (قرآن: ۷:۷۸)

۴۔ قوم ابراہیم علیہ السلام: عراق کے شہر بابل میں آباد تھی، اس کے بادشاہ، نمرود کے دماغ پر مچھر مسلط کر دیا گیا اور اس کی قوم کو نعمتوں سے محروم کر کے اسے ہلاک کر دیا گیا۔ (تفسیر کبیر)

۵۔ اصحاب مدین: حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی، یہ بحر احمر کے کنارے کوہ طور کے جنوب مشرق میں آباد تھے، ان کو ایک زبردست زلزلہ نے فنا کر دیا۔ (قرآن: ۷:۹۱)

۶۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم: شام کے جنوب میں آباد تھی، اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا۔ (قرآن: ۷:۸۴) اور ان کی زمین کو الٹ کر ان کو تباہ کر دیا۔

Marfat.com

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

۷۱۔ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، ان ہی لوگوں پر عنقریب اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ع

۷۲۔ اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے اُن جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، نیز سدا بہار جنتوں میں پاکیزہ مکانات کا (وعدہ کیا ہے) اور اللہ تعالیٰ کی رضا ان سب سے بڑی نعمت ہے، [۵۳] یہی بڑی کامیابی ہے۔

... ان قوموں کے پاس ان کے انبیاء کرام علیہم السلام روشن معجزات لے کر آئے مگر ان قوموں نے معجزات دیکھ کر بھی ایمان لانے سے انکار کر دیا جس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان پر مختلف عذاب نازل فرمائے اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

یہ قومیں عرب کے آس پاس آباد تھیں۔ عرب والے اپنے تجارتی سفروں میں ان کی برباد بستیوں اور ویران مکانات کو دیکھتے تھے نیز ان قوموں اور بستیوں کی تباہی کے واقعات عرب میں مشہور تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین عرب کو تنبیہ فرمائی کہ وہ ان واقعات سے عبرت حاصل کریں اور اپنی جانوں پر ظلم کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت نہ دیں اور اگر انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی مخالفت جاری رکھی تو پہلی قوموں کی طرح ان کا ٹھکانہ بھی جہنم ہوگا۔

[۵۳] اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! کیا تم راضی ہو گئے؟ وہ کہیں گے: ہم کیوں نہیں راضی ہوں گے، تو نے ہمیں اتنا عطا فرمایا جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم کو اس سے افضل چیز عطا فرماؤں گا، وہ عرض کریں گے: اس سے افضل چیز اور کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی رضا حلال کر دوں گا، اس کے بعد تم سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا۔ (بخاری: کتاب التوحید: باب ۳۸)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی رضا سے اہل جنت کے دلوں میں جو لذت اور خوشی حاصل ہوگی وہ جنت کی تمام نعمتوں سے زیادہ لذیذ ہوگی۔ (تفسیر بحر محیط) اگرچہ ہر قسم کی چھوٹی بڑی فلاح اور سعادت اللہ تعالیٰ کی رضا کا مظہر ہے مگر اس کا مظہر اتم حسنِ ازل کا دیدار ہوگا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم عنقریب (جنت میں) اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس

Marfat.com

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ؀۷۳

۷۳۔ اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے، [۵۴] ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا

۷۴۔ وہ (منافق) اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے یہ نہیں کہا حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے [۵۵] اور اپنے اسلام (کو ظاہر کرنے) کے بعد کفر (ظاہر) کیا اور انہوں نے اس چیز کا ارادہ بھی کیا جس کو وہ نہ

طرح تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو۔ (بخاری: کتاب مواقیت الصلوۃ: باب ۱٦)

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ حجاب کھول دے گا اور اہل جنت کو ایسی کوئی چیز نہیں عطا کی گئی ہوگی جو ان کو اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔ (مسلم: کتاب الایمان: باب ۸۰)

[۵۴] منافقین کی سازشوں کے باوجود حضور اکرم ﷺ ان کے ساتھ اکثر درگزر سے کام لیتے رہے۔ ان کے جنگوں میں شریک نہ ہونے پر بھی سخت گیری نہیں کی بلکہ ان کے عذروں کو قبول کر لیتے کیونکہ مسلمانوں کی طاقت اتنی مضبوط نہیں تھی کہ وہ بیرونی دشمنوں سے لڑنے کے ساتھ ساتھ اندرونی دشمنوں سے بھی میدانِ جنگ گرم کر دیتے مگر سن ۹ ھ میں جب پورے عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور عرب سے باہر کی طاقتوں سے کشمکش کا سلسلہ شروع ہو رہا تھا اب ان آستین کے سانپوں کا سر کچلنا ضروری ہو گیا تھا تاکہ یہ لوگ بیرونی طاقتوں سے ساز باز کر کے اسلامی مملکت میں کوئی نیا فتنہ نہ کھڑا کر سکیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی ﷺ! آخرت میں منافقین کا ٹھکانہ تو جہنم ہی ہوگا مگر اب اس دنیا میں بھی ان کے خلاف جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ یہاں پر منافقین کے ساتھ جہاد سے مراد قتال نہیں ہے بلکہ ان کی سازشوں پر سخت گیر موقف اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ (تفسیر قرطبی) کیونکہ منافقین نے نو سال کی نرمی اور درگزر کی کوئی قدر نہیں کی۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے تبوک سے واپسی پر منافقین کی مسجد ضرار کو گرانے کا حکم دے دیا تاکہ وہ مسلمانوں کے اندر انتشار پیدا نہ کر سکیں۔

[۵۵] مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں متعدد واقعات نقل کئے ہیں جن میں منافقین نے رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے لیکن جب رسول اکرم ﷺ نے استفسار کیا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا اور قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ انہوں نے ایسے گستاخانہ کلمات نہیں کہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے تصدیق کر دی کہ واقعی ان منافقین نے گستاخانہ کلمات کہے تھے۔ پہلے بھی منافقت کی وجہ سے وہ صرف ظاہری طور پر نام کے مسلمان تھے اور حقیقت میں کافر تھے لیکن اب تو رسول اکرم ﷺ کی گستاخی کی وجہ سے ان کا کفر ظاہر ہو گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا کفر ہے اور گستاخی کرنے والا

Marfat.com

يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۷۴﴾

پا سکے،[۵۶] اوران کی دشمنی صرف اس وجہ سے تھی کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا تھا،[۵۷] پس اگر وہ توبہ کریں تو یہ ان کے لئے بہتر ہوگا اور اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور ان کے لئے زمین میں کوئی دوست اور مددگار نہیں ہوگا۔

مسلمان نہیں رہتا بلکہ کافر ہو جاتا ہے۔

امام ابو یوسف نے فرمایا: جو مسلمان رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دے، آپ ﷺ کی تکذیب کرے، آپ ﷺ میں نقص نکالے یا آپ ﷺ کی شان میں کمی کرے وہ اللہ تعالیٰ کا منکر اور کافر ہو جاتا ہے۔ (کتاب الخراج: امام ابو یوسف: ص ۱۹۹)

[۵۶] تبوک سے واپسی پر ۱۵ منافقین نے رات کے وقت ایک گھاٹی میں حضور اکرم ﷺ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا مگر آپ کی حفاظت پر مقرر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان نقاب پوش منافقوں کو آتے دیکھ کر للکارا تو وہ واپس بھاگ گئے۔ (تفسیر بحر محیط) اور اپنے ناپاک ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔

گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو فرمایا: منافقین پر سختی کرو اور اس آیت میں فرمایا: منافقین گستاخانہ کلمات کہنے کی وجہ سے ظاہراً بھی کافر ہو چکے ہیں، نیز انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو شہید کرنے کا منصوبہ بھی بنایا جس میں وہ ناکام ہو گئے۔ یہ دونوں آیتیں ان لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ ہیں جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو العیاذ باللہ منافق کہتے ہیں۔ اگر ان میں نفاق ہوتا تو حضور اکرم ﷺ ان پر سختی کر کے ان کے کفر کا اعلان کر دیتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات حضور اکرم ﷺ کے سب سے زیادہ قابل اعتماد وزیر اور مشیر تھے اور ان کی خلوص بھری خدمات کے صلہ میں حضور اکرم ﷺ نے ایک کو صدیق اور دوسرے کو فاروق کا خطاب عطا فرمایا۔ منافقین تو اسلام کو مٹانے میں ناکام ہو گئے مگر ان دو حضرات نے حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد بھی اسلام کو پھیلانے میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے دو وزیر اہل آسمان سے اور دو وزیر اہل زمین سے ہوتے ہیں۔ میرے دو وزیر اہل آسمان سے جبرائیل و میکائیل ہیں اور اہل زمین سے ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (کنز العمال: حدیث نمبر ۳۲۶۴۷: جلد ۱۱: ص ۵۶۰)

[۵۷] انصار کی طرح مدینہ کے منافقین بھی غریب لوگ تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی ہجرت کے بعد مسلمانوں کے لئے مدینہ ایک مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا اور مختلف اطراف سے کثرت سے لوگ مدینہ آنے لگے جس سے اہل مدینہ کی تجارت کو عروج ملا، نیز مال غنیمت کی وجہ سے بھی مسلمانوں کی طرح منافقین بھی دولت مند ہو گئے کیونکہ بظاہر مسلمان ہونے کی وجہ سے انہیں بھی مال غنیمت سے حصہ ملتا تھا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ منافقین حضور اکرم ﷺ کی آمد کا شکریہ ادا کرتے مگر وہ احسان فراموشی کرتے ہوئے الٹا دشمنی پر اتر آئے۔

Marfat.com

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ اور ان میں سے بعض (منافقین) وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنے فضل سے (مال) عطا فرمایا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ضرور نیکوکاروں میں ہو جائیں گے۔[۵۸]

فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے (مال) عطا فرمایا تو انہوں نے اس میں بخل کیا اور (اپنے عہد سے) پھر گئے اور وہ روگردانی کرنے والے تھے۔

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ سو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اس دن تک کے لئے نفاق ڈال دیا جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لئے بھی کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔[۵۹]

اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۷۸﴾

۷۸۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ان کے راز کو اور ان کی سرگوشی کو جانتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمام غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔

اب بھی اگر وہ توبہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ اور اللہ کا رسول پہلے کی طرح ان پر مہربانی فرماتے ہوئے ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو آخرت میں دردناک عذاب سے نہ بچ سکیں گے۔

[۵۸] بعض غریب منافقین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہمارے لئے دعا کریں اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال و دولت عطا کیا تو ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم اس دولت سے ضرور صدقہ وخیرات کیا کریں گے مگر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں مال و دولت سے نوازا تو وہ بخیل بن گئے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے وعدوں سے منحرف ہو گئے۔

[۵۹] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب ایک خطا کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ داغ بن جاتا ہے، اگر وہ توبہ کر کے اس خطا سے باز آجائے تو اس کا دل پاک اور صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ خطا کرے (اور بار بار کرتا رہے) تو وہ سیاہی بھی بڑھتی رہتی ہے حتیٰ کہ اس کا سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ (ترمذی: تفسیر القرآن: باب ۷۵) پھر اس دل کے اندر ہدایت کو قبول کرنے کی صلاحیت ختم

Marfat.com

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٩﴾

٧٩۔ جو (منافق) لوگ ان اہل ایمان پر (ریاکاری کا) الزام لگاتے ہیں جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں، اور جن (اہل ایمان) کے پاس (صدقہ کے لئے) ان کی محنت کی مزدوری کے سوا اور کچھ نہیں ہے تو یہ (منافق) ان کا بھی مذاق اڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اس مذاق کی سزا دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔[٦٠]

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٨٠﴾ ع

٨٠۔ آپ ان کے لئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب کریں تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا، اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔[٦١]

ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ان منافقوں نے بار بار اللہ تعالیٰ کے ساتھ کذب بیانی اور عہد شکنی کر کے اپنے دلوں کو نفاق کا ایسا عادی بنا دیا ہے کہ پھر مرنے تک اس نفاق سے نجات حاصل نہ کر سکے۔

[٦٠] ایک دن حضور اکرم ﷺ نے اپنے خطاب میں چندہ کی ترغیب دی تو صحابہ کرام ؓ نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر چندہ دیا۔ جب امیر صحابہ کرام ؓ نے کثیر مال پیش کیا تو منافق کہنے لگے: یہ ریاکاری کر رہے ہیں اور جب غریب صحابہ کرام ؓ اپنی استعداد کے مطابق چند کھجوریں پیش کرتے تو منافق ان کا مذاق اڑانے لگے کہ چند کھجوروں سے کیا بنے گا اللہ تعالیٰ ان کھجوروں سے بے نیاز ہے۔ (تفسیر منیر) الغرض کوئی تھوڑی خیرات کرتا یا زیادہ یہ منافق دونوں کو اپنے طعن کا نشانہ بناتے۔ اس طعن کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں جہنم رسید کرے گا حالانکہ اس دنیا میں بھی وہ ہر وقت پریشان رہتے ہیں کہ کہیں ان کی منافقت کا راز فاش نہ ہو جائے۔

[٦١] یعنی جو منافق توبہ کر کے صحیح مسلمان بن جائیں ان کی تو مغفرت ہو جائے گی لیکن جو منافق اپنے کفر یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے انکار پر مرتے دم تک قائم رہیں ان کے لئے جتنی بار بھی مغفرت طلب کی جائے اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا۔ اس وقت تک منافقوں کے لئے دعائے مغفرت کرنا ممنوع نہیں تھا، بعد میں آیت نمبر ٨٤ کے ذریعہ منافقوں کا جنازہ پڑھنا اور ان کی قبر پر جانا منع کر دیا گیا۔

Marfat.com

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۱

۸۱۔ جن لوگوں کو (جنگ تبوک سے) پیچھے رہ جانے کی اجازت دی گئی تھی وہ رسول اللہ ﷺ کی (جہاد پر) روانگی کے بعد (اپنے گھر) بیٹھے رہنے پر خوش ہوئے اور انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں اور انہوں نے (دوسروں کو بھی) کہا کہ گرمی میں (لڑائی کے لئے) نہ نکلو، آپ فرمائیے: دوزخ کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے، کاش! وہ سمجھتے۔ [۶۲]

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸۲

۸۲۔ پس انہیں چاہیے کہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں زیادہ، یہ ان کاموں کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے۔ [۶۳]

---

[۶۲] منافقین نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کو ناپسند کیا اور جھوٹے عذر پیش کر کے لشکر تبوک کے ساتھ نہ جانے کی اجازت لے لی اور وہ اس کو اپنی کامیابی سمجھ کر بڑے خوش تھے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو دھوکہ دے کر جنگ اور گرمی کی تکلیفات سے اپنے آپ کو بچا لیا ہے، نیز دوسروں کو بھی تبوک جانے سے روکتے کہ گرمی میں اتنے لمبے سفر پر نہ جاؤ بہت تکلیف اٹھاؤ گے۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعلان کر دیا کہ منافقین بڑے جاہل ہیں کیونکہ جہاد سے انکار کی وجہ سے جس دوزخ کی آگ کے وہ مستحق قرار پائے ہیں وہ اس سے بہت زیادہ گرم ہوگی، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہاری اس دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہی آگ کافی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس پر انہتر حصہ زیادہ کردی گئی ہے، ان میں سے ہر حصہ میں اتنی ہی گرمی ہے۔ (بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ۱۰)

[۶۳] حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔

(ترمذی: ابواب الزھد: باب ۹: حدیث نمبر ۲۳۱۳)

منافقین لشکر تبوک میں شریک نہ ہونے پر بڑے خوش تھے لیکن ان کے یہ خوشی کے دن بہت تھوڑے ہیں اور مرنے کے بعد ہمیشہ روتے رہیں گے کیونکہ جہاد سے انکار کی وجہ سے ان کا ٹھکانا جہنم کی آگ ہوگا۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا چند روزہ ہے، اس میں جتنا چاہو ہنس لو، پھر جب دنیا ختم ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوگے تو رونا شروع ہوگا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! روؤ، اگر تم کو رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو کیونکہ دوزخی دوزخ میں روئیں گے حتیٰ کہ ان کے آنسو ان کے چہروں پر اس طرح بہیں گے گویا کہ وہ نہریں ہیں یہاں تک کہ ان کے آنسو ختم ہوجائیں گے، پھر ان کا خون بہنے لگے گا۔ (مجمع الزوائد: جلد ۱۰: ص ۳۹۱)

Marfat.com

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآىِٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِیْنَ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ اے رسول! اگر اللہ تعالیٰ آپ کو ان منافقوں کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے اور وہ آپ سے جہاد پر نکلنے کی اجازت طلب کریں تو آپ فرمایئے: اب تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ جاسکو گے، اور کبھی بھی میری معیت میں کسی دشمن سے قتال نہ کرسکو گے، تم نے پہلی مرتبہ گھر میں بیٹھے رہنا خود پسند کیا تھا تو اب پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔[۶۴]

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ اور (اے رسول!) ان منافقوں میں سے جو کوئی مرجائے تو آپ کبھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں، [۶۵] بے شک انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ اس حالت میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔

---

[۶۴] پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ تبوک سے واپس مدینہ تشریف لائیں اور لشکر تبوک میں شریک نہ ہونے والے منافقین آپ سے آئندہ کسی غزوہ میں شریک ہونے کی اجازت طلب کریں تو انہیں واضح اعلان کردو کہ اب تم کبھی بھی میری معیت میں کسی غزوہ میں نہ جاسکو گے کیونکہ تم نے لشکر تبوک میں شریک نہ ہوکر اپنے نفاق کو ظاہر کر دیا ہے، لہٰذا تم عورتوں اور معذوروں کی طرح گھروں میں ہی بیٹھو۔ ویسے بھی منافقوں کو جنگوں میں ساتھ رکھنا خطرات سے خالی نہ ہوگا۔

[۶۵] علامہ فخر الدین رازی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی مرض موت میں مبتلا ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس نے عرض کیا کہ جب وہ مرجائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی تشریف فرما ہوں، پھر اس نے ایک آدمی بھیجا اور عرض کی کہ میرے کفن کے لئے آپ اپنی قمیص مجھے عطا فرمائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر والی قمیص بھیجی۔ اس نے وہ قمیص واپس بھجوادی اور عرض کیا کہ مجھے وہ قمیص عنایت فرمائیں جو آپ کے جسد اطہر کو چھو رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ اس ناپاک انسان کو اپنی پاک قمیص کیوں عطا فرماتے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری قمیص اس سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور نہیں کرے گی لیکن مجھے امید ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمیوں کو اسلام میں داخل کر دے گا۔'' بہت سے منافقین ہر وقت عبداللہ بن ابی کے پاس رہتے تھے، جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا سردار آخری وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کا سہارا لے رہا ہے اور امید رکھتا ہے کہ یہ قمیص اس کو قبر میں فائدہ دے گی تو اس دن ان میں سے ایک ہزار منافقین نے سچے

Marfat.com

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ اور ان کے مال اور ان کی اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں، اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔[۶۶]

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ جہاد کرو تو ان میں سے طاقت والے آپ سے اجازت مانگنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم کو چھوڑ دیجئے کہ ہم پیچھے بیٹھنے والوں کے ساتھ رہیں۔[۶۷]

دل سے اسلام کو قبول کر لیا۔ (تفسیر کبیر)

جب عبداللہ بن ابی فوت ہو گیا تو اس کو حضور اکرم ﷺ کی قمیص میں کفن دیا گیا، پھر حضور اکرم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، اس کے جنازہ کے ساتھ چلے اور اس کی قبر پر تشریف فرما ہوئے اور جب آپ اس کی قبر سے واپس ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے منافق کی نماز جنازہ پڑھنے اور اس کی قبر پر جانے سے منع فرما دیا۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نہ ہی کسی منافق کی قبر پر تشریف فرما ہوئے۔ (تفسیر ابن جریر) آیت نمبر ۸۰ سے معلوم ہوا تھا کہ منافقین کے لئے طلب مغفرت کرنے سے اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا تو پھر آپ ﷺ نے منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی جبکہ نماز جنازہ میں دعائے مغفرت بھی ہوتی ہے؟ اہل علم نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس جنازہ پڑھانے کا مقصد اس کی مغفرت کا حصول نہیں تھا کیونکہ منافقین کے لئے شفاعت فائدہ مند نہیں ہوتی۔ دراصل اس کا مقصد ایک ہزار منافقین کا اسلام تھا جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے خود واضح فرمایا کہ میری قمیص اس سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور نہیں کرے گی لیکن مجھے امید ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمیوں کو اسلام میں داخل کر دے گا۔ اور فی الواقع اسی دن جنازہ کے بعد ایک ہزار منافقین نے سچے دل سے اسلام قبول کر لیا۔ (تفسیر کبیر) نیز اس وقت تک منافقین کا جنازہ نہ پڑھانے کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا۔

[۶۶] اس آیت کی تفسیر کے لئے آیت نمبر ۵۵ کا حاشیہ نمبر ۱۴ ملاحظہ کریں۔

[۶۷] جب کبھی ایسی آیت نازل ہوتی جس میں یہ حکم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ پر خالص ایمان لاؤ اور اس کے رسول ﷺ کے ہمراہ جہاد کرو تو منافقین میں سے اچھے خاصے صحت مند اور مال و دولت والے جہاد پر نہ جانے کے بہانے بناتے اور معذوروں کی طرح گھر میں بیٹھے رہنے کو ترجیح دیتے۔ چونکہ انہوں نے خود جہاد کی خلاف ورزی کو پسند کیا اس لئے اس کی سزا کے طور پر ان کے دلوں پر ایسی مہر لگا دی گئی

Marfat.com

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ انہوں نے یہ پسند کیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے، سو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ لیکن رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اور انہی کے لئے ساری بھلائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ ع

۸۹۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

وَجَاۗءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

۹۰۔ دیہاتیوں میں سے بہانہ بنانے والے آئے تا کہ انہیں بھی (جہاد سے) اجازت مل جائے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جھوٹ بولا تھا وہ (گھر میں) بیٹھ رہے، [۶۸] ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کو عنقریب دردناک عذاب پہنچے گا۔

لَيْسَ عَلَي الضُّعَفَاۗءِ وَلَا عَلَي الْمَرْضٰى وَلَا عَلَي الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ

۹۱۔ کمزور اور بیمار لوگ اور وہ لوگ جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں (اگر یہ جہاد میں شریک نہ ہوں تو) ان پر کوئی

کہ وہ اپنے فائدے اور نقصان کو نہیں سمجھتے۔

[۶۸] جس طرح اہل مدینہ میں مخلص مسلمان بھی تھے اور منافق بھی اسی طرح مدینہ کے ارد گرد دیہاتوں میں بھی کچھ سچے اہل ایمان تھے جن کا ذکر آگے آیت نمبر ۹۹ میں آ رہا ہے لیکن ان دیہاتوں میں منافقین بھی رہتے تھے جن میں سے بعض ایسے منافق تھے جو جھوٹے بہانے بنا کر جہاد سے پیچھے بیٹھے رہنے کی اجازت مانگنے لگے اور بعض ایسے منافق تھے جنہوں نے بہانہ بنانے کی بھی پرواہ نہ کی اور از خود جہاد میں شریک نہ ہوئے اور یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے پہلے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کا جھوٹ بولا تھا۔ درحقیقت وہ کافر ہی تھے اور ان منافقین میں سے جو آخر دم تک کفر سے چمٹے رہیں گے انہیں آخرت میں دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا البتہ جو سچے دل سے توبہ کر لیں گے وہ اس وعید میں داخل نہیں ہوں گے۔

Marfat.com

إِذَا نَصَحُوا لِلّٰهِ وَرَسُولِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۙ﴿۹۱﴾

حرج نہیں بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے مخلص ہوں، ایسے نیکوکاروں پر الزام کی کوئی گنجائش نہیں، [٦٩] اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بے حد رحم کرنے والا ہے۔

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ﴿۹۲﴾

۹۲۔ اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرج ہے جو آپ کے پاس آئے تا کہ آپ انہیں (جہاد کے لئے) سواری مہیا کریں تو آپ نے فرمایا: تمہارے لئے میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے تو وہ اس حال میں واپس گئے کہ ان کی آنکھوں سے اس غم میں آنسو بہہ رہے تھے کہ ان کے پاس (جہاد میں) خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں تھا۔[٧٠]

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

۹۳۔ البتہ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں حالانکہ وہ مالدار ہیں، انہوں نے یہ پسند کیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، پس وہ کچھ نہیں جانتے۔[٧١]

---

[٦٩] یعنی کمزور، بیمار یا جن کے پاس جہاد کے اخراجات نہیں ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے مخلص ہیں، تو ایسے نیک لوگ اگر جہاد میں شریک ہونے سے معذور ہوں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

[٧٠] نیز ان لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے جو سواری نہ ملنے کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ تبوک بہت دور تھا اور سواری کے بغیر اتنا لمبا سفر مشکل تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کسی نیک کام میں شریک ہونے کا دلی ارادہ رکھتے ہوں اور کسی حقیقی مجبوری کی وجہ سے شریک نہ ہو سکیں اور انہیں اس میں شریک نہ ہو سکنے کا دلی غم ہو تو ایسے خوش نصیب لوگوں کو گھر بیٹھے ہوئے بھی اس نیک کام میں شرکت کا ثواب مل جاتا ہے، جیسا کہ تبوک سے واپسی پر دوران سفر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم نے جو سفر بھی کیا اور تم جس وادی میں بھی گئے وہ اس جہاد کے اجر میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ صحابہ کرام ﷺ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا مدینہ ہی میں رہتے ہوئے؟ فرمایا: ہاں مدینہ میں رہتے ہوئے کیونکہ انہیں مجبوری نے روک لیا تھا۔

(ابن ماجہ: ابواب الجہاد: باب ٦)

[٧١] اس کی تفسیر کے لئے حاشیہ نمبر ٦٧ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

يَعۡتَذِرُوۡنَ اِلَيۡكُمۡ اِذَا رَجَعۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ ؕ قُلۡ لَّا تَعۡتَذِرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكُمۡ قَدۡ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنۡ اَخۡبَارِكُمۡ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمۡ وَرَسُوۡلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰى عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۴﴾

۹۴۔ (اے مسلمانو!) جب تم (تبوک سے) لوٹ کر ان (منافقین) کی طرف جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے بہانے پیش کریں گے، [۷۲] (اے رسول ﷺ!) آپ فرما دیجیے کہ بہانے نہ بناؤ ہم تمہاری بات کا ہرگز یقین نہیں کریں گے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری خبروں سے آگاہ کر دیا ہے اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہارا عمل دیکھ لیں گے، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے، پھر وہ تم کو بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

سَيَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَكُمۡ اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ ؕ فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ ؕ اِنَّهُمۡ رِجۡسٌ ۫ وَّمَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۹۵﴾

۹۵۔ جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو، پس تم ان سے منہ پھیر لو، بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، یہ بدلہ ہے ان کاموں کا جو وہ کرتے ہیں۔ [۷۳]

يَحۡلِفُوۡنَ لَكُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ ۚ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرۡضٰى عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿۹۶﴾

۹۶۔ وہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر تم ان سے راضی ہو بھی گئے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوگا۔ [۷۴]

---

[۷۲] تبوک سے واپسی پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بذریعہ وحی آگاہ کر دیا کہ جب تم مدینہ پہنچو گے تو منافقین تمہارے پاس آئیں گے اور لشکر تبوک میں شریک نہ ہونے کے بہانے پیش کریں گے لیکن تم انہیں صاف صاف کہہ دینا: اب بہانے بنانے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے اصل حالات اور خفیہ ارادوں سے آگاہ کر دیا ہے، لہٰذا ہم تمہاری باتوں پر یقین نہیں کریں گے، نیز آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ تمہارے احوال دیکھ رہے ہیں، اگر تم توبہ کر کے سچے مسلمان بن جاؤ تو تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے ورنہ یہ جھوٹے حیلے بہانے تمہیں کوئی فائدہ نہیں دیں گے اور قیامت کے دن جب تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے تمہارے سارے کرتوت کھول کر بیان کر دے گا۔

[۷۳] تبوک سے واپسی پر منافقین مدینہ تمہارے پاس آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر بہانے پیش کریں گے تاکہ تم انہیں معاف کر دو لیکن تم ان کی پرواہ نہ کرو اور ان سے اجتناب کرو کیونکہ وہ ناپاک ہیں اور اپنے ناپاک عقائد و اعمال کی وجہ سے ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

[۷۴] منافقین مدینہ قسمیں کھا کر تمہیں راضی کرنے کی کوشش کریں گے لیکن اگر یہ تم کو دھوکہ دے کر راضی کر بھی لیں تب بھی یہ اللہ تعالیٰ کو

Marfat.com

اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ كُفۡرًا وَّنِفَاقًا وَّ اَجۡدَرُ اَلَّا يَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۹۷﴾

۹۷۔ یہ دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں [۷۵] اور وہ اسی لائق ہیں کہ ان احکام سے جاہل رہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کیے ہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

وَ مِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مَا يُنۡفِقُ مَغۡرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۹۸﴾

۹۸۔ اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ جو کچھ وہ (راہِ خدا میں) خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں [۷۶] اور تم (مسلمانوں) پر (زمانہ کی) گردشوں کے منتظر رہتے ہیں حالانکہ بری گردش تو انہی پر مسلط ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنۡفِقُ قُرُبٰتٍ عِنۡدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوۡلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرۡبَةٌ لَّهُمۡ ؕ

۹۹۔ اور بعض دیہاتی ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ وہ (راہِ خدا میں) خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے قرب اور رسول ﷺ کی دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں، [۷۷] سنو! یہ (راہِ خدا میں خرچ

دھوکہ نہیں دے سکتے اس لئے اللہ تعالیٰ ان سے اس وقت تک راضی نہیں ہوگا جب تک وہ فسق اور نفاق سے سچی توبہ نہ کرلیں۔

[۷۵] مدینہ کے اردگرد رہنے والے دیہاتی لوگ کفر و نفاق میں شہریوں کی نسبت زیادہ سخت تھے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ دیہات میں رہنے کی وجہ سے ان کو مدینہ میں آنے اور قرآن و حدیث سننے کا موقع بہت کم ملتا تھا اس لئے ان کا اسلامی احکام سے ناواقف رہنا ایک فطری امر تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ دیہات کے سخت ماحول کی وجہ سے ان کے دل سخت اور ان کے مزاج کرخت ہوتے ہیں اس لئے نئی دعوت کی طرف ان کا مائل ہونا آسان نہیں تھا جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دیہات میں رہتا ہے وہ سخت دل ہوتا ہے۔'' (ترمذی: ابواب الفتن: باب ۶۹) ایک دفعہ نبی ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا (نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا)، اس دیہاتی نے پوچھا: کیا تم بچوں کو بوسہ دیتے ہو؟ ہم تو ان کو بوسہ نہیں دیتے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحم و شفقت کا جذبہ نکال دیا ہے تو میرا اس میں کیا اختیار ہے؟ (بخاری: کتاب الأدب: باب ۱۸)

[۷۶] بعض دیہاتی اپنے نفاق کو چھپانے کے لئے راہ خدا میں خرچ تو کرتے مگر اُسے تاوان سمجھتے اور اس انتظار میں رہتے کہ کسی طرح مسلمان مصائب کا شکار ہو کر ذلیل و خوار ہو جائیں تا کہ اس تاوان سے ہماری نجات ہو جائے لیکن انہیں کیا خبر مصیبت تو ان پر آنے والی ہے کیونکہ اسلام غالب ہوگا اور منافقین رسوا ہوں گے۔

[۷۷] یعنی سارے دیہاتی ایک جیسے نہیں، ان میں بعض خوش نصیب دیہاتی ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخر پر سچے دل سے ایمان رکھتے

Marfat.com

سَيُدۡخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿٩٩﴾

کرنا اور رسول ﷺ کی دعائیں لینا) یقیناً ان کے لئے قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

وَ السّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُهٰجِرِيۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ وَالَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ وَاَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِيۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿١٠٠﴾

١٠٠۔ اور مہاجرین و انصار میں سے سب سے پہلے سبقت لے جانے والے اور جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے [۷۸] اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

ہیں اور جو کچھ راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں اسے تاوان نہیں سمجھتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب اور رسول ﷺ کی دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں کیونکہ رسول اکرم ﷺ صدقہ دینے والے کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمایا کرتے اور رسول اکرم ﷺ کی دعا اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے جیسا کہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا قرب سب سے بلند ترین مقصد ہے اور حضور اکرم ﷺ کی دعائیں اس کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ (تفسیر روح المعانی)

[۷۸] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے مسلمانوں کو جنت اور اپنی رضا کی خوش خبری سنائی ہے:

(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم: اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بخش دیا اور ان کے لئے جنت اور اپنی رضا کو واجب کر دیا۔ (تفسیر روح المعانی) اللہ تعالیٰ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ صرف راضی ہوا بلکہ ان کے ایمان اور عمل صالح کو بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے ایک معیار قرار دیا۔

(۲) دیگر مسلمان: اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو بھی جنت اور اپنی رضا کی خوش خبری سنائی مگر ساتھ شرط یہ لگائی کہ وہ ایمان اور عمل صالح میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کریں اور ان پر زبانِ طعن دراز نہ کریں۔ (تفسیر روح المعانی)

صحابی کی تعریف: صحابی اس خوش نصیب انسان کو کہتے ہیں جو ایمان کی حالت میں نبی آخر الزمان ﷺ کی صحبت یا زیارت سے فیض یاب ہوا، پھر ایمان پر قائم رہا اور اس کی وفات بھی ایمان کی حالت میں ہوئی۔

حضور اکرم ﷺ کی پوری امت میں سب سے افضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

(فتح الباری: جلد ۷: ص ۱۷)

Marfat.com

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیْمٍ ۚ﴿۱۰۱﴾

١٠١۔ اور (اے مسلمانو!) تمہارے گردوپیش دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ مدینے والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں، [٧٩] آپ انہیں نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں، عنقریب ہم ان کو دوبار عذاب دیں گے، پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

١۔ میرے صحابہ کی تعظیم کرو کیونکہ وہ تم سے بہتر ہیں۔ (مشکوٰۃ: باب مناقب صحابہ: فصل ثانی)

٢۔ اس مسلمان کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو (ایمان کی نظر سے) دیکھا۔

(ترمذی: حدیث نمبر ٣٨٥٨: ابواب المناقب: باب ٥٧)

٣۔ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو: تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

(ترمذی: حدیث نمبر ٣٨٦٦: ابواب المناقب: باب ٦٠)

٤۔ میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو وہ میرے صحابہ کے ایک کلوگرام بلکہ آدھا کلوگرام (جو خیرات کرنے کے اجر) کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری: فضائل اصحاب: باب ٥)

٥۔ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جس کی پیروی کرلو ہدایت پا جاؤ گے۔ (مشکوٰۃ: مناقب صحابہ: فصل ثالث)

[٧٩] گزشتہ آیات میں ان منافقین کا ذکر ہے جن کا نفاق ان کے اقوال وافعال سے ظاہر ہو چکا تھا۔ اس آیت میں ان ماہر منافقین کا ذکر ہے جن کا نفاق ابھی تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی مخفی تھا مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے نفاق سے بھی آگاہ فرما دیا۔ ان شاطر منافقین کو قیامت کے بڑے عذاب سے پہلے دو قسم کے عذابوں سے واسطہ پڑے گا۔ ایک تو دنیا میں ہر وقت اپنے نفاق کو چھپانا اور اسلام سے انتہائی بغض رکھنے کے باوجود بظاہر اس پر عمل کرنا بھی کچھ کم عذاب نہیں تھا کہ ایک دن جمعہ کے اجتماع میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان منافقین کے نام لے کر انہیں مسجد سے نکال دیا اور دوسرا قبر کا عذاب ہے جو قیامت کے بڑے عذاب سے پہلے ان کو پہنچے گا۔ اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے درج ذیل حدیث نقل کی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا: اے فلاں! تو مسجد سے نکل جا کیونکہ تو منافق ہے، اے فلاں! تو مسجد سے نکل جا کیونکہ تو منافق ہے۔ آپ نے منافقوں کا نام لے لے کر ان کو مسجد سے نکال دیا اور ان کو رسوا کر دیا۔ اس دن کسی کام کی وجہ سے اس وقت تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں نہیں پہنچے تھے۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو منافقین مسجد سے نکل رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ جمعہ کی نماز ہو چکی ہے اور یہ لوگ جمعہ پڑھ کر واپس جا رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے اجتناب کیا اس شرمندگی کی وجہ سے کہ وہ جمعہ میں شریک نہیں ہو سکے اور منافقین نے

Marfat.com

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

۱۰۲۔ اور بعض دوسرے وہ (مسلمان) ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے انہوں نے نیک کاموں کو دوسرے برے کاموں کے ساتھ ملا دیا، [۸۰] امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ

۱۰۳۔ آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے [۸۱] جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک اور صاف فرمائیں اور ان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجتناب کیا، ان کا گمان یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے معاملہ کا علم ہو گیا ہے، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو ابھی تک لوگوں نے نمازِ جمعہ ادا نہیں کی تھی۔ ایک مسلمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو خوش خبری ہو اللہ تعالیٰ نے آج منافقین کو رُسوا کر دیا ہے، تو ان پر پہلا عذاب یہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد سے نکالا اور دوسرا عذاب انہیں قبر میں ہوگا۔ (تفسیر ابن جریر) اس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے 36 منافقین کا نام لے کر انہیں مسجد سے نکال دیا۔ (تفسیر روح المعانی)

[۸۰] منافقین تو دانستہ لشکر تبوک میں شریک نہ ہوئے اور جھوٹے بہانے بنائے مگر دس مسلمان محض سستی اور کاہلی کی وجہ سے لشکر تبوک میں شریک نہ ہوئے حالانکہ اس سے پہلے وہ جہاد میں شریک ہوتے اور نیک کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ اس دفعہ لشکر تبوک میں شریک نہ ہو کر وہ برے کام کا ارتکاب تو کر بیٹھے مگر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آئے تو ان میں سے سات یعنی ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور دیگر چھ مسلمان بہت نادم ہوئے، سچے دل سے اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں معاف کر کے خود نہیں کھولیں گے وہ اسی طرح بندھے رہیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ اس وقت تک نہیں کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ مجھے ان کے کھولنے کا حکم نہ دے گا۔ بالآخر یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھولنے کا حکم دیا اور انہیں معاف کر دیا۔ (تفسیر قرطبی) یہ آیت اگرچہ چند مخصوص لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی مگر اس کا حکم قیامت تک کے لئے عام ہے۔ آج جو مسلمان نیکیوں کے ساتھ برائیاں بھی کرتے ہیں اگر وہ برائیوں سے سچی توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا۔ (تفسیر بحر محیط)

[۸۱] حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے چھ ساتھیوں کی توبہ قبول ہوگئی اور جب انہیں مسجد کے ستونوں سے کھول دیا گیا تو وہ اپنے اپنے گھر گئے۔ اپنا سارا مال و متاع اٹھا کر لے آئے اور عرض کی: اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ہے ہمارا مال و متاع جس نے ہمیں جہاد میں شرکت سے محروم رکھا، آپ اس کو راہِ خدا میں تقسیم کر کے ہمیں پاک کریں اور ہمارے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ (حاشیہ صاوی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہارا مال قبول کرنے کا حکم نہیں ملا۔ بالآخر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے دو تہائی مال انہیں واپس کر

Marfat.com

سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٣﴾

کے لئے دعا فرمائیں، [۸۲] بے شک آپ کی دعا ان کے لئے (باعثِ) تسکین ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾

۱۰۴۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی بہت توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

دیا اور ایک تہائی مال خیرات کے لئے قبول کرلیا اور اگر ان کا صدقہ قبول نہ کیا جاتا تو شاید انہیں گراں گزرتا۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ توبہ قبول ہونے سے وہ گناہوں سے تو پاک ہو چکے پھر صدقہ لے کر پاک کرنے سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ توبہ سے گناہ تو معاف ہو گیا یعنی اس پر مؤاخذہ باقی نہیں رہتا لیکن بعض طبیعتوں پر ایک قسم کا روحانی بوجھ باقی رہ سکتا ہے جو گناہ کا طبعی اثر ہے یعنی اس کے دل میں کبھی کبھی یہ خیال آتا ہے کہ کاش! وہ یہ گناہ نہ کرتا مگر جب صدقہ دیتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس نے توبہ کے ساتھ اپنے گناہ کا کفارہ بھی ادا کر دیا ہے، اس طرح صدقہ اس کے لئے مزید اطمینانِ قلب کا باعث بنتا ہے اور اس کو گناہ کے اثرات سے بھی پاک کر دیتا ہے۔ اسی مقصد کے لئے حضرت ابولبابہ ﷜ اور ان کے ساتھی اپنا مال صدقہ کرنے کے لئے لائے تھے۔

[۸۲] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ صدقہ دینے والے کے لئے دعا کریں۔ چنانچہ یہ حضورِ اکرم ﷺ کی سنت ہے کہ آپ صدقہ دینے والے کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمایا کرتے تھے جیسا کہ ابواوفیٰ ﷜ کے بیٹے نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی آدمی نبی پاک ﷺ کے پاس صدقہ کا مال لاتا تو آپ ﷺ (یوں دعا) فرماتے: اے اللہ تعالیٰ! اس پر رحمت نازل فرما۔ ایک دفعہ میرا باپ (ابواوفیٰ ﷜) اپنے صدقہ کا مال لایا تو نبی اکرم ﷺ نے (اللہ کے حضور) عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! ابواوفیٰ ﷜ کی آل پر رحمت نازل فرما۔ (بخاری: کتاب الدعوات: باب ۳۳) اس سے معلوم ہوا کہ آج بھی جو خدا کی رضا کے لئے صدقہ وخیرات کرے حضورِ اکرم ﷺ اس کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائیں گے اور رسول اکرم ﷺ کی دعا اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے جیسا کہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا قرب سب سے بلند ترین مقصد ہے، حضورِ اکرم ﷺ کی دعائیں اس کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ توبہ: زیر آیت نمبر ۹۹) نیز حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے، ہر صبح اور ہر شام تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ میں تمہارے اچھے اعمال پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہوں اور تمہارے برے اعمال پر تمہارے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں۔

(حاشیہ صاوی و مجمع الزوائد: ۹: ۲۴)

اس آیت کے ضمن میں اہل علم لکھتے ہیں کہ صدقہ لینے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ صدقہ دینے والے کے لئے دعا کرے۔

Marfat.com

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صدقہ دینے والے کو یہ کہا جائے: جو مال تو نے دیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ تجھے اجر عطا فرمائے۔ اس صدقہ کے ذریعہ تجھے پاک کرے اور باقی مال میں برکت عطا فرمائے۔ (تفسیر روح المعانی)

صدقہ دینے کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ جو شخص حلال کی کمائی سے ایک کھجور کے دانہ کے برابر صدقہ کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ اور حلال صدقہ ہی قبول فرماتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس پاکیزہ صدقہ کو اپنے دست قدرت کے ساتھ قبول فرماتا ہے، پھر اس صدقہ کو صدقہ دینے والے کے لئے بڑھاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے حتیٰ کہ وہ صدقہ کھجور کی مانند بڑھ کر (قیامت کے دن) پہاڑ کے برابر بن جائے گا۔ (بخاری: کتاب الزکوۃ: باب ۸)

۲۔ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور بُرے انجام سے بچا لیتا ہے۔ (ترمذی: ابواب الزکوۃ: باب ۲۸)

۳۔ صدقہ سے اپنے مریضوں کا علاج کرو کیونکہ صدقہ تمہاری بیماریوں اور مشکلات کو دور کرتا ہے اور تمہاری نیکیوں اور عمر میں اضافہ کرتا ہے۔ (کنز العمال: حدیث نمبر ۱۶۱۱۳: جلد ۶: ص: ۳۷۱)

۴۔ صدقہ کرنے میں جلدی کرو کیونکہ صدقہ آنے والی مصیبت کے راستہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔

(کنز العمال: حدیث نمبر ۱۶۲۴۳: جلد ۶: ص: ۳۹۹)

۵۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے اور اس کی مصیبت دور کی جائے وہ کسی تنگدست کے لئے کشادگی کرے۔

(احمد: جلد دوم: ص ۲۳)

۶۔ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! کس صدقہ کا زیادہ ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو صدقہ کرے اس حال میں کہ تو تندرست بخیل ہے، فقر سے ڈرتا ہے اور مالدار ہونے کی امید رکھتا ہے اور اتنا انتظار نہ کر کہ جب جان حلق تک پہنچ جانے کے قریب ہو اور تو کہے کہ فلاں کے لئے اتنا مال ہے اور فلاں کے لئے اتنا مال ہے حالانکہ مال فلاں کا ہو چکا ہے۔

(بخاری: کتاب الزکوۃ: باب ۱۱)

صدقہ دینے کا وقت

صدقہ دینے کا بہترین وقت موت سے پہلے ہے۔ چونکہ موت کسی بھی وقت آسکتی ہے اس لئے صدقہ دینے میں جلدی کرنی چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور خرچ کر لو اس رزق سے جو ہم نے تم کو دیا اس سے پیشتر کہ آجائے تم میں سے کسی کے پاس موت تو اس وقت وہ یہ کہنے لگے کہ اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت کے لئے کیوں مہلت نہ دی تاکہ میں صدقہ کر لیتا اور نیکوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ مہلت نہیں دیا کرتا کسی شخص کو جب اس کی موت کا وقت آجائے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ (قرآن: ۶۳: ۱۱-۱۰) اسی لئے بزرگ کہتے ہیں نیکی کا خیال آجائے تو فوراً کر لو کسی سے مشورہ نہ کرو ممکن ہے کوئی غلط مشورہ دے کر تمہیں نیکی سے محروم کر دے لیکن برائی کا خیال آئے تو دوستوں سے مشورہ کرو ممکن ہے کوئی اچھا مشورہ دے اور تو برائی سے بچ جائے۔

Marfat.com

وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۚ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵۔ اور آپ ﷺ فرما دیجئے: تم عمل کرتے رہو،[۸۳] پھر تمہارے عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور مومنین (سب ہی) دیکھ لیں گے، اور عنقریب تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر غیب اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے، پھر وہ تمہیں ان کاموں کے بارے میں بتا دے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

۱۰۶۔ اور بعض دوسرے لوگ ہیں جن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کا حکم آنے تک ملتوی کر دیا گیا ہے، چاہے انہیں عذاب دے اور چاہے ان کی توبہ قبول فرمالے،[۸۴] اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ

۱۰۷۔ اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کے لئے اور کفر کرنے کے لئے اور مومنوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لئے اور اس شخص کی کمین گاہ بنانے کے لئے جو پہلے سے ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کر رہا ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے صرف

---

[۸۳] جن خوش نصیب لوگوں کی توبہ اور صدقات اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالئے انہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اب تم نیک اعمال میں سرگرم رہو کیونکہ بالآخر تمہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے جو تمہارے ہر ظاہر اور ہر باطن کو جانتا ہے۔

[۸۴] دس مسلمان جو بغیر کسی عذر کے لشکرِ تبوک میں شریک نہ ہوئے ان میں سے سات نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ کر اپنی ندامت کا پورا اظہار کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی جس کا ذکر آیت نمبر ۱۰۲ میں گزر چکا ہے۔ باقی تین مسلمانوں (کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع ﷡) نے اپنے گناہ کا اقرار تو کرلیا مگر ابولبابہ ﷜ اور اس کے ساتھیوں کی طرح اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے نہیں باندھا تھا۔ ان تینوں کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام ﷡ کو مقاطعہ کا حکم دے دیا کہ کوئی ان کے ساتھ سلام وکلام نہ کرے اور سب اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کریں۔ آخر پچاس دنوں کے صبر آزما انتظار کے بعد ان کی توبہ بھی قبول ہوگئی جس کا ذکر آگے آیت نمبر ۱۱۸ میں آئے گا۔ (صفوة التفاسیر) یہیں سے فقہاء نے استنباط کیا ہے کہ دینی مجرم سے ترکِ سلام وکلام بالکل درست ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ ترکِ کلام تین دن سے زیادہ نہ کرے تو اس سے وہ موقع مراد ہے جب کوئی دنیوی رنج ہو۔ (تفسیر ماجدی)

Marfat.com

يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾

بھلائی کا ارادہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ صاف جھوٹے ہیں۔[۸۵]

لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ؕ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ ﴿١٠٨﴾

۱۰۸۔ آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں، البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں،[۸۶] اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

---

[۸۵] اس آیت میں ان منافقوں کا ذکر ہے جنہوں نے مسجد ضرار بنائی۔ اس سلسلہ میں اکثر مفسرین نے جو واقعات نقل کیے ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

ہجرت سے پہلے قبیلہ خزرج کے ایک آدمی ابو عامر نے عیسائی مذہب قبول کرلیا اور ترک دنیا کر کے راہب بن گیا تھا۔ مدینہ اور آس پاس کے لوگ ابو عامر کے بڑے معتقد تھے مگر ہجرت کے بعد جب مدینہ میں اسلام کا نور پھیلنے لگا اور اس کی عقیدت و تعظیم میں کمی آگئی تو وہ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے لگا۔ غزوۂ بدر کے بعد وہ کفار مکہ سے جا ملا اور اسلام کے خلاف ساری جنگوں میں شریک ہوا۔ جنگِ حنین کے بعد ابو عامر کو یقین ہو گیا کہ اب عرب کی کوئی طاقت اسلام کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تو وہ شام چلا گیا اور قیصر روم کو مسلمانوں کے خلاف حملہ کرنے پر اُکسایا جس کے تدارک کے لئے حضور اکرم ﷺ لشکر لے کر تبوک روانہ ہوئے۔ شام سے ابو عامر نے منافقین مدینہ کو خط لکھا کہ میں قیصر روم کو مدینہ پر چڑھائی کے لئے تیار کر رہا ہوں مگر تم اپنی کوششوں کو منظم کرنے اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لئے ایک مسجد بناؤ تاکہ جب وہ قیصر روم کے ہمراہ مدینہ پر حملہ آور ہو تو اس مسجد کو اپنی قیام گاہ بنائے۔ چنانچہ منافقین مدینہ نے مسجد قبا کے قریب ایک مسجد بنائی اور حضور اکرم ﷺ سے عرض کی: ہم نے بارش اور سردی کے موسم میں کمزور اور بیمار آدمیوں کی سہولت کے لئے قبا میں ایک اور مسجد بنائی ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ اس میں تشریف لائیں اور ایک نماز ادا کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو ان کے نفاق سے آگاہ فرمادیا اور حضور اکرم ﷺ کے حکم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس مسجد کو گرا کر آگ لگا دی۔ (جملہ تفاسیر) منافقین نے بڑی قسمیں کھائیں کہ ہم نے بھلائی کے ارادہ سے یہ مسجد تعمیر کی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا کہ یہ منافقین صاف جھوٹے ہیں۔

[۸۶] یعنی وہ مسجد جو اسلام کو نقصان پہنچانے، کفر کو پھیلانے، مسلمانوں کے درمیان تفریق ڈالنے اور رسول اللہ ﷺ کے دشمن کی کمین گاہ کے لئے بنائی گئی ہے آپ اس میں کبھی نماز کے لئے کھڑے نہ ہوں۔ آپ کی نماز کے لائق وہ مسجد ہے جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے خواہ وہ مسجد نبوی ہو یا مسجد قبا کیونکہ ان دونوں مساجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور ان کو آباد کرنے والے ایسے پاکباز لوگ ہیں جن کے جسم اور اعمال بھی پاک ہیں اور ان کے دل اور عقائد بھی پاک ہیں اور ایسے ہی ظاہر و باطن کے پاکباز بندوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔

Marfat.com

مدینہ منورہ کی فضیلت

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ایمان مدینہ طیبہ کی طرف یوں جاتا ہے جیسے سانپ اپنے بل کی طرف جاتا ہے۔

(بخاری: کتاب فضائل مدینہ: باب ٦)

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے لئے ممکن ہو کہ اسے مدینہ میں موت آئے تو وہ کوشش کرے کہ اس کی موت مدینہ طیبہ میں ہو کیونکہ جو مدینہ طیبہ میں وفات پائے گا اس کی میں شفاعت کروں گا۔ (ترمذی: ابواب المناقب: باب ٦٨)

۳۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت کا مرتبہ عطا فرما اور میری موت اپنے حبیب ﷺ کے مقدس شہر میں مقدر فرما۔ (بخاری: کتاب فضائل مدینہ: باب ۱۲)

مسجد قبا کی فضیلت

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا جاتے تھے، خواہ پیدل یا سوار اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(مسلم: حدیث نمبر ۱۳۹۹: کتاب الحج: باب ۹۷)

۲۔ نبی ﷺ نے فرمایا: مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا اجر عمرہ کے برابر ہے۔

(ترمذی: حدیث نمبر ۳۲۴: ابواب الصلوٰۃ: باب ۲۴۲)

مسجد نبوی کی فضیلت

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کا ثواب ہے اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہے۔

(ابن ماجہ: حدیث نمبر ۱۴۱۳: ابواب اقامۃ الصلاۃ: باب ۱۹۸)

۲۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اس مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں اور اس عرصہ میں کوئی نماز فوت نہ ہوئی ہو اس کے لئے جہنم سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔ وہ عذاب سے بھی چھٹکارا پا جاتا ہے اور نفاق سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔

(احمد: جلد ۳: ص ۱۵۵)

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ (بخاری: کتاب فضائل مدینہ: باب ۱۲)

روضہ رسول ﷺ کی فضیلت

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(دار قطنی: جلد ۲: ص ۲۷۸)

Marfat.com

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

۱۰۹۔ تو کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور اس کی رضا پر رکھی وہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد وادی کے ایک کھوکھلے کنارے پر رکھی جو گرنے ہی والا ہے، [۸۷] پھر وہ عمارت اس کو لے کر جہنم کی آگ میں جا گری؟ اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع

۱۱۰۔ یہ عمارت جو ان (منافق) لوگوں نے بنائی ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی یہاں تک کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، [۸۸] اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری وفات کے بعد حج کر کے میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (دار قطنی: جلد ۲: ص ۲۷۸)

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

(الاحکام الفقهیة: احمد محمد عساف: ص ۴۰۷)

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کرۂ ارضی کے تمام شہروں سے افضل مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہیں۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ۔ بعض کہتے ہیں مکہ مکرمہ افضل ہے اور بعض کہتے ہیں مدینہ منورہ افضل ہے۔ ترجیح یافتہ قول یہی ہے کہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ سے افضل ہے۔ یہ اختلاف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے علاوہ باقی جگہ میں ہے۔ جہاں تک اس مبارک قطعہ زمین کا تعلق ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے متصل ہے وہ ہر جگہ حتیٰ کہ کعبہ، عرش اور کرسی سے بھی افضل ہے۔ (ردالمحتار: باب الهدیٰ: جلد ۲: ص ۶۲۶) روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت افضل ترین مستحبات میں سے ہے اور صاحب استطاعت مسلمانوں کے لئے اس کا حکم واجب کے قریب ہے۔ (الفتاوی العالمگیریہ: کتاب المناسک: باب ۱۷: جلد ۱: ص ۲۶۵)

[۸۷] اس آیت میں مسجد قبا اور مسجد ضرار کے ذریعہ اہل ایمان کے اخلاص اور اہل نفاق کے دھوکہ کی ایک تشبیہ بیان کی گئی ہے یعنی وہ شخص جو اپنے دین کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی رضا جوئی پر رکھتا ہے وہ اس شخص سے بہتر ہے جو اپنے دین کی بنیاد خدا سے بے خوفی اور اس کی رضا سے بے نیازی پر رکھتا ہے اور اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو دریا کے گرنے والے کھوکھلے کنارے پر عمارت بناتا ہے اور جب وہ عمارت گرتی ہے تو وہ خود بھی اپنے مال و متاع سمیت اس دریا میں غرق ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اس دنیا میں خدا سے بے خوف اور اس کی رضا سے بے نیاز ہو کر اپنے اعمال کی عمارت تعمیر کرتا ہے وہ دراصل جہنم کے گرنے والے کنارے پر اپنی عمارت تعمیر کر رہا ہے اور قیامت کے دن وہ اپنے اعمالِ بد کی اس عمارت سمیت جہنم کی آگ میں جا گرے گا۔

[۸۸] منافقین مدینہ نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے مسجد ضرار بنائی مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس مسجد کو

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کے لئے جنت ہے،[۸۹] وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے جو تورات اور انجیل اور قرآن میں ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور کون ہے، پس تم اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ

۱۱۲۔ (یہی لوگ ہیں) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے

مسمار کرادیا جس سے منافقین کو سخت تکلیف ہوئی اور جب تک موت نے ان کے دلوں کو پاش پاش نہ کر دیا وہ اس ناکامی پر بے چین اور افسردہ رہیں گے۔

[۸۹] جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ دراصل اپنی جان اور اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے ہاں فروخت کرنے کا اعلان کرتا ہے یعنی جب کبھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و دولت خرچ کرنے کا موقع آیا تو وہ اس میں کوتاہی نہیں کرے گا۔ اسی لئے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روئے زمین پر جو بھی مومن ہے وہ اس بیع میں داخل ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) اس پیمان جاں نثاری کے عوض اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے، اور یہ وعدہ صرف قرآن مجید میں امت مسلمہ سے ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل میں پہلی امتوں سے بھی یہی وعدہ فرمایا تھا جیسا کہ بائبل میں آج بھی اس کے اشارات موجود ہیں:

۱۔ جس کسی نے اپنے گھروں، بھائیوں، بہنوں، باپ، ماں، بیوی، بچوں یا جائیداد کو میری اطاعت میں چھوڑ دیا اس کو اس کے بدلہ میں ۱۰۰ گنا زیادہ ملے گا اور وہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہوگا۔ (دی لیونگ بائیبل: متی: ۱۹: ۲۹)

۲۔ اگر تو اپنی زندگی کو بچائے گا تو اسے کھو دے گا لیکن اگر تو اس زندگی کو میرے لئے قربان کر دے گا تو تو اس زندگی کو بچالے گا۔

(دی لیونگ بائیبل: متی: ۱۰: ۳۹)

۳۔ مبارک ہیں وہ جو راست بازی کے سبب ستائے گئے کیونکہ آسمان کی بادشاہت ان ہی کی ہے۔

(دی لیونگ بائیبل: متی: ۵: ۱۰)

Marfat.com

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

والے اور (اے رسولِ مکرم!) آپ ان مؤمنین کو خوش خبری سنا دیں۔ [۹۰]

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾

۱۱۳۔ نبی ﷺ اور ایمان والوں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں [۹۱] اگر چہ وہ مشرک رشتہ دار ہی ہوں جبکہ ان پر ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ (مشرکین) دوزخی ہیں۔

وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

۱۱۴۔ اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اپنے باپ سے کیا تھا، پھر جب ابراہیم علیہ السلام پر ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بیزار ہو گئے، [۹۲] بے شک ابراہیم علیہ السلام بڑے نرم دل بہت بردبار تھے۔

---

[۹۰] گذشتہ آیت میں جن اہل ایمان کو جنت کی خوش خبری دی گئی ہے اس آیت میں ان کی مزید ۹ صفات کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ان کے پیمانِ جاں نثاری کی مظہر ہیں۔

[۹۱] اس آیت کے ذریعہ ان مشرکین کے لئے استغفار سے منع کیا گیا ہے جن کے متعلق یہ واضح ہو جائے کہ وہ دوزخی ہیں یعنی ان کی موت کفر و شرک کی حالت پر واقع ہوئی ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے زندہ اور مرنے والے کافر رشتہ دار دونوں کے لئے استغفار کرتے تھے لیکن اس آیت کے نزول کے بعد انہوں نے مرنے والے کفار کے لئے تو استغفار بند کر دیا مگر زندہ کفار کے لئے استغفار جاری رکھا (تفسیر ابن ابی حاتم) اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائے۔

[۹۲] آزر کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دعا کرنا اس لئے تھا کہ انہوں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت طلب کریں گے اور وہ اس امید پر استغفار کیا کرتے کہ اللہ تعالیٰ اس کے کفر کو معاف کر کے اس کو اسلام کی ہدایت نصیب فرمائے مگر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر واضح ہو گیا کہ آزر کی موت اللہ تعالیٰ کی دشمنی اور کفر پر ہو گئی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے بیزاری کا اعلان کر دیا اور اس کے لئے استغفار بند کر دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی زندہ کافر و مشرک کی ہدایت کے لئے استغفار کرنا جائز ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوۂ اُحد کے دن اپنے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! میری قوم کی مغفرت فرما کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔

(بخاری: کتاب الانبیاء: باب ۵۴)

Marfat.com

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

۱۱۵۔ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اسے گمراہ کر دے حتیٰ کہ ان کے لئے کھول کر بیان کر دے کہ انہیں کن چیزوں سے بچنا چاہیے، [۹۳] بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

۱۱۶۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی حامی اور مددگار نہیں ہے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ۙ

۱۱۷۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی (ﷺ) پر اور ان مہاجرین اور انصار پر فضل فرمایا جنہوں نے تنگی کے وقت نبی (ﷺ) کی پیروی کی اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ٹیڑھے ہو جائیں، [۹۴] پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہ ان پر بہت شفقت کرنے والا، بہت مہربان ہے۔

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا یا چچا؟ آزر مسلمان تھا یا کافر؟ کسی نبی کا باپ کافر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین مؤمن تھے یا نہیں؟ ان سوالات کے جوابات کے لئے سورہ انعام (٦) کی آیت نمبر ٧٤ اور حاشیہ نمبر ٦٩ ملاحظہ کریں۔

[۹۳] ابتداء میں مسلمان اپنے فوت شدہ مشرک والدین اور رشتہ داروں کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے مگر جب اس سورت کی آیات نمبر ۱۱۳ اور ۱۱۴ میں ان کے لئے دعائے مغفرت کرنے سے منع کر دیا گیا تو انہیں یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ اس ممانعت سے پہلے جو وہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے تھے کہیں اس پر گرفت نہ ہو جائے۔ اس اندیشہ کو دور کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کسی کام کو گمراہی قرار نہیں دیتا یہاں تک کہ اس سے بچنے کی وضاحت کر دے یعنی پہلے اللہ تعالیٰ واضح اعلان فرماتا ہے کہ ان کاموں سے بچو پھر اس ممانعت کے بعد جو لوگ ان کاموں کا ارتکاب کریں تو وہ گمراہ اور مجرم قرار پائیں گے لیکن اس ممانعت سے پہلے جن لوگوں نے وہ کام کئے تھے ان سے کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا کیونکہ اس وقت تک ان کاموں کا کرنا منع نہیں تھا۔

[۹۴] تنگی کے وقت سے مراد غزوہ تبوک کا زمانہ ہے جس میں کئی طرح کی مشکلات جمع تھیں یعنی گرمی، طویل سفر اور وسائل کی شدید قلت تھی، دس آدمیوں کی سواری کے لئے صرف ایک اونٹ اور دو آدمیوں کے کھانے کے لئے روزانہ صرف ایک کھجور میسر تھی۔ (تفسیر منیر) ان مشکل حالات کے باوجود مہاجرین و انصار نے حضور اکرم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا اور آپ کے ساتھ تبوک روانہ ہو گئے، البتہ بعض

Marfat.com

وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ ع

۱۱۸۔ اوران تین شخصوں کی توبہ قبول فرمائی جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا، [۹۵] یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور خود ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہوگئیں اور انہوں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تا کہ وہ توبہ پر قائم رہیں، بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

مسلمانوں کے قدم لڑکھڑانے لگے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ بھی بالآخر جہاد میں شریک ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ ان میں سے ایک ابوخیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے جو لشکرِ تبوک میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ نہ ہو سکے۔ جب وہ اپنے باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ ان کی خوبصورت بیوی نے سایہ میں ان کے لئے بستر بچھا رکھا ہے۔ تازہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی بھی ساتھ موجود ہے۔ جب انہوں نے یہ سہولیات دیکھیں تو کہنے لگے: یہاں میرے لئے ٹھنڈے سائے میں تازہ پکی ہوئی کھجوریں، ٹھنڈا پانی اور خوبصورت بیوی ہے اور اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ اور گرم ہوا میں ہو یہ درست نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے تلوار اور نیزہ اٹھایا اور اونٹنی پر سوار ہو کر تبوک کی طرف روانہ ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے کسی سوار کو آتے دیکھا تو فرمایا: یہ ابوخیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ ہوگا۔ جب وہ قریب آیا تو وہ واقعی ابوخیثمہ ہی تھا۔ ان کو دیکھ کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

(تفسیر منیر)

اس آیت کے ابتدائی الفاظ کا لفظی ترجمہ کچھ اس طرح ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول فرمائی جنہوں نے تنگی کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی۔'' اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انصار و مہاجرین نے لشکرِ تبوک کے بارے میں کوئی گناہ کیا تھا جس کی توبہ قبول کی گئی ہے بلکہ یہ تو بہت بڑا اعزاز تھا کہ وہ پہلی ہی دعوت پر لشکرِ تبوک میں شریک ہوگئے۔ دراصل توبہ صرف اس لئے نہیں کی جاتی کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہے بلکہ درجات کی بلندی اور قربِ خداوندی کے لئے بھی توبہ کی جاتی ہے کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ سو مرتبہ توبہ کیا کرتے تھے حالانکہ آپ معصوم تھے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو کیونکہ میں ایک دن میں اس کی طرف سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔''

(مسلم: حدیث نمبر ۲۷۰۲: کتاب الذکر: باب ۱۲)

[۹۵] تین شخصوں سے مراد کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ تینوں مخلص مسلمان تھے اور سستی کی وجہ سے لشکرِ تبوک میں شریک نہ ہوئے۔ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے تو انہوں نے اپنی کوتاہی کا صاف اقرار کر لیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سوشل بائیکاٹ کا حکم دے دیا کہ کوئی ان کے ساتھ سلام و کلام نہ کرے اور ان کی توبہ کے بارے میں سب اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کریں۔ ایک طرف گناہ کے احساس نے دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے بائیکاٹ نے

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾

١١٩۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔[٩٦]

ان تینوں کی زندگی کو اجیرن بنا دیا تھا۔ مدینہ کی زمین اور مدینہ کے مسلمانوں میں وہ اپنے آپ کو اجنبی تصور کرنے لگے اور رات دن پریشان رہتے۔ آخر پچاس دنوں کے صبر آزما انتظار کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں اور حضور اکرم ﷺ نے انہیں خوش خبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی ہے۔

[٩٦] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور سچے لوگوں کے ساتھ رہیں۔ علامہ صابونی لکھتے ہیں: سچے لوگوں سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جن کی نیت بھی سچی ہو، بات بھی سچی ہو اور کام بھی سچے ہوں۔ (صفوۃ التفاسیر) کیونکہ جس کی بات سچی ہے نیت سچی نہیں یعنی زبان پر اسلام کا اقرار ہے اور دل میں کفر ہے تو وہ عقیدے کا منافق ہے اور جس کی بات سچی ہے مگر کام سچے نہیں ہیں یعنی زبان سے کہتا ہے کہ نماز فرض ہے مگر نماز پڑھتا نہیں ہے تو وہ عمل کا منافق ہے اور جس کے کام سچے ہیں مگر بات سچی نہیں یعنی نماز بھی پڑھتا ہے اور سارا دن جھوٹ بھی بولتا ہے تو وہ قول کا منافق ہے۔ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ منافق چاہے عقیدے کا ہو یا قول وعمل کا اس سے بچو اور جس کا عقیدہ بھی سچا ہو اور قول وعمل بھی سچا ہو اس کا ساتھ دو اور اس کی صحبت اختیار کرو۔

سچ اور جھوٹ کے بارے میں چند احادیث

١۔ رسول اللہ نے فرمایا: سچائی کو لازم پکڑو کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک انسان ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور تم جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں۔ ایک انسان ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (مسلم: ٦٦٣٩: کتاب البر: باب ٢٩)

٢۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چار خصلتیں جب آدمی کے اندر پائی جائیں تو وہ پکا منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت پائی جائے اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت موجود ہے حتیٰ کہ وہ اسے ترک کردے۔ (وہ چار خصلتیں یہ ہیں:) جب اس کو امانت دی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی کرے۔

(بخاری: کتاب الایمان: باب ٢٤)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: کہ سچے بنو بلکہ فرمایا سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی منشا تو یہی ہے کہ سارے لوگ سچے بن جائیں مگر سچے بننے کا آسان طریقہ یہی ہے کہ پہلے سچے لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔ ان کے ہاں سچائی کا عملی مشاہدہ کرنے کے بعد تمہارے لئے سچائی کا راستہ اختیار کرنا آسان ہو جائے گا۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بری سوسائٹی سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے نیک سوسائٹی بہتر ہے۔ (شعب الایمان: بیہقی: حدیث ٤٩٩٣) بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس دور میں سچے لوگ کہاں ہیں؟ یہ درست ہے کہ آج کل جعلی سچوں کی بہتات ہے مگر اصلی سچے بھی ہر دور میں موجود ہوتے ہیں جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے تو اس کا لازمی

Marfat.com

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَّسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۲۰﴾

۱۲۰۔ اہل مدینہ اور ان کے اردگرد دیہاتی لوگوں کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ کر پیچھے بیٹھ رہتے اور نہ یہ کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان سے زیادہ اپنی جانوں کی فکر کرتے، [۹۷] یہ اس لئے ہے کہ انہیں جب بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیاس لگتی ہے یا تھکاوٹ ہوتی ہے یا بھوک لگتی ہے یا وہ ایسی جگہ جاتے ہیں جس سے کفار کو غصہ آئے یا جب بھی وہ دشمن سے کوئی چیز حاصل کرتے ہیں تو ان کے لئے ہر کام کے بدلے میں ایک نیک عمل لکھا جاتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۱﴾

۱۲۱۔ اور وہ جب بھی کوئی تھوڑا یا زیادہ خرچ کرتے ہیں یا کسی وادی کو طے کرتے ہیں تو ان کا یہ عمل ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کاموں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ

۱۲۲۔ اور اہل ایمان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ (جہاد کے لئے) سارے کے سارے نکل کھڑے ہوں، [۹۸] تو

نتیجہ یہ ہے کہ ہر دور میں صادقین موجود ہوتے ہیں۔ نیز یہ سچے لوگ جب کسی مسئلہ پر اتفاق کر لیں تو ان کا فیصلہ درست ہوتا ہے (اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے) اور یہ اس چیز کا بھی ثبوت ہے کہ اجماع امت حجت ہے۔ (تفسیر کبیر)

[۹۷] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر تبوک میں شرکت کے لئے عام اعلان کر دیا تھا اس لئے شرعی معذورین کے علاوہ سب کے لئے اس میں شرکت لازمی تھی لیکن پھر بھی جو اہل مدینہ اور ان کے اردگرد کے دیہاتی لوگ اس لشکر میں شریک نہیں ہوئے اور اپنے آرام کو ترجیح دی، انہیں زجر و توبیخ کی جا رہی ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جا کر اپنے سے زیادہ ان کی حفاظت اور راحت کا اہتمام کرنا چاہیے تھا۔ نیز اس لئے بھی انہیں پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیاس، تھکاوٹ اور بھوک وغیرہ جو تکلیفیں آتی ہیں ان میں سے ہر ایک کو نیکی شمار کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی نیکی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

[۹۸] جہاد کی دو قسمیں ہیں:

Marfat.com

لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾ ع

ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ نکلیں تا کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں [۹۹] اور جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ کر آئیں تو انہیں (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈرائیں تا کہ وہ (نافرمانیوں سے) بچیں۔

۱۔ فرضِ عین: اگر اسلامی حکومت کا سربراہ جہاد بالسیف کا عام اعلان کردے یا دشمن اسلامی ملک پر حملہ آور ہو جائے تو پھر ہر مکلف مسلمان پر جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ: جلد ٦: ص ٤١٧) ایسے عالم میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ملک اور مذہب کی حفاظت کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں بروئے کار لائے اور جو خود لڑنے کے قابل نہیں وہ اپنے مال، جان، ہاتھ اور زبان سے مجاہدین کی مدد کرے جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: مشرکین کے خلاف اپنے مال، جان، ہاتھ اور زبان کے ساتھ جہاد کرو۔
(مسند احمد: جلد ٣: ص ١٥٣)

۲۔ فرضِ کفایہ: اگر جہاد بالسیف کا عام اعلان نہ ہو تو یہ فرضِ کفایہ ہے یعنی جب بعض مسلمان اس میں شریک ہو جائیں تو باقی سب کی طرف سے بھی یہ فرض ادا ہو جاتا ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ: جلد ٦: ص ٤١٦) کیونکہ اگر سارے مسلمان جہاد پر چلے جائیں تو امت کی فلاح و بہبود کے دیگر کام معطل ہو جائیں گے اور عورتوں اور بچوں کی حفاظت ناقص ہو جائے گی، لہٰذا کچھ مسلمانوں کو جہاد کے لئے نکلنا چاہیے، کچھ کو علم دین کے حصول کے لئے نکلنا چاہیے اور کچھ مسلمانوں کو عورتوں اور شہروں کی حفاظت کے لئے گھر رہنا چاہیے۔
(تفسیر منیر)

غزوہ تبوک کے لئے حضورِ اکرم ﷺ نے جہاد کا عام اعلان کر دیا تھا اس لئے لشکرِ تبوک میں شریک ہونا ہر مسلمان پر فرضِ عین تھا۔ تبوک سے واپسی پر جب اللہ تعالیٰ نے پیچھے بیٹھ رہنے والوں کو زجر و توبیخ فرمائی تو اہل ایمان نے قسم اٹھائی کہ وہ آئندہ کسی غزوہ یا سریہ سے پیچھے نہیں رہیں گے، چنانچہ جب حضورِ اکرم ﷺ نے غزوہ تبوک کے بعد مسلمانوں کو سریہ پر روانہ کیا تو سارے مسلمان جہاد پر روانہ ہو گئے اور حضورِ اکرم ﷺ تنہا مدینہ میں رہ گئے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر) یعنی جب جہاد کا عام اعلان ہو جائے تو پھر سب لوگوں کا جہاد پر جانا ضروری ہے جیسا کہ غزوہ تبوک میں ہوا تھا مگر عام حالات میں یا معمولی سی کسی سرحدی جھڑپ کے لئے جہاد فرضِ کفایہ ہوتا ہے، اس کے لئے صرف مخصوص مجاہدین ہی کافی ہوتے ہیں سب کا جانا ضروری نہیں ہے، لہٰذا عام حالات میں کچھ لوگ جہاد پر جائیں، کچھ لوگ علم دین حاصل کریں اور کچھ لوگ گھر، دل، بچوں اور شہروں کی حفاظت کریں۔

[۹۹] حصولِ علم دین کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ فرضِ عین: صحیح عقائد اور ضروری اعمال مثلاً طہارت، نماز، روزہ، حلال اور حرام وغیرہ کا علم حاصل کرنا ہر مکلف مسلمان پر فرضِ عین ہے، جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد اور عورت) پر فرض ہے اور نااہل کو علم سکھانا ایسا ہے جیسے خنزیروں کو جواہر، موتی اور سونے کے ہار ڈال دیئے جائیں (ابن ماجۃ: ٢٢٤: کتاب السنۃ: باب ١٧)

۲۔ فرضِ کفایہ: جس طرح میت کی نماز جنازہ اور اس کی تدفین، مساجد کی تعمیر اور ان کی نگرانی اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت وغیرہ

Marfat.com

سب فرضِ کفایہ ہیں اسی طرح اسلام کے تمام عقائد اور اعمال کا تفصیلی علم حاصل کرنا بھی فرضِ کفایہ ہے یعنی بعض مسلمانوں پر یہ علم حاصل کرنا فرض ہے تا کہ عوام کو جس عملی یا اعتقادی مسئلہ میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ دلائل کے ساتھ اس کا حل پیش کر سکیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم خود نہیں جانتے تو علم والوں سے دریافت کرو۔ (قرآن: ١٦:٤٣) اس لئے ہر شہر میں کم از کم ایک مکمل عالم دین کا ہونا فرضِ کفایہ ہے۔ سب کا مکمل عالم دین بننا ضروری نہیں کیونکہ اگر سارے شہر والے اس تفصیلی علم کو حاصل کرنے میں مصروف ہو جائیں تو پھر زراعت، تجارت، صنعت وحرفت اور دیگر روزمرہ کے تمام کام معطل ہو جائیں گے۔

یہ آیت حصولِ علم دین کے واجب ہونے کی اصل اور بنیاد ہے۔ (تفسیر قرطبی) اور اس سے مراد اسلامی عقائد و اعمال کا تفصیلی علم حاصل کرنا ہے جو کہ فرضِ کفایہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو اس کے لئے نکلنے کا حکم نہیں دیا بلکہ ان میں سے ایک جماعت پر یہ فرض عائد کیا ہے تا کہ وہ دین کی تفصیلی سمجھ حاصل کریں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں۔ اسی طرح سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو اچھائی کی طرف بلائے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (قرآن: ٣:١٠٤) جو لوگ دین کا تفصیلی علم حاصل کرنے کے بعد تدریس، تبلیغ، تحریر یا تقریر کے ذریعہ لوگوں کو اچھائی کی طرف نہیں بلاتے وہ حصولِ علم کی نعمت کا حق ادا نہیں کرتے۔ اس آیت کے اندازِ بیان سے حصولِ علم دین کی اہمیت کا اندازہ کریں کہ اگر مسلمان جہاد جیسے اہم فرض میں دشمنوں سے برسرِ پیکار ہوں تو ایسے حالات میں بھی حصولِ علم دین کو معطل کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ جب کچھ لوگ دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلیں تو کچھ لوگ حصولِ علم دین کے لئے بھی نکلیں بلکہ بعض حالات میں حصولِ علم دین، جہاد سے بھی افضل ہے جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: طالب علم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاہد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔ (کنز العمال: ٢٨٧٢٧: جلد ١٠: ص ١٤٣) کیونکہ دلیل کے ساتھ جہاد کرنا تلوار کے جہاد سے افضل ہے۔ (بحر محیط) نیز دین کا تفصیلی علم جہادِ اکبر ہے کیونکہ دلیل کے ساتھ مباحثہ کرنا دین کی اصل اور بنیاد ہے اور نبی ﷺ کو مبعوث کرنے کا ایک مقصد بھی یہی ہے۔
(تفسیر بیضاوی)

علم دین پڑھنے اور پڑھانے والوں کے اخراجات

اس آیت میں حصولِ علم کے لئے نکلنے کا حکم دیا گیا ہے اور جو آدمی علم پڑھنے اور پڑھانے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے اس کے پاس روزگار کمانے کا وقت نہیں ہوتا اس لئے اس کے اخراجات کی ذمہ داری دیگر مسلمانوں پر ہوتی ہے جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ کے زمانہ میں سینکڑوں اصحابِ صفہ کے اخراجات اہل مدینہ اور مخیر حضرات مہیا کرتے تھے۔ اس کے لئے سورہ بقرہ (٢) کی آیت نمبر ٢٧٣ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم (مسجد نبوی کے طالب علم) فقیر لوگ تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم میں سے تیسرا (طالب علم) لے جائے اور اگر چار کا کھانا ہو تو پانچواں لے جائے یا چھٹا بھی لے جائے۔ اس دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین (طالب علموں) کو لے گئے اور نبی کریم ﷺ

Marfat.com

دس (طالب علموں) کو لے گئے۔۔۔ (بخاری:۲۰۶: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب ۴۱)

علم کی فضیلت کے متعلق چند احادیث

۱۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے، ایک عالم تھا جو نماز پڑھتا، پھر لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے کے لئے بیٹھ جاتا تھا، دوسرا دن بھر روزہ رکھتا اور رات کو عبادت میں کھڑا رہتا تھا۔ ان دونوں میں کون افضل ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس عالم کی فضیلت جو نماز پڑھنے کے بعد لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ آدمی پر ہے۔ (تفسیر قرطبی)

۲۔ ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ شدید ہے۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۶۸۱: ابواب العلم: باب ۱۹) اس حدیث کی تشریح کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ملاحظہ کریں: ایک دن شیاطین نے ابلیس سے پوچھا کہ تم عالم کی موت پر جتنا خوش ہوتے ہو اتنا عابد کی موت پر خوش نہیں ہوتے اس کی کیا وجہ ہے؟ ابلیس نے انہیں کہا: تم میرے ساتھ چلو، چنانچہ وہ ایک عابد کے پاس گئے جو نماز پڑھ رہا تھا، جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو ابلیس نے عابد سے پوچھا: کیا تمہارا رب ساری دنیا کو ایک انڈے میں بند کر سکتا ہے؟ تو عابد نے کہا: نہیں تو ابلیس نے شیاطین سے کہا: کیا تم نے دیکھا وہ ایک لحہ میں کافر ہو گیا، پھر وہ ایک عالم کے پاس گئے اور ابلیس نے عالم سے پوچھا: کیا تمہارا رب ساری دنیا کو ایک انڈے میں بند کر سکتا ہے؟ عالم نے کہا: ہاں! تو ابلیس نے پوچھا: کیسے؟ عالم نے کہا: میرا رب جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے: ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے (جامع بیان العلم و فضلہ: ص ۴۲: روایت نمبر ۱۱۶) ذرا اندازہ کریں عابد اپنے آپ کو نہ بچا سکا اور عالم نے شیطان کو بھی لاجواب کر دیا۔

۳۔ عالم اپنے بستر پر لیٹے ہوئے ایک گھڑی کے لئے جب اپنے علم میں غور و فکر کرتا ہے تو ایک عابد کی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔
(کنز العمال: ۲۸۷۸۹: جلد ۱۰: ص ۱۵۴)

۴۔ جس شخص کے قدم طلب علم میں غبار آلود ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے اور دو فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اگر وہ اسی طلب علم کے دوران فوت ہو جائے تو اس کی موت، شہادت کی موت ہوتی ہے اور اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے، اس کی قبر تا حد نظر کشادہ کر دی جاتی ہے۔ اس کے آس پاس دائیں طرف چالیس قبروں کو، بائیں طرف چالیس قبروں کو، پیچھے چالیس قبروں کو اور سامنے چالیس قبروں کو منور کر دیا جاتا ہے۔ عالم کا سونا عبادت ہے، اس کی گفتگو تسبیح ہے، اس کی جان صدقہ ہے اور اس کی آنکھوں سے نکلنے والا ہر آنسو جہنم کے ایک گڑھے کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ جس نے عالم کی توہین کی اس نے علم کی توہین کی، اور جس نے علم کی توہین کی اس نے نبی ﷺ کی توہین کی اور جس نے نبی ﷺ کی توہین کی اس نے جبرائیل امین علیہ السلام کی توہین کی اور جس نے جبرائیل امین علیہ السلام کی توہین کی اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی اور جس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو رسوا کرے گا۔ (تفسیر کبیر: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۳۱)

۵۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: قرآن کا علم حاصل کرو اور دوسروں کو سکھاؤ اور اگر اسی عالم میں تیری موت واقع ہوئی تو تیری قبر کی زیارت کے لئے فرشتے اس طرح آئیں گے جیسے بیت اللہ کی زیارت کی جاتی ہے۔

(کنز العمال: ۲۹۳۷۷: جلد ۱۰: ص ۲۵۹)

Marfat.com

۶۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے لئے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں، میں تمہیں علم سکھاتا ہوں۔
(ابو داؤد: حدیث نمبر ۸: کتاب الطهارة: باب ۴)

۷۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے علماء، بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔'' یعنی وہ علمائے ربانی جو دنیا سے بے نیاز ہو کر صرف رضائے حق کے طالب ہیں۔ (تفسیر روح البیان سورہ الانبیاء: زیر آیت نمبر ۲۴) اس حدیث کے الفاظ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں مگر اہل علم اس کو معنی کے اعتبار سے تسلیم کرتے ہیں کیونکہ علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔

۸۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی موت اس حال میں آئے کہ وہ اسلام کی سربلندی کے لئے علم حاصل کر رہا تھا جنت میں اس کے اور نبیوں کے درمیان صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔ (سنن دارمی: مقدمہ: باب ۳۲)

۹۔ حضرت انس ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ جواد کون ہے؟ صحابہ کرام ﷡ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ جواد اللہ تعالیٰ ہے اور بنی آدم میں سب سے زیادہ میں جواد ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ جواد وہ شخص ہوگا جس نے علم حاصل کیا، پھر اس کو پھیلایا، قیامت کے دن وہ ایک امیر اور ایک امت کی صورت میں تشریف لائے گا۔ (شعب الایمان: بیہقی: جلد ۲: ص ۲۸۱)

<u>علم قرآن کے محافظ علمائے کرام ہیں</u>: قرآن مجید کے الفاظ کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (قرآن: ۱۵:۹) اور قرآن مجید کا علم اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو عطا فرمایا جس کے محافظ علمائے کرام ہیں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کی میراث نہیں چھوڑتے وہ صرف علم کی میراث چھوڑتے ہیں، سو جس شخص نے علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ (ترمذی: ابواب العلم: باب ۱۹) اسی لئے قرآن کے الفاظ میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے اور قرآن کے علم میں اختلاف ہے کیونکہ اس کے محافظ علماء ہیں مگر اہل علم کا اختلاف رحمت ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت کا اختلاف رحمت ہے (کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۳۶) لہٰذا آج قرآن، حدیث اور شریعت کا جتنا علم موجود ہے یہ علمائے کرام کا مرہون منت ہے اور تمام مسلمانوں کو علمائے کرام کا احسان مند ہونا چاہیے مثال کے طور پر اگر کوئی یہ خیال کرے کہ اس نے اسلام کو علمائے کرام سے نہیں بلکہ بخاری شریف سے سیکھا ہے تو بخاری شریف بھی دراصل ایک عالم دین کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن علماء (کے قلم) کی سیاہی اور شہیدوں کے خون کا وزن کیا جائے گا اور علماء (کے قلم) کی سیاہی شہیدوں کے خون سے بھاری ہوگی۔ (کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۴۱) شہداء بھی دراصل علماء کے احسان مند ہیں کیونکہ انہوں نے علماء سے شہادت کی فضیلت سنی اور پھر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جام شہادت نوش کیا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: قیامت کے دن چار آدمی یعنی شہید، حاجی، سخی اور عالم بغیر حساب کے جنت کے دروازے پر آئیں گے اور جنت میں پہلے داخل ہونے کے لئے ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ جبرائیل امین ؑ کو بھیجے گا تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ جبریل امین ؑ شہید سے پوچھے گا: تو نے دنیا میں کیا کام کیا جس کی بناء پر تو جنت میں پہلے داخل ہونا چاہتا ہے۔ شہید کہے گا: میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جنگ میں قتل کیا گیا۔ جبریل

Marfat.com

امین علیہ السلام پوچھیں گے: تو نے کس سے سنا تھا کہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جائے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ شہید کہے گا: اس نے علماء سے سنا تھا تو جبریل امین علیہ السلام کہیں گے: ادب کا خیال رکھ اور اپنے استاد سے آگے نہ بڑھ، پھر جبریل امین علیہ السلام سخی اور حاجی سے اسی طرح سوال کریں گے اور ان دونوں سے کہیں گے: تم دونوں بھی ادب کا خیال رکھو اور اپنے استاد یعنی عالم سے آگے نہ بڑھو، پھر عالم کہے گا: اے میرے اللہ! تو جانتا ہے کہ اگر اس سخی کی سخاوت نہ ہوتی تو میں علم حاصل نہ کر سکتا اور تو نیک لوگوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: عالم نے سچ کہا، اے رضوان! جنت کا دروازہ کھول اور سب سے پہلے سخی کو جنت میں داخل کر۔

(تفسیر روح البیان: جلد ۳: ص ۴ ۳۱)

نیز حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں نہ جانے کتنے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جام شہادت نوش کیا ہوگا، وہ خود تو جنت کے مستحق قرار پائے ہوں گے مگر آج ہمیں ان کا نام تک معلوم نہیں ہے جبکہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قلم کی سیاہی کی وجہ سے آج بھی اہل ایمان کے دلوں میں زندہ ہیں اور انہوں نے بخاری شریف میں جو احادیث لکھی ہیں وہ سینکڑوں سالوں سے لوگوں کی رہنمائی کر رہی ہیں اور قیامت تک کرتی رہیں گی بلکہ علم ایسی لازوال اور بے مثال دولت ہے کہ جنت میں بھی اہل جنت کو علماء کی ضرورت پڑے گی کیونکہ اہل جنت ہر جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جو چاہو مجھ سے تمنا کرو تو اہل جنت علماء کی طرف رجوع کریں گے اور کہیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کس چیز کی تمنا کریں تو علماء کہیں گے: فلاں فلاں چیز کی اللہ تعالیٰ سے تمنا کرو، لہٰذا جنت میں بھی اہل جنت علماء کی رہنمائی کے محتاج ہوں گے جس طرح دنیا میں ان کی رہنمائی کے محتاج ہیں۔

(کنز العمال: ۲۸۷۶۷: جلد ۱۰: ص ۱۵۰)

اہل علم کے لئے لمحات فکریہ

۱۔ عالم دو قسم کے ہیں: ایک عالم وہ ہے جو اپنے علم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتا ہے، علم کے بدلے میں نہ لالچ کرتا ہے اور نہ اس کی قیمت لیتا ہے اور دوسرا عالم وہ ہے جو اپنے علم کے ذریعہ دنیا طلب کرتا ہے۔ علم کے بدلے میں لالچ کرتا ہے، اس کی قیمت وصول کرتا ہے اور علم کی بات بتانے میں بخل سے کام لیتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے عالم کو آگ کی لگام ڈالیں گے اور ایک فرشتہ اعلان کرے گا: لوگو! غور سے سنو! یہ فلاں بن فلاں ہے، دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اس کو علم عطا فرمایا مگر اس نے لالچ کیا اور معمولی قیمت کے بدلے بیچ ڈالا۔ (کنز العمال: ۲۹۰۸۲: جلد ۱۰: ص ۲۰۴)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہزار پیشوں کا علم عطا کیا اور فرمایا: اپنی اولاد کو بتا دو! اگر تم صبر نہ کر سکو تو ان پیشوں کے ذریعہ دنیا کو طلب کرو اور دنیا کو دین کے ذریعہ ہرگز طلب نہ کرو کیونکہ دین خالصتاً صرف میرے لئے ہے اور اس عالم کے لئے خرابی اور جہنم ہے جو دین کے ذریعہ دنیا طلب کرتا ہے۔ (کنز العمال: ۲۹۰۹۱: جلد ۱۰: ص ۲۰۶، البدر المنیر: امام شعرانی: ص ۲۸۹)

۳۔ بعض جنتی لوگ بعض علماء کو جہنم میں جلتے دیکھیں گے تو کہیں گے: تم جہنم میں کس وجہ سے داخل ہوئے، بخدا! ہم تو جنت میں صرف اس علم کی وجہ سے داخل ہوئے جو ہم نے تم سے سیکھا تھا، وہ کہیں گے: بے شک ہم کہتے تھے مگر اس پر خود عمل نہیں کرتے تھے۔

(کنز العمال: ۲۸۹۹۱: جلد ۱۰: ص ۱۸۹)

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝١٢٣

۱۲۳۔ اے ایمان والو! ان کافروں سے جنگ کرو جو تمہارے قریب ہیں[۱۰۰] اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝١٢٤

۱۲۴۔ اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان (منافقین) میں سے بعض کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا ہے؟ سو جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان کو اس سورت نے زیادہ کیا ہے اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں۔[۱۰۱]

۴۔ (قیامت کے قریب) اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں سے علم کو نہیں نکالے گا بلکہ علماء کو نکال لے گا۔ جب علماء چلے جائیں گے تو لوگ جاہلوں کو سربراہ بنالیں گے اور ان سے مسائل پوچھیں گے تو جاہل بغیر علم کے فتوے جاری کریں گے، پس وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (کنز العمال: ۲۹۰۹۵: جلد ۱۰: ص ۲۰۷)

۵۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن نااہل کو علم دینا ایسے ہے جیسے سور کے گلے میں بیش قیمت جواہرات، موتیوں اور سونے کا ہار ڈال دینا۔ (ابن ماجۃ: حدیث نمبر ۲۲۴: مقدمۃ: باب ۱۷)

۶۔ حضرت ابو کبشہ ؓ نے حضرت ابو درداء ؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ قیامت کے نزدیک سب سے زیادہ برا وہ عالم ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ (سنن دارمی: مقدمہ: باب ۲۷)

[۱۰۰] اس آیت کی ظاہری تفسیر یہ ہے کہ جو دشمن تمہارے قریب ہیں پہلے ان سے جنگ کرو اور اگر تم نے دور والے دشمنوں سے پہلے جنگ شروع کردی تو قریب والے دشمن پیچھے سے حملہ کر کے تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بہرحال جب دشمن سامنے آجائیں تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے پوری جرأت، قوت اور سختی سے ان کا مقابلہ کرو تاکہ وہ تمہاری سختی سے مرعوب ہو جائیں اور اگر تم نے بزدلی، کمزوری اور نرمی کا مظاہرہ کیا تو ان کے حوصلے بلند ہو جائیں گے اور وہ تمہیں شکست دے سکتے ہیں، اور اگر اس آیت کو بعد والی آیات کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہاں کفار سے مراد منافقین ہیں جو تمہارے اندر رہتے ہیں، لہٰذا پہلے ان آستین کے سانپوں کی سرکوبی کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اب ان کے خلاف جہاد کرنے اور ان پر سختی کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ اسکی تفصیل کے لئے آیت نمبر ۷۳ اور حاشیہ نمبر ۵۴ ملاحظہ کریں۔

[۱۰۱] جب کوئی نئی سورت نازل ہوتی تو منافقین ازراہ مذاق سادہ لوح مسلمانوں سے پوچھتے کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا ہے؟ اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ جب بھی کوئی نئی سورت نازل ہوتی ہے اور اہل ایمان اللہ تعالیٰ کا نیا کلام سنتے ہیں تو یقیناً ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں، البتہ جن کے دلوں میں نفاق اور کفر کی بیماری ہے وہ پہلی

Marfat.com

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

۱۲۵۔ اور جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے تو اس سورت نے ان کی (سابقہ) نجاست پر ایک اور نجاست کا اضافہ کر دیا اور وہ کفر کی حالت میں ہی مر گئے۔

اَوَ لَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَ لَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

۱۲۶۔ کیا وہ (منافق) نہیں دیکھتے کہ وہ ہر سال ایک بار یا دو بار آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں، پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت قبول کرتے ہیں۔[۱۰۲]

وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ یَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

۱۲۷۔ اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو وہ (منافق) ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں، کیا تمہیں کوئی (مسلمان) دیکھ تو نہیں رہا، پھر پلٹ جاتے ہیں،[۱۰۳] اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے کیونکہ یہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے۔

سورتوں کی طرح اس کا بھی انکار کر کے نفاق میں مزید اس طرح پختہ ہو جاتے ہیں کہ انہیں توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہوتا ہے، جس طرح کسی شخص کے معدہ میں بیماری جڑ پکڑ جائے تو وہی غذائیں جو دوسرے لوگوں کے لئے طاقت اور صحت کا باعث بنتی ہیں وہ اس کی بیماری میں مزید اضافہ اور اس کی موت کا سبب بنتی ہیں۔

[۱۰۲] منافقین کو ہر سال کم از کم ایک دو مرتبہ ایسی آزمائش میں ڈالا جاتا جو ان کے نفاق کے غلط ہونے کی نشاندہی کرتی مثلاً وہ جہاد سے بچنے کے لئے جھوٹے بہانے بناتے جس سے ان کا نفاق ظاہر ہو جاتا، ان کے خلاف آیات قرآنیہ نازل ہوتیں جن سے ان کی سازشیں بے نقاب ہو جاتیں، وہ جنگوں میں مسلمانوں کی شکست کی امید کرتے مگر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوتی، حضور اکرم ﷺ کے معجزات کا مشاہدہ کرتے جو حضور اکرم ﷺ کی صداقت کا ثبوت تھے اور وہ اسلام کو مٹانے میں سرگرم رہتے، اس کے باوجود اسلام تیزی سے پھیلتا۔ یہ ساری باتیں ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھیں مگر وہ اپنی ضد اور منافقت میں اتنے پختہ ہو چکے تھے کہ انہیں توبہ کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔

[۱۰۳] جب نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہوتی اور منافقین اس مجلس میں موجود ہوتے تو کلام الٰہی کا سننا ان پر شاق گزرتا خصوصاً وہ آیات جن میں ان کے نفاق کا راز فاش کیا جاتا تو وہاں سے بھاگنے کے لئے وہ ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کرتے اور جب دیکھتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو پوری توجہ کے ساتھ کلام الٰہی سننے میں مستغرق ہیں تو وہ ان کی نظروں سے بچ کر خاموشی سے کھسکنا شروع ہو جاتے تاکہ مسلمانوں کو ان کے جانے کا علم نہ ہو اور ان کا نفاق چھپا رہے۔ بہر حال جب منافقین نے کلام الٰہی سننے سے دانستہ روگردانی کی تو

Marfat.com

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

۱۲۸۔ بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک (عظیم الشان) رسول آئے ہیں، تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں گزرتا ہے تمہاری فلاح پر وہ بہت حریص ہے، مومنوں پر، بہت شفیق نہایت مہربان ہیں۔[۱۰۴]

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾ ع

۱۲۹۔ اب اگر یہ لوگ روگردانی کریں تو آپ فرما دیجئے: مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے[۱۰۵] اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا کے طور پر ان کے دلوں کو حق قبول کرنے سے محروم کر دیا۔

[۱۰۴] تمہارے پاس حضرت محمد ﷺ کی صورت میں ایک عظیم الشان رسول ﷺ تشریف لائے ہیں۔ ہر وہ کام جس سے تمہیں دنیا میں تکلیف پہنچے یا آخرت میں جہنم کا باعث ہو وہ حضور اکرم ﷺ پر گراں گزرتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ تم ایسے غلط کاموں سے اجتناب کرو اور ہر وہ کام جو دنیا میں تمہیں نفع دے اور آخرت میں جنت کا باعث ہو اس کے لئے حضور اکرم ﷺ بہت حریص ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم ایسے نیک کاموں میں سبقت حاصل کرو۔

جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

میری اور تمہاری (تمام لوگوں کی) مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی، جب آگ نے اس کے اردگرد کو روشن کر دیا تو یہ پروانے اور کیڑے مکوڑے اس آگ میں گرنے لگے اور وہ شخص ان کو اس آگ میں گرنے سے روک رہا تھا، اور وہ اس پر غالب آکر اس آگ میں گر رہے تھے، اسی طرح میں تم کو کمر سے پکڑ کر آگ سے کھینچ رہا ہوں لیکن تم مجھ سے دامن چھڑا کر زبردستی آگ میں گر رہے ہو۔ (بخاری: حدیث نمبر ۶۴۸۳: کتاب الرقاق: باب ۲۶)

[۱۰۵] آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو تسلی دی کہ تم ان کو تکلیف اور جہنم سے نکال کر راحت اور جنت کی طرف لانا چاہتے ہو، پھر بھی اگر وہ تم سے روگردانی کرتے ہیں تو تم ان کی پرواہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہے اور اسی پر بھروسہ رکھو۔ اس آیت کے آخری حصے کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص ہر صبح اور ہر شام کو سات مرتبہ یہ پڑھے: حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت و ھو رب العرش العظیم۔ اس کے دنیا اور آخرت کے اہم کاموں میں اللہ تعالیٰ کافی ہوگا۔ (ابو داؤد: حدیث نمبر ۵۰۸۱: کتاب الادب: باب ۱۱۰)

بروز پیر ۷، اگست ۲۰۰۶ء جامعۃ الکرم، ایٹن ہال، انگلستان

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ یونس (۱۰)

یہ سورت مکی ہے کیونکہ یہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اس سورت کا نام ''یونس'' ہے کیونکہ اس کی آیت نمبر ۹۸ میں قومِ یونس کی نجات کا ذکر ہے۔

کفارِ عرب ایک طویل عرصہ سے سینکڑوں خداؤں کی پرستش کرتے آرہے تھے۔ ان کے لئے ایک خدا پر ایمان لانا اور ایک انسان کو خدا کا رسول مان لینا آسان نہیں تھا اس لئے وہ نبی کریم ﷺ کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے اور جو بھی اسلام قبول کرتا اس پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیتے۔

اس سورت میں ایک طرف تو مسلمانوں کو مشکلات و مصائب پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے دوسری طرف کفار کے لئے توحید و رسالت اور قرآن و آخرت کے دلائل بیان کئے گئے ہیں اور حضورِ اکرم ﷺ سے پہلے جن قوموں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا انکار کیا ان کے برے انجام کے واقعات بیان کئے گئے ہیں تا کہ کفار اپنے کفر سے باز آ جائیں۔ نیز انہیں بتایا گیا کہ صرف اسی دنیاوی زندگی پر خوش نہ رہو بلکہ آخرت کی اصل زندگی کے لئے بھی غور و فکر کرو۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم

بروز پیر ۱۲ ستمبر ۲۰۰۶ء بعد از نماز فجر

Marfat.com

ایاتها ۱۰۹ | ۱۰ سُورَۃُ یُوْنُسَ مَکِّیَّۃٌ ۵۱ | رکوعاتها ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ①

۱۔ الف لام را [۱] یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔[۲]

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ
مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ
قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ②

۲۔ کیا لوگوں کو اس پر تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد (کامل) کی طرف وحی نازل کی [۳] کہ آپ (غافل) لوگوں کو ڈرائیں اور ایمان والوں کو خوش خبری سنائیں کہ ان کے رب تعالیٰ کے ہاں ان کے لئے بلند مرتبہ ہے، کفار نے کہا: بے شک یہ شخص تو کھلا جادوگر ہے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى
الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا
مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ

۳۔ بے شک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ (اپنی شان کے مطابق) عرش پر جلوہ گر ہوا [۴] وہی ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے، [۵] اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے

---

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں، ان کی تفسیر سورہ بقرہ (۲) کے حاشیہ نمبر ایک میں ملاحظہ کریں۔

[۲] قرآن مجید حکمت والی کتاب ہے، اس کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہے یعنی ہر بات حق اور علم و عقل کے مطابق ہے۔

[۳] یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ہم نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انسان کو نبی بنایا بلکہ یہ حکمت کے عین مطابق ہے کیونکہ اگر ہم کسی فرشتہ یا جن کو نبی بنا کر بھیجتے تو وہ تمہیں نظر نہ آتا اور تم اس سے استفادہ نہ کر سکتے لیکن کفار مکہ جب قرآنی دلائل کا جواب نہ دے سکے تو حضور اکرم ﷺ پر جادوگری کا الزام عائد کر دیا جو کہ بذاتِ خود بڑی تعجب کی بات تھی کیونکہ جس شخص کو وہ ساری عمر صادق اور امین کہتے رہے وہ یک دم جادوگر کیسے بن سکتا ہے؟

[۴] اس کی تفسیر سورت اعراف (۷) کے حاشیہ نمبر ۳۹ میں ملاحظہ کریں۔

[۵] یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کرنے کے بعد ان سے تعلق منقطع نہیں کیا بلکہ ساری کائنات کا نظم و نسق اس کے دستِ قدرت میں ہے۔ ہر چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام اسی کے حکم اور اسی کے اذن سے انجام پاتا ہے۔

Marfat.com

فَاعْبُدُوْهُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ③

[٦] یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، سو تم اس کی عبادت کرو [٧] کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۭ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ④

۴۔ تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، [٨] اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، بے شک وہی پہلی بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے، پھر (قیامت کے دن) اس کو دوبارہ پیدا کرے گا تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے انہیں انصاف کے ساتھ جزا دے، اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے پینے کو کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہوگا اس لئے کہ وہ کفر کرتے تھے۔

---

[٦] مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ قیامت کے دن یہ بت ان کی شفاعت کریں گے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑوا لیں گے۔ اس آیت میں ان کا رد کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن صرف وہی منتخب لوگ شفاعت کریں گے جن کو اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ وہ نیک بندے شفاعت کریں گے جنہیں شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ (تفسیر بیضاوی)

[٧] یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ وہی تمہارا رب ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے، لہٰذا تم عقل و خرد سے کام لو اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

[٨] مشرکین مکہ کا خیال یہ تھا کہ انسان مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ اس آیت میں تخلیق اوّل کے ذریعہ دوبارہ زندہ ہونے پر دلیل قائم کی گئی ہے یعنی جس ہستی نے انسان کو پہلی مرتبہ بغیر کسی مادہ اور بغیر کسی سابقہ شکل و صورت کے پیدا کیا اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ انسان کو فنا کر کے پھر اسی شکل و صورت میں دوبارہ زندہ کر دے تاکہ نیکوں کو ان کی نیکیوں کا اجر اور بروں کو ان کی برائیوں کی سزا ملے۔ اس دن کو قیامت کا دن کہا جاتا ہے۔ اس دن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

قیامت پر ایمان

ایک دن جبریل امین انسانی شکل میں آئے اور حضور اکرم ﷺ کے سامنے دو زانو بیٹھ کر اپنی ہتھیلیاں اپنی رانوں پر رکھ لیں (یعنی حضور اکرم ﷺ کے سامنے اس طرح بیٹھے جیسے شاگرد اپنے استاد کے سامنے باادب بیٹھتا ہے) اور کہنے لگے۔ یا محمد! مجھ کو ایمان کے بارے میں بتائیں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کے دن کو سچے دل سے مانو اور خیر و شر کی تقدیر پر ایمان رکھو۔'' (مسلم: کتاب الایمان) اس حدیث پاک میں ایمان کے چھ ارکان کا ذکر کیا گیا ہے جن میں سے ایک قیامت ہے۔

Marfat.com

قیامت کا دن

قیامت سے مراد یہ ہے کہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب یہ کائنات اور اس میں بسنے والی ہر چیز فنا ہو جائے گی، صرف ازلی اور ابدی خدا ہی باقی رہے گا جو مردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، پھر اس قادر مطلق خدا کی عدالت لگے گی جس میں ہر آدمی کی زندگی کا پورا ریکارڈ پیش ہوگا اور اس کے اعمال کے نتیجہ میں جنت اور دوزخ کا فیصلہ ہوگا۔ قیامت پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، اس کے بغیر انسان مسلمان نہیں ہوسکتا۔

دارالجزا

ہماری زندگی دو حصوں پر مشتمل ہے: ایک دنیوی اور دوسرا اُخروی۔ دنیوی زندگی دارالعمل ہے جس میں ہم عمل کرتے ہیں اور اخروی زندگی دارالجزا ہے جس میں ان اعمال کا بدلہ ملے گا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ (المقاصد الحسنة: ص ۲۲۷) یعنی دنیوی زندگی کی مثال ایک کھیت کی سی ہے جس کی کاشت ہماری مرضی پر منحصر ہے۔ اب یہ ہمارے انتخاب کی بات ہے کہ کس چیز کی کاشت کریں۔ بہرحال نتیجہ واضح ہے، اگر اچھے اعمال کاشت کریں گے تو کل قیامت میں اچھے ثمرات سے خوش ہوں گے اور اگر برے اعمال کی کاشت کریں گے تو کل کڑوے پھلوں سے پریشان ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ دنیا اس شخص کے لئے بہترین گھر ہے جو اس دنیا سے اپنی آخرت کے لئے توشہ تیار کرتا ہے۔ (المقاصد الحسنة: ص ۲۲۷)

اِقرارِ قیامت کا فائدہ

یہ عقیدہ انسان کو ہر وقت متنبہ کرتا رہتا ہے کہ اس کی ہر حرکت نوٹ ہو رہی ہے اور قیامت کے دن اس کے متعلق باز پرس ہوگی، گویا اقرار قیامت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو ایک ایسی احتساب کمیٹی کے حوالے کر دیتا ہے جو ہر گھڑی اس کی حرکات کی نگران رہتی ہے۔ صرف روشنی اور مجلس ہی نہیں بلکہ اندھیروں اور تنہائیوں میں بھی اس کو رسائی حاصل ہے اور لطف یہ ہے کہ صرف افعال نہیں بلکہ دل کی گہرائی سے اٹھنے والے خیالات پر بھی اس کی نظر ہوتی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس کے سارے فیصلے قطعی درست اور عدل وانصاف کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ ذرہ برابر کسی کی حق تلفی یا کسی پر زیادتی کا امکان نہیں۔ حق پرست بے خوف وخطر ہوگا مگر باطل پرست سزا سے نہ بچ سکے گا۔

ایسے عقیدہ کی موجودگی میں بھلا کوئی انسان اپنے حقوق سے تجاوز کرنے کا تصور کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! قیامت پر یقین رکھنے والا خواہ حکومت کے سپاہیوں کی زد میں ہو یا نہ ہو عقیدہ قیامت ہر جگہ اس کو برائیوں سے باز رکھتا ہے۔ اگر اس سے بشری کمزوری کی وجہ سے کوئی غلط حرکت سرزد ہو بھی جائے تو حکومت کو مجرم تلاش کرنے میں دقت پیش نہیں آئے گی بلکہ قیامت کا یقین خود اس کو عدلیہ کے سامنے لا کھڑا کرے گا۔ دنیا کے کسی نظام میں ایسی خود احتسابی کا تصور نہیں ہے۔ یہ صرف امت مسلمہ کا اعزاز ہے جو اسے خالق کائنات نے عطا فرمایا ہے۔

انکارِ قیامت کا نقصان

اگر فرض کر لیا جائے کہ انسانی زندگی کی آخری منزل صرف موت ہے اور بس۔ مرنے کے بعد کوئی ایسا دور نہیں آئے گا جس میں

Marfat.com

حساب و کتاب اور جزا و سزا کی باری آئے تو پھر ہر انسان کی خواہش یہ ہوگی کہ وہ اس مختصر زندگی کو زیادہ سے زیادہ پر لطف بنائے اور حصول لذات کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے۔ مقصد براری کے لئے حق و باطل کا امتیاز مٹ جائے گا۔ الغرض جسم و دماغ کی جملہ صلاحیتیں جائز و ناجائز کی پرواہ کئے بغیر مفاد عاجل کے حصول میں لگ جائیں گی۔ اگر آپ دماغ پر تھوڑا سا زور دیں تو آپ کو یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑے گی کہ یہی تصور تھا جس نے فرعون اور نمرود کو جنم دیا۔ اسی نظریہ سے قارون و شداد پیدا ہوئے جنہوں نے انجام سے بے نیاز ہو کر مظالم کے بازار گرم کئے اور انسانیت کو پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دیا۔

ضرورتِ قیامت

(۱) قانون کی دسترس

ہر حکومت جرائم کی روک تھام کے لئے قوانین مرتب کرتی ہے اور اصلاح مجرم کے لئے ہر ممکن قوت استعمال میں لاتی ہے۔ اس کے باوجود یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ جن ممالک میں قوانین نافذ العمل ہیں وہاں بھی جرائم ترقی پذیر ہیں۔ اس لئے نہیں کہ قانون کے محافظ کمزور یا لاپرواہ ہیں بلکہ اس لئے کہ قانون کی دسترس محدود ہے۔ دنیاوی قانون انسان کے ظاہر اور جلوت پر تو پہرے بٹھا سکتا ہے لیکن اس کے باطن اور خلوت پر غالب نہیں آسکتا۔ مجرم ہمیشہ قانون کی نگاہ سے چھپ کر جرم کیا کرتا ہے۔ یہ وہ مشکل ہے جس کے حل کے لئے قیامت پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ عقیدۂ قیامت ایک ایسا ہمہ گیر قانون ہے جس کی دسترس ظاہر تک محدود نہیں بلکہ تنہائی اور دل کی گہرائی تک کو حاوی ہے۔

(۲) پوشیدہ جرائم

اگر کسی مجرم کو کامل یقین ہو جائے کہ وہ سزا سے نہ بچ سکے گا تو میرے خیال میں غالب اکثریت جرم کی جرأت نہ کر سکے۔ دنیا کے ننانوے فیصد مجرم اس امید پر جرم کا ارتکاب کرتے ہیں کہ ان کے جرائم ظاہر نہیں ہوں گے، اور بالفرض پکڑے بھی گئے تو رشوت یا دھوکہ بازی سے گلوخلاصی ہو جائے گی۔ اس زعم باطل کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک ایسے روز قیامت پر ایمان لایا جائے جس میں نہ تو رشوت کام آسکے اور نہ ہی کوئی جرم پوشیدہ رہ سکے۔

آج ہم اپنی کوتاہیاں دوستوں سے چھپاتے ہیں تاکہ شرمندگی نہ ہو مگر اس دن کیا بنے گا جب ہماری برائیاں سب کے سامنے عیاں کر دی جائیں گی۔ کاش! آج ہم برائی کرنے سے پہلے اس دن کو یاد رکھیں جس میں ہماری چھوٹی سے چھوٹی برائی بھی پوشیدہ نہیں رہے گی۔

(۳) حق و باطل

اس فانی دنیا میں ہر جماعت اور ہر انسان اس بات کا مدعی ہے کہ حق پر صرف وہی ہے حتیٰ کہ مشرک بھی اس غلط فہمی کا شکار ہیں۔ اس مختصر زندگی میں تو اس کا تصفیہ ہوتا نظر نہیں آتا، لہٰذا کوئی ایسا دن ضرور آنا چاہیے جب کہ حق و باطل میں امتیاز ہو جائے یہاں تک کہ باطل پرست بھی تسلیم کر لیں کہ حق وہ ہے جو نبی پاک ﷺ اور آپ کے غلاموں نے اختیار کیا۔

(۴) شہید کا صلہ

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ ہر انسان کو اپنی جد و جہد اور محنت و مشقت کا صلہ ملنا چاہیے، مگر کئی اعمال ایسے بھی ہیں جن کا بدلہ اس

Marfat.com

دنیا میں ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر وہ مرد مجاہد جس نے حق کی سربلندی کے لئے اپنی رگوں کا خون بہادیا اور ملک وملت کی آبرو پر اپنی جان تک قربان کردی جن میں شہید اعظم حضرت امام حسین ﷺ کا نام سرفہرست ہے۔ اگر دوبارہ زندگی نہ ہو تو آپ ان شہیدانِ وفا کو کیا بدلہ دے سکیں گے۔

محض یہ کہہ دینا کہ تاریخ میں ان کا نام زندہ رہے گا۔ آئندہ نسلیں ان کا نام عزت واحترام سے لیں گی۔ میری ناقص عقل کے مطابق یہ صلہ کافی نہیں بلکہ ناانصافی کے مترادف ہے۔ جان جیسی عزیز ترین چیز کا صلہ صرف تاریخی شہرت، کوئی عقل سلیم اسے ماننے کے لئے تیار نہیں، اس لئے ضروری ہے کہ اس فانی زندگی کے بعد ایک باقی زندگی بھی ہو جہاں شہیدانِ ملت کو ان کے شایانِ شان اجر عظیم سے نوازا جائے۔

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیش قیمت رائے

میرے شیخ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر ضیاء القرآن میں کئی مقامات پر قیامت کی حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔ آپ کے سنہری الفاظ میں حکمتِ قیامت کا ایک تجزیہ ہدیہ ناظرین ہے :

ایک آدمی حق کا علم اٹھائے اور ساری دنیا کی آفتیں اس پر ٹوٹ پڑیں اور اس گناہ کی پاداش میں کہ وہ حق کو حق کیوں کہتا ہے، اسے گھر سے نکال دیا جائے، اسے مال ومتاع سے محروم کردیا جائے، اسے تختہ دار پر کھینچ دیا جائے اور اس کے بعد کوئی ایسا دن نہ آئے جب اس کو اس کی حق کیشی، جرأت مندی اور ثابت قدمی کا صلہ دیا جاسکے۔ دوسرا شخص قہر وظلم کی بجلی بن کر تباہی مچاتا رہے، حقوق تلف کرتا رہے، دادِ عیش دیتا رہے اور یہ باغی جب یہاں سے جائے تو کیا اس کو فراموش کردیا جائے اور اس کی عمر بھر کی بدکاریوں اور دل آزاریوں کی اسے کوئی سزا نہ دی جائے۔ ایسا ہونا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے اور عقل سلیم اس کو گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں۔

(ضیاء القرآن: سورہ رعد: ۵)

قرآن مجید اور قیامت

قرآن مجید نے عقیدہ قیامت کو اس قدر رز وردار الفاظ میں روشناس کرایا ہے کہ کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ قرآن مجید کا شاید ہی کوئی صفحہ ایسا ہو جس میں کسی نہ کسی انداز میں اس عقیدہ کا تذکرہ نہ ہو۔ بطور مثال چند آیات ہدیہ ناظرین ہیں :

(۱) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ تمہیں قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ (قرآن: ۴:۸۷)

(۲) ان کا کیا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن جمع کریں گے جس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے اور ہر شخص کو اپنے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (قرآن: ۳:۲۵)

(۳) اور یقیناً قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ زندہ کرکے اٹھائے گا ان (مُردوں) کو جو قبروں میں ہیں۔ (قرآن: ۲۲:۷)

Marfat.com

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً وَّ الۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَ الۡحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالۡحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۵﴾

۵۔ وہی ہے جس نے سورج کو چمکتا ہوا اور چاند کو روشن بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم سالوں کی گنتی اور (تاریخوں کا) حساب جان لو، [۹] اللہ تعالیٰ نے یہ سب حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے وہ ان علم والوں کے لئے (اپنی قدرت کی) نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے۔

اِنَّ فِی اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَّقُوۡنَ ﴿۶﴾

۶۔ بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو متقی ہیں۔ [۱۰]

---

(۴) اور انہوں نے (از راہ انکار) کہا کہ جب ہم (مر کر) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں پھر از سر نو زندہ کر کے اٹھایا جائے گا، فرمایئے: (یقیناً ایسا ہی ہوگا) خواہ تم پتھر، لوہا یا ایسی چیز بن جاؤ جس کا از سر نو پیدا کرنا تمہارے خیال میں بہت مشکل ہو، اس پر وہ دریافت کریں گے کہ ہمیں دوبارہ کون زندہ کر کے لوٹائے گا؟ فرمایئے کہ وہی جس نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا۔
(قرآن: ۱۷: ۴۹۔۵۱)

[۹] زمین و آسمان کا یہ حسین نظام کسی دھماکہ کی پیداوار نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور تدبیر کا شاہکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو روشن بنایا اور روشنی اس کی ذات میں رکھی اور چاند کو بھی روشن بنایا مگر اس کی روشنی سورج سے مستفاد ہے۔ (تفسیر منیر)

اللہ تعالیٰ نے چاند کے لئے منزلیں مقرر کیں۔ وہ روزانہ ایک منزل کی مسافت طے کرتا ہے۔ پہلی منزلوں میں وہ چھوٹا اور باریک نظر آتا ہے، پھر بتدریج بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ چودھویں رات کو مکمل نظر آتا ہے۔ اس کے بعد پھر وہ گھٹنا شروع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ آخر میں ۲۹ دنوں کا مہینہ ہو تو ایک رات اور تیس دنوں کا مہینہ ہو تو دو راتیں چھپا رہتا ہے اور پھر ہلال بن کر طلوع ہوتا ہے۔ ان منازل کا فائدہ یہ ہے کہ تم سالوں کی گنتی اور مہینوں کا حساب کر سکو۔ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ نے برحق پیدا فرمائی ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی بے فائدہ نہیں۔ علم والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں تا کہ وہ ان میں غور و فکر کر کے نفع اٹھائیں۔ حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: یہ آیت مواقیت، حساب، تاریخ اور منازل قمر کے علوم کے لئے اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔
(تفسیر منیر)

[۱۰] گردش لیل و نہار اور زمین و آسمان میں بے شمار ایسی چیزیں موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں مگر یہ انہیں نظر آتی ہیں جو متقی ہوں اور غلط روش سے بچنے کی کوشش کرتے ہوں لیکن غیر مسلم سائنسدان جب ان چیزوں میں غور کرتے ہیں تو چونکہ ان کے دل میں تلاش حق کا جذبہ نہیں ہوتا اس لئے وہ خالق حقیقی کے عرفان سے اکثر محروم رہتے ہیں۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ اطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝۷

۷۔ بے شک جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور اس دنیا کی زندگی پر راضی اور اسی پر مطمئن ہو گئے اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝۸

۸۔ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے ان کاموں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔[۱۱]

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝۹

۹۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کا رب ان کے ایمان کے باعث انہیں نعمت کے باغوں میں پہنچائے گا جہاں ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۰ ع

۱۰۔ جنتوں میں ان کی صدا یہ ہوگی: اے اللہ! تو پاک ہے، اور وہاں ان کی آپس کی دعا "سلام" ہوگا اور ان کا آخری کلام یہ ہوگا کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔[۱۲]

وَ لَوْ یُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ

۱۱۔ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو شر پہنچانے میں اتنی جلدی کرتا جتنی جلدی وہ حصول بھلائی کے لئے کرتے ہیں تو ان کی موت

---

[۱۱] جو لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر ایمان نہیں رکھتے وہ اسی دنیا کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے غافل رہتے ہیں، ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا کیونکہ وہ احکام الٰہی سے غافل اور عقیدۂ آخرت کے منکر تھے۔

[۱۲] علامہ بغوی نے لکھا ہے کہ اہل جنت اپنے کلام کا آغاز اللہ تعالیٰ کی تسبیح یعنی "سبحانک اللّٰھم" سے کریں گے اور اپنے کلام کا اختتام اللہ تعالیٰ کی حمد یعنی "الحمد للہ رب العالمین" پر کریں گے، ان دونوں کے درمیان آپس میں سلام، دعا اور جو بات کرنا چاہیں گے کریں گے۔

(تفسیر مظہری)

جنتی ماحول کی کچھ باتیں اللہ تعالیٰ نے نماز کے اندر بھی رکھ دی ہیں تا کہ مؤمن اس دنیا میں بھی جنت کے ماحول کا کچھ مزہ حاصل کر سکے مثلاً ہر نماز کی ابتدا "سبحانک اللّٰھم" سے، پھر ہر رکعت میں "الحمد للہ رب العالمین" کا تلاوت کرنا اور دونوں طرف سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرنا یہ سارے جنتی معمولات ہیں، لہٰذا مؤمن کی جنت اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑪

کا فیصلہ کبھی کا ہو چکا ہوتا، [۱۳] سو جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے ہم انہیں چھوڑ دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑫

۱۲۔ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے لیٹے ہوئے بھی، بیٹھے ہوئے بھی اور کھڑے ہوئے بھی، پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف کو دور کر دیتے ہیں تو اس طرح گزر جاتا ہے گویا جب اس کو وہ تکلیف پہنچی تھی تو اس نے ہمیں پکارا ہی نہیں تھا، [۱۴] اسی طرح حد سے بڑھنے والوں کے لئے وہ کرتوت مزین کر دیئے گئے ہیں جو وہ کیا کرتے تھے۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ⑬

۱۳۔ اور ہم نے تم سے پہلے ان قوموں کو ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کیا حالانکہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تھے لیکن وہ ایمان لانے والے نہیں تھے اور ہم مجرم لوگوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ [۱۵]

---

[۱۳] جتنا جلد لوگ اپنی بھلائی کا صلہ چاہتے ہیں اتنا ہی جلد اگر اللہ تعالیٰ انہیں ان کے جرائم کی سزا دیتا تو وہ بہت پہلے سے ہلاک ہو چکے ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ تو انہیں بھی مہلت دیتا ہے تاکہ وہ غور کریں اور کفر سے باز آجائیں اور اگر وہ باز نہ آئیں تو خوب سرکشی کر لیں تاکہ قیامت کے دن سزا کے وقت وہ اپنی سرکشی سے انکار نہ کر سکیں۔

[۱۴] اکثر انسانوں میں یہ کمزوری ہوتی ہے کہ جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں اور پختہ وعدے کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہماری یہ مشکل آسان فرما دے ہم ہمیشہ تیرے شکر گزار رہیں گے اور کبھی نافرمانی نہیں کریں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ ان کی مشکل آسان فرما دیتا ہے تو وہ اسے اس طرح فراموش کر دیتے ہیں جیسے انہوں نے اسے کبھی پکارا ہی نہیں تھا اور پھر انہیں وہی سابقہ برائیاں اور زیادتیاں ہی خوش نما نظر آتی ہیں جو وہ پہلے کیا کرتے تھے۔

[۱۵] کفار مکہ کو بتایا جا رہا ہے کہ تم سے پہلے جن قوموں نے ظلم کیا اور انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان نہ لائے اللہ تعالیٰ نے ان کے مظالم کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا، پھر ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کا جانشین بنایا ہے، لہٰذا تم گذشتہ قوموں کی تاریخ سے سبق حاصل کرو اور ان غلطیوں کا اعادہ نہ کرو جو ان کی تباہی کا سبب بنیں۔

Marfat.com

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں ان کا جانشین بنایا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور جب انہیں ہماری روشن آیات سنائی جاتی ہیں تو جو لوگ ہمیں ملنے کی توقع نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ آپ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آئیں یا اسی کو تبدیل کر دیں، آپ ﷺ فرما دیں: مجھے یہ اختیار نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس کو تبدیل کر دوں، میں صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، [۱۶] اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں (قیامت کے) بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ آپ فرما دیجئے: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ میں یہ قرآن تمہیں سناتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے آگاہ فرماتا، پھر میں تو اس سے پہلے عمر کا ایک حصہ (چالیس سال) تمہارے درمیان گزار چکا ہوں، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ [۱۷]

---

[۱۶] مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا: ہم آپ پر ایمان لانے کے لئے تیار ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آئیں جس میں ہمارے بتوں اور ہمارے رسم و رواج کے خلاف کوئی بات نہ ہو یا اسی قرآن میں ہماری مرضی کے مطابق تبدیلی کر دیں۔ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعلان کر دیا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں تبدیلی کا مجھے اختیار نہیں ہے، میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا پیروکار ہوں۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

[۱۷] یعنی اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ تمہیں قرآن مجید سے آگاہ فرماتا ہے اور جو وہ چاہتا ہے وہی میں تمہیں سناتا ہوں مگر مشرکین مکہ کا خیال تھا کہ وہ خود اپنی طرف سے کلام بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نزول قرآن سے پہلے میں نے تمہارے درمیان اپنی زندگی کے چالیس سال گزارے ہیں۔ اس طویل عرصہ میں میری صداقت اور دیانت کے تم خود شاہد ہو اور تم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اُمی ہوں اور میں نے کسی ظاہری اُستاد کی شاگردی اختیار نہیں کی تو تم خود غور کرو کہ جس نے چالیس سال تک نہ کوئی کتاب پڑھی اور نہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لکھی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اُمی شخص اچانک ایک ایسا معجزانہ کلام

Marfat.com

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ پھر اس سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگائے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے، بے شک مجرم فلاح نہیں پائیں گے۔[۱۸]

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِى الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، آپ فرما دیجئے: کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نہیں جانتا نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک ہے اور برتر ہے اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔[۱۹]

پیش کردے جو فصاحت و بلاغت اور حکمت و فراست میں اپنا ثانی نہ رکھتا ہو۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے انسان کا کلام نہیں ہے۔ نیز جس نے چالیس سال تک کسی انسان کے بارے میں ایک دفعہ بھی جھوٹ نہ بولا ہو العیاذ باللہ! وہ اللہ تعالیٰ کی طرف روزانہ جھوٹا کلام کیسے منسوب کر سکتا ہے، لہٰذا قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے لئے نبی کریم ﷺ کی زندگی ایک ایسا ناقابل تردید ثبوت ہے جس کے مشرکین مکہ خود شاہد ہیں۔

علامہ مقریزی لکھتے ہیں: جنگ بدر شروع ہونے سے پہلے ایک کافر اخنس نے ایک دن تنہائی میں ابوجہل سے پوچھا: کیا محمد (ﷺ) تیرے خیال میں جھوٹے ہیں؟ اس پر ابوجہل نے کہا: ''محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھ سکتے ہیں حالانکہ ہم خود انہیں صادق اور امین کہا کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا لیکن بات یہ ہے کہ ان کے خاندان کے پاس پہلے ہی حاجیوں کی میزبانی اور مشورہ کے اہم اور اعلیٰ مناصب ہیں۔ اب اگر نبوت بھی ان میں آ جائے تو ہمارے لئے کیا باقی رہے گا۔'' یہ سن کر اخنس کفار کا لشکر چھوڑ کر واپس چلا گیا اور جنگ بدر میں شریک نہ ہوا۔ (امتاع الأسماع: جلد اول: ص ۹۱)

قرآن مجید نے اپنی صداقت کے لئے نبی کریم ﷺ کی اعلان نبوت سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی کو بطور دلیل پیش کیا ہے یعنی نبی کریم ﷺ کہیں باہر سے تشریف نہیں لائے وہ تمہارے اندر پیدا ہوئے، ان کا بچپن اور جوانی، ان کا کاروبار اور شادی الغرض ان کی زندگی کی کتاب کا ہر ورق تمہارے سامنے عیاں ہے، کہیں کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں تم کسی نقص کی نشاندہی کر سکو۔ دوسرے لفظوں میں قرآن اعلان کر رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے چالیس سال قرآن بن کے دکھایا ہے اور بقایا ۲۳ سال قرآن پڑھ کے سنایا ہے۔

[۱۸] اس کی تفسیر کے لئے سورہ انعام (۶) کا حاشیہ نمبر ۲۲ ملاحظہ کریں۔

[۱۹] مشرکین مکہ بتوں کی عبادت کرتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا سفارشی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ دونوں عقائد غلط اور بے بنیاد ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو ایسی خبر دینے کے مترادف ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نہیں جانتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی بت پرستی کو نہیں جانتا بلکہ

Marfat.com

وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور ابتدا میں سارے لوگ ایک ہی اُمت پر تھے، پھر انہوں نے اختلاف کیا، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی تو جن چیزوں میں وہ اختلاف کر رہے ہیں ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ [۲۰]

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾ ع

۲۰۔ اور کہتے ہیں: اس (رسول ﷺ) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں کی گئی، پس آپ فرما دیجئے کہ غیب تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، سو تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ [۲۱]

اللہ تعالیٰ کے علم میں نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس نے بتوں کی عبادت اور ان کی سفارش کا کوئی حکم نازل نہیں کیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ہاں نہ کوئی ایسا عقیدہ ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے، یہ صرف ان مشرکین کے ذہنوں کی پیداوار ہے جس سے اللہ تعالیٰ پاک اور برتر ہے۔

[۲۰] ابتدا میں سارے لوگ ایک ہی دین پر تھے جس کی تبلیغ حضرت آدم علیہ السلام نے کی، پھر جب نسل انسانی میں اضافہ ہوا تو ان میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان اختلافات کے قطعی اور آخری فیصلہ کے لئے پہلے سے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے جس میں حساب و کتاب کے بعد جنت اور دوزخ کا فیصلہ ہوگا۔ اگر قیامت کا دن پہلے سے طے شدہ نہ ہوتا تو ان اختلافات کرنے والوں کا فیصلہ بہت پہلے سے ہو چکا ہوتا اور انہیں اسی دنیا میں جنت اور دوزخ نظر آ جاتا۔

[۲۱] نبی کریم ﷺ کی صداقت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کئی معجزات ظاہر فرمائے جن میں آپ پر اُمی ہونے کے باوجود فصاحت و بلاغت سے لبریز قرآن مجید کا نزول سرفہرست ہے۔ نیز آپ کا صداقت و امانت سے بھرپور چالیس سالہ کردار بھی کسی معجزہ سے کم نہیں ہے جیسا کہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ کفار مکہ اگر انصاف سے کام لیتے تو آپ کی ذاتِ مقدسہ کے علاوہ انہیں اور کسی معجزہ کی ضرورت نہ تھی کیونکہ آپ کی ذات سب سے بڑا معجزہ (الآیۃ الکبریٰ) ہے۔ جس نے آپ کو دیکھا اور آپ کے احوال کا تجربہ کیا وہ آپ کی رسالت کا انکار نہیں کر سکتا۔

(تفسیر روح المعانی)

دیئے معجزے انبیاء کو خدا نے
ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

لیکن کفار مکہ ان معجزات سے آنکھیں بند کر کے یہ مطالبہ کرتے کہ ہمارے لئے ان پہاڑوں کو سونا بنا دو اور ہمارے مرے ہوئے آباؤ اجداد میں سے کسی کو زندہ کر دو۔ (تفسیر قرطبی) دراصل ان کا مقصد ایمان لانا تو تھا نہیں بلکہ نئے نئے معجزات کا مطالبہ کر کے اپنے عناد اور تعصب کا اظہار کرنا تھا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر جو وحی کی گئی تھی وہ میں نے تم تک پہنچا دی ہے اور جو میری

Marfat.com

وَ اِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِیْۤ اٰیَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا یَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور جب ہم لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ فوراً ہی ہماری آیتوں میں مکر وفریب کرنے لگتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر کرنے میں زیادہ تیز ہے، بے شک ہمارے فرشتے تمہارے مکر وفریب کو لکھ رہے ہیں۔[۲۲]

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ لَىِٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تم کو خشکی اور سمندر میں سیر کراتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ لے کر چلنے لگتی ہیں اور لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں کہ اچانک تیز ہوا ان کشتیوں کو آلیتی ہے اور (سمندر کی) موجیں انہیں ہر طرف سے گھیر لیتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (طوفان میں) گھر گئے ہیں تو اس وقت دین میں اللہ تعالیٰ کے لئے مخلص ہو کر اس سے دعا کرتے ہیں: اگر تو نے ہمیں اس (طوفان) سے بچا لیا تو ہم ضرور تیرا شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔[۲۳]

طرف وحی نہیں کیا گیا وہ میرے لئے غیب ہے جس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی پہلے سے نازل شدہ وحی کو نہیں مانتے اور اپنے نئے مطالبات پر اصرار کرتے ہو تو پھر تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں کہ تمہارے اس عناد اور انکار پر اللہ تعالیٰ تمہیں کب اور کون سی سزا دیتا ہے۔

[۲۲] ایک دفعہ مکہ میں ایسا قحط پڑا کہ سات سالوں تک کوئی بارش نہ ہوئی۔ اشیائے خورد ونوش نایاب ہو گئیں اور جب لوگ سخت مجبور ہو گئے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے دعا کے لئے عرض کی اور وعدہ کیا کہ اگر قحط سالی ختم ہو گئی تو وہ ایمان لے آئیں گے۔ نبی کریم ﷺ کی دعا سے جب بارشیں ہونے لگیں اور قحط سالی دور ہو گئی، تو اب وعدہ کے مطابق چاہیے تو یہ تھا کہ کفار مکہ مسلمان ہو جاتے لیکن وہ اپنے کفر سے باز نہ آئے اور پھر پہلے کی طرح اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں مکر وفریب کرنے لگے۔ (صفوۃ التفاسیر) اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر کرنے میں زیادہ تیز ہے۔ اگر وہ چاہتا تو تمہیں تمہارے مکر وفریب کی فوراً سزا دے دیتا مگر وہ تمہیں غور وفکر کی مزید مہلت دیتا ہے تاکہ تم توبہ کر لو ورنہ یاد رکھو تمہارے ہر مکر وفریب کو فرشتے نوٹ کر رہے ہیں اور قیامت کے دن تم اس کی سزا سے نہ بچ سکو گے۔

[۲۳] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مکر وفریب کرتے ہیں ان آیات میں ان کی چند مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ گذشتہ آیات میں قحط سالی کی مثال

Marfat.com

فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ جب اللہ تعالیٰ انہیں بچا لیتا ہے تو وہ پھر زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں، اے لوگو! تمہاری سرکشی کا وبال تمہاری ہی جانوں پر پڑے گا دنیوی زندگی کا فائدہ اٹھالو، پھر تمہیں ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے، پھر ہم تمہیں آگاہ کریں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

بیان کی گئی اور اس آیت میں ان لوگوں کی مثال بیان کی گئی جو سمندر میں کشتی پر سوار ہیں، ہوا خوش گوار اور موافق ہے اور سارے مسافر خوشی کے ساتھ پرسکون ماحول سے لطف اندوز ہو رہے ہیں کہ اچانک تیز ہوائیں اور سمندر کی موجیں انہیں گھیر لیتی ہیں۔ جب انہیں ڈوبنے کا یقین ہو جاتا ہے اور زندگی کی کوئی اُمید باقی نہیں رہتی تو پھر بتوں کو چھوڑ کر پورے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں اور پکے وعدے کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طوفان سے بچالیا تو وہ ضرور اس کے شکر گزار بندے بن جائیں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طوفان سے بچالیا اور وہ خیریت کے ساتھ ساحل پر پہنچ گئے تو اپنے وعدہ کو بھول گئے اور پھر پہلے کی طرح سرکشی کرنے لگے لیکن وہ کان کھول کر سن لیں کہ وہ اپنی سرکشی سے اس دنیا کا تھوڑا سا فائدہ تو اٹھا سکتے ہیں مگر بالآخر انہیں ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے جہاں انہیں سرکشی کی سزا ضرور ملے گی۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق ؓ سے خدا کے وجود پر دلیل طلب کی۔ آپ نے پوچھا: تمہارا پیشہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اس کا پیشہ سمندری تجارت ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے اپنی زندگی کا کوئی خاص واقعہ سناؤ۔ اس نے کہا: ''ایک دفعہ میں سمندر میں سفر کر رہا تھا کہ طوفان سے میری کشتی ٹوٹ گئی اور میں ایک لکڑی کے تختے کے سہارے تیر رہا تھا کہ اچانک تیز ہوائیں چلنے لگیں۔'' اسی اثناء میں امام جعفر صادق ؓ نے اس تاجر سے پوچھا: ''سچ بتاؤ جب تمہاری کشتی ٹوٹ چکی تھی اور تمہارا تختہ طوفانی موجوں کے رحم و کرم پر تھا کیا اس وقت تمہارے دل میں کسی برتر ہستی کے حضور عجز و نیاز اور دعا کے جذبات پیدا ہوئے تھے جو تمہیں اس مشکل سے نجات دلائے؟'' تاجر نے اثبات میں جواب دیا تو امام جعفر صادق ؓ نے فرمایا: ''اس انتہائی مصیبت کے وقت جس ہستی کے لئے تمہارے دل میں نیاز مندی اور عاجزی کے جذبات پیدا ہوئے تھے وہی تمہارا حقیقی معبود اور خدا ہے۔'' (تفسیر کبیر) توحید پر مزید دلائل کے لئے میری تصنیف ''اسلامی عقائد'' ملاحظہ کریں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ چیز انسان کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے کہ مصیبت کے وقت وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پریشان حال کی دعا قبول کرتا ہے خواہ وہ کافر ہی ہو کیونکہ اس وقت سارے جھوٹے سہارے ختم ہو چکے ہوتے ہیں اور صرف ایک خدا کی رحمت کا سہارا باقی رہ جاتا ہے جس کی طرف وہ رجوع کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی) ایک مافوق الفطرت عظیم ہستی کا تصور ہر شخص کی فطرت اور اس کے تحت الشعور میں موجود ہے کیونکہ ہر انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے۔ (بخاری: کتاب الجنائز: باب ۸۰) انسان ماحول سے متاثر ہو کر اکثر اس فطرت کو دبا دیتا ہے لیکن مصیبت میں یہ فطرت ابھر کر سامنے آجاتی ہے، اسی لئے مشرکین بھی جب مصائب میں گھر جاتے ہیں تو بتوں کی بجائے صرف ایک خدا کو پکارتے ہیں۔

Marfat.com

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ دنیوی زندگی کی مثال اس پانی کی سی ہے جس کو ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اس کی وجہ سے زمین کی نباتات گھنی ہو کر نکلی جس کو انسان اور جانور سب کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا سنگار لے لیا اور خوب آراستہ ہوگئی اور اس کے مالکوں نے یہ گمان کر لیا کہ وہ اس پر قادر ہیں تو اچانک رات یا دن کے وقت اس پر ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا، پس ہم نے اسے اس طرح کاٹ کے رکھ دیا جیسے کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں، اس طرح ہم نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔[۲۴]

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہوگیا تو یہ وہاں سے فرار ہوگئے۔ کسی دوسرے ملک جاتے ہوئے کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی طوفانی ہواؤں کی زد میں آگئی جس پر ملاح نے کشتی میں سوار لوگوں سے کہا: اب ایک خدا کو اخلاص کے ساتھ پکارو تمہارے خدا یہاں تمہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا! اگر ایک خدا کے بغیر مجھے سمندر میں کوئی نجات نہیں دے سکتا تو خشکی میں بھی اس کے بغیر مجھے کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! میں تیرے ساتھ وعدہ کرتا ہوں اگر تو نے مجھے اس مصیبت سے نجات دی تو میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ایمان لے آؤں گا اور میں انہیں ضرور معاف کرنے والا اور کریم پاؤں گا، چنانچہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو جب اس طوفان سے نجات ملی تو وہ سیدھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ (سنن نسائی: کتاب تحریم الدم: باب ۱۴)

ابن سعد نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جب عکرمہ رضی اللہ عنہ کشتی میں سوار ہوئے اور کشتی کو آندھی اور طوفان نے گھیر لیا تو کشتی والے اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگے اور اس کی توحید کا اقرار کرنے لگے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: تم یہ کیا کر رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا: اے عکرمہ! یہ ایسی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نفع نہیں دے سکتا تو عکرمہ رضی اللہ عنہ بولے: یہی تو وہ خدا ہے جس کی طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلاتے ہیں تو آؤ واپس چلتے ہیں، چنانچہ جب طوفان سے نجات ملی تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ واپس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

(تفسیر روح المعانی)

[۲۴] جو لوگ دنیاوی خواہشات اور لذات کے لئے آخرت کو فراموش کر دیتے ہیں ان کی مثال ان کسانوں کی طرح ہے جن کی زمین میں نباتات کثرت سے پیدا ہوئی، ہر طرف سرسبز و شاداب فصلیں دیکھ کر کسان خوش ہیں کہ وہ عنقریب ان فصلوں سے منافع اور فوائد حاصل کریں گے، پھر اچانک ژالہ باری، ٹکڑی، آندھی یا سیلاب کا ایسا عذاب آتا ہے کہ ساری فصلیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں اور کسان غم و افسوس میں ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں، اسی طرح دنیاوی ساز و سامان بھی سرسبز فصلوں کی طرح ناپائیدار ہے اور جو لوگ آخرت سے

Marfat.com

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۵

۲۵۔ اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔[۲۵]

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۶

۲۶۔ جن لوگوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے اچھی جزا ہے اور مزید فضل بھی، ان کے چہروں پر نہ سیاہی چھائے گی اور نہ ذلت، یہی لوگ جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔[۲۶]

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَاۗءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

۲۷۔ اور جن لوگوں نے برے کام کئے انہیں برائی کی سزا ان کی برائی کے برابر ملے گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی،

بے نیاز ہو کر دنیاوی مال ومتاع اور دولت اکٹھی کر لیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ اب وہ جی بھر کر اپنی دنیاوی خواہشات پوری کر سکیں گے، پھر اچانک ان کی موت آجاتی ہے، ایک طرف تو وہ دنیاوی مال ودولت سے محروم ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف آخرت میں اجر وثواب سے محروم ہو کر کفِ افسوس ملتے رہ جائیں گے، لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ کائنات میں غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں اور اُخروی نعمتوں کے حصول کی کوشش کریں جو کبھی فنا نہیں ہوں گی۔

[۲۵] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنتیں سات ہیں: دارُ الجلال، دارُ السلام، جنتِ عدن، جنتُ المأویٰ، جنتُ الخلد، جنتُ الفردوس اور جنتُ النعیم۔ (تفسیر قرطبی) یہ ساری جنتیں اعلیٰ مقامات ہیں جن میں سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دار السلام کی طرف بلایا ہے جو کہ سارے انسانوں کے لئے دعوت عام ہے لیکن دار السلام میں عملاً وہی خوش نصیب جا سکیں گے جو اس دنیا میں صراطِ مستقیم یعنی اسلام پر عمل پیرا ہوں گے۔

[۲۶] اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو ان کے نیک اعمال کی اچھی جزا دے گا اور ان پر مزید فضل واحسان بھی فرمائے گا یعنی ایک نیکی کی جزا دس گنا، سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا۔ قیامت کے دن ان کے چہروں پر مایوسی کی سیاہی اور ذلت نہیں ہوگی بلکہ رحمتِ خداوندی کی نورانیت اور مسرت ہوگی۔

اچھی جزا سے مراد جنت اور مزید فضل سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی لیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جنت میں انہیں اپنا دیدار بھی کرائے گا اور اللہ تعالیٰ کا دیدار اہل جنت کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوگا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جب اہل جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم یہاں کوئی مزید چیز بھی چاہتے ہو؟ اہل جنت کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ پھر اللہ تعالیٰ حجاب کھول دے گا اور اہل جنت کو ایسی کوئی چیز نہیں عطا کی گئی ہوگی جو ان کو اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔

(مسلم: حدیث نمبر ۲۹۷: کتاب الایمان: باب ۸۰)

Marfat.com

مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٧﴾

ان کو اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا، گویا ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیئے گئے، وہی دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ [٢٧]

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾

٢٨۔ اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم مشرکوں سے کہیں گے: تم اور تمہارے شریک (معبودانِ باطلہ) اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ، پھر ہم ان کے درمیان تفرقہ ڈال دیں گے اور ان کے شریک (معبودانِ باطلہ) کہیں گے: تم ہماری تو عبادت نہیں کرتے تھے۔ [٢٨]

فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾

٢٩۔ پس ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے بالکل بے خبر تھے۔

---

[٢٧] اللہ تعالیٰ برے لوگوں کو ان کے برے اعمال کی اتنی ہی سزا دے گا جتنی برائی انہوں نے کی ہوگی۔ ان پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی لیکن انہیں اس سزا سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ قیامت کے دن ان کے کفر اور نافرمانی کی وجہ سے ان کے چہروں پر مایوسی کی ذلت اور رات جیسی تاریکی چھائی ہوئی ہوگی۔

[٢٨] مشرکین مکہ بتوں کی عبادت کرتے اور ان کو خدا کا شریک مانتے تھے۔ میدانِ حشر میں اللہ تعالیٰ بتوں کو قوتِ گویائی عطا فرما کر مشرکین کے سامنے لا کھڑا کرے گا۔ (تفسیر قرطبی و تفسیر منیر) اس وقت مشرکین بتوں سے کہیں گے: ہم نے ساری زندگی تمہاری عبادت کی لہٰذا اب خدا کے ہاں ہماری سفارش کرو۔ بت کہیں گے: ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم تمہیں نہیں جانتے، تم جھوٹ کہتے ہو کہ تم ہماری عبادت کرتے تھے کیونکہ ہم تو عبادت کے لائق نہیں ہیں۔ اس کے باوجود اگر تم ہماری عبادت کرتے تھے تو ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ ہم تو بے زبان اور بے جان پتھر تھے، نہ ہم نے تمہیں اپنی عبادت کا حکم دیا اور نہ ہی ہمیں تمہاری عبادت کی کوئی خبر ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے شریکوں سے مراد فرشتے اور انبیاء نہیں ہیں کیونکہ یہ حضرات تو مشرکین کی عبادت سے باخبر تھے، پھر وہ ان کی عبادت سے کیسے انکار کر سکتے تھے، نیز یہ آیت مکی ہے، اس میں مشرکین مکہ سے خطاب ہے اور مشرکین مکہ انبیاء علیہم السلام کو نہیں مانتے تھے تو پھر وہ انبیاء علیہم السلام کی عبادت کیسے کر سکتے تھے۔ یہ دو آیات ان لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ ہیں جو بتوں کو خدا کے ہاں سفارشی سمجھتے ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ بتوں کو چھوڑ کر اللہ والوں یعنی انبیاء، علماء، شہداء اور حفاظ کی پیروی کریں جو اس دنیا میں صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتے ہیں اور آخرت میں اہلِ ایمان کی شفاعت کریں گے۔ اہلِ ایمان کی شفاعت کے بارے میں سورہ بقرہ (٢) کا حاشیہ نمبر ١٤١ اور حاشیہ نمبر ٢١٧ اور سورہ یونس (١٠) کا حاشیہ نمبر ٦ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ

۳۰۔ وہاں ہر شخص اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال کو جانچ لے گا، [۲۹] اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے

[۲۹] میدانِ حشر میں جب سارے انسان اپنے مالکِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جمع ہوں گے تو ہر انسان اپنے اعمال کو جانچ لے گا اور اسے صحیح اندازہ ہو جائے گا کہ اس نے کتنے اچھے کام کئے اور کتنے برے کام کئے اور اپنے برے کاموں کی سزا دیکھ کر پچھتائے گا مگر اس وقت کا پچھتانا بے سود ہوگا، لہٰذا آج ہر انسان کو کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے اس کے انجام کو جانچ لینا چاہیے جیسا کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا: اپنے آپ کا (اس دنیا میں) محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ (کل روزِ قیامت) تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ (حلیۃ الاولیاء: جلد اول: ص ۸۸) حضرت عمر فاروق ؓ کی احساسِ ذمہ داری کے چند واقعات ملاحظہ کریں:

۱۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا: اگر دریائے فرات کے کنارے پر ایک بکری یا بھیڑ کا ایک بچہ لاپرواہی یعنی بھوک یا پیاس سے ہلاک ہو گیا تو مجھے خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے بارے میں باز پرس فرمائے گا۔

(کنز العمال: ۱۴۲۹۴۳: جلد ۵: ص ۷۵۶، حلیۃ الاولیاء: جلد اول: ص ۸۹)

۲۔ ایک رات ایک تجارتی قافلہ نے مسجد نبوی کے قریب قیام کیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے عبد الرحمٰن بن عوف ؓ کو فرمایا: آؤ آج رات اس قافلہ کا پہرہ دیں تاکہ کوئی ان کا سامان چوری نہ کرے۔ اس دوران حضرت عمر فاروق ؓ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو آپ اس کی ماں کے پاس آئے اور اسے کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور بچے کو بہلا کر خاموش کرو۔ کچھ دیر بعد بچہ پھر رویا تو حضرت عمر فاروق ؓ نے پھر اس کی ماں سے کہا کہ اپنے بچے کو بہلاؤ۔ رات کے آخری حصہ میں پھر جب رویا تو حضرت عمر فاروق ؓ نے سختی سے فرمایا: تو بڑی بے رحم ماں ہے، اسے بہلاتی کیوں نہیں۔ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے بندے! تم خواہ مخواہ مجھے تنگ کرتے ہو، دراصل میں اس کا دودھ چھڑاتی ہوں کیونکہ خلیفہ عمر ؓ اس وقت تک بچے کا وظیفہ مقرر نہیں کرتا جب تک وہ بچہ ماں کا دودھ پینا چھوڑ نہ دے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق ؓ پر رقت طاری ہو گئی اور صبح کی جماعت کرانے کے فوراً بعد فرمایا: ہائے عمر! تو نے کتنے بچوں کا خون کیا ہوگا، اسی وقت منادی کرا دی: خبردار! بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو، آج کے بعد جس دن بچہ پیدا ہوگا اسی دن اس کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے گا۔ (طبقات لابن سعد: جلد ۳: ص ۲۸۰)

۳۔ اسلم (جو حضرت عمر فاروق ؓ کا غلام تھا) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق ؓ رات کو گشت کے لئے نکلے، مدینہ سے تین میل پر صرار ایک مقام ہے، وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں، آپ نے اس کے پاس جا کر حقیقت حال دریافت کی۔ اس نے کہا کہ کئی وقتوں سے بچوں کو کھانا نہیں ملا، ان کے بہلانے کے لئے خالی ہانڈی میں پانی ڈال کر چڑھا دی ہے، حضرت عمر فاروق ؓ اسی وقت اٹھے، مدینہ میں آ کر بیت المال سے آٹا، گوشت، گھی اور کھجوریں لیں اور اسلم سے کہا کہ میری پیٹھ پر رکھ دو، اسلم نے کہا: میں لئے چلتا ہوں، فرمایا: ہاں! لیکن قیامت میں میرا بار تم نہیں اٹھاؤ گے۔ غرض سب چیزیں خود اٹھا کر لائے اور اس عورت کے آگے رکھ دیں۔ اس نے آٹا گوندھا، ہانڈی چڑھائی، حضرت عمر فاروق ؓ خود چولہا پھونکتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ عورت نے کہا: خدا تم کو جزائے خیر دے، سچ تو یہ ہے کہ امیر المؤمنین ہونے کے قابل تم ہو نہ کہ عمر ؓ۔

(الفاروق: شبلی نعمانی: ص ۳۳۰، کنز العمال: ۳۵۹۷۸: جلد ۱۲: ص ۶۴۸)

Marfat.com

مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٣٠﴾ ع

جو ان کا مالک حقیقی ہے اور جو جھوٹ وہ باندھا کرتے تھے وہ ان سے گم ہو جائے گا۔ [۳۰]

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٣١﴾

۳۱۔ آپ (ان مشرکین سے) پوچھیے کہ تم کو آسمان اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ یا کان اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟ اور بے جان سے جاندار کو کون نکالتا ہے اور جاندار سے بے جان کو کون نکالتا ہے؟ اور امورِ (کائنات) کی تدبیر کون کرتا ہے؟ تو وہ (جواب میں) کہیں گے: اللہ تعالیٰ، پس آپ فرمایئے: پھر تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے کیوں نہیں۔ [۳۱]

۴۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رات کو گشت کر رہے تھے، ایک بدو اپنے خیمہ سے باہر زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے پاس جا کر بیٹھے تو اچانک خیمہ سے رونے کی آواز آئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کون روتا ہے؟ اس نے کہا: میری بیوی دردِ زہ میں مبتلا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھر پر آئے اور اپنی زوجہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا اور بدو سے اجازت لے کر اپنی بیوی کو خیمہ میں بھیجا، تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پکارا کہ امیر المؤمنین! اپنے ساتھی کو مبارک باد دو۔ امیر المؤمنین کا لفظ سن کر بدو چونک پڑا اور مؤدب ہو بیٹھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فکر نہ کرو، کل میرے پاس آنا، میں اس بچے کا وظیفہ مقرر کر دوں گا۔ (الفاروق: شبلی نعمانی: ص ۳۳۱)

[۳۰] اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن چیزوں کی اس دنیا میں عبادت کی جاتی ہے میدانِ حشر میں وہ چیزیں اپنے ماننے والوں سے بیزاری کا اعلان کر دیں گی کہ ہم نے کبھی معبود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اگر یہ مشرکین ہمیں خدا سمجھتے تھے تو یہ ان کا اپنا گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔

اس دنیا کا تجربہ بھی یہی ہے کہ جو انسان غلط کاروں کے ساتھ مل کر غلطی کرتا ہے جب وہ پکڑا جاتا ہے تو اپنی غلطی کی سزا اُسے خود بھگتنا پڑتی ہے اس وقت غلط کار اس کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ غلطی اس نے خود کی ہے اور ہمارے اوپر جھوٹا بہتان لگا رہا ہے۔

[۳۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف متوجہ کرنے کے لئے مشرکین سے پوچھا جا رہا ہے کہ آسمان سے بارش کا پانی اور سورج کی حرارت کون اتارتا ہے؟ زمین سے فصلیں اور درخت کون اگاتا ہے جن کے ذریعہ تمہیں خوراک مہیا ہوتی ہے؟ کان میں قوتِ سماعت اور آنکھ میں قوتِ بصارت کس نے پیدا کی ہے؟ وہ کون ہے جو بے جان نطفے سے انسان کو اور انسان سے نطفہ کو پیدا کرتا ہے اور وہ کون ہے جو بے جان انڈے سے پرندے کو اور پرندے سے انڈے کو پیدا کرتا ہے؟ اور وہ کون ہے جو سارے امورِ کائنات کی تدبیر کرتا ہے؟ ان سوالات کے جواب میں مشرکین یہی کہیں گے کہ یہ سارے عظیم الشان کام واقعی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا تو اب انہیں

Marfat.com

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿٣٢﴾

۳۲۔ پس یہی اللہ تعالیٰ ہے جو تمہارا حقیقی رب ہے، حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے؟ پھر تم کہاں پھرائے جا رہے ہو؟[۳۲]

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾

۳۳۔ اس طرح فاسقوں پر آپ کے رب کی بات حق ثابت ہو گئی کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔[۳۳]

تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جب تم خود تسلیم کرتے ہو کہ زمین و آسمان سے رزق دینے والا، انسان کو حواس دینے والا، موت و حیات کو پیدا کرنے والا اور اس تمام نظام کائنات کو چلانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے تو پھر تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور اس کے شریک نہ بناؤ۔

[۳۲] گذشتہ آیت میں جن عظیم الشان صفات کا ذکر کیا گیا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں، لہٰذا وہی تمہارا حقیقی رب اللہ تعالیٰ ہے اور صرف وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اب حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر تم حق پر ایمان نہ لائے تو پھر تمہیں گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ملے گا، لہٰذا عقل سے کام لو اور گمراہ لوگوں کے فریب سے بچو۔ اس آیت کے ضمن میں قاضی ابوبکر بن العربی نے غناء یعنی گانے کے متعلق جو تحقیق کی ہے اس کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

''اکثر علماء کے نزدیک جن میں امام مالک رحمہ اللہ بھی ہیں، غناء ایک ایسا لہو ہے جو دلوں میں ہیجان پیدا کرتا ہے لیکن قرآن و سنت میں اس کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں، بلکہ ایک صحیح حدیث سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ ان کے پاس انصار کی دو لڑکیاں وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے جنگ بُعاث کے بارے میں کہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (ناراضگی اور غصے کے انداز میں) فرمایا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاشانہ اقدس اور اس میں شیطان کے آلات۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ان کو گانے دو کیونکہ آج عید کا دن ہے۔'' اگر غناء حرام ہوتا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں نہ ہوتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو اس غناء کو بند کرنا چاہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے کی رخصت دے دی اور لوگوں سے نرمی فرمائی تاکہ وہ اس سے اپنے دلوں کو بہلا سکیں کیونکہ سارے انسان ہمیشہ ایسے زہد اور ایسی پابندی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ آج عید کا دن ہے انہیں گانے سے نہ روکو۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمیشہ غناء سننا مکروہ ہے مگر خاص خاص تقریبات مثلاً عید، شادی، کسی مسافر کی واپسی وغیرہ جیسے مواقع پر اس کی رخصت ہے اور غناء کی حرمت پر جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ سند کے اعتبار سے یا معنی کے اعتبار سے قابل التفات نہیں ہیں۔

(تفسیر احکام القرآن: قاضی ابوبکر بن العربی)

[۳۳] جو لوگ نافرمانی کی اس انتہا کو پہنچ جاتے ہیں کہ حق کو سمجھ لینے کے بعد بھی صرف تعصب کی وجہ سے حق کو تسلیم نہیں کرتے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا اعلان یہی ہے کہ وہ کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے اور یہ بات ابوجہل اور ابولہب پر پوری طرح صادق آتی ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے سورہ بقرہ (۲) کی آیات نمبر ۶ اور ۷ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ آپ (ان مشرکین سے) پوچھئے! کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرے، پھر (فنا کے بعد) اس کو دوبارہ زندہ کرے، آپ فرما دیجئے! اللہ تعالیٰ ہی تخلیق کی ابتدا بھی کرتا ہے اور وہی (فنا کے بعد) اس کو دوبارہ بھی زندہ کرے گا، پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو۔[۳۴]

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ آپ (ان مشرکین سے) پوچھئے! کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہو؟ آپ فرمایئے اللہ تعالیٰ ہی حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے، تو کیا جو حق کی طرف رہنمائی کرے وہ زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود ہی راہ نہ پائے مگر یہ کہ اس کی رہنمائی کی جائے، پس تمہیں کیا ہوا ہے؟ تم کیسے (غلط) فیصلے کرتے ہو۔[۳۵]

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ ان میں سے اکثر لوگ صرف وہم وگمان کی پیروی کرتے ہیں، بے شک وہم وگمان حق کے مقابلہ میں کچھ فائدہ نہیں دیتا، [۳۶] بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

[۳۴] مشرکین کو اس بات کا تو اقرار تھا کہ ساری مخلوق کو پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ یہ بت تو انہوں نے پتھروں کو کاٹ کر اب بنائے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ان بتوں سے بہت پہلے پیدا کیا تھا لیکن قیامت کا دن اور دوبارہ زندہ ہونا انہیں مشکل نظر آتا تھا۔ اس آیت میں انہیں بتایا جا رہا ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق کو پہلی بار پیدا فرمایا وہی اس پر قادر ہے کہ فنا کے بعد دوبارہ اس کو زندہ کر سکے، لہٰذا اس خالق حقیقی کو چھوڑ کر کسی کی عبادت کیوں کرتے ہو۔

[۳۵] اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا جو لوگوں کو حق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اس لئے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہی کی پیروی کرنی چاہیے۔ بت تو مجبور محض ہیں اور اپنی حرکت کے لئے بھی تمہارے محتاج ہیں، جب تک تم انہیں ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ نہ رکھو یہ خود تو اپنی جگہ بدلنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے، پھر وہ تمہاری رہنمائی کیسے کر سکیں گے، لہٰذا عقل سے کام لو، اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے فرق کو سمجھو اور غلط فیصلوں سے اپنی آخرت برباد نہ کرو۔

[۳۶] مشرکین کے پاس شرک پرستی کے لئے کوئی یقینی دلیل نہیں ہے یعنی انہیں اپنے عقیدہ پر کامل یقین نہیں ہے صرف وہم وگمان اور اپنے

Marfat.com

وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور یہ قرآن ایسی چیز نہیں کہ اللہ تعالیٰ (کی وحی) کے بغیر اس کو گھڑ لیا جائے بلکہ یہ تو پہلے سے موجود وحی کی تصدیق اور الکتاب کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ [۳۷]

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ کیا وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کتاب کو خود گھڑ لیا ہے؟ آپ فرمائیے: اگر تم (اپنے الزام میں) سچے ہو تو تم بھی اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا (اپنی مدد کے لئے) جن کو تم بلا سکتے ہو ان کو بھی بلا لو۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ بلکہ انہوں نے اس چیز کو جھٹلایا جس کو وہ پوری طرح جان نہ سکے اور ابھی تک ان کے پاس اس (کے جھٹلانے) کا انجام نہیں آیا، اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، پھر دیکھ لو ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔ [۳۸]

باپ دادا کی پیروی کرتے ہیں اور جب کبھی مصائب میں گھر جائیں تو پھر اپنے وہم و گمان اور شرک سے دست بردار ہو کر ایک خدا کو یاد کرنے لگتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہم و گمان انسان کی رہنمائی نہیں کر سکتا۔ حق تک پہنچنے کے لئے یقین محکم اور عمل پیہم کا ہونا ضروری ہے۔ جو لوگ یقین کو چھوڑ کر صرف وہم و گمان کی پیروی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے کرتوت خوب جانتا ہے اور یقین کی پیروی نہ کرنے پر انہیں سزا دے گا۔

[۳۷] قرآن مجید کی تعلیمات اور اس میں بیان کردہ احکام ایسے نہیں جن کو کوئی انسان گھڑ سکے کیونکہ یہ پہلی آسمانی کتابوں یعنی تورات و انجیل کی تصدیق کرتا ہے اور حلال و حرام کی تفصیل بیان کرتا ہے، لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رب کائنات کی طرف سے نازل ہوا ہے لیکن پھر بھی اگر تمہیں اصرار ہے کہ قرآن کو نبی کریم ﷺ نے خود گھڑا ہے تو تم بھی اہل زبان ہو۔ وہ تو ایک ہے، تم ساری دنیا کے اہل زبان جمع کر لو اور اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر دکھا دو اور اگر تم سارے مل کر اس جیسی ایک سورت نہیں بنا سکتے تو نبی کریم ﷺ تنہا سارا قرآن کیسے بنا سکتے ہیں۔ بہر حال جس طرح ساری دنیا مل کر اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے سورج اور چاند کے مقابلہ میں دوسرا سورج اور چاند نہیں بنا سکتی اسی طرح ساری دنیا مل کر اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن جیسا کلام بھی نہیں بنا سکتی۔

[۳۸] مشرکین نے قرآن مجید کی تعلیمات کو سمجھنے اور ان میں غور و فکر کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی صرف تعصب اور عناد کی وجہ سے فوراً اس کو

Marfat.com

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یُّؤۡمِنُ بِهٖ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّا یُؤۡمِنُ بِهٖ ؕ وَ رَبُّكَ اَعۡلَمُ بِالۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿٤٠﴾ ع

۴۰۔ ان میں سے بعض لوگ اس (قرآن) پر ایمان لائیں گے اور ان میں سے بعض اس پر ایمان نہیں لائیں گے، اور آپ کا رب فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

وَ اِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلۡ لِّیۡ عَمَلِیۡ وَ لَكُمۡ عَمَلُكُمۡ ۚ اَنۡتُمۡ بَرِیۡٓــُٔوۡنَ مِمَّاۤ اَعۡمَلُ وَ اَنَا بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٤١﴾

۴۱۔ اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو فرما دیجئے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے، تم میرے عمل کے ذمہ دار نہیں اور میں تمہارے عمل کا ذمہ دار نہیں [۳۹]

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّسۡتَمِعُوۡنَ اِلَیۡكَ ؕ اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ وَ لَوۡ كَانُوۡا لَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿٤٢﴾

۴۲۔ اور ان میں سے بعض (بظاہر) آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے خواہ وہ کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں؟ [۴۰]

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡظُرُ اِلَیۡكَ ؕ اَفَاَنۡتَ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ وَ لَوۡ كَانُوۡا لَا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿٤٣﴾

۴۳۔ اور ان میں سے بعض (بظاہر) آپ کی طرف دیکھتے ہیں، تو کیا آپ اندھوں کو راہ دکھائیں گے خواہ وہ کچھ بھی نہ دیکھتے ہوں؟ [۴۱]

جھٹلا دیا، اور اس جھٹلانے کا برا انجام بھی ابھی تک ان کے سامنے نہیں آیا، لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں ان سے پہلے بھی بعض قوموں نے آسمانی کتابوں کو جھٹلایا اور ان پر ایسے عذاب نازل ہوئے کہ ان کا نام و نشان تک مٹ گیا لہٰذا موجودہ مشرکین کو چاہیے کہ سابقہ ظالموں کے انجام سے عبرت حاصل کریں اور قرآن مجید پر ایمان لا کر اپنے آپ کو آخرت کے عذاب سے بچائیں۔

[۳۹] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا اس کے باوجود اگر یہ مشرکین مسلمان نہیں ہوتے تو آپ فکرمند نہ ہوں آپ کو اپنی تبلیغ کا ثواب ملے گا اور ان کو اسلام قبول نہ کرنے کی سزا ملے گی کیونکہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔

[۴۰] ان مشرکین میں سے بعض ایسے ہیں جو بظاہر تو آپ کی تبلیغ خوب کان لگا کر سنتے ہیں مگر انہوں نے اپنے دل کے کانوں پر تعصب کے پردے ڈال رکھے ہیں اس لئے ان کا سننا اور نہ سننا برابر ہے حالانکہ بعض بہرے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے دل عاقل ہوتے ہیں اور مشاہدات کی بناء پر حق سمجھ لیتے ہیں مگر ان مشرکین کی حالت ان بہروں کی سی ہے جو کانوں سے بھی بہرے ہیں اور عقل سے بھی کورے ہیں، نہ کانوں سے حق بات کو سن سکتے ہیں اور نہ ہی دل سے حق بات کو سمجھ سکتے ہیں۔

[۴۱] اسی طرح ان مشرکین میں بعض ایسے ہیں جو بظاہر تو آپ کے معجزات اور کمالات بڑے غور سے دیکھتے ہیں مگر انہوں نے اپنے دل کی

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔[۴۲]

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو جمع فرمائے گا (تو وہ خیال کریں گے کہ) گویا وہ (دنیا میں) دن کی ایک گھڑی بھر ٹھہرے تھے وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے، بے شک خسارے میں رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا تھا اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے۔ [۴۳]

وَ اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور اگر ہم آپ کو (اس عذاب کا) کچھ حصہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے یا آپ کو (پہلے ہی) اپنے پاس بلا لیں، بہر حال انہیں ہماری طرف ہی لوٹنا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان کاموں پر شاہد ہے جو وہ کر رہے ہیں۔[۴۴]

آنکھوں پر تعصب کے پردے ڈال رکھے ہیں اس لئے ان کا دیکھنا اور نہ دیکھنا برابر ہے حالانکہ بعض اندھے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے دل عاقل ہوتے ہیں اور وہ دلائل میں غور وفکر کر کے حق کو سمجھ لیتے ہیں مگر ان مشرکین کی حالت ان اندھوں کی سی ہے جو عقل سے بھی کورے ہیں یعنی نہ آنکھوں سے حق کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ دل سے حق کو سمجھ سکتے ہیں۔

[۴۲] اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو سننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سمجھنے کے لئے عقل ودماغ دیا تاکہ ان کی مدد سے وہ حق وباطل میں تمیز کر سکیں لیکن جو لوگ ان صلاحیتوں کا صحیح استعمال نہیں کرتے وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا۔

[۴۳] میدانِ حشر کی سختیاں دیکھ کر کفار کو دنیا کی ساری لذتیں بھول جائیں گی اور آخرت کے دائمی عذاب کے مقابلہ میں انہیں دنیا کا قیام صرف ایک آدھ گھڑی کے برابر نظر آئے گا۔ جب وہ قبروں سے اٹھیں گے تو ایک دوسرے کو پہچان لیں گے اور آخرت پر ایمان نہ ہونے کا نقصان اور عذاب جب انہیں نظر آئے گا تو پھر آپس میں ایک دوسرے پر الزام عائد کریں گے کہ تم نے مجھے گمراہ کیا تھا لیکن جو آخرت پر ایمان لا کر نیک اعمال کرتے ہیں وہ جنت کی خوش خبری سن کر آپس میں ایک دوسرے کی تعریف اور سفارش کریں گے۔

[۴۴] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا کہ ہم نے مشرکین کو عذاب دینے اور اسلام کو غالب کرنے کے جو وعدے کئے ہیں وہ بہر حال پورے ہوں گے خواہ ان میں سے بعض آپ کی موجودگی میں پورے ہو جائیں جیسے فتح بدر اور فتح مکہ وغیرہ یا آپ کے انتقال کے بعد پورے ہوں جیسے خلفاء راشدین کے دور میں اسلام کو غلبہ ملا۔ اور اگر کسی حکمت کے تحت دنیا میں انہیں پوری سزا نہ ملی تو آخرت میں ضرور ملے گی کیونکہ سب کو اللہ تعالیٰ کے ہاں لوٹنا ہے، وہ ان کے اعمال کو خوب جانتا ہے اور ان کے جرائم کے مطابق انہیں سزا دے گا۔

Marfat.com

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور ہر اُمت کے لئے ایک رسول ہے، پھر جب ان کا رسول آجاتا ہے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔[۴۵]

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ (عذاب کا) وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ آپ فرما دیجئے: میں اپنی جان کے لئے نہ ضرر کا مالک ہوں اور نہ نفع کا مگر جتنا اللہ تعالیٰ چاہے،[۴۶] ہر اُمت کے لئے ایک وقت مقرر ہے، جب ان کا وقت مقرر آجائے گا تو وہ ایک گھڑی بھی نہ دیر کر سکیں گے اور نہ جلدی کر سکیں گے۔[۴۷]

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ آپ فرما دیجئے: ذرا غور تو کرو اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر اچانک رات کو یا دن کو آجائے تو (تم کیا کر لو گے؟) عذاب میں کون سی چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اس کو جلدی مانگ رہے ہیں۔[۴۸]

---

[۴۵] ہر اُمت کے پاس ایک رسول بھیجا گیا جس نے حق و باطل واضح کر دیا تاکہ اتمام حجت ہو جائے اور کوئی باطل پرست لاعلمی کا عذر نہ کر سکے۔ نیز قیامت کے دن جب ہر اُمت کے پاس ان کا رسول آئے گا تو رسول کی موجودگی میں ان کا حساب و کتاب ہوگا اور سارے فیصلے عدل و انصاف کے مطابق ہوں گے کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

[۴۶] مشرکین مکہ نے کہا کہ ان کو جس عذاب کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں اگر تم واقعی سچے ہو تو پھر وہ عذاب لے کیوں نہیں آتے۔ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عذاب کا لانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے میں تو اپنے نفع و نقصان کا بھی اسی قدر مالک ہوں جتنا اللہ تعالیٰ چاہے۔ (اس کے لئے مزید سورہ اعراف (۷) آیت نمبر ۱۸۸ کا حاشیہ نمبر ۱۰۵ ملاحظہ کریں)

[۴۷] اللہ تعالیٰ ہر امت کو غور و فکر کے لئے کافی وقت دیتا ہے، جو امت اس مہلت سے فائدہ نہیں اٹھاتی اور اپنی اصلاح نہیں کرتی تو پھر اس کی بربادی کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں جو وقت مقرر ہے اس کا انتظار کیا جاتا ہے لیکن جب وہ وقت مقرر آجائے گا تو پھر ایک لمحہ بھی اس میں تقدیم اور تاخیر نہیں ہو سکے گی۔

[۴۸] یعنی اگر تم پر رات کو یا دن کو اچانک عذاب آجائے تو تم اس کو روک نہیں سکو گے اور وہ تمہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا، پھر تم مجرم لوگ

Marfat.com

اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ کیا جب عذاب واقع ہو چکے گا تب تم اس پر یقین کرو گے، اب (ایمان لاتے ہو؟) حالانکہ پہلے تم خود ہی اس عذاب کو جلدی مانگ رہے تھے۔

ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ پھر ظالم لوگوں سے کہا جائے گا: اب دائمی عذاب کا مزہ چکھو، تمہیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کمایا کرتے تھے۔

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕۚ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کیا عذاب واقعی سچ ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ ہاں میرے رب کی قسم! بے شک عذاب سچ ہے، اور تم (اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ [۴۹]

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ اور اگر ہر ظالم شخص کے پاس روئے زمین کی دولت ہوتی تو وہ (عذاب سے بچنے کے لئے) ساری دولت بطور فدیہ دے دیتا، اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی ندامت کو چھپائیں گے اور ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ [۵۰]

اس عذاب کے جلدی آنے کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟ شاید تم کو عذاب کے آنے کا یقین نہیں اور تم تجربہ کرنا چاہتے ہو کہ جب وہ عذاب آ گیا تو پھر ایمان لے آؤ گے، لیکن جب عذاب آ گیا تو مجرموں کو کہا جائے گا: پہلے تم اس وعدہ کا مذاق اڑاتے تھے اور عذاب کے جلد لانے کا مطالبہ کرتے تھے۔ اب عذاب آ چکا ہے اور تم عذاب کا مشاہدہ کرنے کے بعد ایمان لانا چاہتے ہو حالانکہ موت کو دیکھ کر یا آخرت میں عذاب کو دیکھ کر ایمان لانا قابل قبول نہیں ہوتا، لہٰذا اب تم دائمی عذاب کا مزا چکھو اور یہ تمہارے جھٹلانے کی سزا ہے۔

[۴۹] یہ ظالم لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کیا یہ واقعی سچ ہے کہ مرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور دائمی عذاب کا مزا چکھنا پڑے گا؟ پیارے نبی ﷺ! آپ فرما دیجئے کہ ہاں مجھے میرے رب کی قسم ہے، یہ بالکل سچ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ نیک لوگوں کو جنت میں داخل فرمائے گا اور ظالموں کو عذاب دوزخ میں مبتلا کرے گا اور اگر تم اپنے مظالم سے باز نہ آئے تو تم بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہ سکو گے۔

[۵۰] قیامت کے دن ظالم لوگ جب اپنے عذاب کو دیکھیں گے تو پچھتائیں گے اور اگر ان کے پاس روئے زمین کی دولت ہوتی تو عذاب

Marfat.com

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۵

۵۵۔ غور سے سن لو! کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، غور سے سن لو! بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

هُوَ يُحْىٖ وَ يُمِيْتُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۵۶

۵۶۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ۬ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۷

۵۷۔ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے اور یہ دل کی بیماریوں کے لئے شفا ہے اور اہل ایمان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔[۵۱]

سے بچنے کے لئے وہ ساری دولت بطورِ فدیہ دے دیتے لیکن وہاں کسی کے پاس اس دنیا کی دولت نہیں ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ظالموں کے پاس عذاب سے بچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔ اس دنیا میں ظالم لوگ ناحق فیصلوں کی وجہ سے اکثر اپنے مظالم کی سزا سے بچ جاتے ہیں مگر قیامت کے دن سارے فیصلے حق وانصاف کے مطابق ہوں گے اور کوئی ظالم اپنے مظالم کی سزا سے نہ بچ سکے گا۔

[۵۱] اس آیت میں قرآن مجید کی چار صفات کا ذکر ہوا ہے یعنی قرآن مجید میں نصیحت، شفا، ہدایت اور رحمت ہے۔ جو مسلمان خلوصِ نیت کے ساتھ قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ خصوصی رحمت فرماتا ہے جس سے ان کے ظاہری افعال واقوال میں صداقت اور باطنی عقائد وخیالات میں طہارت آجاتی ہے۔ ان کی جسمانی قلبی اور روحانی بیماریاں دور ہوجاتی ہیں۔

قرآن مجید ایسی بابرکت کتاب ہے جس کی صرف تعلیمات ہی شفا کا ذریعہ نہیں بلکہ اس کے الفاظ بھی شفا کا اثر رکھتے ہیں اسی لئے اہل علم کے نزدیک قرآن مجید کے الفاظ سے دم کرنا اور اس کے الفاظ سے تعویذ بنانا جائز ہے۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں کہ احادیث اور علمائے امت کے بے شمار تجربات اس بات پر شاہد ہیں کہ قرآن مجید جیسے قلبی امراض کے لئے اکسیرِ اعظم ہے اسی طرح اس کی مختلف آیات مختلف قسم کی جسمانی بیماریوں کو بھی شفا دیتی ہیں۔ اس سلسلہ میں امام غزالی کی کتاب خواصِ قرآنی بہت مشہور و معروف ہے، جس کی تلخیص دیوبند کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اعمالِ قرآنی کے نام سے فرمائی ہے۔

(تفسیر معارف القرآن)

دم اور تعویذ کرنے کا جواز

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی شخص بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور پھر کہتے "اَذْهِبِ الْبَاْسَ، رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِىْ، لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا"

Marfat.com

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ آپ فرمایئے! اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت ہی پر ان کو خوشی منانی چاہیے، یہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن کو لوگ جمع کرتے ہیں۔[۵۲]

(مسلم: حدیث نمبر ۵۷۰۷: کتاب السلام: باب ۱۹) اے انسانوں کے رب! تکلیفوں کو دور کردے، شفا دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے سوا اور کوئی شفا نہیں ہے، ایسی شفا دے جس سے بیماری بالکل ختم ہو جائے۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے اہل میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ اس کے اوپر قل اعوذ برب الفلق ـــــ اور قل اعوذ برب الناس ـــــ پڑھ کر دم فرماتے۔

(مسلم: حدیث نمبر ۵۷۱۴: کتاب السلام: باب ۲۰)

۳۔ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے حلق میں درد کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: تم قرآن پڑھنے کو لازم رکھو۔

(شعب الایمان: البیہقی: حدیث نمبر ۲۵۸۰)

۴۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: ہم زمانہ جاہلیت میں دم کرتے تھے، اس سلسلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا: اپنے دم کے کلمات مجھے پڑھ کر سناؤ اگر اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں تو دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مسلم: حدیث نمبر ۵۷۳۲: کتاب السلام: باب ۲۲)

۵۔ حضرت شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند میں ڈر جائے تو وہ یہ دعا کرے: "اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ" (میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے اس کے عقاب سے، اس کے بندوں کے شر سے اور شیطان کے وسوسوں اور شیاطین کے حاضر ہونے سے اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں) تو پھر شیاطین اس کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے بالغ بچوں کو یہ دعا سکھاتے اور جو نابالغ بچے تھے ان کے گلے میں یہ دعا لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔

(ترمذی: حدیث نمبر ۳۵۲۸: کتاب الدعوات: باب ۹۴)

[۵۲] اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہی اس لائق ہیں کہ ان پر خوشی منائی جائے اور یہ ان تمام مادی چیزوں سے بہتر ہے جن کو لوگ جمع کرتے ہیں کیونکہ دنیا کا مال و متاع قلیل اور فانی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت بے حساب اور دائمی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جوزی نے کئی اقوال نقل کیے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مراد قرآن مجید ہے اور اس کی رحمت سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔ (تفسیر زاد المسیر) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ (قرآن: ۲۱:۱۰۷) اسی طرح امام جلال الدین سیوطی نے بھی کئی اقوال نقل کیے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مراد قرآن مجید ہے اور اس کے فضل سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔ (تفسیر در منثور) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔ (قرآن: ۴:۱۱۳)

Marfat.com

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منانے کا حکم دیا گیا ہے اور مذکورہ اقوال سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہیں، لہٰذا ماہِ رمضان میں جشن نزولِ قرآن منانے کی طرح ربیع الاوّل میں نبی کریم ﷺ کی ولادت پر خوشی منانا بھی دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے اور اس کی رحمت کا شکر ادا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

عید میلاد النبی ﷺ اور محافلِ میلاد کے مقاصد

ولادت کے وقت یا ولادت کی جگہ کو عربی لغت میں مولد کہتے ہیں۔ اصطلاح میں نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے نورانی اور یادگار موقع کو مولد النبی ﷺ یا صرف مولد بھی کہا جاتا ہے۔ مغربی ایشیا کے مسلمان اس کو میلادُ النبی ﷺ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

میلاد کا بیان

امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا: اب میں تم کو اپنی پیدائش کے واقعات سناتا ہوں۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی والدہ کا خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا اور یونہی انبیائے کرام علیہم السلام کی مائیں دیکھتی ہیں۔ (مسند احمد: جلد ۴: ص ۱۲۷)

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری پیدائش کے وقت میری ماں نے دیکھا کہ نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۶۲)

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: محمد ﷺ کی ولادت کی رات میں نے ایک ایسا نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے یہاں تک کہ میں نے ان محلات کو دیکھ لیا۔ (المواہب اللدنیہ: جلد اوّل: ص ۱۲۸)

میلاد منانا

نبی کریم ﷺ اپنے میلاد کی خوشی میں ہر پیر کو روزہ رکھتے تھے۔ امام مسلم نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے جب پیر کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھے مبعوث کیا گیا۔

(مسلم: حدیث نمبر ۱۱۶۲: کتاب الصیام: باب نمبر ۳۶)

محافلِ میلاد

نبی کریم ﷺ کی ولادت بارہ (۱۲) ربیع الاوّل کو ہوئی۔ اس لئے مسلمان ربیع الاوّل میں بالخصوص اور دیگر مہینوں میں بالعموم محافل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں۔ ان محافل میں آپ کی ولادت کے واقعات اور آپ کے فضائل اور خصائل کا بیان ہوتا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اور نبی آخر الزمان ﷺ کی سنت ہے کہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی ولادت کے واقعات اور ان کے فضائل اور خصائل کا بیان کثرت سے موجود ہے۔

محافلِ میلاد کے مقاصد

۱۔ تسکین قلوب: ان محافل میں شریک ہو کر اہل ایمان کے دلوں کو اطمینان اور سکون ملتا ہے کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کے

Marfat.com

واقعات دل کی تسکین کا باعث ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا: اور ہم آپ کو رسولوں کی تمام خبریں سناتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو تسکین دیتے ہیں۔ (قرآن:۱۱:۱۲۰)

۲۔ تکمیل ایمان: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ میں اُسے اس کے باپ، اس کے بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ (بخاری: کتاب الایمان: باب ۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محبت رسول ﷺ روح ایمان ہے، محبت رسول ﷺ کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا محافل میلاد میں نبی کریم ﷺ کی ولادت کے غیر معمولی واقعات کا ذکر ہوتا ہے، آپ ﷺ کے پیارے بچپن کی بات ہوتی ہے اور آپ کے فضائل وکمالات کا بیان ہوتا ہے تو سوئی ہوئی محبت جاگ اُٹھتی ہے اور ایمان کی تازگی کا باعث بنتی ہے۔

۳۔ اولاد کی تربیت: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کی تربیت تین چیزوں پر کرو، اپنے نبی ﷺ کی محبت سکھاؤ، اہل بیت نبوت کی محبت کا درس دو اور تلاوت قرآن کا شوق پیدا کرو۔ (کنزل العمال: حدیث نمبر ۴۵۴۰۹)

اس حدیث کے مطابق والدین پر واجب ہے کہ وہ اپنی اولاد کے دلوں میں نبی کریم ﷺ کی محبت پیدا کریں۔ محافل میلاد اس واجب کی ادائیگی کا مؤثر ذریعہ ہیں۔ بچے جونہی ہوش سنبھالیں انہیں محافل میلاد کی ترغیب دی جائے۔ ایسی محافل میں سیرت طیبہ کا بیان ہو، بچوں سے نعتیں پڑھائی جائیں اور تقریری مقابلے ہوں۔ اس طرح نبی کریم ﷺ کے ساتھ بچوں کو ذہنی اور جذباتی وابستگی ہوجائے گی اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کے قلبی تعلق کو فروغ ملے گا۔

۴۔ ایصال ثواب: ان محافل میں درود وسلام اور مختلف نفلی عبادات کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کو ثواب کے ہدایا پیش کیے جاتے ہیں اور درود وسلام ایسی عبادت ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے خود دیا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (قرآن:۳۳:۵۶)

۵۔ نعمتوں کا بیان: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اپنے رب کی نعمتوں کو خوب بیان کرو۔ (قرآن: ۹۳:۱۱) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ (بخاری: کتاب المغازی: باب ۸) لہٰذا آپ ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بیان کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنکھ، کان اور صحت وغیرہ بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں اور کسی پر احسان نہیں جتلایا لیکن جب نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو قرآن مجید میں اعلان کیا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (قرآن: ۳:۱۶۴) اس آیت کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی اہل ایمان کے لیے سب سے بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے کیونکہ آپ باطل عقائد سے پاک کرتے ہیں اور ایسے علوم کی تعلیم دیتے ہیں جو دین و دنیا میں نفع بخش ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۶۔ تجدید ذکر: جس طرح حج کے افعال، صفا و مروہ کی سعی اور طواف میں رمل وغیرہ صالحین کی یاد تازہ کرتے ہیں اسی طرح محفل میلاد بھی نبی کریم ﷺ کی یاد تازہ کرتی ہے۔

Marfat.com

۷۔ فضائل نبوی کی تعلیم: قرآن وحدیث میں نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے واقعات اور ان کے فضائل وخصائل مختلف مقامات پر بکھرے ہوئے ہیں۔ تعلیم یافتہ لوگ تو مطالعہ کے دوران ان فضائل پر آگاہ ہوجاتے ہیں مگر ان پڑھ لوگوں کے لئے محفل میلاد ایک سنہری موقع ہے جس میں وہ اپنے پیارے نبی ﷺ کی ولادت کے واقعات اور ان کے فضائل وخصائل سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔

۸۔ تعظیم نبوت: میلاد النبی ﷺ کا مقصد نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہے کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تعظیم ایمان کی دلیل ہے اور ان کی توہین کفر کا باعث ہے جیسا کہ سب فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کے لئے ان کو سجدہ کیا لیکن شیطان انکارِ تعظیم کی وجہ سے کافر ہوگیا۔

۹۔ حصول برکت: نبی کریم ﷺ ابھی شکم مادر میں تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کا انتقال ہوگیا۔ فرشتوں نے عرض کیا: یااللہ تعالیٰ! آپ کا یہ نبی یتیم ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کا کارساز، محافظ اور مددگار ہوں، (لہٰذا تم اس کی یتیمی کا فکر نہ کرو بلکہ) تم ان کے میلاد سے برکت حاصل کرو کیونکہ ان کا میلاد بڑا بابرکت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے میلاد کے لئے آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ (الخصائص الکبریٰ: جلد اول: ص ۴۷)

۱۰۔ عذاب میں تخفیف: نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے موقع پر ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے ابولہب کو خبر سنائی کہ تیرے مرحوم بھائی عبداللہ کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ابولہب یہ خبر سن کر خوش ہوا اور انگلی کا اشارہ کر کے کہنے لگا: ثویبہ جا آج سے تو آزاد ہے۔ جب ابولہب مرگیا تو اس کے اہل خانہ میں سے کسی نے اس کو خواب میں بہت برے حال میں دیکھا اور اس سے پوچھا: تجھ پر کیا گزری؟ ابولہب نے کہا: تم سے علیحدہ ہو کر مجھے خیر نصیب نہیں ہوئی، البتہ اس انگلی سے مجھے پانی ملتا ہے (جس سے میرے عذاب میں تخفیف ہوجاتی ہے) کیونکہ میں نے اس انگلی کے اشارہ سے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ (بخاری: کتاب النکاح: باب ۲۰)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے ابن منیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قاعدہ یہی ہے کہ کافر کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ مالک ہے جس کو چاہے اپنے فضل سے اس قاعدہ سے مستثنیٰ کر کے اس کے عذاب میں تخفیف کردے۔

(فتح الباری: جلد ۹: ص ۱۴۶)

علامہ قسطلانی نقل کرتے ہیں کہ ابولہب کو اس کی موت کے بعد خواب میں دیکھا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا جہنم میں ہوں لیکن ہر پیر کی رات میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے اور میں ان دو انگلیوں کے درمیان سے پانی چوستا ہوں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب ثویبہ نے محمد (ﷺ) کی ولادت کی مجھے بشارت دی اور اس نے آپ کو دودھ پلایا تو میں نے اسے آزاد کردیا تھا۔ علامہ ابن جزری کہتے ہیں کہ وہ ابولہب جس کی مذمت میں قرآن مجید نازل ہوا، اس نے نبی کریم ﷺ کی ولادت کی رات خوشی منائی اور اسے اس کے صلہ میں انعام دیا گیا تو وہ شخص جو مسلمان ہو، توحید پرست ہو اور آپ کا اُمتی ہو اگر آپ کی ولادت کی خوشی منائے اور اپنی طاقت کے مطابق نبی کریم ﷺ کی محبت میں خرچ کرے تو اس کی جزا کا کیا عالم ہوگا۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے اس کی جزا یہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل وکرم سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

(مواہب لدنیہ: جلد اول: ص ۱۴۷)

Marfat.com

عید میلاد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے حوالے سے اہل ایمان خوشیاں مناتے ہیں جس کو "عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم" کا نام دیا جاتا ہے۔

عید کے لغوی معانی

وہ دن جو ہر سال اپنے ساتھ نئی خوشیاں لائے۔(لسانُ العرب) وہ دن جس میں لوگ جمع ہوں (لسان العرب) خوشی کا وہ دن جو بار بار آئے۔(مفردات) وہ دن جس میں خوشی حاصل ہو۔(مفردات) وہ دن جس میں کسی اہم واقعہ یا کسی فضیلت والی ہستی کا ذکر کیا جائے۔ (المنجد)

نزولِ مائدہ پر عیسائیوں کا عید منانا

قرآن مجید میں مذکور ہے، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرما تا کہ وہ ہم سب یعنی ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے عید کا دن ہوجائے۔(قرآن: ۵:۱۱۴) یعنی جس دن مائدہ نازل ہوگا وہ دن ہمارے لئے اور ہم سے بعد میں آنے والے سب عیسائیوں کے لئے عید کا دن ہوگا، چونکہ مائدہ اتوار کے دن نازل ہوا، اس لئے اتوار کا دن عیسائیوں کے لئے عید کی حیثیت رکھتا ہے۔(تفسیر خازن: روح المعانی) جس دن آسمان سے مائدہ نازل ہوا گر وہ دن عیسائیوں کے لئے عید ہوسکتا ہے تو جس دن تمام جہانوں کی رحمت یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہو تو وہ دن مسلمانوں کے لئے یقیناً عید ہے۔

فرعون سے نجات پر یہودیوں کا عید بنانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا: تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: یہ دن بڑا مبارک ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا (اس لئے ہم بھی اس دن بطورِ شکر روزہ رکھتے ہیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تم سے زیادہ حق ہے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں محرم کا خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔(بخاری: کتاب الصوم: باب ۶۹) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہود دسویں محرم کے دن کو عید شمار کرتے تھے۔ (بخاری: کتاب الصوم: باب ۶۹)

اس سے معلوم ہوا کہ جس دن کسی قوم یا نبی کو کوئی نعمت عطا ہو اس دن خوشی منانا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ نیز دسویں محرم کو عید منانے کی حکمت یہ ہے کہ اس دن بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات ملی اور بارہ ربیع الاوّل کو عید منانے کی حکمت یہ ہے کہ اس دن میں اس بابرکت ہستی کی ولادت ہوئی جس کی بدولت دنیا کو سب سے بڑے ظلم یعنی شرک سے نجات ملی، لہٰذا بارہ ربیع الاوّل اپنے پس منظر کے حوالے سے عید کہلانے کا یوم عاشوراء سے زیادہ حق دار ہے۔

حضرت آدم کے یوم پیدائش پر عید منانا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ (جمعہ کا دن) عید کا دن ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے (عید) بنایا ہے۔(ابن

Marfat.com

ماجۃ: ۱۰۹۸: ابواب إقامة الصلاة: باب ۸۳) بے شک جمعہ کا دن عید کا دن ہے۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۳۰۳) اور تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے کیونکہ اس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن ان کا وصال ہوا۔ (مسند احمد: جلد ۴: ص ۸) مذکورہ دو احادیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کو عید منانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی حالانکہ ان کی وفات کا دن بھی یہی ہے۔ حضرت آدم صرف ایک ہی بار پیدا ہوئے مگر ہر جمعہ کے دن ان کی ولادت کا جشن منایا جاتا ہے۔ شریعت میں وفات کا سوگ تین دن تک منایا جاتا ہے یعنی تین دنوں تک میت کے وارث گھر میں بیٹھ کر اپنے غم پر صبر کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دیگر رشتہ دار اور احباب آ کر تعزیت کرتے ہیں لیکن اگر وہ ہمیشہ سوگ مناتے رہیں تو وہ مایوسی کا شکار ہو جائیں گے اور کاروبار زندگی سے بددل ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس ولادت کی خوشی کو دوام بخشا گیا کیونکہ خوشی منانے سے ان کے حوصلے بلند ہوں گے اور وہ کاروبار زندگی میں زیادہ دلچسپی لیں گے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت کی خوشی ہر جمعہ کو منائی جاتی ہے، اس دن غسل کر کے اچھے کپڑوں اور خوشبو کا اہتمام کیا جاتا ہے اور ان کی ولادت کے دن کو عید کا دن کہا جاتا ہے تو جس دن سارے نبیوں کے امام نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اس دن عید منانا بدرجہ اولیٰ بہتر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی اور ان کی وفات پر غم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی تاریخ میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن اکثریت کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات دونوں کی تاریخ بارہ ربیع الاول ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یقیناً ہم پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہمارے لئے سب سے بڑی غم کی بات ہے۔ شریعت ہمیں نعمتوں پر شکر کے اظہار کی ترغیب دیتی ہے لیکن مصیبت کو چھپانے اور اس پر صبر کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اسی لئے شریعت نے ولادت کے وقت عقیقہ (جانور ذبح کرنے) کا حکم دیا ہے اور یہ بچے کی ولادت پر خوشی کا اظہار ہے لیکن موت کے وقت جانور ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ بے صبری اور نوحہ خوانی کے اظہار سے منع کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ربیع الاول میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اظہار غم کے بجائے ان صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرنا اچھی بات ہے۔ (الحاوی للفتاوی: امام جلال الدین سیوطی: جلد اول: ص ۱۸۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سب سے بڑی نعمت ہے

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یقیناً ہم پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

(الحاوی للفتاوی: امام جلال الدین السیوطی: جلد اول: ص ۱۸۵)

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے کون سی نعمت ہے؟ (الحاوی للفتاوی: امام جلال الدین السیوطی: جلد اول: ص ۱۸۸) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پر خوشی منا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

Marfat.com

میلاد کی موجودہ صورت اچھی بدعت ہے

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بدعت کی دو قسمیں ہیں: جو کام کتاب، سنت، اجماع یا اقوالِ صحابہ کے خلاف ہو وہ بری بدعت اور گمراہی ہے اور جو نیک کام ایجاد کیا جائے اور وہ کام کتاب، سنت، اجماع یا اقوالِ صحابہ کے خلاف نہ ہو وہ اچھی بدعت ہے جیسا کہ باجماعت نمازِ تراویح کو دیکھ کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اچھی بدعت ہے۔ (الحاوی للفتاوی: جلد اوّل: ص ۱۸۵)

محفلِ میلاد میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو کتاب، سنت، اجماع یا اقوالِ صحابہ کے خلاف ہو تو یہ اچھی بدعت ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا: مولد کے حوالے سے لوگوں کا اکٹھا ہونا، قرآن مجید کی تلاوت کرنا، نبی کریم ﷺ کی ولادت کے واقعات اور معجزات کا بیان کرنا اور کھانا کھا کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جانا بشرطیکہ اس میں کسی غلط چیز کا اضافہ نہ کیا جائے تو یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔ اس میں شریک ہونے والوں کو ثواب ملے گا کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم اور آپ کی ولادت پر خوشی اور مسرت کا اظہار ہے (الحاوی للفتاوی: جلد اوّل: ص ۱۸۱) اچھی بدعت کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے ثواب کے برابر اس کو بھی ثواب ملتا رہے گا (کیونکہ اس کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور نیک کام کرنے والوں کی نیکیوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(مسلم: کتاب العلم: باب ٦)

دراصل موجودہ میلاد النبی ﷺ صرف اپنی اجتماعی ہیئت کے اعتبار سے بدعت ہے۔ اپنے افراد کے اعتبار سے بدعت نہیں ہے کیونکہ اس کے افراد عہدِ نبوی میں پائے جاتے ہیں یعنی میلاد میں ہونے والے سارے کام انفرادی طور پر دورِ رسالت میں موجود تھے حتیٰ کہ مدینہ تشریف آوری پر عظیم الشان جلوس میں جنگی کرتب دکھانا اور کمسن بچیوں کا دفیں بجا کر نعت خوانی کرنا بھی تاریخ و حدیث کی کتب میں محفوظ ہے۔

امام احمد قسطلانی لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی ولادت کے مہینے میں اہلِ اسلام ہمیشہ سے مولد کی محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے اور دعوتیں کرتے اور ان راتوں میں قسم قسم کے صدقے و خیرات کرتے اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے اور نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور آپ ﷺ کے مولد شریف کے پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کے فضلِ عمیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ (المواھب اللدنیہ: جلد اوّل: ص ۱۴۸)

جو کام نبی کریم ﷺ کے دور میں نہیں تھا اگر اُسے بری بدعت اور حرام قرار دے دیا جائے تو پھر قرآن مجید کا ایک کتاب میں جمع ہونا، اس پر اعراب لگانا، نمازِ تراویح باجماعت ادا کرنا، مدارس اور ہسپتال بنانا، حدیث اور فقہ کی کتابیں لکھنا، مساجد کے محراب اور مینار بنانا سب حرام ہو جائیں گے۔ توپ اور میزائل کے مقابلہ میں تلوار اور تیر لے کر جنگ کرنا پڑے گی۔ ٹینک اور جنگی طیاروں کے مقابلہ میں پیدل اور اونٹنی پر سوار ہونا پڑے گا، پھر ائرکنڈیشنڈ، پکی اینٹوں اور کارپٹ والی مساجد کو چھوڑ کر کچی اینٹوں اور کھجور کے پتوں کی چھت والی مساجد میں نماز پڑھنا ہوگی جن میں بارش کا پانی ٹپکے اور زمین کو کیچڑ بنا دے، پھر سفر کے لئے کار اور ہوائی جہاز کو چھوڑ کر اونٹنی

Marfat.com

قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ فَجَعَلۡتُمۡ مِّنۡهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلۡ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمۡ اَمۡ عَلَى اللّٰهِ تَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ آپ فرمایئے: بھلا بتاؤ جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نازل کیا، پس تم نے اس میں سے بعض کو حرام اور بعض کو حلال قرار دیا، آپ پوچھئے: کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہو؟ [۵۳]

وَمَا ظَنُّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۶۰﴾ ع

۶۰۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا قیامت کے دن کے بارے میں کیا گمان ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

وَمَا تَكُوۡنُ فِىۡ شَاۡنٍ وَّمَا تَتۡلُوۡا مِنۡهُ مِنۡ قُرۡاٰنٍ وَّلَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيۡكُمۡ شُهُوۡدًا اِذۡ تُفِيۡضُوۡنَ فِيۡهِ ؕ وَمَا يَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّكَ مِنۡ مِّثۡقَالِ ذَرَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصۡغَرَ مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡبَرَ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ (اے نبی مکرم!) آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی قرآن سے تلاوت کرتے ہیں اور (اے لوگو!) تم جو کام بھی کرتے ہو ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو، اور آپ کے رب سے ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ اس ذرہ سے کوئی چھوٹی چیز اور نہ بڑی مگر یہ سب روشن کتاب (لوحِ محفوظ)

پر سفر کرنا پڑے گا۔ کیا آج لندن یا کراچی میں رہنے والے کسی مبلغ نے کبھی اونٹنی پر صرف ایک دو میل کا سفر بھی کیا ہے تاکہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دور کی سنت پر زندگی میں صرف ایک گھنٹے کے لئے ہی عمل ہو سکے۔ اگر ان سارے ارتقائی اور بدعتی افعال میں اصل مقصد بہتر طریقہ سے حاصل ہو رہا ہے تو موجودہ ارتقائی اور اجتماعی میلاد بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت کو اجاگر کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

[۵۳] اے میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکین مکہ سے پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق تمہیں دیا ہے تم نے اس میں سے بعض کو بتوں کے نام کی طرف منسوب کر کے حرام اور بعض کو حلال قرار دیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس حلال و حرام کرنے کا اختیار دیا ہے تو کسی آسمانی کتاب میں دکھاؤ۔ ظاہر ہے تمہارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہو اور جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت ضرور آئے گی اور اس دن انہیں اس جھوٹ باندھنے کی بہت سخت سزا ملے گی۔ اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے، اسی لئے وہ اس دنیا میں جلدی سزا نہیں دیتا بلکہ لوگوں کو مہلت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لیں لیکن پھر بھی اکثر لوگ اس مہلت سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

Marfat.com

میں ہے۔[۵۴]

اَلَآ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝۶۲

۶۲۔ غور سے سنو! بے شک اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔[۵۵]

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ۝۶۳

۶۳۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور ہمیشہ متقی رہے۔

---

[۵۴] اس آیت میں پہلے نبی کریم ﷺ کو خطاب ہے کہ تلاوتِ قرآن اور تبلیغ اسلام میں جن مشکلات کا آپ کو سامنا ہے وہ ہماری نگاہوں میں ہیں۔ آپ اپنی جدوجہد جاری رکھیں بالآخر فتح آپ کی ہوگی، پھر تمام انسانوں کو خطاب ہے کہ زمین و آسمان میں ذرہ برابر بھی کوئی چیز ایسی نہیں جو ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہو۔ تمہاری چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی ہر قسم کی نیکی اور برائی پر ہم شاہد ہیں بلکہ ہر چیز لوحِ محفوظ میں درج ہے اور اس کے مطابق تمہیں جزا اور سزا ملے گی۔

[۵۵] اولیاء اللہ کی جدوجہد کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہوتا ہے، اس لئے دنیاوی زندگی میں اگر وہ کسی مادی نعمت سے محروم رہے ہوں گے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم دیکھ کر انہیں اس مادی نعمت کے فوت ہونے کا غم نہیں ہوگا اور نہ ہی میزانِ عدل میں کسی ناانصافی کا خوف ہوگا۔ ان کے دل میں صرف اللہ تعالیٰ کے جلال کا خوف ہوگا اور یہ خوف انسان کی عظمت اور عزت کی علامت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ (قرآن: ۴۹:۱۳) اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوں۔ (بخاری: حدیث نمبر ۲۰: کتاب الایمان: باب ۱۳)

لغت میں ولی کی تعریف

قاموس میں ولی کا معنیٰ ہے: قریب، محب، دوست اور مددگار (تفسیر ضیاء القرآن) اللہ تعالیٰ اپنے علم اور مشاہدہ کے اعتبار سے ہر انسان بلکہ کائنات کے ہر ذرہ کے قریب تر ہے مگر اپنی محبت اور رحمت کے حوالے سے وہ صرف ان خاص بندوں کے قریب ہوتا ہے جو نیک اور متقی ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہے۔ (قرآن: ۷:۵۶) اس قرب کے بے شمار درجات ہیں۔ مؤمن جس قدر نیکیوں میں ترقی کرتا جاتا ہے اسی قدر اس کے درجات بھی ترقی پذیر رہتے ہیں حتیٰ کہ ایک دن قرب کے اس خاص مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کے اقوال و افعال میں اللہ تعالیٰ کی خاص برکت شامل ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں، اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری: کتاب الرقاق: باب ۳۸)

Marfat.com

قرآن میں ولی کی تعریف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ولی ہے جو ایمان لائے۔ (قرآن:۲:۲۵۷)

۲۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے رہے۔ (قرآن:۱۰:۶۳)

۳۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء صرف وہی ہیں جو (اس سے) ڈرتے ہیں۔ (قرآن:۸:۳۴)

۴۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔ (قرآن:۳۵:۲۸)

ان چاروں آیات کو اکٹھا کرنے سے معلوم ہوا کہ ولی کے ابتدائی درجہ میں تو ہر وہ مسلمان شامل ہے جو اخلاص کے ساتھ ایمان لایا، پھر اس کے بعد ان لوگوں کا درجہ ہے جو ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے، پھر ان لوگوں کا درجہ ہے جو ایمان اور تقویٰ کے ساتھ عالم بھی ہوں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عالم کا درجہ ایک عابد سے اتنا بلند ہے جتنا میرا درجہ تم میں سے کسی ادنیٰ انسان سے بلند ہے۔ (ترمذی: ابواب العلم: باب ۱۹) اور آخر میں سب سے اعلیٰ درجہ ان نفوسِ قدسیہ کا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لئے منتخب فرمایا اور ان میں سب سے عظیم تر درجہ نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہے۔

حدیث میں ولی کی تعریف

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد آجائے۔ (ابن ابی حاتم: حدیث نمبر ۱۰۴۵۵) یعنی ان کی شکل و صورت، کردار اور گفتار میں توحید پرستی کے آثار اس قدر غالب اور نمایاں ہوتے ہیں کہ ان کو دیکھنے والے کے ذہن و ضمیر میں اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

ولی کی فضیلت

۱۔ نبی کریم ﷺ نے (حدیث قدسی بیان کرتے ہوئے) فرمایا: میرے اولیاء میرے بندے اور میرے محبوب ہیں، یہ میری مخلوق میں سے وہ لوگ ہیں جو میرا ذکر کرتے ہیں اور میں ان کا ذکر کرتا ہوں۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۴۳۰)

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، پس جبریل اس سے محبت کرتا ہے، پھر وہ آسمان میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، پس آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اہل زمین میں اس کے لئے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

(بخاری: حدیث نمبر ۷۴۸۵: مسلم: حدیث نمبر ۲۶۳۷)

۳۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ دیکھ کر انبیاء اور شہداء بھی ان کی تحسین کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں بتائیں وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرتے ہیں حالانکہ وہ لوگ نہ ان کے رشتہ دار ہوتے ہیں اور نہ ان کو ان سے کوئی مالی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ان کے چہرے منور ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر تشریف فرما ہوں گے اور (ان کی شان یہ ہوگی کہ) جب لوگ خوف زدہ ہوں گے تو انہیں خوف نہیں

Marfat.com

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ؕ﴿۶۴﴾

۶۴۔ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی، اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، یہی بڑی کامیابی ہے۔[۵۶]

وَ لَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۵﴾

۶۵۔ اور آپ کو ان کی باتیں غمگین نہ کریں، بے شک ساری عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، وہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔[۵۷]

ہوگا اور جب لوگ غمزدہ ہوں گے تو انہیں غم نہیں ہوگا: پھر آپ نے اس آیت نمبر ۶۲ کو پڑھا یعنی اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (ابو داؤد: حدیث نمبر ۳۵۲۷: کتاب البیوع: باب ۷۸)

معجزہ اور کرامت

خلافِ عادت امر اگر نبی کے ہاتھوں وقوع پذیر ہو تو اُسے معجزہ کہتے ہیں جیسے جنگ بدر میں نبی کریم ﷺ کی مٹھی بھر خاک کفار کے ایک ہزار لشکر کی آنکھوں میں پہنچ گئی۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ انفال (۸) کی آیت نمبر ۱۷ اور حاشیہ نمبر ۱۱ ملاحظہ کریں۔

اور اگر یہ خلافِ عادت امر کسی ولی اللہ یعنی غیر نبی مؤمن کی معرفت ظاہر ہو تو عرفِ عام میں اس کو کرامت کہتے ہیں جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی حضرت آصف رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھ جھپکنے سے پہلے تختِ بلقیس کو دربار میں حاضر کر دیا۔ (قرآن: ۲۷:۴۰) اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے حجرہ میں بے موسم پھل پائے گئے۔ (قرآن: ۳:۳۷) معجزہ نبی کی صداقت کے لئے وقوع پذیر ہوتا ہے جبکہ کرامت ولی اللہ کی بزرگی اور شرافت کو ظاہر کرتی ہے۔ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اولیاء اللہ سے کرامت کا صدور برحق ہے لیکن کرامت ولایت کا معیار نہیں ہے۔ یعنی یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جس سے کرامت کا صدور ہو وہی ولی ہے اور جس سے کرامت کا صدور نہ ہو وہ ولی نہیں ہے۔ ولایت کا معیار ایمان اور تقویٰ ہے۔ جس کا تقویٰ جتنا زیادہ ہوگا وہ اُتنا ہی بڑا ولی اللہ ہوگا۔

قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: عام لوگ کشف اور کرامت کو ولایت کی خصوصی نشانی سمجھتے ہیں مگر یہ غلط ہے کیونکہ بہت سے اولیائے کرام سے کشف و کرامت ثابت نہیں ہے جبکہ بعض ایسے لوگوں سے کشف اور خلافِ عادت امر کی خبریں منقول ہیں جن کا ایمان بھی درست نہیں ہے۔ (تفسیر مظہری) اسی لئے اہل علم کہتے ہیں کہ اگر کوئی ہوا میں اُڑتا ہوا آرہا ہو اور نبی کریم ﷺ کی سنت کا تارک ہو تو وہ جادوگر تو ہوسکتا ہے ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔

[۵۶] نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اولیاء اللہ کے لئے دنیا و آخرت میں بشارت سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد نیک خواب ہیں جو مسلمان خود دیکھتا ہے یا اس کے متعلق کسی اور کو دکھائے جاتے ہیں، یہ اس کی دنیا کی زندگی میں بشارت ہیں اور آخرت میں اس کی بشارت جنت ہے۔ (مسند احمد: جلد ۶: ص ۴۵۲)

[۵۷] مشرکین مکہ نے نہ صرف یہ کہ آپ کو نبی ماننے سے انکار کر دیا بلکہ اسلام کی مخالفت میں بھرپور مہم شروع کر دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ خبردار! جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں، اور یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا شریکوں کو پکارتے ہیں وہ کس کی پیروی کر رہے ہیں؟ یہ صرف گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور صرف قیاس آرائیاں کر رہے ہیں۔[۵۸]

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾

۶۷۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن بنایا، بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو (غور سے) سنتے ہیں۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ الْغَنِيُّ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا بنالیا ہے، وہ پاک ہے، وہ تو بے نیاز ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے، تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیا تم اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں؟[۵۹]

آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: آپ ان کی دل آزار باتوں سے غمگین نہ ہوں بلکہ اپنی تبلیغ جاری رکھیں۔ یہ اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے کیونکہ عزت اور سرفرازی کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے، وہ آپ کی مدد فرمائے گا اور بالآخر اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔

[۵۸] زمین و آسمان میں جو دنیا آباد ہے اس کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا خود ساختہ شریکوں کو پکارتے ہیں ان کے پاس اس شرک کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں ہے، وہ صرف اپنے وہم و گمان کی پیروی کر رہے ہیں۔

[۵۹] عیسائی یہ کہتے تھے کہ مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، یہودی یہ کہتے تھے کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور کفار مکہ یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) اس آیت میں ان کا رد کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح والدین سے پاک ہے اس طرح وہ اولاد سے بھی پاک ہے۔ نسل کی بقاء اور ملک کی ترقی کے لئے اولاد کا ہونا انسانی ضرورت ہے۔ اگر اولاد کا سلسلہ منقطع ہو جائے تو ساری زمین انسانوں سے خالی ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر چیز کا ہمیشہ سے مالک ہے، کائنات کی ہر چیز اپنے وجود و بقا میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں، اس لئے اس کو اولاد کی ضرورت نہیں ہے۔ مشرکین جو اللہ تعالیٰ کی اولاد بناتے ہیں ان کے پاس اس عقیدہ کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات کہتے ہیں جن کا انہیں خود بھی کوئی علم نہیں ہے۔

Marfat.com

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۶۹

٦٩۔ آپ فرمائیے! جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پائیں گے۔

مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۷۰

٧٠۔ یہ (چند روزہ) دنیا کی لطف اندوزی ہے، پھر ہماری ہی طرف انہیں لوٹنا ہے، پھر ہم ان کے کفر کے بدلے میں انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔[٦٠]

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۷۱

٧١۔ اور آپ ان کو نوح علیہ السلام کا قصہ پڑھ سنائیے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اگر میرا تم میں رہنا اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے نصیحت کرنا تم پر گراں گزرتا ہے، تو میں نے تو اللہ تعالیٰ پر توکل کر لیا ہے، پس تم بھی اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر کوئی متفقہ فیصلہ کر لو، پھر تمہارا یہ فیصلہ تم پر مخفی نہ رہے، پھر (جو جی میں آئے) میرے ساتھ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔[٦١]

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۷۲

٧٢۔ پھر بھی اگر تم منہ موڑے رہو تو میں نے تم سے کوئی اجر طلب نہیں کیا، میرا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں۔[٦٢]

---

[٦٠] جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اولاد کا جھوٹا بہتان لگاتے ہیں وہ کافر ہیں اور آخرت میں نجات نہیں پا سکیں گے، ہاں! اس چند روزہ زندگی میں اپنی جہد مسلسل کی وجہ سے وہ کامیابیاں حاصل کر سکتے ہیں مگر انجام کار انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹنا ہے جہاں انہیں اس کفر کی سخت سزا دی جائے گی۔

[٦١] یعنی مشرکین مکہ کو حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سناؤ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر میرا یہاں رہنا اور احکام الٰہی کی تبلیغ کرنا تمہیں گراں گزرتا ہے اور تم مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں بلکہ تم اپنے سارے شریکوں کے ساتھ مل کر پورے غور و خوض کے بعد میرے خلاف جو بھی تمہارے امکان میں ہے کر گزرو۔ مجھے تو بہر حال اپنا فرض ادا کرنا ہے کیونکہ مجھے اپنے پیغام کی صداقت اور اللہ تعالیٰ کی نصرت پر پورا بھروسہ ہے۔

دوسرے لفظوں میں نبی کریم ﷺ بھی مشرکین مکہ کو کھلا چیلنج دے رہے تھے کہ جو بھی تمہارے امکان میں ہے میری مخالفت میں کر گزرو میں بھی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح نبی ہوں اور دعوت توحید سے کسی صورت میں بھی دست بردار نہیں ہو سکتا۔

[٦٢] میری تبلیغ کے بعد بھی اگر تم منہ موڑے رہو تو اس میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے، میں نے تم سے اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں مانگا تھا کیونکہ

Marfat.com

فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓىِٕفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ سو انہوں نے ان کو جھٹلایا، پس ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے سب کو نجات دی اور ہم نے انہیں ان کا جانشین بنا دیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو ہم نے غرق کر دیا، پس دیکھ لو ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا۔ [۶۳]

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ پھر نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا، سو وہ ان کے پاس روشن دلائل لے کر آئے مگر جس چیز کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے وہ اس پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ تھے، اسی طرح ہم سرکشی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ [۶۴]

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ىِٕهٖ بِاٰیٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ پھر ان رسولوں کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون اور ان کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔

میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تبلیغ کرتا ہوں اور میرا معاوضہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لے رکھا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں، اس لئے نہ تو میں تم سے ڈرتا ہوں اور نہ ہی تم سے کوئی لالچ رکھتا ہوں۔ بہر حال تم مانو یا نہ مانو میں تو اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہوں اور ہمیشہ رہوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا دین اسلام تھا، البتہ حالات کے مطابق بعض شرعی احکام مختلف تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شریعت اور راہِ عمل بنائی ہے۔ (قرآن: ۵: ۴۸)

[۶۳] حضرت نوح علیہ السلام نے سینکڑوں سال اپنی قوم کو تبلیغ کی اور انہیں عذابِ الٰہی سے ڈراتے رہے مگر وہ اپنے کفر کے ساتھ چمٹے رہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کا انکار کر دیا تو پھر عذابِ الٰہی کا ایسا سیلاب آیا جس میں سارے منکرین غرق کر دیئے گئے اور صرف وہی لوگ بچے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے تھے اور یہی بچ جانے والے چند لوگ ہی سب غرق ہو جانے والوں کے جانشین بنے، پھر انسانوں کی آئندہ نسل انہی لوگوں یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سے چلی۔ اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہا جاتا ہے۔

[۶۴] حضرت نوح علیہ السلام کے وصال کے بعد شیطان نے لوگوں کو پھر گمراہ کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رسول بھیجے جنہوں نے معجزات

Marfat.com

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے۔[۶۵]

قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیا تم حق کے متعلق یہ کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا؟ کیا یہ جادو ہے؟ اور جادوگر تو کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾

۷۸۔ انہوں نے کہا: کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں اس (دین) سے پھیر دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور (مصر کی) سرزمین میں صرف تم دونوں کے لئے بڑائی ہو جائے، اور ہم تم دونوں پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔[۶۶]

دکھائے اور انہیں بتایا کہ وہ ان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے بھیجے گئے ہیں مگر ان قوموں نے انبیائے کرام علیہم السلام کی تبلیغ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور جاہلانہ ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنے اس انکار پر اس قدر پختہ ہو گئے کہ بعد میں جو بھی نبی آیا انہوں نے اس انکار کو جاری رکھا اور کسی نبی پر ایمان لانے کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ نیز جو لوگ مسلسل سرکشی اور ہٹ دھرمی کے پابند رہتے ہیں انجام کاران کے دلوں سے حق کو قبول کرنے والی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی ہے اور وہ ایسے ہو جاتے ہیں جیسے ان کے دلوں کو سیل کر دیا گیا ہے۔

[۶۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعونیوں کو توحید کی دعوت دی اور اپنی صداقت کے لئے معجزات دکھائے۔ (تفصیل کے لئے سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۳۳ اور حاشیہ نمبر ۶۵ ملاحظہ کریں) تو انہوں نے تکبر کیا اور معجزات کو جادو قرار دیا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم حق کو دیکھنے کے باوجود اس کو جادو سے تعبیر کر رہے ہو حالانکہ جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے مگر منکرین کے پاس اپنے انکار کی کوئی معقول دلیل تو ہوتی نہیں اس لئے وہ اپنے ساتھیوں کو طفل تسلیاں دینے کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام پر جادوگری کا الزام عائد کر دیتے ہیں۔

[۶۶] فرعون اور اس کے درباری جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے دلائل کا معقول جواب نہ دے سکے تو الزام تراشی پر اتر آئے کہ تم ہمیں ہمارے باپ دادا کے راستہ سے ہٹانا چاہتے ہو اور مصر کی حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے ہو اس لئے ہم تو کبھی بھی تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔

Marfat.com

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿٧٩﴾

٧٩۔ اور فرعون نے حکم دیا: ہر ماہر جادوگر کو میرے پاس لے آؤ۔

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى اَلْقُوْا مَا اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٨٠﴾

٨٠۔ پس جب جادوگر آ گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا: ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو۔

فَلَمَّا اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨١﴾

٨١۔ جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ جو کچھ تم لائے ہو یہ جادو ہے، یقیناً ابھی اللہ تعالیٰ اس کو باطل کردے گا، بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کے کام سنوارا نہیں کرتا۔ [٦٧]

وَ يُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع

٨٢۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے کلمات سے حق کو حق (ثابت) کر دکھاتا ہے خواہ مجرم اسے ناپسند ہی کریں۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٨٣﴾

٨٣۔ پس (ابتدا میں) موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے چند نوجوانوں کے علاوہ کوئی ان پر اس خوف سے ایمان نہ لایا کہ کہیں فرعون اور ان کے سردار انہیں مصیبت میں نہ ڈال دیں، اور واقعی فرعون سرزمین (مصر) میں بڑا سرکش تھا اور واقعی وہ حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا۔ [٦٨]

[٦٧] فرعون نے حکم جاری کر دیا کہ پورے ملک سے ہر ماہر جادوگر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے لے آؤ۔ جب سارے جادوگر آ گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا: تم پہلے اپنا کمال دکھاؤ۔ جادوگروں نے ہزاروں کی تعداد میں اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں اور لوگوں کی نظروں پر جادو کر دیا جس کی وجہ سے لوگوں کو وہ رسیاں سانپ نظر آنے لگیں۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جادو وہ نہیں تھا جو میں نے دکھایا دراصل جادو تو یہ ہے جو تم نے دکھایا ہے اور اللہ تعالیٰ ابھی اس جادو کو باطل کر کے حق کو ثابت کرنے والا ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا عصا پھینکا جو سب رسیوں کو نگل گیا اور جادو کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

[٦٨] ابتدا میں بنی اسرائیل کے صرف چند نوجوان ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور اکثر لوگ فرعون کے ڈر کی وجہ سے ایمان نہ لائے کیونکہ فرعون بڑا سرکش اور ظالم بادشاہ تھا اور اپنے مخالفین کو تنگ کرنے میں حد سے بڑھنے والا تھا۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی انقلاب میں جوانوں کا کردار نمایاں رہا ہے مثلاً ۱۴۰۰ سال پہلے سرزمین عرب پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انقلاب برپا کیا اس کے پہلے مجاہدین بھی نوجوان عورتیں اور مرد تھے، جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن

Marfat.com

وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝۸۴

۸۴۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو تو اُسی پر توکل کرو اگر تم سچے مسلمان ہو۔

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۸۵

۸۵۔ انہوں نے کہا: ہم نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا ہے، اے ہمارے رب! ہمیں ظالم قوم کے لئے آزمائش (تختہ مشق) نہ بنا۔

وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۸۶

۸۶۔ اور اپنی رحمت سے ہمیں کافر قوم سے نجات دے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۷

۸۷۔ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ تم اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر مہیا کرو اور اپنے ان گھروں کو قبلہ (عبادت گاہ) قرار دو اور نماز قائم کرو اور اہل ایمان کو خوش خبری دو۔[۶۹]

مسعود رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا، جیسے لوگ قبول اسلام کے وقت ۲۰ سال سے کم عمر تھے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، بلال حبشی رضی اللہ عنہ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عمریں ۲۰ اور ۳۰ سال کے درمیان تھیں، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو ابھی بچے تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر ۳۸ سال تھی اور صرف دو شخصیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی عمر کی تھیں: ایک آپ کی بیوی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور دوسرے عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ۔ یعنی ۸۰ فیصد ابتدائی مسلمانوں کی عمریں ۱۵ اور ۳۰ کے درمیان تھیں۔ آج امت مسلمہ جن مصائب و آلام میں گھری ہوئی ہے اور اس کا حال اور مستقبل جس طرح تاریک ہو گیا ہے ایسے میں نوجوان امید کی کرن ہیں۔ ان کا قومی فریضہ ہے کہ وہ اسلام پر عمل کرتے ہوئے سائنس اور ٹیکنالوجی میں آگے بڑھیں اور امت مسلمہ کو زوال سے نکال کر عروج کے راستہ پر گامزن کریں۔

[۶۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب نبوت کا اعلان کیا تو فرعون نے بنی اسرائیل پر مظالم میں اضافہ کر دیا، ان کے عبادت خانوں کو گرا دیا اور اعلانیہ مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لینا بنی اسرائیل کے لئے مشکل ہو گیا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے گھروں کو ہی عبادت خانے بنالیں اور وہیں نماز ادا کریں اور اللہ تعالیٰ پر توکل رکھیں وہ ان کی مدد فرمائے گا۔

مسلمانوں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ گھر میں، مسجد میں، جنگل میں اور جہاں چاہیں ہر پاک جگہ پر نماز پڑھ سکتے ہیں مگر پہلی امتوں میں نمازیں صرف عبادت خانوں میں پڑھی جاتی تھیں، البتہ فرعون کے مظالم کی وجہ سے بنی اسرائیل کو گھروں میں چھپ کر نماز پڑھنے کی خصوصی اور عارضی اجازت دی گئی تھی۔

Marfat.com

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے درباریوں کو دنیا کی زندگی میں زینت کا سامان اور مال دیا ہے، اے ہمارے رب! (کیا ان کو مال اس لئے دیا تھا) کہ وہ (لوگوں کو) تیری راہ سے بھٹکائیں؟ اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ وہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک وہ دردناک عذاب کو دیکھ نہ لیں۔ [۷۰]

قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَ لَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے، پس تم ثابت قدم رہنا اور جاہل لوگوں کے طریقہ کی ہرگز پیروی نہ کرنا۔ [۷۱]

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّ عَدْوًا ۭ حَتّٰٓى اِذَآ

۹۰۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار کر دیا، پھر فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور ظلم کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا،

---

[۷۰] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھنے کے بعد بھی جب فرعون اور اس کی قوم کے لوگ ایمان نہ لائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: ان لوگوں نے تیری عطا کردہ دنیاوی شان و شوکت اور مال و دولت کا شکر ادا کرنے کی بجائے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا ہے، لہٰذا تو ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دلوں کو کفر پر پختہ کر دے تاکہ وہ اس دردناک عذاب کا مشاہدہ کر سکیں جو اس ناشکری کی لازمی سزا ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ انہیں ساری زندگی ایمان لانے کی توفیق نہ ملی اور ڈوبتے وقت دردناک عذاب کو دیکھ کر ایمان لانے کا اظہار کیا مگر آخروقت کا ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اگرچہ نبی ہدایت کی دعا دیتا ہے ہلاکت کی دعا نہیں دیتا لیکن جب کوئی قوم نافرمانی کی انتہا کو پہنچ جائے اور اس کی ہدایت کا کوئی امکان باقی نہ رہے تو پھر آخری چارہ کار یہی رہ جاتا ہے کہ اس قوم کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے، لہٰذا ان کی سزا کے طور پر گویا یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی ہے جو بے اختیار، نبی کی زبان پر جاری ہو جاتی ہے۔ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے سینکڑوں سال تبلیغ کرنے کے بعد بالآخر اپنی قوم کے خلاف یہ دعا فرمائی: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ (قرآن ۷۱:۲۶)

[۷۱] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے مگر اس کا ظہور اپنے وقت مقررہ پر ہوگا، لہٰذا تم ناواقف لوگوں کی طرح اس کے جلد وقوع پذیر ہونے کے لئے بے قرار نہ ہونا بلکہ صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ تبلیغ کی جدوجہد جاری رکھنا، چنانچہ اس دعا کے بعد چالیس سال تک فرعون زندہ رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو غرق کر دیا۔ (صفوۃ التفاسیر)

Marfat.com

أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۰﴾

حتیٰ کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو بول اٹھا: میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔[۷۲]

آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۱﴾

۹۱۔ اب (ایمان لاتا ہے؟) حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمانی کرتا رہا اور فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا۔

فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع

۹۲۔ سو آج ہم تیرے (بے جان) جسم کو بچا لیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لئے عبرت کا نشان بن جائے، اور بے شک اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔[۷۳]

---

[۷۲] فرعونیوں نے بنی اسرائیل پر جب مظالم کی انتہا کر دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک رات کی تاریکی میں اپنی قوم کو لے کر مصر سے ہجرت کر گئے جب مہاجرین کا یہ قافلہ بحر قلزم کے کنارے پر پہنچا تو پیچھے سے فرعون کا لشکر بھی ان کے تعاقب میں پہنچ آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا سے سمندر میں ضرب لگائی تو معجزانہ طور پر سمندر کا پانی رک گیا اور درمیان میں راستے بن گئے جن پر چل کر بنی اسرائیل دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ فرعونیوں نے بھی ان کے تعاقب میں انہی راستوں پر گھوڑے دوڑا دیئے تاکہ بنی اسرائیل کو گرفتار کر کے دوبارہ قید غلامی میں لایا جائے اور پہلے کی طرح ان پر ظلم و زیادتی کا سلسلہ جاری رہے۔ مگر جب سارے فرعونی سمندر کے درمیان پہنچے تو رکا ہوا پانی پھر اصلی حالت پر چلنے لگا۔ جب فرعون ڈوبنے لگا اور اسے اپنی موت کا یقین ہو گیا تو اس نے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا کہ میں بھی بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لاتا ہوں۔ مقصد یہ تھا کہ کسی حیلہ کے باعث غرق ہونے سے بچ جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا گیا کہ حالتِ اضطرار اور آخری وقت میں ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جب ایمان لانے کا وقت تھا اس وقت تو نافرمانی اور فساد برپا کرتا رہا۔ لہٰذا اب تجھے غرق ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا چنانچہ فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جبریل علیہ السلام ایک دن فرعون کے پاس تشریف لائے اور کہا اے بادشاہ! اگر میں اپنے کسی غلام کو کسی علاقے کا بادشاہ بناؤں اور اسے اپنے خزانوں کی چابیاں عطا کر دوں لیکن اگر وہ میرا ہی دشمن ہو جائے اور میرے ہی دوستوں سے دشمنی کرنے لگے تو میں ایسے غلام سے کیا کروں؟ فرعون نے کہا اگر ایسا میرا غلام ہو تو میں اسے بحر قلزم میں غرق کر دوں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا اے بادشاہ! مجھے یہ فتویٰ تحریر کر دو چنانچہ فرعون نے لکھا: وہ غلام جو اپنے سردار کی نعمتوں کی ناشکری کرے اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو بحر قلزم میں غرق کر دیا جائے اور جب فرعون سمندر میں غرق ہونے لگا تو جبریل علیہ السلام اس کے سامنے وہی تحریر لائے جسے فرعون نے دیکھ کر پہچان لیا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ تیری تحریر ہے اسی کے مطابق تجھے سزا دی گئی ہے۔ (تفسیر روح البیان)

[۷۳] اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر کی موجوں نے فرعون کے مردہ جسم کو اٹھا کر ایک ٹیلے پر پھینک دیا جس کو دیکھ کر ایک طرف تو فرعون کے

Marfat.com

وَلَقَدۡ بَوَّاۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مُبَوَّاَ صِدۡقٍ وَّ رَزَقۡنٰہُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخۡتَلَفُوۡا حَتّٰی جَآءَہُمُ الۡعِلۡمُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ یَقۡضِیۡ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۹۳﴾

۹۳۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو (رہنے کے لئے) عمدہ ٹھکانا دیا اور ہم نے ان کو (کھانے کے لئے) پاکیزہ چیزیں عطا کیں، پھر انہوں نے اختلاف نہ کیا حتیٰ کہ ان کے پاس علم آ گیا، بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان ان چیزوں کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ [۷۴]

فَاِنۡ کُنۡتَ فِیۡ شَکٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ فَسۡـَٔلِ الَّذِیۡنَ یَقۡرَءُوۡنَ الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ لَقَدۡ جَآءَکَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ﴿ۙ۹۴﴾

۹۴۔ اور (اے سننے والے!) اگر تجھے اس میں کچھ شک ہو جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو تم سے پہلے کتاب کو پڑھتے ہیں، بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آ گیا ہے، پس تم شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا۔ [۷۵]

مظالم سے بچ جانے والے بنی اسرائیل کو یقین ہو گیا کہ فرعون واقعی مر گیا ہے اور دوسری طرف وہ بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے نشانِ عبرت بن گیا کہ جو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے وہ آج خود مردہ پڑا ہوا ہے۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں تاریخ میں موجود ہیں لیکن اکثر لوگ ان سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔

میرے استاذِ گرامی حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مصر میں ایسے مسالے ایجاد ہو چکے تھے جن کے استعمال سے لاش کو گلنے سڑنے سے بچایا جا سکتا تھا اور اس زمانہ میں بادشاہوں اور امرا کی لاشوں کو ممی کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ماہرین آثارِ قدیمہ نے مصر کے شاہی قبرستانوں سے متعدد ممی شدہ لاشیں نکالی ہیں جو محفوظ ہیں۔ مصر کے عجائب گھر میں ایک لاش موجود ہے جس کے متعلق ماہرین اثریات کا خیال ہے کہ یہ فرعونِ موسیٰ کی لاش ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

فرعون کی لاش کو سمندر سے باہر پھینکنے کا ذکر نہ تو بائبل میں تھا اور نہ ہی دنیا کی کسی اور کتاب میں۔ قرآن مجید نے سب سے پہلے اس کا اعلان کیا جس کا اُس زمانہ میں کسی کو علم تک نہیں تھا اور آج واقعات نے اسے صحیح ثابت کر دیا ہے جو قرآن مجید کی صداقت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بیّن ثبوت ہے۔

[۷۴] فرعون کی غلامی سے نجات پانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لئے عمدہ ممالک یعنی مصر اور فلسطین کی حکومتیں عطا فرمائیں اور ان ممالک کی زرخیز زمین سے پیدا ہونے والی پاکیزہ خوراک مہیا فرمائی، لیکن بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی بجائے آپس میں اختلاف شروع کر دیا اور یہ اختلاف بھی کسی بے علمی یا جہالت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ تورات کے واضح احکام آ جانے کے بعد محض عناد اور تکبر کی وجہ سے تھا اور ان کے درمیان عملی فیصلہ قیامت کے دن ہو گا جب اللہ تعالیٰ تورات کے پیروکاروں کو جنت میں داخل فرمائے گا اور تورات کے احکام میں ہیر پھیر کرنے والوں کو جہنم رسید کرے گا۔

[۷۵] اس آیت کی تفسیر سمجھنے کیلئے آگے آیت نمبر ۱۰۴ بالکل واضح ہے ''اے لوگو! اگر تم میرے دین کے متعلق کسی شک میں ہو''

Marfat.com

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

۹۵۔ اور ان لوگوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا ورنہ تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

۹۶۔ بے شک وہ لوگ جن پر آپ کے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝

۹۷۔ اگرچہ ان کے پاس ساری نشانیاں آجائیں جب تک وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔[۷۶]

(قرآن: ۱۰:۱۰۴) یعنی شک کا تعلق لوگوں کے ساتھ ہے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہیں اور یہ حقیقت ہے کہ کسی نبی کو وحی کے بارے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید میں نہ شک کیا تھا اور نہ اہل کتاب سے سوال کیا تھا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: حدیث نمبر ۱۰۵۸۳) اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ذکر فرمایا: میں (قرآن میں) نہ شک کرتا ہوں اور نہ (اہل کتاب سے) سوال کرتا ہوں۔ (تفسیر ابن جریر طبری) دراصل اللہ تعالیٰ نبی کے اندر ایک ایسا ملکہ پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے نبی کو کلام الٰہی اور ملک الوحی کے پہچاننے میں کوئی شک نہیں رہتا جیسا کہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ میں ایسا ضروری علم پیدا فرما دیا جس کی وجہ سے آپ کو یقین تھا کہ جبریل امین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا فرشتہ ہے، یہ نہ جن ہے اور نہ شیطان۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام میں بھی ایسا ضروری علم پیدا فرما دیا جس کی وجہ سے جبریل امین علیہ السلام کو یقین تھا کہ اس کے ساتھ بات کرنے والا اور اس کو بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے کوئی اور نہیں ہے۔ (المواهب اللدنیه: جلد اوّل: ص ۱۹۹)

مندرجہ بالا آیات اور احادیث (یا نصوص) سے واضح ہو گیا کہ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو خطاب نہیں ہے بلکہ عام انسان کو خطاب کیا جا رہا ہے کہ اگر تجھے اس کلام الٰہی میں شک ہے جس کو ہم نے نبی کریم ﷺ پر نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے بھی اس کی تصدیق کر سکتے ہو جو قرآن سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتابوں کو پڑھتے ہیں کیونکہ ان کتابوں میں قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی صفات بیان کی گئی ہیں اور کئی اہل کتاب علماء نے ان صفات کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا جبکہ کئی دوسرے علمائے اہل کتاب تعصب کا شکار رہے۔ بہرحال اے سننے والے! یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے اس میں شک کرنے یا اس کو جھٹلانے کی ہرگز کوشش نہ کرنا ورنہ خسارے میں رہو گے۔

[۷۶] جن بدنصیبوں نے مسلسل سرکشی کر کے اپنی خداداد صلاحیتوں کو مسخ کر دیا ہے اور ان کا کفر پر مرنا ثابت ہو چکا ہے تو ان کے پاس چاہے دلائل کا انبار لگا دیا جائے وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے لیکن جب دردناک عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور انہیں اس

Marfat.com

فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾

۹۸۔ پس کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ وہ (عذاب خداوندی کی نشانی دیکھ کر) ایمان لے آتی تو اس کا ایمان لانا اسے نفع دیتا سوائے قوم یونس کے کہ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان پر سے دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ہم نے ان کو ایک مدت تک زندگی سے لطف اندوز ہونے (کا موقع) دیا۔[۷۷]

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾

۹۹۔ اور اگر آپ کا رب چاہتا تو زمین میں جتنے لوگ ہیں سب کے سب ایمان لے آتے، پھر کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔[۷۸]

وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

۱۰۰۔ اور کسی شخص کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ایمان لے آئے، اور جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اللہ تعالیٰ ان پر (کفر کی) نجاست ڈال دیتا ہے۔[۷۹]

سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو وہ اس وقت مجبوراً ایمان لانے کی طرف راغب ہو جاتے ہیں مگر اس وقت کا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے تو پھر ان کے ایمان لانے نے انہیں کوئی فائدہ نہیں دیا۔

(قرآن: ۴۰:۸۵)

[۷۷] سرکش قومیں اپنے مادی وسائل پر اس قدر متکبر ہوتی ہیں کہ عذاب کے آثار دیکھ کر بھی وہ ایمان لانے کی طرف مائل نہیں ہوتیں اور جب عذاب انہیں چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے تو پھر ایمان کی طرف راغب ہوتی ہیں حالانکہ آخری وقت کا ایمان بے سود ہوتا ہے۔ اکثر سرکش قوموں سے یہ سرکشی ہوئی جس کے نتیجے میں وہ خود بھی ہلاک ہوئے اور ان کی بستیاں بھی برباد کر دی گئیں لیکن قوم یونس علیہ السلام کی یہ خوش قسمتی ہے کہ انہوں نے عذاب الٰہی کے آثار دیکھ کر توبہ کر لی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان سے اور ان کی بستی سے عذاب کو دور کر دیا اور ایک مدت تک انہیں مزید زندگی سے لطف اندوز ہونے کا موقع دے دیا۔ یہ قوم نینوا میں آباد تھی جو عراق کے علاقہ موصل میں تھا۔

[۷۸] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اگر وہ چاہتا تو تمام انسانوں کو مؤمن بنا دیتا مگر اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ان کو تبلیغ کریں اور وہ اپنی مرضی سے ایمان لے آئیں اور اگر کوئی شخص آپ کی تبلیغ کے باوجود ایمان نہیں لاتا تو آپ غمگین نہ ہوں کیونکہ آپ کو اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ آپ ان کو زبردستی مسلمان بنائیں۔

[۷۹] دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوتا ہے مگر اس کی اجازت ایک حکیمانہ اور عادلانہ نظام کی پابند ہے یعنی جو لوگ

Marfat.com

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠١﴾

۱۰۱۔ آپ فرمایئے: غور سے دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیسی نشانیاں ہیں، اور یہ نشانیاں اور ڈرانے والے ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے جو ایمان نہیں لانا چاہتے۔[۸۰]

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾

۱۰۲۔ پس یہ لوگ صرف اس طرح کے ایام کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلی قوموں پر گزر چکے ہیں، آپ فرمایئے کہ تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ ع

۱۰۳۔ پھر ہم اپنے رسولوں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے ہیں، اسی طرح ایمان والوں کو بچا لینا ہمارے ذمہ ہے۔[۸۱]

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ

۱۰۴۔ آپ فرمایئے: اے لوگو! اگر تم میرے دین کے متعلق کسی شک میں ہو تو (سن لو) تم اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا بلکہ میں اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کرتے ہیں اور تلاش حق میں سرگرم رہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ایمان لانے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور جو لوگ عقل و فہم سے کام نہیں لیتے اللہ تعالیٰ انہیں کفر کی نجاست میں پڑا رہنے دیتا ہے۔

[۸۰] زمین و آسمان میں بے شمار ایسی نشانیاں موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرتی ہیں مگر جن لوگوں نے جان بوجھ کر ایمان نہ لانے کا فیصلہ کر رکھا ہے ان پر کوئی دلیل یا رسولوں کی تنبیہ اثر انداز نہیں ہو سکتی اور ان کا حال اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ شاید وہ اس عذاب کے منتظر ہیں جو ان سے پہلے سرکش قوموں پر نازل ہو چکا ہے۔ اگر ان کی شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر بھی مرضی ہے تو ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا کے لئے دنیا یا آخرت میں جو وقت مقرر کر رکھا ہے وہ بھی اس کا انتظار کریں اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ بالآخر حق اور باطل واضح ہو جائے گا۔

[۸۱] پہلی قوموں پر جب عذاب آتا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور مومنوں کو اس عذاب سے بچا لیتا جیسے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو کشتی کے ذریعہ بچا لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو سمندر کا پانی روک کر بچا لیا کیونکہ اہل ایمان کو بچانا اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ کرم پر لے رکھا ہے۔ اسی طرح ان کفار پر بھی دنیا میں یا آخرت میں جب عذاب آئے گا تو اہل ایمان اس سے محفوظ رہیں گے۔

Marfat.com

يَتَوَفّٰكُمْ ۚ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

کرتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مومنوں میں سے رہوں۔[۸۲]

وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵۔ اور یہ کہ اپنا رخ یکسو ہو کر اس دین کی طرف کر لے اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہونا۔

وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

۱۰۶۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کر جو نہ تجھے نفع پہنچا سکتا ہے، اور نہ تجھے نقصان پہنچا سکتا ہے اور اگر تو نے ایسا کیا تو پھر تو ظالموں میں سے ہو جائے گا۔

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾

۱۰۷۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس تکلیف کو دور کرنے والا کوئی نہیں، اور اگر وہ تمہارے لئے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے، اور وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۸۳]

---

[۸۲] یعنی روشن دلائل اور واضح شواہد کے بعد بھی اگر تمہیں میرے دین کے بارے میں شک ہو تو ہوتا رہے، بہرحال مجھے تمہارے شرک کے غلط ہونے میں ذرہ بھر شک نہیں، اس طرح تم اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کر سکتا بلکہ میں اسی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری زندگی اور موت کا مالک ہے اور اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ رہوں جو صدق دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ کہ میں یکسو ہو کر دین اسلام کی طرف اپنی توجہ مرکوز رکھوں اور شرک سے دور رہوں اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں بتوں کی عبادت نہ کروں جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ نیز ان کی عبادت کرنا شرک ہے اور شرک کرنے والے ظالم ہوتے ہیں۔ ان تینوں آیات میں نبی کریم ﷺ کے ذریعہ امت کو خطاب کیا گیا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ پہلے سے ہی مومن ہیں اور شرک و ظلم سے معصوم ہیں۔

[۸۳] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کا مکمل اختیار رکھتا ہے، لہٰذا وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اسی سے ڈرا جائے۔

Marfat.com

قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَ مَآ أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٨﴾

۱۰۸۔ آپ فرمایئے: اے لوگو! بے شک تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ گیا ہے، اب جو شخص ہدایت اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے فائدے کے لئے ہدایت اختیار کرتا ہے اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے نقصان کے لئے گمراہی اختیار کرتا ہے اور میں تم پر کوئی نگران نہیں ہوں۔[۸۴]

وَ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى إِلَيْكَ وَ اصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾

۱۰۹۔ اور آپ اسی کی پیروی کرتے رہیں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کیجئے حتی کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔[۸۵]

---

[۸۴] یعنی اے لوگو! قرآن مجید کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا پیغام آ چکا ہے جس نے حق کو باطل سے ممتاز کر دیا ہے۔ اب میں تمہارے اعمال کا ذمہ دار نہیں ہوں، تم خود اپنے مستقبل کا فیصلہ کرو لیکن یاد رکھنا جو اس قرآن پر ایمان لا کر ہدایت حاصل کرے گا اس میں اس کا اپنا فائدہ ہوگا اور جو قرآن کا انکار کر کے کفر کا راستہ اختیار کرے گا اس میں اس کا اپنا نقصان ہوگا کہ قیامت کو جہنم کی آگ میں جلے گا۔

[۸۵] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کفار مکہ کی مخالفتوں سے غمگین نہ ہوں اور صبر و تحمل کے ساتھ وحی کی تبلیغ جاری رکھیں۔ فیصلہ کی گھڑی قریب آ رہی ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ

بروز بدھ ۸ نومبر ۲۰۰۶ بعد از نماز مغرب

جامعہ الکرم ایسٹن ہال، یوکے

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ ھود (۱۱)

یہ سورت مکی ہے کیونکہ یہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اس سورت کا نام "ہود" ہے کیونکہ اس میں حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔

گذشتہ سورت یونس اور اس سورت کا زمانہ نزول قریب قریب ہے اس لئے ان دونوں سورتوں کے مضامین ملتے جلتے ہیں، مثلاً سورہ یونس میں ارشاد ہوتا ہے: "اگر تم سچے ہو تو تم بھی قرآن جیسی ایک سورت لے آؤ۔" (قرآن: ۱۰:۳۸) اور اس سورت میں ارشاد ہوتا ہے: "تم بھی قرآن جیسی دس سورتیں لے آؤ" (قرآن: ۱۱:۱۳)

چونکہ اہل مکہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھے اس لئے اس سورت کی ابتداہی قرآن مجید کے ذکر سے کی گئی۔ "الف لام را، یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم کردی گئی ہیں، پھر خدائے حکیم وخبیر کی طرف سے کھول کر بیان کردی گئی ہیں۔" (قرآن: ۱۱:۱)

اس سورت کی ابتدا میں اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، وحی، رسالت، قیامت، جزا اور سزا کو بڑے مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے مگر کفار مکہ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ اسلام کی مخالفت میں وہ سخت سے سخت تر ہوتے جا رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے گذشتہ انبیائے کرام علیہم السلام یعنی حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعات اور ان کی قوموں کے حالات بیان کئے ہیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہو کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام بھی ایسی ہی مشکلات سے گزرے ہیں۔ نیز کفار کو بھی احساس ہو کہ اگر وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو پہلی قوموں کی طرح ان پر بھی عذاب آسکتا ہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال سفید ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سورہ ہود، واقعہ، مرسلات، عم یتسآءلون اور اذا الشمس کورت، نے بوڑھا کر دیا ہے۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۲۹۷: ابواب تفسیر القرآن: باب ۵۷) مطلب یہ تھا کہ ان سورتوں میں گذشتہ قوموں کے واقعات اور آخرت کے احوال پڑھنے سے جو دل میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے اس کی وجہ سے میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ آج ہمیں اس حدیث پاک کی روشنی میں قرآنی آیات کی تلاوت کرنے کی ضرورت ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ

۹ نومبر ۲۰۰۶ء بروز جمعرات

بعد از نماز فجر، جامعہ الکرم، ایٹن ہال

Marfat.com

(آیاتھا ۱۲۳) (۱۱ سورۃ ھود مکیۃ ۵۲) (رکوعاتھا ۱۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ ①

۱۔ الف لام را [۱] یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم کردی گئی ہیں، پھر خدائے حکیم وخبیر کی طرف سے کھول کر بیان کردی گئی ہیں۔ [۲]

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ ②

۲۔ کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ③

۳۔ اور یہ کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، پھر اس کی طرف متوجہ رہو، وہ تم کو ایک وقت مقرر تک اچھا فائدہ پہنچائے گا اور ہر صاحب فضل کو اپنا فضل عطا کرے گا، اور اگر تم نے روگردانی کی تو مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ [۳]

---

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں، ان کی تفسیر سورہ بقرہ کے حاشیہ نمبر ایک میں ملاحظہ کریں۔

[۲] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیات کو اچھی طرح مضبوط کردیا ہے اور اس کی تعلیمات کو پوری تفصیل سے بیان کردیا ہے، لہٰذا ان میں کسی نقص یا شک کی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: قرآن مجید اپنے الفاظ کے اعتبار سے مضبوط اور معانی کے اعتبار سے مفصل ہے، لہٰذا یہ الفاظ ومعانی دونوں اعتبار سے درجہ کمال پر فائز ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۳] یعنی اے لوگو! اپنے گذشتہ گناہوں سے مغفرت طلب کرو اور آئندہ ان سے باز رہنے کا پختہ عزم کرو، اور اگر تم واقعی گناہوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگئے تو وہ تم کو ایک مقرر وقت تک اچھا فائدہ پہنچائے گا یعنی تمہاری بقیہ زندگی بڑی پاکیزہ اور اچھی بنادے گا اور تمہیں زیادہ نیک کام کرنے کی توفیق عطا کرے گا اور دنیا میں جو انسان جس قدر زیادہ نیکیاں کرے گا آخرت میں اسی قدر خدا کے فضل سے زیادہ فیضیاب ہوگا اور اے لوگو! اگر تم نے احکام خداوندی سے روگردانی جاری رکھی اور توبہ نہ کی تو پھر بڑے دن یعنی قیامت کے عذاب کے لیے تیار ہوجاؤ کیونکہ آخر کار تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

Marfat.com

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ④

۴۔ تم نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اَلَاۤ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ ۙ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑤

۵۔ سنو! وہ اپنے سینوں کو دُہرا کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے چھپائیں، سنو! جس وقت وہ اپنے کپڑے اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ تو ان رازوں کو بھی جانتا ہے جو سینوں میں (پوشیدہ) ہیں۔ [۴]

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ یَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ⑥

۶۔ اور زمین پر چلنے والا کوئی (جاندار) ایسا نہیں کہ جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ (کرم پر) نہ ہو، اور وہ اس کے ٹھہرنے اور سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ روشن کتاب میں (درج) ہے۔ [۵]

وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ

۷۔ اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور (اس سے پہلے) اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ تمہیں

---

[۴] امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض مشرکین کہتے تھے کہ جب ہم اپنے دروازے بند کرلیں، اپنے پردے لٹکادیں، اپنے کپڑے اچھی طرح اوڑھ لیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دشمنی میں اپنے سینوں کو موڑ لیں تو پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہماری سازشوں کا علم کیسے ہوسکتا ہے؟ (تفسیر کبیر) اس آیت میں انہیں خبردار کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو سازشیں وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے اچھی طرح سے آگاہ ہے کیونکہ وہ ان رازوں کو بھی جانتا ہے جو سینوں میں پوشیدہ ہوتے ہیں اور جب وہ رات کے وقت بند اور تاریک کمروں میں اپنے لحافوں کو اچھی طرح لپیٹ کر سونے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس وقت بھی ان کے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے تو پھر وہ اپنی سازشوں کو کیسے چھپا سکتے ہیں۔

[۵] اس زمین میں چھوٹے بڑے جتنے بھی جاندار ہیں ان سب کا رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے ہر ایک کے لئے اس کے مزاج کے مطابق رزق کے اسباب اور سامان پیدا کر رکھے ہیں۔ نیز وہ زمین میں ان کے ٹھہرنے کی جگہ اور ان کے مرنے کی جگہ کو جانتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) اور یہ سب کچھ لوح محفوظ میں بھی درج ہے۔ اس آیت میں کفار کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اتنا وسیع ہے کہ وہ ہر مخلوق کے زندہ رہنے اور مرنے کی جگہ پر آگاہ ہے تو تم سینے موڑ کر اور کپڑے اوڑھ کر اس کی نگاہ سے کیسے چھپ سکتے ہو۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی دعوت سے بلاوجہ روگردانی کر رہے ہو۔

Marfat.com

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ لَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷

آزمائے کہ تم میں سے کس کا عمل نیک ہے، اور اگر آپ کہیں کہ یقیناً تم مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو کافر ضرور کہیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ [٦]

وَ لَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۸ ع

٨۔ اور اگر ہم ایک معین مدت تک ان سے عذاب کو مؤخر کر دیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ عذاب کو کس چیز نے روک رکھا ہے؟ سن لو جس دن ان پر وہ عذاب آئے گا تو پھر وہ ان سے دور نہیں کیا جائے گا اور جس (عذاب) کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے ان کو گھیر لے گا۔ [٧]

[٦] اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ یہاں ذہن میں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں، مثلاً چھ دنوں سے کتنا وقت مراد ہے؟ کیونکہ اس لحہ وقت کے تعین کا کوئی ذریعہ موجود نہیں تھا۔ نہ چاند اور سورج تخلیق ہوئے تھے اور نہ ہی دن اور رات کا سلسلہ تھا۔ اسی طرح چھ دنوں میں پیدا کیوں کیا؟ حالانکہ وہ صرف لفظ کن کے اشارے سے ایک لحہ میں ساری کائنات پیدا کر سکتا ہے۔ نیز زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا اور اب آسمانوں کے اوپر کیوں ہے؟ ان سارے سوالات کا جواب اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس آیت میں جو بات ہمارے لئے قابل توجہ ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کا یہ سارا نظام اس لئے قائم کیا ہے تا کہ وہ انسانوں اور جنوں کی آزمائش کرے۔ جب کفار کو اس حقیقت سے آگاہ کیا جاتا ہے کہ یہ دنیا دار العمل ہے اور مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا جہاں تم اپنے ان اعمال کے بارے میں جواب دہ ہو گے تو وہ کہتے ہیں: تمہارا یہ دوبارہ زندہ ہونے کا عقیدہ ایک صریح جادو ہے جس نے بہت سے لوگوں کو مرعوب کر لیا ہے مگر ہم آپ کے اس جادو بھرے عقیدہ سے متاثر ہونے والے نہیں ہیں۔

یہاں پر مفتی محمد شفیع صاحب نے تفسیر مظہری کے حوالے سے ایک بڑا اچھا نکتہ نقل کیا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے اصل مقصود انسان ہے بلکہ انسانوں میں بھی اہل ایمان ہیں اور ان میں بھی وہ انسان جو سب سے اچھا عمل کرنے والا ہے اور ظاہر ہے کہ سارے بنی آدم علیہ السلام میں سب سے اچھا عمل کرنے والے ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے یہ کہنا صحیح ہوا کہ تمام کائنات کے پیدا کرنے کا اصل مقصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہے۔ (تفسیر معارف القرآن)

[٧] منکرین اسلام کو جب تنبیہ کی جاتی کہ پہلی قوموں کی طرح سرکشی نہ کرو ورنہ تم پر بھی عذاب آ سکتا ہے اور پھر ان پر فوری طور پر عذاب نہ آتا تو وہ ازراہ مذاق طعنہ دیتے کہ وہ عذاب کہاں ہے؟ اس آیت میں انہیں جواب دیا گیا کہ تمہارے عذاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک وقت مقرر ہے، جب وہ وقت آ گیا تو وہ عذاب تمہیں اس طرح گھیر لے گا کہ کوئی اس کو دور نہیں کر سکے گا۔ اس عذاب سے مراد اگر تو دنیاوی عذاب تھا تو وہ غزوہ بدر اور فتح مکہ کی صورت میں ظاہر ہوا اور اگر آخرت کا عذاب مراد ہے تو وہ قیامت کے بعد ان پر مسلط کیا جائے گا۔

Marfat.com

وَ لَئِنۡ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَۃً ثُمَّ نَزَعۡنٰہَا مِنۡہُ ۚ اِنَّہٗ لَیَـُٔوۡسٌ کَفُوۡرٌ ﴿۹﴾

۹۔ اگر ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں، پھر اس سے وہ رحمت چھین لیں تو وہ بڑا مایوس (اور) ناشکرا بن جاتا ہے۔[۸]

وَ لَئِنۡ اَذَقۡنٰہُ نَعۡمَآءَ بَعۡدَ ضَرَّآءَ مَسَّتۡہُ لَیَقُوۡلَنَّ ذَہَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّیۡ ؕ اِنَّہٗ لَفَرِحٌ فَخُوۡرٌ ﴿ۙ۱۰﴾

۱۰۔ اور اگر اس تکلیف کے بعد جو اس کو پہنچی ہم اسے کسی نعمت کا مزہ چکھائیں تو وہ ضرور کہے گا کہ مجھ سے ساری تکلیفیں دور ہو گئیں، پھر وہ بڑا خوش ہونے والا اِترانے والا بن جاتا ہے۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ مگر وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ان ہی کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

فَلَعَلَّکَ تَارِکٌۢ بَعۡضَ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡکَ وَ ضَآئِقٌۢ بِہٖ صَدۡرُکَ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا لَوۡ لَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡہِ کَنۡزٌ اَوۡ جَآءَ مَعَہٗ مَلَکٌ ؕ اِنَّمَاۤ

۱۲۔ پس کیا یہ ممکن ہے کہ جو وحی آپ کی طرف کی جاتی ہے اس میں سے کچھ حصہ آپ چھوڑ دیں[۹] اور آپ کا دل اس بات سے تنگ ہو کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ پر کوئی خزانہ

[۸] ان دو آیات میں انسان کی ایک عمومی کمزوری کی نشاندہی کی گئی ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے اپنی رحمت واپس لیتا ہے تو وہ اس قدر مایوس ہو جاتا ہے کہ پہلی نعمتوں کی بھی ناشکری کرنے لگتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ جس خدا نے پہلے نعمت دی تھی وہ پھر بھی دے سکتا ہے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو تکلیف کے بعد اپنی نعمت سے نوازتا ہے تو وہ خوشی میں اس قدر آپے سے باہر ہو جاتا ہے کہ پہلی تکلیفوں کو بھول کر اِترانے لگتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ وہ دوبارہ بھی تکلیف کا شکار ہو سکتا ہے۔

اور تیسری آیت میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو ان کمزوریوں سے پاک ہیں یعنی انہیں تکلیف پہنچے تو صبر کرتے ہیں اور نعمت ملے تو نیک کاموں کے ذریعہ شکر ادا کرتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بخشش اور بڑا اجر ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کی بھی عجیب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لئے بہتر ہے اور یہ امتیاز ایک مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ یعنی اگر اس کو راحت پہنچے اور وہ اس پر شکر ادا کرے تو یہ راحت اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ تکلیف اس کے لئے بہتر ہے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۹۹۹: کتاب الزھد: باب ۱۳) اہل علم کہتے ہیں: جس نعمت کے بعد شکر اور مصیبت کے بعد صبر کی توفیق ملے وہ نعمت اور مصیبت دونوں اللہ تعالیٰ کا احسان ہیں اور جس نعمت کے بعد تکبر اور مصیبت کے بعد بے صبری کی نوبت آجائے وہ نعمت اور مصیبت دونوں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہیں۔

[۹] اس آیت کی تفسیر میں ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ بتوں کی مذمت چھوڑ

Marfat.com

اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ؕ﴿۱۲﴾	کیوں نہ نازل کیا گیا یا آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگہبان ہے۔ [۱۰]
اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۳﴾	۱۳۔ کیا کفار یہ کہتے ہیں کہ قرآن کو آپ نے خود گھڑ لیا ہے، آپ فرمایئے! اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں تم بھی لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو (اپنی مدد کے لئے) بلا سکتے ہو ان کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔ [۱۱]
فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾	۱۴۔ پس اگر وہ (تمہارے مددگار) تمہاری مدد کو نہ پہنچیں تو پھر جان لو کہ قرآن اللہ تعالیٰ ہی کے علم کے ساتھ نازل کیا گیا ہے [۱۲] اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس کیا اب تم اسلام لے آؤ گے۔

دیں تو وہ بھی آپ کی پیروی اختیار کرلیں گے۔ (تفسیر بحر محیط) یعنی جو وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جاتی ہے اس میں سے بتوں کی مذمت والی آیات کی تبلیغ چھوڑ دیں اور مشرکین اپنے زعم میں یہ توقع رکھتے تھے کہ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان کے لالچ میں آکر بتوں کی مذمت چھوڑ دیں گے مگر یہ مشرکین کی خام خیالی تھی کیونکہ احکام الٰہی میں کمی کرنا خیانت ہے اور کوئی نبی خیانت نہیں کرسکتا۔

(تفسیر مظہری)

[۱۰] مشرکین مکہ کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہوتے تو آپ کے ساتھ سونے چاندی کے خزانے نازل کئے جاتے اور آپ ان کو لوگوں میں تقسیم کرتے یا آپ پر فرشتہ نازل کیا جاتا جو آپ کی تصدیق کے لئے ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو وہ ایمان پسند نہیں جو دولت کے لالچ میں لایا جائے یا فرشتے کے ڈر سے لایا جائے۔ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی کی گئی ہے کہ آپ مشرکین کے ایمان نہ لانے اور ان کے لایعنی مطالبات سے تنگ دل نہ ہوں بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے رہیں، اگر یہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ خود ان کو سزا دے گا۔

[۱۱] مشرکین اکثر یہ اعتراض کرتے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کلام ہے۔ اس پر انہیں چیلنج کیا گیا کہ اگر یہ بشر کا کلام ہے تو تم بھی بشر ہو اس جیسی دس سورتیں بنا کر دکھاؤ اور اس سلسلے میں اپنے سارے مددگاروں کو بھی بلا لو اور اگر تم اور تمہارے سارے مددگار مل کر بھی اس جیسا کلام نہ بنا سکو تو پھر تم کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور کیا تم ایسی واضح دلیل دیکھ کر مسلمان ہو جاؤ گے یا اب بھی اپنی سرکشی پر قائم رہو گے؟

[۱۲] قرآن مجید میں پانچ مقامات پر اس کی مثل لانے کا چیلنج دیا گیا ہے:

Marfat.com

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَ زِيۡنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيۡهِمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فِيۡهَا وَ هُمۡ فِيۡهَا لَا يُبۡخَسُوۡنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ جو لوگ (صرف) دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کے طالب ہوتے ہیں ہم ان لوگوں کو ان کے اعمال کا پورا بدلہ اسی دنیا میں دے دیتے ہیں اور اس دنیا میں ان کا بدلہ کم نہیں کیا جاتا۔[۱۴]

۱۔ اگر سارے انسان اور سارے جن اس قرآن کی مثل لانے پر اکٹھے ہو جائیں تو وہ اس کی مثل ہرگز نہیں لا سکیں گے اگرچہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔ (سورہ بنی اسرائیل:۱۷:۸۸)

۲۔ تم بھی قرآن جیسی دس سورتیں لے آؤ۔ (سورہ ہود:۱۱:۱۳)

۳۔ اگر تم سچے ہو تو تم بھی قرآن جیسی ایک سورت لے آؤ۔ (سورہ یونس:۱۰:۳۸)

۴۔ اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات ہی لے آئیں۔ (سورہ طور:۵۲:۳۴)

۵۔ تم بھی قرآن جیسی ایک سورت لے آؤ۔ (سورہ بقرہ:۲:۲۳)

پہلے چار دفعہ مکہ مکرمہ میں اور پھر ایک دفعہ مدینہ منورہ میں اس چیلنج کو دہرایا گیا، لیکن یہ تصریح نہیں کہ کس بارے میں مثل لاؤ۔ فصاحت و بلاغت پر مبنی ظاہری اسلوب میں یا حق و صداقت پر منحصر جامع تعلیمات میں ۔۔۔ ؟ اس کا جواب تلاش کرنے کے لئے یہ آیت قابل غور ہے یعنی اگر مشرکین اپنے سارے مددگاروں کے ساتھ قرآن جیسی دس سورتیں نہیں لا سکتے "تو پھر جان لو کہ قرآن اللہ تعالیٰ ہی کے علم کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔" (قرآن:۱۱:۱۴) یعنی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے علم کی ایسی باتیں ہیں جو اس کے بتائے بغیر کسی بشر کے علم میں نہیں آ سکتی تھیں مثال کے طور پر ارکانِ ایمان، جنت و دوزخ اور میدانِ حشر کی تفصیلات وغیرہ۔

بلاشبہ قرآن مجید کی لفظی فصاحت و بلاغت اور اس کا امتیازی اسلوبِ بیان بھی عدیم النظیر ہے لیکن اس کا اصل مطالبہ محض ظاہری الفاظ نہیں بلکہ یہ کہ ایسی سورتیں اور ایسی باتیں لاؤ جن میں خدائی علم جلوہ گر ہو اور ظاہر ہے یہ کسی بشر کے بس کا روگ نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کو محیط ہے وہ کائنات کی ہر چیز کے ماضی، حال اور مستقبل کو جانتا ہے، ہر چیز کے ظاہر و باطن اور اس کے فائدہ و نقصان پر آگاہ ہے۔ اس لئے اس کا علم ہر غلطی سے پاک ہے اور سارا قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ نازل کیا گیا ہے اس لئے قرآن بھی غلطی سے پاک ہے اور وہ اپنی جامعیت، انقلابی تاثیر علم و حکمت، علوم غیبیہ، دلائل قطعیہ، پیش گوئیوں، عدم تناقض، تصدیق کتب الٰہیہ اور قصص انبیاء وغیرہ میں اعجازی شان رکھتا ہے۔

[۱۴] جو لوگ اس دنیا میں اچھے کام کرتے ہیں اور ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کا ثواب نہیں ہوتا بلکہ ریاکاری یعنی دنیاوی منفعت، عزت اور نیک نامی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے اچھے کاموں کا اچھا بدلہ اسی دنیا میں انہیں دے دیتا ہے اور ان کے بدلے میں کوئی کمی نہیں کی جاتی، لیکن آخرت میں انہیں نیک کاموں کا کوئی بدلہ نہیں ملتا کیونکہ اپنی نیت اور خواہش کے مطابق دنیا میں وہ اپنا بدلہ حاصل کر چکے تھے، لہٰذا ان کے وہ اعمال اب بے اثر ہیں، البتہ ان کے برے اعمال اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا عذاب انہیں ضرور دیا جائے گا اور یہ عذاب ان کی برائیوں کی مقدار کے مطابق ہوگا۔ ریاکار لوگوں کے لئے درج ذیل حدیث پاک غور طلب ہے جس میں رسول

Marfat.com

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾

۱۶۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں ہے اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں بنایا وہ سب ضائع ہو گیا اور جو کچھ وہ دنیا میں کرتے تھے وہ سب باطل ہے۔

أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٧﴾

۱۷۔ کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک گواہ بھی ہو اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ علیہ السلام بھی ہو جو رہنما اور سراپا رحمت ہے؟ یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان لائیں گے، اور تمام فرقوں میں سے جس نے بھی اس کے ساتھ کفر کیا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے، پس (اے سننے والے!) تم اس کے متعلق شک میں نہ پڑنا، بے شک وہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ [۱۴]

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن سب سے پہلے شہید کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں دکھا کر فرمائے گا: تو نے میری ان نعمتوں کے بارے میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تو نے اس لئے قتال کیا تھا تاکہ تو بہادر کہلائے، سو تجھے بہادر کہا گیا، پھر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اور ایک شخص نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو تعلیم دی اور قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں دکھا کر فرمائے گا: تو نے میری ان نعمتوں کے بارے میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا اور اس علم کو پڑھایا اور تیرے لئے قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تو نے اس لئے علم حاصل کیا تھا تاکہ تو عالم کہلائے اور تو نے قرآن پڑھا یا کہ تو قاری کہلائے، سو تجھے قاری اور عالم کہا گیا، پھر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا مال دیا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں دکھا کر فرمائے گا: تو نے میری ان نعمتوں کے بارے میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے ہر اس راستہ میں خرچ کیا جس راستہ میں خرچ کرنا تجھ کو پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تو نے یہ کام اس لئے کئے تا کہ تجھ کو سخی کہا جائے، سو تجھ کو سخی کہا گیا، پھر اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(مسلم: حدیث نمبر ۱۹۰۵: کتاب الامارۃ: باب ۴۳)

[۱۴] جو شخص اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو یعنی کائنات کے مشاہدہ سے اس کے دل میں توحید کا چراغ روشن ہو چکا ہو، پھر اس توحید کی مزید گواہی کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت بھی اس کو پہنچ جائے اور اس سے پہلے سراپا رحمت کتاب موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات بھی سن چکا ہو۔ جس شخص میں یہ تین صفات پائی جائیں تو کیا وہ بھی قرآن سے انکار کر سکتا ہے؟ ہر گز نہیں بلکہ ایسے ہی لوگ ہیں جو قرآن مجید

Marfat.com

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اور اس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگاتا ہے، یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور سارے گواہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا، سنو ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔[۱۵]

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں، اور وہی آخرت کے منکر ہیں۔

پر ضرور ایمان لائیں گے اور تمام فرقوں میں سے جس کسی نے بھی قرآن کا انکار کیا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے برحق کتاب ہے اور اس میں کسی کو شک نہیں کرنا چاہیے۔

[۱۵] گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق فرمایا: ''بے شک وہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے۔'' اب جو لوگ اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگاتے ہیں، لہٰذا وہ سب سے بڑے ظالم ہیں۔ یہ لوگ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور فرشتے ان کے خلاف گواہی دیں گے کہ واقعی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا تھا اور دوسرے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھے اور راہِ حق میں کجی تلاش کرتے تھے اور قیامت کے بھی منکر تھے تو اس گواہی کے بعد انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور منادی کرنے والا اعلان کرے گا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اس لئے پڑی ہے کیونکہ یہ ظالم تھے۔

قیامت کے دن کئی گواہ ہوں گے مثلاً فرشتے، انبیاء، انسان کے اعضاء (ہاتھ، پاؤں وغیرہ) زمین کے مقامات جہاں گناہ کیا گیا حتیٰ کہ دن اور رات بھی گواہی دیں گے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو دن ابن آدم پر آتا ہے اس میں آواز دی جاتی ہے (یعنی دن خود آواز دیتا ہے:) اے آدم زاد! میں نیا ہوں تو جو کچھ کرے گا کل میں تیرے لئے شہادت دوں گا اس لئے میرے اندر تو نیکی کرنا تاکہ کل میں تیرے لئے اچھی شہادت دوں۔ میں اگر گزر گیا تو پھر تو مجھے کبھی نہیں دیکھے گا اور رات بھی اسی طرح کہتی ہے۔ (تفسیر مظہری) مزید گواہوں کے لئے سورہ نساء (۴) کی آیت نمبر ۱۷ کا حاشیہ نمبر ۲۳ ملاحظہ کریں۔

میدانِ حشر میں اہل ایمان کی پردہ پوشی کی جائے گی اور منکرین اسلام کی سرعام رسوائی ہوگی جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ مؤمن کو اپنے قریب کرکے پوشیدہ طور پر اسے فرمائے گا: کیا تو اپنا فلاں فلاں گناہ جانتا ہے۔ مومن عرض کرے گا: جی ہاں میرے رب! یہاں تک کہ مومن کے سب گناہوں کا اس سے اقرار کرا لے گا اور مومن اپنے دل میں خیال کرے گا کہ وہ تو ہلاک ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور آج میں تیرے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں، پھر نیکیوں کی تحریر اس کو دے دی جائے گی لیکن کفار اور منافقوں کو گواہوں کے سامنے پکارا جائے گا اور گواہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا، لہٰذا ان ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

(بخاری: کتاب تفسیر القرآن: سورہ ہود، کتاب المظالم، باب ۲)

Marfat.com

أُولَٰٓئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَآءَ ۘ يُضَٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ۝٢٠

۲۰۔ یہ لوگ زمین میں (اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے نہ تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے کوئی مددگار تھے، ان کے لئے عذاب دگنا کیا جائے گا، نہ وہ (حق بات) سن سکتے تھے اور نہ وہ (نورِ حق) دیکھ سکتے تھے۔[۱٦]

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝٢١

۲۱۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور وہ سب کچھ ان سے گم ہو گیا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔[۱۷]

لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ۝٢٢

۲۲۔ بلاشبہ یقیناً یہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ وَأَخْبَتُوٓا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ۝٢٣

۲۳۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور انہوں نے اپنے رب کے سامنے عاجزی کی وہی لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝٢٤

۲۴۔ ان دونوں فریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا ہو، کیا ان دونوں کا حال یکساں ہے؟ کیا تم (اس مثال میں) غور نہیں کرتے؟[۱۸]

---

[۱٦] جو لوگ محض ضد اور تعصب کی وجہ سے حق کی بات نہیں سنتے اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو غور سے دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے اگر اللہ تعالیٰ انہیں اسی زمین میں عذاب دینا چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی ان کی مدد کر سکتا ہے اور اگر کسی حکمت کے تحت اللہ تعالیٰ ان کو اس دنیا میں عذاب نہ دے تو بہر حال آخرت میں انہیں عذاب ضرور ملے گا اور وہ بھی دگنا۔ ایک اس لئے کہ وہ خود گمراہ تھے اور دوسرا اس لئے کہ وہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے تھے اور جب انہیں جہنم میں پھینکا جائے گا تو وہ کہیں گے: "اگر ہم سنتے اور عقل سے کام لیتے تو (آج) دوزخیوں میں نہ ہوتے۔" (قرآن: ۱۰:٦۷)

[۱۷] جو لوگ غیر خدا کی عبادت کرتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی سفارشوں کی امیدیں لگاتے ہیں وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے کیونکہ آخرت میں یہ معبودانِ باطلہ غائب ہو جائیں گے، وہاں صرف اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہوگی جو ایک ہے اور لاشریک ہے۔

[۱۸] گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان اور منکرین کے اعمال اور انجام کا ذکر فرمایا۔ اب ان دونوں کی ایک مثال کے ذریعہ مزید

Marfat.com

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ ۙ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۟ۙ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، (تو انہوں نے کہا) کہ میں تم کو واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، مجھے تم پر ایک دردناک دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ تو ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: ہم تو تمہیں اپنے جیسا بشر ہی دیکھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ صرف ہمارے چند حقیر اور ظاہر بین لوگوں نے تمہاری پیروی اختیار کر لی ہے اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ [۱۹]

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا

۲۸۔ نوح علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! بھلا یہ تو بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو، پھر وہ تم سے پوشیدہ کر دی گئی ہو تو کیا ہم اسے زبردستی تم پر مسلط کر دیں

وضاحت فرمائی ہے، یعنی کافر دنیا میں حق کی دلیل سننے اور حق کی نشانی دیکھنے کی پرواہ نہیں کرتا اس لئے وہ اندھے اور بہرے کی طرح ہے جو دن کی روشنی میں بھی بھٹکتا پھرتا ہے، لیکن مومن حق کے دلائل سنتا ہے اور حق کی نشانیوں میں غور و فکر کرتا ہے اس لئے وہ سننے اور دیکھنے والے کی طرح ہے جو رات کی تاریکی میں بھی منزل کو تلاش کر لیتا ہے، تو ظاہر ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

[۱۹] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کی عمر کے بعد مبعوث ہوئے اور نو سو پچاس سال اپنی قوم کو دعوت دیتے رہے اور طوفان کے بعد بھی ساٹھ برس دنیا میں رہے (اور دعوت کا سلسلہ بھی جاری رہا، اس طرح) آپ کی عمر ایک ہزار پچاس سال تھی۔ (تفسیر خازن) اور دعوت کا عرصہ ایک ہزار اور دس سال تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے تقریباً دو ہزار سال بعد حضرت نوح علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ اس طویل عرصہ میں لوگ توحید چھوڑ کر شرک اور گمراہی کا شکار ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا کہ میں تمہاری طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، لہٰذا میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اگر تم شرک سے باز نہ آئے تو تمہیں دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا۔ ان کی قوم

Marfat.com

کٰرِهُوْنَ ۝۲۸

جبکہ تم اس کو ناپسند کرنے والے ہو۔[۲۰]

وَ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝۲۹

۲۹۔ اور اے میری قوم! میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ (کرم پر) ہے[۲۱] اور میں ان لوگوں کو نکالنے والا نہیں ہوں جو ایمان لائے ہیں، بے شک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم جاہل ہو۔[۲۲]

کے سرداروں نے کہا: تم تو ہماری طرح بشر ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ نے بشر ہی کو نبی بنانا تھا تو وہ ہم میں سے کسی سردار کو نبی بناتا کیونکہ ہم مال و دولت اور علم وعزت میں تم سے بہتر ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں نبی کیوں بنایا؟ ہمارے خیال میں تو تم جھوٹے ہو اسی لئے کسی عقل مند اور سردار نے آپ کی دعوت قبول نہیں کی اور صرف چند حقیر اور کم عقل لوگوں نے تمہاری پیروی اختیار کی ہے۔

اس آیت میں نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان کے لئے تسلی کا سامان موجود ہے کہ حق کے راستہ میں جو آج مشکلات پیش آتی ہیں یہ نئی نہیں ہیں بلکہ پہلے داعیانِ حق بھی اسی قسم کی مشکلات سے دوچار تھے۔

[۲۰] اے میری قوم! اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے ایمان عطا فرمایا اور مجھے نبوت بھی عطا فرمائی مگر تم نے بلا سوچے سمجھے محض تعصب اور تکبر کی وجہ سے میرا انکار کر دیا جس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کی بصیرت سلب کر لی اور میری حقیقت تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ اب اگر تم میری دعوت کو پسند نہیں کرتے تو میں اپنی دعوت زبردستی تم پر مسلط نہیں کر سکتا۔ میرا کام اظہارِ حق تھا، وہ کر دیا گیا، اب تم جانو اور تمہارا کام، تمہیں زبردستی مؤمن بنانا میری ذمہ داری نہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں: "اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام پیغمبر نبوت سے قبل اپنے غور وفکر سے ایمان بالغیب حاصل کر چکے ہوتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو منصب نبوت عطا کرتے وقت ایمان بالشہادۃ عطا کرتا تھا۔" (تفہیم القرآن)

[۲۱] اے میری قوم! تمہاری ہدایت کے لئے میں جو رات دن جدوجہد کر رہا ہوں۔ اس پر میں تم سے کسی معاوضہ کا مطالبہ نہیں کرتا۔ تم چاہے میری دعوت کو مانو یا نہ مانو میں اپنے رب تعالیٰ کی رضا کے لئے اس تبلیغ میں سرگرم ہوں اور میرا اجر بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ کرم پر ہے۔

[۲۲] امام ابن جریر روایت کرتے ہیں کہ کافر سرداروں نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا: اے نوح (علیہ السلام!) اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی پیروی کریں تو آپ اپنی مجلس سے ان نادار اہل ایمان کو نکال دیں کیونکہ ہم اس پر کبھی راضی نہیں ہوں گے کہ وہ اور ہم کسی معاملہ میں بھی برابر ہوں۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں اہل ایمان کو اپنی مجلس سے نکالنے والا نہیں ہوں۔ (تفسیر ابن جریر طبری) نیز تمہارا یہ مطالبہ تمہاری جہالت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ تم انہیں اپنے سے کمتر سمجھتے ہو حالانکہ وہ تم سے بہتر ہیں اور اپنے ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی ملاقات کے راستے پر گامزن ہیں۔ آج اگر میں انہیں اپنی مجلس سے نکال دوں تو کل جب وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میری شکایت کریں گے تو پھر مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب سے کون بچائے گا؟ لہٰذا یہ نادار اہل ایمان تو اس لائق ہیں کہ ان کی مجلس میں

Marfat.com

وَ يٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور اے میری قوم! اگر میں ان اہل ایمان کو نکال دوں تو اللہ تعالیٰ سے مجھے کون بچائے گا؟ کیا تم غور نہیں کرتے؟

وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْۤ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّيْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں (از خود) غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں [۲۳] اور جو لوگ تمہاری نگاہوں میں حقیر ہیں میں ان کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو کوئی خیر نہیں عطا فرمائے گا، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، (اگر بالفرض میں ایسا کہوں تو) میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔[۲۴]

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ انہوں نے کہا: اے نوح تم نے ہم سے بحث کی اور بہت زیادہ بحث کی، تو اب ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تم سچے ہو۔ [۲۵]

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ آپ (نوح علیہ السلام) نے کہا: اسے اللہ تعالیٰ ہی تم پر لائے گا اگر وہ چاہے گا اور تم اس کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔

بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے نہ یہ کہ انہیں نکال کر اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دی جائے۔

[۲۳] اس آیت کے ابتدائی حصہ کی تفسیر کے لیے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۵۰ کا حاشیہ نمبر ۴۳ اور ۴۴ ملاحظہ کریں۔

[۲۴] یہ نادار اہل ایمان جو تمہاری نگاہوں میں حقیر ہیں میں تمہاری طرح یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ ان کو کوئی خیر نہیں عطا فرمائے گا کیونکہ دلوں کے راز اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، اگر ان کے دلوں میں خلوص ہوا تو اللہ تعالیٰ ظاہری فقر کے باوجود ان کو خیر کثیر عطا فرمائے گا، پھر فرمایا: اگر میں ان کے ایمانِ ظاہر کو جھٹلا کر ان کے باطن پر الزام لگاؤں اور ان کو حقیر کہنے لگوں تو میں ظالموں میں شمار کیا جاؤں گا۔

[۲۵] حضرت نوح علیہ السلام نے سینکڑوں سال اپنی قوم کو توحید و نبوت کی تبلیغ کی لیکن وہ ایمان نہ لائے بلکہ کہنے لگے: ہم روز روز کی بحثوں سے تنگ آ چکے ہیں، لہٰذا لے آؤ اس عذاب کو جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میرا کام تبلیغ کرنا ہے عذاب لانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، وہ قادر مطلق ہے، وہ جب چاہے گا عذاب لائے گا، پھر تم نہ اس عذاب کو روک سکو گے اور نہ اس سے بچ سکو گے۔

Marfat.com

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۟ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور اگر میں تمہاری خیر خواہی کا ارادہ کروں تو میری خیر خواہی تمہیں فائدہ نہیں پہنچا سکتی اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ کرلیا ہو، وہی تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔[۲۶]

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

۳۵۔ کیا وہ (منکرین) یہ کہتے ہیں کہ نبی نے اس (کلام) کو خود بنالیا ہے؟ آپ فرمایئے: اگر (بالفرض) میں نے اس کو خود بنالیا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں ان گناہوں سے بری ہوں جو تم کرتے ہو۔[۲۷]

وَ اُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ جو لوگ ایمان لاچکے ان کے علاوہ اب کوئی اور تمہاری قوم سے ایمان نہیں لائے گا، پس آپ غمگین نہ ہوں اس سے جو وہ کرتے رہے ہیں۔[۲۸]

[۲۶] جب کسی انسان کی سرکشی اور گمراہی اس انتہا کو پہنچ جائے کہ جہاں سے واپس آنا ممکن نہ ہو تو اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے طور پر اس کے دل پر مہر لگا دینا یا اسے گمراہ کردینا کہا جاتا ہے جس کے بعد اس کی ہدایت کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم بھی سرکشی کی اس آخری انتہا تک پہنچ چکے ہو تو پھر میں اگر تمہاری خیر خواہی کا ارادہ کروں تو بھی میری خیر خواہی تمہیں فائدہ نہیں پہنچا سکتی کیونکہ تمہاری گمراہی کی بیماری اس حد تک پہنچ چکی ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

[۲۷] یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا حضرت نوح علیہ السلام سے، دونوں صورتوں میں مطلب یہ ہے کہ اگر یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ میں نے خود بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیا ہے تو یہ میرا جرم ہے، اس کی سزا تمہیں نہیں دی جائے گی لیکن غور سے سن لو! اللہ تعالیٰ کے کلام کا انکار کرکے جو جرم تم کر رہے ہو اس کی سزا تمہیں ہی بھگتنا پڑے گی۔

[۲۸] حضرت نوح علیہ السلام کی سینکڑوں سالوں کی تبلیغ کے نتیجہ میں گنتی کے چند لوگ ہی ایمان لائے، باقی ساری قوم آپ کی تکذیب اور ایذا رسانی میں سرگرم عمل رہی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ جن لوگوں نے ایمان لانا تھا وہ لاچکے اب اور کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے کیونکہ ان کی مسلسل سرکشی کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہریں لگ چکی ہیں اس لئے آپ ان کے ایمان نہ لانے پر اب غمگین نہ ہوں، نیز اب ان ظالموں کو بہت جلد غرق کردیا جائے گا، لہٰذا تم ہماری وحی کے مطابق اپنی اور اہل ایمان کی سواری کے لئے ایک کشتی تیار کرلو اور جب یہ ظالم غرق ہونے لگیں تو ان کی نجات کے لئے کوئی سفارش نہ کرنا کیونکہ یہ اپنی سرکشی کے باعث غرق ہونے کے مستحق قرار پاچکے ہیں۔

Marfat.com

وَ اصۡنَعِ الۡفُلۡكَ بِاَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا وَ لَا تُخَاطِبۡنِىۡ فِى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا‌ ۚ اِنَّهُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ ۝۳۷

۳۷۔ اور ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق تیار کرو اور ظالموں کے متعلق مجھ سے کوئی بات نہ کرو کیونکہ وہ ضرور غرق کردیے جائیں گے۔

وَيَصۡنَعُ الۡفُلۡكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيۡهِ مَلَاٌ مِّنۡ قَوۡمِهٖ سَخِرُوۡا مِنۡهُ‌ ؕ قَالَ اِنۡ تَسۡخَرُوۡا مِنَّا فَاِنَّا نَسۡخَرُ مِنۡكُمۡ كَمَا تَسۡخَرُوۡنَ ؕ ۝۳۸

۳۸۔ اور نوح علیہ السلام کشتی بنا رہے تھے اور جب بھی ان کی قوم کے سردار ان کے پاس سے گزرتے تو وہ نوح علیہ السلام کا مذاق اڑاتے، نوح علیہ السلام نے کہا: اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو (ایک دن) ہم بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے جس طرح تم (آج) ہمارا مذاق اڑا رہے ہو۔ [۲۹]

فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ مَنۡ يَّاۡتِيۡهِ عَذَابٌ يُّخۡزِيۡهِ وَ يَحِلُّ عَلَيۡهِ عَذَابٌ مُّقِيۡمٌ ۝۳۹

۳۹۔ عنقریب تم جان لوگے کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کردے گا اور کس پر دائمی عذاب نازل ہوتا ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا وَفَارَ التَّنُّوۡرُ ۙ قُلۡنَا احۡمِلۡ فِيۡهَا مِنۡ كُلٍّ زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ وَ اَهۡلَكَ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَيۡهِ الۡقَوۡلُ وَمَنۡ اٰمَنَ‌ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيۡلٌ ۝۴۰

۴۰۔ حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور اُبلنے لگا تو ہم نے (نوح علیہ السلام سے) فرمایا کہ ہر جنس میں سے ایک ایک جوڑا اس کشتی میں سوار کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی سوائے ان کے جن (کو غرق کرنے) کا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے اور ایمان والوں کو بھی (سوار کرلو)، اور تھوڑے ہی لوگ تھے جو نوح علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ [۳۰]

---

[۲۹] حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق کشتی بنانی شروع کردی۔ ان کی قوم کے سردار جب ان سے پوچھتے کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ تو آپ جواب دیتے کہ پانی کا طوفان آنے والا ہے اس لئے کشتی تیار کر رہا ہوں۔ اس پر وہ سردار حضرت نوح علیہ السلام کا مذاق اڑاتے کہ یہاں پینے کے لئے پانی مشکل سے ملتا ہے اور یہ بزرگ اس خشکی میں کشتی چلانے کی فکر میں ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: آج تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو مگر غور سے سن لو عنقریب سیلاب آنے والا ہے اور تم اس میں غرق ہونے والے ہو۔ اس دن ہم بھی تمہیں بتائیں گے کہ یہ تمہارے مذاق کا انجام ہے یعنی اس دنیا میں تم ذلیل و رسوا ہو کر غرق ہو جاؤ گے اور آخرت میں دائمی عذاب سے واسطہ پڑے گا۔

[۳۰] جب عذاب کا وقت مقرر آ گیا تو ایک طرف آسمان سے بارش شروع ہو گئی اور دوسری طرف ساری زمین چشموں کی طرح ابل پڑی حتیٰ کہ آگ کے تنوروں سے بھی پانی نکلنے لگا۔ (تفسیر ابن کثیر) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ ہر جنس سے ایک ایک

Marfat.com

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ اور نوح علیہ السلام نے کہا: اس کشتی میں سوار ہو جاؤ، اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے، بے شک میرا رب بڑا بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۳۱]

وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۟ وَنَادٰی نُوْحُ ࣙابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور وہ کشتی انہیں پہاڑوں جیسی موجوں میں لے کر جا رہی تھی اور نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پکارا جبکہ وہ (ان سے) الگ تھا: اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔[۳۲]

قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اس نے کہا: میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا، نوح علیہ السلام نے کہا: آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر وہ خود رحم فرمائے، اور اسی اثنا میں ان دونوں کے درمیان ایک موج حائل ہو گئی، پس وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا۔

جوڑا اس کشتی میں سوار کر لو، اپنے گھر والوں کو بھی اور جو تھوڑے سے لوگ آپ پر ایمان لائے ہیں ان کو بھی کشتی میں سوار کر لو اور باقی لوگ جو آپ پر ایمان نہیں لائے ان کو سوار نہ ہونے دو کیونکہ ان کے غرق کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

[۳۱] حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: اس کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ یہ کشتی اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنائی گئی ہے اور اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بھی اسی کے نام کی برکت سے ہے۔ بے شک میرا رب اہل ایمان کی کوتاہیاں بخشنے والا اور ان پر رحم فرمانے والا ہے۔ وہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں سلامتی کی جگہ پر اتارے گا۔

اس میں ایک اشارہ تو یہ ہے کہ ظاہری اسباب کو بنانا اور ان کو استعمال کرنا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے لیکن حقیقی بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہونا چاہیے جس نے اسباب کو بنانے کی توفیق عطا فرمائی اور دوسرا اشارہ یہ ہے کہ انسان جب کسی کام کو شروع کرنے لگے یا سواری پر بیٹھنے لگے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے تاکہ اس نام کی برکت سے وہ کام آسان ہو اور انسان خیریت کے ساتھ اپنی منزل مقصود کو پا لے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ ذیشان کام جس کو بسم اللہ کے ساتھ شروع نہ کیا جائے وہ نا تمام رہتا ہے۔ (کنز العمال: حدیث نمبر ۲۴۹۱: جلد ۱ ص ۵۵۵)

[۳۲] اس طوفانی سیلاب میں اتنی بڑی موجیں اٹھ رہی تھیں جیسے کوئی پہاڑ بڑھتا چلا آ رہا ہو۔ جو چیز سامنے آتی وہ غرق ہو جاتی مگر یہ کشتی اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے سلامتی کے ساتھ چلی جا رہی تھی۔ اس دوران حضرت نوح علیہ السلام کو اپنا بیٹا نظر آیا جو آپ سے الگ تھا۔

Marfat.com

وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ اور حکم دیا گیا: اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! تھم جا، اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام پورا کر دیا گیا اور کشتی جودی (پہاڑ) پر ٹھہر گئی اور کہا گیا کہ ظالم لوگوں کے لئے (رحمت سے) دوری ہے۔ [۴۳]

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ اور نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ

۴۶۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح علیہ السلام! بے شک وہ آپ کے اہل سے نہیں ہے کیونکہ اس کے کام اچھے نہیں ہیں، لہٰذا تم مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کیا کرو جس کا تمہیں علم نہ

آپ نے اس کو آواز دی: ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا غرق ہونے سے بچ جائے گا۔ سیلاب کا پانی ابھی پہاڑوں کی بلندیوں تک نہیں پہنچا تھا۔ کہنے لگا: مجھے آپ کی کشتی میں پناہ لینے کی ضرورت نہیں، میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں صرف ایک ہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ خود تجھ پر رحم فرمائے اور تجھے بچا لے۔ باپ بیٹے کی یہ گفتگو جاری تھی کہ اسی دوران ایک سخت موج آئی جس نے نوح کے بیٹے کو ہمیشہ کے لئے غرق کر دیا۔

[۴۳] قوم نوح علیہ السلام کے سارے کافر جب غرق ہو گئے تو اعلان کر دیا گیا کہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کے باعث ایسے ہی دردناک عذابوں میں سے مبتلا کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش تھم گئی، زمین نے پانی کو نگل لیا اور کشتی جودی پہاڑ کے ساتھ لگ کر ٹھہر گئی اور اس طرح سارے اہل ایمان صحیح وسلامت بچ نکلے۔ جودی پہاڑ موصل میں بتایا جاتا ہے اور اسی پہاڑ کے ایک حصہ کو اراراط بھی کہا جاتا ہے۔ تورات کے مطابق کشتی کوہِ اراراط پر رکی تھی، لہٰذا ان دونوں روایتوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

اعجاز قرآن:

عباسی دور کے ایک نامور ادیب کا نام ابن مقفع ہے۔ وہ کسی مذہب پر ایمان نہیں رکھتا تھا مگر اپنے زمانے کا سب سے بڑا فصیح اور بلیغ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے متعلق مروی ہے کہ ایک دفعہ اس نے قرآن کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک سورت بنائی۔ ایک دن وہ ایک مدرسہ کے پاس سے گزرا جس میں ایک بچہ سورہ ہود کی یہ آیت نمبر ۴۴ پڑھ رہا تھا، اسے سن کر ابن مقفع فوراً واپس گھر پہنچا اور اپنی بنائی ہوئی سورت کو مٹا دیا اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ قرآن مجید کا کبھی مقابلہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ بشر کا کلام نہیں ہے۔

(تفسیر روح المعانی)

Marfat.com

الْجٰهِلِيْنَ ۝۴۶

ہو، بے شک میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادانوں میں سے نہ ہو جانا۔ [۳۴]

قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝۴۷

۴۷۔ نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں تجھ سے اس چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے، اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور مجھ پر رحم نہ کرے تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

[۳۴] حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا منافق تھا۔ وہ باپ کے سامنے کفر کو چھپاتا تھا اور ایمان کو ظاہر کرتا تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کا گمان یہ تھا کہ ان کا بیٹا مومن ہے، اسی لئے انہوں نے اپنے بیٹے کی نجات کا سوال کیا اور اسی لئے اس کو کشتی میں سوار ہونے کی دعوت دی اور اگر آپ کو اس کے کفر کا علم ہوتا تو آپ اس کی نجات کا سوال نہ کرتے کیونکہ ایک تو آپ خود کفار کی ہلاکت کی دعا کر چکے تھے اور دوسرا اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں ظالموں کی سفارش کرنے سے منع فرما دیا تھا تو آپ اپنی ہی دعا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کیسے کر سکتے تھے؟

(تفسیر قرطبی و تفسیر نسفی)

بیٹے کے ظاہری ایمان کی بنیاد پر حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! تو نے میرے اہل کو بچانے کا وعدہ فرمایا ہے اور میرا بیٹا بھی تو میرے اہل سے ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کا بیٹا آپ کے اہل سے خارج ہو چکا ہے کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں یعنی اس کا عقیدہ خراب ہو چکا ہے، لہٰذا آئندہ ایسی لغزشوں سے بچنے کے لئے میری نصیحت یاد رکھو کہ پہلے حقیقت حال معلوم کیا کرو اور اس کے بعد مجھ سے سوال کیا کرو، چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے پہلے اپنے بیٹے کے کفر کا علم نہیں تھا اس لئے بلا تحقیق اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ایک خلاف اولیٰ کام تھا یا ان کی اجتہادی خطا تھی اور یہ ان کے کمال تقویٰ کا اظہار تھا کہ انہوں نے اجتہادی خطا پر بھی فوراً معافی مانگی اور عرض کیا: اے میرے رب! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں تجھ سے اس چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے۔

اس میں ہمارے لئے بھی سبق ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے یا کسی دوست سے سفارش کرنے کی درخواست کرے تو پہلے تحقیق کر لینی چاہیے کہ دعا یا سفارش کرانے والا کسی ایسی چیز کے لئے تو نہیں کہہ رہا جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نسب کی فضیلت ایمان اور تقویٰ کے ساتھ منسلک ہے۔ اصل چیز ایمان اور تقویٰ ہے، نسب کی فضیلت ثانوی چیز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔"

(قرآن: ۴۹:۱۳)

Marfat.com

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَ عَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ فرمایا گیا: اے نوح علیہ السلام! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جاؤ جو تم پر ہیں اور ان جماعتوں پر ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں، اور (آئندہ) کچھ اور جماعتیں ہوں گی جن کو ہم لطف اندوز کریں گے، پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔[۳۵]

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ ع

۴۹۔ یہ (واقعات) غیب کی خبروں میں سے ہیں جن کو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، اس سے پہلے نہ آپ ان کو جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم، پس آپ صبر کریں بے شک اچھا انجام پرہیز گاروں ہی کے لئے ہے۔[۳۶]

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ

۵۰۔ اور ہم نے عاد کی طرف ان کے قومی بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا،[۳۷] انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی

نیز حجۃ الوداع کے خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، غور سے سنو! کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، کسی سرخ کو کسی کالے پر اور نہ کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت ہے مگر تقویٰ سے، بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی: حدیث نمبر ۵۱۳۷: جلد ۴: ص ۲۸۹)

[۳۵] جب زمین میں سیلاب کا پانی خشک ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ اپنے ساتھیوں سمیت اب تم پہاڑ سے اتر کر زمین میں چلے جاؤ، وہاں سلامتی سے زندگی گزارو اور میری برکتوں اور نعمتوں سے استفادہ کرو۔ اب کوئی کافر زمین پر زندہ نہیں ہے۔ البتہ مستقبل میں آپ کی نسل سے ایسی جماعتیں پیدا ہوں گی جو کفر اختیار کر لیں گی۔ وہ دنیاوی زندگی میں تو اس زمین کی نعمتوں سے استفادہ کرتی رہیں گی مگر آخرت میں کفر کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

[۳۶] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا: یہ واقعات آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے غیب کی خبریں ہیں۔ اہل عرب اگرچہ حضرت نوح علیہ السلام کے حالات سے اجمالی طور پر واقف تھے مگر ان تفصیلات سے بے خبر تھے اس لئے یہ واقعات ایک طرف تو آپ کی نبوت کا ثبوت ہیں کیونکہ ان کا علم وحی کے ذریعہ ہوا اور دوسری طرف ان میں آپ کے لئے تسلی کا سامان بھی ہے کہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام سینکڑوں سال اپنی قوم کی ایذا رسانی برداشت کرتے رہے آپ بھی صبر سے برداشت کریں۔ بالآخر اچھا انجام تو انہی کا ہوتا ہے جو متقی ہوں۔

[۳۷] قوم عاد کے متعلق سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۶۵ اور حاشیہ نمبر ۴۵ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

اَنۡتُمۡ اِلَّا مُفۡتَرُوۡنَ ۝۵۰

عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم صرف بہتان باندھنے والے ہو۔ [۳۸]

یٰقَوۡمِ لَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝۵۱

۵۱۔ اے میری قوم! میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو اس کے ذمہ (کرم پر) ہے جس نے مجھے پیدا کیا، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ [۳۹]

وَيٰقَوۡمِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ يُرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَيۡكُمۡ مِّدۡرَارًا وَّيَزِدۡكُمۡ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمۡ وَلَا تَتَوَلَّوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ۝۵۲

۵۲۔ اے میری قوم! تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، پھر اس کی طرف رجوع کرو وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے گا اور تمہاری طاقت میں مزید طاقت کا اضافہ کرے گا اور مجرموں کی طرح روگردانی نہ کرو۔ [۴۰]

قَالُوۡا يٰهُوۡدُ مَا جِئۡتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحۡنُ بِتَارِكِىۡۤ اٰلِهَتِنَا عَنۡ قَوۡلِكَ وَمَا نَحۡنُ لَكَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ۝۵۳

۵۳۔ انہوں نے کہا: اے ہود علیہ السلام! تم ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے اور تمہارے کہنے سے ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں۔ [۴۱]

---

[۳۸] حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ یہ جو تم بتوں کی عبادت کرتے ہو یہ سب جھوٹ ہے جو تم نے خود گھڑ رکھا ہے، تمہارے پاس اس کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں ہے۔

[۳۹] ہر نبی نے اپنی قوم سے یہی فرمایا کہ میں تبلیغ کے بدلے میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ کیا تم اتنی سادہ سی بات بھی نہیں سمجھتے کہ جو شخص بغیر لالچ کے تمہاری خیر خواہی کی بات کرتا ہے وہ تمہارا دشمن نہیں ہو سکتا بلکہ وہی حقیقت میں تمہارا سچا خیر خواہ ہے جو تمہیں جہنم کے عذاب سے نکال کر جنت کے آرام میں پہنچانا چاہتا ہے۔

[۴۰] یعنی گزشتہ گناہوں کی معافی مانگو اور آئندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آجاؤ۔ اس کی زمین پر خود بھی امن وسکون سے رہو اور کسی پر بھی زیادتی نہ کرو تو اللہ تعالیٰ خوش ہوگا، وہ بارشوں کے ذریعہ اچھی فصلیں پیدا کر کے تمہاری مالی طاقت میں اضافہ فرمائے گا اور اچھی خوراک سے تمہاری جسمانی طاقت اور افرادی قوت میں اضافہ فرمائے گا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی نہ کرو ورنہ مجرموں کی طرح بدحالی اور مصائب کا شکار رہو گے۔

[۴۱] جو لوگ محض تعصب کی بنیاد پر انکار کرتے ہیں وہ دلائل سے آنکھیں بند کر کے ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ تمہارے پاس کوئی واضح دلیل نہیں ہے، لہٰذا صرف تمہارے کہنے پر نہ تو ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی تم پر ایمان لا سکتے ہیں۔

Marfat.com

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝۵۴

۵۴۔ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں دماغی خلل میں مبتلا کر دیا ہے، ہود علیہ السلام نے کہا: بے شک میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان سے بے زار ہوں جن کو تم شریک بناتے ہو۔ [۴۲]

مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝۵۵

۵۵۔ اللہ تعالیٰ کے سوا، پس تم سب مل کر میرے خلاف سازش کرلو، پھر مجھے مہلت نہ دو۔ [۴۳]

اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝۵۶

۵۶۔ بے شک میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے، کوئی جاندار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَ یَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۚ وَ لَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ۝۵۷

۵۷۔ اگر تم روگردانی کرو تو جو پیغام مجھے دے کر تمہاری طرف بھیجا گیا تھا میں نے وہ تم کو پہنچا دیا ہے، اور میرا رب تمہاری جگہ کسی اور قوم کو جانشین بنا دے گا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے، بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ [۴۴]

---

[۴۲] انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا: یہ جو تم ہمارے معبودوں کے خلاف باتیں کرتے ہو، ہمارا خیال ہے کہ کسی معبود نے ناراض ہو کر تمہارے دماغ کے اندر خلل پیدا کر دیا ہے جس کی وجہ سے تم بہکی بہکی باتیں کرتے ہو اور ساری قوم جو کل تک تمہاری عزت کرتی تھی آج تمہاری مخالفت پر اتر آئی ہے۔ اس پر حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: تم جو کچھ بھی کہو کہہ سکتے ہو مگر میرا دوٹوک اور واضح اعلان سن لو جس پر اللہ تعالیٰ بھی گواہ ہے اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان معبودوں سے بے زار ہوں جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو۔

[۴۳] اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ تمہارے بت مجھے نقصان پہنچا سکتے ہیں تو تم اپنے بتوں سمیت سارے مل کر میرے خلاف جو کر سکتے ہو کرلو میں تم سے کوئی مہلت نہیں مانگتا اور میں اتنا بڑا چیلنج اس لئے دے رہا ہوں کیونکہ میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے جو سب کا رب ہے حتیٰ کہ دنیا کا ہر جاندار اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ نیز اس کے سارے احکام درست اور حق و انصاف پر مبنی ہیں اور سیدھے راستے پر صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے۔

[۴۴] اللہ تعالیٰ نے مجھے جو پیغام دے کر بھیجا تھا میں نے وہ تم کو پہنچا دیا ہے۔ اگر تم اس پیغام سے روگردانی کرو تو وہ تمہیں ہلاک کر کے کسی اور

Marfat.com

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَ نَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ اور جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے ہود علیہ السلام کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ہم نے انہیں سخت عذاب سے نجات دے دی۔[۴۵]

وَ تِلْكَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ اور یہ قوم عاد ہے جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش منکر حق کے حکم کی پیروی کی۔

وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ ع

۶۰۔ اور اس دنیا میں بھی، ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی، غور سے سنو! بے شک قوم عاد نے اپنے رب کا انکار کیا، خبردار! ہود علیہ السلام کی قوم عاد کے لئے بربادی ہے۔[۴۶]

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ

۶۱۔ اور (ہم نے قوم) ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا[۴۷] اور اس میں تمہیں آباد کیا، سوتم

قوم کو تمہاری جگہ آباد کردے گا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکو گے کیونکہ وہ ہر چیز پر غالب ہے اور کوئی چیز اس کی نگہداشت سے خارج نہیں ہے۔

[۴۵] جب قوم عاد کے عذاب کا وقت آپہنچا تو سخت ہوا کا طوفان آیا جو آٹھ دن جاری رہا جس نے ہر چیز کو تہس نہس کر دیا اور اس طاقتور قوم کے لاشے کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح زمین پر بکھرے پڑے تھے لیکن جو حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے تھے اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا، انہیں اس دنیاوی عذاب سے بچالیا اور انہیں قیامت کے سخت عذاب سے بھی بچالے گا۔

[۴۶] قوم عاد نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا، اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور سرکش و نافرمان لوگوں کی پیروی جاری رکھی جس کی سزا کے طور پر اس دنیا میں ان پر پھٹکار پڑی اور ہوا کے طوفان نے انہیں برباد کردیا اور قیامت کے دن بھی بربادی ان کا انتظار کر رہی ہے۔

[۴۷] اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کی مٹی سے پیدا فرمایا اور سارے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ نیز خوراک بھی

Marfat.com

قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿٦١﴾

اس سے مغفرت طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو، بے شک میرا رب قریب ہے دعائیں قبول کرنے والا ہے [۴۸]

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿٦٢﴾

۶۲۔ انہوں نے کہا: اے صالح علیہ السلام! اس سے پہلے ہمارے درمیان تم ہی ایک ایسے شخص تھے جس سے امیدیں وابستہ تھیں، کیا تم ہمیں ان کی عبادت سے روکتے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ اور جس دین کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم تو اس کے متعلق بڑے سخت شک میں مبتلا ہیں [۴۹]

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿٦٣﴾

۶۳۔ صالح علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! بھلا یہ تو بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی ہو تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں میری کون مدد کرے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں؟ تم تو صرف میرے نقصان میں اضافہ کرنا چاہتے ہو۔[۵۰]

اللہ تعالیٰ نے زمین ہی سے پیدا فرمائی جس کی وجہ سے انسان زندہ رہتا ہے اور اس کی افزائش نسل کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس طرح تمام انسانوں کا زمین کے ساتھ ایک خصوصی تعلق ہے تو گویا تمام انسانوں کی پیدائش زمین سے ہوئی۔ قوم ثمود کے بارے میں سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۷۳ اور حاشیہ نمبر ۷۴ ملاحظہ کریں۔

[۴۸] اللہ تعالیٰ قریب ہے اور دعائیں قبول فرماتا ہے، اس کے لئے سورہ بقرہ (۲) کی آیت نمبر ۱۸۶ اور حاشیہ نمبر ۱۴۱ اور ۱۴۲ ملاحظہ کریں۔

[۴۹] قوم ثمود مشرک تھی، حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں ایک خدا کی عبادت کا حکم دیا اور شرک سے منع فرمایا تو وہ کہنے لگے کہ ہم تو آپ کے سابقہ کردار سے بڑے متاثر تھے اور ہمیں آپ سے بڑی امیدیں تھیں کہ آپ اپنی قوم کو ترقی کی طرف لے جائیں گے مگر تم نے تو ہماری ساری امیدیں خاک میں ملا دی ہیں بلکہ تم چاہتے ہو کہ ہم اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دیں اور تمہارا دین اختیار کر لیں تو خوب سن لو ہمیں تمہارے دین پر کوئی یقین نہیں ہے اس لئے ہم اپنے باپ دادا کا مذہب ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔

[۵۰] میں اپنے رب کے فضل سے توحید کی حقیقت سے آشنا ہو چکا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت بھی عطا فرما دی ہے، اب خدانخواستہ اگر

Marfat.com

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿٦٤﴾

٦٤۔ اور اے میری قوم! یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے نشانی ہے اب اس کو چھوڑ دو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اس کو کسی برے ارادے سے ہاتھ نہ لگاؤ ورنہ بہت جلد تم کو عذاب آ پکڑے گا۔[٥١]

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿٦٥﴾

٦٥۔ پس انہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو صالح علیہ السلام نے کہا: تم تین دن تک اپنے گھروں میں لطف اٹھالو، یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہے۔[٥٢]

فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِىِٕذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾

٦٦۔ پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے صالح علیہ السلام کو اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے اپنی رحمت سے بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی، بے شک آپ کا رب ہی بڑا طاقتور غالب ہے۔

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾

٦٧۔ اور ظالم لوگوں کو ایک خوف ناک کڑک نے آ پکڑا اور وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔[٥٣]

میں اس کی نافرمانی کروں اور تمہارے کہنے پر توحید کو چھوڑ دوں تو تم میں کوئی مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا بلکہ تم تو میرے نقصان میں اضافہ کرنا چاہتے ہو۔

[٥١] انہوں نے کہا: اے صالح علیہ السلام! اگر تم سچے نبی ہو تو پتھر کی اس چٹان سے زندہ اونٹنی نکال کر دکھاؤ۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے اونٹنی ظاہر فرمادی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: یہ اونٹنی میری نبوت کی دلیل اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، لہٰذا تم اس کو آزاد چھوڑ دو۔ جہاں سے اس کا جی چاہے کھاتی پھرے، کوئی اس کو تنگ نہ کرے ورنہ بہت جلد تم کو عذاب آ پکڑے گا۔

[٥٢] اس عظیم معجزہ کو دیکھ کر انہیں ایمان لے آنا چاہیے تھا مگر ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے اس اونٹنی کو مار ڈالا تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: تم نے بڑا ظلم کیا ہے، لہٰذا اب تم تین دن تک اپنے گھروں میں رہ سکتے ہو، پھر تم پر عذاب آنے والا ہے اور یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔

[٥٣] تین دنوں کے بعد جب ان کے عذاب کا وقت آ پہنچا تو ایک خوف ناک کڑک نے انہیں آ پکڑا اور وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں

Marfat.com

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَا۠ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ ع

۶۸۔ گویا وہ کبھی یہاں آباد ہی نہیں تھے، سنو! بے شک ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا، خبردار! ثمود کے لئے بربادی ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوش خبری لے کر آئے، انہوں نے سلام کہا، ابراہیم علیہ السلام نے بھی (جواب میں) سلام کیا، پھر ابراہیم علیہ السلام جلد ہی ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ [۵۴]

اوندھے مرے پڑے تھے یعنی یوں نیست و نابود ہو گئے گویا وہ کبھی وہاں آباد ہی نہیں تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو رسوائی سے بچالیا کیونکہ اگر وعدہ کے مطابق عذاب نہ آتا تو کافر آپ کا مذاق اڑاتے۔ نیز جو لوگ حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی اس عذاب سے بچالیا۔

سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۷۸ میں ہے کہ ان کو زلزلہ نے آ پکڑا اور یہاں ہے: ان کو خوفناک کڑک نے آ پکڑا۔ ممکن ہے خوفناک کڑک اور زلزلہ دونوں ساتھ ساتھ ہی آ گئے ہوں یا کڑک اتنی شدید ہو جس سے زمین پر زلزلہ طاری ہو گیا ہو جیسے آج دھماکے سے عمارتیں اور زمین ہلنے لگتی ہے۔

[۵۴] حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم شام کے جنوب میں آباد تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں رہائش پذیر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے جن فرشتوں کو بھیجا انہیں یہ حکم دیا کہ وہ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں اور انہیں بیٹے اسحاق اور پوتے یعقوب کی پیدائش کی خوش خبری بھی سناتے جائیں۔ چنانچہ فرشتے انسانی شکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں کھانے کے لئے بھنا ہوا گوشت پیش کیا اور جب مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اندیشہ لاحق ہوا کہ یہ کوئی مشکوک لوگ ہیں۔ فرشتوں نے کہا: آپ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ ہم فرشتے ہیں، ہم آپ کو بیٹے کی خوش خبری دینے کے علاوہ قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان پر عذاب نازل کریں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سلام کہنا اور سلام کا جواب دینا انبیائے کرام علیہم السلام اور فرشتوں کی سنت ہے، نیز گھر میں موجود اچھے کھانے سے مہمانوں کی خدمت کرنا بھی نبیوں کی سنت ہے۔

مہمان اور میزبان کے متعلق اسلام کا حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی تکریم کرے اور اس کا جائزہ ادا کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول

Marfat.com

فَلَمَّا رَآ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۚ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝٧٠

۷۰۔ پھر جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کی طرف نہیں بڑھ رہے تو ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اجنبی خیال کیا اور دل ہی دل میں ان سے خوف محسوس کرنے لگے، فرشتوں نے کہا: آپ ڈریں نہیں ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝٧١

۷۱۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی بیوی (سارہ) جو کھڑی ہوئی تھیں وہ ہنس پڑیں، پھر ہم نے سارہ علیہا السلام کو اسحاق علیہ السلام کی اور اسحاق علیہ السلام کے بعد یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی۔[۵۵]

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مہمان کا جائزہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات اس کی زیادہ خاطر تواضع کرے اور تین دن اس کی ضیافت کرے اور اس سے زیادہ دن اس کی طرف سے صدقہ ہیں۔ (بخاری: کتاب الأدب: باب ۳۱)

۲۔ مہمان نوازی تین دن ہے اور جائزہ ایک دن ہے اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس اتنے دن قیام کرے کہ اس کو گناہ میں مبتلا کر دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اس کو گناہ میں کیسے مبتلا کرے گا؟ فرمایا: وہ اس کے پاس ایسی حالت میں قیام کرے کہ اس کے پاس اس کی مہمان نوازی کے لئے کچھ نہ ہو۔

(مسلم: حدیث نمبر ۱۷۲۶: کتاب اللقطه: باب ۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی

بعض اسرائیلی روایات میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ جب ان کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ کسی آدمی کو تلاش کرتے جو ان کے ساتھ کھانا کھائے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اجنبی آدمی سے ملے۔ جب وہ آپ کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے فرمایا: بسم اللہ پڑھو۔ اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتا کہ اللہ کون ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو کھانے سے اٹھا دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اس کو رزق دیتا رہا ہوں اور تم نے اس کو ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرا کر اس کی تلاش میں نکلے اور اس کو واپس بلایا۔ اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ اب مجھے واپس کیوں بلا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارا واقعہ سنایا۔ تو اس نے کہا: یہ تو بڑا کریم رب ہے، پھر وہ ایمان لے آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں واپس آگیا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔ (تفسیر قرطبی)

[۵۵] حضرت سارہ علیہا السلام کو جب علم ہوا کہ ان کے مہمان فرشتے ہیں تو وہ بھی پاس آ کھڑی ہوئیں اور خوشی سے ہنس پڑیں، پھر فرشتوں نے حضرت سارہ علیہا السلام کو بیٹے اسحاق علیہ السلام اور پوتے یعقوب علیہ السلام کی خوش خبری دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے حضرت

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ سارہ علیہا السلام نے کہا: وائے حیرانی! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرے یہ شوہر بھی بوڑھے ہیں، بے شک یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ [۵۶]

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ فرشتوں نے کہا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اے (ابراہیم علیہ السلام کے) گھر والو! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ قابل حمد اور بزرگی والا ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ پھر جب ابراہیم علیہ السلام سے خوف دور ہو گیا اور ان کے پاس بشارت پہنچ گئی تو وہ ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ [۵۷]

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ بے شک ابراہیم علیہ السلام بڑے حلیم، نرم دل (اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کرنے والے تھے۔

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ

۷۶۔ اے ابراہیم علیہ السلام! اس بات کو رہنے دو، بے شک اب تو آپ کے رب کا حکم (عذاب) آچکا ہے اور ان پر یقیناً وہ

ہاجرہ (ہاجر) علیہا السلام کے بطن سے ایک بیٹا یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام پہلے سے موجود تھا لیکن سارہ علیہا السلام کی کوئی اولاد نہیں تھی اور ان کی تمنا تھی کہ انہیں بھی بیٹا ملے اس لئے اس آیت میں حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کو براہِ راست خوش خبری سنائی گئی۔

[۵۶] اس وقت حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر ۹۰ سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال تھی (تفسیر قرطبی) عمر کے اس حصہ میں بیٹے کی خوش خبری واقعی ایک تعجب خیز اور حیران کن بات تھی۔ اس پر فرشتوں نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور وہ تم پر بڑا مہربان ہے، لہٰذا کسی تعجب اور حیرانگی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اہل بیت سے مراد حضرت سارہ علیہا السلام ہیں۔ اسی طرح سورہ احزاب (۳۳) کی آیت نمبر ۳۳ میں جہاں اہل بیت کی طہارت کا ذکر ہوا ہے ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن شامل ہیں۔ (احکام القرآن للجصاص)

[۵۷] حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خوف جب دور ہو گیا اور ان کے پاس بیٹے کی بشارت بھی آگئی تو آپ قوم لوط کے متعلق بحث کرنے لگے اور اپنی فطری رحم دلی کے باعث ان کے لئے سفارش کرنا چاہتے تھے تاکہ ان کے عذاب کو مزید مؤخر کر دیا جائے ممکن ہے وہ توبہ کر لیں۔

Marfat.com

مَّرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

عذاب آنے والا ہے جو ٹلنے والا نہیں ہے۔ [۵۸]

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ اور جب ہمارے فرشتے (حسین لڑکوں کی صورت میں) لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ ان کے آنے سے غمگین ہوئے اور ان کی وجہ سے تنگ دل ہوئے اور کہنے لگے: یہ بڑا سخت دن ہے۔ [۵۹]

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ﴿۷۸﴾

۷۸۔ اور ان کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے ان کے پاس آ پہنچے، اور وہ پہلے ہی برے کام کرتے تھے، لوط علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لئے بہت پاکیزہ ہیں، سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو، کیا تم میں کوئی بھی نیک آدمی نہیں ہے؟ [۶۰]

---

[۵۸] فرشتوں نے کہا: اے ابراہیم علیہ السلام! قوم لوط کو بہت مہلت دی گئی تھی مگر انہوں نے اپنی اصلاح کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ انجام کار اللہ تعالیٰ نے ان کے عذاب کا فیصلہ کر دیا ہے، لہٰذا آپ ان کی سفارش کو رہنے دیں۔ یہ کسی ہمدردی کے قابل نہیں ہیں۔ اب ان پر عذاب آ کر رہے گا اور وہ ٹل نہیں سکتا۔

[۵۹] جب حسین لڑکوں کی صورت میں فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ گھبرا گئے کیونکہ ان کی قوم کے لوگ اپنی بیویوں کو چھوڑ کر لڑکوں کے ساتھ نفسانی خواہشات پوری کرنے کے دلدادہ تھے اور آپ کو خطرہ لاحق ہوا کہ اگر انہیں ان خوبصورت لڑکوں کا علم ہوا تو وہ یہاں آ کر ان کی توہین کریں گے، لہٰذا یہ تو میرے لئے بڑی سخت آزمائش کا دن ہے۔

[۶۰] حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھی اور اس نے ہی لوگوں کو ان حسین مہمانوں کی اطلاع دی تھی۔ ان حسین لڑکوں کی خبر سنتے ہی ان کی قوم کے فاسق لوگ دوڑتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر آ پہنچے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کے برے ارادوں کے پیش نظر انہیں کہا: تمہارے لئے اپنی بیویوں سے لطف اندوز ہونا اچھا اور جائز طریقہ ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی سمجھدار آدمی نہیں ہے جو تمہیں اس برے ارادے سے روکے؟

اس آیت میں حضرت لوط علیہ السلام نے ان کی بیویوں کو جو قوم کی بیٹیاں تھیں از راہِ شفقت اپنی بیٹیاں کہا ہے۔ نیز نبی اپنی امت کے حق میں روحانی باپ اور نبی کی بیوی امت کے حق میں روحانی ماں ہوتے ہیں۔

Marfat.com

قَالُوۡا لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَا لَنَا فِیۡ بَنٰتِكَ مِنۡ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعۡلَمُ مَا نُرِیۡدُ ﴿۷۹﴾

۷۹۔ وہ کہنے لگے: تم خوب جانتے ہو کہ ہمیں تمہاری (قوم کی) بیٹیوں میں کوئی دلچسپی نہیں اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہیں؟[۶۱]

قَالَ لَوۡ اَنَّ لِیۡ بِكُمۡ قُوَّۃً اَوۡ اٰوِیۡۤ اِلٰی رُكۡنٍ شَدِیۡدٍ ﴿۸۰﴾

۸۰۔ لوط علیہ السلام نے فرمایا: کاش! مجھ میں تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ ہی لے سکتا۔[۶۲]

قَالُوۡا یٰلُوۡطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنۡ یَّصِلُوۡۤا اِلَیۡكَ فَاَسۡرِ بِاَهۡلِكَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّیۡلِ وَ لَا یَلۡتَفِتۡ مِنۡكُمۡ اَحَدٌ اِلَّا امۡرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیۡبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمۡ ؕ اِنَّ مَوۡعِدَهُمُ الصُّبۡحُ ؕ اَلَیۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِیۡبٍ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ فرشتوں نے کہا! اے لوط علیہ السلام! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، یہ لوگ آپ تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے، آپ رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد اپنے گھر والوں کو لے کر یہاں سے نکل جائیں اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے مگر اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جائیں، بے شک اس کو بھی وہی عذاب پہنچنے والا ہے جو انہیں پہنچے گا، بے شک ان کے عذاب کا مقررہ وقت صبح کا ہے، کیا صبح قریب نہیں ہے؟[۶۳]

---

[۶۱] وہ کہنے لگے: تم خوب جانتے ہو کہ ہمیں اپنی بیویوں میں کوئی دلچسپی نہیں اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم تمہارے گھر اس وقت کیوں آئے ہیں، لہٰذا تم بحث و تکرار کو چھوڑ دو اور یہ خوبصورت مہمان لڑکے ہمارے حوالے کرو۔

[۶۲] جب حضرت لوط علیہ السلام نے دیکھا کہ ان فاسق لوگوں پر ان کی نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تو آپ نے اپنے مہمانوں کی حفاظت کے لئے گھر کا دروازہ بند کر دیا اور انتہائی گھبراہٹ کے عالم میں بے ساختہ پکار اُٹھے: کاش! مجھ میں اتنی طاقت ہوتی کہ میں تم سب کا مقابلہ کر سکتا یا کسی مضبوط قبیلے کی پناہ مجھے حاصل ہوتی تو میری آج رسوائی نہ ہوتی اور میں اپنے مہمانوں کی حفاظت کر لیتا۔

[۶۳] جب حضرت لوط علیہ السلام کی گھبراہٹ اور قوم لوط کی سرکشی کی انتہا ہوگئی تو مہمان کہنے لگے: اے لوط علیہ السلام! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ہمیں ان پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے لہٰذا آپ گھبرائیں نہیں یہ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے اور دروازہ کھول دو ہم خود ان سے نپٹ لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا پر مارا تو سارے کا فر اندھے ہو کر پکار اُٹھے: یہاں سے بھاگو۔ لوط علیہ السلام کے مہمان تو سب سے بڑے جادوگر ہیں۔ (تفسیر قرطبی) پھر فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر جلدی سے نکل جائیں اور تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے کیونکہ عذاب کا مقررہ وقت صبح کا ہے اور صبح بالکل قریب ہے، البتہ اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جائیں کیونکہ وہ کافرہ ہے اور وہ بھی ان ظالموں کے ساتھ ہلاک کر دی جائے گی۔

Marfat.com

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے اس بستی کے اوپر والے حصہ کو نچلا حصہ کر دیا اور ہم نے ان پر آگ میں پکے ہوئے پتھر لگا تار برسائے۔[۶۴]

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَ مَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ جو آپ کے رب کی طرف سے نشان زدہ تھے،[۶۵] اور وہ (قوم لوط کا علاقہ یا عذاب مکہ کے) ظالموں سے کچھ دور نہیں ہے۔[۶۶]

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ اور ہم نے اہل مدین کی طرف ان کے قومی بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اور ناپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو، بے شک میں تم کو خوشحال دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔[۶۷]

وَ يٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ اور اے میری قوم! تم انصاف کے ساتھ ناپ اور تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے نہ پھرو۔

---

[۶۴] جب ان کے عذاب کا مقررہ وقت آگیا تو ان کی ساری بستیاں تہ وبالا کر دی گئیں، پھر ان پر سخت پتھروں کی ایسی لگاتار بارش برسائی گئی کہ سارے کافر ہلاک ہو گئے۔

[۶۵] جو پتھر قوم لوط علیہ السلام پر برسائے گئے وہ خاص نشان والے تھے اور ہر پتھر پر اس کافر کا نام بھی درج تھا جس کو اس پتھر نے ہلاک کرنا تھا۔

[۶۶] اس میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ تم سے پہلے جن لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کو قبول نہیں کیا ان کا حشر جا کر دیکھ لو۔ ان کا علاقہ بہت دور نہیں ہے بلکہ شام اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے اور تم میں سے اکثر شام جانے والے تاجروں نے ان کھنڈرات کا مشاہدہ کیا ہے۔ اب اگر تم بھی شرک وظلم سے باز نہ آئے تو تمہارا عذاب بھی بہت دور نہیں ہے اور تمہارا حشر بھی ویسا ہی ہو سکتا ہے جو پہلے ظالم قوموں کا ہو چکا ہے۔

[۶۷] سورۂ اعراف (۷) کی آیات نمبر ۸۵ تا ۹۳ میں حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم

Marfat.com

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے سے جو بچ رہے وہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم مومن ہو اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔ [۶۸]

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ انہوں نے کہا: اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے؟ یا یہ کہ ہم اپنے مالوں میں وہ نہ کریں جو ہم چاہتے ہیں، بے شک تم ہی ایک بردبار نیک چلن رہ گئے ہو۔ [۶۹]

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ شعیب (علیہ السلام) نے کہا: اے میری قوم! بھلا یہ تو بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے عمدہ رزق بھی دیا ہو، اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس کام سے میں تم کو منع کرتا ہوں خود ہی اس کے خلاف کرنے لگوں، میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے تمہاری اصلاح چاہتا ہوں، اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہے، میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ [۷۰]

سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل فرمایا ہے۔ تمہارے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے۔ اس کے باوجود ناپ تول میں کمی کرنا تمہیں زیب نہیں دیتا اور اگر تم اس دھوکہ بازی سے باز نہ آئے تو پھر مجھے اندیشہ ہے کہ تم قیامت کے دن کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔

[۶۸] یعنی پورا پورا ناپ تول کرنے کے بعد جو نفع باقی رہ جائے وہ تمہارے لئے حلال ہے اور اس ناجائز مال سے بہتر ہے جو تم ناپ تول میں کمی کرکے حاصل کرتے ہو۔ بہر حال میرا کام نصیحت کرنا ہے جو میں کر رہا ہوں لیکن تم سے زبردستی عمل کرانا اور ہر وقت تمہارے ناپ تول کی نگرانی کرتے رہنا میرے فرائض میں شامل نہیں ہے۔

[۶۹] حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو شرک کرنے اور ناپ تول میں کمی کرنے سے منع فرمایا، یہ بات انہیں سخت ناگوار گزری اور ازراہ مذاق کہنے لگے: کیا تمہاری نماز اور تمہارا دین تمہیں یہی سکھاتا ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑ دیں اور اپنے مالوں کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال نہ کریں؟ کیا تم ہی ایک عقل مند اور نیک چلن آدمی رہ گئے ہو اور باقی ساری قوم نادان اور بد چلن ہے؟

[۷۰] حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور نبوت سے نوازا ہے اور دنیاوی مال و دولت بھی وسیع مقدار

Marfat.com

وَ يٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَ مَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ اور اے میری قوم! مجھ سے عداوت تمہیں یہاں تک نہ اُکسائے کہ تمہیں بھی ایسا عذاب آپہنچے جو قوم نوح علیہ السلام یا قوم ہود علیہ السلام یا قوم صالح علیہ السلام کو پہنچا تھا، اور قوم لوط علیہ السلام تو تم سے زیادہ دور نہیں۔ [۷۱]

وَ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

۹۰۔ اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، پھر اسی کی طرف رجوع کرو، بے شک میرا رب بڑا مہربان محبت کرنے والا ہے۔ [۷۲]

میں عطا فرمایا ہے اس لئے مجھے تمہارے مال سے کوئی حسد یا لالچ نہیں ہے اور جن برائیوں سے میں تمہیں منع کرتا ہوں میں خود بھی ان کے قریب نہیں جاتا یعنی جو بات میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں وہی تمہارے لئے بھی پسند کرتا ہوں اور میرا مقصد صرف یہی ہے کہ تمہارے عقائد اور اعمال درست ہو جائیں اور میری یہ جدوجہد اور توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہے کیونکہ میں اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

[۷۱] حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: میری مخالفت میں اتنا آگے نہ بڑھو کہ تمہیں بھی ایسا عذاب آپہنچے جو قوم نوح علیہ السلام یا قوم ہود علیہ السلام یا قوم صالح علیہ السلام کو پہنچا تھا۔ ان قوموں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی بات نہ مانی اور انجام کار سخت قسم کے عذابوں میں مبتلا کئے گئے اور قوم لوط علیہ السلام کا علاقہ تو تم سے زیادہ دور نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو تہ و بالا کر دیا اور ان کے عذاب کے واقعات بہت مشہور تھے بلکہ تم میں سے اکثر نے ان کے کھنڈرات بھی دیکھے ہوئے ہیں، لہٰذا اب بھی وقت ہے سچے دل سے توبہ کرو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرما دے گا اور اگر تم اس کی نافرمانی سے باز نہ آئے تو تمہارا عذاب بھی بہت دور نہیں ہے اور تمہارا حشر بھی ویسا ہو سکتا ہے جو پہلے ظالم قوموں کا ہو چکا ہے۔

[۷۲] اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بہت مہربان اور اس سے محبت کرنے والا ہے اور اس انسان سے زیادہ محبت فرماتا ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ محبت اس سے کرتا ہے جو اس کی مخلوق کو زیادہ نفع پہنچاتا ہے۔ (شعب الایمان: امام بیہقی: حدیث نمبر ۷۴۴۶)

ماں باپ کے دل میں اپنی اولاد کے لئے جو محبت ہے اس کی مثال لانا مشکل ہے لیکن جو خدا والدین کے دل میں اس بے مثال محبت کا خالق ہے خود اس کے اندر اپنی مخلوق کے لئے کتنی زیادہ محبت ہوگی اس کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے۔ لیکن جب لوگ ظلم اور سرکشی میں حد سے بڑھ جائیں تو انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے وہ سزا دیتا ہے اور ساتھ مائل بہ کرم بھی رہتا ہے اور جب بھی کوئی صدق دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیتا ہے۔ مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت و محبت کے بارے میں سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۱۲ اور حاشیہ نمبر ۱۳ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

قَالُوۡا يٰشُعَيۡبُ مَا نَفۡقَهُ كَثِيۡرًا مِّمَّا تَقُوۡلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيۡنَا ضَعِيۡفًا‌ ۚ وَلَوۡلَا رَهۡطُكَ لَرَجَمۡنٰكَ‌ ۖ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡنَا بِعَزِيۡزٍ ۝۹۱

۹۱۔ انہوں نے کہا: اے شعیب! تمہاری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور بے شک ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہمارے درمیان ایک کمزور شخص ہو اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر چکے ہوتے اور تم ہم پر غالب نہیں ہو۔ [۷۳]

قَالَ يٰقَوۡمِ اَرَهۡطِىۡۤ اَعَزُّ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذۡتُمُوۡهُ وَرَآءَكُمۡ ظِهۡرِيًّا‌ ؕ اِنَّ رَبِّىۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطٌ ۝۹۲

۹۲۔ شعیب علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم! کیا میرا کنبہ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ سے زیادہ معزز ہے؟ اور تم نے اللہ تعالیٰ کو پس پشت ڈال رکھا ہے، بے شک میرا رب تمہارے تمام کاموں کا احاطہ کرنے والا ہے۔ [۷۴]

وَيٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰى مَكَانَتِكُمۡ اِنِّىۡ عَامِلٌ‌ ؕ سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ مَنۡ يَّاۡتِيۡهِ عَذَابٌ يُّخۡزِيۡهِ وَمَنۡ هُوَ كَاذِبٌ‌ ؕ وَارۡتَقِبُوۡۤا اِنِّىۡ مَعَكُمۡ رَقِيۡبٌ ۝۹۳

۹۳۔ اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ میں اپنا کام کر رہا ہوں، عنقریب تم جان لو گے کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور کون جھوٹا ہے؟ اور تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔ [۷۵]

---

[۷۳] کفار کو حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحتیں پسند نہیں تھیں اس لئے وہ آپ کی باتیں غور سے نہ سنتے اور حقارت کی نیت سے کہہ دیتے کہ آپ کی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں، لہٰذا آپ ہمیں خواہ مخواہ پریشان نہ کریں۔ اگر ہمیں تمہارے کنبے کے افراد کا لحاظ نہ ہوتا تو تمہیں اب تک ہلاک کر چکے ہوتے کیونکہ تم ایک کمزور آدمی ہو اور ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

[۷۴] یعنی بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم میرے کنبہ کی وجہ سے میری رعایت کرتے ہو اور اس وجہ سے نہیں کرتے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ گویا میرا کنبہ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ سے زیادہ معزز ہے اور تم نے اللہ تعالیٰ کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے حالانکہ تمہیں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عزت کرنی چاہیے کیونکہ تمہارے سارے کام اس کے علم اور اس کی قدرت کے احاطہ میں ہیں اور وہ تم سے باز پرس کرے گا۔

[۷۵] حضرت شعیب علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان کی قوم کسی صورت پر شرک کو چھوڑنے والی نہیں تو کہا: اگر تمہیں شرک پر ہی اصرار ہے تو یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہے لیکن میں تو بہر صورت توحید کی دعوت پر عمل پیرا ہوں اور تمہیں شرک سے منع کرتا رہوں گا، پھر بھی اگر تم نے شرک کو نہ چھوڑا تو انتظار کرو۔ عنقریب تم جان لو گے کہ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کون جھوٹا ہے؟

Marfat.com

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۹۴﴾

۹۴۔ اور جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے شعیب علیہ السلام کو اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے (ان کو) اپنی رحمت سے بچالیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو خوفناک کڑک نے آ پکڑا اور وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔[۷۶]

كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ ع

۹۵۔ گویا وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے، سن لو! ہلاکت ہو (اہل) مدین کے لئے جیسے (قوم) ثمود ہلاک ہوئی تھی۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۶﴾

۹۶۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا۔

اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ ﴿۹۷﴾

۹۷۔ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف، تو انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا حکم درست نہیں تھا۔[۷۷]

یَقْدُمُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾

۹۸۔ قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا اور انہیں (جہنم کی) آگ میں لا ڈالے گا، بہت برا گھاٹ ہے جہاں انہیں ڈالا گیا۔[۷۸]

---

[۷۶] جب عذاب کا وقت آپہنچا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور باقی ساری قوم کو قوم ثمود کی طرح اس طرح ہلاک کردیا گویا وہ کبھی وہاں بسے ہی نہیں تھے۔

[۷۷] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو (۹) روشن معجزات اور ان میں اہم ترین معجزہ عصا کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ فرعون اور اس کے درباریوں کو رشد وہدایت کی دعوت دیں مگر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو رد کردیا اور فرعون کے حکم کی پیروی جاری رکھی حالانکہ فرعون کا حکم رشد وہدایت سے خالی تھا کیونکہ وہ اپنے آپ کو سب سے بڑا رب کہلاتا اور بنی اسرائیل پر ظلم کرتا تھا۔ سورہ اعراف (۷) کے حاشیہ نمبر ۶۵ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات کا ذکر کیا گیا ہے۔

[۷۸] قیامت کے دن فرعون آگے آگے ہوگا اور اس کی مشرک قوم اس کے پیچھے ہوگی۔ جب فرعون جہنم میں گرے گا تو اس کی ساری قوم بھی اس کے پیچھے جہنم میں جا گرے گی اور یہ بہت برا گھاٹ ہے جس میں وہ گریں گے۔ دنیا میں غرق کے وقت بھی فرعون اپنی قوم کے

Marfat.com

وَ اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۞ ۹۹

۹۹۔ اور اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی، بہت برا عطیہ ہے جو انہیں دیا گیا۔[۷۹]

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰی نَقُصُّهٗ عَلَیْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّ حَصِیْدٌ ۞ ۱۰۰

۱۰۰۔ یہ ان بستیوں کی بعض خبریں ہیں جو ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں، ان میں سے بعض موجود ہیں اور بعض نیست و نابود ہو گئیں۔[۸۰]

وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَ مَا زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ۞ ۱۰۱

۱۰۱۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، پس جب آپ کے رب کا حکم (عذاب) آ گیا تو اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کی وہ عبادت کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آئے بلکہ ان کی بربادی میں اضافہ ہی کیا۔[۸۱]

آگے آگے تھا اور قیامت کے دن جہنم میں جاتے وقت بھی فرعون آگے آگے ہوگا۔ اسی طرح جو لوگ آنکھیں بند کر کے کسی گمراہ لیڈر کی پیروی اختیار کرتے ہیں اور کسی ہادی کی نصیحتوں پر توجہ نہیں کرتے وہ قیامت کے دن اسی گمراہ لیڈر کی قیادت میں چلتے ہوئے جہنم میں داخل ہوں گے اور کوئی انہیں بچانے والا نہیں ہوگا، لہٰذا آج ہمیں کسی کی پیروی کرتے وقت اپنے خداداد عقل و فہم کو استعمال کرنا چاہیے اور صرف اس کی پیروی کرنی چاہیے جس کا مشن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی رضا ہو۔

[۷۹] فرعون اور اس کی قوم پر اس دنیا میں لعنت اس طرح پڑی کہ ان کے اوپر مختلف قسم کے عذاب آئے اور بالآخر انہیں سمندر میں غرق کر دیا گیا اور قیامت کے دن بھی انہیں فرعون کی قیادت میں جہنم رسید کر دیا جائے گا جو کہ بہت برا انعام ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا جو برے لوگوں کی پیروی اختیار کرتے ہیں قیامت کے دن جب انہیں برے لوگوں کی قیادت میں جہنم کی طرف جانے پر مجبور کیا جائے گا تو وہ اپنے لیڈروں کو گالیاں دیتے ہوئے اور ان پر لعنتوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے ذلت و رسوائی کے عالم میں ان کے پیچھے جا رہے ہوں گے۔ ان کے برعکس جو نیک لوگوں کی پیروی اختیار کرتے ہیں قیامت کے دن جب انہیں نیک لوگوں کی قیادت میں جنت میں جانے کا حکم ملے گا تو وہ اپنے مشائخ اور ائمہ کو دعائیں دیتے ہوئے اور ان پر مدح و تحسین کے پھول برساتے ہوئے خوشی اور مسرت کے عالم میں ان کے پیچھے رواں دواں ہوں گے۔

[۸۰] یہ جن بستیوں کے واقعات بیان کئے گئے ہیں ان میں سے بعض یعنی عاد و ثمود کے کھنڈرات تو اب بھی موجود ہیں جن کو دیکھ کر ان کی بربادی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور بعض کا نام و نشان مٹ چکا ہے جیسے قوم نوح علیہ السلام کی بستیاں جن کے فقط قصے رہ گئے ہیں مگر ان کے نشانات مٹ چکے ہیں۔

[۸۱] اللہ تعالیٰ نے بلاوجہ ان کو سزا نہیں دی بلکہ جب انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا اور مسلسل سرکشی سے اپنے آپ کو سزا کا مستحق بنا لیا تو

Marfat.com

وَكَذٰلِكَ اَخۡذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰى وَهِىَ ظٰلِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَهٗۤ اَلِيۡمٌ شَدِيۡدٌ ﴿۱۰۲﴾

۱۰۲۔ اور آپ کے رب کی گرفت اسی طرح ہوتی ہے جب وہ ظلم کرنے والی بستیوں کو پکڑتا ہے، بے شک اس کی گرفت دردناک (اور) سخت ہوتی ہے۔[۸۲]

اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنۡ خَافَ عَذَابَ الۡاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوۡمٌ مَّجۡمُوۡعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوۡمٌ مَّشۡهُوۡدٌ ﴿۱۰۳﴾

۱۰۳۔ بے شک ان (واقعات) میں اس شخص کے لئے (عبرت کی) نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے، یہ وہ دن ہے جس میں سب لوگ جمع کئے جائیں گے اور یہی وہ دن ہے جس میں سب حاضر ہوں گے۔[۸۳]

وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعۡدُوۡدٍ ؕ ﴿۱۰۴﴾

۱۰۴۔ اور ہم اس کو مؤخر نہیں کر رہے ہیں مگر مقرر مدت کے لئے۔[۸۴]

ان پر عذاب آیا اور جن معبودوں سے انہوں نے امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں کہ وہ مصیبت کے وقت ان کے کام آئیں گے، قیامت کے دن وہ ان کے کچھ کام نہ آئے بلکہ ان کی بربادی میں اضافے کا باعث بنے کیونکہ ان کی عبادت کی وجہ سے ہی تو وہ عذاب کے مستحق قرار پائے۔ اگر وہ ان کی عبادت نہ کرتے تو ان کو عذاب سے واسطہ نہ پڑتا۔

[۸۲] اللہ تعالیٰ ظالموں کو توبہ کرنے کے لئے ڈھیل دیتا ہے لیکن جب وہ مظالم سے باز نہیں آتے تو پھر اچانک ان کو پکڑتا ہے اور اس کی گرفت بڑی سخت اور دردناک ہوتی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر مہلت نہیں دیتا۔ (بخاری: کتاب تفسیر القرآن: سورہ نمبر ۱۱)

[۸۳] گذشتہ اقوام کی بربادی کے واقعات اس لئے بیان کئے گئے ہیں تاکہ گمراہ لوگ ان سے عبرت حاصل کریں اور غور کریں کہ جس گناہ کی سزا اس دنیا میں اس قدر سخت ہے جو کہ دار العمل ہے تو آخرت میں اس گناہ کی سزا کتنی زیادہ ہوگی جو کہ صرف دار الجزا ہے مگر اس کے باوجود اکثر لوگ غفلت کا شکار رہتے ہیں۔ صرف وہی خوش نصیب اصلاح کی فکر کرتے ہیں جو قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں کیونکہ وہ سب نیک و بد کی جزا و سزا کا دن ہے، اس میں سارے اولین و آخرین اکٹھے کئے جائیں گے اور کوئی بھی غیر حاضر نہیں رہ سکے گا۔

[۸۴] قیامت کا دن ضرور آئے گا، تاخیر اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جو وقت مقرر کر رکھا ہے وہ ابھی نہیں آیا لیکن جب وہ وقت آ گیا تو پھر ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں ہوگی اور اس دن سارے حشر والے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی ایسی ہیبت طاری ہوگی کہ ابتدا میں کوئی بات بھی نہیں کر سکے گا، بعد میں جب اللہ تعالیٰ اجازت دیں گے تو گفتگو کا سلسلہ شروع ہوگا۔

Marfat.com

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵۔ جب وہ دن آئے گا تو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر بات نہیں کر سکے گا، ان میں سے بعض بدنصیب ہوں گے اور بعض خوش نصیب۔[۸۵]

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾

۱۰۶۔ پس جو لوگ بدنصیب ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے، ان کے لئے اس میں چیخنا اور چلانا ہوگا۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾

۱۰۷۔ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جتنا آپ کا رب چاہے، بے شک آپ کا رب جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔[۸۶]

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾

۱۰۸۔ اور جو لوگ خوش نصیب ہیں وہ جنت میں ہوں گے اور ہمیشہ جنت میں رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جتنا آپ کا رب چاہے، یہ وہ عطا ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگی۔[۸۷]

---

[۸۵] آج دنیا مختلف گروہوں میں بٹی ہوئی ہے، کہیں امیر و غریب کا فرق ہے تو کہیں کالے اور گورے کا امتیاز ہے مگر قیامت کے دن یہ سارے امتیازات ختم کر دیئے جائیں گے، اس دن صرف دو گروہ ہوں گے، ایک خوش نصیب ہوگا جو اپنے رب پر ایمان لایا اور اچھے عمل کئے اور دوسرا بدنصیب ہوگا جس نے اپنے رب کا انکار کیا اور گمراہی میں مست رہا۔

[۸۶] بدنصیب لوگ دوزخ میں چیختے اور چلاتے ہوں گے اور وہ اس وقت تک دوزخ میں رہیں گے جب تک زمین و آسمان قائم رہیں گے جبکہ اس دنیا کے زمین و آسمان اس وقت فنا ہو چکے ہوں گے اور آخرت کے نئے زمین و آسماں وجود میں آ چکے ہوں گے جو ہمیشہ قائم رہیں گے، لہٰذا یہ بدنصیب بھی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے البتہ گناہ گار اہل ایمان جب اپنے گناہوں کی سزا پوری کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل فرما دے گا۔

[۸۷] خوش نصیب لوگ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا سلسلہ مسلسل جاری رہے گا۔ اہل جنت کی زندگی کیسے گزرے گی اس کے لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک منادی ندا کرے گا: (اے اہل جنت!) تم ہمیشہ تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے، اور تم ہمیشہ زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی، اور تم ہمیشہ جوان رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور تم ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے تم پر کبھی مصیبت نہیں آئے گی۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۸۳۷)

Marfat.com

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع

۱۰۹۔ اے سننے والے! جن کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں تو ان کے متعلق کسی شک میں مبتلا نہ ہونا، یہ لوگ عبادت نہیں کرتے مگر ایسے ہی جیسے اس سے پہلے ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے، اور بے شک ہم ان کو ان کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ [۸۸]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾

۱۱۰۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے ہی ایک بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا، اور بے شک یہ لوگ قرآن کے متعلق سخت شبہ میں ہیں۔ [۸۹]

وَ اِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱۔ اور بے شک آپ کا رب ان سب کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا، یقیناً جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں وہ اس سے خوب آگاہ ہے۔ [۹۰]

---

[۸۸] اے مسلمانو! جن چیزوں کی یہ مشرکین عبادت کرتے ہیں وہ قطعاً عبادت کے قابل نہیں ہیں، تم ان کے متعلق کسی شک میں مبتلا نہ ہونا۔ ان کے پاس ان چیزوں کی عبادت کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، وہ صرف اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کرتے ہیں اور ہم نے مشرکین کے لئے جو سزا مقرر کر رکھی ہے وہ ان کو پوری کی پوری ملے گی اور اس میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

[۸۹] قرآن مجید نازل ہوا تو مکہ کے لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ بہت کم اس پر ایمان لائے مگر اکثر دانستہ یا نادانستہ قرآن مجید کے متعلق سخت شبہ کرنے لگے اور اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی کہ آپ غمگین نہ ہوں، پہلے انبیائے کرام علیہم السلام مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہر قوم کو ایک خاص حد تک ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لے لیکن پھر بھی جو قومیں سرکشی سے باز نہیں آتیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکشی کے مطابق ان کی سزا کی قسم اور ان کی سزا کا وقت پہلے سے مقرر کر رکھا ہے۔ کسی قوم کی سزا کا کچھ حصہ اسی دنیا میں ظاہر کر دیا جاتا ہے اور کسی قوم کی پوری سزا قیامت تک کے لئے مؤخر کر دی جاتی ہے۔ بہر حال یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا فیصلہ ہے اور اگر یہ پہلے سے طے شدہ نہ ہوتا تو انکار کرنے والوں کو فوراً ہلاک کر دیا گیا ہوتا۔

[۹۰] جو لوگ قرآن مجید پر ایمان لائے اور جن لوگوں نے اس کا انکار کر دیا اللہ تعالیٰ ان سب کے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے اور ان کے اعمال کے مطابق انہیں پوری پوری جزا اور سزا دے گا۔

Marfat.com

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾

۱۱۲۔ پس آپ ثابت قدم رہیے جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی (ثابت قدم رہیں) جو (کفر سے) توبہ کر کے آپ کے ساتھ ہو گئے ہیں اور (اے لوگو!) تم سرکشی نہ کرنا، بے شک تم جو کچھ کرتے ہو وہ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔[۹۱]

وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

۱۱۳۔ اور ان کی طرف مت جھکو جنھوں نے ظلم کیا ورنہ آگ تم کو بھی آ لگے گی اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں ہو گا، پھر تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی۔ [۹۲]

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

۱۱۴۔ اور دن کی دونوں طرفوں میں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجیے،[۹۳] بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ ان کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔[۹۴]

---

[۹۱] اس آیت میں اہل اسلام کو احکام الٰہی پر ثابت قدم رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور سرکشی سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کو ہر وقت دیکھ رہا ہے، لہٰذا کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کے احکام سے سرتابی کرے۔ استقامت سے مراد یہ ہے کہ مسلمان اپنے عقائد اور اعمال کو افراط و تفریط سے بچائے اور مشکلات کے باوجود ان پر ہمیشہ عمل پیرا رہے۔ صوفیا کے نزدیک استقامت کا درجہ کرامت سے بلند ہے۔

[۹۲] اس آیت میں اہل اسلام کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ ظالم لوگوں کی طرف کسی قسم کا کوئی میلان اور جھکاؤ نہ رکھیں اور ان کی تعظیم و تکریم، سوسائٹی اور دوستی سے دور رہیں ورنہ وہ ظالم سمجھیں گے کہ تم ان کے مظالم سے راضی ہو، لہٰذا وہ تمہیں بھی مظالم میں شریک کرنے کی کوشش کریں گے اور بالآخر تم بھی اسی آگ کے مستحق بن سکتے ہو جس میں وہ ظالم خود جلیں گے اور پھر ظالموں کی طرح تمہارا بھی کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

[۹۳] دن کی دونوں طرفوں سے نماز فجر اور نماز عصر مراد ہیں۔ (تفسیر کبیر) ایک طلوع شمس سے پہلے دوسری غروب شمس سے پہلے، اور رات کے حصوں سے نماز مغرب اور نماز عشاء مراد ہیں۔ (ابن ابی حاتم) اور ظہر کی نماز کا ذکر سورہ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت نمبر ۷۸ میں ہے۔

[۹۴] نیکیوں کی ترغیب کے لئے کتنا حسین انداز ہے اور نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے کیسی جامع نصیحت ہے کہ نیکی کرنے سے نیکی کا ثواب تو ملتا ہی ہے لیکن نیکی کا ایک اور اضافی فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی برکت سے چھوٹے گناہ بھی معاف کر دیے جاتے ہیں، البتہ

Marfat.com

وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۵﴾

۱۱۵۔ اور آپ صبر کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِیَّةٍ یَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِی الْاَرْضِ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْهُمْ ۚ وَ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِیْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۶﴾

۱۱۶۔ پس تم سے پہلی امتوں میں ایسے زیرک لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے مگر ان میں تھوڑے لوگ ایسے تھے جن کو ہم نے نجات دی تھی اور ظالم لوگ تو عیش وعشرت کے پیچھے ہی پڑے رہے اور وہ مجرم تھے۔[۹۵]

حقوق العباد میں قصاص ضرور لیا جائے گا خواہ چھوٹے گناہ ہوں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نیکیوں کی برکت سے گناہ معاف فرماتا ہے اسی طرح نیکوں کی شفاعت سے گناہگاروں کو بھی معاف فرمائے گا۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ پانچ نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک ان گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں جو ان کے درمیان صادر ہوں جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ (مسلم: کتاب الطہارہ: باب ۵)

۲۔ ذرا بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس نہر میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہو تو تمہارا کیا خیال ہے کہ اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: اس کے جسم پر تو میل کا نشان بھی باقی نہیں رہے گا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی بھی یہی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نمازوں کے ذریعہ بندے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(بخاری: مواقیت الصلوٰہ: باب ٦)

۳۔ نبی کریم ﷺ سردی کے موسم میں جب درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے باہر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی ایک ٹہنی کو پکڑا۔ راوی فرماتے ہیں: اس ٹہنی سے پتے جھڑنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ حاضر ہوں، فرمایا: بندہ رضائے خداوندی کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسے اس درخت سے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۱۷۹)

[۹۵] یعنی پہلی امتوں میں اگر سنجیدہ اور سمجھدار لوگ کثرت سے ہوتے اور وہ دوسروں کو فساد سے روکتے تو ان قوموں پر عذاب نہ آتا مگر وہ حد سے زیادہ عیش وعشرت میں مصروف رہے اور مجرمانہ کارروائیوں میں ملوث ہو کر زمین میں فساد پھیلاتے رہے جس کے نتیجہ میں عذاب آیا اور وہ تباہ و برباد ہو گئے، صرف ان چند لوگوں کو بچا لیا گیا جو انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان لائے اور لوگوں کی اصلاح میں

Marfat.com

وَ مَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

۱۱۷۔ اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو ظلم سے برباد کردے جبکہ ان میں بسنے والے نیکوکار ہوں۔[۹۶]

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

۱۱۸۔ اور اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا (لیکن اب) وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔[۹۷]

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

۱۱۹۔ سوائے ان کے جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا، اور ان کو اسی لئے پیدا فرمایا، اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہو کر رہے گی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور بھر دوں گا۔

کوشاں رہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ گذشتہ قوموں کے عذاب سے سبق حاصل کریں اور امت مسلمہ میں بکثرت ایسے لوگ موجود رہیں جو دوسروں کو فساد اور ظلم سے روکیں کیونکہ جب تک نیک لوگ غالب رہیں گے قومیں ہلاک نہیں ہوں گی۔

[۹۶] جن بستیوں میں اکثر اچھے اور انصاف پسند لوگ ہوں اور وہ دوسروں کی اصلاح میں سرگرم رہیں تو ان پر عذاب نازل نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے اور مطلب یہ ہے کہ جن بستیوں میں مشرک لوگ ہوں اور وہ اپنے معاملات میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرتے ہوں تو ان مشرکوں کو محض شرک اور غلط عقائد کی وجہ سے اس دنیا میں ہلاک نہیں کیا جاتا بلکہ ان پر عذاب اس وقت آتا ہے جب وہ معاملات میں مخلوق کے ساتھ ظلم وزیادتی کریں۔ مشہور مقولہ ہے: شرک کے ساتھ دنیاوی حکومتیں چل سکتی ہیں لیکن ظلم اور فساد حکومتوں کو برباد کردیتا ہے اور پہلی قوموں پر بھی عذاب اس لئے آئے کہ وہ مخلوق پر ظلم وزیادتی کرتی تھیں۔ (تفسیر کبیر) یعنی یا تو وہ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق غصب کرتے تھے یا انبیائے کرام علیہم السلام اور اہل ایمان پر ظلم وزیادتی کرتے تھے۔ اس دنیا میں عذاب کی وجہ صرف شرک نہیں تھا کیونکہ شرک کی اصل اور پوری سزا جہنم کی آگ ہے جس پر آخرت میں عمل ہوگا۔

[۹۷] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اگر وہ چاہتا تو سارے انسانوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور کوئی بھی اصول اور عقائد میں اختلاف نہ کرتا مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ لوگوں کو حق وباطل کی راہیں دکھادی جائیں اور ان کو کوئی ایک راہ اختیار کرنے کی آزادی دے دی جائے تاکہ ان کی آزمائش ہوسکے اس لئے وہ اپنی اپنی پسند کے مطابق اختلاف کرتے رہیں گے۔ جو لوگ عقل وخرد کو استعمال کرکے ایمان وسلامتی کا راستہ اختیار کریں گے اللہ تعالیٰ ان کی حق پرستی کی وجہ سے ان پر رحم فرمائے گا، گویا اللہ تعالیٰ نے حق پرستوں کو پیدا ہی اس لئے فرمایا کہ ان پر رحم فرمائے اور جو اپنی عقل وخرد کا صحیح استعمال نہیں کریں گے اور کفر وظلم کو اختیار کریں گے ان سے اللہ تعالیٰ جہنم کو بھر دے گا۔

Marfat.com

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

۱۲۰۔ اور ہم آپ کو رسولوں کی تمام خبریں سناتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو تسکین دیتے ہیں اور اس سورت میں آپ کے پاس حق آ گیا اور اہل ایمان کے لئے یہ نصیحت اور یاد دہانی ہے۔ [۹۸]

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

۱۲۱۔ اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے آپ ان سے فرما دیجئے: تم اپنی جگہ کام کرتے رہو ہم اپنی جگہ کام کر رہے ہیں۔

وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

۱۲۲۔ اور تم بھی انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں۔ [۹۹]

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع

۱۲۳۔ اور آسمانوں اور زمین کا سب غیب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور ہر کام اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے، سو آپ اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر توکل کیجئے، اور جو کچھ تم کرتے ہو آپ کا رب اس سے غافل نہیں ہے۔ [۱۰۰]

---

[۹۸] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو گزشتہ رسولوں کی خبریں سنائیں تا کہ آپ کے دل کو تسکین حاصل ہو کہ صرف کفار مکہ ہی آپ کو تنگ نہیں کرتے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی ان کی قوموں نے بڑی تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ گزشتہ سورتوں میں گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات اجمال اور اختصار کے ساتھ بیان ہوئے تھے مگر اس سورت میں آپ کے پاس حق اس طرح آ گیا کہ اس سورت میں ان واقعات کو تفصیل اور کثرت سے بیان کیا گیا اور اہل ایمان کے لئے بھی ان واقعات میں نصیحت اور یاد دہانی کا سامان موجود ہے تا کہ وہ برے کاموں سے باز رہنے کی نصیحت اور اچھے کاموں کے کرنے کی یاد دہانی حاصل کریں۔

[۹۹] یعنی اگر تم شرک پر ہی قائم ہو اور اسلام قبول نہیں کرتے تو یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہے، تم اپنی مرضی کا کام کرتے رہو اور نتائج کا انتظار کرو ہم تو بہر حال اپنے رب کی مرضی پر عمل پیرا ہیں اور انجام کار سب کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کے اعمال کیا پھل لاتے ہیں۔

[۱۰۰] زمین و آسمان کی ہر چھپی ہوئی چیز اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور ہر کام کے متعلق آخری فیصلہ بھی اسی کا ہو گا، لہٰذا اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ کرو کیونکہ وہ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے اور ان کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم: ایسٹن ہال، انگلستان۔ ۲۰۰۶۔ ۱۲۔ ۱۹

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ یوسف (۱۲)

یہ سورت مکی ہے، اس سورت کا نام ''یوسف'' ہے کیونکہ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حالاتِ زندگی کا بیان ہے۔ قرآن مجید میں کسی نبی کا قصہ اس قدر تفصیل کے ساتھ بیان نہیں ہوا جس قدر تفصیل کے ساتھ سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو احسن القصص (بہترین قصہ) کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کے ذریعہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ آپ اہل مکہ کی مخالفتوں کو خاطر میں نہ لائیں۔ برادرانِ یوسف علیہ السلام کی طرح ان کے ناپاک منصوبے ناکام ہو جائیں گے اور بالآخر ایک دن ان کو آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہی پڑے گا۔ اور اس واقعہ کے ذریعہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو دعوتِ فکر دی ہے کہ آج تم حسد کی وجہ سے اپنے بھائی کے ساتھ وہی کچھ کر رہے ہو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کے ساتھ کیا تھا مگر بالآخر اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی بھائی کے قدموں میں لا کھڑا کیا جس کو انہوں نے انتہائی بے رحمی سے کنویں میں پھینکا تھا، اسی طرح ایک دن تمہیں بھی اپنے اسی بھائی سے رحم کی بھیک مانگنا پڑے گی جس کو آج تم مٹا دینے کی فکر میں ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے کئی احوال ایسے ہیں جن میں کافی حد تک مشابہت پائی جاتی ہے مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنویں میں پھینک کر شہید کرنے کی کوشش کی، اسی طرح قریش نے بھی ہجرت کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی منصوبہ بندی کی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے برائی پر آمادہ کرنے کے لئے دنیاوی ترغیبات دیں مگر ان کے انکار کرنے کے نتیجہ میں انہیں قید کر دیا گیا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بتوں کی مخالفت چھوڑنے کے لئے دنیاوی ترغیبات دی گئیں مگر انکار کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مصر کی حکومت عطا کی اور بالآخر بھائیوں کو ان کے سامنے جھکنا پڑا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو معاف کر دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کی حکومت عطا کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے بدترین دشمنوں سے فرمایا: میں تمہیں وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تمہیں معاف کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے مختصر حالات

حضرت یعقوب علیہ السلام کا قیام فلسطین کے شہر الخلیل (حبرون) میں تھا، ان کے بارہ بیٹے تھے، ان میں سے دو یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے چھوٹے بھائی بن یامین ایک بیوی (راحیل) سے تھے اور باقی دس بیٹے دوسری بیویوں سے تھے۔ بن یامین کی پیدائش کے چند دن بعد ان کی ماں راحیل فوت ہو گئیں۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام اور بن یامین بچپن میں ہی ماں سے محروم ہو گئے۔

علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: بارہ سال کی عمر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور

Marfat.com

سورج اور چاند آپ علیہ السلام کو سجدہ کر رہے ہیں، انہوں نے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے یہ خواب بیان کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: تم اپنے بھائیوں سے یہ خواب بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے۔ (تفسیر خنبر: زیر آیت نمبر ۴) کیونکہ اس خواب کی تعبیر بالکل واضح ہے۔ اس میں تمہاری عظمت کا بیان ہے اور تمہارے بھائی تم سے پہلے ہی حسد کرتے ہیں۔ جب انہیں اس خواب کا پتہ چلا تو وہ اور زیادہ حسد کرنے لگیں گے اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ وہ تمہارے بھائیوں کو کوئی ایسی ترغیب دے گا جس سے وہ تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: گیارہ ستاروں سے مراد یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی اور سورج اور چاند سے مراد ان کے ماں باپ ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقی والدہ راحیل اگرچہ اس واقعہ سے پہلے فوت ہو چکی تھیں مگر ان کی خالہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے نکاح میں آ چکی تھیں۔ (تفسیر قرطبی: زیر آیت نمبر ۴) خالہ ویسے بھی ماں کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے۔ خصوصاً جب وہ والد کے نکاح میں آ جائے تو پھر اس کو ماں کہنا بالکل ظاہر ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام صورت اور سیرت کے اعتبار سے باقی بھائیوں میں لاجواب تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو آپ سے زیادہ محبت تھی جس کی وجہ سے دوسرے بھائیوں کے دل میں حسد پیدا ہو گیا اور انہوں نے باہمی مشورہ کیا کہ یوسف علیہ السلام کو کسی گہرے کنویں میں پھینک دیا جائے۔ چنانچہ بھائیوں نے سیر و تفریح اور شکار کے بہانے سے یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کے لئے اپنے باپ سے اجازت لی اور جنگل میں یوسف علیہ السلام کو ایک کنویں میں پھینک دیا اور ان کے قمیص کو بکری کے خون سے رنگین کر کے باپ سے کہا کہ ہم دوڑ میں مقابلہ کرنے گئے اور یوسف علیہ السلام کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے۔ اتنے میں بھیڑیا آیا اور یوسف علیہ السلام کو کھا گیا، لہٰذا ہمیں بہت افسوس ہے اور ہم معذرت خواہ ہیں۔

کنویں میں پانی کی سطح سے بلند ایک بڑا پتھر تھا جس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے تین دن بسر کئے۔ اتفاق سے انہی دنوں ایک تجارتی قافلہ شام سے مصر جا رہا تھا، وہ پانی لینے کے لئے اس کنویں پر آیا اور یوسف علیہ السلام کو نکال کر مصر لے گیا اور غلام بنا کر بیچ دیا۔

مصر کے وزیر خزانہ عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو خرید کر اپنے گھر رکھا۔ عزیز مصر کی بیوی زلیخا اور اس کی سہیلیوں نے یوسف علیہ السلام کو برائی کی طرف راغب کیا۔ یوسف علیہ السلام نے انکار کر دیا مگر ان پر جھوٹا الزام لگا کر انہیں جیل میں قید کر دیا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اعلیٰ کردار اور عظیم اخلاق کی وجہ سے سارے قیدی حتیٰ کہ جیل کے افسر بھی آپ کا احترام کرنے لگے۔ نیز خوابوں کی تعبیر بتانے میں انہیں خصوصی شہرت حاصل ہو گئی۔

اس اثنا میں بادشاہ مصر نے خواب میں دیکھا کہ سات دبلی گائیں سات موٹی گایوں کو کھا رہی ہیں اور سات سرسبز خوشے ہیں اور سات خشک خوشے۔ بادشاہ نے درباریوں سے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے جواب دیا: یہ کوئی واضح خواب نہیں ہے صرف منتشر خیالات ہیں لہٰذا ہم اس کی تعبیر نہیں جانتے۔ ایک درباری جو جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رہا تھا اس نے کہا: جیل میں ایک یوسف نامی نیک نوجوان ہے وہ اس کی تعبیر بتا سکے گا مجھے اجازت دو میں اس سے اس کی تعبیر پوچھ کے آتا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: سات موٹی گایوں اور سات سرسبز خوشوں سے مراد یہ ہے کہ تمہارے پہلے سات سال خوش حالی میں گزریں گے جن میں زمین خوب پیداوار دے گی اور

Marfat.com

سات دُبلی گایوں اور سات خشک خوشوں سے مراد یہ ہے کہ تمہارے بعد والے سات سال قحط میں گزریں گے جن میں پیداوار نہیں ہوگی۔ اور اس مصیبت کا حل یہ ہے کہ خوشحالی کے سات سالوں میں خوب کاشت کرو اور قحط کے دنوں کے لئے غلہ محفوظ کرلو۔

بادشاہ نے جب یہ تعبیر سنی تو وہ یوسف علیہ السلام کے علم وحکمت اور ان کی عظمت کا گرویدہ ہوگیا اور حکم دیا کہ یوسف علیہ السلام کو فوراً میرے پاس لے آؤ۔ قاصد جب بادشاہ کا حکم رہائی لے کر جیل میں پہنچا تو یوسف علیہ السلام نے باہر نکلنے سے انکار کردیا اور فرمایا: واپس جاکر بادشاہ سے کہو کہ میں مشکوک حالت میں باہر نہیں آؤں گا، پہلے اس الزام کی تحقیق کی جائے جس کی وجہ سے میں بارہ سال سے جیل میں قید ہوں۔ (تفسیر کبیر: زیر آیت نمبر ۵۰) بادشاہ نے جب زلیخا اور دیگر متعلقہ عورتوں کو بلا کر پوچھا تو سب نے یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی گواہی دی حتیٰ کہ زلیخا نے بھی صاف صاف اقرار کرلیا کہ میں ہی قصوروار تھی یوسف علیہ السلام بالکل سچے ہیں۔ اس تحقیق کے بعد بادشاہ کی عقیدت اور بڑھ گئی اور وہ اس فرشتہ سیرت جوان کو دیکھنے کے لئے بے قرار ہوگیا۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر تیس سال تھی۔

(تفسیر کبیر: زیر آیت نمبر ۵۴)

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب جیل سے نکال کر بادشاہ کے پاس لایا گیا تو بادشاہ نے تخت سے نیچے اُتر کر حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا، پھر تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا اور پوچھا کہ مجھے اب اس خواب کے حوالے سے کیا کرنا چاہیے؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ خوشحالی کے سات سالوں میں غلہ زیادہ کاشت کریں اور بڑے بڑے گودام تعمیر کر کے ان میں غلہ جمع کرلیں، پھر جب قحط آئے گا تو یہ ذخیرہ شدہ غلہ مصر اور مضافات والوں کے کام آئے گا اور دور دراز سے سفر کر کے لوگ آپ کے پاس غلہ لینے آئیں گے اور اس غلہ کو فروخت کرنے سے آپ کے پاس مال وزر کا اتنا بڑا خزانہ جمع ہوجائے گا جو آپ سے پہلے کسی کے پاس نہیں تھا۔ بادشاہ نے کہا: اس اہم کام کی نگرانی اور انتظام کون کرے گا؟ اگر میں شہر کے تمام لوگوں کو بھی اکٹھا کرلوں تو وہ اس کام کی تدبیر اور امانت کا حق ادا نہیں کرسکیں گے۔ تب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: آپ مجھے اپنے ملک کے خزانوں کا امیر مقرر کردیں کیونکہ میں حفاظت کرنا اور حساب وکتاب رکھنا خوب جانتا ہوں۔ (تفسیر کبیر و تفسیر قرطبی: زیر آیت نمبر ۵۴)

حضرت یوسف علیہ السلام نے نہ صرف قحط کی مصیبت سے آگاہ کیا بلکہ اس کو دور کرنے کا طریقہ بھی بتایا اور جب بادشاہ کو اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے والا کوئی معقول آدمی نظر نہ آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے لوگوں کو مشکلات اور ہلاکتوں سے بچانے کے لئے اپنی خدمات بھی پیش کردیں۔

بادشاہ آپ کے علم، کردار اور اخلاص سے اتنا متاثر ہوا کہ مصری حکومت کے جملہ اختیارات آپ کے سپرد کردیئے۔ (تفسیر منیر: زیر آیت نمبر ۵۵) مصر کے اختیارات سنبھالنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے عدل وانصاف کی ایسی فضا قائم کی کہ سارے لوگ آپ سے محبت کرنے لگے حتیٰ کہ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ (تفسیر ابن جریر طبری: زیر آیت نمبر ۵۶) اور اس کے بعد مصر کے دوسرے لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔ (تفسیر قرطبی: زیر آیت نمبر ۵۶)

سورہ یوسف کی آیت نمبر ۵۵ کی تفسیر میں اہل علم لکھتے ہیں کہ ایک مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ غیر مسلم حکمران کی طرف سے

Marfat.com

کسی عہدے کو قبول کرلے بشرطیکہ اس کے فرائض میں کوئی ایسا کام شامل نہ ہو جو اسلام کے خلاف ہو۔ (تفسیر قرطبی: زیر آیت نمبر ۵۵) بادشاہ نے مصری حکومت کا سارا نظم و نسق حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔ آپ نے کاشتکاروں کو غلہ زیادہ اُگانے کی ترغیب دی اور بہت سا غلہ گوداموں میں محفوظ کر لیا اور خواب کی تعبیر کے مطابق سات برسوں کے بعد جب قحط سالی شروع ہوئی اور لوگوں کے پاس غلہ ختم ہو گیا تو اس وقت اس محفوظ شدہ غلہ کو ضرورت کے مطابق لوگوں میں تقسیم کیا جانے لگا۔ اس طرح مصر کے لوگ تو قحط کی ہلاکتوں سے بچ گئے مگر مصر کے اردگرد کے ممالک میں غلہ بالکل نہیں تھا۔ جب انہیں پتہ چلا کہ مصر میں غلہ کے ذخائر موجود ہیں تو انہوں نے غلہ خریدنے کے لئے مصر کا رُخ کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ہر غیر ملکی کو ایک مخصوص وزن جس کو ایک اونٹ اُٹھا سکے دینے کا فیصلہ کیا۔ دوسرے لوگوں کی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو غلہ خریدنے کے لئے مصر بھیجا۔ جب وہ مصر پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا لیکن وہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے کیونکہ درمیان میں چالیس سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس وقت یوسف علیہ السلام بچے تھے اب چہرے پر داڑھی کی وجہ سے کافی تبدیلی آ چکی تھی۔ نیز یہ بات تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ جس بھائی کو انہوں نے کنویں میں پھینکا تھا وہ آج مصر کا حکمران ہوگا۔ بہر حال حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی اچھی طرح میزبانی کی، انہیں غلہ دیا اور چھوٹے بھائی کو ساتھ لے کر دوبارہ آنے کی دعوت دی۔ بالآخر تیسری بار حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے اپنا تعارف کرا دیا اور ان کی خطائیں بھی معاف کر دیں اور پورے خاندان کو مصر میں آکر آباد ہونے کی دعوت دی۔

چنانچہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائی فلسطین سے ہجرت کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں پہنچے تو والدین اور بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کیا جو پہلی شریعتوں میں جائز تھا۔ (تفسیر ابن کثیر: زیر آیت نمبر ۱۰۰) اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے عرض کیا: یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بچپن میں آپ کو بتایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چالیس سال بعد آج اس خواب کو سچا کر دکھایا۔ (تفسیر ابن کثیر: زیر آیت نمبر ۱۰۰)

اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں یوسف علیہ السلام کے پاس چوبیس سال تک رہے اور جب ان کی موت کا وقت آیا تو آپ نے وصیت کی کہ انہیں فلسطین میں اپنے باپ حضرت اسحاق علیہ السلام کے قریب دفن کیا جائے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے باپ کی میت لے کر خود فلسطین آئے اور وہاں دفن کر کے پھر واپس مصر تشریف لے گئے، اور ۲۳ سال بعد حضرت یوسف علیہ السلام کا بھی انتقال ہو گیا۔
(تفسیر منیر: زیر آیت نمبر ۱۰۰)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم

بروز بدھ ۲۰ دسمبر ۲۰۰۶ء

بمطابق ۲۸ ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ

Marfat.com

ایاتہا ۱۱۱ ۱۲ سُوۡرَۃُ یُوۡسُفَ مَکِّیَّۃٌ ۵۳ رکوعاتہا ۱۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۟﴿۱﴾

۱۔ الف لام را [۱] یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲﴾

۲۔ بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی (زبان) میں نازل کیا ہے تاکہ تم اس کو سمجھ سکو۔ [۲]

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ٭ۖ وَ اِنۡ کُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِہٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِیۡنَ ﴿۳﴾

۳۔ ہم آپ سے ایک بہترین قصہ بیان کرتے ہیں اس قرآن کے ذریعے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے، اگرچہ آپ اس سے پہلے (اس قصہ سے) بے خبر تھے۔ [۳]

---

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں، یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ ہو۔

[۲] امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: قرآن مجید کو عربی زبان میں اس لئے نازل کیا گیا کیونکہ یہ زبان دوسری زبانوں کے مقابلہ میں زیادہ فصیح، واضح اور وسیع ہے۔ (تفسیر ابن کثیر) نیز قرآن مجید کے مخاطبین اول عرب لوگ تھے اور ان کو عربی سمجھنے میں آسانی تھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو عرب کہا جاتا ہے اور ان کی زبان عربی تھی۔ (تفسیر روح المعانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین وجہ سے عرب سے محبت کرو کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن کی زبان عربی ہے اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی۔

(مستدرک: جلد ۴: ص ۹۸۔ کنز العمال: حدیث نمبر ۳۳۹۲۲)

دنیا کی ہر زبان میں ایک صدی کے بعد کچھ نہ کچھ تبدیلی آجاتی ہے مگر عربی زبان چودہ صدیوں سے اپنی اصلی حالت پر قائم ہے اور ہمیشہ اسی حالت پر قائم رہے گی، کیونکہ یہ قرآن مجید کی زبان ہے اور قرآن مجید ہمیشہ اپنی اصلی حالت پر ہی رہے گا۔

[۳] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں کوئی قصہ سنائیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر طبری) یعنی اس قرآن کے ذریعے ہم آپ کو ایک بہترین قصہ سناتے ہیں جس کا آپ کو پہلے علم نہیں تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو سب سے اچھا قصہ کہنے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں مثلاً قرآن مجید میں کسی نبی کا قصہ اتنی تفصیل سے بیان نہیں ہوا جس قدر تفصیل کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے اور اس میں بہت سے سبق آموز اور عبرت انگیز واقعات

Marfat.com

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ
أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ④

۴۔ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا: اے میرے والد محترم! بے شک میں نے گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کو (خواب میں) دیکھا، میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ [۴]

قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَى إِخْوَتِكَ
فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ
عَدُوٌّ مُبِينٌ ⑤

۵۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے، بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

ہیں جو انسانی رہنمائی کے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نیز حضرت یوسف علیہ السلام اور برادرانِ یوسف علیہ السلام کے درمیان جو واقعات پیش آئے وہ ان واقعات سے مشابہت رکھتے تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان پیش آنے والے تھے۔ ان واقعات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی اور قریش کے لئے دعوتِ فکر تھی۔ ان کی تفصیل اس سورت کے تعارف میں دیکھی جاسکتی ہے۔

[۴] حضرت یوسف علیہ السلام نے بارہ سال کی عمر میں خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند ان کو سجدہ کر رہے ہیں، انہوں نے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے یہ خواب بیان کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: تم اپنے بھائیوں سے یہ خواب بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے، کیونکہ اس خواب کی تعبیر بالکل واضح ہے، اس میں تمہاری عظمت کا بیان ہے اور تمہارے بھائی تم سے پہلے ہی حسد کرتے ہیں۔ جب انہیں اس خواب کا پتہ چلا تو وہ اور زیادہ حسد کرنے لگیں گے اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ تمہارے بھائیوں کو کوئی ایسی ترغیب دے گا جس سے وہ تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔ اس خواب کی تفصیل کے لئے پیچھے اس صورت کا تعارف ملاحظہ کریں۔

اچھے اور بُرے خواب

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اس کو پسند ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور وہ اس خواب کو بیان کرے اور جب وہ کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے وہ اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور وہ خواب کسی کے سامنے بیان نہ کرے پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا۔

(بخاری: کتاب التعبیر: باب ۳)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ا۔ جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا اس نے یقیناً مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

(بخاری: کتاب التعبیر: باب ۱۰)

Marfat.com

وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝٦ ع

۶۔ اور اسی طرح تمہارا رب تمہیں منتخب فرمالے گا اور تمہیں باتوں کا انجام (خوابوں کی تعبیر) سکھائے گا اور تم پر اور آلِ یعقوب پر اپنی نعمت پوری فرمائے گا جس طرح اس سے پہلے اس نے اس نعمت کو تمہارے باپ دادا ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام پر پورا فرمایا تھا، بے شک آپ کا رب خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ [۵]

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝٧

۷۔ بے شک یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ [۶]

۲۔ جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

(بخاری: کتاب التعبیر: باب ۱۰)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں ستر اور کچھ مرتبہ دیکھا ہے۔

(الکواکب السائرہ: جلد اوّل: ص ۲۲۹)

[۵] جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ عظیم خواب دکھایا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ تم کو بڑے عظیم کاموں کے لئے منتخب فرمائے گا اور تمہیں خوابوں کی تعبیر اور معاملہ فہمی کا ملکہ بھی عطا فرمائے گا۔ نیز جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ دادا ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کو اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا تھا اور انہیں نبوت کا تاج بھی عطا فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ تم پر اور آلِ یعقوب علیہ السلام پر بھی اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری فرمائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت بھی عطا فرمائی اور مصر کی حکومت دے کر اس خواب کی عملی تعبیر بھی دکھائی۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کی حقیقت کو خوب جانتا ہے اور اس کی صلاحیت کے مطابق اس کو فیض یاب فرماتا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

[۶] اسلام کی خبر جب مدینہ پہنچی تو یہودِ مدینہ نے چند آدمی مکہ بھیجے تاکہ وہ کفارِ مکہ کے ساتھ مل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش کریں اور ان سے پوچھیں کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو بتائیں وہ کون سا نبی تھا جس کا ایک بیٹا شام سے مصر لے جایا گیا اور باپ اس کے غم میں روتے روتے نابینا ہو گیا؟ یہودِ مدینہ جانتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے لکھے نہیں ہیں، نیز مکہ میں کوئی تورات کا عالم بھی نہیں ہے، لہٰذا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم نہیں ہوگا۔

اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورہ یوسف نازل فرمائی اور اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات اس قدر تفصیل سے بیان فرمائے کہ اتنی تفصیل تو یہود کی اپنی مقدس کتاب تورات میں بھی نہیں تھی، نیز یہ اس چیز کا بین ثبوت تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام

Marfat.com

اِذۡ قَالُوۡا لَیُوۡسُفُ وَ اَخُوۡهُ اَحَبُّ اِلٰۤی اَبِیۡنَا مِنَّا وَ نَحۡنُ عُصۡبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِۣ ۚ﴿۸﴾

۸۔ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے (آپس میں کہا) کہ یوسف علیہ السلام اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم ایک مضبوط جماعت ہیں، بے شک ہمارے باپ کھلی خطا پر ہیں۔[۷]

اقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ اَوِ اطۡرَحُوۡهُ اَرۡضًا یَّخۡلُ لَکُمۡ وَجۡهُ اَبِیۡکُمۡ وَ تَکُوۡنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ قَوۡمًا صٰلِحِیۡنَ ﴿۹﴾

۹۔ یوسف علیہ السلام کو قتل کر دو یا کسی علاقہ میں پھینک آؤ تاکہ تمہارے والد کی توجہ صرف تمہاری ہی طرف ہو جائے اور اس کے بعد (توبہ کر کے) نیک جماعت بن کے رہنا۔[۸]

ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ اس تسلی بخش جواب کے مل جانے کے بعد بھی اگر یہ پوچھنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے تو برادرانِ یوسف علیہ السلام کی طرح ان کو بھی بالآخر ندامت اُٹھانا پڑے گی۔

اس قصہ میں یہود مدینہ اور کفارِ مکہ کے لئے ہدایت اور عبرت کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں، نیز جو انسان زندگی کے نشیب و فراز میں حق پر ثابت قدم رہتا ہے، مصائب پر صبر کرتا ہے اور دشمنوں پر قابو پانے کے بعد ان سے درگزر کرتا ہے وہ بالآخر کامیاب ہوتا ہے۔

[۷] حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بن یامین سے ان کے باپ زیادہ محبت کرتے تھے کیونکہ وہ دونوں چھوٹے تھے، ان کی ماں فوت ہو چکی تھیں، نیز وہ دونوں اور بالخصوص حضرت یوسف علیہ السلام صورت اور سیرت کے اعتبار سے بھی باقی بھائیوں میں لاجواب تھے مگر باپ کے اس طرزِ عمل سے دوسرے دس بھائیوں کے دل میں حسد پیدا ہو گیا اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ تعداد میں وہ زیادہ ہیں، نیز وہ جوان اور طاقتور ہیں گھر کے جملہ اخراجات کا انتظام بھی وہ کرتے ہیں، لہٰذا وہ زیادہ محبت کے مستحق ہیں اور ان کے مقابلہ میں چھوٹے بیٹوں سے زیادہ محبت کرنا ان کے باپ کی ناانصافی اور کھلی خطا ہے۔ اس سے ان کی مراد عقیدے کی خطا نہیں بلکہ دُنیاوی معاملات کی کم فہمی تھی۔

حسد اور رشک کی تعریف

کسی شخص کو اچھے حال میں دیکھ کر خوش ہونا اور اس جیسا بننے کی کوشش اور تمنا کرنا رشک کہلاتا ہے اور یہ اچھی چیز ہے مگر کسی شخص کو اچھے حال میں دیکھ کر اس سے بغض رکھنا اور اس کے اچھے حال کو برے حال میں بدلنے کی کوشش اور تمنا کرنا حسد کہلاتا ہے اور یہ بہت بری چیز ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

(ابو داؤد: حدیث نمبر ۴۹۰۳: کتاب الأدب: باب ۵۲)

[۸] برادرانِ یوسف علیہ السلام کا حسد جب حد سے بڑھ گیا تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یوسف علیہ السلام کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں کہ والد بزرگوار کی خصوصی محبت اور توجہ کو ہم اپنی طرف متوجہ کر سکیں اس لئے یوسف علیہ السلام کو قتل کر دو یا دور کسی گمنام علاقہ میں پھینک آؤ جہاں

Marfat.com

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: یوسف علیہ السلام کو قتل نہ کرو بلکہ اسے کسی تاریک کنویں کی گہرائی میں ڈال دو، اسے کوئی قافلہ اٹھالے جائے گا اگر تم نے کچھ کرنا ہی ہے (تو یہ کرو)۔[۹]

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ انہوں نے کہا: اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہوگیا ہے کہ آپ یوسف علیہ السلام کے بارے میں ہم پر اعتماد نہیں کرتے حالانکہ ہم تو اس کے سچے خیر خواہ ہیں؟[۱۰]

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ آپ کل یوسف علیہ السلام کو ہمارے ساتھ بھیجیں تا کہ وہ خوب کھائے اور کھیلے اور بے شک ہم اس کی حفاظت کریں گے۔

قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا: بے شک مجھے یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ تم اسے لے جاؤ اور مجھے اندیشہ ہے کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل رہو۔[۱۱]

سے وہ واپس نہ آسکے اور پھر اس گناہ سے توبہ کر کے نیک بن جاؤ۔ اس طرح ہماری سردردی اور بے چینی بھی ختم ہوجائے گی اور باپ کی توجہ بھی ہماری طرف مبذول ہوجائے گی۔ بن یامین کا معاملہ غالباً ان کے نزدیک زیادہ اہمیت کا حامل نہیں تھا، شاید وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کے باپ کی زیادہ محبت کا اصل مرکز یوسف علیہ السلام ہیں اور بن یامین سے محبت یوسف علیہ السلام کی وجہ سے تھی۔

[۹] ایک بھائی کہنے لگا: اگر تم نے یوسف علیہ السلام کو سامنے سے ہٹانے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو پھر ان کو قتل نہ کرو بلکہ شہر سے دور کسی تاریک اور گہرے کنویں میں پھینک دو۔ کوئی مسافر قافلہ پانی کی تلاش میں ادھر آئے گا تو وہ ان کو کنویں سے نکال کر اپنے ساتھ اپنے ملک میں لے جائے گا۔ اس طرح ہمارا مقصد بھی پورا ہوجائے گا اور ناحق خون بہانے سے بھی بچ جائیں گے۔ چنانچہ سب بھائیوں نے اس تجویز پر اتفاق کرلیا۔

[۱۰] اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے بھی یوسف علیہ السلام کو باہر لے جانے کی کوشش کر چکے تھے مگر باپ نے انکار کردیا ہوگا اس لئے اب ذرا تاکید کے ساتھ والد گرامی کو اطمینان دلانے کے لئے عرض کرتے ہیں کہ اباجان! آپ ہم پر اعتماد کریں، ہم یوسف علیہ السلام کے خیر خواہ ہیں، کل یوسف علیہ السلام کو ہمارے ساتھ باہر جنگل میں سیر و تفریح اور شکار کے لئے جانے کی اجازت دے دیں تا کہ وہ خوب کھائے پیئے اور کھیلے کودے اور آپ کسی نقصان کی فکر نہ کریں ہم یوسف علیہ السلام کی پوری طرح حفاظت کریں گے۔

[۱۱] حضرت یعقوب علیہ السلام نے دو خدشات کا ذکر کیا، ایک تو یہ کہ یوسف علیہ السلام کی جدائی ان کو غمگین کرے گی اور دوسرا یہ کہ اگر تم سیر و تفریح اور

Marfat.com

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ بھائیوں نے کہا: اگر اسے بھیڑیا کھا جائے حالانکہ ہم ایک مضبوط جماعت ہیں پھر تو یقیناً ہم بالکل ناکارہ ہوئے۔ [۱۲]

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ پھر جب وہ اسے لے گئے اور سب اس پر متفق ہو گئے کہ اسے تاریک کنویں کی گہرائی میں ڈال دیں اس وقت ہم نے اس کی طرف وحی کی (کہ گھبراؤ نہیں ایک وقت آئے گا) کہ تم یقیناً انہیں ان کے اس فعل سے آگاہ کرو گے اور انہیں اس کا شعور نہیں ہوگا۔ [۱۳]

وَ جَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اور وہ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے آئے۔

قَالُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَ مَاۤ

۱۷۔ بھائیوں نے کہا: اے ہمارے باپ! ہم دوڑ میں مقابلہ کرنے گئے اور یوسف علیہ السلام کو اپنے سامان کے پاس

شکار کے سلسلہ میں اِدھر اُدھر ہوئے تو یہ بچہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کو کوئی بھیڑیا کھا جائے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اگرچہ اصل خطرہ تو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے تھا مگر بھیڑیئے کے ذریعہ اس کا اظہار کیا۔

[۱۲] بھائیوں نے کہا: اگر ہمارے ہوتے ہوئے یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا جائے تو ہم تو بالکل ناکارہ ہوئے حالانکہ ایسا نہیں۔ آپ فکر نہ کریں، ہم دس بھائیوں کی ایک مضبوط جماعت ہیں اور اس کی حفاظت کی پوری طاقت رکھتے ہیں۔

[۱۳] حضرت یعقوب علیہ السلام نے بالآخر بادلِ نخواستہ انہیں اجازت دے دی، چنانچہ وہ یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے گئے اور پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے تحت ان کو تاریک کنویں میں پھینک دیا تو اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو تسلی کے لئے وحی فرمائی کہ گھبرانا نہیں ہم تیری حفاظت کریں گے اور آپ کو ایسے بلند مقام پر پہنچائیں گے کہ تیرے بھائی سائل بن کر تیری خدمت میں حاضر ہوں گے اور تم انہیں بتاؤ گے کہ تم نے اپنے بھائی کو کنویں میں پھینک دیا تھا اور انہیں یہ وہم وگمان بھی نہیں ہوگا کہ تم یوسف علیہ السلام ہو۔

محققین کی ایک بڑی جماعت کا قول یہ ہے کہ اس آیت میں جس وحی کا ذکر ہے اس سے مراد نبوت ہے۔ (تفسیر کبیر) یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو اسی کنویں میں نبوت عطا کی گئی۔ اس وقت اگرچہ آپ بچے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی عقل کو کامل کر دیا اور آپ میں وحی اور نبوت کو قبول کرنے کی ایسی صلاحیت رکھ دی جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں رکھی تھی۔ (تفسیر کبیر) اور بعض کا قول یہ ہے کہ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام بالغ تھے اور آپ کی عمر ۱۷ سال تھی۔ (تفسیر کبیر)

Marfat.com

اَنۡتَ بِمُؤۡمِنٍ لَّنَا وَلَوۡ كُنَّا صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۷﴾

چھوڑ گئے، پس اُس کو بھیڑیا کھا گیا اور آپ ہماری بات ماننے والے نہیں اگر چہ ہم سچے ہی ہوں۔[۱۴]

وَجَآءُوۡ عَلٰى قَمِيۡصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ‌ؕ قَالَ بَلۡ سَوَّلَتۡ لَكُمۡ اَنۡفُسُكُمۡ اَمۡرًا‌ؕ فَصَبۡرٌ جَمِيۡلٌ‌ؕ وَاللّٰهُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوۡنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اور وہ یوسف علیہ السلام کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لے آئے، یعقوب علیہ السلام نے کہا: بلکہ تمہارے نفسوں نے اس بات کو (یعنی یوسف علیہ السلام کو نقصان پہنچانا) تمہارے لئے آسان کر دیا، بہر حال اب صبر ہی بہتر ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں اس پر جو تم بیان کرتے ہو۔[۱۵]

وَجَآءَتۡ سَيَّارَةٌ فَاَرۡسَلُوۡا وَارِدَهُمۡ فَاَدۡلٰى دَلۡوَهٗ‌ؕ قَالَ يٰبُشۡرٰى هٰذَا غُلٰمٌ‌ؕ وَاَسَرُّوۡهُ بِضَاعَةً‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِمَا

۱۹۔ اور ایک قافلہ آیا تو انہوں نے اپنے پانی بھرنے والے کو بھیجا، پس اس نے اپنا ڈول (کنویں میں) لٹکایا، وہ پکار اُٹھا: خوش خبری ہو، یہ ایک لڑکا ہے، اور انہوں نے یوسف علیہ السلام کو مالِ تجارت سمجھ کر چھپا لیا،[۱۶] اور اللہ تعالیٰ

---

[۱۴] عشاء کے وقت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصنوعی طور پر روتے ہوئے باپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ابا جان! یوسف علیہ السلام کے بارے میں آپ پہلے ہی ہم پر اعتماد نہیں کرتے تھے اب اگر ہم سچی بات کہیں تو بھی آپ یقین نہیں کریں گے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم دوڑ میں مقابلہ کرنے گئے اور یوسف علیہ السلام کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے۔ اس اثنا میں بھیڑیا آیا اور یوسف علیہ السلام کو کھا گیا، مگر یہ جھوٹی کہانی تھی جو انہوں نے اپنا جرم چھپانے کے لئے تیار کی تھی۔

[۱۵] بھائیوں نے کنویں میں پھینکتے وقت یوسف علیہ السلام کا قمیص اُتار لیا، بکری ذبح کر کے اس کا خون یوسف علیہ السلام کے قمیص پر ڈال دیا اور قمیص کو پھاڑنا بھول گئے اور یہ جھوٹا خون دکھا کر باپ کو یقین دلانے لگے کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام قمیص کو دیکھ کر کہنے لگے: یہ بڑا عجیب بھیڑیا ہے جو بچے کو چیر پھاڑ کر کھا گیا ہے اور اس کے قمیص کو نہیں پھاڑا۔ دراصل یہ تمہاری جھوٹی اور من گھڑت کہانی ہے مگر میں صبر کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جو باتیں تم کر رہے ہو ان کی حقیقت کو آشکارا فرما دے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قمیص کے ساتھ تین اہم واقعات وابستہ ہیں:

۱۔ بھائیوں نے ان کے قمیص پر خون ڈال کر والد کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔

۲۔ زلیخا کے واقعہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیص بطور شہادت پیش ہوا یعنی اگر قمیص سامنے سے پھٹا ہوا ہے تو یوسف علیہ السلام مجرم ہے اور اگر وہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو زلیخا مجرم ہے اور قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا تھا، لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام معصوم تھے۔

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیص ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس آنے کا سبب بنا۔

[۱۶] تین روز تک یوسف علیہ السلام کنویں میں رہے۔ (تفسیر منیر) کنویں میں پانی کی سطح سے بلند ایک بڑا پتھر تھا جس پر آپ نے تین دن بسر

Marfat.com

يَعۡمَلُوۡنَ ۝۱۹

خوب جاننے والا ہے جو وہ کر رہے تھے۔ [۱۷]

وَشَرَوۡهُ بِثَمَنٍۭ بَخۡسٍ دَرَاهِمَ مَعۡدُوۡدَةٍ ۚ وَكَانُوۡا فِيۡهِ مِنَ الزّٰهِدِيۡنَ ۝۲۰ ع

۲۰۔ اور انہوں نے یوسف علیہ السلام کو حقیری قیمت یعنی چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا اور وہ پہلے ہی یوسف علیہ السلام میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ [۱۸]

وَقَالَ الَّذِى اشۡتَرٰٮهُ مِنۡ مِّصۡرَ لِامۡرَاَتِهٖۤ اَكۡرِمِىۡ مَثۡوٰٮهُ عَسٰٓى اَنۡ يَّـنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَـتَّخِذَهٗ وَلَدًا ‌ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوۡسُفَ فِى الۡاَرۡضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنۡ تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ‌ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمۡرِهٖ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۲۱

۲۱۔ اور مصر کے جس شخص نے یوسف علیہ السلام کو خریدا اس نے اپنی بیوی (زلیخا) سے کہا: اس کو عزت واحترام سے ٹھہراؤ، شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں، اور اس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو سرزمین (مصر) میں قرار بخشا اور تاکہ ہم اسے خوابوں کی تعبیر سکھادیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے ہر کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۱۹]

گئے، اتنے میں ایک قافلہ شام سے مصر جارہا تھا، اس قافلہ نے اپنے ایک پانی بھرنے والے کو اس کنویں پر بھیجا، جب اس نے اپنا ڈول کنویں میں لٹکایا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ڈول پکڑلیا۔ پانی بھرنے والے نے کنویں میں ایک خوبصورت بچہ دیکھا تو اُسے باہر نکالا اور قافلہ والوں کو بچے کے ملنے کی خوش خبری سنائی۔ اہل قافلہ نے مال تجارت سمجھ کر بچے کو چھپالیا تاکہ اس کے کسی وارث کو اس کا پتہ نہ چلے اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ مصر جاکر اس کو بیچ دیں گے۔

[۱۷] اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ پہلے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کی ناقدری کی ہے اور اب قافلے والے ان کو غلام بنا کر بیچنے جارہے ہیں مگر انہیں کیا خبر کہ یہ بچہ کل مصر کا حکمران بننے والا ہے۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے کہ کفار مکہ آج جو آپ کی ناقدری کررہے ہیں وہ سب ہمارے علم میں ہے۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں ایک لمحہ میں تباہ کردیں مگر ہماری حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو اپنی قوت آزمائی کرنے دی جائے اور انجام کار حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غالب کیا جائے گا۔

[۱۸] مصر میں اہل قافلہ نے یوسف علیہ السلام کو بالکل حقیری قیمت یعنی چند درہموں کے عوض بیچ دیا اور وہ یوسف علیہ السلام میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ کہیں اس کا کوئی وارث نہ آجائے۔ اس لئے انہوں نے بہت جلد اس سے جان چھڑانے کی کوشش کی۔ نیز انہیں یہ بچہ بغیر کسی محنت اور قیمت کے مل گیا تھا اور مفت میں ملی ہوئی چیز کی صحیح قدر نہیں ہوتی۔

[۱۹] مصر کا وزیر خزانہ جو عزیز مصر کے نام سے مشہور تھا اس نے یوسف علیہ السلام کو خریدا اور اپنی بیوی زلیخا کو کہا: اس کو پورے عزت واحترام سے ٹھہراؤ۔ یہ بچہ بڑا خوش بخت نظر آتا ہے، یہ ہمیں فائدہ پہنچائے گا یعنی اُمور سلطنت میں ہماری مدد کرے گا یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں کیونکہ ان کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو جس طرح کنویں کی تاریکی اور قافلے کی غلامی سے نجات دی

Marfat.com

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور جب یوسف علیہ السلام اپنے پورے شباب کو پہنچ گئے تو ہم نے ان کو نبوت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکو کاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔[۲۰]

وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور یوسف علیہ السلام جس عورت کے گھر میں تھے اس نے آپ کو اپنی طرف راغب کیا اور دروازے بند کر کے کہا: جلدی آؤ! یوسف علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ کی پناہ! بے شک میرے رب نے مجھے باعزت مقام بخشا ہے، بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔[۲۱]

وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور بے شک زلیخا نے تو یوسف علیہ السلام کا ارادہ کر ہی لیا تھا اور یوسف علیہ السلام بھی اس کا ارادہ کرتے اگر انہوں نے اپنے رب کی روشن دلیل کو نہ دیکھا ہوتا، ایسا ہوا تاکہ ہم یوسف علیہ السلام سے برائی اور بے حیائی کو دور رکھیں، بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔[۲۲]

اسی طرح مصر کے وزیر خزانہ کے گھر عزت واحترام کا ٹھکانہ عطا فرمایا، لہٰذا بظاہر حالات کتنے ہی ناساز گار کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے لیکن اکثر لوگ صرف ظاہری اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں سمجھتے۔

[۲۰] حضرت یوسف علیہ السلام جب پورے شباب کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت، حکمت اور شریعت اور خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمایا۔ اسی طرح جو لوگ نیکوکار رہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اچھی جزا عطا فرماتا ہے۔

[۲۱] زلیخا نے ایک دن دروازے بند کر کے یوسف علیہ السلام کو برائی کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی پناہ! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ میرے رب نے مجھے کنویں کی تاریکی سے نکال کر باعزت مقام سے نوازا ہے اور میں اس برائی سے بچنے کے لئے بھی اسی رب تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔ (تفسیر بحر محیط) کیونکہ تمہاری یہ دعوت بہت بڑا گناہ اور ظلم ہے اور ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

[۲۲] زلیخا نے تو یوسف علیہ السلام کے ساتھ برائی کرنے کا ارادہ کر ہی لیا تھا مگر یوسف علیہ السلام اپنے رب کی روشن دلیل دیکھ چکے تھے اس لئے وہ برائی کا ارادہ کرنے والے نہیں تھے۔ وہ روشن دلیل کیا تھی؟ اس کے متعلق حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ نبوت تھی، اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اسی کو سب سے زیادہ صحیح قول قرار دیا ہے۔ (تفسیر مظہری) کیونکہ نبی اعلانِ نبوت سے پہلے بھی اور اعلانِ نبوت کے بعد بھی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے اور وہ فطری طور پر اس حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے کہ زنا حرام ہے، لہٰذا اس فطری علم اور پیغمبرانہ فراست

Marfat.com

وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور زلیخا نے ان کا قمیص پیچھے سے پھاڑ ڈالا اور دونوں نے زلیخا کے خاوند کو دروازے کے قریب کھڑا پایا، زلیخا نے کہا: اس شخص کی کیا سزا ہونی چاہیے جو آپ کی بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے سوائے اس کے کہ اسے قید کیا جائے یا اس کو دردناک عذاب دیا جائے۔ [۲۳]

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ یوسف علیہ السلام نے کہا: اس نے مجھے اپنی طرف راغب کیا اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر یوسف علیہ السلام کا قمیص آگے سے پھٹا ہوا ہے تو وہ عورت سچی ہے اور یہ جھوٹوں میں سے ہے۔ [۲۴]

کی بناء پر جونہی زلیخا نے برائی کی دعوت دی تو آپ فوراً پکار اُٹھے: اللہ تعالیٰ کی پناہ! میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا، یہ قطعی حرام ہے۔

اس کاروائی کا ایک مقصد یہ بھی تھا تا کہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ نبی کا تقویٰ اتنا اعلیٰ ہوتا ہے کہ ایسے نازک موقع پر بھی انہیں برائی اور بے حیائی سے دور رکھتا ہے۔ یہ تو ایک عورت تھی مگر نبی کے تقویٰ کے سامنے تو شیطان نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی ناکامی کا اس طرح اعتراف کیا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا سوائے ان کے جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔ (قرآن: ۳۸:۸۳) یعنی تیرے چنے ہوئے اور مخلص بندوں پر میرا داؤ نہیں چل سکتا اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے انہی چنے ہوئے مخلص بندوں میں سے ہیں پھر ان پر زلیخا کا داؤ کیسے چل سکتا ہے۔

[۲۳] جب زلیخا نے برائی کا اصرار کیا تو یوسف علیہ السلام باہر نکلنے کے لئے دروازے کی طرف دوڑے۔ زلیخا بھی دوڑی اور پیچھے سے قمیص پکڑ کر روکنے کی کوشش کی۔ جب یوسف علیہ السلام نے زور لگایا تو قمیص پیچھے سے پھٹ گیا۔ اسی کشمکش میں جب دونوں دروازہ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ زلیخا کا خاوند سامنے کھڑا ہے۔ زلیخا نے اپنا جرم چھپانے کے لئے فوراً یوسف علیہ السلام پر الزام عائد کر دیا کہ اس نے میرے ساتھ برائی کا ارادہ کیا ہے، لہٰذا اس کو قید کر دو یا دردناک عذاب دو۔

[۲۴] حضرت یوسف علیہ السلام اپنی فطری شرافت کے پیش نظر غالباً زلیخا کا راز فاش نہ کرتے مگر جب اس نے حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے تہمت کے ازالے اور عزیز مصر کو اپنے متعلق بدگمانی سے بچانے کے لئے حقیقتِ حال ظاہر کر دی کہ یہ جھوٹ بول رہی ہے، دراصل اس نے مجھے اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی اور میں نے انکار کر دیا اس لئے یہ میرے پیچھے دوڑی اور میرا قمیص بھی پھاڑ دیا۔ یہ جھگڑا ابھی چل ہی رہا تھا کہ اتفاق سے زلیخا کا ایک رشتہ دار ادھر آ گیا۔ عزیز مصر نے اس سے مشورہ طلب کیا کہ وہ اس جھگڑے کا فیصلہ کیسے کرے۔ اس نے کہا: موقع کا گواہ تو کوئی ہے نہیں، لہٰذا قرینے کی گواہی یہ ہو سکتی ہے کہ اگر یوسف علیہ السلام کا قمیص آگے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سچی ہے کیونکہ اس نے اپنے دفاع کی کوشش کی ہوگی جس سے یوسف علیہ السلام کا قمیص

Marfat.com

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور اگر ان کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو وہ عورت جھوٹی ہے اور یہ سچوں میں سے ہے۔

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ پھر جب اس نے یوسف علیہ السلام کا قمیص دیکھا کہ وہ پیچھے سے پھٹا ہوا تھا تو اس نے کہا: بے شک یہ تم عورتوں کا ہی فریب ہے، بے شک تم عورتوں کا فریب بڑا (خطرناک) ہوتا ہے۔[۲۵]

يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٜ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ ع

۲۹۔ اے یوسف علیہ السلام! تم اس بات سے درگزر کرو اور (اے زلیخا!) تو اپنے گناہ کی معافی مانگ، بے شک تو ہی قصور واروں میں سے ہے۔[۲۶]

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور شہر میں عورتیں باتیں کرنے لگیں کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرتی ہے، اس (غلام) کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے، بے شک ہم اسے کھلی گمراہی میں دیکھ رہی ہیں۔[۲۷]

پھٹا ہوگا اور اگر قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو یوسف علیہ السلام سچا ہے کیونکہ اس نے بھاگنے کی کوشش کی ہوگی اور زلیخا نے پیچھے سے قمیص کو پکڑ کر روکنے کی کوشش کی ہوگی جس سے قمیص پھٹا ہوگا۔

[۲۵] عزیز مصر نے جب یوسف علیہ السلام کا قمیص دیکھا کہ وہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو اسے یقین ہوگیا کہ زلیخا جھوٹی ہے اس لئے اس نے زلیخا سے کہا: بے شک یہ تم عورتوں کا ہی فریب ہے، بے شک تم عورتوں کا فریب بڑا خطرناک ہوتا ہے۔

اس آیت میں عزیز مصر نے اپنی بیوی کا مکر دیکھ کر سب عورتوں کو مکار کہہ دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ عزیز مصر کی اپنی رائے ہے، لہٰذا اس آیت کو بنیاد بنا کر ہر عورت کو مکار کہنا درست نہیں ہے کیونکہ بعض عورتوں کی شان بہت بلند ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی عظمت بیان فرمائی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ عورتیں مکر کرنے پر آئیں تو ان کا مکر شیطان سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے مگر سب عورتیں مکار نہیں ہوتیں۔

[۲۶] عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام سے کہا: غلطی زلیخا کی ہے، لہٰذا تم اس سے درگزر کرو اور کسی سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا، اور زلیخا سے کہا: غلطی تم نے خود کی ہے اور تہمت یوسف علیہ السلام پر لگاتی ہو، لہٰذا تم یوسف علیہ السلام سے معافی مانگو۔

[۲۷] عزیز مصر نے اگرچہ اس واقعہ کو چھپانے کی کوشش کی مگر کسی طرح یہ واقعہ شہر میں مشہور ہو ہی گیا اور عورتیں زلیخا پر تنقید کرنے لگیں کہ وزیر

Marfat.com

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَ
اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَـًٔا وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ
مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ
فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ
وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ
اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ پس جب زلیخا نے ان عورتوں کی مکارانہ باتیں سنیں تو انہیں بلوا بھیجا اور ان کے لئے مجلس آراستہ کی اور ان میں سے ہر ایک کو (پھل کاٹنے کے لئے) ایک ایک چھری دے دی اور یوسف علیہ السلام سے کہا: ذرا ان کے سامنے نکل آؤ، ان عورتوں نے جب یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اس کی بڑائی کرنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور (بے ساختہ) پکار اٹھیں: سبحان اللہ! یہ بشر نہیں ہے بلکہ یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔[۲۸]

خزانہ کی بیوی ہو کر ایک غلام پر گرویدہ ہوگئی ہے اور اس کو اپنی طرف راغب کرتی ہے، یہ تو زلیخا کی بڑی حماقت اور صریح غلطی ہے۔

[۲۸] زلیخا نے جب شہر کی عورتوں کے طعنے سنے تو انہیں اپنے گھر میں دعوت پر بلایا، ان کے سامنے پھل اور چھریاں رکھ دیں اور یوسف علیہ السلام سے کہا کہ وہ ان عورتوں کے سامنے آئیں، جب ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ان کے حسن میں اس قدر گم ہوگئیں کہ انہوں نے چھریوں سے اپنے ہاتھوں کو زخمی کر دیا اور بے ساختہ پکار اٹھیں کہ یہ بشر نہیں بلکہ کوئی معزز فرشتہ ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرشتے انسان سے خوبصورت ہوتے ہیں۔ دراصل ساری مخلوقات میں خوبصورت ترین شکل تو انسان ہی کی ہے مگر ان عورتوں نے چونکہ ایسا خوبصورت انسان پہلے کبھی دیکھا نہیں تھا اس لئے یوسف علیہ السلام کو فرشتہ قرار دیا۔ نیز فرشتوں میں شہوت نہیں ہوتی اور ان عورتوں نے جب دیکھا کہ یوسف علیہ السلام نے ان میں سے کسی عورت کی طرف نگاہ اٹھا کے نہیں دیکھا تو وہ اس کی شرافت اور عصمت کو دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھیں کہ وہ انسانیت کے پیکر میں کوئی عظیم فرشتہ ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام ان عورتوں کے سامنے آئے تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے میں ایسی مگن ہوگئیں کہ انہوں نے پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ان کو درد کا بالکل احساس تک نہ ہوا اور جب حضرت یوسف علیہ السلام وہاں سے چلے گئے تو انہیں درد کا احساس ہوا اور عزیز مصر کی بیوی نے کہا: تم نے تو ایک لمحہ کے لئے یوسف علیہ السلام کو دیکھا ہے اور تمہارا یہ حال ہوگیا تو سوچو جو دن رات یوسف علیہ السلام کے ساتھ رہتی ہو اس کا کیا حال ہوا ہوگا تو وہ عورتیں بے ساختہ پکار اٹھیں: سبحان اللہ! یہ بشر نہیں بلکہ یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: جلد ۷: ص ۲۱۳۵)

امام ابن ابی حاتم کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب یوسف علیہ السلام ان عورتوں کے سامنے سے چلے گئے تو عزیز مصر کی بیوی نے کہا: یہ ہے وہ شخص جس سے محبت کی وجہ سے تم مجھ کو ملامت کر رہی تھیں، تم نے دیکھ لیا کہ تم اس کو ایک نظر دیکھ کر اس قدر مدہوش ہوگئیں کہ تم نے پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور تم کو بالکل درد نہ ہوا۔ جب انہوں نے اپنے زخمی ہاتھوں کی طرف دیکھا تو وہ درد کی شدت سے رونے اور چیخنے لگیں اور انہوں نے کہا: سبحان اللہ! یہ بشر نہیں ہے بلکہ کوئی معزز فرشتہ ہے اور ہم آج کے مشاہدہ کے بعد اس

Marfat.com

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَ لَىٕنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَ لَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ زلیخا نے کہا: یہی ہے وہ جس کی وجہ سے تم مجھ کو ملامت کرتی تھیں، اور بے شک میں نے اس کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی مگر یہ بچا رہا، اور اگر اس نے وہ کام نہ کیا جو میں اس سے کہتی ہوں تو اسے ضرور قید کر دیا جائے گا اور وہ بے عزت لوگوں میں سے ہو جائے گا۔[۲۹]

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ یوسف علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! جس (گناہ) کی طرف مجھے یہ عورتیں بلاتی ہیں اس سے تو مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اور اگر تو مجھ سے ان کے مکر کو دور نہ کرے تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔[۳۰]

کی محبت کی وجہ سے تم کو ملامت نہیں کریں گی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: جلد ۷: ص ۲۱۳۷)

اس آیت کی تفسیر میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ بجلی کی طرح چمکتا تھا اور جب کوئی عورت ان کے پاس کسی کام سے آتی تو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیتے تھے اس خوف سے کہ کہیں وہ عورت کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ (تفسیر دُرّ منثور: جلد ۴: ص ۵۳۲)

[۲۹] زلیخا نے ان عورتوں سے کہا: یہی وہ شخص ہے جس کی وجہ سے تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔ تم اس کو ایک نظر دیکھ کر اس قدر بے خود ہو گئیں کہ اپنے ہاتھ زخمی کر دیئے تو بتاؤ میں جو رات دن اس کے ساتھ رہتی ہوں میری بے خودی کا حال کیا ہوگا؟ اور اس کے ساتھ یہ اعتراف بھی کیا کہ میں نے یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف راغب کرنے کی پوری کوشش کی مگر اس نے میری طرف توجہ نہیں کی اور یوسف علیہ السلام کان کھول کر سن لے کہ اب بھی اگر اس نے میری خواہش پوری نہ کی تو میں اس کو ذلیل و رسوا کر کے جیل بھجوا دوں گی۔ مجلس میں شریک عورتوں نے بھی یوسف علیہ السلام سے سفارش کی کہ زلیخا تمہاری محسن ہے تم اس کی بات مان جاؤ۔

زلیخا کی بات سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ یوسف علیہ السلام پاک دامن رہے اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ مصری معاشرہ میں اس وقت بدکاری کوئی معیوب چیز نہیں تھی بلکہ مغربی معاشرہ کی طرح ایک معمول تھا، اسی لئے تو زلیخا عورتوں کی بھری مجلس میں دوبارہ یوسف علیہ السلام کو برائی کی دعوت دے رہی ہے اور انکار کی صورت میں جیل میں بند کرنے کی دھمکی بھی دے رہی ہے۔

[۳۰] زلیخا کی دھمکی کے بعد جب عورتیں یوسف علیہ السلام سے سفارش کرنے لگیں تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھائے اور عرض کیا: اے میرے رب! جس گناہ کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں اس سے تو مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے تا کہ میں تیری نافرمانی

Marfat.com

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ پس یوسف علیہ السلام کی دعا ان کے رب نے قبول فرمائی اور ان سے عورتوں کے مکر کو دور کر دیا، بے شک وہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ [۳۱]

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ ع

۳۵۔ پھر (یوسف علیہ السلام کی پاکبازی کی) نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی انہیں یہی مناسب معلوم ہوا کہ وہ اسے کچھ عرصہ کے لئے ضرور در قید کر دیں۔ [۳۲]

وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ

۳۶۔ اور یوسف علیہ السلام کے ساتھ دو جوان بھی قید خانہ میں داخل ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا: میں نے (خواب میں) اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں (انگور سے) شراب

سے بچ جاؤں، لہٰذا تو مجھے ان کے مکر وفریب سے بچا لے کیونکہ اگر تو مجھے ان کے مکر وفریب سے نہ بچائے تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا:

۱۔ عادل امام (حکمران)۔

۲۔ وہ جوان جو اپنے رب کی عبادت میں سرگرم رہتا ہے۔

۳۔ وہ انسان جس کا دل مساجد کی آبادی میں لگا رہتا ہے۔

۴۔ وہ دو انسان جو اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کریں، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اکٹھے ہوں اور اسی کے لئے جدا ہوں۔

۵۔ وہ مرد جس کو حسن اور منصب والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ انکار کرتے ہوئے کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

۶۔ وہ انسان جس نے اس طرح خفیہ صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا دیا۔

۷۔ وہ انسان جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ (بخاری: کتاب الاذان: باب ۳۶)

[۳۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور حق پر اس قدر ثابت قدم رکھا کہ عورتوں کے مکر وفریب کا کوئی حملہ آپ کو متزلزل نہ کر سکا۔

[۳۲] حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی کئی نشانیاں ظاہر ہو چکی تھیں مثلاً قمیص کا پیچھے سے پھٹا ہوا ہونا، زلیخا کا خود اعتراف کرنا کہ اس کی پوری کوشش کے باوجود یوسف علیہ السلام پاکدامن رہے اور دعوت کے موقع پر کسی عورت کی طرف نگاہ نہ اٹھانا وغیرہ۔ ان نشانیوں کو دیکھ کر سب کو یقین ہو چکا تھا کہ یوسف علیہ السلام پاکدامن اور بے گناہ ہیں اور پورے شہر میں وزیر خزانہ اور اس کی بیوی پر تنقید ہو رہی تھی۔ اب

Marfat.com

خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا: میں نے (خواب میں) اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں، اس میں سے پرندے کھا رہے ہیں، آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے: بے شک ہم آپ کو نیکوکاروں میں سے دیکھ رہے ہیں۔[۳۳]

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ یوسف علیہ السلام نے کہا: جو کھانا تمہیں (روزانہ) کھلایا جاتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا، یہ ان علوم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائے، بے شک میں اس قوم کے دین کا تارک ہوں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتی اور وہ آخرت کی بھی منکر ہے۔[۳۴]

حکومت کے وزیروں نے اس بدنامی سے بچنے کے لئے یہی مناسب سمجھا کہ یوسف علیہ السلام کو کچھ عرصہ کے لئے جیل میں بند کر دیا جائے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ یوسف علیہ السلام ہی قصوروار تھا اسی لئے اس کو جیل میں بند کر دیا گیا ہے۔

[۳۳] حضرت یوسف علیہ السلام کو جب جیل میں بھیجا گیا تو اتفاق سے اسی زمانہ میں دو اور جوان بھی جیل میں بھیجے گئے۔ ان میں سے ایک بادشاہ کے باورچی خانے کا نانبائی اور دوسرا شراب خانے کا ساقی تھا اور ان دونوں پر الزام یہ تھا کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کی تھی۔ وہ اپنی قید کاٹ رہے تھے کہ ایک رات دونوں نے خواب دیکھا اور اس کی تعبیر کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے کیونکہ نہ صرف قیدی بلکہ جیل کے افسران بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے اعلیٰ کردار اور عظیم اخلاق کی وجہ سے ان کی بڑی عزت کرتے تھے اور اسی نیک نامی کے پیش نظر یہ دونوں قیدی بھی اپنے خوابوں کی تعبیر پوچھنے کے لئے آپ کے پاس آئے۔

[۳۴] حضرت یوسف علیہ السلام نے مناسب سمجھا کہ خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے ان کو توحید کی تبلیغ کی جائے، چنانچہ انہیں تسلی دی کہ تمہارے کھانے کے آنے سے پہلے پہلے میں تمہیں تعبیر بتا دوں گا مگر اس سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ میں کوئی پیشہ ور کاہن یا نجومی نہیں ہوں، لہٰذا میں جو تمہیں خواب کی تعبیر بتاؤں گا وہ کاہنوں اور نجومیوں والے اندازے نہیں ہوں گے جن میں صحیح اور غلط دونوں کا احتمال ہوتا ہے بلکہ میری تعبیر ان سچے علوم کا حصہ ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائے ہیں۔ بے شک میں ان لوگوں کے دین کا تارک ہوں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ میں اپنے آباء یعنی ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے دین کا تابع ہوں اور ہم سب انسانوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں اور یہ توحید کا عقیدہ انسانوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے یعنی توحید پر ایمان نہیں لاتے۔

Marfat.com

وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور میں اپنے آباو یعنی ابراہیم علیہ السلام، اسحاق اور یعقوب علیہ السلام کے دین کا تابع ہوں، ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکرادا نہیں کرتے۔

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿ؕ۳۹﴾

۳۹۔ اے میرے قید خانے کے دو ساتھیو! کیا الگ الگ بہت سارے رب بہتر ہیں یا ایک اللہ تعالیٰ جو سب پر غالب ہے؟ [۳۵]

یہاں پر ایک نکتہ قابل غور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مختلف مشکلات سے واسطہ پڑا مثلاً مسافر قافلہ نے آپ کو کنویں سے نکال کر غلام بنالیا اور مصر لے جا کر فروخت کر دیا، عزیز مصر نے آپ کو خریدا اور پھر زلیخا کے واقعہ کے بعد جیل میں قید کر دیا۔ ان تمام مواقع پر آپ نے صبر کیا اور کسی کو یہ نہیں بتایا کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ ہیں، حالانکہ اگر آپ بتا دیتے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں تو ممکن ہے مسافر قافلہ یا عزیز مصر آپ کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک نہ کرتا لیکن آپ نے دنیاوی عزت اور آرام کے لئے خاندانی شرافت کا سہارا نہیں لیا بلکہ جیل میں جب اعلیٰ کردار اور اخلاق کے ساتھ اپنی عظمت کا لوہا منوا لیا تو پھر ان کے سامنے اپنے عظیم خاندان کا تذکرہ کیا کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو پہلے اعلیٰ کردار سے اپنی عظمت منوانی چاہیے اور اس کے بعد اپنے عظیم باپ دادا کے ذکر سے اپنی عظمت کو چار چاند لگانے چاہئیں، لیکن جو صرف باپ دادا کے نام سے عزت حاصل کرنا چاہے اور ان کے مطابق اپنا کردار پیش نہ کرے تو یہ اس کے باپ دادا کے لئے بھی بدنامی کا باعث ہوگا۔

کیراں والہ سیداں، گجرات (پاکستان) کے ایک عظیم شیخ الحدیث سید محمد یعقوب شاہ کے صاحبزادے سید محمد شعیب شاہ صاحب بلیک برن (انگلینڈ) نے ایک ملاقات میں مجھے بتایا کہ ان کے والد گرامی نے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی مگر کہیں اپنے سادات اور اشراف ہونے کا ذکر نہیں کیا صرف یہی کہتے کہ وہ کھیتی باڑی کرنے والے لوگ ہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ پہلے وہ خود اپنے علم اور کردار کو اس مقام پر پہنچائیں جو سادات خاندان کے شایانِ شان ہو، پھر اس کے بعد فخر کے ساتھ اپنے عظیم خاندان کا اظہار کریں گے۔

[۳۵] لوگوں نے بزعم خویش بہت سے رب بنالئے ہیں، کوئی سونے کا، کوئی چاندی کا، کوئی لکڑی کا اور کوئی پتھر کا، پھر بارش برسانے کے لئے الگ، شفا دینے کے لئے الگ، نفع پہنچانے کے لئے الگ اور رزق دینے کے لئے الگ۔ اے میرے جیل کے ساتھیو! ذرا عقل سے سوچ کر بتاؤ یہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں جو محدود مقاصد کے لئے بنائے جاتے ہیں یا ایک اللہ تعالیٰ ہی بہتر ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ بارش بھی برساتا ہے اور شفا بھی دیتا ہے، نفع بھی پہنچاتا ہے اور رزق بھی دیتا ہے؟ ظاہر ہے مختلف چیزیں لینے کے لئے کئی

Marfat.com

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۰

۴۰۔ تم اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو وہ صرف چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کوئی دلیل نازل نہیں کی، حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی صحیح دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔[۳۶]

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝۴۱

۴۱۔ اے میرے قید خانہ کے دو ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا لیکن دوسرا سولی دیا جائے گا، پھر پرندے اس کے سر سے کھائیں گے، اس بات کا فیصلہ ہو چکا جس کے متعلق تم دریافت کرتے ہو۔[۳۷]

وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ؗ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝۴۲

۴۲۔ اور یوسف علیہ السلام نے اس شخص سے کہا جس کے بارے میں انہیں گمان تھا کہ وہ ان دونوں میں سے یقیناً نجات پانے والا ہے کہ تم اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا مگر شیطان نے اسے اپنے آقا کے پاس (یوسف علیہ السلام کا) ذکر کرنا بھلا دیا، پس یوسف علیہ السلام کئی سال قید خانہ میں ٹھہرے رہے۔[۳۸]

دروازوں پر ٹھوکریں کھانے کی بجائے ایک ہی دروازہ بہتر ہے جس سے ہر چیز مل جائے۔

[۳۶] اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کو تم نے معبود بنا رکھا ہے یہ معبود بننے کے لائق نہیں ہیں، تم نے خود ہی ان کو مختلف نام دے کر اپنا معبود سمجھ رکھا ہے اور تمہارے پاس کوئی عقلی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت کے لئے کوئی دلیل نازل کی ہے، حالانکہ کسی چیز کو جائز یا ناجائز کرنے کا حقیقی اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس نے کبھی غیر خدا کی عبادت کا حکم نہیں دیا بلکہ ہمیشہ سے اس کا یہی حکم ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے لیکن اکثر لوگ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

[۳۷] توحید کی تبلیغ کے بعد یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ساقی اپنے آقا کو پھر شراب پلایا کرے گا اور نانبائی کو سولی دیا جائے گا، اس کی نعش سولی پر لٹکی رہے گی اور پرندے اس کا گوشت نوچ کھائیں گے۔ یہ تعبیر بالکل سچ ہے اور تقدیر الٰہی میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، تین دنوں کے بعد ساقی کو اپنی پہلی ملازمت پر بحال کر دیا گیا اور نانبائی کو سولی چڑھا دیا گیا۔

[۳۸] حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی سے کہا کہ جب تم اپنے منصب پر بحال ہو جاؤ تو اپنے آقا سے میرا ذکر بھی کرنا کہ ایک اور آدمی بھی ناحق

Marfat.com

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ ﴿٤٣﴾

۴۳۔ اور بادشاہ نے کہا: میں نے (خواب میں) سات موٹی گائیں دیکھی ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سبز خوشے ہیں اور دوسرے سات خشک، اے درباریو! مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خواب کی تعبیر جانتے ہو۔ [۳۹]

قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ ﴿٤٤﴾

۴۴۔ انہوں نے کہا: یہ پریشان خواب ہیں اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔

وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُم بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ﴿٤٥﴾

۴۵۔ اور ان دو قیدیوں میں سے جس نے جیل سے رہائی پائی تھی اسے ایک مدت کے بعد (یوسف علیہ السلام) یاد آئے اور اس نے (بادشاہ سے) کہا: میں تم کو اس کی تعبیر بتاؤں گا مجھے ذرا (یوسف علیہ السلام کے پاس) بھیج دیجئے۔ [۴۰]

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَّعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٤٦﴾

۴۶۔ اے یوسف علیہ السلام! اے بہت سچ بولنے والے! ہمیں (اس خواب کی تعبیر) بتائیے کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز خوشے ہیں اور دوسرے سات خشک، تاکہ میں (یہ تعبیر لے کر) لوگوں کے پاس واپس جاؤں شاید وہ (آپ کا عظیم مرتبہ) جان لیں۔ [۴۱]

جیل میں قید ہے مگر شیطان نے ساقی کو یوسف علیہ السلام کی بات بھلا دی اور یوسف علیہ السلام کو مزید چند سال جیل میں رہنا پڑا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی مصیبت سے نکلنے کے لئے جائز اسباب تلاش کرنا اور غیر مسلم سے مدد لینا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

[۳۹] ایک رات بادشاہِ مصر کو خواب آیا جو اس آیت میں مذکور ہے، اس نے اپنے درباریوں سے اس کی تعبیر دریافت کی۔ انہوں نے کہا: ہم اس کی تعبیر نہیں جانتے کیونکہ یہ کوئی واضح خواب نہیں ہے صرف منتشر خیالات ہیں، لہٰذا ان کی کوئی تعبیر نہیں ہو سکتی۔

[۴۰] جیل سے رہائی پانے والے ساقی کو اب یوسف علیہ السلام یاد آئے اور اس نے بادشاہ سے کہا: قید خانہ میں ایک آدمی موجود ہے جو اس مشکل خواب کی تعبیر بتا سکے گا کیونکہ اس نے میرے خواب کی سچی تعبیر بتائی تھی لہٰذا مجھے جیل تک جانے کی اجازت دو میں اس سے تعبیر پوچھ کر آتا ہوں۔

[۴۱] ساقی نے جیل میں جا کر حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کیا: آپ بہت سچ بولنے والے ہیں! آپ نے میرے خواب کی سچی تعبیر بتائی تھی

Marfat.com

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ یوسف علیہ السلام نے کہا: تم لوگ حسبِ معمول سات سال تک کاشت کرو گے، پھر جو فصل تم کاٹو اُسے ان کے خوشوں میں ہی رہنے دو مگر تھوڑا سا (غلہ نکال لینا) جسے تم کھا لو۔ [۴۲]

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ پھر اس کے بعد سات (قحط کے) سخت سال آئیں گے وہ اس (ذخیرہ) کو کھا جائیں گے جو تم نے ان (سالوں) کے لئے جمع کر رکھا ہو گا مگر تھوڑا سا جو تم محفوظ کر لو گے۔

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ ع ۶

۴۹۔ پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش برسائی جائے گی اور اس میں لوگ (پھلوں کا) رس نچوڑیں گے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ اور بادشاہ نے کہا: یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لے آؤ، جب یوسف علیہ السلام کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا: اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کی حقیقتِ حال کیا تھی جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے؟ بے شک میرا رب ان کے مکر کو خوب جانتا ہے۔ [۴۳]

اب ہمارے بادشاہ نے یہ خواب دیکھا ہے، درباریوں میں سے کوئی اس کی تعبیر نہیں بتا سکا، آپ اس کی تعبیر بتا دیں، اس سے ہمارے بادشاہ اور درباریوں کو خواب کی تعبیر بھی معلوم ہو جائے گی اور وہ آپ کے عظیم علم اور مرتبہ سے بھی آگاہ ہو جائیں گے۔

[۴۲] حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے اعلیٰ اخلاق کے پیش نظر ساقی سے وعدہ پورا نہ کرنے کا شکوہ نہیں کیا بلکہ خواب کی تعبیر کے ساتھ ساتھ آنے والی مشکلات پر قابو پانے کی تدبیر اور آخر میں خوشحالی کی خوش خبری بھی بیان فرما دی: یعنی سات موٹی گایوں اور سات سبز خوشوں سے مراد یہ ہے کہ تمہارے پہلے سات سال خوش حالی میں گزریں گے جن میں زمین خوب پیداوار دے گی اور سات دُبلی گایوں اور سات خشک خوشوں سے مراد یہ ہے کہ تمہارے بعد والے سات سال قحط سالی میں گزریں گے جن میں پیداوار نہیں ہو گی، لہٰذا خوشحالی کے سات سالوں میں خوب کاشت کرو، جب فصل کاٹو تو کفایت شعاری کے ساتھ تھوڑا سا اپنے کھانے کے لئے غلہ نکال لو اور باقی کو خوشوں میں ہی رہنے دو، اس طرح غلہ زیادہ محفوظ رہے گا اور قحط کے سالوں میں تمہارے کام آئے گا مگر قحط سالی میں بھی کفایت شعاری سے کھانا اور آئندہ کاشت کے لئے تھوڑا سا بچا کے رکھنا، پھر قحط کے سات سالوں کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں کثرت سے بارشیں ہوں گی، فصلوں اور پھلوں کی بہتات ہو گی اور لوگ پھلوں کے رس نچوڑیں گے۔

[۴۳] بادشاہ نے جب یوسف علیہ السلام کی تعبیر سنی تو ان کے علم و حکمت اور ان کی عظمت کا گرویدہ ہو گیا اور حکم دیا کہ یوسف علیہ السلام کو فوراً میرے

Marfat.com

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ؗ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ بادشاہ نے پوچھا: (اے عورتو!) تمہارا وہ کیا واقعہ تھا جب تم نے یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی تھی؟ انہوں نے کہا: خدا کی پناہ! ہم نے تو یوسف علیہ السلام میں کوئی برائی نہیں پائی، عزیز کی بیوی نے کہا: اب تو حق ظاہر ہو چکا ہے، میں نے ہی اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا اور بے شک وہ سچوں میں سے ہے۔ [۴۴]

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ (یوسف علیہ السلام نے کہا:) یہ اس لئے تھا تا کہ وہ (عزیز مصر) جان لے کہ میں نے اس کی غیر حاضری میں اس کی خیانت نہیں کی اور بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے مکر

پاس لے آؤ۔ قاصد جب بادشاہ کا حکم لے کر جیل میں پہنچا تو یوسف علیہ السلام نے باہر نکلنے سے انکار کر دیا۔ آپ ۱۲ سال کے طویل عرصہ سے ناحق جیل میں بند تھے۔ (تفسیر کبیر) آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو فوراً باہر آجاتا مگر آپ کا صبر وتحمل لاجواب تھا۔ قاصد سے فرمایا: واپس جا کر بادشاہ سے کہو کہ میں مشکوک حالت میں باہر نہیں آؤں گا۔ پہلے عورتوں کے اس مکر وفریب کی تحقیق کی جائے جس کی وجہ سے مجھے جیل میں قید کیا گیا تھا۔ میرا رب تو ان عورتوں کے مکر وفریب کو جانتا ہی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ بادشاہ، عزیز مصر اور سارے مصر والوں کے سامنے بھی یہ حقیقت آشکارا ہو جائے کہ یوسف علیہ السلام بے قصور تھے۔ تہمت کے ازالے اور تہمت سے بچنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہمت کے مواقع سے بچو۔ (الفوائد المجموعہ للشوکانی: ص ۲۵۱)

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عشاء کے وقت مسجد کے دروازے کے پاس کھڑے تھے۔ دو انصاری آئے اور سلام کہہ کر چل پڑے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے کہا: ذرا سن لو یہ خاتون جو میرے پاس کھڑی ہیں یہ میری زوجہ صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان دونوں انصاری حضرات پر یہ وضاحت گراں گزری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (آپ محسوس نہ کریں) بے شک شیطان خون کی طرح انسان کے اندر سرگرم رہتا ہے اور مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ شیطان کہیں آپ دونوں کے دلوں میں کوئی غلط فہمی نہ ڈال دے۔ (بخاری: حدیث نمبر ۲۰۳۵: ابواب الاعتکاف: باب ۸)

[۴۴] بادشاہ نے زلیخا اور دیگر متعلقہ عورتوں کو بلا کر پوچھا: اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی تھی؟ انہوں نے کہا: ہم نے یوسف علیہ السلام میں کوئی برائی نہیں پائی۔ سب عورتوں کی متفقہ گواہی کے بعد زلیخا نے بھی صاف صاف اقرار کر لیا کہ اب تو حق بالکل واضح ہو چکا ہے کہ میں نے ہی ان کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا، لہٰذا قصوروار میں ہی ہوں وہ بالکل سچے اور بے قصور ہیں۔ سب عورتوں کی اس متفقہ گواہی کے بعد بادشاہ کی عقیدت بڑھ گئی اور وہ اس فرشتہ سیرت انسان کو دیکھنے کے لئے بے قرار ہو گیا۔ بادشاہ نے قاصد کو بھیجا کہ یوسف علیہ السلام سے کہو کہ سب عورتوں نے آپ کی پاکدامنی کا اقرار کر لیا ہے، لہٰذا آپ ہمارے پاس تشریف لائیں، ہم پورے احترام سے آپ کا استقبال کریں گے اور آپ کی ہدایات پر عمل کریں گے۔

Marfat.com

کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ [۴۵]

وَمَآ أُبَرِّئُ نَفۡسِيٓۚ إِنَّ ٱلنَّفۡسَ لَأَمَّارَةُۢ بِٱلسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓۚ إِنَّ رَبِّي غَفُورٞ رَّحِيمٞ ۝٥٣

۵۳۔ اور میں اپنے نفس کی براءت (کا دعویٰ) نہیں کرتا، بے شک نفس تو برائی کا بہت حکم دینے والا ہے، سوائے اس کے جس پر میرا رب رحم فرمادے، بے شک میرا رب بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔[۴۶]

وَقَالَ ٱلۡمَلِكُ ٱئۡتُونِي بِهِۦٓ أَسۡتَخۡلِصۡهُ لِنَفۡسِيۖ فَلَمَّا كَلَّمَهُۥ قَالَ إِنَّكَ ٱلۡيَوۡمَ لَدَيۡنَا مَكِينٌ أَمِينٞ ۝٥٤

۵۴۔ اور بادشاہ نے کہا: ان کو میرے پاس لے آؤ، میں ان کو اپنے لئے (مشیر) خاص کرلوں گا، پھر جب بادشاہ نے ان سے گفتگو کی تو کہا: (اے یوسف علیہ السلام!) بے شک آپ آج سے ہمارے ہاں بڑے محترم اور قابل اعتماد (مشیر) ہیں۔[۴۷]

---

[۴۵] حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں نے یہ تحقیق اس لئے کروائی تا کہ عزیز مصر کو یقین اور اطمینان ہو جائے کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں، میں نے اس کی خیانت نہیں کی، نیز دنیا کو بھی پتہ چل جائے کہ خیانت کرنے والوں کے مکر کامیاب نہیں ہوتے۔ آخر ایک دن ان کی حقیقت ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔

[۴۶] گزشتہ آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قول ہے کہ ''میں نے عزیز مصر کی خیانت نہیں کی'' پھر خیال آیا کہ میرا یہ دعویٰ کہیں غرور اور خود ستائی میں شمار نہ ہو جائے اس لئے فوراً اپنی عاجزی و انکساری کا اظہار کیا کہ میں اپنے نفس کے بے قصور ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا کیونکہ نفس تو برائی کا حکم دینے والا ہے لیکن میرے رب کا رحم اور فضل ہے کہ اس نے مجھے زنانِ مصر کے مکر سے بچالیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ والے نیک اعمال کی نسبت اپنی طرف کر کے اس پر نازاں نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھ کر اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔

نفس کی تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ نفس اَمَّارَة (قرآن: ۱۲:۵۳) اس سے مراد وہ نفس ہے جو ہر وقت برائی کا حکم کرتا رہتا ہے اور جو انسان نفس امارہ کی اطاعت کرے گا وہ سرکش اور نافرمان ہوگا۔

۲۔ نفس لَوَّامَة (قرآن: ۷۵:۲) اس سے مراد وہ نفس ہے جو ہر وقت اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں پر اپنے آپ کو ملامت کرتا رہتا ہے اور جو انسان نفس لوامہ کی تنبیہ پر غور کرے گا وہ سچی توبہ کر کے نیک بن جائے گا۔

۳۔ نفس مُطمَئِنَّة (قرآن: ۸۹:۲۷) اس سے مراد وہ نفس ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں سکون اور اطمینان حاصل ہو اور جس انسان پر نفس مطمئنہ کا رنگ چڑھ جائے اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے۔

[۴۷] حضرت یوسف علیہ السلام کو جب جیل سے نکال کر بادشاہ کے پاس لایا گیا تو بادشاہ نے تخت سے نیچے اُتر کر حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔

Marfat.com

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ یوسف علیہ السلام نے کہا: مجھے سرزمین (مصر) کے خزانوں پر (وزیر) مقرر کردے، بے شک میں خوب حفاظت کرنے والا خوب جاننے والا ہوں۔

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیْبُ

۵۶۔ اور اس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو ملک (مصر) میں اقتدار بخشا تا کہ وہ جہاں چاہیں رہیں، ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی

پھر تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا اور پوچھا کہ مجھے اب اس خواب کے حوالے سے کیا کرنا چاہیے؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ خوش حالی کے سات سالوں میں غلہ زیادہ کاشت کریں اور بڑے بڑے گودام تعمیر کر کے ان میں غلہ جمع کرلیں، پھر جب قحط آئے گا تو یہ ذخیرہ شدہ غلہ مصر اور مضافات والوں کے کام آئے گا اور دور دراز سے سفر کر کے لوگ آپ کے پاس غلہ لینے آئیں گے اور اس غلہ کو فروخت کرنے سے آپ کے پاس مال وزر کا اتنا بڑا خزانہ جمع ہو جائے گا جو آپ سے پہلے کسی کے پاس نہیں تھا۔ بادشاہ نے کہا: میرے اس کام کی نگرانی اور انتظام کون کرے گا؟ اگر میں شہر کے تمام لوگوں کو بھی اکٹھا کرلوں تو وہ اس کام کو نہیں کر سکیں گے۔ تب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: آپ مجھے اپنے ملک کے خزانوں کا امیر مقرر کر دیں کیونکہ میں حفاظت کرنا اور حساب وکتاب رکھنا خوب جانتا ہوں۔ (تفسیر کبیر وتفسیر قرطبی)

حضرت یوسف علیہ السلام نے نہ صرف قحط کی مصیبت سے آگاہ کیا بلکہ اس کو دور کرنے کا طریقہ بھی بتایا اور جب بادشاہ کو اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے والا کوئی معقول آدمی نظر نہ آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے لوگوں کو مشکلات اور ہلاکتوں سے بچانے کے لئے اپنی خدمات بھی پیش کر دیں۔

بادشاہ آپ کے علم، کردار اور اخلاص سے اتنا متاثر ہوا کہ مصری حکومت کے جملہ اختیارات آپ کے سپرد کر دیئے۔ (تفسیر منیر) مصر کے اختیارات سنبھالنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے عدل وانصاف کی ایسی فضا قائم کی کہ سارے لوگ آپ سے محبت کرنے لگے حتیٰ کہ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ (تفسیر ابن جریر طبری: زیر آیت نمبر ۵۶) اور اس کے بعد مصر کے دوسرے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ (تفسیر قرطبی: زیر آیت نمبر ۵۶)

کافر حکمران سے کسی عہدہ کو قبول کرنا:

اس سورت کی آیت نمبر ۵۵ کی تفسیر میں اہل علم لکھتے ہیں کہ ایک مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ کافر حکمران کی طرف سے کسی عہدے کو قبول کرلے بشرطیکہ اس کے فرائض میں کوئی ایسا کام شامل نہ ہو جو اسلام کے خلاف ہو۔ (تفسیر قرطبی)

دنیاوی مفادات کے لئے عہدے کا مطالبہ اور خودستائی کے لئے اپنی خوبیوں کا بیان اگرچہ اسلام میں درست نہیں ہے لیکن لوگوں کو مظالم سے بچانے اور ان کی سہولیات میں اضافہ کرنے کے لئے اگر کوئی عہدہ مل سکے تو اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس سلسلے میں اگر ضرورت پڑے تو اپنی اہلیت اور قابلیت بتانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

Marfat.com

بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾	رحمت سے سرفراز فرماتے ہیں اور ہم نیکو کاروں کے عمل کو ضائع نہیں کرتے۔[۴۸]
وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع	۵۷۔ اور یقیناً آخرت کا اجر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔
وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾	۵۸۔ اور یوسف علیہ السلام کے بھائی (غلہ خریدنے مصر) آئے اور ان کے پاس حاضر ہوئے، پس یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور وہ آپ کو نہ پہچان سکے۔
وَ لَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾	۵۹۔ اور یوسف علیہ السلام نے جب ان کا سامان تیار کر دیا تو فرمایا: اپنے پدری بھائی (بن یامین) کو میرے پاس لے آنا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں۔[۴۹]

[۴۸] اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے صبر اور پاک دامنی کی وجہ سے مصر میں اس قدر عروج اور قبولِ عام عطا فرمایا کہ پورا ملک آپ کے گیت گانے لگا۔ آپ جہاں جاتے ہر جگہ انتہائی پذیرائی ہوتی حتیٰ کہ بادشاہ خود بھی آپ ہی کی رہنمائی کا طالب رہتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ اجر تو اس دنیا میں عطا فرمایا اور نیک لوگوں کے لئے آخرت کا اجر تو اس سے بھی بہتر ہے۔

روایت میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام قحط کے ایام میں سیر ہو کر کھانا نہیں کھاتے تھے، ان سے کہا گیا کہ آپ مصر کے تمام خزانوں کے مالک ہیں اس کے باوجود آپ بھوکے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے خدشہ ہے کہ اگر میں نے سیر ہو کر کھا لیا تو میں بھوکوں کو بھول جاؤں گا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے باورچی کو حکم دیا کہ وہ بادشاہ کا صبح کا ناشتہ اسے دوپہر کو دیا کرے تاکہ بادشاہ بھی بھوک کا مزہ چکھے اور بھوکوں کو یاد رکھے۔ (تفسیر قرطبی)

[۴۹] بادشاہ نے حکومت کا سارا نظم ونسق یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔ آپ نے کاشت کاروں کو غلہ زیادہ اُگانے کی ترغیب دی، اس طرح بہت سا غلہ گوداموں میں محفوظ کر لیا گیا اور خواب کی تعبیر کے مطابق سات برسوں کے بعد جب قحط سالی شروع ہوئی اور لوگوں کے پاس غلہ ختم ہو گیا تو اس وقت اس محفوظ شدہ غلہ کو ضرورت کے مطابق لوگوں میں تقسیم کیا جانے لگا۔ اس طرح مصر کے لوگ تو قحط کی ہلاکتوں سے بچ گئے مگر مصر کے اردگرد کے ممالک میں غلہ بالکل نہیں تھا۔ جب انہیں پتہ چلا کہ مصر میں غلہ کے ذخائر موجود ہیں تو انہوں نے غلہ خریدنے کے لئے مصر کا رُخ کیا۔ یوسف علیہ السلام نے ہر غیر ملکی کو ایک مخصوص وزن جس کو ایک اونٹ اُٹھا سکے دینے کا فیصلہ کیا۔ دوسرے لوگوں کی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو غلہ خریدنے کے لئے مصر بھیجا۔ جب وہ مصر پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے

Marfat.com

فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝۶۰

۶۰۔ پس اگر تم اُسے میرے پاس نہ لائے تو میرے پاس تمہارے لئے (غلے کا) کوئی پیمانہ نہیں ہوگا اور نہ ہی تم میرے قریب آسکو گے۔

قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ۝۶۱

۶۱۔ انہوں نے کہا: ہم اس کے متعلق اُس کے باپ کو ترغیب دیں گے اور ہم ضرور ایسا کریں گے۔[۵۰]

وَقَالَ لِفِتْیٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤی اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝۶۲

۶۲۔ اور یوسف علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے کہا: ان کی رقم (غلے کی قیمت چپکے سے) ان کے سامان میں رکھ دو تاکہ جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں تو اس کو پہچان لیں، شاید وہ لوٹ کر آئیں۔[۵۱]

فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤی اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مُنِعَ

۶۳۔ پس جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹے تو انہوں نے کہا:

اپنے بھائیوں کو پہچان لیا مگر وہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے کیونکہ درمیان میں چالیس سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس وقت یوسف علیہ السلام بچے تھے اب چہرے پر داڑھی کی وجہ سے کافی تبدیلی آچکی تھی، نیز یہ بات تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ جس بھائی کو انہوں نے کنویں میں پھینکا تھا وہ آج مصر کا حکمران ہوگا، چنانچہ یوسف علیہ السلام نے ان کے حالات پوچھے تو وہ کہنے لگے: ہم دس بھائی یہاں موجود ہیں۔ ماں کی طرف سے ہمارے دو اور بھائی بھی ہیں، ان میں سے ایک جنگل میں ہلاک ہو گیا تھا اور اس کے چھوٹے بھائی (بن یامین) کو ہمارے بوڑھے باپ نے اپنی تسکین کے لئے اپنے پاس رکھا ہے، اسے ہمارے ساتھ نہیں بھیجا۔ بہر حال یوسف علیہ السلام نے جب ان کا سامان تیار کر دیا تو کہا: آئندہ اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لے آنا۔ اب تو تمہیں تجربہ ہو چکا ہے کہ میں ہر ایک کے ساتھ پورا انصاف کرتا ہوں اور بہترین مہمان نواز بھی ہوں، لہٰذا میں تمہارے ساتھ بن یامین کی بھی خدمت کروں گا اور آخر میں دھمکی بھی دے دی کہ اگر تم بن یامین کو ساتھ نہ لائے تو پھر تمہیں غلہ نہیں ملے گا اور میرے ساتھ ملاقات بھی نہیں ہو سکے گی۔

[۵۰] یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: باپ سے بن یامین کا جدا کرنا اگرچہ بہت مشکل ہے لیکن ہم پوری کوشش کریں گے کہ وہ بن یامین کو مصر بھیجنے کے لئے راضی ہو جائیں اور ہمیں امید ہے کہ ہم کامیاب ہو جائیں گے۔

[۵۱] حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے غلے کی قیمت لینا مناسب نہ سمجھی اس لئے غلاموں کو حکم دیا کہ ان کی رقم چپکے سے ان کے سامان میں رکھ دو تاکہ جب وہ گھر جا کر سامان کھولیں تو اپنی رقم کو پہچان لیں۔ اس طرح ہمارے احسان سے متاثر ہو کر مصر ضرور آئیں گے اور بن یامین کو بھی لے آئیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے پاس مزید غلہ خریدنے کی رقم ہی نہ ہو تو اسی رقم کو لے کر یہ دوبارہ غلہ خریدنے آسکیں گے۔

Marfat.com

مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾

اے ہمارے باپ! ہمیں (آئندہ) غلہ لینے سے منع کر دیا گیا ہے، آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے تا کہ ہم غلہ لا سکیں اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے۔[۵۲]

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾

۶۴۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں اس کے بارے میں بھی تم پر اس طرح اعتماد کر لوں جیسے اس سے پہلے میں اس کے بھائی کے بارے میں تم پر اعتماد کر چکا ہوں؟ پس اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ [۵۳]

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾

۶۵۔ اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو اس میں اپنی رقم (غلہ کی قیمت) پائی جو انہیں لوٹا دی گئی تھی، انہوں نے کہا: اے ہمارے باپ! ہمیں اور کیا چاہیے؟ یہ ہماری رقم بھی ہمیں لوٹا دی گئی ہے، ہم اپنے گھر والوں کے لئے غلہ لائیں گے اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ (غلہ) بھی زیادہ لائیں گے یہ غلہ تھوڑا ہے۔[۵۴]

---

[۵۲] یوسف علیہ السلام کے بھائی جب مصر سے غلہ لے کر واپس گھر پہنچے تو غلہ کھولنے سے پہلے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا: مصر کا بادشاہ بڑا خوش اخلاق، ہمدرد اور مہمان نواز ہے۔ اس نے ہمارے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا ہے اور مزید یہ بھی کہا ہے کہ ہم آئندہ بن یامین کو بھی ساتھ لائیں تو اس کے حصہ کا غلہ بھی دیا جائے گا اور اگر ہم بن یامین کو ساتھ نہ لے گئے تو وہ ہم میں سے کسی کو غلہ نہیں دے گا، لہٰذا آپ بن یامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے۔

[۵۳] حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں تم پر بن یامین کے بارے میں کیسے اعتماد کر سکتا ہوں جبکہ تم یوسف علیہ السلام کے بارے میں میرے اعتماد کو مجروح کر چکے ہو۔

[۵۴] باپ سے ملاقات کے بعد جب وہ غلے کی بوریاں کھولنے لگے تو وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جو رقم انہوں نے غلہ کی قیمت کی صورت میں ادا کی تھی وہ ساری رقم غلہ کی بوریوں میں رکھ کر انہیں واپس کر دی گئی تھی، چنانچہ وہ دوڑتے ہوئے باپ کے پاس آئے اور انہیں خوش

Marfat.com

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں اسے ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا یہاں تک کہ تم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر مجھے پختہ وعدہ دو کہ تم اسے ضرور میرے پاس لے آؤ گے سوائے اس کے کہ تم سب گھیر لئے جاؤ، پھر جب انہوں نے یعقوب علیہ السلام کو اپنا پختہ وعدہ دے دیا تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔[۵۵]

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾

۶۷۔ اور یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے بیٹو! تم سب (شہر میں) ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا اور میں تم کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کچھ بھی نہیں بچا سکتا، حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، میں نے اُسی پر توکل کیا ہے اور توکل کرنے والوں کو اُسی پر توکل کرنا چاہیے۔[۵۶]

خبری سنائی کہ مصر کا بادشاہ ہم پر بڑا مہربان ہے اس نے ہماری رقم بھی واپس کر دی ہے، لہٰذا آپ بن یامین کو ہمارے ساتھ ضرور بھیجیں ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ اس طرح ہم گھر والوں کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ (غلہ) اور زیادہ لاسکیں گے کیونکہ یہ غلہ جو ہم لائے ہیں یہ ہماری ضروریات کے لئے بہت تھوڑا ہے اور ابھی یہ بھی علم نہیں کہ قحط کب تک جاری رہے گا، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم مزید غلہ لینے کے لئے دوبارہ جائیں اور سب کا حصہ لے کر آئیں۔

[۵۵] حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں بن یامین کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا یہاں تک کہ تم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر مجھے پختہ وعدہ دو کہ تم اسے ضرور میرے پاس لے آؤ گے، ہاں اگر تم سب کسی ایسی مصیبت میں گھر جاؤ جس سے خلاصی پر تم قادر نہ ہو تو اس صورت میں مجھے تم سے کوئی شکوہ نہ ہوگا۔ جب سب بھائیوں نے پختہ وعدہ دے دیا تو ظاہری اسباب کی تسلی کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے بن یامین کو بھائیوں کے ساتھ مصر جانے کی اجازت دے دی اور فرمایا: جو کچھ ہم نے عہد و پیمان کئے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور وہی سب کا حقیقی نگہبان ہے کیونکہ اس کی توفیق کے بغیر کوئی کسی کی حفاظت نہیں کر سکتا۔

[۵۶] یوسف علیہ السلام کے بھائی بڑے صحت مند اور خوبصورت جوان تھے اس لئے باپ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ جب تم مصر میں داخل ہونے لگو تو تقسیم ہو کر مختلف دروازوں سے داخل ہونا، اگر تم اکٹھے داخل ہوئے تو ممکن ہے تمہیں کسی کی نظر لگ جائے۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے تو نہیں بچا سکتا کیونکہ اس کا حکم تو نافذ ہو کر ہی رہتا ہے اس لئے حقیقی توکل تو سب کو اللہ تعالیٰ ہی پر کرنا چاہیے، میں تو صرف

Marfat.com

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِىْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِىْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ ع

۶۸۔ اور جب وہ (مصر میں) داخل ہوئے جس طرح ان کے باپ نے انہیں حکم دیا تھا اور وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کچھ نہیں بچا سکتا تھا مگر یہ یعقوب علیہ السلام کے دل کی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کرلی، بے شک یعقوب علیہ السلام صاحبِ علم تھے کیونکہ ہم نے ان کو علم دیا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔[۵۷]

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّىْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ اور جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی (بن یامین) کو اپنے پاس جگہ دی اور بتایا: بے شک میں تمہارا بھائی (یوسف علیہ السلام) ہوں، پس تم غمزدہ نہ ہونا جو وہ کیا کرتے تھے۔[۵۸]

احتیاطی تدبیر کے پیش نظر نصیحت کر رہا ہوں کیونکہ نظر کا لگ جانا اور اس سے کسی دوسرے کو نقصان پہنچ جانا برحق ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظر کا لگ جانا برحق ہے۔(بخاری: کتاب الطب: باب ۳۶) نیز جنوں کے اثرات اور نظر بد کے علاج کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ معوذتان یعنی قرآن مجید کی آخری دو سورتیں پڑھی جائیں یا ان کو پڑھ کر دم کیا جائے۔ (ترمذی: ابواب الطب: باب ۱۶)

تدبیر اور تقدیر میں توازن

امام رازی فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس زندگی میں اسباب کا مہیا کرنا ہر شخص پر فرض ہے لیکن اسے یہ یقین بھی ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر اس کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوسکتی اور اس کی کوئی احتیاط اسے تقدیر کے فیصلے سے نہیں بچا سکتی۔ (تفسیر کبیر) یعنی ہر شخص اپنے عقل وفکر کے ساتھ ساری تدبیریں بروئے کار لائے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر توکل کرے کہ ہوگا وہی جو اللہ تعالیٰ چاہے گا لیکن جو لوگ صرف اسباب پر بھروسہ کر کے تقدیر کا انکار کر دیتے ہیں یا صرف تقدیر پر یقین کر کے اسباب کو چھوڑ دیتے ہیں وہ دونوں جہالت کا شکار ہیں۔

اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو مختلف دروازوں سے داخل ہونے کی نصیحت کر کے اپنی تدبیر کا فرض ادا کیا ہے اور ساتھ ہی اس یقین کا اعلان بھی کر دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کچھ اور ہے تو میری یہ تدبیر تمہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے نہیں بچا سکتی۔

[۵۷] باپ کی ہدایت کے مطابق برادرانِ یوسف مختلف دروازوں سے مصر میں داخل ہوئے اور یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی احتیاطی تدبیر تھی جو انہوں نے بیٹوں کو نظر بد سے بچانے کے لئے بتائی مگر چونکہ یعقوب علیہ السلام خداداد علم کے مالک تھے اس لئے انہوں نے اس حقیقت کا اظہار بھی کر دیا کہ ان کی یہ تدبیر تمہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے نہیں بچا سکے گی۔

[۵۸] جب وہ مصر میں یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو یوسف علیہ السلام نے دو دو بھائیوں کو ایک کمرہ میں ٹھہرایا اور بن یامین اکیلے رہ گئے تو ان کو

Marfat.com

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ۝

۷۰۔ پھر جب یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان تیار کیا تو اس نے پیالہ اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا، پھر منادی نے اعلان کیا: اے قافلہ والو! بلاشبہ تم لوگ چور ہو۔ [۵۹]

قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ۝

۷۱۔ وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے؟

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۝

۷۲۔ انہوں نے کہا: ہمیں بادشاہ کا پیالہ نہیں مل رہا اور جو کوئی اسے لائے گا اسے اونٹ کا ایک بوجھ (غلہ) دیا جائے گا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ [۶۰]

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۝

۷۳۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! تم خوب جانتے ہو کہ ہم اس ملک میں فساد پھیلانے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں۔

اپنے ساتھ ٹھہرنے کے لئے فرمایا۔ (تفسیر قرطبی) جب دونوں بھائی علیحدہ کمرہ میں اکٹھے ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں تیرا بھائی یوسف ہوں اور ابھی اس راز کی بھائیوں کو اطلاع نہ دینا۔ یہ سن کر بن یامین فرط مسرت سے بے خود ہو گئے اور کہنے لگے: اب میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا، تو آپ نے فرمایا: اچھا پھر پیالہ چوری ہونے کا حیلہ کر کے آپ کو روک لیا جائے گا۔ ممکن ہے یوسف علیہ السلام نے بن یامین کو بھائیوں کے وہ واقعات بھی سنائے ہوں گے جس طرح انہیں کنویں میں پھینکا گیا لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ اب گزشتہ واقعات کو یاد کر کے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے اور ہمیں خیریت کے ساتھ اکٹھا کر دیا ہے۔

[۵۹] جب بھائیوں کا سامان تیار کیا گیا تو یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کا پیالہ بنیامین کے سامان میں چھپا دیا۔ جب قافلہ چلا گیا تو محافظوں کو پیالے کی تلاش ہوئی اور انہیں شبہ گزرا کہ ابھی جو فلسطین والا قافلہ گیا ہے وہی اس پیالے کو لے گیا ہوگا، پس محافظین کا ایک دستہ اس قافلہ کے پیچھے دوڑا اور آواز دی: ٹھہر جاؤ تم تو ہمارے چور معلوم ہوتے ہو۔ وہ حیران ہو کر کھڑے ہو گئے اور پوچھا: تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے؟

[۶۰] محافظ دستے کے سردار نے کہا کہ بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے اور جو شخص تفتیش سے قبل وہ پیالہ ہمارے حوالے کر دے میں ضمانت دیتا ہوں کہ اسے انعام کے طور پر ایک اونٹ کا بوجھ غلہ دیا جائے گا۔ اس پر بن یامین تو خاموش رہے لیکن دیگر برادران یوسف علیہ السلام چونکہ اس مقصود سے بے خبر تھے انہوں نے قسم کھا کر کہا: ہم دو بار اس ملک میں آ چکے ہیں ہم نے کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی، لہٰذا اب تو تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اس ملک میں فساد پھیلانے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں۔

Marfat.com

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ انہوں نے کہا: اس (چور) کی کیا سزا ہوگی اگر تم جھوٹے نکلے؟

قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ انہوں نے کہا: اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان سے وہ (پیالہ) نکلے تو وہ خود ہی اس کا بدلہ ہے، ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ [۶۱]

فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ پس یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی (بن یامین) کے سامان سے پہلے ان (دیگر بھائیوں) کے سامان کی تلاشی لینا شروع کی اور آخر کار اپنے بھائی کے سامان سے پیالہ برآمد کر لیا، اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو تدبیر بتائی تھی ورنہ بادشاہِ مصر کے قانون کی رو سے وہ اپنے بھائی کو روک نہیں سکتے تھے [۶۲] مگر یہ کہ جیسے اللہ تعالیٰ چاہے، ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں، [۶۳] اور ہر صاحبِ علم سے اوپر بھی ایک علم والا ہوتا ہے۔ [۶۴]

[۶۱] محافظ دستہ نے کہا: اگر تم جھوٹے نکلے اور پیالہ تم میں سے کسی کے سامان سے برآمد ہو گیا تو پھر تم خود ہی بتاؤ کہ اس کی سزا کیا ہوگی؟ چونکہ وہ مطمئن تھے کہ انہوں نے چوری نہیں کی اس لئے انہوں نے پورے اعتماد سے کہا کہ جس کے سامان سے وہ پیالہ برآمد ہو وہ خود ہی اس کا ذمہ دار ہے اور ہمارے ہاں اس کی سزا یہ ہے کہ وہ ایک سال تک اس شخص کا غلام ہو کر رہے جس کی اس نے چوری کی ہو۔

[۶۲] محافظ دستہ اس قافلہ کو عزیزِ مصر کے پاس لے آیا۔ یوسف علیہ السلام نے پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو کہ یہ کوئی سوچا سمجھا منصوبہ تھا اور آخر میں بن یامین کے سامان سے وہ پیالہ برآمد کر لیا اور اہلِ قافلہ کے اپنے فیصلے کے مطابق بن یامین کو روک لیا ورنہ بادشاہِ مصر کے قانون کی رو سے وہ اپنے بھائی کو روک نہیں سکتے تھے کیونکہ چور کے متعلق مصری قانون یہ تھا کہ چور کو مارا جائے اور تاوان لے کر چھوڑ دیا جائے۔ بہرحال یہ ساری کاروائی اس تدبیر کے مطابق تھی جو اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو بتائی تھی لہٰذا اس کاروائی کے کسی حصہ پر تنقید کرنا گویا اللہ تعالیٰ پر تنقید کرنے کے مترادف ہوگا۔

[۶۳] یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی عالم تھے مگر اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو کئی درجے زیادہ علم عطا فرمایا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے اسی حکمتِ عملی استعمال کی کہ ان کے بھائی بن یامین کو مصر میں چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

[۶۴] اس دنیا میں ہر بڑے عالم سے بھی بڑا عالم ہوتا ہے اور آخر میں یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ پہ جا کر ختم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ سب سے بڑا عالم

Marfat.com

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ انہوں نے کہا: اگر اس نے چوری کی ہے (تو کوئی تعجب نہیں) بے شک اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی، پس یوسف علیہ السلام نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا اور اسے ان پر ظاہر نہ کیا، (دل میں ہی) کہا: تمہارا حال بہت برا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم بیان کر رہے ہو۔ [۶۵]

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾

۷۸۔ انہوں نے کہا: اے عزیز مصر! اس کا باپ بہت بوڑھا ہے آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو پکڑ لیں، بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والوں میں سے پاتے ہیں۔ [۶۶]

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع

۷۹۔ یوسف علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ کی پناہ! کہ ہم نے جس کے پاس اپنا سامان پایا اس کے سوا کسی اور کو پکڑ لیں، پھر تو ہم یقیناً ظالم ہوں گے۔

فَلَمَّا اسْتَيْــَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۭ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ

۸۰۔ پھر جب وہ یوسف علیہ السلام سے مایوس ہو گئے تو الگ جا کر آپس میں مشورہ کرنے لگے، ان کے بڑے بھائی نے

ہے۔ (تفسیر قرطبی) اس لئے کسی کو اس غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے کہ وہی اپنے وقت کا سب سے بڑا عالم ہے۔

[۶۵] انہوں نے کہا: بن یامین ہمارا سگا بھائی نہیں ہے، یہ دوسری ماں سے ہے، اگر اس نے چوری کی ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف علیہ السلام نے بھی چوری کی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی اس دلآزار بات کو سنا مگر چونکہ ابھی اس راز کو کھولنے کا حکم نہیں ہوا تھا اس لئے اس کا جواب دل میں چھپائے رکھا اور ان پر ظاہر نہیں کیا اور دل ہی دل میں بھائیوں کے بارے میں کہنے لگے: تمہارا حال بہت برا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے جھوٹ کو خوب جانتا ہے۔

[۶۶] انہوں نے کہا: اے عزیز مصر! ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے اگر یہ ہمارے ساتھ نہ گیا تو وہ اس کا صدمہ برداشت نہیں کر سکے گا، لہٰذا آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی اور کو پکڑ لیں لیکن اس کو چھوڑ دیں۔ آپ نے پہلے بھی ہمارے ساتھ بڑے احسان کئے ہیں اور اب بھی ہم آپ سے احسان کی امید رکھتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ کی پناہ! ہم یہ ظلم نہیں کر سکتے کہ جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا اس کے سوا کسی اور کو پکڑ لیں۔

Marfat.com

عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾

کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ تعالیٰ کی قسم لے کر پختہ وعدہ لیا تھا اور اس سے پہلے یوسف علیہ السلام کے حق میں جو زیادتی تم کر چکے ہو (وہ بھی تمہیں معلوم ہے)، سو میں تو اس ملک کو ہرگز نہ چھوڑوں گا جب تک مجھے میرے باپ اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ ہی میرے حق میں کوئی فیصلہ فرمادے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ [۶۷]

اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ تم اپنے باپ کی طرف لوٹ جاؤ اور کہو: اے ہمارے باپ! بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے (اس لئے وہ گرفتار کرلیا گیا) اور ہم نے صرف وہی گواہی دی ہے جو ہمیں علم تھا اور ہم غیب کے نگہبان نہیں تھے۔

وَسْــَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ اور (اگر آپ کو اعتبار نہ آئے تو) اس بستی والوں سے پوچھ لیں جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے (پوچھ لیں) جس میں ہم آئے ہیں اور بے شک ہم سچ بول رہے ہیں۔

---

[۶۷] جب وہ یوسف علیہ السلام سے مایوس ہوگئے کہ یہ تو بن یامین کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو علیحدگی میں بڑے بھائی نے کہا: تم جانتے ہو کہ تمہارے باپ نے بن یامین کی حفاظت کے بارے میں پختہ وعدہ لیا تھا اور اس سے پہلے یوسف علیہ السلام کے بارے میں تم زیادتی کر چکے ہو۔ اب ہم بوڑھے باپ کو کیا منہ دکھائیں گے، لہٰذا میں تو اس ملک سے ہرگز نہ جاؤں گا حتیٰ کہ میرے باپ مجھے خود بلوائیں یا اللہ تعالیٰ میرے حق میں کوئی فیصلہ فرمادے یعنی مجھے ایسی توفیق عطا فرمائے کہ میں کسی طریقے سے بن یامین کو چھڑوا کر اپنے ساتھ لے آؤں۔ البتہ تم چلے جاؤ اور باپ کو صورت حال سے آگاہ کردو کہ بن یامین نے چوری کی یعنی حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے لیکن ظاہر بات یہ ہے کہ ہمارے سامنے اس کے سامان سے چوری کا پیالہ برآمد ہوا، اس لئے وہ گرفتار کرلیا گیا۔ چنانچہ بڑے بھائی کے علاوہ باقی نو بھائی واپس باپ کے پاس آگئے اور بن یامین کے بارے میں معذرت کی کہ ہم نے اس کی حفاظت کا جو وعدہ کیا تھا وہ ہمارے علم اور اختیار کے مطابق تھا لیکن ہمیں اس غیب کا علم نہیں تھا کہ اس کے سامان سے چوری کا پیالہ برآمد ہوگا اور ہم اس کو چھوڑنے پر مجبور ہوجائیں گے اور اگر ہمارے اس بیان پر آپ کو اعتبار نہ آئے تو مصر جا کر خود تحقیق کرلیں یا اس قافلہ سے تصدیق کرلیں جس کے ساتھ ہم واپس آئے ہیں۔

Marfat.com

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: بلکہ تمہارے نفسوں نے اس بات کو (یعنی بن یامین کو چور تسلیم کر لینا) تمہارے لئے آسان کر دیا، اب صبر ہی بہتر ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا، بے شک وہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔[۶۸]

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ اور یعقوب علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا: ہائے افسوس! یوسف علیہ السلام (کی جدائی) پر اور غم سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ غم کو ضبط کئے ہوئے تھے۔[۶۹]

---

[۶۸] یہ قصہ سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: تم نے اپنے بھائی بن یامین کو چور کیوں تسلیم کیا، اس وقت تمہیں کہنا چاہیے تھا کہ ہمارا بھائی چوری کرنے والا نہیں۔ اس کے سامان میں پیالہ کسی اور نے رکھ دیا ہوگا مگر تم نے نہ صرف یہ کہ اس الزام کو فوراً تسلیم کر لیا بلکہ اس کے بھائی یوسف علیہ السلام کو چور کہہ کر بن یامین پر چوری کے الزام کی مزید تصدیق کر دی حالانکہ بن یامین نے چوری نہیں کی، درحقیقت اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے میری مزید آزمائش کا ارادہ فرمایا ہے اور میں اس پر بھی صبر جمیل ہی کروں گا۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت یوسف علیہ السلام کب چاہتے ہوں گے کہ بوڑھے باپ کو مزید آزمائش میں ڈالا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی ملاقات کا جو وقت مقرر کر رکھا تھا اس کے انتظار میں حضرت یوسف علیہ السلام خاموش تھے اور وقت سے پہلے اس راز کو نہیں کھول سکتے تھے یعنی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ہو رہا تھا۔ (تفسیر مظہری) اور اسی وقت کے انتظار میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی فرمایا: اللہ تعالیٰ عنقریب یوسف علیہ السلام، بن یامین اور ان کے بڑے بھائی کے ساتھ میری ملاقات کرائے گا۔

[۶۹] حضرت یعقوب علیہ السلام کو بن یامین کی جدائی سے حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد پھر سے تازہ ہو گئی اور گھر والوں سے الگ ہو کر یوسف علیہ السلام کی جدائی پر افسوس کرنے لگے۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی بعض اصحاب عرفان کا قول نقل کرتے ہیں کہ حسن یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے جمالِ الٰہی کا آئینہ بنا دیا گیا تھا۔ آپ چہرۂ یوسف علیہ السلام کے آئینے میں انوارِ خداوندی کا مشاہدہ فرمایا کرتے تھے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو انوارِ خداوندی کی لذتِ دید سے محروم ہو جانے کے باعث آپ بے چین و بے قرار ہو گئے (تفسیر روح المعانی) اور اتنا روئے کہ ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں مگر زبان سے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ لیث بن ابی سلیم روایت کرتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید کے زمانہ میں ایک دفعہ جبرئیل امین سے پوچھا: میرے باپ یعقوب علیہ السلام کا کیا حال ہے؟ جبرئیل امین نے جواب دیا: آپ کے غم میں ان کی آنکھیں سفید ہو گئی ہیں (اور ان کی بینائی چلی گئی ہے) یوسف علیہ السلام نے پوچھا: کیا انہیں اس غم پر کوئی اجر ملے گا؟ جبرئیل امین نے کہا: ہاں! ان کو سو شہیدوں کا اجر ملے گا۔

Marfat.com

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ بیٹوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف علیہ السلام کو ہی یاد کرتے رہیں گے حتیٰ کہ آپ کی صحت بگڑ جائے گی یا آپ کی موت واقع ہوجائے گی۔[۷۰]

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنی پریشانی اور اپنے غم کی شکایت صرف اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی

(ابن ابی حاتم: حدیث نمبر ۱۱۸۸۴) کسی صدمہ پر زبان سے چیخ و پکار کر کے بے صبری کا مظاہرہ کرنا اسلام میں جائز نہیں ہے، البتہ دل اور آنکھوں سے رونا انسانی فطرت ہے اور یہ جائز ہے جیسا کہ احادیث میں آتا ہے:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے تھے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ (بھی رو رہے ہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن عوف! یہ آنسو رحمت ہیں، پھر آپ کی آنکھوں میں اور آنسو آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں اور دل غمگین ہے اور ہم زبان سے صرف وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو اور اے ابراہیم رضی اللہ عنہ! ہم آپ کی جدائی سے غمزدہ ہیں۔ (بخاری: کتاب الجنائز: باب ۴۴)

۲۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بے ہوش دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رو پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم سنتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو بہانے اور دل کے غمگین ہونے پر عذاب نہیں دیتا اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے ۔۔۔۔ (بخاری: کتاب الجنائز: باب ۴۵)

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے رُخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کا سا شور مچائے وہ ہم سے نہیں ہے۔

(بخاری: کتاب الجنائز: باب ۳۶)

[۷۰] بیٹوں نے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہر وقت یوسف علیہ السلام کو یاد کر کے روتے رہتے ہیں اور ہمیں خطرہ ہے کہ اس کثرتِ گریہ وزاری سے آپ کی صحت بگڑ جائے گی اور ہوسکتا ہے کہ آپ کی موت واقع ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اس کو آزماتا ہے اور جتنا بڑا کسی کا امتحان ہوتا ہے اتنا ہی بڑا اس کا اجر ہوتا ہے۔(ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۹۶: ابواب الزھد: باب ۵۶) انبیائے کرام علیہم السلام کا اجر چونکہ سب سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے ان کا امتحان بھی بڑا ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: سب سے زیادہ مصائب میں کون مبتلا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام، پھر جو ان کے قریب ہوں۔ بندہ اپنے دین کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے، اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہو تو اس پر بہت شدید مصیبت آتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہو تو وہ اس کے حساب سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے، پھر بندہ پر مصائب آتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۹۸: ابواب الزھد: باب ۵۶)

Marfat.com

طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ [۷۱]

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۷

۸۷۔ اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے صرف وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔ [۷۲]

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝۸۸

۸۸۔ سو جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت پہنچی ہے اور ہم تھوڑی سی رقم لے آئے ہیں، آپ ہمیں پورا غلہ ناپ کر دیں اور ہم پر خیرات (خصوصی مہربانی) بھی کریں، بے شک اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔ [۷۳]

---

[۷۱] حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں کسی مخلوق سے شکایت کر کے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کر رہا بلکہ اپنے خالق حقیقی اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی داستانِ غم پیش کر رہا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوسف علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ (روح المعانی) ایک دفعہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ملک الموت سے پوچھا کہ تم نے میرے بیٹے یوسف علیہ السلام کی روح قبض کی ہے تو ملک الموت نے جواب دیا: ابھی تک نہیں کی۔ (ابن ابی حاتم: حدیث نمبر ۱۱۹۰۹)

[۷۲] حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا کافروں کا شیوہ ہے۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ کتنے ہی مایوس کن حالات کیوں نہ ہوں وہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ وہ چاہے تو اسے اس مایوسی سے نکال سکتا ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر امید رکھتے ہوئے اپنی ہر امکانی کوشش جاری رکھتا ہے، لہٰذا اے میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور جاؤ یوسف علیہ السلام کو تلاش کرو اور بن یامین کو چھڑانے کی کوشش کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین تھا کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں۔ ان کا خواب ضرور پورا ہوگا اور آزمائش کا وقت گزرنے کے بعد وہ سب دوبارہ اکٹھے ہو جائیں گے۔

[۷۳] باپ کے حکم پر جب وہ مصر پہنچے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ پہلے گھر والوں کے لئے غلے کا مسئلہ حل کریں اور اس کے بعد یوسف علیہ السلام اور بن یامین کے بارے میں کوشش کریں گے۔ چنانچہ وہ سیدھے عزیزِ مصر یوسف علیہ السلام کے پاس گئے اور انہیں اپنی قحط سالی کی روداد سنائی کہ ہم انتہائی تنگدستی کا شکار ہو گئے ہیں اور اس دفعہ تو ہمارے پاس غلہ خریدنے کی پوری قیمت بھی نہیں ہے۔ آپ ہماری اس

Marfat.com

قَالَ هَلۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا فَعَلۡتُمۡ بِیُوۡسُفَ وَ اَخِیۡهِ اِذۡ اَنۡتُمۡ جٰهِلُوۡنَ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟ جب تم نادان تھے۔ [۷۴]

قَالُوۡۤا ءَاِنَّكَ لَاَنۡتَ یُوۡسُفُ ؕ قَالَ اَنَا یُوۡسُفُ وَ هٰذَاۤ اَخِیۡ ۫ قَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیۡنَا ؕ اِنَّهٗ مَنۡ یَّتَّقِ وَ یَصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۹۰﴾

۹۰۔ انہوں نے کہا: کیا واقعی تم ہی یوسف علیہ السلام ہو؟ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی یوسف علیہ السلام ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا، بے شک جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

قَالُوۡا تَاللّٰهِ لَقَدۡ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیۡنَا وَ اِنۡ كُنَّا لَخٰطِـِٕیۡنَ ﴿۹۱﴾

۹۱۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور بے شک ہم ہی خطاکار تھے۔ [۷۵]

تھوڑی سی رقم کو ہی قبول کریں، ہم پر خصوصی مہربانی کریں اور ہمیں پوری مقدار سے بھی زیادہ غلہ عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرنے والوں کو اچھا بدلہ عطا فرماتا ہے۔

[۷۴] بھائیوں نے جب قحط سالی اور تنگدستی کی روداد سنائی تو یوسف علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی انکشافِ حال کا وقت آ گیا تھا، لہٰذا یوسف علیہ السلام نے اپنا تعارف کرانے کے لئے ان سے پوچھا: کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟ اور ساتھ ہی ان کی پشیمانی کو کم کرنے کے لئے فرمایا کہ اس وقت تم اپنے اس فعل کی برائی اور اس کے انجام سے ناواقف تھے اس لئے تم سے یہ غلطی ہو گئی تھی۔

یہ سوال سنتے ہی بھائیوں کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور جب انہوں نے غور سے دیکھا تو انہیں عزیزِ مصر کے چہرے پر اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کے خد و خال نظر آئے اور حیرت سے پوچھنے لگے: کہیں آپ ہی یوسف علیہ السلام تو نہیں؟ فرمایا: ہاں! میں یوسف علیہ السلام ہوں اور یہ میرا بھائی بن یامین ہے اور اس میں میرا کوئی کمال نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے بچا لیا، پھر مصر کا اقتدار دیا اور اب بھائیوں سے ملا دیا اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

[۷۵] آخر کار بھائیوں نے شرمندہ ہو کر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور یقیناً ہم ہی خطاکار تھے، لہٰذا آپ ہمیں معاف کر دیں۔

Marfat.com

قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٩٢﴾

۹۲۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرما دے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ [۷۶]

اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا ۚ وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩٣﴾ ع

۹۳۔ میرا یہ قمیص لے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرہ پر ڈال دو وہ بینا ہو جائیں گے اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ ۖ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ﴿٩٤﴾

۹۴۔ اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا: اگر تم مجھے بڑھاپے سے بہکا ہوا خیال نہ کرو تو بے شک میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ [۷۷]

قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ﴿٩٥﴾

۹۵۔ گھر والوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک آپ تو اپنی اسی پرانی محبت میں مبتلا ہیں۔

---

[۷۶] یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا: آج میں تم سے کوئی انتقام لینے والا نہیں ہوں بلکہ میں تمہیں معاف کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ بھی تمہیں معاف کر دے۔ اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے حالات دریافت کئے تو بھائیوں نے بتایا: وہ تو آپ کے غم میں رو رو کر نابینا ہو گئے ہیں۔ اس پر یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تم میرا یہ قمیص لے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرہ پر ڈال دو تو ان کی بینائی واپس آ جائے گی اور پھر اپنے سارے خاندان کو لے کر میرے پاس مصر میں آ جاؤ تا کہ ہم سب یہاں اکٹھے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں اور اس کا شکر ادا کریں۔

[۷۷] جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیص لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کو کہا کہ اگر تم مجھے بڑھاپے سے بہکا ہوا خیال نہ کرو تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ آج مجھے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے۔ گھر والوں نے کہا: آپ کو تو ہمیشہ یوسف علیہ السلام کے خواب ہی آتے رہتے ہیں حالانکہ ان کو فوت ہوئے عرصہ گزر چکا ہے۔ پتہ نہیں آپ کب یوسف علیہ السلام کا خیال دل سے نکالیں گے۔

یوسف علیہ السلام گھر کے قریب کنویں میں تھے اور پھر مصر میں رہے تو یعقوب علیہ السلام کو خوشبو نہیں آئی کیونکہ آزمائش میں صبر ہی بہترین ہتھیار ہوتا ہے، اور جب آزمائش کی گھڑی ختم ہونے کو تھی تو آپ کے بیٹے مصر سے یوسف علیہ السلام کا قمیص لے کر روانہ ہوتے ہیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ جاتی ہے۔

Marfat.com

فَلَمَّآ اَنۡ جَآءَ الۡبَشِيۡرُ اَلۡقٰىهُ عَلٰى وَجۡهِهٖ فَارۡتَدَّ بَصِيۡرًا‌ ۚ قَالَ اَلَمۡ اَقُلْ لَّـكُمۡ ‌ ۚ اِنِّىۡۤ اَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۶﴾

۹۶۔ پھر جب خوش خبری سنانے والا آپہنچا اور اُس نے وہ قمیص ان کے چہرہ پر ڈال دیا تو وہ فوراً بینا ہو گئے، یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔[۷۸]

[۷۸] جب بیٹوں کا قافلہ گھر پہنچا اور اس نے باپ کو یوسف علیہ السلام کی خوش خبری سنائی اور یوسف علیہ السلام کا قمیص باپ کے چہرے پر ڈالا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی فوراً لوٹ آئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا: یوسف علیہ السلام کس حال میں ہے؟ بیٹوں نے عرض کیا: وہ مصر کا بادشاہ ہے، فرمایا: بادشاہ ہے تو میں کیا کروں مجھے یہ بتاؤ کہ وہ کس دین پر ہے؟ (بیٹوں کو یہ بتانا مقصود تھا کہ دین اسلام کے مقابلے میں بادشاہی کی کوئی حیثیت نہیں) بیٹوں نے کہا: وہ دین اسلام پر ہے، تو آپ نے فرمایا: اب نعمت پوری ہوگئی ہے۔ (تفسیر مظہری اور ابن ابی حاتم: حدیث نمبر ۱۱۹۷۹) اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور بیٹوں سے فرمایا: کیا میں تمہیں نہیں کہتا تھا کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اس کو تلاش کرو مگر تم میری بات کو قابل یقین نہیں سمجھتے تھے۔ بیٹوں نے عرض کیا: ابا جان! آپ بالکل صحیح تھے ہم ہی قصوروار تھے، ہم اپنے اعمال پر نادم ہیں اور توبہ کرتے ہیں، آپ بھی اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے مغفرت طلب کریں۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ وہ جمعہ کی رات کو سحری کے وقت تمہاری مغفرت کے لئے دعا مانگیں گے۔ (تفسیر قرطبی) کیونکہ اس وقت کی دعا خصوصیت کے ساتھ قبول کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے سحری کے وقت نماز سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے اللہ! مجھ جو بے صبری یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں ہوئی تھی اس کو معاف فرما دے اور میرے بیٹوں نے جو برا سلوک میرے اور یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا اس کو بھی بخش دے، اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی: تمہارا اور تمہارے بیٹوں کا قصور میں نے معاف کر دیا۔ (تفسیر مظہری) اس سے معلوم ہوا کہ بیماروں کی شفا کے لئے بزرگوں کے تبرکات سے استفادہ کرنا یا بزرگوں سے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا کرانا جائز ہے اور اگر ایسی دعا کرانا جائز نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام کی دعا ان کے بیٹوں کے حق میں قبول نہ فرماتا۔

دعائے مغفرت

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی کا جنت میں درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ آدمی عرض کرتا ہے: مجھ پر یہ کرم کیسے ہوا؟ تو اسے جواب دیا جاتا ہے: اس استغفار کی وجہ سے جو تمہارے بیٹے نے تمہارے لئے کیا۔

(ابن ماجة: حديث نمبر ۳۶۶۰: ابواب الأدب: باب ۱)

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مؤمن کے لئے چالیس اہل ایمان شفاعت کریں اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔ (ابن ماجة: حديث نمبر ۱۴۸۹: ابواب الجنائز: باب ۱۹)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: میری امت ایسی امت ہے

Marfat.com

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾

۹۷۔ بیٹوں نے کہا: اے ہمارے باپ! ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی مغفرت طلب کیجئے، بے شک ہم ہی خطاکار تھے۔

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾

۹۸۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بے شک وہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ؕ ﴿۹۹﴾

۹۹۔ پھر جب (خاندان کے سب افراد) یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے قریب جگہ دی اور کہا: آپ مصر میں داخل ہو جائیں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ یہاں امن سے رہیں گے۔ [۷۹]

وَ رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ؗ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ

۱۰۰۔ اور یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو اوپر تخت پر بٹھایا اور سب یوسف علیہ السلام کے لئے سجدہ میں گر پڑے اور یوسف علیہ السلام نے کہا: اے میرے باپ! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو پہلے دیکھا تھا، میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا اور

جو خدا کی رحمت کے سائے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت سے توجہ فرماتا ہے۔ میرے امتی گناہوں سے آلودہ قبروں میں داخل ہوتے ہیں اور جب قبروں سے نکلتے ہیں تو ان کا دامن گناہوں سے خالی ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی ان کے لئے کی جانے والی دعا بائے مغفرت سے ان کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔

(المعجم الأوسط للطبرانی: حدیث نمبر ۱۹۰۰: جلد ۲: ص ۵۲۳، مجمع الزوائد: جلد ۱۰: ص ۶۹)

[۷۹] یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو اپنی طرف سے دو سو اونٹ دیئے اور کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کریں کہ وہ ان اونٹوں پر اپنے بیٹوں، پوتوں اور خاندان کے تمام افراد کو لے کر مصر آ جائیں۔ (تفسیر قرطبی) جب یوسف علیہ السلام کو اطلاع ملی کہ ان کے خاندان کا قافلہ مصر کے قریب آ گیا ہے تو یوسف علیہ السلام ایک بہت بڑے لشکر کو لے کر اپنے خاندان کے استقبال کے لئے شہر سے باہر تشریف لائے، اپنے والدین (باپ اور سوتیلی ماں) کو اپنے قریب لا کر ان سے گلے ملے اور عرض کیا: آپ ہمارے ساتھ مصر شہر میں داخل ہو جائیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ یہاں امن سے رہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب فراق اور قحط کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے افراد خانہ کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے تو ان کی تعداد ۷۲ تھی اور جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو ان کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: حدیث نمبر ۱۱۹۸۸)

Marfat.com

وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِکُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ﴿۱۰۰﴾

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا جب مجھے قید خانہ سے نکالا اور تم کو گاؤں سے یہاں لے آیا اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان ناچاقی پیدا کر دی تھی، بے شک میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے لطف و کرم فرماتا ہے، بے شک وہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔[۸۰]

[۸۰] حضرت یوسف علیہ السلام اپنے خاندان کے افراد کو لے کر مصر شہر میں داخل ہوئے، والدین کو اوپر تخت پر بٹھایا۔ اس موقع پر والدین اور بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدۂ تعظیمی کیا جو پہلی شریعتوں میں جائز تھا۔ (تفسیر ابن کثیر) اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے عرض کیا: یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بچپن میں آپ کو بتایا تھا، اللہ تعالیٰ نے چالیس سال بعد اس کو سچا کر دکھایا۔ (تفسیر ابن کثیر) اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے قید خانہ سے رہائی دی اور تم کو فلسطین سے یہاں مصر لے آیا حالانکہ شیطان نے تو میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان ناچاقی ڈال دی تھی مگر اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے لطف و کرم فرماتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں یوسف علیہ السلام کے پاس چوبیس سال تک رہے اور جب ان کی موت کا وقت آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ انہیں فلسطین میں اپنے باپ حضرت اسحاق علیہ السلام کے قریب دفن کیا جائے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے باپ کی میت لے کر خود فلسطین آئے اور وہاں دفن کر کے پھر واپس مصر تشریف لے گئے اور ۲۳ سال کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کا بھی انتقال ہو گیا۔
(تفسیر منیر)

حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کی تدفین کی جگہ کے متعلق اہل مصر میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یوسف علیہ السلام کی تدفین ان کے محلہ میں ہو تاکہ وہ ان کی قبر سے برکت حاصل کریں۔ آخر اس بات پر اتفاق ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دریائے نیل میں دفن کیا جائے تاکہ پانی آپ کی قبر کو چھوتا ہوا گزرے اور پھر سب لوگوں کو ان کی برکت سے فیضیاب کرے۔ چنانچہ آپ کو سنگ مرمر کے صندوق میں دریائے نیل کے اندر زمین میں دفن کیا گیا۔ آپ وہیں مدفون رہے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے تو وہ آپ کا صندوق نکال کر فلسطین لے آئے اور ان کے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے قریب دفن کیا۔
(تفسیر زاد المسیر)

حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد قبیلہ عمالقہ نے مصر کے تخت پر قبضہ کر لیا اور جو بھی سربراہ حکومت بنتا اس کو فرعون کا لقب دیا جاتا۔ فرعون نے بنی اسرائیل کو غیر ملکی سمجھ کر غلام بنا لیا اور ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے، بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلائی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل (اللہ کا بندہ) تھا اس لئے بنی اسرائیل کے پہلے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں اور بنی

Marfat.com

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰۱

۱۰۱۔ اے میرے رب! بے شک تو نے مجھے ملک عطا فرمایا اور تو نے مجھے خوابوں کی تعبیر سکھائی، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے، مجھے اسلام کی حالت میں موت دے اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔ [۸۱]

اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

بروز ہفتہ ۲۷ جنوری ۲۰۰۱ء کو اس فقیر نے الخلیل (فلسطین) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مزارات کی زیارت کی۔

[۸۱] اس سورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کے متعلق یہ آخری آیت ہے جس میں حضرت یوسف علیہ السلام اپنے رب سے دعا مانگتے ہیں۔ یہ دعا بڑی غور طلب ہے۔ آیئے ہم بھی اس عظیم نبی سے دعا مانگنے کا طریقہ سیکھیں کہ تخت مصر پر بیٹھ کر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے رب سے کیا مانگتے ہیں اور کیسے مانگتے ہیں؟

پہلے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اعتراف کیا کہ تو نے ہی مجھے ملک مصر کی بادشاہی عطا کی اور تو نے ہی مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم سکھایا، پھر اپنی بے بسی کا اظہار کیا کہ تو ہی میرا کارساز حقیقی ہے۔ اگر تو مجھ پر فضل و کرم نہ فرماتا تو شاید میں کنویں میں ہی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ اے میرے رب! جس طرح تو نے پہلے مجھ پر کرم فرمایا اور مجھے اسلام پر قائم رکھا میں آج بھی اس اسلام پر استقامت کی دعا کرتا ہوں کہ مجھے مرتے دم تک اسلام پر قائم رکھ اور مرنے کے بعد صالحین کی سنگت عطا فرما یعنی میرے باپ دادا کے ساتھ مجھے ملا دے۔

اے میرے رب! یہ فقیر پیرزادہ بھی سب سے پہلے تیرے احسانات کا اعتراف کرتا ہے کہ تو نے مجھے انسانوں میں پیدا فرمایا، اگر تو چاہتا تو مجھے کوئی اور قسم کا جانور بنا سکتا تھا، پھر تو نے مجھے مسلمان گھرانے میں پیدا فرمایا جہاں بچپن ہی سے اسلام کی سعادت میسر آگئی، پھر تو نے مجھے صحت، دولت، عزت، اولاد اور اپنے پسندیدہ دین کا علم عطا فرمایا، اگرچہ میں ان احسانات کے شکر کا حق ادا نہیں کر سکا لیکن تو نے پھر بھی اپنے فضل و کرم کا سلسلہ منقطع نہیں کیا۔ بے شک تو سب سے بڑا مہربان ہے تو ہی میرا کارساز حقیقی ہے۔ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش اور دعا یہ ہے کہ تو اس مسکین بندے کو مرتے دم تک اپنے پسندیدہ دین اسلام پر قائم رکھ اور مرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آل پاک رضی اللہ عنہم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی سنگت عطا فرما۔ نیز میری اولاد، میرے خویش و اقارب، میرے دوست احباب، میرے اساتذہ و طلبہ، جامعہ الکرم اور مسلم چیرٹی کے معاونین اور میرے چاہنے والے سب خواتین و حضرات کو صالحین کے ساتھ اکٹھا فرما دے۔ آمین ثم آمین۔

اس آیت سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام مرنے کی دعا کر رہے ہیں، ہرگز نہیں، اسلام میں مرنے کی دعا کرنا جائز

Marfat.com

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

۱۰۲۔ (اے حبیب ﷺ!) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں اور آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب برادرانِ یوسف علیہ السلام اپنی سازش پر متفق ہو رہے تھے اور وہ مکر و فریب کر رہے تھے۔[۸۲]

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

۱۰۳۔ اور اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں خواہ آپ کتنا ہی چاہیں۔[۸۳]

وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع۱۱

۱۰۴۔ اور آپ ان سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ تو نہیں مانگتے، یہ (قرآن) تو صرف ایک نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لئے۔ [۸۴]

نہیں ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر وہ نیک شخص ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ زیادہ نیکیاں کرے اور اگر وہ بدکار ہے تو ہو سکتا ہے وہ توبہ کر لے۔ (بخاری: حدیث نمبر ۷۲۳۵ کتاب التمنی، باب ۶)

[۸۲] اے میرے حبیب ﷺ! جب برادرانِ یوسف علیہ السلام اپنے باپ کے ساتھ مکر و فریب کر رہے تھے اور یوسف علیہ السلام کے خلاف سازش پر متفق ہو رہے تھے آپ اس وقت ان کے پاس موجود نہیں تھے، لہٰذا یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور آپ کو غیب پر مطلع کیا جاتا ہے۔

[۸۳] قریش اور یہود نے نبی کریم ﷺ سے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ دریافت کیا کیونکہ قریش جانتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ نے کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی عالم کی شاگردی اختیار کی ہے اس لئے وہ اس قصہ سے یقیناً ناواقف ہیں لیکن جب آپ ﷺ نے اس واقعہ کی اتنی مفصل خبر دی کہ جتنی تورات میں بھی نہیں تھی تو اب انصاف کا تقاضا یہی تھا کہ وہ آپ پر ایمان لے آتے لیکن جب وہ ایمان نہ لائے اور آپ ﷺ غمگین ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دینے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر زاد المسیر) یعنی ان میں سے اکثر تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ایمان لانے والے نہیں ہیں، لہٰذا آپ ان کی وجہ سے غمگین نہ ہوں۔

[۸۴] قرآن مجید تمام لوگوں کے لئے نصیحت اور خیر خواہی ہے اور میں جو قرآن کی تبلیغ میں سرگرم رہتا ہوں اس پر میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا بلکہ میری خواہش یہ ہے کہ تم اس قرآن سے نصیحت حاصل کرو۔

Marfat.com

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵۔ اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر وہ گزرتے ہیں اور وہ ان سے روگردانی کئے ہوئے ہیں۔[۸۵]

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

۱۰۶ اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں۔

اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

۱۰۷۔ کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا احاطہ کرنے والا عذاب آجائے یا ان پر اچانک قیامت آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔[۸۶]

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۚ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

۱۰۸۔ آپ فرما دیجئے! یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں، میں بھی واضح دلیل پر ہوں اور وہ بھی جس نے میری اتباع کی اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔[۸۷]

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي

۱۰۹۔ اور ہم نے آپ سے پہلے بھی بستیوں کے رہنے والوں سے مردوں ہی کو (رسول بنا کر) بھیجا جن کی طرف ہم وحی

---

[۸۵] یعنی کفار مکہ نہ صرف یہ کہ آپ کی درد بھری تبلیغ کو غور سے نہیں سنتے بلکہ ان کا حال تو یہ ہے کہ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیوں کا روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں لیکن ان میں بھی غور نہیں کرتے اور روگردانی کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور اگر ایمان لاتے ہیں تو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کی عبادت کر کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔

[۸۶] یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہیں لاتے اور شرک میں سرگرداں رہتے ہیں کیا انہیں اس بات کا خوف نہیں ہے کہ جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا یا اچانک قیامت آ گئی تو وہ کیا کریں گے؟ اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کیسے بچ سکیں گے؟

[۸۷] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ سے فرمایا: تم توحید کو مانو یا نہ مانو بہرحال میرا تو اللہ تعالیٰ کی توحید پر پختہ ایمان ہے اور اس کی توحید کی طرف دعوت دینا میرا مقصد حیات ہے۔ میں خود بھی اور میرے پیروکار بھی پوری بصیرت اور پورے یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔

Marfat.com

الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

کرتے تھے، کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی تا کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ اور بے شک آخرت کا گھران لوگوں کے لئے بہتر ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، کیا اب بھی تم نہیں سمجھتے ؟[۸۸]

حَتّٰۤی اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾

۱۱۰۔ یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہونے لگے اور منکر لوگ گمان کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ بولا گیا ہے تو رسولوں کے پاس ہماری مدد آ گئی، پس ہم نے جسے چاہا وہ بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم قوم سے ٹالا نہیں جاسکتا۔ [۸۹]

---

[۸۸] کفار مکہ اکثر یہ اعتراض کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے اگر کوئی رسول بھیجنا تھا تو کوئی فرشتہ بھیج دیتا یہ محمد ﷺ تو ہماری طرح بشر ہیں یہ نبی کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے پہلے بھی جتنے انبیاء بھیجے ہیں ان میں سے کوئی بھی فرشتہ نہیں تھا بلکہ سب بستیوں کے رہنے والے مرد ہی تھے۔

کیا ان لوگوں نے زمین میں کبھی سفر نہیں کیا؟ کیونکہ اگر یہ قوم عاد و ثمود وغیرہ کے کھنڈرات دیکھ لیتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ پہلے جن قوموں نے انبیائے کرام علیہم السلام کا انکار کیا ان کا کیسا برا اور دردناک انجام ہوا، تو پھر یہ عبرت حاصل کرتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے۔ بیشک جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ان کے لئے آخرت میں بہترین ٹھکانا ہوگا۔ کیا ان لوگوں کو اتنی بھی عقل نہیں کہ دنیا کی چندروزہ راحت کو آخرت کی دائمی نعمتوں پر ترجیح دیتے ہیں؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت نبی نہیں بن سکتی۔ اس پر مزید معلومات کے لئے سورہ آل عمران (۳) کی آیت نمبر ۴۲ اور حاشیہ نمبر ۱۲ ملاحظہ کریں۔

[۸۹] سالہا سال کی تبلیغ کے بعد بھی جب متعصب کفار انکار پر ہی مصر رہے تو انبیائے کرام علیہم السلام ان کے ایمان لانے سے مایوس ہونے لگے اور کفار بھی گمان کرنے لگے کہ یہ جو کہتے تھے کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو تمہارے اوپر عذاب آ جائے گا، ہم ایمان نہیں لائے پھر بھی عذاب نہیں آیا، لہٰذا ہمیں ایسے ہی جھوٹی دھمکیاں دی گئی تھیں کوئی عذاب آنے والا نہیں ہے۔ دراصل عذاب کی تاخیر سے انہیں غلط فہمی ہوئی مگر اتنے میں مہلت کی گھڑی ختم ہوئی، رسولوں کی بات پوری ہوئی اور مجرم قوم پر عذاب مسلط ہو گیا، البتہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے ساتھ اہل ایمان کو بچا لیا۔

Marfat.com

لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ تَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱۔ بے شک ان قصوں میں عقل والوں کے لئے عبرت ہے، یہ قرآن ایسی بات نہیں جو گھڑ لی گئی ہو بلکہ یہ ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے اس قوم کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔[۹۰]

---

[۹۰] حضرت یوسف علیہ السلام، ان کے والدین اور بھائیوں کے واقعات میں اہل عقل کے لئے بڑی نصیحتیں ہیں۔ نیز جس تفصیل اور عمدگی کے ساتھ ان واقعات کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے اس طرح پہلی کسی کتاب میں بیان نہیں ہوا، لہٰذا یہ اس چیز کا واضح ثبوت ہے کہ قرآن مجید کسی انسان کی تیار کی ہوئی کتاب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، ہر ضروری چیز کی تفصیل بیان کرتا ہے، لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے مگر اس سے استفادہ وہی کرتے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں۔

فقیر:۔ محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم

سورہ یوسف کی تفسیر لکھنے کی ابتدا بروز بدھ ۲۰ دسمبر ۲۰۰۶ء مطابق ۲۸ ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ کی تھی

اور آج بروز جمعرات بعد از نماز عشاء ۱۸ جنوری ۲۰۰۷ء مطابق ۲۸ ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ

کو تیس دنوں میں تکمیل پذیر ہوئی۔ الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الرعد (۱۳)

یہ سورت مکی ہے مگر اس کی بعض آیات کا نزول ہجرت کے بعد ہوا اس لئے بعض کے نزدیک یہ سورت مدنی ہے۔ اس سورت کا نام ''رعد'' ہے کیونکہ اس کی ایک آیت میں رعد کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اس سورت میں مختلف طریقوں سے توحید، رسالت اور آخرت کو ثابت کیا گیا ہے اور ان کے متعلق پیدا ہونے والے شبہات کو دور کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱۱ میں قوموں کے عروج وزوال کا بنیادی اصول بیان کیا گیا ہے کہ جو قومیں اپنا احتساب کرتی ہیں، برائیاں چھوڑ کر اچھائیوں کی راہ اپناتی ہیں وہی کامیاب ہوتی ہیں، پھر آیت نمبر ۱۷ میں ارشاد ہوا کہ اس دنیا میں بقا اور استحکام اس قوم کو ملتا ہے جو لوگوں کے لئے نفع بخش ہو اور جب کوئی قوم اس صفت سے محروم ہوگی تو لوگوں میں احساسِ محرومی اور اختلاف پیدا ہوگا اور اس قوم کا زوال شروع ہو جائے گا۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے آج انسان کی زندگی اس قدر آرام دہ اور آسان بنادی ہے کہ ایک سو سال پہلے کوئی انسان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا مگر اس کے باوجود وہ بے چین اور مضطرب ہے اور ذہنی سکون کے لئے شراب اور ڈرگز کا سہارا لیتا ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر ۲۸ میں ارشاد ہوتا ہے کہ دلوں کو ابدی سکون اللہ تعالیٰ کے ذکر سے میسر آتا ہے۔

اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: یہ قرآن برحق ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا اور آخری آیت میں فرمایا: اگر کفارِ مکہ آپ کا انکار کرتے ہیں تو غمزدہ نہ ہوں آپ کی صداقت کے لئے صرف میری گواہی ہی کافی ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم
بروز منگل ۲۳ جنوری ۲۰۰۷ء
بمطابق ۳ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

Marfat.com

(ایاتہا ۴۳) (۱۳ سورۃ الرعد مدنیۃ ۹۶) (رکوعاتہا ٦)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۭ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ①

۱۔ الف لام میم را [۱] یہ کتاب (الٰہی) کی آیتیں ہیں، اور جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کی گئی ہے وہ برحق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ [۲]

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ②

۲۔ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا (جیسا کہ) تم انہیں دیکھ رہے ہو، پھر وہ (اپنی شان کے مطابق) عرش پر جلوہ فرما ہوا اور سورج اور چاند کو نظام کا پابند بنا دیا، ہر ایک اپنی مقررہ میعاد کے لئے گردش کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے وہ اپنی نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب سے ملاقات کا یقین کرلو۔ [۳]

---

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ ہو۔

[۲] یہ اس کتاب کی آیتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف نازل فرمائی۔ یہ کتاب برحق ہے، اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے لیکن اہل مکہ میں سے اکثر ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (تفسیر منیر) اور وہ اللہ تعالیٰ کو ہی نہیں مانتے تو اس کی بھیجی ہوئی کتاب کو کیسے مانیں گے؟ اس لئے بعد والی آیات میں اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایا جا رہا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں۔

[۳] اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر رکھا ہے، سورج اور چاند کو ایک نظام کا پابند بنا دیا ہے جس کے مطابق وہ سرگرم عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق عرش پر جلوہ گر ہے جس کی حقیقت ہمیں معلوم نہیں، تاہم مقصد یہ ہے کہ اس ساری کائنات کی بادشاہی اور حکمرانی کا واحد مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی تدبیر سے نظام کائنات چل رہا ہے۔ یہ اس کی توحید اور قدرت کی واضح نشانیاں ہیں تاکہ تمہیں آخرت کا یقین ہو جائے یعنی جس طرح وہ اس وسیع دنیا کو پیدا کر کے اس کا عجیب و غریب نظام چلا رہا ہے اسی طرح وہ اس کو فنا کر کے دوبارہ پیدا کرے گا جس میں ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔

Marfat.com

وَ هُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْهٰرًا ؕ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ③

۳۔ اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے، [۴] اور زمین میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو جوڑے بنائے، [۵] وہ رات سے دن کو ڈھانپ دیتا ہے، بے شک اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

[۴] آسمانی دلائل کے بعد اب زمینی نشانیوں کو بیان کیا جارہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلایا تاکہ تم اس میں چلو پھرو اور قیام کرو، پہاڑ بنائے تاکہ تم ان سے معدنیات حاصل کرو، دریا بنائے تاکہ تم فصلوں کو سیراب کرو اور رات کے ذریعہ دن کی روشنی کو چھپادیا تاکہ تم آرام کرو۔ بہرحال ان تمام چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور قدرت کی نشانیاں موجود ہیں اور جو ان میں غور وفکر کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتے ہیں۔

زمین کو پھیلانے کا یہ مطلب نہیں کہ زمین چپٹی ہے بلکہ زمین کرہ اور گیند کی طرح گول ہے جیسا کہ امام رازی رحمہ اللہ تعالی نے آج سے ۸۲۸ سال پہلے ۶۰۰ ہجری میں فرمایا: بیشک یہ بات دلائل سے ثابت ہو چکی ہے کہ زمین ایک کرہ ہے۔ (تفسیر کبیر) اور کرہ جب بہت بڑا ہو تو اس کی ہر سطح چپٹی نظر آتی ہے۔ (تفسیر کبیر) چونکہ کرۂ ارض بہت بڑا ہے اور اس کی ہر سطح چپٹی نظر آتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ظاہری حالت کا اعتبار کرتے ہوئے زمین کو پھیلانے کا لفظ استعمال فرمایا۔

[۵] پھلوں میں بھی جوڑے یعنی نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو چودہ سو سال پہلے کسی کو معلوم نہیں تھی اس لئے اس کی وضاحت ضروری ہے۔ تفصیل کے لئے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ملاحظہ کریں۔

نر اور مادہ خلیے

انسان اور دیگر جانوروں میں نر اور مادہ پائے جاتے ہیں اور ان کے جنسی عمل یعنی نر اور مادہ خلیوں کے اجتماع سے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اُنیسویں صدی میں جرمنی اور اٹلی کے سائنس دانوں نے ثابت کیا کہ انسانوں کی طرح نباتات میں بھی نر اور مادہ پائے جاتے ہیں اور جب تک یہ نر اور مادہ خلیے اکٹھے نہیں ہوتے تو بیج اور پھل نہیں بنتے۔

عمل تلقیح

جب کوئی پودا جوان ہوتا ہے تو اس پر پھول لگتے ہیں، ان پھولوں میں باریک باریک ذرّوں کی طرح نر اور مادہ خلیے ہوتے ہیں۔ بعض پھولوں میں صرف نر خلیے ہوتے ہیں جو کچھ عرصہ کے بعد خشک ہو کر گر جاتے ہیں ان سے پھل نہیں بنتے۔ کچھ پھولوں میں صرف مادہ خلیے ہوتے ہیں اور کچھ میں نر اور مادہ دونوں خلیے ہوتے ہیں۔ نر خلیہ کو Pollen کہتے ہیں اور پولن جب مادہ خلیے میں منتقل ہوتا ہے تو اس عمل کو Pollination کہتے ہیں اور اردو میں اس کو "پودوں کو بارآور کرنے کا عمل" اور عربی میں اس کو "عمل تلقیح" کہتے ہیں۔ عمل تلقیح اگر ایک ہی پھول میں یا ایک درخت کے پھولوں میں ہو تو اسے Self-pollination کہتے ہیں اور اگر دو درختوں کے

Marfat.com

پھولوں میں ہوتو اسے Cross- polliantion کہتے ہیں۔

عمل تلقیح کے دو طریقے

۱۔ پرندوں اور مکھیوں کے ذریعہ: جب پرندے اور مکھیاں پھولوں پر بیٹھتے ہیں تو Pollens ان کے بالوں اور جسموں کے ساتھ لگ جاتے ہیں اور جب یہی پرندے اور مکھیاں اسی قسم کے کسی اور پھول پر جاتے ہیں تو ان کے بالوں اور جسموں سے Pollens کو مادہ خلیے پکڑ لیتے ہیں۔

۲۔ ہوا کے ذریعہ: Pollens خشک ہو کر باریک باریک ذرّوں کی صورت میں ہوا میں اُڑ جاتے ہیں اور جب ہوا اس قسم کے پھولوں کے پاس سے گزرتی ہے تو مادہ خلیے اپنی قسم کے Pollens کو پکڑ لیتے ہیں۔ ایک پودا لاکھوں کی تعداد میں Pollens پیدا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر مکئی کا پودا دو کروڑ کے قریب Pollens پیدا کرتا ہے یعنی مکئی کا ایک نر پودا پورے شہر کے کھیتوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔

ہوا میں سینکڑوں قسم کے لاکھوں Pollens ہوتے ہیں جو بعض حالات میں وبائی امراض اور Hay Fever کا سبب بنتے ہیں۔ ان لاکھوں Pollens میں سے ہر پھول صرف اپنی جنس کے Pollens کو ہی پکڑتا ہے جیسے مقناطیس اپنی جنس کو پکڑتا ہے لکڑی کو نہیں پکڑتا۔ اسی طرح ہوا میں جملہ T.V. Stations کی نشریات موجود ہوتی ہیں مگر آپ کا ٹی وی صرف اسی T.V. Station کی نشریات کو پردہ سکرین پر دکھاتا ہے جس کا آپ بٹن دبائیں گے۔

اس ساری تفصیل سے دو نتیجے نکلتے ہیں:

(۱) نباتات میں نر اور مادّہ ہوتے ہیں اور ان کے جنسی عمل سے بیج اور پھل بنتے ہیں۔

(۲) اس جنسی عمل کا ایک ذریعہ ہوا ہے۔ یہ نظریہ اُنیسویں صدی میں دریافت ہوا۔ اس سے پہلے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نباتات میں بھی نر اور مادّہ ہوتے ہیں، مگر قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے نباتات کے متعلق فرمایا:

۱۔ اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے (نر اور مادّہ) بنائے تاکہ تم غور وفکر کرو۔ (قرآن: ۵۱:۴۹)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے پھلوں سے دو دو جوڑے (نر اور مادّہ) بنائے۔ (قرآن: ۱۳:۳)

۳۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا (نر اور مادّہ) پیدا فرمایا جنہیں زمین اُگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں کو بھی اور ان چیزوں کو بھی جنہیں ابھی وہ نہیں جانتے۔ (قرآن: ۳۶:۳۶)

۴۔ اور ہم بھیجتے ہیں ہواؤں کو باردار بنا کر۔ (قرآن: ۱۵:۲۲) جو درختوں کو باردار کرتی ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

سائنس ہزاروں تجربات کے بعد جس نتیجہ پر پہنچی ہے قرآن مجید نے چودہ سو سال قبل اس کا اعلان کر کے ثابت کر دیا کہ یہ انسانی کلام نہیں بلکہ اس زمین و آسمان اور ساری کائنات کے خالق حقیقی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، کیونکہ اس وقت روئے زمین پر کوئی ایسا سائنسدان نہیں تھا جس کو یہ علم ہو کہ ہوا پودوں میں Pollination کا سبب بنتی ہے۔

Marfat.com

وَ فِی الۡاَرۡضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّ زَرۡعٌ وَّ نَخِیۡلٌ صِنۡوَانٌ وَّ غَیۡرُ صِنۡوَانٍ یُّسۡقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ وَ نُفَضِّلُ بَعۡضَهَا عَلٰی بَعۡضٍ فِی الۡاُکُلِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۴﴾

۴۔ اور زمین میں (مختلف قسم کے) قطعات ہیں جو ایک دوسرے کے قریب ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں کچھ ایک جڑ سے نکلے ہوئے اور کچھ الگ الگ جڑوں سے (حالانکہ) ان کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ذائقہ میں بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں، بے شک اس میں عقل والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ [٦]

کھجوروں کا عمل تلقیح اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھجوروں کو پیوند لگاتے تھے (یعنی نر کھجور کو مادہ کھجور کے ساتھ ملاتے) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم یہ عمل کس لئے کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم اس طرح کرتے ہیں (تو پھل زیادہ ہوتا ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید تم ایسا نہ کرو تو زیادہ بہتر ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس عمل کو ترک کر دیا مگر اس سال کھجوروں کی پیداوار کم ہو گئی۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نقصان کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: میں صرف بشر ہوں (یعنی خدا نہیں ہوں) جب میں تمہارے دین کے متعلق کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو اور جب میں اپنی رائے سے تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو میں صرف بشر ہوں۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۳۶۲: کتاب الفضائل: باب ۳۸) اور دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی دنیا کے معاملات خود ہی بہتر جانتے ہو۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۳۶۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ جب پوری دنیا میں ہوائیں عمل تلقیح کا فریضہ سرانجام دے رہی ہیں تو صرف اہل مدینہ کیوں مشقت اٹھا رہے ہیں، مگر اس سال پھل کم ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ درخت کئی سالوں سے اس دستی عمل تلقیح کے عادی ہو چکے تھے اور ان کو اپنی طبعی حالت پر آنے کے لئے کچھ وقت درکار تھا جیسے علامہ خفاجی لکھتے ہیں کہ اگر وہ صبر کرتے اور ایک یا دو سال تک نقصان برداشت کرتے تو وہ درخت اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ جاتے اور زیادہ پھل دیتے۔ (نسیم الریاض شرح شفا: جلد ۴: ص ۲۵۶) لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ وہ اپنے سابقہ تجربہ پر مطمئن ہیں اور اس وقت ان کو سائنس کی یہ باریک بینی سمجھانی قبل از وقت ہے تو آپ نے فرمایا: دنیا کے معاملات تم خود بہتر جانتے ہو۔ نیز اس چیز کا تعلق شرعی احکام سے نہیں تھا اس لئے اس پر عمل کرنا اور نہ کرنا ان کی مرضی پر چھوڑ دیا۔

[٦] زمین کے مختلف حصے ہیں جو ایک دوسرے کے بالکل قریب ہیں مگر خاصیات کے اعتبار سے بالکل مختلف ہیں۔ کچھ حصے زرخیز ہیں جو اچھی فصل دیتے ہیں اور کچھ حصے بنجر ہیں جو بیج بھی ضائع کر دیتے ہیں حالانکہ زمین کی طبیعت ایک ہے اور اس کی پیداوار بھی ایک جیسی ہونی چاہیے تھی مگر یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت کے پیش نظر مختلف ہے، پھر زمین میں انگوروں کے باغ ہیں، کھیتیاں ہیں، کھجوروں کے کچھ

Marfat.com

وَ اِنۡ تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ الۡاَغۡلٰلُ فِیۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۵﴾

۵۔ اور اگر آپ تعجب کریں تو ان کا یہ قول بھی عجیب ہے کہ کیا جب ہم (مرکر) مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کئے جائیں گے؟ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا اور انہی کی گردنوں میں طوق ہوگا اور یہی جہنمی ہیں، وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ [۷]

وَ یَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالسَّیِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ وَ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمُ الۡمَثُلٰتُ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلۡمِهِمۡ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَشَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۶﴾

۶۔ اور یہ لوگ بھلائی (بخشش) سے پہلے آپ سے برائی (عذاب) طلب کرنے میں جلدی کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے (نزولِ عذاب کی) کئی مثالیں گزر چکی ہیں، اور بے شک آپ کا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود ان کو بخشنے والا بھی ہے اور بے شک آپ کا رب سخت عذاب دینے والا بھی ہے۔ [۸]

درخت اکٹھے ہیں اور کچھ الگ الگ اور ان سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے مگر ان سب کے ذائقے مختلف ہیں۔ اسی طرح سب انسانوں کی اصل ایک حضرت آدم علیہ السلام ہیں مگر اولادِ آدم کے مزاج، رنگ اور خصائل مختلف ہیں۔

[۷] اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کی واضح نشانیوں کے بعد قیامت کا انکار کرنا اور یہ کہنا کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر از سر نو کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ یہ واقعی بڑی عجیب بات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ مخلوق کو بغیر مادّہ کے صرف لفظ کن سے پیدا فرما دیا تو اسے دوسری دفعہ مٹی سے پیدا کرنے میں کون سی دشواری ہوگی مگر ان کا آخرت سے انکار کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا انکار ہے، اس لئے قیامت کے دن ان کی گردنوں میں اللہ تعالیٰ کے انکار کا طوق ڈال کر انہیں جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

[۸] ہر نبی علیہ السلام نے منکرین کو بتایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے تو تم پر اپنے مقررہ وقت پر عذاب آئے گا اور جب منکر قوموں نے عذاب کا مطالبہ کیا تو ان میں سے بعض کو تو فوراً ہلاک کر دیا گیا جیسے عاد و ثمود کی تباہ شدہ بستیاں تم جانتے ہو۔ ان مثالوں کے باوجود کفارِ مکہ نے بھی یہی مطالبہ کیا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو وہ عذاب جلدی لے آئیں کیونکہ وہ آپ کو نبی نہیں مانتے تھے۔ اس کے جواب میں قرآن نے فرمایا: لوگوں کے ظلم و گناہ کے باوجود اللہ تعالیٰ عذاب میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ مہلت دیتا ہے تاکہ وہ توبہ کر کے مغفرت حاصل کر لیں اور بعض دفعہ تو اتنی ڈھیل دیتا ہے کہ معاملہ قیامت پر چھوڑ دیتا ہے اور اگر وہ فوراً گرفت کرنے پر آجائے تو روئے زمین پر کوئی انسان باقی نہ رہے جیسا کہ قرآن میں ہے: ''اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب (فوراً) گرفت کرنے لگتا تو روئے زمین پر کوئی جاندار نہ چھوڑتا۔'' (قرآن: ۳۵:۴۵) کیونکہ انسان سے خطا ہو جاتی ہے اور اگر فوراً عذاب کا نظام نافذ کر دیا جاتا تو سارے انسان ہلاک ہو چکے ہوتے۔

Marfat.com

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ

۷۔ اور کافر کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اُتاری گئی؟ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں[۹]

[۹] منکرین نے کئی معجزات دیکھے مثلاً آپ کی لاجواب سیرت اور قرآن مجید کی ہر آیت اپنے الفاظ و معانی کے اعتبار سے ایک لاجواب معجزہ ہے مگر اس کے باوجود وہ نئے نئے معجزات کا مطالبہ کرتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ ہر روز تمہارے منہ مانگے معجزات دِکھاتا رہوں بلکہ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تمہیں ہدایت کا راستہ دکھاؤں اور ان کاموں سے ڈراؤں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے دیگر چند مشہور معجزات

۱۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مکہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا، ہم مکہ کے بعض اطراف کی طرف نکلے، راستے میں جو درخت یا پہاڑ نبی کریم ﷺ کے سامنے آتا وہ کہتا تھا: السلام علیک یا رسول اللہ۔ اے اللہ تعالیٰ کے رسول! آپ پر سلام ہو۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۶۲۶: ابواب المناقب: باب ۶)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہا: میں کیسے پہچانوں کہ آپ یقیناً نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر میں اس کھجور کے اس خوشہ کو بلاؤں (اور وہ یہاں آجائے) تو پھر کیا تو گواہی دے گا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے اس خوشے کو بلایا تو وہ خوشہ درخت سے اُترا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آکر گر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لوٹ جا تو وہ لوٹ گیا اور وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔

(ترمذی: حدیث نمبر ۳۶۲۸: ابواب المناقب: باب ۶)

۳۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن مسلمانوں کو پیاس لگی اور نبی کریم ﷺ کے سامنے پانی کا ایک برتن تھا جس سے آپ نے وضو کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے پاس فریاد کرتے ہوئے آئے۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: ہمارے پاس کوئی پانی نہیں ہے جس کو ہم پی سکیں یا جس سے ہم وضو کر سکیں سوا اس پانی کے جو آپ کے سامنے ہے، پس نبی کریم ﷺ نے اس برتن میں ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی اس طرح تیزی سے نکلنے لگا جس طرح چشموں سے نکلتا ہے، سو ہم نے اس پانی کو پیا اور اس سے وضو کیا۔ راوی نے پوچھا: تم کتنے لوگ تھے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہو جاتا، اس وقت ہم پندرہ سو تھے۔ (بخاری: حدیث نمبر ۳۵۷۶: کتاب المناقب: باب ۲۵)

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ میں قحط پڑ گیا، رسول اللہ ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ! بھیڑ بکریاں اور مویشی ہلاک ہو گئے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے، آپ ﷺ نے ہاتھ پھیلائے اور دعا کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس وقت آسمان شیشے کی طرح صاف تھا، پھر ایک دم ہوا چلی اور بادل جمع ہوئے اور بارش ہونے لگی، پھر ہم پانی میں چلتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس آئے اور اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی اور جمعہ کے دوران وہی شخص تھا یا کوئی اور شخص تھا، اس نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ!

Marfat.com

وَّلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ ۧ اور ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہیں۔ [۱۰]

گھر گر گئے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو روک لے۔ چنانچہ آپ مسکرائے اور بارش سے فرمایا: ہمارے گرد و پیش ہو اور ہم پر نہ ہو، پھر میں نے بادلوں کی طرف دیکھا تو وہ مدینہ سے دور ہٹ گئے تھے۔

(بخاری: حدیث نمبر ۳۵۸۲: کتاب المناقب: باب ۲۵)

۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھجور کے ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے، انصار کی ایک عورت یا مرد نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ کے لئے منبر نہ بنادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو (تو بنادو)، انہوں نے آپ کے لئے منبر بنادیا۔ اگلے جمعہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ کھجور کا وہ ستون اس طرح چیخ چیخ کر رونے لگا جیسے بچہ چیخ کر روتا ہے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اُترے اور اس ستون کو اپنے گلے لگایا تو وہ اس طرح رو رہا تھا جس طرح بچہ سسکیاں لے کر روتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ اس لئے رو رہا تھا کہ وہ اس ذکر کو سنتا تھا جو اس کے پاس کیا جاتا تھا۔

(بخاری: حدیث نمبر ۳۵۸۴: کتاب المناقب: باب ۲۵)

۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں خندق کھودی جارہی تھی، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سخت بھوک کے آثار دیکھے، میں نے اپنی بیوی سے کہا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سخت بھوک کے آثار دیکھے ہیں۔ اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع (چار کلو) جو تھے اور ہمارے پاس ایک بکری کا بچہ تھا۔ میں نے اس کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیسے اور میں نے گوشت کی بوٹیاں دیگچی میں ڈالیں، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس جانے لگا تو میری بیوی نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور چپکے سے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ہمارے پاس تھوڑے سے جو تھے جو ہم نے پیس لئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اور جو اصحاب آپ کے ساتھ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا: اے اہل خندق! جابر رضی اللہ عنہ نے تمہارے لئے کھانا تیار کیا ہے، چلو اس کے گھر، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی دیگچی چولہے سے نہ اُتارنا اور میرے پہنچنے تک تم اپنے آٹے سے روٹی پکانا شروع نہ کرنا، پس میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کو لے کر آگئے۔ بیوی نے کہا: یہ تم نے کیا کیا ہے؟ میں نے کہا: میں نے وہی کیا ہے جو تم نے کہا تھا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آٹا پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آٹے میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دُعا دی، پھر گوشت والی دیگچی میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا دی، پھر آپ نے فرمایا: روٹی پکانے والی کو بلاؤ وہ میرے سامنے روٹیاں پکائے اور اپنی دیگچی سے سالن پیالوں میں ڈالو اور اس کو چولہے سے مت اُتارنا۔ اصحاب خندق کی تعداد ایک ہزار تھی۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان سب نے کھانا کھایا اور بقیہ کھانا چھوڑ کر چلے گئے اور ہماری دیگچی اسی طرح جوش میں تھی اور ہمارے آٹے سے اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔

(بخاری: حدیث نمبر ۴۱۰۲: کتاب المغازی: باب ۲۹)

[۱۰] اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے ہر قوم کے نبی اور رہنما ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی طرف نبی یا اس کی دعوت کو پھیلانے والا کوئی ہادی بھیجا، لہٰذا ہر قوم کی طرف نبی یا اس کے نائب کی حیثیت سے کوئی ہادی آیا تھا،

Marfat.com

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸	۸۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ اپنے پیٹ میں اُٹھاتی ہے اور رحموں میں جو کمی اور بیشی ہوتی ہے (اس کو بھی جانتا ہے)، اور اس کے نزدیک ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے۔[۱۱]
عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹	۹۔ وہ ہر غیب اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے، سب سے بڑا بلند رتبے والا ہے۔
سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝۱۰	۱۰۔ تم میں سے کوئی آہستہ بات کرے یا بلند آواز سے، وہ رات کو چھپ جائے یا دن کو چل رہا ہو (اللہ تعالیٰ کے لئے سب) برابر ہیں۔[۱۲]
لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا	۱۱۔ انسان کے لئے یکے بعد دیگرے آنے والے (فرشتے) ہیں جو اس کے آگے اور اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں،[۱۳] بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ لوگ اپنے آپ میں

یہ الگ بات ہے کہ وہ قومیں اپنے نبی کی ہدایت پر قائم رہیں یا اس ہدایت کو چھوڑ بیٹھیں۔

[۱۱] ماں کے پیٹ میں جب بچے کی تخلیق کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور اس کی صحت اور مدتِ حمل میں جو کمی بیشی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان سب کیفیات کو جانتا ہے۔ اس نے ہر کیفیت کے لئے ایک مدت مقرر کر رکھی ہے اور وہ اسی کے مطابق معرضِ وجود میں آتی ہے۔ نیز بچے کے مستقبل کے بارے میں بھی وہی بہتر جانتا ہے کہ یہ بچہ دنیا میں کتنا عرصہ زندہ رہے گا، اس کا رزق کتنا ہوگا، یہ کون سے نیک عمل اور کون سے برے کام کرے گا۔

[۱۲] تم میں سے کوئی آہستہ بات کرے یا بلند آواز سے، وہ رات کی تاریکی میں ہو یا دن کے اُجالے میں ہو، اللہ تعالیٰ کے لئے سب یکساں ہیں کوئی چیز اس سے مخفی نہیں رہ سکتی کیونکہ وہ ہر غیب اور ہر ظاہر کو خوب جانتا ہے۔

[۱۳] اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو باری باری ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں۔ دن کے فرشتے جاتے ہیں تو شام کے آجاتے ہیں، شام کے جاتے ہیں تو دن کے آجاتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی) ان میں سے بعض اس کے افعال لکھتے ہیں اور بعض ان مصائب کو دفع کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اس بندہ کو بچانا چاہتا ہے، لیکن جو مصیبت اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کے تحت اس کے لئے مقدر کر رکھی ہے جب اس کا وقت آجاتا ہے تو یہ فرشتے اس انسان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

Marfat.com

لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝۱۱

تبدیلی پیدا نہیں کرتے، [۱۴] اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی اسے ٹال نہیں سکتا اور نہ ہی ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی مددگار ہوتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝۱۲

۱۲۔ وہی ہے جو تمہیں (کبھی) ڈرانے اور (کبھی) امید دلانے کے لئے بجلی کی چمک دکھاتا ہے اور بھاری بادل اُٹھاتا ہے۔ [۱۵]

وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا

۱۳۔ اور رعد (بادلوں پر متعین فرشتہ) اور (دیگر تمام) فرشتے اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں،

انسان پر مصائب کیوں آتے ہیں، یہ کبھی تو محض آزمائش کے لئے بھیجے جاتے ہیں اور کبھی انسان کی اپنی کوتاہیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں جس کی ایک مثال اگلے حاشیہ میں ملاحظہ کریں۔

[۱۴] اللہ تعالیٰ عدلِ مطلق ہے۔ اس کی طرف سے کسی ظلم و زیادتی کا امکان ہی نہیں اور جب کوئی قوم جدوجہد کر کے عروج کی منزل پر جلوہ گر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو بلاوجہ ذلیل نہیں فرماتا بلکہ اس کے زوال کی ابتدا اس وقت ہوتی ہے جب وہ عملی جدوجہد سے غافل ہو جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس غفلت کی سزا دینے کا ارادہ فرماتا ہے تو پھر نہ کوئی اس سزا کو ٹال سکتا ہے اور نہ کوئی اس قوم کی مدد کر سکتا ہے۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

لہٰذا زوال پذیر قوم کے دوبارہ عروج کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ اپنی غفلت سے پکی توبہ کرے اور عملی جدوجہد میں دن رات ایک کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہدایت کے راستے اسی قوم کو دکھاتا ہے جو حق کے لئے جہاد کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے۔ (قرآن: ۶۹:۲۹)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

[۱۵] اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دو ایسی نشانیوں کا ذکر ہے جو بیک وقت امید اور خوف کی کیفیت پیدا کرتی ہیں یعنی جب بجلی چمکتی ہے تو بارش کے آنے کی امید ہوتی ہے اور ڈر بھی لگتا ہے کہ کہیں بجلی گر کر ہلاکت کا سبب نہ بن جائے۔ اسی طرح پانی سے بھرے ہوئے بادل دیکھ کر بارانِ رحمت کی امید ہوتی ہے اور ڈر بھی لگتا ہے کہ کہیں کثرتِ بارش سے سیلاب نہ آ جائے۔ اس سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پر امید اور اس کے غضب سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

Marfat.com

مَنۡ یَّشَآءُ وَهُمۡ یُجَادِلُوۡنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِیۡدُ الۡمِحَالِ ﴿۱۳﴾

[۱۶] اور وہ کڑک کی بجلیاں بھیجتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے ان کو گرا دیتا ہے اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں، [۱۷] اور وہ سخت گرفت کرنے والا ہے۔

لَهٗ دَعۡوَةُ الۡحَقِّ ؕ وَالَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ لَا یَسۡتَجِیۡبُوۡنَ لَهُمۡ بِشَیۡءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّیۡهِ اِلَی الۡمَآءِ لِیَبۡلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الۡكٰفِرِیۡنَ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اسی کو پکارنا حق ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو پکارتے ہیں وہ انہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے، ان کی مثال تو صرف اس شخص کی طرح ہے جو پانی کی طرف اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلائے تاکہ پانی (خود) اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں ہے،

[۱۶] بجلی کی کڑک ہو یا نور کے فرشتے سبھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی حمد وثنا کرتے ہیں، حالانکہ وہ گناہ اور نافرمانی کرنے سے معصوم ہیں۔ اس میں بنی نوع انسان کے لئے درسِ عبرت ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈریں اور اس کی حمد وثنا کثرت سے کریں۔

[۱۷] اللہ تعالیٰ اپنے منکروں کو ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں لیکن اگر وہ کسی کو اسی دنیا میں سزا دینا چاہے تو اس کی گرفت اتنی سخت ہے کہ منکرین جب اللہ تعالیٰ کے بارے میں اُلٹی سیدھی باتیں کر رہے ہوتے ہیں تو عین اُسی حالت میں ان پر اچانک بجلی گرا کر انہیں ہلاک کرسکتا ہے۔ اس قسم کا ایک واقعہ ملاحظہ کریں:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ایک نہایت سرکش کافر کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھیجی تو وہ کافر کہنے لگا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب کون ہے جس کی طرف تم مجھے دعوت دیتے ہو۔ کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا یا لوہے کا یا تانبے کا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی یہ بات گراں گزری اور انہوں نے واپس جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ہم نے اس سے زیادہ سرکش اور اس سے بڑا اللہ تعالیٰ کا منکر کبھی نہیں دیکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سرکش کے پاس پھر جاؤ۔ اس نے پھر وہی گفتگو کی اور مزید یہ کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کر کے ایسے رب کو مان لوں جسے نہ میں نے دیکھا اور نہ پہچانا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھر واپس آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس دفعہ تو اس نے پہلے سے بھی زیادہ خبیث باتیں کہی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سرکش کے پاس پھر جاؤ۔ یہ حضرات پھر اس کے پاس گئے۔ جب یہ حضرات اس کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور وہ پہلے کی طرح خبیث باتیں کر رہا تھا اسی اثنا میں ایک بادل ان کے اوپر آیا، اس سے کڑک پیدا ہوئی اور بجلی چمکی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں بجلی گری اور اس کافر کو جلا دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس لوٹے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دیں تو راستے میں انہیں کچھ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ملے اور انہوں نے کہا: کیسے وہ سرکش شخص جل گیا تو انہوں نے پوچھا: تم کو اس سرکش کے جلنے کا کیسے علم ہوا؟ تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی بھیجی ہے۔ (تفسیر خازن)

Marfat.com

اور کافروں کی پکار گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔[۱۸]

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۩

۱۵۔ اور آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سجدہ کرتی ہیں بعض خوشی سے اور بعض مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح وشام (اُسی کے سامنے سجدہ ریز ہیں)۔[۱۹]

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ڏ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ڬ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ

۱۶۔ آپ (ان سے) پوچھیے کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ آپ ہی فرما دیجئے: اللہ تعالیٰ، آپ فرمائیے: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے مددگار بنا لئے ہیں جو اپنے لئے بھی کسی نفع اور کسی نقصان کے مالک نہیں ہیں، آپ (ان سے) پوچھیے: کیا اندھا اور بینا برابر ہوتے ہیں یا کیا تاریکیاں اور روشنی برابر ہوتی ہیں،[۲۰] یا انہوں نے

---

[۱۸] اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کو پکارنا ہی حقیقی دُعا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کی عبادت کرتے ہیں یا اُن کو پکارتے ہیں وہ گمراہی کا شکار ہیں کیونکہ وہ معبود انہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ ان کی مثال اس پیاسے شخص کی طرح ہے جو کنویں کے کنارے پر کھڑا ہے اور بغیر رسی اور ڈول کے پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر پانی کی خوشامد کرتا ہے کہ میں پیاسا ہوں تو مہربانی کر اور میرے منہ میں آجا تاکہ میں اپنی پیاس بجھا سکوں حالانکہ پانی میں دیکھنے اور کسی کی فریاد سننے اور اس کی مدد کرنے کی طاقت نہیں، لہٰذا وہ ساری زندگی پانی کو پکارتا رہے پانی اس کی فریاد کو پہنچنے والا نہیں ہے۔ اسی طرح ان باطل معبودوں میں بھی فریاد رسی کی طاقت نہیں ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو یہ سمجھ کر پکارنا کہ وہ غیر مستقل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے اِذن سے بندوں کی مدد کرتے ہیں تو یہ جائز ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا تم میں سے کسی کو مدد کی ضرورت ہو اور وہ ایسی جگہ پر ہو جہاں اس کا کوئی دوست نہیں ہے تو وہ اس طرح پکارے: اے اللہ تعالیٰ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ تعالیٰ کے بندو! میری مدد کرو، بے شک ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے موجود ہوتے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھ سکتے۔

(معجم کبیر: طبرانی: جلد ۱۷: ص ۱۱۸)

[۱۹] سجدے سے مراد اطاعت میں جھکنا اور سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے لئے ایک نظامِ فطرت نافذ کر رکھا ہے اور زمین و آسمان کی تمام چیزیں خود بھی اور ان کے سائے بھی اس نظام کے تابع ہیں۔ بعض خوشی سے اس نظامِ فطرت کے سامنے جھک جاتے ہیں اور بعض کو مجبوراً جھکنا پڑتا ہے۔ جیسے موت کے وقت اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تو خوشی سے اس کو قبول کر لیتے ہیں اور جو مرنا پسند نہیں کرتے انہیں بھی مجبوراً موت کو قبول کرنا ہی پڑتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نظامِ فطرت اسی طرح قائم ہے۔

[۲۰] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے کفارِ مکہ سے پوچھا کہ زمین و آسمانوں کا رب کون ہے؟ پھر خود ہی فرما دیا کہ ان کا رب اللہ تعالیٰ

Marfat.com

شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

اللہ تعالیٰ کے لئے ایسے شریک بنائے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی طرح کوئی مخلوق پیدا کی ہے کہ اس کی وجہ سے ان پر تخلیق کا معاملہ مشتبہ ہو گیا ہو؟ [۲۱] آپ فرمایئے: اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ایک ہے، سب پر غالب ہے۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَ مِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَ الْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي

۱۷۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا، پس ندی نالے اپنی گنجائش کے مطابق بہہ نکلے اور سیلاب کی رو نے اُبھرا ہوا جھاگ اُٹھا لیا اور جن چیزوں کو وہ زیور یا دوسرا سامان بنانے کے لئے آگ میں تپاتے ہیں اس پر بھی ویسا ہی جھاگ اُٹھتا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثالیں بیان فرماتا ہے، [۲۲] پس جھاگ تو رائیگاں چلا جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کو نفع دیتی ہے وہ زمین میں باقی رہتی ہے،

ہے۔ کفار مکہ اس کا انکار نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ان کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ زمین و آسمان کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مانتے ہو کہ زمین و آسمان کا رب اللہ تعالیٰ ہے تو پھر تم نے ان بے شمار باطل معبودوں کو اپنا مددگار کیوں بنا رکھا ہے جو اپنے لئے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں تو تمہیں کیا نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ یہ دن کی طرح ایسی روشن دلیل ہے جس کا کوئی اندھا ہی انکار کر سکتا ہے جس کو دن کی روشنی نظر نہیں آتی۔ اب تم خود ہی بتاؤ کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں یا کیا کفر کی تاریکیاں اور ہدایت کا نور برابر ہو سکتے ہیں؟

[۲۱] یعنی تم ان بے اختیار معبودوں کو خدا کا شریک کیوں بناتے ہو؟ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی طرح کوئی مخلوق پیدا کی ہے جس کو دیکھ کر تمہیں یہ شبہ پڑ گیا ہو کہ شاید یہ بھی خدا ہیں؟ حالانکہ یہ سارے مل کر ایک مکھی یا ایک مچھر بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ جب ان کی بے بسی اور بے چارگی کا یہ عالم ہے تو پھر یہ خدا کے شریک کیسے بن سکتے ہیں، لہٰذا حقیقت صرف یہی ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ ایک ہے اور سب پر غالب ہے۔

[۲۲] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کا فرق سمجھانے کے لئے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ جب موسلا دھار بارش ہوتی ہے، سارے ندی نالے اپنی اپنی گنجائش کے مطابق پانی سے لبریز ہو جاتے ہیں، پھر جب سیلاب کی صورت میں پانی تیزی سے بہتا ہے تو راستے میں آنے والا سارا خس و خاشاک جھاگ کی صورت میں پانی کے اوپر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح زیور اور دیگر سامان بنانے کے لئے جب سونا چاندی اور دیگر دھاتوں کو پگھلایا جاتا ہے تو ان کا میل کچیل بھی جھاگ کی صورت میں اوپر تیرنے لگتا ہے اور بعض

Marfat.com

الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴿۱۷﴾

[۲۳] اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان فرماتا ہے۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰی ؔ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مان لیا ان کے لئے بھلائی ہے اور جن لوگوں نے اس کا حکم نہیں مانا اگر ان کے پاس روئے زمین کے تمام خزانے اور اس کے ساتھ اتنے اور بھی ہوں تو وہ (عذاب سے بچنے کے لئے) ان کو فدیہ میں دے دیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کا حساب برا ہوگا اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہوگا۔ [۲۴]

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ بھلا جو شخص یہ جانتا ہے کہ آپ کے رب کی جانب سے جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھا ہو؟ صرف وہی لوگ نصیحت قبول کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔ [۲۵]

دفع یہ جھاگ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ اس کے نیچے پانی اور سونا چاندی نظر بھی نہیں آتے لیکن یہ جھاگ بے کار اور ناپائیدار ہوتا ہے اور جلد زائل ہو جاتا ہے یا زائل کر دیا جاتا ہے۔ بعد میں اصل پانی رہ جاتا ہے جو زمین کو سرسبز و شاداب بناتا ہے اور اصل سونا چاندی رہ جاتے ہیں جو زیورات کے کام آتے ہیں۔ اس مثال میں پانی اور دھاتوں سے مراد حق ہے جو باقی رہتا ہے اور لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور جھاگ سے مراد باطل ہے جو پانی اور دھاتوں کے اوپر چھایا رہتا ہے لیکن وہ پائیدار نہیں ہوتا بالآخر زائل ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کبھی باطل حق پر چھا جاتا ہے مگر آخرکار باطل زائل ہو جاتا ہے اور حق باقی رہتا ہے۔

[۲۳] یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک فطری اُصول بیان فرمایا ہے کہ جو چیز نفع بخش ہوتی ہے وہ باقی رہتی ہے اور جو چیز بے سود ہوتی ہے وہ فنا ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے تنازع للبقاء (struggle for existence) میں بقائے اصلح (survival of the fittest) کا قانون بیان کر دیا تھا۔ حکومتوں اور افراد کے عروج و زوال میں بھی یہی اصول کارفرما ہے۔ جو حکومتیں لوگوں کے لئے نفع بخش ہوں وہ قائم رہتی ہیں اور جو نفع بخش نہ ہوں وہ آخرکار ناکام ہو جاتی ہیں۔

[۲۴] جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ان کے لئے آخر میں بھلائی ہوگی اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کر دیا ان کا ٹھکانا جہنم اور ان کا حساب بہت سخت ہوگا اور وہ اگر روئے زمین کے تمام خزانوں سے دگنا مال بھی بطورِ فدیہ دے کر عذاب سے بچنا چاہیں گے تو یہ ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی مزید تفسیر کے لئے سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر ۹۱ اور حاشیہ نمبر ۷۴ ملاحظہ کریں۔

[۲۵] ایک شخص یقین رکھتا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا ہے اور وہ اس قرآن مجید کی روشنی میں صراط

Marfat.com

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور پختہ عہد کو نہیں توڑتے ہیں۔[۲۶]

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور جو لوگ ان رشتوں کو جوڑے رکھتے ہیں جن کو جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے[۲۷] اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور برے حساب سے خائف رہتے ہیں۔[۲۸]

وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ

۲۲۔ اور جو لوگ اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لئے صبر کرتے ہیں[۲۹] اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ

مستقیم پر گامزن ہے اور دوسرا شخص قرآن مجید کا انکار کرتا ہے اور اندھوں کی طرح گمراہی کی تاریکیوں میں سرگرداں ہے تو ظاہر ہے یہ دونوں ایک جیسے تو نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ یہ فرق بالکل واضح ہے مگر اس کو عقل سلیم والے ہی سمجھ سکتے ہیں اور جن لوگوں کی عقلوں پر غفلت اور تعصب کے پردے ہیں وہ اس فرق کو نہیں سمجھ سکتے۔

[۲۶] یہاں سے لے کر آیت نمبر ۲۴ تک صاحبانِ عقل سلیم یعنی اہل ایمان کی صفات بیان کی گئی ہیں، ان کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں یعنی اس کے ساتھ جو بندگی اور اطاعت کا وعدہ ہے اس کو پورا کرتے ہیں اور دوسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنے وعدوں کو نہیں توڑتے یعنی چاہے وہ وعدے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقوق اللہ کے حوالے سے ہوں یا بنی نوع انسان کے ساتھ حقوق العباد کے حوالے سے ہوں، ان کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

[۲۷] اہل ایمان کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنے والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو صلہ رحمی کے بدلے میں صلہ رحمی کرے بلکہ اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ اگر اس سے قطع رحمی کی جائے تو پھر بھی وہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری: حدیث نمبر ۵۹۹۱: کتاب الادب: باب ۱۵) صلہ رحمی کی فضیلت اور قطع رحمی کی ممانعت کے متعلق سورہ نساء (۴) کا حاشیہ نمبر ۳، ۵۱ اور ۵۲ ملاحظہ کریں۔

[۲۸] اہل ایمان کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے ڈرتے ہیں کہ ان سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو اور ان کی پانچویں صفت یہ ہے کہ قیامت کے سخت حساب سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی پوری کوشش کرتے ہیں تاکہ حساب کے وقت پشیمانی نہ ہو۔

[۲۹] اہل ایمان کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے صبر کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور اس کی

Marfat.com

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾	کرتے ہیں [۳۰] اور نیکی کے ذریعہ برائی کو دور کرتے ہیں، [۳۱] ان ہی لوگوں کے لئے آخرت کا (اچھا) گھر ہے۔
جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ	۲۳۔ ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد

نافرمانی سے بچنے کے لئے جو مشکلات پیش آئیں یا کسی بیماری، تکلیف اور آزمائش میں مبتلا ہو جائیں تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے ان پر صبر کرتے ہیں۔ صبر سے مراد وہ صبر ہے جو ابتدائے صدمہ میں ہو اور اختیاری ہو کیونکہ کچھ عرصہ بعد تو ہر ایک کو مجبوراً صبر آجاتا ہے، اس کی کوئی فضلیت نہیں ہے۔

[۳۰] اہل ایمان کی ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور آٹھویں صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق سے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ حالات کے مطابق کبھی پوشیدہ خرچ کرتے ہیں تاکہ لینے والے کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو اور کبھی اعلانیہ خرچ کرتے ہیں تاکہ دوسروں کو بھی ترغیب ہو۔ اس کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ (۲) کا حاشیہ نمبر ۶ اور ۲۳۲ ملاحظہ کریں۔

[۳۱] اہل ایمان کی نویں صفت یہ ہے کہ وہ نیکی کے ذریعہ برائی کو دور کرتے ہیں کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں جیسا کہ احادیث میں آتا ہے:

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور برائی کے بعد کوئی نیکی کرو جو اس برائی کو مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۱۹۸۷: ابواب البر: باب ۵۵)

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص گناہوں کے بعد نیکیاں کر لیتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کوئی اتنی تنگ زرہ پہن رکھی ہو جس سے اس کا دم گھٹ رہا ہو (یعنی اتنے گناہ کئے کہ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا)، پھر اس نے ایک نیکی کر لی تو زرہ کی ایک کڑی ٹوٹ گئی، پھر اس نے دوسری نیکی کی تو دوسری کڑی ٹوٹ گئی (اس طرح نیکیاں کرتے کرتے سب کڑیاں ایک کے بعد ایک ٹوٹ گئیں) یہاں تک کہ زرہ زمین پر گر پڑی۔ (مسند احمد: جلد ۴: ص ۱۴۵)

۳۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: جب تم سے کوئی برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کر لو تو وہ گناہ کو مٹا دے گی۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا لا الٰہ الا اللہ بھی نیکی ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ سب سے افضل نیکی ہے۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۱۶۹) اس کی مزید تشریح کے لئے سورہ انعام (۶) کا حاشیہ نمبر ۱۴۱ اور سورہ ہود (۱۱) کا حاشیہ نمبر ۹۴ ملاحظہ کریں۔

اس کا ایک معنیٰ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو ان کے ساتھ سخت کلامی، کنجوسی اور زیادتی کرتا ہے وہ اس کے ساتھ خوش کلامی، فیاضی اور حسن سلوک کا برتاؤ کرتے ہیں اور اسے معاف کر دیتے ہیں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو اور نبی کریم ﷺ نے

Marfat.com

یَدۡخُلُوۡنَ عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ کُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سے جو صالح ہوں گے، [۳۲] اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس داخل ہوں گے۔

اہل مکہ کو معاف کر دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر انہیں محروم کیا جائے تو وہ عطا کرتے ہیں اور جب ان پر ظلم کیا جائے تو وہ درگزر کرتے ہیں اور اگر ان کے ساتھ قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی)

یہاں پر امام رازی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت شقیق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ایک اجنبی کی حیثیت سے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے تو حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ وہ بلخ سے آیا ہے۔ تو حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کیا تم حضرت شقیق کو جانتے ہو؟ تو حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہاں میں جانتا ہوں تو حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: اس کے اصحاب کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: جب ان پر تنگدستی آئے تو صبر کرتے ہیں اور جب خوشحالی آئے تو شکر ادا کرتے ہیں، تو حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارے کتے بھی ایسا ہی کرتے ہیں (یعنی جب ہم انہیں کھانے کو دیں تو شکر ادا کرتے ہوئے کھالیتے ہیں اور اگر ہم انہیں کچھ نہ دیں تو صبر کرتے ہیں) تو حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: تو پھر انہیں کیا کرنا چاہیے؟ تو حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کامل لوگ وہ ہیں جب ان پر تنگدستی آئے تو وہ شکر کرتے ہیں اور جب خوشحالی آئے تو ایثار کرتے ہیں یعنی غریبوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

[۳۲] گذشتہ آیات میں جن کامل اہل ایمان کا ذکر کیا گیا ہے اب ان کے اجر عظیم کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دائمی جنتوں میں داخل فرمائے گا اور ان کے آباء واجداد، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو صالح ہوں گے ان کو بھی دائمی جنتوں میں داخل فرمائے گا۔ علامہ ثناءاللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کامل اہل ایمان کے آباء واجداد، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد کو بھی بشرطیکہ وہ اہل ایمان ہوں، ان کاملین کے درجات پر فائز کر دے گا اگرچہ وہ اپنے اعمال کے لحاظ سے ان درجات کے اہل نہ ہوں مگر ان کاملین کی عزت افزائی اور ان کی تسکین قلوب کے لئے ان کو اکٹھا کر دیا جائے گا۔ (تفسیر مظہری) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ پر بھی فرمایا: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان کے پاس پہنچا دیں گے۔ (قرآن: ۵۲:۲۱) یعنی جن کے والدین جنت کے اعلیٰ مقام میں ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کی اہل ایمان اولاد کے بھی درجات بلند کر کے ان کے والدین کے پاس پہنچا دیں گے۔

ان دونوں آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اہل ایمان کی رشتہ داری اور نسب فائدہ پہنچائیں گے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: قیامت کے دن میرے سبب اور نسب کے علاوہ تمام اسباب اور انساب منقطع ہو جائیں گے۔

(کنز العمال: حدیث نمبر ۳۲۶۶۸ اور ۳۷۵۸۷ اور مستدرک للحاکم: جلد ۳: ص ۱۵۳)

علامہ ثناءاللہ پانی پتی اس کا جواب دیتے ہیں کہ قیامت کے دن کفار کی رشتہ داریاں اور دوستیاں منقطع ہو جائیں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس دن گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔ (قرآن: ۴۳:۶۷) لہٰذا

Marfat.com

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾

۲۴۔ (یہ کہتے ہوئے) تم پر سلامتی ہو بوجہ اس کے جو تم نے صبر کیا، پس آخرت کا گھر کیا عمدہ ہے۔ [۳۳]

اہل ایمان کی رشتہ داریاں اور دوستیاں باقی رہیں گی کیونکہ یہ رشتہ داریاں اور دوستیاں بھی نبی کریم ﷺ کے سبب سے ہیں اور نبی کریم ﷺ سارے اہل ایمان کے روحانی باپ ہیں اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات تمام اہل ایمان کی روحانی مائیں ہیں۔

(تفسیر مظہری)

[۳۳] وہ کامل اہل ایمان جنہوں نے دین کے راستے میں آنے والی جملہ مشکلات پر صبر کیا وہ جب دائمی جنت میں پہنچیں گے تو فرشتے ہر دروازے سے داخل ہو کر انہیں سلام کریں گے اور ان کی عزت افزائی کریں گے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی اعلان کرے گا: صبر کرنے والے کھڑے ہو جائیں اور جنت میں چلے جائیں۔ راستے میں فرشتے ان سے پوچھیں گے: کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہیں گے: جنت کی طرف۔ فرشتے پوچھیں گے: کیا حساب سے بھی پہلے؟ وہ جواب دیں گے: ہاں! پھر فرشتے پوچھیں گے: تم کون لوگ ہو؟ تو وہ کہیں گے: ہم صبر کرنے والے ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے: تمہارا صبر کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ہم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کی نافرمانی سے بچنے پر صبر کیا، ہم نے دنیا کی مصیبتوں اور آفتوں پر صبر کیا تو فرشتے کہیں گے: تم جنت میں داخل ہو جاؤ، نیک کام کرنے والوں کا اجر بہت اچھا ہوتا ہے اور فرشتے انہیں کہیں گے، تم پر سلامتی ہو بوجہ اس کے جو تم نے صبر کیا۔ (تفسیر قرطبی)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ محمد بن ابراہیم نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ ہر سال کی ابتداء میں شہداء (اُحد) کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور فرماتے: السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ تم پر سلام ہو بوجہ اس کے جو تم نے صبر کیا، پس آخرت کا گھر کیا عمدہ ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (تفسیر جامع البیان، مصنف عبدالرزاق: حدیث نمبر ۶۷۱۶: جلد ۳: ص ۵۷۳)

اس سے شہداء، اولیاء اور کاملین کے عرس اور مزارات پر جانے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: شہید اپنے خاندان کے ستر (۷۰) افراد کے بارے میں شفاعت کرے گا۔ (ابو داؤد: حدیث نمبر ۲۵۲۲: کتاب الجہاد: باب ۲۶)
اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ساتھ تعلق خواہ نسب اور قرابت کا ہو یا دوستی کا وہ آخرت میں بھی بشرطِ ایمان نفع دے گا۔

(تفسیر معارف القرآن: مفتی محمد شفیع دیوبندی)

شہید کی زندگی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کو زبان سے مردہ کہنے بلکہ دل میں ان کو مردہ خیال کرنے سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ موت کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ برزخ میں ایک خاص قسم کی پاکیزہ زندگی عطا فرماتا ہے جس کا صحیح ادراک ہمارے شعور سے بالاتر ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: میں نے جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہوئے دیکھا۔

(ترمذی: ابواب المناقب: باب ۳۰)

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو اسے پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور ان رشتوں کو توڑتے ہیں جنہیں جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ان ہی لوگوں کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے۔[۳۴]

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَ فَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ ع

۲۶۔ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، اور کفار دنیا کی زندگی سے بڑے خوش ہیں حالانکہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ایک متاع حقیر کے سوا کچھ نہیں۔[۳۵]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، آپ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ، حاضرین نے کہا: یارسول اللہ! آپ یہ کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: ابھی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ میرے پاس سے گزرے اور انہوں نے مجھے سلام کہا۔

(السیرۃ الحلبیۃ: جلد ۳: ص ۱۰۰)

[۳۴] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور باہمی تعلقات کو توڑتے ہیں وہ دراصل حقوق اللہ اور حقوق العباد غصب کر کے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ ایسے فسادی لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوں گے اور ان کا ٹھکانا بہت برا ہوگا۔

[۳۵] مکہ میں اکثر مسلمان غریب تھے اور کفار کے پاس مال و دولت کی کثرت تھی۔ کفارِ مکہ اس پر خوش ہوتے اور مسلمانوں کو طعنہ دیتے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اس لئے ان کے پاس دولت کی فراوانی ہے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ دنیاوی رزق کی فراوانی اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے کیونکہ بہت سے منکروں یعنی قارون اور فرعون کے پاس بھی رزق کی فراوانی تھی۔ اسی طرح رزق کی کمی بھی اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے کیونکہ بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام اور نیک بندوں کے پاس ظاہری رزق کی کمی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے لئے فقر و فاقہ کو خود پسند فرمایا:

۱۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے یہ پیش کش کی کہ میرے لئے مکہ کی وادیوں کو سونا بنا دے۔ میں نے عرض کیا: نہیں اے میرے رب! لیکن میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا۔ جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور تجھ کو یاد کروں گا اور جب میں سیر ہوں گا تو تیرا شکر کروں گا اور تیری تعریف کروں گا۔

(ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۴۷: ابواب الزھد: باب ۳۵)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں

Marfat.com

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝٢٧

۲۷۔ اور کافر کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل کی گئی؟[۳۶] آپ فرمایئے: بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے۔[۳۷]

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝٢٨

۲۸۔ جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں، غور سے سنو! اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔ [۳۸]

مجھے موت عطا فرما اور قیامت کے دن مساکین کے گروہ میں میرا حشر فرما۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیوں یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: کیونکہ مساکین اپنے دور کے اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! مسکین کو خالی واپس نہ کر اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دے۔ اے عائشہ! مساکین سے محبت کر اور ان کو اپنا قرب عطا کر، اس کے بدلے میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اپنا قرب عطا فرمائے گا۔

(ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۵۲: ابواب الزھد: باب ۳۷)

الغرض مال و دولت کی کمی بیشی کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حکمت یا آزمائش کے لئے ہوتی ہے اور کبھی قوموں کی اپنی جدوجہد اور کوتاہی کا نتیجہ ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ لوگ اپنے آپ میں تبدیلی پیدا نہیں کرتے۔ (قرآن: ۱۳: ۱۱) دنیاوی زندگی اور اسکے مال و متاع کے لئے مزید سورہ آل عمران (۳) کا حاشیہ نمبر ۱۳۲ اور ۱۴۰ اور سورہ نساء (۴) کا حاشیہ نمبر ۸۶ ملاحظہ کریں۔

[۳۶] اس کی تفسیر کے لئے اسی سورت کا حاشیہ نمبر ۹ اور سورہ یونس (۱۰) کا حاشیہ نمبر ۲۱ ملاحظہ کریں۔

[۳۷] جو انسان اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے روگردانی کرتا ہے اور گمراہی میں ہی رہنا پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔

[۳۸] گناہ کرنے کے بعد انسان کو جب اللہ تعالیٰ کا غضب یاد آتا ہے تو بے چین اور خوف زدہ ہوجاتا ہے۔ یہ خوف اس کو توبہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف متوجہ کرتا ہے اور جب انسان توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو اس کے دل کو اطمینان نصیب ہوتا ہے، تاہم اللہ تعالیٰ کے غضب کا ڈر ہو یا اس کی رحمت کی اُمید، بالآخر یہ دونوں دنیا میں اطمینانِ قلب اور آخرت میں نجات کا سبب بنتے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک جوان کے مرنے کے وقت رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا:

Marfat.com

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے طوبیٰ (خوش خبری) اور اچھا ٹھکانا ہے۔ [۳۹]

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِىْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ

۳۰۔ اسی طرح ہم نے آپ کو ایک اُمت میں (رسول بنا کر) بھیجا، اس اُمت سے پہلے کئی اُمتیں گزر چکی ہیں تاکہ آپ انہیں

اس وقت تجھے اپنے دل کی کیفیت کیا محسوس ہوتی ہے؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں کا مجھے خوف بھی ہے۔ فرمایا: ایسے موقع پر جس بندہ کے دل میں یہ دونوں باتیں جمع ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ضرور اس کو اس کی امید کے مطابق عطا فرماتا ہے اور جس چیز سے اس کو خوف ہوتا ہے اس چیز سے محفوظ رکھتا ہے۔

(ابن ماجہ: حدیث نمبر ۴۲۶۱: ابواب الزھد: باب ۱۳)

اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بارے میں چند احادیث

۱۔ جب تم جنت کے باغوں کے پاس سے گزرو تو ان سے اپنا حصہ لے لیا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذکر کے حلقے۔ (شعب الایمان: بیہقی: جلد اوّل: ص ۳۹۸)

۲۔ ہر چیز کو صاف کرنے اور چمکانے کے لئے ایک آلہ ہوتا ہے اور دلوں کو صاف کرنے اور چمکانے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

(شعب الایمان: بیہقی: جلد اوّل: ص ۳۹۶)

۳۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہہ اُٹھیں: یہ تو دیوانے ہیں۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۶۸)

۴۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ منافقین پکار اُٹھیں کہ تم ریا کار ہو۔ (شعب الایمان: بیہقی: جلد اوّل: ص ۳۹۷)

۵۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حلقہ میں تشریف لائے اور پوچھا: تم یہاں حلقہ باندھ کر کیوں بیٹھے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی حمد میں مصروف ہیں اور اس کا شکر کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا واقعی تم اسی لئے بیٹھے ہو؟ یعنی تمہیں خدا کی قسم! کیا تم صرف اسی لئے بیٹھے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: بخدا! ہم صرف اسی لئے بیٹھے ہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم سے کسی بدظنی کی بناء پر حلف نہیں لیا (بلکہ خوشی سے مزید تحسین کے لئے) کیونکہ میرے پاس جبریل امین آئے اور مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ کر ملائکہ کے سامنے فخر و مباہات فرما رہا ہے۔

(تفسیر روح البیان)

ذکر کے لئے سورہ بقرہ (۲) کا حاشیہ نمبر ۱۰۹ بھی ملاحظہ کریں۔

[۳۹] جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے جنت کی خوش خبری ہے جو کہ بہت عمدہ ٹھکانا ہے۔ جنت میں ایک بہت بڑے درخت کا نام بھی طوبیٰ ہے جس کو دیکھ کر اہل جنت بہت خوش ہوں گے۔

Marfat.com

اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾

پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا حالانکہ وہ رحمٰن کا انکار کرتے ہیں، آپ فرمائیے! وہ میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اُسی کی طرف میرا لوٹنا ہے۔[۴۰]

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾ ع ۵

۳۱۔ اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعہ پہاڑ چلا دیئے جاتے یا اس کے اثر سے زمین پھٹ جاتی یا اس کے ذریعہ مردوں سے بات کرادی جاتی، بلکہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں،[۴۱] تو کیا ایمان والوں کو یہ معلوم نہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا، اور کافروں کو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی مصیبت پہنچتی رہے گی یا ان کے گھروں کے قریب آتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجائے، بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔[۴۲]

---

[۴۰] پیارے نبی ﷺ! پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح ہم نے آپ کو بھی ایک اُمت کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اس امت سے پہلے دوسری اُمتیں گزر چکی ہیں تاکہ آپ ان کو میرا کلام پڑھ کر سنائیں۔ جب آپ ﷺ نے قریش کو اسلام کی دعوت دی اور انہیں کہا کہ وہ رحمٰن کو سجدہ کریں تو قریش نے جواب دیا: یہ رحمٰن کون ہے؟ ہم تو اس کو نہیں مانتے تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہی میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کی ذات ایک ہے مگر اس کے صفاتی نام بہت ہیں۔ میں نے اُسی پر بھروسہ کیا ہے اور بالآخر سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[۴۱] کفار مکہ کا مطالبہ یہ تھا کہ اگر قرآن مجید سچی کتاب ہے تو پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا کر زمین صاف کردی جائے اور مردوں سے ہماری بات کرائی جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، وہ اگر قرآن مجید کے ذریعہ یہ معجزات انہیں دکھا دے تو بھی وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں کیونکہ وہ کئی معجزات پہلے دیکھ چکے ہیں لیکن پھر بھی تعصب کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔ اسی طرح کا مضمون سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۱۱۱ میں گزر چکا ہے، وہاں ملاحظہ کرلیں۔

[۴۲] تو کیا ایمان والوں کو یہ معلوم نہیں یعنی وہ جانتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو زبردستی ہدایت دے دیتا مگر یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان اپنے اختیار سے خود ہدایت قبول کرے اور اہل مکہ اگر اسی طرح اسلام کی مخالفت میں سرگرم رہے تو یہ ہمیشہ مصائب کا شکار رہیں گے۔ اسلام پھیلتا رہے گا اور یہ شکست کھاتے رہیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجائے یعنی مکہ فتح

Marfat.com

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور بے شک آپ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اُڑایا گیا، پس میں نے کافروں کو ڈھیل دی، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا تو (دیکھو) میرا عذاب کیسا تھا؟ [۴۳]

اَفَمَنْ هُوَ قَآىِٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ قُلْ سَمُّوْهُمْ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَ صُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ کیا وہ خدا جو ہر شخص کے اعمال کا نگہبان ہے اور وہ بت جو مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا رکھے ہیں (ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں)، آپ فرمایئے! تم ان کے نام تو بتاؤ، کیا تم اللہ تعالیٰ کو وہ چیز بتاتے ہو جس کو وہ زمین میں نہیں جانتا یا صرف ظاہری باتیں ہیں؟ بلکہ کافروں کے لئے ان کا مکر وفریب آراستہ کر دیا گیا ہے اور وہ راہِ راست سے روک دیئے گئے ہیں، اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کے لئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔ [۴۴]

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو زیادہ سخت ہوگا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی بچانے والا نہیں۔

ہو جائے یا قیامت قائم ہو جائے۔

[۴۳] پیارے نبی ﷺ! آپ کفار مکہ کی مخالفت سے غمگین نہ ہوں۔ پہلی اُمتوں نے بھی اپنے رسولوں کا مذاق اُڑایا، میں نے ان کو مہلت دی تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لیں لیکن جب وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو پھر میں نے ان کو پکڑ کر ایسا عذاب دیا کہ آج تک ان کی بستیاں عبرت کا نشان بنی ہوئی ہیں۔ کفار مکہ بھی اسی مہلت کے دور سے گزر رہے ہیں، اگر یہ بھی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو ان کا بھی انجام برا ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، چند سالوں کے بعد مکہ سے کفر وشرک کا ایسا نام ونشاں مٹا کہ چودہ سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے کوئی مشرک وہاں داخل بھی نہیں ہو سکتا۔

[۴۴] وہ اللہ تعالیٰ جو ہر چیز سے باخبر ہے اور یہ بت جو اپنے آپ سے بھی بے خبر ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے شریک کیسے بن سکتے ہیں؟ یہ لات ومنات اللہ تعالیٰ نے نہیں بنائے، اگر وہ بناتا تو اس کو اپنے ان شریکوں کا علم ہوتا، لہٰذا یہ صرف نام ہیں جو تمہارے باپ دادا نے رکھے تھے یا تمہاری فضول باتیں ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ دراصل یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے جو شیطان نے ان کے لئے آراستہ کر رکھی ہے اور وہی انہیں راہِ راست سے روکے ہوئے ہے اور اب وہ گمراہی کی اس انتہا کو پہنچ چکے ہیں کہ کوئی ہادی انہیں ہدایت نہیں

Marfat.com

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآىِٕمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ
تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّ عُقْبَى
الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ پرہیزگار لوگوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اس کا پھل اور اس کا سایہ دائمی ہیں، یہ پرہیزگار لوگوں کا انجام ہے اور کافروں کا انجام (دوزخ کی) آگ ہے۔

وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ
اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْكِرُ
بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ
وَ لَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَیْهِ
مَاٰبِ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس (قرآن) سے خوش ہوتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان گروہوں میں سے بعض وہ ہیں جو اس (قرآن) کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے! کہ مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤں، اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے۔[۴۵]

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِیًّا ؕ وَ لَىِٕنِ
اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ
الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع

۳۷۔ اور اسی طرح ہم نے اس (قرآن) کو عربی زبان میں فیصلہ بنا کر نازل کیا ہے، اور (اے سننے والے!) اگر تو نے کفار کی خواہشات کی پیروی کی اس کے بعد کہ تیرے پاس صحیح علم پہنچ چکا تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں نہ کوئی تیرا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔[۴۶]

دے سکتا، لہٰذا دنیا میں انہیں بالآخر شکست کے عذاب سے واسطہ پڑے گا مگر آخرت کا عذاب بہت ہی سخت ہوگا اور انہیں عذاب سے بچانے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔

[۴۵] جو لوگ قرآن مجید پر ایمان لا چکے ہیں وہ تو اس کے احکام کے نزول پر خوش ہوتے ہیں لیکن منکرین میں سے کچھ تو پورے قرآن کو نہیں مانتے اور کچھ صرف اس حصے کا انکار کرتے ہیں جو ان کی خواہشات کے خلاف ہے۔ پیارے نبی ﷺ! آپ اعلان کر دیں کہ چاہے تم قرآن کو مانو یا نہ مانو بہرحال مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس قرآن پر عمل کروں، لہٰذا میں تو اسی پر عمل پیرا ہوں اور اسی کی طرف دعوت دیتا رہوں گا۔

[۴۶] ہم نے جس طرح پہلے رسولوں پر کتابیں ان کی مقامی زبانوں میں نازل کیں اسی طرح آپ پر بھی ہم نے قرآن مجید کو عربی زبان میں

Marfat.com

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور اولاد بھی دی، اور کسی رسول کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آئے، ہر میعاد کے لئے ایک نوشتہ ہے۔[۴۷]

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جو چاہتا ہے) باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔[۴۸]

نازل کیا کیونکہ آپ کے ابتدائی مخاطبین اہل عرب ہیں تاکہ وہ قرآن کے احکام کو آسانی سے سمجھ سکیں۔قرآن مجید کے سارے فیصلے واضح اور اٹل ہیں اور ان واضح احکام کے آجانے کے بعد بھی جو کفار کی خواہشات کی پیروی کرے گا قیامت کے دن اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

[۴۷] منکرین کے عجیب وغریب اعتراضات میں سے ایک یہ تھا کہ پیغمبر کو بیوی بچوں کی کیا ضرورت ہے، اس کو تو ہر وقت تبلیغ میں مصروف رہنا چاہیے اور دوسرا یہ اعتراض تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو جو معجزہ ہم مانگتے ہیں وہ دکھاتے کیوں نہیں۔ اس آیت میں ان دونوں اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام بھی فرشتے نہیں تھے بلکہ بشر تھے اور ان کے بھی بیوی بچے تھے۔ نیز پہلے انبیائے کرام علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر معجزہ نہیں دکھاتے تھے بلکہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن ہوتا تو وہ معجزہ دکھاتے اور اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لئے اپنی حکمت کے مطابق ایک وقت تحریر کر رکھا ہے اور وہ اس کے مطابق ہی وقوع پذیر ہوتا ہے۔

[۴۸] اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کا رزق، عمر اور اعمال وغیرہ لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں اور اپنی حکمت کے مطابق جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: اللہ تعالیٰ اپنے ہر کام پر غالب ہے۔(قرآن: ۱۲:۲۱) درج ذیل احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

۱۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اس آیت کا مفہوم دریافت کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (اے علی!) میں اس آیت کی تفسیر سے تیری آنکھ بھی ٹھنڈی کروں گا اور اپنی اُمت کی آنکھ بھی ٹھنڈی کروں گا۔ صدقہ کو صحیح مصرف پر خرچ کرنا، والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنا، ایسے اعمال ہیں جو بدبختی کو نیک بختی سے بدل دیتے ہیں۔ عمر میں اضافے کا باعث ہوتے ہیں اور برے انجاموں سے بچاتے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی)

۲۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ مہربانی کرے۔ (بخاری: حدیث نمبر ۵۹۸۵: کتاب الادب: باب ۱۲)

۳۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان کو اس کے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کیا جاتا ہے اور تقدیر کو دعا بدل دیتی ہے اور نیکی سے

Marfat.com

وَاِنۡ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِىۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ وَ عَلَيۡنَا الۡحِسَابُ ۝۴۰

۴۰۔ اور اگر ہم (اس عذاب کا) کچھ حصہ جس کا ہم نے ان کافروں سے وعدہ کر رکھا ہے آپ کو (ظاہری حیات میں) دکھادیں یا (اس سے پہلے) آپ کو اُٹھالیں، بہر حال آپ کا کام صرف (احکام) پہنچانا ہے اور حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔[۴۹]

اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِى الۡاَرۡضَ نَـنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا ‌ؕ وَاللّٰهُ يَحۡكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكۡمِهٖ‌ ؕ وَهُوَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ۝۴۱

۴۱۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم ان کی سرزمین کو ہر طرف سے کم کرتے جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے اور کوئی اس کے حکم کو رد کرنے والا نہیں ہے، اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔[۵۰]

عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۷۷ اور مستدرک للحاکم: جلد اوّل: ص ۶۷۰)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ دعا اور مختلف نیک اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کی تقدیر بدل دیتا ہے۔ اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے رو کر عرض کرتے ہیں: اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نے مجھے اہل سعادت میں لکھا ہے تو مجھے اسی زمرہ میں باقی رکھ اور اگر تو نے مجھے بدبختوں اور گناہ گاروں کے زمرہ میں لکھا ہے تو میری بدبختی مٹادے اور مجھے اہل سعادت اور اہل مغفرت میں لکھ دے کیونکہ تو مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے جو چاہتا ہے اور اصل کتاب تیرے ہی پاس ہے۔ (تفسیر قرطبی) یہ فقیر بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں التجا کرتا ہے: "اللّٰھم ان کنت کتبتنی فی اھل السعادۃ فاثبتنی فیھا، وان کنت کتبتنی فی اھل الشقاوۃ والذنب فامحنی واثبتنی فی اھل السعادۃ والمغفرۃ، فانک تمحو ماتشاء وتثبت، وعندک ام الکتاب"۔ اللّٰھم آمین بجاہ حبیبک الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔ (اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نے مجھے اہل سعادت میں لکھا ہے تو مجھے اسی زمرہ میں باقی رکھ اور اگر تو نے مجھے بدبختوں اور گناہ گاروں کے زمرہ میں لکھا ہے تو میری بدبختی مٹادے اور مجھے اہل سعادت اور اہل مغفرت میں لکھ دے کیونکہ تو مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے جو چاہتا ہے اور اصل کتاب تیرے ہی پاس ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے میری یہ دعا قبول فرمالے!)

[۴۹] پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اسلام کا نور پھیلے گا اور ان کافروں کو شکست کے عذاب سے واسطہ پڑے گا۔ ان کی شکست کے کچھ مناظر تو آپ اپنی ظاہری حیات میں ہی دیکھ لیں گے اور کچھ آپ کے بعد وقوع پذیر ہوں گے۔ بہر حال آپ کفار کی سازشوں سے کبیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ آپ کا کام پیغام پہنچانا ہے، البتہ ان کا حساب لینا یہ ہمارے ذمہ ہے، ہم مناسب وقت پر ان کی گرفت کریں گے۔

[۵۰] یہ سورت اگرچہ مکی ہے مگر یہ آیت مدنی معلوم ہوتی ہے یعنی جب عرب میں اسلام پھیل رہا تھا تو مشرکین کی تعداد دن بدن کم ہو رہی تھی۔

Marfat.com

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور بے شک ان لوگوں نے بھی مکر وفریب کیا جو ان سے پہلے تھے مگر سب خفیہ تدبیروں کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ خوب جانتا ہے ہر شخص جو کچھ کما رہا ہے، اور عنقریب کفار بھی جان لیں گے کہ آخرت کا گھر کس کے لئے ہے۔[۵۱]

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع

۴۳۔ اور کافر لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں، آپ فرمایئے! میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ بطورِ گواہ کافی ہے اور وہ شخص بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔[۵۲]

مشرکین کے لئے اس سے بڑا دنیوی عذاب اور کیا ہوگا کہ ان کے لئے ہر طرف سے سرزمین عرب تنگ ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے، جب اس کا وقت آجائے تو کوئی اس کے حکم کو روکنے یا مؤخر کرنے والا نہیں ہے۔

[۵۱] یہ کوئی نئی بات نہیں، مشرکین مکہ سے پہلے بھی منکرین اپنے پیغمبروں کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے عمل کو خوب جانتا ہے اور اس کے عمل کے مطابق جزا یا سزا دیتا ہے اور ان مشرکین کو بھی عنقریب اپنے اعمال کی سزا مل جائے گی اور آخرت میں تو ان کا انجام بہت ہی برا ہوگا۔

[۵۲] پیارے نبی! کافر لوگ آپ کو رسول نہیں مانتے۔ آپ فرما دیجئے! تم مجھے رسول مانو یا نہ مانو میری نبوت کے لئے میرے رب کی گواہی کافی ہے جس نے میری صداقت کے لئے مجھے معجزات عطا فرمائے اور ہر اس شخص کی گواہی کافی ہے جس کے پاس قرآن مجید کا علم ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم

بروز بدھ بعد از نماز ظہر ۷ فروری ۲۰۰۷ء بمطابق ۱۸ محرم ۱۴۲۸ھ

تقریباً سولہ دنوں میں سورہ رعد کی تفسیر مکمل ہوئی۔ الحمد للہ رب العالمین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ ابراھیم (۱۴)

یہ سورت مکی ہے مگر اس کی چند آیات مدنی ہیں کیونکہ وہ ہجرت کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورت کی آیت نمبر ۳۵ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر مبارک ہے جس کی وجہ سے اس سورت کا نام "ابراہیم" رکھا گیا ہے۔

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ہم نے قرآن مجید کو آپ کی طرف اس لئے نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کے نور کی طرف لے آئیں اور ہم نے ہر رسول علیہ السلام کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ اس لئے بھیجا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام کھول کر بیان کرے اور لوگوں کو اپنے رب کا پیغام سمجھنے میں آسانی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی تورات دے کر اسی لئے بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کے نور کی طرف لے آئیں اور انہیں نعمت خداوندی کا احساس دلائیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فرعون کے مظالم سے نجات دی تا کہ تم اس کا شکر ادا کرو اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز نہ آئے تو تم پر بھی پہلی قوموں کی طرح کوئی عذاب آسکتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے اور شیطان کے فریب میں آجاتے ہیں، قیامت کے دن شیطان انہیں کہے گا: اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ وعدہ سچا تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا میں نے اس کی خلاف ورزی کی ہے مگر میں نے تمہیں مجبور نہیں کیا تھا، میں نے تو تمہیں صرف برائی کی ترغیب دی اور تم نے فوراً میری دعوت قبول کر لی، لہٰذا تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو کہ تم نے اپنی عقل کو استعمال کر کے اپنے فائدے اور نقصان پر غور و فکر کیوں نہ کیا۔

آیت نمبر ۳۵ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایمان افروز دعاؤں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس میں آپ مکہ مکرمہ، بیت اللہ، اپنی اولاد اور لوگوں کے لئے خیر و برکت کی دعائیں مانگتے ہیں اور اسی سلسلہ میں وہ مشہور دعا بھی شامل ہے جو عام طور پر مسلمان ہر نماز کے آخر میں سلام سے پہلے پڑھتے ہیں یعنی رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ۔ (قرآن: ۱۴:۴۱)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بروز بدھ بعد از نماز عشاء ۷ فروری ۲۰۰۷ء بمطابق ۱۸ محرم ۱۴۲۸ھ

Marfat.com

ایاتہا ۵۲ ۱۴ سورۃ ابرٰھیم مکیۃ ۷۲ رکوعاتہا ۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ ۟ کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ اِلَیۡکَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ۙ بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ اِلٰی صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ۙ﴿۱﴾

۱۔ الف لام را [۱] یہ ایک (عظیم الشان) کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں اس کے راستہ کی طرف جو بہت غالب بہت تعریف کیا ہوا ہے۔[۲]

اللّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ وَیۡلٌ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِیۡدِ ۙ﴿۲﴾

۲۔ وہ اللہ تعالیٰ کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور کفار کے لئے سخت عذاب کے باعث بربادی ہے۔

الَّذِیۡنَ یَسۡتَحِبُّوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا عَلَی الۡاٰخِرَۃِ وَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ یَبۡغُوۡنَہَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿۳﴾

۳۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس (دین حق) میں کجی تلاش کرتے ہیں، وہ لوگ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں۔[۳]

---

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں، یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ (۲) کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

[۲] میرے پیارے نبی ﷺ! آپ پر قرآن مجید نازل کرنے کی غرض یہ ہے کہ آپ لوگوں کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی سے آشنا کردیں۔ یہاں روشنی سے مراد وہ راستہ ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔

[۳] جو لوگ اس دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ لیتے ہیں اور آخرت کو فراموش کردیتے ہیں، نیز لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں اور اسلام میں خامیاں تلاش کرتے ہیں یعنی خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرنے میں سرگرم رہتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا اور یہی وہ لوگ ہیں جو گمراہی میں اتنے دور جاچکے ہیں کہ ان کا واپس ہدایت کی طرف لوٹنا مشکل ہے۔

Marfat.com

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

۴۔ ہم نے ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ ان کے لئے کھول کر بیان کرے، [۴] پس اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے، اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

[۴] چونکہ ہر نبی علیہ السلام کے اوّلین مخاطب اسی قوم کے لوگ ہوتے ہیں جس میں وہ نبی علیہ السلام بھیجا جاتا ہے اس لئے اسی قوم کی زبان میں وحی بھیجی جاتی ہے تا کہ سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی ہو، پھر جو لوگ کلام الٰہی میں غور و فکر کرتے ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے اور وہ ایمان لے آتے ہیں اور جو لوگ تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے روگردانی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّلین مخاطب لوگ اہل عرب تھے اس لئے وحی کا نزول عربی زبان میں ہوا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ صرف عربی زبان ہی جانتے تھے۔ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے لئے نبی اور رحمت تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کے علاوہ جنوں، جانوروں اور درختوں کی بولیاں بھی جانتے تھے جیسا کہ احادیث میں آتا ہے:

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض انصار کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر وہ پانی لاتے تھے، ان کا وہ اونٹ سرکش ہو گیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اونٹ کی شکایت کی کہ وہ سرکش ہو گیا ہے، وہ اپنی پشت پر پانی لادنے نہیں دیتا اور ہمارے باغ سوکھے پڑے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو لے کر اس باغ میں گئے جس کے ایک کونے میں وہ اونٹ کھڑا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کی طرف جانے لگے، انصار نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اونٹ تو اب کاٹنے والے کتے کی طرح پاگل ہو گیا ہے اور ہمیں خطرہ ہے کہ وہ آپ پر حملہ کر دے گا۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے، جب اونٹ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو وہ آپ کی طرف آیا اور آپ کے سامنے آ کر سجدہ میں گر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیشانی سے پکڑا تو وہ پہلے سے زیادہ متواضع اور فرماں بردار تھا حتیٰ کہ آپ نے اس کو کام میں لگا دیا۔ آپ کے اصحاب نے آپ سے کہا: یہ بے عقل جانور آپ کو سجدہ کرتا ہے تو ہم عقل والے اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بشر کے لئے دوسرے بشر کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی بشر کے لئے دوسرے بشر کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے کیونکہ خاوند کا اپنی بیوی پر عظیم حق ہے۔

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۵۸)

۲۔ عبداللہ بن یعلی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں تین چیزیں دیکھیں جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں دیکھیں۔ میں آپ کے ساتھ مکہ کے ایک راستہ میں جا رہا تھا، آپ ایک عورت کے پاس سے گزرے جس کا بیٹا بہت سخت جنون میں مبتلا تھا، اس عورت نے کہا: یارسول اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں میرے بیٹے کا کیا حال ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں اس کے لئے دعا کروں۔ آپ نے اس کے لئے دعا کی، پھر آپ چلے گئے، پھر آپ ایک اونٹ کے پاس

Marfat.com

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۙ۬ وَ ذَكِّرْهُمْ

۵۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ (اے موسیٰ علیہ السلام!) تم اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آؤ [۵] اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دنوں کی یاد

سے گزرے جو اپنی گردن بڑھا کر بڑبڑا رہا تھا، آپ نے فرمایا: اس اونٹ کے مالک کو بلاؤ، جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا: یہ اونٹ کہہ رہا ہے: میں ان کے ہاں پیدا ہوا، انہوں نے مجھ سے کام لینا شروع کر دیا حتیٰ کہ اب میں بوڑھا ہو گیا تو یہ لوگ مجھے ذبح کرنا چاہتے ہیں، پھر آپ آگے گئے تو آپ نے دو الگ الگ درختوں کو دیکھا، آپ نے مجھ سے فرمایا: جاؤ ان دونوں درختوں سے کہو کہ وہ مل کر متصل ہو جائیں، جب وہ درخت مل گئے تو آپ نے ان کی اوٹ میں رفع حاجت کی اور فرمایا: جاؤ ان سے کہو: اب یہ الگ الگ ہو جائیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے گئے، جب واپس آئے تو اس بچہ کے پاس سے گزرے، وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اس کی ماں کے پاس چھ مینڈھے تھے، اس نے دو مینڈھے آپ کو ہدیہ کئے اور کہنے لگی: اس پر دوبارہ بالکل جنون طاری نہیں ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے کافر اور فاسق جنوں اور انسانوں کے۔

(معجم کبیر: جلد ۲۲: ص ۲۶۱)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے پاس سے گزرے جنہوں نے ایک ہرنی پکڑ کر خیمے میں باندھ رکھی تھی۔ ہرنی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میرے دو بچے ہیں، آپ ان سے میرے لئے اجازت لیں میں ان کو دودھ پلا کر واپس آ جاؤں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمے والوں سے کہا: اس ہرنی کو چھوڑ دو یہ اپنے بچوں کو دودھ پلا کر تمہارے پاس واپس آ جائے گی، خیمہ والوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس کا کون ذمہ دار ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ انہوں نے ہرنی کو چھوڑ دیا، وہ اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ گئی اور خیمہ والوں نے اس کو باندھ دیا۔ (خصائص کبریٰ: جلد ثانی: ص ۶۱) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہرنی کے مالک سے کہا: کیا تو یہ ہرنی مجھے بیچ سکتا ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ کی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آزاد کر دیا۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے اسے دیکھا کہ وہ ہرنی جنگل میں دوڑتی جا رہی تھی اور کہتی تھی: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(دلائل النبوۃ: امام بیہقی: جلد ۶: ص ۳۵)

[۵] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات اور تورات کی آیات دے کر بھیجا تاکہ آپ اپنی قوم کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی کی طرف لے آئیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات دے کر اس لئے بھیجا کہ آپ اپنی قوم کو نور کا راستہ دکھائیں۔ سورۂ آلِ عمران (۳) کی آیت نمبر ۴۹ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزات دے کر اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل کی طرف بھیجا، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہیں نہیں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کی طرف یا اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا

Marfat.com

بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

دلاؤ، بے شک اس میں ہر بہت صبر کرنے والے بہت شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔[۶]

بلکہ اسی سورت کی سب سے پہلی آیت میں اعلان کر دیا گیا کہ آپ ﷺ کی طرف قرآن مجید اس لئے نازل کیا گیا تا کہ آپ تمام لوگوں کو نور کا راستہ دکھائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کسی ایک علاقہ یا قوم کے نبی نہیں ہیں بلکہ قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے نبی ہیں۔اس کی مزید تفصیل کے لئے سورہ اعراف (۷) کا حاشیہ نمبر ۸۴ ملاحظہ کریں۔

[۶] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف بھیجا تا کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے احسانات اور گزشتہ اقوام کے واقعات یاد دلائیں کیونکہ ان میں مصائب پر صبر کرنے والوں اور احسانات پر شکر کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

صبر اور شکر کرنے کے بارے میں چند احادیث

۱۔ اس آیت کی تشریح میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایمان دو حصوں کا مجموعہ ہے: آدھا حصہ صبر میں اور آدھا حصہ شکر میں ہے۔ (تفسیر قرطبی)

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کی بڑی عجیب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لئے بہتر ہے اور یہ امتیاز ایک مؤمن کے سوا کسی کو حاصل نہیں یعنی اگر اس کو راحت پہنچے اور وہ اس پر شکر ادا کرے تو یہ راحت اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ تکلیف اس کے لئے بہتر ہے۔ (مسلم حدیث نمبر ۲۹۹۹: کتاب الزھد: باب ۱۳)

۳۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ علیہ السلام میں تمہارے بعد ایک امت کو بھیجنے والا ہوں، جب ان کو ان کی محبوب چیزیں ملیں گی تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور جب ان پر مکروہ چیزیں نازل ہوں گی تو وہ ثواب کی امید رکھیں گے اور صبر کریں گے اور ان کا ذاتی حلم اور علم نہیں ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: یارب! یہ کیسے ہوگا؟ فرمایا: میں ان کو اپنا حلم اور علم عطا کر دوں گا۔

(شعب الایمان: للبیہقی: حدیث نمبر ۴۴۸۲: جلد ۴: ص ۱۱۵ اور

مستدرک للحاکم: حدیث نمبر ۱۲۸۹: جلد اوّل: ص ۴۹۹)

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو خصلتیں ایسی ہیں جس میں یہ پائی جائیں اللہ تعالیٰ اس کو صابر اور شاکر لکھ دیتا ہے، یعنی جس نے دین کے معاملہ میں اپنے سے برتر میں غور کیا، پھر اس کی اقتدا کی اور دنیا کے معاملہ میں اپنے سے کمتر میں غور کیا، پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے اس کو اس پر فضیلت دی، پس اللہ تعالیٰ اس کو صابر و شاکر لکھ دیتا ہے۔

اس کے برعکس جس نے دین کے معاملہ میں اپنے سے کمتر میں غور کیا اور دنیا کے معاملہ میں اپنے سے برتر میں غور کیا، پھر جس دنیاوی چیز سے وہ محروم ہے اس پر افسوس کیا تو اللہ تعالیٰ نہ اس کو شاکر لکھتا ہے اور نہ صابر۔

(ترمذی: حدیث نمبر ۲۵۱۲: ابواب صفة القیامة: باب ۵۸)

Marfat.com

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۟ ع

۶۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: کہ تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا وہ احسان یاد کرو جب اس نے تم کو آلِ فرعون سے نجات دی جو تمہیں سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے، وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بھاری آزمائش تھی۔[۷]

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ

۷۔ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے آگاہ کر دیا تھا کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم پر (نعمتوں میں) ضرور اضافہ کروں گا[۸] اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک میرا

[۷] نجومیوں نے فرعون کو بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو تیرے اقتدار کو ختم کر دے گا، چنانچہ اس نے حکم جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل کے ہاں پیدا ہونے والے ہر بچہ کو قتل کر دیا جائے۔ والدین کے سامنے کمسن بیٹوں کو ذبح کرنا واقعی بہت بڑی آزمائش تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ احسان یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرعون کے مظالم سے نجات دلائی، لہٰذا ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر لازم ہے۔

[۸] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک عام قانون بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی نعمتوں میں اضافہ فرماتا ہے۔ اضافہ سے مراد ظاہری نعمتوں میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے اور آخرت میں اجر و ثواب کا اضافہ بھی ہو سکتا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کی حکمت تقاضا کرے۔

شکر کے بارے میں چند احادیث

۱۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد میں اس قدر قیام فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پر ورم آ گیا۔ آپ سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے خلافِ اولیٰ کاموں کی مغفرت فرما دی ہے (پھر آپ اس قدر مشقت کیوں اُٹھاتے ہیں؟) آپ نے فرمایا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

(بخاری: حدیث نمبر ۴۸۳۶، تفسیر القرآن: سورہ نمبر ۴۸)

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا جس سے آپ کو خوشی ہوتی تو آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں چلے جاتے۔

(ابن ماجۃ: اقامۃ الصلوٰۃ: باب ۱۹۲)

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔

(مسند احمد: جلد ۲: ص ۲۷۸)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھا کر شکر کرنے والے کو وہ اجر ملے گا جو صبر کر کے روزہ

Marfat.com

لَشَدِيْدٌ ۝

عذاب بہت سخت ہے۔[۹]

وَقَالَ مُوْسٰى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

۸۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم اور روئے زمین کے تمام لوگ ناشکری کرو تو بھی یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور سب تعریفوں کا مستحق ہے۔[۱۰]

رکھنے والے کو ملے گا۔ (شعب الایمان: بیہقی: حدیث نمبر ۴۴۶۱: جلد ۴: ص ۱۱۱)

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تھوڑے سے رزق سے راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے سے عمل سے راضی ہو جاتا ہے۔
(شعب الایمان: حدیث نمبر ۴۵۸۵: جلد ۴: ص ۱۳۹)

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سے کمتر میں غور کرو اور اپنے سے برتر میں غور نہ کرو۔ یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حقیر نہ جانو۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۵۱۳: ابواب صفۃ القیامۃ: باب ۵۸)

۷۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے رب! میں تیرا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں جبکہ تیری سب سے چھوٹی نعمت کی جزا بھی میری تمام بڑی عبادات نہیں ہو سکتیں تو ان پر وحی آئی کہ اے موسیٰ علیہ السلام! تم نے اب میرا شکر ادا کر دیا۔
(شعب الایمان: حدیث نمبر ۴۴۱۵: جلد ۴: ص ۱۰۱)

۸۔ مغیرہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! کیا تیری مخلوق میں سے کسی نے مجھ سے بھی زیادہ لمبی رات تک تیرا ذکر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: ہاں! مینڈک نے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آلِ داؤد! شکر کرو، میرے بندوں میں شکر گزار بہت کم ہیں۔'' (قرآن: ۳۴: ۱۳) حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں تیرے شکر کی کیسے طاقت رکھ سکتا ہوں حالانکہ تو مجھ پر نعمت فرماتا ہے پھر تو مجھے اس نعمت پر شکر کی توفیق دیتا ہے (تو شکر کی یہ توفیق تیری طرف سے ایک اور نئی نعمت بن جاتی ہے۔ تفسیر قرطبی) اس طرح نعمت پر نعمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اے میرے رب! جب نعمت بھی تیری طرف سے ہے اور اس نعمت پر شکر کی توفیق بھی تیری طرف سے ہے تو پھر میں شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد! اب تم نے مجھے پہچاننے کا حق ادا کر دیا ہے۔ (شعب الایمان: حدیث نمبر ۴۴۱۳: جلد ۴: ص ۱۰۱)

۹۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے معاذ! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اے معاذ! میں تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم ہر نماز کے بعد یہ دعا کیا کرو: اللھم اعنی علی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک۔ اے اللہ تعالیٰ! اپنے ذکر اور اپنے شکر اور اچھے طریقے سے اپنی عبادت پر میری مدد فرما۔
(ابو داؤد: کتاب الصلوٰۃ: باب ۳۶۱)

[۹] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہیں انہیں علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے۔ یہ عذاب دنیا میں بھی آ سکتا ہے اور اگر کسی حکمت کے باعث دنیا میں نہ آئے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

[۱۰] یعنی اگر روئے زمین کے تمام لوگ ناشکری کرنے لگیں تو بھی اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور ہر حال میں ہر

Marfat.com

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ
نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ
لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَ
قَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا
لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝٩

۹۔ کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں یعنی قومِ نوح، عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں ڈال لئے اور کہنے لگے: ہم نے اس دین کا انکار کر دیا جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو اور بے شک جس دین کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم تو اس کے متعلق بڑے سخت شک میں مبتلا ہیں۔[۱۱]

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ
ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ
قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ
اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا
فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝١٠

۱۰۔ ان کے رسولوں نے کہا: کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمانے والا ہے، وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہ بخش دے اور تمہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دے، انہوں نے کہا: تم تو صرف ہماری طرح بشر ہو، تم یہ چاہتے ہو کہ ہمیں ان سے روک دو جن کی ہمارے آباء واجداد عبادت کرتے تھے، سو تم ہمارے پاس کوئی روشن دلیل لاؤ۔[۱۲]

قسم کی تعریفوں کا مستحق ہے۔ اس کے لئے سورہ نساء (۴) کا حاشیہ نمبر ۱۷ بھی ملاحظہ کریں۔

[۱۱] کیا تمہیں قومِ نوح اور قومِ عاد و ثمود کی ہلاکت کا علم نہیں جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں ڈال لئے اور غضبناک ہو کر کہنے لگے: ہم تمہارے دین کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ ہم اس کے متعلق سخت شک میں مبتلا ہیں۔

[۱۲] رسولوں نے منکرین سے کہا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی توحید کے بارے میں شک کرتے ہو حالانکہ وہ زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ہے اور یہ نظام کائنات اس کی ہستی کا ایسا ثبوت ہے جو ہر خاص و عام کو واضح نظر آتا ہے اور وہ تمہیں اس لئے بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہ بخش دے اور تمہیں زندگی کی مہلت دیتا ہے تاکہ تم غور و فکر کر کے توبہ کر لو لیکن ہر دور کے منکرین کے پاس ایک ہی قسم کے اعتراضات تھے یعنی یہ ہماری طرح انسان ہیں تو پھر یہ نبی کیسے بن سکتے ہیں؟ نیز یہ ہماری پسند کا کوئی معجزہ بھی نہیں دکھا سکتے اور ان کی خواہش صرف یہی ہے کہ ہمیں ہمارے باپ دادا کے مذہب سے دور کر دیں مگر ہم اپنے آبائی مذہب کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔

Marfat.com

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ ان کے رسولوں نے ان سے کہا: اگرچہ ہم تمہاری طرح انسان ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے، اور ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس کوئی دلیل لے آئیں، اور مؤمنوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔[۱۳]

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ع

۱۲۔ اور ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیوں نہ کریں حالانکہ اسی نے ہمیں ہماری راہیں دکھائی ہیں، اور ہم ضرور تمہاری اذیت رسانیوں پر صبر کریں گے، اور توکل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور کفار نے اپنے رسولوں سے کہا: ہم ضرور تمہیں اپنے ملک سے باہر نکال دیں گے یا تمہیں ہمارے مذہب میں آنا ہوگا، تو ان کے رب نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کردیں گے۔[۱۴]

وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور ان کے بعد ہم تم کو اس ملک میں ضرور آباد کریں گے، یہ (وعدہ) ہر اس شخص کے لئے ہے جو میرے روبرو کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اور میرے عذاب سے خائف ہے۔

---

[۱۳] سارے نبی اگرچہ انسان ہی ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نبوت کے لئے منتخب فرمالیتا ہے اور یہ انسان کے لئے سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے، اور کوئی نبی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر معجزہ نہیں دکھاتا۔ اللہ تعالیٰ سارے نبیوں کو ہدایت کے راستے دکھاتا ہے۔ سارے نبی اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرتے ہیں اور منکرین کی ایذا رسانیوں سے گھبراتے نہیں بلکہ ان پر صبر کرتے ہیں۔

[۱۴] منکرین نے رسولوں سے کہا کہ وہ ہمارے باپ دادا کے مذہب پر آجائیں ورنہ انہیں ملک بدر کردیا جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی طرف وحی بھیجی کہ وہ منکرین کی ایذا رسانیوں پر صبر کریں۔ بالآخر ان منکرین کو ہلاک کردیا جائے گا اور ان کی ہلاکت کے بعد اہل ایمان کو اس ملک میں آباد کیا جائے گا اور یہ وعدہ ہر اس شخص کے ساتھ ہے جو یہ ایمان رکھتا ہے کہ اسے قیامت کے دن حساب و کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے، اس لئے وہ اس دن سے خائف رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ایسا ہی ہوا کہ چند سالوں کے بعد منکرین کو مکہ چھوڑنا پڑا اور اس میں صرف اہل ایمان آباد کئے گئے۔

Marfat.com

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور رسولوں نے فتح مانگی اور ہر سرکش ضدی نامراد ہو گیا۔[۱۵]

مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اس کے بعد جہنم ہے اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔[۱۶]

يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ وہ بمشکل ایک ایک گھونٹ پیئے گا اور اسے حلق سے نیچے اتار نہ سکے گا اور اسے ہر طرف سے موت آگھیرے گی اور وہ مرے گا نہیں، اور اس کے بعد ایک اور سخت عذاب ہوگا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﹰاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ جن لوگوں نے اپنے رب کا انکار کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ کی طرح ہے جس کو آندھی کے دن تیز ہوا نے اُڑا دیا ہو، وہ اپنے اعمال سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکیں گے، یہی بہت دور کی گمراہی ہے۔[۱۷]

---

[۱۵] جب منکرین نے مخالفت کی انتہا کر دی تو رسولوں نے ان کے خلاف دعا مانگی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور ہر سرکش اور ضدی ناکام و نامراد ہو گیا۔

[۱۶] دنیا کے عذاب کے بعد آخرت کے عذاب کی ایک جھلک دکھائی جا رہی ہے کہ منکر کو جہنم میں پیپ کا پانی پلایا جائے گا، وہ بمشکل ایک ایک گھونٹ کر کے پیئے گا اور وہ حلق سے نیچے نہیں اُتر سکے گا اور اسے ہر طرف سے مہلک مصائب آگھیریں گے حتیٰ کہ وہ اس جینے پر مرنے کو ترجیح دے گا مگر وہ مرے گا نہیں بلکہ ہمیشہ ایسی تکلیف میں مبتلا رہے گا کہ ہر لحظہ نیا عذاب محسوس کرے گا۔ یہ آیت سرکش اور نافرمان لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

[۱۷] جب آندھی کی تیز ہوا چلتی ہے تو راکھ کے ڈھیر کو اُڑا کر اس طرح منتشر کر دیتی ہے کہ اس کا نام و نشان ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ اپنے رب پر ایمان نہیں لاتے تو کفر و شرک کی وجہ سے ان کے اعمال اسی دنیا تک محدود رہ جاتے ہیں اور قیامت کے لئے ان کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور یہ بہت بڑی گمراہی اور محرومی ہے۔

Marfat.com

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنْ يَّشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٩﴾

۱۹۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، اگر وہ چاہے تو تم سب کو ہلاک کر دے اور (تمہاری جگہ) کوئی نئی مخلوق لے آئے۔[۱۸]

وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ﴿٢٠﴾

۲۰۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔

وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوٓا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُّغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ قَالُوا لَوْ هَدٰىنَا اللَّهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۖ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ أَجَزِعْنَآ أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ ﴿٢١﴾ ع

ع ۱۵

۲۱۔ اور (روزِ محشر) سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے تو کمزور لوگ متکبرین سے کہیں گے: ہم تو (ساری عمر) تمہارے تابع رہے تو کیا (آج) تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہمیں کچھ بچا سکتے ہو؟ وہ کہیں گے: اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تم کو ضرور ہدایت دیتے، ہمارے لئے برابر ہے خواہ ہم پریشان ہوں یا صبر کریں ہمارے لئے کوئی راہِ فرار نہیں ہے۔[۱۹]

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ

۲۲۔ اور (روزِ محشر) جب ہر کام کا فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا: بے شک اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ وعدہ سچا تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے وعدہ خلافی کی، [۲۰] اور میرا تم پر کوئی غلبہ تو تھا نہیں مگر یہ

[۱۸] اے اہل مکہ! جس طرح پہلی نسلیں یعنی تمہارے آباء واجداد کا کہیں نام ونشان نہیں اور ان کی جگہ اب تم موجود ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو تم کو بھی فنا کر دے اور تمہاری جگہ جن کو چاہے یہاں لا کر آباد کر دے اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ جو زمین وآسمان کو پیدا کر سکتا ہے اس کے لئے تمہیں مار کر تمہاری جگہ نئی مخلوق پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

[۱۹] قیامت کے دن جب سب لوگ اکٹھے ہوں گے اور ہر ایک کو اپنے اعمال اور ان کا انجام نظر آئے گا تو کمزور لوگ اپنے گمراہ اور کافر لیڈروں سے کہیں گے: ہم ساری عمر آنکھیں بند کر کے تمہاری پیروی کرتے رہے، آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لئے آپ ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں؟ اس وقت یہ کافر لیڈر حسرت بھری آواز میں جواب دیں گے: ہم تم کو کیا بچائیں آج تو ہم خود بھی نہیں بچ سکتے، کیونکہ ہم خود بھی گمراہ تھے اور تم کو بھی گمراہ کر دیا۔ اب ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں یا صبر کریں دونوں صورتوں میں ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

[۲۰] اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب

Marfat.com

سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ

کہ میں نے تمہیں (برائی کی) دعوت دی اور تم نے میری دعوت قبول کر لی، لہٰذا اب تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو، [۲۱] نہ میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا

اللہ تعالیٰ اوّلین و آخرین کو (میدانِ حشر میں) جمع کر کے ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا تو اہلِ ایمان کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری شفاعت کون کرے گا؟ اس لئے وہ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے مگر وہ معذرت کر دیں گے: پھر حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ہوتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، پھر سب لوگ میرے پاس آئیں گے، پھر اللہ تعالیٰ مجھے اجازت دے گا اور میں کھڑا ہوں گا تو میری مجلس سے ایسی خوشبو پھیلے گی جسے آج تک کسی نے نہ سونگھا ہوگا، پھر میں اپنے رب کے سامنے حاضر ہوں گا اور وہ میری شفاعت قبول فرمائے گا اور مجھے میرے سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک منور کر دے گا۔ یہ منظر دیکھ کر کافر کہیں گے: مؤمنوں نے تو اپنے شفاعت کرنے والے کو پا لیا اب ہمارے لئے کون شفاعت کرے گا؟ پھر وہ کہیں گے: شیطان کے پاس چلو اسی نے ہمیں گمراہ کیا تھا وہی ہماری شفاعت کرے گا، چنانچہ وہ سب شیطان کے پاس آ کر کہیں گے: اہلِ ایمان کو تو اپنا شفیع مل گیا اب تم اٹھو اور ہماری شفاعت کرو کیونکہ تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا تھا، پس شیطان کھڑا ہوگا تو اس کی مجلس سے ایسی سخت بدبو پھیلے گی جسے آج تک کسی نے نہ سونگھا ہوگا: اس وقت شیطان کہے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ وعدہ سچا تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا، سو میں نے تم سے وعدہ خلافی کی۔

(تفسیر ابن ابی حاتم: حدیث نمبر ۱۲۲۴۵)

اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور شیطان کا وعدہ

اس وقت شیطان کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ قیامت آئے گی، سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ان کے اعمال کا حساب و کتاب ہوگا، نیکوکار جنت میں اور بدکار جہنم میں جائیں گے اور میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ قیامت نہیں آئے گی، مر کر دوبارہ زندہ ہونے والی بات غلط ہے، کوئی حساب و کتاب نہیں ہوگا، لہٰذا حلال و حرام کا فرق کئے بغیر جیسے چاہو اسی دنیاوی زندگی کو پُرلطف بناؤ، سو اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کئے تھے وہ سب سچے ثابت ہو گئے ہیں اور میں نے تم سے جو وعدے کئے تھے وہ سب جھوٹے تھے۔

[۲۱] اس وقت منکرین غضب ناک ہو کر شیطان کو ملامت کرنے لگیں گے اور کہیں گے: تیرا ستیاناس ہو، تو نے اس وقت ہمیں انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت قبول کرنے سے روکے رکھا اور اب تو ہمیں یوں صاف جواب دے رہا ہے۔ شیطان کہے گا: میں نے تمہیں کب مجبور کیا تھا کہ تم ضرور میری پیروی کرو، میں نے تو تمہیں صرف برائی کی ترغیب دی اور تم اس میں اپنا فائدہ سمجھتے ہوئے میرے پیروکار بن گئے اور تم نے یہ نہ سوچا کہ میں تمہارا کھلا دشمن ہوں، لہٰذا اب تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ اگر کوئی تمہیں کہے کہ سمندر میں چھلانگ لگا دو اس کی تہہ میں ہیرے اور جواہرات ہیں ان کو نکال لاؤ تو جب چھلانگ لگانے سے تمہاری موت واقع ہو جائے، تو اس ہلاکت کا ذمہ دار وہ شخص نہیں ہوگا جس نے تمہیں ترغیب دی بلکہ اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے جنہوں نے یہ حماقت کی۔

Marfat.com

كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾

ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو، [۲۲] اس سے پہلے جو تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا تھا میں اس سے انکار کرتا ہوں، بے شک ظالموں کے لئے درد ناک عذاب ہے۔

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ ایسی جنتوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ اپنے رب کے حکم سے ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور وہاں ان (کی ملاقات) کا تحفہ ''سلام'' ہوگا۔ [۲۳]

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کہ پاکیزہ کلمہ اس پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ [۲۴]

---

[۲۲] میدانِ محشر میں شیطان اپنے پیروکاروں سے کہے گا: آج نہ میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو۔ تمہیں اپنے گناہوں کی سزا بھگتنا ہوگی اور مجھے اپنی سرکشیوں کا عذاب جھیلنا ہوگا۔ نیز دنیا میں تم میں سے جو مجھے خدا کا شریک سمجھتے تھے میں انہیں بھی واضح کر دیتا ہوں کہ میں خدا کا شریک نہیں ہوں۔ تم نے محض اپنی حماقت کی وجہ سے مجھے خدا کا شریک بنا رکھا تھا۔

[۲۳] جنت سلامتی کا گھر ہے، وہاں سلام بطورِ مبارکباد ہوگا یعنی آپ کو مبارک ہو کہ آپ سلامتی کے گھر میں آگئے ہیں یا ترقی درجات کے لئے ایک دوسرے کو دعائیں دیں گے۔

[۲۴] پاکیزہ کلمہ سے مراد ایمان ہے اور پاکیزہ درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) یعنی جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین میں مضبوط ہوتی ہیں اور کوئی آندھی ان کو اکھیڑ نہیں سکتی، اس کی شاخیں عام درختوں سے بلند ہوتی ہیں مگر ان کے سر جھکے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کا پھل ہر وقت کارآمد ہوتا ہے وہ کچا ہو یا پکا، وہ تازہ ہو یا سوکھا ہر حال میں نعمت ہی نعمت ہے۔ اسی طرح ایمان کی بنیاد بھی دل کی گہرائی میں پیوست ہوتی ہے اور دنیا کی کوئی مصیبت اس کو متزلزل نہیں کر سکتی، اہلِ ایمان کے اخلاق اور اعمال عام انسانوں سے بلند ہوتے ہیں مگر عاجزی و انکساری سے ان کی آنکھیں جھکی رہتی ہیں اور ایمان والے کا ہر کام عبادت شمار ہوتا ہے چاہے وہ نماز پڑھ رہا ہو یا سو رہا ہو۔ وہ مصیبت پر صبر کر رہا ہو یا نعمت پر شکر ادا کر رہا ہو ہر حال میں رحمت ہی رحمت ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کی مثال کھجور کے درخت کی طرح ہے، اگر تم مؤمن کو اپنا ساتھی بناؤ تو وہ تم کو نفع دے گا اور اگر تم اس سے مشورہ کرو تو وہ تم کو نفع دے گا اور اگر تم اس کے پاس بیٹھو تو وہ تم کو نفع دے گا، اس کے

Marfat.com

تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٥﴾	۲۵۔ وہ درخت اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔
وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿٢٦﴾	۲۶۔ اور ناپاک کلمہ کی مثال اس ناپاک درخت کی طرح ہے جس کو زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جائے اور اس کو ذرہ برابر قرار نہ ہو۔[۲۵]
يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ڐ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ﴿٢٧﴾ ع	۲۷۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو مضبوط بات (کی برکت) سے دنیوی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔[۲۶]

ہر حال میں نفع ہے، اسی طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز میں نفع ہے۔ (شعب الایمان: حدیث نمبر ۹۰۷۲: جلد ۶: ص ۵۰۴)

علامہ فخر الدین رازی نقل کرتے ہیں کہ جس طرح درخت میں تین چیزیں ہوتی ہیں یعنی اس کی جڑیں، اس کا تنا اور اس کی شاخیں، اسی طرح ایمان کے بھی تین ارکان ہیں یعنی دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل۔ (تفسیر کبیر) اگر درخت کی جڑیں کاٹ دی جائیں تو اس کا تنا اور اس کی شاخیں خشک ہو جاتی ہیں اسی طرح اگر ایمان کی تصدیق دل سے ختم ہو جائے تو اس کے اقوال اور افعال بے کار ہو جاتے ہیں، لہٰذا ایمان میں دل کی تصدیق کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

[۲۵] ناپاک کلمہ سے مراد کفر ہے اور ناپاک درخت سے مراد حنظلہ (اندرائن) کا درخت ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) یعنی جس طرح حنظلہ کا درخت بظاہر خوبصورت نظر آتا ہے مگر چونکہ اس کی جڑیں زمین کے اوپر ہوتی ہیں اس لئے تھوڑی سی تیز ہوا چلے تو وہ اُکھڑ جاتی ہیں۔ اسی طرح کافر کے اعمال بھی بظاہر خوبصورت نظر آتے ہیں مگر چونکہ ان کے پیچھے ایمان کی طاقت نہیں ہوتی اس لئے جونہی موت کی گھڑی آتی ہے اس کے اعمال کو زائل کر دیتی ہے۔

[۲۶] جو لوگ صدقِ دل سے ایمان لاتے ہیں اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ انہیں دنیا کی آزمائشوں میں بھی استقامت عطا فرماتا ہے اور قبر و حشر کے مشکل مراحل میں بھی ان کی دستگیری فرماتا ہے، لیکن جو لوگ ایمان نہیں لاتے اور مظالم پر کمر بستہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ حضرت سہیل بن عمار رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے یزید بن ہارون کو ان کی وفات

Marfat.com

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ
کُفۡرًا وَّ اَحَلُّوۡا قَوۡمَہُمۡ دَارَ الۡبَوَارِ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اُتار دیا۔

جَہَنَّمَ ۚ یَصۡلَوۡنَہَا ؕ وَ بِئۡسَ الۡقَرَارُ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ جہنم ہے جس میں وہ داخل ہوں گے، اور وہ برا ٹھکانا ہے۔[۲۷]

وَ جَعَلُوۡا لِلّٰہِ اَنۡدَادًا لِّیُضِلُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ؕ
قُلۡ تَمَتَّعُوۡا فَاِنَّ مَصِیۡرَکُمۡ اِلَی النَّارِ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے شریک بنالئے تاکہ (لوگوں کو) اس کی راہ سے بہکائیں، آپ فرمایئے: تم (چندروزہ) فائدہ اٹھالو، پھر یقیناً تمہارا انجام آگ ہی کی طرف ہوگا۔

قُلۡ لِّعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ
وَ یُنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً مِّنۡ

۳۱۔ آپ ﷺ میرے مؤمن بندوں سے فرمادیجئے کہ وہ نماز قائم رکھیں [۲۸] اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس

کے بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا: بتایئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ انہوں نے کہا: قبر میں میرے پاس دو بڑے خوفناک اور سخت فرشتے آئے اور مجھ سے دریافت کیا: تیرا دین کیا ہے، تیرا رب کون ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ میں نے اپنی سفید داڑھی کو پکڑ کر کہا: کیا تم میرے جیسے شخص سے اس قسم کے سوالات پوچھتے ہو؟ میں اُسی (۸۰) سال تک لوگوں کو تمہارے ان ہی سوالات کے جوابات پڑھاتا رہا ہوں۔ (تفسیر قرطبی)

سوالاتِ قبر کے لئے تفصیل سورہ اعراف (۷) کے حاشیہ نمبر ۳۰ میں ملاحظہ کریں۔

[۲۷] اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں نعمتوں سے نوازا، انہیں بیت اللہ کا قرب عطا فرمایا جس کی وجہ سے پورا عرب ان کی عزت کرتا تھا، پھر آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو ان میں مبعوث فرمایا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے اور نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آتے مگر انہوں نے ناشکری کی انتہا کردی۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے اپنی قوم کو جہنم کا مستحق بنادیا بلکہ بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا کر بیت اللہ کے اندر رکھ دیا اور باہر سے آنے والے دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کرنا شروع کر دیا، لہٰذا پیارے نبی ﷺ! ان کو بتادو کہ اگر تم اس شرک سے باز نہ آئے تو پھر یہی چند روزہ زندگی ہے، اس سے بے شک فائدہ اٹھالو لیکن آخرت میں تمہیں جہنم کی آگ میں ہی جانا پڑے گا جو کہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

[۲۸] نماز کے آداب اور اس کے فوائد کے لئے سورہ بقرہ (۲) کا حاشیہ نمبر ۲۰۰ اور سورہ ہود (۱۱) کا حاشیہ نمبر ۹۴ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے رہیں[۲۹] اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی۔[۳۰]

نماز کے دوران غیر متعلقہ خیالات

اگر ہم میں سے کسی کو اپنے ملک کے وزیر اعظم کے گھر میں جانے کا موقع ملے تو وہ اپنے دل و دماغ دونوں کو سنبھال کر بڑے ادب کے ساتھ اپنی گزارشات پیش کرتا ہے، لیکن کیا وجہ ہے کہ جب ہم ساری کائنات کے خالق اللہ تعالیٰ کے گھر یعنی مسجد میں جاتے ہیں اور نماز کے دوران اپنی گزارشات پیش کرتے ہیں تو ہمارے دل اور دماغ کسی دوسری جگہ گھوم رہے ہوتے ہیں۔ دراصل یہ ہمارے ایمان کی کمزوری ہے جس سے شیطان فائدہ اٹھا کر ہمارے خیالات کو منتشر کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اگر ہم درج ذیل امور کا خیال رکھیں تو نماز کے دوران خیالات پر قابو پایا جا سکتا ہے، مثلاً:

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو ہر وقت اور ہر جگہ دیکھ رہا ہے اگرچہ ہم اس کا احساس بہت کم کرتے ہیں لیکن کم از کم نماز کے دوران اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی گزارشات پیش کرتے وقت تو بھرپور یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے تا کہ ہم اپنی نماز میں زیادہ سے زیادہ احتیاط اور یکسوئی پیدا کر سکیں۔

۲۔ ہمیں نماز کا ترجمہ اپنی مادری زبان میں یاد کرنا چاہیے تا کہ زبان سے عربی الفاظ کہتے وقت ہمارا دل اور دماغ اس کے معانی پر غور کر رہا ہو۔ اس طرح دیگر خیالات کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔

۳۔ ہمیں ہر نماز اتنی احتیاط سے ادا کرنی چاہیے جیسے وہ ہماری زندگی کی آخری نماز ہے کیونکہ ہو سکتا ہے دوسری نماز سے پہلے ہماری موت کا وقت آجائے، اور اگر ہم نے اس آخری نماز کو پورے آداب کے ساتھ ادا نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ اور اگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے مسجد میں میرے سامنے کھڑے ہو کر نماز کا حق ادا نہیں کیا تو ہم کیا جواب دیں گے؟

۴۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے۔ یہ پوچھنے پر کہ نماز کا چور کون ہے؟ جواب دیا: جو نماز میں رکوع اور سجدہ اچھے طریقہ سے ادا نہیں کرتا۔ مقام غور ہے کہ ہمارا مہمان یا اُستاد دیکھ رہا ہو تو ہم بڑے آرام سے نماز پڑھتے ہیں اور ساری کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہو تو ہم پوری توجہ نہیں کرتے، یہ انتہائی غلط بات ہے۔

۵۔ نماز میں کھڑے ہوئے نگاہ سجدہ کی جگہ پر رکھیں۔ اس طرح اگلی صف میں کھڑے ہوئے نمازی کا سر نظر نہیں آتا اور بیٹھے ہوئے نگاہ کو گود میں رکھیں تو اگلی صف میں بیٹھا ہوا انسان بالکل نظر نہیں آتا۔ جب ہماری نگاہ محدود رہے گی تو ہمارے خیالات بھی محدود ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس اگر ہم نگاہ سامنے رکھیں گے تو پوری مسجد اور اگلے سارے نمازی نظر آئیں گے اور مختلف مناظر سے مختلف خیالات پیدا ہوں گے جن سے ہماری یکسوئی اور توجہ منتشر ہو جائے گی۔

[۲۹] پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرنے کے بارے میں سورہ بقرہ (۲) کا حاشیہ نمبر ۲۳۲ ملاحظہ کریں۔

[۳۰] اہل ایمان کی دوستیاں مرنے کے بعد بھی قائم رہیں گی۔ اس کے لیے سورہ بقرہ (۲) کا حاشیہ نمبر ۲۱۷ اور سورہ رعد (۱۳) کا حاشیہ نمبر ۳۲ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس پانی کے ذریعہ تمہارے رزق کے لئے پھل پیدا کئے اور تمہارے لئے کشتیوں کو مسخر کر دیا تاکہ اس کے حکم سے سمندر میں چلتی رہیں اور تمہارے لئے دریاؤں کو مسخر کر دیا۔

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَیْنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا جو مسلسل گردش کر رہے ہیں اور تمہارے لئے رات اور دن کو مسخر کر دیا۔

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع ۱۷

۳۴۔ اور تمہیں ہر اس چیز سے عطا فرمایا جس کا تم نے اس سے سوال کیا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم ان کا شمار نہیں کر سکتے، بے شک انسان بڑا ہی ظالم بڑا ہی ناشکر گزار ہے۔[۳۱]

[۳۱] اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری تخلیق سے پہلے تمہاری ضروریاتِ زندگی کا انتظام فرمایا، یہ زمین اور آسمان، پانی اور پھل، چاند اور سورج، دریا اور سمندر اور گردشِ لیل ونہار سب تمہارے لئے نفع بخش ہیں، پھر تمہاری تخلیق کے بعد تم نے اپنی خواہشات کے لئے جو مانگا یا تمہاری فطرت نے جس چیز کا تقاضا کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے بھی اسباب پیدا فرما دیئے۔ الغرض اس کے احسانات اتنے زیادہ ہیں کہ تم ان کو شمار تک نہیں کر سکتے۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ تم ان بے شمار نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے مگر صد افسوس! تم میں سے اکثریت نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کر کے اپنے اوپر ظلم کیا اور شکر گزار بندے، بہت کم نکلے۔ (قرآن: ۱۴: ۳۴)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی نے ایک حکایت نقل کی ہے کہ ایک فقیر نے ایک بزرگ سے اپنی غربت کی شکایت کی۔ اس بزرگ نے پوچھا: کیا تو یہ پسند کرے گا کہ دس ہزار درہم دے کر تجھے اندھا بنا دیا جائے؟ اس فقیر نے جواب دیا: نہیں۔ بزرگ نے پھر پوچھا: اگر تیرے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر تجھے بیس ہزار درہم دے دیئے جائیں تو کیا تو پسند کرے گا؟ فقیر نے جواب دیا: نہیں۔ بزرگ نے پھر پوچھا: اگر دس ہزار درہم کے بدلے میں تجھے مجنون بنا دیا جائے تو کیا تو یہ پسند کرے گا؟ فقیر نے جواب دیا: نہیں۔ اس پر بزرگ نے کہا: کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ تو اپنے اس مالک کی شکایت کر رہا ہے جس نے تجھے چالیس ہزار درہم کی نعمتیں دے رکھی ہیں۔ (تفسیر روح البیان)

بے شمار نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں ہم نے کبھی سوچا بھی نہیں کہ وہ بھی نعمتیں ہیں اور پھر ہر نعمت کتنی قیمتی ہے۔ اس کے لئے

Marfat.com

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھے اور میرے بچوں کو اس بات سے دور رکھ کہ ہم بتوں کی عبادت کرنے لگیں۔[۳۲]

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے، پس جس نے میری پیروی کی تو بے شک وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ

۳۷۔ اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو بے آب و گیاہ وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسادیا ہے، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم

میں آپ کو پانی کے ایک گلاس کی قیمت بتاتا ہوں اس سے آپ دوسری بڑی نعمتوں کا اندازہ کرسکیں گے۔ اگر ایک بادشاہ جنگل میں شکار پر جائے، کسی وجہ سے وہ جنگل میں گم ہو جائے اور ساتھی اس کو تلاش نہ کرسکیں۔ چند دنوں کے بعد ایک مسافر دیکھتا ہے کہ بادشاہ موت وحیات کی کشمکش میں زمین پر پڑا ہے اور پانی پانی پکار رہا ہے اور اگر چند لمحے مزید اس کو پانی نہ ملتا تو وہ مرنے والا تھا۔ وہ مسافر مرتے ہوئے بادشاہ کو دیکھ کر کہتا ہے: پانی تو میرے پاس ہے مگر مجھے بھی اس کی ضرورت ہے، البتہ اگر تو مجھے اپنی ساری جائیداد اور بادشاہی لکھ کر دے دے تو میں تمہیں پانی دے سکتا ہوں۔ وہ بادشاہ اپنی ساری جائیداد اور بادشاہی لکھ کر دیدے گا تاکہ اپنی جان بچا سکے۔ اب اندازہ کرو اگر ساری بادشاہی صرف پانی کے ایک گلاس کی قیمت کے برابر ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہاتھ، پاؤں، آنکھیں اور ایمان وغیرہ کی عظیم نعمتیں دے رکھی ہیں ان کی قیمت کیا ہوگی؟ کاش! ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس کریں اور ان کے شکر کی فکر کریں۔

[۳۲] اس آیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک تفصیلی دعا کا سلسلہ شروع ہوتا ہے یعنی اے میرے رب! مکہ شہر کو امن والا بنادے تاکہ لوگ اس میں امن کے ساتھ تیرے گھر کی زیارت کرسکیں۔ مجھے اور میرے بچوں کو بتوں کی عبادت سے دور رکھنا کیونکہ بتوں کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہ ہوئے ہیں، لہٰذا میری اولاد میں سے جس نے میری پیروی کی وہ تو تیرے احکام پر عمل کر کے تیری رحمت کو پالے گا مگر جس نے میری نافرمانی کی تو پھر تو ہی غفور ورحیم ہے۔ اگر وہ توبہ کرے گا تو وہ بھی تیری بخشش کو پالے گا۔ اس میں قریش مکہ کے لئے تنبیہ ہے کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام جنہوں نے کعبہ کی تعمیر کی وہ تو بتوں کی عبادت کرنے سے پاک تھے، پھر تم ان کی اولاد ہو کر بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو۔

Marfat.com

النَّاسِ تَهْوِيٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾

رکھیں، پس تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے اور ان کو پھلوں کا رزق عطا فرما تاکہ وہ (تیرا) شکر ادا کریں۔ [۳۳]

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اے ہمارے رب! بے شک تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے بڑھاپے میں مجھے اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام عطا فرمائے، بے شک میرا رب ضرور دعا سننے والا ہے۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دے، اے ہمارے رب! اور تو میری دعا قبول فرما۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ ع

۴۱۔ اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور سب مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ [۳۴]

---

[۳۳] اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد یعنی اسماعیل علیہ السلام کو اس بے آب و گیاہ وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسا دیا ہے تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ اے میرے رب! تو دوسرے لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے اور ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ یہ تیرے شکر گزار رہیں۔ جو خوش نصیب آج بیت اللہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتا ہے وہ اس دعا کا عملی مشاہدہ کرتا ہے کہ پوری دنیا سے لاکھوں انسان وہاں حاضر ہوتے ہیں اور دنیا کا ہر قسم کا پھل بھی وہاں دستیاب ہوتا ہے۔

[۳۴] کتنی پیاری دعا ہے، پہلے اپنے اور اپنی اولاد کے نماز پر پابند رہنے کی دعا کی اور پھر اپنی ذات، اپنے والدین اور تمام اہل ایمان کی مغفرت کے لئے دعا کی۔ اس دعا کو اتنا قبول عام نصیب ہوا کہ آج بھی مسلمان نماز میں انہی الفاظ کے ساتھ اپنے والدین کے لئے دعا مانگتے ہیں۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مسلمان تھے اسی لئے ان کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے اور آزر آپ کا والد نہیں بلکہ چچا تھا اور وہ کافر تھا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ انعام (۶) کا حاشیہ نمبر ۷۰ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور تم یہ ہرگز خیال نہ کرنا کہ جو کچھ ظالم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ڈھیل دے رہا ہے اس دن تک کے لئے جس میں (خوف کے مارے) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔[۳۵]

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اپنے سروں کو اوپر اُٹھائے دوڑے جا رہے ہوں گے اس حال میں کہ ان کی پلکیں بھی نہ جھپکتی ہوں گی اور ان کے دل اُڑے جا رہے ہوں گے۔

وَ اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ اور آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جب ان پر عذاب آجائے گا تو ظالم لوگ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی دیر کے لئے مہلت دے دے ہم تیری دعوت قبول کرلیں گے اور رسولوں کی پیروی کریں گے، کیا تم لوگ اس سے پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تم پر زوال نہیں آئے گا۔[۳۶]

وَّ سَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ اور تم ان لوگوں کے گھروں میں آباد تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر خوب واضح ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا اور ہم نے تمہارے لئے مثالیں بھی بیان کردی تھیں۔

[۳۵] جن ظالموں کو اس دنیا میں سزا نہیں ملتی وہ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مظالم سے بے خبر ہے، دراصل اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تحت انہیں قیامت کے دن تک کے لئے ڈھیل دیتا ہے، اور جب وہ دن آجائے گا تو قبروں سے اُٹھتے ہی سخت خوف و ہراس کے باعث یہ ظالم سر اٹھائے سرگرداں دوڑیں گے۔ جدھر نظر اٹھائیں گے وہ دیکھتے ہی رہ جائیں گے اور مردوں کی طرح اپنی پلکیں بھی نہ جھپک سکیں گے اور ان کے دل گھبراہٹ سے اُڑے جا رہے ہوں گے اور ان کا کلیجہ منہ کو آرہا ہوگا۔

[۳۶] قیامت کے دن ظالموں کو جب اپنا عذاب سامنے نظر آجائے گا تو اللہ تعالیٰ سے کہیں گے: ہمیں تھوڑی مدت کے لئے دوبارہ دنیا میں بھیج دے ہم تیرے پیغام کو قبول کریں گے اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے قول کو رد کرتے ہوئے فرمائے گا: کیا تمہیں وہ دعوے یاد نہیں ہیں جب تم قسمیں اٹھا کر کہتے تھے کہ تم پر کوئی زوال نہیں آئے گا اور کوئی قیامت یا حساب و کتاب نہیں ہوگا

Marfat.com

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝۴۶

۴۶۔ اور انہوں نے اپنی طرف سے بڑی سازشیں کیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کی سازش کا توڑ تھا، اگرچہ ان کی سازشیں ایسی (زبردست) تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی اکھڑ جاتے۔[۳۷]

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۴۷ۭ

۴۷۔ تم یہ ہرگز خیال نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے کئے ہوئے وعدہ کے خلاف کرنے والا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ غالب بدلہ لینے والا ہے۔[۳۸]

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝۴۸

۴۸۔ جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے جو ایک ہے غالب ہے۔[۳۹]

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝۴۹ۚ

۴۹۔ اور اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے کہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔

حالانکہ ہمارے رسولوں نے تمہیں بتادیا تھا کہ تم سے پہلے جن قوموں نے ہمارے پیغام کو جھٹلایا ان پر کس قسم کا عذاب آیا تھا اور پہلی قوموں کی تباہی کی مثالیں بھی تم سن چکے تھے اس کے باوجود تم نے عبرت کیوں نہ حاصل کی۔

[۳۷] مشرکین مکہ نے اسلام کو مٹانے اور نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کے لئے ایسی زبردست سازشیں کیں کہ ان سے پہاڑ بھی اُکھڑ جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی ساری سازشیں ناکام بنادیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو جو ایمان کا جذبہ عطا فرمایا تھا وہ پہاڑوں سے بھی سخت تھا۔

[۳۸] اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی مدد کرنے اور ان کے منکرین کو سزا دینے کا جو وعدہ کیا ہے وہ اس کے خلاف نہیں کرے گا۔ اگر کسی حکمت کے تحت اس نے ظالموں کو اس دنیا میں سزا نہ دی تو آخرت تو آ کر رہے گی اور اس میں کوئی ظالم سزا سے نہیں بچ سکے گا۔

[۳۹] قیامت کے دن جب سارے لوگ اللہ تعالیٰ کی اس خصوصی عدالت میں حاضر ہوں گے تو اس دن زمین و آسمان نئی قسم کے ہوں گے۔ آسمان پر ستارے نہیں ہوں گے اور زمین پر بھی نہ بلند پہاڑ اور ٹیلے ہوں گے اور نہ ہی گہرے غار بلکہ ایک صاف اور ہموار میدان کی صورت میں ہوگی۔

Marfat.com

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ ان کے لباس تارکول کے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ رہی ہوگی۔[۴۰]

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو بدلہ دے جو اس نے کمایا تھا، بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

ع ۱۹

۵۲۔ یہ (قرآن) تمام لوگوں کے لئے پیغام ہے تاکہ انہیں اس کے ذریعے ڈرایا جائے اور تاکہ وہ خوب جان لیں کہ صرف وہ ایک ہی عبادت کے لائق ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔[۴۱]

---

[۴۰] قیامت کے دن مجرم زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے، ان کے لباس تارکول کے ہوں گے جو آگ کو تیزی سے پکڑیں گے اور ان کے چہروں پر آگ جل رہی ہوگی اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا تاکہ ہر شخص کو اس کے اعمال کی سزا اور جزا دی جائے۔

[۴۱] یہ قرآن مجید تمام لوگوں کے لئے دعوتِ فکر ہے تاکہ وہ اس میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید کا یقین حاصل کریں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم

بعد از نمازِ فجر بروز بدھ ۱۴ فروری ۲۰۰۷ء بمطابق ۲۵ محرم ۱۴۲۸ھ

سورہ ابراہیم کی تفسیر صرف آٹھ دنوں میں مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الحجر (۱۵)

یہ سورت مکی ہے، اس سورت کی آیت نمبر ۸۰ میں حجر کا لفظ مذکور ہے جس کی وجہ سے اس سورت کا نام ''حجر'' رکھا گیا ہے۔ حجر سے مراد قوم ثمود کا علاقہ ہے جو حجاز اور شام کے درمیان واقع ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر ۹ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی ابدی حفاظت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اس سورت میں ایک طرف تو مشرکین مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ اپنی خواہشات میں ڈوبے رہے اور قرآن مجید کے پیغام میں غور کر کے اسلام قبول نہ کیا تو آخرت میں انہیں دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا اور دوسری طرف نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ ان مشرکین کے بے جا مطالبات اور ان کی ایذا رسانی سے پریشان نہ ہوں کیونکہ ان سے پہلی امتیں بھی اپنے انبیائے کرام کا مذاق اڑایا کرتی تھیں۔ اس میں قوم لوط، قوم شعیب اور قوم ثمود کی بربادی کا ذکر بھی کیا گیا ہے تا کہ مشرکین مکہ ان سے عبرت حاصل کریں اور قرآن پر ایمان لے آئیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم
بروز بدھ ۱۴ فروری ۲۰۰۷ء بمطابق ۲۵ محرم ۱۴۲۸ھ

Marfat.com

ایاتہا ۹۹ ۱۵ سُوْرَۃُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ ۵۴ رکوعاتہا ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ①

۱۔ الف لام را [۱] یہ کتاب (الٰہی) اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں۔[۲]

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ②

۲۔ کفار بہت آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔[۳]

ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ③

۳۔ آپ انہیں چھوڑ دیجئے، وہ کھائیں اور عیش کریں اور (جھوٹی) امید انہیں غافل رکھے وہ عنقریب جان لیں گے۔[۴]

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں، یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ (۲) کا حاشیہ نمبر ا ملاحظہ کریں۔

[۲] یہ کتاب اور روشن قرآن کی آیات ہیں۔کتاب کا لغوی معنیٰ ہے: ''لکھی ہوئی چیز'' اور قرآن کا لغوی معنیٰ ہے: ''پڑھی ہوئی چیز'' قرآن مجید کا نام کتاب اس لئے ہے کہ وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور قرآن اس لئے ہے کہ یہ پڑھا ہوا نازل ہوا۔اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید تحریر کے اعتبار سے ایک کامل اور محفوظ کتاب ہے اور بیان کے اعتبار سے ایک کامل اور روشن کلام ہے۔

[۳] قبر، حشر اور جہنم میں جب کفار کو اپنی غلطی کا احساس ہوگا تو بہت آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے مگر اس وقت پچھتانا بے سود ہوگا۔حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جہنم والے جہنم میں جمع ہوں گے اور ان میں کچھ اہل قبلہ بھی ہوں گے تو کفار کہیں گے: کیا تم مسلمان نہیں تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، پھر کفار کہیں گے: تو تمہارے اسلام نے تم سے کون سا عذاب دور کر دیا۔تم بھی ہمارے ساتھ جہنم میں آگئے ہو۔مسلمان کہیں گے: ہمارے گناہ تھے، ان گناہوں کی وجہ سے ہم پر گرفت کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی باتیں سن کر فرمائے گا: جو لوگ اہل قبلہ سے ہیں ان کو جہنم سے نکال لو۔جب کفار یہ معاملہ دیکھیں گے تو حسرت سے کہیں گے: کاش! ہم بھی مسلمان ہوتے تو ہم کو بھی جہنم سے اسی طرح نکال لیا جاتا جس طرح مسلمانوں کو نکال لیا گیا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی کفار بہت آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: حدیث نمبر ۱۲۳۲۴)

[۴] میرے پیارے نبی ﷺ! مسلسل تبلیغ کے بعد بھی جو ایمان نہیں لائے آپ ان کے بارے میں غمگین نہ ہوں انہیں چند روزہ

Marfat.com

وَمَآ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ④

۴۔ اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر یہ کہ اس (کی ہلاکت) کا وقت لکھا ہوا اور معین تھا۔ [۵]

مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ⑤

۵۔ کوئی قوم اپنے مقررہ وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔

وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ⑥

۶۔ اور انہوں نے کہا: اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے بے شک تو مجنون ہے۔

زندگی میں کھانے پینے اور عیش وعشرت کرنے دیجئے دراصل انہوں نے موت سے بے فکر ہو کر اپنے مستقبل کے لیے بڑی لمبی چوڑی امیدیں باندھ رکھی ہیں لیکن انہیں علم نہیں کہ عنقریب ان کی موت کا وقت آیا چاہتا ہے جب وہ جان لیں گے کہ جو کچھ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے وہ بالکل حق اور صحیح تھا۔

حضرت علی ؓ نے فرمایا: مجھے تمہارے بارے میں دو چیزوں کا اندیشہ ہے: لمبی آس لگانا اور خواہش نفس کی پیروی کرنا کیونکہ لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں اور خواہش نفس کی پیروی حق سے روک دیتی ہے۔ (تفسیر روح المعانی) لہٰذا عقل مند مومن وہ ہے جو موت کو قریب سمجھے اور زندگی کے لحات سے بھرپور استفادہ کرے جیسا کہ حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری ؓ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! مومنوں میں سے افضل کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، پھر پوچھا: مومنوں میں سب سے زیادہ دانا کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرے اور موت سے بعد والی زندگی کے لئے سب سے اچھی تیاری کرے۔

(ابن ماجۃ: حدیث نمبر ۴۲۵۹: ابواب الزھد: باب نمبر ۳۱)

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ انسان تسبیح اٹھائے اور روزانہ یا موت، یا موت کا ورد شروع کردے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ہر قدم اٹھانے سے پہلے موت کو یاد رکھے کہ جو کام وہ کرنے لگا ہے کیا مرنے کے بعد حساب و کتاب کے وقت یہ اس کے لئے مصیبت تو نہیں بنے گا؟

[۵] ہر ظالم قوم کے عذاب کا وقت لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور جب وہ وقت آجاتا ہے تو اس میں تقدیم وتاخیر نہیں ہوتی۔ جب کسی ظالم قوم کو لمبی مہلت مل جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کی گرفت نہیں ہوگی، ان ظالموں کی گرفت دنیا میں نہ ہوئی تو آخرت میں ضرور ہوگی مگر اس دنیا میں ڈھیل کے پس پردہ کئی حکمتیں ہوتی ہیں جن کی حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے مگر ان میں سے ایک یہ ہو سکتی ہے کہ ان میں سے بعض کی یا بعض کی اولاد کا ایمان لانا مقدر ہوتا ہے اور فوری عذاب آجائے تو وہ ایمان لانے سے پہلے ہی تباہ ہو جائیں گے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اہل طائف کی تباہی کے لئے اس لئے دعا نہ کی کہ

Marfat.com

لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ۷

۷۔ تم ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتے اگر تم سچے ہو۔[۶]

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝ ۸

۸۔ ہم فرشتوں کو نازل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ اور اس وقت انہیں مہلت نہیں دی جاتی۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ۹

۹۔ بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔[۷]

شاید ان کی اولاد ایمان لے آئے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند سال بعد طائف کے باشندے اور ان کی اولاد ایمان لے آئے اور اگر انہیں اس وقت تباہ کر دیا جاتا تو ان کی نسلیں ایمان کیسے لاتیں۔

[۶] منکرین آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے اور کہتے: آپ جنون والی باتیں کرتے ہیں، اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے پاس فرشتوں کو لے آؤ لیکن اگر فرشتے اپنی اصلی شکل میں آتے تو یہ انہیں دیکھ نہ سکتے اور اگر انسانی شکل میں آتے تو یہ پھر وہی اعتراض کرتے کہ یہ تو ہماری طرح انسان ہیں یہ فرشتے کیسے ہو سکتے ہیں اور اگر وہ کوئی فرشتوں والا کرشمہ دکھاتے تو یہ کہتے کہ تم نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ بہرحال فرشتے صرف تماشہ دکھانے یا انبیاء کی تصدیق کے لئے نہیں بھیجے جاتے بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنی حکمت کے مطابق فرشتوں کو زمین پر بھیجتا ہے اور اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ جب کسی قوم کی سرکشی انتہا کو پہنچ جائے اور ان کی ہلاکت کا وقت مقرر آ جائے تو فرشتے نازل ہوتے ہیں اور پھر ظالموں کو مہلت نہیں دی جاتی مگر ان ظالموں کی ہلاکت کا وقت ابھی نہیں آیا اس لیے فرشتوں کے نازل ہونے میں مقررہ وقت کا انتظار کرنا ہوگا۔

[۷] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کے ایسے اسباب پیدا فرما دیے ہیں خدانخواستہ اگر کسی وجہ سے قرآن مجید کے سارے تحریری نسخے دنیا سے معدوم ہو جائیں تو بھی آٹھ نو سال کا ایک حافظ بچہ پورے قرآن مجید کو اس طرح تحریر کروا سکتا ہے کہ اس میں زبر اور زیر کی بھی کمی بیشی نہیں ہوگی۔ حفاظت کی یہ امتیازی شان دنیا میں کسی اور کتاب کو حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید پہلے دن کی طرح آج بھی جوں کا توں موجود ہے۔

اگر قرآن مجید کی حفاظت ہمارے ذمہ ہوتی تو سورہ بقرہ گائے کی نذر ہو چکی ہوتی اور سورہ نمل کو چیونٹی کھا گئی ہوتی مگر یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے قرآن مجید کی حفاظت کا خود ذمہ لیا اس لئے وہ آج بھی محفوظ ہے اور ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حفظ قرآن کے متعلق چند احادیث

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پیٹ میں قرآن کا کچھ حصہ بھی نہیں وہ

Marfat.com

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۰

۱۰۔ اور بے شک ہم نے آپ سے قبل پہلی امتوں میں بھی رسول بھیجے تھے۔[۸]

وَ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۱

۱۱۔ اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔

ویران گھر کی طرح ہے۔(ترمذی:فضائل القرآن:باب ۱۸)سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص قرآن مجید کی دو مکمل سورتیں ہیں اور تقریباً ہر مسلمان کو زبانی یاد ہوتی ہیں اس لئے دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہو جس کو قرآن مجید کا کچھ نہ کچھ حصہ زبانی یاد نہ ہو۔

۲۔حضرت علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو حفظ کر لیا، پھر اس کے حلال کو حلال جانا اور اس کے حرام کو حرام جانا اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور حافظ کو اپنے ان دس رشتہ داروں کی شفاعت کا حق دے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ (ترمذی:فضائل القرآن:باب ۱۳)

۳۔حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن حافظ قرآن حاضر ہوگا تو قرآن عرض کرے گا: اے میرے رب! اس کو لباس عطا فرما، پس اس کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا، پھر قرآن عرض کرے گا: اے میرے رب! اس کو اور عطا فرما! پھر اس کو عزت کا حلہ پہنایا جائے گا پھر قرآن عرض کرے گا: اے میرے رب! تو حافظ قرآن سے راضی ہو جا، پس اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہو جائے گا، پھر حافظ قرآن سے کہا جائے گا: قرآن پڑھ اور جنت کے درجات پر چڑھتا جا اور ہر آیت کے بدلے میں اس کی ایک نیکی زیادہ کر دی جائیگی۔

(ترمذی:فضائل القرآن:باب ۱۸)

قرآن مجید کا عربی زبان پر احسان

دنیا کی ہر زبان میں ایک صدی کے بعد کچھ نہ کچھ تبدیلی آجاتی ہے، صرف چار صدیاں پیچھے اگر شیکس پیئر کے دور کی انگریزی زبان دیکھی جائے تو آج اس کے بعض الفاظ جدید ڈکشنری میں بھی نہیں ملتے۔عربی زبان ۱۴ صدیوں سے اپنی اصلی حالت پر قائم ہے اور ہمیشہ اسی پر قائم رہے گی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قرآن مجید کی زبان ہے، چونکہ قرآن مجید میں تبدیلی نہیں آسکتی اور ہر دور میں یہی قرآن ہی پڑھا جائے گا اس لئے عربی زبان میں بھی تبدیلی نہیں آئے گی حتیٰ کہ جنت میں بھی عربی زبان اسی طرح بولی جائے گی جس طرح قرآن مجید میں لکھی گئی ہے۔

[۸] اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ صرف مشرکین مکہ ہی آپ کا مذاق نہیں اڑاتے بلکہ آپ سے پہلے ہر رسول کے ساتھ اس کی امت نے یہی معاملہ کیا تھا۔

Marfat.com

كَذٰلِكَ نَسۡلُكُهٗ فِىۡ قُلُوۡبِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ۙ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اسی طرح ہم اس (گمراہی) کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں۔[۹]

لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَ قَدۡ خَلَتۡ سُنَّةُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ وہ اس (قرآن) پر ایمان نہیں لائیں گے اور بے شک پہلے لوگوں کی بھی روش گزر چکی ہے۔[۱۰]

وَلَوۡ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوۡا فِيۡهِ يَعۡرُجُوۡنَ ۙ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں اور وہ سارا دن اس پر چڑھتے رہیں۔[۱۱]

لَقَالُوۡۤا اِنَّمَا سُكِّرَتۡ اَبۡصَارُنَا بَلۡ نَحۡنُ قَوۡمٌ مَّسۡحُوۡرُوۡنَ ﴿۱۵﴾ ع

۱۵۔ تب بھی وہ یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر دیا گیا ہے۔

وَلَقَدۡ جَعَلۡنَا فِى السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيۡنَ ۙ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اور بے شک ہم نے آسمان میں برج بنائے اور ہم نے اس (آسمان) کو دیکھنے والوں کے لئے آراستہ کر دیا۔[۱۲]

وَحَفِظۡنٰهَا مِنۡ كُلِّ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍ ۙ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور ہم نے اس (آسمان) کو ہر مردود شیطان سے محفوظ کر دیا۔[۱۳]

---

[۹] جب مجرم لوگ یعنی مشرکین مکہ اپنی گمراہی سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا۔

[۱۰] مشرکین مکہ قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے اور یہ کوئی نئی بات نہیں کیونکہ ان سے پہلے بھی جن لوگوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کا مذاق اڑایا وہ ایمان کی نعمت سے محروم رہے۔

[۱۱] پیارے نبی ﷺ! مشرکین مکہ کی ہٹ دھرمی کا عالم یہ ہے کہ اگر ہم ان کے لئے آسمان پر چڑھنے کا کوئی ذریعہ بنا دیں اور وہ سارا دن آسمان کی بلندیوں پر چڑھتے رہیں اور آسمانی دنیا کا مشاہدہ بھی کرتے رہیں تو پھر بھی یہ آپ پر ایمان نہیں لائیں گے اور یہی کہیں گے کہ ان کی نظر بندی کر دی گئی یا ان پر جادو کر دیا گیا جس کی وجہ سے انہیں محسوس ہوتا تھا کہ وہ آسمان پر چڑھ رہے ہیں حالانکہ واقع میں ایسا نہیں تھا، تو ایسے ضدی لوگوں کے پاس اگر آسمان سے فرشتے اتر کر تصدیق کر دیں تو پھر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

[۱۲] اللہ تعالیٰ نے آسمان میں ستارے بنائے جو اس کے لئے زینت ہیں اور دیکھنے والوں کو خوشی پہنچاتے ہیں۔

[۱۳] اللہ تعالیٰ نے آسمان کو ہر مردود شیطان سے محفوظ کر دیا ہے اور اگر کوئی شیطان عالم بالا کی باتیں سننے کے لئے اوپر جانے کی

Marfat.com

إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ ⑱

۱۸۔ ہاں اگر کوئی چوری چھپے سننے کی کوشش کرے تو ایک روشن شہاب اس کا تعاقب کرتا ہے۔

وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ ⑲

۱۹۔ اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس پر مضبوط پہاڑ نصب کر دیئے اور اس میں ہر چیز ایک معین مقدار کے مطابق اگائی۔ [۱۴]

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَن لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ⑳

۲۰۔ اور ہم نے اس میں تمہارے لئے سامان معیشت پیدا کیا اور ان کے لئے بھی جن کو تم روزی دینے والے نہیں ہو۔

کوشش کرے تو آسمان کے روشن شہاب یعنی آگ کے شعلے اس کو نیچے بھگا دیتے ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے چھپ کر شیطان اوپر جا سکتا ہے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، دراصل اللہ تعالیٰ نے ہی انسانی آزمائش کے لئے شیطان کو لمبی مہلت اور غیر معمولی طاقت دے رکھی ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت کے ساتھ ایسے کام بھی کر سکتا ہے جو عام انسان نہیں کر سکتے۔

اور اگر مردود شیطان سے شیطانی اعمال اور روشن شہاب سے آسمان کے محافظ فرشتے مراد لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ عالم بالا کو اللہ تعالیٰ نے شیطانی اعمال سے محفوظ کر رکھا ہے، لہٰذا نیک اعمال کا آسمان سے اوپر چڑھ جانا ان کی مقبولیت کی دلیل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پاکیزہ کلمات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف چڑھتے ہیں اور وہی نیک عمل کو بلند کرتا ہے۔ (قرآن: ۳۵:۱۰) حضرت عمرؓ نے فرمایا: دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے، جب تک نبی کریم ﷺ پر درود پاک نہ پڑھا جائے اس دعا سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتا۔ (ترمذی: ۴۸۶: ابواب الصلاۃ: باب ۳۵۲)

اس کے برعکس شیطانی اعمال جب اوپر جا رہے ہوں تو آسمان کے محافظ فرشتے ان کو روک کر نیچے پٹخ دیتے ہیں، دراصل اللہ تعالیٰ پہلے خود ان اعمال کو اوپر جانے کی اجازت دیتا ہے اور پھر فرشتوں کے ذریعہ نیچے پھینکنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو شیطانی اعمال کی ذلت اور نامقبولیت کا احساس ہو اور وہ ان اعمال سے نفرت کریں۔

[۱۴] اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلایا اور اس میں ضرورت کے مطابق ہر چیز کو ایک مناسب مقدار میں اگایا۔ نیز اس میں بنی نوع انسان اور دیگر جانوروں کے لئے بھی بے شمار وسائل رزق پیدا فرمائے، کیونکہ ہر قسم کے خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ معین مقدار کے مطابق نازل کرتا ہے۔ زمین چپٹی نہیں بلکہ گول ہے، اس کے لئے سورہ رعد (۱۳) کا حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢١﴾

٢١۔ اور ہمارے ہی پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم اس کو ایک معین مقدار کے مطابق نازل کرتے ہیں۔

وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ ﴿٢٢﴾

٢٢۔ اور ہم ہواؤں کو باردار بنا کر بھیجتے ہیں، پھر ہم آسمان سے پانی اتارتے ہیں، پھر ہم تم کو وہ پانی پلاتے ہیں اور تم اس کا ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو۔[١٥]

وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾

٢٣۔ اور بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ ﴿٢٤﴾

٢٤۔ اور بے شک ہم ان لوگوں کو جانتے ہیں جو تم سے پہلے گذر چکے اور بے شک ہم ان کو بھی جانتے ہیں جو بعد میں آنے والے ہیں۔[١٦]

وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿٢٥﴾ ع

٢٥۔ اور بے شک آپ کا رب ہی ان کو جمع کرے گا، بے شک وہ بڑی حکمت والا خوب جاننے والا ہے۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿٢٦﴾ ج

٢٦۔ اور بے شک ہم نے انسان کو بجنے والے خشک گارے سے پیدا کیا جو پہلے سیاہ اور بدبودار ہو چکا تھا۔[١٧]

---

[١٥] اللہ تعالیٰ نے درختوں اور پودوں کو باردار بنانے والی ہوائیں بھیجیں، آسمان سے پانی نازل کیا جس کو تم پیتے ہو اور اگر اللہ تعالیٰ بارش کے اسباب ہی ختم کر دے جس کے نتیجہ میں چشموں اور کنوؤں سے پانی خشک ہو جائے تو پھر تم پانی کا ذخیرہ کہاں سے کرو گے؟ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ ان وسائل رزق میں غور کرے اور اپنے رازق حقیقی پر ایمان لے آئے۔

درختوں اور پودوں میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں اور ان کے عمل تلقیح سے بیج اور پھل بنتے ہیں، اس کی تفصیل سورہ رعد (١٣) کے حاشیہ نمبر ٥ میں ملاحظہ فرمائیں۔

[١٦] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، جس طرح ہر انسان کی زندگی اور موت اس کے ہاتھ میں ہے اسی طرح ہر شخص کا علم بھی اس کے پاس ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون پہلے مر چکا ہے اور کون بعد میں مرنے والا ہے، تاہم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب اولین اور آخرین کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا اور ان کے اعمال کے مطابق جزا اور سزا جاری فرمائے گا۔

[١٧] امام ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے لئے تمام روئے زمین سے مٹی

Marfat.com

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور انسان سے پہلے ہم نے جنوں کو ایسی آگ سے پیدا کیا جس میں دھواں نہیں تھا۔ [۱۸]

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں انسان کو ایک ایسے بجنے والے خشک گارے سے پیدا کرنے والا ہوں جو پہلے سیاہ اور بدبودار ہو چکا تھا۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ پھر جب میں اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ چنانچہ سب فرشتوں نے مل کر سجدہ کیا۔

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ سوائے ابلیس کے، اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا۔

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیا۔ [۱۹]

لی گئی، پھر اس مٹی کو زمین پر ڈال دیا گیا حتیٰ کہ وہ چپٹنے والی مٹی ہو گئی، پھر اس کو چھوڑ دیا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ بدبودار گارا ہو گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے چالیس دنوں میں آدم علیہ السلام کا پتلا تیار کیا حتیٰ کہ وہ خشک ہو گیا اور ٹھیکرے کی طرح بجنے والی خشک مٹی ہو گیا کہ جب اس پر انگلی ماری جائے تو اس سے کھن کھن کی آواز نکلے۔ (تفسیر در منثور)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا لہٰذا یہ بندر کی ترقی یافتہ صورت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا ایک عظیم الشان نمونہ ہے۔

[۱۸] اس سے معلوم ہوا کہ جنوں کی تخلیق انسان سے پہلے ہوئی تھی اور ان کو آگ سے پیدا کیا گیا تھا۔ مزید تفصیل کے لئے سورۂ اعراف (۷) کا حاشیہ نمبر ۱۰ ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۹] اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں، جب میں اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کی تعظیم کے لئے اس کو سجدہ کرنا، چنانچہ جب حضرت آدم علیہ السلام زندہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی علم عطا فرمایا

Marfat.com

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ ابلیس نے کہا: میں اس بشر کو سجدہ کرنے والا نہیں ہوں جس کو تو نے ایسے بجنے والے گارے سے پیدا کیا جو پہلے سیاہ اور بدبودار ہو چکا تھا۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو یہاں (جنت) سے نکل جا، بے شک تو مردود ہے۔

وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اور بے شک تجھ پر روز جزا تک لعنت ہے۔

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ ابلیس نے کہا: اے میرے رب! پھر مجھے اس دن تک مہلت دیدے جب لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک تو ان میں سے ہے جن کو مہلت دی گئی ہے۔

جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو ابلیس کے سوا سب فرشتوں نے مل کر سجدہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا: تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ شیطان نے کہا: میں مٹی سے بنے ہوئے انسان کو سجدہ کرنے والا نہیں ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے شیطان کو جنت سے نکال دیا اور اس کو ملعون کر دیا۔ سجدہ تعظیمی کے لئے سورہ اعراف (۷) کا حاشیہ نمبر ۹ ملاحظہ فرمائیں۔

تعظیم نور محمدی ﷺ

یہاں پر علامہ اسماعیل حقیؒ لکھتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام کو جو سجدہ کیا گیا وہ درحقیقت نور محمدی ﷺ کی تعظیم تھی جو آئینہ آدم علیہ السلام میں جلوہ گر تھا۔ (تفسیر روح البیان) اسی لئے کسی شاعر نے کہا ہے:

زبان حال سے کہتے تھے آدم   جسے سجدہ ہوا ہے وہ میں نہیں ہوں

روح

روح سے مراد سانس ہے جس کے اندر آنے جانے سے انسان زندہ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی روح پھونکی، اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسانی روح اللہ تعالیٰ کی ذات کا حصہ ہے بلکہ یہ اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح کی تعظیم اور تکریم کے لئے ہے، جیسے کعبہ کو بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بڑی عزت والا ہے اسی طرح روح بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت ہے۔

Marfat.com

إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾

۳۸۔ وقت معین کے دن تک۔[۲۰]

قَالَ رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾

۳۹۔ ابلیس نے کہا: اے میرے رب! جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا میں بھی ضرور ان کے لئے (برے کاموں کو) زمین میں خوش نما بنا دوں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا۔[۲۱]

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾

۴۰۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں چن لیا گیا ہو۔

قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿٤١﴾

۴۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہی راستہ ہے جو سیدھا میری طرف آتا ہے۔[۲۲]

---

[۲۰] قیامت کے دن جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو پھر انہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ ابلیس نے حشر کے دن تک زندگی کی مہلت اس لئے مانگی تا کہ وہ موت سے بچ جائے، اللہ تعالیٰ نے اس کو حشر کے دن تک مہلت نہیں دی بلکہ معین وقت تک یعنی جب ساری کائنات فنا ہوگی تو اس کے ساتھ ابلیس بھی فنا ہو جائے گا اور چالیس سال تک مرا رہے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) پھر جب لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ان کے ساتھ ابلیس کو بھی زندہ کیا جائے گا۔

شیطان کو اتنی طویل زندگی دینے کی ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی آزمائش کرے کہ کون اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور کون شیطان کا غلام؟

[۲۱] ابلیس نے کہا: اے میرے رب! چونکہ تو نے آدم علیہ السلام کی تعظیم نہ کرنے کی سزا کے طور پر مجھے گمراہی میں چھوڑ دیا اس لئے میں آدم علیہ السلام کی اولاد سے انتقام لوں گا اور برے کاموں میں خوش نمائی اور دلکشی پیدا کر کے ان کو ضرور گمراہ کروں گا سوائے تیرے مخلص اور منتخب بندوں کے کیونکہ وہ میرے فریب میں نہیں آئیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابلیس نے کہا: اے میرے رب! مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم! جب تک بنی آدم علیہ السلام کی روحیں ان کے جسم میں رہیں گی میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔
(مسند احمد: جلد ۳: ص ۴۱)

[۲۲] اخلاص کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے۔ جو لوگ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا رہتے ہیں شیطان کا ان پر بس نہیں چلے گا اور اگر کبھی کسی غلط فہمی کی بنا پر شیطان کے وسوسہ میں آ بھی گئے تو جونہی انہیں احساس ہو گا وہ توبہ کر کے اپنے رب کی پناہ میں آ جائیں گے۔

Marfat.com

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾	۴۲۔ بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا سوائے ان گمراہوں کے جنہوں نے تیری پیروی کی۔
وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۳﴾	۴۳۔اور بے شک ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔[۲۳]
لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ ع	۴۴۔ اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لئے ان (گمراہوں) میں سے ایک حصہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔
اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۴۵﴾	۴۵۔ بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔
اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ﴿۴۶﴾	۴۶۔ (ان سے کہا جائے گا:) تم ان جنتوں میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ۔
وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۷﴾	۴۷۔ ان کے سینوں میں جو کینہ تھا ہم اس کو نکال دیں گے وہ بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔[۲۴]
لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ﴿۴۸﴾	۴۸۔ انہیں وہاں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ ہی وہ وہاں سے نکالیں جائیں گے۔

[۲۳] اللہ تعالیٰ کسی کو گناہوں پر مجبور نہیں کرتا اور نہ ہی شیطان کسی کو مجبور کر سکتا ہے لیکن جو لوگ اپنی مرضی سے شیطان کی پیروی کو ترجیح دیتے ہیں ان کے لئے جہنم کا وعدہ ہے، ان کے اعمال کے اعتبار سے جہنم کے سات طبقے ہیں، ہر طبقہ کا علیحدہ دروازہ ہے اور گناہوں کی سنگینی کے اعتبار سے مختلف لوگوں کو مختلف طبقوں میں پھینکا جائے گا۔

[۲۴] متقی لوگوں سے کہا جائے گا کہ وہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائیں۔ جنت میں ان کو ظاہری سلامتی کے ساتھ باطنی اطمینان بھی حاصل ہو گا یعنی دنیا میں اگر وہ کسی وجہ سے ایک دوسرے کے مخالف تھے تو جنت میں ان کے دلوں کو دشمنی اور کینہ سے پاک کر دیا جائے گا اور وہ ایک دوسرے کے سچے خیر خواہ اور مخلص بھائی بن کر ایک دوسرے سے پیش آئیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ میں، عثمان رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر در منثور) یعنی روز قیامت ان کی غلط فہمیاں دور کر دی جائیں گی۔

Marfat.com

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾	۴۹۔ آپ میرے بندوں کو بتا دیں کہ بے شک میں بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہوں۔
وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾	۵۰۔ اور بلاشبہ میرا عذاب بھی بڑا دردناک عذاب ہے۔
وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾	۵۱۔ اور انہیں ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر سنایئے۔
اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾	۵۲۔ جب وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کہا، ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ ہمیں تم سے کچھ ڈر محسوس ہو رہا ہے۔
قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾	۵۳۔ مہمانوں نے کہا: آپ ڈریں نہیں ہم آپ کو ایک علم والے بیٹے کی خوش خبری سناتے ہیں۔
قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾	۵۴۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: کیا تم مجھے اس وقت خوش خبری دے رہے ہو جبکہ مجھے بڑھاپا لاحق ہو چکا ہے، سو اب تم کس چیز کی خوش خبری سنا رہے ہو؟
قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾	۵۵۔ انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو سچی خوش خبری دی ہے، سو آپ مایوس نہ ہوں۔ [۲۵]
قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾	۵۶۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اپنے رب کی رحمت سے گمراہوں کے سوا کون مایوس ہو سکتا ہے۔

[۲۵] انسانی شکل میں کچھ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور انہیں بیٹے اسحاق کے بارے میں خوش خبری سنائی۔ آپ نے فرمایا: میں تو اب بوڑھا ہو چکا ہوں تو پھر یہ خوش خبری کیسی؟ فرشتوں نے کہا: یہ سچی خوش خبری ہے، لہٰذا آپ مایوس نہ ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میں تو صرف اپنے بڑھاپے کی وجہ سے حیرت اور تعجب کا اظہار کر رہا ہوں لیکن میں اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں کیونکہ اس کی رحمت سے مایوس تو گمراہ لوگ ہی ہوتے ہیں۔ اس واقعہ کے لئے سورہ ہود (۱۱) کا حاشیہ نمبر ۵۶۔ ۵۴ ملاحظہ کریں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات کے لئے سورہ انعام (۶) کی آیات نمبر ۸۲۔ ۷۴ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: اے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہارا اور کیا اہم کام ہے؟

قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ انہوں نے کہا: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔[۲۶]

اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ سوائے آل لوط کے، بے شک ہم ان سب کو بچالیں گے۔

اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع

۶۰۔ سوائے اس کی بیوی کے، ہم یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ بے شک وہ پیچھے (عذاب میں) رہ جانے والوں میں سے ہے۔

فَلَمَّا جَاۗءَ اٰلَ لُوْطِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ پھر جب وہ بھیجے ہوئے فرشتے آل لوط کے پاس آئے۔

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ لوط علیہ السلام نے کہا: تم تو اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہو۔[۲۷]

قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾

۶۳۔ انہوں نے کہا: بلکہ ہم تمہارے پاس وہ (عذاب) لے کر آئے ہیں جس میں وہ (آپ کی قوم کے لوگ) شک کیا کرتے تھے۔

---

[۲۶] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: میرے بیٹے کی خوش خبری دینے کے علاوہ تم اور کون سے اہم کام کے لئے آئے ہو؟ فرشتوں نے کہا: ہم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ کرنے آئے ہیں، ہم حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کو وہاں سے نکال کر بچالیں گے مگر ان کی بیوی کے متعلق فیصلہ یہ ہے کہ وہ مجرم قوم کے ساتھ ہی ہلاک ہوگی کیونکہ وہ کافرہ ہے۔

[۲۷] اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے یہ فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: تم کون ہو اور کیسے آئے ہو؟ کیونکہ تم یہاں اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہو۔ انہوں نے کہا: وہ فرشتے ہیں اور تمہاری منکر قوم جس عذاب کے آنے میں شک کرتی تھی ہم اس کو لے کر آگئے ہیں۔ اب ان پر عذاب کا آنا بالکل حق اور یقینی ہے کیونکہ اس کا مقررہ وقت آیا چاہتا ہے۔ لہٰذا آپ رات کا کچھ حصہ گذرنے کے بعد اپنے اہل خانہ کو لے کر شام کی طرف چل پڑیں جہاں جانے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ آپ اس قافلہ کے پیچھے پیچھے چلیں تا کہ ان میں سے کوئی واپس جانے کی غلطی نہ کرے اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے بلکہ جلدی جلدی اس بستی سے دور چلے جاؤ۔

Marfat.com

وَاٰتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾

۶۴۔ اور ہم آپ کے پاس حق (عذاب) لے کر آئے ہیں اور بے شک ہم سچے ہیں۔

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ اتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّ امْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾

۶۵ آپ رات کا کچھ حصہ گذرنے کے بعد اپنے گھر والوں کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ اور آپ ان کے پیچھے پیچھے چلئے اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور چلے جائیے جہاں (جانے) کا تمھیں حکم دیا گیا ہے۔

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ اور ہم نے لوط علیہ السلام کو اس فیصلے سے آگاہ کر دیا کہ جب وہ صبح کر رہے ہوں گے تو یقیناً ان کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔[۲۸]

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾

۶۷۔ اور شہر والے خوشیاں مناتے ہوئے آگئے۔[۲۹]

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ لوط علیہ السلام نے کہا: بے شک یہ لوگ میرے مہمان ہیں، پس تم مجھے (ان کے بارے میں) شرمسار نہ کرو۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔

قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾

۷۰۔ وہ بولے: کیا ہم نے آپ کو دنیا بھر کے لوگوں (کی حمایت) سے منع نہیں کیا تھا؟[۳۰]

[۲۸] حضرت لوط علیہ السلام کو بذریعہ وحی آگاہ کر دیا گیا کہ صبح ہوتے ہی ان سب منکرین کی جڑ کاٹ دی جائے گی یعنی یہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔اس کے لئے سورہ ہود (۱۱) کی آیت نمبر ۷۷ تا ۸۳ بھی ملاحظہ کریں۔

[۲۹] حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگ لڑکوں کے ساتھ بدکاری کرنے کے دلدادہ تھے، جب انہیں علم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں لڑکے آئے ہیں تو خوشی سے دوڑتے ہوئے آئے اور کہا: یہ لڑکے ہمارے حوالے کرو تاکہ ہم اپنی نفسانی خواہشات پوری کریں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ میرے مہمان ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرو۔

[۳۰] انہوں نے کہا: اے لوط علیہ السلام! ہم تمہیں بارہا کہہ چکے ہیں کہ تم سارے مسافروں کو پناہ نہ دیا کرو۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا:

Marfat.com

قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِیْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ لوط علیہ السلام نے کہا: یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں اگر تم کچھ کرنے والے ہو (تو ان سے نکاح کرلو)۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ کی زندگی کی قسم! بے شک یہ لوگ اپنے (تعصب کے) نشہ میں سرگرداں ہیں۔[۳۱]

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ پس طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ان کو ایک سخت کڑک نے آ پکڑا۔[۳۲]

فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ پس ہم نے اس بستی کے اوپر والے حصہ کو نچلا حصہ کر دیا اور ہم نے ان پر کھنگر کے پتھر برسائے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ بے شک اس واقعہ میں اہل فراست کے لئے نشانیاں ہیں۔

اگر تمہیں اپنی خواہشات پوری کرنا ہیں تو قوم کی بے شمار بیٹیاں موجود ہیں تم ان سے نکاح کرو اور جائز طریقہ سے خواہشات پوری کرو، یہ ناجائز طریقہ تم پر عذاب لے آئے گا۔

[۳۱] علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک کی قسم اٹھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کسی کی زندگی کی قسم نہیں اٹھائی۔ (یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تمام مخلوق سے زیادہ مکرم ہے اور یہ آپ کی تعظیم اور تکریم کی انتہا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

اس آیت میں ایک طرف تو قریش مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم ایک ایسی ہستی کی ناقدری کر رہے ہو جس کی مبارک زندگی کی اللہ تعالیٰ قسم اٹھاتا ہے اور دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کی تبلیغ میں کوئی کمی نہیں ہے دراصل یہ اپنے شرک اور تعصب کی گمراہی میں سرگرداں ہیں۔

[۳۲] طلوع آفتاب کے ساتھ ہی قوم لوط کو ایک سخت کڑک نے آلیا، پھر ان کی بستی کو تہ و بالا کر دیا گیا اور ان پر کھنگر کے پتھر برسائے گئے، اس طرح قوم لوط کو تین طرح کے عذابوں سے تباہ کر دیا گیا۔ یہ لوگ شام کے جنوب میں آباد تھے اور ان کی بستی حجاز سے شام جانے والے راستے پر واقع تھی۔ اس واقعہ میں اہل فراست اور اہل ایمان کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ اس کے لئے مزید سورہ اعراف (۷) کا حاشیہ نمبر ۴۹ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

وَاِنَّهَا لَبِسَبِيۡلٍ مُّقِيۡمٍ ﴿۷۶﴾	۷۶۔ اور بے شک وہ بستی ایک آباد راستہ پر واقع ہے۔
اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۷۷﴾	۷۷۔ اور بے شک اس واقعہ میں ایمان والوں کے لئے نشانی ہے۔
وَاِنۡ كَانَ اَصۡحٰبُ الۡاَيۡكَةِ لَظٰلِمِيۡنَ ﴿۷۸﴾	۷۸۔ اور بے شک ایکہ کے باشندے بھی بڑے ظالم تھے۔[۳۳]
فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ‌ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۷۹﴾	۷۹۔ پس ہم نے ان سے بھی انتقام لیا اور یہ دونوں بستیاں [۳۴] کھلے راستہ پر واقع تھیں۔
وَلَقَدۡ كَذَّبَ اَصۡحٰبُ الۡحِجۡرِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۸۰﴾	۸۰۔ اور بے شک حجر والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔ [۳۵]
وَاٰتَيۡنٰهُمۡ اٰيٰتِنَا فَكَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَ ﴿۸۱﴾	۸۱۔ اور ہم نے انہیں اپنی نشانیاں دیں مگر وہ ان سے روگردانی کرتے رہے۔
وَكَانُوۡا يَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا اٰمِنِيۡنَ ﴿۸۲﴾	۸۲۔ اور وہ پہاڑوں کو تراش کر مکان بناتے تھے تاکہ امن سے رہیں۔

[۳۳] حضرت شعیبؑ کی بستی کا نام اُیکہ تھا جو کہ مدین کے علاقہ میں تھی۔ یہ حجاز اور شام کے درمیان قوم لوط کی بستی کے قریب تھی۔ اس کے باشندے بھی بڑے ظالم تھے۔ یہ لوگ ناپ تول میں کمی کرتے تھے اور ایک زبردست زلزلہ اور چیخ کے ذریعہ اس بستی کو تباہ کر دیا گیا تھا۔ مزید معلومات کے لئے سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۸۵ تا ۹۳ اور سورہ ہود (۱۱) کی آیت نمبر ۸۴ تا ۹۵ ملاحظہ کریں۔

[۳۴] دونوں بستیوں سے مراد حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ کی قوموں کی بستیاں ہیں۔ یہ دونوں بستیاں حجاز اور شام کے درمیان کھلے راستہ پر واقع تھیں اور دونوں بستی والوں کو ان کے برے اعمال کے انتقام کے طور پر تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔

[۳۵] حجر والوں سے مراد قوم ثمود ہے جو حجاز و شام کے درمیان آباد تھی۔ ان کی طرف حضرت صالحؑ مبعوث ہوئے تھے۔ حجر والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کی واضح نشانیوں سے روگردانی کی۔ وہ پہاڑوں کو تراش کر بڑے مضبوط مکان بناتے اور ان میں امن سے رہتے مگر جب سخت کڑک کا عذاب آیا تو سب ہلاک ہوگئے اور پہاڑوں کے مضبوط مکانات انہیں عذاب سے نہ بچا سکے۔ اس واقعہ کی مزید تفصیل کے لئے سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۷۳ تا ۷۹ اور سورہ ہود (۱۱) کی آیت نمبر ۶۱ تا ۶۸ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ پس صبح ہوتے ہی انہیں ایک سخت کڑک نے آ پکڑا۔

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ اور جو وہ کمایا کرتے تھے وہ ان کے کام نہ آیا۔

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور بے شک قیامت کی گھڑی ضرور آنے والی ہے، سو (اے حبیب ﷺ!) آپ حسن وخوبی کے ساتھ درگذر کرتے رہیں۔[۳۶]

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ بے شک آپ کا رب ہی سب کو پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ اور بے شک ہم نے آپ کو بار بار پڑھی جانے والی سات آیتیں (سبع مثانی) اور قرآن عظیم عطا فرمایا۔[۳۷]

---

[۳۶] اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو اور ان میں موجود تمام چیزوں کو ایک سچے مقصد کے لئے پیدا کیا ہے مگر یہ کائنات ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے۔ایک دن قیامت ضرور آئے گی، لہٰذا اس چند روزہ زندگی میں اعلیٰ اخلاق کا ابر رحمت بن کر درگذر کی بارش برساتے رہیں۔ بارش جب برستی ہے تو وہ زرخیز اور بنجر زمین میں تفریق نہیں کرتی بلکہ ہر حصے کو اپنے پانی سے برابر سیراب کرتی ہے، اسی طرح نبی کریم ﷺ کے باران رحمت نے بھی اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ درگذر کی عدیم النظیر مثالیں قائم کی ہیں حتیٰ کہ مکہ کے کافروں نے آپ کو شہید کرنے کی سازش کی، آپ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا اور آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے ان کے کلیجہ کو چبایا مگر جب آپ کو ان پر غلبہ حاصل ہوا تو آپ نے ان سخت ترین دشمنوں کو معاف کر دیا۔ظاہر ہے جس کو اللہ تعالیٰ خود اخلاق اور درگذر کی تعلیم دے وہ اس اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ نہ کرے تو اور کون کرے گا؟

[۳۷] سبع مثانی سے مراد سورہ فاتحہ ہے، یہ سات آیات ہیں جو ہر نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں۔

۱۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الحمدللہ (سورہ فاتحہ) ام القرآن ہے، ام الکتاب ہے اور سبع مثانی ہے۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۱۲۴: تفسیر سورہ حجر ۱۵)

۲۔ابو سعید ابن معلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گذرے جبکہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ نبی کریم نے مجھے بلایا، میں نے پہلے نماز مکمل کی اور پھر حاضر ہوا تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا: کس چیز نے تجھے میرے پاس آنے سے

Marfat.com

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ آپ ان چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو لطف اندوز کیا ہے [۳۸] اور ان (کی گمراہی) پر رنجیدہ خاطر بھی نہ ہوں اور ایمان والوں کے لئے اپنی رحمت کے بازو جھکائے رکھیں۔ [۳۹]

وَقُلْ إِنِّيْٓ أَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ اور آپ فرمادیں کہ میں تو بلا شبہ کھلا ڈرانے والا ہوں۔

كَمَآ أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾

۹۰۔ جیسا (عذاب) کہ ہم نے ان پر نازل کیا جو (اپنی کتاب کو) تقسیم کرنے والے تھے۔ [۴۰]

روکا؟ میں نے عرض کیا: میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: اے ایمان والو! جس وقت تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بلائے تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تجھے مسجد سے باہر جانے سے پہلے ایسی سورت کی تعلیم نہ دوں جو قرآن مجید میں سب سے عظیم ہے؟ جب نبی کریم ﷺ مسجد سے باہر جانے لگے تو میں نے آپ کو سورت بتانے کا وعدہ یاد دلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: الحمد للہ رب العلمین۔ یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔ (بخاری: حدیث نمبر ۴۴۷۴: تفسیر سورہ حجر (۱۵): باب ۳)

قرآن وحدیث میں سورہ فاتحہ کو قرآن عظیم اور ام القرآن فرمانے سے اس کی عظمت اور جامعیت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ سورہ فاتحہ ایسا دیباچہ ہے جس میں پورے قرآن کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے۔

[۳۸] دکتور وھبۃ زحیلی لکھتے ہیں کہ یہ خطاب آپ کی امت کو ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے مسلمانو! تم قرآن مجید کی عظیم نعمت پر فخر کرو اور دنیاداروں کی زیب وزینت کی طرف رغبت نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ دنیاوی شان وشوکت اس لئے دی ہے تا کہ ان کی آزمائش کرے۔ اس لئے نہیں دی کہ تم ان کی طرف رغبت کرو۔ حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا: جس شخص کو قرآن مجید کی نعمت دی گئی ہے پھر اس نے کسی دنیادار کو دیکھا اور اس کی دولت کو قرآن مجید کی نعمت سے افضل خیال کیا تو اس نے بڑی ناانصافی کی کیونکہ اس نے عظیم چیز کو حقیر جانا اور حقیر چیز کو بڑا خیال کیا۔ (تفسیر منیر)

[۳۹] پیارے نبی ﷺ! آپ کی مسلسل تبلیغ کے باوجود جو اہل مکہ اسلام قبول نہیں کرتے آپ ان کے لئے کبیدہ خاطر نہ ہوں، وہ اپنی گمراہی کے خود ذمہ دار ہیں لیکن جو ایمان لے آئے ہیں وہ آپ کی شفقت اور رحمت کے مستحق ہیں تا کہ وہ آپ سے زیادہ فیض حاصل کر سکیں۔

[۴۰] اے اہل مکہ! تم میرے پیغام کو مانو یا نہ مانو! بہر حال میں تو تمہیں اس عذاب سے ڈرانے والا ہوں جو پہلی امتوں میں سے

Marfat.com

الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ﴿۹۱﴾

۹۱۔ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔[۴۱]

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۲﴾

۹۲۔ سو قسم ہے آپ کے رب کی! ہم ان سب سے ضرور پرسش کریں گے۔

عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

۹۳۔ ان کے اعمال کے متعلق جو وہ کیا کرتے تھے۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۴﴾

۹۴۔ پس آپ برملا اعلان کر دیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لیں[۴۲]

اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ ﴿۹۵﴾

۹۵۔ بے شک مذاق اڑانے والوں کے لئے ہم آپ کو کافی ہیں۔

الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾

۹۶۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بناتے ہیں، سو وہ عنقریب جان لیں گے۔

وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾

۹۷۔ اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے۔[۴۳]

ان لوگوں پر آیا جنہوں نے اپنی آسمانی کتاب کو تقسیم کر ڈالا یعنی اس میں سے جو احکام مرضی کے موافق تھے ان کو مان لیا اور جو مرضی کے خلاف تھے ان سے انکار کر دیا۔

[۴۱] جن لوگوں نے قرآن کے ٹکڑے کئے یعنی بعض آیات کو مانا اور بعض کا انکار کر دیا تو آپ کے رب کی قسم! قیامت کے دن ان سے ضرور باز پرس ہوگی اور انہیں اس خیانت اور تحریف کی قرار واقعی سزا ملے گی۔

[۴۲] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی ﷺ! اب آپ برملا اسلامی احکام کی تبلیغ شروع کر دیں اور ان مشرکوں کی پرواہ نہ کریں جو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ آپ کی حفاظت اور مدد کے لئے ہم کافی ہیں۔ امام طبری نقل کرتے ہیں: پہلے نبی کریم ﷺ چھپ کر تبلیغ کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ اور آپ کے اصحاب باہر نکل آئے اور اعلانیہ تبلیغ کرنے لگے۔

(تفسیر ابن جریر طبری)

[۴۳] پیارے نبی ﷺ! ہم جانتے ہیں کہ منکرین کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے، سو آپ میری تسبیح اور عبادت میں دل

Marfat.com

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾

۹۸۔ سو آپ حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح بیان کیا کریں اور سجدہ کرنے والوں میں شامل رہیں۔

ع
وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

۹۹۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں حتیٰ کہ آپ کے پاس پیغام اجل آجائے۔

لگائے رکھیں حتیٰ کہ آپ کے پاس پیغام اجل آجائے۔اس سے معلوم ہوا کہ دل کی تنگی اور پریشانی کے وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور عبادت سے اطمینان ملتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔(قرآن: ۱۳: ۲۸) اور حدیث شریف میں ہے: جب رسول اللہ ﷺ کو کوئی مصیبت پہنچتی تو آپ نماز پڑھتے۔

(مسنداحمد: جلد ۵: ص ۳۸۸)

اے ہمارے رب! ہمیں ہمیشہ اپنے ذکر، شکر اور حسن عبادت کی توفیق سے سرشار رکھ یہاں تک کہ ہماری موت آجائے۔آمین!

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ

بروز بدھ بعد از نماز عشاء ۲۱ فروری ۲۰۰۷ء

بمطابق ۳ صفر ۱۴۲۸ھ

سورہ حجر کی تفسیر آٹھ دنوں میں مکمل ہوگئی۔ الحمدللہ رب العالمین

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ النحل (۱۶)

یہ سورت مکی ہے، اس سورت کی آیت نمبر ۶۸ میں نحل کا لفظ مذکور ہے جس کی وجہ سے اس سورت کا نام "نحل" رکھا گیا ہے۔
نحل کا معنی شہد کی مکھی ہے۔ شہد کے متعلق اسی سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ (قرآن: ۱۶:۶۹)
اور قرآن مجید کے بارے میں فرمایا: یہ دل کی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔ (قرآن: ۱۰:۵۷) گویا ایک جسمانی بیماریوں کے لئے شفا ہے اور دوسرا روحانی بیماریوں کے لئے شفا ہے۔

اس سورت میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت، نبی کریم ﷺ کی نبوت اور رسالت اور قرآن و آخرت پر ایمان لانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

اس سورت کی ابتدا شرک کی مذمت سے کی گئی ہے، گذشتہ مشرکین کے احوال سنا کر اہل مکہ کو عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ نیز پہلی امتوں میں جن اہل ایمان نے مشرکین کے مظالم پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی ان کے احوال بیان کر کے اہل ایمان کو تسلی دی جا رہی ہے کہ تمہاری تکلیف کوئی نئی چیز نہیں بلکہ اہل ایمان کو ہمیشہ مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے جو بنیادی اصول عطا فرمایا ہے اس کا ذکر اس سورت کی آیت نمبر ۱۲۵ میں ہے یعنی لوگوں کو اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم
بروز جمعرات قبل از نماز فجر
۲۲ فروری ۲۰۰۷ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۲۸ھ

Marfat.com

اٰیاتھا ١٢٨ ﴿١٦ سُوْرَۃُ النَّحْلِ مَکِّیَّۃٌ ٧٠﴾ رکوعاتھا ١٦

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ①

١۔ اللہ تعالیٰ کا حکم (قریب) آ پہنچا، سو اس کو جلدی طلب نہ کرو، اللہ تعالیٰ پاک ہے اور ان چیزوں سے برتر ہے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔[١]

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

٢۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے فرشتوں کو وحی کے ساتھ نازل فرماتا ہے[٢] کہ لوگوں کو خبردار کر دو کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، لہٰذا تم مجھ سے ڈرا کرو۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ③

٣۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا، وہ ان چیزوں سے برتر ہے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ④

٤۔ اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا، پھر وہ کھلا جھگڑالو بن گیا۔[٣]

---

[١] نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک اور برتر ہے جن کو تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ تم اس شرک سے باز آجاؤ ورنہ دنیا میں تم پر شکست کا عذاب آئے گا اور آخرت میں آگ کے عذاب سے واسطہ پڑے گا۔ مشرکین آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ ہم عرصہ سے سن رہے ہیں کہ ہم پر عذاب آئے گا تو وہ عذاب کہاں ہے؟ لے آؤ وہ عذاب اگر تم سچے ہو۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نصرت کا وقت اب بالکل قریب آچکا ہے۔ چنانچہ غزوہ بدر سے مشرکین پر عذاب کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ چند سالوں میں مکہ فتح ہو گیا اور عرب سے مشرکین کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔

[٢] وحی کا فرشتہ ایک ہے اور وہ حضرت جبریل امین علیہ السلام ہیں لیکن بعض آیات کے نزول کے وقت حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ اور فرشتے بھی ہوتے ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ وحی کا فرشتہ اس بندے پر نازل فرماتا ہے جس بندے کو وہ نبوت کے لیے منتخب فرماتا ہے۔

[٣] اللہ تعالیٰ نے پانی کے ایک بے جان قطرے سے اتنا حسین اور عظیم انسان بنایا جو تمام مخلوقات سے افضل اور اشرف ہے

Marfat.com

وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۵

۵۔ اور اس نے چو پائے پیدا کئے، ان میں تمہارے لئے گرم لباس اور دیگر فوائد ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ [۴]

وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝۶

۶۔ اور ان میں تمہارے لئے زیب و زینت ہے جب تم شام کے وقت چرا کر لاتے ہو اور صبح چرانے کے لئے لے جاتے ہو۔

وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷

۷۔ اور وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر اس شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم سخت مشقت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے، بے شک تمہارا رب بہت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَّ الْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً ؕ وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸

۸۔ اور گھوڑے، خچر اور گدھے (اس نے پیدا کئے) تا کہ تم ان پر سواری کرو اور (تمہارے لئے ان میں) زینت ہے، اور وہ (ایسی سواریاں بھی) پیدا فرمائے گا جن کو تم (اب) نہیں جانتے۔

اور اپنی عقل و فراست کی وجہ سے تمام مخلوقات پر حکومت کرتا ہے۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ انسان اپنی اصل میں غور کرتا اور اپنے محسن حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اعتراف کرتا مگر یہ بڑا عجیب ناشکرا ہے کہ اپنے ہی محسن کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے اور اس پر ایمان لانے کے بجائے کفر اور شرک کا ارتکاب کرتا ہے۔

[۴] اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے فائدے کے لئے چو پائے پیدا فرمائے جن کے بالوں اور اون سے گرم لباس اور ان کے چمڑے سے جوتے بنائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ جب یہ چو پائے صبح شام آتے جاتے ہیں تو مالکوں کے لئے خوشی اور راستوں کے لئے زینت کا باعث ہوتے ہیں اور تمہارے سامان کو اٹھا کر ان شہروں تک لے جاتے ہیں کہ اگر تمہیں خود یہ سامان اٹھا کر وہاں لے جانا پڑتا تو تمہاری جانیں مشقت میں پڑ جاتیں۔ نیز اس نے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا فرمائے جن پر تم سواری کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہاری سواری کے لئے آئندہ ایسی چیزیں بھی بنائے گا جن کو تم اب نہیں جانتے۔ اس میں جہاز، کار، گاڑی اور وہ سب سواریاں شامل ہیں جو آج ہم کو میسر ہیں اور وہ تمام سواریاں بھی شامل ہیں جو آئندہ زمانہ میں ایجاد ہوں گی۔ انسان کا فرض بنتا ہے کہ وہ ان سارے احسانات کو یاد کر کے اپنے مہربان خالق حقیقی پر ایمان لائے اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرے۔

Marfat.com

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَ مِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾ ع

۹۔ اور سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور اس میں سے کئی ٹیڑھے راستے بھی (نکلتے) ہیں، اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ [۵]

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا جس سے تم پیتے ہو اور اسی سے درخت اُگتے ہیں جس میں تم (مویشی) چراتے ہو۔ [٦]

یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ النَّخِیْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ اسی پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، بے شک اس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لئے نشانی ہے۔

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ۙ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور اسی نے تمہارے لئے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، اور تمام ستارے بھی اسی کے حکم کے پابند ہیں، بے شک اس میں عقل مند لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ [۷]

---

[۵] اللہ تعالیٰ نے دلائل و براہین کے ساتھ سیدھے راستے کو بالکل واضح کر دیا ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف لے جاتا ہے مگر شیطان نے اس میں ٹیڑھے راستے بھی نکال رکھے ہیں اور جو انسان شیطان کے فریب میں آکر کسی ٹیڑھے راستہ پر پھسل جاتا ہے تو وہ گمراہ ہو جاتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو جبراً ہدایت دے دیتا اور کوئی بھی گمراہ نہ ہوتا مگر کسی کو مجبور کرنا اس کی حکمت کے خلاف ہے۔

[٦] اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش کی صورت میں تمہارے لئے پانی اتارا جسے تم پیتے ہو اور اسی سے کھیت اور باغات کو سیراب کرتے ہو۔ اگر پانی نہ ہو تو انسان، حیوان اور نباتات کی زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ نیز ایک ہی پانی اور ایک ہی زمین سے مختلف رنگ اور ذائقے والی چیزوں کا پیدا ہونا ایسی نشانیاں ہیں جن میں غور و فکر کرنے سے ایک عظیم حکمت والے خالق حقیقی کا ادراک ہو جاتا ہے۔

[۷] یہ لیل و نہار، شمس و قمر اور ستاروں کا نظام اللہ تعالیٰ نے ہمارے فائدے کے لئے بنایا ہے، اللہ تعالیٰ کو ان کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم عقل سے کام لیں اور اپنے محسن حقیقی کے شکر گزار بندے بنیں۔

Marfat.com

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ⑬

۱۳۔ اور اس نے تمہارے لئے زمین میں مختلف رنگوں والی چیزیں پیدا کی ہیں، بے شک اس میں نصیحت قبول کرنے والے لوگوں کے لئے نشانی ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑭

۱۴۔ اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا تا کہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور نکالو جو تم پہنتے ہو، اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں تا کہ تم اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔ [۸]

وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ⑮

۱۵۔ اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو نصب کر دیا تا کہ وہ تمہارے ساتھ لرزتی نہ رہے اور اس نے نہریں اور راستے بنائے تا کہ تم راہ پا سکو۔ [۹]

وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ⑯

۱۶۔ اور علامتیں بنائیں، اور لوگ ستاروں کے ذریعے بھی راہ پاتے ہیں۔ [۱۰]

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ⑰

۱۷۔ کیا جو (سب کچھ) پیدا کرے اس کے برابر ہو سکتا ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کر سکے؟ کیا تم نصیحت قبول نہیں

[۸] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سمندر کے تین فوائد کا ذکر فرمایا ہے یعنی مچھلی کی صورت میں تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔ اس کی تہ سے موتی اور جواہر نکال کر زیور بناتے ہو اور اس میں کشتیاں اور جہاز چلا کر سامان تجارت کو مختلف ملکوں میں منتقل کرتے ہو جس سے تم کو اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی حاصل ہوتی ہے۔

[۹] اللہ تعالیٰ نے زمین کا توازن برقرار رکھنے کے لئے اس میں پہاڑ نصب کئے۔ یہ پہاڑ زمین کو گردش سے نہیں روکتے صرف لرزنے اور کانپنے سے روکتے ہیں۔ جدید سائنس دان اقرار کرتے ہیں کہ پہاڑوں کا وجود بڑی حد تک زلزلوں کی کثرت سے مانع ہے۔ (تفسیر عثمانی)

[۱۰] اللہ تعالیٰ نے آسمان میں ستارے بنائے جو رات کی تاریکی میں مسافروں کو سمت کے تعین میں رہنمائی کرتے ہیں اور اس زمین و آسمان میں بے شمار نشانیاں اور علامتیں موجود ہیں جو تھوڑا سا غور و فکر کرنے سے انسان کو اپنے خالق حقیقی کا پتہ دیتی ہیں۔

Marfat.com

کرتے۔[۱۱]

وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم انہیں شمار نہیں کر سکو گے، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہے، نہایت مہربان ہے۔[۱۲]

وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تُسِرُّوۡنَ وَ مَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔

وَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡئًا وَّ ہُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ ﴿ؕ۲۰﴾

۲۰۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔[۱۳]

اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَآءٍ ۚ وَ مَا یَشۡعُرُوۡنَ ۙ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿٪۲۱﴾

۲۱۔ وہ مردے ہیں زندہ نہیں ہیں، اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائیں جائیں گے۔

اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ مُّنۡکِرَۃٌ وَّ ہُمۡ مُّسۡتَکۡبِرُوۡنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے لیکن جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل منکر ہیں اور وہ متکبر ہیں۔[۱۴]

---

[۱۱] ساری کائنات کا خالق حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور کوئی چیز اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

[۱۲] گذشتہ دس آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی چند نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے، لیکن حقیقت میں اس کی نعمتیں اتنی زیادہ ہیں کہ ہمارے حساب و کتاب کے پیمانے ختم ہو سکتے ہیں مگر ہم اس کی نعمتیں شمار نہیں کر سکتے، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اتنے بڑے مہربان اللہ تعالیٰ کا انکار نہ کرے بلکہ توبہ کر کے اس کی بخشش حاصل کرے۔

[۱۳] اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق ہے مگر مشرکین مکہ جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ کوئی معمولی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود اپنی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ نیز وہ بے جان ہیں اور انہیں یہ علم بھی نہیں کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ تو جو خود مخلوق اور محتاج ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور جو خود بے جان اور بے علم ہیں وہ کسی کی مدد اور رہنمائی نہیں کر سکتے۔

[۱۴] جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں اور وہ تکبر کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر

Marfat.com

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ متکبروں کو پسند نہیں فرماتا۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ مَّاذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: یہ تو پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔ [۱۵]

لِیَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع

۲۵۔ تاکہ قیامت کے دن وہ اپنے (گناہوں کے) پورے بوجھ اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان لوگوں کے بھی اٹھائیں جن کو وہ جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں، سن لو! بہت برا بوجھ ہے جو وہ اٹھا رہے ہیں۔

سمجھتے ہیں اسی لئے وہ نبی کریم ﷺ کی دعوت میں غور نہیں کرتے لیکن ان مشرکین کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے کہا: ایک انسان یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے خوبصورت ہوں، اس کا جوتا خوبصورت ہو۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ اور تکبر کی تعریف یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کردے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۱۴۷: کتاب الإیمان: باب ۳۹) حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک عزت میری چادر ہے اور بڑائی بھی میری چادر ہے، جس شخص نے بھی ان کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کی میں اس کو عذاب دوں گا۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۶۲۰: کتاب البر: باب ۳۸)

[۱۵] امام ابن جریر لکھتے ہیں کہ مشرکین مکہ شہر کے راستوں پر بیٹھ جاتے اور باہر سے آنے والے جب ان سے قرآن کے بارے میں سوال کرتے تو وہ کہتے: یہ تو پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔ (تفسیر ابن جریر طبری) لہٰذا کوئی نئی چیز نہیں ہے، تم اس کے پاس مت جاؤ۔ اس کے جواب میں دوسری آیت نازل ہوئی یعنی یہ مشرکین جو لوگوں کو قرآن مجید کے متعلق گمراہ کرتے ہیں اور ان کو اسلام لانے سے روکتے ہیں ان مشرکین کو قیامت کے دن اپنے شرک کا تو پورا بوجھ اٹھانا ہی ہوگا لیکن جو لوگ ان کے گمراہ کرنے کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کریں گے ان کے ایمان نہ لانے کا بوجھ بھی ان کو اٹھانا پڑے گا کیونکہ جو شخص کسی کے گناہ کا سبب ہوتا ہے تو اس کے گناہ کا بوجھ بھی اس پر ہوتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اس کو اس ہدایت کی اتباع کرنے والوں کا اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے گمراہی کی دعوت دی اس کے اوپر اس گمراہی کی اتباع کرنے والوں کے گناہ بھی ہوں گے اور ان کے گناہوں میں کوئی

Marfat.com

قَدۡ مَکَرَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَاَتَی اللّٰہُ بُنۡیَانَہُمۡ مِّنَ الۡقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَیۡہِمُ السَّقۡفُ مِنۡ فَوۡقِہِمۡ وَ اَتٰىہُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ بے شک ان لوگوں نے بھی مکر و فریب کیا جو ان سے پہلے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان (کے فریب) کی عمارت کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا تو ان کے اوپر سے چھت ان پر گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آ گیا جہاں سے انہیں گمان تک نہ تھا۔[۱۶]

ثُمَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یُخۡزِیۡہِمۡ وَ یَقُوۡلُ اَیۡنَ شُرَکَآءِیَ الَّذِیۡنَ کُنۡتُمۡ تُشَآقُّوۡنَ فِیۡہِمۡ ؕ قَالَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ اِنَّ الۡخِزۡیَ الۡیَوۡمَ وَ السُّوۡٓءَ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿ۙ۲۷﴾

۲۷۔ پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور پوچھے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے متعلق تم جھگڑا کیا کرتے تھے؟ جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے: آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔[۱۷]

الَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰىہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ۪ فَاَلۡقَوُا السَّلَمَ مَا کُنَّا نَعۡمَلُ مِنۡ سُوۡٓءٍ ؕ بَلٰۤی

۲۸۔ جن کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں تب وہ سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم تو کوئی برا کام نہیں کرتے

کمی نہیں ہوگی۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۶۷۴: کتاب العلم: باب ۶)

[۱۶] مشرکین مکہ دن رات نبی کریم ﷺ کے خلاف سازشوں کے جال بنتے رہتے اور یہ کوئی نئی بات نہیں، ان سے پہلے بھی مشرک قوموں نے اپنے انبیاء کے خلاف سازشیں کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان ہی کی سازشوں میں ہلاک کر دیا اور ان پر وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں گمان تک نہیں تھا۔ ان کی مثال اس قوم کی طرح ہے جس نے ایک بلند عمارت بنائی، پھر وہ عمارت ان پر گر پڑی اور ساری قوم اس میں ہلاک ہوگئی۔ اسی طرح مشرکین مکہ نے بھی نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے اور ان کو ملک بدر کرنے کی سازشیں کیں مگر انجام کار یہ سازشیں ان پر الٹ دی گئیں۔ ان میں سے بعض تو جنگوں میں ہلاک ہوگئے اور باقی جو مسلمان نہ ہوئے وہ فتح مکہ کے بعد اپنا وطن چھوڑ کر باہر چلے گئے۔

[۱۷] پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکین کو ذلیل و رسوا کرے گا اور ان سے پوچھے گا: کہاں ہیں تمہارے وہ معبود جن کو تم میرا شریک بناتے تھے اور ان کی وجہ سے تم مومنوں سے جھگڑا کرتے تھے؟ اس وقت مشرکین تو اپنی پشیمانی کے باعث جواب نہیں دے سکیں گے، البتہ اہل علم مشرکین کو سنا کر کہیں گے کہ ہم دنیا میں اس حقیقت کی تبلیغ کیا کرتے تھے کہ مشرکین آخرت میں ذلیل ہوں گے اور آج سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ واقعی مشرکین ہی ذلت و رسوائی کے اصل مستحق ہیں۔ بعض اہل ایمان کو وقتی طور پر ذلت کا سامنا کرنا ہوگا مگر دائمی ذلت میں مشرکین ہی مبتلا ہوں گے۔

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌۢ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾

تھے، کیوں نہیں! بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ [۱۸]

فَادْخُلُوٓا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا ۖ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٢٩﴾

۲۹۔ پس جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ اسی میں رہنا ہوگا، سو تکبر کرنے والوں کا بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِى هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٠﴾

۳۰۔ اور متقی لوگوں سے پوچھا گیا کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا؟ تو انہوں نے کہا: (سراسر) خیر، جن لوگوں نے نیک کام کئے ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے، اور آخرت کا گھر تو ضرور ہی بہتر ہے، اور متقی لوگوں کا گھر تو بہت ہی عمدہ ہے۔ [۱۹]

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِى مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُونَ ۚ كَذٰلِكَ يَجْزِى اللّٰهُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾

۳۱۔ دائمی جنتیں ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ان کے لئے وہ کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کو اسی طرح جزا دیتا ہے۔

---

[۱۸] جو لوگ آخر دم تک شرک کرتے رہتے ہیں جب ملک الموت اپنی جماعت کے ساتھ ان کی روح قبض کرتا ہے تو شرک کے برے انجام کے آثار دیکھتے ہی وہ گھبرا جاتے ہیں اور فرشتوں کے سامنے اپنی جھوٹی پارسائی کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں کہ ہم تو دنیا میں کوئی برا کام نہیں کرتے تھے۔ اس وقت فرشتے کہیں گے: تم جھوٹ بول کر اللہ تعالیٰ کو فریب نہیں دے سکتے کیونکہ وہ تمہارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے، لہٰذا اب تمہیں جہنم ہی میں داخل ہونا ہے اور اسی میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

[۱۹] اسلام کے ابتدائی دور میں مکہ میں آنے والے مسافر جب کسی مشرک سے قرآن کے بارے میں سوال کرتے تو وہ کہتے: یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں اور جب ان مسافروں کی ملاقات متقی مسلمانوں سے ہوتی اور وہ ان سے قرآن کے بارے سوال کرتے تو وہ جواب دیتے کہ قرآن مجید تو سراپا خیر اور بھلائی ہے اور اس کی تعلیم یہ ہے کہ جو لوگ نیک کام کریں گے ان کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہوگی یعنی اچھے اجر کی امید پر اچھے کاموں میں سرگرم رہیں گے اور آخرت میں تو انہیں ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن میں ان کے لئے ہر وہ چیز ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے، گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دنیا میں جو ہم چاہیں تم وہ کرو اور آخرت میں جو آپ چاہیں گے وہ ہم کریں گے۔

Marfat.com

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ جن کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاکیزہ ہوتے ہیں تو فرشتے کہتے ہیں: تم پر سلام ہو تم جنت میں داخل ہو جاؤ، ان (نیک اعمال) کے باعث جو تم کیا کرتے تھے۔[۲۰]

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

۳۳۔ کیا یہ کافر اسی بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس (موت کے) فرشتے آجائیں یا آپ کے رب کا حکم (عذاب) آجائے، اسی طرح کیا تھا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم

[۲۰] جو خوش نصیب آخر دم تک شرک اور بری خواہشات سے پاک رہتے ہیں ان کے پاس جب موت کے فرشتے آتے ہیں تو انہیں سلام کرتے ہیں اور نیک اعمال کے بدلے میں جنت کی خوشخبری سناتے ہیں۔

محمد بن کعب بیان کرتے ہیں کہ جب ملک الموت بندۂ مومن کی روح قبض کرنے کے لئے آتا ہے تو اس سے کہتا ہے: اے اللہ کے ولی! تم پر میرا سلام ہو، اللہ تعالیٰ بھی تم پر سلام بھیجتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ جب ملک الموت مومن کی روح قبض کرنے کے لئے آتا ہے تو کہتا ہے: تمہارا رب تم پر سلام بھیجتا ہے۔ (تفسیر قرطبی) کتنا خوش نصیب ہے وہ انسان کہ جب اس دنیا سے جائے تو رحمت کے فرشتے اس کا استقبال کریں اور اللہ تعالیٰ اس پر سلام بھیجے۔ یا رب العالمین! اپنے پیاروں کے صدقے مجھے اور میرے جملہ متعلقین کو اس خصوصی رحمت سے بہرہ مند فرما! آمین بجاہ حبیبک الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم!

علامہ نور الدین حلبی نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے ابتدائی ایام اور ان کی زندگی کے آخری لمحات کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ جب کافر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک خدا کہنے سے روکتے اور ٹارچر کرتے تو فکان بلال یقول احد احد یمزج مرارۃ العذاب بحلاوۃ الایمان۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ احد، احد، یعنی اللہ ایک ہے کا اعلان کر کے عذاب کی تلخی میں ایمان کی مٹھاس کا امتزاج کرتے تھے اور جب ان کی وفات کا وقت آیا، آپ کی اہلیہ محترمہ آپ کے سرہانے بیٹھی تھیں، شدت غم سے ان کی زبان سے نکلا واحزناہ۔ ہائے میرا رنج وغم! اس نزع کی حالت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش نہ رہ سکے اور فرمایا: یہ مت کہو بلکہ کہو: واطرباہ! غداً القی الاحبۃ محمداً وحزبہ فکان بلال یمزج مرارۃ الموت بحلاوۃ اللقاء (السیرۃ الحلبیۃ: جلد ۱: ص ۲۲۴) کیا خوشی کی گھڑی ہے کل ہماری اپنے پیاروں سے ملاقات ہوگی یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے۔ گویا یہاں بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ موت کی تلخی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کی مٹھاس سے ملا رہے ہیں۔

Marfat.com

أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٣٣﴾

نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔[۲۱]

فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٤﴾ ع

۳۴۔ سو ان کے اعمال کی برائیاں انہیں پہنچ گئیں اور انہیں اس عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٣٥﴾

۳۵۔ اور مشرکین نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی اور چیز کی عبادت نہ کرتے، نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے، اسی طرح کیا ان لوگوں نے بھی جو ان سے پہلے تھے، سو رسولوں کے ذمہ تو پیغام کو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔[۲۲]

---

[۲۱] روشن دلائل کے ساتھ حق بالکل واضح ہو چکا تھا، اس کے باوجود مشرکین مکہ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ کیا وہ اس بات کے منتظر ہیں کہ موت کے فرشتے آئیں اور ان کی زندگی ختم کر دیں اور ان کو برزخ کے عذاب میں مبتلا کر دیں یا کسی آسمانی عذاب کے انتظار میں ہیں جو ان کو تباہ و برباد کر دے۔ ان کو گزشتہ قوموں کے واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جب انبیاء کرام علیہم السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو وہ انبیاء کرام علیہم السلام کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ وہ عذاب کب آئے گا؟ حتیٰ کہ اس عذاب نے انہیں گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور یہ ان کی برائیوں کا انجام اور نتیجہ تھا۔

[۲۲] مشرکین مکہ کا ایک دعویٰ یہ بھی تھا کہ وہ صدیوں سے اللہ تعالیٰ کے گھر میں شرک کرتے آرہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور نہ ہی بحیرہ اور سائبہ جیسے حلال جانوروں کو حرام قرار دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا شرک پسند ہے، اگر اس کو پسند نہ ہوتا تو وہ ان کو روک دیتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ کوئی نئی بات نہیں ان سے پہلے مشرکین نے بھی اسی طرح کا دعویٰ کیا تھا مگر ان کا یہ دعویٰ درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کو شرک سے روکا ہے اسی لئے اس نے قوم میں رسول بھیجے جنہوں نے انہیں بتایا کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرو اور رسولوں کا کام یہ ہے کہ وہ حق اور باطل کو بالکل واضح بیان کر دیں اور انہوں نے اپنا یہ فرض پوری دیانت داری سے ادا کر دیا۔ اب یہ لوگوں کا فرض ہے کہ وہ عقل کو استعمال کر کے حق کا راستہ اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ کسی کو مجبور کر کے ہدایت نہیں دیتا کیونکہ یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔

Marfat.com

وَ لَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ ہَدَی اللّٰہُ وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَیۡہِ الضَّلٰلَۃُ ؕ فَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور بے شک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور شیطان سے اجتناب کرو، پس ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے بعض پر گمراہی مسلط ہو گئی، پس تم زمین میں سیر و سیاحت کرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا؟ [۲۳]

اِنۡ تَحۡرِصۡ عَلٰی ہُدٰىہُمۡ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ یُّضِلُّ وَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اگر آپ ان کی ہدایت پر حریص ہیں تو بے شک اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کر دے وہ اسے ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔ [۲۴]

وَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ جَہۡدَ اَیۡمَانِہِمۡ ۙ لَا یَبۡعَثُ اللّٰہُ مَنۡ یَّمُوۡتُ ؕ بَلٰی وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا وَّ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿ۙ۳۸﴾

۳۸۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی سخت سے سخت قسمیں اٹھائیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا، کیوں نہیں (وہ ضرور زندہ کرے گا) یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو اس کے ذمہ کرم پر لازم ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۲۵]

---

[۲۳] اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا تا کہ وہ انہیں بتائے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور شیطان سے اجتناب کرو، پس جن لوگوں نے رسول کی باتوں میں غور و فکر کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت کی راہ پر گامزن کر دیا اور جن لوگوں نے رسول کو جھٹلایا اللہ تعالیٰ نے انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا، لہٰذا تم زمین میں سیر و سیاحت کر کے دیکھ لو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا برا ہوا۔

[۲۴] پیارے نبی ﷺ! آپ تو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور اپنی فطری رحمت کے پیش نظر چاہتے ہیں کہ سارے مشرکین مکہ ایمان لے آئیں مگر ان میں سے جو اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے گمراہی کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا ہے، اب کوئی ان کی مدد نہیں کر سکتا۔

[۲۵] انسان مر کر مٹی ہو جائے، پھر اسے زندہ کیا جائے یہ بات مشرکین کی عقل میں نہیں آتی تھی اس لئے وہ سخت سے سخت قسمیں اٹھا کر دعویٰ کرتے کہ کوئی قیامت نہیں آئے گی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ قیامت ضرور آئے گی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ نیز حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قیامت کا دن ضرور آئے کیونکہ آج دنیا میں ہر فرقہ یہ

Marfat.com

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَ لِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ تاکہ وہ ان پر اس حقیقت کو واضح کردے جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور تاکہ کافر لوگ خوب جان لیں کہ بے شک وہی جھوٹے تھے۔

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ ہمارا فرمان تو کسی چیز کے لئے صرف اتنا ہے کہ جب ہم اس کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اسے حکم دیتے ہیں کہ ''ہوجا''، پس وہ ہوجاتی ہے۔[۲۶]

وَ الَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ لَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر ظلم توڑے گئے تو ہم ضرور ان کو دنیا میں بہتر ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے، کاش کہ وہ جانتے۔[۲۷]

الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔

دعویٰ کرتا ہے کہ وہ صحیح ہے اور دوسرے سارے لوگ غلط ہیں، لہٰذا ایک ایسا دن ضرور آنا چاہیے جس میں حق و باطل واضح ہوجائے اور منکرین کو یقین ہوجائے کہ وہ جھوٹے تھے اور حق وہی تھا جو نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے اور اگر قیامت کا دن نہ آئے تو کئی نیک لوگ بغیر اجر کے، کئی ظالم لوگ بغیر سزا کے، کئی مظلوم بغیر جزا کے اور ملک وملت کے تحفظ کے لئے جان دینے والے شہید بغیر اجر کے رہ جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔

[۲۶] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، وہ جب کسی چیز کو بنانے کا ارادہ کرے تو صرف لفظ ''ہوجا'' کہنے سے وہ چیز ہوجاتی ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ''ہوجا'' کا لفظ صرف سمجھانے کے لئے ذکر کیا گیا ہے درحقیقت اللہ تعالیٰ اس لفظ کا بھی محتاج نہیں صرف اس کے ارادہ سے ہی وہ چیز فوراً معرض وجود میں آجاتی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) اللہ تعالیٰ صرف ارادہ کے ساتھ جب ساری کائنات پیدا کرسکتا ہے تو مردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

[۲۷] مسلمانوں پر مکہ میں ظلم کے پہاڑ توڑے گئے۔ انہوں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے مکہ سے ہجرت کرکے بعض حبشہ اور بعض مدینہ آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین کو اس دنیا میں مدینہ کی صورت میں ایک سرسبز وشاداب ٹھکانا دیا اور بالآخر مسلمانوں کو پورے عرب پر اقتدار عطا فرمایا اور آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہوگا۔ حضرت عمر فاروق ؓ اپنے دور خلافت میں جب مہاجرین کو وظیفہ دیتے تو فرماتے: یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے دنیا میں وعدہ کیا ہے اور آخرت میں

Marfat.com

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور ہم نے آپ سے پہلے مردوں ہی کو (رسول بنا کر) بھیجا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے، پس اگر تم لوگ خود نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔[۲۸]

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ (پہلے رسولوں کو بھی ہم نے) روشن نشانیاں اور کتابیں دے کر بھیجا، اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن مجید) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لئے کھول کر بیان کردیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔[۲۹]

تمہارے لئے جو ذخیرہ ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے۔(تفسیر ابن کثیر) کاش مشرکین مکہ کو آخرت کے اس اجر عظیم کا علم ہوتا اور وہ بھی اسلام کی طرف رغبت کرتے۔

[۲۸] مشرکین مکہ کا ایک عمومی اعتراض یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے کو رسول کیوں نہیں بنایا۔اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ اس نے سارے رسول انسان اور مرد ہی بھیجے ہیں اور اگر تمہیں اس حقیقت کا علم نہیں تو کسی اہل کتاب عالم سے دریافت کرلو تو وہ تمہیں یہی بتائے گا کہ ان کی کتابوں میں جتنے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ملتا ہے وہ بھی انسان اور مرد تھے اور یہ ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے کہ تم کسی بھی اہل علم سے دریافت کرو تو وہ بھی بتائے گا کہ نبی انسان ہی ہونا چاہیے۔اگر نبی فرشتہ بن کر آئے گا تو افہام وتفہیم اور عمل واتباع میں مشکلات پیدا ہوجائیں گی۔نیز اس سے معلوم ہوا کہ سارے نبی مرد تھے کوئی عورت نبی نہیں ہے۔اس کی تفصیل کے لئے سورہ آل عمران (۳) کا حاشیہ نمبر ۲۱ ملاحظہ کریں۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اسلامی احکام کو نہیں جانتے وہ اہل علم سے پوچھ کر ان پر عمل کریں اور یہ ایک ایسا بدیہی اصول ہے جس پر عہد صحابہ سے لے کر آج تک عمل ہو رہا ہے یعنی جو لوگ عالم نہیں ہیں وہ علماء سے فتویٰ لے کر اس پر عمل کرتے ہیں اور اسی کا نام تقلید ہے۔اس کے لئے سورہ نساء (۴) کا حاشیہ نمبر ۹۳ اور سورہ مائدہ (۵) کا حاشیہ نمبر ۱۴۱ ملاحظہ کریں۔

[۲۹] پیارے نبی ﷺ! ہم نے جس طرح پہلے رسولوں کو روشن نشانیاں اور کتابیں دے کر بھیجا اسی طرح ہم نے آپ کی طرف بھی قرآن مجید نازل کیا ہے تاکہ آپ اس کے احکام لوگوں کو کھول کر بیان کردیں اور تاکہ لوگ اس میں غور وفکر کرکے اپنی اصلاح کریں۔

Marfat.com

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ أَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ جن لوگوں نے بدترین مکروفریب کئے کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر ایسی جگہ سے عذاب آجائے جہاں سے انہیں وہم وگمان بھی نہ ہو۔[۳۰]

أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ یا ان کو چلتے پھرتے پکڑ لے، سو وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو کچھ بھی مجمل ہے اس کی وضاحت اور تفصیل کا منصب نبی کریم ﷺ کو عطا کیا گیا ہے۔(تفسیر قرطبی) لہٰذا قرآن مجید کی جو تفسیر نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی ہے وہی قابل اعتماد ہے کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی آیت کی ایسی تاویل کرے جو نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے خلاف ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہی معیارِ حق ہے۔ کسی حدیث کی سند میں گفتگو ہو سکتی ہے کہ یہ حدیث آپ سے ثابت ہے یا نہیں لیکن جو بات آپ نے فرما دی ہے وہ غلط نہیں ہو سکتی۔ آپ کی بات العیاذ باللہ اگر غلط ہو جائے تو سارا قرآن غلط ہو جائے گا۔ ہم قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانتے ہیں اور اس کا ثبوت صرف رسول اللہ ﷺ کی زبان ہے، جبریل امین اور اللہ تعالیٰ نے براہ راست ہم پر نازل نہیں کیا۔

اس زبان مبارک کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے، وہ تو صرف وحی ہے جو (ان کی طرف) کی جاتی ہے۔(قرآن: ۵۳: ۳۔۴) اور نبی کریم ﷺ کا اپنا ارشاد بھی ملاحظہ کریں: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: میں رسول اللہ ﷺ سے جو بات بھی سنتا اس کو حفظ کرنے کے لئے لکھ لیتا تھا۔ ایک دفعہ قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: تم رسول اللہ ﷺ کی ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ آپ ﷺ بشر ہیں، کبھی غضب اور کبھی رضا کے عالم میں بات کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے لکھنا بند کر دیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی کے ساتھ اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: تم لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ (دارمی: مقدمۃ: باب ۴۳)

رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک کی کیا شان ہے! جب بھی کھلے تو صرف دو ہی چیزیں نکلتی ہیں یعنی قرآن یا حدیث، تیسری کوئی چیز نہیں نکلتی۔ حدیث وسنت کی ضرورت کے لئے سورہ آل عمران (۳) کا حاشیہ نمبر ۷ املاحظہ کریں۔

[۳۰] مشرکین مکہ نے اسلام کے خلاف بدترین سازشوں میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو وہ بے خوف نہ ہوں بلکہ ان پر درج ذیل چار قسم کے عذابوں میں سے کوئی ایک عذاب آسکتا ہے:

۱۔ ان کو قارون کی طرح زمین میں دھنسا دیا جائے جیسا کہ ہجرت کے موقع پر سراقہ بن مالک آپ ﷺ کے تعاقب میں

Marfat.com

اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ یا وہ ان کو عین خوف کی حالت میں پکڑ لے تو بے شک تمہارا رب بہت مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ کیا ان لوگوں نے ان چیزوں کی طرف نہیں دیکھا جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، ان کے سائے دائیں اور بائیں اطراف سے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے جھکتے رہتے ہیں؟ اس حال میں کہ وہ عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔[۳۱]

وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یعنی ہر قسم کے جاندار اور فرشتے سب اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

جب آپ کے قریب پہنچا تو اس کا گھوڑا پیٹ تک پتھریلی زمین میں دھنس گیا اور دھوئیں کی طرح غبار آسمان کی طرف بلند ہوا۔ سراقہ نے گھبرا کر التجا کی: مجھے معاف کر دو میں آپ کو نقصان پہنچائے بغیر واپس چلا جاؤں گا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد: ج ۲: ص ۳۵۴)

۲۔ ان پر ایسی جگہ سے عذاب آ جائے جہاں سے انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو جیسے مشرکین کے ایک ہزار لشکر کو صرف تین سو تیرہ مسلمانوں سے شکست کھانا پڑی جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔

۳۔ وہ روزمرہ کے کاموں میں سرگرم ہوں اور اللہ تعالیٰ کا عذاب انہیں پکڑ لے تو وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے جیسے فتح مکہ کے دن سارے مشرکین اپنے ہی شہر میں قید ہو کر رہ گئے۔

۴۔ ان پر مسلمانوں کے خوف کا عذاب طاری کر دے جیسا کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھنے سے مشرکین پر عرب کی زمین تنگ ہو رہی تھی اور خوف کے مارے ان کی نیند حرام ہو گئی تھی حتیٰ کہ وہ وقت آ گیا کہ مشرکین کو عرب سے ملک بدر ہونا پڑا۔

[۳۱] زمین و آسمان اور ان کے درمیان موجود ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تابع ہیں بالخصوص مادی اجسام والی چیزوں کے سائے جب دائیں اور بائیں اطراف کو جھکتے ہیں تو یہ سجدے کے مشابہ ایسا منظر پیش کرتے ہیں جو متکبر انسانوں کے لئے درس عبرت ہے کہ بے جان چیزیں اور ان کے سائے اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے سجدہ ریز ہیں مگر متکبر انسان اپنے رب کی نافرمانی میں سرگرداں ہیں۔

Marfat.com

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۞ ۵۰

۵۰۔ وہ اپنے رب سے جوان کا مالک ہے ڈرتے رہتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔[۳۲]

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۞ ۵۱

۵۱۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دو معبود نہ بناؤ، وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے، پس مجھ ہی سے ڈرا کرو۔[۳۳]

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۞ ۵۲

۵۲۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور اسی کی اطاعت لازم ہے، تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے ڈرتے ہو؟

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔـرُوْنَ ۞ ۵۳

۵۳۔ تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی سے فریاد کرتے ہو۔

ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۞ ۵۴

۵۴۔ پھر جب وہ تم سے اس تکلیف کو دور کر دیتا ہے تو پھر تم میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔[۳۴]

---

[۳۲] اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرشتے معصوم ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔

[۳۳] عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ ایک ہے اور صرف ایک۔ اسلام میں دو یا دو سے زیادہ خداؤں کا تصور نہیں ہے۔ زمین و آسمان کی ہر ایک چیز کا مالک وہی ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ ہر ایک پر اس کی اطاعت لازم ہے اور ہر ایک کو اسی سے ڈرنا چاہیے۔

[۳۴] مشرکین کو جب تکلیف پہنچتی تو وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے اور جب اللہ تعالیٰ ان کی تکلیف دور کر دیتا تو وہ پھر شرک کرنے لگتے حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ شکر گزار بن جاتے لیکن اگر وہ ناشکری پر قائم رہے تو چند روزہ زندگی کے بعد انہیں سخت عذاب سے واسطہ پڑے گا۔ فخر المفسرین امام رازی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ آج یکم محرم ۶۰۲ھ کو صبح کے وقت جب میں اس آیت کی تفسیر لکھ رہا تھا تو شدید زلزلہ آیا اور لوگ عاجزی اور انکساری کے ساتھ چیخ چیخ کر دعائیں مانگنے لگے لیکن جب زلزلہ ختم ہو گیا تو فوراً اس کو بھول گئے اور پھر جہالت اور فضولیات کی طرف لوٹ گئے۔ (تفسیر کبیر)

Marfat.com

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ تاکہ وہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں، پس تم (چندروزہ) فائدہ اٹھالو، پھر تم عنقریب جان لوگے۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔــلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ان کا حصہ مقرر کرتے ہیں جن کو وہ جانتے ہی نہیں، اللہ کی قسم! جو بہتان تم باندھا کرتے تھے اس کے بارے میں تم سے ضرور باز پرس ہوگی۔[۳۵]

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے تو بیٹیاں قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ اس سے پاک ہے اور اپنے لئے وہ جن کو وہ پسند کرتے ہیں (یعنی بیٹے)۔[۳۶]

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ (رنج وغم سے) بھر جاتا ہے۔[۳۷]

---

[۳۵] مشرکین اپنے کھیت، مویشی اور تجارت کے مال سے بتوں کے لئے حصہ مقرر کرتے اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ بت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے حالانکہ ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں تھی جس سے یہ ثابت ہو کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے ان بتوں کو اپنا شریک قرار دے رکھا ہے، بلکہ یہ ان کا اللہ تعالیٰ پر بہتان تھا اور اس کے بارے میں ان سے ضرور باز پرس ہوگی۔ مزید تفصیل کے لئے سورہ انعام (۶) کا حاشیہ نمبر ۱۲۱ ملاحظہ فرمائیں۔

[۳۶] عرب کے دو قبیلے یعنی خزاعہ اور کنانہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ (تفسیر قرطبی) حالانکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔ نیز وہ اپنے لئے تو صرف بیٹے پسند کرتے اور بیٹیوں سے نفرت کرتے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے۔ یہ کتنی بڑی ناانصافی اور غیر معقولیت تھی کہ جو چیز وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتے تھے وہ خدا کے لئے ثابت کرتے تھے۔

[۳۷] زمانہ جاہلیت میں اہل عرب بیٹیوں کو پسند نہیں کرتے تھے، اگر کسی کو بیٹی کی خبر دی جاتی تو اس کے چہرے پر غم واندوہ کی لہر دوڑ جاتی۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا اور سوچتا کہ لڑکی کے پیدا ہونے سے جو اس کی ذلت ہوئی ہے وہ اس پر صبر کرے اور اس بیٹی کو زندہ رہنے دے یا اس کو مٹی میں دفن کر دے۔ مضر، خزاعہ، اور تمیم کے قبائل اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔

(تفسیر قرطبی)

اسلام کا عورت پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اس قبیح رسم کا ایسا قلع قمع کیا کہ اسلام کے بعد پورے عرب میں

Marfat.com

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بُری خبر کے باعث جو اسے دی گئی، (سوچتا ہے) اس (بیٹی) کو ذلت کے ساتھ رکھ لے یا مٹی میں دبا دے، خبردار! کتنا بُرا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

بیٹی کو زندہ درگور کرنے کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔

زمانہ جاہلیت میں بیٹی کی حالت زار

قیس بن عاصم ﷛ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں آٹھ بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ہر بیٹی کی طرف سے ایک غلام آزاد کر دو۔ قیس نے کہا: یا نبی اللہ! میرے پاس تو اونٹ ہیں تو آپ نے فرمایا: پھر ہر بیٹی کی طرف سے ایک اونٹ ذبح کر دو۔

(معجم کبیر: حدیث نمبر ۸۶۳: ج ۱۸: ص ۳۳۷)

مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے میں نے اسلام کی مٹھاس محسوس نہیں کی۔ زمانہ جاہلیت میں میری ایک بیٹی تھی، میں نے اپنی بیوی سے کہا: اس کو آراستہ کر دو، پھر میں اس کو بہت دور ایک وادی میں لے گیا اور وہاں ایک گہرے کنویں میں اسے پھینک دیا۔ اس بیٹی نے کہا: میرے ابا جان! آپ نے مجھے قتل کر ڈالا۔ مجھے جب بھی اس کی یہ بات یاد آتی ہے تو مجھے کوئی چیز نفع نہیں دیتی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت میں جو گناہ ہوئے تھے ان کو اسلام نے مٹا دیا اور جو گناہ اسلام میں ہوں گے ان کو استغفار مٹا دے گا۔ (تفسیر کبیر)

اسلام میں بیٹی کی فضیلت

۱۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آتے دیکھتے تو ان کو مرحبا کہتے، ان کی طرف کھڑے ہوتے اور ان (کے سر) کو بوسہ دیتے، پھر ان کے ہاتھ سے پکڑ کر انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ (الأدب المفرد: امام بخاری: ص ۲۷۸)

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیٹیوں کو ناپسند نہ کیا کرو، بے شک وہ ہمدردی اور محبت کرنے والی ہوتی ہیں۔

(مسند احمد: جلد ۴: ص ۱۵۱)

۳۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص دو بچیوں کے بالغ ہونے تک ان کی کفالت کرے گا قیامت کے دن وہ اور میں اتنا قریب ہوں گے جتنا میرے ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ (مسلم: کتاب البر: باب ۴۶)

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی ایک بیٹی ہوئی، اس نے اس کو ادب سکھایا اور اچھا ادب سکھایا اور اس کو علم سکھایا اور اچھا علم سکھایا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جو اس کو نعمتیں دیں ان نعمتوں میں

Marfat.com

سے اس نے اپنی بیٹی کو بھی نعمتیں دیں تو اس کی وہ بیٹی اس کے لئے جہنم سے پردہ اور حجاب ہو جائے گی۔

(حلیۃ الاولیاء: حدیث نمبر ۶۳۴۸: ج ۵: ص ۶۷، کنز العمال: حدیث نمبر ۴۵۳۹۱: ج ۱۶: ص ۴۵۲)

۵۔ علامہ اسماعیل حقی نقل کرتے ہیں کہ جس کے ہاں لڑکی پیدا ہو وہ لڑکے کی نسبت زیادہ خوشی کا اظہار کرے تاکہ اہل جاہلیت کی مخالفت ہو۔ (تفسیر روح البیان)

آج بھی بعض لوگوں میں یہ جہالت پائی جاتی ہے کہ مرد، بیوی کی حیثیت سے تو لڑکی کو پسند کرتا ہے مگر بیٹی کی حیثیت سے اسے ناپسند کرتا ہے لیکن وہ یہ نہیں سوچتا کہ اس کی بیوی بھی آخر کسی کی بیٹی ہے اور اگر بیٹی کا وجود ختم ہو جائے تو نہ کوئی بیوی بن سکے اور نہ ہی نسل انسانی آگے چل سکے، لہٰذا بیٹی کو ناپسند کرنا حماقت اور خلاف فطرت ہے، اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے اسلام میں اس تفریق کی گنجائش نہیں ہے، اور اگر بیٹی ناپسندیدہ مخلوق ہوتی تو انبیاء کرام علیہم السلام کے ہاں بیٹیاں پیدا نہ ہوتیں حالانکہ سردار انبیاء ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں اور آپ نے فرمایا: بیٹیوں سے کراہت نہ کرو کیونکہ میں بھی متعدد بیٹیوں کا باپ ہوں۔ (تفسیر روح البیان) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: عورت کے بابرکت ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ اس سے پہلے بیٹی پیدا ہو (تفسیر روح البیان) یعنی بیٹے بعد میں پیدا ہوں۔

ایک بیٹے کی کہانی

اگر کسی ماں باپ کے ہاں لڑکی پیدا ہو تو انہیں احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں، ہو سکتا ہے یہ بچی جوان ہو کر والدین کو وہ خوشیاں دکھائے کہ اگر اس کی جگہ بیٹا ہوتا تو شاید اتنی خوشیاں نہ دکھا سکتا۔ میرے ایک دوست کا بیٹا برطانیہ آکر ایسی غلط راہ پر چل نکلا جو والدین کے لئے انتہائی شرم کی بات تھی۔ ایک دن اس کے والدین مجھے کہنے لگے: پیرزادہ صاحب! ہمارا یہ ایک ہی بیٹا ہے باقی بیٹیاں ہیں، جب یہ پیدا ہوا تو ہم نے بڑی خوشی منائی، مٹھائی تقسیم کی لیکن آج اس کے کرتوتوں نے اتنا شرمندہ کر دیا ہے کہ دل سے آواز آتی ہے: کاش! یہ پیدا ہی نہ ہوتا اور ہم آج اس کے بغیر زیادہ خوش ہوتے۔

ایک بیٹی کی کہانی

اس بیٹے کے برعکس ایک بیٹی کا قصہ سنیں جس کی امانت و دیانت نے اسے ایک غریب گھر سے اٹھا کر خلیفہ کے گھرانے کی زینت بنا دیا اور وہ لڑکی اپنے والدین اور خاندان کے لئے عزت اور فخر کا نشان بن گئی۔ وہ قصہ کچھ اس طرح ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دفعہ رات کو گشت فرما رہے تھے۔ ایک مکان کے قریب سے گزرے جہاں ماں اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے: دودھ میں پانی ملا دو۔ بیٹی نے جواب دیا: یہ جرم ہے، خلیفہ نے اس سے منع کر رکھا ہے۔ ماں نے کہا: خلیفہ کون سا یہاں دیکھ رہا ہے۔ بیٹی نے جواب دیا: امی جان! ٹھیک ہے خلیفہ تو نہیں دیکھ رہا لیکن اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے۔ (صد آفرین ایسی بیٹی پر) یہ باتیں سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے اور اپنے بیٹے عاصم رضی اللہ عنہ کو یہ واقعہ سنایا اور فرمایا کہ تم اس نیک لڑکی سے نکاح کر لو۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی سے نکاح کر لیا اور بعد میں اس لڑکی کی نسل سے عمر ثانی حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ جیسا عادل خلیفہ پیدا ہوا جس پر پوری امت مسلمہ آج بھی فخر کرتی ہے۔ (حقوق الاولاد: ص ۲۲)

Marfat.com

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۶۰

ع

۶۰۔ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کی بُری صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بہت ہی بلند صفات ہیں اور وہ سب پر غالب بڑا دانا ہے۔[۳۸]

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝۶۱

۶۱۔ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ظلم کے باعث (فوراً) پکڑ لیا کرتا تو وہ زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں ایک معین وقت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب ان کا وقت آجاتا ہے تو وہ نہ ایک لحہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔[۳۹]

اللہ تعالیٰ سب کو بیٹوں کے ساتھ ساتھ ایسی پاک باز اور عدل شعار بیٹیاں بھی عطا فرمائے۔ آمین! لہٰذا کسی ماں باپ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے بیٹے کو بیٹی پر فضیلت دے کیونکہ انہیں کیا خبر کہ ان میں سے کون والدین کے لئے بہتر ہوگا؟

[۳۸] مشرکین کی ایک بُری صفت تو یہ تھی کہ وہ لڑکیوں سے نفرت کرتے اور انہیں زندہ درگور کر دیتے اور دوسری بُری صفت یہ تھی کہ وہ اپنے لئے تو بیٹیاں ناپسند کرتے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں ثابت کرتے۔ یہ انہی مشرکین کی بُری صفات ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، بہرحال اللہ تعالیٰ کی بہت ہی بلند صفات ہیں اور وہ ہر قسم کی کمزوری اور نقص سے پاک ہے۔

[۳۹] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔ (قرآن: ۳۴:۱۳) اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر انسان خطا کار ہے اور خطا کاروں میں بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۴۹۹) اس سے معلوم ہوا کہ ظالم بندوں کی تعداد زیادہ ہے اور چھوٹی موٹی خطاؤں سے کوئی انسان پاک نہیں ہے۔

اب اگر اللہ تعالیٰ ظالموں اور خطا کاروں کو اسی دنیا میں فوراً سزا دینا شروع کر دیتا تو اس اکثریت پر جب عذاب نازل ہوتا تو ان کے ساتھ شکر گزار بندے بھی آزمائش کے طور پر ختم کر دیئے جاتے، پھر نہ تو حیوانات کی ضرورت رہتی کیونکہ وہ بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور نہ ہی انبیاء کرام علیہم السلام کی ضرورت تھی کیونکہ وہ انسانوں کی ہدایت کے لئے تشریف لاتے ہیں اور جب انسان ہی نہیں رہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کی کیا ضرورت ہے، تو اس طرح ساری زمین انسانوں اور حیوانوں سے خالی ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مصلحت کے تحت لوگوں کو ایک معین وقت تک مہلت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لیں اور اگر وہ خود اپنی اصلاح نہ کریں تو ممکن ہے ان کی اولاد سے شکر گزار بندے پیدا ہو جائیں، البتہ جب ظالموں کی گرفت کا معین وقت آجائے تو پھر اس میں تقدیم اور تاخیر نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ان (بیٹیوں) کو تجویز کرتے ہیں جن کو وہ اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹ بولتی ہیں کہ ان کے لئے بھلائی ہے، بلاشبہ ان کے لئے (جہنم کی) آگ ہے اور وہ (جہنم میں) سب سے پہلے بھیجے جائیں گے۔[۴۰]

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

۶۳۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال آراستہ کر دیے، پس وہی شیطان آج ان (مشرکین) کا دوست ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔[۴۱]

وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾

۶۴۔ اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس لئے نازل کی ہے تاکہ آپ ان کے لئے کھول کر بیان کر دیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں (یہ کتاب) ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔[۴۲]

---

[۴۰] مشرکین کا ایک دعویٰ تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں حالانکہ وہ اپنے لئے بیٹیاں پسند نہیں کرتے تھے اور ان کا دوسرا دعویٰ تھا کہ اگر قیامت آئی تو جس طرح وہ اس دنیا میں اچھائی کے مستحق ہیں اسی طرح آخرت میں بھی جنت اور اچھائی کے مستحق مشرکین ہی ہوں گے۔ اس آیت میں ان کی تردید کی گئی ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ آخرت میں ان کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ سب سے پہلے ڈالے جائیں گے۔

[۴۱] مشرکین مکہ کے بے ہودہ طرز عمل سے نبی کریم ﷺ کبیدہ خاطر رہتے تھے۔ اس آیت میں آپ کو تسلی دی گئی ہے کہ شیطان نے پہلی امتوں کو بھی ان کی برائیاں آراستہ کر کے دکھائیں اور انہیں انبیاء کرام علیہم السلام کے مخالف لا کھڑا کیا۔ اسی طرح آج بھی شیطان ان کا دوست ہے اور اس نے مشرکین مکہ کے لئے ان کی برائیاں آراستہ کر دی ہیں، لہٰذا آپ غمگین نہ ہوں پہلی امتوں کی طرح یہ بھی ناکام ہوں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

[۴۲] مشرکین، یہود اور نصاریٰ مذہب کے متعلق آپس میں اختلاف کرتے تھے۔ ان میں سے ہر فریق کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ صحیح ہے اور دوسرا غلط ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی! ہم نے آپ پر قرآن مجید نازل کیا ہے تاکہ آپ کھول کر بیان

Marfat.com

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ؑ﴿۶۵﴾

۶۵۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس پانی سے زمین کو اس کے بنجر ہو جانے کے بعد زندہ کیا، بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو (غور سے) سنتے ہیں۔[۴۳]

وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ اور بے شک تمہارے لئے مویشیوں میں بھی ایک عبرت ہے، ہم ان کے شکموں میں گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکال کر تمہیں پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوش گوار ہے۔[۴۴]

وَ مِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

۶۷۔ اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم میٹھا رس اور عمدہ روزی بناتے ہو، بے شک اس میں عقل والوں کے لئے نشانی ہے۔

وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۙ﴿۶۸﴾

۶۸۔ اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تو پہاڑوں میں اور درختوں میں اور لوگوں کے بنائے ہوئے چھپروں میں گھر (یعنی اپنے چھتے) بنا۔[۴۵]

کر دیں کہ حق صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اور قرآن مجید ہی سراپا ہدایت و رحمت ہے مگر اس سے استفادہ وہی کریں گے جو اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

[۴۳] جو لوگ اس آیت کو غور سے سنیں ان کے لئے اس میں دوبارہ زندہ ہونے کے متعلق ایک دلیل موجود ہے کہ جو اللہ تعالیٰ خشک اور بنجر زمین کو بارش کے پانی کے ذریعے سرسبز و شاداب بنا دیتا ہے اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مر کر مٹی ہو جانے والے انسان کو دوبارہ زندہ کر دے۔

[۴۴] یہاں مویشی سے مراد گائے، بھینس، اونٹ، اور بھیڑ بکری یعنی دودھ دینے والے جانور ہیں۔ جب چارہ ان کے شکموں میں جاتا ہے تو اس چارے کا ایک حصہ گوبر بن کر باہر نکل جاتا ہے، دوسرا حصہ خون بن کر سارے جسم میں گردش کرتا ہے اور تیسرا حصہ خوش گوار دودھ بن کر ہمارے پینے کے کام آتا ہے۔ ایک ہی جسم میں ایک ہی خوراک سے تین مختلف اور متضاد چیزوں کا پیدا ہو جانا بہت بڑی نشانی اور عبرت ہے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت پر دلالت کرتی ہے۔

[۴۵] شہد کی مکھی پہاڑوں، درختوں اور بلند چھپروں میں اپنے چھتے بناتی ہے۔ پھلوں کا رس چوسنے کے بعد فضا میں آسان اور کھلے

Marfat.com

ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ پھر تو ہر قسم کے پھلوں سے رس چوس اور اپنے رب کے بنائے ہوئے آسان راستوں پر چلتی رہ، ان کے شکموں سے مختلف رنگوں والا شربت نکلتا ہے، اس شربت میں لوگوں کے لئے شفاء ہے، بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانی ہے۔

راستوں پر دور دراز کا سفر کرتی ہے مگر گھر کا راستہ نہیں بھولتی اور واپس آ کر اپنے جسم سے ایسا لاجواب شہد نکالتی ہے جس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے۔ پھلوں کا رس چوسنے سے لے کر شہد بننے تک کے نظام میں غور و فکر کیا جائے تو عقل والوں کے لئے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی نشانی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم میں ایسی طبعی فیکٹری بنا رکھی ہے جو پھولوں کے رس کو شہد میں تبدیل کر دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کو شہد بہت پسند تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو حلوا (میٹھی چیز) اور شہد پسند تھا۔ (بخاری: کتاب الطب: باب ۴)

شہد میں کئی بیماریوں کے لئے شفاء ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میرے بھائی کو دست لگ گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ۔ (اس نے بھائی کو شہد پلایا مگر اس کے دست اور بڑھ گئے) وہ دوسری مرتبہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ۔ وہ پھر تیسری مرتبہ مرض کی شکایت لے کر آیا، آپ نے پھر فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، وہ پھر چوتھی مرتبہ آیا تو آپ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ۔ اس نے کہا: میں نے شہد پلایا ہے (مگر اس کے دست بڑھ گئے ہیں) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا قول سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ جا اس کو شہد پلا۔ جب اس نے چوتھی بار شہد پلایا تو اس کے بھائی کو مکمل شفاء ہوگئی۔ (بخاری: کتاب الطب: باب ۴)

علاج کرانا

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بیماری کی دوا ہے، پس جب دوا صحیح ہو تو (مریض کو) اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفاء دی جاتی ہے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۲۰۴: کتاب السلام: باب ۲۶)

۲۔ حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ کے اصحاب اس طرح (خاموش اور ساکن) بیٹھے ہوئے تھے جس طرح ان کے سر پر پرندے ہوں۔ میں بھی سلام عرض کر کے بیٹھ گیا، پھر ادھر ادھر سے اعرابی آ گئے۔ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم علاج کرایا کریں؟ آپ نے فرمایا: علاج کرایا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لئے دوا بھی بنائی ہے سوائے ایک بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے۔ (ابو داؤد: حدیث نمبر ۳۸۵۵)

۳۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا دونوں کو نازل کیا ہے اور ہر بیماری کی دوا بھی بنائی ہے، لہٰذا تم دوا کیا کرو اور حرام چیزوں کے ساتھ دوا نہ کرو۔ (ابو داؤد: حدیث نمبر

Marfat.com

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ؑ ع ۱۵

۷۰۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا، پھر وہی تم کو موت دے گا اور تم میں سے بعض کو ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ جان لینے کے بعد بھی کچھ نہ جانے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔[۴۶]

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝

۷۱۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے لیکن جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کو دینے والے نہیں ہیں کہ وہ رزق میں برابر ہو جائیں، تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں؟[۴۷]

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ

۷۲۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے تمہارے لئے بیویاں پیدا فرمائیں اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے پیدا فرمائے اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا فرمایا، تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں

۳۸۷۴) یعنی جب کسی بیماری کی حلال وحرام دونوں دوائیں موجود ہوں تو حرام دوا کے ساتھ علاج نہ کیا جائے اور اگر حلال دوا نہ ہو تو کسی بھی مہلک مرض کے لئے حرام دوا کے ساتھ علاج جائز ہے۔

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناک میں دوا چڑھائی۔ (ابو داؤد: حدیث نمبر ۳۸۶۷)

[۴۶] قدرت کی خارجی نشانیاں بیان کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی ذات میں غور وفکر کرنے کی طرف متوجہ فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا، پھر وہی انسان کو موت دے گا اور بعض انسانوں کو تو اسی دنیا میں ناکارہ عمر تک پہنچا دیتا ہے جس میں اس کے ہوش وحواس ختم ہو جاتے ہیں اور جن چیزوں کو وہ پہلے جانتا تھا شدید بڑھاپے کی وجہ سے وہ بھی بھول جاتا ہے، تو یہ سارے تغیرات لانے والا اللہ تعالیٰ ہے جو بڑی قدرت والا ہے۔

[۴۷] اللہ تعالیٰ نے جن کو زیادہ مال دیا ہے وہ اپنے غلاموں کو اتنا مال نہیں دیتے کہ وہ بھی ان کے برابر مالدار ہو جائیں۔ اگر تم اپنے غلاموں کو اپنا شریک بنانا گوارا نہیں کرتے تو تم مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا شریک کیوں بناتے ہو۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری نہیں ہے کہ جو تم اپنے لئے ناپسند کرتے ہو وہ خدا کے لئے ثابت کرتے ہو؟

Marfat.com

يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾

اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟ [۴۸]

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو آسمان اور زمین میں سے رزق دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے اور وہ کچھ بھی طاقت نہیں رکھتے۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ پس تم اللہ تعالیٰ کے لئے مثل نہ ٹھہراؤ، [۴۹] بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے غلام کی مثال بیان فرمائی ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے، کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور دوسرا وہ شخص ہے جس کو ہم نے اپنی طرف سے عمدہ رزق دیا اور وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتا ہے، کیا یہ دونوں آدمی برابر ہو سکتے ہیں؟ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ [۵۰]

---

[۴۸] اللہ تعالیٰ نے تمہیں بیویاں، بچے اور پاکیزہ رزق عطا فرمایا۔ اس کے باوجود تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں رزق دینے کی کچھ بھی طاقت نہیں رکھتے، تو کیا یہ باطل پرستی نہیں ہے؟ بلاشبہ یہ باطل پرستی اور اس کی نعمتوں کی ناشکری ہے۔

[۴۹] یعنی کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک اور اس کی مثل قرار نہ دو کیونکہ کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہو سکتی۔ (قرآن: ۴۲:۱۱)

[۵۰] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کی مثال بیان فرمائی ہے، ایک شخص کسی کا غلام ہے جو اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتا اور دوسرا شخص آزاد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے اور وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر خرچ کر کے لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ اب یہ دونوں آدمی اگرچہ انسان ہیں مگر برابر نہیں ہو سکتے، تو پھر یہ بے بس مخلوق جس کی تم عبادت کرتے ہو اور وہ قادر مطلق خدا جو ہر چیز کا خالق ہے کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ دراصل سب تعریفوں کا اصل مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

Marfat.com

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ هُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٦﴾ ع ١٢

۷۶۔ اور اللہ تعالیٰ نے دو اور آدمیوں کی مثال بیان فرمائی جن میں سے ایک گونگا ہے وہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے، اس کا مالک اسے جہاں بھی بھیجتا ہے وہ کوئی خیر کی خبر نہیں لاتا، کیا وہ (گونگا) اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جو انصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ راہ راست پر گامزن ہے؟[۵۱]

وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٧٧﴾

۷۷۔ اور آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، [۵۲] اور قیامت برپا ہونے کا معاملہ ایسا ہے جیسے آنکھ جھپکنا یا اس سے بھی جلد، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[۵۳]

وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

۷۸۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے شکموں سے نکالا اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور اس نے

---

[۵۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو اور آدمیوں کی مثال بیان فرمائی ہے، ایک گونگا، بے کار اور اپنے مالک پر بوجھ ہے۔ دوسرا شخص راہ راست پر گامزن اور عدل وانصاف کر کے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ جب یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے تو پھر مومن اور کافر، نیز خالق اور مخلوق کیسے برابر ہوسکتے ہیں؟

[۵۲] آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، کوئی انسان اپنے حواس اور اپنی عقل سے اس کو معلوم نہیں کرسکتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اور جتنا چاہے عطا کردے یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔ مزید تفصیل کے لئے سورۂ آل عمران (۳) کا حاشیہ نمبر ۱۲۵ اور ۱۲۶، سورۂ مائدہ (۵) کا حاشیہ نمبر ۱۳۷، سورۂ انعام (۶) کا حاشیہ نمبر ۴۳، ۵۵ اور ۵۸ اور سورۂ اعراف (۷) کا حاشیہ نمبر ۱۰۶ ملاحظہ کریں۔

[۵۳] قیامت قائم ہونے سے پہلے یہ زمین وآسمان اور ساری کائنات فنا ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ اس ساری کائنات کو فنا کرنے کے لئے اس کو فوجوں اور سالوں کی ضرورت نہیں بلکہ آنکھ جھپکنے سے بھی کم مدت میں صرف ارادے سے فنا کرسکتا ہے اور وہی قادر مطلق اس قابل ہے کہ اس کے عذاب سے ڈرا جائے اور اسی کی عبادت کی جائے۔ جس طرح قیامت آنکھ جھپکنے سے پہلے قائم ہوجائے گی اسی طرح موت بھی آنکھ جھپکنے سے پہلے آسکتی ہے، لہٰذا جتنا جلد ہوسکے انسان کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ موت کا وقت آجائے اور پچھتاوے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو۔

Marfat.com

وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٧٨

تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تا کہ تم شکر ادا کرو۔[۵۴]

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝٧٩

۷۹۔کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو آسمان کی فضا میں تابع فرمان ہیں، انہیں صرف اللہ تعالیٰ نے تھام رکھا ہے، بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔[۵۵]

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝٨٠

۸۰۔اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکونت بنایا اور تمہارے لئے مویشیوں کی کھالوں سے گھر (خیمے) بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے دن اور اپنے قیام کے دن ہلکا پھلکا پاتے ہو اور ان (مویشیوں) کی اون اور ان کی پشم اور ان کے بالوں سے مختلف گھریلو سامان اور ایک وقت معین تک فائدہ اٹھانے کی چیزیں بنائیں۔[۵۶]

[۵۴] انسان جب شکم مادر سے باہر آتا ہے تو اسے کچھ علم نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو کان، آنکھیں اور دل عطا فرمائے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے یعنی ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں استعمال کرے اور ان نعمتوں کی قدر ان سے پوچھو جو دیکھنے یا سننے سے محروم ہیں اور کتنی مشکلات میں گھرے رہتے ہیں۔

[۵۵] اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے جسم اور پروں کی ساخت ایسی بنائی ہے جس کی وجہ سے وہ فضا میں قائم رہتے ہیں اور نیچے نہیں گرتے۔ان پرندوں میں غور کر کے سائنس دانوں نے ہوائی جہاز بنا لئے اور اب نہ جانے کیا کیا ایجادات کر رہے ہیں۔ کاش! اہل ایمان بھی ان نشانیوں میں غور وفکر کرتے۔

[۵۶] اللہ تعالیٰ نے انسان کو پتھر اور مٹی کے ذریعہ مستقل گھر بنانے کی توفیق دی، مویشیوں کے چمڑے سے خیمے بنانے کی توفیق دی جن کو سفر و حضر میں استعمال کرنا آسان ہوتا ہے۔نیز ان مویشیوں کے بالوں، اون اور ریشم کے ذریعے مختلف ضروریات زندگی پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائی مگر ان ساری نعمتوں سے انسان صرف ایک معین مدت تک ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔بالآخر ہر ایک کو ایک دن مرنا ہے اور اپنے خالق حقیقی کے سامنے ان نعمتوں کے بارے جوابدہ ہونا ہے۔

Marfat.com

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمۡ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡجِبَالِ اَكۡنَانًا وَّ جَعَلَ لَكُمۡ سَرَابِيۡلَ تَقِيۡكُمُ الۡحَرَّ وَسَرَابِيۡلَ تَقِيۡكُمۡ بَاۡسَكُمۡ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تُسۡلِمُوۡنَ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کے سائے بنائے اور اس نے تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ گاہیں بنائیں اور تمہارے لئے ایسے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں، اور ایسے لباس بھی جو تمہیں لڑائی کے وقت بچاتے ہیں، اسی طرح وہ تم پر اپنی نعمت پوری کرتا ہے تاکہ تم فرماں بردار بنو۔[۵۷]

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو آپ کے ذمہ تو صرف وضاحت سے پہنچا دینا ہے۔[۵۸]

يَعۡرِفُوۡنَ نِعۡمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنۡكِرُوۡنَهَا وَاَكۡثَرُهُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۸۳﴾ ع

۸۳۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچانتے ہیں، پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر کافر ہیں۔

وَيَوۡمَ نَبۡعَثُ مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيۡدًا ثُمَّ لَا يُؤۡذَنُ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَلَا هُمۡ يُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ اور جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ اٹھائیں گے، پھر کافروں کو (عذر خواہی کی) اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔[۵۹]

---

[۵۷] اللہ تعالیٰ نے سخت دھوپ سے بچنے کے لئے سائے، گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے کپڑے، پہاڑوں میں سفر کے دوران بارش سے بچنے کے لئے غاریں اور میدان جنگ میں دشمن کے وار سے بچنے کے لئے لوہے کی زرہیں وغیرہ کے اسباب پیدا فرمائے۔ اسی طرح انسان کی جملہ ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بے شمار اسباب پیدا فرمائے تاکہ انسان اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے اور اس کا فرمابردار بن جائے۔

[۵۸] میرے پیارے نبی! میری بے شمار نعمتوں اور آپ کی واضح تبلیغ کے بعد بھی اگر یہ مشرکین ایمان نہیں لاتے تو آپ غمگین نہ ہوں، آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔ نیز یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اچھی طرح جانتے ہیں صرف ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کرتے ہیں اور ہٹ دھرمی ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔

[۵۹] قیامت کے دن جب ہر نبی اپنے منکروں کے خلاف گواہی دے گا کہ اس نے ان کو توحید کا پیغام پہنچایا مگر ان لوگوں نے دانستہ اس کا انکار کر دیا تو انبیائے کرام کی اس فائنل اور نا قابل انکار گواہی کے بعد منکرین کو نہ تو عذر خواہی کی اجازت ہوگی اور نہ ہی ان کو توبہ کی مہلت دی جائے گی کیونکہ توبہ کا وقت دنیا میں ختم ہو چکا تھا اب تو صرف جزا اور سزا کا وقت ہے۔

Marfat.com

وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ اور جب ظالم لوگ عذاب دیکھ لیں گے، پھر نہ ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ہی ان کو مہلت دی جائے گی۔[٦٠]

وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸٦﴾

۸٦۔ اور جب مشرکین اپنے (خود ساختہ) شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ ہیں ہمارے وہ شریک جن کی ہم تجھے چھوڑ کر عبادت کرتے تھے تو وہ شریک انہیں جواب دیں گے کہ بے شک تم جھوٹے ہو۔[٦١]

وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِالسَّلَمَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ اور اس دن وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور جو بہتان وہ باندھا کرتے تھے وہ ان سے جاتا رہے گا۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ہم ان کے عذاب پر اور عذاب کا اضافہ کردیں گے کیونکہ وہ فساد برپا کرتے تھے۔[٦٢]

[٦٠] جب فرشتے ظالموں کو جہنم میں پھینک دیں گے اور وہ عملاً عذاب کا مشاہدہ کرلیں گے تو پھر ان کے چیخنے اور چلانے سے نہ تو ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی اور نہ انہیں کوئی وقفہ دیا جائے گا بلکہ وہ لگاتار عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

[٦١] قیامت کے دن مشرکین اپنے خود ساختہ شریکوں کو دیکھ کر کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ ہیں وہ ہمارے شریک جن کی ہم عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان بتوں کو قوت گویائی عطا فرمائے گا تو وہ مشرکین کو جواب دیں گے کہ ہم نے تمہیں کبھی نہیں کہا تھا کہ تم ہماری عبادت کرو اور نہ ہی ہم رب کے شریک ہو سکتے ہیں اور اگر تم نے ہم کو رب کا شریک بنا رکھا تھا تو یہ تمہارا اپنا جھوٹا عقیدہ تھا تم خود اس کے ذمہ دار ہو، ہمارا اس میں کوئی دخل نہیں۔ مشرکین کے جب سارے جھوٹے سہارے گم ہو جائیں گے تو مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی و انکساری کرنے لگیں گے تاکہ ان کو معاف کر دیا جائے مگر قیامت کے دن کی توبہ کسی کے کام نہیں آئے گی۔

[٦٢] جن لوگوں نے کفر کیا اور دوسروں کو راہ راست سے روکا ان کو دگنا عذاب ملے گا، ایک اپنے کفر کا اور دوسرا لوگوں کو گمراہ کرنے کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنت میں اجر کے مختلف درجے ہوں گے اسی طرح جہنم میں سزا کے بھی مختلف

Marfat.com

وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ ع ۱۸

۸۹۔ اور جس دن ہم ہر امت پر انہی میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے اور ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے، [۶۳] اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے [۶۴] اور وہ مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے۔

درجے ہوں گے۔

[۶۳] اس کی تفسیر کے لئے سورہ بقرہ (۲) کا حاشیہ نمبر ۹۸ ملاحظہ کریں۔

[۶۴] اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص علم کا ارادہ رکھتا ہے وہ قرآن سے نور حاصل کرے کیونکہ اس میں اولین و آخرین کا علم ہے۔ (تفسیر در منثور)

۲۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں، پھر ان تمام کے علوم کو چار کتابوں (تورات، زبور، انجیل اور فرقان) میں جمع کر دیا، پھر ان میں سے پہلی تین کتابوں کے علوم کو قرآن مجید میں جمع کر دیا۔ (الاتقان: امام سیوطی: ج ۴: ص ۲۴) لہٰذا قرآن ساری آسمانی کتابوں کے علوم کا جامع ہے۔

۳۔ ابن سراقہ نے "کتاب الاعجاز" میں لکھا ہے کہ کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا ذکر قرآن پاک میں نہ ہو۔ (الاتقان: امام سیوطی: ج ۴: ص ۲۵)

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس قرآن میں ہمارے لئے ہر علم اور ہر چیز بیان کر دی گئی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر و تفسیر ابن جریر طبری) علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول سب سے زیادہ جامع ہے، کیونکہ قرآن مجید تمام علوم نافعہ کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ اس میں گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں بھی ہیں اور آنے والے واقعات کا علم بھی ہے۔ ہر حلال، حرام اور تمام وہ امور جن کی طرف لوگ اپنی دنیا، اپنے دین، اپنی معاش اور اپنی معاد میں محتاج ہیں سب اس میں مذکور ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

۵۔ کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کا استخراج اور استنباط قرآن سے ممکن نہ ہو مگر اس کو وہی نکال سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ خصوصی فہم عطا فرمائے۔ (الاتقان: امام سیوطی: ج ۴: ص ۲۶) جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنہ افہام الرجال

قرآن مجید میں تو تمام علوم ہیں لیکن لوگوں کے ذہن ان کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے تو یہاں تک منقول ہے کہ اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں اسے بھی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی کتاب میں تلاش کرلوں گا۔ (تفسیر روح المعانی: الاتقان: ج ۴: ص ۲٦)

قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان کیسے ہے؟

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: قرآن مجید میں دین کی ہر چیز پر دلالت موجود ہے یا تو بالکل واضح دلالت ہے اور اگر مجمل دلالت ہے تو اس کا بیان رسول اللہ ﷺ سے یا اجماع سے یا قیاس سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ انعام (٦): زیر آیت نمبر ۳۸) یعنی اگر کسی چیز کا حکم قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ موجود نہ ہو اور وہ سنت، اجماع یا قیاس کے ذریعہ ثابت ہو جائے تو یہ بھی قرآن ہی کا حکم شمار کیا جائے گا کیونکہ قرآن کی دلالت کے مطابق یہ تینوں ذرائع اسلام میں حجت ہیں۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں:

۱۔ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے گودنا لگوانے والی، چہروں کے بال صاف کرنے والی، خوبصورتی کے لئے دانتوں کو کشادہ کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو تبدیل کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔ ام یعقوب نے کہا: یہ کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے اور کتاب اللہ نے لعنت کی ہے۔ اس عورت نے کہا: بخدا! میں نے سارا قرآن پڑھا ہے، اس میں تو اس لعنت کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا! اگر تو نے قرآن کو غور سے پڑھا ہوتا تو تو اس لعنت کو پالیتی، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: رسول تم کو جو دیں اس کو لے لو اور جس سے روکیں اس سے باز آجاؤ۔ قرآن: ۵۹:۷۔ (بخاری: حدیث نمبر ۵۹۳۹: کتاب اللباس: باب ۸۴) اس سے آگے علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے پوچھا: کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی۔ اس نے کہا: پڑھی ہے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ نے اس کام سے منع فرمایا ہے۔ (تفسیر روح المعانی) لہٰذا رسول اللہ ﷺ کا حکم دراصل قرآن ہی کا حکم ہے۔

۲۔ ایک دفعہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے مکہ میں فرمایا: تم جو چاہو مجھ سے سوال کرو میں تم کو اللہ کی کتاب سے اس کا جواب دوں گا۔ ان سے پوچھا گیا: جو محرم (احرام والا شخص) بھڑ (زنبور) کو مار ڈالے اس کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ (امام شافعی نے فرمایا: اس پر کوئی تاوان نہیں، اس نے پوچھا: قرآن میں یہ حکم کہاں ہے؟) امام شافعی نے سورہ حشر (۵۹) کی آیت نمبر ۷ پڑھی: رسول تم کو جو دیں اس کو لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ (تفسیر روح المعانی) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے اس کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲٦۷٦: ابواب العلم: باب ۱٦) اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے محرم کو زنبور کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (تفسیر روح المعانی) اس طرح امام شافعی نے خلیفہ کے حکم کو سنت سے اور سنت کے حکم کو قرآن سے ثابت کیا، لہٰذا خلیفہ کا حکم بھی دراصل قرآن کا ہی حکم ہے۔

۳۔ امام شعراوی لکھتے ہیں کہ شیخ محمد عبدہ سے پیرس میں ایک مستشرق نے پوچھا: کیا قرآن میں یہ نہیں ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان ہے؟ شیخ عبدہ نے کہا: کیوں نہیں! مستشرق نے کہا: پھر مجھے قرآن سے بتاؤ کہ گندم کی اس بوری سے کتنی روٹیاں بن

Marfat.com

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَ إِيتَائِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَ يَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾

۹۰۔ بے شک اللہ تعالیٰ عدل، احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔[۶۵]

سکتی ہیں؟ شیخ محمد عبدہ نے کہا: نابائی سے پوچھتے ہیں وہ اس سوال کا جواب جانتا ہے۔ مستشرق نے کہا: مجھے قرآن سے جواب درکار ہے۔ شیخ محمد عبدہ نے کہا: یہ قرآن ہی کی تعلیم ہے کہ ''اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔''

(تفسیر الشعراوی)

[۶۵] گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے'' اور یہ آیت اس کا نمونہ ہے، جس میں اسلام کی ساری تعلیمات کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے، جیسا کہ اہل علم کہتے ہیں: اگر قرآن مجید میں صرف یہی ایک آیت نازل ہوتی تو یہ اس بات کا کافی ثبوت تھی کہ قرآن مجید میں کامل ہدایت اور ہر چیز کا بیان ہے۔ (تفسیر روح المعانی) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ قرآن کی جامع ترین آیت ہے۔ اس میں ہر وہ اچھی چیز جس پر عمل کرنا ضروری ہے موجود ہے اور اسی طرح ہر وہ بری چیز جس سے اجتناب ضروری ہے وہ بھی موجود ہے۔ (تفسیر قرطبی) یعنی عقیدہ ہو یا عمل، حقوق العباد ہوں یا حقوق اللہ، انفرادی مسئلہ ہو یا اجتماعی، مسلمان ہوں یا کافر اور امیر ہوں یا غریب ہر ایک کے ساتھ عدل اور احسان کا معاملہ کرو اور کسی کے ساتھ بے حیائی، برائی اور سرکشی کا معاملہ نہ کرو۔ یہ چند الفاظ ہر قسم کی اچھائی کرنے اور ہر قسم کی برائی سے اجتناب کرنے کو شامل ہیں۔ شاید اسی لئے سلف صالحین کے مبارک زمانہ سے آج تک یہ دستور چلا آرہا ہے کہ جمعہ اور عیدین کے خطبوں کے آخر میں یہ آیت تلاوت کی جاتی ہے۔ سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس آیت کو خطبہ میں باقاعدہ شامل کیا تھا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت ولید ابن مغیرہ (جو کہ کافر تھا) کو پڑھ کر سنائی تو اس نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! ایک بار پھر پڑھو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو دوبارہ پڑھا تو وہ کہنے لگا: خدا کی قسم! یہ کلام تو بڑا میٹھا اور خوبصورت ہے، اس کا تنا پتوں والا ہے اور اس کی شاخیں پھل دینے والی ہیں اور یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔

(تفسیر قرطبی)

عدل اور احسان میں فرق

کسی نیکی کے بدلہ میں اتنی ہی نیکی کرنا عدل ہے اور اس سے زائد نیکی کرنا احسان ہے، اسی طرح کسی برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی سے دینا عدل ہے اور برائی کو معاف کر دینا یا برائی کے بدلہ میں نیکی کرنا احسان ہے۔ عدل کرنے سے معاشرہ میں امن قائم ہوتا ہے اور احسان کرنے سے دلوں میں عزت اور احترام پیدا ہوتا ہے۔

Marfat.com

وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمۡ وَلَا تَنۡقُضُوا الۡاَيۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡكِيۡدِهَا وَقَدۡ جَعَلۡتُمُ اللّٰهَ عَلَيۡكُمۡ كَفِيۡلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۹۱﴾

۹۱۔ اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو جب بھی تم عہد کرو اور قسموں کو پختہ کر لینے کے بعد نہ توڑو حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو، بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔[۶۶]

وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّتِىۡ نَقَضَتۡ غَزۡلَهَا مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ اَنۡكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوۡنَ اَيۡمَانَكُمۡ دَخَلًاۢ بَيۡنَكُمۡ اَنۡ تَكُوۡنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرۡبٰى مِنۡ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبۡلُوۡكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ مَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۹۲﴾

۹۲۔ اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنے سوت کو مضبوط کات لینے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، تم اپنی قسموں کو آپس میں فریب کاری کا ذریعہ بناتے ہو تاکہ اس طرح ایک گروہ دوسرے سے زیادہ فائدہ اٹھانے والا ہو جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اس کے ذریعے تمہیں آزماتا ہے، اور وہ تمہارے لئے قیامت کے دن ان باتوں کو کھول کر بیان کر دے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔[۶۷]

وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنۡ

۹۳۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا

[۶۶] اس آیت میں عہد کو پورا کرنے کی تاکید اور اس کو توڑنے کی ممانعت ہے، یعنی جب تم اللہ تعالیٰ سے عہد کرو یا اس کی قسم اٹھا کر کسی بھی انسان سے عہد کرو تو پھر اس کو توڑنے کی جرأت نہ کرو کیونکہ تم نے اس عہد پر اللہ تعالیٰ کو ضامن اور گواہ بنایا ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔ اب اگر تم نے اس عہد کی خلاف ورزی کی تو پھر تم اس کی سزا سے بچ نہ سکو گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن عہد شکن کے لئے جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔ (بخاری: حدیث نمبر ۶۱۷۷: کتاب الادب: باب ۹۹)

[۶۷] زمانہ جاہلیت میں مختلف قبائل آپس میں معاہدے کرتے تو قسموں کو فریب کاری کا ذریعہ بناتے اور جب کسی دوسرے قبیلے سے زیادہ فائدے نظر آتے تو پہلے معاہدے کو توڑ دیتے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ تم اپنے وعدوں کو پورا کیا کرو اور اس پاگل عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جو سارا دن سوت کو مضبوط کاتنے کے بعد شام کو خود ہی اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پورے دن کی محنت ضائع کر دیتی ہے۔ اسی طرح اگر تم بھی اپنے وعدے توڑو گے تو اللہ تعالیٰ کی سزا سے نہیں بچ سکو گے کیونکہ وہ تمہیں ان وعدوں اور قسموں کے ذریعہ آزماتا ہے اور قیامت کے دن وہ تمہارے مفادات اور اختلافات کو کھول کر بیان کر دے گا جن کی خاطر تم مکر و فریب کرتے ہو۔

Marfat.com

يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور تم سے ان اعمال کے بارے ضرور باز پرس ہوگی جو تم کیا کرتے تھے۔[۶۸]

وَلَا تَتَّخِذُوْۤا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾

۹۴۔ اور تم اپنی قسموں کو آپس میں فریب کاری کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ (تمہارا) قدم جم جانے کے بعد پھسل جائے گا اور تمہیں برے انجام کا مزا چکھنا پڑے گا کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا تھا اور تمہارے لئے بڑا سخت عذاب ہوگا۔[۶۹]

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾

۹۵۔ اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے میں نہ بیچ ڈالو کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔[۷۰]

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَ

۹۶۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو

---

[۶۸] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ تم میں سے جو باطل کا طالب ہے وہ اس کو اس کی اپنی پسند کے مطابق گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے اور جو حق کا طالب ہے اس کو اس کی خواہش کے مطابق ہدایت کی راہ پر گامزن کر دیتا ہے، اس لئے قیامت کے دن تم میں سے ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا اللہ تعالیٰ کسی کو نیکی یا بدی کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔

[۶۹] اے مسلمانو! تم دنیاوی مفادات کی خاطر اپنی قسموں کو نہ توڑو، ورنہ تمہارے قدم صراط مستقیم سے پھسل جائیں گے اور کافر تمہاری اس عہد شکنی کو دیکھ کر اسلام سے بدظن ہو جائیں گے اور اسلام کو قبول کرنے سے رک جائیں گے، اس طرح تم عہد شکنی کے ساتھ دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کے بھی مجرم قرار پاؤ گے اور انجام کار تمہیں برے انجام کا مزا چکھنا پڑے گا۔

[۷۰] یعنی دنیاوی مال و متاع کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کے عہد کو نہ توڑو۔ یہ مال و متاع کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو آخرت کے مقابلہ میں بالکل قلیل ہے۔ نیز یہ مال و متاع فنا ہو جائے گا اور جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کے پاس آخرت میں ہیں وہ ہمیشہ رہنے والی ہیں اور جو لوگ عہد کو پورا کرنے میں مشکلات پر صبر کرتے ہیں ان کو اس صبر کا اچھا اجر ضرور ملے گا۔

Marfat.com

لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے، اور جن لوگوں نے صبر کیا ان کو ہم ان کا اجر ضرور دیں گے ان کے اچھے کاموں کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

۹۷۔ جو بھی نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کو ہم ان کا اجر ضرور دیں گے ان کے اچھے کاموں کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے۔[۷۱]

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾

۹۸۔ سو جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کریں۔[۷۲]

اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾

۹۹۔ بے شک اسے ان لوگوں پر غلبہ حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔[۷۳]

---

[۷۱] جو مومن نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اللہ تعالیٰ اس کو پاکیزہ زندگی عطا فرماتا ہے یعنی وہ غربت اور تکلیف میں ہو تو صبر کر کے اجر عظیم کا امیدوار رہتا ہے اور اگر دولت اور راحت میں ہو تو شکر کر کے اجر عظیم کا امیدوار رہتا ہے اور اس صبر و شکر پر آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کو ضرور اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ جو لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اسلام میں عورت کی کوئی قدر نہیں وہ اس آیت میں غور کریں۔ قیامت کے دن ہر ایک کو اپنے اعمال کا پورا اجر ملے گا۔ مرد اور عورت میں کوئی تفریق نہیں ہوگی۔ اگر عورت کے اچھے اعمال زیادہ ہوں گے تو وہ جنت کے بلند درجہ میں ہوگی اور اگر مرد کے اچھے اعمال کم ہوں گے تو جنت کے نچلے درجے میں ہوگا۔

[۷۲] قرآن مجید کی تلاوت کا ایک ادب یہ ہے کہ پہلے "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" پڑھا جائے یعنی میں شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے اس کا پڑھنا سنت ہے (تفسیر خازن) تاکہ قاری کو اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی تلاوت اور اس میں غور و فکر کرتے وقت شیطان کی وسوسہ اندازی سے محفوظ رکھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اتنی قدرت دی ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے دلوں میں بھی وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تو ہم کس شمار میں ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ "پس شیطان نے آدم کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا: اے آدم! کیا میں تم کو خلد کا درخت نہ بتاؤں اور ایسی بادشاہی جو کبھی زائل نہ ہو۔" (قرآن: ۲۰:۱۲۰)

[۷۳] جو لوگ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کیا شیطان ان پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتا۔ وقتی طور پر اگر وہ اس کے وسوسہ کا شکار ہو

Marfat.com

ع ۱۳ ۱۹

اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

۱۰۰۔ اس کا غلبہ صرف انہی لوگوں پر ہوتا ہے جو اسے دوست بناتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

۱۰۱۔ اور جب ہم کسی آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو وہ نازل فرماتا ہے تو کافر کہتے ہیں کہ تم تو خود (قرآن کو) گھڑنے والے ہو بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ [۷۴]

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى

۱۰۲۔ آپ فرمایئے! اس (قرآن) کو روح القدس (جبریل) نے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا

جائیں تو جونہی انہیں احساس ہوتا ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا شروع کر دیتے ہیں، البتہ ان لوگوں پر شیطان کو پورا غلبہ حاصل ہو جاتا ہے جو خود شیطان کو دوست بناتے ہیں اور اس کے بہکانے پر شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اتنی قدرت نہیں دی کہ وہ انسان کو مجبور کر دے بلکہ انسان خود اپنی غفلت اور نفسانی خواہشات کی وجہ سے شیطان کی پیروی کرتا ہے۔

[۷۴] اللہ تعالیٰ جب کسی حکم کو منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم نازل فرماتا جس کی حکمت وہ خود ہی بہتر جانتا ہے تو کافر کہتے کہ یہ قرآن تم اپنی طرف سے بناتے ہو۔ اگر یہ خدا کا کلام ہوتا تو اس کے کسی حکم کو منسوخ کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ دراصل یہ کافر لوگ نسخ کی حکمت کو نہیں جانتے اس لئے اعتراض کرتے ہیں۔ اگر کلام الٰہی میں نسخ نہ ہوتا تو تورات کے بعد زبور اور زبور کے بعد انجیل اور انجیل کے بعد قرآن کی ضرورت نہیں تھی صرف تورات پر ہی عمل جاری رہتا۔ لہٰذا نسخ کسی بے علمی کا نتیجہ نہیں بلکہ ہمارے بدلتے ہوئے حالات کا تقاضا تھا۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے سورہ بقرہ (۲) کا حاشیہ نمبر ۷۲ ملاحظہ کریں۔

مکی زندگی میں نسخ کی ایک مثال ملاحظہ کریں۔ سورہ مزمل (۷۳) جو کہ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس کی ابتدائی آیات میں حکم ہوا: نصف رات یا نصف سے کچھ کم یا نصف سے کچھ زیادہ وقت نماز میں گزارا کرو، لیکن کچھ عرصہ کے بعد اسی سورت کی آخری آیت میں تخفیف کر دی کہ جتنا تم آسانی سے جاگ سکتے ہو اور جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو اتنا ہی کافی ہے۔ نصف رات یا اس سے کم یا زیادہ کی پابندی ختم کر دی گئی۔ پہلے حکم کے جواب میں اور نبی کریم ﷺ کی اتباع میں صحابہ کرام ﷡ نے جس اخلاص اور جذبہ عمل کا مظاہرہ کیا وہ آنے والے مسلمانوں کے لئے ایک روشن مثال ہے کہ انہوں نے بیماری اور سفر کے باوجود رات کو جاگنے کی اس قدر پابندی کی کہ ان کے پاؤں سوج گئے اور ان کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی۔

Marfat.com

لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ہے تا کہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور یہ مسلمانوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے۔[۷۵]

وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾

۱۰۳۔ اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ (کفار) کہتے ہیں کہ انہیں (یہ قرآن) ایک آدمی سکھاتا ہے حالانکہ جس شخص کی طرف یہ تعلیمِ قرآن کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن تو واضح عربی زبان میں ہے۔[۷۶]

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

۱۰۴۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔[۷۷]

---

[۷۵] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ قرآن جس کو تم میرا کلام خیال کرتے ہو، حقیقت میں یہ میرا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کو جبریل امین علیہ السلام لاتے ہیں اور حالات کے مطابق تبدیل کرنے اور بتدریج نازل کرنے میں حکمت یہ تھی کہ ایمان والوں کو بات سمجھنے، یاد رکھنے اور اس پر عمل کرنے میں آسانی ہو اور پورے شرح صدر کے ساتھ حق پر ثابت قدم ہو جائیں۔

[۷۶] مشرکین مکہ اکثر یہ الزام لگاتے کہ نبی کریم ﷺ قرآن خود بناتے ہیں اور جب انہیں کہا جاتا کہ آپ ﷺ امی ہیں اور چالیس سال کی عمر تک آپ نے نہ کوئی کتاب پڑھی ہے اور نہ لکھی ہے تو اچانک فصیح و بلیغ قرآن کیسے تیار کر سکتے ہیں؟

تو پھر کہتے: ان کو کوئی آدمی قرآن سکھاتا ہے اور جب ان سے پوچھا جاتا کہ وہ کون آدمی ہے؟ تو وہ کبھی جبر کا نام لیتے اور کبھی یعیش، یسار یا بلعام کا نام لیتے اور یہ سارے عجمی غلام تھے۔ ان میں سے بعض عیسائی، بعض یہودی اور بعض مسلمان ہو چکے تھے۔ جبر کے متعلق علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ وہ عیسائی غلام تھا، بعد میں مسلمان ہو گیا۔ مشرکین مکہ نے کہا کہ جبر آپ کو قرآن سکھاتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ جبر تو عجمی ہے وہ خود فصیح عربی نہیں بول سکتا تو پھر وہ فصیح عربی پڑھا کیسے سکتا ہے؟ نقاش نے ذکر کیا ہے کہ جبر کو اس کا مالک مارتا تھا کہ تو محمد ﷺ کو پڑھاتا ہے تو وہ کہتا: خدا کی قسم! میں آپ کو نہیں پڑھاتا بلکہ آپ مجھے پڑھاتے ہیں اور مجھے ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

اب غور طلب بات یہ ہے کہ اگر جبر قرآن سکھانے والا تھا تو اسے تو علم تھا کہ یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ اس کا سکھایا ہوا کلام ہے تو پھر اسے اسلام لا کر اپنے مالک سے مار کھانے کی کیا ضرورت تھی، لیکن حقیقت وہی ہے جو جبر نے اوپر بیان کر دی ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے وہ تعلیم اور ہدایت حاصل کی ہے جو یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔

[۷۷] منکرین کو ہدایت نہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کی ہدایت کے لئے قرآن کی آیات نازل فرمائیں مگر انہوں

Marfat.com

اِنَّمَا يَفۡتَرِى الۡـكَذِبَ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ‌ ۚ وَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡـكٰذِبُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵۔ بے شک جھوٹ تو وہی لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔ [۷۸]

مَنۡ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اِيۡمَانِهٖۤ اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَـئِنٌّ ۢ بِالۡاِيۡمَانِ وَلٰـكِنۡ مَّنۡ شَرَحَ بِالۡكُفۡرِ صَدۡرًا فَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ‌ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۰۶﴾

۱۰۶۔ جس نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوائے اس شخص کے جس کو مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن تھا، بلکہ شرح صدر کے ساتھ کفر کیا تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ [۷۹]

نے آیات الٰہی کا انکار کر کے ہدایت کو قبول نہیں کیا، لہٰذا ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

[۷۸] مشرکین ایک طرف تو نبی کریم ﷺ کو صادق اور امین کہتے اور دوسری طرف جھوٹ کا الزام لگاتے کہ آپ خود قرآن بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حقیقت میں جھوٹے تو وہ خود ہیں جو میری آیات کا انکار کرتے ہیں اور ان کو مخلوق کا کلام قرار دیتے ہیں۔

[۷۹] جس شخص نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور وہ مرتے دم تک اپنے کفر پر مطمئن رہا تو وہ مرتد ہے۔ دنیا میں اس کی سزا قتل ہے اور آخرت میں اس کے لئے سخت عذاب ہوگا، البتہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا گیا اور اس نے جان بچانے کے لئے زبان سے کفر کا اقرار کر لیا جبکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن تھا تو وہ مرتد نہیں ہوگا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ

یہ آیت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ایک دفعہ قریش نے آپ کو، آپ کے والد یاسر رضی اللہ عنہ اور آپ کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو پکڑا اور اسلام چھوڑنے پر مجبور کیا مگر تینوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا یعنی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھ دی۔ ابوجہل نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور دونوں اونٹوں کو مختلف سمتوں میں دوڑا دیا یہاں تک کہ چِر کر آپ کے بدن کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہ اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں، پھر انہوں نے حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کو بڑی بے دردی سے شہید کر دیا۔ یہ تاریخ اسلام کے دوسرے شہید ہیں، پھر انہوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کلمات کفر کہنے پر مجبور کیا جو آپ نے بادل نخواستہ زبان سے کہہ دیئے۔ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! عمار تو کافر ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں! عمار تو سر سے لے کر قدموں تک ایمان سے لبریز ہے، اسلام اس کے خون اور گوشت میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ وہاں سے چھٹکارا پا کر روتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض

Marfat.com

کیا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: اس وقت تیرے دل کی کیفیت کیا تھی؟ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ تو ایمان کے ساتھ مطمئن تھا۔ اس پر نبی کریم ﷺ اس کی آنکھوں سے آنسو پونچھنے لگے اور فرمایا: اگر وہ دوبارہ تمہیں مجبور کر کے کفر کہلوانا چاہیں تو تم دوبارہ کہہ دینا۔ (تفسیر ضیاء القرآن، تفسیر منیر)

مجبوری میں کلمہ کفر کہنا

اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے حتیٰ کہ اسے جان کا خطرہ لاحق ہو جائے تو وہ اگر زبان سے کفر کی بات کہہ دے جبکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، نہ اس کی بیوی اس سے جدا ہوگی اور نہ ہی وہ کافر ہوگا۔ (تفسیر قرطبی) جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا، نسیان اور اس کام کے حکم کو اٹھا لیا ہے جس پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔ (ابن ماجۃ: حدیث نمبر ۲۰۴۵: ابواب الطلاق: باب ۱۶)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: جان بچانے کے لئے کلمہ کفر کہنے کی اجازت تو ہے لیکن افضل اور بہتر یہ ہے کہ وہ کلمہ کفر نہ کہے اگرچہ جان چلی جائے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کو رومیوں نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے آپ سے کہا کہ تم عیسائی بن جاؤ میں تمہیں اپنی حکومت میں حصہ دار بنالوں گا اور اپنی بیٹی کا رشتہ بھی دوں گا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے اپنی ساری دولت بلکہ سارے اہل عرب کی دولت اس شرط پر دے دو کہ میں ایک لمحے کے لئے بھی اپنے نبی کریم ﷺ کے دین کو چھوڑ دوں تو پھر بھی میں قبول نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے کہا: پھر میں تمہیں قتل کردوں گا۔ آپ نے فرمایا: تم قتل کر سکتے ہو۔ بادشاہ نے آپ کو سولی پر لٹکانے کا حکم دیا اور تیراندازوں سے کہا کہ وہ آپ کے ہاتھوں اور پاؤں پر مارنا شروع کریں۔ اس دوران بادشاہ نے پھر عیسائیت قبول کرنے کی پیشکش کی، آپ نے انکار کر دیا، پھر بادشاہ نے آپ کو سولی سے اتارنے کا حکم دیا، ایک تانبے کی دیگ کو آگ پر تپایا اور ایک مسلمان قیدی کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اس میں پھینک دیا اور اس نے وہیں تڑپ تڑپ کے جان دے دی۔ بادشاہ نے پھر عیسائیت قبول کرنے کی پیشکش کی، آپ نے پھر انکار کر دیا۔ آخر بادشاہ نے آپ کو دیگ میں ڈالنے کا حکم دیا، جب جلاد انہیں اٹھا کر دیگ کے پاس لے گیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ بادشاہ کو خیال آیا کہ شاید اب یہ عیسائیت قبول کر لے گا۔ آپ کو واپس بلایا اور رونے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا: میں اس لئے رویا تھا کہ میری ایک جان ہے جس کو رضائے الٰہی کے لئے اس دیگ میں ڈالا جا رہا ہے۔ کاش! میرے پاس اتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے جسم پر بال ہیں اور سب کو اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس عذاب میں ڈال دیتا۔ بادشاہ نے آپ کو قید کر دیا اور کھانا پینا بند کر دیا، کافی دن بھوکا پیاسا رکھنے کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت ان کی طرف بھیجا لیکن آپ نے ہاتھ تک نہ لگایا۔ بادشاہ نے آپ کو دربار میں طلب کیا اور نہ کھانے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا: حالت اضطرار میں اگرچہ اس کا کھانا حلال ہے لیکن میں

Marfat.com

تمہیں یہ موقع نہیں دینا چاہتا کہ تو میرے کھانے سے خوشی منائے۔ بادشاہ نے کہا: اب اس طرح کرو کہ تم میرے سر کو بوسہ دو تو میں تمہیں آزاد کردوں گا۔ آپ نے فرمایا: کیا میرے ساتھ سارے مسلمان قیدیوں کو بھی آزاد کردو گے؟ اس نے کہا: ہاں، چنانچہ آپ نے بادشاہ کے سر کو چوما۔ اس نے آپ کو اور تمام قیدیوں کو آزاد کردیا۔ جب آپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس واپس پہنچے اور آپ کو یہ ماجرا سنایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کا سر چومے اور ابتدا میں خود کرتا ہوں، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ان کے سر کو سب سے پہلے بوسہ دیا۔

(تفسیر ابن کثیر)

مرتد کی تعریف

جو شخص پہلے مسلمان ہو اور بعد میں اسلام کا عقیدہ چھوڑ دے اسے مرتد کہتے ہیں۔

مرتد کی سزا

علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو اس پر پھر اسلام پیش کیا جائے اور اسلام کے خلاف جو اس کے شبہات ہیں ان کو زائل کیا جائے۔ (مبسوط: جلد ۱۰: ص ۹۸) امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اسلامی حکمران کے لئے مستحب ہے کہ وہ مرتد کو تین دنوں کی مہلت دے۔ (مبسوط: ج ۱۰: ص ۹۹) تاکہ وہ اسلام اور اپنے مستقبل کے بارے میں اچھی طرح غور و فکر کرلے لیکن پھر بھی اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی سزا قتل ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے دین یعنی اسلام کو تبدیل کیا اس کو قتل کردو۔ (بخاری: کتاب الجہاد: باب نمبر ۱۴۹) چاروں ائمہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس کا مرتد ہونا ثابت ہو جائے اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: ج ۵: ص ۴۲۳) البتہ عورتیں اگر مرتد ہو جائیں تو انہیں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ انہیں قید کیا جائے گا اور انہیں دوبارہ اسلام کی دعوت دی جائے گی۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: ج ۵: ص ۴۲۶) مرتد کو قتل کرنے کا حق صرف اسلامی حکمران کو حاصل ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج ۶: ص ۱۸۸) یعنی مرتد کی سزا کا فیصلہ اور اس پر عمل درآمد اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے، کسی کو انفرادی طور پر قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ورنہ ذاتی مخالفتوں کی وجہ سے کئی ایسے لوگ بھی قتل ہو سکتے ہیں جو حقیقت میں مرتد نہ ہوں۔

مرتد کی سزا کی وجوہات

۱۔ دنیا کے ہر مہذب ملک میں فکری آزادی کی اجازت ہے مگر اس کی ایک حد ہے، اگر کوئی شخص کسی حکومت کے خلاف بغاوت کی بات کرے تو کوئی حکومت ایسی فکری آزادی برداشت نہیں کرتی بلکہ اسے باغی اور غدار قرار دے کر سخت سزا دیتی ہے۔ اسی طرح اسلامی حکومت ہمیشہ اسلامی نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے اور جو مسلمان اسلامی نظریے سے بغاوت کرے وہ دراصل اسلامی حکومت کا باغی اور غدار ہے، لہٰذا وہ بھی سخت ترین سزا کا مستحق ہے، لیکن جو شخص اسلامی حکومت کے بنیادی نظریہ پر ایمان ہی نہیں رکھتا یعنی مسلمان ہی نہیں بلکہ ذمی کے طور پر اسلامی حکومت میں آباد ہے وہ اگر اسلام یا کوئی اور

Marfat.com

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۷﴾

۱۰۷۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔[۸۰]

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

۱۰۸۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں۔

مذہب قبول کرے گا تو وہ اسلامی حکومت کا باغی نہیں ہوگا، لہٰذا وہ کسی سزا کا مستحق نہیں ہے۔

۲۔ قرآن مجید میں کافر کو مسلمان بنانے کے لئے جبر کی اجازت نہیں ہے، لہٰذا اسلامی حکومت میں کافر کو اپنے کفر پر قائم رہنے کی اجازت ہے لیکن جب وہ اسلام قبول کرے گا تو پھر اسے اسلامی حکومت میں رہتے ہوئے اسلام کو چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے اور اگر وہ اسلام چھوڑے گا تو اس کی سزا قتل ہے، لہٰذا وہ اسلام کو قبول کرنے اور اسلام کو چھوڑنے سے پہلے اسلامی حکومت کے اس بنیادی ضابطے پر اچھی طرح غور و فکر کرلے۔

بائبل میں مرتد کی سزا

۱۔ اگر تمہاری زمین میں کوئی مرد یا عورت خدا کے عہد کو توڑے اور دوسرے خداؤں یعنی سورج، چاند اور ستاروں کی عبادت کرے تو اس کو شہر سے باہر لے جا کر سنگسار کر کے موت کے گھاٹ اتار دو۔

(دی لیونگ بائبل: استثناء: ۱۷: ۲-۵)

۲۔ اگر تیرا قریبی رشتہ دار، گہرا دوست، بھائی، بیٹا، بیٹی یا تیری پیاری بیوی تیرے ساتھ سرگوشی کرے کہ آج غیر معبودوں کی عبادت کریں تو اس کی بات نہ سننا اور نہ ہی اس پر رحم کھانا اور اس کی سزا میں رعایت نہ کرنا اور اس کی ہیبت ناک تجویز کو مت چھپانا بلکہ اس کو قتل کر دینا اور اس کو قتل کرنے میں سب سے پہلے تیرا ہاتھ پہنچنا چاہیے، پھر اس کے بعد قوم کے ہاتھ پہنچیں۔ اس کو سنگسار کر کے موت کے گھاٹ اتار دو کیونکہ اس نے تمہیں تمہارے خدا سے دور کرنے کی کوشش کی ہے۔

(دی لیونگ بائبل: استثناء: ۱۳: ۶-۱۰)

۳۔ جو کوئی خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چڑھائے اس کو قتل کر دو۔

(دی لیونگ بائبل: خروج: ۲۲: ۲۰)

[۸۰] مرتد ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور انہوں نے اپنے دلوں، کانوں اور اپنی آنکھوں پر غفلت کے ایسے پردے ڈال رکھے ہیں جو ان کو ہدایت سے روکے ہوئے ہیں اور یقیناً یہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ان کو ہدایت نہ دینا اور ان کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگانے کے بارے

Marfat.com

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

۱۰۹۔ بلاشبہ یہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع

۱۱۰۔ جن لوگوں نے آزمائشوں میں مبتلا ہونے کے بعد ہجرت کی، پھر جہاد کیا اور صبر کیا، بے شک آپ کا رب ان (آزمائشوں) کے بعد بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔[۸۱]

یَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱۔ جس دن ہر شخص اپنی جان کی طرف سے جھگڑا کرتا ہوا آئے گا اور ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔[۸۲]

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىٕنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

۱۱۲۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی ہے جو امن اور چین سے (آباد) تھی، اس کے پاس اس کا رزق ہر طرف سے بکثرت آتا تھا، پس اس (کے باشندوں) نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھوک اور خوف کا مزہ چکھایا ان کرتوتوں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔[۸۳]

میں سورہ بقرہ (۲) کا حاشیہ نمبر ۱۰ ملاحظہ کریں۔

[۸۱] مکہ میں مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے، پھر انہوں نے ہجرت کی، جہاد کیا اور جہاد کے راستے میں آنے والے مصائب پر صبر کیا۔ پیارے نبی ﷺ! آپ ان کو خوش خبری سنا دیں کہ تمہارے ان اعمال کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہاری ساری خطائیں معاف فرمادے گا اور تمہیں اپنی رحمت سے مالا مال کردے گا۔

[۸۲] قیامت کے دن ہر شخص کو اپنی جان کی فکر ہوگی اور اپنی نجات کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہوگا مگر اس دن کوئی شخص جھوٹ یا فریب کے ذریعہ نجات حاصل نہیں کر سکے گا بلکہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا یعنی نیک لوگوں کو ان کی نیکیوں کا پورا اجر ملے گا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنی رحمت سے اس کے اجر میں اضافہ کردے گا۔ اسی طرح برے لوگوں کو ان کی برائیوں کا پورا عذاب ملے گا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنی رحمت سے اس کے عذاب میں تخفیف کردے گا۔ بہر حال اس دن کسی کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی نہیں ہوگی۔

[۸۳] بستی سے مراد کوئی بستی بھی ہوسکتی ہے لیکن اکثر مفسرین نے اس سے مکہ مکرمہ مراد لیا ہے۔ کعبہ کی وجہ سے سارے عرب

Marfat.com

وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

۱۱۳۔ اور بے شک ان کے پاس ان ہی میں سے ایک رسول آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلایا، پس انہیں عذاب نے آ پکڑا کیونکہ وہ ظالم تھے۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

۱۱۴۔ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو جو حلال اور پاکیزہ رزق دیا ہے اسی میں سے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

۱۱۵۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر (جس کا کھانا) حرام کیا ہے وہ صرف مردار، (بہا ہوا) خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور ہے جس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، لیکن جو شخص مجبور ہو جائے جبکہ وہ سرکش اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ [۸۴]

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝

۱۱۶۔ اور وہ جھوٹ مت کہا کرو جو تمہاری زبانیں بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اس طرح تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھو گے، بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ [۸۵]

والے مکہ کا احترام کرتے تھے اس لئے اہل مکہ کو ہر طرح کا امن اور چین حاصل تھا اور سارے عرب سے پھل اور غلہ گھر بیٹھے ان کے پاس پہنچ جاتا، اور جب سب سے بڑی نعمت نبی کریم ﷺ ان میں مبعوث ہوئے۔ تو اب اہل مکہ کو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے آپ پر ایمان لے آتے مگر انہوں نے آپ کا انکار کر دیا۔ اس ناشکری کے صلہ میں اہل مکہ پر قحط کا دور آیا۔

مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور اسلامی جنگوں کی وجہ سے ان پر خوف طاری رہتا اور آخر وہ دن بھی آیا جب سارا مکہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اور ناشکر گزاروں کو اپنی شکست فاش تسلیم کرنا پڑی۔

[۸۴] اس آیت کی تفسیر کے لئے سورہ بقرہ (۲) کا حاشیہ نمبر ۱۲۴ اور ۱۲۵ اور سورہ مائدہ (۵) کا حاشیہ نمبر ۹ ملاحظہ کریں۔

[۸۵] کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے مگر مشرکین نے اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حرام اور

Marfat.com

مَتَاعٌ قَلِيلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۱۷﴾

۱۱۷۔ فائدہ تھوڑا ہے اور (آخر کار) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وَعَلَى الَّذِيۡنَ هَادُوۡا حَرَّمۡنَا مَا قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ‌ ۚ وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰـكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۱۸﴾

۱۱۸۔ اور یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کردی تھیں جن کا ذکر ہم پہلے آپ سے کرچکے ہیں اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ [۸٦]

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيۡنَ عَمِلُوا السُّوۡۤءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰ لِكَ وَاَصۡلَحُوۡۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا لَـغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۱۹﴾ ع

۱۱۹۔ پھر جن لوگوں نے جہالت کی وجہ سے برا کام کیا، پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور (اپنی) اصلاح کرلی تو بے شک آپ کا رب اس (توبہ) کے بعد بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ [۸۷]

اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيۡفًا ؕ وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ ﴿۱۲۰﴾

۱۲۰۔ بے شک ابراہیم ؑ (اپنی ذات میں) ایک امت تھے، اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار، ہر باطل سے کنارہ کش تھے، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ [۸۸]

بعض کو حلال کر رکھا تھا اور دعویٰ یہ کرتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اس پر انہیں تنبیہ کی جارہی ہے کہ بغیر سند کے کسی چیز کو حلال یا حرام کہنے سے باز آجاؤ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ اس چندروزہ زندگی میں تو شاید وہ کچھ فائدہ اٹھالیں مگر آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

[۸٦] جن یہودیوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کو شہید کیا اور لوگوں کے ناحق مال کھائے ان پر اللہ تعالیٰ نے کئی حلال چیزیں سزا کے طور پر حرام کردی تھیں جن کا ذکر سورہ انعام (٦) کی آیت نمبر ۱۴٦ میں گزر چکا ہے۔ یہ سزا تھی اور ان کے اپنے مظالم کی وجہ سے تھی۔

[۸۷] جو لوگ نادانی سے یا دانستہ کوئی گناہ کر بیٹھیں اور پھر سچے دل سے توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلیں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کے گناہ بخش دے گا۔ توبہ کے لئے تفصیلی بیان سورہ نساء (۴) کے حاشیہ نمبر ۲۳ میں ملاحظہ کریں۔

[۸۸] ان آیات میں حضرت ابراہیم ؑ کی عظمت اور بزرگی کا بیان ہے۔ آپ نے تمام مشرکین کے مقابلہ میں تن تنہا سینہ سپر ہوکر ثابت کردیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک ذات میں وہ سارے اوصاف اور کمالات جمع کردیے تھے جو کسی بڑی جماعت

Marfat.com

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾

١٢١۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کر لیا اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرما دی۔

وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَ اِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ؕ

١٢٢۔ اور ہم نے ان کو دنیا میں اچھائی عطا فرمائی، اور بے شک آخرت میں وہ صالحین میں سے ہوں گے۔

ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

١٢٣۔ (اے حبیب!) پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کریں جو کہ باطل سے کنارہ کش تھے، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔[٨٩]

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

١٢٤۔ ہفتہ کے دن کی پابندی صرف ان لوگوں پر تھی جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا، اور بے شک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن ان چیزوں کا فیصلہ فرما دے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔[٩٠]

میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں۔

[٨٩] ہر نبی کی بنیادی تعلیمات ایک جیسی تھیں یعنی توحید، رسالت اور آخرت وغیرہ، البتہ حالات کے مطابق شریعت میں اختلاف تھا۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی اپنی مستقل شریعت ہے۔ آپ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے تابع نہیں ہیں، البتہ آپ ﷺ کی شریعت زیادہ تر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے موافق ہے اس لئے آپ ﷺ کو اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کا حکم دیا گیا اور اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اعزاز ہے کہ ان کی شریعت سردار انبیاء، حبیب خدا ﷺ کی شریعت کے زیادہ موافق ہے کیونکہ بنی اسرائیل پر کچھ چیزیں بطور سزا حرام کی گئی تھیں اور کچھ چیزیں انہوں نے خود اپنے طور پر حرام کر لی تھیں مثلاً اونٹ، بطخ، اور خرگوش وغیرہ تو یہ چیزیں شریعت ابراہیم علیہ السلام میں بھی حلال تھیں اور شریعت محمدی میں بھی حلال ہیں، نیز مشرکین کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار ہیں تو اس میں ان کا جواب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اصل پیروکار تو نبی کریم ﷺ ہیں کیونکہ تم شرک کرتے ہو جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک نہیں تھے۔

[٩٠] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: ہفتہ کے سات دنوں میں سے ایک دن اللہ تعالیٰ کے لئے فارغ کر لو یعنی جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو اور اس دن تم اپنا کوئی کام نہ کرو۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس حکم کو

Marfat.com

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ

۱۲۵۔ (پیارے نبی!) آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بحث ایسے انداز میں کیجئے جو سب سے اچھا ہو،[۹۱]

ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم ہفتہ کا دن مقرر کرنا چاہتے ہیں، پس ان کے لئے ہفتہ کا دن مقرر کر دیا گیا، البتہ ان پر اس دن کی عبادت کرنے میں سختی کر دی گئی۔ (تفسیر زادالمسیر)

مسلمانوں کے لئے جمعہ کا دن معظم ہے جس میں نماز جمعہ کی پابندی ہے۔ اس کے علاوہ اپنے کام کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے، مگر بنی اسرائیل نے چونکہ اپنے نبی کے حکم سے اختلاف کیا اور جمعہ کی بجائے ہفتہ کے دن پر اصرار کیا تو انہیں ہفتہ کے دن میں اپنے کاموں یعنی تجارت، زراعت اور شکار وغیرہ سے منع کر دیا گیا اور جن لوگوں نے اس پابندی کی خلاف ورزی کی انہیں بندر بنا دیا گیا۔ (تفسیر روح المعانی) اور قیامت کے دن تمام اختلافات کا فیصلہ ہو جائے گا جس کے نتیجہ میں فرماں بردار جنت میں جائیں گے اور نافرمان جہنم میں جائیں گے۔

[۹۱] اس آیت میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ یعنی اسلام کی طرف بلانے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے جو کہ حکمت، عمدہ نصیحت اور بہترین انداز میں بحث کرنے پر مبنی ہے۔

دعوت و تبلیغ

اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہر نبی کا فرض منصبی ہے اور ہر امت کے لئے فرض کفایہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

۱۔ آپ فرما دیجئے! یہی میرا راستہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔ (قرآن: ۱۲:۱۰۸)

۲۔ اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو اچھائی کی طرف بلائے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ (قرآن: ۳:۱۰۴)

۳۔ اور اس شخص سے بہتر کلام کس کا ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے۔ (قرآن: ۴۱:۳۳)

حکمت

حکمت سے مراد وہ پختہ دلیل ہے جو حق کو واضح کر دے اور شبہات کو زائل کر دے۔ (تفسیر نسفی) جس میں مخاطبین کے احوال اور ان کے ظروف کو مد نظر رکھا جائے۔ (فی ظلال القرآن) ایسی درست بات جو انسان کے دل میں اتر جائے۔ (بحر محیط) حکمت سے مراد وہ بصیرت ہے جس کے ذریعہ انسان حالات کے تقاضوں کو سمجھے اور موقع و محل کے مطابق بات کرے یعنی سختی کی جگہ سختی، نرمی کی جگہ نرمی، اشارات کی جگہ اشارات اور صراحت کی جگہ صراحت سے بات کرے تاکہ مصلحتوں کا حصول ہو اور مفاسد کا خاتمہ ہو۔ (تفسیر روح البیان) اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے، جہاں اسے پائے وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ (ترمذی: ابواب العلم: باب ۱۹)

Marfat.com

عمدہ نصیحت

عمدہ نصیحت سے مراد یہ ہے کہ کسی نیک کام کے اجر وثواب کو ایسے شیریں انداز اور ایسی دل نشیں مثال سے بیان کرنا جس سے انسان کا دل نیکی کی طرف راغب ہو جائے اور کسی برے کام کے انجام کو ایسے خوفناک انداز اور ایسی دردناک مثال سے بیان کرنا جس سے انسان کے دل میں غلط کاموں سے نفرت پیدا ہو جائے۔

بہترین انداز میں بحث

تبلیغ کے دوران اگر کسی سے نوبت مناظرہ تک پہنچ جائے تو نرم گفتگو اور معقول دلائل کا ایسا مہذب اور شائستہ انداز اختیار کیا جائے جس سے مخاطب کو یہ یقین ہو جائے کہ یہ میری خیر خواہی چاہتا ہے، میری توہین اس کا مقصد نہیں ہے۔

حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ تبلیغ کی مثالیں

۱۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے زنا کرنے کی اجازت دیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہا کہ خاموش ہو جاؤ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (کسی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ) اس کو بلا کر اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا: کیا تو اپنی ماں کے لئے اسے پسند کرے گا؟ اس نے کہا: بخدا ہرگز نہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے زنا کو پسند نہیں کرتے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تو اپنی بیٹی کے لئے زنا کو پسند کرے گا؟ اس نے جواب دیا: بخدا ہرگز نہیں، آپ نے فرمایا: اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لئے زنا کو پسند نہیں کرتے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہن، چچی اور خالہ کے بارے میں اسی طرح پوچھا تو اس نے جواب دیا: بخدا ہرگز نہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس نوجوان کے سینے پر رکھا اور دعا کی: اے اللہ! اس کا گناہ بخش دے۔ اس کا دل پاک کر دے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما! اس نصیحت کے بعد اس نوجوان کو زنا سے نفرت ہو گئی اور جب بھی اسے زنا کا خیال آتا تو وہ اپنی ماں اور اپنی بہن کو یاد کرتا اور زنا کا خیال غائب ہو جاتا۔ (مسند احمد: ج۵: ص۲۵۶، تفسیر الشعراوی: سورہ نحل (۱۶): زیر آیت نمبر ۱۲۵)

۲۔ حضرات امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو وضو کرتے ہوئے دیکھا جس نے وضو صحیح طریقے سے نہ کیا تھا۔ دونوں بھائیوں نے مشورہ کیا کہ ہم اس کی اصلاح اس انداز میں کریں کہ اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔ چنانچہ دونوں بھائی آپس میں جھگڑا کرنے لگے اور ہر ایک دوسرے کو کہنے لگا کہ تو اچھے طریقے سے وضو نہیں کر سکتا، پھر دونوں بھائی اس آدمی سے کہنے لگے: آپ ہم دونوں کو وضو کرتا دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ ہم میں سے کس کا وضو کرنے کا طریقہ اچھا ہے۔ دونوں بھائیوں نے اچھے طریقے سے وضو کیا تو وہ آدمی کہنے لگا: تم دونوں نے صحیح وضو کیا ہے دراصل میں نے صحیح نہیں کیا تھا۔

(تفسیر الشعراوی)

۳۔ ایک آدمی پر نفس امارہ غالب آگیا تو وہ حضرت ابراہیم بن ادہم کے پاس گیا اور کہنے لگا: مجھے کوئی ایسی نصیحت کرو جو مجھے نافرمانیوں سے روک دے۔ حضرت ابراہیمؒ نے کہا: اگر تو پانچ کام کر سکتا ہے تو پھر تو نافرمان نہیں ہوگا۔ اس آدمی نے کہا: بتاؤ وہ کون سے پانچ کام ہیں:

Marfat.com

اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ﴿۱۲۵﴾

بے شک آپ کا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کے راستہ سے بھٹک گیا اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔[۹۲]

پہلا کام

اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے تو اس کا رزق مت کھا۔ اس آدمی نے حیران ہو کر پوچھا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ ساری دنیا کا رزق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا: تو کیا تجھے یہ زیب دیتا ہے کہ تو اس کا رزق کھائے اور اسی کی نافرمانی کرے؟ اس آدمی نے کہا: واقعی مجھے زیب نہیں دیتا مگر دوسرا کام کیا ہے؟

دوسرا کام

اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے تو اس کے شہروں میں رہنا چھوڑ دے۔ اس آدمی نے پہلے سے زیادہ حیران ہو کر پوچھا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ سارے شہروں کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ حضرت ابراہیمؒ نے کہا: تو کیا تجھے یہ زیب دیتا ہے کہ تو اس کے شہروں میں رہے اور اسی کی نافرمانی کرے؟ اس آدمی نے کہا: واقعی مجھے زیب نہیں دیتا مگر تیسرا کام کیا ہے؟

تیسرا کام

اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے تو ایسی جگہ میں کر جہاں وہ تجھے نہ دیکھ سکے۔ اس آدمی نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ وہ تو ہر مخفی اور پوشیدہ چیز کو جانتا ہے۔ حضرت ابراہیمؒ نے کہا: تو کیا تجھے زیب دیتا ہے کہ وہ دیکھ رہا ہو اور تو اس کی نافرمانی کرے؟ اس آدمی نے کہا: واقعی مجھے زیب نہیں دیتا مگر چوتھا کام کیا ہے؟

چوتھا کام

جب موت کا فرشتہ تیری روح قبض کرنے آئے تو اسے کہنا کہ وہ کچھ عرصے کے لئے تیری موت مؤخر کر دے۔ اس آدمی نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ جب کسی کی موت کا وقت آجائے تو اس میں ایک لحہ کی بھی تقدیم یا تاخیر نہیں ہوسکتی۔ حضرت ابراہیمؒ نے کہا: جب تو یہ جانتا ہے تو پھر تیری نجات کیسے ہوگی؟ اس آدمی نے کہا: یہ تو ٹھیک ہے مگر پانچواں کام کیا ہے؟

پانچواں کام

میدان حشر میں جب جہنم کے فرشتے تجھے جہنم میں لے جانے لگیں تو تو ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دینا۔ یہ بات سننے کے بعد اس آدمی کے آنسو نکل آئے اور روتے ہوئے کہنے لگا: اے ابراہیم! اب کافی ہو گیا ہے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے سچی توبہ کر لی اور مرتے دم تک نیک اور عبادت گزار رہا۔

(الخطبة العصرية: ابراهيم محمد الحمل: ص ۱۶۶: مكتبة القرآن: قاهره: مصر)

[۹۲] ایک مبلغ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ حکمت اور عمدہ نصیحت کے تقاضوں کے مطابق تبلیغ کرے۔ اس کے باوجود اگر کوئی نصیحت

Marfat.com

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

۱۲۶۔ اور اگر تم انہیں سزا دینا چاہو تو اتنی ہی سزا دو جس قدر تمہیں تکلیف دی گئی تھی، اور اگر تم صبر کرو تو بے شک یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہت اچھا ہے۔ [۹۳]

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

۱۲۷۔ اور آپ صبر کیجیے اور آپ کا صبر بھی اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہے، اور آپ ان (کی سرکشی) پر غمگین نہ ہوں اور نہ ان کی فریب کاریوں سے تنگ دل ہوں۔ [۹۴]

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ع

۱۲۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ ہے جو نیکوکار ہیں۔

قبول نہ کرے تو مبلغ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون راہ راست سے بھٹکنے والا ہے اور کون ہدایت پانے والا ہے۔

[۹۳] جب کسی پر زیادتی ہو تو جوش انتقام میں عموماً وہ حد سے بڑھ جاتا ہے۔ اسلام نے اس اشتعال کے وقت بھی جذبات کو قابو میں رکھنے اور انصاف کے تقاضے پورے کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ اگر وہ انتقام لینے میں حد سے بڑھے گا تو خود ظالم بن جائے گا، لہٰذا دشمن سے اتنا ہی بدلہ لے سکتے ہو جتنا اس نے ظلم کیا ہے یعنی اگر اس نے تمہارا ایک ہاتھ کاٹا ہے تو تم اسے قتل نہیں کر سکتے بلکہ صرف اس کا ہاتھ ہی کاٹ سکتے ہو لیکن اگر تم صبر کرو اور اسے معاف کر دو تو یہ زیادہ بہتر ہے، اس سے تمہارے ثواب میں اضافہ ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ تمہارے اخلاق سے متاثر ہو کر تمہارا دشمن ہمیشہ کے لئے تمہارا دوست بن جائے۔

[۹۴] گذشتہ آیت میں عام مسلمانوں کو اجازت دی گئی تھی کہ تم زیادتی کے برابر کا بدلہ لے سکتے ہو مگر صبر کرنا افضل ہے۔ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو خصوصی خطاب فرمایا کہ آپ تو عزیمت کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں، لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہر حال میں صبر پر قائم رہیں اور ان کے مکر و فریب سے تنگدل نہ ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ احسان کرتے ہیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ

جامعہ الکرم: ایٹن ہال: انگلستان

بروز جمعرات بعد نماز عشاء ۱۵ مارچ ۲۰۰۷ء بمطابق ۲۵ صفر ۱۴۲۸ھ

سورہ نحل کی تفسیر ۲۲ دنوں میں مکمل ہو گئی۔ الحمد للہ رب العالمین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ بنی اسرائیل (۱۷)

یہ سورت مکی ہے اور اس کا نام ''بنی اسرائیل'' ہے کیونکہ اس میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ مکہ مکرمہ میں اگرچہ بنی اسرائیل کا وجود نہیں تھا مگر مدینہ میں کئی لوگ اسلام قبول صلی اللہ علیہ وسلم کر چکے تھے اس لئے مدینہ میں آباد بنی اسرائیل کو ان کے ماضی کا آئینہ دکھایا جا رہا ہے تا کہ وہ اپنے ماضی سے سبق سیکھیں اور اسلام قبول کر لیں۔ نیز اہل مکہ کے لئے بھی اس میں تنبیہ ہے کہ وہ بھی بنی اسرائیل کے ماضی سے سبق حاصل کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔

اس کا دوسرا نام اِسراء ہے کیونکہ اس کی پہلی آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ معراج کا ذکر ہے۔ یہ سورت معراج کے بعد نازل ہوئی جس کے ذریعہ آپ نے لوگوں کو واقعہ معراج سے آگاہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے ایک سال پہلے معجزہ معراج سے مشرف فرمایا۔ یہ سورت مکی دور کے آخری سال میں نازل ہوئی، البتہ اس کی چند آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔

معراج سے مراد وہ معجزہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے رات کے قلیل حصہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ سے لے کر بیت المقدس اور پھر وہاں سے آسمانوں اور عالم بالا کی سیر کرائی۔ یہی وہ رات تھی جس میں مسلمانوں پر پانچ وقت کی نماز باقاعدہ فرض کی گئی۔

اس سورت کی آیت نمبر ۲۳ سے آیت نمبر ۳۸ تک اسلامی معاشرہ کے خدوخال کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اگرچہ مکہ میں اسلامی معاشرہ قائم نہیں تھا مگر مدینہ میں اس کا آغاز ہوا چاہتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور عبادت کے ساتھ ساتھ والدین کے ساتھ حسن سلوک، بڑھاپے میں ان کی خدمت اور ان کے لئے دعائے رحمت کرنے کا حکم دیا، پھر رشتہ داروں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ناپ تول اور عہد کو پورا کرنے کا حکم دیا۔ فضول خرچی، زنا، قتل، غرور و تکبر کرنے اور یتیم کا مال کھانے سے منع فرمایا۔ نیز اولاد کو مفلسی کے اندیشے سے قتل کرنے سے بھی منع فرمایا کیونکہ سب کو رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اولاد کو اتنا کشادہ رزق دے جو تمہاری مفلسی بھی دور کر دے، لہٰذا اس کو قتل کر کے اپنی دنیا اور عاقبت خراب نہ کرو۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ

جامعہ الکرم: ایٹن ہال، انگلستان

۱۹ مارچ ۲۰۰۷ء بروز پیر بعد نماز فجر بمطابق ۲۹ صفر ۱۴۲۸ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

۱۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے (خاص) بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی، جس کے گردونواح کو ہم نے بابرکت بنادیا ہے تاکہ ہم اس (بندہ خاص) کو اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔[۱]

[۱] سبحان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب، نقص، کمزوری اور بے بسی سے پاک ہے۔ سبحان کا لفظ عام طور پر اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی عظیم الشان واقعہ کا ذکر کرنا مقصود ہو۔ یہاں پر اس کے ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے یہ واقعہ کتنا ہی محال ہو اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اسباب کا محتاج نہیں، وہ قادر مطلق ہے اور صرف ارادے سے جو چاہے کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ۲۷ رجب کو رات کے تھوڑے سے حصے میں اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو معراج کرائی۔ پہلے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ مسجد اقصیٰ وہ مسجد ہے جس کے گردونواح میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکتیں رکھی ہیں۔ ایک تو وہاں پر پھلوں کی کثرت ہے جو مادی اور دنیاوی اعتبار سے برکت ہیں اور ان سے لوگوں کو خوراک مہیا ہوتی ہے اور دوسرا وہاں پر انبیائے کرام علیہم السلام کے رہنے کے مقامات اور ان کے مزارات ہیں جو روحانی اور دینی اعتبار سے برکت ہیں۔ مکہ سے مسجد اقصیٰ اتنی دور ہے کہ اگر کوئی انسان خود وہاں جانا چاہتا تو اس دور کی مادی سواری یعنی اونٹ کے ذریعہ اس کو مکہ سے مسجد اقصیٰ آنے جانے کے لئے دو ماہ درکار ہوتے مگر اللہ تعالیٰ بالکل مختصر سے وقت میں اپنے نبی ﷺ کو مکہ سے مسجد اقصیٰ میں لے گیا اور پھر وہاں سے عالم بالا کی سیر کرائی تاکہ اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائے۔

واقعہ معراج

نبوت کے بارہویں سال یعنی ہجرت سے ایک سال پہلے ۲۷ رجب کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ایک حیرت انگیز اور معجزانہ سیر کرائی۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کو اسراء کا نام دیا جاتا ہے جس کا ذکر سورہ بنی اسرائیل (۱۷) کی پہلی آیت میں ہے اور مسجد اقصیٰ سے عالم بالا کی سیر کو معراج کہا جاتا ہے جس کا ذکر سورہ نجم (۵۳) کی ابتدا اور احادیث میں ہے، مگر عام طور پر اس پوری سیر کو معراج ہی کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے واقعہ معراج کو متعدد بار بیان فرمایا اور ہر شخص کے سامنے اس واقعہ کا وہی حصہ بیان کیا جو اس کی سمجھ اور استعداد کے مطابق تھا۔ یہ واقعہ تیس سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور کسی ایک روایت میں بھی پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ مذکور نہیں ہے۔ میں یہاں پر اس واقعہ کو مختلف احادیث اور روایات سے اخذ کر کے مربوط طریقہ سے پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں:

جبریل امین علیہ السلام کی آمد

ایک رات نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ کے پاس حطیم میں آرام فرما رہے تھے تو جبریل امین علیہ السلام آئے۔ آپ کو خواب سے بیدار کیا اور ارادہ خداوندی سے آگاہ کیا، پھر آپ کو زمزم کے قریب لایا گیا۔ آپ کے سینہ مبارک کو چاک کر کے دل کو نکالا گیا۔ آپ کے دل کو غسل دے کر ایمان اور حکمت سے لبریز کیا گیا اور واپس اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ کو بند کر دیا گیا، پھر سواری کے لئے ایک جانور پیش کیا گیا جو براق کے نام سے موسوم تھا۔ اس کی تیز رفتاری کا عالم یہ تھا کہ جہاں اس کی نگاہ پڑتی وہاں وہ قدم رکھتا تھا۔

(بخاری: حدیث نمبر ۳۸۸۷: کتاب مناقب الانصار: باب ۴۲)

مکہ سے روانگی

مکہ سے روانہ ہو کر جب آپ کھجوروں والی زمین کے پاس پہنچے تو جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا: یہاں اتر کر نماز پڑھیں۔ آپ نے وہاں نماز پڑھی۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا: یہ یثرب ہے (جہاں آپ ہجرت کر کے تشریف لائیں گے) پھر بیت لحم میں نماز پڑھی جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: ج ۲: ص ۳۵۵: باب الاسراء)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات کثیب احمر کے قریب جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا تو آپ قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۳۷۵: کتاب الفضائل: باب ۴۲)

بیت المقدس میں آمد

جب نبی کریم ﷺ بیت المقدس پہنچے تو جس حلقہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کی سواریاں باندھی جاتی تھیں براق کو وہاں باندھ دیا گیا۔ (المواہب اللدنیۃ: ج ۳: ص ۹۴: المقصد الخامس) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا۔ اس میں میرے لئے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو جمع کیا گیا تھا۔ جبریل امین علیہ السلام نے مجھے امامت کے لئے آگے بڑھایا اور میں نے سب انبیاء کو نماز پڑھائی۔ (نسائی: کتاب الصلاۃ: باب ۱)

آسمانوں کی طرف عروج

بیت المقدس سے آپ کو آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام سے، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور پھر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔ (بخاری: حدیث نمبر ۳۸۸۷: کتاب مناقب الانصار: باب ۴۲)

Marfat.com

سدرۃ المنتہیٰ

یہ جبریل امین علیہ السلام کا ٹھکانا ہے، لہٰذا جبریل امین علیہ السلام وہاں رک گئے اور عرض کیا: اگر میں انگلی کے پورے کے برابر بھی یہاں سے اوپر گیا تو جل جاؤں گا۔ (تفسیر روح البیان: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۱)

معراج کی کیفیت

معراج کے متعلق سید محمود آلوسی نے ایک قول نقل کیا ہے جس کا ترجمہ علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری نے اس طرح کیا ہے: مسئلہ معراج اتنا عظیم الشان مسئلہ ہے کہ اس کی کیفیت بیان نہیں ہوسکتی، البتہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ محب قادر وہ ہے جو کسی شئی سے عاجز نہیں۔ اس نے اپنے حبیب کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور اپنی زیارت کے لئے بلایا اور آپ کی طرف جنہیں بھیجا وہ اخص الخواص ملائکہ تھے۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام جو رسول ملائکہ ہیں ان کے ذمہ یہ خدمت لگی کہ وہ سرکار مدینہ کی رکاب تھامے چلیں اور میکائیل علیہ السلام آپ کی سواری کی باگ پکڑے ہوئے چلیں حتیٰ کہ وہاں پہنچے جہاں تک پہنچے۔

(تفسیر روح المعانی، تفسیر الحسنات: سورہ بنی اسرائیل: زیر آیت نمبر ۱)

قرب خاص

جبریل امین علیہ السلام سدرہ پر رہ گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا قرب عطا فرمایا؟ اس کے جواب کے لئے صرف قرآن مجید کے الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں: ''پھر وہ قریب ہوا، اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔'' (قرآن: ۹:۵۳)

دیدار الٰہی

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرفات میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا --- تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور اپنا کلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو بار کلام فرمایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔

(ترمذی: ابواب تفسیر القرآن: باب ۵۴: سورہ نجم)

۲۔ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو میں ان سے ضرور سوال کرتا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس چیز کے بارے میں سوال کرتا؟ اس نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے پوچھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے نور (یعنی اپنے رب) کو دیکھا۔ (مسلم: کتاب الایمان: باب ۷۸: حدیث نمبر ۲۹۲)

۳۔ علامہ بدرالدین عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں: ابن خزیمہ نے قوی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، آپ نے کہا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سارے شاگرد، کعب احبار، زہری اور معمر وغیرہم رحمہم اللہ کہا کرتے تھے، اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری: جلد ۱۹: ص ۱۹۸)

Marfat.com

۴۔حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے جب دریافت کیا جاتا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا تو آپ جواب میں فرماتے: راٰہُ راٰہُ حتی ینقطع نفسُہٗ۔ہاں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، ہاں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔یہ جملہ اتنی بار دہراتے کہ آپ کا سانس ٹوٹ جاتا۔

(تفسیر روح المعانی: سورہ نجم (۵۳): زیر آیت نمبر ۱۸)

۵۔علامہ سید محمود آلوسی دیدار الٰہی کے لئے اپنی ذاتی رائے اس طرح بیان کرتے ہیں: میں یہ کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوئے اور آپ کو قرب الٰہی نصیب ہوا، لیکن اس طرح جیسے اس کی شان کبریائی کے لائق ہے۔

(تفسیر روح المعانی: سورہ نجم (۵۳): زیر آیت نمبر ۱۸)

راز و نیاز کی باتیں

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: پھر شاہد مستور ازل نے چہرہ سے پردہ اٹھایا اور خلوت گاہ راز میں ناز و نیاز کے وہ پیغام ادا ہوئے جن کی لطافت و نزاکت بار الفاظ کی متحمل نہیں ہوسکتی۔فاوحٰی الٰی عبدہ ما اوحٰی (قرآن: ۵۳: ۱۰) پس اللہ تعالیٰ نے اپنے (خاص) بندہ کی طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔ (سیرۃ النبی: جلد ۳: ص ۴۲۳)

پانچ نمازیں

اس قرب خاص میں اللہ تعالیٰ نے کیا وحی کی؟ یہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، البتہ اس رات امت کو روزانہ پچاس نمازیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔واپسی پر جب آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے عرض کیا: پچاس نمازیں زیادہ ہیں ان میں تخفیف کرائیں۔نبی کریم ﷺ نے چند بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تخفیف کی درخواست کی۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی تعداد پانچ کردی مگر ثواب پچاس کا بدستور قائم رکھا کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہوگا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانچ نمازوں میں بھی تخفیف کرانے کی درخواست کی مگر آپ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! بخدا (اب مزید تخفیف کے لئے) مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے۔(چنانچہ آپ واپس آکر مسجد حرام میں سوگئے) اور صبح کو مسجد حرام سے بیدار ہوئے۔

(بخاری: حدیث نمبر ۷۵۱۷: کتاب التوحید: باب ۳۷)

قریش کے سامنے معراج کا تذکرہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معراج کی صبح کو نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ کو ان عجائبات کی خبر دی کہ میں گذشتہ رات بیت المقدس گیا اور مجھے آسمانوں کی معراج کرائی گئی اور میں نے فلاں فلاں چیز دیکھی۔ابو جہل نے قریش سے کہا: کیا تم کو محمد کی باتوں پر تعجب نہیں ہوتا، ان کا دعویٰ ہے کہ یہ گذشتہ رات بیت المقدس گئے اور صبح کو یہاں ہمارے ساتھ ہیں حالانکہ ہم میں سے ایک شخص ایک ماہ کی مسافت طے کرکے بیت المقدس جاتا ہے اور پھر ایک ماہ کی مسافت طے کرکے واپس آتا ہے تو یہ آنا اور جانا دو ماہ کا سفر ہے اور یہ ایک رات میں جاکر واپس آگئے، پھر آپ نے ان کو قریش کے قافلہ کی خبر دی اور فرمایا: میں نے جاتے وقت اس قافلہ کو فلاں جگہ دیکھا اور جب میں واپس لوٹا تو میں نے اس قافلہ کو فلاں گھاٹی کے پاس دیکھا، پھر آپ نے قافلہ

Marfat.com

میں جانے والے ہر شخص اور اس کے اونٹ کی خبر دی کہ وہ اونٹ اس طرح تھا اور اس پر فلاں فلاں سامان لدا ہوا تھا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج ۲: ص ۳۹۵)

بیت المقدس آپ ﷺ کے سامنے آ گیا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین میں سے ایک شخص نے کہا: بیت المقدس کی عمارت، اس کی ہیئت اور پہاڑ سے قرب کی کیفیت کا مجھے سب سے زیادہ علم ہے۔ اگر محمد اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو میں تمہیں بتا دوں گا۔ چنانچہ اس مشرک نے آپ سے بیت المقدس کی عمارت اور اس کی ہیئت کے متعلق سوال کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا اور آپ بیت المقدس کو اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے ہم میں سے کوئی اپنے گھر کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور آپ نے بیت المقدس کی پوری کیفیت بتا دی تو اس مشرک نے لوگوں کو بتایا کہ محمد ﷺ سچ کہتے ہیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج ۲: ص ۳۹۵)

امام بخاری نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں کعبہ کے پاس حجر میں کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بیت المقدس کو منکشف کر دیا، پھر میں بیت المقدس کو دیکھ کر انہیں اس کی علامات کی خبر دیتا رہا۔ (بخاری: حدیث نمبر ۳۸۸۶: کتاب مناقب الانصار: باب ۴۱)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تصدیق

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صبح کو نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے سامنے واقعہ معراج بیان کیا تو مشرکین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: تمہارے نبی یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ گزشتہ رات ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے گئے اور اسی رات میں (ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے) واپس بھی آ گئے، تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ نے فرمایا ہے تو یقیناً سچ ہے کیونکہ ہم تو اس سے زیادہ بعید باتوں میں بھی آپ کی تصدیق کرتے ہیں، یعنی آپ آسمان کی خبریں (فرشتے، جنت وغیرہ کی) سناتے ہیں تو ہم تصدیق کرتے ہیں اور اسی دن سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق پڑ گیا۔

(تفسیر ابن کثیر: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۱)

امام طبرانی نے ثقہ راویوں کے ذریعہ روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق آسمان سے نازل فرمایا اور اس نام کی ابتدا معراج کی صبح کو ہوئی۔

(امام زرقانی: شرح مواہب لدنیۃ: ج اول: ص ۴۴۵)

سزاؤں کا مشاہدہ

معراج کی رات نبی کریم ﷺ کو کئی سزاؤں کا عملی مشاہدہ بھی کرایا گیا۔ ان میں سے چند کا ذکر کرتا ہوں تاکہ ان سے عبرت حاصل کی جائے:

Marfat.com

۱۔فرض نماز کے تارک

نبی کریم ﷺ ایسے لوگوں کے پاس آئے جن کے سروں کو پتھروں سے کچلا جارہا تھا۔جب ان کے سر کچل دیئے جاتے تو وہ سر پھر پہلے کی طرح درست ہوجاتے اور انہیں پھر کچل دیا جاتا اور یہ سلسلہ لگاتار جاری تھا۔نبی کریم ﷺ نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل امین علیہ السلام نے جواب دیا: یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز کی ادائیگی نہیں کرتے تھے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد: ج ۳:ص ۷ ۱ ۱)

۲۔بدکار مرد اور عورتیں

پھر آپ ﷺ ایسے لوگوں کے پاس آئے جن کے پاس ایک ہانڈی میں پکا ہوا لذیذ گوشت ہے اور دوسری میں بدبودار گوشت ہے مگر وہ لوگ پاک اور لذیذ گوشت چھوڑ کر ناپاک اور بدبودار گوشت کھا رہے ہیں۔نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں پوچھا: تو جبریل امین علیہ السلام نے جواب دیا: یہ آپ کی امت کے وہ مرد ہیں جو اپنی پاک اور حلال بیویاں چھوڑ کر بدکار عورتوں کے ساتھ رات گذارتے تھے اور وہ عورتیں جو اپنے پاک اور حلال خاوندوں کو چھوڑ کر بدکار مردوں کے ساتھ رات گذارتی تھیں۔

(ایضاً: ج ۳:ص ۷ ۱ ۱)

۳۔بے عمل خطیب

پھر آپ ﷺ ایسے لوگوں کے پاس آئے جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں کے ساتھ کاٹے جارہے تھے۔وہ زبانیں اور ہونٹ کٹنے کے بعد پھر درست ہوجاتے اور یہ سلسلہ جاری تھا۔نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں پوچھا تو جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: یہ آپ کی امت کے فتنہ باز خطیب ہیں جو وہ دوسروں کو کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے۔

(ایضاً: ج ۳:ص ۷ ۱ ۱)

۴۔غیبت کرنے والے

پھر آپ ﷺ ایسے لوگوں کے پاس آئے جن کے پہلوؤں سے گوشت کاٹ کاٹ کر ان کے منہ میں ڈالا جارہا تھا اور انہیں کہا جارہا تھا: اس کو کھاؤ جیسا کہ تم (دنیا میں) اپنے بھائی کا گوشت کھاتے تھے۔نبی کریم ﷺ نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبریل امین علیہ السلام نے جواب دیا: یہ آپ کی امت میں سے غیبت کرنے والے اور چغلی کرنے والے لوگ ہیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج ۲:ص ۳۹۳)

جسمانی معراج کے دلائل

۱۔علامہ اسماعیل حقی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ شیخ اکبر شیخ ابن عربی نے فرمایا: کہ نبی کریم ﷺ کو ۳۴ مرتبہ معراج کرائی گئی، ایک دفعہ جسمانی معراج اور باقی ۳۳ مرتبہ روحانی یعنی خواب میں معراج کرائی گئی۔

(تفسیر روح البیان: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۱)

۲۔روح اور جسم کے مجموعہ کو عبد کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ معراج اپنے عبد (بندۂ خاص) کو کرائی اور اسی جسمانی معراج

Marfat.com

میں پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔

۳۔سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کا آغاز لفظ سبحان سے کیا گیا ہے اور سبحان کا لفظ تعجب اور کسی عظیم الشان کام کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اگر یہ معراج صرف روحانی طور پر خواب میں ہوتی تو یہ کون سی عجیب بات تھی ایسا خواب تو کوئی عام انسان بھی دیکھ سکتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ رات کو خواب میں پہلے بیت اللہ میں گیا، وہاں سے بیت المقدس گیا، وہاں نماز جمعہ ادا کی۔ پھر آسمانوں اور بادلوں میں اڑنے لگا اور جب آنکھ کھلی تو وہ اپنے بستر پر تھا تو اس خواب میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔

۴۔کفار مکہ نے یہ واقعہ سن کر تکذیب کی، مذاق اڑایا اور بعض نو مسلموں کا ایمان بھی ڈگمگانے لگا تو اگر نبی کریم ﷺ کا مقصد خواب کا بیان ہوتا تو کوئی انکار نہ کرتا۔

۵۔اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات نبی کریم ﷺ کو سفر نہیں کرایا بلکہ سیر کرائی کیونکہ سفر نیند اور بے خبری میں بھی ہوسکتا ہے۔مثال کے طور پر میں اگر سعودی عرب جانے کے لئے لندن سے ہوائی جہاز میں بیٹھوں اور جب جہاز فضا کی بلندیوں میں پہنچے اور مجھے نیند آجائے تو اب میرا سفر تو جاری ہے مگر میں بے خبر ہوں مجھے کوئی پتہ نہیں کہ میں کتنی بلندی، کتنی رفتار اور کون سی جگہ سے گزر رہا ہوں تو سفر نیند اور بے خبری میں بھی ہوسکتا ہے مگر سیر صرف اسی وقت ہوسکتی ہے جب انسان کے حواس قائم ہوں اور وہ سامنے والی ہر چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو، تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو عالم بالا کا سفر نہیں کرایا بلکہ سیر کرائی تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ کرلیں، لہٰذا یہ معراج خواب میں روحانی سیر نہیں بلکہ بیداری میں جسمانی دورہ اور عینی مشاہدہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ اپنے نبی کریم ﷺ کو کرایا۔

جسمانی معراج کا انکار

نبی کریم ﷺ نے خود معراج پر جانے کا دعویٰ نہیں کیا جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں ارشاد ہوا: ''وہ ذات جس نے اپنے بندۂ خاص کو سیر کرائی۔'' اور احادیث میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''جب مجھے معراج کرائی گئی۔'' ''جس رات مجھے سیر کرائی گئی۔'' اگر نبی کریم ﷺ خود جانے کا دعویٰ کرتے تو امکان یا عدم امکان پر بات ہوسکتی تھی لیکن جب دعویٰ خدا فرمائے کہ اس نے معراج کرائی تو پھر امکان کا سوال وہی کرسکتا ہے جس کو خدا کے قادر مطلق ہونے کا یقین نہ ہو۔مثال کے طور پر اگر میں کہوں کہ مجھے ہوائی جہاز پانچ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے لندن سے سعودی عرب لے گیا تو کسی کو میری رفتار اور میری طاقت میں غور و فکر کی ضرورت نہیں کہ میں اتنی رفتار سے جاسکتا ہوں یا نہیں بلکہ اسے ہوائی جہاز کے انجن میں غور کرنا ہوگا، اگر وہ پانچ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جہاز کو اڑا سکتا ہے تو ظاہر ہے اس میں بیٹھ کر میں بھی اسی رفتار سے سفر کرسکتا ہوں، اسی طرح نبی کریم ﷺ کو معراج اللہ تعالیٰ نے کرائی ہے اور اس کی طاقت کا یہ عالم ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، لہٰذا جو شخص نبی کریم ﷺ کی معراج کا انکار کرے گا وہ در اصل اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرے گا۔

Marfat.com

وَ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا ؕ﴿۲﴾

۲۔ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور ہم نے اس کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنایا (اور انہیں حکم دیا) کہ تم میرے سوا کسی کو (اپنا) کارساز نہ ٹھہراؤ۔[۲]

ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴿۳﴾

۳۔ اے ان لوگوں کی اولاد! جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا، بے شک نوح علیہ السلام بڑے شکر گزار بندے تھے۔[۳]

وَ قَضَیْنَاۤ اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِیْرًا ﴿۴﴾

۴۔ اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کو بتادیا تھا کہ تم زمین میں ضرور دو مرتبہ فساد کرو گے اور تم بڑی سرکشی کرو گے۔[۴]

---

[۲] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی اور اس میں ان سارے احکام کو بیان فرمادیا جو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے کافی تھے اور ان میں سب سے اہم حکم یہ تھا کہ اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اور اس کے سوا کسی کو حقیقی کارساز نہ ٹھہراؤ۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تورات صرف بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی تھی جبکہ قرآن مجید تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے۔ (قرآن:۲:۱۸۵)

[۳] طوفان نوح کے بعد نسل انسانی کا سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام کے ان بیٹوں سے جاری ہوا جو کشتی نوح علیہ السلام میں سوار ہوئے تھے اور طوفان سے بچ گئے تھے۔ اس آیت میں بنی اسرائیل کو وہ احسان یاد کرایا جارہا تھا کہ اگر تمہارے اجداد یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے اہل ایمان بیٹوں کو کشتی نوح علیہ السلام کے ذریعہ نہ بچایا جاتا تو آج تمہارا کوئی وجود نہ ہوتا، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے احسان کا شکر ادا کرو۔ نیز تمہارے باپ حضرت نوح علیہ السلام بڑے شکر گزار بندے تھے، لہٰذا تم بھی شکر گزاری کا راستہ اختیار کرو۔

حضرت نوح علیہ السلام کو شکر گزار کا لقب اس لئے عطا فرمایا گیا کیونکہ آپ ہر نعمت پر شکر ادا کرتے تھے۔ عمران بن سلیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کھانا کھاتے تو کہتے: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے کھانا کھلایا اور اگر وہ چاہتا تو مجھے بھوکا رکھتا اور جب پانی پیتے تو کہتے: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے پانی پلایا اور اگر وہ چاہتا تو مجھے پیاسا رکھتا اور جب کپڑے پہنتے تو کہتے: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے کپڑے پہنائے اور اگر وہ چاہتا تو مجھے ننگا رکھتا۔ (تفسیر قرطبی)

[۴] تورات اور دیگر صحیفوں کے ذریعہ بنی اسرائیل کو بتادیا گیا تھا کہ تم اپنے ملک یعنی شام اور بیت المقدس میں دو مرتبہ فساد اور

Marfat.com

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِؕ وَ كَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝

۵۔ پھر جب ان دونوں میں سے پہلی مرتبہ کا وعدہ آ گیا تو ہم نے تم پر اپنے ایسے بندے مسلط کر دیئے جو سخت جنگ جو تھے، پس وہ (تمہاری تلاش میں) شہروں میں پھیل گئے، اور یہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔ [۵]

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَیْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِیْرًا ۝

۶۔ پھر ہم نے تم کو ان پر غلبہ کا موقعہ دے دیا اور ہم نے اموال اور اولاد سے تمہاری مدد کی اور ہم نے تمہاری تعداد بڑھا دی۔

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ۫ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَاؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا ۝

۷۔ اگر تم نیکی کرو گے تو اپنی ہی جانوں کے لئے نیکی کرو گے اور اگر تم برائی کرو گے تو اس کا وبال بھی تمہاری جانوں پر ہی ہوگا، پھر جب دوسری مرتبہ کا وعدہ آ گیا تا کہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں اور وہ پھر بیت المقدس میں اسی طرح داخل ہوں جس طرح پہلی مرتبہ داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے تباہ و برباد کر دیں۔ [۶]

سرکشی کرو گے یعنی حقوق اللہ کی خلاف ورزی کر کے فساد برپا کرو گے اور حقوق العباد کو ضائع کر کے سرکشی کرو گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب بھی انہوں نے فساد اور سرکشی کی تو ہر بار انہیں دردناک سزا کا مزا چکھنا پڑا۔

[۵] بنی اسرائیل پر کئی مرتبہ عروج و زوال آیا۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں پہلے وعدہ سے مراد وہ زوال تھا جب بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ۵۸۷ قبل مسیح میں یروشلم پر حملہ کیا، اس کے جنگجو لشکری شہر میں پھیل گئے، انہوں نے ہیکل سلیمانی کو مسمار کر دیا۔ بے شمار یہودیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا اور بے شمار کو غلام بنا کر بابل لے گئے۔

[۶] بخت نصر کی موت کے بعد حالات نے پلٹا کھایا اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کثیر مال و اولاد سے نوازا اور دوبارہ یروشلم میں عروج عطا فرمایا۔ اکثر یہودی فلسطین واپس آ گئے اور ہیکل سلیمانی کو دوبارہ تعمیر کیا، مگر جب وہ پھر فساد و سرکشی پر اتر آئے حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے درپے ہوئے (مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں بچایا اور اپنی طرف اٹھا لیا) اور حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا۔ (تفسیر خزائن العرفان) تو اس کی سزا کے طور پر دوسرا زوال وہ تھا جب رومی بادشاہ ٹیٹس (Titus) نے ۷۰ عیسوی میں یروشلم پر حملہ کیا اور پہلی مرتبہ کی طرح ہیکل سلیمانی کو مسمار کر دیا۔ دس لاکھ سے زیادہ یہودیوں کو قتل کر دیا اور زندہ بچ جانے والے یہودیوں کو لونڈیوں اور غلاموں کی حیثیت سے فروخت کر کے ملک بدر کر دیا۔ مزید تفصیلات کے لئے تفسیر ضیاء القرآن کا

Marfat.com

عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْ ۚ وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا ۸

۸۔ عنقریب تمہارا رب تم پر رحم فرمائے گا اور اگر تم (دوبارہ سرکشی کی طرف) لوٹے تو ہم بھی (سزا دینے کے لئے) لوٹیں گے، اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔[۷]

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۙ ۹

۹۔ بے شک یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے اور ان مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں اس بات کی خوش خبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔[۸]

وَّ اَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۠ ۱۰

۱۰۔ اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

یہ مقام ملاحظہ کریں۔

[۷] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تنبیہ کی ہے کہ پہلے تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی نافرمانی کی تو بخت نصر نے ۵۸۷ قبل مسیح میں تمہیں تباہ و برباد کیا۔ پھر تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی نافرمانی کی تو ٹیٹس (Titus) نے ۷۰ عیسوی میں تمہیں تباہ و برباد کیا۔ اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت آگئی ہے تم اس پر ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا اور اگر تم نے دوبارہ سرکشی اختیار کی تو پھر ہم بھی پہلے کی طرح دوبارہ تمہیں سزا دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جو یہودی ایمان نہیں لائے انہیں مدینہ و خیبر سے نکلنا پڑا اور بالآخر بیت المقدس پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ فرق صرف یہ تھا کہ پہلے بادشاہوں نے بیت المقدس کی بے حرمتی کی مگر مسلمانوں نے اس کو دوبارہ تعمیر کر کے اس کی حرمت بحال کی۔

آج مسلمان دنیا میں مظلوم ہیں۔ ان کی مقدس جگہوں اور مقدس ہستیوں کی توہین ہو رہی ہے وجہ ظاہر ہے پہلے بنی اسرائیل نے احکام خداوندی کی خلاف ورزی کی تو ان پر زوال آگیا۔ آج مسلمانوں نے احکام خداوندی کو پس پشت ڈال رکھا ہے تو وہ مظلوم ہیں۔

درس قرآں نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

[۸] پہلی آسمانی کتابوں کا راستہ بھی سیدھا اور مستحکم تھا مگر قرآن کا راستہ سب سے زیادہ سیدھا اور مستحکم ہے۔ جو لوگ قرآن مجید پر عمل کریں گے ان کو اللہ تعالیٰ بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا اور جن لوگوں نے آخرت کا انکار کیا ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

Marfat.com

وَ يَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالۡخَيۡرِ ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلًا ﴿۱۱﴾

۱۱۔ اور انسان (بعض دفعہ غصے سے اپنی) برائی کے لئے بھی اسی طرح دعا مانگنے لگتا ہے جس طرح بھلائی کے لئے دعا کرتا ہے، اور انسان بڑا ہی جلد باز (واقع ہوا) ہے۔[۹]

وَ جَعَلۡنَا الَّيۡلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيۡنِ فَمَحَوۡنَاۤ اٰيَةَ الَّيۡلِ وَ جَعَلۡنَاۤ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبۡصِرَةً لِّتَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِيۡنَ وَالۡحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَىۡءٍ فَصَّلۡنٰهُ تَفۡصِيۡلًا ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور ہم نے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں بنایا ہے، پھر ہم نے رات کی نشانی کو تاریک کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم سالوں کی تعداد اور حساب معلوم کرسکو، [۱۰] اور ہر چیز کو ہم نے پوری تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔[۱۱]

وَكُلَّ اِنۡسَانٍ اَلۡزَمۡنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِىۡ عُنُقِهٖ ؕ وَ نُخۡرِجُ لَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلۡقٰهُ مَنۡشُوۡرًا ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور ہم نے ہر انسان کا اعمال نامہ اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے، اور ہم قیامت کے دن اس کا اعمال نامہ نکالیں گے جسے وہ (اپنے سامنے) کھلا ہوا پائے گا۔[۱۲]

---

[۹] بعض دفعہ انسان غصے سے اپنے مال اور اولاد پر لعنت کرنے لگتا ہے اور ان کی ہلاکت کی دعا کرتا ہے حالانکہ اس کا حقیقی مقصد یہ نہیں ہوتا۔ دراصل یہ اس کی جلد بازی کی علامت ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کا رحم وکرم ہے کہ وہ ایسی بد دعا کو فوراً قبول نہیں فرماتا اور اگر اللہ تعالیٰ ہر انسان کی ایسی بد دعاؤں کو فوراً قبول کرنا شروع کر دیتا تو اب تک سارے لوگ ہلاک ہو چکے ہوتے جیسا کہ سورہ یونس (۱۰) کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی مذکور ہے، لہٰذا ہر انسان کو صبر وتحمل سے حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے اور جلد بازی کی وجہ سے اپنے ہی خلاف دعا کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

[۱۰] ہم نے تمہارے لئے رات کو تاریک بنایا تاکہ تم اس کی تاریکی میں آرام کرسکو۔ (قرآن: ۱۰:۶۷) اور دن کو روشن بنایا تاکہ تم اس کی روشنی میں اپنا روزگار تلاش کرسکو۔ رات اور دن کے آنے جانے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جس نے ان کو پیدا فرمایا اور ایک مرتب اور مسلسل گردش کا پابند بنایا۔ نیز گردش لیل ونہار کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ تم دنوں، مہینوں اور سالوں کا شمار اور حساب کرسکو۔

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر اس چیز کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے جو تمہارے دین، دنیا اور آخرت کے لئے ضروری ہے۔

[۱۲] اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن بصریؒ نے ایک حدیث قدسی کا ذکر کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم! ہم

Marfat.com

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ؕ﴿۱۴﴾

۱۴۔ (اسے حکم ملے گا:) اپنا اعمال نامہ پڑھ لے، آج کے دن اپنا حساب کرنے کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔ [۱۳]

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ

۱۵۔ جو کوئی ہدایت اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لئے ہدایت اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، [۱۴] اور ہم اس وقت تک

نے تیرے لئے اعمال نامہ کھول دیا ہے اور دو مکرم فرشتے تیرے لیے مقرر کر دیے ہیں۔ ان میں سے ایک تیری دائیں طرف اور دوسرا تیری بائیں طرف ہے۔ جو فرشتہ تیری دائیں طرف ہے وہ تیری نیکیوں کی حفاظت کرتا ہے اور جو فرشتہ تیری بائیں طرف ہے وہ تیری برائیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اب تو جو چاہے عمل کر، خواہ کم خواہ زیادہ، حتیٰ کہ جب تو مر جائے گا تو تیرا اعمال نامہ لپیٹ دیا جائے گا اور وہ تیری گردن میں ڈال کر تیرے ساتھ قبر میں رکھ دیا جائے گا اور جب تو قیامت کے دن قبر سے اٹھے گا تو اس اعمال نامہ کو اپنے پاس کھلا ہوا پائے گا۔ (تفسیر منیر)

[۱۳] انسان کسی جگہ یا کسی حال میں ہو دو فرشتے ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں اور اس کی ہر نیکی اور ہر برائی کو اس کے اعمال نامہ میں لکھ دیتے ہیں اور جب وہ قیامت کے دن اٹھے گا تو اس کا اعمال نامہ اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا کہ اب تو خود ہی اس کو پڑھ لے تجھے خود پتہ چل جائے گا کہ تو کس سزا کا یا کس اجر کا مستحق ہے، لہٰذا آج ایسے اعمال کرو جن کو دیکھ کر کل شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

اس دنیا میں ہر آدمی پڑھ نہیں سکتا اور پڑھے لکھے لوگوں میں بھی اکثریت کو عربی زبان پڑھنا نہیں آتی لیکن اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر انسان خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، امی ہو یا غیر امی وہ عربی میں لکھا ہوا اپنا اعمال نامہ خود پڑھ لے گا، جیسا کہ امام ابن جریر طبری نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: اس دن وہ شخص بھی پڑھ لے گا جو دنیا میں ان پڑھ تھا۔ (تفسیر ابن جریر طبری، تفسیر ابن ابی حاتم) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس اعمال نامہ کو ہر شخص پڑھے گا خواہ وہ دنیا میں امی تھا یا غیر امی۔ (تفسیر زاد المسیر)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک آدمی کے سامنے جب اس کا اعمال نامہ لایا جائے گا تو وہ پڑھ کر کہے گا کہ میں نے فلاں فلاں نیکیاں کی تھیں اس اعمال نامہ میں وہ درج نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آئے گا کہ ہم نے ان نیکیوں کو اس لئے مٹا دیا کیونکہ تم لوگوں کی غیبت کرتے تھے۔ (تفسیر مظہری)

[۱۴] اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا یعنی نیکی کا اجر و ثواب اسے ہی ملے گا جو نیکی کرے گا اور گمراہی کی سزا اسے ہی ملے گی جو گمراہی اختیار کرے گا۔

Marfat.com

حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ⑮

عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیج دیں۔[۱۵]

وَ اِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ⑯

۱۶۔ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہاں کے خوشحال لوگوں کو (نیکی کا) حکم دیتے ہیں مگر وہ اس (بستی) میں نافرمانی کرنے لگتے ہیں، پس (عذاب کا) فرمان ان پر واجب ہو جاتا ہے، پھر ہم اس بستی کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔[۱۶]

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ⑰

۱۷۔ اور ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا، اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے اچھی طرح باخبر (اور انہیں) خوب دیکھنے والا ہے۔[۱۷]

---

[۱۵] اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وہ ہر قوم کو پہلے انبیائے کرام علیہم السلام یا ان کے نائبین کے ذریعہ ہدایت سے آگاہ فرماتا ہے اور پھر جو جان بوجھ کر گمراہی اختیار کریں ان کو سزا دیتا ہے اور جس کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام نہیں پہنچا عقل کا تقاضا یہی ہے کہ وہ عذاب کا مستحق نہیں ہے مگر حقیقت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[۱۶] جب کسی بستی کے لوگ فساد اور سرکشی پر اتر آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر فوراً عذاب نازل نہیں فرماتا بلکہ انہیں مہلت دیتا ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام یا ان کے نائبین کے ذریعہ پہلے اس بستی کے خوشحال اور سرکردہ لوگوں کو ہدایت کا پیغام پہنچاتا ہے تاکہ ان کی تقلید میں دوسرے عام لوگ بھی ہدایت حاصل کریں لیکن اس تنبیہ کے بعد بھی اگر وہ نافرمانی اور سرکشی میں سرگرم رہیں تو پھر ان پر عذاب الٰہی واجب ہو جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس بستی کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خوشحال اور سرکردہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا زیادہ خوف اور اس کا زیادہ شکر گزار ہونا چاہیے کیونکہ ایک تو اللہ تعالیٰ نے ان کو زیادہ نعمتوں سے نوازا ہے اور دوسرا عام لوگ اکثر خوشحال لوگوں کی تقلید کرتے ہیں، لہٰذا خوشحال لوگوں کے اعمال اچھے ہوں تو عام لوگوں کے اعمال بھی اچھے ہو جاتے ہیں اور اگر یہ بدعمل ہوں تو عام لوگ بھی بدعملی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

[۱۷] اللہ تعالیٰ کی سنت یہی رہی ہے کہ جو قومیں انبیائے کرام علیہم السلام کی تبلیغ کے باوجود فساد اور سرکشی پر مصر رہتی ہیں آخر ایک وقت آتا ہے جب اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دیتا ہے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد عاد و ثمود وغیرہ کی مثالیں موجود ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کسی کو بلاوجہ ہلاک نہیں فرماتا بلکہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے اچھی طرح باخبر ہے اور ان کے جرائم کے مطابق ان کو سزا دیتا ہے۔

Marfat.com

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿١٨﴾

۱۸۔ جو شخص دنیا چاہتا ہے تو ہم اسی دنیا میں جسے چاہتے ہیں جتنا چاہتے ہیں جلدی دیدیتے ہیں، پھر ہم اس کے لئے جہنم مقرر کردیتے ہیں، جس میں وہ اس حال میں داخل ہوگا کہ وہ مذمت کیا ہوا دھتکارا ہوا ہوگا۔[۱۸]

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿١٩﴾

۱۹۔ اور جو شخص آخرت چاہتا ہے اور اس کے لئے پوری کوشش کرتا ہے درآں حالیکہ وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی۔[۱۹]

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿٢٠﴾

۲۰۔ ہم آپ کے رب کی عطا میں سے ہر ایک کی مدد کرتے ہیں، ان کی بھی (جو طالب دنیا ہیں) اور ان کی بھی (جو طالب آخرت ہیں) اور آپ کے رب کی عطا (کسی کے لئے) بند نہیں ہے۔[۲۰]

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿٢١﴾

۲۱۔ دیکھو! ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر کس طرح فضیلت دے رکھی ہے، اور آخرت تو درجات کے اعتبار سے بھی سب سے بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی سب سے بڑی ہے۔[۲۱]

---

[۱۸] جو شخص صرف دنیا کی طلب کرتا ہے ضروری نہیں کہ اس کی طلب کے مطابق اسے دنیا مل جائے بلکہ صرف اسی کو ملتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ دینا چاہے اور اتنی ہی ملتی ہے جتنی اللہ تعالیٰ دینا چاہے، البتہ صرف دنیا کی طلب اور آخرت سے غفلت کی وجہ سے وہ جہنم کا مستحق قرار پاتا ہے اور قیامت کے دن بڑی ذلت اور حقارت کے ساتھ اسے جہنم رسید کیا جائے گا۔

[۱۹] جو شخص دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دیتا ہے اور ایمان کے ساتھ آخرت میں کامیابی کے لئے پوری کوشش کرتا ہے تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی۔

[۲۰] اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہر ایک کو رزق عطا فرماتا ہے چاہے وہ مومن ہو یا کافر، طالب دنیا ہو یا طالب آخرت۔ کسی کے لئے دنیاوی نعمتوں کا دروازہ بند نہیں ہے، ہر ایک اپنی کوشش سے ان کو حاصل کرسکتا ہے، مگر آخرت کی نعمتیں صرف اس خوش نصیب کے لئے ہیں جو اچھے کاموں کے ساتھ ساتھ مومن بھی ہو۔

[۲۱] اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنی حکمت کے مطابق بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، تاہم آخرت میں اعمال اور ایمان کے اعتبار

Marfat.com

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ع ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا، ورنہ تو مذمت کیا ہوا بے یار و مددگار بیٹھا رہ جائے گا۔ [۲۲]

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو ''اف'' تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو بلکہ ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کرو۔ [۲۳]

سے بعض کو بعض پر ہزاروں بلکہ بے شمار گنا زیادہ فضیلت حاصل ہوگی حتیٰ کہ اہل ایمان جنت کی بہاروں میں خوش ہوں گے اور نافرمان جہنم کی آگ میں پریشان ہوں گے۔ اس میں انسان کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ جس طرح وہ دنیا میں دوسروں سے آگے بڑھنے کے لیے کوشش کرتا ہے اسی طرح اس کو آخرت میں بھی دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ آخرت کے درجات اور مراتب میں بہت زیادہ فرق ہوگا۔

[۲۲] اشرف المخلوقات حضرت انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرے اور جو شرک میں مبتلا ہوگا وہ قیامت کے دن ذلیل ورسوا اور بے یار و مددگار ہوگا۔

[۲۳] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد دوسرے نمبر پر والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے جس سے والدین کی خدمت اور ان کی فرماں برداری کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

انسان کا حقیقی خالق تو اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے اس دنیا میں آنے کا ظاہری سبب والدین ہیں، اسی طرح انسان کی حقیقی پرورش کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کا ظاہری سبب والدین ہیں جو اپنی مشکلات کے باوجود اولاد کی بہتری کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ اس لئے ان کا حق بنتا ہے کہ اولاد بھی ان کی خدمت میں ہمیشہ سرگرم رہے، بالخصوص جب وہ بوڑھے ہو جائیں تو کوئی ایسا لفظ بھی زبان پر نہ لائے جو والدین کی دلآزاری کا سبب بنے اور انہیں اف تک نہ کہے بلکہ ان سے پورے ادب واحترام اور عاجزی وانکساری سے بات کرے اور ہمیشہ ان کے لئے دعا گو رہے کہ اے میرے رب! میرے والدین پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھے بڑی رحمت ومحبت سے پالا تھا۔

والدین کے حقوق اور ان کی فضیلت

۱۔ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: کیا میں جہاد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے ماں باپ ہیں۔ اس نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم ان کی خدمت میں جہاد کرو۔ (بخاری: حدیث نمبر ۵۹۷۲: کتاب الادب:

Marfat.com

وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَقُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىۡ صَغِيۡرًا ؕ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور ان کے سامنے رحم دلی سے انکساری کے ہاتھ جھکائے رکھو اور (اللہ تعالیٰ کے حضور) عرض کرو: اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھے (بڑی رحمت و محبت سے) پالا تھا۔

باب ۳) جب تک جہاد فرض عین نہ ہو جائے اس وقت تک والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں شریک ہونا جائز نہیں ہے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو نیکو کار بیٹا اپنے والدین کو رحمت بھری نظر سے دیکھتا ہے تو ہر نظر کے بدلے میں ایک مقبول حج کا ثواب پاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: اگر وہ دن میں سو مرتبہ اسی طرح نظر کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں (ہر نظر کے بدلے میں یہی ثواب ملتا رہے گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور ہر قسم کے نقص و عجز سے پاک ہے۔

(مشکوۃ المصابیح: باب البر: فصل ثالث)

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے والدین کے قریب تیرا چارپائی پر اس حال میں سونا کہ تو ان سے خوش ہو اور وہ تجھ سے خوش ہوں تو یہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلوار کے جہاد سے بھی افضل ہے۔ (تفسیر در منثور)

۴۔ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: کیا ماں باپ کے فوت ہونے کے بعد بھی ان کے ساتھ کوئی نیکی کرنا میرے ذمہ باقی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں ان کی نماز جنازہ پڑھنا، ان کے لئے استغفار کرنا، ان کے عہد کو پورا کرنا، ان کے دوستوں کی تعظیم کرنا اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا۔

(ابن ماجۃ: حدیث نمبر ۳۶۶۴: ابواب الادب: باب ۲)

۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کے والدین میں سے ایک یا دونوں اس حال میں فوت ہو جائیں کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان تھا۔ اگر وہ اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیکو کار اور اپنے والدین کا فرماں بردار لکھ دے گا۔ (مشکوۃ المصابیح: باب البر: فصل ثالث)

۶۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو اپنے والدین یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قبر پر ہر جمعہ کو جائے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور وہ فرمان بردار اور نیکو کار لکھا جائے گا۔ (مشکوۃ المصابیح: باب زیارۃ القبور: فصل ثالث)

۷۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) تین قسم کے لوگ میرا چہرہ نہیں دیکھ سکیں گے، ان میں سے ایک والدین کا نافرمان دوسرا میری سنت کا تارک اور تیسرا جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔

(تفسیر روح البیان: سورہ احزاب (۳۳) زیر آیت نمبر ۵۶)

۸۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو دیکھا اور ان میں سے ایک سے پوچھا: اس دوسرے شخص کے ساتھ تیرا کیا رشتہ ہے؟ اس نے کہا: یہ میرا باپ ہے تو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے باپ کو اس کے نام سے نہ پکارا کر، اس کے آگے نہ چلا کر اور نہ ہی اس سے پہلے بیٹھا کر۔ (امام بخاری: الأدب المفرد: ص ۲۲)

Marfat.com

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

۲۵۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، اگر تم نیک ہو تو بے شک وہ توبہ کرنیوالوں کو بہت بخشنے والا ہے۔[۲۴]

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور رشتہ دار کو اس کا حق دیا کرو اور مسکین اور مسافر کو بھی[۲۵] اور فضول خرچی نہ کرو۔

۹۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ (کنز العمال: حدیث نمبر ۴۵۴۳۹)

۱۰۔ایک شخص اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا، اس نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا: کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں یہ تو اس کی ایک بار خندہ پیشانی کا بھی بدل نہیں ہے۔

(مجمع الزوائد: ج۸: ص۱۳۷)

۱۱۔حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ میرے پاس آئیں، وہ رسول اللہ کے عہد میں مشرکہ تھیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! وہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (بخاری: حدیث نمبر ۲۶۲۰: کتاب الادب: باب ۳)

۱۲۔حکایت ہے کہ ایک آدمی استاذ ابو اسحاق کے پاس آیا اور کہا: میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ آپ کی داڑھی لعل اور موتیوں کے ساتھ مرصع تھی۔ ابو اسحاق نے کہا: تو نے سچ کہا: آج رات میں نے سونے سے پہلے اپنی داڑھی کو ماں کے قدموں کے تلووں کے ساتھ مس کیا تھا اور یہ ماں کے قدموں کی برکت ہے۔ ابو اسحاق اپنے ہاتھ سے والدین کی خدمت کرتا تھا اور ان کی خدمت کسی اور کے سپرد نہیں کرتا تھا کیونکہ آدمی کے لئے اپنے والدین، استاذ اور مہمان کی خدمت کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے، لہٰذا بیٹے کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین سے آگے نہ چلے اور نہ ہی کسی مجلس میں والدین سے بلند جگہ پر بیٹھے اور نہ ہی کھانے، پینے اور بات کرنے میں ان سے سبقت کرے۔(تفسیر روح البیان) اس سلسلے میں سورہ نساء (۴) کا حاشیہ نمبر ۱۵ ملاحظہ کریں۔

[۲۴] یعنی تمہارے دلوں میں اپنے والدین کے متعلق جو اچھے یا برے جذبات ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے، لہٰذا اگر والدین کی خدمت اور ان کی اطاعت میں پہلے کوئی کوتاہی ہوتی رہی ہے تو اب توبہ کر کے نیک بن جاؤ کیونکہ جو سچے دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔

[۲۵] اس آیت سے معلوم ہوا کہ غریب رشتہ داروں، مسکینوں اور ضرورتمند مسافروں کی مدد کرنا ان پر احسان نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے امیر لوگوں کے مال میں ان غریبوں کا حق رکھا ہے، لہٰذا امیر لوگوں کو اپنا فرض سمجھ کر غریب لوگوں کی مدد کرنی چاہیے۔

Marfat.com

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾

۲۷۔ بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔[۲۶]

وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور اگر تمہیں ان سے اعراض کرنا پڑے اس وجہ سے کہ ابھی تم خود اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تلاش میں ہو جس کی تمہیں توقع ہے تو ان سے نرمی کے ساتھ بات کرو۔[۲۷]

وَ لَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے نہ باندھ لو اور نہ اسے بالکل ہی کھول دو کہ تم ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔[۲۸]

---

[۲۶] مال اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے اس کو ضائع کرنا، بے فائدہ خرچ کرنا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کرنا فضول خرچی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے اور یہ اتنا برا عمل ہے کہ اس کے مرتکب کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے، گویا جس طرح شیطان ناشکرا ہے اسی طرح وہ انسان بھی ناشکرا ہے جو مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کرتا ہے۔

عثمان ابن اسود نے کہا: میں مجاہد کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہا تھا، انہوں نے ابوقبیس پہاڑ کی طرف سر اٹھا کر کہا: اگر کوئی انسان اس پہاڑ کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے تو وہ فضول خرچ نہیں ہے اور اگر وہ ایک درہم بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کرے تو وہ فضول خرچ ہے۔ (تفسیر کبیر)

ایک شخص نے کسی نیک کام میں بہت زیادہ مال خرچ کیا تو اس سے کہا گیا کہ فضول خرچی میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا: خیر میں فضول خرچی نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر) یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جتنا زیادہ خرچ کیا جائے وہ فضول خرچی نہیں ہے۔

[۲۷] جب غریب رشتہ دار، مساکین اور ضرورتمند مسافر تم سے مدد مانگیں اور تم اس وقت اتنے خوشحال نہیں ہو کہ ان کی مدد کر سکو بلکہ تم خود ابھی اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے امیدوار ہو کہ وہ عنقریب تمہیں خوشحال کر دے گا تو پھر تم اپنے غریب رشتہ داروں اور مساکین سے بڑی تعظیم اور نرمی کے ساتھ معذرت کر دو اور مستقبل میں جب خوشحالی آ گئی تو اس وقت دینے کا وعدہ کر دو تا کہ ان کو تمہاری مجبوری کا علم بھی ہو جائے اور ان کی دل شکنی بھی نہ ہو۔

[۲۸] گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے اور اس آیت میں خرچ کرنے کا ادب سکھایا ہے یعنی اس قدر بخل نہ کرو کہ تم حقوق العباد بھی ادا نہ کرو اور لوگ تمہیں ملامت کرنے لگیں اور اس قدر فضول خرچی بھی نہ کرو کہ تمہارا سارا مال ختم ہو جائے اور تم بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاؤ بلکہ فراخی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو۔

Marfat.com

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿٣٠﴾

٣٠۔ بے شک آپ کا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے (اور انہیں) دیکھنے والا ہے۔[٢٩]

سخاوت اور کنجوسی کے متعلق چند احادیث

١۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: خرچ کرو اور گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم کو گن کر دے گا۔ (مسلم: حدیث نمبر ١٠٢٩)

٢۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر روز جب بندے صبح اٹھتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ایک فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! خرچ کرنے والے کو عطا کر اور دوسرا فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! خرچ نہ کرنے والے کا مال ضائع کر۔

(مسلم: حدیث نمبر ١٠١٠)

٣۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کھاؤ، پیو، لباس پہنو اور صدقہ کرو جس میں نہ اسراف ہو اور نہ ہی اس میں فخر ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو جبکہ دو چیزوں سے بچتے رہو: ایک اسراف اور دوسرا تکبر۔

(بخاری: کتاب اللباس: باب ١)

٤۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس حاشیہ والی بنی ہوئی ایک چادر لے کر آئی۔ اس عورت نے کہا: میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے تاکہ میں آپ کو پہناؤں۔ نبی کریم ﷺ نے اس عورت سے وہ چادر لے لی اور آپ کو اس وقت اس چادر کی ضرورت بھی تھی، آپ وہ چادر پہن کر ہمارے پاس آئے، ایک شخص نے اس چادر کی تعریف کی اور کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! یہ بہت خوبصورت چادر ہے آپ یہ مجھے بخش دیں۔ حاضرین نے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا، اس چادر کو نبی کریم ﷺ نے پہن لیا تھا درآں حالیکہ آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی، پھر بھی تم نے اس کو مانگ لیا اور تم کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے، اس شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے پہننے کے لئے اس چادر کا سوال نہیں کیا تھا بلکہ میں نے اس چادر کا سوال اس لئے کیا تھا کہ یہ میرا کفن ہو جائے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر وہ چادر اس شخص کا کفن ہو گئی۔ (بخاری: حدیث نمبر ١٢٧٧: کتاب الجنائز: باب ٢٩) اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کا جواز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی چیز کو وقت ضرورت سے پہلے تیار کر کے رکھنا جائز ہے اور کفن کو وقت سے پہلے تیار کرنا جائز ہے بلکہ قبر کھدوانا بھی جائز ہے۔

(فتح الباری: جلد ٣: ص ١٤٤)

[٢٩] اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے وسائل رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے وسائل رزق تنگ کر دیتا ہے، لہٰذا رزق کی کمی یا بیشی اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے جس کی اصل حکمت تو صرف وہی بہتر جانتا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ

Marfat.com

وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی، بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔[۳۰]

وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔[۳۱]

وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور اس شخص کو قتل نہ کرو جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے مگر حق کے ساتھ، اور جو شخص ناحق قتل کیا گیا تو ہم نے اس کے وارث کو (قصاص کا) حق دیا ہے، پس وہ قتل کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرے، بے شک وہ مدد کیا ہوا ہے۔[۳۲]

جس کے پاس زیادہ رزق ہو اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہے اور جس کے پاس کم رزق ہو اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو اس سے راضی ہوتا ہے جو اس کی اطاعت کرے خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔

[۳۰] عرب کے اکثر لوگ غریب اور خانہ بدوش تھے، ان کا خیال تھا کہ جب ہم اپنا پیٹ بھرنے کے لئے مشکلات کا شکار ہیں تو اولاد کی خوراک کا انتظام کہاں سے کریں گے، اس لئے معاشی بدحالی کے باعث اکثر لوگ اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ اس آیت میں انہیں بتایا جا رہا ہے کہ قتل ناحق بہت بڑا گناہ ہے اور تم مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل نہ کرو کیونکہ ساری مخلوق کا حقیقی رازق اللہ تعالیٰ ہے اور وہ جس طرح تمہیں رزق دیتا ہے اسی طرح وہ تمہاری اولاد کو بھی رزق دے گا۔

[۳۱] زنا کرنا تو بہت سخت گناہ ہے اس کے قریب بھی مت جاؤ یعنی ان عوامل سے بھی بچو جو زنا کا سبب بنتے ہیں کیونکہ یہ ایسی بے حیائی ہے کہ اگر کوئی شادی شدہ مرد یا عورت اس کا ارتکاب کرے تو اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دینے کا حکم ہے تاکہ دوسروں کے لئے نشان عبرت بن جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زنا قتل سے بھی بدتر جرم ہے کیونکہ قتل کی سزا قتل ہے مگر زنا کی سزا سنگسار کرنا ہے۔ زنا سے بچنے کے لئے سورہ نحل (۱۶) کے حاشیہ نمبر ۹۱ میں نبی کریم ﷺ کی ایک نصیحت ملاحظہ کریں۔

[۳۲] کسی انسان کو بلاوجہ قتل کرنا حرام ہے، البتہ مقتول کے بدلہ میں حاکم وقت کے فیصلہ کے بعد قاتل کو قتل کرنا جائز ہے۔ اسلام نے حکام کو تاکید کی ہے کہ وہ قصاص لینے میں مقتول کے وارث کی مدد کریں، لہٰذا مقتول کے وارث کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور قصاص لینے میں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے یعنی ایسا نہ ہو کہ ایک کے بدلہ میں زیادہ کو قتل کرے یا قاتل کی بجائے کسی غیر قاتل کو قتل کرے، یہ اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ﴿۳۴﴾

٣٤۔ اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو بہت اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ (یتیم) اپنی جوانی کو پہنچ جائے، [٣٣] اور وعدہ پورا کیا کرو، بے شک وعدہ کے متعلق پوچھا جائے گا۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾

٣٥۔ جب تم ناپو تو پورا پورا ناپو اور (تولو تو) درست ترازو سے تولو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام بھی بہت اچھا ہے۔ [٣٤]

---

[٣٣] یتیم اس نابالغ بچے کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے۔ وہ بے چارہ بڑا دکھی، کمزور اور ناسمجھ ہوتا ہے، لہٰذا اس کے مال میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس کے مال کو حفاظت سے رکھو یا اس کو ایسے کاروبار میں لگاؤ جس سے یتیم کے مال میں اضافہ ہو اور جب یتیم جوانی کو پہنچ جائے اور اسے اپنے نفع و نقصان کا ادراک ہو جائے تو دیانتداری کے ساتھ اس کا سارا مال اس کے حوالے کر دو، اور اپنے وعدہ کو پورا کرو، خواہ وعدہ یتیم سے ہو یا کسی اور سے کیونکہ قیامت کے دن وعدہ کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

١۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن کچھ لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے در آں حالیکہ ان کے مونہوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں۔

(تفسیر ابن ابی حاتم: سورہ نساء (٤) زیر آیت نمبر ١٠: حدیث نمبر ٤٨٨١)

٢۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں شب معراج کے واقعات میں بیان فرمایا: میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا ان کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان پر ایک شخص مقرر تھا جو ان کے ہونٹوں کو پکڑتا اور ان کے منہ میں آگ کے بڑے بڑے پتھر ڈال دیتا، پھر وہ پتھر ان کے نچلے دھڑ سے نکل جاتے اور وہ زور زور سے چلا رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے تھے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: حدیث نمبر ٤٨٨٤: سورہ نساء (٤): زیر آیت نمبر ١٠) یتیم کے متعلق مزید تفصیل کے لئے سورہ نساء (٤) کا حاشیہ نمبر ٤ ملاحظہ کریں۔

[٣٤] ناپ تول میں بددیانتی نہ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس طرح تمہارا اعتماد اور کاروبار بڑھے گا اور آخرت میں بھی ثواب ہوگا اور اگر تم نے ناپ تول میں بددیانتی کی تو لوگوں کا اعتماد ختم ہو جائے گا اور تمہارے کاروبار کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

١۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے دن) نبیوں، صدیقوں، اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

(ترمذی: حدیث نمبر ١٢٠٩: ابواب البیوع: باب ٤)

Marfat.com

وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کی پیروی نہ کرو، بے شک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے بارے میں باز پرس ہوگی۔[۳۵]

وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو کیونکہ نہ تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ ہی بلندی میں پہاڑوں تک پہنچ سکتے ہو۔[۳۶]

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾

۳۸۔ ان میں سے ہر ایک کی برائی آپ کے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔[۳۷]

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچا اور امانت دار مسلمان تاجر قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

(ابن ماجة: حدیث نمبر: ۲۱۳۹: ابواب التجارات: باب ۱)

[۳۵] یعنی جس چیز کا تمہیں علم نہیں اگر تم نے اس کی پیروی کی تو قیامت کے دن اس کے متعلق تمہارے کان، آنکھ اور دل سے سوال ہوگا کہ کیا تم نے اس چیز کو اپنے کانوں سے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا تو پھر اس دن تمہارے پاس کیا جواب ہوگا؟ لہٰذا نامعلوم چیزوں کی پیروی سے اجتناب کرو اور برحق قرآن مجید کی پیروی کرو۔

[۳۶] متکبروں کی طرح اکڑ کر چلنا انسان کو زیب نہیں دیتا کیونکہ نہ تو اس کے پاؤں میں اتنی طاقت ہے کہ وہ زمین کو پھاڑ سکے اور نہ اس کے سر کی اتنی بلندی ہے کہ وہ پہاڑوں کے برابر ہو سکے، لہٰذا اسے عاجزی وانکساری ہی اختیار کرنی چاہیے اور یہی اس کے لئے بہتر ہے۔

ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے کہ جو شخص تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سربلند فرماتا ہے، پس وہ اپنی نظر میں تو چھوٹا ہوتا ہے مگر لوگوں کی نظر میں بڑا ہوتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرتا ہے، پس وہ اپنی نظر میں تو بڑا ہوتا ہے مگر لوگوں کی نظر میں کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے کسی عربی شاعر کے دو اشعار نقل کئے ہیں آپ بھی ان کا ترجمہ ملاحظہ کریں: زمین کے اوپر تواضع اور انکساری سے چلو کیونکہ بہت سے لوگ جو تم سے بھی زیادہ بلند مرتبہ تھے اب وہ زمین کے اندر دفن ہیں۔ اگر آج تم معزز، محفوظ اور طاقتور ہو تو کیا ہوا کیونکہ بہت سے لوگ جو تم سے بھی زیادہ طاقتور تھے اب دنیا سے ان کا نام ونشان مٹ چکا ہے۔ (تفسیر قرطبی) تکبر کی مذمت کے لئے سورہ نحل (۱۶) کا حاشیہ نمبر ۱۴ بھی ملاحظہ کریں۔

[۳۷] گذشتہ آیات میں جو چیزیں منع کی گئی ہیں ان کا ارتکاب کرنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

Marfat.com

ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِؕ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝۳۹

۳۹۔ یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ ورنہ تجھے ملامت زدہ پھٹکارا ہوا بنا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔[۳۸]

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنَاثًاؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا ۝۴۰ ع

۴۰۔ پس کیا تمہارے رب نے تمہیں بیٹوں کے لئے چن لیا ہے اور (اپنے لئے) اس نے فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا ہے، بے شک تم تو ایسی بات کہہ رہے ہو جو بڑی سخت ہے۔[۳۹]

وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْاؕ وَ مَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۝۴۱

۴۱۔ اور بے شک ہم نے اس قرآن میں مختلف انداز سے بار بار بیان کیا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں مگر اس سے ان کی نفرت اور بڑھ جاتی ہے۔[۴۰]

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا ۝۴۲

۴۲۔ آپ فرمائیے: اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا کہ وہ (مشرکین) کہتے ہیں تو وہ اب تک

[۳۸] ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت سے لبریز جو احکام نازل فرمائے ہیں آیت نمبر ۲۲ میں ان کی ابتدا بھی توحید کے حکم سے ہوئی اور اس آیت میں ان کی انتہا بھی توحید کے حکم سے ہوئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ ورنہ بالآخر ذلیل و رسوا کر کے تمہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے سارے احکام کی اصل توحید ہے اور وہی عمل قابل قبول ہوگا جس کی ابتدا بھی توحید پر ہو اور اس کی انتہا بھی توحید پر ہو۔

[۳۹] عرب کی اکثریت بیٹیوں سے نفرت کرتی تھی جبکہ بعض قبائل فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اس آیت میں انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ یہ کتنی بڑی حماقت اور گستاخی کی بات ہے کہ تم اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں ثابت کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اولاد سے پاک ہے۔

[۴۰] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسلامی عقائد اور اعمال کو مختلف انداز میں بار بار بیان کیا ہے تا کہ ہر انسان اپنے ذوق کے مطابق قرآن مجید میں غور و فکر کرے اور اس سے نصیحت حاصل کرے مگر مشرکین تعصب کی اس انتہا کو پہنچ چکے تھے کہ توحید کی بات سنتے ہی ان کے شرک میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اسلام کی مخالفت میں اور زیادہ سرگرم ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

عرش والے تک پہنچنے کا کوئی راستہ ضرور تلاش کر چکے ہوتے۔[۴۱]

سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾

۴۳۔ وہ پاک ہے اور وہ بہت ہی بلند اور برتر ہے ان باتوں سے جو وہ کہتے ہیں۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

۴۴۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو چیز بھی ان میں ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے، بے شک وہ بہت بردبار، بہت بخشنے والا ہے۔[۴۲]

وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا

۴۵۔ اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے

---

[۴۱] اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی متعدد خدا ہوتے تو وہ سارے مل کر عرش کے مالک اللہ تعالیٰ کو ضرور چیلنج کرتے اور اس پر غالب آنے کی کوشش کرتے لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور مشرکین جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں دراصل اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک اور بلند ہے۔

[۴۲] زمین و آسمان اور ان کے درمیان موجود ہر چیز اپنے اپنے انداز میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی تسبیح بیان کرتی ہے، لیکن چونکہ ہم اس کی زبان نہیں جانتے یا اس کی آواز نہیں سنتے اس لئے ہم اس کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے۔ اسی طرح بعض فرشتے ہر وقت ہمارے ساتھ ہوتے ہیں مگر ہم ان کی شکل دیکھنے اور ان کا کلام سننے سے قاصر ہیں اس لئے ہم ان کی تسبیح بھی نہیں سن سکتے، البتہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنے معجزات کے باعث اور اولیائے کرام اپنی کرامات کے باعث ان تسبیحات کو سن سکتے ہیں جیسا کہ

۱۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت کھانا کھایا جارہا ہوتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔

(بخاری: حدیث نمبر ۳۵۷۹)

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ میں اس پتھر کو میں آج بھی اچھی طرح پہچانتا ہوں کہ اعلان نبوت سے پہلے جب میں اس کے پاس سے گزرتا تھا تو وہ مجھے سلام کہتا تھا۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۲۷۷، کتاب الفضائل، باب ۱)

Marfat.com

مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾

ایک پوشیدہ پردہ حائل کر دیتے ہیں۔[۴۳]

وَّ جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور ہم ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں کہ وہ اسے نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی (پیدا کر دیتے ہیں)، اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے ہی رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔[۴۴]

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰۤی اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾

۴۷۔ ہم خوب جانتے ہیں جس مقصد کے لئے وہ قرآن کو سنتے ہیں جب وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور جب وہ سرگوشیاں کرتے ہیں اس وقت وہ ظالم کہتے ہیں کہ تم صرف ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔[۴۵]

---

[۴۳] نبی کریم ﷺ جب قرآن کی تلاوت فرماتے اور مشرکین ایذا رسانی کے لئے آپ کے قریب آنے کی کوشش کرتے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اور مشرکین کے درمیان نظر نہ آنے والا ایسا پردہ حائل کر دیتا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو نہ دیکھ سکتے۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ بغوی نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت بیان کی ہے کہ جب "تبت یدا ابی لهب" نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی ایک پتھر لے کر (نبی کریم کو مارنے کے لئے) آئی۔ نبی کریم ﷺ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے لیکن ابولہب کی بیوی کو نبی کریم ﷺ نظر نہیں آئے۔ اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کا ساتھی کہاں ہے؟ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اس نے میری ہجو کی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! ماینطق عن الهوی ولا ینطق بالشعر ولا یقوله (خدا کی قسم! وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، وہ نہ شعر پڑھتے ہیں اور نہ شعر کہتے ہیں۔ تو پھر ہجو کس طرح کریں گے؟) اس پر وہ عورت یہ کہتی ہوئی لوٹ گئی۔ میں تو اس پتھر سے ان کا سر پھاڑنے آئی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عورت کے جانے کے بعد عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے آپ کو نہیں دیکھا؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ ایک فرشتہ اس کے اور میرے درمیان حائل رہا۔ (تفسیر بغوی، تفسیر خازن)

[۴۴] مشرکین کو توحید سے اس قدر نفرت تھی کہ توحید کی بات کو سننا اور اس میں غور و فکر کرنا تو دور کی بات تھی وہ توحید کا نام سنتے ہی پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے۔ اس آیت کی مزید تشریح کے لئے سورہ انعام (۶) کا حاشیہ نمبر ۲۴ ملاحظہ کریں۔

[۴۵] مشرکین جب قرآن مجید سنتے تو ان کا مقصد قرآن مجید کو سمجھنا نہیں تھا بلکہ وہ قرآن مجید میں نقص تلاش کرنے کے لئے اسے

Marfat.com

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾

۴۸۔ دیکھئے وہ آپ کے لئے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں، پس وہ گمراہ ہو گئے، اب وہ (سیدھے) راستہ پر نہیں آسکتے۔[۴۶]

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اور انہوں نے کہا کہ جب ہم (مر کر) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں از سر نو پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟[۴۷]

قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾

۵۰۔ آپ فرما دیجئے: تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا۔

اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾

۵۱۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمہارے خیال میں بہت ہی سخت ہو تو وہ کہیں گے: ہمیں دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ آپ فرما دیجئے: وہی جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا، پھر وہ (انکار کے طور پر) آپ کے سامنے اپنے سر ہلائیں گے اور پوچھیں گے: وہ کب ہوگا؟ آپ فرما دیجئے: شاید اس کا وقت قریب ہی ہو۔[۴۸]

سنتے اور آپس میں سرگوشیاں کرتے اور ان میں سے جو اسلام قبول کر لیتے انہیں کہتے کہ اس پر تو جادو کر دیا گیا ہے اس لئے وہ ہمارے آباء واجداد کے عقائد کے خلاف باتیں کرتا ہے، لہٰذا تم اس کی پیروی نہ کرو۔

[۴۶] یعنی مشرکین کیسے عجیب لوگ ہیں، پہلے تو وہ آپ کو صادق اور امین قرار دیتے تھے۔ بعد میں توحید کی دعوت کی وجہ سے وہ مخالف ہو گئے اور تعصب کی وجہ سے کبھی آپ کو مجنون کہتے اور کبھی شاعر، کبھی آپ کو جادوگر کہتے اور کبھی کہتے کہ آپ پر کسی اور نے جادو کر دیا ہے، تو آپ کی ان گستاخیوں کی وجہ سے وہ گمراہی کی اس انتہا کو پہنچ چکے ہیں کہ اب وہ راہ راست پر نہیں آسکتے۔

[۴۷] مشرکین نے کہا: یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ مرنے کے بعد جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو کر مٹی بن جائیں گی تو اس مٹی سے ہمیں دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا؟

[۴۸] مشرکین کو جواب دیا گیا کہ مٹی تو پھر بھی نرم چیز ہے اگر تم مرنے کے بعد پتھر، لوہا یا ان سے بھی کوئی سخت چیز بن جاؤ جس میں زندگی کا پیدا ہونا تم ناممکن سمجھتے ہو تو پھر بھی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس نے جس طرح پہلی مرتبہ تمہیں مٹی یا نطفہ سے وجود بخشا اسی طرح وہ تمہیں دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔ اس پر مشرکین مزید تعجب کرتے ہوئے کہیں گے کہ پھر وہ دن کب آئے گا؟

Marfat.com

يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۟

۵۲۔ جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے جواب دو گے اور تم یہ گمان کرو گے کہ تم (دنیا میں) بہت تھوڑا عرصہ ٹھہرے ہو۔ [۴۹]

وَ قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۟

۵۳۔ اور میرے بندوں سے فرمادیجئے کہ وہ ایسی باتیں کیا کریں جو سب سے اچھی ہوں، بے شک شیطان ان کے درمیان فساد برپا کرتا ہے، یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ [۵۰]

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۟

۵۴۔ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، وہ اگر چاہے تو تم پر رحم فرمائے اور اگر چاہے تو تم کو عذاب دے، اور ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ [۵۱]

تو آپ نے فرمایا: قیامت کا حقیقی وقت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن اب قیامت قریب ہے کیونکہ اس دنیا کی زندگی کا زیادہ وقت گزر چکا ہے اور تھوڑا وقت رہ گیا ہے۔ نیز میں آخری نبی ہوں اب کوئی اور نبی نہیں آئے گا بلکہ قیامت آئے گی۔

[۴۹] قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہونے کے بعد جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حساب و کتاب کے لئے منادی بلائے گا تو مسلم اور غیر مسلم سب اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حاضر ہو جائیں گے کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھ کر غیر مسلموں کو بھی یقین آ جائے گا کہ واقعی وہ غلطی پر تھے دراصل قادر مطلق خدا تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ نیز قیامت کی ہیبت کی وجہ سے وہ دنیا اور برزخ کی زندگی کو بہت تھوڑا خیال کریں گے اور فی الواقع بھی اس دنیا اور برزخ کی مدت آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں بہت کم ہے کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت دائمی ہوگی۔

سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن قبروں سے نکلنے کے بعد کفار بھی اللہ تعالیٰ کی اس طرح حمد کریں گے: "سبحانک وبحمدک" لیکن اس دن کا اعتراف انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ (تفسیر قرطبی)

[۵۰] اس آیت میں مسلمانوں کی اخلاقی تربیت کی جا رہی ہے کہ خواہ وہ آپس میں بات کریں یا غیر مسلموں سے دونوں صورتوں میں تہذیب اور حسن اخلاق کا خاص خیال رکھیں اور بلا وجہ کسی کی دلآزاری نہ کریں کیونکہ زبان کی ذرا سی بے اعتدالی سے شیطان فائدہ اٹھائے گا اور اس کے ذریعہ وہ تمہارے درمیان فساد برپا کرے گا اور غیر مسلموں کو تمہارے خلاف مزید بھڑکائے گا۔

[۵۱] میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے تبلیغ اسلام کا حق ادا کر دیا۔ اب بھی اگر یہ کفر و شرک سے باز نہیں آتے تو آپ رنجیدہ

Marfat.com

وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝۵۵

۵۵۔ اور آپ کا رب ان کو خوب جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہیں، اور بے شک ہم نے بعض انبیاء کو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داود علیہ السلام کو زبور عطا کی۔ [۵۲]

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝۵۶

۵۶۔ آپ فرمادیجئے: اب ان کو پکارو جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا (معبود) گمان کرتے ہو، وہ تم سے تکلیف دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ (اسے) بدل سکتے ہیں۔ [۵۳]

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝۵۷

۵۷۔ جن کی یہ مشرکین عبادت کرتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون (اللہ تعالیٰ سے) قریب ہوتا ہے اور وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، بے شک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔ [۵۴]

خاطر نہ ہوں آپ ان کے کفر و شرک کے لئے جوابدہ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے، اگر وہ اسلام قبول کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے گا اور اگر وہ کفر و شرک پر قائم رہیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دے گا۔

[۵۲] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور وہی جانتا ہے کہ کون نبوت کے اہل ہے، لہٰذا وہ انسانوں میں سے جس کو مناسب سمجھتا ہے اس کو نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے اور جس نبی کے لئے جو کتاب یا صحیفہ مناسب سمجھتا ہے وہ اس کو عنایت فرماتا ہے جیسے حضرت داود علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن عطا فرمایا، پھر جن انبیاء کرام کو مناسب سمجھتا ہے انہیں دوسرے پر فضیلت عطا فرماتا ہے۔ اگرچہ بحیثیت نبوت سارے انبیائے کرام علیہم السلام برابر ہیں لیکن درجات کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔

[۵۳] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: جب قریش سات سالہ طویل قحط میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قحط کی شکایت کی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ مشرکین سے دریافت کریں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں (اصنام اور انداد: تفسیر ابن کثیر) کی وہ عبادت کرتے ہیں ان سے جا کر فریاد کیوں نہیں کرتے، پھر خود ہی بتادیا کہ وہ تو خود بے بس ہیں اس لئے وہ تمہاری تکلیف دور نہیں کر سکتے۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر خزائن العرفان)

[۵۴] یعنی جن فرشتوں، مومن جنوں اور بعض انبیاء کی یہ مشرکین عبادت کرتے ہیں وہ خدا نہیں ہیں بلکہ وہ تو خود اللہ تعالیٰ کی رحمت

Marfat.com

وَ اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

۵۸۔ اور کوئی بستی ایسی نہیں ہے مگر ہم اسے قیامت کے دن سے پہلے یا تو ہلاک کرنے والے ہیں یا اسے سخت عذاب دینے والے ہیں، یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔[۵۵]

وَ مَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ اٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾

۵۹۔ اور ہم کو نشانیاں بھیجنے سے نہیں روکا مگر اس بات نے کہ پہلے لوگ ان نشانیوں کو جھٹلا چکے ہیں،[۵۶] اور ہم نے قوم ثمود کو ایک اونٹنی دی تھی جو روشن نشانی تھی لیکن انہوں نے اس پر ظلم کیا،[۵۷] اور ہم نشانیاں صرف ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں۔[۵۸]

اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے وسیلہ تلاش کرنا اللہ والوں کی سنت ہے۔

[۵۵] اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے کہ جس بستی میں ظلم اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگی وہاں کے لوگ جلد یا بدیر ہلاکت سے دوچار ہوں گے اور اگر قیامت سے پہلے ان پر عذاب نہ آیا تو آخرت کا عذاب تو ضرور ملے گا۔

[۵۶] اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ان کے لئے صفا کے پہاڑ کو سونا بنا دیں اور مکہ کی سرزمین سے پہاڑوں کو ہٹا دیں تاکہ وہ اس میں کھیتی باڑی کر سکیں۔ جبریل امیں کے ذریعہ نبی کریم ﷺ سے کہا گیا، اگر آپ ان کو مہلت دینا چاہتے ہیں تو ہم ان کو مہلت دے دیتے ہیں اور اگر آپ چاہیں تو ہم ان کی فرمائش پوری کر دیں لیکن اگر یہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو ان کو ہلاک کر دیا جائے گا جیسا کہ پہلی قوموں سے منکرین کو ہلاک کر دیا گیا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا: بلکہ ان کو مہلت دیدے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن جریر: مسند احمد: جلد اول: ص ۲۵۸)

[۵۷] صفا پہاڑ کو سونا بنانا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے نہیں بنایا کیونکہ پہلی قوموں کو جب ان کے مطلوبہ معجزات دکھائے گئے اور وہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو وہ ہلاک کر دیئے گئے جیسا کہ قوم ثمود کی مثال آپ کے سامنے ہے کہ ان کی خواہش پر پتھر کی چٹان سے اونٹنی ظاہر کی گئی جو کہ ایک روشن نشانی تھی لیکن ان ظالموں نے ایمان لانے کے بجائے اس اونٹنی کو مار ڈالا تو تین دن کے بعد ان پر عذاب آ گیا۔ اسی طرح کفار مکہ بھی صفا کے پہاڑ کو سونا دیکھ کر بھی ایمان لانے والے نہیں تھے تو ان کو ہلاک کر دیا جاتا مگر اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئیں گے یا ان کی اولاد ایمان لے آئے گی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے فرمائشی معجزات کا مطالبہ پورا نہیں کیا۔

[۵۸] معجزات دکھانے کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کو دیکھ کر اس کی نافرمانی سے ڈریں لیکن جہاں پہلے سے

Marfat.com

وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِیْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ وَ نُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۟ ع

۶۰۔ اور یاد کرو جب ہم نے آپ سے فرمایا کہ بے شک آپ کے رب نے لوگوں کا احاطہ کر رکھا ہے، [۵۹] اور جو نظارہ ہم نے آپ کو (شب معراج میں) دکھایا وہ تو لوگوں کے لئے ایک آزمائش تھا اور اس درخت کو بھی (آزمائش بنایا) جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے، [۶۰] اور ہم انہیں ڈراتے ہیں مگر یہ (ہمارا ڈرانا) ان کی سرکشی میں اور اضافہ کر دیتا ہے۔ [۶۱]

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۟ ج

۶۱۔ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، اس نے کہا: کیا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ [۶۲]

یہ معلوم ہو کہ وہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں تو ان کو معجزہ دکھانے کا کیا فائدہ۔

[۵۹] میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اہل مکہ آپ کے خلاف سازشوں میں سرگرم ہیں مگر آپ ان کی پرواہ نہ کریں وہ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے ہم آپ کے محافظ ہیں اور یہ سارے لوگ ہمارے علم کے احاطہ میں اور ہماری قدرت کے قبضہ میں ہیں۔

[۶۰] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات عالم بیداری میں سر کی آنکھوں سے اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کرایا۔ نیز جہنم میں زقوم (تھوہر) کا درخت ہے جس کا ملعون پھل ملعون جہنمی کھائیں گے اور اس کے کھانے سے ان کے پیٹ میں ایسی آگ لگے گی جیسے ان کے پیٹ میں پانی کھول رہا ہو۔ یہ دونوں مثالیں کمزور ایمان والوں کے لئے آزمائش بن گئیں کیونکہ عالم بیداری میں معراج کی طویل سیر اور پتھروں کو جلا دینے والی جہنم کی آگ میں سرسبز زقوم کے درخت کا ہونا یہ دونوں باتیں بظاہر نا قابل یقین نظر آتی تھیں، مگر جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے پر یقین رکھتے ہیں ان کے لئے ان پر ایمان لانا کوئی مشکل نہیں ہے۔

[۶۱] کفار جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھتے ہیں تو اسلام سے بغض اور عناد کی وجہ سے ان کی سرکشی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

[۶۲] یہ قصہ پہلے کئی جگہ گزر چکا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بلا چون و چرا مان لینا فرشتوں کی سنت ہے اور اس میں شبہات پیدا کرنا شیطان کی سوچ ہے۔

Marfat.com

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَىٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾

۶۲۔ شیطان نے کہا: مجھے بتا یہ (آدم علیہ السلام) جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے (اس کی کیا وجہ ہے؟) اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیدے تو میں اس کی اولاد کو سوائے چند افراد کے جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔ [۶۳]

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾

۶۳۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا (تجھے مہلت ہے) ان میں سے جس نے تیری پیروی کی تو بے شک جہنم ہی تم سب کی پوری پوری سزا ہے۔ [۶۴]

وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَ عِدْهُمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾

۶۴۔ اور ان میں سے جن کو تو اپنی آواز کے ساتھ گمراہ کر سکتا ہے گمراہ کر لے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ چڑھائی کر دے اور ان کے اموال اور اولاد میں شریک ہو جا اور ان سے وعدے کر، اور شیطان ان سے جو بھی وعدے کرتا ہے وہ دھوکا ہوتا ہے۔ [۶۵]

[۶۳] شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست کی کہ تو نے آدم کو مجھ پر فضیلت کیوں دی ہے؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیدے تو میں آدم کی اولاد کے ایمان کا صفایا کر دوں گا۔ صرف چند لوگ ہی باقی رہ جائیں گے جن پر میں غالب نہیں آسکوں گا۔

[۶۴] اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس کی خواہش کے مطابق لمبی مہلت دیدی یعنی جب تک اس دنیا میں انسان ہوں گے ان کی آزمائش کے لئے تو بھی زندہ رہے گا اور ساتھ ہی بنی نوع انسان کو بھی تنبیہ کر دی کہ جس نے بھی شیطان کی پیروی کی وہ سب شیطان کے ساتھ جہنم رسید ہوں گے۔

[۶۵] اللہ تعالیٰ نے شیطان کو لمبی زندگی کے ساتھ یہ اجازت بھی دیدی کہ وہ انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے جتنے ہتھکنڈے استعمال کر سکتا ہے کر لے مثلاً چکنی چپڑی اور لغو باتوں سے، انسانوں اور جنوں میں سے اپنے حواری لشکروں کے وسوسوں سے، انسانوں کے اموال اور اولاد میں حرام اور ناجائز کی آمیزش سے اور جھوٹے وعدوں سے الغرض جو بھی حربے استعمال کرنا چاہے کر لے پھر بھی جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں ان پر شیطان کا غلبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی کارسازی کے لئے کافی ہے۔

Marfat.com

اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿٦٥﴾

٦٥۔ بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا غلبہ نہیں ہو سکتا، اور آپ کا رب (اپنے بندوں کی) کارسازی کے لئے کافی ہے۔

رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٦٦﴾

٦٦۔ تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو، بے شک وہ تم پر بہت مہربان ہے۔[٦٦]۔

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿٦٧﴾

٦٧۔ اور جب سمندر میں تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو سب غائب ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم روگردانی کرنے لگتے ہو، اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔[٦٧]

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ

٦٨۔ کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں خشکی کے کنارے پر ہی (زمین میں) دھنسا دے

[٦٦] یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ اس نے سمندر کے گہرے پانی کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور تم کشتیوں کے ذریعہ دور دراز ممالک میں اپنا مال تجارت آسانی سے لے جاتے ہو اور خرید و فروخت کر کے نفع کماتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ رزق حلال تلاش کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے مگر اس میں حرام کی آمیزش کرنا حرام ہے۔

[٦٧] جب سمندر میں تم پر کوئی مصیبت آ جائے اور تمہیں ڈوبنے کا یقین ہو جائے تو اس وقت تم اپنے مقرر کردہ معبودوں کو نہیں پکارتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہو اور پکے وعدے کرتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس طوفان سے بچا لیا تو تم ضرور اللہ تعالیٰ کے شکرگزار بندے بن جاؤ گے لیکن جب اللہ تعالیٰ تمہیں طوفان سے بچا لیتا ہے تو پھر تم اپنے وعدے بھول جاتے ہو، اس سے بڑی ناشکری اور کیا ہو گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسانی فطرت میں عقیدہ توحید کی تخم ریزی کی گئی ہے اور جب انتہائی مشکل وقت آتا ہے اور سارے فانی سہارے جواب دے جاتے ہیں تو عقیدہ توحید خود بخود بے نقاب ہو جاتا ہے۔ اس کی مزید تشریح کے لئے سورہ یونس (١٠) کی آیت نمبر ٢٢ اور حاشیہ نمبر ٢٣ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

وَكِيلًا ﴿۶۸﴾

یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے، پھر تم اپنے لئے کوئی کارساز نہ پاسکو۔[۶۸]

أَمْ أَمِنتُمْ أَن يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُم بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ﴿۶۹﴾

۶۹۔ یا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ سمندر میں لوٹا دے اور تم پر کشتیاں توڑ دینے والی سخت آندھی بھیج دے اور تمہارے کفر کے باعث تم کو غرق کر دے، پھر تم اپنے لئے اس (ڈبونے) پر ہمارے خلاف کوئی باز پرس کرنے والا نہ پاسکو۔[۶۹]

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴿۷۰﴾ ع

۷۰۔ اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو بڑی عزت بخشی اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں سواریاں دیں اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی۔[۷۰]

---

[۶۸] سمندر سے نکل کر خشکی پر آنے کے بعد کیا تم اس لئے بے خوف ہو گئے ہو کہ تم کو خشکی پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی حالانکہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، جس طرح وہ سمندر میں غرق کرسکتا ہے اسی طرح وہ زمین پر بھی تمہاری گرفت کرسکتا ہے اور تمہیں زمین میں دھنسا کر یا پتھروں کی بارش کر کے تمہیں ہلاک کرسکتا ہے جیسا کہ بعض گذشتہ قوموں کے ساتھ ہو چکا ہے، لہٰذا تم سمندر میں ہو یا خشکی میں ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو۔

[۶۹] یا کیا تم اس لئے بے خوف ہو گئے ہو کہ آئندہ سمندر میں نہیں جاؤ گے حالانکہ کسی مجبوری کی بنا پر اگر تم دوبارہ سمندر میں گئے اور اللہ تعالیٰ نے سخت آندھی بھیج دی اور تمہارے کفر کے باعث تمہیں غرق کر دیا تو تم کچھ بھی نہیں کرسکو گے کیونکہ کائنات میں کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ سے باز پرس کرسکے۔

[۷۰] اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس طرح کی شکل وصورت، قدوقامت اور علم وحکمت کی صلاحیتوں سے نوازا ہے وہ کسی دوسری مخلوق کو حاصل نہیں ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا، اس کو اتنا علم عطا فرمایا کہ فرشتوں نے انسانِ اول کو سجدہ کیا، انسان نے خداداد صلاحیتوں کو استعمال کر کے خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو مسخر کرلیا اور کھانے کے لئے طرح طرح کی پاکیزہ چیزیں تیار کرلیں۔ان امتیازی خصوصیات کی وجہ سے انسان کو باقی مخلوق پر برتری حاصل ہے۔

افضل مخلوق کون ہے؟

علمائے احناف کے نزدیک انسانوں میں جو رسول ہیں وہ سب مخلوقات سے افضل ہیں۔ان کے بعد فرشتوں میں جو

Marfat.com

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ
اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ
كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾

۷۱۔ وہ دن (یاد کرو) جب ہم ہر گروہ کو ان کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے، پس جس کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ اپنا اعمال نامہ (خوشی خوشی) پڑھیں گے اور ان پر ذرا ظلم نہیں ہوگا۔[۷۱]

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ
اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾

۷۲۔ اور جو شخص اس دنیا میں اندھا بنا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا[۷۲] اور زیادہ گم کردہ راہ ہو گا۔[۷۳]

رسول ہیں ان کا درجہ ہے۔ پھر عام فرشتے عام انسانوں سے افضل ہیں۔ (تفسیر روح المعانی)

[۷۱] قیامت کے دن ہر انسان کو اس پیشوا کے نام سے بلایا جائے گا جس کی وہ زندگی میں پیروی کیا کرتا تھا۔ اگر وہ مومن اور متقی ہوگا تو انبیاء، اولیاء، صالحین اور اچھے اعمال کے نام سے پکارا جائے گا اور اچھے پیشوا کا نام سنتے ہی حشر والوں کو یقین ہو جائے گا کہ یہ خوش نصیب جنتی ہے۔ اے میرے پروردگار! میدان حشر میں اس فقیر کو اپنے پیارے حبیب ﷺ، امام اعظم امام ابوحنیفہ ؒ اور حضرت ضیاء الامت شیخ محمد کرم شاہ الازہری ؒ کے گروہ میں شامل فرما۔ آمین!

اور اگر وہ شخص کافر اور سرکش ہوگا تو شیاطین، منکرین، فاسقین اور برے اعمال کے نام سے پکارا جائے گا، اور برے پیشوا کا نام سنتے ہی حشر والوں کو یقین ہو جائے گا کہ یہ بدنصیب جہنم میں جائے گا۔ نیز اس دن کامیاب لوگوں کی ایک نشانی یہ بھی ہوگی کہ ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور وہ خوشی خوشی اپنے اعمال نامے پڑھیں گے۔

اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کوئی شخص ان پڑھ نہیں ہوگا سب لوگ اپنا اعمال نامہ خود پڑھ لیں گے اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ قبر اور حشر میں تمام لوگوں کی زبان عربی ہوگی کیونکہ اعمال نامہ عربی میں ہوگا۔ (تفسیر نور العرفان) اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔ سورہ یوسف (۱۲) کی آیت نمبر ۲ اور حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ کریں۔

[۷۲] اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جس کو دیکھنے والی آنکھیں عطا فرمائی ہیں لیکن اگر اس نے اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ لی اور حق کو دیکھنے اور سمجھنے سے دانستہ اندھا بنا رہا تو قیامت کے دن وہ خدا کی رحمت سے دور ہوگا اور بطور سزا اس کی ظاہری آنکھیں بھی اندھی کر دی جائیں گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میرے ذکر سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا؟ فرمایا: اسی طرح ہونا چاہیے تھا۔ تیرے پاس میری آیات آئی تھیں تو نے ان کو بھلا دیا، سو اسی طرح آج تجھے بھی بھلا دیا جائے گا۔ (قرآن: ۲۰: ۱۲۴۔۱۲۶)

[۷۳] جو شخص اس دنیا میں گمراہ اور اندھا بنا رہا اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہے، وہ کسی بھی وقت توبہ کر کے ہدایت حاصل کر سکتا

Marfat.com

وَ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَ اِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾

۷۳۔ اور کفار یہ چاہتے تھے کہ جو وحی ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے اس سے آپ کو پھیر دیں تا کہ آپ اس (وحی) کے علاوہ کوئی اور بات ہماری طرف منسوب کر دیں اور تب وہ آپ کو اپنا گہرا دوست بنا لیتے۔

وَ لَوْ لَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْــًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾

۷۴۔ اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف کچھ نہ کچھ مائل ہو جاتے۔[۷۴]

اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾

۷۵۔ اس وقت ہم آپ کو دوگنا زندگی میں اور دوگنا موت کے بعد (عذاب کا) مزا چکھاتے، پھر آپ ہمارے مقابلہ میں اپنے لئے کوئی مددگار نہ پاتے۔[۷۵]

ہے مگر جس کا خاتمہ گمراہی پر ہوگا قیامت کے دن وہ سب سے زیادہ گمراہ اور اندھا ہوگا اور اسے جہنم کی آگ سے کوئی نہیں بچا سکے گا کیونکہ آخرت میں اس کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔

[۷۴] کفار یہ چاہتے تھے کہ اگر آپ ان کے لئے بعض احکام میں کچھ تخفیف کر دیں تو وہ آپ کو اپنا گہرا دوست بنا لیں گے اور آپ پر ایمان بھی لے آئیں گے، یہ ان کی بڑی گہری سازش تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو آپ ان کے ایمان لانے کے لالچ میں ان کی طرف کچھ نہ کچھ مائل ہو جاتے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قریش مکہ کی بات ماننے کا ارادہ کر لیا تھا بلکہ یہاں بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابتدا ہی سے ثابت قدم بنا رکھا ہے، اس لئے آپ مشرکین کی طرف مائل نہیں ہوئے، جیسا کہ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کی خبر دی ہے کہ وہ خود اپنے حبیب مکرم ﷺ کا حافظ و ناصر اور مددگار ہے۔ وہ اپنے حبیب مکرم ﷺ کو صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھتا ہے اور مخالفین کی شرارتوں اور سازشوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تو معصوم تھے لیکن ان آیات میں نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے امت مسلمہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ کسی صورت میں احکام خداوندی کو چھوڑ کر مشرکین کی طرف مائل نہ ہوں۔

(تفسیر قرطبی)

[۷۵] اگر بفرض محال آپ مشرکین کی طرف مائل ہو جاتے تو آپ کو دنیا اور آخرت میں دوگنا عذاب ہوتا کیونکہ جو زیادہ قریب ہوتے ہیں ان کی معمولی غلطی بھی بڑی سمجھی جاتی ہے۔ اس میں علمائے امت کے لئے تنبیہ ہے کہ وہ اگر امیر لوگوں کو خوش

Marfat.com

وَ اِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَ اِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾

۷۶۔ اور کفار یہ بھی چاہتے ہیں کہ آپ کے قدم سرزمین مکہ سے اکھاڑ دیں تاکہ آپ کو یہاں سے نکال دیں، پھر وہ بھی آپ کے بعد بہت کم عرصہ ٹھہر پاتے۔[۷۶]

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ ع

۷۷۔ ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے ہیں ان کے لئے بھی یہی دستور تھا اور آپ ہمارے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔[۷۷]

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾

۷۸۔ آپ سورج کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک نماز قائم کریں اور فجر کی نماز بھی (قائم کریں)، [۷۸] بے شک فجر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔[۷۹]

کرنے کے لئے احکام خداوندی میں تخفیف تلاش کریں گے تو ان کے لئے دوگنا عذاب ہوگا کیونکہ وہ احکام کو جانتے ہوئے دانستہ تحریف کریں گے۔

[۷۶] مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ کو ملک عرب سے نکالنے کا ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ ارادہ پورا نہ ہونے دیا۔(تفسیر خازن) بلکہ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں وارننگ دی کہ اگر انہوں نے آپ کو ملک بدر کیا تو پھر وہ خود بھی زیادہ دیر یہاں نہیں رہ سکیں گے۔(تفسیر قرطبی) چنانچہ بعد میں جب نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ملک عرب کے اندر ہی مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو قرآن کی پیش گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ اہل مکہ ایک دن بھی چین سے نہ بیٹھ سکے۔صرف ڈیڑھ سال بعد میدان بدر میں ان کے ستر افراد مارے گئے اور ستر قیدی بنا لیے گئے، پھر مختلف جنگوں میں شکست کھانے کے بعد بالآخر آٹھویں ہجری میں پورا مکہ مسلمانوں نے فتح کرلیا اور اس طرح مکہ سے کفر و شرک کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔

[۷۷] میرے پیارے نبی ﷺ! آپ سے پہلے جب بھی منکرین نے اپنے انبیاء کو ملک بدر کیا تو ان پر عذاب نازل ہوا اور اب بھی ہمارے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔اگر یہ آپ کو ملک بدر کریں گے تو وہ خود بھی یہاں نہیں رہ سکیں گے، یا تو وہ ہلاک کردیئے جائیں گے یا پھر وہ شرک سے باز آکر اسلام قبول کرلیں گے۔

[۷۸] سورج کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک چار نمازوں یعنی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کا ذکر ہے اور فجر کی نماز کا علیحدہ ذکر ہے اور فجر کی نماز کو قرآن سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اس میں قرآن کی قراءت لمبی ہوتی ہے۔

[۷۹] رات کے وقت جو فرشتے انسان کی حفاظت کرنے اور اس کے اعمال لکھنے پر مقرر ہوتے ہیں وہ فجر کی نماز کے بعد واپس

Marfat.com

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝۷۹

۷۹۔ اور رات کے کچھ حصے میں تلاوت قرآن کے ساتھ نماز تہجد ادا کریں، یہ خاص آپ کے لئے ہے، [۸۰] عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ [۸۱]

جاتے ہیں اور دن کے فرشتے فجر کی نماز سے پہلے آجاتے ہیں۔ اس طرح فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتوں کا اجتماع ہوجاتا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس رات اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوجاتے ہیں۔ جب رات کے فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ خود خوب جانتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ فرشتے کہتے ہیں: جب ہم ان کے پاس گئے تھے اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس سے آئے ہیں تو بھی انہیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑ آئے ہیں۔ (بخاری: حدیث نمبر ۵۵۵: مسلم: حدیث نمبر ۶۳۲) کتنے خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جو نماز پڑھتے ہیں اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور ﷺ ان کی نماز کی گواہی دیتے ہیں۔ فرشتے انسان کی حفاظت کیسے کرتے ہیں، اس کے لئے سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۱۱ اور حاشیہ نمبر ۱۳ ملاحظہ کریں۔

[۸۰] رات کو سونے کے بعد اٹھ کر جو دو، چار یا آٹھ نوافل ادا کئے جاتے ہیں ان کو نماز تہجد کہتے ہیں۔ یہ نماز امت مسلمہ کے لئے نفلی عبادت ہے مگر نبی کریم ﷺ کے لئے یہ ایک خصوصی نماز ہے جس کو آپ نے ہمیشہ پابندی سے ادا کیا۔

[۸۱] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی اجازت سے نبی کریم ﷺ جو شفاعت کبریٰ فرمائیں گے اس کو مقام محمود کہا جاتا ہے، کیونکہ سب حشر والے آپ کی تعریف کریں گے۔ اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے اس آیت میں مقام محمود کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۴۴۱)

۲۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی طرح بے قرار ہوں گے، سو وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہمارے لئے اپنے رب سے شفاعت کریں۔ وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ خلیل الرحمن ہیں، پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، پھر وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں لیکن تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ، پھر وہ میرے پاس آئیں گے، پس میں کہوں گا کہ میں اس کے لئے ہوں، پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت دے دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ میرے دل میں اپنی حمد کے ایسے کلمات ڈالے گا جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہیں اور میں ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور اللہ تعالیٰ کے لئے سجدے

Marfat.com

میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھایئے، آپ کہیے: آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت۔ آپ سے کہا جائے گا: آپ جایئے اور دوزخ سے ان کو نکال لیجئے جن کے دل میں ایک جو کے برابر بھی ایمان ہو، پس میں جاؤں گا اور اسی طرح کروں گا، پھر میں واپس آکر انہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا پھر کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت، پھر کہا جائے گا: آپ جایئے جس کے دل میں ایک ذرہ یا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے، پھر میں تیسری بار انہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور سجدے میں گر جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ جایئے جس کے دل میں ادنیٰ رائی کے دانے سے بھی ادنیٰ ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے، پس میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا، پھر میں چوتھی بار جاؤں گا اور پہلے کی طرح سجدے میں گر جاؤں گا تو حکم ہوگا شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے میرے رب! مجھے اس شخص کے لئے اجازت دیجئے جس نے لا الہ الا اللہ پڑھا ہو، پس وہ فرمائے گا: میری عزت میرے جلال میری کبریائی اور میری عظمت کی قسم! جس شخص نے لا الہ الا اللہ پڑھا ہو میں اس شخص کو ضرور دوزخ سے نکالوں گا۔

(بخاری: حدیث نمبر ۷۵۱۰: کتاب التوحید: باب ۳۶ اور مسلم: حدیث نمبر ۱۹۳: کتاب الإیمان: باب ۸۴)

۳۔ قاضی عیاض نے کہا کہ قیامت کے دن ہمارے نبی کریم ﷺ کی شفاعت پانچ قسم کی ہوگی: (۱) شفاعت عامہ جس سے مومن اور کافر سب مستفیض ہوں گے۔ (۲) ایک گروہ کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کے لئے شفاعت۔ (۳) آپ کی امت میں سے جو لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ کے مستحق تھے، پھر ان کے لئے اور جن کے لئے اللہ تعالیٰ چاہے گا نبی کریم ﷺ شفاعت کریں گے اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (۴) جو گنہگار دوزخ میں داخل ہو چکے تھے، پھر وہ ہمارے نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء، ملائکہ اور بعض نیک مسلمانوں کی شفاعت سے دوزخ سے نکال دیئے جائیں گے۔ (۵) اہل جنت کے درجات میں اضافہ کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔ (تفسیر قرطبی)

۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان سننے کے بعد یہ دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے مالک! حضرت محمد ﷺ کو مقام وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو مقام محمود پر فائز فرما جس کا آپ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے، تو قیامت کے دن اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(بخاری: حدیث نمبر ۶۱۴: کتاب الاذان: باب ۸)

۵۔ مقام محمود کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ مقام محمود وہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔

(تفسیر ابن جریر اور تفسیر قرطبی)

Marfat.com

وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾

۸۰۔ اور دعا کیا کریں: اے میرے رب! تو مجھے جہاں بھی لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے نکالے سچائی کے ساتھ نکال اور مجھے اپنے پاس سے غلبہ عطا فرما جو میرا مددگار رہے۔ [۸۲]

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

۸۱۔ اور آپ فرما دیجئے: حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل تھا ہی مٹنے والا۔ [۸۳]

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

۸۲۔ اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور یہ ظالموں کے لئے تو سوائے نقصان کے اور کچھ اضافہ نہیں کرتا۔ [۸۴]

---

[۸۲] نبی کریم ﷺ کو جب ہجرت کا حکم ملا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں ایک دعا تلقین کی گئی کہ اے میرے رب! میرا مکہ سے ہجرت کرنا بھی سچائی کے ساتھ ہو اور مدینہ میں داخل ہونا بھی سچائی کے ساتھ ہو یعنی دونوں کا انجام اچھا ہو۔ نیز مجھے اپنے پاس سے وہ غلبہ عطا فرما کہ جہاں بھی میرا جانا ہو یا جہاں سے میرا نکلنا ہو ہر جگہ تیری نصرت شامل حال ہو، چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ اس دعا کا ایک ایک حرف پورا ہوا۔ مکہ سے روانہ ہوئے تو تعاقب کرنے والے کفار آپ کو گرفتار نہ کر سکے اور جب مدینہ پہنچے تو وہاں ایسا غلبہ حاصل ہوا کہ چند سال بعد نہ صرف یہ کہ مکہ فتح ہو گیا بلکہ پورے عرب میں جہاں بھی آپ کے قدم مبارک گئے وہاں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

[۸۳] یہ اعلان اس وقت کیا گیا جب مکہ میں مسلمان سخت بے کسی اور مظلومی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور ہر طرف باطل کا غلبہ تھا اور غلبۂ حق کے آثار دور دور تک کہیں نظر نہیں آتے تھے مگر دنیا نے دیکھا کہ قرآن کی یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی اور چند سال بعد جب مکہ فتح ہوا تو آپ کعبہ کے گرد رکھے ہوئے بتوں کو اپنی چھڑی سے گرا رہے تھے اور یہی آیت تلاوت فرما رہے تھے: یعنی حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل تھا ہی مٹنے والا۔

[۸۴] جس طرح حق کے آنے سے باطل بھاگ جاتا ہے اسی طرح جن دلوں میں قرآن مجید کا نور جلوہ گر ہوتا ہے وہاں سے باطل عقائد اور روحانی امراض بھاگ جاتے ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایسا نزول ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے متقی بن جاتے ہیں اور باطل اعمال سے نجات پا جاتے ہیں، مگر ظالم لوگ چونکہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے اس لئے جب بھی وہ قرآن مجید سنتے ہیں تو ان کے بغض و عناد میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اسلام کی مخالفت میں اور زیادہ سرگرم ہو جاتے ہیں اور اسی لئے آخرت میں ان کے نقصان اور عذاب میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

وَاِذَآ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوۡسًا ﴿۸۳﴾

۸۳۔ اور جب ہم انسان پر کوئی انعام فرماتے ہیں تو وہ (بجائے شکر کے) منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو تہی کرنے لگتا ہے اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔[۸۵]

قُلۡ كُلٌّ يَّعۡمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَنۡ هُوَ اَهۡدٰى سَبِيۡلًا ﴿۸۴﴾ ع

۸۴۔ آپ فرما دیجئے: ہر شخص اپنے طریقہ کے مطابق عمل کرتا ہے، اور آپ کا رب بہتر جانتا ہے کہ کون زیادہ سیدھی راہ پر ہے۔[۸۶]

وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الرُّوۡحِ ؕ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّىۡ وَمَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۸۵﴾

۸۵۔ اور وہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے: کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں (روح کے متعلق) بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔[۸۷]

---

[۸۵] اس آیت میں انسان کی ایک عمومی کمزوری کی نشاندہی کی گئی ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ اس پر کوئی انعام فرماتا ہے تو وہ ناشکری کرتا ہے اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بالکل مایوس ہو جاتا ہے لیکن جو لوگ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں ان کی شان یہ ہے کہ وہ نعمت کے ملنے پر شکر بجالاتے ہیں اور تکلیف کے آنے پر صبر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے۔

[۸۶] اس دنیا میں ہر شخص اپنے طریقہ اور مزاج کے مطابق عمل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کون سیدھے راستے پر گامزن ہے اور کون غلط راستے پر سرگرداں ہے اور آخرت میں ہر ایک کی نیت اور اس کے عمل کے مطابق اسے جزا اور سزا دے گا۔

[۸۷] قرآن مجید میں روح کا لفظ جبریل امین علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، قرآن مجید اور وحی کے لئے استعمال ہوا ہے مگر اس آیت میں سائل کا مقصد انسانی روح اور اس کی حقیقت معلوم کرنا تھا۔ قرآن مجید نے اس کا اجمالی جواب دیا کہ یہ کوئی مادی چیز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی کرشمہ سازی ہے اور اس کی حقیقت کا تفصیلی علم عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس لئے تمہیں اس کے بارے میں تمہاری سمجھ اور ضرورت کے مطابق جو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے اسی پر اکتفا کرو یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہونے والی ایک چیز ہے جو تمہیں نظر نہیں آتی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی روح کی حقیقت سے ناواقف ہیں بلکہ علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور تمام مخلوق کے سردار ہیں، سو آپ کا منصب اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو اور آپ کو روح کا علم کیسے نہیں ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ احسان فرمایا: {اور جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم دے دیا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔} (قرآن: ۴: ۱۱۳) اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں دلیل نہیں ہے کہ روح کو جانا نہیں جا سکتا اور نہ اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہیں تھا۔ (عمدۃ القاری: جلد ۲: ص ۲۰۱: زیر حدیث نمبر ۱۲۵)

Marfat.com

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًا ﴿۸۶﴾

۸۶۔ اور اگر ہم چاہیں تو اس وحی کو سلب کر لیں جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے، پھر آپ اپنے لئے اس (وحی) کے متعلق ہماری بارگاہ میں کوئی وکالت کرنے والا بھی نہیں پائیں گے۔

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا ﴿۸۷﴾

۸۷۔ سوائے آپ کے رب کی رحمت کے،[۸۸] بے شک آپ پر اس کا بہت بڑا فضل ہے۔[۸۹]

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾

۸۸۔ آپ فرما دیجئے: اگر سارے انسان اور سارے جن اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو وہ اس کی مثل ہرگز نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔[۹۰]

---

[۸۸] مولانا شبیر احمد عثانی لکھتے ہیں: یعنی قرآن کا جو علم تم کو دیا ہے خدا چاہے تو ذرا سی دیر میں چھین لے پھر کوئی واپس نہ لا سکے، لیکن اس کی مہربانی آپ پر بہت بڑی ہے اسی لئے یہ نعمت عظمیٰ عطا فرمائی اور چھیننے کی کوئی وجہ نہیں۔ صرف قدرت عظیمہ کا اظہار مقصود ہے اور یہ کہ کیسی ہی کامل روح ہو اس کے سب کمالات موہوب و مستعار ہیں، ذاتی نہیں۔

(تفسیر عثمانی)

[۸۹] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر بہت بڑا فضل فرمایا۔ اس فضل کبیر کی حد کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے انسانی عقل اس کا اندازہ نہیں کر سکتی۔ اس کی مزید تشریح کے لئے سورہ نساء (۴) کی آیت نمبر ۱۱۳ اور حاشیہ نمبر ۱۲۲ ملاحظہ کریں جہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فضل عظیم کے الفاظ سے سرفراز فرمایا ہے۔

[۹۰] مشرکین کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ قرآن محمد ﷺ خود بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اس آیت میں ان کو چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر ساری دنیا کے انسان اور جن اکٹھے ہو جائیں تو بھی قرآن کی مثل نہیں لا سکتے تو پھر صرف ایک انسان یعنی حضرت محمد ﷺ تنہا قرآن کیسے بنا سکتے ہیں؟ تاہم بعض منکرین نے قرآن کی مثل بنانے کی کوشش کی جن میں مسیلمہ کذاب سرفہرست ہے۔ اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور اپنی نبوت کے ثبوت کے لئے درج ذیل کلام بنایا جو کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت اور علم و حکمت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

اَلْفِیْلُ۔ مَاالْفِیْلُ۔ لَهٗ ذَنَبٌ ذَلِیْلٌ وَّ خُرْطُوْمٌ طَوِیْلٌ۔ اِنَّ ذَالِکَ مِنْ خَلْقِ رَبِّنَا الْجَلِیْلِ۔ ہاتھی اور وہ ہاتھی کیا ہے۔ اس کی بد نما دم ہے اور لمبی سونڈ ہے۔ بے شک یہ ہمارے رب جلیل کی مخلوق ہے۔

Marfat.com

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

۸۹۔ اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثالیں بار بار بیان کی ہیں مگر اکثر لوگوں نے انکار کر دیا سوائے ناشکری کے۔[۹۱]

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾

۹۰۔ اور کفار نے کہا: ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ آپ زمین سے ہمارے لئے ایک چشمہ جاری کر دیں۔

اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾

۹۱۔ یا آپ کے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، پھر آپ اس میں بہتی ہوئی نہریں جاری کر دیں۔

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾

۹۲۔ یا جیسا کہ آپ کا خیال ہے آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دیں یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں۔

اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع

۹۳۔ یا آپ کے لئے سونے کا ایک گھر ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں، اور ہم آپ کے (آسمان پر) چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ آپ ہم پر ایک کتاب اتار لائیں جس کو ہم خود پڑھیں، آپ فرمایئے: میرا رب پاک ہے، میں تو صرف ایک بشر (اور) رسول ہوں۔[۹۲]

۲۔ یا ضِفدعُ ۔بنتُ ضِفدعٍ نَقّی ۔مَاتَنقّین۔ اَعلاکِ فِی المَاءِ وَاَسفَلُکِ فِی الطِّین۔ لَا لِلشَّارِبِ تَمنَعِینَ وَلَا لِلمَاءِ تُکَدِّرِینَ ۔اے مینڈکی ۔بیٹی صاف مینڈکی کی ۔تو کتنی صاف ہے ۔تیرا بالائی حصہ پانی میں ہے اور نچلا حصہ مٹی میں ہے۔ نہ تو پانی پینے والے کو روکتی ہے اور نہ پانی گدلا کرتی ہے۔ (تفسیر الحسنات) اس آیت کی مزید تفسیر کے لئے سورہ ہود (۱۱) کی آیت نمبر ۴۴ اور حاشیہ نمبر ۱۲ ملاحظہ کریں

[۹۱] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسلامی عقائد اور اعمال کو مختلف مثالوں کے ذریعہ بار بار بیان کیا ہے تاکہ ہر انسان اپنے ذوق کے مطابق قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرے مگر اکثر لوگ تعصب کی وجہ سے ناشکری پر جمے رہتے ہیں اور ہدایت قبول نہیں کرتے۔

[۹۲] گذشتہ چار آیات میں کفار نے مختلف معجزات کا مطالبہ کیا یعنی زمین سے پانی کا چشمہ جاری کر دیں، کھجوروں اور انگوروں

Marfat.com

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾

۹۴۔ اور لوگوں کے پاس جب ہدایت آگئی تو ان کو ایمان لانے سے نہیں روکا مگر اس چیز نے کہ انہوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰۤئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾

۹۵۔ آپ فرما دیجئے: اگر زمین میں (انسانوں کے بجائے) فرشتے چلتے اور بستے ہوتے تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے۔ [۹۳]

کا باغ بنادیں جس میں نہریں بہتی ہوں، آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرادیں، اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے ظاہر کریں تاکہ ہم ان سے بات کرسکیں، اپنے لیے سونے کا ایک گھر بنادیں یا آسمان پر جا کر ہمارے لئے ایک کتاب لے آئیں جس کو ہم خود پڑھ سکیں۔ اگر یہ معجزات دکھادیئے جاتے تو بھی تعصب کی وجہ سے وہ ایمان لانے والے نہیں تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا رب ہر کمزوری سے پاک ہے اور قادر مطلق ہے۔ میں تو ایک بشر اور رسول ہوں۔ میرا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے جو میں پہنچا رہا ہوں۔ البتہ آپ کے ہر روز نئے فرمائشی معجزات دکھانے کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پر منحصر ہے، جو وہ مناسب سمجھے گا وہی ظہور پذیر ہوگا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ معجزات کے اظہار پر قادر نہیں تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جن معجزات کے اظہار کا اختیار نبی کریم ﷺ کو دیدیا تھا وہ ان کے اظہار پر قادر تھے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے اوپر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا خشوع اور بے شک میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری: کتاب الاذان: باب ۸۸) رکوع نماز کی ظاہری صورت کو اور خشوع باطنی کیفیت کو کہا جاتا ہے، لہٰذا آپ ﷺ امامت کے مصلّٰی پر قبلہ رخ کھڑے ہوئے اپنے مقتدیوں کے ظاہر اور باطن کو دیکھ سکتے تھے اور یہ ایسا معجزہ تھا جو ہر وقت آپ کے اختیار میں تھا، جس طرح جو کام کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اختیار دے رکھا ہے ہم ان کے کرنے پر قادر ہیں اسی طرح جن معجزات کا آپ کو اختیار دیدیا گیا تھا آپ ان کے اظہار پر قادر تھے۔ فرمائشی معجزات نہ دکھانے کے سلسلہ میں اسی سورت کی آیت نمبر ۵۹ اور حاشیہ نمبر ۵۷ ملاحظہ کریں اور معجزات دکھانے کے سلسلہ میں سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۷ اور حاشیہ نمبر ۹ ملاحظہ کریں۔

[۹۳] مشرکین مکہ کے پاس جب قرآن آگیا اور وہ نور ہدایت کے سامنے لاجواب ہو گئے تو اپنے تعصب اور عناد کو چھپانے کے لئے آخر میں اس لایعنی اعتراض کا سہارا لیتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرح چلنے پھرنے والے انسان کو رسول کیوں بنایا؟ اور کسی فرشتے کو رسول بنا کر کیوں نہ بھیجا؟ اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے تو اللہ تعالیٰ ضرور کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتا مگر یہاں تو انسان آباد ہیں اور انسانوں کی ہدایت کے لئے انسان ہی ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے اقوال اور افعال سے ایسا نمونہ پیش کرے جو دوسروں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہو۔

Marfat.com

قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًاۢ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرًاۢ بَصِيۡرًا ﴿۹۶﴾

۹۶۔ آپ فرمادیجئے: میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی کافی گواہ ہے، بے شک وہ اپنے بندوں کی بہت خبر رکھنے والا اور ان کو خوب دیکھنے والا ہے۔[۹۴]

وَمَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ‌ۚ وَمَنۡ يُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهُمۡ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِهٖ‌ؕ وَنَحۡشُرُهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ عُمۡيًا وَّبُكۡمًا وَّصُمًّا‌ؕ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ‌ؕ كُلَّمَا خَبَتۡ زِدۡنٰهُمۡ سَعِيۡرًا ﴿۹۷﴾

۹۷۔ اور اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دے تو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جن کو وہ گمراہ کردے تو ان کے لئے آپ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں پائیں گے، اور قیامت کے دن ہم انہیں اوندھے منہ اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، اور جب بھی (جہنم کی) آگ بجھنے لگے گی ہم (آگ کو) ان پر اور بھڑکادیں گے۔[۹۵]

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمۡ بِاَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوۡۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِيۡدًا ﴿۹۸﴾

۹۸۔ یہ ان کی سزا اس لئے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ کیا جب ہم (مرکر) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے؟ تو کیا ہم ازسرنو پیدا کرکے اٹھائے جائیں گے؟[۹۶]

---

[۹۴] یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بناکر بھیجا اور میں نے اس کا پیغام تم تک پہنچا کر اپنا فرض ادا کردیا۔ اب تم مجھے رسول مانو یا نہ مانو اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ میری نبوت کے لئے اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے اور وہ اپنے بندوں کے احوال اور اعمال سے خوب واقف ہے اور ان کے مطابق انہیں جزا اور سزا دے گا۔

[۹۵] جو لوگ ہدایت کی تلاش میں جدوجہد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کی راہ پر چلا دیتا ہے، اور جو لوگ دانستہ ہدایت سے منہ پھیرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان کو گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے پھر کوئی ان کی مدد کو نہیں آتا اور قیامت کے دن انہیں اندھا، گونگا اور بہرا کرکے جہنم کی تیز آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

[۹۶] کفار کو جہنم میں اس لئے پھینکا جائے گا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی واضح نشانیوں اور دلائل کا انکار کیا۔ نیز انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قادر اور خالق ہونے کا بھی انکار کیا اور ازراہ مذاق کہا کرتے تھے کہ جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوکر مٹی بن جائیں گی تو پھر ہمیں دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا؟

Marfat.com

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝٩٩

٩٩۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ ان لوگوں کی مثل (دوبارہ) پیدا فرما دے اور اس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر فرما دیا ہے جس میں کوئی شک نہیں، پھر بھی ظالموں نے انکار کر دیا سوائے ناشکری کے۔[٩٧]

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّىْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝١٠٠ ع

١٠٠۔ آپ فرما دیجئے: کہ اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم ان کو روکے رکھتے، اور واقعی انسان بڑا سنگدل ہے۔[٩٨]

---

[٩٧] جس قادر مطلق اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین جیسی عظیم الشان چیزیں بغیر کسی مادہ کے پیدا کی ہیں اس کے لئے تم جیسی چھوٹی سی چیز کو دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں ہے بلکہ یہ اس کے لئے زیادہ آسان ہے، البتہ دوبارہ تخلیق کے لئے قیامت کا وقت مقرر ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں مگر ظالم لوگ ناشکری ہی کرتے ہیں۔

[٩٨] مشرکین کا مطالبہ یہ تھا کہ مکہ کی زمین باغات اور نہروں میں بدل جائے اور پہاڑ سونے کے بن جائیں۔ اس آیت میں انہیں جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہ تو معمولی چیزیں ہیں، اگر بالفرض میرے رب کی رحمت کے نہ ختم ہونے والے خزانے تمہیں دیدیے جائیں تو پھر بھی تمہارا لالچ کم نہیں ہوگا اور تم کسی غریب کی مدد کے لئے خرچ نہیں کرو گے کیونکہ انسان عام طور پر تنگدل اور بخیل واقع ہوا ہے۔

لالچ کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر ابن آدم کے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کو تلاش کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو شخص توبہ کرلے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔
(بخاری: حدیث نمبر ٦٤٣٦: کتاب الرقاق: باب ١٠)

سخی اور بخیل کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سخی اللہ تعالیٰ کے قریب ہے، جنت کے قریب ہے، لوگوں کے قریب ہے، دوزخ سے دور ہے اور بخیل اللہ تعالیٰ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، دوزخ کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بخیل عابد سے جاہل سخی زیادہ محبوب ہے۔ (ترمذی: حدیث نمبر ١٩٦١: ابواب البر: باب ٤٠) سخی اور بخیل کے متعلق اسی سورت میں آیت نمبر ٢٩ اور حاشیہ نمبر ٢٨ بھی ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾

۱۰۱۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نو روشن نشانیاں دیں، سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیں جب موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آئے تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام! میں تمہارے متعلق خیال کرتا ہوں کہ تم پر جادو کیا گیا ہے۔[۹۹]

[۹۹]ان آیات میں بھی مشرکین مکہ کو ان کے فرمائشی معجزات نہ دکھانے کا جواب دیا گیا ہے یعنی اگر ہمیں علم ہوتا کہ ان معجزات کو دیکھنے کے بعد تم ایمان لے آؤ گے تو ہم یہ معجزات بھی دکھا دیتے لیکن ہمیں تمہارے تعصب کے باعث تمہارے ایمان نہ لانے کا یقین تھا اس لئے ہم نے وہ معجزات نہیں دکھائے۔ نیز ہم ان سے بھی بڑے معجزات پہلے بنی اسرائیل کو دکھا چکے ہیں۔ ان کا ذکر تورات میں بھی موجود ہے اور تم بنی اسرائیل کے علماء سے ان کی تصدیق بھی کر سکتے ہو مگر ان معجزات کو دیکھنے کے باوجود فرعون ایمان نہ لایا بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا کہ تم پر جادو کا اثر ہو گیا ہے اس لئے تم بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت سے معجزات کا ذکر موجود ہے مثلاً سمندر میں راستہ بنانا، پتھر کی چٹان سے پانی کے چشمے جاری کرنا اور من وسلویٰ کا نزول وغیرہ مگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہاں ان میں سے درج ذیل نو معجزات کا ذکر کیا ہے یعنی ۱۔ ہاتھ ۲۔ عصا ۳۔ طوفان ۴۔ ٹڈی ۵۔ جوئیں ۶۔ مینڈک ۷۔ خون/ ۸۔ قحط ۹۔ اموال میں نقصان۔ (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس) ان کی تفصیل کے لئے سورہ اعراف (۷) کا حاشیہ نمبر ۶۵ ملاحظہ کریں۔

بعض مفسرین کے نزدیک ان نو نشانیوں سے مراد نو احکام ہیں جیسا کہ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ مجھے اس نبی کے پاس لے چلو۔ ساتھی نے کہا: ان کو نبی نہ کہو، اگر انہوں نے تمہاری بات سن لی (کہ ہم بھی ان کو نبی کہتے ہیں) تو وہ بہت خوش ہوں گے، پس وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس آیت میں بیان کردہ نو نشانیوں کے بارے دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (وہ نو نشانیاں یہ ہیں) ۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ ۲۔ چوری نہ کرو ۳۔ زنا نہ کرو ۴۔ کسی کو ناحق قتل نہ کرو ۵۔ کسی بے گناہ کو حاکم کے پاس نہ لے جاؤ کہ وہ اسے قتل کردے ۶۔ جادو نہ کرو ۷۔ سود نہ کھاؤ ۸۔ کسی پاکدامن عورت پر بدکاری کی تہمت نہ لگاؤ ۹۔ میدان جنگ سے فرار اختیار نہ کرو۔

اور اے یہودیو! تمہارے لئے یہ خاص حکم ہے کہ تم ہفتہ کے دن حد سے تجاوز نہ کرو۔ صفوان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جامع جواب سن کر) ان دونوں یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پاؤں کو چوم لیا اور کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔ آپ نے پوچھا: پھر تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ انہوں نے کہا: حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ نبوت رہے اور ہمیں یہ خطرہ ہے کہ اگر ہم مسلمان ہو گئے تو یہود ہم کو قتل کر دیں گے۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۱۴۴: تفسیر القرآن: سورہ بنی اسرائیل)

Marfat.com

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾

۱۰۲۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: (اے فرعون!) تو خوب جانتا ہے کہ ان بصیرت افروز نشانیوں کو آسمانوں اور زمین کے رب نے ہی نازل کیا ہے اور اے فرعون! میں تیرے متعلق خیال کرتا ہوں کہ تو ہلاک ہونے والا ہے۔[۱۰۰]

فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾

۱۰۳۔ پھر فرعون نے ارادہ کیا کہ بنی اسرائیل کو سرزمین (مصر) سے نکال دے تو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا۔

وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ﴿۱۰۴﴾

۱۰۴۔ اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا: تم اس سرزمین میں آباد ہو جاؤ، پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم سب کو سمیٹ کر لے آئیں گے۔[۱۰۱]

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵۔ اور ہم نے اس قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا ہے، اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر خوش خبری سنانے والا اور (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والا۔[۱۰۲]

---

[۱۰۰] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا: تو خوب جانتا ہے کہ یہ معجزات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں کیونکہ کوئی انسان ان پر قادر نہیں ہے، لہٰذا تو ان سے عبرت حاصل کر ورنہ تجھے ہلاک کر دیا جائے گا۔ اس پر اس نے بنی اسرائیل کو مصر سے نکالنے کا فیصلہ کیا جس کے نتیجہ میں فرعون اور اس کے ساتھیوں کو سمندر میں غرق کر دیا گیا۔

[۱۰۱] فرعون اور اس کی فوج کے غرق ہونے کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا: اب تم مصر یا شام میں جہاں چاہو رہو۔ (تفسیر منیر) لیکن قیامت کے دن ہم تم سب کو خواہ ایمان دار ہوں یا کافر، نیک ہوں یا برے اکٹھا کر کے تمہارے اعمال کے مطابق جزا اور سزا دیں گے۔

اس آیت میں مشرکین مکہ کے لئے درس عبرت ہے کہ جس طرح فرعون اور اس کی فوج نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکالنا چاہا مگر بالآخر وہ خود مصر کی زمین سے نکال کر سمندر میں غرق کر دیئے گئے۔ اسی طرح اے مشرکین مکہ! تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں کو یہاں سے نکالنا چاہتے ہو اور اگر تم اس دشمنی سے باز نہ آئے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں یہاں سے نکال دیا جائے، چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ چند سالوں کے بعد مکہ فتح ہو گیا اور مشرکین کو وہاں سے نکال دیا گیا۔

[۱۰۲] ہم نے قرآن کو حق کے ساتھ نازل فرمایا اور آپ نے اس کو حق اور حفاظت کے ساتھ لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔ اب اگر

Marfat.com

وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾

۱۰۶۔ اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر کے نازل کیا تا کہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو بتدریج نازل کیا ہے۔[۱۰۳]

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ ﴿۱۰۷﴾

۱۰۷۔ آپ فرما دیجئے: تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔[۱۰۴]

وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾

۱۰۸۔ اور کہتے ہیں: ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔

مشرکین ایمان نہ لائیں تو یہ ان کی نادانی ہے آپ فکرمند نہ ہوں، کیونکہ ہم نے آپ کو صرف بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور آپ نے اپنی تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔

[۱۰۳] پہلے انبیاء علیہم السلام پر جو کتب اور صحائف نازل ہوئے ان کا نزول یک بارگی ہوا لیکن ہم نے قرآن مجید کو مختلف سورتوں اور آیات کی صورت میں جدا جدا نازل فرمایا تا کہ لوگوں کو تلاوت کرنے اور حفظ کرنے میں آسانی ہو۔ نیز آپ لوگوں کو اسے ٹھہر ٹھہر کر اور درمیان میں فصل کر کے سنائیں تا کہ انہیں سمجھنے میں آسانی ہو۔ اور ہم نے اسے حالات و واقعات کے مطابق ۲۳ سالوں میں بتدریج نازل فرمایا تا کہ وہ آیات اور احکام کے موقع و محل کو ذہن نشین رکھیں اور ان کی روشنی میں اپنے مسائل کا حل تلاش کریں۔

[۱۰۴] پیارے نبی! مشرکین مکہ سے فرما دیجئے: تم قرآن مجید پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، اس سے قرآن کی صداقت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بے شک اہل کتاب کے وہ علماء جن کو نزول قرآن سے پہلے وحی اور رسالت کا علم دیا گیا تھا جن میں زید بن عمرو رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، اور ابوذر رضی اللہ عنہ وغیرہ شامل ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان) انہوں نے جب اس قرآن کو سنا تو اس کی حقانیت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ شکر بجا لائے اور اس کی تسبیح بیان کی کہ اس نے کتب سابقہ میں جس آخری نبی اور آخری کتاب کا وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہو گیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں آخری نبی اور قرآن مجید کی صورت میں آخری کتاب دونوں اپنی عظیم شان کے ساتھ جلوہ گر ہو گئے ہیں۔

اس سے ایک تو اہل کتاب کو یہ یقین ہو گیا کہ ان کی کتابیں سچی ہیں کیونکہ ان کی پیش گوئی سچی ثابت ہو گئی ہے اور دوسرا یہ بھی یقین ہو گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی سچے نبی ہیں کیونکہ آپ میں وہ ساری صفات پائی جاتی ہیں جو پہلی آسمانی کتابوں میں مذکور تھیں۔

Marfat.com

وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا۩﴿۱۰۹﴾

۱۰۹۔ اور وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور قرآن ان کے خشوع و خضوع میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔[۱۰۵]

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ

۱۱۰۔ آپ فرما دیجئے: تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو! جس نام سے پکارو، اس کے سب نام اچھے ہیں، [۱۰۶] اور اپنی نماز نہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ

[۱۰۵] آیت نمبر ۱۰۷ میں پہلا سجدۂ شکر تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آخری نبی پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی اور یہ دوسرا سجدہ قرآن مجید کی تعلیمات کے زیر اثر تھا کیونکہ جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو رونے لگتے اور ان کے خشوع اور خضوع میں مزید اضافہ ہو جاتا۔

خوف خدا میں رونے کی فضیلت

۱۔حضرت ابن عباس ﷛ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ساری رات پہرہ دیتی رہی۔

(ترمذی: حدیث نمبر ۱۶۳۹: ابواب فضائل جہاد: باب ۱۲)

۲۔حضرت ابن مسعود ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مومن بندے کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے خوف سے آنسو نکلتے ہیں، خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں اللہ تعالیٰ نے آگ کو اس پر حرام کر دیا ہے۔

(ابن ماجۃ: حدیث نمبر ۴۱۹۷: ابواب الزھد: باب ۱۹)

۳۔حضرت ابو حازم ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی رو رہا تھا۔ جبریل امین ﷤ آئے اور پوچھا: یہ کون ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ فلاں ہے۔ جبریل امین ﷤ نے کہا: ہم بنی آدم کے سارے اعمال کا وزن کرتے ہیں سوائے رونے کے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک آنسو کے بدلے میں آتش جہنم کی کئی نہریں بجھا دیتا ہے۔

(تفسیر در منثور)

[۱۰۶] حضرت ابن عباس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے مکہ میں نماز پڑھی، پھر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور اپنی دعا میں عرض کیا: یا اللہ! یا رحمٰن! مشرکین کہنے لگے: دیکھو! یہ ہمیں تو دو خداؤں کو پکارنے سے منع کرتا ہے اور خود دو خداؤں کو پکار رہا ہے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر منیر) یعنی اللہ تعالیٰ اور رحمٰن دو الگ الگ ذاتوں کے نام نہیں بلکہ جس ہستی کا ذاتی نام اللہ ہے اسی کا صفاتی نام رحمٰن ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات بہت زیادہ ہیں اس لئے اس کے صفاتی نام بھی بہت زیادہ ہیں مثلاً رحمٰن، رحیم، خالق اور رازق وغیرہ جن کا ذکر قرآن و سنت میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات سب سے اکمل اور اعلیٰ ہیں اور ان صفات کی ترجمانی

Marfat.com

بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ﴿١١٠﴾

اسے بالکل آہستہ پڑھو اور ان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ اختیار کرو۔[۱۰۷]

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ﴿١١١﴾ ع ۱۲

۱۱۱۔ اور آپ فرما دیجئے: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے نہ تو (کسی کو اپنا) بیٹا بنایا اور نہ کوئی بادشاہی میں اس کا شریک ہے اور نہ کسی کمزوری کے باعث اس کا کوئی مددگار ہے اور آپ اس کی خوب بڑائی بیان کرتے رہیے۔[۱۰۸]

کرنے والے اسمائے گرامی بھی سب سے اچھے اور اعلیٰ ہیں، لہٰذا جس بھی نام سے اللہ تعالیٰ کو پکارو، وہ سب اچھے ہیں اور ان سب سے مراد صرف ایک ہی ذات ہوگی جو کہ اللہ ہے۔

[۱۰۷] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی امامت فرماتے اور نماز میں قرآن مجید کو بلند آواز سے پڑھتے تو مشرکین سن کر قرآن اور صاحب قرآن کی توہین کرتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی اپنی آواز کو اتنا بلند نہ کرو کہ مشرکین سن کر مذاق اڑائیں اور اتنی پست بھی نہ کرو کہ صحابہ کرام بھی نہ سن سکیں بلکہ ان دونوں کے درمیان متوسط آواز میں قراءت کریں۔ (تفسیر قرطبی)

اس سے معلوم ہوا کہ اب بھی اگر کہیں مکہ جیسے حالات ہوں تو قرآن مجید کی تلاوت، اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دعا کو متوسط آواز میں پڑھا جائے تاکہ غیر مسلموں کو اسلام کی توہین کا موقع نہ ملے۔

مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی قراءت میں آواز کو پست رکھتے اور کہتے: میں اپنے رب سے مناجات کرتا ہوں اور وہ میری حاجت کو جانتا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی قراءت بلند آواز سے کرتے اور کہتے: میں شیطان کو بھگاتا ہوں اور سوئے ہوئے لوگوں کو جگاتا ہوں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: کہ اپنی آواز کو تھوڑا سا بلند کریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: کہ وہ اپنی آواز کو تھوڑا سا پست کریں۔ (تفسیر منیر)

[۱۰۸] سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو ہر صفت کمال سے متصف ہے اور ہر عیب، کمزوری اور محتاجی سے پاک ہے۔ اس کو کسی مددگار، بیٹے یا شریک کی ضرورت نہیں، وہ اس کائنات کا واحد مالک ہے، لہٰذا وہی اس لائق ہے کہ اس کی کبریائی بیان کی جائے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ

جامعہ الکرم: ایسٹن ہال، انگلینڈ

سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر آج بروز ہفتہ بعد از نماز ظہر ۵ مئی ۲۰۰۷ء

بمطابق ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ کو ایک ماہ اور ۱۸ دنوں میں تکمیل پذیر ہوئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

فہرست [illegible]

(سورۃ [illegible])

صفحہ	حاشیہ	آیت	سورت	مضمون
				[illegible]
667	71	143	7	اللہ تعالیٰ کا دیدار اس دنیا میں
686	94	172	7	میثاق الست
686	94	172	7	میثاق الست کا حجت ہونا
691	99	180	7	اسمائے حسنیٰ
795	53	72	9	جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار
795	53	72	9	اللہ کی رضا سب سے بڑی ہے
829	105	129	9	اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کا وظیفہ
842	23	22	10	وجودِ الٰہی کی دلیل: امام جعفر صادق اور سمندری تاجر
842	23	22	10	سخت مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کا تصور اجاگر ہو جاتا ہے
845	26	26	10	جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار
897	31	41	11	بسم اللہ کے بغیر کام ناتمام رہتا ہے
903	48	61	11	اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرماتا ہے
903	48	61	11	اللہ تعالیٰ قریب ہے
906	54	69	11	اللہ تعالیٰ کافر و مسلم سب کا رازق ہے
943	35	39	12	ایک ہی رب سب سے بہتر ہے

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

غیب کی خبر بذریعہ وحی	13	13	17	982
علم غیب	16	77	52	1068
سلام کرنے والے پتھر کو آپ پہچانتے ہیں	17	44	42	1116
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روح کی حقیقت جانتے ہیں	17	85	87	1132
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھ سکتے ہیں	17	93	92	1134
[illegible]				
جس نے چالیس حدیثیں امت کو پہنچائیں	7	142	69	665
حدیث اور سنت حجت ہے	16	44	29	1055
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا	16	44	29	1055
عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حدیث کی کتابت	16	44	29	1055
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حلوا اور شہد پسند تھا	16	68	45	1064
[illegible]				
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نفع نقصان کے ذاتی مالک نہیں ہیں	7	188	105	694
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تقسیم کرنے والے ہیں	7	188	105	694
مکہ کی وادیاں سونے کی بن جائیں	13	26	35	990
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فقر اور مسکینی کو خود پسند کیا	13	26	35	990
[illegible]				
میدان حشر میں شفاعت	14	22	20	1009
میدانِ حشر میں شفاعت کبریٰ	17	79	81	1129
اذان کے بعد دعا مانگنے سے شفاعت ملتی ہے	17	79	81	1129

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

حضرت یعقوب علیہ السلام کا رونا اور بینائی کا چلا جانا	12	84	69	959
حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کا علم تھا	12	86	71	961
حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کا علم تھا	12	87	72	961
حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹ آئی	12	96	78	964
بنی اسرائیل کے سب سے پہلے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں	12	100	80	966
حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟	12	100	80	968
حضرت لوط علیہ السلام کی قوم	15	61	27	1034
حضرت لوط علیہ السلام کی قوم	15	73	32	1036
حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم	15	78	33	1037
حضرت صالح علیہ السلام کی قوم	15	80	35	1037
امت مسلمہ				
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے امت محمدیہ میں ہونے کا ارادہ ظاہر کیا	7	159	85	681
مسلمانوں کے زوال کا ایک سبب	7	169	91	685
ایک گروہ قیامت تک حق پر قائم رہے گا	7	181	100	691
تین دنوں سے زیادہ سوشل بائیکاٹ	9	106	84	812
انقلاب اسلامی میں نوجوانوں کا حصہ	10	83	68	872
قبر میں امت مسلمہ کے گناہوں کی مغفرت	12	97	78	964
اہل ایمان کی شفاعت قبول ہوگی	12	97	78	965
خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا	13	11	14	981
صبر کرنے والے حساب سے پہلے جنت میں جائیں گے	13	24	33	989
دولت اور غربت، حق اور باطل کی نشانی نہیں	13	26	35	990

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

سجدہ تعظیمی پہلی شریعتوں میں جائز تھا	12	100	80	966
اللہ تعالیٰ کے بندوں کو پکارنا جائز ہے	13	14	18	983
ایک گروہ قیامت تک حق پر قائم رہے گا	7	181	100	691
کفار سے حصول علم اور زید بن حارث	8	تعارف		710
دین کا طبیب اور دین کی بیماری	9	34	23	772
عالم کیسے بے وقعت ہوتا ہے	9	34	23	772
حصول علم دین، فرض کفایہ اور فرض عین کی تعریف	9	122	99	822
معلم اور متعلم کے اخراجات کی ذمہ داری	9	122	99	822
حصول علم دین جہاد سے افضل ہے	9	122	99	822
استاد والد کی حیثیت رکھتا ہے	9	122	99	822
علم دین کی فضیلت کے متعلق چند احادیث	9	122	99	822
عالم اور عابد میں فرق	9	122	99	822
علم قرآن کے محافظ علماء ہیں	9	122	99	822
نااہل کو علم دینا خنزیر کو موتیوں کا ہار پہنانا ہے	9	122	99	822
علماء انبیاء کے وارث ہیں	9	122	99	822
میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے	9	122	99	822
عالم کی سفارش سے سب سے پہلے سخی جنت میں جائے گا	9	122	99	822
جنت میں بھی علماء کی ضرورت پڑے گی	9	122	99	822
اہل علم کے لیے لمحات فکریہ	9	122	99	822

Marfat.com

والدین، اولاد اور دیگر رشتہ دار

عورت کا مقام اور میاں بیوی کے حقوق و فرائض

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

قرآن بشر کا کلام نہیں	16	90	65	1072
تلاوت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا سنت ہے	16	98	72	1077
ناسخ و منسوخ کی حکمت	16	101	74	1078
قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے	16	103	76	1079
تورات صرف بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے تھی	17	2	2	1100
قرآن کا راستہ زیادہ سیدھا ہے	17	9	8	1102
مسیلمہ کذاب نے آیات بنانے کی کوشش کی	17	88	90	1133
23 سالوں میں نازل ہونے کی حکمت	17	106	103	1140
مختلف سورتوں میں نازل ہونے کی حکمت	17	106	103	1140
تلاوت میں آواز کو بلند اور پست رکھنا	17	110	107	1142
متوسط آواز میں تلاوت کرنا تا کہ غیر مسلم توہین نہ کریں	17	110	107	1142
اجتہاد اور اجماع				
اجماع امت حجت ہے	9	119	96	820
سنت، اجماع اور قیاس دراصل قرآن ہی کا حکم ہے	16	89	64	1072
تقلید				
ہر زمانہ میں لوگ کرتے رہے ہیں	16	43	28	1055
فرشتے				
ابلیس جن تھا یا فرشتہ؟	7	12	10	623
شیطان فرشتوں سے بڑا عالم اور ان کا مرشد تھا	7	12	10	623
فرشتوں میں صرف عقل ہے	7	179	98	690
نبی کریم ﷺ کو جبریل امین کے پہچاننے میں شک نہیں ہوسکتا	10	94	75	876

Marfat.com

Marfat.com

جنت اور دوزخ

Marfat.com

اہل جنت کی زبان عربی ہوگی	12	2	2	928
اہل جنت کے دلوں سے دنیا کا کینہ ختم کردیا جائے گا	15	47	24	1032
متکبر جنت میں نہیں جائے گا	16	22	14	1047
تبرکات اور وسیلہ				
حضرت یوسف علیہ السلام کے قمیص سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس آگئی	12	96	78	964
اللہ کے بندوں کو مدد کے لیے پکارنا جائز ہے	13	14	18	983
وسیلہ تلاش کرنا اللہ والوں کی سنت ہے	17	57	54	1120
دعا				
دعا مانگنے کے آداب	7	55	41	641
نمازِ جنازہ میں چالیس مومنوں کی شفاعت	7	142	69	665
اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرماتا ہے	11	61	48	904
دعا کے لیے بہترین وقت جمعہ کی رات اور سحر کا وقت ہے	12	98	78	964
گناہوں کی مغفرت کے لیے بزرگوں سے دعا کرانا	12	98	78	965
دعا مانگنے کا طریقہ	12	101	81	967
دعا سے تقدیر بدل سکتی ہے	13	39	48	996
دعا درود کے بغیر اوپر نہیں جاتی	15	17	13	1026
دعا میں آواز کو پست اور بلند کرنا	17	110	107	1142
قبروں پر جانا اور ایصال ثواب				
نمازِ جنازہ میں ۴۰ مومنوں کی شفاعت	7	142	69	665
کسی مسلمان کی قبر پر جانا	7	201	113	701

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ماخذ ومراجع

کتب تفاسیر

۱۔ تفسیر ضیاء القرآن: پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان، ۱۹۹۵ (۵ جلدیں)

۲۔ الدر المنثور: امام جلال الدین السیوطی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۸ جلدیں)

۳۔ الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی): محمد بن احمد الأنصاری القرطبی: دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان (۳۰ جلدیں)

۴۔ التفسیر الکبیر: امام فخر الدین الرازی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۶ جلدیں)

۵۔ حاشیۃ الصاوی علی الجلالین: شیخ احمد الصاوی المالکی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)

۶۔ فی ظلال القرآن (اردو): سید قطب شہید: ادارہ منشورات اسلامی لاہور، پاکستان، ۱۹۹۶

۷۔ جامع البیان (تفسیر طبری/تفسیر ابن جریر): ابو جعفر محمد بن جریر الطبری: دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۹۸۴ (۱۵ جلدیں)

۸۔ تفسیر روح البیان: امام اسماعیل حقی: دار لفکر، بیروت، لبنان (۱۰ جلدیں)

۹۔ صفوۃ التفاسیر: محمد علی الصابونی: دار القرآن الکریم، بیروت، لبنان، ۱۹۸۱ (۳ جلدیں)

۱۰۔ تفسیر البیضاوی: امام ناصر الدین البیضاوی: دار الکتاب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸ (۲ جلدیں)

۱۱۔ تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی: اردو): شاہ عبدالعزیز دہلوی: علمی پریس، دہلی، انڈیا

۱۲۔ تفسیر ابن کثیر: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دار القلم، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)

۱۳۔ تفسیر مظہری: قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی: دار الاشاعت، کراچی، پاکستان، ۱۹۹۹ (۱۲ جلدیں)

۱۴۔ تفسیر نعیمی: مفتی احمد یار خان نعیمی: مکتبہ اسلامیہ، گجرات، پاکستان

۱۵۔ تفسیر روح المعانی: امام شہاب الدین السید محمود البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۸ (۱۰ جلدیں)

۱۶۔ تفسیر الشعراوی: محمد متولی الشعراوی: دار اخبار الیوم، قاہرہ، مصر، ۱۹۹۱ (۱۴ جلدیں)

۱۷۔ تفسیر الحسنات: علامہ ابو الحسنات القادری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان (۷ جلدیں)

۱۸۔ تفسیر الخازن: امام علاء الدین البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۹۷۹ (۷ جلدیں)

Marfat.com

۱۹۔ تنویر المقباس: عبداللہ بن عباس: المکتبۃ الشعبیۃ، قاہرہ مصر ۱۹۷۲

۲۰۔ البحر المحیط: محمد بن یوسف الغرناطی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۱ جلدیں)

۲۱۔ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی): امام عبداللہ بن احمد النسفی: دار النفائس، بیروت، لبنان، ۱۹۹۶

۲۲۔ خزائن العرفان: سید محمد نعیم الدین مرادآبادی: حفیظ بک ڈپو، دہلی، انڈیا

۲۳۔ احکام القرآن: امام احمد بن علی الجصاص: دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان

۲۴۔ زہرۃ التفاسیر: محمد ابو زہرۃ: دار الفکر العربی، قاہرہ، مصر

۲۵۔ تفسیر المنار: محمد رشید رضا: دار الفکر، بیروت، لبنان

۲۶۔ تفسیر الکشاف: محمود بن عمر الزمخشری: دار لکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۸۷

۲۷۔ فتح القدیر: محمد بن علی الشوکانی: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

۲۸۔ تفسیر القرآن العظیم: حافظ ابن ابی حاتم: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۴ جلدیں)

۲۹۔ تفسیر جلالین: متن حاشیہ صاوی، دار الفکر، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۳۰۔ تفسیر منیر: دکتور وھبہ زحیلی، دار الفکر، دمشق، شام (۱۷ جلدیں)

۳۱۔ زاد المسیر: عبدالرحمن الجوزی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۸ جلدیں)

۳۲۔ تفسیر ماجدی: عبدالماجد دریاآبادی، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کراچی، پاکستان (۲ جلدیں)

۳۳۔ تفسیر احکام القرآن: ابوبکر بن العربی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۲ جلدیں)

۳۴۔ تفسیر معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف، کراچی، پاکستان (۸ جلدیں)

۳۵۔ تفہیم القرآن: سید ابو الاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ انڈیا (۶ جلدیں)

۳۶۔ تفسیر عثمانی: شبیر احمد عثمانی، دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی، پاکستان (۲ جلدیں)

۳۷۔ تفسیر بغوی: الحسین بن مسعود البغوی، دار الفکر، بیروت، لبنان، حاشیہ تفسیر خازن (۷ جلدیں)

کتب احادیث

۳۸۔ صحیح البخاری: محمد بن اسماعیل البخاری: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۳۹۔ صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشیری: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۰۔ سنن ترمذی: محمد بن عیسیٰ: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

Marfat.com

۴۱۔ سنن ابن ماجہ: محمد بن یزید القزوینی: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۲۔ سنن ابو داؤد: سلیمان بن الاشعث: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۳۔ سنن النسائی: احمد بن شعیب: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۴۔ مسند احمد: امام احمد بن حنبل: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۵۔ الموطا: امام مالک بن انس: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۶۔ مشکوۃ المصابیح: امام ابو محمد البغوی: قدیمی کتب خانہ، کراچی، پاکستان، ۱۳۸۸ھ
۴۷۔ المعجم الکبیر: سلیمان بن احمد الطبرانی: مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ، موصل، عراق، ۱۹۸۴ (۲۵ جلدیں)
۴۸۔ المستدرک: امام الحاکم النیشاپوری: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۴ جلدیں)
۴۹۔ الجامع الصغیر: محمد ناصر الدین الالبانی: مکتبہ الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۲ جلدیں)
۵۰۔ ریاض الصالحین: یحیٰ بن شرف النووی الشافعی: دار القلم، بیروت، لبنان، ۱۹۷۰
۵۱۔ سنن الدارقطنی: علی بن عمر الدارقطنی: عالم الکتب، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۴ جلدیں)
۵۲۔ شعب الایمان: احمد بن الحسین البیہقی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰
۵۳۔ الترغیب والترہیب: عبد العظیم المنذری: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۶۸
۵۴۔ السنن الکبری: احمد بن الحسین البیہقی: نشر السنۃ، ملتان، پاکستان، (۱۰ جلدیں)
۵۵۔ المعجم الاوسط: سلیمان بن احمد الطبرانی: مکتبۃ المعارف، ریاض، سعودی عرب (۱۱ جلدیں)
۵۶۔ صحیح ابن حبان: دار الفکر، بیروت، لبنان۔ (۶ جلدیں)
۵۷۔ سنن دارمی: امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، دار الدعوۃ، استنبول، ترکی (۱۹۸۱ء)
۵۸۔ مصنف عبد الرزاق: امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی: المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان (۱۱ جلدیں)

دیگر کتب

۵۹۔ معجزات الرسول: محمد متولی الشعراوی: مکتبۃ الاسلامیۃ الشعراویۃ، قاہرہ مصر
۶۰۔ الخصائص الکبری: امام جلال الدین السیوطی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۷۵ (۲ جلدیں)
۶۱۔ السیرۃ النبویۃ: عبد الملک بن ہشام: دار الجیل، بیروت، لبنان، (۴ جلدیں)
۶۲۔ البدایۃ والنہایۃ: الحافظ اسماعیل ابن کثیر: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۸۲ (۷ جلدیں)
۶۳۔ المفردات: امام راغب الاصفہانی: مکتبۃ مصطفی البابی، مصر ۱۹۶۱

Marfat.com

۶۴۔ لسان العرب: ابن منظور: دار المعارف، قاہرہ مصر (۸ جلدیں)

۶۵۔ المنجد: دار المشرق، بیروت، لبنان، ۱۹۷۵

۶۶۔ شرح المواهب اللدنیة: امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی: دار الفکر، بیروت، لبنان،

۶۷۔ دلائل النبوة: احمد بن الحسین البیهقی: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ۲۰۰۲ (۷ جلدیں)

۶۸۔ کتاب المبسوط: شمس الدین السرخسی: دار المعرفة، بیروت، لبنان، ۱۹۸۰، (۱۵ جلدیں)

۶۹۔ الفتاوی العالمگیریة: علامہ نظام الدین: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، بلوچستان، پاکستان، ۱۹۸۵ (۶ جلدیں)

۷۰۔ فتاوی قاضی خان: حسن بن منصور الفرغانی الحنفی: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، بلوچستان،
پاکستان، ۱۹۸۵ (۶ جلدیں)

۷۱۔ رد المحتار: ابن عابدین: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ (۸ جلدیں)

۷۲۔ حاشیة الطحطاوی: امام احمد الطحطاوی: میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۷۳ مراقی الفلاح: حسن بن عمار الحنفی: میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۷۴۔ فتاوی افریقیة: امام احمد رضا قادری: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان

۷۵۔ بہار شریعت: علامہ محمد امجد علی: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور پاکستان

۷۶۔ امداد الفقہ: محمد امداد حسین پیرزادہ: دار السلام، قاہرہ مصر، ۲۰۰۳

۷۷۔ اسلامی عقائد: محمد امداد حسین پیرزادہ: الکرم پبلی کیشنز، ایٹن ہال، ناٹنگھم شائر، یوکے، ۱۹۹۹

۷۸۔ کنز العمال: علامہ علاء الدین البرهان فوری: مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان، ۱۹۸۵ (۱۶ جلدیں)

۷۹۔ مجمع الزوائد: علی بن ابی بکر الهیثمی: دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، ۱۹۸۸ (۱۰ جلدیں)

۸۰۔ نزهة المجالس (اردو) عبد الرحمن صفوری شافعی: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، پاکستان

۸۱۔ نور الایضاح: الشیخ حسن بن علی: کتب خانہ مجیدیہ، ملتان، پاکستان

۸۲۔ قصیدہ البردہ: امام بوصیری: انگریزی ترجمہ، محمد امداد حسین پیرزادہ، الکرم پبلی کیشنز ایٹن ہال ناٹنگھم شائر، یوکے

۸۳۔ السیرة النبویة: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دار الفکر، بیروت، لبنان

۸۴۔ ضیاء النبی: پیر کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۴۱۵ھ (۷ جلدیں)

۸۵۔ صراط مستقیم: شاہ اسماعیل دہلوی: اسلامی اکیڈمی، لاہور، پاکستان

۸۶۔ القول الجمیل (اردو): شاہ ولی اللہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان

۸۷۔ سبل الهدی والرشاد: امام محمد بن یوسف الشامی: وزارة الاوقاف، قاہرہ، مصر (۱۲ جلدیں)

Marfat.com

۸۸۔ المنتظم فی تواریخ الملوک والامم: امام عبدالرحمن الجوزی: دارالفکر، بیروت، لبنان (۱۳ جلدیں)
۸۹۔ تاریخ الاسلام: مورخ شمس الدین الذہبی: دارالکتاب العربی، بیروت (۵۲ جلدیں)
۹۰۔ امتاع الاسماع: تقی الدین المقریزی: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۱۵ جلدیں)
۹۱۔ حلیۃ الأولیاء: امام ابونعیم الاصفہانی: درالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۱۲ جلدیں)
۹۲۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ: وھبہ زحیلی دارالفکر، دمشق، شام، ۱۹۸۹ء (۸ جلدیں)
۹۳۔ الفقہ الحنفی وادلتہ: شیخ صاغرجی، دارالکلم الطیب، دمشق، شام ۲۰۰۰ء (۳ جلدیں)
۹۴۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: عبدالرحمٰن الجزیری، دارالفکر، بیروت، لبنان (۵ جلدیں)
۹۵۔ لسان المیزان: ابن حجر عسقلانی، دارالبشائر الاسلامیۃ، بیروت، لبنان ۲۰۰۲ء (۱۰ جلدیں)
۹۶۔ الادب المفرد: امام بخاری، مکتبۃ الآداب
۹۷۔ السیرۃ الحلبیۃ: نورالدین الحلبی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)
۹۸۔ شرح شفا: قاضی عیاض، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۲ جلدیں)
۹۹۔ طبقات ابن سعد: مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، مصر، ۲۰۰۱ء (۱۱ جلدیں)
۱۰۰۔ بدائع الصنائع: علاء الدین کاسانی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۳ء (۱۰ جلدیں)
۱۰۱۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا، الفیصل ناشران، اُردو بازار، لاہور، پاکستان (۲ جلدیں)
۱۰۲۔ تاریخ بغداد: الخطیب البغدادی، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، مصر (۱۰ جلدیں)
۱۰۳۔ الھدایۃ: علی بن ابی بکر الفرغانی، مکتبۃ شرکۃ علمیۃ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، پاکستان (۲ جلدیں)
۱۰۴۔ فقہ السنۃ: السید السابق: دارالفکر، بیروت لبنان، ۱۹۸۲ء (۳ جلدیں)
۱۰۵۔ عمدۃ القاری: علامہ بدرالدین عینی، دارالفکر، بیروت لبنان، (۲۵ جلدیں)
۱۰۶۔ فتح الباری: امام ابن حجر عسقلانی، دارالفکر، بیروت لبنان (۱۳ جلدیں)
۱۰۷۔ الاحکام الفقہیۃ: احمد محمد عساف، داراحیاء العلوم، بیروت، لبنان
۱۰۸۔ جامع بیان العلم وفضلہ: یوسف بن عبداللہ قرطبی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۰ء
۱۰۹۔ المقاصد الحسنۃ: شمس الدین السخاوی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان ۱۹۸۷ء
۱۱۰۔ الفاروق: علامہ شبلی نعمانی، مشتاق بک کارنر، اُردو بازار، لاہور، پاکستان
۱۱۱۔ المواھب اللدنیہ: امام احمد قسطلانی، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)
۱۱۲۔ الحاوی للفتاوی: امام جلال الدین، دارالکتب العلمیۃ، لبنان (۲ جلدیں)

Marfat.com

۱۱۳۔ الکواکب السائرۃ: شیخ نجم الدین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۱۱۴۔ الفوائد المجموعۃ: محمد بن علی الشوکانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

۱۱۵۔ حقوق الاولاد: محمد شریف الصواف، دار الفکر، دمشق، شام

۱۱۶۔ الاتقان فی علوم القرآن: جلال الدین سیوطی، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، لبنان ۱۹۸۸ء (۲ جلدیں)

۱۱۷۔ سیرۃ النبی: سید سلیمان ندوی، ناشران قرآن لمیٹڈ، اردو بازار لاہور، پاکستان

۱۱۸۔ الخطبۃ العصریۃ: ابراھیم محمد الجمل مکتبہ القرآن، قاہرہ، مصر

English Books

92) **Miracles of the Qur'an** : *Muhammad Mutawali ash-Sha'raawi Published by Daar-ul-Taqwa Ltd. Londom*

93) **Encyclopedia Britannica** : *Peter B. Norton Joseph Espsito, USA, 1995, 15th-edition (32 volumes)*

94) **Islam & the West** : *H.R.H. Charles Prince of Wales, Printed by Uniskill Ltd. Eynsham, Oxford, UK.*

95) **Muhammad at Madinah** : *Montgomery Watts. Oxford University Press, 2006.*

96) **Oxford Encyclopedia Dictionary**: *Published by Oxford University Press, USA, 1991.*

97) **Shari'ah the Islamic Law** : *Abdur Rahmaan Doi (Zia-un-Nabi)*

98) **The Holy Bible** : *Published by Collins, London, 1954.*

99) **The Living Bibble** : *British Edition, 1975.*

100) **The Hutchinson Encyclopedia** : *1999 Edition.*

101) **The New Universal Encyclopedia** : *Caxton Publishing Co, Ltd. London.*

102) **The English Pig** : *Published by The Hambledon Press, London 1998.*

103) **American Government** : *Lowi & Ginsberg. Published by W.W.Norton Publications 1998.*

104) **Fream's Agriculture** : *Printed by Butler & Tanner Ltd. London, 16th Edition 1983.*

105) **Oxford Advanced Learner's Dictionary** : *4th Edition 1989.*

106) **The Hans Wehr Dictionary of Modern Written Arabic:** *Edited by J. M. Cowan 3rd Edition.*

Marfat.com



Marfat.com

القرآن الكريم

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل کرنے کے لئے

"فقہ حنفی PDF BOOK"

چینل کو جوائن کریں

http://T.me/FiqaHanfiBooks

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

https://t.me/tehqiqat

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طالب دعاء محمد عرفان عطاری

زوہیب حسن عطاری

Marfat.com

اِمدادُ الکرم

قرآنِ مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر

جلد سوم

الکہف تا السجدۃ

محمد امداد حسین پیرزادہ

الکرم پبلی کیشنز یو کے

Marfat.com

جمیع الحقوق محفوظة للناشر

© All Rights Reserved
Al-Karam Publications, UK.

No part of this publication may be reproduced by any means without the written permission of the publisher.

ISBN : 0-9533999-5-8

سن طباعت	:	2013
تیسرا ایڈیشن	:	1000
ناشر	:	الکرم پبلی کیشنز، یوکے

Al-Karam Publications, UK
Eaton Hall, Retford, Notts. DN22 OPR
England
Tel.: 01777 706441

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مطالب
(جلد سوم)

Marfat.com

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الکھف (۱۸)

یہ سورت مکی ہے اور اس کا نام کہف (غار) ہے کیونکہ اس میں اصحاب کہف (غار والوں) کا ذکر ہے۔ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ اعلان ہے کہ قرآن مجید ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندۂ خاص حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا اور قرآن مجید رشد و ہدایت اور علم و حکمت کا ایسا کامل صحیفہ ہے جس کی تعلیمات میں کوئی کجی اور خامی نہیں ہے۔ نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اگر سمندر کا پانی سیاہی میں بدل جائے اور اس سیاہی سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت کی باتیں لکھی جائیں تو کئی سمندروں کا پانی ختم ہو جائے گا مگر اس کی قدرتوں کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔

اس سورت میں تین قصے تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ اصحاب کہف کا قصہ

یہ وہ مومن نوجوان تھے جنہوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے اپنے وطن سے ہجرت کر کے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تین سو نو سالوں تک نیند مسلط کر دی۔ (صفوۃ التفاسیر) پھر ان کو نیند سے اٹھایا۔ اس میں مشرکین مکہ کے لئے یہ سبق ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اصحاب کہف کو سینکڑوں سالوں کی نیند کے بعد از سر نو زندگی عطا فرما سکتا ہے وہ تمہیں بھی قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔ مکہ کے کچھ مسلمان اپنا ایمان بچانے کے لئے حبشہ کو ہجرت کر چکے تھے باقی عنقریب مدینہ ہجرت کرنے والے تھے، تو اصحاب کہف کے واقعہ سے انہیں تسلی دی جا رہی ہے کہ تم سے پہلے بھی اہل ایمان اپنا ایمان بچانے کے لئے ہجرت کیا کرتے تھے۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تین ایسے واقعات کا مشاہدہ کیا جو بظاہر عدل اور حکمت کے خلاف نظر آتے تھے مگر جب حضرت خضر علیہ السلام نے ان کی حقیقت سے پردہ اٹھایا تو وہ حکمت کے عین مطابق ثابت ہوئے۔ اس حکمت کو آیات نمبر ۸۲۔۷۹ میں ملاحظہ کریں۔ اسی طرح ہم بھی اس دنیا میں کچھ ایسے واقعات دیکھتے ہیں جن کی ہم کوئی توجیہ نہیں کر سکتے اور انہیں عدل و حکمت کے خلاف سمجھتے ہیں مگر یہ ہمارا خیال ہے در اصل اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور میدان حشر میں جب ان واقعات کی حقیقت سے پردہ اٹھے گا تو پھر یہی واقعات ہمیں حکمت کے عین مطابق نظر آئیں گے۔

۳۔ حضرت ذوالقرنین کا قصہ

اس قصہ میں امیر لوگوں اور حکمرانوں کے لئے درس عبرت ہے کہ تم معمولی سی دولت یا چھوٹی سی حکومت کے نشہ میں اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہو حالانکہ ذوالقرنین مشرق سے مغرب تک کے عظیم علاقہ کا حکمران تھا اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تھا، اور رعایا کے حق میں بڑا شفیق اور مہربان تھا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

۶ مئی ۲۰۰۷ء بروز اتوار بعد از نماز عصر

بمطابق ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

Marfat.com

آیاتہا ۱۱۰ ۱۸ سُوْرَۃُ الْکَہْفِ مَکِّیَّۃٌ ۶۹ رکوعاتہا ۱۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا ①

۱۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے (خاص) بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔[۱]

قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْہُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمْ اَجْرًا حَسَنًا ②

۲۔ درست کرنے والی کتاب تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے اور ان اہل ایمان کو جو نیک عمل کرتے ہیں خوش خبری سنائے کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے۔

مّٰاکِثِیْنَ فِیْہِ اَبَدًا ③

۳۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ④

۴۔ اور ان لوگوں کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا ہے۔[۲]

مَا لَہُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِہِمْ ؕ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاہِہِمْ ؕ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا ⑤

۵۔ حالانکہ نہ انہیں اس (عقیدہ) کا کوئی علم ہے اور نہ ہی ان کے باپ دادا کو تھا، یہ کتنی بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ محض جھوٹ ہے۔

---

[۱] پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندۂ خاص حضرت محمد ﷺ پر جو قرآن مجید نازل فرمایا اس میں کوئی کمی اور کجی نہیں ہے اور دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ نہ صرف یہ کہ قرآن مجید بذات خود ایک کامل اور بے عیب کتاب ہے بلکہ جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں یہ ان کے عقائد اور اعمال کو بھی درست کرتی ہے۔ نیز وہ غلط کاروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتی ہے کہ اگر وہ غلط کاریوں سے باز نہ آئے تو ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور نیکوکاروں کو اچھے اجر اور جنت کی خوش خبری سناتی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

[۲] نزول قرآن کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ یہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے

Marfat.com

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝٦

٦۔ اگر وہ اس کلام (قرآن) پر ایمان نہ لائے تو کیا آپ ان کے پیچھے فرط غم سے اپنی جان تلف کر دیں گے؟[٣]

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝٧

٧۔ روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کے لئے زینت بنایا ہے تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے۔[٤]

وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝٨

٨۔ اور جو کچھ زمین پر ہے ہم اسے چٹیل میدان بنانے والے ہیں۔[٥]

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ

٩۔ کیا آپ نے یہ خیال کیا کہ اصحاب کہف اور اصحاب

ہیں جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور بعض مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے حالانکہ ان کے پاس اور ان کے باپ دادا کے پاس اس عقیدہ کی کوئی علمی دلیل نہیں ہے اور یہ کتنا بڑا جھوٹ اور بہتان ہے جو وہ اللہ تعالیٰ پر لگاتے ہیں۔

[٣] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ جو مشرکین ایمان نہیں لاتے آپ ان کے غم میں اپنی زندگی کو روگ نہ لگائیں کیونکہ آپ نے تبلیغ اسلام کا حق ادا کر دیا ہے، لہٰذا اگر وہ ایمان نہ لائیں تو ان کے متعلق آپ سے باز پرس نہیں ہوگی۔ وہ اپنے کفر کے خود ذمہ دار ہوں گے۔

[٤] اس زمین کو اللہ تعالیٰ نے کھیت، درخت اور باغات وغیرہ سے زینت دے رکھی ہے اور ان نعمتوں کے ذریعہ وہ انسانوں کو آزمانا چاہتا ہے کہ کون ان نعمتوں کے حسن و جمال میں کھو کر اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور کون ان نعمتوں کے باوجود اپنے خالق و مالک کے حکم کے سامنے سرنگوں رہتا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔ (ترمذی: حدیث نمبر ٢٣٣٦) دنیاوی مال و زینت کی حقیقت جاننے کے لئے سورہ آل عمران (٣) کی آیت نمبر ١٨٥ اور حاشیہ نمبر ١٣٢ نیز سورہ بنی اسرائیل (١٧) کی آیت نمبر ١٠٠ اور حاشیہ نمبر ٩٨ ملاحظہ کریں۔

[٥] اس زمین کی نعمتیں عارضی اور فانی ہیں، یہ ایک دن ختم ہونے والی ہیں، قیامت کے میدان میں باغات اور سبزہ نہیں ہوگا بلکہ ساری زمین ایک چٹیل اور بنجر میدان کی طرح ہوگی، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو چھوڑ کر ان فانی نعمتوں سے دل لگانا کوئی عقل مندی نہیں ہے۔

Marfat.com

وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝٩ | رقیم ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے؟[٦]

[٦] اصحاب کہف سے مراد وہ مومن نوجوان ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار اور توحید پرست تھے، انہوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے اپنے وطن سے ہجرت کر کے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی اور اپنے ایمان پر ثابت قدمی کے لئے دعا مانگی۔

رقیم سے مراد یا تو وہ علاقہ ہے جس میں یہ غار تھا یا اس سے مراد وہ کتبہ ہے جس پر اصحاب کہف کے نام لکھے ہوئے تھے۔ لہٰذا اصحاب کہف اور اصحاب رقیم سے ایک ہی جماعت مراد ہے۔ اس آیت میں اہل مکہ کو بتایا جا رہا ہے کہ تم صرف اس واقعہ کو بڑا عجیب خیال کرتے ہو حالانکہ زمین و آسمان اور شمس و قمر کی پیدائش اس سے بھی بڑی نشانیاں ہیں۔ نیز لیل و نہار کی گردش جو کروڑہا سالوں سے پورے نظم و نسق سے رواں دواں ہے یہ بھی کوئی معمولی نشانی نہیں ہے۔

اصحاب کہف کا قصہ

قرآن مجید میں صرف حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ پوری تفصیل سے بیان ہوا ہے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے کئی احوال ایسے ہیں جن میں کافی حد تک مشابہت پائی جاتی ہے۔ دیگر قصوں کے صرف وہ اجزا بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق لوگوں کی تعلیم اور ان کی ہدایت سے تھا۔ اسی طرح قرآن مجید میں اصحاب کہف کے بھی چند مخصوص واقعات کا ذکر کیا گیا ہے، البتہ مفسرین نے ان کے متعلق بہت کچھ نقل کیا ہے۔ میں ان میں سے بعض کا خلاصہ پیش کرتا ہوں۔

روم کے حکمران بت پرست تھے۔ ٢٤٨ء میں دقیانوس (decius) جب روم کا حکمران بنا تو اس نے عیسائیت پر پابندی لگا دی اور اپنے ملک کے جس حصے میں جاتا وہاں عیسائیوں کو قتل کروا دیتا۔ (انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا: جلد ٧ صفحہ ١٢٠) جب دقیانوس ایشیائے کوچک میں گیا تو وہاں کے سات عیسائی نوجوانوں نے عیسائیت چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ دقیانوس نے انہیں کہا: تم ابھی نوجوان ہو اس لئے میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔ اس مدت میں اگر تم نے بت پرستی قبول نہ کی تو تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ وہاں سے ہجرت کر گئے اور اپنا ایمان بچانے کے لئے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ انہیں اس ظالم حکمران کے شر سے بچا اور ایمان پر ثابت قدم رکھ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی فریادرسی اور ان پر نیند مسلط کر دی۔ ایک کتا بھی ان نوجوانوں کے ساتھ چل پڑا۔ انہوں نے اسے واپس بھگانے کی کوشش کی لیکن اس نے ساتھ نہ چھوڑا۔ جب وہ نوجوان غار میں سو گئے تو وہ بھی پاسبانی کے لئے غار کے دہانے پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ رہا۔

اس طرح تین سو نو سال کا عرصہ گزر گیا، اس اثنا میں دقیانوس مر گیا، مختلف بادشاہ آئے اور اپنی چند روزہ شاہی کا ڈنکا بجا کر چلے گئے۔ کئی شہر اجڑے، نئی بستیاں آباد ہوئیں حتیٰ کہ رومی حکمران اور عوام نے عیسائیت قبول کر لی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں کو طویل نیند سے بیدار کیا۔ وہ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ بیٹھے، خیال انہیں بھی گزرا کہ وہ آج معمول سے کچھ زیادہ ہی سوئے ہیں لیکن یہ بات تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ انہیں یہاں سوئے ہوئے تین صدیاں بیت چکی ہیں اس لئے وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ وہ کتنی دیر سوئے ہیں؟

Marfat.com

إِذۡ أَوَى ٱلۡفِتۡيَةُ إِلَى ٱلۡكَهۡفِ فَقَالُواْ رَبَّنَآ ءَاتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحۡمَةٗ وَهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ أَمۡرِنَا رَشَدٗا ﴿١٠﴾

۱۰۔ جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تو انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے مشن میں کامیابی عطا فرما۔

فَضَرَبۡنَا عَلَىٰٓ ءَاذَانِهِمۡ فِي ٱلۡكَهۡفِ سِنِينَ عَدَدٗا ﴿١١﴾

۱۱۔ پس ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر تھپکی دے کر گنتی کے کئی سالوں تک کے لئے ان پر نیند مسلط کر دی۔[۷]

ثُمَّ بَعَثۡنَٰهُمۡ لِنَعۡلَمَ أَيُّ ٱلۡحِزۡبَيۡنِ أَحۡصَىٰ لِمَا لَبِثُوٓاْ أَمَدٗا ﴿١٢﴾ ع

۱۲۔ پھر ہم نے انہیں اٹھایا تا کہ ہم دیکھیں کہ ان دو گروہوں میں سے اس مدت کو کون صحیح شمار کر سکتا ہے جو وہ (غار میں) ٹھہرے رہے۔[۸]

انہوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ وہ شہر میں جا کر کھانا خرید لائے اور ذرا احتیاط سے جائے تا کہ لوگ اسے پہچان نہ سکیں، لیکن جب وہ شہر میں گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دنیا بالکل بدل چکی ہے اور سب لوگ عیسائی ہو چکے ہیں۔ اس نے ایک نانبائی سے کچھ روٹیاں خریدیں اور دکان دار کو وہی پرانا چاندی کا ایک سکہ دیا جس پر دقیانوس بادشاہ کی تصویر تھی۔ دکان دار اس سکہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا، معاملہ نے طول پکڑا، ارد گرد کے دکان دار اکٹھے ہو گئے اور اس پر الزام لگا کہ اسے کوئی پرانا شاہی خزانہ مل گیا ہے۔ معاملہ حاکم شہر تک جا پہنچا تو انہیں پتہ چلا کہ یہ تو ان سات نوجوانوں میں سے ایک ہے جو دقیانوس کے مظالم سے بھاگ گئے تھے۔ لوگوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، سب ان کی جھلک دیکھنے کے لئے غار تک گئے۔ اصحاب کہف نے جب ایک جم غفیر غار کی طرف آتا دیکھا تو انہیں خیال آیا کہ شاید ان کا ساتھی پکڑا گیا ہے اور اس کے بتانے پر یہ ہجوم انہیں گرفتار کرنے کے لئے دوڑا چلا آ رہا ہے۔ جب لوگ حاکم شہر کی قیادت میں وہاں پہنچے تب اصحاب کہف کو معلوم ہوا کہ انہیں یہاں ٹھہرے ہوئے تین صدیاں گذر چکی ہیں۔ لوگوں نے اصحاب کہف سے ملاقات کر کے ان سے برکت حاصل کی۔ اس کے بعد اچانک وہ ساتوں نوجوان لیٹے اور فوت ہو گئے اور لوگوں نے اس غار پر ایک زیارت گاہ تعمیر کر دی۔ یہ بنی اسرائیل کے اولیائے کرام کی ایک کرامت ہے۔

[۷] اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں کو بند کر دیا تا کہ کوئی آواز ان کی نیند میں خلل پیدا نہ کر سکے۔

[۸] جب وہ بیدار ہوئے تو ان کی آپس میں بحث شروع ہو گئی کہ وہ کتنی دیر سوئے رہے ہیں؟ ایک نے کہا: پورا دن سوئے رہے ہیں، دوسرے نے کہا: دن کا کچھ حصہ سوئے ہیں، جب کہ شہر والوں نے انہیں بتایا کہ وہ تین سو نو سال سوئے رہے ہیں۔

Marfat.com

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝۱۳

۱۳۔ ہم آپ کو ان کا قصہ حق کے ساتھ بیان کرتے ہیں، بے شک وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کے لئے ہدایت میں اضافہ فرما دیا۔[۹]

وَّرَبَطْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۝۱۴

۱۴۔ اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے جب وہ (ظالم حکمران کے سامنے) کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا: ہمارا رب تو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی اور معبود کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے (اگر ہم ایسا کریں تو) گویا ہم نے ایسی بات کہی جو حق سے دور ہے[۱۰]

هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ۝۱۵ۭ

۱۵۔ یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کئی معبود بنا لئے ہیں، یہ ان (کے معبود ہونے) پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟ سو اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھے؟[۱۱]

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ

۱۶۔ اور (ان نوجوانوں نے آپس میں کہا:) جب تم ان سے اور ان کے معبودوں سے کنارہ کش ہو گئے ہو جن

---

[۹] بت پرستی کے ماحول میں جب یہ سات نوجوان سچے دل سے اپنے رب پر ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ہدایت کی راہ مزید واضح اور روشن فرما دی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا: جو لوگ ہماری راہ میں پوری کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی (ہدایت کی) راہیں ضرور دکھا دیں گے۔ (قرآن: ۲۹:۶۹)

[۱۰] نیز ہم نے ان کے دلوں کو اتنا مضبوط کر دیا کہ انہوں نے ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اس کے سوا کسی اور کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے اور اگر ہم ان بتوں کی عبادت کریں تو یہ حق کے خلاف ہوگا، لہٰذا ہم یہ غلطی کرنے والے نہیں ہیں۔

[۱۱] ہماری قوم کے لوگ بڑے عجیب ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کئی معبود بنا لیے ہیں اور ان کے پاس ان کے معبود ہونے کی کوئی واضح دلیل بھی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، لہٰذا ان سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگاتے ہیں؟

Marfat.com

رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ⑯

کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہیں تو اب کسی غار میں پناہ لو تمہارے لئے تمہارا رب اپنی رحمت (کا دامن) کشادہ کر دے گا اور تمہارے لئے تمہارے کام میں آسانی مہیا کر دے گا۔[۱۲]

وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ⑰ ع ۱۴

۱۷۔ اور آپ سورج کو دیکھیں گے کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں طرف ہٹ کر گزرتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں جانب کترا جاتا ہے اور وہ اس غار کی ایک کشادہ جگہ میں (لیٹے ہوئے) ہیں،[۱۳] یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لئے کوئی مددگار (اور) رہنما نہیں پائیں گے۔[۱۴]

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ

۱۸۔ اور (اے مخاطب! اگر تو انہیں دیکھے تو) تو انہیں بیدار خیال کرے گا حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم ان

[۱۲] پھر وہ نوجوان آپس میں کہنے لگے کہ جب تم نے ان کے معبودوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے تو ان کے فتنوں سے بچنے کے لئے یہاں سے نکلو اور کسی غار میں جا کر چھپ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا اور تمہاری مشکلیں آسان فرما دے گا، چنانچہ وہ ایک غار میں جا کر چھپ گئے۔ ظالم بادشاہ کے سپاہیوں نے ان کو تلاش کرنے کی کوشش کی مگر ناکام ہوئے، جس طرح نبی کریم ﷺ کی تلاش میں کفار مکہ غار ثور تک جا پہنچے مگر غار کے اندر آپ تک نہ پہنچ سکے۔

[۱۳] اگرچہ وہ غار کی ایک کشادہ جگہ میں لیٹے ہوئے تھے پھر بھی دھوپ ان تک نہیں پہنچ سکتی تھی اور اس کی صورت یہ تھی کہ اس غار کا منہ شمال کی جانب تھا، پس جب سورج طلوع ہوتا تو وہ غار کے دائیں جانب ہوتا اور جب غروب ہوتا تو غار کی بائیں جانب ہوتا۔ اس طرح وہ سارا دن دھوپ کی شدت اور حدت سے محفوظ رہتے۔

[۱۴] یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی اور اصحاب کہف کی کرامت ہے۔ نیز اس میں درس عبرت بھی ہے کہ جو لوگ سچے دل سے ہدایت کے طالب ہوتے ہیں ان کے ایمان کے تحفظ کے لئے پہاڑ کا غار بھی وسیلہ بن جاتا ہے اور جو دانستہ گمراہی اختیار کرتے ہیں تو ان کو بڑے سے بڑے انسان بھی ہدایت نہیں دے سکتے۔

Marfat.com

بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

کی دائیں جانب اور بائیں جانب کروٹیں بدلتے ہیں، [۱۵] اور ان کا کتا چوکھٹ پر اپنے دونوں بازو پھیلائے (بیٹھا) ہے، [۱۶] اور اگر تو انہیں جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا اور تیرے دل پر ان کا رعب طاری ہو جاتا۔

[۱۵] اصحاب کہف جب سوئے ہوئے تھے تو ان کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ دائیں بائیں کروٹیں بدل رہے تھے۔اس عالم میں بالفرض اگر کوئی انسان ان کو دیکھتا تو وہ انہیں بیدار خیال کرتا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لئے اس غار کے ماحول کو ایسا دحشت ناک اور بارعب بنا دیا تھا کہ اگر کوئی انہیں جھانک کر دیکھنے کی کوشش کرتا تو گھبرا کر الٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہوتا۔

[۱۶] علامہ قرطبی نے کعب کا قول نقل کیا ہے کہ جب یہ نوجوان غار کی طرف جا رہے تھے تو ایک کتا بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔انہوں نے کتے کو کئی بار واپس بھگانے کی کوشش کی۔ آخر کتے کو بولنے کی توفیق ملی اور اس نے کہا: میری طرف سے آپ کوئی خوف نہ کریں، میں اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے محبت کرتا ہوں، تم سو جانا اور میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ (تفسیر قرطبی)

اللہ والوں سے محبت کرنا

۱۔علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ نیک لوگوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے جب ایک کتے کو یہ مرتبہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر کیا ہے، تو ان اہل ایمان کا کیا مقام ہوگا جو نیک لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

۲۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ نبی کریم ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور جب آپ نے نماز پڑھ لی تو دریافت فرمایا: قیامت کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے کہا: میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے اس سے پوچھا: تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے قیامت کے لئے بہت نمازوں اور بہت روزوں کی تیاری نہیں کی لیکن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے جس سے محبت کرے اور تم بھی اس کے ساتھ رہو گے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمان اسلام لانے کے بعد کسی اور بات سے اس سے زیادہ خوش نہیں ہوئے۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۸۵: ابواب الزھد: باب ۵۰)

۳۔ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام لانے کے بعد ہمیں سب سے زیادہ خوشی نبی کریم ﷺ کے اس قول سے ہوئی جو آپ نے فرمایا: کہ (قیامت کے دن) انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا، پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ میں ان کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

۴۔حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ایک شخص کسی قوم سے محبت

Marfat.com

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا

۱۹۔ اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: تم (یہاں) کتنی مدت ٹھہرے ہو؟ انہوں نے

رکھتا ہے اور ان سے ملا نہیں، آپ نے فرمایا: انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت رکھے۔

(مسلم: حدیث نمبر ۲۶۴۰: کتاب البر: باب ۵۰)

اللہ کے لئے محبت کرنا

۱۔ جب دو بندے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آپس میں محبت کریں اگر چہ ان میں سے ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن دونوں کو اکٹھا کر کے فرمائے گا: یہ ہے وہ بندہ جس سے تو میری وجہ سے محبت کرتا تھا۔

(کنز العمال: حدیث نمبر ۲۴۶۴۶: ج ۹ ص ۴)

۲۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری رضا کے لئے آپس میں خرچ کرتے ہیں۔ (مسند احمد: ج ۵: ص ۲۳۳)

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سایہ کرم میں کھڑا کروں گا جس دن میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہے۔

(مسلم: حدیث نمبر ۲۵۶۶: کتاب البر: باب نمبر ۱۲)

۴۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی اپنے بھائی کی زیارت کے لئے دوسری بستی میں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ کھڑا کر دیا، جب وہ آدمی اس فرشتہ کے پاس سے گزرا تو فرشتہ نے اس سے پوچھا: تو کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا: میں اپنے بھائی کی طرف جا رہا ہوں جو اس بستی میں رہتا ہے۔ فرشتہ نے پوچھا: کیا تیرا اس بھائی پر کوئی احسان ہے جس کی تکمیل مقصود ہے؟ اس نے کہا: میرا اس پر کوئی احسان نہیں میں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تو اپنے بھائی سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۵۶۷: کتاب البر: باب ۱۲)

۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک دوسرا آدمی وہاں سے گزرا۔ پہلے آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس گزرنے والے آدمی سے محبت کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اسے اپنی محبت کے متعلق بتا رکھا ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اسے بتاؤ۔ چنانچہ وہ دوڑ کر گیا اور اسے پکڑ کر کہتا ہے: میں خدا کے لئے تجھ سے محبت رکھتا ہوں۔ اس نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرے جس کی وجہ سے تو مجھ سے محبت کرتا ہے۔ (ابوداؤد: حدیث نمبر ۵۱۲۵: کتاب الادب)

Marfat.com

لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝۱۹

کہا: ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہوں گے، پھر کہنے لگے: تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ تم کتنی مدت ٹھہرے ہو، پس تم اپنے میں سے کسی کو اپنا یہ چاندی کا سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجو کہ وہ دیکھے کہ کون سا کھانا پاکیزہ ہے تاکہ وہ اس میں سے تمہارے کھانے کے لئے لے آئے اور اسے چاہیے کہ وہ نرمی سے کام لے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔[۱۷]

اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝۲۰

۲۰۔ کیونکہ اگر وہ تم پر غالب آ گئے تو وہ تمہیں سنگسار کر دیں گے، یا تمہیں اپنے مذہب میں لوٹا دیں گے، پھر تم کبھی بھی فلاح نہ پا سکو گے۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا

۲۱۔ اور اس طرح ہم نے (لوگوں کو) ان (اصحاب کہف کے حال) پر آگاہ کر دیا تاکہ وہ جان لیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور بلاشبہ قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں،[۱۸] جب (وہ فوت ہو گئے تو)

---

[۱۷] جس طرح ہم نے انہیں طویل عرصہ کے لئے سلا دیا تھا اسی طرح ہم نے انہیں بیدار کر دیا یعنی اتنی طویل مدت سوئے رہنا اور پھر صحیح وسلامت اٹھ کھڑے ہونا، یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ بیدار ہونے کے بعد انہیں محسوس ہوا کہ وہ آج معمول سے کچھ زیادہ ہی سوئے ہیں، اس لئے وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ وہ کتنی دیر سوئے ہیں؟ ایک نے کہا: پورا دن سوئے رہے ہیں۔ دوسرے نے کہا: دن کا کچھ حصہ سوئے ہیں، پھر کہنے لگے: اس بے فائدہ بحث کو چھوڑو، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ تم کتنی دیر سوئے رہے ہو۔ اب تم ایک ساتھی کو شہر کی طرف بھیجو تاکہ وہ کھانا خرید لائے لیکن ایک تو وہ حلال اور پاکیزہ کھانا تلاش کرے اور دوسرا وہ احتیاط سے جائے اور کسی سے سخت کلامی نہ کرے تاکہ کسی کو تمہاری خبر نہ ہو، کیونکہ اگر اس ظالم بادشاہ کے سپاہیوں کو تمہارا علم ہو گیا تو وہ تمہیں پکڑ کر سنگسار کر دیں گے یا تمہیں کفر وشرک کی طرف لوٹا دیں گے اور اگر وہ تمہیں کفر وشرک کی طرف لوٹانے میں کامیاب ہو گئے تو پھر تمہاری اس ہجرت کا مقصد فوت ہو جائے گا اور تم کبھی بھی فلاح نہ پا سکو گے۔ اس قسم کا ایک واقعہ سورہ بقرہ (۲) کی آیت نمبر ۲۵۹ میں بھی گزر چکا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو سو سال سلانے کے بعد زندہ فرمایا۔

[۱۸] اصحاب کہف کے واقعہ میں منکرین قیامت کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سینکڑوں سالوں کے بعد

Marfat.com

ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾

لوگ آپس میں ان کے معاملہ میں جھگڑا کرنے لگے، پس انہوں نے کہا: ان (کے غار) پر ایک عمارت بنادو، ان کا رب ان (کے احوال) سے خوب واقف ہے، ان لوگوں نے کہا جو ان کے معاملات پر غالب تھے کہ ہم ان پر ضرور ایک مسجد بنائیں گے۔[۱۹]

ان کو زندہ کردیا اسی طرح وہ قیامت کے دن سب کو دوبارہ زندہ کردے گا اور بلاشبہ قیامت کے آنے کے متعلق اس کا وعدہ بالکل سچا ہے۔

[۱۹] طویل نیند سے بیدار ہونے کے بعد اصحاب کہف پر جب طبعی موت طاری ہوئی تو ان کی قبر کا نشان بنانے میں لوگ جھگڑا کرنے لگے۔ بعض نے کہا: غار کے منہ پر ایک عمارت بنائی جائے جو ان کی یادگار رہے مگر غالب اکثریت کی رائے یہ تھی کہ غار کے قریب ایک عبادت خانہ بنایا جائے جس میں لوگ آکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

مزارات کے قریب مساجد بنانا

۱۔ علامہ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اولیائے کرام کے مزارات کے قریب مسجد بنانا جائز ہے تاکہ ان بزرگوں سے برکت حاصل کی جائے اور جن احادیث میں قبروں کے پاس نماز پڑھنے (مسجد بنانے) کی ممانعت آئی ہے وہاں مراد یہ ہے کہ قبروں کی طرف سجدہ نہ کیا جائے۔ (تفسیر مظہری) جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قبر پر نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو۔ (مسلم: حدیث نمبر ۹۷۲)

۲۔ حضرت صدر الافاضل لکھتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا اہل ایمان کا قدیم طریقہ ہے اور قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمانا اور اس کو منع نہ کرنا اس فعل کے درست ہونے کی قوی ترین دلیل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جوار میں برکت حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے اہل اللہ کے مزارات پر لوگ حصول برکت کے لئے جایا کرتے ہیں اور اسی لئے قبروں کی زیارت سنت اور موجب ثواب ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

۳۔ علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: تمہارے لئے حق کی معرفت میں اصحاب رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کی اتباع کرنا کافی ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر کے ساتھ کیا کیونکہ وہ روئے زمین کی سب سے افضل قبر ہے، بلکہ وہ عرش سے بھی افضل ہے۔ آپ کے اصحاب آپ کی قبر کی زیارت کرتے تھے اور آپ پر سلام پڑھتے تھے، سو تم اصحاب رسول کے افعال کی اتباع کرو۔ (تفسیر روح المعانی)

۴۔ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں بنائی گئی تھی اور وہ حجرہ بہرحال ایک مسقف (چھت والی) عمارت ہے اور اس قبر مبارک کے جوار میں مسجد نبوی ہے جہاں ہر دور میں مسلمان نماز پڑھتے رہے ہیں۔

(تفسیر تبیان القرآن)

Marfat.com

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ ۙ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾ ع ۱۵	۲۲۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ (اصحاب کہف) تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا اور کچھ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا، یہ بن دیکھے اندازے ہیں، اور کچھ کہیں گے: وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا، [۲۰] آپ فرمائیے: میرا رب ہی ان کی تعداد کو بہتر جانتا ہے، سوائے چند لوگوں کے ان (کی صحیح تعداد) کو کوئی نہیں جانتا، لہٰذا آپ ان کے بارے میں سرسری بات کے سوا زیادہ بحث نہ کریں اور نہ ان میں سے کسی سے ان (اصحاب کہف) کے بارے میں دریافت کریں۔ [۲۱]
وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾	۲۳۔ اور آپ کسی کام کے متعلق یہ ہرگز نہ کہیں کہ میں کل اسے کرنے والا ہوں۔ [۲۲]

[۲۰] اس آیت میں اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق لوگوں کے تین اقوال بیان کیے گئے ہیں یعنی تین، پانچ اور سات۔ اکثر مفسرین کے نزدیک ان کی تعداد سات اور آٹھواں ان کا کتا تھا کیونکہ پہلے دو اقوال کے بعد قرآن کہتا ہے کہ یہ ان کے بن دیکھے اندازے ہیں اور تیسرے قول کے بعد کسی اندازے کا ذکر نہیں جو اس کی صحت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

[۲۱] یعنی ان کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، لہٰذا تم اصحاب کہف کے بارے میں صرف اتنی ہی بحث کیا کرو جتنی اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی ہے اور اہل کتاب سے ان کے بارے میں دریافت کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، البتہ چند لوگ ایسے بھی ہیں جن کو ان کی صحیح تعداد کا علم ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں ان چند لوگوں میں سے ہوں (جو جانتے ہیں کہ) وہ تعداد میں سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سات اصحاب کہف کے نام بھی ذکر کیے۔ (تفسیر قرطبی)

[۲۲] اس آیت میں اہل ایمان کو ہدایت کی گئی ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے تو ساتھ ان شاء اللہ (اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا) ضرور کہے اور اگر وہ اس وقت ان شاء اللہ کہنا بھول جائے تو جب بھی یاد آئے ان شاء اللہ کہہ لے۔ اس سے اس کام میں برکت آئے گی اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کام سے بھی زیادہ بہتر کام کی طرف رہنمائی فرما دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں سہو

۱۔ ایک دفعہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سہو ہوا تو آپ نے سہو کے دو سجدے کیے اور فرمایا: لیکن میں تمہاری طرح بشر ہوں (یعنی خدا نہیں ہوں) میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو، پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلا

Marfat.com

اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا
نَسِيْتَ وَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ
لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

۲۴۔ مگر یہ کہ (اگر) اللہ تعالیٰ چاہے اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کرلیں اور کہیں: امید ہے میرا رب مجھے اس سے بھی قریب تر ہدایت کی راہ دکھادے گا۔

وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَ
ازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے رہے اور انہوں نے (اس پر) نو سال زیادہ کئے۔[۲۳]

قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ ؕ
مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۫ وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ
حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

۲۶۔ آپ فرما دیجئے: اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت ٹھہرے رہے،[۲۴] آسمانوں اور زمین کا غیب اسی کے لئے ہے، وہ کیا خوب دیکھنے والا اور کیا خوب سننے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں ہے اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں فرماتا۔[۲۵]

دیا کرو، اور جب تم میں سے کوئی نماز میں شک کرے تو غالب گمان پر بنا کر کے نماز پوری کرے، پھر سلام پھیرے اور سہو کے دو سجدے کرے۔ (بخاری: حدیث نمبر ۴۰۱: کتاب الصلوۃ: باب ۳۱)

۲۔ امام مالک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ میرا فعل سنت بنایا جائے۔ (موطا: کتاب السہو: حدیث نمبر ۲) یعنی جب میرے کسی امتی کو سہو لاحق ہو تو اس کی تلافی کے لئے اس کے سامنے میرا عمل موجود ہو۔

[۲۳] شمسی ایام کے حساب سے وہ غار میں تین سو سال سوئے رہے اور قمری ایام کے حساب سے ان میں نو سال کے اضافہ سے یہ مدت تین سو نو سال ہوگی۔ اہل کتاب چونکہ شمسی تقویم اور مسلمان قمری تقویم کی اتباع کرتے ہیں اس لئے دونوں کے اعتبار سے مدت بتادی گئی ہے۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر ابن کثیر)

[۲۴] گذشتہ آیت سے معلوم ہوا کہ اصحاب کہف اس غار میں ۳۰۹ قمری سال سوئے رہے، لیکن پیارے نبی ﷺ! پھر بھی لوگ اس مدت کے بارے میں اگر اختلاف کریں تو آپ فرمادیں: تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ جو ان کو دیکھ رہا تھا؟ جب اللہ تعالیٰ نے ۳۰۹ سال مدت بیان فرمائی ہے تو یہی صحیح ہے کیونکہ وہی جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت غار میں رہے؟

[۲۵] زمین و آسمان کا ہر غیب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ وہی اصحاب کہف کا کارساز ہے جس نے اتنی طویل مدت ان کی حفاظت فرمائی۔ وہ ایک ہے، قادر مطلق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

Marfat.com

وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور آپ وہ (کلام) پڑھ سنائیں جو آپ کے رب کی کتاب سے آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور آپ اس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے۔[۲۶]

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور اس کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں اور دنیاوی زندگی کی زینت کے خیال سے آپ کی نگاہیں ان سے نہ ہٹیں اور آپ اس شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی اتباع کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے بڑھ گیا ہے۔[۲۷]

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۚ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا

۲۹۔ اور آپ فرما دیجئے: حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے

---

[۲۶] اس آیت میں خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ سے ہے مگر اصل مخاطب امت ہے یعنی جو کچھ قرآن مجید میں نازل کیا گیا ہے اس کی تلاوت کرو، وہی برحق اور کافی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تبدیلی کی کوشش کرے گا اسے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

[۲۷] یہ مضمون پہلے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۵۲ میں گزر چکا ہے، یعنی ایک دفعہ قریش مکہ نے جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ جیسے نادار اور مسکین صحابہ کو نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے دیکھا تو ازراہ تکبر کہنے لگے: اے محمد (ﷺ)! اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم بھی آپ کے پاس بیٹھیں اور آپ کی باتیں سنیں تو ان مسکینوں کو یہاں سے ہٹادو، ہمیں ان سے بدبو آتی ہے اور ان کے ساتھ بیٹھنا ہمارے لئے توہین ہے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت میں بھی اصل مخاطب امت ہے یعنی اے ایمان والو! تم ان نادار لوگوں کی صحبت کو غنیمت سمجھو اور ان کی دلجوئی کو لازم پکڑو جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صبح وشام اس کا ذکر کرتے ہیں اور ان دنیادار لوگوں سے دور رہو جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہیں اور وہ اپنی خواہشات کے اتباع میں افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی سنگت اچھی ہے اگرچہ وہ نادار ہوں اور برے لوگوں کی سنگت بری ہے اگرچہ وہ مالدار ہوں۔

Marfat.com

لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَ اِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

انکار کردے، بے شک ہم نے ظالموں کے لئے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ فریاد کریں گے، تو ان کی فریاد رسی ایسے پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو جلا ڈالے گا، کتنا برا مشروب ہے، اور کتنی بری آرام گاہ ہے۔[۲۸]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾

۳۰۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے یقیناً ہم اس شخص کا اجر ضائع نہیں کرتے جس نے نیک عمل کئے ہوں۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ ع

۳۱۔ ان کے لئے ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں، ان کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان باغات میں انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ سبز رنگ کے باریک اور موٹے ریشمی کپڑے پہنے ہوں گے اور وہ مرصع تختوں کے اوپر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، کتنا اچھا اجر ہے، اور کتنی اچھی آرام گاہ ہے۔[۲۹]

[۲۸] یعنی قرآن مجید تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے جس نے حق اور باطل کو بالکل واضح کر دیا ہے، اب ایمان لانا یا نہ لانا تمہارے اختیار میں ہے لیکن جو اس حق پر ایمان نہیں لائیں گے وہ غور سے سن لیں! قیامت کے دن انہیں ایسی آگ میں پھینکا جائے گا جو انہیں چاروں اطراف سے گھیر لے گی اور اگر وہ پیاس سے مجبور ہو کر پانی کی فریاد کریں گے تو انہیں پگھلا ہوا تانبا پلایا جائے گا جو ان کے چہروں کو بھی جلا دے گا۔ کتنا برا مشروب وہ پگھلا ہوا تانبا ہے اور کتنا برا ٹھکانا جہنم کی آگ ہے۔

[۲۹] نیک لوگوں کے اجر ضائع نہیں ہوں گے، وہ سدا بہار جنتوں میں ہوں گے۔ وہاں انہیں سونے کے کنگن اور ریشم کے کپڑے پہنائے جائیں گے اور وہ خوبصورت تختوں پر شاہانہ شان و شوکت سے بیٹھے ہوں گے۔

جنت میں ان نعمتوں کا صحیح اندازہ ہم اس دنیا میں نہیں لگا سکتے کہ وہ کیسے کنگن اور کپڑے ہوں گے کیونکہ جنت کی نعمتیں تو ایسی لاجواب ہوں گی کہ کسی آنکھ نے انہیں دیکھا نہیں ہوگا اور کسی دل میں ان کا خیال بھی نہیں گزرا ہوگا، لہٰذا ان کی اصل کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، تاہم یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ بہت ہی اچھا اجر اور بہت ہی اچھا ٹھکانا ہوگا۔

Marfat.com

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا رَّجُلَيۡنِ جَعَلۡنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ وَّحَفَفۡنٰهُمَا بِنَخۡلٍ وَّجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمَا زَرۡعًا ؕ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور آپ ان سے ان دو آدمیوں کی مثال بیان کریں جن میں ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیئے جن کے ارد گرد کھجور کے درختوں کی باڑ لگا دی اور ان دونوں کے درمیان ہم نے کھیتی اگا دی۔[۳۰]

كِلۡتَا الۡجَنَّتَيۡنِ اٰتَتۡ اُكُلَهَا وَلَمۡ تَظۡلِمۡ مِّنۡهُ شَيۡـًٔا ۙ وَّفَجَّرۡنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۙ﴿۳۳﴾

۳۳۔ یہ دونوں باغ اپنے پھل خوب لائے اور پیداوار میں کوئی کمی نہیں کی اور ہم نے ان کے درمیان نہریں جاری کردیں۔

وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكۡثَرُ مِنۡكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور اس کے پاس (ان باغوں کے علاوہ اور بھی) بہت سے اموال تھے، (ایک دن) اس نے اپنے ساتھی سے بحث کرتے ہوئے کہا کہ میں تجھ سے مال کے لحاظ سے بھی زیادہ ہوں اور نفری کے لحاظ سے بھی زیادہ طاقتور ہوں۔[۳۱]

وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنۡ تَبِيۡدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۙ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اور وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور اپنی جان پر ظلم کرتے ہوئے کہنے لگا: میں یہ گمان نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی بھی برباد ہوگا۔[۳۲]

---

[۳۰] ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک مالدار کافر اور ایک غریب مومن کی مثال بیان کی ہے۔ کافر کو اللہ تعالیٰ نے انگوروں کے دو باغ دیئے جن کے ارد گرد کھجور کے درختوں کی باڑ تھی اور ان باغوں کے اندر کاشتکاری کے لئے زرخیز زمین اور پانی کے لئے نہریں جاری تھیں اور ان میں فصلیں اور پھل کثرت سے ہوتے تھے۔ عرب کی بنجر اور خشک زمین میں اس قسم کے باغات جن میں نہریں بھی ہوں کوئی معمولی نعمت نہیں تھے۔

[۳۱] کافر بڑا خوشحال تھا، اس کے پاس ان دو باغوں کے علاوہ بھی بہت سا مال و متاع تھا۔ ایک دن وہ مومن پر اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے کہنے لگا: میں تم سے مال کے لحاظ سے بھی زیادہ مالدار ہوں اور نفری کے لحاظ سے بھی زیادہ طاقتور ہوں۔

[۳۲] ایک دن وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور از راہ تکبر کہنے لگا: یہ میرے باغ اور مال و متاع زندگی بھر میرے پاس ہی رہیں گے اور یہ کبھی برباد نہیں ہوں گے۔ نیز میں نہیں سمجھتا کہ کبھی قیامت قائم ہوگی اور بالفرض اگر قیامت آ بھی گئی تو جس طرح

Marfat.com

وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور نہ ہی میں یہ گمان کرتا ہوں کہ کبھی قیامت قائم ہوگی اور (بالفرض) اگر مجھے اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو وہاں بھی میں یقینا اس باغ سے بہتر جگہ پاؤں گا۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اس کے ساتھی نے اس سے بحث کرتے ہوئے کہا: کیا تو نے اس کا انکار کیا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر تجھے پورا مرد بنا دیا۔[۳۳]

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾

۳۸۔ لیکن وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾

۳۹۔ اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو کہتا: ماشاء اللہ، لاقوۃ الا باللہ (وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کسی میں کوئی طاقت نہیں)، [۳۴] اگر تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں مال اور اولاد کے لحاظ سے تجھ سے کمتر ہوں۔

میں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا لاڈلا اور پیارا ہوں اور اس حسین باغ کا مالک ہوں اسی طرح آخرت میں مجھے اس سے بھی اچھا باغ ملے گا کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ میرے اعمال پر خوش نہ ہوتا تو مجھے اس دنیا میں خوشحالی عطا نہ کرتا۔

[۳۳] مومن نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ ذرا تو اپنی پیدائش پر غور وفکر کر جس اللہ تعالیٰ نے انسان اول کو مٹی سے اور تجھے نطفے سے پیدا کر کے ایک پورا انسان بنایا کیا تو اس کا انکار کرتا ہے؟ بہرحال میرا عقیدہ تو بالکل واضح ہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر غیر متزلزل ایمان رکھتا ہوں، وہی میرا رب ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

[۳۴] مومن نے اپنے مالدار ساتھی سے کہا: یہ باغ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ تجھے اس پر تکبر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے یہ کہنا چاہیے تھا: ماشاء اللہ، لاقوۃ الا باللہ۔ (وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کسی میں کوئی طاقت نہیں) اگر تو ایسا کہتا تو یہ تیرے باغ اور تیرے حق میں بہتر ہوتا جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے مال سے کوئی چیز دیکھی اور وہ اس کو اچھی لگی اور اس نے کہا: ماشاء اللہ، لاقوۃ الا باللہ۔ تو اس مال پر کبھی کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر در منثور)

Marfat.com

فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾

۴۰۔ تو کچھ بعید نہیں کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرمادے اور (تیرے) اس باغ پر آسمان سے کوئی عذاب بھیج دے تو وہ ایک چٹیل میدان ہوجائے۔[۳۵]

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾

۴۱۔ یا اس کا پانی زمین کی گہرائی میں جذب ہوجائے، پھر تو اس (پانی) کو ہرگز تلاش نہ کرسکے۔

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور اس آدمی کے پھل (بربادی میں) گھیر لئے گئے، پھر صبح کو وہ اس پونجی پر کف افسوس ملتا رہ گیا جو اس نے باغ میں خرچ کی تھی اور اب وہ باغ اپنے چھپروں پر گرا پڑا تھا اور وہ آدمی کہہ رہا تھا: کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا۔[۳۶]

وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود بدلہ لینے کے قابل تھا۔

---

[۳۵] مومن کہنے لگا: تو مجھے اس لئے حقیر سمجھ رہا ہے کہ میں مال اور اولاد کے لحاظ سے تجھ سے کمتر ہوں حالانکہ وہ وقت دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دنیا میں یا آخرت میں تیرے باغ سے بہتر باغ عطا فرمادے اور تیرے اس باغ پر آسمان سے کوئی ایسا عذاب آئے جو اس کو چٹیل میدان بنادے اور اس کا پانی زمین میں اتنا نیچے چلا جائے کہ پھر تو اسے حاصل نہ کرسکے، لہٰذا اس فانی باغ اور مال پر مغرور ہوکر اپنے رب سے روگردانی کرنا عقلمندی نہیں ہے۔

[۳۶] مومن کی مخلصانہ نصیحت کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا، وہ تکبر اور شرک کی راہ پر گامزن رہا یہاں تک کہ مہلت کی گھڑیاں ختم ہوگئیں، اچانک اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا، باغ کے چھپر جن پر انگور کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں وہ زمین بوس ہوگئے، انگوروں کی ساری فصل تباہ ہوگئی اور وہ اس نقصان پر کف افسوس ملتا ہوا کہہ رہا تھا: کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا۔ نیز اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اس کے خاندان کی بڑی نفری بھی اس کی مدد نہ کرسکی اور نہ ہی اس میں خود اتنی طاقت تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بدلہ لے سکے۔

Marfat.com

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۝۴۴

۴۴۔ یہیں سے ثابت ہوا کہ سب اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو سچا ہے، وہی بہترین ثواب دینے والا ہے اور اسی کے پاس بہترین انجام ہے۔[۳۷]

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝۴۵

۴۵۔ اور آپ ان سے دنیوی زندگی کی مثال بیان کیجئے، یہ اس پانی کی طرح ہے جس کو ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اس پانی کی وجہ سے زمین کی نباتات گھنی ہو کر نکلی، پھر وہ سوکھ کر چورا چورا ہو گئی جس کو ہوا اڑا دیتی ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر کامل قدرت رکھنے والا ہے۔[۳۸]

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝۴۶

۴۶۔ مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے پاس ثواب کے اعتبار سے بھی بہترین ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی بہترین ہیں۔[۳۹]

---

[۳۷] جب کسی سرکش پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جائے اور وہ زندگی کا آخری سانس لے رہا ہو یا قیامت کے دن جب اسے زندہ کیا جائے تو اس وقت اسے یقین ہو جاتا ہے کہ سب اختیارات کا اصل مالک واقعی اللہ تعالیٰ ہے مگر اس وقت کا احساس اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا لیکن جن لوگوں نے اس زندگی میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی وہ بہترین ثواب اور بہترین انجام سے لطف اندوز ہوں گے۔

[۳۸] اس آیت میں دنیاوی زندگی کو پانی کی وجہ سے پیدا ہونے والے سبزہ سے تشبیہ دی گئی ہے جیسے ایک خشک اور صاف زمین پر بارش کا پانی برسا اور اس زمین پر ہر طرف سبزہ کی ایسی بہار آگئی کہ زمین نظر سے اوجھل ہو گئی مگر کچھ ہی عرصہ کے بعد جب موسم نے کروٹ بدلی تو وہ سبزہ سوکھ کر چورا چورا ہو گیا اور ہوا کے ایک ہی جھونکے نے اسے ایسا اڑایا کہ وہاں سے اس کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ دنیاوی زندگی بھی اس سبزہ کی طرح ہے جو چند روز اپنی بہار دکھا کر بالآخر فنا کے گھاٹ اتر جائے گی۔ اسی قسم کی ایک مثال سورہ یونس (۱۰) کی آیت نمبر ۲۴ میں بھی گزر چکی ہے۔

[۳۹] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مال اور اولاد اس دنیاوی زندگی کی زینت ہیں، اور دوسری جگہ فرمایا: اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور تمہارے بعض بیٹے تمہارے دشمن ہیں، پس ان سے ہوشیار رہو، بے شک تمہارے مال اور

Marfat.com

وَ يَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۚ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم ان میں سے کسی ایک کو نہیں چھوڑیں گے۔[۴۰]

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور سب آپ کے رب کی بارگاہ میں صف بستہ پیش کئے جائیں گے، بے شک تم ہمارے پاس اس طرح آ گئے ہو جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ تم نے تو یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم تمہارے لئے کوئی وقت مقرر ہی نہیں کریں گے۔[۴۱]

تمہارے بیٹے (تمہاری) آزمائش ہیں۔ (قرآن: ۶۴:۱۵-۱۴) اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی زندگی کی طرح یہ مال اور اولاد بھی آزمائش اور فانی ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو چھوڑ کر ان کی محبت میں سرگرداں رہنا جہنم کا راستہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق اپنے مال اور اولاد سے محبت کرنا جنت کا راستہ ہے۔ اس صورت میں یہی مال اور اولاد ایسا صدقہ جاریہ بن جاتے ہیں کہ آخرت میں ثواب و امید کا بہترین ذریعہ ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: کھیتی کی دو قسمیں ہیں: دنیا کی کھیتی تو مال اور اولاد ہے اور آخرت کی کھیتی نیک اعمال ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کبھی بعض لوگوں کو یہ دونوں چیزیں عطا کر دیتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[۴۰] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قیامت کے دن اس زمین و آسمان کو نئے زمین و آسمان سے بدل دیا جائے گا۔ (قرآن: ۱۴:۴۸) لہٰذا قیامت کے دن سے پہلے ہی یہ پہاڑ تو دھنی ہوئی روئی اور بادلوں کی طرح اڑ کر غائب ہو چکے ہوں گے بلکہ موجودہ ساری کائنات فنا ہو جائے گی اور ایک صاف میدان کی طرح نئی زمین وجود میں آ جائے گی۔ اس دن اللہ تعالیٰ تمام اولین اور آخرین کو دوبارہ زندہ فرمائے گا اور حساب کے لئے سب کو اس میدان میں اکٹھا فرمائے گا۔ اس دن کوئی بھی کہیں چھپ نہیں سکے گا اور ہر ایک کو انصاف کی عدالت میں اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔

[۴۱] اس دن جب ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صفیں باندھے کھڑی ہوگی تو اللہ تعالیٰ منکرین قیامت سے فرمائے گا: میرے انبیاء کرام علیہم السلام نے تمہیں بتایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی بار پیدا فرمایا اسی طرح وہ قیامت کے دن دوبارہ تمہیں زندہ کرے گا مگر تم اس کا انکار کرتے تھے حالانکہ آج تم دوبارہ زندہ ہو چکے ہو۔ اب بتاؤ میرے رسولوں کا پیغام سچا تھا یا تمہارا خام خیال؟

Marfat.com

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اور (ان کے سامنے) اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا، پھر آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا ہوا) ہے، اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے افسوس! اس اعمال نامہ کو کیا ہوا ہے اس نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا ہے اور نہ بڑا مگر سب کا احاطہ کر لیا ہے، اور جو عمل انہوں نے کئے تھے سب کو اپنے سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ فرمائے گا۔ [۴۲]

ع ۶ ۱۸

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾

۵۰۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ جنات میں سے تھا، پس اس نے اپنے رب کے حکم سے نافرمانی کی، کیا تم پھر بھی مجھے چھوڑ کر ابلیس کو اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، ظالموں کے لئے بہت برا بدلہ ہے۔ [۴۳]

[۴۲] ہر ایک کا اعمال نامہ اس کے سامنے پیش کیا جائے گا اور جب مجرم لوگ اپنے اعمال ناموں میں سارے چھوٹے اور بڑے گناہ لکھے ہوئے پائیں گے تو ان کی سزا کے تصور سے خوف زدہ ہو جائیں گے، مگر اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں فرمائے گا بلکہ ہر ایک کو اس کے گناہوں کے مطابق سزا دے گا۔

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں کوئی شخص بے پڑھا نہ ہوگا۔ سب پڑھ سکیں گے اور سب عربی سے واقف ہوں گے کیونکہ اعمال نامہ کی تحریر عربی میں ہوگی، بلکہ مرتے ہی سب کی زبان عربی ہو جاتی ہے کہ قبر میں سوالات عربی میں ہوتے ہیں اور سارے لوگ عربی میں جواب دیتے ہیں۔ (تفسیر نور العرفان) جنت کی زبان بھی عربی ہوگی جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا: تین وجوہ سے اہل عرب سے محبت کرو کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن کی زبان عربی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔ (مستدرک: جلد ۴: ص ۹۸)

[۴۳] اس آیت میں تصریح ہے کہ ابلیس فرشتہ نہیں بلکہ جنات میں سے تھا کیونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ (قرآن: ۶:۶۶) جبکہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، نیز فرشتے نوری مخلوق ہیں جبکہ ابلیس آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور فرشتوں کی اولاد نہیں ہوتی جبکہ جنات کا قبیلہ اور ان کی اولاد ہوتی ہے، البتہ فرشتوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ابلیس کو فرشتوں میں شمار کیا جاتا تھا، اسی لئے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے حکم میں وہ بھی شامل تھا۔

Marfat.com

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۠ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾

۵۱۔ میں نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے وقت ان (شیطانوں) کو نہیں بلایا تھا اور نہ خود ان (شیطانوں) کی تخلیق کے وقت اور نہ میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا دست و بازو بنانے والا ہوں۔[۴۴]

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾

۵۲۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: انہیں پکارو جن کو تم میرے شریک گمان کرتے تھے، سو وہ انہیں پکاریں گے مگر وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کا ایک گڑھا بنا دیں گے۔[۴۵]

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ ع ۱۹

۵۳۔ اور مجرم لوگ (جہنم کی) آگ کو دیکھیں گے تو جان لیں گے کہ وہ یقیناً اس میں گرنے والے ہیں اور وہ اس سے نجات کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔

ابلیس نے ایک تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی ۔ دوسرا تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی تعظیم سے انکار کیا۔ نیز وہ تمہارا بھی کھلا دشمن ہے کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ترغیب دیتا ہے۔ کیا تمہیں زیب دیتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ابلیس اور اس کی اولاد کو دوست بناؤ جو تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن، تمہارے رب اللہ تعالیٰ کا دشمن اور خود تمہارا بھی دشمن ہے، پھر بھی اگر تم نے ابلیس کو ہی دوست بنائے رکھا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں سرگرم رہے تو پھر تم بھی ظالموں میں شمار ہو گے اور قیامت کے دن ظالموں کو ان کے مظالم کا بہت برا اور دردناک بدلہ دیا جائے گا۔ نیز ظالموں نے اللہ تعالیٰ کی دوستی کو چھوڑ کر ابلیس کی دوستی کو اختیار کر رکھا ہے تو یہ بھی بہت برا بدل ہے جو ظالموں نے اختیار کر رکھا ہے۔ ابلیس کے متعلق مزید تفصیل کے لئے سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۲ اور حاشیہ نمبر ۱۰ ملاحظہ کریں۔

[۴۴] جن شیاطین کو تم میرا شریک اور اپنا کارساز خیال کرتے ہو میں نے زمین و آسمان کی تخلیق میں ان سے کوئی مدد نہیں لی اور نہ ہی مجھے ان کی مدد کی ضرورت ہے بلکہ یہ تو اس وقت پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ بعد میں جب میں نے ان شیاطین کو پیدا کیا تو بھی میں نے ان سے کوئی مشورہ نہیں کیا۔ میں جب ان کی مدد کے بغیر ان کو پیدا کر سکتا ہوں تو مجھے خواہ مخواہ ان کو اپنا شریک بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور بفرض محال اگر میں کسی کو شریک بناتا بھی تو میں ان شیاطین کو کیوں بناتا جو میرے ہی نافرمان ہیں۔

[۴۵] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ منکرین سے فرمائے گا کہ انہیں پکارو جن کو تم میرا شریک گمان کرتے تھے تا کہ وہ میرے عذاب سے تمہیں بچائیں، سو وہ انہیں پکاریں گے مگر وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے بلکہ ان کے درمیان جہنم کا گڑھا بنا دیا جائے گا

Marfat.com

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿٥٤﴾

۵۴۔ اور بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثالیں بار بار بیان کی ہیں، اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے۔[۴٦]

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٥﴾

۵۵۔ اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو انہیں اس پر ایمان لانے اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے سے کس چیز نے روکا سوائے اس کے کہ ان کے پاس پہلے لوگوں کا دستور آئے یا عذاب ان کے سامنے آجائے۔[۴۷]

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿٥٦﴾

۵٦۔ اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوش خبری سنانے والے اور (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والے اور کافرلوگ باطل (دلائل) کے سہارے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ حق کو زائل کردیں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس (عذاب) سے وہ ڈرائے گئے مذاق بنالیا ہے۔[۴۸]

اور مجرم لوگ جب اس جہنم کی آگ کو دیکھیں گے تو انہیں یقین ہوجائے گا کہ اب وہ اس آگ میں گرنے والے ہیں اور اس سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

[۴٦] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسلامی عقائد کو مختلف مثالوں کے ذریعہ بار بار بیان کیا ہے تاکہ لوگوں کو اپنے اپنے ذوق کے مطابق بات سمجھنے میں آسانی ہو مگر سرکش انسان بڑا جھگڑالو واقع ہوا ہے اور حق کو قبول کرنے کے بجائے سیدھی اور سادی باتوں میں بھی کٹ حجتی کرنے لگتا ہے۔

[۴۷] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کرکے ہدایت کا راستہ بالکل واضح کردیا لیکن اس کے باوجود انہیں ایمان لانے سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟ کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ پہلی قوموں کی طرح اچانک عذاب آئے اور انہیں تباہ و برباد کردے یا عذاب بالکل ان کے سامنے آجائے اور اس عذاب کو دیکھنے کے بعد توبہ کی قبولیت کا وقت ہی ختم ہوجائے۔

[۴۸] اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو صرف اس لئے بھیجا تاکہ وہ حق پرستوں کو جنت کی خوش خبری سنائیں اور باطل پرستوں کو برے انجام سے ڈرائیں۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ باطل پرست اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے اور حق کا راستہ اختیار کرتے۔ لیکن اس کے برعکس وہ الٹا حق کو مٹانے کے لئے باطل دلائل کے سہارے جھگڑا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے

Marfat.com

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ
فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا
جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ
اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى
فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿٥٧﴾

۵۷۔ اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس کو اپنے رب کی آیات سے نصیحت کی گئی تو اس نے ان سے روگردانی کی اور بھول گیا ان (اعمال بد) کو جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے تھے، بے شک ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ قرآن کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کردی، اور اگر آپ انہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو وہ کبھی بھی ہدایت پر نہیں آئیں گے۔[۴۹]

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ
بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ
مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿٥٨﴾

۵۸۔ اور آپ کا رب تو بہت بخشنے والا، بہت رحمت والا ہے، اگر وہ ان کے کئے پر ان کا مؤاخذہ کرتا تو ان پر جلد عذاب بھیج دیتا لیکن ان کے لئے (عذاب کا) ایک وقت مقرر ہے، (جب وہ وقت آجائے گا تو وہ) اللہ تعالیٰ کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے۔[۵۰]

وَتِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَ
جَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿٥٩﴾ ع

۵۹۔ اور یہ بستیاں ہیں جب ان کے باشندوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان کو ہلاک کردیا اور ہم نے ان کی ہلاکت

عذاب کا مذاق اڑاتے ہیں۔

[۴۹] جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعہ نصیحت کی گئی اور انہوں نے اس سے روگردانی کی، نیز وہ اپنے اعمال بد اور ان کے انجام بد کو بھی بھول گئے، یہ لوگ بہت بڑے ظالم ہیں اور ان کے مظالم کی سزا کے طور پر ان کے دلوں پر ایسے پردے ڈال دیئے گئے اور ان کے کانوں میں ایسی گرانی پیدا کردی گئی، جس سے قرآن کا سمجھنا، سننا اور اس سے نصیحت قبول کرنا ان کے لئے ناممکن ہوگیا، لہٰذا اب ان کو کیسی ہی دعوت دی جائے یہ کبھی بھی ہدایت کا راستہ اپنانے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ تقدیر کے مسئلہ پر تفصیل جاننے کے لئے سورہ بقرہ (۲) کی آیت نمبر ۷ اور حاشیہ نمبر ۱۰ ملاحظہ کریں۔

[۵۰] اگر اللہ تعالیٰ گناہوں پر گرفت فرماتا تو ظالموں پر جلدی عذاب آجاتا مگر وہ بہت مہربان ہے اور ایک وقت مقرر تک ظالموں کو مہلت دیتا ہے تاکہ وہ توبہ کرکے اپنے گناہوں کو بخشوالیں لیکن اگر وہ باز نہ آئے اور وقت مقرر آگیا تو پھر ان پر عذاب آکے رہے گا اور ان کے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔

Marfat.com

کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا۔[۵۱]

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝۶۰

۶۰۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا: میں چلتا رہوں گا یہاں تک کہ میں دو سمندروں کے سنگم تک پہنچ جاؤں یا مدت دراز تک چلتا رہوں گا۔[۵۲]

[۵۱] اہل عرب اپنے تجارتی سفروں میں قوم عاد وثمود وغیرہ کی تباہ شدہ بستیوں کا مشاہدہ کر چکے تھے۔ جب ان بستیوں کے باشندوں نے ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک وقت مقرر تک مہلت دی لیکن جب وہ باز نہ آئے تو بستیوں سمیت انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا۔

اس آیت کے ذریعہ اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تمہیں جو وقت مقرر تک مہلت مل رہی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی بلکہ اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی اصلاح کر لو ورنہ جب وقت مقرر آ گیا تو تمہارا حشر بھی وہ ہو سکتا ہے جو پہلی قوموں کا ہوا تھا۔

[۵۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ دو سمندروں کے سنگم پر جائیں وہاں ان سے ملاقات ہو جائے گی، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم یوشع بن نون سے کہا کہ ہمیں دو سمندروں کے سنگم تک پہنچنے کے لئے اپنا سفر جاری رکھنا ہے خواہ ہمیں سالہا سال تک چلنا پڑے۔ اس آیت سے لے کر آیت نمبر ۸۲ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اس واقعہ کا خلاصہ پیش کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت خضر علیہ السلام اور دو سمندروں کے سنگم کا تعارف پیش کیا جائے۔

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام کا نام بَلْیَا بن مَلْکان ہے اور آپ کا لقب خِضَر ہے کیونکہ آپ جہاں تشریف فرما ہوتے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی تھی۔ (تفسیر بغوی)

حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی؟

علامہ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے کیونکہ اولیاء اللہ کو کشف اور الہام کے ذریعہ جو علم حاصل ہوتا ہے وہ ظنی ہوتا ہے اور اس میں خطا کا احتمال ہوتا ہے۔ اب اگر حضرت خضر علیہ السلام کو ولی مانا جائے تو محض کشف اور الہام کی وجہ سے معصوم لڑکے کو قتل کرنا جائز نہیں ہو سکتا، اس لئے آپ کو نبی ہی ماننا پڑے گا کیونکہ نبی کا علم یقینی ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری) علامہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں: جمہور علماء کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ (بحر محیط) علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک نیک بندے تھے حالانکہ قرآن مجید کی

Marfat.com

آیتیں شہادت دیتی ہیں کہ وہ نبی تھے کیونکہ باطنی امور کو وحی کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ کہف: زیر آیت نمبر ۶۵)

علامہ فخر الدین رازی اس سورت کی آیت نمبر ۶۵ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے اور اس کی چند وجوہات بھی بیان کی ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام اب زندہ ہیں یا نہیں

علامہ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں اہل علم کے اقوال مختلف ہیں مگر اس کا حل حضرت مجدد الف ثانی کے کلام کے بغیر ناممکن ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے جب حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ زندہ ہیں یا وفات پا گئے ہیں تو آپ حقیقت حال کے انکشاف کے لئے بارگاہ الٰہی میں متوجہ ہوئے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی نے مراقبہ میں دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے سامنے کھڑے ہیں۔ آپ نے ان سے ان کی حقیقت حال دریافت کی تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: میں اور الیاس دونوں زندہ نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو ایسی طاقت عطا فرما دی ہے جس سے ہم مجسم ہو جاتے ہیں اور زندوں کے سے کام کرتے ہیں مثلاً جب اللہ تعالیٰ چاہے تو ہم گمراہوں کی رہنمائی کرتے ہیں اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں۔ علم لدنی کی تعلیم دیتے ہیں اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا سے روحانی نسبت بھی دیتے ہیں۔ (تفسیر مظہری) علامہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں: جمہور علماء اس پر ہیں کہ بے شک خضر علیہ السلام کی وفات ہو گئی۔

(بحر محیط)

مجمع البحرین

دو سمندروں کا سنگم کہاں ہے اس کے متعلق بھی علماء کے مختلف اقوال ہیں لیکن زیادہ قرین قیاس وہ جگہ ہے جہاں خلیج عقبہ اور خلیج سویس دونوں آکر ملتے ہیں اور بحر احمر میں ضم ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر تبیان القرآن) بہرحال اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا کہ انہوں نے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیوں نہیں کیا۔ (اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ قیامت تک آنے والے سب اہل ایمان کو یہ درس دیا گیا ہے کہ وہ ایسی صورت میں یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سب سے بڑا عالم ہے) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ میرا ایک بندہ (خضر) مجمع البحرین میں ہے اور وہ تم سے زیادہ عالم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میری ان سے کیسے ملاقات ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک ٹوکری میں مچھلی رکھ لو، جب وہ

Marfat.com

مچھلی (زندہ ہوکر) گم جائے وہیں وہ بندہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم یوشع بن نون مچھلی لے کر چل پڑے، حتیٰ کہ وہ ایک چٹان کے پاس آئے اور اس پر سر رکھ کر سو گئے۔ مچھلی اچانک حرکت میں آ کر ٹوکری سے نکلی اور سمندر میں سرنگ کی طرح راستہ بناتی ہوئی چلی گئی۔ یوشع بن نون نے مچھلی کو جاتے ہوئے دیکھ لیا مگر انہوں نے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور دل میں سوچا کہ جب وہ بیدار ہوں گے تو ان کو بتادوں گا اور پھر وہ بتانا بھول گئے۔ جب وہ اس چٹان سے روانہ ہوئے تو ایک دن کے سفر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا کہ ناشتہ لاؤ۔ اس وقت یوشع بن نون نے کہا کہ ہم چٹان کے پاس سوئے تھے تو مچھلی سمندر میں چلی گئی تھی اور میں آپ کو بتانا بھول گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہی تو وہ جگہ ہے جس کو ہم تلاش کر رہے تھے، پھر وہ دونوں واپس اس چٹان کے پاس آئے تو دیکھا وہاں حضرت خضر علیہ السلام موجود ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سلام کرنے کے بعد انہیں کہا: کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہوں کہ جو رشد و ہدایت کا علم آپ کو سکھایا گیا ہے آپ اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیں؟ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا علم سکھایا ہے جو آپ نہیں جانتے اور آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا علم سکھایا جس کو میں نہیں جانتا (کیونکہ تمام علوم اور کمالات اللہ تعالیٰ نے صرف ایک ہستی میں جمع فرمائے ہیں اور وہ ہے ذات پاک مصطفی علیہ التحیۃ والثناء)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں خود آپ سے اس کا ذکر کروں۔ چنانچہ وہ سمندر کے کنارے کنارے چلنے لگے، اتنے میں ایک کشتی گزری، کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے ان کو کشتی میں سوار کر لیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختے کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ان لوگوں نے بغیر کرایہ کے ہم کو کشتی میں سوار کیا اور آپ نے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا تا کہ آپ اس میں بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں، یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں بھول گیا تھا، لہٰذا مجھ سے درگزر کریں۔ اس اثنا میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی، اس نے دریا میں سے ایک چونچ بھر پانی لیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرا علم اور آپ کا علم دونوں مل کر بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتے جتنی اس چڑیا کی چونچ کے پانی کو اس سمندر کے ساتھ ہے۔

پھر وہ کشتی سے نکل کر ساحل سمندر پر جا رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک لڑکا دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ نے ایک بے قصور لڑکے کو ناحق قتل کر دیا، یہ تو آپ نے اچھا نہیں کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آئندہ ایسا نہیں کروں گا، پھر وہ ایک بستی میں آئے اور بستی والوں سے کھانا مانگا مگر اہل بستی نے مہمان

Marfat.com

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾

۶۱۔ پھر جب وہ دونوں دو سمندروں کے سنگم پر پہنچے تو وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے، پس مچھلی نے سمندر میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنالیا۔[۵۳]

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾

۶۲۔ پھر جب وہ دونوں آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا: ہمارا ناشتہ ہمارے پاس لے آؤ، بے شک ہمیں اپنے اس سفر سے بڑی تھکاوٹ پہنچی ہے۔[۵۴]

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ

۶۳۔ خادم نے کہا: کیا آپ نے دیکھا جب ہم اس چٹان

نوازی سے انکار کر دیا۔ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار کو گرتے دیکھا تو انہوں نے اس دیوار کو درست کر دیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: بستی والوں نے ہمیں کھانا تک نہیں دیا، اگر آپ چاہتے تو اس کام پر ان سے اجرت لیتے۔حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: اب ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی ہے۔ (بخاری: کتاب تفسیر القرآن: سورہ کہف: باب ۲)

پھر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: آپ کے جانے سے پہلے میں آپ کو ان چیزوں کی حقیقت بتا دیتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔وہ کشتی چند غریب لوگوں کی تھی اور آگے ایک ظالم بادشاہ تھا جو اچھی کشتیوں کو غصب کر رہا تھا۔میں نے اس کشتی کو اس لئے ناقص کر دیا تا کہ بادشاہ اس کو غصب نہ کرے اور ان غریب لوگوں کا روزگار چلتا رہے۔قتل ہونے والے لڑکے کے والدین اہل ایمان تھے، اگر یہ زندہ رہتا تو ان کو کفر پر مجبور کر دیتا۔اب اللہ تعالیٰ ان کو اس سے بہتر لڑکا عطا فرمائے گا اور وہ گرنے والی دیوار دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ دفن تھا جو کہ ان کے نیک باپ نے ان کے لئے دفن کیا تھا تا کہ جب وہ جوان ہو جائیں تو اس خزانہ کو نکال لیں اور اگر وہ دیوار گر جاتی تو دوسرے لوگ یہ خزانہ لوٹ لیتے۔اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ علم کی طلب کے لئے اور بڑے عالم کی زیارت کے لئے جانا اور طویل سفر کرنا انبیاء کی سنت ہے۔

[۵۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون جب دو سمندروں کے سنگم پر پہنچے تو چٹان پر سر رکھ کر سو گئے۔اس دوران مچھلی زندہ ہو کر سرنگ کی طرح راستہ بناتے ہوئے سمندر میں چلی گئی۔اگر چہ یوشع بن نون نے مچھلی کو سمندر میں جاتے ہوئے دیکھ لیا مگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گئے۔

[۵۴] چٹان کے پاس آرام کرنے کے بعد وہ دوبارہ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے اور ایک دن کے سفر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خادم سے کہا کہ ناشتہ لے آؤ اب تو بہت تھکاوٹ ہو گئی ہے۔

Marfat.com

نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۫ وَ مَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿٦٣﴾

کے پاس ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا تھا اور شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں (آپ سے) مچھلی کا ذکر کروں اور مچھلی نے تو سمندر میں عجیب طریقہ سے اپنا راستہ بنالیا تھا۔ [۵۵]

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾

۶۴۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہی تو وہ جگہ ہے جس کو ہم تلاش کر رہے تھے، پھر دونوں اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس لوٹے۔ [۵۶]

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾

۶۵۔ تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے (خضر علیہ السلام) کو وہاں پایا جس کو ہم نے اپنے پاس سے (خصوصی) رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اسے اپنے پاس سے (خصوصی) علم سکھایا تھا۔ [۵۷]

---

[۵۵] خادم نے کہا: جب ہم چٹان کے پاس سوئے تھے تو مچھلی زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی تھی اور شیطان نے مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے مچھلی کا ذکر کرتا۔

[۵۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہی تو وہ جگہ ہے جس کو ہم تلاش کر رہے تھے، چنانچہ وہ اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس اسی چٹان کی طرف روانہ ہوگئے۔

[۵۷] جب وہ واپس اس چٹان کے پاس پہنچے تو دراصل یہی وہ جگہ تھی جس کو مجمع البحرین کہا گیا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کہا تو حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا: اے بنی اسرائیل کے نبی! تم پر بھی سلام ہو۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: آپ کو میرا تعارف کس نے کرایا؟ خضر علیہ السلام نے جواب دیا: جس نے آپ کو میری طرف بھیجا ہے اسی نے مجھے آپ کا تعارف بھی کرایا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو اپنے پاس سے خصوصی رحمت اور خصوصی علم یعنی علم لدنی عطا فرمایا۔

علم لدنی کی تعریف

ملا علی قاری لکھتے ہیں: علم ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں ڈالتا ہے۔ یہ علم نبی کے اقوال، افعال اور احوال سے مستفاد ہوتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اس کے افعال اور اس کے احکام کی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ علم کسی بشر کے واسطے سے حاصل ہو تو علم کسبی ہے اور اگر یہ علم کسی واسطے کے بغیر حاصل ہو تو یہ علم لدنی ہے اور علم لدنی کی تین قسمیں ہیں: وحی، الہام اور فراست۔ (مرقاۃ المفاتیح: جلد اول: ص ۴۴۵: کتاب العلم)

Marfat.com

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾

۶۶۔ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا: کیا میں آپ کی اس شرط پر پیروی کرسکتا ہوں کہ جو رشد و ہدایت کا علم آپ کو سکھایا گیا ہے آپ اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھادیں۔[۵۸]

انبیائے کرام اور اولیائے کاملین کو اللہ تعالیٰ علم لدنی عطا فرماتا ہے مگر ان کے درجات اور مراتب مختلف ہوتے ہیں۔ وحی انبیائے کرام کے ساتھ خاص ہے اور اس سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے جو شریعت میں حجت ہے، البتہ الہام اور فراست اولیائے کاملین کی عظمت کی نشانی ہے لیکن اس سے ظنی علم حاصل ہوتا ہے جو حجت شرعی نہیں ہے۔

علم لدنی سے مراد

اس آیت میں مفسرین نے علم لدنی سے علم غیب مراد لیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا، مثلاً:

۱۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب کی تعلیم دی۔ (تفسیر قرطبی)

۲۔ قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: ہم نے خضر علیہ السلام کو ان علوم میں سے تعلیم دی جو ہمارے ساتھ مختص ہیں اور جن کا علم ہماری توفیق کے بغیر نہیں ہوتا اور وہ علم الغیوب ہے۔ (تفسیر بیضاوی)

۳۔ علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: ہم نے خضر علیہ السلام کو اس علم کی تعلیم دی جو ہمارے ساتھ خاص ہے جس کا علم ہماری توفیق کے بغیر نہیں ہوتا اور وہ علم الغیوب ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۴۔ علامہ شوکانی لکھتے ہیں: ہم نے خضر علیہ السلام کو اس علم غیب سے تعلیم دی جو ہمارے ساتھ خاص ہے۔ (تفسیر فتح القدیر)

۵۔ علامہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں: ہم نے خضر علیہ السلام کو وہ علم سکھایا جو ہمارے ساتھ مختص ہے اور وہ غیوب کی خبریں دینے کا علم ہے۔ (تفسیر بحر محیط)

۶۔ علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: ہم نے خضر علیہ السلام کو وہ علم سکھایا جس کی تہ تک نہیں پہنچا جاسکتا اور نہ اس کی مقدار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور وہ علم الغیوب اور مخفی علوم کے اسرار ہیں۔ (تفسیر روح المعانی)

۷۔ علامہ ابو مسعود لکھتے ہیں: ہم نے خضر علیہ السلام کو وہ خاص علم سکھایا جس کی حقیقت کو معلوم نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس کی مقدار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور وہ علم الغیوب ہے۔ (تفسیر ابی السعود)

۸۔ علامہ ابن جریر لکھتے ہیں: حضرت خضر علیہ السلام ایسے انسان تھے جو علم الغیب جانتے تھے۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب

قرآن و حدیث اور اہل علم کی مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب بلکہ علم غیوب عطا فرمایا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ سب انبیاء کے امام اور سردار ہیں ان کا علم غیب اور علم غیوب تو بہت زیادہ ہوگا۔

[۵۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے بڑے ادب اور احترام کے ساتھ درخواست کی کہ آپ مجھے اجازت دیں گے

Marfat.com

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾

۶۷۔ خضر علیہ السلام نے کہا: بے شک آپ میرے ساتھ ہر گز صبر نہ کر سکیں گے۔[۵۹]

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾

۶۸۔ اور آپ اس چیز پر صبر کیسے کر سکتے ہیں جس کی آپ کو پوری طرح خبر نہیں۔

کہ میں کچھ عرصہ آپ کے ساتھ رہ کر آپ سے کچھ علم حاصل کروں، اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا اپنا رتبہ خواہ کتنا ہی بلند ہو، استاد کا ادب واحترام بہر صورت لازم ہے۔ ہر طالب علم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس اسوۂ حسنہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: یہ آیت بتاتی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کم درجے والے انسان کو اپنے سے اعلیٰ انسان پر کسی ایک کمال میں برتری حاصل ہو جاتی ہے۔ جب ایسی صورت حال پیدا ہو تو اعلیٰ درجے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے سے کم درجے والے انسان سے وہ کمال حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اس کو اپنے لئے کسر شان نہ سمجھے۔(تفسیر مظہری) جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دانائی کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے، جہاں ملے مؤمن اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔

(ترمذی: ابواب العلم: باب ۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کیا: علم حاصل کرو اور علم کے لئے سکون اور وقار سیکھو، نیز جس سے علم حاصل کرو اس کے سامنے تواضع اختیار کرو۔ (کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۴۱)

ایک دن عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے اہل دربار سے پوچھا: مجھے یہ بتاؤ کہ اس مملکت میں سب سے محترم اور معزز کون ہے؟ سب نے کہا: اے امیر المومنین! آپ۔ خلیفہ وقت نے اپنا یہ سوال تین مرتبہ دہرایا۔ حاضرین نے یہی جواب دیا جس کو ہر بار خلیفہ نے غلط قرار دیا۔ حاضرین دربار نے پوچھا: اگر ہمارا جواب درست نہیں تو آپ فرمائیے۔ ہارون الرشید نے فرمایا: کہ میرے بیٹوں مامون اور امین کا استاد اصمعی اس ساری مملکت میں سب سے زیادہ محترم ہے کیونکہ میرے دونوں بیٹے اپنے استاد کے جوتے اٹھانے میں سبقت لے جانے میں کوشاں ہوتے ہیں لیکن میرے جوتے اٹھانے میں انہوں نے کبھی اس کشمکش کا مظاہرہ نہیں کیا۔ (ماہنامہ ضیائے حرم: سر دلبراں: جولائی ۱۹۸۹ء)

[۵۹] حضرت خضر علیہ السلام کو معلوم تھا کہ ایسے واقعات پیش آئیں گے جو بظاہر شریعت کے خلاف نظر آئیں گے اور کوئی نبی خلاف شرع امور پر اس وقت تک خاموش نہیں رہتا جب تک ان کے جواز کی کوئی وجہ اس پر ظاہر نہ ہو جائے، اس لئے حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ میرے ساتھ ہر گز صبر نہیں کر سکیں گے اور ساتھ وجہ بھی بیان کر دی کہ جس خلاف شرع کام کی حکمت آپ کو معلوم نہ ہو ظاہر ہے آپ اس پر صبر نہ کر سکیں گے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کیا کہ ان شاء اللہ وہ ضرور صبر کریں گے اور نافرمانی نہیں کریں گے۔

Marfat.com

قَالَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾

۶۹۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ ع ۱۱ ۲۱

۷۰۔ خضر علیہ السلام نے کہا: اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے بارے سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں خود آپ سے اس کا ذکر کروں۔ [۶۰]

فَانْطَلَقَا ٙ حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾

۷۱۔ پھر وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ دونوں ایک کشتی میں سوار ہوئے تو خضر علیہ السلام نے کشتی میں شگاف کر دیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیا آپ نے کشتی میں اس لئے شگاف کیا ہے کہ آپ کشتی والوں کو غرق کر دیں، بے شک یہ تو آپ نے بڑا خطرناک کام کیا ہے۔ [۶۱]

---

[۶۰] حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: جب میں کوئی ایسا کام کروں جس کی حکمت آپ کو معلوم نہ ہو تو آپ صبر کرنا اور اس کے متعلق فوراً استفسار نہ کرنا یہاں تک کہ میں خود اس کی حکمت آپ سے بیان کردوں۔

[۶۱] حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں سمندر کے کنارے کنارے چلنے لگے، اتنے میں ایک کشتی گزری، کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کسی معاوضہ کے ان دونوں کو کشتی میں سوار کرلیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختے کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ان لوگوں نے بغیر کسی معاوضہ کے ہم کو کشتی میں سوار کیا اور آپ نے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا، اس طرح تو یہ سواریاں پانی میں ڈوب جائیں گی، یہ تو آپ نے بڑا خطرناک کام کیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کرسکیں گے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: مجھ سے بھول ہوگئی ہے، لہٰذا آپ مجھ پر سختی نہ کریں اور درگزر کریں۔

مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں: حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کا وہ تختہ توڑا تھا جو پانی میں رہتا تھا لیکن پھر بھی پانی کشتی میں نہ بھرا۔ (تفسیر نور العرفان) اس سے حضرت خضر علیہ السلام کے دو معجزات کا اشارہ ملتا ہے یعنی آپ نے ایسے معجزانہ انداز میں کشتی کا تختہ اکھاڑا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی کو احساس نہ ہوا۔ نیز کشتی میں سوراخ ہوجانے کے باوجود کشتی میں پانی داخل نہ ہوا۔

Marfat.com

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾

٧٢۔ خضر علیہ السلام نے کہا: کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے۔

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴿٧٣﴾

٧٣۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ میری بھول پر گرفت نہ کریں اور میرے معاملہ میں مجھ پر زیادہ سختی نہ کریں۔

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـــًٔا نُّكْرًا ﴿٧٤﴾

٧٤۔ پھر وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ ایک لڑکے سے ملے تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو قتل کر ڈالا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیا آپ نے ایک معصوم جان کو کسی نفس کے بدلہ کے بغیر قتل کر دیا، بے شک آپ نے بڑا نازیبا کام کیا۔ [٦٢]

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٥﴾

٧٥۔ خضر علیہ السلام نے کہا: کیا میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے؟

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿٧٦﴾

٧٦۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے بارے سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں، بے شک آپ میری طرف سے حد عذر کو پہنچ گئے ہیں۔

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا

٧٧۔ پھر وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ دونوں ایک بستی والوں کے پاس آئے اور ان سے کھانا طلب کیا تو بستی والوں نے ان کی میزبانی سے انکار کر دیا،

---

[٦٢] پھر وہ کشتی سے نکل کر ساحل سمندر پر جا رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ ایک لڑکا دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ نے ایک بے قصور لڑکے کو ناحق قتل کر دیا، یہ تو آپ نے بڑا ہی نازیبا کام کیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ایک موقع اور دے دیں اگر اس کے بعد بھی میں سوال کروں تو پھر آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں اور اس فیصلے میں آپ حق بجانب ہوں گے اور مجھے بھی آپ پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

Marfat.com

فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُّرِيدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿٧٧﴾

پھر انہوں نے اس بستی میں ایک دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تھی تو خضر علیہ السلام نے اسے درست کردیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر آپ چاہتے تو اس پر مزدوری لے لیتے۔ [٦٣]

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾

٧٨۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: بس اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے، اب میں آپ کو ان باتوں کی حقیقت سے آگاہ کئے دیتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کرسکے تھے۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَاۗءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿٧٩﴾

٧٩۔ وہ جو کشتی تھی وہ چند غریب لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے، میں نے چاہا کہ میں اسے عیب دار کردوں کیونکہ ان کے آگے ایک (ظالم) بادشاہ (کھڑا) تھا جو ہر (بے عیب) کشتی کو غصب کررہا تھا۔ [٦٤]

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿٨٠﴾

٨٠۔ اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مومن تھے، پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ انہیں سرکشی اور کفر میں مبتلا کردے گا۔ [٦٥]

---

[٦٣] پھر وہ ایک بستی میں آئے اور بستی والوں سے کھانا مانگا مگر اہل بستی نے میزبانی سے انکار کردیا، پھر انہوں نے اس بستی میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے والی تھی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اسے ہاتھ لگا کر معجزانہ طور پر درست کردیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اس بستی والوں نے ہمیں کھانا تک نہیں دیا، اگر آپ چاہتے تو اس کام پر ان سے اجرت طلب کرتے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: بس اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آگیا ہے کیونکہ آپ نے صبر نہیں کیا۔

[٦٤] پھر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ کے جانے سے پہلے میں آپ کو ان چیزوں کی حقیقت بتائے دیتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کرسکے۔ وہ کشتی چند غریب لوگوں کی تھی اور آگے ایک ظالم بادشاہ کھڑا تھا جو بے عیب کشتیوں کو غصب کررہا تھا اور کشتی والوں کو اس کا علم نہیں تھا، میں نے اس کشتی کو اس لئے ناقص کردیا تاکہ بادشاہ اس کو غصب نہ کرے اور ان غریبوں کا روزگار چلتا رہے۔

[٦٥] اور اس قتل ہونے والے کے والدین اہل ایمان تھے۔ اگر وہ زندہ رہتا تو ان کو کفر اور سرکشی پر مجبور کردیتا۔ اب اللہ تعالیٰ

Marfat.com

فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

۸۱۔ پس ہم نے چاہا کہ ان کا رب انہیں (اس لڑکے کا ایسا) بدل عطا فرمائے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور زیادہ مہربان ہو۔

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ یَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖۗ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾ ع ۱۰

۸۲۔ اور وہ جو دیوار تھی وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ (مدفون) تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا، پس آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب کی رحمت سے اپنا خزانہ نکال لیں، [٦٦] اور میں نے (جو کچھ بھی کیا) وہ اپنی مرضی سے نہیں کیا، یہ ان (واقعات) کی حقیقت ہے جن پر آپ صبر نہ کر سکے تھے۔ [٦٧]

وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾

۸۳۔ اور وہ آپ سے ذوالقرنین کے متعلق دریافت کرتے ہیں، آپ فرمائیے: میں ابھی آپ کے سامنے اس کا کچھ حال پڑھ کر سناتا ہوں۔ [٦٨]

ان کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے گا جو اس سے زیادہ پاکیزہ اور والدین کے لئے زیادہ مہربان ہوگا۔

[٦٦] اور وہ گرنے والی دیوار دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ دفن تھا جو کہ ان کے نیک باپ نے ان کے لئے دفن کیا تھا تاکہ جب وہ جوان ہو جائیں تو اس خزانہ کو نکال لیں اور اگر وہ دیوار گر جاتی تو دوسرے لوگ ان یتیموں کا خزانہ لوٹ لیتے۔

[٦٧] آخر میں حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: میں نے یہ سارے کام اپنی مرضی سے نہیں کئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کئے تھے۔

[٦٨] مشرکین مکہ نے یہود مدینہ کے مشورہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوالقرنین کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو ملک فارس میں اقتدار بخشا اور اس کو ایسا علم و ہنر اور ایسا ساز و سامان عطا فرمایا جس کی وجہ سے اس نے نمایاں فتوحات حاصل کیں حتیٰ کہ مشارق و مغارب کا حکمران ہو گیا تھا۔ قرآن مجید کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین ایک سچا مومن اور صالح انسان تھا۔ وہ رعایا کا ہمدرد اور خیر خواہ بادشاہ تھا۔

Marfat.com

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾	۸۴۔ بے شک ہم نے اسے زمین میں اقتدار بخشا تھا اور بے شک ہم نے اس کو ہر چیز کا ساز و سامان دیا تھا۔
فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾	۸۵۔ پس وہ (مغرب کی طرف) ایک راستے پر روانہ ہوا۔
حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۗ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾	۸۶۔ یہاں تک کہ جب وہ غروب آفتاب کی جگہ پہنچا تو اس نے سورج کو یوں پایا گویا وہ سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوب رہا ہے [۶۹] اور اس نے وہاں ایک قوم کو پایا، ہم نے کہا: اے ذوالقرنین! (تمہیں اختیار ہے) خواہ تم انہیں سزا دو یا ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ [۷۰]
قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾	۸۷۔ ذوالقرنین نے کہا: جس نے ظلم کیا تو عنقریب ہم اس کو سزا دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے بڑا ہی سخت عذاب دے گا۔ [۷۱]

[۶۹] ذوالقرنین نے سب سے پہلے مغرب کا رخ کیا اور مختلف ممالک فتح کرتا ہوا ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل تک پہنچ گیا جہاں زمین اور آبادی ختم ہوگئی اور تا حد نگاہ پانی ہی پانی تھا جو چھوٹی چھوٹی خلیجوں کی وجہ سے سیاہ کیچڑ کے چشمے کی طرح نظر آتا تھا اور اس کی لہروں میں سورج ڈوب رہا تھا۔ اگرچہ سورج تو زمین اور سمندر سے بہت بڑا ہے اور وہ اپنے مدار میں متحرک رہتا ہے اور کہیں ڈوبتا نہیں مگر سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر غروب آفتاب کا نظارا کرنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا سورج پانی میں ڈوب رہا ہے۔

[۷۰] مغرب میں سمندر کے قریب وہ قوم آباد تھی جس نے ذوالقرنین کے ملک پر حملہ کیا تھا اور اس کا تاج و تخت چھیننے کی کوشش کی تھی، اب وہ قوم ذوالقرنین کے قبضہ میں آگئی تو اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے دل میں اس طرح بات ڈال دی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں ڈالی تھی۔ (قرآن: ۲۰:۳۸) یعنی تم موسیٰ کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دو، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے دل میں بھی یہ بات ڈال دی کہ چاہے تو اس قوم سے بدلہ لے کیونکہ اس نے ذوالقرنین کے ملک پر حملہ کیا تھا اور چاہے تو اسے معاف کر دے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

[۷۱] ذوالقرنین نے اس قوم کے گذشتہ قصور کو تو معاف کر دیا مگر آئندہ کے لئے وارننگ دے دی کہ اگر انہوں نے پھر ظلم و زیادتی کا راستہ اختیار کیا تو ہم اس دنیا میں ان کو سزا دیں گے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ بھی انہیں ان کے مظالم کی سخت سزا دے گا۔

Marfat.com

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾

۸۸۔ اور جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کئے تو اس کے لئے اچھا بدلہ ہے اور ہم اسے اپنے احکام سے آسان بات کہیں گے۔ [۷۲]

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾

۸۹۔ پھر وہ (مشرق کی طرف دوسرے) راستے پر روانہ ہوا۔

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾

۹۰۔ یہاں تک کہ جب وہ طلوع آفتاب کی جگہ پر پہنچا تو اس نے سورج کو یوں پایا گویا وہ ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جن کے لئے ہم نے سورج (کی گرمی) سے بچنے کی کوئی آڑ نہیں بنائی۔ [۷۳]

كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾

۹۱۔ واقعہ اسی طرح ہے، اور جو کچھ ذوالقرنین کے پاس تھا وہ سب ہمارے علم میں تھا۔ [۷۴]

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾

۹۲۔ پھر وہ (شمال کی طرف تیسرے) راستہ پر روانہ ہوا۔ [۷۵]

---

[۷۲] جو شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرے اس کے لئے آخرت میں اچھا بدلہ ہوگا اور اس دنیا میں بھی ہم اس کے امور میں آسانیاں پیدا کریں گے۔

[۷۳] مغرب کی فتوحات کے بعد ذوالقرنین نے مشرق کی جانب انسانوں کی آخری آبادی کا رخ کیا کیونکہ وہاں پر بعض خانہ بدوش قبائل نے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رکھی تھی۔ یہ لوگ مکانوں اور کپڑوں کے بغیر وحشی جانوروں کی طرح جنگلوں اور پہاڑوں میں رہتے تھے۔ وہاں سے آگے مشرق کی طرف پہاڑوں کا ایک طویل اور اونچا سلسلہ تھا اور ان کے اوپر سے جب سورج نظر آتا تو ایسا محسوس ہوتا جیسا کہ ان ہی پہاڑوں سے سورج طلوع ہو رہا ہے۔

[۷۴] ذوالقرنین کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے واقعہ اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ ذوالقرنین کی ساری صلاحیتوں سے خوب باخبر ہے اور اس نے ذوالقرنین کو ایسے وسائل عطا فرمائے جن کی وجہ سے اس نے وقت کی معلوم دنیا کے مغرب سے لے کر مشرق تک غلبہ حاصل کر لیا۔

[۷۵] آیت نمبر ۹۲ سے لے کر آیت نمبر ۹۷ تک کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ ذوالقرنین نے مشرق سے شمال کا رخ کیا اور جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک درہ میں پہنچا تو ان پہاڑوں کے پیچھے ایک ایسی قوم کے لوگوں کو پایا جو ذوالقرنین اور ان

Marfat.com

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾

۹۳۔ یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اس نے ان پہاڑوں کے پیچھے ایک ایسی قوم کو پایا جو (ان کی) کوئی بات نہیں سمجھ سکتی تھی۔

کے لشکر کی زبان نہیں جانتے تھے۔انہوں نے اپنی زبان میں ذوالقرنین سے فریاد کی کہ ان پہاڑوں کی دوسری جانب یاجوج اور ماجوج رہتے ہیں اور انہوں نے ہماری زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔وہ اس درے سے آتے ہیں اور ہماری بستیوں میں تباہی اور بربادی پھیلاتے ہیں اور ہمارے مال لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ہم آپ کو خراج کی صورت میں سرمایہ دینے کو تیار ہیں۔آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک بلند دیوار بنا دیں تاکہ ہم ان کے شر اور ظلم سے محفوظ ہوجائیں۔ذوالقرنین نے اپنے خداداد علم کے ذریعہ ان کی زبان اور بات سمجھ لی اور انہیں کہا: مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں۔اللہ تعالیٰ نے مجھے جو علم و ہنر عطا فرمایا ہے وہ تمہارے مال سے بہتر ہے،لہٰذا تم اپنی محنت سے میری مدد کرو اور لوہے کی چادریں لے آؤ۔میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک بلند دیوار بنا دیتا ہوں،چنانچہ اس نے دونوں پہاڑوں کی بلندی کے برابر لوہے کی دیوار بنا دی،پھر آگ جلا کر اس لوہے کو تپایا اور اس کے اوپر پگھلا ہوا تانبا ڈال کر اس کو ایسا مضبوط اور چکنا کر دیا کہ پھر یاجوج اور ماجوج نہ تو اس دیوار پر چڑھ سکے اور نہ ہی اس میں سوراخ کر سکے۔یاجوج اور ماجوج آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں مگر آدم خور اور بڑے ظالم ہیں۔

یاجوج اور ماجوج اب کہاں ہیں؟

یاجوج اور ماجوج کے متعلق ایک رائے یہ ہے کہ وہ اس پہاڑی درہ کے پیچھے بند ہیں،قیامت کے قریب وہ دیوار ٹوٹ جائے گی اور یاجوج اور ماجوج وہاں سے نکل کر ساری دنیا میں قتل و غارت اور تباہی کا میدان گرم کر دیں گے۔

رہا یہ سوال کہ وہ پہاڑ کہاں ہے جس میں یاجوج اور ماجوج بند ہیں۔اس کے متعلق قرآن و حدیث میں کوئی تصریح نہیں اور نہ ہی اس کی تحقیق پر کسی اسلامی حکم کا دار و مدار ہے۔ہزاروں سال گزرنے کے بعد وہ لوہے کی دیوار اب مٹی اور پتھروں سے مل کر پہاڑ کا حصہ بن چکی ہوگی اور یہ بھی ضروری نہیں کہ یاجوج اور ماجوج کسی بڑے وسیع علاقہ میں موجود ہوں کیونکہ ان کو طویل عمریں اور کثیر اولاد دینا اللہ تعالیٰ کی سنت نہیں بلکہ اس کی قدرت کا اظہار ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔جس طرح وہ قیامت کے ایک دن کو پھیلا کر پچاس ہزار سال کے برابر کر سکتا ہے اسی طرح وہ اربوں کی تعداد میں یاجوج اور ماجوج کو چیونٹیوں کی طرح چھوٹا کر کے ایک چھوٹی سی غار میں بند کر سکتا ہے اور قیامت کے قریب پھر اصلی حالت کے مطابق پہاڑ سے اتار سکتا ہے،جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دفعہ ابلیس نے ایک عالم سے پوچھا: کیا تمہارا رب ساری دنیا کو ایک انڈے میں بند کر سکتا ہے؟ عالم نے جواب دیا: ہاں،تو ابلیس نے پوچھا: وہ کیسے؟ عالم نے کہا: میرا رب جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے: ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ: ص ۴۲؛ روایت نمبر ۱۱۶)

Marfat.com

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾

۹۴۔ انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج نے اس علاقہ میں فساد برپا کر رکھا ہے کیا ہم آپ کے لئے کچھ خراج مقرر کر دیں تاکہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک بلند دیوار بنا دیں۔

قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾

۹۵۔ ذوالقرنین نے کہا: مجھے میرے رب نے اس بارے میں جو اختیار دیا ہے وہ بہتر ہے، پس تم محنت سے میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا۔

اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾

۹۶۔ تم میرے پاس لوہے کی چادریں لے آؤ، یہاں تک کہ جب اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان (اس دیوار کو) برابر کر دیا تو اس نے کہا: دھونکو! یہاں تک کہ جب اس نے اس لوہے کو آگ بنا دیا تو اس نے کہا: میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ جو میں اس پر انڈیل دوں۔

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾

۹۷۔ پھر یاجوج اور ماجوج نہ تو اس دیوار پر چڑھ سکے اور نہ ہی اس میں سوراخ کر سکے۔

یاجوج اور ماجوج کے متعلق دوسری رائے یہ ہے کہ آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قرب قیامت کا دور شروع ہو چکا ہے اور ممکن ہے کہ یاجوج اور ماجوج کا خروج عمل میں آ چکا ہو جیسا سید قطب شہید لکھتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ گزر گیا ہو اور وہ دیوار ٹوٹ چکی ہو اور یاجوج اور ماجوج سے مراد تاتاری ہوں جنہوں نے عالم اسلام پر حملہ کیا اور زمین میں پھیل کر تباہی و بربادی مچا دی۔ (تفسیر فی ظلال القرآن)

علامہ عبدالحق لکھتے ہیں: یاجوج اور ماجوج وہی تاتاری اور چینی تاتار کے لوگ ہیں جن کے بزرگوں کے روکنے کے لئے ذوالقرنین نے دیوار بنائی تھی اور یہی قومیں اخیر زمانے میں ملکوں پر یورش کریں گی یا کر چکی ہیں۔ واللہ اعلم۔

(تفسیر حقانی)

Marfat.com

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿٩٨﴾

٩٨۔ ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے رب کی رحمت ہے، پھر جب میرے رب کا وعدہ (مقررہ وقت) آئے گا تو وہ اس دیوار کو ریزہ ریزہ کردے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔[٧٦]

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾

٩٩۔ اور اس دن ہم ان کو چھوڑ دیں گے کہ وہ (سمندر کی موجوں کی طرح) ایک دوسرے میں گھس جائیں گے اور صور پھونکا جائے گا تو ہم ان سب کو جمع کر دیں گے۔

وَّ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ﴿١٠٠﴾

١٠٠۔ اور اس دن ہم جہنم کو کفار کے سامنے ظاہر کر دیں گے۔[٧٧]

الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾ ع ١١

١٠١۔ وہ کافر جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور وہ (میرا ذکر) سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾

١٠٢۔ کیا کافر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا دوست بنالیں گے، بے شک ہم نے کافروں کی مہمانی کے لئے جہنم کو تیار کر رکھا ہے۔[٧٨]

---

[٧٦] ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے رب کی مہربانی ہے کہ یہ مضبوط دیوار بن گئی ہے اور مقررہ وقت کے بعد یہ دیوار ٹوٹ جائے گی تو یہ لوگ سمندر کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتے ہوئے نکلیں گے اور زمین پر قتل وغارت اور فساد کا بازار گرم کر دیں گے۔

[٧٧] یہاں سے قیامت کا ایک منظر بیان کیا جارہا ہے یعنی جب صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ قبروں سے اٹھ کر ایک وسیع میدان میں جمع ہو جائیں گے اور وہ کافر جو آخرت کے منکر تھے اور جنہوں نے اپنی آنکھوں کو اور اپنے کانوں کو میرے ذکر سے محروم کر رکھا تھا انہیں جہنم بالکل سامنے نظر آ رہا ہوگا جس میں انہیں پھینکا جائے گا۔

[٧٨] وہ کافر لوگ جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر فرشتوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں اور ان سے امید رکھتے ہیں کہ وہ انہیں قیامت کے عذاب سے بچالیں گے تو یہ ان کی جہالت ہے بلکہ روز قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ان کی کفریہ حرکات سے بیزاری کا اظہار فرمائیں گے، لہٰذا اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والوں کو تو قیامت کے دن انبیائے کرام اور اللہ والوں کی دوستی ضرور کام آئے گی مگر کفار کو ان کے کفر کی وجہ سے کسی کی دوستی کام نہیں آئے گی اور انہیں جہنم میں

Marfat.com

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾

۱۰۳۔ آپ فرمایئے! کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں کی خبر دیں جو اعمال کے لحاظ سے زیادہ خسارے میں ہیں۔[۷۹]

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾

۱۰۴۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾

۱۰۵۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس سے ملاقات کا انکار کیا، سو ان کے اعمال ضائع ہوگئے اور ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔[۸۰]

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿١٠٦﴾

۱۰۶۔ یہ جہنم ہی ان کی جزا ہے اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا۔

إِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ

۱۰۷۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک

ہی جانا پڑے گا۔

[۷۹] ان آیات میں ان لوگوں کی خبر دی گئی ہے جو اعمال کے لحاظ سے خسارے میں ہوں گے یعنی ان کے پاس اعمال تو ہوں گے مگر بے کار، اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد صرف دنیاوی زندگی کو بہتر بنانے میں ضائع ہوگئی اور وہ اس کو اچھا کام سمجھتے رہے اور آخرت کو فراموش کرنے کا جو انہیں نقصان ہو رہا تھا اس کا انہیں احساس نہ ہوا یا ان سے مراد کافر اور ریاکار ہیں جن کے اچھے اعمال بھی قیامت کے دن انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔

[۸۰] جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے کہ انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے دنیاوی اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی کیونکہ ان کے اعمال کفر کی وجہ سے بے وزن اور بے اثر ہوں گے۔ نیز قیامت کے دن ان کے لئے میزان کا انتظام بھی نہیں کیا جائے گا کیونکہ میزان کی ضرورت تو اس کے لئے ہوگی جس کے اعمال میں نیکیاں اور برائیاں دونوں ہوں گی اور جس کے نامۂ اعمال میں ایک بھی نیکی نہیں ہوگی اس کے وزن کی کیا ضرورت ہے۔

Marfat.com

لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾	عمل کیے ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغات ہیں۔[٨١]
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾	١٠٨۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ اس جگہ کو بدلنا نہیں چاہیں گے۔[٨٢]
قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا	١٠٩۔ آپ فرمائیے! اگر میرے رب کے کلمات (لکھنے) کے لئے سمندر سیاہی ہو جائے تو میرے رب

[٨١] جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کو جنت الفردوس میں داخل کیا جائے گا۔

جنت کے لئے دعا

١۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنا دے۔ (قرآن:٢٦:٨٥)

٢۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اور میں تجھ سے جنت کے بلند درجات کا سوال کرتا ہوں۔ آمین

(المعجم الکبیر للطبرانی: جلد ٢٣: ص ٣١٧: روایت نمبر ٧١٧)

اہل جنت کے احوال

١۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں اہل جنت اس حال میں داخل ہوں گے کہ ان کے چہروں اور جسموں پر بال نہیں ہوں گے اور ان کی عمریں تیس یا تینتیس سال ہوں گی۔ (ترمذی: حدیث نمبر ٢٥٤٥: ابواب صفة الجنة: باب نمبر ١٢)

٢۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اور ان میں سے ٨٠ صفیں اس امت کی ہوں گی اور چالیس صفیں باقی امتوں کی ہوں گی۔ (ترمذی: حدیث نمبر ٢٥٤٦: ابواب صفة الجنة: باب نمبر ١٣)

٣۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم شخص وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے چہرے کا صبح اور شام دیدار کرے گا۔ (ترمذی: حدیث نمبر ٢٥٥٣: ابواب صفة الجنة: باب نمبر ١٧)

جنت الفردوس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے اور فردوس جنت کا سب سے بلند درجہ ہے اور اس سے جنت کی چاروں نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے، پس جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔ (ترمذی: حدیث نمبر ٢٥٣١: ابواب صفة الجنة: باب نمبر ٤)

[٨٢] اہل جنت ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور وہ جنت کی نعمتوں پر اس قدر مطمئن ہوں گے کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ منتقل ہونے کی خواہش نہیں کریں گے اور فی الواقع جنت سے بہتر کوئی جگہ ہی نہیں ہوگی تو آخر کوئی خواہش کرے گا تو کس کی؟

Marfat.com

بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

کے کلمات ختم ہونے سے پہلے وہ سمندر ختم ہوجائے گا اگرچہ ہم اس کی مدد کے لئے اتنا ہی سمندر اور لے آئیں۔[۸۳]

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۲

۱۱۰۔ آپ فرمایئے ! بے شک میں تمہاری ہی مثل بشر ہوں[۸۴] میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

[۸۳] اللہ تعالیٰ کے اوصاف و کمالات اور اس کی قدرت وحکمت کے کلمات کو اگر لکھا جائے اور سمندر اس کے لئے سیاہی ہو جائے تو ایک سمندر کیا دو بھی ہوں تو ختم ہو جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کے کلمات کو لکھا نہیں جا سکتا کیونکہ سمندر کا پانی کتنا ہی وسیع و عریض کیوں نہ ہو وہ بہر حال محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمات اور کمالات غیر محدود ہیں، لہٰذا یہ بالکل بدیہی امر ہے کہ کوئی بھی محدود ہستی غیر محدود کلمات کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ نیز سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زمین کے تمام درخت اگر قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائے اور اس کے علاوہ سات سمندر اسے مزید سیاہی مہیا کریں پھر بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ (قرآن:۳۱:۲۷)

[۸۴] نبی کریم ﷺ کی بشریت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور کمالات کو دیکھ کر لوگوں نے ان کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اب جب کہ سارے نبیوں کے سردار اور سراپا معجزہ حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا گیا جن کو پتھروں اور درختوں نے بھی سلام پیش کیا تو خطرہ تھا کہ کہیں آپ کی امت بھی آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ قرار دے تو اس غلط فہمی کے سد باب کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: پیارے نبی ﷺ! آپ کہیے: بے شک میں تمہاری ہی مثل بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ (قرآن:۱۸:۱۱۰) یعنی خدا نہ ہونے میں میں بھی تم جیسا ہوں، نہ تم خدا ہو اور نہ میں خدا ہوں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ دوسرے انسانوں ہی کی مثل بشر ہیں۔ بلاشبہ ہر نبی انسان اور بشر ہوتا ہے مگر نبی کی بشریت میں وحی وصول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسرے انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ چونکہ تمام انبیائے کرام کے سردار ہیں اس لئے آپ کی بشریت تمام انسانوں میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی صوم وصال (یعنی روزے کے ساتھ روزہ ملانا اور درمیان میں کچھ نہ کھانا) شروع کئے تو

Marfat.com

صحابہ کرام کے لئے بہت مشکل ہوا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے صوم وصال رکھنے سے منع فرمایا، لوگوں نے عرض کیا: آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَیُّکُمْ مِثْلِیْ تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ اور دوسری روایت میں فرمایا: اِنِّی لَسْتُ مِثْلَکُمْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِی رَبِّی وَیَسْقِیْنِی۔ یقیناً میں تمہاری مثل نہیں ہوں، میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ (مسلم: کتاب الصیام: باب ۱۱، بخاری: کتاب الصوم: باب ۲۰)

نبی کریم ﷺ کی نورانیت

نبی کریم ﷺ کی بے مثال بشریت کے ساتھ ساتھ آپ کی نورانیت بھی لاجواب ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ (تفسیر روح المعانی سورت انعام (٦): زیر آیت نمبر ۱٦۳)

۲۔ میں خلق کے اعتبار سے تمام نبیوں میں اول ہوں اور بعثت کے اعتبار سے سب نبیوں کے آخر میں ہوں۔

(کنز العمال: جلد ۱۱: حدیث نمبر ۳۲۱۲٦)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا: جس وقت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (ترمذی: ابواب المناقب: باب ۱)

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: محب قادر وہ ہے جو کسی شیٔ سے عاجز نہیں۔ اس نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور (شب معراج) اپنی زیارت کے لئے بلایا۔

(تفسیر روح المعانی: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۱)

علامہ طبری لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نور ہیں مگر اس کے لئے جو اس نور سے روشنی حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

(تفسیر ابن جریر طبری: سورۃ مائدۃ (۵): زیر آیت نمبر ۱۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں نے حفصہ بنت رواحۃ سے سوئی اُدھار مانگی، میں اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سی رہی تھی کہ وہ سوئی میرے ہاتھ سے گر گئی، میں نے اس کو تلاش کیا لیکن وہ مجھے نظر نہ آئی، اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ اندر داخل ہوئے تو آپ کے چہرے کے نور کی شعاع سے وہ سوئی مجھے نظر آ گئی۔

(کنز العمال: روایت نمبر ۳۵۴۹۲: جلد ۱۲: ص ۴۲۹)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، ایٹن ہال، انگلینڈ

سورہ کہف کی تفسیر آج بروز جمعرات ۳۱ مئی ۲۰۰۷ء بمطابق ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

تقریباً ۲۵ دنوں میں تکمیل پذیر ہوئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ مریم (۱۹)

یہ سورت مکی ہے۔ اس کا نام مریم ہے کیونکہ اس میں سیدہ مریم علیہا السلام کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

یہ سورت بعثت نبوی کے پانچویں سال سے پہلے نازل ہوئی اور اس کا ثبوت ہجرتِ حبشہ کا درج ذیل واقعہ ہے جس میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اس سورت کا ایک حصہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے سامنے تلاوت کیا، اور ہجرتِ حبشہ نبوت کے پانچویں سال میں ہوئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورت اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔

ہجرتِ حبشہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ کفار مکہ کے مظالم بڑھتے جا رہے ہیں تو آپ نے اپنے جاں نثار غلاموں کو اجازت دی کہ وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے جائیں کیونکہ وہاں کا بادشاہ نجاشی بڑا رحم دل اور انصاف پسند ہے، نہ خود کسی پر ظلم کرتا ہے اور کسی کو کمزوروں پر ظلم کی اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ بعثت کے پانچویں سال مہاجرین کا پہلا قافلہ اپنے وطن کو چھوڑ کر حبشہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قافلہ بارہ مردوں اور چار خواتین پر مشتمل تھا۔ قافلہ سالار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر حضرت رقیہ زوجہ عثمان رضی اللہ عنہما بھی اس ہجرت میں شامل تھیں۔ راہِ حق کے یہ مسافر جب حبشہ پہنچے تو نجاشی نے انہیں بڑے احترام سے خوش آمدید کہا اور ٹھہرنے کے لئے پر امن جگہ فراہم کی۔ تین ماہ بڑے سکون سے گزرے، اتنے میں یہ خبر پھیل گئی کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں اس لئے اکثر مسلمان حبشہ سے واپس مکہ آگئے مگر یہاں آکر معلوم ہوا کہ یہ محض افواہ تھی یہاں تو مسلمانوں کے حالات پہلے سے بھی زیادہ خراب ہیں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔ اس دفعہ اس قافلہ میں جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمان بھی شامل ہوئے اور اس قافلہ کی تعداد ۸۳ ہو گئی۔

جب مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد مکہ کو چھوڑ کر حبشہ چلی گئی تو کفار مکہ کو یہ فکر لاحق ہو گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں مسلمان اپنی طاقت جمع کر کے ہم پر دھاوا بول دیں۔ چنانچہ انہوں نے باہمی مشورہ کر کے دو سفیر نجاشی کے پاس بھیجے تاکہ وہ نجاشی سے ملاقات کریں اور ہر ممکن طریقہ سے اس کو ایسا متاثر کریں کہ وہ ان لوگوں کو حبشہ سے نکال دے اور مکہ واپس آنے پر مجبور کر دے۔ اس سفارت کو مؤثر بنانے کے لئے انہوں نے بڑے نفیس اور قیمتی تحائف بھی دیئے تاکہ بادشاہ اور درباریوں کو دے کر ان کی حمایت حاصل کریں۔ چنانچہ حبشہ پہنچ کر قریش کے سفیروں نے نجاشی سے کہا:

ہمارے شہر کے چند بے وقوف آپ کے ملک میں آکر رہائش پذیر ہو گئے ہیں۔ ان احمقوں نے اپنی قوم کا دین ترک کر دیا ہے اور آپ کا دین بھی قبول نہیں کیا بلکہ انہوں نے ایک نیا دین گھڑا ہے۔ ہمیں قریش کے سرداروں نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم دیں اور انہیں فرمائیں کہ وہ اپنے وطن میں اپنے اہل و عیال کے پاس چلے جائیں۔

Marfat.com

چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور پوچھا: وہ کیا دین ہے جس کے لئے تم نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے؟ اس پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایسا رسول بھیجا جس کے نسب اور صداقت و امانت سے ہم اچھی طرح آگاہ ہیں، اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

اس کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی چند آیات تلاوت کیں جن کے سننے سے نجاشی پر رقت طاری ہوگئی اور کہنے لگا: یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا ایک ہی سورج کی کرنیں ہیں۔

چنانچہ نجاشی نے قریش کے سفیروں سے کہا: آپ یہاں سے چلے جائیں، میں ان لوگوں کو آپ کے حوالے کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ جس نبی پر یہ ایمان لائے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کی آمد کا مژدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیا تھا۔ خدا کی قسم! اگر مجھے حکومت کی مجبوریاں نہ ہوتیں تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان کو وضو کرانے کی سعادت حاصل کرتا۔ چنانچہ جب نجاشی فوت ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھی اور دعائے مغفرت فرمائی۔

مضامین سورہ مریم

اس سورت کی ابتدا میں پہلے حضرت زکریا علیہ السلام کو اس وقت ان کے بیٹے یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوش خبری سنائی گئی جب بڑھاپے کی وجہ سے حضرت زکریا علیہ السلام کے سارے بال سفید ہو چکے تھے اور ان کی اہلیہ محترمہ بانجھ ہو چکی تھیں اور پھر مقدس کنواری مریم علیہا السلام سے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کر کے اس حقیقت کو عیاں کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور ظاہری اسباب کا محتاج نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کو دیکھ کر بعض نے آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا اور بعض نے حضرت مریم علیہا السلام کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا مگر اللہ تعالیٰ نے اس افراط و تفریط کو اس طرح ختم کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں کلام کر کے ایک طرف اپنی ماں کی پاک دامنی بیان کی اور دوسری طرف اپنی نبوت کا اعلان کیا کہ میں خدا نہیں ہوں بلکہ خدا کا بندہ اور نبی ہوں اور اس نے مجھے لوگوں کی ہدایت کے لئے کتاب بھی دی ہے۔ (قرآن: ١٩: ٣٠)

اس کے بعد چند دیگر عظیم انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے خصوصی کمالات کا ذکر کیا، پھر ان کی اولاد کا ذکر فرمایا کہ ان میں سے جو نماز نہیں پڑھیں گے اور اپنی خواہشات کی پیروی کریں گے انہیں اللہ تعالیٰ سزا دے گا اور جو نیک اعمال کریں گے انہیں اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلینڈ

بارہ جون ۲۰۰۷ء بروز منگل بمطابق ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

Marfat.com

ایاتها ۹۸ ۱۹ سُورَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ ۴۴ رکوعاتها ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝١

۱۔ کاف ہا یا عین صاد۔[۱]

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝٢

۲۔ یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر فرمائی تھی۔[۲]

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝٣

۳۔ جب اس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا۔[۳]

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝٤

۴۔ اس نے عرض کی: اے میرے رب! بے شک میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور بڑھاپے کی وجہ سے سر بالکل سفید ہو گیا ہے اور اے میرے رب! میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔[۴]

---

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی تشریح کے لئے سورہ بقرہ (۲) کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

[۲] پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان آیات میں جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہے اس میں آپ کے رب کریم کی اس رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے حضرت زکریا علیہ السلام پر فرمائی تھی یعنی بڑھاپے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا بیٹا عطا فرمایا۔

[۳] حضرت زکریا علیہ السلام نے چپکے چپکے دعا کی۔ دعا خواہ بلند آواز سے کی جائے یا چپکے چپکے، دونوں طرح درست ہے مگر آہستہ دعا کرنے میں زیادہ اخلاص ہے اور یہ ریا سے دور ہے۔ اسی طرح ذکر بھی دونوں طرح درست ہے مگر آہستہ کرنے میں زیادہ اخلاص ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے، بے شک تم اس کو پکار رہے ہو جو سننے والا اور قریب ہے اور تمہارے ساتھ ہے۔

(مسلم: حدیث نمبر ۲۷۰۴: کتاب الذکر: باب ۱۳)

[۴] حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ ایک دن انہوں نے بڑے عجز و نیاز کے ساتھ دھیمی آواز میں دعا کی: اے میرے رب! بلاشبہ میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور اب میں اتنا بوڑھا ہو گیا ہوں کہ بظاہر اولاد کا کوئی امکان نہیں ہے مگر تو

Marfat.com

وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّاۙ۝۵

۵۔ اور مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے (بے دین) رشتہ داروں سے خطرہ ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، پس تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما دے۔[۵]

یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ﳓ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا۝۶

۶۔ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو اور اے میرے رب! تو اسے (اپنا) پسندیدہ بنا دے۔

قادر مطلق ہے، کسی سبب کا محتاج نہیں ہے، اس لئے میں تیرے حضور دعا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی قدرت سے بیٹا عطا فرما اور میں تیری رحمت سے مایوس نہیں ہوں کیونکہ پہلے بھی جب کبھی میں نے دعا کی تو نے اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرمایا اور اب بھی مجھے تیری رحمت پر یقین ہے کہ یہ دعا بھی قبول ہوگی۔

[۵] حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ وہ خود بھی بوڑھے تھے اور ان کی بیوی بھی بانجھ تھی اور ان کے رشتہ دار بے دین تھے اور انہیں خطرہ تھا کہ ان کی وفات کے بعد علوم نبوت کی تبلیغ کون کرے گا، اس لئے انہوں نے ایک نیک بیٹے کے لئے دعا کی جو ان کے اور آل یعقوب کے علوم کا وارث بنے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی پسندیدہ ہو۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی وراثت

انبیائے کرام علیہم السلام کی وراثت مال نہیں بلکہ علم ہوتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

(بخاری: حدیث نمبر ۶۷۲۷: کتاب الفرائض: باب ۳)

بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کی میراث نہیں چھوڑتے، وہ صرف علم کی میراث چھوڑتے ہیں، سو جس شخص نے علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۶۸۲: ابواب العلم: باب ۱۹)

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء کی وراثت مال نہیں ہوتا اور شیعہ حضرات سے بھی کچھ اس طرح مروی ہے جیسا کہ شیخ کلینی نے کافی میں روایت کیا ہے کہ ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء درہم اور دینار کی میراث نہیں چھوڑتے، وہ صرف اپنی احادیث (علم کی باتیں) چھوڑتے ہیں اور جس شخص نے ان احادیث کو حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ (تفسیر روح المعانی)

علامہ غلام رسول سعیدی بھی کافی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان علیہ السلام کے وارث تھے اور ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں۔ (تبیان القرآن) اس سے ظاہر ہوا کہ انبیائے کرام کی وراثت سے مراد علوم نبوت کی وراثت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کی مالی وراثت کا تو کوئی امکان اور احتمال نہیں ہے۔

Marfat.com

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ⑦

۷۔ اے زکریا! بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحیٰی علیہ السلام ہوگا ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا۔[٦]

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ⑧

۸۔ زکریا علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں خود بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں۔

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ⑨

۹۔ فرمایا: ایسا ہی ہوگا، آپ کے رب نے فرمایا: یہ میرے لئے آسان ہے اور اس سے پہلے میں تمہیں پیدا کر چکا ہوں حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔[۷]

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ⑩

۱۰۔ زکریا علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے، فرمایا: تمہارے لئے نشانی یہ ہے کہ تم بالکل تندرست ہونے کے باوجود تین (دنوں اور تین) راتوں تک لوگوں سے بات نہیں کرسکو گے۔[۸]

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى

۱۱۔ پھر زکریا علیہ السلام اپنے (عبادت کے) حجرے سے نکل کر اپنی

---

[٦] حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ انہیں بیٹے کی بشارت دی اور اس کے لئے یحیٰی علیہ السلام نام تجویز فرمایا اور یہ نام آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا۔

[۷] حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میری بیوی بانجھ ہے اور میں انتہائی بوڑھا ہو چکا ہوں تو پھر میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا؟ کیا ہمیں دوبارہ جوان کیا جائے گا یا اسی بڑھاپے میں بیٹا دیا جائے گا؟ اس کا جواب ملا: اسی بڑھاپے کی حالت میں آپ کے ہاں بیٹا ہوگا اور یہ میرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ میں جس طرح تمہیں عدم سے وجود میں لایا تھا اسی طرح بڑھاپے میں بیٹا بھی دوں گا۔

[۸] حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی اور علامت مقرر فرما دے جس سے میں جان لوں کہ اب خوش خبری کا وقت قریب آ گیا ہے۔ تو یہ نشانی بتائی گئی کہ تم تین دنوں اور تین راتوں تک لوگوں سے بات نہ کرسکو گے اور انہیں اشاروں سے سمجھاؤ گے اور یہ خاموشی کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہوگی بلکہ تیرے اطمینان کے لئے بطور علامت ایسا ہوگا۔ یہ واقعہ پہلے سورہ آل عمران (۳) کی آیات نمبر ۳۸ تا ۴۱ میں گزر چکا ہے۔

Marfat.com

اِلَيۡهِمۡ اَنۡ سَبِّحُوۡا بُكۡرَةً وَّعَشِيًّا ⑪

قوم کے پاس آئے اور اشارے سے انہیں سمجھایا کہ تم صبح و شام (اللہ تعالیٰ کی) پاکی بیان کیا کرو۔[۹]

يٰيَحۡيٰى خُذِ الۡكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡحُكۡمَ صَبِيًّا ۙ⑫

۱۲۔ اے یحیٰی! اس کتاب کو مضبوطی سے پکڑلو اور ہم نے انہیں بچپن ہی میں حکمت (نبوت) عطا فرمادی۔[۱۰]

وَّحَنَانًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ۙ⑬

۱۳۔ اور اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی بھی (عطا فرمائی)، اور وہ بڑے پرہیزگار تھے۔[۱۱]

---

[۹] حضرت زکریا علیہ السلام کا معمول یہ تھا کہ مخصوص اوقات میں وہ اپنے عبادت خانہ سے باہر آتے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت فرماتے، خاموشی کے ان تین دنوں میں بھی تبلیغ کا سلسلہ تو جاری رہا مگر صرف اشاروں سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام ہر حال میں تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔

[۱۰] علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے یحیٰی! اس کتاب یعنی تورات کو مضبوطی سے پکڑلو، اس کو حفظ کرو اور اس پر عمل کرو۔ مقاتل نے کہا: اس وقت حضرت یحیٰی علیہ السلام کی عمر تین سال تھی۔ معمر نے بیان کیا ہے کہ بچے جب حضرت یحیٰی علیہ السلام کو کھیلنے کے لئے بلاتے تو آپ فرماتے: میں کھیلنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ (تفسیر قرطبی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی نبوت دی گئی، حضرت یحیٰی علیہ السلام کو تین سال کی عمر میں نبوت دی گئی۔ (تفسیر منیر) علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں ہی نبوت سے سرفراز فرمایا۔ (تفسیر کبیر) اور ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔ (ترمذی: ابواب المناقب: باب ا۔ کنز العمال: حدیث نمبر ۳۱۹۱۷) جب کہ اکثر انبیائے کرام علیہم السلام کو چالیس سال کی عمر سے پہلے نبوت نہیں دی گئی۔

(تفسیر روح المعانی)

اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی معصوم ہوتا ہے

مفتی امجد علی لکھتے ہیں: انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت وجہل وغیرہا صفات ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں، قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔

(بہار شریعت: جلد اول: ص ۱۱)

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰی علیہ السلام کو نرم دلی اور پاکیزگی عطا فرمائی۔ آپ لوگوں پر بڑی شفقت اور نرمی فرماتے۔ نیز آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے۔

Marfat.com

وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿١٤﴾

١٤۔ اور وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور وہ سرکش و نافرمان نہ تھے۔

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾ ع

١٥۔ اور یحییٰ علیہ السلام پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن ان کی وفات ہوگی اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ [١٢]

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾

١٦۔ اور اس کتاب میں مریم علیہا السلام کا (حال لوگوں سے) ذکر کیجئے، جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جگہ میں چلی گئیں۔ [١٣]

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۖ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾

١٧۔ پس انہوں نے لوگوں کی طرف سے ایک پردہ بنا لیا، پھر ہم نے ان کی طرف اپنی روح (جبریل علیہ السلام) کو بھیجا، پس وہ ان کے سامنے ایک مکمل انسان کی صورت میں ظاہر ہوا۔

قَالَتْ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾

١٨۔ مریم علیہا السلام نے کہا: بے شک میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو (اللہ تعالیٰ سے) ڈرنے والا ہے۔

---

[١٢] امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ یہاں سلام کا معنیٰ ہے: امان، ہر شخص جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو ضرر پہنچاتا ہے لیکن حضرت یحییٰ علیہ السلام اس کے ضرر سے سلامت رہیں گے اور جب وہ فوت ہوں گے تو عذاب قبر سے مامون رہیں گے۔

(تفسیر ابن جریر طبری)

یہ تینوں دن نہایت ہی وحشت ناک ہیں کیونکہ ان میں ہر شخص وہ دیکھتا ہے جو اس نے پہلے نہیں دیکھا ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام پر فضل و کرم فرمایا اور انہیں سلامتی کی خوش خبری سنائی۔ اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھی ان تینوں مواقع پر سلامتی سے ہمکنار ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اور مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میری وفات ہوگی اور جس دن مجھے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ (قرآن: ١٩:٣٣)

[١٣] میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ قرآن مجید سے پڑھ کر لوگوں کو سنائیں کہ جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر بیت المقدس کی مشرقی جانب گئیں اور لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کے لئے درمیان میں پردہ بنالیا۔ اس تنہائی میں اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کو انسانی شکل میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا۔ حضرت مریم علیہا السلام نے جب ایک انسان کو اپنے قریب دیکھا تو آپ نے گھبرا کر کہا: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے تو تیرا یہاں کیا کام ہے؟

Marfat.com

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾

١٩۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: میں تو صرف تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تمہیں ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔ [١٤]

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾

٢٠۔ مریم علیہا السلام نے کہا: میرے ہاں بیٹا کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔ [١٥]

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾

٢١۔ جبریل امین علیہ السلام نے کہا: ایسا ہی ہوگا، آپ کے رب نے فرمایا ہے: یہ کام میرے لئے آسان ہے تا کہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنادیں اور اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ [١٦]

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾

٢٢۔ پس مریم علیہا السلام اس بچہ سے حاملہ ہوگئیں اور وہ اس حمل کے ساتھ ایک دور جگہ پر چلی گئیں۔ [١٧]

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ

٢٣۔ پھر دردِ زہ انہیں ایک کھجور کے تنے کے پاس لے آیا، مریم

[١٤] جبریل امین علیہ السلام نے کہا: آپ گھبرائیں نہیں، میں انسان نہیں بلکہ رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور تمہیں ایک پاکیزہ بیٹے کی خوش خبری دینے آیا ہوں۔

[١٥] حضرت مریم علیہا السلام نے کہا: میں ایک کنواری لڑکی ہوں، مجھے کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ ہی میں بدکار رہوں تو پھر میرے ہاں بیٹا کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔

[١٦] جبریل امین علیہ السلام نے جواب دیا: ایسا ہی ہوگا کیونکہ یہ تیرے رب کا حکم ہے اور بغیر باپ کے بیٹا پیدا کرنا اس کے لئے آسان ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا، اسی طرح بغیر باپ کے آپ کے بیٹے کی پیدائش کا فیصلہ ہو چکا ہے اور یہ کوئی عام قسم کا بچہ نہیں ہوگا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی رحمت کی نشانی ہوگا۔

[١٧] حضرت جبریل امین علیہ السلام نے پھونک ماری اور حمل قرار پا گیا۔ حضرت مریم علیہا السلام خود تو منشائے خداوندی پر مطلع ہو کر مطمئن ہوگئیں مگر یہ بات لوگوں کی سمجھ سے بالاتر تھی اس لئے ان کی بہتان تراشیوں سے بچنے کے لئے دور جگہ یعنی بیت لحم کے جنگل میں چلی گئیں۔ اس جگہ پر معراج کی شب جبریل امین علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یہاں دو رکعت نماز پڑھ لیں یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ ہے۔ (تفسیر روح البیان) اس فقیر نے جنوری ٢٠٠١ء میں مسجد اقصیٰ کی زیارت کے بعد بیت لحم کی بھی زیارت کی تھی۔

Marfat.com

قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾

کہنے لگیں: اے کاش! میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بالکل بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔[۱۸]

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾

۲۴۔ پھر جبریل امین نے مریم کو ان کے نیچے سے آواز دی کہ آپ غمزدہ نہ ہوں بے شک آپ کے رب نے آپ کے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔[۱۹]

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾

۲۵۔ اور آپ اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلائیں وہ آپ کے اوپر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرادے گا۔[۲۰]

فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾

۲۶۔ پس آپ کھائیں اور پئیں اور آنکھیں ٹھنڈی کریں، پھر اگر آپ کسی انسان کو دیکھیں تو (اشارہ سے اسے) کہیں کہ میں نے رحمٰن کے لئے (خاموشی کے) روزہ کی نذر مانی ہوئی ہے اس لئے میں آج کسی انسان سے ہرگز بات نہیں کروں گی۔[۲۱]

---

[۱۸] جب وضع حمل کا درد شروع ہوا تو حضرت مریم علیہا السلام ایک کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں اور دل میں خیال آیا کہ اس پیدا ہونے والے بچے کو دیکھ کر لوگ مجھ پر بدکاری کا الزام لگائیں گے تو میں انہیں کیسے مطمئن کرسکوں گی، اس لئے بدنامی کے خوف سے بے اختیار یہ الفاظ زبان پر آگئے کہ اے کاش! میں اس بچے کی پیدائش سے پہلے مرگئی ہوتی اور بالکل بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔

[۱۹] جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوگئی تو اس جنگل میں نہ تو آپ کے پاس کوئی دائی تھی اور نہ ہی کھانے پینے کا کوئی سامان، اس پریشان کن عالم میں نیچے وادی سے جبریل امین علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو آواز دی کہ آپ غمزدہ نہ ہوں اور نیچے دیکھیں آپ کے رب نے آپ کے نیچے وادی میں ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔

[۲۰] یعنی کھجور کے تنے کو حرکت دیں اس سے تازہ پکی ہوئی کھجوریں گریں گی، لہٰذا آپ چشمہ کا پانی پئیں اور کھجوریں کھائیں اور اپنے نومولود بیٹے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں یعنی دل کو سکون پہنچائیں۔

[۲۱] ظاہر ہے کنواری مریم علیہا السلام کے پاس بچے کو دیکھ کر ہر ایک نے اس بچے کے بارے میں سوال کرنا تھا اس لئے حضرت مریم علیہا السلام کو ہدایت کی گئی کہ تم خاموشی کے روزہ کی نیت کرلو اور اگر کوئی آدمی آپ سے سوال کرے تو آپ اشارہ سے اسے بتادیں کہ میں نے خاموشی کا روزہ رکھا ہوا ہے اس لئے میں آپ سے بات نہیں کرسکتی۔ خاموشی کا روزہ بنی

Marfat.com

فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۖ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾

۲۷۔ پھر مریم اس بچے کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں تو انہوں نے کہا: اے مریم! تو نے بہت ہی برا کام کیا ہے۔[۲۲]

يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾

۲۸۔ اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی۔

فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾

۲۹۔ اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا، وہ کہنے لگے: ہم اس سے بات کیسے کریں جو ابھی گہوارہ میں بچہ ہے۔[۲۳]

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾

۳۰۔ وہ بچہ بول پڑا: بے شک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي

۳۱۔ اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اس نے مجھے بابرکت بنایا

اسرائیل کی شریعت میں جائز تھا اب جائز نہیں ہے۔

[۲۲] وہب بن منبہ نے کہا: حضرت مریم علیہا السلام جب اس بچہ کو لے کر اپنی قوم کے پاس آئیں تو بنی اسرائیل کی عورتیں اور مرد جمع ہو گئے۔ ایک عورت نے حضرت مریم علیہا السلام کو مارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اس کا آدھا جسم سوکھ گیا، پھر اس کو اسی طرح اٹھا کر لے جایا گیا۔ ایک اور شخص نے کہا: حضرت مریم نے یقیناً زنا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو گونگا کر دیا، پھر لوگ حضرت مریم علیہا السلام کو مارنے اور اذیت پہنچانے سے ڈر گئے اور آہستہ سے ذرا نرم لہجے میں کہنے لگے: اے مریم! تو نے بہت ہی برا کام کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی) حالانکہ تیرے ماں باپ بڑے اچھے آدمی تھے اور جس ہارون علیہ السلام کی تو بہن ہے وہ بھی بڑا نیک آدمی ہے یعنی تمہارا سارا خاندان بڑا نیک ہے تو پھر تم نے یہ غلط کام کیوں کیا۔

[۲۳] بنی اسرائیل نے جب اس بچے کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس بچے کی طرف اشارہ کرو، یہ بچہ اُن کے سوال کا جواب دے گا۔ جب حضرت مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کیا تو وہ کہنے لگے: ہم اس معصوم اور چھوٹے بچے سے کیسے بات کریں جو ابھی ماں کی گود میں ہے؟ اس پر وہ بچہ خود بول پڑا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے، گویا آپ نے واضح کر دیا کہ میری پیدائش کسی غلط کاری کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور میری ماں کی عفت کی نشانی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس بندے کو نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے اس کی ولادت اور اس کا نسب نہایت طیب اور طاہر ہوتا ہے۔

Marfat.com

بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝٣١

[٢٤] اور جب تک میں زندہ رہوں اس نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ہے۔

وَّ بَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَ لَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ۝٣٢

٣٢۔ اور مجھے اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا (بنایا ہے) اور اس نے مجھے سرکش (اور) بدبخت نہیں بنایا۔[٢٥]

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ۝٣٣

٣٣۔ اور مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میری وفات ہوگی اور جس دن میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔[٢٦]

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝٣٤

٣٤۔ یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں (اور یہی وہ) سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔[٢٧]

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝٣٥

٣٥۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ (کسی کو اپنا) بیٹا بنائے، وہ پاک ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے پس اسے صرف یہی حکم دیتا ہے کہ ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتا ہے۔[٢٨]

---

[٢٤] اللہ تعالیٰ نے مجھے بابرکت بنایا ہے کیونکہ میری دعا کے سبب سے مردے زندہ ہوں گے اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی تندرست ہوں گے۔

[٢٥] اس آیت سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی کیونکہ اگر آپ کے باپ ہوتے تو صرف والدہ کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر نہ ہوتا بلکہ ماں باپ دونوں کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہوتا، اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ جو شخص والدہ کا خدمت گزار نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سرکش اور بدبخت شمار ہوتا ہے۔

[٢٦] اس آیت کی تفسیر کے لئے آیت نمبر ١٥ اور حاشیہ نمبر ١٢ ملاحظہ کریں۔

[٢٧] گزشتہ چار آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزانہ کلام ہے جو آپ نے ماں کی گود میں بیان کیا اور پھر عمر گویائی تک دوسرے بچوں کی طرح بات نہیں کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت وہی ہے جو ان آیات میں بیان ہوئی ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور نبی ہیں اور یہی سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں اور خواہ مخواہ ان کی شان میں افراط و تفریط کا شکار ہیں۔

[٢٨] اللہ تعالیٰ کو اولاد کی ضرورت نہیں، وہ قادر مطلق ہے، وہ جو بھی کام کرنا چاہے صرف ارادہ کرنے یا لفظ ''کن'' کہنے سے وہ کام ہوجاتا ہے۔

Marfat.com

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، سو تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔[۲۹]

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ پھر (عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں) کئی گروہ آپس میں اختلاف کرنے لگے،[۳۰] پس کافروں کے لئے (قیامت کے) بڑے دن کی حاضری سے ہلاکت ہے۔[۳۱]

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ جس دن وہ ہمارے پاس حاضر ہوں گے اس دن تو وہ خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے لیکن یہ ظالم لوگ آج کھلی گمراہی میں ہیں۔[۳۲]

وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ ۘ

۳۹۔ اور آپ انہیں حسرت کے دن سے ڈرایئے جب ہر بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا (مگر آج) یہ لوگ غفلت میں ہیں اور

---

[۲۹] یہ کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ہو سکتا ہے اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی کیونکہ ہر نبی کا اصل پیغام تو ایک ہی تھا یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ہی میرا اور تمہارا رب ہے، لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھی راستہ ہے۔

[۳۰] اہل کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ یہود کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام جادوگر اور ناجائز اولاد ہیں، عیسائی فرقہ نسطوریہ (protestant) کے نزدیک وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، عیسائی فرقہ ملکانیہ (catholic) کے نزدیک وہ تین خداؤں میں سے تیسرے ہیں اور عیسائی فرقہ یعقوبیہ (orthodox) کے نزدیک وہ اللہ ہیں، پس یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں تفریط کی اور عیسائی آپ کے بارے میں افراط کا شکار ہوئے۔

(تفسیر قرطبی)

[۳۱] قیامت کا دن اپنی ہولناکی اور شدت کے اعتبار سے بڑا سخت دن ہوگا اور طوالت و مدت کے اعتبار سے بھی بڑا لمبا دن ہوگا۔ اس دن منکرین حق جب حساب و کتاب کے لئے حاضر ہوں گے تو ان کے انکار حق کی سزا کے طور پر ان کے لئے تباہی و بربادی کا فیصلہ ہوگا۔

[۳۲] یعنی آج تو یہ لوگ حق کو دیکھنے سے اندھے اور پیغام حق کو سننے سے بہرے بنے ہوئے ہیں اور کھلی گمراہی میں بھٹک رہے ہیں، انہیں لاکھ سمجھاؤ یہ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے لیکن قیامت کے دن جب حق سر چڑھ کر بولے گا تو یہ لوگ خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے اور حق کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے مگر اس وقت کا اعتراف ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گا، کاش! وہ آج احساس کر لیں۔

Marfat.com

وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ — ایمان نہیں لاتے۔ [۳۳]

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَیْهَا وَ اِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع — ۴۰۔ بے شک ہم ہی زمین کے اور اس پر رہنے والوں کے وارث ہوں گے اور وہ سب ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔ [۳۴]

وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ﴿۴۱﴾ — ۴۱۔ اور آپ اس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیجیے، بے شک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔ [۳۵]

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَ لَا یُبْصِرُ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْــٴًـا ﴿۴۲﴾ — ۴۲۔ جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے باپ! تم اس کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ [۳۶]

یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ — ۴۳۔ اے میرے باپ! بے شک میرے پاس وہ علم آیا ہے جو

[۳۳] روز قیامت کو حسرت کا دن اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اس دن بدکار بھی حسرت کریں گے کہ کاش! وہ برائیاں نہ کرتے اور نیکوکار بھی حسرت کریں گے کہ انہوں نے اور زیادہ نیکیاں کیوں نہ کیں۔ (تفسیر مظہری) الغرض قیامت کے دن ہر ایک کے لئے جنت یا دوزخ کا فیصلہ کر دیا جائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے مگر آج یہ لوگ قیامت سے غافل ہیں اور اس پر ایمان نہیں لاتے۔

[۳۴] اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو کچھ زمین اور کچھ چیزوں کی عارضی ملکیت دے رکھی ہے جن میں وہ تصرف بھی کر سکتے ہیں مگر قیامت کے دن زمین اور اہلیان زمین کا براہ راست مالک اور حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہی ہوگا اور سارے لوگ حساب و کتاب کے لئے اس کی بارگاہ میں پیش کئے جائیں گے۔

[۳۵] عرب ایک طرف تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا باپ کہتے اور دوسری طرف بت پرستی کی دلیل یہ دیتے کہ چونکہ ان کے باپ دادا بت پرست تھے اس لئے وہ بت پرستی نہیں چھوڑ سکتے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جو بیان ہوا ہے آپ اہل عرب کو سنائیں کہ تمہارے سب سے زیادہ مکرم و محترم باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، انہوں نے تو بت پرستی کی تردید کی تھی، لہٰذا تم بھی بت پرستی سے باز آ جاؤ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرو، یقیناً وہ بہت ہی سچے اور اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔

[۳۶] یہاں باپ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آزر ہے جس کو آپ نے بت پرستی سے منع فرمایا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورۂ انعام (۶) کی آیت نمبر ۷۴ اور حاشیہ نمبر ۷۰ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝٤٣

تمہارے پاس نہیں آیا، اس لئے تم میری پیروی کرو میں تمہیں سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔[٣٧]

يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝٤٤

٤٤۔ اے میرے باپ! تم شیطان کی عبادت نہ کرو بے شک شیطان (خدائے) رحمٰن کا نافرمان ہے۔[٣٨]

يٰٓاَبَتِ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝٤٥

٤٥۔ اے میرے باپ! میں ڈرتا ہوں کہ تمہیں (خدائے) رحمٰن کی طرف سے عذاب پہنچے اور تم شیطان کے ساتھی بن جاؤ۔

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝٤٦

٤٦۔ اس (آزر) نے کہا: اے ابراہیم علیہ السلام! کیا تم میرے خداؤں سے روگردانی کرنے والے ہو؟ اگر تم (ان کی مخالفت سے) باز نہ آئے تو میں تمہیں ضرور سنگسار کردوں گا اور تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے الگ ہو جاؤ۔[٣٩]

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝٤٧

٤٧۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تم کو سلام ہے،[٤٠] میں اپنے رب سے تمہارے لئے بخشش طلب کروں گا، بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔

---

[٣٧] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر سے کہا: تم اگرچہ عمر میں مجھ سے بڑے ہو مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کے ذریعہ وہ علم عطا فرمایا ہے جو تمہارے پاس نہیں ہے، اس لئے تم میری پیروی کرو میں تمہیں سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔

[٣٨] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر سے کہا: شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اور وہی لوگوں کو بتوں کی عبادت کی ترغیب دیتا ہے، اس طرح بتوں کی عبادت دراصل شیطان ہی کی عبادت ہے، لہٰذا تم شیطان کی عبادت سے باز آجاؤ اور اگر اسی کفر کی حالت میں تمہاری موت آگئی تو تم شیطان کے ساتھی بن جاؤ گے اور ہمیشہ عذاب الٰہی میں مبتلا رہو گے۔

[٣٩] آزر نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا: معلوم ہوتا ہے تم ہمارے خداؤں کو تسلیم نہیں کرتے اس لئے تم مجھے بھی ان کی عبادت سے منع کرتے ہو مگر یاد رکھو اگر تم ان کی مخالفت سے باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کردوں گا، لہٰذا تم ہمیشہ کے لئے میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔

[٤٠] سلام کی دو قسمیں ہیں: ایک تو ملاقات کا تحفہ اور سلامتی کی دعا ہے جو سلام کا اصل مقصد ہے اور دوسرا کسی سے گفتگو ختم کرنے اور اس سے جان چھڑانے کے لئے سلام کرنا۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے لئے سلام

Marfat.com

وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور میں تم سے بھی اور ان سے بھی جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو کنارہ کش ہوتا ہوں اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں، امید ہے میں اپنے رب کی عبادت کی برکت سے نامراد نہیں رہوں گا۔ [۴۱]

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ۭ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾

۴۹۔ پھر جب ابراہیم ان لوگوں سے اور ان کے (بتوں) سے جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے الگ ہو گئے تو ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے، اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا۔ [۴۲]

وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع

۵۰۔ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے نوازا اور ہم نے ان کا ذکر خیر بلند کیا۔ [۴۳]

کہا یعنی میرا آخری سلام قبول ہو اب میں یہاں سے ہجرت کرنے والا ہوں، البتہ تمہاری ناقدری کے باوجود میں تمہارے لئے ہدایت کی دعا کرتا رہوں گا تاکہ تمہاری مغفرت ہو جائے مگر جب آزر کی موت کفر پر ہوگئی تو آپ نے اس کے لئے دعائے مغفرت ترک کردی۔ اس کے لئے سورہ توبہ (۹) کی آیت نمبر ۱۱۴ اور حاشیہ نمبر ۹۲ ملاحظہ کریں۔

کفار کو سلام کرنے کے متعلق علامہ قرطبی لکھتے ہیں: امام اوزاعی سے پوچھا گیا کہ جب کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کے پاس سے گزرے تو کیا وہ اس کو سلام کرے؟ انہوں نے جواب دیا: اگر تم سلام کرو تو بھی حرج نہیں کیونکہ تم سے پہلے کئی صالحین ان کو سلام کرتے تھے اور اگر تم سلام نہ کرو تو بھی درست ہے کیونکہ تم سے پہلے کئی صالحین ان کو سلام کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: جب تم ایسی مجلس کے پاس سے گزرو جس میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں موجود ہوں تو ان کو سلام کیا کرو۔ (تفسیر قرطبی)

[۴۱] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اقارب اور بستی والوں سے فرمایا: جب تم میری نصیحت قبول نہیں کرتے بلکہ الٹا مجھے سنگساری کی دھمکیاں دیتے ہو تو میرے یہاں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے میں تم کو اور تمہارے خداؤں کو چھوڑ کر یہاں سے ہجرت کرتا ہوں تاکہ یکسو ہو کر اپنے رب کی عبادت کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مجھے کامل امید ہے کہ میں اس کی عبادت کی برکت سے نامراد نہیں رہوں گا۔

[۴۲] جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہجرت کرتا ہے وہ نامراد اور ناکام نہیں رہتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے وطن سے ہجرت کر کے شام آگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت اسحاق علیہ السلام جیسا بیٹا اور حضرت یعقوب علیہ السلام جیسا پوتا عطا فرمایا اور ان دونوں کو نبوت سے بھی سرفراز فرمایا۔

[۴۳] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر خصوصی فضل و کرم فرمایا اور ان کے ذکر خیر کو اتنا بلند فرمایا کہ آج یہودی، عیسائی اور

Marfat.com

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾

۵۱۔ اور آپ اس کتاب میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیجیے، بے شک وہ برگزیدہ تھے اور رسول نبی تھے۔[۴۴]

وَ نَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَ قَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾

۵۲۔ اور ہم نے انہیں طور کی دائیں جانب سے پکارا اور راز کی باتیں کرنے کے لئے انہیں قرب خاص سے نوازا۔[۴۵]

وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾

۵۳۔ اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنا کر انہیں عطا کیا۔[۴۶]

مسلمان باہمی اختلافات کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت اور تقدس کے قائل ہیں اور ہماری تو اس وقت تک نماز ہی مکمل نہیں ہوتی جب تک ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر نہ کریں اور حج میں تو اکثر مقامات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے اعمال کی پیروی کی جاتی ہے۔

ان آیات میں مہاجرین کے لئے بھی تسلی کا سامان ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہجرت کر کے برباد نہ ہوئے بلکہ سرفراز ہوئے اسی طرح تم بھی ہجرت کے بعد سرفرازی اور سربلندی سے ہمکنار ہو گے اور تاریخ شاہد ہے کہ مکہ سے ہجرت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے وہ عزت و عظمت عطا فرمائی جس کا کفار قریش تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

[۴۴] نبی اور رسول کا مشن ایک ہی ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کی مخلوق تک پہنچانا۔ عام طور پر یہ دونوں الفاظ ہم معنیٰ استعمال ہوتے ہیں، البتہ ان میں ایک فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جس نبی کے پاس نئی کتاب اور نئی شریعت آئے وہ نبی رسول بھی ہوتا ہے اور جو نبی اپنے سے پہلے نبی کی کتاب اور شریعت کی تبلیغ کرے وہ صرف نبی ہے رسول نہیں ہوتا، لہٰذا ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ضروری نہیں کہ ہر نبی رسول ہو۔

[۴۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر جا رہے تھے، راستہ میں جب آپ کوہ طور کے پاس سے گزرے تو پہاڑ آپ کی دائیں جانب تھا، اس طرف سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ندا دی اور آپ سے کلام فرما کر خصوصی قرب عطا فرمایا۔ راز کی باتوں سے مراد یہ ہے کہ یہ گفتگو براہ راست تھی، درمیان میں فرشتے کا واسطہ نہیں تھا اور اسی لئے آپ کو کلیم اللہ کا لقب دیا گیا۔

[۴۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: میری مدد کے لئے میرے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنا دے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی اعانت و تقویت کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا فرما دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی دعا سے اگر نبوت جیسی وہبی نعمت مل سکتی ہے تو پھر اولاد یا دنیا کی اور کون سی نعمت ہے جو ان کی دعا سے نہیں مل سکتی۔

Marfat.com

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۚ﴿۵۴﴾

۵۴۔ اور آپ اس کتاب میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کیجیے، بے شک وہ وعدے کے سچے تھے اور رسول نبی تھے۔[۴۷]

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ ۪ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾

۵۵۔ اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے رب کے نزدیک بڑے پسندیدہ تھے۔[۴۸]

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۙ﴿۵۶﴾

۵٦۔ اور آپ اس کتاب میں ادریس علیہ السلام کا ذکر کیجیے، بے شک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔

وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾

۵۷۔ اور ہم نے انہیں بڑے اونچے مقام تک بلند کیا تھا۔[۴۹]

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۫ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ

۵۸۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے نبیوں میں سے انعام فرمایا جو آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور ان (کی اولاد) سے ہیں جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا اور جو ابراہیم اور یعقوب (کی اولاد) سے ہیں اور جو ان میں سے

---

[۴۷] حضرت اسماعیل علیہ السلام رسول نبی تھے، سارے نبی وعدے کے سچے ہوتے ہیں مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام اس میں زیادہ مشہور تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایک آدمی سے ایک جگہ ملاقات کا وعدہ کیا، پس حضرت اسماعیل علیہ السلام اس جگہ آ گئے اور ایک دن اور ایک رات اس کا انتظار کیا، جب وہ دوسرے دن آیا تو آپ نے فرمایا: میں کل سے یہاں تیرا انتظار کر رہا ہوں۔ (تفسیر قرطبی)

عبداللہ بن ابی الحمساء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے نبی کریم سے کچھ خرید و فروخت کی اور آپ کا کچھ بقایا میرے ذمہ رہ گیا۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں آپ کے پاس اسی جگہ آپ کا بقایا لے آتا ہوں، پھر میں بھول گیا اور مجھے تین دن بعد یاد آیا، میں آیا تو آپ اسی جگہ پر میرا انتظار کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: اے شخص تم نے مجھے مشقت میں ڈالا، میں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابو داؤد: حدیث نمبر ۴۹۹٦: کتاب الادب: باب ۹۰)

[۴۸] اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو تبلیغ کا آغاز اپنے اہل خانہ سے کرنا چاہیے اور جو انسان ایسا کام کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا پسندیدہ شخص ہوگا۔

[۴۹] اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو نبی بنایا اور انہیں بڑے بلند مرتبے اور مقام تک پہنچایا۔ اگرچہ بعض روایات میں ہے کہ آپ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے مگر ان سب روایات کا ماخذ اسرائیلیات ہیں جن پر کسی عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

Marfat.com

اِسْرَآءِيْلَ ۫ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۩ ﴿۵۸﴾

ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور چن لیا، جب ان کے سامنے (خدائے) رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔[۵۰]

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۙ﴿۵۹﴾

۵۹۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف جانشین بنے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور (نفسانی) خواہشات کے پیچھے پڑ گئے، پس عنقریب وہ گمراہی (کی سزا) سے دوچار ہوں گے۔[۵۱]

---

[۵۰] اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر خصوصی انعام فرمایا، انہیں ہدایت دی اور ان کو نبوت کے لئے چن لیا۔ اس عظیم مرتبہ کے باوجود ان کی شانِ بندگی اور عاجزی و انکساری کا عالم یہ ہے کہ جب بھی ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ سجدے کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔

قرآن پڑھتے یا سنتے وقت جب خداخوفی کی آیات آئیں تو ہر انسان کو رونے کی کوشش کرنی چاہیے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم قرآن پڑھو تو رویا کرو اور رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بنایا کرو۔ (ابن ماجہ: حدیث نمبر ۱۳۳۷: ابواب اقامۃ الصلاۃ: باب ۱۷۶) اس آیت کو پڑھنے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے تو وہ اپنے کپڑے سے اپنے آنسو صاف نہ کرے بلکہ انہیں اپنے دونوں رخساروں پر بہنے دے یہاں تک کہ وہ انہی آنسوؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔

(شعب الایمان: ۸۰۸: جلد اول: ص ۴۹۳)

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چہرے پر رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں بن گئی تھیں۔

(شعب الایمان: ۸۰۶: جلد اول: ص ۴۹۳)

[۵۱] انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد ایسے ناخلف جانشین بھی آئے جنہوں نے نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور نماز جیسے اہم فرض سے غفلت اختیار کی۔ ان نافرمان لوگوں کو اپنی گمراہی کی سزا ضرور بھگتنا پڑے گی۔

نماز کے متعلق چند احادیث

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا: بے شک میں نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے اپنی بارگاہ میں یہ عہد کیا ہے کہ جو ان نمازوں کو ان کے اوقات میں پابندی سے ادا کرے گا اسے جنت میں داخل کر دوں گا اور جو ان کو پابندی سے ادا نہیں کرے گا اس کے لئے میرا کوئی وعدہ نہیں۔

(ابو داؤد: کتاب الصلاۃ: باب ۹)

Marfat.com

إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَأُولَٰٓئِكَ يَدْخُلُونَ ٱلْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْـًٔا ۝٦٠

٦٠۔ سوائے اس شخص کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کئے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔ [۵۲]

جَنَّٰتِ عَدْنٍ ٱلَّتِى وَعَدَ ٱلرَّحْمَٰنُ عِبَادَهُۥ بِٱلْغَيْبِ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ وَعْدُهُۥ مَأْتِيًّا ۝٦١

٦١۔ سدا بہار جنتیں ہیں جن کا (خدائے) رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ کر رکھا ہے، بے شک اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

لَّا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَٰمًا ۖ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ۝٦٢

٦٢۔ وہ جنت میں کوئی بے ہودہ بات نہیں سنیں گے مگر صرف سلام (سنیں گے)، اور ان کے لئے وہاں صبح و شام ان کا رزق ہوگا۔

تِلْكَ ٱلْجَنَّةُ ٱلَّتِى نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَن كَانَ تَقِيًّا ۝٦٣

٦٣۔ یہ وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے اس کو وارث بنائیں گے جو متقی ہوگا۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ۖ لَهُۥ مَا بَيْنَ

٦٤۔ اور ہم (فرشتے) صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل

٢۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن بندے کے اعمال سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے، اگر نماز کا معاملہ ٹھیک نکلا تو وہ کامیاب و کامران ہو گیا اور اگر نماز کا معاملہ غلط نکلا تو وہ ناکام و نامراد ہو گیا۔ اگر اس کے فرائض میں کوئی کمی نکلی تو رب تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو میرے بندے کے پاس کوئی نفل نماز ہے، اگر ہوئی تو فرائض کی کمی کو اس نفل نماز سے پورا کر دیا جائے گا، پھر اس کے باقی تمام اعمال کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔ (ترمذی: ابواب الصلاۃ: باب ٣٠٥)

٣۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ اپنی نماز میں چوری کیسے کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی نماز کا رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا۔

(سنن دارمی: کتاب الصلاۃ: باب ٧٨)

٤۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔

(مسند احمد: جلد ٣: ص ٣٤٠)

[٥٢] جو گناہ گار لوگ سچے دل سے توبہ کر کے ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کر لیں، اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق انہیں سدا بہار جنتوں میں داخل فرمائے گا جہاں ہر طرف امن و سلامتی کا ماحول ہوگا، کہیں بھی ناخوشگوار بات سننے کو نہیں ملے گی۔

Marfat.com

اَیۡدِیۡنَا وَ مَا خَلۡفَنَا وَمَا بَیۡنَ ذٰلِکَ ۚ وَ مَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا ﴿۶۴﴾

ہوتے ہیں، جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب اسی کا ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔[۵۳]

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا فَاعۡبُدۡہُ وَ اصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِہٖ ؕ ہَلۡ تَعۡلَمُ لَہٗ سَمِیًّا ﴿۶۵﴾ ع ۱۵

۶۵۔ وہ (اللہ ہی) آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو، کیا تم اس کا کوئی ہم نام (ہم مثل) جانتے ہو؟[۵۴]

وَ یَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوۡفَ اُخۡرَجُ حَیًّا ﴿۶۶﴾

۶۶۔ اور انسان کہتا ہے کہ کیا جب میں مرجاؤں گا تو پھر زندہ کر کے (قبر سے) نکالا جاؤں گا؟

اَوَلَا یَذۡکُرُ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰہُ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ یَکُ شَیۡئًا ﴿۶۷﴾

۶۷۔ کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے ہی اسے اس سے پہلے پیدا کیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا؟[۵۵]

فَوَرَبِّکَ لَنَحۡشُرَنَّہُمۡ وَالشَّیٰطِیۡنَ ثُمَّ لَنُحۡضِرَنَّہُمۡ حَوۡلَ جَہَنَّمَ جِثِیًّا ﴿۶۸﴾ۚ

۶۸۔ پس آپ کے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب کو اور شیطانوں کو جمع کریں گے، پھر ہم ان سب کو جہنم کے گرد حاضر کریں گے اس طرح کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔[۵۶]

[۵۳] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا: تم جتنا ہمارے پاس آیا کرتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری: سورۃ مریم: باب ۳) یعنی جبریل امین علیہ السلام نے جواب دیا: ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہوتے۔ وہ جس وقت مناسب سمجھتا ہے ہمیں اترنے کا حکم دیتا ہے، وہ ساری کائنات کا مالک ہے، ہر کام برمحل اور بروقت کرتا ہے وہ نسیان اور غفلت سے پاک ہے۔

[۵۴] اس کائنات کا خالق، مالک اور پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ اپنی ذات اور صفات میں بے مثل ہے، اس لئے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

[۵۵] جو شخص قیامت پر ایمان نہیں رکھتا اسے مرنے کے بعد قبر سے زندہ کر کے نکالا جانا ناممکن نظر آتا ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا انسان کو یاد نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب اسے پہلی بار پیدا کیا تو اس سے پہلے وہ کچھ بھی نہیں تھا۔ اب تو ایک دفعہ وہ انسانی شکل میں زندگی گزار چکا ہے، لہٰذا دوسری دفعہ اس جیسا انسان بنانا کیا مشکل ہے۔ کسی چیز کو ایجاد کرنا مشکل ہوتا ہے، دوبارہ بنانا مشکل نہیں ہوتا۔

[۵۶] اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قیامت کے منکرین اور ان کو گمراہ کرنے والے شیاطین کو جمع فرمائیں گے اور جب انہیں جہنم کے

Marfat.com

ثُمَّ لَنَنۡزِعَنَّ مِنۡ كُلِّ شِيۡعَةٍ اَيُّهُمۡ اَشَدُّ عَلَى الرَّحۡمٰنِ عِتِيًّا ﴿۶۹﴾

۶۹۔ پھر ہم ہر گروہ سے ہر اس شخص کو الگ کرلیں گے جو (خدائے) رحمٰن کا سب سے زیادہ نافرمان ہوگا۔[۵۷]

ثُمَّ لَنَحۡنُ اَعۡلَمُ بِالَّذِيۡنَ هُمۡ اَوۡلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿۷۰﴾

۷۰۔ پھر ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں جھونکے جانے کے زیادہ مستحق ہیں ۔[۵۸]

وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا ﴿۷۱﴾

۷۱۔ اور تم میں سے ہر شخص کا دوزخ پر سے گزر ہونے والا ہے، یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی (اور) فیصل شدہ امر ہے۔[۵۹]

گردلایا جائے گا تو وہ عذاب الٰہی کی ہولناکیوں کو دیکھ کر کھڑے نہیں رہ سکیں گے بلکہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔

[۵۷] پھر ہم منکرین کے ہر گروہ سے جو زیادہ سرکش اور نافرمان تھے ان کو الگ کردیں گے تاکہ انہیں پہلے جہنم میں پھینکا جائے اور ان کی زیادہ تذلیل ہو۔

[۵۸] یعنی اللہ تعالیٰ ان سرکشوں کو خوب جانتا ہے جو جہنم میں جھونکے جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔

[۵۹] دوزخ جنت کے راستے میں ہے۔ اس پر ایک پل ہے جس کو اردو میں پل صراط کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن ہر شخص کو اس پل سے گزرنا ہوگا۔ متقی لوگ اس پل سے سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور ظالم لوگ اس پل سے پھسل کر گھٹنوں کے بل دوزخ میں گر پڑیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری ﷛ سے امام مسلم نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے کہ پھر دوزخ کے اوپر ایک پل رکھا جائے گا اور شفاعت کی اجازت مل جائے گی اور انبیائے کرام کہیں گے: اے اللہ! سلامت رکھ، سلامت رکھ! ۔۔۔ بعض اہل ایمان اس پل سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح، بعض ہوا کی طرح، بعض پرندوں کی طرح، بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح، یہ سب سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور بعض جہنم میں گر جائیں گے، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے وہ اپنے ان اہل ایمان بھائیوں کو جہنم سے چھڑانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اس شخص سے بھی زیادہ جھگڑا کریں گے جو اپنا حق مانگنے کے لئے کسی سے جھگڑا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے: اے ہمارے رب! یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے، ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ حج کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا: جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو اور ان پر دوزخ کی آگ حرام کردی جائے گی، پھر جنت والے کثیر تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے جن میں سے بعض کی نصف پنڈلیوں کو اور بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے

Marfat.com

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

۷۲۔ پھر ہم پرہیز گاروں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾

۷۳۔ اور جب ان پر ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر لوگ ایمان والوں سے کہتے ہیں: (ہم) دونوں گروہوں میں سے کس کی رہائش گاہ بہتر اور مجلس زیادہ اچھی ہے۔[٦٠]

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْيًا ﴿٧٤﴾

۷۴۔ اور ہم ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ساز و سامان اور ظاہری شان و شوکت میں (ان سے) بہتر تھیں۔[٦١]

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ

۷۵۔ آپ فرما دیجئے: جو شخص گمراہی میں مبتلا ہو، رحمٰن اس کو خوب ڈھیل دیئے رکھتا ہے یہاں تک کہ جب وہ لوگ اس

جلا ڈالا تھا۔۔۔۔(مسلم: حدیث نمبر ۳۰۲: کتاب الایمان: باب ۸۱) اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی سنگت اور دوستی قیامت کے دن جہنم سے نجات کا ذریعہ ہوگی۔

[٦٠] کفار مکہ کو جب اسلام کی دعوت دی جاتی اور انہیں جہنم کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو وہ اہل ایمان سے کہتے: تم ہمیں کس خستہ حالی اور بے چارگی کی طرف بلاتے ہو جبکہ ہماری رہائش گاہیں اور ہماری جلسہ گاہیں تم سے بہتر ہیں۔ جس طرح ہم اس دنیا میں تم سے بہتر معیار زندگی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اسی طرح اگر آخرت میں بقول تمہارے کوئی جنت ہوگی تو وہ بھی ہمارے ہی حصہ میں آئے گی۔

[٦١] اس آیت میں کفار مکہ کی غلط فہمی کو دور کیا جا رہا ہے کہ ان سے پہلے کئی قومیں ایسی گزر چکی ہیں جو دنیاوی ساز و سامان اور ظاہری شان و شوکت میں کفار مکہ سے بھی بڑھ کر تھیں مگر ان کی سرکشی کی پاداش میں انہیں ہلاک کر دیا گیا، لہٰذا کفار مکہ بھی اپنی ظاہری دولت اور شوکت پر مغرور نہ ہوں بلکہ پہلی قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کریں اور سرکشی سے باز آجائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیاوی مال و دولت اور شان و شوکت کسی کے برحق ہونے کا ثبوت نہیں اور نہ ہی کسی کی غربت اور ناداری اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ مثال کے طور پر کئی انبیائے کرام علیہم السلام ایسے تھے جو دنیاوی مال و دولت کے اعتبار سے تنگ دست تھے مگر وہ برحق تھے اور کئی کافر جیسے قارون اور فرعون بڑے دولت مند تھے مگر وہ حق پر نہیں تھے۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۲۶ اور حاشیہ نمبر ۳۵ بھی ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ ۖ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضْعَفُ جُندًا ﴿٧٥﴾

چیز کو دیکھ لیں گے جس کا (ان سے) وعدہ کیا جاتا رہا یعنی عذاب یا قیامت، تو اس وقت وہ جان لیں گے کہ کس کا مکان زیادہ برا تھا اور کس کا لشکر زیادہ کمزور تھا۔ [۶۲]

وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ۗ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾

۷۶۔ اور اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں اضافہ فرماتا ہے، [۶۳] اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے بہتر ہیں اور انجام کے لحاظ سے خوب تر ہیں۔ [۶۴]

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ

۷۷۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا

---

[۶۲] جو لوگ دانستہ گمراہی کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور اپنے دنیاوی مکان اور حمایتی لشکر کو بہتر سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ فوراً ان کی گرفت نہیں فرماتا بلکہ انہیں توبہ کرنے کے لئے مہلت دیتا ہے مگر جب مہلت کی گھڑیاں ختم ہوجاتی ہیں اور وہ کسی عذاب دنیا میں مبتلا ہوجاتے ہیں یا عذاب قیامت آجاتا ہے تو عذاب کو دیکھ کر انہیں معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کا مکان ولشکر ہی برا تھا مگر اس دن کا پچھتاوا بے سود ہوگا کیونکہ وہاں اس کے ازالے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔

[۶۳] جو لوگ خلوص نیت کے ساتھ ہدایت کا راستہ اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے نور ہدایت میں اور اضافہ فرماتا ہے، اور اگر بیماری یا کسی مجبوری کی وجہ سے وہ نیک اعمال جاری نہ رکھ سکیں تو جب تک ان کی بیماری یا مجبوری موجود رہتی ہے ان کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا سلسلہ بدستور جاری رہتا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب کوئی بندہ اچھے طریقہ سے عبادت کررہا ہو، پھر وہ بیمار ہوجائے تو جو فرشتہ اس پر مقرر کیا جاتا ہے اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ بندہ اپنی صحت کے ایام میں جو عمل کرتا تھا اس کے اس عمل کو بدستور لکھتے رہو یہاں تک کہ وہ دوبارہ صحت مند ہوجائے۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۲۰۳)

☆ حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی مسلمان بندے کو کسی مرض میں مبتلا فرماتا ہے تو فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اس کے اس نیک عمل کو لکھتے رہو جو یہ کیا کرتا تھا۔ اگر وہ اس بندے کو اس مرض سے شفا دے دے تو اس کو گناہوں سے دھوکر پاک کردیتا ہے اور اگر اس کی روح قبض کرلے تو اس کو بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۲۵۸)

[۶۴] اس میں غریب اور نادار مسلمانوں کے لئے تسلی کا سامان ہے کہ کفار جس دولت اور شوکت پر فخر کرتے ہیں وہ سب فنا ہونے والی ہیں اور تم جو نیکیاں کرتے ہو وہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں اور ثواب اور انجام کے اعتبار سے بہت ہی بہتر ہیں۔

Marfat.com

لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾

انکار کیا اور کہا: مجھے (قیامت کے دن بھی) مال اور اولاد ضرور دیئے جائیں گے۔[٦٥]

اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾

٧٨۔ کیا وہ غیب پر مطلع ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟

كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾

٧٩۔ ہرگز نہیں! جو کچھ وہ کہتا ہے ہم اسے لکھ لیں گے اور اس کے عذاب میں خوب اضافہ کرتے رہیں گے۔

وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾

٨٠۔ جو کچھ وہ کہتا ہے ہم اس کے وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾

٨١۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں تاکہ وہ ان کے مددگار رہوں۔

كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ ع

٨٢۔ ہرگز نہیں! وہ (معبود) خود ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور وہ ان کے مخالف ہو جائیں گے۔[٦٦]

[٦٥] حضرت خباب ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں عاص بن وائل کے پاس اپنا قرض واپس مانگنے گیا، اس نے کہا: جب تک تو محمد ﷺ کے ساتھ کفر نہیں کرے گا میں تجھے تیرا قرض واپس نہیں کروں گا۔ میں نے کہا: میں آپ ﷺ کے ساتھ کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ تو مر جائے اور پھر تجھے اٹھایا جائے۔ اس نے کہا: کیا میں مر جاؤں گا اور پھر زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: میرے لئے وہاں بھی مال اور اولاد ہوں گے تو میں وہاں تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری: کتاب تفسیر القرآن: سورہ مریم: باب ٣) یعنی یہ منکر جو دعویٰ کر رہا ہے کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا ہے کہ قیامت کے دن بھی اس کے پاس مال اور اولاد ہوں گے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ جس مال اور اولاد کی یہ بات کر رہا ہے اس کے وارث تو ہم ہیں، مرنے کے ساتھ ہی ان سے اس کا تعلق ختم ہو جائے گا اور وہ قیامت کے دن ہمارے پاس تنہا آئے گا، نہ اس کے پاس مال ہوگا اور نہ اولاد، البتہ وہ اپنی سرکشی کے عذاب میں مبتلا ہوگا جس میں ہم خوب اضافہ کرتے رہیں گے۔

[٦٦] جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیروں کو معبود بناتے ہیں تاکہ وہ ان کی مدد کر سکیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ قیامت کے دن وہ باطل معبود خود ان کے مخالف ہوں گے اور ان کی عبادت سے بےزاری کا اعلان کر دیں گے یعنی نہ ہم نے کبھی ان سے کہا

Marfat.com

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾

۸۳۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے جو انہیں (اسلام کے خلاف) خوب اکساتے رہتے ہیں۔[٦٧]

فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾

۸۴۔ سو آپ ان پر (نزول عذاب کے لئے) جلدی نہ کریں، ہم تو خود ہی ان کے لئے دن گن رہے ہیں۔[٦٨]

یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾

۸۵۔ جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کے حضور معزز مہمانوں کی طرح جمع کریں گے۔[٦٩]

کہ تم ہماری عبادت کرو اور نہ ہی ہم عبادت کے لائق تھے۔

[٦٧] یعنی پیارے نبی ﷺ! جو لوگ آپ کو صادق سمجھتے ہیں مگر تعصب اور ضد کی وجہ سے آپ پر ایمان نہیں لاتے، اس تکذیب کی وجہ سے ہم نے ان پر شیطانوں کو مسلط کر رکھا ہے جو انہیں اسلام کے خلاف مزید اکساتے رہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا شیطان کسی کو برائی پر مجبور نہیں کرتا بلکہ وہ وسوسوں کے ذریعہ برائی کی ترغیب دیتا ہے اور یہ انسان کی اپنی حماقت ہے جو انجام کی پرواہ کئے بغیر شیطان کے پیچھے چل پڑتا ہے۔

[٦٨] پیارے نبی ﷺ! آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا اس کے باوجود اگر کفار اسلام قبول نہیں کرتے تو آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں اور ان پر نزول عذاب کے لئے جلدی نہ کریں کیونکہ ہم خود ان کی زندگی کے دن گن رہے ہیں۔ جونہی ان کی زندگی کا وقت پورا ہوا ان پر عذاب کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

[٦٩] جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت علی ؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں نے بادشاہوں کو اور ان کے مہمانوں کو دیکھا ہے وہ سب سوار ہو کر آتے ہیں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مہمان کیسے آئیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ بھی پیدل نہیں آئیں گے اور نہ ہی ان کو جانوروں کی طرح ہنکایا جائے گا بلکہ وہ جنت کی ایسی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے کہ لوگوں نے ان جیسی اونٹنیاں نہیں دیکھی ہوں گی، ان کے پالان سونے کے ہوں گے اور ان کی مہاریں زمرد کی ہوں گی، پرہیزگار لوگ ان پر سوار ہوں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازوں تک پہنچ جائیں گے۔ (تفسیر قرطبی)

عمرو بن قیس ؒ بیان کرتے ہیں کہ مومن جب قبر سے نکلے گا تو اس کا عمل خوب صورت اور خوش بودار صورت میں اس کا استقبال کرے گا اور مومن سے کہے گا: تو مجھے پہچانتا ہے؟ مومن کہے گا: نہیں لیکن بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے پاکیزہ خوشبو دی اور تیری شکل بڑی خوب صورت بنائی ہے، تو وہ کہے گا: میں تیرا نیک عمل ہوں، میں دنیا میں بہت عرصہ تجھ پر سوار رہا آج تو مجھ پر سوار ہو جا۔ پھر عمرو بن قیس نے یہ آیت تلاوت کی۔ (تفسیر طبری، تفسیر قرطبی)

Marfat.com

وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾

۸۶۔ اور ہم مجرموں کو پیاسے جانوروں کی طرح جہنم کی طرف ہانک کر لے جائیں گے۔[۷۰]

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾

۸۷۔ (اس دن) لوگوں کو شفاعت کا اختیار نہیں ہوگا سوائے اس کے جس نے رحمٰن سے کوئی وعدہ لے لیا ہے۔[۷۱]

اس آیت کی تفسیر میں سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ متقی لوگ قبروں سے نکلنے کے بعد سواریوں پر سوار ہو کر جنت کے دروازں پر چلے جائیں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کا حساب و کتاب نہیں ہوگا (تفسیر روح المعانی) جیسا کہ حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں، میں نے دیکھا کہ بعض نبیوں علیہم السلام کے ساتھ دس سے کم امتیوں کی جماعت تھی اور کسی نبی ؑ کے ساتھ ایک یا دو امتی تھے اور کسی نبی ؑ کے ساتھ کوئی ایک امتی بھی نہ تھا، پھر مجھے ایک عظیم جماعت دکھائی گئی، میں نے خیال کیا شاید یہ میری امت ہو، پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ ؑ اور ان کی امت ہیں، البتہ آپ آسمان کے کنارے کی طرف دیکھیں، میں نے اس طرف دیکھا تو وہ بھی ایک عظیم جماعت تھی، پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار اشخاص ایسے ہیں جو بلا حساب و عذاب جنت میں داخل ہوں گے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۳۷۴: کتاب الایمان: باب ۹۴)

عمرو بن حزم انصاری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار کو بلا حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ میں نے اپنے رب سے اس تعداد میں اضافہ کی درخواست کی: پس میں نے اپنے رب کو بڑا عظیم اور کریم پایا اور اللہ تعالیٰ نے ان ستر ہزار سے ہر ہر شخص کے ساتھ ستر ستر ہزار مزید عطا فرمائے۔ (تفسیر روح المعانی) بعض روایات کے مطابق جنت میں بغیر حساب کے داخل ہونے والوں میں درج ذیل اشخاص شامل ہوں گے:

۱۔ جو خوش حالی اور تنگ دستی دونوں احوال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے۔
۲۔ جو راتوں کو جاگ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرے۔
۳۔ جو دنیاوی کاروبار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے۔
۴۔ طالب علم
۵۔ اپنے خاوند کی فرماں بردار عورت
۶۔ اپنے والدین کی فرماں بردار اولاد وغیرہ۔ (تفسیر روح المعانی)

[۷۰] عمرو بن قیس ؓ بیان کرتے ہیں کہ کافر جب قبر سے نکلے گا تو اس کا عمل ایک بدصورت اور بدبودار حالت میں اس کا استقبال کرے گا اور کافر سے کہے گا: کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ کافر کہے گا: نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بدصورت اور بدبودار بنایا ہے تو وہ کہے گا: میں تیرا برا عمل ہوں، تو دنیا میں بہت عرصہ مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سواری کروں گا۔ (تفسیر قرطبی)

[۷۱] قیامت کے دن کسی کو شفاعت کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، البتہ وہ اہل ایمان شفاعت کریں گے جن کو اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾	۸۸۔ اور کفار کہتے ہیں کہ رحمٰن نے (اپنا) بیٹا بنالیا ہے۔
لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿٨٩﴾	۸۹۔ بے شک تم نے بہت سخت بات کی ہے۔[۷۲]
تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾	۹۰۔ کچھ بعید نہیں کہ اس (گستاخی) کے باعث آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں۔[۷۳]
اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾	۹۱۔ کہ انہوں نے رحمٰن کے لئے بیٹے کا دعویٰ کیا ہے۔
وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾	۹۲۔ حالانکہ رحمٰن کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔
اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾	۹۳۔ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب رحمٰن کی بارگاہ میں بندوں کی حیثیت سے حاضر ہونے والے ہیں۔[۷۴]
لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾	۹۴۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان سب کو احاطہ میں لے رکھا ہے اور انہیں پوری طرح گن بھی رکھا ہے۔[۷۵]

---

[۷۲] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا ثابت کرتے ہیں انہیں براہ راست خطاب کیا جا رہا ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں سخت معیوب اور ناممکن بات کی ہے کیونکہ بیٹے کے لئے ضروری ہے کہ وہ باپ کا ہم جنس ہو جب کہ اللہ تعالیٰ جنس اور نظیر سے پاک ہے۔

[۷۳] اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا قرار دینا اتنی بڑی گستاخی ہے کہ اگر اس کا غضب جوش میں آ جائے تو زمین و آسمان پھٹ جائیں اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں مگر وہ بڑا حلیم ہے جلد گرفت نہیں فرماتا بلکہ لوگوں کو توبہ اور اصلاح کے لئے وقت دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص اذیت پہنچانے والی بات سن کر اس پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا نہیں، لوگ اس کی طرف بیٹا منسوب کرتے ہیں اس کے باوجود وہ ان کو عافیت دیتا ہے اور رزق عطا فرماتا ہے۔
(بخاری: کتاب التوحید: باب ۳)

[۷۴] جب زمین و آسمان کے سارے فرشتے، جن اور انسان آج بھی اللہ تعالیٰ کے عاجز بندے ہیں اور کل روز قیامت بھی اس کے عاجز بندوں کی حیثیت سے حاضر ہوں گے تو پھر اسے کسی ایک کو بیٹا بنانے کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی یہ اس کی شان کے لائق ہے کیونکہ وہ اولاد سے پاک ہے۔

[۷۵] اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنی قدرت کے احاطہ میں لے رکھا ہے اور وہ ان کے اعمال اور ان کی تعداد سے پوری طرح باخبر ہے، کوئی بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

Marfat.com

وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾

۹۵۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے سامنے تنہا پیش ہوگا۔[۷۶]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾

۹۶۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے عنقریب رحمٰن ان کے لئے (لوگوں کے دلوں میں) محبت پیدا فرما دے گا۔[۷۷]

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾

۹۷۔ بے شک ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تا کہ آپ اس کے ذریعہ پرہیز گاروں کو خوش خبری سنائیں اور اس کے ذریعہ جھگڑالو قوم کو ڈرائیں۔[۷۸]

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾ ع

۹۸۔ اور ہم ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، کیا آپ ان میں سے کسی کو محسوس کرتے ہیں یا ان کی کوئی آہٹ سنتے ہیں؟[۷۹]

---

[۷۶] قیامت کے دن ہر شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تنہا پیش ہوگا، نہ تو دنیا کا مال ومتاع اس کے ساتھ ہوگا اور نہ ہی کوئی مددگار، البتہ اہل ایمان وتقویٰ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

[۷۷] جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے، اللہ تعالیٰ خود بھی ان سے محبت فرماتا ہے اور عام لوگوں کے دلوں میں بھی ان کی محبت پیدا فرما دیتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، پس جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرتا ہے پھر وہ آسمان میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، پس آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اہل زمین میں اس کے لئے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

(بخاری: حدیث نمبر ۷۴۸۵: مسلم: حدیث نمبر ۲۶۳۷)

اہل ایمان کو حق کی سربلندی کے لئے اگرچہ باطل قوتوں سے ٹکرانا پڑتا ہے اور کئی دفعہ ظاہری شکست سے بھی واسطہ پڑ جاتا ہے مگر آخر ایک دن حق ظاہر ہو جاتا ہے اور لوگ اہل حق کی عظمت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

[۷۸] یعنی ہم نے قرآن مجید کو آپ کی عربی زبان میں نازل فرمایا اور اس کی تعلیمات کو بالکل واضح اور آسان کر دیا تا کہ پرہیز گاروں کو خوش خبری سنانے اور جھگڑالو قوم کو ڈرسنانے میں کوئی ابہام اور شک باقی نہ رہے۔

[۷۹] اس آیت میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ان سے پہلے کئی قومیں اپنی سرکشی کی پاداش میں ہلاک ہو چکی ہیں، آج نہ وہ خود باقی ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی نشان باقی ہے، لہٰذا اہل مکہ کو ان سے عبرت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آ جانا چاہیے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعۃ الکرم : انگلستان

۴ نومبر ۲۰۰۷ء بروز اتوار بمطابق ۲۴ شوال ۱۴۲۸ھ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ طٰهٰ (۲۰)

یہ سورت مکی ہے، یہ ان ۲۹ سورتوں میں سے ہے جن کی ابتدا میں حروف مقطعات نازل ہوئے ہیں۔ اس سورت کا پہلا کلمہ طٰهٰ ہے اور اسی کلمہ کی وجہ سے اس سورت کا نام بھی "طٰهٰ" ہے۔

اس سورت کی ابتدا میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ قرآن آپ پر اس لئے نازل نہیں کیا گیا کہ آپ کو کسی مشقت میں ڈالا جائے یا سب کافروں کو مسلمان بنانا آپ کی ذمہ داری ہے بلکہ آپ کا کام صرف ان کو نصیحت کرنا اور ان تک اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانا ہے۔

اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کیونکہ انہیں بھی کفار مکہ کی طرح ایک متکبر اور متعصب قوم سے واسطہ پڑا تھا تا کہ نبی کریم ﷺ کو تسلی ہو کہ پہلے انبیاء کو بھی ایسی متعصب قوموں سے واسطہ پڑتا رہا ہے۔

اس سورت کے آخر میں احکام قرآن سے اعراض کرنے والوں کی سزا کا ذکر ہے اور مسلمانوں کو کفار کی اذیتوں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

یہ سورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے نازل ہوئی کیونکہ اس کی ابتدائی آیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب بنی تھیں۔ اسی لئے اکثر مفسرین نے اس سورت کی ابتدا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہے، میں یہاں ان کا خلاصہ پیش کرتا ہوں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ان دو آدمیوں یعنی ابوجہل اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں سے جو تمہیں زیادہ پسند ہے اس سے اسلام کو عزت عطا فرما۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۶۸۱: ابواب المناقب: باب ۱۸) کیونکہ یہ دونوں اہل مکہ کے مقبول اور بارعب لیڈر ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہو جائے گا۔ بہر حال نبی کریم ﷺ نے بدھ کے روز یہ دعا مانگی اور دوسرے ہی روز یعنی جمعرات کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا۔

(البدایۃ والنھایۃ: جلدنمبر ۲: ص ۳۱)

نبی کریم ﷺ نے مکہ میں جب اسلام کی اعلانیہ تبلیغ شروع کی تو جو لوگ اسلام قبول کرتے ان کے خاندان میں اختلاف پیدا ہو جاتا جس سے پورے شہر میں انتشار پیدا ہو گیا۔ اس پر حضرت عمر نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ وہ محمد (ﷺ) کو شہید کردیں تا کہ شہر کا سکون لوٹ آئے۔ چنانچہ اس ارادے سے ایک دن وہ تلوار لے کر گھر سے نکلتے ہیں۔ گلی میں حضرت نعیم بن

Marfat.com

عبداللہ ﷺ نے حضرت عمر کے تیور دیکھ کر پوچھا: اے عمر! کہاں جا رہے ہو؟ حضرت عمر نے تکبر سے جواب دیا کہ میں مسلمانوں کے نبی ﷺ کا سر قلم کرنے جا رہا ہوں۔ اس نے میرے شہر کا سکون چھین لیا ہے اور گھر گھر نفرت کی آگ لگادی ہے۔ حضرت نعیم ﷺ نے کہا: ادھر بعد میں جانا، پہلے اپنے گھر کی خبر لو، تیری بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا اور بہنوئی سعید بن زید ﷺ اس نبی مکرم ﷺ کا کلمہ پڑھ چکے ہیں۔ یہ سن کر مکہ کے ۲۶ سالہ پڑھے لکھے اور جوشیلے نوجوان حضرت عمر ﷺ کے اوسان خطا ہوگئے، آگے بڑھنے کے بجائے اپنے بہنوئی کے گھر کا رخ کیا۔ اس وقت حضرت سعید ﷺ کے گھر میں سورہ طٰہٰ پڑھی جارہی تھی جس کو سن کر حضرت عمر ﷺ مزید آگ بگولا ہوگئے اور دروازہ کھولنے کی ندادی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سورہ طٰہٰ کے صحیفہ کو چھپا کر دروازہ کھولا، حضرت عمر ﷺ بہت غضب ناک ہوکر بولے: مجھے پتہ چل گیا ہے آپ لوگوں نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے اور اس قدر پیٹا کہ ان کی بہن اور بہنوئی لہولہان ہوگئے، جب حضرت عمر ﷺ کی دست درازی حد سے تجاوز کرگئی تو بہن نے گرج کر کہا: اے بھائی! جتنا جی چاہے مارلے، جسم کے ٹکڑے ہوسکتے ہیں مگر اسلام نہیں چھوڑ سکتے۔ خون میں لت پت بہن کا یہ جواب سن کر حضرت عمر ﷺ کا دل پسیج گیا اور کہنے لگے: مجھے وہ صحیفہ دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے۔ بہن نے جواب دیا: ہمیں خطرہ ہے کہ تم اس صحیفہ کی توہین کروگے، اس پر حضرت عمر ﷺ نے اپنے بتوں کی قسم کھا کر کہا کہ وہ اس صحیفہ کو پڑھ کر واپس کردیں گے۔ چنانچہ بہن نے یہ صحیفہ ان کو دے دیا اور حضرت عمر ﷺ نے جب سورہ طٰہٰ کی ابتدائی آیات پڑھیں تو بے ساختہ پکار اٹھے: یہ تو بڑا خوب صورت اور فضل وکرم والا کلام ہے، مجھے اس نبی مکرم ﷺ کے پاس لے چلو تا کہ میں اسلام قبول کرسکوں۔ (البداية والنهاية: جلدنمبر ۲: ص ۸۰)

نبی کریم ﷺ اس وقت اپنے جاں نثاروں کے ساتھ دار ارقم میں تشریف فرما تھے۔ جب حضرت عمر ﷺ ننگی تلوار لے کر دروازہ پر پہنچے تو صحابہ کرام نے دروازہ کھولنے سے جھجک محسوس کی مگر حضرت حمزہ ﷺ نے فرمایا: دروازہ کھول دو۔ اگر عمر ﷺ اندر داخل ہوکر بارگاہ رسالت کے آداب ملحوظ رکھیں گے تو ہم ان کو خوش آمدید کہیں گے ورنہ اسی تلوار سے ان کا سر اڑا دیا جائے گا۔
(السيرة الحلبية: جلداول: ص ۴۶۷)

دروازہ کھولا گیا، حضرت عمر ﷺ داخل ہوئے، نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر ﷺ کو اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! اسلام قبول کرلے۔ (السيرة الحلبية: جلداول: ص ۴۶۶) حضرت عمر ﷺ نے اسی وقت اسلام قبول کرلیا۔ جب نبی کریم ﷺ نے یہ جواب سنا تو فرط مسرت سے نعرۂ تکبیر بلند کیا، نبی کریم ﷺ کے نعرہ کے بعد تمام مسلمانوں نے اس زور سے نعرۂ تکبیر لگایا کہ مکہ کی گلیاں اور فضائیں اس نعرہ سے گونج اٹھیں۔ (البداية والنهاية: جلدنمبر ۲: ص ۳۱) حضرت عبداللہ ابن عمر ﷺ نے فرمایا: جب حضرت عمر ﷺ اسلام لائے اس وقت جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا: اے محمد ﷺ! حضرت عمر ﷺ کے اسلام لانے سے آسمان والے بہت خوش ہوئے ہیں۔ (ابن ماجة: حديث نمبر ۱۰۳: مقدمة: باب ۱۱) حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر ﷺ اسلام لائے تو رسول اللہ ﷺ نے تین بار اپنا ہاتھ حضرت عمر ﷺ کے سینے پر مارا اور دعا کی: اے اللہ! حضرت عمر ﷺ کے سینے سے کینہ نکال دے اور اس کو ایمان سے بدل دے۔

(مستدرک للحاکم: حدیث نمبر ۴۴۹۲: جلدنمبر ۳: ص ۹۱)

Marfat.com

حضرت عمر ﷺ نے اسلام قبول کرنے کے بعد عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! تم حق پر ہو خواہ تم مرو یا زندہ رہو مگر ابھی ہماری تعداد کم ہے اس لئے ہم خاموشی سے تبلیغ کر رہے ہیں۔ حضرت عمر ﷺ نے عرض کی: اب آپ اس دین کو ظاہر فرمایئے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ مسلمانوں کی معیت میں دارارقم سے باہر تشریف لائے۔ حضرت عمر ﷺ اپنی تلوار لے کر آگے آگے چل رہے تھے اور بلند آواز سے لاالہ الاللہ محمد رسول اللہ کا ورد کر رہے تھے یہاں تک کہ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور کفار قریش سے کہا: خبردار! اگر تم میں سے کسی نے حرکت کی کوشش کی تو میں تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے کعبہ کا طواف کیا اور حضرت عمر ﷺ تلوار لے کر نبی کریم ﷺ کی حفاظت کرتے رہے اور اسی دن نبی کریم ﷺ نے عمر ﷺ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔

(السیرۃ الحلبیۃ: جلداول: ص ۴۷۳)

☆ ابی بن کعب ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل امین میرے سامنے عمر ﷺ کی فضیلت بیان کرتے تھے تو ایک دفعہ میں نے پوچھا: اے جبریل! عمر ﷺ کی فضیلت کتنی ہے؟ اس نے کہا: اے محمد ﷺ! اگر میں آپ کے سامنے اتنا عرصہ رہوں جتنا عرصہ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں رہے تھے (یعنی ساڑھے نوسوسال) تو پھر بھی میں عمر ﷺ کی فضیلت کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ العنکبوت: زیر آیت نمبر ۱۴: جز ۱۳: ص ۳۳۴)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ ۹ نومبر ۲۰۰۷ء بمطابق ۲۸ شوال ۱۴۲۸ھ

Marfat.com

ایاتہا ۱۳۵ ۲۰ سورۃ طٰہٰ مکیۃ ۴۵ رکوعاتہا ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

طٰهٰ ۞ ۱

۱۔ طَا ھَا۔[۱]

مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۞ ۲

۲۔ ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔[۲]

اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۞ ۳

۳۔ بلکہ یہ تو نصیحت ہے اس کے لئے جو (اپنے رب سے) ڈرتا ہے۔

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۞ ۴

۴۔ یہ (قرآن) اس کی طرف سے اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا۔[۳]

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۞ ۵

۵۔ وُہ بہت ہی مہربان ہے (اور مطلق حکمرانی کے) عرش پر جلوہ فرما ہے۔[۴]

---

[۱] محمد علی صابونی لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ایک طٰہٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا میں آپ کو طٰہٰ کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

[۲] نزول قرآن کی ابتدا میں نبی کریم ﷺ ساری رات نوافل اور تلاوت قرآن میں کھڑے کھڑے گزار دیتے یہاں تک کہ قدم مبارک سوج جاتے اور دن بھر اہل مکہ کو قرآن کی تبلیغ کرتے، اس کے باوجود جب کفار مکہ کی غالب اکثریت ایمان نہ لائی تو آپ ان کی گمراہی پر بہت غمگین رہتے۔ اس آیت میں ان دونوں مشقتوں سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی ﷺ! ہم نے قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ وہ نیند و آرام بھی چھوڑ دیں جو انسانی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ نیز کفار مکہ اگر قرآنی تعلیمات کو تسلیم نہیں کرتے تو آپ مشقت میں نہ پڑیں کیونکہ قرآن سے صرف وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو۔

[۳] اس آیت میں قرآن مجید کی حقیقت اور فضیلت بیان کی گئی ہے یعنی یہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اس اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا فرمایا۔

[۴] قرآن مجید کی آیت کے مطابق ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق عرش پر جلوہ فرما ہے لیکن اس کی حقیقت اور

Marfat.com

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ⑥

٦۔ اس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے۔

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ⑦

۷۔ اور اگر آپ بلند آواز سے بات کریں تو بے شک وہ پوشیدہ اور پوشیدہ ترین باتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔[۵]

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ⑧

۸۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کے لئے سب سے زیادہ خوب صورت نام ہیں۔[٦]

کیفیت کیا ہے یہ ہمارے ادراک سے بالاتر ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صرف خالق کائنات ہی نہیں بلکہ مطلق حاکم اعلیٰ ہے اور کائنات کی بلندیوں اور پستیوں میں اسی کا حکم نافذ ہے۔

[۵] انسان بلند آواز سے بات کرے یا آہستہ سے، اللہ تعالیٰ دونوں صورتوں میں خوب جانتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو وہ بات بھی جانتا ہے جو انسان نے اپنے دل میں چھپا رکھی ہے اور وہ بات بھی جانتا ہے جس کا ابھی اس انسان کو بھی علم نہیں ہے بلکہ وہ مستقبل میں اسے کرنے والا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[٦] یعنی جو ساری کائنات کا خالق، مالک اور حاکم مطلق ہے اور لوگوں کے پوشیدہ ترین رازوں سے باخبر ہے وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور سب سے بہترین نام اسی کے ہیں جن سے اس کو پکارا جائے۔

☆ حضرت ابوہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جو ان کو یاد کر لے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (بخاری: حدیث نمبر ٢٧٣٦: کتاب الشروط: باب ١٨)

☆ حضرت زید بن ارقم ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ پوچھا گیا: اخلاص کیا ہے؟ فرمایا: جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے ان سے باز رہے۔ (معجم اوسط: حدیث نمبر ١٢٥٧: جلد ٢: ص ١٣٧)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت کے ایک شخص کو منتخب کر کے الگ کھڑا کر دے گا، پھر اس کے سامنے اس کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے، ہر رجسٹر حد نگاہ تک بڑا ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: کیا تجھ کو ان میں سے کسی چیز کا انکار ہے؟ کیا میرے لکھنے والے محافظ فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں یارب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرا کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا: نہیں یارب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تجھ پر بالکل ظلم نہیں ہوگا، پھر کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے

Marfat.com

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۞ ٩

٩۔ اور کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی خبر پہنچی ہے؟

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۞ ١٠

١٠۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے ایک آگ دیکھی تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم (یہیں) ٹھہرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں اس سے تمہارے لئے کوئی چنگاری لے آؤں یا میں آگ سے (راستہ کے متعلق) کوئی راہنمائی پالوں۔ [۷]

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۞ ١١

١١۔ پھر موسیٰ علیہ السلام جب اس آگ کے پاس پہنچے تو انہیں ندا دی گئی: اے موسیٰ علیہ السلام! [۸]

گا جس پر لکھا ہوگا: اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده و رسوله۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب تم میزان پر حاضر ہو جاؤ۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! ان رجسٹروں کے سامنے کاغذ کے اس ٹکڑے کی کیا حیثیت ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میزان کے ایک پلڑے میں اس کے گناہوں کے (ننانوے) رجسٹر رکھے جائیں گے اور دوسرے پلڑے میں وہ کاغذ کا ٹکڑا رکھا جائے گا، پھر گناہوں کے رجسٹروں والا پلڑا ہلکا ہو جائے گا اور کاغذ کے پرزے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا، سو اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز وزنی نہیں ہو سکتی۔

(ترمذی: ۲۶۳۹: ابواب الایمان: باب ۱۷)

[۷] یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی یاد دہانی فرمائی ہے تاکہ آپ کو اطمینان ہو جائے کہ صرف آپ ہی مشکلات کا شکار نہیں بلکہ پہلے انبیائے کرام کو بھی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین تشریف لائے، کئی سال حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں گزارے، اس دوران حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے آپ کی شادی بھی ہو گئی اور پھر اپنی بیوی کو ساتھ لے کر واپس مصر روانہ ہو گئے۔ سردی کا موسم تھا، کوہ طور کے قریب ایک اندھیری رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دور ایک آگ دیکھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ سے فرمایا: تم یہاں ٹھہرو میں اس آگ کے پاس جاتا ہوں، شاید میں وہاں سے آگ کی چنگاری لے آؤں تاکہ ہم آگ جلا کر سردی سے بچ سکیں یا وہاں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو ہمیں مصر جانے والا صحیح راستہ بتا دے تاکہ ہم اندھیری رات میں ادھر ادھر بھٹکتے نہ پھریں۔

[۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وہاں پہنچے تو بڑا عجیب منظر دیکھا۔ ایک سرسبز و شاداب درخت ہے جس کو ایک عجیب قسم کی سفید نورانی آگ نے گھیر رکھا ہے۔ درخت کی سبزی اور آگ کی سفیدی دونوں اپنی اپنی جگہ بالکل نمایاں تھیں، نہ درخت کی سبزی آگ کی روشنی میں رکاوٹ تھی اور نہ آگ کی روشنی درخت کی سبزی سے مانع تھی۔ (تفسیر مظہری)

Marfat.com

اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۟ؕ ﴿۱۲﴾	۱۲۔ بے شک میں ہی تمہارا رب ہوں، پس تم اپنے جوتے اتار دو، بے شک تم طویٰ کی مقدس وادی میں ہو۔
وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾	۱۳۔ اور میں نے تمہیں (اپنی رسالت کے لئے) چن لیا ہے، پس جو وحی کی جائے اسے پوری توجہ سے سنو۔[۹]
اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾	۱۴۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پس تم میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھو۔[۱۰]
اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى	۱۵۔ بے شک قیامت کی گھڑی آنے والی ہے میں اسے

اس اثناء میں اچانک ایک غیبی آواز آئی: اے موسیٰ علیہ السلام! یہ جو آگ تمہیں نظر آ رہی ہے یہ آگ نہیں بلکہ میری تجلی ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ اب تم طویٰ کی مقدس وادی میں اپنے رب تعالیٰ سے ہم کلام ہو، لہٰذا اس مقدس وادی کے ادب و احترام میں اپنے جوتے اتار دو تا کہ آپ کے قدموں کو برکت حاصل ہو۔ (تفسیر المراغی)

[۹] یعنی میں نے آپ کی قوم میں سے آپ کو نبی اور رسول بنانے کے لئے منتخب کر لیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین تھا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نبی کے اندر ایک ایسا ملکہ پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے نبی کو کلام الٰہی اور ملک الوحی کے پہچاننے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ یونس (۱۰) کا حاشیہ نمبر ۵۷ ملاحظہ کریں۔

نیز علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اجماع ہے کہ نبی پیدائشی مومن ہوتا ہے اور وہ ایک آن کے لئے بھی ایمان کے بغیر نہیں ہوتا۔ (تفسیر تبیان القرآن)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت ایک وہبی چیز ہے، کوئی انسان عبادت اور ریاضت کے ذریعے نبی نہیں بن سکتا بلکہ یہ محض عطائے الٰہی ہے، جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے عطا فرما دیتا ہے۔

[۱۰] یہاں نماز کی ایک حکمت بیان کی جا رہی ہے یعنی تھوڑے تھوڑے وقفے کے ساتھ نماز قائم کر کے اللہ تعالیٰ کی یاد کو تازہ رکھو اور اس سے غافل نہ ہو جاؤ کیونکہ غافل لوگوں کو شیطان آسانی سے گمراہ کر لیتا ہے۔

اس کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ نماز قائم کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ بھی اسے اپنی یاد سے سرفراز فرماتا ہے۔ اس سے بڑی خوش بختی اور کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندے کو یاد کرے۔

Marfat.com

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾	پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے۔[۱۱]
فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾	۱۶۔ پس وہ شخص جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے تمہیں قیامت (کو ماننے) سے ہرگز نہ روکے ورنہ تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے۔[۱۲]
وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾	۱۷۔ اور اے موسیٰ! یہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟[۱۳]
قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾	۱۸۔ موسیٰ نے کہا: یہ میرا عصا ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور میں اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لئے کئی اور فائدے بھی ہیں۔[۱۴]
قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾	۱۹۔ فرمایا: اے موسیٰ! اس کو (زمین پر) ڈال دو۔

[۱۱] موت اور قیامت ایک حقیقت ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے وقت کو پوشیدہ رکھا ہے تاکہ لوگ ہر وقت ڈرتے رہیں کہ خدا جانے کب قیامت بپا ہو جائے۔ اگر موت اور قیامت کا وقت بتا دیا جاتا تو لوگ اس لئے برائیوں میں مبتلا رہتے کہ ابھی بہت زندگی باقی ہے، جب موت اور قیامت کا وقت قریب آئے گا تو چند گھنٹے پہلے توبہ کر لیں گے اور عذاب سے بچ جائیں گے۔

[۱۲] جو شخص قیامت پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے وہ ہلاکت کی طرف بڑھ رہا ہے اور قیامت کے دن جہنم رسید ہوگا، لہٰذا تم ایسے لوگوں کی بات ہرگز نہ مانو ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

[۱۳] اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں عصا ہے مگر پوچھا اس لئے تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس عصا کی حقیقت اور اس کے خواص کو ذہن میں حاضر کر لیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کریں کہ کس طرح ایک بے جان لکڑی سے دوڑنے والا سانپ بن جاتا ہے۔

[۱۴] اس سوال کے جواب میں صرف اتنا کہنا ہی کافی تھا کہ یہ میرا عصا ہے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب کو لمبا کیا تاکہ زیادہ دیر اپنے رب سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا رہے اور یہ انسانی فطرت ہے کہ جب وہ کسی عظیم اور محبوب ہستی سے ہم کلام ہوتا ہے تو بہت لطف اندوز ہوتا ہے اور گفتگو کو طول دینے کی کوشش کرتا ہے۔

Marfat.com

فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿٢٠﴾	٢٠۔ پس موسیٰ نے اس کو ڈال دیا تو اچانک وہ سانپ بن کر (ادھر ادھر) دوڑنے لگا۔[١٥]
قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿٢١﴾	٢١۔ فرمایا: اس کو پکڑ لو اور مت ڈرو، ہم اسے ابھی اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔
وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿٢٢﴾	٢٢۔ اور اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دباؤ تو وہ بغیر کسی بیماری کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا، یہ دوسری نشانی ہے۔[١٦]
لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿٢٣﴾	٢٣۔ تاکہ ہم آپ کو اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔
اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٢٤﴾ ع	٢٤۔ تم فرعون کی طرف جاؤ، بے شک وہ سرکش ہوگیا ہے۔[١٧]
قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿٢٥﴾	٢٥۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میرے لئے میرا سینہ کشادہ فرما دے۔[١٨]

[١٥] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا کے سانپ بن جانے کا مشاہدہ کرایا اور فرمایا: اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، جونہی آپ اس کو پکڑیں گے ہم اس کو پہلے کی طرح عصا بنا دیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سانپ کے منہ میں ہاتھ ڈال کر اس کے جبڑوں سے اسے پکڑا تو وہ پھر عصا بن گیا۔ تورات میں بھی اس معجزہ کا ذکر کیا گیا ہے۔
(دی لیونگ بائیبل: خروج: ۴: ۴-۲)

[١٦] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے دو کا یہاں ذکر کیا گیا ہے، گزشتہ آیات میں عصا کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں ید بیضا کا ذکر فرمایا یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ کو بغل میں دبا کر باہر نکالتے تو وہ بغیر کسی بیماری کے چمکتا ہوا نکلتا اور ماحول کو روشن کر دیتا اور جب دوبارہ اپنے ہاتھ کو بغل میں دبا کر باہر نکالتے تو وہ اپنی پہلی حالت پر آ جاتا۔

[١٧] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ دو معجزات عطا فرمانے کے بعد حکم دیا کہ تم فرعون کو حق کی طرف دعوت دو کیونکہ وہ سرکش ہوگیا ہے حتیٰ کہ اس نے سب سے بڑا رب ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا ہے۔ (قرآن: ۷۹: ۲۴)

[١٨] فرعون صرف مصر کا حکمران ہی نہیں تھا بلکہ اپنے آپ کو سب سے بلند رب بھی سمجھتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا مانگی جو گیارہ آیات پر مشتمل ہے یعنی اے میرے رب! میرے سینہ میں وہ وسعت، جرأت اور حوصلہ پیدا فرما جو رسالت کے لئے درکار ہے، اس مشن کے راستے میں

Marfat.com

وَيَسِّرۡ لِيٓ أَمۡرِي ٢٦	۲۶۔اور میرے لئے میرا کام آسان فرمادے۔
وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّن لِّسَانِي ٢٧	۲۷۔اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔
يَفۡقَهُواْ قَوۡلِي ٢٨	۲۸۔تاکہ وہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔
وَاجۡعَل لِّي وَزِيرٗا مِّنۡ أَهۡلِي ٢٩	۲۹۔اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر بنادے۔
هَٰرُونَ أَخِي ٣٠	۳۰۔یعنی ہارون جو میرا بھائی ہے۔
اشۡدُدۡ بِهِۦٓ أَزۡرِي ٣١	۳۱۔اس سے میری کمر کو مضبوط فرمادے۔
وَأَشۡرِكۡهُ فِيٓ أَمۡرِي ٣٢	۳۲۔اور اس کو میرے کام میں میرا شریک بنادے۔
كَيۡ نُسَبِّحَكَ كَثِيرٗا ٣٣	۳۳۔تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری پاکی بیان کریں۔
وَنَذۡكُرَكَ كَثِيرًا ٣٤	۳۴۔اور ہم کثرت سے تیرا ذکر کریں۔
إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرٗا ٣٥	۳۵۔بے شک تو ہمیں خوب دیکھنے والا ہے۔
قَالَ قَدۡ أُوتِيتَ سُؤۡلَكَ يَٰمُوسَىٰ ٣٦	۳۶۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! تمہارا سوال پورا کردیا گیا۔[۱۹]

جو مشکلات ہیں ان کو آسان فرمادے اور میری زبان کی گرہ کھول دے یعنی میری لکنت دور کردے اور میری زبان میں روانی اور فصاحت پیدا فرمادے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔ دعا کے دوسرے حصہ میں عرض کرتے ہیں: میرے حوصلوں کو بلند رکھنے کے لئے میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو میرا وزیر اور میرے کام میں میرا شریک بنادے، اور دعا کے آخری حصہ میں عرض کرتے ہیں: اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ ہم دونوں کثرت سے تیری پاکی بیان کریں۔ نیز تو ہماری ضرورتوں کو خوب جانتا ہے، اپنے فضل وکرم سے ہماری تمام ضرورتوں کو پورا فرمادے تاکہ ہم اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ براہو سکیں۔

[۱۹] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوش خبری سنائی کہ ان کی ساری دعائیں قبول ہوگئی ہیں۔

Marfat.com

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرٰى ﴿٣٧﴾

٣٧۔ اور بے شک ہم نے تم پر ایک بار پہلے بھی احسان فرمایا تھا۔[٢٠]

اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿٣٨﴾

٣٨۔ جب ہم نے تمہاری ماں کو الہام کیا جو اب کیا جا رہا ہے۔[٢١]

اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ ﴿٣٩﴾

٣٩۔ کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ دے، پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دے، پھر دریا اسے ساحل پر پھینک دے گا اور اسے وہ شخص اٹھا لے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس بچے کا بھی دشمن ہے، اور میں نے آپ کے اوپر اپنی طرف سے خاص محبت ڈال دی اور تاکہ تمہاری پرورش میری آنکھ کے سامنے کی جائے۔

---

[٢٠] قبولیت دعا کی خوش خبری سنانے کے بعد اب ایک ایسے احسان کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بن مانگے آپ کو عطا فرمایا تھا یعنی پیدائش کے وقت آپ کو قتل ہونے سے بچا لیا جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

[٢١] فرعون کو نجومیوں نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے جو اس کے اقتدار کے زوال کا سبب بنے گا۔ اس لئے فرعون نے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ انہی دنوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو الہام فرمایا یعنی اس کے دل میں یہ تدبیر ڈال دی کہ اس بچے کو صندوق میں ڈال کر دریائے نیل میں ڈال دے اور فکر نہ کرے۔ دریا اس کو ساحل پر لے آئے گا اور فرعون اس کو اٹھا لے گا جو اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں کا دشمن ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن اس لئے تھا کہ وہ مشرک تھا بلکہ اپنے آپ کو خدا کہلاتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن اس لئے کہا گیا کیونکہ مستقبل میں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دشمنی کرنے والا تھا اور اب بھی حقیقت میں تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن تھا مگر اسے علم نہیں تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی وہ بچے ہیں جو اس کے اقتدار کے زوال کا سبب بنیں گے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اسے علم ہو جاتا تو وہ آپ کو ضرور قتل کراتا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جو فرعون کی سمجھ سے بالاتر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی خاص محبت اور رحمت سے ایسا خوبصورت بنایا کہ جو بھی آپ کو دیکھتا آپ کے

Marfat.com

اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ یَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ ؕ۬ وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫۬ فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ ۙ۬ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ یّٰمُوْسٰى ۝۴۰

۴۰۔ اور یاد کرو جب تمہاری بہن چلتی ہوئی (فرعون کے محلات میں) آئی اور کہنے لگی: کیا میں تمہیں وہ شخص بتاؤں جو اس بچے کی پرورش کرے، پھر ہم نے آپ کو آپ کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو، [۲۲] اور (یاد کرو جب) آپ نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا، پھر ہم نے آپ کو اس غم سے بھی نجات دی [۲۳] اور آپ کو اچھی طرح آزمالیا، [۲۴] پھر آپ کئی سال اہل

حسن کا گرویدہ ہوجاتا۔ ایک دن فرعون اپنی بیوی کے ساتھ دریائے نیل کا نظارہ کررہا تھا۔ جب اس نے دریا میں ایک صندوق تیرتا ہوا دیکھا تو اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ اس صندوق کو میرے پاس لے آؤ۔ جب صندوق کھولا گیا تو اس میں ایک حسین اور دلکش بچہ نظر آیا جس کو فرعون نے اپنی بیوی آسیہ کی خواہش پر شاہی محلات میں رکھنے اور پرورش کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی خصوصی حفاظت اور نگرانی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی۔

[۲۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اپنے بیٹے کو دریا میں ڈالنے کے بعد اپنی بیٹی سے کہا کہ اس صندوق پر نگاہ رکھے یہ کہاں جاتا ہے؟ جب یہ صندوق فرعون کے محلات میں پہنچ گیا اور فرعون کی بیوی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لئے کئی عورتوں کو بلایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن بھی آگئی اور دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی عورت کا دودھ نہیں پیتے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے فرعون کی بیوی سے کہا: میں تمہیں ایک عورت بتاتی ہوں جس کا دودھ یہ بچہ پی لے گا۔ چنانچہ وہ اپنی ماں کو بلا لائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا دودھ پینا شروع کردیا۔ فرعون کی بیوی بڑی خوش ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے کہا: تم یہاں محلات میں رہ کر اس بچے کی پرورش کرو، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے کہا: میں اپنے خاوند اور بچوں کو چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ وہ بچے کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے جائے، وہیں اس کی پرورش کرے اور اس کی اجرت شاہی خزانہ سے دی جائے گی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واپس اپنی ماں کے پاس پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اجرت اس لئے قبول کی تاکہ اس کا راز فاش نہ ہو کہ یہ تو بچہ کی اصلی ماں ہے۔

[۲۳] یہ ایک دوسرا احسان ہے جس کا ذکر آگے سورہ قصص (۲۸) کی آیت نمبر ۱۵ میں آئے گا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بارہ سال کی عمر میں غیر ارادی طور پر ایک قبطی مارا گیا اور قبطیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصر سے نکال کر مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچا دیا۔

[۲۴] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کئی بار آزمایا اور ان آزمائشوں میں کامیابی سے سرفراز فرمایا مثلاً پیدائش کے وقت قتل

Marfat.com

مدین میں ٹھہرے رہے، پھر اے موسیٰ! آپ ایک مقررہ وقت پر یہاں آگئے۔[۲۵]

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿٤١﴾

۴۱۔ اور میں نے آپ کو اپنے (پیغام کے) لئے چن لیا ہے۔[۲۶]

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿٤٢﴾

۴۲۔ آپ اور آپ کے بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جائیں اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔[۲۷]

اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٤٣﴾

۴۳۔ آپ دونوں فرعون کے پاس جائیں بے شک وہ سرکش ہوگیا ہے۔

ہونے سے بچایا، جب ماں نے صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تو پانی میں ڈوبنے سے بچایا اور جب آپ سے قبطی قتل ہوگیا تو آپ کو قبطیوں سے بچا کر مدین میں لے آیا۔

[۲۵] جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر چالیس برس ہوگئی تو آپ کوہ طور کے پاس آگئے جو آپ کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے اور آپ کو نبوت عطا کرنے کے لئے مقدر تھا۔

نبوت کے لئے عمومی عمر چالیس سال ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ نبی کو چالیس سال کی عمر کے بعد مبعوث کیا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض انبیائے کرام یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر سے پہلے نبوت عطا کی گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے لیکن اس کی سنت یہ ہے کہ نبوت چالیس سال کی عمر پوری ہونے کے بعد عطا کی جاتی ہے، جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین کی طرف گئے تو ان کی عمر بارہ سال تھی، پھر دس سال وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چراتے رہے، پھر حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کے ساتھ شادی ہوجانے کے بعد مزید ۱۸ سال اپنی بیوی کے ساتھ مدین میں رہے اور ان کا ایک بیٹا ہوا۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر مکمل چالیس سال ہوگئی اور یہ وہ مدت ہے جس کے پورے ہونے پر انبیاء کو مبعوث کرنے کی اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ ہے۔ (بحر محیط)

[۲۶] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا نبی اور رسول بنانے کے لئے منتخب فرمالیا۔

[۲۷] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام سے فرمایا: تم دونوں میری آیات یعنی معجزات، دلائل اور تورات کے احکام لے کر فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہوگیا ہے، لیکن مشکلات پر قابو پانے اور اپنے حوصلوں کو بلند

Marfat.com

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾

۴۴۔آپ دونوں اس سے نرمی سے گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرے یا (میرے غضب سے) ڈرے۔

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾

۴۵۔ان دونوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! بے شک ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی کرے گا۔

قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دونوں ڈرو نہیں بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں (سب کچھ) سنتا اور دیکھتا ہوں۔ [۲۸]

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾

۴۷۔پس تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور (اسے) کہو: بے شک ہم دونوں تیرے رب کے رسول ہیں، پس تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور ان کو تکلیف نہ دے، بے شک ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں، اور اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔[۲۹]

رکھنے کے لئے کثرت سے مجھے یاد کرنا اور اس میں کبھی سستی نہ کرنا۔ نیز فرعون سے اس امید پر نرمی سے گفتگو کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کرے یا میرے غضب سے ڈرے۔

ان آیات میں مُبلّغ کے لئے درس ہدایت ہے کہ جب وہ کسی غیر مسلم کو اسلام پیش کرنا چاہے تو پوری تیاری، تحقیق اور دلائل کے ساتھ جائے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے اور گفتگو میں سختی نہ کرے بلکہ نرم رویہ اختیار کرے کیونکہ سخت کلامی سے لوگ نفرت کرتے ہیں اور نرم گفتگو سے مانوس ہوتے ہیں اور بات کو سننے میں دلچسپی ظاہر کرتے ہیں۔

[۲۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے فرعون کی سرکشی کے پیش نظر عرض کیا: اے ہمارے رب! جب ہم فرعون کو ہدایت کی دعوت دیں گے تو ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ فرعون کے ہر قول و فعل کو خوب سنتا اور دیکھتا ہوں، لہٰذا تم فرعون سے مت ڈرو، میں تمہاری حفاظت کروں گا اور فرعون کے ہر حربے کو ناکام بنا دوں گا۔

[۲۹] یعنی تم دونوں فرعون کے پاس جا کر کہو: ہم تیرے رب کے رسول ہیں اور اس کی طرف سے نبوت کی نشانی یعنی معجزات لے

Marfat.com

إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٤٨﴾

۴۸۔ بے شک ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ اسی پر عذاب ہوگا جس نے (کلام الٰہی کو) جھٹلایا اور اس سے روگردانی کی۔

قَالَ فَمَنْ رَبُّكُمَا يَا مُوسَىٰ ﴿٤٩﴾

۴۹۔ فرعون نے پوچھا: اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟[۳۰]

قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ ﴿٥٠﴾

۵۰۔ موسیٰ نے فرمایا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کا مخصوص وجود بخشا، پھر اس کی راہنمائی کی۔[۳۱]

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ ﴿٥١﴾

۵۱۔ فرعون نے کہا: تو پہلی قوموں کا کیا حال ہوا؟[۳۲]

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ ۖ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾

۵۲۔ موسیٰ نے فرمایا: ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔[۳۳]

کرآئے ہیں۔ تم بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ واپس شام جانے کی اجازت دے دو اور مزید ایذا نہ پہنچاؤ۔ اور تم لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا پیغام یہ ہے کہ جس نے ہدایت کی پیروی کی اس پر سلامتی ہوگی اور جس نے کلام الٰہی کو جھٹلایا اور اس سے روگردانی کی اس پر عذاب ہوگا۔

[۳۰] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا کہ ہم تیرے رب کے رسول ہیں تو فرعون حیران ہو کر کہنے لگا میں تو خود اہل مصر کا رب ہوں، میرا کوئی رب نہیں ہے اور اگر تم اپنے دعوٰی میں سچے ہو تو بتاؤ تمہارا رب کون ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟

[۳۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کا ایک مخصوص وجود بخشا جو اس کے ماحول کے مطابق ہے اور پھر اس کی فطرت میں ایسی ہدایت رکھ دی جو اس کے مقصد حیات اور ذریعہ معاش کے مطابق ہے یعنی انسان، حیوان اور نباتات وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے ماحول کے مطابق وجود بخشا اور ضرورت کے مطابق فطری صلاحیتیں عطا فرمائیں۔

[۳۲] اس مسکت جواب کے بعد فرعون نے گفتگو کا رخ بدلنے کے لئے کہا: اچھا آپ یہ بتائیں کہ پہلی قوموں میں جو اللہ تعالیٰ کی منکر تھیں ان کا کیا حال ہوا تھا؟

[۳۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ توحید کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے فرعون کے اس غیر متعلقہ سوال کو ٹال دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کے احوال کسی حکمت کے پیش نظر لوح محفوظ میں لکھ دیئے ہیں اور قیامت کے دن ان کے مطابق انہیں جزا

Marfat.com

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾

۵۳۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے چلنے کے لئے راستے بنائے اور آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ مختلف نباتات کے جوڑے پیدا کئے۔[۳۴]

كُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ﴿۵۴﴾ ع

۵۴۔ تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ، بے شک اس میں عقل والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾

۵۵۔ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ تمہیں نکالیں گے۔[۳۵]

وَ لَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَ اَبٰى ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اور بے شک ہم نے فرعون کو اپنی ساری نشانیاں دکھائیں، پھر بھی اس نے جھٹلایا اور انکار کر دیا۔

اور سزا دے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کا علم لوح محفوظ کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ ہر چیز کا ایسا کامل اور ابدی علم رکھتا ہے جس میں کسی خطا اور بھول کا امکان نہیں ہے۔

[۳۴] یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ہموار بنایا تاکہ تم اس میں اپنے ٹھکانے بنا سکو، اس زمین کے پہاڑوں اور اس کی خشکی اور تری میں تمہارے لئے راستے بنائے تاکہ تم اپنی ضروریات کے لئے ان میں سفر کر سکو اور بارش کے پانی کے ذریعہ اس زمین سے تمہارے لئے مختلف قسم کی نباتات پیدا فرمائیں تاکہ تم اپنی اور اپنے مویشیوں کی خوراک کا انتظام کر سکو۔ ان چیزوں میں عقل والوں کے لئے ایسی واضح نشانیاں موجود ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کی نشاندہی کرتی ہیں۔

[۳۵] سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن سے نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا اور ان کو مٹی سے پیدا کیا گیا، اس لئے اصل کا اعتبار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے تمہیں اس زمین سے پیدا کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد نسل انسانی کا سلسلہ نطفہ کے ذریعہ جاری ہوا تو چونکہ انسان کا بدن اور اس میں نطفہ جن غذاؤں سے پرورش پاتا ہے وہ زمین سے پیدا ہوتی ہیں اس لئے انسان کی نسبت بھی زمین کی طرف کر دی گئی ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۲ حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ کریں) پھر مرنے کے بعد اسی زمین میں دفن ہوتا ہے اور قیامت کے دن بھی زمین ہی سے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

Marfat.com

قَالَ اَجِئۡتَنَا لِتُخۡرِجَنَا مِنۡ اَرۡضِنَا بِسِحۡرِكَ يٰمُوۡسٰى ﴿۵۷﴾

۵۷۔ اس نے کہا: اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ تم اپنے جادو کے ذریعہ ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو؟

فَلَنَاۡتِيَنَّكَ بِسِحۡرٍ مِّثۡلِهٖ فَاجۡعَلۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكَ مَوۡعِدًا لَّا نُخۡلِفُهٗ نَحۡنُ وَلَاۤ اَنۡتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾

۵۸۔ سو ہم بھی تمہارے مقابلے میں ضرور ایسا ہی جادو لائیں گے، پس تم اپنے اور ہمارے درمیان وقت مقرر کرلو کہ نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں اور نہ ہی تم، (یہ مقابلہ) کھلے میدان میں ہو۔[۳۶]

قَالَ مَوۡعِدُكُمۡ يَوۡمُ الزِّيۡنَةِ وَاَنۡ يُّحۡشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾

۵۹۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جشن کا دن تمہارے وعدے کا دن طے ہوگیا اور یہ کہ چاشت کے وقت سارے لوگ جمع ہوجائیں۔

فَتَوَلّٰى فِرۡعَوۡنُ فَجَمَعَ كَيۡدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾

۶۰۔ پھر فرعون واپس گیا، اپنے مکر وفریب کو جمع کیا اور پھر آگیا۔[۳۷]

قَالَ لَهُمۡ مُّوۡسٰى وَيۡلَكُمۡ لَا تَفۡتَرُوۡا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسۡحِتَكُمۡ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدۡ خَابَ مَنِ افۡتَرٰى ﴿۶۱﴾

۶۱۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم پر افسوس ہے، اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان نہ باندھو ورنہ اللہ تعالیٰ عذاب کے ذریعہ تمہارا نام ونشان مٹادے گا اور جس نے بھی (اللہ تعالیٰ پر) بہتان باندھا وہ نامراد ہی رہا۔[۳۸]

---

[۳۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب نبوت کی نشانی یعنی ید بیضا اور عصا کے معجزات دکھائے تو فرعون نے نہ صرف آپ کی نبوت کا انکار کیا بلکہ آپ کے معجزات کو جادو قرار دیا اور کہنے لگا: تم اس جادو کے ذریعہ ہمیں مصر سے نکال کر یہاں قبضہ کرنا چاہتے ہو، لہٰذا ہم تمہارے جادو کا مقابلہ کریں گے۔ آؤ کھلے میدان میں اعلانیہ مقابلے کا دن اور وقت مقرر کریں اور اس کی کوئی بھی خلاف ورزی نہ کرے۔

[۳۷] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مقابلے کے لئے آنے والا وہی دن مقرر کرلیتے ہیں جس میں تمہاری قوم چاشت کے وقت کھلے میدان میں جمع ہوکر جشن مناتی ہے تاکہ سارے لوگ دن کی روشنی میں حق وباطل کا مشاہدہ کرسکیں۔ چنانچہ فرعون اپنے ملک کے نامور جادوگروں کو لے کر وقت مقررہ پر کھلے میدان میں آگیا۔

[۳۸] اس کھلے میدان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو وعظ فرمایا کہ تم فرعون کو رب مان کر اور معجزات کو جادو کہہ کر اللہ

Marfat.com

فَتَنَازَعُوٓا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ وَ اَسَرُّوا النَّجۡوٰى ﴿٦٢﴾

٦٢۔ پس وہ (جادوگر) اپنے معاملہ میں باہم جھگڑ پڑے اور چپکے چپکے مشورے کرنے لگے۔[۳۹]

قَالُوٓا اِنۡ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيۡدٰنِ اَنۡ يُّخۡرِجٰكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِكُمۡ بِسِحۡرِهِمَا وَيَذۡهَبَا بِطَرِيۡقَتِكُمُ الۡمُثۡلٰى ﴿٦٣﴾

٦٣۔ وہ کہنے لگے: بے شک یہ دونوں جادوگر ہیں جو چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے ذریعہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیں اور تمہارے مثالی طریق زندگی کو مٹا دیں۔

فَاَجۡمِعُوۡا كَيۡدَكُمۡ ثُمَّ ائۡتُوۡا صَفًّا ۚ وَقَدۡ اَفۡلَحَ الۡيَوۡمَ مَنِ اسۡتَعۡلٰى ﴿٦٤﴾

٦٤۔ پس تم اپنی ساری تدبیریں جمع کرلو اور قطار باندھ کر (اکٹھے میدان میں) آؤ اور آج کے دن وہی کامیاب ہوگا جو غالب رہا۔[۴۰]

قَالُوۡا يٰمُوۡسٰٓى اِمَّآ اَنۡ تُلۡقِىَ وَ اِمَّآ اَنۡ نَّكُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَلۡقٰى ﴿٦٥﴾

٦٥۔ جادوگر بولے: اے موسیٰ! کیا تم پہلے ڈالو گے یا ہم پہلے ڈالنے والے ہوجائیں؟

قَالَ بَلۡ اَلۡقُوۡا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمۡ وَ عِصِيُّهُمۡ يُخَيَّلُ اِلَيۡهِ مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰى ﴿٦٦﴾

٦٦۔ موسیٰ نے فرمایا: بلکہ تم ہی پہلے ڈالو، پس اچانک موسیٰ کو خیال ہوا کہ ان کے جادو سے ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں۔[۴۱]

تعالیٰ پر جھوٹا بہتان نہ باندھو ورنہ اللہ تعالیٰ عذاب کے ذریعہ تمہارا نام ونشان مٹا دے گا اور تم سے پہلے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا وہ نامراد ہی رہے۔

[۳۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وعظ سننے کے بعد جادوگروں میں باہم اختلاف ہوگیا اور وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے، بعض نے کہا: یہ جادوگر ہے اور بعض نے کہا: یہ نبی لگتا ہے کیونکہ اس کی گفتگو جادوگروں والی نہیں مگر فرعون کے ڈر سے سارے کہنے لگے: یہ دونوں نبی نہیں بلکہ جادوگر ہیں جو تمہیں مصر سے نکال کر تمہارے مذہب اور تمدن کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں۔

[۴۰] پس تم اپنے سارے کرتب اور تدبیریں یکجا کرو اور قطار باندھ کر اس طرح اکٹھے میدان میں نکلو کہ وہ دونوں تمہیں دیکھ کر گھبرا جائیں اور یاد رکھو اگر آج وہ غالب آگئے تو ہمیشہ وہی کامیاب رہیں گے۔

[۴۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے فرمایا: پہلے تم سارے مل کر اپنی طاقت دکھالو، پھر میں نبوت کی طاقت دکھاؤں گا، چنانچہ جادوگروں نے جب اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسے محسوس ہونے لگا جیسے سانپ دوڑ رہے ہوں۔

Marfat.com

فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهٖ خِيفَةً مُّوسٰى ﴿۶۷﴾

۶۷۔ تو موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا۔ [۴۲]

قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلٰى ﴿۶۸﴾

۶۸۔ ہم نے فرمایا: مت ڈرو، یقیناً تم ہی غالب رہو گے۔

وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ۖ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سٰحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتٰى ﴿۶۹﴾

۶۹۔ اور جو تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے اس کو ڈال دو وہ ان کی تمام کاریگری کو نگل جائے گا، انہوں نے جو کاریگری کی ہے وہ فقط جادوگر کا فریب ہے، اور جادوگر جہاں بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا۔ [۴۳]

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هٰرُونَ وَمُوسٰى ﴿۷۰﴾

۷۰۔ چنانچہ سب جادوگر بے اختیار سجدہ میں گر گئے اور کہنے لگے: ہم ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئے۔ [۴۴]

قَالَ آمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ ۖ إِنَّهٗ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۖ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقٰى ﴿۷۱﴾

۷۱۔ فرعون نے کہا: تم اس پر ایمان لے آئے اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بے شک یہی تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے، پس میں ضرور تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مخالف جانب سے کاٹوں گا اور تم کو ضرور کھجور کے تنوں میں سولی چڑھاؤں گا اور تم ضرور جان لوگے کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیر پا ہے۔ [۴۵]

[۴۲] ہر چند کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین تھا کہ یہ لاٹھیاں اور رسیاں ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہے مگر بشری تقاضوں کے پیش نظر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب خوف محسوس ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی: ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے۔

[۴۳] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنا عصا ڈال دیں۔ چنانچہ آپ کا عصا ایک اژدھا بن کر جادوگروں کی رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل گیا کیونکہ وہ جادو کا فریب تھا اور معجزہ کے مقابلہ میں جادو کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

[۴۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر جادوگروں کو یقین ہو گیا کہ آپ جادوگر نہیں، لہٰذا انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا اور وہ اس طرح بے اختیار سجدے میں گر پڑے جیسے معجزۂ عصا اور عرفان حق نے انہیں سجدہ ریز ہونے پر مجبور کر دیا ہو۔

[۴۵] فرعون نے کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، تم میری اجازت کے بغیر اس پر ایمان کیوں لائے۔ لگتا ہے جیسے تم نے

Marfat.com

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ﴿۷۲﴾

۷۲۔ انہوں نے کہا: ہمیں اس اللہ کی قسم ہے جس نے ہمیں پیدا کیا! ہم تجھے ان واضح دلائل پر ہرگز ترجیح نہیں دیں گے جو ہمارے پاس آچکے ہیں، پس تو ہمارے بارے میں جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے کرلے، تو صرف اسی دنیا کی زندگی کے بارے میں ہی فیصلہ کرسکتا ہے۔[۴۶]

اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۳﴾

۷۳۔ بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں تاکہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور اس جادو کو بھی جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا، [۴۷] اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

اسی سے جادو سیکھا ہے اور تم نے میری حکومت کے خلاف سازش کرتے ہوئے اپنے بڑے استاد کے سامنے دانستہ شکست تسلیم کرلی ہے، لہٰذا میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ کر تمہیں سولی پر چڑھا دوں گا، پھر تمہیں یقین ہوجائے گا کہ موسیٰ کے رب کا عذاب زیادہ سخت ہے یا میرا عذاب زیادہ سخت ہے۔

[۴۶] فرعون کی طرف سے سخت دھمکی کے باوجود جادوگروں نے اسے کہا: معجزات کا مشاہدہ کرنے کے بعد ہم تجھے اس رب پر ترجیح نہیں دے سکتے جس نے ہم کو پیدا کیا ہے اور ہمیں ہدایت نصیب فرمائی ہے، لہٰذا تم ہمیں جو سزا دینا چاہتے ہو دے لو اور یاد رکھو تم صرف اس دنیا میں ہمیں تکلیف پہنچا سکتے ہو، تیرے مرنے کے بعد تیرا اختیار ختم ہوجائے گا اور تو خود اپنے کفر کے عذاب میں مبتلا ہوجائے گا لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، اگر ہم اپنے خالق حقیقی کے نافرمان رہے تو وہ ہمیں مرنے کے بعد بھی سزا دینے پر قادر ہے۔

[۴۷] جادوگر پہلے تو انعام کے لالچ میں مقابلہ کے لئے تیار تھے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھنے کے بعد انکار کرنے لگے جیسا کہ علامہ سید محمود آلوسی روایت کرتے ہیں کہ فرعون نے جب جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے بلایا تو جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلے سوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہیں ایسا موقع فراہم کیا گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سو رہے ہیں اور ان کا عصا ان پر پہرا دے رہا ہے۔ یہ دیکھ کر جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں ہیں کیونکہ جادوگر جب سوتا ہے تو اس وقت اس کا جادو کام نہیں کرتا مگر فرعون نے انہیں مقابلہ کرنے پر مجبور کیا۔ (تفسیر روح المعانی) پھر مقابلے کے میدان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وعظ سننے کے بعد بھی جادوگروں کو مزید احساس ہوگیا تھا کہ آپ جادوگر نہیں بلکہ نبی ہیں اور نبی کا مقابلہ کرنا درست نہیں مگر فرعون کے ڈر سے مجبور ہوکر انہیں مقابلہ کرنا پڑا اور جب عصا کا معجزہ بالکل روز روشن کی طرح ان کی رسیاں نگل گیا تو جادوگر ایمان لے آئے تاکہ

Marfat.com

اِنَّهٗ مَنۡ يَّاۡتِ رَبَّهٗ مُجۡرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوۡتُ فِيۡهَا وَلَا يَحۡيٰى ۝۷۴

۷۴۔ بے شک جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا تو یقیناً اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جیئے گا۔[۴۸]

اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں بخش دے اور خاص کر اس جادو کی خطا کو بخش دے جو انہیں معجزہ کے مقابلہ میں کرنا پڑی تھی۔

فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہا کا ایمان لانا

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ فرعون کی بیوی لوگوں سے پوچھتی رہی کہ اس معرکہ میں کون غالب آیا؟ جب اس کو بتایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام غالب آگئے تو اس نے فوراً اعلان کر دیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئی۔ فرعون نے بعض درباریوں کو اپنی بیوی کے پاس بھیجا کہ اگر وہ اپنے ایمان سے رجوع نہ کرے تو اس کے اوپر پتھر کی ایک بھاری چٹان گرا دو۔ جب وہ لوگ اس کے پاس آئے تو آسیہ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف اپنی نظر اٹھائی، ان کو جنت میں اپنا مکان نظر آیا، وہ اپنے ایمان پر قائم رہیں اور اسی حال میں ان کی روح قبض کر لی گئی اور جب ان کے جسم پر وہ بھاری چٹان گرائی گئی تو ان کے جسم سے روح پہلے ہی پرواز کر چکی تھی اور چٹان ان کے بے جان جسم پر گری۔ (تفسیر قرطبی)

اسلام میں خواتین کا کردار

۱۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا: سب اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والی ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔

(الکامل: ابن اثیر: جلد دوم: ص ۳۷، السیرۃ النبویۃ: ابن ہشام: جلد اول: ص ۲۲۴)

صحابہ کرام میں دو ہستیاں ایسی گزری ہیں جنہوں نے اپنی ساری دولت اسلام کی تبلیغ میں خرچ کر دی۔ وہ دو ہستیاں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے یہ دونوں بڑے دولت مند تھے اور جب انہوں نے وفات پائی تو ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ (ضیاء النبی: جلد دوم: ص ۴۳۰)

۲۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا: اسلام میں سب سے پہلے شہادت کی سعادت حاصل کرنے والی حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کی شہادت کی تفصیل کے لئے سورہ نحل (۱۶) کی آیت نمبر ۱۰۶ کا حاشیہ نمبر ۹۷ ملاحظہ کریں۔

[۴۸] اللہ تعالیٰ کے مجرم یعنی کافر کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور شدید عذاب کے باعث جہنم میں اس کی زندگی ایسی نہیں ہوگی جس سے اسے کوئی نفع حاصل ہو بلکہ اس زندگی کے بجائے مرجانا ہزار درجے بہتر ہوگا تاکہ عذاب سے چھٹکارا مل جائے لیکن وہاں موت بھی نہیں آئے گی، لہٰذا جہنمی کا حال بڑا عجیب ہوگا، نہ وہ مرے گا اور نہ ہی جینے کی خواہش کرے گا بلکہ موت و حیات کی کشمکش میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا۔

Marfat.com

وَ مَنۡ یَّاۡتِهٖ مُؤۡمِنًا قَدۡ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِکَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الۡعُلٰی ﴿۷۵﴾

۷۵۔ اور جو شخص اس کے پاس مومن بن کر حاضر ہوگا اس حال میں کہ اس نے نیک عمل کئے ہوں تو ان ہی لوگوں کے لئے بلند درجات ہیں۔ [۴۹]

جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ وَ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا مَنۡ تَزَکّٰی ﴿۷۶﴾ ع

۷۶۔ یعنی سدا بہار باغات جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ صلہ ہے ہر اس شخص کا جس نے پاکیزگی اختیار کی۔

وَ لَقَدۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی ۬ۙ اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِیۡ فَاضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِیۡقًا فِی الۡبَحۡرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَکًا وَّ لَا تَخۡشٰی ﴿۷۷﴾

۷۷۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چل پڑو، پھر ان کے لئے سمندر میں (عصا کی ضرب سے) خشک راستہ بنالو، نہ تمہیں پیچھے سے پکڑے جانے کا خوف ہوگا اور نہ (ڈوبنے کا) اندیشہ ہوگا۔ [۵۰]

فَاَتۡبَعَهُمۡ فِرۡعَوۡنُ بِجُنُوۡدِهٖ فَغَشِیَهُمۡ مِّنَ الۡیَمِّ مَا غَشِیَهُمۡ ﴿۷۸﴾

۷۸۔ پھر فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کیا تو سمندر (کی موجوں) نے ان کو ڈھانپ لیا جیسا کہ ڈھانپ لیا۔

وَ اَضَلَّ فِرۡعَوۡنُ قَوۡمَهٗ وَ مَا هَدٰی ﴿۷۹﴾

۷۹۔ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کردیا اور انہیں سیدھا راستہ نہ دکھایا۔ [۵۱]

[۴۹] جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے یعنی غلط عقائد اور برے اعمال سے دور رہے، ان کے لئے بلند درجات اور سدا بہار باغات ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

[۵۰] جب فرعون ایمان بھی نہ لایا اور بنی اسرائیل کو بھی آزاد کرنے پر آمادہ نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم مسلمانوں کو لے کر رات کے وقت مصر سے ہجرت کر جاؤ اور جب سمندر کے کنارے پر پہنچو تو اس میں اپنے عصا کی ضرب لگانا، سمندر میں خشک راستہ بن جائے گا تم بے خوف ہو کر اس راستہ کے ذریعہ سمندر پار کرلینا، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور جب فرعون اور اس کا لشکر بھی اس راستہ پر چلے تو وہ سمندر میں غرق ہوگئے۔

[۵۱] اس سے معلوم ہوا جو لیڈر خود گمراہ ہو وہ اپنی قوم اور اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی گمراہ کردیتا ہے جس طرح فرعون خود بھی ڈوب گیا اور اپنی قوم کو بھی لے ڈوبا۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾

۸۰۔ اے بنی اسرائیل! بے شک ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور ہم نے تم سے (کوہ) طور کی دائیں جانب کا وعدہ کیا اور ہم نے تم پر من وسلوٰی اتارا۔[۵۲]

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾

۸۱۔ ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں اور اس میں حد سے تجاوز نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوتا ہے تو وہ یقیناً (تباہی کے گڑھے میں) گر جاتا ہے۔[۵۳]

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

۸۲۔ اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اس شخص کو جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل کیا، پھر ہدایت پر (قائم) رہا۔[۵۴]

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾

۸۳۔ اور اے موسیٰ! کیا چیز تمہیں اپنی قوم سے (پہلے کوہ طور پر) جلدی لے آئی؟[۵۵]

---

[۵۲] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے احسان یاد کرائے یعنی تمہیں فرعون کے مظالم سے نجات دی، تمہاری ہدایت کے لئے کوہ طور پر حضرت موسیٰ کو تورات دینے کا وعدہ کیا اور تمہاری خوراک کے لئے من وسلوٰی اتارا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ من وسلوٰی کے لئے سورہ بقرہ (۲) کی آیت نمبر ۵۷ اور حاشیہ نمبر ۷۴ ملاحظہ کریں۔

[۵۳] پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور حد سے تجاوز نہ کرو یعنی پاکیزہ چیزیں کھانے میں اسراف نہ کرو اور حرام کھانے سے اجتناب کرو، ورنہ تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

[۵۴] اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہے مگر اس کی بخشش کا مستحق وہ شخص قرار پاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور اس ہدایت پر ہمیشہ قائم رہے۔

[۵۵] فرعون سے نجات پانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لئے جلدی سے کوہ طور پر پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے موسیٰ علیہ السلام! تم اپنی قوم سے پہلے جلدی کیوں آ گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: میری قوم بھی میرے پیچھے قریب ہی ہے، میں نے تیری ملاقات کے شوق میں جلدی کی تاکہ تیری رضا اور خوشنودی حاصل کروں۔

Marfat.com

قَالَ هُمۡ اُولَآءِ عَلٰۤى اَثَرِىۡ وَعَجِلۡتُ اِلَيۡكَ رَبِّ لِتَرۡضٰى ﴿۸۴﴾

۸۴۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: وہ بھی میرے پیچھے ہی ہیں اور اے میرے رب! میں نے تیرے حضور آنے میں جلدی اس لئے کی تا کہ تو راضی ہو جائے۔

قَالَ فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَكَ مِنۡۢ بَعۡدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم نے تمہارے بعد تمہاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا۔[۵٦]

فَرَجَعَ مُوۡسٰۤى اِلٰى قَوۡمِهٖ غَضۡبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوۡمِ اَلَمۡ يَعِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ وَعۡدًا حَسَنًا ؕ اَفَطَالَ عَلَيۡكُمُ الۡعَهۡدُ اَمۡ اَرَدۡتُّمۡ

۸٦۔ پس موسیٰ علیہ السلام غصے اور غم سے بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف لوٹے اور فرمایا: اے میری قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ پھر کیا تم پر طویل مدت گزر گئی تھی یا تم نے یہ چاہا کہ تم

[۵٦] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: تمہارے یہاں آنے کے بعد تمہاری قوم فتنہ میں مبتلا ہو گئی ہے اور اس کو سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔

سامری کی پرورش

مشہور یہ ہے کہ سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا، علامہ سید محمود آلوسی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ موسیٰ سامری جب پیدا ہوا تو مصر میں فرعون نے تمام اسرائیلی نومولود لڑکوں کو قتل کر دینے کا حکم دے رکھا تھا۔ سامری کی والدہ نے اپنے بیٹے کو قتل سے بچانے کے لئے اسے جنگل کے ایک غار میں رکھا اور غار کا منہ پتھر سے بند کر دیا (تاکہ کوئی اسے نہ دیکھ سکے اور خود گاہے گاہے اس کی خبر گیری کرتی رہے)۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل امین علیہ السلام سامری کو غار میں خوراک پہنچاتا رہا، اس طرح وہ غار میں پروان چڑھا۔ (تفسیر روح المعانی) مگر بڑا ہو کر وہ ایسا بدبخت نکلا کہ پوری قوم کو گمراہ کرنے کا سبب بن گیا۔ کسی شاعر نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

اذا المرء لم یُخلَق سعیداً تحیرت عقولُ مربّیه وخاب المؤمّل
فموسی الذی ربّاه جبریل کافرٌ وموسی الذی ربّاه فرعون مُرسَلُ

جب کوئی شخص اصل تخلیق میں نیک بخت نہ ہو تو اس کی پرورش کرنے والوں کی عقلیں دنگ و حیران رہ جاتی ہیں اور اس سے امید کرنے والا محروم رہتا ہے۔ دیکھو جس موسیٰ کو جبریل امین علیہ السلام نے پالا تھا وہ تو کافر ہو گیا اور جس موسیٰ علیہ السلام کو فرعون لعین نے پالا تھا وہ خدا کا رسول بن گیا۔ (تفسیر روح المعانی)

Marfat.com

اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾

پر تمہارے رب کا غضب نازل ہو؟ سو اس لئے تم نے میرے وعدہ کی خلاف ورزی کی۔ [۵۷]

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ قوم کے زیورات کے بوجھ ہم پر لاد دیئے گئے تھے تو ہم نے ان کو (آگ میں) ڈال دیا، پھر اسی طرح سامری نے بھی (اپنے حصے کے زیور) ڈال دیئے۔ [۵۸]

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ پھر سامری نے ان کے لئے بچھڑے کا ایک مجسمہ بنا دیا جس سے بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی تو لوگ کہنے لگے: یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود، لیکن موسیٰ علیہ السلام بھول گئے۔

اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّ لَا

۸۹۔ کیا وہ اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا انہیں کسی بات کا

---

[۵۷] اللہ تعالیٰ نے چالیس دن کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی اور فرمایا کہ تمہارے یہاں آنے کے بعد تمہاری قوم نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی ہے تو آپ بڑے سخت غضب ناک اور رنجیدہ ہو کر اپنی قوم کی طرف لوٹے اور اپنی قوم سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لئے تورات دینے کا وعدہ فرمایا اور میں جب کوہ طور پر تورات لینے گیا تو تم سے وعدہ لیا تھا کہ تم میرے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کی قیادت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنا مگر بہت افسوس ہے کہ صرف چالیس دنوں کے اندر ہی تم نے میرے وعدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ کیا مجھے گئے ہوئے اتنا عرصہ گزر گیا تھا کہ تم میرے واپس آنے سے مایوس ہو گئے تھے یا تم پر بدبختی غالب آ گئی اور تم نے خود یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب نازل ہو؟

[۵۸] بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ہم نے دانستہ آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی دراصل سامری کے بہکانے سے ہم نے زیورات آگ میں ڈال دیئے، سامری نے ان سے بچھڑے کا ایک مجسمہ بنا دیا اور اس میں ایسے سوراخ رکھے کہ جب ان سے ہوا گزرتی تو بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی، سورہ اعراف (۷) کا حاشیہ نمبر ۷۵ بھی ملاحظہ کریں۔ اس بے جان مجسمہ سے آواز سن کر وہ بے اختیار پکار اٹھے کہ اصل معبود تو یہ ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام تو بھولے ہوئے ہیں جو کوہ طور پر معبود کو تلاش کر رہے ہیں۔

Marfat.com

يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾	جواب نہیں دے سکتا اور نہ ہی ان کے لئے کسی نقصان اور نفع کا اختیار رکھتا ہے۔[۵۹]
وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾	۹۰۔ اور بے شک ہارون علیہ السلام نے (موسیٰ علیہ السلام کی واپسی سے) پہلے ہی انہیں کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم! اس بچھڑے کی وجہ سے تم کو آزمائش میں ڈالا گیا ہے اور بے شک تمہارا رب تو وہ ہے جو رحمٰن ہے، پس تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔[۶۰]
قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾	۹۱۔ انہوں نے جواب دیا: ہم تو اسی (بچھڑے) کی عبادت پر جمے رہیں گے یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام ہماری طرف لوٹ آئیں۔[۶۱]
قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾	۹۲۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے ہارون! جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تو تمہیں کس چیز نے روکا۔[۶۲]

[۵۹] وہ بنی اسرائیل بڑے عجیب لوگ تھے، انہوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ جس بے جان مجسمہ کو انہوں نے معبود بنایا ہے وہ نہ ان کو کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ہی انہیں نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے۔

[۶۰] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد بنی اسرائیل نے جب بچھڑے کی پرستش شروع کی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں فرمایا: تم بچھڑے کی وجہ سے آزمائش میں ڈالے گئے ہو، یہ تمہارا رب نہیں ہے، تمہارا رب وہی ہے جو رحمٰن ہے اور اسی نے تم کو فرعون کی غلامی سے نجات دی ہے۔

[۶۱] بنی اسرائیل نے حضرت ہارون علیہ السلام کو جواب دیا کہ فی الحال تو وہ اسی بچھڑے کی عبادت پر قائم ہیں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو پھر دیکھا جائے گا۔

[۶۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور سے واپس آئے اور بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پرستش کرتے دیکھا تو غیرت دینی کی وجہ سے جلال میں آگئے اور حضرت ہارون علیہ السلام کے سر اور داڑھی کو پکڑ کر فرمایا: جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تو تم ان کو چھوڑ کر میرے پیچھے کیوں نہ چلے آئے؟ اگر میری موجودگی میں یہ لوگ گمراہی اختیار کرتے اور میرے منع کرنے کے باوجود باز نہ آتے تو میں ان سے جنگ کرتا اور اگر جنگ کی طاقت نہ ہوتی تو ان سے علیحدہ ہو جاتا مگر تم نے یہ دونوں کام نہ کر کے میری امیدوں کی خلاف ورزی کی۔

Marfat.com

اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَیۡتَ اَمۡرِیۡ ﴿۹۳﴾

۹۳۔ کہ تم میرے پیچھے نہ چلے آئے، کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی؟

اس آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: اس سے پتہ چلا کہ داڑھی ایک مشت ہونی چاہیے یعنی چار انگل جو پکڑنے میں آسکے، یہ ہی سنت انبیاء ہے۔ حضور اکرم وضو میں داڑھی کا خلال فرماتے تھے اور داڑھی میں خلال جب ہی ہوسکتا ہے کہ بڑی ہو۔ (تفسیر نور العرفان)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کتاؤ۔'' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو پکڑتے اور مٹھی سے جو بال زائد ہوتے انہیں کاٹ دیتے۔

(بخاری: ۵۸۹۲: کتاب اللباس: باب ۶۴)

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک کے بال بہت زیادہ تھے۔ (مسلم: ۶۰۸۴: کتاب الفضائل: باب ۳۰) یعنی آپ ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔

☆ حضرت یزید فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی داڑھی مبارک نے یہاں سے یہاں تک بھر لیا تھا حتیٰ کہ آپ ﷺ کا گلا مبارک اور سینہ مبارک کا اوپر والا حصہ بھر لیا تھا۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۳۶۱)

☆ حضرت شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی داڑھی مبارک کے طول وعرض سے لے لیتے تھے۔ (ترمذی: ۲۷۶۲: ابواب الادب: باب ۱۷) یعنی آپ ﷺ اپنی داڑھی مبارک کی چوڑائی اور لمبائی سے کاٹ لیتے تھے۔

☆ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی داڑھی میں خلال فرمایا کرتے تھے۔

(ترمذی: ۳۱: ابواب الطہارۃ: باب ۲۳)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو فرماتے تو اپنی ہتھیلی میں پانی لیتے اور اس کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے کی جانب سے (بالوں میں) داخل کرتے اور اس کے ساتھ اپنی داڑھی کا خلال فرماتے اور فرماتے: میرے رب تعالیٰ نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ (ابوداؤد: ۱۴۵: کتاب الطہارۃ: باب ۵۷)

☆ حضرت ابو معمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قراءت فرماتے تھے؟ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! ہم نے پوچھا: آپ کو اس کا کیسے علم ہوتا تھا؟ (جبکہ ان دونوں نمازوں میں بلند آواز سے قراءت نہیں کی جاتی) تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے۔ (ابوداؤد: ۸۰۱: کتاب الصلاۃ: باب ۱۲۴) یعنی آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کی حرکت سے ہم سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ قراءت فرما رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک قبضہ سے کم نہ تھی کیونکہ اس سے چھوٹی داڑھی قراءت سے حرکت نہیں کرتی۔

Marfat.com

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَ لَا بِرَأْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾

٩٤۔ ہارون نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! آپ میری داڑھی اور میرے سر کو نہ پکڑیں، بے شک مجھے اندیشہ تھا کہ آپ کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔ [٦٣]

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾

٩٥۔ موسیٰ نے کہا: اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے؟

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ

٩٦۔ سامری نے کہا: میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں نے نہیں دیکھی تھی، پس میں نے رسول (جبریل) کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر لی، پھر میں نے اسے (بچھڑے

☆ سنت یہ ہے کہ داڑھی مٹھی کے برابر ہو۔ (الدر المختار: کتاب الحظر والاباحۃ) حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ داڑھی کے جو بال مٹھی سے زیادہ ہوں ان کو کاٹ دیا جائے۔
(حاشیۃ الطحطاوی: باب الجمعۃ)

[٦٣] حضرت ہارون نے حضرت موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے ان الفاظ سے اپنے جواب کا آغاز کیا: اے میری ماں کے بیٹے! یعنی میں آپ کا مخالف نہیں بلکہ آپ کا بھائی ہوں، میں نے بنی اسرائیل کو توحید پر واپس لانے کی پوری کوشش کی، میں نے کہا کہ تم میری پیروی کرو اور بچھڑا پرستی سے باز آ جاؤ۔ اس پر اکثریت میرے قتل کے درپے ہوگئی اور میرے ساتھ ایک چھوٹا سا گروہ رہ گیا۔ اب اگر میں ان سے لڑائی کرتا یا چھوٹا سا گروہ لے کر آپ کے پاس چلا آتا تو بنی اسرائیل دو گروہوں میں بٹ جاتے اور پھر آپ ہی مجھے کہتے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا۔ اس لئے میں نے حکمت اسی میں سمجھی کہ آپ کے آنے کا انتظار کیا جائے، ممکن ہے آپ کے سمجھانے سے یہ توحید پر واپس آ جائیں۔ اس معاملہ کو حل کرنے کے لئے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی آراء میں اگرچہ اختلاف تھا مگر دونوں کا مقصد اور مشن ایک ہی تھا کہ بنی اسرائیل بچھڑے کی پرستش چھوڑ دیں اور توحید پر واپس آ جائیں۔ اہل علم کے اجتہادی اختلافات عموماً اسی طرح کے ہوتے ہیں اس لئے ان میں سے کسی کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔

حضرت موسیٰ نے جب حضرت ہارون کا تفصیلی جواب سنا تو ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو اپنی رحمت میں داخل فرما۔ (قرآن: ٧: ١٥١)

اس دعا کا مقصد یہ تھا کہ بھائی کے ساتھ جس سخت رویہ کا مظاہرہ کیا گیا اس کی تلافی ہو جائے اور دشمنوں کو بھی طعنہ کا موقع نہ ملے کہ بھائی آپس میں دست و گریباں ہیں۔

Marfat.com

سَوَّلَتۡ لِیۡ نَفۡسِیۡ ﴿۹۶﴾

کے مجسمہ میں) ڈال دیا اور اس طرح میرے لئے میرے نفس نے یہ بات آراستہ کردی۔[۶۴]

قَالَ فَاذۡهَبۡ فَاِنَّ لَكَ فِی الۡحَیٰوةِ اَنۡ تَقُوۡلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَ اِنَّ لَكَ مَوۡعِدًا لَّنۡ تُخۡلَفَهٗ ۚ وَ انۡظُرۡ اِلٰۤی اِلٰهِكَ الَّذِیۡ ظَلۡتَ عَلَیۡهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنۡسِفَنَّهٗ فِی الۡیَمِّ نَسۡفًا ﴿۹۷﴾

۹۷۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا جا (دور ہو)، پس تیرے لئے اس زندگی میں تو یہ (سزا) ہے کہ تو کہتا پھرے گا "مجھے مت چھونا" اور بے شک تیرے لئے (آخرت میں عذاب کا) ایک اور وعدہ بھی ہے جس کی ہرگز خلاف ورزی نہ ہوگی، [۶۵] اور (اب ذرا) اپنے اس (خود ساختہ) معبود کی طرف دیکھ جس (کی عبادت) پر تو جما بیٹھا تھا، ہم اسے جلا ڈالیں گے، پھر ہم اس کو سمندر میں بکھیر دیں گے۔[۶۶]

---

[۶۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے پوچھا: تو نے یہ کیا فتنہ کھڑا کر دیا ہے؟ سامری نے جواب دیا: ایک دفعہ میں نے جبریل امین علیہ السلام کو گھوڑی پر سوار دیکھا، جب ان کی گھوڑی خشک مٹی پر قدم رکھتی تو وہاں پر سبزہ اگ آتا، اتفاق سے یہ کرامت میں نے ہی دیکھی دوسرے لوگوں کی توجہ ادھر نہیں تھی تو میں نے جان لیا کہ اس گھوڑی کی خاک قدم میں خصوصی شان ہے۔ (تفسیر روح المعانی) پس میں نے اس خاک سے ایک مٹھی بھر کر اپنے پاس محفوظ کر لی اور جب میں نے وہ مٹی اس مجسمہ میں ڈالی تو اس سے بچھڑے کی سی آواز آنے لگی جو اس فتنے کا باعث بن گئی۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

سامری کے اس جواب کو قرآن مجید نے نقل کر دیا ہے مگر اس کی تصدیق نہیں کی۔ بچھڑے کی آواز کی ایک توجیہ پہلے گزر چکی ہے کہ سامری نے اس مجسمے میں ایسے سوراخ رکھے کہ جب ان سے ہوا گزرتی تو بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی۔ کاریگر ہر زمانے میں ایسے طور طریقے ایجاد کرتے رہتے ہیں جن سے بے جان مجسموں میں آواز پیدا ہو سکتی ہے۔ آج بھی سینکڑوں ایسے کھلونے موجود ہیں جو مختلف جانوروں اور پرندوں کی سی آوازیں نکالتے ہیں۔

[۶۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو دردناک انجام کی خبر دی اور اسے اپنے دربار سے نکال دیا۔ چنانچہ اس زندگی میں اس پر یہ عذاب نازل ہوا کہ جب کوئی شخص اس کو ہاتھ لگاتا یا وہ کسی کو ہاتھ لگاتا تو وہ شخص اور سامری دونوں بخار میں مبتلا ہو جاتے، اس لئے سامری عمر بھر یہی کہتا رہا: مجھ سے دور رہو ورنہ بخار میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ چنانچہ لوگوں نے اس کے ساتھ میل ملاپ اور لین دین ختم کر دیا اور اس نے جنگلوں میں جانوروں کے ساتھ رہتے ہوئے اپنی زندگی کے دن پورے کئے، یعنی جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ویسا ہی ہو کر رہا اور اسی طرح وہ آخرت کے عذاب سے بھی ہرگز نہ بچ سکے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سامری کے انجام کا علم تھا کہ وہ کفر پر ہی مرے گا اور عذاب سے دوچار ہوگا۔

[۶۶] اس آیت کے پہلے حصہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو اس کے اپنے انجام بد سے آگاہ فرمایا اور دوسرے حصہ میں اس

Marfat.com

إِنَّمَآ إِلَٰهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

۹۸۔ تمہارا معبود تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔

كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِن لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾

۹۹۔ اس طرح ہم آپ پر گزشتہ خبریں بیان کرتے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک ذکر عطا فرمایا ہے۔[۶۷]

مَّنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾

۱۰۰۔ جس شخص نے اس سے روگردانی کی تو بے شک وہ قیامت کے دن سخت بوجھ اٹھائے گا۔[۶۸]

خَالِدِينَ فِيهِ ۖ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾

۱۰۱۔ یہ لوگ ہمیشہ اس بوجھ تلے دبے رہیں گے، اور قیامت کے دن یہ بوجھ ان کے لئے بہت تکلیف دہ ہوگا۔

يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ ۚ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾

۱۰۲۔ جس دن صور پھونکا جائے گا اور اس دن ہم مجرموں کو اس طرح جمع کریں گے کہ (خوف سے) ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی۔[۶۹]

کے خود ساختہ معبود کی تباہی سے آگاہ فرمایا کہ ابھی تیری آنکھوں کے سامنے اسے توڑ پھوڑ کر جلا دیا جائے گا اور پھر اسے سمندر میں پھینک دیا جائے گا تاکہ اس کے پجاریوں کو معلوم ہو جائے کہ جو معبود خود اپنی حفاظت نہیں کر سکا وہ دوسروں کو کیا فائدہ پہنچا سکتا تھا۔

[۶۷] میرے پیارے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو ذکر یعنی قرآن مجید عطا فرمایا جس میں اسلامی عقائد اور اعمال کے علاوہ گزشتہ اقوام کے قصے بھی بیان کئے گئے ہیں تاکہ آپ کی امت ان سے نصیحت اور عبرت حاصل کرے۔

[۶۸] جن لوگوں نے قرآن مجید سے روگردانی کی اور اس پر ایمان نہ لائے، قیامت کے دن ان پر اس کفر و نافرمانی کا سخت بوجھ لادا جائے گا جو ان کے لئے بہت تکلیف دہ ہوگا اور وہ ہمیشہ اس کے نیچے دبے رہیں گے۔

[۶۹] اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام جب پہلی دفعہ صور پھونکیں گے تو سب پر موت طاری ہو جائے گی اور جب دوسری دفعہ صور پھونکیں گے تو سب زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے۔ اس دن خوف و ہراس کی وجہ سے مجرموں یعنی کافروں کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی پڑ جائیں گی اور وہ سخت پریشان اور شرمندہ ہوں گے۔

Marfat.com

يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾

۱۰۳۔ وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے کہ تم (دنیا میں) صرف دس ہی دن رہے تھے۔ [۷۰]

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ ع

۱۰۴۔ ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہیں گے جبکہ ان میں سب سے زیادہ زیرک انسان کہے گا: تم تو صرف ایک ہی دن ٹھہرے تھے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾

۱۰۵۔ اور لوگ آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں تو آپ فرما دیجئے: میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا۔ [۷۱]

فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾

۱۰۶۔ پھر زمین کو کھلا ہموار میدان بنا دے گا۔ [۷۲]

لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿١٠٧﴾

۱۰۷۔ جس میں آپ نہ کوئی موڑ دیکھیں گے اور نہ کوئی ٹیلا۔

يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾

۱۰۸۔ اس دن لوگ پکارنے والے (فرشتے) کی پیروی کریں گے جس (کی پیروی) سے کوئی روگردانی نہ کر سکے گا، اور رحمٰن کے سامنے سب آوازیں پست ہو جائیں گی، پس تم معمولی سی آہٹ کے سوا کچھ نہ سنو گے۔ [۷۳]

---

[۷۰] میدان حشر کے ہولناک ماحول میں وہ حواس باختہ ہو جائیں گے، دنیا کی طویل زندگی کو قلیل محسوس کریں گے اور آپس میں چپکے چپکے کہیں گے کہ تم دنیا میں صرف دس دن رہے تھے جب کہ ان کا زیرک ترین شخص کہے گا کہ دس روز نہیں بلکہ تم تو صرف ایک ہی دن ٹھہرے تھے۔ دراصل اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اصل مدت کتنی تھی اور وہ کتنا اندازہ لگائیں گے۔

[۷۱] کفار کو بتایا جاتا کہ قیامت کے دن ہر چیز فنا ہو جائے گی تو وہ سوال کرتے کہ یہ بلند و بالا اور بھاری بھرکم پہاڑ کہاں جائیں گے؟ اس آیت میں اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور اس کے ادنیٰ اشارے سے یہ پہاڑ روئی کے گالوں اور مٹی کے ذروں کی طرح ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں گے اور ان کا نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔

[۷۲] قیامت کے دن جب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر غبار اور دھول کی طرح اڑ جائیں گے اور سمندروں، دریاؤں اور چشموں کا پانی خشک ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ زمین کو بالکل ہموار اور چٹیل میدان کی طرح بنا دے گا اور کہیں بھی کوئی اونچ نیچ نہیں رہے گی۔

[۷۳] قیامت کے دن اس چٹیل میدان میں ایک فرشتہ آواز دے گا تو سارے لوگ اس کے پیچھے چل پڑیں گے اور کوئی بھی ادھر

Marfat.com

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾

١٠٩۔ اس دن کسی کی شفاعت فائدہ نہیں دے گی سوائے اس کی شفاعت کے جس کو رحمٰن نے اجازت دی اور جس کی بات سے راضی ہوا۔ [٧٤]

ادھر نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے جلال اور خوف کی وجہ سے ہر طرف خاموشی اور سناٹا ہوگا۔ قدموں کی آہٹ اور معمولی سرگوشی کے سوا کچھ سنائی نہیں دے گا۔

[٧٤] قیامت کے دن صرف وہی شفاعت کر سکے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی اور صرف انہی کے حق میں شفاعت کی جائے گی جن کا کلمہ شہادت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول تھا۔ اس دن جن کو شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی ان میں انبیاء، علماء، شہداء، حفاظ، نیک مومن، قرآن، رمضان، کم سن بچے اور کم سن بچیاں وغیرہ شامل ہوں گے۔

شفاعت کے متعلق چند احادیث۔

١۔ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے، پس ہر نبی نے وہ دعا جلد مانگ لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا رکھا ہوا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری امت میں سے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔

(مسلم: ٣٣٨: کتاب الایمان: باب ٨٦)

٢۔ حضرت انس بن مالک ﷜ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ میرے لئے شفاعت کریں گے: آپ ﷺ نے فرمایا: میں شفاعت کروں گا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سب سے پہلے مجھے صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر میں صراط پر آپ سے ملاقات نہ کرسکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر میں میزان کے پاس بھی آپ سے ملاقات نہ کرسکوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے حوض کے پاس تلاش کرنا کیونکہ میں ان تین مقامات سے تجاوز نہیں کروں گا۔ (ترمذی: ٢٤٣٣: ابواب صفة الجنة: باب ٩)

٣۔ حضرت ابو امامہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ سے میرے رب نے یہ وعدہ کیا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا جن سے نہ کوئی حساب ہوگا اور نہ ہی ان کو عذاب ہوگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار مزید ہوں گے۔ (ترمذی: ٢٤٣٧: ابواب صفة الجنة: باب ١٢)

٤۔ حضرت عثمان بن عفان ﷜ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے: سب سے پہلے انبیاء پھر علماء اور پھر شہداء۔ (ابن ماجة: ٤٣١٣: ابواب الزهد: باب ٣٧)

٥۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن عثمان بن عفان ﷜ قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کے افراد کے برابر لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ (ترمذی: ٢٤٣٩: ابواب صفة الجنة: باب ١٢)

Marfat.com

يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ وَ لَا يُحِيۡطُوۡنَ بِهٖ عِلۡمًا ﴿۱۱۰﴾

١١٠۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے آنے والے اور گزرے ہوئے احوال کو جانتا ہے اور لوگ (اپنے) علم سے اللہ تعالیٰ (کے علم) کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ [٧٥]

وَ عَنَتِ الۡوُجُوۡهُ لِلۡحَيِّ الۡقَيُّوۡمِ ؕ وَ قَدۡ خَابَ مَنۡ حَمَلَ ظُلۡمًا ﴿۱۱۱﴾

١١١۔ اور سب (لوگوں کے) چہرے حی و قیوم (اللہ تعالیٰ) کے سامنے جھک جائیں گے، اور جس شخص نے ظلم (شرک) کا بوجھ اٹھایا وہ یقیناً نامراد ہوگا۔ [٧٦]

٦۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن روزہ اور قرآن بندہ کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا: اے میرے رب! اس کو کھانے اور شہوت پوری کرنے سے میں نے روک دیا تھا، اس کے لئے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کہے گا: اس کو رات کی نیند سے میں نے روک دیا تھا، اس کے لئے میری شفاعت قبول فرما۔ پس ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مسند احمد: جلد ٢: ص ١٧٤)

٧۔ بعض صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن بچوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ، وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارے آباء اور امہات بھی! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم بھی جنت میں داخل ہو جاؤ اور تمہارے آباء بھی۔ (مسند احمد: جلد ٤: ص ١٠٥)

٨۔ حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کی شفاعت کرنے والا اور شہادت دینے والا ہوں اور جس شخص کی موت حرمین میں سے کسی ایک میں واقع ہوگئی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو امن و سلامتی والوں سے اٹھائے گا۔ (کنز العمال: ١٢٣٧١: جلد ٥: ص ١٣٥)

شفاعت کے متعلق سورہ یوسف (١٢) کا حاشیہ نمبر ٨٧، سورہ حجر (١٥) کا حاشیہ نمبر ٧، سورہ بنی اسرائیل (١٧) کا حاشیہ نمبر ١٨١ اور سورہ مریم (١٩) کا حاشیہ نمبر ٥٩ بھی ملاحظہ کریں۔

[٧٥] اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون اس قابل ہے کہ اسے شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے کیونکہ اس کا علم لوگوں کے ماضی اور مستقبل کے سارے احوال کو محیط ہے جب کہ لوگوں کا علم بالکل محدود ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

[٧٦] قیامت کے دن جب ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والے قادر مطلق اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی تو اس کی عظمت اور کبریائی کے سامنے سب لوگوں کے چہرے جھکے ہوئے ہوں گے، کسی میں تکبر نہیں ہوگا۔ اس دن وہ شخص یقیناً نامراد ہوگا جس نے اس دنیا میں ظلم یعنی شرک اختیار کیا ہوگا کیونکہ شرک ایک ایسا ظلم عظیم ہے جس کی معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

Marfat.com

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾

١١٢۔ اور جو شخص نیک اعمال کرتا ہے اور وہ ایمان دار بھی ہے تو اسے نہ کسی ظلم کا خوف ہوگا اور نہ نقصان کا۔ [٧٧]

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾

١١٣۔ اور اسی طرح ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے اور ہم نے اس میں مختلف طریقوں سے وعید بیان کی ہے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں یا (یہ وعید) ان کے دلوں میں سمجھ پیدا کر دے۔ [٧٨]

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾

١١٤۔ پس بلند شان والا ہے اللہ تعالیٰ جو حقیقی بادشاہ ہے اور قرآن کے پڑھنے میں جلدی نہ کیا کریں اس سے پہلے کہ آپ کی طرف اس کی وحی پوری نازل ہو جائے [٧٩] اور آپ دعا مانگا کریں کہ اے میرے رب! میرے علم کو اور زیادہ کر دے۔ [٨٠]

---

[٧٧] جو شخص نیک اعمال کرتا ہے اور ایمان دار بھی ہے قیامت کے دن اسے کسی زیادتی اور نقصان کا خوف نہیں ہوگا کیونکہ وہ عدل و انصاف کا دن ہے اور اس دن کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔

[٧٨] ہم نے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل کیا تاکہ اس کے اولین مخاطبین یعنی عرب لوگ اس کو آسانی سے سمجھ سکیں۔ نیز اس میں ہم نے کئی طریقوں سے مختلف جرائم کی سزائیں بیان کی ہیں تاکہ لوگ ان جرائم کی حقیقت کو سمجھیں اور ان کے ارتکاب سے اجتناب کریں۔

[٧٩] ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جبریل امین علیہ السلام جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سورت یا آیت لے کر نازل ہوتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی تلاوت کرتے، ابھی جبریل امین علیہ السلام وہ پوری سورت یا آیت ختم نہ کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا سے پڑھنا شروع کر دیتے اس خوف سے کہ کہیں آپ اس کو بھول نہ جائیں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر زاد المسیر لابن جوزی) یعنی آپ جلدی نہ کیا کریں، جبریل امین علیہ السلام کو پوری سورت یا آیت پڑھنے دیں اور آپ غور سے سنیں ہم اس کو آپ کے دل میں محفوظ کر دیں گے کیونکہ ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (قرآن: ١٥:٩)

[٨٠] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔
(ترمذی: ٣٣٧١: ابواب الدعا: باب ١)

Marfat.com

وَلَقَدۡ عَهِدۡنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِىَ وَلَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا ﴿۱۱۵﴾

١١٥۔ اور بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم علیہ السلام کو حکم دیا تھا لیکن وہ بھول گئے اور ہم نے (اس لغزش میں) ان کا کوئی قصد نہیں پایا۔[٨١]

وَ اِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾

١١٦۔ اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کر دیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کر دیا۔[٨٢]

فَقُلۡنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوۡجِكَ فَلَا يُخۡرِجَنَّكُمَا مِنَ الۡجَنَّةِ فَتَشۡقٰى ﴿۱۱۷﴾

١١٧۔ پس ہم نے فرمایا: اے آدم علیہ السلام! بے شک یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے تو یہ کہیں تم دونوں کو جنت سے نکلوا نہ دے، پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔[٨٣]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا سب سے زیادہ بزرگی والی عبادت ہے۔
(الادب المفرد: امام بخاری: ص ٢١٠)

اس آیت کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم میں اضافہ کے لئے دعا کی ترغیب دی ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا یہ بھی ہے: اے اللہ تعالیٰ! جو علم تو نے مجھے سکھایا ہے اس سے مجھے نفع پہنچا اور مجھے وہ علم عطا فرما جو مجھے فائدہ دے اور میرے علم میں اضافہ فرما اور ہر حال میں سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔
(ابن ماجة: المقدمة: باب ٢٣)

حافظ ابن کثیر نے ابن عیینہ کا قول نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں اضافہ ہوتا رہا۔ (تفسیر ابن کثیر) بلکہ آپ کا علم و فضل تو ہر لحظہ اور ہمیشہ ترقی پذیر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بے شک آنے والی ہر گھڑی آپ کے لئے پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔ (قرآن: ٩٣:٤)

[٨١] اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی اگر دانستہ اور ارادہ کے ساتھ نافرمانی کی جائے تو اسے گناہ کہتے ہیں لیکن اگر نادانستہ اور بغیر ارادہ کے نافرمانی ہو جائے تو اسے گناہ نہیں کہتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائیں مگر آپ اس کا پھل کھا بیٹھے، پھر بھی یہ گناہ نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود وضاحت فرما دی کہ حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تھے اس نافرمانی میں ان کا ارادہ شامل نہیں تھا۔

[٨٢] ابلیس جن تھا یا فرشتہ اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے کیوں انکار کیا؟ اس کی تفصیل کے لئے سورہ اعراف (٧) کی آیت نمبر ١١ کا حاشیہ نمبر ١٠ ملاحظہ کریں۔

[٨٣] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم علیہ السلام! شیطان تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، لہٰذا تم اس سے محتاط رہنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ

Marfat.com

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾

۱۱۸۔ بے شک جنت میں نہ تمہیں بھوک لگے گی اور نہ تم ننگے ہو گے۔[۸۴]

وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

۱۱۹۔ اور بے شک جنت میں نہ تمہیں پیاس لگے گی اور نہ دھوپ ستائے گی۔

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾

۱۲۰۔ پس شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا: اے آدم! کیا میں تمہیں دائمی زندگی کے درخت کا پتہ بتاؤں اور ایسی بادشاہی کا جس کو کبھی زوال نہ ہو۔[۸۵]

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾

۱۲۱۔ چنانچہ ان دونوں نے اس درخت (کے پھل) سے کچھ کھا لیا، پس ان دونوں پر ان کی شرمگاہیں ظاہر ہوگئیں اور وہ اپنے (جسم) پر جنت کے پتے چپکانے لگے اور آدم علیہ السلام سے اپنے رب کی نافرمانی ہوگئی، سو وہ خطا میں مبتلا ہو گئے۔[۸۶]

دھوکہ دے کر تمہیں جنت سے نکلوا دے، جنت میں تو خوراک، لباس، اور رہائش کے لئے آپ کو مشقت نہیں کرنا پڑتی ہر چیز تیار موجود ہوتی ہے لیکن اگر تم زمین پر گئے تو پھر تمہیں ان بنیادی ضروریات زندگی کے لئے مشقت اور تکلیف اٹھانا پڑے گی۔

[۸۴] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم علیہ السلام! جنت میں نہ تمہیں بھوک لگے گی اور نہ تم ننگے ہو گے، یہاں نہ تمہیں پیاس لگے گی اور نہ دھوپ ستائے گی بلکہ جس وقت جو چاہو گے فوراً حاضر کر دیا جائے گا۔

[۸۵] شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اگر تم اس درخت کا پھل کھا لو تو تمہیں ایسی زندگی مل جائے گی جو کبھی ختم نہ ہو اور ایسی بادشاہی مل جائے گی جس کو کبھی زوال نہ ہو۔

[۸۶] چنانچہ ان دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا جس کے نتیجہ میں ان کا جنتی لباس اتر گیا اور ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ جنتی درختوں کے پتوں سے اپنی شرمگاہیں چھپانے لگے۔ اس طرح شیطان کے وسوسے میں آ کر حضرت آدم علیہ السلام اپنے رب کی نافرمانی کر بیٹھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام شیطان کے وسوسے میں کیسے آئے۔ اگر یہ گناہ نہیں تھا تو پھر شرمگاہیں کیوں ظاہر ہوئیں اور انہیں جنت سے کیوں نکالا گیا؟ اس کے جواب کے لئے سورہ الاعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۹ اور حاشیہ نمبر ۱۴ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿١٢٢﴾

١٢٢۔ پھر ان کے رب نے انہیں چن لیا، ان کی توبہ قبول فرمائی اور ہدایت بخشی۔[٨٧]

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾

١٢٣۔ فرمایا: تم دونوں اکٹھے جنت سے اتر جاؤ! تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے، پھر جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدنصیب ہوگا۔[٨٨]

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿١٢٤﴾

١٢٤۔ اور جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا تو اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی[٨٩] اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

[٨٧] غیر ارادی خطا کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نادم ہوئے اور مغفرت کے لئے روتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پھر اپنے قرب کے لئے چن لیا، ان کی توبہ قبول فرمائی اور ہدایت پر ہمیشہ قائم رہنے کی توفیق سے نوازا۔

[٨٨] اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے فرشتوں سے فرمایا تھا: میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔(قرآن: ٢: ٣٠) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دراصل حضرت آدم علیہ السلام کو اس لئے پیدا فرمایا تھا کہ آپ زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بنیں مگر ایک وقتی آزمائش کے لئے پہلے آپ کو جنت میں ٹھہرایا اور پھر زمین پر بھیج دیا اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ تمہاری اولاد میں سے بعض ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی کریں گے لیکن ان میں سے جو میری طرف سے نازل ہونے والی ہدایت کی پیروی کریں گے وہ دنیا میں گمراہی سے بچے رہیں گے اور آخرت میں عذاب سے محفوظ رہیں گے اور بالآخر جنت میں پہنچ جائیں گے۔

[٨٩] اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے احکام سے اعراض کرتا ہے وہ ظاہری نعمتوں اور اپنی پسند کی خوراک و پوشاک کے باوجود اطمینان قلب کی دولت سے محروم رہتا ہے۔ اس کا سینہ تنگ اور اس کا دل بے چینی، حیرانی اور شکوک و شبہات میں ڈوبا رہتا ہے۔(تفسیر ابن کثیر) اسی لئے بہت سے امیر لوگ اس بے چینی سے نجات پانے کے لئے ڈرگز اور شراب کا سہارا لیتے ہیں اور بعض تو خودکشی تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل کا سکون اور اطمینان، مال و دولت کی فراوانی سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے احکام کی پیروی میں ہے۔

دنیا میں تنگ زندگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان اس دنیا میں غربت اور مصیبت کا شکار رہتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خواہ وہ تنگ دست ہو یا دولت مند اسے چین نصیب نہیں ہوتا کیونکہ ظاہری تنگ دستی اور تکلیف تو اللہ والوں کو بھی آتی رہتی ہے مگر ان کے دل مطمئن ہوتے ہیں، مثال کے طور پر:

Marfat.com

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿١٢٥﴾

١٢٥۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں (دنیا میں) بینا تھا۔

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿١٢٦﴾

١٢٦۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اسی طرح تیرے پاس ہماری نشانیاں آئی تھیں، سو تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج تجھے بھلا دیا جائے گا۔ [٩٠]

وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿١٢٧﴾

١٢٧۔ اور ہم اسی طرح بدلہ دیں گے ہر اس شخص کو جس نے حد سے تجاوز کیا اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ لایا، اور بے شک آخرت کا عذاب بڑا سخت اور بہت دیرپا ہوگا۔ [٩١]

١۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ مصائب میں انبیاء مبتلا ہوتے ہیں پھر علماء پھر وہ جو ان کے زیادہ قریب ہوں اور پھر وہ جو ان کے زیادہ قریب ہوں۔

(مستدرک: امام حاکم: ٥٤٦٣: جلد ٣: ص: ٣٨٦)

٢۔ حضرت مصعب بن سعد ؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سے لوگ زیادہ مصائب میں مبتلا ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء، پھر جو ان کے زیادہ قریب ہوں۔ انسان اپنے دین کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے، اگر وہ اپنے دین میں زیادہ مضبوط ہو تو اس کی مصیبت زیادہ سخت ہوگی اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہو تو وہ اپنے دین کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوگا۔ انسان پر اس طرح مصائب آتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ اس حال میں زمین پر چلے گا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ (ترمذی: ٢٣٩٨: ابواب الزھد: باب ٥٦)

[٩٠] اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے احکام سے اعراض کرنے والے کو قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھایا جائے گا تو وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تو دنیا میں بینا تھا آج مجھے اندھا کیوں اٹھایا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے یاد نہیں، میری قدرت کی نشانیاں تجھے دکھائی گئیں مگر تو دانستہ اندھا بنا رہا اور انہیں فراموش کر دیا، سو یہ اس کی سزا ہے کہ آج تجھے بھی فراموش کر دیا گیا ہے، لیکن وہ قبر سے حشر تک اندھا رہے گا، پھر اس کی بینائی لوٹا دی جائے گی تا کہ وہ اپنا اعمال نامہ پڑھ سکے جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے تجھ (یعنی تیری آنکھوں) سے پردہ ہٹا دیا ہے، پس آج تیری نگاہ تیز ہے۔ اس کا ساتھی فرشتہ کہے گا: یہ ہے (اس کا اعمال نامہ) جو میرے پاس تیار ہے۔ (قرآن: ٥٠: ٢٣-٢٢)

[٩١] جو شخص بھی حد سے تجاوز کرے گا اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہیں لائے گا وہ بھی دنیا میں اطمینان قلب کی دولت سے محروم رہے گا اور آخرت کا عذاب تو بڑا سخت اور دائمی ہوگا۔

Marfat.com

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ﴿١٢٨﴾ ع

۱۲۸۔ کیا ان لوگوں کو اس بات نے ہدایت نہ دی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا جن کے مکانوں میں یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں، بے شک اس میں عقل والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ [۹۲]

وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ ؕ

۱۲۹۔ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی طے نہ ہو چکی ہوتی اور ایک وقت مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو (ان پر اسی وقت عذاب) نازل ہو جاتا۔ [۹۳]

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾

۱۳۰۔ پس آپ ان کی باتوں پر صبر کریں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات کے بعض اوقات میں اور دن کے اطراف میں بھی تسبیح بیان کریں تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔ [۹۴]

---

[۹۲] اہل مکہ جب تجارت کے لئے سفر کرتے اور پہلی قوموں کے برباد مکانات دیکھتے تو کیا وہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ اگر انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کی تو پہلی نافرمان قوموں کی طرح ان پر بھی عذاب آ سکتا ہے۔

[۹۳] اللہ تعالیٰ ہر ظالم قوم کو ایک خاص حد تک ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لے لیکن پھر بھی جو قوم سرکشی سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکشی کے مطابق اس کی سزا کا وقت پہلے مقرر کر رکھا ہے۔ کسی کو اسی دنیا میں جلد سزا دے دیتا ہے اور کسی کی سزا قیامت تک کے لئے مؤخر کر دیتا ہے، تاہم اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے منکرین کی سزا کو آخرت کے لئے مؤخر کر دیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے: اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہیں۔ (قرآن: ۸: ۳۳) کیونکہ آپ ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور عذاب کا نزول رحمت کے منافی ہے، اس لئے آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نازل نہیں ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی رحمت کے صدقے انہیں یہ مہلت نہ دیتا اور پہلے سے یہ وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر فوراً عذاب نازل ہو جاتا اور وہ تباہ و برباد کر دیئے جاتے۔

[۹۴] میرے پیارے حبیب ﷺ! آپ مشرکین مکہ کی تکذیب اور دل آزار باتوں پر صبر کریں اور اپنے رب کی حمد و ثنا میں مشغول رہیں۔ بہت جلد اسلام ترقی کرے گا اور آپ راضی ہو جائیں گے۔

علامہ رازی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اکثر مفسرین کے نزدیک تسبیح سے مراد نماز ہے اور یہ آیت پانچ نمازوں پر دلالت کرتی ہے۔ حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا: طلوع شمس سے پہلے سے مراد نماز فجر ہے اور غروب شمس سے پہلے سے

Marfat.com

وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾

۱۳۱۔ اور آپ زیب و زینت کی ان چیزوں کی طرف ہرگز نگاہ نہ اٹھائیں جو ہم نے مختلف لوگوں کو اس دنیوی زندگی میں لطف اندوزی کے لئے دی ہیں تاکہ ہم انہیں اس میں آزمائیں، اور آپ کے رب کا دیا ہوا رزق سب سے بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ [۹۵]

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

۱۳۲۔ اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر قائم رہیں، ہم آپ سے رزق طلب نہیں کرتے (بلکہ) ہم خود آپ کو رزق دیتے ہیں، اور اچھا انجام پرہیز گاری کا ہی ہے۔ [۹۶]

مراد ظہر اور عصر کی نمازیں ہیں کیونکہ یہ دونوں نمازیں غروب آفتاب سے پہلے پڑھی جاتی ہیں اور رات کے اوقات سے مراد مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں اور دن کے اطراف سے مراد فجر اور مغرب کی نمازوں کی تاکید ہے۔ (تفسیر کبیر)

[۹۵] ہر مسلمان کو قرآن مجید کی عظیم نعمت پر فخر کرنا چاہیے اور نافرمانوں کی ظاہری زیب و زینت کی طرف رغبت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ شان و شوکت اس لئے دی ہے تاکہ ان کی آزمائش کرے۔ نیز یہ چند روزہ بہار ہے اس کے بعد ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور مسلمانوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ جو نعمتیں عطا فرمائے گا وہ سب سے بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، آپ کے اور چٹائی کے درمیان اور کوئی چیز نہیں تھی (یعنی کوئی گدا یا چادر وغیرہ نہیں تھی) آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی کھال بھری ہوئی تھی اور آپ کے پیروں کے پاس درخت کے پتوں کا ایک ڈھیر تھا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں چٹائی کے نشانات دیکھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! قیصر و کسریٰ کس قدر عیش و آرام میں ہیں (حالانکہ وہ کافر ہیں) اور آپ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں یہ پسند نہیں کہ ان کے حصہ میں دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ہو۔

(مسلم: حدیث نمبر ۱۴۷۹)

[۹۶] اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ خود بھی نماز قائم کرے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی نماز کا حکم دے اور روزی کمانے میں اتنا مصروف نہ ہو کہ نماز سے بھی محروم رہ جائے کیونکہ اصل رازق اللہ تعالیٰ ہے اور جو انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کا انجام اچھا ہوتا ہے۔

جو مسلمان روزی کمانے کے بہانے سے نماز قائم نہیں کرتے انہیں وارننگ دی جا رہی ہے کہ رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ نیز فانی رزق کی خاطر باقی رہنے والی نماز کو چھوڑ دینا کوئی عقل مندی نہیں ہے۔

Marfat.com

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾

۱۳۳۔ اور کفار نے کہا: یہ (نبی) اپنے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لے آتے؟ کیا ان کے پاس وہ واضح دلیل نہیں آچکی جو پہلی کتابوں میں ہے؟[۹۷]

وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾

۱۳۴۔ اور اگر ہم ان کو اس سے پہلے ہی کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل اور رسوا ہوتے۔[۹۸]

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَ مَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع

۱۳۵۔ آپ فرمایئے: ہر شخص منتظر ہے، سو تم بھی انتظار کرو، پس عنقریب تم جان لوگے کہ کون سیدھے راستے والے ہیں اور کون ہدایت یافتہ ہیں۔

---

[۹۷] کفار مکہ کو قرآنی آیات سنائی جاتیں، معجزات دکھائے جاتے، اس کے باوجود کہتے کہ ہمیں تو کوئی نشانی نہیں دکھائی گئی حالانکہ ان کی پہلی کتابوں میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کے متعلق واضح دلائل موجود ہیں۔ کیا وہ دلائل ان منکرین کے لئے کافی نہیں ہیں۔ نیز قرآن مجید بذات خود سب سے بڑا معجزہ ہے جو ان کی کتابوں کی تصدیق بھی کرتا ہے۔

[۹۸] اگر بالفرض ہم کفار مکہ کو نبی کریم ﷺ کے بھیجنے سے پہلے ہی ان کے کفر و شرک کی وجہ سے ہلاک کر دیتے تو وہ یہ عذر پیش کرتے کہ ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا گیا۔ اگر ہماری طرف رسول بھیجا جاتا تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتے اور ذلیل و رسوا نہ ہوتے لیکن اب جب ان کے پاس رسول آ گیا ہے تو طرح طرح کی من گھڑت نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ دراصل وہ ایمان لانا نہیں چاہتے صرف حجت بازیاں کرتے ہیں، لہٰذا پیارے نبی کریم ﷺ! ان کو وارننگ دے دو کہ اگر تم واضح نشانیوں کے باوجود ایمان نہیں لاتے تو تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں، عنقریب قیامت قائم ہوگی تو تم جان لوگے کہ کون سیدھے راستے والے ہیں اور کون گمراہ ہیں؟

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعۃ الکرم

۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۸ مارچ ۲۰۰۸ء بعد از نماز مغرب بروز منگل

جامعۃ الکرم کی کچھ ناگہانی مصروفیات اور مشکلات کی وجہ سے گزشتہ چند ماہ میں تفسیر لکھنے کے لئے بہت کم وقت میسر ہوا۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الانبیاء (٢١)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "الانبیاء" رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ ہے۔

اہل مکہ بت پرست اور مشرک تھے اس لئے اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

اس سورت کی ابتدا قیامت کے ذکر سے کی گئی ہے تا کہ لوگ دنیاوی لہو ولعب اور نفسانی خواہشات سے اجتناب اور آخرت میں کام آنے والے اچھے کاموں کی طرف رغبت کریں کیونکہ ہر انسان موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔

کفار مکہ کا ایک اعتراض یہ تھا کہ آپ ان کی طرح بشر ہیں اور انہی کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں، پھر آپ رسول کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس سورت میں انہیں بتایا گیا کہ آپ ﷺ سے پہلے جتنے رسول بھیجے گئے ہیں وہ سب بشر تھے اور اگر تمہیں آپ ﷺ پر یقین نہیں تو عیسائی اور یہودی علماء سے پوچھ لو وہ بھی اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ ان کے انبیائے کرام علیہم السلام یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بشر تھے۔ کفار کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اس سورت میں انہیں بتایا گیا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں بلکہ اس کے فرماں بردار بندے ہیں۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے کہ اس نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعۃ الکرم، انگلستان

بروز جمعہ بعد از نماز عشاء ٢٨ مارچ ٢٠٠٨ء بمطابق ٢١ ربیع الاول ١٤٢٩ھ

Marfat.com

ایاتھا ۱۱۲ — ۲۱ سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآءِ مَکِّیَّۃٌ ۷۳ — رکوعاتھا ۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝١

۱۔ لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت قریب آ گیا اور وہ پھر بھی غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔[۱]

[۱] ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام کا طویل زمانہ گزر چکا اور آخری نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کا دور شروع ہو چکا ہے۔ اب کوئی اور نبی نہیں آئے گا بلکہ آپ کے بعد قیامت ہی آئے گی، جیسا کہ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا: میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح (ساتھ ساتھ) بھیجے گئے ہیں۔

(بخاری: ۶۵۰۴: کتاب الرقاق: باب ۳۹)

حساب کے وقت سے مراد قیامت یا موت ہے جو ہر گھڑی قریب سے قریب تر آ رہی ہے، جیسے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی — خالق نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

موت کے ساتھ ہی حساب و کتاب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جب کہ فائنل حساب قیامت کے دن ہوگا، جس کے بعد نیک لوگ جنت میں اور برے لوگ جہنم میں جائیں گے مگر یہ مشرک لوگ نفسانی خواہشات کی پیروی میں مستغرق ہیں اور قیامت سے غافل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت اور موت کا وقت معین نہیں فرمایا تاکہ انسان ہر وقت گناہ سے بچتا رہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہ کر رہا ہو اور اسی وقت موت آ جائے۔ گناہ سے بچنے کے لئے مندرجہ ذیل احادیث غور طلب ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: دنیا میں ایک مسافر کی طرح رہو یا اس طرح جیسے کوئی شخص راستہ عبور کر رہا ہو۔ اور حضرت ابن عمر ؓ کہا کرتے تھے: جب تم شام کو پاؤ تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کو پاؤ تو شام کا انتظار نہ کرو (کیا پتہ کس وقت موت آ جائے) اور اپنی صحت کے ایام میں بیماری کے ایام کے لئے نیک عمل کر لو اور اپنی زندگی میں موت کے لئے نیک عمل کر لو۔ (بخاری: ۶۴۱۶: کتاب الرقاق: باب ۳)

۲۔ حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو: جوانی کو بڑھاپا آنے سے پہلے، صحت کو بیماری آنے سے پہلے، خوشحالی کو تنگ دستی آنے سے پہلے، فرصت کو مصروفیت سے پہلے اور زندگی کو موت کے آنے سے پہلے۔

(مستدرک: امام حاکم: ۷۸۴۶: جلد ۴: ص ۳۴۱)

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبر ہر روز پکار کر کہتی ہے: میں پردیس، تنہائی، مٹی اور کیڑوں کا گھر ہوں۔ (ترمذی: ۲۴۶۰: ابواب القیامۃ: باب ۲۶) عبید ابن عمر ؓ نے کہا: بے شک قبر کہتی ہے: اے ابن آدم! کیا تو جانتا نہیں کہ میں

Marfat.com

مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝٢

٢۔ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے تو وہ اسے اس حال میں سنتے ہیں جیسے وہ کھیل کود میں ہوتے ہیں۔[٢]

لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۗ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ۝٣

٣۔ ان کے دل غافل ہوتے ہیں، اور یہ ظالم لوگ (آپس میں) سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ تو محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے، کیا تم پھر بھی جادو کے پاس جاتے ہو حالانکہ تم دیکھ رہے ہو۔[٣]

قَالَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ

٤۔ (نبی کریم ﷺ نے) فرمایا: میرا رب ہر اس بات کو جانتا

پردیس، کیڑوں اور تنہائی کا گھر ہوں، تو نے میرے لئے کیا تیار کیا ہے؟ (کتاب الخراج: امام ابو یوسف: ص ١٨)

٤۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو دن ابن آدم پر آتا ہے اس میں آواز دی جاتی ہے (یعنی دن خود آواز دیتا ہے) اے آدم زاد! میں نیا ہوں تو جو کچھ کرے گا کل میں تیرے لئے شہادت دوں گا اس لئے میرے اندر تو نیکی کرنا تاکہ کل میں تیرے لئے اچھی شہادت دوں۔ میں اگر گزر گیا تو پھر تو مجھے کبھی نہیں دیکھے گا اور رات بھی اسی طرح کہتی ہے۔ (تفسیر مظہری: سورہ ہود (١١): زیر آیت نمبر ١٨)

قبر کا عذاب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دعا کی ۔۔۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ اگر تم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتیں کہ وہ تم کو دوزخ کے عذاب یا قبر کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے تو یہ بہتر اور افضل ہوتا۔ (مسلم: ٦٧٧٠: کتاب القدر: باب ٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! میں قبر کے عذاب اور دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (بخاری: ١٣٧٧: کتاب الجنائز: باب ٨٧)

[٢] جب کوئی نئی سورت یا آیت نازل ہوتی ہے اور مشرکین کو ان کی ہدایت کے لئے سنائی جاتی ہے تو وہ اس حال میں سنتے ہیں جیسے وہ اسے کھیل تماشا سمجھتے ہوں یعنی ایک تو اس میں غور و فکر نہیں کرتے اور دوسرا اس کا مذاق بھی اڑاتے ہیں۔

[٣] یہ ظالم لوگ آخرت سے بالکل غافل ہیں، نبی کریم ﷺ کے خلاف سرگوشیاں اور سازشیں کرتے ہیں اور جس کسی کو اسلام کی طرف مائل دیکھتے ہیں، اسے کہتے ہیں: محمد تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے، یہ نبی نہیں بلکہ جادوگر ہے، پھر تم دانستہ اس کے جادو میں کیوں پھنستے جا رہے ہو؟

Marfat.com

وَالْاَرْضِ ۡ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ④

ہے جو آسمان اور زمین میں کہی جائے اور وہ بہت سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔ [۴]

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ⑤

۵۔ بلکہ انہوں نے کہا: یہ (قرآن) پریشان خواب ہیں بلکہ اس کو (رسول) نے خود گھڑا ہے بلکہ یہ شاعر ہے، (اگر یہ سچا نبی ہے) تو ہمارے پاس کوئی نشانی لے آئے جیسے پہلے رسول (نشانیوں کے ساتھ) بھیجے گئے تھے۔ [۵]

مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ⑥

۶۔ ان سے پہلے ہم نے جس بھی بستی والوں کو ہلاک کیا وہ (نشانیاں دیکھ کر بھی) ایمان نہیں لائے تھے تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے؟ [۶]

---

[۴] نبی کریم ﷺ نے مشرکین سے فرمایا: میرا رب زمین و آسمان کے کسی بھی کونے میں کہی جانے والی ہر ظاہر اور پوشیدہ بات کو خوب جانتا ہے۔ لہٰذا تمہاری کوئی سازش اس سے مخفی نہیں ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان کی سازش سے مطلع فرمادیا اور نبی کریم ﷺ نے ان کو بتادیا کہ تم نے یہ سرگوشی کی ہے۔ (تفسیر قرطبی) نبی کریم ﷺ نے ان کی سرگوشی کو بے نقاب کر کے انہیں غیب کی خبر بتائی اور یہ آپ کا معجزہ تھا مگر اس کے باوجود ان عقل کے اندھے ظالموں کو ایمان لانے کی توفیق نہ ہوئی۔

[۵] نبی کریم ﷺ کی صداقت اور قرآن مجید کی حقانیت نے کفر و شرک کے قلعوں کو ہلا کر رکھ دیا، جو بھی قرآن مجید کو غور سے سنتا وہ مسلمان ہوجاتا۔ کفار مکہ نے لوگوں کو اسلام سے دور رکھنے کے لئے طرح طرح کے الزامات لگانے شروع کردیے۔ کبھی کہتے: یہ قرآن ان کے پریشان خوابوں کا مجموعہ ہے۔ کبھی کہتے: یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ انہوں نے خود گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیا ہے اور کبھی کہتے: یہ شاعرانہ تخیلات ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، اور اگر یہ سچا نبی ہے تو پہلے رسولوں کی طرح عصا اور ید بیضا جیسے معجزے کیوں نہیں لاتا۔

اشعار کہنا اور اشعار سننا بذات خود کوئی معیوب بات نہیں بلکہ ان سے تو کسی حقیقت کا اثر دوگنا ہوجاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود اشعار پڑھے بھی ہیں اور صحابہ کرام ﷡ سے سنے بھی ہیں لیکن وہ اشعار جن میں افراط و تفریط اور تخیلات کا بیان جھوٹ اور کفر کی حد تک پہنچ جائے ایسے اشعار کا کہنا اور سننا دونوں حرام ہیں۔ قرآن مجید میں ایسے اشعار کو گمراہی قرار دیا گیا ہے، لہٰذا ایسے اشعار سے نبی کریم ﷺ کا کوئی تعلق نہیں۔

[۶] ان سے پہلے جن قوموں کو ہلاک کیا گیا تھا وہ اپنی پسند کے معجزات دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لائے تھے، اسی طرح اہل مکہ

Marfat.com

وَ مَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ فَسْــٴَـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٧

۷۔اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مردوں ہی کو (رسول بنا کر) بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے، پس تم اہل علم سے پوچھ لو اگر تم خود نہیں جانتے۔[۷]

وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ مَا كَانُوْا خٰلِدِیْنَ ۝٨

۸۔اور ہم نے ان انبیاء علیہم السلام کے ایسے جسم نہیں بنائے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔[۸]

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَیْنٰهُمْ وَ مَنْ نَّشَآءُ وَ اَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِیْنَ ۝٩

۹۔پھر ہم نے ان سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، پس ہم نے ان کو اور جن کو ہم نے چاہا نجات دے دی اور ہم نے حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہلاک کر دیا۔[۹]

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ

۱۰۔بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے

کو بھی اگر ان کی پسند کے معجزات دکھا دیئے جاتے تو یہ بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں کیونکہ قرآن مجید ایک زندہ جاوید معجزہ کی حیثیت سے پہلے ہی ان کے سامنے موجود ہے۔ ماننے والوں کے لئے ایک ہی معجزہ کافی ہے اور نہ ماننے والوں کے لئے سینکڑوں معجزات بھی کافی نہیں ہیں۔

[۷] کفار مکہ کا ایک اعتراض یہ تھا کہ آپ ان کی طرح بشر ہیں اور انہی کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں، پھر آپ رسول کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس آیت میں انہیں بتایا گیا کہ آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے گئے ہیں وہ سب بشر تھے اور اگر تمہیں آپ پر یقین نہیں ہے تو عیسائی اور یہودی علماء سے پوچھ لو، وہ بھی اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ ان کے انبیائے کرام یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بشر تھے۔

انسانوں کی ہدایت کے لئے جتنے انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے گئے وہ سب مرد تھے۔ کسی فرشتے، جن یا عورت کو نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ اس سلسلہ میں سورہ آل عمران (۳) کی آیت نمبر ۴۲ اور حاشیہ نمبر ۲۱ ملاحظہ کریں۔

[۸] انبیائے کرام علیہم السلام کے جسم فرشتوں کی طرح نہیں تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ خدا کی طرح ہمیشہ رہنے والے تھے بلکہ وہ بشر تھے۔ وہ کھانا بھی کھاتے تھے اور موت کا ذائقہ بھی چکھنے والے ہیں۔

[۹] اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو وعدے فرمائے تھے وہ پورے کر دیئے یعنی انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں کو نجات دی اور تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کر دیا۔

Marfat.com

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۞	جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے، کیا تم نہیں سمجھتے ؟[۱۰]
وَ كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۞	۱۱۔ اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو برباد کر دیا (کیونکہ) وہ ظالم تھیں اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پیدا کر دیا۔[۱۱]
فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۞	۱۲۔ پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔
لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۞	۱۳۔ (ان سے کہا گیا:) اب مت بھاگو بلکہ اپنی رہائش گاہوں اور آسائشوں کی طرف واپس جاؤ جو تمہیں دی گئی تھیں تاکہ تم سے باز پرس کی جائے۔[۱۲]
قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۞	۱۴۔ کہنے لگے: ہائے ہماری بدبختی! بے شک ہم ظالم تھے۔
فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۞	۱۵۔ پھر وہ اسی طرح فریاد کرتے رہے یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ کی طرح کر دیا۔[۱۳]

[۱۰] قرآن مجید میں تمہارے لئے نصیحت اور شریعت کا بیان ہے، لہٰذا تم اس میں غور وفکر کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو بہتر بنانے کی کوشش کرو۔

[۱۱] اور ہم نے بہت سی بستیوں کو اس لئے برباد کیا کیونکہ اس کے رہنے والے ظالم تھے اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو آباد کیا۔

[۱۲] پھر جب عذاب الٰہی کے آثار ظاہر ہوئے تو وہ بھاگنے لگے۔ اس وقت غیب سے ندا آئی: اب بھاگنے سے تمہاری جان نہیں بچ سکتی بلکہ اپنی آسائشوں اور رہائش گاہوں میں واپس چلو تاکہ تم سے خدا کی عطا کردہ نعمتوں کے بارے میں باز پرس کی جائے۔ یہ سوال بطور طنز اور مذاق کے ہے ورنہ عذاب کے شکنجے میں کسے جانے کے بعد کوئی سوائے ندامت کے اور کیا جواب دے سکتا ہے؟

[۱۳] جب عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو مجبوراً اپنے مظالم کا اعتراف کر کے توبہ کرنے لگے لیکن اب قبولیت توبہ کا وقت ختم ہو چکا تھا اس لئے انہیں کٹی ہوئی کھیتی کے ڈھیر اور بجھی ہوئی آگ کی راکھ کی طرح نیست و نابود کر دیا گیا۔

Marfat.com

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿١٦﴾

١٦۔ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل تماشے کے طور پر نہیں بنایا۔

لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٧﴾

١٧۔ اگر ہم چاہتے کہ کوئی کھیل تماشہ بنائیں تو ہم اسے اپنے پاس سے ہی بنا لیتے مگر ہم ایسا کرنے والے نہیں ہیں۔[١٤]

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۗ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾

١٨۔ بلکہ ہم حق سے باطل پر ضرب لگاتے ہیں، پس حق اسے کچل دیتا ہے اور وہ یکا یک ناپید ہو جاتا ہے، اور تمہارے لئے ان باتوں کے باعث ہلاکت ہے جو تم بیان کرتے ہو۔[١٥]

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿١٩﴾

١٩۔ اور اسی کا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ نہ تو اس کی عبادت سے سرکشی کرتے ہیں اور نہ ہی وہ تھکتے ہیں۔[١٦]

---

[١٤] اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بے مقصد پیدا نہیں فرمایا بلکہ اس لئے پیدا فرمایا تا کہ لوگ اس میں غور وفکر کر کے اس کی توحید کا ادراک حاصل کریں۔ اگر وہ اس کائنات کو کھیل تماشے کا ذریعہ بنانا چاہتا تو اسے کوئی روکنے والا نہیں تھا مگر یہ اس کی شانِ حکمت کے خلاف تھا۔ (صفوۃ التفاسیر)

[١٥] حق و باطل کی کشمکش اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ انسانی تاریخ پرانی ہے لیکن حق نے جب بھی پوری تیاری اور قوت کے ساتھ باطل پر حملہ کیا تو اسے نیست و نابود کر دیا۔ اس آیت میں کفار مکہ کو وارننگ دی جا رہی ہے کہ ایک قادر مطلق خدا کا وجود برحق ہے اور تم اس کے خلاف جو باطل باتیں کرتے ہو یہ تمہارے لئے ہلاکت کا باعث ہوں گی۔

[١٦] فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کا خصوصی قرب حاصل ہے اور وہ ہر وقت پورے خلوص اور شوق کے ساتھ اس کی تسبیح اور عبادت میں مصروف رہتے ہیں ذرا بھی سستی اور سرکشی نہیں کرتے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فرشتوں کی تسبیح ہمارے سانس کی طرح ہے یعنی جس طرح ہم ہر وقت سانس لیتے ہیں اور دوسرے کام بھی کرتے ہیں اسی طرح فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح بھی بیان کرتے ہیں اور اس کے دیگر احکام بھی بجالاتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ فرشتے اپنی جلالت شان اور عظمت شرافت کے باوجود اللہ تعالیٰ

Marfat.com

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿٢٠﴾	۲۰۔ وہ رات دن (اس کی) تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں (اور) ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے۔
اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿٢١﴾	۲۱۔ کیا ان لوگوں نے زمین میں جن کو معبود بنا رکھا ہے وہ (مردوں کو) زندہ کر سکتے ہیں؟[۱۷]
لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٢٢﴾	۲۲۔ اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے، پس اللہ تعالیٰ جو عرش کا رب ہے وہ ان (باتوں) سے پاک ہے جو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں۔[۱۸]

کی اطاعت سے سرکشی نہیں کرتے تو ایک کمزور بشر کو کیسے زیب دیتا ہے کہ وہ اس کی اطاعت سے سرکشی کرے۔ (تفسیر کبیر)

[۱۷] مشرکین نے جن چیزوں کو معبود بنا رکھا ہے کیا ان میں اتنی طاقت ہے کہ وہ کسی چیز کو زندگی دے سکیں یا کسی مردہ کو دوبارہ زندہ کر سکیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، جو خود بے جان ہیں وہ کسی کو زندہ کیسے کر سکتے ہیں حالانکہ معبود کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ زندہ کرنے اور مارنے پر قادر ہو۔ (صفوۃ التفاسیر) لہٰذا مشرکین کو چاہیے کہ وہ ان چیزوں کے بجائے صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں جو زندگی اور موت کا مالک ہے۔

[۱۸] اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ قادر مطلق ہے اور وہی ساری کائنات کا خالق، مالک اور رازق ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ تو عرش اعظم کا بھی رب ہے اور ان شرکاء سے پاک ہے جو مشرکین نے بنا رکھے ہیں۔

توحید کے متعلق چند عقلی دلائل

۱۔ کائنات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے

اگر ایک سے زائد خدا مان لئے جائیں تو سوال پیدا ہوگا کیا اس کائنات کو ایک خدا نے پیدا کیا ہے یا سب نے ایک دوسرے کی امداد سے پیدا کیا ہے؟ اگر تو اس کائنات کو ایک خدا نے پیدا کیا ہے تو پھر دوسروں کو ماننے کی کیا ضرورت ہے اور اگر سب نے ایک دوسرے کی امداد سے پیدا کیا ہے تو ان میں سے ایک بھی اس قابل نہیں کہ اسے خدا کہا جائے کیونکہ جو خود دوسروں کی امداد کا محتاج ہے وہ مخلوق کی امداد کیا کرے گا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں

اگر ان میں سے ایک کامل قدرت کا مالک ہے اور دوسرے اس کی امداد کے محتاج ہیں تو جو کامل ہے اسے کیا ضرورت

Marfat.com

ہے کہ اس عظیم الشان کائنات کی تخلیق میں دوسروں کو شریک کرے؟ مثال کے طور پر اگر ایک سائنسدان تنہا کوئی چیز ایجاد کرسکتا ہے تو وہ اس اعزاز میں کسی دوسرے کو شامل کرنا برداشت نہیں کرے گا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ طاقتور ہے

اگر سب یکساں قوت اور اختیار کے مالک ہیں تو ان میں باہمی اختلاف کا پیدا ہونا لازمی ہے اور جب ایک خدا دوسرے خدا کے مقابلے میں آئے گا تو کائنات درہم برہم ہو جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور خدا نہیں ہے ورنہ ہر خدا اپنی مخلوق کو الگ کر لیتا اور ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا۔ (قرآن: ۲۳: ۹۱)

۴۔ اللہ تعالیٰ ہی نظام کائنات چلا رہا ہے

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ سب اتفاق سے کام کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کرتے تو کیا نظام کائنات چلانے میں سب کی قوت صرف ہو رہی ہے یا ایک کی؟ اگر ایک کی قوت صرف ہو رہی ہے تو دوسرے بے کار ہوں گے اور اگر سب کی قوت صرف ہو رہی ہے تو پھر سوال یہ ہوگا کہ سب علیحدہ علیحدہ اس نظام کائنات کو چلا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں چلا سکتے تو سب عاجز اور محتاج ہوئے جو شان خداوندی کے خلاف ہے اور اگر ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ نظام کائنات چلا سکتا ہے اور پھر بھی سب مل کر چلا رہے ہیں تو یہ طاقت کا ضیاع اور اس کی بے جا نمائش ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ عاجز نہیں ہے

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اگر زمین و آسمان میں دو خدا ہوں تو نظام کائنات برباد ہو جائے گا کیونکہ ان میں سے ایک اگر ایک چیز کا ارادہ کرے اور دوسرا اس کی مخالفت کا ارادہ کرے تو ان میں سے ایک عاجز آ جائے گا۔ (تفسیر قرطبی) یعنی ایک خدا اگر آج سورج کو مغرب سے طلوع کرنا چاہے اور دوسرا مشرق ہی سے طلوع کا ارادہ کرے، تو اگر آج سورج مغرب سے طلوع ہو جائے تو دوسرا خدا عاجز آ گیا اور اگر مغرب سے طلوع نہ ہو تو پہلا خدا عاجز آ گیا تو جو عاجز آ گیا وہ خدا نہیں ہو سکتا، لہٰذا خدا ایک ہی ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: اگر ایک جسم میں دو دل، ایک بدن میں دو روح، اور ایک نظام شمسی میں دوسرا سورج نہیں سما سکتے تو اس جہان بالا و پست میں بھی ایک خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں سما سکتا۔ (تفسیر روح البیان) اور یہ ایک بدیہی حقیقت ہے جیسا کہ آج دنیا میں کوئی ایسا ملک، کارخانہ، سکول یا کالج نہیں ہے جس کے دو سربراہ ہوں۔ فیصلہ کن طاقت کا مالک ہمیشہ ایک ہی سربراہ ہوتا ہے وگرنہ وہ ادارہ فساد کا شکار ہو جاتا ہے۔

۷۔ خدا سے پہلے کون تھا؟

ایک دہریے (خدا کے منکر) نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: اگر خدا ایک ہے تو اس سے پہلے کون تھا؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر گنتی جانتے ہو تو بیان کرو؟ چنانچہ جب وہ ایک، دو اور تین پر پہنچا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: اب مجھے بتاؤ تین سے پہلے

Marfat.com

کیا ہے؟ اس نے کہا: دو۔ اور دو سے پہلے؟ اس نے کہا: ایک۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا: ایک سے پہلے کیا ہے؟ تو دہریہ کہنے لگا: صفر یعنی کچھ نہیں۔ اس پر امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا: یہی تو ہمارا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور ایک سے پہلے کچھ بھی نہیں ہوتا۔

۸۔ خدا ہر جگہ ہے

دہریہ نے امام ابوحنیفہ ؒ سے پوچھا: ہر موجود کے لئے مکان کا ہونا ضروری ہے جس میں وہ قیام کرتا ہے تو خدا کہاں رہتا ہے؟ امام ابوحنیفہ نے دودھ سے بھرا ہوا ایک برتن منگایا اور دہریے کو کہا: کیا اس میں مکھن ہے؟ دہریے نے کہا: ہاں۔ امام ابوحنیفہ نے پوچھا: دودھ کے کون سے حصہ میں مکھن ہے؟ دہریہ کہنے لگا: کسی ایک گوشہ کو مختص نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دودھ کے ہر ہر قطرہ میں مکھن موجود ہے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ہر جگہ موجود ہے کسی ایک مکان کو مختص نہیں کرسکتے۔

۹۔ خدا موجود ہے

پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک بوڑھی عورت چرخہ کات رہی تھی یعنی روئی سے دھاگہ بنا رہی تھی اور ساتھ ساتھ کلمہ توحید کا ورد بھی کر رہی تھی۔ ایک مسافر نے پوچھا: جس خدا کا تو ذکر کر رہی ہے کیا تیرے پاس اس کے وجود کی کوئی دلیل بھی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں! میرا یہ چرخہ خدا کے وجود کی دلیل ہے۔ مسافر کہنے لگا: یہ کیسے؟ اس بوڑھی خاتون نے کہا: اگر میں اس چرخہ کو چلاؤں تو یہ چلتا ہے اور اگر میں اس کو حرکت نہ دوں تو نہیں چلتا۔ چونکہ نظام کائنات سرگرم عمل ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ کوئی اس کو چلا رہا ہے اور وہ صرف ایک ہی خدا ہے جو ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے۔

۱۰۔ خدا صرف ایک ہے

مسافر نے پھر پوچھا: اس کا تیرے پاس کیا ثبوت ہے کہ ساری کائنات کو چلانے والا خدا صرف ایک ہے؟ اس بوڑھی خاتون نے جواب دیا: اس کا ثبوت بھی میرا چرخہ ہے۔ اگر میں تنہا اس کو چلاؤں تو یہ صحیح کام کرتا ہے اور اگر دو آدمی اس کو چلائیں تو دھاگہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (جیسے کار کو ایک ڈرائیور چلائے تو کار صحیح چلتی ہے اور اگر ایک وقت میں دو ڈرائیور چلائیں تو حادثہ کا خطرہ ہوتا ہے) چونکہ نظام کائنات اپنی پوری رفتار اور ترتیب کے ساتھ چل رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو چلانے والا ایک ہے۔ اور اگر دو یا تین خدا ہوتے تو اختلاف رائے سے نظام کائنات درہم برہم ہو جاتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خدا ہوتے تو یہ دونوں (زمین و آسمان) برباد ہو جاتے۔
(قرآن: ۲۱:۲۲)

۱۱۔ خدا نظر نہیں آتا

ایک دہریہ پرائمری سکول میں ایک کلاس کو کہہ رہا تھا: بچو! کیا میں تمہیں نظر آرہا ہوں؟ بچوں نے ہاں میں جواب دیا تو استاد کہنے لگا: اس کا مطلب ہے کہ میں موجود ہوں۔ اسی طرح کرسی اور میز کے بارے سوال کرنے کے بعد پوچھا: کیا تمہیں خدا نظر آرہا ہے؟ بچوں نے نفی میں جواب دیا تو استاد کہنے لگا: اس کا مطلب ہے کہ خدا موجود نہیں ہے، اگر ہوتا تو نظر آتا۔ ایک طالب علم اٹھ کر کلاس سے مخاطب ہوا: کیا تمہیں استاد صاحب کی عقل نظر آرہی ہے؟ طلبہ نے نفی میں جواب دیا تو وہ طالب علم کہنے لگا: اس کا مطلب ہے کہ استاد صاحب میں عقل نہیں ہے۔ اسی طرح بے شمار چیزیں ہیں جن کو ہم مانتے ہیں لیکن

Marfat.com

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿٢٣﴾

٢٣۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اس سے پرسش نہیں کی جاسکتی اوران سے باز پرس کی جائے گی۔[١٩]

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ

٢٤۔ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنالئے ہیں؟ آپ فرمایئے: اپنی دلیل لاؤ، یہ قرآن میرے ساتھ والوں کے

وہ ہمیں نظر نہیں آتیں جیسے روح، ہوا، آواز، اخلاص اور نفاق وغیرہ۔

١٢۔ ایک مسلمان اور کافر کا مکالمہ

ایک کافر نے کسی مسلمان سے پوچھا کہ تم ایک ایسے خدا پر ایمان کیوں رکھتے ہو جو تمہیں نظر نہیں آتا؟ مسلمان نے اس سے اس کے پردادا کا نام پوچھا اور کہا: کیا تو نے اپنے پردادا کو دیکھا تھا؟ کافر نے کہا: میں نے تو اس کی قبر تک نہیں دیکھی کیونکہ وہ کسی اور ملک میں رہتا تھا۔ مسلمان نے کہا: جب تو نے اسے دیکھا نہیں تو تو اسے پردادا کیوں کہتا ہے؟ کافر کہنے لگا: اس نے اپنے والدین اور رشتہ داروں سے سنا ہے۔ مسلمان کہنے لگا: جن لوگوں سے تو سن کر پردادا پر ایمان رکھتا ہے یہ لوگ جھوٹ بول سکتے ہیں مگر ہم نے خدا کے متعلق ایک ایسے سچے اور سُچے انسان (حضرت محمد ﷺ) سے سنا ہے جس کی سچائی کی گواہی اس کے دشمن بھی دیتے تھے۔ اپنے اور بیگانے ان کو صادق اور امین کے نام سے یاد کرتے تھے۔

١٣۔ خدا کی ضرورت ہے

ایک دفعہ مختلف مذاہب کے نوجوان بچے اور بچیاں بی بی سی ٹیلی ویژن پر ایک مباحثہ میں شریک تھے، موضوع سخن تھا: کیا خدا کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ایک نوجوان بچی کہنے لگی: ہر انسان سے غلطی ہوسکتی ہے۔ جب انسان زندگی میں پہلی بار غلطی کرتا ہے تو اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا ہے، بعض دفعہ وہ غلطی اتنی سنگین اور شرمناک ہوتی ہے کہ انسان نہ تو والدین کو بتانا پسند کرتا ہے اور نہ ہی دوستوں سے اس کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہے اور تنہا پریشانی سے اس کا دماغ پھٹنے لگتا ہے۔ اب ایسی صورت حال میں انسان گھبرا کر خودکشی بھی کرسکتا ہے یا ہمیشہ کے لئے مجرمانہ زندگی کا راستہ اختیار کرسکتا ہے۔

لیکن اگر اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو تو تنہائی میں جا کر خدا کے سامنے روئے اور خوب روئے، اپنی غلطی کا اعتراف کرے، توبہ کرکے آئندہ غلطی نہ کرنے کا عزم مصمم کرے، خدا کی رحمت سے غلطی معاف ہونے کی امید رکھے اور اطمینان کے ساتھ نئی زندگی کا سفر شروع کرے، لہٰذا پریشانیوں سے نجات کے لئے ہر انسان کو خدا کی ضرورت ہے۔

[١٩] اللہ تعالیٰ قادر مطلق اور مختار کل ہے، وہ ہر قسم کے نقص اور ظلم وستم سے پاک ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے، لہٰذا اس کے کسی قول یا فعل پر پرسش نہیں کی جاسکتی۔ نیز وہ سب کا حاکم ہے کوئی اس کا حاکم نہیں جو اس سے باز پرس کرسکے لیکن بنی نوع انسان اس کے بندے ہیں اور ان پر اس کی اطاعت لازم ہے اس لئے ان سے ان کے افعال واقوال کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔

Marfat.com

قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾

لئے نصیحت ہے اور (دوسری کتب) مجھ سے پہلوں کے لئے نصیحت ہیں، بلکہ ان میں سے اکثر حق کو نہیں جانتے اس لئے وہ روگردانی کئے ہوئے ہیں۔[۲۰]

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

۲۵۔اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کرتے تھے کہ بے شک میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پس تم میری عبادت کرو۔[۲۱]

[۲۰] میرے پیارے نبی! ان مشرکین سے فرمایئے کہ تم نے توحید کی بڑی سادہ اور عام فہم دلیل ابھی سنی ہے لیکن تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا جو معبود بنا رکھے ہیں اگر ان کے متعلق کوئی نقلی یا عقلی دلیل تمہارے پاس ہے تو پیش کرو، حالانکہ جو کتاب مجھ پر نازل کی گئی ہے اور جو کتابیں مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئی ہیں ان میں تمہارے ان معبودوں کے متعلق کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔ دراصل ان کے پاس ان کے معبودوں کے متعلق کوئی دلیل نہیں ہے صرف ضد اور جہالت کے باعث وہ حق سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

[۲۱] آیت نمبر ۲۲ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی عقلی دلیل بیان کی گئی ہے اب اس آیت میں ایک نقلی دلیل پیش کی جا رہی ہے یعنی پہلے جتنے بھی انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے گئے ان کی کتابوں میں یہی لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں لہٰذا صرف اسی کی عبادت کرو۔

بائبل اور توحید

ہر آسمانی کتاب کی بنیادی اور مرکزی تعلیم یہی تھی کہ خدا ایک ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ہر حیثیت سے یکتا و بے مثال ہے۔ موجودہ بائبل میں بھی غور کیا جائے تو بے شمار مقامات پر ایک خدا کا تصور موجود ہے۔ اس وقت میرے سامنے The Living Bible کا برٹش ایڈیشن 1975ء ہے۔ اس سے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

1). How great are you, Lord God! We have never heard of any other god like you. And there is no other god. (2 Samuel : 7 : 22 : P. 313)

اے پروردگار خدا! آپ اتنے بزرگ و بالاتر ہیں کہ ہم نے آپ جیسا کوئی دوسرا خدا کبھی سنا تک نہیں اور نہ ہی تیرے سوا کوئی اور خدا ہے۔ (۲ سموئیل)

2) You alone are God. You have made the skies and the heavens, the earth and the seas, and every thing in them. You preserve it all; and all the angels of heaven worship you. (Nehemiah : 9 : 6 : P. 491)

Marfat.com

تو اور صرف تو ہی اکیلا خدا ہے۔ تو نے ہی آسمان، جنت، زمین، سمندر اور ان کی وسعتوں میں بسنے والی ہر چیز پیدا فرمائی۔ تو ان سب کا پروردگار ہے اور سارے فرشتے تیری عبادت کرتے ہیں۔ (نحمیاہ)

3) Next Satan took him to the peak of a very high mountain and showed him the nations of the world and all their glory. "I 'll give it to you," he said, "if you will only kneel and worship me."

"Get out of here, Satan," Jesus told him, "The Scriptures say, "Worship only the Lord God. Obey only him." (Metthew : 4 : 8 to 10 : P. 886)

پھر شیطان انہیں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) ایک بہت اونچے پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا، دنیا کی سب قومیں اور ان کی شان و شوکت انہیں دکھائی اور ان سے کہا: اگر آپ جھک کر صرف میری عبادت کریں تو یہ سب کچھ آپ کو دے دوں گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا: دور ہو جا اے شیطان! کیونکہ مقدس صحیفے کہتے ہیں کہ تو صرف اپنے پروردگار خدا کی عبادت کر اور صرف اسی کی فرمانبرداری کر۔ (متی کی انجیل)

4) One of the teachers of religion asked, "Of all the commandments, which is the most important? "Jesus replied, "the one that says, 'Hear, O Israel! The Lord God is the one and only God. And you must love him with all your heart and soul and mind and strength ..."

The teacher of religion replied, "Sir, you have spoken a true word in saying that there is only one God and no other." (Mark : 12 : 28 to 32 : P. 941)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک مذہبی استاد نے پوچھا: سب حکموں میں زیادہ اہم کون سا حکم ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: اے اسرائیل سن! اول یہ ہے کہ پروردگار ہمارا خدا صرف ایک ہے اور تو اس خدا سے اپنے سارے دل، اپنی ساری جان، اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ ۔۔۔ مذہبی استاد نے جواب دیا: جناب! بہت خوب! آپ نے سچ فرمایا کہ خدا صرف ایک ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ (مرقس کی انجیل)

5) And this is the way to have eternal life - by knowing you, the only true God, and Jesus Christ, the one you sent to earth. (John : 17 : 3 : P. 1018)

(ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تقریر کے بعد آسمان کی طرف چہرہ اٹھایا اور بارگاہ خداوندی میں عرض گزار ہوئے:) دائمی زندگی حاصل کرنے کا راستہ یہ ہے کہ انسان تجھ کو ایک اور سچا خدا جانے اور مسیح کو زمین پر تیرا بھیجا ہوا (رسول یقین کرے)۔ (یوحنا کی انجیل)

Marfat.com

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۙ﴿۲۶﴾

۲۶۔ وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن نے (فرشتوں کو) اولاد بنا رکھا ہے، وہ (اس سے) پاک ہے بلکہ وہ (فرشتے تو اس کے) معزز بندے ہیں۔ [۲۲]

لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ وہ کسی بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اسی کی شفاعت کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ [۲۳]

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع

۲۹۔ اور (بالفرض اگر) ان میں سے کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا میں معبود ہوں تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے، (اور) ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ [۲۴]

---

[۲۲] عرب کے بعض قبائل فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں تصور کرتے تھے۔ اس آیت میں انہیں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور فرشتے اس کی اولاد نہیں ہیں بلکہ اس کے معزز اور مقرب بندے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں ان کے ادب و احترام کا عالم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اجازت کے بغیر اس کے سامنے لب کشا نہیں ہوتے اور ہر وقت اس کے حکم پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے معصوم ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔

[۲۳] اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ماضی و مستقبل اور ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے۔ اس نے فرشتوں کو شفاعت کی اجازت دے رکھی ہے لیکن فرشتے اسی کی شفاعت کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ فرشتے ان کے لئے شفاعت کریں گے جنہوں نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کی شہادت دی ہوگی اور فرشتے جس طرح اس دنیا میں اہل ایمان کے لئے استغفار کرتے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی ان کی شفاعت کریں گے۔ (تفسیر قرطبی) اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام، علماء اور شہداء وغیرہم کے علاوہ فرشتے بھی قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔

[۲۴] فرشتے اگرچہ معصوم اور معزز بندے ہیں پھر بھی ان میں سے اگر کوئی سرکشی کرے اور خدا کے مقابلے میں آنے کی کوشش کرے تو اسے بھی جہنم کی سزا دی جائے گی جس طرح دوسرے ظالموں کو دی جاتی ہے۔

Marfat.com

اَوَلَمۡ يَرَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ كَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰهُمَا ؕ وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ كُلَّ شَىۡءٍ حَىٍّ ؕ اَفَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝٣٠

٣٠۔ اور کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انہیں جدا کر دیا؟ [٢٥] اور ہم نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا فرمایا، کیا وہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے؟ [٢٦]

وَجَعَلۡنَا فِى الۡاَرۡضِ رَوَاسِىَ اَنۡ تَمِيۡدَ بِهِمۡ ۖ وَجَعَلۡنَا فِيۡهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ ۝٣١

٣١۔ اور ہم نے زمین میں بڑے بڑے پہاڑ بنا دیئے ہیں تاکہ وہ لوگوں کے ساتھ لرزتی نہ رہے، [٢٧] اور ہم نے ان میں کشادہ راستے بنا دیئے تاکہ لوگ راستہ پا سکیں۔ [٢٨]

حضرت قتادہ ﷺ کہتے ہیں: یہ آیت خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس کے متعلق نازل ہوئی ہے جب اس نے سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے مردود قرار دیا۔ (تفسیر ابن جریر طبری) ابلیس اگرچہ جن تھا مگر فرشتوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے فرشتوں میں شمار ہوتا تھا۔

[٢٥] کیا کافر لوگ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت میں غور نہیں کرتے کہ ابتداء میں زمین و آسمان آپس میں ملے ہوئے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔ اب ان دونوں کے درمیان خلا اور ہوا کا ایک مستحکم نظام ہے۔ آسمان پر سورج، چاند اور ستاروں نے رونق لگا رکھی ہے اور زمین پر پہاڑ، دریا، جانور، کھیت اور انسان خوبصورت مناظر پیش کر رہے ہیں۔ کیا یہ مشرکین ان عظیم الشان انتظامات کو دیکھنے کے بعد بھی خدا کی توحید پر ایمان نہیں لاتے۔

[٢٦] پانی اور جاندار کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہر زندہ چیز جو ہمیں نظر آتی ہے اس کی پیدائش کا ذریعہ نطفہ یعنی پانی کا ایک قطرہ ہے اور پھر اس چیز کی نشوونما اور بقا کا ذریعہ بھی پانی ہے یعنی جو چیزیں وہ کھاتی اور پیتی ہے ان میں براہ راست یا بالواسطہ پانی شامل ہوتا ہے۔

اس کے برعکس فرشتوں کی پیدائش نور سے اور جنوں کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے مگر وہ ہمیں نظر نہیں آتے، تاہم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے، حضرت حوا کی پیدائش پسلی سے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پھونک سے ہوئی اور ان کی پیدائش میں پانی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ دراصل ان کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت جلوہ گر ہے اور ہر قاعدہ میں کچھ مستثنیات ہوتی ہیں، لہٰذا اکثریت کے اعتبار سے اس پر کل کا حکم ہی صادق رہے گا۔

[٢٧] اللہ تعالیٰ نے زمین کا توازن برقرار رکھنے کے لئے اس پر پہاڑ نصب کیے۔ یہ پہاڑ زمین کو گردش سے نہیں روکتے، البتہ لرزنے اور کانپنے سے کسی حد تک روکتے ہیں اور زلزلوں کی شدت اور کثرت میں کمی کا باعث بنتے ہیں۔

[٢٨] اللہ تعالیٰ نے بلند و بالا پہاڑوں کو سنگین دیواروں کی طرح کھڑا نہیں کر دیا کہ ایک طرف کے لوگ دوسری طرف نہ جا سکیں

Marfat.com

وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور (اس کے باوجود) لوگ اس آسمان کی نشانیوں سے روگردانی کئے ہوئے ہیں۔[۲۹]

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے لیل ونہار اور شمس وقمر کو پیدا فرمایا، سب (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہے ہیں۔[۳۰]

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَا۠ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے (اس دنیا میں) ہمیشہ رہنا مقدر نہیں کیا، تو اگر آپ انتقال فرما جائیں تو کیا یہ لوگ (یہاں) ہمیشہ رہنے والے ہیں۔[۳۱]

بلکہ ان کے درمیان درے اور فاصلے چھوڑ دیئے تا کہ لوگ راستے بنا کر آپس میں رابطہ قائم رکھ سکیں۔

[۲۹] اللہ تعالیٰ نے زمین کے اوپر چھت کی طرح جو اتنا بڑا آسمان بنایا ہے اس کو سہارا دینے کے لئے نہ دیواریں ہیں اور نہ ستون لیکن اس کے باوجود وہ ہزار ہا سال سے محفوظ اور مستحکم کھڑا ہے، پھر شمس وقمر بھی اپنے اپنے مدار میں ایسے منظم طریقہ سے گردش کر رہے ہیں جس میں کبھی خلل پیدا نہیں ہوا۔ یہ سب ایسی نشانیاں ہیں جو واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں لیکن یہ مشرکین ان میں غور وفکر نہیں کرتے۔

[۳۰] سورج، چاند اور دیگر سیارے اپنے اپنے فلک میں گردش کر رہے ہیں۔ فلک کیا ہے؟ کیا آسمان اور فلک دونوں ایک ہی چیز ہیں؟

اکثر مفسرین کے نزدیک فلک اور آسمان دو مختلف چیزیں ہیں، آسمان اوپر ہیں اور افلاک نیچے ہیں، جیسا کہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: فلک ایک موج کا نام ہے جسے اس کے طبقہ میں روک دیا گیا ہے اور وہ آسمان کے نیچے ہے اور شمس وقمر اسی میں گردش کر رہے ہیں اور ضحاک کا قول یہ ہے کہ فلک کسی ایسی چیز کا نام نہیں جس کا کوئی جسم ہو بلکہ جہاں یہ سیارے گردش کرتے ہیں ان کے مدار کا نام ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

[۳۱] کفار نے اسلام کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور جب کامیاب نہ ہوئے تو اپنے دلوں کو طفل تسلی دینے کے لئے کہنے لگے: کوئی بات نہیں، آخر ایک دن محمد ﷺ فوت ہو جائیں گے اور ان کی تحریک خود بخود ختم ہو جائے گی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں کفار کو بتایا گیا: ٹھیک ہے آپ ﷺ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا مقدر نہیں کیا گیا اور آپ ﷺ بھی ہمیشہ نہیں رہیں گے لیکن اس میں تمہارے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں ہے کیونکہ تم بھی ہمیشہ رہنے والے نہیں ہو۔

Marfat.com

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۗ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾

۳۵۔ ہر نفس موت (کا مزہ) چکھنے والا ہے، اور ہم تم کو برے اور اچھے حالات میں آزمائش کے لئے مبتلا کرتے ہیں، اور (آخرکار) تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۳۲]

وَإِذَا رَاٰكَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِنْ يَّتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۗ أَهٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُونَ ﴿٣٦﴾

۳۶۔ اور کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں (اور کہتے ہیں:) کیا یہ ہے وہ شخص جو تمہارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے حالانکہ وہ خود رحمٰن کے ذکر کا انکار کرتے ہیں۔ [۳۳]

خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۗ سَاُورِيكُمْ اٰيٰتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿٣٧﴾

۳۷۔ انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے، عنقریب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا، سو تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔ [۳۴]

---

[۳۲] اس آیت میں تین چیزوں کی نشاندہی کی گئی ہے:

۱۔ ہر جاندار چیز کو جلد یا بدیر موت کا مزہ چکھنا ہے۔

۲۔ انسان جب تک زندہ ہے اس کی آزمائش کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

۳۔ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں واپس جا کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسان نے لازمی مرنا ہے اور قیامت کے دن اپنے اعمال کا حساب دینا ہے، لہٰذا کسی عقل مند کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اس چند روزہ زندگی کی خاطر آخرت کی دائمی زندگی کو برباد کردے۔ موت کے سلسلہ میں سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۵ اور حاشیہ نمبر ۱۳۱ بھی ملاحظہ کریں۔

[۳۳] کافر لوگ نبی کریم ﷺ کا مذاق اس لئے اڑاتے تھے کیونکہ آپ ان کے معبودوں کا انکار کرتے تھے جو انہیں کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچا سکتے حالانکہ مذاق اڑائے جانے کے مستحق تو وہ خود (کافر) ہیں کیونکہ وہ خدائے رحمٰن کا انکار کرتے ہیں جو ان کا خالق اور پروردگار ہے۔

[۳۴] انسان چونکہ جلد باز پیدا کیا گیا ہے اس لئے کفار سوال کرتے: اگر ہم انکار اسلام کی وجہ سے عذاب الٰہی کے مستحق ہیں تو وہ عذاب ہم پر کیوں نہیں آتا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت ہر عذاب کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اور جب وہ وقت قریب آئے گا تو وہ تمہیں اس کی نشانیاں دکھائے گا پھر تم پچھتاؤ گے اور اس عذاب سے بچنے کا کوئی راستہ نہ پاؤ گے جیسا کہ جنگ بدر میں ان کے ساتھ ہوا۔

Marfat.com

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٨﴾

۳۸۔ اور وہ کہتے ہیں: یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٣٩﴾

۳۹۔ کاش! کافروں کو اس وقت کا علم ہوتا جب وہ اپنے چہروں سے اور اپنی پیٹھوں سے آگ کو نہ روک سکیں گے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ [۳۵]

بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٤٠﴾

۴۰۔ بلکہ وہ (قیامت) ان کے پاس اچانک آجائے گی اور انہیں بدحواس کردے گی، پھر وہ نہ تو اسے لوٹا سکیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ [۳۶]

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤١﴾ ع

۴۱۔ اور بے شک آپ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تھا، پس ان میں سے مذاق اڑانے والوں کو اس عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ [۳۷]

---

[۳۵] کافر لوگ قیامت کے منکر تھے اور ان کے خیال میں قیامت نام کی کوئی چیز آنے والی نہیں ہے، پس یہی زندگی ہے اور پھر کھیل ختم اس لئے ازراہ مذاق سوال کرتے: جس قیامت کے عذاب سے ہمیں ڈرایا جاتا ہے اگر تم سچے ہو تو وہ ابھی کیوں نہیں لے آتے، آخر وہ کب آئے گی؟ اس آیت میں اہل اسلام کو تسلی دی جارہی ہے کہ دراصل کفار کو قیامت کے عذاب کا علم نہیں اس لئے جلد بازی کی باتیں کررہے ہیں، جب انہیں جہنم کی آگ آگے پیچھے سے گھیر لے گی اور کوئی ان کی مدد کو نہیں پہنچے گا تو وہ پچھتائیں گے مگر اس وقت انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

[۳۶] قیامت اچانک آئے گی جس سے ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ اس وقت نہ تو وہ قیامت کو لوٹا سکیں گے اور نہ ہی انہیں توبہ کی مہلت دی جائے گی، لہٰذا عذاب قیامت سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ اسی دنیا میں سرکشی سے توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے بن جائیں۔

[۳۷] کفار مکہ نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑایا کرتے تھے، اس آیت میں آپ کو تسلی دی جارہی ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں آپ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تھا لیکن جس عذاب کی وجہ سے وہ رسولوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے بالآخر جب وقت مقرر آگیا تو اسی عذاب نے ان کافروں کو تباہ و برباد کردیا۔

Marfat.com

قُلۡ مَنۡ یَّکۡلَؤُکُمۡ بِالَّیۡلِ وَ النَّہَارِ مِنَ الرَّحۡمٰنِ ؕ بَلۡ ہُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ رَبِّہِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ آپ فرمایئے کہ رات دن میں رحمٰن (کے عذاب) سے تمہاری حفاظت کون کرسکتا ہے؟ بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے روگردانی کئے ہوئے ہیں۔[۳۸]

اَمۡ لَہُمۡ اٰلِـہَۃٌ تَمۡنَعُہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِنَا ؕ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَ اَنۡفُسِہِمۡ وَ لَا ہُمۡ مِّنَّا یُصۡحَبُوۡنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ کیا ہمارے سوا ان کے کوئی اور معبود ہیں جو انہیں (ہمارے عذاب سے) بچاسکیں، وہ تو خود اپنی ہی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ انہیں ہماری تائید میسر ہے۔[۳۹]

بَلۡ مَتَّعۡنَا ہٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَہُمۡ حَتّٰی طَالَ عَلَیۡہِمُ الۡعُمُرُ ؕ اَفَلَا یَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُہَا مِنۡ اَطۡرَافِہَا ؕ اَفَہُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو (دنیا کا بہت) سازوسامان دیا یہاں تک کہ ان پر ایک لمبا عرصہ گزر گیا، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم (ان پر) زمین کے کناروں کو گھٹاتے چلے آرہے ہیں، تو کیا وہ پھر بھی غالب آجائیں گے؟[۴۰]

[۳۸] مشرکین مکہ سے خطاب کیا جارہا ہے کہ تمہاری سرکشی کا تقاضا تو یہ ہے کہ تم پر عذاب نازل کردیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں مہلت دی تاکہ تم توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلو۔ اور اگر وہ رات یا دن کی کسی بھی گھڑی میں تم پر فوری عذاب لانا چاہے تو تمہیں کوئی نہیں بچاسکتا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے اور اس کے احسان کا شکر ادا کرتے مگر تم عجیب ناشکرے ہو جو اپنے رب کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتے۔

[۳۹] مشرکین مکہ عذاب قیامت کے منکر تھے، ان کا خیال تھا کہ بالفرض اگر عذاب قیامت سے واسطہ پڑ گیا تو ان کے بت انہیں بچالیں گے۔ اس آیت میں انہیں جواب دیا گیا کہ یہ ان کی غلط فہمی ہے، بت تو خود اپنی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، ان کے اوپر مکھی بیٹھ جائے تو اسے بھی نہیں اڑا سکتے، وہ ان مشرکین کی کیا مدد کریں گے۔ نیز ان بتوں کو اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت بھی حاصل نہیں کہ وہ ان کی مدد کرسکیں۔ یہاں پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ انبیاء، فرشتے اور صالحین جو گناہ گار مومنوں کی شفاعت کریں گے انہیں اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت حاصل ہوگی لیکن بتوں کو حاصل نہیں ہوگی۔ (تفسیر مظہری)

[۴۰] کعبہ کی وجہ سے عرب والے اہل مکہ کا احترام کرتے تھے جس کی وجہ سے اہل مکہ اور ان کے باپ دادا عرصہ دراز سے پرتعیش زندگی گزارتے چلے آرہے تھے لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس مہلت اور نعمت کا شکر ادا نہیں کیا بلکہ دنیاوی سازوسامان کی وجہ سے اتنے مغرور ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا بھی انکار کردیا اور مسلمانوں کو شکست دینے کے خواب دیکھنے

Marfat.com

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ آپ فرمائیے: میں تو تمہیں صرف وحی کے ذریعہ ڈراتا ہوں اور بہرے لوگ پکار کو نہیں سنتے جب بھی انہیں ڈرایا جائے۔[۴۱]

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور اگر انہیں آپ کے رب کے عذاب کا ایک جھونکا بھی چھو جائے تو وہ ضرور کہیں گے: ہائے ہماری بد بختی! بے شک ہم ہی ظالم تھے۔[۴۲]

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھ دیں گے، پس کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے بھی لے آئیں گے، اور ہم حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔[۴۳]

لگے۔ اس آیت میں انہیں بتایا جارہا ہے: ذرا عقل کے ناخن لو اور غور سے دیکھو کہ عرب کے قبائل ایک ایک کر کے مسلمان ہو رہے ہیں۔ دن بدن اسلام کی حدود بڑھ رہی ہیں اور کفر کی زمین کم سے کمتر ہوتی جارہی ہے تو کیا اب بھی وہ اس خوش فہمی میں ہیں کہ وہ مسلمانوں پر غالب آجائیں گے؟ اس سے معلوم ہوا یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی ہے کیونکہ مدینہ میں آنے کے بعد عرب قبائل نے اسلام قبول کرنا شروع کیا تھا۔

[۴۱] نبی کا کام تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام سنادے اور نافرمانی کے برے انجام سے آگاہ کردے لیکن جو دل کے بہرے ہیں وہ اگر یہ پیغام نہ سنیں تو اس میں نبی کا کوئی قصور نہیں ہے۔

[۴۲] اب تو یہ پیغام الٰہی سے بہرے بنے ہوئے ہیں اور جلد عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن اگر انہیں عذاب کا ایک معمولی سا جھونکا بھی چھو گیا تو ان کی عقل ٹھکانے آجائے گی اور بدحواس ہو کر چلائیں گے کہ واقعی وہ ظالم تھے۔

[۴۳] اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اچھے اور برے عمل کو خوب جانتا ہے اور بغیر وزن کئے فیصلہ صادر فرما سکتا ہے لیکن وزن اس لئے کیا جائے گا تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اس کے عمل کیسے تھے اور اس کے ساتھ کوئی ظلم نہیں ہوا۔

حضرت انس ؓ سے مروی ہے، قیامت کے دن ابن آدم کو لایا جائے گا اور اس کو میزان کے دو پلڑوں کے درمیان کھڑا کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ایک فرشتہ بھی مقرر ہوگا۔ اگر اس کے میزان کا پلڑا بھاری ہوگا تو فرشتہ بلند آواز سے کہے گا جس کو تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص ایسا کامیاب ہو گیا ہے کہ آئندہ کبھی ناکام نہیں ہوگا اور اگر اس کے میزان کا پلڑا ہلکا ہوگا تو فرشتہ بلند

Marfat.com

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِیَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو (حق و باطل میں) فرق کرنے والی اور (سراپا) روشنی اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت (تورات) عطا فرمائی۔ [۴۴]

الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَ هُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے بھی ڈرنے والے ہیں۔ [۴۵]

وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

۵۰۔ اور یہ (قرآن) برکت والا ذکر ہے جس کو ہم نے نازل فرمایا ہے، پھر کیا تم اس کا انکار کرتے ہو؟ [۴۶]

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ اور بے شک ہم نے اس سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو بھی ان کی دانائی عطا فرمائی تھی اور ہم ان کو خوب جانتے تھے۔ [۴۷]

آواز سے کہے گا جس کو تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص ایسا نا کام ہوا ہے کہ آئندہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔ (تفسیر قرطبی)

اعمال کا اگرچہ کوئی ظاہری وجود یا جسم نہیں ہوتا مگر ایک روایت یہ ہے کہ نیک اعمال کو سفید اور حسین صورتوں میں مجسم کر دیا جائے گا اور برے اعمال کو سیاہ اور قبیح صورتوں میں مجسم کر دیا جائے گا اور ان مجسم صورتوں کا وزن کیا جائے گا۔ (تفسیر روح المعانی) بہرحال اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جیسے چاہے اعمال کا اظہار اور ان کا وزن کر سکتا ہے۔

[۴۴] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو روشن کتاب یعنی تورات عطا فرمائی جو حق و باطل میں فرق کرنے والی اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔

[۴۵] اس آیت میں پرہیزگاروں کی دو صفات بیان کی گئی ہیں یعنی اگرچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی نگاہوں سے غیب ہے اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور قیامت کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اس ڈر کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

[۴۶] اللہ تعالیٰ نے جس طرح تورات کو نصیحت بنا کر نازل فرمایا اسی طرح یہ قرآن بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور یہ بھی بڑی بابرکت نصیحت ہے، جب تم تورات کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مانتے ہو تو پھر اس قرآن کو کیوں نہیں مانتے۔

[۴۷] حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی نبوت سے سرفراز فرمایا تھا

Marfat.com

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: یہ کیسی مورتیاں ہیں جن (کی پرستش) پر تم جمے بیٹھے ہو۔

قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ان ہی کی عبادت کرتے پایا تھا۔[۴۸]

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: بے شک تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں تھے۔

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے پاس سچا پیغام لائے ہیں یا یوں ہی مذاق کر رہے ہیں؟[۴۹]

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ﱇ وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان سب کو پیدا فرمایا ہے اور میں اس (توحید) پر گواہی دینے والوں ہی سے ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبوت کا فریضہ سرانجام دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔

[۴۸] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم والوں سے پوچھا کہ تم ان بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو، تمہارے پاس ان کی سچائی کی کیا دلیل ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کو ان کی پرستش کرتے پایا تھا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: باپ دادا کی تقلید کسی چیز کی صداقت کی دلیل نہیں ہے بلکہ اس سے معلوم ہوا تمہارے باپ دادا بھی تمہاری طرح کھلی گمراہی میں تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کون تھے، اس کے لئے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۷۴ اور حاشیہ نمبر ۷۰ ملاحظہ کریں۔

[۴۹] وہ لوگ عرصہ دراز سے بتوں کی پرستش کرتے چلے آرہے تھے اور ان کے دلوں میں بت پرستی کے متعلق کوئی تردد نہیں تھا۔ جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بتوں کے خلاف بات سنی تو وہ ششدر و حیران رہ گئے اور کہنے لگے: کیا تم واقعی سچی بات کہہ رہے ہو یا یوں ہی مذاق کر رہے ہو؟ آپ نے فرمایا: میں پورے وثوق سے گواہی دے رہا ہوں کہ تمہارا رب صرف ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ تمہارا اور زمین و آسمان کا خالق اور پروردگار ہے۔

Marfat.com

وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾	۵۷۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم! تمہارے پیٹھ پھیر جانے کے بعد میں تمہارے بتوں کے ساتھ ضرور ایک تدبیر کروں گا۔
فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾	۵۸۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بڑے بت کے سوا دوسرے سب بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔[۵۰]
قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾	۵۹۔ انہوں نے کہا: ہمارے معبودوں کا یہ (حشر) کس نے کیا ہے؟ یقیناً وہ ظالموں میں سے ہے۔
قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾	۶۰۔ انہوں نے کہا: ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے جو ان کا ذکر (برائی کے ساتھ) کرتا ہے اسے ابراہیم علیہ السلام کہا جاتا ہے۔[۵۱]
قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾	۶۱۔ انہوں نے کہا: تو اسے لوگوں کے سامنے لے آؤ تاکہ سب دیکھ لیں۔
قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾	۶۲۔ لوگوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کا یہ حشر کیا ہے؟[۵۲]

[۵۰] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اپنے دل میں عہد کیا کہ جب یہ مشرکین بت خانہ سے باہر چلے گئے اور مجھے موقعہ ملا تو میں ان بتوں کی خبر لوں گا۔ یہاں پر جمہور مفسرین لکھتے ہیں کہ ایک دن سارے لوگ اپنا تہوار منانے کے لئے شہر سے باہر چلے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلہاڑے کے ساتھ سارے بت توڑ دیئے، البتہ سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ حرکت اس بڑے بت نے کی ہے یا انہیں شرم آئے کہ یہ جب اپنے ساتھ والے چھوٹے بتوں کو نہیں بچا سکا تو اپنے پجاریوں کی کیا مدد کر سکے گا۔

[۵۱] شام کو جب وہ لوگ تہوار سے واپس آئے تو غضب ناک ہو کر کہنے لگے: ہمارے معبودوں کا یہ حشر کس ظالم نے کیا ہے؟ ان میں سے بعض نے کہا: ہم نے ایک نوجوان کو ان بتوں کے خلاف باتیں کرتے سنا ہے اور اس کا نام ابراہیم علیہ السلام ہے۔

[۵۲] لوگوں نے کہا: اس نوجوان کو لے آؤ۔ چنانچہ نمرود کے سپاہی جب ابراہیم علیہ السلام کو گرفتار کر کے لے آئے تو ان سے پوچھا گیا: کیا تم نے ہمارے معبودوں کا یہ حشر کیا ہے؟

Marfat.com

قَالَ بَلۡ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيۡرُهُمۡ هٰذَا فَسۡـَٔـلُوۡهُمۡ اِنۡ كَانُوۡا يَنۡطِقُوۡنَ ﴿۶۳﴾	۶۳۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ کام کیا ہوگا، سوان سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہوں۔
فَرَجَعُوۡۤا اِلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ فَقَالُوۡۤا اِنَّكُمۡ اَنۡتُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۶۴﴾	۶۴۔ پس وہ اپنے دلوں کی طرف لوٹے اور کہنے لگے: بے شک تم خود ہی ظالم ہو۔ [۵۳]

[۵۳] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: کلہاڑا تو بڑے کے کندھے پر ہے، لہٰذا اسی نے یہ کام کیا ہوگا یا ان ٹوٹے ہوئے بتوں سے پوچھو کہ تمہارا یہ حشر کس نے کیا ہے؟ بظاہر تو یہ جھوٹ نظر آتا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود ان کو توڑا تھا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ کہہ کر دراصل ان بتوں کی بے بسی ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ جب یہ اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے اور نہ توڑنے والے کا پتہ بتا سکتے ہیں تو پھر یہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ جواب سن کر وہ آپس میں کہنے لگے کہ جب کلہاڑا بڑے بت کے پاس موجود ہے تو پھر ابراہیم علیہ السلام کو مجرم بنانا ظلم ہے اور اگر یہ اپنے آپ کو ہی نہیں بچا سکتے تو پھر ان کو معبود بنانا ظلم ہے۔ چنانچہ وہ شرمندہ ہو کر کہنے لگے: اے ابراہیم! تم تو جانتے ہو کہ بت بول نہیں سکتے اس لئے ہم ان سے کیا پوچھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور آپ اس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔ (قرآن: ۱۹:۴۱) جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی سچا نبی فرمایا ہے ان سے جھوٹ کا امکان نہیں ہے البتہ حالات کے مطابق ایسے الفاظ بولنے کی اجازت ہے جس کے دو مفہوم ہو سکیں۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کی تو اہل مکہ نے اعلان کر دیا کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع دے گا اسے ایک سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق سفر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب غار ثور سے روانہ ہوئے تو ایک آدمی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: یہ وہ شخص ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے۔ پس سننے والا تو اس سے (دنیاوی) راستہ مراد لے گا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مراد اسلام اور خیر کا راستہ تھا۔

(سبل الهدیٰ والرشاد: جلد ۳: ص ۳۵۸: تفسیر زاد المسیر)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کو طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: میں تم کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا، اس نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا: تمام اونٹ اونٹنیوں کے بچے ہوتے ہیں۔ (ترمذی: ۱۹۹۱: ابواب البر: باب ۵۷) اس شخص نے سمجھا آپ اونٹ کا بچہ فرما رہے ہیں اور آپ کی مراد اونٹ کا بیٹا تھی۔

۳۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بوڑھی عورت آئی اور اس نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے فرمایا: اے فلاں کی ماں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی، وہ عورت واپس جا کر رونے لگی۔ آپ نے فرمایا: اسے خبر دو کہ کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں

Marfat.com

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَاۤءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾

۶۵۔ پھر ان کے سر جھک گئے (ندامت سے اور کہنے لگے: اے ابراہیم علیہ السلام!) تم تو جانتے ہو یہ بت بولتے نہیں۔

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ (ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا: پھر کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

۶۷۔ تف ہے تم پر اور جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، سو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ [۵۴]

جنت میں نہیں جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک ہم نے ان (اہل جنت کی بیویوں) کو بنایا ہے، پھر ہم نے ان کو کنواریاں بنایا ہے جو محبت کرنے والیاں اور ہم عمر ہیں۔ (قرآن: ۵۶: ۳۵-۳۷) (شمائل ترمذی: جلد ۲: ص: ۱۱۱: باب فی صفة رسول اللہ) اس بڑھیا نے سمجھا کہ آپ اس کے متعلق فرما رہے ہیں اس لئے رونا شروع کر دیا مگر آپ کی مراد یہ تھی کہ بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی کیونکہ جنت میں سب جوان ہوں گی اور ان کی عمریں ۳۰ یا ۳۳ سال ہوں گی۔

(ترمذی: ۲۵۴۵: ابواب صفة الجنة: باب ۱۲)

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی جس کا نام زاہر رضی اللہ عنہ تھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گاؤں سے تحفے لاتا تھا اور جب وہ جانے لگتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کو کچھ سامان دیتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا اور اس کی شکل اچھی نہیں تھی۔ ایک دن وہ اپنا سودا بیچ رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے آ کر اس سے اس طرح بغل گیر ہوئے کہ وہ دیکھ نہ سکا۔ اس نے کہا کون ہے؟ مجھے چھوڑ دے، پھر اس نے مڑ کر دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا پھر اس نے اپنی پیٹھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کے ساتھ (برکت کے لئے) چپکائے رکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے یہ عبد کون خریدے گا؟ اس نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بخدا! تب آپ مجھے کھوٹا پائیں گے۔ آپ نے فرمایا: لیکن تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو بلکہ بہت قیمتی ہو۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۶۱، شرح شمائل ترمذی: جلد ۲: ص ۱۰۷: باب فی صفة مزاح رسول اللہ) بظاہر عبد سے مراد غلام تھی لیکن وہ آزاد شخص تھا اور آپ کی اس سے مراد یہ تھی کہ وہ اللہ کا بندہ (عبد اللہ) ہے۔

[۵۴] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جو کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتے کیا ان کو معبود بنانا بھی کوئی عقل مندی ہے؟ اگر تمہیں اتنی سادہ سی بات بھی سمجھ نہیں آتی تو پھر تف ہے تم پر بھی اور تمہارے معبودوں پر بھی۔

Marfat.com

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ انہوں نے کہا: اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم (کچھ) کرنے والے ہو۔ [۵۵]

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ ہم نے حکم دیا: اے آگ! تو ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔ [۵۶]

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾

۷۰۔ اور انہوں نے تو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا مگر ہم نے ان کو ناکام کر دیا۔ [۵۷]

---

[۵۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بتوں کی بے بسی پر حجت قائم کر دی اور وہ لاجواب ہو گئے تو وہ ضد اور عناد پر اتر آئے اور آپس میں کہنے لگے: ہمارے بتوں کی بہت توہین ہو گئی ہے اگر ہم ان کی کچھ مدد کر سکتے ہیں تو ہمیں ابراہیم علیہ السلام کو زندہ جلا دینا چاہیے تاکہ آئندہ کوئی بتوں کی توہین کی جرأت نہ کر سکے۔

[۵۶] مفسرین لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایک مہینہ تک لکڑیاں جمع کیں اور ایک گڑھے میں ڈال کر انہیں آگ لگا دی اور اس آگ کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ اگر کوئی پرندہ اس کے اوپر سے گزرتا تو وہ بھی جل جاتا۔ پھر انہوں نے منجنیق کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس جلتی ہوئی آگ میں پھینکا۔ اس وقت جبریل امین علیہ السلام آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا: کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: مجھے تیری ضرورت نہیں ہے۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا: اس مشکل گھڑی میں اپنے رب تعالیٰ سے ہی سوال کر لو تو آپ نے فرمایا: میرے سوال کرنے کی بجائے اس کو جو میرے حال کا علم ہے مجھے وہی کافی ہے۔ (کیونکہ امتحان کے موقعہ پر دعا کرنا امتحان سے بچنے کے مترادف ہوتا ہے) اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: اے آگ! تو ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔ چنانچہ آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہیں کیا۔

(صفوۃ التفاسیر، تفسیر قرطبی)

تاریخی روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں سات روز تک رہے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے عمر میں کبھی ایسی راحت نہیں ملی جتنی ان سات دنوں میں حاصل تھی۔ (تفسیر مظہری) ایک دن نمرود نے ایک اونچی عمارت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جھانک کر دیکھا اور آپ کو باغ میں بیٹھا پایا جبکہ آپ کے چاروں طرف آگ ہی آگ تھی۔ یہ منظر دیکھ کر نمرود نے پکار کر کہا: اے ابراہیم علیہ السلام! تیرا معبود بہت بڑا ہے جس کی قدرت اس حد تک ہے کہ وہ تیرے اور اس آگ کے درمیان حائل ہے۔ اے ابراہیم علیہ السلام! کیا تو اس سے نکل بھی سکتا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! اور پھر آپ آگ میں قدموں سے چل کر باہر آ گئے۔ (تفسیر مظہری)

[۵۷] انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی شدید آگ میں محفوظ رکھا اور یہ حضرت

Marfat.com

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ اور ہم ابراہیم علیہ السلام کو اور لوط علیہ السلام کو بچا کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی۔ [۵۸]

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام (جیسا بیٹا) اور مزید یعقوب علیہ السلام (جیسا پوتا) عطا فرمایا، اور ہم نے ان سب کو صالح بنایا تھا۔ [۵۹]

وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کی وحی بھیجی اور وہ سب ہمارے عبادت گزار تھے۔ [۶۰]

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰۗىِٕثَ ۭ اِنَّهُمْ

۷۴۔ اور ہم نے لوط علیہ السلام کو حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم نے انہیں اس بستی سے نجات دلائی جس کے باشندے

ابراہیم علیہ السلام کا بہت بڑا معجزہ ہے۔

[۵۸] حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور آپ پر ایمان لا چکے تھے، اس لئے عراق والے ان دونوں کو اذیت پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کو عراق سے ہجرت کر کے شام اور فلسطین جانے کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین میں قیام فرمایا جبکہ حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔ شام کی سرزمین میں اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیاوی برکتیں رکھی ہیں، وہاں انبیائے کرام علیہم السلام کثرت سے ہوئے ہیں جن سے جہان والوں کو ہدایت کی برکتیں حاصل ہوئی ہیں اور وہاں کی زمین بھی سرسبز و شاداب اور وہاں کی آب و ہوا بھی خوشگوار ہے۔

[۵۹] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑھاپے میں بیٹے کے لئے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ مزید حضرت یعقوب علیہ السلام جیسا پوتا بھی عطا فرمایا اور وہ سب بڑے نیک تھے۔

[۶۰] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو لوگوں کا پیشوا یعنی نبی بنایا۔ انہیں نیک کام کرنے اور نماز قائم کرنے کی وحی بھیجی۔ وہ سب عبادت گزار تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق لوگوں کی راہنمائی کرتے تھے۔

Marfat.com

كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝٧٤

بے حیائی کے کام کرتے تھے، بے شک وہ بڑے برے (اور) نافرمان لوگ تھے۔[٦١]

وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝٧٥ ع

٧٥۔ اور ہم نے لوط علیہ السلام کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا، بے شک وہ صالحین میں سے تھے۔

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝٧٦

٧٦۔ اور نوح علیہ السلام (کو یاد کیجئے) اس سے پہلے جب انہوں نے (ہمیں) پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی۔[٦٢]

وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٧٧

٧٧۔ اور ہم نے ان لوگوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا، بے شک وہ بہت برے لوگ تھے، سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ

٧٨۔ اور داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام (کو یاد کیجئے) جب وہ دونوں ایک کھیت (کے بارے) میں فیصلہ کر رہے تھے جب کچھ لوگوں کی بکریوں نے رات کے وقت

---

[٦١] حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگ سدوم میں آباد تھے، وہ بڑے بدکردار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو علم و حکمت اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اس بدکرداری سے روکا اور جب وہ اپنی بے حیا حرکتوں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پتھروں کا مینہ برسا کر ہلاک کر دیا مگر حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں پر اللہ تعالیٰ نے خصوصی رحم و کرم فرمایا اور انہیں نزول عذاب سے پہلے ہی اس بستی سے نکال لیا۔

[٦٢] حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ اتنی طویل مدت کے بعد بھی جب ان کی قوم ایمان نہ لائی بلکہ ان کی تکذیب اور ایذا رسانی میں سرگرم رہی تو آپ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی: اے میرے رب! روئے زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا باقی نہ چھوڑ۔ (قرآن: ٧١: ٢٦) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، کافروں کو پانی میں غرق کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان گھر والوں کو غرق ہونے اور کافروں کی ایذا رسانی سے نجات دی۔

Marfat.com

شٰھِدِیْنَ ۝۷۸ اس کھیت کو روند ڈالا تھا اور ہم ان کے فیصلہ کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ [۶۳]

[۶۳] حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت اور حکمرانی عطا فرمائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے صاحبزادے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کو بھی نبوت اور حکمرانی سے سرفراز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں باپ بیٹا کو علم وحکمت سے نوازا۔ ایک دن حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا جس کے بارے میں مفسرین لکھتے ہیں: دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ لے کر آئے، ان میں سے ایک کی بکریوں نے رات کے وقت دوسرے کے کھیت میں داخل ہو کر اسے برباد کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ بکریاں کھیت والے کو دیدی جائیں (تا کہ اس کے نقصان کی تلافی ہو جائے) جب وہ دونوں آدمی باہر نکلے تو دروازے کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی، انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ فیصلہ سنایا جو ان کے والد گرامی نے دیا تھا۔ یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے باپ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس گئے اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! جو فیصلہ آپ نے کیا ہے اس کے علاوہ بھی فیصلہ ہوسکتا ہے جو سب کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جواب دیا: کھیت والا عارضی طور پر بکریاں لے لے اور ان کے دودھ، اون اور بچوں سے استفادہ کرتا ہے اور بکریوں والا کھیت کی اصلاح کرے اور اس میں کاشت کرے حتیٰ کہ جب اتنی فصل ہو جائے جتنی بکریوں کے چرنے سے پہلے تھی تو کھیت والے کو اس کا کھیت واپس کر دیا جائے اور بکریوں والے کو اس کی بکریاں واپس کر دی جائیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے فیصلے کو پسند فرمایا اور اس کے مطابق فیصلہ کر دیا۔ (صفوۃ التفاسیر)

حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ میں بکریوں والا اپنی بکریوں سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا گیا تھا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ کے مطابق کسی کو بھی اپنی چیز سے محروم نہیں ہونا پڑا، اس لئے دوسرا فیصلہ زیادہ بہتر تھا۔ اس فیصلہ میں دونوں انبیائے کرام علیہم السلام نے اجتہاد کیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے رجوع کر لیا اور اپنے صاحبزادے کے اجتہاد کے مطابق فیصلہ کر دیا۔ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر صرف گیارہ سال تھی۔ (تفسیر مظہری) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچپن ہی سے غیر معمولی قوت فیصلہ عطا فرمائی تھی۔

جب کوئی مجتہد اخلاص کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے تو اس کا فیصلہ صحیح ہو یا غلط دونوں صورتوں میں اسے ثواب ملتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاکم جب کسی مسئلہ میں اجتہاد کرے، اگر وہ درست فیصلہ دے تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور اگر وہ خطا (غلط فیصلہ) کر بیٹھے تو پھر بھی اسے ایک اجر ملے گا۔ (بخاری: کتاب الاعتصام: باب ۲۱) دو اجر سے مراد یہ ہے کہ ایک اجتہاد کرنے کا اور دوسرا صحیح حکم تک پہنچنے کا اور ایک اجر سے مراد یہ ہے کہ اسے اجتہاد کرنے کا ثواب تو ملے گا مگر صحیح حکم تک پہنچنے کا ثواب نہیں ملے گا۔

عصر حاضر میں اجتہاد

جن عصری مسائل کا فقہ کی سابقہ کتابوں میں ذکر نہیں ہے، مثلاً لاؤڈ سپیکر پر نماز، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز،

Marfat.com

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾

۷۹۔ سو ہم نے سلیمان علیہ السلام کو وہ فیصلہ سمجھا دیا اور ہم نے ان (دونوں) کو حکمت اور علم عطا فرمایا تھا اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو داؤد علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا جو (داؤد علیہ السلام کے ساتھ) تسبیح کرتے تھے، اور ہم ہی (یہ سب کچھ) کرنے والے تھے۔ [۶۴]

وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

۸۰۔ اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو تمہارے فائدہ کے لئے زرہ بنانا سکھایا تا کہ وہ زرہ تمہیں تمہاری لڑائی کے ضرر سے بچائے، تو کیا تم شکر گزار بنو گے؟ [۶۵]

ریڈیو پر رویت ہلال کا اعلان، مردے کا پوسٹ مارٹم وغیرہا، ان کا حکم معلوم کرنے کے لئے اب بھی اجتہاد کرنا جائز ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن)

[۶۴] مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز میں اتنا حسن اور اثر رکھا تھا کہ جب وہ زبور کی تلاوت کرتے تو پرندے ہوا میں ٹھہر جاتے اور ان کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے حتیٰ کہ پہاڑ بھی ان کے ساتھ تسبیح کرتے اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا اور معجزہ کہتے ہی اسے ہیں جو انسانی عقل کو عاجز کر دے جیسے پتھروں، جانوروں اور درختوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کی اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ تھا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کاش! تم مجھے گزشتہ رات اس وقت دیکھتے جب میں تمہاری قراءت سن رہا تھا۔ بے شک تمہیں آل داؤد کی بانسریوں میں سے ایک بانسری دی گئی ہے (یعنی آپ کو حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی کا ایک حصہ ملا ہے) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں آپ کے لئے اور زیادہ مزین کر کے پڑھنے کی کوشش کرتا۔ (تفسیر ابن کثیر، سنن کبریٰ: امام بیہقی: جلد ۱۰: ص ۲۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھانے اور سنانے کے لئے اعمال کو مزین کرنا ریاکاری نہیں ہے کیونکہ آپ کی خوشی اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے۔

[۶۵] اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزۂ آواز کا ذکر فرمایا جس کو سن کر پرندے اور پہاڑ بھی آپ کے ساتھ ذکر میں شریک ہو جاتے اور اس آیت میں لوہے کے معجزہ کا ذکر ہے جو آپ کے ہاتھ میں اتنا نرم ہو جاتا کہ آپ اس سے نہایت ہلکی اور انتہائی مضبوط قسم کی زرہیں تیار کر لیتے جو لوگوں کو لڑائی میں دشمن کے وار سے محفوظ رکھتیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم کو خطاب ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ذریعہ جو یہ جدید قسم کی زرہوں کا احسان فرمایا ہے کیا تم اس احسان کا شکر ادا کرتے ہو؟

Marfat.com

مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا اور وہ اس کو آگ میں پگھلائے بغیر اس طرح زرہ بنا لیتے تھے جیسے کوئی انسان مٹی سے برتن بنا تا ہے۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حصول معاش کے لئے پیشوں کو حقیر سمجھنا، جہالت اور قرآن کی تعلیمات کے خلاف ہے۔
علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو پیشے سکھائے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے سے زرہ بناتے تھے اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کاشتکاری کرتے تھے، حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی تھے لکڑی سے چیزیں بناتے تھے، اسی طرح حضرت لقمان علیہ السلام درزی کا اور حضرت طالوت علیہ السلام رنگ ریز کا کام کرتے تھے۔

(تفسیر قرطبی)

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ خصوصیت کے ساتھ کوئی پیشہ نہیں اپنایا لیکن آپ نے بکریاں چرائی ہیں، پھٹے ہوئے کپڑوں کو سیا ہے، کپڑے دھوئے ہیں، جوتیوں کی مرمت کی ہے اور تجارت کی غرض سے شام کا سفر کیا ہے، لہٰذا کسی کام اور پیشہ کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے کاموں کو کیا ہے جن کو آج کل حقیر سمجھا جاتا ہے۔ رزق حلال کے حصول کے لئے جو بھی جائز کام اور حلال پیشہ اپنایا جائے وہ جائز بلکہ قابل تعریف ہے۔

رزق حلال کی طلب

۱۔ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے ہاتھ سے کمائی کر کے کھاتا ہو اس سے بہتر کھانا کوئی نہیں کھاتا اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کمائی کر کے کھاتے تھے۔

(بخاری: حدیث نمبر ۲۰۷۲: کتاب البیوع: باب ۱۵)

۲۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا۔ رسول اللہ کے اصحاب نے اس کی قوت اور اطمینان کو دیکھ کر کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کاش یہ شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوتا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ شخص اپنے چھوٹے بچوں کے لئے کسب معاش کر رہا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے اور اگر یہ اپنے بوڑھے ماں باپ کے لئے کسب معاش کر رہا ہے تو بھی یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے اور اگر یہ اپنے آپ کو مانگنے سے بچنے کے لئے کسب معاش کر رہا ہے تو بھی یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے اور اگر یہ دکھاوے اور فخر کے لئے نکلا ہے تو پھر یہ شیطان کے راستے میں ہے۔

(المعجم الکبیر: جلد ۱۹: ص ۱۲۹)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہزار پیشوں کا علم دیا اور فرمایا: اپنی اولاد سے کہنا کہ اگر تم صبر نہ کر سکو تو ان پیشوں کے ذریعہ دنیا حاصل کرو اور دین کے ذریعہ دنیا حاصل نہ کرو کیونکہ دین صرف میرے لئے خالص ہے۔ اس کے لئے خرابی اور جہنم ہے جو دین کے ذریعہ دنیا طلب کرتا ہے۔

(کنز العمال: ۲۹۰۹۱: جلد ۱۰: ص ۲۰۶، البدر المنیر: امام شعرانی: ۱۵۰۷: ص ۲۸۹)

Marfat.com

وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ كُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝٨١

٨١۔ اور ہم نے تیز ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا جو ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی، اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔ [٦٦]

وَ مِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَ يَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ كُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝٨٢

٨٢۔ اور ہم نے کچھ شیطانوں کو بھی ان کے تابع کر دیا تھا جو ان کے لئے سمندر میں غوطے لگاتے اور اس کے سوا دیگر کام بھی کرتے تھے، اور ہم ان (شیطانوں) کی نگرانی کر رہے تھے۔ [٦٧]

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝٨٣

٨٣۔ اور ایوب علیہ السلام کو یاد کریں جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ

٨٤۔ تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں جو تکلیف تھی دور کر دی اور ہم نے ایوب علیہ السلام کو ان کے اہل و عیال اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور اپنی رحمتِ خاص

[٦٦] اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ ہوا کو ان کے تابع کر دیا۔ آپ اپنے وزراء اور امراء کے ساتھ تخت پر بیٹھ جاتے اور جہاں بھی جانے کا ارادہ ہوتا، ہوا کو حکم دیتے اور وہ تخت کو اڑا کر لے جاتی۔ اس طرح آپ ایک ماہ کا سفر چند گھنٹوں میں طے کر کے منزل مقصود پر پہنچ جاتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا جو صبح کو ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتی اور شام کو بھی ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتی۔ (قرآن: ٣٤:١٢) ہوائی سفر کے دوران حضرت سلیمان علیہ السلام دائیں بائیں نہیں دیکھتے تھے بلکہ سر جھکائے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کے شکر میں مشغول رہتے تھے۔

(تفسیر ابن کثیر)

[٦٧] شیاطین سے مراد سرکش جن ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان سے وہ مشکل کام کراتے جو انسان نہیں کر سکتے تھے اور سمندر کی تہہ سے جواہرات وغیرہ نکالنے کے لئے بھی وہی غوطہ زنی کرتے تھے۔ یہ جن اگرچہ سرکش تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر نگران فرشتے مقرر کر رکھے تھے تا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نافرمانی نہ کر سکیں۔

Marfat.com

عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾

سے عطا فرمائے [٦٨] اور عبادت گزاروں کے لئے نصیحت ہے۔ [٦٩]

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾

٨٥۔ اور اسماعیل ؑ اور ادریس ؑ اور ذوالکفل ؑ کو بھی یاد کریں، یہ سب صابر لوگ تھے۔

وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٦﴾

٨٦۔ اور ہم نے ان سب کو اپنی رحمت میں داخل فرمایا، بے شک وہ نیک لوگ تھے۔ [٧٠]

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ڰ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾

٨٧۔ اور ذوالنون ؑ (یونس ؑ) کو یاد کریں جب وہ (اپنی قوم پر) غضب ناک ہو کر چل دیے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر کوئی گرفت نہیں کریں گے، پھر انہوں نے تاریکیوں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں [٧١] تو پاک ہے، بے شک میں ہی زیادتی

---

[٦٨] مفسرین لکھتے ہیں: حضرت ایوب ؑ کے پاس مال و دولت اور اولاد کی کثرت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا مال لے لیا تو انہوں نے صبر کیا، پھر ان کی اولاد کو وفات دے دی تو بھی انہوں نے صبر کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم پر مصیبت اور بیماری مسلط کر دی تو بھی انہوں نے صبر کیا۔ ایک دن ان کی قوم کے بعض لوگوں نے کہا: ''ایوب نے کوئی بڑا گناہ کیا ہوگا تبھی یہ مصیبت میں مبتلا ہے'' یہ سن کر انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی مصیبت دور کر دی حتیٰ کہ ان کی فوت شدہ اولاد بھی زندہ فرما دی اور اتنی اولاد مزید بھی عطا فرمائی۔ (صفوۃ التفاسیر)

[٦٩] حضرت ایوب ؑ کے قصہ میں عبادت گزاروں کے لئے نصیحت ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مصائب و مشکلات سے واسطہ پڑے تو وہ حضرت ایوب ؑ کی مصائب کو یاد کر کے صبر کریں۔

[٧٠] حضرت اسماعیل ؑ، حضرت ادریس ؑ اور حضرت ذوالکفل ؑ پر بھی آزمائش کی مشکل گھڑیاں آئیں، انہوں نے بھی صبر کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی خاص رحمت میں داخل فرمایا۔

[٧١] اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس ؑ کو عراق میں نینویٰ کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اہل نینویٰ کو شرک سے روکا اور توحید کی دعوت دی مگر انہوں نے تکذیب کی اور ان کی ہٹ دھرمی اور سرکشی بڑھتی گئی۔ آپ نے انہیں عذاب کی وعید سنائی کہ تین دنوں تک ان پر عذاب آنے والا ہے اور خود ان لوگوں پر غضبناک ہو کر وہاں سے چل نکلے اور اس ہجرت کے لئے انہوں

Marfat.com

کرنے والوں میں سے تھا۔ [۷۲]

نے اللہ تعالیٰ کی وحی کا انتظار نہ کیا۔ اگر چہ عام مومنوں کے لئے ایسے مشرک اور ہٹ دھرم لوگوں کا علاقہ چھوڑ کر ہجرت کر جانا اچھی بات ہے مگر ایک نبی کے شایان شان یہی تھا کہ آپ وحی کا انتظار کرتے۔

علامہ رازی لکھتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اور جب کشتی ڈگمگانے لگی اور سب لوگوں کو ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو ملاحوں نے کہا: اس کشتی میں کوئی عاصی یا بھاگا ہوا غلام ہے کیونکہ ہوا کے بغیر کشتی اسی وقت ڈگمگاتی ہے جب اس میں کوئی عاصی انسان ہو اور ہماری روایت یہ ہے کہ جب ہم ایسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو ہم قرعہ اندازی کرتے ہیں اور جس کے نام پر قرعہ نکل آئے اسے سمندر میں پھینک دیتے ہیں کیونکہ ایک آدمی کا غرق ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ کشتی کے سارے لوگ غرق ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے تین بار قرعہ اندازی کی اور ہر بار حضرت یونس علیہ السلام ہی کا نام نکلا۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی عاصی بندہ اور بھاگا ہوا غلام ہوں اور پھر سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ پس ایک بڑی مچھلی آئی اور اس نے آپ کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی سے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہ ہو۔ میں نے تیرا پیٹ ان کے لئے قید خانہ بنایا ہے، ان کو تیرے لئے خوراک نہیں بنایا۔ (تفسیر کبیر)

حضرت یونس علیہ السلام وحی کا انتظار کئے بغیر چل نکلے تھے اور ان کا خیال یہ تھا کہ وہ کوئی غلطی نہیں کر رہے اس لئے ان پر کوئی گرفت نہیں ہوگی لیکن اب مچھلی کے پیٹ میں انہیں احساس ہوا کہ ہجرت کا حکم نازل ہونے سے پہلے چل نکلنا ان کی اجتہادی خطا تھی، لہٰذا انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی میں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور مچھلی نے سمندر کے کنارے آ کر آپ کو اگل دیا۔

دعائے یونس علیہ السلام کی فضیلت

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت یونس علیہ السلام کی وہ دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی: لاالٰہ الاانت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ جو مسلمان جس مشکل میں ان الفاظ سے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

(ترمذی: ۳۵۰۵: کتاب الدعوات: باب ۸۲)

۲۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی غم یا مصیبت لاحق ہو اور وہ اس سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان فرما دے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی دعا ارشاد فرمائی یعنی لاالٰہ الاانت سبحانک انی کنت من الظالمین۔

(مستدرک: امام حاکم: ۱۸۶۴: جلد اول: ص ۶۸۵)

[۷۲] اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ا۔ میرا (نبوت عطا کرنے کا) وعدہ ظالم لوگوں تک نہیں پہنچتا۔ (قرآن ۲: ۱۲۴)

Marfat.com

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ پس ہم نے ان کی پکار کو قبول فرمایا اور ان کو غم سے نجات دے دی، اور ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔

وَزَكَرِیَّاۤ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ﴿۸۹﴾ۚ

۸۹۔ اور زکریا علیہ السلام کو یاد کریں جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا: اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (قرآن:۳:۸۶)

۳۔ ظالم لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (قرآن:۷:۴۴)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا، ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے اور ظالم نبی نہیں بن سکتا، لیکن اس آیت کے آخری حصہ میں حضرت یونس علیہ السلام کے الفاظ کا لفظی ترجمہ یہ ہے: بے شک میں ہی ظالموں میں سے تھا۔ (قرآن ۲۱:۸۷)

اب اگر کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت یونس علیہ السلام العیاذ باللہ ظالم تھے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے لئے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے تو پھر ہم کیوں نہیں کہہ سکتے؟

دراصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے لئے کوئی ایسا لفظ استعمال کرے جس کا ظاہری معنیٰ اس کے شایانِ شان نہ ہو تو اس کی تاویل کرنا پڑتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے لئے ہاتھ، منافقوں کا مذاق اڑانا اور ان کے ساتھ مکر و فریب کرنا کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ تو چونکہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہیں اس لئے ہم ان کا ظاہری معنیٰ چھوڑ کر وہ معنیٰ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ اسی طرح قرآن وحدیث میں جب اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے لئے یا کسی نبی نے اپنے لئے کوئی ایسا لفظ استعمال کیا ہے جس کا ظاہری معنیٰ نبی کی شایانِ شان نہیں تو اس کی بھی تاویل کرنا پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا مالک ہے جو چاہے انہیں کہہ سکتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے ہیں وہ اپنے رب تعالیٰ کے سامنے جس طرح چاہیں اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کر سکتے ہیں مگر ہمارے لئے یہ جائز نہیں ہے کوئی ایسا معنیٰ کریں جو ان کے شایانِ شان نہ ہو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے لئے اتنا بھاری لفظ کیوں استعمال کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کا تقویٰ اتنا اعلیٰ ہوتا ہے کہ معمولی سی لغزش بھی اس کو بہت بڑی خطا محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے حضرت یونس علیہ السلام اپنی معمولی لغزش کو بہت بڑی خطا خیال کرتے ہوئے اپنے آپ کو ظالم کہیں تو یہ ان کی عاجزی و انکساری ہے جو ان کے کمال اور عظمت کی دلیل ہے اور اگر کوئی مسلمان انہیں ظالم کہے تو یہ اس کے کفر اور حماقت کی دلیل ہے۔

Marfat.com

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَ وَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰی وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ﴿٩٠﴾

٩٠۔ تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمالی اور ہم نے ان کو یحیٰی علیہ السلام عطا فرمایا، [٧٣] اور ہم نے ان کی خاطر ان کی بیوی کو تندرست کر دیا، بے شک وہ سب نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے، اور وہ ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔

وَالَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿٩١﴾

٩١۔ اور اس عورت (مریم علیہا السلام) کو یاد کریں جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، پھر ہم نے اس میں اپنی روح سے پھونک ماری اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو سارے جہان والوں کے لئے (اپنی قدرت کی) نشانی بنا دیا۔ [٧٤]

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ٘ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾

٩٢۔ بے شک یہ تمہاری امت ہے جو ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، پس تم میری ہی عبادت کیا کرو۔ [٧٥]

---

[٧٣] حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی بانجھ تھی اور وہ بوڑھے ہو چکے تھے، ان کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ ایک دن انہوں نے اولاد کے لئے دعا کی جو ان کے بعد علوم نبوت کی وارث بن سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، ان کی بیوی کا بانجھ پن دور کر دیا اور انہیں یحیٰی علیہ السلام جیسا بیٹا عطا فرمایا۔ وہ سب نیک کاموں میں جلدی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے تو ایک طرف تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پر امید ہوتے اور دوسری طرف اس کے غضب سے ڈرتے رہتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحیٰی علیہ السلام کے متعلق مزید تفصیل کے لئے سورہ آل عمران (٣) کی آیات نمبر ٣٨ تا ٤١ اور سورہ مریم (١٩) کی آیات نمبر ١ تا ١٥ ملاحظہ کریں۔

[٧٤] حضرت مریم علیہا السلام پاکدامن خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کی پھونک کے ذریعہ بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا انتظام فرمایا اور اس طرح ماں بیٹا کو تمام جہان والوں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا۔ حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مزید تفصیل کے لئے سورہ آل عمران (٣) کی آیات نمبر ٤٢ تا ٦١ اور سورہ مریم (١٩) کی آیات نمبر ١٦ تا ٣٦ ملاحظہ کریں۔

[٧٥] اس آیت کی تفسیر میں علامہ صابونی لکھتے ہیں: اے لوگو! تمہارا دین اور تمہاری ملت جس پر تم کو قائم رہنا واجب ہے وہ

Marfat.com

وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾ ع ١٨

٩٣۔ اور انہوں نے آپس میں اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، (آخرکار) وہ سب ہماری ہی طرف لوٹ کر آنے والے ہیں۔ [٧٦]

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾

٩٤۔ پس جو شخص نیک عمل کرے اور وہ مومن بھی ہو تو اس کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی، اور بے شک ہم اس کے (اعمال کو) لکھنے والے ہیں۔ [٧٧]

وَ حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾

٩٥۔ اور جس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ دنیا میں لوٹ کر آئیں۔ [٧٨]

صرف ایک ہے اور وہ ملت اسلام ہے۔ سب انبیائے کرام علیہم السلام توحید کا پیغام لائے، لہٰذا تمہارا رب ایک ہی ہے اور صرف اسی کی عبادت کرو۔ (صفوۃ التفاسیر)

[٧٦] تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے توحید کی تبلیغ کی مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف کر کے مختلف فرقے بنا لئے۔ بالآخر ایک دن وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں جہاں انہیں صحیح اور غلط کا مشاہدہ ہو جائے گا۔

بہتر اور تہتر فرقے

١۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود اکہتر یا بہتر فرقے تھے اور نصاریٰ کے بھی اتنے ہی فرقے تھے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ (ترمذی: ٢٦٤٠: ابواب الایمان: باب ١٨) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٢۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ۔۔۔ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے تھے اور میری امت کے تہتر (٧٣) فرقے ہوں گے اور ایک ملت کے سوا باقی تمام فرقے جہنم میں ہوں گے۔ مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی ملت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے اصحاب رضوان اللہ علیہم ہیں۔

(ترمذی: ٢٦٤١: ابواب الایمان: باب ١٨)

[٧٧] مومن جو بھی نیک کام کرے وہ رائیگاں نہیں جاتا بلکہ اس کے اعمالنامہ میں لکھ دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن اسے اس کا اجر و ثواب ضرور ملے گا۔

[٧٨] جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر پر اصرار کی وجہ سے ہلاک کر دیا ان کے لئے توبہ اور مہلت کی گھڑیاں ختم ہو چکی

Marfat.com

حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

۹۶۔ یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِىَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾

۹۷۔ اور سچا وعدہ قریب آ پہنچے گا تو اس وقت کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی (اور وہ پکار اٹھیں گے:) ہائے ہماری بدبختی! بے شک ہم تو اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم تو ظالم تھے۔[۷۹]

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾

۹۸۔ بے شک تم اور جن چیزوں کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔[۸۰]

لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَاۤءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾

۹۹۔ اگر وہ واقعی عبادت کے لائق ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے، اور وہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تھیں، لہٰذا اب ان کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں آسکیں، البتہ قیامت کے دن حساب و کتاب کے لئے انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یاجوج وماجوج کا خروج ہے جو بڑی تیزی اور کثرت کے ساتھ پوری دنیا میں پھیل جائیں گے اور ایسا معلوم ہوگا جیسے ہر ٹیلے اور پہاڑ سے یاجوج وماجوج کی فوجیں اتر رہی ہیں اور ہر طرف تباہی و بربادی مچادیں گے۔ یاجوج وماجوج کے متعلق تفصیل کے لئے سورہ کہف (۱۸) کی آیت نمبر ۹۴ اور حاشیہ نمبر ۷۵ ملاحظہ کریں۔

[۷۹] یاجوج وماجوج کے خروج کے بعد قیامت کا وعدہ بالکل قریب آجائے گا اور قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھ کر کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور وہ پکار کر کہیں گے: کاش! ہم غفلت نہ کرتے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے تو ہر چیز کھول کر بیان کردی تھی ہم نے ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا اور ان کی باتوں سے نصیحت حاصل نہ کی۔

[۸۰] ان آیات میں مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ خود بھی اور جن چیزوں کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہیں وہ سب جہنم میں جائیں گے۔ اگر ان کے خدا واقعی عبادت کے لائق ہوتے تو وہ خود جہنم میں نہ جاتے حالانکہ نہ صرف یہ کہ وہ جہنم رسید ہوں گے بلکہ جہنم کی آگ کے لئے ایندھن کا کام دیں گے اور جہنم میں ان کی چیخ و پکار سے اتنا شور ہوگا کہ کسی دوسرے کی کان پڑی آواز سنائی نہیں دے گی۔

Marfat.com

لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾

١٠٠۔ وہ جہنم میں چیخ و پکار کریں گے اور وہ اس میں کچھ بھی نہ سن سکیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿١٠١﴾

١٠١۔ بے شک وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔[٨١]

لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٢﴾

١٠٢۔ وہ جہنم کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ ہمیشہ ان (نعمتوں) میں رہیں گے جو ان کو پسند ہوں گی۔

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾

١٠٣۔ سب سے بڑی گھبراہٹ بھی ان کو پریشان نہیں کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے (اور کہیں گے:) یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔[٨٢]

[٨١] اسی سورت کی آیت نمبر ٩٨ جب نازل ہوئی تو مشرکین مکہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کی بھی عبادت کی جاتی ہے تو کیا وہ بھی جہنم میں جائیں گے؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام نے کسی کو اپنی عبادت کی ترغیب نہیں دی، لہٰذا وہ اس شرک کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ ان کی توحید پرستی اور پرہیزگاری کی وجہ سے ان کے لئے بھلائی اور جنت مقدر ہو چکی ہے اور وہ جہنم سے اتنا دور ہوں گے کہ انہیں جہنم کی آہٹ بھی سنائی نہیں دے گی، البتہ فرعون اور نمرود وغیرہ جو اپنے آپ کو خدا کہلاتے تھے وہ ضرور جہنم میں جائیں گے اور پتھروں کے ساتھ ایندھن کا کام دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ (قرآن: ٢: ٢٤)

[٨٢] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے جب قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو میدان حشر کی ہولناکی اور گھبراہٹ انہیں غمگین نہیں کرے گی بلکہ قبروں کے باہر اور پھر جنت کے دروازوں پر فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور انہیں خوش خبری سنائیں گے کہ یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ آج تمہاری نیکیوں کا تمہیں اتنا بڑا اجر دیا جائے گا جس کو دیکھ کر تم خوش ہو جاؤ گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تین شخص مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے، سب سے بڑی گھبراہٹ سے وہ خوف زدہ نہیں ہوں گے۔ ایک وہ شخص جو لوگوں کا امام ہو اور لوگ اس سے راضی ہوں، دوسرا وہ شخص جو ہر روز اذان دے اور تیسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی۔ (تفسیر الدر المنثور)

Marfat.com

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَأْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٠٤﴾

١٠٤۔ اس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے طومار میں کاغذات لپیٹ دیئے جاتے ہیں، جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے، بے شک ہم ضرور (اس کو پورا) کریں گے۔ [٨٣]

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿١٠٥﴾

١٠٥۔ اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ دیا تھا کہ بے شک میرے نیک بندے ہی زمین کے وارث ہوں گے۔ [٨٤]

---

[٨٣] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمان کو اس طرح لپیٹ دے گا جس طرح ایک کاتب اپنے تحریر کردہ کاغذات کو لپیٹ کر طومار میں بند کر دیتا ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پہلی بار پیدا فرمایا اسی طرح قیامت کے دن وہ دوبارہ پیدا فرمائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جس کو وہ ضرور پورا فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کو ان کے اندر کی تمام مخلوقات کے ساتھ اور ساتوں زمینوں کو ان کی تمام مخلوقات کے ساتھ اس طرح لپیٹ دے گا کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ایک رائی کے دانے کی مثل ہوں گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

[٨٤] اللہ تعالیٰ نے زبور میں پند و نصائح کے بعد یہ بھی لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث نیک بندے ہی ہوں گے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں زمین سے مراد جنت کی زمین ہے، کیونکہ اس سے پہلی دو آیات میں قبروں سے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے یعنی آخرت کا ذکر ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جس زمین کے بارے میں اب بات ہو رہی ہے وہ اس دنیا کی نہیں بلکہ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد جنت کی زمین ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (جب متقی لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو) کہیں گے: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور ہم کو (جنت کی) اس زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں قیام کریں، پس نیک کام کرنے والوں کے لئے کیا ہی اچھا اجر ہے۔ (قرآن: ٣٩: ٧٤) علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ بہتر قول یہی ہے کہ اس سے مراد جنت کی زمین لی جائے کیونکہ دنیا کی زمین پر تو مسلمان اور کافر ہر قسم کے لوگوں نے حکومت کی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

نیز علامہ رازی ایک مشہور مقولہ لکھتے ہیں کہ شرک کے ساتھ دنیاوی حکومتیں چل سکتی ہیں لیکن ظلم اور فساد حکومتوں کو برباد کر دیتا ہے اور پہلی قوموں پر بھی عذاب اس لئے آئے کہ وہ مخلوق پر ظلم و زیادتی کرتی تھیں۔ (تفسیر کبیر: سورہ ہود (١١): زیر آیت نمبر ١١٧) یعنی یا تو وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق غصب کرتے تھے یا انبیائے کرام علیہم السلام اور

Marfat.com

اِنَّ فِیۡ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوۡمٍ عٰبِدِیۡنَ ﴿۱۰۶﴾

١٠٦۔ بے شک اس (قرآن) میں عبادت گزاروں کے لئے عظیم پیغام ہے۔[٨٥]

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۷﴾

١٠٧۔اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔[٨٦]

اہل ایمان پر ظلم وزیادتی کرتے تھے۔ اس دنیا میں عذاب کی وجہ صرف کفروشرک نہیں تھا کیونکہ کفروشرک کی اصل اور پوری سزا جہنم کی آگ ہے جس پر آخرت میں عمل ہوگا۔ مسلمان جب تک اسلام پر عمل پیرا رہے یعنی لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کرتے رہے تو وہ اس زمین پر غالب رہے اور جب انہوں نے عدل وانصاف سے روگردانی کی تو غلبہ بھی ان کا ساتھ چھوڑ گیا اور وہ زوال پذیر ہو گئے۔

[٨٥] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا لیکن اس سے ہدایت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو پرہیز گار ہیں۔ اس آیت کا مفہوم بھی تقریباً یہی ہے کہ قرآن مجید میں ہدایت کا پیغام تو عام ہے لیکن اس پیغام سے ہدایت وہی حاصل کرتے ہیں جو عبادت گزار ہیں۔

[٨٦] الحمد للہ رب العالمین۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اسی نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا یعنی اللہ تعالیٰ جس جس چیز کے لئے رب ہے حضرت محمد ﷺ اس اس چیز کے لئے رحمت ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا تمام کائنات کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ عالم امکان کی ہر چیز کو اس کی استعداد کے مطابق جو فیض الٰہی ملتا ہے وہ نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے ہی ملتا ہے۔ اسی لئے آپ کا نور تمام مخلوقات سے پہلے پیدا کیا گیا اور حدیث میں ہے کہ ''اے جابر ؓ! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا'' اور دوسری حدیث میں ہے ''اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں''۔۔۔۔

لہٰذا آپ تمام جہانوں کے ہر فرد کے لئے رحمت ہیں خواہ وہ فرشتے ہوں یا انسان یا جنات اور جن وانس میں مومن اور کافر کی کوئی تفریق نہیں آپ سب کے لئے رحمت ہیں، البتہ آپ کی رحمت کا حصہ ہر فرد کو اس کی صلاحیت اور رغبت کے اعتبار سے ملتا ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

نبی کریم ﷺ کی رحمت کے متعلق چند احادیث

١۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ سے عرض کیا گیا کہ آپ مشرکین کے خلاف دعا مانگیں تو آپ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (مسلم: کتاب البر: باب ٢٤) مشرکین کے خلاف دعا نہ کرنا ان کے لئے آپ کی رحمت کی دلیل ہے۔

Marfat.com

۲۔ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا کہ اگر آپ حکم دیں تو اس ساری بستی (طائف) کو پہاڑوں کے درمیان کچل دیا جائے مگر آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے عبادت گزار پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

(بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ۷)

۳۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یعنی میں وہ رحمت ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ عطا فرمائی ہے۔ (دلائل النبوۃ: امام بیہقی: جلد اول: ص ۱۵۸)

۴۔حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۵۷)

۵۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی نبی کریم ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ''نہ'' کبھی نہیں فرمایا۔ (بخاری: ۶۰۳۴: کتاب الادب: باب ۳۹)

۶۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے سوا کبھی کسی کو نہیں مارا، کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور نہ کبھی کسی خادم کو مارا۔ (مسلم: ۲۳۲۸: کتاب الفضائل: باب ۲۰)

۷۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان چیز کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا اور اگر گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا لیکن جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کرتا تو آپ اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیتے۔ (بخاری: ۶۱۲۶: کتاب الادب: باب ۸۰)

۸۔حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ ایک سفر سے واپس آ رہے تھے یہاں تک کہ ہم بنی نجار کے ایک باغ کے پاس آئے جس میں ایک اونٹ تھا اور جو شخص بھی اس باغ میں داخل ہوتا وہ اونٹ اس پر حملہ کر دیتا۔ لوگوں نے آپ کو اس اونٹ کی کیفیت بتائی۔ نبی کریم ﷺ اس باغ میں تشریف لے گئے اور اونٹ کو بلایا تو اونٹ اپنے ہونٹ زمین پر رکھتے ہوئے آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کی نکیل لے آؤ، چنانچہ آپ نے اسے نکیل ڈالی اور اس کے مالک کے سپرد کر دیا۔ پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آسمان و زمین کے درمیان ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں سوائے سرکش جنوں اور انسانوں کے۔

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۳۱۰، سنن دارمی: حدیث نمبر ۱۸: مقدمہ: باب ۴)

Marfat.com

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

۱۰۸۔ آپ فرما دیجیے کہ میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو کیا تم اسلام لاتے ہو۔ [۸۷]

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

۱۰۹۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو آپ فرما دیجیے: میں نے تمہیں پوری طرح آگاہ کر دیا ہے، اور میں نہیں جانتا کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے۔

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

۱۱۰۔ بے شک وہ جانتا ہے جو بات بلند آواز سے کہی جائے اور وہ بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔ [۸۸]

وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱۔ اور میں نہیں جانتا شاید اس (ڈھیل) میں تمہارے لئے آزمائش ہو اور تمہیں ایک معین وقت تک فائدہ پہنچانا مقصود ہو۔ [۸۹]

---

[۸۷] یعنی نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ سے فرمایا کہ میری طرف جو وحی آتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کے لائق صرف ایک ہی خدا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے تو کیا تم اس ایک خدا پر ایمان لاتے ہو یا نہیں؟ اور اگر ایک خدا پر ایمان نہیں لاتے تو میں نے تمہیں پوری طرح آگاہ کر دیا ہے کہ تمہارے اس شرک اور مسلمانوں کو ایذا رسانی کی وجہ سے تم پر عذاب ضرور آئے گا لیکن وہ عذاب کب آئے گا؟ اسی دنیا میں جنگ بدر کی صورت میں یا آخرت میں حساب و کتاب کے بعد؟ میں از خود نہیں جانتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کا علم دے۔

[۸۸] یعنی اللہ تعالیٰ مشرکین کے اعلانیہ کفر اور مسلمانوں کے خلاف ان کی خفیہ سازشوں کو خوب جانتا ہے اور ان کے مطابق انہیں سزا دے گا۔

[۸۹] مشرکین کے ظلم وستم کے باوجود جو ان پر عذاب الٰہی میں تاخیر ہو رہی ہے ممکن ہے یہ ان کی آزمائش کے لئے ہو تا کہ وہ اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کریں یا پھر ان کی گرفت کے لئے پہلے ہی سے ایک وقت مقرر ہو چکا ہے اس لئے اس معین وقت تک ان کا باقی رہنا اور دنیاوی فائدہ اٹھانا مقصود ہے۔

Marfat.com

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

١١٢۔ (نبی ﷺ نے) عرض کیا: اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے، ہمارا رب رحمٰن ہے اور اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو۔ [٩٠]

---

[٩٠] پوری طرح تبلیغ کرنے کے بعد بھی جب مشرکین ایمان نہ لائے تو نبی کریم ﷺ نے دعا کی: اے میرے رب! یہ مشرکین دلیل کی زبان نہیں سنتے اب ان کی ہٹ دھرمی کے مقابلہ میں تیری ہی ذات اس لائق ہے کہ اس سے مدد طلب کی جائے، لہٰذا جیسے ہر معاملہ میں تیرا فیصلہ برحق ہوتا ہے اسی طرح اب میرے اور ان مشرکین کے درمیان بھی ایسا فیصلہ فرما دے کہ حق کو واضح غلبہ حاصل ہو جائے، چنانچہ غزوہ بدر کے بعد مشرکین کا ایسا زوال شروع ہوا کہ بالآخر انہیں کعبہ معظمہ اور مکہ کرمہ مسلمانوں کے حوالے کرنا پڑا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بروز جمعہ بعد از نماز عصر ٩ مئی ٢٠٠٨ء بمطابق ٣ جمادی الاولی ١٤٢٩ھ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الحج (۲۲)

اس سورت کی کچھ آیات مکی ہیں جو مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئیں اور کچھ آیات مدنی ہیں جو ہجرت کے بعد مدینہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئیں۔ اس لئے بعض کے نزدیک یہ سورت مکی ہے اور بعض کے نزدیک مدنی ہے لیکن جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکی آیات اور مدنی آیات دونوں کا مجموعہ ہے۔ (تفسیر قرطبی)

اس کا نام

اس سورت کا نام حج ہے کیونکہ اس کی آیت نمبر ۲۷ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ابراہیم ﷺ نے جب کعبہ کی تعمیر مکمل کر لی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں میں حج کا اعلان کیا، چنانچہ ان کی آواز زمین کے ہر کونے میں پہنچی حتیٰ کہ پشتوں میں نطفوں نے اور رحموں میں بچوں نے بھی یہ آواز سنی اور اس کے جواب میں کہا: لبیک اللھم لبیک اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں۔
(تفسیر منیر)

مضامین

کفار آخرت اور دوبارہ زندگی کے قائل نہیں تھے۔ اس سورت کے آغاز میں انہیں سمجھایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح بنجر اور مردہ زمین کو پانی برسا کر زندہ کر دیتا ہے اسی طرح وہ مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ آخرت کے عذاب سے بچنے کے لئے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے باز آئیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور آخرت کی زندگی پر ایمان لے آئیں۔

مسلمان تیرہ چودہ سال تک کفار کے مظالم کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت دی ہے اور ساتھ ہی اپنی نصرت اور تائید کا وعدہ بھی فرمایا ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد فرماتا ہے۔

اگر ہمیشہ ایک ہی قوم غالب رہتی تو وہ اتنی متکبر ہو جاتی کہ دوسری قوموں کے عبادت خانوں یعنی خانقاہوں، گرجوں، کلیساؤں اور مساجد کو بھی تباہ و برباد کر دیتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے قوموں کے درمیان توازن قائم رکھنے کے لئے طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت دے دی تاکہ ساری قومیں اپنے اپنے عقائد کے مطابق اپنی اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کر سکیں اور کوئی کسی دوسرے کی عبادت گاہ کو برباد نہ کر سکے۔

اس سورت کی آیت نمبر ۴۱ میں مسلمان حکمرانوں کی بعض ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے یعنی انہیں زمین میں اقتدار ملتا ہے تو ان کی شان یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

Marfat.com

اس سورت میں مختلف طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کا ذکر کیا گیا ہے اور مشرکین اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہیں ان کی بے بسی کا ذکر بھی کیا گیا ہے یعنی وہ سارے مل کر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اور اگر مکھی ان کی کوئی چیز لے لے تو وہ واپس لینے کی بھی طاقت نہیں رکھتے تو ایسی بے بس اور مجبور چیزیں عبادت کے لائق نہیں ہو سکتیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عصر بروز ہفتہ ۱۰ مئی ۲۰۰۸ء بمطابق ۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

Marfat.com

آیاتہا ۷۸ ۲۲ سورۃ الحج مدنیۃ ۱۰۳ رکوعاتہا ۱۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ ①

۱۔ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔

یَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَتَرَی النَّاسَ سُكٰرٰی وَ مَا هُمۡ بِسُكٰرٰی وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیۡدٌ ②

۲۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی (ماں) اس (بچے) کو بھول جائے گی جس کو وہ دودھ پلا رہی تھی اور ہر حمل والی عورت کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تم کو لوگ مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہوگا۔[1]

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ وَّ

۳۔ اور لوگوں میں کوئی آدمی ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے

---

[1] ان آیات کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر نے حضرت ابو ہریرہ ﷜ کی طویل حدیث نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسرافیل ؑ تین دفعہ صور پھونکیں گے۔ جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا تو پہاڑ مٹی بن جائے گا، زمین کانپنے لگی گے اور انسانوں پر گھبراہٹ طاری ہو جائے گی۔ دوسری دفعہ ساری کائنات فنا ہو جائے گی اور تیسری دفعہ سب اپنی قبروں سے اٹھ کر رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے۔ تاہم جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو زمین اس طرح جھٹکے کھانے لگے گی جس طرح کشتی سمندر میں ہچکولے کھاتی ہے اور چاروں طرف سے موجیں اسے تھپیڑے مارتی ہیں یا جس طرح کوئی لٹکی ہوئی قندیل تیز ہوا میں ادھر ادھر حرکت کرتی ہے۔ اس وقت جو مائیں بچوں کو دودھ پلا رہی ہوں گی انہیں اپنے بچے بھول جائیں گے اور جو عورتیں حاملہ ہوں گی خوف کے مارے ان کے حمل ساقط ہو جائیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: جمہور کا قول یہ ہے کہ ان آیات میں جس زلزلہ کی ہولناکیوں کا تذکرہ ہے وہ اس وقت ہوگا جب قیامت سے پہلے اسی دنیا میں پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی) قرآن مجید نے اس زلزلہ کو بڑی سخت چیز قرار دیا ہے جس کی ہولناکیوں کو دیکھ کر لوگ اس طرح حواس باختہ ہو جائیں گے جیسے شراب کے نشہ میں ان کے حواس معطل ہو چکے ہوں حالانکہ وہ شراب کا نشہ نہیں بلکہ عذاب کا خوف و ہراس ہوگا۔

Marfat.com

يَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۙ﴿۳﴾

بارے میں بغیر علم کے جھگڑا کرتا ہے اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتا ہے۔[۲]

كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ يَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۴﴾

۴۔ (حالانکہ) شیطان کے بارے میں یہ لکھا جاچکا ہے کہ جواس کو دوست بنائے گا وہ اس کو گمراہ کردے گا اور اسے دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا۔[۳]

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ

۵۔ اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ جی اٹھنے میں کچھ شک ہے تو (اپنی تخلیق پر غور کرو کہ) ہم نے تم کو مٹی سے پیدا فرمایا، [۴] پھر نطفہ سے، پھر لٹکتے ہوئے گاڑھے خون سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے جس کی شکل کبھی کامل ہوتی ہے اور کبھی ناقص، تاکہ ہم تمہارے لئے (اپنی

---

[۲] نضر بن حارث بڑا سخت جھگڑالو قسم کا کافر تھا اور اس کا دعویٰ یہ تھا کہ جب انسان مر کر مٹی ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی) یعنی وہ بغیر کسی علمی دلیل کے جھگڑا کرتا ہے اور شیطان کی پیروی کرتا ہے۔ علامہ صابونی لکھتے ہیں کہ اس آیت کا حکم عام ہے اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے متعلق بغیر دلیل کے جھگڑا کرتا ہے وہ شیطان کا پیروکار ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

[۳] شیطان کی سرکشی کے باعث اللہ تعالیٰ نے اس کی لوحِ تقدیر میں لکھ دیا ہے کہ جو شخص بھی شیطان کو دوست بنائے گا یعنی شیطانی وساوس کی پیروی کرے گا شیطان اسے گمراہ کر کے جہنم کے راستے پر گامزن کردے گا۔

[۴] اگر تمہیں آخرت اور دوبارہ زندہ ہونے میں شک ہے تو اپنی تخلیق پر ہی غور کرو، جس طرح اس نے تمہیں پہلے مٹی سے پیدا فرمایا اسی طرح وہ تمہیں دوبارہ بھی پیدا کرسکتا ہے۔

انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کا ایک معنی تو یہ ہے کہ انسانِ اول حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا اور تم انہی آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، لہٰذا تمہاری اصل بھی مٹی ہے۔ اس کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ تم غذا کی صورت میں جو پھل اور سبزیاں کھاتے ہو وہ زمین سے پیدا ہوتی ہیں اور جن جانوروں کا تم گوشت کھاتے ہو وہ بھی زمینی پیداوار سے پرورش پاتے ہیں اور انہی غذاؤں سے نطفہ بنتا ہے جو رحمِ مادر میں جاکر انسان کی پیدائش کا سبب بنتا ہے، لہٰذا تمہاری اصل بھی مٹی ہے۔ بہرحال انسانِ اول کو اللہ تعالیٰ نے براہِ راست مٹی سے پیدا فرمایا اور اولادِ آدم کو بالواسطہ مٹی سے پیدا فرمایا، دونوں صورتوں میں ہر انسان کی اصل مٹی ہے۔

Marfat.com

وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ
مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا
أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن
يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن
بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً

قدرت کو) ظاہر کریں، اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں،[۵] پھر ہم تمہیں بچہ بنا کر نکالتے ہیں، پھر (تمہاری پرورش کرتے ہیں) تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ، البتہ تم میں سے بعض فوت ہوجاتے ہیں اور تم میں سے بعض کو (بڑھاپے کی) ناکارہ ترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تا کہ وہ سب کچھ جاننے کے بعد اب کچھ بھی نہ جانے،

[۵] جب مرد کے نطفہ سے کوئی ایک تخم عورت کے انڈے سے ملتا ہے تو اس ملاپ سے انسان کی تخلیق کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ تخم کچھ عرصہ کے بعد معلق گاڑھے خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے، پھر گوشت کے لوتھڑے میں بدل جاتا ہے، اس کے بعد جب وہ انسانی شکل اختیار کرتا ہے تو تخم اور انڈے کے مختلف جینز کی وجہ سے کبھی تو بچے کے اعضاء کامل ہوتے ہیں اور وہ تندرست انسان بنتا ہے اور کبھی اس کے اعضاء ناقص ہوتے ہیں اور وہ معذور انسان بنتا ہے۔ (تفسیر منیر) ان تدریجی مراحل کے ذریعہ ہم اپنی قدرت کا مظاہرہ کرتے ہیں تا کہ تم سمجھ سکو کہ جس اللہ تعالیٰ نے پانی کے ایک بے جان قطرہ سے خون پھر گوشت اور پھر اس میں جان ڈال کر اسے زندہ انسان بنایا اسی طرح وہ مردہ انسان میں جان ڈال کر اسے دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔ نیز ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہرا کر ایک کامل بچے کی صورت میں پیدا کرتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں قبل از وقت گرا کر ضائع کر دیتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص پیدائش کے وقت اپنی ماں کے شکم میں چالیس دن تک (نطفہ) رہتا ہے، پھر علقہ (معلق گاڑھا خون) بن جاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے بعد وہ مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) ہوجاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس بچے کا عمل، اس کا رزق، اس کی موت کا وقت اور اس کا بدبخت یا نیک بخت ہونا لکھ دے، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (بخاری: ۳۲۰۸: کتاب بدء الخلق: باب ٦) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے فرشتے کو علم ہوتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ دنیا میں آئے گا تو اس کا عمل کیسا ہوگا؟ اس کا رزق (مال و دولت اور علم وحکمت کا معیار) کیا ہوگا؟ وہ کب مرے گا؟ اور وہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت؟ جس طرح اللہ تعالیٰ کے بتانے سے فرشتے کو ان چیزوں کا علم ہوجاتا ہے اسی طرح انبیائے کرام اور اولیائے کرام کو بھی غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بطریق معجزہ وکرامت عطا ہوتا ہے۔ اس کے لئے مزید سورہ لقمان (۳۱) کی آیت نمبر ۳۴ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[٦] انسان اس دنیا میں ایک کمزور بچے کی صورت میں آتا ہے جو اپنی جسمانی اور ذہنی نشوونما کے لئے غیروں کا محتاج ہوتا ہے اور جب وہ جوان ہوتا ہے تو اس کے جسمانی اعضا مضبوط اور اس کی ذہنی صلاحیتیں اپنے عروج پر ہوتی ہیں، پھر بعض تو بچپن

Marfat.com

وَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝٥

[٦] اور تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک پڑی ہے، پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ تر و تازہ ہو جاتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کے خوشنما جوڑے اگاتی ہے۔ [٧]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٦

٦۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور بے شک وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور بلا شبہ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝٧

٧۔ اور بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ان سب کو (زندہ کر کے) اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝٨

٨۔ اور لوگوں میں کوئی آدمی ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے۔

اور بڑھاپے کے درمیان فوت ہو جاتے ہیں اور بعض بڑھاپے کی اس ناکارہ ترین عمر تک پہنچ جاتے ہیں جہاں اس کے جسمانی اعضا اتنے کمزور ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنی ضروریات کے لئے بچپن کی طرح غیروں کا محتاج ہو جاتا ہے اور حافظہ بھی اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ اپنی معلومات بھی بھول جاتا ہے۔

[٧] اس آیت کے پہلے حصہ میں ماں کے پیٹ میں انسانی تخلیق کے مراحل کا ذکر کیا، دوسرے حصہ میں بچپن سے بڑھاپے تک کا ذکر کیا اور اب آخر میں روز قیامت دوبارہ زندہ ہونے کا بیان کیا جا رہا ہے یعنی جس طرح زمین خشک اور بنجر ہوتی ہے، اس میں فصل اور سبزہ کا نام و نشان نہیں ہوتا، پھر اللہ تعالیٰ اس بنجر اور مردہ زمین پر پانی برسا کر اسے سرسبز یعنی زندہ کر دیتا ہے، اسی طرح جو انسان مر کر مٹی ہو چکے ہوتے ہیں اور ان میں زندگی کے کوئی آثار نہیں ہوتے، پھر اللہ تعالیٰ ان انسانوں کو صور کی آواز کے ذریعہ حکم دیتا ہے اور وہ زندہ ہو جاتے ہیں، لہٰذا قیامت کا آنا اور دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرا گزر ایسی زمین سے ہوا جو غیر آباد اور بنجر ہو اور پھر دوبارہ تیرا گزر ہوا تو وہ سرسبز و شاداب ہو؟ اس نے ہاں میں جواب دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کا دوبارہ زندہ ہونا بھی اسی طرح ہوگا۔

(مسند احمد: حدیث نمبر ١٥٧٦١: جلد ٤: ص ١١)

Marfat.com

ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۹﴾

۹۔ وہ (تکبر سے) اپنی گردن موڑے ہوئے ہے تاکہ (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ کردے، اس کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور قیامت کے دن بھی ہم اسے جلانے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔[۸]

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۰﴾ ع

۱۰۔ (اسے کہا جائے گا:) یہ تیرے ان کاموں کی سزا ہے جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجے اور بے شک اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ اور لوگوں میں کوئی آدمی ایسا بھی ہے جو کنارے پر (کھڑا ہو کر) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، پس اگر اسے کوئی (دنیاوی) بھلائی پہنچے تو اس (دین) سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اس پر کوئی آزمائش آجائے تو فوراً (دین سے) منہ پھیر لیتا ہے، اس نے دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھایا، یہی تو کھلا نقصان ہے۔[۹]

---

[۸] یہ آیات ابوجہل کے حق میں نازل ہوئیں۔ (تفسیر کبیر) یعنی وہ علمی، عقلی اور کسی آسمانی دلیل کے بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں جھگڑا کرتا ہے اور جب کوئی عقلی اور نقلی جواب نہیں دے سکتا تو بجائے اس کے کہ وہ شرمندہ ہو الٹا تکبر کے ساتھ اکڑ کر چلتا ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے میں سرگرم رہتا ہے، لہٰذا وہ اس دنیا میں رسوا ہوگا، چنانچہ جنگ بدر میں ابوجہل کو ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا اور قیامت کے دن جب اس کو دوزخ کی آگ میں پھینکا جائے گا تو اسے کہا جائے گا کہ یہ تیرے اوپر ظلم نہیں ہو رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عادل ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ دراصل یہ تیرے ان برے کاموں کی سزا ہے جو تو نے خود کئے تھے اور اگر تو نبی کریم ﷺ کی تکذیب نہ کرتا اور اچھے کام کرتا تو آج تجھے یہ عذاب نہ دیکھنا پڑتا لہٰذا یہ تیری اپنی لگائی ہوئی فصل ہے جو تو آج کاٹ رہا ہے۔

[۹] ان آیات میں اس متذبذب مسلمان کی مثال بیان کی گئی ہے جو دین اسلام پر کامل یقین نہیں رکھتا بلکہ شک کے کنارے پر کھڑا ہے، جب اسے کوئی دنیاوی فائدہ پہنچتا ہے تو وہ اسلام کی تعریف کرنے لگتا ہے اور جب اس پر کوئی آزمائش آجائے تو اسلام سے منہ پھیر کر کافر ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص دنیا میں مسلمانوں کے اعتماد سے محروم رہتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔

Marfat.com

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتا ہے جو نہ اس کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ اسے نفع پہنچا سکتا ہے، یہی تو انتہائی گمراہی ہے۔[۱۰]

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ وہ اس کی عبادت کرتا ہے جس کی ضرر رسانی اس کی نفع رسانی سے زیادہ قریب ہے، وہ بہت برا دوست اور بہت برا ساتھی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ انہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی دنیا اور آخرت میں ہرگز مدد نہیں کرے گا تو اسے چاہیے کہ بلندی کی طرف ایک رسی باندھ لے، پھر (اس سے لٹک کر اسے) کاٹ دے، پھر دیکھے کیا اس کی (خودکشی کی) تدبیر اس کے غصہ کو دور کرتی ہے؟[۱۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت اس لئے نازل ہوئی کہ ایک شخص مدینہ آتا، اگر اس کی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا اور اس کے گھوڑوں کی نسل میں اضافہ ہوتا تو وہ کہتا: یہ اچھا دین ہے اور اگر اس کی بیوی کے ہاں اولاد نہ ہوتی اور اس کے گھوڑوں کی نسل میں اضافہ نہ ہوتا تو وہ کہتا: یہ برا دین ہے۔

(بخاری: ۴۷۴۲: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ الحج: باب ۲)

[۱۰] قادر مطلق اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جس کی بھی عبادت کی جائے وہ کسی نفع یا نقصان پہنچانے کا مالک نہیں ہے۔ پھر بھی جو شخص اس باطل معبود سے کسی نفع کی امید رکھتا ہے تو وہ انتہائی گمراہ ہے کیونکہ اس کی نفع رسانی تو ایک خیالی اور بہت دور کی بات ہے البتہ اس کی ضرر رسانی بالکل قریب اور واضح ہے یعنی دنیا میں مال غنیمت سے محروم اور آخرت میں جنت سے محروم۔ نیز قیامت کے دن جب وہ اپنے باطل معبود کو اپنے ساتھ جہنم میں جلتا دیکھے گا تو پکار اٹھے گا: تو کیسا برا دوست اور ساتھی ہے، خود بھی جہنم میں پڑا ہے اور مجھے بھی کھینچ لایا ہے۔

[۱۱] امام رازی نے اس آیت کی ایک تفسیر یہ بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاسدین اور دشمنوں کو یہ توقع تھی کہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اور اسی طرح ہم نے اس (قرآن) کو واضح دلائل کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ [۱۲]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور ستارہ پرست اور عیسائی اور آتش پرست اور جو مشرک ہوئے، یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سب کے درمیان فیصلہ فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہا ہے۔ [۱۳]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ

۱۸۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور

آپ کی مدد نہیں کرے گا اور آپ کو آپ کے دشمنوں پر غلبہ نہیں دے گا اور جب ان دشمنوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد کا سلسلہ شروع کر دیا ہے تو وہ غیظ و غضب میں جلنے لگے۔ (تفسیر کبیر) اب اگر ان میں سے ہر ایک اپنے اس غم و غصہ سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ کسی بلند جگہ پر لٹک کر خودکشی کر لے، اس طرح اختتامِ زندگی کے ساتھ اس کا غیظ و غضب بھی ختم ہو جائے گا اور اگر وہ زندہ رہا تو نبی کریم ﷺ کی دن دگنی اور رات چوگنی ترقیاں دیکھ کر اپنے غیظ و غضب میں جلتا رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو نبی کریم ﷺ کے ساتھ فتح و نصرت کا وعدہ کر رکھا ہے اور وہ اسے ضرور پورا فرمائے گا۔

[۱۲] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو واضح دلائل کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا مستحق وہ قرار پاتا ہے جو اس کو راضی کرنے کے لئے سرگرم عمل رہتا ہے۔ اس مفہوم کو ایک اور آیت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: اور جو لوگ ہماری رضا جوئی کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (قرآن: ۲۹:۶۹)

[۱۳] آج تو مسلمان، یہود، ستارہ پرست، عیسائی، آتش پرست اور مشرکین میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور دوسرے سارے باطل پر ہیں۔ قرآن و حدیث میں اسلام کی سچائی کے واضح دلائل موجود ہیں اس کے باوجود جو لوگ ان دلائل میں غور و فکر کر کے اسلام قبول نہیں کرتے۔ قیامت کے دن جب ان کی سزاؤں کا فیصلہ ہوگا تو ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ برحق مذہب صرف اسلام ہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ کوئی سنی سنائی باتوں پر نہیں ہوگا بلکہ وہ خود ہر چیز کا عینی شاہد ہے۔

Marfat.com

وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ ﴿۱۸﴾

چوپائے اور بہت سے انسان، [۱۴] اور بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کردے تو اسے کوئی عزت دینے والا نہیں ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ [۱۵]

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ

۱۹۔ یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، [۱۶] پس جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے آتش

[۱۴] نحاس نے کہا: لغت میں سجدہ کرنے کا اصل معنیٰ اطاعت و فرمانبرداری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کردینا۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۶)

لغوی معنیٰ کے اعتبار سے زمین و آسمان کی ہر چیز کے سجدے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے اور اس کے لئے جو ضابطہ بنا دیا گیا ہے وہ اس سے تجاوز نہیں کرتی۔

اور اگر سجدے کا اصطلاحی معنیٰ مراد لیا جائے جیسے ہم نماز میں سجدہ کرتے ہیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ ہر چیز اپنے اپنے انداز کے مطابق سجدہ کرتی ہو لیکن ہم اس کے سجدہ کی کیفیت کو سمجھ نہیں سکتے، جیسے زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن ہم اس کا ادراک نہیں کرسکتے۔

[۱۵] انسانوں کی دو قسمیں ہیں، بہت سے انسان وہ ہیں جو احکام الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اپنی بندگی کا اظہار کرتے ہیں اور عبادت الٰہی میں اپنے جسمانی سر کو زمین پر رکھ کر اس کی عظمت و کبریائی کے گیت گاتے ہیں۔ ایسے فرماں بردار انسانوں کو اللہ تعالیٰ عزت و وقار کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے گا لیکن جو احکام الٰہی کو تسلیم نہیں کرتے اور عبادت الٰہی میں سجدہ بھی نہیں کرتے ایسے نافرمان انسانوں کے لئے عذاب مقرر ہو چکا ہے اور وہ ذلیل و رسوا ہو کر جہنم رسید ہوں گے۔ انسانوں کی طرح جنات کی بھی دو قسمیں ہیں کیونکہ ان میں بھی بعض مومن اور بعض کافر ہیں۔

[۱۶] یہ دونوں فریق کون تھے؟ بعض مفسرین کہتے ہیں: ایک فریق مسلمان ہیں اور دوسرا فریق جملہ غیر مسلم یعنی یہود، نصاریٰ، ستارہ پرست، مجوسی یا مشرکین ہیں جن کے ساتھ اکثر اسلامی تعلیمات کے بارے میں بحث و مباحثہ چلتا رہتا تھا، لیکن امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم کے سب سے آخر میں جو حدیث بیان کی ہے اس میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ان دو فریقوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے جنگ بدر کے دن ایک دوسرے کو دعوت مبارزت دی۔ (اسلام کی طرف سے) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ تھے اور (کفر کی طرف سے) عتبہ، شیبہ اور ولید تھے۔ (مسلم: کتاب التفسیر: باب ۷)

Marfat.com

نَارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ⑲

(جہنم) کے کپڑے کاٹ (کر تیار کر) دیئے گئے ہیں، ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا۔[۱۷]

يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ⑳ ؕ

۲۰۔ جس سے جو کچھ ان کے شکموں میں ہے گل جائے گا اور (ان کی) کھالیں (بھی جل جائیں گی)۔

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ㉑

۲۱۔ اور ان (کو مارنے) کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے۔

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ㉒ ع

۲۲۔ جب بھی وہ شدت تکلیف سے اس آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو انہیں پھر اسی آگ میں لوٹا دیا جائے گا اور (ان سے کہا جائے گا:) جلتی ہوئی آگ کا عذاب چکھو۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۗ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ㉓

۲۳۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ انہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، ان جنتوں میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے، اور وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا۔[۱۸]

---

[۱۷] ان چار آیات (۱۹ تا ۲۲) میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کفار کی تین قسم کی سزاؤں کا ذکر فرمایا ہے۔

۱۔ انہیں آگ کے کپڑے پہنائے جائیں گے یعنی جس طرح لباس انسان کے جسم کو ڈھانپ لیتا ہے اسی طرح جہنم کی آگ ان کے پورے جسم کو چاروں طرف سے گھیر لے گی۔

۲۔ ان کے سروں پر کھولتا ہوا شدید گرم پانی انڈیلا جائے گا جس سے نہ صرف ان کی کھالیں بلکہ ان کے شکموں کے اندر بھی سب کچھ گل سڑ جائے گا۔

۳۔ ان کے سروں کو کچلنے کے لئے لوہے کے گرز استعمال ہوں گے اور شدت تکلیف سے جب وہ آگ سے باہر نکلنے کی کوشش کریں گے تو انہیں پھر اسی آگ میں لوٹا دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا: اب تمہارا مستقل ٹھکانا جہنم کی آگ ہے۔

[۱۸] اس دنیا میں سونے کے کنگن، موتی اور ریشم کا لباس صرف عورتیں پہن سکتی ہیں مردوں کے لئے جائز نہیں ہے لیکن جنت میں مردوں کو بھی سونا اور ریشم پہنایا جائے گا۔

Marfat.com

وَ هُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَ هُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿٢٤﴾

۲۴۔اور انہیں (دنیا میں) پاکیزہ قول کی طرف ہدایت کی گئی اور انہیں تعریف کئے گئے (اللہ تعالیٰ) کا راستہ دکھایا گیا۔[۱۹]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَ الْبَادِ ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٥﴾ ع

۲۵۔بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے اور اس مسجد حرام سے روکتے ہیں جس کو ہم نے سب لوگوں کے لئے یکساں بنایا ہے خواہ وہ وہاں کا رہنے والا ہو یا باہر سے آنے والا ہو، اور جو اس مسجد میں ناحق زیادتی کا ارادہ کرے گا تو ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔[۲۰]

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ

۲۶۔اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے بیت اللہ بنانے کی جگہ مقرر کردی [۲۱] (اور حکم دیا) کہ میرے

---

[۱۹] اہل ایمان کے جنت میں جانے اور اس کی نعمتوں سے مستفیض ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں انہیں توحید کے پاکیزہ کلمہ اور اسلام کے پسندیدہ راستہ کی طرف رہنمائی کی گئی تو وہ دل کی گہرائی سے توحید پر ایمان لائے اور پورے خلوص کے ساتھ اسلام کے سنہری اصولوں پر کاربند رہے۔

[۲۰] مشرکین مکہ نے حدیبیہ کے سال (چھ ہجری میں) جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مسجد حرام میں داخل ہونے اور عمرہ کرنے سے روک دیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر) یعنی جو کفار کو اسلام لانے سے اور مسلمانوں کو مسجد حرام کی زیارت سے روکتے ہیں حالانکہ مسجد حرام میں مقامی یا مسافر لوگوں کو آنے کا یکساں حق حاصل ہے اور جو مسجد حرام میں ناحق زیادتی کا ارادہ کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ گناہ ہر جگہ معیوب ہے لیکن مسجد حرام میں دگنا معیوب ہے، ایک تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور دوسری مسجد حرام کی توہین۔

[۲۱] حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: مسجد حرام۔ میں نے عرض کیا: اس کے بعد کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ میں نے پھر پوچھا: ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ نے فرمایا: چالیس سال۔

(صحیح بخاری: کتاب الانبیاء: باب ۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد حرام کے پہلے معمار حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور مسجد اقصیٰ کے پہلے معمار حضرت آدم علیہ السلام کے

Marfat.com

الْقَآىِٕمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾

ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھنا۔[۲۲]

وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

۲۷۔اور تم لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کردو، وہ تمہارے پاس دور دراز راستوں سے پیدل اور ہر دبلے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے۔[۲۳]

کوئی فرزند تھے۔طوفانِ نوح علیہ السلام میں بیت اللہ کی عمارت شہید ہوگئی اور اس کے نشانات مٹ گئے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس جگہ کی نشاندہی فرمائی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی۔اسی طرح طوفانِ نوح علیہ السلام میں مسجد اقصیٰ بھی شہید ہوگئی اور اس کی دوبارہ تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی۔

[۲۲] بیت اللہ کو پاک وصاف رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عمارت گردوغبار سے اور اس کی فضا کفر وشرک سے پاک ہو تاکہ عبادت کرنے والے کے دل ونگاہ، دونوں کو سکون ملے اور پورے اطمینان کے ساتھ اپنے خالق حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہو۔اس سے معلوم ہوا کہ مساجد کو پاک صاف رکھنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔نیز مساجد کے متولی صالح اور متقی لوگ ہونے چاہییں۔

[۲۳] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہیں حکم ملا: تم لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کردو۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میری آواز کہاں تک پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اعلان کرو، اس آواز کو پہنچانا میرا کام ہے۔چنانچہ آپ جبل ابوقبیس پر تشریف لے گئے اور بلند آواز سے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس گھر کا حج کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ حج کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہیں جنت سے سرفراز فرمائے اور آگ کے عذاب سے بچائے، لہٰذا تم حج کرو۔چنانچہ جو روحیں ابھی مردوں کی پشتوں اور عورتوں کے رحموں میں تھیں وہ بھی پکار اٹھیں: لبیک اللھم لبیک اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں۔(صفوۃ التفاسیر) مجاہد بیان کرتے ہیں جس نے بھی حج کیا ہے یا کرے گا اس نے اس آواز کو سنا اور جس نے جتنی بار جواب دیا اسے اتنی بار حج نصیب ہوگا۔ (تفسیر کبیر)

آج کل تو بحری اور ہوائی جہازوں کی وجہ سے سفر آسان ہوگئے ہیں مگر قدیم دور میں لمبے سفر قافلوں کی صورت میں پیدل اور اونٹوں کے ذریعہ ہوتے تھے اور مسلسل سفر کی وجہ سے اونٹ بھی کمزور اور دبلے ہوجاتے تھے۔بہرحال قدیم دور کی سادہ زندگی اور سادہ سواری ہو یا جدید دور کی مصروف زندگی اور تیز رفتار سواری ہو، بیت اللہ کی زیارت کرنے والوں کی تعداد ہمیشہ سے ترقی پذیر ہے۔

Marfat.com

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْۤ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿٢٨﴾

٢٨۔ تا کہ وہ اپنے فوائد کے لئے (یہاں) حاضر ہوں، [٢٤] اور مقررہ ایام میں ان بے زبان مویشیوں پر جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیئے ہیں (ذبح کے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام لیں، پس تم ان (کے گوشت) سے خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤ۔ [٢٥]

[٢٤] حج کا اصل فائدہ اور بنیادی مقصد تو اپنے گناہوں کی بخشش اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج کرے اور حج کے دوران نہ کوئی فحش کلامی کرے اور نہ ہی نافرمانی کا مرتکب ہو، وہ حج سے لوٹنے پر گناہوں سے یوں پاک ہوگا جیسے وہ اپنی ولادت کے دن گناہوں سے پاک تھا۔ (بخاری: کتاب الحج: باب ۴)

حج کے عظیم الشان اجتماع سے دینی فوائد کے علاوہ بہت سے دنیاوی منافع بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اگر مسلمان حکمران ہر سال حج کا التزام کریں تو یہ دنیائے اسلام کی ایک سالانہ عالمی سربراہ کانفرنس کا درجہ بھی اختیار کرسکتی ہے تا کہ وہ اس موقع پر سر جوڑ کر بیٹھیں اور عالم اسلام کو درپیش تمام مسائل پر غور و فکر کریں، جیسا کہ خلفائے راشدین کے دور میں حج کے موقع پر دنیائے اسلام کے تمام صوبوں کے گورنر اور دیگر اعلیٰ حکام مکہ میں جمع ہوتے اور ہر صوبے کے حالات پر مشورے کرتے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعد میں مسلمانوں نے حج کی اس عالمی اہمیت کو فراموش کر دیا۔

[٢٥] قربانی کے ایام

قربانی کے تین دن ہیں یعنی دس، گیارہ، اور بارہ ذوالحجۃ، البتہ پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے۔

(قدوری، جوھرۃ)

قربانی کے جانور

جانوروں کی تین اجناس کی قربانی جائز ہے یعنی بھیڑ بکری، گائے بھینس اور اونٹ۔ ان تینوں اجناس میں ان کے مذکر اور مؤنث جانور شامل ہیں۔ گائے، بھینس اور اونٹ کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے ہوسکتی ہے۔

(ابو داؤد: ٢٨٠٩/٢٨٠٨)

قربانی کا حکم

مسلمان مرد ہو یا عورت جب وہ آزاد، مقیم اور قربانی دینے کی استطاعت رکھتا ہے تو اس پر قربانی واجب ہے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ کریں:

١۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص استطاعت رکھتا ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہرگز نہ آئے۔

(ابن ماجۃ: ٣١٢٣: ابواب الاضاحی: باب ٢)

Marfat.com

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ ٢٩۔ پھر انہیں چاہیے کہ اپنا میل کچیل دور کریں [٢٦] اور

٢۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں دس سال رہے اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔
(ترمذی: ١٥٠٧: ابواب الاضاحی: باب ١١)

٣۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کرلیا اس نے اپنی ذات کے لئے ذبح کیا (لہٰذا وہ دوبارہ قربانی کرے) اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کا طریقہ پالیا۔ (بخاری: کتاب الاضاحی: باب ١)

ایک قربانی وہ ہے جو حج کرنے والے حرم میں کرتے ہیں اور وہ عید الاضحیٰ کی نماز نہیں پڑھتے لیکن مذکورہ حدیث میں جس قربانی کا ذکر ہے یہ وہ قربانی ہے جو عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنے کے بعد تمام دنیا کے مسلمان اپنے اپنے علاقوں میں کرتے ہیں اور یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے کیونکہ آپ نے مدینہ میں ہر سال عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد یہ قربانی کی ہے۔

قربانی کی فضیلت

١۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس ذوالحجۃ کے دن آدمی کوئی ایسا عمل نہیں کرتا جو بارگاہ خداوندی میں خون بہانے (جانور ذبح کرنے) سے زیادہ محبوب ہو کیونکہ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت آئے گا (یعنی قربانی کرنے والے کی نیکیوں میں ان چیزوں کا شمار ہوگا) اور قربانی کے جانور کا خون ابھی زمین پر گرنے بھی نہیں پاتا کہ بارگاہ خداوندی میں شرف قبولیت حاصل کرلیتا ہے، اس لئے (اے مسلمانو!) خوش دلی سے قربانیاں دیا کرو۔
(ابن ماجۃ: ابواب الاضاحی: باب ٣)

٢۔ صحابہ کرامؓ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ تمہارے جد بزرگوار حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہیں۔ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے ان میں کتنا اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: جانور کے ہر بال کے بدلے میں تمہیں ایک نیکی کا ثواب ملے گا۔ عرض کیا: اون کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: اون کے ہر بال پر بھی ایک نیکی کا ثواب عطا ہوگا۔ (ابن ماجۃ: ابواب الاضاحی: باب ٣)

قربانی کا گوشت

مستحب یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں۔ ایک حصہ گھر والے کھائیں، ایک حصہ صدقہ کردیں اور ایک حصہ اپنے دوست احباب میں تقسیم کردیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (قربانی کا گوشت) کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔
(مسلم: کتاب الاضاحی: باب ٥)

[٢٦] احرام باندھنے کے بعد حاجی کے لئے بال کاٹنا، ناخن تراشنا، خوشبو لگانا اور بلا ضرورت غسل کرنا ممنوع ہوجاتا ہے۔ حج کرنے والے خواتین وحضرات آٹھویں ذوالحجۃ کو مسجد حرام سے حج کا احرام باندھتے ہیں اور آٹھ، نو اور دس ذوالحجۃ تک یعنی تینوں دن مسلسل سفر میں رہتے ہیں، دھوپ، گرمی، پسینہ اور گردوغبار کی وجہ سے جسم پر میل کچیل جم جاتا ہے، لہٰذا

Marfat.com

لِيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٢٩﴾

اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔[۲۷]

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿٣٠﴾

۳۰۔ یہی حکم ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی محترم چیزوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اس کے رب کے نزدیک اس کے لئے بہتر ہے،[۲۸] اور تمہارے لئے چوپائے حلال کردیئے گئے سوائے ان کے جن کی ممانعت تمہیں پڑھ کر سنائی گئی ہے،[۲۹] پس تم بتوں کی نجاست سے اجتناب کرو اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرو۔[۳۰]

ارشاد ہوتا ہے کہ دسویں ذوالحجۃ کو جانور ذبح کرنے کے بعد احرام کھول دو، حجامت بناؤ، غسل کرکے میل کچیل دور کرو اور خوشبو لگاؤ اور اگر کوئی نذر مانی ہوئی تھی مثلاً اگر اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت سے نوازا تو شکرانے کے طور پر بارہ نفل ادا کریں گے وغیرہ تو وہ اپنی نذر پوری کریں اور بقیہ مناسک حج ادا کرنے میں سرگرم رہیں۔

[۲۷] قدیم گھر سے مراد بیت اللہ ہے۔ اس طواف سے مراد طواف زیارت ہے اور یہ حج کا رکن اور فرض ہے۔ یہ طواف دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذوالحجۃ کو کیا جاسکتا ہے۔

[۲۸] عام طور پر محترم چیزوں سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکام، مقدس مقامات اور متقی لوگ ہیں لیکن اس آیت میں محترم چیزوں سے مراد حج کے مخصوص اعمال اور مخصوص مقامات ہیں، مثلاً بیت اللہ اور اس کا طواف، صفا و مروہ اور ان کے درمیان سعی، منٰی و عرفات اور ان میں قیام، قربانی کے جانور اور ان کا ذبح کرنا، ان سب اعمال کو پورے آداب سے ادا کرنا اور ان مقدس مقامات کا احترام کرنا، حج کرنے والے خواتین و حضرات کے لئے آخرت میں بہتر اجر کا موجب ہے۔

[۲۹] مشرکین عرب نے اپنے باطل عقائد کی وجہ سے کئی مویشی اپنے اوپر حرام کر رکھے تھے جیسے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ۔ یہاں مسلمانوں کو بتایا جارہا ہے کہ یہ جانور تمہارے لئے حلال ہیں سوائے ان جانوروں کے جن کی حرمت قرآن و حدیث میں بیان کردی گئی ہے۔ تفصیل کے لئے سورہ مائدہ (۵) کی آیات نمبر ایک اور تین کے حاشیہ جات نمبر دو اور تو ملاحظہ کریں۔

[۳۰] بتوں کی نجاست سے مراد غیر خدا کی عبادت ہے اور جھوٹی بات سے مراد اگرچہ ہر قسم کی جھوٹی بات ہوسکتی ہے مگر یہاں کافروں کی مشرکانہ باتیں مراد ہیں جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے، مثلاً فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، بحیرہ اور سائبہ کا کھانا حرام ہے وغیرہ، لہٰذا مسلمانوں کو ہر قسم کے مشرکانہ افعال اور مشرکانہ باتوں سے اجتناب لازم ہے۔

Marfat.com

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيۡرَ مُشۡرِكِيۡنَ بِهٖ ؕ وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخۡطَفُهُ الطَّيۡرُ اَوۡ تَهۡوِىۡ بِهِ الرِّيۡحُ فِىۡ مَكَانٍ سَحِيۡقٍ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ ہر باطل سے الگ صرف اللہ تعالیٰ کے ہو کر رہو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے، [۳۱] اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر پرندے اسے اچک لیتے ہیں یا ہوا اس کو کسی دور جگہ پھینک دیتی ہے۔ [۳۲]

ذٰلِكَ ۗ وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ حقیقت یہ ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ میں سے ہے۔ [۳۳]

---

[۳۱] ہر باطل سے منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی توحید پر ثابت قدم رہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

[۳۲] شرک کرنے والے کی مثال ایسی ہے گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر فضا میں شکاری پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ کر اس کا حلیہ بگاڑ دیا اور اگر وہ پرندوں کے شکار سے بچ گیا تو پھر ہوا نے اس کو کسی دور جگہ پر اس زور سے پھینکا کہ اس کے جسم کے پرخچے اڑ گئے۔ مرنے کے بعد برے شخص کی روح کو اسی طرح ذلیل و خوار کر کے آسمان کی بلندی سے قبر کی پستی میں پھینک دیا جائے گا جیسا کہ ایک حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے جب کسی نیک شخص کی روح قبض کرتے ہیں تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کی بشارت دے کر آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ آسمان والے فرشتے اس کے لئے دروازہ کھول دیتے ہیں اور اس کو خوش آمدید کہتے ہیں حتیٰ کہ وہ پاکیزہ روح اللہ تعالیٰ کے قرب خاص میں پہنچ جاتی ہے۔ اس کے برعکس فرشتے جب کسی برے شخص کی روح قبض کرتے ہیں تو اسے دوزخ کی وعید سنا کر آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ آسمان والے فرشتے اس کے لئے دروازہ نہیں کھولتے اور اس کی مذمت کرتے ہیں حتیٰ کہ اس خبیث روح کو ذلیل و خوار کر کے قبر کی پستی میں پھینک دیا جاتا ہے۔

(ابن ماجۃ: ۴۲۶۲: ابواب الزھد: باب ۳۱)

[۳۳] قرآن مجید میں صفا و مروہ کی پہاڑیوں (قرآن: ۲:۱۵۸) اور قربانی کے جانوروں (قرآن: ۲۲:۳۶) کو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں کہا گیا ہے اور ان کی تعظیم کی ترغیب دی گئی ہے اور اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے یہ تعظیم کرنا اس کے دل کے متقی ہونے کا ثبوت ہے۔ اس کے برعکس جو شخص دانستہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم نہیں کرتا بلکہ ان کی ہتک کرتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے ہو یا اللہ تعالیٰ کے احکام کی ادائیگی سے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی نشانیاں ہیں یعنی صفا و مروہ، قربانی کے جانور، منیٰ و عرفات، بیت اللہ اور دیگر مساجد، انبیاء و اولیاء کے

Marfat.com

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٣٣﴾ ع

۳۳۔ تمہارے لئے ان (قربانی کے جانوروں) میں ایک معین مدت تک فوائد ہیں، [۳۴] پھران کو ذبح کرنے کا مقام قدیم گھر (بیت اللہ) کے قریب ہے۔ [۳۵]

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ

۳۴۔ اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر کردی ہے تاکہ جو بے زبان جانور اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے ہیں ان پر (ذبح کے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام

مزارات، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تبرکات کا صندوق وغیرہ کی تعظیم کرنا دل کے متقی ہونے کی علامت ہے، اس کو شرک کہنا قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اس کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے عبادت اور تعظیم کے فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔ مزید تفصیل کے لئے سورہ بقرہ (۲) کی آیات نمبر ۱۵۸ اور ۲۴۸ کے حواشی ملاحظہ کریں۔

[۳۴] حج یا عمرہ کرنے والا جس جانور کو حرم میں ذبح کرنے کی نیت سے اپنے ساتھ لے جائے اسے ھَدِی یعنی قربانی کا جانور کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مویشیوں میں سواری اور دودھ وغیرہ کے جو فوائد رکھے ہیں ان سے استفادہ کرنا انسان کا حق ہے لیکن جس جانور کو ھدی کے لئے نامزد کردیا جائے اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے کیونکہ جب وہ جانور اللہ تعالیٰ کے لئے خالص طور پر نامزد کردیا گیا تو اس سے ذاتی فائدہ اٹھانا درست نہیں۔ اب وہ جانور اللہ تعالیٰ کی نشانی بن گیا ہے جس کی تعظیم لازم ہے اور اس پر سوار ہونے یا اس پر بوجھ لادنے سے اس جانور کو تکلیف پہنچنے یا اس کے موٹاپے میں کمی ہونے کا خطرہ ہے جو اس کی تعظیم کے خلاف ہے، جیسا کہ مجاہد نے کہا: اونٹ یا اونٹنی کو جب ھَدِی کے لئے نامزد کردیا جائے تو اس کا دودھ پینے یا اس پر سوار ہونے کے سب فوائد اور حقوق ختم ہوجاتے ہیں۔ (تفسیر ابن جریر طبری) لیکن مجبوری کے وقت ھدی سے فائدہ اٹھانا جائز ہے مثلاً ایک شخص قربانی کا اونٹ لے کر حرم کی طرف جارہا ہے اور خود پیدل چل رہا ہے، سواری کے لئے کوئی اور جانور اس کے پاس نہیں اور پیدل چلنا اس پر مشکل ہوجائے تو اس مجبوری اور ضرورت کی وجہ سے وہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہوسکتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قربانی کے اونٹ یا اونٹنی پر سوار ہونے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تم مجبوری کی حالت میں اس پر سوار ہوسکتے ہو حتیٰ کہ تمہیں کوئی سواری مل جائے۔ (مسلم: ۱۳۲۴: کتاب الحج: باب ۶۵)

[۳۵] ھَدِی کے جانوروں کو ذبح کرنے کی جگہ بیت اللہ کے قریب ہے اور اس سے مراد سارا حرم مکہ ہے خواہ منیٰ میں ذبح کئے جائیں یا مکہ کی کسی اور جگہ پر۔ (تفسیر روح المعانی) الغرض ھدی کو حدود حرم کے اندر ذبح کرنا ضروری ہے، حدود حرم سے باہر ذبح کرنا جائز نہیں۔ ھدی کے علاوہ مالدار لوگوں پر جو قربانی واجب ہے وہ ہر جگہ ہوسکتی ہے، اس کے لئے حدود حرم میں ذبح کرنا شرط نہیں ہے، جیسے ساری دنیا کے مسلمان اپنے اپنے علاقوں میں قربانی ذبح کرتے ہیں۔

Marfat.com

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۙ﴿۳۴﴾

لیں، پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اسی کی فرماں برداری کرو، [۳۶] اور (اے حبیب ﷺ!) عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنادیں۔

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور جو مصیبتیں انہیں پہنچتی ہیں ان پر صبر کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ [۳۷]

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے بنادیا ہے ان میں تمہارے لئے بھلائی ہے، پس تم (انہیں نحر کے وقت) ایک پاؤں ران کے ساتھ باندھ کر اور تین پاؤں پر کھڑا کر کے ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لو، پھر جب وہ پہلو کے بل زمین پر گر جائیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ، اور قناعت کرنے والے محتاج اور سوال کرنے والے محتاج کو بھی کھلاؤ۔ [۳۸] اس طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے

---

[۳۶] اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام میں قربانی کا حکم کوئی نئی چیز نہیں بلکہ یہ سلسلہ پہلی امتوں میں بھی جاری تھا اور انہیں بھی یہی حکم تھا کہ جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیں کیونکہ عبادت کے لائق صرف ایک ہی خدا ہے اور اسی کی فرماں برداری لازم ہے۔

[۳۷] گزشتہ آیت کے آخر میں جن عاجزی کرنے والوں کو جنت کی خوش خبری سنائی گئی ہے اس آیت میں ان کی چار صفات بیان کی گئی ہیں یعنی جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو جلال الٰہی کے ڈر سے ان کے دل کانپنے لگتے ہیں، ان پر مصائب آئیں تو گھبراتے نہیں بلکہ صبر کرتے ہیں، نماز قائم رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق میں سے کچھ حصہ نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔

[۳۸] قربانی کے اونٹ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، ان میں تمہارے لئے دنیوی اور اخروی بھلائی ہے۔ دنیا میں تم ان

Marfat.com

تاکہ تم شکر ادا کرو۔[۳۹]

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اللہ تعالیٰ کو ان جانوروں کے گوشت اور ان کے خون ہرگز نہیں پہنچتے بلکہ اس کو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے، [۴۰] اس طرح اس نے ان جانوروں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی، [۴۱] اور (اے حبیب ﷺ!) نیکی کرنے والوں کو خوش خبری سنادیں۔

کا گوشت کھاؤ گے اور آخرت میں یہ تمہارے لئے نجات کا سبب بنیں گے۔ ان کو ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کا آگے والا بایاں پاؤں ران کے ساتھ باندھ کر تین پاؤں پر کھڑا کردو اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کے گلے میں نیزہ مارو جس سے اس کا خون نکلے گا اور جب وہ بے جان ہو کر زمین پر گر پڑے تو پھر اس کا گوشت کاٹ کر خود بھی کھاؤ اور مانگنے والے اور نہ مانگنے والے ہر قسم کے فقیروں اور محتاجوں کو بھی اس کا گوشت پیش کرو۔

[۳۹] اونٹ جیسے طویل اور جسیم جانور کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے تابع کردیا ہے، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

[۴۰] ان الفاظ میں قربانی کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانی کا گوشت نہیں پہنچتا، یہ تو انسان ہی کھاجاتے ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے دل کا تقویٰ پہنچتا ہے کہ تم نے کتنے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا۔ جس انسان کے نیک اعمال میں جتنا زیادہ اخلاص ہوگا اس کا اتنا ہی زیادہ اجر ہوگا۔

قربانی کے علاوہ دوسری عبادات کا بھی یہی فلسفہ ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے ہاں نماز کی حرکات اور روزہ کی بھوک اور پیاس نہیں پہنچتیں بلکہ اس کے ہاں تمہارے دل کا تقویٰ پہنچتا ہے کہ تم نے کتنے اخلاص کے ساتھ نماز اور روزہ کے احکام پر عمل کیا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (مسلم: ۲۵۶۴: کتاب البر: باب ۱۰)

۲۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (بخاری: بدء الوحی: باب ۱)

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ اگر کسی مرحوم کو کھانے کا ثواب بخشا جائے تو اس تک اصل کھانا نہیں پہنچتا بلکہ اس کا ثواب پہنچتا ہے اور یہی اصل مقصود ہے۔

[۴۱] اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے جانوروں کو تمہارے تابع کردیا ہے اور تمہیں ان پر غالب آنے کی صلاحیت اور ہدایت عطا

Marfat.com

إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿٣٨﴾

۳۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی مدافعت کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ کسی خیانت کرنے والے اور ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔[۴۲]

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾

۳۹۔ ان لوگوں کو (جہاد کی) اجازت دے دی گئی جن کے خلاف جنگ کی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔[۴۳]

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ

۴۰۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اس بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو دوسرے بعض لوگوں کے ذریعہ نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کی) خانقاہیں اور

فرمائی ہے، لہٰذا اس برتری پر تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اور جب ان جانوروں کو ذبح کرنے لگو تو ان کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا کرو۔

[۴۲] ہجرت کے چھٹے سال نبی کریم ﷺ اور چودہ سو کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ جارہے تھے تو کفار مکہ نے مسلمانوں کو حدیبیہ کے مقام پر روک دیا اور انہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کر دیا جس کا ذکر آیت نمبر ۲۵ میں گزر چکا ہے۔ مسلمانوں کو بظاہر اس سے بڑی تکلیف ہوئی، اس آیت میں اہل ایمان کو خوش خبری سنائی گئی کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی مدافعت فرمائے گا اور مکہ کے خائن اور ناشکرے کفار کا مکہ پر غلبہ ختم کر دے گا۔ چنانچہ دو ہی سال بعد ہجرت کے آٹھویں سال کفار مکہ کو ایسی شکست ہوئی کہ سارے مکہ پر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو گیا۔

[۴۳] ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے جب اعلان فرمایا کہ ہمارا رب صرف اللہ تعالیٰ ہے تو سینکڑوں خداؤں کی پرستش کرنے والے کفار مکہ نے مسلمانوں پر ظلم کرنا شروع کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب زخمی حالت میں نبی کریم ﷺ کے پاس آتے اور کفار سے بدلہ لینے کی اجازت مانگتے تو آپ ﷺ فرماتے: صبر کرو، مجھے ابھی قتال کی اجازت نہیں ملی۔ کفار نے جب مظالم کی انتہا کر دی تو مسلمان اپنے گھروں کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے لیکن کفار مکہ نے وہاں بھی انہیں تنگ کرنے کا سلسلہ جاری رکھا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں پہلی بار مسلمانوں کو قتال کی اجازت دی گئی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) تا کہ وہ اپنے دفاع کے لئے طاقت کا استعمال کر سکیں اور ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا کہ اگرچہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد کفار کے مقابلہ میں تھوڑی ہے مگر اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی مدد فرمائے گا۔

Marfat.com

بِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

(عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے ان سب کو منہدم کر دیا جاتا، [۴۴] اور جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد فرمائے گا، [۴۵] بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) غالب ہے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝

۴۱۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار عطا فرمائیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور نیکی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں، اور تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ [۴۶]

---

[۴۴] اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ جب کوئی ظالم قوم ظلم وستم کی انتہا کو پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم کے ذریعہ اس کے مظالم کا خاتمہ کر دیتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا زمین پر خاص فضل ہے کیونکہ اگر ایک ہی سرکش قوم ہمیشہ برسر اقتدار رہتی تو وہ نہ صرف یہ کہ کمزور قوموں پر ظلم کرتی بلکہ ان کے عبادت خانوں کو بھی مسمار کر دیتی۔ اگر اللہ تعالیٰ اہل حق یعنی توحید پرست لوگوں کو جہاد کی اجازت نہ دیتا اور پہلی امتیں سرکش قوموں کے خلاف جہاد نہ کرتیں تو کسی مذہب کی عبادت گاہیں سلامت نہ رہتیں، نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کی عبادت گاہیں قائم رہتیں اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کے عبادت خانے سلامت رہتے۔

[۴۵] جو لوگ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے جیسا کہ جنگ بدر میں صرف ۳۱۳ نہتے مسلمانوں نے اسلحہ سے لیس ایک ہزار افراد کے لشکر کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ آج پھر ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کا سا اخلاص پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

[۴۶] سچے اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں کسی ملک کا اقتدار عطا فرماتا ہے تو وہ نماز قائم کرتے، زکوۃ ادا کرنے، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا نظام قائم کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں اور اس کے بعد تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں کیونکہ قوت وغلبہ کا حقیقی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اگرچہ یہ حکم عام ہے لیکن محققین کے نزدیک

Marfat.com

وَ اِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ فَقَدۡ کَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوۡدُ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور اگر یہ کفار آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم اور عاد و ثمود نے بھی (اپنے رسولوں کو) جھٹلایا تھا۔

وَ قَوۡمُ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ قَوۡمُ لُوۡطٍ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور قوم ابراہیم علیہ السلام اور قوم لوط علیہ السلام نے بھی۔

وَّ اَصۡحٰبُ مَدۡیَنَ ۚ وَ کُذِّبَ مُوۡسٰی فَاَمۡلَیۡتُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ثُمَّ اَخَذۡتُهُمۡ ۚ فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ اور مدین کے رہنے والوں نے (بھی جھٹلایا تھا) اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی جھٹلایا گیا، پس میں نے کافروں کو مہلت دی، پھر میں نے انہیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا؟ [۴۷]

فَکَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَهۡلَکۡنٰهَا وَ هِیَ ظَالِمَۃٌ فَهِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوۡشِهَا وَ بِئۡرٍ مُّعَطَّلَۃٍ وَّ قَصۡرٍ مَّشِیۡدٍ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ پس کتنی ہی بستیاں ہیں جن کو ہم نے تباہ کر دیا کیونکہ وہ ظالم تھیں، سو وہ اپنی چھتوں کے بل گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بے کار پڑے ہیں اور کتنے ہی مضبوط محل (ویران پڑے ہیں)۔ [۴۸]

اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَتَکُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ یَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ

۴۶۔ کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی تاکہ (ان کھنڈرات کو دیکھ کر) ان کے دل ایسے ہو جاتے جن

اس سے مراد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے اسلامی نظام کو اس زمین پر نافذ کر کے عملی مثال قائم کی۔ (احکام القرآن للجصاص، تفسیر قرطبی) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد بھی کئی نیک اور عادل حکمران آئے لیکن خیر و فلاح کا جو نظام خلافت راشدہ میں قائم ہوا تھا بعد میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

[۴۷] ان آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کفار مکہ اگر آپ کو جھٹلاتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ پہلی قومیں بھی اپنے رسولوں کو جھٹلاتی رہی ہیں اور میں انہیں مہلت دیتا رہا، پھر جب مہلت کا وقت ختم ہو گیا تو ان پر ایسا عذاب آیا کہ ان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ اسی طرح اگر کفار مکہ نے اللہ تعالیٰ کی اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو چونکہ آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور آپ کی موجودگی میں ان پر پہلی قوموں جیسا عذاب آپ کی شان رحمت کے خلاف ہے مگر بہت جلد مکہ سے ان کا غلبہ ختم ہو جائے گا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔

[۴۸] تاریخ شاہد ہے جن ظالم قوموں نے اللہ تعالیٰ کی مہلت سے استفادہ نہ کیا اور ان پر عذاب کا وقت آ گیا تو پھر ان کی بستیاں چھتوں کے بل زمین بوس ہو گئیں اور ان کے کنویں اور محلات برباد ہو گئے۔

Marfat.com

بِهَا ۚ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿٤٦﴾

سے وہ سمجھ سکتے یا کان ایسے ہو جاتے جن سے وہ سن سکتے، درحقیقت (ایسے لوگوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو (ان کے) سینوں میں ہیں۔[۴۹]

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾

۴۷۔ اور وہ آپ سے جلد عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا، اور بے شک آپ کے رب کے ہاں ایک دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی طرح ہے۔[۵۰]

وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿٤٨﴾

۴۸۔ اور کتنی ہی بستیاں ہیں جن کو میں نے مہلت دی حالانکہ وہ ظالم تھیں، پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور (سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔[۵۱]

---

[۴۹] کیا اہل مکہ نے اپنے سفروں کے دوران گزشتہ ظالم قوموں کے کھنڈرات نہیں دیکھے یا ان کی تباہی کے واقعات نہیں سنے تاکہ وہ ظلم کے انجام کو سمجھ سکتے لیکن ظالم لوگ دیکھتے تو سب کچھ ہیں، ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں درحقیقت ان کے دل اندھے ہوتے ہیں اور وہ واقعات میں غور وفکر کر کے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

[۵۰] مشرکین مکہ کا مطالبہ یہ تھا کہ اگر وہ غلط ہیں تو پھر ان پر عذاب کیوں نہیں آ جاتا؟ اس آیت میں انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تم پر عذاب آ کر رہے گا مگر قوموں کے عروج وزوال کی منزلیں دنوں اور مہینوں میں طے نہیں ہوتیں بلکہ اس کے لئے صدیاں درکار ہوتیں ہیں۔ اس کی ایک اور تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس دنیا میں ان پر جنگ بدر کی صورت میں عذاب آ چکا ہے جس میں صرف تین سو تیرہ نہتے مسلمانوں نے کفار کے ایک ہزار کے لشکر کو شکست فاش سے دوچار کر دیا، ان کے ستر افراد مارے گئے اور ستر قیدی بنا لئے گئے اور آخرت میں ان پر ایسا عذاب نازل ہوگا کہ وہ ایک دن انہیں ایک ہزار سال کے برابر معلوم ہوگا اور اسی طرح بعض ظالموں پر ان سے بھی شدید عذاب نازل ہوگا کہ وہ ایک دن انہیں پچاس ہزار سال کے برابر معلوم ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ (قرآن: ۷۰:۴)

لیکن اہل ایمان کے لئے وہ دن ایک فرض نماز پڑھنے سے بھی مختصر معلوم ہوگا۔ (مسند احمد: ۳:۷۵) قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے بے شمار انسانوں کا حساب وکتاب کتنے وقت میں ہوگا؟ اس کی تفصیل کے لئے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۶۲ کا حاشیہ نمبر ۶۰ ملاحظہ کریں۔

[۵۱] یعنی کسی ظالم قوم کی مہلت کتنی ہی لمبی ہو وہ میری گرفت سے بچ نہیں سکتی اور بالآخر سب کو لوٹ کر میرے ہی پاس آنا ہے۔

Marfat.com

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۚ﴿۴۹﴾

۴۹۔(اے حبیب ﷺ!) آپ فرما دیجیے: اے لوگو! بس میں تو تمہیں واضح طور پر (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والا ہوں۔

فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّ رِزۡقٌ كَرِیۡمٌ ﴿۵۰﴾

۵۰۔پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔[۵۲]

وَ الَّذِیۡنَ سَعَوۡا فِیۡۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیۡنَ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ ﴿۵۱﴾

۵۱۔اور جو لوگ ہماری آیتوں (کی تردید) میں کوشش کرتے رہے اس خیال سے کہ وہ ہمیں عاجز کر دیں گے وہی دوزخی ہیں۔[۵۳]

وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّ لَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤی اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡۤ

۵۲۔اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول اور نبی بھیجا جب اس نے (کلام الٰہی) پڑھ کر سنایا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں (شکوک) ڈال دیئے،[۵۴] پس شیطان

---

[۵۲] جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے گا اور جنت میں انہیں عزت و وقار کی روزی عطا فرمائے گا۔

[۵۳] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے میں کوشاں رہے تا کہ وہ اہل ایمان کو عاجز اور ناکام کر سکیں وہ لوگ جہنم رسید ہوں گے۔

[۵۴] نبی کریم ﷺ جب قرآن کی آیات پڑھ کر سناتے تو شیطان ان آیات کے بارے میں منکر اور مذبذب لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کر دیتا اور وہ طرح طرح کے اعتراض کرنے لگتے، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں (وسوسے) ڈالتے ہیں تا کہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔(قرآن: ۶: ۱۲۱) اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی کہ یہ کوئی نئی بات نہیں، پہلے انبیاء و رسل بھی جب آیات پڑھ کر سناتے تھے تو شیطان اسی طرح لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا تھا۔

اس آیت کے ضمن میں بعض سادہ دل حضرات کی بے خیالی سے ایک لغو قصہ بھی نقل ہو گیا ہے یعنی شیطان کے وسوسہ کے زیر اثر نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہاں تک نکل گیا کہ بتوں کی شفاعت کی بھی امید کی جا سکتی ہے۔العیاذ باللہ۔ لیکن محققین نے اس قصہ کو جھوٹا اور بے اصل قرار دیا ہے۔ نیز اس پر امت کا اجماع ہے کہ تبلیغ کلام الٰہی میں نبی ہر طرح سے

Marfat.com

أُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾	جو (شکوک) ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ (انہیں) زائل کر دیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو پختہ کر دیتا ہے، [۵۵] اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے۔
لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾	۵۳۔ (یہ سب اس لئے) تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ان لوگوں کے لئے آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں، اور بے شک ظالم لوگ بڑی شدید مخالفت میں مبتلا ہیں۔ [۵۶]
وَّ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾	۵۴۔ اور تاکہ جن کو علم دیا گیا ہے وہ جان لیں کہ یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے حق ہے، سو وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل اس کی طرف جھک جائیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ضرور سیدھی راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ [۵۷]

معصوم ہوتا ہے اور اس میں غلطی سے بھی غلطی نہیں کر سکتا کیونکہ اگر ایسا ممکن ہوتا تو احکام، آیات اور سارا دین مشکوک ہو جاتا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ حاضرین مجلس میں سے کسی مشرک یا منافق نے اپنی طرف سے یہ کلمات ادا کر دیئے ہوں اور مشرکین ایسے من گھڑت الزامات اکثر لگاتے رہتے تھے جس سے وحی الٰہی اور نبی کی قراءت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے ضیاء القرآن کا یہ مقام ملاحظہ کریں۔

[۵۵] شیطان جب بھی لوگوں کے دلوں میں آیات الٰہی کے بارے میں شکوک و شبہات ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ دیگر محکم تر آیات کے ذریعہ شیطانی وساوس کو زائل کر دیتا ہے اور لوگوں کا ایمان پھر سے مستحکم ہو جاتا ہے۔

[۵۶] یعنی شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات سے صرف وہی لوگ گمراہ ہوتے ہیں جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے یا جن کے دل شدید مخالفت اور مسلسل ظلم کرنے کی وجہ سے سخت ہو چکے ہیں۔

[۵۷] اللہ تعالیٰ نے شیطان کو جو شبہات ڈالنے کی طاقت دی ہے یہ ایک طرف تو منکر اور مذبذب لوگوں کے لئے آزمائش کا ذریعہ ہے اور دوسری طرف اہل علم اور اہل حق کے نور ہدایت میں ترقی کا باعث ہے کیونکہ اہل علم جب قرآن میں غور کرتے ہیں تو ان کے دل قرآن کی صداقت کے سامنے جھک جاتے ہیں اور اس کو برحق مان کر اس پر ایمان لے آتے ہیں اور اس ایمان

Marfat.com

وَ لَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْهُ حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ یَاْتِیَهُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ اور کافر لوگ اس (قرآن) کے متعلق ہمیشہ شک میں مبتلا رہیں گے حتیٰ کہ ان پر اچانک قیامت آجائے یا ان پر منحوس دن کا عذاب آجائے۔[۵۸]

اَلْمُلْكُ یَوْمَىٕذٍ لِّلّٰهِ ؕ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اس دن صرف اللہ تعالیٰ ہی کی حکمرانی ہوگی، وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا، پس جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہ نعمت والی جنتوں میں ہوں گے۔[۵۹]

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۵۷﴾ ع

۵۷۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کے لئے رسوا کن عذاب ہوگا۔

وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْۤا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی اور پھر قتل کردیئے گئے یا فوت ہوگئے اللہ تعالیٰ ان کو ضرور اچھا رزق عطا فرمائے گا، اور بے شک اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔[۶۰]

لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ اللہ تعالیٰ انہیں ضرور ایسی جگہ داخل فرمائے گا جس سے وہ راضی ہوجائیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑا بردبار ہے۔

کی برکت سے اللہ تعالیٰ انہیں سیدھے راستہ پر گامزن فرمادیتا ہے جو انہیں جنت میں لے جائے گا۔

[۵۸] کافر لوگ تعصب کی وجہ سے قرآن میں غور نہیں کریں گے اور شیطانی وساوس کے پیش نظر ہمیشہ شکوک وشبہات میں مبتلا رہیں گے حتیٰ کہ اچانک قیامت آجائے گی یا ایسا عذاب آجائے گا جو انہیں تہس نہس کردے گا۔

[۵۹] دراصل حکمرانی تو آج بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے مگر آج بہت سے لوگ اس کی حکمرانی کو نہیں مانتے لیکن قیامت کے دن سب کو مشاہدہ ہوجائے گا کہ واقعی اصل حکمران تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسی کے فیصلہ کے مطابق نیک لوگ اپنی نیکیوں کی وجہ سے جنت میں جائیں گے اور برے لوگ اپنی برائیوں کی وجہ سے جہنم رسید ہوں گے۔

[۶۰] جو لوگ جہاد کی غرض سے گھروں سے نکلے پھر خواہ وہ جنگ میں شہید کردیئے گئے یا اپنی طبعی موت سے فوت ہوگئے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ حق یہی ہے اور جس شخص نے اتنا ہی بدلہ لیا جتنی اسے تکلیف دی گئی تھی، پھر اس پر زیادتی کی گئی تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ بہت معاف فرمانے والا، بہت بخشنے والا ہے۔[۶۱]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے،[۶۲] اور بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی وہ (مشرکین) عبادت کرتے ہیں وہ باطل ہے،[۶۳] اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت بلند بہت بڑا ہے۔

انہیں جنت میں ایسا اچھا رزق اور اتنا عمدہ ٹھکانا عطا فرمائے گا جس سے وہ راضی اور خوش ہو جائیں گے۔

[۶۱] جس شخص پر ظلم کیا جائے تو مظلوم کو حق حاصل ہے کہ وہ اتنا ہی بدلہ لے جتنا اس پر ظلم کیا گیا ہے، مثلاً زید نے بکر کا ایک دانت توڑ دیا اب بکر کو حق حاصل ہے کہ وہ زید کا ایک دانت توڑ دے اس طرح معاملہ برابر اور انصاف کا تقاضا پورا ہو جائے گا لیکن اگر زید نے مشتعل ہو کر دوبارہ بکر پر حملہ کر دیا اور اس کا دوسرا دانت توڑ دیا تو اس صورت میں بکر مظلوم ہے اور اللہ تعالیٰ بکر کی مدد فرمائے گا یعنی اگر ظالم کو دنیا میں اپنے ظلم کی سزا نہ ملی تو قیامت کے دن وہ اپنے ظلم کی سزا سے نہ بچ سکے گا اور اسے مظلوم کا حق ادا کرنا پڑے گا۔

[۶۲] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مظلوم لوگوں کی مدد کا اعلان فرمایا اور اس دور میں مسلمان ہی مظلوم تھے۔ اب آنے والی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں جو اس کے قادر مطلق ہونے کی نشاندہی کرتی ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ جس طرح دن کی روشنی کے بعد رات کی تاریکی لے آتا ہے اور رات کی تاریکی کے بعد دن کی روشنی لے آتا ہے اسی طرح کفر و اسلام میں غلبہ کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے مگر اب وہ وقت بہت قریب ہے جب کفر کی تاریکی ختم ہونے والی ہے اور اسلام کی روشنی کا سورج طلوع ہونے والا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور چند سالوں کے بعد پورے عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

[۶۳] اللہ تعالیٰ حق ہے اور حق ہی ہمیشہ غالب اور سربلند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی یہ مشرکین عبادت کرتے ہیں وہ باطل

Marfat.com

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۫ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴿۶۳﴾ۚ

٦٣۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا تو زمین سرسبز ہوجاتی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بہت مہربان (اور) باخبر ہے۔[٦٤]

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۶۴﴾ۧ

٦٤۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز قابل تعریف ہے۔[٦٥]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۵﴾

٦٥۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ زمین میں ہے تمہارے لئے مسخر کردیا ہے اور کشتیوں کو بھی جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں، [٦٦] اور وہی آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے مگر اس کی اجازت سے، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت شفقت فرمانے والا بڑا مہربان ہے۔[٦٧]

ہے اور باطل کا انجام کبھی روشن نہیں ہوتا۔

[٦٤] اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے اور ان کی ضروریات سے اچھی طرح باخبر ہے اس لئے آسمان سے پانی نازل فرما کر زمین کو سرسبز و شاداب بناتا ہے تاکہ اس سے انسانوں اور حیوانوں کی خوراک کا سامان فراہم ہو۔

اس میں ایک لطیف اشارہ یہ بھی ہے کہ جس طرح بخارات کی وجہ سے بارش کا پانی خشک زمین پر گرتا ہے تو چند دنوں کے بعد اس زمین پر سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ کی دعوت سے آج لوگوں کے بے چین دلوں پر جو توحید کی بارش ہورہی ہے عنقریب ان دلوں کو ذکر الٰہی سے چین نصیب ہوگا۔

[٦٥] اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کا حقیقی مالک ہے، ساری مخلوق اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی تعریف کا حقیقی مستحق ہے۔

[٦٦] اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت مہربان ہے، اس نے زمین کی ساری چیزوں اور سمندر کی کشتیوں کو لوگوں کا تابع کردیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و خرد کی نعمت سے نوازا ہے جس کی بدولت وہ زمین کی ساری چیزوں سے استفادہ کر رہا ہے۔

[٦٧] اللہ تعالیٰ نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روکا ہوا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ اجازت دے گا تو قیامت کے وقت آسمان (ریزہ ریزہ ہوکر) زمین پر گر پڑے گا۔ (صفوۃ التفاسیر، تفسیر بیضاوی)

Marfat.com

وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۡ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾

٦٦۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی دی، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر تم کو زندہ کرے گا، [٦٨] بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے۔ [٦٩]

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾

٦٧۔ ہم نے ہر امت کے لئے ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کے مطابق وہ عبادت کرتے ہیں، سو انہیں اس معاملہ میں آپ سے جھگڑا نہیں کرنا چاہیے اور آپ (انہیں) اپنے رب کی طرف بلاتے رہیں، بے شک آپ سیدھے راستے پر (گامزن) ہیں۔ [٧٠]

وَ اِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾

٦٨۔ اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ فرما دیجیے: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ [٧١]

---

[٦٨] اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے جان نطفہ سے پیدا فرمایا، پھر زندگی کی مدت پوری ہونے پر تمہیں موت دے گا، پھر قیامت کے دن تمہیں حساب و کتاب اور ثواب و عذاب کے لئے دوبارہ زندہ کرے گا۔

[٦٩] گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا یعنی انسان کے فائدے کے لئے زمین کی ساری چیزوں کو انسان کے تابع کر دیا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ ہر انسان اپنے محسن حقیقی کے حضور سجدہ شکر بجا لاتا لیکن اکثر انسان ان بے شمار نعمتوں کے باوجود بڑے ناشکرے اور احسان فراموش ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے بہت کم ہیں۔ (قرآن: ٣٤:١٣)

[٧٠] اللہ تعالیٰ نے ہر امت کو اس کے مخصوص حالات کے پیش نظر ایک مخصوص نظام شریعت عطا فرمایا جو بعض چیزوں میں ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ جس طرح انجیل کا نظام شریعت تورات کے نظام شریعت سے مختلف تھا اسی طرح اب قرآن کا نظام شریعت (اسلام) بھی پہلے نظامہائے شریعت سے مختلف ہے، لہٰذا کسی کو مناسب نہیں کہ وہ اسلام کے نظام شریعت میں جھگڑا کرے کیونکہ جس طرح شریعت عیسوی کے آنے سے شریعت موسوی منسوخ ہو گئی تھی اسی طرح اب شریعت محمدی ﷺ کے آنے سے پہلی تمام شریعتیں منسوخ ہو گئی ہیں۔

اس آیت کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ ان کے جھگڑنے کی پرواہ نہ کریں بلکہ ان کو اسلام کی دعوت دیتے رہیں کیونکہ اب اسلام ہی سیدھا راستہ ہے جس پر آپ گامزن ہیں۔

[٧١] یعنی دلائل کے بعد بھی اگر وہ لوگ آپ سے جھگڑا کرنے میں اصرار کریں تو انہیں صرف یہ فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے

Marfat.com

اَللّٰہُ یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے درمیان ان سب باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ فِیْ کِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ﴿۷۰﴾

۷۰۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے، بے شک یہ سب ایک کتاب میں (لکھا ہوا) ہے، بے شک یہ سب اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔[۷۲]

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَیْسَ لَہُمْ بِہٖ عِلْمٌ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی عبادت کے متعلق نہ تو اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نازل کی ہے اور نہ انہیں خود ان کے متعلق کوئی علم ہے، اور (قیامت کے دن) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔[۷۳]

اعمال کو بہتر جانتا ہے اور وہی قیامت کے دن تمہارے اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا، لہٰذا اس دن حق اور باطل بالکل واضح ہو جائے گا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بڑا عمدہ ادب سکھایا ہے کہ جو شخص محض تعصب اور جھگڑا کرنے کے شوق میں تم سے مناظرہ کرنا چاہے اسے کوئی جواب نہ دو اور نہ اس کے ساتھ مناظرہ کرو، اس کے جواب میں صرف یہ بات کہہ دو جو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو سکھائی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جارہی ہے، خواہش کی پیروی کی جارہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور عام لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو۔ (ترمذی: ۳۰۵۸: ابواب تفسیر القرآن: سورۃ المائدۃ)

[۷۲] یعنی صرف ان منکرین کے اعمال ہی نہیں اللہ تعالیٰ تو زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہے اور بعض حکمتوں کے پیش نظر اس نے ہر چیز کے علم کو لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ اتنی بے شمار چیزوں کا علم رکھنا، اس کے مطابق فیصلہ کرنا اور پھر اس فیصلہ کو نافذ کرنا، اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[۷۳] یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں ان کو معبود ثابت کرنے کے لئے نہ تو ان کے پاس کوئی نقلی

Marfat.com

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ؑ﴿۷۲﴾

۷۲۔ اور جب ان (کفار) کو ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو آپ کفار کے چہروں پر ناپسندیدگی (کے آثار) پہچان لیتے ہیں، ایسے لگتا ہے کہ وہ عنقریب ان لوگوں پر جھپٹ پڑیں گے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، آپ فرما دیجیے: کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ چیز سے آگاہ کروں؟ وہ آگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے کفار سے وعدہ کر رکھا ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ [۷۴]

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اس کو غور سے سنو! بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا جن (بتوں) کی تم عبادت کرتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ وہ سب اس کام کے لئے اکٹھے ہو جائیں، اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اس چیز کو اس مکھی سے چھڑا نہیں سکتے، طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں۔ [۷۵]

دلیل ہے جس کو وہ کسی آسمانی کتاب سے دکھا سکیں اور نہ ہی کوئی عقلی دلیل ہے جس کو وہ اپنے علم سے ثابت کر سکیں، لہٰذا شرک کرنے والے سب سے بڑے ظالم ہیں اور قیامت کے دن جب اس ظلم کی سزا انہیں ملے گی تو کوئی ان کی مدد نہیں کر سکے گا۔

[۷۴] کفار کے سامنے جب قرآن مجید کی آیات پڑھی جاتیں تو وہ غصے سے بھر جاتے جس کی وجہ سے ان کے چہروں پر ناگواری کے آثار ظاہر ہو جاتے اور ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ ابھی تلاوت کرنے والے مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے۔ اس پر کفار کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ابھی تو قرآن کی آیات سن کر صرف تمہارے چہرے کے تیور بدلتے ہیں مگر ایک وقت آنے والا ہے اگر تم نے آج کفر سے توبہ نہ کی تو اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ صورت حال سے تمہیں دوچار ہونا پڑے گا اور وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے کفار سے وعدہ کر رکھا ہے۔

[۷۵] اس آیت میں بتوں کی بے بسی کی ایک مثال بیان کی گئی ہے یعنی سارے بت مل کر بھی ایک مکھی تک پیدا نہیں کر سکتے بلکہ مکھی

Marfat.com

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا طاقت ور (اور) غالب ہے۔

اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۷۵﴾ۚ

۷۵۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو چن لیتا ہے، [۷۶] بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جائیں گے۔ [۷۷]

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ۚ۩

۷۷۔ اے ایمان والو! تم رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک کام کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اگر ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو ان میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ وہ مکھی سے اپنی چیز واپس لے سکیں تو جس طرح یہ معبود خود بے بس اور کمزور ہیں اسی طرح ان معبودوں کے طالب اور ماننے والے بھی ذہنی طور پر بے بس اور کمزور ہیں۔ دراصل انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا ورنہ وہ ان بے بس معبودوں کے سامنے کبھی نہ جھکتے۔

[۷۶] اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام پہنچانے کے لئے بعض فرشتوں کو منتخب فرمایا جیسے حضرت جبریل علیہ السلام کو رسولوں تک وحی پہنچانے کے لئے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کو لوگوں تک موت کا پیغام پہنچا کر ان کی روح قبض کرنے کے لئے منتخب فرمایا اسی طرح لوگوں کی راہنمائی کے لئے انبیاء ورسل کو منتخب فرمایا۔ ان دونوں قسم کے رسولوں کا انتخاب اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے، وہ ہر فرشتہ اور ہر انسان کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے اور اس کی صلاحیتوں کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے۔

[۷۷] جب اللہ تعالیٰ ہر انسان کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور اس کے تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے تو پھر انسان اس کی نافرمانی کر کے کہاں جا سکتا ہے اور اس کے عذاب سے کیسے بچ سکتا ہے؟ لہٰذا ہر انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کر کے اس کی رضا حاصل کرے۔

Marfat.com

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ
اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ
مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ
سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا
لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۖۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ
مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۷۸ ع

۷۸۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے، اس نے تمہیں چن لیا ہے [۷۸] اور اس نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی نہیں رکھی، [۷۹] (یہ) تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی تمہارا نام مسلمان رکھا ہے [۸۰] تاکہ رسول تم پر گواہ ہو جائے اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ، [۸۱] پس تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ (کی رسی) کو مضبوطی سے تھامے رکھو، وہی تمہارا کارساز ہے، پس وہ کتنا اچھا کارساز ہے، اور کتنا اچھا مددگار ہے۔

---

[۷۸] اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا کہ انہیں تمام امتوں پر فضیلت بخشی۔ اب اس اعزاز کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان حق کی سربلندی کے لئے ہر ممکن کوشش کریں اور اس میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں۔ جہاد سے کیا مراد ہے؟ اس کی کتنی قسمیں ہیں؟ اس کی تفصیل کے لئے سورۃ توبہ (۹) کا تعارف ملاحظہ کریں۔

[۷۹] دین کے جملہ احکام آسان اور قابل عمل ہیں اس میں کوئی مشکل حکم نہیں جو انسان کی طاقت سے باہر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا۔ (قرآن: ۲:۲۸۶)

[۸۰] عرب اور نبی کریم ﷺ چونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے جد امجد ہیں۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت سارے انبیاء کرام مثلاً حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہم کے بھی جد امجد ہیں اس لئے غیر عرب بھی آپ کا باپ کی طرح احترام کرتے ہیں۔ یہاں اہل عرب کو بتایا جا رہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ جو دین اسلام لے کر آئے ہیں یہ کوئی نیا دین نہیں بلکہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا دین ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور خدا کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خود بھی مسلمان تھے اور اپنی نسلوں کے لئے مسلمان رہنے کی دعا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی کتابوں میں بھی اور قرآن مجید میں بھی تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ دراصل تمام انبیائے کرام اور ان کو ماننے والے لوگ مسلمان تھے مگر اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ یہ لقب حضرت محمد ﷺ کی امت کو عطا فرمایا ہے۔

[۸۱] سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن انبیائے کرام کو اور ان کی امتوں کو لایا جائے گا، پھر انبیاء سے

Marfat.com

سوال کیا جائے گا: کیا آپ نے اپنی اپنی امتوں کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے کہ انہوں نے تبلیغ کی تھی۔ اس پر ان کی امتیں انکار کریں گی۔ پھر اس امت (مسلمہ) کو لایا جائے گا اور وہ گواہی دیں گے کہ انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو تبلیغ کی تھی۔ دوسری امتیں ان سے کہیں گی: تمہیں کیسے پتہ چلا؟ وہ کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے اپنی کتاب میں ہمیں اس کی خبر دی ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے: اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: ہاں، پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا: آیا انہوں نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: ہمارے پاس کوئی عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا، پھر اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائے گا: تمہارے حق میں کون گواہی دے گا؟ وہ کہیں گے: محمد ﷺ اور آپ کی امت۔ پھر وہ گواہی دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی اور اس کی تصدیق سورۃ بقرہ (۲) کی آیت نمبر ۱۴۳ میں ہے: اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تم پر گواہ ہو۔

(بخاری: ۴۴۸۷: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ البقرہ: باب ۱۳)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز ظہر بروز ہفتہ ۲۱ جون ۲۰۰۸ء بمطابق ۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۹ھ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ المؤمنون (۲۳)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''مومنون'' ہے جو کہ پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ اس سورت کی ابتدائی آیات میں مومنوں کی صفات بیان کی گئی ہیں اور بتایا گیا ہے کہ جو خوش نصیب ان صفات سے متصف ہوتے ہیں وہ دونوں جہاں میں کامیاب اور جنت الفردوس کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

☆ اس سورت میں اسلام کے دو بنیادی عقائد یعنی توحید اور آخرت کے بارے میں عام فہم دلائل دیئے گئے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے کس طرح پانی کے ایک قطرہ کو خون، گوشت اور ہڈیوں میں تبدیل کر کے ایک خوبصورت انسان بنایا، تا کہ انسان اپنے خالق کو پہچانے اور اس کا شکر ادا کرے۔ نیز جس طرح اللہ تعالیٰ نے پانی کے ایک قطرہ سے زندہ انسان کو پیدا فرمایا اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ اس کو زندہ کر دے۔

☆ اس سورت میں چند گزشتہ انبیاء علیہم السلام کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن کے ساتھ ان کی امتوں نے ناروا سلوک کیا اور اس کی پاداش میں وہ قومیں عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئیں۔ اس سے ایک طرف تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے کہ آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں، پہلے انبیاء کرام کے ساتھ بھی ناروا سلوک ہوتا رہا ہے اور دوسری طرف مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ پہلی قوموں سے عبرت حاصل کریں اور مسلسل نافرمانی کر کے عذاب الٰہی کو دعوت نہ دیں۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسی آواز سنائی دیتی تھی جیسی شہد کی مکھیوں کی آواز ہوتی ہے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایسی ہی آواز سنی گئی تو ہم تھوڑی دیر ٹھہر گئے تا کہ تازہ وحی سن لیں۔ جب آپ وحی کی کیفیت سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے لگے: ''یا اللہ! ہمیں زیادہ دے کمی نہ کر، ہمیں عزت دے ذلیل نہ کر، ہمیں عطا فرما محروم نہ کر، ہمیں دوسروں پر ترجیح دے دوسروں کو ہم پر ترجیح نہ دے، ہم سے راضی ہو اور ہمیں بھی اپنی رضا سے راضی کر دے۔'' اس کے بعد آپ نے فرمایا: مجھ پر اس وقت دس آیتیں نازل ہوئی ہیں، جو شخص ان دس آیتوں کے احکام پر عمل کرے گا، وہ جنت میں جائے گا، پھر آپ نے اس سورت یعنی مومنون کی ابتدائی آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ (ترمذی: ۳۱۷۳: ابواب تفسیر القرآن: باب ۲۴: سورہ المومنون)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز جمعہ ۸، اگست ۲۰۰۸ء بمطابق ۶ شعبان ۱۴۲۹ھ

Marfat.com

ایاتہا ۱۱۸ ۲۳ سورۃ المؤمنون مکیۃ ۷۴ رکوعاتہا ۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ ۱۔ بے شک ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی۔

الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ ۲۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔[۱]

---

[۱] اس سورت کی ابتدائی آیات میں مومنوں کی سات صفات کا ذکر کیا گیا ہے جن پر عمل کرنے سے ان کو فلاح اور جنت الفردوس حاصل ہوگی۔ان میں سے پہلی صفت خشوع ہے۔

اصطلاح شریعت میں خشوع کرنے والے سے وہ شخص مراد ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو اور اس کے اعضاء سے تواضع ظاہر ہو، اور نماز میں خشوع سے متعلق علامہ پانی پتی اہل علم کا قول نقل کرتے ہیں کہ انسان اپنی ساری توجہ نماز میں مرکوز کردے، اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے منہ پھیر لے اور اپنی زبان سے جو الفاظ تلاوت کرے ان کے معانی میں غور و تدبر کرے۔ (تفسیر مظہری)

خشوع کے متعلق چند احادیث اور چند اقوال

۱۔ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا۔آپ نے فرمایا: اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔ (تفسیر در منثور)

۲۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک وہ دوسری طرف التفات نہ کرے اور جب بندہ ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اعراض کر لیتا ہے۔ (ابو داؤد: ۹۰۹: کتاب الصلاۃ: باب ۱۶۵)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نماز میں اپنی نگاہ کہاں رکھوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اپنی نظر سجدہ کرنے کے مقام پر رکھ۔ (السنن الکبریٰ: بیہقی: جلد ۲: ص ۲۸۴)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: صحابہ جب نماز پڑھتے تھے تو اپنی نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے، اپنی نظریں جھکا کر سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہے اور وہ دائیں بائیں التفات نہیں کرتے تھے۔ (تفسیر در منثور)

۵۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب تم نماز پڑھ رہے ہوتے ہو تو تمہارا رب تمہارے سامنے ہوتا ہے اور تم اس سے مناجات کر رہے ہوتے ہو، پس تم ادھر ادھر التفات نہ کرو۔عطاء رحمہ اللہ نے کہا: مجھے یہ

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ ۳۔ اور جو بے ہودہ باتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ [۲]

حدیث پہنچی ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو کس کی طرف التفات کر رہا ہے، میں تیرے لئے اس سے بہتر ہوں جس کی طرف تو التفات کر رہا ہے؟ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۴۵۳۸: جلداول: ص ۴۹۲)

۶۔ نمازی کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر، رکوع کی حالت میں اپنے پاؤں کے ظاہری حصے پر، سجدے کی حالت میں ناک کے سرے پر، قعدہ کی حالت میں اپنی گود میں، دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دائیں کندھے پر اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے بائیں کندھے پر نظر رکھے۔ اس سے نماز میں خشوع حاصل ہوتا ہے۔ (حاشیہ ردالمحتار: جلداول: ص ۴۷۷) نماز میں خشوع کے لئے سورہ ابراہیم (۱۴) کی آیت نمبر ۳۱ اور حاشیہ نمبر ۲۸ بھی ملاحظہ کریں۔

نماز کے ظاہری اور باطنی آداب

ایک دفعہ حضرت عاصم بن یوسف علیہ الرحمۃ نے حضرت حاتم زاہد علیہ الرحمۃ سے پوچھا: اے حاتم! تم نماز کس طرح ادا کرتے ہو؟ حاتم نے جواب دیا: جب نماز کا وقت قریب ہوتا ہے تو میں ظاہر کا وضو پانی سے (اور باطن کا وضو توبہ سے) کر لیتا ہوں اور جائے نماز پر اطمینان سے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ نماز کی ادائیگی میں یہ خیال کرتا ہوں کہ گویا کعبہ میرے سامنے ہے، اللہ تعالیٰ میرے دل کو ملاحظہ فرما رہا ہے، میرے دائیں جنت، میرے بائیں دوزخ، میرا قدم پل صراط پر، ملک الموت میرے پیچھے اور یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے، پھر میں احسان کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں، تفکر کے ساتھ قراءت کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، تضرع اور زاری کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں، آخر میں قعدہ کرتا ہوں، امید کے ساتھ تشہد پڑھتا ہوں، اخلاص کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں، پھر خوف اور امید کی کیفیت میں کھڑا ہوتا ہوں اور صبر پر پابند رہتا ہوں۔ عاصم نے پوچھا: اے حاتم! کیا تم ایسے ہی نماز پڑھتے ہو؟ حاتم نے جواب دیا: میں تیس سال سے ایسے ہی نماز پڑھ رہا ہوں۔ عاصم رو پڑے اور کہنے لگے: ہائے افسوس! میں تو کبھی بھی ایسی نماز نہیں پڑھ سکا۔ (تفسیر روح البیان: جلداول: ص ۳۳)

[۲] اہل ایمان کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ لغو سے اجتناب کرتے ہیں۔ لغو سے مراد ہر وہ قول اور فعل ہے جو فضول اور بے فائدہ ہو۔ (المنجد) یعنی اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ وہ بے کار باتوں اور فضول کاموں میں وقت ضائع نہیں کرتے بلکہ زندگی کے ہر لمحہ کو بامقصد بنانے میں سرگرم رہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے مقصد پیدا نہیں فرمایا۔ اسی لئے ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے مقصد چیزوں کو ترک کر دے۔ (ترمذی: ابواب الزھد: باب ۱۱) نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو نصیحت فرمائی: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے اعراض فرماتا ہے تو اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ بندہ بے مقصد کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے۔۔۔۔ اور جس شخص کی عمر چالیس سالوں سے زیادہ ہو گئی ہو اور ابھی تک اس کی نیکی اس کی برائی پر غالب نہیں آئی تو وہ جہنم کی آگ کے لئے تیاری کر لے۔ (ایھا الولد: امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ) اور حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا: میں اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہوں کہ میں تم میں سے کسی کو نکما بیٹھے ہوئے دیکھوں کہ نہ وہ دنیا کا کوئی کام کر رہا ہو اور نہ ہی اپنی آخرت کو سنوار رہا ہو۔ (روح المعانی: تفسیر سورۃ الانشراح

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝

۴۔ اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔[۳]

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝

۵۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝

۶۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا ان کنیزوں کے جو ان کے ہاتھوں کی ملکیت ہیں تو (ان کے پاس جانے میں) ان پر کوئی ملامت نہیں۔[۴]

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝

۷۔ اور جس نے ان دو کے علاوہ کسی اور کی طلب کی تو وہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝

۸۔ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں [۵] اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں۔[۶]

---

۹۴) البتہ ایسی سیر و تفریح جو جسمانی صحت کا اور ایسے مشاغل نشاط جو قلب و روح کی تازگی کا باعث ہوں وہ لغو میں داخل نہیں ہیں۔

[۳] اہل ایمان کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کا لغوی معنیٰ "پاک کرنا" ہے۔ اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ سے مراد وہ اڑھائی فیصد رقم ہے جو صاحب نصاب ادا کرتا ہے۔ چونکہ مالی زکوٰۃ کے نظام اور اس کے نصاب کا باقاعدہ اعلان مدینہ منورہ میں ہوا تھا اور یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی تھی اس لئے یہاں زکوٰۃ کا لغوی معنیٰ مراد ہے جس میں مالی زکوٰۃ بھی شامل ہے یعنی اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو اور اپنے اعمال، اقوال اور اموال کو پاک رکھنے میں سرگرم رہتے ہیں۔

[۴] اہل ایمان کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرتے ہیں یعنی جنسی خواہش کے لئے صرف اپنی منکوحہ بیوی یا مملوکہ کنیز کے پاس جاتے ہیں کیونکہ شریعت نے ان دو کے علاوہ جنسی خواہش کے باقی سارے طریقے حرام قرار دیئے ہیں، اور اب تو صرف ایک ہی طریقہ رہ گیا ہے اور وہ ہے منکوحہ بیوی کیونکہ مملوکہ کنیز کا دور اب ختم ہو چکا ہے۔

[۵] اہل ایمان کی پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ امانتوں کی پاسداری کرتے ہیں۔ امانتوں سے مراد وہ ساری ذمہ داریاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے یا انسانوں نے کسی شخص کے سپرد کی ہوں اور مومن اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا کیونکہ جو مومن امانت میں خیانت کرتا ہے اس کا ایمان خطرہ میں ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص امانت کی پاسداری نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۳۵)

[۶] اہل ایمان کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ وعدوں کی پاسداری کرتے ہیں۔ وعدوں سے مراد وہ سارے معاہدے ہیں جو انسان

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿٩﴾	۹۔ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔[۷]
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿١٠﴾	۱۰۔ یہی لوگ وارث ہیں۔
الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١١﴾	۱۱۔ جو (جنت) الفردوس کی وراثت پائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔[۸]
وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿١٢﴾	۱۲۔ اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔[۹]
ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿١٣﴾	۱۳۔ پھر ہم نے اسے نطفہ بنا کر ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔
ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ	۱۴۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو ایک معلق گاڑھا خون بنا دیا، پھر

اور خدا کے درمیان یا انسان اور انسان کے درمیان استوار کیے گئے ہوں۔ مومن اپنے وعدوں کی پاسداری کرتا ہے کیونکہ جو مومن وعدہ خلافی کرے اس کا دین خطرے میں ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔ (بخاری: کتاب الشھادات: باب ۲۸) عہد و پیمان کے لئے سورہ انفال (۸) کی آیت نمبر ۲۷ اور حاشیہ نمبر ۵۲ بھی ملاحظہ کریں۔

[۷] اہل ایمان کی ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں یعنی سستی نہیں کرتے اور نماز کو اپنے وقت میں پڑھتے ہیں یعنی بلاوجہ تاخیر یا قضا نہیں کرتے۔

[۸] جن اہل ایمان میں مذکورہ صفات پائی جائیں وہ جنت الفردوس کی وراثت کے مستحق ہیں۔ نفس جنت تو مطلق مومنین کے لئے ہوگی مگر فردوس چونکہ جنت کا اعلیٰ درجہ ہے اس لئے اس میں اعلیٰ درجے کے مومن ہی جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے اور فردوس جنت کا سب سے بلند درجہ ہے اور اس سے جنت کی چاروں نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے لہٰذا جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔ (ترمذی: ۲۵۳۱: ابواب صفۃ الجنۃ: باب ۴)

[۹] اللہ تعالیٰ نے انسان اول حضرت آدم علیہ السلام کو براہ راست مٹی سے پیدا فرمایا اور اولاد آدم کو اس نطفہ سے پیدا فرمایا جو مٹی سے پیدا ہونے والی غذاؤں سے بنتا ہے، لہٰذا دونوں صورتوں میں ہر انسان کی اصل مٹی ہے۔

Marfat.com

مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ﴿۱۴﴾

ہم نے اس معلق خون کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیا، پھر ہم نے اس گوشت کو ہڈیاں بنا دیا، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر ہم نے (روح پھونک کر) اسے دوسری مخلوق بنا دیا، پس بڑا بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔[۱۰]

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ پھر اس کے بعد یقیناً تم مرنے والے ہو۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ پھر یقیناً تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور بے شک ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے[۱۱] اور ہم مخلوق سے غافل نہیں ہیں۔[۱۲]

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اور ہم نے ایک اندازے کے مطابق آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کو زمین میں ٹھہرایا اور بے شک ہم اسے لے جانے پر بھی قادر ہیں۔[۱۳]

---

[۱۰] ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شکم مادر میں انسانی تخلیق کے مختلف مراحل بیان فرمائے ہیں یعنی پہلے نطفہ ایک معلق گاڑھے خون کی شکل اختیار کرتا ہے، پھر گوشت کا لوتھڑا، پھر ہڈیاں اور پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھتا ہے اور پھر اس میں روح پھونک کر اسے ایک ایسی حسین مخلوق بنا دیا جاتا ہے جس کو اشرف المخلوقات حضرت انسان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

[۱۱] ہم نے تمہارے اوپر سات راستے اور مدار بنائے جن میں سیارے گردش کرتے ہیں اور ان سے مراد سات آسمان بھی لئے گئے ہیں یعنی پانی کے ایک قطرہ سے انسان بنانا بھی بڑی چیز ہے مگر آسمان جیسی وسیع اور بلند مخلوق بنانا اس سے بھی بڑی چیز ہے۔

[۱۲] یعنی ہم آسمانوں کو پیدا کر کے زمینی مخلوق کی مصلحتوں اور ضرورتوں سے غافل نہیں ہو گئے بلکہ آسمان کی پیدائش اور سیاروں کی گردش میں بھی زمینی مخلوق کے لئے فوائد موجود ہیں۔

[۱۳] ہم تمہاری ضرورت کے مطابق بارش برساتے ہیں، اس سے تمہارے کھیت اور باغات سیراب ہوتے ہیں، تالابوں میں پانی جمع ہو جاتا ہے، کچھ پانی زمین اپنے اندر جذب کر کے ذخیرہ کر لیتی ہے جو کنوؤں اور چشموں کے ذریعہ آپ کے کام آتا ہے، لیکن اگر ہم چاہتے تو سارا پانی سمندر میں چلا جاتا، بخارات بن کر اڑ جاتا یا زمین میں پانی کی سطح اتنی نیچی کر دیتے کہ

Marfat.com

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ پھر اس پانی کے ذریعہ ہم نے تمہارے لئے کھجور اور انگور کے باغات اگائے، تمہارے لئے ان میں بہت سے پھل ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور وہ درخت (زیتون پیدا کیا) جو طور سیناء سے نکلتا ہے اور کھانے والوں کے لئے تیل اور سالن لے کر اگتا ہے۔[۱۴]

وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور بے شک تمہارے لئے چوپایوں میں بھی ایک سبق ہے، ہم تمہیں اس (دودھ) سے پلاتے ہیں جو ان کے شکموں میں ہے اور تمہارے لئے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔[۱۵]

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

۲۲۔ اور ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا تم ڈرتے نہیں؟

تمہارے لئے پانی کا حصول ناممکن ہو جاتا مگر ہم نے تمہاری ضروریات کے پیش نظر ایسا نہیں کیا۔

[۱۴] پانی کے ذریعہ جو نعمتیں انسان کے لئے زمین سے اگتی ہیں ان میں سے ایک زیتون کا درخت ہے جو طور سیناء کے علاقہ میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ والتین میں زیتون کی قسم یاد فرمائی ہے۔ اس درخت سے تیل نکلتا ہے اور اس کے پھل کا سالن بھی بنایا جاتا ہے، لہٰذا یہ بڑا بابرکت اور فائدہ مند درخت ہے۔

[۱۵] اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مویشیوں میں بہت سے فائدے رکھے ہیں، تم ان میں سے بعض کا دودھ پیتے ہو، بعض کا گوشت کھاتے ہو اور بعض پر سواری کرتے ہو۔ ان میں تمہارے لئے مقام غور وفکر ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور حکمتوں کا احساس کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔

Marfat.com

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا
هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ
عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ښ
مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝۲۴

۲۴۔ تو ان کی قوم کے کافر سردار کہنے لگے: یہ شخص تو محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے جو تم پر فضیلت و برتری حاصل کرنا چاہتا ہے، [۱۶] اور اگر اللہ تعالیٰ (رسول بھیجنا) چاہتا تو وہ فرشتوں کو نازل کر دیتا، ہم نے یہ بات اپنے پہلے آباء و اجداد میں کبھی نہیں سنی۔ [۱۷]

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ
حَتّٰى حِيْنٍ ۝۲۵

۲۵۔ یہ تو ایسا شخص ہے جس کو جنون لاحق ہو گیا ہے، سو تم کچھ عرصہ تک اس کو ڈھیل دو۔

---

[۱۶] جب کوئی مخلص شخص اصلاح احوال اور فلاح دارین کی آواز بلند کرتا ہے تو ارباب اقتدار اور مخالفین حق اس پر فوراً یہ الزام لگا دیتے ہیں کہ یہ شخص اقتدار کا بھوکا ہے۔ یہی الزام قوم نوح کے سرداروں نے حضرت نوح علیہ السلام پر لگایا کہ نوح تم پر فضیلت و برتری حاصل کرنا چاہتا ہے۔ (قرآن: ۲۳: ۲۴) اور یہی الزام فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام پر لگایا کہ تم دونوں ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ سرزمین مصر پر تمہارا اقتدار ہو جائے۔ (قرآن: ۱۰: ۷۸) اور مکہ کے سرداروں کو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہی شبہ تھا، اسی لئے انہوں نے آپ کو دولت، سرداری اور مکہ کی حکومت کی اس شرط پر پیشکش کی کہ آپ توحید کی دعوت سے دست بردار ہو جائیں مگر آپ نے فرمایا: اگر تم سورج لا کر میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دو اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں اور یہ توقع کرو کہ میں توحید کی دعوت کو چھوڑ دوں تو تب بھی یہ ناممکن ہے۔ (سیرت ابن کثیر: جلد اول: ص ۴۷۴)

اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ ساری عمر ذاتی مفادات اور دنیاوی شان و شوکت کے حصول میں لگے رہتے ہیں ان کے لئے یہ تصور کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کہ اسی دنیا میں کچھ ایسے مخلص لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو بے لوث جذبات کے ساتھ صرف بنی نوع انسان کی فلاح کی خاطر اپنی زندگی وقف کر دیتے ہیں۔ حق و باطل کی اس لڑائی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی انسان کی تاریخ پرانی ہے مگر ہر دور میں ایسے مخلص افراد پیدا ہوتے رہتے ہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام کے نقوش قدم پر چلتے ہوئے حق کی سربلندی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں۔

[۱۷] حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم! میں تمہاری طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صرف اسی کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو ان میں سے کافر سرداروں نے دوسرے لوگوں سے کہا: یہ تو محض تمہاری ہی طرح ایک بشر ہے یہ نبی کیسے ہو سکتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنانا ہی تھا تو وہ کسی فرشتہ کو نبی بناتا۔ نیز جس توحید کی یہ دعوت دیتا ہے ہم نے ایسی دعوت تو اپنے آباء و اجداد میں بھی کبھی نہیں سنی۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ مجنون اور

Marfat.com

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! اب تو ہی میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔

فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ پس ہم نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تم ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بناؤ، پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچے اور تنور (سے پانی) ابلنے لگے تو ہر جنس میں سے ایک ایک جوڑا اس کشتی میں سوار کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی سوائے ان کے جن (کو غرق کرنے) کا فیصلہ ہو چکا ہے اور ان لوگوں کے بارے میں مجھ سے کچھ عرض نہ کرنا جنہوں نے ظلم کیا، بے شک وہ ضرور غرق کئے جائیں گے۔[۱۸]

فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَ مَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ پھر جب آپ اور آپ کے ساتھی اطمینان کے ساتھ کشتی میں بیٹھ جائیں تو کہنا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی۔

وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اور عرض کرنا: اے میرے رب! مجھے بابرکت منزل پر اتار اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

دیوانہ ہو گیا ہے، لہٰذا اس کو کچھ عرصہ تک ڈھیل دے دو کہ وہ فوت ہو جائے یا اس کا جنون جاتا رہے اور خود ہی اس دعوت سے دست بردار ہو جائے۔

[۱۸] حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی تکذیب سے تنگ آ کر بارگاہ الٰہی میں مدد کی فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا: تم ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بناؤ اور جب ساری زمین چشموں کی طرح ابل پڑے حتیٰ کہ آگ کے تنوروں سے بھی پانی نکلنے لگے تو ہر جنس سے ایک ایک جوڑا اس کشتی میں سوار کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی سوائے ان ظالموں کے جن کو غرق کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے اور جب یہ ظالم غرق ہونے لگیں تو ان کی نجات کے لئے کوئی سفارش نہ کرنا کیونکہ وہ اپنی سرکشی کے باعث غرق ہونے کے مستحق قرار پا چکے ہیں۔

Marfat.com

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ۝٣٠	۳۰۔ بے شک اس قصہ میں بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم (اپنے بندوں کو) ضرور آزمانے والے ہیں۔[۱۹]
ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝٣١	۳۱۔ پھر ہم نے ان کے بعد ایک اور امت پیدا فرمادی۔
فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝٣٢	۳۲۔ پھر ہم نے ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، کیا تم نہیں ڈرتے؟[۲۰]
وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝٣٣	۳۳۔ اور ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں آسودگی دی وہ کہنے لگے: یہ شخص تو محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے، وہی چیزیں کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔[۲۱]
وَلَىِٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝٣٤	۳۴۔ اور اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی پیروی کرلی تو پھر تم ضرور نقصان اٹھانے والے ہوگے۔

[۱۹] حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں بہت سی نشانیاں اور سبق آموز باتیں ہیں یعنی توحید کی دعوت دینے والے انبیائے کرام علیہم السلام حق پر تھے اور ان کی تکذیب کرنے والے باطل پر تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جس طرح قوم نوح کو آزمایا اسی طرح سارے لوگوں کو آزماتا ہے کہ کون ان نشانیوں کو سن کر عبرت حاصل کرتا ہے اور کون نہیں کرتا؟

[۲۰] حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم عاد یا قوم ثمود کو پیدا فرمایا اور ان میں بھی انہی میں سے رسول بھیجا جس نے اپنی قوم کو وہی پیغام دیا جو پہلے انبیاء علیہم السلام اپنی قوموں کو دیتے رہے یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسی کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں ہے۔

[۲۱] حضرت نوح علیہ السلام کے بعد قوم عاد یا قوم ثمود میں جب اللہ تعالیٰ نے نبی مبعوث فرمایا تو ان کی قوم کے وہ سردار جو دنیاوی زندگی کے اعتبار سے بڑے خوشحال اور عقیدے کے اعتبار سے توحید اور آخرت کے منکر تھے، وہ دوسرے عام لوگوں سے کہنے لگے: یہ شخص محض تمہاری ہی طرح ایک بشر ہے اور تمہاری ہی طرح کھاتا اور پیتا ہے تو پھر یہ نبی کیسے ہوسکتا ہے؟ لہٰذا اگر تم نے اپنی آزادی چھوڑ کر اپنے ہی جیسے بشر کی پیروی قبول کرلی تو تم یقیناً خسارے میں رہوگے۔

Marfat.com

أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُمْ مُّخْرَجُونَ ﴿٣٥﴾

۳۵۔ کیا وہ تم سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور تم مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم (پھر قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔[۲۲]

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿٣٦﴾

۳۶۔ (یہ بات عقل سے) بہت دور ہے، بہت دور ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٣٧﴾

۳۷۔ نہیں ہے کوئی اور زندگی سوائے ہماری اس دنیوی زندگی کے، ہم یہیں مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم (قبروں سے) نہیں اٹھائے جائیں گے۔[۲۳]

---

[۲۲] وہ کافر سردار کہتے تھے: یہ نبی تمہارے مرنے اور مٹی ہو جانے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ ہونے کا یقین دلاتا ہے حالانکہ ایسی بات کو تسلیم کرنا عقل سے بہت دور ہے۔

[۲۳] ان کافر سرداروں کا عقیدہ یہ تھا کہ ہماری زندگی صرف یہی دنیاوی زندگی ہے، اسی دنیا میں ہم مرتے اور جیتے ہیں، اس کے بعد ہم قبروں سے نہیں اٹھائیں جائیں گے مگر یہ شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگاتا ہے کہ وہ ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا، لہٰذا ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

عقیدہ قیامت کی ضرورت

اس آیت کی تفسیر میں میرے شیخ طریقت ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے متعلق بڑا حسین تبصرہ کیا ہے جو میں لفظ بلفظ ہدیہ قارئین کرتا ہوں:

''یہ دنیا دار العمل ہے، دار الجزا نہیں۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی بدکار ہوتے ہوئے عزت و آرام کی زندگی بسر کرتا ہے اور دوسرا آدمی نیک، مخلص اور اپنی قوم کا بلکہ نوع انسانی کا سچا بہی خواہ ہونے کے باوجود عمر بھر طرح طرح کی مصیبتوں اور آزمائشوں میں مبتلا رہتا ہے۔ اگر موت ہی انسانی زندگی کے قافلہ کی آخری منزل ہوتی تو اس سے بڑی ناانصافی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ انسان جو نیک اور مخلص ہے، وہ عمر بھر کانٹوں پر لوٹتا رہے اور جو بدمعاش اور سفاک ہے، وہ داد عیش دیتا رہے۔ اس صورت میں ان اخلاقی قدروں کو جن سے انسانی عظمت وابستہ ہے کون اپنائے گا؟ بلکہ کون انہیں اچھا جانے گا؟ وہ جانباز جو اپنی جوانی اور شباب کی رنگینیوں کو اپنی قوم اور وطن کی آزادی پر قربان کر دیتا ہے اس سے تو وہ غدار اچھا جس نے اگرچہ اپنی قوم کی عزت کا سودا دشمن سے کیا لیکن اپنی زندگی آن بان سے گزاری اور اپنی اولاد کے لئے ڈھیروں سونا چھوڑ گیا، محض یہ کہہ دینا کہ نیک کام کرنے والے کا نیک نام باقی رہ جاتا ہے اور اس کے ذکر سے تاریخ کے

Marfat.com

إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ یہ تو محض ایسا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگایا ہے، لہٰذا ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

صفحات مزین ہوتے ہیں اور یہی اس کی جانبازی کا صلہ ہے، یہ کہنا بھی بہت بڑی زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو عادل اور حکیم ہے کم از کم اس کی فرمانروائی میں ایسی دھاندلی قطعاً قابل برداشت نہیں، اس لئے اس کی حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ اس فانی زندگی کے بعد ایک باقی زندگی بھی ہو جہاں عدل و انصاف کے سارے تقاضے پورے کئے جائیں۔ نیک اور مخلص لوگوں کو ان کی مخلصانہ جدوجہد کا پورا پورا صلہ دیا جائے اور بدکاروں کو ان کے کرتوتوں کی پوری سزا ملے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے تو اس دنیا میں ہی عدل کا ظہور کیوں نہیں ہوتا؟ تو اس کے متعلق مختصراً عرض یہ ہے کہ ہماری اس دنیوی زندگی کا دائرہ اتنا محدود ہے کہ اس میں عدل کے سارے تقاضے پوری صورت میں نمودار نہیں ہو سکتے اور بعض گراں بہا اعمال ایسے بھی ہیں جن کا معاوضہ اس دنیا میں نہیں دیا جا سکتا۔ آپ اس نوجوان کو کیا معاوضہ دے سکتے ہیں جس نے اپنی جان حق کو سربلند کرنے کے لئے قربان کر دی ہو؟ انسان اس مسئلہ میں جتنا غور کرتا چلا جائے، اس کا عقیدہ آخرت کی زندگی پر زیادہ مستحکم اور استوار ہوتا چلا جائے گا۔'' (تفسیر ضیاء القرآن)

عقیدہ قیامت کی ضرورت

اس فانی زندگی میں عدل و انصاف کے سارے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے، اس لئے قیامت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کے چند عقلی اور عام فہم دلائل ملاحظہ کریں:

۱۔ شہید کا صلہ

ایک مجاہد جس نے حق کی سربلندی اور اپنے ملک و ملت کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کر دی اس کا حق بنتا ہے کہ اس کو شایان شان صلہ دیا جائے۔ صرف قومی پرچم میں لپیٹ کر دفن کرنے یا اس کے نام کی یادگار بنانے سے اس کی ذات کو کیا فائدہ؟ نیز جان جیسی عزیز ترین چیز کا صلہ صرف تاریخی شہرت کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اس فانی زندگی کے بعد ایک باقی زندگی بھی ہو جہاں ان شہیدان ملت کو ان کے شایان شان اجر عظیم سے نوازا جائے۔

۲۔ مقتول کا بدلہ

ایک ستر سالہ بوڑھا جو اپنی زندگی کا سنہری حصہ گزار چکا ہے اگر وہ بندوق سے فائر کر کے بلا وجہ ایک تیس سالہ نوجوان کو قتل کر دے۔ اب دنیا کا قانون اس بوڑھے قاتل کو پانچ دس سال جیل کر دے گا یا زیادہ سے زیادہ اسے پھانسی پر لٹکا دے گا۔ کیا اس سے اس نوجوان مقتول کا حق ادا ہو جائے گا؟ کیا اس سے اس کی جوان بیوہ اور یتیم بچوں کا حق ادا ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں، انسانی حقوق کا تقاضا ہے کہ قیامت کا دن آئے جس میں مظلوم کو اس کا حق دلوایا جائے اور ظالم کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

Marfat.com

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝

٣٩۔ اس پیغمبر نے دعا کی: اے میرے رب! تو میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔

قَالَ عَمَّا قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ ۝

۴٠۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عنقریب وہ اپنے کئے پر نادم ہوں گے۔ [۲۴]

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

۴١۔ پس سچے وعدہ کے مطابق انہیں سخت چیخ نے آ پکڑا تو ہم نے انہیں خس و خاشاک بنا دیا، پس ظالم قوم کے لئے دوری ہو۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ ۝

۴٢۔ پھر ہم نے ان کے بعد کئی امتیں پیدا فرمائیں۔

٣۔ Yorkshire Ripper

پیٹر ولیم سٹ کلف (Peter William Sutcliffe) جو کہ یورک شائر رپر (Yorkshire Ripper) کے نام سے مشہور ہے اس نے 1975 سے 1980 تک کے عرصہ میں تیرہ خواتین کو قتل کیا اور سات خواتین کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ جج نے اس کو 20 زندگیاں جیل میں گزارنے کی سزا دی۔ (The Guardian, Friday, May 22, 1981) یعنی اس کے پاس ایک زندگی ہے جو یہ جیل میں گزارے گا اور اگر اس کے پاس 20 زندگیاں ہوتیں تو میں 20 خواتین کے بدلے میں اسے 20 زندگیاں جیل میں گزارنے کی سزا دیتا، لہٰذا ضروری ہے کہ آخرت کی لمبی زندگی ہو جس میں Yorkshire Ripper کو بقیہ 19 خواتین کے قتل کی سزا بھی دی جائے۔

۴۔ Holocaust

دوسری عالمی جنگ کے زمانہ میں Hitler کے حکم سے چھ ملین یہودیوں کا قتل عام کیا گیا۔ اب دنیا کا کوئی قانون ایسے ظالم کو قرار واقعی سزا نہیں دے سکتا، لہٰذا آخرت کی دائمی زندگی کا ہونا ضروری ہے تا کہ Hitler سے باری باری چھ ملین یہود کے قتل کا بدلہ لیا جا سکے۔

[۲۴] اس پیغمبر علیہ السلام نے بھی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح اپنی امت کی تکذیب سے تنگ آ کر اللہ تعالیٰ سے مدد کی فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس قوم پر عنقریب عذاب آنے والا ہے جس کو دیکھ کر یہ نادم ہوں گے مگر اس آخری وقت کی ندامت بے سود ہو گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے برحق وعدہ کے مطابق جب سخت چیخ کا عذاب آیا تو انہیں خس و خاشاک کی طرح برباد کر دیا اور ظالم لوگ خدا کی رحمت سے محروم ہی رہتے ہیں۔

Marfat.com

مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ کوئی قوم نہ تو اپنی مقررہ میعاد سے آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ ہی پیچھے رہ سکتی ہے۔[۲۵]

ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۖ كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةً رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُم بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ أَحَادِيثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے، جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلایا، پس ہم ایک کے بعد دوسری قوم کو ہلاک کرتے چلے گئے اور ہم نے ان قوموں کو افسانے بنا دیا، پس پھٹکار ہو ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔[۲۶]

ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسٰى وَ أَخَاهُ هٰرُونَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنی نشانیاں اور واضح دلیل دے کر بھیجا۔

إِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَائِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف، تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ بڑے سرکش تھے۔[۲۷]

فَقَالُوْا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ تو انہوں نے کہا: کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں کی قوم تو ہماری عبادت کرتی ہے۔

فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ پس انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو وہ ہلاک شدہ لوگوں میں سے ہو گئے۔

---

[۲۵] اللہ تعالیٰ نے جس قوم کے لئے عذاب کا جو وقت مقرر کر رکھا ہے وہ عذاب عین اسی وقت نازل ہو جاتا ہے لحہ بھر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتا۔

[۲۶] اللہ تعالیٰ نے بعض قوموں کے فنا ہونے کے بعد دوسری بعض قوموں کو پیدا فرمایا اور ہر قوم کی طرف ایک رسول مبعوث فرمایا مگر ہر قوم نے اپنے رسول کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ نے ہر تکذیب کرنے والی قوم کو اس طرح ہلاک کیا کہ وہ محض ایک افسانہ بن کے رہ گئی اور حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے وہ اس کی رحمت سے محروم رہتے ہیں۔

[۲۷] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا، وہ بڑے سرکش اور متکبر تھے۔ انہوں نے ان کو جھٹلایا جس کے صلہ میں ان کو غرق کر دیا گیا۔

Marfat.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ
يَهْتَدُوْنَ ۝۴۹

۴۹۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی تا کہ (ان کی قوم کے) لوگ ہدایت پا جائیں۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ
اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۝۵۰ ع

۵۰۔ اور ہم نے ابن مریم علیہ السلام اور ان کی ماں کو (اپنی قدرت کی) نشانی بنایا اور ہم نے ان دونوں کو ایک بلند جگہ پر پناہ دی جو رہائش کے قابل تھی اور اس میں چشمے جاری تھے۔ [۲۸]

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا
صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝۵۱

۵۱۔ اے رسولانِ (گرامی)! تم پاکیزہ چیزوں میں سے کھایا کرو اور نیک عمل کرتے رہو، جو عمل تم کرتے ہو میں اس کو خوب جانتا ہوں۔ [۲۹]

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا
رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝۵۲

۵۲۔ اور بے شک تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں، سو تم مجھ سے ڈرا کرو۔

---

[۲۸] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا اور حضرت مریم علیہا السلام کا بغیر خاوند کے حاملہ ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔ بلند جگہ سے مراد شاید وہ جگہ ہے جہاں لوگوں کی نگاہوں سے بچ کر حضرت مریم علیہا السلام نے پناہ لی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس کے نیچے چشمہ بہہ رہا تھا جیسا کہ سورہ مریم (۱۹) کی آیت نمبر ۲۴ میں ہے۔

[۲۹] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پاک اور حلال چیزوں کے کھانے کا حکم دیا ہے یعنی وہ چیزیں بذات خود بھی پاک ہوں اور حلال طریقہ سے حاصل کی گئی ہوں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ناپاک اور حرام چیزیں نہ کھائی جائیں۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیز کو ہی قبول فرماتا ہے ۔۔۔ پھر آپ نے اس شخص کا ذکر فرمایا جو دور دراز کا سفر کر کے آتا ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں، وہ آسمان کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام ہوتا ہے اور اس کی غذا حرام ہوتی ہے تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی؟ (مسلم: ۱۰۱۵: کتاب الزکوۃ: باب ۱۹)

۲۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جنت میں وہ گوشت اور خون داخل نہیں ہوگا جو اس مال سے حاصل کیا گیا ہو جو لوگوں کا حق مار کر اور انہیں نقصان پہنچا کر حاصل کیا گیا ہو۔
(شعب الایمان: ۵۷۶۳: جلد ۵: ص ۵۷)

Marfat.com

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝	۵۳۔ لیکن انہوں نے اپنی دینی وحدت کو باہمی اختلاف سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ہر گروہ اپنے نظریات پر خوش ہے۔[۳۰]
فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝	۵۴۔ پس آپ ان کو کچھ عرصہ تک ان کی غفلت میں رہنے دیں۔[۳۱]
اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝	۵۵۔ کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال و اولاد سے جوان کی مدد کر رہے ہیں۔[۳۲]
نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝	۵۶۔ تو ہم انہیں بھلائیاں پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں؟ (ہرگز نہیں) بلکہ وہ (حقیقت کو) سمجھتے نہیں۔
اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝	۵۷۔ بے شک جو لوگ اپنے رب کے خوف سے ڈرتے ہیں۔
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝	۵۸۔ اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

[۳۰] تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے ایک ہی دین یعنی توحید کی دعوت دی لیکن لوگ بعد میں توحید کو چھوڑ کر مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور ہر فرقہ اپنے اپنے نظریات پر مطمئن اور خوش ہے۔

[۳۱] اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو فرمایا: آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے، اس کے باوجود اگر یہ لوگ تعصب کا شکار ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے تو آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں ان کو ان کی غفلت میں ہی رہنے دیں، جب ان کی زندگی کی مدت ختم ہو گی تو انہیں حق و باطل بالکل واضح نظر آ جائے گا۔

[۳۲] اس دنیا میں جن لوگوں کے عقائد اور اعمال اچھے نہیں ہیں لیکن پھر بھی دنیاوی اعتبار سے بڑی برادری اور دولت کے مالک ہیں تو وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہے بلکہ یہ ان کی آزمائش ہے اور وہ حقیقت کو نہیں سمجھتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش کے انداز مختلف ہیں، کبھی وہ مال و اولاد دے کے آزماتا ہے اور کبھی ان سے محروم کر کے آزماتا ہے مگر راضی صرف ان لوگوں سے ہوتا ہے جو ہر حال میں اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جس کو وہ ناپسند

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾	۵۹۔ اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ (کسی کو) شریک نہیں بناتے۔
وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿٦٠﴾	۶۰۔ اور جو لوگ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) دیتے ہیں جتنا وہ دے سکتے ہیں اور ان کے دلوں پر (اللہ تعالیٰ کے جلال کا) خوف طاری رہتا ہے کیونکہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ [۳۳]
اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿٦١﴾	۶۱۔ یہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی نیکیوں کی طرف سبقت لے جانے والے ہیں۔
وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾	۶۲۔ اور ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو سچ بولتی ہے اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ [۳۴]

کرتا ہے مگر دین صرف اس کو دیتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۳۸۷)

[۳۳] جو اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور دیگر نیک کاموں میں اپنی صلاحیتیں صرف کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اپنی نیکیوں پر تکبر نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کسی کوتاہی کی وجہ سے ان کی یہ نیکیاں کہیں ضائع نہ ہو جائیں تو دراصل یہی لوگ نیکیوں میں آگے بڑھنے والے ہیں، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس آیت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ (اس وجہ سے ان کے دل کانپتے رہتے ہیں) تو آپ نے فرمایا: نہیں، اے صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی! بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں اور اس کے باوجود وہ ڈرتے ہیں کہ شاید ان کی یہ عبادتیں قبول نہ کی جائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ (ترمذی: ۳۱۷۵: ابواب تفسیر القرآن: باب ۲۴: سورۃ المومنون) حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو نیکیاں کر کے اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرتے ہیں کہ تم برائیاں کر کے بھی اتنا نہیں ڈرتے۔ (تفسیر قرطبی)

[۳۴] اللہ تعالیٰ کسی شخص سے ایسے اعمال کا مطالبہ نہیں کرتا جو وہ نہ کر سکتا ہو لیکن اس کے باوجود جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کی ساری حرکتیں اس کے نامۂ اعمال میں درج ہیں جو قیامت کے دن اس کے سامنے کھول کر رکھ دی جائیں گی اور ان کے مطابق اس کی سزا اور جزا کا عمل جاری ہوگا اور کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

Marfat.com

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِیْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾	۶۳۔ بلکہ ان کے دل اس (یعنی آخرت) سے غفلت میں ہیں اور ان کے اعمال مومنوں کے اعمال سے مختلف ہیں، وہ ان (برے) اعمال پر عمل پیرا ہیں۔[۳۵]
حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْئَرُوْنَ ﴿۶۴﴾	۶۴۔ یہاں تک کہ جب ہم ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں گرفتار کریں گے تو وہ چلا اٹھیں گے۔
لَا تَجْئَرُوا الْیَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾	۶۵۔ آج مت چلاؤ، بے شک ہماری طرف سے تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔[۳۶]
قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾	۶۶۔ بے شک میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم ایڑیوں کے بل پلٹ کر بھاگ جاتے تھے۔
مُسْتَكْبِرِیْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾	۶۷۔ تکبر کرتے ہوئے، قرآن کے متعلق افسانہ گوئی اور بکواس کرتے ہوئے۔[۳۷]

[۳۵] کفار کے دل توحید اور آخرت کے عقیدہ سے غافل ہیں اور ان کے اعمال مومنوں کے اعمال کے برعکس ہیں یعنی ان کا عقیدہ بھی غلط ہے اور ان کے اعمال بھی برے ہیں۔

[۳۶] عذاب جب آتا ہے تو وہ آسودہ حال اور بدحال لوگوں میں تفریق نہیں کرتا مگر ایسے اوقات میں عام طور پر آسودہ حال لوگ ہی زیادہ شور مچاتے ہیں اس لئے ان کو خطاب کیا گیا: مت چلاؤ، آج تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ اس سے مراد اگر دنیاوی عذاب ہے تو وہ غزوہ بدر کا میدان کارزار ہے جس میں ستر کافر مارے گئے اور ستر قیدی بنالئے گئے اور باقی چیختے چلاتے پسپا ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے اور اگر اس سے مراد اخروی عذاب ہے تو وہاں بھی جہنم میں ان کے چیخنے چلانے کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ دار الجزا ہے۔

[۳۷] عذاب میں مبتلا کفار جب چیخ و پکار کریں گے تو انہیں کہا جائے گا: کیا تمہیں وہ وقت یاد ہے جب اللہ تعالیٰ کا رسول تمہیں قرآن کی آیتیں پڑھ کر سناتا تھا تو تم ان کو سننا گوارا نہیں کرتے تھے اور تکبر کرتے ہوئے وہاں سے بھاگ جاتے تھے۔ نیز چاندنی راتوں میں کعبہ کے پاس بیٹھ کر قرآن اور صاحب قرآن کے خلاف سازشیں کرتے تھے، لہٰذا آج اپنی سازشوں کا مزہ چکھو، چیخنے چلانے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

Marfat.com

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُم مَّا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٦٨﴾

۶۸۔ کیا انہوں نے کلام (الٰہی) میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس وہ کلام آیا جو ان کے پہلے دادا کے پاس نہیں آیا تھا؟[۳۸]

أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ﴿٦٩﴾

۶۹۔ یا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا اس لئے اس کے منکر ہو گئے؟[۳۹]

نمازِ عشاء کے بعد باتیں کرنا

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عشاء سے پہلے سونے اور نمازِ عشاء کے بعد باتیں کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ (بخاری: ۵۶۸: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب ۲۳)

علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو مارا کرتے تھے جو رات کو باتیں کرتے تھے اور انہیں فرماتے: یہ بھی کوئی عقل مندی ہے کہ رات کے پہلے حصہ میں دیر تک جاگتے رہو اور اس کے آخری حصہ میں جو نزول رحمت کا وقت ہوتا ہے، سوتے رہو۔ اب تو اپنے کراماً کاتبین کو آرام کرنے دو۔ (تفسیر قرطبی) اہل علم کہتے ہیں، رات کو نمازِ عشاء کے بعد باتیں کرنے کی ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دن کام کاج اور روزی کمانے کے لئے بنایا ہے اور رات آرام کرنے اور سونے کے لئے بنائی ہے، لہٰذا رات کو دیر تک جاگ کر باتیں کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت اور صنعت کے خلاف ہے۔

(تفسیر قرطبی)

نمازِ عشاء کے بعد دیر تک باتیں کرنا اس صورت میں مکروہ ہے جب فضول اور بے سود باتیں کی جائیں لیکن دین و علم کی باتیں کرنا، وعظ و نصیحت سننا، ذکر کرنا، نوافل پڑھنا اور نیک کاموں کے لئے مشورہ کرنا وغیرہ کے لئے دیر تک بیدار رہنا ممنوع نہیں ہے۔

[۳۸] دراصل کفارِ مکہ نے قرآن مجید میں غور نہیں کیا، اگر وہ غور کرتے تو ایمان لے آتے۔ نیز قرآن مجید کا نزول کوئی نئی بات نہیں بلکہ تمہارے آباء و اجداد یعنی پہلی قوموں کے پاس بھی انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کا کلام لاتے رہے تھے، البتہ اہل مکہ کے پاس جو کلام آیا وہ آخری اور عظیم شان والا تھا، لہٰذا انہیں آگے بڑھ کر اس کا استقبال کرنا چاہیے تھا اور اس عظیم احسان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا۔

[۳۹] کیا کفارِ مکہ اس لئے آپ کے منکر ہو گئے کہ وہ آپ کو پہچانتے نہیں تھے حالانکہ وہ آپ کی صداقت و امانت کے اس قدر معترف تھے کہ وہ آپ کو صادق و امین کے القاب سے یاد کرتے تھے جیسا کہ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہی ہماری طرف ایک رسول بھیجا جس کے نسب، صداقت، امانت اور طہارت کو ہم پہلے سے جانتے تھے۔ تفصیلی واقعہ کے لئے سورۃ المائدہ (۵) کی آیت نمبر ۸۳ اور

Marfat.com

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝	۷۰۔ یا یہ کہتے ہیں کہ رسول کو جنون ہے؟ بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ حق کو پسند نہیں کرتے۔[۴۰]
وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝	۷۱۔ اور اگر حق ان کی خواہش کی پیروی کرتا تو آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب درہم برہم ہو جاتا، بلکہ ہم تو ان کے پاس ان کی نصیحت لائے ہیں لیکن وہ اپنی نصیحت سے ہی روگردانی کرنے والے ہیں۔[۴۱]
اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝	۷۲۔ کیا آپ ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں؟ (آپ کے لئے) تو آپ کے رب کا اجر ہی بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔[۴۲]
وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝	۷۳۔ اور بے شک آپ تو انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہیں۔

حاشیہ نمبر ۱۱۶ ملاحظہ کریں۔

[۴۰] کیا وہ آپ پر اس لئے ایمان نہیں لاتے کہ ان کے خیال میں آپ کو جنون ہو گیا ہے حالانکہ آپ نے ایسا قرآن پیش کیا جس کی نظیر پیش کرنے سے پوری دنیا قاصر ہے؟ اس قدر فصیح و بلیغ اور بے مثال کلام لانے والا مجنون نہیں ہو سکتا۔ دراصل آپ ایسا دین حق لے کر آئے ہیں جو ان کی خواہشات اور ان کے آبائی عقائد کے خلاف ہے اس لئے وہ محض عناد، سرداری کی خواہش اور عیاشی کی وجہ سے حق سے نفرت کرتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

[۴۱] حق سے مراد اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ، قرآن مجید اور دین حق سبھی ہو سکتے ہیں اور کفار کی خواہشات میں سے ایک یہ تھی کہ توحید کو چھوڑ کر سینکڑوں خداؤں کو تسلیم کیا جائے۔ اب اگر کفار کی خواہش کے مطابق دین حق میں سینکڑوں خداؤں کو تسلیم کر لیا جائے تو زمین و آسمان کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ دراصل اللہ تعالیٰ تو دین حق کی صورت میں ان کے لئے ایسی نصیحت لایا ہے جو ان کے لئے عزت و وقار کا ذریعہ ہے مگر ان کی بے وقوفی کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنی ہی بھلائی اور عزت سے روگردانی کر رہے ہیں۔

[۴۲] کیا وہ آپ کی دعوت اس لئے نہیں سنتے کہ آپ ان سے کوئی معاوضہ طلب کریں گے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ آپ کو تو آپ کا رب رزق دیتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

Marfat.com

وَ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ
الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ۝٧٤

٧٤۔ اور بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ
صراط مستقیم سے منحرف ہونے والے ہیں۔ [۴۳]

وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ
ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۝٧٥

٧٥۔ اور اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور جو تکلیف انہیں
لاحق ہے اس کو دور کر دیں، پھر بھی وہ اندھے بنے
ہوئے اپنی سرکشی میں بڑھتے جائیں گے۔ [۴۴]

وَ لَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا
لِرَبِّهِمْ وَ مَا یَتَضَرَّعُوْنَ ۝٧٦

٧٦۔ اور بے شک ہم نے ان کو عذاب میں گرفتار کرلیا، پھر
بھی نہ تو وہ اپنے رب کے سامنے جھکے اور نہ گڑگڑائے۔

حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ
شَدِیْدٍ اِذَا هُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝٧٧ ع

٧٧۔ یہاں تک کہ جب ہم ان پر سخت عذاب کا دروازہ
کھول دیں گے تو اس وقت وہ بالکل مایوس ہو جائیں
گے۔ [۴۵]

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ
الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝٧٨

٧٨۔ اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں
اور دل بنائے لیکن تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

وَ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ
تُحْشَرُوْنَ ۝٧٩

٧٩۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر پھیلایا اور تم اسی
کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

وَ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ وَ لَهُ اخْتِلَافُ
الَّیْلِ وَ النَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝٨٠

٨٠۔ اور وہی زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور لیل ونہار
کی گردش بھی اسی کے اختیار میں ہے تو کیا تم نہیں سمجھتے؟

---

[۴۳] نبی کریم ﷺ لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں تاکہ وہ برائیاں چھوڑ کر نیکی کی راہ اختیار کریں اور آخرت میں اجر عظیم حاصل کریں لیکن جو آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتے ظاہر ہے وہ صراط مستقیم سے اعراض کریں گے۔

[۴۴] یہ لوگ باطل پرستی میں اتنے پختہ ہو چکے ہیں اور ان کا ذہن وضمیر اتنا مردہ ہو چکا ہے کہ اب اگر ان پر رحم کیا جائے اور ان کی تکالیف کو دور کر دیا جائے پھر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے بلکہ اندھے بنے ہوئے اپنی سرکشی میں بڑھتے چلے جائیں گے۔

[۴۵] اللہ تعالیٰ نے انہیں قحط سالی اور جنگوں کے ذریعہ کئی بار عذاب میں مبتلا کیا مگر پھر بھی انہیں توبہ کی توفیق نہیں ہوئی اور یہ اس

Marfat.com

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ بلکہ انہوں نے بھی وہی بات کہی جو پہلے لوگ (کفار) کہا کرتے تھے۔

قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ انہوں نے کہا: کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم (پھر زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے؟

لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ بے شک ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے بھی پہلے یہ وعدہ کیا گیا تھا، یہ تو محض پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔[۴۶]

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ آپ فرمائیے: یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ کس کی ملکیت ہیں اگر تم جانتے ہو؟

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ وہ کہیں گے: (یہ سب) اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، تو آپ فرمائیے: پھر تم نصیحت قبول کیوں نہیں کرتے؟

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ آپ فرمائیے: سات آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟

وقت تک کفر سے باز نہیں آئیں گے جب تک ان پر سخت عذاب کا دروازہ نہ کھول دیا جائے مگر اس وقت وہ بالکل مایوس ہوں گے کیونکہ توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا۔

[۴۶] گزشتہ آیات میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح بنی نوع انسان کو پہلی دفعہ پیدا کر کے زمین پر پھیلایا اسی طرح مرنے کے بعد ایک دن ضرور آئے گا جب انہیں دوبارہ زندہ کر کے اپنی بارگاہ میں جمع فرمائے گا۔ نیز وہ زندگی و موت کا خالق اور گردش لیل و نہار کا مالک ہے، لہٰذا اس کے لئے دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ مگر کفار مکہ نے وہی بات کہی جو پہلے کفار کہا کرتے تھے یعنی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم مر کر مٹی ہو جائیں اور پھر ہمیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ دراصل قیامت کا آنا ایک ایسا وعدہ ہے جو صدیوں سے ہمارے باپ دادا سے کیا جارہا ہے اور ابھی تک پورا نہیں ہوا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ محض کہانیاں ہیں جو پہلے لوگوں سے نقل ہوتی چلی آرہی ہیں، ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

Marfat.com

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ وہ کہیں گے: (یہ سب) اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے تو آپ فرمائیے: پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟ [۴۷]

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ آپ فرمائیے: ہر چیز کی حکومت کس کے ہاتھ میں ہے؟ اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کی مرضی کے خلاف (کسی کو) پناہ نہیں دی جا سکتی اگر تم جانتے ہو؟

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ وہ کہیں گے: یہ اللہ تعالیٰ کی ہی شان ہے تو آپ فرمائیے: پھر کہاں سے تم پر جادو کیا جا رہا ہے؟ [۴۸]

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

۹۰۔ بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ [۴۹]

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾

۹۱۔ اللہ تعالیٰ نے (اپنے لئے) کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو الگ لے جاتا اور وہ ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے، اللہ تعالیٰ ان تمام اوصاف سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ [۵۰]

---

[۴۷] یعنی جب تم خود یہ تسلیم کرتے ہو کہ زمین، اس پر آباد ساری مخلوق، سات آسمان اور عرش عظیم کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے تو پھر تم اس کی توحید پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور اس کے عذاب سے بچنے کا اہتمام کیوں نہیں کرتے؟

[۴۸] یعنی جب تم تسلیم کرتے ہو کہ ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے، وہ جس کو چاہے پناہ دے اور اگر وہ نہ چاہے تو کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا تو پھر تمہاری عقلوں پر کس نے جادو کر دیا ہے کہ تم اس قادر مطلق خدا کے ساتھ شریک بناتے ہو۔

[۴۹] اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حق نازل کیا تا کہ وہ اس پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں مگر وہ شرک اور انکار آخرت جیسے جھوٹے عقائد میں اتنے پختہ ہو چکے ہیں کہ حق کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

[۵۰] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اسے کسی اولاد کی حاجت نہیں ہے۔ نیز وہ صرف ایک ہے، اگر ایک سے زائد خدا ہوتے تو وہ اپنی اپنی مخلوق لے کر دوسرے خدا سے ٹکراتے اور نظام کائنات درہم برہم ہو جاتا، لہٰذا اللہ تعالیٰ اولاد اور شریک سے پاک ہے۔

Marfat.com

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ع ﴿۹۲﴾

۹۲۔ وہ ہر پوشیدہ اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے، پس وہ اس شرک سے بالاتر ہے جو وہ کرتے ہیں۔[۵۱]

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّىْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾

۹۳۔ آپ دعا کریں کہ اے میرے رب! اگر تو مجھے وہ (عذاب) دکھائے جس کا ان (کافروں) سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِىْ فِى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

۹۴۔ تو اے میرے رب! مجھے ظالم قوم میں شامل نہ کرنا۔ [۵۲]

وَ اِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾

۹۵۔ اور بے شک ہم اس بات پر ضرور قادر ہیں کہ آپ کو وہ (عذاب) دکھائیں جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں۔[۵۳]

اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾

۹۶۔ آپ برائی کو ایسے طریقہ سے دور کیا کریں جو بہت اچھا ہو، ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں وہ (آپ کے متعلق) بیان کرتے ہیں۔[۵۴]

---

[۵۱] جس طرح اللہ تعالیٰ ہر چھوٹی اور بڑی چیز کے بنانے اور اس پر حکومت کرنے پر قادر مطلق ہے اسی طرح وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کا بھی عالم مطلق ہے اور کفار جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں وہ ان سے پاک اور بالاتر ہے۔

[۵۲] یعنی اے میرے رب! کفار سے جس عذاب کا وعدہ کیا جا رہا ہے اگر وہ عذاب میری موجودگی میں آئے تو مجھے ظالم قوم میں شامل نہ کرنا۔ نبی کریم ﷺ معصوم ہیں اور آپ ظالموں کے عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے، پھر بھی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عاجزی و انکساری کی تعلیم دی ہے تاکہ آپ کے اجر میں اضافہ ہو۔

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس میں خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ سے ہے مگر اس سے مراد امت ہے یعنی ہر امتی کو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگنی چاہیے کہ جب ظالموں پر عذاب آئے تو اے میرے رب! مجھے ظالموں میں شامل نہ کرنا۔

[۵۳] اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو کفار کا عذاب دکھائے لیکن وہ نہیں چاہتا کہ آپ کی موجودگی میں ان پر عذاب نازل کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہیں۔ (قرآن: ۸:۳۳)

[۵۴] پیارے نبی ﷺ! یہ کفار آپ کے متعلق جو نازیبا باتیں کرتے ہیں ہم انہیں خوب جانتے ہیں اور مناسب وقت پر انہیں

Marfat.com

وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾

۹۷۔ اور آپ دعا کریں کہ اے میرے رب! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

سزا بھی دیں گے لیکن آپ ان کی برائی اور بد اخلاقی کے بدلہ میں ان سے اچھائی اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کریں۔ نبی کریم ﷺ کا خلق اور کردار تو اعلان نبوت سے پہلے بھی لاجواب تھا۔ دراصل اس آیت میں آپ کے ذریعہ امت کو اخلاق حسنہ کی تلقین کی جارہی ہے کہ برائی کا بدلہ برائی سے دینا بہت آسان ہے مگر اس سے بدامنی کا سلسلہ جاری رہتا ہے لیکن درگزر کرنے سے دشمن کا دل نرم ہوجاتا ہے اور امن وسلامتی کی فضا قائم ہوجاتی ہے۔ اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے چند اعمال اور اقوال ملاحظہ کریں:

۱۔ کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ کو ساحر اور مجنون کہا، آپ کا سوشل بائیکاٹ کیا، آپ کو شہید کرنے کی سازش کی، آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا اور آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرکے ان کا کلیجہ چبایا لیکن آٹھ سال بعد جب آپ نے مکہ مکرمہ کو فتح کرلیا تو حرم کعبہ میں ان سخت ترین دشمنوں سے خطاب فرمایا: اے گروہ قریش! تمہارا کیا خیال ہے، میں تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا: آپ کریم نبی ہیں، کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں، ہم آپ سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں آج تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی، آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ چلے جاؤ، میری طرف سے تم آزاد ہو۔ (فتح الباری: ابن حجر عسقلانی: جلد ۸: ص ۱۸) حسن اخلاق اور درگزر کا جو مثالی مظاہرہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انسانی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ کی شان کریمی دیکھ کر اہل مکہ جوق در جوق آگے بڑھے اور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کرنے لگے۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا لیکن جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کرتا تو آپ اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیتے۔

(بخاری: ۶۱۲۶: کتاب الادب: باب ۸۰)

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ طبعاً بے شرمی کی بات کرتے تھے اور نہ تکلفاً۔ آپ بازار میں شور نہیں کرتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف کردیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔

(ترمذی: ۲۰۱۶: ابواب البر والصلة: باب ۶۹)

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو، جو تم سے برا سلوک کرے اس سے اچھا سلوک کرو اور حق بات کہو خواہ وہ تمہارے خلاف ہو۔

(کنز العمال: ۶۹۲۹: جلد ۳: ص ۳۵۹)

Marfat.com

وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾

٩٨۔ اور اے میرے رب! میں تو اس بات سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔[٥٥]

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾

٩٩۔ یہاں تک کہ جب ان (کافروں) میں سے کسی کو موت آئے گی تو وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے (دنیا میں) واپس بھیج دے۔

لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ

١٠٠۔ تاکہ میں اس دنیا میں کچھ نیک اعمال کرلوں جسے میں چھوڑ آیا ہوں، ہرگز نہیں! یہ ایک (لغو) بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے،[٥٦] اور ان کے آگے ایک پردہ ہے

[٥٥] یہاں پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ اپنے بندوں کو شیطان کے شر سے پناہ مانگنے کا طریقہ سکھایا ہے۔ شیطان کبھی دور بیٹھ کر دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور کبھی انسانی شکل میں حاضر ہو کر غلط مشورے دیتا ہے جیسے وہ ذبح اسماعیل علیہ السلام کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گیا اور انہیں قربانی سے منع کرنے لگا۔ الغرض شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ انسان کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے انسان اسے نہیں دیکھ سکتا، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کو شیطان سے اور اس کے وسوسوں سے محفوظ رکھے۔ اس سلسلہ میں ایک دعا ملاحظہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں کوئی شخص نیند میں ڈر جائے تو وہ یہ دعا کرے: "اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبہ وعقابہ وشر عبادہ ومن ھمزات الشیاطین وان یحضرون" (میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے، اس کے عقاب سے، اس کے بندوں کے شر سے اور شیطان کے وسوسوں اور شیاطین کے حاضر ہونے سے اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں) تو پھر شیاطین اس کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے بالغ بچوں کو یہ دعا سکھاتے اور جو نابالغ بچے تھے یہ دعا لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیتے تھے۔ (ترمذی: ٣٥٢٨: کتاب الدعوات: باب ٩٤)

[٥٦] موت کے وقت، قبروں سے اٹھائے جانے کے وقت اور دوزخ میں پھینکے جانے کے وقت کافر یہ آرزو کرے گا کہ اگر اسے ایک بار پھر دنیا میں بھیجا جائے تو وہ نیک اعمال کرے گا لیکن اس بات سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ ایک تو توبہ کا وقت بہت پہلے تھا جس سے اس نے فائدہ نہیں اٹھایا اور دوسرا وہ جھوٹ بول رہا ہے، اگر بالفرض محال اسے دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تو بھی وہ نیک اعمال نہیں کرے گا کیونکہ دنیا میں وہ اسلام کا منکر کسی غلط فہمی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک حقیقت کو اچھی طرح جانتا ہے مگر تعصب، تکبر، بغض، عناد، لالچ یا نفس پرستی کی وجہ سے انکار کر دیتا ہے اور یہ ایسی مہلک بیماریاں ہیں جو انسان کو انجام سے غافل کر دیتی ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا آزمائش کرنے کے لئے بنائی تھی، اب اگر ایک انسان کو برائی کا انجام دکھا کر واپس بھجوایا جائے تو پھر آزمائش کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

Marfat.com

إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٠٠﴾

اس دن تک جب وہ (قبروں سے) اٹھائیں جائیں گے۔[۵۷]

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿١٠١﴾

۱۰۱۔ پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان نہ رشتہ داریاں رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کا حال پوچھ سکیں گے۔[۵۸]

فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾

۱۰۲۔ البتہ جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی کامیاب وکامران ہوں گے۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿١٠٣﴾

۱۰۳۔ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

---

[۵۷] دو چیزوں کے درمیان جو پردہ اور رکاوٹ ہو اس کو برزخ کہتے ہیں۔ یہاں پر برزخ سے مراد موت اور قیامت کا درمیانی عرصہ ہے کیونکہ یہ دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کے درمیان حجاب ہے، لہٰذا اب کوئی شخص دنیا میں واپس نہیں جا سکتا بلکہ قیامت تک اس برزخ میں رہے گا۔

[۵۸] قیامت کے دن کفار کے رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ باپ باپ نہیں رہے گا اور بیٹا بیٹا نہیں رہے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی پرواہ نہیں کریں گے، ہر ایک کو اپنی فکر دامن گیر ہوگی اور وہ ایک دوسرے سے دور بھاگیں گے، البتہ نبی کریم ﷺ کے رشتے قائم رہیں گے جیسا کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے، جو چیز اسے ناراض کرے وہ مجھے ناراض کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے اس سے میں بھی خوش ہوتا ہوں اور قیامت کے دن تمام رشتے منقطع ہو جائیں گے سوا میرے نسب کے اور میرے نکاح کے اور میرے سسرال کے۔ (مسند احمد: جلد ۴: ص ۳۲۳۔ مستدرک: امام حاکم: جلد ۳: ص ۱۵۸) اور نبی کریم ﷺ کی نسبت سے اہل ایمان کے رشتے بھی قائم رہیں گے اور وہ بھی ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے کیونکہ آپ ﷺ سب اہل ایمان کے باپ ہیں اور ان کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن اہل ایمان کی مائیں ہیں۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۲۳ اور حاشیہ نمبر ۳۲ ملاحظہ کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی پردے کی اوٹ سے ندا کرے گا: اے اہل محشر! اپنی نظریں جھکا لو حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ جنت کی طرف گزر جائیں۔ (مستدرک: امام حاکم: جلد ۳: ص ۱۶۱۔ مسند فاطمہ: ص ۱۳۱)

Marfat.com

تَلۡفَحُ وُجُوۡهَهُمُ النَّارُ وَهُمۡ فِيۡهَا كٰلِحُوۡنَ ۝۱۰۴

۱۰۴۔ ان کے چہروں کو آگ جھلس دے گی اور وہ اس میں بدشکل ہو کے رہ جائیں گے۔[۵۹]

اَلَمۡ تَكُنۡ اٰيٰتِىۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ فَكُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ ۝۱۰۵

۱۰۵۔ کیا تمہارے سامنے میری آیتیں نہیں پڑھی جاتی تھیں، پھر تم انہیں جھٹلایا کرتے تھے؟

قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَيۡنَا شِقۡوَتُنَا وَكُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّيۡنَ ۝۱۰۶

۱۰۶۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔[۶۰]

رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ ۝۱۰۷

۱۰۷۔ اے ہمارے رب! ہمیں اس جہنم سے نکال دے، اگر ہم پھر (گمراہی کی طرف) لوٹیں تو بے شک ہم ظالم ہوں گے۔

قَالَ اخۡسَئُوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ ۝۱۰۸

۱۰۸۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اسی میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔[۶۱]

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡ عِبَادِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ ۝۱۰۹

۱۰۹۔ بے شک میرے کچھ بندے ایسے بھی تھے جو کہا کرتے تھے: اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں، پس تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

---

[۵۹] قیامت کے دن جن لوگوں کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ کامیاب قرار پائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے اور جن کی برائیاں زیادہ ہوں گی انہیں ناکام قرار دے کر جہنم رسید کر دیا جائے گا جہاں ان کے چہروں کا گوشت جہنم کی آگ سے سکڑ جائے گا اور دانت ظاہر ہو کر بدصورتی کا منظر پیش کریں گے۔

[۶۰] کیا تمہیں یاد نہیں جب ہماری آیتیں تمہیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم انہیں جھٹلایا کرتے تھے؟ اس پر وہ اعتراف گناہ کرتے ہوئے کہیں گے: واقعی ہم پر نفس پرستی کی بدبختی غالب آ گئی تھی اور ہم گمراہ ہو گئے تھے۔

[۶۱] یعنی ہمیں ایک دفعہ جہنم سے نکال کر واپس دنیا میں بھیج دے، پھر بھی اگر ہم تیری نافرمانی کریں تو یقیناً ہم ظالم ہوں گے اور سزا کے مستحق ہوں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب کسی اپیل اور توبہ کا وقت گزر چکا ہے، لہٰذا ذلت سے اپنی سرکشی اور

Marfat.com

فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿١١٠﴾

۱۱۰۔ لیکن تم نے ان کا مذاق اڑایا یہاں تک کہ انہوں نے تمہیں میری یاد بھلا دی اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے۔[۶۲]

اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿١١١﴾

۱۱۱۔ بے شک میں نے آج انہیں ان کے صبر کا بدلہ دے دیا ہے کہ بے شک وہی کامیاب ہیں۔

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿١١٢﴾

۱۱۲۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم زمین میں کتنے برس رہے تھے؟

قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔـلِ الْعَاۗدِّيْنَ ﴿١١٣﴾

۱۱۳۔ وہ کہیں گے: ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہوں گے، آپ گنتی کرنے والوں سے پوچھ لیں۔[۶۳]

قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١٤﴾

۱۱۴۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم بہت ہی تھوڑا عرصہ ٹھہرے تھے، کاش! تم جانتے ہوتے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾

۱۱۵۔ کیا تم نے یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تم کو بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔[۶۴]

گمراہی کی سزا کا مزہ چکھو۔

[۶۲] یعنی دنیا میں مسلمان جب میرے حضور دعا واستغفار کرتے تھے تو تم ان کا مذاق اڑاتے تھے اور ان کو تنگ کرنے میں اتنا مصروف رہتے تھے کہ تم نے مجھے فراموش کر دیا تھا لیکن انہوں نے تمہاری ایذا رسانی پر صبر کیا اور آج میں نے انہیں ان کے صبر کا ایسا اجر عظیم عطا فرمایا ہے کہ وہ ہر طرح سے کامیاب و کامران ہیں۔

[۶۳] کفار دنیاوی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے اور آخرت کی زندگی کے منکر تھے اس لئے قیامت کے دن ان سے پوچھا جائے گا: تم دنیا میں کتنا عرصہ رہے تھے؟ تو وہ قیامت کی ہولناکی کے باعث اتنا پریشان ہوں گے کہ انہیں دنیاوی زندگی ایک دن یا اس سے بھی کم محسوس ہوگی اور صحیح تعداد ان کے فرشتے ہی بتا سکیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آخرت کی دائمی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی واقعی بہت ہی قلیل ہے۔ کاش! دنیا میں تم اس دنیا کی بے ثباتی کو جان لیتے تو آج تم بھی اہل ایمان کے ساتھ کامیاب و کامران ہوتے۔

[۶۴] اللہ تعالیٰ نے کوئی معمولی سا ذرہ بھی فضول پیدا نہیں فرمایا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اشرف المخلوقات حضرت انسان کو

Marfat.com

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾

۱۱۶۔ پس اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے جو حقیقی بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی عزت والے عرش کا مالک ہے۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

۱۱۷۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرتا ہے جس کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے، [۶۵] بے شک کافر کامیاب نہیں ہوں گے۔

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

۱۱۸۔ اور آپ عرض کیجیے: اے میرے رب! تو بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

بے مقصد پیدا فرما دے۔ اس نے انسان کو عقل وفہم کی ایسی عظیم صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں کہ جن کی بدولت تمام جاندار اس کے زیرنگیں ہیں، لہٰذا ان عظیم نعمتوں کے بارے میں اسے جواب دہ ہونا پڑے گا۔

[۶۵] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہیں ان کے پاس اس شرک کی کوئی دلیل نہیں ہے، لہٰذا قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے حساب وکتاب میں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عصر بروز جمعرات ۱۸ ستمبر ۲۰۰۸ء بمطابق ۱۸ رمضان ۱۴۲۹ھ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃالنور (۲۴)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''نور'' ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۳۵ سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول

یہ سورت غزوہ بنی مصطلق کے بعد نازل ہوئی کیونکہ اس میں ''واقعہ افک'' کا ذکر ہے جو غزوہ بنی مصطلق کے بعد پیش آیا تھا۔

مضامین

اسلام میں زنا بہت بڑا جرم اور شدید گناہ ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔ غیر شادی شدہ شخص زنا کرے تو اسے ۱۰۰ کوڑے لگائے جائیں گے جبکہ شادی شدہ شخص کی سزا سنگساری ہے۔ غیر شادی شدہ شخص تو کسی وقت خواہشات کے ہاتھوں مجبور ہوسکتا ہے لیکن شادی شدہ شخص کا اپنے زوج کے ساتھ خیانت کرنا اور اللہ تعالیٰ کی حدود توڑنا ناقابل فہم ہے، لہٰذا اس کی سزا سخت رکھی گئی ہے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ان اسباب پر پابندی لگادی ہے جو زنا کا سبب بن سکتے ہیں مثلاً ہر مومن مرد اور مومن عورت کو حکم دیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچے رکھے کیونکہ آنکھوں کے نظارے سے ہی شیطان دل میں ناپاک خیالات پیدا کرتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پردہ کے احکام نازل فرمائے اور کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے جانا منع کردیا تاکہ غیر محرم مردوں اور عورتوں کا آپس میں میل ملاپ نہ ہو۔

اس سورت میں وہ آیات بھی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی بیان فرمائی جب منافقین نے آپ پر تہمت لگائی تھی۔ نیز قرآن مجید نے کسی عورت پر بلا وجہ تہمت لگانے کا سد باب اس طرح کیا کہ جو شخص کسی پاکدامن مسلمان عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے ثبوت میں چار گواہ پیش نہ کرسکے تو اسے ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مردوں کو سورۃ المائدہ کی تعلیم دو اور اپنی عورتوں کو سورۃ النور کی تعلیم دو۔ (کنزالعمال: ۴۴۹۴۹: جلد ۱۶: ص ۳۷۲)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعۃ الکرم انگلستان

بروز بدھ بعد از نماز عصر ۲۴ ستمبر ۲۰۰۸ء بمطابق ۲۴ رمضان ۱۴۲۹ھ

Marfat.com

ایاتہا ۶۴ ۲۴ سورۃ النور مدنیۃ ۱۰۲ رکوعاتہا ۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

سُوۡرَۃٌ اَنۡزَلۡنٰہَا وَ فَرَضۡنٰہَا وَ اَنۡزَلۡنَا فِیۡہَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ①

۱۔ یہ (ایک عظیم الشان) سورت ہے جو ہم نے نازل فرمائی ہے اور ہم نے اس (کے احکام) کو فرض کر دیا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیتیں نازل فرمائی ہیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔[۱]

اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا مِائَۃَ جَلۡدَۃٍ ۪ وَّ لَا تَاۡخُذۡکُمۡ بِہِمَا

۲۔ جو عورت بدکار ہو اور جو مرد بدکار ہو (اور وہ غیر شادی شدہ ہوں) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو،[۲]

---

[۱] قرآن مجید کی ساری سورتیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں اور ان میں بیان ہونے والے سارے احکام بھی اسی نے مقرر فرمائے ہیں، پھر اس سورت کے نزول کو خاص طور پر اپنی طرف منسوب کرنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اس سورت کے احکام خصوصی اہمیت کے حامل ہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مردوں کو سورہ "المائدہ" کی تعلیم دو اور اپنی عورتوں کو سورہ "النور" کی تعلیم دو۔ (کنز العمال: ۴۴۹۴۹: جلد ۱۶ : ص ۳۷۲)

اسلام میں معاشرہ کی پہلی اکائی اور بنیاد خاندان ہے، اگر خاندان کا نظام صحیح ہوگا تو پورا معاشرہ پرامن رہے گا اور ہر خاندان میں عورت کی ذات اور اس کی عفت و ناموس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس سورت میں چونکہ عورت کی عفت کے متعلق احکام نازل کئے گئے ہیں اس لئے یہ سورت خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔

[۲] قرآن و حدیث نے چار جرائم (یعنی چوری، کسی پاکدامن عورت یا مرد پر زنا کی تہمت لگانا، شراب پینے اور زنا کرنے) کی سزائیں متعین کر دی ہیں جن کو حدود کہا جاتا ہے اور باقی جرائم کی سزائیں حالات کے مطابق امیر یا قاضی تجویز کرتا ہے ان کو تعزیرات کہا جاتا ہے۔

زنا کی سزا کا حکم

زمانہ جاہلیت میں زنا عام تھا اور اکثر لوگ اس کو برائی نہیں سمجھتے تھے، لہٰذا ایک دم اس کے خلاف سخت سزا کا اعلان کرنا مشکل تھا، چنانچہ شراب کی طرح زنا کی روک تھام کے لئے بتدریج حکم نازل فرمایا۔ اس سلسلے کا پہلا حکم یہ تھا کہ جو عورتیں زنا کا ارتکاب کریں انہیں گھروں میں قید کر دیا جائے۔ (قرآن: ۴: ۱۵) تا کہ وہ آئندہ زنا نہ کرسکیں۔ دوسرا حکم سورہ "النور" کی اس آیت نمبر ۲ میں مذکور ہے یعنی مرد اور عورت دونوں کو سو سو کوڑے لگائے جائیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

تیسرا حکم یہ فرمایا کہ سو کوڑوں کی سزا صرف ان کو دی جائے جو شادی شدہ نہ ہوں اور اگر شادی شدہ مرد و عورت زنا کا ارتکاب کریں تو انہیں سنگسار کیا جائے۔

زنا کے ثبوت کے لئے شرائط

زنا کی سزا اسلام میں سب سے زیادہ سخت ہے کیونکہ یہ صرف دو افراد کی سزا کا نہیں بلکہ دو خاندانوں کی عزت و آبرو کا ایک سنگین مسئلہ ہے۔ اس لئے اسلام نے اس کے ثبوت کے لئے دو مردوں کی گواہی کے بجائے چار مردوں کی گواہی ضروری قرار دی ہے جو مسلمان بھی ہوں اور چشم دید بھی۔ اگر ایک شخص کسی پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اسے اس بہتان کی سزا کے طور پر ۸۰ کوڑے لگائے جائیں گے تاکہ آئندہ کوئی بلاوجہ کسی کی عزت سے کھیلنے کی جرأت نہ کر سکے۔ عہد رسالت میں صرف دو زنا کے واقعات کی تصدیق ہوتی ہے اور وہ بھی انہوں نے خود اعتراف گناہ کیا، چار گواہ نہیں مل سکے تھے۔ (السنن الکبریٰ: بیہقی: جلد ۸: ص ۲۱۴)

بائبل میں زنا کی سزا

ا۔ اگر مرد کا الزام سچ ثابت ہو کہ وہ لڑکی کنواری نہیں ہے تو قاضی اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازے پر نکال لائیں جہاں شہر کے لوگ اس لڑکی کو سنگسار کر دیں۔ (دی لیونگ بائبل: استثناء: ۲۲: ۲۱۔۲۰)

۲۔ اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے تو ان دونوں کو شہر کے دروازے پر نکال کر سنگسار کر دیا جائے۔ (دی لیونگ بائبل: استثناء: ۲۲: ۲۴۔۲۳)

۳۔ فقیہ اور فریسی ایک عورت کو لائے جو زنا میں پکڑی گئی تھی اور اسے لوگوں کے ہجوم میں کھڑا کر کے یسوع سے کہا: اے استاذ! یہ عورت عین زنا کرتے وقت پکڑی گئی ہے، تورات میں موسیٰ علیہ السلام کا حکم یہ ہے کہ ہم ایسی عورت کو قتل کر دیں۔ آپ کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے آپ کو آزمانے کے لئے یہ کہا تاکہ آپ پر الزام لگانے کا کوئی سبب نکال لیں مگر یسوع علیہ السلام جھک کر انگلی سے زمین پر لکھنے لگا۔ جب وہ آپ علیہ السلام سے سوال کرتے ہی رہے تو آپ علیہ السلام نے سیدھے ہو کر ان سے کہا: ٹھیک ہے اس کو سنگسار کر دو۔ (دی لیونگ بائبل: یوحنا: ۸: ۷: ۳)

غیر شادی شدہ مرد یا عورت کی سزا

آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان اور غیر شادی شدہ بدکار مرد یا بدکار عورت کی سزا سو کوڑے ہے اور جو عاقل یا بالغ نہ ہو وہ مکلف ہی نہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا: بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے، سوئے ہوئے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ (ترمذی: ۱۴۲۳: ابواب الحدود: باب ۱)

کوڑا مارنے کی کیفیت

علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں کوڑے مارنے (یعنی جلد) کے لفظ میں یہ اشارہ موجود ہے کہ کوڑے

Marfat.com

کی مار ایسی ہونی چاہیے جس کا اثر جلد تک رہے اور گوشت تک نہ پہنچے اور کوڑا بھی نہ اتنا سخت ہو کہ زخمی کردے اور نہ اتنا نرم ہو کہ کوئی تکلیف بھی نہ ہو۔ (تفسیر کبیر) اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارنے والے کو فرمایا: اس طرح مار کہ تیری بغل نظر نہ آئے۔ (تفسیر قرطبی) یعنی پوری طاقت سے ہاتھ اٹھا کر نہ مار بلکہ اوسط درجہ کے کوڑے کے ساتھ اوسط درجہ کی ضرب لگا۔

نیز سزا کے وقت اس کی برائی بیان نہ کی جائے بلکہ اس پر رحم کے لئے دعا کی جائے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک آدمی کو شراب نوشی کے جرم میں سزا دی جارہی تھی۔ کسی نے اسے کہا: خدا تجھے رسوا کرے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس طرح نہ کہو، اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔'' بلکہ یوں کہو: ''اے اللہ! اس کو معاف فرمادے اور اس پر رحم فرما۔'' (ابو داؤد: حدیث نمبر ۴۴۷۷: ۴۴۷۸: کتاب الحدود)

غلام یا لونڈی کی سزا

عاقل اور بالغ غلام یا لونڈی زنا کرے تو اس کی سزا پچاس کوڑے ہے۔ (سورۃ النساء: ۴: ۲۵) کیونکہ وہ گھریلو ضروریات کے لئے اکثر ادھر ادھر جانے کے سبب چونکہ اس جرم کی ترغیبات کی زد میں ہوتے ہیں، اس لئے ان کی اس مجبوری کے باعث ان کے ساتھ نرمی برتی جاتی ہے۔

شادی شدہ مرد یا عورت کی سزا

آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان اور شادی شدہ مرد یا عورت اگر زنا کرے تو اس کی سزا رجم ہے۔ تورات میں بھی ان کی سزا رجم تھی۔ تفصیل کے لئے سورہ ''المائدہ'' کی آیات نمبر ۴۱ تا ۴۳ کے حواشی ملاحظہ کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز اور غامدیہ پر ان کے اعتراف زنا کے بعد رجم کی حد قائم فرمائی اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی رجم کی حد قائم کی اور ان میں سے کسی ایک نے بھی اس سزا کا انکار نہیں کیا، لہٰذا رجم کی سزا احادیث متواترہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ: کتاب الحدود: جلد ۵: ص ۶۰)

شعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ایک عورت کو رجم (سنگسار) کیا تو کہا: میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے رجم کیا ہے۔ (بخاری: ۶۸۱۲: کتاب الحدود: باب ۲۱)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے حکم لے لو، اللہ تعالیٰ نے زنا کرنے والیوں کی سزا کی راہ بیان فرمادی، اگر کنواری کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو ان کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لئے شہر بدر کردو اور اگر شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو ان کو سو کوڑے مارو اور سنگسار کردو۔

(مسلم: ۱۶۹۰: کتاب الحدود: باب ۳)

Marfat.com

سورہ ''النور'' کی دوسری آیت میں غیر شادی شدہ مرد یا عورت کو سو کوڑے مارنے کی سزا مذکور ہے اور اس حدیث میں کوڑوں کے ساتھ ایک سال تک جلا وطن کرنے کا اضافہ ہے مگر احناف کے نزدیک ایک سال کے لئے جلا وطن کرنا حد میں داخل نہیں کیونکہ یہ تعزیری سزا ہے۔ اگر قاضی مناسب سمجھے تو کوڑوں کے ساتھ ایک سال جلا وطنی کی سزا بھی دے سکتا ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں شادی شدہ مرد یا عورت کو سنگسار کرنے سے پہلے سو کوڑوں کی سزا کا ذکر ہے مگر دوسری احادیث اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے تعامل سے یہ ثابت ہے کہ یہ دونوں سزائیں جمع نہیں ہوں گی۔ اسی لئے علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ زنا کرنے والے شادی شدہ مرد یا عورت کو صرف رجم کیا جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز اور غامدیہ کو صرف رجم کیا اور ان کو کوڑے نہیں مارے۔ (المبسوط: کتاب الحدود: جزء ۹: ص ۴۶)

رجم کی سزا میں جب مجرم مر جائے تو اس کی نعش کی توہین اور تذلیل نہیں کی جائے گی، بلکہ عام مسلمانوں کی طرح اسے غسل دیا جائے گا، اسے کفن پہنایا جائے گا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کو عزت کے ساتھ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ (تفسیر کبیر)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ماعز بن مالک کو رجم کر دیا گیا تو آپ نے فرمایا: ماعز بن مالک کے حق میں دعائے مغفرت کرو۔ بے شک اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس توبہ کو ایک امت پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کے لئے کافی ہو۔ (مسلم: ۱۶۹۵: کتاب الحدود: باب ۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ماعز کی سنگساری کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو ماعز کی برائی بیان کرتے سنا۔ چند قدم آگے جا کر ایک گدھے کی لاش پڑی نظر آئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں آدمیوں کو فرمایا: تم دونوں اس گدھے کے گوشت سے کچھ کھاؤ۔ انہوں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! اسے کون کھا سکتا ہے، آپ نے فرمایا: اپنے بھائی کی آبرو سے جو کچھ تم ابھی کھا رہے تھے وہ اسے کھانے سے بدتر چیز تھی۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! بے شک ماعز اس وقت جنت کی نہروں میں تیر رہا ہے۔ (ابو داؤد: ۴۴۲۸: کتاب الحدود)

کافر پر حد نہیں ہے

جمہور فقہاء کے نزدیک زنا کی حد جاری کرنے کے لئے زانی یا زانیہ کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ شادی شدہ کافر پر فقہاء حنفیہ کے نزدیک حد جاری نہیں ہوتی، البتہ اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں، فقہاء شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک زنا اور شراب خوری کی کافر پر کوئی حد نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس نے حقوق الٰہیہ کا التزام نہیں کیا اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر کافر نے کافرہ کے ساتھ زنا کیا تو اس پر حد نہیں ہے، البتہ اس کو ادب سکھانے کے لئے سزا دی جائے گی۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ: جلد ۶: ص ۳۷)

حاکم وقت ہی حدود قائم کر سکتا ہے

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ حاکم وقت کی اجازت کے بغیر حدود قائم نہیں کی جائیں گی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

Marfat.com

رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا

اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملہ میں ان دونوں پر رحم نہیں آنا چاہیے [۳] اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر

میں آپ کی اجازت کے بغیر حد قائم نہیں کی جاتی تھی اور خلفائے راشدین ﷺ کے زمانہ میں بھی ان کی اجازت کے بغیر حدود قائم نہیں کی جاتی تھیں کیونکہ حد اللہ تعالیٰ کا حق ہے جس میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے اور اس کو قائم کرنے میں تعصب اور زیادتی کا امکان بھی ہوسکتا ہے، لہٰذا حاکم وقت کی اجازت کے بغیر حد قائم کرنا جائز نہیں۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ: جلد ٦: ص ۵۸)

دار الحرب میں حدود نہیں ہیں

حدود کو مسلمان حکمران مسلمان ممالک میں جاری کرسکتے ہیں۔ دار الکفر اور دار الحرب میں حدود نہیں ہیں کیونکہ قاضیٔ اسلام کو وہاں حد جاری کرنے کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ عبد الرحمن الجزیری لکھتے ہیں: اس بات پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ حالت جنگ میں اور دار الحرب میں حدود قائم نہیں کی جائیں گی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ نے حالت جنگ میں ابو محجن ثقفی ﷺ پر شراب کی حد نہیں لگائی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دشمن کی زمین میں حد قائم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: کتاب الحدود: جلد ۵: ص ۴۷-۴۶)

[۳] جرائم کی حقیقت اور ان کی سزا کو اللہ تعالیٰ ہم سے بہتر جانتا ہے اور اس کا کوئی حکم سخت ہو یا نرم وہ حکمت سے خالی نہیں ہوتا، لہٰذا جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کے احکام اور حدود کو جاری کرنے میں کمی بیشی نہ کریں کیونکہ حد سے کم سزا دینے سے سزا کا اثر ختم ہوجاتا ہے اور حد سے زیادہ سزا دینا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایسے حاکم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، جس نے حد میں ایک کوڑے کی کمی کی ہوگی۔ اس سے پوچھا جائے گا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کہے گا: تیرے بندوں پر رحم کرنے کے لئے۔ اسے کہا جائے گا: کیا تو مجھ سے زیادہ ان پر رحم کرنے والا ہے؟ پس اسے جہنم میں پھینک دینے کا حکم دیا جائے۔ پھر ایسے حاکم کو بارگاہ الٰہی میں پیش کیا جائے گا جس نے مقررہ حد سے ایک کوڑا زیادہ مارا ہوگا، اس سے اس کی وجہ پوچھی جائے گی، وہ کہے گا: اس لئے تاکہ وہ تیری نافرمانی سے باز آجائیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو مجھ سے زیادہ حکم کرنے والا ہے؟ پھر اسے بھی آگ میں پھینکے جانے کا حکم ہوگا۔ (تفسیر کبیر)

نبی کریم ﷺ نے حدود جاری کرنے میں کسی امتیاز اور رعایت کی اجازت نہیں دی۔ مثال کے طور پر بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔ صحابہ کرام ﷺ کے کہنے پر حضرت اسامہ بن زید ﷺ نے اس کی سفارش کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ بے شک تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں جب کوئی امیر چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ یعنی میری بیٹی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ (بخاری: کتاب الانبیاء: باب ۵۴) اگر کوئی مسلمان

Marfat.com

طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲

ایمان رکھتے ہو اور ان دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔[۴]

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّ الزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳

۳۔ زانی مرد صرف زانیہ یا مشرکہ سے نکاح کرتا ہے اور اسی طرح زانیہ سے بھی زانی یا مشرک کے سوا کوئی نکاح نہیں کرتا اور اہل ایمان پر یہ حرام کر دیا گیا ہے۔[۵]

قرآن وحدیث کی مقرر کردہ سزاؤں کو وحشیانہ سزائیں کہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ العیاذ باللہ وہ خدا اور رسول کو وحشی کہہ رہا ہے، لہٰذا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

[۴] سزا کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ مجرم کو اپنے کئے کی سزا ملے اور دوسرے لوگ اس کی ذلت کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں تاکہ کسی کے ذہن میں اگر جرم کرنے کا ارادہ ہو تو اس کی حوصلہ شکنی ہو۔ اسی لئے اسلام حکم دیتا ہے کہ لوگوں کے سامنے مجرم پر حد جاری کی جائے۔

بدقسمتی سے آج کل برسرعام سزا کو انسانی حقوق کے خلاف سمجھا جاتا ہے اور جن کے حقوق کو ان مجرموں نے برسرعام تلف کیا ہے ان کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا۔ مثال کے طور پر بھرے بازار میں ایک نوجوان کو چاقو کے ساتھ ذبح کر کے چند مجرم بھاگ جائیں اور مقتول لوگوں کے سامنے تڑپ تڑپ کر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے، اس کی بیوی بیوہ اور بچے یتیم ہو جائیں۔ ان مجرموں نے صرف مقتول کے انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ اس کے بیوی بچوں کے حقوق بھی غصب کئے ہیں۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ ان مجرموں نے جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی ہے انہیں قرار واقعی سزا دی جائے اور ان کے ساتھ کسی قسم کی نرمی روا نہ رکھی جائے اور ان کو اسی بازار میں لوگوں کے سامنے پھانسی پر لٹکا دیا جائے مگر ہوتا یہ ہے کہ قاتلوں کو چند سال جیل میں رکھ کر پھر آزاد کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ مزید خطرات کا باعث بن سکیں۔ میرے خیال میں اس طرح انصاف کی مخالفت اور مجرم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور اسی لئے قتل کی واردات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لوگوں پر رحم کرنا بہت ہی اچھا کام ہے مگر مجرموں پر رحم کرنے کا نتیجہ پرامن لوگوں پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔

[۵] عام مشاہدہ یہ ہے کہ زانی اپنے خبیث ذوق کے مطابق کسی زانیہ یا مشرکہ سے نکاح کرتا ہے اور اسی طرح زانیہ سے بھی کوئی زانی اور مشرک ہی نکاح کرتا ہے کیونکہ مذہبی اور پاک دامن مرد یا عورتیں، نہ تو زنا کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہی شرک کو، اسی لئے اہل ایمان پر ان خبیث لوگوں سے نکاح حرام کیا گیا تھا۔ بعد میں مسلمان زانی اور زانیہ کے ساتھ تو نکاح کی اجازت دے دی گئی لیکن مشرک اور مشرکہ کے ساتھ نکاح کی حرمت باقی رہی۔ (تفسیر روح المعانی) لیکن اگر وہ نکاح کے بعد بھی زنا کا عمل جاری رکھیں تو یہ نکاح اگرچہ درست ہے مگر زنا کا عمل گناہ کبیرہ اور حرام ہے، جتنا جلد ہو سکے اس سے توبہ کی جائے اور جب زانی اور مشرک مرد یا عورتیں اپنے زنا اور شرک سے توبہ کر لیں تو ان سے نکاح کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ۝۴

۴۔ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو تم انہیں ۸۰ کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرنا اور یہی لوگ فاسق ہیں۔[۶]

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵

۵۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس (تہمت لگانے) کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔[۷]

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۶

۶۔ اور جو لوگ اپنی بیویوں پر (زنا کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہوں تو ایسے شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک وہ سچوں میں سے ہے۔[۸]

کیونکہ توبہ کرنے والوں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

[۶] جو شخص کسی پاک دامن عورت یا پاک دامن مرد پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے ثبوت میں چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے ۸۰ کوڑے لگائے جائیں، اس کو حد قذف کہتے ہیں۔ نیز اس کی گواہی قبول نہ کی جائے اور اسے فاسق قرار دیا جائے۔

خیال رہے کہ اگر تین آدمی کہیں کہ ہم نے فلاں مرد یا عورت کو زنا کرتے دیکھا تو بھی انہیں تہمت لگانے کی سزا دی جائے گی کیونکہ چار گواہ نہیں ہیں اور اگر دو ہزار آدمی بھی کہیں کہ فلاں نے زنا کیا مگر چشم دید گواہ نہ ہوں تو سب کو سزا دی جائے گی۔ (تفسیر نور العرفان)

[۷] جو شخص تہمت لگانے کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اس کی ۸۰ کوڑوں کی سزا معاف نہیں ہوگی، البتہ اس کے فسق کی وجہ سے جو عذاب اسے روز قیامت دیا جانے والا تھا وہ معاف کر دیا جائے گا، لیکن توبہ کے بعد کیا اس کی گواہی قبول ہوگی یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک توبہ کے بعد بھی اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

[۸] آیت نمبر ۴ کے مطابق جو شخص کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے ثبوت میں چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اسے ۸۰ کوڑے لگائے جائیں، اس کو حد قذف کہتے ہیں، لیکن اگر خاوند اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد قذف

Marfat.com

وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۷﴾

۷۔اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو۔

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۸﴾

۸۔اور اس عورت سے سزا اس طرح دور ہوسکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک اس کا خاوند ضرور جھوٹوں میں سے ہے۔

وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۹﴾

۹۔اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ ع

۱۰۔اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم بڑی مصیبت میں پڑ جاتے) اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بڑی حکمت والا ہے۔ [۹]

جاری نہیں ہوگی کیونکہ ایک عام آدمی کے لئے ممکن ہے کہ جب چار گواہ میسر نہ ہوں تو وہ زنا کا الزام لگانے سے خاموش رہے لیکن خاوند جب اپنی آنکھوں سے اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو زنا کرتے دیکھ لے تو اس کے لئے یہ معاملہ بڑا سنگین ہے، اگر وہ گواہوں کو تلاش کرنے جائے گا تو اتنے میں وہ مرد اپنا کام کر کے بھاگ جائے گا۔ اب اگر وہ اپنی بیوی پر تنہا زنا کا الزام لگاتا ہے تو چار گواہ نہ ہونے کی صورت میں اسے ۸۰ کوڑے لگیں گے اور اگر الزام نہیں لگاتا تو ساری عمر اس زانیہ کے ساتھ کیسے گزار سکتا ہے، اس لئے اسلام نے ان چار آیات میں میاں بیوی کے لئے قذف کے بجائے لعان کی سزا تجویز کی ہے یعنی خاوند چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے کہ میری بیوی نے فلاں مرد کے ساتھ زنا کیا ہے اور میں اپنی اس تہمت میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر وہ اس تہمت لگانے میں جھوٹا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، پھر بیوی چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ مجھ پر تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ مجھ پر تہمت لگانے میں سچا ہے تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو۔ اس طرح خاوند قذف کی سزا سے اور بیوی زنا کی سزا سے بچ جائیں گے۔ اس ساری کاروائی کو لعان کہا جاتا ہے، اس کے بعد قاضی میاں بیوی کے درمیان تفریق کا اعلان کر دے گا اور پھر وہ کبھی بھی آپس میں دوبارہ شادی نہیں کر سکیں گے۔

[۹] یعنی اگر میاں بیوی پر حد قذف لگائی جاتی تو ان کی زندگیاں اجیرن بن جاتیں، لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے جو اس نے میاں بیوی کے لئے لعان کا حکم جاری فرمایا۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ ؕ لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ ؕ بَلۡ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ

۱۱۔ بے شک جن لوگوں نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر) تہمت لگائی [۱۰] وہ تم ہی میں سے ایک گروہ

[۱۰] افک سے مراد وہ واقعہ ہے جس میں منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور بات کا بتنگڑ بنا کر اس طرح پروپیگنڈا کیا کہ بعض سادہ لوح مسلمان بھی اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ اس سے نبی کریم ﷺ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور مسلمانوں کو بہت تکلیف پہنچی، لہٰذا ایک دن نبی کریم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر اپنی بیوی کی براءت اس طرح بیان فرمائی: ''بخدا! میں اپنی اہلیہ کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا۔'' (بخاری: ۴۷۵۰، مسلم: ۲۷۷۰)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دس آیات نازل فرما کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا اعلان کر دیا اور الزام لگانے والے جب چار گواہ پیش نہ کر سکے تو انہیں حد قذف یعنی اسی اسی کوڑے مارے گئے۔

(ترمذی: سورۃ النور، زیر آیت نمبر ۱۱)

مسلم اور بخاری میں اس واقعہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود بیان کرتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کسی سفر پر جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے، جس کے نام کا قرعہ نکلتا اس کو اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حسب معمول جب ایک غزوہ (غزوہ بنی مصطلق) کے لئے قرعہ اندازی فرمائی تو میرا نام نکل آیا، چنانچہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ گئی۔ مجھے ہودج میں بٹھا دیا جاتا اور جب لشکر روانہ ہوتا تو میرا ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا جاتا اور جہاں قیام کیا جاتا وہاں میرا ہودج اتار دیا جاتا۔ جب رسول اللہ ﷺ اس غزوہ سے واپس لوٹے، راستے میں رات بسر کی اور رات کے آخری حصہ میں جب اعلان ہوا کہ اٹھو، رفع حاجت کرو، سامان باندھو اور روانگی کے لئے تیار ہو جاؤ تو میں قضائے حاجت کے لئے باہر گئی، جب میں واپس آئی تو دیکھا کہ میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا، میں ہار کی تلاش میں باہر گئی، ہار تو مجھے مل گیا لیکن جب میں واپس آئی تو لشکر وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ جو لوگ میرے ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھتے تھے انہوں نے ہودج کو اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا۔ ان کا یہ گمان تھا کہ میں ہودج میں بیٹھی ہوئی ہوں۔ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں کیونکہ وہ بہت تھوڑا کھاتی تھیں اس لئے ہودج میں میرے نہ ہونے کا انہیں احساس نہ ہوا۔ جب میں واپس آئی تو وہاں کوئی بھی نہ تھا، میں وہیں بیٹھ گئی۔ میرا گمان یہ تھا کہ جب وہ مجھے نہیں پائیں گے تو میری تلاش میں یہاں آئیں گے۔ میں اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی حتیٰ کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی اور میں سو گئی۔ حضرت صفوان بن معطل ﷜ کی یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ لشکر کے پیچھے پیچھے رہیں اور لشکر کا گرا پڑا سامان اٹھا لائیں۔ جب انہوں نے مجھے سوئے ہوئے دیکھا تو انتہائی افسوس کے ساتھ ان کی زبان سے نکلا ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔ ان کی آواز سے میں بیدار ہو گئی، میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی اور اپنی اونٹنی میرے قریب لا کر بٹھا دی، میں اس پر سوار ہو گئی اور وہ اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے آگے آگے چلنے لگے حتیٰ کہ جب ہم لشکر کو پیچھے سے آ ملے تو منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے ہمیں دیکھ کر ہم پر تہمت لگا دی

Marfat.com

اور مدینہ پہنچ کر اس پروپیگنڈا کو خوب ہوا دی۔ اس پروپیگنڈا کو ختم کرنے کے لئے ایک دن نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: اے مسلمانو! اس شخص کے خلاف میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت رسانی میرے گھر تک پہنچ گئی ہے۔ بخدا! میں اپنی اہلیہ کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا اور جس شخص کا انہوں نے ذکر کیا ہے اس کے متعلق بھی میں خیر کے بغیر اور کچھ نہیں جانتا۔ اس پر سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: میں حاضر ہوں، اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے اور اگر بنی خزرج سے ہے تو آپ ﷺ ہمیں حکم دیں تو تعمیل ارشاد کی جائے گی۔۔۔ پھر جب سورہ النور کی دس آیات (۱۱ تا ۲۰) نازل ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو بری کر دیا ہے۔

(بخاری: ۴۷۵۰: کتاب تفسیر القرآن: سورہ النور، مسلم: ۲۷۷۰: کتاب التوبۃ: باب ۱۰)

اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایسا الزام لگا ہے تو حضرت مریم علیہا السلام پر بھی ایسا الزام لگا تھا۔ اہل تحقیق لکھتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹے بچے کے ذریعہ ان کی براءت بیان فرمائی، جب حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ابھی چند دنوں کے بچے تھے کے ذریعہ ان کی براءت بیان فرمائی لیکن جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دس آیات نازل فرما کر ان کی براءت کا اعلان فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براءت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کسی بچے یا نبی کا انتخاب نہیں فرمایا بلکہ اپنی زبان قدرت سے ان کی براءت فرمائی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ النور: زیر آیت نمبر ۲۶) ان آیات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براءت کے ساتھ ساتھ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی براءت از خود ثابت ہو جاتی ہے۔ ان دونوں مقدس ہستیوں کی پاکدامنی کی گواہی خود قرآن مجید نے مہیا کر دی ہے جس سے بڑی کوئی اور گواہی ممکن ہی نہیں ہے، لہٰذا ان کی پاکدامنی میں شک کرنا قرآن مجید میں شک کرنے کے مترادف ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے مسجد کے منبر پر کھڑے ہو کر اپنی اہلیہ کی براءت کو حلف اٹھا کر بیان کیا اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر الزام لگانے والوں کے جھوٹے ہونے کا یقین تھا ورنہ آپ ﷺ حلف نہ اٹھاتے اور نہ ہی مفتری کو سزا دینے کا حکم دیتے، جیسا کہ امام رازی لکھتے ہیں: تہمت کے اس واقعہ سے پہلے نبی کریم ﷺ اور جملہ مسلمانوں کو معلوم تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فحش کاموں کے اسباب و محرکات سے بہت دور اور بالکل محفوظ تھیں اور نبی کریم ﷺ کی بیوی ہونا ہی اس کا کافی ثبوت تھا کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کفار کو دین حق کی دعوت دینے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اس لئے واجب ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جو لوگوں کو ان سے متنفر کرے اور جس شخص کی بیوی بدکار ہو اس سے لوگ بہت زیادہ نفرت کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر: سورہ النور: زیر آیت نمبر ۱۱)

Marfat.com

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت کی اس مشکل ترین گھڑی میں ان کی پاکدامنی اور عفت کی تصدیق کی، جیسا کہ علامہ نسفی لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے منافقین کے جھوٹ کا یقین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ کے جسم پر مکھی بیٹھے کیونکہ مکھی نجاست پر بیٹھ کر نجاست سے آلودہ ہوتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے اتنی معمولی نجاست والی چیز کے مس سے آپ کو محفوظ رکھا ہے تو کسی فاحشہ عورت کا آپ کی بیوی بنا کیسے پسند فرماتا؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے سائے کو زمین پر پڑنے سے محفوظ رکھا ہے تا کہ کسی انسان کا اس سائے پر قدم نہ پڑے تو جب کسی شخص کے لئے آپ کے سائے پر قدم رکھنا ممکن نہیں ہے تو کسی شخص کے لئے آپ کی زوجہ کی عزت کو پامال کرنا کس طرح ممکن ہوگا؟ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو بھیج کر آپ کو یہ خبر دی کہ آپ کے نعلین کے ساتھ ناپاکی لگ گئی ہے، لہٰذا آپ اپنے پاؤں سے اس نعلین کو اتار دیں تو اگر بالفرض آپ کی زوجہ فاحشہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان سے الگ ہونے کا حکم ضرور دیتا۔
(مدارک التنزیل: جلد ۳: ص ۲۰۱: سورۃ النور: زیر آیت نمبر ۱۲)

علامہ رازی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے پوچھا: کیا آپ کو علم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہا جا رہا ہے؟ ان کی بیوی نے کہا: اگر تم حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتے تو کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کر سکتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہرگز نہیں، تو ان کی بیوی نے کہا: اگر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جگہ ہوتی تو کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ارادہ نہ کرتی، حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجھ سے افضل ہیں اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ تم سے افضل ہیں تو ان کے متعلق اس برائی کا تصور کیسے ہوسکتا ہے۔ (تفسیر کبیر: سورہ النور: زیر آیت نمبر ۱۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ لشکر کے پیچھے رہے اور اگر کسی کا کوئی سامان گرا پڑا ہو تو اسے اٹھا کر اس کے مالک تک پہنچا دے۔ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کی امانتوں کا امین بنایا وہ اپنے ہادی و مرشد اور کمانڈر انچیف کی امانت کے ساتھ کیسے خیانت کر سکتا ہے۔

ابن زید بیان کرتے ہیں کہ جب مومن اپنی ماں سے بدکاری نہیں کرتا اور نہ ماں اپنے بیٹے سے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سارے مومنوں کی ماں ہیں۔ (تفسیر کبیر: سورہ النور: زیر آیت نمبر ۱۲) لہٰذا ان کے بارے میں ایسا سوچنا بھی گناہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔ (بحر محیط: جلد ۱۰: ص ۲۱۵: سورہ التحریم: زیر آیت نمبر ۱۰) بیوی کا بدکاری کرنا ایسا عیب ہے جس سے کفار بھی نفرت کرتے ہیں اور یہ ایک فطری امر ہے کہ کوئی بھی اپنی بیوی کی بدکاری کو پسند نہیں کرتا، لہٰذا حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویاں اگرچہ کافرہ تھیں مگر وہ بھی اس اخلاقی جرم میں ملوث نہیں تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کی بیویوں کو انبیائے کرام کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات

Marfat.com

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۱۱

ہے، [۱۱] تم اس (تہمت) کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے، [۱۲] ان میں سے ہر شخص کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس نے کمایا اور ان میں سے جس نے سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ [۱۳]

لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ۝۱۲

۱۲۔ جب تم نے اس (تہمت) کو سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے بارے میں نیک گمان کیوں نہ کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔ [۱۴]

کے بعد بھی زنا سے محفوظ رکھا ہے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ النور: زیر آیت نمبر ۱۷) جب کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی تو پھر امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی پاکدامنی کیسے داغدار ہوسکتی ہے۔

[۱۱] اس تہمت کا بانی اگرچہ منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی تھا اور گروہ منافقین نے ہی اس میں بنیادی کردار ادا کیا مگر چونکہ وہ اسلام کا اظہار کرتے تھے اور ان کا شمار مسلمانوں میں ہوتا تھا اس لئے قرآن نے کہا کہ وہ تم ہی میں سے ایک گروہ ہے۔ اگرچہ چند سادہ لوح مسلمان بھی ان کے فریب میں آگئے تھے جن میں حضرت حسان ؓ، حضرت مسطح ؓ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی شامل تھے مگر نزول آیات کے بعد انہوں نے توبہ کر لی۔

[۱۲] اس تہمت سے مسلمانوں کو بالعموم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان ؓ کے خاندانوں کو بالخصوص بڑی تکلیف پہنچی، اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی کہ گو یہ تہمت بظاہر بڑی تکلیف دہ ہے لیکن حقیقت میں یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ ایک تو اس تکلیف پر صبر کرنے کا تمہیں اجر عظیم ملے گا اور دوسرا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل فرمائی جو قیامت تک تلاوت کی جاتی رہے گی۔

[۱۳] اس تہمت میں سب سے بڑا اور کلیدی کردار چونکہ منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کا ہے اس لئے قیامت کے دن اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا۔

[۱۴] جب تک کسی کے متعلق واضح ثبوت نہ مل جائے تو مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے متعلق نیک گمان رکھنا چاہیے اور بے بنیاد تہمت لگانے والوں کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے انہیں کہنا چاہیے کہ یہ واضح بہتان ہے، بالخصوص جن لوگوں نے ہم سب

Marfat.com

لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٣﴾

١٣۔ وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے، پس جب وہ گواہ نہیں لا سکے تو وہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔[١٥]

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٤﴾

١٤۔ اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس تہمت میں تم پڑ گئے تھے اس کی وجہ سے تم پر سخت عذاب آ جاتا۔[١٦]

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾

١٥۔ جب تم اس تہمت کو اپنی زبانوں سے نقل کرتے رہے اور اپنے مونہوں سے ایسی بات کہتے رہے جس کا تمہیں علم نہیں تھا اور اس کو معمولی بات سمجھتے رہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی۔[١٧]

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾

١٦۔ اور جب تم نے اس تہمت کو سنا تو تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم ایسی بات کریں، (اے اللہ!) تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔[١٨]

مومنوں کی قابل صد احترام ماں رضی اللہ عنہا اور ہمارے پیارے نبی ﷺ کی محبوب بیوی رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو فوراً ان ظالموں کی تکذیب ہونی چاہیے تھی۔

[١٥] اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی پر تہمت لگائے اور چار گواہ پیش نہ کر سکے وہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق جھوٹا قرار پاتا ہے، لہٰذا جن لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی وہ جھوٹے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دامن اس تہمت سے پاک ہے۔

[١٦] یعنی جس بہتان طرازی کا تم شکار ہو گئے تھے اس کی وجہ سے تم پر سخت عذاب آ سکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل و کرم فرمایا اور تمہیں توبہ کی توفیق عطا کر کے آخرت کے سخت عذاب سے بچا لیا۔

[١٧] تم ایک سنی سنائی تہمت کو بغیر کسی تحقیق کے آگے پھیلا رہے تھے اور اس پروپیگنڈا کو معمولی خیال کر رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت بڑا گناہ تھا کیونکہ اس سے نہ صرف یہ کہ ایک پاکدامن خاتون اور ایک پاکباز مرد کو تہمت کا نشانہ بنایا جا رہا تھا بلکہ نبی کریم ﷺ کے دل کو رنجیدہ اور ان کے مشن کو داغدار کیا جا رہا تھا۔

[١٨] یعنی نبی کریم ﷺ کی زوجہ پاک کا معاملہ عام بیویوں کی طرح نہیں ہے، لہٰذا تمہیں منافقوں کی اس تہمت کو سنتے ہی کہہ دینا

Marfat.com

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾	۱۷۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ دوبارہ ایسی بات کبھی نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔[۱۹]
وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾	۱۸۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتوں کو واضح طور پر بیان کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔
اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾	۱۹۔ بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی بات پھیلے، ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔[۲۰]
وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع ۸	۲۰۔ اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق بڑا مہربان ہے (تو تم پر عذاب آجاتا)۔[۲۱]
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ	۲۱۔ اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، اور جو شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے تو وہ بے شک بے حیائی

چاہیے تھا کہ یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

[۱۹] اللہ تعالیٰ کے حکم کا تقاضا یہ ہے کہ اہل ایمان ہر وقت ہشیار اور محتاط رہیں اور آئندہ بغیر ثبوت کے کسی پر تہمت لگانے کی سازش میں شریک نہ ہوں۔

[۲۰] جن لوگوں نے بغیر کسی ثبوت کے اس تہمت کو پھیلانے میں حصہ لیا دنیا میں انہیں حد قذف کے طور پر کوڑے مارے گئے اور ان میں سے جن لوگوں نے توبہ نہیں کی انہیں آخرت میں جہنم کے عذاب سے بھی واسطہ پڑے گا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ ریڈیو، ٹی وی، اخبارات، رسالوں اور گانوں وغیرہ کے ذریعہ بے حیائی پھیلاتے ہیں وہ بھی دنیا و آخرت میں عذاب الٰہی کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

[۲۱] اس کی تفسیر کے لئے حاشیہ نمبر ۱۶ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَىٰ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢١﴾

اور برائی کا حکم دیتا ہے، اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی پاک نہ ہوسکتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے پاک فرمادیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا خوب جاننے والا ہے۔[۲۲]

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٢﴾

۲۲۔ اور تم میں سے جو لوگ برگزیدہ اور خوشحال ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے بلکہ انہیں چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے، اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔[۲۳]

[۲۲] اے ایمان والو! شیطان کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ بے حیائی اور برائی کو ایسے خوبصورت انداز میں بیان کرتا ہے کہ تمہیں اس کے انجام اور نقصان کا احساس تک نہیں ہوتا اور تم اس کے پیچھے چل پڑتے ہو۔ مثال کے طور پر اس نے تہمت کے واقعہ کو اس قدر بڑھا چڑھا کر پیش کیا کہ تم میں سے کئی سادہ لوح مسلمان اس کی ترغیب میں آگئے اور اگر اللہ تعالیٰ ان پر فضل وکرم نہ فرماتا اور انہیں توبہ کی توفیق دے کر پاک نہ فرماتا تو وہ ہمیشہ گناہ گار رہتے۔

[۲۳] حضرت مسطح ؓ غریب مہاجر اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عزیز تھے۔ حضرت ابوبکر ؓ ان کی مالی کفالت کرتے تھے لیکن جب حضرت مسطح ؓ تہمت لگانے میں ملوث ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو بہت دکھ ہوا اور انہوں نے غصہ میں آکر قسم اٹھالی کہ وہ آئندہ حضرت مسطح ؓ کی مالی مدد نہیں کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہر انسان سے غلطی ہوسکتی ہے اور جو اپنے بھائی کی غلطی کو معاف کردے اللہ تعالیٰ اس کی غلطیوں کو معاف فرمادے گا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کر کے حسب سابق حضرت مسطح ؓ کی مالی کفالت شروع کردی۔

مسئلہ: امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم اٹھالے پھر کوئی دوسری چیز اس سے بہتر نظر آئے تو اسے چاہئے کہ وہ کام کرے جو زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کوئی کام کرنے کی قسم اٹھالے پھر اس سے کوئی بہتر کام معلوم ہو تو وہ بہتر کام کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے۔ (احکام القرآن: ابوبکر جصاص)

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ بے شک جو لوگ پاک دامن (برائی کے تصور سے بھی) بے خبر، مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔[۲۴]

يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔[۲۵]

يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اس دن اللہ تعالیٰ حق و انصاف کے ساتھ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے (اور حق کو) ظاہر کرنے والا ہے۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ ع

۲۶۔ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں، وہ (پاک لوگ ان تہمتوں سے) بری ہیں جو (ناپاک لوگ ان پر) لگاتے ہیں،[۲۶] ان کے لئے بخشش ہے اور عزت والی روزی ہے۔

---

[۲۴] جو لوگ، پاک دامن اور برائی کے تصور سے بھی ناآشنا مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں لعنت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

[۲۵] آج جو لوگ چرب زبانی اور غلط بیانی سے دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں وہ اس دن کو یاد رکھیں جب ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے، وہ ان کی کسی برائی کو ہرگز نہیں چھپائیں گے اور اللہ تعالیٰ حق و انصاف کے ساتھ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا کسی کے ساتھ ظلم اور زیادتی نہیں ہوگی۔

آگے سورہ یٰسین میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے۔ (قرآن: ۳۶:۶۵) اور یہاں فرمایا کہ ان کی زبانیں گواہی دیں گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مہر لگانے کے بعد وہ اپنے منہ سے اپنی مرضی کی بات نہیں کر سکیں گے بلکہ ان کی زبانیں خود اپنی داستانیں بیان کریں گی کہ انہوں نے ہمارے ذریعہ کون سے جھوٹ بولے تھے۔

[۲۶] عام طور پر مشاہدہ یہی ہے کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کو اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کو پسند کرتے ہیں اور ناپاک

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝٢٧

۲۷۔ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔[۲۷]

باتوں اور ناپاک حرکتوں میں اپنی زندگی ضائع کردیتے ہیں جب کہ پاک عورتیں پاک مردوں کو اور پاک مرد پاک عورتوں کو پسند کرتے ہیں اور پاک باتوں اور پاک کاموں میں اپنی زندگی گزارتے ہیں، لہٰذا پاک لوگ ان تہمتوں سے پاک ہیں جو ناپاک لوگ ان پر لگاتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں کیونکہ وہ تمام مخلوق سے افضل ترین ہستی حضرت محمد ﷺ کی بیوی ہیں۔اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پاک دامن نہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے رسول اعظم ﷺ کی زوجیت کے لئے منتخب نہ فرماتا۔ (صفوۃ التفاسیر)

[۲۷] انصار ؓ کی ایک خاتون نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! بسا اوقات میں گھر میں ایسی حالت میں ہوتی ہوں کہ میں نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے اس حالت میں دیکھے خواہ میرا والد ہو یا میرا بیٹا مگر ہمارے گھر کے مرد حضرات اکثر ایسی حالت میں اچانک آجاتے ہیں تو میں کیا کروں۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

انسان جب اپنے گھر سے باہر ہو یا کسی دوسرے کے گھر میں ہو تو معاشرتی آداب کا پابند رہتا ہے۔صرف اپنا گھر ہی وہ جنت ہے جہاں وہ بے تکلف زندگی گزار سکتا ہے۔اگر یہاں بھی ہر شخص کسی بھی وقت بغیر اجازت کے آسکے تو اہل خانہ کی آزادی سلب ہوجاتی ہے بالخصوص جب عورت یا مرد گھر میں تنہا ہو اور وہ نہانے یا کپڑے بدلنے میں مصروف ہو اور اچانک باہر سے کوئی مرد یا عورت آجائے تو دونوں کے لئے مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں۔اس لئے اسلام نے اپنے گھر آنے اور کسی کے گھر جانے کے آداب تفصیل سے بیان کیے ہیں۔

کسی کے گھر میں جانے کے آداب

کسی کے دروازے پر پہنچنے کے بعد سب سے پہلے اہل خانہ کو سلام کرے اور پھر اپنا نام بتا کر اندر جانے کی اجازت طلب کرے کیونکہ اگر وہ یہ کہے گا ''کیا میں اندر آسکتا ہوں'' تو صرف ''میں'' کہنے سے اہل خانہ کو مکمل تعارف نہیں ہوتا بلکہ انہیں پوچھنا پڑتا ہے کہ تمہارا نام کیا ہے؟ لہٰذا سلام کے بعد اسے نام بھی بتانا چاہیے، جیسا کہ حضرت عمر ؓ، نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ پر سلام ہو کیا عمر اندر آسکتا ہے؟ (تفسیر قرطبی) ایک مثل مشہور ہے کہ ایک آدمی نے کسی دوست کے دروازے پر دستک دی تو اندر سے آواز آئی: یہ کون ہے؟ اس نے کہا: میں ہوں، تو گھر والے نے جواب دیا: واپس چلے جاؤ میرے دوستوں میں ایسا کوئی نہیں جس کا نام ''میں'' ہو۔

پہلے زمانے میں گھر کے صحن کے باہر دروازے بہت کم ہوتے تھے اس لئے آنے والے کی آواز گھر کے اندر تک پہنچ

Marfat.com

فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ پھر اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جاؤ، یہ تمہارے لئے بہت پاکیزہ ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جاننے والا ہے۔ [۲۸]

جاتی تھی مگر آج کل دروازہ کھٹکھٹانے اور گھنٹی بجانے سے اجازت طلب کی جاسکتی ہے اور جب صاحب خانہ دروازہ کھولے تو پہلے سلام اور پھر کلام کیا جائے، اور جس گھر میں ٹیلی فون ہو وہاں جانے کے لئے تو پہلے ہی وقت طے کر لینا چاہیے۔

اجازت لینے کا حکم صرف مردوں کو ہی نہیں بلکہ عورتوں کو بھی کسی کے گھر جانے کے لئے اجازت لینی چاہیے جیسا کہ حضرت ام ایاس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم چار عورتیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتی تھیں، ہم پہلے سلام کرتیں، پھر اجازت طلب کرتی تھیں اور جب وہ اجازت دے دیتیں تو پھر ہم اندر جاتی تھیں۔

(تفسیر ابن ابی حاتم)

اپنے گھر میں جانے کے آداب

جس گھر میں ماں یا بہن رہائش پذیر ہو وہاں جاتے ہوئے بھی اجازت طلب کرنی چاہئے۔ (تفسیر قرطبی) جیسا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے وقت بھی اجازت طلب کیا کروں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس نے کہا: میری ماں کا میرے علاوہ اور کوئی خادم نہیں ہے۔ کیا میں پھر بھی داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کروں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اپنی ماں کو برہنہ دیکھنا پسند کرو گے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر تم اس سے اجازت لے کر داخل ہو۔ (تفسیر ابن جریر طبری) احتیاط کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنا گھر جہاں صرف اس کی اہلیہ ہو وہاں بھی اطلاع دیئے بغیر اچانک داخل نہ ہو بلکہ کھنکارنے، تسبیح و تکبیر کہنے یا مخصوص طریقہ سے دروازہ کھٹکھٹانے یا گھنٹی بجانے سے اپنی آمد کی اطلاع کر دے۔ ہوسکتا ہے کوئی اجنبیہ عورت گھر میں اس کی بیوی سے ملنے آئی ہوئی ہو، وہاں مرد کا اچانک آ جانا مناسب نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ جب بھی باہر سے گھر میں آتے تو دروازہ میں کھنکار کر اپنے آنے سے باخبر کر دیتے تھے تاکہ وہ ہمیں کسی ایسی حالت میں نہ دیکھیں جو ان کو ناپسند ہو۔ (تفسیر ابن جریر طبری) البتہ جس گھر میں انسان تنہا رہتا ہو اس میں داخل ہونے کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم رات کو (شہر میں) داخل ہو تو فوراً اپنے گھر والوں کے پاس نہ جاؤ تاکہ جس کا خاوند غائب تھا وہ زیر ناف بال صاف کر لے اور سر کے بکھرے ہوئے بالوں کو کنگھی کر لے۔

(بخاری: ۵۲۴۶: کتاب النکاح: باب ۱۲۲)

[۲۸] سلام کرنے اور اجازت مانگنے کے بعد اگر گھر والے اجازت دے دیں تو اندر داخل ہو جائے اور اگر واپس لوٹ جانے کو

Marfat.com

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ البتہ تم پر ایسے گھروں میں داخل ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں جن میں کوئی مستقل رہتا نہ ہو اور ان میں تمہارے لیے فائدہ اٹھانے کا سامان ہو، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔[۲۹]

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ

۳۰۔ آپ مومن مردوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں [۳۰] اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں،

کہا جائے تو بغیر کسی ناراضگی کے واپس چلا جائے اور اگر تین دفعہ آواز دینے کے بعد کوئی جواب نہ آئے تو بھی واپس چلا جائے کیونکہ اس سے زیادہ اصرار کرنا اہل خانہ کے لئے تکلیف دہ اور پریشان کن ہوگا اور ہوسکتا ہے اس وقت وہ کسی ایسے کام میں مصروف ہوں جس کو وہ منقطع نہ کر سکتے ہوں۔ (تفسیر قرطبی) اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس وقت گھر میں کوئی موجود نہ ہو، لہٰذا ایسے وقت میں کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اہل خانہ کی عدم موجودگی میں ان کے گھر داخل ہو۔

[۲۹] غیر آباد گھروں سے مراد مسافر خانے اور ہوٹل وغیرہ ہیں جن میں جانے اور آرام کرنے کی ہر ایک کو اجازت ہوتی ہے۔

[۳۰] یعنی جب مردوں کا غیر محرم عورتوں سے سامنا ہو تو وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے اپنے چہرے کو چھپانا فرض نہیں کیونکہ اگر عورت کا چہرہ چھپا ہوا ہو تو مرد کو نگاہیں نیچی رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

بدنظری وہ پہلا دروازہ ہے جو انسان کو برائی اور زنا کے راستے دکھاتا ہے، اس لئے اسلام نے مردوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں کیونکہ جب نگاہ کسی نامحرم کی طرف نہیں اٹھے گی تو نہ دل میں اس کی کشش پیدا ہوگی اور نہ ہی برائی کا خیال آئے گا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: نظر دل کی طرف کھلنے والا سب سے بڑا دروازہ ہے، اسی کی وجہ سے اکثر لغزشیں ہوتی ہیں، لہٰذا بدنظری کے دروازہ کو بند کرنا ضروری ہے۔ (تفسیر قرطبی)

اس حکم کا مطلب یہ نہیں کہ مومن جب بھی چلے نگاہیں نیچے رکھے، اس طرح تو سامنے نہ دیکھنے سے کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے۔ دراصل اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی نامحرم پر نگاہ پڑے تو اپنی نگاہ کو اس کی طرف سے پھیر لے اور دوبارہ اس کو دانستہ نہ دیکھے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ کریں:

۱۔ حضرت جریر بن عبداللہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر اچانک کسی اجنبی عورت پر نظر پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں فوراً اپنی نظر کو پھیر لوں۔

(ترمذی: ۲۷۷۶: ابواب الادب: باب ۲۸)

۲۔ حضرت بریدہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو کیونکہ

Marfat.com

اللهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

[٣١] یہ ان کے لئے بہت پاکیزہ ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ

۳۱۔ اور آپ مومن عورتوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں [۳۲] اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں [۳۳] اور اپنی زینت [۳۴] کو

تمہارے لئے پہلی نظر معاف ہے دوسری نہیں۔ (ترمذی: ۲۷۷۷: ابواب الادب: باب ۲۸)

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جو اس کو میرے خوف سے ترک کر دیتا ہے میں اس کو ایسے ایمان کی نعمت بخشوں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں پائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۳۱] شرم گاہوں کی حفاظت کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ انہیں ناجائز استعمال سے بچائیں اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ انہیں ڈھانپ کر رکھیں یعنی ایسا تنگ یا باریک لباس نہ پہنیں جو دوسروں کو دعوت نظارا دے، لہٰذا نگاہیں نیچے رکھنا اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنا ان کے لئے بہتر ہے اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت نہیں کریں گے انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے خوب آگاہ ہے اور ان کے مطابق انہیں سزا دے گا۔

[۳۲] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچے رکھیں اور اجنبی عورتوں کو دانستہ نہ دیکھیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اجنبی مردوں کو دانستہ نہ دیکھیں، جیسا کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت ابن ام مکتوم ﷺ آپ کے پاس آئے ۔۔۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں اس سے حجاب میں چلی جاؤ۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ نابینا نہیں ہے یہ تو ہم کو نہیں دیکھ سکے گا؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم اس کو نہیں دیکھ رہیں؟ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ترمذی: ۲۷۷۸: ابواب الادب: باب ۲۹)

[۳۳] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یعنی انہیں ناجائز استعمال سے بچائیں اور ایسا تنگ یا باریک لباس نہ پہنیں جو دوسروں کو دعوت نظارہ دے۔

[۳۴] لغوی معنی کے اعتبار سے ہر اس چیز کو زینت کہا جاتا ہے جو انسان کو خوش منظر بنائے جیسے زیور، سرمہ، رنگ اور لباس وغیرہ۔ آجکل ان کو make up کہا جاتا ہے لیکن یہاں زینت سے مراد حسن ہے خواہ وہ پیدائشی ہو یعنی اعضاء کا حسن اور خواہ وہ

Marfat.com

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى	ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود ظاہر ہو [۳۵]
جُيُوۡبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ اِلَّا	اور اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں ،

make up سے حاصل کیا گیا ہو۔ (تفسیر بیضاوی)

[۳۵] عورت کے لئے اپنی زینت کی کوئی چیز نامحرم مردوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں سوائے اس زینت کے جو خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے۔ جمہور کے نزدیک اس سے مراد چہرہ، ہتھیلیاں اور ان کا make up یعنی سرمہ، مہندی اور انگوٹھی وغیرہ ہیں جو کام کاج، نقل وحرکت اور لین دین کے وقت عادۃً ظاہر ہو جاتے ہیں اور خرید وفروخت، گواہی دینے اور ڈاکٹر کو دیکھنے کے لئے مجبوراً ظاہر کرنا پڑتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ظاہر ہونے والی زینت سے مراد چہرہ، آنکھ کا سرمہ، ہاتھوں کی مہندی اور انگوٹھی ہے، یہ وہ چیزیں ہیں جو گھر میں آنے جانے والوں پر ظاہر ہو ہی جاتی ہیں۔

(تفسیر ابن جریر طبری)

امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں کہ ہمارے علمائے احناف کے نزدیک اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں، لہٰذا ان دونوں اعضاء اور ان کے make up کا دیکھنا جائز ہے، البتہ برائی کی نیت سے دیکھنا جائز نہیں۔ (احکام القرآن: امام ابوبکر جصاص) چاروں امام (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد) اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کا چہرہ ستر سے مستثنیٰ ہے۔ (تفسیر مظہری)

امام ابن جریر طبری مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان اقوال میں سے صحیح تر قول یہ ہے کہ ظاہر ہونے والے اعضاء سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں اور ان میں سرمہ، انگوٹھی، کنگن اور خضاب بھی شامل ہیں اور ہم اس کو صحیح تر قول اس لئے قرار دیتے ہیں کیونکہ اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ ہر نماز پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز میں اپنی عورت یعنی چھپانے والی جگہ کو چھپائے رکھے اور عورت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ نماز میں اپنا چہرہ اور ہاتھ کھلے رکھے اور ان کے سوا اپنے سارے بدن کو چھپائے رکھے، پس جب اس پر اجماع ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے بدن کے اس حصہ کو کھلا رکھ سکتی ہے جو عورت میں داخل نہیں کیونکہ جو عورت نہیں اس کا ظاہر کرنا بھی حرام نہیں۔ (تفسیر ابن جریر طبری) اسی طرح نبی کریم ﷺ نے عورت کو حالت احرام میں نقاب اور دستانے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری: ۱۸۳۸: کتاب جزاء الصید: باب ۱۳) اگر عورت کا چہرہ اور اس کے ہاتھوں کا چھپانا واجب ہوتا تو آپ ﷺ ان کو چھپانے سے منع نہ فرماتے۔ نیز جو شخص کسی عورت سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس کے چہرہ کو دیکھ سکتا ہے۔ مسلمان علماء میں عورت کے منہ اور ہاتھ ڈھانپنے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بہر حال ضرورت کے وقت عورت اپنا منہ اور ہاتھ ظاہر کر سکتی ہے جیسا کہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ منہ اور ہتھیلیاں ستر میں شامل نہیں ہیں۔ (الفقہ الاسلامی و ادلتہ: جلد ۷: ص ۱۸)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں: عورت کے تمام بدن کا پردہ ہے، غیر محرم مرد کے لئے جائز نہیں کہ اس کے بدن کے کسی حصہ کی طرف دیکھے سوائے عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے کیونکہ عورت کو خرید وفروخت میں چہرہ کے

Marfat.com

لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا

[۳۶] اور اپنی زینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے [۳۷] یا اپنی ہم مذہب عورتوں کے یا اپنی مملوکہ باندیوں کے یا مردوں میں سے ان خدام کے جن کو عورتوں کی

ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور لینے اور دینے میں ہاتھوں کے ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ۔۔۔ لہٰذا غیر محرم مرد خرید و فروخت کے وقت عورت کے چہرہ کو دیکھ سکتا ہے تاکہ اس کی ضرورت کے وقت اسے پہچان سکے۔ ' (تفسیر کبیر)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں درآں حالیکہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہا باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کی صرف یہ چیز اور یہ چیز دکھائی دینی چاہیے اور آپ ﷺ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔ (ابوداؤد: ۴۱۰۴: کتاب اللباس: باب ۱۳) یعنی عورت کے ہاتھ اور چہرہ کے علاوہ کچھ نظر نہیں آنا چاہیے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (حج الوداع کے موقع پر) دس ذوالحجہ کو فضل بن عباس کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ فضل بن عباس بڑے خوبصورت شخص تھے۔ نبی کریم ﷺ لوگوں کو فتوی دینے کے لئے ٹھہرے۔ خثعم قبیلہ کی ایک خوبصورت عورت رسول اللہ ﷺ سے فتوی لینے کے لئے آئی تو فضل بن عباس اس عورت کو دیکھنے لگے اور اس کا حسن فضل بن عباس کو پسند آیا۔ نبی کریم ﷺ (فضل کی طرف) متوجہ ہوئے تو فضل بن عباس اس عورت کو دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے کیا اور فضل کی ٹھوڑی سے پکڑا اور ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔ (بخاری: ۶۲۲۸: کتاب الاستئذان: باب ۱) اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے چہرہ کا پردہ واجب نہیں ورنہ وہ عورت بے پردہ نہ آتی اور اگر آ گئی تھی تو رسول اللہ ﷺ اس کو چہرہ چھپانے کا حکم دیتے۔

[۳۶] زمانہ جاہلیت میں عورتیں جو کپڑا سر پر ڈالتی تھیں اس کے دونوں کنارے اپنی پشت پر لٹکا دیتی تھیں، اس طرح ان کی گردن اور ان کا سینہ ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ اس آیت میں انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنے دوپٹے کا ایک حصہ سر پر ڈالیں اور دوسرا حصہ اپنے گریبان پر ڈالیں تاکہ سر کے بالوں کے ساتھ ساتھ ان کی گردن اور ان کا سینہ بھی کسی کو نظر نہ آئے۔

[۳۷] مسلمان عورتوں کو عام مردوں سے اپنی زینت چھپانے کا حکم دیا گیا مگر چند مخصوص رشتہ دار اور چند دوسرے لوگ جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے ان سے اپنی زینت چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان میں سب سے پہلا درجہ خاوند کا ہے، اس

Marfat.com

عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

خواہش نہ ہو [۳۸] یا ان بچوں کے جو ابھی تک عورتوں کی شرم والی چیزوں سے آگاہ نہیں ہیں اور مومن عورتیں اپنے پاؤں کو اس طرح نہ ماریں جس سے ان کی وہ زینت ظاہر ہو جائے جس کو وہ چھپائے ہوئے ہیں، [۳۹] اور اے ایمان والو! تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْ ؕ اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ

۳۲۔ اور تم میں سے جو (مرد و عورت) بے نکاح ہو ان کا نکاح کر دو [۴۰] اور تمہارے غلاموں اور باندیوں

کے بعد باپ، بیٹا اور بھائی اور ان کے بعد دوسرے محرم رشتہ دار اور مسلمان عورتیں، باندیاں، بچے اور مخصوص غلام ہیں۔

[۳۸] ایسے نوکر حضرات جو کسی بیماری یا مجبوری کی وجہ سے مردانہ طاقت اور جنسی رغبت سے محروم ہوں ان کے سامنے بھی عورت کو اپنی زینت چھپانے کی ضرورت نہیں۔

[۳۹] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کئی عورتیں پازیب پہن کر نکلتیں اور جب مردوں کے پاس سے گزرتیں تو دانستہ اپنے پاؤں زمین پر مارتیں تاکہ مرد پازیب کی آواز سن کر ان کی طرف متوجہ ہوں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس حرکت سے منع فرمایا کیونکہ یہ شیطانی کام ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو ہر اس کام یا لباس سے اجتناب کرنا چاہیے جو غیر محرم مردوں کو اس کی طرف متوجہ کرے۔

[۴۰] جنسی خواہش ایک فطری جذبہ ہے، اگر اس پر پابندی لگا دی جاتی تو انسان تنہائی اور مایوسی کا شکار ہو جاتا اور نسل انسانی کا سلسلہ منقطع ہو جاتا اور اگر اس کو کھلا چھوڑ دیا جاتا تو معاشرہ میں بگاڑ اور لاوارث بچوں کا دور دورہ ہو جاتا۔ اس لئے اس آیت میں حکم دیا جا رہا ہے کہ مسلمان اپنے بے نکاح مردوں اور بے نکاح عورتوں خواہ وہ کنواری ہوں یا بیوہ یا مطلقہ ان کے نکاح کا انتظام کریں تاکہ وہ جائز طریقہ سے اپنی جنسی خواہش کو پورا کر سکیں۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ کریں:

☆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جوانو! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھتا ہے وہ ضرور شادی کرے کیونکہ شادی کرنا اس کی نگاہ کو پاک کرے گا اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت کرے گا اور جو شادی کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیونکہ روزے شہوت کو کم کرتے ہیں۔ (بخاری: ۵۰۶۶: کتاب النکاح: باب ۳)

☆ حضرت ابو نجیح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خوشحال ہو اور نکاح کی طاقت رکھتا ہو پھر نکاح نہ کرے وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

(معجم اوسط: ۹۹۳: جلد اول: ص ۵۲۸، مجمع الزوائد: جلد ۴: ص ۲۵۱)

Marfat.com

يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾

میں سے جو نیک ہوں (ان کا بھی نکاح کر دو)، [۴۱] اگر وہ تنگ دست ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا، [۴۲] اور اللہ تعالیٰ وسعت والا بہت جاننے والا ہے۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ

۳۳۔ اور جو لوگ نکاح کرنے کی گنجائش نہیں رکھتے انہیں پاک دامن رہنا چاہیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے، [۴۳] اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتب ہونا چاہیں انہیں مکاتب کر دو اگر تم ان میں کوئی بھلائی جانتے ہو اور تم انہیں

☆ حضرت ابوایوب ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہیں: حیاء، خوشبو کا استعمال، مسواک اور نکاح۔ (ترمذی: ۱۰۸۰: ابواب النکاح: باب ۱)

عام حالات میں نکاح کرنا سنت ہے۔ لیکن اگر کسی شخص پر جنسی شہوت کا اتنا غلبہ ہو کہ اگر وہ نکاح نہیں کرے گا تو زنا میں پڑنے کا قوی امکان ہے اور وہ نان ونفقہ کی طاقت بھی رکھتا ہے تو اس پر نکاح واجب اور لازم ہے۔

[۴۱] غلاموں اور باندیوں میں سے جو شادی کی صلاحیت اور استطاعت رکھتے ہوں اور صالح اور پاک دامن رہنے کے لئے شادی کرنا چاہیں تو ان کے مالکوں پر لازم ہے کہ ان کے نکاح کا انتظام کر دیں لیکن جس غلام یا باندی کا رویہ ٹھیک نہ ہو اور شریک حیات کے ساتھ اس کے نباہ کی امید نہ ہو تو اس کا نکاح کر دینے کی ذمہ داری مالک پر نہیں ہے۔

[۴۲] وہ غریب مسلمان جو اپنے دین کی حفاظت کے لئے شادی کرنا چاہتے ہیں مگر مناسب مالی وسائل سے محروم ہیں، یہاں انہیں بشارت دی جارہی ہے کہ وہ محض غربت کی وجہ سے شادی نہ کرنے کا ارادہ نہ کریں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں مالی وسعت عطا فرمائے گا، جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تین شخصوں کی مدد فرمائے گا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، وہ مکاتب جو اپنا بدل کتابت ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو اور وہ شخص جو پاک دامن رہنے کی نیت سے نکاح کرے۔'' (ترمذی: ۱۶۵۵: ابواب فضائل الجہاد: باب ۲۰) اللہ تعالیٰ اسباب کا خالق ہے۔ اکثر اوقات شادی کی وجہ سے احساس ذمہ داری بڑھ جاتا ہے اور زیادہ محنت کرنے کی وجہ سے آمدنی میں برکت آجاتی ہے۔ نیز روزگار کے سلسلے میں بیوی جب خاوند کا ہاتھ بٹاتی ہے تو حالات بدل جاتے ہیں اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ بیوی خوش نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کے خاوند کو خوشحال بنا دے۔

[۴۳] جو لوگ نکاح کرنے کی گنجائش نہیں رکھتے وہ بھی بدکاری نہ کریں بلکہ روزے رکھ کر اپنی پاک دامنی کو برقرار رکھیں اور

Marfat.com

وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَیٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَمَنْ یُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۳﴾

اللہ تعالیٰ کے مال میں سے دو جو اس نے تمہیں عطا فرمایا ہے، [۴۴] اور تمہاری باندیاں اگر پاک دامن رہنا چاہیں تو دنیوی زندگی کا فائدہ اٹھانے کے لئے انہیں بدکاری پر مجبور نہ کرو، اور جو شخص انہیں مجبور کرے گا تو بے شک اللہ تعالیٰ ان باندیوں کے مجبور کئے جانے کے بعد (ان باندیوں کو) بہت بخشنے والا (اور ان پر) بہت رحم فرمانے والا ہے۔ [۴۵]

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۴﴾ ع

۳۴۔ اور بے شک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں نازل فرمائی ہیں اور ان لوگوں کی مثالیں بیان فرمائیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہم نے پرہیز گاروں کے لئے نصیحت نازل فرمائی ہے۔ [۴۶]

انتظار کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے ایسے اسباب اور وسائل مہیا فرما دے جن سے وہ آسانی کے ساتھ نکاح کر سکیں۔

[۴۴] نزول قرآن کے وقت غلام اور لونڈی کا سلسلہ عام تھا۔ اسلام نے غلامی کی حوصلہ شکنی کی اور ان کو آزاد کرنے کی ترغیب دی جس کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ غلامی کا سلسلہ ختم ہو گیا اور آج دنیائے اسلام میں غلاموں اور لونڈیوں کا وجود نظر نہیں آتا۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ تھی کہ جب کوئی غلام یا لونڈی اپنے مالک سے معاہدہ کرے کہ وہ اتنی مدت میں اتنی رقم کما کر اپنے مالک کو دے گا جس کے بدلہ میں اسے آزاد کر دیا جائے تو قرآن مجید نے اس آیت میں اس کے مالک کو حکم دیا ہے کہ اگر اسے اپنے غلام یا لونڈی کے معاہدہ میں سچائی اور بہتری نظر آتی ہے تو وہ اس کے ساتھ یہ معاہدہ طے کر لے بلکہ زکوٰۃ، صدقات اور عطیات وغیرہ سے اس کی مالی مدد بھی کرے تاکہ وہ جلد از جلد آزادی حاصل کر سکے۔ دوسرے مسلمان بھی اپنی زکوٰۃ اور عطیات سے ایسے غلام یا لونڈی کی مدد کر کے ثواب دارین حاصل کر سکتے ہیں۔

[۴۵] زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی لونڈیوں سے بدکاری کراتے تھے، عبداللہ بن ابی بھی اپنی لونڈیوں سے بدکاری کرا کر رقم حاصل کرتا تھا۔ ان میں سے بعض لونڈیاں مسلمان ہو گئیں اور انہوں نے بدکاری سے انکار کر دیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ لونڈیوں یا دیگر عورتوں سے بدکاری کرانا ہر حال میں حرام ہے خواہ وہ خوشی سے بدکاری کریں یا ناخوشی سے لیکن اگر لونڈیاں نہ چاہیں اور مالک پھر بھی دنیاوی فائدہ کے لئے انہیں بدکاری پر مجبور کرے تو یہ اور بھی زیادہ بے شرمی کی بات ہے اور جو مجبور کرے گا وہ قیامت کے دن سخت عذاب کا مستحق قرار پائے گا جبکہ مجبور ہونے والی لونڈیاں معذور ہوں گی اور اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے گا۔

[۴۶] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں گزشتہ اقوام کے واقعات وضاحت سے بیان فرمائے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہ

Marfat.com

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ

۳۵۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، [۴۷] اس کے نور کی مثال ایک طاق جیسی ہے [۴۸] جس میں چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے، وہ

کیا وہ عذاب الٰہی کے مستحق قرار پائے تا کہ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے وہ ان واقعات سے نصیحت حاصل کریں۔

[۴۷] اللہ تعالیٰ کے خوبصورت ناموں میں سے ایک ''نور'' ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کو سورج اور چاند سے روشن فرماتا ہے اور اہل زمین و آسمان کے لئے ہدایت کے راستے روشن فرماتا ہے۔

[۴۸] اہل علم نے اس مثال کے مختلف مطالب بیان کئے ہیں ان میں سے ایک عرض خدمت ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے اس مثال کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: یہ مثال اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان فرمائی ہے۔ طاق سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک ہے، فانوس سے مراد قلب انور ہے اور چراغ سے مراد نبوت محمدی ہے جو نبوت کے مبارک درخت سے روشن ہے۔ اور نور محمدی کا عالم یہ ہے کہ اگر آپ اپنی نبوت کا اعلان نہ کرتے تو پھر بھی آپ کی شان لوگوں کے سامنے خود بخود ظاہر ہو رہی تھی جیسے زیتون کا تیل اتنا صاف وشفاف ہوتا ہے کہ اگر اسے آگ نہ بھی چھوئے تو بھی ایسا لگتا ہے کہ ابھی روشن ہو جائے گا۔ (تفسیر بغوی) لیکن جب آگ اس کے ساتھ مل جائے تو پھر اس کی روشنی کا عالم ہی نرالا ہوتا ہے۔ اسی طرح اعلان بنوت سے پہلے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور ان کی شان بڑی عظیم تھی لیکن جب ان پر قرآن مجید کا نزول ہوا تو یہ سونے پہ سہاگہ اور نور کے اوپر نور ہی نور کا منظر تھا۔ نیز آپ کی نبوت زمان ومکان اور مشرق ومغرب کی پابند نہیں بلکہ قیامت تک آنے والی ہر قوم، نسل اور جگہ کے لئے آپ کی نبوت عام اور عالمگیر ہے۔

اعلان نبوت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی چند جھلکیاں

۱۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی رات میں نے ایک ایسا نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے یہاں تک کہ میں نے ان محلات کو دیکھ لیا۔ (مواھب لدنیہ: جلد اول: ص ۱۲۸)

۲۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: جس روز سے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا ہم کو کبھی چراغ جلانے کی ضرورت نہیں پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کی روشنی چراغ سے زیادہ نورانی تھی۔ اگر ہم کو کسی جگہ چراغ جلانے کی ضرورت پڑتی تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں لے جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی نورانیت سے وہ جگہ روشن ہو جاتی۔

(تفسیر مظہری)

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں ایک دفعہ آپ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ باہر اس جگہ تشریف

Marfat.com

لے گئے جہاں اونٹ چر رہے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی تلاش میں جب ان کے پاس پہنچیں تو پوچھا: اس گرمی میں تم کہاں پھر رہے ہو؟ شیماء نے کہا: مجھے اپنے بھائی کے ساتھ گرمی محسوس نہیں ہوئی کیونکہ ان کے اوپر ایک بدلی سایہ کرتی رہی، جب یہ کہیں ٹھہر جاتے تو بدلی بھی ان کے اوپر ٹھہر جاتی تھی اور جب یہ چل پڑتے تو بدلی بھی ان کے اوپر چل پڑتی تھی۔ (تفسیر مظہری)

۴۔ ایک سال قحط پڑا تو جناب ابو طالب حضرت محمد ﷺ کو ساتھ لے کر بارش کی دعا کرنے کعبہ کے پاس پہنچے، کعبہ کی دیوار سے اپنی پشت لگائی اور حضرت محمد ﷺ کی انگلی پکڑ کر دعا کی۔ اس وقت آسمان پر بادل کا نام ونشان تک نہ تھا، دعا مانگنے کی دیر تھی کہ فوراً ادھر اُدھر سے بادل ہجوم کر آئے اور خوب موسلا دھار بارش برسی یہاں تک کہ وادیاں بہنے لگیں۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جناب ابو طالب نے یہ شعر کہا:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامٰی عصمة للارامل

''وہ گورے رنگ والے (حضرت محمد ﷺ) جن کے رخ تاباں کے صدقے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے، وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیوہ عورتوں کی ناموس کے محافظ ہیں۔'' (تفسیر مظہری)

۵۔ امام ترمذی اور مؤرخین نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے: جب نبی کریم ﷺ کی عمر بارہ سال کے قریب پہنچی تو آپ ﷺ نے جناب ابو طالب کے ساتھ شام کا تجارتی سفر کیا۔ جب یہ قافلہ وادی بصریٰ میں داخل ہوا تو بحیرٰی نامی ایک عیسائی راہب نے اپنی خانقاہ سے دیکھا کہ ایک نوخیز بچے پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہے۔ وہ بچہ جدھر جاتا ہے بادل کا ٹکڑا بھی اس کے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ بحیرٰی نے جب اپنی خانقاہ کے دریچہ سے یہ منظر دیکھا تو اسے خیال آیا کہ جس صادق وامین نبی ﷺ کے ہم منتظر ہیں اور جس کی علامات ہماری کتب میں مرقوم ہیں کہیں یہ نوجوان وہی تو نہیں، اسے قریب سے دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ اس راہب نے قافلہ کے تمام افراد کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت دی۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے سب کو رخصت کر دیا، جناب ابو طالب اور حضرت محمد ﷺ کو روک لیا اور حضرت محمد ﷺ سے ان کی نیند اور بیداری وغیرہ کی کیفیات کے بارے دریافت کرنے لگا۔ آخر میں اس نے حضرت محمد ﷺ کی پشت مبارک سے کپڑا اٹھایا اور اس نے مہر نبوت کو ہو بہو اس صورت میں دیکھا جو اس کے پاس تھی۔ بے ساختہ اس نے جھک کر مہر نبوت کو چوم لیا۔

جب بحیرٰی اس سے فارغ ہوا تو جناب ابو طالب کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اس بچے سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟ آپ نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ بحیرٰی نے کہا: یہ آپ کا بیٹا نہیں اور نہ اس کا باپ زندہ موجود ہو سکتا ہے۔ تب جناب ابو طالب نے کہا: یہ میرا بھتیجا ہے تو بحیرٰی نے کہا: آپ اپنے بھتیجے کو لے کر وطن واپس لوٹ جائیں اور یہودیوں سے ہر وقت ہوشیار رہیں، اگر انہوں نے دیکھ لیا اور ان کو ان حالات کا علم ہو گیا جن کا مجھے علم ہوا ہے تو وہ ان کو ضرر پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔ آپ کے بھتیجے کی بڑی شان ہوگی، یہ رب العالمین کے رسول ہیں۔ چنانچہ جناب ابو طالب قافلہ کے ساتھ

Marfat.com

يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا
شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ
وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ
يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ
اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾

چراغ زیتون کے مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا گیا ہے، [۴۹] وہ درخت نہ مشرقی ہے اور نہ مغربی، ایسا لگتا ہے کہ اس کا تیل خود ہی بھڑک اٹھے گا اگرچہ اسے آگ نہ بھی چھوئے، یہ تو نور کے اوپر نور ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ لوگوں (کی ہدایت) کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

شام گئے اور جلدی جلدی کاروبار سے فراغت پا کر آپ کو لے کر واپس مکہ لوٹ آئے۔

(ترمذی: ۳۶۲۰: ابواب المناقب: باب ۳)

۶۔ ابوجہل نے کہا: محمد ﷺ کو ہم اعلان نبوت سے پہلے صادق و امین کہا کرتے تھے کیونکہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔

(امتاع الاسماع: جلداول: ص ۹۱)

۷۔ حضرت جابر بن سمرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مکہ میں اس پتھر کو آج بھی اچھی طرح پہچانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ (مسلم: ۵۹۳۹: کتاب الفضائل: باب ۱) پتھر کن الفاظ سے سلام کرتے تھے؟ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں، حضرت علی بن ابی طالب ؓ نے فرمایا: میں مکہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ ہم مکہ کے بعض اطراف میں نکلے تو جو بھی پہاڑ یا درخت آپ ﷺ کے سامنے آتا تو وہ کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

(ترمذی: ۳۶۲۶: ابواب المناقب: باب ۶)

۸۔ امام قسطلانی نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا اعلان کرنا چاہا تو آپ ﷺ جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے تھے وہ آپ کو اس طرح سلام کرتا تھا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

(المواھب اللدنیۃ: جلداول: ص ۲۰۰)

[۴۹] اس زمانہ میں چراغ کو جلانے کے لئے مختلف قسم کے تیل استعمال ہوتے تھے۔ ان میں زیتون کے تیل کی روشنی بڑی تیز، صاف اور دھویں سے پاک ہوتی تھی۔ نیز زیتون کا تیل اور اس کا پھل کھانے کے لئے بھی بہت مفید تھا۔ اس درخت کی یہ برکتیں صرف مشرق و مغرب والوں کے ساتھ خاص نہیں تھیں بلکہ شمال و جنوب اور پوری دنیا کے جو لوگ بھی اس درخت کے پھل اور تیل کو استعمال کریں گے وہ اس کی برکتوں سے فیض یاب ہوں گے تو جس طرح زیتون درخت کی برکتیں سب کے لئے عام ہیں اسی طرح نبوت محمدی ﷺ کی برکتیں بھی ساری دنیا کے لئے عام اور عالمگیر ہیں۔

حضرت ابو اسید ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زیتون کا تیل کھاؤ اور اس کو جسم پر لگاؤ کیونکہ یہ برکت والے درخت سے نکلتا ہے۔ (ترمذی: ۱۸۵۲: ابواب الاطعمة: باب ۴۳)

Marfat.com

فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ ۙ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡہَا بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اللہ تعالیٰ نے جن گھروں کے بلند کیے جانے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیے جانے کا حکم دیا ہے وہ ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔[۵۰]

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡہِیۡہِمۡ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیۡتَآءِ الزَّکٰوۃِ ۪ۙ یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِیۡہِ الۡقُلُوۡبُ وَ الۡاَبۡصَارُ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے، نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔[۵۱]

[۵۰] گھروں سے مراد مساجد ہیں یعنی مساجد اتنی بلند اور عظیم الشان ہوں کہ آنے والوں کو دور سے معلوم ہو جائے کہ مسجد کہاں ہے۔ اس کی دیواریں، اس کا فرش اتنا صاف اور پاک ہو کہ دیکھنے والوں کو خوشی محسوس ہو اور اس میں اسلامی آداب کے خلاف کوئی گفتگو نہ ہو تاکہ صبح و شام یعنی روزانہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے دلوں کو سکون حاصل ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرے اور جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ قرآن سے محبت کرے اور جو قرآن سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ مساجد سے محبت کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور ان میں برکت رکھی ہے۔ مسجدیں بھی بابرکت ہیں اور ان کو آباد کرنے والے بھی بابرکت ہیں۔ مسجدیں بھی محفوظ ہیں اور ان کو آباد کرنے والے بھی اس کی حفاظت میں ہیں۔ وہ لوگ اپنی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی حاجتیں پوری فرماتا ہے۔ وہ لوگ مسجدوں میں ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ان کی چیزوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

دنیا میں چار مسجدیں ایسی ہیں جن کو انبیاء علیہم السلام نے بنوایا تھا: بیت اللہ، بیت المقدس، مسجد قبا اور مسجد نبوی۔ (تفسیر مظہری) مسجد کی فضیلت اور اس کے آداب کے بارے میں مزید سورہ توبہ (۹) کا حاشیہ نمبر ۱۰ ملاحظہ کریں۔

[۵۱] جو لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے صبح و شام مساجد میں اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں یہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کو دنیاوی مشاغل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتے لیکن ان نیک کاموں کے باوجود وہ روز قیامت کے خوف سے لرزہ براندام رہتے ہیں جس دن کی ہولناکیوں کو دیکھ کر دل گھبرائیں گے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

Marfat.com

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بہترین اعمال کی جزا دے بلکہ اپنے فضل سے انہیں اور بھی زیادہ عطا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔[۵۲]

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ اور کافروں کے اعمال چٹیل میدان میں سراب (چمکتی ہوئی ریت) کی طرح ہیں جس کو پیاسا شخص (دور سے) پانی سمجھتا ہے، لیکن جب وہ اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا بلکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنے قریب پایا جس نے اس کو اس کا پورا حساب چکا دیا، [۵۳] اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ

۴۰۔ یا (کفار کے اعمال) ان تاریکیوں کی طرح ہیں جو گہرے سمندر میں ہوں، جس پر موج چھائی ہوئی ہو، اس کے اوپر ایک اور موج اور اس کے اوپر بادل،

---

[۵۲] نیک لوگ نیکیاں اس لئے کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں بہترین جزا عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے کرم کا عالم یہ ہے کہ جو شخص گن گن کر نیکیاں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے گن کر سینکڑوں اور ہزاروں گنا زیادہ اجر عطا فرماتا ہے اور جو بغیر گنے نیکیاں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بے حساب اجر عطا فرماتا ہے، جیسا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: خرچ کرو اور گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم کو گن کر دے گا۔
(مسلم: حدیث نمبر ۱۰۲۹)

[۵۳] کفار کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم ایسے کفار کی ہے جو کسی نہ کسی حوالے سے آخرت کے قائل ہیں اور اپنے نیک اعمال کی جزائے خیر کی امید رکھتے ہیں۔ ان کے نیک اعمال کی مثال سراب یعنی چمکتی ہوئی ریت کی طرح ہے جو دور سے سورج کی روشنی میں پانی نظر آتی ہے مگر جب پیاسا شخص اس کے قریب آتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پانی نہیں بلکہ ریت ہے اور پیاس کی شدت سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح اس قسم کے کافر کی جب موت واقع ہو گی تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے آخرت میں اس کے نیک اعمال کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے دنیاوی آرام و راحت کی صورت میں اس کے نیک کاموں کا بدلہ اسی دنیا میں بے باک کر دیا تھا، اب آخرت میں اس کی برائیوں کا حساب ہو گا۔

Marfat.com

بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ ع

(الغرض یہ تہ درتہ) تاریکیاں ایک دوسرے کے اوپر ہیں، (اتنی تاریکی کہ) جب کوئی شخص اپنا ہاتھ باہر نکالے تو اسے بھی نہ دیکھ سکے، اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ نور نہ بنائے تو اس کے لئے کوئی نور نہیں ہے۔[۵۴]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے اور (فضا میں) پر پھیلائے ہوئے پرندے سب اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرتے ہیں، ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔[۵۵]

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ

۴۳۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادل کو چلاتا ہے،

[۵۴] دوسری قسم ان کفار کی ہے جو آخرت کے بالکل ہی منکر ہیں، ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو گہرے سمندر کی تاریکیوں میں ہے۔ اس کے اوپر موج بالائے موج کی تاریکیاں، پھر ان کے اوپر بادل، الغرض وہ اتنی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے کہ اپنا ہاتھ نکالے تو بھی اسے نظر نہ آسکے یعنی اپنا ہاتھ جو بالکل قریب اور اس کے جسم کا حصہ ہے جب وہ بھی نظر نہ آئے تو اسے اور کیا چیز نظر آئے گی۔ ایسا ہی حال قیامت کے دن اس شخص کا ہوگا جو ایمان کے نور سے محروم ہے کہ اسے کہیں بھی امید کی کوئی کرن نظر نہیں آئے گی۔

[۵۵] جیسا کہ تم جانتے ہو کہ آسمان و زمین میں آباد ساری مخلوق حتیٰ کہ فضا میں اڑنے والے پرندے سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی فطرت میں دعا کرنے اور تسبیح کرنے کا طریقہ ودیعت فرما رکھا ہے جس کو ہر چیز اچھی طرح جانتی ہے جس طرح ہر جانور کی غذا مختلف ہے جسے وہ فطری طور پر جانتا ہے، مثلاً کتا گھاس نہیں کھاتا اور بکری گوشت نہیں کھاتی۔ اسی طرح ہر چیز کی تسبیح کا انداز جداگانہ ہے، ہم اگرچہ ہر چیز کی تسبیح نہیں سمجھ سکتے مگر اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون کیا کرتا ہے؟ البتہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنے معجزات کے باعث اور اولیائے کرام اپنی کرامات کے باعث ان تسبیحات کو سن سکتے ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت کھانا کھایا جا رہا ہوتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔

(بخاری: حدیث نمبر ۳۵۷۹)

Marfat.com

بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿٤٣﴾

پھر اس (کے مختلف ٹکڑوں) کو آپس میں ملا دیتا ہے، پھر اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان سے بارش برستی ہے اور وہ آسمان میں برفانی پہاڑوں کی طرح نظر آنے والے بادلوں سے اولے برساتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے ان اولوں کو گرا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے، [۵۶] قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی لے جائے۔ [۵۷]

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿٤٤﴾

۴۴۔ اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے، بے شک اس میں آنکھوں والوں کے لئے عبرت ہے۔ [۵۸]

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ

۴۵۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا فرمایا ہے، ان

---

[۵۶] جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو تہ بہ تہ چلاتا ہے، پھر ان کے درمیان سے بارش اور اولے برساتا ہے پھر جہاں چاہتا ہے اولے برساتا ہے اور جس جگہ کو چاہے ژالہ باری سے بچا لیتا ہے۔

بادل، بارش، برف اور اولے کیسے بنتے ہیں؟

سائنسی تحقیق کے مطابق سورج کی گرمی سے پانی کے بخارات ہوا میں بلند ہوتے ہیں اور جب یہ بخارات ٹھنڈی ہوا کے طبقہ میں پہنچتے ہیں تو پانی کے قطروں کی طرح منجمد ہو کر بادل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ پانی کے یہ قطرے ایک دوسرے کے قریب آ کر آپس میں جڑتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ اتنے بھاری ہو جائیں کہ ہوا ان کو نہ تھام سکے تو وہ بارش کی صورت میں زمین پر گرنے شروع ہو جاتے ہیں، پھر اگر یہ بادل زیادہ ٹھنڈی ہوا میں چلے جائیں تو مزید منجمد ہو کر برف باری کا سبب بن جاتے ہیں اور اگر اور زیادہ ٹھنڈی ہوا میں چلے جائیں تو پھر اولے بن کر برسنا شروع ہو جاتے ہیں۔

[۵۷] بادلوں میں جب بجلی چمکتی ہے تو عام طور پر وہ بارش کا پیش خیمہ سمجھی جاتی ہے مگر جہاں گرتی ہے وہاں نقصان پہنچاتی ہے اور بعض دفعہ اس کی چمک اتنی شدید ہوتی ہے ایسا لگتا ہے کہ گویا یہ آنکھوں کی بینائی لے جائے گی۔

[۵۸] اس نظام کائنات کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے، وہی دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کو لاتا ہے۔ اس میں عقل والوں کے لئے درس عبرت ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کو سمجھیں اور صرف اسی کی عبادت کریں۔

Marfat.com

يَّمۡشِيۡ عَلٰى بَطۡنِهٖ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِيۡ عَلٰى رِجۡلَيۡنِ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِيۡ عَلٰٓى اَرۡبَعٍ ؕ يَخۡلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۴۵﴾

میں سے بعض پیٹ کے بل چلتے ہیں اوران میں سے بعض دو ٹانگوں پر چلتے ہیں، اوران میں سے بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[۵۹]

لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ بے شک ہم نے واضح بیان کرنے والی آیتیں نازل فرمائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرما دیتا ہے۔[۶۰]

وَيَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوۡلِ وَاَطَعۡنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی، پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ روگردانی کرتا ہے، اور وہ لوگ مومن نہیں ہیں۔

وَاِذَا دُعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں تو اس وقت ان میں سے ایک گروہ روگردانی کرنے والا ہوتا ہے۔[۶۱]

---

[۵۹] اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس نے تمام جانوروں کو پانی کے ایک قطرہ سے پیدا فرمایا۔ (اس کی مزید تشریح کے لئے سورہ انبیاء (۲۱) کی آیت نمبر ۳۰ اور حاشیہ نمبر ۲۶ ملاحظہ کریں) نیز اللہ تعالیٰ نے تمام جانوروں کو مختلف شکل وصورت عطا فرمائی، اسی لئے بعض پیٹ کے بل زمین پر رینگتے ہیں جیسے سانپ، بعض دو ٹانگوں پر چلتے ہیں جیسے انسان اور بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں جیسے گائے بکری وغیرہ۔

[۶۰] قرآن مجید کی آیات نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے لیکن پھر بھی صراط مستقیم تک رسائی اسے حاصل ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

[۶۱] مسلمانوں کی صفوں میں ایسے منافقین بھی شامل تھے جو زبان سے تو ایماندار ہونے کا دعویٰ کرتے تھے لیکن جب ان کا کسی سے جھگڑا ہو جاتا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس فیصلہ کرانے کی دعوت دی جاتی تو اگر منافقین کی غلطی ہوتی تو وہ

Marfat.com

وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ؕ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اور اگر فیصلہ ان کے حق میں ہو تو وہ آپ کی طرف سر تسلیم خم کرتے ہوئے چلے آتے ہیں۔

اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

۵۰۔ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا وہ شک میں ہیں یا انہیں یہ اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ان پر ظلم کریں گے، بلکہ (درحقیقت) وہ خود ظالم ہیں۔ [۶۲]

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ ایمان والوں کی بات تو صرف اتنی ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ (رسول ﷺ) ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ [۶۳]

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی سے بچتا ہے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ

۵۳۔ اور وہ (منافقین) اللہ تعالیٰ کی بڑی سخت تاکیدی

رسول ﷺ کے پاس جانے سے ٹال مٹول کرتے اور اگر اس جھگڑے میں وہ حق پر ہوتے تو وہ خوشی خوشی دوڑے چلے آتے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ برحق ہوتا ہے اور وہ کسی کی طرفداری یا سفارش کو قبول نہیں فرماتے۔

[۶۲] جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس فیصلہ کرانے سے اعراض کرتے تھے ان کے دلوں میں نفاق اور کفر کی بیماری ہے یا وہ نبی کریم ﷺ کی نبوت میں شک کرتے ہیں یا انہیں اندیشہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان پر ظلم کریں گے۔ ان میں سے کسی ایک چیز کے قائل بھی مومن نہیں ہو سکتے بلکہ وہ اپنے اوپر ظلم کر کے اپنی آخرت برباد کرنے والے ہیں۔

[۶۳] منافقین کے برعکس ایمان والوں کی شان یہ ہے کہ جب بھی انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ آپ ﷺ کے ہر فیصلہ پر سر تسلیم خم کر کے اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں اور اسی وجہ سے فلاح دارین کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

Marfat.com

اَمَرۡتَهُمۡ لَيَخۡرُجُنَّ ؕ قُلۡ لَّا تُقۡسِمُوۡا ۚ طَاعَةٌ مَّعۡرُوۡفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۵۳﴾

قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے، آپ فرمایئے: تم قسمیں نہ کھاؤ، تمہاری اطاعت خوب معلوم ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے جو تم کرتے ہو۔ [۶۴]

قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَيۡهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيۡكُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ ؕ وَ اِنۡ تُطِيۡعُوۡهُ تَهۡتَدُوۡا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ آپ فرمایئے: تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو، پھر اگر تم نے روگردانی کی تو (سن لو) رسول اللہ ﷺ کے ذمہ وہی ہے جو ان پر لازم کیا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہی ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے، اور اگر تم رسول ﷺ کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے، اور رسول ﷺ کے ذمہ تو صرف احکام کو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ [۶۵]

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۖ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِى ارۡتَضٰى لَهُمۡ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمۡ

۵۵۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے کہ وہ انہیں زمین میں ضرور خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لئے ان کے دین کو مستحکم کردے گا جس دین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند

---

[۶۴] منافقین اپنے نفاق کو چھپانے کے لئے بڑی زوردار قسمیں اٹھا کر کہتے کہ اگر رسول ﷺ انہیں حکم دیں تو وہ ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: زیادہ قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں ہے، تمہارے سابقہ کردار سے تمہاری اطاعت کا حال ہم کو اچھی طرح معلوم ہے، وقت آنے پر تمہیں اپنی قسمیں بھول جاتی ہیں اور ٹال مٹول شروع کر دیتے ہو، نیز جھوٹی قسموں سے وقتی طور پر لوگوں کو غلط فہمی ہوسکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ تمہارے دل کے ارادوں سے خوب واقف ہے۔

[۶۵] رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام واضح طور پر تمہیں پہنچا دے اور تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ تم رسول ﷺ کی اطاعت کر کے ہدایت پاؤ اور اگر تم رسول ﷺ کی اطاعت نہیں کرو گے تو اس میں رسول اللہ ﷺ کا کچھ نقصان نہیں ہے بلکہ انہوں نے تبلیغ کا فرض ادا کر دیا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

مِّنۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا ؕ يَعۡبُدُوۡنَنِىۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِىۡ شَيۡـئًـا ؕ وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰ لِكَ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝۵۵

فرمایا ہے اور وہ ضرور ان کے خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا، [۶۶] وہ لوگ میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے، اور اس کے بعد بھی جس نے ناشکری کی تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

[۶۶] نبی کریم ﷺ سے پہلے جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اپنے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی اطاعت کرتے ہوئے نیک اعمال کئے اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین کی حکومت عطا کی اور دشمنوں کے خوف سے نجات دی جیسے قوم طالوت کو جالوت کے خوف سے اور قوم موسیٰ کو فرعون کے خوف سے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے بھی وعدہ فرمایا کہ وہ اپنے نبی کریم ﷺ کی اطاعت میں نیک اعمال کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں بھی دشمنوں کے خوف سے نجات دے کر زمین کی خلافت عطا فرمائے گا، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ چند سالوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار مکہ بلکہ کفار عرب و عجم کے خوف سے نجات دے کر انہیں زمین کی خلافت عطا فرمائی۔ اس سلسلہ میں دو احادیث ملاحظہ کریں:

۱۔ مکہ میں جو اسلام قبول کرتا کفار مکہ اس کو تنگ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔ چونکہ مکہ میں مسلمانوں کو قتال کی اجازت نہیں تھی اس لئے وہ اکثر چھپ چھپ کر عبادت کرتے اور ہمیشہ خوف کی حالت میں رہتے۔ پھر جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آگئے اور کفار مکہ نے وہاں بھی مظالم کا سلسلہ شروع رکھا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی جوابی کاروائی کے لئے قتال کی اجازت دیدی۔ چنانچہ مسلمان ہر وقت مسلح رہتے تھے کیونکہ کفار مکہ کسی بھی وقت حملہ کر سکتے تھے۔ ایک دن ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم اسلام قبول کرنے کے بعد ہمیشہ سے خوف کی حالت میں ہیں، کیا ہم پر ایسا دن نہیں آئے گا جب ہمیں امن نصیب ہو اور ہم ہتھیار اتار کر رکھ دیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب تم آرام سے بے خوف ہو کر مجمع عام میں بیٹھو گے اور تمہارے جسم پر کوئی ہتھیار نہیں ہوگا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی تائید میں یہ آیت نازل فرمائی جس میں خوف کے بعد امن کی خوش خبری سنائی گئی۔ تاریخ شاہد ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جزیرہ عرب پر غلبہ عطا فرمایا، مسلمانوں نے ہتھیار اتار دیئے اور امن و چین سے رہنے لگے، پھر نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور تک مسلمان امن میں رہے اور اس کے بعد فتنوں میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں دشمنوں کا خوف داخل کر دیا اور ان کی نعمتوں کو مصائب سے بدل دیا۔ (تفسیر در منثور)

۲۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے فقر و فاقہ کی شکایت کی، پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے راستہ میں ڈاکوؤں کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: اے عدی رضی اللہ عنہ! کیا تم نے حیرہ کا شہر دیکھا ہے (جو کہ عراق میں تھا)؟ میں نے کہا: میں نے اس کو نہیں دیکھا لیکن میں نے لوگوں سے اس کے بارے میں سنا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری عمر طویل ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ سے سفر کر کے آئے گی

Marfat.com

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ [۶۷]

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۖ وَ لَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع

۵۷۔ ہر گز یہ خیال نہ کرنا کہ کافر لوگ (اللہ تعالیٰ کو) زمین میں عاجز کر دیں گے بلکہ ان کا ٹھکانا تو جہنم کی آگ ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ [۶۸]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ

۵۸۔ اے ایمان والو! تمہارے غلاموں اور نابالغ لڑکوں

اور کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ میں نے دل میں کہا: پھر قبیلہ طے کے ان ڈاکوؤں کا کیا بنے گا جنہوں نے ہر جگہ فساد برپا کر رکھا ہے اور فرمایا: اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرو گے۔ میں نے پوچھا: کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: ہاں کسریٰ بن ہرمز۔ اور اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ لوگ سونا یا چاندی ہاتھوں میں لیے ہوئے کسی غریب کی تلاش میں پھر رہے ہوں گے لیکن انہیں کوئی غریب نہیں ملے گا جو اس سونا یا چاندی کو قبول کرے ۔۔۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں نے اپنی زندگی میں ایک خاتون کو دیکھا جو حیرہ سے سفر کر کے آئی اور اس نے کعبہ کا طواف کیا اور وہ راستہ میں صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتی تھی اور میں خود ان مسلمانوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کئے تھے۔ (بخاری: ۳۵۹۵، کتاب المناقب: باب ۲۵)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت برحق تھی کیونکہ ان کے زمانہ میں نبی کریم ﷺ کی یہ پیش گوئی ظہور پذیر ہوئی اور مسلمانوں کو مال، امن اور غلبہ حاصل ہوا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں خلافت تیس سال ہوگی، اس کے بعد ملوکیت ہوگی۔ (ترمذی: ۲۲۲۶: ابواب الفتن: باب ۴۸) علامہ خازن نے اس تیس سال کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال تین ماہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال چھ ماہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چار سال نو ماہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ ماہ۔ (تفسیر خازن) یہ آیت نبی کریم ﷺ کی نبوت کی بھی دلیل ہے کیونکہ اس میں جو پیش گوئی فرمائی گئی ہے وہ بالکل اسی طرح پوری ہوئی۔

[۶۷] آج بھی مسلمان اگر اللہ تعالیٰ کا رحم اور دشمنوں کے خوف سے نجات حاصل کرنا چاہیں تو اس آیت میں اس کا جواب موجود ہے یعنی وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور رسول اللہ ﷺ کی کامل اطاعت کریں، یہی وہ راستہ تھا جس پر چل کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد حاصل کی اور کفار کے مظالم سے نجات پائی۔

[۶۸] یعنی اللہ تعالیٰ جب نیک لوگوں پر رحم کرنا چاہتا ہے اور ان کے خوف کو امن میں بدلنے کا ارادہ کرتا ہے تو کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے ارادوں کو ناکام نہیں بنا سکتے بلکہ وہ تو خود اپنے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے مجرم ہیں اور اسی وجہ سے انہیں جہنم میں پھینکا جائے گا۔

Marfat.com

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۗ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾

کو تین اوقات میں (تمہارے پاس آنے کے لئے) تم سے اجازت لینی چاہیے، نماز فجر سے پہلے، دوپہر کے وقت جب تم اپنے (زائد) کپڑے اتارتے ہو اور نماز عشاء کے بعد، یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں، ان تین اوقات کے علاوہ نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر (کیونکہ ان اوقات کے علاوہ) تم ایک دوسرے کے پاس کثرت سے آتے جاتے رہتے ہو، [۶۹] اسی طرح اللہ تعالیٰ (اپنی) آیتیں تمہارے لئے صاف صاف بیان فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا حکمت والا ہے۔

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ اور جب تمہارے بچے حد بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اجازت لیا کریں جس طرح وہ لوگ اجازت لیا کرتے تھے جو ان سے پہلے بالغ ہوئے تھے، [۷۰] اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں تمہارے لئے صاف صاف بیان فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا حکمت والا ہے۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ

۶۰۔ اور وہ خانہ نشین بوڑھی عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے اضافی کپڑے اتار دیں بشرطیکہ وہ اپنی آرائش کو ظاہر کرنے والی نہ

---

[۶۹] نماز فجر سے پہلے، دوپہر کو قیلولہ کے وقت اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تینوں اوقات ایسے ہیں جن میں عموماً انسان اپنے زائد کپڑے اتار دیتا ہے اور بے تکلف ہو کر سوتا ہے۔ نیز بیوی کے ساتھ مخالطت بھی اکثر ان ہی اوقات میں ہوتی ہے، لہٰذا ان اوقات میں غلاموں اور نابالغ بچوں کو بھی اجازت کے بغیر گھروں میں داخل نہیں ہونا چاہیے لیکن ان تین اوقات کے علاوہ غلاموں اور بچوں کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ انہیں اکثر ایک دوسرے کے پاس آنے جانے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔

[۷۰] نابالغ بچے تو مذکورہ تین اوقات کے علاوہ بغیر اجازت کے گھروں میں داخل ہو سکتے ہیں مگر آزاد بچے بالغ ہو جائیں تو انہیں اپنے سے پہلے بالغ ہونے والوں کی طرح ہر وقت اجازت لے کر آنا چاہیے۔

Marfat.com

يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۶۰

ہوں، اور اگر وہ اس سے بھی اجتناب کریں تو ان کے لئے بہت بہتر ہے، [۷۱] اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ

۶۱۔ اندھے پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے [۷۲] اور نہ خود تم پر کوئی حرج ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیوں کے تم مالک ہو یا اپنے دوست کے گھر سے، [۷۳] اس میں بھی تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ؛ [۷۴] پھر جب تم گھروں میں داخل ہو تو

[۷۱] عورت جب اتنی بوڑھی ہو جائے کہ اس کا حیض آنا بند ہو جائے اور بچے جننے کے قابل نہ رہے تو اس عمر میں عام طور پر عورت میں جنسی کشش دم توڑ دیتی ہے اور وہ کسی مرد سے نکاح کرنے کی خواہش مند نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی مرد کو اس سے نکاح کرنے میں کوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ ایسی عورت کے لئے پردہ لازمی نہیں ہے، وہ اپنے معمول کے ضروری کپڑوں کے علاوہ اضافی کپڑے مثلاً جلباب وغیرہ اتار سکتی ہے بشرطیکہ اس کا مقصد اپنی زینت دکھانا نہ ہو لیکن اگر ایسی بوڑھی عورت بھی اضافی کپڑے پہنا کرے تو اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

[۷۲] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص اندھا، لنگڑا یا بیمار ہو تو اس پر ایسے افعال کا ادا کرنا ضروری نہیں جن سے اسے تکلیف ہوتی ہو۔ اسی لئے جمعہ اور جہاد وغیرہ سے یہ لوگ مستثنیٰ قرار دیئے گئے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

[۷۳] وہ قریبی رشتہ دار یا خصوصی احباب جن کے ہاں اکثر آنا جانا رہتا ہے اور وہ ایک دوسرے کی میزبانی کو باعث عزت سمجھتے ہیں، ان کے ہاں بغیر اجازت کے کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر وہ رشتہ دار یا احباب اس چیز کو ناپسند کریں تو پھر بغیر اجازت ان کے ہاں سے کچھ کھانا درست نہیں ہے۔

[۷۴] بعض لوگ اکٹھے کھانا پسند نہیں کرتے اور بعض اکیلے کھانا پسند نہیں کرتے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اکٹھے کھانا

Marfat.com

اَشۡتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُیُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ تَحِیَّۃً مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ ع	اپنے (گھر والوں) پر سلام کیا کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے،[۷۵] اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (اپنی) آیتیں صاف صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھ لو۔

کھاؤ یا الگ الگ دونوں طرح جائز ہے، البتہ جب کھانے والے زیادہ ہوں تو اکٹھے کھانا زیادہ برکت کا باعث ہے۔

[۷۵] عام طور پر لوگ کسی کے گھر جائیں تو انہیں سلام کرتے ہیں لیکن جب اپنے گھر آئیں تو اپنے بیوی بچوں کو سلام کی برکتوں سے محروم رکھتے ہیں۔ اس آیت میں یہ ترغیب دی جا رہی ہے کہ جب تم اپنے گھر داخل ہو تو اہل خانہ کو سلام کرو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملاقات کا بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے۔

سلام اور اس کے احکام

سلام کے الفاظ و معانی

دنیا کی ہر قوم میں ایسے الفاظ کا رواج پایا جاتا ہے جن سے وہ آپس میں ملاقات کے وقت اپنی خوش اخلاقی، ہمدردی اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اسلام میں ملاقات کے الفاظ ہیں: السلام علیکم جن کا معنیٰ ہے: ''تم پر ہر قسم کی سلامتی ہو'' جیسے الحمدللہ (سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں) میں حمد سے پہلے الف لام اِستغراق کے لئے ہے، یعنی ہر زمانے کی، ہر علاقہ کی، ہر قوم کی اور دنیا کی ہر چیز کی ہر قسم کی تعریف کا اصل مستحق اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی طرح السلام علیکم میں سلام سے پہلے الف لام بھی استغراق کے لئے ہے، یعنی صحت و عمر کی، مال و اولاد کی، خاندان و ایمان کی، حال و مستقبل کی، دنیا و آخرت کی الغرض ہر قسم کی سلامتی تجھے نصیب ہو اور ہر قسم کی مصیبت سے تو محفوظ رہے۔ صرف دو لفظوں میں اتنی کامل دُعا دُنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ اسی لئے مسلمان چاہے کسی زبان سے تعلق رکھتا ہو ملاقات کے وقت یہی عربی زبان کے الفاظ استعمال کرتا ہے جبکہ دوسری قوموں کی ملاقات کے الفاظ زبان کے ساتھ بدل جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا نام

اللہ تعالیٰ کے خوبصورت اسمائے گرامی میں سے ایک سلام بھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اللہ تعالیٰ وہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ بادشاہ ہے، نہایت پاک ہے، سلام ہے ۔۔۔} (قرآن: ۵۹: ۲۳) اسی طرح حضور اکرم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار پڑھتے اور یوں دعا کرتے: اللھم انت السلام ومنک السلام۔۔۔ اے اللہ تعالیٰ! تو سلام ہے اور سلامتی تیری بارگاہ سے ملتی ہے۔۔۔

(مسلم: کتاب المساجد: باب ۲۶)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی سلام کا معنیٰ ہے: ''سلامتی دینے والا، حفاظت کرنے والا'' اس لحاظ سے السلام علیکم کا معنیٰ ہے ''اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ ہو اور وہ تمہیں سلامت رکھے'' اسی معنیٰ کے اعتبار سے اللہ حافظ یا خدا حافظ بھی کہا جاتا ہے۔ اس طرح ایک مسلمان سلام کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ اپنے بھائی کو سلامتی کی دعا دیتا ہے بلکہ اپنے رب تعالیٰ کے نام کا ذکر کر کے ایک اور حکم الٰہی پر عمل کرنے کا ثواب بھی حاصل کرتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم دیا ہے: {اور صبح وشام اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو۔} (قرآن:۷۶:۲۵)

سلام کی تاریخ

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد فرمایا: جاؤ فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کرو اور ان کا جواب غور سے سنو یہ تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے ملاقات کا تحفہ ہوگا، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو کہا: السلام علیکم اور فرشتوں نے جواب دیا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ (ریاض الصالحین: کتاب السلام) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اسلامی سلام کوئی جدید طریقہ نہیں ہے بلکہ انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے ادوار میں بھی جاری رہا حتیٰ کہ موجودہ بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سلام بھی یہی لکھا ہوا ہے یعنی:

"Peace be on you."(The Holy Bible: Luke: Chapter 24 Verse 36)

انگریزی کے ان الفاظ کا عربی ترجمہ السلام علیکم ہی بنتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت یعنی السلام علیکم کو چھوڑ کر good morning کب اور کیوں شروع کیا؟ اور اب تو اس میں بھی تخفیف کر دی ہے یعنی good کو چھوڑ کر صرف morning پر اکتفا کرتے ہیں اور پتہ نہیں اس کا کیا معنیٰ مراد لیتے ہیں؟

سلام کا حکم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ {اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرمایئے: تم پر سلام ہو۔} (قرآن:۶:۵۴)

۲۔ {جب تم گھروں میں داخل ہو تو اہل خانہ کو سلام کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے۔} (قرآن: ۲۴:۶۱) اس آیت کے ضمن میں عمرو بن دینار (جو امام حدیث ہیں اور صحاح ستہ کے مصنفین نے ان سے احادیث روایت کی ہیں) کہتے ہیں: اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو کہو: السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔) ملا علی قاری (جن کا انتقال ۱۰۱۴ھ میں ہوا) اس روایت کے ضمن میں لکھتے ہیں: یہ اس لئے ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اہل اسلام کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے۔

(شرح شفا: قاضی عیاض: جلد دوم: ص ۱۱۸)

Marfat.com

ہم جب کسی قبرستان کے پاس سے گزریں تو سنت یہ ہے کہ ہم انہیں السلام علیکم (تم پر سلام ہو) کہہ کر ان کی مغفرت کے لئے دعا کریں۔ (ابن ماجہ: ابواب الجنائز: باب ۳۶) حالانکہ ان کے جسم تو مٹی میں مٹی ہو چکے ہوتے ہیں۔ صرف ان کی روحوں کا ان قبروں سے ایک طرح کا رابطہ ہوتا ہے جن کو ہم السلام علیکم کہتے ہیں۔ اسی طرح ملا علی قاری کی توجیہ کے مطابق نبی اکرم ﷺ جسمانی اعتبار سے اگر چہ مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں مگر جب ان کی روح مبارک کا رابطہ اہل اسلام کے گھروں سے ہے تو ہم اس روح مبارک کے توسط سے آپ ﷺ کو وہ سلام بھی عرض کر سکتے ہیں جو ہم تشہد میں کہتے ہیں۔ (یعنی السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ)۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے غربت اور تنگدستی کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم گھر میں داخل ہو تو اگر اس میں کوئی شخص موجود ہو تو اسے سلام کیا کرو اور اگر اس میں کوئی شخص موجود نہ ہو تو مجھ پر سلام کیا کرو اور ایک مرتبہ {قل ھو اللہ احد۔۔۔ یعنی سورہ اخلاص} پڑھا کرو۔ اس آدمی نے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اتنا کثیر رزق عطا فرمایا کہ وہ اپنے پڑوسیوں پر بھی سخاوت کرنے لگا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ اخلاص)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم جنت میں داخل نہ ہو گے حتیٰ کہ تم ایمان لے آؤ اور تمہارا ایمان مکمل نہیں ہے یہاں تک کہ تم آپس میں محبت کرو۔ کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جس کے کرنے کے بعد تم آپس میں محبت کرنے لگو (پھر خود ہی فرمایا:) اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔ (ترمذی: ابواب الاستئذان: باب ۱)

۲۔ جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو اور جب تم کھانا کھاؤ تو بسم اللہ پڑھو، اور جب کوئی اپنے گھر میں داخل ہونے کے وقت سلام کرتا ہے اور اپنے کھانے پر بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: اس گھر میں نہ تمہارے رات گزارنے کا ٹھکانا ہے اور نہ رات کا کھانا اور جب تم میں سے کوئی شخص سلام نہیں کرتا اور نہ کھاتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: تمہیں رات کا ٹھکانا اور کھانا مل گیا۔
(کنز العمال: ۴۱۵۴۵: جلد ۱۵: ص ۳۹۹)

۳۔ جو شخص چاہتا ہے کہ شیطان اس کے پاس نہ کھانے پر آئے اور نہ ہی رات اور دن کے وقت اس کی آرام گاہ میں آئے تو اسے چاہیے کہ جب اپنے گھر میں داخل ہو تو اہل خانہ کو سلام کرے اور کھانے پر بسم اللہ پڑھے۔
(کنز العمال: ۴۱۵۴۶: جلد ۱۵: ص ۳۹۹)

کن لوگوں کو سلام دینا جائز نہیں ہے

درج ذیل لوگوں کو سلام کرنا جائز نہیں ہے:

جو لوگ نماز، خطبہ، اذان، اقامہ، تلاوت قرآن، علم شرعی کے مذاکرہ، وعظ کرنے، وعظ سننے یا رفع حاجت میں مشغول ہوں اُن کو سلام کرنا جائز نہیں اور اگر کوئی اُن لوگوں کو سلام کر دے تو اُس سلام کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔

Marfat.com

سلام کا جواب

سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا فرض ہے۔ سلام کا جواب ایسے انداز اور اتنی آواز سے دیا جائے کہ سلام کرنے والے کو یقین ہو جائے کہ اس کے سلام کا جواب دیا گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دل میں جواب دے دیا جائے اور سلام کرنے والا غلط فہمی کا شکار ہو جائے کہ اس کے سلام کا جواب نہیں دیا گیا۔ نیز سلام کا جواب بہتر انداز میں ہونا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {جب تمہیں کسی لفظِ دعا سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ سلام کرو یا (کم از کم) وہی الفاظ لوٹا دو۔} (قرآن: ۴:۸۶) اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی السلام علیکم کہے تو جواب میں وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ کہا جائے اور اگر کوئی السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہا جائے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غیر مسلم جن الفاظ سے تمہیں سلام کریں تم بھی انہی الفاظ کے ساتھ انہیں جواب دو۔ (تفسیر تنویر المقباس)

خط میں لکھے ہوئے سلام کا جواب

خط میں لکھے ہوئے سلام کا جواب پڑھتے وقت ہی دے دینا چاہیے ممکن ہے جواب لکھنے سے پہلے موت آ جائے اور یہ فرض بطورِ قرض باقی رہ جائے۔

ملاقات کے وقت مسکرانا

سلام کرتے وقت یا سلام کا جواب دیتے وقت دونوں کے چہروں پر خوشی اور مسکراہٹ کا اظہار ہونا چاہیے۔ اس طرح باہمی احترام میں اضافہ ہوگا اور ان کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''نیکی میں سے کچھ بھی حقیر نہ سمجھو اگرچہ تو اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملے۔'' (مسلم: کتاب البر: باب ۴۳) کیونکہ ''تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی تیرے لئے صدقہ کا درجہ رکھتا ہے۔'' (ترمذی: ابواب البر: باب ۳۶) ''اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔'' (ترمذی: ابواب الایمان: باب ۸)

سلام کے آداب

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کے نزدیک بہتر وہ انسان ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

(احمد: جلد ۵: صفحہ ۲۵۴)

۲۔ سوار پیدل کو، پیدل بیٹھے ہوئے کو، تھوڑے زیادہ کو اور چھوٹے بڑے کو سلام کریں۔

(ترمذی: ابواب الاستیذان: باب ۱۴)

۳۔ جب تم گھر میں جاؤ تو اپنے اہل خانہ کو سلام کہو، اس طرح تمہیں اور تمہارے اہل خانہ کو برکت حاصل ہوگی۔

(ترمذی: ابواب الاستئذان: باب ۱۰)

Marfat.com

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ

۶۲۔ مومن تو صرف وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ کسی اجتماعی کام میں رسول ﷺ کے ساتھ ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے، بے شک جو لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، پھر جب وہ اپنے کسی کام کے لئے آپ سے اجازت مانگیں تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت

۴۔ السلام علیکم کہنے سے دس نیکیاں، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے سے بیس نیکیاں اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔ (ترمذی: ابواب الاستئذان: باب ۲)

۵۔ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرک اور یہود سب اکٹھے بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے انہیں سلام کہا (یعنی السلام علیکم کہا)۔ (ریاض الصالحین: کتاب السلام) اس سے یہ پتہ چلا کہ اگر کسی مجلس میں مسلمان اور غیر مسلم اکٹھے بیٹھے ہوں تو ان کو السلام علیکم کہنا جائز ہے، لیکن اگر کہیں صرف غیر مسلم بیٹھے ہوں تو خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں Good morning ضرور کہنا چاہیے۔

جنت میں دعا سلام

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {جنت میں اہل جنت کی (اللہ تعالیٰ کے حضور) دعا ہوگی سبحانک اللھم (اے اللہ تو پاک ہے) اور ان کی آپس کی دعا ہوگی السلام علیکم اور ان کی دعا کا آخری حصہ یہ ہوگا الحمدللہ رب العالمین (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے)} (قرآن: ۱۰:۱۰) اس آیت میں اہل جنت کی دعا کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اگر آپ اس دنیا میں اس کا کچھ تصور کرنا چاہتے ہیں تو نماز میں غور کرو۔ اس کی ابتدا سبحانک اللھم سے ہوتی ہے اور اس کا اختتام السلام علیکم پر ہوتا ہے اور بندہ مؤمن جب جائے نماز سے فارغ ہو کر اٹھتا ہے تو ان الفاظ یعنی الحمدللہ رب العالمین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اسے نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

فرشتوں کو سلام

حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے فرشتوں کو سلام کیا، لہٰذا ہم جب کسی کو سلام کریں تو ہمیں اس کے ساتھ اس کے نیکی اور بدی لکھنے والے فرشتوں کی نیت بھی کرنی چاہیے تا کہ فرشتے بھی ہمارے سلام کا جواب دیں اور ہم ان کے معصوم سلام سے فیض یاب ہوں۔ اختتام جماعت پر سلام کہتے ہوئے امام اور مقتدی دونوں کو اطراف کے نمازیوں کے علاوہ اپنے

Marfat.com

اَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۶۲﴾

دے دیں، [۷۶] اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا ؕ قَدۡ يَعۡلَمُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ يَتَسَلَّلُوۡنَ مِنۡكُمۡ لِوَاذًا ۚ فَلۡيَحۡذَرِ الَّذِيۡنَ يُخَالِفُوۡنَ عَنۡ اَمۡرِهٖۤ اَنۡ تُصِيۡبَهُمۡ فِتۡنَةٌ اَوۡ

۶۳۔ تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو ایسا نہ بناؤ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو، [۷۷] بے شک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ میں چپکے سے کھسک جاتے ہیں، پس جو لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی مصیبت نہ آجائے یا

دائیں بائیں متعین فرشتوں کو بھی سلام کہنا چاہیے اور اگر کوئی انسان اکیلے نماز پڑھ رہا ہے تو وہ سلام کہتے ہوئے صرف اپنے دائیں اور بائیں متعین فرشتوں کی نیت کرے۔ (الفقه علی المذاهب الاربعة: جلد ۱: ص ۲۶۶) اگر ہم نے اپنے ساتھ رہنے والے فرشتوں کو بھی سلام نہ کیا تو وہ کیا سوچیں گے کہ ہم ایک مسلمان کے ساتھ پچاس ساٹھ سال کا عرصہ رہے لیکن اس نے ہمیں کبھی سلام تک نہیں کیا۔ یہ ٹھیک ہے فرشتے ہمیں نظر نہیں آتے مگر جب ہم اہل قبرستان کو سلام کرتے ہیں تو وہ بھی ہمیں نظر نہیں آتے۔ نیز فرشتوں کو سلام کرنے سے ہمیں ایک یاددہانی بھی ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کے یہ سیکیورٹی کیمرے ہر وقت ہمارے ساتھ ہیں جو میدان حشر کے لئے ہماری ہر حرکت کی فلم بنا رہے ہیں، لہٰذا ہمیں کوئی غلط کام کرنے سے پہلے کئی بار سوچنا چاہیے۔ کیونکہ کوئی بھی فرشتوں کے کیمرے سے بچ نہیں سکتا۔

[۷۶] مومن کی شان یہ ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کسی اہم مشورہ، اجتماعی مہم اور جہاد کے لئے بلائیں تو وہ حاضر ہو جاتے ہیں اور آپ کی اجازت کے بغیر واپس نہیں جاتے، پھر جب وہ اپنے کسی کام کے لئے اجازت مانگیں تو آپ پر منحصر ہے کہ جس کو چاہیں اجازت دے دیں اور جس کو چاہیں موقع کی نزاکت کے مطابق روک لیں۔ آج بھی اہل ایمان کو اجتماعی کاموں کے لئے اپنے امیر کی اسی طرح اطاعت کرنی چاہیے۔

[۷۷] اس آیت میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب سکھائے جا رہے ہیں کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنا چاہو تو آپ کو اس طرح نہ بلاؤ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلند آواز سے نام لے کر بلاتے ہو بلکہ بڑے ادب، نرمی اور محبت کے ساتھ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کراؤ۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے پر قیاس نہ کرو کہ مرضی ہوئی تو آگئے اور مرضی نہ ہوئی تو نہ آئے بلکہ ان کے بلانے پر فوراً

Marfat.com

يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

انہیں کوئی دردناک عذاب نہ آلے۔[۷۸]

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَ يَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾ ع ۹ / ۱۵

۶۴۔ خبردار! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تم جس حال میں ہو، اور جس دن وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے تو وہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔[۷۹]

حاضر ہو جاؤ خواہ تم نماز میں ہو کیونکہ آپ کے بلانے پر اہل ایمان کا حاضر ہو جانا فرض ہے اور نہ آنے سے ایمان کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔

[۷۸] نبی کریم ﷺ جب کسی اجتماعی کام کے لئے مسلمانوں کو بلاتے تو منافقین اپنے نفاق کو چھپانے کے لئے بادل نخواستہ حاضر تو ہو جاتے مگر اپنی حاضری رجسٹر کرانے کے بعد چپکے سے ایک دوسرے کی آڑ میں کھسک جاتے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر نہیں آتے یا آکر بغیر اجازت کے کھسک جاتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا چاہیے کیونکہ اس نافرمانی کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آسکتی ہے۔

[۷۹] اس آیت میں منافقین کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ وہ اسلام کے خلاف جو سازشیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے اور قیامت کے دن ان کے کرتوتوں کے مطابق ان کو سزا دے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بروز جمعرات بعد از نماز عشاء ۱۸ دسمبر ۲۰۰۸ء بمطابق ۲۰ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الفرقان (۲۵)

یہ سورہ مکی ہے، اس کا نام "فرقان" ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اہل مکہ چونکہ قرآن، توحید اور رسالت کے منکر تھے اس لئے اس سورت میں انہیں مختلف انداز میں اسلامی عقائد سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

توحید کے بارے میں مشرکین سے ارشاد ہوتا ہے کہ ہر چیز کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے مگر تم جن کو خدا کہتے ہو وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں تو پھر وہ خدا کیسے بن سکتے ہیں؟

قرآن مجید کے متعلق مشرکین یہ کہتے تھے کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو آپ نے لکھا رکھی ہیں اور صبح و شام ان کی تلاوت کرتے ہو۔ چنانچہ اس سورت کی پہلی آیت میں انہیں بتایا گیا کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور یہ حق اور باطل کے درمیان واضح فرق کرنے والی کتاب ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں مشرکین کہتے تھے کہ وہ شخص کیسے رسول ہو سکتا ہے جو ہماری طرح کھاتا پیتا ہے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتا ہے، اگر یہ واقعی رسول ہے تو اس کے ساتھ ایک فرشتہ ہونا چاہیے تھا، نیز اس کے پاس خزانے اور باغات بھی ہونے چاہییں تھے لیکن اگر اللہ تعالیٰ آپ کو اسی دنیا میں باغات اور محلات عطا فرما دے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہیں کیونکہ وہ قیامت کے منکر ہیں۔

اس سورت کے آخر میں اہل ایمان کی صفات حمیدہ بیان کی گئی ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اجر عظیم سے سرفراز فرمائے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم ایٹن ہال، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز جمعہ ۲۶ دسمبر ۲۰۰۸ء بمطابق ۲۸ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ

Marfat.com

ایاتھا ۷۷ ۲۵ سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ ۴۲ رکوعاتھا ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝١

۱۔ بڑی برکت والا ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے (محبوب) بندے پر فرقان نازل فرمایا[۱] تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والا بن جائے۔[۲]

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝٢

۲۔ وہ اللہ تعالیٰ کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کے لئے ہے اور اس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ (اس کی) بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا، پھر ہر چیز کو ایک مقررہ اندازے پر رکھا۔[۳]

---

[۱] ''فرقان'' کا معنی ہے: ''حق و باطل میں فرق کرنے والا'' اور یہ قرآن مجید کے اسمائے گرامی میں سے ایک ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر جو قرآن نازل فرمایا ہے اس نے حق و باطل کے درمیان واضح فرق بیان کردیا ہے۔

[۲] اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی نبوت کسی ایک علاقہ، رنگ یا نسل والوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ آپ کی نبوت عالمگیر ہے اور آپ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے نبی ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے سورہ الاعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۵۸ اور حاشیہ نمبر ۸۴ ملاحظہ کریں۔

[۳] ساری کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے ہر چیز کو خوبصورت، متوازن اور کامل اندازے پر رکھا ہے۔ اسی لئے ہر چیز اپنے اپنے دائرہ میں پورے نظم وضبط کے ساتھ سرگرم عمل ہے اور اگر اس کے کسی حصہ میں تھوڑی بہت تبدیلی کردی جائے تو نظام کائنات درہم برہم ہوجائے، مثلاً سورج اور چاند کو اگر اللہ تعالیٰ کسی دن آپس میں ٹکرا دے تو اس کے نقصان کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ جنگل کے شیر کو پر لگا دیتا تو شیر جب چاہتا آبادبستیوں سے انسانوں کو اچک کرلے جاتا اور اگر پرندوں کو پر نہ لگاتا تو بلیاں سب پرندوں کو کھا جاتیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ایسے مخصوص اندازے پر بنایا ہے کہ اس میں اس کی نشوونما اور اس کے تحفظ کے وسائل بھی موجود ہیں۔

Marfat.com

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَيٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ③

۳۔ اور مشرکین نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے معبود بنا رکھے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور نہ وہ اپنے لئے کسی نقصان اور نفع کے مالک ہیں اور نہ ہی وہ موت اور حیات اور دوبارہ جی اٹھنے کے مالک ہیں۔[۴]

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَ اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا ④

۴۔ اور کافروں نے کہا: یہ (قرآن) تو محض ایک بہتان ہے جس کو اس (رسول) نے گھڑ لیا ہے اور اس معاملہ میں کچھ دوسرے لوگوں نے بھی اس کی مدد کی ہے، [۵] سو (یہ کہہ کر) کافروں نے بڑا ظلم کیا ہے اور جھوٹ بولا ہے۔

معانقہ

[۴] مشرکین نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کو خدا بنا رکھا ہے وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود بھی پیدا کئے گئے ہیں اور ان کی بے بسی کا عالم یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی و موت اور نفع و نقصان کے بھی مالک نہیں تو پھر وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں، لہٰذا عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔

[۵] مشرکین مکہ اکثر یہ الزام لگاتے کہ نبی کریم ﷺ قرآن خود بناتے ہیں اور جب انہیں کہا جاتا کہ آپ امی ہیں اور چالیس سال کی عمر تک آپ ﷺ نے نہ کوئی کتاب پڑھی ہے اور نہ لکھی ہے تو اچانک فصیح و بلیغ قرآن کیسے تیار کر سکتے ہیں؟ تو پھر کہتے: ان کو کوئی آدمی قرآن سکھاتا ہے اور جب ان سے پوچھا جاتا کہ وہ کون آدمی ہے؟ تو کبھی جبر کا نام لیتے اور کبھی یعیش، عداس، یسار یا بلعام کا نام لیتے اور یہ سارے عجمی غلام تھے۔ ان میں سے بعض عیسائی بعض یہودی اور بعض مسلمان ہو چکے تھے۔ جبر کے متعلق علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ عیسائی غلام تھا بعد میں مسلمان ہو گیا۔ مشرکین مکہ نے کہا کہ جبر آپ کو قرآن سکھاتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جبر تو عجمی ہے وہ خود فصیح عربی نہیں بول سکتا تو پھر وہ فصیح عربی پڑھا کیسے سکتا ہے؟ نقاش نے ذکر کیا ہے کہ جبر کو اس کا مالک مارتا تھا کہ تو محمد ﷺ کو پڑھاتا ہے تو وہ کہتا: خدا کی قسم! میں آپ کو نہیں پڑھاتا بلکہ آپ مجھے پڑھاتے ہیں اور مجھے ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ النحل (۱۶): زیر آیت نمبر ۱۰۳) اب غور طلب بات یہ ہے کہ اگر جبر قرآن سکھانے والا تھا تو اسے تو علم تھا کہ یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ اس کا سکھایا ہوا کلام ہے تو پھر اسے اسلام لا کر اپنے مالک سے مار کھانے کی کیا ضرورت تھی لیکن حقیقت وہی ہے جو جبر نے اوپر بیان کر دی ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے وہ تعلیم اور ہدایت حاصل کی ہے جو یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔

Marfat.com

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۵

۵۔ اور انہوں نے کہا: یہ قرآن تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس (رسول) نے لکھوا رکھا ہے، پھر وہ کہانیاں صبح وشام پڑھ کر اسے سنائی جاتی ہیں۔ [۶]

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۶

۶۔ آپ فرما دیجئے: اس قرآن کو اس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین کے سارے رازوں کو جانتا ہے، بے شک وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝۷

۷۔ اور کافروں نے کہا: یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے، اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا جو اس کے ساتھ (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والا ہوتا۔ [۷]

اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۸

۸۔ یا اس کی طرف کوئی خزانہ اتار دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے وہ کھایا کرتا، اور ظالموں نے کہا: تم تو صرف ایک ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے۔ [۸]

---

[۶] مشرکین کہتے تھے کہ قرآن مجید پہلے لوگوں کے قصوں کا مجموعہ ہے لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ اگر یہ قرآن پہلے لوگوں کی کہانیوں پر ہی مشتمل ہوتا جن کو آپ نے چند یہود ونصاریٰ سے لکھا رکھا ہے تو پھر کوئی بھی اس قرآن کی مثال بنا سکتا تھا لیکن چونکہ یہ قرآن اس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جو زمین وآسمان کے سب رازوں سے باخبر ہے اس لئے کوئی اس قرآن کی مثال نہیں لا سکتا۔

[۷] کفار کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ یہ کیسا رسول ہے جو ہماری طرح کھاتا پیتا ہے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتا ہے تو اس میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟ پھر بھی اگر آپ کو ہی رسول بنانا تھا تو آپ کے ساتھ ایک فرشتہ اتارا جاتا جو ہمیں نظر آتا، وہ آپ کے ساتھ رہ کر آپ کی تصدیق کرتا اور لوگوں کو ڈراتا کہ اگر تم نے اس رسول کی پیروی نہ کی تو آخرت میں عذاب الٰہی تمہارا مقدر ہوگا۔

[۸] یا اگر آپ ہی کو رسول بنانا تھا تو کم از کم آپ کے ساتھ سونے چاندی کے خزانے اتارے جاتے یا آپ کا کوئی اپنا باغ ہوتا

Marfat.com

أُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹﴾ ع

۹۔ ملاحظہ فرمایئے انہوں نے آپ کے لئے کیسی مثالیں بنا رکھی ہیں، پس وہ ایسے گمراہ ہوئے کہ اب (ہدایت کا) راستہ نہیں پا سکتے۔[۹]

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ يَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾

۱۰۔ اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے اگر وہ چاہے تو آپ کے لئے اس سے کہیں بہتر ایسے باغات بنا دے جن کے نیچے نہریں رواں ہوں اور آپ کے لئے بڑے بڑے محلات بھی بنا دے۔[۱۰]

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ

۱۱۔ بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا ہے،[۱۱] اور جس نے

جس سے وہ اپنی ضروریات زندگی پوری کرتے، جب ان کے پاس ایسی بھی کوئی چیز نہیں ہے تو ایسے لگتا ہے جیسے آپ پر کسی نے جادو کر دیا ہے، پھر ان مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کر رہے ہیں۔

[۹] کفار نے آپ کے متعلق عجیب و غریب جھوٹی مثالیں بنا رکھی ہیں جن کی وجہ سے وہ گمراہی کی اس انتہا کو پہنچ گئے ہیں کہ اب وہ ہدایت کا راستہ نہیں پا سکتے۔

[۱۰] مشرکین کا ایک اعتراض یہ تھا کہ حضرت محمد ﷺ اپنے ماننے والوں کو آخرت میں باغات اور محلات کی خوش خبریاں سناتے ہیں جب کہ اس دنیا میں ان کے اپنے پاس کوئی باغ اور محل نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو مال و دولت کی فراوانی عطا کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے یہی پسند فرمایا کہ آپ غریب مسلمانوں کی طرح ان میں رہیں اور نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے لئے یہی حالت پسند فرمائی، جیسا کہ حضرت ابو امامہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے یہ پیش کش کی کہ میرے لئے مکہ کی وادیوں کو سونا بنا دے۔ میں نے عرض کیا: نہیں اے میرے رب! میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا، جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور تجھ کو یاد کروں گا اور جب میں سیر ہوں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا اور تیری تعریف کروں گا۔ (ترمذی: ۲۳۴۷: ابواب الزھد: باب ۳۵)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت خیثمہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے کہا گیا: اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو زمین کے خزانے اور ان کی کنجیاں عطا کر دیں جو ہم نے آپ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کیں اور اس سے آپ کے اس اجر میں کمی نہیں ہو گی جو قیامت کے دن ہمارے پاس سے آپ کو ملے گا تو آپ نے عرض کیا: اے اللہ! میرے لئے ان کو آخرت میں جمع کر دے۔
(تفسیر ابن ابی حاتم: حدیث نمبر ۱۴۹۹۱)

[۱۱] یہ کفار جو اکثر آپ کی رسالت پر اعتراضات کرتے رہتے ہیں دراصل ان کو قیامت پر یقین نہیں ہے اس لئے شیطان جو ان کے

Marfat.com

كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿١١﴾

بھی قیامت کو جھٹلایا ہم نے اس کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ﴿١٢﴾

۱۲۔ جب وہ آگ انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ آگ کے غضب اور جوش کی آوازیں سنیں گے۔[۱۲]

وَإِذَآ أُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿١٣﴾

۱۳۔ اور جب انہیں جہنم کی کسی تنگ جگہ میں زنجیروں سے جکڑ کر پھینکا جائے گا تو وہاں موت کو پکاریں گے۔

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿١٤﴾

۱۴۔ (ان سے کہا جائے گا:) آج تم ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔[۱۳]

قُلْ أَذٰلِكَ خَيْرٌ أَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۚ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿١٥﴾

۱۵۔آپ فرمایئے: کیا یہ (آگ) اچھی ہے یا دائمی جنت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، جو ان (کے اعمال) کا بدلہ اور ٹھکانا ہے[۱۴]

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ﴿١٦﴾

۱۶۔اس جنت میں ان کے لئے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ چاہیں گے (اور وہ اس میں) ہمیشہ رہیں گے، یہ آپ کے رب کا وعدہ ہے جس کا سوال کیا جائے گا۔[۱۵]

ذہن میں ڈالتا ہے فوراً کہہ دیتے ہیں۔ اگر انہیں قیامت پر یقین ہوتا تو اس کی سزا کے ڈر سے ہر بات سوچ سمجھ کر کرتے۔

[۱۲] منکرین قیامت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو آگ تیار کر رکھی ہے اس کے شعلوں کے بھڑکنے اور تپش کی شدت سے ایسی خوفناک آواز پیدا ہوگی جس کو سن کر منکرین کے کلیجے منہ کو آجائیں گے۔

[۱۳] جب انہیں زنجیروں میں جکڑ کر بھڑکتی ہوئی آگ کی کسی تنگ وادی میں پھینکا جائے گا تو وہ پکار اٹھیں گے: کاش! انہیں موت آجائے تو انہیں کہا جائے گا: اب موت کو پکارنے کا کوئی فائدہ نہیں، یہاں تو اموات اور تباہیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے جس سے کوئی دوزخی نہیں بچ سکتا۔

[۱۴] اہل جہنم سے پوچھا جائے گا: کیا یہ آگ اچھی ہے یا وہ دائمی جنت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ سوال قیامت کے دن ہوگا مگر یہاں اس کا نقشہ اس لئے کھینچا گیا ہے تاکہ منکرین اس کے ڈر سے آج تقویٰ کا راستہ اختیار کریں۔

[۱۵] جنتی لوگ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور جنت میں ان کے لئے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ چاہیں گے۔ یہ حسن جزا کا وعدہ اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ مشرکین کو اور ان کو جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے جمع کرے گا تو ان (معبودوں) سے فرمائے گا: کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا؟ یا وہ خود ہی سیدھی راہ سے بھٹک گئے تھے؟

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾

۱۸۔ وہ کہیں گے: تو پاک ہے ہمیں یہ بات زیبا نہ تھی کہ ہم تجھے چھوڑ کر اوروں کو مددگار بناتے لیکن تو نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو خوشحالی عطا فرمائی یہاں تک کہ انہوں نے ترے ذکر کو بھلا دیا اور وہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے۔ [۱۶]

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾

۱۹۔ (اے مشرکو!) جو کچھ تم کہتے ہو تمہارے معبودوں نے ان کو جھٹلا دیا، پس اب تم نہ عذاب کو ٹال سکتے ہو اور نہ اپنی مدد کر سکتے ہو اور تم میں سے جس نے بھی ظلم کیا ہم اسے بہت بڑا عذاب چکھائیں گے۔ [۱۷]

خاص فضل ہے جو اس نے اپنے ذمہ کرم پر لازم کر رکھا ہے اور اس کو ہر صورت میں پورا کیا جائے گا اور بفرض محال اگر کسی کو یہ بدلہ ملنے میں تاخیر ہو تو اللہ تعالیٰ نے اسے یہ اجازت دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے اس حق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

[۱۶] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا جن کی یہ مشرکین عبادت کرتے تھے: کیا تم نے میرے بندوں کو کہا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ کر تمہاری عبادت کریں؟ تو وہ کہیں گے: ہم جب خود تیرے ساتھ کسی کو شریک بنانا جائز نہیں سمجھتے تو کسی اور کو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیں تیرا شریک بنائے لیکن اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ تیری عطا کردہ خوشحالی نے انہیں تیرے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔ اسی قسم کا سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پوچھا جائے گا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ مائدہ (۵) کی آیت نمبر ۱۱۶ کا حاشیہ نمبر ۱۵۵ ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۷] مشرکین جن معبودوں کی مدد کی امید رکھتے تھے جب انہوں نے ان کے سارے دعوؤں کو جھٹلا دیا اور ان سے بیزاری کا اعلان کر دیا تو اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرمائے گا: اب تمہیں تمہارے شرک کے عذاب سے کوئی تمہیں نہیں بچا سکتا کیونکہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔

Marfat.com

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۝۲۰ۧ

۲۰۔ اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے، [۱۸] اور ہم نے تم کو ایک دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے، کیا تم صبر کرو گے؟ اور آپ کا رب خوب دیکھنے والا ہے۔ [۱۹]

[۱۸] پہلے انبیائے کرام علیہم السلام بھی انسان تھے، کھانا کھاتے تھے اور رزق حلال کمانے کے لئے بازار بھی جاتے تھے، یہ چیزیں نبوت کے منافی نہیں ہیں۔

[۱۹] اللہ تعالیٰ نے بعض انسانوں کو امیر اور بعض کو غریب بنا کر سب کا امتحان لیا ہے، لہٰذا امیر شخص کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے اور غریب کو چاہیے کہ وہ آزمائش پر صبر اختیار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے حالات سے خوب واقف ہے اور اس کے احوال کے مطابق اس کی جزا وسزا کا فیصلہ فرمائے گا۔

صابر وشاکر بننے کا طریقہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو خصلتیں ایسی ہیں جس میں یہ پائی جائیں اللہ تعالیٰ اس کو صابر وشاکر لکھ دیتا ہے۔ جس نے دین کے معاملہ میں اپنے سے برتر میں غور کیا، پھر اس کی اقتدا کی اور دنیا کے معاملہ میں اپنے سے کمتر میں غور کیا، پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے اس کو اس پر فضیلت دی، پس اللہ تعالیٰ اس کو صابر وشاکر لکھ دیتا ہے۔ اس کے برعکس جس نے دین کے معاملہ میں اپنے سے کم تر میں غور کیا اور دنیا کے معاملہ میں اپنے سے برتر میں غور کیا، پھر جس دنیاوی چیز سے وہ محروم ہے اس پر افسوس کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو نہ شاکر لکھتا ہے نہ صابر۔ (ترمذی: ۲۵۱۲: ابواب صفۃ القیامہ: باب ۵۸) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے سے کم تر میں غور کرو اور اپنے سے برتر میں غور نہ کرو، یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حقیر نہ جانو۔ (ترمذی: ۲۵۱۳: ابواب صفۃ القیامہ: باب ۵۸)

کسی بزرگ کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے دمشق کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کی، جب باہر نکلا تو اس کا جوتا وہاں موجود نہیں تھا۔ اس بزرگ نے واپس مسجد میں جا کر اللہ تعالیٰ کا شکوہ کیا کہ میں تیری نماز ادا کرنے کے لئے تیرے گھر میں آیا اور کسی نے میرا جوتا چرا لیا، پھر وہ بزرگ شکوہ کرتا ہوا بازار گیا تاکہ نیا جوتا خریدے لیکن سر بازار اس نے ایک ایسے بھکاری کو مانگتے دیکھا جس کے دونوں پاؤں کٹے ہوئے تھے، اسے دیکھ کر اس بزرگ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور واپس جا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ تو نے مجھے پاؤں تو دے رکھے ہیں جوتے تو اور بھی مل سکتے ہیں مگر اس بھکاری کے پاس تو پاؤں بھی نہیں ہیں جن میں جوتا پہنا جاتا ہے، لہٰذا ہر انسان کو کسی مصیبت کے وقت دیگر نعمتوں اور اپنے سے کم تر میں غور کر کے اللہ تعالیٰ کے شکر کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

Marfat.com

وَقَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡنَا الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَوۡ نَرٰی رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسۡتَکۡبَرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ وَعَتَوۡ عُتُوًّا کَبِیۡرًا ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور جو لوگ (آخرت میں) ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے انہوں نے کہا: ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے یا ہم اپنے رب کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے، دراصل انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا اور بہت بڑی سرکشی کی۔[۲۰]

یَوۡمَ یَرَوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ لَا بُشۡرٰی یَوۡمَئِذٍ لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ وَیَقُوۡلُوۡنَ حِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا ﴿۲۲﴾

۲۲۔جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن ان مجرموں کے لئے کوئی خوش خبری نہیں ہوگی اور وہ کہیں گے: کاش! (ان فرشتوں اور ہمارے درمیان) کوئی مضبوط حجاب ہوتا۔[۲۱]

وَقَدِمۡنَاۤ اِلٰی مَا عَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنٰہُ ہَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور ہم ان اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے جو انہوں نے کئے تھے اور ان کے اعمال کو خاک کے ذروں کی طرح اڑا دیں گے۔[۲۲]

---

[۲۰] جو لوگ قیامت کے دن ہماری ملاقات کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اوپر فرشتے کیوں نہیں نازل کئے گئے جو ہمیں بتاتے کہ حضرت محمد ﷺ برحق رسول ہیں یا ہم اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے اور وہ ہمیں خود بتاتا کہ حضرت محمد ﷺ میرے بھیجے ہوئے رسول ہیں تو پھر ہمارے لئے آپ کی تصدیق آسان ہوجاتی۔ دراصل ان کا یہ مطالبہ ان کے تکبر اور سرکشی کی انتہا ہے، اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا بہت دور کی بات ہے یہ تو فرشتوں کو دیکھنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے کیونکہ انسان مٹی سے بنا ہے اور فرشتے نور سے بنائے گئے ہیں اور اگر فرشتہ ظاہر ہوجاتا تو ان منکرین کو کیسے پتہ چلتا کہ یہ آگ سے پیدا ہونے والا شیطان ہے یا نور سے پیدا ہونے والا فرشتہ، البتہ اس زندگی میں فرشتے کو دیکھنے کی ایک صورت یہ ہے کہ فرشتہ انسانی شکل میں ظاہر ہو اور جب فرشتہ انسانی شکل میں ظاہر ہوتا تو پھر وہ اعتراض کرتے کہ یہ تو ہماری طرح انسان ہے فرشتہ نہیں ہے، لہٰذا ان کا یہ مطالبہ ان کی سرکشی اور ہٹ دھرمی کا مظہر ہے۔

[۲۱] اس زندگی میں منکرین قیامت فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے، البتہ موت کے وقت اور قیامت کے دن جب وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اور فرشتے ان کو عذاب جہنم کی خبر سنائیں گے تو گھبرا کر پکار اٹھیں گے: کاش! ہم فرشتوں کو نہ دیکھ سکتے تاکہ وہ ہمیں عذاب کی خبر نہ سناتے۔

[۲۲] جہنم کے عذاب کو دیکھ کر منکرین اپنے نیک اعمال پیش کرنے کی کوشش کریں گے کہ شاید کچھ فائدہ ہوجائے مگر چونکہ ان کے

Marfat.com

اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ يَوۡمَئِذٍ خَيۡرٌ مُّسۡتَقَرًّا وَّ اَحۡسَنُ مَقِيۡلًا ﴿٢٤﴾

۲۴۔ اہل جنت کا اس دن بہت اچھا ٹھکانا ہوگا اور وہ بہت اچھی آرام گاہ ہوگی۔ [۲۳]

وَ يَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالۡغَمَامِ وَ نُزِّلَ الۡمَلٰٓئِكَةُ تَنۡزِيۡلًا ﴿٢٥﴾

۲۵۔ اور جس دن آسمان پھٹ کر بادل میں بدل جائے گا اور فرشتے جوق در جوق اتارے جائیں گے۔ [۲۴]

اَلۡمُلۡكُ يَوۡمَئِذِ الۡحَقُّ لِلرَّحۡمٰنِ ؕ وَ كَانَ يَوۡمًا عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ عَسِيۡرًا ﴿٢٦﴾

۲۶۔ اس دن حقیقی بادشاہی صرف رحمٰن کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر بڑا سخت ہوگا۔

وَ يَوۡمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيۡهِ يَقُوۡلُ يٰلَيۡتَنِى اتَّخَذۡتُ مَعَ الرَّسُوۡلِ سَبِيۡلًا ﴿٢٧﴾

۲۷۔ اور اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا اور کہے گا: کاش! میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کرلیا ہوتا۔ [۲۵]

اعمال کے پیچھے ایمان نہیں ہوگا اس لئے ان کے اعمال بے اثر ہوں گے اور ان کو خاک کے ذروں کی طرح ہوا میں اڑا دیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جن لوگوں نے اپنے رب کا انکار کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ کی طرح ہوگی جس کو آندھی کے دن تیز ہوا نے اڑا دیا ہو، وہ اپنے اعمال سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکیں گے۔ (قرآن: ۱۴:۱۸)

[۲۳] مجرموں کو قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر معلوم ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ (قرآن: ۷۰:۴) لیکن اہل ایمان کے لئے وہ دن ایک فرض نماز پڑھنے سے بھی مختصر معلوم ہوگا۔

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۷۵)

اس آیت کی تفسیر میں سعید الصواف بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ قیامت کے دن مومنوں کا فیصلہ اتنی دیر میں کر دیا جائے گا جتنی دیر عصر سے غروب آفتاب تک ہوتی ہے، پھر وہ جنت کے باغات میں جا کر قیلولہ کریں گے حتیٰ کہ تمام لوگ حساب سے فارغ ہو جائیں گے۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

[۲۴] قیامت کے دن آسمان پھٹ کر ایک سفید رنگ کا پتلا سا بادل بن جائے گا جو کہر کی مانند ہوگا اور آسمانوں کے سارے فرشتے لوگوں کا حساب لینے کے لئے میدان محشر میں اتار دیئے جائیں گے۔ (تفسیر قرطبی)

[۲۵] قیامت کا ماحول دیکھ کر کافروں کو بھی یقین ہو جائے گا کہ حقیقی بادشاہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ دن کافروں کے لئے بڑا سخت ہوگا۔ وہ حسرت و افسوس سے اپنی انگلیوں کو دانتوں میں چبائیں گے اور کہیں گے: کاش! ہم دنیا میں رسول پر ایمان لاتے اور ہدایت کا راستہ اختیار کرتے تو آج اس عذاب سے بچ جاتے۔

Marfat.com

يَوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾

۲۸۔ ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔[۲۶]

لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾

۲۹۔ بے شک اس نے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد مجھے اس سے بہکا دیا، اور شیطان انسان کو (مشکل کے وقت) بے یارومددگار چھوڑ دینے والا ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور رسول عرض کریں گے: اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظرانداز کر دیا تھا۔

---

[۲۶] برے دوست کی سنگت میں انسان اکثر برائی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور قیامت کے دن اس برائی کا برا انجام دیکھ کر پکار اٹھے گا: کاش! وہ زندگی میں فلاں کو دوست نہ بناتا، اس نے مجھے گمراہ کر دیا۔ برا دوست دراصل شیطان کا نمائندہ ہوتا ہے اور شیطان انسان کو برائیوں میں مبتلا کر کے خود بھاگ جاتا ہے۔

اچھی اور بری سوسائٹی

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بری سوسائٹی سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے نیک سوسائٹی بہتر ہے۔

(شعب الایمان: البیہقی: حدیث نمبر ۴۹۹۳)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ خوب غور کرے کہ وہ کسے دوست بنا رہا ہے۔ (ابو داؤد: کتاب الادب: باب ۱۹)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک والے اور لوہار کی بھٹی میں پھونک مارنے والے کی طرح ہے۔ مشک والا یا تو تمہیں مشک کا عطیہ دے گا یا تم اس سے مشک خریدو گے ورنہ تم اس سے پاکیزہ خوشبو تو ضرور پاؤ گے اور بھٹی میں پھونک مارنے والا تمہارے کپڑے جلائے گا ورنہ تم اس سے بدبودار ہوا تو بہر حال پاؤ گے۔

(بخاری: ۵۵۳۴: کتاب الذبائح: باب ۳۱)

☆ ابوبکر بزاز رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے کون سا ہم نشین زیادہ بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی ملاقات تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے، جس کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ مالک بن دینار نے فرمایا: اگر تم نیک لوگوں کے ساتھ پتھر اٹھاؤ تو وہ تمہارے لئے بدکار لوگوں کے ساتھ عمدہ کھانا کھانے سے بہتر ہے۔ (تفسیر قرطبی)

Marfat.com

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے مجرموں میں سے دشمن بنائے، اور آپ کا رب ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لئے کافی ہے۔[۲۷]

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚۛ كَذٰلِكَ ۚۛ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور کافروں نے کہا: اس (رسول) پر قرآن ایک ہی بار کیوں نہیں نازل کیا گیا، اس طرح (تھوڑا تھوڑا اس لئے نازل کیا) تاکہ ہم اس کے ساتھ آپ کے دل کو مضبوط کر دیں اور (اسی لئے) ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے۔[۲۸]

وَ لَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ؕ

۳۳۔ اور کافر لوگ آپ کے پاس جو بھی مثال (یا اعتراض) لائیں گے ہم اس کا صحیح جواب اور اس کی عمدہ توجیہ لے آئیں گے۔[۲۹]

---

[۲۷] کفار قریش جب قرآن کی دعوت سے اعراض کرتے تو نبی کریم ﷺ کا دل رنجیدہ ہوتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی مجرم لوگوں نے اسی طرح دشمنی کی، لہٰذا آپ ان کی دل آزار باتوں سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ آپ کا رب آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کا رشد و ہدایت کا پیغام دنیا میں پھیل کر رہے گا۔

[۲۸] مشرکین کا ایک اعتراض یہ تھا کہ جس طرح تورات، زبور اور انجیل یکبارگی نازل ہوئی تھیں اسی طرح آپ پر مکمل قرآن ایک ہی بار کیوں نازل نہیں ہوا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت کا مفہوم مسلمانوں کے خوب ذہن نشین ہو جائے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام کا اپنا ایک مکمل نظام حیات ہے جس نے زندگی کے ہر شعبہ میں انقلابی تبدیلیاں کی ہیں اور زمانہ جاہلیت کی ہر رسم بد کو ختم کیا ہے، اگر ان تمام جہالتوں کو یک دم ختم کرنے کا اعلان کر دیا جاتا تو منفی ردعمل ہوتا مثلاً وہ لوگ شراب کے عادی تھے اگر شراب کو یک دم حرام کر دیا جاتا تو ان کے لئے اس پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا اس لئے قرآن مجید نے بتدریج اس کے نقصانات بتا کر پہلے شراب کے خلاف فضا ہموار کی اور پھر حرمت کا حکم نازل فرمایا جس کی وجہ سے منفی ردعمل کا دروازہ بند ہو گیا اور لوگوں نے خوشی سے اس حکم کو تسلیم کر لیا۔

[۲۹] قرآن مجید کو بتدریج نازل کرنے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ کافر لوگ جب بھی نبی کریم ﷺ کے خلاف کوئی مثال یا اعتراض لائیں گے تو اسی وقت قرآن مجید کے ذریعہ ان کا صحیح جواب دیا جائے گا۔

Marfat.com

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۳۴ ع

۳۴۔ جو لوگ اپنے منہ کے بل جہنم کی طرف گھسیٹ کر لائے جائیں گے ان کا بہت برا ٹھکانا ہوگا اور وہ سب سے زیادہ گمراہ ہوں گے۔[۳۰]

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ۳۵

۳۵۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو (ان کا) وزیر بنایا۔

فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ۳۶

۳۶۔ پھر ہم نے کہا: تم دونوں اس قوم کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، (پھر جب وہ جھٹلانے سے باز نہ آئے) تو ہم نے ان کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔[۳۱]

وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۳۷

۳۷۔ اور قوم نوح علیہ السلام نے بھی جب رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کر دیا اور انہیں لوگوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا، اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔[۳۲]

وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَا۟ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۳۸

۳۸۔ اور (اسی طرح) عاد اور ثمود اور اصحاب رس اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کو (بھی ہم نے ہلاک کر دیا)۔[۳۳]

---

[۳۰] جو لوگ سب سے زیادہ گم کردہ راہ ہوں گے ان کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینکا جائے گا اور ان کا ٹھکانا بہت برا ہوگا۔

[۳۱] فرعون اور اس کی قوم کے لوگ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات اور کائنات میں پھیلے ہوئے دلائل توحید کی تکذیب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعونیوں کی طرف بھیجا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا خوف کریں اور توحید کا اقرار کریں لیکن جب وہ اپنے کفر سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سمندر میں غرق کر کے بالکل تباہ کر دیا۔

[۳۲] قوم نوح علیہ السلام نے بھی جب حضرت نوح علیہ السلام اور ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی پانی میں غرق کر کے آنے والے لوگوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا۔

[۳۳] اصحاب رس سے مراد وہ قوم ہے جس نے اپنے نبی کو ایک کنویں میں ڈال کر شہید کر دیا تھا، تاہم عاد، ثمود، اصحاب رس اور

Marfat.com

وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾

۳۹۔ اور ہم نے ہر قوم کے لئے مثالیں بیان کیں اور (جب وہ نافرمانی سے باز نہ آئے تو) ہم نے ان سب کو نیست و نابود کر دیا۔

وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِیْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

۴۰۔ اور بے شک یہ لوگ اس بستی کے پاس سے گزر چکے ہیں جس پر (پتھروں کی) بدترین بارش برسائی گئی تھی، کیا وہ اس بستی کو دیکھتے نہیں تھے بلکہ وہ دوبارہ زندہ ہونے کی امید نہیں رکھتے تھے (اس لئے عبرت حاصل نہیں کرتے تھے۔) [۳۴]

وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾

۴۱۔ اور جب بھی وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں (اور کہتے ہیں:) کیا یہی وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَ سَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

۴۲۔ قریب تھا کہ یہ شخص ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتا اگر ہم ان (کی پرستش) پر ثابت قدم نہ رہتے، اور عنقریب جب وہ عذاب دیکھیں گے تو جان لیں گے کہ کون سب سے زیادہ گمراہ ہے۔ [۳۵]

دیگر وہ ساری قومیں جنہوں نے گزشتہ مثالوں سے عبرت حاصل نہ کی اور سرکشی سے باز نہ آئیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی تباہ و برباد کر دیا۔

[۳۴] کفار مکہ جب تجارت کی غرض سے شام اور فلسطین جاتے تو راستے میں وہ قوم لوط کی اجڑی ہوئی بستیاں دیکھتے تھے جن کے باشندوں اور مکانات کو پتھروں کی بارش نے تباہ کر دیا تھا لیکن وہ ان برباد بستیوں سے اس لئے عبرت حاصل نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ قیامت اور دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور اسی دنیاوی زندگی کو ہی تخلیق انسانیت کی آخری منزل سمجھتے تھے۔

[۳۵] کفار مکہ جب بھی نبی کریم ﷺ کو دیکھتے تو آپ کا مذاق اڑاتے اور کہتے: کیا اللہ تعالیٰ کو رسول بنانے کے لئے یہی ایک صاحب نظر آئے؟ ان میں رسول بننے والی کون سی خصوصیت پائی جاتی ہے، البتہ ایک بات ضرور ہے، ان کے اخلاق اور

Marfat.com

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝۴۳

۴۳۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا ہے؟ کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟ [۳۶]

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۴۴ ع

۴۴۔ کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں؟ یہ تو صرف چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۝۴۵

۴۵۔ کیا آپ نے اپنے رب کی (قدرت کی) طرف نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح سایہ کو پھیلا دیا ہے؟ اگر وہ چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا کر دیتا، پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا ہے۔ [۳۷]

ان کی گفتگو میں ایسا جادو ہے کہ جو بھی ان سے ملاقات کرتا ہے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا حتیٰ کہ ہم بھی اپنے معبودوں کے بارے میں اگر تعصب اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لیتے تو اس نے ہمیں بھی ہمارے معبودوں سے گمراہ کر دیا ہوتا، لیکن یہ مشرکین قیامت کے دن جب عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہ رسول تو برحق تھے ہم خود ہی سب سے زیادہ گمراہ تھے۔

[۳۶] جو لوگ اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیتے ہیں وہ عقل و خرد کی بات نہیں سنتے، صرف وہی کرتے ہیں جو ان کی خواہش انہیں حکم دیتی ہے۔ یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں کیونکہ جانور بھی عقل کی بات نہیں سنتے، تاہم جانور اگر عقل کی بات نہ سنیں تو وہ معذور ہیں کیونکہ وہ عقل سے محروم ہیں لیکن انسان عقل کے ہوتے ہوئے اگر عقل سے کام نہ لے تو وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے، جیسا کہ اہل علم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ صرف فرماں برداری ہی کرتے ہیں اور حیوانوں میں صرف شہوت رکھی ہے اس لئے وہ عیاشی کرتے ہیں لیکن انسان میں عقل اور شہوت دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے، لہٰذا اگر اس کی عقل شہوت پر غالب آ جائے تو وہ فرشتوں سے بہتر ہو جاتا ہے اور اگر اس کی شہوت عقل پر غالب آ جائے تو وہ حیوانوں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

[۳۷] اس کائنات میں جگہ جگہ ایسی نشانیاں موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشاندہی کرتی ہیں مثلاً طلوع آفتاب کے وقت ہر چیز کا سایہ بہت دراز ہوتا ہے حتیٰ کہ پہاڑوں کا سایہ کئی شہروں پر حاوی ہوتا ہے لیکن جب سورج آہستہ آہستہ بلند ہوا تو

Marfat.com

ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ۝۴۶

۴۶۔ پھر ہم نے اس (سایہ) کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ لیا۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۝۴۷

۴۷۔ اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس بنایا اور نیند کو راحت (کا باعث بنایا) اور دن کو (کام کاج کے لئے) اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔[۳۸]

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً طَهُوْرًا ۝۴۸

۴۸۔ اور وہ اللہ ہی ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) سے پہلے ہواؤں کو خوش خبری دینے کے لئے بھیجتا ہے اور ہم نے آسمان سے پاک پانی نازل کیا۔

لِّنُحْيِۦ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ۝۴۹

۴۹۔ تاکہ ہم اس پانی سے مردہ شہر کو زندہ کر دیں اور اپنی مخلوق سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو وہ پانی پلائیں۔[۳۹]

سایہ بھی آہستہ آہستہ سکڑتا گیا حتیٰ کہ دوپہر کے وقت سایہ بالکل سکڑ گیا اور دوپہر کے بعد پھر سایہ دراز ہونا شروع ہوگیا حتیٰ کہ غروب آفتاب کے ساتھ سایہ بھی غائب ہوگیا۔ لوگ اس سایہ کی کمی بیشی کو سورج کی کرشمہ سازی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ نہیں دیکھتے کہ اس سورج کو کس نے بنایا ہے جس کی وجہ سے دھوپ اور سایہ وجود میں آتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ سایہ کو ایک ہی جگہ روک لیتا تو کچھ لوگ ہمیشہ دھوپ میں رہتے اور کچھ ہمیشہ سایہ میں رہتے جس سے انسانی زندگی مشکلات کا شکار ہو جاتی۔

[۳۸] جس طرح لباس انسان کے بدن کو چھپاتا ہے اسی طرح رات کی تاریکی ہر چیز کو چھپا لیتی ہے اور اس میں لوگ دن بھر کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے سو جاتے ہیں، پھر جب دن کی روشنی آتی ہے تو تازہ دم ہو کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور رزق کی تلاش میں سرگرم ہو جاتے ہیں۔

[۳۹] پہلے برساتی ہوائیں بارش کی خوش خبری لاتی ہیں پھر آسمان کی طرف سے پاک پانی نازل ہوتا ہے جس سے مردہ زمینوں میں زندگی آجاتی ہے، جہاں پہلے خاک اڑ رہی ہوتی ہے وہاں سبزہ لہلہانے لگتا ہے۔ بہت سے جانور اور انسان بھی بارش کا پانی پی کر سیراب ہوتے ہیں۔ نیز بارش ہر شہر میں ایک ہی دن یا ایک جیسی نہیں ہوتی بلکہ کہیں کم کہیں زیادہ، کہیں آج کہیں کل تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور اس کی حکمتوں میں غور و فکر کریں لیکن اکثر لوگ ان میں غور و فکر نہ کر کے ناشکری میں ہی سرگرم رہتے ہیں۔

Marfat.com

وَ لَقَدۡ صَرَّفۡنٰهُ بَيۡنَهُمۡ لِيَذَّكَّرُوۡا ۖ فَاَبٰۤى اَكۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوۡرًا ﴿۵۰﴾

۵۰۔ اور بے شک ہم نے بارش کے پانی کو ان کے درمیان گھمایا تا کہ وہ غور وفکر کریں لیکن اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا ہر چیز سے انکار کر دیا۔

وَلَوۡ شِئۡنَا لَبَعَثۡنَا فِىۡ كُلِّ قَرۡيَةٍ نَّذِيۡرًا ۖ﴿۵۱﴾

۵۱۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔

فَلَا تُطِعِ الۡكٰفِرِيۡنَ وَجَاهِدۡهُمۡ بِهٖ جِهَادًا كَبِيۡرًا ﴿۵۲﴾

۵۲۔ پس آپ کافروں کی بات نہ سنیں اور قرآن کے ذریعہ ان سے بڑا جہاد کریں۔ [۴۰]

وَ هُوَ الَّذِىۡ مَرَجَ الۡبَحۡرَيۡنِ هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيۡنَهُمَا بَرۡزَخًا وَّحِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا ﴿۵۳﴾

۵۳۔ اور وہ اللہ ہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا رکھا ہے، یہ (ایک) بہت میٹھا ہے اور یہ (دوسرا) سخت کھاری ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط رکاوٹ بنادی ہے۔ [۴۱]

وَهُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ مِنَ الۡمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ

۵۴۔ اور وہ اللہ ہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا،

[۴۰] اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں علیحدہ نبی بھیج دیتے مگر اب حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ سارے جہان کے لئے صرف آپ ہی کو عالمگیر نبی بنایا جائے، لہٰذا آپ کفار کی نکتہ چینیوں کی پرواہ نہ کریں اور قرآن کے دلائل کے ساتھ ان کے خلاف بھرپور اور بڑا جہاد جاری رکھیں۔

[۴۱] اس دنیا کا تین چوتھائی حصہ سمندروں پر مشتمل ہے جن کا پانی نمکین اور کڑوا ہے اور اس دنیا کا ایک چوتھائی خشکی پر مشتمل ہے جس میں بہنے والے چشموں، نہروں اور دریاؤں کا پانی میٹھا اور خوش ذائقہ ہے اور جب یہ میٹھے پانی کے دریا سمندر میں جا کر گرتے ہیں تو کئی میلوں تک ایک طرف دریا کا میٹھا پانی اور دوسری طرف سمندر کا کڑوا پانی ایک ساتھ چلتے ہیں مگر ایسے لگتا ہے جیسے قدرت نے ان کے درمیان ایک حد فاصل قائم کر دی ہے جس کی وجہ سے وہ پانی آپس میں نہیں ملتے حالانکہ فطری طور پر دو پانی فوراً آپس میں رل مل جاتے ہیں۔ اسی طرح دریائے نیل جب بحر روم میں جا کر گرتا ہے تو کئی میلوں تک اس کا پانی سمندر کے پانی میں جذب نہیں ہوتا بلکہ اپنے رنگ اور ذائقہ میں منفرد رہتا ہے۔ نیز ہماری زمین کے نیچے جو پانی ہے وہ بھی دو طرح کا ہے، بعض دفعہ ایک جگہ نلکا یا ٹیوب ویل لگایا جائے تو پانی میٹھا نکلتا ہے اور چند میٹر کے فاصلے پر دوسرا نلکا یا ٹیوب ویل لگایا جائے تو پانی نمکین اور کھاری نکلتا ہے۔

Marfat.com

نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾

پھر اس کو نسب اور سسرال والا بنا دیا، اور آپ کا رب قدرت والا ہے۔ [۴۲]

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾

۵۵۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نفع پہنچا سکتے ہیں، اور نہ ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور کافر اپنے رب کے خلاف (ہمیشہ شیطان کا) مددگار رہتا ہے۔ [۴۳]

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اور ہم نے آپ کو صرف (رحمت الٰہی کی) خوش خبری دینے والا اور (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾

۵۷۔ آپ فرما دیجئے: میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجر نہیں مانگتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کر لے۔ [۴۴]

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ

۵۸۔ اور آپ اس زندہ رہنے والے پر بھروسہ کریں جسے کبھی موت نہیں آئے گی اور اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کریں، اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں

---

[۴۲] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس نے پانی کے ایک قطرہ سے کیسا حسین انسان پیدا فرمایا، پھر بعض کو عورت بنایا اور بعض کو مرد۔ اگرچہ ان دونوں کے ظاہری اعضاء اور قلبی جذبات میں فرق ہے لیکن یہ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں اور ان کے اتفاق سے ہی معاشرہ میں پیار و محبت کی فضا قائم ہوتی ہے۔ نسب سے مراد وہ رشتہ داریاں ہیں جو ماں باپ کی طرف سے ہوں اور سسرال سے مراد وہ رشتہ داریاں ہیں جو بیوی کی طرف سے ہوں۔

[۴۳] اللہ تعالیٰ نے انسان کو پانی کے ایک قطرہ سے پیدا فرمایا، پھر اس کی بقا کے لئے میٹھے پانی کے چشمے اور دریا جاری کئے مگر انسان عجیب ناشکرا ہے کہ اپنے محسن اور کریم رب کے خلاف شیطان کی مدد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتا ہے جو نہ اس کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

[۴۴] اللہ تعالیٰ نے مجھے تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا ہے اور میں اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں سرگرم ہوں، لہٰذا اس تبلیغ پر میں آپ سے کسی معاوضہ یعنی مال و دولت کا طالب نہیں ہوں، البتہ جو چاہے اپنے رب کی ہدایت کا راستہ اختیار کرے اور کامیابی سے ہم کنار ہو جائے تو یہی میرا اجر میرے لئے کافی ہے۔

Marfat.com

مع ۸ خَبِيْرًا ۝٥٨ — کی خبر رکھنے کے لئے کافی ہے۔ [۴۵]

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝٥٩

۵۹۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جوان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا، [۴۶] وہ رحمٰن ہے، آپ اس کے بارے میں کسی باخبر سے پوچھیں۔ [۴۷]

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝٦٠

۶۰۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں: رحمٰن کیا چیز ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں [۴۸] اور اس (تبلیغ) نے ان کی نفرت میں مزید اضافہ کر دیا۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ۝٦١

۶۱۔ بڑی برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ (سورج) اور ایک چمکنے والا چاند بنایا۔

---

[۴۵] میرے پیارے نبی ﷺ! آپ ان منکرین کی کثرت تعداد اور ان کی اسلام دشمنی سے کبیدہ خاطر نہ ہوں، یہ سب فانی ہیں، آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے، وہ ان منکرین کے گناہوں سے خوب باخبر ہے اور ان کے جرائم کے مطابق ان کو سزا دے گا۔

[۴۶] چھ دنوں سے کیا مراد ہے؟ کیونکہ سورج ابھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا جس کے طلوع وغروب سے دن کا تعین ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے عرش پر جلوہ گر ہونے سے کیا مراد ہے؟ جب کہ وہ مکان سے پاک ہے۔ دراصل ان ساری باتوں کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔

[۴۷] اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسمائے گرامی میں سے ایک رحمٰن ہے، اگر کسی کو رحمٰن کے بارے میں پوچھنا ہے تو اس کے متعلق مخلوق میں سب سے زیادہ جاننے والے حضرت محمد ﷺ ہیں جن کی ذات گرامی میں اللہ تعالیٰ نے اولین وآخرین کے تمام علوم جمع کر دیئے ہیں۔

[۴۸] کفار مکہ کو جب کہا جاتا کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے: ہم رحمٰن کو نہیں جانتے اور نہ ہی اس کو سجدہ کریں گے۔ چونکہ وہ رحمٰن کے منکر تھے اس لئے اس تبلیغ سے ان کی نفرت اور مخالفت میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ یہ سجدہ والی آیت ہے اس کی تفصیل سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۲۰۶ کے حاشیہ نمبر ۱۱۷ میں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

۶۲۔ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا اس شخص کے لئے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر گزار بننا چاہے۔[۴۹]

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾

۶۳۔ اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ صرف یہ کہتے ہیں: (تم پر) سلام ہو۔[۵۰]

وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ﴿۶۴﴾

۶۴۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لئے سجدہ اور قیام میں راتیں بسر کرتے ہیں۔[۵۱]

---

[۴۹] سورج، چانداور ستاروں کی تخلیق اور لیل ونہار کی گردش میں بے شمار ایسی نشانیاں موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں مگر یہ انہیں نظر آتی ہیں جو ان میں غور وفکر کر کے نصیحت حاصل کرنا چاہیں یا ان نعمتوں سے فیض یاب ہونے کے بعد شکر گزار بننا چاہیں۔

[۵۰] یہاں سے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی صفات کا بیان شروع ہوتا ہے یعنی وہ زمین پر متکبر لوگوں کی طرح نہیں چلتے جو دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں اور نہ ہی بدمعاشوں کی طرح گھومتے ہیں جو دوسروں کو تنگ کرتے ہیں بلکہ انکساری اور شرافت سے چلتے ہیں اور کسی کی دل آزاری نہیں کرتے۔ اگر کبھی جاہل لوگوں سے ان کا واسطہ پڑ جائے اور وہ بدتہذیبی پر اتر آئیں تو یہ ان کا جواب بدکلامی سے نہیں دیتے بلکہ انہیں سلامتی کی دعا دے کر ان سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں۔

[۵۱] جب عام لوگ رات کو سوتے ہیں تو یہ اللہ والے اپنی نیند کا کچھ حصہ قربان کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے ہیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو رات کے آخری تیسرے حصہ میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟ (بخاری: ۱۱۴۵: کتاب التهجد: باب ۱۴، ترمذی: ۴۴۶)

☆ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو یہ آدھی رات کے قیام کے برابر ہے اور جس شخص نے عشاء اور صبح کی نمازیں جماعت کے ساتھ پڑیں تو یہ پوری رات کے قیام کے برابر ہے۔ (ابوداؤد: ۵۵۵: کتاب الصلوۃ: باب ۴۷)

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾

۶۵۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! عذاب جہنم کو ہم سے دور فرما دے، بے شک اس کا عذاب بڑا مہلک ہے۔[۵۲]

اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾

۶۶۔ بے شک وہ بہت برا ٹھکانا اور بہت بری جگہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾

۶۷۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ ان کا رویہ ان کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔[۵۳]

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾

۶۸۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کی پرستش نہیں کرتے اور نہ ہی کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جس کا ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ اپنے گناہ کی سزا پائے گا۔[۵۴]

---

[۵۲] اللہ تعالیٰ کے نیک بندے راتوں کو جاگنے کے باوجود اپنی عبادت پر تکبر نہیں کرتے بلکہ عاجزی و انکساری کے ساتھ عذاب جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔

[۵۳] جن کاموں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یا ناراضگی ہو ان میں خرچ کرنا فضول خرچی اور اسراف ہے، جن کاموں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و خوشنودی ہو ان میں خرچ نہ کرنا کنجوسی اور اقتار ہے اور جن کاموں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رضا حاصل ہو ان میں خرچ کرنا میانہ روی اور اعتدال ہے۔

عبدالملک بن مروان نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی بیٹی بیاہتے وقت خرچ کا حال دریافت کیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نیکی دو بدیوں کے درمیان ہے۔ اس سے مراد یہ تھی کہ خرچ میں اعتدال نیکی ہے اور وہ اسراف و اقتار کے درمیان ہے جو دونوں بدیاں ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

[۵۴] اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شان یہ ہے کہ وہ شرک کے قریب نہیں جاتے، کسی کو ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ ہی بدکاری کرتے ہیں، کیونکہ یہ تینوں کام (شرک، قتل ناحق اور بدکاری) بہت بڑے گناہ ہیں۔ جو لوگ ان کا ارتکاب کرتے ہیں قیامت کے دن ان کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

Marfat.com

يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾

۶۹۔ اس کے لئے قیامت کے دن عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾

۷۰۔ مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔[۵۵]

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾

۷۱۔ اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کئے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جیسے رجوع کرنے کا حق تھا۔[۵۶]

---

[۵۵] مگر جو شخص سچی توبہ کر لے تو اس کے سارے گناہ حتیٰ کہ بڑے گناہ بھی معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ نیز جس طرح اس نے اپنے کفر کو اسلام سے اور اپنے فسق کو اطاعت سے بدل دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ کرم فرماتا ہے اور اس کی گزشتہ برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن ابی حاتم ایک روایت نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بوڑھا آدمی آیا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ایک ایسا آدمی جس نے ساری زندگی گناہوں میں گزار دی اور اتنے زیادہ گناہ کئے کہ اگر ان کو زمین کے تمام باشندوں میں تقسیم کیا جائے تو انہیں تباہ وبرباد کر دیں، کیا اب بھی اس کی معافی کی کوئی صورت ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اسلام قبول کر لیا ہے؟ اس نے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تیرے گناہ بخشنے والا ہے اور تیری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دینے والا ہے۔ اس نے عرض کیا: کیا میرے سارے جرم اور قصور؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں تیرے سارے جرم اور قصور، پھر وہ بوڑھا اس حال میں لوٹا کہ وہ خاموشی سے تکبیر وتہلیل کہہ رہا تھا۔

(تفسیر القرآن العظیم: ۱۵۴۴۴: جلد ۸: ص ۲۷۳۵)

[۵۶] سچی توبہ کا حق یہ ہے کہ انسان کی زندگی میں انقلاب آجائے یعنی وہ دوبارہ برائیوں کے قریب نہ جائے اور ہمیشہ نیک اعمال میں سرگرم رہے۔ گزشتہ آیت کی توبہ کا تعلق مشرکین سے ہے کیونکہ اگر وہ توبہ نہ کرتے تو ہمیشہ جہنم میں رہتے مگر اس توبہ کا تعلق گناہ گار مومنین سے ہے، اگر وہ جہنم میں جائیں گے تو اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے بلکہ اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد بالآخر جنت میں جائیں گے۔

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝

۷۲۔ اور وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی بے ہودہ چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو بڑے باوقار انداز میں گزر جاتے ہیں۔ [۵۷]

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝

۷۳۔ اور جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان آیتوں پر بہرے اور اندھے ہوکر نہیں گرتے۔ [۵۸]

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝

۷۴۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔ [۵۹]

---

[۵۷] جھوٹی گواہی اگر اللہ تعالیٰ کے متعلق دی جائے تو حقوق اللہ کی مخالفت ہوتی ہے اور اگر لوگوں کے بارے میں دی جائے تو حقوق العباد ضائع ہوتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کسی ایسی گفتگو، کاروائی یا مجلس میں شریک نہیں ہوتے جس سے حقوق اللہ یا حقوق العباد کی مخالفت ہوتی ہو اور اگر اتفاق سے کسی غلط مجلس سے واسطہ پڑ جائے تو اپنے دامن کو جھوٹ سے بچا کر بڑے باوقار انداز میں وہاں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں ڈکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ جھوٹی گواہی دینے والے کو چالیس کوڑے لگاتے اور اس کا منہ کالا کر کے اس کو بازار میں پھراتے۔ (تفسیر منیر) تاکہ لوگوں کو جھوٹی گواہی دینے سے نفرت ہو جائے۔

[۵۸] کفار کو جب قرآن کی آیات سنائی جاتیں تو وہ ان میں دلچسپی نہ لیتے جیسے وہ بہرے اور اندھے ہیں اور انہیں کچھ سنائی اور دکھائی نہیں دیتا مگر اللہ تعالیٰ کے نیک بندے قرآن کی آیات کو پوری توجہ سے سنتے ہیں اور ان میں غور و فکر کر کے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

[۵۹] انسان جب دوسروں سے بات کرتا ہے تو بعض دفعہ ایسی بات بھی کہہ دیتا ہے جو اس کے دل میں نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ جب دعا کرتا ہے تو اپنے دل کی گہرائی میں چھپی ہوئی آرزوئیں اس طرح زبان پر لاتا ہے: اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کو نیک بنا دے تاکہ ان کے تقویٰ کو دیکھ کر ہمارے دل اور ہماری آنکھوں کو سکون حاصل ہو اور ہمیں تقویٰ کا ایسا نمونہ بننے کی توفیق عطا فرما کہ ہمارے اہل خانہ ہماری اقتدا اور اطاعت کرنے میں فخر محسوس کریں۔

Marfat.com

أُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾

٧٥۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے میں (جنت کے) بالا خانے دیئے جائیں گے اور دعا اور سلام کے ساتھ ان کا ان میں استقبال کیا جائے گا۔[٦٠]

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾

٧٦۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ ٹھہرنے اور رہنے کا عمدہ مقام ہے۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾

٧٧۔ آپ فرما دیجئے: میرے رب کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں اگر تم اس کی عبادت نہ کرو، بے شک تم نے اس کو جھٹلایا ہے تو اس جھٹلانے کا عذاب (تم پر آخرت میں) ہمیشہ لازم رہے گا۔[٦١]

---

[٦٠] اس دنیا میں شیطان نے ہر طرف نفسانی خواہشات اور حیوانی ترغیبات کے جال پھیلا رکھے ہیں مگر اللہ کے نیک بندے ان کی مخالفت میں جس استقلال اور صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں بڑے عمدہ اور عظیم الشان محل عطا فرمائے گا جہاں فرشتے دعا اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے۔

[٦١] اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ان کی قدردانی کرتا ہے جو اس کی عبادت کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں اور وہ اس انکار کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم ایٹن ہال، انگلستان

بعد از نماز مغرب بروز بدھ ٢٨ جنوری ٢٠٠٩ء بمطابق یکم صفر ١٤٣٠ھ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الشعراء (۲۶)

یہ سورت مکی ہے لیکن اس کی آخری چار آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں (تفسیر مظہری) اس سورت کا نام ''الشعراء'' ہے جو کہ آیت نمبر ۲۲۴ سے ماخوذ ہے۔ شعراء کا لفظ جمع ہے اور اس کا مفرد شاعر ہے۔

مشرکین کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ نبی کریم ﷺ شاعر ہیں اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں بلکہ یہ ان کے شاعرانہ تخیلات ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس سورت میں مشرکین کے اس اعتراض کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ:

☆ عام طور پر شاعر لوگ جو کہتے ہیں خود اس پر عمل نہیں کرتے جب کہ نبی کریم ﷺ جو کچھ بھی کہتے ہیں پہلے خود اس پر عمل کرتے ہیں اور پھر دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

☆ شاعروں کے پیروکار بے عمل اور گمراہ ہوتے ہیں جب کہ نبی کریم ﷺ کے غلاموں نے ہر قسم کے ظلم وستم اور گمراہی سے توبہ کر کے اچھے اخلاق اور اچھے اعمال کی مثالیں قائم کی ہیں۔

☆ شاعر لوگ انعامات اور داد حاصل کرنے کے لئے ایک کی تعریف اور دوسرے کی تنقیص کرنے میں حد سے زیادہ تجاوز کرتے ہیں جب کہ نبی کریم ﷺ ہمیشہ حق وصداقت اور میانہ روی پر عمل پیرا رہے، اسی لئے اہل مکہ آپ کو صادق اور امین کہتے تھے۔

لیکن سارے شاعر ایک جیسے نہیں ہیں، جو شاعر اپنی شاعری کو حق وصداقت کی تبلیغ کے لئے استعمال کرتے ہیں اور افراط وتفریط سے اجتناب کرتے ہیں وہ عام شعراء سے مستثنیٰ ہیں اور ان کی شاعری قابل تعریف ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ کو اسلام کی تبلیغ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا پھر بھی مکہ کی غالب اکثریت نے جب اسلام قبول نہ کیا تو نبی کریم ﷺ اس قدر غمگین ہوئے کہ گویا آپ اس غم میں اپنی جان دے دیں گے، چنانچہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی کہ آپ نے تبلیغ اسلام کا حق ادا کر دیا ہے، اب اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ تعصب کا شکار ہو کر اپنے برے انجام کے خود ذمہ دار ہیں۔ نیز اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی نازل کر دیں جس کو دیکھ کر ان کی گردنیں جھک جائیں اور وہ اسلام لانے پر مجبور ہو جائیں مگر کسی کو جبر واکراہ کے ذریعہ مسلمان کرنا ہماری حکمت کے خلاف ہے۔

اس سورت میں بعض انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے حالات بھی بیان کئے گئے ہیں تا کہ ایک طرف نبی کریم ﷺ کو تسلی ہو جائے کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی ایسی قوموں سے واسطہ پڑا ہے جنہوں نے ان کی تبلیغ سے اعراض کیا اور دوسری طرف مشرکین کو تنبیہ ہو جائے کہ اگر تم نے عقل کے ناخن نہ لئے تو تم بھی پہلی قوموں کی طرح دنیا میں ناکامی اور آخرت میں سزا سے نہ بچ سکو گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بروز جمعہ چھ مارچ ۲۰۰۹ء بمطابق آٹھ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

Marfat.com

ایاتھا ٢٢٧ | ٢٦ سُوْرَةُ الشُّعَرَاۤءِ مَكِّيَّةٌ ٤٧ | رکوعاتھا ١١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ①

١۔ طا سین میم۔[١]

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ②

٢۔ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ③

٣۔ (اے نبی مکرم ﷺ!) شاید آپ (اس غم میں) اپنی جان کھو دیں گے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔[٢]

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ④

٤۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایسی نشانی نازل کر دیں کہ ان کی گردنیں اس کے سامنے جھکی رہ جائیں۔[٣]

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ⑤

٥۔ اور جب بھی ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥

٦۔ سو بے شک وہ (دین حق کو) جھٹلا چکے ہیں عنقریب ان کے پاس اس چیز کی خبریں آجائیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔[٤]

---

[١] یہ حروف مقطعات ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

[٢] نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ کو اسلام کی تبلیغ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا پھر بھی مکہ کی غالب اکثریت نے جب اسلام قبول نہ کیا تو نبی کریم ﷺ اس قدر غمگین ہوئے کہ گویا آپ اس غم میں اپنی جان دے دیں گے۔ چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی کہ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔ اب اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، وہ اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنے برے انجام کے خود ذمہ دار ہیں۔

[٣] اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی نازل کر دیں جس کو دیکھ کر ان مشرکین کی گردنیں جھک جائیں اور وہ اسلام قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں مگر کسی کو جبر و اکراہ کے ذریعہ مسلمان کرنا ہماری حکمت کے خلاف ہے۔

[٤] جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نیا حکم نازل ہوتا ہے تو یہ لوگ پہلے تو اس سے اعراض کرتے ہیں پھر اس کی تکذیب کرتے

Marfat.com

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ۝	۷۔ کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنی کثرت سے ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگائی ہیں۔[۵]
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝	۸۔ بے شک اس میں ضرور (اللہ کی قدرت کی) نشانی ہے، اوران میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔
وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝ ع	۹۔ اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب (اور) بہت ہی مہربان ہے۔[۶]
وَ اِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝	۱۰۔ اور جب آپ کے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی کہ تم ظالم قوم کے پاس جاؤ۔
قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ ۝	۱۱۔ یعنی قوم فرعون کے پاس، کیا وہ (اللہ تعالیٰ سے) نہیں ڈرتے۔[۷]
قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ۝	۱۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

ہیں اور بالآخر اس کا مذاق اڑا کر اپنے کفر وشرک کی انتہا کر دیتے ہیں مگر عنقریب جوں ہی ان کی موت آئے گی تو ان کو یقین ہو جائے گا کہ جس دین کا وہ مذاق اڑاتے تھے دراصل وہی دین صحیح تھا۔

[۵] اگر کچھ عرصہ بارش نہ ہو تو زمین سے گرد وغبار اڑنے لگتا ہے اور ہر انسان اپنے جسم اور اپنے کپڑوں کو اس سے بچانے کی کوشش کرتا ہے مگر جوں ہی بارش ہوتی ہے تو اسی مردہ زمین سے ایسی ہریالی اور عمدہ نباتات ظاہر ہوتی ہیں جس سے ہر انسان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس مردہ زمین سے گرد وغبار کی جگہ سبزہ پیدا کر دیا اسی طرح وہ مردہ انسانوں کو بھی دوبارہ زندہ کر سکتا ہے مگر اکثر لوگ قدرت کی اس نشانی سے سبق حاصل نہیں کرتے۔

[۶] اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے اور فوری طور پر اپنے منکرین کو سزا دینے کی قدرت رکھتا ہے مگر وہ غالب ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے بندوں پر مہربان بھی ہے اس لئے وہ فوراً گرفت نہیں فرماتا بلکہ پوری مہلت دیتا ہے تا کہ وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں۔

[۷] فرعون اور اس کی قوم کے لوگ ایک طرف تو فرعون کو خدا سمجھ کر شرک جیسے ظلم عظیم میں مبتلا تھے اور دوسری طرف انہوں نے بنی اسرائیل کو ۴۰۰ سال سے غلام بنا رکھا تھا اور ان پر ہر قسم کے ظلم وستم کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت

Marfat.com

وَ يَضِيْقُ صَدْرِىْ وَ لَا يَنْطَلِقُ لِسَانِىْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان (روانی سے) نہیں چلتی، سو (ازراہ کرم) حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف بھی (وحی) بھیج دے۔[۸]

وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ ج

۱۴۔ اور ان کا مجھ پر ایک (قبطی کو مار ڈالنے کا) الزام بھی ہے اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہرگز نہیں! پس تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ، بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں (ہر بات) سننے والے ہیں۔[۹]

فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ لا

۱۶۔ پس تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو کہو: ہم تمام جہانوں کے رب کے رسول ہیں۔[۱۰]

موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: تم فرعونیوں کے پاس جاؤ اور انہیں کہو: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مظالم سے باز آ جاؤ۔

[۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میں اپنے دل میں تنگی محسوس کرتا ہوں کیونکہ ایک تو مجھ پر ایک قبطی کو مار ڈالنے کا الزام ہے اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے تبلیغ کرنے سے پہلے ہی قتل کر دیں گے اور دوسرا میری زبان میں لکنت ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ میری بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ میری تکذیب نہ شروع کر دیں، لہٰذا میرے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف بھی وحی بھیج دے کہ وہ میرے معاون کی حیثیت سے میرے ساتھ چلیں کیونکہ ان کی زبان میں مجھ سے زیادہ روانی اور فصاحت ہے۔

[۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک تو یہ خواہش تھی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی نبی بنا کر ان کے ساتھ بھیجا جائے اور دوسرا یہ خطرہ تھا کہ فرعون انہیں قبطی کے بدلہ میں قتل کر دے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی ساتھ لے جاؤ اور ہمارے معجزات یعنی ید بیضا اور عصا بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ نیز فرعونیوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کیونکہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تم سب کی باتیں سنیں گے اور تمہاری حفاظت کریں گے۔

[۱۰] حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں فرعون کے پاس گئے اور فرمایا: ہم رب تعالیٰ کے رسول ہیں اور ہم اس لئے آئے ہیں کہ تو بنی اسرائیل کو آزاد کر دے تاکہ ہم انہیں لے کر واپس اپنے ملک فلسطین میں چلے جائیں، اس کے لئے مزید سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۰۳ اور حاشیہ نمبر ۷۵ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

اَنۡ اَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔

قَالَ اَلَمۡ نُرَبِّکَ فِیۡنَا وَلِیۡدًا وَّ لَبِثۡتَ فِیۡنَا مِنۡ عُمُرِکَ سِنِیۡنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ فرعون نے کہا: کیا ہم نے تمہیں بچپن میں اپنے ہاں پالا نہیں تھا اور تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے ہاں بسر کئے ہیں۔

وَ فَعَلۡتَ فَعۡلَتَکَ الَّتِیۡ فَعَلۡتَ وَ اَنۡتَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور پھر تم نے اپنا وہ کام کر ڈالا جو تم نے کیا تھا (یعنی ایک قبطی کو قتل کر دیا) اور تم ناشکر گزاروں میں سے ہو۔[۱۱]

قَالَ فَعَلۡتُہَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیۡنَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جب میں نے وہ کام کیا تھا اس وقت میں بے خبروں میں سے تھا (مجھے اتنا علم نہیں تھا کہ وہ ایک معمولی گھونسے سے مرجائے گا)۔[۱۲]

فَفَرَرۡتُ مِنۡکُمۡ لَمَّا خِفۡتُکُمۡ فَوَہَبَ لِیۡ رَبِّیۡ حُکۡمًا وَّ جَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ چنانچہ جب میں تم سے خوف زدہ ہوا تو میں تمہارے ہاں سے بھاگ گیا، پھر میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں سے بنا دیا۔

وَ تِلۡکَ نِعۡمَۃٌ تَمُنُّہَا عَلَیَّ اَنۡ عَبَّدۡتَّ بَنِیۡۤ

۲۲۔ اور کیا یہ بھی کوئی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتا رہا

---

[۱۱] فرعون اپنے آپ کو سب سے بڑا رب کہلاتا تھا، لہٰذا اس کے لئے یہ ناقابل برداشت تھا کہ اس کے دربار میں کوئی شخص کسی اور رب کا رسول ہونے کا دعویٰ کرے۔ نیز فرعونیوں کی کھیتی باڑی اور گھروں کے اکثر کام بنی اسرائیل کرتے تھے اس لئے وہ مفت کے مزدوروں کو واپس شام بھیجنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ چنانچہ فرعون غصہ میں آکر کہنے لگا: کیا تم وہی نہیں ہو جس کو ہم نے اپنے گھر میں پالا اور بڑا کیا، پھر تم نے احسان فراموشی کرتے ہوئے ہمارے ایک قومی بھائی کو قتل کر ڈالا اور مصر چھوڑ کر مدین بھاگ گئے۔ ابھی ہم وہ قتل نہیں بھولے ہیں اور اب تم بنی اسرائیل کو لے جانے کی باتیں کر رہے ہو۔

[۱۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: قبطی کو میں نے دانستہ قتل نہیں کیا تھا مجھے اتنا علم نہیں تھا کہ وہ معمولی گھونسے سے مر جائے گا لیکن اس کے مرجانے کے بعد میں اس خوف سے مدین چلا گیا کہ کہیں تم مجھے اس کے بدلے میں قتل نہ کر دو، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرمائی اور اب میں رسول کی حیثیت سے تمہارے پاس آیا ہوں۔

Marfat.com

اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۲۲﴾

ہے، (اس کی وجہ تو یہ تھی) کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا۔ [۱۳]

قَالَ فِرۡعَوۡنُ وَ مَا رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ فرعون نے کہا: سارے جہانوں کا رب کیا (چیز) ہے؟ [۱۴]

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا ؕ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا رب ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

قَالَ لِمَنۡ حَوۡلَہٗۤ اَلَا تَسۡتَمِعُوۡنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ فرعون نے ان لوگوں سے کہا جو اس کے گرد بیٹھے تھے: کیا تم سن نہیں رہے ہو؟ [۱۵]

قَالَ رَبُّکُمۡ وَ رَبُّ اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔ [۱۶]

---

[۱۳] یہ ٹھیک ہے کہ تم نے مجھے اپنے گھر میں پالا لیکن تمہیں اس پر احسان جتانے کا حق نہیں ہے کیونکہ تم نے میری ساری قوم کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور ان کے معصوم بچوں کو قتل کرنے کا حکم نافذ کر رکھا ہے اور تیرے اسی ظالمانہ حکم کے پیش نظر میری ماں نے صندوق میں بند کر کے مجھے دریائے نیل کے سپرد کیا۔ اگر تیرا یہ ظالمانہ حکم نہ ہوتا تو میں اپنے والدین کے گھر میں پرورش پاتا، لہٰذا یہ احسان جتانے کی بات نہیں بلکہ تیری ظالمانہ حرکات کے باعث تیرے لئے شرم سے ڈوب مرنے کا موقع ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت بتانے کے لئے مجھے تیرے گھر میں پہنچا دیا کہ جس بچے کی خاطر تم نے لاکھوں کمسن بچوں کو ذبح کرایا وہ بڑے ناز ونعم کے ساتھ تیرے گھر میں پرورش پاتا رہا۔

[۱۴] فرعون اپنے آپ کو رب کہلاتا تھا اس لئے اس نے پوچھا: جس رب نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے اس کی تعریف کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: وہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان سب کا رب ہے۔ اگر تمہارے اندر کسی حقیقت کو سمجھنے اور اس پر یقین کرنے کی صلاحیت موجود ہے تو پھر زمین و آسمان کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے۔

[۱۵] فرعون اپنے درباریوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: سنتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ میرے سوا کوئی اور رب ہے ہی نہیں تو پھر یہ کس رب کی بات کر رہا ہے؟

[۱۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم ماضی میں نہیں تھے، آج ہو اور مستقبل میں نہیں ہو گے، لہٰذا تم رب نہیں ہو سکتے کیونکہ رب ازلی ابدی ہے۔ جب تم نہیں تھے تو اس وقت تمہارے باپ دادا کا رب کون تھا اور جب تم نہیں ہو گے تو تمہاری آنے والی

Marfat.com

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ فرعون نے کہا: بلاشبہ تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے۔[۱۷]

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: (میرا رب) مشرق و مغرب اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا رب ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو۔[۱۸]

قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰــهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ فرعون نے کہا: اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تم کو ضرور قیدیوں میں شامل کر دوں گا۔[۱۹]

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ۚ

۳۰۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگرچہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز بھی لے آؤں؟[۲۰]

قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ فرعون نے کہا: اگر تم سچے ہو تو وہ چیز لے آؤ۔

نسلوں کا رب کون ہوگا؟ میرا رب وہ ہے جو ماضی میں تمہارے باپ دادا کا بھی رب تھا، آج تمہارا بھی رب ہے اور قیامت تک آنے والی سب مخلوق کا رب ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔

[۱۷] یہ سن کر فرعون کہنے لگا: یقیناً یہ دیوانہ ہے۔ بھلا میرے سوا کوئی رب کیسے ہو سکتا ہے؟

[۱۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا: عقل کے ناخن لو، تمہاری حکومت صرف مصر کی سرحدوں تک محدود ہے، اس سے باہر کوئی شخص تمہارا حکم نہیں مانتا تو پھر تم سارے جہانوں کے رب کیسے ہو سکتے ہو۔ دراصل میرا رب ہی حقیقی رب ہے جو زمین و آسمان، مشرق و مغرب اور ان کے درمیان ہر چیز کا رب ہے۔

[۱۹] فرعون اپنے آپ کو رب کہلاتا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں اس کے اقوال مذکور ہیں:

فرعون نے کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ (قرآن: ۷۹:۲۴)

فرعون نے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں جانتا۔ (قرآن: ۲۸:۳۸) فرعون جب اپنا رب ہونا دلائل سے ثابت نہ کر سکا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکی دی: اگر تم اپنے اس دعویٰ سے باز نہ آئے اور میرے سوا کسی اور کو معبود بنانے پر اصرار کیا تو میں تمہیں قید خانہ میں بند کر دوں گا۔

[۲۰] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر میں کوئی معجزہ دکھاؤں جس سے یہ واضح ہو جائے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچا رسول ہوں تو کیا پھر بھی تو میری بات کو تسلیم نہیں کرے گا؟

Marfat.com

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿٣٢﴾

۳۲۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ اسی وقت واضح اژدہا بن گیا۔[۲۱]

وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿٣٣﴾

۳۳۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ اسی وقت دیکھنے والوں کے لئے چمکنے لگا۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾

۳۴۔ فرعون نے اپنے گرد بیٹھے ہوئے سرداروں سے کہا: بے شک یہ ایک ماہر جادوگر ہے۔

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿٣٥﴾

۳۵۔ یہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال دے، پس تمہاری کیا رائے ہے۔[۲۲]

قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿٣٦﴾

۳۶۔ انہوں نے کہا: تم اس کو اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور تمام شہروں میں ہرکارے بھیج دو۔[۲۳]

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿٣٧﴾

۳۷۔ تاکہ وہ ہر بڑے ماہر جادوگر کو تمہارے پاس لے آئیں۔

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٣٨﴾

۳۸۔ چنانچہ ایک مقررہ دن کے معین وقت پر سارے جادوگر جمع کر لئے گئے۔

وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿٣٩﴾

۳۹۔ اور لوگوں کو کہا گیا: کیا تم بھی جمع ہونے والے ہو؟

---

[۲۱] چنانچہ فرعون کے مطالبہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا جو اژدہا بن گیا اور ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ چمکنے لگا۔

[۲۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر فرعون گھبرا گیا اور درباریوں کو کہنے لگا: یہ تو کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا تو یہ اپنے جادو کے زور سے تم پر غالب آ جائے گا اور تمہیں یہاں سے نکال کر تمہارے ملک پر قابض ہو جائے گا، لہٰذا اب بتاؤ اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟

[۲۳] درباریوں نے جواب دیا: جادو کا مقابلہ جادوگر ہی کر سکتے ہیں، لہٰذا ان دونوں کو فی الحال کچھ نہ کہو اور مصر کے تمام شہروں میں اعلان کرا دو کہ سب جادوگر تمہارے پاس اکٹھے ہو جائیں اور پھر وہ سب مل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کریں۔

Marfat.com

لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ تاکہ ہم جادوگروں کی پیروی کریں اگر وہ غالب آ گئے۔[۲۴]

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ جب جادوگر آ گئے تو انہوں نے فرعون سے کہا: اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہمیں کوئی انعام بھی ملے گا؟[۲۵]

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ فرعون نے کہا: ہاں! اور یقیناً اس وقت تم میرے مقرب لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو کہا: ڈال دو جو تم ڈالنے والے ہو۔

فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ تو انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں ڈال دیں اور کہا: فرعون کی عزت کی قسم! بے شک ہم ہی غالب ہوں گے۔[۲۶]

فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ فوراً ان کے طلسم کو نگلنے لگا۔

---

[۲۴] جب سارے ملک کے جادوگر اکٹھے ہو گئے تو مقابلہ کے لئے دن اور وقت کا اعلان کر دیا گیا اور لوگوں کو کہا گیا کہ وہ ضرور اس مقابلہ میں اکٹھے ہوں تا کہ جب ہمارے جادوگر غالب آ جائیں تو ہم اپنے جادوگروں کے دین فرعونی پر قائم رہنے کا اعلان کریں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نئے دین کا انکار کر دیں۔

[۲۵] مصر کے جادوگروں کو اپنی کامیابی کا یقین تھا اس لئے انہوں نے فرعون سے پیشگی مطالبہ کیا کہ اگر وہ غالب آ گئے تو انہیں انعام کیا ملے گا؟ فرعون نے جواب دیا: اس کامیابی کے نتیجہ میں انہیں مالی انعامات کے علاوہ فرعون کے خصوصی مقرب لوگوں میں شامل کر لیا جائے گا اور بادشاہی دربار میں وزیروں کے ساتھ بیٹھا کریں گے۔

[۲۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو فرمایا: پہلے تم سارے مل کر اپنے جادو کی طاقت دکھا لو پھر میں نبوت کی طاقت دکھاؤں گا۔ چنانچہ جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں جو لوگوں کو سانپ نظر آنے لگیں اور جادوگروں کو اپنی کامیابی کا اتنا یقین تھا کہ انہوں نے فرعون کی قسم کھا کر کہا کہ وہ یقیناً غالب آ جائیں گے۔

Marfat.com

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿٤٦﴾

٤٦۔ پس سارے جادوگر بے اختیار سجدے میں گر پڑے۔[٢٧]

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾

٤٧۔ انہوں نے کہا: ہم سارے جہانوں کے رب پر ایمان لے آئے۔

رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿٤٨﴾

٤٨۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا رب ہے۔

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۥ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٩﴾

٤٩۔ فرعون نے کہا: کیا تم اس پر ایمان لے آئے ہو اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دیتا؟ بے شک یہ (موسیٰ علیہ السلام) ہی تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے، سو عنقریب تمہیں (اس کا انجام) معلوم ہو جائے گا، میں ضرور تمہارے ہاتھوں اور پاؤں کو مخالف جانبوں سے کاٹ دوں گا اور تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔[٢٨]

قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۫ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿٥٠﴾

٥٠۔ انہوں نے کہا: کوئی حرج نہیں! بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔[٢٩]

---

[٢٧] پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو وہ اژدہا بن کر جادوگروں کی رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل گیا۔ یہ دیکھ کر جادوگروں کو یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا اور وہ اس طرح بے اختیار سجدے میں گر پڑے جیسے معجزہ عصا اور عرفان حق نے انہیں سجدہ ریز ہونے پر مجبور کر دیا ہو۔

[٢٨] فرعون نے اپنے جادوگروں کو کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، تم میری اجازت کے بغیر اس پر ایمان کیوں لائے ہو۔ لگتا ہے جیسے تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جادو سیکھا ہے اور اپنے بڑے استاذ کے سامنے دانستہ شکست تسلیم کر لی ہے، لہٰذا تم اس سازش کی سزا کے لئے تیار ہو جاؤ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ کر تمہیں سولی چڑھا دوں گا۔

[٢٩] جادوگروں نے فرعون کو جواب دیا: ہمیں اس سزا کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ ہم نے اپنے حقیقی رب کو پہچان لیا ہے، ہمیں ایک

Marfat.com

ع ۱۸/۷

اِنَّا نَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنۡ کُنَّاۤ اَوَّلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۵۱﴾	۵۱۔ بے شک ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے گا کیونکہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔
وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِیۡۤ اِنَّکُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ ﴿۵۲﴾	۵۲۔ اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تم میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ، بے شک تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔[۳۰]
فَاَرۡسَلَ فِرۡعَوۡنُ فِی الۡمَدَآئِنِ حٰشِرِیۡنَ ﴿۵۳﴾	۵۳۔ پھر فرعون نے سارے شہروں میں ہرکارے بھیجے۔
اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرۡذِمَۃٌ قَلِیۡلُوۡنَ ﴿۵۴﴾	۵۴۔ بے شک یہ لوگ (بنی اسرائیل) ایک چھوٹی سی جماعت ہیں۔[۳۱]
وَ اِنَّهُمۡ لَنَا لَغَآئِظُوۡنَ ﴿۵۵﴾	۵۵۔ اور بے شک وہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں۔
وَ اِنَّا لَجَمِیۡعٌ حٰذِرُوۡنَ ﴿۵۶﴾	۵۶۔ اور بے شک ہم سب ان سے بہت محتاط ہیں۔
فَاَخۡرَجۡنٰهُمۡ مِّنۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿۵۷﴾	۵۷۔ پس ہم نے ان (فرعونیوں) کو (ان کے) باغوں اور چشموں سے نکال باہر کیا۔

دن اس کی بارگاہ میں لوٹنا ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری گزشتہ خطائیں بخش دے گا کیونکہ ہم نے تم سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت حاصل کی ہے۔

[۳۰] اس واقعہ کے بعد فرعون نے بنی اسرائیل پر مظالم میں اور اضافہ کر دیا جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے ہجرت کر جائیں۔ اگرچہ فرعون اور اس کی فوج کے جوان تمہارا تعاقب کریں گے تاکہ تمہیں گرفتار کر کے واپس لائیں مگر تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

[۳۱] فرعون کو جب علم ہوا کہ بنی اسرائیل رات کی تاریکی میں فرار ہو گئے ہیں تو اس نے تمام شہروں میں اعلان کرا دیا کہ بنی اسرائیل ہمارے مقابلہ میں بالکل چھوٹی سی جماعت ہیں، انہوں نے ہماری نافرمانی کر کے ہمیں غضب ناک کر دیا ہے، لہٰذا پوری احتیاط کے ساتھ کثیر تعداد میں نکلو اور ان کو گرفتار کر کے واپس لاؤ۔

Marfat.com

وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝٥٨

۵۸۔ اور (ان کے) خزانوں اور عمدہ قیام گاہوں سے (بھی نکال دیا)۔[۳۲]

كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝٥٩

۵۹۔ ہم نے ایسا ہی کیا، اور ہم نے بنی اسرائیل کو ان (سب چیزوں) کا وارث بنا دیا۔

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝٦٠

۶۰۔ پھر سورج نکلتے ہی فرعونیوں نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا۔

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝٦١

۶۱۔ پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا: یقیناً ہم تو پکڑے گئے۔[۳۳]

قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝٦٢

۶۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہرگز نہیں! بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری راہنمائی فرمائے گا۔

---

[۳۲] فرعون اور اس کے لوگ اپنے باغوں، چشموں، خزانوں اور عمدہ مکانوں کو چھوڑ کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلے تا کہ انہیں گرفتار کر کے سزا دیں، لیکن فرعونیوں کو کیا خبر تھی کہ وہ واپس اپنے گھروں میں نہیں آسکیں گے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس لئے نکالا تھا تا کہ انہیں ان کے مظالم کی سزا دی جائے اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا جائے۔ فرعونیوں کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل کہاں گئے؟ اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے، البتہ ان آیات کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر پہلے مصر واپس آگئے۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر مظہری) کچھ عرصہ فرعونیوں کے باغات اور مکانوں میں قیام کیا، ان کے خزانوں اور جائدادوں سے استفادہ کیا اور پھر اطمینان کے ساتھ پوری تیاری کر کے مصر سے ارض مقدس کی طرف ہجرت کی اور راستے میں میدان تیہ کے واقعات پیش آئے۔

[۳۳] سورج نکلتے ہی فرعون اور اس کے لوگ بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکل پڑے، جب بنی اسرائیل نے فرعونی لشکر کو دیکھا تو گھبرا گئے کہ آگے سمندر ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر ہے اب ہمارا کیا بنے گا؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورے اطمینان سے جواب دیا: میں تمہیں رب تعالیٰ کے حکم سے لے کر نکلا ہوں، لہٰذا گھبرانے کی ضرورت نہیں، میرا رب ہمیں فرعونیوں سے محفوظ رکھے گا۔

اس قسم کا ایک واقعہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پیش آیا تھا۔ ہجرت کے وقت جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق سفر صدیق اکبر کے ساتھ غارِ ثور میں تشریف فرما تھے اور کفار مکہ آپ کی تلاش میں غار کے منہ تک پہنچ گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق کو تشویش لاحق ہوئی کہ اگر کفار نے ذرا جھک کر دیکھا تو وہ ہمیں پالیں گے، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے اطمینان سے صدیق اکبر کو فرمایا: فکر مند نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، لہٰذا یہ کفار ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے۔

Marfat.com

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ ۶۳	۶۳۔ چنانچہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنا عصا سمندر پر مارو، پس سمندر پھٹ گیا اور پانی کا ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی مانند ہو گیا۔[۳۴]
وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ ۶۴	۶۴۔ اور ہم نے دوسروں (یعنی فرعونیوں) کو بھی اس جگہ کے قریب کر دیا۔[۳۵]
وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ ۶۵	۶۵۔ اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جو ان کے ساتھ تھے سب کو نجات دے دی۔
ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ ۶۶	۶۶۔ پھر ہم نے دوسروں (یعنی فرعونیوں) کو غرق کر دیا۔
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ۶۷	۶۷۔ بے شک اس واقعہ میں (بڑی واضح) نشانی ہے، لیکن ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔[۳۶]
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ ۶۸	۶۸۔ اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب (اور) ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔
وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ۝ ۶۹	۶۹۔ اور آپ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ پڑھ کر سنائیں۔

[۳۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا عصا سمندر پر مارا اور سمندر کا پانی پھٹ کر پہاڑوں کی مانند ساکن ہو گیا اور ان کے درمیان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی چل کر پار ہو گئے۔

[۳۵] فرعون اور اس کے لوگ جب سمندر کے کنارے پہنچے تو انہوں نے سمجھا شاید اس سمندر میں کوئی انقلاب آ گیا ہے اور اب پانی چلنے کے بجائے ساکن ہو گیا ہے، چنانچہ وہ بھی سمندر میں داخل ہو گئے۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر کا رکا ہوا پانی دوبارہ حرکت میں آ گیا اور فرعون اپنے ساتھیوں سمیت اس میں غرق ہو گیا۔

[۳۶] اس واقعہ میں کفار مکہ کے لئے بہت بڑا درس عبرت ہے کہ فرعون اور اس کے لوگ عصا اور ید بیضا کے معجزات دیکھنے کے باوجود سوائے چند افراد کے ایمان نہ لائے، پھر سمندر پھٹنے اور بنی اسرائیل کے پار ہو جانے کا معجزہ دیکھ کر بھی انہیں ایمان لانے کا خیال نہ آیا اور جب غرق ہونے لگے تو مجبوراً جان بچانے کے لئے ایمان کا اعلان کرنے لگے حالانکہ اس مجبوری اور

Marfat.com

اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۝٧٠	٧٠۔ جب انہوں نے اپنے باپ (چچا) اور اپنی قوم سے کہا: تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ [٣٧]
قَالُوۡا نَعۡبُدُ اَصۡنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيۡنَ ۝٧١	٧١۔ انہوں نے کہا: ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور دن بھر انہی کے لئے بیٹھے رہتے ہیں۔
قَالَ هَلۡ يَسۡمَعُوۡنَكُمۡ اِذۡ تَدۡعُوۡنَ ۝٧٢	٧٢۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: کیا وہ تمہاری بات سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟ [٣٨]
اَوۡ يَنۡفَعُوۡنَكُمۡ اَوۡ يَضُرُّوۡنَ ۝٧٣	٧٣۔ یا کیا وہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں یا نقصان پہنچاتے ہیں؟
قَالُوۡا بَلۡ وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ ۝٧٤	٧٤۔ انہوں نے کہا: (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا۔
قَالَ اَفَرَءَيۡتُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ۝٧٥	٧٥۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے کبھی (ان میں) غور کیا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ [٣٩]

آخری وقت کا ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے، لہٰذا کفار مکہ کو چاہیے کہ وہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں لیکن پھر بھی اکثر لوگ ایمان نہ لائے۔

[٣٧] اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ سے مراد آپ کا چچا آزر ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرورش کی۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے سورہ انعام (٦) کی آیت نمبر ٧٤ کا حاشیہ ملاحظہ کریں۔

[٣٨] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو، جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری فریاد کا جواب دیتے ہیں؟ اور کیا وہ تمہیں نفع یا نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں؟

[٣٩] جب یہ بت تمہیں نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے تو پھر تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ ان کے پاس ان کا کوئی معقول جواب نہیں تھا اور کہنے لگے: ہمارے باپ دادا ان کی عبادت کرتے تھے اس لئے ہم بھی ان کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ باپ دادا کی تقلید کسی بات کے حق یا باطل ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں غور کرنا چاہیے کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اگر وہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور اگر تم ان کی عبادت نہ کرو تو وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تو پھر تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو۔

Marfat.com

اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمُ الۡاَقۡدَمُوۡنَ ﴿۷۶﴾ ۷۶۔ تم اور تمہارے اگلے باپ دادا (نے کیا کبھی سوچا)؟

فَاِنَّهُمۡ عَدُوٌّ لِّیۡۤ اِلَّا رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۷۷﴾ ۷۷۔ بے شک وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے تمام جہانوں کے رب کے۔[۴۰]

الَّذِیۡ خَلَقَنِیۡ فَهُوَ یَهۡدِیۡنِ ﴿۷۸﴾ ۷۸۔ جس نے مجھے پیدا فرمایا اور وہی میری راہنمائی فرماتا ہے۔

وَالَّذِیۡ هُوَ یُطۡعِمُنِیۡ وَیَسۡقِیۡنِ ﴿۷۹﴾ ۷۹۔ اور وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

وَاِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ یَشۡفِیۡنِ ﴿۸۰﴾ ۸۰۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔

وَالَّذِیۡ یُمِیۡتُنِیۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡنِ ﴿۸۱﴾ ۸۱۔ اور وہی مجھے موت دے گا، پھر وہی مجھے زندہ فرمائے گا۔

وَالَّذِیۡۤ اَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لِیۡ خَطِیۡٓـَٔتِیۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ ﴿۸۲﴾ ۸۲۔ اور وہی ہے جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن وہ میری خطاؤں کو بخش دے گا۔

رَبِّ هَبۡ لِیۡ حُكۡمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ﴿۸۳﴾ ۸۳۔ اے میرے رب! مجھے علم و عمل کا کمال عطا فرما اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا دے۔

وَاجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۸۴﴾ ۸۴۔ اور بعد میں آنے والے لوگوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ۔[۴۱]

---

[۴۰] اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ قیامت کے دن تم سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے کہیں گے: نہ ہم عبادت کے لائق تھے اور نہ ہم نے کسی کو اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا، پھر تم نے ہماری عبادت کیوں کی؟ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن یہ معبودانِ باطل نہ صرف یہ کہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچائیں گے بلکہ اپنے پجاریوں کی مخالفت کریں گے، لہٰذا یہ بت ہم سب کے دشمن ہیں اور ہمیں ان سے دور رہنا چاہیے اور صرف اس خدا کی عبادت کرنی چاہیے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور سب کی ضرورتیں پوری فرماتا ہے۔

[۴۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرمایا اور ان کو بعد میں آنے والے لوگوں میں ایسا قبول عام عطا فرمایا

Marfat.com

وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں سے بنادے۔

وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ اور میرے باپ (چچا) کو بخش دے بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے۔[۴۲]

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ اور مجھے رسوانہ کرنا جس دن لوگ قبروں سے اٹھائیں جائیں گے۔[۴۳]

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ جس دن نہ کوئی مال نفع دے گا اور نہ اولاد۔

کہ آج وحی پر ایمان رکھنے والی ساری قومیں آپ کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتی ہیں اور مسلمان تو ہر نماز میں جب اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر بھی درود بھیجتے ہیں۔

[۴۲] اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ سے مراد آپ کا چچا آزر ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرورش کی تھی۔ اس دعائے مغفرت کے بارے میں سورہ توبہ (۹) کی آیت نمبر ۱۱۴ کا حاشیہ نمبر ۹۲ ملاحظہ کریں۔

[۴۳] ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا آخری حصہ یہ ہے: قیامت کے دن جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اس دن مجھے رسوانہ کرنا یعنی میرے کسی خلاف اولیٰ کام پر گرفت نہ فرمانا۔

یارب العالمین! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کرتے ہوئے یہ فقیر بھی بصد ادب و نیاز عرض گزار ہے: اے میرے رحمٰن ورحیم رب! تمام مسلمانوں بالخصوص مجھے، میرے والدین اور اولاد، میرے اساتذہ اور طلبہ و طالبات، جامعہ الکرم اور مسلم چیرٹی کے جملہ معاونین کو قیامت کے دن رسوانہ کرنا اور ہماری خطاؤں پر اپنی رحمت کا پردہ ڈال دینا۔ آمین یارب العالمین بجاہ حبیبک الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے قریب کر کے پوشیدہ طور پر اسے فرمائے گا: کیا تو اپنا فلاں فلاں گناہ جانتا ہے؟ مومن عرض کرے گا: جی ہاں میرے رب! یہاں تک کہ مؤمن کے سب گناہوں کا اس سے اقرار کرالے گا اور مؤمن اپنے دل میں خیال کرے گا کہ وہ تو ہلاک ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور آج میں تیرے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں، پھر نیکیوں کی تحریر اس کو دی جائے گی لیکن کفار اور منافقوں کو گواہوں کے سامنے پکارا جائے گا اور گواہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا، لہٰذا ان ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

(بخاری: ۲۴۴۱: کتاب المظالم: باب ۲۔ اور۔ بخاری: ۴۶۸۵: کتاب تفسیر القرآن: سورہ ھود)

Marfat.com

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿٨٩﴾

٨٩۔ سوائے اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کے حضور قلب سلیم لے کر حاضر ہوا۔[٤٤]

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿٩٠﴾

٩٠۔ اور (اس دن) جنت متقی لوگوں کے قریب کر دی جائے گی۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿٩١﴾

٩١۔ اور جہنم گمراہ لوگوں کے سامنے ظاہر کر دی جائے گی۔

وَقِیْلَ لَهُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٩٢﴾

٩٢۔ اور ان سے کہا جائے گا: وہ کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے؟

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ یَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ یَنْتَصِرُوْنَ ﴿٩٣﴾

٩٣۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، کیا (آج) وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں؟[٤٥]

فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿٩٤﴾

٩٤۔ پھر وہ اور سارے گمراہ لوگ جہنم میں اوندھے منہ پھینک دیے جائیں گے۔

وَجُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾

٩٥۔ اور ابلیس کی ساری فوجیں بھی (جہنم رسید کر دی جائیں گی)۔

قَالُوْا وَهُمْ فِیْهَا یَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾

٩٦۔ وہ گمراہ لوگ جہنم میں ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا کرتے ہوئے (اپنے معبودان باطل سے) کہیں گے:

[٤٤] جس شخص کا دل کفر و شرک سے پاک اور توحید خداوندی سے آباد ہے اس کا نیک راہ میں خرچ کیا ہوا مال اسے قیامت کے دن فائدہ پہنچائے گا، اس کی مرنے والی معصوم اولاد اس کی شفاعت کرے گی اور اس کی نیک اولاد اس کے لئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کرے گی، لیکن جس کے دل میں توحید خداوندی کا چراغ روشن نہیں ہے اس کا نیک راہ میں خرچ کیا ہوا مال اسے آخرت میں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا حتیٰ کہ اگر اس کی اولاد مسلمان اور متقی ہو جائے تو بھی کافر باپ کے حق میں ان کی شفاعت قبول نہیں ہوگی۔

[٤٥] قیامت کے دن گمراہ لوگوں کو کہا جائے گا: اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی تم عبادت کرتے تھے آج وہ کہاں ہیں؟ آج دیکھ لو وہ خود بے بس ہیں اور خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے تو تمہاری مدد کیسے کریں گے، پھر یہ گمراہ اور شیطانی لوگ اور ان کے نام نہاد

Marfat.com

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۷﴾ | ۹۷۔ اللہ کی قسم! ہم تو کھلی گمراہی میں تھے۔[۴۶]

اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۸﴾ | ۹۸۔ جب ہم تم کو سارے جہانوں کے رب کے برابر قرار دیتے تھے۔

وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ | ۹۹۔ اور ہمیں صرف مجرم لوگوں نے ہی گمراہ کیا۔

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ | ۱۰۰۔ سو (آج) ہمارے لئے کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہے۔

وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ | ۱۰۱۔اور نہ ہی کوئی غم خوار دوست ہے۔

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ | ۱۰۲۔کاش! اگر ہمیں ایک بار (دنیا میں) پلٹنے کا موقع ملتا تو ہم مومن بن جاتے۔[۴۷]

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ | ۱۰۳۔بے شک اس واقعہ میں ایک بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے۔[۴۸]

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ ع | ۱۰۴۔اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب (اور) ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

معبود سب کو جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

[۴۶] جہنم میں گمراہ لوگوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا اور وہ اپنے معبودان باطل سے کہیں گے: ہم نے تمہیں رب کے برابر مان کر کھلی گمراہی اختیار کی۔ دراصل ہمیں ہمارے بڑوں اور گمراہ دوستوں نے اس گمراہی میں مبتلا کیا اور اسی گمراہی کی وجہ سے آج ہمارا کوئی سفارشی نہیں ہے۔

[۴۷] قیامت کے دن گمراہ لوگ کہیں گے: کاش اگر ہمیں ایک بار دوبارہ دنیا میں واپس جانے کا موقع دیا جائے تو ہم نافرمانی نہیں کریں گے بلکہ پکے مومن بن جائیں گے مگر وہاں سے واپسی کی کوئی صورت نہیں ہوگی لہٰذا اسی دنیا میں ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا ہی آخرت میں فائدہ دے گا۔

[۴۸] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ میں مشرکین کی بت پرستی کے خلاف بڑی واضح دلیل موجود ہے مگر پھر بھی ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔

Marfat.com

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ٍۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۰۵ | ۱۰۵۔حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔[۴۹]

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۱۰۶ | ۱۰۶۔ جب ان کے بھائی نوح علیہ السلام نے انہیں کہا: کیا تم (اللہ تعالیٰ سے) نہیں ڈرتے ہو؟

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝۱۰۷ | ۱۰۷۔ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔[۵۰]

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۱۰۸ | ۱۰۸۔لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

وَمَآ اَسْــَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۹ | ۱۰۹۔اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمہ ہے۔[۵۱]

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۱۱۰ | ۱۱۰۔پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝۱۱۱ | ۱۱۱۔انہوں نے کہا: کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں حالانکہ تمہاری پیروی تو حقیر لوگ کر رہے ہیں۔[۵۲]

[۴۹] قوم نوح علیہ السلام نے اگرچہ صرف ایک رسول یعنی حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا مگر اس آیت میں مذکور ہے کہ قوم نوح نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام رسولوں کا پیغام اور مشن ایک ہے اس لئے کسی ایک رسول کو جھٹلانا دراصل تمام رسولوں کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔

[۵۰] حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا: میں کوئی اجنبی نہیں ہوں بلکہ تمہارا قومی بھائی ہوں، تم میری امانت وصداقت سے اچھی طرح آگاہ ہو، جب میں نے تمہارے ساتھ کبھی خیانت نہیں کی تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسے خیانت کر سکتا ہوں، لہٰذا میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور میں جو کچھ تمہیں کہتا ہوں وہ میرا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے اور میں اسے جوں کا توں بغیر کسی کمی بیشی کے آپ تک پہنچاتا ہوں، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے میری اطاعت کرو۔

[۵۱] میں تمہیں جو تبلیغ کر رہا ہوں اس سے تمہاری ہدایت اور بھلائی مقصود ہے، میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا بلکہ میں اپنے رب کی رضا کا طالب ہوں اور وہ مجھے اس کا اجر عطا فرمائے گا۔

[۵۲] انہوں نے کہا: اے نوح علیہ السلام! آپ پر ایمان لانے والے ایسے لوگ ہیں جو غربت، خاندان اور پیشہ کی وجہ سے معاشرہ

Marfat.com

قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۱۲﴾	۱۱۲۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اس سے کیا غرض کہ وہ پہلے کیا کرتے تھے۔
إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ ﴿۱۱۳﴾	۱۱۳۔ ان کا حساب لینا تو صرف میرے رب کے ذمہ ہے اگر تمہیں شعور ہے۔ [۵۳]
وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۴﴾	۱۱۴۔ اور میں مومنوں کو دھتکارنے والا نہیں ہوں۔
إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۱۵﴾	۱۱۵۔ میں تو صرف کھول کھول کر نصیحت کرنے والا ہوں۔ [۵۴]
قَالُوا لَئِن لَّمْ تَنتَهِ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿۱۱۶﴾	۱۱۶۔ انہوں نے کہا: اے نوح علیہ السلام! اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں ضرور سنگسار کر دیا جائے گا۔
قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿۱۱۷﴾	۱۱۷۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔
فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَن مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۸﴾	۱۱۸۔ پس تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے اور مجھے اور جو مومن میرے ساتھ ہیں ان کو نجات دے دے۔ [۵۵]

میں کم تر اور پس ماندہ سمجھے جاتے ہیں اور وہ اس لئے ایمان نہیں لائے کہ انہیں آپ کا دین پسند ہے بلکہ وہ اس دین کے ذریعہ اپنی پسماندگی دور کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا ہم جیسے رئیس، مخلص اور اعلیٰ خاندانوں والوں کے شایان شان نہیں کہ وہ ان حقیر لوگوں کے ساتھ بیٹھیں۔ اگر آپ ان گھٹیا لوگوں کو نکال دیں تو پھر ہم آپ سے مفاہمت کر سکتے ہیں۔

[۵۳] حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ جو مجھ پر ایمان لائے میں پہلے اس کا ماضی دیکھوں کہ وہ کس حیثیت کا آدمی تھا اور اس کی نیت کیسی ہے بلکہ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ جو بھی مجھ پر ایمان لائے میں اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام سمجھاؤں اور اس کے عذاب سے ڈراؤں۔ باقی رہا مسئلہ ان کی مالی حیثیت یا نیت کا، تو یہ میرا کام نہیں کیونکہ کسی کے ماضی کے حالات اور دل کے احوال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور وہی ان کا حساب لے گا۔

[۵۴] میں سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کے لئے بھیجا گیا ہوں خواہ دنیا کی نگاہ میں لوگ اعلیٰ ہوں یا حقیر لیکن ان میں سے جو بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں گے میرے نزدیک وہ سب سے اعلیٰ ہوں گے اور میں انہیں اپنے سے دور بھگانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

[۵۵] حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میری قوم نے میری تبلیغ کو ماننے سے انکار کر دیا ہے بلکہ مجھے سنگسار

Marfat.com

فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾

۱۱۹۔ پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں تھے نجات دے دی۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

۱۲۰۔ پھر اس کے بعد ہم نے باقی رہ جانے والے لوگوں کو غرق کر دیا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾

۱۲۱۔ بے شک اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے مگر ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾ ع

۱۲۲۔ اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب (اور) ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

كَذَّبَتْ عَادُ ۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

۱۲۳۔ (قوم) عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔[۵۶]

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

۱۲۴۔ جب ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے انہیں کہا: کیا تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے نہیں ہو؟

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾

۱۲۵۔ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾

۱۲۶۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

۱۲۷۔ اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمہ ہے۔

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

۱۲۸۔ کیا تم ہر اونچی جگہ پر فضول کاموں کے لئے ایک یادگار تعمیر کرتے ہو۔

کرنے کی دھمکی دے دی ہے۔ اب ان کے ایمان لانے کی کوئی توقع نہیں ہے، لہٰذا تو ان پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ صادر فرما دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والوں کو بچالیا اور باقی رہ جانے والے تمام منکروں کو پانی میں غرق کر دیا۔

[۵۶] آیات نمبر ۱۲۳ تا ۱۲۷ کے لئے آیات نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۹ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿١٢٩﴾

١٢٩۔ اور تم مضبوط محل بناتے ہو اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے۔[٥٧]

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿١٣٠﴾

١٣٠۔ اور جب تم کسی کی گرفت کرتے ہو تو بڑے ظالم و جابر بن کر گرفت کرتے ہو۔[٥٨]

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٣١﴾

١٣١۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

---

[٥٧] قوم عاد کے لوگ اونچی جگہوں پر لہو و لعب کے لئے یادگاریں بناتے اور ایک دوسرے سے بڑھنے کے لئے بڑے مضبوط اور اونچے محل بناتے۔ اس پر حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں تنبیہ فرمائی کہ تم فضول یادگاروں اور ایک دوسرے پر فخر کرنے کے لئے اونچے محلات پر سرمایہ ضائع نہ کرو کیونکہ تمہیں ہمیشہ یہاں نہیں رہنا اور ایک دن اس دنیا سے رخصت ہو جانا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں اہل علم لکھتے ہیں: ضرورت کے لئے مضبوط اور بلند عمارت بنانا منع نہیں ہے صرف تکبر اور تفاخر کے لئے ان پر دولت اور وقت ضائع کرنا منع ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا: ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کے جوتے اچھے ہوں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر (اس لئے حرام ہے کیونکہ یہ) حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ (مسلم: ٢٦٥: کتاب الایمان: باب ٣٨)

اس سے معلوم ہوا کہ اچھا لباس پہننا منع نہیں بلکہ نعمتوں کے اظہار کا ذریعہ ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمت کے آثار دکھائی دیں۔

(ترمذی: ٢٨١٩: ابواب الادب: باب ٥٤)

[٥٨] قوم عاد کے لوگ بڑے بے رحم اور سنگ دل تھے، جب کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو اس پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیتے، عفو و درگزر کا ان میں نام و نشان تک نہیں تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں تنبیہ فرمائی کہ جب کسی سے غلطی سرزد ہو جائے تو فوراً اس پر سختی نہ شروع کر دو بلکہ پہلے اسے نرمی سے سمجھاؤ اور اسے سنبھلنے کا موقع دو کیونکہ تم بھی کسی کے سامنے جواب دہ ہو۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ کریں:

☆ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام (نوکر) کو مار رہا تھا تو میں نے اپنے پیچھے سے دو بار ایک آواز سنی: اے ابو مسعود رضی اللہ عنہ! جان لو! کہ جتنا تم اس نوکر پر قادر ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تم پر قادر ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے تو تم کو دوزخ کی آگ جلاتی۔ (ابو داؤد: کتاب الادب: باب ١٣٣)

Marfat.com

وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾
۱۳۲۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جن کو تم جانتے ہو۔ [۵۹]

اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٣٣﴾
۱۳۳۔ اس نے مویشیوں اور اولاد سے تمہاری مدد کی۔

وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٣٤﴾
۱۳۴۔ اور باغات اور چشموں سے بھی۔

اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣٥﴾
۱۳۵۔ بے شک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾
۱۳۶۔ انہوں نے کہا: ہمارے لئے برابر ہے خواہ آپ نصیحت کریں یا آپ نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ [۶۰]

اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾
۱۳۷۔ یہ تو صرف پہلے لوگوں کی عادت ہے۔

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾
۱۳۸۔ اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۗ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾
۱۳۹۔ سو انہوں نے ہود علیہ السلام کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا، [۶۱] بے شک اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں خادم کو کتنی بار معاف کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہر روز ستر مرتبہ۔ (ابو داؤد: ۵۱۶۴: کتاب الادب: باب ۱۳۳)

[۵۹] حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا: تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رنگا رنگ نعمتوں سے نوازا ہے مثلاً مویشی، اولاد، باغات اور چشمے وغیرہ، لہٰذا تمہیں چاہیے کہ اس کا شکر ادا کرو اور اس کی نافرمانی سے باز آ جاؤ۔

[۶۰] اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ناشکری سے باز نہ آئے تو تم عذاب الٰہی کے مستحق قرار پاؤ گے۔ یہ عذاب دنیا میں بھی آ سکتا ہے ورنہ آخرت میں تو کوئی مجرم سزا سے نہ بچ سکے گا۔ اس پر قوم عاد نے جواب دیا: ہمارے باپ دادا صدیوں سے جو کچھ کرتے چلے آ رہے ہیں ہم اسی پر گامزن ہیں، خواہ آپ ہمیں عذاب الٰہی سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں ہمیں کسی عذاب کا کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ تمہاری طرح پہلے بھی کئی مذہبی رہنما ہمارے آباؤ و اجداد کو اس قسم کی دھمکیاں دیا کرتے تھے مگر ان پر کوئی عذاب نہیں آیا۔

[۶۱] جب انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلانے پر اصرار جاری رکھا تو ان پر سخت ہوا کا ایسا طوفان آیا جو آٹھ دن جاری رہا جس

Marfat.com

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾	١٤٠۔ اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب (اور) ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔
كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾	١٤١۔ (قوم) ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ [٦٢]
اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾	١٤٢۔ جب ان کے بھائی صالح علیہ السلام نے انہیں کہا: کیا تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے نہیں ہو؟
اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٤٣﴾	١٤٣۔ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾	١٤٤۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔
وَمَآ اَسْــَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٥﴾	١٤٥۔ اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمہ ہے۔
اَتُتْرَكُوْنَ فِىْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿١٤٦﴾	١٤٦۔ کیا تمہیں ان (نعمتوں) میں جو یہاں ہیں امن کے ساتھ رہنے دیا جائے گا؟
فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٤٧﴾	١٤٧۔ یعنی ان باغوں اور چشموں میں۔
وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿١٤٨﴾	١٤٨۔ اور کھیتوں میں اور کھجور کے درختوں میں جن کے شگوفے نرم و نازک ہیں۔ [٦٣]
وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿١٤٩﴾	١٤٩۔ اور تم مہارت کے ساتھ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو۔

نے ہر چیز کو تہس نہس کر دیا، اس طاقتور قوم کے لاشے کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح زمین پر بکھرے پڑے تھے۔

[٦٢] آیات نمبر ١٤١ تا ١٤٥ کے لئے آیات نمبر ١٠٥ تا ١٠٩ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[٦٣] حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تنبیہ فرمائی: اللہ تعالیٰ نے تمہیں باغات، کھیت، چشمے اور پہاڑوں کی طرح مضبوط مکانات عطا فرمائے ہیں لیکن یاد رکھو تمہیں ہمیشہ یہاں نہیں رہنا ہے ایک دن تمہیں ان نعمتوں سے جدا ہو کر زمین کے اندر دفن ہونا ہے۔

Marfat.com

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾

۱۵۰۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

وَلَا تُطِیْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۵۱﴾

۱۵۱۔ اور حد سے تجاوز کرنے والوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو۔[۶۴]

الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا یُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

۱۵۲۔ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾

۱۵۳۔ انہوں نے کہا: تم تو ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کر دیا گیا ہے۔

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚۖ فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۵۴﴾

۱۵۴۔ تم تو محض ہمارے جیسے بشر ہو، اگر تم سچوں میں سے ہو تو (اپنی نبوت پر) کوئی نشانی لاؤ۔[۶۵]

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾

۱۵۵۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: (وہ نشانی) یہ اونٹنی ہے، ایک دن اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک مقرر دن تمہارے پانی پینے کی باری ہے۔[۶۶]

---

[۶۴] لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرو اور اس کی رضا کے لئے میری اطاعت کرو اور حد سے تجاوز کرنے والے فسادی لوگوں کی پیروی نہ کرو۔

[۶۵] انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو کہا: یقیناً تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے جس کی وجہ سے تم نے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے حالانکہ تم ہماری طرح بشر ہو پھر تم نبی کیسے بن سکتے ہو؟ اور اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ۔

[۶۶] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قوم ثمود نے مطالبہ کیا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ پتھر کی اس چٹان سے ہماری آنکھوں کے سامنے ایک اونٹنی نکالے۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کا مطالبہ پورا کر دیا۔
(تفسیر قرطبی)

اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: یہ اونٹنی میری نبوت کی نشانی ہے، اس کو آزاد چھوڑ دو، ایک دن صرف یہ اونٹنی پانی پیا کرے گی اور دوسرے دن تم اور تمہارے مویشی پانی پیا کریں گے لیکن یاد رکھنا کوئی اس اونٹنی کو تکلیف نہ پہنچائے ورنہ تم پر عذاب آ جائے گا۔

Marfat.com

وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوٓءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾

١٥٦۔ اور تم اسے تنگ کرنے کے لئے ہاتھ مت لگانا ورنہ بڑے دن کا عذاب تمہیں آ پکڑے گا۔

فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ ﴿١٥٧﴾

١٥٧۔ پھر بھی انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں، پس وہ پشیمان ہو گئے۔[٦٧]

فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾

١٥٨۔ سو ان کو عذاب نے پکڑ لیا، بے شک اس میں بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾ ع ١١

١٥٩۔ اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾

١٦٠۔ قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایا۔[٦٨]

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾

١٦١۔ جب ان کے بھائی لوط علیہ السلام نے انہیں کہا: کیا تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے نہیں ہو؟

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾

١٦٢۔ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾

١٦٣۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

---

[٦٧] اللہ تعالیٰ نے جب چٹان سے اونٹنی نکال دی تو اس معجزہ کو دیکھ کر کچھ لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے لیکن متکبر سرداروں نے انکار کر دیا اور سازش کر کے اونٹنی کو ذبح کرا دیا اور حضرت صالح علیہ السلام کو کہا: ہم نے اونٹنی کو ہلاک کر دیا ہے تم اسے نقصان پہنچانے پر جس عذاب کی ہمیں دھمکی دیتے تھے وہ عذاب لے آؤ۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: تین دنوں کے بعد تم پر عذاب آ جائے گا، جب عذاب کی علامتیں ظاہر ہونا شروع ہوئیں تو وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے لیکن عذاب کی علامتیں دیکھنے کے بعد ندامت کا اور توبہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، چنانچہ سخت آواز کے ساتھ ایسا زلزلہ آیا جس میں وہ سارے متکبر اور منکر لوگ ہلاک ہو گئے۔

[٦٨] آیات نمبر ١٦٠ تا ١٦٣ کے لئے آیات نمبر ١٠٥ تا ١٠٩ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

وَ مَآ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ؕ﴿۱۶۴﴾

۱۶۴۔ اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمہ ہے۔

اَتَاۡتُوۡنَ الذُّكۡرَانَ مِنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ﴿۱۶۵﴾

۱۶۵۔ کیا سارے جہان والوں میں سے تم ہی (جنسی خواہش کے لئے) مردوں کے پاس آتے ہو؟ [۶۹]

وَ تَذَرُوۡنَ مَا خَلَقَ لَكُمۡ رَبُّكُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ عٰدُوۡنَ ﴿۱۶۶﴾

۱۶۶۔ اور اپنی بیویوں کو چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے تمہارے لئے پیدا کی ہیں، بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔

قَالُوۡا لَـئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ يٰلُوۡطُ لَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُخۡرَجِيۡنَ ﴿۱۶۷﴾

۱۶۷۔ انہوں نے کہا: اے لوط! اگر تم (ان باتوں سے) باز نہ آئے تو تمہیں ضرور ملک بدر کر دیا جائے گا۔ [۷۰]

قَالَ اِنِّىۡ لِعَمَلِكُمۡ مِّنَ الۡقَالِيۡنَ ؕ﴿۱۶۸﴾

۱۶۸۔ حضرت لوط نے فرمایا: بے شک میں تمہارے (اس قبیح) فعل سے بے زار ہوں۔

رَبِّ نَجِّنِىۡ وَاَهۡلِىۡ مِمَّا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾

۱۶۹۔ اے میرے رب! مجھے اور میرے اہل خانہ کو ان (کی بدکاریوں کے وبال) سے نجات عطا فرما جو وہ کرتے ہیں۔ [۷۱]

---

[۶۹] مرد کی مرد کے ساتھ بدکاری کرنے کی ابتدا قوم لوط نے کی، اسی لئے اس فعل کو لواطت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں فرمایا: تم حلال بیویوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ حرام کاری کرتے ہو، یہ فطرت کے خلاف اور انسانی حدود سے تجاوز ہے۔ سارے جہان والوں میں جانور بھی شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ فعل بد کوئی جانور بھی نہیں کرتا۔

[۷۰] انہوں نے کہا: ہم کو ہمارے حال پر رہنے دو اور اگر تم ہم کو منع کرنے سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں ملک بدر کر دیں گے۔ اس پر حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: میرے خلاف تم جو چاہو کرو لیکن یہ فعل حرام اور قابل نفرت ہے اور اس سے منع کرنا میرا فرض ہے۔

[۷۱] حضرت لوط علیہ السلام کو جب یقین ہو گیا کہ یہ لوگ اس بدکاری سے باز نہیں آئیں گے اور ان پر عذاب آنے والا ہے تو آپ نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے اور میرے اہل خانہ کو اس عذاب سے نجات عطا فرما جو ان پر نازل ہونے والا ہے۔ چنانچہ

Marfat.com

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾	١٧٠۔ پس ہم نے ان کو اور ان کے سب اہل خانہ کو نجات دی۔
اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾	١٧١۔ سوائے ایک بوڑھی عورت کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔
ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾	١٧٢۔ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا۔
وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾	١٧٣۔ اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش برسائی، پس بڑی ہی تباہ کن بارش تھی جو ڈرائے ہوئے لوگوں پر برسی۔ [٧٢]
اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۗ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾	١٧٤۔ بے شک اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے۔
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾	١٧٥۔ اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب (اور) ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔
كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾	١٧٦۔ اہل ایکہ نے رسولوں کو جھٹلایا۔ [٧٣]
اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾	١٧٧۔ جب ان سے حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے نہیں ہو؟

ع ١٤ / ١٢

جب عذاب کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کو وہاں سے نکال لیا، البتہ حضرت لوط علیہ السلام کی بوڑھی بیوی پیچھے رہ گئی تھی کیونکہ وہ کافرہ تھی اور دیگر کافروں کے ساتھ اسے بھی ہلاک کر دیا گیا۔

[٧٢] حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں ڈرایا تھا کہ اگر تم اس فعل بد سے باز نہ آئے تو تم پر عذاب آ جائے گا اور جب ان کے عذاب کا وقت آ گیا تو ان کی ساری بستیاں تہ و بالا کر دی گئیں، پھر ان پر سخت پتھروں کی ایسی لگاتار بارش برسائی گئی کہ سارے کافر ہلاک ہو گئے جیسا کہ سورہ ہود (١١) کی آیات نمبر ٨٢ تا ٨٣ میں مذکور ہے۔

[٧٣] آیات نمبر ١٧٦ تا ١٨٠ کے لئے آیات نمبر ١٠٥ تا ١٠٩ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾	۱۷۸۔ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾	۱۷۹۔لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔
وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۰﴾	۱۸۰۔ اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمہ ہے۔
اَوْفُوا الْكَیْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ﴿۱۸۱﴾	۱۸۱۔ پیمانہ پورا بھرا کرو اور نقصان پہنچانے والے نہ بنو۔[۷۴]
وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ﴿۱۸۲﴾	۱۸۲۔اور صحیح ترازو سے وزن کیا کرو۔
وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۱۸۳﴾	۱۸۳۔اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔
وَ اتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۸۴﴾	۱۸۴۔اور ڈرو اس سے جس نے تمہیں اور (تم سے) پہلی مخلوق کو پیدا فرمایا۔[۷۵]

[۷۴] یہ لوگ مشرک تھے اور ناپ تول میں خیانت کرتے تھے، حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا: ناپ تول کو پورا کرو، لوگوں کی چیزوں میں کمی کر کے انہیں دھوکا نہ دو اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔

[۷۵] جبلت کا ایک معنیٰ مخلوق ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلی مخلوق کو پیدا فرمایا اور اس کا دوسرا معنیٰ ہے: سرشت یعنی ایسی عادت جو کسی کی فطرت میں داخل ہو اور اس سے جدا نہ ہو سکے۔ دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے اس آیت کا معنیٰ ہوگا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کی سرشت کو پیدا فرمایا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کر دو اور جب تم یہ سنو کہ کسی شخص کی خُلق یعنی فطرت بدل گئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو کیونکہ وہ شخص اسی سرشت کی طرف لوٹ جائے گا جس پر اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ (مسند احمد: جلد ۶: ص ۴۴۳، مجمع الزوائد: جلد ۷: ص ۱۹۶) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

Marfat.com

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۸۵﴾

۱۸۵۔ انہوں نے کہا: تم تو ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کر دیا گیا ہو۔[۷۶]

وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۱۸۶﴾

۱۸۶۔ تم تو محض ہمارے جیسے بشر ہو اور ہم تمہارے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ تم جھوٹے لوگوں میں سے ہو۔

فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۷﴾

۱۸۷۔ پس ہمارے اوپر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو اگر تم سچوں میں سے ہو۔[۷۷]

قَالَ رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

۱۸۸۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۸۹﴾

۱۸۹۔ سو انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تو ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے آ پکڑا۔ بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔[۷۸]

---

[۷۶] انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا: یقیناً تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے جس کی وجہ سے تم نے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے حالانکہ تم ہماری طرح بشر ہو پھر تم نبی کیسے بن سکتے ہو؟ لہٰذا ہمارے خیال میں تم جھوٹے ہو۔

[۷۷] حضرت شعیب علیہ السلام نے ناپ تول میں خیانت کے خلاف اپنی تبلیغ جاری رکھی اور انہیں تنبیہ فرمائی: اگر تم اس خیانت سے باز نہ آئے تو تم پر عذاب نازل ہو سکتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اس دھوکا بازی سے باز آ جاتے الٹا کہنے لگے: ہم تمہاری بات نہیں مانتے۔ اگر تم سچے ہو تو جو آسمان تم ہم پر گرانا چاہتے ہو گرا دو۔ اس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: میرا کام عذاب نازل کرنا نہیں بلکہ عذاب سے ڈرانا ہے، تاہم میرا رب تمہارے کرتوتوں سے اچھی طرح واقف ہے اور مناسب وقت پر عذاب نازل فرمائے گا۔

[۷۸] جب انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے کی انتہا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سائبان اور چھتری کی طرح ایسا بادل بھیجا جس سے آگ برسنے لگی اور سارے منکرین جل کر راکھ ہو گئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو دو مختلف قوموں کی طرف بھیجا گیا تھا، ایک اہل مدین اور دوسری اہل ایکہ۔ یہ دونوں قومیں ناپ تول میں خیانت کرتی تھیں، چنانچہ اہل مدین کو سخت آواز اور زلزلہ کے ذریعہ ہلاک کیا گیا اور اہل ایکہ کو بادل سے آگ برسا کر جلا دیا گیا۔

Marfat.com

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۹۰﴾

١٩٠۔ بے شک اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے۔

وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۹۱﴾ ع

١٩١۔ اور بے شک آپ کا رب ہی سب پر غالب (اور) ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَ اِنَّہٗ لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۹۲﴾ ؕ

١٩٢۔ اور بے شک یہ (قرآن) سارے جہانوں کے رب کا نازل فرمایا ہوا ہے۔[٧٩]

نَزَلَ بِہِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ ﴿۱۹۳﴾ ۙ

١٩٣۔ اس (قرآن) کو الروح الامین (جبریل علیہ السلام) لے کر اترا ہے۔[٨٠]

---

[٧٩] کفار مکہ کا خیال یہ تھا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس میں گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کے جو واقعات بیان کیے گئے ہیں یہ واقعات نہ تو آپ نے کسی مذہبی راہنما سے سنے ہیں اور نہ ہی کسی سابق کتاب سے پڑھے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو ان واقعات سے مطلع فرمایا ہے۔

[٨٠] اس آیت میں جبریل علیہ السلام کو ''الروح الامین'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ الروح اس لئے کہ تمام فرشتے نورانی اور روحانی ہیں یعنی مادی اجسام سے پاک ہیں اور الامین اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل کو قرآن مجید کے الفاظ کا امین بنایا ہے اور اس نے امانت کے ساتھ یہ الفاظ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک تک پہنچا دیے۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید آپ کے قلب اطہر پر نازل ہوا حالانکہ باقی انبیائے کرام علیہم السلام کی کتابیں تختیوں اور صحیفوں میں یکبارگی نازل کی گئیں۔ (تفسیر روح البیان)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جبریل امین علیہ السلام کتنی بار نازل ہوئے؟

علامہ اسماعیل حقی نے فتاوٰی زینیہ سے نقل کیا ہے کہ السید سے پوچھا گیا کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کتنی بار تشریف لائے تو انہوں نے جواب دیا: مشہور قول یہ ہے کہ وہ آپ کے پاس چوبیس ہزار بار تشریف لائے اور مشکوٰۃ الانوار میں ہے کہ باقی سارے انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس تین ہزار سے زیادہ نہیں آئے۔

(تفسیر روح البیان)

امام قسطلانی نے ابن عادل کی تفسیر سے نقل کیا ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چوبیس ہزار بار تشریف لائے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس دس بار، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیالیس بار اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس

Marfat.com

عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۱۹۴﴾

۱۹۴۔ آپ کے قلب پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۔

بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹۵﴾

۱۹۵۔ (یہ قرآن) بالکل واضح عربی زبان میں ہے۔ [۸۱]

وَ اِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۹۶﴾

۱۹۶۔ اور بے شک اس کا ذکر پہلے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں بھی ہے۔ [۸۲]

اَوَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۹۷﴾

۱۹۷۔ کیا ان (مشرکین مکہ) کے لئے یہ دلیل کافی نہیں ہے کہ اس (قرآن اور نبی ﷺ) کو بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں۔ [۸۳]

چار سو بار تشریف لائے۔ (المواھب اللدنیۃ: جلداول: ص ۲۱۰)

نبی کریم ﷺ کی نورانی اور بشری جہتیں

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی دو جہتیں ہیں، آپ کی ایک جہت ملکی تھی اور اس جہت سے آپ فیض قبول کرتے تھے اور آپ کی دوسری جہت بشری تھی اور اس جہت سے آپ مخلوق کو فیض دیتے تھے۔

(تفسیر روح المعانی)

امام اصفہانی بیان کرتے ہیں کہ جبریل امین علیہ السلام سے وحی وصول کرنے کے دو طریقے تھے، ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ بشریت سے ملکیت کی طرف منتقل ہوتے اور جبریل امین علیہ السلام سے وحی سنتے اور دوسرا یہ کہ جبریل امین علیہ السلام ملکیت سے بشریت کی طرف منتقل ہوتے اور آپ کو وحی پہنچاتے۔ (تفسیر روح المعانی)

[۸۱] قرآن مجید بالکل واضح عربی زبان میں نازل کیا گیا تاکہ اہل عرب یہ عذر نہ کرسکیں کہ وہ وحی کی زبان نہیں سمجھتے۔ اس سے عربی زبان کی فضیلت بھی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل فرمایا اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین وجوہ سے عربوں سے محبت کرو کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن کی زبان عربی ہے اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی۔ (مستدرک: جلد ۴: ص ۹۸، کنز العمال: حدیث نمبر ۳۳۹۲۲)

[۸۲] قرآن مجید کوئی غیر معروف کتاب نہیں ہے بلکہ قرآن مجید اور صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ کا ذکر خیر پہلی آسمانی کتابوں میں بھی موجود ہے حتیٰ کہ قرآن مجید کی بنیادی تعلیمات یعنی توحید و آخرت وغیرہ بھی پہلی کتابوں میں موجود ہیں۔

[۸۳] بنی اسرائیل کے علماء اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ وہی کتاب ہے اور وہی رسول ہیں جن کا ذکر پہلی آسمانی کتابوں میں موجود

Marfat.com

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ ﴿۱۹۸﴾

١٩٨۔ اور اگر ہم اس (قرآن) کو کسی غیر عربی شخص پر نازل فرماتے۔

فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۹﴾

١٩٩۔ اور وہ اس کو انہیں پڑھ کر سناتا تو بھی وہ اس پر ایمان نہ لاتے۔[٨٤]

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۰۰﴾

٢٠٠۔ اسی طرح ہم نے مجرموں کے دلوں میں اس (انکار) کو داخل کر دیا ہے۔[٨٥]

لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۲۰۱﴾

٢٠١۔ وہ اس (قرآن) پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب کو خود نہ دیکھ لیں۔

فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾

٢٠٢۔ پس عذاب ان پر اچانک آجائے گا اور انہیں (اس کا) شعور بھی نہ ہوگا۔

فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

٢٠٣۔ تب وہ کہیں گے: کیا ہمیں کچھ مہلت دی جائے گی؟[٨٦]

ہے اور اہل مکہ علمائے یہود سے ان حقائق کی تصدیق بھی کر چکے ہیں تو کیا اہل مکہ کے لئے علمائے یہود کی گواہی کافی نہیں ہے؟

[٨٤] میرے حبیب ﷺ! جب آپ کفار مکہ کو قرآن پڑھ کر سناتے ہیں تو وہ یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ آپ کا اپنا کلام ہے اور اگر ہم یہی کلام کسی غیر عربی شخص پر نازل فرماتے اور وہ ان کو فصیح عربی میں پڑھ کر سناتا تو پھر بھی یہ کفار کسی اور بہانہ سے انکار کر دیتے۔ دراصل قرآن مجید کی تعلیمات ان کے باپ دادا کے عقائد سے متصادم ہیں اس لئے قرآن کی تبلیغ کوئی بھی کرے یہ اس پر ایمان لانے والے نہیں۔

[٨٥] قرآن مجید کا انکار کفار کے دلوں میں اس قدر راسخ ہو گیا ہے کہ جب تک وہ دردناک عذاب کو خود نہ دیکھ لیں وہ ایمان نہیں لائیں گے لیکن عذاب کو دیکھ کر ایمان لانا قابل قبول نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو پھر ان کا ایمان لانا ان کے کچھ کام نہ آیا۔ (قرآن: ٤٠:٨٥)

[٨٦] اب تو کفار کہتے ہیں کہ ہمارے انکار کی وجہ سے جس عذاب کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے ہو تو پھر عذاب آ کیوں نہیں جاتا لیکن جب وہ عذاب انہیں اچانک آ پکڑے گا تو پھر گھبرا کر کہیں گے: ہمیں کچھ مہلت دے دو ہم سچی توبہ کر کے ایمان

Marfat.com

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٤﴾	۲۰۴۔ کیا وہ ہمارے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں؟
اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿٢٠٥﴾	۲۰۵۔ کیا تم نے کچھ غور کیا اگر ہم انہیں کئی سالوں تک مزید فائدہ پہنچاتے رہیں۔[۸۷]
ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٢٠٦﴾	۲۰٦۔ پھر ان کے پاس وہ عذاب آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔
مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿٢٠٧﴾	۲۰۷۔ تو وہ چیزیں انہیں کیا نفع دیں گی جن سے وہ فائدہ اٹھاتے رہے تھے؟
وَ مَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿٢٠٨﴾	۲۰۸۔ اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اس کے لئے ڈرانے والے (بھیجے گئے) تھے۔[۸۸]
ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٠٩﴾	۲۰۹۔ یاددہانی کے لئے اور ہم ظالم نہیں تھے۔
وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢١٠﴾	۲۱۰۔ اور اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نہیں اترتے۔[۸۹]

لے آئیں گے لیکن عذاب کو دیکھ کر ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

[۸۷] نافرمان اور مجرم لوگوں سے اگر عذاب کو مؤخر کر دیا جائے اور انہیں دنیا کے مال و متاع سے لطف اندوز ہونے کے لئے مزید کئی سالوں کی مہلت دے دی جائے، پھر بھی ان کی نافرمانیوں کے باعث جب ان پر عذاب آئے گا تو اس دنیا کا سازو سامان انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا، بلکہ دنیا میں جتنا لمبا عرصہ وہ نافرمانیاں کرتے رہیں گے اتنا ہی زیادہ انہیں عذاب دیا جائے گا۔

[۸۸] اللہ تعالیٰ کی سنت کریمہ یہ رہی ہے کہ اس نے ہر علاقہ کی طرف اپنے منتخب لوگوں کو بھیجا تاکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں اور انہیں یاددہانی کرائیں کہ اگر تم نافرمانی کرو گے تو تم پر عذاب آئے گا۔ اس وارننگ کے بعد بھی جو قومیں ہدایت کا راستہ اختیار نہیں کرتیں انہیں ان کے جرائم کے بدلہ میں ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

[۸۹] کفار مکہ کا خیال یہ تھا کہ جیسے کاہنوں پر شیاطین اترتے ہیں اور آسمانی خبریں لاتے ہیں اسی طرح نبی کریم ﷺ پر بھی معاذ اللہ شیاطین یہ کلام لاتے ہیں۔ ان تین آیات میں ان کا رد کیا گیا ہے کہ شیاطین اس لائق نہیں کہ وہ قرآن مجید جیسا کلام بنا سکیں کیونکہ شیاطین کا مقصد شر اور فساد پھیلانا ہے جب کہ قرآن مجید کا مشن خیر اور امن کی تبلیغ کرنا ہے۔

Marfat.com

وَمَا يَنۢبَغِي لَهُمۡ وَمَا يَسۡتَطِيعُونَ ﴿٢١١﴾

۲۱۱۔ نہ وہ اس (قرآن) کے لائق ہیں اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔

إِنَّهُمۡ عَنِ ٱلسَّمۡعِ لَمَعۡزُولُونَ ﴿٢١٢﴾

۲۱۲۔ بے شک شیاطین کو (قرآن کے) سننے سے محروم کر دیا گیا۔

فَلَا تَدۡعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ فَتَكُونَ مِنَ ٱلۡمُعَذَّبِينَ ﴿٢١٣﴾

۲۱۳۔ پس تو (اے مخاطب!) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکار، ورنہ تو عذاب یافتہ لوگوں میں سے ہو جائے گا۔[۹۰]

وَأَنذِرۡ عَشِيرَتَكَ ٱلۡأَقۡرَبِينَ ﴿٢١٤﴾

۲۱۴۔ اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔[۹۱]

نیز نزول قرآن کے کسی مرحلہ پر بھی شیاطین کی کوئی مداخلت نہیں ہے یعنی عالم بالا میں جہاں اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام پر قرآن کو نازل فرمایا وہاں تک شیاطین کی رسائی نہیں ہے۔ اگر یہ اوپر جانے کی کوشش کریں تو ستارے ان پر برق بن کر گرتے ہیں اور ان کو واپس جانے پر مجبور کر دیتے ہیں اور عالم زیریں میں جب جبریل امین علیہ السلام نے قرآن مجید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تو اس وقت بھی شیاطین کو اتنا دور کر دیا جاتا کہ وہ قرآن مجید نہ سن سکتے، لیکن جب قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل و محفوظ ہو جاتا تو اس کے بعد بے شک شیاطین سنتے رہیں کیونکہ اب وہ اس میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتے۔ ویسے بھی شیاطین میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ نزول قرآن کو برداشت کر سکیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو تو دیکھتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے جھک کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

(قرآن: ۵۹:۲۱)

[۹۰] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیشہ کے لئے شرک اور گناہوں سے معصوم ہیں اس لئے اس آیت میں خطاب بظاہر اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن درحقیقت اس سے مراد دوسرے لوگ ہیں تاکہ وہ شرک سے دور رہیں۔

[۹۱] ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں مگر آپ کی دعوت تین مرحلوں پر مشتمل ہے۔ پہلے آپ نے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دی، پھر اہل عرب اور پھر دیگر ممالک میں تبلیغ کا کام شروع کیا۔

اس ترتیب میں قریبی رشتہ دار پہلے اس لئے ہیں کہ خیر خواہی میں ان کا حق مقدم ہے۔ چنانچہ آپ نے صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر پہلے اپنے رشتہ داروں کو بلایا، جب وہ آپ کے گرد جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اگر میں تم کو بتاؤں کہ دشمن کا ایک بڑا لشکر اس پہاڑ کے پیچھے کھڑا ہے (اور تم پر حملہ کرنے والا ہے) تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا: ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا اس لئے ہم آپ کی تصدیق کریں گے۔ آپ نے فرمایا: تو میں تم کو متنبہ کر رہا ہوں (کہ شرک

Marfat.com

وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲۱۵﴾

۲۱۵۔ اور آپ اپنے بازو (رحمت) ان مومنوں کے لئے جھکائے رکھیں جنہوں نے آپ کی پیروی اختیار کر لی ہے۔[۹۲]

فَاِنۡ عَصَوۡكَ فَقُلۡ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۱۶﴾

۲۱۶۔ پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ فرما دیجیے: میں ان کاموں سے بیزار ہوں جو تم کرتے ہو۔[۹۳]

وَتَوَكَّلۡ عَلَى الۡعَزِيۡزِ الرَّحِيۡمِ ﴿۲۱۷﴾

۲۱۷۔ اور آپ سب پر غالب ہمیشہ رحم فرمانے والے (اللہ تعالیٰ) پر بھروسہ رکھیں۔

الَّذِىۡ يَرٰٮكَ حِيۡنَ تَقُوۡمُ ﴿۲۱۸﴾

۲۱۸۔ جو آپ کو دیکھتا رہتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں۔

وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيۡنَ ﴿۲۱۹﴾

۲۱۹۔ اور جب آپ سجدہ کرنے والوں کے درمیان گھومتے پھرتے ہیں۔[۹۴]

سے باز آ جاؤ ورنہ) تمہارے سامنے سخت عذاب ہے۔ اس پر ابولہب نے کہا: تمہارے لئے ہلاکت ہو، کیا تم نے ہم کو اس لئے جمع کیا تھا؟ پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: تبت یدا ابی لهب وتب (قرآن: ۱۱۱:۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔ (بخاری: ۴۹۷۱: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ اللھب) اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کرنی چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ (قرآن: ۶۶:۶)

[۹۲] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ اہل ایمان کے ساتھ رحمت و شفقت اور نرمی سے پیش آئیں حالانکہ آپ تو اعلان نبوت سے پہلے بھی انتہائی شفیق اور مہربان تھے۔ دراصل اس آیت کے ذریعہ حکمرانوں کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ رحمت و شفقت اور نرمی کا رویہ اختیار کریں تا کہ لوگ ان کی اطاعت کرنے میں خوشی محسوس کریں۔

[۹۳] آپ کی شفقت و رحمت کے باوجود بھی اگر وہ نافرمانی کریں تو پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور انہیں واضح کر دیں کہ میں تمہارے برے کاموں سے بیزار ہوں تا کہ انہیں اپنی برائیوں کا احساس ہو اور وہ ان سے باز آ جائیں۔

[۹۴] اللہ تعالیٰ آپ پر بڑا مہربان ہے، اس کی چشم رحمت ہر وقت آپ کی طرف متوجہ رہتی ہے خواہ آپ تنہا کھڑے ہوں یا نمازیوں کے درمیان گھوم رہے ہوں۔

Marfat.com

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾ ۲۲۰۔ بے شک وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے والدین کا ایمان

اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے سارے آباؤ اجداد ساجدین اور مومنین تھے اور جب آپ کا نور اپنے آباء واجداد کی پشتوں اور رحموں سے منتقل ہوتا چلا آرہا تھا تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ رحمت آپ کو دیکھ رہی تھی۔ اسی لئے علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اہل سنت کے کثیر تعداد میں جلیل القدر علماء نے اس آیت سے نبی کریم ﷺ کے والدین کے مومن ہونے پر استدلال کیا ہے۔ (تفسیر روح المعانی) علامہ آلوسی کے اس قول کی تائید میں دو احادیث ملاحظہ کریں:

☆ امام ابن مردویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے اس وقت آپ کہاں تھے؟ آپ مسکرائے حتیٰ کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہوگئیں، پھر آپ نے فرمایا: میں ان کی پشت میں تھا، ان کو زمین پر اتارا گیا اس وقت بھی میں ان کی پشت میں تھا۔ میں اپنے باپ حضرت نوح علیہ السلام کی پشت میں کشتی میں سوار ہوا اور اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں مجھے آگ میں ڈالا گیا اور اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل کرتا رہا جب کہ وہ صاف اور مہذب تھے اور جب بھی دو شاخیں باہم ملیں تو میں ان میں سے بہتر شاخ میں تھا۔ (تفسیر درمنثور)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جب بھی لوگوں کے دو گروہ ہوئے مجھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے سب سے بہتر گروہ میں رکھا، پس میرا اپنے ماں باپ سے ظہور ہوا تو مجھے زمانہ جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کسی چیز نے نہیں چھوا تھا اور میں نکاح کے ذریعہ پیدا ہوا اور میں بدکاری کے ذریعہ پیدا نہیں ہوا حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میں اپنے ماں باپ تک پہنچا، پس میں بھی تم سے خیر اور بہتر ہوں اور میرے باپ بھی تم سب سے خیر اور افضل ہیں۔ (دلائل النبوہ: امام بیہقی: جلداول: ص ۱۷۴)

نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچانا

فتح مکہ کے بعد جب حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل مدینہ آئے تو جب بھی حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ مجالس انصار کے پاس سے گزرتے تو انصار کہتے: یہ ابوجہل کا بیٹا ہے اور ابوجہل کو برا کہتے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو ایذاء نہ پہنچاؤ۔

(کنز العمال: ۳۷۴۱۷: جلد ۱۳: ص ۵۴۰)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے والد کو برا اور کافر کہنے سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو نبی کریم ﷺ کے والدین کو کافر کہنے سے نبی کریم ﷺ کو کتنی تکلیف ہوگی اور جو نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچائیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ کریں: بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں

Marfat.com

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾

۲۲۱۔ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں؟ [۹۵]

تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾

۲۲۲۔ وہ ہر جھوٹے گناہ گار پر اترتے ہیں۔

يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾

۲۲۳۔ وہ سنی سنائی باتیں پہنچاتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾

۲۲۴۔ اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں۔ [۹۶]

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾

۲۲۵۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ (شعراء) ہر وادی میں سرگرداں پھرتے رہتے ہیں۔

وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾

۲۲۶۔ اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں ہیں۔

لعنت کرتا ہے اور اس نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (قرآن: ۳۳:۵۷)

[۹۵] کفار کا ایک خیال یہ تھا کہ شیاطین آپ پر قرآن لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آیات نمبر ۲۱۰ تا ۲۱۲ میں بتایا کہ نزول قرآن کے کسی مرحلہ پر بھی شیاطین آپ کے قریب نہیں آسکتے اور یہاں ان تین آیات میں بتایا کہ شیاطین ان لوگوں پر نازل ہوتے ہیں جو جھوٹے اور بدکار ہوں اور یہی جھوٹے لوگ ہی شیاطین کی باتیں غور سے سنتے ہیں، پھر اس میں اپنی طرف سے مزید جھوٹ کا اضافہ کر کے فتنہ و فساد کا بازار گرم کر دیتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیاطین جھوٹے لوگوں پر نازل ہوتے ہیں جب کہ انبیائے کرام علیہم السلام تو صدیق ہوتے ہیں اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ تو ایسے صادق اور امین ہیں کہ دشمن بھی ان کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں، لہٰذا انبیائے کرام علیہم السلام پر شیاطین نہیں بلکہ فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

[۹۶] کفار کا ایک الزام یہ بھی تھا کہ آپ شاعر ہیں اور قرآن میں صرف شاعرانہ تخیلات ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شاعر لوگ تو اکثر جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں، وہ شہرت اور دولت کمانے کے لئے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرتے ہیں اور اکثر افراط و تفریط کی وادیوں میں سرگرداں رہتے ہیں اور شاعر لوگوں کی پیروی بھی اکثر وہی لوگ کرتے ہیں جو گمراہ ہوتے ہیں جب کہ نبی کریم ﷺ جو بات کہتے ہیں پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھاتے ہیں اور آپ کے پیروکار بھی حق و صداقت کے راستے پر گامزن ہیں اور گمراہی کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔

Marfat.com

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ	۲۲۷۔ سوائے ان (شعراء) کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا اور انہوں نے اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد (اشعار کے ذریعہ اپنا) بدلہ لیا، [۹۷] اور جن لوگوں نے ظلم کیا

[۹۷] علامہ سید محمود آلوسی نقل کرتے ہیں کہ جب گزشتہ تین آیات نازل ہوئیں تو حضرات عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ روتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے شاعروں کے متعلق یہ آیات نازل کی ہیں اور ہم بھی شاعر ہیں، لہٰذا ہم تو ہلاک ہو گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور رسول اللہ نے ان کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ (تفسیر روح المعانی) اس کا مطلب یہ ہے کہ گزشتہ آیات میں جن شاعروں کی مذمت کی گئی ہے وہ وہ شاعر ہیں جو حق و باطل میں تمیز نہیں کرتے اور دنیاوی مفادات کے لئے افراط و تفریط کی وادیوں میں سرگرداں رہتے ہیں، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسے شاعروں کے اشعار کو یاد کرنے اور سننے سے منع فرمایا ہے۔ نیز تم نے قرآن اور صاحب قرآن پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا ہے اس لئے تمہاری شاعری قابل تعریف ہے اور کوئی شعر بذات خود برا نہیں ہوتا جب تک اس میں برے خیالات نہ ہوں۔

اشعار کے متعلق چند احادیث ملاحظہ کریں

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر کا ذکر کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شعر کلام ہے، اس کا اچھا کلام اچھا ہے اور برا کلام برا ہے۔

(سنن دار قطنی: جلد ۴: ص ۱۵۵: کتاب المکاتب: باب خبر الواحد یوجب العمل)

☆ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بعض اشعار حکمت آمیز ہوتے ہیں۔

(بخاری: حدیث نمبر ۶۱۴۵)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تک تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے رہتے ہو جبریل تمہاری تائید کرتے رہتے ہیں، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حسان رضی اللہ عنہ نے ان کی ہجو کی تو خود بھی شفا پائی اور مسلمانوں کو بھی شفا دی۔

(مسلم: ۶۳۹۵: کتاب فضائل صحابہ: باب ۳۴)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھتے تھے، وہ اس منبر پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر فخر کرتے اور ان کی مدافعت کرتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: حسان رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر فخر کرتے ہیں اور ان کی مدافعت کرتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ روح القدس (جبریل امین علیہ السلام) سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی تائید فرماتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۶: ۲۸۴۶: ابواب الادب: باب ۷۰)

Marfat.com

مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴿٢٢٧﴾ ع
وہ عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس جگہ لوٹ کر جاتے ہیں۔[۹۸]

☆ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے شعر کے متعلق وہ آیتیں نازل کی ہیں جو نازل کی ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مومن اپنی تلوار اور زبان کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! ان کے خلاف شعر پڑھ کر تم ان کو تیروں کی طرح زخمی کرتے ہو۔
(مسند احمد: جلد ۶: ص ۳۸۷، صحیح ابن حبان: ۵۷۹۵: کتاب فضائل صحابہ: ص ۳۸۲)

[۹۸] آخر میں کفار کو تنبیہ فرمائی کہ عنقریب جب قیامت قائم ہوگی تو جہنم کی آگ دیکھ کر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم بڑے ظالم تھے اور جھوٹے الزام لگایا کرتے تھے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ
یو این پلازہ ہوٹل نیویارک، امریکہ، اکتیسویں منزل کمرہ نمبر ۳۱۰۸
بروز جمعہ ۱۵ مئی ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

☆ نیویارک امریکہ میں اقوام متحدہ کی طویل بلڈنگ کے بالمقابل یو۔ این۔ پلازہ ہوٹل میں ۱۵ تا ۱۷ مئی ۲۰۰۹ء کو انٹرنیشنل بین المذاہب کانفرنس منعقد ہوئی جس میں خطاب کے لئے برطانیہ سے مجھے مدعو کیا گیا۔ چنانچہ میں اپنے بیٹے جنید پیرزادہ اور شاگرد علامہ حافظ گل محمد کے ساتھ ۱۳ مئی کو نیویارک پہنچا جہاں محترم سید میر حسین شاہ، علامہ رضاء الدین صدیقی اور دیگر برادران طریقت نے ایئرپورٹ پر استقبال کیا اور پہلی رات ہم نے بروک لین نیویارک میں چوہدری نادر خان کے فلیٹ میں گزاری۔ وہاں ۱۴ مئی کو نماز فجر کے بعد اس سورت کی پانچ آیات (۱۴ تا ۱۸) کی تفسیر لکھنے کا موقع ملا۔ ۱۴ مئی کی شام کو ہم یو۔ این پلازہ ہوٹل میں منتقل ہو گئے جہاں کانفرنس منعقد ہونا تھی۔ مجھے اکتیسویں منزل پر کمرہ نمبر ۳۱۰۸ میں ٹھہرایا گیا اور جنید پیرزادہ اور علامہ حافظ گل محمد کو تیسویں منزل پر کمرہ نمبر ۳۰۲۸ میں ٹھہرایا گیا۔

۱۵ مئی کو نماز فجر کے بعد اس سورت کی بقیہ آیات کی تفسیر لکھی۔ صبح ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک کانفرنس میں شرکت کی اور پھر نماز جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد بیت الکرم بروک لین میں گئے اور عصر کے وقت ہوٹل میں واپس آگئے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورة النمل (۲۷)

یہ سورت مکی ہے، اس میں چیونٹیوں کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کی وجہ سے اس کو سورہ ''نمل'' کہا جاتا ہے۔

مضامین

☆ اس سورت کے آغاز میں قرآن مجید کا تعارف کرایا گیا ہے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ حکیم اور علیم اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ یہ ہدایت کی کتاب ہے، اس میں مومنین کے لئے خوش خبری ہے لیکن جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ صرف دنیاوی خواہشات کے پیچھے سرگرداں رہتے ہیں اور قرآن کی تعلیمات سے استفادہ نہیں کرتے اس لئے وہ آخرت میں نقصان اٹھائیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات دے کر فرعون کی طرف بھیجا جن کو دیکھ کر فرعون اور اس کی قوم کے لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سچے نبی ہیں لیکن انہوں نے تعصب اور تکبر کی وجہ سے ان معجزات کو جادو کہہ کر انکار کر دیا اور اس تکبر اور سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اپنی قوم سمیت پانی میں غرق کر دیا۔

☆ فرعون صرف مصر کی حکومت ملنے پر اتنا متکبر ہو گیا تھا کہ اپنے آپ کو خدا کہلانے لگا۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو مصر سے بڑی حکومت عطا کی بلکہ انسانوں کے علاوہ ہواؤں، جنوں اور پرندوں کو بھی ان کے لئے مسخر کر دیا اور آپ کے ایک امتی کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت عطا فرمائی کہ وہ تخت بلقیس کو آنکھ جھپکنے سے پہلے لے آیا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس عظیم حکومت پر تکبر نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے میں سرگرم رہے۔

☆ قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکشی کے باعث ہلاک کر دیا اور قوم لوط کی بدکرداری کی وجہ سے ان پر پتھروں کی بارش برسائی جس سے وہ تباہ و برباد ہو گئے۔

☆ آیات نمبر ۶۰ تا ۶۴ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کی چند عام فہم مثالیں بیان فرمائی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین، آسمان، پہاڑ اور سمندر پیدا فرمائے اور ان میں تمہارے لئے رزق کے ذرائع بنائے، لہٰذا وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔

☆ اس سورت کے آخر میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر کر کے لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ ایمان لا کر نیک اعمال کریں گے انہیں آخرت میں فائدہ ہو گا اور جو لوگ آخرت کا انکار کر کے سرکشی کریں گے انہیں آخرت میں نقصان ہو گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ

یو۔این۔ پلازہ ہوٹل نیویارک امریکہ، اکتیسویں منزل کمرہ نمبر ۳۱۰۸

بروز ہفتہ ۱۶ مئی ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

Marfat.com

ایاتہا ۹۳ ۲۷ سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ ۴۸ رکوعاتہا ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۝١

۱۔ طا سین، [۱] یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢

۲۔ (یہ قرآن) ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوش خبری ہے۔ [۲]

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝٣

۳۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝٤

۴۔ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال کو ان کے لئے خوش نما بنا دیا ہے، پس وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ [۳]

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝٥

۵۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے اور وہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝٦

۶۔ اور بے شک آپ کو حکیم اور علیم (رب) کی طرف سے یہ قرآن سکھایا جا رہا ہے۔ [۴]

---

[۱] حروف مقطعات کے لئے سورہ بقرہ کی پہلی آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۲] قرآن مجید اگرچہ تمام نسل انسانی کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے مگر حقیقت میں اس سے ہدایت وہی مومن حاصل کرتے ہیں جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ان ہی خوش نصیب لوگوں کو یہ قرآن آخرت میں اچھی جزا کی خوش خبری دیتا ہے۔

[۳] جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے انہیں برے اعمال بھی خوش نما دکھائی دیتے ہیں اور وہ انجام سے بے نیاز ہو کر برائیوں میں سرگرم رہتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے بدترین عذاب ہے اور وہ آخرت میں سب سے زیادہ خسارے میں ہوں گے۔

[۴] یعنی آپ کو یہ قرآن کوئی جن یا انسان نہیں سکھاتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سکھاتا ہے جو سب سے بڑا دانا اور سب سے زیادہ علم

Marfat.com

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ⑦

۷۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ سے کہا: بے شک میں نے ایک آگ دیکھی ہے، عنقریب میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر لاتا ہوں یا کوئی جلتا ہوا انگارہ لے آتا ہوں تاکہ تم گرم ہو سکو۔ [۵]

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ⑧

۸۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے پاس پہنچے تو آواز دی گئی کہ بابرکت ہے جو اس آگ میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے، اور پاک ہے اللہ تعالیٰ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ [٦]

یٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ⑨

۹۔ اے موسیٰ علیہ السلام! بے شک میں ہی اللہ ہوں، بہت غالب حکمت والا۔ [۷]

وَ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۫ۖ ⑩

۱۰۔ اور اپنا عصا ڈال دو، پھر جب اسے دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح لہرا رہا ہے تو آپ علیہ السلام پیٹھ پھیر کر واپس بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اے موسیٰ علیہ السلام! ڈرو نہیں، بے شک رسول میرے حضور ڈرا نہیں کرتے۔ [۸]

والا ہے۔

[۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے ساتھ مدین سے مصر روانہ ہوئے، جب کوہ طور کے قریب پہنچے تو ایک ٹھنڈی اور اندھیری رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دور سے ایک آگ دیکھی اور اپنی بیوی سے کہا: تم یہاں ٹھہرو، میں وہاں جاتا ہوں، آگ جل رہی ہے، ضرور کوئی آبادی ہوگی، کسی سے مصر کا صحیح راستہ دریافت کروں گا تاکہ ہم اندھیری رات میں ادھر ادھر بھٹکتے نہ پھریں یا آگ کا شعلہ ہی لے آؤں گا تاکہ آگ جلا کر سردی سے بچ سکیں۔

[٦] حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو عجیب منظر دیکھا، بظاہر جو آگ نظر آتی تھی وہ تو دل کو موہ لینے والا نور کا سماں تھا۔ اس سے اچانک آواز آئی: بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس کی تجلی اس آگ نما روشنی میں جلوہ گر ہے اور اس کا سارا ماحول مبارک ہے۔

[۷] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! یہ آگ نما روشنی جو تمہیں نظر آ رہی ہے یہ میری تجلی ہے اور میں آپ سے مخاطب ہوں۔

[۸] اللہ تعالیٰ جب کسی انسان کو نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے تو اس کے اندر ایک ایسا ملکہ پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے نبی کو کلام

Marfat.com

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱﴾	۱۱۔ مگر جس نے ظلم کیا، پھر اس نے برائی کے بعد کوئی نیکی کر لی تو بے شک میں بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہوں۔[۹]
وَ اَدْخِلْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۱۲﴾	۱۲۔ اور تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو تو وہ بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا نکلے گا، (یہ دو معجزے) ان نو معجزات میں سے ہیں، (آپ ان کو لے کر) فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ، بے شک وہ نافرمان لوگ ہیں۔[۱۰]
فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۳﴾	۱۳۔ پس جب ان کے پاس ہماری بصیرت افروز نشانیاں آ گئیں تو انہوں نے کہا: یہ تو کھلا جادو ہے۔
وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴﴾ ع	۱۴۔ اور انہوں نے ظلم کیا اور تکبر کی وجہ سے ان نشانیوں کا انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل ان (نشانیوں کی صداقت) کا یقین کر چکے تھے، پس دیکھئے! ان فساد برپا کرنے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا۔[۱۱]

الٰہی اور ملک الوحی کے پہچاننے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ اس رات اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرما کر ان کو منصب نبوت پر فائز فرما دیا۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین تھا کہ یہ آواز اللہ تعالیٰ کی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس یقین کو مزید راسخ کرنے کے لئے چند معجزات عطا فرمائے اور عصا پھینکنے کا حکم دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا کو اچانک خوفناک سانپ بنتے دیکھا تو ڈر گئے اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام ڈرو نہیں کیونکہ جب رسول ہمارے حضور ہوں تو وہ ڈرا نہیں کرتے۔

[۹] البتہ ظالموں کو اللہ تعالیٰ سے ضرور ڈرنا چاہیے لیکن ظالم لوگ بھی سچے دل سے توبہ کر لیں اور نیکی کر کے برائی کے اثرات کو زائل کر دیں تو اللہ تعالیٰ انہیں بھی معاف کر دیتا ہے۔

[۱۰] اللہ تعالیٰ نے دوسرا معجزہ ید بیضا کا عطا فرمایا یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالتے تو وہ چمکنے لگتا۔ ان دو معجزات کے علاوہ سات اور معجزات دے کر فرعونیوں کی طرف بھیجا کیونکہ وہ نافرمان ہو گئے تھے۔ ان نو معجزات کی تفصیل کے لئے سورہ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت نمبر ۱۰۱ کا حاشیہ نمبر ۹۹ ملاحظہ کریں۔

[۱۱] ان معجزات کو دیکھ کر فرعونیوں کے دلوں کو یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سچے نبی ہیں مگر تعصب اور تکبر کی وجہ سے انہوں نے

Marfat.com

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور بے شک ہم نے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو علم عطا فرمایا، [۱۲] اور ان دونوں نے کہا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ [۱۳]

وَ وَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَ اُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے جانشین ہوئے اور انہوں نے کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں، بے شک یہ واضح فضل ہے۔ [۱۴]

وَ حُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ الطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے اور ان کو الگ الگ دستوں میں تقسیم کیا جاتا۔ [۱۵]

ان کو جادو کہہ کر انکار کر دیا جس کے نتیجہ میں ان کو سمندر میں غرق کر دیا گیا۔

[۱۲] اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بادشاہی، علم اور لوہا موم کرنے کا معجزہ عطا فرمایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم، بادشاہی اور جانوروں کی بولیاں عطا فرمائیں، مگر اللہ تعالیٰ نے یہاں صرف علم کا ذکر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا علم بہت ہی اہم نعمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ذکر فرمایا۔

[۱۳] اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی بندے کو اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت ملے اور خاص طور پر جب کسی کو بہت سے لوگوں پر کوئی نمایاں نعمت ملے تو اس کا شکر بھی اسے نمایاں طریقہ سے ادا کرنا چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے منتخب اور خصوصی بندوں یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام بہت سے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں مگر ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔

[۱۴] حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے جانشین بنے تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائیں اور ہمیں ہر قسم کی نعمتیں عطا فرمائیں۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد بہت تھی جن میں حضرت سلیمان علیہ السلام سب سے چھوٹے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جس وراثت کے جانشین بنے وہ نبوت اور بادشاہت کی وراثت تھی۔ اگر وہ دنیاوی مال ومتاع کی وراثت ہوتی تو دوسری اولاد کو بھی اس سے حصہ ملتا مگر انبیائے کرام علیہم السلام دنیاوی ساز وسامان نہیں بلکہ علم کی وراثت چھوڑتے ہیں۔ اس کی مزید تشریح کے لئے سورہ مریم (۱۹) کی آیت نمبر ۵ کا حاشیہ ۵ ملاحظہ کریں۔

[۱۵] اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے انسانوں کے علاوہ جنوں اور پرندوں کو بھی مسخر کر دیا اور وہ الگ الگ دستوں کی

Marfat.com

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ، کہیں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تمہیں کچل نہ ڈالے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ [۱۶]

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ

۱۹۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس چیونٹی کی بات سے ہنستے ہوئے مسکرائے [۱۷] اور عرض کیا: اے میرے رب! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں

صورت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ چلا کرتے تھے۔

[۱۶] ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ کسی سرزمین سے گزر رہے تھے، راستہ میں جب وہ ایک چیونٹیوں کی وادی کے قریب پہنچے اور آپ کا لشکر ابھی دو میل دور تھا کہ ایک چیونٹی نے اس علاقہ کی ساری چیونٹیوں میں اعلان کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر ابھی یہاں سے گزرنے والا ہے، لہٰذا تم جلدی سے اپنے بلوں میں گھس جاؤ، اگرچہ وہ دانستہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بے خبری میں تمہیں کچل ڈالیں۔

[۱۷] اگر ہم چند چیونٹیوں کو اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیں اور پھر اپنی ہتھیلی کو کان کے قریب لے جائیں تو بھی ہمیں ان چیونٹیوں کی آواز سنائی نہیں دیتی اور اگر کوئی معمولی سی آواز سنائی دے تو بھی ان کی زبان سمجھ نہیں آتی مگر کیا شان ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کہ دو میل کے فاصلہ سے نہ صرف اس چیونٹی کی آواز سنی بلکہ اس کا اعلان اور مقصد سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت پر خوش ہو کر مسکرائے کہ اس نے چیونٹی جیسی چھوٹی سی مخلوق کو بھی کتنا شعور دے رکھا ہے کہ وہ آنے والے خطرات کو سمجھتی ہے اور اس کے دفاع کے لئے پیشگی منصوبہ بندی کرتی ہے۔ کاش! آج مسلمان بھی آنے والے خطرات کا ادراک کریں اور ان کے دفاع کے لئے پیشگی منصوبہ بندی کریں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت پندرہ کام کرے گی تو اس پر عذاب کا آنا جائز ہو جائے گا۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ جب مال غنیمت کو ذاتی ملکیت بنا لیا جائے گا۔

۲۔ امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے گا۔

۳۔ زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا۔

۴۔ مرد اپنی بیوی کی پیروی کرے گا۔

Marfat.com

أَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰىهُ وَ اَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِكَ فِیۡ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿١٩﴾

جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی [١٨] اور یہ (بھی توفیق دے) کہ میں نیک عمل کروں جو تجھے پسند ہے اور مجھے اپنی رحمت کے ساتھ اپنے نیک بندوں میں شامل فرمالے۔[١٩]

وَ تَفَقَّدَ الطَّیۡرَ فَقَالَ مَالِیَ لَاۤ اَرَی

٢٠۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے (ایک روز) پرندوں کا جائزہ لیا [٢٠] تو فرمایا: کیا وجہ ہے کہ مجھے (آج)

٥۔ اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا۔
٦۔ اپنے دوست کے ساتھ نیکی کرے گا۔
٧۔ اپنے باپ کے ساتھ بے وفائی کرے گا۔
٨۔ مساجد میں آوازیں بلند ہوں گی۔
٩۔ قوم کا سرداران کا سب سے کمینہ شخص ہوگا۔
١٠۔ آدمی کی عزت وتکریم اس کے شر کے ڈر کی وجہ سے کی جائے گی۔
١١۔ شرابیں پی جائیں گی۔
١٢۔ ریشم پہنا جائے گا۔
١٣۔ گانے والیوں کو رکھا جائے گا۔
١٤۔ آلات موسیقی کا رواج ہوگا۔
١٥۔ اور اس وقت کے پچھلے لوگ اپنے اگلوں کو برا کہیں گے۔

ان حالات میں تم سرخ آندھیوں کا انتظار کرو، خسف (زمین میں دھنسائے جانے اور زلزلہ) کا اور مسخ (شکل تبدیل ہونے) کا انتظار کرو۔ (ترمذی: ٢٢١٠، ٢٢١١: ابواب الفتن: باب ٣٨)

[١٨] آیت نمبر ١٥ میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر دیا ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے اس لئے بندہ کو بھی شکر کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے اور بار بار شکر ادا کرنے کی توفیق مانگنی چاہیے۔

[١٩] دعا کے آخری حصہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام نیک اعمال کی توفیق مانگ رہے ہیں اور ساتھ نیک لوگوں کی صحبت بھی مانگ رہے ہیں کیونکہ نیک لوگوں کی صحبت میں ہی نیک اعمال کی ترغیب پیدا ہوتی ہے۔

[٢٠] اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے پرندوں، جنوں اور انسانوں کے علاوہ ہوا کو بھی مسخر کر دیا تھا، آپ جب ہوا کے ذریعہ سفر کرنا چاہتے تو ہوا آپ کے تخت کو اٹھا لیتی اور ہر قسم کے پرندے اوپر اس طرح اڑتے کہ دھوپ کے لئے سائبان کا

Marfat.com

الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ۝٢٠

ہدہد نظر نہیں آرہا؟ یا وہ واقعی غیر حاضر ہے؟[۲۱]

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝٢١

۲۱۔ میں اسے ضرور سخت سزا دوں گا یا اس کو ضرور ذبح کر دوں گا یا اسے میرے سامنے کوئی واضح دلیل لانا پڑے گی۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۢ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ۝٢٢

۲۲۔ پس کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی (کہ وہ آگیا) اور کہنے لگا: مجھے ایسی بات معلوم ہوئی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں اور میں آپ کے پاس سبا سے ایک سچی خبر لایا ہوں۔[۲۲]

اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ۝٢٣

۲۳۔ میں نے ایک عورت کو پایا جو ان (سبا کے باشندوں) پر حکومت کرتی ہے اور اسے ہر قسم کی چیزیں دی گئی ہیں اور اس کے پاس بہت بڑا تخت ہے۔[۲۳]

کام دیتے، یہ آپ کا معجزہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اتنی عقل دی ہے کہ آج انسان نے ایسے ہوائی جہاز تیار کر لئے ہیں جو ہوا میں اڑتے ہیں اور ان میں بیٹھ کر سینکڑوں انسان بڑے سکون سے سفر کر سکتے ہیں۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ میں اس آیت کی تفسیر بھی فضا میں محو پرواز ہوائی جہاز میں لکھ رہا ہوں۔ ہوائی جہاز کی ایجاد سے پہلے تو شاید بعض لوگوں کو ایسے معجزات کے سمجھنے میں دقت پیش آتی ہوگی مگر آج تو اس کو سمجھنا بہت آسان ہے کہ جب انسان کا دماغ ایک لوہے کے تخت کو سینکڑوں انسانوں سمیت ہوا میں اڑا سکتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے، اس کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا میں اڑانا کون سا مشکل ہے۔

نوٹ: اس سورت کی پانچ آیات (۱۵ تا ۱۹) کی تفسیر دمشق (شام) میں لکھی گئی اور بیسویں آیت کی تفسیر تین جون ۲۰۰۹ء کو دمشق سے لندن واپسی پر ہوائی جہاز میں لکھی گئی ہے، تفصیل کے لئے اس سورت کا اختتام ملاحظہ کریں۔

[۲۱] ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کا جائزہ لیا اور ہدہد نظر نہ آیا تو فرمایا: کیا آج مجھے ہدہد نظر نہیں آرہا یا وہ غیر حاضر ہے؟ اگر تو واقعی غیر حاضر ہے تو اسے اپنی غیر حاضری کی دلیل لانا پڑے گی ورنہ اسے سخت سزا دی جائے گی کیونکہ وہ اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر ہے۔

[۲۲] تھوڑی دیر کے بعد ہدہد آگیا اور دیر سے آنے کی وجہ یہ بتائی کہ وہ سبا چلا گیا تھا اور وہاں سے آپ کے لئے ایک نئی اور سچی خبر لایا ہے۔ سبا عرب کے جنوبی مغربی علاقہ یعنی ملک یمن کے شہر مآرب کا نام تھا۔ (تفسیر قرطبی)

[۲۳] وہ سچی خبر یہ ہے کہ سبا پر ایک عورت (بلقیس) حکمران ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے گوناگوں نعمتوں سے نوازا ہے اور اس کے

Marfat.com

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ میں نے اس کو اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو خوش نما بنا دیا ہے اور انہیں (سیدھے) راستے سے روک دیا ہے، پس وہ ہدایت قبول نہیں کرتے۔[۲۴]

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے [۲۵] جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو باہر نکالتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔[۲۶]

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔[۲۷]

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے یا جھوٹ بولنے والوں سے ہے۔

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ

۲۸۔ میرا یہ خط لے جا اور اس کو ان کے پاس ڈال دے، پھر ان

پاس ایک بہت بڑا تخت بھی ہے۔

[۲۴] نیز بلقیس اور اس کی قوم کے لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ شیطان نے ان کے لئے اس کفر وشرک کو اتنا خوش نما بنا دیا ہے کہ وہ سیدھے راستہ کو فراموش کر چکے ہیں اور وہ ہدایت قبول کرنے والے نہیں ہیں۔

[۲۵] ہدہد نے اس خیال کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے انعامات سے نوازا ہے لیکن یہ کتنے ناشکرے ہیں کہ پھر بھی سورج کی عبادت کرتے ہیں اور اپنے خالق حقیقی کی عبادت نہیں کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

[۲۶] اللہ تعالیٰ ہر چیز کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے اور زمین کی مخفی چیزیں یعنی معدنیات اور نباتات وغیرہ کو ظاہر فرماتا ہے۔

[۲۷] علامہ رازی لکھتے ہیں کہ آیت نمبر ۲۳ میں ملکہ بلقیس کے تخت کو عظیم کہا گیا ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ کے تخت کو عرش عظیم کہا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملکہ بلقیس کا عرش دنیاوی بادشاہوں کے تختوں کے اعتبار سے عظیم تھا اور اللہ تعالیٰ کا عرش تمام کائنات کے تختوں کے اعتبار سے عظیم ہے۔ (تفسیر کبیر)

Marfat.com

عَنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ مَاذَا یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۸﴾	سے ہٹ کر کھڑا ہو جا اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔[۲۸]
قَالَتۡ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَؤُا اِنِّیۡۤ اُلۡقِیَ اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیۡمٌ ﴿۲۹﴾	۲۹۔ ملکہ نے کہا: اے سردارو! میری طرف ایک معزز خط پہنچایا گیا ہے۔
اِنَّهٗ مِنۡ سُلَیۡمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۳۰﴾	۳۰۔ بے شک وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور وہ اللہ کے نام سے (شروع کیا گیا) ہے جو سب سے بڑا مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۲۹]

[۲۸] حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو فرمایا: ہم آپ کی بات کی تصدیق کے لئے تحقیق کا عمل شروع کرتے ہیں۔ تم میرا یہ خط لے جاؤ اور ان کے سامنے ڈال دو اور پھر علیحدہ بیٹھ کر دیکھو کہ وہ میرے خط کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی برکت سے ہدہد کے اندر اتنا شعور پیدا ہو گیا تھا کہ وہ انسانوں کی بولی سمجھ سکتا تھا۔

[۲۹] ملکہ بلقیس نے اپنے سرداروں کو بتایا کہ میرے پاس سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ایک بڑا اہم خط آیا ہے جس کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرنا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو کہا: اس کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ (بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا) اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے۔ (قرآن: ۱۱: ۴۱)

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو لکھا: (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) اللہ تعالیٰ کے نام سے جو سب سے بڑا مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ (قرآن: ۲۷: ۳۰)

☆ علامہ نور الدین حلبی لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے دسویں سال زید بن حارثہ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔

اہل طائف نے پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے نکل کر ایک باغ کے قریب انگور کی بیل کے سائے میں بیٹھ گئے۔ باغ کے ملازم عداس نے زخمی مسافروں پر ترس کھاتے ہوئے انگوروں کا ایک گچھا پیش کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور انگور کھانے لگے۔ عداس نے کہا: یہاں تو کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا رواج نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم کس ملک کے رہنے والے ہو اور تمہارا دین کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نصرانی ہوں اور نینویٰ کا باشندہ ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نینویٰ جو مرد صالح حضرت یونس بن متی علیہ السلام کا شہر ہے۔ عداس نے پوچھا: آپ یونس بن متی علیہ السلام کو کیسے جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ میرے بھائی ہیں، وہ نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ یہ سن کر عداس اٹھ کھڑا ہوا، جھک کر پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو بوسہ دیا، پھر ہاتھوں کو چوما، پھر زخمی قدموں کو بوسے دینے لگا۔ (السیرۃ الحلبیہ: جلد ۱: ص ۵۰۰)

Marfat.com

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ ع	۳۱۔ (اس کا مضمون یہ ہے) کہ تم میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور فرمان بردار بن کر میرے پاس آجاؤ۔ [۳۰]
قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾	۳۲۔ ملکہ نے کہا: اے سردارو! تم میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو، میں کسی کام کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود نہ ہو۔ [۳۱]
قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ۙ۬ وَّ الْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ ﴿۳۳﴾	۳۳۔ انہوں نے کہا: ہم طاقتور اور سخت جنگ جو ہیں مگر فیصلہ کرنا آپ کے اختیار میں ہے، پس آپ خود غور کرلیں کہ آپ کیا حکم دیتی ہیں۔ [۳۲]
قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾	۳۴۔ ملکہ نے کہا: بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کردیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کردیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ [۳۳]

☆ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان اپنے ہر جائز کام کی ابتداء بسم اللہ سے کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے وہ کام آسان ہوجائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر وہ کام جس کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ برکت سے محروم رہتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الفاتحہ)

[۳۰] اس خط میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس اور اس کی قوم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور انہیں سرکشی سے منع فرمایا۔

[۳۱] ملکہ بلقیس نے اپنے سرداروں سے کہا: اس معاملہ میں اب تم مشورہ دو کیونکہ میں تمہارے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتی۔

[۳۲] سرداروں نے کہا: ہمارے پاس لڑنے والے طاقتور نوجوانوں کی کمی نہیں۔ اگر انہوں نے حملہ کیا تو ہم ڈٹ کر مقابلہ کریں گے لیکن پھر بھی آخری فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، آپ جو فیصلہ کریں ہم اس کی پیروی کریں گے۔

[۳۳] ملکہ بلقیس نے کہا: جب بادشاہ کسی ملک کو طاقت کے ذریعہ فتح کرتے ہیں تو اسے برباد کردیتے ہیں اور وہاں کے ارباب اقتدار کو قتل کردیتے ہیں یا ذلیل ورسوا کرکے قیدی بنالیتے ہیں اور ہوسکتا ہے یہ بھی ایسا ہی کریں، لہٰذا پہلے میں ان کی طرف قیمتی ساز وسامان کا ایک تحفہ بھیجتی ہوں اور پھر قاصد کے جواب سے اندازہ کروں گی کہ آیا وہ کوئی دنیادار بادشاہ ہے یا سچا

Marfat.com

وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔اور بے شک میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔

فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَیْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ پھر جب وہ قاصد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو، اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دیا ہے، وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے، بلکہ تم ہی اپنے تحفہ سے خوش رہو۔[۳۴]

اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ تو ان کے پاس واپس چلا جا، ہم ضرور ان پر ایسے لشکروں کے ساتھ حملہ کریں گے جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں اور ہم ضرور ان کو وہاں سے ذلیل کر کے نکالیں گے اور وہ رسوا ہو جائیں گے۔

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اے دربار والو! تم میں سے کون ملکہ کا تخت میرے پاس لاسکتا ہے اس سے پہلے کہ وہ لوگ فرماں بردار ہو کر میرے پاس آجائیں۔[۳۵]

نبی ہے اور اگر وہ سچا نبی ہے تو اس کی اطاعت کریں گے۔

[۳۴] جب قاصد نے بلقیس کا تحفہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو پیش کیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: تم مجھے مال و متاع کا لالچ دینا چاہتے ہو مگر تمہیں علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تم سے بہتر مال عطا فرمایا ہے۔ تم یہ اپنا مال واپس لے جاؤ، یہ تمہیں ہی مبارک ہو، اور انہیں واپس جا کر بتادو کہ تم میری اطاعت اختیار کرو ورنہ میرے لشکر تم پر حملہ کریں گے اور تمہیں اس ملک سے نکال دیں گے۔

[۳۵] جب قاصد تحفے کا سارا ساز و سامان لے کر واپس آگئے تو ملکہ بلقیس کو اندازہ ہو گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سچے نبی ہیں اور وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ ملکہ بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی فرماں برداری کا فیصلہ کر لیا اور اپنے سرداروں کو لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہو گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے غلاموں کی شان دکھانے کے لئے ملکہ بلقیس کا تخت اس کے پہنچنے سے پہلے اپنے پاس منگوانے کا پروگرام بنایا اور اپنے درباریوں سے فرمایا: تم میں کون ہے جو بلقیس

Marfat.com

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ ایک قوی ہیکل جن نے کہا: میں اس تخت کو آپ کے پاس لاسکتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں اور بے شک میں اس کو اٹھالانے کی طاقت بھی رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں۔ [۳۶]

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۫ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ ایک شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا: میں اس تخت کو آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے آپ کے پاس لاسکتا ہوں، پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ آیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری، اور جو شکر کرتا ہے تو وہ اپنے فائدہ ہی کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو بے شک میرا رب بے نیاز کریم ہے۔ [۳۷]

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: بلقیس کے لئے اس کے تخت کی شکل بدل دو، ہم دیکھتے ہیں کہ آیا وہ (اپنے تخت کو پہنچاننے کی) راہ پاتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو راہ نہیں پاتے۔ [۳۸]

کے یہاں پہنچنے سے پہلے اس کا تخت یہاں لے آئے؟ حالانکہ بیت المقدس سے سبا جہاں تخت پڑا تھا ڈیڑھ ہزار میل جانے کا اور ڈیڑھ ہزار میل آنے کا سفر تھا۔

[۳۶] آپ کے درباریوں میں سے ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا: میں آپ کی محفل برخاست ہونے سے پہلے بلقیس کا تخت یہاں لاسکتا ہوں، میں اس پر قادر ہوں اور اس میں کوئی خیانت بھی نہیں کروں گا۔

[۳۷] اس قوی ہیکل جن کے بعد ایک عالم دین جس کا نام آصف بن برخیا تھا اٹھا اور عرض کرنے لگا کہ میں آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس کو یہاں لاسکتا ہوں اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے آنکھ جھپک کر دیکھا تو تخت آپ کے سامنے تھا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے امتی کی کرامت کو دیکھا تو فرمایا: یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں اس پر شکر ادا کرتا ہوں یا نہیں، اور جو بھی کسی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اس سے اس کے مرتبہ میں اضافہ ہوتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

[۳۸] حضرت سلیمان علیہ السلام نے درباریوں کو حکم دیا کہ وہ تخت بلقیس کی شکل وصورت میں کچھ ردو بدل کر دیں تا کہ ہم اس کی

Marfat.com

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ پھر جب بلقیس آ گئی تو اس سے پوچھا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا: یہ تو گویا وہی ہے، اور ہمیں اس سے پہلے ہی علم ہو چکا تھا اور ہم فرماں بردار بن چکے ہیں۔[۳۹]

وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور بلقیس کو اس نے روک رکھا تھا جس کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پرستش کرتی تھی، بے شک وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔[۴۰]

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ۬ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع

۴۴۔ بلقیس سے کہا گیا: اس محل میں داخل ہو جا، جب اس نے اسے دیکھا تو اس نے خیال کیا کہ یہ گہرا پانی ہے اور اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اونچا کر لیا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: بے شک یہ تو محل (کا صحن) ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں، بلقیس نے کہا: اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اس اللہ پر ایمان لے آئی ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔[۴۱]

آزمائش کریں کہ وہ اپنے تخت کو پہچان سکتی ہے یا نہیں۔

[۳۹] جب بلقیس پہنچ آئی تو اس سے پوچھا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ تو اس نے جواب دیا: یہ تو گویا وہی ہے اور آپ کا یہ معجزہ دیکھنے سے پہلے ہی آپ کے جو معاملات ہمارے ساتھ ہوئے تھے ان کی بنا پر ہمیں یقین ہو چکا تھا کہ آپ سچے نبی ہیں اس لیے ہم آپ کے فرماں بردار بن کر حاضر ہوئے ہیں۔

[۴۰] غیر اللہ کی عبادت نے بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکے رکھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کافر لوگوں میں رہتی تھی اور اسے توحید کا علم نہیں تھا۔

[۴۱] حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل میں شیشے جڑے ہوئے تھے، جب بلقیس اس محل میں داخل ہوئی تو شیشے کا فرش اسے پانی معلوم ہوا اور اس نے اپنے کپڑوں کو پنڈلیوں سے اونچا کر لیا تا کہ پانی میں بھیگ نہ جائیں۔ اسے یہ اندازہ نہ ہوا کہ یہ پانی ہے یا

Marfat.com

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔اور بے شک ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے (قومی) بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تو وہ دو گروہ بن کر آپس میں جھگڑنے لگے۔[۴۲]

قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم کے لوگو! تم لوگ اچھائی سے پہلے برائی کی طلب میں کیوں جلدی کرتے ہو؟ تم اللہ تعالیٰ سے بخشش کیوں طلب نہیں کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے؟[۴۳]

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ بِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔انہوں نے کہا: ہم تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو بدشگون خیال کرتے ہیں، حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا بدشگون تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے بلکہ تم لوگ آزمائش میں مبتلا کیے گئے ہو۔[۴۴]

شیشہ۔جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی غلطی پر اسے متنبہ فرمایا تو اسے اپنی غلطی کے ساتھ یہ بھی احساس ہوا کہ اس نے اپنی زندگی کفر و شرک میں گزار کر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی سابقہ گمراہی پر ندامت کا اظہار کیا اور مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔

[۴۲] حضرت صالح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی کہ وہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں تو کچھ لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت قبول کر لی مگر اکثر نے انکار کر دیا۔ اس طرح آپ کی قوم کے لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو کر آپس میں جھگڑنے لگے۔

[۴۳] حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا: تم شرک سے باز آ جاؤ ورنہ تمہیں دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا، انہوں نے تکبر میں آ کر کہا: جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو، اگر تم سچے ہو تو اسے لے آؤ، ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں توبہ کر کے اچھائی کو طلب کرنا چاہیے مگر تم عجیب نادان لوگ ہو جو برائی اور عذاب کو جلد حاصل کرنے کا مطالبہ کر رہے ہو، جب وہ برا وقت آ گیا تو تم اس سے چھٹکارا نہیں حاصل کر سکو گے، لہٰذا اب بھی وقت ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، وہ بہت ہی مہربان ہے، تم پر رحم فرمائے گا۔

[۴۴] قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو کہا: آپ ہمیں ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں جب کہ ہم آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں کیونکہ آپ کی اس نئی دعوت کے بعد ہم پر بارش کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور لوگ بھوک سے

Marfat.com

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿٤٨﴾

۴۸۔ اور (قوم ثمود کے) شہر میں نو سردار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔

قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٤٩﴾

۴۹۔ انہوں نے کہا: تم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر آپس میں یہ عہد کرو کہ ہم ضرور رات کو صالح اور ان کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے، پھر ہم ان کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم تو ان کی ہلاکت کے وقت حاضر ہی نہیں تھے اور بے شک ہم سچے ہیں۔ [۴۵]

وَمَكَرُوا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٠﴾

۵۰۔ اور انہوں نے خفیہ سازش کی اور ہم نے خفیہ تدبیر کی اور انہیں اس کا شعور بھی نہ ہوا۔ [۴۶]

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥١﴾

۵۱۔ سو دیکھ لو! ان کی سازش کا انجام کیسا ہوا، بے شک ہم نے ان کو اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر دیا۔ [۴۷]

مرنے لگے ہیں۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: اہل ایمان منحوس نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نحوست مقدر کر دی ہے اور یہ نحوست تمہاری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے اور اس کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کے لئے تمہیں قحط میں مبتلا کیا ہے۔

[۴۵] قوم ثمود میں نو سردار تھے جو ہمیشہ تخریبی کارروائیوں میں سرگرم رہتے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو بھی ذبح کر دیا۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری اس سرکشی کی وجہ سے تم پر تین دنوں کے بعد عذاب آنے والا ہے۔ چنانچہ ایک دن یہ نو سردار اکٹھے ہوئے اور قسمیں کھا کر آپس میں عہد کیا کہ عذاب جب آئے گا تو دیکھا جائے گا پہلے ہم سب مل کر رات کی تاریکی میں حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو قتل کر دیں اور پھر اگر ان کے کسی وارث نے ہم سے پوچھا تو ہم صاف انکار کر دیں گے کہ ہم تو اس وقت وہاں موجود ہی نہیں تھے اس لئے ہمیں کوئی علم نہیں کہ ان کو کس نے قتل کیا ہے۔

[۴۶] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس رات یہ نو اشخاص حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کو قتل کرنے کے لئے پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی حفاظت کے لئے فرشتوں کو بھیج دیا جنہوں نے پتھر مار کر ان تخریب کاروں کو ہلاک کر دیا۔ ان کو پتھر تو نظر آتے تھے مگر مارنے والے نظر نہیں آتے تھے۔ (تفسیر قرطبی)

[۴۷] اب دیکھ لو ان کی سازش کا انجام کیسا برا ہوا۔ نو سرداروں کو پتھروں سے ہلاک کر دیا گیا اور باقی نافرمانوں کو ایک سخت

Marfat.com

فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْاؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ پس یہ ان کے گھر ویران پڑے ہیں اس لئے کہ انہوں نے ظلم کیا تھا، بے شک اس میں (عبرت کی) نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔

وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ اور حضرت لوط علیہ السلام (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو؟[۴۸]

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ کیا تم نفسانی خواہش پوری کرنے کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو؟ بلکہ تم جاہل لوگ ہو۔[۴۹]

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اور ان کی قوم کے پاس (اس کا) کوئی جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ (آپس میں) کہنے لگے: تم آل لوط کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔[۵۰]

آواز کے ساتھ آنے والے زلزلہ سے تباہ کر دیا گیا۔ (تفسیر قرطبی) اللہ تعالیٰ نے ان کے ویران گھروں کو آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا اور حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں کو محفوظ کر لیا۔

[۴۸] اللہ تعالیٰ نے نفسانی خواہش کو پوری کرنے کے لئے عورتوں کو پیدا فرمایا مگر حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگ بڑے احمق تھے کہ وہ اپنی خواہش کو مردوں کے ساتھ پورا کرتے۔ اس پر حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: تم جانتے ہو کہ یہ بے حیائی کی بات ہے اور تم سے پہلے کسی قوم نے اس بے حیائی کا ارتکاب نہیں کیا، لہٰذا یہ بے حیائی تو چھپ کر بھی نہیں کرنی چاہیے مگر تمہاری سرکشی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ تم دن کی روشنی میں لوگوں کے سامنے اس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو۔

[۴۹] تم جانتے ہو کہ یہ بے حیائی کی بات ہے مگر اس کے باوجود تم جاہلوں کی طرح ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لے رہے ہو یا پھر تم آخرت میں اس کی سزا سے بے خبر ہو ورنہ شاید تم یہ کام نہ کرتے۔

[۵۰] قوم لوط نے آپس میں مشورہ کیا کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے ہمیں جاہل اور غلط کار رکھتے ہیں

Marfat.com

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ؗ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ۝٥٧

٥٧۔ پس ہم نے لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیا سوائے ان کی بیوی کے، ہم اس کے متعلق فیصلہ کر چکے ہیں کہ وہ پیچھے (عذاب میں) رہ جانے والوں میں سے ہے۔[٥١]

وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ۝٥٨ ع

٥٨۔اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش برسائی، پس وہ بہت ہی بری بارش تھی جو ان لوگوں پر برسائی گئی جن کو ڈرایا گیا تھا۔[٥٢]

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ؕ آٰللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝٥٩ؕ

٥٩۔آپ فرمادیجئے: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور سلام ہو اس کے ان بندوں پر جن کو اس نے چن لیا، کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں؟[٥٣]

اور خود بڑے عالم اور پاک باز بنتے ہیں، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم ان کو اپنی بستی سے نکال دیں تا کہ ہمیں کوئی اس فعل بد سے منع نہ کر سکے۔

[٥١] بجائے اس کے کہ وہ لوگ اپنی غلط کاری سے توبہ کر کے پاک باز بن جاتے، انہوں نے لوط علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں کو ملک بدر کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں کو وہاں سے بچالیا سوائے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے کیونکہ وہ حضرت لوط علیہ السلام پر ایمان نہیں لائی تھی اور اس کے کفر کی وجہ سے اس پر بھی عذاب کا فیصلہ مقدر ہو چکا تھا اس لئے اسے بھی دیگر کفار کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا۔

[٥٢] حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس بے حیائی کے برے انجام سے ڈرایا لیکن جب وہ باز نہ آئے تو ان پر پتھروں کی سخت بارش برسائی گئی جس کی وجہ سے وہ تباہ و برباد ہو گئے۔

[٥٣] اس آیت سے آگے توحید پر ایک مستقل خطبہ آرہا ہے۔ یہ آیت اس کے مقدمہ کے طور پر ہے جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ علماء اور خطباء کا یہ طریقہ تواتر سے چلا آرہا ہے کہ وہ اپنے ہر وعظ اور خطبہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام بھیجتے ہیں بلکہ اپنی کتابوں کی ابتداء بھی حمد و صلاۃ سے کرتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ کریں

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ عظیم الشان کام جس کو حمد سے شروع نہ کیا جائے وہ نا تمام رہتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ١٨٩٤: ابواب النکاح: باب ١٩)

Marfat.com

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا؟ پھر ہم نے اس پانی سے خوش نما باغات اگائے، تمہارے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ تم ان باغات کے درخت اگا سکتے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو راہ راست سے علیحدہ ہو رہے ہیں۔ [۵۴]

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ بھلا وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے درمیان نہریں بنائیں؟ اور اس کے لئے بھاری پہاڑ بنائے؟ اور دو سمندروں کے درمیان آڑ بنائی؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۵۵]

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ کام جس کو اللہ کی حمد سے شروع نہ کیا جائے وہ ناقص رہتا ہے۔ (سنن ابو داؤد: ۴۸۴۰: کتاب الادب: باب ۲۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس عظیم الشان کام کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد اور مجھ پر صلاۃ سے نہ کی جائے وہ ناقص اور ہر قسم کی برکت سے محروم رہتا ہے۔ (کنز العمال: ۲۵۱۰: جلد اول: ص ۵۵۸)

اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ ہر خطبہ کو حمد و صلاۃ سے شروع کیا جائے اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی جائے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور منتخب بندوں پر سلام بھی پڑھا جائے، جیسے ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں: التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین (زبان سے، جسم سے اور مال سے ادا کی جانے والی تمام عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی رحمت اور برکتیں نازل ہوں، ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو۔)

[۵۴] ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے عام فہم دلائل بیان فرمائے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا، سمندروں سے بخارات کی صورت میں پانی کو اوپر اٹھایا اور پھر بارش کی صورت میں زمین پر اتارا جس کے ذریعہ تم نے خوب صورت باغات اگائے حالانکہ تم بذات خود تو ایک درخت بھی نہیں اگا سکتے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ زمین ہی نہ بناتا تو تمہارا اپنا وجود ہی نہ ہوتا تو تم درخت کیسے اگاتے؟ لہٰذا خالق کائنات اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو شریک بناتے ہیں وہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

[۵۵] یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین کو رہنے کی جگہ بنایا، اس میں نہریں اور پہاڑ بنائے اور ایسے سمندر بھی بنائے جن کے ایک

Marfat.com

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَؕ﴿۶۲﴾

۶۲۔ بھلا وہ کون ہے جو بے قرار شخص کی دعا قبول فرماتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف کو دور فرماتا ہے؟ اور تمہیں زمین میں (پہلے لوگوں کا) جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ تم لوگ بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو۔[۵۶]

حصہ میں میٹھا پانی ہے اور دوسرے حصہ میں کڑوا پانی ہے، گویا کہ وہ دو سمندر ہیں اور ان کے درمیان نظر نہ آنے والا ایک ایسا پردہ ہے کہ وہ دونوں پانی ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں۔ سورہ فرقان کی آیت نمبر ۵۳ میں بھی ایسے ہی دو سمندروں کا ذکر ہے۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

اس دنیا کا تین چوتھائی حصہ سمندروں پر مشتمل ہے جن کا پانی نمکین اور کڑوا ہے اور اس دنیا کا ایک چوتھائی خشکی پر مشتمل ہے جس میں بہنے والے چشموں، نہروں اور دریاؤں کا پانی میٹھا اور خوش ذائقہ ہے اور جب یہ میٹھے پانی کے دریا سمندر میں جاکر گرتے ہیں تو کئی میلوں تک ایک طرف دریا کا میٹھا پانی اور دوسری طرف سمندر کا کڑوا پانی ایک ساتھ چلتے ہیں مگر ایسے لگتا ہے جیسے قدرت نے ان کے درمیان ایک حد فاصل قائم کردی ہے جس کی وجہ سے وہ پانی آپس میں نہیں ملتے حالانکہ فطری طور پر دو پانی فوراً آپس میں رل مل جاتے ہیں۔ اسی طرح دریائے نیل جب بحر روم میں جاکر گرتا ہے تو کئی میلوں تک اس کا پانی سمندر کے پانی میں جذب نہیں ہوتا بلکہ اپنے رنگ اور ذائقہ میں منفرد رہتا ہے۔ نیز ہماری زمین کے نیچے جو پانی ہے وہ بھی دو طرح کا ہے بعض دفعہ ایک جگہ نلکا یا ٹیوب ویل لگایا جائے تو پانی میٹھا نکلتا ہے اور چند میٹر کے فاصلے پر دوسرا نلکا یا ٹیوب ویل لگایا جائے تو پانی نمکین اور کھاری نکلتا ہے۔

[۵۶] یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بے قرار شخص کی دعا سنتا ہے اور اس کی تکلیف دور فرماتا ہے اور اسی نے تمہیں زمین میں پہلے لوگوں کا جانشین بنایا۔ اگر وہ تمہیں پیدا ہی نہ کرتا تو تم آج دنیا میں نہ ہوتے، لہٰذا عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے لیکن تم میں نصیحت قبول کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔

بے قرار اور مصیبت زدہ شخص مسلمان ہو یا کافر اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے، جیسا کہ حضرت ابوذر سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد بیان فرمایا: میں مظلوم کی دعا کبھی رد نہیں کروں گا اگرچہ وہ کسی کافر کے منہ سے ہو۔ (تفسیر قرطبی) اگر کسی بے قرار اور مظلوم شخص کو یہ محسوس ہو کہ اس کی دعا قبول نہیں ہوئی تو وہ مایوس نہ ہو، بعض اوقات دعا تو قبول ہو جاتی ہے مگر کسی حکمت خداوندی کے باعث اس کا ظہور دیر سے ہوتا ہے یا پھر وہ شخص اپنے اخلاص میں غور کرے کہیں اس میں کوتاہی تو نہیں تھی۔ اس سلسلہ میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۶ کا حاشیہ نمبر ۱۴۲ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

اَمَّنۡ یَّهۡدِیۡكُمۡ فِیۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ وَ مَنۡ یُّرۡسِلُ الرِّیٰحَ بُشۡرًۢا بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَی اللّٰهُ عَمَّا یُشۡرِكُوۡنَ ﴿۶۳﴾

۶۳۔ بھلا وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ دکھاتا ہے؟ [۵۷] اور وہ کون ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) سے پہلے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے؟ [۵۸] کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ اللہ تعالیٰ ان سے برتر ہے جن کو وہ اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔

اَمَّنۡ یَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُهٗ وَ مَنۡ یَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۶۴﴾

۶۴۔ بھلا وہ کون ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے؟ پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ آپ فرمائیے: (اے مشرکو!) اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ [۵۹]

---

[۵۷] وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمان کو جگمگاتے ستاروں سے مزین کیا۔ رات کی تاریکی میں جب تم راستہ بھول جاؤ تو یہ ستارے تمہارے لئے ہدایت اور راہ نمائی کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور تم ان کی مدد سے اپنے راستے متعین کرتے ہو۔

یہ ۱۴۰۰ سال پہلے کی بات ہے جب کاریں، جہاز اور کمپاس نہیں تھے۔ لوگ زمین پر پیدل یا اونٹ پر سفر کرتے اور سمندر میں کشتیوں کے ذریعہ سفر کرتے اور تاریک راتوں میں ستاروں کی مدد سے اپنے راستوں کا تعین کرتے تھے۔

[۵۸] جب لوگ قحط سالی کا شکار ہو کر بے قرار ہوتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو پہلے ٹھنڈی ہوائیں بھیجتا ہے جن سے بارش کی آمد کی امید لگتی ہے اور لوگوں میں خوشی اور سکون کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

[۵۹] وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ساری مخلوق کو پہلی بار اپنی قدرت سے پیدا فرمایا، پھر یہ سلسلہ اسی کے پیدا کردہ وسائل سے جاری ہے۔ نیز آسمان سے دھوپ اور پانی اتار کر اور زمین سے نباتات اگا کر اپنی مخلوق کے رزق کا انتظام کیا۔ پھر ایک دن ضرور آئے گا جب ساری مخلوق فنا ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی قدرت سے دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

اس آیت کے آخر میں مشرکین کو سمجھایا جا رہا ہے کہ گزشتہ ساری صفات میں اللہ تعالیٰ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کے باوجود اگر تم کسی اور کو بھی اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو تو پھر اس کی دلیل پیش کرو جو کہ کسی کے پاس نہیں ہے۔

Marfat.com

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ

۶۵۔ آپ فرمائیے: جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ (ازخود) غیب نہیں جانتے سوائے اللہ تعالیٰ کے،[۶۰]

[۶۰] اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ زمین و آسمان میں جو فرشتے، جن اور انسان موجود ہیں وہ ازخود غیب نہیں جان سکتے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے، لیکن بہت سی آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض فرشتوں اور بعض منتخب بندوں کو غیب پر مطلع فرمایا ہے، اس لئے علم غیب کی تشریح ضروری ہے تاکہ قرآن کی آیات میں تضاد کا شبہ باقی نہ رہے:

علم غیب

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں: غیب سے مراد وہ مخفی امر ہے جو حواس اور عقل کی رسائی سے بالاتر ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ غیب جس کے علم کی کوئی دلیل نہ ہو اور دوسرا وہ غیب جس کے علم پر کوئی دلیل قائم ہو۔

(تفسیر بیضاوی: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۳)

پہلی قسم کا غیب جس کے علم کی کوئی دلیل نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کسی اور کو حاصل نہیں ہوسکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔ (قرآن: ۶: ۵۹) اور دوسری قسم کا غیب جس کے علم پر کوئی عقلی یا نقلی دلیل قائم ہو اس کو انسان ان دلائل کے ذریعہ جان سکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اس رسول کے جس کو وہ پسند کرے۔ (قرآن: ۷۲: ۲۷: ۲۶) یہاں رسول کے غیب جاننے کی دلیل اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کو اپنے غیب پر مطلع نہ فرماتا تو وہ غیب نہ جان سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا علم غیب

اللہ تعالیٰ کا علم اس کا ذاتی ہے کسی دوسرے کا دیا ہوا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود ہے اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ ایسا علم اللہ تعالیٰ ہی کے شایان شان ہے کسی مخلوق میں اس کا ثابت کرنا شرک ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا علم غیب

رسول اللہ ﷺ کا علم عطائی اور حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا بعد میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کا علم محدود ہے یعنی اتنا ہی ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم محیط سے رسول اللہ ﷺ کے علم کی نسبت اتنی بھی نہیں جتنی پانی کے ایک قطرہ کو دنیا کے سمندروں سے ہے مگر مخلوق کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کا علم اتنا وسیع ہے کہ مخلوق اس کا اندازہ نہیں کرسکتی۔ اس قسم کا عطائی، حادث اور محدود علم انبیائے کرام علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے، اس قسم کے علم غیب کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔

Marfat.com

فرشتوں کا علم غیب

اللہ تعالیٰ نے ملک الموت علیہ السلام کو بندے کے مرنے کے دن، تاریخ، جگہ اور وقت کا علم عطا فرمایا اور بعض فرشتوں کو ماں کے پیٹ میں بچے کے مستقبل کا علم عطا فرمایا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص پیدائش کے وقت اپنی ماں کے شکم میں چالیس دن تک (نطفہ) رہتا ہے، پھر علقہ (معلق گاڑھا خون) بن جاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے بعد وہ مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) ہو جاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس بچے کا عمل، اس کا رزق، اس کی موت کا وقت اور اس کا بد بخت یا نیک بخت ہونا لکھ دے، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

(بخاری: حدیث نمبر ۳۲۰۸: کتاب بدء الخلق: باب ۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے فرشتے کو علم ہوتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ دنیا میں آئے گا تو اس کا عمل کیسا ہوگا؟ اس کا رزق (مال و دولت اور علم و حکمت کا معیار) کیا ہوگا؟ وہ کب مرے گا؟ اور وہ بد بخت ہوگا یا نیک بخت؟ جس طرح اللہ تعالیٰ کے بتانے سے فرشتے کو ان چیزوں کا علم ہو جاتا ہے اسی طرح انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام کو بھی غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بطریق معجزہ و کرامت عطا ہوتا ہے۔

ذاتی اور عطائی کی تقسیم کا کیا ثبوت ہے؟

اگر اس فرق کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر قرآن و حدیث میں تعارض پیدا ہو جائے گا، مثلاً ایک طرف اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤف رحیم (قرآن: ۹: ۱۲۸) اور انسان کو سمیع بصیر (قرآن ۷۶: ۲) بنایا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو رؤف رحیم (قرآن: ۲: ۱۴۳) اور سمیع بصیر (قرآن: ۱۷: ۱) فرمایا ہے۔ مذکورہ آیات کو سمجھنے کے لئے اس فرق کو ماننا ناگزیر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ذاتی، قدیم اور غیر متناہی ہے اور انبیاء و اولیاء اور دیگر مخلوقات کی صفات عطائی، حادث اور متناہی ہیں اور یہی فرق علم غیب میں بھی ماننا پڑے گا، لہٰذا آیات نفی میں ذاتی، قدیم اور غیر متناہی علم مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے اور آیات اثبات میں عطائی، حادث اور متناہی علم مراد ہے جو صرف مخلوق ہی کا خاصہ ہو سکتا ہے۔

مخلوق کے علم غیب کی چند مثالیں

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: {میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو (یعنی جو تمہارے پیٹ میں ہے) اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو} (قرآن: ۳: ۴۹)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے اوپر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا خشوع اور بے شک میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔" (بخاری: کتاب الاذان: باب ۸۸) رکوع نماز کی ظاہری صورت کو اور خشوع باطنی کیفیت کو کہا جاتا ہے، لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں اور جو چیز

Marfat.com

لگاہوں سے غائب ہے اسے بھی جانتے ہیں کیونکہ نماز میں آپ ﷺ کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا تھا اور صحابہ کرام ؓ پیچھے صفوں میں ہوتے تھے اس کے باوجود آپ ان کے ظاہر و باطن کا علم رکھتے ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو پیش فرمادیا تو میں اسے اور اس میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح میں اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

(کنز العمال: حدیث نمبر ۳۱۹۷۱: جلد ۱۱: ص ۴۲۰)

☆ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اُحد پر چڑھے، آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ تھے، وہ پہاڑ لرزنے لگا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (اے پہاڑ!) ساکن ہوجا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ (بخاری، فضائل اصحاب: باب ۷) یعنی آپ ﷺ کو علم تھا کہ حضرت ابوبکر ؓ اپنی طبعی موت کے ساتھ انتقال کریں گے اور حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ شہید ہوں گے۔

☆ جنگ بدر سے ایک روز پہلے حضورِ اکرم ﷺ نے میدانِ جنگ کا معائنہ فرمایا اور مختلف جگہوں کی نشاندہی فرمائی کہ کل فلاں فلاں کافروں کی لاشیں فلاں فلاں جگہوں پر پڑی ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس نے ہمارے نبی کو حق کے ساتھ بھیجا! کفار کی لاشیں ان جگہوں سے ذرہ آگے پیچھے نہ تھیں جہاں حضورِ اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں نشاندہی فرمائی تھی۔ (مسلم: ۷۲۲۲: کتاب الجنۃ: باب ۱۷)

☆ جنگ بدر کے بعد حضورِ اکرم ﷺ نے ستر قیدیوں کے بارے میں مجلس مشاورت قائم کی۔ کئی تجاویز پیش ہوئیں کہ ان ظالموں کو قتل کردیا جائے وغیرہ۔ مگر حضورِ اکرم ﷺ نے جو تجویز پسند فرمائی وہ یہ تھی کہ حسبِ استعداد فدیہ لے کر ان کو آزاد کردیا جائے اور جو فدیہ ادا نہیں کرسکتے وہ مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں تو وہ آزاد ہیں۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۲۴۷) زید بن ثابت ؓ انہی میں سے ہیں جن کو کافر قیدیوں نے علم سکھایا۔

(طبقات ابن سعد: جلد ۲: ص ۲۰)

حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسیران بدر کا فدیہ چار سو درہم مقرر فرمایا اور حضرت عباس ؓ نے کہا کہ اس کے پاس مال نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ مال کہاں ہے جو آپ نے اور آپ کی بیوی ام فضل نے زمین میں دفن کیا تھا اور آپ نے اس سے کہا تھا: اگر میں اس سفرِ جنگ میں مرگیا تو یہ مال میرے بیٹوں کو دے دینا۔ اس پر حضرت عباس ؓ نے کہا: بخدا! میں جان گیا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ اس مال کا میرے اور میری بیوی کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد: جلد ۴: ص ۱۰۵، مسند احمد: جلد اول: ص ۳۵۳)

☆ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے رب تعالیٰ کو بڑی حسین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ فرشتے کس چیز میں بحث کررہے ہیں؟ میں نے نفی میں جواب دیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے جان لیا، جو کچھ آسمانوں

Marfat.com

وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ وہ کب (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔[۶۱]

میں تھا اور زمین میں تھا۔ (ترمذی: تفسیر القرآن: احادیث نمبرز: ۳۲۳۳۔ ۳۲۳۴۔ ۳۲۳۵)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (صحیح مسلم: حدیث نمبر ۲۸۸۹)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں اپنے حوض کو اب دیکھتا ہوں اور بے شک زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا کی گئی ہیں۔ (بخاری: ۱۳۴۴: کتاب الجنائز: باب ۷۳) جو ہستی اس دنیا میں رہتے ہوئے حوضِ کوثر کو دیکھ لے اور جس کو اللہ تعالیٰ زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کر دے اس کے علم غیب اور خزانوں کا صحیح اندازہ انسان نہیں کر سکتا، یہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے نبی ﷺ ہی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتنا علم غیب اور کتنے خزانے عطا فرمائے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو: بے شک اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(بخاری: ۳۱۱۶: کتاب فرض الخمس: باب ۷)

اس سلسلہ میں مزید سورہ آل عمران (۳) کی آیت نمبر ۱۷۹ کا حاشیہ نمبر ۱۲۶۔ ۱۲۵، سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۵۹ کا حاشیہ نمبر ۵۵، آیت نمبر ۶۱ کا حاشیہ نمبر ۵۸ اور سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۸۸ کا حاشیہ نمبر ۱۰۶ بھی ملاحظہ کریں۔

[۶۱] لوگوں کو یہ علم نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی جس کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا؟ علامہ فخر الدین رازی نے محققین کا قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے وقت کو لوگوں سے مخفی رکھنے کا سبب یہ ہے کہ جب انہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ قیامت کب آئے گی تو وہ اس سے ڈریں گے اور ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہوں میں مشغول ہوں اور قیامت آجائے، لہٰذا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں کوشاں رہیں گے۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸۷) اسی حکمت کے پیش نظر عوام سے موت کے وقت کو مخفی رکھا گیا ہے کیونکہ اگر کسی کو بتا دیا جائے کہ وہ دس سال بعد مر جائے گا تو ہو سکتا ہے اس پر شیطان غالب آجائے اور وہ یہ فیصلہ کر بیٹھے کہ 9 سال تو عیاشی میں گزارتا ہوں اس کے بعد توبہ کر لوں گا یا اتنا ڈر جائے کہ سارے کام چھوڑ کر صرف عبادت میں مصروف ہو جائے اور اس کے اہل خانہ بھوک اور فقر کا شکار ہو جائیں، یہ دونوں صورتیں اس کے لئے اچھی نہیں ہیں۔ الغرض عوام سے قیامت کا وقت اس لئے مخفی رکھا گیا تا کہ وہ ہر وقت گناہوں سے بچنے میں کوشاں رہیں مگر انبیائے کرام علیہم السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی گناہوں سے پاک کر رکھا ہے اور وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، لہٰذا ان سے قیامت کو مخفی رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ احمد صاوی لکھتے ہیں: قیامت کا وقت ان مخفی امور میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے وہ اس پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر رسولوں میں سے جن کو چاہے، لہٰذا یہ ایمان رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ دنیا چھوڑنے سے پہلے دنیا و آخرت اور جنت و دوزخ کے تمام غیوب پر مطلع فرمایا لیکن ان میں سے بعض

Marfat.com

ع ۵/۸

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

۶۶۔ بلکہ آخرت کے متعلق ان کا علم گم ہو گیا ہے بلکہ وہ اس کے متعلق شک میں ہیں بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔ [۶۲]

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾

۶۷۔ اور کافروں نے کہا: کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا (مر کر) مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم (پھر زندہ کر کے قبروں سے) نکالے جائیں گے؟

لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾

۶۸۔ بے شک ہم سے بھی اور پہلے ہمارے باپ دادوں سے بھی اس (قیامت کے آنے) کا وعدہ کیا جاتا رہا ہے مگر یہ صرف پہلے لوگوں کے من گھڑت افسانے ہیں۔ [۶۳]

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾

۶۹۔ آپ فرما دیجئے: تم زمین میں سیر و سیاحت کرو، پھر دیکھو کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟ [۶۴]

کو مخفی رکھنے کا حکم دیا۔ (حاشیہ صاوی: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸۷) اسی لئے آپ ﷺ نے قیامت کی نشانیاں تو بتا دیں مگر اس کی تاریخ کو مخفی رکھا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ قیامت اچانک آئے اور لوگوں کو پہلے سے پتہ نہ چلے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''بے شک قیامت آنے والی ہے میں اس (کے وقت) کو (لوگوں سے) مخفی رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص (قیامت کے ڈر سے نیک کام کرنے کی کوشش کرے اور قیامت میں اس) کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے۔ (قرآن: ۲۰:۱۵) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو مخفی رکھا تا کہ لوگ زیادہ راتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاریں اور جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کو بھی مخفی رکھا تا کہ لوگ جمعہ کے اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کریں۔

[۶۲] منکرین آخرت میں سے بعض ایسے ہیں جن کا مادی علم آخرت کا ادراک نہیں کر سکا یعنی یہ بات ان کی عقل میں نہیں آسکی کہ انسان مر کر مٹی ہو جائے اور پھر اس کو زندہ کر کے اٹھایا جائے۔ اور بعض آخرت کے متعلق شک میں مبتلا ہیں مگر انہوں نے عناد کی بنا پر دلائل سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں حالانکہ اگر وہ دلائل میں غور و فکر کرتے تو ہدایت حاصل کر سکتے تھے۔

[۶۳] پہلے ہمارے باپ دادوں کو اور آج ہمیں ڈرایا جا رہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آ جاؤ ورنہ جب قیامت آئے گی تو تمہیں قبروں سے زندہ کر کے سزا دی جائے گی۔ اس دھمکی کو سنتے ہوئے صدیاں گزر چکی ہیں کہیں قیامت کے آثار نظر نہیں آتے۔ دراصل یہ پہلے لوگوں کے من گھڑت افسانے ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

[۶۴] انبیائے کرام علیہم السلام نے جن پہلی قوموں کو عذاب کی خبر دی تھی تم ان کی برباد بستیوں کا مشاہدہ کر سکتے ہو، ان پر عذاب

Marfat.com

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

۷۰۔ اور آپ ان (کے احوال) پر غمزدہ نہ ہوں اور ان کے مکر وفریب سے تنگ دل نہ ہوں۔ [۶۵]

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو (بتاؤ قیامت کے آنے کا) یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟

قُلْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ آپ فرما دیجئے: جس (عذاب) کو تم جلدی طلب کر رہے ہو، ممکن ہے اس کا کچھ حصہ تمہارے قریب ہی آپہنچا ہو۔ [۶۶]

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ اور بے شک آپ کا رب لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکرادا نہیں کرتے۔ [۶۷]

وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ اور بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ [۶۸]

آیا اور انہیں عبرتناک عذاب سے دوچار ہونا پڑا۔ اسی طرح انبیائے کرام علیہم السلام نے جس قیامت کی خبر دی ہے وہ بھی برحق ہے اور ایک دن ضرور آئے گی۔

[۶۵] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جو لوگ اسلام قبول نہیں کرتے آپ ان کے لئے غمگین نہ ہوں اور جو اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں آپ ان سے تنگ دل نہ ہوں کیونکہ آپ نے تبلیغ اسلام کا حق ادا کر دیا ہے، اب وہ اپنے کفر اور مکر وفریب کے خود ذمہ دار ہیں۔

[۶۶] کفار نے جب مطالبہ کیا کہ قیامت کا عذاب کب آئے گا تو آپ نے فرمایا: جس عذاب کو تم جلد طلب کر رہے ہو اس کا ابتدائی حصہ تو شاید تمہارے قریب ہی آپہنچا ہو کیونکہ موت بھی ایک چھوٹی قیامت ہے جس سے عذاب کی ابتداء ہو جاتی ہے اور موت کسی بھی وقت آسکتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو اسی وقت اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے، سو تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور ہر وقت اس سے استغفار کرتے رہو۔ (کنز العمال: ۴۲۷۴۸: جلد ۱۵: ص ۶۸۶)

[۶۷] اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا مہربان ہے، جب بھی کوئی مسلمان یا غیر مسلم نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً گرفت نہیں فرماتا بلکہ اسے مہلت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلے لیکن پھر بھی اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

[۶۸] اللہ تعالیٰ ان کفار کی صرف ظاہری حرکات سے ہی باخبر نہیں بلکہ وہ سازشیں جو وہ اپنے دلوں میں سوچتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ اور آسمان اور زمین میں کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے مگر وہ روشن کتاب میں موجود ہے۔[۶۹]

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے وہ اکثر چیزیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔[۷۰]

وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ اور بے شک یہ (قرآن) ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔[۷۱]

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾

۷۸۔ بے شک آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ فرمائے گا اور وہ بہت غالب بہت علم والا ہے۔[۷۲]

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾

۷۹۔ پس آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بے شک آپ صریح حق پر ہیں۔[۷۳]

ان سے بھی خوب آگاہ ہے اور جب ان کی گرفت کا وقت آپہنچے گا تو ان سے ہر حرکت کا حساب لیا جائے گا۔

[۶۹] اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر مخفی چیز کو لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے جو اپنے اپنے وقت پر وقوع پذیر ہوگی کسی کے شور مچانے سے اس میں تقدیم یا تاخیر نہیں ہوگی۔

[۷۰] بنی اسرائیل کے علماء آپس میں جن مسائل کے متعلق اختلاف کرتے تھے اور ان میں افراط و تفریط کی وجہ سے انتشار کا شکار تھے، قرآن مجید نے ان کے اکثر مسائل کو اپنی اصلی صورت میں بیان کر دیا ہے، اب اگر وہ خلوص نیت سے قرآن کے بیان میں غور کریں تو ان کے آپس کے اختلافات ختم ہو جائیں گے اور وہ اسلام قبول کر لیں گے۔

[۷۱] قرآن مجید تمام لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے مگر اس سے فائدہ اٹھانے والے صرف اہل ایمان ہیں اس لئے عملاً یہ انہی کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

[۷۲] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے درمیان فیصلہ فرمائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون گمراہ تھا۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور کوئی اس کے فیصلے کو مسترد نہیں کر سکے گا۔

[۷۳] آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں اور منکرین کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں کیونکہ آپ حق پر ہیں اور آخر کار اہل حق ہی کامیاب

Marfat.com

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ ۸۰۔ بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے [۷۴] اور نہ

ہوتے ہیں۔

[۷۴] علامہ خازن لکھتے ہیں: اس آیت میں مردوں سے مراد وہ کافر ہیں جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ (تفسیر خازن) یعنی انہوں نے مسلسل سرکشی اور ہٹ دھرمی کے باعث اپنے عقل وفہم کو اس حد تک ناکارہ بنا دیا ہے کہ انہیں کوئی بات سنانا بالکل نہ سنانے کے برابر ہے کیونکہ وہ سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ مردے زندوں کا کلام نہیں سن سکتے حالانکہ یہاں وہ مردے مراد نہیں ہیں جن کے جسم سے روح پرواز کر جائے بلکہ وہ زندہ کافر مراد ہیں جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ان کے برعکس جو حقیقی مردے ہیں وہ سن سکتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔اس سلسلہ میں چند دلائل ملاحظہ کریں:

☆ قوم ثمود کو جب سخت آواز اور زلزلہ کے ساتھ تباہ و برباد کر دیا گیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان مردوں سے خطاب کیا: ''اے میری قوم! بے شک میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔'' (قرآن: ۷: ۷۹)

اس سے معلوم ہوا مردے سنتے ہیں ورنہ حضرت صالح علیہ السلام انہیں خطاب نہ فرماتے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے کے کنارے تشریف لے گئے جس میں کفار مکہ کے لاشے پڑے تھے اور ان کے نام لے کر ان سے خطاب فرمایا: اے ابوجہل، اے امیہ، اے عتبہ، اور اے شیبہ! میرے ساتھ میرے رب نے فتح و نصرت کا جو وعدہ کیا تھا میں نے اس کو سچ پایا اور تمہارے ساتھ تمہارے رب نے عذاب کا جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچ نہیں پایا؟ یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ لوگ کیسے سنیں گے اور کس طرح جواب دیں گے؟ حالانکہ یہ تو مردہ ہیں۔ (یعنی آپ ان کے جسموں سے کیسے خطاب کر رہے ہیں جن میں روح نہیں ہے؟) اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! میرا کلام تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو، فرق صرف اتنا ہے کہ وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

(مسلم: ۷۲۲۳: کتاب الجنۃ: باب ۱۷، بخاری: ۳۹۷۶: کتاب المغازی: باب ۸)

جب کافر قبر میں سنتا ہے تو پھر مومن کیوں نہیں سن سکتا؟

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کو جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس چلتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (بخاری: ۱۳۳۸: کتاب الجنائز: باب ۶۷)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے اور فرمایا: اے ایمان والوں کے گھر السلام علیکم، ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ (مسلم: ۵۸۴: کتاب الطہارت: باب ۱۲)

Marfat.com

الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۸۰﴾

بہروں کو (اپنی) پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے جا رہے ہوں۔ [۷۵]

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ اور نہ ہی آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت دینے والے ہیں، آپ صرف ان لوگوں کو سناتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں، سو وہی مسلمان ہیں۔ [۷۶]

اسی لئے جب ہم قبرستان کے پاس سے گزریں تو سنت یہ ہے کہ ہم انہیں السلام علیکم کہیں حالانکہ ان کے جسم تو مٹی میں مٹی ہو چکے ہوتے ہیں مگر ان کی روحوں کا ان قبروں سے ایک طرح کا رابطہ ہوتا ہے جن کو السلام علیکم کہتے ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب وہ ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ نہ پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (شعب الایمان: ۹۲۹۶: جلد ۷: ص ۱۷)

☆ بشر بن منصور رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ طاعون کے زمانہ میں ایک شخص جبان کے پاس آتا تھا اور جنازوں کی نماز پڑھتا تھا اور شام کو قبرستان کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا کرتا تھا: اللہ تعالیٰ تمہاری وحشت کو دور کرے اور آخرت کے سفر میں تم پر رحم فرمائے اور تمہارے گناہوں سے درگزر فرمائے اور اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کو قبول فرمائے۔ اس شخص نے کہا: ایک شام میں گھر چلا گیا اور قبرستان نہ جا سکا، اس رات میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت لوگ میرے پاس آئے۔ میں نے کہا: آپ لوگ کون ہیں اور کیوں آئے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم قبروں والے ہیں، تم ہر روز گھر جانے سے پہلے ہمیں ہدیہ پیش کرتے تھے۔ میں نے پوچھا: وہ کیا ہدیہ تھا؟ انہوں نے کہا: وہ دعائیں تھیں جو تم ہمارے لئے کرتے تھے۔ اس شخص نے کہا: میں پھر دعا کیا کروں گا اور اس کے بعد میں نے دعاؤں کو ترک نہیں کیا۔ (شعب الایمان: ۹۲۹۸: جلد ۷: ص ۱۷)

☆ بشار بن غالب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا کے لئے بہت دعا کرتا تھا، ایک دن میں نے ان کو خواب میں دیکھا، انہوں نے مجھ سے کہا: اے بشار! تمہارے ہدیے ہمارے پاس نور کے طباقوں میں ریشمی رومالوں میں ڈھکے ہوئے آتے ہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: جب مردوں کے لئے دعا کی جائے اور وہ دعا قبول ہو جائے تو اس دعا کو طباق میں رکھ کر ریشمی رومال سے ڈھانپ کر وہ طباق اس مردے کو پیش کیا جاتا ہے جس مردے کے لئے دعا کی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے: یہ تمہارے لئے فلاں شخص کا ہدیہ ہے۔ (شعب الایمان: ۹۲۹۹: جلد ۷: ص ۱۷)

[۷۵] یہاں بھی بہروں سے مراد وہ کافر ہیں جن کے دل حق کی بات سننے سے بہرے ہیں نیز وہ دور بھاگے جا رہے ہیں۔ بہرہ آدمی سامنے کھڑا ہو تو اسے سنانا مشکل ہوتا ہے لیکن جب وہ بہرہ پیٹھ پھیر کر بھاگا جا رہا ہو پھر تو اسے سنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

[۷۶] یہاں بھی اندھوں سے مراد وہ کافر ہیں جن کے دل حق کو دیکھنے سے اندھے ہیں۔ آپ انہیں لاکھ حق دکھانا چاہیں وہ اپنے

Marfat.com

وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

۸۲۔ اور جب ان پر ہمارا قول پورا ہونے کا وقت آ جائے گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کیونکہ وہ لوگ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔ [۷۷]

وَ يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ اور جس دن ہم ہر امت میں سے اس گروہ کو جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے تو وہ الگ کر لئے جائیں گے۔

تعصب اور عناد کی وجہ سے دیکھنے والے نہیں ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: درحقیقت (ایسے لوگوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو ان کے سینوں میں ہیں لیکن جن کے دلوں میں بغض و عناد نہیں ہوتا وہ سنتے بھی ہیں اور ایمان بھی لاتے ہیں۔

[۷۷] امام ابن کثیر لکھتے ہیں: آخر زمانہ میں جب لوگوں میں فساد پیدا ہو جائے گا، وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے اور دین حق کو تبدیل کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

یعنی جب قیامت قریب آ جائے گی تو زمین سے ایک عجیب و غریب جانور نمودار ہو گا جو ان فسادی اور نافرمان لوگوں سے کلام کرے گا اور انہیں بتائے گا کہ تم قیامت کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو وہ ظاہر ہو رہی ہیں۔

☆ حضرت حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں: ایک دن ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم قیامت کے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر آپ نے ان دس نشانیوں کا ذکر فرمایا یعنی دھواں، دجال، زمین کا جانور، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول، اور یاجوج اور ماجوج، اور تین جگہ زمین کا دھنسنا یعنی مشرق میں زمین کا دھنسنا، مغرب میں زمین کا دھنسنا اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گی۔ (مسلم: ۷۲۸۵: کتاب الفتن: باب ۱۳) یعنی ان نشانیوں کے ظہور کے بعد اچانک قیامت قائم ہو جائے گی۔

☆ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: بے شک قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا، جہالت زیادہ ہو گی، زنا زیادہ ہو گا، شراب نوشی زیادہ ہو گی، مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہو گا۔ (بخاری: ۵۲۳۱: کتاب النکاح: باب ۱۱۱)

Marfat.com

حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوۡ قَالَ اَكَذَّبۡتُمۡ بِاٰيٰتِیۡ وَلَمۡ تُحِيۡطُوۡا بِهَا عِلۡمًا اَمَّا ذَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ حتیٰ کہ جب وہ (مقام حساب پر) آجائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم میری آیتوں کو جھٹلاتے تھے حالانکہ تمہیں ان کا پورا علم نہیں تھا؟ یا اس کے علاوہ اور کیا تھا جو تم کیا کرتے تھے؟ [۷۸]

وَ وَقَعَ الۡقَوۡلُ عَلَيۡهِمۡ بِمَا ظَلَمُوۡا فَهُمۡ لَا يَنۡطِقُوۡنَ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ اور ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے ان پر (عذاب کا) وعدہ پورا ہو کر رہے گا، پھر وہ کچھ بول نہ سکیں گے۔ [۷۹]

اَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا الَّيۡلَ لِيَسۡكُنُوۡا فِيۡهِ وَالنَّهَارَ مُبۡصِرًا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات اس لئے بنائی تا کہ وہ اس میں آرام کرسکیں اور دن کو روشن بنایا، بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ [۸۰]

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷜ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: بے شک اللہ تعالیٰ بندوں (کے دلوں) سے علم نہیں نکالے گا لیکن علماء کے اٹھانے سے علم کو اٹھالے گا، حتیٰ کہ جب وہ کسی عالم کو باقی نہیں رکھے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، پھر ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے، پس وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (بخاری: ۱۰۰: کتاب العلم: باب ۳۴)

[۷۸] قیامت کے دن تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں میں سے ان گروہوں کو الگ کرلیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور جب وہ مقام حساب پر پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: کیا تم بغیر سوچے سمجھے اور بغیر کسی دلیل کے میری آیتوں کو جھٹلاتے تھے؟ اور اگر یہ نہیں تو پھر تم اور کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے تمہیں میری آیتوں میں غور وفکر کرنے کا موقع ہی نہ ملا؟

[۷۹] قیامت کے دن جب ظالموں کے حق میں عذاب کا فیصلہ سنایا جائے گا تو ان کے مظالم اتنے واضح ہوں گے کہ وہ کوئی عذر پیش نہیں کرسکیں گے اور حیرانی کے عالم میں ایسے خاموش کھڑے رہ جائیں گے جیسے ان کی زبانوں کو سی دیا گیا ہو۔

[۸۰] اللہ تعالیٰ نے رات اس لئے بنائی تا کہ اس کی تاریکی میں لوگ آرام کرسکیں اور دن اسے لئے بنایا تا کہ اس کی روشنی میں لوگ روزگار کماسکیں۔ یہ حسین نظام ایک عظیم مدبر یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتا ہے جس نے نظام زندگی میں توازن قائم رکھنے کے لئے دن اور رات کا سلسلہ شروع کیا۔

Marfat.com

وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو وہ سب گھبرا جائیں گے جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سوائے ان کے جن کو اللہ چاہے، اور سب اس کی بارگاہ میں عاجزی کرتے ہوئے حاضر ہوں گے۔[۸۱]

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ اور (اے انسان!) تو پہاڑوں کو دیکھے گا تو گمان کرے گا کہ وہ ٹھہرے ہوئے ہیں حالانکہ وہ بادلوں کی طرح اڑ رہے ہوں گے، [۸۲] یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے، بے شک وہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔[۸۳]

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ جو شخص نیکی لے کر آئے گا اس کے لئے اس سے بہتر اجر ہوگا اور وہ لوگ اس دن گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے۔[۸۴]

---

[۸۱] حضرت اسرافیل علیہ السلام جب پہلی بار صور پھونکیں گے تو زمین و آسمان میں رہنے والے سب گھبرا جائیں گے سوائے ملائکہ، انبیاء اور شہداء کرام کے۔ (صفوۃ التفاسیر) ان کو اللہ تعالیٰ گھبراہٹ سے محفوظ رکھے گا اور دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا جس سے سارے لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے تو سب عاجزی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔

[۸۲] قیامت کے دن پہاڑوں کی مختلف حالتیں بیان کی گئی ہیں یعنی بظاہر تو وہ اپنی جگہ پر جمے ہوئے نظر آئیں گے لیکن حقیقت میں وہ چل رہے ہوں گے کیونکہ بڑی جسامت والی چیزیں جب چل رہی ہوں تو ان کی حرکت محسوس نہیں ہوتی جیسے زمین متحرک ہے مگر ہم اس کی حرکت کو محسوس نہیں کرتے اسی طرح قیامت کے دن یہ پہاڑ بھی چل رہے ہوں گے، پھر اچانک انہیں اٹھا کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور وہ غبار، بادل اور روئی کے گالوں کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔

[۸۳] یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم کاریگری ہے کہ اس نے ہر چیز کو اس کی ضرورت کے مطابق درست، مضبوط اور عمدہ پیدا کیا ہے۔ زمین و آسمان اور سورج، چاند کے نظام کو ہی دیکھیں عرصہ دراز سے کیسا درست اور عمدہ چل رہا ہے، اس میں کہیں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا، لیکن اس کی قدرت ہر چیز پر غالب ہے اور قیامت کے دن یہ بلند و بالا اور بھاری بھرکم پہاڑ اس کے حکم سے بادلوں اور روئی کے گالوں کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد نقل فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو جس کام کو کرے بڑی عمدگی سے کرے۔'' (تفسیر قرطبی) یعنی مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر کام کو پوری توجہ اور عمدگی سے کرے کیونکہ نماز جیسا اچھا کام بھی اگر نیم دلی سے کیا جائے تو وہ بھی قبول نہیں ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ (قرآن: ۱۰۷: ۵)

[۸۴] قیامت کے دن سب لوگ اللہ تعالیٰ کے جلال سے خوف زدہ ہوں گے لیکن جو لوگ مقبول نیکیاں لے کر آئیں گے انہیں ہر نیکی

Marfat.com

وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹۰

۹۰۔ اور جو شخص برائی لے کر آئے گا تو ان کو منہ کے بل آگ میں پھینک دیا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا:) تمہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ [۸۵]

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۹۱

۹۱۔ مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اس شہر کو عزت والا بنایا ہے اور ہر چیز اسی کی ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں رہوں۔ [۸۶]

وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝۹۲

۹۲۔ اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں، پس جس نے ہدایت قبول کی تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے ہدایت قبول کرتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو آپ فرما دیں کہ میں تو صرف عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ہوں۔ [۸۷]

کے بدلہ میں کم از کم دس گنا زیادہ اجر ملے گا۔ جب انہیں اپنی نیکیوں کا عظیم اجر ملے گا تو وہ قیامت کی گھبراہٹ سے محفوظ ہو جائیں گے۔

[۸۵] قیامت کے دن جو لوگ کفر و شرک لے کر آئیں گے ان کو جہنم میں پھینکا جائے گا اور انہیں بتایا جائے گا کہ تمہارے ساتھ کوئی ظلم نہیں ہو رہا بلکہ جو تم دنیا میں کرتے تھے آج اسی کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔

[۸۶] نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دی اور فرمایا: اگر تم اس کی عبادت نہ کرو تو پھر بھی مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں جو نہ صرف مکہ شہر کا رب ہے بلکہ کائنات کی ہر چیز اسی کی ملکیت میں ہے۔ میں اسی حقیقی رب کا فرماں بردار ہوں اور اسی کا نازل کردہ قرآن تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں۔

اس آیت میں شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کئی لحاظ سے عزت عطا فرمائی ہے یعنی اس شہر میں خانہ کعبہ اور صفا و مروہ ہیں، نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت بھی اسی شہر میں ہوئی اور اسی شہر میں ہر سال لاکھوں لوگ حج کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

[۸۷] اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو گمراہی کے انجام بد سے خبردار کروں، پس جس نے ہدایت قبول کر لی اس میں اسی کا فائدہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے گا اور جو گمراہی پر قائم رہا اسے اپنی گمراہی کے انجام بد سے

Marfat.com

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۹۳ ع

۹۳۔ اور آپ فرما دیجئے: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، وہ عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انہیں پہچان لوگے، اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو۔ [۸۸]

ہمکنار ہونا پڑے گا۔

[۸۸] جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں جب وہ قیامت کی نشانیاں دیکھ لیں گے اور حشر کا میدان قائم ہو جائے گا تو انہیں آخرت کا یقین ہو جائے گا مگر اس وقت کا ایمان مقبول نہیں ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز ظہر بروز بدھ ۱۹/اگست ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۷ شعبان ۱۴۳۰ھ

☆ اس سورت کی ابتدائی چودہ آیات کی تفسیر نیویارک امریکہ میں لکھی گئی جس کی تفصیل گزشتہ سورت کے آخر میں ملاحظہ کریں۔

☆ اس سورت کی پانچ آیات (۱۵ تا ۱۹) کی تفسیر ایبلا شام ہوٹل دمشق کے کمرہ نمبر ۷۵۴ میں لکھی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دمشق میں برٹش سفارت خانہ اور شام کے محکمہ اوقاف نے مل کر ''اسلام میں پیغام امن'' کے نام سے یکم اور دو جون ۲۰۰۹ء کو ایک کانفرنس کا انتظام کیا جس میں مختلف ممالک سے تین سو علماء و مشائخ کو دعوت دی گئی۔ اس میں شرکت کے لئے مجھے بھی مدعو کیا گیا۔ اجلاسات کے علاوہ فارغ اوقات میں تفسیر لکھتا رہا۔ اس سفر میں میرا بڑا بیٹا بختیار حیدر پیرزادہ میرے ساتھ تھا اور اس کا قیام کمرہ نمبر ۵۴۹ میں تھا۔

☆ اس سورت کی سات آیات (۲۵ تا ۳۱) کی تفسیر المملكة المغربية کے شہر مراکش کے ہوٹل منصور الذہبی کے کمرہ نمبر ۱۴۴۴ میں لکھی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مراکو (morroco) کے محکمہ اوقاف نے ۱۰ تا ۱۲ جولائی ۲۰۰۹ء کو دوسری عالمی تصوف کانفرنس منعقد کی جس میں برطانیہ سے مجھے بھی مدعو کیا گیا، جہاں میں نے اپنے فارغ اوقات میں ان آیات کی تفسیر لکھی۔ اس سفر میں میرے ساتھ میرا چھوٹا بیٹا معروف پیرزادہ بھی تھا اور اس کا قیام کمرہ نمبر ۱۴۴۰ میں تھا۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ القصص (۲۸)

یہ سورت مکی ہے اور اس کا نام ''القصص'' ہے جو کہ آیت نمبر ۲۵ سے ماخوذ ہے۔

اس سورت کا ابتدائی آدھا حصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصص پر مشتمل ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے لے کر ان کے رسول بنائے جانے تک کے واقعات کو اس قدر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ نزول قرآن سے پہلے کسی کو اتنی تفصیل کا علم نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعات اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

فرعون کی حکمرانی اور بنی اسرائیل کی غلامی میں ایک اشارہ یہ بھی ہے کہ مادہ پرست قوتیں کچھ عرصہ کے لئے اہل ایمان کو کمزور تو کرسکتی ہیں لیکن انہیں ہمیشہ کے لئے فنا نہیں کرسکتیں۔ اہل ایمان جب کوتاہی کرتے ہیں تو انہیں آزمائشوں میں مبتلا کیا جاتا ہے لیکن جب وہ اپنی اصلاح کرلیں تو پھر ایمان کی برکتوں کا ظہور ہوتا ہے۔

اس واقعہ میں ایک طرف کفار مکہ کے لئے درس عبرت ہے کہ وہ فرعون اور اس کی حکومت سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں۔ جب فرعون اور اس کے لشکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغام توحید سے نہ روک سکے تو اہل مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام توحید سے کیسے روک سکتے ہیں، اور دوسری طرف اہل ایمان کو تسلی دی جارہی ہے کہ جب فرعون جیسا طاقتور حکمران اسلام کو ختم نہیں کرسکا تو کفار مکہ بھی اسلام کو ختم نہیں کرسکتے۔ بالآخر اہل ایمان ہی غالب آئیں گے۔

اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ایک شخص (قارون) کا بھی قصہ بیان کیا گیا ہے جو انتہائی غریب تھا اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بہت بڑا امیر ہوگیا تو انتہائی کنجوس اور سرکش بن گیا جس کی سزا کے طور پر اس کو خزانوں سمیت زمین میں غرق کردیا گیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اس دنیاوی مال ومتاع کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھتے ہیں وہ سخی بن جاتے ہیں، خود بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں اور مخلوق خدا کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں، وہ لوگوں میں بھی عزت پاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی سرخرو ہوتے ہیں اور جو لوگ اس مال و دولت کو اپنے علم کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ علم بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے تو وہ قارون کی طرح کنجوس بن جاتے ہیں، نہ خود اس مال کو استعمال کرتے ہیں اور نہ ہی مخلوق خدا کو اس سے استفادہ کرنے دیتے ہیں وہ اس دنیا میں لوگوں کی نفرت کا نشانہ بنتے ہیں اور آخرت میں پچھتاتے ہیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم ایٹن ہال، انگلستان

بعد از نماز ظہر بروز ہفتہ ۲۲ راگست ۲۰۰۹ء بمطابق یکم رمضان ۱۴۳۰ھ

Marfat.com

اٰیاتہا ۸۸ | ۲۸ سُوْرَۃُ الْقَصَصِ مَکِّیَّۃٌ ۴۹ | رکوعاتہا ۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ۝۱

۱۔ طا سین میم۔[۱]

تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۝۲

۲۔ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔[۲]

نَتۡلُوۡا عَلَیۡکَ مِنۡ نَّبَاِ مُوۡسٰی وَ فِرۡعَوۡنَ بِالۡحَقِّ لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ۝۳

۳۔ ہم آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا کچھ حال ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں[۳] ان لوگوں (کے فائدہ) کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔[۴]

اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَ جَعَلَ اَہۡلَہَا شِیَعًا یَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَۃً مِّنۡہُمۡ یُذَبِّحُ اَبۡنَآءَہُمۡ وَ یَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَہُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ

۴۔ بے شک فرعون ملک (مصر) میں سرکش ہو گیا تھا اور اس نے ملک (مصر) کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا، اس نے ان میں سے ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو کمزور کر دیا تھا،[۵] وہ ان کے لڑکوں کو

---

[۱] حروف مقطعات کے لئے سورہ بقرہ کی پہلی آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۲] قرآن مجید ایک واضح اور روشن کتاب ہے، اس میں کسی شک یا ابہام کی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا اس میں بیان ہونے والے سارے احکام اور قصص بھی بالکل واضح اور روشن ہیں۔

[۳] عرب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بڑا مشہور تھا مگر وہ مختصر اور مبہم تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو پوری تفصیل کے ساتھ بالکل اس طرح بیان فرمایا جس طرح پیش آیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔

[۴] اس واقعہ میں اگرچہ سب لوگوں کے لئے درس عبرت ہے مگر اس سے فائدہ وہی حاصل کرتے ہیں جو قرآن مجید اور اس کے قصص کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سچے تاریخی واقعات کا سننا اور سنانا اور ان میں غور و فکر کرنا عبادت ہے۔

[۵] ملک مصر میں فرعون کی بادشاہی تھی اور وہ اتنا متکبر اور سرکش تھا کہ اپنے آپ کو سب سے بڑا رب کہلاتا تھا اور لوگ اس کی عبادت کرتے تھے۔ اس نے اپنے ملک کے عوام کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک گروہ یعنی قبطیوں کو اس نے سردار

Marfat.com

مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ④

ذبح کر دیتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا، بے شک وہ فسادی لوگوں میں سے تھا۔ [٦]

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ⑤

۵۔ اور ہم نے چاہا کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جن کو ملک (مصر) میں کمزور کر دیا گیا تھا اور یہ کہ ہم ان کو پیشوا بنا دیں اور ان کو (مصر کا) وارث بنا دیں۔ [٧]

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ⑥

٦۔ اور یہ کہ ہم انہیں ملک (مصر) میں اقتدار بخشیں اور فرعون، ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان (بنی اسرائیل) کی طرف سے وہ انجام دکھا دیں جس سے وہ ڈرا کرتے تھے۔

بنا رکھا تھا کیونکہ مصر کے اصلی باشندے قبطی تھے اور فرعون بھی انہی میں سے تھا۔ دوسرا گروہ بنی اسرائیل کا تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے دور حکومت میں مصر آ کر آباد ہو گئے تھے، ان کو فرعون نے ذلیل کر رکھا تھا، یہ نچلے شہری شمار ہوتے تھے اور قبطیوں کی خدمت کر کے گزراوقات کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مصر میں جب بنی اسرائیل کی تعداد زیادہ ہوگئی تو وہ متکبر اور نافرمان بن گئے، نہ خود نیکی کرتے، نہ نیکی کرنے کا حکم دیتے اور نہ برائی سے روکتے جس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان پر قبطیوں کو مسلط کر دیا تھا۔ (تفسیر خازن)

[٦] فرعون کو نجومیوں نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو اس کے اقتدار کے زوال کا سبب بنے گا اس لئے فرعون نے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو قتل کر دینے کا حکم جاری کر دیا اور بنی اسرائیل کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیا جاتا تا کہ وہ قبطیوں کی لونڈیاں بن کر رہیں۔ نیز عورتوں سے کسی مخالفت کا خطرہ بھی نہیں تھا کیونکہ کاہنوں نے صرف لڑکے کا ذکر کیا تھا۔ بنی اسرائیل کو ذلیل کرنے اور ان کے لڑکوں کو قتل کر دینے کی وجہ سے واقعی وہ بڑا ظالم اور فسادی تھا۔

[٧] فرعون نے ایک ظلم تو یہ کیا کہ بنی اسرائیل کو اپنے ملک میں نچلے درجے کا شہری اور غلام بنا دیا اور دوسرا ظلم یہ کیا کہ بنی اسرائیل کے پیدا ہونے والے ہزاروں لڑکوں کو صرف اس لئے قتل کرا دیا کہ کہیں ان میں وہ بچہ نہ ہو جو اس کے اقتدار کے لئے خطرہ بننے والا ہے مگر اسے یہ علم نہیں تھا کہ کفر و شرک کے ساتھ تو حکومتیں قائم رہ سکتی ہیں لیکن ظلم و ستم کی وجہ سے حکومتیں ٹوٹ جاتی ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کے مظالم کی سزا دینے کے لئے بنی اسرائیل پر احسان فرمایا اور ان کو ملک مصر کا مذہبی رہنما، وارث اور حکمران بنانے کا ارادہ فرمایا اور فرعون، اس کے وزیر ہامان اور اس کے لشکروں کو جس بچے سے خطرہ تھا اللہ تعالیٰ نے اسی بچے کو فرعون کے محلات میں پروان چڑھانے کا انتظام فرما دیا۔

Marfat.com

وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡہِ ۚ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡہِ فَاَلۡقِیۡہِ فِی الۡیَمِّ وَ لَا تَخَافِیۡ وَ لَا تَحۡزَنِیۡ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡہُ اِلَیۡکِ وَ جَاعِلُوۡہُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۷﴾

۷۔ اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف الہام کیا کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلاتی رہو، پھر جب تمہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اندیشہ لاحق ہو تو ان کو دریا میں ڈال دینا اور کوئی خوف اور غم نہ کرنا، بے شک ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی طرف لوٹا دیں گے اور ہم ان کو رسولوں میں سے بنانے والے ہیں۔ [۸]

فَالۡتَقَطَہٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ لِیَکُوۡنَ لَہُمۡ عَدُوًّا

۸۔ پھر فرعون کے گھر والوں نے اس (بچہ) کو اٹھا لیا تاکہ

[۸] فرعون نے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا، اس طرح ۷۰ ہزار کمسن بچے قتل کر دیئے گئے۔ (تفسیر قرطبی) انہی دنوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

علامہ بغوی نے وہب بن منبہ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو حمل ہو گیا تو نہ تو ان کا پیٹ پھولا، نہ ان کا رنگ بدلا اور نہ ان کا دودھ ظاہر ہوا، اس لئے کسی دائی کو ان کے حمل کا احساس نہ ہوا اور جس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو سوائے ان کی بہن مریم کے کسی کو علم نہ ہوا۔ تین ماہ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کا دودھ پیتے رہے، اس دوران نہ وہ روئے اور نہ انہوں نے حرکت کی جس کی وجہ سے کسی پڑوسی کو بھی ان کی پیدائش کا علم نہ ہوا۔

(تفسیر بغوی: معالم التنزیل)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ماں کا حمل ظاہر نہ ہونا اور پیدائش کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نہ رونا، یہ ایسے غیر فطری عوامل تھے جن کی وجہ سے ان کی والدہ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کا یہ بچہ غیر معمولی شان کا حامل ہوگا اور ان کو اس وقت مزید تسلی ہوگئی جب اللہ تعالیٰ نے ان کو الہام فرمایا یعنی ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اس بچے کو دودھ پلاتی رہیں اور جب ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے متعلق اندیشہ لاحق ہو تو ان کو صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیں، ان کے متعلق کوئی فکر اور غم نہ کریں، ان کو اپنی ماں کی طرف لوٹا دیا جائے گا، وہ سلامتی کے ساتھ پروان چڑھے گا اور جوان ہونے کے بعد ان کو رسول بنایا جائے گا۔

اس آیت میں وحی سے مراد وہ وحی نہیں جو نبیوں کی طرف کی جاتی ہے بلکہ یہ وہ الہام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے دلوں میں ڈالتا ہے کیونکہ کوئی عورت نبی نہیں بنائی گئی۔ اس سلسلہ میں سورہ آل عمران (۳) کی آیت نمبر ۴۲ کا حاشیہ نمبر ۱۲ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

وَحَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ۝۸

وہ ان کے لئے دشمن اور باعث غم ہو جائے، بے شک فرعون، ہامان اور ان دونوں کے لشکر سب خطا کار تھے۔[۹]

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹

۹۔ اور فرعون کی بیوی نے (فرعون سے) کہا: یہ بچہ تو میری اور تیری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں، اور وہ (اس کے انجام سے) بے خبر تھے۔[۱۰]

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰

۱۰۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا، اگر ہم نے اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیا ہوتا تو قریب تھا کہ وہ اس راز کو ظاہر کر دیتیں تا کہ وہ (اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر) یقین کرنے والوں میں سے رہے۔[۱۱]

---

[۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صندوق دریائے نیل میں بہتا ہوا جب فرعون کے محل کے قریب پہنچا تو درباریوں نے اسے نکال کر فرعون اور اس کی بیوی کے سامنے پیش کر دیا۔ انہوں نے اس بچے کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک سمجھ کر اپنے محل میں رکھنے کا فیصلہ کیا لیکن اس کا انجام یہ ہوا کہ وہ بچہ فرعون کے لئے دشمن اور باعث رنج وغم ثابت ہوا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ فرعون اور اس کے لشکر سارے ظالم اور خطا کار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر ان کے محل میں پروان چڑھنے والے بچے کو ہی ان کی ہلاکت کا ذریعہ بنا دیا۔

[۱۰] اس بچے کو دیکھ کر فرعون کی بیوی نے فرعون سے کہا: ہمارے ہاں بیٹا نہیں ہے، یہ خوبصورت بچہ ہے، ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیتے ہیں، یہ بڑا ہو کر ہماری آنکھوں کے لئے خوشی اور سکون کا ذریعہ ہو گا لیکن وہ اس کے انجام سے بے خبر تھے کہ یہ تو وہی بچہ ہے جو بالآخر فرعون کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔

[۱۱] علامہ فخر الدین رازی نقل کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو جب یہ اطلاع ملی کہ اس کا بیٹا فرعون کے پاس پہنچ گیا ہے تو شیطان نے اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تو نے اپنے بچے کو دریا میں اس لئے ڈالا تھا کہ اسے فرعون قتل نہ کر سکے لیکن اب تیرے بچے کو دریا سے نکال کر فرعون کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے، لہٰذا وہ اسے قتل کر دے گا۔ (تفسیر کبیر) اس وسوسہ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل ہر قسم کے دیگر خیالات سے خالی ہو گیا اور صرف اپنے بیٹے کے غم اور فکر سے بھر گیا کہ اب اس کے بیٹے کا کیا بنے گا؟ اور یہ بے قراری اتنی شدید ہو گئی کہ قریب تھا کہ وہ اس راز کو فاش کر دیتیں کہ یہ اس کا بیٹا ہے

Marfat.com

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے کہا: تو اس کے پیچھے پیچھے جا، سو وہ دور دور سے اسے دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو اس کا شعور نہ ہوا۔ [۱۲]

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور ہم نے پہلے ہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کی نشاندہی کروں جو تمہارے لئے اس بچہ کی پرورش کریں اور وہ اس بچہ کے لئے خیر خواہ بھی ہوں۔ [۱۳]

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع

۱۳۔ پس ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہ ہو اور تاکہ وہ یہ بھی جان لے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۱۴]

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو مضبوط کیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین رکھے کہ وہ اس کا بچہ اسے واپس لوٹا دے گا۔

[۱۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اپنے بیٹے کو دریا میں ڈالنے کے بعد اپنی بیٹی سے کہا کہ وہ اس صندوق کا تعاقب کرے کہ یہ کہاں جاتا ہے؟ چنانچہ وہ دور دور سے اپنے بھائی کے صندوق کو اس انداز سے دیکھتی رہی کہ فرعونیوں کو یہ احساس نہ ہوا کہ اس لڑکی کا صندوق اور بچہ کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔

[۱۳] جب یہ صندوق فرعون کے محلات میں پہنچ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زندہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا گیا تو فرعون کی بیوی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لئے کئی عورتوں کو بلایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن بھی دیگر عورتوں کے ساتھ محل میں داخل ہو گئی اور دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی عورت کا دودھ نہیں پیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسری عورتوں کا دودھ پینا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حرام کر دیا تھا۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے فرعون کی بیوی سے کہا: میں تمہیں ایک عورت بتاتی ہوں۔ اس کا دودھ یہ بچہ پی لے گا اور وہ عورت تمہارے لئے بڑی محبت اور خیر خواہی کے ساتھ اس بچے کی پرورش کرے گی۔

[۱۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن اپنی ماں کو بلا لائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کی بیوی بڑی خوش ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے کہا: تم یہاں محلات میں رہ کر اس بچے کی پرورش کرو، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے کہا: میں اپنے خاوند اور بچوں کو چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتی، چنانچہ یہ طے پایا کہ وہ بچے کو اپنے ساتھ

Marfat.com

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤی اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور توانا ہو گئے تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا، اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ [۱۵]

وَ دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ۗ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْهِ ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام (ایک روز ایسے وقت مصر) شہر میں داخل ہوئے جب کہ شہر کے باشندے غفلت میں تھے تو انہوں نے اس میں دو مردوں کو آپس میں لڑتے ہوئے پایا، یہ ایک تو ان کی اپنی قوم (بنی اسرائیل) سے تھا اور یہ دوسرا ان کے دشمنوں (قوم فرعون) میں سے تھا، پس جو شخص ان کی اپنی قوم سے تھا، اس نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد مانگی اس شخص کے خلاف جو ان کے دشمنوں میں سے تھا، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کو مکا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ شیطان کا کام ہے، بے شک وہ بہکانے والا صریح دشمن ہے۔ [۱۶]

اپنے گھر لے جائے، وہیں اس کی پرورش کرے اور اس کی اجرت شاہی خزانہ سے دی جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے یہ اجرت اس لئے قبول کر لی تاکہ اس کا راز فاش نہ ہو کیونکہ اگر فرعون کو یہ پتہ چل جاتا کہ یہ اس کی حقیقی ماں ہے اور اس نے قتل سے بچنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈالا تھا تو ممکن ہے فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی کوشش کرتا۔ بہر حال اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واپس اپنی ماں کے پاس پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو اور اسے یہ بھی یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوتا ہے لیکن اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین نہیں رکھتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دودھ چھوڑنے تک اپنی والدہ کے پاس اپنے گھر میں رہے، اس کے بعد فرعون کے محل میں منتقل ہو گئے۔

[۱۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بھرپور جوانی کو پہنچ گئے اور ان کی نشوونما مکمل ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت و دانائی اور ان کے آباء کے دین کا علم عطا فرمایا۔ (تفسیر قرطبی) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ دونوں نیکوکار تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر خصوصی کرم فرمایا یعنی ان کو فرعون کے مظالم سے بچایا اور نیکی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح بہتر بدلہ عطا فرماتا ہے۔

[۱۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم و حکمت کے ذریعہ اپنے دین توحید کا عرفان ہو گیا تو آپ نے فرعون اور اس کی قوم کے کفر و شرک کی مذمت شروع کر دی۔ اس پر فرعون کی قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف ہو گئی اور فرعون نے بھی

Marfat.com

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡ لِیۡ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی : اے میرے رب ! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، سو تو مجھے معاف فرما دے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا، بے شک وہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔[۱۷]

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَكُوۡنَ ظَهِيۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا : اے میرے رب ! اس وجہ سے کہ تو نے مجھ پر احسان فرمایا اب میں ہرگز مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔[۱۸]

ان سے تعلق توڑ کر انہیں شہر سے نکال دیا۔ وہ چند سال شہر سے غائب رہے اور جب کسی کام کے لئے ان کو شہر میں آنا پڑتا تو ایسے اوقات میں آتے کہ کسی کو ان کے آنے کی خبر نہ ہو۔ (تفسیر قرطبی)

چنانچہ آپ ایک روز ایسے ہی وقت شہر میں داخل ہوئے جب لوگ سو رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں دست و گریباں ہیں، ان میں سے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے اسرائیلی تھا اور دوسرا فرعون کی قوم سے قبطی تھا۔ اسرائیلی نے قبطی کے خلاف مدد مانگی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو دست درازی سے منع فرمایا تو وہ اسرائیلی کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لڑنے لگا تو حضرت موسیٰ نے اس سے جان چھڑانے کے لئے اسے ایک مکا رسید کر دیا جس سے اس قبطی کی موت واقع ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس قبطی کو قتل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ کسی کو قتل کرنا شیطان کا کام ہے اور وہ انسان کا کھلا دشمن ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس فریادی کی مدد اس لئے نہیں کی کہ وہ اسرائیلی تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ مظلوم کی مدد کرنا ہر دین میں فرض ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[۱۷] بلا ارادہ قتل اگرچہ گناہ نہیں تھا لیکن نبی کا تقویٰ اتنا عظیم ہوتا ہے کہ وہ خلاف اولیٰ اور معمولی خطا کو بھی اپنے حق میں ظلم تصور کرتا ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظالم کے لفظ سے یاد فرمایا، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس اتفاقیہ قتل کو اپنے حق میں ظلم تصور کیا اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔

[۱۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا : اے میرے رب ! تو نے مجھ پر بے شمار احسانات فرمائے یعنی پیدائش کے وقت مجھے قتل ہونے سے بچایا، مجھے علم و حکمت اور اپنا عرفان عطا فرمایا، مجھے فرعونیوں کے کفر و شرک سے بچایا اور ہدایت پر ثابت قدم رکھا، اب مزید کرم فرما اور توفیق دے کہ میں آئندہ بھی تیرے منکروں اور مجرموں کا مددگار نہ بنوں۔ (تفسیر قرطبی) کیونکہ مجرموں اور ظالموں کا مددگار بھی ظالم ہوتا ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں کبھی بھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔

☆ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے : جو شخص کسی مظلوم کی مدد کے لئے اس کے ساتھ

Marfat.com

فَاَصۡبَحَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسۡتَنۡصَرَہٗ بِالۡاَمۡسِ یَسۡتَصۡرِخُہٗ ؕ قَالَ لَہٗ مُوۡسٰۤی اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں صبح کی (کہ اب اس قتل کا کیا ہوگا؟) پس اچانک وہی شخص جس نے گزشتہ روز ان سے مدد طلب کی تھی (آج پھر) ان کو مدد کے لئے پکار رہا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا: بے شک تو صریح گمراہ ہے۔[۱۹]

فَلَمَّاۤ اَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّبۡطِشَ بِالَّذِیۡ ہُوَ عَدُوٌّ لَّہُمَا ۙ قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اَتُرِیۡدُ اَنۡ تَقۡتُلَنِیۡ کَمَا قَتَلۡتَ نَفۡسًۢا بِالۡاَمۡسِ ٭ۖ اِنۡ تُرِیۡدُ اِلَّاۤ اَنۡ تَکُوۡنَ جَبَّارًا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا تُرِیۡدُ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡمُصۡلِحِیۡنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اس (قبطی) کو پکڑیں جو ان دونوں کا دشمن ہے تو اس (اسرائیلی) نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام! کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے بھی قتل کر ڈالو جس طرح کل تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا، تم تو صرف یہی چاہتے ہو کہ اس ملک میں بڑے جابر بن جاؤ اور تم نہیں چاہتے کہ اصلاح کرنے والوں میں سے بنو۔[۲۰]

چلے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کو پل صراط پر ثابت قدم رکھے گا اور جو شخص کسی ظالم کی مدد کے لئے اس کے ساتھ چلے گا تو قیامت کے دن اس کے قدم پل صراط سے پھسل جائیں گے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں مظلوم کی مدد کروں (یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے) لیکن میں ظالم کی مدد کیسے کروں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظالم کو ظلم سے روکو، یہ اس کی مدد ہے۔ (ترمذی: ۲۲۵۵: ابواب الفتن: باب ۶۸)

[۱۹] قبطی کے مرجانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے ریت میں دفن کر دیا اور اس ساری کاروائی کا اس اسرائیلی کے علاوہ کسی کو علم نہیں تھا کیونکہ سب لوگ اس وقت سو رہے تھے اور بازار خالی تھے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اندیشہ تھا کہ کہیں وہ اسرائیلی اس راز کو فاش نہ کر دے اس لئے وہ حالات کا جائزہ لینے کے لئے جب دوسرے دن باہر نکلے تو دیکھا کہ وہی اسرائیلی آج پھر کسی اور کے ساتھ دست و گریباں ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لئے پکار رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس پر بڑا غصہ آیا اور اسے ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا: آج پھر تم لڑائی میں ملوث ہو، اس سے معلوم ہوا تم بڑے جھگڑالو اور گمراہ ہو۔

[۲۰] حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے تاکہ قبطی کو پکڑیں اور لڑائی ختم کرا دیں مگر چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی پر غصہ کا اظہار کیا تھا اس لئے اسرائیلی کو غلط فہمی ہوگئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے پکڑنے کے لئے آگے آرہے ہیں، چنانچہ وہ پکار اٹھا: کیا تم

Marfat.com

وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی ۫ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور ایک شخص شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے موسیٰ! بے شک (قوم فرعون کے) سردار آپ کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ وہ آپ کو قتل کر ڈالیں، لہٰذا آپ یہاں سے نکل جائیں، بے شک میں آپ کے خیرخواہوں میں سے ہوں۔[۲۱]

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۱﴾ ع

۲۱۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام (اپنی گرفتاری کی) توقع کرتے ہوئے خوفزدہ ہو کر اس شہر سے نکل کھڑے ہوئے اور دعا کی: اے میرے رب! مجھے اس ظالم قوم سے نجات عطا فرما۔[۲۲]

وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین کی طرف رخ کیا تو کہنے لگے: امید ہے میرا رب مجھے سیدھا راستہ دکھادے گا۔[۲۳]

آج مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح کل تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا۔ تم تو اس ملک میں جابر بننا چاہتے ہو اور صلح کرانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ اس طرح اسرائیلی کی حماقت سے گزشتہ دن کے قتل کا راز فاش ہو گیا اور قبطی نے جا کر فرعون کو بتا دیا کہ کل کے قتل کے ذمہ دار حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

[۲۱] جب فرعون کو قاتل کا علم ہو گیا تو اس نے اپنی قوم کے سرداروں کو شہر کے آخری کنارے اپنے دارالحکومت میں بلایا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک خیرخواہ کو اس سازش کا علم ہوا تو وہ دوڑتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور حکومت کے ارادہ سے مطلع کرتے ہوئے مشورہ دیا کہ وہ فوراً اس شہر سے نکل جائیں ورنہ انہیں گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے گا۔

اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ جب کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کریں گے اور آپ کو مکہ سے نکلنا پڑے گا تو آپ کو علم ہو گا کہ یہ صرف میرے ہی ساتھ نہیں ہوا بلکہ پہلے انبیاء علیہم السلام کے خلاف بھی ان کی قوموں نے اس قسم کی سازشیں کی تھیں۔

[۲۲] چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل کھڑے ہوئے اور گرفتاری کا اندیشہ بھی دامن گیر تھا اس لئے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ انہیں ظالم قوم کی گرفتاری سے بچالے۔

[۲۳] اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب مصر میں اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوا تو انہوں نے مدین

Marfat.com

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۠ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٜ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں لوگوں کا ایک ہجوم ہے جو (اپنے مویشیوں کو) پانی پلا رہا ہے اور ان سے الگ دو عورتوں کو دیکھا جو (اپنی بکریوں کو پانی پر جانے سے) روکے ہوئے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: تم دونوں اس حال میں کیوں کھڑی ہو؟ ان دونوں نے جواب دیا: ہم (اپنی بکریوں کو) پانی نہیں پلاسکتیں جب تک کہ سارے چرواہے (اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر) واپس نہ چلے جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں۔ [۲۴]

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ پس ان دونوں (کی بکریوں) کو پانی پلا دیا، پھر سایہ کی طرف آ گئے اور عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میں اس بھلائی کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف اتاری ہے۔ [۲۵]

کا رخ کیا کیونکہ مدین فرعون کی حکومت سے باہر تھا۔ مصر سے مدین کا سفر آٹھ دن کا تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہ سواری تھی اور نہ زادِ راہ اس لئے راستہ میں درختوں کے پتوں سے اپنی بھوک کا مداوا کرتے رہے۔ نیز آپ کو مدین کا راستہ بھی معلوم نہیں تھا صرف سمت کا علم تھا اس لئے اندازاً اس سمت رخ کر کے روانہ ہو گئے اور اضطرار کی اس حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا کہ وہی ان کو سیدھا راستہ دکھا دے گا۔ (تفسیر قرطبی)

[۲۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک کنویں پر بہت سے لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے ہیں اور دو عورتیں علیحدہ ایک کونے میں خاموش کھڑی ہیں جو اپنی بکریوں کو کنویں پر جانے سے روکے ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا: تم اس طرح الگ کیوں کھڑی ہو اور اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پینے دیتیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم کمزور عورتیں ہیں مردوں کے اس رش میں آگے بڑھ کر اپنی بکریوں کے لئے پانی نکالنا ہمارے بس میں نہیں ہے، پھر ہم کو مردوں سے اختلاط کرنے میں شرم بھی آتی ہے، اس لئے ہم انتظار کر رہی ہیں جب یہ سارے چرواہے اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر چلیں جائیں گے تو ہم اپنی بکریوں کو پانی پلائیں گی۔ ہمارے باپ بہت بوڑھے اور ضعیف ہیں، اگر طاقتور ہوتے تو وہ خود آ کر بکریوں کو پانی پلا دیتے۔

[۲۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان عورتوں پر رحم آیا اور خود پانی نکال کر ان کی بکریوں کو سیراب کر دیا۔ چونکہ آپ طویل سفر کر کے

Marfat.com

فَجَآءَتۡهُ اِحۡدٰىهُمَا تَمۡشِىۡ عَلَى اسۡتِحۡيَآءٍ قَالَتۡ اِنَّ اَبِىۡ يَدۡعُوۡكَ لِيَجۡزِيَكَ اَجۡرَ مَا سَقَيۡتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيۡهِ الۡقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفۡ ٝ نَجَوۡتَ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ پھر ان دونوں میں سے ایک عورت شرم وحیا سے چلتی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ وہ آپ کو اس کا معاوضہ دیں جو آپ نے ہمارے لئے (ہماری بکریوں کو) پانی پلایا ہے، پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آئے اور ان کے سامنے اپنا قصہ بیان کیا تو انہوں نے کہا: اب خوف نہ کرو تم نے ظالم قوم سے نجات پالی ہے۔[۲۶]

قَالَتۡ اِحۡدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡهُ ۖ اِنَّ خَيۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِىُّ الۡاَمِيۡنُ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ ان دونوں خواتین میں سے ایک نے کہا: اے میرے باپ! ان کو اجرت پر رکھ لیں، بے شک جس کو آپ اجرت پر رکھیں ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط (اور) امانت دار ہو۔[۲۷]

مدین پہنچے تھے اور وہاں ان کا کوئی جاننے والا بھی نہیں تھا اس لئے آپ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے اور عرض کی: اے میرے رب! جو مہربانی تو مجھ پر فرمانے والا ہے اس پردیس میں مجھے اس کی سخت ضرورت ہے، لہٰذا جلد کرم نوازی فرما۔

[۲۶] ان دو عورتوں کا بوڑھا باپ کون تھا؟ اگرچہ ان کے بارے میں اختلاف ہے لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک وہ حضرت شعیب علیہ السلام ہیں جو اہل مدین کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔

ان دو عورتوں نے گھر جا کر اپنے بوڑھے باپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بتایا کہ اس نے بکریوں کو پانی پلانے میں ان کی مدد کی ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کے احسان کا بدلہ دینے اور ان کی میزبانی کا شرف حاصل کرنے کے لئے انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ ان دونوں میں سے ایک عورت شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے باپ کے پاس پہنچے اور اپنا سارا قصہ سنایا تو حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: تم ظالموں کی گرفت سے نکل آئے ہو، لہٰذا اب تمہیں کسی فکر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہاں فرعون کی حکومت نہیں ہے۔

[۲۷] حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے گھر چند دن مہمان رہے، اس دوران ایک روز ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے عرض کیا: ابا جان! آپ تو بڑھاپے کی وجہ سے باہر نہیں نکل سکتے، ہمارا کوئی بھائی بھی نہیں ہے کہ وہ باہر کے کام کر سکے اور ہمیں مجبوراً باہر نکلنا پڑتا ہے، لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ان کو ملازم رکھ لیں اور یہ اس کام کے لئے بہترین آدمی ہیں۔ یہ طاقتور بھی ہیں کیونکہ انہوں نے لوگوں کے ہجوم کو ہٹا کر ہماری بکریوں کے لئے پانی نکالا اور یہ دیانت دار بھی ہیں کیونکہ انہوں نے

Marfat.com

قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَۚ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ انہوں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک میرے پاس اجرت پر کام کریں، اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے (احسان) ہوگا اور میں نہیں چاہتا کہ تم پر سختی کروں، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے نیک لوگوں میں سے پائیں گے۔[۲۸]

قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَؕ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۲۸﴾ ع

۲۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے پا گئی، ان دونوں میں سے جو مدت بھی میں نے پوری کر دی تو مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی، اور جو بات ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔[۲۹]

ہماری کمزوری کو دیکھ کر بغیر کسی لالچ کے ہماری مدد کی اور کبھی ہماری طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنی بیٹی کا مشورہ پسند آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے ان کا کام کرنے کی حامی بھر لی۔

[۲۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اخلاق و کردار اور کام کو دیکھ کر حضرت شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا: اگر تم آٹھ سال ہمارے ہاں ٹھہرنا پسند کرو تو میں اپنی ایک بیٹی کا تمہارے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں اور اگر آپ دس سال ٹھہرے رہیں تو یہ آپ کا احسان ہوگا لیکن اگر آپ آٹھ سال کے بعد جانا چاہیں تو آپ کو روکا نہیں جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے نیک اور وعدہ کا پابند پائیں گے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رضامندی ظاہر کر دی اور حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشورہ کے بعد اپنی چھوٹی بیٹی (جس کا نام صفورہ یا صفور یا تھا) کا ان کے ساتھ نکاح کر دیا۔

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اگر تم سے دریافت کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی تھی؟ تو تم کہنا: جو ان دونوں میں سے بہتر اور زیادہ مکمل تھی اور اگر تم سے دریافت کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو عورتوں میں سے کس کے ساتھ نکاح کیا تھا؟ تو تم کہہ دینا: چھوٹی سے کیا تھا اور اسی نے کہا تھا: ابا جان! ان کو اجرت پر رکھ لیں۔ (معجم صغیر: طبرانی: جلد ۲: ص ۱۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی تھی تو آپ نے فرمایا: جو ان دونوں میں سے دور والی تھی۔ (مستدرک: امام حاکم: ۳۵۳۱: جلد ۲: ص ۴۰۷) یعنی دس سال کی مدت پوری کی تھی۔ (تفسیر کبیر)

[۲۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اب ہمارے درمیان بات طے ہو گئی اور اس پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ ان دونوں مدتوں میں سے جو

Marfat.com

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مقررہ مدت پوری کرلی اور اپنی اہلیہ کو لے کر چلے تو انہوں نے (کوہ) طور کی جانب سے ایک آگ دیکھی، انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا: تم یہیں ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے، عنقریب میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر لاتا ہوں یا آگ کی کوئی چنگاری لاتا ہوں تاکہ تم گرم ہوسکو۔ [۳۰]

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو وادی کے دائیں کنارے سے بابرکت مقام میں ایک درخت سے آواز دی گئی: اے موسیٰ علیہ السلام! بے شک میں ہی اللہ ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ [۳۱]

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور اپنا عصا ڈال دو، پھر جب اسے دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح لہرا رہا ہے تو آپ پیٹھ پھیر کر واپس بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (تو آواز آئی:) اے موسیٰ علیہ السلام! سامنے آؤ اور ڈرو نہیں، بے شک تم محفوظ لوگوں میں سے ہو۔ [۳۲]

مدت بھی میں اپنی خوشی سے پوری کرلوں اور اس کے بعد جانا چاہوں تو آپ اس مدت میں اضافہ کا مطالبہ نہیں کریں گے۔

[۳۰] حضرت شعیب علیہ السلام کی دس سال تک بکریاں چرانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے ساتھ مدین سے مصر روانہ ہوئے، جب کوہ طور کے قریب پہنچے تو ایک ٹھنڈی اور اندھیری رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دور سے ایک آگ دیکھی اور اپنی بیوی سے کہا: تم یہاں ٹھہرو، میں وہاں جاتا ہوں، آگ جل رہی ہے، ضرور کوئی آبادی ہوگی، کسی سے مصر کا صحیح راستہ دریافت کروں گا تاکہ ہم اندھیری رات میں ادھر ادھر بھٹکتے نہ پھریں یا آگ کا شعلہ ہی لے آؤں گا تاکہ آگ جلا کر سردی سے بچ سکیں۔

[۳۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وہاں پہنچے تو عجیب منظر دیکھا، وادی کے دائیں کنارے پر ایک درخت سے جو آگ بلند ہو رہی تھی وہ تو بڑا دلکش نور کا سماں تھا اور اس سے اچانک آواز آئی: اے موسیٰ علیہ السلام! اس وقت جو تم سے مخاطب ہے وہ میں اللہ ہوں اور یہ آگ نما روشنی جو تمہیں نظر آرہی ہے یہ میری تجلی ہے۔

[۳۲] اس رات اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرما کر ان کو منصب نبوت پر فائز فرمایا۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین

Marfat.com

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ؗ وَّ اضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾	۳۲۔تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو تو وہ بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف (دور کرنے کے لئے) اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لو، پس آپ کے رب کی طرف سے یہ دو معجزے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف (لے جانے کے لئے) ہیں، بے شک وہ نافرمان لوگ ہیں۔[۳۳]
قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾	۳۳۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا، سو مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔
وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِیْۤ ؗ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾	۳۴۔اور میرا بھائی ہارون وہ گفتگو کرنے میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے، سو اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دے کہ وہ میری تصدیق کرے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔[۳۴]

تھا کہ یہ آواز اللہ تعالیٰ کی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مزید راسخ کرنے کے لئے چند معجزات عطا فرمائے اور عصا پھینکنے کا حکم دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا کو اچانک خوفناک سانپ بنتے دیکھا تو ڈر گئے اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! ڈرو نہیں بے شک تم ہماری حفاظت میں ہو۔

[۳۳] اللہ تعالیٰ نے عصا کے بعد دوسرا معجزہ ید بیضا کا عطا فرمایا یعنی جب آپ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالیں تو وہ چمکتا ہوا نکلے گا اور اگر کبھی خوف محسوس ہو تو اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ لو تو خوف کی کیفیت ختم ہو جائے گی، پس ان دونوں معجزات کو لے کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جاؤ، انہیں یہ معجزات دکھاؤ اور دین کی دعوت دو کیونکہ وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔

[۳۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! فرعون کی قوم کا ایک شخص مجھ سے قتل ہو گیا تھا اس لئے ایک تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اس طرح مجھے تو شہادت کی سعادت مل جائے گی مگر تبلیغ کا کام رک جائے گا، اور اگر انہوں نے قتل کرنے کی کوشش نہ کی تو دوسرا خطرہ یہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے اور میری زبان میں لکنت ہے، اس لئے میرے بھائی ہارون کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دے کیونکہ ایک تو وہ گفتگو کرنے میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے اور دوسرا اس کی تصدیق اور سنگت سے میرا حوصلہ بلند رہے گا۔

Marfat.com

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عنقریب ہم تمہارے بھائی کے ساتھ تمہارا بازو مضبوط کردیں گے اور ہم تم دونوں کو ایسا غلبہ عطا کریں گے کہ وہ (تمہارے دشمن) تم تک نہیں پہنچ سکیں گے، ہماری نشانیوں کے باعث تم دونوں اور تمہارے پیروکار ہی غالب آئیں گے۔[۳۵]

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں کے پاس ہماری روشن نشانیاں لے کر پہنچے تو وہ کہنے لگے: یہ تو صرف ایک گھڑا ہوا جادو ہے اور ہم نے اپنے پہلے آباء واجداد کے زمانہ میں اس قسم کی باتیں کبھی نہیں سنیں۔[۳۶]

وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے اور اس کو بھی جس کا دار آخرت میں اچھا انجام ہوگا، بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔[۳۷]

---

[۳۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عنقریب ہم تمہارے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنا کر تمہارا ساتھی اور مددگار بنا دیں گے اور تم دونوں کو ایسا غلبہ عطا کریں گے کہ فرعون کے حواری تمہارے قریب نہیں آسکیں گے اور ہم نے تمہیں ایسے معجزے عطا فرمائے ہیں جن کی برکت سے بالآخر تم دونوں اور تمہارے پیروکار ہی غالب آئیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ وہبہ زحیلی نے بعض اسلاف کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کسی بھائی نے اپنے بھائی پر اس سے بڑا احسان نہیں کیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام پر کیا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے بھائی کو نبی بنا دیا اور ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا۔ (تفسیر منیر)

[۳۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قوم فرعون کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے معجزات کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے تو وہ کہنے لگے: یہ معجزات تو کوئی گھڑا ہوا جادو ہیں اور جس دین کی یہ دعوت دیتے ہیں یہ ایسی عجیب وغریب باتیں ہیں جو نہ تو ہماری سمجھ میں آتی ہیں اور نہ ہی ہمارے باپ دادا کے زمانہ میں کبھی ایسی باتیں سنی گئیں، لہٰذا ہم ان کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

[۳۷] عصا کا اژدہا بننا اور ہاتھ کا چمکنا جیسے واضح معجزات دیکھنے کے بعد بھی جب فرعونی ایمان نہ لائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

Marfat.com

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَآيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور فرعون نے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا، اے ہامان! میرے لئے گارے پر آگ جلا (کر کچھ اینٹیں پکا) دے اور میرے لئے ایک اونچی عمارت بنا دے شاید میں (اس پر چڑھ کر) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا کا سراغ لگا سکوں اور بے شک میں تو یہی گمان کرتا ہوں کہ موسیٰ جھوٹوں میں سے ہیں۔ [۳۸]

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ اور فرعون نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ سو ہم نے فرعون کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور انہیں سمندر میں پھینک دیا، پس دیکھ لو! ظالموں کا کیسا (برا) انجام ہوا؟ [۳۹]

فرمایا: تم خواہ مجھے مانو یا نہ مانو بہرحال میرا رب خوب جانتا ہے کہ میں اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہوں اور وہ اس کو بھی خوب جانتا ہے جو میری دعوت کو قبول کر کے اپنے آخرت کے گھر کو اچھا بنائے گا لیکن جو لوگ اپنے حقیقی رب پر ایمان نہیں لائیں گے ظاہر ہے وہ ظالم ناشکرے ہیں اور کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔

[۳۸] اہل مصر نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا مشاہدہ کیا تو فرعون کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں اس کی قوم ان معجزات سے متاثر ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہ کر لے، اس لئے اس نے اپنے درباریوں سے کہا: میرے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے اور جس خدا کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام بلاتے ہیں ہم نے زمین پر اس کو کبھی نہیں دیکھا اور اگر آسمانوں پر کوئی ایسا خدا ہے تو ہم اس کی بھی تحقیق کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے وزیر ہامان کو حکم دیا کہ وہ گارے سے اینٹیں بنوا کر انہیں آگ میں پختہ کرائے اور ان سے ایک بلند منارہ تعمیر کرائے تاکہ ہم اس پر چڑھ کر آسمان میں جھانک سکیں کہ وہاں موسیٰ کا کوئی خدا ہے یا نہیں، لیکن میرا گمان یہی ہے کہ وہاں بھی کوئی دوسرا خدا نہیں ہے اور موسیٰ اس لئے جھوٹ بول رہا ہے تاکہ تمہیں مجھ سے بدظن کر کے اس ملک پر قبضہ کر سکے۔

[۳۹] فرعون اور اس کے لشکر قیامت کے حساب و کتاب پر ایمان نہیں رکھتے تھے اس لئے انہوں نے مصر میں ظلم اور تکبر کا بازار گرم کر رکھا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کے بعد بھی وہ اپنے مظالم سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کے لشکروں

Marfat.com

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ اور ہم نے ان کو (کافروں کا) پیشوا بنادیا جو (لوگوں کو) آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ [۴۰]

وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ﴿۴۲﴾ ع

۴۲۔ اور ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگادی ہے اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور بے شک ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی جو لوگوں کے لئے بصیرت افروز، ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔ [۴۱]

وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَ مَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ اور آپ (کوہ طور کی) مغربی جانب نہیں تھے جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف (رسالت کا) حکم بھیجا اور نہ آپ دیکھنے والوں میں سے تھے۔ [۴۲]

سمیت سمندر میں غرق کردیا۔ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے درس عبرت ہے جو انجام سے بے نیاز ہو کر مظالم کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔

[۴۰] فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور ان کی تردید کے لئے ان کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں تھی، اس کے باوجود انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور اپنی قوم کو ہدایت سے دور رکھا۔ اس طرح وہ کفر و شرک کے پیشوا قرار پائے جو لوگوں کو جہنم کی آگ کی طرف بلاتے ہیں، لہٰذا قیامت کے دن وہ بے یار و مددگار ہوں گے، جس طرح اس دنیا میں ان پر لعنت برسی اور وہ سمندر میں غرق ہوگئے اسی طرح آخرت میں بھی ان پر لعنت برسے گی اور وہ جہنم رسید ہوں گے۔

[۴۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے جن قوموں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو بھلادیا اور زمین میں ظلم و زیادتی اور سرکشی کا بازار گرم کردیا، اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی جس میں بصیرت، ہدایت اور رحمت تھی تاکہ لوگ حق کو پہچان سکیں اور ہدایت کا راستہ اختیار کرکے رحمت کے مستحق قرار پائیں۔

[۴۲] کوہ طور پر جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا اس وقت نہ تو آپ وہاں موجود

Marfat.com

وَ لٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَ مَا كُنْتَ ثَاوِیًا فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ۙ وَ لٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ لیکن ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کئی قومیں پیدا کیں، پھر ان پر طویل زمانہ گزر گیا اور نہ آپ اہل مدین میں مقیم تھے کہ آپ انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہوں لیکن ہم ہی رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں۔ [۴۳]

وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَا وَ لٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور نہ آپ (کوہ) طور کے کنارے پر تھے جب ہم نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کو) ندا فرمائی لیکن یہ آپ کے رب کی رحمت ہے تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔ [۴۴]

وَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ مُّصِیْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَیَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جب بھی ان کے کرتوتوں کے باعث ان پر کوئی مصیبت آئے تو وہ کہنے لگیں: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ہم ایمان والوں سے ہو جاتے۔ [۴۵]

تھے اور نہ اس منظر کو دیکھ رہے تھے بلکہ یہ وہ غیب کی باتیں ہیں جو ہم نے وحی کے ذریعہ آپ کو بتائی ہیں اور یہ اس چیز کا ثبوت ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔

[۴۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یکے بعد دیگرے کئی قومیں گزر چکی ہیں، ان پر طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی آپ نے ان کے واقعات پوری صحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں، ایسا نہیں کہ آپ اس وقت مدین میں موجود تھے اور ان واقعات کو خود دیکھتے اور سناتے تھے اور نہ یہ بات ہے کہ آپ نے ان واقعات کو کتابوں میں پڑھا ہے یا لوگوں سے سنا ہے، بلکہ یہ واقعات ہم نے آپ کو وحی کے ذریعہ بتائے ہیں اور جس طرح ہم نے پہلے انبیاء و رسل علیہم السلام کو بھیجا اسی طرح آپ کو بھی ہم ہی رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں۔

[۴۴] یعنی جب ہم نے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اس وقت آپ وہاں موجود نہیں تھے لیکن یہ ہماری رحمت ہے کہ ہم نے آپ کو تمام گفتگو بتادی تاکہ آپ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرائیں کیونکہ ان کے پاس حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ایک طویل عرصہ تک کوئی نبی نہیں آیا۔

[۴۵] گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کے گم ہو جانے یا تبدیل ہو جانے کے باعث آپ کو نبی بنا کر بھیجا گیا تاکہ

Marfat.com

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الۡحَقُّ مِنۡ عِنۡدِنَا قَالُوۡا لَوۡلَاۤ اُوۡتِیَ مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی ؕ اَوَلَمۡ یَکۡفُرُوۡا بِمَاۤ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی مِنۡ قَبۡلُ ۚ قَالُوۡا سِحۡرٰنِ تَظٰہَرَا ٝ وَقَالُوۡۤا اِنَّا بِکُلٍّ کٰفِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ گیا تو وہ کہنے لگے: ان کو ایسے معجزے کیوں نہیں دیئے گئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے تھے؟ کیا انہوں نے ان معجزات کا انکار نہیں کیا تھا جو اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے تھے؟ انہوں نے کہا: یہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور انہوں نے کہا: ہم ان سب کے منکر ہیں۔ [۴۶]

قُلۡ فَاۡتُوۡا بِکِتٰبٍ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ہُوَ اَہۡدٰی مِنۡہُمَاۤ اَتَّبِعۡہُ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ آپ فرمایئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں (تورات اور قرآن) سے زیادہ ہدایت بخش ہو تو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو۔ [۴۷]

لوگوں کے لئے ایمان نہ لانے کا کوئی عذر باقی نہ رہے اور جب قیامت کے دن ان کو عذاب دیا جائے تو وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس تو کوئی رسول آیا نہیں تھا تو پھر ہم کیسے ایمان لاتے؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات یعنی قرآن و حدیث کو ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ کر کے دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا ہے تاکہ کسی نئے نبی کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔

[۴۶] اہل مکہ عجیب لوگ ہیں، اگر ان میں رسول نہ بھیجتے تو عذر کرتے کہ ہماری طرف رسول نہیں بھیجا گیا تو پھر ہم کیسے ایمان لاتے؟ اب جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیج دیا ہے تو کہتے ہیں: ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے معجزات یعنی عصا اور ید بیضا کیوں نہیں دیئے گئے؟ حالانکہ ان معجزات کو دیکھنے کے بعد فرعونیوں نے کہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام یہ دونوں جادوگر ہیں اور ہم ان پر ایمان نہیں لاتے۔ اگر اہل مکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان معجزات کو نبوت کی دلیل تصور کرتے ہیں تو پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان کیوں نہیں لائے۔ دراصل یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں صرف حجت بازی کرتے ہیں۔

[۴۷] مشرکین مکہ کا انکار جب انتہا کو پہنچ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: تم تورات کو نہیں مانتے کیونکہ اس میں میری نبوت کی نشانیاں موجود ہیں اور نہ تم قرآن کو مانتے ہو کیونکہ یہ مجھ پر نازل ہوا ہے اور تم ان دونوں آسمانی کتابوں کو جادو کہتے ہو تو پھر تم ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت بخش ہو تو میں بھی اس کی پیروی کر لوں گا کیونکہ میں تو ہدایت کا طالب ہوں جہاں سے ملے اس کی پیروی کے لئے تیار ہوں۔

Marfat.com

فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَآءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ﴿٥٠﴾ ع ۸

۵۰۔ پھر اگر وہ آپ کی دعوت قبول نہ کریں تو آپ جان لیں کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی کرے، بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ [۴۸]

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥١﴾

۵۱۔ اور ہم مسلسل لوگوں کے لئے اپنا کلام بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔ [۴۹]

اَلَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾ النصف

۵۲۔ جن لوگوں کو ہم نے اس (قرآن) سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ [۵۰]

---

[۴۸] مشرکین مکہ نے قرآن اور تورات کو ماننے سے انکار کر رکھا ہے، اب اگر وہ ان کتابوں سے بہتر کتاب پیش نہ کریں اور ہرگز نہ کر سکیں گے تو پھر ہر ایک کو یقین کر لینا چاہیے کہ نہ وہ ہدایت کے طالب ہیں اور نہ ہی انکار ہدایت کی ان کے پاس کوئی دلیل ہے، وہ صرف اپنی خواہشات کے پیروکار ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ سب سے بڑے گمراہ ہیں، ان کے لئے ہدایت کی طرف واپس آنا ممکن نہیں۔

جو شخص نفسانی اور شیطانی خواہشات کی مخالفت پر ثابت قدم رہتا ہے اس کا ایمان اتنا مضبوط ہو جاتا ہے کہ اس کی خواہش ہدایت کے موافق ہو جاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید کی کئی آیات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق نازل ہوئی ہیں اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں کوئی شخص کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس (ہدایت) کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔ (مشکوۃ المصابیح: باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ: الفصل الثانی)

[۴۹] ہم قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کر کے مسلسل نصیحت کرتے رہے تاکہ کسی وقت کوئی بات مشرکین مکہ کے دل پر اثر کر جائے لیکن جو لوگ تعصب اور عناد کی تاریکی میں گم ہوں انہیں ہدایت کی روشنی نظر نہیں آتی۔

[۵۰] اس آیت میں جن اہل کتاب کی طرف اشارہ ہے ان کے متعلق ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ہجرت حبشہ کے بعد جب نبی کریم ﷺ کی بعثت کی خبریں حبشہ میں پھیل گئیں تو وہاں سے ۲۰ کے قریب عیسائیوں کا ایک وفد مکہ میں آیا اور مسجد حرام میں نبی کریم ﷺ سے ملا۔ قریش کے بہت سے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ عیسائی وفد نے نبی کریم ﷺ سے گفتگو کی اور کچھ سوالات پوچھے، نبی کریم ﷺ نے ان کے جوابات دینے کے بعد انہیں اسلام کی دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن مجید کی آیات تلاوت کیں۔ قرآن مجید سن کر ان کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے اور وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان

Marfat.com

وَ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ اور جب ان کے سامنے (قرآن) پڑھا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، بے شک ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان تھے۔ [۵۱]

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کا اجر دوبارہ دیا جائے گا اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا اور وہ برائی کو نیکی سے دور کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ [۵۲]

لے آئے۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو ابو جہل اور اس کے ساتھی اس وفد کے پاس گئے اور انہیں کہا: ''خدا تمہارے وفد کو نامراد کرے، تم کو اپنے ہم مذہب لوگوں نے اس لئے بھیجا تھا کہ تم اس شخص کے بارے میں تحقیق کرو اور واپس آ کر انہیں حالات سے آگاہ کرو مگر تم ابھی اس کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ اپنا دین چھوڑ دیا اور اس پر ایمان لے آئے۔ ہم نے تم سے زیادہ احمق وفد کبھی نہیں دیکھا۔'' اس پر انہوں نے قریش کو جواب دیا: تم پر سلام ہو، ہم تمہارے ساتھ جہالت کا معاملہ نہیں کر سکتے، ہمیں ہمارے طریقے پر چلنے دو اور تم اپنے طریقے پر گامزن رہو، ہم اپنے آپ کو دانستہ خیر و برکت سے محروم نہیں رکھ سکتے۔

(سیرت ابن ہشام: جلد ۲: ص ۲۸، البدایہ والنہایہ: جلد ۳: ص ۸۲)

اس آیت میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ دور کے لوگ آ کر اس شمع نبوت سے روشنی حاصل کر رہے ہیں اور تم ان کے پاس رہتے ہوئے تاریکی میں سرگرداں ہو۔

[۵۱] قرآن مجید کو سن کر جو اہل کتاب ایمان لائے انہوں نے کہا: ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان تھے۔ اس کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ وہ آسمانی کتابوں میں آخری کتاب اور آخری نبی کے بارے میں جو سن چکے تھے وہ اس پر ایمان رکھتے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ جونہی وہ نبی آئے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے تو گویا وہ پہلے ہی سے نبی کریم ﷺ کو تسلیم کر چکے تھے، اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہر نبی کے صحیح پیروکار مسلمان ہیں یعنی وہ پہلے نبی کو مان کر پہلے بھی مسلمان تھے اور اب نبی آخر الزمان پر ایمان لا کر بھی مسلمان ہیں جیسا کہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں: ہر وہ شخص جو توحید اور سلسلہ وحی کا قائل ہے وہ مسلمان ہے۔

(تفسیر بحر محیط)

[۵۲] کسی شخص کا اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنا انتہائی مشکل مرحلہ ہے، رشتہ دار اور دوست احباب سارے مخالفت پر اتر آتے ہیں اور اسے ذہنی یا جسمانی طور پر ٹارچر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے مگر جو حق کے طالب ہوتے ہیں وہ ان رکاوٹوں کو خاطر میں نہیں لاتے اور پورے استقلال اور صبر کے ساتھ حق کے راستہ پر گامزن رہتے ہیں ہلکہ

Marfat.com

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ اور جب وہ کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، تم پر سلام ہو، ہم جاہل لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔ [۵۳]

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ بے شک آپ جس کو چاہیں اس کو آپ خود ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے، اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو خوب جانتا ہے۔ [۵۴]

مخالفین کے طعنوں اور برائیوں کا بدلہ حسن اخلاق اور نیکیوں سے دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق کو مخلوق خدا پر خرچ کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو دوگنا اجر ملے گا: پہلے اپنے نبی اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کا اور پھر نبی کریم ﷺ اور قرآن مجید پر ایمان لانے کا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں کو دوگنا اجر ملے گا: ایک وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور پھر حضرت محمد ﷺ پر بھی ایمان لایا، دوسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالک کا حق بھی ادا کرے اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو، وہ اس کو خوب اچھا ادب سکھائے اور اس کو خوب اچھی تعلیم دے، پھر وہ اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اس کو دو اجر ملیں گے۔

(بخاری: ۹۷: کتاب العلم: باب ۳۲)

[۵۳] اسلام قبول کرنے والوں کو جب مشرکین طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے تو وہ ان سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے کہتے: جب تم خود وہی کام کرتے ہو جو تمہیں پسند ہیں تو ہمیں بھی وہی کام کرنے کا حق ہے جو ہمیں پسند ہے لیکن اس کے باوجود اگر تم ہمیں گالیاں دیتے ہو تو نادان لوگوں سے الجھنا ہمارا کام نہیں ہے بلکہ اس کے جواب میں ہم تمہیں سلامتی کی دعا دیتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تم پر کرم فرمائے اور تمہیں بے ہودہ گوئی اور جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت اور سلامتی کی روشنی سے آشنا فرمائے۔

[۵۴] نبی کریم ﷺ نے تبلیغ اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور آپ کی خواہش تھی کہ سب لوگ مسلمان ہو جائیں لیکن جب آپ کے بہت سے قریبی رشتہ دار اور اہل مکہ مسلمان نہ ہوئے تو آپ پریشان رہنے لگے۔ اس آیت میں آپ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ نے ہدایت کا راستہ دکھانے کا حق ادا کر دیا ہے لیکن کسی کے دل میں قبول ہدایت کا جذبہ پیدا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کیونکہ وہی بہتر جانتا ہے کہ کس کا خلوص اس قابل ہے کہ اسے ہدایت کے راستہ پر گامزن کیا جائے۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک آپ جس کو چاہیں اس کو خود ہدایت نہیں دے سکتے اور سورۃ الشوریٰ میں فرمایا: بے شک آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ (قرآن: ۴۲: ۵۲) یعنی ذاتی طور پر تو ہدایت کا خالق اللہ تعالیٰ ہے وہ

Marfat.com

وَقَالُوۡۤا اِنۡ نَّتَّبِعِ الۡهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفۡ مِنۡ اَرۡضِنَا ؕ اَوَلَمۡ نُمَكِّنۡ لَّهُمۡ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجۡبٰۤى اِلَيۡهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَىۡءٍ رِّزۡقًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۵۷

۵۷۔ اور انہوں نے کہا: اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنے ملک سے اچک لئے جائیں گے، کیا ہم نے انہیں حرم (مکہ شہر) میں آباد نہیں کیا جو امن والا ہے، اس کی طرف ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں، یہ ہماری طرف سے (ان کے لئے) رزق ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔[۵۵]

نہ چاہے تو کسی کو ہدایت نہیں مل سکتی لیکن اللہ تعالیٰ کی اجازت سے سارے انبیائے کرام علیہم السلام ہدایت دینے کے لئے ہی آتے ہیں۔

اکثر مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت جناب ابو طالب کے ایمان کے متعلق نازل ہوئی لیکن ان کے ایمان کے بارے میں اختلاف ہے، جیسا کہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: جناب ابو طالب کے ایمان کا مسئلہ اختلافی ہے لیکن جو ان کے ایمان کے قائل نہیں ہیں انہیں بھی ان کے بارے میں بری اور فضول بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے حضرت علی کی اولاد کو اذیت پہنچتی ہے بلکہ یہ بھی بعید نہیں ہے کہ اس سے نبی کریم ﷺ کو بھی اذیت پہنچے کیونکہ اس آیت سے بہر حال یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ابو طالب سے محبت تھی اور کسی عقل مند شخص سے یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ ایسے مقامات پر احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

(تفسیر روح المعانی)

[۵۵] اس آیت کے ابتدائی حصہ میں اس عذر کا بیان ہے جو مشرکین نے اسلام قبول نہ کرنے کے لئے پیش کیا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حرث بن عثمان قرشی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: بے شک ہم جانتے ہیں کہ آپ کا پیغام حق ہے لیکن ہمیں یہ خطرہ ہے کہ اگر ہم آپ پر ایمان لا کر آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو سارے عرب اکٹھے ہو کر ہمیں مکہ سے نکال دیں گے۔ (تفسیر قرطبی) کیونکہ ان کی اکثریت ہماری طرح مشرک ہے، جب ہم شرک سے دست بردار ہوں گے تو ان کے دلوں سے احترام نکل جائے گا اور وہ ہمیں ذلیل وخوار کر دیں گے۔

اس آیت کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بہانہ سازی کی تردید فرمائی ہے یعنی عرب والے تمہارا احترام اس لئے نہیں کرتے کہ تم مشرک ہو بلکہ اس لئے کہ تم مکہ میں آباد ہو لیکن کیا تم نے کبھی غور کیا کہ تمہیں اس شہر میں کس نے آباد کیا؟ اس شہر کو امن والا کس نے بنایا؟ اس شہر میں سبزہ کا نام ونشان نہیں اس کے باوجود ہر قسم کے پھل لانے والا کون ہے؟ یہ سب انتظام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، اگر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ مکہ میں کعبہ تعمیر نہ کراتا تو آج یہاں کوئی بھی نہ آتا اور اگر وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں آباد نہ کرتا تو آج نہ یہ شہر ہوتا اور نہ تم یہاں پیدا ہوتے، لہٰذا عقل کے ناخن لو اور اپنے محسن حقیقی کو سمجھنے کی کوشش کرو جس نے تمہارے شرک کے باوجود تمہیں عرب میں ایک بلند مقام دیا اور جب تم اس کی توحید کو تسلیم کر لو گے تو تمہارا مقام اتنا بلند ہوگا جس کا تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

Marfat.com

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ اور ہم نے بہت سی بستیوں کو برباد کرڈالا جن کے باشندے اپنی خوش حالی پر فخر کرنے لگے تھے، سو یہ ان کے مکان ہیں جن میں ان کے بعد بہت کم سکونت اختیار کی گئی ہے، اور (آخر کار) ہم ہی سب کے وارث ہیں۔[۵٦]

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِیْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِی الْقُرٰۤى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ اور آپ کا رب اس وقت تک بستیوں کو برباد نہیں کرتا جب تک ان کے مرکزی شہر میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ہم صرف ان بستیوں کو برباد کرتے ہیں جن کے باشندے ظالم ہوں۔[۵۷]

وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

۶۰۔ اور تم کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ دنیاوی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ زیادہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے، کیا تم (اس حقیقت کو) نہیں سمجھتے؟[۵۸]

---

[۵٦] جو قومیں خوش حالی پر شکر کرنے کی بجائے تکبر کرتی ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام کی تبلیغ کے باوجود سرکشی سے باز نہیں آتیں ان کو بالآخر تباہ کردیا جاتا ہے۔ اس آیت میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اگر تم بھی سرکشی اور نافرمانی سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عذاب آسکتا ہے جیسا کہ تم اپنے تجارتی سفروں میں ایسی بہت سی بستیاں دیکھ چکے ہو جو ویران پڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی وارث نہیں ہے اور ان میں رہنا کوئی پسند نہیں کرتا صرف مسافر ہی ہیں جو ایک دو دن آرام کرنے کے لئے وہاں ٹھہر جاتے ہیں۔

[۵۷] اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ بستیوں پر عذاب نازل کرنے سے پہلے ان کے مرکزی شہر میں کسی رسول کو بھیجتا ہے تاکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے اور اگر وہ قومیں ظلم وستم سے باز نہ آئیں تو پھر بھی ایک مخصوص مدت تک اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کرنے کے لئے مہلت دیتا ہے لیکن ان کے مسلسل ظلم وستم کے باعث بالآخر انہیں تباہ کردیا جاتا ہے۔ اسی سنت کے پیش نظر حضرت محمد ﷺ کو عرب کے مرکزی شہر مکہ میں مبعوث کیا گیا۔

[۵۸] اس آیت میں دنیا کی زینت اور آخرت کی نعمت کا فرق واضح کیا گیا ہے یعنی آج تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ اس دنیاوی زندگی کا ساز وسامان اور اس کی زیب وزینت ہے۔ ممکن ہے کہ آج رات کو زلزلہ آئے، یہ سارا مال ومتاع تباہ ہوجائے

Marfat.com

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ بھلا وہ (خوش نصیب) جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا، پھر وہ اسے پانے والا ہے، کیا وہ اس (بد نصیب) کی طرح ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیاوی زندگی کا سامان دیا، پھر وہ قیامت کے دن (مجرموں کے ساتھ) پیش کیا جائے گا؟ [۵۹]

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں پکارے گا اور فرمائے گا: میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم (میرا شریک) گمان کرتے تھے؟

قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا

۶۳۔ وہ لوگ جن پر (عذاب کا) فرمان ثابت ہو چکا کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے

اور صرف تم بھیک مانگنے کے لئے بچ جاؤ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آج رات تمہاری موت واقع ہو جائے اور یہ سارا سامان کسی اور کے پاس چلا جائے اور اگر تم بھی زندہ رہے اور یہ تمہارا مال و متاع بھی تمہارے قبضہ میں رہے تو پھر بھی تمہیں ایک دن مرنا ہے کیونکہ یہ ساری کائنات اور اس میں موجود ہر چیز عارضی ہے، اسے ایک دن فنا ہو جانا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ایمان والوں کے لئے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں وہ اس دنیاوی مال و متاع سے بدرجہا بہتر ہیں اور لطف یہ ہے کہ وہ دائمی ہیں اور ہمیشہ ایمان والوں کے ساتھ رہیں گی، جنت میں نہ زلزلہ آئے گا اور نہ ہی وہاں موت ہو گی۔ کیا تم اس دنیا کی عارضی زینت اور آخرت کی دائمی نعمت کے فرق کو نہیں سمجھتے؟

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا مؤمن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

(مسلم: ۷۴۱۷: کتاب الزھد: باب ۵۳)

☆ حضرت ابراہیم بن مہدی اپنے باپ اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی بندہ کا مرتبہ اس قدر بلند ہوتا ہے کہ وہ اپنے عمل سے اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسم میں یا اس کے مال میں یا اس کی اولاد کے مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(ابوداؤد: ۳۰۹۰: کتاب الجنائز: باب ۲۰)

[۵۹] یعنی جو شخص ایمان لایا اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق قیامت کے دن جنت کا مستحق قرار پایا، کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی کا مال و متاع عطا فرمایا مگر اس نے سرکشی کی اور قیامت کے دن مجرموں کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا؟ ظاہر ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

غَوَيۡنَا ۚ تَبَرَّاۡنَاۤ اِلَيۡكَ ۫ مَا كَانُوۡۤا اِيَّانَا يَعۡبُدُوۡنَ ﴿۶۳﴾

گمراہ کیا تھا، ہم نے انہیں اسی طرح گمراہ کیا جیسے ہم خود گمراہ ہوئے تھے، ہم (ان سے) بے زار ہو کر تیری طرف رجوع کرتے ہیں، وہ صرف ہماری ہی عبادت نہیں کرتے تھے۔[۶۰]

وَقِيۡلَ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ فَدَعَوۡهُمۡ فَلَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهُمۡ وَرَاَوُا الۡعَذَابَ ۚ لَوۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۶۴﴾

۶۴۔اور (ان سے) کہا جائے گا: تم اپنے شریکوں کو بلاؤ تو وہ انہیں پکاریں گے لیکن وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے اور (جب) وہ عذاب دیکھ لیں گے (تو تمنا کریں گے) کاش! وہ ہدایت پا لیتے۔[۶۱]

وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ مَاذَاۤ اَجَبۡتُمُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۶۵﴾

۶۵۔اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا تو فرمائے گا: تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟

فَعَمِيَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡاَنۡۢبَآءُ يَوۡمَئِذٍ فَهُمۡ لَا يَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۶۶﴾

۶۶۔اس دن ان پر ساری خبریں پوشیدہ ہو جائیں گی، سو وہ ایک دوسرے سے پوچھ بھی نہ سکیں گے۔[۶۲]

---

[۶۰] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ غضب ناک ہو کر مشرکین سے فرمائے گا: آج وہ کہاں ہیں جن کو تم میرا شریک قرار دیتے تھے؟ تو اس وقت شیاطین اور مشرکین کے لیڈر جن کے بارے میں عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہو گا وہ حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ان کی گمراہی کا سبب ہم ہیں مگر ہم نے ان کو گمراہی پر مجبور نہیں کیا بلکہ جس طرح ہم خود اپنی مرضی سے گمراہ ہوئے اسی طرح یہ بھی اپنی مرضی سے گمراہ ہوئے تھے اور یہ صرف ہماری ہی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ اصل میں وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے تھے یعنی جو چیز ان کو پسند آتی اس کو اختیار کر لیتے تھے اور جو چیز ان کی خواہش سے ٹکراتی اس کو مسترد کر دیتے، لہٰذا آج ہم ان سے بے زار ہو کر تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔

[۶۱] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرمائے گا کہ ان کو پکارو جن کو تم میرا شریک بناتے تھے تاکہ وہ آج تمہیں میرے عذاب سے بچائیں تو وہ انہیں پکاریں گے مگر وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے اور جب انہیں عذاب کا یقین ہو جائے گا تو تمنا کریں گے کہ کاش! وہ ہدایت کا راستہ اختیار کرتے تو آج عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔

[۶۲] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ غضب ناک ہو کر مشرکوں سے فرمائے گا: ہمارے رسول تمہارے پاس توحید کی دعوت لے کر آئے تھے تم نے ان کی دعوت قبول کیوں نہ کی؟ اس وقت اپنے انجام کو دیکھ کر ان پر سکتہ طاری ہو جائے گا اور کوئی جواب سمجھ میں نہیں آئے گا بلکہ وہ سارے دلائل جو وہ شرک کے حق میں دیا کرتے تھے اس دن ڈر کے مارے وہ بھی بھول جائیں گے اور

Marfat.com

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾

۶۷۔ البتہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے، پس عنقریب وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔[۶۳]

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے، اس میں ان (مشرکین) کا کوئی اختیار نہیں ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے اور ان چیزوں سے بالاتر ہے جن کو وہ شریک قرار دیتے ہیں۔[۶۴]

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ اور آپ کا رب خوب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔[۶۵]

وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ

۷۰۔ اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، دنیا اور آخرت میں سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں،[۶۶] اور

کسی اپنے ساتھی سے پوچھنے کی جرأت بھی نہیں کریں گے کیونکہ ان میں سے ہر ایک پریشان ہوگا اور انہیں یقین ہو چکا ہوگا کہ ہم غلط تھے اس لئے ہم جہنم میں داخل ہونے والے ہیں۔

[۶۳] انسان خواہ کتنا ہی بڑا گناہ گار اور مشرک کیوں نہ ہو جب وہ سچے دل سے توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور قیامت کے دن وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔

[۶۴] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اپنی نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے۔ (تفسیر قرطبی) علامہ خازن لکھتے ہیں: مشرکین نے جب کہا کہ یہ قرآن کسی بڑے آدمی یعنی ولید بن مغیرہ یا عروہ بن مسعود ثقفی پر کیوں نہیں اتارا گیا تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ مشرکین کی پسند کے مطابق رسول نہیں بھیجتا بلکہ وہ قادر مطلق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ جس کو چاہے منتخب کرلے اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔
(تفسیر خازن)

[۶۵] اللہ تعالیٰ ان مشرکین کی صرف ظاہری حرکات سے ہی باخبر نہیں بلکہ وہ سازشیں جو وہ اپنے دلوں میں سوچتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بھی خوب آگاہ ہے اور جب ان کی گرفت کا وقت آپہنچے گا تو ان سے ہر حرکت کا حساب لیا جائے گا۔

[۶۶] اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ دنیا اور آخرت میں ہر قسم کی کامل تعریفوں کا حقیقی مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ مومن اس دنیا میں بھی اپنے ہر کام اور کلام کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی حمد سے کرتا ہے۔ (ابن ماجہ: ۱۸۹۴: ابواب النکاح:

Marfat.com

تُرْجَعُوْنَ ۝ اسی کا حکم ہے [۶۷] اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ۭ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝

۷۱۔ آپ فرمائیے: بھلا یہ تو بتاؤ! اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ رات ہی طاری کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝

۷۲۔ آپ فرمائیے: بھلا یہ بتاؤ! اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت تک ہمیشہ دن ہی طاری کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم آرام کر سکو؟ کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ [۶۸]

باب ۱۹، ابو داؤد: ۴۸۴۰: کتاب الادب: باب ۲۱) اور جنت میں بھی مومن کی زبان اللہ تعالیٰ کی حمد سے تر رہے گی۔ مثال کے طور پر:

۱۔ (الحمدللہ الذی اذھب عنا الحزن۔ قرآن: ۳۵: ۳۴) سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا۔

۲۔ (الحمدللہ الذی صدقنا وعدہ۔ قرآن: ۳۹: ۷۴) سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ حمد کی مزید تشریح کے لئے سورہ فاتحہ کی پہلی آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۶۷] جس طرح ہر قسم کی تعریف کا حقیقی مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح کسی چیز کے بارے میں حکم کا حقیقی اختیار بھی صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس دنیا میں تو کئی حکمران اپنا حکم چلاتے ہیں اور حقیقی مالک کو تسلیم نہیں کرتے مگر قیامت کے دن جب سارے مومن اور کافر میدان حشر میں حاضر ہوں گے تو انہیں مشاہدہ ہو جائے گا کہ حقیقی مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس دن صرف اسی کے حکم کے مطابق فیصلے ہوں گے اور کوئی فیصلہ عدل و انصاف کے خلاف نہیں ہوگا۔ حکم کی مزید تشریح کے لئے سورہ انعام کی آیت نمبر ۵۷ کا حاشیہ نمبر ۵۴ ملاحظہ کریں

[۶۸] مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ کیا تم نے کبھی غور کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کے لئے رات ہی مسلط کر دے تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہے جو تمہیں دن کی روشنی دے سکے؟ اور اگر وہ ہمیشہ کے لئے دن ہی طاری کر دے تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہے جو تمہیں آرام کرنے کے لئے رات مہیا کر سکے؟ ہرگز نہیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے آرام کرنے کے لئے رات کو اور رزق تلاش کرنے کے لئے دن کو بنایا، تو کیا تم اتنی سادہ سی بات بھی نہیں سمجھتے تا کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

Marfat.com

وَ مِنۡ رَّحۡمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَ النَّهَارَ لِتَسۡكُنُوۡا فِيۡهِ وَ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تاکہ تم رات میں آرام کرو اور (دن میں) اس کا فضل (روزی) تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔

وَ يَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ اَيۡنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيۡنَ كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان (مشرکین) کو پکارے گا اور فرمائے گا: میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم (میرا شریک) گمان کرتے تھے؟

وَ نَزَعۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيۡدًا فَقُلۡنَا هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ فَعَلِمُوۡۤا اَنَّ الۡحَقَّ لِلّٰهِ وَ ضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۷۵﴾ ع ۱۵

۷۵۔ اور ہم ہر امت سے ایک گواہ نکالیں گے، پھر ہم (مشرکین سے) کہیں گے کہ تم اپنی دلیل لاؤ تو وہ جان لیں گے کہ بے شک حق اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور جو کچھ افتراء وہ باندھا کرتے تھے وہ ان سے گم ہو جائے گا۔ [۶۹]

اِنَّ قَارُوۡنَ كَانَ مِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰى فَبَغٰى عَلَيۡهِمۡ ۪ وَ اٰتَيۡنٰهُ مِنَ الۡكُنُوۡزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوۡٓاُ بِالۡعُصۡبَةِ اُولِى الۡقُوَّةِ ۗ اِذۡ قَالَ لَهٗ قَوۡمُهٗ لَا تَفۡرَحۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡفَرِحِيۡنَ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ بے شک قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا، پھر اس نے ان پر سرکشی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ اس کی چابیوں کو اٹھانا ایک طاقتور جماعت کے لئے مشکل ہوتا تھا، جب قارون کی قوم نے اس سے کہا: مت اترا بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ [۷۰]

---

[۶۹] قیامت کے دن ہر امت کے سامنے اس کا نبی تشریف لائے گا اور گواہی دے گا کہ اس نے ان کو توحید کا پیغام پہنچایا تھا، پھر مشرکین سے پوچھا جائے گا کہ تم اپنے شرک کی دلیل لاؤ، اس وقت وہ تصویر حیرت بن کر کھڑے رہ جائیں گے، کوئی جواب نہ دے سکیں گے اور دنیا میں جو جھوٹے دلائل دیا کرتے تھے وہ بھی ان کے ذہنوں سے غائب ہو جائیں گے کیونکہ میدان حشر کے حالات سے انہیں یقین ہو جائے گا کہ نبیوں کی دعوت ہی برحق تھی اور حقیقی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

[۷۰] علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا، ابتدا میں قارون ایمان لے آیا تھا اور وہ تورات کو بڑے اچھے انداز میں پڑھتا تھا لیکن بعد میں مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے یہ سامری کی طرح منافق ہو گیا۔ (تفسیر روح البیان)

Marfat.com

وَ ابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾

۷۷۔اور جو (مال وزر) اللہ تعالیٰ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر تلاش کر اور دنیا سے اپنے حصہ کو بھی فراموش نہ کر اور احسان کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد انگیزی نہ کر، بے شک اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾

۷۸۔قارون نے کہا: یہ (مال وزر) مجھے اس علم کی وجہ سے دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے، کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے کئی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے جو طاقت میں بھی اس سے زیادہ شدید تھیں، اور مال جمع کرنے میں بھی کہیں زیادہ تھیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔[۷۱]

چنانچہ اپنی دولت کو بڑھانے کے لئے وہ فرعون کے ساتھ مل گیا اور اس کو خوش کرنے کے لئے اپنی ہی قوم یعنی بنی اسرائیل پر ظلم کرنے لگا۔ فرعون کی سرپرستی میں اس کی دولت اتنی بڑھ گئی کہ اس کے خزانوں کے تالوں کی صرف چابیاں بھی ایک طاقتور جماعت بڑی مشکل سے اٹھاتی تھی۔ بنی اسرائیل نے قارون کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: تم اس دولت پر فخر اور غرور نہ کرو۔ اس کو اپنی دنیاوی ضروریات کے لئے بھی ضرور خرچ کرو مگر آخرت کو بھی فراموش نہ کرو اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا ہے اسی طرح اب تم اس کی غریب مخلوق پر خرچ کر کے جنت میں اپنا گھر بناؤ اور ظلم وستم کر کے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں فرماتا۔

[۷۱] قارون اتنا متکبر اور سرکش ہو چکا تھا کہ اس نے ان نصیحتوں کے جواب میں کہا: جو مال ومتاع میرے پاس ہے یہ میں نے اپنے علم وہنر سے کمایا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے احسان کا کوئی تعلق نہیں کہ میں اس کو اس کی مخلوق پر بھی خرچ کروں۔ اس پر اسے تنبیہ کی گئی کہ وہ اپنے اس فانی مال ومتاع پر غرور نہ کرے کیونکہ قارون سے پہلے کئی قومیں ایسی گزر چکی ہیں جن کے پاس قارون سے بھی زیادہ طاقت اور دولت تھی مگر جب انہوں نے سرکشی کی اور ظلم وستم کا بازار گرم کیا تو ان کا مال ومتاع انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکا اور وہ تباہ کر دیئے گئے، اسی طرح قارون پر بھی خدا کا عذاب آسکتا ہے بلکہ اس کے مظالم اتنے زیادہ اور واضح ہیں کہ ان کی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق ہو چکا ہے، لہٰذا جب اس پر عذاب آئے گا تو اس سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اس نے کتنے اور کون سے گناہ کئے ہیں بلکہ اس کو اچانک زمین میں غرق کر دیا جائے گا۔ اس

Marfat.com

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِىَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾

۷۹۔ پھر (ایک دن) قارون اپنی زینت کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا، جو لوگ دنیاوی زندگی کے طالب تھے انہوں نے کہا: اے کاش! ہمارے لئے بھی ایسا (مال وجاہ) ہوتا جیسا قارون کو دیا گیا ہے، بے شک وہ بڑے نصیب والا ہے۔ [۷۲]

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

۸۰۔ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا: تم پر افسوس ہے، جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کئے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا ثواب بہتر ہے اور یہ نعمت صرف صبر کرنے والوں کو دی جاتی ہے۔ [۷۳]

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا

۸۱۔ پھر ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پس اس کے پاس کوئی جماعت نہیں تھی جو اللہ تعالیٰ

واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو شخص دنیاوی مال و دولت کو صرف اپنے علم و ہنر کا نتیجہ سمجھتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ اسے یہ علم و ہنر دینے والا کون ہے تو وہ قارون کی طرح سرکش اور قوم فروش ہو جاتا ہے لیکن جو یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کا اپنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا صرف آسان ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ اس خرچ کرنے میں خوشی اور اطمینان محسوس کرتا ہے۔

[۷۲] ایک دن قارون اپنی پوری امیرانہ شان وشوکت اور خدم وحشم کے ساتھ نکلا تو اسے دیکھ کر طالبان دنیا کہنے لگے: یہ بڑا خوش قسمت آدمی ہے، کاش! ہمیں بھی ایسا مال وجاہ ملتا جیسا قارون کو دیا گیا ہے۔

[۷۳] بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے علم وتقویٰ کی دولت سے نوازا تھا اور وہ اس دنیا کی حقیقت سے باخبر تھے، انہوں نے طالبان دنیا سے کہا: تم پر افسوس ہے تم اس دنیا کی فانی شان وشوکت پر للچا گئے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں وہ اس سے کہیں بہتر ہیں مگر یہ دائمی نعمتیں صرف ان کو ملتی ہیں جو نفسانی خواہشات کے خلاف جہاد کرتے ہیں اور دنیاوی مشکلات پر صبر کرتے ہیں۔

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا ہے۔

(بخاری: ۳۲۴۴: کتاب بدء الخلق: باب ۸)

Marfat.com

كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿٨١﴾

کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود اپنی مدد کرسکا۔[۷۴]

وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع

۸۲۔اور جو لوگ کل تک اس کے مرتبہ کی تمنا کر رہے تھے وہ کہنے لگے: افسوس، ہم بھول گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو وہ ہمیں بھی (زمین میں) دھنسا دیتا، افسوس، ہم بھول گئے تھے کہ کفار فلاح نہیں پاتے۔[۷۵]

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٨٣﴾

۸۳۔یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں نہ تکبر کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ فساد کا، اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔[۷۶]

---

[۷۴] قارون نے جب موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور تکبر و سرکشی میں آگے ہی بڑھتا گیا تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے اسے خزانوں اور محلات سمیت زمین میں غرق کر دیا۔ اس وقت نہ تو وہ خود اپنے آپ کو بچا سکا اور نہ ہی اس کے حمایتی اس کی کوئی مدد کر سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور کوئی بھی اس کے فیصلوں کو چیلنج نہیں کر سکتا۔

[۷۵] جو لوگ قارون کی دنیاوی شان و شوکت دیکھ کر للچا گئے تھے جب انہوں نے اس کا عبرت ناک انجام دیکھا تو نادم ہو کر کہنے لگے: ہماری خواہش اور سوچ غلط تھی، مال کی کمی بیشی کسی کے مقبول یا مردود ہونے کی دلیل نہیں ہے یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی کو دنیاوی شان و شوکت اور مال و دولت کثرت سے دیتا ہے تو اس کا یہ لازمی نتیجہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی بھی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ صرف اس پر راضی ہوتا ہے جو اس کے احکام کی پیروی کرے خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔ یہ ہماری غلط فہمی تھی کہ ہم اس کی دنیاوی شان و شوکت کو حقیقی فلاح سمجھ کر اس کی خواہش کر بیٹھے اور یہ بھول گئے کہ کفار فلاح نہیں پاتے خواہ وہ کتنے ہی بڑے مال دار ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہماری خواہش کو پورا فرما دیتا اور ہم بھی قارون کی طرح ناشکری پر اتر آتے تو وہ ہمیں بھی زمین میں غرق کر دیتا مگر اس نے ہم پر احسان فرمایا اور ہماری اس غلط خواہش کو پورا نہ فرمایا۔

[۷۶] اللہ تعالیٰ نے اچھا گھر یعنی جنت اور اچھا انجام ان لوگوں کے لئے مخصوص کر رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر نہیں سمجھتے اور نہ ہی ظلم و ستم کر کے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

Marfat.com

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ جو شخص (قیامت کے دن) نیکی لے کر آئے گا اس کے لئے اس نیکی سے بہتر اجر ہوگا اور جو شخص برائی لے کر آئے گا تو برے کام کرنے والوں کو اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنا وہ (برے) کام کیا کرتے تھے۔[۷۷]

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ بے شک جس نے آپ پر قرآن (کی تبلیغ کو) فرض کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ (مکہ مکرمہ) کی طرف ضرور واپس لائے گا،[۷۸] آپ فرما دیجئے کہ میرا رب اسے خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی جو کھلی گمراہی میں ہے۔[۷۹]

[۷۷] قیامت کے دن ہر نیکی کا کم از کم بدلہ دس گنا ہوگا اور زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں ہے لیکن برائی کا بدلہ برائی کے برابر ہی ملے گا یعنی نیکی کی جزا میں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم جلوہ گر ہوگا اور برائی کی سزا میں اس کے عدل و انصاف کا مظاہرہ ہوگا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور اس نے ابھی وہ نیکی نہ کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مکمل نیکی کا ثواب لکھ دیتا ہے اور اگر اس نیکی کو کرلے تو اس کے لئے دس سے سات سو بلکہ بے شمار گنا زیادہ نیکیاں لکھ لیتا ہے، اور جو شخص گناہ کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مکمل نیکی لکھ لیتا ہے، لیکن جو گناہ کا ارادہ کرے اور پھر اس گناہ کو عملاً کر گزرے تو اللہ تعالیٰ اس کا صرف ایک گناہ لکھتا ہے۔ (مسلم: ۳۳۸: کتاب الایمان: باب ۵۹)

ہر ملک کی اپنی کرنسی ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہاں کے لوگ اپنی ضروریات زندگی خریدتے ہیں۔ آخرت کی کرنسی نیکیاں ہیں، جو لوگ اس دنیا میں نیکیوں کا ذخیرہ نہیں کرتے وہ آخرت میں نامراد رہتے ہیں۔

[۷۸] مقاتل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہجرت کی رات جب غار ثور سے مدینہ روانہ ہوئے تو راستے میں جحفہ کے مقام پر آپ کو مکہ کی یاد آئی۔ اس وقت حضرت جبریل امین علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ (تفسیر قرطبی) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن مجید کی تبلیغ کو فرض کیا ہے اس لئے آپ کو مکہ کو چھوڑنا پڑ رہا ہے کیونکہ فی الحال مکہ والے قرآن کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن آپ فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ آپ کو پھر مکہ شہر میں واپس لے آئے گا، چنانچہ آٹھ سال کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا اور آپ فتح و نصرت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔

[۷۹] مشرکین مکہ کا دعویٰ یہ تھا کہ محمد ﷺ ہمارے آباء و اجداد کے مذہب یعنی بت پرستی سے انحراف کرکے العیاذ باللہ گمراہ ہوگئے ہیں۔ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم مجھے ہادی مانو یا نہ مانو بہرحال میرا رب خوب جانتا ہے کہ ہم میں سے کون ہدایت یافتہ ہے اور کون کھلی گمراہی میں ہے؟ الغرض قیامت کے دن تم سب کو مشاہدہ ہوجائے گا کہ میں ہدایت یافتہ ہوں۔

Marfat.com

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ اور آپ اس بات کی امید نہیں رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی مگر یہ محض آپ کے رب کی رحمت ہے، سو آپ کافروں کے ہرگز مددگار نہ بنیں۔ [۸۰]

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ اور وہ (مشرکین) آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیات (کی تبلیغ) سے نہ روک دیں اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل کی گئی ہیں اور آپ (لوگوں کو) اپنے رب کی طرف بلاتے رہیں اور شرک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہونا۔ [۸۱]

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، حکم اسی کا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۸۲]

---

[۸۰] پیارے نبی ﷺ! آپ نے تو کبھی خواہش نہیں کی تھی کہ آپ پر قرآن مجید نازل کیا جائے مگر یہ آپ کے رب کا فضل وکرم ہے کہ اس نے آپ کو نبوت کے لئے منتخب فرمایا، لہٰذا آپ پر ایمان لانے والے ہر امتی پر فرض ہے کہ وہ آپ کی پیروی کرتے ہوئے توحید پر ثابت قدم رہے اور کافروں کے کفر و شرک میں ان کا مددگار نہ بنے۔

[۸۱] پیارے نبی ﷺ! مشرکین کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں اور لوگوں کو توحید کی طرف بلاتے رہیں اور جو بھی آپ پر ایمان لائے پھر وہ شرک کے ہرگز قریب نہ جائے۔

[۸۲] پیارے نبی ﷺ! آپ کے ہر امتی پر فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور وہ ہمیشہ رہنے والا ہے جب کہ کائنات کی ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے۔ نیز قیامت کے دن سارے لوگ اس کی عدالت میں پیش کئے جائیں گے جہاں اس کے حکم کے مطابق فیصلے ہوں گے اور کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس دنیا کی ہر چیز فانی ہے اور باقی رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ جو کام بھی دنیا کے لئے کیا جائے وہ دنیا کے ساتھ ہی فنا ہو جائے گا اور جو کام اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کیا جائے وہ ہمیشہ باقی رہتا ہے اور قبر و حشر میں نجات کا ذریعہ بنتا ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز تراویح بروز ہفتہ ۱۲ ستمبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۲ رمضان ۱۴۳۰ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے رمضان شریف کے ۲۱ بابرکت دنوں میں اس سورت کی تفسیر مکمل ہوئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ العنکبوت (۲۹)

یہ سورت مکی ہے اور اس کا نام ''العنکبوت'' ہے جو آیت نمبر ۴۱ سے ماخوذ ہے۔ اس آیت میں معبودان باطل کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی جس طرح مکڑی کا جالہ تیز ہوا کے سامنے کھڑا نہیں رہ سکتا اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے کارساز بناتے ہیں اور مشکل میں ان کی مدد پر بھروسہ رکھتے ہیں انہیں عقل کے ناخن لینے چاہئیں کیونکہ معبودان باطل خود اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے تو کسی اور کو کیسے بچا سکیں گے؟

مکہ میں جو بھی اسلام قبول کرتا اس کے گھر والے، رشتہ دار اور مکہ کے سارے مشرکین اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے اور اسے ہر قسم کی ذہنی اور جسمانی اذیت کا نشانہ بناتے۔ اس سورت کی ابتدا میں انہیں تسلی دی جا رہی ہے کہ وہ ثابت قدم رہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ ﷺ کی سنت ہے کہ وہ اہل ایمان کا امتحان لیتا ہے۔ ان سے پہلے ایمان لانے والے بھی آزمائے گئے تھے اور اب نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والوں کو بھی آزمایا جا رہا ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ جو سچے دل سے ایمان لاتے ہیں دنیا کی کوئی تکلیف ان کے ایمان کو متزلزل نہیں کر سکتی اور اس سورت کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ مشکلات کے باوجود ہماری رضا کے لئے سرگرم عمل رہتے ہیں ہم انہیں ہدایت کے راستوں پر گامزن کر دیتے ہیں۔

والدین کا اسلام میں بہت بڑا مقام ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک پر بڑا زور دیا گیا ہے لیکن والدین بھی اگر شرک کی ترغیب دیں تو ان کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات کی عظیم سے عظیم تر اور محبوب تر چیز بھی کسی کو شرک اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی دعوت دے تو اس کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، ایٹن ہال، انگلستان

بعد از نماز عصر بروز ۱۴ ستمبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۴ رمضان ۱۴۳۰ھ

Marfat.com

ایاتھا ۶۹ — ۲۹ سُورَۃُ الْعَنْکَبُوْتِ مَکِّیَّۃٌ ۸۵ — رکوعاتھا ۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ ①

۱۔الف لام میم۔[۱]

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ②

۲۔کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں صرف یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟[۲]

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ③

۳۔اور بے شک ہم نے ان لوگوں کو بھی آزمایا تھا جو ان سے پہلے تھے،سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور ظاہر کردے گا جو سچے ہیں اور ان لوگوں کو بھی ضرور ظاہر کردے گا جو جھوٹے ہیں۔

[۱] حروف مقطعات کے لئے سورہ بقرہ کی پہلی آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۲] یہ دنیا دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزا ہے۔آخرت میں جس کو جتنا بڑا مرتبہ ملے گا اس دنیا میں اس کا اتنا ہی بڑا امتحان لیا جاتا ہے تاکہ قیامت کے دن کوئی یہ اعتراض نہ کر سکے کہ اس کو اتنا بڑا رتبہ کیوں دیا جارہا ہے بلکہ ہر ایک کا مشاہدہ ہوگا کہ اس نے اپنے رب کی رضا کے لئے بڑی تکلیفیں برداشت کی تھیں اس لئے واقعی اس کا حق بنتا ہے کہ اس کو عظیم مرتبہ سے نوازا جائے۔امتحان کا یہ سلسلہ کوئی نیا نہیں ہے بلکہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ اس نے انبیاء پر ایمان لانے والوں کو بھی آزمایا تھا اور اب جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لا رہے ہیں ان کو بھی آزمایا جائے گا تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ مخلص کون ہے اور منافق کون ہے؟

☆ حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کون سے لوگ مصائب میں مبتلا ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام، پھر جو ان کے زیادہ قریب ہوں۔انسان اپنے دین کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے،اگر وہ اپنے دین میں زیادہ مضبوط ہو تو اس کی مصیبت زیادہ سخت ہوگی اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہو تو وہ اپنے دین کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوگا۔انسان پر اس طرح مصائب آتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ اس حال میں زمین پر چلے گا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ (ترمذی:۲۳۹۸:ابواب الزھد:باب ۵۶)

☆ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر پر ٹیک لگائے تشریف

Marfat.com

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۴	۴۔ جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ ہم سے (بچ کر) آگے نکل جائیں گے؟ بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔ [۳]
مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۵	۵۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت ضرور آنے والا ہے، اور وہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے [۴]
وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶	۶۔ اور جو شخص کوشش کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے کوشش کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ [۵]

فرماتے، ہم نے آپ سے (کفار کی اذیتوں کا) شکوہ کرتے ہوئے عرض کیا: کیا آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب نہیں کرتے؟ کیا آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایسا شخص بھی گزرا ہے جس کے لئے زمین میں گڑھا کھودا جاتا اور اسے اس میں گاڑھ دیا جاتا، پھر اس کے سر پر آری چلا کر اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے مگر یہ ظلم بھی اسے اس کے دین سے نہیں روکتا تھا اور اس کے جسم میں لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں جو اس کے گوشت اور ہڈیوں کو ادھیڑ کے رکھ دیتیں مگر یہ ظلم بھی اسے اس کے دین سے منحرف نہیں کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور مکمل فرمائے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک کا سفر کرے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا، البتہ اسے اپنی بکریوں کے متعلق بھیڑیے کا ڈر ہوگا لیکن تم لوگ جلد بازی سے کام لیتے ہو۔

(بخاری: ۳۶۱۲: کتاب المناقب: باب ۲۵)

[۳] نافرمان اور غلط کار لوگوں نے اگر یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ کہیں بھاگ کر یا چھپ کر سزا سے بچ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے قابو میں نہیں آئیں گے تو یہ ان کی احمقانہ اور انتہائی غلط سوچ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور قادر مطلق ہے، نہ کوئی اس سے چھپ سکتا ہے اور نہ کوئی اس کی گرفت سے باہر ہو سکتا ہے۔

[۴] جو شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہونے پر یقین رکھتا ہے اور اس کی رضا جوئی کے لئے نیک اعمال کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں آنے والی مشکلات پر صابر رہنا چاہیے۔ بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے جس میں اس کے صبر کا اس کو اچھا اجر ملے گا۔

[۵] جو شخص نیک عمل کرتا ہے اس میں اس کا اپنا ہی فائدہ ہے کیونکہ قیامت کے دن اس کی نیکیوں کا ثواب اس کو ہی ملے گا، اللہ تعالیٰ کو

Marfat.com

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

۷۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہم ضرور ان کے گناہوں کو ان سے دور کر دیں گے اور ہم ان کو بہترین بدلہ دیں گے ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے۔[۶]

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا

۸۔ اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اور اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک بنائے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو تو ان کی اطاعت نہ کر،[۷] میری ہی

کسی کی عبادت اور ریاضت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے، کوئی نیکی کرے یا برائی اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع یا نقصان نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے میرے بندو! تم مجھے نہ نقصان پہنچا سکتے ہو اور نہ مجھے نفع پہنچا سکتے ہو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے جن اور انسان سب اعلیٰ درجے کے متقی بن جائیں تو وہ میری بادشاہی میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کر سکتے اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے جن اور انسان سب بدترین نافرمان بن جائیں تو میری بادشاہی میں کسی چیز کی کمی نہیں کر سکتے۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے جن اور انسان سب کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے مانگیں اور میں ہر انسان کو اس کے سوال کے مطابق عطا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر نکالنے سے اس میں کمی ہوتی ہے (یعنی کوئی کمی نہیں ہوتی)۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لئے جمع کر رہا ہوں، پھر میں تم کو ان کی پوری پوری جزا دوں گا، پس جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جس شخص کو خیر کے سوا کوئی اور چیز (یعنی نقصان) پہنچے تو وہ اپنے نفس کے سوا کسی اور کو ملامت نہ کرے۔

(مسلم: ۶۵۷۲: کتاب البیوع: باب ۱۵)

[۶] جو لوگ ایمان لائے اور اس کے بعد نیک عمل کرتے رہے اس آیت میں انہیں خوش خبری دی جا رہی ہے کہ ایمان لانے سے ان کے کفر و شرک کے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے اور نیک اعمال کا انہیں بہترین بدلہ ملے گا۔

[۷] قرآن و حدیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی بڑی تاکید آئی ہے، اس کے لئے سورہ النساء (۴) کی آیت ۳۶ کا حاشیہ نمبر ۵۱ اور سورہ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت نمبر ۲۳ کا حاشیہ نمبر ۲۳ ملاحظہ کریں۔

والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے لیکن اگر والدین کسی کو شرک اور گناہ کا حکم دیں تو اس صورت میں والدین کی اطاعت بھی جائز نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کائنات کی عظیم تر اور محبوب سے محبوب تر چیز بھی کسی کو شرک اور گناہ کی ترغیب

Marfat.com

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞

طرف تم سب نے لوٹنا ہے، پھر میں تم کو آگاہ کردوں گا جو تم کیا کرتے تھے۔[۸]

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ ۞

۹۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہم ضرور ان کو نیکوکاروں میں داخل کردیں گے۔[۹]

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَ لَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَ لَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا

۱۰۔ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، پھر جب انہیں اللہ کی راہ میں ستایا جاتا ہے تو وہ لوگوں کے ستانے کو اللہ کے عذاب کی مانند قرار دیتے ہیں، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے کوئی مدد آجائے تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم تو تمہارے

دے تو اس کی اطاعت جائز نہیں ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے، اطاعت صرف نیکی میں ہوتی ہے۔ (مسلم: کتاب الامارہ: باب ۸)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: حضرت سعد ابن ابی وقاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی ماں کے ساتھ بہت نیکی کرتا تھا لیکن جب میں نے اسلام قبول کرلیا تو اس نے مجھے کہا: تم اسلام کو چھوڑ دو ورنہ میں نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ پانی پیوں گی حتیٰ کہ مرجاؤں گی اور لوگ تجھے طعنہ دیں گے کہ تو اپنی ماں کا قاتل ہے۔ چنانچہ ان کی ماں نے سارا دن کھائے پیئے بغیر گزار دیا تو حضرت سعد ؓ نے کہا: اے میری ماں! اگر آپ کے پاس سو زندگیاں ہوں اور اسی طرح ایک ایک کرکے ساری زندگیاں ختم کردیں تو پھر بھی میں اسلام کو ترک کرنے والا نہیں ہوں آپ کھانا کھائیں یا نہ کھائیں۔ جب وہ سعد ؓ کے اسلام چھوڑنے سے مایوس ہوگئیں تو انہوں نے کھانا کھانا شروع کردیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی) اس آیت میں حضرت سعد ؓ کو شرک کے بارے میں ماں کی بات ماننے سے منع کیا گیا ہے۔

[۸] چونکہ سب نے ایک دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شخص کے ظاہر اور باطن کو خوب جانتا ہے اس لئے اس کی نافرمانی سے ڈرو ورنہ اس دن جب برائیوں سے پردہ اٹھے گا تو ذلت وخواری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

[۹] جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، اللہ تعالیٰ انہیں جو بہترین جزا عطا فرمائے گا ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک لوگوں کی سنگت میں داخل فرما دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی سنگت اور معیت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔

Marfat.com

فِي صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ⑩

ساتھ تھے، [۱۰] کیا اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو خوب جاننے والا نہیں ہے جو جہان والوں کے سینوں میں (پوشیدہ) ہیں۔ [۱۱]

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ⑪

۱۱۔ اور اللہ تعالیٰ ضرور ظاہر کردے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور منافقوں کو بھی ضرور ظاہر کردے گا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫

۱۲۔ اور کافروں نے ایمان والوں سے کہا: تم ہماری راہ کی پیروی کرو اور ہم تمہارے گناہوں (کے بوجھ) کو اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں سے کچھ بھی نہیں اٹھا سکیں گے، بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ [۱۲]

---

[۱۰] علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ وہ زبان سے کہتے تھے: ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، پھر جب انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ستایا جاتا تو وہ لوگوں کے ستانے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مانند قرار دیتے اور اسلام چھوڑ کر مرتد ہوجاتے۔ (تفسیر قرطبی) اور کفار کے پاس جاکر کہتے: دراصل ہم تمہارے ساتھ ہیں مسلمانوں کو تو صرف دھوکہ دیتے ہیں لیکن جب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی نصرت سے فتح نصیب ہوتی تو مسلمانوں کے پاس آکر جھوٹا دعویٰ کرتے کہ ہم کفار کے پاس تو صرف راز لینے گئے تھے دراصل تو ہم کل بھی تمہارے ساتھ تھے اور آج بھی تمہارے ساتھ ہیں، لہٰذا مال غنیمت سے ہمیں بھی حصہ ملنا چاہیے کیونکہ ہم تمہارے مسلمان بھائی ہیں۔

[۱۱] منافقین اس دنیا میں مسلمانوں اور کافروں دونوں کو دھوکہ دے کر مطلب براری کرسکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے اور دلوں میں پوشیدہ رازوں سے اچھی طرح آگاہ ہے، قیامت کے دن جب وہ ان کے دلوں کے راز فاش کردے گا اور مومن اور منافق کے احوال کو ظاہر کردے گا تو پھر منافقین کا کیا حشر ہوگا؟

[۱۲] مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو کہا: تم ہماری راہ یعنی کفر و شرک کی طرف واپس آجاؤ تو ہم تمہیں ستانا چھوڑ دیں گے اور اگر تمہیں یہ خطرہ ہے کہ شرک گناہ ہے اور اس کی وجہ سے قیامت کے دن تمہیں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا تو اس کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ مرکر مٹی ہوجانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو عقل تسلیم نہیں کرتی اور بفرض محال اگر ایسا ہوا تو خدا کے ہاں ہمارا نام لے دینا کہ انھوں نے ہم کو شرک کا مشورہ دیا تھا اور ہم بھی وعدہ کرتے ہیں کہ اس مشورہ کی ذمہ داری بھی قبول کریں گے اور تمہارے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے۔

اس آیت میں مشرکین کو جواب دیا جارہا ہے کہ وہ سراسر جھوٹ بول رہے ہیں، قیامت کے دن ہر ایک کو اپنی اپنی فکر

Marfat.com

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ؏ ﴿۱۳﴾

۱۳۔اور وہ ضرور اپنے (گناہوں کے) بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے (گناہوں کے) بوجھ کے ساتھ کئی اور بوجھ بھی (اٹھائیں گے) اور قیامت کے دن ان سے ان (جھوٹی باتوں) کے متعلق ضرور باز پرس ہوگی جو وہ گھڑا کرتے تھے۔[۱۳]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔اور بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے، پھر ان لوگوں کو طوفان نے آ پکڑا اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔[۱۴]

دامن گیر ہوگی کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔(قرآن: ۶ : ۱۶۴) اس دن آدمی اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔(قرآن: ۸۰ : ۳۴) حتیٰ کہ سارے دوست احباب اس دن ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیز گاروں کے۔(قرآن: ۴۳ : ۶۷) یعنی پرہیز گار اس دن بھی اسی طرح ایک دوسرے کے دوست ہوں گے جس طرح آج ہیں، اور جس طرح آج ایک دوسرے کے کام آتے ہیں اسی طرح اس دن بھی ایک دوسرے کے کام آئیں گے۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

[۱۳] قیامت کے دن مشرکین کو اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھانا ہوگا اور ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی مشرکین ہی کو اٹھانا پڑے گا جو ان کی کوشش سے گمراہ ہوئے تھے۔نیز قیامت کے دن مشرکین سے ان جھوٹی باتوں کے متعلق بھی باز پرس ہوگی جن کے ذریعہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے تھے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اس کو ہدایت کی اتباع کرنے والوں کا اجر ملے گا اور اتباع کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی اور جس شخص نے گمراہی کی دعوت دی اس کے اوپر اس گمراہی کی اتباع کرنے والوں کے گناہ بھی ہوں گے اور گمراہوں کے گناہوں میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔
(مسلم: ۲۶۷۴: کتاب العلم: باب ۶)

[۱۴] حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے، اتنی طویل تبلیغ کے بعد بھی جب وہ اپنے مظالم سے باز نہ آئے تو بالآخر ان پر پانی کا طوفان آیا جس میں وہ غرق ہو گئے اور صرف وہی لوگ بچے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے تھے۔وہ کشتی جودی پہاڑ کی چوٹی پر جا رکی اور آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کی نشانی بن گئی یعنی صرف وہی لوگ نجات پا سکے جو نبی کی دعوت پر کشتی میں سوار ہوئے۔اسی طرح آخرت میں بھی صرف وہی لوگ نجات پا سکیں گے جو اپنے نبی کی دعوت پر ایمان لائیں گے۔

Marfat.com

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ پھر ہم نے نوح علیہ السلام کو اور کشتی والوں کو نجات دے دی اور ہم نے اس (کشتی) کو تمام جہان والوں کے لئے ایک نشانی بنا دیا۔

وَ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرتے رہو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم (حقیقت کو) جانتے ہو۔

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہو اور محض جھوٹ گھڑتے ہو، بے شک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہارے لئے رزق کے مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ تعالیٰ سے رزق طلب کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو، تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۱۵]

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ اہل مکہ کی ایذا رسانی اور ان کے ایمان نہ لانے پر کبیدہ خاطر نہ ہوں بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کے صبر و استقلال کو دیکھیں وہ ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے اور اسی (۸۰) افراد کے سوا کوئی اور ایمان نہ لایا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ساڑھے نو سو سال نہیں تھی بلکہ یہ وہ عمر ہے جو نبوت پر فائز ہونے کے بعد سے طوفان نوح کے آنے تک ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: چالیس سال کی عمر میں حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت کے منصب پر فائز کیا گیا اور ساڑھے نو سو سال تک قوم کو تبلیغ کرتے رہے، پھر طوفان نوح آیا اور اس طوفان کے بعد بھی حضرت نوح علیہ السلام ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ (تفسیر قرطبی) اس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار پچاس سال بنتی ہے۔ اگرچہ انسان کی طبعی عمر اتنی لمبی نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔

[۱۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا: بتوں کی عبادت کرنا تمہارا اپنا گھڑا ہوا فلسفہ ہے اس کا تمہارے پاس کوئی علمی یا عقلی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی تمہارا رزق ان کے اختیار میں ہے بلکہ وہ خود اپنے وجود میں تمہارے محتاج ہیں، اگر تم پتھروں کو تراش کر بت نہ بناؤ تو ان میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ خود بت ہی بن سکیں، جب کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے،

Marfat.com

وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے کئی قومیں جھٹلا چکی ہیں، اور رسول کے ذمہ تو صاف طور پر پیغام پہنچا دینے کے سوا (کچھ اور لازم) نہیں ہے۔[۱۶]

اَوَ لَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح تخلیق کا آغاز فرماتا ہے، پھر (فنا کے بعد) اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا، بے شک (دوبارہ پیدا کرنا) اللہ تعالیٰ کے لئے بہت ہی آسان ہے۔[۱۷]

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ۚ

۲۰۔ آپ فرما دیجئے: تم زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح تخلیق کا آغاز فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ دوسری بار پیدا فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ساری کائنات کا خالق اور رازق ہے اور ایک دن تم سب کو اس کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے اور اعمال کا حساب دینا ہے، لہٰذا اسی کی عبادت کرو اور اسی سے رزق طلب کرو۔

[۱۶] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا: اگر تم میری دعوت کو جھٹلاتے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں، تم سے پہلے بھی کئی قومیں اپنے نبیوں کی دعوت کو جھٹلا چکی ہیں۔ اس سے نبی کو کوئی نقصان نہیں ہوا بلکہ ان قوموں پر عذاب نازل ہوا کیونکہ نبی کا فرض یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی قوم تک پہنچائے جو اس نے پہنچا دیا۔ اب کوئی اس پر عمل کرے یا نہ کرے یہ نبی کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔

[۱۷] مشرکین مکہ کا خیال یہ تھا کہ انسان مر کر مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا، اس آیت میں تخلیق اول کے ذریعہ زندہ ہونے پر دلیل قائم کی گئی ہے یعنی جس ہستی نے انسان کو پہلی مرتبہ بغیر کسی مادہ اور بغیر کسی سابقہ شکل وصورت کے پیدا کیا، اب اسی شکل وصورت میں دوبارہ پیدا کرنا تو اس کے لئے اور زیادہ آسان ہوگا۔ ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی، جس نے بڑے بڑے پہاڑ اور سمندر، رنگارنگ مخلوق کو بغیر کسی سابقہ نمونے کے پیدا فرما دیا ہے اس مخلوق کو فنا کرکے پھر اس جیسی مخلوق دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

Marfat.com

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۱۸]

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور تم (اللہ تعالیٰ کو) زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو اور نہ آسمان میں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارے لئے نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔ [۱۹]

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا اور (قیامت کے دن) اس کی ملاقات کا انکار کیا وہ میری رحمت سے مایوس ہو گئے اور ان ہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ [۲۰]

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ

۲۴۔ پس ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کہنے لگے: تم اس کو قتل کر ڈالو یا اس کو جلا دو، پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچا لیا،

---

[۱۸] اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے، وہ جس طرح چاہتا ہے اپنی مخلوق میں تصرف کرتا ہے، تاہم اس سزا و جزا کے عمل میں وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

[۱۹] مشرکین کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم چاہے قیامت کو مانو یا نہ مانو، حقیقت یہی ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور تمہیں اس دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، تم زمین و آسمان میں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے باہر نہیں ہو سکتے اور نہ ہی تمہارا کوئی ایسا طاقت ور دوست یا مددگار ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہیں پناہ دے سکے، لہٰذا تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ آج ہی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آؤ کیونکہ وہی تمہارا حقیقی دوست اور مددگار ہے۔

[۲۰] یہ دنیا دار العمل اور دار الامتحان ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سب کے لئے عام ہے جس سے مومن اور کافر سب استفادہ کر رہے ہیں لیکن قیامت کا دن دار الجزا ہے جس میں نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت اور برے لوگوں کو ان کی برائیوں کی وجہ سے جہنم ملے گی۔ اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات اور آخرت کے منکر ہیں ظاہر ہے انہوں نے آخرت کے لئے تیاری نہیں کی ہوگی، لہٰذا قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

Marfat.com

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

بے شک اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان لائے ہیں۔[۲۱]

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّیَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔اور ابراہیم نے کہا: تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو اپنا (معبود بنا) لیا ہے محض دنیاوی زندگی میں باہمی دوستی کی خاطر، پھر قیامت کے دن تم میں سے ہر ایک دوسرے (کی دوستی) کا انکار کر دے گا اور تم میں سے ہر ایک دوسرے پر لعنت بھیجے گا اور تمہارا ٹھکانا (جہنم کی) آگ ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔[۲۲]

[۲۱] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے توحید کے حق میں اور شرک کے خلاف دلائل دیئے، جب ان کی قوم ان دلائل کا جواب نہ دے سکی تو وہ ظلم وتشدد پر اتر آئی اور دنیا میں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب کوئی قوم عقل کے میدان میں لاجواب ہو جاتی ہے تو وہ تعصب میں آکر تشدد پر اتر آتی ہے اور انہوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے یا زندہ جلا کر نشان عبرت بنا دیا جائے تاکہ آئندہ کوئی ان کے شرک کو چیلنج نہ کر سکے۔ چنانچہ انہوں نے بہت بڑی آگ جلائی اور ابراہیم کو اس میں پھینک دیا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اردگرد والی آگ کو سلامتی والا بنا دیا جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ اس کی تفصیل سورہ الانبیاء (۲۱) کی آیت نمبر ۶۹ کے حاشیہ نمبر ۵۶ میں ملاحظہ کریں۔

اس واقعہ میں اہل ایمان کے لئے ایک سبق یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو آزمائے تو اسے مشکل سے مشکل حالات میں بھی ایمان پر ثابت قدم رہنا چاہیے اور دوسرا سبق یہ ہے کہ جب کوئی مومن آزمائش میں پورا اترتا ہے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کو عظیم الشان اجر عطا فرمائے ہی گا، اس دنیا میں بھی اکثر اس کو امتیازی شان کے ساتھ سرخرو فرماتا ہے، جیسے نمرود کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو، فرعون کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور مشرکین مکہ کے مقابلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نمایاں کامیابیاں حاصل ہوئیں۔

اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور قدرت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت اور صداقت کا ثبوت بھی موجود ہے جو کہ مشرکین کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ جس قادر مطلق اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلتی ہوئی آگ سے بچا لیا وہی اس لائق ہے کہ اس کی توحید پر ایمان لایا جائے اور اس کی عبادت کی جائے۔

[۲۲] بت پرستی کی ان کے پاس کوئی مضبوط دلیل نہیں تھی صرف آباء واجداد کی اندھی تقلید کے باعث وہ بت پرستی کے ساتھ اس قدر

Marfat.com

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَ قَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ (یہ سن کر) لوط ان (ابراہیم علیہ السلام) پر ایمان لے آئے اور انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا: میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں، بے شک وہی سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔[۲۳]

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی

۲۷۔ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق (جیسا بیٹا) اور یعقوب (جیسا پوتا) عطا فرمایا اور ہم نے ابراہیم کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی[۲۴] اور ہم نے ان کو

وابستہ ہو چکے تھے کہ یہ ان کی آپس میں محبت اور وحدت کا ذریعہ بن چکی تھی، قیامت کے دن جب انہیں جہنم میں اپنا ٹھکانا نظر آئے گا تو پھر ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے، ہر ایک دوسرے پر لعنت بھیجے گا اور اسے اپنی گمراہی کا ذمہ دار قرار دے گا کہ اس نے مجھے گمراہ کر کے اس انجام تک پہنچایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب ایک امت (دوزخ میں) داخل ہوگی تو وہ اپنی پیش رو امت پر لعنت بھیجے گی حتیٰ کہ جب وہ سب امتیں دوزخ میں جمع ہو جائیں گی تو ان کی پچھلی امت پہلی امت کے متعلق کہے گی: اے ہمارے رب! ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا، پس تو ان کو آگ کا دگنا عذاب دے۔ (قرآن: ۷: ۳۸) ایک ان کی اپنی گمراہی کا اور دوسرا ہمیں گمراہ کرنے کا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج تم میں سے ہر ایک کے لئے دوگنا عذاب ہے کیونکہ اگر انہوں نے تمہیں غلط راستہ دکھایا تو کیا تم اندھے تھے تم نے ان کی پیروی کیوں کی؟ لہٰذا تمہارا جرم بھی دوگنا ہے ایک اپنی گمراہی کا اور دوسرا گمراہ لوگوں کی اندھی تقلید کا۔

[۲۳] حضرت لوط علیہ السلام توحید پرست تو پہلے ہی تھے کیونکہ نبی ہمیشہ کفر و شرک سے پاک ہوتا ہے، چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی تو حضرت لوط علیہ السلام نے سب سے پہلے آپ کی رسالت کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لے آئے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے۔ (صفوۃ التفاسیر)

آگ کے گلزار بننے کا عظیم معجزہ دیکھنے کے بعد بھی جب اہل عراق آپ پر ایمان نہ لائے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تنگ کرنا شروع کر دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں سے ہجرت کا پروگرام بنالیا۔ اس سفر ہجرت میں آپ کی اہلیہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام آپ کے ہمراہ تھے۔ ہجرت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین میں قیام فرمایا جب کہ حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔

[۲۴] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں دو بیٹے عطا فرمائے، ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام جن کی نسل سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ دوسرے حضرت اسحاق علیہ السلام جن کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے اور بنی اسرائیل کے

Marfat.com

الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

دنیا میں بھی ان کا اجر عطا فرمایا اور بے شک وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں سے ہیں۔[۲۵]

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور لوط نے جب اپنی قوم سے کہا: بے شک تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے تمام جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کی۔

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ کیا تم (نفسانی خواہش کے لئے) مردوں کے پاس آتے ہو اور عام راستوں پر ڈاکے ڈالتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام کرتے ہو؟ تو ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کہنے لگے: اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ۔[۲۶]

تمام انبیاء علیہم السلام ان ہی کی نسل سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ کے بعد جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے وہ سارے آپ ہی کی اولاد سے تھے اور چاروں آسمانی کتابیں یعنی تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید بھی آپ ہی کی نسل سے پیدا ہونے والے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں۔

[۲۵] اللہ تعالیٰ آخرت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے نیک بندوں میں شامل کر کے جس عظمت سے نوازے گا اس کا تو تصور کرنا بھی ہمارے لئے ممکن نہیں ہے لیکن اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امتیازی شان عطا فرمائی ہے جس کی وجہ سے آج بھی دنیا کے تمام مسلمان، عیسائی اور یہودی آپ کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور آپ کی تعظیم اور تکریم کرتے ہیں۔

[۲۶] قوم لوط کے لوگ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ نفسانی خواہش پوری کرتے تھے جو کہ ایسا غیر فطری اور غیر طبعی عمل ہے کہ جنگل کے جانور بھی اس سے پرہیز کرتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا کہ تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے ساری دنیا میں کسی نے نہیں کی اور پھر تم اس بے حیائی کا ارتکاب عام راستوں اور کھلی مجلسوں میں کرتے ہو، نیز مسافروں کو قتل کر کے ان کے مال لوٹ لیتے ہو۔ تم اس زیادتی اور بے حیائی سے باز آجاؤ ورنہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ اس نصیحت کو رد کرنے کا ان کے پاس کوئی معقول جواب نہیں تھا اس لئے وہ ضد اور تعصب میں آکر حضرت لوط علیہ السلام سے کہنے لگے: ہم تو اس کرتوت کو چھوڑنے والے نہیں ہیں، البتہ تم ہمیں جس عذاب سے ڈراتے ہو اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اس عذاب کو لے آؤ، کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ نہ اب تک قیامت آئی ہے اور نہ آئندہ کبھی آئے گی۔

Marfat.com

ع ۳ ۸ ۱۵

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ ۳۰

۳۰۔ لوط نے عرض کیا: اے میرے رب! ان فسادی لوگوں کے خلاف میری مدد فرما۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ۳۱

۳۱۔ اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آئے تو انہوں نے کہا: بے شک ہم اسی بستی کے باشندوں کو ہلاک کرنے والے ہیں کیونکہ اس بستی کے باشندے ظالم ہیں۔ [۲۷]

قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ٘ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ۳۲

۳۲۔ ابراہیم نے کہا: اس بستی میں تو لوط بھی ہیں، فرشتوں نے کہا: ہم ان کو خوب جانتے ہیں جو اس بستی میں ہیں، ہم ضرور بچالیں گے لوط کو اور ان کے گھر والوں کو سوائے ان کی بیوی کے کیونکہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ [۲۸]

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ٝ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا

۳۳۔ اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس آئے تو لوط ان کے آنے سے غمگین ہوئے اور ان کی وجہ سے تنگ دل ہوئے اور (انہیں پریشان دیکھ کر) فرشتوں نے کہا: آپ نہ خوفزدہ ہوں، اور نہ غمزدہ ہوں، بے شک ہم نجات دینے والے ہیں آپ کو اور

---

[۲۷] حضرت لوط علیہ السلام جب اپنی قوم کی اصلاح سے ناامید ہو گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے فرشتوں کو بھیجا۔ فرشتے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے اور انہیں بڑھاپے کے باوجود اولاد کی خوش خبری سنائی اور انہیں یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت لوط علیہ السلام کی بستی والوں کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجا ہے کیونکہ وہ بڑے ظالم اور سرکش ہو گئے ہیں۔

[۲۸] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: اس بستی میں تو لوط بھی موجود ہیں کیا ان کے سامنے اس بستی کے باشندوں کو ہلاک کیا جائے گا یا پہلے ان کو اس بستی سے نکال لیا جائے گا؟ فرشتوں نے جواب دیا: ہم اس بستی کے سارے باشندوں کو خوب جانتے ہیں۔ ہم حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو پہلے اس بستی سے نکال لیں گے، البتہ ان کی بیوی پیچھے رہ جائے گی کیونکہ وہ کافرہ ہے اور اس کو بستی والوں کے ساتھ ہلاک کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾

آپ کے گھر والوں کو سوائے آپ کی بیوی کے کیونکہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔[۲۹]

اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ بے شک ہم اس بستی کے باشندوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اور بے شک ہم نے اس بستی کے کچھ آثار عقل مند لوگوں (کی عبرت) کے لئے بطور ایک واضح نشانی کے باقی رہنے دیئے ہیں۔[۳۰]

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور (ہم نے) مدین کی طرف ان کے (قومی) بھائی شعیب کو (بھیجا)، انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کی امید رکھو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ

۳۷۔ پھر انہوں نے شعیب کو جھٹلایا تو انہیں ایک زلزلے

---

[۲۹] جب فرشتے حسین لڑکوں کی صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ گھبرا گئے کیونکہ ان کی قوم کے لوگ لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کے دلدادہ تھے، اس لئے آپ کو خطرہ لاحق ہوا کہ انہیں ان لڑکوں کا علم ہوا تو وہ یہاں آ کر میرے مہمانوں کی توہین کریں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو پریشان دیکھ کر فرشتوں نے کہا: آپ گھبرائیں نہیں ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، یہ ہمیں تنگ نہیں کر سکتے بلکہ ہم ان پر عذاب نازل کرنے والے ہیں لیکن ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو پہلے یہاں سے نکال لیں گے، البتہ آپ کی بیوی ان نافرمانوں کے ساتھ ہی عذاب میں مبتلا کی جائے گی کیونکہ وہ آپ پر ایمان نہیں لائی۔ اس واقعہ کی تفصیلات کے لئے سورہ الاعراف (۷) کی آیات نمبر ۸۴۔۸۰، سورہ ہود (۱۱) کی آیات نمبر ۸۳۔۷۷ اور سورۃ الحجر (۱۵) کی آیات نمبر ۷۹۔۶۱ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۳۰] جب قوم لوط کا وقت آ پہنچا تو ان کی بستی کو تہ و بالا کر دیا گیا۔ اب بھی اس الٹی ہوئی بستی میں کچھ کھنڈرات مدینہ اور شام کے درمیان موجود ہیں اور اہل مکہ جب تجارت کی غرض سے شام کو جاتے ہیں تو راستے میں ان کھنڈرات کا مشاہدہ کرتے ہیں مگر ان سے عبرت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو اپنی عقل سے کام لیتے ہیں۔

Marfat.com

دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۳۷﴾

نے آ پکڑا، پس صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے تھے۔[۳۱]

وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَا۠ وَ قَدْ تَّبَیَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔اور عاد اور ثمود کو (بھی ہم نے ہلاک کردیا) اور ان کے (تباہ شدہ) مکانات تمہارے لئے ظاہر ہو چکے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لئے خوش نما بنا دیا تھا اور انہیں سیدھے راستے سے روک دیا تھا حالانکہ وہ سمجھ دار لوگ تھے۔[۳۲]

وَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ ۫ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ مَا كَانُوْا سٰبِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔اور (ہم نے) قارون اور فرعون اور ہامان کو (بھی ہلاک کیا) اور بے شک موسیٰ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تھے، پھر بھی انہوں نے زمین میں سرکشی کی حالانکہ وہ (ہماری گرفت سے بچ کر) آگے بڑھ جانے والے نہ تھے۔[۳۳]

---

[۳۱] اہل مدین ناپ تول میں کمی اور خیانت کرتے اور چونکہ وہ قیامت کے منکر تھے اس لئے انجام سے بے فکر ہو کر زمین میں فساد پھیلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی طرف نبی بنا کر بھیجا اور انہوں نے اہل مدین کو قیامت پر ایمان لانے اور فساد نہ پھیلانے کی دعوت دی مگر انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا اور اپنی خیانت اور فساد انگیزی پر قائم رہے جس کے نتیجہ میں ان پر زبردست آواز کے ساتھ ایسا زلزلہ آیا کہ وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے تھے۔ اس کی تفصیل کے لئے سورۃ الاعراف (۷) کی آیات نمبر ۹۳۔۸۵ اور سورہ ہود (۱۱) کی آیات نمبر ۹۵۔۸۴ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۳۲] اس آیت میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ تم نے اپنے تجارتی سفروں کے دوران یمن میں قوم عاد اور حجاز و شام کے درمیان قوم ثمود کے تباہ شدہ مکانات دیکھے ہوں گے۔ شیطان نے ان کے کفر و شرک اور ان کے مظالم کو ان کے لئے اس قدر خوش نما بنا دیا تھا کہ وہ سیدھے راستے کو چھوڑ کر غلط راستے پر گامزن ہو گئے حالانکہ وہ بڑے سمجھ دار لوگ تھے، اگر وہ اپنی عقل کو استعمال کرتے تو حق کو سمجھ سکتے تھے مگر جو لوگ اپنی عقل پر ضد اور تعصب کے پردے ڈال دیتے ہیں وہ حق کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔

[۳۳] قارون، فرعون اور ہامان بڑے سرکش ہو چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر ان کی طرف بھیجا۔ حضرت

Marfat.com

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

۴۰۔ پھر ہم نے ہر ایک (سرکش) کو اس کے گناہ کے باعث پکڑ لیا، پس ان میں سے بعض پر ہم نے پتھر برسائے اور ان میں سے بعض کو ایک خوف ناک کڑک نے آ پکڑا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے (سمندر میں) غرق کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ ان پر ظلم کرے بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ [۳۴]

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

۴۱۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور مددگار بنا لئے ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے جس نے (جالے سے) گھر بنایا اور بے شک تمام گھروں میں سب سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہوتا ہے، کاش! وہ لوگ (اس حقیقت کو) جانتے۔ [۳۵]

وقف لازم

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ

۴۲۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس کو وہ اس کے سوا پوجتے

موسیٰ علیہ السلام نے انہیں توحید کی دعوت دی اور اپنی نبوت کے لئے معجزات بھی دکھائے مگر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور اپنی سرکشی پر قائم رہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے قارون کو زمین میں دھنسا دیا اور فرعون اور ہامان کو سمندر میں غرق کر دیا۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور کوئی بڑے سے بڑا سرکش بھی اس کی گرفت سے بچ کر کہیں بھاگ نہیں سکتا۔

[۳۴] اللہ تعالیٰ نے سب اقوام کی طرف انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے۔ انہوں نے اپنی قوموں کو سرکشی سے منع فرمایا لیکن جو لوگ سرکشی اور ظلم و زیادتی سے باز نہ آئے اللہ تعالیٰ نے بالآخر ان کے جرائم کے موافق انہیں مختلف سزائیں دیں۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ یہ ان لوگوں کے اپنے کئے ہوئے مظالم تھے جن کی وجہ سے وہ اس سزا کے مستحق قرار پائے تھے۔

[۳۵] اس آیت میں معبودان باطلہ کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی جس طرح مکڑی کا جالا تمام گھروں میں سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے جو بارش اور تیز ہوا کے سامنے کھڑا نہیں رہ سکتا اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے کارساز بناتے ہیں اور مشکل میں ان کی مدد پر بھروسہ رکھتے ہیں انہیں اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ معبودان باطلہ تو خود مکڑی کے جالے کی طرح اتنے کمزور ہیں کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے تو پھر وہ کسی اور کو کیسے بچا سکیں گے؟

Marfat.com

شَیۡءٍ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۴۲﴾

ہیں، اور وہ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے۔[۳۶]

وَ تِلۡکَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُہَا لِلنَّاسِ ۚ وَ مَا یَعۡقِلُہَاۤ اِلَّا الۡعٰلِمُوۡنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور یہ مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو صرف علماء ہی سمجھتے ہیں۔[۳۷]

خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴۴﴾ ع

۴۴۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا، بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے (اس کی قدرت کی بڑی) نشانی ہے۔[۳۸]

اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ

۴۵۔ (اے رسول مکرم!) جو کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھیے [۳۹] اور نماز قائم رکھیے، بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے،

---

[۳۶] اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن چیزوں کی یہ مشرکین عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کی حقیقت کو خوب جانتا ہے اور وہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں بے بس ہیں، حقیقت میں طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہی سب پر غالب ہے اور اسی کی کامل حکمت سے یہ نظام کائنات چل رہا ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

[۳۷] یہ مثالیں اس لئے بیان کی گئی ہیں تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کو سمجھیں اور اس پر ایمان لائیں۔ اگرچہ یہ مثالیں سب لوگوں کے لئے ہیں مگر ان کو صرف علماء ہی سمجھتے ہیں کیونکہ وہ ان میں غور و فکر کرتے ہیں اور جو ان میں غور و فکر نہ کریں ظاہر ہے وہ ان مثالوں سے کچھ نہیں سمجھ سکیں گے۔

[۳۸] اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو صحیح اندازے کے مطابق پیدا فرمایا ہے، اس میں ذرہ برابر کمی بیشی کی ضرورت نہیں ہے۔ زمین و آسمان کے اس کامل نظام میں اہل ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک بڑی نشانی ہے۔

[۳۹] اس آیت میں خطاب بظاہر تو نبی کریم ﷺ سے ہے مگر حقیقت میں تمام ایمان والوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت کے آداب

قرآن مجید کی تلاوت اگرچہ بغیر وضو کے کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، لیٹ کر یا چلتے پھرتے کی جاسکتی ہے مگر افضل یہ ہے کہ پہلے وضو کرے اور پھر قبلہ رو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر بڑے ادب و سکون کے ساتھ تلاوت کرے اور دل و دماغ میں اس احساس کو تازہ کرے کہ یہ کتاب کسی انسان کی تصنیف نہیں بلکہ ہمارے خالق و مالک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے ہماری ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے۔ تلاوت شروع کرتے وقت یہ پڑھے: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن

Marfat.com

الرحیم۔ میں مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

تلاوت قرآن مجید کے مقاصد

۱۔ اجر وثواب کے لئے

حضرت ابو امامہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن کی تلاوت کیا کرو کیونکہ قیامت کے دن یہ تلاوت کرنے والوں کی شفاعت کرے گا۔ (مسلم: صلاۃ المسافرین: باب ۴۲)

قرآن مجید کے ایک حرف کی تلاوت سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک حرف کی تلاوت کی اس کے لئے اس تلاوت کے بدلے میں ایک نیکی ہے اور یہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ''الم'' ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے، اور میم ایک حرف ہے۔ (ترمذی: فضائل القرآن: باب ۱۶) گویا صرف ''الم'' پڑھنے سے تیس نیکیاں مل جاتی ہے۔ اہل علم کہتے ہیں: جو صرف الف کی تلاوت کرتا ہے اس کی زبان سے تین حروف (ا ل م) ادا ہوتے ہیں، لہٰذا صرف ''الم'' کی تلاوت سے ۹۰ نیکیوں کا ثواب ملے گا اور یہ ثواب ہر مومن کو ملے گا خواہ وہ آیات کا معنیٰ جانتا ہے یا نہیں کیونکہ ''الم'' حروف مقطعات ہیں اور قرآن مجید میں حروف مقطعات پر مشتمل ۲۹ آیات ہیں جن کا معنیٰ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر ان کے ہر حرف کی تلاوت کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔

قرآن مجید خود پڑھنے کے علاوہ اگر کسی کو پڑھتے ہوئے سنا جائے تو بھی اجر وثواب ملتا ہے۔ امام داری نے اپنی سنن میں قرآن سننے کی فضیلت کے بارے میں ایک باب قائم کیا ہے جس میں حضرت خالد بن معدان ﷛ بیان کرتے ہیں: بے شک جو شخص قرآن کی تلاوت کرتا ہے اس کے لئے ایک اجر ہے اور جو اس کو غور سے سنتا ہے اس کے لئے دو اجر ہیں۔ (سنن دارمی: کتاب فضائل القرآن: باب ۱۰) قرآن مجید کا پڑھنا فرض نہیں مگر اس کا سننا فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو۔ (قرآن: ۷: ۲۰۴) فرض کا ثواب چونکہ واجب، سنت اور مستحب کے مقابلہ میں زیادہ ہے اس لئے قرآن مجید سننے کے ثواب کو دو اجر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس ﷛ بیان کرتے ہیں: جس شخص نے کتاب اللہ کی ایک آیت بھی غور سے سنی تو یہ آیت اس کے لئے (قیامت کے دن بمنزلہ) نور ہوگی۔ (سنن دارمی: کتاب فضائل القرآن: باب ۱۰)

۲۔ علم حاصل کرنے اور علم دینے کے لئے

حضرت عثمان بن عفان ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو علم دے۔ (بخاری: فضائل القرآن: باب ۲۱) ساری کائنات میں سب سے زیادہ سچی اور سب سے بڑی عظمت والی کتاب قرآن مجید ہے، جو اس کا علم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے وہ سب سے بہتر نہیں ہوگا تو

Marfat.com

اور کون ہوگا؟

یہ اتنی عظیم کتاب ہے کہ سب سے پہلے اس کا علم سکھانے والا خود اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے سب سے پہلے طالب علم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ سورۂ رحمٰن کی تفسیر میں اہل علم لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو قرآن مجید کا علم سکھایا اور پھر حضرت محمد ﷺ نے اپنی امت کو اس کا علم سکھایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا علم پڑھانا اللہ تعالیٰ کی بھی سنت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بھی سنت ہے اور قرآن مجید کا علم حاصل کرنا ہمارے پیارے نبی ﷺ کی بھی سنت ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی سنت ہے، الغرض قرآن مجید کا علم حاصل کرنا اور اس کی تعلیم دینا دونوں ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سنت ہیں۔

قرآن مجید کے الفاظ کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (قرآن: ۱۵: ۹) اور قرآن مجید کا علم اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کو عطا فرمایا جس کے محافظ علمائے کرام ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کی میراث نہیں چھوڑتے وہ صرف علم کی میراث چھوڑتے ہیں، سو جس شخص نے علم حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ (ترمذی: ۲۶۸۲: ابواب العلم: باب ۱۹) اسی لئے قرآن کے الفاظ میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے اور قرآن کے علم میں اختلاف ہے کیونکہ اس کے محافظ علماء ہیں مگر اہل علم کا اختلاف رحمت ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ (کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۳۶) لہٰذا آج قرآن، حدیث اور شریعت کا جتنا علم موجود ہے یہ علمائے کرام کا مرہون منت ہے۔ دنیا کا ہر مسلمان خواہ وہ ڈاکٹر ہے یا لیڈر، عابد ہے یا شیخ سب بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی عالم کے شاگرد ہیں اور اگر کوئی یہ خیال کرے کہ اس نے اسلام کو علماء سے نہیں بلکہ بخاری سے سیکھا ہے تو صحیح بخاری بھی دراصل ایک عالم دین کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن علماء (کے قلم) کی سیاہی اور شہیدوں کے خون کا وزن کیا جائے گا اور علماء (کے قلم) کی سیاہی شہیدوں کے خون سے بھاری ہوگی۔ (کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۴۱) امام بخاری کے عہد میں نہ جانے کتنے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جام شہادت نوش کیا ہوگا، وہ خود تو جنت کے مستحق قرار پائے ہوں گے مگر آج ہمیں ان کا نام تک معلوم نہیں جب کہ حضرت امام بخاری اپنے قلم کی سیاہی کی وجہ سے آج بھی اہل ایمان کے دلوں میں زندہ ہیں، انہوں نے صحیح بخاری میں جو احادیث جمع کی ہیں وہ سینکڑوں سالوں سے لوگوں کی رہنمائی کر رہی ہیں اور قیامت تک کرتی رہیں گی۔ اسی طرح اگر کوئی یہ خیال کرے کہ اس نے اسلام کو علماء سے نہیں بلکہ براہ راست قرآن مجید سے سیکھا ہے تو قرآن مجید بھی اللہ تعالیٰ یا نبی کریم ﷺ نے نہیں لکھا بلکہ اہل علم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے لکھا ہے، لہٰذا ہر شخص بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی عالم کا شاگرد ہے اور اسے علماء کا احسان مند رہنا چاہیے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: قرآن کا علم حاصل کرو اور لوگوں کو اس کا علم سکھاؤ۔ اگر اسی حالت میں تمہاری موت آگئی تو فرشتے تیری قبر کی زیارت اس طرح کریں گے جس طرح بیت اللہ کی زیارت کی جاتی ہے۔ (کنز

Marfat.com

العمال: جلد ۱۰: ص ۲۵۹) یعنی جس طرح مسلمانوں کے دلوں میں بیت اللہ کی زیارت کا شوق ہوتا ہے اسی طرح فرشتوں کو تیری قبر کی زیارت کا شوق ہوگا۔ صرف حج کے موقع پر دو تین ملین مسلمان بیت اللہ کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور پورے سال میں نامعلوم کتنے ملین مسلمان بیت اللہ کے طواف کے لئے جاتے ہیں۔ ذرا اندازہ کریں جتنی مقدار میں مسلمان بیت اللہ کے طواف کے لئے جاتے ہیں اتنی مقدار میں اللہ تعالیٰ کے نورانی فرشتے جس عالم دین کی قبر کی زیارت کے لئے آئیں گے اور صاحب قبر کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا کریں گے تو اس عالم دین کی عظمت کا کیا عالم ہوگا، عالم کی فضیلت کے بارے میں تین اور احادیث ملاحظہ کریں:

☆ ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کا مقام عابد سے اتنا بلند ہے جتنا تمہارے ادنیٰ آدمی سے میرا مقام بلند ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور زمین و آسمان میں رہنے والی مخلوق حتیٰ کہ چیونٹی اور مچھلی بھی لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔

(ترمذی: ابواب العلم: باب ۱۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ شدید ہے۔ (ترمذی: ۲۶۸۱: ابواب العلم: باب ۱۹)

☆ حضرت عبداللہ بن بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن پڑھا اور اس کا علم حاصل کیا اور اس پر عمل کیا اسے قیامت کے دن نور کا ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی کے مانند ہوگی اور اس کے والدین کو دو ایسے حلے (لباس) پہنائے جائیں گے کہ ساری دنیا بھی ان کی قیمت کے برابر نہ ہوگی، وہ عرض کریں گے: ہمیں یہ لباس کس وجہ سے پہنایا گیا ہے؟ انہیں جواب دیا جائے گا: اس لئے کہ تمہارے بیٹے نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا تھا۔ (المستدرک: حاکم: ۲۰۸۶: جلد اول: ص ۷۵۶)

۳۔ نصیحت حاصل کرنے کے لئے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اس لئے نازل کیا ہے کہ انسان اس کو زبان سے پڑھ کر دل میں اتارے اور اس کے پند و نصائح کو قبول کر کے ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو، تم نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے، کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ وغیرہ

☆ جو لوگ زبان سے تو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں مگر دل میں نہیں اتارتے اور اس کی نصیحت قبول نہیں کرتے ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں خواہ وہ ظاہری طور پر کتنی ہی اچھی نمازیں پڑھتے ہوں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں ایک جماعت نکلے گی، یہ نہیں فرمایا کہ اس امت سے ہوگی۔ وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلقوم یا گلوں سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ (بخاری: ۶۹۳۱: کتاب المرتدین: باب ۶) ایک اور حدیث میں نبی

Marfat.com

کریم ﷺ نے فرمایا: وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے، وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور غیر مسلموں کو چھوڑ دیں گے۔ (بخاری: ۳۳۴۴: کتاب الانبیاء: باب ٦)

☆ جو لوگ قرآن مجید سے نصیحت حاصل کر کے اس پر عمل کرتے ہیں، قرآن ان کے حق میں ایسی حجت قائم کر دے گا کہ وہ جنت کے مستحق قرار پائیں گے اور جو لوگ قرآن مجید سے نصیحت حاصل نہیں کرتے، یہ قرآن ان کے خلاف ایسا ثبوت فراہم کرے گا کہ وہ جہنم کے مستحق قرار پائیں گے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن حجت ہے تیرے حق میں یا تیرے خلاف۔

(مسلم: ۵۳۴: کتاب الطہارۃ: باب ۱)

☆ حضرت جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن قرآن مجید شفاعت کرنے والا ہے اور اس کی شفاعت مقبول ہوگی اور نافرمان لوگوں کا شکوہ کرے گا جو سنا جائے گا۔ جس شخص نے قرآن کو اپنا امام بنایا یہ قرآن اسے جنت میں لے جائے گا اور جس نے اس کو پس پشت ڈال دیا یہ اسے جہنم کی طرف ہانک کر لے جائے گا۔

(صحیح ابن حبان: ۱۲۴: جلد اول: ص ۱۲۲)

۴۔ غور و فکر کرنے کے لئے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ کتاب برکت والی ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل فرمایا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں۔ (قرآن: ۳۸:۲۹) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عالم اپنے بستر پر لیٹے ہوئے ایک گھڑی کے لئے جب اپنے علم میں غور و فکر کرتا ہے تو اس کی وہ ایک گھڑی ایک عابد کی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۵۴)

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں: کائنات میں غور و فکر کرنا سب سے افضل عبادت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تفکر کے ہم پایہ کوئی عبادت نہیں۔ (تفسیر بیضاوی: سورہ آل عمران: زیر آیت نمبر ۱۹۱)

اس افضل عبادت کے سلسلہ میں آج ہماری غفلت کا عالم یہ ہے کہ غیر مسلم چاند پر اترنے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور ہمارے لئے عید کا چاند تلاش کرنا ابھی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ غیر مسلم قومیں کائنات میں غور و فکر کر کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے آسمان پر پہنچ چکی ہیں اور ہم ابھی زمین پر ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچ رہے ہیں۔

افسوس یہ نہیں کہ ہم ہوئے بے حس — افسوس تو یہ ہے کہ احساس بے حسی بھی نہ رہا
وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا — کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جب تک مسلمان کائنات میں غور و فکر کرتے رہے وہ دنیا کو نئی ایجادات سے بہرہ ور کرتے رہے اور دنیا ان کی عظمت کے گیت گاتی رہی لیکن جب مسلمانوں نے تفکر اور تدبر سے پہلو تہی کر لیا تو ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر — ہم خوار ہوئے ہیں تارک قرآں ہو کر
درس قرآن نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا — یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

Marfat.com

وَ الْمُنْكَرِ ۭ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ [۴۰] اور واقعی اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے،

[۴۰] نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو اس کے تمام ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ ادا کیا جائے۔ نماز کے ظاہری آداب سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازیں پابندی کے ساتھ ان کے صحیح اوقات میں پیارے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق ادا کی جائیں اور نماز کے باطنی آداب سے مراد یہ ہے کہ نماز کے دوران تیری عاجزی وانکساری، خدا خوفی اور یکسوئی کا عالم یہ ہو گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے ورنہ کم از کم اتنا یقین تو ضرور ہو کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے اور ہر نماز کو اتنی احتیاط سے ادا کر جیسے وہ تیری زندگی کی آخری نماز ہے کیونکہ ہوسکتا ہے اس نماز کے بعد زندگی تیرا ساتھ چھوڑ جائے اور دوسری نماز پڑھنے کا موقع ہی نہ ملے۔ نماز کے ظاہری و باطنی آداب کے لئے سورہ مومنون (۲۳) کی آیت نمبر ۲ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

نماز بے حیائی اور برائی سے کیسے روکتی ہے؟

☆ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو ہر وقت اور ہر جگہ دیکھ رہا ہے اگرچہ اس کا احساس بہت کم ہوتا ہے لیکن کم از کم نماز کے دوران اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی گزارشات پیش کرتے وقت تو بھرپور یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ جو شخص ہر روز پانچ مرتبہ اس یقین کے ساتھ نماز ادا کرے گا کہ اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے تو آہستہ آہستہ یہ اس کی فطرت ثانیہ بن جائے گی اور نماز کے باہر بھی جب شیطان اس کے دل میں برائی کا وسوسہ ڈالے گا تو اسے فوراً خیال آجائے گا کہ اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے اور وہ فوراً اس برائی سے باز آجائے گا۔

☆ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے کا ایک مقصد یہ بتایا ہے: اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھو۔ (قرآن: ۲۰ : ۱۴) یعنی روزانہ پانچ بار تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد نماز قائم کر کے اللہ تعالیٰ کی یاد کو تازہ رکھو اور نماز کے باہر جب شیطان اس کے دل میں برائی کا وسوسہ ڈالے گا تو اسے فوراً خیال آجائے کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور جائے گا تو کیا منہ کھائے گا، اس طرح نماز اور اللہ تعالیٰ کی یاد اسے برائی سے روک دیتی ہے۔

☆ انسان کتنا ہی بے حیا اور بدکار کیوں نہ ہو جب تک وہ نماز میں مشغول رہتا ہے وہ برائی سے محفوظ رہتا ہے۔ اس طرح اگر وہ نماز سے باہر برائیوں میں مبتلا رہتا ہے تو بہرحال نماز کی حالت میں تو نماز اسے برائیوں سے روک دیتی ہے۔

☆ نماز بے حیائی اور برائی سے روکنے کا سبب اور ذریعہ بنتی ہے۔ جو شخص نماز پڑھنے کے باوجود برائی کا ارادہ کرتا ہے تو یہ خیال اسے برائی سے روکتا ہے کہ جب وہ نماز پڑھنے مسجد میں جائے گا تو دوسرے نمازی کیا کہیں گے کہ یہ شخص نماز بھی پڑھتا ہے اور برائی بھی کرتا ہے، چنانچہ اسے دوسرے نمازیوں سے شرم محسوس ہوگی اور کم از کم لوگوں کے سامنے برائی کا ارتکاب نہیں کرے گا۔

☆ ابوالعالیہ رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ نماز کے تین اوصاف ہیں اور جس نماز میں ان تین اوصاف میں سے کوئی ایک وصف بھی نہ ہو اس کی کوئی نماز نہیں ہے یعنی (۱) اخلاص (۲) خشیت (۳) اللہ تعالیٰ کا ذکر، پس اخلاص اس نیکی

Marfat.com

کا حکم دیتا ہے اور خشیت اس کو برائی سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر یعنی قرآن پڑھنا اس کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک نوجوان انصاری کی شکایت کی گئی کہ وہ نماز بھی پڑھتا ہے اور بے حیائی اور چوری کے گناہوں سے باز بھی نہیں آتا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک نہ ایک دن نماز اسے برائیوں سے روک دے گی۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ توبہ کر کے نیک بن گیا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں کہا نہ تھا کہ ایک دن نماز اسے گناہوں سے روک دے گی۔ (تفسیر قرطبی)

☆ جو شخص پورے خشوع وخضوع اور خلوص نیت سے نماز ادا کرتا ہے، نماز اسے ایک دن برائیوں سے روک دے گی مگر اس کے لئے وقت درکار ہے کیونکہ بیماری آنے میں دیر نہیں لگتی، بعض دفعہ صرف ٹھنڈی ہوا لگی اور چند لمحوں میں بیماری آگئی مگر اس کو جانے میں کئی دن لگتے ہیں۔ اسی طرح برائیوں سے جان چھڑانے میں بھی وقت لگتا ہے، اگر انسان صبر و استقامت سے مقابلہ کرتا رہے تو بالآخر برائیوں سے نجات پالیتا ہے۔

☆ جو شخص نماز پڑھنے کے باوجود عمر بھر گناہوں میں مبتلا رہا تو ظاہر ہے وہ نماز پڑھنے میں مخلص نہیں تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس افسوس ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جو ریاکاری کرتے ہیں۔ (قرآن: ۱۰۷: ۴-۶) اور ایسے ہی نمازیوں کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اس کی نماز نے بے حیائی اور برائی سے نہیں روکا اس نماز سے اس شخص کو اللہ تعالیٰ سے دوری حاصل ہوگی۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ذرا بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہو تو تمہارا کیا خیال ہے! یہ غسل اس کے جسم پر میل کو باقی رہنے دے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ غسل اس کے جسم پر کوئی میل نہیں چھوڑے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی بھی یہی مثال ہے، اللہ تعالیٰ نماز کے ذریعہ اپنے بندے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(بخاری: ۵۲۸: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب ۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سردی کے موسم میں جب درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے باہر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی ایک شاخ کو پکڑا (اور اس کو حرکت دی تو) اس شاخ سے پتے جھڑنے لگے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! بندہ رضائے خداوندی کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسے اس درخت سے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۱۷۹) مذکورہ دو احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز قائم کرنے سے چھوٹے گناہ تو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے مگر بڑے گناہ اور حقوق العباد میں کوتاہی معاف نہیں ہوتے۔ جب بندے کو یہ علم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کی برکت سے اس کے چھوٹے گناہ معاف کر دیئے ہیں تو پھر اسے اللہ تعالیٰ سے شرم آئے گی اور بڑے گناہوں سے پرہیز کرے گا۔

Marfat.com

☆ سید محمود آلوسی نے ابوعبداللہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ جو شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس کی نماز مقبول ہوئی ہے یا نہیں تو وہ یہ دیکھے کہ کیا اس کی نماز اسے بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے یا نہیں، وہ جس قدر برائی سے دور ہوگا اسی قدر اس کی نماز مقبول ہوگی۔ (تفسیر روح المعانی)

☆ اس آیت پر ایک عمومی اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ کئی لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں اور برائی بھی کرتے ہیں تو پھر نماز انہیں برائی سے کیوں نہیں روکتی؟

علامہ محمود آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں اس اعتراض کا جو جواب دیا ہے میں اس کو اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہوں یعنی ایک ہے نمازی کو برائی سے روکنا اور ایک ہے نمازی کا برائی سے رک جانا، ان دونوں میں فرق ہے۔ اس آیت میں یہ ذکر تو ہے کہ نماز برائی سے منع کرتی ہے مگر یہ ذکر نہیں ہے کہ نمازی برائی سے رک جاتا ہے کیونکہ جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا وہ برائی سے نہیں رکتے۔ جس طرح قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے، نیکی کرنے اور قریبی رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور زیادتی سے روکتا ہے۔ (قرآن: ۱۶: ۹۰) یعنی اللہ تعالیٰ تو سب کو نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے مگر پھر بھی اکثر لوگ برائی سے باز نہیں آتے تو جب اللہ تعالیٰ کے روکنے سے تمام لوگ برائیوں سے نہیں رکتے تو نماز کے منع کرنے سے کیسے رک سکتے ہیں؟ الغرض روکنے والا اللہ تعالیٰ ہو یا اس کا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن ہو یا نماز صرف وہی لوگ برائیوں سے رک جاتے ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو۔ یارب العالمین! اس فقیر پر تقصیر، اس کے جملہ متعلقین اور ساری امت مسلمہ کے دلوں میں اپنا خوف پیدا فرما دے اور تمام مومنین اور مومنات کے دلوں میں اپنی اور اپنے پیارے نبی کی حقیقی محبت پیدا فرما دے۔ آمین ثم آمین!

نماز کے فوائد

۱۔ نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہوتا ہے۔

۲۔ نماز دین کا ستون ہے۔

۳۔ نماز جنت کی چابی ہے۔

۴۔ نماز آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔

۵۔ نماز مومن کی معراج ہے۔

۶۔ نماز سے دل کو سکون ملتا ہے۔

۷۔ نماز اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ کرتی ہے۔

۸۔ نماز اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان رابطے کا ایک ذریعہ ہے۔

۹۔ نماز انسان کے جسم اور کپڑوں کو پاک رکھتی ہے۔

۱۰۔ نماز پڑھنے سے وقت کی پابندی کی عادت پڑتی ہے۔

Marfat.com

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝۴۵ [۴۱] اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

۱۱۔ ہر شخص نماز پڑھنے والے کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

۱۲۔ دن میں پانچ مرتبہ وضو کرنے سے انسان کی تھکاوٹ دور ہوتی ہے اور چہرہ تروتازہ رہتا ہے۔

۱۳۔ نماز باجماعت سے حقیقی مساوات اور بھائی چارے کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

[۴۱] **اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت**

☆ ابن زید اور قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر چیز سے بڑا اور تمام عبادات سے افضل ہے۔ (تفسیر قرطبی) حتیٰ کہ نماز جیسی اہم عبادت کا ایک مقصد بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔ (قرآن: ۲۰:۱۴)

☆ سلمان نے کہا: کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے افضل نہیں۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں کے پاس سے گزرو تو ان سے اپنا حصہ لے لیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا: وہ جنت کے باغات کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذکر کے حلقے ہیں۔ (شعب الایمان: بیہقی: ۵۲۹: جلد اول: ص ۳۹۸)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کو صاف کرنے اور چمکانے کے لئے ایک آلہ ہوتا ہے اور دلوں کو صاف کرنے اور چمکانے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والی سب سے بڑی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (شعب الایمان: بیہقی: ۵۲۲: جلد اول: ص ۳۹۶)

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ تمہارے رب کے نزدیک تمہارا کون سا عمل سب سے اچھا، سب سے پاکیزہ اور سب سے بلند درجہ والا ہے اور جو تمہارے سونے اور چاندی کے صدقہ کرنے سے زیادہ اچھا ہے اور اس سے بھی اچھا ہے کہ تمہارا تمہارے دشمنوں سے مقابلہ ہو، تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سا عمل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ (ترمذی: ۳۳۷۷: کتاب الدعوات: باب ٦)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہی دیتے ہوئے کہا کہ آپ نے فرمایا: جو قوم بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر اطمینان اور سکون نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔

(مسلم: ٦٨٥٥: کتاب الذکر والدعاء: باب ۱۱)

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی نصیحت فرمائیں، آپ نے فرمایا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کے خوف و تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ یہی سارے معاملے کی اصل ہے۔ میں نے عرض کیا:

Marfat.com

یارسول اللہ ﷺ! مجھے کچھ مزید نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: قرآن کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو لازم پکڑو کیونکہ یہ زمین میں تمہارے لئے نور اور آسمان میں تمہارے لئے (نیکیوں کا) ذخیرہ ہوگا۔

(صحیح ابن حبان: ۳۶۳: جلد اول: ص ۲۰۹)

☆ حضرت ابن عباس ؓ نے اس آیت کا ایک معنیٰ یہ بھی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو تمہارا ذکر کرتا ہے وہ اس سے زیادہ بڑا ہے جو تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہو۔ اس کے بعد حضرت ابن عباس ؓ نے یہ آیت تلاوت کی: تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ (تفسیر روح المعانی) اس قول کی تائید میں ایک حدیث قدسی ملاحظہ کریں جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرا بندہ جیسے مجھ سے گمان رکھتا ہے ویسا ہی میں اس کے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ اگر بندہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے دل میں یاد کروں گا اور اگر وہ مجھے اجتماع میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر اجتماع میں اسے یاد کروں گا۔ (بخاری: ۷۴۰۵: کتاب التوحید: باب ۱۵) ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو یاد کرنا اور پھر نورانی فرشتوں کے جھرمٹ میں اس کا ذکر کرنا اتنا بڑا اعزاز ہے جس کا مقابلہ کائنات میں کوئی چیز نہیں کرسکتی۔

☆ حضرت ابوموسیٰ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (بخاری: ۶۴۰۷: کتاب الدعوات: باب ۶۶)

☆ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں گھومتے ہیں اور اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں اور جب وہ کسی جماعت کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں: آؤ تمہارا مقصد یہ لوگ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر فرشتے آسمان دنیا تک اپنے پروں کے ساتھ ان لوگوں پر چھا جاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ خود ہی خوب جانتا ہے۔ میرے بندے کیا کہتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ تیری پاکی، بڑائی اور حمد بیان کرتے ہیں (یعنی سبحان اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ کہتے ہیں)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں، خدا کی قسم! انہوں تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کی کیفیت کیا ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو وہ تیری عبادت، بزرگی اور پاکی اور زیادہ بیان کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں اے ہمارے رب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو وہ جنت کی خواہش، طلب اور رغبت اور زیادہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے جہنم دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں اے ہمارے رب! خدا کی قسم! انہوں نے جہنم نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ جہنم کو دیکھ لیتے تو ان کی کیفیت

Marfat.com

وَ لَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔اور (اے مسلمانو!) اہل کتاب سے بحث مباحثہ نہ کیا کرو مگر ایسے طریقہ سے جو عمدہ ہو سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا [۴۲] اور (ان سے) کہہ دو: ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف اتارا گیا اور (اس پر بھی ایمان لائے) جو تمہاری طرف اتارا گیا اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔ [۴۳]

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ

۴۷۔اور (اے رسول مکرم ﷺ!) ہم نے اسی طرح آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے، پس جن کو ہم نے

کیا ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ جہنم کو دیکھ لیتے تو اس سے دور بھاگتے اور بہت زیادہ اس سے ڈرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ بے شک میں نے ان کو بخش دیا ہے۔ ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے: ان ذکر کرنے والوں میں فلاں شخص بھی تھا جو ان میں سے نہیں تھا (یعنی ذکر کرنے کی غرض سے نہیں آیا تھا) وہ اپنے کسی کام کے لئے وہاں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ (ذکر کرنے والے) ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔
(بخاری: ۶۴۰۸: کتاب الدعوات: باب ۶۶)

[۴۲] تبلیغ کے دوران اگر اہل کتاب سے نوبت مناظرہ تک پہنچ جائے تو ان کے ساتھ بڑے مہذب، معقول اور عمدہ طریقہ سے گفتگو کرو تاکہ ان کے دل میں تعصب پیدا نہ ہو اور تمہاری تبلیغ کو غور سے سنیں لیکن ان میں سے جو زیادتی اور بدتہذیبی پر اتر آئیں تو ان کے ساتھ تکرار میں وقت ضائع کرنے کے بجائے ان سے کنارہ کشی اختیار کرلو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ صرف یہ کہتے ہیں: (تم پر) سلام ہو۔
(قرآن: ۲۵: ۶۳)

[۴۳] جب اہل کتاب سے گفتگو کا موقع ملے تو منفی اور اختلافی مسائل کے بجائے مثبت اور مشترک امور سے گفتگو کا آغاز کیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا اور تمہارے انبیائے کرام پر تورات وانجیل کو نازل فرمایا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں اور ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ نیز تمہارا اور ہمارا خدا ایک ہی ہے اور ہم سب اسی کے فرماں بردار ہیں، اس لئے تمہارے اور ہمارے درمیان بہت سے بنیادی امور میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس طرح مشترک امور پر گفتگو کے آغاز سے فریقین کے درمیان باہمی احترام کے جذبات پیدا ہوں گے اور ایک دوسرے کی بات سننے میں دلچسپی لیں گے۔

Marfat.com

مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۷

(پہلے) کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور ان (اہل مکہ) سے بھی بعض اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا صرف کفار ہی انکار کرتے ہیں۔ [۴۴]

وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۴۸

۴۸۔ اور اس سے پہلے آپ کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ آپ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے ورنہ اہل باطل ضرور شک میں پڑ جاتے۔ [۴۵]

---

[۴۴] اے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم! جس طرح ہم نے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام پر آسمانی کتابیں نازل فرمائیں اسی طرح ہم نے آپ پر بھی قرآن مجید نازل فرمایا ہے اور پہلی کتابوں میں بھی قرآن مجید کا ذکر موجود تھا، لہٰذا جو اہل کتاب اپنی کتابوں پر عمل پیرا تھے وہ قرآن مجید پر ایمان لے آئیں گے بلکہ کئی مشرکین مکہ بھی جو اگرچہ سابقہ آسمانی کتب کا علم نہیں رکھتے مگر قرآن اور صاحب قرآن کی صداقت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر رہے ہیں۔ قرآن مجید کے حق ہونے کے دلائل اس قدر روشن ہیں کہ صرف وہی کفار ہی منکر رہیں گے جو تعصب اور عناد کا شکار ہیں۔

[۴۵] اہل مکہ اچھی طرح جانتے تھے کہ نزول قرآن سے پہلے اپنی چالیس سالہ زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی کوئی کتاب پڑھی اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا۔ اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل یہ شبہ کر سکتے تھے کہ آپ نے پہلی کتابیں پڑھ کر یہ باتیں نوٹ کر لی ہیں اور اب آہستہ آہستہ لوگوں کو سنا رہے ہیں۔ اگرچہ دنیا کے سارے پڑھے لکھے لوگ مل کر بھی قرآن جیسی کتاب تیار نہیں کر سکتے تھے، تاہم اہل باطل کو بات بنانے کا ایک موقع مل سکتا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے نزول قرآن سے پہلے آپ کو پڑھنے لکھنے سے دور رکھا۔

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ محققین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں یہ قید ہے کہ آپ نزول قرآن سے پہلے پڑھتے لکھتے نہیں تھے اور نزول قرآن کے بعد جو آپ نے لکھا یا پڑھا وہ اس آیت کے خلاف نہیں ہے بلکہ کسی مخلوق سے پڑھنا لکھنا سیکھے بغیر آپ کا لکھنا پڑھنا ایک الگ معجزہ ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن)

اعلان نبوت کے بعد آپ سے لکھنا اور پڑھنا دونوں ثابت ہیں۔ اس سلسلے میں صلح نامہ حدیبیہ کا واقعہ ملاحظہ کریں جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا ہے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ کے مہینہ میں عمرہ کا احرام باندھا (اور مکہ روانہ ہوئے) لیکن اہل مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ آخر صلح اس پر ہوئی کہ (اس سال آپ عمرہ کے

Marfat.com

بغیر واپس چلے جائیں، آئندہ سال آئیں اور) مکہ میں تین دن تک قیام کریں گے۔ جب انہوں نے معاہدہ میں یہ لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی۔ کفار نے کہا: ہم اس کو نہیں مانتے، اگر ہم کو یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو عمرہ کرنے سے منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ بھی ہوں اور میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں، پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ (کے الفاظ) مٹادو۔ (چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ معاہدہ تحریر کررہے تھے اس لئے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! میں (رسول اللہ کے الفاظ) کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکتوب کو پکڑا اور ''رسول اللہ'' کے الفاظ اپنے ہاتھ سے مٹائے۔ (بخاری: حدیث نمبر ۲۶۹۸) اور لکھا: یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی۔۔۔ (بخاری: ۲۶۹۹: کتاب الصلح: باب ٦)

عمر بن شیبہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ صلح حدیبیہ سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا نہیں جانتے تھے اور یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے کہ اس وقت اچانک آپ نے لکھنا شروع کردیا۔ (خصائص کبریٰ: جلد دوم: ص ۲۳٦) علامہ آلوسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے پڑھنے کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک آپ نے پڑھا اور لکھا نہیں۔'' (تفسیر روح المعانی: سورہ الاعراف (۷): زیر آیت نمبر ۱۵۷) اس سے معلوم ہوا کہ اعلان نبوت سے پہلے آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، نبوت کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو علم عطا فرمایا اسی طرح لکھنا پڑھنا بھی سکھایا، البتہ تبلیغ اسلام میں آپ کو لکھنے پڑھنے کی ضرورت بہت کم پڑی کیونکہ اہل عرب کی اکثریت ان پڑھ تھی اور انہیں زبانی تبلیغ کی ہی ضرورت تھی۔ شہاب الدین خفاجی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں آپ نے نہ لکھنے کی وجہ بیان فرمائی ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں لکھنے کا ارادہ اس لئے نہیں کرتا تاکہ قلم کا سایہ اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ پڑے'' اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین سے اٹھالیا تاکہ کسی کا پاؤں آپ کے سایہ پر نہ پڑے۔

(نسیم الریاض: جلد ۲: ص ۳۹۸: النبی الامی)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن مجید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''امی'' کہا ہے جس کا معنیٰ ''ان پڑھ'' بھی ہے تو پھر آپ کیسے پڑھ سکتے ہیں؟ لیکن قرآن مجید میں یہ بھی تو ہے: {وہ اللہ ہی ہے جس نے امیوں (ان پڑھ لوگوں) میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں قرآن کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے} (قرآن: ٦۲: ۲) نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (دارمی: مقدمہ: باب ۳۲) اب جس کو اللہ تعالیٰ پوری امت کا معلم اور استاد بنائے اس کو ان پڑھ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ اگر اعلان نبوت سے پہلے آپ کو ان پڑھ کہا جائے تو اس پر بات ہوسکتی ہے مگر اعلان نبوت کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو امت کا معلم بنادیا ہے تو اب ان کو ان پڑھ کہنا درست نہیں ہے۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوتے ہی عرش کے ستونوں پر لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا پڑھ لیں۔ (البدایہ والنہایہ: جلد اول: ص ۸۱) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات کی لکھی ہوئی تختیاں پڑھ لیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سارے انبیاء کے امام اور سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ پڑھ سکیں۔ جس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

Marfat.com

بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں جو ان کے سینوں میں محفوظ ہیں جن کو علم دیا گیا ہے، اور ظالموں کے سوا ہماری آیتوں کا کوئی انکار نہیں کرتا۔[۴۶]

وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ اور کافروں نے کہا: ان (نبی کریم ﷺ) پر ان کے رب کی طرف سے (ہمارے مطلوبہ) معجزات کیوں نہیں نازل کیے گئے، آپ فرما دیجئے: معجزات تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں، اور میں تو صرف واضح طور پر (عذاب سے) ڈرانے والا ہوں۔[۴۷]

پڑھنا سکھایا اس اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو بھی سکھایا: اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو سکھا دیا جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔ (قرآن: ۴:۱۱۳)

[۴۶] قرآن مجید کے الفاظ حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہیں اور اس کے اسرار و معانی علماء کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ قرآن مجید کی آیات اس قدر واضح اور روشن ہیں کہ کوئی عقل مند انسان ان کا انکار نہیں کر سکتا صرف وہی لوگ ان کا انکار کر سکتے ہیں جو حق و انصاف کی حدود سے تجاوز کر کے ظلم و عدوان کی وادیوں میں سرگرداں ہیں۔

[۴۷] کفار مکہ کی طرف سے جب یہ مطالبہ کیا گیا کہ آپ پر حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مائدہ کی مثل معجزات نازل کیوں نہیں کیے گئے۔ (صفوۃ التفاسیر) تو آپ نے فرمایا: معجزات کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ جب مناسب سمجھتا ہے نازل فرماتا ہے، میں تو صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں تا کہ تم اس کے فرماں بردار بندے بن جاؤ۔

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے معجزات تین قسم کے ہیں، ایک وہ جو بغیر اختیار ہر وقت آپ سے صادر ہوتے ہیں جیسے آپ کے جسم پاک کا سایہ نہ ہونا یا پسینہ مبارک سے مشک و عنبر کی خوشبو۔ دوسرے وہ جن کے ظاہر کرنے میں نبی کریم ﷺ کو اختیار نہیں دیا گیا، جیسے قرآن کی آیات (کیونکہ قرآن کی ہر آیت معجزہ ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے ہی نازل فرماتا ہے)، اور تیسرے وہ جو نبی کریم ﷺ کے اختیار سے صادر ہوئے جیسے کنکروں سے کلمہ پڑھانا، چاند توڑنا اور سورج کو لوٹانا۔ یہاں دوسری قسم کے معجزات مراد ہیں۔ (تفسیر نور العرفان) یعنی جو معجزات نبی کریم ﷺ کے اختیار میں نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پر منحصر ہیں۔

Marfat.com

اَوَلَمۡ یَكۡفِهِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ یُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَرَحۡمَةً وَّ ذِكۡرٰی لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۱﴾ ع

۵۱۔ کیا ان کے لئے یہ (معجزہ) کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے، بے شک اس (کتاب) میں ایمان والوں کے لئے رحمت اور نصیحت ہے۔ [۴۸]

قُلۡ كَفٰی بِاللّٰهِ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَكُمۡ شَهِیۡدًا ۚ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡبَاطِلِ وَكَفَرُوۡا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ آپ فرما دیجئے: میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے، [۴۹] وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کا انکار کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

وَیَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالۡعَذَابِ ؕ وَلَوۡلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّی لَّجَآءَهُمُ الۡعَذَابُ ؕ وَلَیَاۡتِیَنَّهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ اور وہ آپ سے عذاب کو جلد لانے کا مطالبہ کرتے ہیں، اور اگر (عذاب کا) ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ چکا ہوتا، اور بے شک ان پر عذاب اچانک آئے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ [۵۰]

---

[۴۸] کیا کفار مکہ کے لئے بطور معجزہ یہ قرآن کافی نہیں ہے جس کو وہ صبح و شام سنتے ہیں اور اس کی نظیر لانے سے قاصر ہیں، یہ سب سے بڑا معجزہ ہے، دوسرے معجزات ختم ہو گئے مگر قرآن مجید ایسا معجزہ ہے جو ہمیشہ موجود رہے گا، لہٰذا اگر وہ قرآن جیسے عظیم معجزہ پر ایمان نہیں لاتے تو پھر کسی اور معجزہ پر کیسے ایمان لائیں گے۔ قرآن اگرچہ تمام انسانوں کے لئے رحمت اور نصیحت ہے مگر اس سے فائدہ وہی حاصل کرتے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں۔

[۴۹] یعنی قرآن مجید جیسا واضح معجزہ دیکھنے کے باوجود بھی اگر تم میری نبوت کی تصدیق نہیں کرتے تو اس کا تمہیں ہی نقصان ہوگا مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ میری نبوت کا گواہ تو اللہ تعالیٰ خود ہے اور اس کے علم کا عالم یہ ہے کہ وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے، اس لئے وہ سب سے بڑا اور کامل گواہ ہے۔

[۵۰] پیارے نبی ﷺ! یہ مشرکین کہتے ہیں کہ اگر وہ واقعی گمراہ ہیں تو پھر ان پر عذاب کیوں نہیں آ جاتا؟ دراصل ان کے کرتوت تو اس لائق ہیں کہ انہیں فوراً تباہ کر دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے لئے عذاب کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، اس سے پہلے انہیں اصلاح احوال کی مہلت دی جاتی ہے لیکن جو لوگ اس مہلت سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور اپنی اصلاح نہیں کرتے تو پھر ان پر اچانک عذاب آ جاتا ہے اور انہیں خبر بھی نہیں ہوتی، چنانچہ مشرکین مکہ کو جنگ بدر اور فتح مکہ کے وقت خلاف توقع

Marfat.com

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۗ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ وہ آپ سے عذاب کو جلد لانے کا مطالبہ کرتے ہیں، اور بے شک جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے۔

يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ جس دن عذاب انہیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جو کچھ تم کرتے تھے اس کا مزہ چکھو۔ [۵۱]

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو بے شک میری زمین کشادہ ہے، سو تم میری ہی عبادت کرو۔ [۵۲]

اچانک شکست کے عذاب سے دوچار ہونا پڑا اور موت کے بعد جو قیامت ان پر برپا ہوگی اس کی شدت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، جیسا کہ حضرت انس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو اسی وقت اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے، سو تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور ہر وقت اس سے استغفار کرتے رہو۔

(کنز العمال: ۴۲۷۴۸: جلد ۱۵: ص ۶۸۶)

[۵۱] مشرکین مکہ پر بڑا تعجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور آخرت کے عذاب کو محض دھمکی خیال کرتے ہیں اور اسی لئے جلد عذاب لانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ان آیات میں انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ آخرت بہر صورت آ کر رہے گی اور جس طرح اس دنیا میں ان کے ذہن وضمیر کو چاروں طرف سے کفر وعناد نے گھیر رکھا ہے اور کہیں سے ہدایت کے داخل ہونے کا راستہ نہیں چھوڑا اسی طرح آخرت میں جہنم کی آگ بھی انہیں چاروں طرف سے اس طرح گھیر لے گی کہ کہیں سے نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا اور آواز دی جائے گی کہ یہ تم پر ظلم نہیں ہو رہا بلکہ یہ تمہارے ان مظالم کا لازمی نتیجہ ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

[۵۲] مکہ میں جو شخص بھی اسلام قبول کرتا اس کے لئے عرصہ حیات تنگ کر دیا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اس کے لئے مشکل ہو جاتا۔ ایسے حالات میں انہیں ہجرت کا حکم دیا جا رہا ہے کہ میری زمین بڑی وسیع ہے، یہاں سے ہجرت کر کے ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں میری عبادت کرنا اور دین کے دیگر امور پر عمل کرنا آسان ہو کیونکہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور اسے وہاں قیام کرنا چاہیے جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اسی لئے مسلمانوں نے پہلے حبشہ کی طرف اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور آج بھی اگر کسی جگہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہے۔

حضرت ابو یحییٰ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سارے شہر اللہ تعالیٰ کے شہر ہیں اور سارے بندے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اس لئے جس جگہ تم خیر کو پاؤ وہاں اقامت اختیار کرو۔ (تفسیر ابن کثیر)

Marfat.com

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، [۵۳] پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہم انہیں ضرور جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔ [۵۴]

---

[۵۳] اپنا گھر، مال و متاع، رشتہ دار اور احباب کو چھوڑ کر صرف ایمان بچانے کے لئے ہجرت کر جانا آسان نہیں ہے، اکثر یہ دنیاوی تعلقات ہجرت کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں لیکن موت ایک عالم گیر اور ناگزیر صداقت ہے اور جب موت آتی ہے تو یہ سارے تعلقات مجبوراً چھوٹ جاتے ہیں اس سے بہتر ہے کہ ہم آج اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی مرضی سے ان کو چھوڑ دیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخروئی حاصل کریں۔

اس آیت کی تفسیر میں صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ہجرت کا حکم دیا تو ان پر وطن کو چھوڑنا اور بھائیوں سے جدا ہونا مشکل ہو گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آج تم جس جدائی کو ناپسند کر رہے ہو یہ تو ایک دن واقع ہو کر رہے گی کیونکہ ''ہر شخص موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔'' اور جب موت آئے گی تو سارے احباب از خود جدا ہو جائیں گے، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ یہ جدائی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خود اختیار کی جائے تا کہ وہ تمہیں اس کا اچھا اجر عطا فرمائے۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے دین کو بچانے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا خواہ وہ ایک بالشت کے فاصلہ پر ہی گیا ہو (اور اس اثنا میں اس کی موت آ گئی ہو) وہ جنت کا مستحق ہو گا اور حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ساتھی ہو گا۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! مومنوں میں سے افضل کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، پھر پوچھا: مومنوں میں سے سب سے زیادہ دانا کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرے اور موت سے بعد والی زندگی کے لئے سب سے اچھی تیاری کرے۔ (ابن ماجہ: ۴۲۵۹: ابواب الزھد: باب ۳۱)

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ انسان تسبیح اٹھائے اور روزانہ ''یا موت، یا موت'' کا ورد شروع کر دے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ہر قدم اٹھانے سے پہلے موت کو یاد رکھے کہ جو کام وہ کرنے لگا ہے کیا مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ کام اس کے لئے مصیبت تو نہیں بن جائے گا؟

[۵۴] اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ ان کو دل کا سکون اور ایمان کی سلامتی عطا فرماتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ

Marfat.com

الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَ عَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔

وَ کَاَیِّنۡ مِّنۡ دَآبَّۃٍ لَّا تَحۡمِلُ رِزۡقَہَا ٭ۖ اَللّٰہُ یَرۡزُقُہَا وَ اِیَّاکُمۡ ۫ۖ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ تعالیٰ انہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔[۵۵]

انہیں دنیا میں ان نیک اعمال کا کوئی ظاہری اجر بھی نظر آئے جیسے ایک انسان اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے گھر سے نکلے، میدان جہاد میں دادِ شجاعت دے اور پھر شہید ہو جائے تو اس دنیا میں بظاہر اسے کیا فائدہ ہوا؟ اس آیت میں ایسے ہی نیکوکاروں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر کسی حکمت کے تحت وہ اس زندگی میں آزمائش ہی کا شکار رہیں تو انہیں یقین رکھنا چاہیے کہ ایک دن ایسا ضرور آنے والا ہے جس میں انہیں ان کے صبر و توکل اور نیک اعمال کا عمدہ اجر ملے گا اور وہ جنت کے ایسے بالا خانوں میں ہمیشہ رہیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

[۵۵] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو تنگ کرنے کی انتہا کر دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کو ہجرت کر کے مدینہ جانے کا حکم دیا۔ بعض صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا وہاں کوئی گھر یا جائداد نہیں ہے تو ہمارے کھانے پینے کا انتظام کون کرے گا؟ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی) یعنی ذرا ان بے شمار پرندوں اور چوپایوں کو دیکھو انہوں نے اپنی خوراک اپنے ساتھ نہیں اٹھا رکھی بلکہ وہ روزانہ خوراک کی تلاش میں نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ انہیں رزق عطا فرماتا ہے تو فکر نہ کرو وہ تمہارا بھی رازق ہے اور تم جہاں بھی جاؤ گے وہ تمہیں بھی رزق دے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرتے جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے، وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی: ۲۳۴۴: ابواب الزھد: باب ۳۳) اس حدیث میں توکل سے مراد ترک عمل نہیں بلکہ اس میں حصول رزق کے لئے سعی اور جدوجہد کی دلیل ہے جس طرح پرندے پہلے تلاش رزق میں نکلتے ہیں تو پھر شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں، اگر وہ گھونسلوں میں ہی بیٹھے رہتے تو رزق اڑ کر ان کے پاس نہ آتا۔ توکل کے لئے ایک اور حدیث ملاحظہ کریں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا چھوڑ کر؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے اونٹنی کو باندھ اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کر۔ (ترمذی: ۲۵۱۷: ابواب القیامۃ: باب ۶۰) تاکہ کوئی چور اس کو نہ لے جائے۔

Marfat.com

وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ اور اگر آپ ان (کفار) سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے فرماں بردار بنایا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کدھر الٹے جا رہے ہیں۔ [۵۶]

اَللّٰهُ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَيَقۡدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِهَا لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۳﴾ ع

۶۳۔ اور اگر آپ ان (کفار) سے پوچھیں کہ آسمان سے پانی کس نے اتارا، پھر اس پانی سے زمین کو اس کے مردہ (خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (تر و تازہ) کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، آپ فرما دیجئے: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں بلکہ ان میں سے اکثر لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔ [۵۷]

وَمَا هٰذِهِ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا لَهۡوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ لَهِىَ الۡحَيَوَانُ ۘ لَوۡ

۶۴۔ اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور بے شک آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے، کاش! وہ

حضرت ابن عباس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ زمین پر چلنے والا کوئی جانور اپنے لئے رزق کا ذخیرہ نہیں کرتا سوائے چیونٹی، چوہا اور انسان کے۔ (تفسیر قرطبی) یہ تینوں جاندار کھاتے کم ہیں اور جمع کرنے کی فکر زیادہ کرتے ہیں۔

[۵۶] یعنی کفار مکہ جب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کا خالق اور سورج و چاند کا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو پھر ان کی عقل کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو چھوڑ کر شرک کی طرف بھاگے جا رہے ہیں؟

[۵۷] یعنی کفار مکہ جب یہ اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمان سے پانی اتار کر خشک زمین کو دوبارہ تر و تازہ کرتا ہے اور مخلوق کے لئے رزق کے وسائل پیدا فرماتا ہے تو پھر وہ اس حقیقت کو کیوں نہیں سمجھتے کہ دراصل سب تعریفوں کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

Marfat.com

كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾

(اس حقیقت کو) جانتے۔[۵۸]

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾

۶۵۔ پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اس سے دعا مانگتے ہیں، پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو وہ اسی وقت پھر شرک کرنے لگتے ہیں۔[۵۹]

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَ لِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ تاکہ وہ اس (نجات) کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں عطا کی اور (اس دنیا سے عارضی) فائدہ اٹھائیں، پس وہ عنقریب جان لیں گے۔[۶۰]

---

[۵۸] یہ دنیا اور اس کا مال و متاع سب فانی ہے کھیل تماشے کی طرح ایک دن ختم ہو جائے گا جب کہ آخرت کی زندگی اور جنت کا گھر دائمی ہے۔ کاش! وہ اس حقیقت کو جان لیتے کہ یہ دنیاوی زندگی تو محض آزمائش کی ایک مختصر سی مدت ہے تو وہ اس کو کھیل تماشے میں ضائع نہ کرتے۔

یہاں دنیوی زندگی سے مراد کافر کی زندگی ہے کیونکہ وہ اس فانی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے اور آخرت کی فکر نہ ہونے کے باعث وہ اس زندگی کو بے مقصد اور کھیل تماشا میں گزار دیتا ہے لیکن جن کے دلوں میں آخرت کا یقین اور اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے یہ دنیا ان کے لئے نعمت ہے کیونکہ اگر دنیوی زندگی کی آزمائش نہ ہوتی تو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار اور جنت کی نعمت کیسے ملتی جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ دنیا اس شخص کے لئے بہترین گھر ہے جو اس دنیا سے اپنی آخرت کے لئے توشہ تیار کرتا ہے۔ (المقاصد الحسنة: ص۲۲۷) اور دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ (المقاصد الحسنة: ص۲۲۷) اسی طرح اہل علم کہتے ہیں کہ بچپن جوانی کی کھیتی اور جوانی بڑھاپے کی کھیتی ہے۔

[۵۹] مشرکین جب کشتی میں سوار ہوتے اور سمندر میں طوفان آجاتا اور ان کی کشتی ہچکولے کھانے لگتی تو وہ پورے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے اور وعدہ کرتے کہ اگر وہ انہیں اس طوفان سے بچالے تو وہ شرک نہیں کریں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں خیریت کے ساتھ خشکی پر پہنچا دیتا تو وہ فوراً اپنا وعدہ بھول جاتے اور شرک کرنے لگ جاتے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے عکرمہ کا بیان نقل کیا ہے کہ دور جاہلیت والے سمندر میں سفر کرتے تو اپنے بتوں کو ساتھ رکھتے لیکن جب سمندر میں طوفان آتا تو بتوں کو سمندر میں پھینک دیتے اور پکار اٹھتے: یارب یارب! (تفسیر مظہری) اس آیت کی مزید تفسیر کے لئے سورہ یونس (۱۰) کی آیت نمبر ۲۲ کا حاشیہ نمبر ۲۳ ملاحظہ کریں۔

[۶۰] چونکہ وہ شرک اور دنیاوی لذات کو چھوڑنا نہیں چاہتے اس لئے وہ جونہی ڈوبنے سے بچ کر خشکی پر پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے احسان کا انکار کر دیتے ہیں اور دنیاوی لذات میں گم ہو جاتے ہیں، لیکن انہیں عنقریب اس سرکشی اور ناشکری کا برا انجام معلوم ہو جائے گا۔

Marfat.com

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

۶۷۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنا دیا ہے حالانکہ ان کے ارد گرد سے لوگوں کو اچک لیا جاتا ہے، تو کیا پھر بھی وہ باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں۔ [۶۱]

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگایا اور حق کو جھٹلایا جب کہ وہ اس کے پاس آچکا؟ کیا ایسے کفار کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہوگا؟ [۶۲]

وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾ ع

۶۹۔ اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھاتے ہیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکوں کاروں کے ساتھ ہے۔ [۶۳]

---

[۶۱] مشرکین پر اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ وہ حرم کی وجہ سے ہمیشہ امن میں رہتے ہیں جب کہ عرب کے دیگر علاقوں میں قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم رہتا ہے لیکن یہ مشرکین بڑے ناشکرے ہیں کہ اتنے بڑے احسان کے باوجود بھی وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور باطل پر ایمان رکھتے ہیں۔

[۶۲] جس شخص کے پاس قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی صورت میں حق بالکل واضح ہو کر آ گیا لیکن اس نے بغیر کسی دلیل کے حق کو جھٹلا دیا، نیز اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھا یعنی کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا کر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے تو اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا یعنی حق کو جھٹلانا اور کسی پر جھوٹا الزام لگانا ہر حالت میں ظلم ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے حق کو جھٹلانا اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کا منسوب کرنا سب سے بڑا ظلم ہے، لہٰذا ایسے منکروں اور بہتان سازوں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟

[۶۳] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں اور اس کے راستہ میں آنے والی مشکلات برداشت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ایسے راستوں کی نشاندہی کر دیتا ہے جن پر چل کر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لیتے ہیں یعنی جو لوگ خلوص نیت کے ساتھ نیک کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری فرماتا ہے اور انہیں اپنی رحمت کے سایہ میں منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، ایٹن ہال، انگلستان

بعد از نماز عصر بروز منگل ۱۳ اکتوبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۴ شوال ۱۴۳۰ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الروم (۳۰)

یہ سورت مکی ہے اور اس کا نام ''الروم'' ہے جو اس سورت کی دوسری آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سورت کا نام روم اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ اس سورت کے شروع میں اہل ایران اور اہل روم کی جنگ کا ذکر ہے جس میں اہل ایران رومیوں پر غالب آئے تھے۔

رومی مسلمانوں کی طرح اہل کتاب تھے اور ایرانی مجوسی تھے یعنی مشرکین مکہ کی طرح توحید اور آخرت کے منکر تھے اس لئے مشرکین کو ایرانیوں کی فتح پر بڑی خوشی ہوئی۔ اس وقت اس سورت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ چند سالوں کے بعد اہل روم ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے جو کہ بظاہر مشکل نظر آتا تھا لیکن تاریخ شاہد ہے کہ قرآن مجید کی یہ پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی اور صرف سات سال بعد غزوہ بدر کے دن اہل روم ایرانیوں پر غالب آ گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کا دن مکہ کے بت پرستوں اور ایران کے آتش پرستوں دونوں کے لئے شکست کا دن تھا۔ (صفوۃ التفاسیر: سورۃ الروم: زیر آیت نمبر ۵) یہ قرآن مجید کا عظیم معجزہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا واضح ثبوت ہے۔

اس سورت کی آیت نمبر ۳۰ میں بتایا گیا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور تم پوری یکسوئی کے ساتھ اس پر قائم رہو۔

دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورت میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت پر دلائل قائم کئے گئے ہیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز مغرب بروز جمعرات ۱۵ / اکتوبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۶ شوال ۱۴۳۰ھ

Marfat.com

ایاتہا ۶۰ ۳۰ سُوْرَۃُ الرُّوْمِ مَکِّیَّۃٌ ۸۴ رکوعاتہا ۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾ ۱۔الف لام میم۔[۱]

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ ﴿۲﴾ ۲۔رومی مغلوب ہو گئے۔

فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ ہُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِہِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۙ ﴿۳﴾ ۳۔قریب کی سر زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے۔[۲]

---

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں، ان کے لئے سورہ بقرہ کی پہلی آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۲] حضرت عکرمہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ اہل روم اور اہل ایران کے درمیان جنگ ہوئی جس میں اہل روم مغلوب ہو گئے۔ مکہ میں مسلمانوں پر یہ خبر شاق گزری کیونکہ نبی کریم ﷺ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ ایران کے مجوسی روم کے اہل کتاب پر غالب ہوں لیکن مکہ کے کافر اس خبر سے بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے صحابہ کو کہا: تم بھی اہل کتاب ہو اور روم کے عیسائی بھی اہل کتاب ہیں مگر ہمارے مجوسی بھائی تمہارے اہل کتاب بھائیوں پر غالب آ گئے ہیں اور بے شک اگر تم ہم سے قتال کرو گے تو ہم بھی تم پر غالب آ جائیں گے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں (جن میں یہ خبر دی گئی کہ اگرچہ حجاز کے قریب شام کی سرزمین پر رومیوں کو شکست ہوئی ہے لیکن چند ہی سال بعد ان کے درمیان پھر جنگ ہونے والی ہے جس میں رومی غالب آ جائیں گے۔) تب حضرت ابوبکر صدیق ؓ کفار کی طرف گئے اور ان سے کہا: اپنے مشرک بھائیوں کے غلبہ پر زیادہ خوشیاں نہ مناؤ کیونکہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے بتایا ہے کہ عنقریب اہل روم ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے۔ یہ سن کر ابی ابن خلف کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: اے ابوبکر! تم نے جھوٹ بولا ہے۔ حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن اتم زیادہ جھوٹے ہو۔ میں تم سے شرط لگاتا ہوں کہ تین سال کے بعد اہل روم ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے، اگر اہل روم غالب آ گئے تو میں تم سے دس اونٹنیاں لوں گا اور اگر ایرانی غالب آئے تو میں تمہیں دس اونٹنیاں دوں گا، پھر حضرت ابوبکر ؓ وہاں سے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کو اس واقعہ کی خبر سنائی۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے اس طرح ذکر نہیں کیا تھا۔ عربی کے لفظ بضع کا معنی صرف تین نہیں بلکہ یہ تین سے نو تک کے لئے بولا جاتا ہے، لہٰذا شرط میں اونٹنیوں کی تعداد بھی بڑھاؤ اور مدت میں بھی اضافہ کرو، چنانچہ حضرت ابوبکر ؓ نے ابی ابن خلف سے دوبارہ ملاقات کی اور شرط کی مدت ۹ سال اور اونٹنیوں کی تعداد سو تک کر دی۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

Marfat.com

فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ ۬ؕ لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ ؕ وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۴﴾

۴۔ چند ہی سال میں، اور اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی، اور اس دن اہل ایمان خوش ہوں گے۔[۳]

بِنَصۡرِ اللّٰہِ ؕ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ۙ﴿۵﴾

۵۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے، اور وہ سب پر غالب، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَعۡدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶﴾

۶۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔[۴]

یَعۡلَمُوۡنَ ظَاہِرًا مِّنَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ ۖ وَ ہُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۷﴾

۷۔ وہ تو (صرف) دنیاوی زندگی کے ظاہری پہلو کو جانتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں۔[۵]

تاریخ شاہد ہے کہ قرآن مجید کی یہ پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی اور نو سال کی مدت پوری ہونے سے پہلے صرف سات سال کے بعد ہی غزوہ بدر کے دن اہل روم ایرانیوں پر غالب آ گئے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کا دن مکہ کے بت پرستوں اور ایران کے آتش پرستوں دونوں کے لئے شکست کا دن تھا۔ (صفوۃ التفاسیر: سورہ الروم: زیر آیت نمبر ۵) یہ قرآن مجید کا عظیم معجزہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا واضح ثبوت ہے۔

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شرط جیت لی اور ۱۰۰ اونٹنیاں لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ حرام مال ہے اس کو صدقہ کر دو تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ۱۰۰ اونٹنیوں کو صدقہ کر دیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) اسلام میں شرط لگانا ممنوع ہے، جس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شرط لگائی تھی اس وقت تک اس کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اونٹنیوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

[۳] رومیوں کے غلبہ سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی یہ سب نشیب و فراز اللہ تعالیٰ ہی کی قضا و قدر سے ہیں اور جس دن رومیوں کو ایرانیوں پر فتح حاصل ہوئی اسی دن غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمانوں کو بھی مشرکین مکہ پر فتح حاصل ہوئی، اس طرح اس دن مسلمانوں کو دو خوشیاں حاصل ہوئیں، ایک تو یہ کہ قرآن مجید کی پیش گوئی سچ ثابت ہوئی یعنی رومیوں کو فتح حاصل ہوئی اور دوسرا یہ کہ اسی روز غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

[۴] یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ رومی چند سالوں کے بعد دوبارہ غالب آ جائیں گے اور یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی اس کے وعدہ پورا کرنے میں رکاوٹ پیدا کر سکتا ہے کیونکہ وہ قادر مطلق ہے لیکن مشرکین مکہ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

[۵] اکثر لوگ اس دنیاوی زندگی کے صرف ظاہری معاملات کو جانتے ہیں اور ان کو خوب سے خوب تر بنانے اور دوسروں سے آگے

Marfat.com

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ⑧

۸۔ کیا انہوں نے کبھی اپنے آپ میں غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب کو صرف حق کے ساتھ اور مقررہ مدت تک کے لئے ہی پیدا کیا ہے، اور بے شک اکثر لوگ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔ [۶]

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ⑨

۹۔ کیا انہوں نے کبھی زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی تاکہ وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ وہ لوگ ان سے زیادہ طاقتور تھے اور انہوں نے زمین میں خوب ہل چلائے تھے اور انہوں نے زمین کو اس سے زیادہ آباد کیا تھا جتنا انہوں نے اسے آباد کیا ہے اور ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر آئے، پس اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ [۷]

بڑھنے میں ہر جائز و ناجائز ذریعہ استعمال کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ ظلم اور تکبر کی اس انتہا کو پہنچ جاتے ہیں کہ اسی دنیا میں ان کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اس دنیاوی زندگی کے باطنی معاملات کو سمجھنے کی کوشش کرتے اور اپنے مظالم کے انجام پر غور کرتے تو وہ اس دنیا میں زوال پذیر نہ ہوتے۔

نیز اس دنیا کی عارضی زندگی میں ایک دوسری دائمی زندگی کا راز چھپا ہوا ہے جہاں اچھے اور برے اعمال کے نتائج سامنے آ جائیں گے اور جو لوگ دائمی زندگی یعنی آخرت سے غافل ہو کر اسی دنیا کی ظاہری لطف اندوزی میں سرگرم رہتے ہیں وہ آخرت میں ناکام ہوں گے۔

[۶] کیا انہوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو کتنا خوب صورت پیدا کیا، پھر ہر انسان اپنی مخصوص مدت گزار کر فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح زمین و آسمان کے لئے بھی ایک وقت مقرر ہے جس کے بعد وہ بھی فنا ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ زندہ کر کے ان کا حساب و کتاب لے گا لیکن اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی اس ملاقات یعنی قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے۔

[۷] مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم لوگوں نے اپنے تجارتی سفروں کے دوران قوم عاد و ثمود وغیرہ کے تباہ شدہ مکانات دیکھے ہوں گے۔ وہ لوگ تم سے زیادہ طاقتور تھے اور انہوں نے پانی کے کنویں اور نہریں بنا کر زمین میں اس قدر کھیتی باڑی کی کہ

Marfat.com

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝١٠ ع

۱۰۔ پھر ان لوگوں کا انجام بہت برا ہوا جنہوں نے برائی کی تھی کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ [۸]

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝١١

۱۱۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر (قیامت کے دن) اس کو دوبارہ پیدا کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۹]

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝١٢

۱۲۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم لوگ مایوس ہو جائیں گے۔ [۱۰]

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝١٣

۱۳۔ اور ان کے بنائے ہوئے شریکوں میں سے کوئی ان کے سفارشی نہیں ہوں گے اور وہ (خود بھی) اپنے شریکوں کے منکر ہو جائیں گے۔ [۱۱]

تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا تو انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ لوگ خود سرکشی اور نافرمانی کر کے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بناتے ہیں، لہٰذا اے اہل مکہ! تم ان سے عبرت حاصل کرو اور اس رسول مکرم کی تکذیب نہ کرو ورنہ تم پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے۔

[۸] جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا انہوں نے بہت بڑی برائی کی اس لئے ان کا انجام بھی بہت برا یعنی جہنم میں ہوگا۔

[۹] یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی چیز کو ایجاد کرنا مشکل ہے لیکن اس جیسی چیز کو دوبارہ بنانا آسان ہے، اب جس ہستی نے انسان کو پہلی مرتبہ بغیر کسی سابقہ شکل و صورت کے پیدا کیا اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ انسان کو فنا کر کے پھر اسی شکل و صورت میں دوبارہ زندہ کر دے۔ اس سادہ اور عام فہم دلیل کے بعد بھی اگر کوئی عقیدہ آخرت کو تسلیم نہیں کرتا تو قیامت کے دن جب اسے زندہ کر کے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا تو پھر اس کے پاس اس انکار کا کیا جواب ہوگا؟

[۱۰] قیامت کے دن کفار و مشرکین جب میزان عدل پر پہنچیں گے تو ان کے پاس اپنے کفر و شرک کی کوئی دلیل نہیں ہوگی، لہٰذا وہ ششدر و حیران اور گم سم رہ جائیں گے اور انہیں نجات کی کوئی امید نظر نہیں آئے گی۔

[۱۱] قیامت کے دن کفار و مشرکین جب دیکھیں گے کہ جن کو وہ خدا کا شریک بناتے تھے اور مشکل میں ان سے نجات کی امید رکھتے

Marfat.com

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن سب لوگ الگ الگ ہوجائیں گے۔[۱۲]

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہ (جنت کے) باغ میں خوش وخرم کئے جائیں گے۔

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا وہ لوگ عذاب میں رکھیں جائیں گے۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیا کرو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو۔[۱۳]

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اور سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں آسمانوں میں اور زمین میں اور (تم تسبیح کیا کرو) سہ پہر کو اور جب تم دوپہر کرو۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ

۱۹۔ وہ مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو

تھے وہ تو خود بے بس ہیں، تب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوگا اور اپنے شریکوں سے بیزاری کا اعلان کردیں گے۔

[۱۲] قیامت کے دن حساب وکتاب کے بعد اہل ایمان اور کفار کو الگ الگ کردیا جائے گا اور پھر کبھی وہ اکٹھے نہیں ہوں گے یعنی اہل ایمان کو جنت میں بھیج دیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ خوش وخرم رہیں گے اور کفار کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

[۱۳] ان آیات میں تسبیح سے مراد نماز ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ان دو آیات میں نمازوں کے اوقات بیان کئے گئے ہیں، شام سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز کا وقت ہے، صبح سے نماز فجر کا وقت، سہ پہر سے نماز عصر کا اور دوپہر سے نماز ظہر کا وقت مراد ہے۔ (تفسیر ابن جریر طبری) اس کے علاوہ چند دیگر مقامات پر بھی اوقات نماز کی طرف اشارات کئے گئے ہیں جن کے لئے سورہ ہود (۱۱) کی آیت نمبر ۱۱۴، سورہ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت نمبر ۷۸ اور سورہ طٰہٰ (۲۰) کی آیت نمبر ۱۳۰ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿١٩﴾ ع

نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ (خشک) ہوجانے کے بعد زندہ (تروتازہ) کرتا ہے، اور اسی طرح تم بھی (قبروں سے زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے۔ [۱۴]

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ﴿٢٠﴾

۲۰۔ اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اب تم انسان بن کر (زمین میں) پھیلتے جارہے ہو۔ [۱۵]

---

[۱۴] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ جو مردہ انڈہ سے زندہ مرغی اور زندہ مرغی سے مردہ انڈہ نکال سکتا ہے اور زمین کے خشک ہوجانے کے بعد اسے دوبارہ سرسبز وشاداب کرسکتا ہے اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ تمہیں فنا ہوجانے کے بعد دوبارہ زندہ کردے۔

[۱۵] آنے والی چند آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی توحید کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے کس طرح بے جان مٹی سے ایک خوبصورت شکل والا جاندار اور عقل مند انسان پیدا فرمایا جس کی ذریت ہر طرف پھیل رہی ہے اور زمین میں چھپے ہوئے خزانوں کو بے نقاب کررہی ہے۔

انسان نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں مگر انسان اول چونکہ مٹی سے پیدا کیا گیا تھا اس لئے اصل کی وجہ سے انسان کو مٹی کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور آج بھی کئی حوالوں سے انسان کا مٹی کے ساتھ رشتہ قائم ہے، مثلاً مٹی ہی کی پیداوار سے انسان نشوونما پاتا ہے۔ نیز پیدائش کے وقت اس کی ناف پر مٹی کا رنگ بھی چڑھایا جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مولود کی ناف پر اس مٹی کا رنگ چڑھایا جاتا ہے جس سے اس کو پیدا کیا جاتا ہے، اور آخری عمر میں انسان کو اسی مٹی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جس سے اسے پیدا کیا گیا تھا حتیٰ کہ اس مٹی میں اس کو دفن کردیا جاتا ہے۔ بے شک میں اور ابوبکر اور عمر ایک مٹی سے پیدا کئے گئے تھے اور اسی میں دفن کئے جائیں گے۔
(کنز العمال: ۳۲۶۷۳: جلد ۱۱: ص ۵۶۵)

اس حدیث سے اندازہ کریں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنا قرب حاصل ہے۔ شیخین کی فضیلت کے لئے چند احادیث ملاحظہ کریں۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ بعض صحابہ کو بادشاہوں کی طرف بھیجوں تاکہ وہ انہیں اسلام کی دعوت دیں جس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو بھیجا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا: آپ ابوبکر اور عمر کو کیوں نہیں بھیجتے کیونکہ وہ اچھے طریقہ سے تبلیغ کرسکتے ہیں تو آپ نے فرمایا: مجھے ان کی ضرورت ہے کیونکہ دین میں ان کا وہی درجہ ہے جو جسم میں آنکھ اور کان کا ہے۔ (کنز العمال: ۳۲۶۷۴: جلد ۱۱: ص ۵۶۷)

Marfat.com

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَ جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔[۱۶]

☆ حضرت علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسلام میں کوئی بچہ حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ سے زیادہ پاک، صاف اور فضیلت والا پیدا نہیں ہوا۔ (کنز العمال: ۳۲۶۸۵: جلد ۱۱: ص ۵۶۷)

☆ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ آسمان و زمین والوں سے بہتر ہیں بلکہ قیامت تک سب آنے والوں سے بہتر ہیں۔ (کنز العمال: ۳۲۶۸۶: جلد نمبر ۱۱: ص ۵۶۷)

☆ حضرت سفینہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مسجد بنائی تو ابوبکر ؓ ایک پتھر لے کر آئے اور اس کو رکھ دیا، پھر عمر ؓ ایک پتھر لے آئے اور اس کو رکھ دیا، پھر عثمان ؓ ایک پتھر لے کر آئے اور اس کو رکھ دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد یہ (تینوں یکے بعد دیگرے) حکمران ہوں گے۔ (مستدرک للحاکم: ۴۲۸۴: جلد ۳: ص ۱۴) امام حاکم نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر منی و انا منه و ابوبکر اخی فی الدنیا والآخرة۔ ابوبکر مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور ابوبکر دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

(کنز العمال: ۳۲۵۰۰: جلد ۱۱: ص ۵۴۴)

☆ حضرت ابو درداء ؓ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوبکر ؓ کے آگے چل رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے ابو درداء! کیا تم اس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے دنیا و آخرت میں بہتر ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! نبیوں اور رسولوں کے بعد حضرت ابوبکر ؓ سے افضل کوئی شخص نہیں ہے جس پر سورج طلوع یا غروب ہوا ہو۔ (السیرة الحلبیة: جلد ۲: ص ۵۶)

☆ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت ابوبکر ؓ کی محبت میری امت پر واجب ہے۔

(السیرة الحلبیة: جلد ۲: ص ۵۶)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: میرے پاس جبرئیل امین آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر ؓ سے مشورہ کیا کریں۔

(السیرة الحلبیة: جلد ۲: ص ۵۶)

[۱۶] اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے سکون کے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں، اگر تمہاری

Marfat.com

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے، بے شک اس میں اہلِ علم کے لئے نشانیاں ہیں۔ [۱۷]

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن میں تمہارا سونا اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور سے سنتے ہیں۔ [۱۸]

بیویاں کسی اور جنس یعنی جنات یا حیوانات سے ہوتیں تو تمہیں آپس میں سکون حاصل نہ ہوتا بلکہ بداعتمادی اور بے قراری کی فضا پروان چڑھتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ اس نے انسان کی بیوی انسان ہی بنائی۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا اندازہ لگائیں کہ ایک ہی مادہ اور ایک ہی عمل سے پیدا کرنے کے باوجود سب کو مرد یا سب کو عورتیں نہیں بنایا بلکہ بعض کو مرد اور بعض کو عورت بنایا اور ہر ایک کے اعضاء، اخلاق، جذبات اور شکل وصورت میں ایسا حسین فرق اور امتیاز رکھا جو دوسرے کے لئے کشش، محبت اور رحمت کا باعث ہے۔ اور اس فرق کی بدولت نسل انسانی کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک ہی پیٹ سے مرد اور عورت کی تخلیق محض اتفاق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت کا مظہر ہے اور اس میں جتنا غور کیا جائے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل روشن ہو جاتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ازدواجی زندگی کا مقصد سکون قلب کا حصول ہے لیکن اس کے لئے باہمی محبت اور رحمت ضروری ہے جس سے گھر کا ماحول جنت نظیر بن جاتا ہے۔

[۱۷] بلند وبالا آسمان اور اس میں چمکنے والے ستارے، چاند اور سورج کو دیکھو جن کے نظم ونسق میں کبھی خلل پیدا نہیں ہوا۔ طویل و عریض زمین اور اس پر پھیلے ہوئے درخت اور کھیت دیکھو جو ہماری خوراک کا ذریعہ ہیں، پھر ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہونے والی نسل انسانی کو دیکھو ان کی پہچان کے لئے ان کی زبانوں اور ان کے رنگوں میں کتنا واضح فرق ہے حالانکہ کسی کارخانہ کے ایک سانچہ سے نکلنے والی ہر چیز ایک جیسی ہوتی ہے مگر یہاں ہر انسان اتنا مختلف ہے کہ اس کے انگوٹھے کی لکیریں بھی دوسرے انسانوں سے نہیں ملتیں تو یہ سب محض اتفاق نہیں بلکہ اہل علم کے لئے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی تدبیر کی نشانیاں موجود ہیں۔

[۱۸] جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو لوگ دن بھر کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے سو جاتے ہیں اور جب دن کی روشنی آتی ہے تو تازہ دم ہو کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور رزق کی تلاش میں سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگ اس کے برعکس دن کو

Marfat.com

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖ یُرِیۡکُمُ الۡبَرۡقَ خَوۡفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحۡیٖ بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی اتارتا ہے، پھر اس پانی سے زمین کو اس کے مردہ (خشک) ہوجانے کے بعد زندہ (سرسبز و شاداب) کرتا ہے، بے شک اس میں عقل مند لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔[۱۹]

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ تَقُوۡمَ السَّمَآءُ وَ الۡاَرۡضُ بِاَمۡرِہٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاکُمۡ دَعۡوَۃً ٭ۖ مِّنَ الۡاَرۡضِ ٭ۖ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ تَخۡرُجُوۡنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تم کو زمین سے (نکلنے کے لئے) بلائے گا تو تم فوراً باہر نکل آؤ گے۔[۲۰]

وَ لَہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ کُلٌّ لَّہٗ

۲۶۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اسی کا ہے

سونے اور رات کو کام کرنے کا عمل بھی کرتے ہیں لیکن اکثر لوگ صرف دن کو ہی کام کرتے ہیں اور جہاں بجلی نہیں وہاں تو دن ہی میں کام کرنا پڑتا ہے۔ بہرحال جو لوگ نصیحت کو غور سے سنتے ہیں ان کے لئے رات اور دن کے اس حسین نظام میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی تدبیر کی نشانیاں موجود ہیں۔

[۱۹] جب آسمان پر بجلی چمکتی ہے تو تمہیں یہ خوف لاحق ہوجاتا ہے کہ کہیں یہ بجلی گر کر تمہیں نقصان نہ پہنچائے لیکن ساتھ ہی یہ امید بھی پیدا ہوجاتی ہے کہ ابھی بارش ہوگی اور خشک زمین میں سرسبز و شاداب فصلیں لہلہانے لگیں گی جن سے پرندوں، حیوانوں اور انسانوں کو خوراک مہیا ہوگی۔ اگر بارش کا یہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے بند ہوجائے تو کئی علاقے بنجر ہوجائیں اور وہاں انسانوں کا زندہ رہنا محال ہوجائے۔ زمین کی سیرابی کا یہ سلسلہ ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ اس میں عقل مند لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی نشانیاں موجود ہیں کیونکہ یہ نظام کائنات اسی کی حسن تدبیر سے رواں دواں ہے۔

[۲۰] اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین و آسمان وجود میں آئے، اسی کے حکم سے بدستور قائم ہیں اور ہزاروں سال سے ان میں کوئی نقص اور خلل پیدا نہیں ہوا، لیکن جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو زمین و آسمان کا یہ سارا نظام یک دم درہم برہم ہوجائے گا۔ مرنے کے بعد قبروں میں تمہارے جسم بھی فنا ہوچکے ہوں گے مگر جونہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا ایک نیا زمین و آسمان وجود میں آجائے گا اور تم بھی دوبارہ زندہ ہوکر فوراً قبروں سے باہر نکل آؤ گے۔ ان مثالوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت کی واضح نشانیاں موجود ہیں۔

Marfat.com

قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔[۲۱]

وَ هُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَ لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ ع

۲۷۔ اور وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر (قیامت کے دن) اس کو دوبارہ زندہ کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے،[۲۲] اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ

۲۸۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے حالات سے ہی ایک مثال بیان فرمائی ہے: کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اس رزق میں شریک ہے جو ہم نے تم کو دیا ہے؟ کہ تم (اور وہ غلام) اس رزق میں برابر کے

[۲۱] زمین و آسمان اور ان میں موجود سب چیزوں کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے اور سب اس کے حکم کے مطابق سرگرم عمل ہیں۔ البتہ انسانوں اور جنوں کو اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں میں اختیار دیا ہے ان میں اکثر انسان اور جن نافرمانی بھی کرتے ہیں لیکن وہ بھی بعض چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سب لوگ اپنی پیدائش، زندگی، موت اور قیامت کے دن دوبارہ اٹھنے میں حکم کے پابند ہیں خواہ وہ عبادت میں سرکشی کرتے ہوں۔ (تفسیر خازن) اس آیت کی تفسیر میں امام متولی الشعراوی لکھتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کوئی بھی اس کی نافرمانی نہ کرتا لیکن اللہ تعالیٰ کسی کو مجبور کرنا پسند نہیں کرتا بلکہ چاہتا ہے کہ جو بھی فرماں بردار بنے وہ اپنے اختیار اور اخلاص سے اطاعت اختیار کرے۔

(تفسیر الشعراوی)

[۲۲] اللہ تعالیٰ نے ہی مخلوق کو پہلی بار پیدا فرمایا اور وہی قیامت کے دن اس کو دوبارہ زندہ کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے۔ یہاں پر بات کو عام فہم بنانے کے لئے مخلوق کے تجربہ کی مثال بیان کی گئی ہے یعنی مخلوق کے لئے کسی چیز کو دوبارہ بنانا آسان ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے پہلی بار پیدا کرنا اور دوبارہ زندہ کرنا سب برابر ہیں۔ وہ قادر مطلق ہے اور اس کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے لئے دوبارہ زندہ ہونا پہلی تخلیق سے آسان ہوگا کیونکہ سب لوگ صرف ایک آواز سے فوراً اٹھ کھڑے ہوں گے، یہ لوگوں کے لئے اس سے آسان ہوگا کہ وہ پہلے نطفہ بنیں، پھر معلق گاڑھا خون، پھر گوشت کا لوتھڑا، پھر بچہ یا بچی بنیں اور پھر پیدا ہوں۔

(تفسیر الخازن، تفسیر قرطبی)

Marfat.com

كَخِيفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۲۸

شریک ہو اور تم ان سے اس طرح ڈرنے لگو جس طرح تم اپنوں سے ڈرتے ہو، اسی طرح ہم اپنی نشانیاں کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ [۲۳]

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۲۹

۲۹۔ بلکہ جن لوگوں نے ظلم کیا وہ بغیر علم کے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، پس جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا ہو اسے کون ہدایت دے سکتا ہے، اور ان لوگوں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ [۲۴]

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۰

۳۰۔ پس تم یکسو ہو کر اپنا رخ دین (اسلام) کی طرف رکھو (یعنی اللہ تعالیٰ کی (پیدا کردہ اسلامی) فطرت پر (قائم رہو) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی تخلیق (فطرت) میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، یہی دین قیم ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۲۵]

---

[۲۳] اہل عرب میں غلامی کا رواج عام تھا اور کوئی غلام نہ تو اپنے مالک کے مال میں شریک ہوتا اور نہ اس میں اپنی مرضی سے تصرف کر سکتا تھا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غلاموں کی مثال سے توحید کا ثبوت اور شرک کا بطلان بیان کیا ہے یعنی تمہارے غلام تمہارے مال میں حصہ دار نہیں ہیں جس طرح تمہارے بھائی تمہارے برابر کے حصہ دار ہیں اور تم اپنے مال میں تصرف کرتے وقت اپنے غلاموں سے نہیں ڈرتے جس طرح تم اپنے بھائیوں سے ڈرتے ہو، سوائے مشرکو! اگر تم اپنے غلاموں کو اپنا شریک گوارا نہیں کرتے جو تمہاری طرح انسان ہیں اور ہاتھ پاؤں، شکل وصورت اور دیگر ضروریات زندگی میں تمہارے برابر ہیں تو یہ کتنی بڑی ناانصافی ہے کہ تم ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور مملوک ہیں اور کسی ذاتی یا صفاتی کمال میں اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں ہیں۔

[۲۴] جو لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی ہدایت کو ٹھکرا دیتے ہیں وہ ایسے ظالم اور گمراہ ہیں جن کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور نہ ہی قیامت کے دن کوئی ان کی مدد کر سکے گا۔

[۲۵] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو انسانی فطرت سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اور انسانی فطرت کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے، لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ باطل سے منہ موڑ کر صرف ایک خدا کی طرف رخ کرے اور پوری یکسوئی سے دین اسلام پر قائم رہے، یہی دین مستقیم ہے لیکن اکثر لوگ اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اس لئے وہ حقیقت سے ناآشنا رہتے ہیں۔

Marfat.com

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٣١﴾

۳۱۔ (اسی دین پر قائم رہو) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿٣٢﴾

۳۲۔ (ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہ در گروہ ہو گئے، ہر گروہ اسی پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔[۲۶]

ایک خدا کا تصور ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے

ایک مافوق الفطرت عظیم ہستی کا تصور ہر شخص کی فطرت اور اس کے تحت الشعور میں موجود ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر یہ اس کے ماں باپ ہیں جو اس کو یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔
(بخاری: ۱۳۵۸: کتاب الجنائز: باب ۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی فطرت میں توحید کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھی ہے اس میں مسلمان اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہے اور نہ ہی کسی میں یہ طاقت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ فطرت میں کوئی رد و بدل کر سکے یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی بچہ کفر پر پیدا ہو بلکہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور اگر ماحول یا ماں باپ کسی کو عیسائی یا یہودی بنا دیں پھر بھی اس میں قبول اسلام کی صلاحیت موجود رہتی ہے، جب بھی وہ غور و فکر کرے گا وہ اسلام قبول کر سکتا ہے، اگر ابوجہل اور ابولہب کی فطرت میں قبولیت توحید کی صلاحیت نہ ہوتی تو انہیں قبول اسلام کی دعوت دینا اور پھر انہیں جہنم کا مستحق قرار دینا صحیح نہ ہوتا۔

ایک خدا کی طرف رجوع

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ چیز انسان کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے کہ مصیبت کے وقت وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پریشان حال کی دعا قبول کرتا ہے خواہ وہ کافر ہی ہو کیونکہ اس وقت سارے جھوٹے اور مادی سہارے ختم ہو چکے ہوتے ہیں اور صرف ایک خدا کی رحمت کا سہارا باقی رہ جاتا ہے جس کی طرف وہ رجوع کرتا ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ یونس (۱۰): زیر آیت نمبر ۲۲)

اس لئے نبی کریم ﷺ نے مظلوم کی بددعا سے بچنے کی تلقین فرمائی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچو خواہ وہ کافر ہو کیونکہ اس کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۵۳) اور اس کی بددعا بہت جلد درجہ قبولیت تک پہنچ جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں سورہ یونس (۱۰) کی آیت نمبر ۲۲ کا حاشیہ نمبر ۲۳ بھی ملاحظہ کریں۔

[۲۶] اہل اسلام کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ تم اصل دین پر قائم رہو اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنی خواہشات کے

Marfat.com

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُم مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُم مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کو پکارتے ہیں، پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ فوراً اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔

لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ تاکہ وہ اس نعمت کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں عطا کی ہے، پس تم (اس دنیا سے عارضی) فائدہ اٹھالو، پھر عنقریب تم (اس کا انجام) جان لوگے۔ [۲۷]

أَمْ أَنزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل اتاری ہے جو ان کے شرک کی تصدیق کرتی ہے۔ [۲۸]

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں، اور اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے ان کرتوتوں کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ پہلے کر چکے تھے تو وہ فوراً مایوس ہو جاتے ہیں۔ [۲۹]

مطابق دین میں تبدیلی کر کے کئی فرقے بنالئے اور ہر فرقہ اپنے نظریات کو صحیح اور دوسرے کے نظریات کو غلط سمجھتا ہے۔

[۲۷] مشرکین مکہ جب مصائب اور قحط سالی کا شکار ہوتے تو بتوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو پکارتے اور جب اللہ تعالیٰ ان پر کرم فرماتا اور انہیں مصائب سے نجات دے دیتا تو ان میں سے سرکش لوگ پھر شرک کرنے لگتے۔ چونکہ وہ شرک اور دنیاوی لذات کو چھوڑنا نہیں چاہتے اس لئے جونہی وہ مصائب سے نجات پاتے تو اللہ تعالیٰ کے احسان کا انکار کر دیتے اور دنیاوی لذات میں سرگرم عمل ہو جاتے لیکن عنقریب انہیں اس سرکشی اور ناشکری کا برا انجام معلوم ہو جائے گا۔

[۲۸] اہل مکہ جس شرک کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں ان کے پاس نہ تو اس شرک کی کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اس شرک کے حق میں کوئی دلیل نازل کی ہے بلکہ یہ محض ان کی جہالت، گمراہی اور ہٹ دھرمی ہے۔

[۲۹] بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب انہیں کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور تکبر میں آکر عیاشی اور سرکشی میں سرگرم ہو جاتے ہیں اور جب انہیں اپنے کرتوتوں کی سزا ملتی ہے اور کسی مصیبت کا شکار ہوتے ہیں تو فوراً مایوس

Marfat.com

اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّ اللّٰہَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَقۡدِرُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔

فَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰی حَقَّہٗ وَ الۡمِسۡکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَ اللّٰہِ ۫ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ پس رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی، یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔[۳۰]

ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکوہ کرنے لگتے ہیں، یہ دونوں حالتیں ان کے لئے نقصان اور عذاب کا سبب بنتی ہیں۔ ان کے برعکس بعض لوگ ایسے ہیں جو نعمت کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں اور اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استعمال کرتے ہیں اور مصیبت کے آنے پر صبر کرتے ہیں اور اس مصیبت سے نجات کی کوشش اور دعا کرتے ہیں، یہ دونوں حالتیں ان کے لئے خیر و برکت اور اجر و ثواب کا باعث بنتی ہیں۔

[۳۰] اللہ تعالیٰ نے جس مومن کے رزق میں وسعت عطا فرمائی ہے اس کے کشادہ رزق میں غریب لوگوں کا حق بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بطور امانت اس مومن کے حوالے کیا ہے۔ یہ امانت اس کے لئے آزمائش ہے کہ آیا وہ غریبوں کی امانت ان تک پہنچا کر جنت کا مستحق قرار پاتا ہے یا خود ہی غصب کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے پیش نظر اگر کسی کو غریب بنایا ہے تو اس کی عزت نفس اور کفالت کا انتظام بھی کیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دولت مند مومن کو حکم دیا ہے کہ اس کی دولت میں غریب رشتہ داروں، مساکین اور مسافروں کا حق ہے جو اسے ادا کرنا ہے، اس لئے جس خوش نصیب کو اللہ تعالیٰ نے غریبوں کی مدد کی توفیق بخشی ہے وہ یہ نہ سمجھے کہ وہ غریبوں پر احسان کر رہا ہے بلکہ یقین رکھے کہ وہ امانت کو اس کے وارثوں تک پہنچا رہا ہے۔

غریبوں اور محتاجوں کی مدد کے حوالے سے چند احادیث ملاحظہ کریں

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا حالانکہ تو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

(پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ وہ شخص کہے گا:

Marfat.com

اے میرے رب! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا، اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا۔

(پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تھا۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا، اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔

(مسلم: ۶۵۵۶: کتاب البر: باب ۱۳)

۲۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبت دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

(مسلم: ۶۵۷۸: کتاب البر: باب ۱۵)

۳۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلی وحی کے بعد جب نبی کریم ﷺ نے گھبراہٹ کا اظہار فرمایا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں فرمائے گا کیونکہ آپ

☆ صلہ رحمی کرتے ہیں۔

☆ بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

☆ ناداروں کو کما کر کھلاتے ہیں۔

☆ مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں۔

☆ راہ حق میں پیش آنے والے مصائب پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

(بخاری: حدیث نمبر ۳: کتاب بدء الوحی: باب ۳)

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے گھبراہٹ کے وقت آپ کو تسلی دینے کے لئے جن اوصاف کا ذکر کیا ان کا تعلق غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنے سے ہے حالانکہ آپ کا صادق اور امین ہونا زیادہ مشہور تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے نزدیک غریبوں کی مدد کرنے والے صرف آخرت میں ہی کامیاب نہیں ہوں گے بلکہ اس دنیا میں بھی سرخرو ہوتے ہیں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ (کنز العمال: ۴۴۱۵۴: جلد ۱۶ ص ۱۲۸)

علامہ اقبال کہتے ہیں:

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

Marfat.com

وَ مَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ مَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ اور جو مال تم سود پر دیتے ہو تا کہ وہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو مال تم اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے زکوٰۃ میں دیتے ہو، پس وہی لوگ (اپنے مال کو) بڑھانے والے ہیں۔[۳۱]

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع ۱۲

۴۰۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تم تمہیں پیدا کیا، پھر تم کو رزق دیا، پھر تمہیں موت دیتا ہے، پھر تمہیں زندہ کرے گا، کیا تمہارے بنائے ہوئے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے، اللہ تعالیٰ پاک ہے اور ان چیزوں سے بہت بلند ہے جنہیں وہ (اس کا) شریک بناتے ہیں۔[۳۲]

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ خشکی اور تری میں لوگوں کے کئے ہوئے کرتوتوں کے باعث فساد پھیل گیا تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بعض (برے) اعمال کا مزہ چکھائے، شاید وہ باز آجائیں۔[۳۳]

---

[۳۱] جس طرح شراب کے احکام بتدریج نازل ہوئے اسی طرح سود کی قطعی حرمت اگرچہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۵ میں نازل ہوئی مگر اس آیت میں اس حکم کی طرف پہلا قدم اٹھایا گیا ہے۔

سود سے بظاہر مال میں اضافہ معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اضافہ نہیں بلکہ غریبوں کا استحصال اور انجام کے اعتبار سے تباہی کا باعث ہے۔ اس کے برعکس زکوٰۃ سے بظاہر مال میں کمی معلوم ہوتی ہے لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے زکوٰۃ دیتے ہیں ان کے مال میں برکت آتی ہے اور قیامت کے دن ان کے مال میں اتنا اضافہ ہوگا کہ ایک کھجور کے برابر دیا ہوا مال احد پہاڑ کے برابر بن چکا ہوگا۔

[۳۲] مشرکین مکہ کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ اس نے تمہیں پیدا کیا، تمہارے لئے زمین میں رزق کے وسائل پیدا کئے، وہی تمہیں موت دیتا ہے اور وہی آخرت میں دوبارہ زندہ کرے گا لیکن جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے وہ تو ان میں سے کوئی ایک کام بھی نہیں کر سکتے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے شریک کیسے ہو سکتے ہیں؟

[۳۳] اس کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے زمین ظلم اور گمراہی سے بھری ہوئی

Marfat.com

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔آپ فرما دیجئے: زمین میں چل کر دیکھو ان لوگوں کا انجام کیسا (برا) ہوا جو ان سے پہلے تھے، ان میں سے اکثر مشرک تھے۔[۳۴]

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔پس اپنا رخ دین مستقیم کی طرف رکھیے اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹالا نہیں جائے گا، اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔[۳۵]

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔جس نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال اس پر ہوگا اور جن لوگوں نے نیک کام کئے تو اپنے ہی لئے (جنت) تیار کر رہے ہیں۔

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

۴۵۔تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان لوگوں کو بدلہ دے

تھی، پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو کفار مکہ میں سے کچھ لوگ ہدایت کی طرف لوٹ آئے۔ (تفسیر بغوی، تفسیر روح المعانی) لیکن جو کفار مکہ اپنی سرکشی اور نبی کریم ﷺ کی اذیت رسانی پر قائم رہے اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض گناہوں کے بدلے انہیں قحط سالی میں مبتلا کر دیا جس کی وجہ سے انہیں ہڈیاں اور مردار بھی کھانا پڑے۔ (تفسیر مظہری) اگرچہ نیکیوں اور گناہوں کی مکمل جزا و سزا تو آخرت میں ملے گی مگر کچھ سزا اس دنیا میں بھی دی جاتی ہے تا کہ وہ گناہوں سے باز آجائیں۔

[۳۴] کفار مکہ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والوں کا حشر کیا ہوا، ان کی آباد بستیوں کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا اور ان میں اکثر مشرک تھے کیونکہ مشرکین قیامت پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور آخرت کے حساب و کتاب سے بے نیاز ہو کر اس دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں۔

[۳۵] روز قیامت کے آنے سے پہلے دین مستقیم یعنی اسلام کا راستہ اختیار کر لو کیونکہ قیامت کا دن بہر صورت آ کر رہے گا اسے کوئی ٹال نہیں سکتا اور اس دن حساب و کتاب کے بعد سب لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہمیشہ کے لئے جدا جدا کر دیا جائے گا۔ ایک اہل ایمان جن کو نیکیوں کے باعث جنت میں بھیج دیا جائے گا اور دوسرا منکرین توحید جن کو گناہوں کے باعث جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۴۵﴾

جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے، بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔[۳۶]

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّ لِیُذِیْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ خوش خبری سنانے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل (رزق) تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔[۳۷]

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَ كَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے بھی رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے، پھر ہم نے ان سے انتقام لیا جنہوں نے جرم کئے، اور مومنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمۂ کرم پر ہے۔[۳۸]

[۳۶] جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دور اور کفر کے عذاب کے قریب کر دیا ہے لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی جنت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ یہاں فضل سے مراد ہے: ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو تک یا اس سے بھی زیادہ دیا جائے گا۔

[۳۷] اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک ہوا بھی ہے جو باران رحمت کی خوش خبری لاتی ہے جس کی بدولت زمین سے تمہارے رزق کے وسائل پیدا ہوتے ہیں اور اسی ہوا کے ذریعہ (پٹرول اور ڈیزل کی دریافت سے پہلے) تمہاری کشتیاں چلتی ہیں تاکہ تم سامان تجارت منتقل کر کے اپنا رزق تلاش کرو۔ یہ ساری نعمتیں تمہیں اس لئے دی گئی ہیں کہ تم ان سے فائدہ اٹھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

[۳۸] پیارے نبی ﷺ! آپ سے پہلے بھی ہمارے رسول ہماری نشانیاں لے کر اپنی قوموں کے پاس گئے۔ جن لوگوں نے ان کی تکذیب کی ہم نے ان پر عذاب نازل کیا مگر اہل ایمان کو ہم نے اس عذاب سے محفوظ رکھا کیونکہ ان کی مدد کرنا ہمارے ذمہ کرم پر لازم ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کی عزت کی مدافعت کی اللہ تعالیٰ پر اس کا حق ہے کہ قیامت کے دن اس سے جہنم کی آگ کو دور کر دے، پھر نبی کریم ﷺ نے سورہ روم کی یہ آیت نمبر ۴۷ تلاوت فرمائی۔ (مسند احمد: جلد ۶ ص ۴۴۹، تفسیر قرطبی)

Marfat.com

ٱللَّهُ ٱلَّذِى يُرْسِلُ ٱلرِّيَٰحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهُۥ فِى ٱلسَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهُۥ كِسَفًا فَتَرَى ٱلْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَٰلِهِۦ ۖ فَإِذَآ أَصَابَ بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦٓ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٨﴾

۴۸۔ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں، پھر وہ اس بادل کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان سے بارش نکلتی ہے، پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ان تک بارش پہنچاتا ہے تو وہ بندے خوش ہو جاتے ہیں۔[۳۹]

وَإِن كَانُوا۟ مِن قَبْلِ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْهِم مِّن قَبْلِهِۦ لَمُبْلِسِينَ ﴿٤٩﴾

۴۹۔ اگرچہ ان پر بارش نازل کئے جانے سے پہلے وہ لوگ مایوس ہو چکے تھے۔

فَٱنظُرْ إِلَىٰٓ ءَاثَٰرِ رَحْمَتِ ٱللَّهِ كَيْفَ يُحْىِ ٱلْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَآ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُحْىِ

۵۰۔ پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مردہ (خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (سرسبز و شاداب) کرتا ہے، بے شک وہی مردوں کو

اہل ایمان کی مدد کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تکالیف کے بدلے میں ان کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، فکر، حزن، تکلیف یا غم ہو حتیٰ کہ اس کو کوئی کانٹا بھی چبھا ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

(بخاری: ۵۶۴۱: کتاب المرضیٰ: باب ۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکلیف پہنچتی ہے۔ (بخاری: ۵۶۴۵: کتاب المرضیٰ: باب ۱)

☆ حضرت عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس آپ ﷺ کی بیماری میں گیا، اس وقت آپ ﷺ کو بہت تیز بخار تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ ﷺ کو تو بہت تیز بخار ہے اور اس سے آپ ﷺ کو دوہرا اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ اس طرح ساقط فرما دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔ (بخاری: ۵۶۴۷: کتاب المرضیٰ: باب ۲)

[۳۹] اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے حکم سے ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں، کبھی وہ بادل سارے علاقہ پر چھا جاتے ہیں اور کبھی ٹکڑے بن کر بعض علاقوں پر منتشر ہو جاتے ہیں، پھر جن علاقوں پر بارش ہوتی ہے وہاں کے لوگ خوش ہو جاتے ہیں حالانکہ نزول بارش سے پہلے وہ مایوس ہو چکے تھے کیونکہ ان کے کھیت خشک ہو چکے تھے۔

Marfat.com

الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝٥٠

زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔[٤٠]

وَ لَئِنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ ۝٥١

٥١۔ اگر ہم ایسی ہوا بھیج دیں (جس کے باعث) وہ دیکھیں کہ ان کی کھیتی زرد پڑ گئی ہے تو وہ اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں گے۔[٤١]

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ۝٥٢

٥٢۔ بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ ہی بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں (بالخصوص) جب وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے جا رہے ہوں۔[٤٢]

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝٥٣ ع

٥٣۔ اور نہ ہی آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت دینے والے ہیں، آپ صرف ان لوگوں کو سناتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں، سو وہی مسلمان ہیں۔[٤٣]

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَ

٥٤۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں کمزور پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد قوت عطا فرمائی، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دے دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا بڑی قدرت

---

[٤٠] اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اندازہ کریں کہ وہ تمہیں رزق مہیا کرنے کے لئے کس طرح خشک زمین کو بارش کے ذریعہ سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن وہ مردوں کو بھی زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[٤١] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں ان کا حال بڑا عجیب ہے، اگر ان پر بارش نہ ہو تو بالکل مایوس ہو جاتے ہیں اور اگر بارش ہو جائے تو اتنے خوش ہوتے ہیں کہ تکبر کرنے لگتے ہیں اور اگر کبھی ایسی سخت ہوا چل پڑے جس سے فصلیں خشک ہو کر زرد پڑ جائیں تو پہلی نعمتوں کو بھول جاتے ہیں اور پھر ناشکری کرنے لگتے ہیں۔

[٤٢] اس آیت کی تفسیر کے لئے سورہ النمل (٢٧) کی آیت نمبر ٨٠ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[٤٣] اس آیت کی تفسیر کے لئے سورہ النمل (٢٧) کی آیت نمبر ٨١ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

هُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

والا ہے۔[۴۴]

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم لوگ قسمیں کھائیں گے کہ وہ (دنیا میں) ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے، اسی طرح وہ (دنیا میں بھی حق کو چھوڑ کر) الٹا چلا کرتے تھے۔[۴۵]

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے: بے شک تم نوشتۂ الٰہی کے مطابق روز حشر تک ٹھہرے رہے ہو، اور یہ حشر کا دن ہے لیکن تم نہیں جانتے تھے۔[۴۶]

---

[۴۴] اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت کمزور پیدا فرمایا، انسان تمام جانوروں کے بچوں سے زیادہ کمزور اور ناسمجھ پیدا ہوتا ہے۔ دیگر جانوروں کے بچے چند ہفتوں اور چند مہینوں میں اپنے آپ کو سنبھال لیتے ہیں جب کہ انسان ایک طویل عرصہ تک والدین کا محتاج رہتا ہے اور جب انسان جوان ہوتا ہے تو اس میں اتنی قوت آجاتی ہے کہ بڑے سے بڑا جانور بھی اس کے مقابلے میں کھڑا نہیں ہو سکتا اور جوانی کے بعد جب بڑھاپا آتا ہے تو انسان پھر کمزوری کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

انسانی زندگی کے ان مختلف احوال میں غور کیا جائے تو انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے کیونکہ نہ تو کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر ہے۔

[۴۵] قیامت کے دن جب مجرموں سے دنیاوی زندگی کا حساب لیا جائے گا تو وہ جھوٹی قسمیں کھا کر کہیں گے: ہم دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے تھے تو پھر ہم سے اتنا سخت محاسبہ کیوں کیا جا رہا ہے؟

دراصل وہ پچاس ساٹھ سالہ طویل زندگی کو ایک گھڑی کہہ کر صریح جھوٹ بول رہے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں وہ دنیا میں بھی راہ راست کو چھوڑ کر الٹا چلا کرتے تھے اور واضح دلائل کے باوجود آخرت کا انکار کرتے تھے۔

[۴۶] فرشتے، انبیاء اور علماء اس وقت ان مجرموں کی تردید کریں گے کہ تم نے دنیا میں بھی اور قبر میں بھی پیدائش سے لے کر حشر تک ایک طویل عرصہ گزارا ہے، نیز تم عقیدہ آخرت کا مذاق اڑاتے تھے، لہٰذا آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لو یہ ہے وہ حشر کا دن جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے۔

Marfat.com

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٥٧﴾

۵۷۔ پس اس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہیں دے گی اور نہ ہی ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔[۴۷]

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَلَئِن جِئْتَهُم بِآيَةٍ لَّيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿٥٨﴾

۵۸۔ اور بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں اور اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی نشانی لے آئیں تب بھی کفار یہی کہیں گے کہ آپ تو محض جھوٹے ہیں۔[۴۸]

كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٩﴾

۵۹۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو نہیں جانتے۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ﴿٦٠﴾

۶۰۔ پس آپ صبر کریں بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور کہیں وہ لوگ آپ کو کمزور نہ کر دیں جو یقین نہیں رکھتے۔[۴۹]

---

[۴۷] حشر کے دن ظالموں کو جب اپنا برا انجام نظر آئے گا تو پکار اٹھیں گے: ہم سے غلطی ہوئی، ہم اب توبہ کرتے ہیں، لہٰذا ہمیں معاف کر دیا جائے یا ہمیں دنیا میں جانے کا ایک اور موقع دیا جائے ہم ہرگز نافرمانی نہیں کریں گے مگر اب توبہ کا وقت گزر چکا ہوگا اور کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔

[۴۸] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں جو توحید، رسالت اور آخرت پر دلالت کرتی ہیں مگر کفار مکہ آپ کے متعلق تعصب اور عناد کا شکار ہیں، آپ ان کو کوئی بھی معجزہ دکھائیں وہ صرف یہی کہیں گے کہ یہ جھوٹ اور جادو ہے۔ دراصل ان کی ضد اور ہٹ دھرمی اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ وہ حق بات سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور وہ حقیقت کو نہیں جانتے۔

[۴۹] نبی کریم ﷺ کی خلوص بھری تبلیغ کے باوجود مشرکین مکہ کی مخالفت بڑھتی جا رہی تھی اور جو شخص بھی اسلام قبول کرتا اس پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جاتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی کہ آپ ان کی ایذا رسانی سے کبیدہ خاطر نہ ہوں بلکہ صبر و تحمل سے اسلام کی تبلیغ جاری رکھیں، عنقریب اسلام پھیل کر ہی رہے گا۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور چند سالوں میں اسلام کا پرچم نہ صرف مکہ بلکہ پورے عالم عرب پر لہرانے لگا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز ظہر بروز پیر ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۷ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پندرہ اکتوبر تا چھبیس اکتوبر یعنی گیارہ دنوں میں سورہ روم کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ لقمٰن (۳۱)

یہ سورت مکی ہے، اور اس کا نام ''لقمان'' ہے۔

سبب نزول

دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ قریش مکہ نے نبی کریم ﷺ سے حضرت لقمان علیہ السلام اور ان کے بیٹے کا قصہ دریافت کیا تو یہ سورت نازل ہوئی۔ (تفسیر منیر) اس سورت کی آیات نمبر ۱۲ تا ۱۹ میں وہ نصیحتیں نقل کی گئی ہیں جو عرب کے مشہور دانشور حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ اسی مناسبت سے اس سورت کا نام لقمان رکھا گیا ہے۔

اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا ہے کہ قرآن حکیم اگرچہ تمام انسانوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے مگر اس سے صحیح فائدہ وہ لوگ اٹھاتے ہیں جو نیک ہیں، اور جو لوگ قرآن مجید کی تعلیمات سے روگردانی کرتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

اس سورت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور مختلف مثالوں سے اللہ تعالیٰ کی توحید کو سمجھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور یہ کہ اس دن سے ڈرو جس دن باپ بیٹا بھی ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکیں گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز منگل ۲۷/اکتوبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۸ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

Marfat.com

آیاتہا ۳۴ ۳۱ سورۃ لقمٰن مکیۃ ۵۷ رکوعاتہا ۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ۝١ ۔ ۱۔الف لام میم۔[۱]

تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ۝٢ ۔ ۲۔ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔

ھُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ ۝٣ ۔ ۳۔(یہ کتاب) نیکوکاروں کے لئے ہدایت ورحمت ہے۔[۲]

الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ھُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ۝٤ ۔ ۴۔ جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنۡ رَّبِّھِمۡ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝٥ ۔ ۵۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَھۡوَ الۡحَدِیۡثِ لِیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ٭ۖ وَّ یَتَّخِذَھَا ھُزُوًا ؕ اُولٰٓئِکَ لَھُمۡ عَذَابٌ مُّھِیۡنٌ ۝٦ ۔ ۶۔ اور بعض لوگ غافل کردینے والی باتیں خریدتے ہیں تاکہ بغیر علم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکائیں اور اس کا مذاق اڑائیں، ان ہی لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔[۳]

---

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں، ان کے لئے سورہ بقرہ کی پہلی آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۲] قرآن حکیم اگرچہ تمام نسل انسانی کے لئے ہدایت اور رحمت کا ذریعہ ہے مگر اس سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جو نیک ہیں یعنی وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہاں پر نیک لوگوں کی صرف تین صفات یعنی نماز، زکوٰۃ اور آخرت پر یقین کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کیونکہ یہ تینوں صفات بنیادی اہمیت کی حامل ہیں ورنہ نیک لوگ تو فرائض، واجبات اور سنن بلکہ مستحبات تک کی پابندی کرتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

[۳] یہ آیت نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی، وہ تجارت کے لئے فارس جاتا تھا، وہاں سے عجمیوں کی کتابیں خرید لاتا اور قریش

Marfat.com

کو سنا کر کہتا کہ محمد ﷺ تم کو عاد اور ثمود کی خبریں سناتے ہیں اور میں تم کو رستم اور اسفند یار اور عجمی بادشاہوں کی خبریں سناتا ہوں، چنانچہ کفار مکہ اس کی خبروں اور کہانیوں کی طرف مائل ہوتے اور قرآن سننے کا خیال ترک کر دیتے۔ (روح المعانی، تفسیر قرطبی) نیز اس نے گانے والی لونڈی بھی خرید رکھی تھی اور جب کوئی کافر اسلام کی طرف مائل ہوتا تو وہ اپنی گانے والی لونڈی کو کہتا کہ تو اس شخص کو کھلا پلا اور اسے گانا سنا اور پھر اس شخص کو کہتا: یہ گانا بجانا اس نماز روزہ سے بہتر ہے جس کی طرف تمہیں محمد (ﷺ) بلاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی) اس طرح نضر بن حارث دینِ اسلام کا مذاق اڑاتا اور لوگوں کو اسلام سے دور رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔

گانے بجانے کا مسئلہ

اس آیت کی تفسیر میں بعض اہل علم نے غنا یعنی گانے بجانے کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے کا ذریعہ ہے مگر علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس غنا سے مراد وہ معروف غنا ہے جو نفسانی خواہش، عورتوں کے عشق اور بے حیائی پر برانگیختہ کرتا ہے۔ اس قسم کا غنا سننا جس میں عورتوں کا ذکر اور ان کے حسن و جمال کا بیان ہو یا شراب اور دیگر حرام چیزوں کی تعریف ہو، اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ یہ لایعنی اور قابل مذمت غنا ہے لیکن وہ غنا جو اس قسم کی قباحتوں سے پاک ہے، خوشی کے مواقع پر اس قسم کا کچھ غنا سن لینا جائز ہے، مثلاً شادی اور عید کے ایام میں یا سخت مشقت طلب کاموں (یعنی جنگ وغیرہ) پر جوش دلانے کے لئے۔ (تفسیر قرطبی)

عید کے موقع پر گانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ عید کے دن انصار کی دو لڑکیاں میرے پاس جنگ بعاث کے گیت گا رہی تھیں اور وہ پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں اور نبی کریم ﷺ بھی وہاں بستر پر لیٹے ہوئے تھے اگرچہ آپ کا رخ دوسری طرف تھا۔ اس دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کاشانہ نبوت میں داخل ہوئے اور غصہ میں آ کر فرمایا: کیا یہ شیطانی مزامیر رسول اللہ ﷺ کے گھر میں اور ان کی موجودگی میں بجائے جا رہے ہیں؟ اس پر رسول اللہ ﷺ متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابوبکر! ان کو گانے دو، ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ (بخاری: ۹۴۹۔ ۹۵۲: کتاب العیدین)

شادی کے موقع پر گانا

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت کی ایک انصاری مرد کی طرف رخصتی کی گئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہارے ساتھ کوئی گانا بجانا نہیں تھا؟ کیونکہ انصار کو گانا اچھا لگتا ہے۔

(بخاری: ۵۱۶۲: کتاب النکاح: باب ۶۴)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کسی رشتہ دار لڑکی کی شادی ایک انصاری لڑکے سے کی۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے لڑکی کو رخصت کر دیا؟ لوگوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس کے ساتھ کسی گانے والی کو بھی بھیجا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں، تو رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے فرمایا: انصار میں گانے کا رواج ہے، کاش! تم دلہن کے ساتھ گانے والی کو بھی بھیجتے جو یہ گاتا:

اتیناکم اتیناکم فحیانا و حیاکم

ہم تمہارے پاس آئے ہیں، ہم تمہارے پاس آئے ہیں، سو اللہ ہمیں بھی سلامت رکھے اور تمہیں بھی سلامت رکھے۔

(ابن ماجہ: ۱۹۰۰: ابواب النکاح: باب ۲۱)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نکاح کا اعلان کرو اور اس پر دف بجاؤ۔

(ابن ماجہ: ابواب النکاح: باب ۲۰)

خوشی کے موقع پر گانا

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو میں نے اہل مدینہ کو کسی چیز پر اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا جتنا وہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد پر خوش تھے۔ (بخاری: ۳۹۲۵: کتاب مناقب الانصار: باب ۴۶) جب نبی کریم ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو استقبال کرنے والوں سے مدینہ کی گلیاں اور مکانوں کی چھتیں بھر گئی تھیں، ہر ایک نے بہترین لباس پہن رکھا تھا، حبشی لوگوں نے ہتھیار اٹھا رکھے تھے اور جنگی کرتب دکھا رہے تھے۔ خدام اور بچے درج ذیل نعرے لگا رہے تھے:

اللہ اکبر جاء رسول اللہ   اللہ اکبر جاء محمد

اللہ اکبر، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ اللہ اکبر، حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد: جلد ۳: ص ۳۸۶، ضیاء النبی: جلد ۳ ص ۱۱۴)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس دن نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کی عورتیں، بچے اور بچیاں سب درج ذیل اشعار گا کر آپ کا استقبال کر رہی تھیں:

طلع البدر علینا   من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا   مادعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا   جئت بالامر المطاع

(وداع کے ٹیلوں سے چودھویں کا چاند ہم پر طلوع ہوا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا اس کو پکارتا رہے گا ہم پر لازم ہے کہ ہم اس نعمت کا شکر ادا کرتے رہیں۔ اے ہمارے پاس نبی بن کر آنے والے! آپ اس طرح تشریف لائے ہیں کہ آپ کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے گی۔) (السیرۃ الحلبیہ: جلد ۲: ص ۴۷)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں کچھ لڑکیوں کے پاس سے گزرے جو دف بجا کر گا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں:

Marfat.com

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۷

۷۔ اور جب اس شخص کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے انہیں سنا ہی نہیں جیسے اس کے دونوں کانوں میں گرانی ہے، سو آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔ [۴]

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝۸

۸۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے نعمتوں والی جنتیں ہیں۔

نحن جوارٍ من بنی النّجّار ۔۔۔ یا حبّذا محمدٌ من جارٍ

(ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں، یا محمد! آپ کتنے بہترین پڑوسی ہیں) یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جانتا ہے یقیناً میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ (ابن ماجہ: ۱۸۹۹: ابواب النکاح: باب ۲۱)

جنگ کے موقع پر گانا

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار سب مل کر مدینہ کے گرد خندق کھود رہے تھے اور مٹی کو اپنی پشتوں پر رکھ کر منتقل کر رہے تھے اور یہ پڑھ رہے تھے:

نَحنُ الذین بَایَعُوا محمدًا ۔۔۔ علی الاسلام مَابَقِینَا اَبَدًا

(ہم وہ ہیں جنہوں نے حضرت محمد ﷺ سے اسلام پر بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ رہیں) اور نبی کریم ﷺ ان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے:

اللّٰھم انّہ لا خیرَ الّا خیرُ الآخرۃ ۔۔۔ فَبَارِک فی الانصار و المھاجرۃ

(اے اللہ تعالیٰ! اچھائی تو صرف آخرت کی اچھائی ہے، سو تو انصار اور مہاجرین میں برکت نازل فرما۔) (بخاری: ۲۸۳۵: کتاب الجہاد: باب ۳۴) یعنی غزوہ خندق کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے خود بھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اشعار پڑھے۔

[۴] جو شخص گانا بجانا، نفسانی خواہشات اور لغو باتوں کا خوگر ہو جاتا ہے اس کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل اور اس کے ڈر سے خالی ہو جاتا ہے، سو ایسے شخص کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائی جائیں تو وہ تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے جیسے وہ بہرا ہے اور اس نے سنا ہی نہیں۔ جو شخص اپنے خالق، مالک اور رازق کی بات ہی سننے کے لئے تیار نہیں ہے اسے دردناک انجام کی خبر نہ سنائی جائے تو اور کیا سنایا جائے؟

Marfat.com

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨

۹۔ وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور وہ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے۔[۵]

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑩

۱۰۔ اس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بنایا (جیسا کہ) تم انہیں دیکھ رہے ہو اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو نصب کیا تاکہ وہ تمہارے ساتھ ڈولتی نہ رہے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے، اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے زمین میں ہر قسم کی عمدہ فصلیں اگائیں۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ⑪ ع

۱۱۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے،[۶] اب ذرا تم مجھے دکھاؤ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں نے (جن کو تم معبود سمجھتے ہو) کیا پیدا کیا ہے؟ دراصل یہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

---

[۵] وعدہ پورا نہ کرنے کی ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ انسان کو وعدہ کرنے کے بعد اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے کہ یہ وعدہ اس کے لئے نقصان دہ ہے، لہٰذا وہ اپنے نقصان سے بچنے کے لئے وعدہ پورا نہیں کرتا اور دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ اسے کوئی مجبوری لاحق ہوگئی ہے جس کی وجہ سے وہ وعدہ پورا کرنے سے قاصر ہے یا اتنا بڑا وعدہ کر بیٹھا ہے جو اس کی طاقت سے باہر ہے۔ بہر حال کسی نہ کسی غلطی، کمزوری یا مجبوری کے باعث وہ وعدہ خلافی کرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا ہر وعدہ عقل اور عدل کے تقاضوں کے عین مطابق ہوتا ہے اور اس میں کسی نقصان کا اندیشہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ حکیم اور سب سے بڑا دانا ہے اور ہر چیز کے انجام سے خوب آگاہ ہے۔ نیز اس کو وعدہ پورا کرنے میں نہ تو کوئی کمزوری یا مجبوری لاحق ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی اسے ایفائے عہد سے روک سکتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر اور سب پر غالب ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے جن جنتوں کا وعدہ کیا ہے وہ اس کی حکمت کے عین مطابق ہے اور اس کی قدرت کے ماتحت ہے۔

[۶] مشرکین کو عام فہم دلائل سے توحید کی تبلیغ کی جا رہی ہے یعنی تم اچھی طرح دیکھ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بغیر ستونوں کے قائم کر رکھا ہے اور زمین کا توازن برقرار رکھنے کے لئے اس پر پہاڑ نصب کر دیئے ہیں، پھر زمین پر انسان اور بے شمار قسم کے جانور پھیلا دیئے، پھر آسمان سے پانی اتارا اور جانداروں کی خوراک کے لئے رنگارنگ فصلیں اگائیں۔ یہ ساری چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں۔ اب ذرا تم بتاؤ، اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ ظاہر ہے ہر چیز کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے تو عبادت کا مستحق بھی صرف وہی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

Marfat.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ

۱۲۔ اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی (اور فرمایا) کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، [۷] اور جو (اللہ تعالیٰ کا) شکر ادا کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدے کے لئے شکر ادا کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو بے شک

---

[۷] حضرت لقمان ؓ مصر کے سیاہ فام حبشیوں میں سے تھے، ان کے ہونٹ بڑے موٹے موٹے تھے، انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے علم حاصل کیا اور وہ بنی اسرائیل میں قاضی تھے اور اللہ تعالیٰ کے ولی تھے۔ (تفسیر قرطبی) حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لقمان ؓ نبی نہیں تھے لیکن وہ بہت غور وفکر کرنے والے بندے تھے، ان کا عقیدہ عمدہ تھا، وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا محبوب بنالیا اور انہیں حکمت ودانائی عطا فرمائی۔ (تفسیر قرطبی) اس آیت کی تفسیر میں امام خازن لکھتے ہیں کہ اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت لقمان ؓ بڑے دانا تھے مگر وہ نبی نہیں تھے۔ (تفسیر الخازن)

حضرت لقمان ؓ کی چند حکمت آمیز باتیں

☆ ابن جریر ؓ نے عمر بن قیس ؓ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی کا حضرت لقمان ؓ کے پاس سے گزر ہوا اور لوگ اس کے گرد جمع تھے۔ اس نے حضرت لقمان ؓ سے پوچھا: کیا تم فلاں آدمی کے غلام ہو اور کیا تم فلاں پہاڑ کے قریب بکریاں چرایا کرتے تھے؟ لقمان نے جواب دیا: ہاں میں وہی ہوں۔ اس نے پوچھا: تو پھر تم کو یہ حکمت اور دانائی کہاں سے ملی ہے؟ لقمان نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے ڈر، سچ بولنے، امانت داری اور لایعنی باتوں سے خاموشی کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کرم فرمایا ہے۔ (تفسیر درمنثور)

☆ خالد ربعی ؓ بیان کرتے ہیں کہ لقمان حبشی غلام تھا۔ ایک دن اس کے مالک نے اسے کہا: یہ بکری ہمارے لئے ذبح کرو اور اس کے گوشت کے سب سے اچھے دو ٹکڑے لے آؤ، چنانچہ وہ زبان اور دل نکال کر لے آیا۔ مالک نے کچھ عرصہ بعد پھر لقمان کو کہا: آج یہ بکری ہمارے لئے ذبح کرو اور اس کے گوشت کے سب سے خبیث دو ٹکڑے لے آؤ، چنانچہ وہ پھر زبان اور دل نکال کر لے آیا۔ مالک نے لقمان کو کہا: میں نے تجھے سب سے اچھے ٹکڑے لانے کو کہا تو بھی یہی دو لایا اور اب سب سے خبیث ٹکڑے لانے کو کہا تو بھی وہی دو ٹکڑے لایا ہے تو یہ دونوں بہترین اور بدترین کیسے ہوسکتے ہیں؟ لقمان نے جواب دیا: اگر یہ دونوں یعنی زبان اور دل اچھے ہوں تو یہ سب سے بہترین ہیں اور اگر یہ دونوں خبیث ہوں تو ان سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

☆ ابو الجلاء ؓ نے حضرت لقمان ؓ کا قول بیان کیا ہے: جو شخص اپنے آپ کو نصیحت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ جو شخص اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ذلت اٹھانا اس کی نافرمانی میں عزت سے بہتر ہے۔ (تفسیر درمنثور)

Marfat.com

فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ اللہ تعالیٰ بے نیاز حمد کیا ہوا ہے۔[۸]

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۗ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

۱۳۔اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔[۹]

☆ حضرت لقمان علیہ السلام سے کہا گیا کہ تم کتنے بدصورت ہو! حضرت لقمان علیہ السلام نے کہا: تم نقش میں عیب نکال رہے ہو یا نقاش میں؟ (تفسیر تبیان القرآن)

[۸] اگر کوئی شکر ادا کرے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت میں اضافہ نہیں ہوتا اور اگر کوئی ناشکری کرے تو اس کی عظمت میں کمی نہیں ہوتی، البتہ شکر کرنے والے کو اس کا اجر ملے گا اور ناشکری کرنے والے کو اس کی سزا ملے گی۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے وہ کسی کے شکر کا محتاج نہیں۔ ساری دنیا اس کی محتاج ہے اور سرکش جنوں اور انسانوں کے سوا اس کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی حمد بیان کرتا ہے کیونکہ وہ ہر لحاظ سے قابل حمد ہے۔

[۹] اہل عرب کے دلوں میں حضرت لقمان علیہ السلام کے لئے بڑا احترام تھا، وہ حضرت لقمان علیہ السلام کو تاریخ کا بڑا دانا اور حکیم خیال کرتے تھے اور اس کی حکمت آمیز باتیں بڑے غور سے سنتے تھے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام کی جو پہلی نصیحت ذکر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ شرک نہ کرو کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اس سے اہل عرب کو بتانا مقصود ہے کہ جس لقمان کو تم حکیم اور دانشور سمجھتے ہو وہ اپنے بیٹے کو شرک سے منع کرتے ہیں، لہٰذا تمہیں بھی شرک سے باز آجانا چاہیے لیکن تم بڑے عجیب لوگ ہو کہ اگر لقمان علیہ السلام شرک سے منع کرے تو تم انہیں دانش مند اور حکیم کہتے ہو اور اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شرک سے منع کریں تو ان کو جادوگر اور مجنون قرار دیتے ہو۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ تفاسیر میں لقمان علیہ السلام کے بیٹے کے کئی نام ذکر کئے گئے ہیں، ان میں سے ایک انعم ہے۔ (روح المعانی)

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو چند نصیحتیں

☆ اے میرے پیارے بیٹے! یہ دنیا ایک گہرا سمندر ہے اور اس میں بہت سے لوگ غرق ہو چکے ہیں، پس تو دنیا کے اس سمندر میں خوف خدا کو اپنی کشتی بنا، اس کشتی میں ایمان کو سوار کر اور اللہ تعالیٰ پر توکل کے بادبان لگا کر سفر شروع کر دے تو نجات پا جائے گا ورنہ مجھے تیری نجات کی توقع نہیں ہے۔ (در منثور)

☆ اے میرے پیارے بیٹے! بے شک حکمت اور دانائی مساکین کو بادشاہوں کا ہم نشین بنا دیتی ہے۔ (در منثور)

☆ اے میرے پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی مجلس میں بیٹھا کر، ان کی محبت سے تمہیں بھلائی نصیب ہوگی اور جب ان پر رحمت نازل ہوگی تو ان کے ساتھ تجھے بھی رحمت نصیب ہوگی، اور شریر لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھا کر، ان کی صحبت سے تجھے بھلائی نہیں ملے گی بلکہ جب ان پر عذاب نازل ہوگا تو ان کے ساتھ تو بھی عذاب سے نہ بچ سکے گا۔ (در منثور)

Marfat.com

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ

۱۴۔ اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں نصیحت کی،[۱۰] اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف برداشت کرتے ہوئے اسے اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا،[۱۱] اور اس کا دودھ چھڑانا دو برس میں ہے،

☆ اے میرے پیارے بیٹے! اگر تو کسی کو اپنا بھائی بنانے کا ارادہ کرے تو پہلے اس کو غضب ناک کر کے دیکھ! اگر وہ غصہ کے باوجود تیرے ساتھ انصاف کرے تو اس کو اپنا بھائی بنالے ورنہ اس سے دور رہ۔ (درمنثور)

☆ اے میرے پیارے بیٹے! توبہ کو مؤخر نہ کر کیونکہ موت اچانک آجائے گی۔ (درمنثور)

☆ اے میرے پیارے بیٹے! اس مرغ سے زیادہ عاجز نہ بن جو سحری کے وقت آواز دیتا ہے اور تو اپنے بستر پر سویا رہے۔ (درمنثور)

☆ اے میرے پیارے بیٹے! اتنے میٹھے نہ بنو کہ نگل لیے جاؤ اور اتنے کڑوے نہ بنو کہ اگل دیے جاؤ۔ (درمنثور)

☆ اے میرے پیارے بیٹے! جو آدمی جھوٹ بولتا ہے اس کے چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے، جس آدمی کا خلق اچھا نہ ہو اس کی پریشانیاں بڑھ جاتی ہیں۔ چٹان کو اپنی جگہ سے منتقل کرنا کسی بے وقوف کو مسئلہ سمجھانے سے زیادہ آسان ہے۔ (درمنثور)

☆ اے میرے پیارے بیٹے! علماء کی مجالس میں بیٹھا کر اور حکماء کے کلام کو غور سے سنا کر! کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ دل کو حکمت کے نور سے اس طرح زندہ کر دیتا ہے جس طرح بارش مردہ زمین کو زندہ کر دیتی ہے۔ (درمنثور)

[۱۰] گزشتہ آیت میں حضرت لقمان ؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا کیونکہ شرک بہت بڑا گناہ ہے۔ ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کو نصیحت کی ہے کہ وہ میری توحید کے بعد والدین کا خاص خیال رکھیں اور میرے شکر کے ساتھ ان کا بھی شکر ادا کریں۔

سفیان بن عیینہ ؒ بیان کرتے ہیں: جس شخص نے پانچ نمازیں پڑھیں اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور جس نے نمازوں کے بعد والدین کے لئے دعا کی اس نے والدین کا شکر ادا کیا۔ (تفسیر قرطبی) والدین کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں سورہ نساء (۴) کی آیت نمبر ۳۶ کا حاشیہ نمبر ۱۵، سورہ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت نمبر ۲۳ کا حاشیہ نمبر ۲۳ اور سورہ عنکبوت (۲۹) کی آیت نمبر ۸ کا حاشیہ نمبر ۷ ملاحظہ کریں۔

[۱۱] اولاد کی تعلیم و تربیت اور پرورش میں والدین کا رول بہت اہم ہے اس لئے ماں باپ دونوں اولاد کی طرف سے حسن سلوک کے حقدار ہیں لیکن دونوں میں سے ماں کا حق زیادہ ہے کیونکہ وہ نو ماہ تک بچے کو اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے، پھر وضع حمل کی تکالیف سے گزرتی ہے اور پھر ایک عرصہ تک اپنا دودھ پلاتی ہے جب کہ باپ کو ان مشکل مراحل سے واسطہ نہیں

Marfat.com

اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ⑭ کہ تو میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا، میری ہی طرف لوٹنا ہے۔ [۱۲]

پڑتا۔ غالباً اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ماں کی تین درجے زیادہ فضیلت بیان فرمائی ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔

اس نے دوبارہ عرض کیا: ماں کے بعد کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔

اس نے تیسری بار عرض کیا: ماں کے بعد کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔

اس نے چوتھی بار عرض کیا: ماں کے بعد کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا باپ۔ (بخاری: ۵۹۷۱: کتاب الادب: باب ۲)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: یارسول اللہ! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مکہ فتح کر دیا تو میں بیت اللہ میں جا کر اس کی نچلی چوکھٹ کو بوسہ دوں گا۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی ماں کے قدم کو بوسہ دے دو، تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔

(عمدۃ القاری: کتاب الادب: باب ۲: جز ۲۲: ص ۸۲)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

(کنز العمال: ۴۵۴۳۹: جلد ۱۶: ص ۴۶۱)

[۱۲] ماں کا دودھ

ماں کے دودھ پر سب سے زیادہ حق اس کے نومولود بچے کا ہے اور بچے کو اپنا دودھ پلانے میں سب سے زیادہ حق ماں کا ہے۔ بچے کو اپنا دودھ پلانا ہر ماں کی فطرت اور طبیعت میں داخل ہے اور یہ ایسی فطرت ہے جو جانوروں میں بھی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے جانور بھی بچوں کو اپنا دودھ پلانے میں سکون محسوس کرتے ہیں۔

ماں کے دودھ میں حکمتیں

۱۔ ماں کا دودھ جراثیم سے پاک ہوتا ہے اس لئے وہ کسی بیماری کا سبب نہیں بنتا کیونکہ وہ ماں کی چھاتی سے سیدھا بچے کے پیٹ میں جاتا ہے جبکہ گائے بکری کا دودھ کئی مراحل اور برتنوں سے گزرتا ہے اور کسی بھی مرحلہ پر اس میں جراثیم کا اضافہ ہو سکتا ہے جو بچے کی صحت کے لئے مضر ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

۲۔ ماں کا دودھ نہ زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور نہ زیادہ گرم بلکہ بچے کے مزاج کے عین مطابق ہوتا ہے، جبکہ گائے بکری کا دودھ ماں خود گرم کرتی ہے جس میں کمی بیشی سے بچے کو تکلیف پہنچ سکتی ہے۔

۳۔ جو ماں بچے کو اپنا دودھ پلاتی ہے اس کی چھاتی میں کینسر کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں جبکہ اپنا دودھ نہ پلانے والی ماں کی چھاتی میں کینسر کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

۴۔ نومولود بچے کے لئے سب سے بہترین غذا ماں کا دودھ ہے، اس میں وہ سب کچھ ہوتا ہے جس کی ایک نومولود بچے کو ضرورت ہوتی ہے۔کوئی بھی مصنوعی دودھ ماں کے دودھ کا متبادل نہیں بن سکتا۔

۵۔ مائیں دودھ کے ذریعے بچوں کو صرف جسمانی غذا ہی فراہم نہیں کرتیں بلکہ قومی روایات اور اخلاق واطوار بھی منتقل کرتی ہیں۔اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بچوں کو اچھی ماؤں کا دودھ پلاؤ۔(روح البیان: سورہ بقرہ: زیر آیت ۱۰۸) کیونکہ دودھ کے ذریعہ ماں کے اچھے اخلاق بچے میں منتقل ہوتے ہیں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ماں کا دودھ بھی بچے کے کردار میں تبدیلی پیدا کرتا ہے۔'' (روح البیان: سورہ انعام: زیر آیت نمبر ۱۵۰) آج کل ہمیں شکوہ ہے کہ ہماری نوجوان نسل قومی روایات اور خاندانی اخلاق واطوار سے دور ہوتی جارہی ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ماؤں نے بچوں کو اپنا دودھ پلانا چھوڑ دیا ہے۔اکبر الٰہ آبادی کا یہ شعر اسی حقیقت کا آئینہ دار ہے:

طفل میں بُو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی　　دودھ ہے ڈبے کا تعلیم ہے سرکار کی

ماں کے دودھ کی مدت

دو سال کی عمر تک دودھ پینا بچے کا حق ہے جیسا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے: {اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔} (قرآن: ۲:۲۳۳) دو سال سے پہلے دودھ چھڑانے کو اسلام پسند نہیں کرتا۔اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بچے کا وظیفہ پیدائش کے ساتھ ہی شروع کردیا تھا تاکہ وظیفے کے لالچ میں کوئی ماں دو سال سے پہلے بچے کا دودھ نہ چھڑائے۔اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

نومولود کا وظیفہ

ایک رات ایک تجارتی قافلہ نے مسجد نبوی کے قریب قیام کیا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو فرمایا: آؤ آج رات اس قافلہ کا پہرہ دیں تاکہ کوئی ان کا سامان چوری نہ کرے۔اس دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو آپ اس کی ماں کے پاس آئے اور اسے کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور بچے کو بہلا کر خاموش کرو۔کچھ دیر بعد بچہ پھر رویا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پھر اس کی ماں سے کہا کہ اپنے بچے کو بہلاؤ۔رات کے آخری حصہ میں پھر جب بچہ رویا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سختی سے فرمایا: تو بڑی بے رحم ماں ہے، اسے بہلاتی کیوں نہیں؟ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے بندے! تم خواہ مخواہ مجھے تنگ کرتے ہو، دراصل میں اس کا دودھ چھڑاتی ہوں کیونکہ خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ اس وقت تک بچے کا وظیفہ مقرر نہیں کرتا جب تک وہ بچہ ماں کا دودھ پینا چھوڑ نہ دے۔یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

Marfat.com

پر رقت طاری ہوگئی اور صبح کی جماعت کرانے کے فوراً بعد فرمایا: ہائے عمر! تو نے کتنے بچوں کا خون کیا ہوگا، اسی وقت منادی کرادی: خبردار! بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو، آج کے بعد جس دن بچہ پیدا ہوگا اسی دن اس کا وظیفہ مقرر کردیا جائے گا۔ (طبقات ابن سعد: جلد ۳: ص ۲۸۰، سیرۃ عمر بن الخطاب: ابن الجوزی: ص ۶۲، الفاروق عمر: محمد حسین ہیکل: حصہ دوم: ص ۱۹۵، مصنف عبدالرزاق: حدیث نمبر ۹۷۱۷: جلد ۵: ص ۳۱۱، الفاروق علامہ شبلی نعمانی: ص ۳۳۰)

تاریخ انسانیت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کا سرکاری وظیفہ جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا مگر آج ہماری بدقسمتی ہے کہ مسلم دنیا کے غریب بچے اس نعمت سے محروم ہیں اور غیر مسلم دنیا میں امیر بچے اس سہولت سے مستفید ہورہے ہیں۔

عالمی صحت کا ادارہ

عالمی صحت کا ادارہ (The World Health Organization) اقوام متحدہ کی صحت کے لئے خصوصی ایجنسی ہے۔ یہ سات اپریل ۱۹۴۸ء میں قائم ہوئی۔ آئین میں WHO کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ تمام افراد عالم کو ممکن حد تک صحت کا اعلیٰ ترین مقام حاصل ہو۔ WHO کے آئین کے مطابق صحت کی تعریف صرف یہی نہیں کہ انسان بیمار اور کمزور نہ ہو بلکہ اس کو مکمل جسمانی، ذہنی اور معاشرتی فلاح و بہبود حاصل ہو۔ WHO عالمی صحت کی اسمبلی WHA کے ماتحت ہے جو کہ ۱۹۲ رکن ریاستوں پر مشتمل ہے۔

WHO کی شائع کردہ عالمی صحت کی رپورٹ ۲۰۰۲ء کے مطابق

بچے کی نشوونما کے لئے ماں کا دودھ سب سے بہترین غذا مہیا کرتا ہے اور ساتھ ہی متنوع غذائی فوائد بھی فراہم کرتا ہے جو کہ بچے کی گوناگوں ضروریات کے عین مطابق ہے۔ بچے کے اوائل چھ ماہ میں ماں کا دودھ مناسب معدنیات اور قوت بخش غذا کا حامل ہے۔ اس دودھ میں ایسے حفاظتی، ترکیبی اور دیگر مدافعاتی اجزا ہیں جو مختلف بکٹیریا، متعدی اور طفیلی جراثیم سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اس دودھ کے عناصر بچے کے ذاتی مدافعاتی نظام کی مناسب نشوونما میں تحریک پیدا کرتے ہیں۔ ان موجود دلائل کی بناء پر WHO کی عوامی صحت کی ہدایت یہ ہے کہ بچوں کو زندگی کے اوائل چھ ماہ میں بلاشرکت غیرے ماں کا دودھ پلایا جائے اور یہ عمل دو سال تک جاری رہے۔ ''بلاشرکت غیرے دودھ پلانے'' کا مطلب یہ ہے کہ اوائل چھ ماہ میں بچے کو صرف ماں کا دودھ دیا جائے، کھانے پینے کی اور کوئی چیز نہ دی جائے۔ تقریباً تمام حالات میں بچے کی غذا کے لئے ماں کا دودھ سب سے زیادہ آسان، سب سے زیادہ صحت بخش اور سب سے سستا طریقہ ہے اور بچے کی غذائی ضروریات کے بھی عین مطابق ہے۔

ماں کا دودھ پلانے میں کمی اور خاص کر زندگی کے اوائل مہینوں میں بلاشرکت غیرے ماں کا دودھ پلانے کی قلت، یہ ایسے خطرات کا حامل ہے جو بچوں کی ہلاکت اور بیماری کا سبب بنتے ہیں۔ خاص طور پر ترقی پذیر ممالک میں جب بچوں کو اسہال اور سانس کی بیماری لاحق ہوتی ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ ماں کا دودھ بچے کی اعصابی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتا

Marfat.com

وَ اِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰۤی اَنۡ تُشۡرِكَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ۙ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَ صَاحِبۡهُمَا فِی الدُّنۡیَا مَعۡرُوۡفًا ۫ وَّ اتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور اگر دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک قرار دے جس کا تجھے کچھ علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کرنا، البتہ دنیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور اس شخص کے راستہ کی پیروی کرنا جس نے میری طرف رجوع کیا ہو، پھر تم سب نے میری طرف لوٹ کر آنا ہے تو میں تمہیں ان کاموں سے آگاہ کروں گا جو تم کرتے تھے۔ [۱۳]

ہے، خاص طور پر وہ بچے جو قبل از وقت، کم جسامت یا کم وزن والے پیدا ہوں ان کی اعصابی نشوونما کے لئے ماں کا دودھ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ (WHO 2002 P 56- lack of Breast-feeding)

یہاں ایک نکتہ قابل غور ہے کہ WHO نے سالہا سال کی تحقیقات کے بعد ۲۰۰۲ء میں یہ سفارش کی کہ بچے کو دو سال تک ماں کے دودھ کی ضرورت ہے جبکہ قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ اعلان کیا:

۱۔ مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ (قرآن: ۲: ۲۳۳)

۲۔ ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی (کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے) اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ تو میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر کر، (آخر تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ (قرآن: ۳۱: ۱۴) یہ اسلام کے دینِ فطرت ہونے اور قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

[۱۳] والدین انتہائی قابل احترام ہیں اور ان کا اولاد پر بڑا حق ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا حق سب پر مقدم ہے، اگر والدین شرک یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیں تو ان کی اطاعت جائز نہیں ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں کیونکہ اطاعت تو صرف نیکی میں ہے۔ (بخاری: ۷۲۵۷: کتاب اخبار الاحاد: باب ۱) یعنی ان لوگوں کی اطاعت اور پیروی کی جائے جن کی خواہشات اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہوں خواہ وہ والدین ہوں یا کوئی اور۔ بالآخر سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائے گا؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ والدین اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہ کی جائے لیکن پھر بھی دنیا میں ان کے ساتھ حسن سلوک کا سلسلہ جاری رکھا جائے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین کاموں میں کسی ایک شخص کے لئے بھی رخصت نہیں ہے:

☆ والدین کے ساتھ نیکی کرنا خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر۔

☆ عہد پورا کرنا خواہ وہ مسلمان سے ہو یا کافر سے۔

Marfat.com

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿١٦﴾

١٦۔ اے میرے پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو اور وہ کسی چٹان کے اندر ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں (پوشیدہ) ہو تو (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ اسے لے آئے گا، بے شک اللہ تعالیٰ باریک بین اور ہر چیز سے باخبر ہے۔[١٤]

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿١٧﴾

١٧۔ اے میرے پیارے بیٹے! نماز قائم رکھ اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور جو تکلیف تجھے پہنچے اس پر صبر کر، بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔[١٥]

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ

١٨۔ اور لوگوں سے (تکبر کے ساتھ) روگردانی نہ کر اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک اللہ تعالیٰ اکڑ کر چلنے

☆ اور امانت کو ادا کرنا خواہ وہ مسلمان کی ہو یا کافر کی۔

(کنز العمال: ٤٣٠٧١: جلد ١٦: ص ٢٨، جمع الجوامع: ١٠٧٦٠: جلد ٤: ص ١٣٤)

[١٤] درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر دو آیات (یعنی چودہ اور پندرہ آیات) میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بیان ہوا۔ یہاں سے پھر حضرت لقمان کی نصیحتوں کا بیان شروع ہو رہا ہے۔

رائی کا دانہ اتنا معمولی اور چھوٹا ہوتا ہے کہ نہ تو اس کا وزن محسوس ہوتا ہے اور نہ وہ چند میٹر کے فاصلہ سے نظر آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رائی کے دانہ کے برابر معمولی سی نیکی یا برائی بھی اگر کسی چٹان میں چھپ کر کی جائے یا آسمان کی بلندی پر یا زمین کی گہرائی میں کی جائے تو بھی وہ اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے اور قیامت کے دن اسے لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا اور اس کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اس (کی جزا) کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی وہ اس (کی سزا) کو دیکھ لے گا۔

(قرآن: ٩٩: ٨-٧)

[١٥] جب کوئی شخص لوگوں کو نیکی کا حکم دینے اور انہیں برائی سے روکنے کے لئے میدان عمل میں اترتا ہے تو ساری باطل قوتیں اکٹھی ہو کر اس کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جاتی ہیں اور اسے ناکام کرنے میں ہر ممکن حربہ استعمال کرتی ہیں، لہٰذا اے میرے پیارے بیٹے! اس فریضہ کی ادائیگی میں جو تکلیفیں آئیں ان سے دل برداشتہ نہیں ہونا بلکہ ان پر صبر کرنا اور پوری ثابت قدمی کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھنا۔ بے شک یہ بڑی ہمت اور حوصلے کا کام ہے اور اس کا اجر و ثواب بھی بہت بڑا ہے۔

Marfat.com

مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ ۚ﴿۱۸﴾

والے (اور) فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ [۱۶]

وَاقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ وَاغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِکَ ؕ اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ ﴿۱۹﴾ ع

۱۹۔ اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو پست رکھ، بے شک سب سے بری آواز گدھے کی ہے۔ [۱۷]

اَلَمۡ تَرَوۡا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ اَسۡبَغَ عَلَیۡکُمۡ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً ؕ وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ وَّ لَا ہُدًی وَّ لَا کِتٰبٍ مُّنِیۡرٍ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ کیا تم لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں، پھر بھی بعض لوگ بغیر علم کے بغیر ہدایت کے اور بغیر کسی روشن کتاب کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ [۱۸]

---

[۱۶] پیارے بیٹے! لوگوں کو حقیر سمجھ کر ان سے اعراض نہ کرو اور زمین پر تکبر کے ساتھ اکڑ کر نہ چلو کیونکہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا: ایک انسان یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے خوبصورت ہوں، اس کا جوتا خوبصورت ہو، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے اور تکبر کی تعریف یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کر دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ (مسلم: ۱۴۷: کتاب الایمان: باب ۳۹)

[۱۷] پیارے بیٹے جب تو عام حالات میں چلے تو مریضوں کی طرح زمین سے پوچھ کر قدم نہ رکھ اور نہ مجرموں کی طرح بھاگ بلکہ پورے وقار کے ساتھ درمیانی چال چل، اور جب تو بات کرے تو گدھے کی طرح بلا وجہ چیخ کر بات نہ کر جس سے تجھے بھی تکلیف ہو اور سننے والے کو بھی ناگوار گزرے بلکہ اتنی آواز سے بات کر جو سامعین کے لئے خوش گوار ہو۔

[۱۸] اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان میں موجود تمام چیزوں کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے یعنی سورج اور چاند وغیرہ کو ایسے ضابطہ کا پابند کر دیا ہے کہ انسان ان سے بالواسطہ استفادہ کر رہا ہے اور زمین اور مویشیوں کو براہ راست انسان کے تابع بنا دیا ہے، انسان جس طرح چاہے ان سے استفادہ کر سکتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار ظاہری نعمتوں یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ اور باطنی نعمتوں یعنی دل اور عقل وغیرہ سے مالا مال فرمایا جن کی وجہ سے وہ زمین و آسمان کے درمیان بہت سی چیزوں پر حکومت کر رہا ہے۔ ان نعمتوں میں غور وفکر کرنے سے انسان آسانی کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ جس ہستی نے انسان کے لئے یہ بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں وہ ایک ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے، لیکن مشرک لوگ پھر بھی اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کے بارے میں جھگڑتے ہیں

Marfat.com

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۲۱

۲۱۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس (قرآن) کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے تو وہ کہتے ہیں: بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اگرچہ شیطان ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو۔[۱۹]

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۲۲

۲۲۔ اور جو شخص اپنے چہرہ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو بے شک اس نے ایک مضبوط حلقہ پکڑ لیا، اور تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔[۲۰]

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۲۳

۲۳۔ اور جس نے کفر کیا تو اس کا کفر آپ کو غمگین نہ کرے، ان سب نے ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، پھر ہم انہیں بتائیں گے جو وہ کرتے تھے، بے شک اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔[۲۱]

حالانکہ ان کے پاس نہ کوئی علمی دلیل ہے اور نہ عقلی ہدایت اور نہ ہی کسی آسمانی کتاب کی کوئی دلیل ہے جو ان کے شرک کو ثابت کر سکے۔

[۱۹] مشرکین مکہ کو دعوت دی جا رہی ہے کہ تمہارے پاس شرک کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، لہٰذا تم قرآن مجید کی پیروی کرو کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے مگر وہ تعصب اور بے جا ضد کی بنا پر صرف یہی کہتے ہیں کہ ہم تو وہی کریں گے جو ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر کسی کے باپ دادا کو شیطان جہنم کی طرف لے جا رہا ہو تو کیا وہ پھر بھی ان کے پیچھے چل کر جہنم رسید ہوں گے؟

[۲۰] جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور سرِ تسلیم خم کر دے اور پورے خلوص کے ساتھ نیکوکار بن جائے تو اس نے اپنے آپ کو ایسے قافلہ میں شامل کر لیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ عظیم اجر سے نوازے گا۔

[۲۱] پیارے نبی ﷺ! جو لوگ آپ کی تبلیغ کے باوجود اسلام قبول نہیں کرتے آپ ان کے کفر پر غمگین نہ ہوں۔ دراصل ان کے دلوں میں تعصب کی بیماری ہے جس کے باعث وہ کفر سے چمٹے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن جب وہ ہمارے سامنے پیش کئے جائیں گے تو ہم ان کے دلوں میں پوشیدہ سازشوں کو ظاہر کر دیں گے۔

Marfat.com

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٢٤﴾

۲۴۔ ہم انہیں (دنیا میں) تھوڑا سا فائدہ اٹھانے دیں گے، پھر ہم انہیں سخت عذاب کی طرف مجبور کر دیں گے۔ [۲۲]

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾

۲۵۔ اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، آپ فرمایئے: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ [۲۳]

لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٦﴾

۲۶۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز لائق حمد ہے۔ [۲۴]

وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٧﴾

۲۷۔ اور روئے زمین پر جتنے درخت ہیں اگر وہ قلمیں بن جائیں اور سمندر (تمام روئے زمین کا پانی) سیاہی بن جائے اور اس کے بعد سات اور سمندر اسے مزید سیاہی مہیا کریں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات (لکھنے سے) ختم نہیں ہوں گے، بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے۔ [۲۵]

---

[۲۲] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے ہیں آخر وہ کب تک اس فانی زندگی سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے، بالآخر انہیں مرنا ہے اور اپنے کفر کا حساب دینا ہے اور ان کی آنکھیں اس وقت کھلیں گی جب انہیں زبردستی گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

[۲۳] اگر آپ مشرکین مکہ سے دریافت کریں کہ زمین و آسمان کا یہ نظام جو کروڑوں سالوں سے قائم ہے کیا یہ تمہارے معبودوں نے پیدا کیا ہے جن کو تم نے خود آج بنایا ہے اور وہ کل فنا ہو جائیں گے یا اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا؟ تو انہیں ناچار کہنا پڑے گا کہ اس زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مشرکین کو بھی چاروناچار یہ تسلیم کرنا پڑا کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اب اس اعتراف کے بعد ان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر بھی ایمان لے آئیں لیکن ان میں اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

[۲۴] زمین و آسمان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ان میں موجود سب چیزوں کا مالک بھی وہی ہے، اس لئے وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور وہ بے نیاز ہے یعنی ساری دنیا اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے، لہٰذا وہی اس لائق ہے کہ اس کی حمد و ثنا کی جائے۔

[۲۵] اگر روئے زمین کے تمام درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور زمین کا تمام پانی اور اس جیسے سات اور سمندروں کے پانی کو سیاہی

Marfat.com

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۲۸

۲۸۔تم سب کو پیدا کرنا اور تم سب کو (مرنے کے بعد دوبارہ) زندہ کرنا (اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف) ایک جان (کے پیدا کرنے اور اسے دوبارہ زندہ کرنے) کی مانند ہے، بے شک وہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔[۲۶]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۲۹

۲۹۔کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک اپنے وقت مقرر تک چل رہا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو بے شک اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔[۲۷]

بنا دیا جائے اور ساری مخلوق ان قلموں سے لکھنا شروع کر دے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے سارے اوصاف و کمالات اور اس کی جملہ معلومات کا لکھنا ناممکن ہے کیونکہ سمندروں کا پانی کتنا ہی وسیع و عریض کیوں نہ ہو وہ بہر حال محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کے اوصاف و کمالات غیر محدود ہیں، لہٰذا کسی بھی محدود ہستی میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ غیر محدود کلمات کا احاطہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو تم ان کا شمار نہیں کر سکتے۔ (قرآن: ۱۴: ۳۴) اگر سارے انسان مل کر صرف ان نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے جو صرف انسانوں کو دی گئی ہیں تو پھر دیگر مخلوقات کو دی گئی نعمتیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات و معلومات کا احاطہ کیسے کر سکتے ہیں، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

[۲۶] جس طرح ایک دعا کا سننا اور بیک وقت تمام مخلوق کی دعاؤں کا سننا یا ایک چیز کا دیکھنا اور بیک وقت کائنات کی تمام چیزوں کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کے لئے برابر ہے اسی طرح کسی ایک انسان کو پیدا کرنا اور مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنا یا ساری مخلوق کو پیدا کرنا اور مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنا اس کے لئے برابر ہے کیونکہ وہ قادر مطلق ہے اور جب وہ کسی چھوٹی یا بڑی چیز کو اور ایک یا بے شمار چیزوں کو بیک وقت پیدا کرنا چاہے تو اسے کسی وقت یا مادے کی ضرورت نہیں ہے، وہ صرف ارادہ کرتا ہے اور وہ سب کچھ وجود میں آجاتا ہے جس کا وہ ارادہ کرے جیسا کہ حضرت علی سے پوچھا گیا کہ ایک وقت میں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کا حساب کیسے لے گا؟ آپ نے فرمایا: جس طرح اللہ تعالیٰ ایک وقت میں سب انسانوں کو رزق دیتا ہے اسی طرح وہ ایک وقت میں ان کا حساب بھی لے سکتا ہے۔ (سورۃ انعام (۶): تفسیر الشعراوی: زیر آیت نمبر ۶۲)

[۲۷] اللہ تعالیٰ گرمیوں میں رات کا کچھ حصہ کم کر کے دن کو لمبا بنا دیتا ہے اور سردیوں میں دن کا کچھ حصہ کم کر کے رات کو لمبا بنا دیتا

Marfat.com

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝۳۰

۳۰۔ یہ اس لئے ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو یہ پکارتے ہیں یقیناً وہ سب باطل ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی بہت بلند بہت بزرگ ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۳۱

۳۱۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ کشتیاں سمندر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے چلتی ہیں تاکہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے، بے شک اس میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لئے نشانیاں ہیں۔ [۲۸]

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝۳۲

۳۲۔ اور جب کوئی موج سائبانوں کی طرح ان پر چھا جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اس سے دعا مانگتے ہیں، پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو ان میں سے چند ہی اعتدال پر رہتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا صرف وہی انکار کرتا ہے جو بڑا بدعہد سخت ناشکرا ہے۔ [۲۹]

ہے۔ اس طرح رات اور دن کی گردش پورے ضابطے کے مطابق جاری ہے۔

نیز اس نے سورج اور چاند کو بھی تمہیں فائدہ پہنچانے کے لئے ایک مخصوص دائرہ تک پابند کر رکھا ہے۔ یہ سارے انتظامات یاد کرانے کا مقصد یہ ہے تاکہ مشرکین یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے جو دن رات، سورج اور چاند اور زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور عبادت کے لائق نہیں ہیں۔

[۲۸] اگر اللہ تعالیٰ سمندر کے پانی کو ہر وقت طوفانی کیفیت سے وابستہ کر دیتا تو اس میں کشتیوں کا چلنا مشکل ہو جاتا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے پانی کو ایک مناسب انداز میں ٹھہرا رکھا ہے جس پر کشتیاں چلتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں دکھانے کے لئے کبھی کبھی اس میں طغیانی کی کیفیت بھی پیدا کر دیتا ہے تاکہ جب کشتی طوفانی موجوں میں ڈگمگا رہی ہو تو لوگ صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور جب خیریت کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچ جائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

[۲۹] مشرکین جب کشتی میں سفر کرتے تو اگر کوئی طوفانی موج ان پر چھا جاتی اور ان کی کشتی ہچکولے کھانے لگتی تو وہ خلوص کے ساتھ

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۫ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ؀۳۳

۳۳۔ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے سکے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے کچھ بدلہ دے سکے گا، بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، سو دنیا کی زندگی تمہیں ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ ہی فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ دے۔ [۳۰]

اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے اور وعدہ کرتے کہ اگر وہ انہیں اس طوفان سے بچالے تو وہ شرک نہیں کریں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں خیریت کے ساتھ خشکی پر پہنچا دیتا تو بہت کم لوگ اپنے وعدہ پر قائم رہتے جب کہ اکثر لوگ بدعہدی اور ناشکری کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا انکار کر دیتے۔

[۳۰] اے لوگو! قیامت کے دن سے ڈرو جس میں باپ بیٹا بھی ایک دوسرے کا بوجھ اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ قیامت کا دن ضرور آئے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور دنیا کی رنگینیوں اور شیطان کے سبز باغوں سے دھوکہ نہ کھاؤ۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک شخص اپنے باپ کے پاس آکر کہے گا: میں آپ کا فرمانبردار، ہمدرد اور محسن بیٹا ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ میں آج کس مشکل میں ہوں، لہٰذا آپ مجھے ایک نیکی تو دے دیں یا میرا ایک گناہ ہی اٹھالیں تو باپ جواب دے گا: بیٹا! تو نے بہت تھوڑی سی چیز طلب کی ہے لیکن مجھے بھی وہی خوف لاحق ہے جس کا تو شکار ہے (یہ کہہ کے باپ اپنے بیٹے کو ایک نیکی دینے سے معذرت کرے گا)۔ اسی طرح باپ اپنے بیٹے سے سوال کرے گا اور بیٹا بھی وہی جواب دے گا جو باپ نے دیا تھا، اور ایک شخص اپنی بیوی سے کہے گا: میں نے تیرے ساتھ ساری زندگی بہت حسن سلوک کیا اس کے بدلے میں تو میرے ایک گناہ کا بوجھ اٹھالے شاید کہ میں نجات پا جاؤں۔ بیوی کہے گی: بے شک تیرا مطالبہ بہت تھوڑا سا ہے لیکن مجھے بھی وہی خوف لاحق ہے جس کا تو شکار ہے (یہ کہہ کر بیوی اپنے خاوند کے ایک گناہ کا بوجھ اٹھانے سے بھی معذرت کرے گی)۔ (تفسیر قرطبی: سورہ فاطر: زیر آیت نمبر ۱۸)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی اجازت سے انبیاء، علماء، شہداء، حفاظ، صالحین، قرآن، رمضان، کمسن بچے اور کمسن بچیاں وغیرہ گناہگار اہل ایمان کی شفاعت کریں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ گناہگاروں کے گناہوں کا بوجھ خود اٹھالیں گے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول کر کے گناہگاروں کے گناہوں کو معاف کر دے گا یعنی ان کے گناہوں کا وجود ہی ختم فرما دے گا۔ اس سلسلہ میں سورۂ طٰہٰ (۲۰) کی آیت نمبر ۱۰۹ کا حاشیہ نمبر ۴۷ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾ ع ۱۴

۳۴۔ بے شک قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بہت خبر رکھنے والا ہے۔ [۳۱]

[۳۱] صحیح بخاری کی حدیث نمبر ۵۰ میں ہے کہ جبریل امین نے پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس سے قیامت کے بارے میں پوچھا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا، البتہ میں اس کی نشانیاں تم کو بتائے دیتا ہوں۔ (وہ یہ ہیں کہ) جب لونڈی اپنے آقا کو جنے گی، جب سیاہ اونٹوں والے چرواہے لمبی لمبی عمارتیں بنائیں گے۔ (ان علامتوں کے علاوہ قیامت کا علم) ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا (از خود) کوئی نہیں جانتا، پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: {بے شک قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور بہت خبر رکھنے والا ہے۔} (قرآن: ۳۱:۳۴)

پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

(۱) قیامت کب آئے گی؟ (۲) بارش کب ہوگی؟ (۳) ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ (۴) بندہ کل کیا کرے گا؟ (۵) بندہ کس زمین میں مرے گا؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مذکورہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ان چیزوں کا تعلق علم غیب سے ہے حالانکہ اور بھی غیب کی بے شمار چیزیں ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، مثلاً بندہ کون سے دن اور کون سی تاریخ کو مرے گا؟ اس کے مرنے کا سبب کیا ہوگا؟ وغیرہ تو پھر ان پانچ چیزوں کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دیہاتی نے نبی کریم ﷺ سے ان ہی پانچ چیزوں کے بارے میں سوال کیا جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ آیت ایک دیہاتی کے بارے میں نازل ہوئی جس کا نام وارث بن عمرو بن حارثہ ہے، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا:

۱۔ میری بیوی حاملہ ہے آپ مجھے بتائیں وہ کیا جنے گی؟

۲۔ ہمارے شہروں میں قحط سالی ہے آپ بتائیں بارش کب ہوگی؟

۳۔ مجھے معلوم ہے کہ میں کب پیدا ہوا آپ بتائیں میں کب مروں گا؟

۴۔ مجھے معلوم ہے جو کل میں نے آج کیا ہے آپ بتائیں میں کل کیا کروں گا؟

Marfat.com

۵۔ آپ بتائیں کہ قیامت کب قائم ہوگی؟

ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ لقمان: زیر آیت نمبر ۳۴)

علم غیب سے کیا مراد ہے؟

غور وفکر، حواس، علامات اور آلات کے ذریعہ جو علم حاصل ہو جیسے بادلوں کے ذریعہ بارش برسنے اور الٹراساؤنڈ کے ذریعہ پیٹ میں بچے کی کیفیت کا علم حاصل ہو جاتا ہے اسے علم غیب نہیں کہتے۔ علم غیب وہ ہے جو وسائل اور اسباب کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہو جائے۔

کیا علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے؟

بلاشبہ ہر غیب کا ذاتی، کلی اور غیر متناہی علم صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کو پسند فرماتا ہے اس کو غیب کا جزئی اور محدود علم عطا فرماتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا حتیٰ کہ کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل بھی ان کو از خود نہیں جان سکتا۔ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز از خود جانتا ہے تو اس نے قرآن کا انکار کیا، البتہ انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے ذریعہ ان امور غیبیہ میں سے بہت کچھ جانتے ہیں۔ اس آیت سے مراد (انبیاء کے علوم کی نفی نہیں بلکہ) کاہنوں، نجومیوں اور جو لوگ بارش کے نزول کو مخصوص ستاروں کے طلوع وغروب سے وابستہ سمجھتے ہیں، ان کی تردید ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورۃ لقمان (۳۱): زیر آیت نمبر ۳۴)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ یہ امور خمسہ غیب کی کنجیاں (مفاتیح الغیب) ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ مختص کر لیا ہے اور انہیں کوئی از خود نہیں جان سکتا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ان کا علم سکھا دے۔
(تفسیر ابن کثیر: سورۃ لقمان (۳۱): زیر آیت نمبر ۳۴)

قرآن مجید کی آیات بھی مذکورہ دو تفاسیر کی تائید کرتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆ {اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اس رسول کے جس کو وہ پسند کر لے}
(قرآن: ۷۲: ۲۶-۲۷)

☆ {اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ تمہیں (عام لوگوں کو) غیب پر آگاہ کرے، البتہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے (غیب کے علم کے لئے) چن لیتا ہے} (قرآن: ۳: ۱۷۹)

عام لوگوں کو علم غیب نہ بتانے کی وجہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو غیب پر آگاہ نہیں فرماتا کیونکہ عام آدمی کو اگر غیب کا علم ہو جائے تو اس کی عملی جدوجہد میں تعطل

Marfat.com

پیدا ہو جائے گا اور وہ ہر وقت آنے والے حادثات کے بارے میں فکر مند رہے گا، مثال کے طور پر اگر کسی آدمی کو یہ علم ہو جائے کہ دس سال بعد اس کے ساتھ ایک ایسا حادثہ پیش آنے والا ہے جس میں اس کا بیس سال کا جوان بیٹا فوت ہو جائے گا، اٹھارہ سال کی جوان بیٹی ہمیشہ کے لئے اندھی اور اس کی بیوی اپاہج ہو جائے گی، اب آپ خود اندازہ کریں اس خاندان کے یہ آنے والے دس سال کس کرب و غم سے بسر ہوں گے اور اگر اسے یہ علم نہ دیا جاتا تو کم از کم یہ دس سال تو وہ خوشی اور سکون سے گزارتے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو علم غیب کے لئے منتخب فرمایا کیونکہ ان کا منصب بہت بلند ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے امین اور رضائے خداوندی پر مطمئن ہوتے ہیں جیسے حضور اکرم ﷺ کو منافقین کا علم تھا مگر حکمت کے تحت خاموش اور مناسب وقت کے انتظار میں تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بندے کے مرنے کے دن، تاریخ، جگہ اور وقت کا علم عطا فرمایا۔ بادلوں اور ہواؤں کے فرشتوں کو بارش برسنے کے علاقہ اور وقت کا علم عطا فرمایا۔ اور فرشتوں کو ماں کے پیٹ میں بچے کے مستقبل کا علم عطا فرمایا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص پیدائش کے وقت اپنی ماں کے شکم میں چالیس دن تک (نطفہ) رہتا ہے، پھر علقہ (معلق گاڑھا خون) بن جاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے بعد وہ مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) ہو جاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس بچے کا عمل، اس کا رزق، اس کی موت کا وقت اور اس کا بد بخت یا نیک بخت ہونا لکھ دے، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (بخاری: ۳۲۰۸: کتاب بدء الخلق: باب ٦) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے فرشتے کو علم ہوتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ دنیا میں آئے گا تو اس کا عمل کیسا ہوگا؟ اس کا رزق (مال و دولت اور علم و حکمت کا معیار) کیا ہوگا؟ وہ کب مرے گا؟ اور وہ بد بخت ہوگا یا نیک بخت؟ جس طرح اللہ تعالیٰ کے بتانے سے فرشتے کو ان چیزوں کا علم ہو جاتا ہے اسی طرح انبیائے کرام اور اولیائے کرام کو بھی غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بطریق معجزہ و کرامت عطا ہوتا ہے۔

علامہ فخر الدین رازی نے محققین کا قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے وقت کو لوگوں سے مخفی رکھنے کا سبب یہ ہے کہ جب انہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ قیامت کب آئے گی تو وہ اس سے ڈریں گے اور ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہوں میں مشغول ہوں اور قیامت آ جائے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوشاں رہیں گے۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸۷) اسی حکمت کے پیش نظر عوام سے موت کے وقت کو مخفی رکھا گیا ہے کیونکہ اگر کسی کو بتا دیا جائے کہ وہ دس سال بعد مر جائے گا تو ہو سکتا ہے اس پر شیطان غالب آ جائے اور وہ یہ فیصلہ کر بیٹھے کہ نو سال تو عیاشی میں گزارتا ہوں اس کے بعد توبہ کر لوں گا یا اتنا ڈر جائے کہ سارے کام چھوڑ کر صرف عبادت میں مصروف ہو جائے اور اس کے اہل خانہ بھوک اور فقر کا شکار ہو جائیں، یہ دونوں صورتیں اس کے لئے اچھی نہیں ہیں۔ الغرض عوام سے قیامت کا وقت اس لئے مخفی رکھا گیا تا کہ وہ ہر وقت گناہوں سے بچنے میں کوشاں رہیں مگر انبیائے کرام علیہم السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی گناہوں سے پاک کر رکھا ہے اور وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، لہٰذا ان سے قیامت کو مخفی رکھنے کی

Marfat.com

ضرورت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ احمد صاوی لکھتے ہیں: قیامت کا وقت ان مخفی امور میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے، وہ اس پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر رسولوں میں سے جن کو چاہے، لہٰذا یہ ایمان رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ دنیا چھوڑنے سے پہلے دنیا و آخرت اور جنت و دوزخ کے تمام غیوب پر مطلع فرمایا لیکن ان میں سے بعض کو مخفی رکھنے کا حکم دیا۔ (حاشیہ صاوی: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸۷) اسی لئے آپ ﷺ نے قیامت کی نشانیاں تو بتا دیں مگر اس کی تاریخ کو مخفی رکھا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ قیامت اچانک آئے اور لوگوں کو پہلے سے پتہ نہ چلے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {بے شک قیامت آنے والی ہے میں اس (کے وقت) کو (لوگوں سے) مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص (قیامت کے ڈر سے نیک کام کرنے کی کوشش کرے اور قیامت میں اس) کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے۔} (قرآن: ۲۰:۱۵) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو مخفی رکھا تاکہ لوگ زیادہ راتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاریں اور جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کو بھی مخفی رکھا تاکہ لوگ جمعہ کے اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کریں۔

جبریل امین نے جب قیامت کے بارے میں سوال کیا تو اگر آپ ﷺ کو علم نہیں تھا تو آپ صاف فرما دیتے کہ میں نہیں جانتا مگر آپ نے ذو معنیٰ جملہ اس لئے استعمال فرمایا کیونکہ اس کا علم عام لوگوں کے مفاد میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی یہی ہے کہ قیامت اچانک آئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆ {قیامت تمہارے پاس اچانک آئے گی} (قرآن: ۷:۱۸۷)

☆ {پس ان کے پاس قیامت اچانک آجائے گی اور انہیں اس کا شعور بھی نہ ہوگا} (قرآن: ۲۶:۲۰۲)

اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے

اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں:

☆ حضرت عیسیٰ نے فرمایا: {میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو (یعنی جو تمہارے پیٹ میں ہے) اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو} (قرآن: ۳:۴۹)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! میرے اوپر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا خشوع اور بے شک میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔'' (بخاری: کتاب الاذان: باب ۸۸) رکوع نماز کی ظاہری صورت کو اور خشوع باطنی کیفیت کو کہا جاتا ہے، لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ ہر چیز کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں اور جو چیز نگاہوں سے غائب ہے اسے بھی جانتے ہیں کیونکہ نماز میں آپ ﷺ کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیچھے صفوں میں ہوتے تھے اس کے باوجود آپ ان کے ظاہر و باطن کا علم رکھتے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو پیش فرما دیا تو میں اسے اور اس میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح میں اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ (کنز العمال: حدیث نمبر ۳۱۹۷۱: جلد ۱۱: ص ۴۲۰)

Marfat.com

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُحد پر چڑھے آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، وہ پہاڑ لرزنے لگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے پہاڑ!) ساکن ہو جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ (بخاری: فضائل اصحاب: باب ۷) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی طبعی موت کے ساتھ انتقال کریں گے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے۔

☆ جنگ بدر سے ایک روز پہلے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ جنگ کا معائنہ فرمایا اور مختلف جگہوں کی نشاندہی فرمائی کہ کل فلاں فلاں کافروں کی لاشیں فلاں فلاں جگہوں پر پڑی ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس نے ہمارے نبی کو حق کے ساتھ بھیجا! کفار کی لاشیں ان جگہوں سے ذرہ آگے پیچھے نہ تھیں جہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں نشاندہی فرمائی تھی۔ (مسلم: ۷۲۲۲: کتاب الجنۃ: باب ۱۷)

☆ جنگ بدر کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر قیدیوں کے بارے میں مجلس مشاورت قائم کی۔ کئی تجاویز پیش ہوئیں کہ ان ظالموں کو قتل کر دیا جائے وغیرہ، مگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تجویز پسند فرمائی وہ یہ تھی کہ حسبِ استعداد فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیا جائے اور جو فدیہ ادا نہیں کر سکتے وہ مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو وہ آزاد ہیں۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۲۴۷) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انہی میں سے ہیں جن کو کافر قیدیوں نے علم سکھایا۔

(طبقات ابن سعد: جلد ۲: ص ۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیران بدر کا فدیہ چار سو درہم مقرر فرمایا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے پاس مال نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مال کہاں ہے جو آپ نے اور آپ کی بیوی ام الفضل نے زمین میں دفن کیا تھا اور آپ نے اس سے کہا تھا: اگر میں اس سفر جنگ میں مر گیا تو یہ مال میرے بیٹوں کو دے دینا۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا! میں جان گیا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ اس مال کا میرے اور میری بیوی کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد: جلد ۴: ص ۱۰۵، مسند احمد: جلد اول: ص ۳۵۳)

☆ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے رب تعالیٰ کو بڑی حسین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی میں جواب دیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے جان لیا، جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا۔ (ترمذی: تفسیر القرآن: احادیث نمبرز: ۳۲۳۳۔۳۲۳۴۔۳۲۳۵)

☆ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (صحیح مسلم: حدیث نمبر ۲۸۸۹)

☆ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں اپنے حوض کو اب دیکھتا ہوں اور بے شک زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا کی گئی ہیں۔ (بخاری: ۱۳۴۴: کتاب الجنائز: باب ۷۳) جو ہستی اس دنیا میں رہتے ہوئے حوضِ کوثر کو دیکھ لے اور جس کو اللہ تعالیٰ زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کر دے اس کے علم غیب اور خزانوں کا صحیح اندازہ

Marfat.com

انسان نہیں کرسکتا، یہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کا پیارا نبی ﷺ ہی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتنا علم غیب اور کتنے خزانے عطا فرمائے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو: بے شک اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ (بخاری: ۳۱۱۶: کتاب فرض الخمس: باب ۷)

اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے

اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے کسی دوسرے کا دیا ہوا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے یعنی اس کا علم ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود ہے یعنی اس کے علم کی کوئی حد نہیں اور ساری کائنات کو محیط ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے، جبکہ نبی کریم کا علم حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کا علم عطائی ہے یعنی ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کا علم غیر محدود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اتنا ہی ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ الغرض نبی کریم کا علم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں بہت ہی محدود ہے مگر مخلوق کے مقابلے میں اتنا وسیع ہے کہ ہمارے حساب وکتاب کے پیمانے ختم ہوسکتے ہیں مگر اس کی وسعت کو ناپا نہیں جاسکتا۔

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں یہاں تک ہے وہاں تک ہے
خدا جانے کہاں سے جلوہ جاناں کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

ذاتی وعطائی کی تقسیم کا کیا ثبوت ہے؟

اگر اس فرق کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر قرآن وحدیث میں تعارض پیدا ہو جائے گا، مثلاً ایک طرف اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو رؤف رحیم (قرآن: ۹: ۱۲۸) اور انسان کو سمیع بصیر (قرآن: ۷۶: ۲) بنایا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو رؤف رحیم (قرآن: ۲: ۱۴۳) اور سمیع بصیر (قرآن: ۱۷: ۱) فرمایا ہے۔ مذکورہ آیات کو سمجھنے کے لئے اس فرق کو ماننا ناگزیر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ذاتی، قدیم، کلی اور غیر متناہی ہے اور انبیاء واولیاء اور دیگر مخلوقات کی صفات عطائی، حادث، جزئی اور متناہی ہیں اور یہی فرق علم غیب میں بھی ماننا پڑے گا، لہٰذا آیات نفی میں ذاتی، قدیم اور غیر متناہی علم مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے اور آیات اثبات میں عطائی، حادث اور متناہی علم مراد ہے جو صرف مخلوق ہی کا خاصہ ہوسکتا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عشاء بروز جمعہ ۶ نومبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۱۸ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۲۷ اکتوبر تا ۶ نومبر یعنی دس دنوں میں سورہ لقمان کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ السجدۃ (۳۲)

یہ سورت مکی ہے اور اس کا نام ''السجدہ'' ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۱۵ کے مضمون سے ماخوذ ہے۔ اس سورت میں قرآن، رسالت، توحید اور آخرت کے بارے میں مشرکین کے شبہات دور کئے گئے ہیں۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تصدیق فرمائی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، پھر ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی تصدیق فرمائی کہ جو کتاب حضرت محمد ﷺ لے کر آئے ہیں یہ ان کا اپنا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور قدرت کی نشانیاں بیان کی ہیں کہ اس نے کس طرح زمین و آسمان اور انسان کو پیدا فرمایا۔

مشرکین کو آخرت پر یقین نہیں تھا مگر قیامت کے دن جب وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو پکار اٹھیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں ایک دفعہ واپس دنیا میں لوٹا دے تو ہم ضرور نیک اعمال کریں گے اور تیری نافرمانی نہیں کریں گے لیکن اس وقت کا پچھتاوا بے سود ہوگا اور وہ دوزخ کے عذاب سے نہ بچ سکیں گے۔

اہل ایمان آخرت پر یقین رکھتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرتے ہوئے برائیاں نہیں کرتے اور اس کی رحمت پر امید رکھتے ہوئے نیکیاں کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

سورۃ السجدۃ کی فضیلت

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ الم تنزیل (السجدۃ) اور تبارک الذی (الملک) پڑھنے سے پہلے نہیں سوتے تھے۔ (ترمذی: ۲۸۹۲: فضائل القرآن: باب ۹)

☆ خالد بن معدان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ الم تنزیل اپنے پڑھنے والے کی قبر میں وکالت کرے گی اور عرض کرے گی: اے اللہ! اگر میں تیری کتاب سے ہوں تو اس شخص کے متعلق میری شفاعت قبول فرما اور اگر میں تیری کتاب کا حصہ نہیں ہوں تو مجھے اپنی کتاب سے نکال دے اور یہ سورت ایک پرندہ کی مانند ہوگی اور اپنے پروں کو اس شخص پر پھیلا دے گی۔ آخر کار اس کی شفاعت قبول کر لی جائے گی اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جائے گا۔ اور تبارک الذی (الملک) کے متعلق بھی ایسی ہی روایت ہے، اور خالد بن معدان رضی اللہ عنہ ان دونوں سورتوں کو پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔ (سنن دارمی: ۳۴۱: فضائل القرآن: باب ۱۹)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز ہفتہ ۷ نومبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۱۹ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

Marfat.com

ایاتہا ۳۰ | ۳۲ سُورَۃُ السَّجۡدَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۷۵ | رکوعاتہا ۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ ①	۱۔ الف لام میم۔[۱]
تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ ②	۲۔ یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔
اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ۚ بَلۡ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰىہُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ③	۳۔ کیا وہ (منکرین) یہ کہتے ہیں کہ اس کتاب کو اس (رسول) نے خود گھڑ لیا ہے، بلکہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے (کافی عرصہ تک) کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ ہدایت پائیں۔[۲]
اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَا فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی	۴۔ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا فرمایا، پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا،[۳] تمہارے لئے اس کے بغیر نہ

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں، ان کے لئے سورہ بقرہ کی پہلی آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[۲] کافی عرصہ گزر گیا، اہل عرب کے پاس کوئی نبی نہ آیا اس لئے وہ گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات بھلا چکے تھے۔ ان کے ہاں اللہ کا نام تو موجود تھا مگر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں وہ گمراہ ہو چکے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ جب آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کا کلام (قرآن مجید) پڑھ کر سنایا تو وہ کہنے لگے: یہ قرآن اس (رسول ﷺ) نے خود بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ قرآن حضرت محمد ﷺ کا اپنا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے اور اس کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

[۳] چھ دنوں سے کیا مراد ہے؟ کیونکہ سورج ابھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا جس کے طلوع وغروب سے دن کا تعین ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ

Marfat.com

الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④

کوئی مددگار ہے اور نہ کوئی سفارشی، [۴] کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤

۵۔ وہی آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے، پھر وہ کام اللہ تعالیٰ کی طرف ایک ایسے دن میں رجوع کرے گا جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہے۔[۵]

کے عرش پر جلوہ گر ہونے سے کیا مراد ہے؟ جب کہ وہ مکان سے پاک ہے۔ دراصل ان ساری باتوں کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔

[۴] زمین و آسمان کا خالق اور ان میں چلنے والے نظام کا حکمران اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی عبادت کرو گے تو وہ چیز تمہاری مدد یا سفارش نہیں کر سکے گی، لہٰذا اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرو اور شرک سے باز آ جاؤ۔ یہ دنیا دارالعمل ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی مرضی کے کام اور فیصلے کرنے کا اختیار دے رکھا ہے لیکن قیامت کے دن صرف اللہ تعالیٰ ہی فیصلہ فرمائے گا اور کوئی اس کے فیصلے کو چیلنج نہیں کر سکے گا، البتہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جو شفاعت کر سکیں گے ان میں انبیاء، علماء، اولیاء، شہداء، حفاظ اور معصوم بچے شامل ہوں گے۔

[۵] آسمان سے لے کر زمین تک تمام امور اللہ تعالیٰ کی حسن تدبیر سے سرگرم عمل ہیں، پھر ایک وقت آئے گا کہ یہ ساری کائنات فنا ہو جائے گی اور قیامت قائم ہو جائے گی جس میں تمام انسانوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے اور وہ ان کے متعلق فیصلہ فرمائے گا۔

قیامت کے دن کا اندازہ اس آیت میں اور سورہ حج (۲۲) کی آیت نمبر ۴۷ میں ایک ہزار سال بتایا گیا ہے اور آگے سورہ المعارج (۷۰) کی آیت نمبر ۴ میں پچاس ہزار سال بتایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اصل میں تو قیامت کا دن ایک ہزار سال کا ہوگا لیکن کفار کو ان کی پریشانی کے باعث پچاس ہزار سال لمبا معلوم ہوگا اور اہل ایمان کو جنت کی خوش خبری کے باعث اتنا مختصر معلوم ہوگا جتنے وقت میں ایک فرض نماز پڑھی جاتی ہے، جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ قیامت کا پچاس ہزار سال کا دن کس قدر طویل ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! یہ وقت مومن کے لئے بہت خفیف ہو کر گزرے گا حتیٰ کہ مومن جتنے وقت میں دنیا میں ایک فرض نماز پڑھتا ہے یہ اس سے بھی کم وقت میں گزر جائے گا۔

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۷۵)

Marfat.com

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑥

۶۔ وہی غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے، وہ سب پر غالب بہت رحم فرمانے والا ہے۔[۶]

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ⑦

۷۔ وہی ہے جس نے جو چیز بھی بنائی بہت خوب بنائی[۷] اور اس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء گارے سے کی[۸]

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ⑧

۸۔ پھر ایک حقیر پانی کے نچوڑ (نطفہ) سے اس کی نسل چلائی۔

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ⑨

۹۔ پھر اس کو درست کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے، (مگر) تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔[۹]

قیامت کے دن حضرت آدم سے لے کر قیامت تک آنے والے بے شمار انسانوں کا حساب و کتاب کتنے وقت میں ہوگا؟ اس کی تفصیل کے لئے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۶۲ کا حاشیہ نمبر ۶۰ ملاحظہ کریں۔

[۶] اللہ تعالیٰ ہر چیز کے باطن و ظاہر کو جانتا ہے۔ انسان جو بھی نیکی یا برائی خواہ چھپ کر یا اعلانیہ کرے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے، لہٰذا مجرموں کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا چاہیے، کوئی بھی اس کی گرفت سے باہر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ سب پر غالب ہے۔ نیز مجرموں کو اس کی رحمت سے مایوس بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ بہت مہربان ہے، جو بھی سچے دل سے توبہ کر لے وہ اسے معاف کر دیتا ہے۔

[۷] اللہ تعالیٰ نے آسمان سے زمین تک، سورج سے ستاروں تک اور انسان سے چیونٹی تک، جو چیز بھی بنائی وہ اپنے مقصد تخلیق کے اعتبار سے اتنی کامل، مضبوط اور خوبصورت ہے کہ اس میں کسی کمی بیشی کی ضرورت نہیں ہے۔

[۸] اللہ تعالیٰ نے انسان اول یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو براہ راست مٹی سے پیدا فرمایا، پھر ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا، پھر ان دونوں کے نکاح اور نطفہ سے نسل انسانی کا سلسلہ شروع کیا جو آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

[۹] شکم مادر میں پانی کا ایک بے جان قطرہ جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس ایک ہی مادہ سے گوشت، ہڈیاں، ہاتھ، پاؤں، اعصاب، شریانیں، دل، دماغ، آنکھ اور کان وغیرہ بے شمار مختلف بلکہ متضاد اعضاء بناتا ہے، پھر اس مجسم میں روح پھونکتا ہے اور ایسا

Marfat.com

وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ اور انہوں نے کہا: جب ہم مٹی میں گم ہو جائیں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کئے جائیں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب سے ملاقات کے منکر ہیں۔ [۱۰]

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

۱۱۔ آپ فرما دیجئے: موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے وہ تمہاری روح قبض کرے گا، [۱۱] پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

حسین انسان بن جاتا ہے جو اپنی مثال آپ ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فہم و فراست سے دیگر مخلوقات پر حکومت کر رہا ہے لیکن بہت کم لوگ ہیں جو ان نعمتوں کا احساس کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں۔

روح

روح سے مراد سانس ہے جس کے اندر آنے جانے سے انسان زندہ رہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی روح پھونکی، اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسانی روح اللہ تعالیٰ کی ذات کا حصہ ہے بلکہ یہ اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح کی تعظیم اور تکریم کے لئے ہے، جیسے کعبہ کو بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بڑی عزت والا ہے، اسی طرح روح بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت ہے۔

[۱۰] مشرکین چونکہ قیامت کے دن اور اس میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے منکر ہیں اس لئے وہ کہتے ہیں: یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ مرنے کے بعد جب ہم مٹی ہو کر مٹی کے ساتھ مل جائیں گے تو پھر ہم از سر نو کیسے پیدا کئے جائیں گے؟ اس کا جواب سورہ بنی اسرائیل میں گزر چکا ہے۔ "وہی جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا" (قرآن: ۱۷: ۵۱) یعنی جس نے انسان کو پہلی مرتبہ بغیر کسی سابقہ شکل و صورت کے مٹی سے پیدا کر لیا تو اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ انسان کو اسی شکل و صورت میں مٹی سے دوبارہ پیدا کر دے۔

[۱۱] موت و حیات کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہے مگر اس نے ملک الموت علیہ السلام یعنی حضرت عزرائیل علیہ السلام کو روحیں قبض کرنے پر مقرر کر رکھا ہے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کبھی تنہا اور کبھی اپنے معاون فرشتوں کی معیت میں روحیں قبض کرتا ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک وقت میں دنیا کے مختلف حصوں میں بے شمار لوگ فوت ہوتے ہیں تو ایک ملک الموت ان مختلف جگہوں سے کیسے روحیں قبض کرتا ہے۔ اس کے جواب میں مفسرین نے جو روایات نقل کی ہیں ان میں سے چند ملاحظہ کریں:

☆ روایت ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کے نزدیک تمام دنیا ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے، وہ بغیر کسی مشقت کے جس شخص کو چاہے

Marfat.com

پکڑ لیتا ہے، وہ مشارق و مغارب سے مخلوق کی روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے اس کے مددگار ہیں، سو رحمت کے فرشتے مومنوں کے لئے ہیں اور عذاب کے فرشتے کافروں کے لئے ہیں۔

(معالم التنزیل: الحسین بن مسعود البغوی)

☆ زہیر بن محمد ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: ملک الموت علیہ السلام تو ایک ہے اور مشرق و مغرب میں دو لشکر لڑتے ہیں اور ہلاک ہوتے ہیں (ملک الموت علیہ السلام سب کی روحیں کیسے قبض کرتا ہے؟) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ملک الموت علیہ السلام کے لئے دنیا اس طرح گھیر دی ہے جس طرح ایک طشت تمہارے سامنے ہو، لہٰذا دنیا کی کوئی چیز ملک الموت علیہ السلام سے چھوٹ نہیں سکتی۔ (تفسیر در منثور: امام جلال الدین سیوطی)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت یعنی عزرائیل سے پوچھا: جب ایک شخص مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں یا کسی ملک میں وبا پھوٹ پڑے یا دو لشکر آپس میں لڑائی شروع کر دیں تو آپ ان کی روحیں کیسے قبض کرتے ہیں؟ ملک الموت علیہ السلام نے کہا: میں روحوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پکارتا ہوں اور تمام روحیں میری ان دو انگلیوں کے درمیان آجاتی ہیں۔

(تفسیر در منثور: امام جلال الدین سیوطی)

☆ حضرت ابن عباس ﷺ سے دو ایسے اشخاص کے بارے میں پوچھا گیا جن میں سے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ایک ہی وقت میں فوت ہوئے تو ملک الموت علیہ السلام دو مختلف جگہوں سے ایک ہی وقت میں کیسے روحیں قبض کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ملک الموت علیہ السلام کے سامنے مشرق، مغرب، ہوا، سمندر اور تاریکیاں ایسے ہی ہیں جیسے کسی آدمی کے سامنے دستر خوان ہو، وہ جہاں سے چاہے لے لیتا ہے۔ (تفسیر در منثور: امام جلال الدین سیوطی)

☆ مجاہد ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ملک الموت علیہ السلام کے سامنے زمین سمیٹ کر طشت کی طرح کر دی گئی ہے، لہٰذا وہ جس جگہ سے چاہتا ہے روح کو پکڑ لیتا ہے۔ (تفسیر در منثور: امام جلال الدین سیوطی)

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ ملک الموت کے لئے ظاہر و باطن اور دور و نزدیک میں کوئی فرق نہیں ہے ساری زمین سمیٹ کر دستر خوان کی طرح اس کے سامنے رکھ دی گئی ہے۔ ملک الموت کی بصیرت واقعی بڑی وسیع ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بصیرت کی جو وسعتیں نبی کریم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں وہ فرشتوں سے کہیں زیادہ ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا ہے اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔

(مسلم: ۷۲۵۸: کتاب الفتن: باب ۵)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو صرف زمین ہی نہیں بلکہ آسمانوں کا علم بھی عطا فرمایا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا۔ (ترمذی: تفسیر القرآن: حدیث نمبر ۳۲۳۳)

Marfat.com

ملک الموت کی عرضداشت

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو قبض کرنے کا معاملہ عزرائیل علیہ السلام کے سپرد کیا تو اس نے عرض کی: اے میرے رب! تو نے میرے ذمہ ایسا کام لگایا ہے جس کی وجہ سے سارے لوگ مجھے برا کہیں گے اور میں ہمیشہ برائی سے یاد کیا جاؤں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے دنیا میں موت کے کچھ ظاہری اسباب اور امراض بنا دیئے ہیں، لہٰذا لوگ موت کو ان اسباب کی طرف منسوب کریں گے اور تجھے لوگ اچھائی کے ساتھ یاد رکھیں گے۔ (تفسیر قرطبی)

موت کے قاصد کون ہیں؟

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام دکھ درد موت کے قاصد ہیں اور جب کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ملک الموت علیہ السلام اسے کہتا ہے: اے بندے! میرے آنے سے پہلے مختلف امراض اور حوادث کی صورت میں کتنے قاصد تیرے پاس آتے رہے تاکہ تو موت کے لئے تیاری کر لے۔ میں آخری قاصد ہوں میرے بعد کوئی قاصد نہیں آئے گا، لہٰذا چار و ناچار اب تجھے اپنے رب کا حکم ماننا ہی پڑے گا۔ جب ملک الموت علیہ السلام روح قبض کر لیتا ہے اور میت کے عزیز و اقارب چیخنا اور پیٹنا شروع کرتے ہیں تو ملک الموت علیہ السلام انہیں کہتا ہے: تم کیوں چیختے ہو، خدا کی قسم! میں نے اس کی مدت حیات میں کوئی کمی نہیں کی اور نہ میں نے اس کا رزق کھایا ہے بلکہ اس کے رب نے اس کو بلا لیا ہے، لہٰذا رونے والے اپنے اوپر روئیں کہ ان پر بھی یہ وقت آنے والا ہے۔ (تفسیر مظہری)

☆ روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے، انہوں نے کہا: وہ کیا ہے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: جب میری موت قریب آئے اور تم میری روح قبض کرنے کا ارادہ کرو تو مجھے بتا دینا، ملک الموت نے کہا: (ٹھیک ہے) میں تمہاری طرف دو یا تین قاصد بھیجوں گا۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی مہلتِ حیات ختم ہوئی اور ملک الموت ان کے پاس آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: ملنے آئے ہو یا میری روح قبض کرنے؟ ملک الموت نے جواب دیا: تمہاری روح قبض کرنے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تم میری طرف ایک یا دو قاصد بھیجو گے؟ ملک الموت نے جواب دیا: میں نے تو وہ قاصد بھیج دیئے ہیں۔ (اور وہ یہ ہیں)

☆ تمہارے بال سیاہ تھے، سفید ہو گئے۔

☆ تمہارا بدن مضبوط تھا، پھر کمزور ہو گیا۔

☆ تمہارا جسم پہلے بالکل سیدھا تھا، پھر جھک گیا۔

اے یعقوب! یہ میرے تین قاصد ہیں جو میں اولادِ آدم کے پاس موت سے پہلے بھیجتا ہوں۔

(ارشاد العباد: ص ۷)

Marfat.com

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ⑫

۱۲۔ اور اگر آپ دیکھیں کہ جب مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، پس ہمیں (ایک بار دنیا میں) واپس بھیج دے تو ہم نیک عمل کریں گے، بے شک اب ہم یقین کرنے والے ہیں۔ [۱۲]

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ⑬

۱۳۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت عطا فرما دیتے لیکن میری طرف سے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ میں سب (سرکش) جنوں اور انسانوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ [۱۳]

موت کا کوئی مقررہ وقت نہیں، بچپن، لڑکپن، جوانی، اور بڑھاپے میں کسی بھی وقت آسکتی ہے، لہٰذا ہر وقت موت کے لیے تیار رہنا چاہیے، معلوم نہیں کس وقت سانسوں کا تانا بانا بکھر جائے؟ لیکن جن کے پاس مندرجہ بالا تین یا ان میں سے کوئی ایک یا دو قاصد آ چکے ہیں، انہیں تو ایک لحہ بھی موت سے غافل نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ:

ع دیگر تے دن آیا محمد اوڑک نوں ڈُب جانڑاں (میاں محمد بخشؒ)

اور حضرت بابا فرید علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں:

اُٹھ فریدا ستیا تیری داڑھی آیا بور ☆ اگا آگیا نیڑے تے پچھارہ گیا دور

[۱۲] میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آج تو یہ مشرکین آپ کی بات نہیں سنتے اور عقیدہ آخرت کا مذاق اڑاتے ہیں کہ مٹی میں مٹی ہو جانے کے بعد یہ کیسے ممکن ہے کہ دوبارہ زندہ ہو جائیں؟ مگر قیامت کے دن جب انہیں دوبارہ زندہ کر کے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کر دیا جائے گا تو فرط ندامت سے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور عرض کریں گے: اے ہمارے رب! دنیا میں ہم جن حقائق کو جھٹلایا کرتے تھے آج ہم نے ان کی حقیقت کا مشاہدہ کر لیا ہے اور دنیا میں جن باتوں کا انکار کیا کرتے تھے آج ہم نے ان کی صداقت اپنے کانوں سے سن لی ہے اور یقین ہو گیا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ تھا، ہم ہی غلط کار تھے۔ اگر ہمیں ایک بار دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تو ہم پکا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ضرور نیک عمل کریں گے مگر آخرت کا ایمان انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا، کاش! وہ اسی دنیا میں غور سے سنتے اور عبرت حاصل کرتے۔

[۱۳] اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کے راستہ پر گامزن کر دیتا اور کوئی بھی نافرمانی نہ کرتا مگر اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ انسان کو نیکی یا برائی پر مجبور نہیں کیا جائے گا بلکہ جو لوگ اپنی مرضی سے ہدایت کے راستہ پر گامزن ہوں گے

Marfat.com

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ پس تم نے جو اپنے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا، اب اس کا مزہ چکھو، بے شک ہم نے بھی تم کو نظر انداز کر دیا ہے اور دائمی عذاب کا مزہ چکھو ان کرتوتوں کے عوض جو تم کیا کرتے تھے۔ [۱۴]

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ ہماری آیتوں پر صرف وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان آیتوں سے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ [۱۵]

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ ان کے پہلو ان کے بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ خوف اور امید سے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔ [۱۶]

ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جو لوگ اپنی مرضی سے گمراہی کا راستہ اختیار کریں گے ان سے جہنم کو بھر دوں گا۔

[۱۴] جو لوگ قیامت کے دن اور اس میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو فراموش کر کے گناہوں میں زندگی بسر کر دیتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی انہیں نظر انداز کر کے اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور وہ اپنے گناہوں کے سبب ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

[۱۵] اللہ تعالیٰ کی آیات سے مکمل فائدہ وہ مومن اٹھاتے ہیں کہ جب ان آیات سے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہیں اور اس کی نعمتوں کو یاد کرتے ہوئے اس کا شکر بجالاتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی وانکساری کرتے ہیں اور کبھی تکبر نہیں کرتے۔ اس آیت کو پڑھنے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے اور سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۲۰۶ کے حاشیہ میں ملاحظہ کریں۔

[۱۶] کامل اہل ایمان کی شان یہ بھی ہے کہ جب دوسرے لوگ سو رہے ہوتے ہیں اس وقت وہ راتوں کو اٹھ کر نوافل تہجد پڑھتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرتے ہیں مگر اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔

Marfat.com

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٧

۱۷۔ پس کوئی نہیں جانتا جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ رکھی گئی ہے، یہ ان کے (نیک) اعمال کا صلہ ہے۔[۱۷]

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ ۝١٨

۱۸۔ کیا وہ شخص جو مومن ہو اس کی مانند ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو، (نہیں) وہ برابر نہیں ہو سکتے۔[۱۸]

وقف غفران۔ وقف منزل

تہجد اور رات کو دیگر نوافل پڑھنے کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو رات کے آخری تیسرے حصہ میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) جلوہ گر ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟ (بخاری: ۱۱۴۵: کتاب التہجد: باب ۱۴، ترمذی: ۴۴۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (مسلم: ۱۱۶۳: کتاب الصیام: باب ۳۸)

☆ حضرت عبداللہ بن سلام ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، تو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

(ترمذی: ۲۴۸۵: ابواب صفة الجنة: باب ۴۲)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اس قدر زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں سوج کر پھٹ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کام) بخش دیئے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ ہوں۔ (بخاری: ۴۸۳۷: کتاب التفسیر: سورہ ۴۸)

[۱۷] اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے ان کے نیک اعمال کے بدلے میں جو انعامات تیار کر رکھے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اہل ایمان جب انہیں دیکھیں گے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔

اس آیت کی تفسیر میں نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث قدسی بیان فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔ (بخاری: ۴۷۷۹: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ السجدۃ)

[۱۸] جس طرح کسی ملک کا وفادار اور اس کا باغی دونوں برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام کا وفادار اور اس کے احکام

Marfat.com

اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾

١٩۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں، یہ جنتیں بطور ضیافت ہیں ان اعمال کے بدلے جو وہ کرتے تھے۔[١٩]

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٠﴾

٢٠۔ اور جن لوگوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانا آگ ہے، وہ جب بھی اس آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو وہ اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا: اب اس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔[٢٠]

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢١﴾

٢١۔ اور البتہ ہم انہیں (قیامت کے) بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کا مزہ چکھائیں گے تاکہ وہ (نافرمانی سے) باز آجائیں۔[٢١]

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ

٢٢۔ اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی گئی، پھر اس نے ان سے روگردانی کر لی، بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے

کا باغی بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ نیز جس طرح ان کے احکام مختلف ہیں اسی طرح ان کا انجام بھی مختلف ہوگا۔

[١٩] جب کوئی مہمان کسی کے گھر جائے تو اہل خانہ اپنے معمول سے بالاتر ہو کر مہمان کے لئے خصوصی انتظامات کرتے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اس مہمان نے ہمیشہ یہاں نہیں رہنا چند دنوں کے بعد چلا جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی ضیافت کے لئے جو جنتیں تیار کر رکھیں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

[٢٠] نافرمانوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور جب بھی وہ جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے انہیں واپس جہنم میں دھکیل دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا: اب اس جہنم کے عذاب کا مزہ چکھو جس کا تم دنیا میں انکار کیا کرتے تھے۔

[٢١] اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے بڑے عذاب سے پہلے اس دنیا میں کچھ چھوٹے عذاب یعنی امراض و حوادث میں مبتلا کرتا ہے تاکہ انہیں احساس ہو کہ سب کچھ ان کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ کوئی اور سپر طاقت ہے جو اس نظام کائنات کو چلا رہی ہے، لہٰذا وہ ان چھوٹے مصائب سے عبرت حاصل کریں اور قیامت کے بڑے عذاب سے بچنے کی فکر کریں۔

Marfat.com

مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

والے ہیں۔[۲۲]

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ ج

۲۳۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی، پس آپ ایسی کتاب کے ملنے میں شک نہ کریں اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا۔[۲۳]

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ﵍ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور جب انہوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے بعض کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔[۲۴]

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ بے شک آپ کا رب ہی ان کے درمیان قیامت کے دن ان باتوں کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔[۲۵]

---

[۲۲] سب سے بڑا ظالم وہ شخص ہے جس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جائیں اور وہ تکبر کرتے ہوئے یا دانستہ ان سے روگردانی کرلے تو وہ اپنے ظلم کا خود ذمہ دار ہوگا، کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر مجرم سے بدلہ لے گا تو جو سب سے بڑا مجرم اور ظالم ہوگا وہ انتقام سے کیسے بچ سکے گا۔

[۲۳] اس آیت میں بظاہر خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ سے ہے لیکن مراد مشرکین مکہ ہیں جو حضرت محمد ﷺ کو نبی اور قرآن مجید کو کلام الٰہی ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ انہیں بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی اسی طرح اب تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے نبی کریم ﷺ کو قرآن مجید عطا فرمایا ہے اور قرآن مجید کا نزول کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ پہلے بھی انبیائے کرام علیہم السلام پر کتابیں نازل ہو چکی ہیں، لہٰذا تم اس میں شک نہ کرو بلکہ اس پر ایمان لا کر ہدایت حاصل کرو۔

[۲۴] یہ آیت اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے بعض مذہبی پیشواؤں کے حق میں نازل ہوئی ہے مگر اس کا حکم عام ہے یعنی اللہ تعالیٰ مذہبی پیشوائی کے تاج ان خوش نصیب لوگوں کے سروں پر سجاتا ہے جو اس کی آیتوں پر کامل یقین رکھتے ہیں، اس کے احکام کی تبلیغ کرتے ہیں اور راہ حق میں پیش آنے والی تکالیف اور مشکلات سے گھبراتے نہیں بلکہ ان پر صبر کرتے ہیں اور پوری ثابت قدمی کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتے ہیں۔

[۲۵] آج تو اہل ایمان اور اہل کفر میں سے ہر گروہ اپنے آپ کو صحیح اور دوسرے کو غلط سمجھتا ہے حالانکہ دلائل وشواہد میں غور کرنے

Marfat.com

أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ ۖ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿٢٦﴾

۲۶۔ کیا اس بات نے انہیں ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا جن کے مکانوں میں یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں، بے شک اس میں نشانیاں ہیں، تو کیا وہ سنتے نہیں ہیں؟[۲۶]

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنفُسُهُمْ ۖ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿٢٧﴾

۲۷۔ اور کیا انہوں نے دیکھا کہ ہم پانی کو بنجر زمین کی طرف لے جاتے ہیں، پھر ہم اس پانی کے ذریعہ فصل اگاتے ہیں جس سے ان کے چوپائے اور وہ خود کھاتے ہیں، تو کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں؟[۲۷]

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾

۲۸۔ اور وہ کہتے ہیں: یہ فیصلہ (کا دن) کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔[۲۸]

سے حق کو سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے اس کے باوجود لوگ دانستہ تکبر کرتے ہیں۔ بہر حال قیامت کے دن صرف عقلی نہیں بلکہ عملی فیصلہ کر کے انہیں ایک دوسرے سے الگ کر دیا جائے گا یعنی اہل حق جنت میں مسرور ہوں گے اور اہل باطل جہنم میں پریشان ہوں گے۔

[۲۶] اس آیت میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اپنے تجارتی سفروں میں پہلی قوموں کے تباہ شدہ مکانات کے پاس سے گزرتے ہیں جن کی شکستہ دیواریں زبان حال سے اپنے مکینوں کی سرکشی کی داستانیں سنا رہی ہیں۔ کیا وہ ان داستانوں کو نہیں سنتے؟ کیا وہ ان کھنڈرات سے عبرت حاصل نہیں کرتے؟

[۲۷] بنجر زمین جس میں سبزے کا نام و نشان نہیں ہوتا، جب اللہ تعالیٰ اس زمین کی طرف پانی لے جاتا ہے تو ہر طرف سبزہ ہی سبزہ اگنے لگتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا حکم جب مردہ انسانوں کی طرف متوجہ ہوگا تو وہ بھی ہر طرف سے زندہ ہو کر نکلنا شروع ہو جائیں گے۔

[۲۸] مسلمان مشرکین مکہ کو کہتے تھے کہ تم ایمان لے آؤ ورنہ قیامت کے دن جب حق و باطل کے درمیان فیصلہ ہوگا تو تمہیں اپنے کفر کی بدولت دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا۔ اس پر مشرکین مکہ کہتے کہ جس دن سے تم ہمیں ڈراتے ہو ذرا بتاؤ تو سہی وہ کب آئے گا؟

Marfat.com

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔آپ فرما دیجئے: فیصلہ کے دن کافروں کو ان کا ایمان فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔[۲۹]

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

۳۰۔پس ان سے اعراض کریں اور انتظار کریں، بے شک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔[۳۰]

---

[۲۹] اس آیت میں مشرکین مکہ کو جواب دیا جا رہا ہے کہ قیامت کا دن اپنے وقت مقرر پر ضرور آئے گا اور اسے دیکھ کر تمہیں بھی قیامت کا یقین آجائے گا مگر اس دن ایمان لانے کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اگر اس دن تم نے دنیا میں دوبارہ آنے کی مہلت مانگی تو وہ بھی نہیں ملے گی، لہٰذا اسی دنیا میں جو زندگی کی مہلت دی گئی ہے اسی سے فائدہ اٹھاؤ اور ایمان لے آؤ۔

[۳۰] پیارے نبی ﷺ! آپ کی خلوص بھری تبلیغ کے باوجود اگر یہ کفر و شرک سے باز نہیں آتے تو آپ ان کی دل آزار باتوں کی پرواہ نہ کریں بلکہ اپنے رب کی نصرت کا انتظار کریں اور ان مشرکین کو اپنی تباہی اور آتش جہنم کا منتظر رہنے دیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عشاء بروز بدھ ۱۱ نومبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

۷ نومبر تا ۱۱ نومبر یعنی چار دنوں میں سورۃ السجدہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

☆ تفسیر امداد الکرم کی تیسری جلد پندرہ سورتوں (سورہ کہف ۱۸ تا سورہ سجدہ ۳۲) پر مشتمل ہے۔ تیسری جلد لکھنے کا آغاز ۶ مئی ۲۰۰۷ء کو ہوا تھا اور آج ۱۱ نومبر ۲۰۰۹ء کو یعنی اڑھائی سال کے بعد اختتام پذیر ہوئی۔ الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

فہرست مطالب

سورۃ الکہف تا سورۃ السجدہ

Marfat.com

Marfat.com

علم غیب				
پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے	31	34	31	1675
علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے	31	34	31	1675
اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے	31	34	31	1675
اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے	31	34	31	1675
[illegible]				
بیماری میں معمول کی نیکیوں کا ثواب جاری رہتا ہے	19	76	63	1257
اللہ تعالیٰ سب سے بڑا حلیم اور صابر ہے	19	90	73	1261
رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت	25	64	51	1479
[illegible]				
اللہ تعالیٰ کے کلمات غیر محدود ہیں	18	109	83	1233
اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے گرامی	20	8	6	1267
ساتوں زمین و آسمان اور ان کی مخلوق اللہ تعالیٰ کے ہاں رائی کے دانے کے برابر ہے	21	104	83	1343
اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے	24	35	47	1438
اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال	24	35	48	1439
اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کامل اندازے پر بنائی ہے	25	2	3	1461
سارے انسان نیک یا نافرمان بن جائیں تو اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں کمی بیشی نہیں کر سکتے	29	6	5	1596
اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں	29	8	7	1597
اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے	31	9	5	1660
انسان وعدہ پورا کیوں نہیں کرتا	31	9	5	1660

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

[illegible] علیہم السلام

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

1689	16	16	32	سحری کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر آواز دیتا ہے
1689	16	16	32	فرض نماز کے بعد رات کے نوافل افضل ہیں
1689	16	16	32	رات کو نماز پڑھنے والا جنت میں جائے گا
1689	16	16	32	رات کو قیام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک پھٹ جاتے
				فضائل علم
1215	52	60	18	طلب علم اور زیارت عالم کے لیے سفر کرنا انبیاء کی سنت ہے
1219	57	65	18	علم لدنی کی تعریف
1219	57	65	18	علم لدنی سے مراد علم غیب ہے
1220	58	66	18	اہل علم اور استاد کا ادب
1220	58	66	18	ہارون رشید کے بیٹوں کا ادب
1238	5	5	19	انبیاء کے وارث علماء ہیں
1238	5	5	19	انبیاء کی وراثت علم ہے
1259	69	85	19	طالب علم بغیر حساب کے جنت میں جائے گا
1294	74	109	20	انبیاء، علماء اور شہداء شفاعت کریں گے
1296	89	124	20	انبیاء کے بعد زیادہ سخت مصیبت علماء پر آتی ہے
1307	5	5	21	اشعار کہنا اور سننا
1342	82	103	21	امام قیامت کے دن بے خوف ہوگا
1377	71	68	22	جب لوگ تبلیغ نہ سنیں تو اپنی فکر کرو
1377	71	68	22	متعصب اور جھگڑالو کے ساتھ مناظرہ نہ کرو
1390	16	24	23	مخلص لوگوں کی ہمیشہ مخالفت ہوتی رہی ہے

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

[illegible]

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

موت اور قبر

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

رزق حلال اور جھوٹی گواہی

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

اجتہاد

Marfat.com

1331	63	78	21	مجتہد کا فیصلہ غلط ہو تو بھی اسے ثواب ملتا ہے
1331	63	78	21	عصر حاضر میں بھی اجتہاد جائز ہے
				[illegible]
1386	5	8	23	جو امانت کی پاسداری نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں
1386	6	8	23	جو وعدہ کی پاسداری نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں
1386	6	8	23	منافق کی تین نشانیاں
1667	13	15	31	عہد پورا کرو خواہ مسلمان سے ہو یا کافر سے
1667	13	15	31	امانت ادا کرو خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی
				[illegible]
1344	86	107	21	سرکش اونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی
1474	36	44	25	حیوانوں میں صرف شہوت ہے
				ظلم وزیادتی
1505	58	130	26	کسی پر سختی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈریں
1505	58	130	26	نوکر کو دن میں ستر مرتبہ معاف کرو
1566	18	17	28	ظالم کا مددگار بھی ظالم ہوتا ہے
1566	18	17	28	ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کرو
				صبر وشکر
1466	19	20	25	صابر وشاکر بننے کا طریقہ

Marfat.com

Marfat.com

1372	54	52	22	غرانیق علی اور بتوں کی شفاعت کا جھوٹا واقعہ
1386	4	6	23	لونڈی کے ساتھ بغیر نکاح کے جنسی عمل
1430	27	27	24	کسی کے گھر جانے کے آداب
1430	27	27	24	اپنے گھر آنے کے آداب
1441	49	35	24	زیتون کے تیل کی فضیلت
1445	56	43	24	بادل، بارش، برف اور اولے کیسے بنتے ہیں
1476	41	53	25	دریا اور سمندر کا پانی میٹھا اور کڑوا کیوں ہوتا ہے؟
1505	57	129	26	تکبر کے لئے بڑے مکانات بنانا جہنم کا ذریعہ ہے
1522	97	227	26	اچھے اور برے شاعر
1627	53	57	29	صرف ایمان بچانے کے لئے ہجرت کرنا آسان نہیں ہے
1627	53	57	29	ایک بالشت بھر بھی ہجرت کرنے والا جنت کا مستحق ہوگا
1627	53	57	29	ہجرت کرنے والا حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رفیق ہوگا
1633	2	3	30	شرط لگانا ممنوع ہے
1656	3	6	31	گانے بجانے کا مسئلہ
1656	3	6	31	عید کے موقع پر گانا
1656	3	6	31	شادی اور خوشی کے موقع پر گانا
1656	3	6	31	مدینہ آمد پر نعرے لگانا
1656	3	6	31	مدینہ آمد پر اشعار پڑھے گئے
1656	3	6	31	طلع البدر علینا
1656	3	6	31	جنگ کے موقع پر گانا
1656	3	6	31	نبی کریم ﷺ نے خود بھی اشعار پڑھے
1669	16	18	31	تکبر کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا

Marfat.com

ماخذ ومراجع

کتب تفاسیر

۱۔ تفسیر ضیاء القرآن: پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان، ۱۹۹۵ (۵ جلدیں)

۲۔ الدر المنثور: امام جلال الدین السیوطی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۸ جلدیں)

۳۔ الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی): محمد بن احمد الأنصاری القرطبی: دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان (۲۰ جلدیں)

۴۔ التفسیر الکبیر: امام فخر الدین الرازی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۶ جلدیں)

۵۔ حاشیۃ الصاوی علی الجلالین: شیخ احمد الصاوی المالکی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)

۶۔ فی ظلال القرآن (اردو): سید قطب شہید: ادارہ منشورات اسلامی لاہور، پاکستان، ۱۹۹۶

۷۔ جامع البیان (تفسیر طبری/تفسیر ابن جریر): ابو جعفر محمد بن جریر الطبری: دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۹۸۴ (۱۵ جلدیں)

۸۔ تفسیر روح البیان: امام اسماعیل حقی: دار لفکر، بیروت، لبنان (۱۰ جلدیں)

۹۔ صفوۃ التفاسیر: محمد علی الصابونی: دار القرآن الکریم، بیروت، لبنان، ۱۹۸۱ (۳ جلدیں)

۱۰۔ تفسیر البیضاوی: امام ناصر الدین البیضاوی: دار الکتاب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸ (۲ جلدیں)

۱۱۔ تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی: اردو): شاہ عبد العزیز دہلوی: علمی پریس، دہلی، انڈیا

۱۲۔ تفسیر ابن کثیر: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دار القلم، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)

۱۳۔ تفسیر مظہری: قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی: دار الاشاعت، کراچی، پاکستان، ۱۹۹۹ (۱۲ جلدیں)

۱۴۔ تفسیر نعیمی: مفتی احمد یار خان نعیمی: مکتبہ اسلامیہ، گجرات، پاکستان

۱۵۔ تفسیر روح المعانی: امام شہاب الدین السید محمود البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۸ (۱۰ جلدیں)

۱۶۔ تفسیر الشعراوی: محمد متولی الشعراوی: دار اخبار الیوم، قاہرہ، مصر، ۱۹۹۱ (۱۴ جلدیں)

۱۷۔ تفسیر الحسنات: علامہ ابو الحسنات القادری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان (۷ جلدیں)

۱۸۔ تفسیر الخازن: امام علاء الدین البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۹۷۹ (۷ جلدیں)

Marfat.com

۱۹۔ تنویر المقباس: عبداللہ بن عباس: المکتبۃ الشعبیۃ، قاہرہ مصر ۱۹۷۲

۲۰۔ البحر المحیط: محمد بن یوسف الغرناطی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۱ جلدیں)

۲۱۔ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی): امام عبداللہ بن احمد النسفی: دار النفائس، بیروت، لبنان، ۱۹۹۶

۲۲۔ خزائن العرفان: سید محمد نعیم الدین مرادآبادی: حفیظ بک ڈپو، دہلی، انڈیا

۲۳۔ احکام القرآن: امام احمد بن علی الجصاص: دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان

۲۴۔ زہرۃ التفاسیر: محمد ابو زہرۃ: دار الفکر العربی، قاہرہ، مصر

۲۵۔ تفسیر المنار: محمد رشید رضا: دار الفکر، بیروت، لبنان

۲۶۔ تفسیر الکشاف: محمود بن عمر الزمخشری: دار لکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۸۷

۲۷۔ فتح القدیر: محمد بن علی الشوکانی: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

۲۸۔ تفسیر القرآن العظیم: حافظ ابن ابی حاتم: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۴ جلدیں)

۲۹۔ تفسیر جلالین: متن حاشیہ صاوی، دار الفکر، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۳۰۔ تفسیر منیر: دکتور وھبہ زحیلی، دار الفکر، دمشق، شام (۱۷ جلدیں)

۳۱۔ زاد المسیر: عبدالرحمٰن الجوزی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۸ جلدیں)

۳۲۔ تفسیر ماجدی: عبدالماجد دریاآبادی، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کراچی، پاکستان (۲ جلدیں)

۳۳۔ تفسیر احکام القرآن: ابوبکر بن العربی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان (۲ جلدیں)

۳۴۔ تفسیر معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف، کراچی، پاکستان (۸ جلدیں)

۳۵۔ تفہیم القرآن: سید ابو الاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ انڈیا (۶ جلدیں)

۳۶۔ تفسیر عثمانی: شبیر احمد عثمانی، دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی، پاکستان (۲ جلدیں)

۳۷۔ تفسیر بغوی: الحسین بن مسعود البغوی، دار الفکر، بیروت، لبنان، حاشیہ تفسیر خازن (۷ جلدیں)

۳۸۔ تفسیر تبیان القرآن: علامہ غلام رسول سعیدی: فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور، پاکستان

۳۹۔ تفسیر ابی السعود: قاضی محمد بن محمد: دار الفکر، بیروت، لبنان

۴۰۔ تفسیر حقانی: علامہ عبدالحق حقانی: میر محمد کتب خانہ، آرام باغ کراچی، پاکستان

۴۱۔ تفسیر المراغی: احمد مصطفی المراغی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

Marfat.com

کتب احادیث

۴۲۔ صحیح البخاری: محمد بن اسماعیل البخاری: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، 1981
۴۳۔ صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشیری: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۴۔ سنن ترمذی: محمد بن عیسٰی: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۵۔ سنن ابن ماجہ: محمد بن یزید القزوینی: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۶۔ سنن ابو داؤد: سلیمان بن الاشعث: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۷۔ سنن النسائی: احمد بن شعیب: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۸۔ مسند احمد: امام احمد بن حنبل: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۹۔ الموطا: امام مالک بن انس: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۵۰۔ مشکوٰۃ المصابیح: امام ابو محمد البغوی: قدیمی کتب خانہ، کراچی، پاکستان، ۱۳۸۸ھ
۵۱۔ المعجم الکبیر: سلیمان بن احمد الطبرانی: مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ، موصل، عراق، ۱۹۸۴ (۲۵ جلدیں)
۵۲۔ المستدرک: امام الحاکم النیشاپوری: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۴ جلدیں)
۵۳۔ الجامع الصغیر: محمد ناصر الدین الالبانی: مکتبہ الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۲ جلدیں)
۵۴۔ ریاض الصالحین: یحیٰی بن شرف النووی الشافعی: دار القلم، بیروت، لبنان، ۱۹۷۰
۵۵۔ سنن الدار قطنی: علی بن عمر الدار قطنی: عالم الکتب، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۴ جلدیں)
۵۶۔ شعب الایمان: احمد بن الحسین البیہقی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰
۵۷۔ الترغیب والترہیب: عبد العظیم المنذری: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۶۸
۵۸۔ السنن الکبرٰی: احمد بن الحسین البیہقی: نشر السنۃ، ملتان، پاکستان، (۱۰ جلدیں)
۵۹۔ المعجم الاوسط: سلیمان بن احمد الطبرانی: مکتبۃ المعارف، ریاض، سعودی عرب (۱۱ جلدیں)
۶۰۔ صحیح ابن حبان: دار الفکر، بیروت، لبنان۔ (۶ جلدیں)
۶۱۔ سنن دارمی: امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی، دار الدعوۃ، استنبول، ترکی (۱۹۸۱ء)
۶۲۔ مصنف عبد الرزاق: المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان (۱۱ جلدیں)
۶۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ: عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، دار الفکر، بیروت، لبنان
۶۴۔ معجم صغیر: امام طبرانی: دار الفکر، بیروت، لبنان
۶۵۔ جمع الجوامع: امام جلال الدین سیوطی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان
۶۶۔ جامع صغیر: امام جلال الدین سیوطی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

Marfat.com

دیگر کتب

۶۷۔ معجزات الرسول: محمد متولی الشعراوی: مکتبۃ الاسلامیۃ الشعراویۃ، قاہرہ مصر

۶۸۔ الخصائص الکبری: امام جلال الدین السیوطی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۷۵ (۲ جلدیں)

۶۹۔ السیرۃ النبویۃ: عبدالملک بن ہشام: دار الجیل، بیروت، لبنان، (۴ جلدیں)

۷۰۔ البدایۃ والنہایۃ: الحافظ اسماعیل ابن کثیر: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۸۲ (۷ جلدیں)

۷۱۔ المفردات: امام راغب الاصفہانی: مکتبۃ مصطفی البابی، مصر ۱۹۶۱

۷۲۔ لسان العرب: ابن منظور: دار المعارف، قاہرہ مصر (۸ جلدیں)

۷۳۔ المنجد: دار المشرق، بیروت، لبنان، ۱۹۷۵

۷۴۔ شرح المواہب اللدنیۃ: امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی: دار الفکر، بیروت، لبنان۔

۷۵۔ دلائل النبوۃ: احمد بن الحسین البیہقی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۲ (۷ جلدیں)

۷۶۔ کتاب المبسوط: شمس الدین السرخسی: دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۰، (۱۵ جلدیں)

۷۷۔ الفتاوی العالمگیریۃ: علامۃ نظام الدین: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، بلوچستان، پاکستان، ۱۹۸۵ (۶ جلدیں)

۷۸۔ فتاوی قاضی خان: حسن بن منصور الفرغانی الحنفی: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، بلوچستان، پاکستان، ۱۹۸۵ (۶ جلدیں)

۷۹۔ ردالمحتار: ابن عابدین: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ (۸ جلدیں)

۸۰۔ حاشیۃ الطحطاوی: امام احمد الطحطاوی: میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۸۱۔ مراقی الفلاح: حسن بن عمار الحنفی: میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۸۲۔ فتاوی افریقیۃ: امام احمد رضا قادری: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان

۸۳۔ بہار شریعت: علامہ محمد امجد علی: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور پاکستان

۸۴۔ امداد الفقہ: محمد امداد حسین پیرزادہ: دار السلام، قاہرہ مصر، ۲۰۰۳

۸۵۔ اسلامی عقائد: محمد امداد حسین پیرزادہ: الکرم پبلی کیشنز، ایشن ہال، ناٹنگھم شائر، یوکے، ۱۹۹۹

۸۶۔ کنز العمال: علامہ علاء الدین البرہان فوری: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۵ (۱۶ جلدیں)

۸۷۔ مجمع الزوائد: علی بن ابی بکر الہیثمی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۹۸۸ (۱۰ جلدیں)

۸۸۔ نزہۃ المجالس (اردو) عبدالرحمن صفوری شافعی: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، پاکستان

Marfat.com

۸۹۔ نور الایضاح: الشیخ حسن بن علی: کتب خانہ مجیدیہ، ملتان، پاکستان

۹۰۔ قصیدہ البردہ: امام بوصیری: انگریزی ترجمہ، محمد امداد حسین پیرزادہ، الکرم پبلی کیشنز ایٹن ہال ناٹنگھم شائر، یوکے

۹۱۔ السیرہ النبویۃ: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دار الفکر، بیروت، لبنان

۹۲۔ ضیاء النبی: پیر کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۴۱۵ھ (۷ جلدیں)

۹۳۔ صراط مستقیم: شاہ اسماعیل دہلوی: اسلامی اکیڈمی، لاہور، پاکستان

۹۴۔ القول الجمیل (اردو): شاہ ولی اللہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان

۹۵۔ سبل الھدیٰ والرشاد: امام محمد بن یوسف الشامی: وزارۃ الاوقاف، قاہرہ: مصر (۱۲ جلدیں)

۹۶۔ المنتظم فی تواریخ الملوک والامم: امام عبد الرحمٰن الجوزی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۳ جلدیں)

۹۷۔ تاریخ الاسلام: مورخ شمس الدین الذھبی: دار الکتاب العربی، بیروت (۵۲ جلدیں)

۹۸۔ امتاع الاسماع: تقی الدین المقریزی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۱۵ جلدیں)

۹۹۔ حلیۃ الأولیاء: امام ابو نعیم الاصفہانی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۱۲ جلدیں)

۱۰۰۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ: وہبہ زحیلی دار الفکر، دمشق، شام، ۱۹۸۹ء (۸ جلدیں)

۱۰۱۔ الفقہ الحنفی وادلتہ: شیخ صاغرجی، دار الکلم الطیب، دمشق، شام ۲۰۰۰ء (۳ جلدیں)

۱۰۲۔ الفقہ علی المذاھب الاربعۃ: عبد الرحمٰن الجزیری، دار الفکر، بیروت، لبنان (۵ جلدیں)

۱۰۳۔ لسان المیزان: ابن حجر عسقلانی، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، لبنان ۲۰۰۲ء (۱۰ جلدیں)

۱۰۴۔ الادب المفرد: امام بخاری، مکتبۃ الآداب

۱۰۵۔ السیرۃ الحلبیۃ: نور الدین الحلبی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۱۰۶۔ شرح شفا: قاضی عیاض، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۲ جلدیں)

۱۰۷۔ طبقات ابن سعد: مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، مصر، ۲۰۰۱ء (۱۱ جلدیں)

۱۰۸۔ بدائع الصنائع: علاء الدین کاسانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۳ء (۱۰ جلدیں)

۱۰۹۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا، الفیصل ناشران، اُردو بازار، لاہور، پاکستان (۲ جلدیں)

۱۱۰۔ تاریخ بغداد: الخطیب البغدادی، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، مصر (۱۰ جلدیں)

۱۱۱۔ الہدایۃ: علی بن ابی بکر الفرغانی، مکتبۃ شرکۃ علمیۃ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، پاکستان (۲ جلدیں)

۱۱۲۔ فقہ السنۃ: السید السابق: دار الفکر، بیروت لبنان، ۱۹۸۲ء (۳ جلدیں)

۱۱۳۔ عمدۃ القاری: علامہ بدر الدین عینی، دار الفکر، بیروت لبنان، (۲۵ جلدیں)

Marfat.com

۱۱۴۔ فتح الباری: امام ابن حجر عسقلانی، دار الفکر، بیروت لبنان (۱۳ جلدیں)
۱۱۵۔ الاحکام الفقہیۃ: احمد محمد عساف، دار احیاء العلوم، بیروت، لبنان
۱۱۶۔ جامع بیان العلم وفضلہ: یوسف بن عبداللہ قرطبی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۰ء
۱۱۷۔ المقاصد الحسنۃ: شمس الدین السخاوی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان ۱۹۸۷ء
۱۱۸۔ الفاروق: علامہ شبلی نعمانی، مشتاق بک کارنر، اُردو بازار، لاہور، پاکستان
۱۱۹۔ المواہب اللدنیہ: امام احمد قسطلانی، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)
۱۲۰۔ الحاوی للفتاوی: امام جلال الدین، دار الکتب العلمیۃ، لبنان (۲ جلدیں)
۱۲۱۔ الکواکب السائرۃ: شیخ نجم الدین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)
۱۲۲۔ الفوائد المجموعۃ: محمد بن علی الشوکانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان
۱۲۳۔ حقوق الاولاد: محمد شریف الصواف، دار الفکر، دمشق، شام
۱۲۴۔ الاتقان فی علوم القرآن: جلال الدین سیوطی، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، لبنان ۱۹۸۸ء (۴ جلدیں)
۱۲۵۔ سیرۃ النبی: سید سلیمان ندوی، ناشران قرآن لمیٹڈ، اُردو بازار لاہور، پاکستان
۱۲۶۔ الخطبۃ العصریۃ: ابراہیم محمد الجمل مکتبۃ القرآن، قاہرہ، مصر
۱۲۷۔ کتاب الخراج: امام ابو یوسف: مکتبۃ الازہریۃ للتراث، قاہرہ، مصر
۱۲۸۔ شرح شمائل ترمذی: سلیمان بن عمر الازہری: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان
۱۲۹۔ البدر المنیر: امام شعرانی: مکتبہ عالم الفکر، قاہرہ، مصر
۱۳۰۔ الکامل لابن اثیر: دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان
۱۳۱۔ ارشاد العباد: عبد العزیز محمد سلمان: مطابع الخالد، ریاض، سعودی عرب
۱۳۲۔ نسیم الریاض: شہاب الدین خفاجی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان
۱۳۳۔ اسد الغابۃ: ابو الحسن الجزری: دار المعرفۃ، بیروت، لبنان
۱۳۴۔ الاصابہ: حافظ ابن حجر عسقلانی: دار الفکر، بیروت، لبنان
۱۳۵۔ جلاء الافہام: ابن قیم الجوزیۃ: دار الحدیث، قاہرہ، مصر
۱۳۶۔ سیرۃ عمر بن خطاب: ابو الفرج بن الجوزی: دار الدعوۃ الاسلامیۃ، قاہرہ، مصر
۱۳۷۔ الفاروق عمر: محمد حسین ہیکل: دار المعارف، قاہرہ، مصر
۱۳۸۔ فیوض القرآن: سید حامد حسن بلگرامی: فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، پاکستان
۱۳۹۔ نزہۃ القاری شرح بخاری: مفتی محمد شریف الحق امجدی: دائرۃ البرکات، گھوسی، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا

Marfat.com

۱۴۰۔ منہاج البخاری: محمد معراج الاسلام: عرفان القرآن، اعوان ٹاؤن، لاہور، پاکستان

۱۴۱۔ ارشاد الساری شرح بخاری: شہاب الدین قسطلانی: دار الفکر، بیروت، لبنان

۱۴۲۔ ایہا الولد: امام غزالی: Awakening Publications 200 UK Swansea

English Books

143) **Miracles of the Qur'an** : *Muhammad Mutawali ash-Sha'raawi Published by Daar-ul-Taqwa Ltd. Londom*

144) **Encyclopedia Britannica** : *Peter B. Norton Joseph Espsito, USA, 1995, 15th-edition (32 volumes)*

145) **Islam & the West** : *H.R.H. Charles Prince of Wales, Printed by Uniskill Ltd. Eynsham, Oxford, UK.*

146) **Muhammad at Madinah** : *Montgomery Watts. Oxford University Press, 2006.*

147) **Oxford Encyclopedia Dictionary**: *Published by Oxford University Press, USA, 1991.*

148) **Shari'ah the Islamic Law** : *Abdur Rahmaan Doi (Zia-un-Nabi)*

149) **The Holy Bible** : *Published by Collins, London, 1954.*

150) **The Living Bibble :** *British Edition, 1975.*

151) **The Hutchinson Encyclopedia :** *1999 Edition.*

152) **The New Universal Encyclopedia :** *Caxton Publishing Co, Ltd. London.*

153) **The English Pig** : *Published by The Hambledon Press, London 1998.*

154) **American Government :** *Lowi & Ginsberg. Published by W.W.Norton Publications 1998.*

155) **Fream's Agriculture** : *Printed by Butler & Tanner Ltd. London, 16th Edition 1983.*

156) **Oxford Advanced Learner's Dictionary** : *4th Edition 1989.*

157) **The Hans Wehr Dictionary of Modern Written Arabic:** *Edited by J. M. Cowan, 3rd Edition.*

158) **The 100 : Michael H. Hart,** *Citadel Press, 1987, Secaucus; New Jersey, USA.*

159) **The Bible, The Qur'an and Science:** *Maurice, 1979, North America, Trust Publication, USA.*

Marfat.com

وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين

Marfat.com

... کی آسان اور عام فہم تفسیر

جلد چہارم

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے
"فقہ حنفی PDF BOOK"
چینل کو جوائن کریں
http://T.me/FiqaHanfiBooks
عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں
https://t.me/tehqiqat
علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک
سے فری ڈاؤن لوڈ کریں
https://archive.org/details/
@zohaibhasanattari
طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری
زوہیب حسن عطاری

قرآن مجید کی آسان اور مختصر تفسیر

اِمدادُ الکَرَم

محمد امداد حسین پیرزادہ

Marfat.com

اِمدادُ الکرم

قرآنِ مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر

جلد چہارم

الاحزاب تا الطور

محمد امداد حسین پیرزادہ

الکرم پبلی کیشنز یو کے

Marfat.com

جميع الحقوق محفوظة للناشر

© All Rights Reserved
Al-Karam Publications, UK

No part of this publication may be reproduced by any means without the written permission of the publisher.

ISBN : 0-9533999-5-8

سن طباعت	:	2013
تیسرا ایڈیشن	:	1000
ناشر	:	الکرم پبلی کیشنز، یوکے

Al-Karam Publications, UK
Eaton Hall, Retford, Notts. DN22 OPR
England
Tel : 01777 706441

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

Marfat.com

فہرست مطالب

(جلد چہارم)

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ الاحزاب (۳۳)

یہ سورت مدنی ہے کیونکہ یہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ اس کا نام ''الاحزاب'' ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۲۰ سے ماخوذ ہے۔

اس سورت میں بڑے خاص مضامین بیان کئے گئے ہیں مثلاً آیت نمبر ۴ میں ظہار، آیت نمبر ۵ میں منہ بولا بیٹا، آیت نمبر ۶ میں نبی کریم ﷺ کا مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہونا، آیت نمبر ۹ تا ۲۰ میں غزوہ احزاب، آیت نمبر ۲۱ میں نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ، آیت نمبر ۲۶ میں غزوہ بنی قریظہ، آیت نمبر ۳۳ میں اہل بیت سے کون مراد ہیں، آیت نمبر ۳۷ میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم ﷺ کا نکاح مبارک، آیت نمبر ۴۰ میں ختم نبوت، آیت نمبر ۴۵ میں چشم دید گواہ، آیت نمبر ۵۶ میں درود وسلام اور آیت نمبر ۵۹ میں پردہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، ان کی تفسیر متعلقہ آیات کے ضمن میں ملاحظہ کریں۔ یہاں پر صرف غزوہ احزاب کا مختصر تعارف عرض کرتا ہوں۔

غزوہ احزاب / خندق

حزب کا معنی گروہ اور جماعت ہے، اس کی جمع احزاب ہے۔ اس غزوہ کو احزاب اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس میں عرب کے سارے اسلام دشمن گروہ اکٹھے ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے، اور اس کو غزوہ خندق بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں مسلمانوں نے اپنی حفاظت کے لئے مدینہ کے اطراف میں خندق کھودی تھی تاکہ دشمن مدینہ کے اندر نہ آسکے۔

نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو وہاں یہود کے دو مشہور قبیلے یعنی بنی نظیر اور بنی قریظہ آباد تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرلیا۔ غزوہ احد میں تیر اندازوں کی جلد بازی سے جنگ کا نقشہ بدل گیا اور مسلمانوں کو سخت جانی نقصان ہوا، اس ظاہری شکست کی وجہ سے یہود کے حوصلے بڑھ گئے اور معاہدہ کے باوجود بنی نضیر نے نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کی جس میں وہ ناکام ہوئے۔ اس غداری کے باعث نبی کریم ﷺ نے انہیں مدینہ سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

بنی نضیر کے جو لوگ مدینہ چھوڑ کر خیبر میں آباد ہوئے، انہوں نے ایک وفد مکہ بھیجا اور قریش اور چند دیگر قبائل کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ قریش مکہ نے جزیرہ عرب کی ساری اسلام دشمن قوتوں کو متحد کیا اور پانچویں ہجری میں دس ہزار کا لشکر جرار لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔

جب نبی کریم ﷺ کو ان حالات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا کہ اتنے بڑے لشکر کے حملہ کو کیسے روکا جائے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے ملک فارس میں جب دشمن یوں حملہ

Marfat.com

کرنے کی نیت سے دھاوا بول دیتا تو ہم اپنے شہر کے اردگرد خندق کھود کر اس کی پیش قدمی روک دیتے، نبی کریم ﷺ کو یہ تجویز پسند آئی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے خواتین اور بچوں کو مدینہ کے محفوظ مقامات میں بھیج دیا اور خود تین ہزار اصحاب کو لے کر شہر سے باہر آئے اور جس طرف سے دشمن کے حملے کا خطرہ تھا وہاں خندق کھودنے کے لئے نشانات لگا دیئے۔ ہر دس آدمیوں کو چالیس گز خندق کھودنے کا فریضہ سونپا گیا جو پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری ہو۔

خندق کھودنے کے کام میں سب مسلمان شریک تھے اور نبی کریم ﷺ خود بھی اپنے ہاتھ میں کدال لئے اپنے غلاموں کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے اور مٹی اٹھا اٹھا کر باہر پھینک رہے تھے، شکم مبارک کے بال مٹی سے چھپ گئے تھے۔ خندق کھودتے وقت نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ کی مبارک زبانیں کیا کہہ رہی تھیں، صحیح بخاری کے الفاظ میں آپ بھی ملاحظہ کریں۔ صحابہ کرام کہہ رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا أَبَدًا

(ہم وہ ہیں جنہوں نے حضرت محمد ﷺ سے بیعت کی ہے، جب تک ہم زندہ ہیں ہم اسلام پر قائم رہیں گے۔) اور نبی کریم ﷺ ان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَةِ فَبَارِكْ فِي الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

(اے اللہ تعالیٰ! اچھائی تو صرف آخرت کی اچھائی ہے، سو تو انصار اور مہاجرین میں برکت نازل فرما۔)

(بخاری: ۲۸۳۵: کتاب الجہاد: باب ۳۴)

قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں

حضرت براء بن عازب ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا، حضرت براء ﷺ نے کہا: خندق کی جگہ میں ایک چٹان نکل آئی جو کدال اور گینتی سے نہیں ٹوٹ رہی تھی، مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی، حضرت عوف ﷺ نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فالتو کپڑے رکھ کر چٹان کی طرف اتر گئے، آپ ﷺ نے کدال پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو اس چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! بے شک میں اس جگہ سے ملک شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی تو اس چٹان کا دوسرا حصہ بھی ٹوٹ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! بے شک میں اس جگہ سے اس کے شہروں کو اور اس کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر ایک اور ضرب لگائی تو چٹان کا آخری حصہ بھی ٹوٹ گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں بھی دے دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

(مسند احمد: جلد ۴: ص ۳۰۳)

Marfat.com

تین دن کی فاقہ کشی اور پیٹ پر پتھر

خندق کی کھودائی میں تین دن گزر گئے، صحابہ کرام ﷺ کو ایک لقمہ تک میسر نہ آیا، اپنی کمر کو سیدھا رکھنے کے لئے انہوں نے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا ہے، فاقہ کشی کی تکلیف جب ناقابل برداشت ہونے لگی تو اس کا شکوہ اپنے کریم آقا ﷺ سے کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ اپنے شکم مبارک سے قمیص اٹھاتے ہیں، تو صحابہ کرام ﷺ کو عجیب منظر دکھائی دیتا ہے، سب نے ایک ایک پتھر پیٹ پر باندھ رکھا ہے لیکن رحمت عالم ﷺ نے اپنے شکم مقدس پر دو پتھر باندھ رکھے ہیں، یہ دیکھ کر صحابہ کرام ﷺ کے سب شکوے دور ہو گئے۔

☆ حضرت ابوطلحہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹوں سے باندھا ہوا ایک ایک پتھر دکھایا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے شکم مبارک سے کپڑا اٹھا کر دو پتھر دکھائے۔

(ترمذی: ۲۳۷۱: ابواب الزہد: باب ۳۹)

کھانے میں برکت کا معجزہ

حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے رسول اللہ ﷺ میں بھوک کے آثار دیکھے، میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ میں شدید بھوک کے آثار دیکھے ہیں، اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں چار کلو جو تھے اور ہمارے پاس ایک پالتو بکری تھی۔ میں نے اس بکری کو ذبح کیا اور میری بیوی نے آٹا پیسا، وہ بھی میرے ساتھ ساتھ فارغ ہو گئی۔ میں نے بکری کا گوشت کاٹ کر دیگچی میں ڈالا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے لگا، میری بیوی نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔ میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ سے سرگوشی میں کہا: یا رسول اللہ! ہم نے اپنی بکری کو ذبح کیا ہے اور ہمارے پاس چار کلو جو تھے جو ہم نے پیس لئے ہیں، لہٰذا آپ چند اصحاب کو لے کر ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: اے اہل خندق! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے، سو تم لوگ چلو اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: جب تک میں نہ آؤں تم ہانڈی نہ اتارنا اور نہ روٹی پکانا، پھر میں گھر آ گیا اور رسول اللہ ﷺ بھی اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے آئے۔ میں اپنی بیوی کے پاس گیا، اس نے کہا: تمہاری ہی رسوائی ہوگی۔ میں نے کہا: میں نے وہی کیا ہے جو تم نے مجھے کہا تھا، پھر اس نے اپنا گندھا ہوا آٹا نکالا، آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی، پھر آپ ﷺ ہماری دیگچی کی طرف آئے اور اس میں لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا کی، پھر فرمایا: ایک اور عورت روٹیاں پکانے والی بلا لو جو تمہارے ساتھ مل کر روٹیاں پکائے، دیگچی میں سے سالن نکالنا لیکن اس کو چولہے سے نیچے نہ اتارنا۔ اس موقع پر ایک ہزار صحابہ تھے، اللہ تعالیٰ کی قسم! ان سب نے کھانا کھایا اور کھانا بچ گیا اور جس وقت آپ ﷺ واپس گئے تو ہماری دیگچی اسی طرح جوش کھا رہی تھی اور ہمارا گندھا ہوا آٹا بھی اتنا ہی تھا اور اس سے اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔

(بخاری: ۴۱۰۲: کتاب المغازی: باب ۳۰)

Marfat.com

لشکر کفار کی آمد

مسلمانوں کی شبانہ روز کوشش سے چھ دن کی قلیل مدت میں خندق کی کھدائی کا کام مکمل ہوگیا تو نبی کریم ﷺ نے اسلامی لشکر جس کی تعداد تین ہزار تھی مناسب مقامات پر متعین فرمادیا۔ مسلمان جب اپنی تیاریاں مکمل کر چکے تو مشرکین عرب کا لشکر جرار بھی مدینہ کی حدود میں داخل ہوگیا۔ جنگ کے بارے میں مشرکین کا خیال یہ تھا کہ وہ امڈتے ہوئے سیلاب کی طرح مدینہ کی چھوٹی سی بستی پر چڑھ دوڑیں گے اور چند ساعتوں میں مسلمانوں کا قیمہ بنا کے رکھ دیں گے لیکن جب انہوں نے اتنی گہری اور چوڑی خندق کو اپنے راستے میں حائل پایا تو ان کے اوسان خطا ہوگئے، انہوں نے تو اس قسم کی رکاوٹ کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہ تھا، مجبوراً خندق کی دوسری طرف انہوں نے اپنے خیمے نصب کر لئے، مسلمانوں کو اپنے محاصرہ میں لے لیا اور حملہ کے لئے مناسب وقت کا انتظار کرنے لگے۔

ایک روز عرب کا مشہور شہ سوار عمرو بن عبد ود اپنے کئی جنگ جو ساتھیوں کے ساتھ خندق کا چکر کاٹنے لگا، ایک جگہ خندق نسبتاً تنگ تھی، اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی، گھوڑا بجلی کی سرعت کے ساتھ کود کر خندق کے دوسرے کنارے پر جا پہنچا اور اس نے بلند آواز سے للکارا: ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا؟ کافر کی یہ للکار سن کر شیر خدا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنی تلوار ہوا میں لہراتے ہوئے آگے بڑھے، دونوں اپنی شجاعت کے جوہر دکھا رہے تھے، اتنی گرد و غبار اڑی کہ دونوں اس میں چھپ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ اپنی اشکبار آنکھوں سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی کامیابی کے لئے مصروف دعا ہوگیا، چند لمحوں کے بعد جب غبار چھٹا تو دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا شیر کافر کی چھاتی پر چڑھا بیٹھا ہے اور تلوار سے اس کا سر تن سے جدا کر رہا ہے۔ اس واقعہ کے بعد ایک مہینہ کے قریب کفار محاصرہ کئے رہے لیکن کسی کو پیش قدمی کی جرأت نہ ہوئی۔

مدینہ میں آباد یہودی قبیلہ بنی قریظہ نے عہد شکنی کر کے اندر سے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے پانچ سو مجاہدین کو مدینہ طیبہ کی حفاظت کے لئے بھیج دیا۔ وہ مدینہ کی گلیوں میں چکر لگاتے تھے اور بلند آواز سے نعرہ تکبیر کہتے تھے جس سے سارا مدینہ گونج جاتا تھا۔ اس بروقت اقدام سے یہودی گھبرا گئے کہ مسلمان غافل نہیں ہیں اور اگر انہوں نے کوئی احمقانہ حرکت کی تو انہیں اس کی ایسی سزا ملے گی کہ آئندہ نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔

نمازوں کا وقت نہ ملا

محاصرہ کے دوران مشرکین نے خندق کو عبور کرنے کی بار بار کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ ایک دن دونوں طرف سے ایک دوسرے پر سنگ باری اور تیر اندازی کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرنے کی بھی فرصت نہ ملی، نبی کریم ﷺ جب رات کو خیمہ میں تشریف لائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا، پھر انہوں نے اقامت کہی اور سب نے اپنے آقا ﷺ کی اقتداء میں ظہر کی نماز ادا کی، اس کے بعد عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں اقامت کے ساتھ ادا کی گئیں۔ اگرچہ صبح سے نصف شب تک مصروف جہاد رہنے کے باعث جسم تھکاوٹ سے چور چور تھے لیکن جب اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو گویا تھکاوٹ کا نام و نشان نہ تھا اور بالکل تازہ دم تھے۔

Marfat.com

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن مشرکین نے ہمیں چار نمازوں سے مشغول رکھا حتیٰ کہ رات کا اتنا حصہ گزر گیا جتنا اللہ نے چاہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی، پھر اقامت کہی، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی، پھر اقامت کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر پڑھائی، پھر اقامت کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب پڑھائی، پھر اقامت کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء پڑھائی۔

(ترمذی: ۱۷۹: ۱: ابواب الصلاۃ: باب ۱۸)

کفار کے محاصرہ نے جب طول پکڑا تو کئی قسم کی افواہوں نے جنم لیا، مخالفین اسلام آپس میں ایک دوسرے سے بدگمان ہونے لگے، سامان رسد بھی آہستہ آہستہ ختم ہو رہا تھا اور سخت سردی نے ان کے حوصلے پست کر دیئے تھے۔ ایک رات کو سخت آندھی آئی، ان کے خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں، ہانڈیاں الٹ گئیں، گھوڑے رسے تڑا کر بھاگ نکلے، سارے لشکر میں سراسیمگی پھیل گئی، وہ سمجھے کہ یہ تند و تیز آندھی انہیں تباہ کر کے رکھ دے گی۔ ابوسفیان جو اس ساری شرارت کا سرغنہ تھا، وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور کہا میں تو جا رہا ہوں تم بھی کوچ کرو۔ چنانچہ قریش نے جب اپنے کمانڈر انچیف کو یوں بزدلی کا مظاہرہ کرتے اور فرار ہوتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بھی بھاگ جانے میں ہی عافیت سمجھی۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ تیز آندھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھی کیونکہ کفار کے لشکر میں جس آندھی نے کھلبلی مچا دی، خندق کی دوسری طرف چند گزوں کے فاصلہ پر مسلمانوں کو اس آندھی کا علم تک نہ ہوا اور نہ ہی مسلمانوں کے خیموں کو کوئی نقصان پہنچا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ احزاب: زیر آیت نمبر ۹)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان
بعد از نماز فجر بروز جمعرات ۱۲ نومبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۴ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ
تفسیر امداد الکرم کی چوتھی جلد سورہ احزاب تا سورہ الطور یعنی ۲۰ سورتوں پر مشتمل ہوگی۔
آج اس کی ابتدا کی ہے، یارب العالمین! جس طرح پہلی تین جلدیں مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے
اسی طرح باقی دو جلدیں بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین بجاہ حبیبک الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

Marfat.com

ایاتہا ۷۳ ۳۳ سورۃ الاحزاب مدنیۃ ۹۰ رکوعاتہا ۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا

۱۔ اے نبی ﷺ! [۱] آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور کفار و منافقین کا کہنا نہ مانیں، بے شک اللہ تعالیٰ

[۱] نبی کی تعریف

اصطلاح میں نبی اس مقدس انسان کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اپنی پیغام رسانی کے لئے منتخب فرماتا ہے، لہٰذا نبی سے مراد وہ مقدس واسطہ ہے جو وحی کے ذریعہ احکام الٰہی کو بندوں تک پہنچاتا ہے۔

نبی کا معنٰی

اَلْمُخْبِرُ عَنِ الْغَیْبِ اَوِ الْمُسْتَقْبِلِ بِاِلْھَامٍ مِّنَ اللّٰہِ (المنجد)

(اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کے ذریعہ مستقبل یا غیب کی خبر دینے والا۔)

Prophet

انگریزی میں نبی کے لئے پرافٹ (Prophet) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کا مفہوم انگریزی زبان میں کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

The term prophet refers to an inspired person who believes that he has been sent by his God with a message to tell. He is, in this sense, the mouthpiece of his God. (Encyclopedia Britanica : vol.15)

نبی وہ مقدس انسان ہے جسے یہ کامل یقین ہو کہ وہ اپنے خدا کی طرف سے پیغامبر بنا کر بھیجا گیا ہے، اس اعتبار سے نبی اپنے خدا کا ترجمان قرار پاتا ہے۔

علم غیب سے کیا مراد ہے

غور و فکر، حواس، علامات اور آلات کے ذریعہ جو علم حاصل ہو جیسے بادلوں کے ذریعہ بارش برسنے اور الٹراساؤنڈ کے ذریعہ پیٹ میں بچے کی کیفیت کا علم حاصل ہو جاتا ہے اسے علم غیب نہیں کہتے بلکہ علم غیب وہ ہے جو وسائل اور اسباب کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہو جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اس رسول کے جس کو وہ پسند کر لے۔} (قرآن: ۷۲: ۲۷-۲۶)

Marfat.com

حَکِیۡمًا ۙ﴿۱﴾ بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے۔[۲]

وَّ اتَّبِعۡ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا ۙ﴿۲﴾

۲۔ اور آپ اس کی پیروی جاری رکھیں جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ان کاموں سے اچھی طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: {میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو (یعنی جو تمہارے پیٹ میں ہے) اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔} (قرآن: ۳:۴۹)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے اوپر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا خشوع اور بے شک میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری: کتاب الاذان: باب ۸۸)

رکوع نماز کی ظاہری صورت کو اور خشوع باطنی کیفیت کو کہا جاتا ہے، لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں اور جو چیز نگاہوں سے غائب ہے اسے بھی جانتے ہیں کیونکہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیچھے صفوں میں ہوتے تھے اس کے باوجود آپ ان کے ظاہر و باطن کا علم رکھتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صفاتی نام سے ندا کرنا

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی نام یعنی ''یا محمد'' سے خطاب نہیں فرمایا بلکہ ''یاایھا النبی، یاایھا الرسول'' وغیرہ صفاتی اسماء سے خطاب فرمایا جبکہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو ان کے ذاتی اسماء یعنی ''یا آدم، یاموسیٰ، یاعیسیٰ'' سے خطاب فرمایا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور ان کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے صفاتی نام سے یاد فرمایا اور ذاتی نام لے کر ندا نہیں فرمائی۔ (تفسیر روح المعانی)

[۲] تفاسیر میں اس سورت کی ابتدائی تین آیات کے نزول کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ غزوہ احد کے بعد کفار مکہ کی طرف سے ابوسفیان ایک وفد لے کر مدینہ آیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ میں داخل ہونے کی امان دیدی۔ چنانچہ یہ وفد رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو بھی ساتھ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہا: اگر آپ لات و منات اور ہمارے دیگر معبودوں کی مخالفت چھوڑ دیں اور یہ تسلیم کرلیں کہ جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں بت ان کی شفاعت کریں گے تو ہم بھی آپ کے رب کی مخالفت چھوڑ دیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ناگوار گزری۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں اجازت دیں ہم ان کو قتل کردیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان کو امان دے چکا ہوں، لہٰذا ان کو قتل نہ کرو، البتہ ان کو مدینہ سے نکال دو، تو اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر قرطبی) یعنی آپ کفار و منافقین کی باتوں میں آکر

Marfat.com

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ③

۳۔ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ

۴۔ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے لئے اس کے پیٹ میں دو دل نہیں بنائے، [۳] اور تم اپنی جن بیویوں سے

دینی معاملات میں کوئی سمجھوتہ نہ کریں بلکہ اپنے رب سے ڈرتے رہیں، اسی پر بھروسہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کی پیروی جاری رکھیں، آپ کی مدد و نصرت اور حفاظت کے لئے آپ کا رب کافی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ثابت قدمی اور اللہ تعالیٰ پر توکل ہمیشہ سے ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کیونکہ آپ معصوم ہیں اور آپ سے احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی کا کوئی احتمال نہیں ہے، اس لئے ان آیات میں اگر چہ بظاہر خطاب تو نبی کریم ﷺ سے ہے مگر مراد آپ کی امت ہے تاکہ قیامت تک آنے والے مسلمان اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھیں اور اسلام پر ثابت قدم رہیں۔

نیز یہ آیات تو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں اور اس وقت ہزاروں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے مگر نبی کریم ﷺ کی استقامت اور خدا خوفی تو ہجرت سے پہلے اس وقت بھی نمایاں تھی جب آپ کے ساتھ گنتی کے چند مسلمان تھے اور وہ بھی مظالم کا شکار تھے، اس وقت بھی مکہ کے سردار اسی قسم کا مطالبہ لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہم آپ کو اتنا مال دینے کے لئے تیار ہیں کہ آپ مکہ کے سب سے بڑے مالدار بن جائیں، قریش کی جن عورتوں کو آپ پسند کریں ہم آپ کی پسند کی دس قریشی عورتیں آپ کے نکاح میں دینے کے لئے تیار ہیں اور ہم آپ کو مکہ کا سردار اور حکمران ماننے کے لئے بھی تیار ہیں مگر آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں تو آپ نے فرمایا: اگر تم سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دو اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں اور یہ توقع کرو کہ میں توحید کی دعوت کو چھوڑ دوں تو یہ ناممکن ہے۔ (سیرت ابن کثیر: جلد اول: ص ۴۷۴، سیرت حلبیہ: جلد اول: ص ۴۳۰) اس مادی دنیا میں اس سے بڑی خواہش اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان اپنے ملک کا حکمران اور سب سے بڑا مالدار بن جائے مگر آپ کا مشن دولت کمانا اور لوگوں پر حکمرانی کرنا نہیں بلکہ توحید کی تبلیغ کرنا تھا، اس لئے آپ مصائب کے پہاڑوں سے ٹکرائے مگر توحید کے مشن سے دست بردار نہیں ہوئے۔

[۳] ایک منافق یہ دعویٰ کرتا تھا کہ اس کے دو دل ہیں، ایک دل مسلمانوں کے ساتھ ہے اور دوسرا دل کافروں کے ساتھ ہے۔ (اردو ترجمہ و تفسیر: شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس: مملكة العربية السعودية) اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ انسان کے جسم میں ایک ہی دل ہوتا ہے اور جس طرح ایک جسم میں دو دل نہیں ہوتے اسی طرح ایک دل میں کفر اور ایمان بھی جمع نہیں ہوتے۔ (تفسیر قرطبی)

اس میں آنے والی آیات کے متعلق ایک اشارہ یہ بھی ہے کہ جس طرح ایک انسان کے جسم میں دو دل نہیں ہوتے اسی طرح ایک شخص کی دو حقیقی مائیں نہیں ہو سکتیں اور نہ دو حقیقی باپ ہو سکتے ہیں۔ اس کی حقیقی ماں وہی ہے جس کے پیٹ سے وہ

Marfat.com

اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝

ظہار کرتے ہو (انہیں اپنی ماں کہہ دیتے ہو) اس نے انہیں تمہاری مائیں نہیں بنایا، [۴] اور نہ اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے (حقیقی) بیٹے بنایا، [۵] یہ سب تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا

۵۔ تم ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کرکے پکارا کرو، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے، پھر اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم نہ ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور دوست ہیں، اور جو بات تم نے غلطی سے کہی ہے

پیدا ہوا اور اس کا حقیقی باپ وہی ہے جس کے نطفہ سے وہ پیدا ہوا۔ زبان سے کسی کو ماں باپ کہنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے مگر اس کی سنت یہ ہے کہ انسان کے منہ میں ایک زبان اور اس کے جسم میں ایک دل ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص کے منہ میں ایک نہیں بلکہ دو زبانیں ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ واقعی اس کے منہ میں دو زبانیں ہیں بلکہ اس سے مراد اس شخص کی چرب زبانی اور غلط بیانی ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص کے جسم میں ایک نہیں بلکہ دو دل ہیں تو اس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ واقعی اس کے جسم میں دو دل ہیں بلکہ اس سے مراد اس کی دوغلی پالیسی اور منافقت ہوتی ہے۔

[۴] اسلام سے پہلے عرب میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ کہہ دیتا کہ ''تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت ہے۔'' تو اس کو طلاق سمجھا جاتا اور وہ عورت اس پر حرام ہو جاتی کیونکہ اس نے بیوی کو اپنی ماں سے تشبیہ دے دی ہے۔ اس کے بارے میں اسلام کا حکم یہ ہے کہ بیوی کو زبان سے ماں کہہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی اور نہ اسے طلاق ہوتی ہے، البتہ اسلام نے ایسا کہنے سے منع کیا ہے اور اگر کوئی خاوند ایسی بات کہہ بیٹھے تو اس پر کفارہ ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ فقہ کی اصطلاح میں اس کو ظہار کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل سورہ مجادلہ (۵۸) کی ابتدا میں بیان کی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

[۵] اسلام سے پہلے عرب میں اگر کوئی شخص کسی کو اپنا بیٹا بنا لیتا تو اسے وہ تمام حقوق مل جاتے جو حقیقی بیٹے کو حاصل ہوتے ہیں حتیٰ کہ اس کا نسب بھی اس نئے باپ کی طرف منسوب کر دیا جاتا یعنی اس کو نئے باپ کا بیٹا کہہ کر پکارا جاتا۔ اسلام نے اس رواج کو ختم کر دیا یعنی کسی کو زبان سے بیٹا کہہ دینے سے وہ حقیقی بیٹا نہیں بن سکتا۔

Marfat.com

تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن جس کا ارادہ تمہارے دلوں نے کیا ہو (اس پر ضرور گرفت ہو گی)، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔[۶]

[۶] یعنی تم منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی انصاف اور حق کی بات ہے، اور اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم نہیں ہے تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں انہیں بھائی یا دوست کہہ کر پکارو۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر کے بیٹا بنالیا تھا) کو زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارتے تھے حتیٰ کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری: ۴۷۸۲: کتاب تفسیر القران: سورۃ الاحزاب) تو ہم نے ان کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کہنا شروع کر دیا۔

اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں پر یہ حرام قرار دیا گیا کہ وہ اپنے حقیقی باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف اپنا نسب منسوب کریں۔ ہاں اگر کوئی غلطی سے کسی کو غیر باپ کی طرف منسوب کر بیٹھے تو خطا ونسیان پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن دل کے ارادے کے ساتھ یعنی دانستہ کسی کو یا خود کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے تو اس کے لئے اتنی سخت وعید ہے کہ اس فعل کو کفر تک کہا گیا ہے، لیکن پھر بھی جو شخص سچی توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا کیونکہ وہ بہت بخشنے والا اور بہت مہربان ہے۔

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا حالانکہ اس کو علم تھا کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔

(بخاری: ۶۷۶۶: کتاب الفرائض: باب ۲۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپوں سے اعراض نہ کرو، سو جس شخص نے اپنے باپ سے اعراض کیا تو یہ کفر ہے۔ (بخاری: ۶۷۶۸: کتاب الفرائض: باب ۲۹)

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ بنی قین کے ڈاکوؤں نے زید کی ماں کے قبیلے پر حملہ کیا، ان کا ساز وسامان لوٹا اور زید کو بھی پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے اور اسے عکاظ کی منڈی میں فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام نے زید کو ۴۰۰ درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کو تحفۃً پیش کر دیا اور حضرت خدیجہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی تو انہوں نے زید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو اسی وقت آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا۔

زید کے باپ حارثہ نے اپنے بیٹے کی تلاش میں کئی علاقوں کا سفر کیا۔ ایک دن اسے پتہ چلا کہ اس کا بیٹا مکہ میں ہے تو

Marfat.com

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ

۶۔ نبی (کریم ﷺ) ایمان والوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں،[۷] اور نبی ﷺ کی

حارثہ اپنے بھائی کعب کو لے کر مکہ آیا اور حضرت محمد ﷺ سے عرض کیا: اے عبدالمطلب کے بیٹے! ہم اپنے بیٹے زید کے بارے میں آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ ہم اس کا فدیہ دینے کے لئے تیار ہیں، آپ ہم پر احسان کریں اور اس کو آزاد کردیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے بیٹے کو بلاؤ اور اس کو اختیار دے دو، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں اسے فدیہ لئے بغیر تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دے دوں گا لیکن اگر وہ تمہارے ساتھ جانے کے بجائے میرے ساتھ رہنے کو پسند کرے تو پھر تمہیں اس کو مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا: آپ نے یہ فرما کر صرف ہمارے ساتھ انصاف ہی نہیں کیا بلکہ احسان کی انتہا کردی ہے، ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے زید کو بلایا اور پوچھا: کیا تم ان کو جانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں یہ میرا باپ ہے اور یہ میرا چچا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم چاہو تو ان کے ساتھ اپنے وطن واپس جاسکتے ہو اور اگر چاہو تو میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔ زید نے جواب دیا: میں آپ کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ جانے کو تیار نہیں ہوں، آپ ہی میرے لئے باپ اور چچا کی جگہ ہیں۔ اس کے باپ اور چچا نے کہا: اے زید! تم پر افسوس ہے، تم آزادی کے بجائے غلامی کو اور اپنے ماں باپ اور اہل خانہ کے بجائے ان کو پسند کر رہے ہو۔ زید نے کہا: مجھے حضرت محمد ﷺ سے اتنی شفقت اور محبت ملی ہے کہ میں ان کو چھوڑ کر کہیں اور جانے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

زید کا یہ جواب سن کر نبی کریم ﷺ زید کو باہر لائے اور اعلان کیا: اے لوگو! تم گواہ ہو جاؤ! زید میرا بیٹا ہے، وہ میرا وارث ہے اور میں اس کا وارث ہوں۔ یہ اعلان سن کر زید کا باپ اور چچا دونوں خوش ہو کر واپس گھر لوٹ گئے۔ اس کے بعد زید کو زید بن محمد پکارا جانے لگا لیکن نبوت کے اعلان کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد زید بن حارثہ کی نسبت سے پکارے جاتے۔ (اسدُ الغابة: جلد دوم: ص ۲۳۸، الاصابة: جلد دوم: ص ۲۴۱) یہی وہ خوش نصیب زید رضی اللہ عنہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے جنگ موتہ میں اسلامی فوج کا امیر مقرر فرمایا اور اسی جنگ میں آپ نے شہادت کی سعادت حاصل کی۔ رضی اللہ عنہ

[۷] نبی کریم ﷺ ایمان والوں کی جانوں سے بھی ان کے زیادہ قریب، زیادہ محبوب، زیادہ خیر خواہ اور ان پر زیادہ مہربان ہیں۔ اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ کریں:

☆ کسی شخص کے ماں باپ، بیوی بچے یا دوست احباب کبھی دانستہ اور کبھی نادانستہ اس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور اسے گمراہ کر سکتے ہیں مگر نبی کریم ﷺ ہمیشہ وہی نصیحت کرتے ہیں جس میں دنیا و آخرت کی فلاح ہو حتیٰ کہ ہر وہ کام جس سے اہل ایمان کو دنیا میں تکلیف پہنچے یا آخرت میں جہنم کا باعث ہو وہ نبی کریم ﷺ پر گراں گزرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں، تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں گزرتا ہے تمہاری فلاح پر

Marfat.com

وہ بہت حریص ہیں، مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں۔} (قرآن: ۹:۱۲۸)

☆ بعض دفعہ انسان خود اپنے نفس کی پیروی کرتے ہوئے تباہی کی راہ پر چل نکلتا ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نجات کی طرف بلاتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور میری امت کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور مختلف جانور اور پروانے اس میں گرنے کے لئے دوڑتے چلے آرہے ہوں، میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ رہا ہوں اور تم اس میں گرنے پر اصرار کر رہے ہو۔ (مسلم: ۵۹۵۵: کتاب الفضائل: باب ۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایمان والوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہوں۔ جو مومن قرض چھوڑ کر فوت ہو جائے تو اس کا قرض ادا کرنا میرے ذمہ ہے اور جو مال چھوڑ کر فوت ہو جائے تو یہ مال اس کے وارثوں کا ہے۔ (بخاری: ۲۲۹۸: کتاب الکفالۃ: باب ۵) اس حدیث کی شرح میں اہل علم لکھتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان قرض چھوڑ کر فوت ہو جائے اور اس کے گھر میں قرض ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو مسلمان حکمران پر لازم ہے کہ وہ بیت المال سے اس کا قرض ادا کرے۔

جو نبی اپنی امت پر اتنا مہربان ہو اس کا اپنی امت پر یہ حق بنتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب رکھیں اور ان کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں، جیسا کہ:

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کامل مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اسے اس کے والد، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔ (بخاری: ۱۵: کتاب الایمان: باب ۸)

☆ حضرت زُہرہ بن معبد رضی اللہ عنہ، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے آپ اپنے نفس کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! (تو اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا) جب تک تو مجھے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ سمجھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: پس اللہ تعالیٰ کی قسم! اب آپ مجھے میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب اے عمر (تم کامل مومن ہو!)

(بخاری: ۶۶۳۲: کتاب الایمان والنذور: باب ۳)

☆ جس طرح کامل مومن ہونے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب سے مقدم ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی سب پر مقدم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{(اے رسول مکرم!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کو خوشی سے تسلیم کر لیں۔}

(قرآن: ۴:۶۵)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشِ نفس بھی اس طریقہ کی تابع نہ ہو

Marfat.com

بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶

بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں، [۸] اور کتاب اللہ کی رو سے دیگر مومنوں اور مہاجروں کی بہ نسبت رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے (کی وراثت) کے زیادہ حقدار ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرنا چاہو (تو اس کی بھی اجازت ہے)، یہ حکم کتاب (الٰہی) میں لکھا ہوا ہے۔ [۹]

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝۷

۷۔ اور (پیارے نبی ﷺ! یاد کرو) جب ہم نے تمام انبیاء سے عہد لیا اور (خصوصاً) آپ ﷺ سے اور نوح علیہ السلام سے اور ابراہیم علیہ السلام سے اور موسیٰ علیہ السلام سے اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے اور ہم نے ان سب سے پختہ عہد لیا۔ [۱۰]

جائے جسے میں لے کر آیا ہوں۔ (مشکوۃ المصابیح: الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

[۸] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو یہ شرف عطا فرمایا کہ ان کو مومنوں کی مائیں قرار دیا یعنی ان کی تعظیم اور تکریم مسلمانوں پر اس طرح لازم ہے جس طرح اپنی ماں کی تعظیم اور تکریم لازم ہے، اور ابی بن کعب کی قراءت میں اس طرح ہے: (وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ) یعنی نبی کریم کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں اور نبی کریم خود ﷺ مومنوں کے باپ ہیں۔ (تفسیر قرطبی) جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود بھی فرمایا: میں تمہارے لئے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں کیونکہ میں تمہیں علم سکھاتا ہوں۔ (ابوداؤد: ۸: کتاب الطہارۃ: باب ۴) اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ ہمارے روحانی اور دینی باپ ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہماری روحانی اور دینی مائیں ہیں اور اسی رشتہ کے حوالے سے تمام مسلمان مرد اور عورتیں آپس میں دینی بہن بھائی ہیں۔

[۹] ہجرت کے بعد انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے مگر قرآن مجید میں اس آیت کے نزول کے بعد وراثت کی تقسیم کو صرف رشتہ داروں میں محدود کر دیا گیا اور اب قرآن مجید کا یہی حکم ہمیشہ کے لئے نافذ العمل رہے گا، البتہ اگر کوئی شخص اپنے دوستوں پر احسان کرنا چاہے تو وہ ان کے لئے اپنی وراثت کے ایک تہائی مال سے وصیت کر سکتا ہے۔ وصیت کے بارے میں سورۃ النساء (۴) کی آیت نمبر ۱۱ کا حاشیہ نمبر ۱۳ ملاحظہ کریں۔

[۱۰] اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عہد لیا کہ نبوت کی جو ذمہ داری انہیں سونپی گئی ہے وہ اس کو پورا کریں۔ اس آیت میں پہلے نام

Marfat.com

لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۠

۸۔ تا کہ (اللہ تعالیٰ) سچوں سے ان کے سچ کے بارے میں دریافت کرے اور اس نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔[۱۱]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ

۹۔ اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو جب (کفار کے) لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر (تیز) ہوا اور ایسے لشکر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا تھا، اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ تعالیٰ

لئے بغیر سب انبیاء کا ذکر کیا گیا اور بعد میں پانچ انبیاء کا خصوصی ذکر کیا گیا حالانکہ سب انبیاء کے ذکر میں ان پانچ نبیوں کا ذکر بھی آ گیا تھا لیکن ان کے شرف کی وجہ سے ان کا علیحدہ ذکر کیا گیا کیونکہ یہ اولوا العزم رسولوں میں سے ہیں، ان میں سے ہر ایک صاحب کتاب اور صاحب شریعت نبی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

اس آیت میں مذکور انبیائے کرام کو اگر ان کے زمانہ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو پہلے حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے، ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام، ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے لیکن اس آیت میں سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے تا کہ ان کی عظمت و شوکت کا اظہار ہو۔ نیز اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام انبیاء کے بعد ہوئی لیکن ان کی تخلیق سب سے پہلے ہوئی، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا (کہ آپ کا ذکر دیگر انبیاء سے پہلے کیوں ہے؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پیدائش میں ان سب سے پہلے ہوں اور بعثت میں ان سب کے آخر میں ہوں۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(ترمذی: ۳۶۰۹: ابواب المناقب: باب ۱، کنز العمال: ۳۱۹۱۷)

اس آیت میں بیان کردہ عہد کی ایک تفسیر سورہ آل عمران (۳) کی آیت نمبر ۸۱ کے حاشیہ نمبر ۴۳ میں گزر چکی ہے، وہاں ملاحظہ کریں۔

[۱۱] اس آیت میں سچوں سے مراد انبیاء و رسل ہیں یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انبیاء سے پوچھے گا کہ انہوں نے انسانوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کیا کچھ کیا اور انہیں امت کی طرف سے کیا جواب ملا تھا؟ اور امتوں سے بھی پوچھا جائے گا کہ انہوں

Marfat.com

اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرًا ۚ﴿۹﴾

اسے خوب دیکھ رہا تھا۔[۱۲]

اِذۡ جَآءُوۡكُمۡ مِّنۡ فَوۡقِكُمۡ وَمِنۡ اَسۡفَلَ مِنۡكُمۡ وَاِذۡ زَاغَتِ الۡاَبۡصَارُ وَ بَلَغَتِ الۡقُلُوۡبُ الۡحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوۡنَا ﴿۱۰﴾

۱۰۔ جب وہ (کفار) تمہارے اوپر کی طرف سے اور تمہارے نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے، جب (دہشت سے تمہاری) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔[۱۳]

هُنَالِكَ ابۡتُلِىَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَزُلۡزِلُوۡا زِلۡزَالًا شَدِيۡدًا ﴿۱۱﴾

۱۱۔ اس موقع پر مومنوں کی آزمائش کی گئی اور وہ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔[۱۴]

نے انبیاء کی دعوت کو کہاں تک قبول کیا؟ اور جن لوگوں نے انبیاء کی دعوت کا انکار کر دیا ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

[۱۲] غزوہ احزاب میں تم بھوک اور سردی کے باوجود جس طرح خندق کھود رہے تھے اور کم تعداد کے باوجود کفار کے سامنے سینہ سپر ہو گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس ایثار اور قربانی کو دیکھ کر تمہاری غیبی مدد فرمائی، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو جب عرب کے مختلف قبائل پر مشتمل دس ہزار کا لشکر جرار تم پر چڑھ دوڑا تھا تو اللہ تعالیٰ نے تیز ہوا اور فرشتوں کو بھیج کر تمہارے دشمنوں کو مرعوب کر دیا اور وہ گھبرا کر واپس بھاگ گئے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ آندھی نبی کریم ﷺ کا معجزہ تھی کیونکہ کفار کے لشکر میں جس آندھی نے کھلبلی مچا دی، خندق کی دوسری طرف چند گزوں کے فاصلہ پر مسلمانوں کو اس آندھی کا علم تک نہ ہوا اور نہ ہی مسلمانوں کے خیموں کو کوئی نقصان پہنچا۔ (تفسیر قرطبی) ان آیات میں غزوہ احزاب کا ذکر کیا جا رہا ہے، لہٰذا ان آیات کا سیاق وسباق سمجھنے کے لئے پہلے اس سورت کے تعارف میں غزوہ احزاب کے حالات کا مطالعہ کر لیں۔

[۱۳] نجد اور خیبر کے کفار و یہود مدینہ کی مشرقی بالائی طرف سے اور مکہ اور اس کے گرد و نواح کے مشرکین مدینہ کی مغربی نشیبی طرف سے آئے یعنی ہر طرف سے دس ہزار کا لشکر جرار مدینہ منورہ پر چڑھ دوڑا۔ کفار کی کثرت کو دیکھ کر تم اتنے خوفزدہ ہو گئے تھے کہ تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، تمہارے کلیجے منہ کو آنے لگے حتیٰ کہ تم میں سے منافقین تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی کرنے لگے کہ آج اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مدد نہیں آئے گی اور مسلمانوں کا نام ونشان مٹ جائے گا، لہٰذا انہوں نے میدان سے بھاگنا شروع کر دیا اور اہل ایمان اپنے پیارے نبی ﷺ کی معیت میں ثابت قدم تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح ونصرت کے امیدوار تھے۔

[۱۴] غزوہ احزاب میں مسلمانوں کا سخت امتحان لیا گیا تاکہ مومنوں اور منافقوں کے درمیان فرق واضح ہو جائے۔

Marfat.com

وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور اس وقت منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (شک کی) بیماری تھی کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے جو (فتح کا) وعدہ کیا تھا وہ محض دھوکہ تھا۔ [۱۵]

ربع

وَ اِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ

۱۳۔ اور جب ان (منافقوں) میں سے ایک گروہ نے کہا: اے یثرب والو! [۱۶] اب تمہارے لئے (میدان جنگ میں) ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے تم (گھروں کو) واپس چلے جاؤ، اور ان میں سے ایک گروہ نبی ﷺ سے یہ

[۱۵] جب نبی کریم ﷺ نے چٹان کو توڑ کر قیصر و کسریٰ کی فتوحات کی خبر سنائی تو منافقین کہنے لگے: یہ محض دھوکہ ہے، بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک طرف تو محمد ﷺ خبر دے رہے ہیں کہ انہیں قیصر و کسریٰ کے محلات نظر آ رہے ہیں اور ان کو مسلمان فتح کریں گے اور دوسری طرف اتنی طاقت بھی نہیں کہ میدان میں نکل کر صرف عرب قبائل کا مقابلہ کرسکیں اور ڈر کے مارے اپنے بچاؤ کے لئے خندق کھود رہے ہیں تو یہ قیصر و کسریٰ کیسے فتح کر سکتے ہیں؟ لیکن چند دنوں کے بعد منافقوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ تیز ہوا کی صورت میں نبی کریم ﷺ کا معجزہ ظاہر ہوا اور عرب قبائل کا یہ لشکر جرار ناکام و نامراد ہو کر واپس لوٹ گیا اور پھر تاریخ نے وہ زمانہ بھی دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قیصر و کسریٰ کے ممالک بھی فتح کر لئے گئے۔

[۱۶] اس آیت میں منافقوں نے مدینہ طیبہ کو یثرب کہا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے مدینہ طیبہ تشریف لانے سے پہلے اگرچہ اس کا نام یثرب تھا مگر نبی کریم ﷺ نے اس کو یثرب کہنے سے منع فرما دیا کیونکہ یثرب کے معنیٰ اچھے نہیں ہیں اور جس شخص یا چیز کے نام کے معنیٰ اسلامی عقائد کے خلاف ہوتے یا اچھے نہ ہوتے تو ہمارے پیارے نبی ﷺ اس کا نام بدل دیتے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں:

☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبدالکعبۃ (کعبہ کا بندہ) تھا، مسلمان ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام عبد الشمس (سورج کا بندہ) تھا، نبی کریم ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ نبی کریم ﷺ کی یہ سنت آج تک چلی آ رہی ہے، جب بھی کوئی مسلمان ہوتا ہے اگر اس کا نام اسلامی عقائد کے خلاف ہو تو اس کا نام بدل دیا جاتا ہے۔

☆ اسلامی عقائد کے خلاف ہونے کے علاوہ اگر کسی نام کے معنیٰ میں برائی یا بدصورتی کا پہلو ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس کو بھی بدل دیتے تھے۔ (ترمذی: ۲۸۳۹: ابواب الادب: باب ۶۶)

Marfat.com

وَمَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ⑬ | کہتے ہوئے اجازت مانگنے لگا کہ ہمارے گھر کھلے (غیر محفوظ) پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے نہ تھے، وہ صرف (میدان جنگ سے) بھاگنا چاہتے تھے۔[۱۷]

وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَیْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ | ۱۴۔ اوراگر مدینہ کے (چاروں) اطراف سے ان

☆ مثال کے طور پر ایک لڑکی کا نام عاصیہ (نافرمان اور خون بہانے والی) تھا، نبی کریم ﷺ نے اس کا نام جمیلہ (خوبصورت) رکھا۔ (ترمذی: ۲۸۳۸: ابواب الادب: باب ٦٦)

☆ اسی طرح حضرت حسن ؓ کا نام حرب (جنگ) تجویز کیا گیا تھا مگر نبی کریم ﷺ نے ان کا نام حسن (خوبصورت) رکھا۔ (مجمع الزوائد: جلد ۸: ص ۵۲)

غور طلب نکتہ

جو مذہب ایسا نام بھی پسند نہیں کرتا جس کے معنی میں برائی، نافرمانی، خون ریزی اور لڑائی جھگڑے کا پہلو ہو، وہ مذہب ایسے انسانوں کو کیسے پسند کرے گا جو برائی اور دہشت گردی پھیلائیں یا قانون شکنی اور خون ریزی کا ارتکاب کریں۔

مدینہ اور روضہ رسول کی فضیلت

☆ حضرت زید بن ثابت ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مدینہ طَیِّبَۃ ہے، یہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح آگ چاندی کے زنگ کو مٹا دیتی ہے۔ (بخاری: ۴۰۵۰: کتاب المغازی: باب ۱۷، مسلم: ۱۳۸۴)

☆ حضرت حاطب بن حارث ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی وہ ایسا ہے گویا اس نے میری زندگی میں مجھ سے ملاقات کی اور جو حرمین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا، قیامت کے دن وہ امن وسلامتی والوں میں اٹھایا جائے گا۔ (کنز العمال: ۱۲۳۷۲: جلد ۵: ص ۱۳۵)

☆ حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بیت اللہ کا حج کیا، پھر وہ میری زیارت کے لئے نہیں آیا تو اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی۔ (کنز العمال: ۱۲۳۶۹: جلد ۵: ص ۱۳۵)

[۱۷] اس آیت میں منافقین کے دو گروہوں کا ذکر ہے۔ ایک گروہ نے سوچا کہ دس ہزار کے لشکر جرار کے سامنے کھڑا رہنا موت کو دعوت دینے والی بات ہے، اگر اس لشکر نے اچانک حملہ کر دیا تو ہم بھی مسلمانوں کے ساتھ ہی ختم کر دیئے جائیں گے، لہٰذا وہ خاموشی سے میدان جنگ چھوڑ کر واپس گھروں میں چلے گئے اور دوسرے گروہ نے یہ بہانہ بنایا کہ ان کے گھر اور ان کے بیوی بچے محفوظ نہیں ہیں اس لئے انہیں واپس گھر جانے کی اجازت دی جائے۔ قرآن مجید نے ان کی تردید کردی کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں، ان کے گھر خود ان کے خیال میں بھی غیر محفوظ نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا یہ ارادہ ہے کہ وہ گھر کا انتظام کرنے کے بعد واپس میدان جنگ میں آجائیں گے، وہ صرف کسی بہانے میدان جنگ سے بھاگنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا یَسِیْرًا ﴿۱۴﴾

(منافقوں) پر لشکر داخل کر دیئے جاتے، پھر ان سے فتنہ پھیلانے کو کہا جاتا تو وہ ضرور فتنہ پھیلاتے اور اس میں بہت کم توقف کرتے۔[۱۸]

وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا یُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾

۱۵۔ حالانکہ یہی لوگ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ پھیر کر نہ بھاگیں گے، اور اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کے متعلق ضرور باز پرس ہوگی۔[۱۹]

قُلْ لَّنْ یَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۶﴾

۱۶۔ آپ فرمادیں: اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہیں ہرگز فائدہ نہیں دے گا اور تم تھوڑی ہی مدت (دنیاوی زندگی سے) لطف اندوز ہو سکو گے۔[۲۰]

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا

۱۷۔ آپ فرمادیں: کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکے اگر وہ تمہیں عذاب دینا چاہے یا اگر وہ تم پر رحم فرمانا چاہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنے لئے

---

[۱۸] اگر یہ کفار چاروں اطراف سے مدینہ میں داخل ہو جاتے اور منافقوں کو کہتے کہ تم بھی ہتھیار اُٹھاؤ اور مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے ان کے ساتھ مل جاؤ تو وہ اپنے گھروں اور بیوی بچوں کی حفاظت کا کوئی بہانہ نہ بناتے بلکہ فوراً اس فتنہ میں شریک ہو جاتے اور صرف اتنی مہلت مانگتے کہ وہ گھر جا کر اپنے ہتھیار لے آئیں۔

[۱۹] غزوہ احد میں تین ہزار کفار نے مدینہ پر حملہ کر دیا، نبی کریم ﷺ ایک ہزار افراد کے ساتھ مدینہ سے نکلے مگر راستہ سے عبداللہ بن ابی اپنے تین سو منافقوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ غزوہ احد کے بعد ان منافقوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کسی مشکل گھڑی میں بے وفائی نہیں کریں گے لیکن غزوہ احزاب میں پھر وہی حماقت کر دی۔ اس آیت میں منافقوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا عہد توڑا ہے، لہٰذا قیامت کے دن تم سے اس عہد کے متعلق باز پرس ہوگی۔

[۲۰] موت کے ڈر سے میدان جنگ سے بھاگنا کسی کے لئے سودمند نہیں کیونکہ کسی نے ہمیشہ زندہ نہیں رہنا، بالآخر آج نہیں تو کل ضرور مرنا ہے اور بزدلی کی زندگی سے جوانمردی کی موت اچھی ہے۔

Marfat.com

نَصِيْرًا ⑰ | دوست اور مددگار نہیں پائیں گے۔[۲۱]

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑱

۱۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو (جہاد سے) روکتے ہیں اور جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہماری طرف آؤ اور وہ خود لڑائی میں بہت کم شریک ہوتے ہیں۔[۲۲]

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ⑲

۱۹۔ وہ تمہارے بارے میں بڑے بخیل ہیں، پھر جب خوف کا موقع آجائے تو آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری ہو، پھر جب خوف دور ہو جائے تو وہ تم سے بڑی تیز طرار زبانوں کے ساتھ باتیں کرتے ہیں، وہ مال غنیمت کے بڑے حریص ہیں، (دراصل) یہ لوگ ایمان ہی نہیں لائے، سو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے۔[۲۳]

---

[۲۱] اگر اللہ تعالیٰ تمہیں موت اور عذاب دینا چاہے یا اگر وہ تمہیں زندگی اور رحمت سے نوازنا چاہے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور نہ ہی اس کے سوا تمہارا کوئی یار و مددگار ہے، تو اس خالق حقیقی کے احکام سے روگردانی کرنا حماقت اور ہلاکت نہیں تو اور کیا ہے؟

[۲۲] اللہ تعالیٰ ان منافقوں کو خوب جانتا ہے جو شاذ و نادر ہی لڑائی میں شامل ہوتے ہیں بلکہ اکثر اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی جہاد میں شرکت سے روکتے ہیں کہ اپنی زندگی کو خطرے میں نہ ڈالو بلکہ ہماری طرح گھروں میں ہی رہو اور اپنی زندگی سے لطف اُٹھاؤ۔

[۲۳] مسلمانوں کی مدد کرنے میں یہ منافق لوگ بڑے بخیل ہیں، جب کسی جنگ میں جانے کا مشکل مرحلہ آئے تو بزدلی دکھاتے ہیں اور ان کی آنکھیں ایسے گھومنے لگتی ہیں جیسے ان پر موت کی غشی طاری ہو اور جب کسی جنگ میں فتح حاصل ہو تو بڑی ڈینگیں مارتے ہیں اور مال غنیمت زیادہ حاصل کرنے کے لئے اپنی بہادری کی جھوٹی داستانیں سناتے ہیں۔ اس آیت نے ان کے نفاق کو ظاہر کر دیا کہ دراصل یہ لوگ دل سے ایمان ہی نہیں لائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع

Marfat.com

یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْهَبُوْا ۚ وَ اِنْ یَّاْتِ الْاَحْزَابُ یَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ یَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآىٕكُمْ ؕ وَ لَوْ كَانُوْا فِیْكُمْ مَّا قٰتَلُوْۤا اِلَّا قَلِیْلًا ۠ ۲۰

ع ۱۸

۲۰۔ یہ منافق لوگ گمان کرتے ہیں کہ کفار کے لشکر (ابھی تک واپس) نہیں گئے اور اگر کفار کے لشکر پھر آ جائیں تو یہ منافق پسند کریں گے کہ کاش وہ صحرا میں دیہاتیوں کے پاس ہوتے (اور لوگوں سے) تمہاری خبریں دریافت کرتے رہتے، اور اگر وہ تم میں موجود ہوتے تو بھی جنگ میں بہت کم حصہ لیتے۔ [۲۴]

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ

۲۱۔ بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ (کی زندگی) میں عمدہ نمونہ ہے [۲۵] ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی

کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر کام آسان ہے لیکن عدل کے تقاضے پورے کرتے ہوئے کسی کو اس کے نفاق کی سزا دینا تو اور زیادہ آسان ہے۔

[۲۴] غزوہ احزاب میں کفار کے لشکر ناکام ہو کر واپس چلے گئے مگر منافقوں کی بزدلی کا عالم یہ ہے کہ وہ اب بھی گھروں میں ڈرے سہمے بیٹھے ہیں اور یہی خیال کرتے ہیں کہ کفار کے لشکر ابھی تک خندق کی دوسری طرف موجود ہیں اور اگر بالفرض کفار کے لشکر دوبارہ آ جائیں تو منافقوں کی خواہش یہ ہو گی کہ وہ مدینہ چھوڑ کر دور کسی دیہات میں چلے جائیں اور وہیں سے اہل مدینہ کی خبریں دریافت کرتے رہیں۔ بہر حال منافق لوگ اتنے بزدل ہیں کہ اگر وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نہ جاتے اور جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ موجود رہتے تو بھی ان کا کوئی فائدہ نہ ہوتا کیونکہ وہ جنگ میں عملاً بہت کم حصہ لیتے اور حیلے بہانے کر کے جنگ سے پیچھے رہنے کی کوشش کرتے۔

[۲۵] ۵ ہجری میں عرب کے تمام اسلام دشمن قبائل نے متحد ہو کر دس ہزار کا لشکر جرار تیار کیا اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے مدینہ روانہ ہو گئے۔ جب نبی کریم ﷺ کو ان حالات کا علم ہوا تو آپ نے شہر کے گرد خندق کھودنے کا حکم جاری کر دیا تاکہ دشمن مدینہ میں داخل نہ ہو سکیں۔ اسی لئے اس غزوہ کو غزوہ خندق بھی کہا جاتا ہے۔

نزول آیت کا موقع

☆ یہ آیت غزوہ خندق کے ایام میں نازل ہوئی۔ اس موقع پر صرف اصحاب رضی اللہ عنہم ہی خندق نہیں کھود رہے تھے بلکہ نبی کریم ﷺ خود بھی ان کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے اور آپ ﷺ کا پورا جسم گرد آلود ہو چکا تھا۔ کھدائی کے دوران ایک جگہ ایسی چٹان نکل آئی جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم توڑ نہ سکے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی تو آپ ﷺ خود تشریف لائے، بسم اللہ پڑھ کر اسے توڑنا شروع کیا اور صرف تین ضربوں کے ساتھ اس چٹان کو ٹکڑے

Marfat.com

ٹکڑے کر دیا۔ (مسند احمد: جلد ۴: ص ۳۰۳)

☆اس موقع پر صحابہ کرام ﷺ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا تو نبی کریم ﷺ نے اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھ رکھے تھے۔ (ترمذی: ۲۳۷۱: ابواب الزہد: باب ۳۹)

☆اس موقع پر نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں امامت نہیں کرا رہے تھے بلکہ صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ ایک دن کی چار نمازیں قضا کر رہے تھے۔ (ترمذی: ۱۷۹: ابواب الصلاۃ: باب ۱۸) اس سے معلوم ہوا کہ ملک وملت کی حفاظت اتنا اہم کام ہے کہ اس کے لئے نماز جیسی اہم عبادت کو بھی مؤخر کیا جا سکتا ہے۔

☆دشمن کی کثرت اور محاصرہ کی طوالت کے باعث منافقین میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنا شروع ہو گئے اور یہودیوں نے عہد شکنی کا اعلان کر کے مدینہ کے اندر انتشار پیدا کر دیا۔ ان سنگین حالات میں بھی نبی کریم ﷺ کے عزم واستقلال میں ذرہ بھر کمزوری نہ آئی بلکہ ایمان افروز دعاؤں کے ساتھ اپنے اصحاب کے حوصلے بلند کر رہے تھے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی ملک وملت کے تحفظ کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانی پڑے تو نبی کریم ﷺ کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

نزول آیت کا حکم

یہ آیت اگرچہ غزوہ خندق کے موقع پر نازل ہوئی مگر اس کا حکم عام ہے یعنی آپ ﷺ صرف غزوہ خندق یا میدان جنگ میں ہی نمونہ نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اور انسانوں کے ہر طبقہ کے لئے آپ ﷺ کی زندگی ایک بہترین نمونہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے نمونہ کو کسی شعبہ کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ مطلق فرمایا: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ (کی زندگی) میں (ہر لحاظ سے) عمدہ نمونہ ہے۔ (قرآن: ۳۳:۲۱)

نزول آیت اور دور حاضر کا تقاضا

آج سے ۱۴۲۵ سال پہلے عرب کے سارے قبائل مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے ملک فارس میں جب کوئی بڑا لشکر حملہ کرنے کا ارادہ کرتا تو ہم اپنے شہر کے ارد گرد خندق کھود کر اس کی پیش قدمی روک دیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کو یہ تجویز پسند آئی کیونکہ دانائی کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فوراً خندق کھودنے کا حکم جاری کر دیا۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ اپنے ہاتھوں سے خندق کھود رہے تھے اور اپنی زبانوں سے فتح ونصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ کفار کا لشکر جب مدینہ پہنچا تو خندق مکمل ہو چکی تھی جس کی وجہ سے وہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے اور ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد ناکام واپس چلے گئے۔

آج بھی کچھ ایسے ہی حالات ہیں کہ غیر مسلم طاقتوں نے مسلمانوں کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں پر حملہ کر رکھا ہے اور اسلام کو دہشت گردی کے ساتھ منسلک کرنے کی کوشش جاری ہے مگر ہم نے گزشتہ آٹھ سال کی پٹائی کے باوجود کوئی سبق نہیں سیکھا۔

Marfat.com

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا　　کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

۱۴۲۵ سال پہلے مسلمانوں نے اس دور کی ترقی یافتہ ایرانی قوم کی ٹیکنالوجی سے استفادہ کیا اور ہنگامی بنیادوں پر خندق کھود کر مسلمانوں کو تباہی سے بچا لیا۔ آج بھی اگر مسلمان اس دور کی ترقی یافتہ مغربی قوم کی ٹیکنالوجی سے استفادہ کریں اور ہنگامی بنیادوں پر تعلیم، سائنس، انصاف اور میڈیا کے میدانوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں تو آئندہ نصف صدی میں وہ اس قابل ہو سکتے ہیں کہ اس جدید دنیا میں باوقار طریقہ سے زندگی گزار سکیں کیونکہ مستقبل کے فیصلے اب جنگ کے میدان میں نہیں بلکہ تعلیم اور معیشت کے میدان میں ہوں گے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے غافل مسلمانو!　　تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

یہاں پر میں ایک حدیث پاک قارئین کی نذر کرنا چاہتا ہوں جو ہمارے پیارے نبی ﷺ نے چودہ صدیاں پہلے بیان فرمائی مگر آج وہ عملی صورت میں نظر آ رہی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ ساری قومیں اکٹھی ہو کر تم پر حملہ کر دیں جیسے بھوکے طفیلی کھانے پر جھپٹتے ہیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا: کیا اس دن ہماری تعداد کم ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس دن تمہاری تعداد زیادہ ہو گی مگر تم سیلاب میں بہنے والے تنکوں کی طرح ہو گے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا۔ صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ وہن کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔　　(ابوداؤد: ۴۲۹۷: کتاب الملاحم: باب ۵)

کامل نمونہ

☆ قرآن کتاب ہدایت ہے اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ اس کی عملی تصویر ہیں۔
☆ آپ ﷺ کی اطاعت میں خدا کی اطاعت ہے۔
☆ آپ ﷺ کی اتباع میں خدا کی محبت ہے۔
☆ آپ ﷺ کی اداؤں میں خدا کی رضا ہے۔
☆ آپ ﷺ کی رفعتوں میں خدا کی عطا ہے۔
☆ آپ ﷺ کی محبت میں ایمان کی جان ہے۔
☆ آپ ﷺ کی صورت میں حسن کی معراج ہے۔
☆ آپ ﷺ کی سیرت بہترین نمونہ ہے۔

آج کوئی شوہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں نمونہ تلاش نہیں کر سکتا کیونکہ آپ علیہ السلام نے شادی ہی نہیں کی۔ آج کوئی مزدور حضرت سلیمان علیہ السلام میں نمونہ کیسے تلاش کرے کیونکہ آپ نے بادشاہی میں ساری زندگی گزاری ہے۔

Marfat.com

مگر سبحان اللہ! ہمارا نبی! خدا کی اس خدائی میں ایک لاجواب نبی!

☆ آپ ﷺ کا حسین نمونہ کہاں نہیں!

☆ مزدور سے لے کر بادشاہ تک۔

☆ بچے سے لے کر باپ تک۔

☆ سپاہی سے لے کر کمانڈر تک۔

☆ نمازی سے لے کر خطیب تک۔

☆ غارحرا کی تنہائیوں میں خدا کی عبادت سے لے کر طائف کے بازاروں میں پتھر کھانے تک۔

☆ رات کی تاریکی میں مکہ چھوڑنے سے لے کر دن کے اجالے میں مکہ فتح کرنے تک۔

☆ مکہ کے پہاڑوں میں چند بکریاں چرانے سے لے کر آخری حج میں سوا لاکھ انسانوں کی رہنمائی تک۔

☆ الغرض زندگی کے ہر گوشہ میں آپ کا حسین نمونہ چاند کی طرح چمک رہا ہے۔

دور حاضر کے ایک عیسائی محقق مائیکل ایچ ہارٹ نے کیا خوب لکھا ہے:

دنیا میں جن شخصیات نے لوگوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے ان میں محمد (ﷺ) کا نام پہلے نمبر پر ہے۔ میرا یہ انتخاب بعض قارئین کو حیران کرے گا لیکن تاریخ انسانیت میں یہ واحد شخصیت ہے جو مذہبی اور دنیاوی دونوں میدانوں میں نمایاں طور پر کامیاب ہوئی ہے۔ آپ کے وصال کے تیرہ سو سال بعد آج بھی اس کا اثر طاقتور اور ہر جگہ نمایاں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عرب فتوحات نے ساتویں صدی سے لے کر آج تک انسانی تاریخ میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ مذہبی اور دنیاوی اقتدار کا یہ وہ بے مثال امتزاج ہے جو میرے خیال میں محمد (ﷺ) کو اس بات کا مستحق قرار دیتا ہے کہ آپ کو تاریخ انسانیت کی سب سے بڑی متاثر کن شخصیت سمجھا جائے۔ (The 100 : Page No. 33)

چلتا پھرتا اور بولتا قرآن

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے جب قرآن کریم کی تبلیغ شروع کی تو مشرکین مکہ نے کہا: یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ آپ اپنی طرف سے کلام بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نزول قرآن سے پہلے میں نے تمہارے درمیان اپنی زندگی کے چالیس سال گزارے ہیں، اس طویل عرصہ میں میری صداقت اور دیانت کے تم خود شاہد ہو اور تم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اُمّی ہوں یعنی میں نے کسی ظاہری استاد کی شاگردی اختیار نہیں کی تو تم خود غور کرو کہ جس نے چالیس سال تک نہ کوئی کتاب پڑھی اور نہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لکھی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ امی شخص اچانک ایک ایسا معجزانہ کلام پیش کر دے جو فصاحت و بلاغت اور حکمت و فراست میں اپنا ثانی نہ رکھتا ہو؟ اس لئے اس حقیقت میں شک کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، انسان کا کلام نہیں ہے۔

Marfat.com

نیز جس نے چالیس سال تک کسی انسان کے بارے میں ایک دفعہ بھی جھوٹ نہ بولا ہو العیاذ باللہ، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹا کلام کیسے منسوب کر سکتا ہے، لہٰذا قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے لئے نبی کریم ﷺ کی زندگی ایک ایسا ناقابل تردید ثبوت ہے جس کے مشرکین مکہ خود شاہد ہیں۔

علامہ مقریزی لکھتے ہیں: جنگ بدر شروع ہونے سے پہلے ایک کافر (اخنس) نے ایک دن تنہائی میں ابو جہل سے پوچھا: کیا محمد (ﷺ) تیرے خیال میں جھوٹے ہیں؟ اس پر ابو جہل نے کہا: محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کیسے باندھ سکتے ہیں حالانکہ ہم خود انہیں صادق وامین کہا کرتے تھے، انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا، لیکن بات یہ ہے کہ محمد (ﷺ) کے خاندان کے پاس پہلے ہی حاجیوں کی میزبانی اور مشورہ کے اہم اور اعلیٰ مناصب ہیں، اب اگر نبوت بھی ان میں آجائے تو ہمارے لئے کیا باقی رہے گا؟ یہ سن کر اخنس کفار کا لشکر چھوڑ کر واپس چلا گیا اور جنگ بدر میں شریک نہ ہوا۔
(إمتاع الاسماع: جلد اول: ص ۹۱)

قرآن کریم نے اپنی صداقت کے لئے نبی کریم ﷺ کی اعلان نبوت سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی کو بطور دلیل پیش کیا ہے، ارشاد خداوندی ہے: اس سے پہلے میں عمر کا ایک حصہ (چالیس سال) تمہارے درمیان گزار چکا ہوں، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ (قرآن: ۱۰:۱۶) یعنی نبی کریم ﷺ کہیں باہر سے تشریف نہیں لائے، وہ تمہارے اندر پیدا ہوئے، ان کا بچپن اور جوانی، ان کا کاروبار اور شادی الغرض ان کی کتاب زندگی کا ہر ورق تمہارے سامنے عیاں ہے، کہیں کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں تم کسی نقص کی نشاندہی کر سکو۔ دوسرے لفظوں میں قرآن یہ اعلان کر رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے چالیس سال قرآن بن کے دکھایا ہے اور آخری ۲۳ سال قرآن پڑھ کے سنایا ہے، گویا آپ ﷺ چلتا پھرتا اور بولتا قرآن ہیں۔

حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے خلق کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن ہی تو ہے۔ (مسلم: ۱۷۳۹: کتاب المسافرین: باب ۱۸) یعنی جو کچھ قرآن کریم میں کہا گیا، نبی کریم ﷺ نے اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان نے کیا خوب کہا ہے:

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا تیری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن وادا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر وکلام وبقا کی قسم

Marfat.com

ذِكْرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾

امید رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔[۲۶]

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور جب مومنوں نے (کفار کے) لشکر دیکھے تو پکار اٹھے: یہ ہے (وہ آزمائش) جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس (آزمائش) نے ان کے ایمان اور ان کی اطاعت گزاری میں اضافہ ہی کیا۔[۲۷]

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اہل ایمان میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا، سو ان میں سے بعض نے (شہید ہو کر) اپنی نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض (شہادت کا) انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔[۲۸]

---

[۲۶] نبی کریم ﷺ کی سیرت تمام انسانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے مگر اس سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں کیونکہ انہی کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی محبت ہوتی ہے اور یہی محبت انسان کو اپنے محبوب کی اطاعت اور پیروی پر مجبور کرتی ہے۔

[۲۷] سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۴ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ گزر چکا ہے کہ اہل ایمان کو پہلے مصائب و آلام کے پہاڑوں سے ٹکرایا جاتا ہے اور اگر وہ حق پر ثابت قدم رہیں تو پھر فتح و نصرت آگے بڑھ کر ان کا استقبال کرتی ہے۔ مدینہ کے انصار و مہاجرین نے جب کفار کا لشکر جرار دیکھا تو ان کے ایمان اور جذبۂ تسلیم و رضا میں اضافہ ہو گیا اور وہ پکار اٹھے: یہ وہی آزمائش کے پہاڑ ہیں جن سے ٹکرانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گا اور فتح و نصرت ان کا استقبال کرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، جب اہل ایمان نے استقامت کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسی تیز ہوا بھیجی جس نے کفار کے اوسان خطا کر دیئے اور وہ محاصرہ چھوڑ کر واپس بھاگ گئے۔

[۲۸] کئی ہمت والے مومنوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر رکھا تھا کہ وہ کسی غزوہ سے پیچھے نہیں رہیں گے اور مشکل ترین حالات

Marfat.com

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ﴿۲۴﴾

۲۴۔ تا کہ اللہ تعالیٰ سچے لوگوں کو ان کی سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر وہ چاہے یا ان کی توبہ قبول فرمائے، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔[۲۹]

وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۚ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصے کے ساتھ ہی (ناکام) واپس بھیج دیا، وہ کوئی فائدہ نہ پا سکے، اور اس جنگِ (خندق) میں اللہ تعالیٰ خود ہی مومنوں کے لئے کافی ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ بڑا طاقتور (اور) غالب ہے۔[۳۰]

میں بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ پوری ثابت قدمی سے لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ شہید ہو جائیں۔ اس آیت میں ان مردانِ ہمت کی تعریف کی گئی ہے اور انہوں نے اپنے وعدے سچے کر دکھائے۔ ان میں سے بعض تو مختلف جنگوں میں شہید ہو چکے ہیں اور باقی پورے خلوص کے ساتھ شہادت کا انتظار کر رہے ہیں اور ان کے ارادوں میں کوئی تبدیلی اور کمزوری نہیں آئی۔ اس سلسلہ میں حضرت عمر فاروق ؓ کی ایک دعا ملاحظہ کریں: اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں بنا دے۔ (بخاری: ۱۸۹۰: کتاب فضائل المدینۃ: باب ۱۳)

اس عہد کو پورا کرنے والوں میں شہدائے احد بھی شامل ہیں جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہداء ہیں، سو تم ان کے پاس آیا کرو اور ان کی زیارت کیا کرو اور اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! قیامت تک جو شخص بھی ان کو سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔
(مستدرک: امام حاکم: ۲۹۷۷: جلد ۲: ص ۲۷۱، کنز العمال: ۲۹۸۹۲: جلد ۱۰: ص ۳۸۱)

[۲۹] غزوہ احزاب میں اہل ایمان نے اپنے وعدے سچے کر دکھائے تو اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں انہیں فتح عطا فرمائی۔ تاریخ میں ان کا ذکر احترام کے ساتھ کیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے جنت کی خوش خبری ہے اور منافقین نے اگر توبہ نہ کی تو یہ اللہ تعالیٰ پر منحصر ہے، چاہے تو انہیں ان کے نفاق کی وجہ سے عذاب دے اور اگر ان کا نفاق معمولی ہو تو انہیں توبہ کی توفیق دے کر معاف فرما دے۔

[۳۰] عرب کے کفار بڑے تکبر کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے تا کہ مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں مگر وہ اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکے اور غصے سے بھرے ہوئے واپس لوٹ گئے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کو جنگ کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی تیز ہوا چلا دی جس سے گھبرا کر کفار خود ہی واپس بھاگ گئے۔

Marfat.com

وَاَنۡزَلَ الَّذِيۡنَ ظَاهَرُوۡهُمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ مِنۡ صَيَاصِيۡهِمۡ وَقَذَفَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الرُّعۡبَ فَرِيۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ وَتَاۡسِرُوۡنَ فَرِيۡقًا ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور جن اہل کتاب (بنی قریظہ کے یہود) نے ان حملہ آور کفار کی مدد کی تھی، اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ تم ان کے ایک گروہ کو قتل کر رہے ہو اور ایک گروہ کو قیدی بنا رہے ہو۔ [۳۱]

وَاَوۡرَثَكُمۡ اَرۡضَهُمۡ وَدِيَارَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ وَاَرۡضًا لَّمۡ تَطَـُٔوۡهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرًا ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور اس نے تمہیں ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے اموال کا مالک بنا دیا اور اس زمین کا بھی مالک بنا دیا جس پر تم نے کبھی قدم بھی نہ رکھا تھا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۳۲]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزۡوَاجِكَ اِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتَهَا فَتَعَالَيۡنَ اُمَتِّعۡكُنَّ وَاُسَرِّحۡكُنَّ سَرَاحًا جَمِيۡلًا ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اے نبی ﷺ! آپ اپنی بیویوں سے فرما دیں: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ! میں تمہیں مال و متاع دے دوں اور تمہیں اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ [۳۳]

---

[۳۱] غزوہ احزاب سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا کیونکہ انہوں نے دوران جنگ عہد شکنی کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی بھرپور کوشش کی۔ ۲۵ دن تک محاصرہ جاری رہا، اس دوران پتھروں اور تیروں کا تبادلہ بھی ہوا۔ آخر کار یہودی قبیلہ بنی قریظہ نے عاجز آ کر شکست تسلیم کر لی اور ان کی سزا کے لئے جانبین نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر کیا۔ ان کے فیصلہ کے مطابق بنی قریظہ کے نوجوانوں کو قتل کر دیا گیا اور ان کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنا لیا گیا کیونکہ بنی قریظہ نے عین اس وقت عہد شکنی کی جب سارا عرب دس ہزار کا لشکر جرار لے کر چھوٹی سی بستی یعنی مدینہ منورہ پر حملہ آور تھا اور مسلمان اپنی زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ایسے اسباب پیدا نہ فرماتا جنہوں نے دشمنان اسلام کے حوصلے پست کر دیئے تو آپ خود اندازہ کریں باہر سے کفار حملہ کرتے اور اندر سے بنی قریظہ ٹوٹ پڑتے تو مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹا کے رکھ دیتے۔

[۳۲] اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بنی قریظہ کی زمین، ان کے گھروں اور ان کے اموال کا مالک بنا دیا اور مستقبل میں ایسی زمین کی فتح بھی ان کے مقدر میں لکھ دی جہاں تک وہ ابھی نہیں پہنچے تھے۔ اس زمین سے مراد خیبر اور طائف وغیرہ وہ ساری فتوحات ہیں جو اس جنگ کے بعد مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔

[۳۳] نبی کریم ﷺ کی خانگی زندگی بڑی سادہ اور فقیرانہ تھی، کئی کئی دنوں تک چولہے میں آگ نہ جلتی، صرف کھجوروں پر گزر

Marfat.com

وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور دار آخرت کا ارادہ رکھتی ہو، تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اے نبی ﷺ کی بیویو! تم میں سے جس نے بھی صریح ناشائستہ بات کی تو اس کے لئے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔[۳۴]

بسر ہوتی۔ مسلمانوں کے مالی حالات جب تک ناساز گار رہے امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن اس فقر وفاقہ پر صابر و شاکر تھیں لیکن جب فتوحات اور مال غنیمت کے آنے کا سلسلہ شروع ہوا اور مدینہ منورہ میں عام مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر ہو گئی تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے بھی اپنے نان ونفقہ میں اضافہ کی درخواست کی۔ یہ بات نبی کریم ﷺ کے قلب نازک پر گراں گزری اور تقریباً ایک ماہ تک آپ ﷺ اپنی بیویوں سے الگ رہے، تب یہ آیات نازل ہوئیں یعنی اگر تم واقعی دنیا کی زیب و زینت چاہتی ہو تو مجھے بتاؤ میں تمہیں کچھ مال ومتاع بھی دوں گا اور اچھے طریقہ سے طلاق دے کر فارغ کر دوں گا (کیونکہ دنیاوی مال ومتاع اور میں ایک گھر میں اکٹھے نہیں رہ سکتے)۔

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: میں آج تم سے ایک بات پوچھنے والا ہوں، تم اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے اس کا جواب دینا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے یہ آیات پڑھیں تو اس کے جواب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: کیا میں اس بات میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ (میرا فیصلہ بالکل واضح ہے) میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔ (مسلم: ۱۴۷۵: کتاب الطلاق: باب ۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے بھی یہی جواب دیا اور اس آیت میں بیان کردہ اجر عظیم کی مستحق قرار پائیں۔

[۳۴] اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ العیاذ باللہ! نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے کسی ناشائستہ حرکت کا اندیشہ تھا بلکہ انہیں یہ احساس دلانا مقصود تھا کہ امت میں ان کا بڑا اونچا مقام ہے اور ان کی زندگی صرف اپنے لئے ہی نہیں بلکہ امت کی ساری عورتوں کے لئے ہدایت کا نمونہ ہے، لہٰذا ان کی ذمہ داریاں بھی دگنی ہیں، اگر ان کے دامن پر کوئی داغ لگا تو پھر اس کی سزا بھی دگنی ہوگی۔۔۔ جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

Marfat.com

وَ مَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرماں بردار رہے اور نیک عمل کرتی رہے تو ہم اسے اس کا اجر دوگنا دیں گے اور ہم نے اس کے لئے عزت والی روزی تیار کر رکھی ہے۔ [۳۵]

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں میں سے کسی ایک کی مانند نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو، اور (کسی مرد سے ایسے) نرم لہجہ میں بات نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہو وہ لالچ کرنے لگے اور دستور کے مطابق بات کیا کرو۔ [۳۶]

---

[۳۵] کسی اہم اور معزز شخص کی معمولی غلطی بھی بڑی سمجھی جاتی ہے کیونکہ دوسرے لوگ اس کو نمونہ بنا کر بڑی غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اس معزز شخص کو اپنی غلطی کے ساتھ دوسروں کی غلطیوں کی بھی سزا ملتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی اہم اور معزز شخص نیکی کرے تو اس کی عزت افزائی بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس سے دوسرے لوگوں کو نیکی کی ترغیب ملتی ہے، اس طرح اس اہم شخص کو اپنی نیکی کے ساتھ دوسروں کی نیکیوں سے بھی اجر ملتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن امت میں صرف اہم اور معزز ہی نہیں بلکہ ان کو نبی کریم ﷺ کی زوجیت کا ایسا شرف حاصل ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں ہے، اس لئے جب یہ اطاعت اور نیکی پر ثابت قدم رہیں گی تو ان کو دوسری عورتوں کے مقابلہ میں نہ صرف یہ کہ دوگنا اجر ملے گا بلکہ جنت میں نبی کریم ﷺ کی معیت میں خصوصی روزی اور امتیازی نعمتیں بھی ملیں گی۔

[۳۶] یعنی تمہاری حیثیت عام عورتوں کی مانند نہیں ہے بلکہ تمہیں نبی کریم ﷺ کی زوجیت کی وجہ سے ایک خصوصی شرف حاصل ہے، لہٰذا تمہیں جب کبھی ضرورت کے باعث کسی مرد سے بات کرنا پڑے تو ایسا نرم لہجہ اختیار نہ کرو جس سے کسی بیمار دل میں کوئی غلط خیال پیدا ہو بلکہ ایسا مہذب اور شائستہ انداز تکلم اختیار کرو جس سے پرہیزگاری اور خدا خوفی جھلک رہی ہو۔

ان آیات میں بظاہر خطاب اگرچہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے ہے مگر مراد امت کی ساری عورتیں ہیں، یعنی اے مسلمان عورتو! تمہاری حیثیت غیر مسلم عورتوں کی مانند نہیں ہے بلکہ اسلام کی وجہ سے تمہیں ایک خصوصی شرف حاصل ہے، لہٰذا تمہیں بھی جب کبھی ضرورت کے باعث کسی مرد سے بات کرنی پڑے تو ایسا لہجہ اختیار کرو جس سے تقویٰ اور خدا کا ڈر جھلک رہا ہو اور سامع کے دل کے کسی گوشے میں کوئی غلط خیال جنم نہ لے سکے۔

اس آیت میں ایک اور نکتہ بھی قابل غور ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نسبت کی وجہ سے جب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن

Marfat.com

وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنی زیب و زینت کی نمائش نہ کرو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتی رہو، [۳۷] اے (نبی کے) گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھے اور تمہیں خوب پاک و صاف رکھے۔ [۳۸]

کی مثل کوئی عورت نہیں ہے تو خود نبی کریم ﷺ کی مثل بھی کوئی نہیں ہوسکتا۔

[۳۷] یعنی دور جاہلیت کی طرح اپنی زیب و زینت اور اپنا حسن و جمال دکھانے کے لئے باہر نہ جاؤ۔ اگر کسی ضرورت کے باعث باہر جانا پڑے تو مہذب طریقہ سے جاؤ اور ضرورت پوری کرنے کے بعد گھر لوٹ آؤ، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی کرو اور گھروں میں ٹھہری رہو۔ یہ حکم صرف ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے خاص نہیں ہے بلکہ امت کی ساری عورتوں کے لئے عام ہے۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ عورتوں کی اس زیب و زینت کو دیکھ لیتے جواب عورتوں نے ایجاد کر لی ہے تو ان کو (مساجد میں نماز پڑھنے سے) اس طرح منع فرما دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مساجد میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ (بخاری: ۸۶۹: کتاب الاذان: باب ۱۶۳)

☆ حضرت ام حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہیں مگر ہمارے شوہر ہم کو آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا گھر کے کمروں میں نماز پڑھنا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا گھر کے صحن میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(السنن الکبریٰ: امام بیہقی: جلد ۳: ص ۱۳۲)

☆ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کی نماز پڑھنے کی سب سے بہتر جگہ ان کے گھروں کا اندرونی حصہ ہے۔ (مسند احمد: جلد ۶: ص ۲۹۷)

[۳۸] اہل بیت سے کون مراد ہیں؟

اہل بیت سے مراد نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت علی علیہ السلام، حضرت حسن علیہ السلام، اور حضرت حسین علیہ السلام ہیں۔

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا اہل بیت ہونا قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہے اور باقی چار حضرات علیہم السلام کا اہل بیت سے ہونا احادیث سے ثابت ہے۔

Marfat.com

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝۳۴ ع

۳۴۔ اور تمہارے گھروں میں جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں ان کو خوب یاد رکھو،[۳۹] بے شک اللہ تعالیٰ بہت باریک بین خوب باخبر ہے۔

☆علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن آپ ﷺ کے اہل بیت ہیں اور اس میں شیعہ مذہب کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اہل بیت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت علی ؓ، حضرت حسن ؓ اور حضرت حسین ؓ کے ساتھ مخصوص ہیں کیونکہ ایک دن نبی کریم ﷺ ایک چادر لے کر آئے، پھر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت علی ؓ، حضرت حسن ؓ اور حضرت حسین ؓ کو اس چادر میں داخل کر کے یہ آیت پڑھی۔ یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ حضرات بھی اہل بیت سے ہیں، اس پر دلالت نہیں کرتی کہ ان کے علاوہ دیگر حضرات اہل بیت سے نہیں ہیں۔ (تفسیر روح البیان) یعنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن تو قرآن کی رو سے اہل بیت ہیں اور دیگر چار حضرات ؓ کو چادر کے ذریعہ اہل بیت میں شامل کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی تا کہ کوئی ان کو اہل بیت سے خارج نہ سمجھے۔

☆حضرت جابر بن عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج کے موقع پر دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی اونٹنی قَصْوَاء پر سوار خطبہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے: اے لوگو! میں نے تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر تم نے ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری اولاد، میرے اہل بیت۔ (ترمذی: ۳۷۸۶: ابواب المناقب: باب ۳۱) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ آپ ﷺ کی دوسری اولاد بھی اہل بیت میں شامل ہے۔ نیز قرآن مجید اور احادیث میں جہاں اہل یا اہل بیت کے الفاظ ذکر ہوئے ہیں وہاں ازواج اور اولاد دونوں مراد ہیں۔

☆حضرت زید بن ارقم ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے ان کو تھام لیا تو تم میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوگے، ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ عظیم ہے، ایک کتاب اللہ ہے، یہ وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین تک تانی ہوئی ہے اور دوسری میری اولاد ہے میرے اہل بیت، وہ ہرگز ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے حتیٰ کہ وہ دونوں اکٹھے میرے پاس حوض پر وارد ہوں گے۔ پس غور کرو کہ تم میرے بعد ان سے کس طرح پیش آتے ہو۔
(ترمذی: ۳۷۸۸: ابواب المناقب: باب ۳۱)

☆حضرت ابوذر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے اہل بیت کشتی نوح کی طرح ہیں جو اس کشتی میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس کشتی سے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔ (المعجم الکبیر: ۲۵۷۰: جلد ۳: ص ۱۷۹)

☆حضرت حسین بن علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اسلام کا لباس حیا ہے، اس کی زینت وفا ہے، اس کی مروت عمل صالح ہے، اس کا ستون تقویٰ ہے۔ ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت ہے۔ (کنز العمال: ۳۲۵۲۳: جلد ۱۱: ص ۵۳۹)

[۳۹] ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے گھروں میں قرآن اور حکمت کی تلاوت کی جاتی ہے، حکمت سے مراد حدیث ہے۔ اس سے

Marfat.com

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ
وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ
وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ
وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ
وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ
وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ
اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾

۳۵۔ بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صابر مرد اور صابر عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لئے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔[۴۰]

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ
وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ

۳۶۔ اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرما دیں تو پھر

معلوم ہوا کہ حدیث بھی قرآن کی طرح ثواب کی نیت سے پڑھی جاسکتی ہے۔

اس آیت میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنہن کو حکم دیا جارہا ہے کہ تمہارے گھروں میں جو قرآنی آیات کا نزول اور حکمت کے موتیوں کا ظہور ہوتا ہے ان کو غور سے سنا کرو اور اچھی طرح یاد کر کے امت تک پہنچاؤ، اور یہ اسی حکم کا نتیجہ ہے کہ احادیث مبارکہ کا ایک کثیر ذخیرہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنہن کے ذریعہ امت مسلمہ کو نصیب ہوا، مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ۲۲۱۰، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ۳۷۸، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ۱۰۳، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ۴۸، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ۱۰ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا سے ۴ روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔

[۴۰] بعض خواتین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کیا وجہ ہے کہ ہم عورتوں کا قرآن مجید میں اس طرح ذکر نہیں ہے جس طرح مردوں کا ذکر ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اگرچہ تمام احکام میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں سوائے ان مخصوص احکام کے جو صرف عورتوں کے لئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی دلداری کے لئے اس آیت میں ان کا بھی ذکر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر یہ اوصاف مرد اور عورت دونوں میں یکساں ہوں تو ان دونوں کا اجر بھی برابر ہوگا، ایسا نہیں کہ مرد کو سچ بولنے کا ثواب زیادہ ملے اور عورت کو کم۔ اگرچہ ان دونوں کا دائرہ کار مختلف ہے، عورت پیٹ میں بچے اٹھاتی ہے تو مرد اس کے لئے روزی کماتا ہے مگر نیک کام کرنے اور اس کے اجر و ثواب کے حوالے سے مرد اور عورت میں کوئی امتیاز نہیں ہے، ایک جیسی نیکی کا ہر ایک کو ایک جیسا اجر ملے گا۔

Marfat.com

اَمۡرِهِمۡ ؕ وَمَنۡ یَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیۡنًا ﴿۳۶﴾

انہیں (مومن مردوں اور عورتوں کو) اپنے اس کام میں کوئی اختیار ہو، اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔[۴۱]

وَ اِذۡ تَقُوۡلُ لِلَّذِیۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِ اَمۡسِكۡ عَلَیۡكَ زَوۡجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِكَ مَا اللّٰهُ مُبۡدِیۡهِ وَتَخۡشَی النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ مِّنۡهَا وَطَرًا

۳۷۔ اور (پیارے نبی ﷺ یاد کیجئے!) جب آپ نے اس شخص (زید ؓ) سے فرمایا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور آپ نے بھی اس پر انعام فرمایا[۴۲] کہ تم اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ کو لوگوں (کے

---

[۴۱] مفسرین لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ ؓ کا نکاح زینب سے کرنا چاہتے ہیں۔ زینب اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ان کا نسب اس آزاد کردہ غلام سے بہتر ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے مقابلے میں کسی کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ کھلا گمراہ ہو گا۔ اس آیت کے سننے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ ؓ اس شادی پر راضی ہو گئے اور نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت زید ؓ سے نکاح کر دیا۔

یہ آیت اگرچہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زید ؓ کے نکاح کے سلسلہ میں نازل ہوئی مگر اس کا حکم عام ہے، کسی مسلمان فرد یا قوم کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن وسنت کے حکم کے مقابلے میں اپنے فیصلے کو ترجیح دے۔

[۴۲] اللہ تعالیٰ نے حضرت زید ؓ پر یہ انعام فرمایا کہ ان کو مسلمان ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور اس آیت میں ان کا نام ذکر فرمایا۔ قرآن مجید میں کسی صحابی کا نام مذکور نہیں مگر حضرت زید ؓ کا نام ہمیشہ کے لئے قرآن مجید کا حصہ ہے اور جب بھی کوئی شخص اس آیت کی تلاوت کرے گا تو صرف ان کا نام یعنی "زید" پڑھنے سے اس کو تیس نیکیوں کا ثواب ملے گا کیونکہ قرآن کریم کے ایک حرف کی تلاوت سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت زید ؓ پر یہ انعام فرمایا کہ جب ان کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور غلام پیش کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔ اس کی تفصیل حاشیہ نمبر ۶ میں ملاحظہ کریں۔ اور پھر جب حضرت زید ؓ جوان ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ان کی شادی کرادی۔ اس کے لئے حاشیہ نمبر ۴۱ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۟

طعنوں) کا ڈر تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں، پھر جب زید رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ تعالی عنہا کو طلاق دینے کی خواہش پوری کرلی تو ہم نے اس کا آپ سے نکاح کر دیا تا کہ مومنوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) کے متعلق کوئی حرج نہ رہے جبکہ وہ (ان کے خاوند) انہیں طلاق دینے کی خواہش پوری کرلیں، اور اللہ تعالیٰ کا حکم تو ہر حال میں پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔[۴۳]

[۴۳] گذشتہ آیت کی تفسیر میں لکھا جا چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ کی حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا سے شادی کرائی۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا اکثر اپنی خاندانی شرافت وفضیلت کا ذکر کرتیں اور اس وجہ سے زوجین میں اکثر تلخ کلامی تک نوبت پہنچ جاتی۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتادیا تھا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کو طلاق دے دیں گے اور اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا آپ کے نکاح میں آئیں گی۔ (تفسیر روح المعانی) اور یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا۔ چنانچہ ایک دن حضرت زید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: میں روز روز کی چپقلش سے تنگ آ گیا ہوں اور اب میں نے زینب رضی اللہ تعالی عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ کرلیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا علم ہو چکا تھا کہ یہ طلاق ہوگی اور حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں گی اور یہ بات پوشیدہ نہیں رہے گی بلکہ ہر ایک کو علم ہو جائے گا لیکن پھر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو فی الحال مخفی رکھا کیونکہ ابھی زینب رضی اللہ تعالی عنہا کو باقاعدہ طلاق نہیں ہوئی تھی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو خدا کا خوف دلایا اور طلاق دینے سے روکا کیونکہ آپ کو ڈر تھا کہ کفار عرب ابھی سے طعن و تشنیع کا بازار گرم کر دیں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: آپ کفار کے طعنوں کی پرواہ نہ کریں اور صرف مجھ سے ڈریں، پھر جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی اور عدت گزر گئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا سے کر دیا گیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا جس کو ہر حال میں پورا ہونا ہی تھا۔ نیز اس سے اہل ایمان کو اس بات کا عملاً مشاہدہ بھی ہو گیا کہ جب منہ بولے بیٹے اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں تو ان سے شادی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اس شادی کے بارے میں بعض مفسرین اور مستشرقین نے کچھ ایسی روایات بھی نقل کی ہیں جن سے یہ تاثر ملتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا سے محبت ہو گئی تھی جس کی وجہ سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طلاق اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی عمل میں آئی، مگر اکثر مفسرین نے ان روایات کی تردید کی ہے اور قرآن مجید کے الفاظ سے بھی یہی

Marfat.com

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ﴿٣٨﴾

۳۸۔ نبی پر اس کام کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمادیا ہے، اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ان انبیاء میں بھی رہی ہے جو پہلے گزر چکے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا حکم ایسا فیصلہ ہوتا ہے جو (پہلے سے) طے شدہ ہوتا ہے۔[۴۴]

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿٣٩﴾

۳۹۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، اور حساب لینے کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔[۴۵]

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ

۴۰۔ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں

معلوم ہوتا ہے کہ یہ شادی نبی کریم ﷺ نے اپنی خواہش کی بنا پر نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی تا کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی کے ساتھ شادی نہ کرنے کی جاہلانہ رسم کو عملاً ختم کر دیا جائے۔

☆ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے سامنے فخر کرتیں اور فرماتیں: تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا اور میرا نکاح آسمانوں سے اوپر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔
(بخاری: ۷۴۲۰: کتاب التوحید: باب ۲۲)

☆ شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: مجھے آپ کی بیویوں پر تین چیزوں سے امتیاز حاصل ہے: میرا اور آپ کا دادا ایک ہے، میرا نکاح آپ ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا اور میرے نکاح کے سفیر جبریل امین تھے۔ (تفسیر الخازن)

[۴۴] انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ کسی نبی کو کوئی حکم دیتا ہے تو کوئی امتی خواہ اس پر عمل کرے یا نہ کرے، بہر حال نبی کے لئے اس حکم پر عمل کرنا لازم ہو جاتا ہے کیونکہ نبی امت کے لئے رہنما اور نمونہ ہوتا ہے۔ اب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم ﷺ کا نکاح چونکہ اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھا تھا تا کہ اس جاہلانہ رسم کا عملاً خاتمہ ہو جائے اس لئے آپ ﷺ کو وہ نکاح کرنا ہی تھا خواہ سارا عرب مخالفت پر اتر آئے۔

[۴۵] جن خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے وہ احکام خداوندی کی تبلیغ میں کسی فرد یا قوم کی مخالفت سے نہیں ڈرتے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا حامی و ناصر ہے اور وہی ان کا حساب لینے والا ہے۔

Marfat.com

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ

ہیں، [۴۶] لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں (یعنی سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں)،

[۴۶] حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے ہیں۔ جب انہوں نے اپنی بیوی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کر لی تو کفار و منافقین نے طعن و تشنیع کا بازار گرم کر دیا کہ دیکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے شادی کر لی ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے بھی باپ نہیں ہیں تو پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے باپ کیسے ہو سکتے ہیں؟ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے بیٹے بچپن میں ہی فوت ہو گئے اور ان میں سے کوئی بھی بالغ ہونے یعنی مرد کہلانے کی عمر کو نہیں پہنچا تھا، لہٰذا آپ کے نسبی بیٹوں میں کوئی مرد نہیں ہے، البتہ ساری امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی باپ سے زیادہ تعظیم و تکریم کے مستحق ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے روحانی باپ ہیں اور حقیقی باپ سے زیادہ مشفق و مہربان ہیں حتیٰ کہ قیامت کے دن جب ماں باپ اور اولاد ایک دوسرے سے دور بھاگیں گے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اہل ایمان یعنی روحانی اولاد کے لئے تسکین کا باعث ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل ایمان کے لئے روحانی باپ اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن روحانی ماں کی طرح ہیں۔ اس کے لئے آیت نمبر ۶ کا حاشیہ نمبر ۸ ملاحظہ کریں۔

اس آیت کی تفسیر میں دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار صاحبزادے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین صاحبزادے یعنی قاسم، طیب اور طاہر اور حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک صاحبزادے یعنی ابراہیم تھے۔ یہ چاروں صاحبزادے بچپن ہی میں فوت ہو گئے، ان میں سے ایک بھی حد بلوغت کو نہیں پہنچا تھا۔
(تفسیر منیر)

اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نزول آیت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بیٹا زندہ موجود نہیں تھا یعنی قاسم، طیب اور طاہر کی وفات ہو چکی تھی اور ابراہیم ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔

نیز دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں یعنی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یہ چاروں صاحبزادیاں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئیں۔ ان چاروں نے عہد نبوت پایا اور مشرف باسلام ہوئیں۔ ان میں سے پہلی تین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں انتقال کر گئیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ ماہ بعد میں ہوا۔ (تفسیر منیر)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ شعراوی لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے تھے یعنی قاسم، عبداللہ اور

Marfat.com

اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا ۚ ع [۴۷] اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

ابراہیم۔(تفسیر شعراوی) اور عبداللہ کو طیب اور طاہر کے القاب سے یاد کیا جاتا تھا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ الاحزاب: زیر آیت نمبر ۴۰)

[۴۷] اس آیت میں حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین (آخری نبی) کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن جریر طبری (۲۲۴ھ تا ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں: حضرت محمد ﷺ وہ ہستی ہیں جس نے سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی۔ اب آپ ﷺ کے بعد قیامت تک نبوت کا یہ دروازہ کسی کے لئے نہیں کھولا جائے گا۔
(تفسیر ابن جریر طبری)

ختم نبوت کا عقیدہ

ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ ختم نبوت کا یہ عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے اور چودہ صدیوں سے امت مسلمہ کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے اور اگر کوئی شخص حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کر دے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں خاتم النبیین کے الفاظ نے عقیدہ ختم نبوت کو بالکل صریح اور اظہر من الشمس کر دیا ہے، لیکن اگر یہ آیت نازل نہ ہوتی تو بھی آپ کا آخری نبی ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس سلسلے میں چند آیات اور احادیث ملاحظہ فرمائیں:

ختم نبوت کے متعلق چند آیات

☆ {اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو آپ سے پہلے (انبیاء پر) نازل کیا گیا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔} (قرآن: ۲: ۴)

اس آیت میں متقی لوگوں کی چوتھی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن مجید اور آپ سے پہلے انبیائے کرام پر نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ چونکہ قرآن مجید آخری کتاب اور حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اس لئے قرآن کریم اور آپ سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کا ذکر ہے لیکن بعد کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

☆ {آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔} (قرآن: ۵: ۳)

یہ آیت بھی حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے کی دلیل ہے کیونکہ جب دین مکمل ہو گیا اور کامل نعمت کی صورت میں تمہارے لئے پسند کر لیا گیا تو پھر کسی دوسرے نبی کے آنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔

☆ {آپ فرمایئے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔} (قرآن: ۷: ۱۵۸)

Marfat.com

آپ ﷺ سے پہلے ہر قوم اور ہر علاقہ کی طرف الگ الگ انبیائے کرام علیہم السلام مخصوص اوقات کے لئے آتے رہے مگر ہمارے پیارے نبی ﷺ چونکہ آخری نبی ہیں اس لئے آپ ﷺ کو دنیا کے ہر علاقے اور تمام انسانوں کے لئے بھیجا گیا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پہلے نبی کسی ایک مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا مگر میں تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (بخاری: ۳۳۵: کتاب التیمم: باب ۱)

ختم نبوت کے متعلق چند احادیث

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس طرح ہے کہ ایک شخص نے بہت خوبصورت گھر بنایا مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس گھر کے گرد گھومتے اور تعجب سے کہتے: اس جگہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں وہ اینٹ ہوں اور میں آخری نبی ہوں۔

(بخاری: ۳۵۳۵: کتاب المناقب: باب ۱۸)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے:

☆ مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں، یعنی الفاظ مختصر مگر معانی کا سمندر۔

☆ رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔

☆ میرے لئے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا ہے۔

☆ میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے۔

☆ مجھے تمام مخلوق کے لئے رسول بنایا گیا ہے۔

☆ میری ذات کے ساتھ انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ (مسلم: ۱۱۶۷: کتاب المساجد: باب ۱)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک نبوت اور رسالت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اب میرے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول۔ (ترمذی: ۲۲۷۲: ابواب الرؤیا: باب ۲)

۴۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا ہے اور مجھے اس کے مشارق اور مغارب دکھا دیے گئے ۔۔۔ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کو گمان ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(ابوداؤد: ۴۲۵۲: کتاب الفتن: باب ۱)

۵۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تخلیق میں سب سے پہلا ہوں اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔ (کنز العمال: ۳۱۹۱۶: جلد ۱۱: ص ۴۰۹)

۶۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔

(ترمذی: ۳۶۸۶: ابواب المناقب: باب ۵۲)

Marfat.com

۷۔ اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن اوفیؓ سے پوچھا: کیا تم نے نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کو دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا: وہ بچپن میں فوت ہو گئے۔ اگر حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا مقدر ہوتا تو آپ کے صاحبزادے زندہ رہتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (بخاری: ۶۱۹۴: کتاب الادب: باب ۱۰۹)

۸۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کا نظام حکومت انبیاء چلاتے تھے، جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا۔ میرے بعد چونکہ کوئی نبی نہیں ہوگا اس لئے خلفاء بہت ہوں گے۔
(بخاری: ۳۴۵۵: کتاب الانبیاء: باب ۵۲)

ختم نبوت کے عقلی دلائل

☆تکمیل دین

اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لئے نبوت کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدمؑ تھے۔ اس وقت چند افراد کی ضرورت کے مطابق اسلام کے محدود احکام نازل ہوئے، پھر جس قدر افراد انسانی کی تعداد بڑھتی گئی ضرورت کے مطابق احکام اسلام میں اضافہ ہوتا گیا حتیٰ کہ حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا:

☆{آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔} (قرآن: ۵:۳)

اس آیت کا مقصد بالکل صاف اور واضح ہے کہ دین اسلام تدریجی مراحل طے کرتا ہوا آج پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے، اب اس میں اضافہ و تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ جب پیغام مکمل ہو چکا تو پھر کسی دوسرے نبی کی بھی ضرورت نہ رہی، لہٰذا ختم نبوت کا تاج حضرت محمد ﷺ کے مبارک سر پر سجا دیا گیا اور آپ ﷺ کے بعد نبوت کا مقدس سلسلہ ختم ہو گیا۔

☆تکمیل عرفان

اللہ تعالیٰ نے یہ ساری مخلوق اپنے عرفان کے لئے پیدا فرمائی۔ سب سے پہلے حضرت آدمؑ نے اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایا، پھر دیگر انبیائے کرام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا تعارف کراتے رہے کہ اللہ ایک ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا تعارف تدریجی مراحل طے کرتا رہا، انبیائے کرام جبریل امین سے سن کر عرفان خداوندی کی تبلیغ کرتے رہے۔ اگرچہ ان کے سننے میں ذرہ بھر شک کی گنجائش نہیں، انبیائے کرام اور جبریل امین جو کچھ سنتے رہے وہ سو فیصد درست تھا مگر پھر بھی سننے اور دیکھنے میں فرق ہوتا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خبر اور مشاہدہ برابر نہیں ہو سکتے۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۲۷۱)

چنانچہ ۲۷ رجب کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو آسمانوں پر بلا کر اپنی شان کے لائق اپنی ذات کا دیدار کرایا اور اس طرح وہ عرفان جو حضرت آدمؑ سے شروع ہوا تھا نبی آخر الزمان ﷺ کے دیدار الٰہی سے تکمیل پذیر ہوا اور

Marfat.com

آپ ﷺ نے معراج سے واپس آکر سب انبیائے کرام کی تصدیق فرمائی کہ آج تک انبیائے کرام جس توحید کی تبلیغ کرتے رہے ہیں، میں سر کی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں وہ واقعی ایک ہے اور لاشریک ہے، تو جب اللہ تعالیٰ کا تعارف مکمل ہو گیا تو مزید کسی نبی کی ضرورت نہ رہی، لہٰذا آپ ﷺ کے بعد نبوت کا مقدس سلسلہ ختم ہو گیا۔

☆حفاظت قرآن

ہر نبی نے اسلام کا پیغام ہدایت کامل طریقہ سے اپنی قوم تک پہنچایا مگر نبی کے جانے کے بعد جب قوم نے اس میں تحریف کی اور اپنی خواہشات کے مطابق اس میں باطل نظریات کو شامل کیا تو نئے نبی کی ضرورت پڑی تا کہ وہ اصل پیغام اسلام کو دوبارہ واضح اور نمایاں کر دے، لیکن قرآن کریم کے نزول کے بعد یہ اعلان کر دیا گیا کہ اب اس کتاب میں کسی تحریف اور تبدیلی کا امکان نہیں ہے، قیامت تک اس کا ہر ہر حرف محفوظ رہے گا، لہٰذا جب قرآن محفوظ رہے گا تو ظاہر ہے کسی نئے نبی کی ضرورت بھی نہیں ہوگی۔

☆عالمگیر نبوت

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا کے مختلف حصوں، مختلف وقتوں اور مختلف قوموں کے لئے انبیائے کرام تشریف لاتے رہے، ان کی تعلیم عالمگیر نہ تھی کیونکہ انسانیت کو ارتقائی منازل طے کرنے میں ابھی بہت وقت درکار تھا۔ بالآخر ہمارے نبی کی آمد اس وقت ہوئی جب دنیا ایک ایسی منزل پر پہنچ چکی تھی جہاں سے وہ عالمگیر نظام حیات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو عالمگیر دین دے کر اعلان فرما دیا: ''آپ ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت اور سارے انسانوں کے لئے رسول ہیں۔'' جب عالمگیر رسول عالمگیر پیغام ہدایت لے کر آ گیا تو مزید کسی پیغام کی ضرورت باقی نہ رہی، لہٰذا سلسلہ نبوت کو ختم ہونا چاہیے تھا جو کہ ہو گیا۔

جب اپنی پوری جوانی پہ آ گئی دنیا جہان کے واسطے اک آخری نظام آیا

منطقی اصول

انبیاء کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ حق و باطل کو واضح کر دیا جائے اور فلاح دارین کے لئے انسان کو کامل ہدایت پہنچا دی جائے، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی شکل میں انسان کو کامل ہدایت عطا فرما دی تو جس مقصد کے لئے انبیاء کا سلسلہ جاری کیا گیا تھا وہ لامحالہ ختم ہو گیا کیونکہ منطق کا یہ اصول ہے کہ جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے وہ کامل ہدایت عطا کر دی گئی ہے اس لئے منطقی طور پر آپ اس سلسلہ کے خاتم قرار پائے ہیں۔

آخری نمونہ

کسی بزرگ کا ارشاد ہے: آنے کو تو پیغمبر کہاں نہیں آئے، ہر قوم میں آئے، ہر علاقے میں آئے اور ہر زمانے میں آئے۔ (اللہ تعالیٰ کا ان پر سلام ہو۔) لیکن یہ سب جانے کو آئے، ایک مقرر وقت اور معین زمانے کے لئے آئے۔ ان کے

Marfat.com

احکام، ان کے نمونے وقتی تھے۔ قیامت تک رہنے کو ایک ہی دین آیا اور آیا تو آ گیا۔ اب اسے کون مٹائے، وہ آنے والا تو آخری آنے والا تھا، وہ چلا جائے اور اس کا نمونہ مٹ جائے تو قیامت آئے۔ اب کوئی آنے والا ہی نہیں، نمونہ تو یہی رہے گا، اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہی فیصلہ کر دیا تھا کہ یہ آخری نمونہ ہے اور قیامت تک یہی رہے گا۔

ختم نبوت ایک نعمت ہے

ختم نبوت اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے جس کی بدولت امت مسلمہ میں ایک عالمگیر برادری اور وحدت قائم ہے۔ اگر یہ عقیدہ نہ ہوتا تو امت مسلمہ کو یہ وحدت کبھی نصیب نہ ہوتی کیونکہ ہر نبی کے آنے پر یہ پارہ پارہ ہوتی رہتی اور یہ ایک امت ایسی مختلف اور متعدد امتوں میں تقسیم ہو جاتی جن میں ہر امت کا روحانی مرکز الگ ہوتا، تاریخ الگ اور علمی و تہذیبی سرچشمہ الگ ہوتا بلکہ انسان ہمیشہ اپنے مستقبل کی طرف سے غیر مطمئن رہتا اور ہر نئے آنے والے نبی کا منتظر رہتا، لیکن عقیدہ ختم نبوت نے مسلمانوں کو ہر ایسے بنیادی اختلاف سے محفوظ کر دیا ہے جو ان کے اندر مستقل تفریق کا باعث بن سکتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی

نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والوں میں غلام احمد قادیانی بھی ہے، جس نے ۱۸۹۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کو غیر مسلم قرار دیا اور ۷ دسمبر ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے مرزا غلام احمد قادیانی کو غیر مسلم قرار دیا۔

ہیومن رائٹس (انسانی حقوق) کے سب کمیشن کا ۸۔ اگست ۱۹۸۸ء کو جنیوا میں ایک اجلاس شروع ہوا، جس میں مرزائی حضرات نے درخواست دے رکھی تھی کہ پاکستان میں ان کے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں۔ پاکستانی حکومت کو دعوت دی گئی کہ وہ اس اجلاس میں اپنا نمائندہ بطور مبصر بھیج سکتی ہے مگر وہ کسی اعتراض کا جواب نہیں دے سکتا۔ اس وقت کے صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم نے میرے استاذ گرامی حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کو جنیوا بھیجا تا کہ اس اجلاس کی کاروائی کو سنیں اور دفاع کا کوئی راستہ تجویز کریں۔ جنیوا میں پاکستان کے سفیر جناب سعید دہلوی صاحب نے جیوری کے ارکان کے ساتھ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی چند پرائیویٹ ملاقاتیں کرائیں تا کہ انہیں پاکستان کا موقف بتایا جا سکے۔ ان ملاقاتوں میں بہت سے مسائل زیر بحث آئے جن میں سے ایک یہ تھا کہ سارے مرزائی حضرات حضرت محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں پھر انہیں مسلمان کہلانے کا حق کیوں نہیں دیا جاتا؟ اس کے جواب میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے فرمایا:

دنیوی نقطہ نظر سے قوموں کے علیحدہ ہونے کی وجہ رنگ، نسل، زبان یا وطن وغیرہ ہوتی ہے لیکن مذہبی نقطہ نظر سے امتوں کی علیحدگی کا ایک ہی سبب ہے، یعنی جب کسی امت کا خصوصی تعلق ایک نبی کے ساتھ ہو جاتا ہے تو ایک علیحدہ امت معرض وجود میں آ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ہم مسلمان حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں لیکن اس کے باوجود نہ ہم یہودی ہیں اور نہ عیسائی۔ چونکہ ہمارا خصوصی تعلق حضرت محمد ﷺ سے ہے اس لئے ہم مسلمان ہیں۔ اسی طرح مرزائی حضرات حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کو مان کر بھی یہودی، عیسائی یا مسلمان نہیں بلکہ

Marfat.com

مرزائی ہیں کیونکہ ان کا خصوصی تعلق مرزا غلام احمد قادیانی سے ہے۔

اس نقطہ نظر کو اس طرح بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ سارے عیسائی حضرات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں مگر یہودی ان کو یہودی کہلانے کا حق نہیں دیتے کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک اور نبی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں جن کو یہودی نہیں مانتے۔اسی طرح سارے مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں مگر عیسائی ان کو عیسائی کہلانے کی اجازت نہیں دیتے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک اور نبی یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں جن کو عیسائی نہیں مانتے۔اسی طرح سارے مرزائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتے ہیں لیکن مسلمان ان کو مسلمان کہلانے کا حق نہیں دیتے کیونکہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اور شخص یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں جس کو مسلمان نبی نہیں مانتے۔یہ بالکل ظاہر اور واضح بات ہے، لہٰذا مرزائیوں کو مسلمان کہلانے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو مرزائی، قادیانی یا احمدی کہلانے پر ہی اکتفا کرنا چاہیے اور اگر ضرور ہی مسلمان کہلانے کا شوق ہے تو مرزائیت سے توبہ کر کے مسلمان ہو جائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

اس آیت کی تفسیر میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں: اگر کوئی کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں نازل ہوں گے؟ تو میں کہوں گا: آپ کے آخری نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ان میں سے ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی بنایا جاچکا ہے اور جب وہ نازل ہوں گے تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے گویا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ایک فرد شمار ہوں گے۔(تفسیر کشاف) جس طرح معراج کی رات تمام انبیائے کرام علیہم السلام مسجد اقصیٰ میں تشریف لائے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھی، حالانکہ وہ سب پہلے نبی بنائے جاچکے تھے۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق چند احادیث

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! عنقریب تمہارے درمیان ابن مریم نازل ہوں گے ایک عادل حاکم کی حیثیت سے، وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ اسے کوئی لینے والا نہیں ہوگا اور (دینداری کا عالم یہ ہوگا) کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ایک سجدہ کرنا دنیا اور اس کے مال و متاع سے بہتر ہوگا۔

(بخاری: ۳۴۴۸: کتاب الانبیاء: باب ۵۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تمہارے درمیان ابن مریم کا نزول نہ ہو، وہ عدل و انصاف کے احکام نافذ کریں گے، صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ اسے کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔

(بخاری: ۲۴۷۶: کتاب المظالم: باب ۳۱)

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٤١﴾ ۴۱۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو۔[۴۸]

☆ حضرت ابوہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب تمہارے درمیان ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا؟ (بخاری:۳۴۴۹:کتاب الانبیاء:باب ۵۱)

☆ حضرت حذیفہ ﷺ بیان کرتے ہیں: ایک دن ہم آپس میں باتیں کررہے تھے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم کیا باتیں کررہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم قیامت کے متعلق باتیں کررہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ پھر آپ نے ان دس نشانیوں کا ذکر فرمایا یعنی دھواں، دجال، زمین کا جانور، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ بن مریم ؑ کا نزول، اور یاجوج اور ماجوج، اور تین جگہ زمین کا دھنسنا یعنی مشرق میں زمین کا دھنسنا، مغرب میں زمین کا دھنسنا اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گی۔ (مسلم:۷۲۸۵:کتاب الفتن:باب ۱۳)

☆ حضرت نواس بن سمعان ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک صبح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ حضرت مسیح ابن مریم ؑ جامع مسجد دمشق کے سفید مشرقی منارہ پر اس حال میں اتریں گے کہ انہوں نے ہلکے زرد رنگ کے دو حلے پہنے ہوئے ہوں گے اور انہوں نے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے۔ جب آپ ؑ سر نیچا کریں گے تو پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اور جب آپ ؑ سر اوپر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح سفید چاندی کے دانے جھڑ رہے ہوں گے ۔۔ (مسلم:۷۳۷۳:کتاب الفتن:باب ۲۰)

☆ حضرت ابوہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے اور عیسیٰ ؑ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ (آسمان سے) نازل ہوں گے۔ جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے، ان کا رنگ سرخی آمیز سفید ہوگا۔ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اگرچہ ان پر تری نہیں ہوگی۔ وہ لوگوں سے اسلام پر قتال کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو موقوف کردیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب کو مٹا دے گا اور مسیح ؑ دجال کو ہلاک کردیں گے اور عیسیٰ ؑ چالیس سال زمین میں قیام کرنے کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (ابوداؤد:۴۳۲۴:کتاب الملاحم:باب ۱۴)

☆ حضرت عبداللہ بن سلام ﷺ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ کی صفت توراۃ میں لکھی ہوئی ہے اور حضرت عیسیٰ ابن مریم ؑ کی بھی۔ حضرت عیسیٰ ؑ نبی کریم ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے۔ ابوداؤد نے کہا: روضہ رسول میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ (ترمذی:۳۶۱۷:ابواب المناقب:باب ۳)

[۴۸] حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو احکام فرض کئے ہیں ان کے لئے ایک حد مقرر کردی ہے۔ (مثلاً پانچ نمازیں مخصوص اوقات میں، رمضان کے روزے، حج عمر میں ایک بار، زکوۃ سال میں ایک بار) اور ان

Marfat.com

وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور صبح وشام اس کی تسبیح کیا کرو۔

هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾

۴۳۔ وہی ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔[۴۹]

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾

۴۴۔ جس دن وہ (مومن) اس سے ملاقات کریں گے تو ان (کی ملاقات) کا تحفہ سلام ہوگا اور اس نے ان کے لئے عزت والا اجر تیار کر رکھا ہے۔[۵۰]

میں عذر کے وقت معذور لوگوں کو رخصت دے دی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کوئی آخری حد مقرر نہیں کی اور سوائے دیوانہ کے کسی کو ذکر سے رخصت نہیں دی بلکہ تمام احوال میں ذکر کا حکم دیا یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، کھڑے ہوکر، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے اور لیل ونہار میں، صبح وشام کو، بحر وبر میں، سفر وحضر میں، بیماری وتندرستی میں اور تنہائی ومجمع عام میں اس کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ (تفسیر خازن)

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ افضل ذکر ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے اور افضل دعا ''الحمد للہ'' ہے۔ (ترمذی: ۳۳۸۳: کتاب الدعوات: باب ۹)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح لوہے پر زنگ لگ جاتا ہے اسی طرح دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ زنگ کس طرح صاف ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتاب اللہ کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہ کثرت کرنے سے۔ (کنز العمال: ۳۹۲۴: جلد ۲: ص ۲۴۱) اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بارے میں سورہ الرعد (۱۳) کی آیت نمبر ۲۸ کا حاشیہ نمبر ۳۸ اور سورہ عنکبوت (۲۹) کی آیت نمبر ۴۵ کا حاشیہ نمبر ۱۴ ملاحظہ کریں۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اس کی حمد وثنا کے ساتھ ہر قسم کی نیکی اور ہر قسم کی عبادت بھی شامل ہے۔ (تفسیر کشاف)

[۴۹] جو لوگ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزارتے ہیں ان کے لئے فرشتے نزول رحمت کی دعائیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل فرماتا ہے اور انہیں گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لے آتا ہے۔

[۵۰] یہ ذاکر اور متقی بندے قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں ''السلام علیکم'' فرمائے

Marfat.com

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ﴿۴۵﴾	۴۵۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک ہم نے آپ کو چشم دید گواہ [۵۱] اور خوش خبری دینے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

گا۔ (تفسیر خازن) اور سلامتی کا گھر یعنی جنت میں جانے کا حکم صادر فرمائے گا جہاں فرشتے ان کا ''السلام علیکم'' کے ساتھ استقبال کریں گے۔

[۵۱] شاہد کی تعریف

شاہد عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کی تعریف میں اہل زبان لکھتے ہیں: الذی یخبر بماشھدہ۔ (المنجد) شاہد اس گواہ کو کہتے ہیں جو ایسی خبر دے جس کا اس نے خود مشاہدہ کیا ہو یعنی کسی سے سنی نہ ہو بلکہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہو۔ ایسے گواہ کو عربی میں شاہد، اردو میں چشم دید گواہ اور انگریزی میں Eye-witness کہتے ہیں اور Eye-witness کی تعریف یہ ہے: A person who has personally seen something happen and can give evidence about it.

یعنی Eye-witness اس شخص کو کہتے ہیں جس نے بذات خود کوئی واقعہ دیکھا ہو اور پھر اس کی گواہی دے۔

الغرض شاہد اس گواہ کو کہتے ہیں جو موقع پر حاضر ہو اور واقعہ کا ناظر بھی ہو یعنی واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ اب اس مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے آیت کا ترجمہ یہ بنتا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک ہم نے آپ کو حاضر و ناظر (چشم دید گواہ) بنا کر بھیجا۔ (قرآن: ۴۵:۳۳) O Prophet! Indeed We have sent you as an eye-witness. اور یہی ترجمہ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خانؒ نے کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے۔ (کنزالایمان)

اب سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس کے لئے شاہد ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تم پر شاہد ہے۔} (قرآن: ۱۵:۷۳)

اس آیت میں تم سے مراد اُمت ہے اور امت کی دو قسمیں ہیں: ایک امت اجابت ہے جس نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور وہ مسلمان ہیں۔ دوسری امت دعوت ہے جس کو آپ نے ہدایت کی دعوت دی اور وہ ساری دنیا ہے۔ امت اجابت کے اعتبار سے آپ مسلمانوں کے شاہد ہیں اور امت دعوت کے اعتبار سے آپ ساری دنیا کے شاہد ہیں۔

{بہت برکت والا ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے محبوب بندے پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے نذیر بن جائیں۔} (قرآن: ۱:۲۵)

Marfat.com

{اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔} (قرآن: ۲۱: ۱۰۷)

★ اسی لئے اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں: یاایھاالنبی انا ارسلناک شاھدا علی من بعثت الیھم۔ آپ ہر اس مخلوق کے شاہد ہیں جس کی طرف آپ کو نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ یعنی جس جس چیز کے آپ نبی ہیں اس چیز کے پاس آپ حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی۔

★ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: أرسلت الی الخلق کافۃً وَ خُتِمَ بِیَ النبیون (مسلم: کتاب المساجد: حدیث نمبر ۵) میں ساری مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میرے اوپر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ خلق کافۃ سے مراد یہ ہے کہ جتنی قسم کی مخلوق ممکن ہو سکتی ہے میں اس کا نبی ہوں اور اس کا مطلب یہ بنتا ہے گویا آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں مٹی کے ذروں کا بھی نبی ہوں اور پانی کے قطروں کا بھی نبی ہوں، میں جنگل کے درندوں کا بھی نبی ہوں اور فضا کے پرندوں کا بھی نبی ہوں، میں جنوں کا بھی نبی ہوں اور انسانوں کا بھی نبی ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر مخلوق کے شاہد بھی ہیں اور اس کے پاس حاضر و ناضر بھی ہیں۔

نبی کریم ﷺ مخلوق کے ہاں کیسے حاضر و ناظر ہیں؟

★ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کے ایک قبرستان کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے دو انسانوں کی چیخ و پکار سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا تھا بلکہ ان میں سے ایک اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے کھجور کی ایک ٹہنی منگائی، اس کے دو ٹکڑے کئے، اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ سے پوچھا گیا: آپ نے یہ کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: امید ہے جب تک یہ ٹہنیاں سرسبز رہیں گی ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔ (بخاری: حدیث نمبر ۲۱۶: کتاب الوضوء: باب ۵۵)

گویا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے صحابہ! میں بظاہر تمہارے ساتھ ہوں مگر صرف تمہارے ساتھ نہیں بلکہ برزخ والوں کے بھی ساتھ ہوں اور ان کی مدد بھی کر سکتا ہوں، ان کے ہاں بھی شاہد اور تمہارے ہاں بھی شاہد ہوں۔ اسی طرح جب میں برزخ میں ہوں گا تو صرف ان کا شاہد نہیں بلکہ تمہارا بھی شاہد ہوں گا اور تمہاری مدد بھی کر سکوں گا۔ اس کی تائید کے لئے ایک حدیث ملاحظہ کریں:

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرنے والے ہیں، وہ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے، تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لئے حدیث بیان کی جاتی ہے، اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں، جو نیک عمل میں دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو برا عمل میں دیکھتا ہوں تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ (مجمع الزوائد: ۹: ص ۲۴، البدایۃ والنہایۃ: جلد ۳: ج ۵: ص ۲۷۵) تو جس طرح نبی کریم ﷺ

Marfat.com

زندگی میں صحابہ کرام کے ساتھ رہتے ہوئے برزخ والوں کے بھی شاہد تھے اسی طرح آج برزخ میں رہتے ہوئے ہمارے بھی شاہد ہیں اور ہمارے لئے استغفار کر کے ہماری مدد بھی کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ ایک ہیں پھر سب کے شاہد کیسے ہو سکتے ہیں؟

☆ زہیر بن محمد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: ملک الموت تو ایک ہے اور مشرق و مغرب میں دو لشکر لڑتے ہیں اور ہلاک ہوتے ہیں (تو ایک ملک الموت ایک ہی وقت میں سب کی روحیں کیسے قبض کرتا ہے؟) اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کے لئے دنیا اس طرح سمیٹ دی ہے جس طرح ایک طشت تمہارے سامنے ہو، لہٰذا دنیا کی کوئی چیز ملک الموت سے چھوٹ نہیں سکتی۔

(تفسیر الدر المنثور: سورۃ السجدۃ (۳۲): زیر آیت نمبر ۱۱)

★ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو پیش فرمایا تو میں اسے اور اس میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح میں اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

(کنز العمال: حدیث نمبر ۳۱۹۷۱: جلد ۱۱: ص ۴۲۰)

☆ فرض کیا عشاء کی نماز کے بعد رات کے نو بجے امام صاحب مسجد میں خطاب کر رہے تھے اور بیس آدمی ان کے سامنے بیٹھ کر خطاب سن رہے تھے، عین اسی وقت اگر اس شہر میں کوئی آدمی قتل ہو جائے اور سامعین میں سے چند کا نام قاتلوں میں ذکر کر دیا جائے تو امام صاحب عدالت میں گواہی دے سکتے ہیں کہ فلاں بیس آدمیوں میں سے کوئی بھی اس قتل میں شریک نہیں ہے کیونکہ میں ان کا عینی شاہد ہوں کہ وہ اس وقت میرے سامنے مسجد میں موجود تھے۔ اب اگر امام صاحب ایک ہو کر بیس آدمیوں کے شاہد ہو سکتے ہیں اور ملک الموت ایک ہو کر مشرق و مغرب میں سارے انسانوں کے شاہد ہو سکتے ہیں تو ماننا پڑے گا نبی کریم ﷺ بھی ایک ہو کر سب کے شاہد ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے حاضر و ناظر کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر انور میں تشریف فرما ہیں اور ہم سب آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور آپ ہمارے ناظر ہیں۔

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی حاضر و ناظر ہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {میں نے جنات اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔} (قرآن: ۵۱:۵۶) اور عبادت سے پہلے اس کا تعارف ضروری ہے کہ وہ کون ہے جو عبادت کے لائق ہے۔ اسی لئے علامہ آلوسی اور علامہ قرطبی اپنی تفاسیر میں لیعبدون کا معنیٰ لیعرفون لکھتے ہیں یعنی پہلے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کرو اور پھر اس کی عبادت کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اپنا تعارف کرانے کے لئے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے دنیا کو بتایا: اللہ تعالیٰ ایک ہے، پھر حضرت نوح علیہ السلام، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے، سب نے دنیا کو بتایا اللہ تعالیٰ ایک ہے، مگر کسی نبی نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا بلکہ جبریل امین سے سن کر دنیا کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے حالانکہ جبریل امین نے بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ ہمارا ایمان ہے جو کچھ انبیائے کرام نے سنا اور جبریل امین نے پہنچایا وہ سو فیصد درست تھا مگر "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" سننے اور دیکھنے میں فرق

Marfat.com

وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝٤٦

۴۶۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن کرنے والا چراغ (بنا کر بھیجا)۔[۵۲]

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِأَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۝٤٧

۴۷۔ اور آپ مومنوں کو خوش خبری سنا دیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔[۵۳]

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ أَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝٤٨

۴۸۔ اور آپ کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیں اور ان کی ایذارسانی سے درگزر فرمائیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، اور اللہ تعالیٰ کارساز کافی ہے۔[۵۴]

ہوتا ہے۔ یہ صرف کہاوت نہیں ہے بلکہ یہ انسانی فطرت ہے اور نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے: لیس الخبر کالمعاینۃ۔ خبر مشاہدہ کی طرح نہیں ہے۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۲۷۱) سارے انبیائے کرام نے جبریل امین سے سنا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے مگر معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان ﷺ کو لامکان پر بلایا اور فرمایا: تو خود آ اور اپنے سر کی آنکھوں سے مجھے دیکھ کر دنیا والوں کو بتا کہ آج تک جو انبیائے کرام کہتے رہے کہ خدا ایک ہے میں خود دیکھ کر آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ واقعی ایک ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات نبی کریم ﷺ کو اپنے پاس بلا کر اپنی ذات کا شاہد بنایا۔

جس طرح اسلام کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی، زمانے کے حالات کے مطابق ترقی پذیر رہا اور اپنے عروج کو اس وقت پہنچا جب نبی آخر الزمان ﷺ کے دور میں اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا: الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔ (قرآن: ۵: ۳) اسی طرح انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے تعارف کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور اس کی انتہا اس وقت ہوئی جب نبی آخر الزمان ﷺ نے معراج کی رات اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ اسلام اور اللہ تعالیٰ کے تعارف کی تکمیل کے بعد نبوت کی ضرورت نہ رہی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا۔ الغرض نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، اس طرح آپ اللہ تعالیٰ کے شاہد اور حاضر و ناظر ہوئے۔

[۵۲] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو داعی بنا کر بھیجا تا کہ آپ ﷺ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اطاعت کی طرف بلائیں اور آپ ﷺ کو روشن چراغ بنا کر بھیجا تا کہ حق و باطل کے راستے واضح ہو جائیں اور لوگ باطل کو چھوڑ کر حق کا راستہ اختیار کریں۔

[۵۳] بہت بڑے فضل سے مراد جنت اور اس کی نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے تیار کر رکھی ہیں۔

[۵۴] اس آیت کی تفسیر کے لئے آیت نمبر ۱ کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر تم انہیں طلاق دے دو اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جس کو تم شمار کرو، پس تم انہیں کچھ مال ومتاع دے دو اور اچھائی کے ساتھ انہیں رخصت کر دو۔[۵۵]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۚ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا

۵۰۔ اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ کے لئے آپ کی وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جن کے مہر آپ ادا کر چکے ہیں اور آپ کی وہ کنیزیں بھی جو اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت سے آپ کو عطا فرمائی ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ مومن عورت جس نے اپنے آپ کو نبی ﷺ کے لئے ہبہ کر دیا اور نبی ﷺ اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں (تو یہ سب آپ کے لئے حلال ہیں لیکن یہ اجازت) صرف آپ کے لئے خاص ہے دوسرے مومنوں کے لئے نہیں ہے،[۵۶] ہم خوب جانتے ہیں جو ہم نے ان (مسلمانوں) پر ان کی بیویوں اور ان کی کنیزوں کے

---

[۵۵] حضرت ابن عباس ﷜ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جو کسی عورت سے نکاح کرے، پھر اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دے، پس جب وہ اس عورت کو ایک طلاق دے گا تو وہ اس سے بائن ہو جائے گی اور اس پر کوئی عدت نہیں ہے، وہ جس سے چاہے نکاح کر لے۔ اگر اس شخص نے اس عورت کے لئے مہر مقرر کیا تھا تو اس عورت کو نصف مہر ملے گا اور اگر اس نے اس عورت کے لئے مہر مقرر نہیں کیا تھا تو وہ شخص اپنی گنجائش کے مطابق اس کو کچھ مال ومتاع دے دے اور اچھائی کے ساتھ رخصت کر دے۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

[۵۶] اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعض احکام میں نبی ﷺ کو امتیاز حاصل ہے جن میں دوسرے مسلمان آپ کے ساتھ شریک

Marfat.com

يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

بارے میں مقرر کر رکھا ہے (مگر آپ کے لئے تعدد ازواج کے حوالے سے کوئی پابندی نہیں) تا کہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۵۷]

نہیں ہیں، مثلاً نمازِ تہجد آپ کے لئے ایک خصوصی نماز تھی جس کو آپ نے ہمیشہ پابندی سے ادا کیا جبکہ دیگر مسلمانوں کے لئے نفل ہے۔آپ کے لئے اور آپ کے خاندان والوں کے لئے صدقہ لینا حرام ہے جبکہ دیگر مسلمانوں کے لئے حرام نہیں ہے۔آپ کی بیویاں تمام امت کے لئے بہ منزلہ ماں ہیں، آپ کے وصال کے بعد کوئی ان سے نکاح نہیں کر سکتا۔اسی طرح ان آیات میں آپ ﷺ کے نکاح کے متعلق چند خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے:

☆ جن عورتوں کو آپ نے مہر دیا ہے وہ آپ کے لئے حلال ہیں خواہ ان کی تعداد چار سے زیادہ ہو جبکہ دوسرے مسلمانوں کو چار سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے۔

☆ جو کنیزیں آپ کے لئے حلال کی گئی ہیں ان کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کے بعد دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی طرح ان کے ساتھ بھی کوئی نکاح نہیں کر سکتا، جیسے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

☆ چچا اور پھوپھی کی لڑکیوں اور ماموں اور خالہ کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں نبی کریم ﷺ کے لئے خصوصی شرط یہ ہے کہ ان عورتوں نے مکہ سے ہجرت کرنے میں آپ کا ساتھ دیا ہو کیونکہ جس نے مکہ سے بلا وجہ ہجرت نہیں کی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت غالب نہیں ہے اس لئے وہ اس لائق نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس سے نکاح کریں۔

☆ جو مومن عورت اپنے آپ کو نبی ﷺ کے لئے ہبہ کر دے یعنی اپنے آپ کو بغیر مہر کے نکاح کے لئے پیش کر دے اور آپ بھی اس کو اپنے نکاح میں پسند کر لیں تو یہ حکم صرف نبی کریم ﷺ کے لئے خاص ہے کہ آپ اس عورت سے بغیر مہر کے نکاح کر سکتے ہیں لیکن اس رخصت کے باوجود نبی کریم ﷺ نے ہر ایک کا مہر ادا کیا، جبکہ دوسرے مسلمان بغیر مہر کے نکاح نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے لئے مہر کا مقرر کرنا لازم ہے اور اگر وہ مقرر نہ کریں تو صحبت کر لینے کے بعد مہر مثل ادا کرنا واجب ہے۔

(تفسیر مظہری)

مسلمانوں کے لئے اہل کتاب یعنی یہودی یا عیسائی عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے مگر اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے لئے مومن عورت کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے تا کہ کوئی عیسائی یا یہودی عورت مومنوں کی ماں نہ بن جائے اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد کسی اہل کتاب سے نکاح کر لیتی۔ نیز اگر نبی کریم ﷺ کسی یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح فرما لیتے تو اہل ایمان اس سنت کو زندہ کرنے کے لئے اہل کتاب عورتوں کی طرف زیادہ رغبت کرتے اور کئی مسلمان عورتیں نکاح سے محروم رہ جاتیں۔

[۵۷] عورت انسانی معاشرہ کی ایک اہم اکائی ہے، اس کی اچھی تعلیم و تربیت کے بغیر ایک اچھا معاشرہ وجود میں نہیں آ سکتا۔ نبی

Marfat.com

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَ لَا یَحْزَنَّ وَ یَرْضَیْنَ بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ﴿۵۱﴾

۵۱۔ ان (بیویوں) میں سے آپ جن کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس رکھیں، اور جن کو آپ نے علیحدہ کر دیا تھا اگر آپ ان میں سے کسی کو (دوبارہ) طلب فرمالیں تو آپ پر کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس (دوبارہ طلب) سے پوری توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ غمگین نہیں ہوں گی اور وہ سب اس پر راضی رہیں گی جو کچھ آپ انہیں عطا کریں گے، [۵۸] اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا بردبار ہے۔

کریم ﷺ نے جس معاشرہ میں اسلام کا چراغ جلایا وہ معاشرہ صدیوں سے جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا اور اسلام جو معاشرہ قائم کرنا چاہتا تھا اس میں مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط ممنوع تھا تو معاشرہ کی اس اہم اکائی کی رہنمائی کے لئے بہت سی خواتین کی ضرورت تھی جن کو نبی کریم ﷺ خود تعلیم و تربیت دے کر تیار کریں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو چار سے زائد شادیاں کرنے کی اجازت دی تاکہ خواتین کی مذہبی رہنمائی کے حوالے سے آپ کوئی کمی یا تنگی محسوس نہ کریں۔ نبی کریم ﷺ کی کثرت ازواج اور دوسرے مسلمانوں کی چار ازواج کے متعلق سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳ کا حاشیہ نمبر ۶ ملاحظہ کریں۔

[۵۸] جس مسلمان کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اس پر واجب ہے کہ وہ ان کے درمیان باری مقرر کرے اور کسی کے ساتھ امتیاز نہ کرے مگر نبی کریم ﷺ کے لئے باری مقرر کرنا واجب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ ﷺ کو اجازت دی ہے کہ آپ ﷺ جن بیویوں کو چاہیں ان کے پاس زیادہ قیام کریں اور جن کو چاہیں انہیں دور رکھیں اور پھر انہیں جب چاہیں دوبارہ طلب کرلیں، پھر بھی وہ خوش رہیں گی اور جو بھی تھوڑا بہت وقت کسی بیوی کے حصہ میں آئے گا وہ اسی پر راضی رہیں گی کیونکہ ان کے لئے یہی بہت بڑا اعزاز ہے کہ وہ نبی آخر الزمان ﷺ کی بیوی ہیں اور اس نسبت کی برکت سے تمام مومنوں کی ماں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اگرچہ نبی کریم ﷺ کو باری مقرر کرنے کا پابند نہیں بنایا لیکن آپ ہمیشہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے درمیان باری مقرر فرماتے تھے اور آخری ایام میں بیماری کے باعث دیگر ازواج سے اجازت طلب کی تاکہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں قیام کریں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں

Marfat.com

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ ع

۵۲۔ ان (مذکورہ عورتوں) کے علاوہ دوسری عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ (حلال ہے) کہ آپ ان (موجودہ بیویوں) کی جگہ دوسری بیویاں کرلیں [۵۹] خواہ ان کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا لگے [۶۰] سوائے آپ کی کنیزوں کے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا

۵۳۔ اے ایمان والو! نبی ﷺ کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لئے (آنے کی) اجازت دی جائے (اور پہلے جا کر) کھانا پکنے کا انتظار نہ کیا کرو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے

کہ جب نبی کریم ﷺ کی طبیعت بوجھل ہوگئی اور آپ کی تکلیف زیادہ ہوگئی تو آپ ﷺ نے اپنی ازواج سے اجازت طلب کی کہ ان کی تیمارداری میرے گھر میں کی جائے تو انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔

(بخاری: ۱۹۸: کتاب الوضوء: باب ۴۷)

[۵۹] جتنی قسم کی عورتیں آیت نمبر ۵۰ میں نبی کریم ﷺ کے لئے حلال کی گئی ہیں ان کے علاوہ دوسری عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں ہیں اور نہ ہی موجودہ بیویوں میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ دوسری بیوی لانا حلال ہے خواہ وہ کتنی ہی حسین ہو، البتہ کسی بیوی کو طلاق دیئے بغیر اگر مزید نکاح کرنا چاہیں تو آیت نمبر ۵۰ میں حلال کی گئی عورتوں میں سے کسی کے ساتھ بھی کر سکتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے کسی آزاد عورت سے نکاح نہیں کیا، البتہ کنیزیں بدستور حلال تھیں۔

[۶۰] امام احمد بن علی الجصاص لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ غیر محرم عورت کے چہرے کو دیکھنا جائز ہے جبکہ اس کا حسن اسے متعجب نہ کرے۔ (احکام القرآن للجصاص: جلد ۵: ص ۲۴۱)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ نکاح کرنے سے پہلے عورت کو دیکھنا جائز ہے۔ (تفسیر قرطبی)

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا: جاؤ اور اس کو دیکھ لو، یہ زیادہ بہتر ہے تاکہ تم دونوں کے درمیان موافقت اور محبت پیدا ہو، چنانچہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا اور اس سے شادی کر لی ۔۔۔ (ابن ماجہ: ابواب النکاح: باب ۹)

Marfat.com

فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝

اس وقت جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگائے بیٹھے نہ رہو، تمہارا یہ عمل (یعنی دیر تک بیٹھے رہنا) نبی ﷺ کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے حیاء کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا، [۶۱] اور جب تم ان (ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزہ بات ہے، [۶۲] اور تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ نبی ﷺ کے بعد تم کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو، بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے۔ [۶۳]

[۶۱] اہل عرب اپنے قدیم رواج کے مطابق نبی کریم ﷺ کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل ہو جاتے تھے اور جب نبی کریم ﷺ کھانے کی دعوت دیتے تو وقت سے پہلے آجاتے، کھانا پکنے کا انتظار کرتے اور کھانا کھانے کے بعد بھی باتوں میں دل لگائے دیر تک بیٹھے رہتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ نبی کریم ﷺ کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہوا کرو اور جب آپ ﷺ کھانے کی دعوت دیں تو وقت پر جاؤ اور کھانا کھا کر واپس آجاؤ کیونکہ کھانے سے پہلے چلے آنے اور کھانے کے بعد دیر تک بیٹھے رہنے سے نبی کریم ﷺ کے خانگی اور نجی معمولات میں مداخلت ہوتی ہے اور اس سے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچتی ہے مگر وہ اپنی فطری حیا اور حسن اخلاق کی وجہ سے تمہیں منع نہیں کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ادب سکھانے کے لئے قرآن مجید میں یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ یہ آیت اگرچہ نبی کریم ﷺ کے گھروں کے متعلق نازل ہوئی مگر اس کا حکم عام ہے اور تمام مسلمانوں کے گھروں میں جانے کے لئے ان آداب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور میزبان کے لئے مشکلات پیدا نہ کی جائیں۔

[۶۲] آیت کا یہ حصہ بھی اگرچہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں نازل ہوا مگر اس کا حکم بھی عام ہے اور کسی بھی گھر میں اگر خواتین سے کوئی چیز مانگی جائے یا کوئی سوال پوچھا جائے تو درمیان میں پردہ ہونا چاہیے، اس طرح شیطان کو موقع نہیں ملتا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی غلط خیال پیدا کر سکے۔

[۶۳] امام ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے

Marfat.com

إِن تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٥٤﴾

۵۴۔ اگر تم کوئی چیز ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔[۶۴]

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ۗ وَاتَّقِينَ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٥٥﴾

۵۵۔ ان پر کوئی گناہ نہیں اگر ان کے باپ دادا اور ان کے بیٹے اور ان کے بھائی اور ان کے بھتیجے اور ان کے بھانجے اور ان کی ہم مذہب عورتیں اور ان کی لونڈیاں ان کے پاس آئیں، اور (اے عورتو!) تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہا ہے۔[۶۵]

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾

۵۶۔ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔[۶۶]

یہ کہا ہے کہ جب نبی ﷺ فوت ہو گئے تو وہ آپ ﷺ کی فلاں بیوی کے ساتھ نکاح کرے گا۔ اس بات سے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن جریر طبری) یعنی ایسی فضول باتیں کر کے نبی کریم ﷺ کو تکلیف نہ پہنچاؤ کیونکہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں سے نکاح کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

(تفسیر ابن جریر طبری)

[۶۴] یعنی نبی کریم ﷺ اور ان کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں توہین آمیز بات کرنا تو بہت بڑا گناہ ہے، دل میں ان کے متعلق برائی کا خیال بھی نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ظاہر و باطن یکساں ہیں اور وہ دل کے خیالات کو بھی خوب جانتا ہے۔

[۶۵] خواتین کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور غیر محرم مردوں سے پردہ کریں لیکن ان کے باپ دادا، بیٹے، بھائی، بھتیجے اور بھانجے ان کے محرم ہیں اور وہ ان کے پاس آ سکتے ہیں۔ محرم حضرات کا ذکر سورۃ النور (۲۴) کی آیت نمبر ۳۱ کے حاشیہ نمبر ۳۷ اور ۳۸ میں بھی گزر چکا ہے۔

[۶۶] اس آیت کا سیاق و سباق اور نزول کا زمانہ دیکھا جائے تو عرب کے سارے قبائل ایک طرف مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے میں کوشاں ہیں تو دوسری طرف بے ہودہ باتوں اور بے بنیاد الزامات کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچانے میں

Marfat.com

سرگرم ہیں۔ان حالات میں اس آیت کا نزول دشمنانِ اسلام کے لئے بہت بڑا چیلنج ہے یعنی جس ہستی پر اللہ تعالیٰ خود مہربان ہے اس کا تم بال بھی بیکا نہیں کر سکتے اور جس کی فضیلت وعظمت خود اللہ تعالیٰ بیان کرے وہاں تمہاری الزام تراشیوں کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

درود سے کیا مراد ہے؟

اللہ تعالیٰ کے درود کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وثنا بیان کرتا ہے اور ان پر برکت ورحمت نازل فرماتا ہے۔(بخاری: تفسیر سورۃ الاحزاب: باب ۹) فرشتوں کے درود کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے۔(بخاری: تفسیر سورۃ الاحزاب: باب ۹) اور مومنوں کے درود کے متعلق علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: جب ہم بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! اس دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند فرما، ان کے دین کو غلبہ عطا فرما اور ان کی شریعت باقی رکھ، اور آخرت میں امت کے متعلق ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کے اجر وثواب میں اضافہ فرما کر ان کی شان بلند فرما۔

(لسان العرب: ابن منظور: جلد ۴: ص ۲۴۹۰)

اگرچہ درود بھیجنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے لیکن ہم نہ شانِ رسالت کو کماحقہ جانتے ہیں اور نہ اس کا حق ادا کر سکتے ہیں، اس لئے ہم عرض کرتے ہیں: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ یعنی اے اللہ تعالیٰ! تو ہی اپنے محبوب کی شان کو اور قدر ومنزلت کو صحیح طور پر جانتا ہے، اس لئے تو ہی ہماری طرف سے اپنے محبوب پر درود بھیج جو اس کی شان کے شایاں ہے۔

(لسان العرب: ابن منظور: جلد ۴: ص ۲۴۹۰)

درود کی قسمیں

۱۔ فرض: زندگی میں ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا فرض ہے۔(ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۱۷)
کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ (قرآن: ۵۶:۳۳)

۲۔ واجب: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیا جائے تو آپ کی تعظیم کی خاطر آپ پر درود پڑھنا واجب ہے۔

(ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۱۷)

۳۔ سنت: نماز کے آخری قعدہ میں، نوافل اور سنت غیر مؤکدہ کے دونوں قعدوں میں اور نماز جنازہ میں درود پڑھنا سنت ہے۔

(ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۱۸)

۴۔ مستحب: (چند اوقات اور مقامات کو چھوڑ کر) ہر جگہ درود پڑھنا مستحب ہے، جیسے مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، قبر انور کی حاضری کے وقت، جمعہ وغیرہ کے خطبات میں، اذان کے بعد، دعا کے شروع اور آخر میں، وضو کرتے وقت، جب کوئی چیز بھول جائے، وعظ ونصیحت کے وقت، تعلیم وتعلم کے وقت اور حدیث شریف پڑھتے وقت۔

(ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۱۸)

Marfat.com

۵۔ مکروہ: آخری قعدے (نوافل، سنن غیر مؤکدہ کے دونوں قعدے)، دعائے قنوت اور نماز جنازہ کے علاوہ نماز میں کسی جگہ درود پڑھنا مکروہ ہے۔ (ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۱۸)

۶۔ حرام: کوئی حرام کام کرتے وقت درود پڑھنا حرام ہے۔ (حاشیہ طحطاوی: سنن الصلوٰۃ)

درود ابراہیمی

حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر سلام پڑھنے کو تو ہم جانتے ہیں، پس آپ پر درود کیسے پڑھا جائے؟ آپ نے فرمایا تم اس طرح پڑھو: (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ★ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ) اے اللہ تعالیٰ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی، بے شک تو ہر تعریف کے قابل اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہر تعریف کے قابل اور بزرگی والا ہے۔ (سنن نسائی: ۱۲۸۹: کتاب السہو: باب ۵۱) اس درود کو درود اہل بیت بھی کہا جاتا ہے، جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ذکر کیا گیا ہے۔

درود اہل بیت

حضرت عبداللہ بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں: مجھے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ ملے اور کہا: کیا میں تمہیں وہ تحفہ نہ دوں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، مجھے وہ تحفہ ضرور دیں۔ انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ تو بتایا ہے کہ ہم سلام کیسے پڑھیں لیکن آپ فرمائیں (کیف الصلاۃ علیکم اھل البیت) کہ ہم آپ اہل بیت پر درود کیسے پڑھیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہو: (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ★ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ) اے اللہ تعالیٰ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی۔ بے شک تو ہر تعریف کے قابل اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہر تعریف کے قابل اور بزرگی والا ہے۔

(بخاری: ۳۳۷۰ کتاب احادیث الانبیاء: باب ۱۱)

سلام سے کیا مراد ہے؟

مومنوں کے سلام بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کو دل سے تسلیم کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رحمت و سلامتی کی دعا کریں۔

Marfat.com

سلام کے الفاظ

☆ حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم فرماتے ہیں: میں ہر روز سحری کے وقت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا: السلام علیک یا نبی اللہ۔ (سنن نسائی: ۱۲۱۴: کتاب السھو: باب ۱۷)

☆ علامہ شہاب الدین خفاجی نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام ﷺ اس طرح سلام عرض کرتے تھے: الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ! (نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض: جلد ۵: ص ۱۸)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز کے قعدہ میں بیٹھے تو یہ پڑھے: (اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ) زبان سے، جسم سے اور مال سے ادا کی جانے والی تمام عبادتیں اللہ تعالی کے لئے ہیں۔ یا نبی! آپ پر اللہ تعالی کی طرف سے سلامتی، رحمت اور برکتیں نازل ہوں، ہم پر اور اللہ تعالی کے نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالی کے (پیارے) بندے اور (سچے) رسول ہیں۔

(بخاری: ۸۳۱، ۶۲۳۰)

تشہد میں سلام کی کیفیت

تشہد پڑھتے ہوئے نمازی کے قلب و ذہن میں یہ نیت نہ ہو کہ وہ اس مناجات کو حکایت کے انداز میں دوہرا رہا ہے جو شب معراج نبی کریم ﷺ، اللہ تعالی اور فرشتوں کے درمیان ہوئی تھی بلکہ اس کے قلب و ذہن میں ان کلمات کا حقیقی مفہوم ہو، گویا وہ اپنی طرف سے بارگاہ خداوندی میں حمد و ثناء کا نذرانہ پیش کر رہا ہے، بارگاہ رسالت میں ہدیہ سلام عرض کر رہا ہے اور اپنی ذات کے ساتھ ساتھ تمام مومنین اور فرشتوں کے لئے سلامتی کی دعا کر رہا ہے۔ (رد المحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۱۰، الدر المختار، مراقی الفلاح، الفتاوی العالمگیریۃ) علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اہل عرفان کو اللہ تعالی جب عالم ملکوت میں حاضری کا شرف عطا فرماتا ہے تو وہ براہ راست عرض کرتے ہیں: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ (العینی علی البخاری: جز ۶: ص ۱۱۱) (یا نبی! آپ پر اللہ تعالی کی طرف سے سلامتی، رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔) امام غزالی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں کہ جب تشہد میں نبی کریم ﷺ کو سلام عرض کرو تو نبی کریم ﷺ کی ذات کریم کو اپنے حریم دل میں حاضر تصور کر کے عرض کرو: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ۔

(احیاء علوم الدین: جز اول: ص ۱۶۹)

درود و سلام اکٹھا پڑھا جائے

اس آیت میں اللہ تعالی نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر درود اور سلام دونوں بھیجیں۔ نماز میں درود ابراہیمی اور تشہد میں سلام دونوں کو پڑھنے سے قرآن مجید کا حکم پورا ہو جاتا ہے کیونکہ ساری نماز ایک ہی مجلس کے حکم میں ہے

Marfat.com

لیکن نماز سے باہر اگر کوئی صرف درود ابراہیمی پڑھے گا تو قرآن مجید کا حکم پورا نہیں ہوگا کیونکہ اس میں سلام نہیں ہے اور اگر ''التحیات'' میں بیان کردہ سلام (اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ) پڑھے گا تو بھی قرآن مجید کا حکم پورا نہیں ہوگا کیونکہ اس میں درود نہیں ہے، لہٰذا قرآن مجید کا حکم صرف اسی صورت میں پورا ہوگا جس میں درود اور سلام دونوں ہوں۔ جن احادیث میں صرف درود کا حکم ہے وہ یا تو اس آیت کے نزول سے پہلے کی ہیں یا پھر اس درود میں سلام کا حکم بھی شامل ہے کیونکہ آیت میں دونوں کے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی لئے امام نووی اور بعض دیگر علماء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ صلاۃ اور سلام دونوں کو ایک ساتھ پڑھنا واجب ہے اور صرف صلاۃ کو بغیر سلام کے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن: سورۃ الاحزاب: زیر آیت نمبر ۵۶)

ایک مختصر درود درج ذیل ہے جس میں درود و سلام دونوں موجود ہیں: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ (اے اللہ تعالیٰ! ہمارے آقا حضرت محمد پر اور ہمارے آقا حضرت محمد کی آل پر رحمت، برکت اور سلامتی نازل فرما۔)

درود و سلام پڑھنے کی فضیلت

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۳۱۱۶: جلد ۲: ص ۲۱۵، صحیح ابن حبان: ۹۱۰: جلد ۲: ص ۱۰۳)

۲۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی دکھائی دے رہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل امین آئے اور عرض کیا: یا محمد! کیا آپ کو یہ بات خوش نہیں کرتی کہ آپ کا رب فرماتا ہے: آپ کی امت میں سے جو بھی آپ پر ایک بار درود پڑھے گا میں اس پر دس بار درود پڑھوں گا اور آپ کی امت میں سے جو بھی آپ پر ایک بار سلام پڑھے گا میں اس پر دس بار سلام پڑھوں گا؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، میں اپنے رب تعالیٰ کی اس عنایت و مہربانی پر بہت خوش ہوں۔ (سنن نسائی: ۱۲۹۶: کتاب السہو: باب ۵۵، کنز العمال: ۲۱۷۲: جلد اول: ص ۴۹۲) اسی طرح کی ایک اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی ساتھ شریک فرمایا ہے یعنی اللہ فرماتا ہے: جس نے آپ پر ایک بار درود پڑھا، میں اور میرے فرشتے اس پر دس بار درود پڑھتے ہیں اور جس نے آپ پر ایک بار سلام پڑھا، میں اور میرے فرشتے اس پر دس بار سلام پڑھتے ہیں۔

(کنز العمال: ۲۲۱۰: جلد اول: ص ۵۰۰)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس کے دس درجات بلند کر دیے جاتے ہیں۔ (سنن نسائی: ۱۲۹۸: کتاب السہو: باب ۵۵)

Marfat.com

۴۔ حضرت الحسین اپنے باپ ﷜ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری قبر کو عید نہ بناؤ اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور مجھ پر درود اور سلام پڑھو، تمہارا درود اور تمہارا سلام مجھ تک پہنچتا ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔ (کنز العمال: ۲۱۹۹: جلد اول: ص ۴۹۸) عید نہ بناؤ کا مطلب یہ ہے کہ سال میں صرف ایک دو بار عید کی طرح میری قبر پر آکر مجھ پر درود و سلام نہ پڑھو بلکہ آسکو تو کثرت سے میرے پاس آکر درود و سلام پڑھو ورنہ جہاں بھی ہو کثرت سے مجھ پر صلاۃ و سلام پڑھتے رہا کرو۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا، اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر ماہ رمضان آیا اور چلا گیا لیکن اس نے اپنی بخشش و مغفرت نہ کروائی اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کے ذریعے اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہ بنایا۔ (ترمذی: ۳۵۴۵: کتاب الدعوات: باب ۱۱۰)

۶۔ حضرت ابو ذر ﷜ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتاؤں جو تمام لوگوں سے بڑا بخیل ہے؟ صحابہ کرام ﷡ نے عرض کیا: ضرور بتائیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس میرا نام ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا وہ شخص سب لوگوں سے بڑا بخیل ہے۔ (جلاء الأفهام: شیخ ابن قیم: حدیث نمبر ۹۸: ص ۶۵، الترغیب والترھیب: الصلاۃ علی النبی: جلد ۲: ص ۵۱۰) یعنی ایک بخیل وہ ہے جو مال میں بخل کرتا ہے، دوسرا بخیل وہ ہے جو سلام کا جواب نہیں دیتا اور تیسرا سب سے بڑا اور بدترین بخیل وہ ہے جس کے سامنے نبی کریم ﷺ کا نام ذکر کیا گیا اور اس نے آپ ﷺ پر درود نہیں پڑھا۔

اہل قبور کا سلام سننا

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب وہ ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ نہ پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (شعب الایمان: ۹۲۹۶: جلد ۷: ص ۱۷)

☆ حضرت انس بن مالک ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ کو جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (بخاری: ۱۳۳۸: کتاب الجنائز: باب ۶۸)

دور سے درود و سلام سننا

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ قریب سے ہر قبر والا اپنے زائر کو پہچانتا بھی ہے اور اس کی بات سنتا بھی ہے، لیکن ہمارے پیارے نبی ﷺ قریب سے تو سنتے اور پہچانتے ہی ہیں بلکہ آپ ﷺ دور سے بھی سنتے اور پہچانتے ہیں، جیسا کہ درج ذیل احادیث میں بیان کیا گیا ہے:

☆ حضرت ابو درداء ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (لیس من عبد یصلی علیّ الّا بلغنی صوتہ حیث

Marfat.com

کان) جو بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، میری وفات کے بعد بھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام قرار دیا ہے۔ (جلاء الأفهام: شیخ ابن قیم: حدیث نمبر ۱۰۸: ص ۶۸)

☆ امام جزولی نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: جو لوگ آپ پر درود بھیجتے ہیں حالانکہ وہ آپ سے غائب ہیں اور جو آپ کے بعد آئیں گے ان دو شخصوں کا آپ کے نزدیک کیا حال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے عاشقوں کا درود خود سنتا ہوں اور میں ان کو پہچانتا ہوں اور دوسروں کا درود (فرشتوں کے ذریعہ) مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(دلائل الخیرات: فضائل الصلاۃ)

دور و نزدیک سے سننے والے وہ کان کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

ایک وقت میں سب کا درود و سلام سننا

امام شہاب الدین قسطلانی لکھتے ہیں کہ ایک آدمی سے پوچھا گیا: جو لوگ زمین کے مشرق و مغرب سے ایک وقت میں نبی کریم ﷺ پر سلام پڑھتے ہیں تو آپ ﷺ ان سب کو ایک ہی وقت میں کیسے جواب دیتے ہیں؟ انہوں نے جواب میں ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے:

''جس طرح آسمان کے وسط میں سورج ایک ہے مگر اس کا نور مشرق اور مغرب کے تمام شہروں کو منور کرتا ہے۔'' (اسی طرح نبی کریم ﷺ کا نور بھی زمین کے مشرق و مغرب میں رہنے والے تمام مومنوں کے دلوں کو منور کر رہا ہے۔) نیز اس میں کوئی شبہ نہیں کہ برزخ میں نبی کریم ﷺ کا حال تمام فرشتوں کے احوال سے افضل اور اکمل ہے۔ صرف ایک فرشتہ یعنی عزرائیل علیہ السلام کے حال میں ہی غور کریں! وہ ہزاروں لاکھوں روحیں دنیا کے مختلف کونوں سے ایک ہی وقت میں قبض کر لیتا ہے، حالانکہ ایک روح کا قبض کرنا اسے دوسری روح کے قبض کرنے سے مشغول نہیں رکھتا اور اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تسبیح سے بھی غافل نہیں ہوتا۔ اگر ایک فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے اتنی وسیع طاقت دے رکھی ہے تو نبی آخر الزمان ﷺ کی وسعت طاقت کا کیا عالم ہوگا جو تمام فرشتوں سے افضل اور اکمل ہیں۔

(شرح زرقانی: جلد ۱۲: ص ۲۰۵، الأنوار المحمدیة: ص ۶۰۲)

حمد و صلاۃ

☆ حضرت فضالہ بن عُبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے، ایک آدمی آیا اور اس نے نماز پڑھی، پھر دعا مانگی: یا اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے نمازی! تو نے بڑی جلد بازی سے کام لیا، جب تم نماز پڑھ چکو تو بیٹھو، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو اور مجھ پر درود پڑھو، پھر دعا مانگو، پھر اس کے بعد دوسرا آدمی آیا، اس نے نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے نمازی!

Marfat.com

اب دعا مانگ قبول ہوگی۔(ترمذی:۳۴۷۶: کتاب الدعوات: باب ۶۴)اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور نبی کریم ﷺ پر صلاۃ وسلام پڑھنا نبی کریم ﷺ کا حکم اور قبولیت دعا کا باعث ہے کیونکہ مذکورہ دونوں نمازیوں نے بلند آواز سے پڑھا تھا تبھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے کلمات کو سن کر حدیث میں بیان کئے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس عظیم الشان کام کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی حمد اور مجھ پر درود سے نہ کی جائے وہ ناقص اور ہر قسم کی برکت سے محروم رہتا ہے۔ (کنزالعمال:۲۵۱۰: جلد اول:ص ۵۵۸)

درود لکھنا

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی کتاب میں مجھ پر درود لکھا، جب تک اس کتاب میں میرا نام ہے فرشتے اس شخص کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔
(کنزالعمال:۲۲۴۳: جلد اول:ص ۵۰۷)

دعا میں درود پڑھنا

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر دعا اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ محمد ﷺ پر درود پڑھا جائے، پس جب نبی ﷺ پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب دور ہو جاتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ (مجمع الزوائد: جلد ۱۰:ص ۱۶۰، المعجم الاوسط:۷۲۵)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اور جب تک نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے اس دعا میں سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتا۔ (ترمذی:۴۸۶: ابواب الصلاۃ: باب ۳۵۲)

☆ ابوسلیمان دارانی کہتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے اور آخر میں پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ (اول وآخر) دونوں درودوں کو تو قبول فرماتا ہی ہے اور اس کا کرم گوارا نہیں کرتا کہ درمیان کی دعا کو مسترد کر دے۔
(ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول:ص ۵۲۰، دلائل الخیرات: فضائل الصلاۃ)

☆ بعض اعمال مقبول ہوتے ہیں اور بعض مردود، سوائے درود کے، اس کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، غالباً اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اس میں درود بھی پڑھا کرو کیونکہ درود کو قبول کیا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے بہت بعید ہے کہ وہ دعا کے ایک حصے کو قبول فرمالے اور دوسرے حصے کو مسترد کر دے۔
(ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول:ص ۵۲۰)

نسیان کے وقت درود پڑھنا

☆ حضرت عثمان بن ابی حرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کو کوئی بات بتانا چاہے، پھر اس کو

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾

۵۷۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور اس نے ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔[۶۷]

بھول جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے امید ہے کہ مجھ پر درود پڑھنے کی وجہ سے اس کو وہ بات یاد آ جائے گی۔
(کنز العمال: ۴۱۶۶۴)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی چیز بھول جاؤ تو مجھ پر درود پڑھو، ان شاء اللہ تمہیں وہ چیز یاد آ جائے گی۔ (انوار محمدیہ: ص ۴۳۱)

اذان کے بعد درود پڑھنا

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب تم مؤذن کی اذان سنو تو تم بھی اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے، پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے ''وسیلہ'' مانگا کرو، وہ (وسیلہ) جنت میں ایک خصوصی مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں، جس نے میرے لئے ''وسیلہ'' کا سوال کیا اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔ (مسلم: ۸۴۹: کتاب الصلاۃ: باب ۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر فرشتوں کا درود پڑھنا

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر روز ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اپنے پروں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کا احاطہ کر لیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ (درود) پڑھتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب شام ہوتی ہے تو وہ آسمانوں پر چڑھ جاتے ہیں اور اتنے ہی اور فرشتے نازل ہو جاتے ہیں اور وہ بھی اسی طرح آپ پر صلاۃ پڑھتے رہتے ہیں، یہ معمول اسی طرح ہوتا رہے گا حتیٰ کہ زمین آپ سے شق ہوگی اور آپ ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں قبر سے باہر آئیں گے۔
(سنن دارمی: مقدمہ: باب ۱۵)

[۶۷] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اس کو کوئی اذیت نہیں پہنچا سکتا، لہٰذا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں اور اپنی برائیوں کی وجہ سے آخرت میں رسوا کن عذاب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بھی ایذا پہنچاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کو اللہ تعالیٰ اپنی ایذا قرار دے رہا ہے۔

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ ع

۵۸۔ اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر ان کی خطا کے ایذا پہنچاتے ہیں تو بے شک انہوں نے بہتان اور صریح گناہ (کا بوجھ اپنے سر پر) اٹھایا ہے۔[۶۸]

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾

۵۹۔ اے نبی ﷺ! آپ اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے فرما دیں کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادروں کو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں، اس طرح وہ جلد پہچان لی جائیں گی، پھر انہیں ستایا نہیں جائے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۶۹]

[۶۸] جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت پہنچاتے ہیں وہ جھوٹ اور صریح گناہ کے مرتکب ہیں اور وہ اس کی سزا سے نہ بچ سکیں گے۔ اب اگر عام مسلمانوں کو بلا وجہ تکلیف پہنچانا واضح گناہ ہے تو جو لوگ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن، آل پاک ؓ اور صحابہ کرام ؓ کی بے ادبی اور ان کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کر کے انہیں تکلیف پہنچاتے ہیں وہ اعلانیہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن مغفل ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ ؓ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے صحابہ ؓ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا، پس جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے، اور جو ان سے بغض رکھتا ہے تو وہ مجھ سے بغض کے باعث ایسا کرتا ہے، اور جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی گرفت فرمائے گا۔

(ترمذی: ۳۸۶۲: ابواب المناقب: باب ۵۸)

لہٰذا کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ بلا وجہ دوسرے لوگوں کو تنگ کرے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بہتر مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں اور بہتر مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنے خون اور مال کے بارے میں محفوظ ہوں۔ (ترمذی: ۲۶۲۷: ابواب الایمان: باب ۱۲)

[۶۹] مسلمان جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آباد ہوئے تو اس وقت مدینہ ایک کثیر المذاہب معاشرہ تھا۔ وہاں یہودی، مشرک، بت پرست اور عیسائی رہتے تھے۔ وہاں پر شراب اور بدکاری عام تھی۔ شام کے وقت عورتیں جب قضائے حاجت

Marfat.com

کے لئے باہر نکلتیں تو فاسق اور اوباش نوجوان انہیں چھیڑتے اور ان کے ساتھ گھٹیا حرکتیں کرتے۔ جب مسلمان وہاں آباد ہوئے تو وہ مسلمان عورتوں کو بھی چھیڑنے لگے، اس پر مسلمانوں نے انہیں وارننگ دی کہ ہمارے مذہب میں اس بے حیائی کی اجازت نہیں ہے تو وہ نوجوان کہنے لگے: ہم پہچان نہیں سکے کہ وہ مسلمان ہیں ورنہ ہم انہیں نہ چھیڑتے۔ چنانچہ مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس صورت حال کا ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ مسلمان عورتیں جب باہر نکلیں تو وہ جلباب پہن کر یعنی سارا جسم اور سر ڈھانپ کر باہر نکلیں تاکہ غیر مسلموں کو پہچان ہو سکے کہ یہ مسلمان عورتیں ہیں اور انہیں تنگ نہ کریں۔

قرآن مجید نے مسلمان عورتوں کو اوباش مردوں سے بچنے کے لئے ۱۴۰۰ سال پہلے جو فطری طریقہ بتایا تھا وہ آج بھی کامیاب ترین نسخہ ہے کیونکہ اوباش مردوں کی نگاہیں صرف انہی عورتوں کا تعاقب کرتی ہیں جن کے جنسی اعضاء نیم عریاں ہوں یا نام نہاد کپڑوں سے دعوت نظارہ دیتے ہوں۔

مثال کے طور پر برطانیہ کے بازاروں میں عیسائی چرچ کی نن چلتی ہے تو اوباش مرد اس کی طرف نگاہ نہیں اٹھاتے۔ کیونکہ ایک تو اس نن کے جنسی اعضاء انہیں دکھائی نہیں دیتے جس کی وجہ سے انہیں کوئی دلکشی اور ترغیب نہیں ہوتی اور دوسرا انہیں علم ہے کہ یہ ایک مذہبی خاتون ہے یہ ان کے جال میں نہیں آئے گی۔ عیسائی نن کا لباس بھی اسلامی جلباب سے ملتا جلتا ہے جس میں صرف عورت کا منہ اور ہاتھ نظر آتے ہیں لیکن اس کا سر اور جسم ایسے ڈھیلے ڈھالے لباس کے ساتھ ڈھانپا ہوا ہوتا ہے کہ اس کے جسمانی اعضاء نمایاں نہیں ہوتے۔ اسی طرح جب مسلمان عورت بھی جلباب پہن کر آنکھیں جھکائے ہوئے باہر نکلے گی تو غلط نظروں اور ایذا رسانی سے محفوظ رہے گی۔ اہل اسلام میں عورت کے منہ اور ہاتھ ڈھانپنے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بہر حال ضرورت کے وقت عورت اپنا منہ اور ہاتھ ظاہر کر سکتی ہے جیسا کہ دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ منہ اور دونوں ہتھیلیاں پردہ میں شامل نہیں ہیں۔ (الفقہ الاسلامی و ادلتہ: جلد ۷: ص ۱۸)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں در آں حالیکہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کی صرف یہ چیز اور یہ چیز دکھائی دینی چاہیے اور آپ ﷺ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔ (ابوداؤد: ۴۱۰۴: کتاب اللباس: باب ۱۳)

یعنی عورت کے ہاتھ اور چہرہ کے علاوہ کچھ نظر نہیں آنا چاہیے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '۔۔۔ کئی عورتیں (باریک) لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوتی ہیں، وہ خود بھی ناز و ادا سے جھکتی ہیں اور دوسروں کو بھی جھکاتی ہیں۔ ان کے سر (کے بال) بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح (بنائے گئے) ہوتے ہیں۔ ایسی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی۔

(مسلم: ۱۹۴/۷: کتاب الجنۃ: باب ۱۳)

Marfat.com

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾

۶۰۔ اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلانے والے (اپنی حرکتوں سے) باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر ضرور مسلط کر دیں گے، پھر وہ آپ کے پاس مدینہ میں زیادہ عرصہ نہیں ٹھہر سکیں گے۔[۷۰]

مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾

۶۱۔ وہ لعنت کیے ہوئے لوگ ہیں، وہ جہاں کہیں پائے جائیں گے، پکڑ لیے جائیں گے اور قتل کر دیے جائیں گے۔[۷۱]

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾

۶۲۔ جو لوگ اس سے پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کی یہی سنت تھی اور آپ اللہ تعالیٰ کی سنت میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔[۷۲]

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا

۶۳۔ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں،

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی ایک بیٹی نہیں تھی بلکہ چار بیٹیاں تھیں جن کے اسمائے گرامی آیت نمبر ۴۰ کی تفسیر میں لکھے گئے ہیں۔

[۷۰] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر یہ منافقین، بدکردار اور اسلام کے خلاف جھوٹی افواہیں پھیلانے والے بد باطن لوگ اپنی سازشوں سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں ان پر غلبہ عطا فرمائیں گے، پھر یا تو وہ توبہ کر کے مسلمان ہو جائیں گے یا پھر انہیں مدینہ سے نکال دیا جائے گا۔

[۷۱] یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو چکے ہیں۔ فتنہ و فساد برپا کرنا ان کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے، لہٰذا جہاں بھی وہ جائیں گے اپنی فتنہ پروری کے باعث پکڑے جائیں گے اور موت کے گھاٹ اتار دیے جائیں گے۔

[۷۲] علامہ صاوی لکھتے ہیں: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ منافقین کے وجود پر غمگین نہ ہوں۔ (حاشیہ صاوی علی تفسیر الجلالین) پہلے انبیاء کے ادوار میں بھی منافقین موجود تھے۔ جب ان کا نفاق ظاہر ہو جاتا اور وہ بدکاری اور فتنہ پروری کا بازار گرم کر دیتے تو انہیں بھی ملک بدری یا قتل کی سزا دی جاتی تھی۔ پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی یہی سنت تھی اور اب بھی یہی ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

Marfat.com

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾

آپ فرما دیجئے: اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اور (اے سائل!) تجھے کیا خبر! شاید قیامت قریب ہی ہو۔ [۷۳]

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَ اَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾

۶۴۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾

۶۵۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، (وہاں) نہ وہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾

۶۶۔ جس روز وہ منہ کے بل آگ میں پھینکے جائیں گے تو وہ کہیں گے: کاش! ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ [۷۴]

وَ قَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾

۶۷۔ اور وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں (سیدھے) راستہ سے بھٹکا دیا۔ [۷۵]

[۷۳] کفار کو جب قیامت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو چونکہ وہ قیامت کے منکر تھے اور اس کو مسلمانوں کی طرف سے محض ایک دھمکی خیال کرتے تھے اس لئے وہ مذاق کے طور پر اکثر یہ سوال کرتے کہ جس قیامت سے انہیں ڈرایا جاتا ہے آخر وہ کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن تمہیں کیا خبر! شاید وہ قریب ہی ہو۔ قیامت کے بارے میں سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۷ کا حاشیہ نمبر ۲۰۴ اور سورہ نمل کی آیت نمبر ۶۶ کا حاشیہ نمبر ۶۱ ملاحظہ کریں۔

[۷۴] آج جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے قیامت کے دن جب انہیں آگ میں منہ کے بل پھینکا جائے گا تو ان کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے اور وہ پکار اٹھیں گے: کاش! ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی تو آج اس عذاب میں مبتلا نہ ہوتے مگر اس وقت کا پچھتاوا بے سود ہوگا۔

[۷۵] دوزخ میں جلنے والے لوگ یہ بھی کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارے اکابر اور ہمارے سرداروں نے ہمیں صراط مستقیم سے گمراہ کیا، لہٰذا ان کو دوگنا عذاب دے، ایک ان کی اپنی گمراہی کا اور دوسرا ہمیں گمراہ کرنے کا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج تم میں سے ہر ایک کے لئے دوگنا عذاب ہے کیونکہ اگر انہوں نے تمہیں غلط راستہ دکھایا تھا تو کیا تم اندھے تھے تم

رَبَّنَآ اٰتِهِمۡ ضِعۡفَيۡنِ مِنَ الۡعَذَابِ وَالۡعَنۡهُمۡ لَعۡنًا كَبِيۡرًا ﴿٦٨﴾ ع ۵

۶۸۔ اے ہمارے رب! انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ اٰذَوۡا مُوۡسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوۡا ؕ وَكَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ وَجِيۡهًا ؕ ﴿٦٩﴾

۶۹۔ اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچائی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان باتوں سے بری کر دیا جو وہ کہتے تھے، اور وہ (موسیٰ علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی عزت والے تھے۔ [۷۶]

نے ان کی پیروی کیوں کی؟ لہٰذا تمہارا جرم بھی دوگنا ہے، ایک اپنی گمراہی کا اور دوسرا گمراہ لوگوں کی اندھی تقلید کا۔ اس مضمون کا اشارہ سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۳۸ میں بھی گزر چکا ہے۔

[۷۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے معزز اور قابل تعریف رسول تھے، انہوں نے بنی اسرائیل پر بڑا احسان کیا کہ انہیں فرعون کی غلامی سے نجات دلائی مگر پھر بھی ان کی قوم کے لوگ ان پر جھوٹے الزامات لگا کر ان کی دلآزاری کرتے تھے، ان میں سے ایک الزام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے شرم و حیاء والے تھے اور اپنے بدن کو اس طرح چھپا کر رکھتے تھے کہ ان کے بدن کا کوئی حصہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ ان کی دلآزاری کرتے اور کہتے: موسیٰ علیہ السلام کے بدن میں ضرور برص، عیب یا کوئی آفت ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے بدن کو ہمیشہ چھپائے رکھتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے الزام سے پاک کرنے کا ارادہ فرمایا اور ایک دن موسیٰ علیہ السلام نے تنہائی میں غسل کرنے کے لئے اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھے اور غسل کرنے کے بعد جب پتھر سے کپڑے اٹھانے لگے تو پتھر (بحکم خداوندی حرکت میں آ گیا اور) آپ کے کپڑے لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پکڑا اور اس پتھر کے تعاقب میں نکلے اور کہنے لگے: اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے، یہاں تک کہ پتھر بنی اسرائیل کے ایک مجمع میں جا کھڑا ہوا۔ اس وقت بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ننگے دیکھ لیا اور ان کا بدن بہت خوب صورت پایا (اس میں کوئی عیب نہیں تھا)۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے الزامات سے پاک کر دکھایا۔ لوگوں کے پاس پہنچ کر پتھر رک گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے اٹھا کر زیب تن کر لئے اور عصا سے پتھر کو مارنے لگے۔ خدا کی قسم! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے اس پتھر پر تین، چار یا پانچ نشانات پڑ گئے۔

(بخاری: ۳۴۰۴: کتاب الانبیاء: باب ۳۰)

Marfat.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًاۙ﴿۷۰﴾	۷۰۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو اور درست بات کہا کرو۔[۷۷]
یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا﴿۷۱﴾	۷۱۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمہارے اعمال درست فرما دے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا، اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے تو اس نے یقیناً بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کے اخلاق و کردار کو حسین اور دلکش بنایا ہے اسی طرح ان کے اجسام کو بھی خوب صورت اور بے عیب بنایا ہے اور کسی نبی کا اندھا، بہرا، گونگا یا ہاتھ پاؤں سے معذور ہونا ثابت نہیں ہے۔ جو لوگ انبیاء پر جھوٹے الزامات عائد کرتے ہیں بالآخر اللہ تعالیٰ جب حق کو ظاہر فرما دیتا ہے تو الزام لگانے والوں کو پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس مثال کے ذریعہ مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ قوم موسیٰ کی طرح بدگمانیوں کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کی دلآزاری نہ کیا کریں، اس سے وہ نبی کریم ﷺ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، البتہ ان کی دلآزاری کر کے اپنی آخرت خراب کر لیں گے۔ بہرحال اہل علم کی تحقیق یہ ہے کہ کسی صحابی سے دانستہ نبی کریم ﷺ کی دلآزاری کا امکان نہیں ہے اور جتنے اس قسم کے قصے روایات میں موجود ہیں ان کے اصل محرک منافقین تھے۔ ان میں سے ایک واقعہ درج ذیل ہے جس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ اس الزام کا بانی معتب بن قشیر تھا اور وہ منافقین میں سے تھا۔

(فتح الباری: حدیث نمبر ۴۳۳۵: جلد ۸: ص ۵۶، عمدۃ القاری: حدیث نمبر ۴۳۳۵: جلد ۱۷: ص ۳۱۱)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ حنین کے دن نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کو مال غنیمت کی تقسیم میں ترجیح دی۔ آپ ﷺ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ عطا فرمائے، عیینہ کو بھی اتنے ہی اونٹ عطا فرمائے اور عرب کے دیگر سرداروں کو بھی ترجیح دی تو ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا اور نہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کیا گیا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور اس بات کی نبی ﷺ کو خبر دوں گا۔ چنانچہ میں نے آپ کو خبر دی تو آپ (کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور آپ) نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول عدل نہیں کرے گا تو اور کون عدل کرے گا؟ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، ان کو اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی اور انہوں نے خوب صبر کیا۔ (بخاری: ۳۱۵۰: کتاب الخمس: باب ۱۹) حالات کے مطابق نبی کریم ﷺ کی یہ حکمت عملی تھی کہ جن مسلمانوں کے ایمان ابھی کمزور تھے ان کی دلداری اور اسلام پر ثابت قدمی کے لئے انہیں زیادہ مال دیتے تھے۔

[۷۷] اے ایمان والو! اپنے اعمال میں تقویٰ اختیار کرو اور اپنے اقوال میں سچائی اختیار کرو۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور ان کو شرف قبولیت سے نوازے گا۔ نیز اس سے پہلے جو خطائیں سرزد ہو گئیں انہیں بھی بخش دے گا۔

Marfat.com

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾

۷۲۔ بے شک ہم نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر (احکام شریعت کی) امانت پیش کی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا، بے شک وہ بڑا ظالم اور نادان ہے۔[۷۸]

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾ ع

۷۳۔ تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول فرمائے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۷۹]

[۷۸] اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر احکام شریعت کو پیش کیا اور انہیں یہ اختیار دیا کہ اگر وہ ان احکام پر عمل پیرا ہوں گے تو انہیں اجر عظیم ملے گا اور اگر وہ ان پر عمل پیرا نہ ہوئے تو انہیں سزا ملے گی۔ یہ سن کر وہ ڈر گئے کہ کہیں اس امانت کے تقاضے پورے کرنے میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ اس اندیشہ کے پیش نظر انہوں نے ان احکام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، لیکن انسان نے اس امانت کے اجر وثواب کو دیکھ کر اسے قبول کر لیا، پھر کچھ لوگوں نے تو اس امانت کا حق ادا کرنے میں پوری کوشش کی اور وہ اس میں کامیاب بھی ہوئے جن میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین شامل ہیں، مگر اکثر انسان ظالم اور جاہل نکلے یعنی وہ انجام سے بے خبر ہو کر ظلم کے راستے پر چل نکلے، اور اسی اکثریت کے حوالے سے آیت میں سب انسانوں کو ظلم و جہالت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

[۷۹] اس بار امانت کو اٹھانے کا انجام یہ ہوگا کہ منافق و مشرک لوگ اس امانت کو ضائع کرنے کے باعث عذاب کے مستحق قرار پائیں گے اور اہل ایمان اس امانت کی حفاظت کے باعث اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے مستحق قرار پائیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بروز پیر بعد از نماز عشاء ۷ دسمبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۰ ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ

اس سورت میں بڑے خاص اور تحقیق طلب مضامین ہیں مثلاً غزوہ احزاب، اسوہ حسنہ، ختم نبوت، چشم دید گواہ، درود و سلام اور پردہ وغیرہ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۲ نومبر تا ۷ دسمبر یعنی صرف ۲۵ دنوں میں اس کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ سبا (۳۴)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''سبا'' ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۱۵ سے ماخوذ ہے۔

اس سورت کی تیسری آیت میں نبی کریم نے قسم کھا کر فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی تا کہ نیک لوگ اپنی نیکیوں کا اجر پائیں اور ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا دی جائے۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمتوں کا ذکر کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی معجزات اور وسیع و عریض حکومت عطا فرمائی اور اس کے باوجود وہ اپنے محسن حقیقی کے شکر گزار بنے رہے۔ اس میں آج کے امیر کبیر لوگوں کے لئے لحہ فکر یہ ہے جو تھوڑی سی دولت آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ناشکرے بن جاتے ہیں۔

پھر ملک یمن کے شہر سبا کی مثال بیان کی گئی ہے جہاں کی آب و ہوا بڑی خوش گوار اور زمین بڑی زرخیز تھی، ہر طرف پھلدار درختوں اور سبزہ زاروں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا مگر جب وہاں کے باشندوں نے ان نعمتوں کی ناشکری کی تو اس شہر کو ایسا ویران اور برباد کر دیا گیا کہ وہاں کے باشندے بھوک کے مارے اس شہر کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

اس سورت کی آیت نمبر ۲۸ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبی نہیں بنایا جائے گا۔

اس دنیا میں امیر اور متکبر لوگ جو غریب اور کمزور لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں قیامت کے دن یہ غریب لوگ ان کو گالیاں دیں گے کہ تمہاری وجہ سے ہم ہدایت سے محروم رہے تو اس دن یہ نافرمان امیر اور ان کی اندھی تقلید کرنے والے غریب لوگ سبھی پچھتائیں گے۔

آخر میں اہل مکہ کو بتایا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی اجنبی نہیں ہیں، وہ تمہارے شہر کے باشندے اور تمہاری برادری کے فرد ہیں، تم ان کی صداقت و امانت کو اچھی طرح جانتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دنیاوی لالچ کے لئے تمہیں تبلیغ نہیں کر رہے بلکہ وہ تمہارے خیر خواہ ہیں اور تمہیں جہنم کی آگ سے بچانا چاہتے ہیں۔ اگر آج تم ان پر ایمان نہ لائے تو قیامت کے دن پچھتاؤ گے اور ایمان لانے کا اعلان کرو گے مگر اس وقت کا ایمان قابل قبول نہیں ہو گا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ، جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز پیر ۱۴ دسمبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۷ ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ

Marfat.com

ایاتھا ۵۴ ۳۴ سورۃ سبا مکیۃ ۵۸ رکوعاتھا ۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ لَہُ الۡحَمۡدُ فِی الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ ہُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ①

۱۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور آخرت میں بھی سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں، [۱] اور وہ بڑا دانا (اور) خبردار ہے۔

یَعۡلَمُ مَا یَلِجُ فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا یَخۡرُجُ مِنۡہَا وَ مَا یَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعۡرُجُ فِیۡہَا ؕ وَ ہُوَ الرَّحِیۡمُ الۡغَفُوۡرُ ②

۲۔ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے باہر نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ آسمان کی طرف چڑھتا ہے، [۲] اور وہی ہمیشہ رحم فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے۔

وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَا تَاۡتِیۡنَا السَّاعَۃُ ؕ قُلۡ بَلٰی وَ رَبِّیۡ لَتَاۡتِیَنَّکُمۡ ۙ عٰلِمِ الۡغَیۡبِ ۚ لَا یَعۡزُبُ عَنۡہُ مِثۡقَالُ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ

۳۔ اور کفار کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی، آپ فرما دیں: کیوں نہیں! مجھے اپنے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے! قیامت ضرور آئے گی، [۳] اللہ تعالیٰ سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین

[۱] زمین و آسمان کی ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے، جس کسی کو جو نعمت یا خوبی ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے، لہٰذا ہر قسم کی تعریف اور شکر گزاری کا حقیقی مستحق اللہ تعالیٰ ہے اور آخرت میں بھی جس کسی کو جو بھی نعمت ملے گی وہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم ہوگا، لہٰذا آخرت میں بھی سب تعریفوں کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہوگا بلکہ اس دنیا میں تو کئی غلط لوگوں کی تعریف بھی کی جاتی ہے مگر آخرت میں سب کو مشاہدہ ہو جائے گا کہ تعریف کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اس پورے نظام کا خالق و مالک ہے، اس کے ظاہر و باطن سے خوب باخبر ہے اور اس کو بڑی حکمت سے چلا رہا ہے۔

[۲] زمین میں جو پانی اور بیج وغیرہ داخل ہوتے ہیں، زمین سے جو نباتات اور معدنیات وغیرہ باہر نکلتی ہیں، آسمان سے جو بارش کا پانی اور فرشتے وغیرہ نازل ہوتے ہیں اور زمین سے جو دعائیں اور بخارات وغیرہ بلند ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو خوب جانتا ہے اور اسی کی رحمت سے یہ نظام کائنات چل رہا ہے۔

[۳] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے بھی ہمیشہ سچ بولتے تھے اسی لئے کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور امین کہتے تھے۔ کفار

Marfat.com

لَا فِی الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳﴾

میں بلکہ ذرہ سے بھی چھوٹی اور بڑی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو روشن کتاب میں نہیں ہے۔[۴]

لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۴﴾

۴۔ تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، ان کے لئے بخشش اور عزت والی روزی ہے۔[۵]

مکہ نے جب قیامت کا انکار کیا تو نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کی قسم کھا کر فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی۔ گویا آپ انہیں تنبیہ فرما رہے تھے: اے مکہ والو! تمہارا مشاہدہ ہے کہ میں نے عام حالات میں بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا اور آج تو میں قسم کھا کر قیامت کے آنے کا اعلان کر رہا ہوں تو پھر یہ جھوٹ کیسے ہو سکتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں تین مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنے رب کی قسم کھا کر یہ اعلان کریں کہ قیامت ضرور آئے گی۔ ان میں سے پہلی جگہ سورہ یونس (۱۰) کی آیت نمبر ۵۳ میں، دوسری جگہ اس سورہ سبا (۳۴) کی آیت نمبر ۳ میں اور تیسری جگہ سورہ تغابن (۶۴) کی آیت نمبر ۷ میں ہے۔

[۴] انکار قیامت کے بارے میں کفار مکہ کا ایک عمومی استدلال یہ تھا کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے جسم کے ذرات ادھر ادھر بکھر جائیں گے تو پھر ان کو کیسے اکٹھا کیا جائے گا؟ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔ اس آیت میں بھی قیامت کے متعلق دو دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ اعلان وہ ہستی قسم کھا کر فرما رہی ہے جس کی ہر عام بات کو بھی تم سچا تسلیم کرتے رہے ہو۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں ہے بلکہ ہر چیز چاہے وہ ذرہ سے بھی چھوٹی ہو یا بڑی، اللہ تعالیٰ کے پاس لوح محفوظ میں موجود ہے، لہٰذا منتشر ذرات کو اکٹھا کرنا اس قادر مطلق اور عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے حالانکہ حقیقت میں تو وہ ان ذرات کو اکٹھا کرنے کا بھی محتاج نہیں ہے، بلکہ جس طرح اس نے انسان کو پہلی بار بغیر کسی سابقہ شکل و صورت کے مٹی سے پیدا کر لیا اسی طرح وہ اسے دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔

[۵] نیک عمل کرنے والے اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ جنت کی روزی عطا فرمائے گا اور قرآنی آیات کو جھٹلانے والوں کے لئے جہنم کا دردناک عذاب ہوگا۔

ان آیات میں ضرورت قیامت کے متعلق ایک بنیادی اصول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس دنیا میں ایک شخص ساری زندگی ظلم کرتا رہتا ہے، انسانوں کے حقوق کو پامال کرتا رہتا ہے اور اسے کوئی سزا نہیں ملتی اور دوسری طرف ایک شخص ساری عمر مظلوم رہتا ہے اور اس کی کوئی دادرسی نہیں ہوتی، لہٰذا ضروری ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿٥﴾

۵۔ اور جن لوگوں نے ہمیں عاجز کرنے کے لئے ہماری آیتوں میں (نقص نکالنے کی) کوشش کی ، ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿٦﴾

۶۔ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور وہ (قرآن) عزت والے قابل تعریف (اللہ تعالیٰ) کا راستہ دکھاتا ہے۔[۶]

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿٧﴾

۷۔ اور کافر لوگ (اپنے دوستوں کو) کہتے ہیں : کیا ہم تمہیں ایسے شخص کا بتائیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم (مرنے کے بعد) ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے تو پھر تم از سر نو پیدا کئے جاؤ گے۔[۷]

اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿٨﴾

۸۔ یا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے یا وہ دیوانہ ہے بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ (کل روز قیامت) عذاب میں ہوں گے اور (آج) دور کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔[۸]

زندگی ہو جس میں ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دی جائے اور مظلوم کی دادرسی کی جائے۔

[۶] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ مشرکین مکہ اگر قرآن کو جھٹلانے میں سرگرم ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں کیونکہ اہل علم تو اچھی طرح جانتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں کہ قرآن مجید برحق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اور یہی وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ دکھاتا ہے۔

[۷] کفار بطور تحقیر اور استہزاء کے اپنے دوستوں کو کہتے کہ آؤ ہم تمہیں ایک ایسا شخص (یعنی حضرت محمد ﷺ) دکھاتے ہیں جو بڑی عجیب اور ناقابل یقین خبر دیتا ہے یعنی جب تم مر کر مٹی میں ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں از سر نو زندہ کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یہ شخص دانستہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگاتا ہے یا پھر یہ دیوانہ ہے۔

[۸] کفار مکہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ صادق ہیں، لہٰذا آپ جھوٹ نہیں بول سکتے۔ نیز وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ امین ہیں یعنی ان کی امانتوں کے محافظ ہیں، لہٰذا آپ دیوانہ بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ دیوانے کو تو اپنی خبر نہیں ہوتی وہ کسی دوسرے کے مال کی حفاظت کیسے کرے گا۔ دراصل بات یہ ہے کہ کفار مکہ آخرت کے منکر ہیں اور اس شدید

Marfat.com

اَفَلَمۡ یَرَوۡا اِلٰی مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ اِنۡ نَّشَاۡ نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَیۡهِمۡ کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّکُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ ۹ ع

۹۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین نے انہیں آگے اور پیچھے سے گھیر رکھا ہے، اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا آسمان کے کچھ ٹکڑے ان پر گرا دیں، بے شک اس میں ہر اس بندے کے لئے نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔[۹]

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضۡلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیۡ مَعَهٗ وَالطَّیۡرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الۡحَدِیۡدَ ۱۰

۱۰۔ اور بے شک ہم نے داؤد علیہ السلام کو اپنی طرف سے بڑا فضل عطا فرمایا، (اور حکم دیا:) اے پہاڑو! تم داؤد علیہ السلام کے ساتھ مل کر تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو بھی (یہی حکم دیا) اور ہم نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔[۱۰]

اَنِ اعۡمَلۡ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرۡ فِی السَّرۡدِ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا ؕ اِنِّیۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ۱۱

۱۱۔ کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور ان کے حلقے مناسب اندازے سے جوڑو اور (اے آل داؤد!) نیک عمل کرتے رہو، بے شک جو کام تم کرتے ہو میں اسے خوب دیکھ رہا ہوں۔

وَلِسُلَیۡمٰنَ الرِّیۡحَ غُدُوُّهَا شَهۡرٌ وَّ رَوَاحُهَا

۱۲۔ اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا جس کا صبح

گمراہی پر قائم رہنے کے لئے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ اور دیوانگی کے بے بنیاد الزامات لگاتے ہیں اور انہیں اپنی حماقت کا احساس اس وقت ہوگا جب وہ آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔

[۹] کیا منکرین قیامت کو نظر نہیں آتا کہ زمین و آسمان نے انہیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو قارون کی طرح انہیں زمین میں دھنسا دے یا قوم لوط کی طرح ان پر پتھر برسا دے، لہٰذا انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا چاہیے اور حق کو تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ زمین و آسمان کی وسعتوں میں ہر اس بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں موجود ہیں جو طلب حق کی جستجو رکھتا ہو۔

[۱۰] اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر فضل و کرم فرمایا اور ان کے کثیر معجزات میں سے دو کا یہاں تذکرہ فرمایا ہے، ایک تو ان کی آواز میں اتنی چاشنی اور دلکشی تھی کہ پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ساتھ تسبیح پڑھنے میں شریک ہو جاتے اور دوسرا جب آپ لوہے کو ہاتھ لگاتے تو وہ گندھے ہوئے آٹے کی طرح نرم ہو جاتا اور آپ اس سے مناسب حلقوں والی بڑی کشادہ اور ہلکی پھلکی زرہیں بنا لیتے۔ اس کے لئے سورہ انبیاء (۲۱) کی آیات نمبر ۷۹ اور ۸۰ کی تفسیر بھی ملاحظہ کر لیں۔

Marfat.com

شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَ مَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾

کا سفر ایک ماہ کے برابر تھا اور شام کا سفر بھی ایک ماہ کے برابر تھا، [۱۱] اور ہم نے ان کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری کر دیا، [۱۲] اور کچھ جنات (ان کے تابع کر دیئے) تھے جو اپنے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے، اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرتا تو ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے۔ [۱۳]

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام پر بھی خصوصی فضل وکرم فرمایا اور ان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا۔ ہوا ان کے تخت کو اٹھا کر اتنی تیزی سے سفر کرتی کہ ایک تیز رفتار سواری جو سفر ایک ماہ میں کرتی یہ ہوا اتنا سفر صبح کے چند گھنٹوں میں کر لیتی اور اتنا ہی سفر شام کے چند گھنٹوں میں کر لیتی۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس حسن عمل سے خوش ہو کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو تسخیر ہوا کا معجزہ عطا فرمایا وہ یہ تھا کہ ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے گھوڑوں میں اس قدر مشغول رہے کہ ان کی عصر کی نماز قضا ہوگئی۔ چنانچہ انہوں نے ان گھوڑوں کی قربانی کر دی۔ (حضرت سلیمان علیہ السلام کو نماز قضا ہونے کا اتنا افسوس ہوا کہ جن گھوڑوں کی وجہ سے ان کی نماز قضا ہوئی تھی انہوں نے ان گھوڑوں کی قربانی کر دی اور ان کی شریعت میں گائے بیل کی طرح گھوڑوں کی قربانی بھی جائز تھی) اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو گھوڑوں کے بدلے میں ہوا کی ایسی سواری عطا فرمائی جو گھوڑوں سے بہتر اور تیز تھی۔ گھوڑے جو سفر دو ماہ میں طے کرتے تھے ہوا وہ سفر صرف ایک دن میں طے کر لیتی تھی۔ (تفسیر قرطبی) اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہم صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں تو ہمیں ہر اس چیز اور سوسائٹی سے دور رہنا چاہیے جو نماز اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دے۔

[۱۲] اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے بھی پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری کر دیا جو گرم بھی نہیں تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام اس سے جو کچھ بنانا چاہتے وہ آسانی سے بنا لیتے اور پھر پگھلا ہوا تانبا منجمد ہو جاتا۔

[۱۳] یوں تو تمام جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھے لیکن کاریگری کرنے والے ان میں سے بعض تھے اور انہی کی وجہ سے آیت میں بعض کا ذکر کیا گیا ہے۔ (تفسیر نور العرفان) جس جن نے بھی آپ کی نافرمانی کی اس کو دوزخ میں سزا دی جائے گی۔ حضرت سدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ تھا جس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہوتا تھا اور جب بھی کوئی جن نافرمانی کرتا تو وہ فرشتہ اسے آگ کے کوڑے سے سزا دیتا تھا۔ (تفسیر قرطبی)

Marfat.com

یَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِیۡبَ وَ تَمَاثِیۡلَ وَ جِفَانٍ کَالۡجَوَابِ وَ قُدُوۡرٍ رّٰسِیٰتٍ ؕ اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا ؕ وَ قَلِیۡلٌ مِّنۡ عِبَادِیَ الشَّکُوۡرُ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ سلیمان علیہ السلام جو کچھ چاہتے وہ (جنات) ان کے لئے بنا دیتے (مثلاً) قلعے، مجسمے اور بڑے بڑے لگن جو حوض کی مانند تھے اور چولہوں پر جمی ہوئی دیگیں، [۱۴] اے آل داؤد! (اللہ تعالیٰ کا) شکر ادا کرتے رہو، اور میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے بہت کم ہیں۔ [۱۵]

[۱۴] حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق جنات ان کے لئے پتھروں سے بڑے بڑے قلعے، مجسمے اور لگن بناتے تھے، لگن اس بڑے تھال کو کہتے ہیں جس میں کھانا ڈالا جاتا ہے اور لوگ اس کے گرد بیٹھ کر کھاتے ہیں، مگر جنات نے پہاڑ کاٹ کر ایسے لگن بنائے جو تالاب کی طرح بہت بڑے تھے۔ ایک ایک لگن کے گرد ایک ہزار آدمی کھانا کھا سکتا تھا اور پہاڑوں کو کاٹ کر اتنی بڑی دیگیں بنائیں جن کو چولہوں سے اتارا نہیں جا سکتا تھا اور سیڑھی لگا کر ان سے کھانا نکالا جاتا تھا۔
(تفسیر خزائن العرفان)

جنوری ۲۰۰۱ء میں مجھے فلسطین جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے مسجد اقصیٰ کے تہ خانہ کی دیواروں میں اتنے بڑے بڑے پتھر دیکھے جو انسان نہیں اٹھا سکتے تھے بلکہ جنات نے ان کو اٹھا کر دیواروں میں رکھا ہوگا۔

[۱۵] اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کی آل کو خصوصی انعامات سے نوازا، اس لئے آل داؤد کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ ان احسانات کا شکر ادا کریں کیونکہ اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھول جاتے ہیں اور شکر ادا کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ کبھی ہمیں بھی تنہائی میں بیٹھ کر غور کرنا چاہیے کہ آج دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو روٹی، کپڑا، مکان، صحت، ہاتھ، پاؤں، بصارت یا سماعت وغیرہ سے محروم ہیں مگر پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور ہم ان ساری نعمتوں کے ہوتے ہوئے اگر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کریں تو قیامت کے دن اپنے محسن حقیقی کو کیا منہ دکھائیں گے۔

☆ ثابت البنانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے گھر میں رہنے والے سب خواتین و حضرات پر نماز کے اوقات اس طرح تقسیم کر دیئے تھے کہ دن اور رات میں کوئی وقت ایسا نہیں تھا جس میں حضرت داؤد علیہ السلام کے گھر کا کوئی فرد نماز نہ پڑھ رہا ہو، اس طرح ان کے گھر میں ہر وقت کوئی نہ کوئی نماز پڑھ رہا ہوتا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا: جس شخص میں تین صفات پائی جائیں اسے وہ فضیلت اور عظمت مل جائے گی جو آل داؤد علیہ السلام کو عطا کی گئی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ تین صفات کیا ہیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رضا و غضب کی دونوں حالتوں میں انصاف کرنا، امیری و غریبی کی دونوں حالتوں میں میانہ روی اختیار کرنا اور خفیہ و علانیہ دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت مغیرہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! کیا تیری مخلوق میں سے کسی نے مجھ سے بھی زیادہ لمبی رات تک تیرا ذکر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: ہاں! مینڈک نے، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

Marfat.com

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝١٤

۱۴۔ پھر جب ہم نے سلیمان علیہ السلام پر موت کا حکم نافذ کر دیا تو کسی نے جنات کو ان کی موت سے آگاہ نہ کیا سوائے زمین کی دیمک کے، جو ان کے عصا کو کھاتی رہی، پھر جب سلیمان علیہ السلام گر پڑے تو جنات پر ظاہر ہو گیا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو وہ (اتنا عرصہ) اس رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔[۱۶]

{اے آلِ داؤد! شکر کرو، اور میرے بندوں میں شکر گزار بہت کم ہیں۔} حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں تیرے شکر کی کیسے طاقت رکھ سکتا ہوں حالانکہ تو مجھ پر نعمت فرماتا ہے، پھر تو مجھے اس نعمت پر شکر کی توفیق دیتا ہے (تو شکر کی یہ توفیق تیری طرف سے ایک اور نئی نعمت بن جاتی ہے۔ تفسیر قرطبی: سورہ ابراھیم: زیر آیت نمبر ۷) اس طرح نعمت پر نعمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اے میرے رب! جب نعمت بھی تیری طرف سے ہے اور اس نعمت پر شکر کی توفیق بھی تیری طرف سے ہے تو پھر میں شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد! اب تم نے مجھے پہچاننے کا حق ادا کر دیا ہے۔
(شعب ایمان: حدیث نمبر ۴۴۱۳: جلد ۴: ص ۱۰۱)

[۱۶] اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو انسانوں کے علاوہ ہوا، پرندوں اور جنات پر بھی حکومت عطا فرمائی تھی۔

جنات کیا ہیں؟

جنات ایسی مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کی گئی ہے اور ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایسی صلاحیت رکھی ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ یہ مخلوق کھانے پینے، عقل و شعور، زندگی و موت اور اولاد کے سلسلے میں انسانوں کی طرح ہے لیکن ان کی عمریں بہت لمبی ہوتی ہیں۔

انسانوں کی طرح جنات کے لئے بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور احکام الٰہی پر عمل کرنا فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔} (قرآن: ۵۱:۵۶) جنات میں سے بعض کافر اور بعض مسلمان ہیں۔ ان میں جو شریر اور کافر جن ہیں انہیں شیطان کہا جاتا ہے۔ ابلیس بھی جنوں میں سے تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ جنات میں سے تھا، پس اس نے اپنے رب کے حکم سے نافرمانی کی۔} (قرآن: ۱۸:۵۰)

کیا جنات علم غیب جانتے ہیں؟

جنات کا دعویٰ یہ تھا کہ ان کے پاس علم غیب ہے۔ (تفسیر قرطبی) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک ایسا واقعہ بیان فرمایا ہے جس سے جنات کے علم غیب کی نفی ثابت ہو گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کئی دنوں اور مہینوں تک عبادت میں مصروف رہتے۔ آپ شریر جنات سے سخت مشقت کا کام لیتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے شریر جنات کے ذمہ کام لگا دیا اور خود محراب میں عصا پر ٹیک لگا کر عبادت میں مصروف ہو گئے، اس دوران آپ کی موت واقع ہو گئی مگر آپ کا جسم عصا

Marfat.com

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ⑮

۱۵۔ بے شک اہل سبا کے لئے ان کے وطن ہی میں نشانی موجود تھی (یعنی) ان کے دائیں بائیں دو باغ تھے، (انہیں حکم دیا گیا:) تم اپنے رب کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، (تمہارا شہر سبا) پاکیزہ شہر ہے اور (تمہارا) رب بڑا بخشنے والا ہے۔ [۱۷]

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ⑯

۱۶۔ لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر تند و تیز سیلاب بھیج دیا اور ان کے دونوں باغوں کو دو ایسے باغوں سے بدل دیا جن میں بدذائقہ پھل، جھاؤ کے درخت اور چند بیری کے درخت تھے۔ [۱۸]

کے سہارے ایک سال تک قائم رہا اور جنات یہی سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں حتیٰ کہ دیمک نے عصا کو کھا کر اندر سے کھوکھلا کر دیا اور عصا کے گرنے سے جب آپ زمین پر آ رہے تو جنات کو پتہ چلا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تو فوت ہو چکے ہیں۔ اب انہیں تسلیم کرنا پڑا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو سال بھر رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ رہتے اور ان پر رسوا کن مشقت اس لئے ڈالی گئی تھی کیونکہ وہ شریر اور نافرمان تھے، چنانچہ جونہی انہیں علم ہوا کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے تو وہ فوراً بھاگ گئے۔ اس واقعہ سے لوگوں کو بھی علم ہو گیا کہ جنات کا دعویٰ جھوٹا تھا، ان کے پاس کوئی علم غیب نہیں ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام وفات کے بعد بھی سلامت رہتے ہیں، اسی لئے دیمک آپ کے عصا کو اندر سے کھا گئی مگر آپ کے جسم کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکی۔ اسی طرح سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۵۹ میں بھی ایک نبی کا واقعہ گزر چکا ہے جن کو سو سال کے بعد زندہ کیا گیا اور ان کا جسم صحیح و سلامت تھا۔

[۱۷] عرب کے جنوب میں یمن کے ایک شہر کا نام سبا تھا۔ علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ اہل سبا کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی یہ تھی کہ انہوں نے اپنے وطن میں مچھر، مکھی، پسو، جوں، بچھو اور سانپ وغیرہ کوئی موذی جانور کبھی نہیں دیکھا۔ نیز سبا کے دائیں بائیں دونوں اطراف میں پہاڑ تھے اور پہاڑوں سے بارش اور چشموں کے پانی کی وجہ سے تاحد نظر باغات کا سلسلہ تھا جن میں پھلدار اور سایہ دار درخت بڑا خوب صورت منظر پیش کرتے تھے۔ (تفسیر قرطبی) الغرض سبا کا شہر آب و ہوا کے اعتبار سے بڑا خوشگوار اور زمین کے اعتبار سے بڑا سرسبز و شاداب تھا۔ یہ خصوصی سہولیات اہل سبا کے لئے بہت بڑی نشانی تھی۔ اگر وہ اپنے آس پاس دیگر ممالک پر نظر ڈالیں تو کہیں پانی دستیاب نہیں ہے اور کہیں زمین زرخیز نہیں ہے، لہٰذا ان دنیوی انعامات کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اپنے محسن حقیقی کو پہچاننے کی کوشش کرتے اور ان بے شمار نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعہ انہیں حکم دیا کہ تم اپنے رب کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔

[۱۸] لیکن اہل سبا نے جب اپنے انبیاء کی تعلیمات سے روگردانی کی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدردانی نہ کی تو بالآخر ان پر اپنا

Marfat.com

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ یہ ہم نے ان کو ان کی ناشکری کی سزا دی، اور ہم بڑے ناشکرے کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اور ہم نے ان لوگوں کے اور ان بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت دی تھی کئی نمایاں بستیاں بنادیں اور ہم نے ان میں آنے جانے والوں کے لئے منزلیں مقرر کر دی تھیں کہ تم ان میں راتوں اور دنوں کو امن و امان سے سفر کرو۔[۱۹]

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ پھر انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہماری منازل سفر کے درمیان فاصلے زیادہ کر دے اور (یہ کہہ کر) انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے انہیں افسانہ بنا دیا اور ہم نے ان (کی جمعیت) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، بے شک اس میں ہر اس شخص کے لئے (عبرت کی) نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا بہت شکر کرنے والا ہے۔[۲۰]

سیلاب آیا جس نے ان سرسبز و شاداب باغات کا صفایا کر دیا اور وہاں بیری کے چند درختوں کے علاوہ کوئی ایسا درخت نہ رہا جس کا پھل کھانے کے قابل ہو۔

[۱۹] برکت والی بستیوں سے مراد شام اور فلسطین کا علاقہ ہے۔ سبا اور شام کے درمیان نمایاں بستیوں سے مراد وہ بستیاں ہیں جو شاہراہ عام پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر موجود تھیں جن کی وجہ سے مسافروں کو نہ تو ڈاکوؤں کا خطرہ تھا اور نہ ہی کھانے پینے کی اشیاء لینے میں کوئی دقت پیش آتی تھی، لہٰذا ان کو سفر کے دوران رات اور دن میں کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ راستہ میں منزلوں کا ایک طویل سلسلہ تھا اور ہر منزل پر ہر قسم کی سہولیات میسر تھیں۔

[۲۰] جس طرح میدان تیہ میں بنی اسرائیل نے آسمان سے اترنے والے من وسلویٰ کی ناشکری کی اور زمین سے اگنے والی سبزیوں کی استدعا کی اسی طرح اہل سبا نے بھی پر امن راستوں اور قریب قریب منزلوں کی ناشکری کی اور منزلوں کے درمیان زیادہ فاصلے کی استدعا کی تاکہ انہیں بھی دیگر قوموں کی طرح سفر کے دوران بھوک، پیاس، مشقت اور ڈاکوؤں کے خطرات کا تجربہ ہو۔ اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا سیلاب بھیجا جس سے ان کی بستیاں تباہ و برباد ہو گئیں اور جو لوگ غرق ہونے سے بچ گئے وہ سبا کو چھوڑ کر عرب کے دیگر علاقوں میں منتشر ہو گئے اور بحیثیت قوم ان کی خوش حالی کے قصے تو رہ گئے مگر دنیا میں سبا نام کی کوئی قوم باقی نہ رہی۔

Marfat.com

وَ لَقَدۡ صَدَّقَ عَلَیۡہِمۡ اِبۡلِیۡسُ ظَنَّہٗ فَاتَّبَعُوۡہُ اِلَّا فَرِیۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور بے شک ابلیس نے ان کے متعلق اپنا گمان سچ کر دکھایا تو مومنوں کے ایک گروہ کے سوا سب نے اس کی پیروی کی۔[۲۱]

وَ مَا کَانَ لَہٗ عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِالۡاٰخِرَۃِ مِمَّنۡ ہُوَ مِنۡہَا فِیۡ شَکٍّ ؕ وَ رَبُّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ حَفِیۡظٌ ﴿۲۱﴾ ع

۲۱۔ اور ابلیس کا ان پر کوئی تسلط نہیں تھا مگر یہ اس لئے ہوا کہ ہم آخرت پر ایمان لانے والوں کو ان سے ممتاز کر دیں جو آخرت کے متعلق شک میں ہیں،[۲۲] اور آپ کا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔

قُلِ ادۡعُوا الَّذِیۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ۚ لَا یَمۡلِکُوۡنَ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا لَہُمۡ فِیۡہِمَا مِنۡ شِرۡکٍ وَّ مَا لَہٗ مِنۡہُمۡ مِّنۡ ظَہِیۡرٍ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ آپ (مشرکین کو) فرما دیں: تم انہیں پکارو جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا (اپنا معبود) خیال کرتے ہو، وہ ذرہ بھر بھی آسمانوں اور زمین میں کسی چیز کے مالک نہیں ہیں اور نہ ان کا ان دونوں (آسمان و زمین کے بنانے) میں کوئی حصہ ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے۔[۲۳]

اس واقعہ میں عبرت کی بڑی نشانیاں ہیں یعنی جو قومیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کرتی ہیں ان کا نام ونشان مٹا دیا جاتا ہے، لیکن ان نشانیوں سے عبرت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو مصائب پر صبر اور نعمتوں پر شکر کرتے ہیں۔ ناشکرے اور بے صبرے لوگ کوئی عبرت حاصل نہیں کرتے۔

[۲۱] شیطان نے جب اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی اور اللہ تعالیٰ نے مہلت دیدی تو شیطان نے کہا: اے میرے رب! تیرے منتخب بندوں کے سوا باقی سارے لوگوں کو میں ضرور گمراہ کروں گا۔ اس وقت اسے یقین نہیں تھا کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں کامیاب ہو جائے گا بلکہ اس نے گمان کی بنیاد پر یہ دعویٰ کر دیا لیکن جب اہل سبا نے اس کی گمراہی کو قبول کر لیا تو اس کا گمان سچ ثابت ہو گیا۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں پر نہ پہلے شیطان کا اثر ہوا اور نہ آئندہ ہو سکے گا کیونکہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی کے فرمانبردار رہتے ہیں۔

[۲۲] شیطان کے پاس کوئی ایسی قوت نہیں ہے جس کے ذریعہ وہ کسی کو زبردستی گمراہ کر دے، وہ تو صرف گمراہی کی ترغیب دیتا ہے اور ناشکرے لوگ اس کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ شیطان کو اتنی قوت انسانوں کی آزمائش کے لئے دی گئی ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ کون شیطان کو ٹھکرا کر آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون شیطان کے فریب میں آ کر آخرت کا انکار کرتا ہے۔

[۲۳] اس آیت میں مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا معبود خیال کرتے ہو اور انہیں حصول خیر اور

Marfat.com

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کی شفاعت فائدہ نہیں دے گی سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ خود شفاعت کرنے کی اجازت دے گا، [۲۴] یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جائے گی تو وہ پوچھیں گے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہیں گے: اس نے حق فرمایا اور وہ بہت بلند بہت بڑا ہے۔[۲۵]

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ آپ فرمادیں: تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ آپ (خود ہی) فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ (دیتا ہے) اور (اے مشرکو!) بے شک ہم یا تم ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں۔[۲۶]

دفع شر کا ذریعہ سمجھتے ہو، تم انہیں کسی مشکل کے وقت ذرا پکار کر تو دیکھو، وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکیں گے کیونکہ انہیں تو زمین و آسمان میں ذرہ بھر بھی کسی چیز کا اختیار نہیں ہے اور نہ ہی ان کے پیدا کرنے میں ان کا کوئی حصہ ہے بلکہ ان کو تو تم نے اب اپنا معبود بنایا ہے جبکہ زمین و آسمان تو بہت پہلے سے موجود ہیں اور ان کو بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہے۔ وہ قادر مطلق اور مختار کل ہے اور وہی اس قابل ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

[۲۴] مشرکین مکہ کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ اگر واقعی قیامت کا دن آ ہی گیا تو ان کے معبودان کی شفاعت کریں گے۔ اس آیت میں ان کے اس عقیدہ کی تردید کی جارہی ہے کہ قیامت کے دن کسی کو شفاعت کرنے کی جرأت نہیں ہو سکے گی صرف وہی اہل ایمان شفاعت کر سکیں گے جن کو اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا اور وہ بھی صرف ان گناہگاروں کی شفاعت کریں گے جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہوگا، لیکن مشرکین مکہ اور ان کے معبود دونوں چونکہ ایمان سے محروم ہیں اس لئے نہ وہ کسی کے حق میں شفاعت کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی اور ان کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے۔

[۲۵] قیامت کے دن جن کو شفاعت کرنے کی اجازت ملنے والی ہوگی وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈر رہے ہوں گے اور جب اللہ تعالیٰ انہیں شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمادے گا تو ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور ہو جائے گی اور وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے حق فرمایا، وہ بزرگ و برتر ہے اور اس نے نہ صرف یہ کہ ہمیں اپنی رضا سے سرفراز فرمایا بلکہ گناہگار اہل ایمان کی شفاعت کرنے کی اجازت بھی عطا فرمائی ہے۔

[۲۶] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ سے پوچھا: تمہیں آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے نباتات اُگا کر رزق کون مہیا کرتا ہے؟ چونکہ ان کے پاس اس کا جواب دینے کی جرأت نہیں تھی اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمہارے رزق کا انتظام کرتا ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اسی لئے ہم اس کی

Marfat.com

قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَ لَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ آپ فرما دیں: تم سے ان جرموں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو ہم نے کئے اور نہ ہم سے ان کاموں کے متعلق پوچھا جائے گا جو تم کرتے ہو۔[۲۷]

قُلْ یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ هُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ آپ فرما دیں: ہمارا رب ہم سب کو جمع فرمائے گا، پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا، اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔[۲۸]

قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ آپ فرما دیں: ذرا مجھے بھی وہ شریک دکھاؤ جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملا رکھا ہے، ہرگز نہیں! بلکہ وہی اللہ تعالیٰ ہے جو سب پر غالب بڑا دانا ہے۔[۲۹]

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا

۲۸۔ اور (اے رسول مکرم ﷺ!) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوش خبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے[۳۰]

عبادت کرتے ہیں۔ اب تم خود ہی فیصلہ کرو کہ ہم دونوں میں سے ہدایت پر کون ہے اور گمراہ کون ہے؟

[۲۷] یعنی ہم نے حق اور باطل کو بالکل واضح کر دیا ہے اور تمہیں جو توحید کی دعوت دے رہے ہیں اس میں تمہاری خیر خواہی مقصود ہے تا کہ تم آخرت کے عذاب سے بچ جاؤ، ورنہ کسی کو دوسرے کے عمل سے نقصان نہیں پہنچے گا، ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا۔ اگر ہم نے کوئی قصور کیا ہوگا تو تم سے باز پرس نہیں ہوگی اور تمہارے اعمال کی ہم سے باز پرس نہیں ہوگی۔

[۲۸] اے مشرکین مکہ! آج تم ہماری بات مانو یا نہ مانو، بہر حال غور سے سن لو! ایک دن ایسا آنے والا ہے جس میں ہمارا رب ہم سب کو جمع فرمائے گا اور ہمارے درمیان صحیح فیصلہ فرمائے گا جس کا تم انکار نہیں کر سکو گے کیونکہ وہ سب کچھ خوب جانتا ہے اور اس کا فیصلہ برحق اور بہترین ہوتا ہے۔

[۲۹] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ سے پوچھا: جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہو ذرا مجھے کوئی ایک تو ایسی چیز دکھاؤ جو تمہارے ان معبودوں نے پیدا کی ہو، جب وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے ہرگز شریک نہیں بن سکتے۔ دراصل اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے، اس کا کوئی شریک اور ہمسر نہیں ہے، وہ بڑا دانا اور سب پر غالب ہے۔

[۳۰] آپ ﷺ سے پہلے ہر قوم اور ہر علاقہ کی طرف الگ الگ انبیائے کرام علیہم السلام مخصوص اوقات کے لئے آتے رہے۔ مثال کے طور پر حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی طرف (قرآن: ۷:۶۵) حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف (قرآن: ۷:۷۳) حضرت شعیب علیہ السلام کو اہل مدین کی طرف (قرآن: ۷:۸۵) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف (قرآن: ۳:۴۹) بھیجا گیا۔

Marfat.com

وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔[٣١]

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾

٢٩۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟

قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٠﴾ ع

٣٠۔ آپ فرمادیں: تمہارے لئے وعدہ کا ایک دن مقرر ہے، نہ تم اس سے ایک لمحہ پیچھے ہٹ سکو گے اور نہ (ایک لمحہ) آگے بڑھ سکو گے۔[٣٢]

سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو دنیا کے ہر علاقے اور تمام انسانوں کے لئے مبعوث فرمایا، اس لئے آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک آنے والی تمام نسلوں کو شامل ہے کیونکہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔

آپ ﷺ کی عالمگیر نبوت قرآن پاک کی روشنی میں:

١۔ اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ (قرآن: ١٥٨:٧)

٢۔ ہم نے آپ ﷺ کو سارے جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا۔ (قرآن: ١٠٧:٢١)

٣۔ بڑی برکت والا ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر قرآن اُتارا تاکہ وہ سارے جہان والوں کو (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والا بن جائے۔ (قرآن: ١:٢٥)

٤۔ ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ (قرآن: ٢٨:٣٤)

آپ ﷺ کی عالمگیر نبوت احادیث کی روشنی میں:

١۔ پہلے نبی کسی ایک مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(بخاری: ٣٣٥: کتاب التیمم: باب ١)

٢۔ پہلے ہر نبی اپنی مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں ہر سرخ اور سیاہ کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(مسلم: ١١٦٣: کتاب المساجد: حدیث نمبر ٣)

٣۔ مجھے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا ہے۔

(مسلم: ١١٦٧: کتاب المساجد: حدیث نمبر ٥)

[٣١] اس سے معلوم ہوا کہ اکثر لوگ آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے پیغام کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

[٣٢] مشرکین کہتے تھے کہ جس قیامت کے عذاب سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے وہ کب آئے گی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق قیامت کے لئے ایک دن مقرر کر رکھا ہے اور جب وہ دن آئے گا تو پھر ایک لمحہ بھر بھی آگے

Marfat.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا
الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى
اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ
يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ
الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْ
لَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝۳۱

۳۱۔ اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل ہوئیں، اور اگر آپ ان ظالموں کو اس وقت دیکھیں جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے پر الزام لگا رہا ہوگا، کمزور لوگ متکبروں سے کہیں گے: اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے۔[۳۳]

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا
اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ
جَاۗءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝۳۲

۳۲۔ متکبر لوگ کمزوروں سے کہیں گے: کیا ہم نے تمہیں ہدایت قبول کرنے سے روکا تھا اس کے بعد کہ وہ تمہارے پاس آ چکی تھی بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔[۳۴]

وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ
اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ
تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ
اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا

۳۳۔ اور کمزور لوگ متکبروں سے کہیں گے: بلکہ تمہارے رات دن کے مکر و فریب نے (ہی ہمیں روکا تھا) جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے شریک بنائیں،[۳۵] اور جب وہ عذاب کو دیکھ لیں

پیچھے نہیں ہو سکے گا۔

[۳۳] کفار مکہ یہ کہتے تھے کہ وہ قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے بلکہ اس سے پہلے کی آسمانی کتابوں پر بھی ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ ان میں بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر موجود ہے۔ یہ ظالم لوگ آج جو باہمی اتحاد و اتفاق کے ساتھ قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں قیامت کے دن جب ان کو اپنے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور انہیں اپنے کرتوتوں کی سزا نظر آئے گی تو گھبرا کر آپس میں ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنے لگیں گے اور پس ماندہ لوگ متکبروں کو کہیں گے: اگر تم ہمارے لئے رکاوٹ نہ بنتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے اور آج اس سزا کے مستحق قرار نہ پاتے۔

[۳۴] متکبر لوگ کمزوروں سے کہیں گے: اگر ہدایت تمہاری سمجھ میں آ چکی تھی تو تمہیں بہر صورت قبول کر لینی چاہیے تھی۔ ہم تمہیں زبردستی تو نہیں روک سکتے تھے، لہٰذا تم خود ہی مجرم ہو ہمیں اس میں ملوث نہ کرو۔

[۳۵] پس ماندہ اور غریب لوگ متکبروں کو کہیں گے: یہ ٹھیک ہے کہ تم نے ہمیں زبردستی مجبور تو نہیں کیا تھا لیکن اسلام کے خلاف تمہاری شب و روز کی سازشوں اور انکار توحید کے متعلق تمہاری پر فریب تدبیروں نے ہمیں اس حد تک قائل کر لیا کہ ہم تمہارے پیچھے چلنے پر مجبور ہو گئے۔

Marfat.com

الْعَذَابَ ؕ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْٓ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

گے تو اپنی ندامت کو چھپائیں گے، اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے جنہوں نے کفر کیا، اور انہیں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسا وہ عمل کرتے تھے۔ [۳۶]

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا: تم جو دین دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔ [۳۷]

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اور انہوں نے کہا: ہم مال اور اولاد میں (تم سے) زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ [۳۸]

---

[۳۶] متکبروں کو گمراہ کرنے کی سزا ملے گی اور کمزوروں کو گمراہ لوگوں کی اندھی تقلید کرنے کی سزا ملے گی۔ جب ان دونوں قسم کے لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈال کر انہیں عذاب کی طرف گھسیٹا جائے گا تو وہ اپنے اپنے کفر پر پشیمان ہوں گے اور ایک دوسرے سے اپنی پشیمانی چھپانے کی کوشش کریں گے۔

[۳۷] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ اگر مکہ کے سردار اور امیر لوگ مسلمان نہیں ہو رہے تو آپ پریشان نہ ہوں آپ سے پہلے بھی ہم نے جہاں کہیں کوئی نبی بھیجا تو سب سے پہلے وہاں کے امیر اور خوش حال لوگوں نے اس کی تکذیب کی کیونکہ انہیں اپنا عیش و آرام اور اقتدار خطرے میں نظر آتا ہے تو وہ نبی کی دعوت میں غور ہی نہیں کرتے اور بغیر سمجھے صرف تعصب اور عناد کی بنا پر انکار کر دیتے ہیں۔

ہر نبی پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں اکثر کمزور اور نادار لوگ ہوتے ہیں جو نبی کی دعوت کو غور سے سنتے ہیں اور اس پر ایمان لے آتے ہیں، بلکہ کسی نبی کے سچے ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس پر ابتدا میں نادار لوگ ہی ایمان لاتے ہیں جیسا کہ ہرقل نے جب ابوسفیان سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں پوچھا:

کیا رئیس لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟

تو ابوسفیان نے جواب دیا: زیادہ تر کمزور لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں۔

تو ہرقل نے کہا: دراصل رسولوں کے ابتدائی پیروکار زیادہ تر کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں۔

(بخاری: حدیث نمبر ۷: کتاب بدء الوحی: باب ٦)

[۳۸] متکبر لوگ اہل ایمان سے کہتے ہیں: ہمارے پاس مال و دولت تمہاری نسبت زیادہ ہے، اگر ہم گمراہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہم پر ناراض ہوتا اور ہمارے ہاں مال و دولت کی فراوانی نہ ہوتی، لہٰذا پہلی بات تو یہ ہے کہ قیامت آنے والی نہیں ہے اور اگر قیامت آ

Marfat.com

ع

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ لَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ آپ فرما دیں: بے شک میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں نہیں جو تمہیں ہمارے قریب کر دیں مگر جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کئے تو ایسے لوگوں کے لئے ان کے اعمال کا دوگنا اجر ہے اور وہ (جنت کے) بالا خانوں میں امن و امان سے ہوں گے۔[۳۹]

وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور جو لوگ ہمیں عاجز کرنے کے لئے ہماری آیتوں میں (نقص نکالنے کی) کوشش کرتے ہیں وہی لوگ عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے۔[۴۰]

بھی گئی تو ہماری دنیاوی شان و شوکت کا خیال رکھا جائے گا اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رزق کی کمی بیشی کسی کے صحیح یا غلط ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ تفریق تو آزمائش کے لئے ہے اور اگر رزق کی کشادگی کسی کے صحیح ہونے کی دلیل ہوتی تو کسی کافر کو مال و دولت کی ہوا بھی نہ لگتی لیکن اکثر لوگ اس حکمت کو نہیں جانتے۔

[۳۹] یعنی صرف مال و اولاد کی کثرت کوئی ایسی چیز نہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ایمان اور نیک اعمال ہیں۔ اسی لئے مومنوں کو ان کے نیک اعمال کا بہت زیادہ اجر ملے گا اور وہ جنت کے بالا خانوں میں ہمیشہ امن و سکون سے رہیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔ (مسلم: ۶۵۴۳: کتاب البر: باب ۱۰)

دراصل اللہ تعالیٰ کے قرب کا بنیادی ذریعہ ایمان اور نیک اعمال ہیں۔ اب اگر کسی کا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہو اور اس کی اولاد اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار ہو تو یہ مال و اولاد بھی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہیں لیکن اگر کسی کا مال اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ ہو اور اس کی اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمان ہو تو یہ مال و اولاد اللہ تعالیٰ سے دوری کا ذریعہ ہیں۔

[۴۰] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے میں سرگرم رہتے ہیں انہیں جکڑ کر جہنم میں پھینکا جائے گا اور وہ کہیں بھاگ نہیں سکیں گے۔

Marfat.com

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝۳۹

۳۹۔ آپ فرما دیں: بے شک میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے (چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، اور تم (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) جو کچھ خرچ کرتے ہو وہ تمہیں اس کا بدلہ دیتا ہے[۴۱] اور وہ بہترین رازق ہے۔[۴۲]

وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اَهٰۤؤُلَآءِ اِیَّاكُمْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ۝۴۰

۴۰۔ اور جس دن وہ سب کو جمع کرے گا اور پھر فرشتوں سے فرمائے گا: کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۝۴۱

۴۱۔ فرشتے عرض کریں گے: تو پاک ہے، تو ہی ہمارا مالک ہے، نہ کہ یہ لوگ، بلکہ یہ تو جنات کی عبادت کرتے تھے، ان میں سے اکثر انہی پر ایمان رکھتے تھے۔[۴۳]

---

[۴۱] ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو (میری رضا کے لئے انسانوں پر) خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (بخاری: ۵۳۵۲: کتاب النفقات: باب ۱)

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: اپنی مٹھی کو بند نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر اپنے خزانے بند کر دے گا۔ (بخاری: ۱۴۳۳: کتاب الزکوۃ: باب ۲۱)

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: خرچ کرو اور گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم کو گن کر دے گا۔ (مسلم: ۲۳۷۵: کتاب الزکوۃ: باب ۲۸)

[۴۲]۔ حقیقی رازق تو صرف اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اس نے کچھ وسائل رزق اور مجازی رازق مقرر کر دیئے ہیں، اس لئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہترین رازق ہے، کیونکہ جتنے بھی مجازی رازق ہیں ان کا مال محدود ہے اور ختم ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے خزانے غیر محدود ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

[۴۳] جو لوگ فرشتوں کی پرستش کرتے اور ان کو خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے سامنے فرشتوں سے پوچھے گا: کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ خود بہتر جانتا ہے لیکن اس سوال سے مشرکین کی سرزنش مقصود ہے۔ لہٰذا فرشتے عرض کریں گے: یا اللہ تعالیٰ! تو شرک سے پاک ہے اور تو ہی ہمارا مالک و معبود ہے۔ ہماری ان لوگوں سے کوئی دوستی نہیں ہے اور نہ ہی ہم نے ان کو اس شرک کی تعلیم دی ہے، بلکہ شیاطین اور جنات ان کو غیر خدا کی عبادت کی ترغیب دیتے تھے۔ اس لئے حقیقت میں یہ جنات پر ایمان رکھتے تھے اور ان کی پیروی اور پرستش کرتے تھے اور انہی کو

Marfat.com

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا
ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا
عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿٤٢﴾

۴۲۔ پس آج تم میں سے کوئی کسی دوسرے کو نفع اور نقصان پہنچانے کا مالک نہیں ہے، اور ہم ظالموں سے کہیں گے: اب تم اس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔[۴۴]

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا
هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا
كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ
اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ
مُّبِيْنٌ ﴿٤٣﴾

۴۳۔ اور جب ہماری واضح آیات انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں: یہ شخص (نبی ﷺ) تو بس یہی چاہتا ہے کہ جن کی تمہارے باپ دادا عبادت کرتے تھے ان سے تمہیں روک دے، اور وہ یہ بھی کہتے ہیں: یہ (قرآن) تو صرف ایک من گھڑت بہتان ہے، اور جب ان کافروں کے پاس حق (یعنی قرآن) آ گیا تو اس کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو محض کھلا ہوا جادو ہے۔[۴۵]

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ
اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿٤٤﴾

۴۴۔ اور ہم نے ان (اہل مکہ) کو نہ تو (آسمانی) کتابیں دیں جن کو یہ پڑھتے ہوں اور نہ ہی آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈر سنانے والا بھیجا۔[۴۶]

فرشتے خیال کرتے تھے۔ مشرکین جب اپنے معبودوں کی زبان سے ایسی بے زاری کا اعلان سنیں گے تو آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کی مایوسی اور پشیمانی کا کیا عالم ہوگا۔

اس قسم کا سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پوچھا جائے گا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ مائدہ (۵) کی آیت نمبر ۱۱۶ کا حاشیہ نمبر ۱۵۵ ملاحظہ کریں۔

[۴۴] آج جو لوگ قیامت کے منکر ہیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرتے ہیں، وہ ظالم ہیں اور قیامت کے دن ان میں سے کوئی کسی دوسرے کو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکے گا بلکہ انہیں جہنم رسید کر کے پکارا جائے گا: اب تم اس نار جہنم کا مزہ چکھو جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔

[۴۵] نبی کریم ﷺ جب کفار مکہ کو قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سناتے اور انہیں توحید کی دعوت دیتے تو چونکہ ان کے پاس توحید کے خلاف کوئی دلیل نہیں تھی اس لئے کبھی تو وہ کہتے کہ یہ قرآن خود بناتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے اور کبھی کہتے: اس میں کھلا ہوا جادو ہے، لہٰذا اس کے قریب مت جاؤ کیونکہ یہ تمہیں اپنے باپ دادا کے مذہب سے گمراہ کرنا چاہتا ہے۔

[۴۶] مشرکین عرب کے پاس نہ تو یہود و نصاریٰ کی طرح کوئی آسمانی کتابیں تھیں جن کو وہ پڑھتے ہوں، اور عرصہ دراز سے ان

Marfat.com

وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا
مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ
فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ؑ ۴۵

۴۵۔ اور ان سے پہلے لوگوں نے بھی (انبیاء کو) جھٹلایا تھا اور جو (دنیاوی شان وشوکت) ہم نے ان کو دی تھی یہ (اہل مکہ) تو اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے، پھر جب انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب کیسا تھا۔ [۴۷]

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا
لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۣ مَا
بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ
لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝ ۴۶

۴۶۔ آپ فرمادیں: میں تمہیں صرف ایک نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے لئے دو دو یا اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ، پھر خوب غور کرو، تمہارے اس رفیق کو کوئی جنون نہیں، وہ تو صرف سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمہیں ڈرسنانے والے ہیں۔ [۴۸]

کے پاس کوئی ڈرسنانے والا بھی نہیں آیا تھا اس لئے ان کی یہ آرزو تھی کہ ان کے پاس بھی کوئی نبی آئے لیکن جب وہ نبی آ گیا تو وہ ان کی قدر نہ کر سکے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور انہوں نے بڑی تاکید کے ساتھ قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرسنانے والا آیا تو وہ ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے، پھر جب ان کے پاس ڈرسنانے والا آ گیا تو اس سے ان کی (حق سے) نفرت میں اضافہ ہی ہوا۔ (قرآن: ۳۵:۴۲)

[۴۷] اس آیت میں مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے انبیاء کی تکذیب کی وہ دنیوی شان وشوکت اور مال ودولت میں اتنے بڑے تھے کہ اہل مکہ تو ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچ سکتے لیکن جب ان طاقتور اور مالدار لوگوں نے انبیاء کی تکذیب کی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکے تو پھر کفار مکہ کی کیا حیثیت ہے، اگر یہ نبی کریم ﷺ کی مخالفت سے باز نہ آئے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکیں گے۔

[۴۸] کفار مکہ نے جب نبی کریم ﷺ کو دیوانہ کہنا شروع کیا اور عوامی محافل میں اس کا زور وشور سے پروپیگنڈا کرنے لگے تاکہ کوئی شخص نبی کریم ﷺ کے قریب نہ جائے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: تم کچھ دیر کے لئے صرف میری ایک نصیحت پر عمل کر کے دیکھو تمہارے سامنے حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی اور وہ یہ ہے کہ تم ان عوامی محافل سے اٹھ کھڑے ہو کیونکہ مجمع عام میں اکثر دفعہ طرفداری، رشتہ داری یا دوستی وغیرہ حق بات کہنے میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ نیز لوگوں کے سامنے بعض دفعہ انسان جوش میں آ کر ایسی بات بھی کہہ دیتا ہے جس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا اور کہنے والا بعد میں خود ندامت محسوس کرتا ہے، لہٰذا اکیلے تنہائی میں جا کر بیٹھ جاؤ یا کسی ایسے قریبی دوست کو بھی ساتھ بٹھالو جس کے سامنے دل کی بات کہنے میں تمہیں کوئی حجاب نہ ہو اور پھر ہر قسم کی عصبیت اور طرفداری سے بالاتر ہو کر صرف خدا کے لئے اپنے اس رفیق یعنی میرے بارے میں غور وفکر کرو۔ میں کوئی اجنبی اور نو وارد نہیں ہوں جس کے حالات تمہیں معلوم نہ ہوں، بلکہ میں مکہ کا باشندہ اور تمہاری برادری کا فرد ہوں، میری پیدائش، بچپن، جوانی اور شادی الغرض میری کتاب زندگی کا ہر ورق تمہارے سامنے

عیاں ہے، کیا کوئی ایسا واقعہ پیش کر سکتے ہو جہاں میں نے دیوانگی کا مظاہرہ کیا ہو؟ بلکہ میرے کردار اور میرے کاروبار کو دیکھ کر تم خود مجھے صادق اور امین کہتے ہو۔

نیز جو شخص علم وحکمت سے لبریز فصیح و بلیغ کلام سناتا ہے اور تمہیں برے انجام سے بچانے کے لئے پیشگی خبردار کرتا ہے، کیا تم غور نہیں کرتے کہ ایسا شخص مجنون ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے لئے منتخب فرمایا ہے اور نبی مجنون نہیں ہوتا بلکہ تمام لوگوں سے زیادہ عقل مند اور ذمہ دار ہوتا ہے۔

دیوانہ کون ہوتا ہے؟

مجنون اور دیوانہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی عقل و دانش جواب دے جائے، وہ سچ اور جھوٹ، دانائی اور بے وقوفی اور امانت و خیانت میں فرق نہیں کر سکتا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو سچائی، دانائی، امانت اور دیانت کے اعلیٰ مرتبہ پر جلوہ گر ہیں، اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں:

نبی کریم کی صداقت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھے اور آواز دی، مکہ کے قریش آپ کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھا: کیا بات ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے دشمن صبح یا شام کو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں (ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں تمہیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرسنانے والا ہوں۔ یہ سن کر ابولہب نے کہا: تیرے لئے ہلاکت ہو، کیا تو نے ہمیں اس لئے جمع کیا ہے؟ تو اس وقت سورہ تبت یدا ابی لھب نازل ہوئی یعنی ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔ (بخاری: ۴۸۰۱: کتاب تفسیر القرآن: سورہ سبا: باب ۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ایک مجلس میں مستقبل کے متعلق دو باتوں کا جواب طلب کیا۔ ایک دشمن کا حملہ اور دوسرا قیامت کا عذاب، ان دونوں کا تعلق علم غیب سے تھا مگر کفار مکہ نے ان میں سے ایک یعنی دشمن کے حملے کی تصدیق کر دی اور دوسرے یعنی عذاب آخرت کا انکار کر دیا۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کفار مکہ کے پاس ایک بات کی تصدیق اور دوسری بات کی تکذیب کا سوائے ضد اور عصبیت کے اور کیا ثبوت تھا؟ نیز آپ یہ بھی فیصلہ کریں کہ دیوانے وہ کفار مکہ تھے جو ایک جیسے سوالات کا متضاد جواب دے رہے تھے یا العیاذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو انہیں عذاب آخرت سے بچانے کے لئے پیشگی خبردار کر رہے تھے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت و دانائی

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵ سال ہو گئی تو قریش نے کعبہ کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کرنا شروع کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نیک کام میں شریک رہے اور اپنے کندھوں پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔ سارے قبائل محبت و پیار سے کعبہ کی تعمیر میں مشغول تھے لیکن جب حجر اسود رکھنے کا وقت آیا تو اچانک تعصب کی آگ بھڑک اٹھی، دیوار کعبہ میں حجر اسود نصب کرنا بہت

Marfat.com

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۴۷

۴۷۔ آپ فرما دیں: میں نے اگر تم سے کوئی معاوضہ مانگا ہو تو وہ تم اپنے پاس ہی رکھو، میرا اجر تو اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے۔ [۴۹]

بڑا اعزاز تھا، ہر قبیلہ کی خواہش تھی کہ یہ اعزاز اسے ملے، چار پانچ روز تک حالات بڑے کشیدہ رہے، کسی بھی وقت لڑائی شروع ہو سکتی تھی۔ آخر ایک شام سب سردار مسجد حرام میں اکٹھے ہوئے اور اس بات پر اتفاق کیا کہ ہم سب یہ رات یہیں بسر کریں اور کل اس دروازہ سے جو آدمی سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو حجر اسود کا فیصلہ اس کے سپرد کر دیا جائے۔

دوسری صبح سب سے پہلے اس دروازہ سے نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر سارے سردار بڑے خوش ہوئے اور نبی کریم ﷺ کو سارا ماجرا سنایا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر اتاری، اس کو زمین پر بچھایا اور حجر اسود کو اٹھا کر چادر میں رکھ دیا۔ ہر خاندان کے ایک ایک سردار کو بلایا اور فرمایا: سب مل کر اس چادر کو مختلف کونوں سے پکڑ لو اور اس کو اوپر اٹھاؤ، سب نے اس چادر کو اوپر اٹھایا، جب حجر اسود مناسب حد تک بلند ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے حجر اسود کو اٹھا کر دیوار میں اس کے مقررہ مقام پر رکھ دیا۔ اس طرح اس مقدس کام میں شرکت کا فخر سب کو حاصل ہو گیا، فتنہ وفساد کی بھڑکنے والی آگ بجھ گئی اور سب کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ (السیرۃ الحلبیۃ: جلد اول: ص ۲۱۰) نبی کریم ﷺ کی صداقت وامانت کی وجہ سے اہل مکہ آپ ﷺ کو پہلے ہی صادق اور امین کے القاب سے یاد کرتے تھے لیکن اس جھگڑے کا فیصلہ دیکھ کر سب آپ ﷺ کی حکمت اور دانائی کے بھی قائل ہو گئے۔ اب آپ ہی بتائیں کیا کوئی دیوانہ ایسا حکیمانہ فیصلہ کر سکتا ہے؟

نبی کریم ﷺ کی امانت ودیانت

ایک رات کفار مکہ نے چند نوجوانوں کو تلواریں دے کر نبی کریم ﷺ کے دروازہ پر کھڑا کر دیا اور انہیں کہا: جب نبی کریم ﷺ گھر سے باہر نکلیں تو یکبارگی حملہ کر کے انہیں شہید کر دو۔ اسی رات نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: آج مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے، آپ میرے بستر پر میری سرخ چادر اوڑھ کر سو جائیں اور فکر نہ کرنا تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یہ کفار مکہ جو مجھے شہید کرنا چاہتے ہیں ان کی امانتیں میرے پاس ہیں، یہ میں تمہارے حوالے کرتا ہوں، تم لوگوں کے سامنے فلاں فلاں کو یہ امانتیں واپس کرنا اور اس کے بعد تم بھی ہجرت کر کے مدینہ آ جانا۔ (السیرۃ الحلبیۃ: جلد ۲: ص ۴۷) تاریخ انسانیت میں ایسی مثال نہیں ملتی کہ دشمن نبی کریم ﷺ کی جان لینے آ رہے ہیں مگر نبی کریم ﷺ ان کی امانتوں کے تحفظ کو یقینی بنا رہے ہیں۔ جو نبی اس قدر نازک ترین حالات میں بھی اپنے دشمنوں کی امانت میں خیانت نہ کرے، اگر وہ دیوانہ ہے تو پتہ نہیں پھر عقل مند کس کو کہا جاتا ہے؟

[۴۹] یعنی میں نے تبلیغ اسلام پر کبھی معاوضے کا مطالبہ نہیں کیا لیکن تمہارے خیال میں اگر میں نے کبھی مطالبہ کیا ہے تو تم اس معاوضے کو اپنے پاس ہی رکھو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میری تبلیغ کا اجر دینے والا میرا رب ہے، وہ میری نیت اور

Marfat.com

قُلْ اِنَّ رَبِّىْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ آپ فرمادیں: بے شک میرا رب حق بات نازل فرماتا ہے، وہ سب غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔[۵۰]

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ آپ فرمادیں: حق آ گیا اور باطل نہ پہلی بار کچھ پیدا کر سکتا ہے اور نہ اسے دوبارہ لوٹا سکتا ہے۔[۵۱]

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْٓ اِلَیَّ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ آپ فرمادیں: اگر میں بھٹک جاؤں تو میرے بھٹکنے کا وبال مجھ پر ہی ہوگا اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے،[۵۲] بے شک وہ سب کچھ سننے والا بہت قریب ہے۔[۵۳]

اخلاص کو خوب جانتا ہے اور وہ مجھے اتنا دے گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

[۵۰] اللہ تعالیٰ اپنے انبیائے کرام علیہم السلام پر حق بات نازل فرماتا ہے اور پھر ان کے ذریعہ لوگوں تک اپنا پیغام پہنچاتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ سب غیبوں کو خوب جانتا ہے اور جس میں نبوت کی صلاحیت ہو اسی کو منصب نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے۔

[۵۱] رات کی تاریکی اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک سورج طلوع ہونے کا ارادہ نہیں کرتا لیکن جب سورج طلوع ہو جائے تو پھر تاریکی کا غائب ہو جانا ایک فطری عمل ہے۔ اسی طرح باطل اس وقت تک اپنے کرتب اور نئے نئے سبز باغ دکھاتا رہتا ہے جب تک حق حجاب میں رہتا ہے لیکن جب حق کھل کر سامنے آجائے تو باطل کے غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے، پھر وہ نہ کوئی نیا کرتب دکھا سکتا ہے اور نہ ہی کسی پرانے کرتب کا اعادہ کر سکتا ہے۔

[۵۲] کوئی نبی گمراہ نہیں ہوتا اور اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو انسان گمراہ ہوتا ہے اس میں اس کی اپنی کوتاہی کا دخل ہوتا ہے، لہٰذا وہ اس کی سزا کا مستحق قرار پاتا ہے اور جو شخص ہدایت پاتا ہے اس کا سبب انبیائے کرام علیہم السلام پر اترنے والی وحی ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام کو نہ بھیجتا تو اسے ہدایت کہاں سے ملتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کا جواب دینے کے بعد فرمایا: اس مسئلہ کے متعلق میری رائے یہ ہے۔ اگر یہ رائے درست ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر یہ غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اس سے پاک ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۵۳] اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور وہ سب کچھ سنتا ہے، لہٰذا انسان کو ہر وقت محتاط رہنا چاہیے کیونکہ اس کا رب اس کو ہر وقت دیکھ رہا ہے۔

Marfat.com

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ اور اگر آپ دیکھیں جب وہ گھبرا رہے ہوں گے، پھر بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ ہو گی اور قریبی جگہ سے ہی پکڑ لئے جائیں گے۔[۵۴]

وَّ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ اور وہ کہیں گے: ہم اس (رسول ﷺ) پر ایمان لے آئے لیکن اب وہ اتنی دور کی جگہ سے (ایمان کو) کیسے پا سکتے ہیں۔[۵۵]

وَّ قَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ اس کا انکار کر چکے ہیں اور بن دیکھے دور کی جگہ سے (خیالی) تیر چلاتے رہے ہیں۔[۵۶]

وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا

۵۴۔ اور ان کے اور ان کی خواہشات کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا گیا جیسا کہ اس سے پہلے ان کے ہم مثل لوگوں کے ساتھ کیا گیا تھا، بے شک وہ بڑے پیچیدہ شک میں

اس آیت کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ عرب کا ایک نامور شاعر مسلمان ہوا تو کفار نے اس سے پوچھا: تو اپنا دین چھوڑ کر حضرت محمد ﷺ پر ایمان کیوں لایا ہے؟ اس نے کہا: ہاں، وہ مجھ پر غالب آ گئے کیونکہ میں نے قرآن مجید کی یہ تین آیات (یعنی سورہ سبا کی ۴۸، ۴۹، ۵۰) سنیں تو میں نے چاہا کہ ان کے قافیہ پر تین اشعار کہوں اور ہر ممکن کوشش کے بعد جب میں کامیاب نہ ہو سکا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ بشر کا کلام نہیں ہے۔ (تفسیر روح البیان)

[۵۴] قیامت کے دن منکرین کو جب اپنا برا انجام نظر آئے گا تو کوشش کریں گے کہ کہیں بھاگ جائیں لیکن وہاں سے بھاگنے کی کوئی صورت نہیں ہو گی بلکہ جونہی وہ بھاگنے کی کوشش کریں گے، فرشتے ان کو فوراً پکڑ لیں گے اور انہیں ایک قدم بھی کہیں جانے نہیں دیں گے۔

[۵۵] منکرین کو قیامت کے دن عذاب سے فرار کی جب کوئی صورت نظر نہیں آئے گی تو کہیں گے: ہم رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاتے ہیں لیکن وہ ایمان کو نہیں پا سکیں گے کیونکہ ایمان لانے کی جگہ دنیا تھی اور اب وہ دنیا سے اتنا دور آ چکے ہیں کہ ان کا وہاں جانا ممکن نہیں ہے۔

[۵۶] دنیا میں منکرین کے پاس وقت تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پیغام توحید میں غور کرتے اور ان پر ایمان لے آتے مگر وہاں انہوں نے بغیر سمجھے نبی کریم ﷺ کو جھٹلایا اور ان پر ایمان لانے سے انکار کر دیا، لہٰذا اب عذاب کو دیکھ کر ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے جیسے فرعون کو غرق ہوتے وقت ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔

Marfat.com

فِیْ شَكٍّ مُّرِیْبٍ ﴿۵۴﴾ ع ۱۲ — مبتلا تھے۔[۵۷]

[۵۷] جو لوگ اس دنیا میں اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر قربان کر دیتے ہیں آخرت میں ان کی خواہشات کی قدر کی جاتی ہے اور جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کرتے ہیں اور اپنی خواہشات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، قیامت کے دن ان کی خواہشات کو ٹھکرا دیا جائے گا، جیسا کہ وہاں منکرین کی خواہش ہو گی کہ ان کا ایمان قبول کر لیا جائے اور انہیں عذاب سے نجات دیدی جائے مگر ان کے اور ان کی خواہشات کے درمیان ایسا پردہ حائل کر دیا جائے گا جو کبھی زائل نہیں ہو گا۔ نیز پہلی امتوں میں جو خواہش پرست گزر چکے ہیں ان کے ساتھ بھی یہی حشر ہوا تھا کیونکہ وہ خود بھی شک کا شکار تھے اور دوسروں کو بھی شک میں مبتلا رکھتے تھے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ ؛ جامعہ الکرم، انگلستان

بروز پیر بعد از نماز ظہر ۲۸ دسمبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۱۱ محرم ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۴ دسمبر تا ۲۸ دسمبر یعنی صرف ۱۴ دنوں میں سورہ سبا کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ فاطر (۳۵)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''فاطر'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سورت کا دوسرا نام ملائکہ ہے، یہ بھی اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے اور اس آیت میں ملائکہ کی چند صفات بھی مذکور ہیں۔

اس سورت کی ابتدا میں یہ بتایا گیا ہے کہ سب تعریفوں کا حقیقی مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا اور ان کے ذریعہ تمہارے رزق کا انتظام کیا اور پھر تمہاری ہدایت کے لئے فرشتوں کو انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس بھیجا۔ جب اس کے سوا کوئی خالق اور رازق نہیں ہے تو پھر اس کے سوا عبادت کے لائق بھی کوئی نہیں ہے۔

اس سورت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے اور یہ سب جھٹلانے والے آخر ایک دن ہمارے ہی پاس لوٹیں گے اور ہم ان سے پورا پورا حساب لیں گے۔

لوگوں کو قیامت کا یقین دلایا گیا ہے کہ وہ ضرور آئے گی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اس کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ اس دن تمہیں دوبارہ زندہ کر کے تمہارا حساب لیا جائے گا۔ جس نے اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ لیا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی نہ کی اسے قیامت کے دن دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا، لہٰذا ہشیار ہو جاؤ، یہ دنیاوی زندگی تمہیں آخرت سے غافل نہ کرنے پائے اور دغاباز شیطان بھی تمہیں سبز باغ دکھا کر اللہ تعالیٰ کا نافرمان نہ بنا دے۔

اس میں شیطان سے خبردار کیا گیا ہے کہ وہ تمہارا دشمن ہے کیونکہ وہ تمہاری وجہ سے جنت سے نکالا گیا تھا۔ اب وہ چاہتا ہے کہ تمہیں بھی جنت سے نکلوا دے، لہٰذا تم اس کے مکروفریب سے ہشیار رہو اور یاد رکھو! شیطان خود جہنمی ہے اور جو لوگ اس کی دعوت قبول کریں گے وہ بھی اس کے ساتھ ہی جہنم رسید ہوں گے۔

اس سورت میں دیگر مکی سورتوں کی طرح توحید، رسالت اور آخرت کے لئے عام فہم دلائل دیئے گئے ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور سب پر غالب ہے، جو بھی اس کی نافرمانی کرے گا وہ اس کی سزا سے نہ بچ سکے گا، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعۃ الکرم، انگلستان

بوقت سحر بروز جمعہ یکم جنوری ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۵ محرم ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

آیاتہا ۴۵ ۳۵ سُورَةُ فَاطِرٍ مَکِّیَّۃٌ ۴۳ رکوعاتہا ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱﴾

۱۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جو دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے ہیں، وہ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے اضافہ فرماتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[۱]

مَا یَفۡتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَۃٍ فَلَا مُمۡسِکَ لَہَا ۚ وَ مَا یُمۡسِکۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۲﴾

۲۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے جو رحمت کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جو وہ روک لے تو اس کے بعد اسے کوئی جاری کرنے والا نہیں ہے، اور وہ سب پر غالب بڑا دانا ہے۔[۲]

[۱] سب تعریفوں کا حقیقی مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اتنے بڑے آسمان و زمین کو پیدا فرمایا جن کو دیکھ کر انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ نیز اس نے نورانی فرشتے بھی پیدا فرمائے جو ہمیں نظر نہیں آتے۔ ان میں سے بعض تو انبیائے کرام علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو عام مخلوقات تک اللہ تعالیٰ کی رحمت یا عذاب پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ان فرشتوں میں سے بعض کے دو پر، بعض کے تین پر اور بعض کے چار پر ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ بعض فرشتوں کے سینکڑوں پر بھی ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور فرشتوں کے پروں اور دیگر مخلوقات کے اوصاف میں جیسے چاہتا ہے اضافہ فرماتا ہے۔

[۲] اللہ تعالیٰ جب کسی فرد یا قوم پر راضی ہو جائے اور اس پر اپنی رحمتوں اور نعمتوں کے دروازے کھول دے تو کوئی انہیں بند نہیں کر سکتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی فرد یا قوم سے ناراض ہو جائے اور اس پر اپنی رحمتوں کے دروازے بند کر دے تو کوئی انہیں کھول نہیں سکتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے کوئی اس کے فیصلوں کو چیلنج نہیں کر سکتا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ حکیم بھی ہے اس کا ہر فیصلہ حکمت اور انصاف کے مطابق ہوتا ہے اور وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝

۳۔ اے لوگو! تم پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کو یاد رکھو، کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، سو تم کہاں بھٹکے جا رہے ہو؟ [۳]

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

۴۔ اور اگر یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے، اور تمام کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ [۴]

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۗ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝

۵۔ اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، سو دنیا کی زندگی تمہیں ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ ہی فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ تعالیٰ کے متعلق دھوکہ میں ڈالے۔ [۵]

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ

۶۔ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، سو تم بھی اسے (اپنا) دشمن سمجھا کرو، وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے بلاتا

---

[۳] اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد رکھو۔ اس نے تمہیں پیدا کیا، پھر آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے نباتات اگا کر تمہارے رزق کا انتظام کیا، پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس کو چھوڑ کر شرک میں بھٹک رہے ہو؟ جب اس کے سوا کوئی خالق اور رازق نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر اس کے سوا عبادت کے لائق بھی کوئی نہیں ہے۔

[۴] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے اور یہ سب جھٹلانے والے آخر ایک دن ہمارے ہی پاس لوٹیں گے اور ہم ان سے پورا پورا حساب لیں گے۔

[۵] اے لوگو! قیامت ضرور آئے گی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اس کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ اس دن تمہیں دوبارہ زندہ کر کے تمہارا حساب لیا جائے گا۔ جس نے اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ لیا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی نہ کی اسے قیامت کے دن دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا، لہٰذا ہشیار ہو جاؤ، یہ دنیاوی زندگی تمہیں آخرت سے غافل نہ کرنے پائے اور دغاباز شیطان تمہیں سبز باغ دکھا کر اللہ تعالیٰ کا نافرمان نہ بنا دے۔

Marfat.com

السَّعِيْرِ ۝۶

ہے کہ وہ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔[۶]

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷ ع ۱۳

۷۔ جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے، اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۸

۸۔ بھلا وہ شخص جس کے لئے اس کا برا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو اور وہ خود بھی اسے اچھا سمجھنے لگے (تو آپ ﷺ اس کے لئے غمزدہ نہ ہوں)، بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، پس (اے رسول مکرم ﷺ!) ان پر حسرت کے باعث آپ کی جان نہ جاتی رہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔[۷]

وَ اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا

۹۔ اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور وہ بادل کو اٹھا لاتی ہیں، پھر ہم اس بادل کو مردہ (خشک) شہر کی طرف لے جاتے ہیں اور اس بادل کے ذریعہ اس

---

[۶] شیطان تمہارا دشمن ہے کیونکہ وہ تمہاری وجہ سے جنت سے نکالا گیا تھا۔ اب وہ چاہتا ہے کہ تمہیں بھی جنت سے نکلوا دے، لہٰذا تم اس کے مکر و فریب سے ہشیار رہو اور یاد رکھو! شیطان خود جہنمی ہے اور جو لوگ اس کی دعوت قبول کریں گے وہ بھی اس کے ساتھ ہی جہنم رسید ہوں گے۔

[۷] شیطان لوگوں کے لئے ان کے برے اعمال خوش نما بنا کے پیش کرتا ہے اور جو لوگ شیطان کے فریب میں آ کر ان برائیوں کو حقیقتاً اچھا سمجھنے لگیں ان کے ذہن سے حرام و حلال کی تمیز ختم ہو جاتی ہے اور ان کی اصلاح کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی، لہٰذا میرے پیارے نبی ﷺ! اگر ایسے گمراہ لوگ ہدایت قبول نہ کریں تو آپ ان کے بارے میں غمزدہ ہو کر اپنی جان جوکھوں میں نہ ڈالیں، آپ نے اپنی تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔ رہا ان گمراہوں کا مسئلہ، تو اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں کو خوب جانتا ہے اور چونکہ انہوں نے خداداد اختیار کو دانستہ گمراہی کے لئے استعمال کر لیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں گمراہ قرار دیا ہے۔

Marfat.com

بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ⑨

زمین کو اس کے مردہ (خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (سرسبز و شاداب) کر دیتے ہیں، (قبروں سے) زندہ ہو کر اٹھنا بھی اسی طرح ہو گا۔[۸]

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ

۱۰۔ جو شخص عزت چاہتا ہے تو تمام عزتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں،[۹] پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور وہی نیک عمل کو بلند فرماتا ہے،[۱۰] اور جو لوگ برائیوں کی سازش کرتے رہتے ہیں، ان کے لئے سخت عذاب ہے، اور ان کا مکر و فریب برباد ہو

---

[۸] جس طرح اللہ تعالیٰ بارش کے قطروں سے مردہ (خشک) زمین کو دوبارہ زندہ (سرسبز و شاداب) کر دیتا ہے اسی طرح قیامت کے دن مردہ انسانوں کو زندہ کرنا بھی اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عَجْبُ الذَّنَبِ (ریڑھ کی ہڈی کے رائی برابر حصے) کے سوا انسان کا پورا جسم بوسیدہ ہو جاتا ہے۔ قیامت کے دن اسی سے اس کا جسم (دوبارہ) بنایا جائے گا۔

(بخاری: ۴۹۳۵: کتاب التفسیر: سورہ عم یتساءلون)

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کے جسم میں ایک ایسی ہڈی ہے جس کو زمین کبھی نہیں کھاتی اور قیامت کے دن اسی سے انسان (دوبارہ) بنایا جائے گا۔ صحابہ ﷡ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی ہڈی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ عَجْبُ الذَّنَبِ ہے۔ (مسلم: ۷۴۱۶: کتاب الفتن: باب ۲۸)

[۹] تمام عزتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا جو شخص عزت کا خواہاں ہے اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، اس کی فرمانبرداری سے ہی عزت ملے گی۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ سے عزت کا طلب گار ہے اور عاجزی و انکساری سے اپنی طلب کو سچا ثابت کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے عزت کو پالے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ مال کو کم نہیں کرتا اور جو شخص معافی مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ ہی فرماتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سربلند فرماتا ہے۔

(مسلم: ۶۵۹۲: کتاب البر: باب ۱۹)

[۱۰] عزت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ انسان کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کے پسندیدہ کلمات ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو کر انسان کی عزت کا باعث بنتے ہیں اور دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ انسان ایسے عمل کرے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں لہٰذا ان نیک اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو اور زیادہ بلند و بالا کر دے گا۔

Marfat.com

أُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾

جائے گا۔[۱۱]

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو مٹی سے پیدا فرمایا، پھر نطفہ سے، پھر تمہیں جوڑے جوڑے (یعنی مرد اور عورت) بنادیا، اور کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ بچہ جنتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا ہے، اور کسی معمر شخص کی عمر زیادہ نہیں کی جاتی اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (یہ سب کچھ) ایک کتاب میں درج ہے، [۱۲] بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے۔[۱۳]

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ڰ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۭ وَمِنْ

۱۲۔ اور دو سمندر یکساں نہیں ہوتے، یہ (ایک) بہت میٹھا ہے، اس کا پینا خوشگوار ہے اور یہ (دوسرا) سخت کھاری ہے، [۱۴] اور تم ہر ایک سے تازہ گوشت

---

[۱۱] اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جو لوگ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے اور انہیں سخت عذاب سے واسطہ پڑے گا۔ اس کی ایک مثال تو بالکل واضح ہے کہ اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان سے بچا کر مدینہ پہنچا دیا مگر وہ سازش کرنے والے جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کر دیئے گئے اور جو بچ گئے انہوں نے فتح مکہ کے دن اپنی شکست تسلیم کر لی۔

[۱۲] اللہ تعالیٰ نے انسان اول حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا اور اس کی اولاد کو نطفہ سے پیدا فرمایا، پھر مرد و عورت کے جوڑے بنائے جن سے نسل انسانی کا سلسلہ رواں دواں ہے۔ ماں کے پیٹ میں استقرار حمل سے لے کر بچہ کی پیدائش تک کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ سے مخفی ہو حتیٰ کہ زمین کے اوپر گرنے والا ہر پتہ اور زمین کی تاریکیوں میں نشوونما پانے والا ہر دانہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ (قرآن ۶:۵۹) نیز ہر شخص کی عمر لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اس کی عمر میں کمی بیشی بھی فرماتا ہے۔ اس کے لئے سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۳۹ کا حاشیہ نمبر ۴۸ ملاحظہ کریں۔

[۱۳] استقرار حمل سے لے کر ہر بچے کی پیدائش تک اور پیدائش سے لے کر ہر انسان کی موت تک کے جملہ احوال اور تفصیلات کو لوح محفوظ میں درج کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے کیونکہ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

[۱۴] سمندر کا پانی نمکین اور کڑوا ہوتا ہے جبکہ دریا اور چشمے کا پانی میٹھا اور خوشگوار ہوتا ہے۔ ان دونوں پانیوں کا ذائقہ مختلف کیوں ہے؟ اس کی حکمت جاننے کے لئے سورہ فرقان (۲۵) کی آیت نمبر ۵۳ کا حاشیہ نمبر ۴۱ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

كُلٍّ تَأْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْنَ
حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ
مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

کھاتے ہواور زیورات نکالتے ہو جن کو تم پہنتے ہو اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں تا کہ تم اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم اس کا شکرادا کرو۔ [۱۵]

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ
فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ
يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ
لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ
مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ وہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے، [۱۶] یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب ہے، اسی کی ساری بادشاہی ہے، اور اس کے سوا جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ [۱۷]

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ

۱۴۔ (اے مشرکو!) اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں

---

[۱۵] سمندر کا پانی کڑوا اور دریا کا پانی میٹھا ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ کریں کہ ان دونوں پانیوں میں پروان چڑھنے والی مچھلیوں کا گوشت نمکین اور کھاری نہیں ہوتا بلکہ لذیذ اور خوشگوار ہوتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سمندر کے تین فوائد کا ذکر فرمایا ہے یعنی مچھلی کی صورت میں تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔ اس کی تہ سے موتی اور جواہر نکال کر زیور بناتے ہو اور اس میں کشتیاں اور جہاز چلا کر سامان تجارت کو مختلف ملکوں میں منتقل کرتے ہو جس سے تم کو اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی حاصل ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی رنگا رنگ نعمتوں سے لطف اندوز ہو کر اس کا شکرادا کرو۔

[۱۶] اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو ایک مخصوص دائرہ اور وقت کا پابند کر رکھا ہے جس کی وجہ سے لیل و نہار گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں اور موسم بدلتے رہتے ہیں۔ اس طرح انسان مختلف موسموں اور گرمی سردی کے مختلف پھلوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اگر ہمیشہ ایک ہی موسم رہتا تو انسان اکتا جاتا اور زمینی پیداوار میں بھی تنوع پیدا نہ ہوتا۔

[۱۷] یعنی جو لیل و نہار، شمس و قمر اور ارض و سما کا مالک ہے، وہی تمہارا رب ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، اس کو چھوڑ کر جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں تو وہ خدا کیسے بن سکتے ہیں؟

Marfat.com

سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝١٤ ع

سن سکیں گے اور اگر (بالفرض) وہ سن لیں تو وہ تمہیں جواب نہیں دے سکیں گے، اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کردیں گے، اور خدائے خبیر کی مانند تجھے کوئی خبر نہ دے سکے گا۔ [١٨]

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝١٥

١٥۔ اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز ہر تعریف کے لائق ہے۔ [١٩]

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝١٦ ۚ

١٦۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کردے اور (تمہاری جگہ) کوئی نئی مخلوق لے آئے۔ [٢٠]

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝١٧

١٧۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔

---

[١٨] مشرکین کو بتایا جارہا ہے کہ اگر تم کسی مشکل کے وقت ان بتوں کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سن سکیں گے اور اگر بالفرض وہ سن لیں تو بھی وہ تمہاری دادرسی نہیں کرسکیں گے بلکہ قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے بے زاری کا اعلان کردیں گے کہ نہ ہم معبود تھے، نہ ہم نے ان کو اپنی عبادت کا حکم دیا اور نہ ہی ہمارا ان سے کوئی تعلق تھا۔ اے مشرکین! غور سے سن لو! یہ ہیں وہ حالات جو تمہیں پیش آنے والے ہیں اور تمہارا رب تمہیں پیشگی آگاہ فرمارہا ہے، ایسی حقیقت پر مبنی غیب کی باتیں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں بتاسکتا، لہٰذا اب بھی وقت ہے اپنی اصلاح کرلو ورنہ قیامت کے دن پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

[١٩] تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو لیکن وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ تم سب اس کے نیاز مند ہو لیکن وہ بے نیاز ہے۔ کوئی اس کی تعریف کرے یا نہ کرے وہ بہرحال ہر تعریف کے لائق ہے کیونکہ وہ تمام لوگوں کا حقیقی محسن ہے، لہٰذا جو اس کی تعریف کرے گا اس میں اس کا اپنا فائدہ ہوگا اور جو اس کی تعریف سے اعراض کرے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اور ناشکری کی سزا کا مستحق قرار پائے گا۔

[٢٠] اے اہل مکہ! جس طرح پہلی نسلیں یعنی تمہارے آباء واجداد کا کہیں نام ونشان نہیں اور ان کی جگہ اب تم موجود ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو تم کو ابھی فنا کردے اور تمہاری جگہ جن کو چاہے یہاں لاکر آباد کردے اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ جو زمین وآسمان کو پیدا کرسکتا ہے اس کے لئے تمہیں مار کر تمہاری جگہ نئی مخلوق پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

Marfat.com

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ

۱۸۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور اگر کوئی بوجھ بردار (کسی دوسرے کو) اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے گا تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جا سکے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی ہو، [۲۱] (اے نبی ﷺ!) آپ صرف ان ہی

[۲۱] اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، البتہ جس نے دوسروں کو گمراہ کیا ہوگا وہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ ان کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائے گا جن کو اس نے گمراہ کیا ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ ضرور اپنے (گناہوں کے) بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے (گناہوں کے) بوجھوں کے ساتھ کئی اور بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ (قرآن: ۲۹:۱۳)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ جن کو گمراہ کیا تھا ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا، ہرگز نہیں، ان کا بوجھ اپنی جگہ پورا رہے گا، البتہ گمراہ کرنے والے کا بوجھ دوگنا کر دیا جائے گا یعنی خود گمراہ ہونے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے دو بوجھ اس کی گردن پر ہوں گے۔ جس طرح خود گمراہ ہونا ایک برائی ہے اسی طرح لوگوں کو گمراہ کرنا دوسری برائی ہے، اس لئے اسے دو برائیوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اس کو ہدایت کی اتباع کرنے والوں کا اجر ملے گا اور اتباع کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی اور جس شخص نے گمراہی کی دعوت دی اس کے اوپر اس گمراہی کی اتباع کرنے والوں کے گناہ بھی ہوں گے اور گمراہوں کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔
(مسلم: ۶۸۰۴: کتاب العلم: باب ۶)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک شخص اپنے باپ کے پاس آ کر کہے گا: میں آپ کا فرمانبردار، ہمدرد اور محسن بیٹا ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ میں آج کس مشکل میں ہوں، لہٰذا آپ مجھے ایک نیکی تو دے دیں یا میرا ایک گناہ ہی اٹھا لیں تو باپ جواب دے گا: بیٹا! تو نے بہت تھوڑی سی چیز طلب کی ہے لیکن مجھے بھی وہی خوف لاحق ہے جس کا تو شکار ہے (یہ کہہ کے باپ اپنے بیٹے کو ایک نیکی دینے سے معذرت کر لے گا)۔ اسی طرح باپ اپنے بیٹے سے سوال کرے گا اور بیٹا بھی وہی جواب دے گا جو باپ نے دیا تھا، اور ایک شخص اپنی بیوی سے کہے گا: میں نے تیرے ساتھ ساری زندگی بہت حسن سلوک کیا اس کے بدلے میں میرے ایک گناہ کا بوجھ اٹھا لے شاید کہ میں نجات پا جاؤں۔ بیوی کہے گی: بے شک تیرا مطالبہ بہت تھوڑا سا ہے لیکن مجھے بھی وہی خوف لاحق ہے جس کا تو شکار ہے (یہ کہہ کر بیوی اپنے خاوند کے ایک گناہ کا بوجھ اٹھانے سے بھی معذرت کر لے گی)۔ (تفسیر قرطبی: سورہ فاطر: زیر آیت نمبر ۱۸)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی اجازت سے انبیاء، علماء، شہداء، حفاظ، صالحین، قرآن، رمضان، کمسن بچے اور کمسن

Marfat.com

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۱۸

لوگوں کو ڈر سناتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں[۲۲] اور نماز قائم رکھتے ہیں، اور جو شخص پاکیزگی اختیار کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے پاکیزگی اختیار کرتا ہے، اور (بالآخر سب کو) اللہ تعالیٰ ہی کی طرف واپس جانا ہے۔[۲۳]

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ ۱۹

۱۹۔ اور اندھا اور بینا برابر نہیں ہوتے۔[۲۴]

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۙ ۲۰

۲۰۔ اور نہ اندھیرے اور نور (برابر ہوتے ہیں)۔

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۚ ۲۱

۲۱۔ اور نہ سایہ اور دھوپ (برابر ہوتے ہیں)۔[۲۵]

بچیاں وغیرہ گناہگار اہل ایمان کی شفاعت کریں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ گناہگاروں کے گناہوں کا بوجھ خود اٹھالیں گے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول کر کے گناہگاروں کے گناہوں کو معاف کر دے گا یعنی ان کے گناہوں کا وجود ہی ختم فرما دے گا۔ اس سلسلہ میں سورہ طٰہٰ (۲۰) کی آیت نمبر ۱۰۹ کا حاشیہ نمبر ۴۷ ملاحظہ کریں۔

[۲۲] نبی کریم ﷺ تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہیں لیکن چونکہ اس تنبیہ سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو، اس لئے حقیقت میں گویا آپ صرف ان ہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں کیونکہ جو خدا سے نہیں ڈرتے وہ کسی سے بھی نہیں ڈرتے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ نبی سے سن کر یا نظام کائنات میں غور و فکر کر کے بن دیکھے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں ان کا ایمان ہی قابل قبول ہے ورنہ قیامت کے دن تو سب کافر ایمان لے آئیں گے مگر وہ ایمان قابل قبول نہیں ہوگا۔

[۲۳] جو شخص اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرتا ہے وہ کسی پر احسان نہیں کرتا بلکہ اس میں اس کا اپنا فائدہ ہے کیونکہ بالآخر ایک دن سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف واپس جانا ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ پاک لوگوں پر خوش ہو کر انہیں جنت میں داخل فرمائے گا اور ناپاک لوگوں پر ناراض ہو کر انہیں جہنم رسید فرمائے گا۔

[۲۴] اندھے سے مراد کافر ہے اور بینا سے مراد مومن ہے یعنی جس طرح اندھا اور بینا برابر نہیں ہوتے اسی طرح کافر اور مومن بھی برابر نہیں ہوتے کیونکہ کافر کفر کے اندھیروں میں بھٹکتا رہتا ہے اور مومن ایمان کے نور میں صراط مستقیم پر گامزن رہتا ہے۔

[۲۵] سایہ سے مراد ثواب ہے اور دھوپ سے مراد عذاب ہے۔ جس طرح سایہ میں پہنچ کر انسان کو سکون ملتا ہے اور دھوپ کی شدت سے بے قرار ہو جاتا ہے اسی طرح قیامت کے دن مومن اپنی نیکیوں کا ثواب دیکھ کر سکون میں ہوگا اور کافر اپنی

Marfat.com

وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور نہ زندہ لوگ اور مردے برابر ہوتے ہیں، [۲۶] بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔[۲۷]

اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ آپ تو صرف ڈر سنانے والے ہیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔[۲۸]

برائیوں کا عذاب دیکھ کر بے قرار ہوگا۔

[۲۶] زندہ لوگوں سے مراد اہل ایمان ہیں جو خود بھی زندہ ہیں اور ان کے دل بھی زندہ ہیں۔ وہ بغیر کسی تعصب کے نظام کائنات میں غور و فکر کرتے ہیں اور حق کو پہچان کر اس پر ایمان لے آتے ہیں، اور مُردوں سے مراد کافر ہیں جو خود تو زندہ ہیں مگر ان کے دل مردہ ہیں اور حق کو دیکھنے کے باوجود تعصب کی وجہ سے حق کو تسلیم نہیں کرتے اور باطل میں ہی سرگرداں رہتے ہیں۔

[۲۷] یہاں اہل قبور کو سنانے سے مراد ایسا سنانا ہے جس سے سننے والا نصیحت قبول کرے اور وہ کفر کی تاریکیوں کو چھوڑ کر ایمان کی روشنی کی طرف آ جائے۔ ظاہر ہے اہل قبور دار العمل سے گزر کر دار الجزا میں منتقل ہو چکے ہیں۔ اب اگر کسی کافر کی قبر پر جا کر اسے اسلام کی دعوت دی جائے تو وہ سن تو سکتا ہے مگر قبول کرنے کا وقت گزر چکا ہے۔

یہاں اہل قبور سے مراد کافر ہیں اور کفار کو پیغام حق سنانا تو ہمیشہ سے ہوتا آ رہا ہے، ہر نبی اپنے زمانہ کے کفار کو پیغام حق سناتا رہا ہے مگر یہاں وہ کافر مراد ہیں جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ ابتدا میں جب ان کے دل زندہ تھے تو اس وقت انہوں نے اسلام قبول نہ کیا اور تعصب کی وجہ سے مسلسل انکار کرتے ہوئے ان کا ذہن و ضمیر اتنا مردہ ہو گیا کہ اب ان کو سنانا ایسا ہی ہے جیسے اہل قبور کو سنانا کیونکہ دونوں نصیحت قبول کرنے والے مرحلہ سے گزر چکے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی ﷺ! آپ ان مردہ دلوں کو سنانے والے نہیں ہیں یعنی آپ تو ان کو پیغام حق سنا کر اپنا فرض ادا کر رہے ہیں مگر یہ سن کر نصیحت قبول کرنے والے نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اہل قبور سن ہی نہیں سکتے ورنہ ان کو سلام کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ اس سلسلہ میں سورہ نمل (۲۷) کی آیت نمبر ۸۰ کا حاشیہ نمبر ۴۷ ملاحظہ کریں۔

[۲۸] اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی طرف نبی بھیجا اور اس نبی نے بذات خود یا اس کے نائب کی حیثیت سے علماء نے اس کے دائرہ نبوت کے ہر علاقہ میں پیغام توحید پہنچایا تاکہ قیامت کے دن کوئی قوم یہ نہ کہہ سکے کہ اس کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا، لہٰذا آپ ﷺ قیامت تک آنے والی ہر

Marfat.com

وَ اِنۡ یُّکَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ کَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ
قَبۡلِهِمۡ ۚ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ وَ
بِالزُّبُرِ وَ بِالۡکِتٰبِ الۡمُنِیۡرِ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں، ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں، صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔[۲۹]

ثُمَّ اَخَذۡتُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَکَیۡفَ کَانَ
نَکِیۡرِ ﴿۲۶﴾ ع

۲۶۔ پھر میں نے ان کافروں کو پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ
فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهَا ؕ
وَ مِنَ الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیۡضٌ وَّ حُمۡرٌ مُّخۡتَلِفٌ
اَلۡوَانُهَا وَ غَرَابِیۡبُ سُوۡدٌ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس کے ذریعہ ہم نے پھل نکالے جن کے رنگ مختلف ہیں، اور (اسی طرح) پہاڑوں میں بھی مختلف رنگوں والے حصے ہیں کوئی سفید، کوئی سرخ اور کوئی بہت گہرے سیاہ۔[۳۰]

وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الۡاَنۡعَامِ
مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ کَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰهَ

۲۸۔ اور انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں کے بھی اسی طرح مختلف رنگ ہیں،[۳۱] اللہ تعالیٰ کے بندوں میں

قوم اور دنیا کے ہر علاقہ کے لئے نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد آپ کی امت کے علماء نے پیغام اسلام کو تدریس، تحریر اور تقریر کے ذریعہ دنیا کے ہر ملک میں پہنچایا ہے اور اب تو میڈیا اتنی ترقی کر گیا ہے کہ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا انسان ہو جس کو اسلام کا علم نہ ہو۔ ہاں اگر کوئی کسی تعصب کی وجہ سے اسلام کو سمجھنے کی کوشش نہ کرے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔

[۲۹] اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ ﷺ غمگین نہ ہوں، ان سے پہلے بھی انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی قوموں کو معجزات دکھائے، انہیں صحیفے اور کتابیں پڑھ کر سنائیں تو انہوں نے بھی ان انبیائے کرام علیہم السلام کو جھٹلایا اور بار بار کی تنبیہ کے باوجود جب وہ اپنے کفر و ظلم سے باز نہ آئے تو ان پر ایسا عذاب آیا کہ ان کا نام و نشان مٹ گیا۔

[۳۰] ایک زمین اور ایک ہی آب و ہوا لیکن اس میں پیدا ہونے والے پھلوں کے رنگ اور ذائقے ایک دوسرے سے مختلف ہیں حتیٰ کہ ایک قسم کے پھلوں میں بھی کئی رنگ اور ذائقے ہیں جیسے آم، انگور اور سیب وغیرہ۔ اسی طرح ایک پہاڑ میں بھی مختلف رنگوں والے پتھر ہوتے ہیں۔ یہ عجیب و غریب چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ظاہر کرتی ہیں۔

[۳۱] نباتات، جمادات اور حیوانات کے علاوہ اگر صرف انسان کی ظاہری شکل و صورت ہی دیکھی جائے تو ایک ماں باپ کے دو

Marfat.com

مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

سے صرف علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں، [۳۲] بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب بہت بخشنے والا ہے۔

بچے یکساں نہیں ہیں حتیٰ کہ ایک انسان کے انگوٹھے کی لکیریں بھی کسی دوسرے انسان کے برابر نہیں ہیں۔ الغرض کائنات میں موجود ہر چیز کے تنوع میں اگر غور کیا جائے تو عقل سلیم کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ کائنات کسی حادثے کی پیداوار نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا شاہکار ہے۔

[۳۲] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صرف علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے اپنے علم کے مطابق اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے لیکن عالم زیادہ ڈرتا ہے یا اسے زیادہ ڈرنا چاہیے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم زیادہ رکھتا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں (کیونکہ) میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوں۔ (بخاری: ۲۰: کتاب الایمان: باب ۱۳)

اس حدیث کی شرح میں شہاب الدین قسطلانی لکھتے ہیں کہ ایک دن صحابہ ؓ نے گویا یوں عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ جیسے نہیں ہیں، آپ مغفور اور معصوم ہیں، آپ کو عمل کی حاجت نہیں، اس کے باوجود آپ اعمال میں کثرت اور دوام کرتے ہیں تو ہمارا حال کیا ہوگا ہم تو بہت گناہگار ہیں؟ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں عمل کرنے کے زیادہ لائق ہوں کیونکہ میں تم سب سے زیادہ تقویٰ اور تم سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہوں۔ (ارشاد الساری: جلد اول: ص ۱۷۶)

اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کا جتنا زیادہ علم ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے اتنا زیادہ ڈرتا ہے اور جو شخص جتنا زیادہ ڈرتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ عمل کرتا ہے، اور سب سے زیادہ ڈرنے والا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محترم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے۔ (قرآن: ۴۹: ۱۳)

حقیقی علم

حقیقی علم وہ ہے جو انسان کو عمل کرنے پر مجبور کردے، جیسے مجھے علم ہے کہ جلتی ہوئی آگ میں چھلانگ لگانے سے میں جل جاؤں گا تو کوئی لاکھ کوشش کرے میں جلتی ہوئی آگ میں چھلانگ نہیں لگاؤں گا۔ اسی طرح حقیقی عالم وہ ہے جو نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، سچ بولنے اور حلال کھانے پر مجبور ہو کیونکہ اسے علم ہے کہ نماز نہ پڑھنے، روزہ نہ رکھنے، جھوٹ بولنے اور حرام کھانے کی وجہ سے اسے جہنم کی آگ میں پھینکا جائے گا، اور جو شخص اپنے علم پر عمل نہیں کرتا وہ حقیقی عالم نہیں ہے۔ اس سلسلے میں چند اقوال ملاحظہ کریں:

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا: زیادہ باتیں کرنا علم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنا حقیقی علم ہے۔
(تفسیر ابن کثیر: سورہ فاطر (۳۵): زیر آیت نمبر ۲۸)

Marfat.com

☆ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عالم تو صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ فاطر (۳۵): زیر آیت نمبر ۲۸)
☆ حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ فاطر (۳۵): زیر آیت نمبر ۲۸)

علم کی فضیلت

☆ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو سکھائے۔ (بخاری: ۵۰۲۷: کتاب فضائل القرآن: باب ۲۱)
☆ جس شخص کے قدم طلبِ علم میں غبار آلود ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے اور دو فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اگر وہ اسی طلب علم کے دوران فوت ہو جائے تو اس کی موت، شہادت کی موت ہوتی ہے اور اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے، اس کی قبر تا حد نظر کشادہ کر دی جاتی ہے۔ اس کے آس پاس دائیں طرف چالیس قبروں کو، بائیں طرف چالیس قبروں کو، پیچھے چالیس قبروں کو اور سامنے چالیس قبروں کو منور کر دیا جاتا ہے۔
(تفسیر کبیر: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۳۱)
☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: قرآن کا علم حاصل کرو اور دوسروں کو سکھاؤ اور اگر اسی عالم میں تیری موت واقع ہوئی تو تیری قبر کی زیارت کے لئے فرشتے اس طرح آئیں گے جیسے بیت اللہ کی زیارت کی جاتی ہے۔
(کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۲۵۹)
☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی موت اس حال میں آئے کہ وہ اسلام کی سربلندی کے لئے علم حاصل کر رہا تھا تو جنت میں اس کے اور نبیوں کے درمیان صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔ (سنن دارمی: مقدمہ: باب ۳۲)
علم اور اہل علم کی فضیلت کے لئے سورہ توبہ (۹) کی آیت نمبر ۱۲۲ کا حاشیہ نمبر ۹۹، اور سورہ عنکبوت (۲۹) کی آیت نمبر ۴۵ کا حاشیہ نمبر ۹۳ ملاحظہ کریں۔

علم عبادت سے افضل ہے

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے، ایک عالم تھا جو نماز پڑھتا، پھر لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے کے لئے بیٹھ جاتا تھا، دوسرا دن بھر روزہ رکھتا اور رات کو عبادت میں کھڑا رہتا تھا۔ ان دونوں میں کون افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عالم کی فضیلت جو نماز پڑھنے کے بعد لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ آدمی پر ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ توبہ: زیر آیت نمبر ۱۲۲) کیونکہ عبادت کا فائدہ صرف عابد کو ہوگا اور وہ نجات کا مستحق قرار پائے گا مگر تعلیم کا فائدہ دوسرے لوگوں کو بھی ہوگا۔

Marfat.com

☆ عالم اپنے بستر پر لیٹے ہوئے ایک گھڑی کے لئے جب اپنے علم میں غور وفکر کرتا ہے تو ایک عابد کی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔(کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۵۴) کیونکہ ستر سال کی عبادت کا فائدہ صرف عابد کو ہوگا اور وہ نجات کا مستحق قرار پائے گا لیکن اس گھڑی میں قرآن وحدیث کے مطابق اگر عالم کے ذہن میں کوئی نئی حکمت آمیز بات آگئی تو اس سے استفادہ کرتے ہوئے بے شمار لوگ نجات حاصل کر سکیں گے۔

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو شخص طلب علم کے لئے کسی راستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلائے گا اور طالب علم کی رضا کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں عالم کے لئے استغفار کرتی ہیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی اس کے لئے استغفار کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔ بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کی میراث نہیں چھوڑتے وہ صرف علم کی میراث چھوڑتے ہیں، سو جس شخص نے علم حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کیا۔

(ترمذی: ۲۶۸۲: ابواب العلم: باب ۱۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب پل صراط پر عالم اور عابد جمع ہوں گے تو عابد سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اپنی عبادت کی وجہ سے نعمتوں سے لطف اٹھاؤ اور عالم سے کہا جائے گا: یہاں ٹھہرو اور جن سے تم محبت کرتے تھے ان کی شفاعت کرو۔ بے شک تم جس کی شفاعت کرو گے اس کے حق میں تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اور اس وقت وہ انبیاء کا قائم مقام ہوگا۔(الجامع الصغیر: ۳۵۲: جلد اول: ص ۲۷، جمع الجوامع: ۸۷۸: جلد اول: ص ۱۳۸، کنز العمال: ۲۸۶۸۸: جلد ۱۰: ص ۱۳۶)

علم جہاد سے افضل ہے

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: طالب علم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاہد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔(کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۴۳) کیونکہ جہاد سے صرف مجاہد کو فائدہ ہوگا یا اس کے زمانے کے چند لوگوں کو فائدہ ہوگا لیکن علم حاصل کرنے والا تبلیغ اسلام کے لئے تدریس، تصنیف یا تقریر میں سے کوئی شعبہ بھی اختیار کرے اس سے بے شمار لوگ استفادہ کریں گے۔

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حصول علم کے لئے آنا جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔(کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۶۳) کیونکہ دلیل کے ساتھ جہاد کرنا تلوار کے جہاد سے افضل ہے۔(تفسیر بحر محیط: سورہ توبہ: زیر آیت نمبر ۱۲۲) نیز دین کا تفصیلی علم جہادِ اکبر ہے کیونکہ دلیل کے ساتھ مباحثہ کرنا دین کی اصل اور بنیاد ہے اور نبی ﷺ کو مبعوث کرنے کا ایک مقصد بھی یہی ہے۔ (تفسیر بیضاوی: سورہ توبہ: زیر آیت نمبر ۱۲۲)

عالم کی فضیلت

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میری امت کے علماء، بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔" یعنی وہ علمائے ربانی جو دنیا سے بے نیاز ہو کر صرف رضائے حق کے طالب ہیں۔(تفسیر روح البیان: سورہ الانبیاء (۲۱): زیر آیت نمبر ۲۴) اس

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَۃً لَّنۡ تَبُوۡرَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں کبھی خسارہ نہ ہوگا۔ [۳۳]

حدیث کے الفاظ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں مگر اہل علم اس کو معنیٰ کے اعتبار سے تسلیم کرتے ہیں کیونکہ علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن علماء (کے قلم) کی سیاہی اور شہیدوں کے خون کا وزن کیا جائے گا اور علماء (کے قلم) کی سیاہی شہیدوں کے خون سے بھاری ہوگی۔ (کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۴۱)

☆ عالم کا سونا عبادت ہے، اس کی گفتگو تسبیح ہے، اس کی جان صدقہ ہے اور اس کی آنکھوں سے نکلنے والا ہر آنسو جہنم کے ایک گڑھے کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ جس نے عالم کی توہین کی اس نے علم کی توہین کی، اور جس نے علم کی توہین کی اس نے نبی ﷺ کی توہین کی اور جس نے نبی ﷺ کی توہین کی اس نے جبرائیل امین علیہ السلام کی توہین کی اور جس نے جبرائیل امین علیہ السلام کی توہین کی اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی اور جس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو رسوا کرے گا۔

(تفسیر کبیر: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۳۱)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ جواد کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ جواد اللہ تعالیٰ ہے اور بنی آدم میں سب سے زیادہ جواد میں ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ جواد وہ شخص ہوگا جس نے علم حاصل کیا، پھر اس کو پھیلایا، قیامت کے دن وہ ایک امیر اور ایک امت کی صورت میں تشریف لائے گا۔

(شعب الایمان: بیہقی: جلد ۲: ص ۲۸۱)

[۳۳] قرآن مجید کی تلاوت کرنا، نماز قائم رکھنا اور اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا، یہ سب نیکیاں دراصل اللہ تعالیٰ سے ایک قسم کی تجارت ہے جس کے بدلے میں اس نے بہت زیادہ اجر و ثواب دینے کا وعدہ کر رکھا ہے اور اس کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہوتا، لہٰذا جو بھی یہ تجارت کرے گا اس کو کبھی نقصان نہیں ہوگا۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ فرضی صدقات ظاہر کر کے دینے افضل ہیں اور نفلی صدقات چھپا کر دینے افضل ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ بقرہ (۲): زیر آیت نمبر ۲۷۱) جو لوگ پوشیدہ طور پر صدقہ دیتے ہیں قیامت کے دن انہیں عرش کا سایہ نصیب ہوگا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

ا۔ عادل امام (حکمران)۔

۲۔ وہ جوان جو اپنے رب کی عبادت میں سرگرم رہتا ہے۔

۳۔ وہ انسان جس کا دل مساجد کی آبادی میں لگا رہتا ہے۔

۴۔ وہ دو انسان جو اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کریں، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اکٹھے ہوں اور اسی کے لئے جدا ہوں۔

۵۔ وہ مرد جس کو حسن اور منصب والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ انکار کرتے ہوئے کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

۶۔ وہ انسان جس نے اس طرح خفیہ صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا دیا۔

۷۔ وہ انسان جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

(بخاری: ۶۶۰: کتاب الاذان: باب ۳۶)

یہ ٹھیک ہے کہ خفیہ طور پر صدقہ دینے والا ریاکاری کے خطرہ سے محفوظ رہتا ہے اور لینے والے کی عزت نفس بھی مجروح نہیں ہوتی لیکن اگر کہیں ایسی صورت پیش آجائے جس کو چند حضرات پورا نہ کرسکیں تو پھر اعلانیہ صدقہ دینا اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا افضل ہے تاکہ دوسروں کو ترغیب ہو جیسے غزوات کے موقعہ پر حضور اکرم ﷺ نے اپیل فرمائی اور صحابہ کرام ﷡ نے علانیہ طور پر ایک دوسرے سے زیادہ دینے کی کوشش کی۔ (صحاح ستہ) اسی طرح آج بھی جہاد، مساجد، مدارس، ہسپتال، اشاعتِ دین، اور خدمت خلق وغیرہ کے عظیم منصوبوں کے لئے علانیہ بڑھ چڑھ کر حصہ لینا افضل ہے بشرطیکہ نیت میں ریاکاری نہ ہو بلکہ دوسروں کو ترغیب دینا مقصود ہو۔

فرضی صدقات مثلاً زکوٰۃ کو علانیہ دینے میں بڑی حکمتیں ہیں۔ سب سے پہلے تو دینے والے کا فرض ادا ہوا اور اس کا مال پاک ہوگیا۔ دیگر لوگوں کو بھی زکوٰۃ دینے کی ترغیب ہوئی اور اس کے اس علانیہ فعل کی ترغیب سے جو بھی زکوٰۃ ادا کرے گا اس کا ثواب اس کو بھی ملے گا۔ نیز لوگوں کا اعتماد بھی بحال رہے گا اور بدگمانی پیدا نہیں ہوگی یعنی لوگ آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دولت سے نوازا ہے تو یہ بھی بخل نہیں کرتا بلکہ زکوٰۃ ادا کر کے اپنے محسن حقیقی کا شکر ادا کرتا ہے۔

زکوٰۃ کے علاوہ دیگر فرضی اعمال یعنی نماز، روزہ، حج وغیرہ کے علانیہ کرنے میں بھی یہی حکمتیں ہیں اور غالباً اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: فرض نماز کے علاوہ دیگر نمازیں گھر میں پڑھو تاکہ گھر میں بھی برکت نازل ہو۔ (مسلم: ۱۸۲۲: صلاۃ المسافرین: باب ۲۹) یعنی نماز پڑھنے کے لئے گھر سے نکلنا، مسجد میں جانا، وہاں لوگوں کے سامنے جماعت میں شریک ہونا وغیرہ یہ سب اگرچہ اظہار نماز تو ہے مگر یہی ضروری ہے۔ الغرض خفیہ اور اعلانیہ دونوں طرح نیک اعمال کرنا اچھا ہے اور حالات اور موقع محل کی مناسبت سے کبھی خفیہ افضل ہو جاتا ہے اور کبھی علانیہ کی فضیلت بڑھ جاتی ہے۔

Marfat.com

لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝۳۰

۳۰۔ تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے پورے پورے اجر عطا فرمائے اور اپنے فضل سے انہیں مزید عطا فرمائے، بے شک وہ بہت بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔ [۳۴]

وَ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝۳۱

۳۱۔ اور ہم نے جو کتاب آپ کی طرف وحی فرمائی ہے وہی حق ہے اور پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، [۳۵] بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر (اور ان کو) خوب دیکھنے والا ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝۳۲

۳۲۔ پھر ہم نے ان لوگوں کو اس کتاب (قرآن) کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا، پس ان میں سے بعض اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں اور ان میں سے بعض میانہ رو ہیں اور ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں، یہی بہت بڑا فضل ہے۔ [۳۶]

---

[۳۴] جو لوگ آپس میں تجارت کرتے ہیں انہیں نفع کے ساتھ نقصان کا بھی احتمال ہوتا ہے مگر جو لوگ نیک اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے تجارت کرتے ہیں انہیں نقصان کا خطرہ نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے مطابق انہیں پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ بڑا قدردان ہے، جن کے اعمال میں خلوص زیادہ ہوگا اللہ تعالیٰ ان پر خصوصی فضل و کرم فرمائے گا اور ان کے اجر میں اضافہ فرما دے گا۔

[۳۵] پیارے نبی ﷺ! ہم نے قرآن کی صورت میں جو کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے وہ بالکل حق ہے اور پہلی آسمانی کتابوں یعنی زبور، تورات اور انجیل کی بھی تصدیق کرنے والی ہے کہ وہ کتابیں بھی بالکل حق تھیں اور انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے ہی نازل فرمایا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید آخری کتاب ہے کیونکہ اس نے صرف پہلی کتابوں کی تصدیق کی ہے، کسی آنے والی کتاب کی بشارت نہیں دی۔

[۳۶] مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور احسان ہے کہ اس نے قرآن مجید کی خدمت کے لئے تمام بندوں میں سے

Marfat.com

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ وہ دائمی باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، انہیں وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا۔ [۳۷]

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور وہ کہیں گے: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا بہت قدردان ہے۔ [۳۸]

الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ جس نے ہمیں اپنے فضل سے دائمی ٹھکانے پر پہنچا دیا، جس میں ہمیں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ کوئی تھکاوٹ لاحق ہوگی۔

مسلمانوں کو منتخب فرمایا ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں جن کے متعلق حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: نیکیوں میں سبقت لے جانے والے وہ ہیں جن کی نیکیاں زیادہ ہیں، اپنی جان پر ظلم کرنے والے وہ ہیں جن کی برائیاں زیادہ ہیں اور میانہ رو وہ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہیں اور یہ تینوں گروہ جنت میں جائیں گے۔

(صفوۃ التفاسیر: محمد علی صابونی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نیکیوں میں سبقت لے جانے والے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، میانہ رو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے اور اپنی جان پر ظلم کرنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۳۷] تمام اہل ایمان بالآخر جنت میں داخل ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہاں مردوں کو بھی سونا اور ریشم پہنایا جائے گا لیکن اس دنیا میں سونے کے کنگن، موتی اور ریشم کا لباس صرف عورتیں پہن سکتی ہیں مردوں کے لئے جائز نہیں ہے۔

[۳۸] اہل ایمان جب جنت میں داخل ہوں گے تو کہیں گے: ہمیں اپنے اعمال کی وجہ سے تو عذاب کا خطرہ تھا مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمارا غم دور کر دیا اور ایسی جنت عطا فرمائی جس میں نہ کوئی تکلیف ہے اور نہ تھکاوٹ بلکہ ہر طرف اطمینان، سکون اور سلامتی ہے۔

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ ۳۶

۳۶۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر قضا آئے گی کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے جہنم کا عذاب کم کیا جائے گا، اسی طرح ہم ہر بڑے ناشکرے کو سزا دیتے ہیں۔ [۳۹]

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۧ ۳۷ ع

۳۷۔ اور وہ جہنم میں چلائیں گے (اور فریاد کریں گے): اے ہمارے رب! (ایک بار یہاں سے) ہمیں نکال، ہم نیک کام کریں گے اور وہ نہیں جو ہم پہلے کیا کرتے تھے، (اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو شخص نصیحت قبول کرنا چاہتا وہ قبول کر سکتا تھا، اور تمہارے پاس ڈر سنانے والا بھی آ چکا تھا، پس اب (عذاب کا) مزہ چکھو ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔ [۴۰]

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۳۸

۳۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز کو جاننے والا ہے، بے شک وہ سینوں کے رازوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ [۴۱]

---

[۳۹] منکرین کو جب جہنم کی آگ میں پھینکا جائے گا تو وہ تمنا کریں گے: کاش! ہمیں موت ہی آ جائے تاکہ ہم اس عذاب سے بچ جائیں لیکن نہ انہیں موت آئے گی اور نہ ہی ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی بلکہ ہمیشہ اپنے انکار اور ناشکری کی سزا میں مبتلا رہیں گے۔

[۴۰] وہ جہنم میں چیخ چیخ کر فریاد کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں اس عذاب سے نکال اور ایک بار پھر دنیا میں جانے کا موقع دے، پھر ہم ہمیشہ نیک کام کریں گے اور کبھی برائی نہیں کریں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہم نے تمہیں اتنی مہلت اور عمر دی تھی۔ اگر تم اس میں حق کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو حق کو سمجھ سکتے تھے، پھر اس مہلت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ہم نے اس عذاب سے ڈرانے والے انبیاء اور علماء بھی بھیجے مگر تم نے ان کی بھی ایک نہ سنی، لہٰذا اب تمہیں اپنے انکار اور ظلم کی سزا بھگتنا ہی پڑے گی۔ یہاں پر سب فیصلے انصاف کے مطابق ہوں گے اور کسی ظالم کی کوئی مدد یا رعایت نہیں کی جائے گی۔

[۴۱] جہنم کے عذاب سے گھبرا کر منکرین فریاد کریں گے کہ انہیں ایک دفعہ واپس دنیا میں جانے کی اجازت دی جائے وہ نافرمانی

Marfat.com

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ فَمَنۡ کَفَرَ فَعَلَیۡہِ کُفۡرُہٗ ؕ وَ لَا یَزِیۡدُ الۡکٰفِرِیۡنَ کُفۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ اِلَّا مَقۡتًا ۚ وَ لَا یَزِیۡدُ الۡکٰفِرِیۡنَ کُفۡرُہُمۡ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾

۳۹۔ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا، پس جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا، اور کافروں کے لئے ان کا کفران کے رب کے حضور ناراضگی کے سوا کچھ اضافہ نہیں کرتا اور کافروں کے لئے ان کا کفران کے خسارے میں ہی اضافہ کرتا ہے۔[۴۲]

قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ شُرَکَآءَکُمُ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ اَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَہُمۡ شِرۡکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ۚ اَمۡ اٰتَیۡنٰہُمۡ کِتٰبًا فَہُمۡ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنۡہُ ۚ بَلۡ اِنۡ یَّعِدُ الظّٰلِمُوۡنَ بَعۡضُہُمۡ بَعۡضًا اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۴۰﴾

۴۰۔ آپ فرمادیں: کیا تم نے کبھی اپنے (ان مقرر کردہ) شریکوں میں غور کیا جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پرستش کرتے ہو؟ ذرا مجھے دکھاؤ! انہوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں (کی تخلیق) میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے جس کی دلیل پر وہ قائم ہیں؟ (کچھ بھی نہیں) بلکہ ظالم لوگ محض ایک دوسرے سے جھوٹے وعدے کرتے ہیں۔[۴۳]

نہیں کریں گے مگر اللہ تعالیٰ دلوں کے راز خوب جانتا ہے۔ اگر بفرض محال انہیں دنیا میں بھیج دیا جائے تو پھر بھی یہ شیطان کی سن کر برائیوں میں مست رہیں گے اور علماء کی نصیحتیں نہیں سنیں گے۔ اس سلسلے میں سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۲۸ کا حاشیہ نمبر ۳۶ ملاحظہ کریں۔

[۴۲] اللہ تعالیٰ نے تمہیں انسان بنایا، یکے بعد دیگرے اس زمین پر آباد کیا، پہلے لوگوں کے مال و متاع کا تمہیں وارث بنایا اور تمہارے یعنی نوع انسانی کے سروں پر اپنی خلافت کا تاج رکھ کر تمہیں اشرف المخلوقات بنایا۔ اب اگر تم اپنے محسن حقیقی کا انکار کرو تو اس سے اس کا کچھ نہیں بگڑے گا کیونکہ وہ بے نیاز اور قادر مطلق ہے، البتہ اس کے انکار کے باعث تمہارے خسارے میں اور تم پر اللہ تعالیٰ کے غضب میں اضافہ ضرور ہوگا کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کے احسانات کی ناقدری اور ناشکری کی ہے۔

[۴۳] مشرکین کو دعوت فکر دی جا رہی ہے کہ جن بتوں کو تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو اور ان کی پرستش کرتے ہو، کیا زمین و آسمان کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ ظاہر ہے زمین و آسمان کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے تو پھر کیا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں اس شرک کی تعلیم دی گئی ہو جس پر تم عمل پیرا ہو؟ جب ان بتوں کی صداقت کے لئے نہ تمہارے

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

۴۱۔ بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے تا کہ وہ اپنی جگہ سے سرک نہ جائیں، اور اگر وہ سرکنے لگیں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کو روک نہیں سکتا، بے شک وہ بڑا بردبار بہت بخشنے والا ہے۔[۴۴]

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۨ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور انہوں نے بڑی تاکید کے ساتھ قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو وہ ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے، پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا آ گیا تو اس سے ان کی (حق سے) نفرت میں اضافہ ہی ہوا۔[۴۵]

اسْتِكْبَارًا فِی الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّیِّئِ ؕ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ

۴۳۔ وہ زمین میں تکبر اور بری سازشیں کرنے لگے، اور بری سازشوں کا وبال صرف سازش کرنے والے پر

پاس کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی نقلی دلیل تو پھر تم کیوں اپنے آپ پر ظلم کرتے ہو اور ایک دوسرے کو شفاعت کی جھوٹی امیدیں دلاتے ہو۔

[۴۴] اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو اپنے اپنے مدار میں پابند کر رکھا ہے کیونکہ اگر یہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو چند لمحوں میں نظامِ کائنات تباہ ہو جائے لیکن قیامت کے قریب اس کی اجازت سے جب یہ دونوں اپنی جگہ سے ہٹ کر ریزہ ریزہ ہونے لگیں گے تو کسی میں یہ طاقت نہ ہوگی کہ ان کو اپنے اپنے مقام پر روک سکے۔ اتنی قدرتوں کے باوجود وہ اپنے بندوں پر اتنا مہربان ہے کہ مسلسل سرکشیوں کے بعد بھی فوراً گرفت نہیں فرماتا بلکہ مہلت دیتا ہے تا کہ وہ اپنی اصلاح کر لیں اور جونہی کوئی توبہ کرتا ہے تو اس کی تمام نافرمانیوں کو بخش دیا جاتا ہے۔

[۴۵] ابو سعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے جب قریش کو علم ہوا کہ اہل کتاب نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی تو قریش نے کہا: یہودیوں اور عیسائیوں پر خدا کی لعنت ہو، ان کے پاس ان کے رسول آئے اور انہوں نے اپنے رسولوں کو جھوٹا قرار دیا، پھر قریش قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے: اگر ان کے پاس کوئی رسول آیا تو وہ گذشتہ قوموں کی بہ نسبت زیادہ ہدایت قبول کریں گے۔ (صفوة التفاسیر: محمد علی صابونی) لیکن جب تمام رسولوں کے سردار حضرت محمد ﷺ ان کے پاس تشریف لے آئے تو تکبر اور تعصب کے باعث ان کی مخالفت پر اتر آئے۔

Marfat.com

يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾

ہی پڑتا ہے، پس کیا وہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو پہلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے دستور میں کوئی تغیر پائیں گے۔[۴۶]

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾

۴۴۔ کیا انہوں نے زمین میں کبھی سیر و سیاحت نہیں کی تاکہ وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ حالانکہ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے، اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اس کو عاجز کر سکے، بے شک وہ بہت علم والا بڑی قدرت والا ہے۔[۴۷]

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ

۴۵۔ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے کرتوتوں کے باعث (فوراً) پکڑ لیا کرتا تو روئے زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا لیکن وہ لوگوں کو معین وقت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب ان کا وقت آجاتا ہے تو بے شک اللہ

---

[۴۶] قریش کے سرداروں نے تعصب اور تکبر میں آکر نہ صرف یہ کہ نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی بلکہ آپ کو شہید کرنے کی سازشیں کرنے لگے، لیکن وہ اس حقیقت کو بھول گئے کہ جو کسی کے لئے کنواں کھودتے ہیں بالآخر ایک دن وہ خود اس میں گرتے ہیں۔ کیا وہ اس انتظار میں ہیں کہ ان کو بھی پہلی سرکش قوموں کی طرح ہلاک کر دیا جائے؟ تو انہیں علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عذاب کی جو نوعیت اور میعاد مقرر کر رکھی ہے ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، چنانچہ اللہ تعالیٰ تو نبی کریم ﷺ کو اہل مکہ سے بچا کر مدینہ لے آیا مگر قریش کے سردار جنگ بدر میں مارے گئے اور جو بچ گئے انہوں نے فتح مکہ کے دن اپنی شکست تسلیم کر لی۔

[۴۷] مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم لوگوں نے اپنے تجارتی سفروں کے دوران قوم عاد و ثمود وغیرہ کے تباہ شدہ مکانات دیکھے ہوں گے وہ لوگ تم سے زیادہ طاقتور تھے، اگر تم بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے اور اللہ تعالیٰ نے تم پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ کر لیا تو پھر زمین و آسمان کی کوئی طاقت اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو چیلنج نہیں کر سکے گی کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

Marfat.com

كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝ ع ۱۴ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔[۴۸]

[۴۸] نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر انسان خطا کار ہے اور خطا کاروں میں بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔(ترمذی: حدیث نمبر ۲۴۹۹) اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسان سے خطا ہوسکتی ہے تو اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی خطاؤں کے باعث فوراً پکڑ کر سزا دینا شروع کر دیتا تو چند دنوں میں سارے انسان ختم ہو جاتے، پھر نہ تو حیوانات کی ضرورت رہتی کیونکہ وہ بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور نہ ہی انبیاء کرام علیہم السلام کی ضرورت تھی کیونکہ وہ انسانوں کی ہدایت کے لئے تشریف لاتے ہیں اور جب انسان ہی نہیں رہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کی کیا ضرورت ہے، تو اس طرح ساری زمین انسانوں اور حیوانوں سے خالی ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مصلحت کے تحت لوگوں کو ایک معین وقت تک مہلت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں اور اگر وہ خود اپنی اصلاح نہ کریں تو ممکن ہے ان کی اولاد سے شکر گزار بندے پیدا ہو جائیں، البتہ جب ظالموں کی گرفت کا وقت معین آ جائے گا تو سب بندے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں، ہر ایک سے اس کے عمل کے مطابق معاملہ فرمائے گا۔ نیک لوگ اپنی نیکیوں کی جزا پائیں گے اور برے لوگ اپنی برائیوں کی سزا پائیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عشاء بروز بدھ ۶ جنوری ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ محرم ۱۴۳۱ھ

گذشتہ دو ہفتوں سے برطانیہ میں برفباری اور سخت سردی کا دور دورہ ہے۔ چند دنوں سے جامعہ الکرم میں بھی ہر طرف ایک فٹ کے قریب برف پڑی ہوئی ہے، اس لئے باہر نکلنا مشکل تھا اور دیگر مصروفیات میں تعطل کے باعث تفسیر لکھنے کا زیادہ وقت میسر آ گیا جس کی وجہ سے یکم تا چھ جنوری یعنی صرف پانچ دنوں میں سورہ فاطر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ یٰسین (۳۶)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''یاسین'' ہے جو اس کی پہلی آیت ہے۔

دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی اسلام کے تین بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کو متعدد بار بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۳۶ میں عمل تلقیح کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یعنی انسان اور دیگر جانوروں میں نر اور مادہ کے جوڑوں کا وجود تو ایک عام حقیقت ہے جس کو زمانہ قدیم سے ہر شخص جانتا ہے اور نباتات میں نر اور مادہ کا انکشاف انیسویں صدی کی تحقیق ہے لیکن قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ اعلان کیا کہ نباتات میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں اور ان کے عمل تلقیح سے بیج اور پھل بنتے ہیں۔

آیت نمبر ۶۵ میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن مشرکین جھوٹ بولنے کی کوشش کریں گے کہ وہ مشرک نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کرتوتوں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔

کفار مکہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ سے دور رکھنے کے لئے طرح طرح کے الزامات لگاتے تھے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ آپ ﷺ شاعر ہیں اور قرآن ان کے شاعرانہ تخیلات کا مجموعہ ہے۔ اور اہل عرب کے ہاں عام طور پر شاعر اس کو کہتے تھے جو خیالی باتیں کرے اور سب سے عمدہ شعر اس کو کہتے تھے جس میں زیادہ جھوٹ بولا گیا ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

آیت نمبر ۶۹ میں کفار مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ ان کے شایان شان ہے اور قرآن مجید اشعار کا مجموعہ نہیں بلکہ سراپا رشد و ہدایت اور نصیحت ہے۔

سورہ یاسین کی فضیلت میں چند احادیث ملاحظہ کریں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کا ایک دل ہے اور قرآن کا دل یاسین ہے۔
(ترمذی: ۲۸۸۷: فضائل القرآن: باب ۷)

۲۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم یاسین کو اپنے مردوں کے پاس پڑھا کرو۔
(ابن ماجہ: ۱۴۴۸: ابواب الجنائز: باب ۴)

۳۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس میت کے پاس یاسین کو پڑھا جائے اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرمائے گا۔ (تفسیر در منثور)

۴۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے والدین کی یا ان میں سے ایک

Marfat.com

کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے اور ان کے پاس یاسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس سورت کے ہر حرف کے بدلے میں ان کی مغفرت فرمائے گا۔ (تفسیر درمنثور)

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں جائے اور سورہ یاسین پڑھے (اور اس کا ثواب اہل قبور کو پیش کرے) تو اللہ تعالیٰ اس دن تمام اہل قبور کے عذاب میں تخفیف فرمائے گا اور پڑھنے والے کو سورہ یاسین کے حروف کے برابر (یعنی تین ہزار نیکیوں کا) اجر عطا فرمائے گا۔ (تفسیر قرطبی)

سورہ یاسین کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس کی پہلی دو آیات کا تعویذ بنانے یا اس کو گھول کر پینے سے بھی فائدہ ہوتا ہے، جیسا کہ امام حاکم نے ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص کے دل میں سختی ہو وہ ایک پیالہ میں زعفران سے ''یٰس والقرآن الحکیم'' لکھے، پھر اس کو پی لے۔ (تفسیر درمنثور)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عصر بروز ہفتہ ۹ جنوری ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ محرم ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

اٰیاتہا ۸۳ — ۳٦ سورۃ یٰسٓ مکیۃ ۴۱ — رکوعاتہا ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

یٰسٓ ۚ﴿۱﴾ — ۱۔ یاسین۔[۱]

وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ — ۲۔ قرآن حکیم کی قسم!

اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۙ﴿۳﴾ — ۳۔ بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔[۲]

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ؕ﴿۴﴾ — ۴۔ سیدھے راستے پر ہیں۔

تَنۡزِیۡلَ الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۵﴾ — ۵۔ (یہ قرآن) سب پر غالب، بہت ہی مہربان (اللہ تعالیٰ) کا نازل کردہ ہے۔

---

[۱] یاسین اگرچہ حروف مقطعات میں سے ہے (صفوۃ التفاسیر) جس کا حقیقی معنیٰ تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مکرم ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں لیکن بعض اشارات کے پیش نظر مفسرین نے بھی اس کے متعدد معانی بیان کیے ہیں، مثلاً ابو بکر وراق کہتے ہیں: یاسین کا معنیٰ یا سید البشر! (اے نوع انسانی کے سردار) ہے۔ (تفسیر قرطبی) سعید بن جبیر کہتے ہیں: یہ نبی کریم ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی قسم کھا کر فرمایا: بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سوا کسی رسول کی رسالت کے لئے اپنی کتاب میں قسم نہیں کھائی۔ اس میں نبی کریم ﷺ کی بہت زیادہ تعظیم اور تکریم ہے۔ (تفسیر قرطبی) اسی طرح علامہ قرطبی سورہ حجر (۱۵) کی آیت نمبر ۷۲ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی حیات مبارک کی قسم کھائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے بغیر کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حجر: زیر آیت نمبر ۷۲)

[۲] قشیری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کفار قریش نے نبی کریم ﷺ سے کہا: آپ رسول نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کے لئے قرآن حکیم کی قسم کھا کر فرمایا: بے شک حضرت محمد ﷺ رسولوں میں سے ہیں اور جس طرح دیگر رسول سیدھے راستہ پر تھے اسی طرح آپ ﷺ بھی سیدھے راستہ پر ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

Marfat.com

لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ ۝

۶۔ تاکہ آپ اس قوم کو ڈر سنائیں جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا، سو وہ غافل ہیں۔ [۳]

لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ عَلٰۤى اَكۡثَرِهِمۡ فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝

۷۔ بے شک ان میں سے اکثر لوگوں پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے، سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ [۴]

اِنَّا جَعَلۡنَا فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ اَغۡلٰلًا فَهِىَ اِلَى الۡاَذۡقَانِ فَهُمۡ مُّقۡمَحُوۡنَ ۝

۸۔ بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں، پس وہ ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں اس لئے ان کے سر اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں۔ [۵]

وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ سَدًّا وَّ مِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَيۡنٰهُمۡ فَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ ۝

۹۔ اور ہم نے ایک دیوار ان کے آگے اور ایک دیوار ان کے پیچھے بنا دی ہے اور ہم نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے، سو وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ [۶]

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی صداقت کے لئے آسمان و زمین کی قسم کھائی اور فرمایا: بے شک یہ قرآن فیصلہ کن کلام ہے۔ (قرآن: ۸۶: ۱۳) اور اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی صداقت کے لئے قرآن حکیم کی قسم کھائی اور فرمایا: بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔

[۳] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر قرآن حکیم اس لئے نازل فرمایا تاکہ آپ اس قوم کو ڈر سنائیں جن کے پاس عرصہ دراز سے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اس قوم سے مراد اہل مکہ اور عرب والے ہیں کیونکہ ان کے پاس اگرچہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے علماء تو آتے رہے ہوں گے مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ان کے پاس براہ راست کوئی نبی نہیں آیا، اس لئے وہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات بھلا چکے تھے۔ نبی کریم ﷺ اگرچہ تمام دنیا کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے مگر ان کے ابتدائی مخاطبین چونکہ اپنے رشتہ دار اور اہل مکہ تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تبلیغ کی ابتدا اپنی قوم سے کریں۔

[۴] اہل مکہ اپنے باپ دادا کی تقلید اور شرک میں اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے، ان کے اس دانستہ انکار اور تعصب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

[۵] جس طرح کسی انسان کی گردن کو دو ہاتھوں سے ٹھوڑی تک دبوچ لیا جائے تو اس کا سر نیچے نہیں جھک سکتا اسی طرح اہل مکہ کی گردنوں کو شرک نے اس قدر جکڑ رکھا ہے کہ اب وہ اسلام کے سامنے جھک نہیں سکتے۔

[۶] دراصل شیطان نے ان کے ذہن و ضمیر کے اردگرد نفسانی خواہشات کی ایسی رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں کہ انہیں اسلام کا نور

Marfat.com

وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ اوران کے لئے برابر ہے خواہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ آپ تو صرف اسی شخص کو ڈر سناتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرتا ہے اور بن دیکھے (خدائے) رحمٰن سے ڈرتا ہے، پس آپ اس شخص کو مغفرت اور باوقار اجر کی خوش خبری سنادیں۔[۷]

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۗ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ع

۱۲۔ بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم (ان اعمال کو) لکھتے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں اور (وہ اعمال بھی لکھتے ہیں) جن کے اثرات انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں، اور ہر چیز کا ہم نے ایک واضح کتاب میں احاطہ کر رکھا ہے۔[۸]

دکھائی ہی نہیں دیتا تو ایسے عقل کے اندھوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا یا نہ ڈرانا یکساں ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ان چاروں آیات (۷ تا ۱۰) کی مزید تفسیر کے لئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۷ کا حاشیہ نمبر ۱۰ ملاحظہ کریں۔

اس آیت کے حوالے سے علامہ نورالدین حلبی شافعی لکھتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کرنے لگے تو اس رات مکہ کے سات نوجوان تلواریں لے کر نبی کریم ﷺ کے دروازے پر کھڑے تھے تاکہ جونہی نبی کریم ﷺ گھر سے باہر نکلیں تو انہیں شہید کر دیا جائے۔ چنانچہ جب نبی کریم ﷺ باہر نکلے تو آپ ﷺ نے اپنی مٹھی مبارک میں مٹی اٹھائی اور سورہ یاسین کی ابتدائی نو آیات پڑھ کر ان نوجوانوں کے سروں پر پھینک دی، پھر آپ ﷺ ان کے درمیان سے گزر گئے لیکن وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ سکے۔ (السیرة الحلبیة: جلد ۲: ص ۳۷)

[۷] نبی کریم ﷺ تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہیں لیکن اس نصیحت سے فائدہ صرف وہی شخص اٹھاتا ہے جو آج بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے ورنہ قیامت کے دن تو سب کافر بھی اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے، لہٰذا میرے پیارے نبی ﷺ! جو شخص بن دیکھے مجھ سے ڈرتا ہے اور سچے دل سے توبہ کرتا ہے آپ اسے خوش خبری سنادیں کہ اس دنیا میں اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور آخرت میں اسے بہترین اجر دیا جائے گا۔

[۸] یعنی قیامت کے دن ہم مردوں کو ضرور زندہ کریں گے اور ان کی نیکیوں اور برائیوں کے مطابق انہیں جزا اور سزا دیں گے، اس لئے ہمارے فرشتے ان تمام اچھے یا برے اعمال کو نوٹ کر رہے ہیں جن کو لوگ اپنی زندگی میں آخرت کے لئے بھیجتے ہیں

Marfat.com

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا اَصۡحٰبَ الۡقَرۡيَةِ ۘ اِذۡ جَآءَهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ ۚ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور آپ ان کے لئے بستی والوں کی مثال بیان کریں جب ان کے پاس (ہمارے) رسول آئے۔

اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ اثۡنَيۡنِ فَكَذَّبُوۡهُمَا فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ جب ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا، پھر ہم نے ایک تیسرے رسول کے ذریعہ (ان کی) تائید کی تو پھر ان تینوں نے کہا: بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔[۹]

قَالُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ۙ وَمَاۤ اَنۡزَلَ الرَّحۡمٰنُ مِنۡ شَىۡءٍ ۙ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَكۡذِبُوۡنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ بستی والوں نے کہا: تم تو صرف ہماری طرح بشر ہو اور (خدائے) رحمٰن نے کچھ بھی نازل نہیں کیا تم محض جھوٹ بولتے ہو۔[۱۰]

اور ان کو بھی نوٹ کر رہے ہیں جن کو لوگ مرنے کے بعد دنیا میں چھوڑ جاتے ہیں، مثلاً اگر کسی نے ہسپتال، مسجد، مدرسہ، تصنیف، شاگرد یا نیک اولاد وغیرہ چھوڑی تو یہ نیکیاں اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے نامہ اعمال میں درج ہوتی رہیں گی اور اگر کسی نے بدکاری کا اڈہ، شراب خانہ یا جوا خانہ وغیرہ چھوڑا تو یہ برائیاں اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے نامہ اعمال میں درج ہوتی رہیں گی۔ الغرض انسان کی ہر نیکی اور ہر برائی ایک واضح کتاب یعنی اس کے اعمال نامہ میں درج ہو رہی ہے۔
(صفوۃ التفاسیر)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے ثواب کے برابر اس کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ (کیونکہ اس نیکی کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور نیک کام کرنے والوں کی نیکیوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس کسی نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے گناہ کے برابر اس کو بھی گناہ ملتا رہے گا (کیونکہ اس برائی کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور گناہ کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (مسلم: ۶۸۰۰: کتاب العلم: باب ۶)

[۹] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ کو اس بستی والوں کا قصہ سنائیں جنہوں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا تو ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو بستی والوں کا قصہ سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف دو رسول بھیجے۔ جب بستی والوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کے لئے تیسرا رسول بھیجا اور ان تینوں نے بستی والوں کو کہا: ہم خود نہیں آئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر وحی نازل فرمائی ہے اور اس نے ہمیں تمہاری طرف بھیجا ہے۔

[۱۰] بستی والوں نے کہا: تم رسول نہیں ہو سکتے کیونکہ تم تو ہماری طرح بشر ہو اور اگر اللہ تعالیٰ نے بشر ہی کو رسول بنانا تھا تو اس نے

Marfat.com

قَالُوۡا رَبُّنَا يَعۡلَمُ اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ لَمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ رسولوں نے فرمایا: ہمارا رب خوب جانتا ہے، بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

وَمَا عَلَيۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔[۱۱]

قَالُوۡۤا اِنَّا تَطَيَّرۡنَا بِكُمۡ‌ۚ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهُوۡا لَنَرۡجُمَنَّكُمۡ وَلَيَمَسَّنَّكُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ بستی والوں نے کہا: ہم تو تمہیں (اپنے لئے) بدفال سمجھتے ہیں، اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔[۱۲]

قَالُوۡا طَآئِرُكُمۡ مَّعَكُمۡ‌ؕ اَئِنۡ ذُكِّرۡتُمۡ‌ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ رسولوں نے فرمایا: تمہاری بدفالی تمہارے ساتھ ہے، اگر تمہیں نصیحت کی جائے (تو تم اس کو بدفالی سمجھتے ہو)، دراصل تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔[۱۳]

وَجَآءَ مِنۡ اَقۡصَا الۡمَدِيۡنَةِ رَجُلٌ يَّسۡعٰى قَالَ يٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور شہر کے آخری کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے میری قوم! تم (اپنے ان)

ہمیں رسول کیوں نہیں بنایا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تم پر کچھ نازل نہیں کیا، تم جھوٹ بولتے ہو اور اپنی طرف سے باتیں بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہو۔

[۱۱] رسولوں نے فرمایا: ہمیں اللہ تعالیٰ نے ہی بھیجا ہے اور ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچا دیں اور وہ ہم نے پہنچا دیا ہے۔ اب تمہارا اس پر ایمان لانا یا نہ لانا ہماری ذمہ داری نہیں ہے، جب تم اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو وہ خود تم سے باز پرس کر لے گا۔

[۱۲] بستی والوں نے کہا: تمہارا آنا ہمارے لئے منحوس ثابت ہوا ہے کیونکہ تمہارے آنے سے ایک تو ہمارے اندر انتشار اور بے چینی پیدا ہو گئی ہے اور دوسرا قحط سالی اور تنگدستی نے ہمیں گھیر لیا ہے، لہٰذا ہم تمہیں وارننگ دیتے ہیں کہ تم اپنی دعوت سے باز آجاؤ ورنہ ہم تمہیں پکڑ کر پہلے دردناک عذاب دیں گے اور پھر سنگسار کر کے تمہارا نام ونشان مٹا دیں گے۔

[۱۳] رسولوں نے فرمایا: تمہاری نحوست دراصل تمہارے کرتوتوں کا وبال ہے۔ ہم تمہیں نیکی کی نصیحت کرتے ہیں مگر تم اسے بدفالی خیال کرتے ہو اور ہمیں سنگسار کرنے کی دھمکیاں دیتے ہو۔ یہ تمہارا بہت بڑا ظلم اور حد سے تجاوز ہے۔

Marfat.com

رسولوں کی پیروی کرو۔[۱۴]

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ تم پیروی کرو ان لوگوں کی جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

وَمَا لِیَ لَاۤ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔[۱۵]

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّ لَا یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ کیا میں اس (اللہ تعالیٰ) کو چھوڑ کر ان کو معبود بنا لوں کہ اگر خدائے رحمٰن مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گی اور نہ وہ مجھے بچا سکیں گے۔[۱۶]

اِنِّیْۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ پھر تو میں یقیناً کھلی گمراہی میں ہوں گا۔

اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ بے شک میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں، سو تم میرا اعلان سن لو۔

---

[۱۴] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بستی والوں نے جب ان رسولوں کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو شہر کے آخری کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا تاکہ ان رسولوں کی مدد کرے۔ (تفسیر ابن کثیر) اس کا نام حبیب بتایا جاتا ہے اور اس نے اپنی قوم کو کہا: یہ رسول ہدایت یافتہ ہیں اور تم سے تبلیغ کا کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگتے، لہٰذا تم ان کو شہید نہ کرو بلکہ ان کی پیروی کرو۔

[۱۵] قتادہ بیان کرتے ہیں کہ بستی والوں نے حبیب نجار سے پوچھا: کیا تم بھی ان رسولوں کے دین پر ہو؟ اس نے جواب دیا: آخر مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے بلکہ میں تمہیں بھی نصیحت کرتا ہوں کہ تم بھی اس کی عبادت کرو کیونکہ ایک دن تم سب کو اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا۔

[۱۶] حبیب نجار نے مزید کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کروں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کسی مصیبت میں مبتلا کر دے تو ان میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ مجھے اس کی گرفت سے آزاد کرا سکیں۔ اس علم کے باوجود اگر میں اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لاؤں تو پھر میں یقیناً کھلی گمراہی میں ہوں گا، لہٰذا میرا اعلان غور سے سن لو! میں اس رب پر ایمان لے آیا ہوں جو نہ صرف میرا اور ان رسولوں کا رب ہے بلکہ تم سب کا رب ہے۔

Marfat.com

قِيۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيۡتَ قَوۡمِیۡ يَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اسے کہا گیا: جنت میں داخل ہو جا، اس نے کہا: کاش! میری قوم بھی جان لیتی۔ [۱۷]

بِمَا غَفَرَ لِیۡ رَبِّیۡ وَجَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُكۡرَمِيۡنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے باعزت لوگوں میں شامل کر دیا ہے۔

وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰى قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنۡزِلِيۡنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور ہم نے اس (کی شہادت) کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔

اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ وہ تو صرف ایک زبردست چیخ تھی جس سے وہ اچانک بجھ کر رہ گئے۔ [۱۸]

---

[۱۷] حبیب نجار نے جب ایمان کا اعلان کیا تو ساری قوم ان پر ٹوٹ پڑی اور پتھر مار مار کر انہیں شہید کر دیا۔ شہداء کی ارواح کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ روز محشر سے پہلے جنت میں داخل ہوتی ہیں۔ چنانچہ جب حبیب نجار کی روح جنت میں پہنچی تو اپنی قوم کی خیر خواہی کے جذبے سے پکار اٹھی: کاش! میری قوم کو معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے زمانہ کفر کی ساری خطائیں بخش دی ہیں اور معزز لوگوں کے ساتھ مجھے جنت میں داخل فرمایا ہے، تاکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہوں۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا:

برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

امام قشیری بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اس نے اپنی زندگی میں بھی اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور مرنے کے بعد بھی اپنی قوم کی خیر خواہی کی۔ (تفسیر قرطبی)

[۱۸] حبیب نجار کی شہادت کے بعد اس سرکش قوم کو ہلاک کرنے کے لئے آسمان سے فرشتوں کا لشکر نازل نہیں کیا گیا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت تھی بلکہ ایک فرشتہ کی ایک سخت چیخ نے ہی انہیں بجھی ہوئی آگ کی طرح خاکستر کر دیا۔

پہلی قوموں کو اللہ تعالیٰ نے عام طور پر ایک ہی فرشتہ کے ذریعہ ہلاک کیا اور قیامت کے قریب ساری کائنات کو فنا کرنے کے لئے بھی صرف ایک فرشتہ یعنی اسرافیل کا صور ہی کافی ہوگا مگر غزوہ بدر اور غزوہ خندق میں آسمان سے ہزاروں فرشتے نازل کئے گئے۔ یہ نبی کریم ﷺ کا اعزاز اور خصوصی امتیاز ہے کہ آپ کی امت کی تسکین کے لئے آسمان سے فرشتے نازل کئے گئے۔

Marfat.com

يٰحَسۡرَةً عَلَى الۡعِبَادِ ۚ مَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ ہائے افسوس ان بندوں پر! جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آتا تو وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔

اَلَمۡ يَرَوۡا كَمۡ اَهۡلَـكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ اَنَّهُمۡ اِلَيۡهِمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا تھا جو اب ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گی۔[۱۹]

وَاِنۡ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور وہ سب ہمارے ہی سامنے پیش کئے جائیں گے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الۡاَرۡضُ الۡمَيۡتَةُ ۖۚ اَحۡيَيۡنٰهَا وَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهَا حَبًّا فَمِنۡهُ يَاۡكُلُوۡنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور ان کے لئے ایک نشانی مُردہ (خشک) زمین ہے جس کو ہم نے زندہ (سرسبز و شاداب) کیا اور ہم نے اس سے غلہ نکالا جس سے وہ کھاتے ہیں۔[۲۰]

وَجَعَلۡنَا فِيۡهَا جَنّٰتٍ مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ وَّفَجَّرۡنَا فِيۡهَا مِنَ الۡعُيُوۡنِ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور ہم نے زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات بنائے اور اس میں ہم نے کچھ چشمے بھی جاری کئے۔

---

[۱۹] اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے تھے اور انہیں جنت کا راستہ دکھاتے تھے مگر بہت افسوس ہے ان لوگوں پر جنہوں نے اپنے ان خیر خواہ رسولوں کی قدر نہیں کی اور ان کا مذاق اڑایا۔ کیا اہل مکہ نہیں جانتے کہ ان سے پہلے جن قوموں نے انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کی انہیں ہلاک کر دیا گیا اور پھر وہ دنیا میں واپس نہیں آئے، البتہ قیامت کے دن پہلے اور بعد میں آنے والے سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور سب سے ان کے اعمال کے متعلق باز پرس ہوگی، لہٰذا اہل مکہ کو بستی والوں کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور نبی کریم ﷺ کی مخالفت ترک کر کے آپ ﷺ کی اطاعت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

[۲۰] منکرین قیامت کو یہ مثال کئی بار سنائی گئی ہے کیونکہ یہ ایسی مثال ہے جس کا عام طور پر سب کو مشاہدہ ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ بارش کے ذریعہ زمین میں ایک قسم کی زندگی پیدا کر دیتا ہے کہ جس میں پہلے سبزہ کا نام و نشان نہیں ہوتا اور ہر طرف خاک اڑ رہی ہوتی ہے وہاں بارش کے بعد غلہ اگنا شروع ہو جاتا ہے جس کو تم کھاتے ہو، اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردہ انسان بھی زندہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

روٹی کی تعظیم

☆ حضرت ابو سکینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روٹی کی تعظیم کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت

Marfat.com

لِيَأْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ تاکہ لوگ اس کے پھل کھائیں اور اس کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، پھر بھی کیا وہ شکر ادا نہیں کرتے۔ [۲۱]

سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا (نر اور مادہ) پیدا فرمایا، جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں کو بھی اور ان چیزوں کو بھی جنہیں وہ ابھی نہیں جانتے۔ [۲۲]

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور ان کے لئے ایک نشانی رات بھی ہے، ہم اس سے دن کو اتار لیتے ہیں تو یکایک وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ [۲۳]

دی ہے، لہٰذا جو شخص روٹی کی تعظیم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عزت عطا فرمائے گا۔

(الجامع الصغیر: امام جلال الدین سیوطی: حدیث نمبر ۱۴۲۴: ص ۸۸)

☆ حضرت عبداللہ بن ام حرام ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روٹی کی تعظیم کرو کیونکہ یہ زمین و آسمان کی برکتوں میں سے ہے، جس نے دسترخوان سے گرنے والا روٹی کا ٹکڑا کھا لیا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا۔

(الجامع الصغیر: امام جلال الدین سیوطی: حدیث نمبر ۱۴۲۶: ص ۸۸)

[۲۱] غلہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر باغات بھی بنائے جن سے تم رنگا رنگ پھل کھاتے ہو اور بارش کے علاوہ بعض جگہوں پر چشمے بھی جاری کئے۔ یہ زمین، بارش اور چشمے جن پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جس کو انسان کے ہاتھوں نے بنایا ہو۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے لیکن پھر بھی لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے، یہ کتنی بڑی ناقدری اور ناشکری ہے۔

[۲۲] انسان اور دیگر جانوروں میں نر اور مادہ کے جوڑوں کا وجود تو ایک عام حقیقت ہے جس کو زمانہ قدیم سے ہر شخص جانتا ہے اور نباتات میں نر اور مادہ کا انکشاف انیسویں صدی کی تحقیق ہے لیکن قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ اعلان کیا کہ نباتات میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں اور ان کے عمل تلقیح سے بیج اور پھل بنتے ہیں۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ قرآن مجید انسانی کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کیونکہ نزول قرآن کے وقت کسی کو علم نہیں تھا کہ نباتات میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ بلکہ قرآن حکیم نے تو ایسے جوڑوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کا ابھی لوگوں کو علم نہیں ہے۔ عمل تلقیح کی مزید تفصیل کے لئے سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۳ کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ کریں۔

[۲۳] اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہماری یہ فضا اصل میں تاریک ہے، جب سورج چمکتا ہے تو یہ فضا روشن ہو جاتی ہے اور جونہی

Marfat.com

وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور سورج اپنی مقرر شدہ منزل کی طرف چلتا رہتا ہے، یہ بہت غالب (اور) بہت علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے۔ [۲۴]

سورج غائب ہوتا ہے تو یہ فضا اپنی اصل یعنی اندھیرے کی طرف لوٹ آتی ہے۔

اس میں منکرین قیامت کے لئے ایک دلیل یہ ہے کہ انسان جب رات کو سوتا ہے تو مردہ کی طرح اپنے ماحول سے بے خبر ہوتا ہے جیسے رات نے اس پر موت طاری کر دی ہے اور جب دن کو اٹھتا ہے تو زندہ کی طرح اپنے ماحول سے باخبر ہوتا ہے جیسے دن نے اس میں زندگی لوٹا دی ہے، تو جس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو رات اور دن کے ذریعہ موت وحیات کے مشابہ ایک عارضی کیفیت سے گزارتا ہے اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ایک دفعہ انسان کو مکمل مردہ کر دے اور پھر ہمیشہ کے لئے دوبارہ زندہ کر دے۔

[۲۴] اللہ تعالیٰ نے سورج کے لئے جو حدود اور اوقات مقرر کر دیئے ہیں وہ ان میں ذرہ بھر کی بیشی نہیں کر سکتا حالانکہ اگر سورج کسی وقت اپنے مدار سے نکل کر چاند سے ٹکرا جائے تو یہ ساری کائنات تباہ ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ نے سورج کو اپنے مدار کے اندر ہی پابند کر دیا ہے تاکہ نظام کائنات میں کوئی خلل پیدا نہ ہو۔ اب ہزار ہا سال سے سورج اس نظم وضبط کا پابند ہے اور قیامت تک پابند رہے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت کی ایک عظیم دلیل ہے۔

اس آیت کا مفہوم بالکل واضح ہے، اس میں کوئی شبہ اور اشکال نہیں ہے، البتہ اس آیت کے حوالہ سے بخاری ومسلم وغیرہ میں جو حدیث بیان کی گئی ہے اس میں چند اشکالات ہیں، لہٰذا پہلے آپ اس حدیث پاک کو ملاحظہ کریں پھر میں اس کے اشکالات دور کرنے کی کوشش کروں گا:

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج (غروب ہونے کے بعد) کہاں جاتا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے جب وہ اپنی مقررہ منزل تک پہنچتا ہے تو سجدہ کرتا ہے اور اسی حالت میں رہتا ہے یہاں تک کہ اسے کہا جاتا ہے: بلند ہو اور جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ جا، پس وہ لوٹ جاتا ہے اور اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے، پھر سورج (حسب سابق) چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے جب وہ اپنی مقررہ منزل تک پہنچتا ہے تو سجدہ کرتا ہے اور اسی حالت میں رہتا ہے یہاں تک کہ اسے کہا جاتا ہے: بلند ہو اور جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ جا، پس وہ لوٹ جاتا ہے اور اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے، پھر یہ معمول جاری رہے گا اور لوگ اس میں کچھ فرق محسوس نہیں کریں گے یہاں تک کہ ایک دن جب سورج عرش کے نیچے اپنی مقررہ منزل تک پہنچے گا تو اسے کہا جائے گا: بلند ہو اور اپنے مغرب سے طلوع ہو، تو اس صبح کو سورج اپنے مغرب سے طلوع ہوگا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ کون سا دن ہوگا؟ یہ وہ دن ہوگا جس دن کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان کے ساتھ کوئی نیکی

Marfat.com

نہ کرلی تھی۔ (مسلم:۳۹۹:کتاب الایمان:باب ۷۲، بخاری:۳۱۹۹:کتاب بدء الخلق:ب ۴)

اس حدیث پاک کا ظاہری مفہوم کچھ اس طرح سمجھ آتا ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد عرش کے نیچے چلا جاتا ہے، وہاں جا کر سجدہ کرتا ہے (اور رات وہیں گزارتا ہے) پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے واپس آ کر اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے۔

پہلا اشکال

اس حدیث میں پہلا اشکال یہ ہے کہ عرش آسمانوں سے اوپر ہے اور سورج آسمانوں سے نیچے فلک میں ہے۔ اگر سورج آسمانوں سے اوپر چلا جائے تو ظاہر ہے اس وقت سورج اس دنیا سے غائب ہوگا اور ساری دنیا میں رات ہوگی حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا بلکہ دنیا میں ہر وقت کہیں نہ کہیں سورج موجود ہوتا ہے۔

اس اشکال کی ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش آسمانوں سے اوپر ہے اور وہ اتنا بڑا ہے کہ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ (قرآن:۲:۲۵۵) لہٰذا جس طرح زمین و آسمان عرش کے نیچے ہیں اسی طرح سورج کہیں بھی ہو وہ ہر وقت عرش کے نیچے ہی ہے اور اسے اپنے مدار کو چھوڑ کر آسمانوں سے اوپر جانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ جہاں بھی سجدہ کرے گا وہ عرش کے نیچے ہی ہوگا۔

دوسرا اشکال

اگر سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ ریز ہو جائے تو اس کی گردش منقطع ہو جائے گی حالانکہ ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ سورج جب ایک ملک میں غروب ہوتا ہے تو عین اسی وقت وہ کسی اور ملک میں طلوع ہوتا ہے، لہٰذا غروب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سورج ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے مگر اس کی گردش جاری رہتی ہے، جیسا کہ علامہ صابونی نے اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی لکھی ہے کہ اس آیت میں مقرر شدہ منزل سے مراد قیامت ہے یعنی سورج مسلسل گردش کرتا رہے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن سورج کی گردش منقطع ہو جائے گی (اور وہ ساکن ہو کر پھر مغرب سے طلوع ہوگا) اور اس طرح یہ دنیا اپنے اختتام کو پہنچ جائے گی۔ (صفوۃ التفاسیر) اور سائنس کی جدید تحقیق بھی یہی ہے کہ سورج ایک سو چالیس میل فی سیکنڈ کے حساب سے گول مدار میں حرکت کر رہا ہے۔

The Sun, which is located relatively far from the nucleus, moves at an estimated speed of about 225 kilometres per second (140 miles per second) in a nearly circular orbit. (Encyclopedia Britannica : Edition 15 : Volume 8 : page 131 : Milky Way Galaxy)

اس اشکال کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ سورج کا سجدہ ایسا نہیں ہے جیسے ہم اپنے سارے کام چھوڑ کر مسجد میں جا کر سجدہ کرتے ہیں بلکہ اس کا سجدہ اس کے حال کے مطابق ہوتا ہے اور اس کو اپنی گردش چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ پہاڑ

Marfat.com

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿٣٩﴾

۳۹۔ اور ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔[۲۵]

اور درخت بھی سجدہ کرتے ہیں مگر ہم نے انہیں کبھی اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جاتے نہیں دیکھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے بھی۔ (قرآن: ۲۲:۱۸) اس سے معلوم ہوا کہ سب چیزیں اپنے اپنے انداز کے مطابق اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں، یعنی جو چیزیں ہمیشہ ساکن ہیں وہ حالت سکون میں سجدہ کرتی ہیں اور جو چیزیں ہمیشہ متحرک ہیں وہ حالت حرکت میں سجدہ کرتی ہیں۔

تیسرا اشکال

تیسرا اشکال یہ ہے کہ سورج کا اپنی منزل تک پہنچنا، وہاں سجدہ کرنا، پھر اس کا واپس آنا اور اپنے مطلع سے طلوع ہونا، اس کا کیا مطلب ہے؟

اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ سورج ہر سیکنڈ میں ایک نئی منزل پر پہنچتا ہے جو پہلی منزل سے ۱۴۰ میل دور ہے کیونکہ سورج ایک سیکنڈ میں ۱۴۰ میل کا سفر طے کرتا ہے۔ چنانچہ ہر نئی منزل پر سورج اپنے حال کے مطابق سجدۂ شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک منزل کا سفر مکمل کر لیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ اسے حکم دیتا ہے کہ سجدہ سے اٹھو، اپنی مقرر شدہ گردش کی طرف لوٹ جاؤ اور اگلی منزل کی طرف طلوع کرو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ سورج نے اپنی حرکت اور اپنی منزل کی راہ چھوڑ کر کہیں علیحدہ جا کر سجدہ کیا ہے اور وہاں سے اسے واپس لوٹ کر دوبارہ طلوع ہونے کا حکم ہو رہا ہے بلکہ سورج اپنی گردش کے دوران ہی ہر لحہ سجدہ کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے کہ مجھے اپنی گردش جاری رکھنی ہے یا قیامت کا وقت تو نہیں آ گیا کہ جب مجھے گردش منقطع کر کے واپس طلوع ہونا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ اسے حکم دیتا ہے کہ تم اپنی گردش حسب دستور جاری رکھو کیونکہ ابھی قیامت کا وقت نہیں آیا۔ چنانچہ سورج مسلسل گردش میں مصروف ہے یہاں تک کہ ایک دن آئے گا جب اس کی حرکت منقطع ہو جائے گی اور وہ مغرب سے طلوع ہوگا اور وہ قیامت کا دن ہوگا۔

☆ الغرض اس حدیث کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ سورج مسلسل گردش کر رہا ہے، اس کا مدار عرش کے نیچے ہے، وہ ہر لحہ اپنے حال کے مطابق اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے اور اجازت لے کر اگلے لحہ کا سفر جاری کرتا ہے حتیٰ کہ جب قیامت آئے گی تو سورج کی گردش منقطع ہو جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مغرب سے طلوع ہوگا۔

[۲۵] چاند کی ۲۸ منزلیں ہیں اور وہ روزانہ ایک منزل کی مسافت طے کرتا ہے۔ پہلی منزلوں میں وہ چھوٹا اور باریک نظر آتا ہے، پھر بتدریج بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ چودھویں رات کو مکمل نظر آتا ہے، اس کے بعد پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے اور آخری منزل میں پھر ابتدائی شکل کی طرف لوٹ آتا ہے اور باریک سا دکھائی دیتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی ہو جو سوکھ کر ٹیڑھی ہو جاتی

Marfat.com

لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝

۴۰۔ نہ سورج کی یہ مجال کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے، اور سب (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہے ہیں۔[۲۶]

وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝

۴۱۔ اور ان کے لئے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو ایک بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔[۲۷]

ہے۔آخری منزل کے بعد ایک یا دو دن چاند نظر نہیں آتا اور پھر ہلال بن کر طلوع ہوتا ہے۔ چاند کی ان منازل کا فائدہ یہ ہے کہ لوگ ان سے اپنے دنوں، مہینوں اور سالوں کا حساب کرتے ہیں اور اپنی مخصوص عبادات یعنی رمضان اور حج وغیرہ کا تعین کرتے ہیں۔

[۲۶] سورج، چاند اور ستارے سب فلک میں مصروف گردش ہیں۔ان میں سے کوئی بھی اپنی حد اور رفتار سے تجاوز نہیں کرتا۔اسی لئے نہ رات میں یہ طاقت ہے کہ وہ دن کے وقت میں آجائے اور نہ ہی سورج کی یہ مجال ہے کہ وہ اپنے مدار سے نکل کر چاند سے جا ٹکرائے، لیکن ایک دن ضرور آئے گا جب سورج اور چاند جمع ہو جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (ایک دن) سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے۔ (قرآن: ۷۵:۹) اس دن نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا، اس زمین پر انسانی زندگی ختم ہو جائے گی اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ (صفوۃ التفاسیر)

فلک کیا ہے؟

اکثر مفسرین کے نزدیک فلک اور آسمان دو مختلف چیزیں ہیں۔آسمان اوپر ہیں اور افلاک نیچے ہیں، جیسا کہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: فلک ایک موج کا نام ہے جسے اس کے طبقہ میں روک دیا گیا ہے اور وہ آسمان کے نیچے ہے اور شمس و قمر اسی میں گردش کر رہے ہیں، اور ضحاک کا قول یہ ہے کہ فلک کسی ایسی چیز کا نام نہیں جس کا کوئی جسم ہو بلکہ جہاں یہ سیارے گردش کرتے ہیں ان کے مدار کا نام فلک ہے۔ (تفسیر روح المعانی: سورۃ الأنبیاء (۲۱): زیر آیت نمبر ۳۳)

[۲۷] اس آیت میں کشتی سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے جو سامان اور انسانوں سے بھری ہوئی تھی اور ان کے بعد قیامت تک آنے والی نسل انسانی صرف انہی لوگوں کی اولاد ہے جو اس کشتی میں سوار تھے کیونکہ باقی سارے انسان اس طوفان میں غرق ہو گئے تھے۔یہ کشتی نسل انسانی پر رحمت خداوندی کی ایک نشانی ہے۔اگر اللہ تعالیٰ اس کشتی والوں کو نہ بچاتا تو آج دنیا میں کوئی انسان نہ ہوتا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کشتی بنانے کا فن سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو سکھایا، پھر نسل انسانی نے اس فن میں خوب ترقی کی، پہلے بادبانی اور دخانی کشتیاں بنائیں اور پھر بڑے بڑے جہاز وجود میں آگئے جن پر انسان

Marfat.com

وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور ہم نے ان کے لئے اس کشتی کی مانند اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔

وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں، پھر نہ ان کے لئے کوئی فریادرس ہوگا اور نہ وہ بچائے جاسکیں گے۔ [۲۸]

اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ سوائے اس کے کہ ہم ان پر رحمت فرمائیں اور ایک مقررہ مدت تک فائدہ اٹھانے دیں۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس (عذاب) سے ڈرو جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ [۲۹]

وَ مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور جب بھی ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ [۳۰]

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ

۴۷۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس میں سے خرچ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے تو کافر لوگ ایمان

بھی سوار ہوتے ہیں اور ان کے ذریعہ تجارتی سامان بھی دوسری جگہوں پر منتقل کیا جاتا ہے۔

[۲۸] اگر اللہ تعالیٰ سب کشتیوں اور بحری جہازوں کو غرق کرنا چاہے تو اس میں سوار لوگوں کو کوئی نہیں بچا سکتا مگر یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ وہ لوگوں کو غرق نہیں کرتا بلکہ ان پر رحم فرماتا ہے تاکہ وہ وقت مقررتک اپنی زندگی سے لطف اندوز ہوسکیں۔

[۲۹] کفار کو جب کہا جاتا ہے کہ تم عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے اسی دنیا میں آسکتا ہے جیسے پہلی قوموں پر آیا تھا اور اس عذاب سے بھی ڈرو جو تمہارے مرنے کے بعد آخرت میں آئے گا تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔

[۳۰] کفار مکہ اتنے متعصب اور ہٹ دھرم ہیں کہ جب بھی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم آتا ہے اور اس کا پیارا نبی ﷺ کوئی معجزہ دکھاتا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ اس میں غور وفکر کرنے کے بعد کوئی رائے قائم کریں وہ پہلے ہی اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

Marfat.com

مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

والوں سے کہتے ہیں: کیا ہم اس (غریب) شخص کو کھلائیں جس کو اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود ہی کھلا دیتا، تم تو صرف کھلی گمراہی میں ہو۔[۳۱]

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

۴۸۔ اور وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہو گا؟

مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۝

۴۹۔ وہ تو صرف ایک سخت چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جو انہیں (اچانک) آ پکڑے گی جب وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔[۳۲]

---

[۳۱] جب کفار مکہ کو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو مال و دولت عطا فرمایا ہے اس میں سے غریبوں کی بھی مدد کیا کرو تو وہ بڑے تکبر سے کہتے: ہم ان غریبوں کو کیوں کھلائیں جن کو اللہ تعالیٰ نہیں کھلاتا۔ اگر ان میں کوئی اہلیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں غریب کیوں بناتا، لہٰذا ہم بھی ان کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا ہے۔ دراصل یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا آزمائش کے لئے بنائی ہے اور اس نے امیر اور غریب اس لئے بنائے ہیں تاکہ امیر لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے خرچ کر کے اس کا شکر ادا کریں اور غریب لوگ اپنی غربت پر صبر کریں۔

[۳۲] کفار کہتے تھے کہ آخر وہ قیامت کب آئے گی جس کے عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ اس آیت میں انہیں جواب دیا گیا ہے: تم لوگ اپنے معمول کے کاروبار اور بحث و تکرار میں مصروف ہو گے کہ اچانک حضرت اسرافیل علیہ السلام پہلی بار صور پھونکیں گے تو تمہیں اتنی مہلت بھی نہیں ملے گی کہ تم کسی کو کوئی وصیت کر سکو یا واپس اپنے گھر ہی جا سکو بلکہ تمام لوگ جہاں ہوں گے وہیں فنا ہو جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس حال میں قائم ہو جائے گی کہ دو آدمیوں نے خرید و فروخت کے لئے کپڑے پھیلا رکھے ہوں گے اور ابھی انہوں نے کپڑے لپیٹے نہیں ہوں گے کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ اسی طرح ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ کر جا رہا ہو گا اور ابھی اس نے پیا نہیں ہو گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی، اور ایک آدمی اپنے حوض کو ٹھیک کر رہا ہو گا اور ابھی اس نے اپنے حوض سے پانی نہیں پیا ہو گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی اور ایک آدمی اپنا لقمہ اٹھا کر اپنے منہ میں رکھے گا اور اس کو کھانے سے پہلے قیامت برپا ہو جائے گی۔

(بخاری: ۶۵۰۶: کتاب الرقاق: باب ۴۰)

Marfat.com

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَّلَآ إِلَىٰٓ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾ ع ۱۸

۵۰۔ پھر وہ اس وقت نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں گے۔

وَنُفِخَ فِى ٱلصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ ٱلْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿٥١﴾

۵۱۔ اور (دوبارہ جب) صور پھونکا جائے گا تو وہ فوراً قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ [۳۳]

قَالُوا۟ يَٰوَيْلَنَا مَنۢ بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۜ هَٰذَا مَا وَعَدَ ٱلرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ ٱلْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾

۵۲۔ وہ کہیں گے: ہائے ہماری بدبختی! ہمیں کس نے ہماری خوابگاہ سے اٹھا دیا؟ [۳۴] یہ وہی ہے جس کا وعدہ خدائے رحمٰن نے کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا۔ [۳۵]

---

[۳۳] حضرت اسرافیل علیہ السلام جب پہلی بار صور پھونکیں گے تو قیامت برپا ہو جائے گی اور سب لوگ فنا ہو جائیں گے، البتہ انسان کی ریڑھ کی ہڈی کا رائی برابر ایک چھوٹا سا حصہ باقی رہ جائے گا جس سے قیامت کے دن انسان کو دوبارہ بنایا جائے گا۔
(بخاری ومسلم: سورہ فاطر (۳۵) کی آیت نمبر ۹ کا حاشیہ نمبر ۸ ملاحظہ کریں)

پھر چالیس سال کے بعد جب حضرت اسرافیل علیہ السلام دوسری بار صور پھونکیں گے تو جو جہاں مدفون ہوگا وہیں کھڑا ہو جائے گا۔ اگرچہ جسم فنا ہو چکے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ ریڑھ کی ہڈی کے باقی ماندہ حصے سے انسانوں کو دوبارہ زندہ کر دے گا، پھر جب وہ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیرانگی سے دیکھ رہے ہوں گے تو فرشتے ان کو تیزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں لے جائیں گے۔ علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ پہلی بار صور پھونکنے اور دوسری بار کے درمیان چالیس سال کا عرصہ ہوگا۔
(تفسیر قرطبی)

[۳۴] کفار جب قبروں سے اٹھیں گے اور میدان حشر کی ہولناکیاں دیکھیں گے تو کہیں گے: ہائے ہماری بدبختی! ہمیں کس نے ہماری خواب گاہوں سے اٹھا دیا؟ اس آیت سے بظاہر عذاب قبر کی نفی ہوتی ہے جیسا کہ وہ قبروں میں بے فکر سوئے ہوئے تھے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: کفار جب جہنم اور اس کا عذاب دیکھیں گے تو اس کے مقابلہ میں عذاب قبر انہیں بہت کم اور آسان معلوم ہوگا اور وہ قبروں کو (عذاب گاہ نہیں بلکہ) خواب گاہ سمجھیں گے۔ (تفسیر قرطبی)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے صور اور دوسرے صور کی درمیانی مدت یعنی چالیس سال کے لئے اللہ تعالیٰ عذاب قبر کو اٹھا لے گا اور وہ سو جائیں گے اور دوسرے صور کے بعد جب اچانک اٹھیں گے اور قیامت کی ہولناکیاں دیکھیں گے تو گھبرا کر کہیں گے: ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے اٹھا دیا؟ (تفسیر خازن)

[۳۵] فراء کہتے ہیں کہ فرشتے کفار کو کہیں گے: یہ وہی دن ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور اس کے رسولوں نے تمہیں اس

Marfat.com

اِنۡ کَانَتۡ اِلَّا صَیۡحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ہُمۡ جَمِیۡعٌ لَّدَیۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ اور وہ صرف ایک سخت چیخ ہوگی، پھر وہ سب کے سب فوراً ہمارے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے۔ [۳۶]

فَالۡیَوۡمَ لَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَیۡئًا وَّ لَا تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ پس آج کے دن کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور تمہیں صرف ان ہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔ [۳۷]

اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ الۡیَوۡمَ فِیۡ شُغُلٍ فٰکِہُوۡنَ ﴿ۚ۵۵﴾

۵۵۔ بے شک آج کے دن جنت والے (اپنے پسندیدہ) مشاغل سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ [۳۸]

ہُمۡ وَ اَزۡوَاجُہُمۡ فِیۡ ظِلٰلٍ عَلَی الۡاَرَآئِکِ مُتَّکِـُٔوۡنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ [۳۹]

لَہُمۡ فِیۡہَا فَاکِہَۃٌ وَّ لَہُمۡ مَّا یَدَّعُوۡنَ ﴿ۚۖ۵۷﴾

۵۷۔ ان کے لئے جنت میں (ہر قسم کے) پھل ہوں گے اور ہر وہ چیز جو وہ طلب کریں گے۔

دن کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ بالکل سچ تھا مگر تم نے انکار کر دیا تھا۔ (تفسیر قرطبی)

[۳۶] علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں: اس سے مراد دوسرا صور ہے جس کا ذکر آیت نمبر ۵۱ میں کیا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر) یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام جب دوسری بار صور پھونکیں گے تو سب کو دوبارہ زندہ کر کے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کر دیا جائے گا اور ان میں سے کوئی بھی کہیں بھاگ نہیں سکے گا۔

[۳۷] قیامت کے دن عدل و انصاف کے سارے تقاضے پورے کئے جائیں گے، کسی شخص پر خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اس پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

[۳۸] ابو حیان کہتے ہیں: مشاغل سے مراد یہ ہے کہ وہ جنتی نعمتوں میں اس قدر مشغول ہوں گے کہ ان کے دل میں اور کسی چیز کا خیال تک نہیں آئے گا۔ (تفسیر البحر المحیط)

[۳۹] جنتی حضرات اور ان کی بیویاں ایسے تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے جن کو کپڑوں اور پردوں کے ساتھ سجایا گیا ہوگا اور وہ تخت ایسے سایوں میں ہوں گے جہاں نہ تو سورج کی گرمی پہنچ سکے گی اور نہ ہی زیادہ ٹھنڈک ہوگی بلکہ خوش گوار موسم اور

Marfat.com

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِیمٍ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ مہربان پروردگار کی طرف سے انہیں سلام کہا جائے گا۔[۴۰]

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ اور اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔[۴۱]

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ اے بنی آدم! کیا میں نے تمہیں تاکیدی حکم نہیں دیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔[۴۲]

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ اور یہ کہ تم میری ہی عبادت کرنا، یہی سیدھا راستہ ہے۔

خوب صورت ماحول ہوگا۔

[۴۰] جنت کی بہاروں میں جنتی خواتین وحضرات اپنی خواہش کے مطابق رنگارنگ پھلوں اور نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے کہ اچانک مہربان رب تعالیٰ کی طرف سے جب سلام کی صدائے دلنواز آئے گی تو وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔اس کی تفصیل درج ذیل حدیث پاک میں ملاحظہ کریں:

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت اہل جنت اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے تو اچانک ان پر ایک نور ظاہر ہوگا۔جب وہ اپنا سر اٹھائیں گے تو وہ دیکھیں گے کہ رب تعالیٰ اوپر سے ان پر جلوہ ڈال رہا ہے۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے اہل جنت! السلام علیکم، اور اس آیت کا یہی مطلب ہے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت کی طرف نگاہ کرم فرمائے گا اور جنتی لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے۔اس دوران وہ جنت کی کسی دوسری نعمت کی طرف توجہ نہیں کریں گے بلکہ جمال حقیقی کے دیدار میں ہی مستغرق رہیں گے یہاں تک کہ جمال حقیقی ان سے پردہ فرمالے لیکن اس کا نور اور اس کی برکت ان پر اور ان کے گھروں پر جلوہ گر رہے گی۔

(ابن ماجہ: ۱۸۴: کتاب السنۃ: باب ۱۳)

[۴۱] قیامت کے دن حساب وکتاب کے بعد اہل ایمان اور کفار کو الگ الگ کر دیا جائے گا اور پھر وہ کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے یعنی اہل ایمان ہمیشہ کے لئے جنت میں خوش وخرم رہیں گے اور کفار ہمیشہ کے لئے جہنم میں پریشان رہیں گے۔

[۴۲] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اولاد آدم کو فرمائے گا: میں نے تمہیں انبیاء اور علماء کے ذریعہ پوری تاکید سے بتا دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اور وہ جہنم میں جائے گا۔اگر تم نے اس کی اطاعت کی تو وہ تمہیں بھی جہنم میں لے جائے گا۔

Marfat.com

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝٦٢

٦٢۔ اور بے شک شیطان نے تم میں سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے۔ [٤٣]

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝٦٣

٦٣۔ یہی وہ دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝٦٤

٦٤۔ آج تم اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ اس کفر کی وجہ سے جو تم کیا کرتے تھے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝٦٥

٦٥۔ آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ [٤٤]

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ۝٦٦

٦٦۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کے نشان تک مٹا دیتے، پھر وہ راستہ کی طرف دوڑ کر آتے بھی تو وہ کیسے دیکھ سکتے تھے۔ [٤٥]

---

[٤٣] یعنی تمہیں بار بار بتا دیا گیا تھا کہ میری عبادت اور اطاعت ہی وہ سیدھا راستہ ہے جو تمہیں جنت میں لے جائے گا مگر پھر بھی تم نے عقل سے کام نہ لیا اور شیطان نے تم میں سے اکثر لوگوں کو گمراہ کر دیا، لہٰذا اب تمہیں اپنی گمراہی کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہونا ہی پڑے گا۔

[٤٤] قیامت کے دن مشرکین کو جب اپنا برا انجام نظر آئے گا تو گھبرا کر جھوٹ بولیں گے: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا رب ہے! ہم مشرک نہیں تھے۔ (قرآن: ٦: ٢٣) اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا اور اس کے حکم سے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء گواہی دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں بھی ان اعمال کی گواہی دیں گی جو وہ کرتے تھے۔ (قرآن: ٤١: ٢٠)

ہمارے اعضاء ہماری ہر نقل و حرکت کے چشم دید گواہ ہیں اور سیکورٹی کیمروں کی طرح ہماری ہر نقل و حرکت کی فلم بنا رہے ہیں۔ قیامت کے دن جو بھی جھوٹ بولنے کی کوشش کرے گا یہ اعضاء اس کا سارا کچا چٹھا کھول کر اس کے سامنے رکھ دیں گے۔

[٤٥] مشرکین مکہ نے جس طرح ہماری آیات سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں، اس کی پاداش میں اگر ہم چاہتے تو اسی دنیا میں ان کی

Marfat.com

وَ لَوۡ نَشَآءُ لَمَسَخۡنٰهُمۡ عَلٰی مَكَانَتِهِمۡ فَمَا اسۡتَطَاعُوۡا مُضِیًّا وَّ لَا یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۶۷﴾ ع ۴

۶۷۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ پر ہی ہم ان کی صورتیں مسخ کر دیتے، پھر نہ وہ آگے جا سکتے اور نہ ہی واپس لوٹ سکتے۔

وَ مَنۡ نُّعَمِّرۡهُ نُنَكِّسۡهُ فِی الۡخَلۡقِ ؕ اَفَلَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ اور ہم جس کو لمبی عمر دیتے ہیں اس کی طبعی قوتوں کو کمزور کر دیتے ہیں، کیا وہ عقل نہیں رکھتے؟ [۴۶]

وَ مَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَ مَا یَنۡۢبَغِیۡ لَهٗ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ وَّ قُرۡاٰنٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۶۹﴾ ۙ

۶۹۔ اور ہم نے ان (نبی ﷺ) کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان کے شایان شان ہے، یہ کتاب تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے۔ [۴۷]

آنکھوں کو اس طرح نکال دیتے کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا اور جن راستوں پر وہ ہمیشہ چلتے تھے انہیں وہ راستے بھی نظر نہ آتے، اور اگر ہم چاہتے تو ان کی صورتیں مسخ کر کے انہیں پتھر یا اپاہج بنا دیتے، پھر وہ آگے پیچھے حرکت بھی نہ کر سکتے، مگر یہ ہمارا فضل و کرم ہے کہ ہم نے ان کو فوراً اندھا یا پتھر نہیں بنا دیا بلکہ انہیں مہلت دی ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لیں۔

[۴۶] اللہ تعالیٰ جب کسی مضبوط اور صحت مند آدمی کو لمبی عمر دیتا ہے تو بڑھاپے میں اسے بچپن کی حالت کی طرف لوٹا دیتا ہے، یعنی وہ پھر بچپن کی طرح کمزور اور دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جوانی میں ہی کسی سرکش کو اندھا یا اپاہج بنا دینا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے لیکن پھر بھی کفار مکہ عقل سے کام نہیں لیتے اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں ڈرتے۔

[۴۷] کفار مکہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ سے دور رکھنے کے لئے طرح طرح کے الزامات لگاتے تھے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ آپ ﷺ شاعر ہیں اور قرآن آپ کے شاعرانہ تخیلات کا مجموعہ ہے، اور اہل عرب کے ہاں عام طور پر شاعر اس کو کہتے تھے جو خیالی باتیں کرے اور سب سے عمدہ شعر اس کو کہتے تھے جس میں زیادہ جھوٹ بولا گیا ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

اس آیت میں کفار مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ ان کے شایان شان ہے اور قرآن مجید بھی اشعار کا مجموعہ نہیں بلکہ سراپا رشد و ہدایت اور نصیحت ہے۔

اشعار کہنا اور اشعار سننا بذات خود کوئی معیوب بات نہیں بلکہ ان سے تو کسی حقیقت کا اثر دوگنا ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود اشعار پڑھے بھی ہیں اور صحابہ کرام ؓ سے سنے بھی ہیں لیکن وہ اشعار جن میں افراط و تفریط اور تخیلات کا بیان جھوٹ اور کفر کی حد تک پہنچ جائے تو ایسے اشعار کا کہنا اور سننا دونوں حرام ہیں۔ قرآن مجید میں ایسے اشعار کو گمراہی قرار دیا گیا ہے، لہٰذا ایسے اشعار سے نبی کریم ﷺ کا کوئی تعلق نہیں۔

Marfat.com

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾

۷۰۔ تاکہ وہ ہر اس شخص کو ڈر سنائیں جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔ [۴۸]

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے دست قدرت سے بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے مویشی بنائے، پھر (اب) وہ ان کے مالک ہیں۔ [۴۹]

وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کے تابع کر دیا، پس ان مویشیوں میں سے بعض تو ان کی سواریاں ہیں اور ان میں سے بعض کا وہ گوشت کھاتے ہیں۔

نیز عرب کے فصحاء اور ماہرین کلام کے نزدیک شعر اس کو کہتے ہیں جس کو شاعر نے شعر کہنے کے ارادہ اور قصد سے کہا ہو اور اگر بغیر ارادہ کے کسی کی زبان سے شعر کی طرح کوئی موزون کلام نکل جائے تو اسے شعر نہیں کہتے۔ (تفسیر قرطبی) بلکہ یہ اتفاق ہے جیسا کہ غزوہ حنین کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ۔۔۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہوں، اس میں ذرا جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔ (بخاری: ۲۸۶۴: کتاب الجہاد: باب ۵۲) سورہ شعراء (۲۶) کی آیات نمبر ۲۲۴ تا ۲۲۷ کے حاشیہ جات نمبر ۹۶ تا ۹۷ میں اشعار کہنے کے متعلق چند احادیث ملاحظہ کریں۔

[۴۸] قرآن مجید اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ آپ ہر اس شخص کو ڈر سنائیں جس کا دل زندہ ہے یعنی وہ آزادی کے ساتھ غور و فکر کرنے اور ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ دراصل ایسے ہی زندہ دل لوگوں کو ڈرانے کا کوئی فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن جن لوگوں کے دل مردہ ہیں یعنی انہوں نے اپنے ذہن و ضمیر پر تعصب اور عناد کے پردے ڈال رکھے ہیں تو ایسے مردہ دل لوگوں سے ہدایت قبول کرنے کی امید تو نہیں ہے، البتہ ان پر عذاب الٰہی کی حجت قائم ہو جائے گی اور وہ یہ عذر پیش نہیں کر سکیں گے کہ ان کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔

[۴۹] اللہ تعالیٰ نے انسان پر بے شمار احسانات فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک کو یہاں یاد دلایا گیا ہے یعنی اس نے اپنے دست قدرت سے مختلف قسم کے چوپائے بنائے مثلاً گائے بھینس، بھیڑ بکری، اونٹ اور گھوڑے وغیرہ۔ ان کے بنانے میں انسان کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان مویشیوں کا مالک بنا دیا۔ ان میں سے بعض جانور بڑے جسم والے اور بعض بڑے طاقتور ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب کو انسان کے تابع کر دیا ہے، لہٰذا وہ بعض چوپایوں کو سواری کے لئے

Marfat.com

وَ لَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝۷۳

۷۳۔ اور ان کے لئے ان مویشیوں میں اور بھی فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں، پھر بھی کیا وہ شکر ادا نہیں کرتے؟ [۵۰]

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝۷۴

۷۴۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں اس امید پر کہ ان کی مدد کی جائے گی۔

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ۝۷۵

۷۵۔ حالانکہ وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے بلکہ وہ (کفار) خود ان معبودوں کے لئے تیار شدہ لشکر ہیں۔ [۵۱]

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝۷۶

۷۶۔ پس کفار کی باتیں آپ کو رنجیدہ نہ کریں، بے شک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ [۵۲]

استعمال کرتا ہے اور بعض کو ذبح کر کے ان کا گوشت کھاتا ہے۔

[۵۰] ان چوپایوں میں صرف سواری اور گوشت کا ہی فائدہ نہیں بلکہ بعض سے دودھ نکالا جاتا ہے، بعض کی اون سے گرم کپڑے بنائے جاتے ہیں اور بعض کے چمڑوں سے جوتے بنائے جاتے ہیں۔ الغرض ہر وقت انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے لیکن یہ کتنی بڑی ناانصافی ہے کہ پھر بھی اکثر انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے۔

[۵۱] جن نعمتوں کی وجہ سے انسان کی زندگی کی گاڑی چل رہی ہے وہ ساری اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں لیکن یہ کیسے عجیب لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنے محسن حقیقی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنا لیا ہے اور ان بتوں سے یہ امید بھی رکھتے ہیں کہ وہ مشکل کے وقت ان کی مدد کریں گے حالانکہ وہ تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے، کوئی ان بتوں کی مذمت کرے تو ان میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کا جواب ہی دے سکیں بلکہ تم خود ہی ان بتوں کا تیار شدہ لشکر ہو، اگر تم ان کا دفاع نہ کرو تو کوئی بھی انہیں توڑ سکتا ہے۔

[۵۲] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کفار مکہ جب اپنے خالق اور رب کو ہی تسلیم نہیں کرتے تو اگر وہ آپ کو شاعر کہیں تو آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ ہم ان کے ظاہر و باطن کو خوب جانتے ہیں اور وقت مقررہ پر ہم ان سے پورا پورا مؤاخذہ کریں گے۔

Marfat.com

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے ایک نطفہ سے پیدا کیا، پھر وہ یکا یک کھلا جھگڑالو بن گیا۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿۷۸﴾

۷۸۔ اور وہ ہمارے لئے مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا: ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ [۵۳]

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿۷۹﴾

۷۹۔ آپ فرما دیں: ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا، اور وہ ہر مخلوق کو خوب جانتا ہے۔ [۵۴]

الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿۸۰﴾

۸۰۔ جس نے تمہارے لئے سرسبز درخت سے آگ پیدا کی، پھر اب تم اسی سے آگ جلاتے ہو۔ [۵۵]

---

[۵۳] کیا انسان کو معلوم نہیں کہ ہم نے اسے پانی کے ایک قطرہ سے پیدا کیا؟ پھر وہ ہمارے ہی خلاف باتیں اور مثالیں بناتا ہے کہ ہم بوسیدہ ہڈیوں سے انسان کو دوبارہ کیسے زندہ کریں گے؟ اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔

[۵۴] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی بار پانی کے ایک قطرہ سے ہڈیوں اور انسان کو بنایا اسی طرح وہ ان ہڈیوں سے دوبارہ بھی انسان بنا سکتا ہے۔

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (پہلی امتوں میں) ایک شخص کی موت قریب آئی اور جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی: جب میں مر جاؤں تو مجھے جلانے کے لئے بہت سی لکڑیاں اکٹھی کر کے اس میں آگ لگا دینا حتیٰ کہ جب آگ میرے گوشت کو جلا کر میری ہڈیوں تک پہنچ جائے اور وہ بھی جل (کر سیاہ ہو) جائیں تو ان کو پیس لینا، پھر جس دن تیز ہوا ہو اس (راکھ) کو سمندر میں بکھیر دینا، سو اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ کو جمع کر کے (اسے زندہ کیا اور) فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا: تیرے ڈر کی وجہ سے، پس اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ بخش دیئے۔

(بخاری: ۳۴۵۲: کتاب الانبیاء: باب ۵۲)

[۵۵] ماچس اور لائیٹر کی ایجاد سے پہلے لوگ چقماق کے ذریعہ آگ جلاتے تھے اور اہل عرب سرسبز درختوں کے ذریعہ آگ جلایا کرتے تھے جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: عرب میں دو درخت معروف تھے، ایک کا نام مرخ اور دوسرے کا نام عفار تھا، عرب لوگ ان دونوں درختوں کی دو شاخیں مسواک کی طرح کاٹ لیتے جو بالکل تازہ ہوتیں اور ان سے پانی ٹپک رہا ہوتا

Marfat.com

اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۔ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ اور جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے لوگوں کو (دوبارہ) پیدا کردے؟ کیوں نہیں! وہ سب کو پیدا کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔[۵۶]

اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ صرف اتنا ہی کہتا ہے کہ ''ہوجا'' تو وہ فوراً ہوجاتی ہے۔[۵۷]

تھا جب وہ ایک شاخ کو دوسری پر رگڑتے تو اس سے آگ پیدا ہوجاتی تھی۔ اس آیت میں سرسبز درخت سے اہل عرب کے اسی معمول کی طرف اشارہ ہے۔ (تفسیر قرطبی) حالانکہ آگ اور پانی کی طبیعت میں تضاد ہے اور سرسبز شاخ میں بھی نمی اور پانی ہوتا ہے، لہٰذا اس سے آگ کا پیدا ہوجانا اس کی طبیعت کے خلاف ہے لیکن خالق کائنات کے لئے یہ مشکل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب سرسبز شاخ کے پانی سے آگ پیدا کرسکتا ہے تو اس کے لئے ہڈیوں سے دوبارہ انسان بنادینا بھی کوئی مشکل نہیں ہے۔

عام طور پر خشک لکڑی سے ہی آگ جلائی جاتی ہے مگر بعض سرو (Cypress) وغیرہ ایسے درخت بھی ہیں جن کی سرسبز شاخوں میں تیل نما پانی ہوتا ہے اور جونہی انہیں آگ میں پھینکا جاتا ہے تو وہ بھی فوراً جل اٹھتی ہیں۔

[۵۶] اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تو اس کے لئے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ یہ زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے آسان ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو (دوبارہ) پیدا کرنے سے بہت بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (قرآن: ۴۰: ۵۷)

[۵۷] اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو بنانے کا ارادہ کرے تو وہ مواد اور وسائل کا محتاج نہیں ہے بلکہ صرف لفظ ''کن یعنی ہوجا'' کہنے سے وہ چیز فوراً وجود میں آجاتی ہے، تو ایسی قادر مطلق ہستی کے بارے میں یہ سوچنا کہ وہ بوسیدہ ہڈیوں سے انسان کو دوبارہ کیسے پیدا کرے گا بہت بڑی نادانی ہے۔ جو پہلی بار پانی کے قطرہ سے انسان کو پیدا کرسکتا ہے وہ دوسری بار ہڈی سے کیوں پیدا نہیں کرسکتا؟

مفسرین لکھتے ہیں کہ ''ہوجا'' کا لفظ صرف سمجھانے کے لئے ذکر کیا گیا ہے، درحقیقت اللہ تعالیٰ اس لفظ کا بھی محتاج نہیں صرف اس کے ارادہ سے ہی وہ چیز فوراً معرض وجود میں آجاتی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر: سورۃ النحل (۱۶): زیر آیت نمبر ۴۰) اللہ تعالیٰ صرف ارادہ کے ساتھ جب ساری کائنات پیدا کرسکتا ہے تو مردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

Marfat.com

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں ہر چیز کی حکومت ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔[۵۸]

[۵۸] اس کائنات کی ہر چیز کا حقیقی حکمران صرف اللہ تعالیٰ ہے اور ہم سب کو ایک دن اس کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے جہاں ہمارے اعمال کے متعلق ہم سے باز پرس ہوگی۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز مغرب بروز پیر ۲۵ جنوری ۲۰۱۰ء بمطابق ۹ صفر ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۹ جنوری تا ۲۵ جنوری یعنی صرف ۱۶ دنوں میں سورہ یٰسین کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الصّٰفّٰت (۳۷)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''صافات'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی اسلام کے تین بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کو متعدد بار بیان کیا گیا ہے۔

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے تین قسمیں کھا کر عقیدہ توحید کو اجاگر فرمایا ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے اور زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے سب کا وہی پروردگار ہے۔

اہل مکہ قیامت کے منکر تھے اور کہتے تھے: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم مر کر مٹی ہو جائیں، ہماری ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو جائیں اور پھر ہم کو زندہ کر دیا جائے؟ اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت ضرور آئے گی، یہ میرے رب کا وعدہ ہے اور دوبارہ زندہ کرنا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہ قادر مطلق ہے، اس کی صرف ایک جھڑک سے ہی سارے لوگ قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔

قیامت کے دن منکرین قیامت آپس میں جھگڑیں گے اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کریں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا تھا مگر اس دن گمراہ ہونے والوں کا یہ عذر قبول نہیں ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنی عقل سے کام کیوں نہ لیا اور گمراہوں کی اندھی تقلید کیوں کی؟ لہٰذا دونوں عذاب کے مستحق ہوں گے۔

مکہ میں نبی کریم ﷺ اور آپ پر ایمان لانے والے بڑے مشکل حالات سے دوچار تھے، ان کو تسلی دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے چند انبیائے کرام یعنی حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، اور حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ ان پر بھی منکرین نے مصائب کے پہاڑ توڑے لیکن وہ ثابت قدم رہے اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔

اس سورت میں ذبح اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی رضا کے لئے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس واقعہ میں مکہ کے مسلمانوں کے لئے تسلی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اتنی اہم اور اعلیٰ ہے کہ اس کے لئے اگر اپنی اولاد اور رشتہ داروں سے جدا ہونا پڑے تو بھی یہ سودا نفع بخش ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعۃ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز جمعہ، ۲۹ جنوری ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۳ صفر ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

ایاتہا ۱۸۲ ۳۷ سُوْرَۃُ الصّٰفّٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۵۶ رکوعاتہا ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾	۱۔ قسم ہے قطار در قطار صف باندھنے والے فرشتوں کی۔
فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا ۙ﴿۲﴾	۲۔ پھر (قسم ہے) خوب ڈانٹنے والے فرشتوں کی۔
فَالتّٰلِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿۳﴾	۳۔ پھر (قسم ہے) قرآن کی تلاوت کرنے والے فرشتوں کی۔
اِنَّ اِلٰـہَکُمۡ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾	۴۔ بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ [۱]
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾	۵۔ وہی آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا رب ہے اور وہی تمام مشرقوں کا رب ہے۔ [۲]
اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِزِیۡنَۃِۣ الۡکَوَاکِبِ ۙ﴿۶﴾	۶۔ بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا۔
وَحِفۡظًا مِّنۡ کُلِّ شَیۡطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾	۷۔ اور (اس کو) ہر سرکش شیطان سے محفوظ کر دیا۔

---

[۱] اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے تین قسمیں یاد فرمائیں یعنی ان فرشتوں کی قسم جو نماز میں صفیں باندھے کھڑے ہیں، جو شیاطین کو ڈانٹ کر بھگاتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں۔ ان مقدس گروہوں کی قسم کھانے کے بعد ارشاد فرمایا: تمہارا معبود صرف ایک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

بعض کفار فرشتوں کی عبادت کرتے تھے۔ ان آیات میں ان کی تردید کی گئی ہے کہ فرشتے تو خود اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا رہتے ہیں تو پھر وہ خدا کیسے بن سکتے ہیں؟

[۲] سورج نکلنے کی جگہ کو مشرق کہتے ہیں، سورج اگرچہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے مگر ہر روز نئی جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ اس طرح سال میں سورج کے نکلنے کی ۳۶۵ جگہیں بنتی ہیں اور ان سب کا مالک اور رب اللہ تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝۸

۸۔ وہ عالم بالا کے فرشتوں کی باتیں نہیں سن سکتے اوران پر ہر طرف سے (انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔[۳]

دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝۹

۹۔ ان کو بھگانے کے لئے اوران کے لئے دائمی عذاب ہے۔

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝۱۰

۱۰۔ مگر جو شیطان کچھ جھپٹ لینا چاہتا ہے تو ایک چمکتا ہوا انگارہ اس کا تعاقب کرتا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝۱۱

۱۱۔ پس ان (کافروں) سے پوچھئے: کیا ان کا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا وہ (سارے جہان) جن کو ہم نے پیدا کیا ہے؟ بے شک ہم نے ان (انسانوں) کو لیس دار گارے سے پیدا کیا ہے۔[۴]

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۝۱۲

۱۲۔ آپ تو تعجب کا اظہار کرتے ہیں اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔[۵]

---

[۳] اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو آسمان کی زینت اور لوگوں کی رہنمائی کا ذریعہ بنایا ہے اور آسمان کو ہر سرکش شیطان سے محفوظ کردیا ہے۔ اگر شیاطین عالم بالا کے فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے اوپر جانے کی کوشش کریں تو ہر طرف سے چمکتے ہوئے انگارے ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور انہیں مار مار کر نیچے بھگا دیتے ہیں۔ دنیا میں اسی طرح شیاطین کو مار پڑتی رہے گی اور آخرت میں ان پر دائمی عذاب مسلط کردیا جائے گا۔

[۴] میرے پیارے نبی ﷺ! آپ ان منکرین قیامت سے پوچھیں: کیا اللہ تعالیٰ کے لئے زمین و آسمان اور سورج و چاند کو پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا ایک چھوٹے سے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا جس کو اس نے پہلے لیس دار گارے سے پیدا کیا اور پھر پانی کے ایک قطرے سے اس کی نسل کا سلسلہ جاری کردیا؟ ظاہر ہے جس نے زمین و آسمان جیسی عظیم اور وسیع چیزوں کو بغیر کسی مادہ کے پیدا کردیا ہے اس کے لئے انسان کو قبر کی مٹی اور ہڈیوں سے دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

[۵] قیامت کے بارے میں روشن نشانیوں اور واضح دلائل کے باوجود جب اہل مکہ اس کا انکار کرتے اور اس کا مذاق اڑاتے تو نبی کریم ﷺ بڑا تعجب کرتے کہ یہ لوگ اپنی عقل و دانش سے کام کیوں نہیں لیتے۔ قرآن کریم نے اگلی آیات میں اس کا جواب دیا ہے کہ دراصل یہ لوگ تعصب اور ہٹ دھرمی کا شکار ہیں، اس لئے جب بھی انہیں نصیحت کی جاتی ہے یا کوئی معجزہ دکھایا جاتا ہے تو وہ بغیر سوچے سمجھے اس کا انکار کردیتے ہیں بلکہ اس کو جادو قرار دیتے ہیں۔

Marfat.com

وَاِذَا ذُكِّرُوۡا لَا يَذۡكُرُوۡنَ ۝١٣	١٣۔ اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے۔
وَاِذَا رَاَوۡا اٰيَةً يَّسۡتَسۡخِرُوۡنَ ۝١٤	١٤۔ اور جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں۔
وَقَالُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۝١٥	١٥۔ اور کہتے ہیں: یہ تو کھلا جادو ہے۔
ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ۝١٦	١٦۔ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے؟
اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ۝١٧	١٧۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (اٹھائے جائیں گے)؟
قُلۡ نَعَمۡ وَاَنۡتُمۡ دَاخِرُوۡنَ ۝١٨	١٨۔ آپ فرما دیں: ہاں! اور (بلکہ تم ایسے حال میں اٹھائے جاؤ گے کہ) تم ذلیل وخوار بھی ہوگے۔[٦]
فَاِنَّمَا هِىَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ ۝١٩	١٩۔ قیامت تو صرف ایک زوردار جھڑک ہوگی، پھر وہ یکایک (حیرانگی سے) دیکھنے لگیں گے۔[٧]
وَقَالُوۡا يٰوَيۡلَنَا هٰذَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ۝٢٠	٢٠۔ اور وہ کہیں گے: ہائے ہماری بدبختی! یہ تو جزا کا دن ہے۔[٨]
هٰذَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ۝٢١	٢١۔ (انہیں کہا جائے گا: ہاں!) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

[٦] اس آیت میں منکرین قیامت کو بتایا جارہا ہے کہ قیامت کے دن سب انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا لیکن تمہیں قیامت کے انکار کی وجہ سے ذلیل وخوار بھی ہونا پڑے گا۔

[٧] دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ صرف اس کے حکم سے حضرت اسرافیل صور پھونکیں گے تو سب اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیرانگی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں گے۔

[٨] منکرین قیامت جب قبروں سے اٹھیں گے تو پچھتائیں گے اور پکار اٹھیں گے: ہائے ہماری بدبختی! یہ تو جزا کا دن ہے، اور

Marfat.com

أُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ ان لوگوں کو جمع کرو جنہوں نے ظلم کیا اور ان کے ساتھیوں کو اور ان کو جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ قف

۲۳۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، پھر ان سب کو دوزخ کی راہ پر لے چلو۔ [۹]

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور انہیں (ذرا) روک لو کیونکہ ان سے باز پرس کی جائے گی۔ [۱۰]

مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ [۱۱]

فرشتے بھی انہیں کہیں گے: ہاں یہ وہی قیامت کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

[۹] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرمائے گا کہ وہ ظالموں کو، ان کے ساتھیوں اور ان کے معبودوں کو اکٹھا کر کے دوزخ کی راہ پر لے چلیں۔ یہاں ظالموں سے مراد کافر و مشرک لوگ ہیں اور ان کے ساتھیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کے ساتھ کفر و شرک میں شریک تھے اور معبودوں سے مراد بت وغیرہ تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اس میں بتوں کا کوئی قصور نہیں ہے کیونکہ بتوں نے کبھی کسی کو نہیں کہا کہ وہ ان کی عبادت کرے، لہٰذا بت وغیرہ دوزخ میں سزا پانے کے لئے نہیں بلکہ مشرکوں کو سزا دینے کے لئے جائیں گے کہ انہوں نے ان کو معبود کیوں بنایا۔

[۱۰] مفسرین نے بیان کیا ہے کہ جب فرشتے مشرکین کو لے کر دوزخ کی طرف چلیں گے تو پل صراط کے قریب پہنچنے کے بعد فرشتوں کو حکم ہوگا: ان کو روک لو کیونکہ ان سے باز پرس کی جائے گی۔ (تفسیر معالم التنزیل)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی عدالت سے علیحدہ نہیں ہو سکیں گے جب تک اس سے پانچ سوالوں کا جواب نہ لیا جائے:

۱۔ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں صرف کی۔ (اچھے یا برے)؟

۲۔ اس نے اپنی جوانی کس کام میں صرف کی۔ (اچھے یا برے)؟

۳۔ اس نے اپنا مال کہاں سے کمایا۔ (حلال طریقہ سے یا حرام سے)؟

۴۔ اس نے اپنا مال کہاں خرچ کیا۔ (اچھے کاموں میں یا برے کاموں میں)؟

۵۔ اس نے اپنے علم پر کیا عمل کیا۔ (یعنی اپنے علم پر کتنا عمل کیا)؟ (ترمذی: ۲۴۱۶: ابواب القیامۃ: باب ۱)

[۱۱] اس دنیا میں مشرک لیڈر اپنے پیروکار ساتھیوں کی خوب مدد کرتے ہیں اور اس باہمی تعاون پر فخر کرتے ہیں مگر قیامت کے دن

Marfat.com

بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾	۲۶۔ بلکہ آج تو وہ خود گردن جھکائے کھڑے ہوں گے۔
وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾	۲۷۔ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر سوال و جواب کریں گے۔
قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾	۲۸۔ وہ (پیروکار) کہیں گے: بے شک تم ہمارے پاس دائیں طرف سے آتے تھے۔ [۱۲]
قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٩﴾	۲۹۔ وہ (پیشوا) جواب دیں گے: بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔ [۱۳]
وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿٣٠﴾	۳۰۔ اور ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا، بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے۔
فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۤ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿٣١﴾	۳۱۔ پس ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی، بے شک ہم (عذاب کا مزہ) چکھنے والے ہیں۔ [۱۴]

جب وہ سب عاجزی وشرمندگی سے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور کسی کی مدد نہیں کرسکیں گے تو انہیں زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا: دنیا میں تو تم باہمی تعاون پر بڑا فخر کرتے تھے لیکن اب تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟

[۱۲] اس آیت میں دائیں طرف کے لئے یمین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان میں یمین سے متعدد معانی مراد لئے جاتے ہیں، مثلاً قوت وغلبہ، قسم، دین اور بھلائی وغیرہ۔ ان معانی کے اعتبار سے آیت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ قیامت کے دن جب مشرک لیڈر حضرات اور ان کے پیروکار ایک دوسرے پر الزام تراشی کریں گے تو پیروکار کہیں گے: تم لوگ طاقتور اور غالب تھے اور قسمیں کھا کر ہمیں یقین دلاتے تھے کہ جو دین تم پیش کر رہے ہو وہی بھلائی کا راستہ ہے تو پھر ہمارے لئے تمہاری بات ماننے کے سوا کوئی اور چارہ ہی نہیں تھا۔

[۱۳] مشرک پیشوا جواب دیں گے: ہم نے تمہیں شرک کرنے پر مجبور نہیں کیا تھا۔ ہم نے تو صرف ترغیب دی اور تم ہمارے پیچھے چل پڑے جیسے تم پہلے ہی تیار بیٹھے تھے، لہٰذا صرف ہم پر الزام نہ لگاؤ بلکہ تم خود بھی سرکش تھے اور ایمان لانے والے نہیں تھے۔

[۱۴] مشرک لیڈر حضرات مزید کہیں گے: اگرچہ ہم نے تمہیں مجبور نہیں کیا تھا مگر تمہاری گمراہی کا سبب ہم ہی تھے۔ بہر حال جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا، اب ہم دونوں گمراہ ہیں اور ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ ہم سب مل کر اپنی گمراہی کے عذاب کا مزہ چکھیں گے۔

Marfat.com

فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ پس ہم نے تم کو گمراہ کیا، بے شک ہم خود بھی گمراہ تھے۔

فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ پس اس دن عذاب میں وہ سب شریک ہوں گے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ بے شک ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ بے شک وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔

وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور وہ کہتے تھے: کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ [۱۵]

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ بلکہ وہ تو حق لے کر آئے ہیں اور انہوں نے سب رسولوں کی تصدیق کی ہے۔ [۱۶]

اس آیت کی تفسیر میں علامہ رازی لکھتے ہیں کہ ہر گمراہ کو اپنی گمراہی کی ذمہ داری قبول کرنی چاہیے، آخر اس نے بغیر سوچے سمجھے گمراہی کو کیوں قبول کیا۔ اور اگر ہر گمراہ کی ذمہ داری اس کو گمراہ کرنے والے یا اس کی گمراہی کا سبب بننے والے پر ڈال دی جائے تو پھر یہ ایسا تسلسل شروع ہو جائے گا کہ دنیا میں کوئی بھی مجرم نہیں بچے گا۔ (تفسیر کبیر) یعنی ہر گمراہی کی ذمہ داری اس کے سبب کی طرف منتقل ہوتی جائے گی جو بالآخر شیطان پر جا رکے گی اور سب انسان بری ہو جائیں گے حالانکہ یہ عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔

یہ ساری تفصیل اس شخص کے متعلق ہے جس نے گمراہی کو اپنے اختیار سے قبول کیا لیکن اگر کسی شخص کو گمراہی پر مجبور کر دیا جائے اور وہ دل سے اس کا قائل نہ ہو، مثلاً اگر کسی مسلمان کو کہا جائے کہ یہ شراب کا گلاس پیو ورنہ تمہیں قتل کر دیا جائے گا تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے اگر شراب پی لے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

[۱۵] مشرکین کو جب کہا جاتا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے تو وہ تکبر کرتے ہوئے انکار کر دیتے اور کہتے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم تو العیاذ باللہ) ایک شاعر اور دیوانے ہیں۔ کیا ہم ان کے کہنے پر اپنے ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے آئے ہیں، ہم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔

[۱۶] مشرکین کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا پیارا رسول نہ تو شاعر ہے اور نہ مجنون۔ وہ تو ایسا قرآن لے کر آیا ہے جس میں شعر اور جنون کی باتیں نہیں بلکہ حق اور دانائی کی نصیحتیں ہیں اور اس میں اسی توحید کا بیان ہے جس کی پہلے رسولوں نے تبلیغ

Marfat.com

اِنَّكُمْ لَذَآىِٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ﴿۳۸﴾	۳۸۔ بے شک تم دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو۔
وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾	۳۹۔ اور تمہیں صرف ان ہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾	۴۰۔ مگر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے (اس عذاب سے محفوظ رہیں گے)۔[۱۷]
اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾	۴۱۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے مقررہ روزی ہے۔
فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾	۴۲۔ (ان کے لئے) میوے ہوں گے اور ان کی عزت و تکریم ہوگی۔
فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۴۳﴾	۴۳۔ (اور وہ) نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔
عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۴﴾	۴۴۔ تختوں پر آمنے سامنے (بیٹھے) ہوں گے۔
یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴿۴۵﴾	۴۵۔ ان پر چھلکتی شراب کے جام کا دور چل رہا ہوگا۔[۱۸]

کی تھی اور وہ سب سچے رسول تھے، لہٰذا جو شخص بھی توحید کو قبول نہیں کرے گا اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔

[۱۷] اس سے پہلی آیات میں مشرک اور سرکش لوگوں کا انجام بتایا گیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے انعامات کا ذکر کیا جارہا ہے یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے عذاب سے محفوظ رہیں گے اور جنت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جو کھانے اور میوے مقرر کر رکھے ہیں وہ عزت و تکریم کے ساتھ انہیں پیش کئے جائیں گے۔

[۱۸] اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے جنت کے خوبصورت اور آرام دہ تختوں پر اپنے پیاروں کے آمنے سامنے جلوہ گر ہوں گے۔ صدف کے موتیوں کی طرح خوبصورت لڑکے شراب کے جام پیش کر رہے ہوں گے اور وہ شراب ایسی پاکیزہ اور صحت افزا ہوگی جس سے نہ دردِ سر ہوگا اور نہ ہی پینے والے مدہوش ہوں گے۔

دنیا کی شراب بدمزہ ہوتی ہے، اس کے پینے سے عقل جاتی رہتی ہے حتیٰ کہ شرابی اپنے اور بیگانے میں تمیز نہیں کرسکتا اور بعض دفعہ ایسی غلط باتیں بھی کہہ جاتا ہے جن پر وہ ہمیشہ شرمندہ رہتا ہے، مگر جنت کی شراب طہور ان ساری خرابیوں سے پاک ہوگی، جنت میں اس کے دریا اور چشمے جاری ہوں گے، اس کا رنگ سفید، اس کا ذائقہ لذیذ اور اس کے پینے سے

Marfat.com

بَیۡضَآءَ لَذَّۃٍ لِّلشّٰرِبِیۡنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ (وہ شراب) سفید اور پینے والوں کے لئے لذیذ ہوگی۔

لَا فِیۡہَا غَوۡلٌ وَّ لَا ہُمۡ عَنۡہَا یُنۡزَفُوۡنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ نہ اس سے دردِ سر ہوگا اور نہ وہ اس (کے پینے) سے بہکیں گے۔

وَ عِنۡدَہُمۡ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ عِیۡنٌ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور ان کے پاس نگاہیں نیچے رکھنے والی، بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والی (عورتیں) ہوں گی۔[۱۹]

کَاَنَّہُنَّ بَیۡضٌ مَّکۡنُوۡنٌ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ گویا کہ وہ چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہیں (جن پر کوئی گرد و غبار نہ ہو)۔

فَاَقۡبَلَ بَعۡضُہُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ یَّتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ پس وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر (حالات) پوچھیں گے۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡہُمۡ اِنِّیۡ کَانَ لِیۡ قَرِیۡنٌ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: بے شک (دنیا میں) میرا ایک ساتھی تھا۔[۲۰]

یَّقُوۡلُ اَئِنَّکَ لَمِنَ الۡمُصَدِّقِیۡنَ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ وہ (مجھے) کہا کرتا تھا: کیا تو بھی (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہے؟

ءَاِذَا مِتۡنَا وَ کُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیۡنُوۡنَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا اس وقت ہمیں بدلہ دیا جائے گا؟

انسان کے جسم اور عقل پر کوئی منفی اثر نہیں پڑے گا۔ الغرض دنیا کی شرابِ حرام اور جنت کی شرابِ طہور کے درمیان نام کے علاوہ اور کوئی چیز مشترک نہیں ہے۔

[۱۹] اہل جنت کے پاس خوبصورت آنکھوں والی خوبصورت بیویاں موجود ہوں گی جوان انڈوں کی طرح صاف ستھری اور خوشنما ہوں گی جن کو گرد و غبار سے چھپا کر رکھا گیا ہو اور وہ اپنے شوہروں کے سوا کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھیں گی۔

[۲۰] اہل جنت بڑے خوشگوار ماحول میں ایک دوسرے سے حال احوال دریافت کر رہے ہوں گے کہ ان میں سے ایک جنتی کہے گا: دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو قیامت کا منکر تھا اور مذاق کے طور پر مجھے کہا کرتا تھا: کیا تم بھی قیامت پر ایمان رکھتے ہو؟ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم مر کر مٹی ہو جائیں اور پھر ہمیں جزا و سزا کے لئے زندہ کر دیا جائے؟

Marfat.com

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ ارشاد ہوگا: کیا تم (اسے) جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ پس وہ جھانکے گا تو اسے جہنم کے وسط میں پائے گا۔[۲۱]

قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ وہ جنتی بول اٹھے گا: اللہ تعالیٰ کی قسم! قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا۔

وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی گرفتار کر کے لائے جانے والوں سے ہوتا۔

اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ (جنتی لوگ فرشتوں سے پوچھیں گے:) کیا اب تو ہمیں مرنا نہیں ہوگا؟[۲۲]

اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ بجز اپنی پہلی موت کے اور نہ ہی اب ہمیں عذاب دیا جائے گا۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ بے شک یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔[۲۳]

---

[۲۱] اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جنتی کو ارشاد ہوگا: اگر تم اپنے اس ساتھی کو دیکھنا چاہتے ہو تو جہنم کی طرف توجہ کرو۔ چنانچہ جب وہ جہنم میں جھانکے گا تو اسے اپنا ساتھی جہنم کے وسط میں جلتا ہوا نظر آ جائے گا۔ اپنے ساتھی کا یہ حال دیکھ کر جنتی اسے کہے گا: اے کم بخت! تو نے تو مجھے بھی ہلاک کرنا چاہا تھا مگر یہ میرے رب تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے اس عذاب سے بچا لیا ورنہ آج میں بھی تیرے ساتھ اس عذاب میں مبتلا ہوتا۔

[۲۲] وہ جنتی شخص جہنم میں اپنے ساتھی کی بدحالی اور جنت میں اپنی خوشحالی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا اور فرط مسرت سے بے ساختہ پکار اٹھے گا: کیا اب تو ہمیں مرنا نہیں ہوگا؟ یعنی اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا اکرم ہے کہ اب ہمیں نہ موت آئے گی اور نہ عذاب ہوگا بلکہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے کیونکہ موت کا جو ذائقہ چکھنا ضروری تھا وہ ہم نے چکھ لیا ہے، اب اللہ تعالیٰ نے موت کا سلسلہ ہی ختم کر دیا ہے، جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو موت کو (ایک مینڈھے کی شکل میں) لایا جائے گا اور اسے جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا، پھر منادی کرنے والا اعلان کرے گا: اے اہل جنت اور اے اہل دوزخ! آج کے بعد کوئی موت نہیں ہوگی۔ اس اعلان سے اہل جنت کی خوشی اور اہل نار کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔ (بخاری: ۶۵۴۸: کتاب الرقاق: باب ۵۱)

[۲۳] اہل جنت کہیں گے: دنیاوی مال و متاع کا حصول حقیقی کامیابی نہیں ہے، حقیقی کامیابی تو اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کا حصول

Marfat.com

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝٦١	٦١۔ ایسی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔
اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝٦٢	٦٢۔ کیا یہ (جنت کی) مہمانی بہتر ہے یا (جہنم میں) زقوم کا درخت؟ [۲۴]
اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝٦٣	٦٣۔ بے شک ہم نے اس (درخت) کو ظالموں کے لئے عذاب بنا دیا ہے۔
اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝٦٤	٦٤۔ بے شک وہ ایسا درخت ہے جو جہنم کی تہ سے نکلتا ہے۔
طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝٦٥	٦٥۔ اس کے شگوفے گویا شیطانوں کے سر ہیں۔ [۲۵]
فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِــُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝٦٦	٦٦۔ پس وہ (دوزخی) ضرور اسی درخت سے کھائیں گے اور اسی سے (اپنے) پیٹ بھریں گے۔
ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۝٦٧	٦٧۔ پھر انہیں زقوم کھانے کے بعد کھولتا ہوا گرم پانی ملا کر دیا جائے گا۔ [۲۶]

ہے اور اسی کامیابی کے لئے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیے۔

[۲۴] جہنم کے ایک درخت کا نام زقوم ہے جو سخت کڑوا، بدبودار اور کانٹے دار ہوگا، اس کا پانی جسم کو لگ جائے تو ورم ہو جائے گا۔ اہل جہنم کو جب بھوک لگے گی تو انہیں کھانے کے لئے یہی درخت پیش کیا جائے گا اور اس کا کھانا ظالموں کے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا۔ اہل مکہ کو کفر و شرک کے انجام بد سے ڈرانے کے لئے یہ مثال بیان کی گئی ہے کہ اگر تم اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تمہیں بھی جہنم میں زقوم کھانا پڑے گا اور اگر تم ایمان لے آؤ تو جنت میں اللہ تعالیٰ کی بہترین مہمانی سے لطف اندوز ہو گے۔ اب تم خود ہی فیصلہ کرو کہ تمہارے لئے کون سی چیز بہتر ہے۔

[۲۵] جس طرح کسی خوبصورت، پاکیزہ اور اچھی چیز کو فرشتہ سے تشبیہ دی جاتی ہے اور بدصورت، ناپاک اور بری چیز کو شیطان سے تشبیہ دی جاتی ہے اسی طرح زقوم کی شاخوں کو ان کی بدبو، کڑواہٹ اور بدصورتی کی وجہ سے شیاطین کے سروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

[۲٦] اہل دوزخ کو جب بھوک لگے گی تو انہیں زقوم کے درخت کے پاس لایا جائے گا اور جب وہ زقوم کی بدبودار شاخوں سے اپنے پیٹ بھر لیں گے تو پھر کھولتا ہوا گرم پانی ان کے پیٹ میں ڈالا جائے گا اور وہ گرم پانی زقوم کے ساتھ مل کر ان کی

Marfat.com

ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاْاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾	۶۸۔ پھرانہیں دوزخ (میں اپنے مقام) کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔
اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾	۶۹۔ بے شک انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔
فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾	۷۰۔ اور یہ بھی ان کے نقش قدم پر دوڑے جارہے ہیں۔[۲۷]
وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾	۷۱۔ اور ان سے قبل بھی بہت سے پہلے لوگ گمراہ ہو گئے تھے۔[۲۸]
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾	۷۲۔ اور بے شک ہم نے ان میں بھی ڈر سنانے والے بھیجے تھے۔
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾	۷۳۔ سو دیکھیے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا۔
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾ ع	۷۴۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے۔
وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾	۷۵۔اور ہمیں نوح علیہ السلام نے پکارا تو ہم کتنے اچھے فریاد رس ہیں۔
وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾	۷۶۔ اور ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی۔[۲۹]

انتڑیوں کو کاٹ کے رکھ دے گا۔ زقوم کے کھانے اور گرم پانی پینے کے بعد انہیں جہنم میں اپنے مقام پر لوٹا دیا جائے گا۔

[۲۷] جہنم میں جن لوگوں کو زقوم کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا ان کی گمراہی کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا لیکن پھر بھی عقل و خرد سے کام نہ لیا اور بغیر سوچے سمجھے ان ہی کے نقش قدم پر چلتے رہے۔

[۲۸] پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مشرکین مکہ اگر آپ کی دعوت قبول نہیں کرتے اور گمراہ باپ دادا کی تقلید نہیں چھوڑتے تو آپ غمگین نہ ہوں ان سے پہلے بھی بہت سی قومیں گمراہ ہو چکی ہیں حالانکہ ان کے پاس بھی انبیاء آئے تھے اور انہوں نے انہیں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تھا مگر جب وہ اپنی گمراہی سے باز نہ آئے تو انہیں ہلاک کر دیا گیا۔

[۲۹] حضرت نوح علیہ السلام پانی کے طوفان سے پہلے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے رہے۔ اتنی طویل تبلیغ کے

Marfat.com

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾

٧٧۔ اور ہم نے صرف ان ہی کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا۔ [٣٠]

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾

٧٨۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔ [٣١]

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾

٧٩۔ سلام ہو نوح علیہ السلام پر تمام جہانوں میں۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾

٨٠۔ بے شک ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾

٨١۔ بے شک وہ (نوح علیہ السلام) ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾

٨٢۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔

بعد بھی جب وہ سرکشی اور نافرمانی سے باز نہ آئے اور حضرت نوح علیہ السلام نے محسوس کر لیا کہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں تو آپ علیہ السلام نے دعا کی جس کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے: اور نوح علیہ السلام نے دعا کی: اے میرے رب! روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو رہنے والا باقی نہ چھوڑ، بے شک اگر تو ان کو چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ صرف بدکار کافروں کو ہی جنم دیں گے۔ (قرآن: ٧١:٢٦-٢٧) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو غرق ہونے سے بچا لیا جن کی تعداد اسی (٨٠) تھی۔ اس آیت میں گھر والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ پر ایمان لائے تھے۔ (تفسیر قرطبی)

[٣٠] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے باہر نکلے تو آپ کی اولاد اور بیویوں کے سوا جو آپ کے ساتھ عورتیں اور مرد تھے وہ سب فوت ہو گئے۔ (تفسیر خازن، تفسیر قرطبی) لہٰذا آج دنیا میں جتنے انسان موجود ہیں وہ صرف حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، جیسا کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے موجود تھے، لہٰذا سارے انسان ان کی اولاد سے ہیں۔ (تفسیر قرطبی) اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی اور دوسرے ابوالبشر کہا جاتا ہے۔

[٣١] علامہ خازن لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء اور امتوں میں ان کا ذکر خیر جاری کر دیا یعنی ان کے بعد قیامت تک اہل ایمان ان پر صلاۃ وسلام پڑھتے رہیں گے اور تمام جہانوں میں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کا نزول ہوتا رہے گا۔ (تفسیر خازن) اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ان کے درجات کے مطابق

Marfat.com

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ اور بے شک ابراہیم علیہ السلام بھی ان کے گروہ سے تھے۔[۳۲]

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ جب وہ اپنے رب کی بارگاہ میں قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہوئے۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: تم کن چیزوں کی پرستش کرتے ہو؟

اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جھوٹے معبودوں کا ارادہ کرتے ہو؟[۳۳]

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ تو تمام جہانوں کے رب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِى النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے ایک بار ستاروں کی طرف دیکھا۔

فَقَالَ اِنِّىْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ اور کہا: بے شک میری طبیعت ناساز ہے۔[۳۴]

اچھا بدلہ عطا فرماتا ہے۔

[۳۲] جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نبی تھے اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل حلیم تھا یعنی ان کا دل شرک، شک اور گناہوں سے پاک تھا۔ (تفسیر کبیر) ان کا دل اللہ تعالیٰ کے لئے خالص اور دنیا اور اہل دنیا کی محبت سے خالی تھا۔ (تفسیر مظہری)

[۳۳] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر اور اپنی قوم کو تنبیہ کی کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جھوٹے معبودوں کی عبادت کرتے ہو تو پھر اس ذات کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور عبادت کا حقیقی مستحق ہے؟ یعنی تم عقل سے کام لو اور اس رب کی عبادت کرو جو تمام جہانوں کا رب ہے اور حقیقت میں وہی عبادت کا مستحق ہے۔

کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ مشرک تھا؟ کیا ان کے باپ کا نام آزر تھا؟ اس کی تفصیل کے لئے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۷۴ کا حاشیہ نمبر ۷۰ ملاحظہ کریں۔

[۳۴] علامہ خازن لکھتے ہیں کہ جب کوئی خوشی کا تہوار آتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ صبح سویرے بہترین کھانے تیار

Marfat.com

فَتَوَلَّوۡا عَنۡهُ مُدۡبِرِيۡنَ ۝٩٠

۹۰۔ چنانچہ وہ لوگ انہیں (ابراہیم علیہ السلام کو) پیچھے چھوڑ کر (میلہ دیکھنے) چلے گئے۔

فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمۡ فَقَالَ اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ‌ۚ‏ ۝٩١

۹۱۔ پھر آپ (ابراہیم علیہ السلام) خاموشی سے ان کے معبودوں کے پاس گئے اور انہیں کہا: تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟[۳۵]

مَا لَكُمۡ لَا تَنۡطِقُوۡنَ ۝٩٢

۹۲۔ تمہیں کیا ہوا؟ تم بولتے کیوں نہیں؟

کرتے، ان کو بتوں کے سامنے رکھتے، پھر تہوار منانے کے لئے شہر سے باہر چلے جاتے اور شام کے وقت جب واپس آتے تو بتوں کے سامنے رکھے ہوئے کھانے کو تبرک کے طور پر کھاتے۔ ایک دن تہوار کے موقع پر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا کہ وہ بھی ان کے ساتھ تہوار منانے کے لئے باہر چلیں، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارادہ یہ تھا کہ جب یہ سارے لوگ باہر چلے جائیں گے تو وہ ان کے بتوں کو توڑ دیں گے تاکہ ان پر حجت قائم ہو جائے کہ جو اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھا، کیونکہ وہ لوگ اپنے معاملات میں ستاروں سے مدد لیتے تھے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے معمول کے مطابق ستاروں کی طرف دیکھا اور انہیں کہا: میری طبیعت ناساز ہے اس لئے میں تمہارے ساتھ باہر جانے والا نہیں ہوں۔ (تفسیر خازن)

اس جواب سے انہوں نے یہ سمجھا کہ ستاروں کی گردش دیکھنے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوا ہے کہ وہ بیمار ہونے والے ہیں اور وہ ان کے ساتھ باہر نہیں جا سکتے اس لئے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ کر تہوار منانے باہر چلے گئے، جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کا روگ یہ تھا کہ وہ شرک کو کیوں نہیں چھوڑتے، اس فکر میں ان کی طبیعت ناساز اور بوجھل رہتی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب بظاہر جھوٹ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں یہ جھوٹ نہیں بلکہ اس کو توریہ اور تعریض کہا جاتا ہے جو کہ جائز ہے۔

توریہ اور تعریض

توریہ اور تعریض سے مراد ایسا انداز یا کلام ہے جس کے دو مفہوم نکلتے ہوں۔ ایک قریب اور ظاہری دوسرا بعید اور باطنی، لہٰذا مخاطب اس کے ظاہری اور قریبی مفہوم سے مغالطے کا شکار ہو جاتا ہے مگر متکلم کسی حکمت کے پیش نظر اس کا بعید اور باطنی مفہوم مراد لیتا ہے اور وہ بھی درست ہوتا ہے کیونکہ کسی شرعی مقصد کے لئے ایسے کلام کا استعمال جائز ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) اس کی چند مثالیں دیکھنے کے لئے سورہ انبیاء (۲۱) کی آیت نمبر ۶۳ کا حاشیہ نمبر ۵۳ ملاحظہ کریں۔

[۳۵] مشرکین جب اپنے بتوں کے سامنے کھانے رکھ کر تہوار منانے چلے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام چپکے سے بت خانہ میں داخل ہوئے اور بتوں کو کہا: تم کھاتے کیوں نہیں؟ تم بولتے کیوں نہیں؟ پھر دائیں ہاتھ میں کلہاڑا پکڑا اور بتوں کو توڑ ڈالا۔ آخر میں کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا اور چپکے سے واپس آ گئے۔

Marfat.com

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿٩٣﴾	۹۳۔ پھر آپ (ابراہیم علیہ السلام) دائیں ہاتھ سے انہیں مارنے (اور توڑنے) لگے۔
فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿٩٤﴾	۹۴۔ پھر وہ (مشرک لوگ) دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے۔[۳۶]
قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿٩٥﴾	۹۵۔ ابراہیم علیہ السلام نے (ان سے) فرمایا: کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو۔
وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾	۹۶۔ حالانکہ تمہیں بھی اور تمہارے اعمال کو بھی اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔
قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿٩٧﴾	۹۷۔ انہوں نے کہا: ان کے لئے عمارت بناؤ، پھر ان کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔[۳۷]
فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٩٨﴾	۹۸۔ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مکر کرنا چاہا لیکن ہم نے ان ہی کو نیچا کر دیا۔

[۳۶] شام کو جب وہ لوگ تہوار سے واپس آئے تو غصے میں آ کر کہنے لگے: ہمارے معبودوں کا یہ حشر کس نے کیا ہے؟ ان میں سے بعض نے کہا: ہم نے ایک نوجوان کو ان بتوں کے خلاف باتیں کرتے سنا ہے اور اس کا نام ابراہیم ہے، ہوسکتا ہے یہ کام اس نے کیا ہو۔ چنانچہ وہ دوڑتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: کیا تم نے ہمارے بتوں کو توڑا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: تم اپنے تراشیدہ بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو جو اپنے آپ کو بھی نہیں بچا سکتے اور نہ ہی اپنے توڑنے والے کا نام بتا سکتے ہیں، حالانکہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، وہ قادر مطلق ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

[۳۷] مشرکین جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل کا جواب نہ دے سکے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایک بہت بڑا آتشکدہ بنا کر اس میں آگ جلائی جائے اور ان کو اس آگ میں پھینک دیا جائے تاکہ وہ خود بھی ختم ہو جائے اور ان کے انجام کو دیکھ کر آئندہ کوئی بتوں کی مخالفت کی جرأت نہ کر سکے۔ الغرض انہوں نے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کا منصوبہ بنایا مگر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو اپنے ارادے میں ناکام کر دیا اور آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے گلزار بن گئی۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ انبیاء (۲۱) کی آیت نمبر ۶۹ کا حاشیہ نمبر ۵۶ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾

۹۹۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: بے شک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ میری رہنمائی فرمائے گا۔[۳۸]

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾

۱۰۰۔ اے میرے رب! مجھے نیک بیٹا عطا فرما۔[۳۹]

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾

۱۰۱۔ پس ہم نے انہیں ایک بردبار بیٹے کی بشارت دی۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی
فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ
قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ٘ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ
شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾

۱۰۲۔ پھر جب وہ (اسماعیل) ان کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے بیٹے! بے شک میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، اب غور کر کے بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اسماعیل نے عرض کیا: اے ابا جان! آپ کر دیں جس کا آپ کو حکم ہوا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔[۴۰]

[۳۸] جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے صحیح وسلامت نکل آئے اور پھر بھی قوم ایمان نہ لائی تو آپ نے وہاں سے ہجرت کا اعلان کر دیا کہ میں وہاں جانے والا ہوں جہاں میرا اللہ تعالیٰ میری رہنمائی فرمائے گا تاکہ میں وہاں آزادی اور اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے دین کی تبلیغ کر سکوں۔

[۳۹] جب آپ ہجرت کر کے فلسطین پہنچے تو آپ نے نیک بیٹے کے لئے دعا کی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور انہیں بردبار بیٹے کی بشارت دی۔

[۴۰] ذبح کا حکم پانے والے سے کون سا بیٹا مراد ہے؟

اس میں اختلاف ہے کہ ذبح کا حکم پانے والے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے یا حضرت اسحاق علیہ السلام لیکن دلائل اور قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دے گیا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔
اس کے لئے چند دلائل ملاحظہ کریں:
(۱) علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: جمہور مفسرین کے نزدیک ذبح کا حکم پانے والے بیٹے سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر ذبح کا پورا قصہ بیان کرنے کے بعد آگے آیت نمبر ۱۱۲ میں فرمایا: اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق کی بشارت دی کہ وہ نبی (اور) صالحین میں سے ہوں گے۔ (قرآن: ۳۷: ۱۱۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کا حکم پانے والے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے کیونکہ یہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

Marfat.com

(۲) اس سورت کی آیت نمبر ۱۱۲ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب بیٹے اسحاق کی بشارت دی گئی تو ساتھ ہی فرما دیا گیا کہ وہ نبی ہوں گے اور سورہ ہود (۱۱) کی آیت نمبر ۷۱ میں حضرت سارہ علیہا السلام کو جب بیٹے اسحاق کی بشارت دی گئی تو ساتھ ہی بتا دیا گیا کہ حضرت اسحاق سے ان کا بیٹا یعقوب پیدا ہوگا۔ ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت اسحاق کی پیدائش سے پہلے ان کے والدین کو بتا دیا گیا تھا کہ وہ نبی ہوں گے، بڑے ہو کر شادی کریں گے اور ان کے ہاں حضرت یعقوب پیدا ہوں گے۔ اب اگر ان کو نبوت اور شادی سے پہلے بچپن میں ہی ذبح کرنے کا حکم دیا جاتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم تھا کہ ان کو ابھی نبوت کے منصب پر فائز ہونا ہے اور ان کے ہاں حضرت یعقوب کی پیدائش بھی ہونی ہے، لہٰذا ان کو ذبح کرنے سے ان کو موت نہیں آئے گی تو پھر یہ کوئی بڑا امتحان نہیں تھا، لہٰذا اقرین قیاس یہی ہے کہ ذبح کا حکم پانے والے بیٹے کا نام حضرت اسماعیل ہے کیونکہ ان کے نبی ہونے اور صاحب اولاد ہونے کی پیش گوئی نہیں ہوئی تھی اور ان کو ذبح کرنا ہی بہت بڑا امتحان تھا۔

(۳) حضرت اسحاق علیہ السلام شام و فلسطین میں آباد ہوئے اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام مکہ میں آباد ہوئے اور ان کی اولاد عرب کہلاتی ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح کیا گیا اس کے سینگ عرصہ دراز تک کعبہ میں لٹکے رہے جیسا کہ شعبی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس مینڈھے کے دونوں سینگ کعبہ میں خود دیکھے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر) نیز قربانی اور ذبح کی جگہ بھی مکہ کے قریب منیٰ میں ہے اور زمانہ جاہلیت میں بھی اہل عرب ہر سال منیٰ میں قربانی کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد منایا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کا حکم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں تھا جو کہ مکہ میں موجود تھے نہ کہ اسحاق کے متعلق جو کہ شام میں تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

(۴) اصمعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو عمرو بن علاء سے پوچھا: ذبح کا حکم پانے والے حضرت اسماعیل تھے یا حضرت اسحاق؟ تو انہوں نے جواب دیا: اے اصمعی! تمہاری عقل کہاں ہے؟ حضرت اسحاق مکہ میں کب آئے تھے (یعنی حضرت اسحاق مکہ میں کبھی نہیں آئے)، مکہ میں تو حضرت اسماعیل آئے تھے اور انہوں نے ہی اپنے والد گرامی کے ساتھ مل کر کعبہ کی تعمیر کی تھی۔
(تفسیر خازن)

(۵) یہودیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ذبح کا حکم پانے والے حضرت اسحاق ہیں اور اس کے ثبوت میں تورات کی درج ذیل آیات پیش کرتے ہیں: ان باتوں کے بعد خدا نے ابراہیم کو آزمایا اور فرمایا: اے ابراہیم! تم اپنے اکلوتے بیٹے اسحاق کو جس سے تم بہت پیار کرتے ہو ساتھ لو اور موریاہ کے ملک میں جاؤ اور وہاں پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا وہاں سوختنی قربانی کے طور پر اس کو قربان کر دو۔ (پیدائش: کتاب ۲۲: آیات ۱۔ ۲: دی لیونگ بائبل)

اکلوتا بیٹا اس کو کہتے ہیں جس کا اور کوئی بھائی نہ ہو حالانکہ جب حضرت اسحاق پیدا ہوئے اس وقت ان کے بڑے بھائی حضرت اسماعیل کی عمر چودہ سال تھی، لہٰذا حضرت اسحاق کبھی بھی اکلوتے نہیں تھے، البتہ حضرت اسماعیل پہلے چودہ سال اکلوتے تھے جیسا کہ بائبل میں موجود ہے: جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال تھی۔ (پیدائش: ۱۶: ۱۶: دی لیونگ بائبل) اور جب حضرت سارہ علیہا السلام سے

Marfat.com

حضرت اسحاق پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ (پیدائش: ۲۱:۵: دی لیونگ بائبل) بائبل کی ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے حضرت اسماعیل تھے، لہٰذا وہی اکلوتے بیٹے تھے اور یہ ذبح کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضرت اسماعیل کی عمر ۱۳ سال تھی۔ (صفوۃ التفاسیر) اور حضرت اسحاق اس کے ایک سال بعد پیدا ہوئے۔

(۶) قرظی بیان کرتے ہیں کہ علمائے یہود میں سے ایک عالم مسلمان ہو گیا۔ اس سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کون سے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا؟ اس نے جواب دیا: حضرت اسماعیل کو، پھر اس نے مزید کہا: اے امیر المؤمنین! یہود اس بات کو خوب جانتے ہیں لیکن وہ عرب لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس لئے ان کا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت اسحاق کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ (تفسیر خازن)

نبی کا خواب

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ (بخاری: ۳۵۶۹: کتاب المناقب: باب ۲۴)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل نہیں سوتا، اسی طرح انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے۔ (بخاری: ۳۵۷۰: کتاب المناقب: باب ۲۴)

حضرت اسماعیل کا امتحان

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل کی عمر جب ۱۳ سال ہوئی تو آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذبح کر رہا ہوں اب تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ یہ کوئی مشورہ نہیں تھا کہ اگر بیٹا انکار کر دیتا تو آپ ذبح کرنے کا ارادہ ترک کر دیتے بلکہ بیٹے کا امتحان لینا مقصود تھا۔ اس سعادت مند بیٹے نے ایسا تسلی بخش جواب دیا کہ باپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں یعنی اے ابا جان! آپ کر دیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

شیطان کی کوشش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا تو شیطان نے کہا: اگر میں اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر والوں کو نہ بہکا سکا تو پھر کبھی ان کی اولاد میں کسی کو نہ بہکا سکوں گا۔ یہ ارادہ کر کے وہ مرد کی شکل میں حضرت اسماعیل کی ماں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس گیا اور کہنے لگا: کیا تم کو معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہارے بیٹے کو کہاں لے گئے ہیں؟ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا: وہ دونوں اس گھاٹی سے لکڑیاں لینے گئے ہیں۔ شیطان نے کہا: نہیں خدا کی قسم! ایسا نہیں ہے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو ذبح کرنے لے گئے ہیں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا: ایسا نہیں ہو سکتا وہ تو بیٹے سے بہت پیار کرتے ہیں۔ شیطان

Marfat.com

نے کہا: وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا: اگر ان کے رب نے یہ حکم دیا ہے تو رب تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرنا ہی بہتر ہے۔ شیطان یہاں سے مایوس ہو کر بیٹے کے پاس گیا، بیٹا اس وقت باپ کے پیچھے پیچھے جارہا تھا۔ شیطان نے اس سے کہا: لڑکے! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ تم کو کہاں لے کر جارہا ہے؟ لڑکے نے کہا: ہم گھر کے لئے اس گھاٹی سے لکڑیاں لینے جارہے ہیں۔ شیطان نے کہا: نہیں خدا کی قسم! اس کا مقصد یہ نہیں بلکہ وہ تم کو ذبح کرنا چاہتے ہیں۔ لڑکے نے کہا: کیوں؟ شیطان نے کہا: کیونکہ ان کے رب نے ان کو اس بات کا حکم دیا ہے۔ لڑکے نے کہا: ایسا ہے تو ان کو اپنے رب کا حکم پورا کرنا ضروری ہے۔ (اور میں بھی اس پر راضی ہوں)

جب لڑکے نے شیطان کا مشورہ نہ مانا تو شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا: اے شیخ! کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میں ایک کام کے لئے اس گھاٹی میں جارہا ہوں۔ شیطان بولا: خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ شیطان نے خواب میں آکر تمہیں اپنا بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو پہچان لیا اور فرمایا: اے دشمن خدا! میرے پاس سے ہٹ جا، میں ضرور اپنے رب کے حکم پر عمل کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو شیطان سے محفوظ رکھا اور شیطان ناکام ہو کر لوٹ گیا۔ (تفسیر معالم التنزیل)

شیطان کا علم غیب

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا خواب ابھی اپنی بیوی اور اپنے بیٹے کو نہیں بتایا مگر شیطان کو اس کا علم ہو گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک شیطان اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ (قرآن: ۷: ۲۷) یعنی شیطان تمہیں نظر نہیں آتا مگر وہ تمہیں ہر وقت اور ہر جگہ دیکھتا ہے، تمہارے دل کے ارادوں سے باخبر ہے اور وہ تمہارے پاس شیطان اور دشمن کے روپ میں نہیں آتا بلکہ دوست اور خیر خواہ کے رنگ میں تمہیں دھوکہ دیتا ہے، لہٰذا اس کی فتنہ پردازی اور وسوسہ اندازی سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرو۔

شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ وہ انسان کے دل کی گہرائی سے اُٹھنے والے خیالات کو بھی جانتا ہے حتیٰ کہ جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب پر بھی آگاہ تھا جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا اشارہ ملا تھا۔ اگر شیطان کا علم اتنا وسیع ہے جو لوگوں کو گمراہ کرتا ہے تو انبیائے کرام علیہم السلام کی وسعتِ علم کا کیا عالم ہوگا جو تمام جنوں، فرشتوں اور انسانوں سے افضل ہیں اور لوگوں کو شیطانی گمراہیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر شیطان تمہیں دیکھتا ہے اور تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو جو شیطان کو دیکھتا ہے اور شیطان اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ (تفسیر مظہری) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اے میرے پروردگار! میں شیطان مردود سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ آمین

شیطان کو کنکریاں مارنا

ابوطفیل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے جارہے تھے تو مشعر

Marfat.com

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝۱۰۳

۱۰۳۔ پھر جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔[۴۱]

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝۱۰۴

۱۰۴۔ اور ہم نے ان کو ندا دی کہ اے ابراہیم!

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۰۵

۱۰۵۔ بے شک تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا بے شک ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔[۴۲]

پر شیطان روکنے کے لئے آپ کے سامنے آگیا لیکن آپ آگے نکل چکے تھے، پھر آپ جمرہ عقبہ پر پہنچے وہاں بھی شیطان سامنے آگیا۔ آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں اور وہ چلا گیا، پھر جب آپ جمرہ وسطیٰ پر پہنچے تو وہاں بھی شیطان آگے آگیا۔ آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں اور وہ چلا گیا، پھر جب آپ نے جمرہ کبریٰ کے پاس شیطان کو پایا تو آپ نے وہاں بھی اسے سات کنکریاں ماریں اور وہ چلا گیا۔ اس کے بعد آپ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے کے لئے چل دیئے۔ (تفسیر معالم التنزیل)

[۴۱] حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں جب قربانی کے لئے تیار ہو گئے تو بیٹے نے عرض کیا: اے میرے ابا جان! آپ مجھے رسی کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیں تاکہ میں مضطرب نہ ہوں اور اپنے کپڑوں کو مجھ سے دور رکھنا تاکہ میرے خون کے چھینٹے ان پر نہ پڑیں اور میری امی جان میرا خون دیکھ کر زیادہ غمگین نہ ہوں اور چھری کو اچھی طرح تیز کرلیں تاکہ وہ مجھ پر آسانی سے گزر جائے اور جب آپ میری امی جان کے پاس واپس جائیں تو انہیں میرا آخری سلام پہنچائیں اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری قمیص میری امی جان تک پہنچا دیں اس کو دیکھ کر ان کو کچھ تسلی ہو گی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مزید کہا: اے میرے ابا جان! جب آپ مجھے ذبح کرنے لگیں تو مجھے منہ کے بل لٹائیں کیونکہ جب آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑے گی تو آپ کے دل میں رقت پیدا ہو گی اور وہ رقت آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے درمیان حائل نہ ہو جائے۔ (اکلوتے بیٹے کی زبان سے یہ الفاظ سن کر بوڑھے باپ کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی) لیکن پھر بھی استقامت کا پہاڑ بن کر کہتے ہیں: اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے میں تم میرے لئے بڑے مددگار ثابت ہو رہے ہو۔ اس کے بعد جس طرح بیٹے نے کہا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح ان کو اچھی طرح باندھ دیا، پھر روتے ہوئے اپنے بیٹے کو بوسہ دیا اور اس کے حلقوم پر چھری چلا دی مگر اس چھری نے کچھ نہ کاٹا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو تین بار چھری کو پتھر پر تیز کیا لیکن پھر بھی چھری نے حلقوم نہ کاٹا۔ (تفسیر خازن)

[۴۲] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو خواب دیکھا تھا اس میں اپنے بیٹے کو اس طرح ذبح نہیں کر دیا تھا کہ ان کی جان نکل گئی ہو بلکہ آپ ذبح کر رہے تھے اور منیٰ میں بھی جب آپ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے میں مصروف تھے تو اسی دوران آواز آئی: اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ نہ خواب میں بیٹے کی جان لی گئی تھی اور نہ اب اس کی جان لینا مقصود ہے بلکہ یہ آپ کا امتحان تھا اور آپ اس میں کامیاب ہو گئے ہیں، لہٰذا ہم نے ایک مینڈھے کے ذریعہ آپ کے بیٹے کا فدیہ ادا کر دیا ہے۔ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو جبریل امین ایک خوبصورت مینڈھا لیئے کھڑے تھے جس کو آپ نے ذبح کر

Marfat.com

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾	۱۰۶۔ بے شک یہ ایک بڑی کھلی آزمائش تھی۔
وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾	۱۰۷۔ اور ہم نے ایک بہت بڑی قربانی کے ساتھ ان کا فدیہ ادا کر دیا۔
وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾	۱۰۸۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔
سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۰۹﴾	۱۰۹۔ سلام ہو ابراہیم علیہ السلام پر۔ [۴۳]
كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾	۱۱۰۔ ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔
اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾	۱۱۱۔ بے شک وہ (ابراہیم علیہ السلام) ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔
وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾	۱۱۲۔ اور ہم نے انہیں (دوسرے بیٹے) اسحاق کی بشارت دی کہ وہ نبی (اور) صالحین میں سے ہوں گے۔ [۴۴]

دیا۔ اس کو بڑی قربانی اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ یہ مینڈھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا تھا۔ قربانی کا یہ واقعہ دسویں ذوالحجہ کو منیٰ میں پیش آیا تھا جس کی یاد قیامت تک منائی جاتی رہے گی۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب مینڈھے کو ذبح کیا تو جبریل امین نے کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اللہ اکبر و للہ الحمد۔ اور (قربانی و تکبیرات کی) یہ سنت ہمیشہ کے لئے باقی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[۴۳] انبیائے کرام کا اجر چونکہ سب سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے ان کا امتحان بھی بڑا ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے نمرود کی آگ میں اپنی جان پیش کی، پھر ملک چھوڑا، پھر بڑھاپے کے عالم میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی پیش کی۔ ان ساری آزمائشوں میں کامیاب ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے امتیازی شانوں سے نوازا اور بعد میں آنے والے انبیاء اور امتوں میں ان کا ذکر خیر جاری کر دیا۔ یعنی ان کے بعد قیامت تک اہل ایمان ان پر صلاۃ وسلام پڑھتے رہیں گے اور مسلمان تو ہر نماز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر درود پڑھتے ہیں اور ہر سال ان کی اور ان کے گھر والوں کی یادیں تازہ کرتے ہیں، مثلاً قربانی، تکبیرات تشریق اور صفا و مروہ کے درمیان سعی سب ان کی یادیں ہیں۔

[۴۴] اس آیت سے معلوم ہوا کہ ذبح کا حکم حضرت اسماعیل کے متعلق تھا کیونکہ ذبح کا پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ

Marfat.com

وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع۶

۱۱۳۔ اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام پر برکتیں نازل فرمائیں، اور ان دونوں کی نسل میں نیکوکار بھی ہیں اور اپنی جان پر کھلا ظلم کرنے والے بھی ہیں۔[۴۵]

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ ج

۱۱۴۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر احسان فرمایا۔

وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ ج

۱۱۵۔ اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی۔[۴۶]

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ ج

۱۱۶۔ اور ہم نے ان کی مدد فرمائی تو وہی غالب ہو گئے۔

وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ ج

۱۱۷۔ اور ہم نے ان دونوں کو ایک واضح کتاب (تورات) دی۔

وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ ج

۱۱۸۔ اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستے پر چلایا۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ لا

۱۱۹۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان دونوں کا ذکر خیر باقی رکھا۔

نے حضرت اسحاق کی پیدائش کی خوشخبری دی ہے۔

[۴۵] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام پر بہت برکتیں نازل فرمائیں یعنی ان کی اولاد سے بکثرت انبیائے کرام مبعوث فرمائے لیکن اس کے باوجود ان کی اولاد میں نیک بھی ہیں اور ظالم بھی، لہٰذا کسی کو صرف اپنے نیک باپ کے گھمنڈ میں نہیں رہنا چاہیے بلکہ اپنے اعمال کو بھی نیک بنانا چاہیے کیونکہ دنیا کے سارے انسان بالآخر حضرت آدم علیہ السلام یعنی ایک نبی کی اولاد ہیں مگر انہی میں کافر اور ظالم بھی ہیں اور مؤمن اور متقی بھی ہیں۔

[۴۶] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو احسانات فرمائے ان کا ذکر پہلے مختلف مقامات پر گزر چکا ہے، مثلاً پیدائش کے وقت موت سے بچایا اور فرعون کے گھر میں ان کی پرورش کا انتظام فرمایا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ طٰہٰ (۲۰) کی آیات نمبر ۳۸ تا ۴۰ کے حواشی ملاحظہ کریں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت، تورات اور معجزات عطا فرمائے اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت سے نوازا، پھر انہیں اور ان کی قوم کو فرعون کی غلامی اور اس کے مظالم سے نجات دی اور ان کے ملک پر غلبہ عطا فرمایا۔ اس کے لئے سورہ بقرہ (۲) کی آیت نمبر ۵۰ اور اس کا حاشیہ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾
۱۲۰۔ سلام ہو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾
۱۲۱۔ ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾
۱۲۲۔ بے شک وہ دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾
۱۲۳۔ اور بے شک الیاس علیہ السلام بھی رسولوں میں سے ہیں۔

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾
۱۲۴۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے نہیں ہو؟

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾
۱۲۵۔ کیا تم بعل (نامی بت) کی عبادت کرتے ہو اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟ [۴۷]

اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾
۱۲۶۔ اللہ تعالیٰ کو جو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾
۱۲۷۔ پھر انہوں نے الیاس علیہ السلام کو جھٹلایا، پس وہ ضرور (عذاب جہنم میں) پیش کیے جائیں گے۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾
۱۲۸۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾
۱۲۹۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾
۱۳۰۔ سلام ہو الیاس علیہ السلام پر۔ [۴۸]

---

[۴۷] اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو لبنان کے شہر بعلبک کی طرف نبی بنا کر بھیجا، وہاں کے لوگ بعل نامی بت کی عبادت کرتے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے انہیں کہا: تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بت کی عبادت نہ کرو کیونکہ وہ عبادت کے لائق نہیں ہے بلکہ تم اپنے خالق حقیقی کی عبادت کرو جو تمہارا اور تمہارے باپ دادا سب کا رب ہے مگر انہوں نے حضرت الیاس علیہ السلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور صرف وہی لوگ عذاب سے بچے جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور مخلص بندے تھے۔

[۴۸] اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر خیر باقی رکھا اور بعد میں آنے والے انبیاء اور مومنین ان کو نبی مانتے ہیں اور ان پر

Marfat.com

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۱﴾	۱۳۱۔ بے شک ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔
اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۲﴾	۱۳۲۔ بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔
وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۳﴾	۱۳۳۔ اور بے شک لوط علیہ السلام بھی رسولوں میں سے تھے۔
اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳۴﴾	۱۳۴۔ جب ہم نے ان کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات دی۔
اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۳۵﴾	۱۳۵۔ سوائے اس بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔[۴۹]
ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۶﴾	۱۳۶۔ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔
وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ مُّصْبِحِیْنَ ﴿۱۳۷﴾	۱۳۷۔ اور بے شک تم صبح کے وقت ان (کی اجڑی ہوئی بستیوں) کے پاس سے گزرتے ہو۔[۵۰]
وَبِالَّیْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ ع ۲۵ ۸	۱۳۸۔ اور رات کے وقت بھی، کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟
وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۹﴾	۱۳۹۔ اور بے شک یونس علیہ السلام (بھی ہمارے) رسولوں میں سے تھے۔
اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾	۱۴۰۔ جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کی طرف گئے۔

سلام بھیجتے ہیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام کو ال یاسین بھی لکھا پڑھا جاتا ہے جیسے طور سیناء (قرآن: ۲۳: ۲۰) کو قرآن مجید میں دوسری جگہ طور سینین (قرآن: ۹۵: ۲) بھی لکھا پڑھا گیا ہے حالانکہ یہ دونوں ایک ہی پہاڑ کے نام ہیں۔

[۴۹] قوم لوط پر جب عذاب کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کو وہاں سے نکال لیا، البتہ حضرت لوط علیہ السلام کی بوڑھی بیوی پیچھے رہ گئی تھی کیونکہ وہ کافرہ تھی اور دیگر کافروں کے ساتھ اسے بھی ہلاک کر دیا گیا۔

[۵۰] اہل مکہ کو خطاب کیا جا رہا ہے کہ تم شام کے تجارتی سفروں میں صبح و شام قوم لوط کی اجڑی ہوئی بستیوں کے پاس سے گزرتے ہو جن پر پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے کہ اگر تم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے پر قائم رہے تو تم پر بھی ایسا عذاب نازل ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝١٤١

۱۴۱۔ پھر قرعہ اندازی ہوئی تو وہ مغلوبوں میں سے ہو گئے۔[۵۱]

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝١٤٢

۱۴۲۔ پس مچھلی نے انہیں نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے۔

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝١٤٣

۱۴۳۔ پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے۔

لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝١٤٤

۱۴۴۔ تو وہ مچھلی کے پیٹ میں اس دن تک رہتے جب لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔

---

[۵۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو عراق میں نینوئی کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اہل نینوئی کو شرک سے روکا اور توحید کی دعوت دی مگر انہوں نے تکذیب کی اور ان کی ہٹ دھرمی اور سرکشی بڑھتی گئی۔ آپ نے انہیں عذاب کی وعید سنائی کہ تین دنوں تک ان پر عذاب آنے والا ہے اور خود ان لوگوں پر غضبناک ہو کر وہاں سے چل نکلے اور اس ہجرت کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کا انتظار نہ کیا۔ اگرچہ عام مومنوں کے لئے ایسے مشرک اور ہٹ دھرم لوگوں کا علاقہ چھوڑ کر ہجرت کر جانا اچھی بات ہے مگر ایک نبی کے شایان شان یہی تھا کہ آپ وحی کا انتظار کرتے۔

علامہ رازی لکھتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اور جب کشتی ڈگمگانے لگی اور سب لوگوں کو ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو ملاحوں نے کہا: اس کشتی میں کوئی عاصی یا بھاگا ہوا غلام ہے کیونکہ ہوا کے بغیر کشتی اسی وقت ڈگمگاتی ہے جب اس میں کوئی عاصی انسان ہو اور ہماری روایت یہ ہے کہ جب ہم ایسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو ہم قرعہ اندازی کرتے ہیں اور جس کے نام پر قرعہ نکل آئے اسے سمندر میں پھینک دیتے ہیں کیونکہ ایک آدمی کا غرق ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ کشتی کے سارے لوگ غرق ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے تین بار قرعہ اندازی کی اور ہر بار حضرت یونس علیہ السلام ہی کا نام نکلا۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی عاصی بندہ اور بھاگا ہوا غلام ہوں اور پھر سمندر میں چھلانگ لگا دی، پس ایک بڑی مچھلی آئی اور اس نے آپ کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی کو فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہ ہو۔ میں نے تیرا پیٹ ان کے لئے قید خانہ بنایا ہے، ان کو تیرے لئے خوراک نہیں بنایا۔

(تفسیر کبیر: سورۃ الأنبیاء (۲۱): زیر آیت نمبر ۸۷)

حضرت یونس علیہ السلام وحی کا انتظار کئے بغیر چل نکلے تھے اور ان کا خیال یہ تھا کہ وہ کوئی غلطی نہیں کر رہے اس لئے ان پر کوئی گرفت نہیں ہوگی لیکن اب مچھلی کے پیٹ میں انہیں احساس ہوا کہ ہجرت کا حکم نازل ہونے سے پہلے چل نکلنا ان کی اجتہادی خطا تھی، لہٰذا وہ نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مچھلی نے سمندر کے کنارے آ کر

Marfat.com

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾

۱۴۵۔ پھر ہم نے انہیں چٹیل میدان میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ بیمار تھے۔

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾

۱۴۶۔ اور ہم نے ان پر ایک بیلدار درخت اگا دیا۔

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾

۱۴۷۔ اور ہم نے انہیں ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا۔ [۵۲]

فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾

۱۴۸۔ پس وہ (ان پر) ایمان لائے اور ہم نے انہیں ایک معین مدت تک فائدہ پہنچایا۔

ایک چٹیل میدان میں آپ کو اگل دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یونس علیہ السلام میرا رسول اور میرا ذاکر ہے۔ اگر وہ میری تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا۔

[۵۲] چند دن مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے حضرت یونس علیہ السلام بہت کمزور ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس چٹیل میدان میں جہاں کوئی درخت اور مکان نہیں تھا وہاں پر کدو کی ایک بیل اگا دی۔ کدو کی بیل اگرچہ زمین پر پھیلتی ہے مگر یہ آپ کا معجزہ تھا کہ وہ ایک شاخوں والا درخت بن گئی اور آپ کو سایہ دینے لگی۔ نیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے روزانہ صبح و شام ایک بکری آتی اور آپ کو دودھ پلا جاتی۔ (تفسیر خزائن العرفان، تفسیر نور العرفان) چند دنوں کے بعد جب آپ کی کمزوری دور ہوگئی اور جسم کی قوت بحال ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قوم کے پاس واپس گئے جس کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے زائد تھی۔ جب قوم نے آپ کو دیکھا تو وہ بڑے خوش ہوئے، آپ پر ایمان لے آئے اور اپنی عمر پوری کر کے فوت ہوئے۔

حسن بن عساکر بیان کرتے ہیں کہ صحت مند ہونے کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کا گزر ایک چرواہے کے پاس سے ہوا، آپ نے اس سے پوچھا: یونس کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا: مجھے ان کا حال معلوم نہیں، البتہ وہ سب سے نیک اور سب سے زیادہ سچے آدمی تھے، انہوں نے ہمیں عذاب آنے کی خبر دی تھی، پھر ان کے کہنے کے مطابق عذاب کے آثار نمودار ہو گئے، پھر ہم سب نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور اب ہم حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کر رہے ہیں کہ وہ کہاں ہیں مگر ہم نے ان کی کوئی خبر نہیں سنی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اس سے پوچھا: تمہارے پاس دودھ ہے؟ اس نے جواب دیا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو عزت دی! جب سے حضرت یونس علیہ السلام ہمارے پاس سے گئے ہیں نہ بارش ہوئی ہے اور نہ ہی سبزہ اگا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: تم میرے پاس کوئی بکری لاؤ، پھر حضرت یونس علیہ السلام نے اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کا دودھ دوہو، اس نے دودھ دوہا اور حضرت یونس علیہ السلام نے اس دودھ کو پیا۔ اس چرواہے نے کہا: اگر حضرت یونس علیہ السلام زندہ ہیں تو پھر آپ ہی حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں ہی یونس ہوں، تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور

Marfat.com

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾	۱۴۹۔ پس آپ ان سے پوچھیں: کیا آپ کے رب کے لئے تو بیٹیاں ہوں اور ان کے لئے بیٹے ہوں؟ [۵۳]
اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾	۱۵۰۔ یا ہم نے فرشتوں کو مؤنث بنایا تو کیا وہ اس وقت موجود تھے؟
اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾	۱۵۱۔ غور سے سنو! بے شک وہ اپنی افتراپردازی سے کہتے ہیں۔
وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾	۱۵۲۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد جنی اور بے شک وہ جھوٹے ہیں۔
اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾	۱۵۳۔ کیا اس نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں پسند کی ہیں۔
مَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾	۱۵۴۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟

ان کو میرا اسلام کہو۔ چرواہے نے کہا: بادشاہ نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو شخص میرے پاس یہ خبر لے کر آیا کہ اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا ہے اور اس پر دلیل پیش کی تو میں اس کو اپنا ملک دے دوں گا اور میں بغیر کسی دلیل کے یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کہا: تم یہ بکری لے جاؤ، یہ شہادت دے گی کہ میں نے اس کا دودھ پیا ہے، وہ چرواہا اس بکری کو لے کر گیا اور اس بکری نے شہادت دی، پھر وہ چرواہا قوم کو لے کر اس چٹان پر پہنچا جہاں اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا تھا، ان لوگوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا تو آپ اس جگہ نماز پڑھ رہے تھے، وہ لوگ مارے خوشی کے رو پڑے اور بڑی عزت اور بہت اہتمام سے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے شہر میں لے آئے۔ ان لوگوں نے اس چرواہے سے کہا: تم ہمارے سردار ہو، تم سے بڑے مرتبہ کا ہم میں سے کوئی نہیں ہے، ہم کبھی تمہاری حکم عدولی نہیں کریں گے اور وہ چرواہا چالیس سال تک ان پر حکومت کرتا رہا۔

(تفسیر تبیان القرآن: جلد ۹: ص ۹۶۰)

[۵۳] عرب کی اکثریت بیٹیوں سے نفرت کرتی تھی جبکہ بعض قبائل فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ ان آیات میں مشرکین عرب سے پوچھا جا رہا ہے کہ تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو پیدا فرمایا تو کیا اس وقت تم وہاں موجود تھے اور تم نے دیکھا کہ وہ واقعی لڑکیاں تھیں؟ یا تمہارے پاس اس بات کا کوئی تحریری ثبوت ہے کہ کسی نبی یا کسی آسمانی کتاب نے اس کا ذکر کیا ہو؟ اور اگر تمہارے پاس ان دونوں میں سے کوئی ثبوت بھی نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر یہ کتنا بڑا احمقانہ اور گستاخانہ فیصلہ ہے کہ تم اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے ہو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے، لہٰذا اس کی اولاد قرار دینا بہت بڑا جھوٹ اور بہتان ہے۔

Marfat.com

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٥﴾	۱۵۵۔ کیا تم غور نہیں کرتے ؟
اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥٦﴾	۱۵۶۔ کیا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟
فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٥٧﴾	۱۵۷۔ اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب (کا حوالہ) پیش کرو۔
وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٥٨﴾	۱۵۸۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان نسبی رشتہ داری بنا رکھی ہے حالانکہ جنات کو علم ہے کہ وہ بھی (عذاب پر) پیش کئے جائیں گے۔[۵۴]
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٥٩﴾	۱۵۹۔ اللہ تعالیٰ ان (عیوب) سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٠﴾	۱۶۰۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے۔[۵۵]
فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿١٦١﴾	۱۶۱۔ پس تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو۔
مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿١٦٢﴾	۱۶۲۔ تم (سب مل کر) اللہ تعالیٰ کے خلاف (کسی کو) گمراہ نہیں کر سکتے۔[۵۶]
اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿١٦٣﴾	۱۶۳۔ سوائے اس کے جو جہنم میں گرنے والا ہے۔

[۵۴] علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں کہ بعض مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے العیاذ باللہ جنات میں شادی کی اور اس سے فرشتے پیدا ہوئے حالانکہ شیاطین (کافر جنات) کو اچھی طرح علم ہے کہ انہیں عذاب جہنم سے دوچار ہونا پڑے گا۔ (صفوۃ التفاسیر) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی جنات سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی جنات سے رشتہ داری ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کی سرکشی معاف فرما دیتا اور انہیں جہنم کے عذاب میں نہ پھینکتا۔

[۵۵] مشرکین جو کچھ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ایسی باتیں نہیں کہتے۔ اسی لئے مشرکین اپنی سرکشی کی وجہ سے عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے جنت میں جائیں گے۔

[۵۶] یہاں مشرکین کو خطاب ہو رہا ہے کہ تم اور تمہارے معبود سب مل کر بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو زبردستی گمراہ نہیں کر سکتے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکشی کے باعث جہنمی لکھ دیا ہے اسے تو بہر حال جہنم میں جانا ہی پڑے گا۔

Marfat.com

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾	۱۶۴۔ اور (فرشتوں نے کہا:) ہم میں سے ہر ایک کا مقام مقرر ہے۔[۵۷]
وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾	۱۶۵۔ اور بے شک ہم تو صف بستہ کھڑے ہیں۔
وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾	۱۶۶۔ اور بے شک ہم تسبیح کرنے والے ہیں۔
وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾	۱۶۷۔ اور وہ (کفار مکہ) کہا کرتے تھے۔
لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾	۱۶۸۔ اگر ہمارے پاس بھی پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی۔
لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾	۱۶۹۔ تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے۔[۵۸]
فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾	۱۷۰۔ پھر (جب نصیحت یعنی کتاب آئی تو) انہوں نے اس کا انکار کر دیا، سو وہ عنقریب جان لیں گے۔
وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾	۱۷۱۔ اور ہمارا اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے ساتھ پہلے وعدہ ہو چکا ہے۔[۵۹]

[۵۷] مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، ان کی تردید میں یہاں فرشتوں کا کلام نقل کیا جا رہا ہے یعنی ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک دائرہ کار مقرر ہے، ہم اس کے اندر صف بستہ کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تسبیح کرتے ہیں اور اس کی فرمانبرداری کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

[۵۸] نبی کریم ﷺ کی آمد سے پہلے کفار مکہ جب یہود و نصاریٰ پر نازل ہونے والی تورات و انجیل کے متعلق سنتے تو کہتے تھے: اگر ان کے پاس بھی کوئی آسمانی کتاب آتی تو وہ یہود و نصاریٰ کی طرح سرکشی نہ کرتے بلکہ اس پر اچھی طرح عمل کر کے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ آرزو پوری کی اور نبی کریم ﷺ کو قرآن مجید دے کر بھیجا تو انہوں نے تعصب میں آکر اس کا انکار کر دیا اور اس انکار کا برا انجام انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

[۵۹] اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور انبیاء کے ساتھ یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ ان کی مدد کی جائے گی اور ان کے دین کو غلبہ حاصل ہوگا۔ یہ غلبہ ظاہری اور مادی بھی ہو سکتا ہے جیسے اسلام کو کئی صدیوں تک مادی غلبہ حاصل رہا، پھر اہل اسلام کی کوتاہیوں کی وجہ سے وہ غلبہ برقرار نہ رہ سکا، اور یہ غلبہ معنوی اور مذہبی بھی ہو سکتا ہے یعنی دلائل و براہین کے میدان میں کوئی بھی اسلام پر غالب نہیں آسکے گا اور یہ حقیقت تو ہر دور میں روز روشن کی طرح عیاں رہی ہے اور آج بھی ظاہری غلبہ نہ ہونے کے باوجود

Marfat.com

إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ﴿١٧٢﴾

۱۷۲۔ بے شک ان کی مدد کی جائے گی۔

وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿١٧٣﴾

۱۷۳۔ اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٤﴾

۱۷۴۔ پس آپ کچھ دیر تک ان سے رخ پھیر لیں۔[۶۰]

وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٥﴾

۱۷۵۔ اور ان کو دیکھتے رہیے اور وہ بھی عنقریب (اپنا انجام) دیکھ لیں گے۔

أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿١٧٦﴾

۱۷۶۔ کیا وہ ہمارے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں۔

فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٧﴾

۱۷۷۔ پھر جب وہ عذاب ان کے سامنے آئے گا تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا تھا ان کی صبح بہت بری ہوگی۔[۶۱]

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٨﴾

۱۷۸۔ اور آپ کچھ دیر تک ان سے رخ پھیر لیں۔

وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٩﴾

۱۷۹۔ اور (ان کو) دیکھتے رہیے، سو وہ بھی عنقرب (اپنا انجام) دیکھ لیں گے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٨٠﴾

۱۸۰۔ آپ کا رب جو عزت کا مالک ہے ان (تمام عیبوں)

اسلام اپنے مضبوط دلائل اور دلکش نظریات کی وجہ سے دنیا میں سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب ہے۔

[۶۰] اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو فرما رہا ہے کہ آپ کچھ عرصہ کے لئے مشرکین کے خلاف تلوار نہ اٹھائیں اور ان کی اذیت رسانی سے درگزر کریں اور انتظار کریں عنقریب ہماری مدد آئے گی اور وہ اپنے برے انجام کو دیکھ لیں گے، جیسا کہ جنگ بدر اور فتح مکہ کے دن ہوا۔

[۶۱] نبی کریم ﷺ کفار مکہ کو عذاب سے ڈراتے تھے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عذاب آسکتا ہے لیکن وہ آپ کا مذاق اڑاتے تھے کہ جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں وہ آتا کیوں نہیں؟ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے انہیں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ایک دن مقرر ہے اور جب وہ عذاب نازل ہوگا وہ دن ان کے لئے بہت برا ہوگا، چنانچہ جنگ بدر میں جس طرح ان کے پیارے مارے گئے اور جس طرح انہیں شکست ہوئی وہ ان کے لئے بہت ہی برا دن تھا اور قیامت کے دن ان کفار کو جس انجام سے واسطہ پڑے گا وہ تو بہت ہی زیادہ برا ہوگا۔

Marfat.com

سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔[۶۲]

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۞ ۱۸۱۔ اور تمام رسولوں پر سلام ہو۔[۶۳]

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ ۱۸۲۔ اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔[۶۴]

---

[۶۲] مشرکین اللہ تعالیٰ کے لئے جو شریک اور بیٹیاں بناتے تھے اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہے، وہ بے نیاز ہے اور اسے کسی شریک یا اولاد کی ضرورت نہیں ہے۔

[۶۳] تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچایا اور انسانوں کی ہدایت کے لئے ہر ممکن کوشش کی لہٰذا وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان پر سلام بھیجا جائے۔حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم مجھ پر سلام بھیجو تو تمام رسولوں پر بھی سلام بھیجو کیونکہ میں بھی تمام رسولوں میں سے ایک رسول ہوں۔ (تفسیر قرطبی)

[۶۴] تمام جہانوں کا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اس لئے سب تعریفوں کا حقیقی مستحق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

آخری تین آیات کی فضیلت

☆ حضرت ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کئی بار سنا کہ آپ نماز ختم ہونے کے بعد یہ تین آیات تلاوت کیا کرتے تھے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ شعبی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ قیامت کے دن اسے بھرپور پیمانہ سے اجر ملے تو وہ اپنی مجلس اور گفتگو کے آخر میں یہ تین آیات پڑھے۔(تفسیر قرطبی) میں بھی اس سورت کا اختتام انہی تین آیات کی تلاوت اور تحریر پر کر رہا ہوں۔سبحٰن ربک رب العزة عما یصفون ★ و سلام علی المرسلین ★ والحمد للہ رب العلمین★

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز مغرب بروز ہفتہ ۱۳ فروری ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۸ صفر ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۲۹ جنوری تا ۱۳ فروری یعنی صرف ۱۵ دنوں میں سورہ صافات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ ص (۳۸)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''ص'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مضامین

۱۔ قرآن مجید تمام انسانوں کے لئے نصیحت ہے لیکن کفار مکہ نے تکبر کی وجہ سے اس کی مخالفت کی اور یہ کوئی نئی بات نہیں اس سے پہلے بھی کئی قوموں نے آسمانی کتابوں کی مخالفت کی جس کی سزا میں انہیں ہلاک کر دیا گیا اور اگر کفار مکہ بھی اپنے تکبر سے باز نہ آئے تو ان پر بھی عذاب آ سکتا ہے۔

۲۔ کفار مکہ کئی خداؤں کی عبادت کرتے تھے، جب نبی کریم ﷺ نے انہیں ایک خدا کی دعوت دی تو ان کی حیرانگی کی انتہا ہو گئی اور وہ غصہ میں آ کر کہنے لگے: بھلا اتنا بڑا نظام کائنات صرف ایک خدا کیسے چلا سکتا ہے؟ یہ تو ایسی عجیب و غریب بات ہے جو عقل میں نہیں آ سکتی، لہٰذا یہ شخص العیاذ باللہ جادوگر اور جھوٹا ہے۔

۳۔ اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دینے کے لئے گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی نافرمان قوموں کا ذکر فرمایا کہ اگر کفار مکہ آپ کی مخالفت کر رہے ہیں تو آپ غمگین نہ ہوں، پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی ایسی قوموں سے واسطہ پڑا تھا، انہوں نے بھی صبر کیا اور آپ بھی صبر کریں۔

۴۔ شیطان کے مردود ہونے کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ شیطان کی پیروی کریں گے انہیں بھی شیطان کے ساتھ جہنم رسید کیا جائے گا۔

۵۔ آخر میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید کی تبلیغ پر میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا اور نہ ہی میں کوئی بناوٹ کر رہا ہوں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔ آج تم اس حقیقت کا انکار کر رہے ہو مگر غور سے سن لو! عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب تمہیں چار و ناچار تسلیم کرنا پڑے گا کہ قرآن مجید تمام جہانوں کے لئے سراپا نصیحت ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز پیر ۱۵ فروری ۲۰۱۰ء بمطابق یکم ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

ایاتہا ۸۸ | ۳۸ سُورۃ ص مکیۃ ۳۸ | رکوعاتہا ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

صٓ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ①

۱۔ صٓ [۱] قسم ہے نصیحت والے قرآن کی۔

بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ②

۲۔ بلکہ کافر لوگ تکبر اور مخالفت میں (مبتلا) ہیں۔ [۲]

کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ فَنَادَوۡا وَّلَاتَ حِیۡنَ مَنَاصٍ ③

۳۔ ہم نے ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کردیا، (جب ان پر عذاب آیا تو) انہوں نے بہت فریاد کی لیکن وہ وقت نجات کا نہیں تھا۔ [۳]

وَعَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَہُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡہُمۡ ۫ وَقَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ ہٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ④

۴۔ اور کافروں کو اس پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرسنانے والا آگیا اور وہ کہنے لگے: یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔ [۴]

---

[۱] یہ حروف مقطعات میں سے ہے اور حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

[۲] قرآن مجید میں بیان کردہ نصیحتیں بڑی کامل ہیں اور ان پر عمل کرنے سے انسان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جاتی ہیں مگر جو لوگ قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کا انکار کرتے ہیں اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ انہیں قرآن مجید یا نبی کریم ﷺ میں کوئی نقص نظر آتا ہے بلکہ وہ تکبر اور مخالفت میں مبتلا ہیں جس کی وجہ سے وہ قرآن مجید کے پیغام میں غور ہی نہیں کرتے۔

[۳] یعنی پہلے بھی کئی قوموں نے تکبر میں آکر اپنے انبیائے کرام علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کی مخالفت کی اور جب ان پر ان کے کفر کے باعث عذاب نازل ہوا تو پھر ان کی آنکھیں کھلیں اور وہ توبہ کرنے لگے لیکن تب توبہ کا وقت گزر چکا تھا کیونکہ عذاب کو دیکھ کر کی جانے والی توبہ مقبول نہیں ہوتی۔ اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ وہ گزشتہ قوموں کے احوال سے عبرت حاصل کریں اور قرآن مجید کے انکار سے باز آجائیں ورنہ ان پر بھی عذاب نازل ہوسکتا ہے۔

[۴] کافر سرداروں کو اس پر بڑا تعجب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اگر بندوں ہی سے رسول بنانا تھا تو اس نے کسی مالدار اور سردار کو نبی کیوں نہیں بنایا۔ اب ہمارے لئے تو یہ بڑی ہتک کی بات ہے کہ ہم سردار ہوکر ایک عام آدمی کی پیروی کریں، لہٰذا اس تکبر کی وجہ سے وہ نبی کریم ﷺ کے معجزات کو جادو قرار دیتے اور جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا جاتا تو وہ کہتے کہ محمد

Marfat.com

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾

۵۔ کیا اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ صرف ایک خدا بنا دیا ہے؟ بے شک یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے۔ [۵]

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خود کلام بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، لہٰذا العیاذ باللہ آپ جھوٹے ہیں۔

[۵] علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو قریش پر یہ واقعہ سخت ناگوار گزرا اور وہ ابو طالب کے پاس آ کر کہنے لگے: آپ ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان فیصلہ کریں۔ چنانچہ ابو طالب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا اور کہا: یہ آپ کی قوم کے لوگ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے بتوں پر تنقید کرنا چھوڑ دیں اور یہ آپ کے خدا پر تنقید نہیں کریں گے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو فرمایا: اگر تم ایک کلمہ پڑھ لو تو سارا عرب و عجم تمہارے ماتحت ہو جائے گا۔ ابو جہل نے کہا: ہم تو ایسے دس کلمے پڑھنے کے لئے تیار ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پڑھو لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں)۔ یہ سنتے ہی وہ بڑے غضبناک ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: کیا اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ صرف ایک خدا بنا دیا ہے، بھلا صرف ایک خدا ساری مخلوق کا احاطہ کیسے کر سکتا ہے؟ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔
(تفسیر قرطبی)

قرآن مجید کی فصاحت

اس آیت میں ایک لفظ ہے ''عجاب''۔ اس لفظ کے متعلق میں نے اپنی تعلیم کے ابتدائی ایام میں ایک روایت سنی تھی جس کو دکتور وہبہ زحیلی نے اپنی تفسیر المنیر کے دیباچہ میں یعنی جلد اول کے صفحہ نمبر ۳۶ پر اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس روایت کا پس منظر اور اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

ایک دفعہ کفار میں سے چند اہل زبان اکٹھے ہوئے اور انہوں نے قرآن مجید سے تین الفاظ تلاش کئے یعنی عُجَاب (بہت ہی عجیب)، هُزُوًا (مذاق اڑانا)، کُبَّار (بہت بڑا) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر دعویٰ کیا کہ یہ الفاظ غیر فصیح ہیں، لہٰذا قرآن مجید اگر اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا تو اس میں یہ غیر فصیح الفاظ نہ ہوتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ یہ الفاظ فصیح نہیں ہیں؟ وہ کہنے لگے: ہمارا فلاں بوڑھا ہماری زبان کا معیار ہے، اس نے غیر فصیح لفظ کبھی نہیں بولا۔ اتنے میں اتفاق سے وہ بزرگ بھی وہاں آ گیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر مصافحہ کرنے کے لئے بیٹھنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے اور جب وہ کھڑا ہونے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے، اس طرح جب اس بزرگ کو چند بار اٹھنا اور بیٹھنا پڑا تو وہ غصہ میں آ کر کہنے لگا: اَتَتَّخِذُنِی هُزُوًا، اِنِّی شَیْخٌ کُبَّارٌ، وَاِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔ (کیا آپ میرا مذاق اڑاتے ہیں، میں بہت بڑی عمر کا بوڑھا ہوں اور بے شک یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے؟) اس بزرگ نے ایک ہی سانس میں وہی تین الفاظ کہہ دیئے جن کو یہ کفار غیر فصیح قرار دے رہے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غصہ اور اظہار ناراضگی کے وقت ان الفاظ کا استعمال فصاحت و بلاغت کے عین مطابق ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو غصہ دلانے کی کاروائی کی اور قرآن مجید میں بھی جہاں یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہاں اظہار ناراضگی مقصود ہے۔ مثال کے طور پر:

Marfat.com

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۚ﴿۶﴾

۶۔ اور کافروں کے سردار اٹھ کھڑے ہوئے (اور آپس میں کہنے لگے:) چلو اور اپنے خداؤں پر ثابت قدم رہو، بے شک اس میں (ان کا اپنا) کوئی مقصد ہے۔[۶]

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۖۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۚ﴿۷﴾

۷۔ ہم نے تو ایسی (توحید کی) بات آخری ملت (دین قریش یا دین نصاریٰ) میں بھی نہیں سنی، یہ تو صرف من گھڑت بات ہے۔[۷]

۱۔ اس آیت میں کفار نے غصہ میں آ کر کہا: {اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ} (قرآن: ۳۸: ۵) کیا اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ صرف ایک خدا بنا دیا ہے؟ بے شک یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے۔

۲۔ قیامت کے دن جب کفار کو جہنم میں پھینکا جائے گا تو فرشتے غصہ میں آ کر اہل جہنم کو کہیں گے: {ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا} (قرآن: ۴۵: ۳۵) یہ اس لئے ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مذاق اڑایا تھا۔

۳۔ سورہ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال کی تبلیغ کے بعد جب محسوس کر لیا کہ ان کی قوم کے لوگ ایمان لانے والے نہیں تو آپ علیہ السلام ان پر غضبناک ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے کرتوت بیان کرتے ہوئے کہا: {وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا} (قرآن: ۷۱: ۲۲) اور ان لوگوں نے بہت بڑے مکر و فریب کئے۔

عربی زبان کی امتیازی شان

دنیا کی ہر زبان میں ایک صدی کے بعد کچھ نہ کچھ تبدیلی آ جاتی ہے۔ صرف چار صدیاں پیچھے اگر شیکس پیئر (Shakespeare) کے دور کی انگریزی زبان دیکھی جائے تو آج اس کے بعض الفاظ جدید ڈکشنری میں بھی نہیں ملتے مگر عربی زبان چودہ صدیوں سے اپنی اصل حالت پر قائم ہے اور ہمیشہ اسی حالت پر قائم رہے گی کیونکہ یہ قرآن مجید کی زبان ہے اور قرآن مجید ہمیشہ اپنی اصلی حالت پر ہی رہے گا حتیٰ کہ جنت میں بھی عربی زبان اسی طرح بولی جائے گی جس طرح آج قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہے۔

جن زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کئے گئے ہیں سو سال بعد چونکہ اس زبان کے کئی الفاظ متروک ہو جاتے ہیں اس لئے ہر صدی کے بعد قرآن مجید کے نئے تراجم کی ضرورت پڑتی ہے تا کہ لوگوں کو ترجمہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

[۶] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دوٹوک الفاظ میں توحید کا اعادہ کیا تو کافر سردار مایوس ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور آپس میں کہنے لگے: یہ اپنے مشن پر سختی سے قائم ہیں، کوئی دباؤ یا لالچ ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتا اور ان کا مقصد یہ ہے کہ ہم بھی ان کے پیروکار بن جائیں، لہٰذا چلو اب ان کی بات مت سنو بلکہ اپنے خداؤں کی عبادت پر ثابت قدم رہو۔

[۷] کفار مکہ کہنے لگے: ایسا دین جس میں ساری کائنات کا خدا صرف ایک ہو ہم نے نہ تو اپنے باپ دادا سے سنا ہے اور نہ ہی ماضی

Marfat.com

ءَاُنۡزِلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ مِنۡۢ بَيۡنِنَا‌ؕ بَلۡ هُمۡ فِىۡ شَكٍّ مِّنۡ ذِكۡرِىۡ‌ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوۡقُوۡا عَذَابِ ؕ‏ ﴿۸﴾

۸۔ کیا ہم سب میں سے صرف اسی پر یہ کلام (یعنی قرآن) نازل کیا گیا ہے، بلکہ کفار میرے کلام کے متعلق شک میں مبتلا ہیں، بلکہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔[۸]

اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَحۡمَةِ رَبِّكَ الۡعَزِيۡزِ الۡوَهَّابِ‌ۚ‏ ﴿۹﴾

۹۔ کیا ان کے پاس آپ کے غالب (اور) بہت عطا کرنے والے رب کی رحمت کے خزانے ہیں؟[۹]

اَمۡ لَهُمۡ مُّلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا‌ فَلۡيَرۡتَقُوۡا فِى الۡاَسۡبَابِ‏ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ یا کیا وہ آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کے مالک ہیں؟ تو انہیں چاہیے کہ رسیاں باندھ کر (آسمانوں پر) چڑھ جائیں۔[۱۰]

قریب کے آخری دین والے نصاریٰ سے سنا ہے بلکہ وہ بھی تین خدا تو مانتے ہیں، لہٰذا یہ محمد (ﷺ) کا اپنا گھڑا ہوا ایک نیا دین ہے اور ہم کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔

[۸] کفار کو حسد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سارے عرب میں صرف محمد ﷺ پر ہی قرآن کیوں نازل فرمایا اور ہم میں سے کسی مالدار اور سردار کو اس منصب کے لئے منتخب کیوں نہیں فرمایا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار کو صرف نبی کریم ﷺ سے ہی حسد نہیں بلکہ وہ قرآن مجید کے متعلق بھی شک میں مبتلا ہیں اور اسی لئے کبھی اس کو شعر، کبھی جھوٹ، کبھی من گھڑت اور کبھی جادو کہتے ہیں۔ اگر وہ قرآن مجید میں غور وفکر کرتے تو انہیں علم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دولت اور سرداری ضروری نہیں بلکہ دل کا خلوص درکار ہوتا ہے۔ نیز انہوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا ورنہ نہ انہیں نبی کریم ﷺ کا حسد ہوتا اور نہ ہی قرآن مجید میں شک رہتا۔ بہرحال جب وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے تو انہیں حقیقت کا احساس ہو جائے گا اور فریاد کریں گے مگر اس وقت کی فریاد مقبول نہیں ہوگی۔

[۹] یہاں رحمت کے خزانوں سے مراد نبوت کے خزانے ہیں۔ (تفسیر معالم التنزیل) یعنی یہ کفار نبوت کے خزانوں کے مالک نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ خود ہی نبوت کے خزانوں کا مالک ہے اور جس کو چاہتا ہے نبوت عطا فرماتا ہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔

[۱۰] زمین و آسمان کی بادشاہی بھی کفار کے پاس نہیں ہے ورنہ وہ آسمان پر چڑھ کر نظام کائنات کو سنبھال لیتے اور اپنی مرضی کے انبیاء منتخب کرتے مگر حقیقت میں ساری کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، وہ مختار کل ہے اور اپنی مرضی سے جس کو چاہتا ہے نبوت کے منصب پر فائز فرماتا ہے، اس کو کفار سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

Marfat.com

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ⑪

١١۔ (کفار کے) لشکروں میں سے یہ ایک چھوٹا سا لشکر ہوگا جو اسی جگہ (مکہ میں) شکست کھائے گا۔[١١]

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ⑫

١٢۔ ان سے پہلے بھی قوم نوح اور عاد اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا تھا۔

وَ ثَمُوْدُ وَ قَوْمُ لُوْطٍ وَّ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ⑬

١٣۔ اور ثمود اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ نے بھی جھٹلایا تھا، اور یہی وہ بڑے لشکر تھے۔[١٢]

اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ⑭ ع

١٤۔ ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو (اس کی پاداش میں ان پر) میرا عذاب ثابت ہوگیا۔

وَ مَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ⑮

١٥۔ اور وہ صرف ایک سخت چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جس کے بعد کوئی مہلت نہیں ہوگی۔[١٣]

وَ قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ

١٦۔ اور وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمارا حصہ تو ہمیں

---

[١١] نبی کریم ﷺ کو خوش خبری سنائی جا رہی ہے کہ یہ کفار مکہ جو آج تعداد میں زیادہ ہیں اور مسلمانوں کو تنگ کرنے میں سرگرم ہیں فتح مکہ کا وہ دن آنے والا ہے جب ان کی تعداد کم ہو جائے گی اور اسی شہر میں ان کو اپنی شکست تسلیم کرنا پڑے گی۔

[١٢] ان آیات میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ان سے پہلے قوم نوح، عاد، فرعون، ثمود، قوم لوط اور اصحاب ایکہ نے بھی اپنے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کو جھٹلایا تھا اور وہ قومیں تعداد میں اہل مکہ سے زیادہ تھیں مگر جب وہ انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت سے باز نہ آئے تو انہیں تباہ کر دیا گیا۔ اسی طرح اگر اہل مکہ بھی نبی کریم ﷺ کی مخالفت سے باز نہ آئے تو ان پر بھی عذاب آسکتا ہے۔

فرعون کو میخوں والا اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب وہ اپنے مخالفین کو سزا دیتا تھا تو پہلے ان کے ہاتھ اور پاؤں میں میخیں لگا دیتا تا کہ وہ حرکت نہ کر سکیں۔

[١٣] کفار مکہ گویا صور قیامت کا انتظار کر رہے ہیں اور اس کو سن کر ایمان لائیں گے مگر انہیں علم ہونا چاہیے کہ صور قیامت کے فوراً بعد سب لوگ فنا ہو جائیں گے، کسی کو توبہ کی مہلت نہیں دی جائے گی اور اگر کوئی قیامت کو دیکھ کر توبہ کرے گا تو بھی اس کی توبہ مقبول نہیں ہوگی۔

Marfat.com

يَوۡمِ الۡحِسَابِ ﴿۱۶﴾

روز حساب سے پہلے ہی جلد دے دے۔ [۱۴]

اِصۡبِرۡ عَلٰی مَا يَقُوۡلُوۡنَ وَاذۡكُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ ذَا الۡاَيۡدِ‌ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ (میرے پیارے نبی!) آپ ان کی باتوں پر صبر کریں اور ہمارے طاقتور بندے داؤد ؑ کو یاد کریں، بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے تھے۔

اِنَّا سَخَّرۡنَا الۡجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحۡنَ بِالۡعَشِىِّ وَالۡاِشۡرَاقِۙ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ بے شک ہم نے پہاڑوں کو ان کے تابع کر دیا تھا جو صبح و شام ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ [۱۵]

وَالطَّيۡرَ مَحۡشُوۡرَةً ‌ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور پرندوں کو بھی، جو ان کے پاس جمع رہتے تھے، وہ سب ان کے فرمانبردار تھے۔

وَشَدَدۡنَا مُلۡكَهٗ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡحِكۡمَةَ وَفَصۡلَ الۡخِطَابِ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور ہم نے ان کی حکومت کو مستحکم کر دیا اور ہم نے ان کو دانائی اور فیصلہ کن بات کرنے کا ملکہ عطا فرمایا۔

وَهَلۡ اَتٰٮكَ نَبَؤُا الۡخَصۡمِ‌ۘ اِذۡ تَسَوَّرُوا الۡمِحۡرَابَۙ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور کیا آپ کے پاس جھگڑنے والوں کی خبر آئی ہے، جب وہ دیوار پھاند کر عبادت گاہ میں آ گئے۔

اِذۡ دَخَلُوۡا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنۡهُمۡ‌ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ‌ۚ خَصۡمٰنِ بَغٰى بَعۡضُنَا عَلٰى بَعۡضٍ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَنَا بِالۡحَـقِّ وَلَا تُشۡطِطۡ وَاهۡدِنَاۤ

۲۲۔ جب وہ داؤد ؑ کے پاس اندر آ گئے تو آپ ان سے گھبرا گئے، انہوں نے کہا: آپ گھبرائیں نہیں، ہم جھگڑنے والے دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیں اور بے انصافی نہ کریں اور

[۱۴] کفار مکہ چونکہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تھے اس لئے جب انہیں عذاب آخرت سے ڈرایا جاتا تو وہ ازراہ مذاق کہتے: ہم تو ایمان لانے والے نہیں ہیں، لہٰذا ہمارے حصہ کا عذاب ہمیں اسی دنیا میں دلوا دو، ہم قیامت کا انتظار نہیں کرتے۔

[۱۵] میرے پیارے نبی! کفار کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کریں اور اس سلسلہ میں حضرت داؤد ؑ کے حالات کو یاد کریں۔ ہم نے حضرت داؤد ؑ کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا جو صبح و شام ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے، ہم نے انہیں مستحکم حکومت، حکمت اور حسن تقریر کی صلاحیت عطا فرمائی لیکن اس کے باوجود ان پر بھی مشکلات اور مصائب آئے اور انہوں نے بھی صبر کیا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔

Marfat.com

اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾

ہمیں سیدھا راستہ بتادیں۔[۱۶]

اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ بے شک یہ میرا بھائی ہے، اس کی ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے، اب وہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کردو اور گفتگو میں بھی وہ مجھے دبالیتا ہے۔[۱۷]

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَیَبْغِیْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ وَ ظَنَّ

۲۴۔ داؤد علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری دنبی کو اپنی دنبیوں سے ملانے کا سوال کرکے اس نے یقیناً تم سے زیادتی کی ہے اور بے شک اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں،[۱۸] اور

---

[۱۶] علامہ خازن لکھتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا معمول یہ تھا کہ آپ ایک دن لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے، ایک دن اپنے گھر کے فرائض سرانجام دیتے اور ایک دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مخصوص تھا۔ اس دن ان کے عبادت خانہ میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ (تفسیر خازن وتفسیر بغوی) ایک روز آپ اپنے محراب میں تنہا مصروف عبادت تھے کہ دو آدمی اچانک دیوار پھلانگ کر اندر آگئے۔ چونکہ دروازہ بند تھا اور وہ دیوار پھلانگ کر آئے تھے اور آپ کو یہ خیال بھی آیا کہ شاید وہ آپ کو قتل کرنے یا ضرر پہنچانے آئے ہیں اس لئے ایسے عالم میں ان کا گھبرا جانا ایک فطری امر تھا، لیکن آنے والوں نے کہا: آپ گھبرائیں نہیں، دراصل ہم اپنے ایک جھگڑے کے متعلق آپ سے فیصلہ لینے آئے ہیں۔ آپ حق وانصاف کے ساتھ ہمارا فیصلہ کردیں اور ہمیں عدل وانصاف کا سیدھا راستہ دکھادیں۔

[۱۷] ان دونوں میں سے ایک نے کہا: یہ شخص میرا دینی بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ ایک دنبی بھی مجھے دیدو۔ وہ جب بات کرتا ہے تو مجھ پر غالب آجاتا ہے اور اتنے رعب و دبدبہ سے بات کرتا ہے کہ میں جواب دینے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

[۱۸] تم غریب بھائی ہو کیونکہ تمہارے پاس صرف ایک دنبی ہے اور تمہارا یہ بھائی امیر ہے کیونکہ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں، اس کو چاہیے تھا کہ وہ تمہاری مدد کرتا اور کچھ دنبیاں تمہیں دے دیتا مگر تمہاری ایک دنبی بھی تم سے چھین لینا چاہتا ہے۔ جب امیر بھائی اس دعویٰ کی تردید نہ کرسکا بلکہ خاموش رہ کر اس کی تصدیق کردی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: اس امیر بھائی نے یقیناً تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے اور امیر لوگ اکثر اپنے غریب حصہ داروں کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں اور ان کا مال ہضم

Marfat.com

دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾

داؤد علیہ السلام کو خیال آیا کہ ہم (اللہ تعالیٰ) نے ان کو آزمایا ہے، سو وہ اپنے رب سے مغفرت مانگنے لگے اور سجدہ میں گر گئے اور توبہ کی۔[۱۹]

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ پس ہم نے ان کی اس گمان کردہ خطا کو بخش دیا، اور بے شک ان کے لئے ہمارے ہاں بڑا اقرب ہے اور بہترین انجام ہے۔[۲۰]

کرنے کی کوشش کرتے ہیں، البتہ اہل ایمان اور نیک لوگ ایسی ناانصافی نہیں کرتے لیکن ایسے متقی لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔

[۱۹] اس واقعہ کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو خیال آیا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے میری آزمائش کی ہے۔ یہ لوگ تو اپنا فیصلہ کرانے آئے تھے اور میں نے ان کے متعلق گمان کیا کہ یہ لوگ مجھے ضرر پہنچانے آئے ہیں تو ایسا گمان کرنا میری خطا تھی۔ چنانچہ وہ اپنی گمان کردہ خطا کو بخشوانے کے لئے سجدہ میں گر گئے اور توبہ کرنے لگے۔

[۲۰] دروازے کے بجائے دو آدمیوں کا دیوار پھاند کر اچانک آجانا اور حضرت داؤد علیہ السلام کا ان کو دیکھ کر گھبرا جانا اور ان کے متعلق یہ گمان کرنا کہ وہ مجھے ضرر پہنچانے آئے ہیں یہ ایک فطری امر تھا یہ کوئی خطا نہیں تھی مگر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے اعلیٰ تقویٰ کے باعث اس کو خطا گمان کیا اور توبہ کرنے لگے، جیسا کہ ابوالحیان اندلسی بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ دیوار پھاند کر آنے والے دو انسان تھے۔ ان کو دیکھ کر حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ خیال آیا کہ وہ آپ کو ضرر پہنچانے آئے ہیں اور جب یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ ضرر پہنچانے نہیں بلکہ اپنا فیصلہ کرانے آئے تھے تو حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنے گمان پر ندامت ہوئی اور وہ سجدہ میں گر کر توبہ کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کو بخش دیا۔

(تفسیر البحر المحیط)

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی اس خلش کو دور کرنے کے لئے انہیں تسلی دی کہ آپ ہمارے مقربین سے ہیں اور جس چیز کو آپ نے خطا گمان کیا ہے ہم نے اسے بخش دیا ہے۔

اس آیت کے متعلق بعض مؤرخین، مفسرین اور بائبل نے مختلف الفاظ کے ساتھ ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک عورت کو غسل کرتے دیکھا جو بہت خوبصورت تھی تو انہوں نے نمائندے بھیج کر اس عورت کو بلایا اور العیاذ باللہ اس کے ساتھ بدفعلی کی اور اس کے شوہر کو قتل کرا کے اس کے ساتھ شادی کرنے کی کوشش کی، پھر اس گناہ پر ندامت ہوئی اور توبہ کرنے لگے وغیرہ۔ اس واقعہ کی تردید میں مفسرین نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ طوالت سے بچنے کے لئے میں یہاں صرف تین مختصر حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔

Marfat.com

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں (اپنا) خلیفہ بنایا ہے، سو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریں اور خواہش نفس کی پیروی نہ کریں ورنہ وہ (پیروی) آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکا دے گی، بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ وہ روز حساب کو بھول گئے۔[۲۱]

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کو بے مقصد پیدا نہیں کیا، یہ تو کفار کا گمان ہے، پس کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔[۲۲]

۱۔ علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ یہ واقعہ بالکل باطل ہے۔ (تفسیر کبیر) علامہ رازی نے اس کی کئی وجوہات بیان کی ہیں جن کو اس مقام پر دیکھا جا سکتا ہے۔

۲۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ایسی بات کرے جس طرح قصہ گو بیان کرتے ہیں تو میں اسے ایک سو ساٹھ درے لگاؤں گا۔ (تفسیر کبیر)

۳۔ علامہ ابو الحیان اندلسی اس واقعہ کی تحقیق کے آخر میں لکھتے ہیں: ہمارا پختہ یقین ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام گناہ اور خطا سے معصوم ہوتے ہیں، ان سے ایسے امور قطعاً سرزد نہیں ہو سکتے، اگر ایسا ہوتا تو شرعی احکام پر اعتماد باقی نہ رہتا اور انبیاء کے فرمودات سے اعتماد اٹھ جاتا۔ قصہ گو لوگوں نے منصب نبوت کے منافی جو کہانیاں گھڑ لی ہیں ہم ان کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا کرتے ہیں۔ (تفسیر البحر المحیط)

[۲۱] خلیفہ اس کو کہتے ہیں جو کسی کے ملک میں اس کے عطا کردہ اختیارات اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے اور اس آیت میں اس کے اولین فرض منصبی کو اجاگر فرمایا ہے یعنی وہ لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کرے، اور ان فیصلوں میں اپنی خواہش نفس کو داخل نہ ہونے دے کیونکہ جو لوگ عدل و انصاف کو چھوڑ کر خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں اور روز حساب کو بھلا دیتے ہیں اور بالآخر سخت عذاب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

[۲۲] اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان میں موجود تمام چیزوں کو با مقصد پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کے لئے ایک دائرہ کار متعین کر دیا ہے۔ جو شخص اس دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے اپنی زندگی گزارتا ہے اس کو آخرت میں جنت ملے گی اور جو شخص

Marfat.com

اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالۡمُفۡسِدِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۫ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ کَالۡفُجَّارِ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے برابر کردیں گے جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کردیں گے۔[۲۳]

کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَیۡکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوۡۤا اٰیٰتِهٖ وَ لِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ یہ (قرآن) برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور عقل مند لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔

وَ وَهَبۡنَا لِدَاوٗدَ سُلَیۡمٰنَ ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿ؕ۳۰﴾

۳۰۔ اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو سلیمان (جیسا بیٹا) عطا فرمایا، وہ بڑا اچھا بندہ تھا، بے شک وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا۔

اِذۡ عُرِضَ عَلَیۡهِ بِالۡعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الۡجِیَادُ ﴿ۙ۳۱﴾

۳۱۔ جب ان کے سامنے شام کے وقت تیز رفتار عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے۔

فَقَالَ اِنِّیۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَیۡرِ عَنۡ ذِکۡرِ رَبِّیۡ ۚ حَتّٰی تَوَارَتۡ بِالۡحِجَابِ ﴿ٛ۳۲﴾

۳۲۔ تو سلیمان علیہ السلام نے کہا: بے شک میں اس مال (یعنی گھوڑوں) کی محبت کو اپنے رب کی یاد پر ترجیح دے بیٹھا یہاں تک کہ وہ (سورج رات کے) پردے میں چھپ گیا۔[۲۴]

اس دائرہ کار سے تجاوز کرتا ہے اس کو جہنم رسید کیا جائے گا، البتہ کافر لوگ تو آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتے اور اسی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے حق و باطل کی پرواہ نہیں کرتے اس لئے آخرت میں انہیں عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

[۲۳] نیک اور پرہیزگار لوگ اس دنیا میں اکثر مشکلات کا شکار رہتے ہیں جبکہ فسادی اور بدکار لوگ اکثر عیش وعشرت کی زندگی گزارتے ہیں۔ یہ دونوں قسم کے لوگ ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ اس دنیا کی کسی بھی عادل حکومت میں مجرم اور فرمانبردار برابر نہیں ہوتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حکومت میں بھی فسادی اور متقی برابر نہیں ہو سکتے اور ان کا فرق اس وقت نمایاں ہوگا جب نیک لوگ جنت میں داخل ہوکر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے اور فسادی لوگ جہنم میں داخل ہوکر اپنے کرتوتوں پر ماتم کریں گے۔

[۲۴] حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب تیز رفتار عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو آپ ان گھوڑوں کے معائنہ میں اس قدر مشغول ہوگئے کہ

Marfat.com

رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۚ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ (تو انہوں نے کہا:) ان (گھوڑوں) کو میرے پاس واپس لاؤ، پھر انہوں نے (تلوار سے) ان کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹ ڈالیں۔

وَ لَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَ اَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور بے شک ہم نے سلیمان علیہ السلام کو آزمایا اور ان کے تخت پر ایک (بے جان) جسم ڈال دیا، پھر انہوں نے (ہماری طرف) رجوع کیا۔[۲۵]

سورج غروب ہوگیا اور آپ عصر کی نماز پڑھنا بھول گئے۔ بھول جانے کی صورت میں نماز کے قضا ہونے سے گناہ نہیں ہوتا مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے بلند منصب کے پیش نظر اس کو برداشت نہ کیا اور گھوڑوں کو واپس منگا کر انہیں قربانی کے لئے ذبح کر دیا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ سبا (۳۴): زیر آیت نمبر ۱۲) جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کی پنڈلیاں اور گردنیں تلوار کے ساتھ کاٹ دیں۔ (تفسیر درمنثور) حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں گائے بکری اور اونٹ کی طرح گھوڑوں کی قربانی بھی جائز تھی، لہٰذا انہوں نے گھوڑوں کو ضائع نہیں کیا بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کر دیا، جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ گھوڑوں کو ذبح کرنا ان کی شریعت میں جائز تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو گھوڑوں کے بدلے میں ہوا کی ایسی سواری عطا فرمائی کہ گھوڑے جو سفر دو ماہ میں طے کرتے تھے وہ سفر ہوا صرف ایک دن میں طے کر لیتی تھی۔ (تفسیر قرطبی)

[۲۵] یہ آزمائش کیا تھی اور بے جان جسم کس چیز کا تھا؟ ان کی تفصیل قرآن و حدیث میں نہیں ہے اس لئے ان کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں ہے، صرف اتنا یقین رکھنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کوئی آزمائش کی تھی جس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے استغفار کیا، مگر بعض مفسرین نے کچھ اسرائیلی روایات بیان کی ہیں جو کہ شان نبوت کے منافی ہیں، لہٰذا میں ان کو بیان کرنے کے بجائے صرف ایک صحیح حدیث پر اکتفا کرتا ہوں جس کو بعض مفسرین نے اس آیت کے ساتھ منسلک کیا ہے لیکن حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: آج رات میں سو یا ننانوے بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر ایک سے ایک شہسوار پیدا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان کے ساتھی نے ان سے کہا: کہو ان شاء اللہ! تو انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ (دوسری روایت میں ہے: وہ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ بخاری: حدیث نمبر ۶۷۲۰) پس ان کی بیویوں میں سے صرف ایک حاملہ ہوئی اور اس کے ہاں بھی ایک ناتمام بچہ پیدا ہوا۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو ان سب سے ایسے بچے پیدا ہوتے جو سب اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوتے۔

(بخاری: ۲۸۱۹: کتاب الجہاد: باب ۲۳)

Marfat.com

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو، [۲۶] بے شک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ۙ﴿۳۶﴾

۳۶۔ پس ہم نے ان کے لئے ہوا کو تابع کر دیا وہ ان کے حکم کے مطابق جہاں وہ چاہتے تھے آرام سے چلتی تھی۔

وَالشَّیٰطِیْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۙ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور جنات کو بھی (ان کے تابع کر دیا) اور ہر عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے والے کو بھی۔ [۲۷]

وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے تھے۔

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ (اے سلیمان!) یہ ہماری عطا ہے، پس آپ (جس کو چاہیں) عطا کر دیں یا (جس سے چاہیں) روک لیں آپ سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔ [۲۸]

اس حدیث کے حوالے سے بعض مفسرین کا خیال ہے کہ بے جان جسم سے مراد وہ ناتمام بچہ ہے جو کسی خادمہ نے تخت پر لا رکھا ہوگا اور آزمائش سے مراد ان شاء اللہ کو بھول جانا تھا اور جونہی آپ کو یاد آیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اس فروگذاشت پر استغفار کیا۔ اگر کوئی فرض بھی بھول کی وجہ سے قضا ہو جائے تو گناہ نہیں ہے مگر انبیائے کرام علیہم السلام کا تقویٰ اتنا اعلیٰ ہوتا ہے کہ ایک مستحب امر یعنی ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تو اس پر بھی نادم ہوئے اور توبہ کرنے لگے۔

[۲۶] اے میرے رب! مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو یعنی وہ میرا معجزہ ہو جائے۔ واقعی ہوا کے دوش پر سفر کرنا آپ کا امتیازی معجزہ تھا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا تھا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے براق کی سواری عطا فرمائی جس کی رفتار ہوا سے بھی زیادہ تھی۔

[۲۷] اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور انہیں ایسی حکومت عطا فرمائی جس میں ہوا بھی ان کے تابع تھی جو آپ کا تخت اٹھا کر چلتی تھی اور آپ کے حکم کے مطابق کبھی تیزی سے اور کبھی نرمی سے چلتی تھی۔ نیز جنات بھی ان کے تابع تھے۔ ان میں ایسے جنات بھی تھے جو بڑی بڑی اونچی عمارتیں بناتے تھے اور ایسے بھی تھے جو سمندر میں غوطے لگا کر موتی اور جواہر نکال لاتے تھے اور ایسے سرکش جن بھی ان کے تابع تھے جن کو زنجیروں کے ساتھ جکڑ کر رکھا گیا تھا۔

[۲۸] یعنی ہم نے آپ کو عظیم حکومت عطا فرمائی اور ساتھ یہ اختیار بھی دیا ہے کہ آپ ہماری عطا میں سے جس کو چاہیں جتنا چاہیں

Marfat.com

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ ۴۰۔ اور بے شک ان کے لئے ہمارے ہاں بڑا قرب ہے اور بہترین انجام ہے۔[۲۹]

دے سکتے ہیں اور جس سے چاہیں روک لیں۔ نیز یہ خوشخبری بھی ہے کہ ہم آپ سے کوئی حساب بھی نہیں لیں گے کہ آپ نے فلاں کو کیوں دیا اور فلاں کو کیوں نہیں دیا یعنی آپ کو اس میں تصرف کرنے کا پورا اختیار دے دیا گیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا اختیار

۱۔ علامہ شبیر احمد عثانی لکھتے ہیں: یعنی کسی کو بخش دو یا نہ دو تم مختار ہو۔ اس قدر بے حساب دیا اور حساب و کتاب کا مؤاخذہ بھی نہیں رکھا۔ (تفسیر عثانی)

۲۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: یہ ہماری بے حساب بخشش ہے، تمہیں اختیار ہے کہ جسے چاہو دو اور جسے چاہو نہ دو۔ (تفسیر تفہیم القرآن)

۳۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: یعنی جتنا سامان ہم نے تم کو دیا ہے، اس میں تم کو دوسرے بادشاہوں کی طرح محض خازن اور منتظم ہی نہیں بنایا بلکہ تم کو مالک بھی بنا دیا ہے۔ (تفسیر معارف القرآن)

۴۔ علامہ عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں: یعنی تم اس سارے ساز و سامان، مال و جاہ کے محض خازن یا امین نہیں ہو بلکہ مالک ہو اور ہر طرح کے تصرف کے مجاز و مختار۔ تم سے حساب کتاب نہ دینے پر ہوگا اور نہ نہ دینے پر۔ آیت سے یہ ظاہر ہو گیا کہ شریعت اسلامی میں بادشاہ ہمیشہ اور لازمی طور پر خزائن ملک کا محض امین و متولی ہی نہیں ہوتا بلکہ مالک و مختار مطلق بھی ہو سکتا ہے۔ (تفسیر ماجدی)

جب حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے مالک و مختار ہیں تو ہمارے پیارے نبی ﷺ جو تمام انبیاء کے سردار ہیں، کیا آپ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ خزانوں کے مالک و مختار نہیں ہوں گے؟ بلاشبہ آپ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا سے مالک و مختار ہیں اور جس کو چاہیں جتنا چاہیں عطا کر سکتے ہیں۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

☆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھتا ہوں اور بے شک زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا کی گئی ہیں۔

(بخاری: ۱۳۴۴: کتاب الجنائز: باب ۷۲)

☆ حضرت حمید بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس شخص کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

(بخاری: ۷۱: کتاب العلم: باب ۱۴)

[۲۹] اس آیت کی تفسیر میں میرے شیخ گرامی حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ملاحظہ کریں: صرف یہ ملک و سلطنت اور

Marfat.com

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ اور ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کو یاد کریں جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھے بہت تکلیف اور دکھ پہنچایا ہے۔ [۳۰]

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ (اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:) اپنا پاؤں زمین پر مارو، یہ ٹھنڈا پانی ہے نہانے کے لئے اور پینے کے لئے۔ [۳۱]

ان میں ہر طرح کے تصرف کے اختیارات دینے پر ہی بس نہیں، بلکہ یہ مژدہ بھی سنایا کہ انہیں ہماری بارگاہِ عزت میں بڑا قرب حاصل ہے اور ان کا انجام بھی بہت اچھا ہوگا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو حسن انجام کی بشارت سے نوازا گیا تو جو لوگ یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ حضور فخر کائنات علیہ افضل الصلاۃ والتسلیمات کو اپنے انجام کے بارے میں خبر نہ تھی، ان کے متعلق آپ خود ہی فیصلہ کر لیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

[۳۰] مفسرین لکھتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس مال و دولت اور اولاد کی کثرت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا مال لے لیا تو انہوں نے صبر کیا، پھر ان کی اولاد کو وفات دے دی تو بھی انہوں نے صبر کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم پر مصیبت اور بیماری مسلط کر دی تو بھی انہوں نے صبر کیا۔ ایک دن ان کی قوم کے بعض لوگوں نے کہا: ''ایوب نے کوئی بڑا گناہ کیا ہوگا تبھی یہ مصیبت میں مبتلا ہے'' (نیز شیطان بھی ان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈال رہا تھا) یہ سن کر انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے ان کی باتوں اور شیطان کے وسوسوں سے سخت تکلیف پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی مصیبت دور کر دی حتیٰ کہ ان کی فوت شدہ اولاد بھی زندہ فرما دی اور اتنی اولاد مزید بھی عطا فرمائی۔

(صفوۃ التفاسیر: سورۃ الأنبیاء (۲۱) زیر آیت نمبر ۸۴)

اس آیت میں حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی تکلیف کی نسبت شیطان کی طرف کی ہے۔ اس سلسلے میں مفسرین لکھتے ہیں کہ اگرچہ ہر خیر و شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے لیکن حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ادب و احترام کی خاطر تکلیف کی نسبت شیطان کی طرف کی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) جیسا کہ اہل علم کہتے ہیں کہ اچھی چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے اور بری چیز کی نسبت اپنی طرف یا شیطان کی طرف کی جائے کیونکہ شیطان کے وسوسوں سے ہی انسان کو برائی کی رغبت ہوتی ہے۔

[۳۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور انہیں حکم دیا کہ زمین پر اپنے پاؤں مارو۔ چنانچہ وہاں پر ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ جاری ہوگیا جس میں غسل کرنے سے ان کی ظاہری جسمانی بیماریاں دور ہوگئیں اور اس کا پانی پینے سے ان کے کمزور جسم میں دوبارہ توانائی لوٹ آئی اور آپ پہلے سے زیادہ صحت مند ہوگئے۔

Marfat.com

وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اَهۡلَهٗ وَ مِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ رَحۡمَةً مِّنَّا وَذِكۡرٰى لِاُولِى الۡاَلۡبَابِ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور ہم نے ایوب ؑ کو ان کے اہل وعیال عطا فرمائے اور ان کے ساتھ ان کے برابر (مزید اہل وعیال عطا فرمائے)، ہماری طرف سے بطور رحمت اور عقل والوں کے لئے بطور نصیحت۔[۳۲]

وَ خُذۡ بِيَدِكَ ضِغۡثًا فَاضۡرِبۡ بِّهٖ وَلَا تَحۡنَثۡ ؕ اِنَّا وَجَدۡنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ اور (اے ایوب ؑ!) تم اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک جھاڑو پکڑ لو اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو، [۳۳] بے شک ہم نے ان کو صابر پایا، وہ بڑے نیک بندے تھے، بے شک وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے۔

---

[۳۲] آزمائش کے دوران حضرت ایوب ؑ کی اولاد فوت ہوگئی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ کر دیا اور ان کی اولاد میں مزید اضافہ بھی کر دیا یا ان کی جگہ پہلے سے دگنی نئی اولاد عطا فرما دی۔ اس واقعہ میں عقل والوں کے لئے بہت بڑی نصیحت ہے کہ جو لوگ آزمائش میں صبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر خصوصی رحمت فرماتا ہے۔

[۳۳] بیماری کے ایام میں وفا شعار بیوی کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل گئی جو حضرت ایوب ؑ کی طبیعت پر گراں گزری اور آپ نے اپنی بیوی کو سو کوڑے مارنے کی قسم کھالی، چونکہ آپ کی بیوی بے گناہ تھی اور اس نے بڑی خدمت بھی کی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب ؑ کو ایک حیلہ تلقین فرمایا یعنی سو تنکوں والا ایک جھاڑو لے کر ایک مرتبہ اسے مار دو تو تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔

حیلہ کی شرعی حیثیت

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ ایسا حیلہ جس سے کوئی شرعی حکمت باطل ہوتی ہو وہ قطعاً ناجائز ہے جیسے زکوٰۃ کو ساقط کرنے کا حیلہ۔ (تفسیر روح المعانی) بعض لوگ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے سال ختم ہونے سے پہلے اپنا مال بیوی کو ہبہ کر دیتے ہیں اور پھر کچھ عرصہ بعد بیوی وہ مال اپنے شوہر کو ہبہ کر دیتی ہے، اس طرح دونوں میاں بیوی کے پاس اس مال کو سال پورا نہیں ہوتا اور کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ ایسا حیلہ کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ اس میں ایک طرف تو غریبوں کا حق غصب کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے احکام کے ساتھ دھوکہ کیا جا رہا ہے۔

لیکن اگر کسی نامناسب اور ناپسندیدہ بات سے بچنے کے لئے حیلہ کیا جائے تو وہ جائز ہوگا جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب ؑ کو تلقین فرمائی۔

Marfat.com

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ اور آپ ہمارے بندوں ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کو یاد کریں جو قوت والے اور بصیرت والے تھے۔[۳۴]

اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ بے شک ہم نے ان (انبیاء) کو ایک خاص چیز کے لئے مخصوص کر لیا تھا اور وہ دار آخرت کی یاد تھی۔[۳۵]

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور بے شک وہ ہمارے نزدیک منتخب اور بہترین لوگوں میں سے تھے۔

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور آپ اسماعیل علیہ السلام اور یسع علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام کو یاد کریں، اور وہ سب بہترین لوگوں میں سے تھے۔

هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ یہ نصیحت ہے،[۳۶] اور بے شک پرہیزگاروں کے لئے بہت عمدہ ٹھکانا ہے۔

---

[۳۴] میرے پیارے نبی! حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو یاد کریں اور اپنی امت کو بتائیں کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں بڑے طاقتور تھے، بڑی سے بڑی مشکل بھی انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نہ روک سکی اور ان کے دل زندہ اور بینا تھے، وہ صرف آنکھوں سے کسی چیز کے ظاہر کو ہی نہیں دیکھتے تھے بلکہ دل کی بصیرت سے اس کی حقیقت میں بھی غور کرتے تھے اس لئے انہیں ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جلوے نظر آتے تھے۔

[۳۵] اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو دار آخرت کی یاد کے لئے چن لیا تھا کیونکہ ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور اس کا عملی مظاہرہ آخرت میں ہوگا اس لئے وہ خود بھی آخرت کو یاد رکھتے تھے اور لوگوں کو بھی آخرت کی یاد دلاتے تھے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اپنی آخرت کو بہتر بنائیں۔

اس میں اہل اسلام کے لئے بہت اہم سبق ہے کہ جب انبیائے کرام علیہم السلام جیسی معصوم اور برگزیدہ ہستیاں دار آخرت کی یاد میں سرگرم ہیں تو ہم جیسے گناہگاروں کے لئے اس میں غفلت کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

[۳۶] یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات میں بڑی نصیحتیں ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ان میں غور و فکر کریں اور ان کی نصیحتوں پر عمل پیرا ہو کر اپنی آخرت کو سنواریں۔

Marfat.com

جَنّٰتِ عَدۡنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الۡاَبۡوَابُ ۝۵۰

۵۰۔ دائمی جنتیں ہیں جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوں گے۔[۳۷]

مُتَّكِـِٕيۡنَ فِيۡهَا يَدۡعُوۡنَ فِيۡهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝۵۱

۵۱۔ وہ ان میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور وہاں طرح طرح کے پھل اور مشروبات طلب کرتے ہوں گے۔

وَعِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ اَتۡرَابٌ ۝۵۲

۵۲۔ اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والی ہم عمر (حوریں) ہوں گی۔

هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِيَوۡمِ الۡحِسَابِ ۝۵۳

۵۳۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا تم سے روزِ حساب کے لئے وعدہ کیا گیا تھا۔

---

[۳۷] انبیائے کرام علیہم السلام کے ذکرِ خیر کے بعد اب ان امتیوں کے اجرِ عظیم کا ذکر کیا جارہا ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے۔ آخرت میں ان کے لئے دائمی جنتوں کے دروازے کھلے ہوں گے، استقبال کے لئے فرشتے کھڑے ہوں گے اور ان جنتوں میں وہ ساری نعمتیں اور آسائشیں موجود ہوں گی جن کا دنیا میں ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ نیز وہ نعمتیں سدا بہار ہوں گی اور کبھی ختم نہیں ہوں گی۔

جو لوگ دنیا میں اپنے لئے تقویٰ کے دروازے کھلے رکھتے ہیں قبر میں ان کے لئے جنت کی کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں اور آخرت میں ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جو لوگ دنیا میں اپنے لئے شیطان کے دروازے کھلے رکھتے ہیں قبر میں ان کے لئے جہنم کی کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں اور آخرت میں ان کے لئے جہنم کے دروازے کھلے ہوتے ہیں۔

جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کی ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی ہے۔ اس کا سیمنٹ بہت عمدہ مشک ہے، اس کی بجری موتی اور یاقوت ہے اور اس کی مٹی زعفران ہے۔ جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ خوشحال رہے گا کبھی محتاج نہیں ہوگا، وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اس کو کبھی موت نہیں آئے گی، نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ ہی اس کا شباب ختم ہوگا۔

(ترمذی: ۲۵۲۶: ابواب الجنۃ: باب ۱)

حوروں کی نگاہیں نیچی ہوں گی

یعنی حوریں اپنے شوہروں کے علاوہ اور کسی کی طرف نہیں دیکھیں گی اور ان کے دلوں میں صرف اپنے شوہروں کی محبت ہوگی۔

Marfat.com

إِنَّ هَٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِن نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾

۵۴۔ بے شک یہ ہمارا عطیہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

هَٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ ﴿٥٥﴾

۵۵۔ یہ (تو پرہیزگاروں کے لئے) ہے، اور بے شک سرکشوں کے لئے بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾

۵۶۔ وہ جہنم ہے، اس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ بہت برا بچھونا ہے۔[۳۸]

هَٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾

۵۷۔ یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے، پس وہ اس کا مزہ چکھیں۔

وَآخَرُ مِن شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾

۵۸۔ اور اسی طرز کے اور بھی طرح طرح کے عذاب۔

هَٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُو النَّارِ ﴿٥٩﴾

۵۹۔ یہ ایک اور گروہ ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہو رہا ہے، انہیں کوئی خوش آمدید نہیں، بے شک وہ جہنم میں داخل ہونے والے ہیں۔[۳۹]

قَالُوا بَلْ أَنتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ أَنتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا ۖ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾

۶۰۔ وہ (آنے والے) کہیں گے: بلکہ تم ہی وہ ہو جن کے لئے کوئی خوش آمدید نہیں ہے، تم نے ہی یہ عذاب ہمارے سامنے پیش کیا ہے، پس یہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

---

[۳۸] پرہیزگاروں کے بعد اب سرکشوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا، وہ جہنم میں داخل ہوں گے جہاں انہیں پینے کے لئے پیپ اور کھولتا ہوا پانی پیش کیا جائے گا اور اس طرح کے اور بھی کئی عذاب ان پر مسلط کئے جائیں گے۔ بلاشبہ یہ بہت ہی برا ٹھکانا اور برا بچھونا ہوگا۔

[۳۹] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کافروں کے قائدین جب جہنم میں داخل ہوں گے، پھر ان کے بعد ان کی اتباع کرنے والے جہنم میں داخل ہوں گے تو جہنم کے فرشتے کافر قائدین کو کہیں گے: یہ تمہاری اتباع کرنے والا گروہ بھی تمہارے ساتھ ہی جہنم میں داخل ہونے کو آرہا ہے تو قائدین اپنے پیروکاروں کے بارے میں کہیں گے: انہیں کوئی خوش آمدید نہیں۔ (تفسیر قرطبی) خدا ان کو غارت کرے، یہ بھی ہمارے ساتھ ہی جہنم میں آگئے ہیں۔ پیروکار یہ بات سن کر اپنے قائدین کو کہیں گے: دراصل تو تمہارے لئے کوئی خوش آمدید نہیں ہے۔ خدا تمہیں غارت کرے اور تمہارے لئے جہنم میں کوئی وسعت اور راحت

Marfat.com

قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! جس نے ہمارے لئے یہ عذاب پیش کیا ہے، پس تو دوزخ میں اس کا عذاب بڑھا کر دوگنا کر دے۔[۴۰]

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ اور وہ (دوزخی) کہیں گے: کیا وجہ ہے کہ ہمیں وہ لوگ نظر نہیں آرہے جنہیں ہم (دنیا میں) برے لوگوں میں شمار کرتے تھے۔[۴۱]

أَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ﴿۶۳﴾

۶۳۔ کیا ہم ان کا (ناحق) مذاق اڑاتے تھے یا ہماری نگاہیں ان سے ہٹ گئی ہیں؟

إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾

۶۴۔ بے شک اہل جہنم کا یہ جھگڑا ضرور برحق ہے۔[۴۲]

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾

۶۵۔ آپ فرمادیں: میں تو صرف ڈر سنانے والا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے۔

نہ ہو۔ ہمارے اس عذاب کا سبب تم ہو، اگر تم ہمارے سامنے کفر و شرک کو خوب صورت بنا کر پیش نہ کرتے اور ہمیں نہ بہکاتے تو نہ ہم کفر و شرک کا ارتکاب کرتے اور نہ ہی اس عذاب میں مبتلا ہوتے، لہٰذا اب تمہارے ساتھ ہمارا بھی یہی ٹھکانا ہے جو بہت ہی برا ہے۔

[۴۰] کافر پیروکار اپنے قائدین پر الزام لگاتے ہوئے فریاد کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں ان سرداروں اور پیشواؤں نے گمراہ کیا، آج تو ان کو دوگنا عذاب دے۔ ایک ان کی گمراہی کا اور دوسرا ہمیں گمراہ کرنے کا۔

[۴۱] وہ لوگ جو اہل ایمان کو شرپسند، دہشت گرد اور انتہا پسند قرار دیتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں جب وہ اپنی سرکشی کے باعث جہنم رسید ہوں گے اور انہیں جہنم میں اہل ایمان نظر نہیں آئیں گے کیونکہ وہ تو اپنے ایمان کی برکت سے جنت میں ہوں گے تو وہ حیران ہو کر ایک دوسرے سے پوچھیں گے: ہمیں اہل ایمان جہنم میں نظر نہیں آرہے، کیا ہم دنیا میں ان کا غلط مذاق اڑاتے تھے اور حقیقت میں وہ عزت کے لائق تھے اسی لئے وہ آج جہنم میں نہیں ہیں یا پھر وہ بھی یہیں کہیں موجود ہیں مگر ہمیں نظر نہیں آرہے؟

[۴۲] یہ بالکل درست بات ہے کہ اہل جہنم آپس میں جھگڑیں گے اور ایک دوسرے پر گمراہ کرنے کا الزام عائد کریں گے۔

Marfat.com

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا رب ہے، بڑی عزت والا بہت بخشنے والا ہے۔

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾

۶۷۔ آپ فرما دیں: وہ بہت بڑی خبر ہے۔[۴۳]

اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ تم اس سے روگردانی کرتے ہو۔

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ مجھے تو کوئی علم نہ تھا جب فرشتے عالم بالا میں بحث کر رہے تھے۔[۴۴]

[۴۳] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ سے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام رحمت پہنچانے اور قیامت کے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں۔ قیامت برحق ہے اور یہ بڑی اہم خبر ہے کیونکہ اس دن حق و انصاف کے ساتھ فیصلے ہوں گے اور انسان کی دائمی زندگی کا آغاز ہوگا مگر تم عجیب لوگ ہو کہ اس حقیقت سے اعراض کرتے ہو۔

[۴۴] یہ میری نبوت کا واضح ثبوت ہے کہ میں تمہیں عالم بالا کی ایسی بحثیں اور خبریں سناتا ہوں جن کا وحی کے بغیر کسی کو علم نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے ایک گفتگو تو وہ ہے جو انسان اول حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان ہوئی تھی جس کا تذکرہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۳۰ میں گزر چکا ہے اور دوسری گفتگو وہ ہے جو درج ذیل حدیث میں بیان کی گئی ہے:

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے لئے تشریف نہ لائے حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم سورج کو دیکھ لیتے، پھر آپ ﷺ جلدی جلدی تشریف لائے، نماز کے لئے اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے اختصار کے ساتھ نماز پڑھائی، نماز ختم کرنے کے بعد آپ ﷺ نے بلند آواز سے ہمیں فرمایا: اپنی صفوں میں بیٹھے رہو، پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کس وجہ سے نماز فجر کے لئے آنے میں مجھے تاخیر ہوئی، میں آج رات کو اٹھا، وضو کیا اور جتنا مقدور تھا اتنی نماز پڑھی، پھر نماز کے دوران ہی مجھے اونگھ آ گئی یہاں تک کہ مجھے گرانی محسوس ہونے لگی، پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرا رب تعالیٰ بڑی حسین صورت میں جلوہ گر ہے اور فرماتا ہے: یا محمد! میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ رب تعالیٰ نے پوچھا: عالم بالا کے فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میں نہیں جانتا، پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی حتیٰ کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پھر ہر چیز میرے لئے روشن ہو گئی اور میں نے اس کو پہچان لیا۔ (دوسری روایت میں ہے: جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے میں نے اسے جان

Marfat.com

إِنْ يُّوحٰٓى إِلَيَّ إِلَّآ أَنَّمَآ أَنَا۠ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ ۷۰۔ مجھے تو صرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ میں صاف صاف ڈرسنانے والا ہوں۔ [۴۵]

لیا۔ ترمذی: حدیث نمبر ۳۲۳۳) پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ رب تعالیٰ نے پوچھا: عالم بالا کے فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: کفارات میں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا: وہ کفارات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: وہ نماز باجماعت پڑھنے کے لئے چل کر جانا ہے اور نمازوں کے بعد مساجد میں بیٹھنا ہے اور مشقت کے وقت کامل وضو کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر اور کس چیز میں کفارہ ہے؟ میں نے عرض کیا: کھانا کھلانے میں اور نرمی سے بات کرنے میں اور رات کو اس وقت نماز پڑھنے میں جب لوگ سور ہے ہوں۔ (اس گفتگو سے فارغ ہونے کے بعد) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب مانگو (جو مانگنا چاہتے ہو تو) میں نے عرض کیا: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ، وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ، وَاَنْ تَغْفِرَ لِیْ وَتَرْحَمَنِیْ، وَاِذَا اَرَدْتَ فِتْنَۃً فِیْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ، وَاَسْاَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُقَرِّبُ اِلٰی حُبِّکَ۔" (اے اللہ! میں تجھ سے نیک کام کرنے کا، برے کام چھوڑنے کا اور مساکین سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں، اور یہ کہ تو مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ فرمائے تو مجھے فتنہ سے بچا کر اپنی طرف بلا لے، اور اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنی محبت عطا فرما اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اس کی محبت عطا فرما اور اس کام کی محبت عطا فرما جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔) اس دعا کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کلمات حق ہیں، تم ان کو سیکھ لو اور لوگوں کو سکھاؤ۔

(ترمذی: ۳۲۳۵: تفسیر القرآن: سورہ ص: باب ۳۸)

اس حدیث کے متعلق امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے، میں نے اس حدیث کے بارے میں امام محمد بن اسماعیل بخاری سے پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(ترمذی: زیر حدیث نمبر ۳۲۳۵: تفسیر القرآن: سورہ ص: باب ۳۸)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ دست قدرت کی برکت سے ہمارے پیارے نبی ﷺ کو ہر چیز کا علم ہو گیا اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے وہی سوال دہرایا تو نبی کریم ﷺ نے فرشتوں کی گفتگو کا حال بیان کر دیا۔ اس حدیث پاک میں ایک مخصوص دعا ہے جو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خود یاد کرنے اور دوسروں کو سکھانے کی تلقین فرمائی۔ میں نے اس دعا کو عربی زبان میں اعراب کے ساتھ لکھ دیا ہے تا کہ امداد الکرم کا مطالعہ کرنے والا اس دعا کو یاد کر لے یا کم از کم ایک دفعہ ان الفاظ کو اپنی زبان سے ادا کر لے جو ۱۴۰۰ سال پہلے ہمارے پیارے نبی ﷺ کی پیاری زبان سے ادا ہوئے تھے۔

[۴۵] میں جو تمہیں عالم بالا کی خبریں سناتا ہوں اور قیامت کے عذاب سے ڈراتا ہوں تو یہ میں اپنے پاس سے نہیں کہتا بلکہ مجھے وحی کی جاتی ہے کیونکہ میں اللہ کا نبی ہوں۔

Marfat.com

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝۷۱

۷۱۔ جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے بشر کو پیدا کرنے والا ہوں۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝۷۲

۷۲۔ پھر جب میں اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝۷۳

۷۳۔ چنانچہ سب فرشتوں نے مل کر سجدہ کیا۔[۴۶]

اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝۷۴

۷۴۔ سوائے ابلیس کے، اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ۝۷۵

۷۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے اس کو سجدہ کرنے سے روکا جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا، کیا تو نے تکبر کیا؟ یا تو بلند رتبہ والوں میں سے تھا؟[۴۷]

---

[۴۶] اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں، جب میں اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کی تعظیم کے لئے اس کو سجدہ کرنا۔ چنانچہ جب حضرت آدم علیہ السلام زندہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی علم عطا فرمایا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو سب فرشتوں نے مل کر سجدہ کر دیا سوائے ابلیس کے، اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

روح

روح سے مراد سانس ہے جس کے اندر آنے جانے سے انسان زندہ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی روح پھونکی، اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسانی روح اللہ تعالیٰ کی ذات کا حصہ ہے بلکہ یہ اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح کی تعظیم اور تکریم کے لئے ہے، جیسے کعبہ کو بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بڑی عزت والا ہے اسی طرح روح بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت ہے۔

[۴۷] اللہ تعالیٰ انسان کو لفظ کن سے پیدا کر سکتا تھا مگر انسان کی عظمت کو اجاگر کرنے کے لئے اس کی تخلیق کو اپنے ہاتھوں کی طرف منسوب کیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا: میں نے انسان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور اسے ساری مخلوق سے افضل ہونے کا شرف عطا فرمایا، پھر تو نے اس کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ کیا تو نے تکبر کیا؟ یا تو اپنے آپ کو اس سے بڑے رتبہ

Marfat.com

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾	۷۶۔ اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے بنایا ہے۔
قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾	۷۷۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو یہاں (جنت) سے نکل جا، بے شک تو مردود ہے۔
وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾	۷۸۔ اور بے شک تجھ پر روز جزا تک میری لعنت ہے۔
قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾	۷۹۔ اس نے کہا: اے میرے رب! پھر مجھے اس دن تک مہلت دیدے جب لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔
قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾	۸۰۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک تو ان میں سے ہے جن کو مہلت دی گئی ہے۔ [۴۸]

والا سمجھتا ہے؟ تو ابلیس نے جواب دیا: میں نے اس لئے سجدہ نہیں کیا کیونکہ میں اس سے بہتر ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے شیطان کو جنت سے نکال دیا اور اسے مردود اور ملعون کر دیا۔

تکبر کی مذمت

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے کہا: ایک انسان یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے خوب صورت ہوں اور اس کا جوتا خوب صورت ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے، مگر تکبر کی تعریف یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کر دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ (مسلم: ۱۴۷: کتاب الایمان: باب ۳۹)

۲۔ حضرت ابوہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے، جو ان میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھینے گا میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا۔

(ابن ماجۃ: ۴۱۷۴: ابواب الزھد: باب ۱۶)

۳۔ حضرت ابوسعید ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے لئے ایک درجہ تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایک درجہ بلند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک درجہ تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایک درجہ نیچے گرا دیتا ہے حتیٰ کہ اس کو اسفل سافلین یعنی سب سے حقیر کر دیتا ہے۔ (ابن ماجۃ: ۴۱۷۶: ابواب الزھد: باب ۱۶)

[۴۸] ابلیس نے حشر کے دن تک زندگی کی مہلت اس لئے مانگی تا کہ وہ موت سے بچ جائے کیونکہ حشر کے بعد کسی کو موت نہیں آئے

Marfat.com

اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿٨١﴾	۸۱۔ وقت معین کے دن تک۔
قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٢﴾	۸۲۔ ابلیس نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا۔
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٨٣﴾	۸۳۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں چن لیا گیا ہو۔[۴۹]
قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿٨٤﴾	۸۴۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس یہ حق ہے اور میں حق بات ہی کہتا ہوں۔[۵۰]
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٥﴾	۸۵۔ کہ میں تجھ سے اور جو لوگ تیری پیروی کریں گے ان سب سے دوزخ کو بھر دوں گا۔

گی، اللہ تعالیٰ نے اس کو حشر کے دن تک مہلت نہیں دی بلکہ معین وقت تک یعنی جب ساری کائنات فنا ہوگی تو اس کے ساتھ ابلیس بھی فنا ہو جائے گا اور چالیس سال تک مرا رہے گا۔(تفسیر ابن ابی حاتم: سورۃ الحجر (۱۵) زیر آیت نمبر ۳۸) پھر جب لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ان کے ساتھ ابلیس کو بھی زندہ کیا جائے گا۔

شیطان کو اتنی طویل زندگی دینے کی ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی آزمائش کرے کہ کون اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور کون شیطان کا غلام؟

[۴۹] ابلیس نے کہا: اے میرے رب! چونکہ تو نے آدم علیہ السلام کی تعظیم نہ کرنے کی سزا کے طور پر مجھے گمراہی میں چھوڑ دیا اس لئے میں آدم علیہ السلام کی اولاد سے انتقام لوں گا اور برے کاموں میں خوش نمائی اور دلکشی پیدا کر کے ان کو ضرور گمراہ کروں گا سوائے تیرے مخلص اور منتخب بندوں کے کیونکہ وہ میرے فریب میں نہیں آئیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابلیس نے کہا: اے میرے رب! مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم! جب تک بنی آدم علیہ السلام کی روحیں ان کے جسم میں رہیں گی میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔
(مسند احمد: جلد ۳: ص ۴۱)

[۵۰] اللہ تعالیٰ نے واضح اعلان کر دیا کہ میرے سارے فیصلے برحق ہوتے ہیں اور یہ فیصلہ بھی برحق ہے کہ جو بھی شیطان کی پیروی کرے گا اسے شیطان کے ساتھ ہی جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ آپ فرمادیں: میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔[۵۱]

[۵۱] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں جو توحید کی دعوت دیتا ہوں اس میں تمہاری بھلائی مقصود ہے میرا اس میں کوئی مادی مفاد یا دنیاوی مطالبہ نہیں ہے اس لئے میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں اس میں کوئی تکلف اور بناوٹ نہیں ہے بلکہ جو کچھ مجھے حکم ہوتا ہے میں وہی کہتا ہوں اور اس میں ذرہ بھر کی بیشی نہیں کرتا کیونکہ تکلف، بناوٹ، مبالغہ اور ریاکاری وہ کرتا ہے جو لوگوں کو دھوکہ دے کر دنیاوی مفادات حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن میرا مقصد تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔

تکلف کے متعلق چند روایات

۱۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر ؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ انہوں نے فرمایا: ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے۔ (بخاری: ۷۲۹۳: کتاب الاعتصام: باب ۳)

۲۔ حضرت سلمان ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص مہمان کے لئے اپنی قدرت سے زیادہ تکلف نہ کرے۔ (شعب الایمان: ۹۵۹۹: جلد ۷: ص ۹۴)

۳۔ حضرت سلمان ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم مہمان کے لئے اس چیز کا تکلف نہ کریں جو ہمارے پاس نہیں ہے اور جو چیز ہمارے پاس موجود ہو وہی اس کو پیش کر دیں۔ (شعب الایمان: ۹۶۰۱: جلد ۷: ص ۹۴) اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو لباس، خوراک، رہائش اور دیگر معاملات میں اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے ورنہ وہ مقروض ہو کر مشکلات کا شکار ہو جائے گا۔

۴۔ شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی ہم حضرت سلمان ؓ کے پاس گئے، انہوں نے ہمیں روٹی اور نمک پیش کیا اور کہا: اگر نبی کریم ﷺ نے ہمیں تکلف سے منع نہ کیا ہوتا تو میں تمہارے لئے تکلف کرتا۔ میرے ساتھی نے کہا: کاش! ہمارے نمک میں پودینہ بھی ہوتا تو حضرت سلمان ؓ نے سبزی فروش کے پاس اپنا لوٹا رہن رکھ کر اس سے پودینہ منگوایا اور نمک میں ڈال دیا۔ جب ہم نے کھانا کھا لیا تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہم کو اپنے رزق پر قناعت کرنے والا بنایا، تو حضرت سلمان ؓ نے فرمایا: اگر تم اپنے رزق پر قناعت کرنے والے ہوتے تو میرا لوٹا رہن نہ رکھا ہوتا۔ (شعب الایمان: ۹۵۹۸: جلد ۷: ص ۹۴)

۵۔ اس آیت کے ضمن میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا: اے لوگو! جس کو کسی چیز کا علم ہو وہ اس کے بارے میں بات کرے اور جس کو کسی بات کا علم نہ ہو تو اسے یہ کہنا چاہیے "اَللّٰهُ اَعْلَمُ" یعنی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، بے شک یہ کہنا بھی علم ہی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر) یعنی میں اپنی طرف سے کوئی بات کہنے والا نہیں ہوں بلکہ وہی کہتا ہوں جو مجھے وحی کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۸۷
۸۷۔ یہ (قرآن) تو صرف نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لئے۔

ع ۵ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ۝۸۸ ع
۸۸۔ اور تم کچھ عرصہ بعد اس کی خبر ضرور جان لو گے۔
[۵۲]

[۵۲] قرآن مجید تمام جہانوں کے لئے سراپا نصیحت ہے، اگر آج تم اس کی نصیحتوں کو تسلیم نہیں کرتے تو بہت جلد جنگ بدر، فتح مکہ یا قیامت کا دن آنے والا ہے جب تمہیں قرآن مجید کی صداقت کا مشاہدہ ہو جائے گا اور تمہیں بہر صورت اس کی صداقت کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا: اے ابن آدم! مرتے ہی تجھے اس خبر (یعنی قرآن کی صداقت) کا یقین ہو جائے گا۔ (تفسیر قرطبی اور صفوۃ التفاسیر)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عشاء بروز بدھ ۲۴ فروری ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۵ فروری تا ۲۴ فروری یعنی صرف نو دنوں میں سورہ ص کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الزمر (۳۹)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''زمر'' ہے۔ زمر سے مراد کئی گروہ اور کئی جماعتیں ہیں۔ یہ لفظ قرآن مجید کی صرف دو آیات میں استعمال ہوا ہے اور وہ اسی سورت کی آیات نمبر ۷۱ اور ۷۳ ہیں۔

زمانہ نزول

اسلام کے ابتدائی سالوں میں اسلام قبول کرنا بہت مشکل مرحلہ تھا، جو شخص بھی اسلام قبول کرتا اس کے رشتہ دار ہی اتنی مشکلات پیدا کر دیتے کہ اس کا اسلام پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے، لہٰذا کسی ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں تم آزادی کے ساتھ اسلام پر عمل کر سکو۔ چنانچہ یہ سورت اس دور میں نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ نبوت کے پانچویں سال حبشہ کی طرف سب سے پہلے جن سولہ افراد نے ہجرت کی ان میں چار عورتیں بھی شامل تھیں، اور ان میں سے ایک ہمارے پیارے نبی ﷺ کی لخت جگر حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جنہوں نے سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں اپنے خاوند حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی، اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے دوسرے قافلہ میں مسلمانوں کی تعداد ۸۳ تھی جن میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

مضامین

اس سورت کے آغاز میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اس لئے نازل فرمایا تا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں وہ جھوٹے اور ناشکرے ہیں۔

اس سورت میں مختلف انداز سے توحید پر استدلال کیا گیا ہے مثلاً وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور لیل و نہار اور شمس و قمر کی گردش کو ایسے نظام کا پابند کر رکھا ہے کہ اس میں کبھی خلل نہیں آیا۔

اس سورت میں مشرک اور مومن کا تعارف کراتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرک پر جب مصیبت آئے اور وہ اس سے نجات نہ پا سکے تو گھبرا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور شرک کو چھوڑ دینے کا وعدہ کرتا ہے لیکن جونہی اس کی مصیبت دور ہوتی ہے تو وہ اپنے وعدہ کو بھول جاتا ہے اور دوبارہ شرک کی طرف لوٹ جاتا ہے، مگر اہل ایمان مشکلات کے باوجود ایمان پر ثابت قدم رہتے ہیں۔

آیت نمبر ۵۳ میں گناہگاروں کو امید دلائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت ہی مہربان ہے اور جو بھی خلوص نیت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ اسے معاف کر دیتا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

تکمیل از نماز فجر بروز جمعہ ۲۶ فروری ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

(آیاتہا ۷۵) (۳۹ سُورَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ ۵۹) (رکوعاتہا ۸)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ①

۱۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو بہت غالب بہت حکمت والا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ②

۲۔ بے شک ہم نے آپ کی طرف اس کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے، [۱] پس آپ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③

۳۔ خبردار! دین خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، [۲] اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز (معبود) بنا رکھا ہے (اور کہتے ہیں کہ) ہم ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیں، بے شک اللہ تعالیٰ ان کے درمیان (وقت آنے پر) ان باتوں کا فیصلہ فرمادے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، [۳] بے شک اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا (اور) بڑا ناشکرا ہو۔

---

[۱] قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سب حق اور سچ ہے۔

[۲] یہاں دین سے مراد عبادت ہے یعنی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے، اور خالص سے مراد یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اس کی عبادت کی جائے، اس میں کسی دوسرے کی خوشنودی شامل نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کیا جائے۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۳] امام بغوی لکھتے ہیں کہ جب مشرکین مکہ سے پوچھا جاتا کہ تمہارا رب کون ہے، تم کو اور زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ جواب دیتے: سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اس پر ان سے پوچھا جاتا: پھر تم بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ تو وہ جواب

Marfat.com

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

۴۔ اگر اللہ تعالیٰ اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا چن لیتا (مگر وہ اولاد سے) پاک ہے، وہی اللہ ہے جو ایک ہے (اور) سب پر غالب ہے۔[۴]

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ يُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ

۵۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے، اور اسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک مقررہ مدت تک گردش کر رہا ہے،[۵] خبردار!

دیتے: ہم ان کی پوجا اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت کریں۔(تفسیر معالم التنزیل) اس کا قرآن مجید نے یہ جواب دیا کہ یہ مشرک اصل میں جھوٹے ہیں کیونکہ ان کے پاس اپنے عقیدے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہ ناشکرے ہیں کیونکہ ان کو پیدا تو اللہ تعالیٰ نے کیا مگر یہ عبادت دوسروں کی کرتے ہیں، لہٰذا جب تک یہ اپنی کذب بیانی اور ناشکری سے باز نہ آئیں ان کو ہدایت نہیں مل سکتی اور جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے درمیان عملی فیصلہ فرما دے گا یعنی اہل توحید جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل شرک کو جہنم رسید کر دیا جائے گا تو وہ اپنی کذب بیانی اور ناشکری پر پچھتائیں گے۔

[۴] انسان کو اولاد کی ضرورت ہے تاکہ جب دشمن حملہ آور ہو تو یہ اولاد اپنے والدین کا دفاع کرے اور جب وہ بوڑھے ہو جائیں تو وہ ان کا سہارا بنے اور جب وہ فوت ہو جائیں تو ان کی اولاد ان کی وراثت کی مالک بنے اور نسل انسانی کا سلسلہ جاری رہے لیکن اللہ تعالیٰ ان ساری ضرورتوں سے پاک اور بے نیاز ہے۔

بعض مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے اور اولاد سے پاک ہے۔ بالفرض اللہ تعالیٰ اگر اپنی اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا اپنی اولاد بنا لیتا لیکن تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ اس نے صرف فرشتوں کو اپنی اولاد قرار دیا ہے اور صرف بیٹیاں ہی بنائی ہیں؟ نیز یہ کتنی عجیب بات ہے کہ تم اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے ہو، کیا یہ اللہ تعالیٰ کی توہین نہیں ہے؟

یہ قدیم دور کے مشرکین اور جدید دور کے جاہل لوگوں کی سوچ ہے جو بیٹی کو ناپسند کرتے ہیں لیکن اسلام میں اس تفریق کی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیٹیوں سے کراہت نہ کرو کیونکہ میں بھی متعدد بیٹیوں کا باپ ہوں۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ نحل (۱۶) کی آیت نمبر ۵۸ کا حاشیہ نمبر ۳۷ ملاحظہ کریں۔

[۵] اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو برحق پیدا فرمایا یعنی ان کو بے مقصد پیدا نہیں فرمایا بلکہ ان کی تخلیق میں غور و فکر سے اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝۵

وہی سب پر غالب، بہت بخشنے والا ہے۔[۶]

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ

۶۔ اس نے تم کو ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا، پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور اس نے تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے پیدا کئے،[۷] وہ تمہیں تمہاری

توحید کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ صرف خالق ہی نہیں بلکہ کائنات کا مالک اور حاکم بھی ہے۔ اس نے رات اور دن کی ایسی باری مقرر کر رکھی ہے، کہ جب رات کی تاریکی آتی ہے تو وہ دن کی روشنی کو ڈھانپ لیتی ہے اور جب دن کی روشنی آتی ہے تو وہ رات کی تاریکی پر چھا جاتی ہے۔ اس نے سورج اور چاند کی گردش کو ایسا پابند کر دیا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اپنے مدار سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

[۶] اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اگر وہ چاہے تو جب بھی کوئی سرکشی کرے اسے فوراً تباہ و برباد کر دے مگر وہ اصلاح کے لئے مہلت دیتا ہے اور جب کوئی سرکش سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے اور اس کی سرکشیوں کو اپنی بخشش کے پردوں میں چھپا لیتا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ مؤمن کو اپنے قریب کر کے پوشیدہ طور پر اسے فرمائے گا: کیا تو اپنا فلاں فلاں گناہ جانتا ہے؟ مؤمن عرض کرے گا: جی ہاں میرے رب! یہاں تک کہ مؤمن کے سب گناہوں کا اس سے اقرار کرا لے گا اور مؤمن اپنے دل میں خیال کرے گا کہ وہ تو ہلاک ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور آج میں تیرے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں، پھر نیکیوں کی ایک تحریر اس کو دی جائے گی، لیکن کفار اور منافقوں کو گواہوں کے سامنے پکارا جائے گا اور گواہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا، لہٰذا ان ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

(بخاری: ۲۴۴۱: کتاب المظالم: باب ۲ اور بخاری: ۴۶۸۵: کتاب تفسیر القرآن: سورہ ہود)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ ظلم کرے اور نہ ہی اس کو بے یار و مددگار چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے مصائب دور کر دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(بخاری: ۲۴۴۲: کتاب المظالم: باب ۳)

[۷] اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کے دلائل کا سلسلہ جاری ہے۔ مرد اور عورت کی پیدائش والدین کے ذریعہ ہوتی ہے مگر سب سے پہلے مرد یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے اور سب سے پہلی عورت یعنی حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی

Marfat.com

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۞

ماؤں کے شکموں میں اس طرح پیدا فرماتا ہے کہ تین تاریکیوں میں ایک صورت کے بعد دوسری صورت (بتدریج تشکیل پاتی ہے)،[۸] وہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، اسی کی حکومت ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پھر تم کدھر بہکے جا رہے ہو؟[۹]

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ

۷۔ اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر ادا کرو تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرتا ہے،[۱۰] اور

پسلی سے پیدا فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عظیم ثبوت ہے، پھر آٹھ نر اور مادہ مویشی پیدا فرمائے یعنی مینڈھا اور بھیڑ، بکرا اور بکری، بیل اور گائے اور اونٹ اور اونٹنی، جن کا گوشت کھانا انسان کے لئے حلال ہے مگر مشرکین مکہ نے ان میں سے بعض کو حرام بنا رکھا تھا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ انعام (۶) کی آیات نمبر ۱۴۳، ۱۴۴ کا حاشیہ نمبر ۱۲۸ ملاحظہ کریں۔

[۸] ماں کے پیٹ میں پانی کے ایک قطرہ سے مکمل انسان بننے تک جو مختلف شکلیں وجود میں آتی ہیں ان کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے یعنی پانی کا ایک قطرہ بلکہ ایک معمولی سا جرثومہ پہلے خون کی شکل اختیار کرتا ہے، پھر گوشت کا لوتھڑا، پھر ہڈیوں کا ڈھانچہ، پھر ان پر گوشت اور چمڑا وغیرہ ایسی نفیس ترتیب اور حیران کن ترتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہے۔ تین تاریکیوں سے مراد پیٹ کی تاریکی، رحم کی تاریکی اور اس جھلی کی تاریکی ہے جس کے اندر بچے کی تخلیق پروان چڑھتی ہے۔

یہاں پر علامہ عبدالماجد دریا آبادی نے ایک ممتاز ہندو ڈاکٹر کا واقعہ لکھا ہے جو اس آیت کو پڑھنے کے بعد مسلمان ہو گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ آج سے تیرہ چودہ سو برس پہلے ایک امی عرب کے لئے اس گہری طبی حقیقت سے واقف ہو جانا ناممکن تھا۔ (تفسیر ماجدی) لہٰذا قرآن مجید واقعی انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

انسان ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ کریں کہ تین پردوں کے اندر ہوا کیسے پہنچتی ہوگی؟ پھر پرندوں کے انڈے میں تو بالکل کوئی سوراخ نہیں ہوتا مگر وہاں بھی کئی دنوں تک بچہ زندہ رہتا ہے۔ سبحان اللہ

[۹] مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جس نے تمہیں پانی کے ایک قطرہ سے انسان کامل بنایا، وہی تمہارا رب ہے، ساری کائنات پر اسی کی حکمرانی ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنے خالق حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کے پیچھے بھٹکے جا رہے ہو۔

[۱۰] انسان جب کسی چیز کو پسند کرتا ہے تو اس میں اس کا کوئی فائدہ ہوتا ہے اور جب کسی چیز کو ناپسند کرتا ہے تو اس میں اسے کسی

Marfat.com

أُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦

کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تم سب نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے، پھر وہ تمہیں ان کاموں سے آگاہ کرے گا جو تم کیا کرتے تھے، بے شک وہ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے۔[۱۱]

نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو نہ کسی سے فائدہ کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی سے نقصان کا خطرہ ہے بلکہ وہ قادر مطلق اور بے نیاز ہے، ساری دنیا اس کی محتاج اور نیاز مند ہے۔ دراصل جب وہ انسان کے لئے کسی چیز کو پسند کرتا ہے تو اس میں انسان کا فائدہ ہوتا ہے اور جب کسی چیز کو ناپسند کرتا ہے تو اس میں انسان کا نقصان ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے کفر کو اس لئے ناپسند کرتا ہے تاکہ وہ جہنم کے عذاب سے بچ جائیں اور وہ اپنے بندوں کے لئے شکر گزاری کو اس لئے پسند کرتا ہے تاکہ وہ جنت میں جائیں۔

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندو! تم کسی نقصان کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو اور نہ تم کسی نفع کے مالک ہو کہ مجھے نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جنات، تم میں سے سب سے زیادہ پرہیز گار شخص کی طرح ہو جائیں تو تم میرے ملک میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جنات، تم میں سے سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو تم میرے ملک سے کوئی چیز کم نہیں کر سکتے۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول آخر اور تمہارے انسان اور جنات کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (نکالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لئے جمع کر رہا ہوں، پھر میں تم کو ان کی پوری پوری جزا دوں گا، پس جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور جس کو خیر کے سوا کوئی مصیبت پہنچے وہ اپنے نفس کے سوا کسی اور کو ملامت نہ کرے۔ (مسلم: ۶۵۷۲: کتاب البر: باب ۱۵)

[۱۱] کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔ قیامت کے دن جب تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سارے اعمال تمہارے سامنے ظاہر کر دے گا اور ان کے مطابق تمہیں سزا دے گا۔ اس دن ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا کوئی کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، البتہ جو لوگ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں وہ اپنا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور جو ان کے گمراہ کرنے سے گمراہ ہوں گے ان کے گناہوں کے برابر ان پر مزید بوجھ ڈال دیا جائے گا لیکن گمراہ ہونے والوں کے بوجھ میں کمی نہیں ہوگی اور انہیں بہر حال اپنی گمراہی کا پورا بوجھ اٹھانا پڑے گا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اس کو ہدایت کی اتباع کرنے والوں

Marfat.com

وَ إِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۸

۸۔ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کو پکارتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اس کو کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ اس (تکلیف) کو بھول جاتا ہے جس کے لئے وہ پہلے دعا کیا کرتا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کے شریک بنانے لگتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اس کی راہ سے بہکا دے، آپ فرما دیں: (اے کافر!) تو اپنے کفر سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالے، بے شک تو دوزخیوں میں سے ہے۔ [۱۲]

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۹ ع ۱۵

۹۔ بھلا جو شخص رات کے اوقات سجدہ اور قیام میں گزارتا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے (کیا وہ نیک بندہ کافر کے برابر ہوسکتا ہے؟) آپ فرما دیں: کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ اور صرف عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔ [۱۳]

کا اجر ملے گا اور اتباع کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی اور جس شخص نے گمراہی کی دعوت دی اس کے اوپر اس گمراہی کی اتباع کرنے والوں کے گناہ بھی ہوں گے اور گمراہوں کے گناہوں میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔

(مسلم: ۲۶۷۴: کتاب العلم: باب ۶)

[۱۲] مشرکین مکہ میں سے جب کسی پر سخت مشکل آجاتی اور وہ اس سے نجات نہ پا سکتا تو وہ ہر طرف سے مایوس ہوکر اپنے حقیقی رب یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کرتا اور جب اللہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان فرما دیتا تو وہ اپنی تکلیف اور اللہ تعالیٰ کی نصرت دونوں کو بھلا دیتا اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے پھر شرک کی طرف لوٹ جاتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی! آپ ایسے ناشکرے مشرک کو بتا دیں کہ چند دن جو تیری زندگی کے باقی ہیں تو ان سے فائدہ اٹھالے اور اگر تو نے شرک سے توبہ نہ کی تو پھر تجھے ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ہوگا۔

[۱۳] گزشتہ آیت میں ایسے شخص کا ذکر کیا گیا ہے جو مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور مصیبت ٹل جانے کے بعد پھر شرک کی طرف لوٹ جاتا ہے، اور اس آیت میں ایسے شخص کا ذکر ہو رہا ہے جو رات کو عبادت کرتا ہے، آخرت کے عذاب سے

Marfat.com

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩

۱۰۔ آپ فرمادیں: اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو اپنے رب سے ڈرو، جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک کام کئے ان کے لئے اچھا اجر ہے، اور اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی وسیع ہے، بے شک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔ [۱۴]

ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا ہمیشہ امیدوار رہتا ہے۔ یہ دونوں شخص ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح علم والے اور بے علم بھی برابر نہیں ہو سکتے مگر اس حقیقت کو صرف عقل والے ہی سمجھتے ہیں اور وہی اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک نوجوان کے پاس اس وقت گئے جب وہ مرض الموت میں تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! بے شک میں اللہ تعالیٰ سے (بخشش کی) امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس بندے کے دل میں ایسے موقع پر یہ دونوں باتیں جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز عطا کر دیتا ہے جس کی وہ امید رکھتا ہے اور اس سے اسے بچالیتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے۔ (ترمذی: ۹۸۳: ابواب الجنائز: باب ۱۱)

اللہ تعالیٰ کی رحمت پر امید رکھنا اور اس کے غضب سے ڈرنا، یہ کامل ایمان کی نشانی ہے۔ اس کی مزید تشریح کے لئے حضرت عمر فاروق ؓ کا ارشاد غور طلب ہے: ''اگر آسمان سے آواز آئے: اے لوگو! سوائے ایک انسان کے تم سب لوگ جنت میں داخل ہونے والے ہو تو مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب سے اتنا ڈر ہے کہ میں سمجھوں گا وہ میں ہوں اور اگر اعلان یہ ہو: اے لوگو! سوائے ایک انسان کے تم سب جہنم میں داخل ہونے والے ہو تو مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اتنی امید ہے کہ میں سمجھوں گا وہ میں ہوں۔'' (کنز العمال: ۳۵۹۱۶: جلد ۱۲: ص ۶۲۰) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر مؤمن کو اللہ تعالیٰ کی سزا کا علم ہو جائے تو کوئی بھی جنت کا لالچ نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا علم ہو جائے تو کوئی بھی جنت سے مایوس نہ ہو۔'' (مسلم: ۲۷۵۵: کتاب توبۃ: باب ۴)

نمازِ تہجد کی فضیلت

☆ حضرت عمرو بن عبسہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے، اگر تم اس وقت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر سکو تو یاد کرو۔
(ترمذی: ۳۵۷۹: کتاب الدعوات: باب ۱۱۸)

☆ حضرت بلال ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم رات کی نماز کے قیام کو لازم رکھو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کے قیام سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور رات کا قیام گناہوں کو روکتا ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے اور جسمانی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ (ترمذی: ۳۵۴۹: کتاب الدعوات: باب ۱۰۱)

[۱۴] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے اہل ایمان کو فرمایا: تقویٰ اختیار کرو کیونکہ جو لوگ اس دنیا میں نیک کام کرتے ہیں

Marfat.com

قُلۡ اِنِّیۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ آپ فرمادیں: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کروں۔

وَ اُمِرۡتُ لِاَنۡ اَکُوۡنَ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔[۱۵]

اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ان کے لئے عمدہ اجر تیار کر رکھا ہے۔اگر کسی کو اپنے وطن میں ایمان وتقویٰ پر عمل کرنا مشکل ہو تو اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی وسیع ہے، لہٰذا وہ کسی ایسی جگہ ہجرت کر جائے جہاں اسلام پر عمل کرنے میں آسانی ہو۔صرف اسلام کے لئے اپنے وطن کو چھوڑ جانا اگرچہ بڑا مشکل ہے مگر جو لوگ اس مشکل پر صبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں بے حساب اجر عطا فرمائے گا۔

مفسرین کہتے ہیں کہ جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو یہ آیت ان کی تسلی کے لئے نازل ہوئی۔ (صفوۃ التفاسیر)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ترازو نصب کئے جائیں گے، اہل صدقہ لائے جائیں گے اور ان کے صدقات کو تول کر ان کے حساب سے انہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا۔اسی طرح نماز اور حج وغیرہ کو بھی تول کر ان کے حساب سے پورا پورا اجر دیا جائے گا، لیکن جب تکلیف اور مصیبت پر صبر کرنے والوں کو لایا جائے گا تو ان کے لئے نہ تو کوئی ترازو نصب کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے اعمال نامہ کا رجسٹر کھولا جائے گا بلکہ بغیر حساب کے ان پر اجر وثواب کو بہا دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {بے شک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔} حتیٰ کہ وہ لوگ جن کی دنیاوی زندگی عافیت میں گزری وہ تمنا کرنے لگیں گے کہ کاش! دنیا میں ان کے بدن قینچیوں کے ذریعہ کاٹے گئے ہوتے تو انہیں بھی صبر کا ایسا ہی صلہ ملتا۔ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے جد کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے حسین! فرائض ادا کیا کرو تمہارا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو بڑے عبادت گزار ہیں۔اے حسین! قناعت اختیار کرو تم سب لوگوں سے غنی ہو جاؤ گے۔اے میرے پیارے بیٹے! جنت میں ایک درخت ہے جسے شجرۃ البلوی (تکلیف کا درخت) کہا جاتا ہے۔وہ لوگ جو تکالیف ومصائب میں مبتلا رہے ان کو وہاں لایا جائے گا، ایسے لوگوں کے لئے نہ کوئی ترازو نصب کیا جائے گا اور نہ ان کا دفتر عمل کھولا جائے گا بلکہ (بغیر حساب کے) بارش کی طرح ان کا اجر ان پر برسے گا۔(تفسیر قرطبی)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر اطاعت گزار کو ناپ تول کر ثواب دیا جائے گا سوائے صبر کرنے والوں کے کیونکہ انہیں تو (بغیر حساب کے) پیمانے بھر بھر کے دیئے جائیں گے۔ (معالم التنزیل)

[۱۵] اے مشرکین مکہ! میں صرف تمہیں مسلمان بننے اور خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی تبلیغ نہیں کرتا بلکہ سب سے پہلے میں

Marfat.com

قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ آپ فرمادیں: اگر (بالفرض) میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔[۱۶]

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ آپ فرمادیں: میں اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتا ہوں۔

خود مسلمان ہوں اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں اور پھر تمہیں دعوت دیتا ہوں۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت میں سب سے پہلے مسلمان ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں، ہر نبی اپنی امت میں سب سے پہلا مسلمان ہوتا ہے کیونکہ ہر حکم سب سے پہلے نبی پر نازل ہوتا ہے، پہلے وہ خود اس پر ایمان لاتا ہے اور پھر اپنی امت کو اس کی تبلیغ کرتا ہے تو دوسرے لوگ نبی کے واسطہ سے بعد میں مسلمان بنتے ہیں۔ اس کی دوسری تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ آپ ﷺ سب مخلوق سے پہلے مسلمان ہیں۔ (البحر المحیط: سورۃ الأنعام: زیر آیت نمبر ۱۴) اس تفسیر کی تائید میں درج ذیل احادیث ملاحظہ کریں جن میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱) میں خلق کے اعتبار سے تمام نبیوں میں اوّل ہوں اور بعثت کے اعتبار سے سب نبیوں کے آخر میں ہوں۔

(کنز العمال: جلد ۱۱: حدیث نمبر ۳۲۱۲۶)

(۲) میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(ترمذی: ابواب المناقب: باب ۱، کنز العمال: جلد ۱۱: حدیث نمبر ۳۱۹۱۷)

(۳) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ (تفسیر روح المعانی: سورت انعام: زیر آیت ۱۶۳)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کا نور سب سے پہلے پیدا کیا گیا اور آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے حتیٰ کہ جبرائیل و میکائیل ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے جب حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز تھی۔ اس نکتہ کو علامہ آلوسی نے بڑے حسین انداز میں بیان فرمایا ہے:

''عاجزی، فرمانبرداری اور محبت کے میدان میں سب سے پہلے جو روح سجدہ ریز ہوئی وہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی روح تھی اور حضور اکرم ﷺ بلا واسطہ اپنے مولائے کریم پر ایمان لائے اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام حضور اکرم ﷺ کے واسطے سے ایمان لائے، پس حضور اکرم ﷺ عالم ارواح میں تمام انبیاء و رسل کے رسول ہیں اور وہ سب حضور اکرم ﷺ کے اُمتی ہیں۔'' (تفسیر روح المعانی: سورۃ الانعام: زیر آیت ۳۵)

[۱۶] حضور اکرم ﷺ گناہوں سے معصوم ہیں اس لئے آپ ﷺ سے نافرمانی کا صادر ہونا ممکن نہیں اور نہ ہی قیامت کے دن آپ ﷺ کو عذاب ہوگا بلکہ آپ ﷺ کی شفاعت سے بے شمار گناہگاروں کا عذاب دور ہوگا، لیکن اس آیت

Marfat.com

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ پس تم اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، آپ فرمادیں: بے شک نقصان اٹھانے والے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالا، یاد رکھو! یہی کھلا نقصان ہے۔ [۱۷]

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ ان کے لئے اوپر سے بھی آگ کے شعلے ہوں گے اور نیچے سے بھی آگ کے شعلے، یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس تم مجھ سے ڈرتے رہو۔

وَ الَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور جن لوگوں نے شیطان کی عبادت سے اجتناب کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، ان کے لئے خوش خبری ہے، پس آپ میرے ان بندوں کو خوش خبری سنادیں۔ [۱۸]

میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر کر کے مشرکین مکہ اور مسلمانوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ میں انبیائے کرام علیہم السلام کا سردار ہونے کے باوجود بالفرض اگر اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کروں تو قیامت کے عذاب کا خطرہ ہے، تو دوسروں کا کیا حال ہوگا؟

[۱۷] اہل مکہ نے جب نبی کریم ﷺ کو اپنے مشرک باپ دادا کے دین کی دعوت دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو مگر یاد رکھو! شرک کرنا کھلا نقصان ہے، اگر تم شرک سے باز نہ آئے تو نہ تم اپنے آپ کو جہنم کے نقصان سے بچا سکو گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کو بلکہ سب کو جہنم رسید کر دیا جائے گا جہاں تمہارے اوپر اور نیچے ہر طرف سے آگ ہی آگ ہوگی، لہٰذا اس عذاب سے بچنے کے لئے تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صرف اسی کی عبادت کرو۔

[۱۸] کوئی آدمی شیطان کی عبادت نہیں کرتا، شیطان دراصل لوگوں کو غیر خدا کی عبادت کی ترغیب دیتا ہے اس لئے غیر خدا کی عبادت کو شیطان کی عبادت قرار دیا جاتا ہے۔ بہرحال جو لوگ شیطان کی ترغیب کو ٹھکرا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کے لئے جنت کی خوش خبری ہے۔

Marfat.com

الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ جو بات غور سے سنتے ہیں، پھر اس کی بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔[۱۹]

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ بھلا جس شخص کے متعلق عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے، تو کیا آپ اسے بچا سکتے ہیں جو آگ میں ہو؟[۲۰]

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے (جنت میں) بالا خانے ہیں جن کے اوپر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں، ان کے نیچے نہریں جاری ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ ع

۲۱۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کو سوتوں اور چشموں اور دریاؤں کی شکل میں زمین کے اندر جاری کیا، پھر اس پانی کے ذریعے مختلف رنگوں والی فصل اگاتا ہے، پھر تو دیکھتا ہے کہ وہ خشک ہو کر زرد ہو جاتی ہے، پھر وہ اس کو چورا چورا کر دیتا ہے، بے شک اس میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔[۲۱]

---

[۱۹] یعنی دانشمند لوگ وہ ہیں جو باتوں کو غور سے سنتے ہیں اور ان میں سے بہترین باتوں پر عمل کرتے ہیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

[۲۰] جس شخص نے مسلسل سرکشی کے باعث اپنے آپ کو جہنم کا مستحق بنا لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے متعلق دائمی عذاب کا فیصلہ صادر کر دیا ہے تو پھر اسے کوئی بھی جہنم سے نہیں بچا سکتا۔ علامہ بغوی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے مراد ابولہب اور اس کا بیٹا ہے۔ (تفسیر معالم التنزیل)

[۲۱] اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش کی صورت میں پانی اتارا اور زمین سے چشموں کی صورت میں پانی جاری کیا، پھر اس پانی سے مختلف رنگوں اور ذائقوں والی مختلف فصلیں اگائیں، پھر وہ پک کر زرد ہو گئیں اور آخر میں ریزہ ریزہ ہو کر ختم ہو گئیں۔

Marfat.com

أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ بھلا اللہ تعالیٰ نے جس شخص کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا ہو تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے، پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل یاد الٰہی کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔[۲۲]

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖۗ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ

۲۳۔ اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے یعنی ایک کتاب جس کی آیتیں ایک دوسری سے ملتی جلتی ہیں اور بار بار دہرائی جاتی ہیں، اس کتاب (کو پڑھنے یا سننے) سے ان لوگوں کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے جسم اور ان کے دل یاد الٰہی کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، [۲۳] یہی اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے وہ جس کو

اس میں اہل عقل کے لئے نصیحت کی بات یہ ہے کہ جس طرح زمین میں فصل پیدا ہوتی ہے اور چند دن اپنی بہار دکھا کر فنا ہو جاتی ہے اسی طرح انسان بھی فانی ہے، لہٰذا وہ اس دنیا میں ایسے دل نہ لگائے جیسے اسے ہمیشہ یہیں رہنا ہے بلکہ ایک مسافر کی طرح اس دنیا کا سفر جاری رکھے اور اپنی دائمی منزل یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں سرگرم رہے۔

[۲۲] اللہ تعالیٰ جس شخص کے دل کو اسلام کے لئے کشادہ کر دے وہ اپنے رب کے نور میں راہ ہدایت پر گامزن رہتا ہے حتیٰ کہ جنت میں پہنچ جاتا ہے اور جن کے دل سخت ہو جائیں اور ان میں یاد الٰہی اور نور اسلام داخل نہ ہو سکے وہ گمراہی کی تاریکی میں ہلاکت کی راہ پر چل نکلتے ہیں اور بالآخر جہنم میں جا پہنچتے ہیں، تو یہ دونوں قسم کے افراد برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ دونوں کے راستے جدا جدا ہیں، ایک جنت کی طرف جا رہا ہے اور دوسرا جہنم کی طرف رواں دواں ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت تلاوت کی تو ہم نے پوچھا: یارسول اللہ! بندہ کا شرح صدر کس طرح ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ کے دل میں نور داخل ہوتا ہے تو اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی علامت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دار الخلود (آخرت) کی طرف رجوع کرنا، دار الغرور (دنیا کی زیب و زینت) سے اجتناب کرنا اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔

(معالم التنزیل)

[۲۳] قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ یہ بہترین کلام ہے، اس کی آیتیں فصاحت و بلاغت، وعظ و نصیحت، علم و حکمت اور

Marfat.com

يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ؀

چاہتا ہے اس کے ذریعہ ہدایت دیتا ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔[۲۴]

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْۗءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ؀

۲۴۔ بھلا وہ شخص جو قیامت کے دن بدترین عذاب کو اپنے چہرے کے ذریعہ روک رہا ہوگا اور ایسے ظالموں سے کہا جائے گا: اب تم اس کا مزہ چکھو جو تم کمایا کرتے تھے۔[۲۵]

حق وصداقت میں ایک دوسری سے ملتی جلتی ہیں، کہیں بھی الفاظ یا معانی میں کوئی کمزوری نہیں ہے۔ اس کے عقائد، واقعات اور احکام کو مختلف انداز میں بار بار دہرایا گیا ہے تا کہ ہر بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ قرآن کی اثر انگیزی کا عالم یہ ہے کہ جب عذاب الٰہی کا ذکر ہوتا ہے تو پرہیز گاروں پر اتنا خوف طاری ہوتا ہے کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب رحمت خداوندی کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں اور فرط محبت سے یاد الٰہی میں جھوم اٹھتے ہیں۔

☆ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ہوا چلی اور اس درخت کے بوسیدہ پتے گر گئے اور سبز پتے قائم رہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس درخت کی کیا مثال ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ درخت مؤمن کی مثال ہے، جب خوف خدا سے اس کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو اس کے گناہ گر جاتے ہیں اور نیکیاں باقی رہ جاتی ہیں۔ (شعب الایمان: ۸۰۴: جلد اول: ص ۴۹۲)

☆ مالک بن دینار روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ فرمایا: مجھے ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس تلاش کرو۔ (حلیۃ الأولیاء: ۲۷۷۷: جلد ۲: ص ۴۱۳)

[۲۴] قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب ہدایت ہے، جو شخص اس میں تلاش حق کے لئے غور وفکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے اور وہ ایمان لے آتا ہے اور جو شخص تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس سے روگردانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ ظاہر ہے جو قرآن مجید سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جائے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔

[۲۵] محمد علی صابونی نے مفسرین کا قول نقل کیا ہے کہ چہرہ انسانی جسم کا سب سے اشرف عضو ہے، اگر انسان کو کوئی خطرہ لاحق ہو تو وہ پہلے اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے کو بچاتا ہے مگر قیامت کے دن کفار کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اور جب انہیں جہنم میں پھینکا جائے گا تو وہ اپنے چہروں کو نہ بچا سکیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر) علامہ قرطبی نے بھی مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن کا

Marfat.com

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

۲۵۔ جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں انہوں نے (بھی رسولوں کو) جھٹلایا تھا تو ان پر ایسی جگہ سے عذاب آ پہنچا جہاں سے انہیں خیال بھی نہ تھا۔[۲۶]

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

۲۶۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کی زندگی میں ہی رسوائی کا مزہ چکھا دیا اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی بڑا ہے، کاش! وہ جانتے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

۲۷۔ اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثالیں بیان کردی ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔[۲۷]

خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جب کفار کو جہنم رسید کیا جائے گا تو ان کے ہاتھ ان کی گردنوں کے ساتھ بندھے ہوں گے اور انہیں منہ کے بل جہنم میں پھینکا جائے گا اور جو چیز سب سے پہلے آگ میں جلے گی وہ ان کا چہرہ ہوگا۔ (تفسیر قرطبی) اور انہیں کہا جائے گا: اب تم آگ میں اپنے مظالم کا مزہ چکھو۔

اس آیت میں بتانا یہ مقصود ہے کہ ایسا ظالم و نافرمان جو منہ کے بل جہنم میں پھینکا جائے گا اس مؤمن کے برابر کبھی نہیں ہوسکتا جس کو فرشتے جنت میں لے جائیں گے۔

[۲۶] گزشتہ قوموں نے بھی اپنے انبیاء کو جھٹلایا اور وہ اس گمان میں تھے کہ وہ بڑی برادری اور دولت والے ہیں، ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا لیکن ان کی توقعات کے خلاف جب اچانک عذاب آ پہنچا تو وہ اسی زندگی میں ذلیل و رسوا ہو کر تباہ و برباد ہوگئے اور آخرت میں جو عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے وہ تو بہت ہی بڑا ہے۔

اس میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ وہ بھی اپنی دولت اور سرداری کے تکبر میں نبی کریم ﷺ کو جھٹلا رہے ہیں، کاش! وہ گزشتہ اقوام کے انجام سے عبرت حاصل کریں ورنہ جب اللہ تعالیٰ کی گرفت آ پہنچے گی تو پھر یہ برادری، سرداری اور دولت کچھ کام نہیں آئے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، پہلے جنگ بدر میں ذلت و رسوائی اٹھانی پڑی اور پھر فتح مکہ کے دن تو ان کی امیدوں کے سارے قلعے زمین بوس ہوگئے۔

[۲۷] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر جو کتاب نازل فرمائی اس کا نام قرآن ہے یعنی پڑھی ہوئی کتاب جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ اس میں ہر قسم کی مثالیں بیان کی گئی ہیں تاکہ ہر معیار کا انسان اس کو آسانی سے سمجھ لے اور اس سے نصیحت حاصل کرے۔

Marfat.com

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ (یہ) قرآن عربی زبان میں ہے، اس میں کوئی کجی نہیں ہے تا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔[۲۸]

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے، ایک (غلام) مرد ہے جس (کے مالک ہونے) میں کئی بداخلاق لوگ حصہ دار ہیں اور ایک (دوسرا غلام) مرد ہے جو صرف ایک ہی شخص کا غلام ہے، کیا ان دونوں (غلاموں) کی مثال یکساں ہوسکتی ہے؟[۲۹] سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔[۳۰]

[۲۸] یہ قرآن عربی زبان میں ہے جو اسلام کے مخاطبین اول کی مادری زبان ہے۔ عربی زبان اپنی وسعت کے اعتبار سے دنیا کی تمام زبانوں میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے اور بالخصوص قرآن مجید کی عربی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ نیز قرآن مجید میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سب برحق ہے، خواہ وہ الفاظ کی فصاحت و بلاغت ہو یا معانی کی حقیقت و صداقت، کہیں بھی کسی نقص یا اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

[۲۹] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک اور توحید کا فرق واضح کرنے کے لئے ایک آسان اور عام فہم مثال بیان فرمائی ہے یعنی ایک غلام ہے جس کے کئی مالک ہیں اور ہر مالک چاہتا ہے کہ یہ غلام اس کا وفادار ہو اور سب سے پہلے اس کا حکم بجالائے اور کبھی ایسا بھی ہوسکتا کہ ایک سے زائد مالک ایک ہی وقت میں اسے اپنا اپنا کام کرنے کا حکم صادر کردیں، اور ایک دوسرا غلام ہے جس کا صرف ایک ہی مالک ہے، ظاہر ہے وہ ایک وقت میں ایک ہی حکم صادر کرے گا۔ تو کیا یہ دونوں غلام یکساں ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، کئی مالکوں کا غلام ہمیشہ پریشان رہے گا اور سارے مالکوں کو مطمئن نہیں رکھ سکے گا جبکہ دوسرے غلام کے لئے اپنے ایک مالک کو خوش رکھنا کوئی مشکل نہیں ہوگا۔

اسی طرح مشرک کئی خداؤں کو مان کر ہمیشہ مضطرب رہتا ہے کبھی بارش کے خدا کے سامنے کھڑا ہے تو کبھی رزق کے خدا کے سامنے اور جب سارے خداؤں سے مراد پوری نہ ہو تو اپنے حقیقی رب کی طرف رجوع کرتا ہے اور جب مشکل آسان ہو جائے تو پھر شرک کی طرف لوٹ کر مضطرب رہتا ہے جبکہ مؤمن ایک ہی مہربان خدا پر یقین رکھتا ہے اور ہر مقصد کے لئے اول و آخر اسی کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے اور مطمئن رہتا ہے۔

[۳۰] سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے بڑی آسان مثال کے ساتھ توحید کو سمجھایا ہے مگر مشرکین پھر بھی نہیں سمجھتے اور شرک میں سرگرم رہتے ہیں۔

Marfat.com

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾	۳۰۔ بے شک آپ پر موت آنی ہے اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں۔[۳۱]
ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾	۳۱۔ پھر بے شک تم سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے باہم جھگڑا کرو گے۔[۳۲]
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾	۳۲۔ پھر اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور جب سچ اس کے پاس آئے تو وہ اس کو جھٹلائے، کیا کافروں کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں ہے؟[۳۳]
وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾	۳۳۔ اور جو اس سچ کو لے کر آیا اور جنہوں نے اس سچ کی تصدیق کی وہی لوگ پرہیزگار ہیں۔[۳۴]

[۳۱] علامہ خازن لکھتے ہیں: کفار مکہ اس انتظار میں تھے کہ نبی (ﷺ) فوت ہو گئے (تو یہ مذہب بھی ختم ہو جائے گا)۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ خبر دی: پیارے نبی! بلاشبہ آپ نے انتقال فرمانا ہے مگر وہ بھی تو مرنے والے ہیں پھر صرف آپ کے انتقال کا ان کو کیا فائدہ ہوگا؟ (تفسیر خازن)

[۳۲] قیامت کے دن انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی سرکش امتوں کے درمیان بحث وتکرار تک نوبت پہنچ جائے گی۔ سرکش امتی اپنا انجام بد دیکھ کر بہانہ سازی کی کوشش کریں گے: اے ہمارے رب! ہم تو ایمان لانے کے لئے تیار تھے مگر ہمارے پاس تیرا کوئی رسول نہیں آیا۔ اس پر انبیائے کرام علیہم السلام فرمائیں گے: ہم نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تھا مگر تم نے انہیں جھٹلا دیا تھا۔ اس وقت امت مسلمہ گواہی دے گی کہ یہ سرکش قومیں جھوٹ بول رہی ہیں، انبیائے کرام علیہم السلام نے ان تک تیرا پیغام پہنچا دیا تھا مگر انہوں دانستہ ان کی تکذیب کی تھی۔ اس کے لئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۳ ملاحظہ کریں۔

[۳۳] وہ شخص سب سے بڑا ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد یا شریک قرار دیتا ہے اور سچائی کا دین اس کے پاس آئے تو اسے جھٹلا دیتا ہے تو ایسے منکروں کا ٹھکانا دوزخ نہیں تو اور کیا ہوگا؟

[۳۴] نبی کریم ﷺ سچائی کا دین لے کر تشریف لائے اور جن خوش نصیب لوگوں نے صدق دل سے اس دین کو قبول کر لیا یہی نیک اور پرہیزگار لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ کفر کے گناہ یا زمانہ اسلام کے قصور معاف کر دے گا اور سارے نیک کاموں کا عظیم اجر عطا فرمائے گا اور جنت میں جو وہ چاہیں گے ان کا رب انہیں عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ
جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۴

۳۴۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا
وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ۝۳۵

۳۵۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے برے کام جو انہوں نے کئے ان سے دور کردے اور ان کے اچھے کام جو وہ کرتے تھے ان کا انہیں اجر عطا فرمائے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ
بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ ۝۳۶

۳۶۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ اور وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں (یعنی خودساختہ معبودوں) سے ڈراتے ہیں، [۳۵] اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ
اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝۳۷

۳۷۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے تو اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے، کیا اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور انتقام لینے والا نہیں ہے؟

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ

۳۸۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے، آپ فرمادیں: پھر ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی

[۳۵] ابو سعود بیان کرتے ہیں کہ جب قریش نے نبی کریم ﷺ کو کہا: آپ ہمارے خداؤں کی مخالفت چھوڑ دیں ورنہ وہ (غضب میں آکر) تمہیں پاگل بنادیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر) اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی یعنی کفار مکہ آپ کو ان خداؤں سے ڈراتے ہیں جو کسی کو نقصان یا نفع پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے، لہٰذا آپ ان کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کریں، آپ کا رب آپ کی حفاظت کے لئے کافی ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرودیوں سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں سے بچایا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو بھی کفار قریش سے محفوظ رکھے گا، اور اگر یہ کفار اپنے کرتوتوں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور کفار سے انتقام لینے پر بھی قادر ہے۔

Marfat.com

بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس کی (بھیجی ہوئی) تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ یا اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر رحمت فرمانا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ آپ فرمادیں: مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے، توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔[۳۶]

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ آپ فرمادیں: اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کئے جاؤ، بے شک میں بھی عمل کررہا ہوں، پس عنقریب تم جان لوگے۔[۳۷]

مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کردے گا اور کس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ

۴۱۔ بے شک ہم نے آپ پر لوگوں کے لئے حق کے ساتھ

---

[۳۶] پیارے نبی! مشرکین مکہ جن بتوں کے غضب سے آپ کو ڈراتے ہیں، ذرا ان سے پوچھیں کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے: زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، پھر ان سے یہ بھی پوچھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا تمہارے خدا اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ یا اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا تمہارے خدا اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس پر مشرکین نے کہا کہ ان کے بت اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو تو نہیں ٹال سکتے، البتہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کریں گے، تو اس کے جواب میں اس آیت کا یہ حصہ نازل ہوا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ (تفسیر قرطبی) یعنی مجھے تمہارے خداؤں کی سفارش کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہی مجھے کافی ہے۔ میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور سارے اہل ایمان بھی اسی پر توکل کرتے ہیں۔

[۳۷] یعنی اگر تم میری دعوت قبول نہیں کرتے اور اپنے شرک پر بضد ہو تو تمہاری مرضی، بے شک تم اپنے شرک پر قائم رہو لیکن میں تو بہرحال توحید پر قائم ہوں اور تم بھی عنقریب جان لوگے کہ دنیا کا رسوا کن عذاب اور آخرت کا دائمی عذاب مجھ پر نازل ہوگا یا تم پر، اور تاریخ شاہد ہے کہ جنگ بدر سے مشرکین پر عذاب کا سلسلہ شروع ہوا اور فتح مکہ کے دن ان کے تکبر کے غبارے سے ساری ہوا نکل گئی اور آخرت کا دائمی عذاب بھی ان کے کفر کے باعث ان کا مقدر ہو چکا ہے۔

Marfat.com

فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ع

کتاب نازل کی ہے، پس جس نے ہدایت اختیار کی تو اس کے اپنے لئے نفع ہے اور جس نے گمراہی اختیار کی تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے، اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔[۳۸]

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اللہ تعالیٰ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرلیتا ہے اور جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا (ان جانوں کو) ان کی نیند کی حالت میں (قبض کرتا ہے)، پھر ان جانوں کو روک لیتا ہے جن کی موت کا فیصلہ کرلیا ہے اور دوسری جانوں کو ایک مقررہ میعاد تک چھوڑ دیتا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔[۳۹]

---

[۳۸] نبی کریم ﷺ اہل مکہ کی گمراہی پر غمگین رہتے تھے، اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن مجید اس لئے نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھادیں۔ آپ ﷺ نے قرآن مجید کی تبلیغ کرکے اپنا فرض ادا کردیا ہے۔ اب اگر کوئی ہدایت اختیار کرتا ہے تو اس میں اس کا اپنا فائدہ ہے اور اگر گمراہ ہوتا ہے تو اس میں اس کا اپنا نقصان ہے اور وہ خود اس کا ذمہ دار ہے، آپ سے اس کی گمراہی کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی، لہٰذا آپ غمگین نہ ہوں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: میری اور لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی۔ جب اس کا اردگرد روشن ہوگیا تو پروانے اور جانور جو آگ میں گرتے ہیں اس میں گرنا شروع ہوگئے اور وہ شخص ان کو آگ سے دور کرتا ہے مگر وہ اس پر غالب آجاتے ہیں اور آگ میں داخل ہوجاتے ہیں۔ (اس شخص کی طرح) میں تم کو تمہاری کمروں سے پکڑتا ہوں تاکہ تم جہنم کی آگ میں نہ گرو مگر لوگ اس میں گررہے ہیں۔
(بخاری: ۶۴۸۳: کتاب الرقاق: باب ۲۶)

[۳۹] جان (نفس) اور روح اکثر ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہاں جان قبض کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ ہمیشہ یعنی قیامت تک کے لئے جان قبض کرلینا، اس سے مراد موت ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ عارضی طور پر چند گھنٹوں کے لئے جان قبض کرلینا اس سے مراد نیند ہے۔

مذکورہ وضاحت کے بعد آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جن کی حقیقی موت کا وقت آجاتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی جانیں ہمیشہ یعنی قیامت تک کے لئے قبض کرلیتا ہے اور جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا تو نیند کی حالت میں عارضی طور پر ان کی جانیں قبض

Marfat.com

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَ لَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْـًٔا وَّ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور سفارشی بنا رکھے ہیں؟ آپ فرما دیں: اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں۔ [۴۰]

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ آپ فرما دیں: سفارش تو سب اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کے لئے ہے، پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ پھر جب تنہا اللہ تعالیٰ ہی کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے دل گرانی محسوس کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں (یعنی ان کے معبودوں) کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ فوراً خوش ہو جاتے ہیں۔ [۴۱]

کر لی جاتی ہیں، پھر نیند کے عالم میں ہی جن کی حقیقی موت کا فیصلہ کر لیا گیا ہوتا ہے ان کی جانوں کو ہمیشہ یعنی قیامت تک کے لئے روک لیا جاتا ہے اور دوسری جانوں کو ایک مقررہ وقت تک واپس بھیج دیا جاتا ہے، تو گویا یہ نیند اور بیداری بھی ایک عارضی موت و حیات کا نمونہ ہے اور جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کے لئے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ یعنی جو سونے کے بعد جگا سکتا ہے وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ بھی کر سکتا ہے۔

[۴۰] مشرکین مکہ بتوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے سفارشی قرار دیتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: تم نے جن بتوں کو سفارشی بنا رکھا ہے وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں بلکہ ان کے پاس تو اتنا شعور بھی نہیں ہے کہ وہ تمہاری فریاد کو سن یا سمجھ ہی سکیں تو پھر وہ تمہاری سفارش کیا کریں گے، لہٰذا غور سے سن لو! سفارش کا سب اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو زمین و آسمان کا مالک ہے اور صرف وہی سفارش کر سکیں گے جن کو اللہ تعالیٰ اجازت عطا فرمائے گا۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بتوں کو سفارش کا حق دے رکھا ہے اور اگر تمہارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سے ڈرو! تم سب کو ایک دن اس کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے تو پھر تم کیا منہ دکھاؤ گے۔

[۴۱] مشرکین مکہ آخرت اور توحید کے منکر تھے اس لئے جب کوئی مسلمان ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید کی بات کرتا تو ان پر گراں گزرتی لیکن جب کوئی ان کا ہم نوا بتوں کا ذکر کرتا تو وہ خوشی سے جھوم اٹھتے۔

Marfat.com

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ آپ عرض کریں: اے اللہ تعالیٰ! اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! اے غیب اور ظاہر کو جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔[۴۲]

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور اگر ظالموں کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو تو وہ قیامت کے دن برے عذاب سے بچنے کے لئے دے ڈالیں گے، اور (قیامت کے دن) ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ عذاب ظاہر ہو گا جس کا وہ گمان بھی نہیں کرتے تھے۔[۴۳]

[۴۲] مشرکین جب توحید کے خلاف اور شرک کے حق میں جھگڑا کرتے تو نبی کریم ﷺ بہت حیران ہوتے کہ ان کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے جو قادر مطلق اللہ تعالیٰ اور پتھروں سے بنے ہوئے بتوں کے فرق کو بھی نہیں سمجھ سکتے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: آپ ان کے جھگڑوں سے پریشان نہ ہوں بلکہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں اور اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کریں کیونکہ وہ قادر مطلق ہے، وہ سب لوگوں کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے اور وہی ان کے اختلافات کا صحیح فیصلہ فرمائے گا۔

[۴۳] مشرکین آخرت کے منکر تھے اس لئے وہ اہل ایمان کا مذاق اڑاتے تھے کہ جب قیامت ہی نہیں ہو گی تو پھر عذاب کہاں سے آئے گا؟ مگر قیامت کے دن جب ان ظالموں کی برائیاں ان کے سامنے ظاہر کر دی جائیں گی اور جس عذاب پر وہ یقین نہیں رکھتے تھے بلکہ اس کا مذاق اڑاتے تھے جب وہ عذاب انہیں ہر طرف سے گھیر لے گا تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل جائے گی اور اگر اس وقت ان کے پاس روئے زمین کا سارا مال و متاع ہو بلکہ اس سے دگنا بھی ہو اور وہ یہ سارا مال دے کر اس عذاب سے بچنا چاہیں گے تو بھی نہیں بچ سکیں گے۔ اول تو وہاں کسی کے پاس دنیاوی مال و متاع نہیں ہو گا اور اگر بالفرض کسی کے پاس دنیا بھر کے خزانے ہوں تو بھی مسترد کر دیئے جائیں گے کیونکہ میدان حشر کی کرنسی دنیا کا مال و متاع نہیں بلکہ نیک اعمال ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک کافر (جبکہ اسے اپنے کفر کا برا انجام سامنے نظر آ رہا ہو گا) سے کہا جائے گا: اگر تیرے پاس زمین بھر سونا ہو تو کیا تو دوزخ کے عذاب سے بچنے کے لئے اسے فدیہ میں دینا پسند کرے گا؟ وہ کہے گا: ہاں! اس سے کہا جائے گا: تو نے جھوٹ کہا۔ تجھ سے تو دنیا میں اس سے بہت

Marfat.com

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور (قیامت کے دن) ان کے لئے وہ برائیاں بھی ظاہر ہو جائیں گی جو انہوں نے کی تھیں اور انہیں وہ عذاب گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ پس جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کر دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے (میرے) علم کی بنا پر ملی ہے، بلکہ یہ آزمائش ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۴۴]

قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ بے شک ان سے پہلے لوگ بھی ایسی باتیں کہا کرتے تھے تو انہیں ان کاموں نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا جو وہ کیا کرتے تھے۔ [۴۵]

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا

۵۱۔ پس ان کے برے کاموں کا عذاب انہیں آ پہنچا، اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے ظلم کیا ہے انہیں بھی عنقریب ان کے برے کاموں کا عذاب آ پہنچے گا اور وہ

آسان بات (یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے) کا مطالبہ کیا گیا تھا (مگر تو ایمان نہ لایا تو زمین بھر سونا کیسے خرچ کرے گا)؟ (مسلم: ۷۰۸۵، ۷۰۸۶: کتاب المنافقین: باب ۱۰)

[۴۴] اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا کر اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور فرما دیتا ہے تو ناشکری کرتے ہوئے کہتا ہے: یہ نعمت تو مجھے میرے علم وخرد کی وجہ سے ملی ہے یا مجھ پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اسی لئے مجھے اس نعمت سے نوازا ہے، حالانکہ بات یہ نہیں جو انسان سمجھ رہا ہے بلکہ یہ نعمت اس کے لئے آزمائش ہے اور اگر اس نے اس کا شکر ادا نہ کیا تو یہی نعمت اس کے لئے زحمت اور مصیبت بن جائے گی، لیکن اکثر لوگ اس آزمائش کی طرف خیال نہیں کرتے اور اپنی خام خیالیوں کی گمراہی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

[۴۵] اس سے مراد پہلی قومیں ہیں یا خاص طور پر قارون کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ قصص (۲۸) کی آیات نمبر ۷۶ تا ۸۱ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

كَسَبُوا ۖ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥١﴾

(اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہیں۔[۴۶]

اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ ع

۵۲۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے، اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔[۴۷]

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٥٣﴾

۵۳۔ آپ فرمادیں: اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، بے شک وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۴۸]

[۴۶] مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ان سے پہلے جن قوموں نے سرکشی اور ناشکری کی انہیں اپنے کرتوتوں کی سزا ملی اور ان کی تباہ شدہ بستیاں تم اپنے تجارتی سفروں میں دیکھ چکے ہو، اور اب اگر تم بھی اپنے مظالم سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عنقریب عذاب آ جائے گا۔ جس طرح پہلی قومیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکیں اسی طرح تم بھی اس کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ عرب کے جو لوگ اپنی سرکشی پر قائم رہے وہ یا تو جنگوں میں مارے گئے یا پھر عرب چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں چلے گئے۔

[۴۷] رزق کی کمی بیشی کسی کے مقبول یا مردود ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ دولت اور غربت کی دونوں حالتیں انسان کے لئے آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول وہ ہے جو ان دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی نہ کرے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ شدائد اور مصائب میں اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ خوشحالی کے ایام میں کثرت سے دعا کیا کرے۔

(ترمذی: ۳۳۸۲: کتاب الدعوات: باب ۹)

[۴۸] امام ابن کثیر لکھتے ہیں: یہ آیت تمام مسلمان اور غیر مسلم سرکشوں کے لئے توبہ کی دعوت ہے اور اس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کے بعد سب گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے خواہ وہ سمندر کی جھاگ کی طرح کتنے ہی زیادہ ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر) یعنی جن لوگوں نے کفر کی وجہ سے اپنی جانوں پر ظلم کیا یا جن مسلمانوں نے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اپنے آپ پر ظلم کیا وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ بہت بڑے گناہگار ہیں ان کے گناہ کیسے معاف ہوں گے؟ بلکہ اگر وہ سچے دل سے اسلام قبول کر لیں یا اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں تو ان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ

Marfat.com

وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ ۵۴۔ اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی

ہوں کیونکہ اس کی رحمت بڑی وسیع ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی امتوں میں ایک شخص نے ننانوے قتل کیے تھے۔ اس نے لوگوں سے پوچھا: روئے زمین پر اس وقت سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک راہب (عیسائیوں میں تارک الدنیا عبادت گزار) کا پتہ بتایا گیا۔ وہ قاتل اس راہب کے پاس گیا اور پوچھا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں، کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس راہب نے جواب دیا: نہیں۔ اس قاتل نے اس راہب کو بھی قتل کر کے سو قتل مکمل کر دیئے۔ اس قاتل نے پھر لوگوں سے پوچھا: روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک عالم کا پتہ بتایا گیا۔ قاتل نے اس عالم سے پوچھا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں، کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس عالم نے جواب دیا: ہاں، توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے؟ فلاں فلاں جگہ کی طرف جاؤ، وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں تم بھی ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اپنے وطن کی طرف لوٹ کر نہ آنا کیونکہ وہ (تمہارے لئے) بری جگہ ہے۔ قاتل روانہ ہوا، جب وہ آدھے راستہ پر پہنچا تو اس کی موت آگئی اور اس قاتل کے بارے میں رحمت اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوتا ہوا آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا، پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا تو عذاب اور رحمت کے فرشتوں نے اس کو اپنا حکم (فیصلہ کرنے والا) بنالیا۔ اس نے کہا: دونوں جگہوں کے درمیان پیمائش کرو، جس جگہ کے وہ زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا۔ جب فرشتوں نے پیمائش کی تو وہ اس جگہ کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا، اس لئے رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ (مسلم: ۷۰۰۸: کتاب التوبۃ: باب ۸)

اس حدیث کے آخر میں امام بخاری لکھتے ہیں کہ قاتل کے بارے میں جب رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس جگہ (جس طرف قاتل جا رہا تھا) کو حکم دیا کہ وہ قریب ہو جائے اور اس جگہ (جہاں سے چلا تھا) کو حکم دیا کہ وہ دور ہو جائے اور فرمایا: ان دونوں جگہوں کے درمیان پیمائش کرو تو وہ جگہ (جس طرف قاتل جا رہا تھا) ایک بالشت قریب تھی اس لئے اس قاتل کی مغفرت کر دی گئی۔ (بخاری: ۳۴۷۰: کتاب الانبیاء: باب ۵۶) یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ سو آدمیوں کا قاتل بھی سچے دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے، لہٰذا کسی کو اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مؤمن کو اللہ تعالیٰ کی سزا کا علم ہو جائے تو کوئی بھی جنت کا لالچ نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا علم ہو جائے تو کوئی بھی جنت سے مایوس نہ ہو۔

(مسلم: ۶۹۷۹: کتاب التوبۃ: باب ۴)

Marfat.com

اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ ﴿۵۴﴾

اطاعت کرو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے، پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔[۴۹]

وَ اتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ بَغۡتَةً وَّاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ اور اس بہترین (کتاب) کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔[۵۰]

اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ يّٰحَسۡرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطۡتُّ فِىۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ وَاِنۡ كُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِيۡنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ (ایسا نہ ہو) کہ کوئی شخص یہ کہنے لگے: افسوس ہے ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کی ہیں اور بے شک میں مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔[۵۱]

اَوۡ تَقُوۡلَ لَوۡ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰٮنِىۡ لَكُنۡتُ مِنَ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ یا یہ کہنے لگے: اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا تو میں پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔

اَوۡ تَقُوۡلَ حِيۡنَ تَرَى الۡعَذَابَ لَوۡ اَنَّ لِىۡ كَرَّةً فَاَكُوۡنَ مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ یا عذاب کو دیکھ کر یہ کہنے لگے: کاش! مجھے ایک بار واپس جانے دیا جائے تو میں نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں گا۔

---

[۴۹] گزشتہ آیت میں جس توبہ کی طرف اشارہ کیا گیا تھا یہاں واضح الفاظ میں اس کی تاکید کر دی گئی ہے کہ عذاب کے آنے سے پہلے ہی سچی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن جاؤ لیکن اگر تم نے توبہ نہ کی اور عذاب آپہنچا تو پھر تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی یعنی اس آخری وقت کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔

[۵۰] اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لئے قرآن مجید نازل فرمایا ہے، اس پر عمل کرنے میں جلدی کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اچانک عذاب آجائے اور تمہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔

[۵۱] میدان حشر میں جب کفار کو اپنا برا انجام نظر آئے گا تو افسوس کریں گے: کاش! ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کے متعلق کوتاہی نہ کرتے اور اس کے نبیوں کا مذاق نہ اڑاتے تو آج ہمیں یہ عذاب نہ دیکھنا پڑتا مگر اس وقت کا پچھتاوا بے سود ہو گا۔

Marfat.com

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ کیوں نہیں، بے شک تیرے پاس میری آیتیں آئی تھیں، پس تو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔[۵۲]

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تھا قیامت کے دن آپ انہیں دیکھیں گے کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے،[۵۳] کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے؟[۵۴]

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْۗءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ اور جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا انہیں اللہ تعالیٰ کامیابی کے ساتھ نجات دے گا، ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔[۵۵]

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔

[۵۲] میدان حشر میں کفار اپنے عذاب کو دیکھ کر کہیں گے: اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم پرہیزگار بن جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت ہی نہیں دی تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ پھر وہ خواہش کریں گے کہ اگر ہمیں ایک دفعہ دوبارہ دنیا میں جانے کا موقع دیا جائے تو ہم نیک بن کر رہیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب تمہاری بہانہ سازیاں ہیں حالانکہ میرے رسول تمہارے پاس آئے تھے، انہوں نے حق و باطل کو واضح کر دیا تھا اور انہوں نے معجزات بھی دکھائے مگر تم نے تکبر کیا اور دانستہ ان کا انکار کیا، لہٰذا اب کسی مہلت کی گنجائش نہیں ہے۔

[۵۳] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے شریک اور اولاد قرار دیتے ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کا انکار کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں، اس کا ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا قیامت کے دن اس جھوٹ کے عذاب کو دیکھ کر ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔

[۵۴] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرتے ہیں اور لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں وہ متکبر ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

[۵۵] جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور نیک کاموں میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں وہ آخرت میں کامیاب و کامران ہوں گے اور ہر قسم کے دکھ اور غم سے محفوظ ہوں گے۔

Marfat.com

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع

۶۳۔ اس کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔[۵۶]

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾

۶۴۔ آپ فرمادیں: اے جاہلو! کیا تم مجھے غیر اللہ کی پرستش کرنے کو کہتے ہو؟

وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾

۶۵۔ اور بے شک آپ کی طرف اور آپ سے پہلے انبیاء کی طرف وحی کی گئی ہے کہ اگر (بفرض محال) آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔[۵۷]

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور شکر گزاروں میں سے بن جائیں۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ

۶۷۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی جیسے اس کی

[۵۶] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ نافرمانی کا ارتکاب کر کے اپنے ہی نقصان اور خسران کا انتظام کر رہے ہیں۔

[۵۷] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مشرکین نے ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر وہ ان کے بتوں کی عبادت کریں تو وہ بھی ان کے خدا کی عبادت کریں گے۔ (تفسیر ابن کثیر) اس کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ناممکن ہے کیونکہ میری طرف اور مجھ سے پہلے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف یہی وحی کی گئی ہے کہ جو بھی شرک کرے گا اس کے عمل ضائع ہو جائیں گے اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔ اس آیت میں خطاب اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر اصل میں امت کو تنبیہ کی جا رہی ہے کیونکہ ہر نبی شرک اور دیگر گناہوں سے معصوم ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔

یہاں پر مشرکین کو جاہل کہنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ انہیں اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ توحید کی دعوت صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی نہیں دی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی توحید ہی کی دعوت دی تھی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ جو دوسروں کو توحید کی دعوت دیتا ہے وہ خود شرک کیسے کر سکتا ہے۔

Marfat.com

جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾

قدر کا حق ہے، اور قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بالاتر ہے اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔ [۵۸]

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ اور (جب) صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب فنا ہو جائیں گے سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ (زندہ رکھنا) چاہے گا، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو فوراً سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔ [۵۹]

وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ

۶۹۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی، اعمال نامہ سامنے رکھ دیا جائے گا، انبیاء اور گواہوں کو بھی

---

[۵۸] مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا کر اس کی قدر نہیں کی حالانکہ قیامت کے دن زمین و آسمان تنہا اسی کے دست قدرت میں ہوں گے، لہٰذا نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی اسے کسی شریک کی ضرورت ہے۔ آج بھی زمین و آسمان کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر اس آیت میں قیامت کا ذکر اس لئے ہے کہ اس دن کافروں کو بھی مشاہدہ ہو جائے گا کہ واقعی زمین و آسمان کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ زمین کو اپنے ایک دست قدرت میں لے کر اور آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ کر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں! زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟
(بخاری: ۴۸۱۲: کتاب تفسیر القرآن: سورہ زُمَر)

[۵۹] جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا تو سب مخلوق فنا ہو جائے گی، البتہ بعض کو زندہ رکھا جائے گا جن کے بارے میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں مثلاً حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت ملک الموت علیہ السلام وغیرہ مگر ان پر بھی دوسرے صور سے پہلے موت طاری کر دی جائے گی کیونکہ ہر ایک نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، پھر دوسرے صور کے بعد لوگ فوراً اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیران ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوبار صور پھونکنے کے درمیان چالیس (سال) کا وقفہ ہوگا۔ (بخاری: ۴۸۱۴: کتاب تفسیر القرآن: سورہ زمر)

Marfat.com

قُضِیَ بَیۡنَہُمۡ بِالۡحَقِّ وَ ہُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۶۹﴾

لایا جائے گا اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔[۶۰]

ع وَ وُفِّیَتۡ کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۷۰﴾ ع

۷۰۔ اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ لوگ کرتے ہیں۔

وَ سِیۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی جَہَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوۡہَا فُتِحَتۡ اَبۡوَابُہَا وَ قَالَ لَہُمۡ خَزَنَتُہَاۤ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَتۡلُوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِ رَبِّکُمۡ وَ یُنۡذِرُوۡنَکُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِکُمۡ ہٰذَا ؕ قَالُوۡا بَلٰی وَ لٰکِنۡ حَقَّتۡ کَلِمَۃُ الۡعَذَابِ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ اور کفار کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جہنم کے محافظ (فرشتے) ان سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہاں لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہو چکا تھا۔[۶۱]

---

[۶۰] جس زمین پر آج ہم زندگی گزار رہے ہیں یہ فنا ہو جائے گی اور اس کی جگہ اللہ تعالیٰ نئی زمین بنائے گا۔ اگرچہ وہاں سورج بھی ہوگا مگر اللہ تعالیٰ اپنی ایک خصوصی تجلی ڈالے گا جس سے قیامت کی ساری زمین عدل و انصاف کے نور سے چمک اٹھے گی، ہر ایک کے سامنے اس کا نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا۔ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی تبلیغ اور امتوں کے ردعمل کو بیان کریں گے۔ بعض امتیں اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی تبلیغ کا انکار کردیں گی تو امت محمدیہ گواہی دے گی: یہ امتیں جھوٹ بول رہی ہیں کیونکہ آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے ہمیں بتایا تھا کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے تبلیغ کا حق ادا کردیا تھا انہوں نے دانستہ تکذیب کی تھی۔ نیز فرشتے اور انسانی اعضاء وغیرہ بھی گواہی دیں گے اور سب فیصلے حق و انصاف پر مبنی ہوں گے کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے تمام اعمال کو خوب جانتا ہے، اس کو کسی اعمال نامہ یا گواہ کی ضرورت نہیں ہے مگر اتمام حجت اور انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے گواہ پیش کئے جائیں گے۔

[۶۱] کفار کو اپنے اپنے کفر کے درجے کے مطابق مختلف گروہوں میں تقسیم کرکے جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا۔ جب وہ گروہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو ان کے لئے جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جہنم کے محافظ فرشتے ان سے پوچھیں گے:

Marfat.com

قِيلَ ادْخُلُوٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ ان سے کہا جائے گا: جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، تم ہمیشہ اس میں رہو گے، سو تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا کتنا برا ہے۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۗ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے انہیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لایا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جنت کے محافظ (فرشتے) ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ لوگ ہو، تم جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ۔ [۶۲]

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ اور وہ کہیں گے: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہتے ہیں، پس (نیک) عمل کرنے والوں کا اجر کتنا اچھا ہے۔ [۶۳]

کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے اور تمہیں اس عذاب سے ڈرایا نہیں گیا تھا؟ اب انہیں تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ واقعی رسول ہمارے پاس آئے تھے مگر ہماری نالائقی کہ ہم نے ان کی بات نہ مانی جس کی وجہ سے ہم پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حکم صادر ہو گیا ہے۔

[۶۲] پرہیزگاروں کو اپنے اپنے ایمان کے درجے کے مطابق مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے جنت کے مختلف دروازوں پر لایا جائے گا جہاں فرشتے دروازہ کھول کر ان کے استقبال کے لئے موجود ہوں گے اور انہیں سلام کرتے ہوئے اپنی خدمات پیش کریں گے۔

[۶۳] جنتی جنت میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے جس نے اپنے وعدہ کے مطابق پرہیزگاروں کو جنت کا مالک بنایا اور وہ اپنی جنت جو ان کے حصہ میں آئی ہے اس میں جہاں چاہیں قیام کر سکیں گے، ان پر کوئی پابندی نہیں ہوگی اور دوسرے اہل جنت کی ملاقات کے لئے بھی جہاں چاہیں گے جا سکیں گے۔ واقعی نیک عمل کرنے والوں کا اجر بہت ہی اچھا ہوگا۔

Marfat.com

وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع

۷۵۔ اور آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش کے اردگرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہوں گے اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ [۶۴]

[۶۴] حساب کے وقت فرشتے عرش کے اردگرد حلقہ باندھ کر اپنے رب کی تسبیح کرتے ہوں گے اور جب لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا تو سب پکار اٹھیں گے: الحمد للہ رب العالمین سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم انگلستان

بعد از نماز عشاء بروز پیر ۸ مارچ ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۶ فروری تا ۸ مارچ یعنی صرف دس دنوں میں سورہ زمر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ المؤمن (۴۰)

یہ سورت مکی ہے، اس کے دو نام ہیں، ایک مؤمن اور دوسرا غافر۔ مؤمن اس سورت کی آیت نمبر ۲۸ سے ماخوذ ہے اور غافر اس کی آیت نمبر ۳ سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ اس سورت کے آغاز میں واضح اعلان کر دیا گیا ہے کہ قرآن مجید کسی انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ بڑا مہربان ہے، توبہ کرنے والے کو بخش دیتا ہے مگر جو سرکشی کرے اس کو سخت سزا بھی دیتا ہے۔

☆ اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کفار کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں۔ پہلی قوموں نے بھی اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت کی تھی اور جب وہ قومیں اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں تو انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا، لہٰذا مشرکین مکہ بھی عقل کے ناخن لیں اور گزشتہ اقوام کے انجام سے عبرت حاصل کریں ورنہ ان پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے، لیکن جو لوگ ایمان لے آئیں، اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دے گا اور عرش کے فرشتے ان کے لئے، ان کے والدین اور بیوی بچوں کے لئے دعائیں کریں گے۔

☆ جس بہادر مؤمن کی وجہ سے اس سورت کا نام مؤمن رکھا گیا ہے وہ فرعون کا قومی بھائی تھا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا مگر ابھی اس نے اپنے ایمان کا اعلان نہیں کیا تھا۔ اس دوران فرعون نے اپنے حواریوں کا اجلاس بلایا اور اس میں اس مؤمن کو بھی دعوت دی گئی۔ اس اجلاس میں فرعون نے کہا: موسیٰ (علیہ السلام) جادوگر ہے، وہ تمہارے دین کو بدل دے گا اور تمہارے ملک میں فتنہ و فساد برپا کر دے گا، لہٰذا اس کو قتل کر دینا چاہیے۔ اس وقت وہ مرد مؤمن کھڑا ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دفاع میں خطاب کرتے ہوئے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی اس ملک کی قانون شکنی کی ہے جس کی پاداش میں تم ان کو قتل کرنا چاہتے ہو، ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو، اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا دین ترقی نہیں کرے گا اور وہ خود اپنی موت مر جائے گا اور اگر وہ سچا ہے تو خدا کے غضب سے ڈرو اور پہلی قوموں کی تباہی سے عبرت حاصل کرو ورنہ تم بھی اس کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔ اس مرد مؤمن کا خطاب اتنا مؤثر اور مدلل تھا کہ اجلاس پر سناٹا چھا گیا اور کسی نے اس کے قتل کی حمایت نہ کی۔

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی توحید اور آخرت کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لائیں گے ان کو عذاب آخرت سے ڈرایا گیا ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز منگل ۹ مارچ ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

آیاتہا ۸۵ ۴۰ سورۃ المؤمن مکیۃ ۶۰ رکوعاتہا ۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝۱
۱۔ حا میم۔[۱]

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝۲
۲۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو سب پر غالب سب کچھ جاننے والا ہے۔

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوْلِ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ۝۳
۳۔ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول فرمانے والا، سخت عذاب دینے والا اور بڑی قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔[۲]

---

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

[۲] اس آیت میں ایک طرف تو سرکش لوگوں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ بالآخر سب کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے اور وہ سخت سزا دینے والا ہے اور دوسری طرف گناہگاروں کو خوش خبری سنائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے، بس سچی توبہ کرنے کی دیر ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے گناہ بخش دے گا اور انسان ایک نئی پاکیزہ زندگی کا سفر شروع کردے گا۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی جن صفات کا ذکر کیا گیا ہے ان کی اثر انگیزی کے حوالہ سے ایک واقعہ ملاحظہ کریں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نصیحت آمیز خط

امام ابن کثیر نقل کرتے ہیں کہ شام میں ایک بڑا طاقتور اور بہادر آدمی تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا۔کچھ عرصہ تک جب وہ نہ آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! وہ تو شرابی ہوگیا ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب کو بلایا اور فرمایا یہ خط لکھو:

من عمر بن الخطاب الی فلان بن فلان۔سلام علیک۔فانی أحمد الیک اللہ الذی لا الٰہ الا ھو غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الٰہ الا ھو الیہ المصیر۔(یہ خط عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے فلاں بن فلاں کی طرف ہے۔تم پر سلام ہو۔میں تمہارے لئے اس اللہ تعالیٰ کی حمد پیش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔وہ گناہ بخشنے والا، توبہ

Marfat.com

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝

۴۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں صرف وہی لوگ جھگڑا کرتے ہیں جو کافر ہیں، پس ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے۔ [۳]

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ

۵۔ ان سے پہلے قوم نوح اور ان کے بعد کئی اور گروہوں نے بھی (رسولوں کو) جھٹلایا تھا اور ہر امت نے اپنے رسول کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا تھا اور باطل باتوں سے جھگڑا کیا تاکہ اس کے ذریعہ حق کو باطل کر دیں، پس میں نے انہیں پکڑ لیا

قبول فرمانے والا، سخت سزا دینے والا اور بڑی قدرت والا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔)

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ تم سب اپنے اس بھائی کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو پھیر دے اور اس کی توبہ قبول فرمالے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط اس آدمی کو پہنچا تو اس نے خط کو بار بار پڑھا اور کہنے لگا کہ اس خط میں مجھے عذاب سے ڈرایا بھی گیا ہے اور معاف کر دینے کا وعدہ بھی کیا گیا ہے، پھر وہ رونے لگا، اس نے شراب چھوڑ دی اور ایسی سچی توبہ کی کہ پھر شراب کے قریب نہ گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب اس کی توبہ کی خبر ملی تو لوگوں کو فرمایا: تم بھی جب اپنے کسی بھائی کو دیکھو کہ اس کا قدم راہ راست سے پھسل گیا ہے تو اس کو اسی طرح نصیحت کرو، اس کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرو اور اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بھروسہ دلاؤ اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ توبہ کر لے اور اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو، یعنی اگر تم اسے برا بھلا کہہ کر اور غصہ دلا کر دین سے دور کر دو گے تو یہ شیطان کی مدد ہوگی۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۳] حق کو ثابت کرنے کے لئے عمدہ طریقہ سے بحث و تکرار کرنا اچھی چیز ہے مگر کافر لوگ تو محض قرآن کی آیتوں کو باطل کرنے کے لئے جھگڑا کرتے ہیں اور اس کے باوجود کفار مکہ مختلف شہروں میں آزادی سے آتے جاتے ہیں، تجارت میں خوب نفع کماتے ہیں اور خوشحال زندگی گزارتے ہیں ان پر کوئی عذاب نہیں آیا۔ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے مسلمانوں کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ تم کہیں اس مغالطہ کا شکار نہ ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ ان کفار سے راضی ہے تبھی تو وہ آرام دہ زندگی گزار رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لئے انہیں مہلت دے رکھی ہے اور اگر انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی تو وہ اپنے مظالم کی سزا سے نہ بچ سکیں گے۔ چنانچہ اکثر اہل مکہ مسلمان ہو گئے اور جو اپنے کفر پر قائم رہے وہ یا تو جنگوں میں مارے گئے یا پھر فتح مکہ کے بعد اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

Marfat.com

عِقَابِ ۝۵

تو میرا عذاب کیسا تھا۔ [۴]

وَ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝۶

۶۔ اور اسی طرح آپ کے رب کا فیصلہ کافروں پر ثابت ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۷

۷۔ وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے اردگرد ہیں وہ سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں (اور عرض کرتے ہیں:) اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت اور اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، پس تو ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستہ کی پیروی کی اور تو ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ [۵]

رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۸

۸۔ اے ہمارے رب! تو ان کو دائمی جنتوں میں داخل فرمادے جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے بھی جو صالح ہوں گے، بے شک تو بہت غالب، بڑی حکمت والا ہے۔ [۶]

---

[۴] کفار مکہ سے پہلے کئی قوموں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا، ان کے پیغام حق کو باطل ثابت کرنے کے لئے ان کے ساتھ ناحق بحث و تکرار کیا اور جب حق کے خلاف کوئی معقول دلیل نہ بنا سکے تو رسولوں کو جسمانی طور پر ٹارچر کرنے بلکہ انہیں شہید کرنے کی سازشیں کیں، جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا، پس اگر کفار مکہ نبی کریم ﷺ کی مخالفت سے باز نہ آئے تو ان پر بھی اسی دنیا میں عذاب آسکتا ہے اور آخرت کا فیصلہ تو بہرحال قطعی ہے کہ جو کفر و شرک پر مرے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

[۵] ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا عرش اٹھانے والے اور عرش کے اردگرد طواف کرنے والے فرشتوں کا معمول بتایا گیا ہے کہ ایک تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے علم و فضل میں رطب اللسان رہتے ہیں اور دوسرا وہ ایمان والوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

[۶] فرشتے عرض کرتے ہیں: یا اللہ! ایمان والوں کو دائمی جنتوں میں داخل فرما اور ان کے آباء و اجداد، ان کی بیویوں اور ان کی

Marfat.com

وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ ع

۹۔ اور ان کو برائیوں سے بچالے اور اس دن جس کو تو نے برائیوں سے بچالیا تو بے شک تو نے اس پر بڑی مہربانی فرمائی، اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ [۷]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ

۱۰۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انہیں پکار کر کہا جائے گا: تم کو (آج قیامت کے دن) اپنے آپ سے جو بیزاری

اولاد میں سے جو صالح ہوں گے ان کو بھی دائمی جنتوں میں داخل فرما۔ یہاں صالح سے مراد گناہگار مؤمن ہیں کیونکہ نیک مؤمن تو بذات خود بخش دیئے جائیں گے۔

علامہ ثناءُاللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کامل اہل ایمان کے آباء واجداد، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد کو بھی بشرطیکہ وہ اہل ایمان ہوں، ان کامل اہل ایمان کے درجات پر فائز کر دے گا اگرچہ وہ اپنے اعمال کے لحاظ سے ان درجات کے اہل نہ ہوں مگر ان کاملین کی عزت افزائی اور ان کی تسکین قلوب کے لئے ان کو اکٹھا کر دیا جائے گا۔ (تفسیر مظہری: سورۃ الرعد: زیر آیت نمبر ۲۳) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ پر بھی فرمایا: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان کے پاس پہنچا دیں گے۔ (قرآن: ۵۲:۲۱) یعنی جن کے والدین جنت کے اعلیٰ مقام میں ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کی ایماندار اولاد کے بھی درجات بلند کر کے ان کے والدین کے پاس پہنچا دیں گے۔

ان دونوں آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اہل ایمان کی رشتہ داری اور نسب فائدہ پہنچائیں گے جبکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: قیامت کے دن میرے سبب اور نسب کے علاوہ تمام اسباب اور انساب منقطع ہو جائیں گے۔
(کنزالعمال: حدیث نمبر ۳۲۶۴۸ اور ۳۷۵۸۷ اور مستدرک للحاکم: جلد ۳: ص ۱۵۳)

علامہ ثناءُاللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن کفار کی رشتہ داریاں اور دوستیاں منقطع ہو جائیں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس دن گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔ (قرآن: ۴۳:۶۷) لہٰذا اہل ایمان کی رشتہ داریاں اور دوستیاں باقی رہیں گی کیونکہ یہ رشتہ داریاں اور دوستیاں بھی نبی کریم ﷺ کے سبب سے ہیں اور نبی کریم ﷺ سارے اہل ایمان کے روحانی باپ ہیں اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات تمام اہل ایمان کی روحانی مائیں ہیں۔ (تفسیر مظہری: سورۃ الرعد: زیر آیت نمبر ۲۳)

[۷] فرشتے مزید دعا کریں گے: یا اللہ! ایمان والوں کو برائیوں سے محفوظ رکھ اور ان سے جو خطائیں ہو چکی ہیں ان کی سزا انہیں معاف فرما دے، یہ ان کے لئے بہت بڑی کامیابی ہوگی جو تیری خاص مہربانی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

اَكۡبَرُ مِنۡ مَّقۡتِكُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ اِذۡ تُدۡعَوۡنَ اِلَى الۡاِيۡمَانِ فَتَكۡفُرُوۡنَ ⑩

ہو رہی ہے اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو تم سے (اس وقت) بیزاری ہوتی تھی جب تم کو (دنیا میں) ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم انکار کر دیتے تھے۔[۸]

قَالُوۡا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثۡنَتَيۡنِ وَ اَحۡيَيۡتَنَا اثۡنَتَيۡنِ فَاعۡتَرَفۡنَا بِذُنُوۡبِنَا فَهَلۡ اِلٰى خُرُوۡجٍ مِّنۡ سَبِيۡلٍ ⑪

۱۱۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہم کو دوبار موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا، اب ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے تو کیا (دوزخ سے) نکلنے کی کوئی صورت ہے؟[۹]

---

[۸] قیامت کے دن کفار کو جب جہنم رسید کیا جائے گا تو وہ پچھتائیں گے اور اپنے آپ سے ناراض ہوں گے کہ انہوں نے توحید کا انکار کیوں کیا۔ اس وقت فرشتے انہیں یاد کرائیں گے کہ جس طرح آج تمہیں اپنے آپ پر غصہ آرہا ہے اس سے کہیں زیادہ غصہ تم پر اللہ تعالیٰ کو اس وقت آتا تھا جب تمہیں توحید کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم انکار کر دیتے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسی غضب کا نتیجہ ہے کہ آج تم جہنم میں ہو۔

[۹] دوبار موت میں پہلی موت سے مراد شکم مادر میں نطفہ کی بے جان حالت ہے جس کو موت سے تعبیر کیا گیا ہے اور دوسری بار موت سے مراد انسان کی دنیاوی زندگی کا خاتمہ ہے، اور دو مرتبہ زندگی میں پہلی زندگی دنیاوی ہے اور دوسری آخرت کی زندگی مراد ہے جیسا کہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم کس طرح اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تمہیں زندگی عطا کی، پھر وہ تمہیں مارے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ (قرآن ۲:۲۸)

موت و حیات کی ان چاروں حالتوں میں سے پہلی تین کو تو کافر بھی مانتے ہیں، البتہ وہ آخرت کی زندگی کے منکر ہیں لیکن مرنے کے بعد آخرت کی زندگی کا مشاہدہ ہو جائے گا تو سارے کا فر اعتراف کر لیں گے کہ واقعی انہوں نے آخرت کا انکار کر کے بہت بڑا گناہ کیا تھا۔ کیا اب کوئی ایسی صورت نکل سکتی ہے کہ ہم اس عذاب سے بچ سکیں؟ انہیں جواب دیا جائے گا: اب تم اس عذاب سے نہیں بچ سکتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیاوی زندگی میں تمہیں انبیائے کرام اور علمائے کرام نے ایک خدا پر ایمان لانے کی دعوت دی تھی مگر تم نے انکار کر دیا تھا اور جب شیطان نے تمہیں شرک کی ترغیب دی تو تم نے فوراً اس کو قبول کر لیا جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جہنم کا فیصلہ صادر کر دیا ہے اور اس کے فیصلہ کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا، لہٰذا اب تمہارا دائمی ٹھکانا جہنم ہی ہے۔

خوارج کون ہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جب جنگ نے طول پکڑا تو فریقین نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو حَکَم (فیصلہ کرنے والا) مقرر کیا کہ جو یہ دونوں فیصلہ کریں وہ فریقین کو منظور ہوگا۔ اس وقت

Marfat.com

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اس عذاب کی وجہ یہ ہے کہ جب صرف ایک اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے اور جب اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جاتا تو تم ایمان لے آتے، پس فیصلہ کا اختیار اللہ ہی کے لئے ہے جو بہت بلند بہت بڑا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے رزق نازل فرماتا ہے، اور نصیحت صرف وہی قبول کرتا ہے جو (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کرتا ہے۔[۱۰]

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ پس تم دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کرو اگرچہ کفار ناپسند کریں۔[۱۱]

کوفہ میں رہنے والے زاہدوں کے ایک گروہ نے یہ کہتے ہوئے حضرت علی ؓ کی اطاعت سے بغاوت کر دی کہ فیصلہ کا اختیار تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور حضرت علی ؓ نے دو انسانوں کو حکم کیوں تسلیم کیا ہے؟ اس پر حضرت علی ؓ نے فرمایا: ان لوگوں کی بات تو صحیح ہے لیکن اس کا جو مطلب بیان کیا جا رہا ہے وہ غلط ہے۔

ان زاہدوں کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی، انہوں نے حضرت علی ؓ کی اطاعت سے خارج ہونے اور ان کی مخالفت کرنے کا اعلان کر دیا۔ حضرت علی ؓ نے انہیں ان کی انتہاپسندی اور دہشت گردی سے رجوع کرنے کی نصیحت کی لیکن جب وہ باز نہ آئے تو بغداد کے قریب نہروان کے مقام پر حضرت علی ؓ اور ان کے درمیان جنگ ہوئی جس میں اکثر خوارج مارے گئے۔ اس آیت کے حوالہ سے خوارج کا عقیدہ یہ ہے کہ فیصلہ کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، لہٰذا اگر کوئی اور فیصلہ کرے تو وہ کافر ہے۔

[۱۰] اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی توحید کی نشانیاں دکھاتا ہے اور ایک نشانی یہ ہے کہ وہ آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے جس کے ذریعہ زمین سے تمہارے لئے رزق پیدا فرماتا ہے لیکن ان نشانیوں سے نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو حق کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو ان نشانیوں میں غور و فکر نہیں کرتے وہ ہمیشہ گمراہی میں سرگردان رہتے ہیں۔

[۱۱] اہل ایمان کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ پورے خلوص کے ساتھ صرف ایک اللہ کی عبادت پر ثابت قدم رہیں۔ ظاہر ہے کفار کو یہ بات ناگوار گزرے گی مگر اہل ایمان ان کی پرواہ نہ کریں۔

Marfat.com

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ وہ درجات کو بلند کرنے والا، عرش کا مالک ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی نازل فرماتا ہے تاکہ وہ (لوگوں کو) ملاقات کے دن سے ڈرائے۔[۱۲]

يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ جس دن سب لوگ ظاہر ہوں گے ان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہوگی، [۱۳] آج کس کی بادشاہی ہے؟ صرف اللہ کی جو ایک ہے (اور) سب پر غالب ہے۔[۱۴]

---

[۱۲] اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات کا ذکر ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ خود بھی بلند شان والا ہے اور لوگوں کو بھی بلند درجات عطا فرمانے والا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے اور صرف عرش کا ذکر اس لئے فرمایا کیونکہ عرش نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو گھیر رکھا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی کرسی (حکومت) زمین اور آسمانوں کو محیط ہے۔ (قرآن: ۲:۲۵۵)

☆ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے فضل سے وحی نازل فرماتا ہے، اس کے سر پر نبوت کا تاج سجا کر اس کو لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرائے جس دن سب انسان اپنے رب، اپنے نامہ اعمال اور اپنے اعمال کی جزا یا سزا سے ملاقات کریں گے۔

[۱۳] قیامت کے دن سب لوگ قبروں سے نکل کر ظاہر ہو جائیں گے اور ان کے اعمال بھی ظاہر ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی کوئی چیز مخفی نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے لئے تو ظاہر و باطن یکساں ہیں یعنی وہ قبروں کے اندر بھی لوگوں کو دیکھتا ہے اور ان کے دلوں کے راز بھی جانتا ہے مگر قیامت کے دن وہ لوگ بھی ہمارے سامنے ظاہر ہو جائیں گے جن کو ہم نے نہیں دیکھا تھا اور ان کے وہ اعمال بھی ہمیں دکھا دیئے جائیں گے جو دنیا میں ہم پر مخفی تھے۔

[۱۴] دراصل بادشاہی تو آج بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے مگر آج بہت سے لوگ اس کی بادشاہی کو نہیں مانتے لیکن قیامت کے دن سب کو مشاہدہ ہو جائے گا کہ واقعی اصل بادشاہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے۔

قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اعلان فرمائے گا کہ آج کس کی بادشاہی ہے؟ تو سارے لوگ اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کی وجہ سے جواب دینے کی جرأت نہیں کر سکیں گے تو اللہ تعالیٰ خود جواب دے گا کہ آج بادشاہی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے۔ (صفوة التفاسیر)

Marfat.com

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ آج ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا، آج کوئی ظلم نہیں ہوگا، بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔[۱۵]

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى

۱۸۔ اور آپ ان کو قریب آنے والے (قیامت کے) دن

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قیامت کے دن چاندی کی طرح سفید زمین پر لوگوں کو جمع کیا جائے گا، اس دن کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرے گا اور جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتہ منادی کرے گا کہ آج کس کی بادشاہی ہے؟ تو سارے مؤمن اور کافر مل کر کہیں گے: آج صرف اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہی ہے جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے۔ اس دن مؤمن تو یہ جواب خوشی و مسرت سے دیں گے (کیونکہ وہ دنیا میں بھی اسی عقیدہ کے قائل تھے مگر) کافر یہ جواب غم کی حالت میں اور بادلِ نخواستہ دیں گے (کیونکہ دنیا میں وہ اس عقیدہ کے منکر تھے)۔ (تفسیر قرطبی)

[۱۵] قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی اور کسی پر ذرہ بھر بھی زیادتی نہیں ہوگی۔ نیز حساب و کتاب کا مرحلہ بھی بہت جلد مکمل ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ یہاں یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے بے شمار انسانوں کا حساب و کتاب اور پھر ہر انسان کی زندگی کا پورا ریکارڈ چیک کرنا، اس پر تو بہت لمبا عرصہ لگے گا، مگر اللہ تعالیٰ کے کاموں کو اپنے کاموں پر قیاس کرنا جہالت ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے اور ایک انسان سے حساب لیتے وقت دوسرے انسانوں سے غافل نہیں ہوتا۔ جس طرح سورج ایک وقت میں دنیا کی ہر چیز کو اپنی روشنی سے منور کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ایک وقت میں دنیا کے ہر انسان کو اپنی توجہ سے فیضیاب کرتا ہے۔ اگر ملک الموت کو دنیا کے مختلف حصوں سے روحیں قبض کرنے میں کوئی وقت نہیں لگتا تو اللہ تعالیٰ جو ملک الموت کا خالق ہے اس کو بھی تمام دنیا کا حساب لینے میں کسی وقت کی محتاجی نہیں ہے۔ زمان و مکان کی وسعتیں اس کی قدرت کے سامنے سمٹ جاتی ہیں اور جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو وہ صرف اتنا فرماتا ہے: کن ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتا ہے۔ (قرآن: ۲:۱۱۷) حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا حساب دنیا کے دنوں میں سے نصف دن کی مقدار میں لے لے گا۔ (صفوۃ التفاسیر) دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا حساب اتنی دیر میں لے لے گا جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے۔ (روح المعانی) ان احادیث میں اللہ تعالیٰ کی اپنی مشیت اور ارادہ کا اظہار ہے ورنہ وہ کسی وقت کا محتاج نہیں ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک وقت میں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کا حساب کیسے لے گا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس طرح اللہ تعالیٰ ایک وقت میں سب انسانوں کو رزق دیتا ہے اسی طرح وہ ایک وقت میں ان کا حساب بھی لے سکتا ہے۔ (تفسیر الشعراوی) نیز جس طرح اللہ تعالیٰ ایک وقت میں تمام انسانوں کو دیکھتا ہے، ان کے دلوں کے خیالات جانتا ہے اور ان کی دعائیں سنتا ہے اسی طرح وہ ایک وقت میں ان کا حساب بھی لے سکتا ہے۔

Marfat.com

الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّ لَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ۱۸

سے ڈرائیں [۱۶] جبکہ غم وخوف کی وجہ سے کلیجے منہ کو آئیں گے، [۱۷] (اور اس دن) ظالموں کے لئے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی سفارش قبول کی جائے۔

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَ مَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ۱۹

۱۹۔ وہ خیانت کرنے والی نگاہوں کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ سینے چھپاتے ہیں (اس کو بھی خوب جانتا ہے)۔

وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۲۰ ع

۲۰۔ اور اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ فیصلے فرمائے گا، [۱۸] اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

[۱۶] اس آیت میں قیامت کی ہولنا کی بیان کی گئی ہے تا کہ لوگ اس کے ڈر کے باعث اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آجائیں۔

قیامت کا آنا یقینی ہے اور وہ کسی بھی وقت آسکتی ہے، لہٰذا وہ بہت قریب ہے، فوراً گناہ سے توبہ کرلو ممکن ہے اگلے لحہ قیامت قائم ہو جائے اور تجھے توبہ کا وقت بھی نہ ملے اور اگر اگلے لحہ قیامت قائم نہ ہو تو ممکن ہے تیری موت کا وقت آجائے تو وہ بھی تیرے لئے قیامت ہی ہے کیونکہ اس کے ساتھ ہی تیرے لئے توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اگر کفر وشرک پر موت واقع ہو گئی تو پھر نجات کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ موت اور قیامت ہر گھڑی قریب سے قریب تر آرہی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹادی

[۱۷] قیامت کی ہولنا کی کے باعث لوگ اس قدر خوفزدہ ہوں گے جیسے ان کے دل اپنی جگہ چھوڑ کر حلق میں اٹک گئے ہیں، نہ باہر نکل سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی جگہ واپس جاسکتے ہیں، بس دل ودماغ اور جسم وروح سبھی حیرت وبے چینی کی خاموش تصویر بنے بے بس کھڑے ہوں گے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس وقت ظالموں یعنی کفار ومشرکین کے لئے کوئی دوست یا سفارشی نہیں ہوگا جو ان کی مدد کر سکے لیکن اہل ایمان کی مدد کے لئے کئی وسائل یعنی انبیاء، علماء، شہداء، حفاظ، بچپن میں فوت ہو جانے والی اولاد اور صدقات وخیرات وغیرہ موجود ہوں گے جو ان کو بالآخر جنت میں لے جانے کا سبب بنیں گے۔

[۱۸] اللہ تعالیٰ لوگوں کے صرف اقوال اور افعال ہی نہیں جانتا بلکہ ان کی آنکھوں کے اشارات اور دل کے خیالات بھی خوب جانتا ہے، اس لئے اس کے فیصلہ میں کسی غلط فہمی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس کا ہر فیصلہ برحق ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو

Marfat.com

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ کیا انہوں نے زمین میں کبھی سیر و سیاحت نہیں کی تا کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا (بُرا) ہوا جو ان سے پہلے تھے حالانکہ وہ قوت کے لحاظ سے بھی ان سے بہت زیادہ تھے اور زمین میں (چھوڑے ہوئے) آثار کے لحاظ سے بھی (ان سے بہت زیادہ تھے)، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا، اور انہیں اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔[۱۹]

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ یہ اس لئے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے تو انہوں نے انکار کر دیا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے انہیں پکڑ لیا، بے شک وہ بڑا طاقتور سخت عذاب دینے والا ہے۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا۔

پکارا جاتا ہے نہ ان کے پاس کسی چیز کا علم ہے اور نہ ہی وہ کسی کو سزا دینے کی قدرت رکھتے ہیں تو پھر وہ کیا فیصلہ کریں گے اور اس کو کیسے نافذ کریں گے؟

[۱۹] کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے قریش مکہ کو پورے عرب میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور وہ اپنی عزت اور سرداری کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا خیال کرتے تھے، لہٰذا ان کے لئے بہت مشکل تھا کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی اطاعت قبول کر لیں جو ان کے مقابلہ میں بظاہر تنہا اور غریب تھے۔

اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اپنے تجارتی سفروں میں ایسی بستیاں دیکھ چکے ہیں جن کے باشندے کفار مکہ سے زیادہ طاقتور تھے، ان کے عظیم الشان محلات اور قلعوں کے تباہ شدہ آثار و نشانات آج بھی ان کی شان و شوکت کے گواہ ہیں لیکن جب ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے اور انہوں نے ان کی تکذیب کی تو ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے انہیں کوئی نہ بچا سکا۔ اسی طرح اگر تم بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے، پھر تمہیں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

Marfat.com

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَ قَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف، تو انہوں نے کہا: یہ تو جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے۔ [۲۰]

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ۭ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام ہماری طرف سے حق لے کر ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: جو لوگ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لا چکے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دو، اور کافروں کی سازش محض گمراہی (رائیگاں) ہی تھی۔ [۲۱]

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دوں اور موسیٰ علیہ السلام کو چاہیے کہ وہ اپنے رب کو پکارے، مجھے خطرہ ہے کہ وہ تمہارے دین کو بدل ڈالے گا یا زمین (مصر) میں فساد پھیلا دے گا۔ [۲۲]

---

[۲۰] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون، ہامان اور قارون کی طرف معجزات اور تورات دے کر بھیجا اور جب وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور دلائل کا جواب نہ دے سکے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا اور جادوگر کہنا شروع کر دیا۔ فرعون اور ہامان مصری باشندے تھے، یہاں ان کی ساری قوم مراد ہے۔ قارون بنی اسرائیل میں سے تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا، ابتدا میں قارون ایمان لے آیا تھا اور وہ تورات کو بڑے اچھے انداز میں پڑھتا تھا لیکن بعد میں مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے یہ سامری کی طرح منافق ہو گیا اور فرعون کا ساتھی بن گیا۔

[۲۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بھی فرعون نے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کر دینے کا حکم جاری کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کے منصوبہ قتل سے بچا لیا بلکہ فرعون کے گھر میں ان کی پرورش کا انتظام فرما دیا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ طٰہٰ (۲۰) کی آیات نمبر ۳۸ تا ۴۰ کے حاشیہ نمبر ۲۱ تا ۲۲ ملاحظہ کریں۔

پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے اعلان نبوت کیا اور فرعون کو معجزات دکھائے تو قوم کے اصرار پر فرعون نے دوبارہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی اس سازش کو بھی ناکام بنا دیا اور بالآخر فرعون اور اس کی قوم پانی میں غرق ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات مل گئی۔

[۲۲] فرعون نے اپنے درباریوں کا اجلاس طلب کیا اور ان سے کہا: اگر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو زندہ چھوڑ دیا تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ تمہارا دین بدل ڈالے گا یا تمہارے ملک میں فتنہ و فساد پھیلا دے گا، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تم مجھے اجازت دو تا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل

Marfat.com

وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع

۲۷۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ مانگ چکا ہوں ہر اس متکبر سے جو روزِ حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔ [۲۳]

وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖۗ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور ایک مردِ مومن، جو فرعون کے خاندان سے تھا اور اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا، نے کہا: کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے؟ حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس واضح نشانیاں لے کر آیا ہے، اور اگر وہ (بالفرض) جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہوگا اور اگر وہ سچا ہے تو جس عذاب کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ تو تم پر ضرور آپڑے گا، بے شک اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے تجاوز کرنے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔ [۲۴]

کردوں اور بے شک موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کو بھی بلالے وہ میرا کیا بگاڑ سکے گا کیونکہ میں سب سے بڑا رب ہوں۔

[۲۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کے ارادہ قتل کا علم ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تا کہ وہ ان کو ہر اس متکبر کے شر سے محفوظ رکھے جو روزِ حساب کا منکر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، فرعون غرق ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا۔

دشمن کے خطرہ کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے پناہ اور حفاظت کی دعا مانگی اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے مواقع پر مادی وسائل کو بروئے کار لانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم سے خطرہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے: اَللّٰهُمَّ! اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔ (ابو داؤد: ۱۵۳۷: کتاب الصلاۃ: باب ۳۰) اے اللہ! ان کے مقابلہ میں ہم تجھ کو لاتے ہیں اور ان کے شر اور فساد سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

[۲۴] یہ وہ مردِ مومن ہے جس کی وجہ سے اس سورت کا نام مومن رکھا گیا ہے، وہ فرعون کا قومی بھائی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا مگر ابھی اس نے اپنے ایمان کا اعلان نہیں کیا تھا۔ اس دوران فرعون نے اپنے درباریوں کا اجلاس بلایا اور

Marfat.com

يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝۲۹

۲۹۔ اے میری قوم! آج تمہاری حکومت ہے کیونکہ تم اس ملک پر غالب ہو لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب ہم پر آ گیا تو پھر کون ہماری مدد کرے گا؟ فرعون نے کہا: میں تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جس کو میں درست سمجھتا ہوں اور میں تمہیں ہدایت کی راہ ہی دکھا رہا ہوں۔ [۲۵]

وَ قَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ

۳۰۔ اور اس مردِ مؤمن نے کہا: اے میری قوم! مجھے خطرہ

اس میں اس مؤمن کو بھی دعوت دی۔ اس اجلاس میں فرعون نے کہا: موسیٰ (علیہ السلام) جادوگر ہے، وہ تمہارے دین کو بدل دے گا اور تمہارے ملک میں فتنہ و فساد برپا کر دے گا، لہٰذا اس کو قتل کر دینا چاہیے۔ اس وقت وہ مردِ مؤمن کھڑا ہو کر کہنے لگا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی اس ملک کی قانون شکنی کی ہے جس کی پاداش میں تم ان کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ یا کیا تم ان کو صرف اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتے ہیں: میرا رب اللہ ہے؟ حالانکہ انہوں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں واضح معجزات اور دلائل بھی پیش کر دیئے ہیں۔ اس کے باوجود اگر تم مطمئن نہیں ہو تو ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو، اگر وہ بالفرض بقول تمہارے جھوٹے ہیں تو ان کا دین ترقی نہیں کرے گا اور وہ خود اپنی موت مر جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ جھوٹے کو اور اپنی حدود سے تجاوز کرنے والے کو ہدایت نہیں دیتا، اور اگر وہ سچے ہیں اور تم نے انہیں تکلیف پہنچائی تو جس عذاب سے وہ تمہیں ڈراتے ہیں وہ سارا نہیں تو اس کا کچھ حصہ تم پر ضرور آ پڑے گا، پھر تم اس وقت پچھتاؤ گے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوگا، لہٰذا خدا کے غضب سے ڈرو اور پہلی قوموں کی تباہی سے عبرت حاصل کرو ورنہ تم بھی اس کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔ اس مردِ مؤمن کا خطاب اتنا مؤثر اور مدلل تھا کہ اجلاس پر سناٹا چھا گیا اور کسی نے ان کے قتل کی حمایت نہ کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس عذاب سے ڈرایا تھا اگرچہ وہ مکمل عذاب تو آخرت میں ظاہر ہوگا مگر اس کا کچھ حصہ اسی دنیا میں ظاہر ہوا جس کی وجہ سے فرعون کو اپنی قوم سمیت پانی میں غرق کر دیا گیا اور بقیہ حصہ آخرت میں پورا ہوگا جب ان سب کو جہنم رسید کیا جائے گا۔

[۲۵] اس مردِ مؤمن نے اپنی قوم کے لوگوں کو کہا: آج مصر میں تمہیں اقتدار اور غلبہ حاصل ہے۔ اس ملک کی فوجیں اور مال و متاع تمہارے اختیار میں ہے لیکن تم ایک شخص کو ناحق قتل کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہو اور جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا تو پھر کون ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے؟ اس پر فرعون نے کہا: میں تو بہرحال جس رائے کو تمہاری بھلائی کے لئے درست سمجھتا ہوں وہی پیش کر رہا ہوں یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہ کیا گیا تو وہ تمہارے دین کو بدل ڈالے گا یا تمہارے ملک میں فتنہ و فساد پھیلا دے گا۔

Marfat.com

عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾

ہے کہ تم پر بھی (عذاب کا) دن نہ آ جائے جیسا (پہلی) قوموں پر آیا تھا۔

مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ جیسا کہ قوم نوح، عاد و ثمود اور ان لوگوں کا حال ہوا جو ان کے بعد ہوئے، اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں فرماتا۔[۲۶]

وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور اے میری قوم! مجھے تم پر پکار کے دن کا خطرہ ہے۔

يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے، تمہیں اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا، اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔[۲۷]

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓى

۳۴۔ اور بے شک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف علیہ السلام بھی واضح نشانیاں لے کر آئے تھے لیکن جو کچھ وہ

---

[۲۶] اس مردِ مومن نے اپنی قوم کو مزید کہا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں فرماتا البتہ جو لوگ سرکشی اور گمراہی کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ انہیں سزا دیتا ہے جیسا کہ قوم نوح، عاد و ثمود اور دیگر قوموں نے سرکشی کی اور ان پر عذاب نازل ہوا۔ اسی طرح مجھے خطرہ ہے کہ اگر تم نے بھی موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت جاری رکھی تو تم پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے۔

[۲۷] پکار کے دن سے مراد قیامت کا دن ہے جس دن فرشتے پکار کر کہیں گے: موت کو ذبح کر دیا گیا ہے، لہٰذا اب جنتی ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور دوزخی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ جب دوزخی دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور وہ جہنم کی دردناک آوازیں سنیں گے تو واپس بھاگنے کی کوشش کریں گے مگر انہیں ہر طرف سے فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا اور انہیں کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

اس مردِ مومن نے اپنی قوم کی ہدایت کے لئے قیامت کا نقشہ بیان کیا تاکہ وہ گمراہی سے باز آ جائیں لیکن جو لوگ دانستہ گمراہی پر اصرار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر انہیں گمراہی میں سرگرداں چھوڑ دیتا ہے، پھر انہیں کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

Marfat.com

إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۝۳۴

تمہارے پاس لے کر آئے تم اس کے متعلق شک میں مبتلا رہے، یہاں تک کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم نے کہا: اب اللہ تعالیٰ ان کے بعد ہرگز کوئی رسول نہیں بھیجے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ اس شخص کو گمراہ کرتا ہے جو حد سے تجاوز کرنے والا (اور) شک کرنے والا ہو۔[۲۸]

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝۳۵

۳۵۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو، ایسا جھگڑا کرنا اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کے نزدیک بڑی بے زاری کا باعث ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور (اور) سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔[۲۹]

---

[۲۸] یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اسی سرزمین مصر پر تمہارے آباء واجداد کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام تشریف لائے تھے، انہوں نے اپنی نبوت کی واضح نشانیاں دکھائیں، مثلاً ایک نوزائیدہ بچے نے ان کی عصمت کی گواہی دی، انہوں نے خوابوں کی سچی تعبیر بتائی، اہل مصر کو قحط سالی کے عذاب سے بچانے کا انتظام کیا اور انہوں نے ملک مصر کو عدل وانصاف اور خوشحالی کا نمونہ بنایا لیکن اس کے باوجود تمہارے اکثر آباء واجداد ان کی نبوت کے متعلق شک میں مبتلا رہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام وفات پا گئے اور مصر میں ابتری اور غربت پھیلنے لگی تو پھر وہ کف افسوس ملنے لگے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا وجود مصر کے لئے باعث رحمت تھا، اب ان جیسا عظیم الشان رسول کبھی نہیں آئے گا، یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں ان کی ناقدری کرتے رہے اور ان کے جانے کے بعد کسی دوسرے نبی کے متعلق پہلے ہی اعلان کر دیا کہ اب ان جیسا کوئی نبی نہیں آئے گا اور اگر کوئی ان سے کم درجہ آ بھی جائے تو اس پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے ہی حجت باز لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ جو لوگ انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق بلاوجہ شک کرتے ہیں اور دانستہ ان کی مخالفت میں اپنی حدود سے تجاوز کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

[۲۹] جو لوگ بغیر کسی عقلی دلیل اور آسمانی سند کے اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں اور ان کو جھٹلاتے ہیں، یہ ایسے ضدی اور ہٹ دھرم ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بھی بے زار ہے اور ایمان والے بھی بے زار ہیں کیونکہ انہوں نے سرکشی کی وجہ سے اپنے لئے ہدایت کا دروازہ بند کر رکھا ہے۔ اسی طرح جو شخص بھی دانستہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرے اور اس کے احکام سے سرکشی کرے اس نے بھی اپنے لئے ہدایت کا دروازہ بند کر لیا ہے، یہ شخص ایسا ہی ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر مہر لگا دی ہے۔

Marfat.com

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لئے ایک اونچا محل بنا دے تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) ان راستوں تک پہنچ جاؤں۔ [۳۰]

اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ ع

۳۷۔ جو آسمانوں کے راستے ہیں، پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بے شک میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے، اور اس طرح فرعون کے لئے اس کے برے عمل کو خوشنما بنا دیا گیا اور اس کو سیدھے راستہ سے روک دیا گیا، اور فرعون کی ہر سازش ناکام ہی رہی۔

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور اس مردِ مؤمن نے کہا: اے میری قوم! تم میری پیروی کرو میں تمہیں ہدایت کی راہ دکھاؤں گا۔ [۳۱]

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو صرف عارضی فائدہ ہے اور بے شک آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ [۳۲]

---

[۳۰] فرعون نے اپنے وزیر ہامان کو کہا: تم ایک اونچا منارہ بناؤ تاکہ میں اس پر چڑھ کر آسمان کے دروازوں سے دیکھوں کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کا کوئی خدا ہے یا نہیں؟ لیکن میرا گمان یہی ہے کہ وہاں بھی کوئی دوسرا خدا نہیں ہے، صرف میں ہی تمہارا سب سے بڑا خدا ہوں اور موسیٰ علیہ السلام جھوٹ بول رہے ہیں۔

دراصل فرعون بہت بڑا متکبر اور سرکش تھا حتیٰ کہ اسے اپنی برائیاں بھی اچھائیاں نظر آتی تھیں۔ جو ظالم سرکشی کی اس انتہا کو پہنچ جائے اس کو سیدھے راستے کی توفیق نہیں ملتی۔ اسی لئے فرعون کی ساری سازشیں ناکام ہوئیں اور وہ پانی میں غرق ہو گیا جبکہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے شر سے ہمیشہ محفوظ رکھا۔

[۳۱] آیت نمبر ۲۹ میں فرعون نے اپنی قوم کو کہا تھا: میں تمہیں ہدایت کی راہ دکھا رہا ہوں۔ (قرآن: ۴۰:۲۹) اس کے جواب میں اس مردِ مؤمن نے کہا: فرعون خود ہدایت پر نہیں ہے وہ تمہیں کیا ہدایت کا راستہ دکھائے گا، لہٰذا تم میری پیروی کرو میں تمہیں ہدایت کا راستہ دکھاؤں گا اور وہ وہی راستہ ہے جس کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام بلا رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا جیسے نبی کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اسی طرح علماء کی اتباع بھی نبی کی اتباع ہے کیونکہ وہ مردِ مؤمن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا اور اب وہ اپنے ایمان کا اعلان کر رہا تھا۔

[۳۲] یہ دنیا کی زندگی بھی عارضی ہے اور اس کی لطف اندوزی بھی عارضی ہے، لہٰذا اس عارضی فائدہ کی خاطر آخرت کے دائمی

Marfat.com

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ جس نے برا کام کیا اس کو اس کے برابر سزا دی جائے گی اور جس نے نیک کام کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ایماندار ہو تو وہ جنت میں داخل ہوں گے انہیں وہاں بے حساب رزق دیا جائے گا۔ [۴۳]

وَ يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾

النصف

۴۱۔ اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔ [۴۴]

تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۫ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا انکار کروں اور اس کے ساتھ اس کو شریک بناؤں جس کا مجھے کوئی علم نہیں ہے حالانکہ میں تمہیں اس خدا کی طرف بلاتا ہوں جو سب پر غالب بہت بخشنے والا ہے۔

لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ

۴۳۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو وہ نہ

فائدہ کو فراموش کرنا کوئی عقل مندی نہیں ہے۔ جو لوگ آخرت کو بھلا کر اس دنیا کی لطف اندوزی میں سرگرم رہتے ہیں انہیں آخرت میں ہمیشہ تکلیف میں رہنا پڑے گا۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے　　مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

[۴۳] جس شخص نے برائی کی، اس کو اس کی برائی کے برابر سزا ملے گی اور اس پر کوئی ظلم نہیں ہوگا لیکن مؤمن جو نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت وہ جنت میں داخل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں بے حساب نعمتیں عطا فرمائے گا۔

[۴۴] اس مرد مؤمن نے اپنی قوم سے کہا: مجھے تمہارے حال پر بڑا تعجب ہے کہ میں تمہیں توحید کی طرف بلاتا ہوں تاکہ تمہیں دوزخ سے نجات حاصل ہو اور تم مجھے شرک کی طرف بلاتے ہو جو دوزخ کی طرف لے جانے والا ہے۔ اگلی آیت میں اس کی مزید وضاحت کر دی کہ میں تمہیں اس خدا کی طرف بلاتا ہوں جو سب پر غالب ہے اور اہل ایمان کی خطاؤں سے درگزر کرنے والا ہے لیکن تمہاری خواہش یہ ہے کہ میں اس غالب و غفار خدا کا انکار کروں اور اس کے ساتھ ایسے شریک بناؤں جن کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ عجیب حماقت ہے کہ میں تمہاری خیر خواہی چاہتا ہوں اور تم اپنے ساتھ مجھے بھی ڈبونے کے درپے ہو۔

Marfat.com

دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾

تو دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہے اور نہ ہی آخرت میں، اور بے شک ہم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور بے شک حد سے تجاوز کرنے والے ہی دوزخی ہیں۔[۳۵]

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ پس عنقریب تم وہ باتیں یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں،[۳۶] بے شک اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس (مردِ مؤمن) کو لوگوں کی بری تدابیر سے محفوظ رکھا اور فرعونیوں کو برے عذاب نے گھیر لیا۔[۳۷]

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۟ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ

۴۶۔ (اور عالم برزخ میں) ان لوگوں کو صبح و شام دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت قائم

---

[۳۵] حقیقت یہ ہے کہ جن معبودانِ باطل کی طرف تم مجھے بلاتے ہو وہ نہ تو خدا کہلانے کے حقدار ہیں اور نہ ہی عبادت کے مستحق ہیں، لہٰذا نہ دنیا میں انہیں پکارنے کا کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی آخرت میں وہ کسی کی فریاد رسی کر سکیں گے۔ دراصل ہم سب کو ایک دن اسی ایک اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے جو سب پر غالب ہے اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دینے پر قادر ہے اور جو لوگ اس کی نافرمانی میں حد سے تجاوز کریں گے ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

[۳۶] اس مردِ مؤمن نے اپنی قوم کو کہا: میں اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھتا ہوں اور اپنا معاملہ اسی کے سپرد کرتا ہوں لیکن تم غور سے سن لو! اگر تم شرک سے باز نہ آئے تو عنقریب جب تم پر عذابِ الٰہی نازل ہوگا تو تمہیں میری باتیں یاد آئیں گی اور تم کہو گے کہ وہ مردِ مؤمن درست کہتا تھا مگر اس وقت کی تصدیق تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

[۳۷] جب اس مردِ مؤمن نے اپنے ایمان کا اظہار کر دیا تو فرعونیوں نے اس کو قتل کرنے کی سازشیں شروع کر دیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مردِ مؤمن کو ان کی سازشوں سے محفوظ رکھا اور جب وہ اپنی سازشوں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے سب ماننے والوں کو سمندر میں غرق کر دیا۔

Marfat.com

فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ ﴿۴۶﴾ ہوگی (تو حکم ہوگا کہ) آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو۔ [۳۸]

[۳۸] اس آیت میں دو عذابوں کا ذکر ہے، ایک وہ عذاب جو دوزخیوں پر صبح و شام پیش کیا جاتا ہے اور دوسرا عذاب قیام قیامت کے بعد ہوگا جب انہیں دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔

مفسرین کے نزدیک اس آیت میں پہلے عذاب سے مراد عالم برزخ اور قبر کا عذاب ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) اور امام ابن کثیر لکھتے ہیں: اہل سنت کے نزدیک قبروں میں عذاب برزخ کو ثابت کرنے کے لئے یہ آیت بہت بڑی بنیاد ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

قبر سے کیا مراد ہے؟

قبر سے مراد صرف وہ گڑھا ہی نہیں جس میں کسی کو دفن کیا جاتا ہے کیونکہ یہ قبر ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی بلکہ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں مرنے کے بعد انسان کے اجزائے اصلیہ ہوں گے خواہ وہ جگہ مٹی، پانی یا کسی جانور کا پیٹ ہو۔

قبر میں میت سے کیا مراد ہے؟

قبر میں میت سے مراد صرف وہی جسم مراد نہیں جو اس دنیا میں ہمارے ساتھ ہے کیونکہ کچھ عرصہ کے بعد اس جسم کو مٹی کھا جاتی ہے۔ اسی طرح جن میتوں کو جلا دیا جاتا ہے یا ان کو جانور کھا جاتے ہیں، ان کا جسم بھی موجود نہیں ہوتا تو پھر قبر میں سزا یا جزا کس جسم کو دی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے اجزائے اصلیہ کے ساتھ روح کا ایک خاص تعلق قائم رہتا ہے جس سے وہ تکلیف یا خوشی کو محسوس کرتا ہے جیسے کوئی شخص خواب میں کسی دوسرے ملک چلا جائے اور وہاں اسے کوئی تکلیف یا خوشی ہو تو اس وقت اس کا اپنا جسم اس کے ساتھ نہیں ہوتا لیکن پھر بھی وہ تکلیف یا خوشی محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح جس میت کا جسم معدوم ہو جائے تو اجزائے اصلیہ کے ساتھ جو روح کا تعلق ہے اس کی وجہ سے وہ تکلیف یا خوشی محسوس کرتا ہے۔

قبر میں عذاب

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ والے اور نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ کہیں گے کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ پس وہ شخص وہی کہے گا جو وہ زندگی میں کہتا تھا یعنی وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ۔۔۔ پھر اس کی قبر میں ستر ہاتھ در ستر ہاتھ وسعت کر دی جائے گی، پھر اس کی قبر منور کر دی جائے گی، پھر اس سے کہا جائے گا: دلہن کی طرح سو جاؤ ۔۔۔ اور اگر وہ میت منافق ہوا ۔۔۔ تو زمین سے کہا جائے گا: اس کو دباؤ، زمین اس کو دبائے گی تو اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں گی، پھر اس کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا۔ (ترمذی: ۱۰۷۱؛ ابواب الجنائز: باب ۷۰)

Marfat.com

۲۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبر ہر روز پکار کر کہتی ہے: میں پردیس، تنہائی، مٹی اور کیڑوں کا گھر ہوں ۔۔۔ پھر فرمایا: بے شک قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔(ترمذی: ۲۴۶۰: ابواب القیامۃ: باب ۲۶) عبید ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک قبر کہتی ہے: اے ابن آدم! کیا تو جانتا نہیں کہ میں پردیس، کیڑوں اور تنہائی کا گھر ہوں، تو نے میرے لئے کیا تیار کیا ہے؟

(کتاب الخراج: امام ابو یوسف: ص ۱۸)

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو صبح و شام اس پر اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے، اگر اہل جنت میں سے ہو تو اہل جنت میں سے (اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے) اور اگر وہ اہل دوزخ میں سے ہو تو اس سے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ تجھے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے گا۔

(بخاری: ۱۳۷۹: کتاب الجنائز: باب ۸۹)

۴۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے، ہم قبر تک پہنچے، جب قبر بنائی گئی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں، آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ ﷺ زمین کو کرید رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور دو یا تین مرتبہ فرمایا: عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو اور فرمایا: جب لوگ واپس روانہ ہوں گے تو یہ ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا ۔۔۔ ہناد نے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھا دیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے، پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے، پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ۔۔۔ پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ اس کے لئے جنت کا فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف سے دروازہ کھول دو، پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور جنت کی خوشبو آئے گی اور تا حد نظر اس کی قبر کشادہ کر دی جائے گی، پھر آپ ﷺ نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس ہے! میں نہیں جانتا، پھر وہ اس سے کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس ہے! میں نہیں جانتا، پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: افسوس ہے! میں نہیں جانتا، پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا: اس نے جھوٹ بولا، اس کے لئے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو، پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوا آئے گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی۔ (ابو داؤد: ۴۷۵۳: کتاب السنۃ: باب ۲۴)

قبر میں ثواب

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میری امت ایسی

Marfat.com

امت ہے جو خدا کی رحمت کے سائے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت سے توجہ فرماتا ہے۔ میرے امتی گناہوں سے آلودہ قبروں میں داخل ہوتے ہیں اور جب قبروں سے نکلیں گے تو ان کا دامن گناہوں سے خالی ہوگا۔ مسلمانوں کی ان کے لئے کی جانے والی دعاہائے مغفرت سے ان کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

(المعجم الأوسط للطبراني: حدیث نمبر ۱۹۰۰: جلد ۲: ص ۵۲۳، مجمع الزوائد: جلد ۱۰: ص ۶۹)

۲۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! قرآن سیکھو اور اس کا علم لوگوں کو سکھاؤ، اگر اسی عالم میں تیری موت آگئی تو فرشتے تیری قبر کی زیارت اس طرح کریں گے جس طرح بیت اللہ کی زیارت کی جاتی ہے۔

(کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۲۵۹)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی کا جنت میں درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ آدمی عرض کرتا ہے: مجھ پر یہ کرم کیسے ہوا؟ تو اسے جواب دیا جاتا ہے: اس استغفار کی وجہ سے جو تمہارے بیٹے نے تمہارے لئے کیا۔ (ابن ماجۃ: حدیث نمبر ۳۶۶۰: ابواب الأدب: باب ۱)

پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ قبر میں جنتی کو صبح وشام جنت میں اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیٹے کے استغفار سے اس کے باپ کا جنت میں ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ جو مسلمان فقہ حنفی کے مطابق پانچ نمازیں پڑھتا ہے اور آخری تشہد میں ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب (اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور تمام اہل ایمان کو جس دن حساب ہوگا) پڑھتا ہے تو چونکہ سنت غیر مؤکدہ کی چار رکعتوں میں دو دفعہ یہ دعا پڑھی جاتی ہے، اس طرح ایک دن میں وہ انیس دفعہ نماز کے اندر اپنے باپ کے لئے استغفار کرتا ہے جس کی وجہ سے جنت میں روزانہ اس کے باپ کے انیس درجے بلند ہوتے ہیں، لہٰذا ہر باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو نمازی بنائے۔ اس طرح اولاد کی تربیت کا حق بھی ادا ہو جائے گا اور جنت میں درجات کی بلندی کا انتظام بھی ہو جائے گا۔

عذاب قبر سے پناہ مانگنا

۱ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! میں قبر کے عذاب اور دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(بخاری: ۱۳۷۷: کتاب الجنائز: باب ۸۷)

۲ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دعا کی ۔۔۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ اگر تم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتیں کہ وہ تم کو دوزخ کے عذاب یا قبر کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے تو یہ بہتر اور افضل ہوتا۔ (مسلم: ۶۷۷۰: کتاب القدر: باب ۷)

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، عذاب قبر برحق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس

Marfat.com

کے بعد جب بھی میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

(بخاری: ۱۳۷۲: کتاب الجنائز: باب ۸۶)

۴۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ پانچ کلمات پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور ان کلمات کو نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے:

☆ اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

☆ اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

☆ اے اللہ! میں ارذل عمر (بے سود زندگی) سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

☆ اے اللہ! میں دنیا کے فتنہ یعنی فتنۂ دجال سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

☆ اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (بخاری: ۶۳۶۵: کتاب الدعوات: باب ۳۷)

۴۔ حضرت حسن بصری ایک جنازے میں گئے۔ جب مردہ کو دفن کر کے اس پر مٹی ڈال دی گئی تو آپ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے مٹی تر ہوگئی، پھر فرمایا: اے لوگو! دنیا کا انجام قبر ہے اور آخرت کی ابتدا قبر ہے۔ اس جہان پر ناز کرنا کتنی حماقت ہے جس کا انجام قبر ہے، اور تم اس جہان سے کیوں نہیں ڈرتے جس کی پہلی منزل قبر ہے۔

(تفسیر روح البیان: سورۃ الشوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۳)

عذاب قبر کی آواز

اگر کوئی یہ کہے کہ ہم نے کسی قبر سے کبھی عذاب کی آواز نہیں سنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عالم برزخ ایک دوسرا جہان ہے جس کے احوال کا ادراک ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، البتہ ایک مثال سے ہم اس کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ سویا ہوا شخص جب خواب میں دردناک مناظر اور خطرناک احوال سے دوچار ہوتا ہے تو وہ سخت تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن اس کے پاس بیٹھے بیدار شخص کو ذرہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ سویا ہوا شخص کس تکلیف میں مبتلا ہے۔ اسی طرح ہم اگرچہ اہل قبور کے عذاب کو محسوس نہیں کرتے مگر انبیائے کرام علیہم السلام عذاب قبر کا مشاہدہ کر سکتے ہیں، جیسا کہ:

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، پھر خود ہی فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا، پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے، پھر آپ نے ان قبروں میں سے ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان اہل قبور کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

(بخاری: ۲۱۶: کتاب الوضو: باب ۵۵)

☆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنے خچر پر سوار ہو کر بنی نجار کے باغ سے گزر رہے تھے، ہم

Marfat.com

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور جب وہ دوزخ میں باہم جھگڑیں گے تو کمزور لوگ ان سے کہیں گے جو بڑے بنتے تھے کہ ہم تو تمہارے پیروکار تھے، سو کیا تم آگ کا کچھ حصہ ہم سے دور کر سکتے ہو؟[۳۹]

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ تکبر کرنے والے کہیں گے: بے شک ہم سب آگ میں پڑے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ نے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا ہے۔[۴۰]

بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ایک جگہ خچر نے ٹھوکر کھائی، قریب تھا کہ وہ آپ کو گرا دیتا، وہاں پر چھ، پانچ یا چار قبریں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں پہچانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس نے کہا: یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کو اپنی قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہے۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں تم کو قبر کا عذاب سنوا دیتا جس کو میں سن رہا ہوں، پھر آپ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ ہم نے کہا: ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں، پھر فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ ہم نے کہا: ہم قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں، پھر فرمایا: ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ ہم نے کہا: ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں، پھر فرمایا: دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ ہم نے کہا: ہم دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

(مسلم: ۷۲۱۳: کتاب الجنۃ: باب ۱۷)

[۳۹] جہنم میں کافر لیڈر اور پیروکار جب ایک دوسرے پر الزام تراشی کا بازار گرم کریں گے تو پیروکار اپنے لیڈروں کو کہیں گے: دنیا میں تم بڑے بڑے دعوے کرتے تھے کہ بس یہی دنیاوی زندگی ہے کوئی قیامت نہیں ہے اور اگر قیامت آ ہی گئی تو جس طرح ہم یہاں طاقتور ہیں اسی طرح وہاں بھی ہم ہی طاقتور ہوں گے اور ہم تمہاری مدد کریں گے، لہٰذا اب اپنا وعدہ پورا کرو اور ہماری مدد کرو۔ اگر تم سارا عذاب ختم نہیں کرا سکتے تو اس میں کچھ تخفیف ہی کرا دو یا ہمارے عذاب کا کچھ حصہ تم اپنے سر لو کیونکہ ہم نے تمہاری ترغیب اور تمہاری سرداری کے زیر اثر کفر کو اختیار کیا تھا۔

[۴۰] متکبر لیڈر اپنے پیروکاروں کو جواب دیں گے: اگر یہاں ہمارے اختیار میں کچھ ہوتا تو سب سے پہلے ہم اپنے عذاب میں تخفیف کراتے مگر یہاں ہماری کوئی طاقت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف کے ساتھ جزا و سزا کا فیصلہ صادر کر دیا ہے اور اس فیصلے کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا، لہٰذا اب ہم سب کو جہنم ہی میں رہنا پڑے گا۔

Marfat.com

وَ قَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اور جو لوگ آگ میں پڑے ہوں گے وہ جہنم کے محافظ فرشتوں سے کہیں گے: تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ کسی ایک دن تو ہم سے عذاب میں تخفیف فرما دے۔[۴۱]

قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَ مَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع

۵۰۔ محافظ فرشتے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ دوزخی کہیں گے: کیوں نہیں! محافظ فرشتے کہیں گے: پھر تم خود ہی دعا کرو، اور کافروں کی دعا محض رائیگاں ہی ہوگی۔[۴۲]

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں[۴۳] اور (اس دن بھی مدد کریں گے) جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔

---

[۴۱] پھر سارے جہنمی مل کر جہنم کے محافظ فرشتوں سے فریاد کریں گے: ہم اپنے کفر و شرک کے باعث مسلسل عذاب میں مبتلا ہیں۔ کیا تم ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر سکتے ہو کہ وہ ہمارے عذاب میں کسی ایک دن تو تخفیف کر دے؟

[۴۲] جہنم کے محافظ فرشتے جواب دیں گے: ہم تو تمہیں عذاب دینے پر مقرر کئے گئے ہیں، ہمارا کام سفارش کرنا نہیں ہے۔ دراصل سفارش کرنا انبیائے کرام علیہم السلام کا کام ہے اور وہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح معجزات لے کر آئے تھے اور انہوں نے تمہیں قیامت کے اس عذاب سے ڈرایا تھا مگر تم نے دانستہ ان کو جھٹلا دیا تھا، لہٰذا اب تمہارے لئے کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے اور ہم بھی ایسے سرکشوں کے لئے دعا کی جرأت نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہمیں کفار و مشرکین کی مغفرت کے لئے دعا کرنے کی اجازت ہے۔ ہاں اگر تم چاہو تو براہ راست خود ہی دعا کر کے دیکھ لو مگر قیامت کے دن کفار کی دعا بھی رائیگاں ہوگی کیونکہ دنیا میں انہیں بار بار واضح کر دیا گیا تھا کہ توبہ کرنے اور ایمان لانے کا وقت یہی زندگی ہے اور قیامت کے دن ایمان کے بغیر کوئی دعا قبول نہیں ہوگی۔

[۴۳] اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی ایسی واضح دلائل کے ساتھ مدد فرماتا ہے کہ سارے کافر مل کر بھی ان دلائل کا توڑ پیش نہیں کر سکتے۔ حق و باطل کے اس میدان کارزار میں اکثر انبیائے کرام علیہم السلام کو بالآخر سیاسی غلبہ بھی حاصل ہوا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں کے مقابلہ میں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین عرب کے مقابلہ میں سیاسی فتح بھی حاصل ہوئی لیکن جن انبیائے کرام علیہم السلام کو کسی حکمت کے باعث سیاسی غلبہ حاصل نہیں ہوا ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہیں دے گی اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور ان کے لئے بُرا گھر ہوگا۔ [۴۴]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو (کتاب) ہدایت دی اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا۔

هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ جو عقل والوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ [۴۵]

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ پس آپ صبر کریں بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کے لئے استغفار کریں اور صبح و شام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں۔ [۴۶]

اپنے مشن میں ایسی ثابت قدمی عطا فرمائی کہ مصائب و آلام کے پہاڑ بھی ان کے حوصلے پست نہ کر سکے۔

[۴۴] قیامت کے دن جب کفار و مشرکین بہانہ سازی کی کوشش کریں گے کہ ان کے پاس کوئی نبی نہیں آیا اس لئے وہ توحید پر ایمان نہیں لا سکے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے اٹھ کھڑے ہوں گے اور سب لوگوں کے سامنے اعلان کریں گے کہ یہ کفار و مشرکین جھوٹے ہیں ان کو کسی معذرت کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسولوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام پہنچا دیا تھا مگر انہوں نے دانستہ نہ صرف ان کو جھٹلایا بلکہ ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں، لہٰذا آج یہ واقعی لعنت اور جہنم جیسے بدترین ٹھکانے کے ہی مستحق ہیں۔

[۴۵] یعنی ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی اور ان کے بعد بنی اسرائیل کو تورات کا وارث بنایا مگر تورات سے ہدایت اور نصیحت ان ہی لوگوں نے حاصل کی جو عقل رکھتے تھے۔ اسی طرح میرے پیارے نبی! ہم نے قرآن مجید کو تمام لوگوں کے لئے سراپا ہدایت بنا کر نازل فرمایا ہے مگر اس سے بھی ہدایت اور نصیحت وہی لوگ حاصل کریں گے جو عقل رکھتے ہوں گے۔

[۴۶] لفظ ذنب کی تفسیر میں علامہ رازی لکھتے ہیں: چونکہ انبیائے کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اس لئے ہم ذنب کو ترک اولیٰ کے معنیٰ پر محمول کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے: آپ کفار و مشرکین کی اذیت رسانی پر صبر

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو ان کے دلوں میں صرف بڑائی (کی ہوس) ہے، جس تک وہ پہنچنے والے نہیں ہیں، پس آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہیں، [۴۷] بے شک وہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ بے شک آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے بہت بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۴۸]

اختیار کریں اور خلاف اولیٰ کام جو شریعت کے اعتبار سے گناہ تو نہیں ہیں مگر آپ کے اعلیٰ تقویٰ کے اعتبار سے مجازاً انہیں گناہ کہا گیا ہے آپ ان سے استغفار کرتے رہیں اور ہمیشہ اپنے رب کی حمد وثنا میں رطب اللسان رہیں اور یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی فتح ونصرت کا وعدہ سچا ہے، یہ کفار ومشرکین عنقریب ناکام ہوں گے اور بالآخر اسلام کو غلبہ نصیب ہوگا۔

استغفار صرف اس لئے ہی نہیں کیا جاتا کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہے بلکہ درجات کی بلندی اور قرب خداوندی کے لئے بھی استغفار کیا جاتا ہے، سو استغفار کرنے سے گناہگاروں کے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے لیکن صالحین جب استغفار کرتے ہیں تو اس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

(بخاری: ۶۳۰۷: کتاب الدعوات: باب ۳)

علامہ احمد صاوی مالکی لکھتے ہیں: اس آیت میں امت کو استغفار کی تعلیم دینا مقصود ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح حضرت محمد ﷺ بھی اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی تمام چھوٹے اور بڑے گناہوں سے معصوم ہیں۔ (حاشیہ صاوی وصفوۃ التفاسیر)

[۴۷] میرے پیارے نبی! مشرکین مکہ بغیر کسی عقلی دلیل اور آسمانی سند کے اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارے میں اس لئے جھگڑا کرتے ہیں کہ ان کے دلوں میں لیڈر اور بڑا بننے کی ہوس ہے اور یہ اندیشہ ہے کہ اگر وہ آپ پر ایمان لے آئیں تو ان کی سرداری اور چودھراہٹ ختم ہو جائے گی لیکن ان کی سرداری باقی رہنے والی نہیں ہے کیونکہ بالآخر آپ ﷺ مکہ کو فتح کریں گے اور جو بھی مسلمان نہ ہوئے اس دن انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑے گا، لہٰذا آپ ان کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں اور ان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں سے بچا لیا تھا اسی طرح وہ آپ کو بھی مشرکین کی سازشوں سے محفوظ رکھے گا۔

[۴۸] مشرکین مکہ یہ تو مانتے تھے کہ زمین وآسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے مگر قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کے قائل نہیں تھے۔

Marfat.com

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ ۙ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾	۵۸۔ اور اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے اور (اسی طرح) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہ اور بدکار بھی برابر نہیں ہو سکتے، تم بہت کم غور وفکر کرتے ہو۔[۴۹]
اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۹﴾	۵۹۔ بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اکثر لوگ (قیامت پر) ایمان نہیں لاتے۔
وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دٰخِرِينَ ﴿۶۰﴾ ع	۶۰۔ اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔[۵۰]

اس آیت میں انہیں بتایا جا رہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اتنے بڑے زمین و آسمان کو پیدا کر سکتا ہے اس کے لئے چند فٹ کے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کون سا مشکل کام ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

[۴۹] جس طرح اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح مؤمن و کافر اور نیک و بد بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ یعنی ایک انسان حق و انصاف کے ساتھ پاکبازی کی زندگی گزارتا ہے اور کسی کا حق غصب نہیں کرتا اور دوسرا انسان ظلم و زیادتی کے ساتھ بدکاری کی زندگی بسر کرتا ہے اور لوگوں کے حقوق غصب کرتا ہے، یہ دونوں انسان برابر نہیں ہو سکتے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر نیک آدمی تنگدستی کا شکار رہتا ہے جبکہ بدکار آدمی عیاشی کی زندگی گزارتا ہے، لہٰذا عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ قیامت کا دن ضرور آنا چاہیے جس میں نیک آدمی کو اس کی نیکیوں کا اجر عظیم ملے اور بدکار کو اس کی برائیوں کی سزا ملے مگر اس کے باوجود بہت کم لوگ اس حقیقت میں غور وفکر کر کے آخرت پر ایمان لاتے ہیں جبکہ اکثر لوگ قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر نہیں کرتے اور قیامت پر ایمان لانے سے محروم رہتے ہیں۔ بہرحال کوئی مانے یا نہ مانے، قیامت ضرور آئے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

[۵۰] اس آیت کی ایک تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا اور جو دعا کو حقیر سمجھتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ (صفوۃ التفاسیر) اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم میری عبادت کرو میں تمہاری عبادت قبول کروں گا اور جو میری عبادت کو حقیر سمجھتے ہیں وہ عنقریب ذلیل و رسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ (تفسیر قرطبی) حقیقت میں یہ دونوں تفسیریں ہم معنیٰ ہیں کیونکہ دعا بھی عبادت ہے، جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دعا بھی عبادت ہے، پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ (ترمذی: ۳۲۴۷: کتاب الدعوات: باب ۲)

دعا کی فضیلت

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔

(ترمذی: ۳۳۷۱: کتاب الدعوات: باب ۲)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ بزرگی والی کوئی چیز نہیں ہے۔ (ترمذی: ۳۳۷۰: کتاب الدعوات: باب ۱)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کے لئے دعا کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ اس سے عافیت کا سوال کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر کوئی مصیبت آئے یا نہ آئے دعا ہر حال میں یقیناً فائدہ دیتی ہے۔ لہٰذا اے اللہ تعالیٰ کے بندو! تم پر دعا کرنا لازم ہے۔ (ترمذی: ۳۵۴۸: کتاب الدعوات: باب ۱۰۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دعا مؤمن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے اور زمین و آسمان کا نور ہے۔

(الترغیب والترھیب: کثرۃ الدعاء: جلد ۲: ص ۴۷۹، مستدرک للحاکم: جلد ۱: ص ۶۶۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا رب ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے، جب رات کا آخری تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اس کو عطا کروں؟ کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کو بخش دوں؟

(بخاری: ۷۴۹۴: کتاب التوحید: باب ۳۵)

دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ دعا مانگنے کو پسند فرماتا ہے اور سب سے افضل عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔

(ترمذی: ۳۵۷۱: کتاب الدعوات: باب ۱۱۵)

☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بہت حیا فرمانے والا اور بہت کریم ہے، جب کوئی بندہ اس کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی اور ناکام لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔

(ترمذی: ۳۵۵۶: کتاب الدعوات: باب ۱۰۴)

Marfat.com

دعا نہ مانگنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ (ترمذی: ۳۳۷۳: کتاب الدعوات: باب ۳)

دنیا اور آخرت کی بھلائی کی دعا مانگا کرو

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے جو چوزے کی طرح بہت کمزور ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا یا کوئی سوال کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، میں یہ دعا کر رہا تھا: اے اللہ! جو عذاب تو مجھے آخرت میں دینے والا ہے وہ دنیا میں ہی دے دے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! تم اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، لہٰذا تم یہ کیوں نہیں کہتے: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (اے اللہ! اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دیدی۔ (مسلم: ۶۸۳۵: کتاب الذکر والدعاء: باب ۷)

☆ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کون سی دعا مانگا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو دعا اکثر مانگا کرتے تھے وہ یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اے اللہ! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

(ابوداؤد: ۱۵۱۹: کتاب الصلاۃ: باب ۳۶۲)

دعا قبول ہونے کے اوقات واحوال

بعض اوقات، احوال اور مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں دعا قبول ہونے کی زیادہ امید ہوتی ہے، مثلاً سحری کا وقت، افطاری کا وقت، اذان اور اقامت کے درمیان، مکہ و مدینہ اور بیت المقدس میں، سفر، بیماری اور حالت اضطرار وغیرہ، ان میں سے بعض کے متعلق چند احادیث و آثار ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ شدائد اور مصائب میں اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ خوشحالی کے ایام میں بھی کثرت سے دعا کیا کرے۔

(ترمذی: ۳۳۸۲: کتاب الدعوات: باب ۹)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: کس وقت کی دعا سب سے زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

(ترمذی: ۳۴۹۹: کتاب الدعوات: باب ۷۸)

Marfat.com

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اپنے رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب سجدہ میں ہوتا ہے، سوتم (سجدہ میں) کثرت سے دعا کیا کرو۔ (مسلم: ۱۰۸۳: کتاب الصلاۃ: باب ۴۲)

☆ شہر بن حوشب نے روایت کیا ہے کہ ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے شہر! کبھی خوف خدا سے تمہارے رونگٹے کھڑے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! انہوں نے فرمایا: اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۱۸۶)

دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے، وہ پاک چیز ہی کو پسند فرماتا ہے ۔۔۔ پھر فرمایا: ایک آدمی لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے غبار آلود ہیں، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام ہوتا ہے اور اس کی غذا حرام ہوتی ہے، تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی۔
(مسلم: ۲۳۴۶: کتاب الزکوۃ: باب ۱۹)

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم سے پوچھا گیا: کیا وجہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں ہوتی؟ انہوں نے جواب دیا: کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہو لیکن اس کی اطاعت نہیں کرتے، تم رسول اللہ ﷺ کو پہچانتے ہو لیکن ان کی سنت کی اتباع نہیں کرتے، تم قرآن کریم کو پہچانتے ہو لیکن تم اس پر عمل نہیں کرتے، تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے ہو لیکن تم ان کا شکر ادا نہیں کرتے، تم جنت کو جانتے ہو لیکن تم اس کو طلب نہیں کرتے، تم دوزخ کو جانتے ہو لیکن تم اس سے نہیں بھاگتے، تم شیطان کو جانتے ہو لیکن تم اس سے جنگ نہیں کرتے بلکہ اس کی موافقت کرتے ہو، تم موت کو جانتے ہو لیکن تم اس کے لئے تیاری نہیں کرتے، تم مردوں کو دفن کرتے ہو لیکن تم عبرت حاصل نہیں کرتے، اور تم اپنے عیوب کو نظر انداز کرتے ہو اور لوگوں کے عیوب تلاش کرنے میں مصروف رہتے ہو۔ (تفسیر قرطبی: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۱۸۶)

دعا میں درود پڑھنا

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر دعا اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ محمد ﷺ پر درود پڑھا جائے، پس جب نبی ﷺ پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب دور ہو جاتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ (مجمع الزوائد: جلد ۱۰: ص ۱۶۰، المعجم الاوسط: ۷۲۵)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اور جب تک نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے اس دعا میں سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتا۔ (ترمذی: ۴۸۶: ابواب الصلاۃ: باب ۳۵۲)

☆ ابو سلیمان دارانی کہتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے اور آخر میں پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے۔ بے شک اللہ

Marfat.com

تعالیٰ (اول وآخر) دونوں درودوں کو تو قبول فرما تا ہی ہے اور اس کا کرم گوارا نہیں کرتا کہ درمیان کی دعا کو مسترد کردے۔
(ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۲۰، دلائل الخیرات: فضائل الصلاۃ)

☆ بعض اعمال مقبول ہوتے ہیں اور بعض مردود، سوائے درود کے، اس کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، غالباً اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اس میں درود بھی پڑھا کرو کیونکہ درود کو قبول کیا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے بہت بعید ہے کہ وہ دعا کے ایک حصے کو قبول فرمالے اور دوسرے حصے کو مسترد کردے۔
(ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۲۰)

☆ حضرت فضالہ بن عُبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے، ایک آدمی آیا اور اس نے نماز پڑھی، پھر دعا مانگی: یا اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے نمازی! تو نے بڑی جلد بازی سے کام لیا۔ جب تم نماز پڑھ چکو تو بیٹھو، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرو اور مجھ پر درود پڑھو، پھر دعا مانگو، پھر اس کے بعد دوسرا آدمی آیا، اس نے نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے نمازی! اب دعا مانگ قبول ہوگی۔ (ترمذی: ۳۴۷۶: کتاب الدعوات: باب ۶۴) اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم اور قبولیت دعا کا باعث ہے کیونکہ مذکورہ دونوں نمازیوں نے بلند آواز سے پڑھا تھا، تبھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے کلمات کو سن کر حدیث میں بیان کئے۔

مقبول دعا کے آثار

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان ایسی دعا کرتا ہے جس میں گناہ یا حق رشتہ داری کو توڑنا مقصود نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تین چیزوں میں سے ایک چیز اس کو ضرور عطا فرماتا ہے: اس کی دعا جلد پوری فرمادیتا ہے یا اس دعا کو آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ کردیتا ہے یا اس کے برابر اس سے کسی مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: پھر تو ہم بہت زیادہ دعائیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم بھی بہت زیادہ ہے۔ (الترغیب والترهیب: باب کثرۃ الدعاء: جلد ۲: ص ۴۷۸، مسند احمد: جلد ۲: ص ۴۴۸، موطا امام مالک: کتاب القرآن: باب ۸، مستدرک للحاکم: ۱۸۱۶: جلد اول: ص ۶۷۰)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث بیان کی ہے جس کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤمن جب دعا مانگتا ہے تو اس کی دعا دنیا میں پوری کردی جاتی ہے یا اس کے لئے آخرت میں ذخیرہ کردی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (جب مؤمن آخرت میں اس کا اجر وثواب دیکھے گا تو) اس وقت مؤمن کہے گا: کاش! دنیا میں اس کی کوئی بھی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی۔ (مستدرک للحاکم: ۱۸۱۹: جلد اول: ص ۶۷۱) اور اس دن مؤمن تمنا کرے گا کہ اس کی زندگی میں کوئی دعا پوری نہ ہوتی تاکہ وہ آخرت میں اسے فائدہ دیتی۔

(الترغیب والترهیب: باب کثرۃ الدعاء: جلد ۲: ص ۴۷۹: تشریحی نوٹ میں)

Marfat.com

دعا مانگنے کا طریقہ

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب خدا سے دعا مانگو تو اپنی ہتھیلیوں کے اندرونی حصے کو اوپر کی جانب کر کے دعا مانگو نہ کہ ہتھیلیوں کی پشت کو بلند کر کے، اور جب دعا ختم کر چکو تو ہتھیلیوں کو اپنے چہرے پر پھیر دو۔ (ابن ماجہ: ۳۸۶۶: ابواب الدعاء: باب ۱۳)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب بندہ اپنے ہاتھ سینے تک اٹھائے تو یہ (عمل) دعا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری: کتاب الدعوات: باب رفع الأیدی فی الدعاء)

☆ بندہ (دعا میں) اپنے ہاتھ سینے تک اٹھائے، ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف پھیلائے اور ان کے درمیان فاصلہ رکھے اگرچہ تھوڑا سا ہو، اور دعا کے بعد ہتھیلیوں کو چہرے پر پھیرنا سنت ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی: سنن الصلاۃ)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو انہیں رخ انور پر پھیرے بغیر نیچے نہیں لاتے تھے۔ (ترمذی: ۳۳۸۶: کتاب الدعوات: باب ۱۱)

دعا کے آخر میں آمین کہنا

☆ حضرت ابو زہیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلے، ہم ایک شخص کے پاس آئے جو بہت گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اس کی دعا سننے لگے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے دعا پر مہر لگا دی تو اس کی قبولیت واجب ہو جائے گی۔ ایک شخص نے پوچھا: کس چیز سے مہر لگے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آمین سے۔ اگر اس نے دعا کو آمین پر ختم کیا تو اس کی قبولیت واجب ہو جائے گی، پھر وہ آدمی چلا گیا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا، پھر آپ اس شخص کے پاس آئے جو دعا کر رہا تھا اور فرمایا: اے فلاں! دعا کو آمین کے ساتھ ختم کرو اور (دعا قبول ہونے کی) خوشخبری لو۔ (ابوداؤد: ۹۳۸: کتاب الصلاۃ: باب ۱۶۷)

تقدیر بدلتی ہے دعاؤں کے اثر سے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کو اس کے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کیا جاتا ہے اور تقدیر کو دعا بدل دیتی ہے اور نیکی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

(مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۷۷، مستدرک للحاکم: جلد اول: ص ۶۷۰، صحیح ابن حبان: ۸۶۹: جلد ۲: ص ۸۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا سے اللہ تعالیٰ انسان کی تقدیر بدل دیتا ہے۔ اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے رو کر عرض کرتے ہیں: اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نے مجھے اہل سعادت میں لکھا ہے تو مجھے اسی زمرہ میں باقی رکھ اور اگر تو نے مجھے بدبختوں اور گناہ گاروں کے زمرہ میں لکھا ہے تو میری بدبختی مٹا دے اور مجھے اہل سعادت اور اہل مغفرت میں لکھ دے کیونکہ تو مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے جو چاہتا ہے اور اصل کتاب تیرے ہی پاس ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ رعد (۱۳) زیر آیت نمبر ۳۹) یہ فقیر بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں التجا کرتا ہے: "اللّٰھم ان

Marfat.com

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ
النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى
النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦١﴾

۶۱۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔[۵۱]

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٢﴾

وقف لازم

۶۲۔ وہی اللہ تمہارا رب ہے؛ ہر چیز کا خالق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پھر تم کہاں بہکے جا رہے ہو؟[۵۲]

كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
يَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾

۶۳۔ اسی طرح وہ لوگ بھی بہکے پھرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا

۶۴۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو جائے قرار

كنت كتبتني في اهل السعادة فاثبتني فيها، وان كنت كتبتني في اهل الشقاوة والذنب فامحني واثبتني في اهل السعادة والمغفرة، فانك تمحو ماتشاء وتثبت، وعندك أم الكتاب"۔ اللهم آمين بجاه حبيبك الكريم عليه التحية والتسليم۔ (اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نے مجھے اہل سعادت میں لکھا ہے تو مجھے اسی زمرہ میں باقی رکھ اور اگر تو نے مجھے بدبختوں اور گناہ گاروں کے زمرہ میں لکھا ہے تو میری بدبختی مٹا دے اور مجھے اہل سعادت اور اہل مغفرت میں لکھ دے کیونکہ تو مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے جو چاہتا ہے اور اصل کتاب تیرے ہی پاس ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! اپنے حبیب کریم ﷺ کے وسیلہ سے میری یہ دعا قبول فرما لے!)

[۵۱] اللہ تعالیٰ نے رات کو تاریک بنایا تا کہ لوگ اس میں آرام و سکون حاصل کریں اور دن کو روشن بنایا تا کہ لوگ اس میں رزق تلاش کریں۔ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا مہربان ہے، ان کے آرام اور تلاش رزق کا انتظام فرماتا ہے مگر اکثر لوگ پھر بھی اس کا شکر ادا نہیں کرتے اور ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کا ان پر کوئی احسان نہیں ہے۔

[۵۲] یہاں مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ہر چیز کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ہر چیز کا پروردگار بھی وہی ہے، اس لئے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، پھر تم اس خالق حقیقی کی عبادت کیوں نہیں کرتے اور اس کو چھوڑ کر کہاں بھٹکے جا رہے ہو؟ دراصل تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی نشانیوں میں غور نہیں کرتے اور باپ دادا کی اندھی تقلید سے چمٹے ہوئے ہو، اس لئے تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی آیتوں کا انکار کرتے ہو اور تم سے پہلے بھی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور نہیں کیا انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کر دیا تھا اور ساری زندگی گمراہی میں بھٹکتے رہے تھے۔

Marfat.com

وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۴

بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں [۵۳] اور تم کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، وہی اللہ تمہارا رب ہے، پس اللہ تعالیٰ بڑی برکتوں والا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

[۵۳] اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے زمین کو جائے قرار اور آسمان کو چھت بنایا اور اسے پاکیزہ رزق عطا فرمایا۔ ان نعمتوں میں دوسرے جاندار بھی شریک ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو شکل وصورت اور علم وحکمت عطا فرمائی ہے ان میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہاتھی اور اونٹ جیسے بڑے چوپائے اور شیر اور چیتے جیسے خونخوار درندے بھی انسان کے سامنے سرنگوں ہیں۔

انسان کی شکل وصورت سب سے اچھی ہے

☆ خلیفہ منصور کے دور میں عیسیٰ نامی ایک آدمی اپنی بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ ایک رات اس نے اپنی بیوی سے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تو چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے تو تجھے تین بار طلاق ہے۔ یہ سن کر اس کی بیوی وہاں سے اٹھ کر علیحدہ ہوگئی اور کہا: تم نے مجھے طلاق دے دی ہے (کیونکہ میں چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہوسکتی)۔ عیسیٰ نے وہ رات بڑے غم واندوہ میں گزاری اور صبح ہوتے ہی خلیفہ منصور کے دربار میں یہ مسئلہ پیش کیا تو ایک حنفی عالم نے سورہ والتین کی تلاوت شروع کردی یعنی بے شک ہم نے انسان کو سب سے اچھی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ (قرآن: ۹۵: ۴) اور کہا: اے امیر المؤمنین! انسان سب چیزوں سے (حتیٰ کہ چاند سے بھی) زیادہ خوبصورت ہے، لہٰذا اس عورت کو طلاق نہیں ہوئی اور وہ بدستور عیسیٰ کی بیوی ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ والتین: زیر آیت نمبر ۴)

☆ حضرت ابن حاتم ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑ پڑے تو وہ چہرے سے اجتناب کرے۔ (یعنی چہرے پر تھپڑ نہ مارے)۔ (مسلم: ۶۶۵۴) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے (مسلم: ۶۶۵۵: کتاب البر: باب ۳۲) اللہ تعالیٰ تو زمین وآسمان کا نور ہے اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، پھر انسان کو اپنی صورت پر بنانے اور اس میں اپنی روح پھونکنے سے مراد انسان کی تکریم اور عزت افزائی ہے۔

☆ انسانی شکل وصورت کی ایک عظمت یہ بھی ہے کہ سارے جاندار کھانے اور پینے کے لئے اپنا سر خوراک کے سامنے جھکاتے ہیں لیکن حضرت انسان کے ہاتھ خوراک کو اٹھا کر اس کے منہ تک پہنچاتے ہیں تا کہ انسان کا سر خوراک کے سامنے نہ جھکے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے جو اس کا اصل خالق اور حقیقی معبود ہے۔

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

Marfat.com

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾

۶۵۔ وہی ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پس تم دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے اسی کی عبادت کرو، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۡ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ آپ فرمادیں: بے شک مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح نشانیاں آچکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے رب کے سامنے سر تسلیم خم کردوں۔ [۵۴]

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَ

۶۷۔ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، [۵۵] پھر نطفہ سے، پھر لٹکے ہوئے خون سے، پھر وہ تمہیں بچہ بنا کر نکالتا ہے، [۵۶] پھر (تمہاری پرورش کرتا ہے)

---

[۵۴] دکتور وہبہ زحیلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ ولید بن مغیرہ اور شیبہ بن ربیعہ ایک دن آئے اور کہنے لگے: یا محمد! اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ آؤ۔ (تفسیر منیر) اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہارے خداؤں کی پرستش سے منع کیا گیا ہے اور صرف تمام جہانوں کے رب کے سامنے جھکنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز میرے پاس اللہ تعالیٰ کی توحید پر اتنی واضح نشانیاں آچکی ہیں کہ میں تمہارے خداؤں کی پرستش کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

[۵۵] انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کا ایک معنیٰ تو یہ ہے کہ انسانِ اول حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا اور تم انہی آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، لہٰذا تمہاری اصل بھی مٹی ہے۔ اس کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ تم غذا کی صورت میں جو پھل اور سبزیاں کھاتے ہو وہ زمین سے پیدا ہوتی ہیں اور جن جانوروں کا تم گوشت کھاتے ہو وہ بھی زمینی پیداوار سے پرورش پاتے ہیں اور انہی غذاؤں سے نطفہ بنتا ہے جو رحم مادر میں جا کر انسان کی پیدائش کا سبب بنتا ہے، لہٰذا تمہاری اصل بھی مٹی ہے، بہر حال انسانِ اول کو اللہ تعالیٰ نے براہ راست مٹی سے پیدا فرمایا اور اولاد آدم کو بالواسطہ مٹی سے پیدا فرمایا، دونوں صورتوں میں ہر انسان کی اصل مٹی ہے۔

[۵۶] اے اولاد آدم! اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا اور تمہاری تخلیق کی ابتدا نطفہ سے فرمائی، پھر معلق خون اور گوشت کے مراحل سے گزار کر تمہیں بچہ کی صورت میں پیدا فرمایا، تاکہ تم سمجھ سکو کہ جس اللہ تعالیٰ نے پانی کے ایک بے جان قطرہ سے خون، پھر گوشت اور پھر اس میں جان ڈال کر اسے زندہ انسان بنایا اسی طرح وہ مردہ

Marfat.com

مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّتَوَفّٰى مِنۡ قَبۡلُ وَلِتَبۡلُغُوۡۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۷﴾

تا کہ تم جوانی کو پہنچ جاؤ، پھر (تمہیں زندہ رکھتا ہے) تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ، اور تم میں سے بعض (بڑھاپے سے) پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں اور (یہ سب کچھ اس لئے) تا کہ تم مقررہ میعاد تک پہنچ جاؤ اور (اس لئے بھی) تا کہ تم سمجھ سکو۔ [۵۷]

انسان میں جان ڈال کر اسے دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص پیدائش کے وقت اپنی ماں کے شکم میں چالیس دن تک (نطفہ) رہتا ہے، پھر علقہ (معلق گاڑھا خون) بن جاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے بعد وہ مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) ہو جاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس بچے کا عمل، اس کا رزق، اس کی موت کا وقت اور اس کا بدبخت یا نیک بخت ہونا لکھ دے، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (بخاری: ۳۲۰۸: کتاب بدء الخلق: باب ۶) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے فرشتے کو علم ہوتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ دنیا میں آئے گا تو اس کا عمل کیسا ہوگا؟ اس کا رزق (مال و دولت اور علم و حکمت کا معیار) کیا ہوگا؟ وہ کب مرے گا؟ اور وہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت؟ جس طرح اللہ تعالیٰ کے بتانے سے فرشتے کو ان چیزوں کا علم ہو جاتا ہے اسی طرح انبیائے کرام اور اولیائے کرام کو بھی غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بطریق معجزہ و کرامت عطا ہوتا ہے۔ اس کے لئے مزید سورہ لقمان (۳۱) کی آیت نمبر ۳۴ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

حضرت حارث بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حارث! تم نے کس حال میں صبح کی؟ میں نے عرض کیا: میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں برحق مومن تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غور کرو تم کیا کہہ رہے ہو؟ بے شک ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے، پس تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے اپنے نفس کو دنیا سے بے رغبت کر لیا اور اس کے لئے میں نے شب بیداری کی اور دن کو پیاسا رکھا (یعنی روزہ رکھا اور اب میری حالت یہ ہے) گویا کہ میں اپنے رب کے عرش کو صاف صاف دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ میں اہل جنت کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ جنت میں ایک دوسرے کی زیارت کر رہے ہیں اور گویا کہ میں اہل دوزخ کو دیکھ رہا ہوں وہ جہنم میں بھوک کی شدت سے چلا رہے ہیں۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: اے حارث! تم نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی، اس پر ثابت قدم رہو۔ (کنزالعمال: ۳۶۹۸۸: جلد ۱۳: ص ۳۵۱، المعجم الکبیر: ۳۲۸۹: جلد ۲: ص ۲۶۳) ایک دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (اَنْتَ امْرُءٌ نَوَّرَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ) تو ایسا بندہ ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے روشن کر دیا ہے۔ (کنزالعمال: ۳۶۹۸۹: جلد ۱۳: ص ۳۵۲)

[۵۷] پھر تم میں سے بعض جوانی اور بڑھاپے کو پہنچتے ہیں اور بعض پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ہر ایک اپنی مقررہ عمر تک

Marfat.com

هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع

۶۸۔ وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ اس سے صرف یہ فرماتا ہے کہ ''ہو جا'' تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰی یُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں، وہ کہاں بہکے جا رہے ہیں؟ [۵۸]

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ۫ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾

۷۰۔ جن لوگوں نے اس کتاب کو جھٹلایا اور اس کو بھی جو ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا تھا، پس وہ عنقریب جان لیں گے۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی، وہ گھسیٹے جائیں گے۔ [۵۹]

فِی الْحَمِیْمِ ۙ۬ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ دوزخ کی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔

ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا: کہاں ہیں وہ جن کو تم شریک ٹھہراتے تھے؟

زندہ رہتا ہے اور اس کے بعد فوت ہو جاتا ہے۔ اس تفصیل کے بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی بار مٹی اور نطفہ سے تمہیں پیدا فرمایا اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا بھی اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے بلکہ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ صرف یہ فرماتا ہے: کن ''ہو جا'' تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

[۵۸] یعنی مشرکین مکہ بڑے عجیب لوگ ہیں کہ واضح دلائل کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں اور کھلی گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔

[۵۹] جن لوگوں نے قرآن مجید اور پہلی آسمانی کتابوں کو جھٹلایا، قیامت کے دن جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ڈالی جائیں گی، پہلے انہیں کھولتے ہوئے پانی میں پھینکا جائے گا اور پھر اس میں سے گھسیٹ کر جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا تو اس وقت انہیں اپنی حماقت کا احساس ہو گا مگر بے سود کیونکہ آخرت میں توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہو گا۔

Marfat.com

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ۝

۷۴۔ اللہ تعالیٰ کے سوا، وہ کہیں گے: وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی چیز کی پرستش نہیں کرتے تھے، یونہی اللہ تعالیٰ کافروں کو گمراہ کر دیتا ہے۔[۶۰]

ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۝

۷۵۔ یہ بدلہ ہے اس کا کہ تم زمین میں ناحق خوشیاں مناتے تھے اور بدلہ ہے اس کا کہ تم اِترایا کرتے تھے۔[۶۱]

اُدْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

۷۶۔ اب تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو، پس تکبر کرنے والوں کا کیسا برا ٹھکانا ہے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝

۷۷۔ پس آپ صبر کریں، بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، اگر ہم آپ کو (اس عذاب کا) کچھ حصہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے یا (اس سے پہلے) ہم آپ کو اٹھا لیں، بہر حال وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔[۶۲]

[۶۰] جب مشرکین کو جہنم رسید کر دیا جائے گا تو ان سے پوچھا جائے گا: جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے آج وہ کہاں ہیں؟ ذرا انہیں بلاؤ تاکہ وہ تمہیں اس عذاب سے نجات دلا سکیں، لیکن اب ان پر حقیقت حال واضح ہو چکی ہوگی اور وہ کہیں گے: آج وہ ہماری کیا مدد کریں گے؟ وہ خود کہیں جہنم میں جل رہے ہوں گے اس لئے وہ ہمیں نظر نہیں آ رہے۔ مشرکین جب اپنے معبودان باطل سے مایوس ہوں گے تو جھوٹ بولنے کی کوشش کریں گے کہ وہ دنیا میں کسی چیز کی پرستش نہیں کرتے تھے۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: اس واضح غلط بیانی پر ان کی زبانوں کو سیل کر دیا جائے گا یعنی ان کی زبانوں سے بولنے کی قوت سلب کر کے ان کے ہاتھ پاؤں کو دیدی جائے گی اور وہ حقیقت حال صاف صاف بیان کر دیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ انعام: زیر آیت نمبر ۲۳) کہ ان کی زبانوں نے جھوٹ بولا ہے یہ واقعی دنیا میں شرک کرتے تھے۔

[۶۱] مشرکین کی طرح کفار بھی چونکہ توحید و رسالت کا انکار کرتے ہیں، دنیاوی مال و دولت پر فخر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر خوشیاں مناتے ہیں اس لئے ان کے دل سیاہ ہو جاتے ہیں اور قبول حق کی توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ کفار کو بھی گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے اور قیامت کے دن انہیں جہنم میں داخل کر دیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ اپنے تکبر کا مزہ چکھتے رہیں گے۔

[۶۲] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا کہ آپ مشرکین کی مخالفت پر صبر کریں ہم نے مشرکین کو عذاب دینے اور اسلام کو

Marfat.com

وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمۡرُ

۷۸۔ اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے بھی کئی رسول بھیجے ہیں، ان میں سے بعض کے قصے تو ہم نے آپ سے بیان کر دیئے ہیں اور بعض کے ابھی تک آپ سے بیان نہیں کئے، [۶۳] اور کسی رسول کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی لے آئے، [۶۴] پھر جب اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا تو

غالب کرنے کے جو وعدے کئے ہیں وہ سب سچے ہیں اور ضرور پورے ہوں گے خواہ ان میں سے بعض آپ کی موجودگی میں پورے ہو جائیں جیسے فتح بدر اور فتح مکہ وغیرہ یا آپ کے انتقال کے بعد پورے ہوں جیسے خلفائے راشدین کے دور میں اسلام کو غلبہ ملا، اور اگر کسی حکمت کے تحت دنیا میں کسی مشرک کو سزا نہ ملی تو وہ آخرت میں ہمارے عذاب سے نہ بچ سکے گا کیونکہ بالآخر سب کو لوٹ کر ہمارے پاس آنا ہے۔ہم ان کے اعمال کو خوب جانتے ہیں اور ان کے جرائم کے مطابق انہیں سزا دیں گے۔

[۶۳] یعنی ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے ہیں ان میں سے بعض کا ذکر تو ہم نے آپ سے کر دیا ہے اور بعض کا ابھی ذکر نہیں کیا، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی دیگر انبیاء کا ذکر نہیں کیا بلکہ احادیث میں انبیاء و رسل کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے گزشتہ تمام انبیاء کا اجمالی یا تفصیلی ذکر کیا ہے جیسا کہ سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ہم آپ کو تمام رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو تسکین دیتے ہیں۔} (قرآن: ۱۱: ۱۲۰) اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء و رسل نے نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔اس حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔(فتح الباری: جلد ۶: ص ۳۶۱)

جن انبیاء اور رسولوں کے اسمائے گرامی اور ان کے واقعات قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں ان کی تعداد ۲۵ ہے۔یعنی حضرات آدم علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، صالح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، لوط علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، یونس علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، الیاس علیہ السلام، الیسع علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، ذوالکفل علیہ السلام اور سب نبیوں کے سردار حضرت محمد ﷺ۔

(تفسیر ابن کثیر: سورہ نساء (۴): زیر آیت نمبر ۱۶۴)

[۶۴] مشرکین مکہ ایمان لانے کا تو کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے مگر اکثر نئے نئے معجزات کا مطالبہ کرتے رہتے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

اللّٰهِ قُضِیَ بِالۡحَقِّ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ۷۸ ع

حق کے ساتھ اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس وقت باطل پرست خسارے میں رہیں گے۔ [۶۵]

اَللّٰهُ الَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَنۡعَامَ لِتَرۡكَبُوۡا مِنۡهَا وَ مِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ۷۹

۷۹۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے بنائے تاکہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرو اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔

وَ لَكُمۡ فِیۡهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبۡلُغُوۡا عَلَیۡهَا حَاجَةً فِیۡ صُدُوۡرِكُمۡ وَ عَلَیۡهَا وَ عَلَی الۡفُلۡكِ تُحۡمَلُوۡنَ ۸۰

۸۰۔ اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ تم ان پر سوار ہو کر اس (منزل یا) حاجت تک پہنچ سکو جو تمہارے سینوں میں ہے اور تم ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر سوار کئے جاتے ہو۔ [۶۶]

فرمایا کہ کوئی رسول اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر معجزے نہیں دکھاتا، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ نبی کسی معجزہ کے اظہار پر قادر نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جن معجزات کے اظہار کا اختیار کسی نبی کو دیدیا تھا وہ ان کے اظہار پر قادر تھا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے اوپر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا خشوع اور بے شک میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری: کتاب الاذان: باب ۸۸) رکوع نماز کی ظاہری صورت کو اور خشوع باطنی کیفیت کو کہا جاتا ہے، لہٰذا آپ ﷺ امامت کے مصلّٰی پر قبلہ رخ کھڑے ہوئے اپنے مقتدیوں کے ظاہر اور باطن کو دیکھ سکتے تھے اور یہ ایسا معجزہ تھا جو ہر وقت آپ کے اختیار میں تھا جس طرح جو کام کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اختیار دے رکھا ہے ہم ان کے کرنے پر قادر ہیں اسی طرح جن معجزات کا آپ کو اختیار دیدیا گیا تھا آپ ان کے اظہار پر قادر تھے۔ فرمائشی معجزات نہ دکھانے کے سلسلہ میں سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۵۹ اور حاشیہ نمبر ۵۷ ملاحظہ کریں اور دیگر معجزات دکھانے کے سلسلہ میں سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۷ اور حاشیہ نمبر ۹ ملاحظہ کریں۔

[۶۵] اس دنیا میں منکر لوگوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ جھگڑے کئے اور ان کو جھٹلایا مگر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقام کا وقت آ گیا تو ان منکروں کو عذاب سے کوئی نہ بچا سکا۔ اسی طرح جب قیامت کا دن آئے گا اور حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا تو اس وقت بھی باطل پرست ہی خسارے میں رہیں گے کیونکہ اہل حق کو تو نجات مل جائے گی۔

[۶۶] اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر اسے بے یار و مددگار چھوڑ نہیں دیا بلکہ اس کی ہدایت کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا اور اس کی مادی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے چوپائے پیدا فرمائے۔ بعض چوپائے ایسے ہیں جن کا انسان گوشت کھاتا ہے، ان کا دودھ پیتا ہے، ان کے بالوں اور ان کی اُون سے گرم کپڑے اور ان کے چمڑے سے جوتے بناتا ہے۔

Marfat.com

وَ يُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ اور وہ (اللہ تعالیٰ) تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، پس تم اللہ تعالیٰ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ کیا انہوں نے زمین میں کبھی سیر و سیاحت نہیں کی تا کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا (بُرا) ہوا جو ان سے پہلے تھے حالانکہ وہ (تعداد میں) ان سے بہت زیادہ تھے، قوت کے لحاظ سے بھی بہت زیادہ تھے اور زمین میں (چھوڑے ہوئے) آثار کے لحاظ سے بھی (ان سے بہت زیادہ تھے)، پس انہیں ان کاموں نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا جو وہ کیا کرتے تھے۔[۶۷]

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

۸۳۔ پس جب ان کے رسول ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تو وہ اس علم پر اترانے لگے جو ان کے

اور بعض ایسے چوپائے ہیں جن کے ذریعہ انسان اپنی ضرورت اور تجارت کے سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا ہے اور ان پر سوار ہو کر دینی اور دنیاوی مقاصد حاصل کرنے کے لئے دور دراز کے سفر طے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کے تین چوتھائی حصہ پر پانی کو اس طرح کھڑا کر دیا ہے کہ اس میں جہازوں اور کشتیوں کے ذریعہ انسانی آمد و رفت اور سامان کی نقل و حمل آسانی سے ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ساری چیزوں کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے، ایک طرف انسان پر نعمتوں کی برسات ہے اور دوسری طرف ہر نعمت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نشان ہے، اگر انسان غور کرے تو یہ نشانیاں اتنی واضح اور روشن ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا، پھر بھی اگر انسان اس کی توحید پر ایمان نہ لائے تو پھر اس کی عقل پر ماتم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

[۶۷] اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اپنے تجارتی سفروں میں ایسی بستیاں دیکھ چکے ہیں جن کے باشندے کفار مکہ سے تعداد اور قوت میں زیادہ تھے، ان کے عظیم الشان محلات اور قلعوں کے تباہ شدہ آثار و نشانات آج بھی ان کی شان و شوکت کے گواہ ہیں لیکن جب ان کے کفر و شرک کی وجہ سے ان پر عذاب آیا تو ان کی تعداد، قوت، کمائی اور یادگاریں انہیں عذاب سے نہ بچا سکیں۔ اسی طرح اگر کفار مکہ بھی کفر و شرک سے باز نہ آئے تو ان کی برادری، سرداری اور ہٹ دھرمی انہیں عذاب سے نہ بچا سکے گی۔

Marfat.com

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨٣﴾

پاس تھا اور اس عذاب نے انہیں گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔[۶۸]

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿٨٤﴾

۸۴۔ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے: ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کر دیا جن کو ہم اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے تھے۔

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ ع

۸۵۔ پس ان کے ایمان لانے نے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا جبکہ انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے جو اس کے بندوں میں جاری چلا آ رہا ہے اور اس وقت کفار خسارے میں رہے۔[۶۹]

---

[۶۸] انبیائے کرام علیہم السلام جب واضح نشانیاں لے کر پہلی قوموں کے پاس گئے اور انہیں توحید و رسالت کی دعوت دی تو وہ اپنے مادی علم و ہنر اور باطل نظریات پر اتراتے تھے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو حقیر سمجھ کر ان کا مذاق اڑاتے تھے لیکن جب ان کی اس باطل پرستی کے عذاب نے انہیں گھیر لیا تو انہیں احساس ہوا کہ واقعی وہ باطل پر تھے اور بلا وجہ حق کا مذاق اڑاتے تھے، لہٰذا مشرکین مکہ کو ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

[۶۹] مشرکین کو جب عذاب نظر آ جائے گا تو شرک کو چھوڑ کر توحید کا اقرار کرنے لگیں گے مگر اس وقت ایمان لانے کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور وہ خسارے میں رہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ عذاب دیکھ لینے کے بعد ایمان لانا مقبول نہیں ہوگا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز منگل ۳۰ مارچ ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۹ مارچ تا ۳۰ مارچ یعنی صرف ۲۱ دنوں میں سورہ مؤمن کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ حٰم السجدۃ (۴۱)

یہ سورت مکی ہے، اس کے دو نام ہیں، ایک نام "حٰم السجدۃ" ہے۔ حٰم اس سورت کی پہلی آیت ہے اور اس کے ساتھ السجدہ اس لئے ہے کیونکہ اس سورت کی آیت نمبر ۳۸ تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔ اس کا دوسرا نام فُصِّلَتْ ہے جو کہ تیسری آیت سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول

یہ سورت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد نازل ہوئی، اس وقت مکہ میں مسلمانوں کی تعداد بڑھنا شروع ہو گئی تھی اور کفار مکہ اس صورت حال سے پریشان ہو رہے تھے۔

☆ اس سورت کی ابتدائی آیات کے متعلق مفسرین نے کئی قریب المعنیٰ روایات نقل کی ہیں۔ پانچویں آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر نے جو روایات نقل کی ہیں ان کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

ایک دفعہ قریش کے سردار مسجد حرام میں محفل جمائے بیٹھے تھے اور مسجد کے ایک دوسرے گوشے میں نبی کریم بھی تشریف فرما تھے۔ اس موقع پر عتبہ بن ربیعہ نے قریش سے کہا: اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر مذاکرات کروں اور کچھ پیشکش کروں، شاید وہ مان جائیں اور ہماری مخالفت چھوڑ دیں۔ قریش نے اس سے اتفاق کیا اور عتبہ کو اپنا نمائندہ بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ چنانچہ عتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اپنی گفتگو کے درمیان کہا: اے میرے بھتیجے! ہمارے درمیان نسب اور خاندان کے اعتبار سے آپ کو ایک اہم مقام حاصل ہے مگر آپ نے اپنی قوم کے اندر انتشار پیدا کر دیا ہے اور ہم کو اور ہمارے باپ دادا کو کافر قرار دیا ہے۔ اس انتشار کو ختم کرنے کے لئے میں چند تجاویز لایا ہوں، ہو سکتا ہے آپ ان میں سے کسی کو قبول کر لیں اور انتشار ختم ہو جائے، وہ تجاویز یہ ہیں:

(۱) اس نئی دعوت سے اگر آپ کا مقصد مال حاصل کرنا ہے تو ہم آپ کے لئے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ ہم سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں گے۔

(۲) اور اگر آپ کسی عورت سے شادی کے خواہاں ہیں تو ہم آپ کی پسند کے مطابق قریش کی دس عورتیں آپ کے نکاح میں دینے کو تیار ہیں۔

(۳) اور اگر آپ پر جنات کا قبضہ ہے اور آپ ان کا اثر زائل نہیں کر سکتے تو ہم بہترین طبیب بلواتے ہیں اور اپنے خرچ پر آپ کا علاج کراتے ہیں۔

Marfat.com

(۴) اور اگر آپ سرداری چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور آپ کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔
(۵) اور اگر آپ بادشاہی چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں بشرطیکہ آپ اس نئے دین سے دست بردار ہو جائیں۔

نبی کریم ﷺ اطمینان کے ساتھ عتبہ کی بات سنتے رہے۔ جب وہ خاموش ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عتبہ! اب میری بات سنو، پھر نبی کریم ﷺ نے اس سورت کی ابتدا سے تلاوت شروع کر دی۔ جب نبی کریم ﷺ اس سورت کی تیرھویں آیت پر پہنچے جس کا ترجمہ یہ ہے: {پھر بھی اگر وہ روگردانی کریں تو آپ فرما دیں: میں تمہیں ایسی کڑک (آسمانی آفت) سے ڈراتا ہوں جو عاد و ثمود کی کڑک کی مانند ہوگی۔} (قرآن: ۴۱: ۱۳) یہ سنتے ہی عتبہ گھبرا کر اٹھا اور نبی کریم ﷺ کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا: میں آپ کو رحم کا واسطہ دیتا ہوں کہ اب رک جائیں آگے نہ پڑھیں ورنہ ہم برباد ہو جائیں گے۔

پھر جب عتبہ واپس لوٹا تو قریش کے سرداروں نے آپس میں کہا: خدا کی قسم! یہ پہلے والا عتبہ نہیں ہے کیونکہ اس کا چہرہ بدلا ہوا ہے اور لگتا ہے اس پر محمد (ﷺ) کا جادو اثر کر گیا ہے۔ بہر حال جب عتبہ مجلس میں بیٹھ گیا تو اس سے پوچھا گیا: تم نے وہاں کیا سنا ہے؟ اس نے جواب دیا: خدا کی قسم! بے شک میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ خدا کی قسم! نہ وہ شعر ہے، نہ وہ جادو ہے اور نہ وہ کہانت ہے، اور تم خوب جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) جب بات کرتا ہے تو جھوٹ نہیں بولتا (یعنی آپ کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ پوری ہو کر رہتی ہے) میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر عذاب نازل نہ ہو جائے۔

اے قریش کے سردارو! بخدا جو کلام میں نے سنا ہے وہ ایک دن اپنا اثر ضرور دکھائے گا، لہٰذا میری بات مانو اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اگر عرب اس پر غالب آ گئے تو تم اپنے بھائی کے خون میں ہاتھ رنگنے سے بچ جاؤ گے، اور اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کی بادشاہی تمہاری بادشاہی ہوگی اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی اور اس کی وجہ سے تم سب لوگوں سے زیادہ خوش نصیب ہو گے۔ اس پر قریش نے کہا: اے عتبہ! آخر تم پر بھی اس کا جادو چل ہی گیا ہے۔ عتبہ نے کہا: بہر حال میری جو رائے تھی وہ میں نے بتا دی ہے، اب تمہارا جو جی چاہے کرو۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ حٰم السجدۃ: زیر آیت نمبر ۵)

مضامین

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت، قرآن اور آخرت پر ایمان کی دعوت دی گئی ہے اور مشرکین مکہ کو متنبہ کیا گیا ہے کہ تم سے پہلے عاد و ثمود اور دیگر جن قوموں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کی انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا حالانکہ وہ قومیں تم سے زیادہ طاقتور تھیں۔ اب اگر تم بھی اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو تمہیں بھی اسی قسم کے عذاب سے دوچار کیا جا سکتا ہے۔
☆ میدان حشر میں کفار کی آنکھیں، کھالیں اور کان جب ان کے خلاف گواہی دیں گے تو کفار اپنے اعضاء کو کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ تو وہ جواب دیں گے: ہمیں اللہ تعالیٰ نے بولنے کی طاقت عطا فرمائی اور اسی کے حکم سے ہم نے گواہی دی، لہٰذا ہمیں کوئی روک نہیں سکتا۔
☆ قرآن کی تعلیمات سے متاثر ہو کر لوگ اسلام کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ یہ چیز کفار کے لئے پریشانی کا باعث تھی اس

Marfat.com

لئے وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے: جب بھی مسلمان قرآن پڑھیں تم شور مچایا کرو، نہ خود سنو اور نہ کسی کو سننے دو تا کہ نہ کوئی اس کو سنے اور نہ ہی اس سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرے۔

☆ اللہ تعالیٰ اہل استقامت کو جن انعامات سے نوازتا ہے اس سورت میں ان کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز ظہر بروز منگل ۳۰ مارچ ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

ایاتہا ۵۴ ۔ ۴۱ سورۃ حم السجدۃ مکیۃ ۶۱ ۔ رکوعاتہا ۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝۱ — ۱۔ حا میم۔ [۱]

تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝۲ — ۲۔ (یہ قرآن) رحمٰن ورحیم کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۝۳ — ۳۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے بیان کر دی گئی ہیں، یہ قرآن عربی زبان میں ہے ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔ [۲]

بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَکۡثَرُہُمۡ فَہُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡنَ ۝۴ — ۴۔ (یہ قرآن) خوش خبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا ہے، پھر بھی ان میں سے اکثر نے روگردانی کی، سو وہ سنتے ہی نہیں ہیں۔ [۳]

---

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

[۲] یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے قرآن مجید نازل فرمایا۔ اس کی آیات میں حق و باطل اور خیر و شر کو اس قدر تفصیل اور وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ اس میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے۔ نیز قرآن مجید عربی زبان میں ہے جو کہ اس کے مخاطبین اولین کی مادری زبان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت ہی یہی ہے کہ وہ ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجتا ہے تاکہ وہ ان کے لئے کھول کر بیان کرے۔ (قرآن: ۱۴:۴) لیکن پھر بھی اس سے فائدہ وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جن کے پاس علم و سمجھ کی دولت ہو کیونکہ نادان اور ناسمجھ لوگ کسی نعمت کی قدر نہیں کر سکتے۔

[۳] جو لوگ قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں یہ قرآن ان کو جنت کی خوش خبری سناتا ہے اور جو لوگ اس کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں یہ قرآن ان کو جہنم کے عذاب سے ڈراتا ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ قرآن مجید کو غور سے نہیں سنتے اور اس سے روگردانی کی وجہ سے گمراہی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِیۡۤ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَیۡہِ وَ فِیۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّ مِنۡۢ بَیۡنِنَا وَ بَیۡنِکَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ ﴿۵﴾

۵۔ اور انہوں نے کہا: جس دین کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے، سو آپ اپنا کام کیے جائیں ہم اپنا کام کرنے والے ہیں۔[۴]

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسۡتَقِیۡمُوۡۤا اِلَیۡہِ وَ اسۡتَغۡفِرُوۡہُ ؕ وَ وَیۡلٌ لِّلۡمُشۡرِکِیۡنَ ۙ﴿۶﴾

۶۔ آپ فرما دیں: بے شک میں بھی (بظاہر) تمہاری ہی طرح بشر ہوں، البتہ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ بے شک تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے،[۵] پس تم اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے مغفرت طلب کرو، اور مشرکوں کے لئے ہلاکت ہے۔

[۴] نبی کریم ﷺ جب مشرکین کو قرآن مجید کی طرف بلاتے تو ان کا جواب یہ ہوتا: ہم نے اپنے باپ دادا کے دین کو اپنے دلوں میں محفوظ کر رکھا ہے اور ہم نے اپنے دلوں کے ارد گرد اتنے پردے لپیٹ دیئے ہیں کہ آپ کی دعوت وہاں تک نہیں پہنچ سکتی اور ہم نے اپنے کانوں میں دانستہ ایسی گرانی پیدا کر رکھی ہے کہ وہ آپ کی دعوت کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے۔ دراصل ہمارے باپ دادا کا دین آپ کے اور ہمارے درمیان ایسا پردہ ہے جس کو چاک نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا آپ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں اور ہم تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔

[۵] مشرکین مکہ نے جب نبی کریم ﷺ کی دعوت پر اپنی آنکھوں کے سامنے تعصب کے پردے لٹکا دیئے اور تکبر کی وجہ سے آپ کی بات سننے سے بھی انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تواضع کی تلقین فرمائی، جیسا کہ حضرت حسن بصری نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قول سے تواضع کی تعلیم دی ہے۔ (تفسیر قرطبی) یعنی آپ انہیں کہیں: میں کوئی جن یا فرشتہ نہیں ہوں، میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں، البتہ فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے تا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارا معبود صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے، تم اسی کی عبادت کرو اور اسی سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرو، اور یہ بھی کوئی ایسی دعوت نہیں ہے جو بشری عقل میں نہ آ سکے، لہٰذا تم دانستہ بہرے نہ بنو، میری بات سنو اور اس میں غور کرو۔

جب کوئی نبی بطور تواضع یا تقویٰ اپنے لئے کوئی لفظ استعمال کرے جو بظاہر ان کے عظیم مرتبہ سے فروتر ہو تو امت کو وہ لفظ استعمال کرنے میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا ایمان ہی ضائع ہو جائے۔ مثال کے طور پر بعض انبیاء نے خلاف اولیٰ کے ارتکاب پر اپنے لئے ظالم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اب اگر کوئی امتی کسی نبی کو ظالم یا نبی آخر الزمان ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہے تو یہ نبی کی توہین ہے۔ بلاشبہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح ہمارے پیارے نبی بھی بشر اور

Marfat.com

الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ هُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ هُمۡ کٰفِرُوۡنَ ۝۷

۷۔ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔[۶]

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ۝۸ ع

۸۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔[۷]

انسان ہیں مگر ہمارے جیسے بشر نہیں ہیں بلکہ ان کی بشریت تمام انسانوں سے اتنی اعلیٰ ہے کہ کوئی عام بشر تو کیا دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی صوم وصال (یعنی روزے کے ساتھ روزہ ملانا اور درمیان میں کچھ نہ کھانا) شروع کئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس عمل نے مشقت میں ڈال دیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھنے سے منع فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَیُّکُمْ مِثْلِیْ ''تم میں مجھ جیسا کون ہے؟'' اور دوسری روایت میں فرمایا اِنِّی لَسْتُ مِثْلَکُمْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ، "یقیناً میں تمہاری مثل نہیں ہوں، میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔'' (مسلم: ۲۵۶۶: کتاب الصیام: باب ۱۱، بخاری: ۱۹۲۲: کتاب الصوم: باب ۲۰) اس آیت کی مزید تفصیل کے لئے سورہ کہف (۱۸) کی آیت نمبر ۱۱۰ کا حاشیہ نمبر ۸۴ ملاحظہ کریں۔

[۶] مشرکین کے لئے قیامت کے دن ہلاکت ہوگی کیونکہ نہ صرف یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں بلکہ قیامت کے بھی منکر ہیں اور زکوٰۃ بھی ادا نہیں کرتے یعنی نہ تو صدقہ وخیرات کر کے اپنے مال کو پاک رکھتے ہیں اور نہ ہی توحید کا اقرار کر کے اپنے نفسوں کو شرک سے پاک کرتے ہیں۔

[۷] اہل ایمان کے نیک اعمال کا اجر کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ آخرت میں جو انہیں اجر ملے گا وہ کبھی ختم نہیں ہوگا، اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ مؤمن صحت کے ایام میں جو نیک کام کرتا ہے اگر وہ بیماری یا مجبوری کی وجہ سے وہ نیک عمل جاری نہ رکھ سکے تو بھی اس کے اجر کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ کریں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب کوئی بندہ اچھے طریقہ سے عبادت کر رہا ہو، پھر وہ بیمار ہو جائے تو جو فرشتہ اس پر مقرر کیا جاتا ہے اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ بندہ اپنی صحت کے ایام میں جو عمل کرتا تھا اس کے اس عمل کو بدستور لکھتے رہو یہاں تک کہ وہ دوبارہ صحت مند ہو جائے۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۲۰۳)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی مسلمان بندے کو کسی مرض میں مبتلا فرماتا ہے تو فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اس کے اس نیک عمل کو لکھتے رہو جو یہ کیا کرتا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ اس بندے کو اس مرض سے شفا دے دے تو اس کو گناہوں سے دھو کر پاک کر دیتا ہے اور اگر اس کی روح قبض کر لے تو اس کو بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۲۵۸)

Marfat.com

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ۹

۹۔ آپ فرمادیں: کیا تم اس (اللہ تعالیٰ) کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا فرمایا؟ اور تم اس کے لئے ہمسر ٹھہراتے ہو، حالانکہ وہی تمام جہانوں کا رب ہے۔[۸]

وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝ ۱۰

۱۰۔ اور اس نے زمین کے اوپر بھاری پہاڑ نصب کر دیئے اور زمین میں برکت رکھی اور اس میں (مخلوق کے لئے) غذائیں بھی چار دنوں میں مقرر کر دیں جو تمام طلبگاروں کے لئے یکساں ہیں۔[۹]

۳۔ حضرت ابوموسیٰ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو کئی بار یہ کہتے ہوئے سنا: جب بندہ کوئی نیک عمل کرتا ہے پھر سفر یا مرض کی وجہ سے اس کو جاری نہ رکھ سکے تو اس کے نامہ اعمال میں وہ نیک اعمال لکھے جاتے رہیں گے جو وہ صحت اور اقامت کے ایام میں کیا کرتا تھا۔ (ابوداؤد: ۳۰۹۱: کتاب الجنائز: باب ۲)

۴۔ حضرت عقبہ بن عامر ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: انسان کا ہر روز کا عمل لکھا جاتا ہے لیکن جب مؤمن بیمار ہو جائے تو فرشتے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! فلاں بندے کو تو نے (بیماری کے باعث) عمل سے روک لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا بندہ جو نیک عمل کرتا تھا اس کے صحت مند یا فوت ہونے تک اس کے نامہ اعمال میں لکھتے رہو۔
(مسند احمد: جلد ۴: ص ۱۴۶)

۵۔ حضرت عتبہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیماری پر مؤمن کی بے قراری بڑی تعجب خیز ہے۔ اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ اس کی بیماری میں کتنا اجر ہے تو وہ یہ پسند کرے گا کہ وہ ساری زندگی بیمار ہی رہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور ہنسنے لگے۔ آپ سے پوچھا گیا: آپ کس وجہ سے آسمان کی طرف سر اٹھا کر ہنسے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دو فرشتوں کو دیکھ کر تعجب ہوا۔ وہ ایک جائے نماز پر اس کے نمازی کو تلاش کر رہے تھے۔ اس جگہ وہ نمازی نہیں ملا تو وہ واپس چلے گئے، پھر ان دو فرشتوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! ہم تیرے فلاں بندے کا نیک عمل دن رات لکھتے تھے، اب ہم کو معلوم ہوا ہے تو نے اس کو روک رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم میرے بندے کے اس عمل کو لکھتے رہو جو وہ دن رات کیا کرتا تھا اور اس میں کوئی کمی نہ کرو اور جتنے ایام میں نے اس کو روک لیا ہے ان کا اجر میرے ذمہ ہے اور جو عمل وہ کیا کرتا تھا اس کا اجر اس کو ملتا رہے گا۔ (مجمع الزوائد: جلد ۲: ص ۳۰۴)

[۸] یہاں مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے: کیا تم اس اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو جس نے اس وسیع و عریض زمین کو صرف دو دنوں میں پیدا فرمادیا؟ اگر وہ زمین کو پیدا نہ فرماتا تو نہ تم ہوتے اور نہ ہی تمہارے معبود، لہٰذا عقل سے کام لو اور اپنے خالق حقیقی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرو، وہی تمام جہانوں کا رب ہے۔

[۹] اللہ تعالیٰ نے ہی زمین پر بھاری پتھر نصب کئے تاکہ وہ اپنے مدار سے ادھر ادھر نہ ہو، اور اس میں بے شمار برکتیں رکھیں۔ یعنی

Marfat.com

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىٕعِیْنَ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اس وقت دھواں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اور زمین کو فرمایا: تم دونوں خوشی سے یا ناخوشی سے (وجود میں) آجاؤ، ان دونوں نے عرض کیا: ہم خوشی سے حاضر ہیں۔[۱۰]

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَ حِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ پھر اس نے دو دنوں میں ان کو سات آسمان بنا دیا اور ہر آسمان کو اس کا نظام بتا دیا، اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے مزین کر دیا، اور اس کو محفوظ بھی کر دیا، یہ نظام اس کا مقرر کردہ ہے جو سب پر غالب سب کچھ جاننے والا ہے۔[۱۱]

تمہارے فائدے کے لئے زمین میں تیل، گیس، پانی، سونا، چاندی اور دیگر طرح طرح کی معدنیات کے نہ ختم ہونے والے ذخیرے ودیعت کر دیئے، پھر زمین کے اندر ایسی صلاحیت رکھ دی کہ ہر قسم کی مخلوق اپنی ضرورت کے مطابق اپنی غذا حاصل کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو دنوں میں زمین کو پیدا فرمایا اور باقی دو دنوں میں اہلِ زمین کے لئے غذاؤں کا نظام ترتیب دیا۔ اس طرح زمین اور اس کے متعلقہ دوسری چیزوں کا انتظام چار دنوں میں مکمل ہوا۔

[۱۰] پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی جو کہ ایک دھواں سا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو حکم دیا کہ تمہاری مرضی ہو یا نہ ہو بہرحال تم وجود میں آجاؤ۔ اس پر زمین و آسمان نے عرض کیا: ہم خوشی سے حاضر ہیں اور ہر حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہیں۔ مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: آسمان کا مادہ پانی کے بخارات ہیں جو دھواں کی شکل میں تھے اور زمین کا مادہ پانی کی جھاگ ہے جو کعبہ کی جگہ پر تھی۔ (تفسیر نور العرفان)

[۱۱] پھر اللہ تعالیٰ نے دو دنوں میں سات آسمانوں کو بنا دیا اور ہر آسمان کو ایک نظام کا پابند کر دیا، آسمانِ دنیا کو ستاروں سے مزین کر دیا اور اس کو ستونوں کے بغیر ایسا مضبوط کر دیا کہ وہ گر نہ سکے اور فرشتوں کے پہرے لگا کر ایسا محفوظ کر دیا کہ کوئی وہاں مداخلت نہ کر سکے۔ آسمان و زمین دونوں کی تخلیق چھ دنوں میں مکمل ہوئی۔

☆ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور صرف لفظ کن سے ایک لمحہ میں ساری کائنات پیدا کر سکتا ہے۔ پھر اس نے زمین و آسمان کو پیدا کرنے میں چھ دن کیوں صرف کیے؟ حالانکہ اس وقت تک سورج پیدا ہی نہیں ہوا تھا جس کے طلوع و غروب سے دن کا تعین ہوتا ہے۔ دراصل ان ساری باتوں کی حکمت اور حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا لیکن اگر کسی کام کی حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے تو بھی بغیر کسی تردد کے اس پر ایمان لانا ہمارے لئے فرض ہے۔

☆ سورہ نازعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کے بعد زمین کو پیدا فرمایا۔ (قرآن ۷۹: ۳۰) اور ان

Marfat.com

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ پھر بھی اگر وہ روگردانی کریں تو آپ فرمادیں: میں تمہیں ایسی کڑک (آسمانی آفت) سے ڈراتا ہوں جو عاد و ثمود کی کڑک کی مانند ہوگی۔ [۱۲]

اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ جب ان کے پاس ان کے آگے اور پیچھے (یعنی ان سے پہلے اور ان کے بعد) رسول آئے (اور کہا) کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو وہ کہنے لگے: اگر ہمارا رب (ہمیں ہدایت دینا) چاہتا تو فرشتوں کو نازل فرمادیتا، لہٰذا جو کچھ تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں۔ [۱۳]

آیات سے معلوم ہوا کہ آسمان سے پہلے زمین کو بنایا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نفس زمین اور اس کے مادے کو آسمان سے پہلے بنایا، البتہ زمین کو پھیلانا، ہموار کرنا، اس پر پہاڑ نصب کرنا اور اس میں غذاؤں کا انتظام کرنا وغیرہ تخلیق آسمان کے بعد ہوا۔

[۱۲] میرے پیارے نبی! تخلیق زمین و آسمان کی واضح نشانیوں کے باوجود اگر کفار مکہ توحید پر ایمان نہیں لاتے تو آپ انہیں متنبہ کردیں کہ اگر وہ اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو ان پر بھی عاد و ثمود کی طرح کوئی عذاب آسکتا ہے۔

اس سورت کی پہلی تیرہ آیات کے حوالہ سے ایک تفصیلی روایت اس سورت کے تعارف میں درج کی گئی ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔

[۱۳] قوم عاد و ثمود کے پاس یا ان کے اردگرد علاقوں میں یکے بعد دیگرے جتنے بھی رسول آئے ان سب نے توحید ہی کی دعوت دی اور مختلف دلائل کے ذریعہ ہر پہلو سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔ نیز انہیں بتایا کہ ہم سے پہلے جتنے رسول آچکے ہیں وہ بھی توحید کی دعوت لے کر آئے تھے اور ہمارے بعد جتنے رسول آئیں گے ان کی دعوت بھی یہی ہوگی کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ کفار جب رسولوں کے دلائل کا جواب نہ دے سکتے تو یہ بہانہ تراشتے کہ رسول صرف فرشتے ہوسکتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دینا چاہتا تو ہماری طرف فرشتوں کو رسول بنا کر بھیج دیتا لیکن تم تو ہماری طرح انسان ہو، لہٰذا ہم تمہیں ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

فرشتوں کو نبی کیوں نہیں بنایا گیا؟

اگر اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتا تو اس کی دو صورتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ فرشتہ اپنی اصلی شکل میں آتا تو اس صورت میں فرشتہ کی ہیبت و جلال کی وجہ سے لوگ استفادہ نہ کرسکتے بلکہ دیکھتے ہی فنا ہوجاتے اور دوسری صورت یہ تھی کہ

Marfat.com

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ پس جو قوم عاد تھی انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے: ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے، پھر بھی وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے۔ [۱۴]

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى

۱۶۔ سو ہم نے ان پر منحوس دنوں میں سخت آندھی بھیجی تاکہ ہم انہیں دنیاوی زندگی میں ذلت آمیز عذاب کا مزہ چکھائیں، اور آخرت کا عذاب تو سب سے زیادہ ذلت

فرشتہ مرد کی شکل میں آتا جیسے جبریل امین علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انسانی شکل میں آتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں انسانی شکل میں دیکھا تو اس صورت میں کفار پھر وہی اعتراض کرتے کہ یہ تو ہماری طرح انسان ہے کسی فرشتہ کو نبی کیوں نہیں بنایا گیا؟

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: { آپ فرما دیجئے: اگر زمین میں (انسانوں کے بجائے) فرشتے چلتے اور بستے ہوتے تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے۔ } (قرآن: ۱۷:۹۵) یعنی اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے تو اللہ تعالیٰ ضرور کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتا مگر یہاں تو انسان آباد ہیں اور انسانوں کی ہدایت کے لئے انسان ہی ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے اقوال اور افعال سے ایسا نمونہ پیش کرے جو دوسروں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہو۔

[۱۴] قوم عاد کے لوگ بڑے دراز قد اور طاقتور تھے، اس لئے وہ اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں فرمایا: اگر تم زمین میں فساد پھیلانے اور سرکشی کرنے سے باز نہ آئے تو تمہارے اوپر عذاب آئے گا۔ اس پر وہ غضبناک ہو کر کہنے لگے: ہم سب سے زیادہ طاقتور ہیں، لہٰذا ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور جس عذاب کی تم ہمیں دھمکی دے رہے ہو اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو وہ عذاب ابھی لا کر دکھاؤ۔

حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ عقل کے ناخن لو۔ جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں طاقتور بنایا ہے وہ خود تم سے زیادہ طاقتور ہے، لیکن جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مسلسل انکار کرتے رہے تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت آندھی بھیجی جو آٹھ دن جاری رہی۔ اس نے ان کی ہر چیز تباہ و برباد کر دی اور اس طاقتور قوم کے لاشے کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح زمین پر بکھرے پڑے تھے۔ یہ ذلت تو انہیں دنیاوی زندگی میں اٹھانی پڑی اور آخرت کا عذاب تو اور زیادہ ذلت آمیز ہوگا اور وہاں ان کی مدد بھی نہیں کی جائے گی۔

Marfat.com

وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝١٦

آمیز ہوگا اور ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔[۱۵]

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝١٧

۱۷۔ اور جو قوم ثمود تھی ہم نے انہیں سیدھی راہ دکھائی لیکن انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھا رہنا پسند کیا تو ان کے کرتوتوں کے باعث ذلت آمیز عذاب کی کڑک نے انہیں پکڑ لیا۔[۱۶]

وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝١٨ ع

۱۸۔ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝١٩

۱۹۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو آگ کی طرف لایا جائے گا تو ان کو جمع کیا جائے گا۔

حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٢٠

۲۰۔ یہاں تک کہ جب وہ آتش (جہنم) کے قریب آجائیں گے تو (ان کا حساب شروع ہوگا اور) ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔[۱۷]

---

[۱۵] کوئی دن یا رات اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے۔ اس آیت میں منحوس دنوں سے مراد یہ ہے کہ ان دنوں میں چونکہ قوم عاد پر عذاب نازل ہوا تھا اس بنا پر وہ دن ان کے حق میں منحوس تھے، اور عذاب کی وجہ دن نہیں تھے بلکہ ان کی سرکشی اور نافرمانی تھی۔ اگر وہ دن بذات خود منحوس ہوتے تو ان دنوں میں قوم عاد کے علاوہ دوسری قوموں پر بھی عذاب نازل ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔

[۱۶] اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو سیدھی راہ دکھائی اور حق و باطل کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا مگر انہوں نے ہدایت کی روشنی کو چھوڑ کر گمراہی کی تاریکی میں رہنا پسند کیا جس کی وجہ سے ان پر کڑک کا ذلت آمیز عذاب آیا اور انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیا، البتہ جو لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ اس عذاب سے بچا لیا۔

[۱۷] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو آگ کی طرف لایا جائے گا۔ جب وہ آتش جہنم کے قریب آجائیں گے تو ان سب کو

Marfat.com

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ کہیں گے: ہم کو اس اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو گویا کیا ہے اور اسی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۱۸]

وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْكُمْ سَمْعُكُمْ وَ لَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَ لَا جُلُوْدُكُمْ وَ لٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَعْلَمُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور تم اپنے آپ کو چھپا نہیں سکتے تھے اس سے کہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں بلکہ تم یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے کام جو تم کرتے ہو جانتا ہی نہیں ہے۔ [۱۹]

روک کر ایک جگہ جمع کر دیا جائے گا جہاں ان کا حساب ہوگا اور جب وہ جھوٹ بولنے کی کوشش کریں گے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور کھالیں ان کے کرتوتوں کے خلاف گواہی دیں گے۔

[۱۸] اللہ تعالیٰ کے دشمن اپنے کانوں، آنکھوں اور کھالوں سے کہیں گے: ہم نے دنیا میں تمہیں عبادت کی مشقت سے بچانے اور عیاشی کرنے کے لئے شرک اختیار کیا تھا اور آج بھی تمہیں جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے جھوٹ بول رہے تھے، پھر تمہیں سچ بتانے کی کیا ضرورت تھی؟ اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ تم دنیا میں کبھی نہیں بولے تھے آج تمہیں بولنے کی طاقت کہاں سے مل گئی ہے؟ اس وقت ان کے اعضاء جواب دیں گے: جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت دی اسی طرح اس نے آج ہمیں بھی قوت گویائی عطا کر کے سچ بولنے کی ہدایت کی ہے اور جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کر کے بولنے کی طاقت دی تھی اسی نے آج تمہیں دوبارہ زندہ کر کے تمہارے ساتھ ہمیں بھی قوت گویائی عطا کر دی ہے۔ وہ قادر مطلق ہے جو چاہے اور جب چاہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[۱۹] یعنی جب تم برائی کرتے ہو تو لوگوں سے چھپتے ہو تا کہ رسوائی نہ ہو اور تم یہ غلط گمان بھی رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے کاموں کو نہیں جانتا اس لئے وہ تمہیں سزا نہیں دے گا، مگر تم یہ بھول جاتے ہو کہ تمہارے جسم کے اعضاء یعنی تمہارے کان، آنکھیں اور کھالیں ہر وقت تمہیں دیکھ رہے ہیں اور جب وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہارے خلاف گواہی دیں گے اور تمہاری برائیوں کو ظاہر کر دیں گے تو پھر تمہارا کیا حشر ہوگا؟ لہٰذا اہل ایمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے اعضاء ان کے ایسے گواہ ہیں جو ہر وقت ان کے ساتھ ہیں بلکہ زمین کے ٹکڑے اور دن رات کے اوقات بھی تمہارے شاہد ہیں جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے اعمال کی گواہی دیں گے۔

Marfat.com

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر آنے والا دن یہ ندا دیتا ہے: اے ابن آدم! میں نیا دن ہوں، آج جو عمل تو میرے اندر کرے گا میں کل قیامت میں اس کی گواہی دوں گا۔ آج میرے اندر کوئی نیک کام کرو کل میں تیرے لئے اس کی گواہی دوں گا۔ اور جب میں چلا گیا تو پھر تو مجھے کبھی نہیں دیکھے گا اور اسی طرح ہر رات بھی انسان کو یہ ندا دیتی ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حٰم السجدۃ (۴۱): زیر آیت نمبر ۲۲)

روزانہ اپنے اعمال کا محاسبہ کیا کرو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے: (حاسبوا قبل ان تحاسبوا) اپنے آپ کا (اس دنیا میں) محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ (کل روز قیامت) تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ (حلیۃ الاولیاء: جلد اول: ص ۸۸)

دنیا کا ہر انسان اپنے ہر کام کا حساب کرتا ہے، مثلاً ہر انسان اپنی آمد و خرچ کا حساب کرتا ہے۔ اپنے نفع و نقصان کی بیلنس شیٹ تیار کرتا ہے، بلکہ آڈٹ کرا کے اپنی سیف میں محفوظ کر لیتا ہے اور پھر اس کی روشنی میں اپنے ٹارگٹ تک پہنچنے کے لئے ایکشن پلان تیار کرتا ہے۔ ایسا شخص بالآخر اپنے کاروبار میں کامیاب ہوتا ہے۔

مگر عجیب بات ہے کوئی انسان اپنی زندگی کا حساب نہیں کرتا حالانکہ زندگی نہ ہوتی تو نہ آمد و خرچ ہوتا اور نہ حساب ہوتا، لہٰذا جو انسان اپنی زندگی کا حساب نہیں کرتا، اپنی نیکی اور برائی کی بیلنس شیٹ تیار نہیں کرتا اور پھر اس کی روشنی میں اپنے مقصد زندگی کو پانے کے لئے ایکشن پلان تیار نہیں کرتا، ایسا شخص زندگی کے کاروبار میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

برطانیہ میں جو آدمی بیس سال تک اپنی آمد و خرچ کا کوئی حساب نہ رکھے اور اپنے اکاؤنٹس کو آڈٹ نہ کرائے تو جب انکم ٹیکس والے اسے پکڑیں گے تو پھر اس کا ایسا دیوالیہ ہوگا کہ اپنے ذاتی مکان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

برٹش حکومت نے جس شخص کو برٹش نیشنلٹی دی ہے وہ اس کی آمد و خرچ کا حساب بھی لیتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جس کو انسانی زندگی عطا فرمائی ہے وہ اس کی نیکی اور بدی کا حساب بھی لے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: {ان اللہ کان علی کل شیء حسیبا} (قرآن: ۴:۸۶) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا حساب لینے والا ہے پھر بھی اس نے ہر انسان کے کندھوں پر دو اکاؤنٹنٹ بٹھا رکھے ہیں جو انسان کی ہر حرکت کو نوٹ کر رہے ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں، ایک اس کی دائیں طرف جو اس کی نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا اس کی بائیں طرف جو اس کی برائیاں لکھتا ہے۔ (سورہ انعام (۶) تفسیر کبیر: زیر آیت نمبر ۶۱)

نیکیوں اور برائیوں کا اندازہ کرنے کے لئے میں ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ جس شخص کی عمر تیس سال ہے اس کے بچپن کے تیرہ سال نکال دیئے جائیں تو اس کی بقیہ عمر سترہ سال ہے جس کے متعلق وہ جوابدہ ہے اور ان سترہ سالوں کو ۳۶۵ دنوں سے ضرب دیں تو یہ ۶۲۰۵ دن بنتے ہیں۔ اب اگر کسی شخص نے روزانہ ایک جھوٹ بولا ہے تو اس کے اعمال نامہ میں ۶۲۰۵ گناہ موجود ہیں، اور اگر روزانہ ایک نماز نہیں پڑھی تو اس کے اعمال نامہ میں ۶۲۰۵ گناہ موجود ہیں اور اگر بدقسمتی

Marfat.com

سے کسی نے روزانہ پانچ نمازیں ہی نہیں پڑھیں تو اس کے نامہ اعمال میں ۳۱۰۲۵ گناہ موجود ہیں۔ اس کے برعکس جس نے روزانہ پانچ نمازیں پڑھی ہیں اس کے اعمال نامہ میں ۳۱۰۲۵ نیکیاں موجود ہیں۔ اسی طرح جس شخص کی عمر ساٹھ سال ہے تو وہ بچپن کے تیرہ سال نکال کے بقایا ۴۷ سالوں کو ۳۶۵ سے ضرب دے کر اپنی نیکیوں اور برائیوں کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

بعض نادان یہ سمجھتے ہیں کہ چوری کرنا اور جھوٹ بولنا وغیرہ گناہ ہیں لیکن نماز نہ پڑھنا اور زکوٰۃ نہ دینا وغیرہ گناہ نہیں ہیں۔ ان کے لئے میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں:

زمانہ طالب علمی کا واقعہ ہے کہ ایک باتونی آدمی نے مجھ سے پوچھا: نیک لوگ جنت میں جائیں گے اور برے لوگ جہنم میں جائیں گے لیکن ایک شخص نہ نیکی کرتا ہے اور نہ برائی کرتا ہے تو وہ کہاں جائے گا؟ میں نے اس سے کہا: ایسے آدمی کا وجود ممکن نہیں ہے۔ اس نے کہا: میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ میں نے نہ کبھی نیکی کی ہے اور نہ ہی کبھی گناہ کیا ہے۔ میں نے اسے کہا: ایسا تو ممکن ہے کہ ایک آدمی کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہو جائیں مگر ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی آدمی نے نہ کبھی نیکی کی ہو اور نہ کبھی برائی کی ہو، پھر بھی اگر تمہیں اپنے دعویٰ پر اصرار ہے تو ذرا مجھے بتاؤ: کیا تم نماز پڑھتے ہو یا نہیں؟ اگر تم نماز پڑھتے ہو تو نیکی کرتے ہو اور اگر نماز نہیں پڑھتے تو گناہ کرتے ہو، تو بتاؤ کیا کرتے ہو؟ یہ سن کر وہ لاجواب ہو گیا۔

جو دن گزر گیا ہے اس زندگی میں وہ دوبارہ نہیں آئے گا، البتہ قیامت کے دن ضرور آئے گا اور اس دن میں جو بھی نیکی یا برائی کسی نے کی ہو گی وہ اس کی گواہی دے گا، لہٰذا جس طرح ایک تاجر رات کو سوتے وقت پورے دن کا حساب کرتا ہے اور اپنی خرید و فروخت کا جائزہ لیتا ہے، اسی طرح ہر مسلمان سے میری درخواست ہے کہ روزانہ رات کو سوتے وقت ایک نظر اپنے دن پر ڈالے اور حساب کرے کہ اس نے آج دن میں کتنی نیکیاں اور کتنی برائیاں کی ہیں؟

اگر تو سارے دن میں کوئی گناہ نہیں کیا تو میری طرف سے مبارک ہو یہ دن واقعی اس کے لئے عید کا دن ہے --- اور اگر اس دن میں گناہ بھی کئے ہیں تو سب سے بہتر تو یہ ہے کہ فوراً سب گناہوں سے توبہ کر لے۔ اور اگر سب گناہوں سے یکدم توبہ نہیں کر سکتا تو روزانہ ایک ایک گناہ چھوڑنے کا عزم کر لے۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے گا --- اور خدانخواستہ اگر سارے دن میں اس کی ایک بھی نیکی نہیں ہے تو میری ہنگامی اپیل ہے کہ فوراً بستر سے اٹھ کھڑا ہو، وضو کرے اور نماز عشاء پڑھ کر سوئے۔ ہو سکتا ہے یہ اس کی زندگی کی آخری رات ہو اور اس طرح اس کی زندگی کا آخری کام نماز عشاء بن جائے تو عین ممکن ہے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کی ساری قضا نمازیں معاف کر دے۔

سونے والے رب کو سجدہ کر کے سو — کیا خبر اٹھے، نہ اٹھے صبح کو
کیا خبر صبح ہو گی یا نہیں — اور پہنچ جائے گا تو زیر زمیں

Marfat.com

وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور تمہارے اسی گمان نے جو تم نے اپنے رب کے بارے میں قائم کر رکھا تھا تمہیں ہلاک کر دیا، پس تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ [۲۰]

[۲۰] اللہ تعالیٰ کے بارے میں منکرین کا گمان یہ تھا کہ وہ ان کے اکثر اعمال کو نہیں جانتا۔ ان کے اس باطل گمان اور فاسد عقیدہ نے ہی انہیں ہلاک کیا اور اسی وجہ سے انہوں نے نقصان اٹھایا اور جہنم رسید کیے گئے۔

جو انسان اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ انسان کے سارے اعمال کو دیکھ رہا ہے تو وہ انسان برائی کرنے سے ڈرتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یہ برائی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہ اس کے بارے میں باز پرس کرے گا، لیکن جو انسان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی برائیوں کا علم نہیں ہے اور اس سے کوئی باز پرس نہیں ہو گی تو وہ برائیوں پر دلیر ہو کر سرکش بن جاتا ہے اور اسی سرکشی کے باعث بالآخر اسے جہنم رسید کر دیا جاتا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن رکھنا انسان کو نیکی اور نجات کی طرف لے جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی کرنا انسان کو گمراہی اور تباہی میں دھکیل دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھو

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حصہ ہے۔

(مستدرک للحاکم: ۷۶۰۴: جلد ۴: ص ۲۶۹)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین دن پہلے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے کسی شخص پر ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔

(مسلم: ۷۲۳۱: کتاب الجنۃ: باب ۱۹)

☆ حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ بیمار تھے، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لئے گئے اور پوچھا: تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا گمان ہے؟ اس نے کہا: میرا اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان ہے۔ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر تمہیں بشارت ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں، اگر وہ خیر کا گمان کرے تو خیر ہے اور اگر وہ شر کا گمان کرے تو شر ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۶۴۰: جلد ۲: ص ۱۳)

☆ ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا گمان ہے؟ اس نے جواب دیا: جب میں اپنے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے اپنی ہلاکت قریب نظر آتی ہے لیکن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتا ہوں۔ اس پر حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر پڑھتے ہوئے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں وہ میرے متعلق جو چاہے گمان کرے۔

(شعب الایمان، امام بیہقی: ۱۰۰۶: جلد ۲: ص ۶)

Marfat.com

فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِیْنَ ۲۴

۲۴۔ اب (جہنم کے اندر) اگر وہ صبر کریں تب بھی ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور اگر وہ معافی طلب کریں تو بھی وہ ان میں سے نہیں ہوں گے جن کو معافی دی جائے۔[۲۱]

وَ قَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ۲۵ ع

۲۵۔ اور ہم نے (دنیا میں ان کی سرکشی کے باعث) ان کے لئے کچھ ایسے ساتھی مقرر کر دیئے تھے جنہوں نے ان کے سامنے اور پیچھے کے (یعنی اردگرد کے سارے برے) اعمال خوش نما کر دکھائے اور ان پر اللہ تعالیٰ کا فرمان (عذاب) ثابت ہو گیا ان قوموں کی طرح جو ان سے پہلے جنات اور انسانوں سے گزر چکی تھیں، بے شک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔[۲۲]

☆ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے۔ نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور پوچھا: اے عمر! تمہارا حال کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر امید رکھتا ہوں اور اس کے غضب سے ڈرتا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مؤمن کے دل میں امید اور خوف جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کی امید پوری فرما دیتا ہے اور ڈر سے اسے محفوظ فرما دیتا ہے۔

(شعب الایمان: امام بیہقی: ۱۰۰۳: جلد ۲: ص ۵)

[۲۱] دنیا میں جب کوئی انسان مصیبت پر صبر کرتا ہے تو اس کی مصیبت ٹل جاتی ہے اور آخرت میں اجر عظیم بھی ملتا ہے اور جب کوئی انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے، مگر منکرین کو قیامت کے دن جب جہنم رسید کر دیا جائے گا تو وہ جہنم کے اندر صبر کریں یا شور مچائیں وہ ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے اور اگر وہ جہنم کے اندر معافی مانگیں گے تو بھی انہیں معافی نہیں ملے گی کیونکہ صبر کرنے اور معافی مانگنے کا تعلق دار العمل سے تھا جہاں وہ یاد الٰہی سے غافل ہو کر سرکشی میں سرگرم رہے۔ اب آخرت تو دار الجزا ہے، یہاں ہر کسی کو اپنے کرتوتوں کی سزا بھگتنا ہی پڑے گی۔

[۲۲] اس آیت میں ساتھیوں سے مراد وہ شیطان نما برے ساتھی ہیں جو ان کے لئے اردگرد کے اور ماضی و مستقبل کے تمام برے اعمال کو خوش نما بنا کر دکھاتے تھے تاکہ وہ گناہوں کی دلدل میں پھنسے رہیں۔ چنانچہ ان کی مسلسل نافرمانی کی وجہ سے گزشتہ قوموں کی طرح ان پر بھی عذاب نازل ہوا اور وہ بھی نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔

Marfat.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور کافروں نے کہا: اس قرآن کو مت سنا کرو اور اس (کی تلاوت) کے درمیان شور وغل مچایا کرو تا کہ تم غالب آجاؤ۔ [۲۳]

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ پس ہم ان کافروں کو ضرور سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور ہم انہیں ان بدترین اعمال کی سزا ضرور دیں گے جو وہ کرتے تھے۔ [۲۴]

سورہ زخرف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو شخص (خدائے) رحمان کی یاد سے آنکھیں بند کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں، پس وہ ہر وقت اس کا ساتھی رہتا ہے۔ (قرآن: ۴۳:۳۶) یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی توحید سے دانستہ روگردانی کرتا ہے تو اس کی سرکشی کے باعث اس کے ساتھ شیطان نما برے ساتھی لگ جاتے ہیں جو اس کو گمراہ کرنے میں سرگرم رہتے ہیں، لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتا ہے اور اس کو یاد رکھتا ہے تو اس کی حسن نیت کے باعث اس کو اچھے ساتھی مل جاتے ہیں جو اس کو نیکیوں میں مشغول رکھتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ برا ساتھی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور اچھا ساتھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ نیز جس طرح شیاطین انسان کے سامنے برائیوں کو خوش نما بنا کر دکھاتے ہیں اسی طرح انبیاء اور صالحین بھی انسان کو نیکیاں مزین کر کے دکھاتے ہیں۔ لہٰذا یہ انسان کا اپنا فائدہ اور فرض ہے کہ وہ اچھے اور برے ساتھی کی پہچان کرے اور بری سوسائٹی سے دور رہے۔

[۲۳] مشرکین مکہ کے پاس الفاظ قرآن کی فصاحت و بلاغت اور احکام قرآن کی صداقت و نجابت کا جواب نہیں تھا اور عقل سلیم رکھنے والے لوگ آہستہ آہستہ قرآن کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ یہ چیز مشرکین مکہ کے لئے پریشان کن تھی اس لئے وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے: جب مسلمان قرآن پڑھیں تو تم اتنا شور وغل مچایا کرو کہ تمہاری آوازیں قرآن کی تلاوت پر غالب آجائیں اور لوگ قرآن کا پیغام دلنواز نہ سن سکیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ابوجہل نے کفار کو کہا کہ جب محمد (ﷺ) قرآن کی تلاوت کریں تو تم ان کے سامنے جا کر شور وغل کر دو تا کہ لوگوں کو پتہ ہی نہ چلے کہ آپ (ﷺ) کیا کہہ رہے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

[۲۴] میرے پیارے نبی! یہ لوگ قرآن کی تلاوت اور اس کی تبلیغ میں خلل پیدا کرتے ہیں، یہ ان کا بدترین عمل ہے۔ اس سے زیادہ برا کام کونسا ہوگا کہ نصیحت کی بات نہ خود سنیں اور نہ کسی اور کو سننے دیں۔ دراصل یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن اور قرآن کی آیات کے منکر ہیں، اس لئے ہم انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ چنانچہ جو قرآن کا انکار کرنے سے باز نہ آئے انہیں میدان بدر میں سخت عذاب سے واسطہ پڑا اور جو باقی رہ گئے وہ فتح مکہ کے بعد مکہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور مکمل عذاب کا حقیقی مزہ اس وقت چکھیں گے جب انہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

Marfat.com

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعۡدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمۡ فِيۡهَا دَارُ الۡخُلۡدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی سزا یہی آگ ہے، اس میں ان کے لئے ہمیشہ رہنے کا گھر ہے، یہ بدلہ ہے اس کا جو وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔

وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَيۡنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ نَجۡعَلۡهُمَا تَحۡتَ اَقۡدَامِنَا لِيَكُوۡنَا مِنَ الۡاَسۡفَلِيۡنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اور کافر کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں وہ جن اور انسان دونوں دکھا دے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، ہم ان دونوں کو اپنے قدموں کے نیچے روند ڈالیں تاکہ وہ سب سے زیادہ ذلیل لوگوں میں سے ہو جائیں۔[۲۵]

اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے، پھر (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ تم نہ خوف کرو اور نہ غم کرو بلکہ تمہیں بشارت ہو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔[۲۶]

---

[۲۵] کفار و مشرکین کو جب جہنم رسید کر دیا جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے: ہم تو اپنی حماقت اور اندھی تقلید کی وجہ سے دوزخ میں پہنچ ہی گئے ہیں لیکن ہمیں ذرا وہ شیاطین اور کافر لیڈر بھی دکھا دے جن کی ترغیب سے ہم اس عذاب کے مستحق قرار پائے ہیں تاکہ ہم انہیں شرمندہ کر کے دل کی بھڑاس نکال سکیں اور انہیں قدموں کے نیچے روند کر ذلیل و خوار کر سکیں۔ اگرچہ انہیں گمراہ کرنے والے شیاطین اور انسان بھی جہنم ہی کے کسی دوسرے حصے میں جل رہے ہوں گے مگر چونکہ اس وقت وہ انہیں نظر نہیں آ رہے تھے اس لئے وہ انہیں دیکھنے کا سوال کریں گے۔ دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں ایسا وقت بھی ہوگا جس میں کافر رہنما اور ان کے پیروکاروں کی ملاقات ہوگی۔ اس وقت وہ آپس میں جھگڑیں گے اور ایک دوسرے سے بےزاری کا اعلان کریں گے۔

[۲۶] گزشتہ آیات میں کفار کے انجام بد کا ذکر کیا گیا۔ اب ان آیات میں ان اہل ایمان کے حسن انجام کا بیان کیا جا رہا ہے جو اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے اور پھر ساری عمر اس عقیدہ پر قائم رہتے ہیں۔

استقامت سے مراد یہ ہے کہ مسلمان اپنے عقائد و اعمال کو افراط و تفریط سے بچائے اور مشکلات کے باوجود ان پر ہمیشہ عمل پیرا رہے۔ صوفیاء کے نزدیک استقامت کا درجہ کرامت سے بلند ہے۔

Marfat.com

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ ہم دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے دوست ہیں اور تمہارے لئے جنت میں ہر وہ چیز ہے جو تمہارا جی چاہے اور اس میں تمہارے لئے ہر وہ چیز ہے جو تم مانگو گے۔[۲۷]

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ ع ۱۸

۳۲۔ یہ بہت بخشنے والے ہمیشہ رحم کرنے والے کی طرف سے مہمانی ہے۔[۲۸]

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتائیں کہ آپ کے بعد پھر مجھے اس کے متعلق کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے --- آپ ﷺ نے فرمایا: تم کہو: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا، پھر اس پر ثابت قدم رہو۔ (مسلم:۱۵۹: کتاب الایمان: باب ۱۳)

دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: اہل استقامت مؤمنین کے پاس فرشتے آئیں گے اور تین مقامات یعنی موت، قبر اور حشر میں انہیں نجات کی خوش خبری سنائیں گے اور ان کے دلوں سے دنیا کے غم واندوہ اور آخرت کے خوف وخطر کو دور کریں گے۔ (تفسیر منیر) اور انہیں تسلی دیں گے کہ جس جنت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں اور وہ تمہارا انتظار کر رہی ہے۔

[۲۷] ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ مؤمن بندے کو جب قبر سے اٹھایا جائے گا تو وہ فرشتے جو دنیا میں اس کے ساتھ رہتے تھے اس سے ملیں گے اور کہیں گے کہ تم کچھ خوف وغم نہ کرو۔ (تفسیر مظہری) ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست تھے، اچھی باتیں تمہارے دلوں میں ڈالتے تھے اور شیطانوں سے تمہاری حفاظت کرتے تھے اور اب آخرت میں بھی ہم تمہارے دوست ہیں اور تمہیں خوش خبری ہو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو جنت تیار کر رکھی ہے اس میں جو چیز بھی تم مانگو گے حاضر کر دی جائے گی حتیٰ کہ اگر کسی چیز کا تمہارے دل میں خیال پیدا ہوگا تو تمہیں مانگنے کی نوبت نہیں آئے گی اور وہ چیز پیش کر دی جائے گی۔

[۲۸] یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ جنت میں اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ دنیا کی مہمانی تو چند دنوں تک محدود ہوتی ہے مگر کیا شان ہے اللہ تعالیٰ کی مہمانی کی جو دائمی ہوگی۔ نیز دنیا میں جب کوئی مہمان کسی کے گھر جاتا ہے تو اہل خانہ اپنے معمول سے بالاتر ہو کر مہمان کے لئے خصوصی انتظامات کرتے ہیں۔ اب ذرا اندازہ کریں اللہ تعالیٰ جنت میں جب اہل ایمان کے لئے خصوصی انتظام فرمائے گا تو اس کی شان کیا ہوگی؟ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال

Marfat.com

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور اس شخص سے بہتر کلام کس کا ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے: بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ [۲۹]

آیا ہے۔ (مسلم: ۷۱۳۲: کتاب الجنۃ: باب ۱)

☆ حضرت ابو سعید خدری ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مؤمن جنت میں بچے کی خواہش کرے گا تو اس کی خواہش کے مطابق لمحہ بھر میں بچہ پیدا ہو جائے گا۔ اس کا حمل، پیدائش اور عمر سب کچھ ایک لمحہ میں ہی ہو جائے گا۔ (ترمذی: ۲۵۶۳: ابواب الجنۃ: باب ۲۳)

☆ امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود ﷜ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جنت کے اندر پرندوں کو دیکھ کر (ان کا گوشت کھانے کی) جونہی خواہش کرو گے فوراً تمہارے سامنے بھنے ہوئے پرندے پڑے ہوں گے۔

(تفسیر مظہری: سورہ حٰمٓ السجدۃ: زیر آیت نمبر ۳۲)

[۲۹] گزشتہ آیات میں اس مرد مؤمن کے اجر عظیم کا ذکر کیا گیا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد ہمیشہ اس کے احکام پر عمل پیرا رہتا ہے۔ واقعی یہ بہت بڑی سعادت ہے مگر اس آیت میں جس مرد مؤمن کا ذکر کیا گیا ہے اس کی فضیلت سب سے زیادہ اور سب سے بلند ہے کیونکہ وہ صرف خود ہی مسلمان اور نیکوکار نہیں ہے بلکہ دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور یہ وہ عظیم مشن ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا:

{اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ کو چشم دید گواہ اور خوش خبری دینے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ (بنا کر بھیجا)۔}

(قرآن: ۳۳: ۴۵_۴۶)

انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد تبلیغ اسلام میں دوسرا درجہ علمائے کرام کا ہے جو ان کے مشن کے وارث ہیں۔

☆ حضرت ابو درداء ﷜ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو شخص طلب علم کے لئے کسی راستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلائے گا اور طالب علم کی رضا کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں عالم کے لئے استغفار کرتی ہیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی اس کے لئے استغفار کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔ بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کی میراث نہیں چھوڑتے وہ صرف علم کی میراث چھوڑتے ہیں، سو جس شخص نے علم حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کیا۔ (ترمذی: ۲۶۸۲: ابواب العلم: باب ۱۹)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے علماء، بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔'' یعنی وہ علمائے ربانی جو دنیا

Marfat.com

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ نیکی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی، [۳۰] آپ برائی کو ایسے طریقہ سے دور کیا کریں جو بہت اچھا ہو، پھر وہ شخص جس کے اور آپ کے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ (آپ کا) دلی دوست ہے۔ [۳۱]

وَمَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اور یہ خوبی انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ خوبی صرف اسی کو حاصل ہوتی ہے جو بڑے نصیب والا ہوتا ہے۔

سے بے نیاز ہو کر صرف رضائے حق کے طالب ہیں۔ (تفسیر روح البیان: سورہ الانبیاء (۲۱): زیر آیت نمبر ۲۴) اس حدیث کے الفاظ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں مگر اہل علم اس کو معنی کے اعتبار سے تسلیم کرتے ہیں کیونکہ علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔

[۳۰] نیکی اور برائی برابر نہیں ہیں۔ وقتی طور پر انسان کو شاید اس کا احساس نہ ہو مگر انجام اور اثر کے لحاظ سے نیکی اور برائی کبھی برابر نہیں ہو سکتیں کیونکہ آخر کار نیکی انسان کو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے ہاں محبوب بنا دیتی ہے اور وہ اپنے دل میں خوشی اور سکون محسوس کرتا ہے، جبکہ برائی انسان کو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے ہاں قابل نفرت بنا دیتی ہے اور وہ اپنے دل میں ندامت اور بے چینی محسوس کرتا ہے۔

[۳۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے داعیانِ حق کو تلقین فرمائی ہے کہ برائی کا بدلہ محض نیکی سے نہیں بلکہ ایسی نیکی سے دو جو اعلیٰ درجے کی ہو۔ یعنی اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ برائی کرے اور تم اسے معاف کر دو تو یہ محض نیکی ہے لیکن اعلیٰ درجے کی نیکی یہ ہے کہ جو شخص تمہارے ساتھ برائی کرے جب اس پر مشکل وقت آ جائے تو تم اس کی برائی کو بھلا کر اس کے ساتھ احسان کرو۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا دشمن، اگر اس کے دل میں تعصب کی بیماری نہیں ہے، تمہارا احسان مند اور گہرا دوست بن جائے گا، لیکن دشمن کو معاف کر کے اس کے ساتھ احسان کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ بڑی جرأت اور قربانی کی بات ہے، اس میں وہی خوش نصیب لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو مصائب پر صبر کرنے کا حوصلہ رکھتے ہوں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے، بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔} (قرآن: ۴۲:۴۳)

☆ علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا کہا تو آپ نے فرمایا: اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔ (تفسیر قرطبی) اس آیت کی مزید تفسیر کے لئے سورۂ مؤمنون (۲۳) کی آیت نمبر ۹۶ کا حاشیہ نمبر ۵۴ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۳۶

۳۶۔ اور (اے مخاطب!) اگر شیطان کی طرف سے تمہیں کوئی وسوسہ آئے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو، بے شک وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ [۳۲]

[۳۲] اے بنی نوع انسان! اگر تمہارے دل میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو کیونکہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے اور تمہیں نظر بھی نہیں آتا لیکن وہ تمہیں ہر وقت اور ہر جگہ دیکھتا ہے اور تمہارے دل کے خیالات بھی جانتا ہے حتیٰ کہ جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب پر بھی آگاہ تھا جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا اشارہ ملا تھا۔ نیز وہ تمہارے پاس دشمن کے روپ میں نہیں آتا بلکہ دوست اور خیر خواہ کے رنگ میں تمہیں دھوکہ دیتا ہے، لہٰذا اس کی فتنہ پردازی اور وسوسہ اندازی سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو جو ہر وقت ہمارے ساتھ ہے، وہ ہماری دعائیں بھی سنتا ہے اور شیطان کو بھی خوب جانتا ہے۔ اسی لئے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر شیطان تمہیں دیکھتا ہے اور تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو جو شیطان کو دیکھتا ہے اور شیطان اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ (تفسیر مظہری: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۲۷) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اے میرے پروردگار! میں شیطان مردود سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ آمین

☆ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمی لڑائی جھگڑا کرنے لگے۔ ایک نے دوسرے کو گالی دی اور غصہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص وہ کلمہ کہہ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا اور وہ کلمہ یہ ہے: اَعوذُ باللہ من الشیطان الرجیم۔

(بخاری: ۶۱۱۵: کتاب الادب: باب ۷۶)

☆ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ وہ انسان کے دل کی گہرائی سے اُٹھنے والے خیالات کو بھی جانتا ہے۔ اگر شیطان کا علم اتنا وسیع ہے جو لوگوں کو گمراہ کرتا ہے تو انبیائے کرام علیہم السلام کی وسعت علم کا کیا عالم ہوگا جو تمام جنوں، فرشتوں اور انسانوں سے افضل ہیں اور لوگوں کو شیطانی گمراہیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی جن مسلمان ہے

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ جنات میں سے ایک ساتھی مقرر کر رکھا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، میرے ساتھ بھی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی، وہ مسلمان ہو گیا اور وہ مجھے نیکی کے سوا اور کوئی مشورہ نہیں دیتا۔ (مسلم: ۲۸۱۴: کتاب المنافقین: باب ۱۶)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت آدم علیہ السلام کے اوپر دو خصلتوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے: (۱) میرا شیطان کافر تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کی، وہ مسلمان ہو گیا اور میری ازواج

Marfat.com

وَ مِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور رات اور دن اور سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں، پس تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ ہی چاند کو، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان سب کو پیدا فرمایا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ [۳۳]

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ هُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ پھر بھی اگر وہ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے پاس ہیں وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور کبھی نہیں تھکتے۔ [۳۴]

سجدہ

(نیکیوں میں) میری مددگار رہیں۔ (۲) حضرت آدم علیہ السلام کا شیطان کافر تھا اور ان کی بیوی ان کی (ظاہری) معصیت پر ان کی مددگار تھیں۔ (جمع الجوامع: ۱۴۷۹۶: جلد ۵: ص ۲۳۸، کنز العمال: ۳۱۹۳۶: جلد ۱۱: ص ۴۱۳)

☆ قاضی عیاض اور علامہ نووی لکھتے ہیں: امت کا اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم، دل اور زبان میں شیطان سے معصوم ہیں۔ (شرح صحیح مسلم: امام نووی: حدیث نمبر ۲۸۱۴: جلد ۹: ص ۹۳)

[۳۳] دن اور رات کا یکے بعد دیگرے آنا اور سورج اور چاند کا اپنے اپنے مدار سے سرمو انحراف نہ کرنا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے فائدے کے لئے سورج کو ایک ایسے مدار کا پابند کر دیا ہے کہ اگر وہ اس سے نیچے ہوتا تو اس کی تپش سے زمین پر کوئی زندہ نہ رہتا اور اگر وہ اپنے مدار سے اوپر ہوتا تو ساری دنیا سردی سے منجمد ہو جاتی۔ سورج اور چاند بھی تمہاری طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اس کے حکم کے پابند ہیں، لہٰذا وہ اس قابل نہیں ہیں کہ تم ان کو سجدہ کرو بلکہ سجدہ کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے۔

سورج اور چاند کے بعض پجاری یہ کہتے ہیں کہ ان چیزوں کی پرستش سے ہمارا مقصد اللہ تعالیٰ ہی کی پرستش ہے۔ اس آیت میں انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو تو پھر صرف اسی کی عبادت کرو، سورج اور چاند عبادت کے لائق نہیں ہیں۔

[۳۴] میرے پیارے نبی! اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کی واضح نشانیوں کے باوجود بھی اگر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روگردانی کرتے ہیں تو آپ ان کی پرواہ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کا عالم یہ ہے کہ بے شمار مقرب فرشتے ہر وقت اس کی تسبیح میں رطب اللسان رہتے ہیں، وہ نہ کبھی تھکتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔ یہ سرکش لوگ اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، بلکہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ یہ سجدہ کی آیت ہے یعنی اس آیت کی تلاوت کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

Marfat.com

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ اور (اے انسان!) اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تو زمین کو خشک دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ تر و تازہ ہو کر لہلہاتی ہے اور نشوونما پاتی ہے، بے شک جس (قادر مطلق) نے اس (مردہ زمین) کو زندہ کر دیا ہے، یقیناً وہی (قیامت کے دن) مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔[۳۵]

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں، بھلا وہ شخص بہتر ہے جو آگ میں پھینک دیا جائے گا یا وہ (بہتر ہے) جو قیامت کے دن امن و سلامتی کے ساتھ آئے گا؟ تم جو چاہو کرو، بے شک جو کچھ تم کرتے ہو وہ خوب دیکھنے والا ہے۔[۳۶]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ بے شک جن لوگوں نے قرآن کا انکار کیا جبکہ وہ ان کے پاس آچکا تھا، اور بے شک یہ بڑی عزت والی کتاب ہے۔

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ

۴۲۔ باطل اس کے پاس نہیں آسکتا نہ اس کے سامنے سے

[۳۵] یعنی زمین کو دیکھو جو خشکی کے ایام میں بالکل خاموش اور عاجزی کے ساتھ مُردوں کی طرح پڑی ہوتی ہے، اس کی صلاحیتیں اس کے اندر مدفون ہوتی ہیں کسی کو نظر نہیں آتیں، لیکن جب بارش برستی ہے تو یکدم اس میں ایسی زندگی آجاتی ہے کہ ہر طرف سبزہ لہلہانے لگتا ہے اور فصلیں کھلنے پھولنے لگتی ہیں۔ اس مثال میں غور کیا جائے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کی ایک نشانی ہے کہ جس نے اس خشک اور مردہ زمین کو تر و تازگی اور زندگی عطا کی، وہی قیامت کے دن مُردوں کو بھی زندہ کر دے گا کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[۳۶] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے انحراف کرتے ہیں وہ قرآن کی مخالفت میں جو چاہیں کریں کیونکہ یہ دنیا دار العمل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو نیکی یا برائی کرنے کا اختیار دے رکھا ہے مگر وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ سے ان کے کرتوت پوشیدہ نہیں ہیں اور وہ عذاب الٰہی سے نہ بچ سکیں گے، لہٰذا انہیں خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے کہ قیامت کے دن کون بہتر ہوگا؟ قرآن میں تحریف کر کے جہنم میں جلنے والا یا قرآن پر عمل کر کے جنت میں جانے والا۔

Marfat.com

خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۞

اور نہ اس کے پیچھے سے، یہ کتاب بڑی حکمت والے بڑی حمد والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے نازل کردہ ہے۔[۳۷]

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۞

۴۳۔ (اے رسول مکرم!) آپ سے جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ آپ سے پہلے رسولوں کو کہا جا چکا ہے، بے شک آپ کا رب (اہل ایمان کو) بخشنے والا اور (منکرین کو) دردناک عذاب دینے والا ہے۔[۳۸]

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا

۴۴۔ اور اگر ہم اسے عجمی زبان کا قرآن بنا دیتے تو وہ ضرور کہتے: اس کی آیتیں وضاحت سے بیان کیوں نہیں کی گئیں؟ کیا کتاب عجمی ہے اور رسول عربی ہے؟[۳۹] آپ فرما دیں: یہ کتاب اہل ایمان کے لئے ہدایت اور

---

[۳۷] قرآن مجید بڑی عزت اور حکمت والی کتاب ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ بھی اٹھایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔} (قرآن: ۱۵:۹) لہٰذا قرآن مجید ایسا مضبوط قلعہ ہے کہ باطل کسی طرف سے بھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کفار نے تعصب کی وجہ سے اس کا انکار تو کیا مگر نہ تو وہ اس کے الفاظ میں ردوبدل کر سکے اور نہ ہی اس کی تعلیمات کو جھٹلا سکے۔ قرآن مجید نے جن چیزوں کو حق فرمایا ہے وہ کبھی باطل نہیں ہو سکتیں اور جن چیزوں کو باطل قرار دیا ہے انہیں کوئی حق ثابت نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید کی حفاظت اور فضیلت کے بارے میں سورہ حجر (۱۵) کی آیت نمبر ۹ اور اس کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

[۳۸] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کفار مکہ آپ کے متعلق جو دلآزار باتیں کرتے ہیں اور آپ کو جادوگر اور مجنون کہتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے آپ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی ایسی ہی تکلیف دہ باتیں کہی جاتی تھیں۔ آپ ان پر صبر کریں، اگر یہ کفار توبہ کر کے مغفرت کے طلبگار نہ ہوئے تو انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

[۳۹] کفار مکہ اپنی ہٹ دھرمی اور سرکشی کے باعث قرآن مجید کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے اور بطور مذاق قرآن مجید کے متعلق اکثر عجیب و غریب قسم کے اعتراضات بناتے رہتے تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ قرآن مجید کو عجمی زبان میں نازل کیوں نہیں کیا گیا؟ (صفوۃ التفاسیر)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: اگر ہم قرآن کو عجمی زبان میں نازل کرتے تو پھر وہ

Marfat.com

يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝۴۴

شفاء ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے کانوں میں گرانی ہے اور یہ ان کے حق میں اندھاپن ہے، گویا وہ کسی دور کی جگہ سے پکارے جارہے ہیں۔[۴۰]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝۴۵

۴۵۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا، اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے ہی ایک بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا، اور بے شک یہ لوگ قرآن کے متعلق سخت شبہ میں ہیں۔[۴۱]

اعتراض کرتے کہ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ رسول اور قوم تو عربی ہے مگر کتاب عجمی ہے۔ انہیں اس کتاب کی زبان ہی نہیں آتی تو وہ اس کی تفصیلات کو کیسے سمجھیں اور اس پر عمل کیسے کریں؟ دراصل ان کی نیت میں فتور اور تعصب ہے۔ اب قرآن مجید عربی زبان میں ہے جو ان کی مادری زبان ہے لیکن پھر بھی قرآن کو نہیں مانتے اور اگر یہ عجمی زبان میں ہوتا تو پھر کیسے مانتے؟

[۴۰] اہل ایمان کے لئے قرآن مجید سراپا ہدایت اور شفا ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی رہنمائی کرتا ہے اور ہر قسم کے شبہات اور امراض سے نجات دیتا ہے۔ کفار چونکہ قرآن مجید کو سمجھنے کا ارادہ ہی نہیں رکھتے اس لئے ان کے کانوں میں تعصب کی گرانی ہے اور ان کی آنکھوں میں ہٹ دھرمی کی تاریکی ہے اور وہ قرآن مجید کی آواز کو اپنے دل و دماغ تک پہنچنے نہیں دیتے، لہٰذا ان کو قرآن مجید کی دعوت سنانا ایسا ہی ہے جیسے دور سے کسی شخص کو پکارا جائے تو اسے کچھ معمولی سی آواز تو سنائی دیتی ہے مگر وہ بات کو سمجھ نہیں پاتا۔

[۴۱] قرآن مجید نازل ہوا تو مکہ کے لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ بہت کم اس پر ایمان لائے مگر اکثر دانستہ یا نادانستہ قرآن مجید کے متعلق سخت شبہ کرنے لگے اور اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی کہ آپ غمگین نہ ہوں پہلے انبیائے کرام علیہم السلام مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہر قوم کو ایک خاص حد تک ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لے لیکن پھر بھی جو قومیں سرکشی سے باز نہیں آتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکشی کے مطابق ان کی سزا کی قسم اور ان کی سزا کا وقت پہلے سے مقرر کر رکھا ہے۔ کسی قوم کی سزا کا کچھ حصہ اسی دنیا میں ظاہر کر دیا جاتا ہے اور کسی قوم کی پوری سزا قیامت تک کے لئے مؤخر کر دی جاتی ہے۔ بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا فیصلہ ہے اور اگر یہ پہلے سے طے شدہ نہ ہوتا تو انکار کرنے والوں کو فوراً ہلاک کر دیا گیا ہوتا۔

Marfat.com

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۴۶

۴۶۔ جس شخص نے کوئی نیک عمل کیا تو اس نے اپنے ہی فائدہ کے لئے کیا اور جس نے کوئی گناہ کیا تو اس کا وبال اسی پر ہوگا، اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ [۴۲]

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ

۴۷۔ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے، اور نہ پھل اپنے غلافوں سے نکلتے ہیں اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر (یہ سب کچھ) اس کے علم میں ہوتا ہے، [۴۳] اور جس دن اللہ تعالیٰ

---

[۴۲] جو شخص نیک کام کرتا ہے وہ اس کے اجر عظیم سے محظوظ ہوگا اور جو گناہ کرتا ہے اسے اس کی سزا بھگتنا ہی پڑے گی، لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدہ اور نقصان کو اچھی طرح سمجھے اور وہی کام کرے جو اس کے لئے مفید ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، لہٰذا اگر کوئی جہنم رسید ہوگا تو یہ اس کے اپنے گناہوں کا وبال ہوگا۔

[۴۳] امام قرطبی لکھتے ہیں: جب کفار نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہمیں بتائیں کہ قیامت کب قائم ہوگی تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی) یعنی قیامت کے علم کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیا جائے گا کیونکہ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے حتیٰ کہ پھلوں کا اپنے خول سے نکلنا اور کسی مادہ کے حمل اور وضع حمل کا وقت بھی اس کے علم میں ہوتا ہے اور کسی کو اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر براہ راست اس کا علم نہیں ہوسکتا۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ صاوی لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کو اپنے انتقال سے پہلے ماکان ومایکون (جو کچھ تھا اور جو کچھ ہوگا) پر آگاہی ہو چکی تھی اور انہی میں سے ایک قیامت کا وقت بھی ہے لیکن اس کو مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا تھا کیونکہ عام سائل کو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا ـــ البتہ اصحاب کشف کو اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی بعض جزئیات کا علم عطا فرماتا ہے۔ (حاشیۃ صاوی علی تفسیر الجلالین) اس آیت کی مزید تفسیر کے لئے سورہ لقمان (۳۱) کی آیت نمبر ۳۴ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

قیامت کے لئے تیاری

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے قیامت کے متعلق پوچھا کہ وہ کب آئے گی تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے جواب دیا: کچھ نہیں مگر یہ کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ (دوسری روایت میں کچھ اس طرح ہے: میں نے قیامت کے لئے زیادہ نمازیں، روزے اور صدقات تو تیار نہیں کئے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ بخاری:

Marfat.com

شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۚ﴿۴۷﴾

ان (مشرکوں) کو ندا فرمائے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں؟ تو وہ (مشرکین) کہیں گے: ہم تجھے بتا چکے ہیں، ہم میں سے کوئی (ان شریکوں کا) گواہ نہیں ہے۔[۴۴]

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور جن کی وہ اس سے پہلے پرستش کیا کرتے تھے وہ سب ان سے گم ہو جائیں گے اور وہ سمجھ لیں گے کہ اب ان کے لئے کوئی راہ فرار نہیں ہے۔[۴۵]

لَا يَسْــَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـــُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ انسان بھلائی کی دعا کرنے سے نہیں تھکتا اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے۔[۴۶]

حدیث نمبر ۱۷۱: تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ تو محبت کرتا ہے (قیامت کے دن) تو اسی کے ساتھ ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی ہمیں نبی ﷺ کی اس بات سے ہوئی کہ '' جس کے ساتھ تو محبت کرتا ہے (قیامت کے دن) تو اسی کے ساتھ ہوگا۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نبی ﷺ، ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اپنی اس محبت کی وجہ سے میں بھی ان کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان کی مانند نہیں ہیں۔ (بخاری: ۳۶۸۸: فضائل اصحاب النبی: باب ۶)

[۴۴] قیامت کے دن جہنم میں مشرکین سے پوچھا جائے گا: تم نے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا رکھے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ انہیں بلاؤ تاکہ وہ تمہیں اس عذاب سے نجات دلائیں۔ مشرکین جواب دیں گے: آج ہمیں وہ کہیں نظر نہیں آتے لیکن ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ دنیا میں ہم غلطی پر تھے، لہٰذا ہم بار بار اعتراف کر رہے ہیں کہ آج ہم میں سے کوئی بھی شرک کا قائل نہیں ہے۔

[۴۵] مشرکین اس دنیا میں جن کی پرستش کرتے تھے اور ان کی مدد اور سفارش کی امید رکھتے تھے ضرورت کے وقت جب وہ سب جعلی سفارشی کہیں نظر نہیں آئیں گے تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ اب اس عذاب سے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ یہ ان کی باطل پرستی کی سزا ہے جو بہر صورت انہیں بھگتنا ہی پڑے گی۔

[۴۶] کفار اور سرکش لوگ جب خوشحال ہوتے ہیں تو مزید خوشحالی کے لئے اتنی دعائیں مانگتے ہیں کہ اگر ان کے بس میں ہو تو دنیا کی ساری نعمتیں تنہا ہی سمیٹ لیں اور جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس قدر مایوس ہو جاتے ہیں کہ یا تو دوسروں پر ظلم و زیادتی شروع کر دیتے ہیں یا پھر خودکشی پر اتر آتے ہیں، مگر اللہ والے خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے مطمئن رہتے ہیں اور مصیبت کے ایام میں صبر کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں۔

Marfat.com

وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝۵۰

۵۰۔ اور اگر ہم اس کو تکلیف پہنچنے کے بعد اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو وہ کہتا ہے: یہ تو میرا حق تھا، اور میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً اس کے پاس بھی میرے لئے اچھائی ہی ہوگی، پس ہم کافروں کو بتائیں گے ان کرتوتوں کے متعلق جو انہوں نے کئے اور ہم انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔[۴۷]

وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝۵۱

۵۱۔ اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت دیتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنا پہلو بچا کر ہم سے دور ہو جاتا ہے، اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے والا ہو جاتا ہے۔[۴۸]

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۝۵۲

۵۲۔ آپ فرما دیں: بھلا یہ تو بتاؤ! اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہو اور تم نے اس کا انکار کر دیا ہو تو اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو مخالفت میں بہت دور نکل گیا ہو۔[۴۹]

[۴۷] کافر جب تکلیف کا شکار ہوتا ہے اور دنیاوی سہارے کام نہیں آتے تو خدا سے دعا کرنے لگتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف دور کر کے خوشحالی عطا فرماتا ہے تو وہ پھر کہنے لگتا ہے: یہ تو میرا علم و ہنر اور تجربہ تھا جس نے مجھے اس مصیبت سے نکال لیا اور اگر خدا نے یہ مصیبت دور کی ہے تو بھی میری دنیاوی شان و شوکت کا یہ حق تھا کہ میری عزت افزائی کی جائے اور پھر ساتھ یہ دعویٰ بھی کرتا ہے کہ میرا نہیں خیال کہ قیامت کبھی آئے گی اور اگر آ بھی گئی تو جس طرح خدا نے مجھے دنیا میں شان و شوکت دے رکھی ہے اسی طرح آخرت میں بھی وہ مجھے اچھا مقام دے گا، حالانکہ یہ کفار کی نادانی اور خام خیالی ہے بلکہ قیامت کے دن کفار کے کفر و شرک اور ان کے گناہوں کو کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور ان کے بدلے میں ان پر سخت عذاب مسلط کر دیا جائے گا۔

[۴۸] اللہ تعالیٰ جب کسی کافر یا سرکش انسان پر کوئی انعام فرماتا ہے تو وہ احسان فراموش اور متکبر بن جاتا ہے اور حق سے منہ پھیر کر سرکشی میں سرگرم ہو جاتا ہے اور جب اس انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو پھر عاجز بن کر کثرت سے لمبی لمبی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ اسے شرم بھی نہیں آتی کہ اب کس منہ سے وہ دعا مانگ رہا ہے، لیکن بدقسمتی سے یہ کمزوری اکثر انسانوں میں پائی جاتی ہے۔

[۴۹] کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اب تو تم تعصب اور عناد کی وجہ سے کہتے ہو کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے اس لئے تم

Marfat.com

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں اطراف عالم میں اور خود ان کے نفسوں میں بھی دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے،[۵۰] کیا یہ کافی نہیں ہے کہ آپ کا رب ہر چیز پر شاہد ہے۔[۵۱]

اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾ ع

۵۴۔ سن لو! بے شک وہ لوگ اپنے رب سے ملاقات کے متعلق شک میں ہیں، یاد رکھو! بے شک وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔[۵۲]

اس پر ایمان نہیں لاتے لیکن قیامت کے دن جب یہ ثابت ہو جائے گا کہ قرآن مجید واقعی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور تم نہ صرف اس کے منکر تھے بلکہ اس کی مخالفت میں بہت دور نکل گئے تھے تو پھر تم سے زیادہ گمراہ کون ہوگا؟ اور پھر تم خود اندازہ کر لو کہ تمہارا حشر کتنا ہولناک ہوگا؟

[۵۰] قرآن مجید نے اطراف عالم یعنی سورج و چاند وغیرہ کے نظام اور انسانی تخلیق کے مختلف مراحل اور حیات انسانی کے بارے میں جو حقائق اور نشانیاں بیان کی ہیں اگر کفار مکہ ان میں غور کرتے تو وہ قرآن مجید کا انکار نہ کرتے مگر تعصب اور تکبر نے انہیں اس گوہر شناسی سے محروم رکھا۔ بہرحال اب عنقریب ہم انہیں اطراف عالم یعنی عرب سے باہر اسلامی فتوحات اور ان کے اندر بدر و مکہ کی فتوحات کی ایسی واضح نشانیاں دکھائیں گے کہ انہیں تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ قرآن مجید واقعی برحق کتاب ہے اور اس نے جن فتوحات کی پیش گوئی کی تھی وہ واقعی سچ ثابت ہوئی ہیں۔

[۵۱] اس میں کفار کو تنبیہ کی جا رہی ہے اور نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا شاہد ہے، وہ کفار کی تکذیب کو بھی دیکھتا ہے اور نبی کریم ﷺ کی تبلیغ کا بھی شاہد ہے۔ کیا اس کی گواہی کافی نہیں ہے جو بار بار فرما رہا ہے کہ یہ قرآن مجید برحق ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے۔

[۵۲] میرے پیارے نبی! آپ کفار کی مخالفت پر غمگین نہ ہوں، دراصل وہ اپنے رب سے ملاقات یعنی عقیدۂ آخرت کے متعلق خود فریبی کا شکار ہیں، اس لئے انؐ کے دل میں احتساب کا ڈر نہیں ہے اور وہ قرآن میں غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ مگر وہ کان کھول کر سن لیں! انہیں انکار قرآن کا حساب دینا ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچ سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز جمعرات ۸/اپریل ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۳۰ مارچ تا ۸/اپریل یعنی صرف نو دنوں میں سورہ حٰمٓ السجدہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الشوریٰ (۴۲)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "شوریٰ" ہے جو اس کی آیت نمبر ۳۸ سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ یہ سورت ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں عام طور پر اہل مکہ کو خطاب کیا گیا ہے اور انہیں اسلام کے بنیادی عقائد سمجھائے گئے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے جس طرح پہلے رسولوں پر ان کی قومی زبان میں وحی نازل فرمائی اسی طرح حضرت محمد ﷺ پر بھی عربی زبان میں قرآن مجید نازل فرمایا تا کہ اس کے مخاطبین اولین کو اسلام کا پیغام سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

☆ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور کوئی کسی سے اختلاف نہ کرتا مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ ہر انسان کو عقل و شعور اور اختیار دیا جائے اور پھر دیکھا جائے کہ ان میں سے کون اپنی مرضی سے حق کا راستہ اختیار کر کے جنت کا مستحق قرار پاتا ہے اور کون باطل کا راستہ اختیار کر کے جہنم رسید ہوتا ہے۔

☆ اسلام کوئی نیا دین نہیں بلکہ یہ وہی دین ہے جس کی تبلیغ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی مگر مشرکین مکہ کے لئے بہت مشکل ہے کہ وہ بہت سے خداؤں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا پر ایمان لے آئیں۔

☆ جن اللہ والوں کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے ان کی ایک صفت یہ ہے کہ ان کے معاملات باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سنت بھی یہی ہے کہ جب کوئی اہم یا پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تو آپ ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بلاتے اور ان کے مشورہ کے بعد فیصلہ فرماتے۔

☆ اس میں لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ قیامت کے آنے سے پہلے اپنے رب کے احکام کو مان لیں ورنہ اس دن انہیں کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی۔

☆ کسی بشر میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے کلام کرے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے اس پر وحی بھیجتا ہے اور پھر وہ وحی کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے۔ پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے ہی رسول بھیجے تھے، اب اگر اس نے اہل مکہ میں سے ایک انسان کو نبوت کے لئے منتخب کیا ہے تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از چاشت بروز جمعرات ۸/اپریل ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

آیاتہا ۵۳ ۴۲ سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ ۶۲ رکوعاتہا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ① ۱۔ حا میم۔

عٓسٓقٓ ② ۲۔ عین سین قاف۔[۱]

كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③ ۳۔ اللہ تعالیٰ جو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے، وہ اسی طرح آپ کی طرف اور جو (رسول) آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی طرف وحی بھیجتا رہا ہے۔[۲]

[۱] ان دو آیات میں پانچ حروف مقطعات ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

[۲] میرے پیارے نبی! جس طرح اللہ تعالیٰ آپ کی طرف وحی کے ذریعہ قرآن مجید نازل فرما رہا ہے اسی طرح وہ آپ سے پہلے رسولوں پر بھی وحی کے ذریعہ صحیفے اور کتابیں نازل فرماتا رہا ہے۔

وحی کی تعریف

شریعت میں وحی سے مراد وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیائے کرام پر نازل ہوتا ہے، چاہے وہ وحی فرشتہ کے واسطہ سے ہو یا بغیر کسی واسطہ کے۔

وحی کے متعلق حدیث

☆ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی تو وحی میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور وحی کی یہ صورت مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے، پھر جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوتا ہے تو جو کچھ فرشتہ نے کہا ہوتا ہے میں اسے یاد کر چکا ہوتا ہوں اور کبھی فرشتہ میرے لئے انسانی شکل اختیار کرتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے، پھر جو کچھ وہ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں نے آپ کو وحی اترنے کی حالت میں دیکھا ہے، جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوتا تو سخت سردی کے دن میں بھی آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا۔

Marfat.com

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ④

۴۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے، اور وہ بہت بلند، بڑی عظمت والا ہے۔

وحی نازل ہونے کی صورتیں

اس حدیث میں وحی نازل ہونے کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں کیونکہ اکثر انہی دو صورتوں میں وحی نازل ہوتی تھی۔ ان دونوں صورتوں میں وحی کا نزول فرشتہ کے واسطہ سے ہوتا تھا، پہلی صورت میں فرشتہ نظر نہیں آتا تھا صرف گھنٹی کی آواز سنائی دیتی تھی اور دوسری صورت میں فرشتہ انسانی شکل میں آتا تھا اور حاضرین کو نظر بھی آتا تھا۔ ان دونوں صورتوں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے نبی کے دل میں اپنا کلام نازل فرماتا ہے، مثلاً:

براہ راست کلام

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے براہ راست بغیر فرشتہ کے کلام فرمایا۔ (قرآن: ۴: ۱۶۴) اسی طرح معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست کلام فرمایا اور پچاس نمازوں کا تحفہ بھی عطا فرمایا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تجویز سے ۴۵ نمازیں معاف ہوگئیں اور پانچ باقی رہ گئیں۔

(بخاری: ۷۵۱۷: کتاب التوحید: باب ۳۷)

نیز اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: بے شک میں نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے اپنی بارگاہ میں یہ عہد کیا ہے کہ جو ان نمازوں کو ان کے اوقات میں پابندی سے ادا کرے گا اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو ان کو پابندی سے ادا نہیں کرے گا اس کے لئے میرا کوئی وعدہ نہیں۔ (ابوداؤد: کتاب الصلاۃ: باب ۹)

خواب میں کلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے رب تعالیٰ کو بڑی حسین صورت میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی میں جواب دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور جو کچھ زمین میں تھا۔ (ترمذی: ۳۲۳۴: تفسیر القرآن)

جبریل امین کا نزول

امام احمد قسطلانی بیان کرتے ہیں کہ ابن عادل نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جبریل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیس ہزار مرتبہ نازل ہوئے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دس مرتبہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بیالیس مرتبہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چار سو مرتبہ نازل ہوئے۔ (مواہب لدنیۃ: جلد اول: ص ۲۱۰)

Marfat.com

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

۵۔ کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں، اور زمین والوں کے لئے بخشش طلب کرتے رہتے ہیں، سن لو! بے شک اللہ تعالیٰ ہی بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ [۳]

وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖؗ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

۶۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ان پر نگران ہے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ [۴]

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ

۷۔ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف عربی زبان میں

---

[۳] اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں انسان کو سب سے افضل بنایا اور پھر اس کو رنگارنگ نعمتوں سے نوازا۔ اس کے باوجود اکثر انسان انتہائی ناشکرے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے شریک اور اولاد قرار دیتے ہیں۔ یہ اتنی بڑی گستاخی ہے کہ اگر اس کا غضب جوش میں آجاتا تو اس کے جلال سے آسمان پھٹ کر گر پڑتے اور اہل زمین کو تہس نہس کر دیتے مگر وہ بڑا رحیم اور حلیم ہے جلد گرفت نہیں فرماتا بلکہ لوگوں کو توبہ اور اصلاح کے لئے وقت دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص اذیت پہنچانے والی بات سن کر اس پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا نہیں، لوگ اس کی طرف بیٹا منسوب کرتے ہیں اس کے باوجود وہ ان کو عافیت دیتا ہے اور رزق عطا فرماتا ہے۔

(بخاری: ۷۳۷۸: کتاب التوحید: باب ۳)

نیز فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کی تسبیح میں رطب اللسان رہتے ہیں اور زمین پر بسنے والے اہل ایمان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا غضب رکا ہوا ہے اور کفار کو بھی اصلاح احوال اور توبہ کا موقع ملا ہوا ہے۔

[۴] اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز بناتے ہیں، ان کے کرتوت اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں اور انہیں ان کی سزا بھگتنا پڑے گی مگر آپ ان کے کفر وشرک پر غمگین نہ ہوں کیونکہ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے اس کے باوجود اگر وہ گمراہی کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں تو وہ اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہیں آپ سے ان کی گمراہی کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی۔

Marfat.com

أُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝

قرآن کی وحی کی تا کہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو ڈرائیں [۵] اور جمع ہونے (یعنی قیامت) کے دن سے ڈرائیں جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے، (اس دن) ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا۔ [۶]

---

[۵] ہر نبی کے اولین مخاطب اسی قوم کے لوگ ہوتے ہیں جس کی طرف وہ بھیجا جاتا ہے اور اس کی طرف وحی بھی اسی قوم کی زبان میں بھیجی جاتی ہے تاکہ بات سمجھانے میں آسانی ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ ان کے لئے کھول کر بیان کرے۔} (قرآن: ۱۴:۴)

میرے پیارے نبی! جس طرح ہم نے ہر رسول کو اس کی قومی زبان کے ساتھ بھیجا اسی طرح ہم نے آپ پر بھی عربی زبان میں قرآن نازل فرمایا ہے تاکہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں اور انہیں آپ کی بات سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

[۶] ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں مگر آپ ﷺ کی دعوت تین مرحلوں پر مشتمل ہے۔ پہلے آپ نے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دی، پھر اہل عرب کو اور پھر دیگر ممالک میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا۔

میرے پیارے نبی! آپ اپنی دعوت کے دوسرے مرحلہ میں سب اہل مکہ اور اہل عرب کو قیامت کے دن سے ڈرائیں جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے اور اس دن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام مسلمان اور کافر اکٹھے کئے جائیں گے اور حساب و کتاب کے بعد ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ایک گروہ اپنی نیکیوں کی برکت سے جنت کا مستحق قرار پائے گا اور دوسرا گروہ اپنی برائیوں کے باعث دوزخ کا مستحق قرار پائے گا۔ جس طرح اس دنیا میں نیکی اور برائی دو ہی چیزیں ہیں ان کے درمیان تیسری کوئی چیز نہیں ہے اسی طرح آخرت میں جنت اور دوزخ دو ہی ٹھکانے ہیں ان کے درمیان تیسرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اعراف کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں ہے، اس میں ٹھہرنے والے بالآخر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

دنیا میں نیکی اور برائی کے درمیان تیسری کوئی چیز نہیں ہے

زمانہ طالب علمی کا واقعہ ہے کہ ایک باتونی آدمی نے مجھ سے پوچھا: نیک لوگ جنت میں جائیں گے اور برے لوگ جہنم میں جائیں گے لیکن ایک شخص نہ نیکی کرتا ہے اور نہ برائی کرتا ہے تو وہ کہاں جائے گا؟ میں نے اسے کہا: ایسا آدمی ممکن نہیں ہے۔ اس نے کہا: میں تمہارے سامنے موجود ہوں، میں نے نہ کبھی نیکی کی ہے اور نہ ہی کبھی گناہ کیا ہے۔ میں نے اسے کہا:

Marfat.com

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ⑧

۸۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے، اور ظالموں کے لئے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔ [۷]

ایسا تو ممکن ہے کہ ایک آدمی کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہو جائیں مگر ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی آدمی نے نہ کبھی نیکی کی ہو اور نہ کبھی برائی کی ہو۔ پھر بھی اگر تمہیں اپنے دعویٰ پر اصرار ہے تو ذرا مجھے بتاؤ: کیا تم نماز پڑھتے ہو یا نہیں؟ اگر تم نماز پڑھتے ہو تو نیکی کرتے ہو اور اگر نماز نہیں پڑھتے تو گناہ کرتے ہو، تو بتاؤ کیا کرتے ہو؟ یہ سن کر وہ لاجواب ہو گیا۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بعض نادان یہ سمجھتے ہیں کہ چوری کرنا اور جھوٹ بولنا وغیرہ گناہ ہیں اور نماز نہ پڑھنا اور زکوٰۃ نہ دینا وغیرہ گناہ نہیں ہیں حالانکہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے جس طرح ان کو کرنا گناہ ہے اسی طرح جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے ان کو نہ کرنا بھی گناہ ہے۔

جنت اور دوزخ کے درمیان اعراف والے

جنت اور دوزخ کے درمیان ایک حجاب ہے، اس کے اوپر والے حصہ کو اَعراف کہتے ہیں جس پر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، البتہ جنت میں جانے کی اُمید رکھتے ہوں گے۔ اعراف والے جب اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو انہیں سلامتی کی دعائیں دیں گے اور جب اہل جہنم کی طرف دیکھیں گے تو ان کے عذاب سے پناہ مانگیں گے اور بالآخر رحمت خداوندی سے اہل اعراف کو بھی جنت میں جانے کی اجازت مل جائے گی۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الأعراف: زیر آیت نمبر ۴۶) ویسے بھی جن اہل ایمان کی بُرائیاں زیادہ ہوں گی وہ جہنم میں اپنی سزا پوری کرنے کے بعد جنت میں جائیں گے تو اہل اعراف جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی وہ تو ان سے بھی پہلے جنت میں داخل ہونے چاہییں۔

[۷] میرے پیارے نبی! جو لوگ آپ کی بات نہیں سنتے اور دانستہ کفر و شرک میں بھٹک رہے ہیں آپ ان کے متعلق غمگین نہ ہوں کیونکہ {اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا} (قرآن: ۶: ۳۵) یعنی سب کو مسلمان بنا دیتا اور کوئی بھی کافر نہ ہوتا مگر اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ جب لوگوں کو عقل و شعور دیا ہے تو پھر انہیں مجبور نہ کیا جائے بلکہ دیکھا جائے کہ کون حق کو قبول کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق بناتا ہے اور کون ظلم و زیادتی کا راستہ اختیار کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرتا ہے اور قیامت کے دن ایسے ظالموں کا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہوگا۔

میرے پیارے نبی! انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھائیں اور دیکھیں کہ کون اپنی مرضی سے ہدایت قبول کرتا ہے اور کون انکار کرتا ہے؟ اگر لوگوں کی آزمائش کرنا مقصود نہ ہوتا تو پھر انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں تھی، اللہ تعالیٰ خود ہی ایک حکم کے ساتھ سب لوگوں کو ہدایت یافتہ بنا دیتا۔

Marfat.com

أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۖ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝٩ ع

۹۔ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔[۸]

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝١٠

۱۰۔ اور جس بات میں بھی تمہارا اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے،[۹] وہی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔[۱۰]

فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝١١

۱۱۔ وہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے، اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے اور چوپایوں سے بھی جوڑے بنائے، وہ تمہیں اس (جوڑے بنانے) کے ذریعہ پھیلاتا ہے،[۱۱] اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، اور وہی سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

---

[۸] یعنی اصل کارساز تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے، کسی اور میں نہ اتنی قدرت ہے اور نہ ہی کوئی اور حقیقی کارساز ہونے کا مستحق ہے، تو پھر مشرکین دوسروں کو کیوں کارساز بناتے ہیں؟

[۹] اس دنیا میں ہر انسان کا دعویٰ یہی ہے کہ اس کا دین صحیح ہے اور دوسرے سب ادیان غلط ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری کلام یعنی قرآن مجید بھیجا تا کہ لوگ اس سے رہنمائی حاصل کر کے اپنے اختلافات ختم کریں۔ اب اہل ایمان کے درمیان کوئی اختلاف رونما ہو تو انہیں قرآن وسنت کی طرف ہی رجوع کرنا پڑتا ہے مگر جو اختلاف کافر اور مسلمان کے درمیان ہے تو چونکہ کفار قرآن مجید کو نہیں مانتے اس لئے ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی ان کا فیصلہ فرمائے گا۔

[۱۰] ہمارے پیارے نبی ﷺ نے واضح الفاظ میں اعلان کر دیا کہ ہر معاملہ کا آخری فیصلہ جس اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہی میرا رب ہے، میں نے پہلے بھی اسی پر بھروسہ کیا ہے اور آئندہ بھی اسی کی طرف رجوع کرتا رہوں گا۔

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہی جنس سے تمہاری بیویاں پیدا کیں تا کہ تمہیں سکون بھی ملے اور تمہاری افزائش نسل کا سلسلہ بھی جاری

Marfat.com

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑫

۱۲۔ آسمانوں اور زمین (کے خزانوں) کی کنجیوں کا وہی مالک ہے، وہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ [۱۲]

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ⑬

۱۳۔ اس نے تمہارے لئے وہی دین مقرر فرمایا جس کا اس نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا اور جس کو (اب) ہم نے آپ کی طرف وحی فرمایا ہے، اور اسی کا ہم نے ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ تم اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا، مشرکین پر وہ بات (توحید) بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی (توحید کی) طرف منتخب فرمالیتا ہے اور اس کو اپنی (توحید کی) طرف ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ [۱۳]

رہے اور جانوروں کے بھی جوڑے بنائے تاکہ تمہاری ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے ان کی نسل بھی بڑھتی رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس دنیا میں انسان کا نکاح کسی غیر جنس کے ساتھ جائز نہیں ہے، البتہ جنت میں اہل ایمان کا نکاح غیر جنس یعنی حوروں کے ساتھ ہو سکے گا۔

[۱۲] زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہ جس کے لئے چاہتا ہے وسائل رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے وسائل رزق تنگ کر دیتا ہے، لہٰذا رزق کی کمی یا بیشی اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے جس کی اصل حکمت تو صرف وہی بہتر جانتا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جس کے پاس زیادہ رزق ہو اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہے اور جس کے پاس کم رزق ہو اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے کیونکہ بہت سے منکروں یعنی قارون اور فرعون کے پاس رزق کی فراوانی تھی اور بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام اور صالحین کے پاس دنیاوی مال و دولت کی کمی تھی۔ دراصل اللہ تعالیٰ تو اس سے راضی ہوتا ہے جو اس کی اطاعت کرے خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔

[۱۳] اسلام کوئی نیا دین نہیں بلکہ یہ وہی دین ہے جس کی تبلیغ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی۔ مشرکین مکہ کے لئے بہت مشکل ہے کہ وہ بہت سے خداؤں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا پر ایمان لے

Marfat.com

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور انہوں نے تفرقہ ڈالا تھا اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا تھا، (اور وہ تفرقہ بھی) باہمی حسد کے باعث تھا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے ہی ایک میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا، اور بے شک جو لوگ ان کے بعد وارث بنائے گئے تھے وہ قرآن کے متعلق سخت شبہ میں مبتلا ہیں۔ [۱۴]

آئیں مگر جو لوگ خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی توحید کے لئے منتخب فرما لیتا ہے اور ان کو ہدایت کے راستہ پر گامزن فرما دیتا ہے۔

تمام انبیاء کا دین ایک ہی تھا

سب انبیائے کرام علیہم السلام کی اصولی دعوت توحید ہی پر مبنی تھی مگر مختلف ادوار کے مخصوص حالات کی وجہ سے بعض احکام اور اعمال میں اختلاف تھا جیسا کہ درج ذیل آیات سے واضح ہے:

☆ {اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کرتے تھے کہ بے شک میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو۔} (قرآن: ۲۱:۲۵)

☆ {تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شریعت اور راہ عمل بنائی ہے۔} (قرآن: ۵:۴۸)

[۱۴] ابو سعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے جب قریش کو علم ہوا کہ اہل کتاب نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی تو قریش نے کہا: یہودیوں اور عیسائیوں پر خدا کی لعنت ہو، ان کے پاس ان کے رسول آئے اور انہوں نے اپنے رسولوں کو جھوٹا قرار دیا، پھر قریش قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے: اگر ان کے پاس کوئی رسول آیا تو وہ گذشتہ قوموں کی بہ نسبت زیادہ ہدایت قبول کریں گے۔ (صفوۃ التفاسیر: سورہ فاطر (۳۵): زیر آیت نمبر ۴۲)

امام قرطبی نقل کرتے ہیں کہ قریش مکہ تمنا کرتے تھے کہ ان کی طرف بھی کوئی نبی بھیجا جائے لیکن جب ان کے پاس حضرت محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا گیا جن کو وہ اچھی طرح پہچانتے تھے۔ (تفسیر قرطبی) تو جس طرح پہلی قوموں نے اپنے انبیاء کے ساتھ اختلاف کیا اور ان کی کتابوں کے بارے میں سخت شکوک و شبہات پیدا کئے اسی طرح قریش بھی نبی کریم ﷺ کی مخالفت پر اتر آئے اور قرآن مجید میں سخت شبہ کرنے لگے۔ اس انتشار و افتراق کی وجہ لاعلمی یا غلط فہمی نہیں تھی، بلکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ صادق اور امین ہیں اور قرآن مجید میں بھی کوئی ایسی بات نہیں جو عقل کے خلاف ہو، لیکن صرف تکبر، ضد، حسد اور عناد کی وجہ سے انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قریش

Marfat.com

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَ
لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ
بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ
لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ
اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ؕ﴿۱۵﴾

۱۵۔ پس آپ اسی قرآن کی طرف دعوت دیتے رہیں اور آپ اس طرح ثابت قدم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں اور فرمادیں: جو کتاب بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل و انصاف کروں، اللہ تعالیٰ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، ہمارے اور تمہارے درمیان کسی بحث و تکرار کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔[۱۵]

کے عذاب کو مؤخر کرنے اور انہیں مہلت دینے کا فیصلہ پہلے ہی کر رکھا تھا تا کہ وہ توبہ کرلیں یا ان کی اولاد ہی اسلام کو قبول کرلے۔ اگر پہلے سے ہی یہ فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو ان کے اس تعصب کے باعث انہیں فوراً عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا۔

[۱۵] اس آیت میں دس جملے ہیں اور ہر جملہ ایک مستقل موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس آیت میں خطاب اگر چہ نبی کریم ﷺ کو ہے مگر اس کا حکم عام ہے یعنی امت مسلمہ کو اپنے پیارے نبی ﷺ کی اتباع میں ان احکام کو سرانجام دینے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے۔ ان دس جملوں کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں:

(۱) دین کی دعوت

اہل کتاب کئی فرقوں میں بٹ چکے ہیں، مشرکین پر قرآن کی دعوت گراں گزرتی ہے، آپ ان کو اتفاق اور توحید کی دعوت دیتے رہیں اور انہیں بتائیں کہ قرآن مجید اسی دین کی دعوت دیتا ہے جس کی دعوت پہلے انبیائے کرام علیہم السلام نے دی تھی۔ آج بھی دنیا مختلف فرقوں میں بٹی ہوئی ہے اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم بھی اپنے پیارے نبی ﷺ کی سنت ادا کرتے ہوئے حکمت، اچھی نصیحت اور عمدہ دلائل کے ساتھ تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری رکھیں۔

(۲) استقامت

جس دین کی آپ لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں خود بھی اس کے احکام پر اس طرح ثابت قدم رہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اس حکم کی اہمیت کے پیش نظر ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے سورہ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: کیونکہ اس میں حکم ہوا ہے: {وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ: اور آپ اس طرح ثابت قدم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے} (تفسیر روح البیان)

Marfat.com

اس جملہ کی جلالت اور عظمت نے آپ ﷺ کو اتنا فکر مند کر دیا کہ آپ کے بال سفید ہونے لگے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے عین مطابق ثابت قدم رہنا آسان نہیں ہے۔ اس اعلیٰ معیار پر انبیاء اور صالحین ہی پورے اتر سکتے ہیں۔ بہر حال امت کو بھی اپنی اپنی طاقت کے مطابق احکام خداوندی پر ثابت قدم رہنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے۔

(۳) مشرکین سے بے زاری

مشرکین اگر دھمکیاں دے کر یا لالچ دے کر اپنی خواہشات منوانا چاہیں تو آپ حسب سابق ان کی پرواہ نہ کریں اور کسی ایسی بات پر سمجھوتہ نہ کریں جس کی وجہ سے اسلام پر آنچ آتی ہو۔ آج مسلمانوں کو بھی غیر مسلموں کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھنے چاہییں مگر کوئی ایسا اقدام ہرگز نہ کریں جس کی وجہ سے اسلام بدنام ہو۔

(۴) آسمانی کتابوں پر ایمان

میرے پیارے نبی! آپ اعلان فرما دیں: میں ان سب کتابوں اور صحیفوں پر ایمان رکھتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں۔ اسی طرح ہر مسلمان پر بھی فرض ہے کہ وہ ان ساری کتابوں اور صحیفوں پر ایمان رکھے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں۔

(۵) عدل وانصاف کا حکم

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل وانصاف کروں یعنی کوئی امیر ہو یا غریب، عربی ہو یا عجمی، اپنا ہو یا بیگانہ میں سب کے ساتھ بغیر کسی امتیاز کے عدل وانصاف کروں۔ اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے کردار سے چند مثالیں ملاحظہ کریں جو سب لوگوں کے لئے بہترین نمونہ ہیں:

☆ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کہنے پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس کی سفارش کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ بے شک تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں جب کوئی امیر چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ یعنی میری بیٹی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''

(بخاری: ۳۴۷۵: کتاب الأنبیاء: باب ۵۶)

☆ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ہنسی مذاق کرنے والے آدمی تھے۔ ایک دفعہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لوگوں کو باتیں کر کے ہنسا رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی کمر میں چھڑی چبھو دی۔ انہوں نے تکلیف کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم بدلہ لے لو۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ ﷺ کے بدن مبارک پر قمیص ہے جبکہ میرے جسم پر قمیص نہیں تھی، پس نبی کریم ﷺ نے اپنی قمیص مبارک اوپر اٹھائی تو حضرت اسید رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے لپٹ گئے اور آپ ﷺ کے پہلو کے بوسے لینے لگے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرا یہی ارادہ تھا۔

(ابو داؤد: کتاب الأدب: حدیث نمبر ۵۲۲۴)

Marfat.com

☆ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا اور آپ ﷺ اس کے اشارے سے مجاہدین کی صفیں درست کرار ہے تھے۔ نبی کریم ﷺ ایک صف کے آگے سے گزرے تو دیکھا کہ سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ صف سے آگے نکلے کھڑے ہیں، آپ ﷺ نے تیر سے ان کے شکم پر ہلکی سی چوٹ لگائی اور فرمایا: اے سواد! سیدھے ہو جاؤ۔ (سواد صف میں سیدھا تو ہو گیا مگر) عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! مجھے اس چوٹ سے درد ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو عدل وانصاف کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے، مجھے اس چوٹ کا بدلہ لینے دیجئے۔ (عدل وانصاف کے علم بردار نبی کریم ﷺ نے اس مطالبہ کو گستاخی پر محمول نہیں کیا، میدان جنگ میں ایک سپاہی کا اپنے کمانڈر انچیف سے اس قسم کا مطالبہ سن کر اسے کورٹ مارشل کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ کسی ادنیٰ برہمی کا اظہار کئے بغیر زرہ کے بند کھول دیئے اور پھر) آپ نے اپنی قمیص مبارک اٹھا کر اپنا شکم مبارک اس کے سامنے پیش کر دیا اور فرمایا: اے سواد! آؤ بدلہ لے لو۔ وہ لپک کر آگے بڑھے، نبی کریم ﷺ کو گلے لگا لیا اور شکم مبارک کو چوم لیا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: اے سواد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (میدان جنگ میں زندگی وموت کا) جو مرحلہ ہمیں درپیش ہے وہ آپ کے سامنے ہے، میری یہ آرزو تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت میری جلد آپ کی جلد مبارک سے مس ہو جائے، پھر نبی کریم ﷺ نے سواد کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ (السیرۃ النبویۃ: ابن ھشام: جلد ۲: ص ۱۹۵)

(۶) اللہ تعالیٰ ہی سب کا رب ہے

مسلمان ہو یا کافر، عربی ہو یا عجمی اور امیر ہو یا غریب سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور وہی سب کا پروردگار ہے، اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، اس کے سوا نہ کوئی رب ہے اور نہ ہی کوئی عبادت کا مستحق ہے۔

(۷) اعمال کی جزا وسزا

ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے، اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ایسا نہیں ہو سکتا کہ گناہ کوئی کرے اور سزا کسی اور کو ملے، لہٰذا اگر ہم نیک اعمال کریں گے تو ہم ہی اس کے اجر عظیم سے محظوظ ہوں گے اور اگر تم برے اعمال کرو گے تو تمہیں ہی اس کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

(۸) ہٹ دھرم کے ساتھ تکرار

حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر تم ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہو تو پھر مزید بحث وتکرار میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

☆ حضرت ابو ثعلبۃ خُشنی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جارہی ہے، خواہش کی پیروی کی جارہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور عام لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو۔

(ترمذی: ۳۰۵۸: ابواب تفسیر القرآن: سورۃ المائدۃ)

Marfat.com

☆ حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کر دو اور جب تم یہ سنو کہ کسی شخص کی خُلق یعنی فطرت بدل گئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو کیونکہ وہ شخص اسی سرشت کی طرف لوٹ جائے گا جس پر اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ (مسند احمد: جلد ۶: ص ۴۴۳، مجمع الزوائد: جلد ۷: ص ۱۹۶) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۹) قیامت کا دن

قیامت سے مراد یہ ہے کہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب یہ کائنات اور اس میں بسنے والی ہر چیز فنا ہو جائے گی صرف ازلی اور ابدی خدا ہی باقی رہے گا جو مُردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، پھر اس قادر مطلق خدا کی عدالت لگے گی جس میں ہر آدمی کی زندگی کا پورا ریکارڈ پیش ہوگا اور اس کے اعمال کے نتیجہ میں جنت اور دوزخ کا فیصلہ ہوگا۔ قیامت پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، اس کے بغیر انسان مسلمان نہیں ہو سکتا۔

(۱۰) عدالت خداوندی

آج تو سرکش لوگ ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہیں اور آخرت کا انکار کر دیتے ہیں لیکن میدان حشر میں جب انہیں دوبارہ زندہ کر کے جمع کر دیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ کی عدالت لگے گی اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا آخرت سچ نہیں ہے؟ تو وہ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اور وہ ایک ایسی حقیقت کا انکار کر بھی کیسے سکیں گے جسے وہ کھلی آنکھوں سے، عملی صورت میں اپنی ذات پر وارد ہوتا دیکھ رہے ہوں گے لیکن اس روز کا اقرار انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا کیونکہ توبہ کا وقت اب ختم ہو چکا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی عدالت سے علیحدہ نہیں ہو سکیں گے جب تک اس سے پانچ سوالوں کا جواب نہ لیا جائے:

۱۔ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں صرف کی۔ (اچھے یا بُرے)؟
۲۔ اس نے اپنی جوانی کس کام میں صرف کی۔ (اچھے یا بُرے)؟
۳۔ اس نے اپنا مال کہاں سے کمایا۔ (حلال طریقہ سے یا حرام سے)؟
۴۔ اس نے اپنا مال کہاں خرچ کیا۔ (اچھے کاموں میں یا بُرے کاموں میں)؟
۵۔ اس نے اپنے علم پر کیا عمل کیا۔ (یعنی اپنے علم پر کتنا عمل کیا)؟ (ترمذی: ۲۴۱۶: ابواب القیامۃ: باب ۱)

عدالت خداوندی میں حاضری کی صورت

سلیمان بن عبدالملک ایک دفعہ مدینہ منورہ حاضر ہوا اور حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہونے کی کیا صورت ہوگی؟ ابو حازم نے جواب دیا: نیک آدمی اس صورت میں حاضر ہوگا جیسے کوئی آدمی تجارت کی غرض سے دور دراز سفر پر گیا اور کافی عرصہ کے بعد بہت سا نفع لے کر گھر واپس آیا تو اہل خانہ اس کو

Marfat.com

وَ الَّذِیۡنَ یُحَآجُّوۡنَ فِی اللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا اسۡتُجِیۡبَ لَہٗ حُجَّتُہُمۡ دَاحِضَۃٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ وَ عَلَیۡہِمۡ غَضَبٌ وَّ لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے (دین کے) بارے میں حجت بازی کرتے ہیں اس کے بعد کہ اسے قبول کرلیا گیا، تو ان کی حجت بازی ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر (اللہ تعالیٰ کا) غضب ہے اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔[۱۶]

اَللّٰہُ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ وَ الۡمِیۡزَانَ ؕ وَ مَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ

۱۷۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل فرمایا، اور (اے انسان) تجھے کیا معلوم

دیکھ کر خوش ہیں اور وہ اہل خانہ کو دیکھ کر خوش ہے یعنی دونوں ایک دوسرے کی ملاقات اور کامیاب تجارت پر خوش ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن نیک آدمی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو دیکھ کر اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی نیکیوں پر خوش ہوگا، ایسا خوش نصیب جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا، اور برا آدمی اس صورت میں حاضر ہوگا جیسے کوئی غلام اپنے مالک کی چوری کر کے بھاگ گیا ہو اور مالک نے اس کی گرفتاری کے لئے پیادے روانہ کئے ہوں اور وہ اس چور غلام کو پکڑ کر لے آئیں۔ اب غلام اپنی حماقت پر شرمندہ ہے اور مالک اس کی نمک حرامی پر غضب ناک ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن برا آدمی اپنی حماقتوں پر شرمندہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کی نمک حرامی پر غضب ناک ہوگا۔ ایسا بے وقوف جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اس دوران سلیمان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگا: کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں اپنا حال جان لیتا کہ ان دونوں صورتوں میں سے کس صورت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے میری پیشی ہوگی؟ ابو حازم نے کہا: یہ معلوم کرنا بالکل آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {بے شک نیک لوگ (جنت کی) نعمتوں میں ہوں گے اور برے لوگ دوزخ (کے عذاب) میں ہوں گے} (قرآن: ۸۲: ۱۴-۱۳) اب تم خود ہی اپنے اعمال کا جائزہ لے لو کہ آیا تم نیک لوگوں میں سے ہو یا برے لوگوں میں سے؟ سلیمان نے کہا: اگر انجام کار اعمال پر منحصر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کس لئے ہے؟ اس پر ابو حازم نے فرمایا: اس سوال کا جواب بھی قرآن سے پوچھ لو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہے} (قرآن: ۷: ۵۶) یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق بنانے کے لئے بھی نیک کاموں اور نیک لوگوں کی صحبت کا وسیلہ ضروری ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: جلد ۳: ص ۲۷۱)

[۱۶] اہل مکہ میں سے جن لوگوں نے قرآن مجید میں غور کیا وہ اسلام کی صداقت پر ایمان لے آئے مگر جو لوگ محض تعصب کی وجہ سے اسلام کے خلاف حجت بازی کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی حجت بازی باطل ہے اور وہ اپنے تعصب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب اور سخت عذاب کے مستحق ہوئے ہیں۔

Marfat.com

قَرِيبٌ ﴿١٧﴾

کہ شاید قیامت قریب ہی ہو۔[۱۷]

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۗ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿١٨﴾

۱۸۔ جو لوگ اس (قیامت) پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لئے جلدی مچاتے ہیں اور جو لوگ (اس پر) ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ بے شک وہ برحق ہے، خبردار! جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں وہ بہت دور کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔[۱۸]

اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿١٩﴾ ع

۱۹۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے، اور وہ بڑی قوت والا زبردست ہے۔[۱۹]

مَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۖ وَمَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِن نَّصِيبٍ ﴿٢٠﴾

۲۰۔ جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیں گے اور جو شخص صرف دنیا کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو کچھ دنیا عطا کر دیتے ہیں اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔[۲۰]

---

[۱۷] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ساتھ حکمت اور شریعت کو بھی نازل فرمایا جن میں عقائد و اعمال، حقوق و فرائض اور عدل و مساوات کو اس طرح ناپ تول کر ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا گیا ہے کہ ان میں کسی کمی بیشی کی ضرورت نہیں ہے، لہٰذا ہر عقلمند انسان پر لازم ہے کہ وہ قیامت سے پہلے اس دین پر عمل کرنے میں جلدی کرے کیونکہ قیامت آجانے کے بعد کسی کو توبہ یا نیکی کرنے کی مہلت نہیں ملے گی اور کیا خبر قیامت قریب ہی ہو اور اگر قیامت کا دن دور بھی ہو تو تمہاری قیامت یعنی موت تو کسی بھی وقت آسکتی ہے، لہٰذا اس سے پہلے ہی اپنی اصلاح کر لو۔

[۱۸] جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے انہیں قیامت سے کوئی ڈر نہیں ہے اس لئے وہ از راہ مذاق کہتے ہیں کہ قیامت نے اگر آنا ہی ہے تو جلدی کیوں نہیں آجاتی؟ اس آیت میں انہیں خبردار کیا گیا ہے کہ قیامت کا انکار بہت بڑی گمراہی ہے کیونکہ قیامت برحق ہے اور وہ ضرور آئے گی، اسی لئے اہل ایمان اس کی ہولناکی سے ڈرتے ہیں۔

[۱۹] اللہ تعالیٰ بہت طاقتور اور سب پر غالب ہے وہ چاہے تو منکرین قیامت کو فوراً سزا دے سکتا ہے مگر وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، انہیں توبہ کے لئے مہلت بھی دیتا ہے اور ان کا رزق بھی بند نہیں کرتا۔

[۲۰] جو شخص اپنی آخرت کے لئے نیکیوں کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اسے زیادہ نیکیوں کی توفیق دیتا ہے اور آخرت میں

Marfat.com

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ کیا ان کے لئے کچھ ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین کا ایسا راستہ مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی؟ اور اگر (ان کے متعلق) فیصلہ کی بات (پہلے سے) طے نہ ہو چکی ہوتی تو (اب تک) ان کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا، اور بے شک ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔[۲۱]

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا

۲۲۔ آپ دیکھیں گے کہ ظالم اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہوں گے حالانکہ وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا، اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے، جو

اس کی ایک نیکی کو دس گنا سے لے کر بے شمار گنا تک بڑھا دیتا ہے اور جو شخص صرف اسی دنیا کا طالب رہتا ہے اور آخرت کو فراموش کر دیتا ہے اس کو دنیا کا کچھ حصہ تو مل جاتا ہے مگر آخرت میں جہنم کے سوا اسے کچھ نہیں ملتا کیونکہ اس نے آخرت کے لئے کوئی عمل کیا ہی نہیں ہے۔

دارالجزا

ہماری زندگی دو حصوں پر مشتمل ہے: ایک دنیوی اور دوسرا اُخروی۔ دنیوی زندگی دارالعمل ہے جس میں ہم عمل کرتے ہیں اور اخروی زندگی دارالجزا ہے جس میں ان اعمال کا بدلہ ملے گا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ (المقاصد الحسنۃ: ص ۲۲۷) یعنی دنیوی زندگی کی مثال ایک کھیت کی سی ہے جس کی کاشت ہماری مرضی پر منحصر ہے۔ اب یہ ہمارے انتخاب کی بات ہے کہ کس چیز کی کاشت کریں۔ بہر حال نتیجہ واضح ہے، اگر اچھے اعمال کاشت کریں گے تو کل قیامت میں اچھے ثمرات سے خوش ہوں گے اور اگر برے اعمال کی کاشت کریں گے تو کل کڑوے پھلوں سے پریشان ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ دنیا اس شخص کے لئے بہترین گھر ہے جو اس دنیا سے اپنی آخرت کے لئے توشہ تیار کرتا ہے۔ (المقاصد الحسنۃ: ص ۲۲۷)

[۲۱] کفار مکہ جس شرک اور گمراہی میں مبتلا تھے اللہ تعالیٰ کے دین میں اس کی اجازت نہیں تھی اور نہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعلیمات میں اس کی گنجائش تھی، یہ تو صرف کفار مکہ کے باپ دادا کی اندھی تقلید اور شیاطین کی ترغیب کا نتیجہ تھا اور یہ اتنی بڑی سرکشی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے ان ظالموں کے لئے آخرت میں دردناک عذاب کا فیصلہ نہ کر رکھا ہوتا تو اسی دنیا میں انہیں فوراً تباہ و برباد کر دیا جاتا۔

Marfat.com

یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾	کچھ وہ چاہیں گے ان کے رب کے پاس سے انہیں ملے گا، یہی بہت بڑا فضل ہے۔[۲۲]
ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ؕ وَمَنْ	۲۳۔ یہی وہ (حقیقی کامیابی) ہے جس کی خوش خبری اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے، آپ فرمادیں: میں اس (تبلیغ اسلام) پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا سوائے قرابت کی محبت کے،[۲۳] اور جو شخص نیکی کرے گا

[۲۲] آج تو ظالم اور مشرک لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں بلکہ اس کے عذاب کا مذاق اڑاتے ہیں مگر قیامت کے دن جب انہیں حقیقت حال کا مشاہدہ ہو جائے گا تو اپنی سرکشی کی سزا سے ڈر رہے ہوں گے۔ اس وقت اس ڈرنے کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس لئے کہ قیامت دارالجزا ہے جہاں انہیں اپنے کرتوتوں کی سزا بہر حال ملے گی اور وہ اس سے بچ نہ سکیں گے، البتہ جو نیکوکار مؤمن ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوگا، وہ جنت میں خوش و خرم ہوں گے اور وہاں جو کچھ چاہیں گے ان کا رب انہیں مہیا فرمائے گا حتیٰ کہ اہل جنت کو اپنا دیدار بھی کرائے گا اور اہل ایمان کے لئے یہ بہت بڑی خوشخبری اور حقیقی کامیابی ہے

جنت میں اہل جنت کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، جیسا کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم یہاں کوئی مزید چیز بھی چاہتے ہو؟ اہل جنت کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ پھر اللہ تعالیٰ حجاب کھول دے گا اور اہل جنت کو ایسی کوئی چیز نہیں عطا کی گئی ہوگی جو ان کو اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔ (مسلم: حدیث نمبر ۴۴۹: کتاب الایمان: باب ۸۰)

[۲۳] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل مکہ کو اسلام کی دعوت دی تو وہ مخالفت پر اتر آئے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تکلیف پہنچاتے اور جو شخص بھی اسلام قبول کرتا اس پر ظلم و زیادتی کرتے حتیٰ کہ نوبت قتل و غارت تک پہنچ گئی۔ اہل مکہ کی اذیت رسانی کے باوجود جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دعوت پر ثابت قدم رہے تو مشرکین کو خیال آیا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالی مفادات حاصل کرنے کے لئے یہ تحریک شروع کی ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جو تمہیں اسلام کی تبلیغ کر رہا ہوں اس کے پس منظر میں کوئی مالی مفاد یا ہوس اقتدار نہیں ہے بلکہ تمہاری ہدایت اور بھلائی مقصود ہے۔ میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا مگر میں تمہیں تمہارے حق قرابت سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ اور آپس میں پیار و محبت کا سلوک کرو کیونکہ ہم سب ایک دوسرے کے رشتہ دار ہیں۔ اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو ہم میں سے جو

Marfat.com

مسلمان ہیں ان پر تم ظلم وزیادتی نہ کرو، آخر ہم تمہارے رشتہ دار ہیں۔ اگر تم شرک کی تبلیغ کرنا اپنا حق سمجھتے ہو تو ہمیں بھی توحید کی تبلیغ کا حق ملنا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطالبہ اپنی ذات کے لئے نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اہل مکہ کی ہدایت کے لئے تھا۔

سورہ فرقان میں اس مفہوم کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کیا گیا ہے: { آپ فرمادیں: میں اس (تبلیغ اسلام) پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرلے } (قرآن: ۲۵:۵۷) یعنی میں تم سے کسی مال و دولت کا طالب نہیں ہوں، البتہ جو چاہے اپنے رب کی ہدایت کا راستہ اختیار کرے اور کامیابی سے ہمکنار ہو جائے تو یہی میرا اجر میرے لئے کافی ہے۔ اور سورہ شعراء کی آیات نمبر ۱۰۹، ۱۲۷، ۱۴۵، ۱۶۴، ۱۸۰ میں پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی تبلیغ کا بھی یہی مشن بتایا گیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا یہ قول ذکر فرمایا ہے: { میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمہ ہے } (قرآن: ۲۶:۱۰۹) یعنی مجھے دنیاوی مال و دولت نہیں چاہیے بلکہ میں تو اخروی اجر وثواب کا طالب ہوں۔

بعض حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قرابت یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کو بطور معاوضہ مانگا ہے تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں ہے۔ جب دیگر انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی قوموں سے کسی معاوضہ کا مطالبہ نہیں کیا تو تمام انبیائے کرام کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے بدلہ میں اپنی اولاد کے لئے محبت کا مطالبہ کیسے کر سکتے ہیں؟ نیز یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی ہی نہیں ہوئی تھی تو پھر حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر کیسے آگیا؟ پھر یہ خطاب کفار سے ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ہی نہیں چاہتے وہ ان کی اولاد سے محبت کیسے کریں گے؟ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اہل بیت کی محبت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک حسب ونسب کے اعتبار سے دنیا کی اشرف ترین آل ہے، ان کی محبت اور تعظیم ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔ ہر نماز میں ان پر درود بھیجا جاتا ہے اور ان کے لئے برکت کی دعا کی جاتی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں میرے شیخ طریقت حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے: بے شک اہل بیت پاک کی محبت ہمارا ایمان ہے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اجر نہیں ہے بلکہ یہ شجر ایمان کا ثمر ہے، یہ اس گل کی مہک ہے، یہ اس خورشید کی چمک ہے، جہاں ایمان ہوگا وہاں حب آل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ہوگی۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

آل پاک اور اہل بیت کی فضیلت

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کے موقع پر دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصواء پر سوار خطبہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے: اے لوگو! میں نے تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر تم نے

Marfat.com

يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝۲۳

ہم اس کے لئے اس کی نیکی کے حسن میں اضافہ کر دیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت قدردان ہے۔[۲۴]

ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری اولاد، میرے اہل بیت۔
(ترمذی:۳۷۸۶:ابواب المناقب:باب۳۱)

☆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے ان کو تھام لیا تو تم میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے، ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ عظیم ہے، ایک کتاب اللہ ہے، یہ وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین تک تانی ہوئی ہے اور دوسری میری اولاد ہے میرے اہل بیت، وہ ہرگز ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے حتیٰ کہ وہ دونوں اکٹھے میرے پاس حوض پر وارد ہوں گے، پس غور کرو کہ تم میرے بعد ان سے کس طرح پیش آتے ہو۔ (ترمذی:۳۷۸۸:ابواب المناقب:باب۳۱)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اہل بیت کشتی نوح کی طرح ہیں جو اس کشتی میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس کشتی سے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔ (المعجم الکبیر:۲۵۷۰:جلد ۲:ص۱۷۹)

☆ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام کا لباس حیا ہے، اس کی زینت وفا ہے، اس کی مروت عمل صالح ہے، اس کا ستون تقویٰ ہے۔ ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت ہے۔ (کنز العمال:۳۲۵۲۳:جلد۱۱:ص۵۳۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کیونکہ وہ اپنی نعمتوں سے تم کو غذا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔
(ترمذی:۳۷۸۹:ابواب المناقب:باب۳۱)

☆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جس کا دوست اور آقا ہوں علی اس کے دوست اور آقا ہیں۔ (ترمذی:۳۷۱۳:ابواب المناقب:باب۱۹)

☆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات کو کسی کام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے، آپ کے پاس کوئی چیز تھی، نہ جانے وہ کیا تھی، جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے پوچھا: یہ کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر کھول کر دکھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما اور اس سے محبت فرما جو ان دونوں سے محبت رکھے۔
(ترمذی:۳۷۶۹:ابواب المناقب:باب۳۰)

[۲۴] اللہ تعالیٰ بڑا قدردان ہے، جو شخص نیکی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر خوش ہوتا ہے اور اس کی نیکی کا حسن بڑھا دیتا ہے یعنی نیکی کرنے

Marfat.com

اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنۡ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخۡتِمۡ عَلٰى قَلۡبِكَ ؕ وَيَمۡحُ اللّٰهُ الۡبَاطِلَ وَيُحِقُّ الۡحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۝۲۴

۲۴۔ کیا وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس (رسول ﷺ) نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھا ہے؟ پس اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آپ کے دل پر مہر لگا دیتا، اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے ثابت کرتا ہے، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔[۲۵]

وَهُوَ الَّذِىۡ يَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَيَعۡفُوۡا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ۝۲۵

۲۵۔ اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور برائیوں کو معاف فرماتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔[۲۶]

میں اگر اس سے کوئی کوتاہی سرزد ہو جائے تو اس سے درگزر فرماتا ہے اور آخرت میں اس کا اجر و ثواب بڑھا دیتا ہے۔

[۲۵] مشرکین مکہ یہ کہتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ خود قرآن کی آیات بناتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، لہٰذا انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھا ہے۔ اس آیت میں مشرکین کے دعویٰ کو رد کیا جا رہا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے، کوئی انسان ایسا کلام نہیں بنا سکتا اور یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ حضرت محمد ﷺ سچے نبی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنا کلام کسی جھوٹی زبان پر ظاہر نہیں فرماتا اور بفرض محال اگر آپ ﷺ سچے نبی نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کے دل پر مہر لگا دیتا اور برحق کلام آپ کی زبان پر جاری نہ فرماتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ حق کو مضبوط دلائل کے ساتھ ثابت فرماتا ہے اور باطل کو بالآخر بھاگنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند سالوں کے بعد پورے عرب پر حق کا پرچم لہرانے لگا اور باطل غائب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ دلوں کے احوال خوب جانتا ہے اور نبوت کے لئے اسے ہی منتخب فرماتا ہے جو اس ذمہ داری کو سرانجام دینے کی کامل صلاحیت رکھتا ہے۔ خاص کر حضرت محمد ﷺ کے بارے میں تو مشرکین مکہ کو بھی شک نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ وہ خود آپ کو صادق و امین کہا کرتے تھے، اور پھر بھی اگر انہیں شک ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے تو اس جیسا کلام بنا کر دکھائیں اور یا پھر اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں۔

[۲۶] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ جو بندے خلوص نیت کے ساتھ توبہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرماتا ہے اور سب کچھ جاننے کے باوجود ان کی غلطیوں سے درگزر فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کو اپنے مؤمن بندہ کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جو ایک ہلاکت خیز سنسان جنگل میں اپنی سواری پر جائے جس پر اس

Marfat.com

وَيَسۡتَجِيبُ الَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضۡلِهِۦۚ وَٱلۡكَٰفِرُونَ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾

۲۶۔ اور وہ ان لوگوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اور اپنے فضل سے ان کے اجر میں اضافہ فرماتا ہے، اور کافروں کے لئے سخت عذاب ہے۔[۲۷]

وَلَوۡ بَسَطَ ٱللَّهُ ٱلرِّزۡقَ لِعِبَادِهِۦ لَبَغَوۡاْ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٖ مَّا يَشَآءُۚ إِنَّهُۥ بِعِبَادِهِۦ خَبِيرُۢ بَصِيرٞ ﴿٢٧﴾

۲۷۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں پر رزق کشادہ کر دیتا تو وہ ضرور زمین میں سرکشی کرتے لیکن وہ ایک اندازے سے (جس کے لئے) جتنا رزق چاہتا ہے نازل فرماتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے (اور انہیں) خوب دیکھنے والا ہے۔[۲۸]

کے کھانے پینے کی چیزیں ہوں۔ وہ سو جائے اور جب وہ بیدار ہو تو سواری کہیں جا چکی ہو۔ وہ اس سواری کو تلاش کرتا رہے حتیٰ کہ اس کو سخت پیاس لگ جائے، پھر وہ کہے: میں واپس اسی جگہ جاتا ہوں جہاں پر میں پہلے تھا۔ میں وہاں سو جاؤں گا حتیٰ کہ مر جاؤں۔ وہ کلائی پر اپنا سر رکھ کر لیٹ جاتا ہے تاکہ مر جائے، پھر وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کی سواری اس کے پاس موجود ہوتی ہے اور اس پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہوتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ کو مؤمن بندہ کی توبہ کرنے پر اس شخص کی سواری اور زاد راہ (کے ملنے) سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ (مسلم: ۶۹۵۵: کتاب التوبة: باب ۱) توبہ کے متعلق تفصیلی بیان سورۃ النساء (۴) کی آیت نمبر ۱۷ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

[۲۷] اللہ تعالیٰ مؤمنوں کی دعائیں اور ان کے نیک اعمال قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل و کرم سے ان کے اجر و ثواب میں اضافہ فرماتا ہے لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں اور ساری عمر نافرمانی میں گزار دیتے ہیں تو ظاہر ہے انہیں اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ دعا کے متعلق تفصیلی بیان سورہ مؤمن (۴۰) کی آیت نمبر ۶۰ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

[۲۸] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال سے خوب باخبر ہے۔ اگر وہ سب بندوں کو کثیر مال و دولت عطا کر دیتا تو لوگ تکبر اور غرور کرنے لگتے اور کسی دوسرے کی پرواہ نہ کرتے بلکہ ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے اور زمین میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیتے، اس لئے اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی حکمت کے مطابق مختلف رزق دیتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں قتادہ نے کہا ہے: بہترین رزق وہ ہے جو تمہیں (اللہ تعالیٰ کی یاد سے) غافل نہ کرے اور تمہیں سرکش نہ بنائے۔ (تفسیر ابن کثیر، تفسیر ابن جریر طبری)

Marfat.com

وَ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ یَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَ هُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت (کا دامن) پھیلا دیتا ہے، اور وہی سب کا کارساز (اور) سب تعریفوں کے لائق ہے۔[۲۹]

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَ هُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ ع

۲۹۔ اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے اور ان جانداروں کا (پیدا کرنا) بھی جو اس نے ان میں پھیلا رکھے ہیں، اور وہ جب چاہے ان سب کو جمع کرنے پر بھی قادر ہے۔[۳۰]

وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۰﴾ ط

۳۰۔ اور جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔[۳۱]

---

[۲۹] اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ خشک سالی کے ایام میں جب زمین سے فصل اگنے کے بجائے خاک اڑنے لگتی ہے اور وسائل رزق محدود ہونے کی وجہ سے لوگ مایوس ہونے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ باران رحمت بھیج دیتا ہے جس سے فصلیں لہلہانے لگتی ہیں اور لوگ خوشی سے جھومنے لگتے ہیں۔ قحط سالی کے بعد باران رحمت اور تنگدستی کے بعد خوشحالی میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس ہو کہ واقعی اللہ تعالیٰ ہی حقیقی کارساز ہے اور وہی سب تعریفوں کا مستحق ہے۔

[۳۰] اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے وسیع و عریض بہت بڑے بڑے زمین و آسمان پیدا فرمائے، پھر بے شمار فرشتوں، انسانوں، مویشی اور جنات وغیرہ کو پیدا فرمایا۔ فرشتوں کو آسمانوں میں اور دیگر جانداروں کو زمین میں پھیلا دیا، پھر ایک دن آئے گا جب اللہ تعالیٰ ان سارے پھیلے ہوئے جانداروں کو میدان حشر میں جمع فرمائے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ جس طرح وہ اپنی مخلوق کو پھیلانے پر قادر ہے اسی طرح وہ انہیں جمع کرنے پر بھی قادر ہے۔

[۳۱] تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے کرتوتوں کی سزا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اگر وہ ہر ایک گناہ پر فوراً سزا دیتا تو زمین پر کوئی بھی باقی نہ رہتا۔

امام بیضاوی لکھتے ہیں: اس آیت کا حکم مجرموں کے لئے خاص ہے کیونکہ جو مجرم نہیں ہیں ان پر مصیبت دوسری وجوہ سے آتی ہے، مثلاً ان میں سے ایک یہ ہے کہ مومن صبر کرے تاکہ اجر عظیم کا مستحق قرار پائے۔ (تفسیر بیضاوی)

• اس آیت کی تفسیر میں امام خازن حضرت عکرمہ کا قول نقل کرتے ہیں: بندے پر جب مصیبت آتی ہے وہ یا تو اس وجہ

Marfat.com

سے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بغیر اس کا گناہ معاف کرنے والا نہیں ہوتا یا کسی مرتبہ پر پہنچانے کے لئے آتی ہے کہ اس مصیبت کے بغیر اللہ تعالیٰ اسے اس مرتبہ پر پہنچانے والا نہیں ہوتا۔ (تفسیر الخازن) یعنی اس مصیبت کے بدلے میں صالحین کے درجات بلند کئے جاتے ہیں اور گناہگاروں کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔

اہل ایمان پر مصائب

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، فکر، حزن، تکلیف یا غم ہوحتیٰ کہ اس کو کوئی کانٹا بھی چبھا ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

(بخاری: ۵۶۴۱: کتاب المرضیٰ: باب ۱)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکلیف پہنچتی ہے۔ (بخاری: ۵۶۴۵: کتاب المرضیٰ: باب ۱)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا مؤمن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

(مسلم: ۷۴۱۷: کتاب الزھد: باب ۵۳)

☆ حضرت ابراہیم بن مہدی اپنے باپ اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی بندہ کا مرتبہ اس قدر بلند ہوتا ہے کہ وہ اپنے عمل سے اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسم میں یا اس کے مال میں یا اس کی اولاد کے مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(ابوداؤد: ۳۰۹۰: کتاب الجنائز: باب ۲۰)

☆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں گیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تیز بخار تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بہت تیز بخار ہے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوہرا اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ اس طرح ساقط فرما دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔ (بخاری: ۵۶۴۷: کتاب المرضیٰ: باب ۲)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تم کو اس آیت کی خبر نہ دوں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سب سے افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس آیت (یعنی قرآن: ۴۲: ۳۰) کی تفسیر میں بتایا: اے علی! تم پر جو بیماری آتی ہے یا کوئی سزا ملتی ہے یا دنیا میں کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ کریم ہے کہ وہ تم کو دوبارہ آخرت میں سزا دے اور اللہ تعالیٰ نے جس گناہ کو دنیا میں معاف فرما دیا تو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ حلیم ہے کہ وہ معاف کرنے کے بعد دوبارہ سزا دے۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۸۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ آیت سب سے افضل ہے کیونکہ کسی تکلیف کی وجہ سے جو گناہ اس دنیا میں معاف کر دیا گیا آخرت میں دوبارہ اس کی سزا نہیں ملے گی۔

بچوں اور دیوانوں پر مصائب

بچوں اور دیوانوں پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے والدین کے لئے اجر وثواب کا باعث ہیں بشرطیکہ وہ صبر کریں حتیٰ

Marfat.com

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۳۱

۳۱۔ اور تم زمین میں (اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی تمہارا کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار۔ [۳۲]

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝۳۲

۳۲۔ اور اس کی نشانیوں میں سے (بادبانی) کشتیاں ہیں جو پہاڑوں کی مانند سمندر میں چلتی ہیں۔

اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۳۳

۳۳۔ اور اگر وہ چاہے تو ہوا کو ساکن کر دے، پھر کشتیاں سطح سمندر پر رُکی رہ جائیں، بے شک اس میں ہر صبر و شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔ [۳۳]

اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ۝۳۴

۳۴۔ یا وہ چاہے تو ان کشتیوں کو ان میں سوار ہونے والوں کے کرتوتوں کے باعث تباہ کر دے مگر اللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

کہ اگر کسی کا معصوم بچہ فوت ہو جائے اور وہ صبر کرے تو جنت میں اس کے لئے محل تیار کیا جاتا ہے۔

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی بندے کا بیٹا فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے: تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کر لی! وہ عرض کرتے ہیں: جی ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کا ثمر قبض کر لیا! وہ عرض کرتے ہیں: جی ہاں! پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اس نے تیری حمد بیان کی اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔ (ترمذی: ۱۰۲۱: ابواب الجنائز: باب ۳۶)

[۳۲] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، جب وہ مجرموں کو سزا دیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی ایسا کارساز یا مددگار ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچا سکے۔

[۳۳] اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت کی نشانیوں میں سے ایک بادبانی کشتیاں ہیں جو پہاڑوں اور محلات کی مانند سمندر میں چلتی ہیں۔ تمہیں اور تمہارے مال و متاع کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہیں، لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہے اور ہوا کو روک دے تو یہ کشتیاں سطح سمندر پر رُکی رہ جائیں اور اگر چاہے تو ان میں سوار ہونے والوں کے کرتوتوں کے باعث ایسی تیز آندھی بھیج دے کہ کشتیاں اپنے سواروں سمیت سمندر میں غرق ہو جائیں مگر اللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ ان نشانیوں میں غور و فکر وہی کرتے ہیں جو نعمتوں پر شکر اور مصائب پر صبر کرتے ہیں۔

Marfat.com

وَ يَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں وہ جان لیں کہ ان کے لئے کوئی راہ فرار نہیں ہے۔[۳۴]

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ سو تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا سامان ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ زیادہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے،[۳۵] (اور یہ) ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔[۳۶]

پرانی بادبانی کشتیوں کی جگہ آج انجن والے جہاز سمندر میں ایسے چلتے ہیں جیسے پورا شہر چل رہا ہو لیکن جب اللہ تعالیٰ سمندر میں طوفانی ہوا بھیجتا ہے تو یہ بڑے بڑے جہاز بھی مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں۔

[۳۴] ان واضح نشانیوں کے باوجود جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور ان پر ایمان نہیں لاتے وہ جان لیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئے گا تو ان کے لئے کوئی راہ فرار نہیں ہوگی۔

[۳۵] اس آیت میں دنیا کے ساز و سامان اور آخرت کے اجر و ثواب کا فرق بیان کیا گیا ہے یعنی آج تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ اس دنیاوی زندگی کا ساز و سامان اور اس کی زیب و زینت ہے۔ ممکن ہے کہ آج رات کو زلزلہ آئے، یہ سارا مال و متاع تباہ ہو جائے اور صرف تم بھیک مانگنے کے لئے بچ جاؤ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آج رات تمہاری موت واقع ہو جائے اور یہ سارا سامان کسی اور کے پاس چلا جائے اور اگر تم بھی زندہ رہے اور یہ تمہارا مال و متاع بھی تمہارے قبضہ میں رہے تو پھر بھی تمہیں ایک دن مرنا ہے کیونکہ یہ ساری کائنات اور اس میں موجود ہر چیز عارضی ہے، اسے ایک دن فنا ہو جانا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ایمان والوں کے لئے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں وہ اس دنیاوی مال و متاع سے بدرجہا بہتر ہیں اور لطف یہ ہے کہ وہ دائمی ہیں اور ہمیشہ ایمان والوں کے ساتھ رہیں گی، جنت میں نہ زلزلہ آئے گا اور نہ ہی وہاں موت ہوگی۔ کیا تم اس دنیا کی عارضی زینت اور آخرت کی دائمی نعمت کے فرق کو نہیں سمجھتے؟

☆ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اپنا سارا مال راہ خدا میں قربان کر دیا تو کچھ لوگ انہیں ملامت کرنے لگے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری و تفسیر قرطبی)

[۳۶] ان آیات میں ان ایمان والوں کی صفات بیان کی گئی ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں بہترین اور دائمی نعمتیں تیار

Marfat.com

کر رکھی ہیں، مثلاً وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ مذکورہ صفات کے متعلق کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالیٰ پر توکل

اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ایمان کا حصہ ہے یعنی اس بات پر پختہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اٹل ہے۔ کامیابی و ناکامی دونوں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور ان دونوں کے پس پردہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں کارفرما ہوتی ہیں۔ نیز مادی اسباب پر اس طرح کلی اعتماد کرنا کہ مطلوب کے حصول میں یہی سب کچھ ہیں تو ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے اور بلا وجہ اسباب کو چھوڑ کر توکل کا دعویٰ کرنا بھی گناہ ہے، لہٰذا توکل کا مفہوم یہ ہے کہ سب سے پہلے ضروری اسباب کے مہیا کرنے میں پوری جدوجہد کی جائے لیکن نتائج کے ظہور کے لئے اسباب پر اعتماد نہ کیا جائے صرف اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ کیا جائے۔ اس طرح مسلمان کا حوصلہ بھی بلند رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی شامل حال ہوگی جبکہ کافر صرف اسباب پر بھروسہ کرتا ہے اور روحانی تسکین کے فقدان سے پریشان رہتا ہے۔ اس ضمن میں چند مثالیں ملاحظہ کریں:

۱۔ نبی کریم ﷺ جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو اس کے لئے تیاری کرتے، مجلس مشاورت قائم ہوتی، وقت، جگہ، راستہ اور مجاہدین کا انتخاب ہوتا۔ ہتھیار اور سواریوں کا بندوبست کیا جاتا، میدانِ جنگ میں صفیں بنائی جاتیں الغرض جنگ میں کامیابی کے سارے ضروری اسباب کا انتظام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح دستِ سوال دراز فرماتے:

اے اللہ! ہمارے دشمنوں کو ناکام بنا دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔ (بخاری:۲۹۶۶: کتاب الجہاد: باب ۱۱۲)

۲۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے وقت نبی کریم ﷺ نے رفیقِ سفر، زادِ سفر، اور سواری کے لئے اونٹنی کا انتظام کیا۔ رات کی تاریکی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غارِ ثور میں پناہ لی تاکہ کفارِ مکہ دیکھ نہ سکیں۔ اس طرح سارے ضروری اسباب کا انتظام کرنے کے بعد دعا کی: ''۔۔۔۔۔ اے اللہ! میرے سفر میں تو میرا ساتھی ہو۔۔۔۔۔ اور مجھے لوگوں کے حوالے نہ کر۔۔۔۔۔'' (سیرت ابن کثیر: جلد دوم)

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی تلاش میں جب کفار کی ایک جماعت غارِ ثور کے منہ پر آ گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر ان کفار میں سے کسی نے نیچے جھک کر دیکھا تو ہم نظر آ جائیں گے، اس پر نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کو بڑے زوردار الفاظ میں بیان فرمایا: اے ابوبکر! تیرا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔ (بخاری: ۳۶۵۳: فضائل اصحاب: باب ۲) یعنی ہم نے سارے امکانی اسباب مکمل کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر رکھا ہے، وہی ہماری حفاظت کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غار کے منہ پر کبوتری کے انڈوں اور مکڑی کے جالے سے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جنہیں دیکھ کر کفار واپس چلے گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کفار سے بچا لیا۔

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل

Marfat.com

کروں یا چھوڑ کر؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پہلے اونٹنی کو باندھ اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کر۔ (ترمذی: ۲۵۱۷: ابواب القیامۃ: باب ۶۰) تا کہ کوئی چور اس کو نہ لے جائے۔

۴۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرتے جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے، وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی: ۲۳۴۴: ابواب الزھد: باب ۳۳) اس حدیث میں توکل سے مراد ترک عمل نہیں بلکہ اس میں حصول رزق کے لئے سعی اور جدو جہد کی دلیل ہے جس طرح پرندے پہلے تلاش رزق میں نکلتے ہیں تو پھر شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں، اگر وہ گھونسلوں میں ہی بیٹھے رہتے تو رزق اڑ کر ان کے پاس نہ آتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زمین پر چلنے والا کوئی جانور اپنے لئے رزق کا ذخیرہ نہیں کرتا سوائے چیونٹی، چوہا اور انسان کے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ عنکبوت (۲۹): زیر آیت نمبر ۶۰) یہ تینوں جاندار کھاتے کم ہیں اور جمع کرنے کی فکر زیادہ کرتے ہیں۔

کبیرہ گناہ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کا نام گناہ ہے۔ جس گناہ پر حد مقرر ہو یا اُس پر آخرت میں عذاب کی دھمکی دی گئی ہو اُسے گناہ کبیرہ کہتے ہیں اور اس کا ماسوا گناہ صغیرہ ہے۔

کبیرہ گناہوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، مثلاً شرک، قتلِ ناحق، خودکشی، بدکاری، لواطت، پاکباز عورت پر بہتان، والدین کی نافرمانی، یتیم کا مال کھانا، فرائض (نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ) کا ترک کرنا، قرآن مجید یاد کر کے بھلا دینا، جادو کا عمل کرنا، شراب پینا، جھوٹی گواہی دینا، حیوان کو جلانا، صحابہ کرام کو گالیاں دینا، علمائے کرام کی توہین کرنا، بلا عذر خنزیر یا مردار کا گوشت کھانا وغیرہ۔

صغیرہ گناہوں کی بھی تعداد بہت زیادہ ہے، مثلاً اجنبی عورت کو دیکھنا، اس کے ساتھ خلوت کرنا، فاسقوں سے دوستی رکھنا، قبلہ رُخ رفع حاجت کرنا، واجبات کا ترک کرنا وغیرہ۔

جو انسان کبیرہ گناہ سے اجتناب کرے اور فرائض و واجبات ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے صغیرہ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ نیز چھوٹے گناہوں کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ ان پر اصرار اور دوام ان کو بڑے گناہ بنا دیتا ہے۔ بڑے اور چھوٹے گناہ کی مثال کچھ اس طرح سمجھی جاسکتی ہے، جیسے آگ کا بڑا انگارہ اور چھوٹی چنگاری کہ انسان ان دونوں میں سے کسی ایک کی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتا اور ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی (آگ کا انگارہ یا چنگاری) پورے گھر کو جلانے کا سبب بن سکتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انگارہ جلدی جلا سکتا ہے اور چنگاری سے اگر کچھ دیر لاپرواہی برتی جائے تو وہ بھی پورے گھر کو جلا سکتی ہے۔

Marfat.com

وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور جو لوگ اپنے رب کا حکم مانتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا ہر کام باہمی مشورہ سے ہوتا ہے، [۳۷] اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

بے حیائی کے کام

اس سے مراد زنا ہے جو کہ کبیرہ گناہ ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ نور (۲۴) کی آیت نمبر ۲ کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

غصہ کے وقت معاف کر دینا

اہل ایمان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب جاہل لوگ انہیں برا بھلا کہہ کر ان کی دلآزاری کریں تو وہ فوراً غصہ میں آ کر گالیوں کا بازار گرم نہیں کر دیتے بلکہ ان سے درگزر کرتے ہیں اور انہیں سلامتی کی دعا دے کر ان سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں، جیسا کہ سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ صرف یہ کہتے ہیں: (تم پر) سلام ہو۔} (قرآن: ۲۵: ۶۳) اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا لیکن جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کرتا تو آپ اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیتے۔

(بخاری: ۶۱۲۶: کتاب الادب: باب ۸۰)

☆ حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں: ایک مشرک نے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو گالی دی۔ آپ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ شوریٰ ۴۲۰): زیر آیت نمبر ۳۷)

☆ ایک شخص نے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو برا کہا تو آپ نے فرمایا: اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حٰم السجدہ (۴۱): زیر آیت نمبر ۳۴)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ طبعاً بے شرمی کی بات کرتے تھے اور نہ تکلفاً۔ آپ بازار میں شور نہیں کرتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔

(ترمذی: ۲۰۱۶: ابواب البر والصلۃ: باب ۶۹)

☆ حضرت علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو، جو تم سے برا سلوک کرے اس سے اچھا سلوک کرو اور حق بات کہو خواہ وہ تمہارے خلاف ہو۔ (کنز العمال: ۶۹۲۹: جلد ۳: ص ۳۵۹)

[۳۷] اس آیت میں اہل ایمان کی چار صفات بیان کی گئی ہیں جن میں سے ایک باہمی مشاورت ہے۔ نبی کریم ﷺ تمام اہم امور میں مشورہ کیا کرتے تھے، مثلاً جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں اور جنگ احزاب کے موقع پر خندق کھودنے کے متعلق آپ ﷺ نے مشورہ کیا جس کو تمام سیرت نگاروں نے لکھا ہے۔

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾	۳۹۔ اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو وہ اس کا (اس جیسا) بدلہ لیتے ہیں۔
وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ	۴۰۔ اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے،[۳۸] لیکن جس

نبی کریم ﷺ کی ہر بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔ (قرآن: ۵۳: ۳) اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا: {اور آپ ﷺ معاملات میں ان (صحابہ کرام ﷺ) سے مشورہ کیا کریں} (قرآن: ۳: ۱۵۹) تاکہ مسلمانوں کو مشورہ کی اہمیت کا علم ہو جائے۔ نیز آپ ﷺ کا ان سے مشورہ کرنا ان کی دلجوئی اور قلبی مسرت کا باعث ہوگا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اس لئے مشورہ کرنے کا حکم نہیں دیا کہ نبی کریم ﷺ کو ان کے مشورہ کی ضرورت تھی بلکہ اس میں حکمت یہ تھی کہ صحابہ کرام ﷺ کو مشورہ کی فضیلت کا پتہ چل جائے۔ نیز یہ کہ مشورہ سنت نبوی بن جائے اور امت مسلمہ اس کی اقتدا اور اتباع کرے ---- شریعت اسلامیہ میں مشورہ کا حکم اتنا اہم ہے کہ جو حکمران اہل علم اور اہل دین سے مشورہ نہیں کرتا اسے معزول کر دینا واجب ہے۔

(تفسیر قرطبی: سورہ آل عمران: زیر آیت نمبر ۱۵۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس سے مشورہ طلب کیا جائے تو وہ اس مشورہ کا امین ہے۔ (ابن ماجہ: ۳۷۴۵: ابواب الادب: باب ۳۷)

☆ حضرت جابر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے مشورہ طلب کرے تو وہ اس کو مشورہ دے۔ (ابن ماجہ: ۳۷۴۷: ابواب الادب: باب ۳۷)

☆ حضرت معدان بن ابی طلحہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور اس میں نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر ﷺ کا ذکر کیا اور کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھ پر تین مرتبہ ٹھونگیں ماریں اور میں نے اس کی صرف یہ تعبیر لی ہے کہ میری موت قریب آ گئی ہے اور بے شک کچھ لوگ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ میں اپنا جانشین مقرر کروں اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضائع کرنے والا نہیں ہے اور نہ اپنی خلافت کو اور نہ اس شریعت کو جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا ہے، اگر میری موت جلد آ گئی تو خلافت ان چھ اصحاب کے مشورہ سے منعقد ہوگی جن سے نبی ﷺ اپنی وفات کے وقت راضی تھے ---- (مسلم: ۱۲۵۸: کتاب المساجد: باب ۱۷)

[۳۸] اہل ایمان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب متکبر لوگ ان پر زیادتی کرتے ہیں تو وہ اتنا ہی بدلہ لیتے ہیں جتنا انہیں نقصان پہنچایا گیا ہو یعنی جتنا مالی یا جسمانی نقصان انہیں پہنچایا گیا ہے وہ اتنا ہی انتقام لیتے ہیں کیونکہ جو اپنے نقصان سے زیادہ بدلہ لیتا ہے وہ ظالم شمار ہوگا، لیکن اگر کوئی مؤمن یہ سمجھتا ہے کہ اس نقصان کو معاف کرنے سے حالات درست ہو جائیں گے اور فساد آگے نہیں بڑھے گا تو باوجود انتقام لینے کی طاقت اور رخصت کے اگر وہ اپنے جذبات پر قابو پالے اور معاف کر دے تو یہ اس کا عظیم کارنامہ ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ اسے عظیم اجر عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

اَصۡلَحَ فَاَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۰﴾

نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے، بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔[۳۹]

وَ لَمَنِ انۡتَصَرَ بَعۡدَ ظُلۡمِہٖ فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ سَبِیۡلٍ ﴿ؕ۴۱﴾

۴۱۔ اور جس شخص نے اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد (اس جیسا) بدلہ لے لیا تو ایسے لوگوں پر (ملامت کی) کوئی سبیل نہیں ہے۔[۴۰]

اِنَّمَا السَّبِیۡلُ عَلَی الَّذِیۡنَ یَظۡلِمُوۡنَ النَّاسَ وَ یَبۡغُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ ؕ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ ملامت کی سبیل تو صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وَ لَمَنۡ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔[۴۱]

درگزر اور انتقام کا حکم

اگر کسی ظالم کو معاف کرنے سے اس کے تکبر اور ظلم میں اضافہ کا اندیشہ ہو تو اس سے انتقام لینا افضل ہے تا کہ لوگ اس کے مظالم سے محفوظ رہیں اور اگر کوئی ظالم اپنی اصلاح کر لے اور آئندہ اس سے ظلم کے ارتکاب کی امید نہ ہو تو اسے معاف کر دینا افضل ہے۔

[۳۹] ظالم کوئی بھی ہو خواہ وہ ظلم کی ابتدا کرنے والا ہو یا وہ مظلوم جو انتقام لینے میں حد سے تجاوز کرے۔ یہ دونوں ظالم ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی ظالم کو پسند نہیں کرتا۔

[۴۰] مظلوم لوگ جب ظالموں سے اپنے نقصان کے برابر انتقام لیں تو یہ ان کا حق ہے اور ان پر ملامت کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ ملامت اور دردناک عذاب کے مستحق تو وہ لوگ ہیں جو پرامن لوگوں پر ظلم و زیادتی کا آغاز کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں۔

[۴۱] مظلوم لوگوں کو اپنے ظالموں سے انتقام لینے کا حق حاصل ہے لیکن اگر وہ طاقتِ انتقام کے ہوتے ہوئے بھی صبر کریں اور معاف کر دیں تو یہ بڑے دل گردے کا کام ہے جس پر وہ اجرِ عظیم کے مستحق قرار پائیں گے۔

☆ کفارِ مکہ نے نبی کریم ﷺ کو ساحر اور مجنون کہا، آپ کا سوشل بائیکاٹ کیا، آپ کو شہید کرنے کی سازش کی، آپ کو مکہ

Marfat.com

وَ مَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ وَّلِيٍّ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيۡنَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ يَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنۡ سَبِيۡلٍ ۚ﴿۴۴﴾

۴۴۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کے لئے اس کے بعد کوئی کارساز نہیں ہے، [۴۲] اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ جب وہ (دوزخ کا) عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی سبیل ہے؟ [۴۳]

وَتَرٰىهُمۡ يُعۡرَضُوۡنَ عَلَيۡهَا خٰشِعِيۡنَ مِنَ الذُّلِّ يَنۡظُرُوۡنَ مِنۡ طَرۡفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ الۡخٰسِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ

۴۵۔ اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ جب وہ ذلت سے سر جھکائے ہوئے دوزخ پر پیش کئے جائیں گے، وہ (دوزخ کو چوری چوری) چھپی نگاہوں سے دیکھتے ہوں گے، [۴۴] اور ایمان والے کہیں گے: بے شک

سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا اور آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے ان کا کلیجہ چبایا لیکن آٹھ سال بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کر لیا تو حرم کعبہ میں ان سخت ترین دشمنوں سے خطاب فرمایا: اے گروہ قریش! تمہارا کیا خیال ہے، میں تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا: آپ کریم نبی ہیں کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں، ہم آپ سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آج تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی، آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ چلے جاؤ، میری طرف سے تم آزاد ہو۔ (فتح الباری: ابن حجر عسقلانی: جلد ۸: ص ۱۸) حسن اخلاق اور درگزر کا جو مثالی مظاہرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسانی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ کی شان کریمی دیکھ کر اہل مکہ جوق در جوق آگے بڑھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام قبول کرنے لگے۔

[۴۲] اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے۔ اس نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا جنہوں نے حق و باطل کے راستوں اور ان کے انجام کو وضاحت سے بیان کر دیا۔ اس کے باوجود جو لوگ دانستہ ہدایت سے منہ پھیر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ ان کی پسند کے مطابق انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ ظاہر ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت قبول نہیں کرتا اس کی مدد کون کرے گا؟

[۴۳] قیامت کے دن ظالموں کو جب دوزخ کا عذاب نظر آئے گا تو پچھتائیں گے اور تمنا کریں گے کہ اگر انہیں ایک بار پھر دنیا میں واپس جانے کا موقع دیا جائے تو وہ نافرمانی نہیں کریں گے، لیکن قیامت جزا و سزا کا دن ہے اس کے بعد دنیا میں واپسی کا موقع نہیں ملے گا۔

[۴۴] عدالت میں جب کسی ملزم کا جرم ثابت ہو جائے اور جج اعلان کر دے کہ اب یہ مجرم ہے، لہٰذا پولیس اس کو گرفتار کر لے۔

Marfat.com

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝

نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، سن لو! بے شک ظالم لوگ دائمی عذاب میں ہوں گے۔[۴۵]

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ ۝

۴۶۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے لئے کوئی دوست نہیں ہوں گے جو ان کی مدد کر سکیں، اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کے لئے (ہدایت کی) کوئی راہ نہیں ہے۔[۴۶]

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝

۴۷۔ تم اپنے رب کا حکم مان لو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں ہے، اس دن تمہارے لئے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی تمہاری طرف سے کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا۔[۴۷]

مجرم اس وقت عدالت میں موجود اپنے احباب واقارب کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا بلکہ شرم کے مارے اپنا سر جھکا لیتا ہے اور چوری چوری کن انکھیوں سے پولیس کی طرف دیکھتا ہے کہ وہ کب آتی ہے اور اسے کس طرح گرفتار کرتی ہے۔

قیامت کے دن کچھ ایسی ہی کیفیت ان ظالموں کی ہوگی جن کو جہنم رسید کرنے کا فیصلہ سنا دیا جائے گا، ذلت اور شرم کی وجہ سے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور وہ خوفزدہ ہو کر چوری چوری کن انکھیوں سے جہنم کی طرف دیکھتے ہوں گے کہ انہیں کب اور کس طرح جہنم میں پھینکا جائے گا۔

[۴۵] اہل ایمان جنت میں پہنچ کر جہنم کی طرف جھانکیں گے تو دائمی عذاب میں مبتلا لوگوں کو دیکھ کر کہیں گے: یہ کیسے احمق لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں پر بھی ظلم کیا اور گھر والوں کو بھی ظلم کی راہ پر لگا دیا جس کے نتیجہ میں آج وہ خود بھی خسارے میں ہیں اور ان کے گھر والے بھی خسارے میں ہیں۔

[۴۶] اس آیت کی تفسیر کے لئے گزشتہ سے پیوستہ یعنی آیت نمبر ۴۴ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

[۴۷] منکرین توحید کو اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے تا کہ وہ قیامت کے دن سے پہلے ایمان لے آئیں کیونکہ اس دن کا ایمان لانا مقبول نہیں ہوگا۔ وہ دن ٹلنے والا نہیں ہے، وہ بہرصورت آئے گا۔ اس دن عذاب سے بچنے کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی اور کوئی ایسی ہستی بھی نہیں ہوگی جو عذاب الٰہی میں رکاوٹ ڈال سکے اور مجرم لوگ خود بھی اپنے کرتوتوں کا انکار نہیں کر

Marfat.com

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ پھر بھی اگر وہ روگردانی کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا، آپ کی ذمہ داری تو صرف (پیغام) پہنچا دینا ہے،[۴۸] اور بے شک جب ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے۔[۴۹]

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔[۵۰]

سکیں گے کیونکہ ان کے اعضاء ان کے خلاف عینی شاہد ہوں گے۔

[۴۸] اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کی تبلیغ کے باوجود اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو آپ غمگین نہ ہوں۔ آپ ان کے ایمان لانے کے ذمہ دار نہیں ہیں، اسلام کا پیغام پہنچانا آپ کی ذمہ داری تھی وہ آپ نے پہنچا دیا۔ اب اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو آپ سے باز پرس نہیں ہوگی وہ خود اپنے کفر کے ذمہ دار ہوں گے۔

[۴۹] یہاں پر انسان کی ایک عمومی کمزوری بیان کی جا رہی ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت سے کوئی انعام فرماتا ہے تو وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا اور تکبر کرنے لگتا ہے اور جب اس پر اس کے اپنے ہی کرتوتوں کی وجہ سے کوئی مصیبت آتی ہے تو ساری نعمتوں کو بھول کر ناشکری پر اتر آتا ہے، لیکن ایمان والوں کی شان یہ ہے کہ وہ نعمت کے ملنے پر شکر ادا کرتے ہیں اور تکلیف کے آنے پر صبر کرتے ہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کی بڑی عجیب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لئے بہتر ہے اور یہ امتیاز مؤمن کے سوا کسی کو حاصل نہیں یعنی اگر اس کو راحت پہنچے اور وہ اس پر شکر ادا کرے تو یہ راحت اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ تکلیف اس کے لئے بہتر ہے۔

(مسلم: ۲۹۹۹: کتاب الزھد: باب ۱۳)

[۵۰] زمین و آسمان کی حقیقی حکمرانی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ وہ جس کو چاہے بیٹیاں، بیٹے یا دونوں عطا کر دے یا دونوں ہی سے محروم کر کے اسے بے اولاد بنا دے۔ بہر حال وہ قادر مطلق ہے اور بہتر جانتا ہے کہ کس کو کیا عطا کرنا ہے۔

اس آیت میں بیٹیوں کا ذکر پہلے فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس عورت کے

Marfat.com

اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ یا انہیں بیٹے اور بیٹیاں دونوں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے، بے شک وہ سب کچھ جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ اور کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ (براہ راست) اس سے کلام کرے [۵۱] مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا اللہ تعالیٰ کسی پیغامبر (فرشتے) کو بھیج دے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو اللہ تعالیٰ چاہے وحی کرے، [۵۲] بے شک وہ بہت بلند بہت دانا ہے۔

ہاں بیٹے سے پہلے بیٹی پیدا ہو یہ اس عورت کے بابرکت ہونے کی نشانی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[۵۱] اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کی کرسی (حکومت) آسمانوں اور زمین کو محیط ہے۔ اتنا ظاہر ہونے کے باوجود کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اس دنیاوی بشریت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکے یا براہ راست اس سے ہم کلام ہو سکے۔ نیز دنیاوی بشریت میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ نورانی اور روحانی مخلوق سے شادی کر سکے۔

البتہ جنت میں اللہ تعالیٰ انسان کو خصوصی بشریت عطا فرمائے گا جس کو بیت الخلا میں جانے کی ضرورت نہیں ہوگی، اس کو بڑھاپا نہیں آئے گا، اس کا غیر بشر یعنی حوروں سے نکاح ہو سکے گا۔ اس لطیف بشریت کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکے گا۔ اسی طرح معراج کی رات جب نبی کریم ﷺ آسمانوں سے اوپر تشریف لے گئے تو وہ بھی آپ ﷺ کی خصوصی بشریت تھی جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا اور براہ راست ہم کلامی کا شرف حاصل کیا۔ معراج کی رات میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے حوالے سے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۱۰۳ کا حاشیہ نمبر ۱۹۱ اور سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۴۳ کا حاشیہ نمبر ۱۷ ملاحظہ فرمائیں۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے سردار ہیں اس لئے آپ کی دنیاوی بشریت بھی تمام انسانوں میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر جب صحابہ کرام ؓ نے بھی صوم وصال (یعنی روزے کے ساتھ روزہ ملانا اور درمیان میں کچھ نہ کھانا) شروع کئے تو صحابہ کرام ؓ کے لئے بہت مشکل ہوا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے صوم وصال رکھنے سے منع فرمایا، لوگوں نے عرض کیا: آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَيُّكُمْ مِثْلِيْ تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ اور دوسری روایت میں فرمایا اِنِّيْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِ۔ یقیناً میں تمہاری شکل نہیں ہوں، میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(مسلم: ۲۵۶۶: کتاب الصیام: باب ۱۱، بخاری: ۱۹۲۲: کتاب الصوم: باب ۲۰)

[۵۲] اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے ان ہی میں سے انبیائے کرام علیہم السلام کو منتخب فرمایا اور ان تک اپنا پیغام

Marfat.com

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا

۵۲۔ اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح (قرآن) کی وحی فرمائی، [۵۳] آپ (اس سے پہلے از خود) نہ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ

پہنچانے یعنی وحی کے لئے جو ذرائع پسند فرمائے ان میں سے تین کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔

پہلا ذریعہ

اللہ تعالیٰ نبی کے دل میں پیغام ڈال دیتا ہے جس میں کانوں کے سننے اور متکلم کو دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس قسم کی وحی بیداری میں بھی ہوسکتی ہے اور خواب میں بھی۔ بیداری کی مثال حضرت داؤد علیہ السلام ہیں جن کے دل میں زبور وحی کی گئی اور خواب کی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کو خواب میں ذبح اسماعیل کی وحی کی گئی۔ علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: اس قسم کی وحی انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ اولیائے کرام کو بھی ہوتی ہے، البتہ انبیائے کرام علیہم السلام کی وحی شیطان سے محفوظ ہوتی ہے جبکہ اولیائے کرام کے الہام میں شیطان مداخلت کرسکتا ہے کیونکہ اولیائے کرام معصوم نہیں ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

دوسرا ذریعہ

اللہ تعالیٰ پردے کی اوٹ میں وحی فرماتا ہے جیسے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنا مگر زیارت نہ ہوئی۔ اسی لئے دیدار کی درخواست کی جس کا جواب نفی میں دیا گیا۔ علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: یہ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

تیسرا ذریعہ

اللہ تعالیٰ فرشتے (یعنی جبریل امین) کو بھیجتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام نبی تک پہنچاتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت میں فرشتہ نظر نہیں آتا صرف گھنٹی کی آواز سنائی دیتی ہے اور دوسری صورت میں فرشتہ انسانی شکل میں آتا تھا اور حاضرین کو نظر بھی آتا تھا۔ علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: یہ وحی انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

وحی کے متعلق مزید تفصیل کے لئے اسی سورت کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

[۵۳] ہمارے پیارے نبی! ہم نے جس طرح آپ سے پہلے رسولوں کی طرف وحی بھیجی تھی اسی طرح ہم نے آپ پر قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو روح سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا جس طرح روح انسان کے جسم کی زندگی کا سبب ہے اسی طرح قرآن مجید انسان کے دل کی زندگی کا سبب ہے۔ اور جس طرح رحمت کی بارش بنجر اور خشک

Marfat.com

الْاِیْمَانُ وَ لٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّکَ لَتَھْدِیْۤ اِلٰی

ایمان کیا ہے؟ [۵۴] لیکن ہم نے اس کتاب کو نور بنا دیا جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جس کو

زمین کو زندگی اور تر و تازگی دیتی ہے اسی طرح قرآن مجید بھی مردہ اور غافل دلوں کو معرفت اور یادالٰہی سے زندہ کرتا ہے۔

[۵۴] علامہ غلام رسول سعیدی نے آیت کے اس حصہ کی جو تفسیر لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''ماکنت تدری'' فرمایا ہے اور ''ماکنت تعلم'' نہیں فرمایا، یعنی علم کی نفی نہیں کی، درایت کی نفی کی ہے اور درایت کا معنیٰ ہے: اپنی عقل سے کسی چیز کو جاننا، لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ از خود قرآن اور ایمان کو نہیں جانتے تھے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے آپ کو ان کا اجمالی علم حاصل تھا مگر تفصیلی علم بعثت کے بعد عطا کیا گیا۔ (تفسیر تبیان القرآن: سورہ شوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۲)

بعثت سے پہلے نبی کا کفر و شرک سے پاک ہونا

ہر نبی پیدائشی طور پر کفر و شرک سے پاک ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کفار نے اپنے انبیاء کی مخالفت کی تو ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے مگر کسی نبی پر کسی امت نے یہ الزام نہیں لگایا کہ تم بھی تو نبوت کے دعویٰ سے پہلے ہماری طرح بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ قرطبی نے عیسائی راہب بحیریٰ کا قصہ بیان کیا ہے: جب نبی کریم ﷺ بچپن میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام تشریف لے گئے۔ راستے میں بحیریٰ راہب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ میں نبوت کی علامات دیکھیں تو آزمانے کے لئے اس نے آپ ﷺ کو لات وعزّیٰ کی قسم کھانے کے لئے کہا، نبی کریم ﷺ نے اپنی کم سنی کے باوجود ارشاد فرمایا: اے راہب! مجھ سے ان بتوں کے واسطہ سے کوئی بات مت پوچھو۔ اللہ کی قسم! مجھے جتنی نفرت ان سے ہے اور کسی سے نہیں۔ (تلخیص تفسیر قرطبی: سورۃ الشوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۲)

بعثت سے پہلے نبی کا ایمان

علامہ سید آلوسی لکھتے ہیں: اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام بعثت سے پہلے مؤمن ہوتے ہیں کیونکہ وہ کفر سے معصوم ہوتے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی: سورۃ الشوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۲)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے بھی اس بات سے معصوم ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات سے جاہل ہوں یا ان میں سے کسی بات میں ان کو شک ہو۔ بکثرت ایسی احادیث اور آثار موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام بچپن میں ہی ان عیوب سے پاک ہوتے ہیں اور ان کی نشو و نما توحید اور ایمان پر ہوتی ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الشوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۲)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اجماع ہے کہ نبی پیدائشی مؤمن ہوتا ہے اور وہ ایک آن کے لئے بھی ایمان کے بغیر نہیں ہوتا۔ (تفسیر تبیان القرآن: سورہ طٰہٰ (۲۰): زیر آیت نمبر ۱۳)

Marfat.com

سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: تمام پیغمبر نبوت سے قبل اپنے غور و فکر سے ایمان بالغیب حاصل کر چکے ہوتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو منصب نبوت عطا کرتے وقت ایمان بالشہادۃ عطا کرتا ہے۔ (تفہیم القرآن: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۲۸)

سید ابو الاعلیٰ مودودی ایک مقام پر لکھتے ہیں: قرآن مجید کی نازل ہونے والی سب سے پہلی آیت یعنی ''اپنے رب کا نام لے کر پڑھو'' سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ اس وحی کے آنے سے پہلے ہی صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا رب جانتے اور مانتے تھے۔ اسی لئے یہ کہنے کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی کہ آپ کا رب کون ہے بلکہ یہ کہا گیا کہ اپنے رب کا نام لے کر پڑھو۔ (تفہیم القرآن: سورہ علق (۹۶): زیر آیت نمبر ۱)

بعثت سے پہلے اپنی نبوت کا علم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ نبی ﷺ نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔

(ترمذی: ۳۶۰۹: ابواب المناقب: باب ۱، کنز العمال: حدیث نمبر ۳۱۹۱۷)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مکہ میں اس پتھر کو آج بھی اچھی طرح پہچانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ (مسلم: ۵۹۳۹: کتاب الفضائل: باب ۱) پتھر کن الفاظ سے سلام کرتے تھے؟ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مکہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ ہم مکہ کے بعض اطراف میں نکلے تو جو بھی پہاڑ یا درخت آپ ﷺ کے سامنے آتا تو وہ کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

(ترمذی: ۳۶۲۶: ابواب المناقب: باب ۶)

امام قسطلانی نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا اعلان کرنا چاہا تو آپ جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے تھے وہ آپ کو اس طرح سلام کرتا تھا: السلام علیک یا رسول اللہ۔ (المواھب اللدنیۃ: جلد اول: ص ۲۰۰)

بحیرٰی راہب: اس واقعہ کو امام ترمذی اور دیگر مؤرخین نے نقل کیا ہے جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے: جب نبی کریم ﷺ کی عمر بارہ سال کے قریب پہنچی تو آپ نے جناب ابو طالب کے ساتھ شام کا تجارتی سفر کیا۔ جب یہ قافلہ وادی بصریٰ میں داخل ہوا تو بحیرٰی نامی ایک عیسائی راہب نے اپنی خانقاہ سے دیکھا کہ ایک نوخیز بچے پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہے، وہ بچہ جدھر جاتا ہے بادل کا ٹکڑا بھی اس کے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔

بحیرٰی نے جب اپنی خانقاہ کے دریچہ سے یہ منظر دیکھا تو اسے خیال آیا کہ جس صادق و امین نبی کے ہم منتظر ہیں اور جس کی علامات ہماری کتب میں مرقوم ہیں کہیں یہ نوجوان وہی تو نہیں، اسے قریب سے دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ اس راہب نے قافلہ کے تمام افراد کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت دی۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے سب کو رخصت کر دیا، جناب ابو طالب اور نبی کریم ﷺ کو روک لیا اور نبی کریم ﷺ سے ان کی نیند اور بیداری وغیرہ کی کیفیات کے بارے میں دریافت کرنے لگا۔ آخر میں اس نے نبی کریم ﷺ کی پشت مبارک سے کپڑا اٹھایا اور اس نے مہر نبوت کو ہو بہو اس صورت میں دیکھا جو اس کے پاس تھی۔ بے ساختہ اس نے جھک کر مہر نبوت کو چوم لیا۔

Marfat.com

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾

چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں، [۵۵] اور بے شک آپ ضرور سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ (یعنی) اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے، [۵۶] خوب سن لو! کہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔ [۵۷]

جب بحیریٰ اس سے فارغ ہوا تو جناب ابوطالب کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اس بچے سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟ آپ نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ بحیریٰ نے کہا: یہ آپ کا بیٹا نہیں اور نہ اس کا باپ زندہ موجود ہو سکتا ہے۔ تب جناب ابوطالب نے کہا: یہ میرا بھتیجا ہے تو بحیریٰ نے کہا: آپ اپنے بھتیجے کو لے کر وطن واپس لوٹ جائیں اور یہودیوں سے ہر وقت ہوشیار رہیں، اگر انہوں نے دیکھ لیا اور ان کو ان حالات کا علم ہو گیا جن کا مجھے علم ہوا ہے تو وہ ان کو ضرر پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔ آپ کے بھتیجے کی بڑی شان ہو گی۔ ھٰذا رسولُ ربِّ العالمین یہ رب العالمین کے رسول ہیں۔ چنانچہ جناب ابوطالب قافلہ کے ساتھ شام گئے اور جلدی جلدی کاروبار سے فراغت پا کر آپ کو لے کر واپس مکہ لوٹ آئے۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۶۲۰: ابواب المناقب: باب ۳)

جس نبی کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے اپنی نبوت کا علم ہو، جس کو بعثت سے پہلے مکہ مکرمہ کے پتھر یا رسول اللہ کہہ کر پکاریں اور بارہ سال کی عمر میں جس کی نبوت کی گواہی عیسائی راہب بھی دے چکا ہو اس کو اگر اپنی کتاب اور اپنے ایمان کا علم نہیں ہو گا تو اور کس کو ہو گا؟

[۵۵] ہمارے پیارے نبی! ہم نے قرآن مجید کو نور بنایا ہے جو جہالت کی تاریکی میں ہدایت کی روشنی دکھاتا ہے۔ جو لوگ طلب ہدایت کے ارادے سے اس میں غور کرتے ہیں ہم ان کے لئے ہدایت کا راستہ روشن کر دیتے ہیں اور جو لوگ تعصب اور عناد کی وجہ سے قرآن کو پس پشت ڈال دیتے ہیں تو اس کی سزا کے طور پر ہم بھی انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

[۵۶] بلاشبہ جس اسلام کی طرف آپ بلاتے ہیں یہی سیدھا راستہ ہے اور یہی وہ راستہ ہے جو انسان کو اس خدا کی طرف لے جاتا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا حقیقی مالک ہے۔

[۵۷] اس میں فرمانبردار لوگوں کے لئے خوش خبری اور نافرمانوں کے لئے سخت وعید ہے یعنی قیامت کے دن تمام معاملات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلے عدل و انصاف کے مطابق ہوتے ہیں، لہٰذا ظاہر ہے اس دن نیکوکار جنت کے مستحق قرار پائیں گے اور نافرمانوں کو جہنم ہی میں جانا پڑے گا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از چاشت بروز منگل ۲۰/اپریل ۲۰۱۰ء بمطابق ۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۸/اپریل تا ۲۰/اپریل یعنی صرف بارہ دنوں میں سورہ شوریٰ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الزخرف (۴۳)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''زخرف'' ہے جو اس کی آیت نمبر ۳۵ سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ پہلی امتوں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کا مذاق اڑایا تو انہیں ہلاک کر دیا گیا مگر کفار مکہ کو ان کی مخالفت اور زیادتی کے باوجود ہدایت اور نصیحت کا سلسلہ جاری ہے تاکہ وہ عقل سے کام لیں اور گزشتہ قوموں سے عبرت حاصل کریں اور اگر انہوں نے اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو پہلی امتوں کی طرح ان پر بھی عذاب آسکتا ہے۔

☆ مشرکین مکہ یہ تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا اور ان میں ہمارے لئے بے شمار نعمتوں کا دسترخوان بچھا دیا، لیکن ان کی ناشکری کا عالم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد قرار دیتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔

☆ اس سورت میں سفر کی دعا مذکور ہے، اس کو زبانی یاد کر لینا چاہیے یعنی: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ* وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ* (پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لئے مسخر کر دیا حالانکہ ہم اس پر قابو پانے والے نہیں تھے، اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔)

☆ مشرکین مکہ بڑے عجیب لوگ تھے، وہ اپنے لئے تو بیٹیوں کو ناپسند کرتے تھے مگر فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ ان کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ فرشتے مؤنث ہیں؟ یا جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا کیا وہ اس وقت وہاں موجود تھے اور انہوں نے دیکھا تھا کہ فرشتے واقعی مؤنث ہیں؟

☆ مشرکین مکہ کا ایک اعتراض یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کرنا ہی تھا تو مکہ یا طائف کے کسی سردار پر نازل فرماتا، ایک یتیم اور بے سہارا پر کیوں نازل فرمایا ہے؟ اس سورت میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ نبوت ایک نعمت ہے۔ اس کو تقسیم کرنے کا اختیار لوگوں کے پاس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس نعمت کے لائق ہے۔

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی قرآن، توحید، رسالت اور آخرت کی تبلیغ کی گئی ہے۔

☆ اس میں ظالموں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو انہیں قیامت کے دن دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا اور وہاں ان کے دوست بھی ان کے دشمن بن جائیں گے، لیکن پرہیزگار لوگ وہاں بھی ایک دوسرے کے دوست ہی رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انہیں کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عصر ۱۲؍اپریل ۲۰۱۰ء بمطابق ۷ جمادی الاولی ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

اٰیاتہا ۸۹ ۴۳ سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ مَکِّیَّۃٌ ۶۳ رکوعاتہا ۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝۱ — ۱۔ حا میم۔[۱]

وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝۲ — ۲۔ قسم ہے اس روشن کتاب کی۔[۲]

اِنَّا جَعَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۳ — ۳۔ بے شک ہم نے اس کتاب کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔[۳]

وَاِنَّہٗ فِیْٓ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ ۝۴ — ۴۔ اور بے شک یہ قرآن ہمارے پاس لوح محفوظ میں ہے، (یہ قرآن) یقیناً بلند رتبہ (اور) بڑی حکمت والا ہے۔[۴]

اَفَنَضْرِبُ عَنْکُمُ الذِّکْرَ صَفْحًا اَنْ کُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِیْنَ ۝۵ — ۵۔ کیا ہم تم سے اس نصیحت کو اس لئے روک لیں کہ تم حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو۔[۵]

وَکَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِیٍّ فِی الْاَوَّلِیْنَ ۝۶ — ۶۔ اور ہم نے پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجے تھے۔

---

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] قرآن مجید ایسی کتاب ہے جو سورج کی طرح واضح اور روشن ہے، اس میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

[۳] اللہ تعالیٰ نے ہر نبی پر اس زبان میں وحی بھیجی جو اس کی قوم کی زبان تھی۔ قرآن مجید کے اولین مخاطب عرب تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل فرمایا تاکہ انہیں اس کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

[۴] قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں ثبت ہے۔ اس کی شان بہت بلند اور اس کی تعلیمات بڑی حکمت والی ہیں۔

[۵] اہل مکہ نے حد سے تجاوز کی انتہا کر دی۔ جس ہستی کو وہ کل تک صادق اور امین تسلیم کرتے تھے آج وہ انہیں جادوگر اور دیوانہ کہہ رہے ہیں۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ کفار مکہ کی ہٹ دھرمی کے باعث ان پر نزول قرآن کا سلسلہ بند کر دیا جاتا اور انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا مگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے۔ اہل مکہ مانیں یا نہ مانیں وہ پورا قرآن نازل فرمائے گا اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رکھے گا تاکہ جو لوگ اس میں غور کریں وہ ہدایت پا جائیں اور جو لوگ اپنی

Marfat.com

وَ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

۷۔ اوران کے پاس جو نبی بھی آتا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔[۶]

فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّ مَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

۸۔ پس ہم نے ان سے زیادہ طاقتور لوگوں کو ہلاک کر دیا اور پہلے لوگوں کی مثال گزر چکی ہے۔[۷]

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝

۹۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے: ان کو اس (اللہ تعالیٰ) نے پیدا کیا ہے جو سب پر غالب سب کچھ جاننے والا ہے۔[۸]

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

۱۰۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو گہوارہ بنایا اور اس میں تمہارے لئے راستے بنائے تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو۔[۹]

ہٹ دھری پر قائم رہیں ان کے خلاف حجت قائم ہو جائے۔

[۶] اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کفار مکہ اگر آپ کا مذاق اڑاتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں آپ سے پہلے جو انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لائے ان کی قوموں نے بھی ان کا مذاق اڑایا مگر بالآخر انبیائے کرام علیہم السلام کے مشن کو ہی کامیابی حاصل ہوئی۔

[۷] اس میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم سے زیادہ طاقت، تعداد اور دولت والی قومیں پہلے گزر چکی ہیں جنہوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کا مذاق اڑایا اور انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ ان قوموں کی مثالیں قرآن میں پہلے بیان کی جا چکی ہیں اور اہل مکہ اپنے تجارتی سفروں میں ان کی برباد بستیاں بھی دیکھ چکے ہیں، لہٰذا اگر وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو ان کو بھی ہلاک کیا جا سکتا ہے اور دنیا نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا، جو مخالفت سے باز نہ آئے وہ مختلف جنگوں میں ہلاک کر دیئے گئے اور بالآخر ایک دن پورے عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

[۸] مشرکین مکہ یہ تو تسلیم کرتے تھے کہ زمین و آسمان اور دیگر مخلوقات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن ضروریات زندگی کے لئے انہوں نے شریک بنا رکھے تھے۔ اس آیت میں انہیں تلقین کی جا رہی ہے کہ جس نے اتنے بڑے بڑے زمین و آسمان بنائے ہیں وہی سب پر غالب ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

[۹] ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے تاکہ انسان ان میں غور کر کے اپنے رب کا شکر گزار بندہ

Marfat.com

وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًاۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ اور جس نے آسمان سے ایک اندازے کے مطابق پانی برسایا،[۱۰] پھر ہم نے اس سے مردہ شہر کو زندہ کردیا، اسی طرح تم (بھی قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔[۱۱]

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور جس نے تمام چیزوں کے جوڑے پیدا فرمائے،[۱۲] اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔

بن جائے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے زمین میں انسان کے لئے وہ سارے وسائل فراہم کردیئے ہیں جن کے صحیح استعمال کے بعد انسان اس طرح آرام وسکون حاصل کرسکتا ہے جس طرح بچہ پنگھوڑے میں آرام وسکون حاصل کرتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے زمین میں ایسے راستے اور وسائل متعارف کرادیئے ہیں جن کے ذریعہ انسان اپنی دینی اور دنیاوی منازل تک پہنچ سکتا ہے۔

[۱۰] اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے کہ وہ عام طور پر ایک ایسے اندازے کے مطابق بارش برساتا ہے جس سے انسانوں اور شہروں کو فائدہ ہوتا ہے مگر کبھی کبھی قحط سالی اور سیلاب نوح کی طرح طوفانی بارش کے جھٹکے بھی دیتا ہے تاکہ انسان کو احساس ہوسکے کہ یہ بارش کا نظام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، وہ جہاں چاہتا ہے ہوا بادل کو اٹھا کر وہاں لے جاتی ہے، اور دنیا کی کسی حکومت میں نہ یہ طاقت ہے کہ وہ ہوا اور بادل کا رخ زبردستی اپنے ملک کی طرف موڑ سکے اور نہ یہ طاقت ہے کہ اپنے ملک کی طرف آنے والی طوفانی ہوا اور طوفانی بارش کا راستہ روک سکے۔

[۱۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کرنے کی ایک مثال بیان فرمائی ہے یعنی خشک اور مردہ زمین جس پر سبزے کا نام و نشان نہ ہو اور ہر طرف گرد وغبار اُڑ رہی ہو جب اس پر رحمت کی بارش برستی ہے تو اس میں سے سرسبز وشاداب پیداوار نکل آتی ہے اور ساری زمین پر سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے قریب ساری مخلوق مر کر مٹی کے ساتھ مل چکی ہوگی۔ کہیں زندگی کا نام ونشان نہیں ہوگا۔ جب حضرت اسرافیل اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندگی کا صور پھونکیں گے تو زمین سے اگنے والے پودوں کی طرح تمام مردے زندہ ہوکر قبروں سے باہر نکل آئیں گے اور ساری زمین پر انسان ہی انسان نظر آئیں گے۔

حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تیرا گزر ایسی زمین سے ہوا جو غیر آباد اور بنجر ہو اور پھر دوبارہ تیرا گزر ہوا تو وہ سرسبز وشاداب ہو؟ اس نے ہاں میں جواب دیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مردوں کا دوبارہ زندہ ہونا بھی اسی طرح ہوگا۔

(مسند احمد: حدیث نمبر ۱۵۷۶۱: جلد ۴: ص ۱۱)

[۱۲] انسان اور دیگر جانوروں میں نر اور مادہ کے جوڑوں کا وجود تو ایک عام حقیقت ہے جس کو زمانہ قدیم سے ہر شخص جانتا ہے اور نباتات میں نر اور مادہ کا انکشاف انیسویں صدی کی تحقیق ہے لیکن قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ اعلان کیا کہ نباتات

Marfat.com

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ تا کہ تم ان کی پشتوں پر جم کر بیٹھ سکو، اور پھر جب تم اس (سواری) پر خوب جم کر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو: پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لئے مسخر کر دیا حالانکہ ہم اس پر قابو پانے والے نہیں تھے۔ [۱۳]

وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ [۱۴]

میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں اور ان کے عمل تلقیح سے بیج اور پھل بنتے ہیں۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ قرآن مجید انسانی کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کیونکہ نزول قرآن کے وقت کسی کو علم نہیں تھا کہ نباتات میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں، بلکہ قرآن حکیم نے تو ایسے جوڑوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کا ابھی لوگوں کو علم نہیں ہے۔ عمل تلقیح کی مزید تفصیل کے لئے سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۳ کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ کریں۔

[۱۳] تم اونٹ اور گھوڑے پر سوار ہو کر خشکی کا سفر طے کرتے ہو حالانکہ یہ دونوں جانور تم سے بڑی جسامت والے اور زیادہ طاقت والے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ تم کشتی کے ذریعہ بحری سفر طے کرتے ہو جس کی اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو وحی فرمائی: (پس ہم نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تم ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بناؤ۔) (قرآن: ۲۳:۲۷) قدیم زمانہ میں یہی دو ذرائع سفر تھے۔ آج بھی غریب ممالک کے بعض علاقوں میں اگرچہ اونٹ، گھوڑا اور کشتی کے ذریعہ سفر کیا جاتا ہے مگر آج انسانی ذہن نے تین جدید ذرائع سفر بھی ایجاد کر لئے ہیں یعنی بری سفر کے لئے ریل گاڑی، کار اور بس، بحری سفر کے لئے بڑے بڑے بحری جہاز اور فضائی سفر کے لئے ہوائی جہاز تیار کر لئے ہیں۔ یہ انسانی ذہن بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، لہٰذا جب ہم کسی بھی ذریعہ سفر کو استعمال کریں تو اس پر سوار ہونے کے بعد ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرنا چاہیے جس نے ہمارے لئے اس سواری کو مسخر کر دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عقل و دماغ کی صلاحیتوں سے سرفراز نہ فرماتا تو نہ ہم گھوڑے اور اونٹ کو قابو کر سکتے اور نہ ہی دیگر ذرائع سفر ایجاد کر سکتے، لہٰذا ہمیں اپنے سفر کے آغاز میں یہ دعا پڑھنی چاہیے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں سفر پر جانے کے لئے اپنی سواری پر سوار ہوتے تو تین بار اللہ اکبر فرماتے اور پھر یہ دعا پڑھتے: [سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ★ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ] (پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لئے مسخر کر دیا حالانکہ ہم اس پر قابو پانے والے نہیں تھے، اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔) (ترمذی: ۳۴۴۷: کتاب الدعوات: باب ۴۶)

[۱۴] دعائے سفر کے پہلے حصے میں ہم اللہ تعالیٰ کے احسان کا اعتراف کرتے ہیں جس نے ہمارے لئے اس سواری کو مسخر کر دیا اور

Marfat.com

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ؕ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور انہوں (یعنی مشرکوں) نے اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں کو اس کا جز (بیٹا) قرار دیا ہے، بے شک انسان کھلا ہوا ناشکرا ہے۔[۱۵]

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ (اے مشرکو!) کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لئے بیٹیاں بنائیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا؟[۱۶]

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس (اولاد یعنی بیٹی) کی خوش خبری دی جاتی ہے جس کی مثل (یعنی فرشتوں کو بطور بیٹی) وہ رحمان کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم وغصہ سے بھر جاتا ہے۔[۱۷]

دوسرے حصے میں ہم سفرِ آخرت کا اقرار کرتے ہیں یعنی اس دنیا کے سفر کے بعد ایک آخرت کا سفر بھی آنے والا ہے جس کے بعد ہمیں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، لہٰذا اس دنیاوی سفر میں کوئی ایسی غلطی نہ کریں جو سفرِ آخرت میں پشیمانی کا باعث ہو۔

اس میں انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ ہر دنیاوی سفر کے وقت آخرت کا سفر بھی یاد رکھے جو بہر صورت پیش آنے والا ہے۔

[۱۵] اولاد اپنے والد کا جز اور اس کی ضرورت ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔ مشرکین بڑے ناشکرے ہیں، وہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کو سب کا خالق تسلیم کرتے ہیں اور دوسری طرف اس کی بیٹیاں قرار دے کر اس کی توہین کرتے ہیں۔

[۱۶] مشرکین اپنے لئے تو صرف بیٹے پسند کرتے اور بیٹیوں سے نفرت کرتے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے، نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ بیٹی۔ مشرکین کو اگر خدا کے لئے اولاد ٹھہرانا ہی تھا تو کم از کم خدا کے لئے بھی وہی پسند کرتے جو وہ اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔ یہ کتنی بڑی ناانصافی اور زیادتی ہے کہ جو چیز وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتے اس کو خدا کے لئے ثابت کرتے ہیں۔

[۱۷] مشرکین اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے اور خود ان کا بیٹی سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تو غم وغصہ سے اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا۔ وہ بیٹی کو اپنے لئے ذلت تصور کرتا اور اسی لئے بعض قبائل اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔

اسلام کا عورت پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اس قبیح رسم کا ایسا قلع قمع کیا کہ اسلام کے بعد پورے عرب میں بچی کو زندہ درگور کرنے کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔ زمانہ جاہلیت میں بیٹی کی حالت زار اور اسلام میں بیٹی کی

Marfat.com

اَوَ مَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وَهُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ ⑱

۱۸۔ اور کیا (اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹی ہی پسند کی ہے) جو زیورات میں نشو ونما پائے اور جھگڑے کے وقت اپنی بات بھی واضح نہ کر سکے؟ [۱۸]

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَیُسْـَٔلُوْنَ ⑲

۱۹۔ اور انہوں نے فرشتوں کو جو رحمان کے بندے ہیں عورتیں قرار دیا ہے، کیا وہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے؟ ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور (قیامت کے دن) ان سے باز پرس ہوگی۔ [۱۹]

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا

۲۰۔ اور وہ کہتے ہیں: اگر رحمان چاہتا تو ہم ان (بتوں)

فضیلت کے بارے میں سورہ نحل (۱۶) کی آیت نمبر ۵۸ کا حاشیہ نمبر ۷۳ ملاحظہ کریں۔

[۱۸] یہاں پر عورت کی دو فطری کمزوریاں بیان کی گئی ہیں یعنی وہ بچپن ہی سے زیب و زینت اور زیورات کی دلدادہ ہوتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے اس کو ریشم اور سونا پہننے کی اجازت دے رکھی ہے، مگر کثرت زیبائش کے باعث ان میں سے اکثر نازک مزاج ہو جاتی ہیں اور جسمانی طاقت کے لحاظ سے وہ پہلے ہی مرد سے کمزور ہوتی ہیں اس لئے جنگ کا عملی میدان ہو یا بحث و تمحیص کا معاملہ، عورتیں اکثر گھبرا جاتی ہیں اور مرد کے مقابلہ میں قوت آزمائی اور بحث و تکرار کے حوالے سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔ اگرچہ بعض عورتیں بڑی بہادر اور طاقتور بھی ہوتی ہیں جو نہیں گھبراتیں مگر اکثر گھبرا جاتی ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے زیور پہننا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے لئے زیورات کو ایک فطری چیز قرار دیا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریشم اور سونے کا استعمال میری امت کے مردوں پر حرام کیا گیا ہے اور ان کی عورتوں پر حلال کیا گیا ہے۔ (ترمذی: ۱۷۲۰: ابواب اللباس: باب ۱)

[۱۹] مشرکین کا دعویٰ یہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اس آیت میں انہیں جواب دیا گیا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے ہیں، وہ نہ عورت ہیں اور نہ مرد ہیں۔ (تفہیم القرآن وتفسیر عثمانی) بلکہ وہ نوری مخلوق ہیں۔ مشرکین کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ فرشتے عورتیں ہیں؟ اور اگر ان کے پاس کوئی نقلی ثبوت نہیں ہے تو کیا وہ فرشتوں کی تخلیق کے وقت ان کے پاس موجود تھے اور دیکھ رہے تھے کہ فرشتے واقعی مؤنث ہیں؟ اور اگر وہ وہاں موجود نہیں تھے اور پھر بھی ان کے مؤنث ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر ان کی یہ گواہی ان کے نامہ اعمال میں لکھ لی جائے گی اور قیامت کے دن ان سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے یہ دعویٰ کس بنیاد پر کیا تھا؟

Marfat.com

لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝۲۰

کی عبادت نہ کرتے ، انہیں اس کا کچھ علم نہیں ، وہ محض قیاس آرائیاں کر رہے ہیں ۔[۲۰]

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۝۲۱

۲۱۔ کیا ہم نے اس (قرآن) سے پہلے انہیں کوئی کتاب دے رکھی ہے جس کو یہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں ۔[۲۱]

بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۲۲

۲۲۔ (نہیں) بلکہ وہ کہتے ہیں: بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا ہے اور بے شک ہم انہی کے نقوش قدم پر چل رہے ہیں ۔

وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ

۲۳۔ اور اسی طرح آپ سے پہلے ہم نے جس بستی میں بھی کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا: بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا ہے اور بے شک ہم انہی کے نشانات

[۲۰] مشرکین اپنے شرک کے حق میں ایک دلیل یہ دیتے تھے کہ وہ کئی نسلوں سے بت پرستی کرتے آ رہے ہیں ۔ اگر ہماری یہ عبادت اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہوتی تو ہم ایسا ہرگز نہ کر سکتے ، لہٰذا یہ اس چیز کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت پسند ہے اور اسی لئے اس نے ہمیں اس سے باز نہیں رکھا۔

اس آیت میں مشرکین کے اس دعویٰ کی تردید کی گئی ہے کہ یہ ان کی محض قیاس آرائی ہے، ان کے پاس اس کی کوئی معقول دلیل نہیں ہے ۔ اگر مشرکین کی اس من گھڑت منطق کو تسلیم کر لیا جائے تو جو قوم کئی نسلوں سے چوری، ڈاکہ زنی اور قتل و غارت میں ملوث ہو تو کیا ان کے مظالم اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں؟ ہرگز نہیں ۔ یہ ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، کوئی کام اس کی قدرت اور مشیت کے بغیر نہیں ہو سکتا مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ لوگ اپنے اختیار سے وہ کام کریں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان کاموں سے اجتناب کریں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

[۲۱] مشرکین سے جب پوچھا جاتا کہ بت پرستی اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے کی تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل نہیں ہے، تو کیا تم پر قرآن سے پہلے کوئی کتاب نازل ہوئی تھی جس کی وجہ سے تم اس شرک پر سختی سے قائم ہو؟ مشرکین جب اپنے شرک کا کوئی عقلی اور نقلی جواب نہ دے سکتے تو آخر کار یہی کہتے : ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی مذہب پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقوش قدم پر چل رہے ہیں ۔

Marfat.com

مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾

قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔[۲۲]

قٰلَ اَوَ لَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اس نبی نے فرمایا: اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بہتر دین لے کر آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا تھا (توکیا پھر بھی تم میری پیروی نہیں کرو گے؟) انہوں نے کہا: جو دین تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔[۲۳]

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع

الربع

۲۵۔ سو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس آپ دیکھ لیں! جھٹلانے والوں کا انجام کیسا (برا) ہوا؟[۲۴]

---

[۲۲] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر مکہ کے سردار اور امیر لوگ مسلمان نہیں ہو رہے اور اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید پر قائم ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں آپ سے پہلے بھی ہم نے جہاں کہیں کوئی نبی بھیجا تو سب سے پہلے وہاں کے امیر اور خوش حال لوگوں نے اس کی تکذیب کی کیونکہ انہیں اپنا عیش و آرام اور اقتدار خطرے میں نظر آتا ہے تو وہ نبی کی دعوت میں غور ہی نہیں کرتے اور بغیر سمجھے صرف تعصب اور عناد کی بنا پر انکار کر دیتے ہیں۔

ہر نبی پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں اکثر کمزور اور نادار لوگ ہوتے ہیں جو نبی کی دعوت کو غور سے سنتے ہیں اور اس پر ایمان لے آتے ہیں، بلکہ کسی نبی کے سچے ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس پر ابتدا میں نادار لوگ ہی ایمان لاتے ہیں، جیسا کہ ہرقل نے جب ابوسفیان سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں پوچھا:

کیا رئیس لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟

تو ابوسفیان نے جواب دیا: زیادہ تر کمزور لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں۔

تو ہرقل نے کہا: دراصل رسولوں کے ابتدائی پیروکار زیادہ تر کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں۔

(بخاری: حدیث نمبر ۷: کتاب بدء الوحی: باب ۶)

[۲۳] اللہ تعالیٰ کے نبی نے مشرکین سے فرمایا: اگر میں تمہیں تمہارے باپ دادا کی راہ سے اچھی راہ بتاؤں تو کیا پھر بھی تم میری پیروی نہیں کرو گے؟ تو انہوں نے کہا: کچھ بھی ہو ہم اپنے باپ دادا کی تقلید کو چھوڑ کر تمہارا دین ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

[۲۴] ہمارے پیارے نبی ﷺ! آپ سے پہلے جن قوموں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا آپ جانتے ہیں کہ ان کا انجام بہت برا ہوا۔ اسی طرح آپ کفار مکہ کے انکار کی پرواہ نہ کریں، اگر یہ بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو ہم ان سے بھی انتقام لیں گے۔

Marfat.com

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: بے شک میں ان سے بے زار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا فرمایا اور بے شک وہی میری رہنمائی فرمائے گا۔[۲۵]

وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے اس (کلمۂ توحید) کو اپنی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا تا کہ وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کرتے رہیں۔[۲۶]

بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ

۲۹۔ بلکہ میں ان (قریش مکہ) کو اور ان کے باپ دادا کو

[۲۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے عرفی باپ یعنی چچا آزر اور اپنی قوم کو بت پرستی میں مبتلا دیکھا تو پوچھا: تم بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو، تمہارے پاس ان کی سچائی کی کیا دلیل ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کو ان کی پرستش کرتے پایا تھا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: بغیر کسی دلیل کے باپ دادا کی اندھی تقلید کسی چیز کی صداقت کا ثبوت نہیں ہے۔ دراصل یہ بت عبادت کے لائق نہیں ہیں اس لئے میں ان بتوں سے بے زار ہوں۔ ذرا تم خود ہی سوچو جن کو تم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے کیا وہ عبادت کے لائق ہیں یا وہ اللہ تعالیٰ جس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا ہے؟ لہٰذا تم مانو یا نہ مانو بہرحال میں تو صرف اس کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا فرمایا، وہی میری رہنمائی فرمائے گا اور وہی مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ باپ دادا کی اندھی تقلید اگر حجت ہوتی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کی تقلید کو چیلنج نہ کرتے، لہٰذا تقلید صرف اس کی درست ہے جو راہ حق پر گامزن ہو اور جو خود گمراہ ہو وہ کسی کی رہنمائی نہیں کر سکتا، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے، اطاعت صرف نیکی میں ہوتی ہے۔ (مسلم: ۴۷۶۵: کتاب الامارۃ: باب ۸)

[۲۶] مشرکین مکہ اگر تقلید ہی کرنا چاہتے ہیں تو اپنے گمراہ باپ دادا کی نہ کریں بلکہ اپنے اشرف ترین جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقلید کریں جو خود بھی توحید پرست تھے اور اپنی آنے والی نسلوں کو بھی توحید کی وصیت کر گئے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو اسی (دین توحید) کی وصیت کی تھی} (قرآن: ۲: ۱۳۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وصیت کو ان کی اولاد میں جاری رکھا حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تک بھی کچھ ایسے لوگ موجود تھے جو صدیاں گزرنے کے بعد بھی توحید پرست تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

Marfat.com

الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾

دنیاوی فائدہ پہنچاتا رہا یہاں تک کہ ان کے پاس حق (قرآن) اور صاف صاف بیان کرنے والا رسول آ گیا۔[۲۷]

وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور جب ان کے پاس حق (قرآن) آ گیا تو وہ کہنے لگے: یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور وہ کہنے لگے: یہ قرآن ان دو بستیوں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا؟

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ

۳۲۔ کیا یہ (کفار) آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ [۲۸] دنیوی زندگی میں ان کے درمیان ان کی روزی ہم نے تقسیم کی ہے اور ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر کئی درجے فوقیت دی ہے تا کہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں، [۲۹] اور آپ کے رب کی رحمت اس (مال و

[۲۷] کعبہ کا متولی ہونے کی وجہ سے پورے عرب میں قریش مکہ کو ایک اہم مقام اور کئی دنیاوی مفادات حاصل تھے مگر وہ ان دنیاوی نعمتوں سے اس قدر دھوکہ کھا گئے کہ توحید کو چھوڑ کر بت پرستی کا شکار ہو گئے حتیٰ کہ جب نبی کریم ﷺ ان کے پاس قرآن مجید لے کر تشریف لائے اور پوری وضاحت کے ساتھ اپنی رسالت کو بیان کیا تو وہ کہنے لگے: یہ قرآن تو جادو ہے، لہٰذا ہم قرآن کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

[۲۸] مشرکین مکہ کا پہلا اعتراض تو یہ تھا کہ نبی کوئی فرشتہ ہونا چاہیے انسان نبی نہیں بن سکتا۔ اس کے جواب میں جب انہیں بتایا گیا کہ انسانوں کی طرف پہلے جتنے بھی نبی آئے ہیں وہ سب انسان ہی تھے تو پھر کہنے لگے: اگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہی نبی بنا کر بھیجنا تھا تو مکہ یا طائف کے کسی سردار اور مالدار کو نبی بنایا جاتا، ایک یتیم اور بے سہارا کو نبی کیوں بنایا گیا؟ اس آیت میں انہیں جواب دیا گیا ہے کہ نبوت ایک نعمت اور رحمت ہے، اس کو تقسیم کرنے کا اختیار تمہارے پاس نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ تمہارے مشورے کا پابند ہے بلکہ وہ ہر انسان کو خوب جانتا ہے اور جس کو اس کا اہل سمجھتا ہے اس کو نبوت عطا فرماتا ہے۔

[۲۹] دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو ضروریات زندگی کی ہر چیز خود بنا سکے مثلاً خوراک، لباس، مکان، کار اور پٹرول وغیرہ، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت اور عقل و دماغ میں انسانوں کے درمیان فرق رکھا ہے تا کہ وہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق ایک دوسرے کے کام آ سکیں۔ اگر سب انسان مال و دولت اور عقل و فہم میں برابر ہوتے تو کوئی کسی کے کام نہ آ سکتا، مثلاً

Marfat.com

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾

دولت) سے بہتر ہے جس کو وہ جمع کرتے ہیں۔[۳۰]

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی امت بن جائیں گے تو جو رحمان کا انکار کرتے ہیں ہم ان کے گھروں کی چھت چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں۔[۳۱]

وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور ان کے گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں۔

اگر سارے انسان کسان ہوتے تو کپڑے کون بناتا اور اگر سب انسان سکول میں استاد ہوتے تو ہسپتال میں علاج کون کرتا؟ بہر حال مال و دولت اور عقل و فہم کی تقسیم میں جب ان مشرکین کا کوئی دخل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے تقسیم کرتا ہے تو نبوت جو انسانیت کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے اس کی تقسیم بھی وہ اپنی مرضی سے فرماتا ہے، اس کو مشرکین سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مکہ اور طائف کے کسی سردار کو نبی بنایا جائے یا کسی اور کو۔

[۳۰] یہاں پر رحمت سے مراد نبوت ہے یعنی اے ہمارے پیارے نبی ﷺ! ہم نے آپ پر جو نبوت کا انعام فرمایا ہے یہ اس مال و متاع سے بہت ہی بہتر ہے جو دنیا دار لوگ جمع کرتے ہیں، اور آپ کی نبوت پر ایمان لانا بھی دنیا داروں کے مال و متاع سے بہتر ہے۔

[۳۱] اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیاوی مال و دولت اور سونے چاندی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اگر لوگوں کے کافر ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کفار کو اتنی دولت دیتا کہ ان کے گھر، پلنگ، سیڑھیاں، چھتیں اور دروازے سب سونے اور چاندی کے ہوتے۔

☆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس دنیا کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نصیب نہ ہوتا۔

(ترمذی: ۲۳۲۰: ابواب الزھد: باب ۱۳)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، آپ کے اور چٹائی کے درمیان اور کوئی چیز نہیں تھی (یعنی کوئی گدا یا چادر وغیرہ نہیں تھی) آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور آپ کے پیروں کے پاس ایک درخت کے پتوں کا ڈھیر تھا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کے پہلو پر چٹائی کے نشانات دیکھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عمر کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! قیصر و کسریٰ (حالانکہ وہ کافر ہیں) کس قدر عیش و آرام میں ہیں اور آپ ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہیں یہ پسند نہیں کہ ان کے حصہ میں دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ہو؟

(مسلم: ۳۶۹۲: کتاب الطلاق: باب ۵)

Marfat.com

وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ ؏ ۳۵

۳۵۔ اور سونے (کا بھی بنا دیتے)، اور یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے، اور آخرت (کی نعمتیں) تو آپ کے رب کے پاس صرف پرہیز گاروں کے لئے ہیں۔[۳۲]

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ ۳۶

۳۶۔ اور جو شخص رحمان کے ذکر سے (دانستہ) اندھا بنتا ہے ہم اس کے لئے ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔[۳۳]

وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ ۳۷

۳۷۔ اور بے شک وہ (شیاطین) ان کو (سیدھے) راستے سے روکتے ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔[۳۴]

---

[۳۲] دنیا کا یہ سارا مال و متاع عارضی اور دھوکہ ہے اور اس کی محبت انہی لوگوں کے دل میں ہوتی ہے جو اپنے رب سے غافل ہیں، البتہ آخرت کی نعمتیں ابدی ہیں اور صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا سفر کرتی ہوئی جا رہی ہے اور آخرت سفر کرتی ہوئی آ رہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہے۔ تم آخرت کی اولاد بنو، دنیا کی اولاد نہ بنو کیونکہ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہوگا اور عمل کا موقع نہیں ہوگا۔ (بخاری: کتاب الرقاق: باب ۴)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد یہ بھی ہے: دیکھنے میں دنیا بڑی نرم اور خوشنما لگتی ہے مگر اس کا زہر بڑا سخت اور قاتل ہے۔ (سورہ آل عمران: تفسیر کبیر: زیر آیت نمبر ۱۸۵)

[۳۳] جو شخص اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتا ہے اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا شیطان اس کے قریب نہیں جاتا، لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی یاد سے منہ پھیر لے اور خواہشات نفسانی کا غلام بن جائے تو ظاہر ہے اس نے خود ہی شیطان کا راستہ اختیار کیا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی توفیق اس کو نظر انداز کر دیتی ہے اور شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے جو ہر وقت اس کو برائیوں کی ترغیب دیتا رہتا ہے۔ وہ شیطان جنات سے بھی ہو سکتا ہے جو اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور وہ شیطان انسان بھی ہو سکتا ہے جو دن رات اس کو برائیوں پر اکساتا رہتا ہے۔

[۳۴] جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیاطین کے ساتھی بن جاتے ہیں شیاطین انہیں ایسا گھیر لیتے ہیں کہ انہیں سیدھے راستے کی طرف نہیں جانے دیتے بلکہ برائیوں کو اس طرح خوش نما بنا کر پیش کرتے رہتے ہیں کہ وہ گمراہ لوگ اپنے آپ کو ہدایت یافتہ گمان کرنے لگتے ہیں۔

Marfat.com

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَنَا قَالَ یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ ۝۳۸

۳۸۔ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے ساتھی شیطان سے) کہے گا: اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی، کیونکہ وہ (شیطان تو) بہت برا ساتھی ہے۔ [۳۵]

وَ لَنْ یَّنْفَعَكُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝۳۹

۳۹۔ اور آج (تمہارا پچھتانا) تمہیں ہرگز کوئی فائدہ نہیں دے گا کیونکہ تم (دنیا میں اکٹھے) ظلم کرتے رہے ہو، لہٰذا اب عذاب میں بھی تم سب شریک ہو۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَ مَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝۴۰

۴۰۔ کیا آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو اور ان کو جو کھلی گمراہی میں ہیں (ہدایت کا) راستہ دکھائیں گے؟ [۳۶]

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝۴۱

۴۱۔ پس اگر ہم آپ کو (اس دار فانی سے) لے جائیں تو پھر بھی ہم ان سے بدلہ ضرور لیں گے۔

اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝۴۲

۴۲۔ یا ہم آپ کو وہ (عذاب) دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے، بے شک ہم ان پر پوری طرح قادر ہیں۔ [۳۷]

---

[۳۵] وہ گمراہ آدمی جب قیامت کے دن اٹھے گا تو اپنے ساتھی شیطان کو کوسنا شروع کر دے گا: اے کاش! ہم ایک دوسرے سے اتنے دور ہوتے کہ ہماری زندگی میں کبھی ملاقات نہ ہوتی۔ تو بہت برا ساتھی ہے، تو نے میری آخرت خراب کر دی ہے، مگر روز قیامت کا پچھتانا بے سود ہوگا اور ان سے کہا جائے گا: تم دنیا کے مظالم میں شریک تھے، لہٰذا اب عذاب میں بھی شریک رہنا پڑے گا۔

آج جو شخص گمراہ لوگوں کی سنگت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے جتنا جلد ہو سکے اسے اس گمراہ سوسائٹی سے الگ ہو جانا چاہیے ورنہ قیامت کے دن جب تم ایک دوسرے کو برا بھلا کہو گے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ فرشتے تم سب کو پکڑ کر جہنم رسید کر دیں گے۔

[۳۶] یعنی اے ہمارے پیارے نبی ﷺ! آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے پھر بھی جو لوگ دانستہ اندھے اور بہرے بنے ہوئے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے آپ ان کے متعلق غمگین نہ ہوں کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں پر کھلی گمراہی اور ہٹ دھرمی کے پردے ڈال رکھے ہیں۔

[۳۷] ہمارے پیارے نبی ﷺ! کفار مکہ اگر سرکشی سے باز نہ آئے تو ہم ان سے ضرور انتقام لیں گے اور ان کے ساتھ جس

Marfat.com

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ پس آپ اس (قرآن) کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، بے شک آپ صراط مستقیم پر ہیں۔[۳۸]

وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَ سَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ اور بے شک یہ (قرآن) آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے عزت اور نصیحت ہے،[۳۹] اور عنقریب تم سے (قرآن کے بارے میں) پوچھا جائے گا۔[۴۰]

وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً

۴۵۔ اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے آپ ان سے پوچھیں: کیا ہم نے رحمان کے سوا اور معبود بنائے

عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ان پر آ کر رہے گا، لیکن ہر ایک کے لئے اس کی سزا کا ایک وقت مقرر ہے۔ بعض تو آپ کے سامنے اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا اور بعض کو آپ کے وصال کے بعد عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا، اور جن کو اس دنیا میں کسی حکمت کے باعث مہلت دی گئی ہو قیامت کے دن بہر حال کوئی مجرم بھی سزا سے نہیں بچ سکے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ سب مخلوق پر پوری طرح قادر ہے۔

[۳۸] ہمارے پیارے نبی ﷺ! بے شک آپ سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔ آپ اس قرآن مجید کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ پر نازل کیا جا رہا ہے۔ کفار مکہ اگر قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے تو آپ ان کے متعلق فکرمند نہ ہوں، وہ اپنے کرتوتوں کے خود ذمہ دار ہوں گے۔

[۳۹] قرآن مجید اگرچہ تمام لوگوں کے لئے عزت اور نصیحت کا باعث ہے مگر یہاں پر نبی کریم ﷺ کا نام اس لئے لیا گیا کیونکہ یہ شرف و عزت والا قرآن آپ پر نازل کیا گیا ہے اور آپ کی قوم کا نام اس لئے لیا گیا ہے کیونکہ قرآن مجید کے اولین مخاطب اہل عرب تھے اور یہ بھی ان کے لئے خصوصی شرف ہے کہ قرآن مجید ان کی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید ہر اس شخص کے لئے شرف اور عزت کا باعث ہے جو اس پر عمل کرے خواہ وہ شخص قریش سے ہو یا غیر قریش سے۔ (تفسیر قرطبی)

[۴۰] قیامت کے دن نبی کریم ﷺ سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے جب قرآن مجید کی تبلیغ کی تو لوگوں نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اور مسلمانوں سے پوچھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب سے مشرف فرمایا جس میں تمام انسانوں کے لئے ہدایت کا نظام درج ہے تو انہوں نے اس پر کس حد تک عمل کیا؟ اور نور ہدایت کو دوسروں تک پہنچانے میں کیا کردار ادا کیا؟

Marfat.com

يُعْبَدُوْنَ ۝ تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟[۴۱]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

۴۶۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا: بے شک میں تمام جہانوں کے رب کا رسول ہوں۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ۝

۴۷۔ پس جب وہ ہماری نشانیاں لے کر ان کے پاس آئے تو وہ اسی وقت ان (نشانیوں) پر ہنسنے لگے۔[۴۲]

وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۗ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

۴۸۔ اور ہم انہیں جو نشانی بھی دکھاتے تھے وہ پہلی سے بڑی ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ (سرکشی سے) باز آجائیں۔[۴۳]

[۴۱] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام سے سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ العیاذ باللہ نبی کریم ﷺ کو توحید کے متعلق شک تھا بلکہ آپ کا توحید پر یقین تھا اور یہ بھی یقین تھا کہ گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام بھی موحد تھے۔ دراصل اس آیت سے مشرکین کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام یا ان کے صحیح پیروکاروں سے پوچھیں تو ان کا جواب بھی یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی اور کو معبود نہیں بنایا، تو پھر یہ مشرکین کس بنیاد پر بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔

[۴۲] اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ وہ رب تعالیٰ کے رسول ہیں، نیز انہیں عصا اور ید بیضا کے معجزے بھی دکھائے تو انہیں دل سے تو یقین ہو گیا تھا کہ یہ جادو نہیں ہے جیسا کہ سورہ نمل (۲۷) کی آیت نمبر ۱۴ میں گزر چکا ہے مگر اپنے عوام کو مطمئن رکھنے کے لئے فوراً ان معجزات کا مذاق اڑانے لگے کہ یہ کوئی حقیقی چیز نہیں ہے بلکہ جادو اور خیالی چیزیں ہیں اور وہ خود بھی ایسے کرتب دکھا سکتے ہیں۔

[۴۳] اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو متعدد بڑے بڑے معجزات دکھائے، پھر بھی جب وہ ایمان نہ لائے تو ان پر مختلف قسم کے عذاب مسلط کر دیئے گئے تاکہ وہ عبرت حاصل کریں اور سرکشی سے باز آجائیں۔ ان عذابوں کا سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۳۳ میں ذکر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر پہلے اتنی کثرت سے بارش ہوئی کہ ان کی ہر چیز غرق ہو گئی اور پانی ان کی گردنوں تک پہنچ گیا، پھر ٹڈی دل نے ان کی فصلوں کو تباہ کر دیا، پھر ان کے کپڑوں، بالوں اور جسموں میں جوؤں کی کثرت نے انہیں بے چین کر دیا۔ اس کے بعد مینڈک، ان کے گھروں، کھانوں اور بستروں میں اتنی کثرت سے آگئے کہ ان کا کھانا،

Marfat.com

وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اور وہ کہنے لگے: اے جادوگر! آپ اپنے رب سے ہمارے لئے اس عہد کے مطابق دعا کریں جو اس نے آپ سے کر رکھا ہے تو بے شک ہم ضرور ہدایت پر آ جائیں گے۔ [۴۴]

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ پھر جب ہم نے ان سے عذاب کو دور کر دیا تو وہ فوراً عہد شکنی کرنے لگے۔

وَ نَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ اور فرعون نے اپنی قوم میں پکار کر کہا: اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہی اور یہ نہریں جو میرے (محل کے) نیچے بہہ رہی ہیں میری نہیں ہیں؟ کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ بلکہ میں اس شخص سے بہتر ہوں جو حقیر ہے اور بات بھی صاف طریقے سے نہیں کر سکتا۔ [۴۵]

پینا اور سونا حرام ہوگیا، پھر دریاؤں، کنوؤں اور گھروں میں ہر جگہ پینے کا پانی خون میں بدل گیا اور پیاس کی وجہ سے ان کی جان خطرے میں پڑگئی، لیکن پھر بھی جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے تو انہیں پانی میں غرق کر دیا گیا۔

[۴۴] فرعونیوں پر مختلف قسم کے عذاب آئے جن کا ذکر گزشتہ حاشیہ میں بھی موجود ہے۔ جب بھی ان پر کوئی عذاب آتا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے اور کہتے: آپ کا رب آپ پر بڑا مہربان ہے۔ اس نے آپ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ آپ کی دعا قبول فرمائے گا اور جو ہدایت قبول کریں گے ان سے عذاب کو ٹال دے گا، لہٰذا آپ اپنے رب سے دعا کریں۔ اگر آپ کی دعا سے یہ عذاب دور ہوگیا تو ہم ضرور ایمان لاکر ہدایت پر آ جائیں گے، مگر وہ انتہائی ناشکرے اور بدعہد تھے۔ جب بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کی مشکل آسان ہو جاتی تو اس کے فوراً بعد وہ اپنے وعدے سے مکر جاتے اور ایمان نہ لاتے۔

[۴۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا نے جب عذاب ٹل گیا تو فرعون کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں اس کی قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف مائل نہ ہو جائے، اس لئے اس نے اپنی فضیلت اور اہمیت بتانے کے لئے ایک خصوصی خطاب میں اپنی قوم کو کہا: تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں مصر کا بادشاہ ہوں اور دریائے نیل سے نہریں بھی میں نے نکالی ہیں جو میرے محلات کے نیچے سے بہہ رہی ہیں، لہٰذا میرے مقابلہ میں موسیٰ علیہ السلام کی کوئی حیثیت نہیں ہے، وہ ایک غلام اور غریب آدمی ہے۔ پہلے اس کی زبان

Marfat.com

فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ پھر (اگر یہ سچا نبی ہے تو) اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں اتارے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں آئے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے۔ [۴۶]

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ اس طرح فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنا لیا اور انہوں نے فرعون کی بات مان لی، بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔ [۴۷]

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کر دیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ [۴۸]

فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ پھر ہم نے انہیں بعد میں آنے والوں کے لئے پیش رو اور (عبرت کا) نمونہ بنا دیا۔

میں لکنت تھی اس لئے بات کو واضح نہیں کر سکتا تھا اور اب یہ ایسی عجیب و غریب باتیں کرتا ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ دراصل یہ ہمیں اس ملک سے نکال کر خود اس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، لہٰذا تم اس کی باتوں سے دور رہو۔

[۴۶] فرعون کے دور میں رواج یہ تھا کہ بادشاہ جس کو اپنا خاص نمائندہ مقرر کرتا اس کو سونے کے کنگن پہنائے جاتے اور نوجوانوں کا ایک دستہ بھی دیا جاتا جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا۔ اس حوالہ سے فرعون نے اپنی قوم کو کہا: موسیٰ علیہ السلام کو اگر سارے جہانوں کے رب نے اپنا پیغامبر بنا کے بھیجا ہوتا تو ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہوتے، حالانکہ سونے کے کنگن پہننا دولت کی نشانی تو ہو سکتی ہے نبوت کی دلیل نہیں کیونکہ نبوت ایک خاص نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے جس کو چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے، پھر فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف دوسری دلیل یہ دی کہ موسیٰ علیہ السلام اگر سچے نبی ہوتے تو ان کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت ہوتی جو ان کی نبوت کی گواہی دیتی، حالانکہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ فرشتے تھے جن کو وہ دیکھ نہیں سکتے تھے اور اگر وہ انسانی شکل میں آتے تو لوگ پھر اعتراض کرتے کہ یہ تو انسان ہیں فرشتے نہیں ہیں۔

[۴۷] فرعون نے اپنی چرب زبانی سے اپنی قوم کو اس بات پر قائل کر لیا کہ فرعون ہی ان کا خیر خواہ ہے اور جن لوگوں کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نرم گوشہ پیدا ہوا تھا وہ بھی فرعون کے ہم نوا بن گئے۔ مصری لوگ پہلے ہی فسق و فجور اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں زندگی گزار رہے تھے اس لئے فرعون کی باتیں ان پر زیادہ اثر کر گئیں اور وہ نافرمانی پر ہی قائم رہے۔

[۴۸] فرعون اور اس کی قوم کے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ برابر عہد شکنی کرتے رہے اور جب ان کی سرکشی اور نافرمانی کی انتہا ہو گئی تو اس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو پانی میں غرق کر دیا اور ان کے بعد آنے والی نسلوں کے لئے انہیں

Marfat.com

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾

۵۷۔ اور جب (عیسیٰ علیہ السلام) بن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم کے لوگ اس سے چلانے لگے۔

وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿٥٨﴾

۵۸۔ اور انہوں نے کہا: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (عیسیٰ علیہ السلام)؟[۴۹] انہوں نے آپ سے یہ بات محض جھگڑے کے لئے بیان کی ہے، درحقیقت وہ لوگ بڑے جھگڑالو ہیں۔

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٥٩﴾

۵۹۔ ابن مریم تو محض ہمارے (مقدس) بندے ہیں جن پر ہم نے انعام فرمایا ہے اور ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے لئے (اپنی قدرت کا) نمونہ بنا دیا ہے۔[۵۰]

عبرت کا نشان بنا دیا۔

[۴۹] ان آیات کے نزول کے متعلق مختلف روایات بیان کی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے سامنے سورہ انبیاء کی یہ آیت تلاوت کی: {بے شک تم اور جن چیزوں کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہو، تم اس میں داخل ہونے والے ہو} (قرآن: ۲۱: ۹۸) عبداللہ بن زبعری جو اسوقت کافر تھا، کہنے لگا: کیا یہ آیت ہمارے اور ہمارے معبودوں کے لئے ہے یا ساری قوموں کے لئے ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سب کے لئے ہے۔ اس پر ابن زبعری کہنے لگا: پھر تو عیسیٰ علیہ السلام بھی (العیاذ باللہ) دوزخ میں جائیں گے کیونکہ ان کی بھی عبادت کی جاتی ہے، اور آپ کے خیال میں عیسیٰ علیہ السلام ہمارے بتوں سے بہتر ہیں، تو جب عیسیٰ علیہ السلام دوزخ میں جائیں گے تو پھر کوئی حرج نہیں، ہم بھی ان کے ساتھ ہی ہوں گے۔ یہ سن کر مشرکین خوشی سے چلانے لگے اور شور مچاتے لگے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ پسند کرے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کی جائے وہ تو یقیناً اپنے پیروکاروں کے ساتھ جہنم رسید ہوگا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی اپنی عبادت کا حکم نہیں دیا۔ وہ تو ہمیشہ توحید کی دعوت دیتے رہے، لہٰذا اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ قصور ان لوگوں کا ہے جنہوں نے ان کے بعد ان کی عبادت شروع کر دی۔ مشرکین اگرچہ اس حقیقت کو جانتے تھے کہ بتوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ مختلف ہے لیکن چونکہ وہ اسلام کی مخالفت میں بڑے جھگڑالو تھے اس لئے مختلف بہانے تلاش کر کے اکثر جھگڑا کھڑا کرنے میں مصروف رہتے تھے۔

[۵۰] ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور بنی اسرائیل کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا۔ ہم نے ان کو عظیم الشان معجزات عطا فرمائے جن کے باعث وہ مادرزاد اندھے کو بینا کر دیتے تھے، کوڑھی کو تندرست کر دیتے تھے اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے، لیکن ان عظمتوں کے باوجود وہ ہمارے مقدس اور عبادت گزار بندے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ توحید کی

Marfat.com

وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۝٦٠

۶۰۔ اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تم سے فرشتے پیدا کر دیتے جو تمہارے جانشین ہوتے۔[۵۱]

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝٦١

۶۱۔ اور بے شک وہ (عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کی ایک نشانی ہیں، پس تم اس میں ہرگز شک نہ کرو[۵۲] اور میری پیروی کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔

دعوت دی ہے اور کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔

[۵۱] یعنی جس طرح ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا اسی طرح اگر ہم چاہتے تو تم سے فرشتے پیدا کر دیتے جو تمہارے بعد اس زمین پر تمہاری اولاد کی جگہ تمہارے جانشین ہوتے، تو پھر بھی نہ عیسیٰ علیہ السلام عبادت کے لائق ہیں اور نہ ہی فرشتے عبادت کے لائق ہیں، بلکہ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے جس نے ان سب کو پیدا فرمایا۔

[۵۲] اس آیت کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت کی نشانی ہے، جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس، مجاہد، ضحاک، سدی اور قتادہ کا قول یہ ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول مراد ہے کیونکہ آپ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت کی ایک نشانی ہے۔ اسی لئے حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ، قتادہ، مالک بن دینار اور ضحاک نے اس آیت میں عِلْم کو عَلَم پڑھا ہے جس کے معنیٰ ہی نشانی اور علامت کے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش قیامت کے وجود کی دلیل ہے۔ یعنی جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا خلاف عادت ہے مگر ایسا ہو چکا ہے، اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اگرچہ خلاف عادت ہے مگر ایسا ضرور ہوگا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

نیز علامہ قرطبی نے ایک قول یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا بھی قیامت کی دلیل ہے۔ (تفسیر قرطبی) یعنی اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جو عیسیٰ علیہ السلام کا خالق ہے وہ بھی قیامت کے دن سب کو زندہ کر سکتا ہے، لہٰذا قیامت کا آنا یقینی ہے اور اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۴۰ کی تفسیر میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں: اگر کوئی کہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں نازل ہوں گے؟ تو میں کہوں گا: آپ کے آخری نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ان میں سے ہیں جن کو آپ ﷺ سے پہلے نبی بنایا جا چکا ہے اور جب وہ نازل ہوں گے تو وہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے گویا کہ وہ آپ ﷺ کی امت کے ایک فرد شمار ہوں گے۔ (تفسیر کشاف: سورہ آل عمران: زیر آیت نمبر

Marfat.com

(۴۰) جس طرح معراج کی رات تمام انبیائے کرام علیہم السلام مسجد اقصیٰ میں تشریف لائے اور ہمارے نبی ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھی، حالانکہ وہ سب پہلے نبی بنائے جا چکے تھے۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق چند احادیث

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، عنقریب تمہارے درمیان ابن مریم نازل ہوں گے ایک عادل حاکم کی حیثیت سے، وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہو گی کہ اسے کوئی لینے والا نہیں ہو گا اور (دینداری کا عالم یہ ہوگا) کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ایک سجدہ کرنا دنیا اور اس کے مال و متاع سے بہتر ہوگا۔

(بخاری:۳۴۴۸: کتاب الانبیاء: باب ۵۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک تمہارے درمیان ابن مریم کا نزول نہ ہو، وہ عدل و انصاف کے احکام نافذ کریں گے، صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہو گی کہ اسے کوئی لینے والا نہیں ہو گا۔

(بخاری:۲۴۷۶: کتاب المظالم: باب ۳۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا شان ہو گی جب تمہارے درمیان ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہو گا؟ (بخاری:۳۴۴۹: کتاب الانبیاء: باب ۵۱)

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم قیامت کے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر آپ نے ان دس نشانیوں کا ذکر فرمایا یعنی دھواں، دجال، زمین کا جانور، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول، اور یاجوج اور ماجوج، اور تین جگہ زمین کا دھنسنا یعنی مشرق میں زمین کا دھنسنا، مغرب میں زمین کا دھنسنا اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گی۔

(مسلم:۷۲۸۵: کتاب الفتن: باب ۱۳)

☆ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صبح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام جامع مسجد دمشق کے سفید مشرقی منارہ پر اس حال میں اتریں گے کہ انہوں نے ہلکے زرد رنگ کے دو حلے پہنے ہوئے ہوں گے اور انہوں نے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے۔ جب آپ علیہ السلام سر نیچا کریں گے تو پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اور جب آپ علیہ السلام سر اوپر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح سفید چاندی کے دانے جھڑ رہے ہوں گے ۔۔۔

(مسلم:۷۳۷۳: کتاب الفتن: باب ۲۰)

Marfat.com

وَ لَا یَصُدَّنَّکُمُ الشَّیۡطٰنُ ۚ اِنَّہٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ اور شیطان تمہیں ہرگز روکنے نہ پائے، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔[۵۳]

وَ لَمَّا جَآءَ عِیۡسٰی بِالۡبَیِّنٰتِ قَالَ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ لِاُبَیِّنَ لَکُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ تَخۡتَلِفُوۡنَ فِیۡہِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿۶۳﴾

۶۳۔ اور جب عیسیٰ علیہ السلام واضح نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے کہا: بے شک میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں تاکہ میں تمہارے لئے بعض ان باتوں کو خوب واضح کردوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔[۵۴]

اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ رَبِّیۡ وَ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ ہٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿۶۴﴾

۶۴۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، پس تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔

فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَیۡنِہِمۡ ۚ فَوَیۡلٌ

۶۵۔ پھر (عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں) کئی گروہ آپس میں

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے، اور وہ (آسمان سے) نازل ہوں گے۔ جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے۔ ان کا رنگ سرخی آمیز سفید ہوگا۔ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اگرچہ ان پر تری نہیں ہوگی۔ وہ لوگوں سے اسلام پر قتال کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو موقوف کردیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب کو مٹا دے گا اور مسیح علیہ السلام دجال کو ہلاک کردیں گے، اور عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال زمین میں قیام کرنے کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (ابوداؤد: ۴۳۲۴: کتاب الملاحم: باب ۱۴)

☆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت توراۃ میں لکھی ہوئی ہے اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی بھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہوں گے۔ ابوداؤد نے کہا: روضہ رسول میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔
(ترمذی: ۳۶۱۷: ابواب المناقب: باب ۳)

[۵۳] یعنی میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرو، یہی سیدھا راستہ ہے اور شیطان سے دور رہو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

[۵۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یہود نے توراۃ کے احکام میں تبدیلی کردی اور اس وجہ سے کئی فرقوں میں تقسیم ہوگئے، پھر عیسیٰ علیہ السلام واضح معجزات لے کر آئے اور بنی اسرائیل کو فرمایا: میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت اور انجیل لے کر آیا ہوں تاکہ اعمال و عقائد کے جن بنیادی مسائل میں تم نے اختلاف پیدا کردیا ہے میں ان کی اصل حقیقت تمہارے سامنے پوری طرح واضح کردوں، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔

Marfat.com

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾

اختلاف کرنے لگے، [۵۵] پس ظالموں کے لئے دردناک دن کے عذاب کی ہلاکت ہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ وہ لوگ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ جائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ [۵۶]

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ ع ۱۱/۱۲

۶۷۔ اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔ [۵۷]

---

[۵۵] اہل کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مجرمانہ حد تک کمی کی اور ان کی معجزانہ پیدائش کو تسلیم کرنے کے بجائے حضرت مریم پر بہتان لگایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اسی طرح عیسائیوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ کے معجزانہ پیدائش کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی، حالانکہ ان کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کی بغیر ماں باپ کے پیدائش کی مثال موجود تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ایک عجیب چیستان بنا دیا۔ عیسائی فرقہ نسطوریہ (protestant) کے نزدیک وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، عیسائی فرقہ ملکانیہ (catholic) کے نزدیک وہ تین خداؤں میں سے تیسرے ہیں اور عیسائی فرقہ یعقوبیہ (orthodox) کے نزدیک وہ اللہ ہیں۔ الغرض یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں تفریط کی اور عیسائی آپ کے بارے میں افراط کا شکار ہوئے۔

(تفسیر قرطبی: سورہ مریم (۱۹) زیر آیت نمبر ۳۷)

[۵۶] ظالموں کو جب دردناک عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو چونکہ وہ قیامت کے منکر ہیں اس لئے وہ اس انتظار میں ہیں کہ جب وہ قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو ایمان لے آئیں گے، مگر انہیں علم ہونا چاہیے کہ قیامت اچانک آئے گی، انہیں خبر بھی نہیں ہوگی اور قیامت کو دیکھ کر اگر وہ ایمان لائیں گے تو وہ ایمان قبول نہیں ہوگا اور وہ اس وقت پچھتائیں گے، لہٰذا قیامت کے آنے سے پہلے ہی انہیں توبہ کر لینی چاہیے۔ قیامت کے اچانک آنے کے متعلق سورہ یٰسین (۳۶) کی آیت نمبر ۴۹ کا حاشیہ نمبر ۳۲ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا، جہالت کا غلبہ ہوگا، زنا عام ہوگا، عورتیں زیادہ ہوں گی، مرد کم ہوں گے حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔

(بخاری: ۸۱: کتاب العلم: باب ۲۱)

[۵۷] جو لوگ دنیاوی مقاصد کے لئے دوستیاں قائم کرتے ہیں اور حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتے، قیامت کے دن نہ صرف یہ کہ ان کی دوستیاں ختم ہو جائیں گی بلکہ وہ ایک دوسرے کی دشمنی پر اتر آئیں گے۔ ان کے برعکس جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا

Marfat.com

یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾	۶۸۔ اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔

کے لئے دوستیاں قائم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں، قیامت کے دن ان کی دوستیاں بھی قائم رہیں گی اور وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ دو دوست مومن تھے اور دو کافر۔ مومن دوستوں میں سے ایک کا انتقال ہو گیا اور اس کو جنت کی خوش خبری سنائی گئی، تو اس نے اپنے دوست کو یاد کیا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! میرا فلاں دوست مجھے آپ کی اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیتا تھا۔ وہ مجھے نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا تھا اور مجھے تنبیہ کرتا تھا کہ مجھے ایک دن آپ کے پاس حاضر ہونا ہے، لہٰذا اے اللہ تعالیٰ! اس کو میرے بعد گمراہ نہ کرنا حتیٰ کہ تو اسے بھی جنت کے وہ مناظر دکھائے جو تو نے مجھے دکھائے ہیں اور جس طرح تو مجھ پر راضی ہوا ہے اسی طرح اس پر بھی راضی ہو جا۔ اس دعا کے جواب میں اس سے کہا جائے گا: جاؤ، اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ میں نے تمہارے اس دوست کے لئے کیا اجر و ثواب رکھا ہے تو تم روؤ گے کم اور ہنسو گے زیادہ۔ اس کے بعد جب دوسرے دوست کا بھی انتقال ہو جائے گا تو ان دونوں کی ارواح جمع ہوں گی اور اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: تم دونوں ایک دوسرے کی تعریف کرو، تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے متعلق کہے گا: وہ بہترین بھائی، بہترین ساتھی اور بہترین دوست ہے۔

اس کے برعکس جب دو کافر دوستوں میں سے ایک مر گیا اور اسے جہنم میں ڈالے جانے کی سزا سنائی گئی تو اس نے بھی اپنے دوست کو یاد کیا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! میرا فلاں دوست مجھے آپ کی اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا حکم دیتا تھا۔ وہ مجھے برائی کا حکم دیتا اور نیکی سے روکتا تھا اور مجھے کہا کرتا تھا کہ مجھے کبھی آپ کے پاس حاضر نہیں ہونا ہے، لہٰذا اے اللہ تعالیٰ! اس کو میرے بعد ہدایت نہ دینا حتیٰ کہ تو اسے بھی جہنم کے وہ مناظر دکھائے جو تو نے مجھے دکھائے ہیں اور جس طرح تو مجھ سے ناراض ہے اسی طرح اس پر بھی ناراض ہو۔ اس کے بعد جب دوسرا کافر دوست بھی مر جائے گا تو ان دونوں کی روحیں جمع کی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا: تم دونوں ایک دوسرے کی تعریف کرو، تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کہے گا: وہ بدترین بھائی، بدترین ساتھی اور بدترین دوست ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۸۵۱۹: سورۂ زخرف (۴۳): زیر آیت نمبر ۶۷)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے فوت شدہ رشتہ داروں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، اگر تمہارے اعمال اچھے ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر تمہارے اعمال اچھے نہ ہوں تو وہ یہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب تعالیٰ! ان کو اس وقت تک موت نہ دے یہاں تک کہ تو ان کو ہدایت دے جس طرح تو نے ہمیں ہدایت دی ہے۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۶۵)

Marfat.com

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ﴿۶۹﴾ ۶۹۔ (یعنی) وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرمانبردار رہے۔

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ۷۰۔ تم اور تمہاری بیویاں خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ۔[۵۸]

اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو بندے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آپس میں محبت کریں اگرچہ ان میں سے ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اکٹھا کر کے فرمائے گا: یہ ہے وہ بندہ جس سے تو میری وجہ سے محبت کرتا تھا۔ (کنز العمال: حدیث نمبر ۲۴۶۴۶: ج:۹: ص ۴)

۲۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری رضا کے لئے آپس میں خرچ کرتے ہیں۔ (مسند احمد: ج:۵: ص ۲۳۳)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سایہ کرم میں کھڑا کروں گا جس دن میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۵۶۶: کتاب البر: باب نمبر ۱۲)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی اپنے بھائی کی زیارت کے لئے دوسری بستی میں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ کھڑا کر دیا، جب وہ آدمی اس فرشتہ کے پاس سے گزرا تو فرشتہ نے اس سے پوچھا: تو کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا: میں اپنے بھائی کی طرف جا رہا ہوں جو اس بستی میں رہتا ہے۔ فرشتہ نے پوچھا: کیا تیرا اس بھائی پر کوئی احسان ہے جس کی تکمیل مقصود ہے؟ اس نے کہا: میرا اس پر کوئی احسان نہیں، میں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تو اپنے بھائی سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۵۶۷: کتاب البر: باب ۱۲)

۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک دوسرا آدمی وہاں سے گزرا۔ پہلے آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس گزرنے والے آدمی سے محبت کرتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے اسے اپنی محبت کے متعلق بتا رکھا ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور اسے بتاؤ۔ چنانچہ وہ دوڑ کر گیا اور اسے پکڑ کر کہا: میں خدا کے لئے تجھ سے محبت رکھتا ہوں۔ اس نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرے جس کی وجہ سے تو مجھ سے محبت کرتا ہے۔ (ابوداؤد: حدیث نمبر ۵۱۲۵: کتاب الادب: باب ۱۱۲)

[۵۸] جو لوگ آیات قرآن پر ایمان لائے اور احکام قرآن پر عمل پیرا رہے، قیامت کے دن انہیں یہ خوش خبری سنائی جائے گی: آج

Marfat.com

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ أَكْوَابٍ ۚ وَ فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۚ وَأَنْتُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ ان پر سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کا دور چلایا جائے گا اور جنت میں وہ سب چیزیں ہوں گی جن کی دل خواہش کریں گے اور جن سے آنکھوں کو لذت ملے گی، اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔

وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث بنا دیئے گئے ہو۔[۵۹]

لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ تمہارے لئے اس جنت میں بکثرت پھل ہوں گے جن میں سے تم کھاتے رہو گے۔

إِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ بے شک مجرم لوگ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ وہ عذاب ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا، اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے۔[۶۰]

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے۔[۶۱]

تمہیں کوئی خوف نہیں اور نہ ہی تم غمگین ہوگے بلکہ اپنی نیک بیویوں اور متقی دوست احباب کے ساتھ خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہاں تمہیں سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں میں وہ سب چیزیں ملیں گی جن کو تمہارے دل اور تمہاری آنکھیں پسند کریں گی۔

[۵۹] اہل ایمان کو ان کے نیک اعمال کی وجہ سے جنت کا مالک بنا دیا جائے گا۔ وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور ہر قسم کے پھلوں سے محظوظ ہوتے رہیں گے۔

[۶۰] مجرم لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، ان کے عذاب میں کمی بھی نہیں کی جائے گی۔ وہ جہنم سے نکل بھی نہیں سکیں گے، اس لئے مایوس ہوکر وہیں پڑے رہیں گے۔

[۶۱] اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعہ حق و باطل کی راہوں کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا اور اعلان کر دیا کہ جو بھی باطل کی راہ اختیار کرے گا وہ جہنم رسید ہوگا، لہٰذا جو لوگ نافرمانی کر کے جہنم میں پہنچے ہیں یہ خود ان کا اپنے اوپر ظلم ہے، اللہ تعالیٰ کا ان پر ظلم نہیں ہے۔

Marfat.com

وَ نَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ اور وہ پکاریں گے: اے مالک (اے داروغۂ دوزخ)! آپ کا رب ہمارا خاتمہ ہی کر دے (تو بہتر ہے)، وہ کہے گا: بے شک تم ہمیشہ یہیں رہنے والے ہو۔ [۶۲]

لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾

۷۸۔ بے شک ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے۔ [۶۳]

اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿ۚ۷۹﴾

۷۹۔ کیا انہوں نے کوئی قطعی فیصلہ کر لیا ہے، تو ہم بھی قطعی فیصلہ کرنے والے ہیں۔ [۶۴]

اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾

۸۰۔ کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کی راز کی باتیں اور ان کی سرگوشیاں نہیں سنتے، کیوں نہیں، بلکہ ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ان کے پاس لکھ رہے ہوتے ہیں۔ [۶۵]

---

[۶۲] دوزخ کے نگران فرشتے کا نام مالک ہے۔ اہل دوزخ جب دوزخ سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں پا سکیں گے تو مایوس ہو کر مالک (داروغۂ دوزخ) سے فریاد کریں گے: اے مالک! اپنے رب سے کہو کہ وہ ہمیں موت ہی دیدے تاکہ ہم اس عذاب سے بچ جائیں۔ اس کے جواب میں مالک کہے گا: اب نہ تم جہنم سے نکل سکتے ہو اور نہ ہی تم کو موت آئے گی بلکہ ہمیشہ اسی عذاب میں مبتلا رہنا پڑے گا۔

[۶۳] اہل دوزخ جب چیخ و پکار کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہمارے رسول تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے اور انہوں نے حق و باطل کو بالکل واضح کر دیا تھا لیکن تم میں سے اکثر یعنی تمہارے لیڈروں اور سرداروں نے حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ ان کی نفسانی خواہشات کے خلاف تھا اور باقی تم سارے بغیر سوچے سمجھے اپنے سرداروں کے پیچھے چل پڑے، اس لئے تم میں سے بعض انکار اور بعض اندھی تقلید کی وجہ سے اس انجام کو پہنچے ہو۔

[۶۴] علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ مقاتل نے کہا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کفار مکہ نے دار الندوہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خفیہ سازش کی تھی اور ابو جہل کے اشارہ پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک فرد مل کر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اچانک حملہ کر کے آپ کو قتل کر دے تاکہ تمام قبائل آپ کو قتل کرنے میں مشترک ہوں، کسی ایک قبیلہ پر الزام نہ آئے اور آپ کے خون بہا کا مطالبہ کمزور ہو جائے۔ (تفسیر قرطبی) ان کی اس سازش کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے بھی اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا قطعی فیصلہ کر رکھا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحفاظت مدینہ لے آیا اور سازش کرنے والے سرداروں کو غزوہ بدر میں قتل کر دیا گیا۔

[۶۵] کیا کفار مکہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو سرگوشیاں اور خفیہ سازشیں کرتے ہیں ان کا ہمیں علم نہیں ہے؟

Marfat.com

قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِيۡنَ ۝۸۱

۸۱۔ آپ فرمادیں: اگر (بفرض محال) رحمٰن کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا۔[۶۶]

سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۝۸۲

۸۲۔ آسمانوں اور زمین کا رب اور عرش کا مالک ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔[۶۷]

فَذَرۡهُمۡ يَخُوۡضُوۡا وَيَلۡعَبُوۡا حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ يُوۡعَدُوۡنَ ۝۸۳

۸۳۔ پس آپ ان کو لغو باتوں اور کھیلوں میں پڑا رہنے دیں حتیٰ کہ وہ اپنے اس دن کو دیکھ لیں جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے۔[۶۸]

وَهُوَ الَّذِىۡ فِى السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِى الۡاَرۡضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡعَلِيۡمُ ۝۸۴

۸۴۔ اور وہی آسمان میں قابل عبادت ہے اور وہی زمین میں عبادت کے لائق ہے، اور وہی بڑی حکمت والا بڑے علم والا ہے۔[۶۹]

وَتَبٰرَكَ الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَ

۸۵۔ اور بہت برکت والا ہے وہ (اللہ تعالیٰ) جس کی

ایسا ہرگز نہیں۔ ہم ان کے دلوں کے راز اچھی طرح جانتے ہیں، اور اس کے علاوہ ہمارے فرشتے ہر وقت ان کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ ان کی سازشوں کا تحریری ریکارڈ بھی تیار کر رہے ہیں۔

[۶۶] نبی کریم ﷺ نے مشرکین کو فرمایا: اگر (بفرض محال) اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں یا بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا اور جبکہ میں اس کی اولاد کی عبادت نہیں کرتا تو اس کا مطلب واضح ہے کہ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

[۶۷] اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا خالق اور مالک ہے، وہ اولاد سے پاک ہے، ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ بے نیاز اور قادر مطلق ہے۔

[۶۸] میرے پیارے نبی ﷺ! حق کے واضح ہونے کے باوجود اگر یہ مشرکین حق کو قبول نہیں کرتے اور اپنے باطل نظریات اور دنیاوی مشاغل میں مگن ہیں تو آپ ان کی ہٹ دھرمی اور مخالفت کی پرواہ نہ کریں اور ان کے ایمان نہ لانے پر غمگین نہ ہوں۔ قیامت کا دن آئے گا تو انہیں اپنے کرتوتوں کا انجام نظر آجائے گا۔

[۶۹] زمین و آسمان میں صرف اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے۔ آسمان میں فرشتے اس کی عبادت کرتے ہیں اور زمین میں تمام انبیاء اور رسولوں نے اسی کی عبادت کی ہے، لہٰذا فرشتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہیں بلکہ اس کے عبادت گزار بندے ہیں۔

Marfat.com

الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾

آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز پر حکومت ہے، اور قیامت کا علم بھی اسی کے پاس ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔[۷۰]

وَ لَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ اور وہ (مشرک) لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے مگر (وہ لوگ شفاعت کر سکیں گے) جو حق کی گواہی دیں اور وہ (اس گواہی کو یقین کے ساتھ) جانتے بھی ہوں۔[۷۱]

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے (پیدا کیا ہے)، تو پھر وہ کہاں بھٹک رہے ہیں۔[۷۲]

---

[۷۰] اللہ تعالیٰ بہت برکت والا ہے، زمین و آسمان کی ہر چیز پر اس کی حکومت ہے۔ اس کو قیامت کا علم ہے جس کو وہ اپنے وقت پر قائم فرمائے گا۔ اس دن تم سب کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے جہاں وہ تم سب کو تمہارے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

[۷۱] مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں وہ سب شفاعت کرنے والے نہیں ہیں۔ صرف ان کو شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی جو زبان سے اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دیں، دل سے اس کی تصدیق کریں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی گزاریں، اور وہ بھی صرف ان گناہگاروں کی شفاعت کریں گے جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہوگا۔ مشرکین اگرچہ فرشتوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں اور ان کو شفاعت کرنے کی اجازت بھی ہوگی مگر وہ مشرکین کی شفاعت نہیں کریں گے کیونکہ کسی کافر یا مشرک کی شفاعت جائز نہیں ہے۔

۴۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے۔ سب سے پہلے انبیاء پھر علماء اور پھر شہداء۔ (ابن ماجۃ: ۴۳۱۳: ابواب الزھد: باب ۳۷)

[۷۲] کفار مکہ جب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر ان کی عقل کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ توحید کی روشنی کو چھوڑ کر شرک کی تاریکی میں بھٹک رہے ہیں۔

Marfat.com

وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ اور قسم ہے رسول ﷺ کے اس قول کی کہ اے میرے رب! بے شک یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔[۷۳]

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَ قُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ پس آپ ان سے درگزر کریں اور انہیں فرمائیں: (تم پر) سلام ہو، پھر وہ عنقریب (اپنا انجام) جان لیں گے۔[۷۴]

---

[۷۳] نبی کریم ﷺ نے حق و باطل کو بالکل واضح کر دیا، پھر بھی جب مشرکین مکہ پر کوئی اثر نہ ہوا تو آپ ﷺ نے عرض کیا: اے میرے رب! یہ مشرک بڑے متعصب اور ہٹ دھرم ہیں، یہ ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیارے نبی ﷺ کی یہ درد بھری بات بڑی پسند آئی اور اس کی قسم اٹھائی۔

[۷۴] میرے پیارے نبی! آپ ان کی ہٹ دھرمی کی پرواہ نہ کریں، ان کو سلامتی کی دعا اور دعوت دیتے رہیں، لیکن اگر وہ بدکلامی پر اتر آئیں تو آپ ان سے علیحدہ ہو جائیں۔ اگر وہ شرک سے باز نہ آئے تو عنقریب اپنا برا انجام دیکھ لیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز مغرب بروز پیر ۱۷ مئی ۲۰۱۰ء بمطابق ۴ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۱ر اپریل تا ۱۷ر مئی یعنی ۲۶ دنوں میں سورہ زخرف کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الدخان (۴۴)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''الدخان'' ہے جو اس کی آیت نمبر دس سے ماخوذ ہے۔

سورہ الدخان کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے صبح اٹھ کر حم الدخان کی تلاوت کی، اس کے لئے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ (ترمذی: ۲۸۸۸: فضائل القرآن: باب ۸)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کی شب حم الدخان کی تلاوت کی اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (ترمذی: ۲۸۸۹: فضائل القرآن: باب ۸)

قرآن مجید

اس سورت کی ابتدا میں قرآن مجید کی فضیلت بیان کی گئی ہے یعنی اس کو اللہ تعالیٰ نے برکت والی رات میں نازل فرمایا، اور اس سورت کے آخر میں قرآن مجید کی زبان کی حکمت بیان کی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو عربی زبان میں اس لئے نازل فرمایا تاکہ اس کے مخاطبین اولین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

توحید باری تعالیٰ

ابتدائی آیات میں قرآن مجید کی فضیلت بیان کرنے کے بعد اہل مکہ کو توحید کی دعوت دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر مہربانی فرمائی اور ان کی رہنمائی کے لئے انبیاء اور رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ آسمان و زمین کا رب بھی وہی ہے اور تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب بھی وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، پھر بھی اگر تم اس کی توحید میں شک کرتے ہو تو یاد رکھو جب عذاب آئے گا تو تم ایمان لانے کے لئے تیار ہو جاؤ گے مگر اس وقت کا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا اور تم عذاب سے نہیں بچ سکو گے، لہٰذا آج ہی عقل کے ناخن لو اور اپنے خالق حقیقی کی طرف رجوع کرو۔

غرق فرعون

اہل مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ فرعون کو بھی اپنی فوج، حکومت اور مال و دولت پر بڑا فخر تھا مگر جب اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں انتہا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو فوج سمیت سمندر میں غرق کر دیا اور ان کے باغات اور محلات غیروں کے قبضہ میں چلے گئے۔ اسی طرح اگر تم نے بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقدری کی تو اسی زندگی میں تمہارے عروج کا سورج غروب ہو جائے گا اور آخرت میں تمہاری یہ کفر و شرک کی دوستیاں کوئی کام نہیں آئیں گی بلکہ تم سب کو گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

پرہیزگاروں کی کامیابی

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کو ایسی جنت میں داخل فرمائے گا جس میں وہ پوری شان و شوکت اور امن و سلامتی کے ساتھ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از چاشت بروز منگل ۱۸ مئی ۲۰۱۰ء بمطابق ۵ جمادی الاخری ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

﴿ آیاتها ۵۹ ﴾ ﴿ ۴۴ سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ ۶۴ ﴾ ﴿ رکوعاتها ۳ ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

۱۳ حٰمٓ ۚ ۝١ — ۱۔ حا میم [۱]

وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝٢ — ۲۔ قسم ہے اس روشن کتاب کی۔ [۲]

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا — ۳۔ بے شک ہم نے اس کتاب کو برکت والی رات میں نازل فرمایا ہے، [۳] بے شک ہم ڈر سنانے والے

[۱] یہ حروف مقطعات میں سے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] قرآن مجید ایسی کتاب ہے جو سورج کی طرح واضح اور روشن ہے، اس میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

[۳] یعنی یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ ہم نے ہی اس کو نازل کیا ہے اور بڑی برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک برکت والی رات سے مراد پندرہ شعبان کی رات ہے، مگر اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد لیلۃ القدر ہے جو رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ دوسرا قول زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ قرآن مجید رمضان میں نازل ہوا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا} (قرآن: ۲:۱۸۵)

شب براءت

پندرہ شعبان کی رات بھی بڑی برکت والی اور گناہوں سے نجات دینے والی رات ہے۔ احادیث میں اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، اس سلسلہ میں دو احادیث ملاحظہ کریں:

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا، میں باہر نکلی تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع کے قبرستان میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو یہ خطرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے یہ گمان کیا تھا کہ شاید آپ اپنی دوسری ازواج کے پاس گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان دنیا کی طرف (اپنی شان کے مطابق) نازل ہوتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

(ترمذی: ۹ ۷۳: ابواب الصوم: باب ۳۹)

Marfat.com

مُنْذِرِيْنَ ③ ہیں۔[۴]

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ④ ۴۔ اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔[۵]

اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ⑤ ۵۔ ہر حکم ہماری بارگاہ سے صادر ہوتا ہے، بے شک ہم ہی (رسولوں کو) بھیجنے والے ہیں۔[۶]

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑥ ۶۔ یہ آپ کے رب کی رحمت ہے، بے شک وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ⑦ ۷۔ جو آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧ ۸۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت طاری کرتا ہے، وہی تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔

☆ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نصف شعبان کی رات ہو تو اس رات میں قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات میں غروب شمس سے آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے: سنو! کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو بخش دوں، سنو! کوئی رزق طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو رزق دوں، سنو! کوئی مصیبت زدہ ہے تو میں اس کو عافیت میں رکھوں، سنو! کوئی، سنو کوئی (وہ یونہی فرماتا رہتا ہے) حتیٰ کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ (ابن ماجۃ: ۱۳۸۸: اقامۃ الصلاۃ: باب ۱۹۱) لیلۃ القدر کا بیان سورۃ القدر میں آئے گا۔

[۴] قرآن مجید نازل کرنے میں حکمت یہ ہے کہ حق و باطل کو واضح کر دیا جائے اور باطل پرستوں کو ان کے برے انجام سے بروقت آگاہ کر دیا جائے تا کہ اگر وہ باطل سے باز نہ آئیں تو ان پر حجت قائم ہو جائے۔

[۵] اس رات میں اللہ تعالیٰ آئندہ سال کے امور کے متعلق اپنا فیصلہ صادر فرماتا ہے اور ان احکام کو متعلقہ فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے قطعی اور اس کی حکمت کے مطابق ہوتے ہیں، ان میں کسی رد و بدل کی گنجائش نہیں ہوتی۔

[۶] اللہ تعالیٰ کا یہ خاص رحم و کرم ہے کہ اس نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے رسولوں کو بھیجا جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝٩

٩۔ بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں۔[٧]

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝١٠

١٠۔ پس آپ اس دن کا انتظار کریں جب آسمان واضح دھواں لائے گا۔[٨]

يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١١

١١۔ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا، یہ دردناک عذاب ہے۔

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝١٢

١٢۔ (اس وقت وہ کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کردے، بے شک ہم ایمان لاتے ہیں۔

اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝١٣

١٣۔ ان کو اس سے کہاں نصیحت ہوتی ہے؟ حالانکہ ان کے پاس واضح بیان کرنے والا رسول آچکا ہے۔[٩]

---

[٧] اے مشرکو! اگر تم واقعی یقین رکھتے ہو کہ زمین و آسمان کی سب چیزوں کا رب اللہ تعالیٰ ہے، تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب بھی وہی ہے اور تمہاری زندگی و موت کا مالک بھی وہی ہے تو پھر تمہیں یہ بھی یقین کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، لیکن دراصل تم صرف مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور خالق مان لیتے ہو اور جب مصیبت دور ہو جائے تو تم پھر شرک کی طرف لوٹ جاتے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی توحید کے متعلق شک میں مبتلا ہو اور اس میں سنجیدگی سے غور و فکر نہیں کرتے بلکہ اس کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے، بس مصیبت آئی تو مان لیا اور راحت آئی تو فراموش کر دیا۔

[٨] ایک دفعہ مکہ میں ایسا قحط پڑا کہ ہر طرف گرد و غبار اڑ رہا تھا جو سب لوگوں پر چھایا ہوا تھا اور شدت بھوک کی وجہ سے انہیں یہ دھواں کی طرح نظر آتا تھا۔ اس دردناک عذاب سے تنگ آکر قریش کے بعض سردار نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ آپ کی قوم ہلاک ہونے کو ہے۔ آپ دعا کریں کہ آپ کا رب ہمیں اس عذاب سے نجات دے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔

[٩] نبی کریم ﷺ کی دعا سے بارش نازل ہوئی اور قحط سالی ختم ہو گئی، مگر وہ اپنے وعدے پر قائم نہ رہے اور کفر کی طرف لوٹ گئے۔ اسی حقیقت کو یہاں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس قحط سالی کے جھٹکے سے کیا نصیحت قبول کریں گے؟ اس کی تو کوئی تاویلیں ہو سکتی ہیں، مثلاً یہ قحط سالی کوئی کفر کی سزا نہیں ہے بلکہ دنیا کے مختلف حصوں میں کبھی کبھار قحط سالی آتی رہتی ہے مگر یہ ایسے ضدی لوگ ہیں کہ انہوں نے اس رسول سے منہ پھیر لیا جس کی صداقت روز روشن کی طرح واضح ہے اور جب وہ اس کی کوئی تاویل نہ کر سکے تو تہمت دھری پر اتر آئے اور کہنے لگے: یہ دیوانہ ہے یا کسی دشمن کے سکھانے پر ہمارے اندر انتشار پیدا کر رہا ہے۔

Marfat.com

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ پھر بھی انہوں نے اس رسول سے منہ پھیر لیا اور کہا: یہ تو سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔

اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ بے شک ہم تھوڑے عرصہ کے لئے عذاب کو دور کئے دیتے ہیں، بے شک تم پھر (کفر کی طرف) لوٹ جاؤ گے۔[۱۰]

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ جس دن ہم بڑی سخت گرفت کریں گے، (اس دن) ہم یقیناً بدلہ لینے والے ہیں۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور بے شک ہم ان سے پہلے قوم فرعون کو آزما چکے ہیں اور ان کے پاس ایک معزز رسول (موسیٰ علیہ السلام) آئے تھے۔[۱۱]

اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ کہ تم اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو، بے شک میں تمہارے لئے امانتدار رسول ہوں۔[۱۲]

---

[۱۰] چنانچہ ایسا ہی ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے قحط کا عذاب ٹل گیا مگر وہ ایمان نہ لائے۔ اللہ تعالیٰ نے قریش کی اذیت رسانی کا بدلہ لیا اور جنگ بدر کے دن ان کی ایسی سخت گرفت فرمائی کہ قریش کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر قیدی بنا لئے گئے۔ اگرچہ قیامت والے دن بھی اللہ تعالیٰ سخت گرفت فرمائے گا، تاہم وہ گرفت عام ہوگی اور ہر نافرمان کو شامل ہوگی مگر جنگ بدر کی گرفت قریش کے ساتھ خاص تھی۔

[۱۱] فرعون کے حوالے سے کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلے ایک معزز رسول یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم فرعون کی آزمائش کے لئے بھیجا تھا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے پھر بھی اس کے آزمانے میں حکمت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پرست ہے؟ نیز قیامت کے دن ان پر حجت قائم ہو جائے اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کے پاس کوئی ڈرسنانے والا نہیں آیا تھا۔ اسی طرح اب کفار مکہ کے پاس بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک معزز رسول یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے ہیں، لہٰذا اہل مکہ کو قوم فرعون کے برے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر کے اپنے آپ کو عذاب الٰہی کا مستحق نہیں بنانا چاہیے۔

[۱۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم یعنی بنی اسرائیل کو فرعون نے غلام بنا رکھا تھا اور ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے

Marfat.com

وَّاَنۡ لَّا تَعۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ ۚ اِنِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿ۚ۱۹﴾

۱۹۔ اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، بے شک میں تمہارے پاس روشن دلیل لے کر آیا ہوں۔

وَ اِنِّیۡ عُذۡتُ بِرَبِّیۡ وَ رَبِّکُمۡ اَنۡ تَرۡجُمُوۡنِ ﴿۫۲۰﴾

۲۰۔ اور بے شک میں نے اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ لے لی ہے اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو۔ [۱۳]

وَ اِنۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا لِیۡ فَاعۡتَزِلُوۡنِ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

فَدَعَا رَبَّہٗۤ اَنَّ ہٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ مُّجۡرِمُوۡنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ پھر انہوں (موسیٰ علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی کہ بے شک یہ مجرم لوگ ہیں۔

فَاَسۡرِ بِعِبَادِیۡ لَیۡلًا اِنَّکُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ ﴿ۙ۲۳﴾

۲۳۔ (ارشاد ہوا کہ) تم میرے بندوں کو راتوں رات لے کر چلے جاؤ، بے شک تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔ [۱۴]

تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے روشن معجزات دے کر بھیجا ہے، میں اس کا امانتدار رسول ہوں۔ مجھے جو حکم ہوتا ہے میں وہی سناتا ہوں، اس میں ذرہ بھر کمی بیشی نہیں کرتا، سو اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ تم سرکشی نہ کرو اور بنی اسرائیل کو آزاد کر کے میرے حوالے کر دو۔

[۱۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون سے بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا تو وہ غصہ میں آکر کہنے لگا: تم کون ہو میری حکمرانی میں مداخلت کرنے والے؟ خاموش ہو جاؤ ورنہ میں تمہیں سنگسار کر دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوں، جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور مجھے اس کی پناہ پر کامل بھروسہ ہے، لہٰذا زبان سنبھال کر بات کرو۔ اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تمہاری مرضی مگر مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ اگر تم نے دست درازی کی کوشش کی تو تمہارا انجام بڑا ہولناک ہوگا۔

[۱۴] معجزات دکھانے کے باوجود جب فرعون اپنی سرکشی سے باز نہ آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی: یہ بڑے مجرم اور نافرمان لوگ ہیں، یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اب تو ہی فیصلہ فرما کہ میں کیا کروں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ رات کی تاریکی میں بنی اسرائیل کو لے کر نکل جائیں۔ فرعون اپنی فوج کے ساتھ تمہارا تعاقب کرے گا مگر گھبرانا نہیں۔ آپ کے عصا کی برکت سے سمندر میں راستہ بن جائے گا۔ تم سلامتی سے گزر جاؤ گے اور فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو جائے گا۔

Marfat.com

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور تم سمندر کو ساکن چھوڑ دینا، بے شک وہ ایسا لشکر ہے جو غرق کر دیا جائے گا۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ وہ بہت سے باغات اور چشمے چھوڑ گئے۔

وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور کھیت اور عالی شان عمارتیں۔

وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور وہ نعمتیں جن میں وہ عیش کر رہے تھے۔

كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اسی طرح ہوا، اور ہم نے ان سب چیزوں کا دوسرے لوگوں کو وارث بنا دیا۔[۱۵]

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع

۲۹۔ پھر ان (کی بربادی) پر نہ تو آسمان اور زمین روئے اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی۔[۱۶]

---

[۱۵] فرعون اور اس کا لشکر جب سمندر میں غرق ہو گئے تو ان کے باغات، چشمے، کھیت، مکانات اور وہ سب ساز و سامان جن میں وہ عیش کرتے تھے ان کے کوئی کام نہ آئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کو ان کا وارث بنا دیا۔

[۱۶] جب کوئی مہربان اور مفید انسان فوت ہوتا ہے تو سارے لوگ روتے ہیں، اس کی جدائی پر افسوس کرتے ہیں اور ایسا لگتا ہے جیسے زمین و آسمان اور سارا ماحول سوگوار ہے۔ اس کے برعکس جب کوئی ظالم اور ضرر رساں انسان مرتا ہے تو سب لوگ خوشی کا سانس لیتے ہیں اور کسی آنکھ سے ایک آنسو نہیں ٹپکتا۔ فرعون کا انجام بھی ایسا ہی عبرت ناک ہوا کہ اس کی غرقابی پر نہ آسمان میں کسی فرشتے کو افسوس ہوا اور نہ ہی زمین پر کسی انسان کو دکھ ہوا بلکہ سب خوش تھے کہ ایک ظالم سے نجات مل گئی۔ نیز اس کے مظالم اتنے زیادہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے زیادہ دیر زندہ رہنے کی مہلت نہ دی۔

☆ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مومن کے لئے (آسمان میں) دو دروازے ہوتے ہیں۔ ایک دروازے سے اس کا عمل اوپر چڑھتا ہے اور دوسرے دروازے سے اس کا رزق نازل ہوتا ہے، پس جب مومن فوت ہو جاتا ہے تو یہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں، پھر نبی کریم ﷺ نے سورہ دخان کی یہ آیت نمبر ۲۹ تلاوت فرمائی۔
(ترمذی: ۳۲۵۵: تفسیر القرآن: باب ۴۴)

علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: مومن کے مرنے پر آسمان اور زمین چالیس روز تک روتے رہتے ہیں۔ ابو یحیی نے کہا: مجھے ان کے اس قول پر تعجب ہوا تو انہوں نے کہا: تم اس پر کیوں تعجب کرتے ہو۔ زمین اس شخص کی موت پر کیوں نہ روئے جب کہ وہ زمین پر رکوع و سجود کر کے اس کو آباد رکھتا تھا اور آسمان اس کی موت پر کیوں نہ روئے جبکہ اس کی تسبیح اور تکبیر کی

Marfat.com

آوازیں آسمان تک پہنچتی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: زمین پر مومن جس جگہ نماز پڑھتا تھا وہ جگہ اس کی موت پر روتی ہے اور آسمان کی جس جگہ پر اس کے نیک اعمال پہنچتے تھے وہ جگہ اس کی موت پر روتی ہے۔ اس کے برعکس فرعون اور اس کی قوم نے زمین میں ایسے نیک اعمال نہیں کیے تھے کہ ان کے مرنے کے بعد زمین ان نیک اعمال کے فراق پر روتی اور نہ آسمان کی طرف ان کے نیک اعمال چڑھتے تھے کہ ان کے مرنے کے بعد ان نیک اعمال کے فراق پر آسمان روتا۔
(تفسیر ترمذی: سورہ دخان: زیر آیت نمبر ۲۹)

اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ زمین و آسمان کی کوئی زبان نہیں اور نہ ہی ہم نے کبھی ان کو روتے ہوئے سنا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز کے اندر احساس اور شعور ہے جس کا وہ اظہار بھی کرتی ہے۔ جدید سائنس بھی آہستہ آہستہ اس قسم کی چیزیں دریافت کر رہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے} (قرآن: ۱۷: ۴۴) اس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز تسبیح کرتی ہے۔ اسی طرح ہر چیز روتی بھی ہے مگر ہمارے اندر اتنی صلاحیت نہیں کہ ہم اس کی آواز کو سن یا سمجھ سکیں، البتہ انبیائے کرام اور اولیائے کرام ان کی آواز کو سن سکتے ہیں اور ان کی بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ۔۔۔ جس وقت کھانا کھایا جا رہا ہوتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔
(بخاری: ۳۵۷۹: کتاب المناقب: باب ۲۵)

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ میں اس پتھر کو آج بھی اچھی طرح پہچانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھے سلام کہتا تھا۔ (مسلم: ۲۲۷۷: کتاب الفضائل: باب ۱)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھجور کے ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے، انصار کی ایک عورت یا مرد نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ کے لئے منبر نہ بنا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو (تو بنا دو) انہوں نے آپ کے لئے منبر بنا دیا۔ اگلے جمعہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ کھجور کا وہ ستون اس طرح چیخ چیخ کر رونے لگا جیسے بچہ چیخ کر روتا ہے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اُترے اور اس ستون کو اپنے گلے لگایا تو وہ اس طرح رو رہا تھا جس طرح بچہ سسکیاں لے کر روتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ اس لئے رو رہا تھا کہ وہ اس ذکر کو سنتا تھا جو اس کے پاس کیا جاتا تھا۔ (بخاری: حدیث نمبر ۳۵۸۴: کتاب المناقب: باب ۲۵)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ پھر خود ہی فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے، پھر آپ نے ان قبروں میں سے ہر قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝

۳۰۔ اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے نجات دی۔[۱۷]

مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

۳۱۔ (یعنی) فرعون (کے ظلم وستم) سے، بے شک وہ سرکش اور حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے تھا۔

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

۳۲۔ اور بے شک ہم نے جان بوجھ کر بنی اسرائیل کو تمام جہانوں پر فضیلت دی تھی۔[۱۸]

وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ۝

۳۳۔ اور ہم نے انہیں ایسی نشانیاں عطا فرمائیں جن میں صریح آزمائش تھی۔[۱۹]

نے فرمایا: جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان اہل قبور کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (بخاری: ۲۱۶: کتاب الوضو: باب ۵۵) کیونکہ تروتازہ شاخیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی برکت سے اہل قبور کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور (زمین وآسمان کی) ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے} (قرآن: ۱۷: ۴۴) {اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے} (قرآن: ۲۲: ۱۸)

[۱۷] فرعون اپنے آپ کو خدا کہلاتا تھا، وہ بڑا سرکش اور ظالم تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کو نہ صرف غلام بنایا بلکہ انہیں رسوا کن عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا اور بنی اسرائیل کے کمسن بچوں کو ذبح کرا دیتا تھا، مگر جب اس کے مظالم حد سے تجاوز کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کے لشکر سمیت سمندر میں غرق کر دیا اور بنی اسرائیل کو اس کے مظالم سے بچا لیا۔ اس میں کفار مکہ کے لئے درس عبرت ہے کہ فرعون کی حکومت اور فوج کفار مکہ کے مقابلہ میں بہت بڑی تھی مگر جب اللہ تعالیٰ نے گرفت فرمائی تو وہ ذلیل وخوار ہو کر غرق ہو گیا اور بنی اسرائیل عزت وآبرو کے ساتھ نجات پا گئے۔ اب اگر کفار مکہ بھی مسلمانوں کو تنگ کرنے سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سرخرو فرمائے گا اور کفار مکہ ناکام ونامراد ہوں گے۔

[۱۸] تمام امتوں سے افضل اگرچہ امت محمد یہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس زمانہ کے تمام لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ بنی اسرائیل انبیائے کرام کی اولاد سے ہیں اور ان سے ابھی متعدد انبیاء نے مبعوث ہونا ہے۔

[۱۹] ہر نعمت آزمائش ہوتی ہے، جو قوم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی نعمتوں میں اضافہ فرماتا ہے اور جو قوم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کرتی ہے اور ان کے تقاضے پورے نہیں کرتی اللہ تعالیٰ اس کی نعمتیں واپس لے لیتا ہے۔ اس

Marfat.com

إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿٣٤﴾

۳۴۔ بے شک وہ (کفار مکہ) بھی کہتے ہیں۔

إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُوْلٰى وَ مَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿٣٥﴾

۳۵۔ کہ ہماری صرف یہی پہلی موت ہے اور ہم (دوبارہ) نہیں اٹھائے جائیں گے۔[۲۰]

فَأْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٦﴾

۳۶۔ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کرکے) لے آؤ۔

أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ أَهْلَكْنٰهُمْ ۫ إِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٣٧﴾

۳۷۔ کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا قوم تبّع کے لوگ اور وہ لوگ جو ان سے بھی پہلے تھے، ہم نے ان کو ہلاک کر دیا تھا، بے شک وہ مجرم تھے۔[۲۱]

آیت میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات، من و سلویٰ کا نزول اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات وغیرہ متعدد نعمتوں سے نوازا جن میں ان کے لئے صریح آزمائش تھی۔

[۲۰] فرعون کی طرح کفار مکہ بھی آخرت کے منکر تھے اور وہ مسلمانوں کو کہتے تھے: اس دنیا میں جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو یہی اس کی پہلی اور آخری موت ہے، اس کے بعد وہ کبھی زندہ نہیں کیا جائے گا، اور اگر تمہارا یہ دعویٰ سچا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی جس میں سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو پہلے تم ہمارے آباء واجداد کو زندہ کرکے دکھاؤ، حتیٰ کہ ابوجہل نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر تم سچے ہو تو قصی بن کلاب کو زندہ کرکے دکھاؤ، وہ بڑا سچا آدمی تھا۔ ہم اس سے پوچھیں گے کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟
(تفسیر قرطبی: سورہ دخان: زیر آیت نمبر ۳۶)

اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کفار کے مطالبہ پر ان کے باپ دادا کو زندہ کر دیا جاتا اور وہ آکر ان کو موت کے بعد کے احوال بتا دیتے تو پھر ان کا ایمان بالغیب نہ رہتا جبکہ اللہ تعالیٰ کی منشا یہ ہے کہ لوگ اس کے انبیاء کی لائی ہوئی خبروں پر بن دیکھے ایمان لائیں، اور دوسری بات یہ ہے کہ کسی مسلمان نے یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا کہ مرنے والے کو اسی دنیا میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا بلکہ مسلمانوں کا دعویٰ تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا جزا و سزا کے لئے ہے اور وہ آخرت میں ہوگا۔

[۲۱] جس طرح ایران کے بادشاہ کو کسریٰ اور روم کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا تھا اسی طرح یمن اور حضر موت کے بادشاہ کو تبّع کہا جاتا تھا۔ اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قوم تبّع اور ان سے پہلے قوم فرعون اور عاد و ثمود وغیرہ تم سے زیادہ طاقتور اور دنیاوی مال و دولت کے اعتبار سے بہتر تھیں، جب انہوں نے سرکشی کی تو ان کے جرائم کی وجہ سے انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اے اہل مکہ! ان طاقتور قوموں کے مقابلہ میں تمہاری کیا حیثیت ہے؟ اگر تم اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تمہیں بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ۝۳۸

۳۸۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ [۲۲]

مَا خَلَقْنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۳۹

۳۹۔ ہم نے دونوں (آسمان و زمین) کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ مِیْقَاتُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝۴۰

۴۰۔ بے شک فیصلہ کا دن ان سب کے لئے طے شدہ وقت ہے۔ [۲۳]

یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَیْــٴًـا وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝۴۱

۴۱۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہیں آسکے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝۴۲

۴۲۔ سوائے ان کے جن پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا، بے شک وہ بہت غالب بہت مہربان ہے۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝۴۳

۴۳۔ بے شک زقوم کا درخت۔

طَعَامُ الْاَثِیْمِ ۝۴۴

۴۴۔ گناہگار کا کھانا ہوگا۔ [۲۴]

[۲۲] اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان میں موجود سب چیزوں کو محض تفریح طبع کے لئے نہیں بنایا بلکہ ان کو ایک خاص اور سچے مقصد کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ جب اس کائنات کی ہر چیز خواہ وہ چھوٹی ہے یا بڑی بے کار نہیں ہے تو اشرف المخلوقات حضرت انسان کی تخلیق بے مقصد کیسے ہوسکتی ہے؟ دراصل اللہ تعالیٰ نے انسان کو پہلی زندگی آزمائش کے لئے دی ہے اور دوسری زندگی جزا و سزا کے لئے۔ اگر آخرت کی جزا و سزا نہ ہوتو اس دنیا کو بنانے کا مقصد پورا نہیں ہوتا لیکن اکثر لوگ اس حکمت کو نہیں سمجھتے۔

[۲۳] آیت نمبر ۳۶ میں کفار کا مطالبہ یہ تھا کہ اگر تم دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ قیامت کا دن ایک طے شدہ وقت ہے جس میں سب لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پرست تھا۔ کوئی مانے یا نہ مانے بہرحال وہ دن ضرور آئے گا مگر اپنے وقت مقررہ پر آئے گا۔ اس دن کوئی کسی دوسرے کی مدد نہیں کر سکے گا سوائے ان اہل ایمان کے جن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا، لہٰذا وہ اپنے اہل ایمان بھائی بہنوں کی شفاعت کرسکیں گے۔

[۲۴] ان آیات میں منکرین اسلام کو عذاب جہنم کی ایک جھلک دکھائی جارہی ہے تاکہ وہ کفر کی تاریکیوں میں بھٹکنے کے بجائے

Marfat.com

كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي فِي الْبُطُوْنِ ۝ ﴿٤٥﴾	۴۵۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح وہ پیٹوں میں جوش مارے گا۔
كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿٤٦﴾	۴۶۔ جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔
خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿٤٧﴾	۴۷۔ (حکم ہوگا:) اس کو پکڑلو اور اسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے وسط کی طرف لے جاؤ۔[۲۵]
ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿٤٨﴾	۴۸۔ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈال دو۔
ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿٤٩﴾	۴۹۔ (اپنی سرکشی کی سزا کا مزہ) چکھ لے! تو بہت معزز اور مکرم بنتا تھا۔[۲۶]
اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿٥٠﴾	۵۰۔ بے شک یہ وہی (دوزخ) ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿٥١﴾	۵۱۔ بے شک متقین امن کی جگہ میں ہوں گے۔

اسلام کے نور میں آجائیں۔

جہنم کے ایک درخت کا نام زقوم ہے جو سخت کڑوا، بدبودار اور کانٹے دار ہوگا۔ جہنم میں اہل جہنم کی خوراک یہی درخت ہوگا۔ جب انہیں زقوم کھلایا جائے گا تو وہ ان کے پیٹوں میں اس طرح جوش مارے گا جس طرح پگھلا ہوا تانبا اور کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر جہنم کے زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ڈال دیا جائے تو وہ تمام لوگوں کی زندگیوں کو خراب کر دے گا، پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا ہی زقوم ہوگا۔

(ترمذی: ۲۵۸۵: صفۃ الجہنم: باب ۴)

[۲۵] دوزخ کے نگران فرشتوں کو حکم ہوگا: اس سرکش کو پکڑ و اور جہنم کے وسط تک گھسیٹ کر لے جاؤ۔ اس کو زقوم کا کھانا دو اور اس کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالو۔

[۲۶] پھر مزید ذلیل و رسوا کرنے کے لئے انہیں کہا جائے گا: دنیا میں تم بڑے معزز اور مکرم بنتے تھے، مسلمانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اب جہنم میں اپنی سرکشی کی سزا چکھو، یہ وہی دوزخ ہے جس میں تم شک کرتے تھے۔

Marfat.com

فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾	۵۲۔ باغات اور چشموں میں۔
يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾	۵۳۔ باریک اور دبیز ریشم کا لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔[۲۷]
كَذٰلِكَ ۟ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾	۵۴۔ ایسا ہی ہوگا، اور ہم انہیں بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے۔
يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾	۵۵۔ وہ اطمینان سے وہاں ہر قسم کے پھل طلب کرتے ہوں گے۔[۲۸]
لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾	۵۶۔ جنت میں وہ موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے سوائے پہلی موت کے (جو دنیا میں گزر چکی ہوگی)[۲۹] اور اللہ تعالیٰ انہیں جہنم کے عذاب سے بچالے گا۔

[۲۷] دوزخیوں کے برعکس جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے وہ آخرت میں امن کے باغات اور چشموں کے درمیان جلوہ گر ہوں گے انہیں وہاں کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔ وہ ریشم کے قیمتی لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے اور آپس میں ملاقات اور گفتگو سے خوش ہو رہے ہوں گے۔ آہو چشم خوب صورت حوروں کے ساتھ ان کے نکاح کر دیے جائیں گے۔

[۲۸] اہل جنت کے دل میں جس قسم کا پھل کھانے کی خواہش پیدا ہوگی وہ اس کو طلب کریں گے اور انہیں یہ فکر نہیں ہوگی کہ یہ پھل یہاں موجود بھی ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہاں ہر قسم کے پھل ہر وقت موجود ہوں گے جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ دنیا میں کوئی پھل میٹھا ہو یا کڑوا ایسا نہیں جو جنت میں نہ ہو یہاں تک کہ حنظل بھی (جنت میں ہوگا)۔ (تفسیر مظہری: سورہ دخان (۴۴): زیر آیت نمبر ۲۸)

[۲۹] اہل جنت کو جنت میں کبھی موت نہیں آئے گی صرف ایک پہلی موت تھی جو دنیا میں ایک دفعہ واقع ہو چکی تھی، اس کے بعد موت کو ہمیشہ کے لئے فنا کر دیا جائے گا۔

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو موت کو (ایک مینڈھے کی شکل میں) لایا جائے گا اور اسے جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا، پھر منادی کرنے والا اعلان کرے گا: اے اہل جنت اور اے اہل دوزخ! آج کے بعد کوئی موت نہیں ہوگی۔ اس اعلان سے اہل جنت کی خوشی اور اہل نار کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔ (بخاری: ۶۵۴۸: کتاب الرقاق: باب ۵۱)

Marfat.com

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۵۷

۵۷۔ آپ کے رب کے فضل سے، یہی بڑی کامیابی ہے۔[۳۰]

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۵۸

۵۸۔ پس ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔[۳۱]

ع فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ۝۵۹

۵۹۔ سو آپ انتظار کریں، بے شک وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منادی کرنے والا ندا دے گا: (اے اہل جنت!) اب صحت ہی تمہارا مقدر ہے تم کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ اب زندگی ہی تمہارا مقدر ہے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ اب تم سدا جوان ہی رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔ اب تمہارے لئے نعمتیں ہی نعمتیں ہیں تم کبھی محتاج اور مفلس نہیں ہو گے۔

(مسلم: ۷۱۵۷: صفۃ الجنۃ: باب ۸)

[۳۰] آج دنیا کے کسی نیک ترین انسان کو بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ اس کے سارے نیک اعمال ہر لحاظ سے مکمل ہیں اور ان میں کوئی نقص نہیں ہے، مگر قیامت کے دن یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہو گا کہ وہ نیکوکار کے اعمال کو قبول فرمائے گا، ان کو جہنم کے عذاب سے بچا کر جنت کی بہاروں میں داخل فرمائے گا اور اس دن یہی بہت بڑی کامیابی ہو گی۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں مجھے بھی، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت اور فضل میں ڈھانپ لے گا۔ (مسلم: ۷۱۱۶: صفات المنافقین: باب ۱۷)

[۳۱] ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے قرآن مجید کو آپ کی مادری زبان میں نازل فرمایا ہے تا کہ اہل مکہ کو قرآن سمجھنے میں آسانی ہو لیکن اس کے باوجود اگر وہ دانستہ قرآن سے انحراف کرتے ہیں تو آپ ان کی پرواہ نہ کریں بلکہ اپنی تبلیغ کے اجر و ثواب کا انتظار کریں اللہ تعالیٰ آپ کو عنقریب کامیابی عطا فرمائے گا اور کفار اپنی ہٹ دھرمی کی سزا کا انتظار کریں وہ عنقریب ناکام و نامراد ہوں گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عشاء بروز اتوار ۲۳ مئی ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۸ تا ۲۳ مئی یعنی صرف پانچ دنوں میں سورہ دخان کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الجاثیۃ (۴۵)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "جاثیۃ" ہے جو اس کی آیت نمبر ۲۸ سے ماخوذ ہے۔ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی قرآن مجید، توحید اور آخرت کے متعلق متعدد دلائل بیان کئے گئے ہیں۔

قرآن مجید

قرآن مجید نبی کریم ﷺ کا ذاتی کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ سراپا ہدایت ہے، جو لوگ اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں ان کے لئے جنت کی خوش خبری ہے اور جو لوگ اس کی آیات کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے سخت اور دردناک عذاب ہے۔ قرآن مجید کی ساری باتیں بصیرت افروز اور برحق ہیں جو تمام لوگوں کو ہدایت اور رحمت کا راستہ دکھاتی ہیں، مگر اس سے ہدایت اور رحمت وہی حاصل کرتے ہیں جو اس پر یقین رکھتے ہیں، کیونکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جس آدمی پر آپ کو یقین نہ ہو آپ اس کی اچھی بات بھی تسلیم نہیں کرتے۔

توحید

زمین و آسمان کی تخلیق، انسان و حیوانات کی پیدائش، لیل و نہار کی گردش، آسمان سے بارش کا نزول اور اس کے ذریعہ مردہ زمین کا زندہ ہونا اور ہواؤں کا چلنا وغیرہ، یہ سب ایسی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں مگر ان نشانیوں سے رہنمائی ان کو ملتی ہے جو ایمان اور یقین کے طالب صادق ہوں اور عقل سلیم رکھتے ہوں کیونکہ جو لوگ اپنی طلب میں مخلص نہیں اور عقل سلیم سے بھی محروم ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے، جیسا کہ قرآن مجید تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ (قرآن: ۲: ۱۸۵) مگر اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو۔ (قرآن: ۲: ۲) یعنی وہ قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنے میں صادق اور مخلص ہوں۔

آخرت

کفار مکہ کے سامنے جب قرآن مجید کی وہ آیات پڑھ کر سنائی جاتیں جن میں قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا ذکر تھا تو ان کے پاس انکار قیامت کی کوئی دلیل تو تھی نہیں، لہٰذا وہ صرف یہی کہتے: اگر تمہارا یہ دعویٰ سچا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی جس میں سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو پہلے تم ہمارے آباء و اجداد کو زندہ کر کے دکھاؤ، حتیٰ کہ ابوجہل نے کہا: اے محمد (ﷺ)! اگر تم سچے ہو تو قصی بن کلاب کو زندہ کر کے دکھاؤ، وہ بڑا سچا آدمی تھا۔ ہم اس سے پوچھیں گے کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟

(تفسیر قرطبی: سورہ دخان: زیر آیت نمبر ۳۶)

Marfat.com

اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کفار کے مطالبہ پر ان کے باپ دادا کو زندہ کر دیا جاتا اور وہ آ کر ان کو موت کے بعد کے احوال بتا دیتے تو پھر ان کا ایمان بالغیب نہ رہتا جبکہ اللہ تعالیٰ کی منشا یہ ہے کہ لوگ اس کے انبیاء کی لائی ہوئی خبروں پر بن دیکھے ایمان لائیں، اور دوسری بات یہ ہے کہ کسی مسلمان نے یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا کہ مرنے والے کو اسی دنیا میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا بلکہ مسلمانوں کا دعویٰ تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا جزا و سزا کے لئے ہے اور وہ آخرت میں ہو گا۔

بنی اسرائیل کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کئی خصوصی انعامات فرمائے، مثلاً ان میں بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے، جن میں سب سے پہلے نبی حضرت یوسف علیہ السلام اور سب سے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان میں آسمانی کتابیں نازل فرمائیں اور دنیاوی حکومت بھی عطا فرمائی اور کھانے کے لئے پاکیزہ چیزوں کا انتظام فرمایا، مثلاً شام و فلسطین کی سرسبز و شاداب زمین سے رنگارنگ پھلوں اور سبزیوں سے نوازا اور تیہ کے میدان میں من و سلویٰ عطا فرمایا۔ تمام امتوں سے افضل اگرچہ امت محمدیہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس زمانہ کی تمام قوموں پر فضیلت عطا فرمائی۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از اشراق بروز منگل ۲۵ مئی ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۲ جمادی الاخری ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

آیاتہا ۳۷ ۴۵ سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۶۵ رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝۱

۱۔ حا میم [۱]

تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۝۲

۲۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو بہت غالب بہت حکمت والا ہے۔ [۲]

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝۳

۳۔ بے شک آسمانوں اور زمین میں مومنوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

وَ فِیْ خَلْقِكُمْ وَ مَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ۝۴

۴۔ اور تمہاری اپنی پیدائش میں اور ان جانوروں میں جن کو وہ پھیلاتا ہے یقین رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ [۳]

وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۵

۵۔ اور رات اور دن کے اختلاف میں اور (بصورت پانی) اس رزق میں جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل کیا ہے، پھر اس (پانی) سے زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ فرمایا ہے اور ہواؤں کے چلانے میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

---

[۱] یہ حروف مقطعات میں سے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] یہاں کفار مکہ کو سمجھایا جا رہا ہے کہ قرآن مجید نبی کریم ﷺ کا ذاتی کلام نہیں بلکہ اس اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہوتی، لہٰذا تم اس پر ایمان لا کر اپنی آخرت کو سنوارنے کی کوشش کرو، اور اگر تم اس پر ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے تم اس کی سزا سے بچ نہیں سکو گے۔

[۳] زمین و آسمان کی تخلیق، انسان و حیوانات کی پیدائش، لیل و نہار کی گردش، آسمان سے بارش کا نزول اور اس کے ذریعہ مردہ

Marfat.com

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ⑥

۶۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جن کو ہم حق کے ساتھ آپ کے سامنے تلاوت کرتے ہیں، پھر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کس بات پر ایمان لائیں گے۔[۴]

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۙ ⑦

۷۔ ہر جھوٹے بدکار کے لئے ہلاکت ہے۔[۵]

يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑧

۸۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ان آیتوں کو سنتا ہے جو اس کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں، پھر بھی وہ تکبر کرتے ہوئے (اپنے کفر پر) اصرار کرتا ہے، گویا اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں، تو آپ اس کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔[۶]

وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَا ِۨاتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ؕ ⑨

۹۔ اور جب اسے ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کا علم ہوتا ہے تو وہ اسے مذاق بنالیتا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

زمین کا زندہ ہونا اور ہواؤں کا چلنا وغیرہ، یہ سب ایسی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں مگر ان نشانیوں سے رہنمائی ان کو ملتی ہے جو ایمان اور یقین کے طالب صادق ہوں اور عقل سلیم رکھتے ہوں کیونکہ جو لوگ اپنی طلب میں مخلص نہیں اور عقل سلیم سے بھی محروم ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے، جیسا کہ قرآن مجید تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ (قرآن: ۲:۱۸۵) مگر اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو۔ (قرآن: ۲:۲) یعنی وہ قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنے میں صادق اور مخلص ہوں۔

[۴] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی توحید کے دلائل بیان کر دیئے ہیں۔ اب کفار مکہ اگر اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے تو پھر اس سے بڑھ کر کون سی ایسی بات یا نشانی ہے جس پر وہ ایمان لائیں گے؟ یعنی اللہ تعالیٰ کی دلیل سے بڑی کوئی دلیل نہیں ہے، لہٰذا وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

[۵] جن لوگوں کے عقائد جھوٹے اور اعمال برے ہوں ان کا انجام ہلاکت ہے۔

[۶] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتے ہیں پھر بھی تکبر کرتے ہیں اور کفر پر قائم رہتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو حقیر سمجھتے ہیں اور ان میں غور کرنا گوارا ہی نہیں کرتے گویا ان کا سننا اور نہ سننا برابر ہے، لہٰذا میرے پیارے نبی! آپ ایسے ہٹ دھرم اور متکبر لوگوں کو دردناک عذاب کی نوید سنا دیں۔

Marfat.com

مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِىْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْــًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ ان کے آگے دوزخ ہے، [۷] اور جو کچھ انہوں نے کما رکھا ہے وہ ان کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ ہی وہ کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا کارساز بنا رکھا ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ یہ (قرآن) سراپا ہدایت ہے، اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا ہے ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔ [۸]

اَللّٰهُ الَّذِىْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِىَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔ [۹]

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِىْ

۱۳۔ اور اس نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں

[۷] متکبر لوگ اول تو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتے ہی نہیں بلکہ شور مچاتے ہیں تا کہ کوئی اور بھی نہ سن سکے اور اگر انہیں کسی آیت کا علم ہو جاتا ہے تو اس کی غلط تاویل کر کے پورے قرآن کا مذاق اڑانے لگتے ہیں۔ ان ہٹ دھرم اور متکبر لوگوں کے لئے قبروں میں رسوا کن عذاب ہو گا۔ (تفسیر مظہری: سورہ جاثیہ (۴۵): زیر آیت نمبر ۹) اور اس کے بعد جہنم کا بڑا عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے، وہاں نہ تو انہیں دنیا کا مال و متاع کچھ نفع پہنچائے گا اور نہ ہی وہ کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا کارساز بنا رکھا ہے۔

[۸] قرآن مجید سراپا ہدایت ہے، جو لوگ اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں ان کے لئے جنت کی خوش خبری ہے اور جو لوگ اس کی آیات کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔

[۹] اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت سمندر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے گہرے پانی کو اس طرح کھڑا کر دیا ہے کہ اس میں کشتیاں اور جہاز آسانی سے تیر سکتے ہیں۔ تلاش رزق کے لئے تم خود بھی ان کشتیوں اور جہازوں میں سفر کرتے ہو اور اپنا تجارتی سامان بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ سمندر کی سطح سخت کر دیتا یا اس میں ہر وقت سخت طغیانی کا سلسلہ جاری کر دیتا تو کشتیوں اور جہازوں کا چلنا مشکل ہو جاتا۔ یہ ساری نعمتیں اور سہولتیں تمہیں اس لئے دی گئی ہیں تا کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

Marfat.com

الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

ہے سب کو اپنے حکم سے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔[۱۰]

[۱۰] زمین و آسمان کی سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری خدمت پر مامور کر دیا ہے۔ سورج، چاند، بارش، ہوا اور دریا وغیرہ سب تمہارے لئے نفع بخش ہیں۔ اس میں تمہارا کوئی استحقاق نہیں ہے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اس کائنات کی سب چیزوں میں ان لوگوں کے لئے بے شمار نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

کائنات میں غور و فکر کرنے کی فضیلت

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم اپنے بستر پر لیٹے ہوئے ایک گھڑی کے لئے جب اپنے علم میں غور و فکر کرتا ہے تو اس کی وہ ایک گھڑی ایک عابد کی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

(کنز العمال: ۲۸۷۸۹: جلد ۱۰: ص ۱۵۴)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عظمت میں اور جنت میں اور دوزخ میں ایک ساعت غور و فکر کرنا ایک رات کے قیام سے افضل ہے اور تمام لوگوں سے افضل وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر کرتے ہیں اور سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر نہیں کرتے۔

(جمع الجوامع: ۱۰۷۱۶: جلد ۴: ص ۱۲۷)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز میں غور و فکر کرو مگر اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر نہ کرو۔

(الجامع الصغیر: ۳۳۴۵: جلد ۱: ص ۲۰۱)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخلوق میں غور و فکر کرو، خالق میں غور و فکر نہ کرو، کیونکہ تم اس کی قدر کا اندزہ نہیں کر سکتے۔

(الجامع الصغیر: ۳۳۴۶: جلد ۱: ص ۲۰۱)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور و فکر کرو، اللہ تعالیٰ میں غور و فکر نہ کرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

(الجامع الصغیر: ۳۳۴۷: جلد ۱: ص ۲۰۱)

☆ علامہ بیضاوی لکھتے ہیں: کائنات میں غور و فکر کرنا سب سے افضل عبادت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تفکر کے ہم پایہ کوئی عبادت نہیں۔

(تفسیر بیضاوی: سورہ آل عمران (۳): زیر آیت نمبر ۱۹۱)

لمحہ فکریہ

اس افضل عبادت کے سلسلہ میں آج ہماری غفلت کا عالم یہ ہے کہ غیر مسلم چاند پر اتر چکے ہیں اور ہمارے لئے عید کا چاند تلاش کرنا ابھی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ غیر مسلم قومیں کائنات میں غور و فکر کر کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے آسمان پر پہنچ چکی ہیں اور ہم ابھی زمین پر ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچ رہے ہیں۔

Marfat.com

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

۱۴۔ آپ ایمان والوں کو فرما دیں کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ تعالیٰ کے دنوں (یعنی عذاب) کی امید نہیں رکھتے تا کہ اللہ تعالیٰ ہر قوم کو اس کے اعمال کا بدلہ دے۔[۱۱]

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝

۱۵۔ جس شخص نے کوئی نیک عمل کیا تو اس نے اپنے ہی فائدہ کے لئے کیا اور جس نے کوئی برا کام کیا تو اس کا وبال اسی پر ہوگا، پھر تم سب اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔[۱۲]

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَ

۱۶۔ اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت

افسوس یہ نہیں کہ ہم ہوئے بے حس افسوس تو یہ ہے کہ احساس بے حسی بھی نہ رہا
وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جب تک مسلمان کائنات میں غور وفکر کرتے رہے وہ دنیا کو نئی ایجادات سے بہرہ ور کرتے رہے اور دنیا ان کی عظمت کے گیت گاتی رہی لیکن جب مسلمانوں نے تفکر اور تدبر سے پہلو تہی کر لی تو ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر
درس قرآں اگر ہم نے نہ بھلایا ہوتا یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

[۱۱] کفار مکہ نہ تو پہلی قوموں کے عذاب والے دنوں سے عبرت حاصل کرتے تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے تھے، بلکہ جو بھی اسلام قبول کرتا اس کو تکلیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔ ایسے حالات میں حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ جیسے شہ زور اور بہادر مسلمانوں کے جذبات کا بھڑکنا اور انتقامی کاروائی کے لئے تیار ہو جانا ایک فطری امر تھا جیسا کہ مقاتل بیان کرتے ہیں کہ مکہ میں قریش کے ایک کافر نے حضرت عمرؓ کو گالی دی۔ حضرت عمرؓ نے اس سے انتقام لینے کا ارادہ کیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر: سورہ جاثیہ (۴۵): زیر آیت نمبر ۱۴) گویا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابھی طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت نہیں ہے، لہٰذا صبر کرو اور درگزر کرو۔ جب مناسب وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں کی ان کو سزا دے گا اور تمہیں تمہارے صبر کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

[۱۲] جو شخص نیک کام کرتا ہے وہ اس کے اجر عظیم سے محظوظ ہوگا اور جو گناہ کرتا ہے اسے اس کی سزا بھگتنا ہی پڑے گی، لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدہ اور نقصان کو اچھی طرح سمجھے اور وہی کام کرے جو اس کے لئے مفید ہو، کیونکہ ہم سب کو ایک دن اپنے رب تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہمیں ہمارے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

Marfat.com

الْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

اور نبوت عطا فرمائی اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا [۱۳] اور ہم نے ان کو (اس زمانہ کے) تمام جہان والوں پر فضیلت دی۔ [۱۴]

وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور ہم نے ان کو دین کے متعلق واضح دلائل دیئے، پھر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا تھا انہوں نے محض باہمی حسد کے باعث اختلاف کیا، بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ [۱۵]

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ پھر ہم نے آپ کو دین کے واضح راستہ (شریعت) پر گامزن کر دیا، پس آپ اسی راہ (شریعت) پر چلتے رہیں اور جاہل لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ [۱۶]

[۱۳] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کئی خصوصی انعامات فرمائے، مثلاً ان میں بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے۔ جن میں سب سے پہلے نبی حضرت یوسف علیہ السلام اور سب سے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان میں آسمانی کتابیں نازل فرمائیں اور دنیاوی حکومت بھی عطا فرمائی اور کھانے کے لئے پاکیزہ چیزوں کا انتظام فرمایا، مثلاً شام و فلسطین کی سرسبز وشاداب زمین سے رنگارنگ پھلوں اور سبزیوں سے نوازا اور تیہ کے میدان میں من وسلویٰ عطا فرمایا۔

[۱۴] تمام امتوں سے افضل اگرچہ امت محمدیہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس زمانہ کی تمام قوموں پر فضیلت عطا فرمائی۔

[۱۵] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دین کے بارے میں اتنی واضح ہدایات اور روشن دلائل عطا فرمائے کہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ چھوڑی، حتیٰ کہ نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی ایسی واضح نشانیاں بیان کر دیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ہی یقینی طور پر پہچانتے تھے جتنا وہ اپنی اولاد کو پہچانتے تھے، مگر اس علم کے باوجود انہوں نے محض باہمی حسد وعناد کی وجہ سے اتنا اختلاف کیا کہ کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پرست تھا؟

[۱۶] ہمارے پیارے نبی! ہم نے آپ کو دین کے واضح راستہ پر قائم کر دیا ہے، لہٰذا آپ کے واسطہ سے ہم آپ کی امت کو یہ حکم دیتے ہیں کہ وہ بھی آپ کی شریعت پر قائم رہیں اور جاہل لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، علامہ بیضاوی لکھتے ہیں کہ یہاں جاہل لوگوں سے مراد کفار مکہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دیتے تھے۔
(تفسیر بیضاوی: سورہ جاثیہ (۴۵): زیر آیت نمبر ۱۸)

Marfat.com

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ⑲

۱۹۔ بے شک یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں آپ کے کسی کام نہ آسکیں گے، اور بے شک ظالم لوگ ایک دوسرے کے ہی دوست ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کا دوست ہے۔[۱۷]

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ⑳

۲۰۔ یہ (قرآن) لوگوں کے لئے بصیرت افروز باتیں ہیں اور یقین رکھنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔[۱۸]

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ㉑ ع

۲۱۔ جن لوگوں نے برائیاں کی ہیں، کیا انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم ان کو ان لوگوں کی مانند کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہو جائے، بہت برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔[۱۹]

یہاں بظاہر خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ کو ہے مگر اس سے مراد آپ ﷺ کی امت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے یہ احتمال نہیں ہوسکتا کہ آپ شریعت کو چھوڑ کر جاہلوں کی خواہشات کی پیروی کریں گے۔

[۱۷] یہاں بھی بظاہر خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ سے ہے مگر اس سے مراد آپ کی امت ہے، یعنی اگر مسلمانوں نے کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر ان کی خواہشات کی طرف رجحان کیا تو وہ قیامت کے دن مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے بلکہ اس دنیا میں بھی وہ مسلمانوں کے ساتھ وفا نہیں کریں گے کیونکہ ظالم لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کی ہی مدد کرتے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اسی کو اپنا دوست بنائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی پرہیز گاروں کا دوست ہے۔

[۱۸] قرآن مجید کی ساری باتیں بصیرت افروز اور برحق ہیں جو تمام لوگوں کو ہدایت اور رحمت کا راستہ دکھاتی ہیں، مگر قرآن مجید سے ہدایت اور رحمت وہی حاصل کرتے ہیں جو اس پر یقین رکھتے ہیں، کیونکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جس آدمی پر آپ کو یقین نہ ہو آپ اس کی اچھی بات بھی تسلیم نہیں کرتے۔

[۱۹] مشرکین مکہ کو جب عذاب آخرت سے ڈرایا جاتا تو وہ کہتے: پہلی بات تو یہ ہے کہ قیامت نہیں آئے گی اور اگر قیامت آ بھی گئی تو وہاں بھی ہم ہی برتر ہوں گے جس طرح اس دنیا میں ہم تم سے برتر ہیں۔ اس آیت میں یہ وضاحت کی جا رہی ہے کہ مومن اور کافر برابر نہیں ہوسکتے۔

Marfat.com

وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا تا کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔[۲۰]

مومن اور کافر کی دنیا و آخرت

ایک شخص ساری زندگی برائیوں میں گزار دے اور لوگوں پر مظالم کے پہاڑ توڑتا رہے اور دوسرا شخص ساری زندگی ایمان کے ساتھ عمل صالح میں گزار دے اور مظلوموں کی ہمدردی کرتا رہے، اور پھر جب جزا وسزا کا وقت آئے تو دونوں کو برابر کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا کیونکہ یہ عدل و انصاف کے خلاف ہے، بلکہ جس طرح ان کی زندگی کا عمل ایک جیسا نہیں اسی طرح مرنے کے بعد ان کا انجام بھی ایک جیسا نہیں ہو سکتا، لہٰذا جو بدکار اور ظالم لوگ یہ گمان رکھتے ہیں کہ ان کا حشر بھی نیک لوگوں جیسا ہو گا تو ان کا یہ گمان بہت ہی غلط اور برا ہے اور وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں تبھی تو ان جیسی بعید از عقل باتیں کرتے ہیں۔

مومن اور کافر کی موت میں فرق

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب کسی شخص پر موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، پس اگر وہ شخص نیک ہو تو فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اے پاکیزہ روح! تو پاکیزہ جسم میں تھی، تو قابل تعریف حالت میں نکل آ، تجھے خوشی، راحت اور رب کے ناراض نہ ہونے کی بشارت ہو۔ اس کو یہ خوش خبریاں سنائی جا رہی ہوں گی کہ اسی عالم میں اس کی روح نکل آئے گی، پھر اس کی روح کو آسمان کی طرف اوپر لے جایا جائے گا اور اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا جائے گا، پھر آواز آئے گی: یہ کون ہے؟ فرشتے کہیں گے: یہ فلاں ہے تو کہا جائے گا: پاکیزہ روح کو خوش آمدید ہو، یہ پاکیزہ جسم میں تھی۔ (اے روح!) تو قابل تعریف حالت میں داخل ہو جا، تجھے خوشی، راحت اور رب کے ناراض نہ ہونے کی بشارت ہو۔ اس کو یہ خوش خبریاں سنائی جاتی رہیں گی حتیٰ کہ وہ اس آسمان میں پہنچ جائے گی جس میں اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے لائق) ہے اور جب فرشتے کسی برے شخص کی روح قبض کرنے کے لئے جائیں تو اس سے کہتے ہیں: اے خبیث روح! تو خبیث جسم میں تھی، تو قابل مذمت حالت میں نکل آ، تجھے گرم پانی، پیپ اور اس قسم کے دیگر عذابوں کی بشارت ہو۔ اسے یونہی کہا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اس کی روح نکل آئے گی، پھر اس کو اوپر آسمان کی طرف لے جایا جائے گا تو اس کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جائے گا، بلکہ پوچھا جائے گا: یہ کون ہے؟ تو بتایا جائے گا کہ یہ فلاں ہے، تو کہا جائے گا: اس خبیث روح کو کوئی خوش آمدید نہیں ہے، یہ خبیث جسم میں تھی۔ (اے روح!) تو قابل مذمت حالت میں واپس چلی جا۔ تیرے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ پھر اس کو آسمان سے نیچے بھیج دیا جائے گا اور وہ قبر میں چلی جائے گی۔

(ابن ماجة: ۴۲۶۲: ابواب الزهد: باب ۳۱)

[۲۰] اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو ایسی حکمت کے ساتھ پیدا فرمایا کہ عقل مند انسان ان کو دیکھتے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس

Marfat.com

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۲۳	۲۳۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے، پس اللہ تعالیٰ کے بعد اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے۔[۲۱]
وَقَالُوْا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ	۲۴۔ اور وہ کہتے ہیں: ہماری تو یہی دنیا کی زندگی ہے، یہیں ہم مرتے اور جیتے ہیں اور صرف زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے،

کی حکمت کا اقرار کرنے لگتا ہے۔ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے وہ سارے وسائل مہیا کر دیئے ہیں جو انسانی زندگی کی نشوونما کے لئے ضروری ہیں، پھر انسانوں کی رہنمائی کے لئے انبیاء و رسول بھیجے تاکہ وہ حق و باطل کو واضح کر دیں، اور انسان کو عقل عطا فرمائی تاکہ وہ اپنی مرضی سے حق و باطل کا راستہ اختیار کرے اور اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور اس میں انسان کی زندگی و موت کو پیدا فرمایا تاکہ آخرت میں ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے۔ اس دنیا میں لوگوں کے ساتھ ظلم بھی کیا جاتا ہے مگر آخرت کی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

[۲۱] جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پس پشت ڈال دے اور اپنی خواہشات کا غلام بن جائے وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا بنا لیا ہے۔ جس شخص نے اپنی خواہشات کی پیروی کی حالانکہ اسے علم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود اگر وہ گمراہی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے اور مسلسل گمراہی سے اس کے حواس اس قدر ناکارہ ہو جاتے ہیں کہ ان کے کان حق کو سننے کا حوصلہ نہیں رکھتے، ان کے دل حق کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور ان کی آنکھیں حق کو دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتیں۔ الغرض جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہدایت قبول نہیں کرتا وہ ہمیشہ ہدایت سے محروم رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑا کوئی ہے ہی نہیں جو اسے ہدایت دے سکے، لہٰذا اس کو چاہیے کہ وہ اپنی خواہشات سے اجتناب کرے اور اللہ تعالیٰ کی نصیحت قبول کرلے۔

علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبداللہ نے فرمایا: تمہاری خواہش تمہاری بیماری ہے، ہاں اگر تم اپنی خواہش کی مخالفت کرو تو یہی تمہاری دوا ہے، اور حضرت وہب نے فرمایا: اگر تمہیں دو امور میں شک پڑ جائے اور تمہیں یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ان دونوں میں سے کون سا بہتر ہے تو پھر دیکھو جو امر تمہاری خواہش سے دور ہے وہی بہتر ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ جاثیہ (۴۵): زیر آیت نمبر ۲۳)

Marfat.com

بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾

اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں، وہ محض گمان کر رہے ہیں۔[۲۲]

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور جب ہماری واضح آیتیں انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر کے) لے آؤ۔[۲۳]

[۲۲] کفار مکہ کا خیال یہ تھا کہ یہ دنیا کی زندگی ہی پہلی اور آخری زندگی ہے اس کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے۔ ان کی زندگی کا سبب والدین ہیں اور ان کی موت کا سبب زمانہ ہے۔ گردش ایام کے ساتھ انسان بوڑھا ہوتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔ اسی طرح زندگی و موت کا سلسلہ چل رہا ہے۔ دراصل ان کے پاس انکار قیامت کی کوئی علمی دلیل نہیں ہے صرف گمان کرتے ہیں کہ وہ دوبارہ زندہ نہیں ہوں گے۔

زمانہ کو برا نہ کہو

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بنی آدم زمانہ کو برا کہتے ہیں حالانکہ میں زمانہ (کا خالق) ہوں۔ گردش لیل و نہار میرے ہی ہاتھ میں ہے۔ (بخاری: ۶۱۸۱: کتاب الادب: باب ۱۰۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم زمانہ کو برا کہہ کر مجھے تکلیف پہنچاتا (یعنی میری گستاخی کرتا) ہے، حالانکہ میں (خالق) زمانہ ہوں۔ سارے معاملات میرے ہی ہاتھ میں ہیں اور میں ہی لیل و نہار کو گردش دیتا ہوں۔ (بخاری: ۴۸۲۶: کتاب تفسیر القرآن: سورہ جاثیہ: زیر آیت نمبر ۲۴)

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب پر جب کوئی مصیبت آتی تو وہ اس کی نسبت زمانہ کی طرف کر دیتے تھے، جیسا کہ اس آیت میں موت کو زمانہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، حالانکہ حوادث و مصائب کا نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے مگر وہ زمانہ کو اس کا فاعل قرار دیتے تھے۔

اس آیت میں انہیں زمانہ کو برا کہنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ جس کو وہ زمانہ سمجھتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا زمانہ کو برا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو برا کہہ رہے ہیں۔ احادیث میں ان کے عرف عام کے مطابق، مجاز کے طور پر اللہ تعالیٰ کو زمانہ کہا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ زمانہ نہیں ہے بلکہ وہ زمانہ کا خالق ہے۔

[۲۳] کفار مکہ کے سامنے جب قرآن مجید کی وہ آیات پڑھ کر سنائی جاتیں جن میں قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا ذکر تھا تو ان کے پاس انکار قیامت کی کوئی دلیل تو تھی نہیں، لہٰذا وہ صرف یہی کہتے: اگر تمہارا یہ دعویٰ سچا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی جس میں سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو پہلے تم ہمارے آباء و اجداد کو زندہ کر کے دکھاؤ، حتیٰ کہ ابو جہل نے کہا: اے محمد (ﷺ)! اگر تم سچے ہو تو قصی بن کلاب کو زندہ کر کے دکھاؤ، وہ بڑا اچھا آدمی تھا۔ ہم اس سے پوچھیں گے کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ (تفسیر قرطبی: سورہ دخان: زیر آیت نمبر ۳۶)

Marfat.com

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع

۲۶۔ آپ فرما دیں: اللہ تعالیٰ ہی تم کو زندہ کرتا ہے، پھر وہی تم کو مارے گا، پھر قیامت کے دن تم سب کو جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔[۲۴]

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل پرست سخت خسارے میں ہوں گے۔[۲۵]

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور آپ دیکھیں گے (اس دن) ہر گروہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہوگا، ہر گروہ کو اس کے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا، آج تمہیں ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔[۲۶]

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا

۲۹۔ یہ ہمارا نوشتہ ہے جو تمہارے بارے میں سچ سچ بیان

اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کفار کے مطالبہ پر ان کے باپ دادا کو زندہ کر دیا جاتا اور وہ آ کر ان کو موت کے بعد کے احوال بتا دیتے تو پھر ان کا ایمان بالغیب نہ رہتا جبکہ اللہ تعالیٰ کی منشا یہ ہے کہ لوگ اس کے انبیاء کی لائی ہوئی خبروں پر بن دیکھے ایمان لائیں، اور دوسری بات یہ ہے کہ کسی مسلمان نے یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا کہ مرنے والے کو اسی دنیا میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا بلکہ مسلمانوں کا دعویٰ تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا جزا و سزا کے لئے ہے اور وہ آخرت میں ہوگا۔

[۲۴] یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہلی بار زندگی دی ہے اسی طرح قیامت کے دن وہ دوبارہ تمہیں زندہ کرے گا۔ قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے حالانکہ یہی وہ دن ہے جس میں تمام انسانوں کو ان کی زندگی کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

[۲۵] جو لوگ باطل پرست ہیں اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے، جب قیامت قائم ہوگی تو وہ سخت نقصان میں ہوں گے اور پچھتائیں گے کہ کاش وہ دنیا میں قیامت کا انکار نہ کرتے۔

[۲۶] قیامت کی ہولناکی اور دہشت کی وجہ سے لوگ گھٹنوں کے بل گرے پڑے ہوں گے، پھر انہیں اعمال کے حساب کی طرف بلایا جائے گا اور ان کے اعمال کے مطابق ان کی سزا اور جزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔

Marfat.com

كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝٢٩

کرے گا، بے شک ہم لکھ لیا کرتے تھے جو عمل تم کیا کرتے تھے۔[۲۷]

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهٖ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ۝٣٠

۳۰۔ پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا، یہی واضح کامیابی ہے۔[۲۸]

وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا ۗ أَفَلَمْ تَكُنْ آيٰتِي تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۝٣١

۳۱۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا:) کیا تمہارے سامنے میری آیتیں نہیں پڑھی جاتی تھیں؟ پس تم نے تکبر کیا اور تم مجرم لوگ تھے۔[۲۹]

وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ ۙ إِنْ نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ۝٣٢

۳۲۔ اور جب (تم سے) کہا جاتا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہتے تھے: ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے؟ ہم صرف گمان کرتے تھے اور ہم یقین کرنے والے نہیں تھے۔[۳۰]

[۲۷] اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال سے خوب واقف ہے لیکن حجت قائم کرنے کے لئے اس نے فرشتے بھی مقرر کر رکھے ہیں جو ہر انسان کے تمام اعمال کا ریکارڈ تیار کر کے محفوظ کر لیتے ہیں اور قیامت کے دن پوری سچائی کے ساتھ بیان کر دیں گے اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اس دن مجرم کہیں گے: ہائے افسوس! اس اعمال نامہ کو کیا ہوا ہے اس نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا ہے اور نہ بڑا بلکہ سب کا احاطہ کر لیا ہے} (قرآن: ۱۸:۴۹)

[۲۸] جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت یعنی جنت میں داخل فرمائے گا، اور اس دن واضح اور نمایاں کامیابی یہی ہوگی کہ انسان کو جنت کا پروانہ مل جائے۔

[۲۹] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا: کیا تمہارے پاس میرے رسول نہیں آئے تھے اور انہوں نے تمہیں میری آیات پڑھ کر نہیں سنائی تھیں؟ اس وقت تم نے تکبر کیا۔ میری آیات سے روگردانی کی کیونکہ تم مجرم اور سرکش تھے، لہٰذا اب اپنے جرائم کی سزا کا مزا چکھو۔

[۳۰] جب تم سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہتے تھے: ہمیں قیامت کے آنے کا یقین نہیں ہے صرف کبھی کبھی خیال گزرتا ہے کہ شاید قیامت ہو۔

Marfat.com

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۳۳

۳۳۔ اور ان کے لئے ان کے اعمال کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی اور انہیں وہ عذاب گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ [۳۱]

وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۳۴

۳۴۔ اور (ان سے) کہا جائے گا: آج ہم تمہیں نظرانداز کر دیں گے جس طرح تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا، اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ [۳۲]

ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝۳۵

۳۵۔ یہ اس لئے ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو مذاق بنا رکھا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکہ میں ڈال دیا تھا، پس آج وہ اس دوزخ سے نہیں نکالے جائیں گے اور نہ ہی ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔ [۳۳]

منکرین قیامت کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو بالکل منکر ہیں اور دوسرے وہ جو شک میں مبتلا ہیں۔ نتیجہ کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں کیونکہ جب تک قیامت کا یقین نہ ہو انسان جوابدہی کی ذمہ داری محسوس نہیں کرتا۔ یہاں دوسری قسم کے منکرین کا ذکر ہے۔

[۳۱] منکرین قیامت کے برے اعمال اور ان کے برے نتائج جب ظاہر ہو جائیں گے تو قیامت کا عذاب انہیں گھیر لے گا حالانکہ وہ قیامت اور اس کے عذاب میں شک کرتے تھے اور اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

[۳۲] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ منکرین قیامت کو فرمائے گا: تمہارے پاس انبیائے کرام علیہم السلام آئے اور انہوں نے تمہیں بتایا کہ قیامت کا دن ضرور آئے گا جس میں تمہیں اپنے رب کے پاس حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا مگر تم نے ان کی دعوت کو فراموش کر دیا، لہٰذا جس طرح زندگی میں تم نے ہمارے احکام کو بھلا دیا اسی طرح آج ہم تمہیں جہنم میں ڈال کر تمہیں نظرانداز کر دیں گے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

[۳۳] یعنی دنیا کی زندگی نے تمہیں اس حد تک دھوکے میں ڈالا کہ تم نے صرف اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار ہی نہیں کیا بلکہ ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ سو اس جرم کی پاداش میں تمہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور پھر نہ تمہیں دوزخ سے نکالا جائے گا اور نہ ہی تمہاری توبہ قبول کی جائے گی کیونکہ قیامت کے دن کسی کو توبہ کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

Marfat.com

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ پس سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب ہے اور تمام جہانوں کا رب ہے۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع

۳۷۔ اور آسمانوں اور زمین میں سب بڑائی اسی کے لئے ہے اور وہی بہت غالب بہت حکمت والا ہے۔[۳۴]

---

[۳۴] سب تعریفوں کا حقیقی مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ زمین و آسمان کا رب بھی وہی ہے اور زمین و آسمان میں اسی کی بڑائی اور کبریائی کا ڈنکا بجتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے، جو ان میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھینے گا میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا۔

(ابن ماجۃ: ۴۱۷۴: ابواب الزھد: باب ۱۶)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از عشاء بروز جمعہ ۲۸ مئی ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۵ تا ۲۸ مئی یعنی صرف تین دنوں میں سورہ جاثیہ کی تفسیر مکمل ہوگئی

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الاحقاف (۴۶)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''احقاف'' ہے جو اس کی آیت نمبر ۲۱ سے ماخوذ ہے۔ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی توحید، قرآن مجید، رسالت، دین اور آخرت کے متعلق متعدد دلائل بیان کئے گئے ہیں۔

توحید

اس سورت کے آغاز میں مشرکین کو دعوت فکر دی جا رہی ہے کہ جن بتوں کو تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو اور ان کی پرستش کرتے ہو کیا زمین و آسمان کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ ظاہر ہے زمین و آسمان کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے، بلکہ ان کا خالق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے تو پھر تم ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک کیوں بناتے ہو؟ اور اگر تمہارے پاس قرآن مجید سے پہلے کی کوئی آسمانی کتاب ہے یا کسی نبی سے منقول کوئی روایت ہے جس میں اس شرک کی تعلیم دی گئی ہو تو وہ مجھے لا کر دکھاؤ، لیکن جب تمہارے پاس شرک کے لئے نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی نقلی دلیل ہے تو پھر تم کیوں اپنے آپ پر ظلم کر کے اپنی آخرت خراب کرتے ہو۔

قرآن مجید

کفار مکہ کبھی تو قرآن مجید کو جادو قرار دیتے تا کہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر نہ کریں اور کبھی کہتے کہ یہ نبی قرآن خود بناتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ اس پر اللہ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ میں نے خود بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے تو یہ بہت بڑا جرم ہے اور اس کی سزا مجھے ہی بھگتنا پڑے گی تم مجھے نہیں بچا سکو گے، لیکن غور سے سن لو! قرآن اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اور وہ خود اس کی صداقت کا گواہ کافی ہے اور قرآن مجید کے خلاف جو سازشیں تم کر رہے ہو وہ ان کا بھی گواہ ہے اور انہیں خوب جانتا ہے، لہٰذا تم اپنے جرائم کی سزا سے نہیں بچ سکو گے۔

رسالت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو اہل مکہ اعتراض کرنے لگے کہ آپ ہماری طرح کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے انسان ہیں، لہٰذا آپ رسول کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنانا ہی تھا تو آپ کے ساتھ فرشتوں کا ایک گروہ بھیجتا جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا اور لوگوں کے سامنے آپ کی تصدیق کرتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے پیارے نبی! آپ ان کو فرما دیں: میں کوئی پہلا اور انوکھا رسول نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول آ چکے ہیں۔ وہ بھی میری طرح انسان تھے، ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اور وہ بھی توحید کی دعوت دیتے تھے۔ انہی کی طرح اب اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ میں ان سے مختلف نہیں ہوں تو پھر تم صرف میرے ہی متعلق طرح طرح کے اعتراضات کیوں کرتے ہو؟

Marfat.com

دین اسلام

شدید مخالفت کے باوجود اسلام لوگوں کو متاثر کر رہا تھا۔ مکہ کے سردار اپنے پیروکاروں کو کفر پر قائم رکھنے کے لئے انہیں تسلی دیتے کہ اگر اسلام کوئی اچھی چیز ہوتی تو اس کو صرف یہ فقیر، غلام اور بے سہارا لوگ ہی قبول نہ کرتے بلکہ ان سے پہلے ہم اسلام کو قبول کرتے کیونکہ ہم دانشور اور اپنی قوم کے سردار ہیں۔ ہم بڑے تجربہ کار ہیں اور کسی چیز کے حسن و قبح کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں مگر ہمیں اس میں کوئی اچھی چیز نظر نہیں آئی اس لئے ہم نے اس کو قبول نہیں کیا، لہٰذا تم بھی اس کے قریب نہ جاؤ۔

آخرت

کیا کفار مکہ غور نہیں کرتے کہ جس اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان جیسی بڑی بڑی چیزیں بنائیں اور ان کے بنانے میں اس کو کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی تو اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ ایک چھوٹے سے انسان کو دوبارہ زندہ کر دے حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کفار اسی دنیا کو سب کچھ سمجھتے تھے اسی لئے آخرت کے منکر تھے مگر قیامت کے دن جب انہیں آتش جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا یہ وہی جہنم نہیں جس کا تم انکار کیا کرتے تھے؟ تو وہ قسم کھا کر اعتراف کریں گے کہ واقعی قیامت برحق ہے اور ہم غلطی پر تھے، مگر اس وقت کا اعتراف کسی کافر کو عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز ہفتہ ٢٩ مئی ٢٠١٠ء بمطابق ١٦ جمادی الاخریٰ ١٤٣١ھ

Marfat.com

آیاتہا ۳۵ — ۴۶ سُوْرَۃُ الْاَحْقَافِ مَکِّیَّۃٌ ۶۶ — رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝۱

۱۔ حا میم۔[۱]

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۲

۲۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو بہت غالب بہت حکمت والا ہے۔

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝۳

۳۔ ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو ایک مقررہ مدت تک کے لئے حق کے ساتھ پیدا کیا ہے،[۲] اور کفار اس عذاب سے روگردانی کرنے والے ہیں جس سے انہیں ڈرایا گیا ہے۔[۳]

---

[۱] یہ حروف مقطعات میں سے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو ایسا کامل اور نادر بنایا ہے کہ جو بھی عقل سلیم ان میں غور کرتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کا اقرار کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمین و آسمان کو ایک سچے مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں انسان کو آباد کر کے اس کی آزمائش کی جائے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پرست ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو ایک محدود وقت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ جب وہ وقت مقررآ پہنچے گا تو اس زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو فنا کر دیا جائے گا اور نئی زندگی کے لئے نئے زمین و آسمان پیدا کئے جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی۔} (قرآن: ۱۴:۴۸)

[۳] اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جنہوں نے لوگوں کو نیک اعمال کے بدلے میں جنت کی خوش خبری سنائی اور برے اعمال کے بدلے میں دوزخ کے عذاب سے ڈرایا، مگر کفار نے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات سے منہ پھیر لیا جس کی وجہ سے وہ جہنم کے مستحق قرار پائے۔

Marfat.com

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ
شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ
قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ۝۴

۴۔ آپ فرمادیں! کیا تم نے (کبھی ان کو غور سے) دیکھا جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پرستش کرتے ہو؟ ذرا مجھے دکھاؤ! انہوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں (کی تخلیق) میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ تم میرے پاس اس (قرآن) سے پہلے کی کوئی کتاب یا کوئی (دوسرا) علمی ثبوت لے آؤ اگر تم سچے ہو۔[۴]

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ
عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝۵

۵۔ اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتا ہے جو قیامت تک اس کی فریاد قبول نہیں کر سکتے بلکہ وہ (معبودان باطلہ) ان (کفار) کی فریاد سے ہی بے خبر ہیں۔[۵]

وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ
كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝۶

۶۔ اور جب لوگوں کو (میدان حشر میں) جمع کیا جائے گا تو وہ (معبودانِ باطلہ) ان کے دشمن ہوں گے اور وہ (معبودان باطلہ) ان (کفار) کی عبادت سے ہی منکر ہو جائیں گے۔[۶]

---

[۴] مشرکین کو دعوت فکر دی جا رہی ہے کہ جن بتوں کو تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو اور ان کی پرستش کرتے ہو کیا زمین و آسمان کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ ظاہر ہے زمین و آسمان کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے، بلکہ ان کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے تو پھر تم ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک کیوں بناتے ہو؟

اور اگر تمہارے پاس قرآن مجید سے پہلے کی کوئی آسمانی کتاب ہے یا کسی نبی سے منقول کوئی روایت ہے جس میں اس شرک کی تعلیم دی گئی ہو تو وہ مجھے لا کر دکھاؤ، لیکن جب تمہارے پاس شرک کے لئے نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی نقلی دلیل ہے تو پھر تم کیوں اپنے آپ پر ظلم کر کے اپنی آخرت خراب کرتے ہو۔

[۵] یعنی وہ شخص سب سے بڑا گمراہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتا ہے جو اس کی فریاد سننے سے ہی قاصر ہیں، اور اگر کسی طریقہ سے ان تک اس کی فریاد پہنچ بھی جائے تو ان میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اس کی فریاد رسی کر سکیں تو ایسے بہرے اور بے بس خداؤں کی عبادت کرنا نہ صرف گمراہی ہے بلکہ پرلے درجے کی حماقت اور جہالت ہے۔

[۶] اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن چیزوں کی اس دنیا میں عبادت کی جاتی ہے میدانِ حشر میں وہ چیزیں اپنے ماننے والوں سے بیزاری کا

Marfat.com

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ؕ﴿۷﴾

۷۔ اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے کفر کیا جب حق (قرآن) ان کے پاس آگیا تو اس کے متعلق کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔[۷]

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۸﴾

۸۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے، آپ فرمادیں: اگر (بالفرض) میں نے اس کو گھڑا ہے تو تم مجھے اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے (بچانے کا) کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے، تم اس (قرآن) کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے، میرے اور تمہارے درمیان وہی گواہ کافی ہے، اور وہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔[۸]

اعلان کردیں گی کہ ہم نے کبھی معبود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں ان کی عبادت کی کوئی خبر ہے۔ اگر یہ مشرکین ہمیں خدا سمجھتے تھے تو یہ ان کا اپنا گھڑا ہوا جھوٹ ہے اور وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں۔

اس دنیا کا تجربہ بھی یہی ہے کہ جو انسان غلط کاروں کے ساتھ مل کر غلطی کرتا ہے جب وہ پکڑا جاتا ہے تو اپنی غلطی کی سزا اُسے خود بھگتنا پڑتی ہے، اس وقت غلط کار اس کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ غلطی اس نے خود کی ہے اور ہمارے اوپر جھوٹا بہتان لگا رہا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے شریکوں سے مراد فرشتے اور انبیاء نہیں ہیں کیونکہ یہ حضرات تو مشرکین کی عبادت سے باخبر تھے، پھر وہ ان کی عبادت سے کیسے انکار کرسکتے تھے۔ نیز یہ آیت مکی ہے اس میں مشرکین مکہ سے خطاب ہے اور مشرکین مکہ انبیاء علیہم السلام کو نہیں مانتے تھے تو پھر وہ انبیاء علیہم السلام کی عبادت کیسے کرسکتے تھے۔ یہ آیت ان لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے جو بتوں کو خدا کے ہاں سفارشی سمجھتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ بتوں کو چھوڑ کر اللہ والوں یعنی انبیاء، علماء، شہداء اور حفاظ کی پیروی کریں جو اس دنیا میں صراط مستقیم کی ہدایت کرتے ہیں اور آخرت میں اہل ایمان کی شفاعت کریں گے۔

[۷] قرآن مجید برحق کتاب ہے۔ نبی کریم ﷺ جب کفار مکہ کو اس کی آیات پڑھ کر سناتے اور انہیں توحید کی دعوت دیتے تو چونکہ ان کے پاس توحید کے خلاف کوئی دلیل نہیں تھی اور وہ بت پرستی کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے اس لئے وہ کہتے کہ یہ کھلا جادو ہے۔ لہٰذا اس کے قریب نہ جاؤ، ورنہ جادو کے ذریعہ یہ تمہیں اپنے باپ دادا کے مذہب سے گمراہ کردے گا۔

[۸] کفار مکہ کبھی تو قرآن مجید کو جادو قرار دیتے تا کہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر نہ کریں اور کبھی کہتے کہ یہ نبی قرآن خود بناتا

Marfat.com

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۹

۹۔ آپ فرما دیں: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں[۹] اور میں از خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں تو صرف واضح طور پر ڈر سنانے والا ہوں۔[۱۰]

ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ میں نے خود بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے تو یہ بہت بڑا جرم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: {اگر (بالفرض) میں نے اس (قرآن) کو خود بنایا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہے} (قرآن: ۱۱:۳۵) یعنی اس کی سزا مجھے ہی بھگتنا پڑے گی تم مجھے نہیں بچا سکو گے، لیکن غور سے سن لو! قرآن اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اور وہ خود اس کی صداقت کا گواہ کافی ہے۔ اس کے بعد کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہے، اور قرآن مجید کے خلاف جو سازشیں تم کر رہے ہو وہ ان کا بھی گواہ ہے اور انہیں خوب جانتا ہے، لہٰذا تم اپنے جرائم کی سزا سے نہیں بچ سکو گے۔ ہاں اگر تم اب بھی توبہ کر لو تو وہ تمہیں معاف فرما دے گا کیونکہ وہ نہایت مہربان اور بہت بخشنے والا ہے۔

[۹] نبی کریم ﷺ نے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو اہل مکہ اعتراض کرنے لگے کہ آپ ہماری طرح کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے انسان ہیں، لہٰذا آپ رسول کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنانا ہی تھا تو آپ کے ساتھ فرشتوں کا ایک گروہ بھیجتا جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا اور لوگوں کے سامنے آپ کی تصدیق کرتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے پیارے نبی! آپ ان کو فرما دیں: میں کوئی پہلا اور انوکھا رسول نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول آ چکے ہیں۔

وہ بھی میری طرح انسان تھے، ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اور وہ بھی توحید کی دعوت دیتے تھے۔ انہی کی طرح اب اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ میں ان سے مختلف نہیں ہوں تو پھر تم صرف میرے ہی متعلق طرح طرح کے اعتراضات کیوں کرتے ہو؟

[۱۰] اس آیت کا ظاہری مفہوم یہ نظر آتا ہے کہ گویا آپ ﷺ نے کفار مکہ کو فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ آخرت میں کیا ہوگا؟

درایت کا معنی ہے: اپنی عقل اور قیاس سے کسی چیز کی معرفت حاصل کرنا۔ اس آیت میں درایت کی نفی کی گئی ہے۔ یعنی آپ ﷺ اپنی اور کفار کی آخرت کے بارے میں اپنی عقل اور قیاس سے کچھ نہیں جانتے تھے، البتہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ آپ قطعی طور پر اپنے اور کفار کے انجام سے آگاہ تھے، لہٰذا آیت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ میں اپنی عقل کے ذریعہ اپنی اور تمہاری آخرت کو نہیں جانتا بلکہ میں صرف وہی جانتا ہوں جو میرے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی مجھے علم عطا فرمایا ہے اور میں اسی کی پیروی کرتا ہوں۔ میرے قیاس میں غلطی ہو سکتی ہے مگر وحی کے علم میں ذرہ بھر شک کی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا میں تمہیں

Marfat.com

بھی وارننگ دیتا ہوں کہ اگر تم نے مجھ پر نازل ہونے والے علم کے مطابق عمل نہ کیا تو تم جہنم کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔ یہ آیت چونکہ مکہ میں نازل ہوئی تھی اس لئے میں یہاں چند کی آیات کا ذکر کرتا ہوں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ ﷺ کو اپنے اور دیگر لوگوں کے انجام کا علم تھا۔

مکی آیات میں آخرت کا علم

☆ {کفار سے کہا جائے گا: جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، تم ہمیشہ اس میں رہو گے، سو تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا کتنا برا ہے، اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے انہیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لایا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جنت کے محافظ (فرشتے) ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ لوگ ہو، تم جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ۔} (قرآن: ۳۹: ۷۲۔ ۷۳) یہ سورہ زمر کی آیات ہیں اور یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی تھی، لہٰذا آپ ﷺ کو مکہ میں رہتے ہوئے بھی یقین تھا کہ کفار جہنم میں اور پرہیز گار جنت میں جائیں گے۔

☆ {بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے، پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہی لوگ جنتی ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ ان کے اعمال کی جزا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔} (قرآن: ۴۶: ۱۳۔ ۱۴) یہ سورہ احقاف کی آیات ہیں اور یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ اب ذرا اندازہ کریں اگر ایمان پر ثابت قدم رہنے والے عام مومنین جنت میں جائیں گے تو جو سب سے بڑے مومن اور نبیوں کے سردار و امام ہیں، کیا وہ اپنی آخرت اور اپنے انجام سے بے خبر ہوں گے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

☆ اور (اے میرے پیارے نبی!) بے شک آپ کا ہر آنے والا لمحہ آپ کے لئے پہلے سے بہتر ہوگا اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ (قرآن: ۹۳: ۴۔ ۵) یہ سورہ والضحیٰ کی آیات ہیں اور یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ جس نبی کو اللہ تعالیٰ نے خوش خبری سنا دی کہ آپ کا ہر قدم کامیابی کی طرف بڑھ رہا ہے اور بالآخر آپ اس منزل تک پہنچ جائیں گے جس کو دیکھ کر آپ خوش ہو جائیں گے۔ بھلا وہ نبی اپنے مستقبل کے بارے میں کیسے بے خبر ہو سکتا ہے؟

احادیث میں مستقبل اور آخرت کا علم

ا۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اُحد پر چڑھے آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر ؓ، حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ تھے، وہ پہاڑ لرزنے لگا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (اے پہاڑ!) ساکن ہو جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ (بخاری: ۳۶۹۹: فضائل اصحاب: باب ۷) یعنی آپ ﷺ کو علم تھا کہ حضرت ابو بکر ؓ اپنی طبعی موت کے ساتھ انتقال کریں گے اور حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ شہید ہوں گے۔

۲۔ جنگ بدر سے ایک روز پہلے حضور اکرم ﷺ نے میدانِ جنگ کا معائنہ فرمایا اور مختلف جگہوں کی نشاندہی فرمائی کہ کل فلاں فلاں کافروں کی لاشیں فلاں فلاں جگہوں پر پڑی ہوں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: مجھے اس

Marfat.com

ذات کی قسم جس نے ہمارے نبی کو حق کے ساتھ بھیجا! کفار کی لاشیں ان جگہوں سے ذرہ آگے پیچھے نہ تھیں جہاں حضور اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں نشاندہی فرمائی تھی۔ (مسلم: ۷۲۲۲: کتاب الجنة: باب ۱۷)

۳۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا، حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا: خندق کی جگہ میں ایک چٹان نکل آئی جو کدال اور گینتی سے نہیں ٹوٹ رہی تھی۔ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فالتو کپڑے رکھ کر چٹان کی طرف اتر گئے، آپ ﷺ نے کدال پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو اس چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! بے شک میں اس جگہ سے ملک شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی تو اس چٹان کا دوسرا حصہ بھی ٹوٹ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! بے شک میں اس جگہ سے اس کے شہروں کو اور اس کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر ایک اور ضرب لگائی تو چٹان کا آخری حصہ بھی ٹوٹ گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں بھی دے دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔ (مسند احمد: جلد ۴: ص ۳۰۳) پھر تاریخ شاہد ہے کہ خلافت راشدہ میں یہ سارے علاقے فتح ہوئے۔

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷۹ میں مقام محمود کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۴۴۱)

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی طرح بے قرار ہوں گے، سو وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہمارے لئے اپنے رب سے شفاعت کریں۔ وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ خلیل الرحمٰن ہیں، پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، پھر وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں لیکن تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ، پھر وہ میرے پاس آئیں گے، پس میں کہوں گا کہ میں اس کے لئے ہوں، پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت دے دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ میرے دل میں اپنی حمد کے ایسے کلمات ڈالے گا جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہیں اور میں ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور اللہ تعالیٰ کے لئے سجدے میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھایئے، آپ کہئے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت۔ آپ سے کہا جائے گا: آپ جایئے اور دوزخ سے ان کو نکال لیجئے جن کے دل میں ایک جو کے برابر بھی ایمان ہو،

Marfat.com

پس میں جاؤں گا اور اسی طرح کروں گا، پھر میں واپس آ کر انہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے اور کہیئے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت، پھر کہا جائے گا: آپ جایئے جس کے دل میں ایک ذرہ یا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے، پھر میں تیسری بار انہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور سجدے میں گر جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ جایئے جس کے دل میں ادنیٰ رائی کے دانے سے بھی ادنیٰ ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے، پس میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا، پھر میں چوتھی بار جاؤں گا اور پہلے کی طرح سجدے میں گر جاؤں گا تو حکم ہوگا شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے میرے رب! مجھے اس شخص کے لئے اجازت دیجئے جس نے لاالہ الا اللہ پڑھا ہو، پس وہ فرمائے گا: میری عزت اور میرے جلال اور میری کبریائی اور میری عظمت کی قسم! جس شخص نے لاالہ الا اللہ پڑھا ہو میں اس شخص کو ضرور دوزخ سے نکالوں گا۔

(بخاری: حدیث نمبر ۷۵۱۰: کتاب التوحید: باب ۳۶۔ اور۔ مسلم: حدیث نمبر ۱۹۳: کتاب الایمان: باب ۸۴)

۶۔ حضرت ابو سعید خدری ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ساری اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا اور قیامت کے دن زمین سب سے پہلے میرے اوپر سے کھلے گی اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا اور سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی اور قیامت کے دن لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ (ابن ماجۃ: ۴۳۰۷: ابواب الزھد: باب ۳۷)

۷۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو ﷛ بیان کرتے ہیں کہ۔۔۔ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور کہا: ''اے اللہ! میری امت، میری امت۔'' اور آپ ﷺ رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو: انہیں کیا چیز رلاتی ہے؟ جبریل ﷤ آپ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو خبر دی (کہ آپ ﷺ امت کی فکر میں رو رہے ہیں)۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کریں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔ (مسلم: ۴۹۹: کتاب الایمان: باب ۸۷) اس حدیث کا مفہوم قرآن مجید کی اس آیت کے بھی موافق ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔} (قرآن: ۹۳:۵)

۸۔ حضرت انس بن مالک ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آ کر اس کو میں کھلواؤں گا۔ جنت کا محافظ کہے گا: مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لئے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔ (مسلم: ۴۸۶: کتاب الایمان: باب ۸۵)

۹۔ حضرت حذیفہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:۔۔۔ بے شک فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور بے شک حسن ﷛ اور حسین ﷛ جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی: ۳۷۸۱: مناقب: باب ۳۰)

Marfat.com

۱۰۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ادھر آتے دکھائی دیئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں سب پہلے اور پچھلے پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔ (کیونکہ نبیوں کا مرتبہ ان سے بلند ہے) اے علی! ان دونوں کو نہ بتانا۔ (ترمذی: ۳۶۶۵: مناقب: باب ۱۶) دوسری روایت میں اس طرح ہے: اے علی! جب تک یہ دونوں زندہ ہیں ان کو نہ بتانا۔

(ابن ماجۃ ۹۵: کتاب السنۃ: باب ۱۱)

۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل امین میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں پسند کرتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ ہوں تاکہ آپ (کے چہرہ) کو دیکھتا رہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! بے شک میری امت میں آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

(ابوداؤد: ۴۶۵۲: کتاب السنۃ: باب ۸)

۱۲۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جنت میں جائیں گے۔

(ترمذی: ۳۷۴۷: مناقب: باب ۲۵)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بے شمار اہل ایمان جنت میں جائیں گے تو جو نبی اپنے پیروکاروں کو جنت کی خوش خبری سنائے ان کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ انہیں اپنے انجام کا پتہ نہیں ہے یہ انتہائی ناانصافی ہے۔

سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: اکثر محققین کی دلیل یہ ہے کہ ہر نبی لازمی طور پر جانتا ہے کہ وہ نبی ہے اور جب وہ اپنی نبوت کو جانتا ہے تو پھر اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ نبی سے گناہ سرزد نہیں ہوتے اور وہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کو اپنی آخرت کے بارے میں کوئی شک نہیں ہوتا۔ نیز اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انبیاء کے احوال اولیاء سے بلند ہوتے ہیں اور اولیاء کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {غور سے سنو! بے شک اللہ تعالیٰ کے اولیاء پر (قیامت کے دن) نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔} (قرآن: ۱۰: ۶۲) اگر اولیاء کا آخرت میں یہ مقام ہے تو پھر وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو اولیاء کے پیشوا اور انبیاء کے سردار ہیں ان کو اپنے بارے میں کیسے شک ہو سکتا ہے کہ وہ آخرت میں بخشے جائیں گے یا نہیں؟

(تفسیر روح المعانی: سورہ احقاف (۴۶): زیر آیت نمبر ۹)

سید محمود آلوسی کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ اس آیت میں نفی اس درایت کی ہے جو وحی کے بغیر ہو، خواہ تفصیلی ہو یا اجمالی، اس کا تعلق دنیوی واقعات سے ہو یا اخروی حالات سے۔ سید آلوسی کہتے ہیں: میرا عقیدہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا سے انتقال سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات اور اس کی شان و شوکت اور تمام باکمال اشیاء کا علم دے دیا گیا تھا۔

(تفسیر روح المعانی: سورہ احقاف (۴۶): زیر آیت نمبر ۹)

Marfat.com

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ ع

۱۰۔ آپ فرما دیں: کیا تم نے کبھی غور سے دیکھا کہ اگر یہ (قرآن) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کر دیا ہو[۱۱] اور بنی اسرائیل سے ایک گواہ اس جیسی کتاب کی گواہی بھی دے چکا ہو اور اس پر ایمان بھی لا چکا ہو اور تم نے تکبر کیا ہو (تو تمہارا کیا انجام ہوگا؟) بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔[۱۲]

[۱۱] یعنی تم قرآن مجید کا اس لئے انکار کرتے ہو کہ تمہارے خیال میں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے، لیکن تم نے کبھی غور کیا کہ جب تمہارا دعویٰ غلط ثابت ہوا اور یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی اور تم اس کے انکار پر مصر رہے تو پھر تمہارا انجام کیا ہوگا؟

[۱۲] اس سے پہلے سورہ شعراء میں بھی اس سے ملتا جلتا مفہوم گزر چکا ہے، جس میں ارشاد ہوتا ہے: {اور بے شک اس کا ذکر پہلے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں بھی ہے، کیا ان (مشرکین مکہ) کے لئے یہ دلیل کافی نہیں ہے کہ اس (قرآن اور نبی ﷺ) کو بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں؟} (قرآن: ۲۶: ۱۹۶-۱۹۷) یعنی قرآن مجید کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے اور بنی اسرائیل کے علماء اس کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے مشرکین مکہ نے علمائے یہود سے رابطہ کیا، جیسا کہ علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کفار مکہ نے اہل یثرب کے یہودی علماء کی طرف ایک وفد بھیجا تاکہ وہ محمد (ﷺ) کے متعلق ان سے دریافت کرے تو علمائے یہود نے جواب دیا: بے شک یہی ان کے ظہور کا زمانہ ہے اور ان کی نعت اور صفات تورات میں موجود ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ شعراء (۲۶): زیر آیت نمبر ۱۹۷) اور عین ممکن ہے اس وقت عبداللہ بن سلام نے مشرکین مکہ کو کہا ہو کہ جو باتیں تم حضرت محمد ﷺ اور ان کی کتاب کے بارے میں بتا رہے ہو، اگر میری ان سے ملاقات ہوئی اور یہ باتیں صحیح نکلیں تو میں ان پر ایمان لے آؤں گا، جیسا کہ بعد میں ایسا ہی ہوا کہ جب نبی ﷺ یثرب تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام پہلی ملاقات میں ہی مسلمان ہو گئے، مگر مشرکین مکہ نے اس بات کو اس لئے ظاہر نہ کیا ہو کہ کہیں اہل مکہ یہ بات سن کر مسلمان نہ ہو جائیں۔ اور قرآن مجید نے عبداللہ بن سلام کے ماضی کے ارادے یا مستقبل کے عملی قبول اسلام کی طرف اشارہ کیا ہو۔ یعنی جب عبداللہ بن سلام تمہارے سامنے میری تصدیق کر چکا ہے اور مجھ پر ایمان لانے کا ارادہ بھی ظاہر کر چکا ہے اس کے بعد بھی اگر تم ایمان نہ لائے تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟ واللہ اعلم بالصواب۔

نیز اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قرآن مجید کوئی نئی چیز نہیں ہے اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی تو بنی اسرائیل اس پر ایمان لے آئے۔ اسی طرح اب حضرت محمد ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے تو تمہیں بھی اس پر ایمان لے آنا چاہیے اور اگر تم نے تکبر اور ظلم کا رویہ اپنائے رکھا تو تم ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے محروم ہو جاؤ گے۔

Marfat.com

ظلم کی مذمت

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کر دیا ہے، لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔
(مسلم: ۶۵۷۲: کتاب البر: باب ۱۵)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن کی تاریکیاں ہیں اور بخل سے بچو کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔ اس بخل نے ان کو خون ریزی کرنے اور حرام کو حلال کرنے پر برانگیختہ کیا۔ (مسلم: ۶۵۷۶: کتاب البر: باب ۱۵)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو دشمن کے حوالے کرے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبت دور کرے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ستر پوشی فرمائے گا۔ (مسلم: ۶۵۷۸: کتاب البر: باب ۱۵)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہیے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اگر اس کا بھائی ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روکے یہی اس کی مدد ہے اور اگر مظلوم ہو تو اس کی مدد کرے۔
(مسلم: ۶۵۸۲: کتاب البر: باب ۱۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ کوئی درہم ہو اور نہ کوئی مال و متاع ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے اور اس شخص نے (دنیا میں) کسی کو گالی دی تھی، کسی پر تہمت لگائی تھی، کسی کا مال کھایا تھا، کسی کا خون بہایا تھا، کسی کو مارا تھا، پھر اس کی کچھ نیکیاں اس کے ایک مظلوم کو دے دی جائیں گی اور کچھ نیکیاں اس کے دوسرے مظلوم کو دے دی جائیں گی اور اگر اس کے مظلوموں کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو پھر اس کے مظلوموں کے گناہ اس ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس ظالم کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم: ۶۵۷۹: کتاب البر: باب ۱۵)

☆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس کی حدود کو توڑنے والے کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے کشتی میں بیٹھنے کے لئے قرعہ اندازی کی تو ان میں سے بعض کو اوپر والی منزل میں اور بعض کو نیچے والی منزل میں جگہ ملی تو جو لوگ کشتی کی نچلی منزل میں تھے وہ جب پانی پینا چاہتے تو ان کو بالائی منزل والے لوگوں میں سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے کہا: اگر ہم اپنی نچلی منزل میں ہی کشتی میں سوراخ کر لیں تو (آسانی سے پانی بھی آجائے گا اور) ہم اوپر والوں کو اپنے گزرنے کی تکلیف بھی نہیں دیں گے۔ اب اگر اوپر والوں نے ان کو اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے چھوڑ دیا تو (پوری کشتی پانی سے بھر جائے گی اور) سب ڈوب کر ہلاک ہو جائیں

Marfat.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪

۱۱۔ اور کافروں نے مومنوں کے متعلق کہا: اگر یہ (دین) بہتر ہوتا تو یہ (مسلمان) اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جاتے، [۱۳] اور چونکہ انہوں نے اس (قرآن) سے ہدایت حاصل نہیں کی، اس لئے اب وہ کہیں گے: یہ تو وہی پرانا جھوٹ ہے۔ [۱۴]

گے اور اگر اوپر والوں نے ان کے ہاتھوں کو سوراخ کرنے سے روک لیا تو بالائی منزل اور زیریں منزل والے سب لوگ نجات پا جائیں گے۔ (بخاری: ۲۴۹۳: کتاب الشرکۃ: باب ۶)

☆ حضرت عدی ﷺ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: اللہ تعالیٰ خاص مجرموں کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ ہاں جب وہ اپنے درمیان برائی کو دیکھیں اور وہ اس کے خلاف احتجاج کر سکتے ہوں مگر نہ کریں، اگر وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ خاص مجرموں کے ساتھ عام لوگوں کو بھی مبتلائے عذاب کر دیتا ہے۔

(احمد: جلد ۴: ص ۱۹۲)

ظالم اور دہشت گرد لوگ ہر دور میں ہوتے ہیں لیکن ہر قوم کی یہ اجتماعی ذمہ داری ہے کہ وہ ان پر پردہ نہ ڈالے بلکہ ان کی نشاندہی کرے، وہ مجرموں کو تحفظ فراہم نہ کرے بلکہ قانون کے حوالہ کرے اور ان کی حوصلہ شکنی کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کرے۔ اس طرح پورا معاشرہ ظلم سے پاک ہو جائے گا اور جب کوئی قوم مجرموں سے چشم پوشی کرتی ہے تو پھر رفتہ رفتہ پوری قوم جرائم کی لپیٹ میں آ جاتی ہے اور ہر ایک کی زندگی عذاب بن جاتی ہے۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ جن بستیوں میں مشرک لوگ ہوں اور وہ اپنے معاملات میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرتے ہوں تو ان مشرکوں کو محض شرک اور غلط عقائد کی وجہ سے اس دنیا میں ہلاک نہیں کیا جاتا بلکہ ان پر عذاب اس وقت آتا ہے جب وہ معاملات میں مخلوق کے ساتھ ظلم وزیادتی کریں۔ مشہور مقولہ ہے کہ: شرک کے ساتھ دنیاوی حکومتیں چل سکتی ہیں لیکن ظلم اور فساد حکومتوں کو برباد کر دیتا ہے اور پہلی قوموں پر بھی عذاب اس لئے آئے کہ وہ مخلوق پر ظلم وزیادتی کرتی تھیں۔
(تفسیر کبیر: سورہ ھود (۱۱): زیر آیت نمبر ۱۱۷)

[۱۳] شدید مخالفت کے باوجود اسلام لوگوں کو متاثر کر رہا تھا۔ مکہ کے سردار اپنے پیروکاروں کو کفر پر قائم رکھنے کے لئے انہیں تسلی دیتے کہ اگر اسلام کوئی اچھی چیز ہوتی تو اس کو صرف یہ فقیر، غلام اور بے سہارا لوگ ہی قبول نہ کرتے بلکہ ان سے پہلے ہم اسلام کو قبول کرتے کیونکہ ہم دانشور اور اپنی قوم کے سردار ہیں۔ ہم بڑے تجربہ کار ہیں اور کسی چیز کے حسن وقبح کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں مگر ہمیں اس میں کوئی اچھی چیز نظر نہیں آئی اس لئے ہم نے اس کو قبول نہیں کیا، لہٰذا تم بھی اس کے قریب نہ جاؤ۔

[۱۴] کفار مکہ اپنے تعصب اور تکبر کے باعث قرآن کی ہدایت حاصل نہیں کر سکے، اس لئے اب وہ یہی کہیں گے: یہ قرآن تو بڑا

Marfat.com

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۚ﴿۱۲﴾

۱۲۔ حالانکہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پیشوا اور رحمت بن کر آ چکی ہے، اور یہ کتاب عربی زبان میں (ہے اور تورات کی) تصدیق کرنے والی ہے تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جنہوں نے ظلم کیا اور نیکوکاروں کو خوش خبری دے۔ [۱۵]

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۚ﴿۱۳﴾

۱۳۔ بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے، پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ [۱۶]

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ یہی لوگ جنتی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو وہ کیا کرتے تھے۔

پرانا جھوٹ ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے بھی کئی لوگ اس قسم کے جھوٹ کا سہارا لیتے رہے ہیں۔ یعنی کفار مکہ نے نہ صرف قرآن مجید کا انکار کیا بلکہ اس سے پہلے نازل ہونے والی تمام آسمانی کتابوں کو بھی جھوٹ قرار دیا۔

[۱۵] اس میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ قرآن مجید پرانا جھوٹ نہیں بلکہ بہت پرانا سچ ہے، کیونکہ اس سے سیکڑوں سال پہلے تورات نازل ہو چکی ہے جس نے لوگوں کی پیشوائی کی اور نزول قرآن کی خوش خبری سنائی۔ قرآن مجید تورات کی طرح آسمانی کتاب ہے اور تورات کی تصدیق بھی کرتا ہے۔

جس طرح تورات نے بنی اسرائیل کو ان کی زبان میں اللہ تعالیٰ کا پیغام رحمت سنایا، اسی طرح اے اہل مکہ! قرآن مجید بھی تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام رحمت ہے۔ یہ تمہاری مادری زبان یعنی عربی میں ہے۔ یہ تمہیں مظالم کے برے انجام سے ڈراتا ہے اور نیکیوں کے اچھے بدلے کی نوید سناتا ہے۔

[۱۶] یعنی جو لوگ ایمان لائے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے، وہ بے خوف وخطر ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

استقامت سے مراد یہ ہے کہ مسلمان اپنے عقائد واعمال کو افراط وتفریط سے بچائے اور مشکلات کے باوجود ان پر ہمیشہ عمل پیرا رہے۔ صوفیاء کے نزدیک استقامت کا درجہ کرامت سے بلند ہے۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتائیں کہ آپ کے بعد پھر مجھے اس کے متعلق کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہو: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا، پھر اس پر ثابت قدم رہو۔ (مسلم: ۱۵۹: کتاب الایمان: باب ۱۳)

Marfat.com

وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ كُرۡهًا وَّوَضَعَتۡهُ كُرۡهًا ؕ

۱۵۔ اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے،[۱۷]اس کی ماں نے اسے تکلیف کے ساتھ (پیٹ میں) اٹھائے رکھا اور تکلیف کے ساتھ

دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: اہل استقامت مؤمنین کے پاس فرشتے آئیں گے اور تین مقامات یعنی موت، قبر اور حشر میں انہیں نجات کی خوش خبری سنائیں گے اور ان کے دلوں سے دنیا کے غم واندوہ اور آخرت کے خوف وخطر کو دور کریں گے۔
(تفسیر منیر: سورہ حٰم السجدۃ: زیر آیت نمبر ۳۰)

ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ مؤمن بندے کو جب قبر سے اٹھایا جائے گا تو وہ فرشتے جو دنیا میں اس کے ساتھ رہتے تھے اس سے ملیں گے اور کہیں گے کہ تم کچھ خوف وغم نہ کرو۔ (تفسیر مظہری: سورہ حٰم السجدۃ: زیر آیت نمبر ۳۰) ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست تھے، اچھی باتیں تمہارے دلوں میں ڈالتے تھے اور شیطانوں سے تمہاری حفاظت کرتے تھے اور اب آخرت میں بھی ہم تمہارے دوست ہیں اور تمہیں خوش خبری ہو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے نیک اعمال قبول کر لئے ہیں اور ان کے بدلے اب تم ہمیشہ جنت میں رہو گے۔

[۱۷] اسلام کے نظامِ اخلاق میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ عبادت کا مستحق ہے اسی طرح والدین حسن سلوک کے مستحق ہیں، کیونکہ انسان کا حقیقی خالق تو اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے اس دنیا میں آنے کا ظاہری سبب والدین ہیں۔ اسی طرح انسان کا حقیقی رازق تو اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کا ظاہری سبب والدین ہیں جو اپنی مشکلات کے باوجود اولاد کی بہتری کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے، اس لئے ان کا حق بنتا ہے کہ اولاد بھی ان کی خدمت میں ہمیشہ سرگرم رہے۔

والدین کے حقوق اور ان کی فضیلت

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا میں جہاد کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے ماں باپ (زندہ) ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم ان کی خدمت میں جہاد کرو۔ (بخاری: ۵۹۷۲: کتاب الادب: باب ۳) جب تک جہاد فرض عین نہ ہو جائے اس وقت تک والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں شریک ہونا جائز نہیں ہے۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نیکوکار بیٹا اپنے والدین کو رحمت بھری نظر سے دیکھتا ہے تو ہر نظر کے بدلے میں ایک مقبول حج کا ثواب پاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: اگر وہ دن میں سو مرتبہ اسی طرح نظر کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں (ہر نظر کے بدلے میں یہی ثواب ملتا رہے گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور ہر قسم کے نقص وعجز سے پاک ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۴۹۴۴: کتاب الآداب: باب البر)

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے والدین کے قریب تیرا چارپائی پر اس حال میں سونا کہ تو ان سے خوش ہو اور وہ تجھ

Marfat.com

سے خوش ہوں تو یہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلوار کے جہاد سے بھی افضل ہے۔

(تفسیر درمنثور: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۲۳)

۴۔ حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی سلمہ کے ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا ماں باپ کے فوت ہونے کے بعد بھی ان کے ساتھ کوئی نیکی کرنا میرے ذمہ باقی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں ان کی نماز جنازہ پڑھنا، ان کے لئے استغفار کرنا، ان کے عہد کو پورا کرنا، ان کے دوستوں کی تعظیم کرنا اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا۔

(ابن ماجۃ: ۳۶۶۴: ابواب الادب: باب ۲)

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کے والدین میں سے ایک یا دونوں اس حال میں فوت ہو جائیں کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان تھا۔ اگر وہ اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیکوکار اور اپنے والدین کا فرماں بردار لکھ دے گا۔ (مشکوۃ المصابیح: ۴۹۴۲: کتاب الآداب: باب البر)

۶۔ حضرت محمد بن نعمان بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے والدین یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قبر پر ہر جمعہ کو جائے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور وہ فرمان بردار اور نیکوکار لکھا جائے گا۔

(مشکوۃ المصابیح: ۱۷۶۸: کتاب الجنائز: باب زیارۃ القبور)

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن) تین قسم کے لوگ میرا چہرہ نہیں دیکھ سکیں گے: ان میں سے ایک والدین کا نافرمان، دوسرا میری سنت کا تارک اور تیسرا جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔

(تفسیر روح البیان: سورہ احزاب (۳۳): زیر آیت نمبر ۵۶)

۸۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: والدین کا ان کے بیٹے پر کیا حق ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے والدین تیرے لئے جنت ہیں یا دوزخ ہیں۔ (ابن ماجہ: ۳۶۶۲: ابواب الادب: باب ۱) یعنی والدین کی اطاعت اور خوشنودی بیٹے کو جنت میں لے جاتی ہے اور والدین کی نافرمانی و دل آزاری بیٹے کے لئے دوزخ کا سبب بن سکتی ہے۔

۹۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً بڑے گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے والدین کو لعنت کرے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! ایک انسان اپنے والدین کو لعنت کیسے کر سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک انسان کسی دوسرے کے باپ کو گالی دے اور دوسرا واپس پہلے شخص کے باپ کو گالی دے۔ اسی طرح ایک انسان کسی دوسرے کی ماں کو گالی دے اور دوسرا واپس پہلے شخص کی ماں کو گالی دے۔ (بخاری: ۵۹۷۳: کتاب الادب: باب ۴) یعنی اگر پہلا شخص گالیوں کی ابتدا نہ کرتا تو دوسرا شخص پہلے کے والدین کو گالیاں نہ دیتا، لہٰذا یہ ایسا ہی ہے جیسے پہلے شخص نے خود ہی اپنے والدین کو گالیاں دی ہیں کیونکہ وہی اس کا سبب بنا ہے۔ اس میں اسلام کی ایک اور عظمت بھی ملاحظہ کریں کہ اسلام کسی کے والدین کو گالیاں دینا بھی اتنا ہی برا سمجھتا ہے جتنا اپنے والدین کو گالیاں دینا۔

۱۰۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا تو

Marfat.com

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا — اس کو جنا، [۱۸] اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، ناحق قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ پھر فرمایا: کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں سے بھی بڑا گناہ بتاؤں؟ اور فرمایا: جھوٹی گواہی دینا۔ (بخاری: ۵۹۷۷: کتاب الادب: باب ۶)

بائیبل میں بھی والدین کا احترام بالکل نمایاں ہے

۱۔ ماں باپ کا احترام کرو اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں خوشگوار اور لمبی زندگی نصیب ہوگی۔ (خروج: ۲۰: ۱۲)

۲۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی توہین کرے اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے اپنے ہی خون اور گوشت کی توہین کی ہے۔ (احبار: ۲۰: ۹)

[۱۸] والدین میں اطاعت و فرمانبرداری کے اعتبار سے والد کا درجہ بلند ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص پر والد راضی ہو اس پر اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے اور جس پر والد ناراض ہو اس پر اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے۔ (ترمذی: ۱۸۹۹: ابواب البر: باب ۳) مگر حسن سلوک کے اعتبار سے ماں کا درجہ بلند ہے، کیونکہ وہ صنف نازک ہونے کے باوجود نو ماہ تک بچے کو اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے، پھر وضع حمل کی تکالیف سے گزرتی ہے اور پھر ایک عرصہ تک اپنا دودھ پلاتی ہے جب کہ باپ کو ان مشکل مراحل سے واسطہ نہیں پڑتا۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ماں کی تین درجے زیادہ فضیلت بیان فرمائی ہے۔ یعنی والد ۲۵ فیصد حسن سلوک کا مستحق ہے اور ماں ۷۵ فیصد حسن سلوک کی مستحق ہے۔

ماں کی فضیلت

☆ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔

اس نے دوبارہ عرض کیا: ماں کے بعد کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔

اس نے تیسری بار عرض کیا: ماں کے بعد کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔

اس نے چوتھی بار عرض کیا: ماں کے بعد کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا باپ۔ (بخاری: ۵۹۷۱: کتاب الادب: باب ۲)

☆ حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: یارسول اللہ! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مکہ فتح کر دیا تو میں بیت اللہ میں جا کر اس کی نچلی چوکھٹ کو بوسہ دوں گا۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی ماں کے قدم کو بوسہ دے دو، تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔

(عمدۃ القاری: کتاب الادب: باب ۲: جز ۲۲: ص ۸۲)

Marfat.com

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

(کنز العمال: ۴۵۴۳۹: جلد ۱۶: ص ۴۶۱)

☆ ایک شخص اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا: کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں یہ تو اس کی ایک بار خندہ پیشانی کا بھی بدل نہیں ہے۔

(مجمع الزوائد: ج ۸: ص ۱۳۷)

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ میرے پاس آئیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مشرکہ تھیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (بخاری: ۲۶۲۰: کتاب الادب: باب ۳)

☆ حکایت ہے کہ ایک آدمی استاذ ابو اسحاق کے پاس آیا اور کہا: میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ آپ کی داڑھی لعل اور موتیوں کے ساتھ مرصع تھی۔ ابو اسحاق نے کہا: تو نے سچ کہا: آج رات میں نے سونے سے پہلے اپنی داڑھی کو ماں کے قدموں کے تلووں کے ساتھ مس کیا تھا اور یہ ماں کے قدموں کی برکت ہے۔ ابو اسحاق اپنے ہاتھ سے والدین کی خدمت کرتا تھا اور ان کی خدمت کسی اور کے سپرد نہیں کرتا تھا کیونکہ آدمی کے لئے اپنے والدین، استاذ اور مہمان کی خدمت کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے لہٰذا بیٹے کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین سے آگے نہ چلے اور نہ ہی کسی مجلس میں والدین سے بلند جگہ پر بیٹھے اور نہ ہی کھانے، پینے اور بات کرنے میں ان سے سبقت کرے۔

(تفسیر روح البیان: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۲۳)

☆ حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مقام جعرانہ میں گوشت تقسیم کر رہے تھے اور میں اس وقت نوجوان تھا اور اونٹ کی ہڈیاں اٹھا رہا تھا۔ اس اثنا میں ایک عورت آئی اور نبی ﷺ کے قریب ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی جس پر وہ بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ آپ کی وہ ماں ہے جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔ (ابوداؤد: ۵۱۴۴: کتاب الادب: باب ۱۱۸)

☆ نبی کریم ﷺ کی رضاعی ماں یعنی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب تشریف لاتیں تو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ ان کے احترام میں کھڑے ہو جاتے، اپنی چادر بچھاتے اور اس پر اپنی رضاعی ماں کو بٹھاتے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد: جلد اول: ص ۴۶۸، مستدرک: امام حاکم: جلد ۴: ص ۱۸۱) ایک رضاعی ماں جس نے صرف اپنا دودھ پلایا، اسلام میں اگر اس کا اتنا عظیم مقام ہے تو جو حقیقی ماں ہے اس کا مقام کتنا عظیم ہوگا؟

☆ چھٹی ہجری میں نبی کریم ﷺ ۱۴۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ جب آپ ﷺ ابواء کے مقام سے گزرنے لگے جہاں آپ ﷺ کی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر ہے تو آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے قبر کے پتھروں کو درست کیا اور اس کے پاس رونے لگے۔ آپ ﷺ کو روتے دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی رونے لگے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے رونے کی

Marfat.com

بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ

کا عرصہ تیس ماہ کا ہے،[۱۹] یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو

وجہ پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی ماں کی شفقت اور محبت یاد آگئی تو میں رونے لگ گیا۔

(کتاب الطبقات الکبیر: ابن سعد: جلد اول: ص ۹۵)

[۱۹] حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ اس آیت میں حمل اور دودھ پلانے کی مجموعی مدت تیس مہینے یعنی اڑھائی سال بیان کی گئی ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۳ اور سورہ لقمان کی آیت نمبر ۱۴ میں دودھ پلانے کی مدت دو سال متعین کر دی گئی ہے، لہٰذا دو سال دودھ پلانے کے علاوہ چھ ماہ ہی باقی رہ جاتے ہیں اور یہی حمل کی کم از کم مدت ہے۔

ماں کا دودھ

ماں کے دودھ پر سب سے زیادہ حق اس کے نومولود بچے کا ہے، اور بچے کو اپنا دودھ پلانے میں سب سے زیادہ حق ماں کا ہے۔ بچے کو اپنا دودھ پلانا ہر ماں کی فطرت اور طبیعت میں داخل ہے اور یہ ایسی فطرت ہے جو جانوروں میں بھی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے جانور بھی بچوں کو اپنا دودھ پلانے میں سکون محسوس کرتے ہیں۔

ماں کے دودھ میں حکمتیں

۱۔ ماں کا دودھ جراثیم سے پاک ہوتا ہے اس لئے وہ کسی بیماری کا سبب نہیں بنتا کیونکہ وہ ماں کی چھاتی سے سیدھا بچے کے پیٹ میں جاتا ہے جبکہ گائے بکری کا دودھ کئی مراحل اور برتنوں سے گزرتا ہے اور کسی بھی مرحلہ پر اس میں جراثیم کا اضافہ ہو سکتا ہے جو بچے کی صحت کے لئے مضر ہو سکتے ہیں۔

۲۔ ماں کا دودھ نہ زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور نہ زیادہ گرم بلکہ بچے کے مزاج کے عین مطابق ہوتا ہے، جبکہ گائے بکری کا دودھ ماں خود گرم کرتی ہے جس میں کمی بیشی سے بچے کو تکلیف پہنچ سکتی ہے۔

۳۔ جو ماں بچے کو اپنا دودھ پلاتی ہے اس کی چھاتی میں کینسر کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں جبکہ اپنا دودھ نہ پلانے والی ماں کی چھاتی میں کینسر کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

۴۔ نومولود بچے کے لئے سب سے بہترین غذا ماں کا دودھ ہے، اس میں وہ سب کچھ ہوتا ہے جس کی ایک نومولود بچے کو ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی بھی مصنوعی دودھ ماں کے دودھ کا متبادل نہیں بن سکتا۔

۵۔ مائیں دودھ کے ذریعے بچوں کو صرف جسمانی غذا ہی فراہم نہیں کرتیں بلکہ قومی روایات اور اخلاق و اطوار بھی منتقل کرتی ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچوں کو اچھی ماؤں کا دودھ پلاؤ۔ (روح البیان: سورہ بقرہ: زیر آیت ۱۰۸) کیونکہ دودھ کے ذریعہ ماں کے اچھے اخلاق بچے میں منتقل ہوتے ہیں جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ماں کا دودھ بھی بچے کے کردار میں تبدیلی پیدا کرتا ہے۔'' (روح البیان: سورہ انعام: زیر آیت نمبر ۱۵۰) آج کل ہمیں شکوہ ہے کہ ہماری نوجوان نسل قومی روایات اور خاندانی اخلاق و اطوار سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ

Marfat.com

ماؤں نے بچوں کو اپنا دودھ پلانا چھوڑ دیا ہے۔ اکبرالٰہ آبادی کا یہ شعر اسی حقیقت کا آئینہ دار ہے:

طفل میں بُو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی　　　دودھ ہے ڈبے کا تعلیم ہے سرکار کی

ماں کے دودھ کی مدت

دوسال کی عمر تک دودھ پینا بچے کا حق ہے جیسا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے۔{اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دوسال دودھ پلائیں۔} (قرآن: ۲: ۲۳۳) دوسال سے پہلے دودھ چھڑانے کو اسلام پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بچے کا وظیفہ پیدائش کے ساتھ ہی شروع کر دیا تھا تاکہ وظیفے کے لالچ میں کوئی ماں دوسال سے پہلے بچے کا دودھ نہ چھڑائے۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

نومولود کا وظیفہ

ایک رات ایک تجارتی قافلہ نے مسجد نبوی کے قریب قیام کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو فرمایا: آؤ آج رات اس قافلہ کا پہرہ دیں تاکہ کوئی ان کا سامان چوری نہ کرے۔ اس دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو آپ اس کی ماں کے پاس آئے اور اسے کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور بچے کو بہلا کر خاموش کرو۔ کچھ دیر بعد بچہ پھر رویا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پھر اس کی ماں سے کہا کہ اپنے بچے کو بہلاؤ۔ رات کے آخری حصہ میں پھر جب بچہ رویا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سختی سے فرمایا: تو بڑی بے رحم ماں ہے، اسے بہلاتی کیوں نہیں؟ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے بندے! تم خواہ مخواہ مجھے تنگ کرتے ہو، دراصل میں اس کا دودھ چھڑاتی ہوں کیونکہ خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ اس وقت تک بچے کا وظیفہ مقرر نہیں کرتا جب تک وہ بچہ ماں کا دودھ پینا چھوڑ نہ دے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہوگئی اور صبح کی جماعت کرانے کے فوراً بعد فرمایا: ہائے عمر! تو نے کتنے بچوں کا خون کیا ہوگا، اسی وقت منادی کرادی۔ خبردار! بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو، آج کے بعد جس دن بچہ پیدا ہوگا اسی دن اس کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے گا۔ (طبقات ابن سعد: جلد ۳: ص ۲۸۰، سیرۃ عمر بن الخطاب: ابن الجوزی: ص ۶۲، الفاروق عمر: محمد حسین ہیکل: حصہ دوم: ص ۱۹۵، مصنف عبدالرزاق: حدیث نمبر ۹۷۱۷: جلد ۵: ص ۳۱۱، الفاروق علامہ شبلی نعمانی: ص ۳۳۰)

تاریخ انسانیت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کا سرکاری وظیفہ جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا مگر آج ہماری بدقسمتی ہے کہ مسلم دنیا کے غریب بچے اس نعمت سے محروم ہیں اور غیر مسلم دنیا میں امیر بچے اس سہولت سے مستفید ہو رہے ہیں۔

عالمی صحت کا ادارہ

عالمی صحت کا ادارہ (The World Health Organization) اقوام متحدہ کی صحت کے لئے خصوصی ایجنسی ہے۔ یہ سات اپریل ۱۹۴۸ء میں قائم ہوئی۔ آئین میں WHO کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ تمام افراد عالم کو ممکن حد تک

Marfat.com

صحت کا اعلیٰ ترین مقام حاصل ہو۔ WHO کے آئین کے مطابق صحت کی تعریف صرف یہی نہیں کہ انسان بیمار اور کمزور نہ ہو بلکہ اس کو مکمل جسمانی، ذہنی اور معاشرتی فلاح و بہبود حاصل ہو۔ WHO عالمی صحت کی اسمبلی WHA کے ماتحت ہے جو کہ ۱۹۲ ارکن ریاستوں پر مشتمل ہے۔

WHO کی شائع کردہ عالمی صحت کی رپورٹ ۲۰۰۲ء کے مطابق

بچے کی نشوونما کے لئے ماں کا دودھ سب سے بہترین غذا مہیا کرتا ہے اور ساتھ ہی متنوع غذائی فوائد بھی فراہم کرتا ہے جو کہ بچے کی گوناگوں ضروریات کے عین مطابق ہے۔ بچے کے اوائل چھ ماہ میں ماں کا دودھ مناسب معدنیات اور قوت بخش غذا کا حامل ہے۔ اس دودھ میں ایسے حفاظتی، ترکیبی اور دیگر مدافعاتی اجزا ہیں جو مختلف بکٹیریا، متعدی اور طفیلی جراثیم سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اس دودھ کے عناصر بچے کے ذاتی مدافعاتی نظام کی مناسب نشوونما میں تحریک پیدا کرتے ہیں۔ ان موجود دلائل کی بناء پر WHO کی عوامی صحت کی ہدایت یہ ہے کہ بچوں کو زندگی کے اوائل چھ ماہ میں بلاشرکتِ غیرے ماں کا دودھ پلایا جائے اور یہ عمل دو سال تک جاری رہے۔ ''بلاشرکتِ غیرے دودھ پلانے'' کا مطلب یہ ہے کہ اوائل چھ ماہ میں بچے کو صرف ماں کا دودھ دیا جائے، کھانے پینے کی اور کوئی چیز نہ دی جائے۔ تقریباً تمام حالات میں بچے کی غذا کے لئے ماں کا دودھ سب سے زیادہ آسان، سب سے زیادہ صحت بخش اور سب سے سستا طریقہ ہے اور بچے کی غذائی ضروریات کے بھی عین مطابق ہے۔

ماں کا دودھ پلانے میں کمی اور خاص کر زندگی کے اوائل مہینوں میں بلاشرکتِ غیرے ماں کا دودھ پلانے کی قلت، یہ ایسے خطرات کا حامل ہے جو بچوں کی ہلاکت اور بیماری کا سبب بنتے ہیں۔ خاص طور پر ترقی پذیر ممالک میں جب بچوں کو اسہال اور سانس کی بیماری لاحق ہوتی ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ ماں کا دودھ بچے کی اعصابی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتا ہے خاص طور پر وہ بچے جو قبل از وقت، کم جسامت یا کم وزن والے پیدا ہوں ان کی اعصابی نشوونما کے لئے ماں کا دودھ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ (WHO 2002 P 56- lack of Breast-feeding)

یہاں ایک نکتہ قابلِ غور ہے کہ WHO نے سالہا سال کی تحقیقات کے بعد ۲۰۰۲ء میں یہ سفارش کی کہ بچے کو دو سال تک ماں کے دودھ کی ضرورت ہے جبکہ قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ اعلان کیا:

۱۔ {مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔} (قرآن: ۲:۲۳۳)

۲۔ {ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی (کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے) اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ تو میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر کر۔ (آخر تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔} (قرآن: ۳۱:۱۴) یہ اسلام کے دینِ فطرت ہونے اور قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

Marfat.com

رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ؕۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ⑮

گیا[۲۰] تو اس نے کہا: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک کام کروں جن سے تو راضی ہو اور میرے لئے میری اولاد میں خیر رکھ دے، بے شک میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور بے شک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔[۲۱]

---

[۲۰] چالیس سال کی عمر انسانی زندگی کا وہ سنہری دور ہے جہاں انسان کی عقل اتنی پختہ ہو جاتی ہے کہ پھر جوش اور جذبات اس پر غالب نہیں آتے بلکہ ہوش اور تجربات اس کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اسے حق اور باطل کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ ہاں اگر وہ جان بوجھ کر اپنی عقل پر ہٹ دھرمی اور جہالت کے پردے لٹکا دے تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

سید محمود آلوسی ایک حدیث نقل کرتے ہیں: جس شخص کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہو جائے اور پھر بھی وہ (گناہوں سے) توبہ نہ کرے تو شیطان اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ایسا چہرہ ہے جو کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔
(تفسیر روح المعانی: سورہ احقاف (۴۶): زیر آیت نمبر ۱۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس کے چالیس سال گزر جائیں پھر بھی اس کی نیکی اس کی برائی پر غالب نہ ہو تو ایسے شخص کو دوزخ کی تیاری کرنی چاہیے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ احقاف (۴۶): زیر آیت نمبر ۱۵)

نبوت کے لئے عمومی عمر چالیس سال ہے

مفسرین کے نزدیک نبی کو چالیس سال کی عمر کے بعد مبعوث کیا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض انبیائے کرام یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر سے پہلے نبوت عطا کی گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے لیکن اس کی سنت یہ ہے کہ نبوت چالیس سال کی عمر پوری ہونے کے بعد عطا کی جاتی ہے، جیسا کہ علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین کی طرف گئے تو ان کی عمر بارہ سال تھی، پھر دس سال وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چراتے رہے، پھر حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے ساتھ شادی ہو جانے کے بعد مزید ۱۸ سال اپنی بیوی کے ساتھ مدین میں رہے اور ان کا ایک بیٹا ہوا۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر مکمل چالیس سال ہو گئی اور یہ وہ مدت ہے جس کے پورے ہونے پر انبیاء کو مبعوث کرنے کی اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ ہے۔

(بحر محیط: سورہ طٰہٰ (۲۰): زیر آیت نمبر ۴۰)

[۲۱] بندہ مومن جب چالیس سال کی اس پختہ عمر کو پہنچتا ہے تو پہلے اگر وہ غفلت کا شکار رہا ہے تو اب اس عمر میں اس کا ضمیر بیدار ہو

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال کو ہم قبول کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے درگزر کرتے ہیں، (یہ لوگ) اہل جنت میں سے ہیں، یہ سچا وعدہ ہے جو ان (اہل ایمان) سے کیا جاتا ہے۔[۲۲]

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۚ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور جس نے اپنے والدین سے کہا: تم پر افسوس ہے! کیا تم مجھے ڈراتے ہو کہ میں (قبر سے) نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں (ان میں سے تو کوئی اب تک زندہ نہ ہوا) اور وہ دونوں (یعنی ماں باپ) اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں (اور اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں:) تو ہلاک ہو جائے گا ایمان لے آ، بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، تو وہ کہتا ہے: یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔[۲۳]

جاتا ہے اور اپنی غفلتوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور دعا کرتا ہے: اے میرے رب! مجھے شکر اور نیک کام کی توفیق عطا فرما اور مجھے اور میری اولاد کو اپنی فرمانبرداری میں قبول فرما۔

اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے اس کا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چار نسلیں صحابی ہیں۔ یعنی والدین، خود، اولاد اور پوتا بھی۔ صحابہ کرام علیہم السلام میں اور کوئی ایسا نہیں جس کی چار نسلیں صحابی ہوں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے بھی صحابی نہیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں کوئی ایسا شخص نہیں جو خود بھی ایمان لایا ہو، اس کے ماں باپ بھی ایمان لائے ہوں اور اس کے تمام بیٹے اور بیٹیاں بھی ایمان لائی ہوں۔
(تفسیر قرطبی: سورہ احقاف (۴٦): زیر آیت نمبر ۱۵)

[۲۲] جو لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنی اولاد کے لئے بھی بھلائی کی توفیق مانگتے ہیں، یہ وہ خوش نصیب ہیں جن کے نیک اعمال کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور ان کی نیکیوں کے باعث ان کی لغزشوں سے درگزر فرماتا ہے اور اپنے وعدہ کے مطابق انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

[۲۳] اس آیت میں ایسے کافر کا ذکر ہے جس کے والدین مسلمان ہیں اور وہ اس کو آخرت کے عذاب سے ڈراتے ہیں، مگر وہ کافر

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں (اللہ تعالیٰ کے عذاب کا) فرمان ثابت ہو چکا ہے، (یہ) جنات اور انسانوں کے ان گروہوں میں سے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، بے شک وہ لوگ نقصان اٹھانے والے تھے۔ [۲۴]

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کے مطابق درجات ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ [۲۵]

بیٹا والدین سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے: تم کیسی عجیب باتیں کرتے ہو۔ تم مجھے آخرت سے ڈراتے ہو حالانکہ بہت سی امتیں گزر چکی ہیں، ان میں سے کوئی بھی دوبارہ زندہ نہیں ہوا تو پھر میں کیسے دوبارہ زندہ ہوں گا؟ اگرچہ مسلمانوں کا یہ دعویٰ کبھی نہیں رہا کہ قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ چونکہ ابھی تک قیامت نہیں آئی اس لئے اس سے پہلے دوبارہ کسی کو زندہ نہیں کیا جائے گا، لیکن اس کافر بیٹے کے والدین پھر بھی اس کی ہدایت کے لئے دعا کرتے ہیں اور اسے سمجھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، قیامت ضرور آئے گی، لہٰذا تو ایمان لے آ، ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا اور تجھے رسوا کن عذاب سے واسطہ پڑے گا، مگر وہ کافر بیٹا پھر بھی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہتا ہے اور والدین کو کہتا ہے: یہ پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں کہ قیامت آئے گی۔

[۲۴] جنات اور انسانوں کے بہت سے گروہ گزر چکے ہیں جو انکار قیامت کے باعث عذاب جہنم کے مستحق قرار پا چکے ہیں، اور جو بھی ان کی پیروی کریں گے، ظاہر ہے وہ بھی ان کے ساتھ مل کر نقصان اٹھائیں گے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیات حضرت ابوبکر ﷛ کے بیٹے عبدالرحمان یا عبداللہ کے حق میں نازل ہوئیں کیونکہ وہ ابتداء میں اسلام نہیں لائے تھے، مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ان آیات میں جس سرکش بیٹے کا ذکر ہے اس کی موت کفر پر ہوئی اور وہ عذاب جہنم کا مستحق ٹھہرے گا جبکہ حضرت ابوبکر ﷛ کے دونوں بیٹوں نے بعد میں اسلام قبول کیا اور بقیہ زندگی اسلام کے مطابق گزاری۔

[۲۵] جنت اور دوزخ میں مختلف درجات ہیں۔ ہر ایک کا درجہ اس کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ کسی مجرم کو اس کے جرم سے زیادہ سزا نہیں دی جائے گی اور نہ ہی کسی نیکوکار کے اجر میں کمی کی جائے گی بلکہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔

Marfat.com

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝۲۰ ع

۲۰۔ اور جس دن کفار آتش جہنم کے سامنے پیش کئے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا:) تم اپنی مرغوب چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں لے چکے ہو اور تم ان سے لطف اندوز ہو چکے ہو، پس آج کے دن تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانی کرتے تھے۔[۲٦]

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۲۱

۲۱۔ اور آپ قوم عاد کے بھائی (ہود علیہ السلام) کا ذکر کریں، جب انہوں نے احقاف میں اپنی قوم کو ڈرایا اور ان سے پہلے اور ان کے بعد کئی ڈرانے والے گزر چکے تھے کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔[۲۷]

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۲۲

۲۲۔ انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دیں؟ پس جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں اسے لے آؤ، اگر آپ سچوں میں سے ہیں۔[۲۸]

---

[۲٦] کفار کو جہنم کے کنارے کھڑا کر کے کہا جائے گا: تم نے دنیا میں جو سخاوت، خدمت خلق، اور عدل و انصاف وغیرہ اچھے کام کئے تھے ان کا بدلہ تمہیں دنیا میں دے دیا گیا تھا تم اپنی مرغوب چیزوں اور دنیوی نعمتوں سے خوب لطف اندوز ہو چکے ہو، مگر آج تمہیں جہنم کی آگ اور ذلت کے عذاب میں پھینکا جائے گا کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور زمین میں ناحق تکبر کرتے رہے۔

[۲۷] ریت کے بل کھاتے ہوئے ٹیلوں کو احقاف کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں احقاف سے مراد وہ ریگستان ہے جو عمان سے حضرموت تک پھیلا ہوا ہے۔ کبھی یہاں سرسبز و شاداب کھیت اور قوم عاد کی عظیم الشان بستیاں ہوتی تھیں۔ ان کے پاس کئی نبی آئے جنہوں نے انہیں فرمایا: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور حضرت ہود علیہ السلام نے بھی ان کو یہی فرمایا: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، ورنہ مجھے تم پر بڑے دن یعنی قیامت کے عذاب کا خطرہ ہے۔

[۲۸] قوم عاد کے لوگ بڑے سرکش تھے۔ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو کہا: ہم آپ کی دعوت پر اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں اگر آپ سچے ہیں تو اس کو ابھی کیوں نہیں لے آتے۔

Marfat.com

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا: اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اور میں تمہیں وہی پیغام پہنچا رہا ہوں جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں لیکن میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم جاہل لوگ ہو۔[۲۹]

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ۙ

۲۴۔ پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ بادل ہے جو ہم پر برسنے والا ہے، بلکہ یہ تو وہ عذاب ہے جس کے لئے تم جلدی مچا رہے تھے، یہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔[۳۰]

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ یہ آندھی اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ و برباد کر دے گی، پس وہ ایسے (تباہ) ہو گئے کہ ان کے (ویران) گھروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا، ہم مجرم لوگوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔[۳۱]

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْــِٕدَةً ۡ فَمَآ

۲٦۔ اور بے شک ہم نے ان (یعنی قوم عاد کے) لوگوں کو ان چیزوں پر قدرت دی تھی جن پر (اے اہل مکہ!) تم

[۲۹] یعنی وہ عذاب کب آئے گا؟ اسی دنیا میں یا آخرت کے لئے مؤخر کر دیا جائے گا؟ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، البتہ مجھے جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے وہ میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ اگر تم سرکشی سے باز نہ آئے تو تم پر عذاب ضرور آئے گا، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم جاہل لوگ ہو اور حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے۔

[۳۰] جب ان کے عذاب کا وقت مقرر آ گیا تو انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ بادل ان کی وادیوں کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ ان کے ہاں ایک عرصہ سے بارش نہیں ہوئی تھی اور سارا علاقہ قحط سالی کا شکار تھا۔ وہ بادل کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور ایک دوسرے کو مبارکیں دینے لگے کہ بادل آ رہا ہے جو ہم پر برسے گا اور ہماری قحط سالی دور ہو جائے گی۔ اس وقت حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: یہ بارش کا بادل نہیں بلکہ دردناک عذاب کی آندھی ہے جس کے لئے تم جلدی مچا رہے تھے۔ (صفوۃ التفاسیر)

[۳۱] چنانچہ وہ آندھی آئی اور مسلسل آٹھ روز تک چلتی رہی جس کی وجہ سے سارے انسان اور جانور ہلاک ہو گئے، مکانوں کی چھتیں اڑ گئیں۔ صرف ٹوٹی ہوئی دیواریں نشان عبرت کے طور پر باقی رہ گئیں۔ اللہ تعالیٰ مجرموں کو اسی طرح سخت سزا دیتا ہے۔

Marfat.com

أَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ أَبْصَارُهُمْ وَ لَآ
أَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ إِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع

کو قدرت نہیں دی اور ہم نے انہیں کان، آنکھیں اور دل دیئے تھے مگر ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے دل انہیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور بالآخر اس عذاب نے انہیں گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ [۳۲]

وَ لَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَ
صَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور بے شک ہم نے تمہارے ارد گرد کئی بستیوں کو تباہ و برباد کر ڈالا اور ہم نے مختلف انداز میں اپنی نشانیاں ظاہر کیں تاکہ وہ (حق کی طرف) رجوع کریں۔ [۳۳]

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۖ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَ
ذٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کو معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کی مدد کیوں نہیں کی؟ بلکہ وہ تو ان سے غائب ہو گئے، اور یہ ان کا جھوٹ اور بہتان تھا جو وہ باندھتے تھے۔ [۳۴]

---

[۳۲] اس آیت میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قوم عاد کی طاقت اور شان و شوکت تم سے زیادہ تھی لیکن جب انہوں نے حق کو سننے، حق کو دیکھنے اور حق کو سمجھنے سے اعراض کیا اور بغیر سوچے سمجھے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کر دیا بلکہ عذاب الٰہی کا مذاق اڑانے لگے تو پھر ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے دل انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے، اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑاتے تھے اسی نے انہیں تباہ و برباد کر دیا، لہٰذا تم ان سے عبرت حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار نہ کرو ورنہ تم پر بھی عذاب آ سکتا ہے۔

[۳۳] اے اہل مکہ! تمہارے ارد گرد عاد و ثمود وغیرہ کی کئی بستیوں کو ہم نے تباہ کیا ہے۔ تم اپنے تجارتی سفروں میں ان کے کھنڈرات کو دیکھ چکے ہو۔ ہم نے ان کے پاس بھی انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے۔ انہوں نے انہیں معجزات دکھائے تاکہ وہ حق کی طرف رجوع کریں مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی اور سرکشی سے باز نہ آئے جس کے نتیجہ میں انہیں ہلاک کر دیا گیا، لہٰذا تم ان سے عبرت حاصل کرو۔

[۳۴] قوم عاد و ثمود پر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی؟ بلکہ اس مصیبت کے وقت وہ اپنے پجاریوں سے غائب ہو گئے۔ دراصل کفار کا یہ عقیدہ ہی سراسر جھوٹ اور بہتان ہے کہ بتوں کی پرستش کرنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اور جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن (کی تلاوت) سنیں، پس جب وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو انہوں نے (آپس میں) کہا: خاموش رہو، پھر جب (قرآن کی تلاوت) ختم ہو گئی تو وہ اپنی قوم کو (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈرانے کے لئے واپس لوٹے۔[۳۵]

قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے اور پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو حق اور سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اے ہماری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرلو اور اس پر ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا۔

وَ مَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول نہیں کرے گا تو وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والا نہیں ہے، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے کوئی مددگار ہوں گے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

---

[۳۵] جنات کے مختلف گروہ مختلف مواقع پر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور قرآن مجید کا پیغام سن کر مسلمان ہوئے۔ ان آیات میں اس سلسلہ کا یہ پہلا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ اس وقت آپ ﷺ مکہ کے قریب وادی نخلہ میں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جنات جب وہاں پہنچے تو آپ ﷺ تلاوت فرما رہے تھے۔ جنات خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اور جب نبی کریم ﷺ نے تلاوت ختم فرمائی تو وہ جنات (جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے) اپنی قوم کی طرف واپس لوٹے اور کہا: اے ہماری قوم! ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک ایسی کتاب کی تلاوت سنی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو حق اور سیدھا راستہ دکھاتی ہے، لہٰذا تم اس رسول کی دعوت کو قبول کرو اور اس پر ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے

Marfat.com

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور ان کو پیدا کرنے سے وہ تھکا نہیں، وہ ضرور اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کردے، کیوں نہیں، بلکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔[۳۶]

وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور جس دن کفار کو آتش جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا): کیا یہ برحق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم! (یہ برحق ہے)، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب تم اس عذاب کا مزہ چکھو جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔[۳۷]

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَ لَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

۳۵۔ ہمارے پیارے نبی! پس آپ صبر کریں جس طرح عالی ہمت رسولوں نے صبر کیا تھا اور ان (کفار) کے لئے (طلب عذاب میں) جلدی نہ کریں، جس دن وہ اس (عذاب آخرت) کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو (وہ خیال کریں گے) گویا وہ (دنیا میں) صرف دن کی ایک گھڑی رہے تھے، یہ پیغام حق ہے، پس نافرمان لوگوں کے علاوہ کسی کو

گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے گا، اور جو اس رسول کی دعوت قبول نہیں کرے گا وہ کھلی گمراہی میں ہوگا، وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہیں سکے گا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی کوئی مدد کر سکے گا۔

[۳۶] کیا کفار مکہ غور نہیں کرتے کہ جس اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان جیسی بڑی بڑی چیزیں بنائیں اور ان کے بنانے میں اس کو کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی تو اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ ایک چھوٹے سے انسان کو دوبارہ زندہ کردے حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[۳۷] کفار اسی دنیا کو سب کچھ سمجھتے تھے اسی لئے آخرت کے منکر تھے مگر قیامت کے دن جب انہیں آتش جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا یہ وہی جہنم نہیں جس کا تم انکار کیا کرتے تھے؟ تو وہ قسم کھا کر اعتراف کریں گے کہ واقعی قیامت برحق ہے اور ہم غلطی پر تھے، مگر اس وقت کا اعتراف کسی کافر کو عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔

Marfat.com

ہلاک نہیں کیا جائے گا۔[٣٨]

[٣٨] ہمارے پیارے نبی! آپ اہل مکہ کی ایذا رسانی سے کبیدہ خاطر نہ ہوں اور اولوالعزم رسولوں کی طرح صبر کریں اور ان (کفار) کے لئے طلب عذاب میں جلدی نہ کریں۔ قیامت کے دن جب یہ لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو انہیں دنیا کی زندگی اتنی مختصر معلوم ہو گی جیسے دنیا کے دن کی ایک گھڑی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ صرف نافرمان لوگوں پر عذاب مسلط کیا جائے گا۔ جو فرمانبردار ہیں ان کو عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا۔

اولوالعزم رسول کون ہیں؟

دراصل سب رسول اولوالعزم ہیں۔ پیغام الٰہی کی تبلیغ میں ہر رسول نے پورے عزم اور ہمت کا مظاہرہ کیا ہے، مگر قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق چونکہ بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت حاصل ہے، اس لئے جو رسول صفت عزم میں دوسروں سے زیادہ امتیاز رکھتے ہیں ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ اولوالعزم مشہور ہو گیا ہے اور وہ پانچ ہیں: یعنی حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از عصر بروز پیر ٧ جون ٢٠١٠ء بمطابق ٢٥ جمادی الاخریٰ ١٤٣١ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ٢٩ مئی تا ٧ جون یعنی صرف نو دنوں میں سورہ احقاف کی تفسیر مکمل ہو گئی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ محمد (۴۷)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام "محمد" ہے جو اس کی آیت نمبر ۲ سے ماخوذ ہے۔ اس سورت کا دوسرا نام قتال ہے کیونکہ اس سورت میں قتال (جنگ) کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔

مضامین

قرآن مجید میں چار مقامات پر ہمارے پیارے نبی ﷺ کا اسم مبارک محمد ذکر کیا گیا ہے۔ ایک تو اس سورت کی آیت نمبر ۲ میں اور باقی تین مقامات درج ذیل ہیں: سورہ آل عمران (۳) کی آیت نمبر ۱۴۴، سورہ احزاب (۳۳) کی آیت نمبر ۴۰، اور سورہ فتح (۴۸) کی آیت نمبر ۲۹ میں۔

قتال

مدینہ میں پورے نو سال سے کفار سے جنگوں کا سلسلہ جاری تھا، اس حوالے سے اسلامی فوج کو حکم دیا جا رہا ہے کہ جب جنگجو کفار لڑنے کے لئے مقابلہ میں آ جائیں تو بزدلی نہ دکھاؤ بلکہ سردھڑ کی بازی لگا دو جو مقابلے میں آئے اس کا سر اڑا دو تا کہ آئندہ کسی دشمن کو مقابلہ کی جرأت نہ ہو سکے۔

یہ صرف میدان جنگ کی بات ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حالت امن وصلح میں بھی اگر کوئی راستہ یا گلی میں ملے تو اسے قتل کر دو ہرگز نہیں۔ ملاقات گلی میں ہو تو اس کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے، ملاقات میدان جنگ میں ہو تو اس کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے، لہٰذا میدان جنگ میں پوری جرأت سے مقابلہ کرو اور جب جنگ ختم ہو جائے تو مال غنیمت جمع کرنے سے پہلے جنگی قیدیوں کو اچھی طرح رسیوں سے باندھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بھاگ جائیں اور پھر تمہارے لئے کوئی نئی مصیبت کھڑی کر دیں۔

جنت و دوزخ

جس طرح اہل ایمان اور اہل کفر کے عقائد اور اعمال مختلف ہیں اسی طرح ان دونوں کا انجام بھی مختلف ہوگا۔ پرہیزگار ایسی جنت میں ہوں گے جس میں صاف پانی، دودھ، شراب، شہد کی نہریں اور ہر قسم کے پھل ہوں گے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی بخشش اور رضا حاصل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان سے ناراض نہیں ہوگا۔ ان کے برعکس اللہ تعالیٰ کے منکروں کو دائمی آگ میں پھینک دیا جائے گا جہاں انہیں ایسا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی۔

منافقین کی پہچان

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ منافقین کو پہچان لیتے تھے مگر ان کا نفاق اس وقت تک ظاہر نہیں فرمایا جب تک

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے اظہار کی اجازت نہیں دی اور ان کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع نہیں فرمایا اور ان کی قبروں پر کھڑے ہونے سے منع نہیں فرمایا۔ (تفسیر کبیر: سورہ محمد (۴۷): زیر آیت نمبر ۳۰) اور جب آپ کو منافقین کا نام ظاہر کرنے کی اجازت مل گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نام لے کر انہیں مسجد سے نکال دیا۔

جنگ میں صلح کی دعوت دینا

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور اگر کفار صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں} (قرآن: ۸:۶۱) یعنی اگر کفار صلح کی دعوت دیں تو تم ان کی دعوت قبول کر لو اور صلح کر کے جنگ بند کر دو، لیکن اس سورت کی آیت نمبر ۳۵ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صلح کی دعوت دینے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمانوں کو صلح کی ابتدا نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو منافقوں کی طرح بزدلی اور کمزوری دکھاتے ہوئے صلح کی دعوت نہیں دینی چاہیے اور ایسی صورت میں بھی صلح کی دعوت نہیں دینی چاہیے جس کے نتائج مسلمانوں کے حق میں نقصان دہ ہوں۔ ہاں اگر ایسی صورت ہو جس میں مسلمانوں کے وقار اور دبدبہ میں فرق نہ آتا ہو تو ایسی حالت میں صلح کی دعوت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از مغرب بروز پیر ۷ جون ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

(ایاتہا ۳۸) (۴۷ سورۃ محمد مدنیۃ ۹۵) (رکوعاتہا ۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ①

۱۔ جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو برباد کر دیا۔[۱]

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ②

۲۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور اس پر ایمان لائے جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی برائیاں ان سے دور کر دیں اور ان کے حال کی اصلاح کر دی۔[۲]

[۱] جو لوگ خود بھی کافر ہیں اور دوسروں کو بھی اسلام سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے اچھے کام بھی مثلاً صدقہ وخیرات، عدل وانصاف اور خدمت خلق وغیرہ آخرت میں ان کے کچھ کام نہیں آئیں گے کیونکہ ایمان کے بغیر اعمال پر اجر وثواب نہیں ملتا، البتہ دنیا میں ان کے اچھے کاموں کے بدلے میں انہیں دنیاوی آسائشیں اور راحتیں دیدی جاتی ہیں۔

[۲] ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر جو دین نازل کیا گیا ہے وہی دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک برحق دین ہے۔ جو لوگ اس دین پر ایمان لاتے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں، ان کے ایمان لانے کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ کفر کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور نیک اعمال کی برکت سے ان کی زمانہ اسلام کی لغزشوں سے درگزر فرماتا ہے اور آئندہ انہیں نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔} (قرآن: ۱۱: ۱۱۴) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نیکیوں کی برکت سے گناہ معاف فرماتا ہے اسی طرح نیکوں کی شفاعت سے گناہگاروں کو بھی معاف فرمائے گا۔

نیکیوں کی برکت

☆ حضرت ابوہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ذرا بتلاؤ تو اگر تم سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہو تو تمہارا کیا خیال ہے! یہ غسل اس کے جسم پر میل کو باقی رہنے دے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ غسل اس کے جسم پر کوئی میل نہیں چھوڑے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی بھی یہی مثال ہے، اللہ تعالیٰ نماز کے ذریعہ اپنے بندے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (بخاری: ۵۲۸: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب ۶)

Marfat.com

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں جب درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے باہر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی ایک شاخ کو پکڑا (اور اس کو حرکت دی تو) اس شاخ سے پتے جھڑنے لگے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! بندہ رضائے خداوندی کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسے اس درخت سے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۱۷۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: پانچ نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک ان گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں جو ان کے درمیان صادر ہوں جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ (مسلم: ۵۵۲: کتاب الطہارۃ: باب ۵)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج کرے اور حج کے دوران نہ کوئی فحش کلامی کرے اور نہ ہی نافرمانی کا مرتکب ہو، وہ حج سے لوٹنے پر گناہوں سے یوں پاک ہوگا جیسے وہ اپنی ولادت کے دن گناہوں سے پاک تھا۔ (بخاری: ۱۵۲۱: کتاب الحج: باب ۴)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن روزہ اور قرآن بندہ کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا: اے میرے رب! دن کے وقت اس کو کھانے اور شہوت پوری کرنے سے میں نے روک دیا تھا اس کے لئے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کہے گا: اس کو رات کی نیند سے میں نے روک دیا تھا اس کے لئے میری شفاعت قبول فرما، پس ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۱۷۴)

نیکوکاروں کی برکت

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے امام مسلم نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ پھر دوزخ کے اوپر ایک پل رکھا جائے گا اور شفاعت کی اجازت مل جائے گی اور انبیائے کرام علیہم السلام کہیں گے: اے اللہ! سلامت رکھ، سلامت رکھ! ۔۔۔ بعض اہل ایمان اس پل سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح، بعض ہوا کی طرح، بعض پرندوں کی طرح بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح، یہ سب سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور بعض جہنم میں گر جائیں گے، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے وہ اپنے ان اہل ایمان بھائیوں کو جہنم سے چھڑانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اس شخص سے بھی زیادہ جھگڑا کریں گے جو اپنا حق مانگنے کے لئے کسی سے جھگڑا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے: اے ہمارے رب! یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے، ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ حج کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا: جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو اور ان پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائے گی، پھر جنت والے کثیر تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے جن میں سے بعض کی نصف پنڈلیوں کو اور بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا تھا۔۔۔ (مسلم: حدیث نمبر ۴۵۴: کتاب الایمان: باب ۸۱) اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی سنگت اور دوستی قیامت کے دن جہنم سے نجات کا ذریعہ ہوگی۔

Marfat.com

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مؤمن کے لئے چالیس اہل ایمان شفاعت کریں اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔ (ابن ماجۃ: ۱۴۸۹: ابواب الجنائز: باب۱۹)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: میری امت ایک امت ہے جو خدا کی رحمت کے سائے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت سے توجہ فرماتا ہے۔ میرے امتی گناہوں سے آلودہ قبروں میں داخل ہوتے ہیں اور جب قبروں سے نکلتے ہیں تو ان کا دامن گناہوں سے خالی ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی ان کے لئے کی جانے والی دعاہائے مغفرت سے ان کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

(المعجم الأوسط للطبرانی: حدیث نمبر ۱۹۰۰: جلد ۲: ص ۵۲۳، مجمع الزوائد: جلد ۱۰: ص۶۹)

☆ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے، سب سے پہلے انبیاء پھر علماء اور پھر شہداء۔ (ابن ماجۃ: ۴۳۱۳: ابواب الزھد: باب ۳۷)

☆ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کے افراد کے برابر لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ (ترمذی: ۲۴۳۹: ابواب صفۃ الجنۃ: باب ۱۲)

قرآن مجید میں اسم محمد

قرآن مجید میں چار مقامات پر ہمارے پیارے نبی ﷺ کا اسم مبارک محمد ذکر کیا گیا ہے: سورہ آل عمران (۳) کی آیت نمبر ۱۴۴، سورہ احزاب (۳۳) کی آیت نمبر ۴۰، سورہ محمد (۴۷) کی آیت نمبر ۲ اور سورہ فتح (۴۸) کی آیت نمبر ۲۹ میں۔

اسم محمد کی تشریح

ہمارے پیارے نبی ﷺ کے ذاتی نام محمد اور احمد ہیں۔ باقی سارے اسمائے گرامی صفاتی ہیں۔ اہل زبان لکھتے ہیں کہ جو ہستی صفاتِ خیر کی جامع یعنی مجموعہ خوبی ہو اور جس کی بار بار تعریف کی جائے اسے محمد کہتے ہیں۔ زمانہ جس قدر ترقی کرتا جا رہا ہے حضور اکرم ﷺ کے کمالات روشن سے روشن تر ہوتے جا رہے ہیں اور اسی لئے آپ کی تعریف کا سلسلہ بھی بڑھتا چلا جا رہا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: { ہر آنے والی گھڑی آپ ﷺ کے لئے پہلی گھڑی سے بہتر ہے } (قرآن: ۹۳: ۴) یعنی ہر لحہ آپ ﷺ کی عظمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔

یا محمد کہنا

امام مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس کے آخر میں ہے: (جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو) مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے، بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے اور بلند آواز سے پکار رہے تھے: یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ! (مسلم: ۷۵۲۲: کتاب الزھد: باب ۱۹)

Marfat.com

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③

۳۔ یہ اس لئے کہ جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے باطل کی پیروی کی اور جو لوگ ایمان لائے انہوں نے اپنے رب کی طرف سے حق کی پیروی کی، اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے ان کے احوال بیان فرماتا ہے۔[۳]

فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚۛ ذٰلِكَ ۛؕ وَلَوْ یَشَآءُ

۴۔ پھر جب (میدان جنگ میں) تمہاری کافروں سے ملاقات ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو، یہاں تک کہ جب تم انہیں خوب قتل کر چکو تو (زندہ گرفتار ہونے والوں کو) رسی کے ساتھ مضبوطی سے باندھ لو، پھر اس کے بعد یا تو احسان کر کے انہیں (بلا معاوضہ) رہا کر دو یا ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دو، یہاں تک کہ جنگ (کرنے والی قوم) اپنے ہتھیار ڈال دے، یہی حکم ہے،[۴] اور اگر

مدینہ منورہ آمد پر اہل مدینہ نے جو اشعار پڑھے اور نعرے لگائے اس کے لئے سورہ لقمان (۳۱) کی آیت نمبر ۶ کا حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ کریں۔

حافظ ابن کثیر نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال میں لکھا ہے: وکان شعارھم یومئذ یا محمداہ۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمداہ کہنا تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ: جلد ۳: ج ۶: ص ۳۲۴)

حضرت عبد الرحمان بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سُن ہو گیا۔ ایک شخص نے انہیں کہا: اس کو یاد کرو جو تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا محمد۔ (الأدب المفرد: امام بخاری: ص ۲۸۵)

[۳] کفار کے اعمال اس لئے بے کار گئے کہ انہوں نے باطل کی پیروی کی اور اہل ایمان کے اعمال اس لئے کارگر ہوئے کہ انہوں نے حق کی پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کی مثالیں اس لئے بیان کی ہیں تاکہ لوگ باطل کے انجام سے خوفزدہ ہوں اور حق کا راستہ اختیار کریں، لیکن پھر بھی اکثر لوگ اس حقیقت میں غور و فکر نہیں کرتے۔

[۴] مدینہ میں پورے نو سال کفار سے جنگوں کا سلسلہ جاری ہے، اس حوالے سے اسلامی فوج کو حکم دیا جا رہا ہے کہ جب جنگجو کفار لڑنے کے لئے مقابلہ میں آ جائیں تو بزدلی نہ دکھاؤ بلکہ سر دھڑ کی بازی لگا دو، جو مقابلے میں آئے اس کا سر اڑا دو تاکہ آئندہ کسی دشمن کو مقابلہ کی جرأت نہ ہو سکے۔

یہ صرف میدان جنگ کی بات ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حالت امن و صلح میں بھی اگر کوئی راستہ یا گلی میں ملے تو اسے

Marfat.com

اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝

اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود ہی ان سے انتقام لے لیتا مگر وہ تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمانا چاہتا ہے، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ [۵]

قتل کر دو ہرگز نہیں۔ ملاقات گلی میں ہو تو اس کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے، ملاقات میدان جنگ میں ہو تو اس کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے، لہٰذا میدان جنگ میں پوری جرأت سے مقابلہ کرو اور جب جنگ ختم ہو جائے تو مال غنیمت جمع کرنے سے پہلے جنگی قیدیوں کو اچھی طرح رسیوں سے باندھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بھاگ جائیں اور پھر تمہارے لئے کوئی نئی مصیبت کھڑی کر دیں۔ میدان جنگ کے لئے یہ وہ احکام ہیں جن کی پابندی لازم ہے۔

اگر سب کفار کی گردنیں اڑانا ضروری ہوتا تو بذریعہ احسان یا فدیہ لے کر آزاد کرنے کا حکم نہ ہوتا اور قیدیوں کی بھی گردنیں اڑا دی جاتیں حالانکہ اسلام میں قیدیوں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ نے اپنے ذلیل ترین دشمنوں کو کفر کے باوجود معاف کر دیا۔ اگر کافروں کو ہر صورت قتل کرنا ہی مقصود ہوتا تو اس دن کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑا جاتا، سب کو قتل کر دیا جاتا۔ نیز آپ ﷺ کی زندگی کے آخری سالوں میں کفار کے مختلف وفود آتے تھے، اگر انہیں قتل ہی کرنا ضروری ہوتا تو کوئی وفد زندہ واپس نہ جاتا، پھر آپ ﷺ کی وفات کے وقت بھی عرب میں یہود و نصاریٰ موجود تھے۔

جنگ کی حالت میں دشمنوں کو قتل کرنا اور زندہ قابو میں آ جانے والوں کو قیدی بنانا ایک ایسی روایت ہے جو قدیم زمانہ سے اب تک رواج پذیر ہے۔ اس سلسلہ میں بائبل کا ایک حوالہ ملاحظہ کریں:

جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باج گزار بن کر تیری خدمت کریں اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو اس کا محاصرہ کرنا اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا۔ ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے بہت دور ہیں، اور وہ شہر جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے اس کی ہر زندہ چیز کو تباہ و برباد کر دینا، بلکہ تو ان کو یعنی حتی، اموری، کنعانی، فرزی، حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا تاکہ وہ تم کو اپنے سے مکروہ کام کرنے نہ سکھائیں جو انہوں نے اپنے دیوتاؤں کے لئے کئے ہیں اور یوں تم خداوند اپنے خدا کے خلاف گناہ کرنے لگو۔ (بائبل: استثناء: ۲۰: ۱۰۔ ۱۸)

جہاد اور دہشت گردی کے متعلق مزید تفصیل کے لئے سورہ توبہ (۹) کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

[۵] اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کفار کو کسی عذاب میں مبتلا کر کے انتقام لے سکتا تھا مگر وہ آزمانا چاہتا ہے کہ تم میں سے کون میدان جنگ

Marfat.com

سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۞

٥۔ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو ہدایت دے گا اور ان کے حال کی اصلاح کردے گا۔[٦]

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۞

٦۔ اور ان کو جنت میں داخل فرمائے گا جس کی اس نے انہیں پہچان کرادی ہے۔[٧]

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۞

٧۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔[٨]

میں دادِ شجاعت دیتا ہے اور کون جہاد سے جی چراتا ہے؟ بہر حال جو خوش نصیب اس کی راہ میں شہید ہوں گے ان کی قربانی ضائع نہیں ہوگی بلکہ وہ اجرِ عظیم کے مستحق قرار پائیں گے۔

[٦] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شہید کو جنت کا راستہ دکھائے گا اور اس کے حال کو اتنا پاک اور صاف کردے گا کہ وہ اپنے رشتہ داروں کی شفاعت بھی کرسکے گا، جیسا کہ حضرت ابو درداء ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہید اپنے خاندان کے ستر (٧٠) افراد کے بارے میں شفاعت کرے گا۔ (ابو داؤد: ٢٥٢٢: کتاب الجہاد: باب ٢٦)

[٧] شہید اور دیگر اہل ایمان جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کو اپنے محلات تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی، بلکہ وہ پہلے سے ان کو پہچانتے ہوں گے، کیونکہ قبر میں انہیں روزانہ دوبار ان کے محلات دکھائے جاتے تھے اور جنتی اپنے محلات سے اس قدر مانوس ہو چکے تھے کہ جب ان کے محل کے درجہ میں اضافہ کیا گیا تو انہیں قبر سے ہی اس کا پتہ چل گیا تھا، جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے:

☆ حضرت ابو سعید خدری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ جب اہل ایمان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! جنتی جنت میں اپنے گھر کو دنیا میں اپنے گھر کی بہ نسبت زیادہ پہچاننے والا ہوگا۔ (بخاری: ٦٥٣٥: کتاب الرقاق: باب ٤٨)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو صبح و شام اس پر اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے، اگر اہل جنت میں سے ہو تو اہل جنت میں سے (اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے) اور اگر وہ اہل دوزخ میں سے ہو تو اس سے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ تجھے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے گا۔
(بخاری: ١٣٧٩: کتاب الجنائز: باب ٨٩)

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی کا جنت میں درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ آدمی عرض کرتا ہے: مجھ پر یہ کرم کیسے ہوا؟ تو اسے جواب دیا جاتا ہے: اس استغفار کی وجہ سے جو تمہارے بیٹے نے تمہارے لئے کیا۔ (ابن ماجۃ: حدیث نمبر ٣٦٦٠: ابواب الأدب: باب ١)

[٨] اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں اسلام پر

Marfat.com

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾

۸۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے ہلاکت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾

۹۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اس (قرآن) کو ناپسند کیا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔[۹]

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾

۱۰۔ کیا وہ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی نازل کر دی اور کافروں کے لئے اسی قسم کی سزائیں ہیں۔[۱۰]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾ ع

۱۱۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔[۱۱]

ثابت قدم رکھے گا۔

[۹] جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا اور قرآن مجید کے احکام کو ناپسند کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے اچھے اعمال بھی ضائع کر دیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں فرماتا۔

[۱۰] یعنی کفار مکہ اپنے تجارتی سفروں میں گزشتہ کافر قوموں کے کھنڈرات دیکھ چکے ہیں اور ان کی تباہی و بربادی کے احوال بھی سن چکے ہیں، لہٰذا کفار مکہ کو ان کے برے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا چاہیے ورنہ ان پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے۔

[۱۱] کفار عرب کے ساتھ مسلمانوں کی جتنی جنگیں ہوئیں ان میں مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے لڑ رہے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی، مگر کفار بتوں کی رضا کے لئے لڑ رہے تھے اور بتوں میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ ان کی مدد کر سکتے، جیسا کہ غزوہ احد میں ابوسفیان نے کہا: (لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ) ہماری مدد کے لئے عزیٰ جیسے بت ہیں، تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ کے حکم سے مسلمانوں نے جواب دیا: (اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ) ہمارا مددگار اللہ تعالیٰ ہے تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔ (بخاری: ۴۰۴۳: کتاب المغازی: باب ۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان جب صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی پیروی کے لئے میدان عمل

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، بے شک اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ (دنیا میں) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ [۱۲]

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور کتنی ہی ایسی بستیاں تھیں جو تمہاری اس بستی سے زیادہ طاقتور تھیں جس (کے باشندوں) نے آپ کو نکال دیا، ہم نے انہیں ہلاک کر دیا تو کوئی ان کا مددگار نہ تھا۔ [۱۳]

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا

۱۴۔ کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر قائم ہو اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے برے عمل کو اس

میں اترتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے اور جب مسلمانوں کے ایمان کمزور اور دنیاوی مفادات مقدم ہو جاتے ہیں تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم ہو جاتے ہیں۔

[۱۲] جانوروں کے کھانے کا مقصد صرف پیٹ بھرنا ہوتا ہے۔ وہ حلال و حرام اور پاک و ناپاک میں تمیز نہیں کر سکتے، اور کافر چونکہ آخرت کے حساب و کتاب پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے وہ بھی اسی زندگی کو خوب سے خوب تر بنانے کے لئے کھاتے ہیں اور پاک و ناپاک کا خیال نہیں رکھتے۔

[۱۳] اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم نے اپنے نبی کریم ﷺ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا، مگر تمہیں علم ہونا چاہیے کہ تم سے پہلے تم سے زیادہ طاقتور قوموں نے جب اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت کی تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اور کوئی بھی ان کی مدد کو نہ پہنچا۔ اسی طرح تم میں سے بھی جو لوگ نبی کریم ﷺ کی مخالفت سے باز نہ آئے انہیں بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔ چنانچہ مختلف جنگوں میں بڑے بڑے مخالفین مارے گئے اور کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مکہ سے غار کی طرف نکلے تو آپ ﷺ نے مکہ کی طرف رخ کر کے فرمایا: اے مکہ! تو اللہ تعالیٰ کو سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے اور مجھے بھی تو سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر تجھ میں رہنے والے مشرکین مجھے نہ نکالتے تو میں تجھ سے جدا نہ ہوتا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ محمد (۴۷): زیر آیت نمبر ۱۳)

Marfat.com

اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾

کے لئے مزین کر دیا گیا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔[۱۴]

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس میں بدبو پیدا نہیں ہوتی، اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ نہیں بدلتا، اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے لذت بخش ہے، اور صاف ستھرے شہد کی نہریں ہیں، اور ان کے لئے اس میں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے، کیا یہ (متقین) ان لوگوں کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور جن کو ایسا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔[۱۵]

وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ ۚ حَتّٰۤی اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ

۱۶۔ اور ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگائے رکھتے ہیں حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو اہل علم سے پوچھتے ہیں کہ ابھی انہوں نے کیا کہا تھا؟[۱۶] یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر

---

[۱۴] یعنی نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے پیروکار جو اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق صراط مستقیم پر قائم ہیں بھلا وہ ان لوگوں کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں جو بغیر کسی دلیل کے اپنی نفسانی خواہشات اور کفر وشرک کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں؟

[۱۵] جس طرح اہل ایمان اور اہل کفر کے عقائد اور اعمال مختلف ہیں اسی طرح ان دونوں کا انجام بھی مختلف ہوگا۔ پرہیزگار ایسی جنت میں ہوں گے جس میں صاف پانی، دودھ، شراب، شہد کی نہریں اور ہر قسم کے پھل ہوں گے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی بخشش اور رضا حاصل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان سے ناراض نہیں ہوگا۔ ان کے برعکس اللہ تعالیٰ کے منکروں کو دائمی آگ میں پھینک دیا جائے گا جہاں انہیں ایسا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی۔

[۱۶] منافقین جمعہ کے خطبہ میں حاضر ہوتے اور مسلمانوں کو دکھانے کے لئے بظاہر وہ نبی کریم ﷺ کا خطاب بڑی توجہ سے سنتے

Marfat.com

طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾

اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔[۱۷]

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انہیں تقویٰ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔[۱۸]

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ وہ لوگ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آجائے، بے شک اس کی نشانیاں تو آچکی ہیں، پس جب قیامت ان کے پاس آچکے گی تو پھر انہیں نصیحت قبول کرنے کا کیا فائدہ ہوگا؟[۱۹]

کا تاثر دیتے مگر حقیقت میں وہ لاپرواہی اور غفلت سے کام لیتے کیونکہ وہ آپ ﷺ کو دل سے نبی نہیں مانتے تھے، اور جب منافقین مسجد سے باہر نکلتے تو اہل علم صحابہ کرام علیہم السلام سے پوچھتے کہ ابھی نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا تھا کیونکہ ہم اچھی طرح سمجھ نہیں سکے۔

[۱۷] دراصل منافقین نے نفسانی خواہشات کی پیروی میں اپنے دلوں کو اس قدر سیاہ اور ناکارہ کر دیا ہے کہ گویا ان پر مہر لگادی گئی ہے اور اب ان میں قبولیت ہدایت کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔

[۱۸] جو لوگ نبی کریم ﷺ کے کلام کو دل کے کانوں سے سنتے ہیں اور خلوص نیت کے ساتھ ہدایت کے راستہ پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت اور ان کے تقویٰ میں اضافہ فرماتا ہے اور وہ ہدایت کی راہ پر ثابت قدم رہتے ہیں۔

[۱۹] منکرین قیامت کو قیامت کا انتظار ہے کہ اگر قیامت واقعی آگئی تو وہ ایمان لے آئیں گے لیکن انہیں علم ہونا چاہیے کہ قیامت اچانک آجائے گی، اس وقت کسی کو توبہ کا موقع ہی نہیں ملے گا اور اگر کسی کو موقع مل گیا تو بھی قیامت کو دیکھ کر کسی کا ایمان لانا قبول نہیں ہوگا۔

قیامت کے آنے کا اصل وقت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے مگر اس کے قریب آنے کی نشانیاں بیان کر دی گئی ہیں اور سب سے بڑی نشانی ہمارے پیارے نبی ﷺ کی بعثت ہے، جیسا کہ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری بعثت اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہے۔ (بخاری: ۶۵۰۴: کتاب الرقاق: باب ۳۹) یعنی اب میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، بس قیامت ہی آئے گی۔

قیامت کی نشانیاں

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک

Marfat.com

تمہارے درمیان ابن مریم کا نزول نہ ہو، وہ عدل وانصاف کے احکام نافذ کریں گے، صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو موقوف کردیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ اسے کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔

(بخاری:۲۴۷۶: کتاب المظالم: باب ۳۱)

☆ حضرت حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں: ایک دن ہم آپس میں باتیں کررہے تھے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم کیا باتیں کررہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم قیامت کے متعلق باتیں کررہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ پھر آپ نے ان دس نشانیوں کا ذکر فرمایا یعنی دھواں، دجال، زمین کا جانور، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ بن مریم ؑ کا نزول، اور یاجوج اور ماجوج، اور تین جگہ زمین کا دھنسنا یعنی مشرق میں زمین کا دھنسنا، مغرب میں زمین کا دھنسنا اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گی۔ (مسلم:۷۲۸۵: کتاب الفتن: باب ۱۳)

☆ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہوجائے گا، جہالت کا غلبہ ہوگا، زنا عام ہوگا، عورتیں زیادہ ہوں گی، مرد کم ہوں گے حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔ (بخاری:۸۱: کتاب العلم: باب ۲۱)

☆ حضرت عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت سے ایک آدمی (امام مہدی) کو بھیجے گا جس کا نام میرے نام کے موافق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھردے گا جوان سے پہلے ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی۔ (ابوداؤد:۴۲۸۲: کتاب المھدی)

☆ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم ﷺ ایک محفل میں گفتگو فرمارہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ ۔۔۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب امانت کو ضائع کیا جائے گا تو اس وقت قیامت کا انتظار کرنا۔ اس نے عرض کیا: امانت ضائع کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کام نااہلوں کے سپرد کیے جائیں گے تو پھر قیامت کا انتظار کرنا۔ (بخاری:۵۹: کتاب العلم: باب ۲)

☆ حضرت علیؓ بن ابی طالب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری امت پندرہ کام کرے گی تو اس پر عذاب کا آنا جائز ہوجائے گا۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ جب مال غنیمت کو ذاتی ملکیت بنالیا جائے گا۔
۲۔ اور امانت کو مال غنیمت بنالیا جائے گا۔
۳۔ اور زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا۔
۴۔ اور مرد اپنی بیوی کی پیروی کرے گا۔
۵۔ اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا۔
۶۔ اور اپنے دوست کے ساتھ نیکی کرے گا۔

Marfat.com

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ

۱۹۔ پس آپ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں[۲۰] اور آپ اپنے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) پر استغفار کریں[۲۱] اور مومن مردوں

۷۔ اور اپنے باپ کے ساتھ بے وفائی کرے گا۔

۸۔ اور مساجد میں آوازیں بلند ہوں گی۔

۹۔ اور قوم کا سرداران کا سب سے کمینہ شخص ہوگا۔

۱۰۔ اور آدمی کی عزت وتکریم اس کے شر کے ڈر کی وجہ سے کی جائے گی۔

۱۱۔ اور شرابیں پی جائیں گی۔

۱۲۔ اور ریشم پہنا جائے گا۔

۱۳۔ اور گانے والیوں کو رکھا جائے گا۔

۱۴۔ اور آلات موسیقی کا رواج ہوگا۔

۱۵۔ اور اس وقت کے پچھلے لوگ اپنے اگلوں کو برا کہیں گے۔

ان حالات میں تم سرخ آندھیوں کا انتظار کرو، خسف (زمین دھنسائے جانے اور زلزلہ) کا اور مسخ (شکل تبدیل ہونے) کا انتظار کرو۔ (ترمذی: ۲۲۱۰، ۲۲۱۱: ابواب الفتن: باب ۳۸)

[۲۰] آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا آپ اس حقیقت کو ہمیشہ یاد رکھیں اور دوسروں کو اس کی تبلیغ جاری رکھیں۔

[۲۱] لفظ ذنب کی تفسیر میں علامہ رازی لکھتے ہیں: ذنب سے مراد ترک افضل (خلاف اولیٰ) ہے جو آپ ﷺ کے بلند مرتبہ کے اعتبار سے گناہ ہے حالانکہ حقیقی گناہ سے آپ ﷺ پاک اور بہت دور ہیں۔ (تفسیر کبیر: سورہ محمد (۴۷): زیر آیت نمبر ۱۹)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے: آپ کفار ومشرکین کی اذیت رسانی پر صبر اختیار کریں اور خلاف اولیٰ کام جو شریعت کے اعتبار سے گناہ تو نہیں ہیں مگر آپ کے اعلیٰ تقویٰ کے اعتبار سے مجازاً انہیں گناہ کہا گیا ہے آپ ان سے استغفار کرتے رہیں تاکہ آپ کو اطمینان رہے اور خلاف اولیٰ کی کوئی خلش محسوس نہ ہو۔

استغفار صرف گناہوں کی معافی کے لئے نہیں کیا جاتا بلکہ درجات کی بلندی اور قرب خداوندی کے لئے بھی استغفار کیا جاتا ہے، سو استغفار کرنے سے گناہگاروں کے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے لیکن صالحین جب استغفار کرتے ہیں تو اس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

(بخاری: ۶۳۰۷: کتاب الدعوات: باب ۳)

Marfat.com

يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾

اور مومن عورتوں کے لئے بھی استغفار کریں، [۲۲] اور اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے اور تمہارے رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔ [۲۳]

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور اہل ایمان کہتے ہیں: (جہاد کے متعلق) کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پھر جب کوئی واضح سورت نازل کر دی جاتی ہے اور اس میں قتال کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ جن کے دلوں میں (منافقت کی) بیماری ہے وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو، پس ان کے لئے بہتر یہ تھا۔ [۲۴]

طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ کہ اطاعت کرتے اور اچھی بات کہتے، پس جب جہاد کا قطعی حکم آ گیا تو اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے رہتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔

علامہ احمد صاوی مالکی لکھتے ہیں: اس آیت میں امت کو استغفار کی تعلیم دینا مقصود ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح حضرت محمد ﷺ بھی اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی تمام چھوٹے اور بڑے گناہوں سے معصوم ہیں۔ (حاشیہ صاوی، صفوۃ التفاسیر: سورہ مؤمن (۴۰): زیر آیت نمبر ۵۵)

[۲۲] اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بڑا مہربان ہے کہ اس نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ اپنی امت کے مردوں اور عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کریں اور نبی کریم ﷺ ایسے شفیع ہیں جن کی شفاعت مقبول ہے۔

[۲۳] اللہ تعالیٰ تمہارے دنیا کے مشاغل اور ان کے بدلے میں آخرت کے ٹھکانوں سے خوب آگاہ ہے۔

[۲۴] کفار کے مظالم سے تنگ آ کر جب مسلمان دعا کرتے کہ جہاد کی اجازت کے متعلق کوئی سورت نازل کیوں نہیں ہوتی تا کہ ہم بھی جوابی کاروائی کر سکیں، تو منافقین بھی ناچار اس دعا کا ساتھ دیتے ورنہ ان کے نفاق کے ظاہر ہونے کا خطرہ تھا، لیکن جب جہاد کا واضح حکم نازل ہو گیا تو منافقین کے اوسان خطا ہو گئے اور اس طرح دیکھنے لگے جیسے ان پر موت کی غشی طاری ہو گئی ہے، حالانکہ اگر وہ اپنی زبان سے کہی ہوئی بات کو سچا کر دکھاتے اور جہاد کے حکم کو دل سے قبول کر لیتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔

Marfat.com

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ (اے منافقو!) تم سے یہ بعید نہیں کہ اگر تم (اسلام سے) منہ پھیر لو تو تم زمین میں پھر فساد برپا کرو گے اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو گے۔[۲۵]

[۲۵] اس آیت کی تفسیر میں علامہ خازن لکھتے ہیں: اے منافقو! اگر تم قرآن اور اس کے احکام سے منہ پھیر لو تو پھر تم اسی نظام جاہلیت کی طرف لوٹ جاؤ گے جس میں تم نافرمانی، بغاوت، قطع رحمی اور قتل وغارت کے ذریعہ زمین کو فساد سے بھر دو گے۔ (تفسیر الخازن) یعنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر صدیوں قتل وغارت کرتے رہو گے اور بیٹیوں کو زندہ دفن کر کے ماں اور بیٹی کے رشتوں کا خون کرتے رہو گے، لہٰذا اسلام کے تحفظ اور اس کے دفاع میں سستی نہ کرو تاکہ زمانہ جاہلیت کے ظلم وفساد اور قطع رحم کا خاتمہ ہو اور اسلام کے نظام عدل وانصاف اور صلہ رحمی کا آغاز ہو۔

صلہ رحمی کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو اپنے مہمان کی تکریم کرنی چاہیے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو صلہ رحمی کرنی چاہیے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔

(بخاری:۸:۶۱۳۸: کتاب الادب: باب ۸۵)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

(بخاری:۵۹۸۶: کتاب الادب: باب ۱۲)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلہ رحمی کرنے والا صرف وہی نہیں جو صلہ رحمی کے بدلے میں صلہ رحمی کرے بلکہ اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو پھر بھی وہ صلہ رحمی کرے۔

(بخاری:۵۹۹۱: کتاب الادب: باب ۱۵)

☆ حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عام مسکینوں کو صدقہ دینے سے صرف صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر اپنے رشتہ داروں کو صدقہ دیا جائے تو اس میں دو ثواب ہیں، ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

(مسند احمد: جلد ۴: ص ۲۱۴)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ پڑوسیوں کی تین قسمیں ہیں: بعض پڑوسی وہ ہیں جن کا صرف ایک حق ہے، بعض وہ ہیں جن کے دو حق ہیں اور بعض وہ ہیں جن کے تین حق ہیں۔ ایک حق والا پڑوسی وہ ہے جو مشرک یعنی غیر مسلم ہے اور اس کے ساتھ کوئی خونی رشتہ نہیں ہے۔ دو حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلمان بھی ہے اور تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہے، مسلمان بھی ہے اور رشتہ دار بھی ہے۔ (کنز العمال:۲۴۸۹۱: جلد ۹: ص ۵۱)

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور ان کو بہرا بنادیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا۔[۲۶]

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾

۲۴۔ کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر تالے (لگے ہوئے) ہیں۔[۲۷]

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ بے شک جو لوگ پیٹھ پھیر کر پیچھے لوٹ گئے اس کے بعد کہ ان پر ہدایت واضح ہوچکی تھی شیطان نے ان کو دھوکہ دیا، اور انہیں لمبی زندگی کی امید دلائی۔[۲۸]

قطع رحمی کی مذمت

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم (خونی رشتہ) عرش کے ساتھ معلق ہے اور کہہ رہا ہے: جس نے مجھے جوڑا اللہ تعالیٰ اسے جوڑے رکھے اور جس نے مجھے قطع کیا اسے اللہ تعالیٰ ٹکڑے ٹکڑے کرے۔

(مسلم:۶۵۱۹: کتاب البر: باب ۶)

☆ حضرت عبدالرحمٰن ؓ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اللہ (تعالیٰ) ہوں اور میں رحمٰن ہوں۔ میں نے رحم کو پیدا کیا اور میں نے اس کا نام (رحم) اپنے نام (رحمٰن) سے بنایا۔ جو اس سے ملاپ رکھے گا میں اس سے ملاپ رکھوں گا اور جو اس کو کاٹے گا میں اس کو اپنی رحمت سے دور کردوں گا۔

(ترمذی:۱۹۰۷: ابواب البر: باب ۹)

☆ حضرت جبیر ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(بخاری:۵۹۸۴: کتاب الادب: باب ۱۱)

[۲۶] یہی منافقین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کردیا ہے اور ان کے کانوں کو حق کے سننے اور ان کی آنکھوں کو حق کے دیکھنے سے محروم کردیا ہے، کیونکہ ان کے دلوں میں منافقت کی بیماری ہے جس نے ان کو حق سے غافل کر رکھا ہے۔

[۲۷] قرآن مجید نے تو حق و باطل کو بالکل واضح کردیا ہے مگر منافقین نے اپنے دلوں پر تعصب کے تالے لگا رکھے ہیں اس لئے وہ قرآن مجید میں غور ہی نہیں کرتے۔

[۲۸] جن لوگوں کے سامنے ہدایت کا راستہ واضح ہوچکا تھا اس کے باوجود اگر انہوں نے ہدایت سے انحراف کیا تو دراصل شیطان نے انہیں اس دھوکہ میں ڈالا کہ ابھی تو بڑی لمبی زندگی پڑی ہے، جہاد میں شریک ہو کر اس کو جلدی ختم نہ کرو بلکہ صحت و جوانی سے خوب لطف اٹھاؤ اور بڑھاپے میں توبہ کرلینا۔

Marfat.com

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ یہ اس لئے کہ منافقوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کو ناپسند کرتے تھے کہ ہم بعض امور میں تمہاری پیروی کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے خفیہ مشوروں کو خوب جانتا ہے۔[۲۹]

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ پھر اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روحوں کو قبض کریں گے اور ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر ماریں گے؟[۳۰]

[۲۹] منافقین مدینہ نے مشرکین مکہ کو یہ یقین دہانی کرا رکھی تھی کہ بظاہر وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں مگر جنگ کی صورت میں وہ تمہاری ہدایت پر عمل کریں گے اور مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیں گے۔ منافقین کی یہ سازشیں اگرچہ بڑی مخفی تھیں مگر اللہ تعالیٰ ان کی سازشوں کو خوب جانتا ہے اور اس نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی سازشوں سے آگاہ فرما دیا ہے۔

[۳۰] منافقین اب تو میدان جہاد کی موت سے اعراض کرتے ہیں لیکن اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہوئے ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر ماریں گے؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جزا و سزا کا کچھ سلسلہ اس دنیاوی زندگی کے ختم ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ چونکہ اس کا تعلق فرشتوں اور عالم برزخ سے ہے جو ہمارے ادراک اور مشاہدہ سے بالاتر ہے اس لئے ہم اس دنیا میں اس کا ادراک نہیں کر سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہا کرو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔) (قرآن: ۲: ۱۵۴) مگر انبیائے کرام علیہم السلام اور فرشتوں کو برزخ کی جزا و سزا کا ادراک ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ پھر خود ہی فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے، پھر آپ نے ان قبروں میں سے ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان اہل قبور کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (بخاری: ۲۱۶: کتاب الوضو: باب ۵۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برزخ کے اس عذاب کا علم نہیں تھا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مٹی کے نیچے عالم برزخ کے احوال سے بھی باخبر تھے۔

Marfat.com

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ع

۲۸۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتی ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو ناپسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔[۳۱]

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں (منافقت کی) بیماری ہے یہ خیال کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے کینوں کو ظاہر نہیں فرمائے گا۔

وَ لَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور اگر ہم چاہتے تو وہ (منافقین) آپ کو دکھا دیتے اور آپ انہیں ان کے چہروں سے پہچان لیتے، (بہر حال) آپ ان کو ان کے انداز کلام سے ضرور پہچان لیں گے، [۳۲] اور (اے لوگو!) اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کو خوب جانتا ہے۔

[۳۱] منافقین کو موت کے وقت سختی کا سامنا اس لئے کرنا پڑا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے اعراض کیا اور اپنی ان خواہشات کے پیچھے پڑے رہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب تھیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ان کے بظاہر اچھے اعمال بھی اس لئے ضائع کر دیے کیونکہ آخرت میں ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔

[۳۲] منافقین کا خیال یہ تھا کہ ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف جو بغض و عناد ہے اس کو اللہ تعالیٰ نہیں جان سکتا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو فرمایا: اگر ہم چاہتے تو آپ کو منافقین کا فرداً فرداً مشاہدہ کرا دیتے کہ آپ انہیں دیکھتے ہی پہچان لیتے، لیکن پھر بھی وہ آپ سے مخفی نہیں ہیں کیونکہ آپ ان کو ان کے انداز کلام سے ہی پہچان لیتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ منافقین کو پہچان لیتے تھے مگر ان کا نفاق اس وقت تک ظاہر نہیں فرمایا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے اظہار کی اجازت نہیں دی اور ان کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع نہیں فرمایا اور ان کی قبروں پر کھڑے ہونے سے منع نہیں فرمایا۔ (تفسیر کبیر: سورہ محمد (۴۷): زیر آیت نمبر ۳۰) اور جب آپ کو منافقین کا نام ظاہر کرنے کی اجازت مل گئی تو آپ ﷺ نے ان کے نام لے کر انہیں مسجد سے نکال دیا۔

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر فرمایا: تم میں منافقین ہیں، سو میں جس کا نام لوں وہ کھڑا ہو جائے، پھر فرمایا: اے فلاں! تم کھڑے ہو، اے فلاں! تم کھڑے

Marfat.com

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو ظاہر کردیں اور ہم تمہارے حالات کو بھی پرکھیں گے۔[۳۳]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْــًٔا ۭ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسرے لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اور رسول ﷺ کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان پر ہدایت واضح ہو چکی تھی وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ضائع کردے گا۔[۳۴]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسرے لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا، پھر وہ کفر کی حالت میں ہی مر گئے تو اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔[۳۵]

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ

۳۵۔ (اے مسلمانو!) پس تم ہمت نہ ہارو اور (کمزوری

ہو، اے فلاں! تم کھڑے ہو، حتیٰ کہ آپ نے ۳۶ آدمیوں کا نام لیا، پھر فرمایا: تم میں منافقین ہیں، سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

(مسند احمد: ۵: ۲۷۳)

[۳۳] اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو اور ان کے احوال کو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آزمائش کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور دوسرے لوگوں کو بھی ان کی حقیقت کا علم ہو جائے۔

[۳۴] جن لوگوں پر دلائل اور معجزات سے نبی کریم ﷺ کی سچائی واضح ہو گئی، اس کے باوجود وہ آپ پر ایمان نہ لائے اور آپ ﷺ کی مخالفت میں سرگرم ہو گئے وہ اس مخالفت سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے بلکہ اپنا ہی نقصان کریں گے اور ان کے بظاہر اچھے کام بھی ایمان نہ لانے کی وجہ سے ضائع ہو جائیں گے۔

[۳۵] اہل ایمان کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں اور کفر و شرک کی طرف لوٹ کر اپنے اعمال کو ضائع نہ کریں کیونکہ کفر و شرک ایسے گناہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا۔

Marfat.com

الْاَعْلَوْنَ ۖ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾

دکھاتے ہوئے) صلح کی دعوت نہ دو اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔[۳۶]

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ اِنْ

۳۶۔ یہ دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے،[۳۷] اور

[۳۶] یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی جبکہ جہاد کی اجازت مل چکی تھی اور کفار کے ساتھ جنگوں کا سلسلہ جاری تھا۔ اس آیت میں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے کہ جب کفار سے جنگ کا واسطہ پڑے تو منافقین کی طرح ہمت نہ ہارو بلکہ پوری جرأت کے ساتھ مقابلہ کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔

جنگ میں صلح کی دعوت دینا

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور اگر کفار صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔} (قرآن: ۸:۶۱) یعنی اگر کفار صلح کی دعوت دیں تو تم ان کی دعوت قبول کر لو اور صلح کر کے جنگ بند کر دو، لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صلح کی دعوت دینے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمانوں کو صلح کی ابتدا نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو منافقوں کی طرح بزدلی اور کمزوری دکھاتے ہوئے صلح کی دعوت نہیں دینی چاہیے اور ایسی صورت میں بھی صلح کی دعوت نہیں دینی چاہیے جس کے نتائج مسلمانوں کے حق میں نقصان دہ ہوں۔ ہاں اگر ایسی صورت ہو جس میں مسلمانوں کے وقار اور دبدبہ میں فرق نہ آتا ہو تو ایسی حالت میں صلح کی دعوت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام ؓ کو خوش خبری سنائی ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے اور تم ہی غالب رہو گے، اور تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام ؓ کو عظیم الشان فتوحات عطا فرمائیں۔ آج بھی اگر ہم صحابہ کرام ؓ جیسا ایمان اور جذبہ پیدا کر لیں تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی ضرور مدد فرمائے گا۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

[۳۷] یہ دنیا اور اس کا مال و متاع سب فانی ہے کھیل تماشے کی طرح ایک دن ختم ہو جائے گا، جب کہ آخرت کی زندگی اور جنت کا گھر دائمی ہے۔ کاش کفار اس حقیقت کو جان لیتے کہ یہ دنیاوی زندگی تو محض آزمائش کی ایک مختصری مدت ہے تو وہ اس کو کھیل

Marfat.com

تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ۝۳۶

اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمہیں تمہارے اجر عطا فرمائے گا اور تم سے تمہارے مال طلب نہیں فرمائے گا۔

اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ۝۳۷

۳۷۔ اگر وہ تم سے تمہارے مال طلب کرے اور اس پر اصرار کرے تو تم بخل کرنے لگو اور وہ تمہاری ناگواریوں کو ظاہر کر دے گا۔[۳۸]

تماشے میں ضائع نہ کرتے۔

اس آیت میں دنیا کی زندگی سے مراد کافر کی زندگی ہے کیونکہ کافر اس فانی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے اور وہ آخرت اور اعمال کی جواب دہی پر ایمان نہیں رکھتا اس لئے اس کی زندگی لہو ولعب اور نفسانی خواہشات کے گرد گھومتی ہے، لیکن جن کے دلوں میں آخرت کا یقین اور اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے یہ دنیا ان کے لئے نعمت ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ دنیا اس شخص کے لئے بہترین گھر ہے جو اس دنیا سے اپنی آخرت کے لئے توشہ تیار کرتا ہے۔ (المقاصد الحسنۃ: ص ۲۲۷) اور دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ (المقاصد الحسنۃ: ص ۲۲۷) اسی طرح اہل علم کہتے ہیں کہ بچپن جوانی کی کھیتی اور جوانی بڑھاپے کی کھیتی ہے۔

قرآن وحدیث میں جہاں بھی اس دنیا کی زندگی اور اس کے مال ومتاع کی مذمت کی گئی ہے وہ ان لوگوں کی زندگی ہے جو اس دنیا کو نفسانی خواہشات کے لئے استعمال کرتے ہیں اور بالآخر نارِ جہنم کے سزاوار قرار پاتے ہیں، لیکن جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے وہ اس دنیا کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے استعمال کرتے ہیں اور بالآخر جنت کے مستحق قرار پاتے ہیں، ان کے لئے یہ دنیا نعمت ہے اور اسی لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم درج ذیل دعا کو کثرت سے پڑھا کرتے تھے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔
(قرآن: ۲:۲۰۱)

[۳۸] اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کا تمہیں پورا اجر عطا فرمائے گا اور وہ آخرت میں تمہیں اجر وثواب دینے کے لئے تم سے تمہارے سارے اموال طلب نہیں کرتا بلکہ زکوٰۃ کی مد میں ایک تھوڑی سی مقدار طلب کرتا ہے اور وہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے ہی غریب بھائیوں کے لئے مانگتا ہے، اور اگر وہ تم سے تمہارے سارے اموال طلب کرتا اور وصول کرنے پر اصرار کرتا تو تم میں سے اکثر بخل کرنے لگتے اور ناگواری کے آثار تمہارے چہروں سے ظاہر ہو جاتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تم سے تمہارے سارے اموال کا مطالبہ نہیں کیا، لیکن پھر بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح کئی ایسے خوش نصیب حضرات گزر چکے ہیں جنہوں نے اپنے سارے اموال اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیئے۔

Marfat.com

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ؑ۳۸

ع ۸

۳۸۔ ہاں تم ہی وہ لوگ ہو جن کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے بعض بخل کرتے ہیں، اور جو بخل کرتا ہے تو وہ اپنی ذات سے ہی بخل کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم سب محتاج ہو، [۳۹] اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ [۴۰]

---

[۳۹] اے ایمان والو! اپنے کچھ مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھی خرچ کیا کرو۔ اس سے تمہارا مال پاک ہوگا اور آخرت میں تمہیں اس کا اجر عظیم ملے گا۔ اس کے باوجود تم میں سے کچھ لوگ بخل کرتے ہیں اور جو مومن بھی بخل کرتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے یعنی آخرت میں اپنے آپ کو اجر عظیم سے محروم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اس کو تمہارے مال کی ضرورت نہیں، البتہ تمہیں قیامت کے دن نیکیوں کی ضرورت ہوگی اور اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے، اسی لئے تم سے مال طلب کرتا ہے تاکہ قیامت کے دن اس کے اجر و ثواب کو کئی گنا زیادہ کر کے تمہیں واپس کرے۔

[۴۰] اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی کی اور زمین کو بخل اور ظلم سے بھر دیا تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں گے اور تمہاری طرح بخیل اور ظالم نہیں ہوں گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعۃ الکرم، انگلستان

بعد از مغرب بروز اتوار ۱۳ جون ۲۰۱۰ء بمطابق یکم رجب ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۷ تا ۱۳ جون یعنی صرف چھ دنوں میں سورہ محمد کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الفتح (۴۸)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام فتح ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ سورت چھ ہجری میں حدیبیہ سے مدینہ کی طرف واپس آتے ہوئے راستہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں جس فتح کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔

صلح حدیبیہ کا مختصر تذکرہ

مدینہ طیبہ میں مہاجرین وانصار کو بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ہر وقت بے چین رکھتا تھا۔ چنانچہ ذوالقعدہ چھ ہجری کو نبی کریم ﷺ چودہ سو صحابہ ؓ کو لے کر مکہ روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کا ارادہ صرف عمرہ کی ادائیگی تھی اس لئے ہتھیاروں کے بجائے قربانی کے جانور ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ قریش کو جب نبی کریم ﷺ کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے خیال کیا کہ عمرہ محض بہانہ ہے اصل مقصد مکہ پر قبضہ کرنا ہے، لہٰذا انہوں نے طے کرلیا کہ وہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو مکہ میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

مسلمانوں نے حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اہل مکہ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو کہا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جا کر گفتگو کرے اور انہیں واپس چلے جانے پر آمادہ کرے۔ عروہ نے نبی کریم ﷺ سے تبادلہ خیال کیا۔ اسے یقین ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ کا مقصد نہ اہل مکہ سے جنگ کرنا ہے اور نہ مکہ پر قبضہ کرنا ہے بلکہ نبی کریم ﷺ اپنے مخلص ساتھیوں کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں۔ عروہ نے اہل مکہ کو اپنے مشاہدات سے آگاہ کیا اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ مسلمانوں کی مزاحمت کا ارادہ ترک کر دیں۔ وہ چند دن یہاں ٹھہر کر واپس مدینہ چلے جائیں گے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی جب واپس مکہ گیا تو اس نے قریش کو کہا: اے میری قوم! خدا کی قسم! میں قیصرو کسریٰ اور نجاشی وغیرہ کئی بادشاہوں کے پاس وفود لے کر گیا ہوں۔ بخدا میں نے کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم نہیں دیکھی جیسی محمد (ﷺ) کے اصحاب (حضرت) محمد (ﷺ) کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب بھی آپ (ﷺ) تھوکتے تو کوئی نہ کوئی صحابی اس کو اپنی ہتھیلی پر لے لیتا، پھر اس لعاب کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا اور جب آپ (ﷺ) کسی کام کا حکم دیتے تو سب اس کام کو کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرتے اور جب آپ (ﷺ) وضو کرتے تو آپ (ﷺ) کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لئے وہ سب ایک دوسرے پر اس طرح جھپٹ پڑتے جیسے وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے اور جب آپ (ﷺ) بات کرتے تو آپ (ﷺ) کے سامنے سب خاموش ہو جاتے اور آپ (ﷺ) کی تعظیم کی وجہ سے آپ (ﷺ) کو گھور کر نہیں دیکھتے۔ (بخاری: ۲۷۳۱: کتاب الشروط: باب ۱۵) لہٰذا مسلمانوں کا مقابلہ تمہارے بس کا روگ نہیں ہے، مگر اہل مکہ اپنی ضد پر اڑے ہوئے تھے۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف بھیجا تا کہ صحیح صورت حال سے انہیں آگاہ کیا جائے کہ ہم جنگ کرنے کی غرض سے نہیں آئے، ہم عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اسی لئے ہم نے احرام باندھا ہوا ہے اور ہمارے ساتھ ہتھیار نہیں بلکہ قربانی کے جانور ہیں، مگر اہل مکہ نے کہا: ہم نے قسم کھائی ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ آپ لوگ اس وقت واپس چلے جائیں، البتہ آئندہ سال کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔

اہل مکہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کہا: دوسرے مسلمانوں کو تو نہ ہم مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیں گے اور نہ وہ کعبہ کا طواف کرسکیں گے، البتہ آپ ہمارے مہمان ہیں آپ طواف کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں اس وقت تک کعبہ کا طواف نہیں کروں گا جب تک میرا پیارا محبوب اور اللہ تعالیٰ کا رسول طواف نہیں کرے گا۔ اس سے نبی کریم ﷺ کی تعظیم اور ان سے محبت ظاہر ہوتی ہے۔

جب اہل مکہ نے بات چیت کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ میں روک لیا تو اس اثناء میں یہ افواہ پھیل گئی کہ اہل مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ نہیں لے لیں گے یہاں سے نہیں اٹھیں گے، لہٰذا سب جان کی بازی لگانے کی بیعت کرو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پروانوں کی طرح دوڑتے آتے اور بیعت کرتے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بیعت کے کرنے والوں کو اپنی رضا کی خوش خبری سنائی ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیعت کر چکے تو آخر میں نبی کریم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! یہ ہاتھ عثمان کی طرف سے ہے کیونکہ وہ تیرے اور تیرے رسول کے حکم کی تعمیل میں گیا ہوا ہے۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کو علم تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر صحیح نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ بیعت لینے میں حکمت یہ تھی کہ کفار مکہ مسلمانوں کے جذبات کے متعلق سن کر مرعوب ہو جائیں اور جنگ کرنے کا ارادہ ترک کر دیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس بیعت کی اطلاع جب اہل مکہ کو ملی تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور ان کی ہٹ دھرمی کافور ہو گئی اور سہیل بن عمرو کو صلح کے لئے روانہ کیا۔ اور طویل گفت وشنید کے بعد درج ذیل شرائط پر صلح کی گئی:

صلح حدیبیہ کی شرائط

۱۔ اس سال مسلمان عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال ہتھیاروں کے بغیر آئیں اور صرف تین دن مکہ میں قیام کر کے واپس چلے جائیں۔

۲۔ یہ صلح دس سال کے لئے ہوگی، اس دوران فریقین آپس میں جنگ نہیں کریں گے۔

۳۔ اگر اہل مکہ سے کوئی شخص مسلمانوں کے پاس آئے گا تو اس کو واپس کرنا لازم ہوگا اور اگر کوئی مسلمان مکہ آ گیا تو اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ سب قبائل کو اختیار ہے خواہ وہ حضرت محمد ﷺ کے حلیف بن جائیں یا قریش کے حلیف بن جائیں۔ چنانچہ بنو خزاعہ حضرت محمد ﷺ کے حلیف بن گئے اور بنو بکر قریش مکہ کے حلیف بن گئے۔

Marfat.com

اس معاہدہ کے بعد نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ نے احرام کھول دیئے اور قربانی کے جانوروں کو ذبح کر دیا۔ اس معاہدہ کی بعض شرائط مسلمانوں کو پسند نہ تھیں مگر تھوڑے عرصہ کے بعد جب اس کے اثرات ظاہر ہونے لگے تو مسلمانوں کا اضطراب ختم ہو گیا کیونکہ کفار مکہ نے ان شرائط کو مان کر مسلمانوں کی آزاد حیثیت کو گویا تسلیم کر لیا تھا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان حالت جنگ کی کیفیت ختم ہو گئی اور آنے جانے پر پابندیاں اٹھ گئیں، تبلیغ اسلام کی رفتار بڑھ گئی اور کئی قبائل نے اسلام قبول کر لیا۔

غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ کی پاسداری

ابن ہشام لکھتے ہیں: (جب شرائط طے پا چکیں اور) رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو صلح نامہ لکھ رہے تھے اس وقت سہیل کے بیٹے ابو جندل ﷺ بیڑیوں میں گھسٹتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے سامنے آئے ۔۔۔ جب سہیل نے اپنے بیٹے ابو جندل ﷺ کو دیکھا تو وہ ابو جندل ﷺ کے پاس گیا اور ان کے منہ پر تھپڑ مارا اور ان کو پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا اور کہا: اے محمد! (ﷺ) ہمارے اور آپ کے درمیان اس کے آنے سے پہلے معاہدہ ہو چکا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے سچ کہا، پھر وہ حضرت ابو جندل ﷺ کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹنے لگا تا کہ قریش کی طرف لے جائے اور حضرت ابو جندل ﷺ بلند آواز سے فریاد کرنے لگے: اے مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا؟ یہ مجھے میرے دین کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔ مسلمانوں کو ان کی فریاد کی وجہ سے اور زیادہ تکلیف ہوئی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو جندل! صبر کرو اور اجر وثواب کی نیت کرو۔ تمہیں اور تمہارے دوسرے کمزور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نجات دینے والا ہے اور ان کے لئے کشادگی کرنے والا ہے۔ میں ان لوگوں سے صلح کا معاہدہ کر چکا ہوں اور میں ان سے عہد شکنی نہیں کروں گا۔ پھر حضرت ابو جندل ﷺ دل شکستہ ہو کر اپنے باپ کے ساتھ چلے گئے اور معاہدہ پورا ہو گیا۔ (سیرت ابن ہشام: جلد ۳: ص ۲۰۴) حضرت براء بن عازب ﷺ بیان کرتے ہیں ۔۔۔ اس دوران حضرت ابو جندل ﷺ (جو کہ مسلمان ہو چکے تھے) بیڑیوں میں چلتے ہوئے مسلمانوں کی طرف آئے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں مشرکین کی طرف واپس کر دیا۔ (بخاری: ۲۷۰۰: کتاب الصلح: باب ۷)

حضرت حذیفہ بن یمان ﷺ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں میرے شامل نہ ہونے کی وجہ صرف یہ تھی کہ میں اور میرے والد حُسَیل دونوں (مکہ سے) نکلے تو ہمیں کفار قریش نے پکڑ لیا اور کہا کہ تم محمد ﷺ کے پاس جانا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا: ہم ان کے پاس نہیں جانا چاہتے، ہم تو صرف مدینہ جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ہم سے یہ عہد اور میثاق لیا کہ ہم مدینہ جائیں گے اور آپ ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ نہیں کریں گے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوٹ جاؤ، ہم ان سے کیا ہوا عہد پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے۔ (مسلم: ۱۷۸۷: کتاب الجہاد: باب ۳۵) نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو اپنے عہد کی پاسداری نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۳۵)

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کا خود لکھنا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب صلح نامہ حدیبیہ میں یہ لکھا کہ: ھٰذا ماقاضی علیہ محمد رسول اللہ فقالوا: لا نُقِرُّ بِھا، فلو نعلم انّک رسولُ اللہ ما منعناک لکِن انت محمدُ بنُ عبدِاللہ، قال: انا رسول اللہ و انا محمد بن عبداللہ، ثُم قال لِعَلی: امحُ رسولَ اللہ، قال: لا وَاللہِ لا اَمحُوکَ ابَداً، فَاَخَذَ رسولُ اللہِ الکتابَ فَکَتَبَ: ھٰذا ماقاضی علیہ محمدُ بنُ عبداللہ ۔۔۔ (بخاری: ۲۶۹۹: کتاب الصلح: باب ۶) یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی، کفار نے کہا: ہم اس کو نہیں مانتے، اگر ہم کو یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ ﷺ کو (عمرہ کرنے سے) منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں رسول اللہ بھی ہوں اور میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ (کے الفاظ) مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! میں آپ (یعنی رسول اللہ کے الفاظ) کو کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ تب رسول اللہ نے اس مکتوب کو پکڑا ("رسول اللہ" کے الفاظ اپنے ہاتھ سے مٹائے۔ بخاری: ۲۶۹۸) اور لکھا: یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ۔۔۔
(بخاری: ۲۶۹۹: کتاب الصلح: باب ۶)

شجرہ بیعت

وہ درخت جس کے نیچے بیٹھ کر رحمت عالم ﷺ نے یہ بیعت لی اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت کے تحت اس کو غائب کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوبارہ گزر جب اس جگہ سے ہوا تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت وہ درخت تلاش کرنے کی کوشش کی۔ جب لوگوں کا اس درخت کی جگہ میں اختلاف بڑھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چلو آگے چلو! وہ درخت غائب کر دیا گیا ہے۔ مگر بعد میں جب آپ کو پتہ چلا کہ کچھ لوگ کسی دوسرے درخت کو شجرہ بیعت سمجھنے لگے تھے تو آپ نے اس درخت کو کاٹنے کا حکم دے دیا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان
بعد از مغرب بروز منگل ۱۵ جون ۲۰۱۰ء بمطابق ۳ رجب ۱۴۳۱ھ

ایاتہا ٢٩ ﴿٤٨ سُوْرَۃُ الْفَتْحِ مَدَنِیَّۃٌ ١١١﴾ رکوعاتہا ٤

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿۱﴾

۱۔ (اے نبی مکرم!) بے شک ہم نے آپ کو واضح فتح عطا فرمائی ہے۔[۱]

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾

۲۔ تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کام) معاف فرمادے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کردے اور آپ کو سیدھی راہ پر قائم رکھے۔[۲]

[۱] اکثر مفسرین کے نزدیک اس واضح فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے کیونکہ یہ صلح دوسال بعد فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اسی لئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد حدیبیہ ہے۔ (بخاری: ۴۸۳۴: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ الفتح: باب ۱) حضرت موسیٰ بن عقبہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حدیبیہ سے واپسی کے وقت کہا: یہ فتح نہیں ہے کیونکہ ہم کو بیت اللہ کی زیارت سے روک دیا گیا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ یہ سب سے عظیم فتح ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الفتح: زیر آیت نمبر ۱) حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حدیبیہ سے لوٹے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کی پہلی آیت تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے! بے شک یہ فتح ہے۔

(ابوداؤد: ۲۷۳۶: کتاب الجہاد: باب ۱۴۳)

گزشتہ ۱۹ سالوں سے مشرکین مکہ اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا جائے۔ اس سلسلہ میں بدر، احد اور خندق جیسی جنگیں بھی لڑی جاچکی تھیں مگر صلح حدیبیہ اتنی بڑی فتح تھی جس میں مشرکین نے خود دس سال کی جنگ بندی کے لئے صلح کی درخواست کی، اور جن مسلمانوں کو وہ دنیا میں کہیں بھی زندہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے ان کو آئندہ سال مکہ میں آکر عمرہ ادا کرنے کی اجازت دی۔ یہ اسی صلح کی برکت تھی کہ مسلمان مشرکین کے حملوں سے بے خوف ہو کر اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہوگئے اور اسلام اس تیزی سے پھیلا کہ حدیبیہ کے موقع پر چھ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۴۰۰ صحابہ تھے اور صرف دوسال بعد جب مشرکین نے عہد شکنی کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کا لشکر جرار لے کر مکہ میں داخل ہوئے اور مشرکین اس قدر مرعوب ہوگئے کہ وہ مقابلہ کی جرأت نہ کرسکے اور مکہ کا اقتدار مسلمانوں کے حوالے کردیا۔

[۲] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو واضح فتح اس لئے دی گئی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے خلاف اولیٰ کام معاف فرمادے۔ آپ پر

Marfat.com

اسلام کی نعمت پوری کر دے، آپ کو صراط مستقیم پر ہمیشہ قائم رکھے اور آپ کی ایسی زبردست مدد و نصرت فرمائے کہ آئندہ کفار آپ کو تنگ نہ کر سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور چند سالوں کے بعد پورے عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

انبیائے کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں

علامہ احمد صاوی مالکی لکھتے ہیں: تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح حضرت محمد ﷺ بھی اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی تمام چھوٹے اور بڑے گناہوں سے معصوم ہیں۔

(حاشیہ صاوی، صفوۃ التفاسیر: سورہ مؤمن (۴۰): زیر آیت نمبر ۵۵)

لفظ ذنب کی تفسیر میں علامہ رازی لکھتے ہیں: ذنب سے مراد ترک افضل (خلاف اولیٰ) ہے جو آپ ﷺ کے بلند مرتبہ کے اعتبار سے گناہ ہے حالانکہ حقیقی گناہ سے آپ ﷺ پاک اور بہت دور ہیں۔

(تفسیر کبیر: سورہ محمد (۴۷): زیر آیت نمبر ۱۹)

مفتی امجد علی لکھتے ہیں: انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہا صفات ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں، قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔

(بہار شریعت: جلد اول: ص ۱۱)

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انبیائے کرام علیہم السلام بھی گناہ کر سکتے ہیں؟ اس کے متعلق میرے شیخ طریقت حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا جامع تبصرہ کیا ہے جس کا خلاصہ عرض خدمت ہے: انبیائے کرام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ان کی مطلق اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر ان سے گناہ کا ارتکاب ہو سکے تو ان کے گناہوں کی اطاعت بھی لازم آئے گی جس سے ہدایت کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں جا بجا انبیائے کرام کی طرف ایسی چیزیں منسوب ہیں جو گناہ ہیں اور پھر ان امور پر انبیائے کرام کی شدید ندامت اور استغفار بھی منقول ہے ایسے میں مطلق عصمت کا قول کیونکر ممکن ہے۔ اس شبہ کے ازالہ کے لئے ایک چیز کو ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہیے، وہ یہ کہ کوئی فعل گناہ اس وقت ہوتا ہے جب کسی حکم کی نافرمانی کا عزم اور قصد پایا جائے، اور اگر عزم اور قصد مفقود ہے بلکہ بے ارادہ بھول چوک سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جائے جو بظاہر کسی حکم کے خلاف ہے تو اسے گناہ نہیں کہتے اور ایسے امور کا صدور عصمت انبیاء کے منافی نہیں۔ نیز انبیائے کرام کی عصمت آنکھ کی طرح نرم و نازک ہوتی ہے جس میں ایک ہلکا سا بال بھی پہاڑ سے گراں محسوس ہوتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۳۶) یعنی معمولی نسیان اور خطائے اجتہادی بھی وہ اپنے حق میں بڑا گناہ خیال کرتے ہیں اور توبہ و استغفار میں انتہا کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

وَّيَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِيۡزًا ③

۳۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست مدد فرمائے۔

هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ السَّكِيۡنَةَ فِىۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لِيَزۡدَادُوۡۤا اِيۡمَانًا مَّعَ اِيۡمَانِهِمۡ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ۙ④

۴۔ وہی ہے جس نے مؤمنوں کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو، [۳] اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

لِّيُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وَيُكَفِّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ فَوۡزًا عَظِيۡمًا ۙ⑤

۵۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ان جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے [۴] اور اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو ان سے دور کردے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔

چونکہ انبیائے کرام نے معمولی لغزش کو انتہائی تقویٰ کی بدولت اپنے حق میں گناہ خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی لغزش کا ذکر کرتے وقت اسی لفظ کو استعمال کیا وگرنہ حقیقت میں اگر نبی خود گناہ یا ظلم کرے تو دوسروں کو نیکی اور امن کی تبلیغ کیسے کرسکتا ہے۔

[۳] صلح حدیبیہ کی شرائط پر مسلمانوں کے دل رنجیدہ اور بے چین تھے مگر واپسی پر جب اللہ تعالیٰ نے فتح مبین کی خوش خبری دے کر ان کے دلوں میں سکون نازل فرمایا یعنی اس صلح سے گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ اسلام کے غلبہ کا پیش خیمہ ہوگی تو مسلمانوں کو اطمینان ہوگیا اور ان کے ایمان کی قوت دوگنا ہوگئی۔

[۴] زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے بے شمار لشکر موجود ہیں۔ مثال کے طور پر اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فرشتوں کا ایک لشکر بھیج کر کفار کو ہلاک کر دیتا مگر اس نے اپنی حکمت کے تحت مسلمانوں کو یہ موقع دیا کہ وہ جہاد میں شریک ہوکر اپنی بندگی کا حق ادا کریں، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرمادے گا اور ان کو جنتوں میں داخل فرمائے گا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی پر جب اس سورت کی دوسری آیت یعنی { تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کام) معاف فرمادے ـ ـ ـ } نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے روئے زمین کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے سامنے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ یہ سن کر مسلمانوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو، بے شک

Marfat.com

وَ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝۶

۶۔ اور تا کہ منافق مردوں اور منافق عورتوں، اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں برا گمان رکھتے ہیں، ان ہی پر بری گردش ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب فرمایا اور ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لئے دوزخ تیار کی، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ [۵]

وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۷

۷۔ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب (اور) بڑی حکمت والا ہے۔ [۶]

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ

۸۔ بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا [۷]، خوش

اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ (لیکن ہمیں بھی بتائیں کہ) ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تو پھر یہ پانچویں آیت نازل ہوئی۔ (ترمذی: ۳۲۶۳: تفسیر القرآن: سورۃ الفتح: باب ۴۸) یعنی اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور مومن عورتوں کے گناہ معاف کر کے انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

[۵] چھ ہجری میں نبی کریم ﷺ ۱۴۰۰ صحابہ کرام ؓ کو لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کا ارادہ صرف عمرہ کی ادائیگی تھی اس لئے ہتھیاروں کے بجائے قربانی کے جانور ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ منافقین مدینہ نے خیال کیا کہ مسلمان بغیر ہتھیاروں کے دشمنوں کے گھر میں جا رہے ہیں، ان میں سے ایک بھی زندہ واپس نہیں آئے گا، کفار مکہ ان کو ہلاک کر دیں گے، اس لئے منافقین نے حیلے بہانے بنا کر ساتھ جانے سے معذرت کر لی۔ ادھر کفار مکہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کو عمرہ سے روک کر اور اپنی من مانی شرائط پر صلح کر کے نمایاں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اس طرح گویا کفار و منافقین نے اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ بدگمانی قائم کر لی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد نہیں فرمائی، مگر اللہ تعالیٰ نے کفار و منافقین کو ان کی سازشوں اور بدگمانیوں کی ایسی سزا دی کہ صرف دو سالوں کے بعد مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر منافقین مدینہ بھی ذلیل و خوار ہو گئے۔ یہ سزا تو انہیں اس دنیا میں ملی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہو گا اور ان کو اپنی رحمت سے محروم کر کے جہنم رسید کر دے گا جو کہ بہت ہی برا ٹھکانا ہو گا۔

[۶] اس آیت کی تفسیر کے لئے گزشتہ سے پیوستہ حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ کریں۔

[۷] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یعنی نبی کریم ﷺ اپنی امت کے تمام اچھے اور برے اعمال کا مشاہدہ کر رہے ہیں، اور ایک قول یہ

Marfat.com

نَذِيۡرًا ﴿٨﴾

خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔

لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَ تُوَقِّرُوۡهُ ؕ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا ﴿٩﴾

٩۔ تاکہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور ان کی تعظیم کرو، [٨] اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُبَايِعُوۡنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوۡنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ ۚ فَمَنۡ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنۡكُثُ عَلٰى نَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ اَوۡفٰى بِمَا عٰهَدَ

١٠۔ بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، [٩] پھر جس شخص نے اس بیعت کو توڑا تو اس کا وبال اسی پر ہوگا اور جس نے اللہ

ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت کے افعال کا اب مشاہدہ فرمارہے ہیں اور قیامت کے دن ان کے اعمال پر گواہی دیں گے۔
(تفسیر قرطبی: سورۃ الفتح (٤٨): زیر آیت نمبر ٨)

شاہد کی مفصل تفسیر کے لئے سورہ احزاب (٣٣) کی آیت نمبر ٤٥ کا حاشیہ نمبر ٥١، اور سورہ بقرہ کی آیت نمبر ١٤٣ کا حاشیہ نمبر ٩٨ ملاحظہ کریں۔

[٨] اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم ﷺ کو اس لئے بھیجا تاکہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اسلام کی اشاعت میں نبی کریم ﷺ کی مدد کرو اور رسول مکرم ﷺ کی تعظیم بجالاؤ۔ نیز صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو۔ تعظیم رسول کے متعلق تفصیلی بیان کے لئے سورہ اعراف (٧) کی آیت نمبر ١٥٧ کا حاشیہ نمبر ٨٣ ملاحظہ کریں۔

[٩] نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف بھیجا تاکہ صحیح صورت حال سے انہیں آگاہ کیا جائے کہ ہم جنگ کرنے کی غرض سے نہیں آئے، ہم عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں، اسی لئے ہم نے احرام باندھا ہوا ہے اور ہمارے ساتھ ہتھیار نہیں بلکہ قربانی کے جانور ہیں، مگر اہل مکہ نے کہا: ہم نے قسم کھائی ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ آپ لوگ اس وقت واپس چلے جائیں، البتہ آئندہ سال کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔

اہل مکہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کہا: دوسرے مسلمانوں کو تو نہ ہم مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیں گے اور نہ وہ کعبہ کا طواف کرسکیں گے، البتہ آپ ہمارے مہمان ہیں آپ طواف کرسکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں اس وقت تک کعبہ کا طواف نہیں کروں گا جب تک میرا پیارا محبوب اور اللہ تعالیٰ کا رسول طواف نہیں کرے گا۔ اس سے نبی کریم ﷺ کی تعظیم اور ان سے محبت ظاہر ہوتی ہے۔

جب اہل مکہ نے بات چیت کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ میں روک لیا تو اس اثناء میں یہ افواہ پھیل گئی کہ اہل مکہ نے

Marfat.com

عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝١٠

تعالیٰ سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو عنقریب اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑا اجر دے گا۔[۱۰]

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ

۱۱۔ (اے نبی مکرم!) دیہاتیوں میں سے جو لوگ (سفر حدیبیہ سے) پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے وہ عنقریب آپ سے کہیں گے: ہمارے اموال اور ہمارے اہل وعیال نے ہمیں مشغول رکھا، سو آپ ہمارے لئے

حضرت عثمان ﷜ کو شہید کر دیا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ ﷢ کو حکم دیا کہ جب تک حضرت عثمان ﷜ کے خون کا بدلہ نہیں لے لیں گے یہاں سے نہیں اٹھیں گے، لہٰذا سب جان کی بازی لگانے کی بیعت کرو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرام ﷢ پروانوں کی طرح دوڑتے آتے اور بیعت کرتے جاتے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کیونکہ جن اہل ایمان نے اس بیعت میں حصہ لیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رضا کی خوش خبری سنائی ہے۔ (قرآن: ۴۸:۱۸) حضرت جابر ﷜ سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے: جن اہل ایمان نے اس درخت کے نیچے میرے ساتھ بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

(تفسیر ابن کثیر: سورہ فتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۱۰)

جب صحابہ کرام ﷢ بیعت کر چکے تو آخر میں نبی کریم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! یہ ہاتھ عثمان کی طرف سے ہے کیونکہ وہ تیرے اور تیرے رسول کے حکم کی تعمیل میں گیا ہوا ہے۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کو علم تھا کہ حضرت عثمان ﷜ کے قتل کی خبر صحیح نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ بیعت لینے میں حکمت یہ تھی کہ کفار مکہ مسلمانوں کے جذبات کے متعلق سن کر مرعوب ہو جائیں اور جنگ کرنے کا ارادہ ترک کر دیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس بیعت کی اطلاع جب اہل مکہ کو ملی تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور ان کی ہٹ دھرمی کافور ہو گئی اور سہیل بن عمرو کو صلح کے لئے روانہ کیا۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ صحابہ کرام ﷢ کے ہاتھوں کے اوپر بظاہر نبی کریم ﷺ کا ہاتھ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے یعنی جس شخص نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے بیعت لی تھی۔ یہ اسی طرح ہے جیسے سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔} (قرآن: ۴:۸۰)

[۱۰] اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا اور ساتھ وارننگ بھی دے دی کہ جو شخص اس بیعت کو توڑے گا وہ اس عہد شکنی کی سزا سے نہ بچ سکے گا اور جو شخص اس بیعت کو پورا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾

مغفرت طلب کریں، وہ اپنی زبانوں سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں، آپ فرما دیں: اگر اللہ تعالیٰ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے یا تمہیں نفع پہنچانے کا ارادہ کرے تو کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو؟ بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے خوب باخبر ہے۔[۱۱]

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾

۱۲۔ بلکہ تم نے یہ گمان کیا تھا کہ اب رسول اور ایمان والے کبھی بھی اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے اور یہ گمان تمہارے دلوں میں بڑا خوش نما بنا دیا گیا تھا اور تم نے بہت برا گمان کیا تھا اور تم ہلاک ہونے والی قوم بن گئے۔

[۱۱] چھ ہجری میں نبی کریم ﷺ نے تمام مسلمانوں کو دعوت دی کہ وہ ان کے ساتھ عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ چلیں تو مدینہ کے اردگرد دیہاتوں میں جو منافقین رہتے تھے انہوں نے سوچا کہ پہلے کفار مکہ نے مدینہ آکر ان پر حملہ کیا ہے، یہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکے اور خندق کھود کر اپنی جان بچائی ہے۔ اب تو یہ بغیر ہتھیار کے مکہ جا رہے ہیں، ان میں سے کوئی زندہ واپس نہیں آئے گا۔ ہم ان کے ساتھ جا کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈال سکتے، اس لئے وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہ گئے۔ دراصل شیطان نے ان کے دلوں میں اس گمان کو خوش نما بنا دیا تھا حالانکہ یہ بہت برا گمان تھا، لیکن جب نبی کریم ﷺ صحیح وسلامت مکہ سے واپس آرہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ اپنے پیارے نبی ﷺ کو بتا دیا تھا کہ جب آپ مدینہ پہنچیں گے تو دیہاتی منافق آپ کے پاس آکر بہانہ سازی کریں گے کہ ان کے پاس ان کے اموال اور اہل وعیال کی حفاظت کا کوئی متبادل انتظام نہیں تھا اس لئے وہ آپ کے ساتھ نہ جا سکے، لہٰذا آپ ہمارے حق میں مغفرت طلب کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ہماری یہ کوتاہی معاف فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ یہ صرف زبانی ملمع سازی کریں گے ان کے دل اپنی منافقت پر مطمئن ہیں کیونکہ موت کے ڈر سے وہ مکہ نہیں گئے تھے، لہٰذا آپ ان کو فرمادیں کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں گھروں میں بیٹھے ہوئے نقصان پہنچانا چاہے یا سفر حدیبیہ میں جاتے ہوئے نفع پہنچانا چاہے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، لہٰذا تمہارا فیصلہ درست نہیں تھا، تمہارے اس فیصلہ نے تمہیں ان سعادتوں سے محروم رکھا جو سفر حدیبیہ میں جانے والوں کو نصیب ہوئی ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ تمہاری نیتوں اور حرکتوں کو خوب جانتا ہے اور اسی کے مطابق تمہیں سزا دے گا۔

Marfat.com

وَ مَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو بے شک ہم نے کافروں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ [۱۲]

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾

۱۵۔ جب تم اموال غنیمت کو حاصل کرنے کی طرف چلو گے تو (سفر حدیبیہ سے) پیچھے چھوڑے جانے والے کہیں گے: ہمیں بھی اجازت دو کہ ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں، وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بدل دیں، آپ فرما دیں: تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے، اللہ تعالیٰ نے اسی طرح پہلے ہی فرما دیا ہے، پھر وہ کہیں گے: بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، (حالانکہ بات حسد کی نہیں ہے) بلکہ وہ (حق بات کو) بہت کم سمجھتے ہیں۔ [۱۳]

---

[۱۲] اس آیت میں سفر حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والے منافقین کو توبہ کی ترغیب دی جا رہی ہے کہ اب بھی اگر وہ سچے دل سے توبہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان کی کوتاہی کو بخش دے گا کیونکہ وہ بہت بخشنے والا ہے۔

[۱۳] یہ سورت صلح حدیبیہ سے واپسی پر راستہ میں نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو پیشگی بتا دیا کہ جب آپ مدینہ پہنچیں گے تو سفر حدیبیہ میں شریک نہ ہونے والے منافقین آپ کے پاس آکر بہانہ سازی کریں گے اور جھوٹی معذرت کریں گے اور مال غنیمت کے لالچ کے پیش نظر لشکر خیبر میں شریک ہونے کی درخواست بھی کریں گے، مگر اللہ تعالیٰ نے اموال خیبر کی خوش خبری صلح حدیبیہ میں شریک ہونے والوں کو سنائی ہے، لہٰذا آپ منافقین کو بتا دینا کہ تم اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں بدل سکتے اور اس کا فرمان یہی ہے کہ تم ہمارے ساتھ خیبر نہیں جا سکتے۔ اس وقت منافقین کہیں گے: تم ہمارے ساتھ حسد کرتے ہو، تو آپ انہیں بتا دینا: اس میں حسد کی کوئی بات نہیں، دراصل تم حقیقت کو نہیں سمجھ رہے۔ اس مال غنیمت کی خوش خبری اللہ تعالیٰ نے صرف ان لوگوں کو دی ہے جو سفر حدیبیہ میں شریک تھے، لہٰذا منافقین لشکر خیبر میں شریک نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾

۱۶۔ دیہاتیوں میں سے جو لوگ (سفر حدیبیہ سے) پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے آپ ان سے فرمادیں: عنقریب تم ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے تم ان سے لڑائی کرو گے حتیٰ کہ وہ ہتھیار ڈال دیں گے، پس اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم روگردانی کرو گے جیسے تم نے پہلے (سفر حدیبیہ کے وقت) روگردانی کی تھی تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔[۱۴]

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ ع النصف

۱۷۔ نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ مریض پر کوئی گناہ ہے،[۱۵] اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جو شخص روگردانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دردناک عذاب دے گا۔

---

[۱۴] دیہاتی لشکر خیبر میں شریک ہونے کے لئے بے قرار تھے کیونکہ وہاں سے کثیر مال غنیمت کی امید تھی، اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: ذرا صبر کرو، یہ کوئی آخری معرکہ نہیں ہے، ابھی بہت سے معرکے پیش آنے والے ہیں اور خاص طور پر تمہیں ایک بڑی سخت جنگجو قوم سے لڑائی کا موقع ملے گا جو بالآخر تمہارے سامنے سر تسلیم خم کر دے گی۔ اس وقت اگر تم اپنے امیر کی اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم نے اس وقت بھی سفر حدیبیہ کی طرح روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ آخرت میں تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں جس جنگجو قوم کا ذکر کیا گیا ہے امام زہری اور مقاتل کے نزدیک اس قوم سے مراد مسیلمہ کذاب کے ساتھی بنی حنیفہ ہیں۔ اور رافع بن خدیج نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس آیت کو پہلے پڑھتے تھے لیکن ہمیں علم نہیں تھا کہ وہ جنگجو قوم کون ہے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمیں بنی حنیفہ کے خلاف جنگ کی دعوت دی تو پھر ہمیں معلوم ہوا کہ اس قوم سے مراد بنی حنیفہ ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ فتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۱۶)

[۱۵] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب گزشتہ آیت نازل ہوئی جس میں ان لوگوں کو دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی جو سفر حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے تو جو معذور لوگ تھے (اور اپنی معذوری کی وجہ سے سفر حدیبیہ میں شریک نہ ہو سکے)

Marfat.com

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا کیا بنے گا؟ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یعنی اندھے، لنگڑے یا کمزور لوگ اگر جہاد میں شریک نہ ہوں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ (تفسیر قرطبی)

معذوروں کے حقوق

معذور شخص عام افراد کی نسبت زیادہ توجہ کا مستحق ہے۔ اس کی عزت نفس اور معذوری کا خیال رکھنا ہر انسان کی ذمہ داری ہے۔

۱۔ سعید بن یربوع ؓ ایک صحابی تھے جن کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ خلیفہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے ان سے کہا کہ آپ جمعہ میں کیوں نہیں آتے۔ انہوں نے کہا: میرے پاس آدمی نہیں کہ مجھ کو راستہ بتائے۔ حضرت عمر ؓ نے ایک آدمی مقرر کر دیا جو ہمیشہ ان کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ (الفاروق: علامہ شبلی نعمانی: ص ۳۲۲)

۲۔ ایک دفعہ خلیفہ حضرت عمر فاروق ؓ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے، ایک شخص کو دیکھا وہ بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، آپ نے اس کے پاس جا کر کہا کہ داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا: جنگ موتہ میں میرا دایاں ہاتھ جاتا رہا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کو رقت ہوئی، اس کے برابر بیٹھ گئے اور رو کر کہنے لگے کہ افسوس تم کو وضو کون کراتا ہوگا اور سر کون دھوتا ہوگا؟ پھر ایک نوکر مقرر کر دیا اور اس کے لئے تمام ضروری چیزیں خود مہیا کر دیں۔ (الفاروق: علامہ شبلی نعمانی: ص ۳۲۲)

۳۔ خلافت راشدہ کے دور میں جب کوئی مسلمان اپاہج یا ضعیف ہو جاتا اور محنت و مزدوری کرنے کے قابل نہ رہتا تو بیت المال سے اس کا وظیفہ جاری کیا جاتا تھا۔ اسی طرح ذمی اپاہج اور ضعیف کو بھی بیت المال سے وظیفہ دیا جاتا، جیسا کہ خالد بن ولید نے حیرہ کے ذمیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا اس میں لکھا ہے: ''میں نے ان کو یہ حق دیا کہ اگر کوئی بوڑھا شخص کام کرنے سے معذور ہو جائے یا اس پر کوئی آفت آن پڑے یا پہلے دولت مند تھا پھر غریب ہو گیا تو اس کا جزیہ موقوف کر دیا جائے گا اور اس کو اور اس کے اہل و عیال کو مسلمانوں کے بیت المال سے نفقہ دیا جائے گا۔''

(کتاب الخراج: ابو یوسف: ص ۱۵۷، الفاروق: علامہ شبلی نعمانی: ص ۲۹۴)

۴۔ ایک دفعہ حضرت عمر ؓ نے ایک بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس سے بھیک مانگنے کی وجہ پوچھی؟ اس نے کہا: ''مجھ پر جزیہ لگایا گیا ہے اور میرے پاس اس کو ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔'' حضرت عمر ؓ اس کو اپنے گھر لے گئے۔ کچھ نقدی اس کو دی اور بیت المال کے داروغہ کو لکھ بھیجا کہ اس قسم کے معذوروں کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فقراء اور مساکین کو صدقہ کا مستحق قرار دیا ہے۔ (قرآن: ۹: ۶۰) اور فرمایا فقراء سے مراد غریب مسلمان ہیں اور مساکین سے مراد غریب اہل کتاب ہیں۔

(کتاب الخراج: ابو یوسف: ص ۱۳۹، الفاروق: علامہ شبلی نعمانی: ص ۲۹۵)

۵۔ ایک دفعہ حضرت طلحہ ؓ نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق ؓ رات کی تاریکی میں اپنے گھر سے نکلے تو پہلے ایک گھر میں گئے، پھر دوسرے گھر میں گئے۔ جب صبح ہوئی تو طلحہ ؓ اس گھر میں گئے (جس میں رات کو حضرت عمر فاروق ؓ گئے

Marfat.com

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾

۱۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس وقت مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو (صدق وخلوص) تھا اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا، پس اللہ تعالیٰ نے ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں بہت جلد فتح (خیبر) کا انعام عطا فرمایا۔[۱۶]

وَّ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور انہیں بہت سے اموال غنیمت عطا فرمائے جن کو وہ (عنقریب) حاصل کریں گے، اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سے اموال غنیمت کا وعدہ فرمایا ہے جن کو تم حاصل کرو گے مگر یہ (غنیمت خیبر) تو تمہیں جلدی عطا فرما دی ہے اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا ہے، اور تاکہ یہ مومنوں کے لئے نشانی ہو جائے اور تاکہ وہ تمہیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔[۱۷]

تھے) تو طلحہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس گھر میں ایک اندھی اپاہج بوڑھی عورت بیٹھی ہے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: یہ رات کو جو آدمی آپ کے پاس آتا ہے اس کا کیا معاملہ ہے؟ اس بوڑھی عورت نے جواب دیا: وہ اتنے عرصہ سے میری دیکھ بھال کرتا ہے، وہ میری ضرورت کی چیزیں لاتا ہے اور میری تکالیف دور کرتا ہے۔

(سیرۃ عمر بن الخطاب: ابن الجوزی: ص ۶۲)

[۱۶] حاشیہ نمبر ۹ میں اس بیعت کا پس منظر لکھا جا چکا ہے۔ اس آیت میں اس بیعت کرنے والوں کی عظمت بیان کی جا رہی ہے۔ یعنی اس بیعت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو گیا۔ ان مشکل حالات میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں جو صدق اور خلوص موجزن تھا اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو سکون و اطمینان عطا فرمایا اور بہت جلد فتح خیبر کا انعام عطا فرمایا جس میں انہیں بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا۔

[۱۷] اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بہت سے اموال غنیمت کا وعدہ فرمایا ہے، ان میں سے خیبر کے اموال غنیمت تمہیں جلد عطا کر

Marfat.com

وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور دوسری فتوحات جن پر تم قادر نہ تھے بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کا بھی احاطہ فرمالیا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[۱۸]

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور اگر کافر لوگ تم سے جنگ کرتے تو وہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے، پھر کوئی دوست اور مددگار بھی نہ پاتے۔[۱۹]

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ښ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

۲۳۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔[۲۰]

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور وہی ہے جس نے وادی مکہ میں کفار کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا، اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر غلبہ دے دیا تھا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔[۲۱]

دیئے ہیں۔ نیز صلح حدیبیہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے دلوں پر تمہارا ایسا رعب و دبدبہ طاری کر دیا کہ ان کے ہاتھ تمہاری طرف نہ اٹھ سکے۔ اس میں تمہاری تسکین کے لئے بڑی نشانی ہے یعنی تمہاری قلت تعداد کے باوجود اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی اور تمہیں صراط مستقیم پر قائم رکھا۔

[۱۸] صلح حدیبیہ کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں فتح خیبر عطا فرمائی اور اس کے بعد بہت سی ایسی فتوحات بھی عطا کیں جیسے فتح مکہ اور فتح حنین وغیرہ جن پر تم قادر نہیں تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو تمہارے لئے آسان بنا دیا کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[۱۹] چھ ہجری میں حدیبیہ کے مقام پر اگر کفار مکہ صلح نہ کرتے اور جنگ کا راستہ اختیار کرتے تو وہ شکست کھا کر بھاگ جاتے اور کوئی بھی ان کی مدد نہ کر سکتا۔

[۲۰] اللہ تعالیٰ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا اور اس کی سنت ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ مومنین جب ایمان کے سارے تقاضوں کے مطابق باطل سے ٹکراتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {تم ہی غالب رہو گے اگر تم کامل مومن ہو۔} (قرآن: ۳:۱۳۹)

[۲۱] حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ (حدیبیہ کے مقام پر) صبح کی نماز کے وقت اہل مکہ کے اسی (۸۰) مسلح افراد جبل تنعیم کی

Marfat.com

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾

۲۵۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے لئے وقف جانوروں کو بھی اپنی قربانی کی جگہ پر پہنچنے سے روکا، اور اگر (مکہ میں) کئی ایسے مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم نہیں جانتے (اور یہ اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم انہیں پامال کر ڈالو گے اور تمہیں بھی لاعلمی میں ان کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے گی (تو تمہیں کفار سے لڑنے کی اجازت دے دی جاتی لیکن یہ اجازت نہیں دی گئی) تاکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر دے، اور اگر وہ (مسلمان کافروں سے) الگ ہوتے تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔[۲۲]

طرف سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب پر اترے اور وہ رسول اللہ کو قتل کرنا چاہتے تھے مگر وہ گرفتار کر لئے گئے اور پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترمذی: ۳۲۶۴: تفسیر القرآن: باب ۴۸) یعنی اس کے باوجود کہ مسلمانوں نے ان کو گرفتار کر لیا مگر اللہ تعالیٰ نے فریقین کو ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے روک دیا کیونکہ اس وقت صلح ہی مسلمانوں کے لئے بہتر تھی۔

[۲۲] کفار مکہ نے تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے اور قربانی کے جانوروں کو قربانی کی جگہ تک پہنچنے سے روکا تھا۔ ان کی اس ہٹ دھرمی کے باعث چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان پر حملہ کرنے کی اجازت دے دیتا، مگر اللہ تعالیٰ نے دو وجوہات کی بنا پر حملہ کرنے کی اجازت نہ دی۔

ایک وجہ تو یہ تھی کہ مکہ میں کچھ مسلمان عورتیں اور مرد موجود تھے جنہوں نے کفار کے شر سے بچنے کے لئے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا یا ان کا ایمان تو ظاہر تھا مگر اپنی بے بسی کے باعث ہجرت نہیں کر سکتے تھے۔ اب اگر تمہیں حملہ کرنے کی اجازت دے دی جاتی تو لاعلمی میں کفار مکہ کے ساتھ کئی مسلمان بھی شہید ہو جاتے، جس سے ایک طرف تمہیں خود افسوس ہوتا اور دوسرا کفار تمہیں طعنہ دیتے کہ تم کتنے ظالم لوگ ہو کہ تم نے کفار کے ساتھ اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی قتل کر دیا ہے۔

اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو موقع دیا تاکہ وہ اپنے رویہ پر نظر ثانی کریں اور اسلام کے دامن رحمت میں آ جائیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اس صلح کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسا جرنیل، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جیسا سیاستدان اور دیگر بہت سے نامور لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ الغرض اگر لاعلمی میں

Marfat.com

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٢٦﴾

۲۶۔ جب کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلانہ تعصب کو جگہ دی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنوں پر تسکین نازل فرمائی اور انہیں تقویٰ کی بات پر مستحکم کر دیا اور وہی اس کے اہل اور زیادہ حقدار تھے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ [۲۳]

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ

۲۷۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ سچا خواب دکھایا کہ تم ان شاء اللہ ضرور مسجد حرام میں

کمزور مسلمانوں کے شہید ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا اور کئی کفار کے ایمان لانے کی امید نہ ہوتی اور مسلمان اور کفار علیحدہ علیحدہ آباد ہوتے تو کفار پر حملہ کر کے انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا۔

عمرہ میں قربانی کا مسئلہ

عمرہ میں قربانی کرنا واجب نہیں ہے مگر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نفلی قربانی کے لئے اونٹ ساتھ لے گئے تھے تاکہ نفلی ثواب بھی ہو اور کفار مکہ کو مزید یقین ہو جائے کہ مسلمان لڑنے کے لئے نہیں بلکہ صرف عمرہ اور حرم میں قربانی کرنے کے لئے آئے ہیں۔

[۲۳] عرب میں ہر شخص کو حج یا عمرہ کے لئے بیت اللہ کی زیارت کا حق حاصل تھا مگر کفار مکہ نے جاہلانہ تعصب میں آ کر مسلمانوں کو اس حق سے محروم کر دیا اور انہیں مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ نیز کفار مکہ نے مسلمانوں سے ایسی شرائط پر صلح کی جو مسلمانوں کے لئے بظاہر تکلیف دہ تھیں مگر مسلمانوں نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے حکم کے مطابق صبر و تحمل سے کام لیا۔ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے دلوں پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو تقویٰ کی بات یعنی توحید پر مستحکم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ اعزاز بلاوجہ نہیں دیا بلکہ وہ اپنے صدق و خلوص کی وجہ سے واقعی اس اعزاز کے اہل اور زیادہ حقدار تھے۔

اللہ تعالیٰ ان نفوس قدسیہ پر راضی ہو اور ان کی برکت سے ہم تمام مسلمانوں پر بھی راضی ہو۔ وہ کیا خوش نصیب تھے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے تسکین اور توحید کو راسخ کر دیا تھا۔ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ تسکین اور توحید کو راسخ فرما دے، دنیا کی کوئی طاقت ان کو گمراہ نہیں کر سکتی، اور جو لوگ ان خوش نصیب ہستیوں کے بارے میں سوئے ظن رکھتے ہیں وہ اپنے ایمان کا علاج کرائیں۔ قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے جس نے ان کے دلوں میں توحید اور تقویٰ کو مستحکم کر دیا ہے۔

Marfat.com

اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿٢٧﴾

امن و امان کے ساتھ داخل ہو گے، کچھ اپنے سروں کو منڈواتے ہوئے اور کچھ اپنے بال کترواتے ہوئے، (اس حال میں کہ) تمہیں کسی کا خوف نہیں ہوگا، [۲۴] پس اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے، [۲۵] سو اس نے اس (یعنی فتح مکہ) سے پہلے ہی بہت جلد ایک اور فتح (یعنی فتح خیبر) عطا فرما دی۔

[۲۴] امام ابن کثیر لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ مکہ میں تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا اور ذو القعدہ چھ ہجری میں ۱۴۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ روانہ ہوئے۔ کفار مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کو روک دیا اور طے پایا کہ اس سال مسلمان عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں اور آئندہ سال انہیں عمرہ کرنے سے نہیں روکا جائے گا۔ اس سے بعض مسلمانوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہوئے (کہ نبی کریم ﷺ کا خواب سچا نہ ہوا) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک، لیکن کیا میں نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ تم اس سال بیت اللہ کا طواف کرو گے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: نہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یقیناً تم بیت اللہ کے پاس آنے والے ہو اور اس کا طواف کرنے والے ہو۔ اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر)

اگرچہ نبی کریم ﷺ نے واضح کر دیا تھا کہ خواب میں اسی سال عمرہ کرنے کی تصریح نہیں تھی مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس کی خود وضاحت فرما دی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جو خواب دکھایا ہے وہ بالکل سچا ہے، تم ان شاء اللہ ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ چنانچہ آئندہ سال یعنی ساتویں ہجری میں وہ امن و امان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے، عمرہ ادا کیا، بعض نے سر منڈائے اور بعض نے بال کتروائے۔ تاریخ میں اس کو عمرۃ القضاء کہا جاتا ہے۔

[۲۵] مسلمانوں کو صلح حدیبیہ کی بعض شرائط پسند نہیں تھیں اور وہ چاہتے تھے کہ اسی سال اہل مکہ پر حملہ کر کے عمرہ ادا کیا جاتا مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر اس سال اہل مکہ پر حملہ کر دیا جاتا تو وہ کمزور مسلمان عورتیں اور مرد جنہوں نے کفار کے شر سے بچنے کے لئے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا وہ بھی لاعلمی میں کفار مکہ کے ساتھ شہید ہو جاتے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس عمرہ سے پہلے خیبر فتح ہو جائے تاکہ مسلمانوں کی مالی حالت بھی بہتر ہو جائے اور وہ پورے اطمینان کے ساتھ عمرہ ادا کریں۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد جب کفار مکہ کی طرف سے جنگ وقتی طور پر بند ہو گئی تو اسلام اتنی تیزی سے پھیلا کہ چھ ہجری میں مکہ جانے والوں کی تعداد چودہ سو تھی اور صرف دو سال بعد فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد دس ہزار ہو گئی۔

Marfat.com

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝۲۸

۲۸۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے،[۲۶] اور اللہ تعالیٰ ہی (آپ ﷺ کی رسالت کا) گواہ کافی ہے۔[۲۷]

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ

۲۹۔ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں،[۲۸] اور جو لوگ ان کے ساتھی ہیں، وہ کفار پر بہت سخت ہیں،[۲۹]

[۲۶] اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو سراپا ہدایت قرآن مجید اور سراپا حق دین اسلام دے کر بھیجا تاکہ وہ اسلام کو تمام دینوں پر غالب فرمادے۔

دلائل و براہین کے میدان میں اسلام تمام ادیان پر ہمیشہ غالب رہا ہے۔ اسی وجہ سے آج بھی غیر مسلم قوموں میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا دین اسلام ہی ہے اور مادیت کے میدان میں بھی اسلام ہر اس وقت غالب رہا ہے جب مسلمانوں نے اس پر مکمل عمل کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ خلافت راشدہ اور قرون وسطیٰ کے ادوار میں اسلام کو مادی غلبہ بھی حاصل رہا اور جب مسلمانوں نے اسلام پر عمل کرنے میں کوتاہی کی تو پھر زوال کا آنا ایک لازمی امر تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم کامل مومن ہو۔} (قرآن: ۳:۱۳۹)

[۲۷] اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کی رسالت کو ثابت کردیا ہے۔ اس کے باوجود اگر کفار مکہ نہیں مانتے تو کوئی فرق نہیں پڑتا، آپ ﷺ کی صداقت کے لئے اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔

[۲۸] اس سورت کے تعارف میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ صلح حدیبیہ میں کفار مکہ نے آپ ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ لکھنے پر اعتراض کیا تھا کیونکہ وہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں مانتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ کے الفاظ لکھ کر بتادیا کہ صرف ایک صلح نامہ حدیبیہ پر آپ کے نام کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کے نام کے ساتھ یہ الفاظ نازل کردیئے ہیں جو دنیا کے ہر کونے میں قیامت تک پڑھے جاتے رہیں گے اور روزانہ پانچ دفعہ اذان میں بھی آپ کی رسالت کی گواہی دی جاتی رہے گی۔

[۲۹] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے اصحاب کرام ﷺ کے فضائل و اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ ان کا پہلا وصف یہ ہے کہ وہ کفار پر سخت ہیں یعنی اگر کفار سے لڑائی ہوجائے تو وہ چٹان کی طرح سختی اور ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کرتے ہیں اور اپنے دین پر اتنے پختہ ہیں کہ کوئی طاقت ان کو دین سے جدا نہیں کرسکتی۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ بے رحم اور سنگدل تھے اور کفار کے ساتھ ظلم و زیادتی اور ناانصافی سے پیش آتے تھے۔

Marfat.com

غیر مسلموں کے ساتھ عدل وانصاف

اسلام عدل وانصاف کا دین ہے، وہ میدان جنگ میں بھی کسی کے ساتھ ظلم اور زیادتی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ صرف اسی کافر کے ساتھ لڑائی کی اجازت دیتا ہے جو ہتھیار لے کر تمہارے مقابلے میں آئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔} (قرآن: ۲:۱۹۰) یعنی جنگ کی نوبت آجائے تو صرف ان لوگوں پر تلوار اٹھائی جائے جو تمہارے خلاف لڑائی میں شریک ہوں۔ ان کے علاوہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور راہبوں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کسی مقتول کی لاش کا مثلہ نہ کیا جائے، حتیٰ کہ جانوروں، سرسبز کھیتوں اور پھلدار درختوں کو بھی بلاضرورت نقصان نہ پہنچایا جائے۔ (موطا امام مالک: کتاب الجہاد: باب ۳) یعنی عین جنگ کے عالم میں جہاں جذبات پر قابو نہیں رہتا اور آتش انتقام بھڑک رہی ہوتی ہے وہاں بھی اسلام مجاہدین کو عدل وانصاف اور قواعد وضوابط کا پابند بناتا ہے تاکہ کسی کے ساتھ زیادتی اور بے انصافی نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ کیا آج کی ترقی یافتہ دنیا میں کوئی قوم ایسی موجود ہے جس نے حالت جنگ میں قانون اور عدل وانصاف کا یوں لحاظ رکھا ہو؟ آج تو جنگ شروع ہوتے ہی شہروں اور آباد بستیوں کو بموں سے اڑا دیا جاتا ہے۔ پرامن شہریوں، عورتوں، کمسن بچوں اور بوڑھوں کسی سے درگزر نہیں کی جاتی۔ ہسپتالوں، عبادت خانوں اور درسگاہوں تک کو مسمار کر دیا جاتا ہے۔ یہ شرف صرف اسلام ہی کو حاصل ہے جو عین میدان جنگ میں بھی کسی بے گناہ پر زیادتی کی اجازت نہیں دیتا۔

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں (کفار) نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا کہ تم ان کے ساتھ حسن سلوک اور عدل وانصاف کا برتاؤ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی دوستی سے منع فرماتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہیں دیس نکالا دینے والوں کی مدد کی، جو لوگ ایسے کفار سے دوستی کریں گے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔} (قرآن: ۶۰: ۸۔ ۹) ان آیات میں ایک بدیہی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یعنی کوئی قوم اپنے کسی فرد کو اپنے دشمن کے ساتھ دوستی رکھنے کی اجازت نہیں دیتی کیونکہ اس کے ذریعہ قومی راز دشمن تک پہنچنے کا امکان ہوتا ہے، اس لئے اس کو غدار قرار دے کر اسے قرار واقعی سزا دیتی ہے لیکن جو قوم دشمنی نہیں کرتی اس کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع نہیں کرتی۔

☆ بعض اسرائیلی روایات میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے، جب ان کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ کسی آدمی کو تلاش کرتے جو ان کے ساتھ کھانا کھائے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اجنبی آدمی کو ملے۔ جب وہ آپ کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو فرمایا: بسم اللہ پڑھو۔ اس نے جواب دیا: میں نہیں

Marfat.com

رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ

آپس میں رحمدل ہیں، [۳۰] آپ انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کا

جانتا کہ اللہ کون ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو کھانے سے اٹھا دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اس کو رزق دیتا رہا ہوں اور تم نے اس کو ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرا کر اس کی تلاش میں نکلے اور اس کو واپس بلایا۔ اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ اب مجھے واپس کیوں بلا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارا واقعہ سنایا، تو اس نے کہا: یہ تو بڑا کریم رب ہے۔ پھر وہ ایمان لے آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں واپس آ گیا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۶۹)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی: اے میرے خلیل! لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ اگرچہ کفار کے ساتھ واسطہ پڑے، تم نیک لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو جاؤ گے۔ میں نے پہلے ہی سے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ جو اچھے اخلاق کا برتاؤ کرے گا میں اس کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دوں گا، جنت کے خاص مشروبات سے سیراب کروں گا اور اپنے پڑوس میں قرب عطا کروں گا۔ (المعجم الاوسط: امام طبرانی: ۶۵۰۲: جلد ۷: ص ۲۶۱، الترغیب والترہیب: جلد ۳: ص ۴۰۷: الترغیب فی الخلق الحسن)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک بکری ذبح کی گئی تو انہوں نے دو بار گھر والوں سے پوچھا کہ تم نے ہمارے پڑوسی جو کہ یہودی ہے کے لئے گوشت کا تحفہ بھیجا ہے یا نہیں؟ کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جبریل امین مجھ کو ہمیشہ پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو میرا وارث کر دیں گے۔ (ترمذی: ۱۹۴۳: ابواب البر: باب ۲۸) پڑوسیوں کے ساتھ اچھے مراسم رکھنے کا ایک طریقہ تحائف کا تبادلہ ہے مگر تبادلہ تحائف کے وقت فریقین کو ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کا احترام کرنا چاہیے اور کسی ایسی چیز کا تبادلہ نہ کیا جائے جو دوسرے کے مذہب میں ناپسندیدہ ہو۔

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ میرے پاس آئیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مشرکہ تھیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (بخاری: ۲۶۲۰: کتاب الادب: باب ۳)

[۳۰] آپس میں رحمدل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں رحمدل اور ہمدرد ہیں حتیٰ کہ جب وہ کفار پر سخت ہوتے ہیں اس حال میں بھی وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس کی جنگیں نفسانی خواہشات کے باعث نہ تھیں بلکہ اختلاف رائے کی بنا پر تھیں۔

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل اور ہدایت کے ستارے ہیں۔ ان کی تعظیم واجب

Marfat.com

وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖ وَ

فضل اوراس کی رضا طلب کرتے ہیں،[۳۱]ان کی نشانی ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے،[۳۲] ان کی یہ صفات تورات میں بھی ہیں، اور انجیل میں بھی

ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا ہے تو کسی اور کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان پر زبانِ طعن دراز کرے۔ ان کے باہمی اختلافات اور قتال سب اجتہادی امور پر مبنی تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں} (قرآن: ۱۱:۱۱۴) اور صحابہ کرام ﷺ کی نیکیوں کے برابر کسی دوسرے کی نیکیاں نہیں ہوسکتیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عفو و درگزر کے جتنے مستحق صحابہ کرام ﷺ ہیں کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ ہمیں ان پر نکتہ چینی کے بجائے اپنی خطاؤں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے۔ یا اللہ! ان خوش نصیب مجاہدین اسلام کے صدقے ہم پر بھی کرم فرما اور ہمارے گناہ معاف فرما دے۔ آمین!

☆ حضرت ابو موسیٰ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مومن کا تعلق مومن کے ساتھ ایسا ہے جیسے دیوار کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو سہارا دیئے ہوئے ہوتا ہے۔ (نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا اور) پھر اپنے (دونوں) ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ملا دیا۔ (بخاری: ۶۰۲۶: کتاب الادب: باب ۳۶)

☆ حضرت نعمان بن بشیر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومنین کی آپس میں محبت، رحمت اور مہربانی کی مثال ایک جسم کی طرح ہے، اگر اس کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کی نیند ختم ہو جاتی ہے۔
(مسلم: ۶۵۸۶: کتاب البر: باب ۱۷)

[۳۱] صحابہ کرام ﷺ کو اپنے رب کی عبادت سے اتنی محبت تھی کہ کبھی رکوع میں جھکے ہوئے نظر آتے تو کبھی سجدہ ریز دکھائی دیتے۔ اور اس ساری عبادت و ریاضت کا مقصد صرف یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا حاصل ہو جائے۔

[۳۲] صحابہ کرام ﷺ کے سجدوں اور ان کی شب بیداریوں کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں تھے، جیسا کہ حضرت جابر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص رات کو کثرت سے نمازیں پڑھتا ہے دن کو اس کا چہرہ بہت حسین لگتا ہے۔
(ابن ماجہ: ۱۳۳۳: اقامۃ الصلوات: باب ۱۷۴)

اس سے مراد وہ سیاہ نشان نہیں جو سخت چیز پر سجدہ کرنے کی وجہ سے بعض نمازیوں کی پیشانی پر پڑ جاتا ہے کیونکہ وہ نشان سیاہ رنگت والوں کی پیشانی پر نمایاں نہیں ہوتا، بلکہ اس سے مراد پرہیزگاری، شرافت، انسانی ہمدردی اور خوش اخلاقی کا نور ہے جو نیک لوگوں کے چہروں پر نمایاں ہوتا ہے۔ انسان کا چہرہ ایک مفصل کتاب کا ایسا سرورق ہے جس کو دیکھتے ہی پوری کتاب کے مندرجات کا اندازہ ہو جاتا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد آ جائے۔ (ابن ابی حاتم: حدیث نمبر ۱۰۴۵۵) یعنی ان کی شکل و صورت، کردار اور گفتار میں توحید پرستی کے آثار اس قدر غالب اور نمایاں ہوتے ہیں کہ ان کو دیکھنے والے کے ذہن و ضمیر میں اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع

ہیں، [۳۳] وہ (یعنی صحابہ کرام ﷺ) اس کھیتی کی طرح ہیں جس نے پہلے اپنی باریک سی کونپل نکالی، پھر اس کو تقویت دی، پھر وہ موٹی ہوگئی، پھر وہ اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور کاشتکاروں کو خوش کرنے لگی تا کہ ان کے ذریعے وہ کافروں کے دل جلائے، [۳۴] اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

[۳۳] قرآن مجید کی اس آیت میں صحابہ کرام ﷺ کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں وہ پہلے تورات اور انجیل میں بھی بیان ہو چکے ہیں۔

[۳۴] صحابہ کرام ﷺ کی مثال اس کھیت کی طرح ہے جس میں پہلے ایک باریک سی کونپل نکلتی ہے، پھر وہ بتدریج مضبوط ہو کر جب مکمل پودے کی صورت میں لہلہاتی ہے تو کاشتکاروں کو خوش کر دیتی ہے مگر ان کاشتکاروں کے دشمن حسد سے جلنے لگتے ہیں۔ اسی طرح ابتدا میں تنہا نبی کریم ﷺ تھے جنہوں نے اسلام کی دعوت دی، پھر بتدریج ایک ایک دو دو کر کے لوگ مسلمان ہوتے گئے، اور جب مسلمان ایک مضبوط قوت بن گئے تو ان کی کثرت اور قوت کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ تو خوش ہو گئے مگر کفار حسد و غضب سے جلنے لگے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ﷺ کے اخلاص اور تقویٰ کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ تو خوش تھے مگر کفار ان کی کامیابیوں کو دیکھ کر حسد و بغض سے جلتے تھے۔ آج بھی اہل ایمان تو ان نفوس قدسیہ کے کارناموں کو سن کر خوش ہوتے ہیں مگر جن کے دلوں میں ان کے متعلق بغض و عناد ہے انہیں نبی کریم ﷺ کے درج ذیل پیارے پیارے ارشادات کا غور سے مطالعہ کرنا چاہیے اور ان نفوس قدسیہ کے متعلق اپنے دل کو پاک اور صاف رکھنا چاہیے:

صحابی کی تعریف

صحابی اس خوش نصیب انسان کو کہتے ہیں جو ایمان کی حالت میں نبی آخر الزمان ﷺ کی صحبت یا زیارت سے فیض یاب ہوا، پھر ایمان پر قائم رہا اور اس کی وفات بھی ایمان کی حالت میں ہوئی۔

حضرت ابو بکر ﷺ کی افضلیت

اہل اسلام کے نزدیک انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد انسانوں میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق ﷺ ہیں۔

اس سلسلہ میں چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

۱۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب فضائل اصحاب کے باب نمبر چار کا عنوان بنایا ہے: "فضل ابی بکر بعد النبی" نبی کے بعد ابو بکر کی فضیلت کا باب۔ اس باب میں عبداللہ بن عمر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہم لوگوں کے

Marfat.com

درمیان ترجیح دیا کرتے تھے تو ہم ابو بکر ﷛ کو ترجیح دیتے، پھر عمر بن خطاب ﷛ کو پھر عثمان بن عفان ﷛ کو۔

(بخاری: فضائل اصحاب: باب ۴)

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں۔ وعلی هذا اهل السنة والجماعة۔ اہل سنت و جماعت اسی عقیدہ پر ہیں۔ (عمدۃ القاری: جلد ۱۶: ص ۱۷۷) اور امام ابن حجر عسقلانی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے: (اجمع الصحابة وأتباعهم علی افضلية ابی بکر) صحابہ کرام ﷡ اور تابعین ﷭ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت ابو بکر ﷛ افضل ہیں پھر حضرت عمر ﷛ پھر حضرت عثمان ﷛ اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ (فتح الباری: جلد ۷: ص ۱۷)

۲۔ عبداللہ بن سلمہ ﷛ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ کہتے ہوئے سنا (خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ ابو بکر) کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں سے بہتر ابو بکر ﷛ ہیں اور ابو بکر ﷛ کے بعد لوگوں سے بہتر حضرت عمر ﷛ ہیں۔

(ابن ماجہ: مقدمہ: حدیث نمبر ۱۰۶)

۳۔ محمد بن الحنفیہ یعنی محمد بن علی ابن ابی طالب ﷛ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں سے بہتر کون ہے؟ حضرت علی ﷛ نے فرمایا: ابو بکر ﷛، میں نے عرض کیا: پھر کون بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا عمر ﷛ پھر مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں کہوں کہ عمر ﷛ کے بعد کون بہتر ہے تو آپ حضرت عثمان ﷛ کا نام لیں گے اس لئے میں نے پوچھا: میرے ابا جان! پھر عمر ﷛ کے بعد آپ ﷛ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: میں مسلمانوں میں سے ایک عام انسان ہوں۔ (ابو داؤد: کتاب السنہ: باب ۸: حدیث نمبر ۴۶۲۹)

۴۔ عبداللہ بن عمر ﷛ نے فرمایا: ہم کہا کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ حیات تھے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت میں سب سے افضل ابو بکر ﷛ ہیں۔ (افضل امة النبی ﷺ بعدہ ابو بکر) پھر عمر ﷛، پھر عثمان ﷛ ہیں۔

(ابو داؤد: کتاب السنہ: باب ۸: حدیث نمبر ۴۶۲۸)

۵۔ گذشتہ حدیث کے آخر میں کچھ اضافے کے ساتھ طبرانی بیان کرتے ہیں: عبداللہ بن عمر ﷛ نے فرمایا: ہم کہا کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ حیات تھے کہ اس امت میں ابو بکر ﷛ سب سے افضل ہیں، پھر عمر ﷛ اور پھر عثمان ﷛ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ہماری یہ بات سنا کرتے تھے مگر آپ ﷺ نے کبھی اس کا انکار نہیں فرمایا۔

(عمدۃ القاری: جلد ۱۶: ص ۱۷۷)

۶۔ حضرت ابو درداء ﷛ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابو بکر ﷛ کے آگے چل رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے ابو درداء! کیا تم اس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے دنیا و آخرت میں بہتر ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! نبیوں اور رسولوں کے بعد حضرت ابو بکر ﷛ سے افضل کوئی شخص نہیں ہے جس پر سورج طلوع یا غروب ہوا ہو۔ (السيرة الحلبية: جلد ۲: ص ۵۶)

۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی بیماری کے ایام میں مجھے فرمایا: میرے لئے اپنے باپ ابو بکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں (ان کے لئے) ایک مکتوب لکھ دوں، کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے

Marfat.com

والا تمنا کرے گا اور یہ کہے گا کہ میں ہی (خلافت کا) زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا سب کو مسترد کردیں گے۔ (مسلم: ۶۱۸۱: کتاب فضائل الصحابۃ: باب ۱)

۸۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل امین میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں پسند کرتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ ہوں تاکہ آپ (کے چہرہ) کو دیکھتا رہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! بے شک میری امت میں آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

(ابوداؤد: ۴۶۵۲: کتاب السنۃ: باب ۸)

خلفائے راشدین کے فضائل

اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ کفار پر سخت ہونے سے مراد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپس میں رحمدل سے مراد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ رکوع اور سجدہ کرنے والوں سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا طلب کرنے والوں سے مراد دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ (تفسیر الخازن)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مسلمان کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو (ایمان کی نظر سے) دیکھا۔

(ترمذی: حدیث نمبر ۳۸۵۸: ابواب المناقب: باب ۵۶)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو: تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۸۶۶: ابواب المناقب: باب ۵۹)

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو وہ میرے صحابہ کے ایک کلوگرام بلکہ آدھا کلوگرام (جو خیرات کرنے کے اجر) کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری: ۳۶۷۳: فضائل اصحاب: باب ۵)

☆ حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب میں سے جو شخص کسی علاقہ میں فوت ہو جائے تو قیامت کے دن وہ شخص اس علاقہ والوں کے لئے قائد اور نور بنا کر اٹھایا جائے گا۔

(ترمذی: ۳۸۶۵: ابواب المناقب: باب ۵۸)

☆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا، پس جو شخص ان

Marfat.com

سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے، اور جو ان سے بغض رکھتا ہے تو وہ مجھ سے بغض کے باعث ایسا کرتا ہے، اور جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی گرفت فرمائے گا۔

(ترمذی: ۳۸۶۲: ابواب المناقب: باب ۵۸)

☆ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کا لباس حیا ہے، اس کی زینت وفا ہے، اس کی مروت عمل صالح ہے، اس کا ستون تقویٰ ہے۔ ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت ہے۔ (کنز العمال: ۳۲۵۲۳: جلد ۱۱: ص ۵۳۹)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ۔۔۔ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے تھے اور میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے اور ایک ملت کے سوا باقی تمام فرقے جہنم میں ہوں گے۔ مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی ملت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔

(ترمذی: ۲۶۴۱: ابواب الایمان: باب ۱۸)

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ (مشہور محدث) عمر بن حبیب ایک روز خلیفہ ہارون الرشید کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ وہاں ایک مسئلہ پر گرما گرم بحث شروع ہو گئی۔ ایک شخص نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث پیش کی۔ دوسرے فریق نے اس حدیث کو صحیح ماننے سے انکار کر دیا اور کہا: ہم ابو ہریرہ کی روایات کو نہیں مانتے کیونکہ وہ متہم (مشکوک) ہیں۔ عمر بن حبیب کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ ہارون الرشید بھی انہی کی طرف مائل ہیں اور ان کی بات کی تائید کرنے لگے۔ میں نے کہا: یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت احادیث میں ثقہ اور صادق ہیں۔ ہارون الرشید نے غضبناک نگاہوں سے میری طرف دیکھا تو میں وہاں سے اٹھ کر گھر چلا آیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے بتایا گیا کہ خلیفہ کا قاصد دروازے پر کھڑا ہے۔ جب وہ اندر آیا تو اس نے کہا: فوراً امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو، تجھے قتل کیا جائے گا، لہٰذا کفن بھی پہن لو اور خوشبو بھی لگا لو۔ میں نے یہ سنا تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی: اے اللہ تعالیٰ! تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا دفاع کیا ہے اور اس طرح تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بلند کیا ہے۔ اے میرے اللہ! تو مجھے ہارون کے شر سے بچا۔ یہ دعا مانگی اور ہارون کی طرف روانہ ہوا۔ وہ سونے کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، اس نے اپنی آستینیں چڑھائی ہوئی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اس کے سامنے چمڑے کا ٹکڑا بچھا ہوا تھا، مجھے دیکھ کر بولا: اے عمر! میری بات کو آج تک ایسی گستاخی سے کسی نے رد نہیں کیا جس طرح تو نے کیا ہے۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے صرف اس بات کی تردید کی ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر حرف آتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی توہین ہوتی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جھوٹ بولا کرتے تھے تو شریعت باطل ہو جائے گی۔ نماز، روزہ، طلاق، نکاح اور حدود کے بارے میں جتنے احکام ہیں سب مردود اور

Marfat.com

غیر مقبول قرار پائیں گے۔ میری یہ بات سن کر وہ اپنی ذات کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: اے عمر بن حبیب! تو نے مجھے از سرِ نو زندہ کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ تجھے سلامت رکھے، اور دس ہزار درہم بطورِ انعام مجھے دینے کا حکم دیا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ فتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۲۹)

☆ عویم بن ساعدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب مخلوقات سے اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا اور پھر میرے لئے اصحاب کا انتخاب فرمایا۔ ان میں سے میرے لئے وزیر، داماد اور سسر بنائے، پس جس نے ان کو برا بھلا کہا، اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کوئی معاوضہ اور کوئی بدلہ قبول نہ کرے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ فتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۲۹)

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ ؓ سارے کے سارے عادل ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے دوست اور اس کے منتخب کردہ ہیں اور اس کی مخلوق میں اس کے انبیاء و رسل کے بعد سب سے بہتر ہیں۔

(تفسیر قرطبی: سورہ فتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۲۹)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعۃ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز اتوار ۱۱ جولائی ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۹ رجب ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۵ جون تا ۱۱ جولائی یعنی صرف ۲۶ دنوں میں سورہ فتح کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ الحجرٰت (۴۹)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''حجرات'' ہے جو اس کی آیت نمبر ۴ سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ اس سورت کے آغاز میں صحابہ کرام ﷺ کو نبی کریم کی بارگاہ کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ آپ کے پاس حاضری کا طریقہ اور بات کرنے کا سلیقہ بتایا گیا ہے۔

☆ مومن آپس میں بھائی ہیں، اگر ان کے درمیان لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کرادو اور اگر وہ صلح نہ کریں تو تم تماشائی نہ بنو بلکہ اس کا ساتھ دو جو حق پر ہے۔

☆ مومنین کو بدگمانی اور غیبت سے پرہیز کرنا چاہیے اور ایک دوسرے کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے دوسرا شخص اس سے بہتر ہو۔

☆ سارے لوگ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم انگلستان

بروز بدھ بعد از اشراق ۱۴ جولائی ۲۰۱۰ء بمطابق ۲ شعبان ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

ایاتہا ۱۸ ۴۹ سورۃ الحجرات مدنیۃ ۱۰۶ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

۱۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے (کسی معاملہ میں) سبقت نہ کیا کرو[۱] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ (سب کچھ) سننے

---

[۱] اس سورت کی ابتدائی آیات میں نبی کریم ﷺ کا ادب واحترام سکھایا گیا ہے۔ یعنی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اگر کوئی معاملہ پیش ہو تو اس کے فیصلے میں سبقت نہ کیا کرو بلکہ نبی کریم ﷺ کے حکم کا انتظار کرو اور جب آپ ﷺ فیصلہ صادر فرمادیں تو اس کی اطاعت میں آگے بڑھو اور اپنی خواہشات کو پس پشت ڈال دو۔

یہ حکم تو نبی کریم ﷺ کی ظاہری زندگی میں تھا۔ اب اس حکم پر عمل کرنے کی صورت یہ ہوگی کہ جو بھی مسئلہ درپیش ہو پہلے اس کا حل قرآن وسنت سے تلاش کیا جائے اور اگر وہاں نہ ملے تو پھر قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی عقل وخرد کو بروئے کار لایا جائے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن (کا حاکم بناکر) بھیجنے لگے تو فرمایا: اے معاذ! جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آیا تو تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملا تو پھر کیا کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: پھر میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں وہ مسئلہ نہ رسول اللہ کی سنت میں ملا اور نہ ہی کتاب اللہ میں ملا تو پھر کیا کرو گے؟ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: پھر میں اپنی رائے کے مطابق پوری کوشش (یعنی اجتہاد) کروں گا اور ذرہ کوتاہی نہیں کروں گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے اپنے رسول کے نمائندے کو اس طریقہ کی توفیق بخشی جو اس کے رسول کو پسند ہے۔ (ابوداؤد: ۳۵۹۲: کتاب القضاء: باب ۱۱)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: کسی قول یا فعل میں نبی کریم ﷺ پر سبقت نہ کی جائے حتیٰ کہ کھانے کی مجلس میں آپ ﷺ سے پہلے کھانا شروع نہ کیا جائے، اور اگر آپ ﷺ چل رہے ہیں تو کوئی آپ ﷺ سے آگے نہ بڑھے۔ (صفوۃ التفاسیر)

علماء ومشائخ کا احترام

علمائے کرام اور مشائخ عظام کا بھی اسی طرح احترام کرنا چاہیے کیونکہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، جیسا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے

Marfat.com

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① والا خوب جاننے والا ہے۔[۲]

دیکھ کر فرمایا: اے ابو درداء! کیا تم اس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے دنیا و آخرت میں بہتر ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! نبیوں اور رسولوں کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی شخص نہیں ہے جس پر سورج طلوع یا غروب ہوا ہو۔

(السیرۃ الحلبیۃ: جلد ۲: ص ۵۶)

والدین کا احترام

والدین کا بھی اسی طرح احترام کرنا چاہیے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو دیکھا اور ان میں سے ایک سے پوچھا: اس دوسرے شخص کے ساتھ تیرا کیا رشتہ ہے؟ اس نے کہا: یہ میرا باپ ہے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے باپ کو اس کے نام سے نہ پکارا کر، اس کے آگے نہ چلا کر اور نہ ہی اس سے پہلے بیٹھا کر۔

(امام بخاری: الأدب المفرد: ص ۲۲)

حکایت ہے کہ ایک آدمی استاذ ابو اسحاق کے پاس آیا اور کہا: میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ آپ کی داڑھی لعل اور موتیوں کے ساتھ مرصع تھی۔ ابو اسحاق نے کہا: تو نے سچ کہا: آج رات میں نے سونے سے پہلے اپنی داڑھی کو ماں کے قدموں کے تلووں کے ساتھ مس کیا تھا اور یہ ماں کے قدموں کی برکت ہے۔ ابو اسحاق اپنے ہاتھ سے والدین کی خدمت کرتا تھا اور ان کی خدمت کسی اور کے سپرد نہیں کرتا تھا کیونکہ آدمی کے لئے اپنے والدین، استاذ اور مہمان کی خدمت کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے، لہٰذا بیٹے کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین سے آگے نہ چلے اور نہ ہی کسی مجلس میں والدین سے بلند جگہ پر بیٹھے اور نہ ہی کھانے، پینے اور بات کرنے میں ان سے سبقت کرے۔

(تفسیر روح البیان: سورۃ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۲۳)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن انسانوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں اور جمعہ کے دن انبیائے کرام اور والدین کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں تو وہ اپنے بعد والوں کی نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہوتے اور ان کے چہرے خوشی سے چمک اٹھتے ہیں، پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (گناہ کر کے) اپنے فوت شدہ آباء و اجداد کو اذیت نہ پہنچاؤ۔

(کنز العمال: ۴۵۴۹۳: جلد ۱۶: ص ۴۶۹)

استاذ کا احترام

علم سکھانے کے حوالے سے استاذ بھی باپ کی طرح احترام کا مستحق ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے لئے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں کیونکہ میں تمہیں علم سکھاتا ہوں۔

(ابو داؤد: ۸: کتاب الطھارۃ: باب ۴)

[۲] اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہا کرو کیونکہ وہ تمہاری باتوں کو بھی سنتا ہے اور تمہاری نیتوں کو بھی جانتا ہے۔

Marfat.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲

۲۔ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ ان سے اس طرح بلند آواز سے بات کیا کرو جیسے تم آپس میں بلند آواز سے بات کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ [۳]

[۳] اس آیت میں اہل ایمان کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں جب تم آپس میں گفتگو کرو تو تمہاری آواز نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ ہو اور جب تم نبی کریم ﷺ سے بات کرو تو اس طرح بلند آواز سے بات نہ کرو جس طرح تم آپس میں بلند آواز سے بات کرتے ہو۔ نیز جس طرح تم ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو اس طرح نبی کریم ﷺ کو یا محمد کہہ کر نہ پکارو بلکہ پورے ادب کے ساتھ معزز القاب مثلاً یا رسول اللہ کہہ کر خطاب کرو کیونکہ اگر تم نے بارگاہ رسالت کے ادب واحترام کو ملحوظ خاطر نہ رکھا تو اس بے ادبی اور گستاخی کی وجہ سے تمہاری ساری نیکیاں ضائع ہو جائیں گی اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

نبی کریم ﷺ کی تعظیم کے متعلق تفصیلی بیان سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۵۷ کے حاشیہ نمبر ۸۳ میں ملاحظہ کریں جس میں درج ذیل عنوانات کے حوالوں سے آپ ﷺ کی تعظیم کو بیان کیا گیا ہے۔ یعنی نبی کریم ﷺ کی تعظیم قرآن مجید کی روشنی میں، نبی کریم ﷺ کی تعظیم حدیث پاک کی روشنی میں، نبی کریم ﷺ کی تعظیم کے متعلق اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل، وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کی تعظیم، نبی کریم ﷺ کی احادیث کی تعظیم اور نبی کریم ﷺ کے آثار و تبرکات کی تعظیم۔

نبی کریم ﷺ کی بے ادبی

نبی کریم ﷺ کی بے ادبی اتنا بڑا گناہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی مقدس ہستیوں کی خلوص بھری نیکیاں بھی ضائع ہو سکتی ہیں تو ہم جیسے گناہگار اگر بے ادبی کر بیٹھیں تو ان کی نیکیوں کا کیا حشر ہوگا۔ امام ابو یوسف نے فرمایا: جو مسلمان رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دے، آپ ﷺ کی تکذیب کرے، آپ ﷺ میں نقص نکالے یا آپ ﷺ کی شان میں کمی کرے وہ اللہ تعالیٰ کا منکر اور کافر ہو جاتا ہے۔ (کتاب الخراج: امام ابو یوسف: ص ۱۹۹)

نبی کریم ﷺ کی بے ادبی اور دیگر گناہوں میں فرق

ایک بے نمازی اور گستاخ میں فرق یہ ہے کہ بے نمازی کو اپنے گناہ کا علم ہے۔ اسے کبھی توبہ کا خیال آ سکتا ہے مگر نبی کریم ﷺ کے گستاخ کو اپنے گناہ کا علم ہی نہیں تو وہ توبہ کیسے کرے گا؟ لہٰذا نبی کریم ﷺ کی ذات اور ان کی عظمت کے متعلق انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔ یا اللہ تعالیٰ! ہمیں اپنے پیارے حبیب ﷺ کے ادب واحترام کی توفیق عطا فرما اور ان کی بے ادبی سے محفوظ فرما۔ آمین!

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ③

۳۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے پرکھ لیا ہے، ان ہی کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ [۴]

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ④

۴۔ بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ [۵]

ضرورت کے وقت بلند آواز سے بولنا منع نہیں ہے

نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں اس طرح بلند آواز سے بولنا جس سے آپ ﷺ کے دل کو تکلیف پہنچے وہ بے ادبی اور گستاخی ہے، لیکن جس بلند آواز سے نبی کریم ﷺ کو خوشی ہو وہ منع نہیں ہے، جیسے آپ ﷺ کی موجودگی میں بلند آواز سے اذان دینا، میدان جنگ میں مجاہدین کو بلند آواز سے پکارنا، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا بلند آواز سے نعت سنانا اور مدینہ منورہ میں آمد کے موقع پر خواتین و حضرات، بچوں اور بچیوں کا بلند آواز سے اللہ اکبر جاء رسول اللہ اور طلع البدر علینا پڑھنا وغیرہ۔

[۴] اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم کریں ورنہ ان کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ نفوس قدسیہ تھے جو آزمائشوں اور تکلیفوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تعمیل میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم کا خاص اہتمام کرتے اور آپ ﷺ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے تھے۔ فرمان خداوندی کی تعمیل اور نبی ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے اس قدر خالص کر دیا تھا کہ ان میں تقویٰ کے خلاف کوئی چیز نہیں آتی تھی۔ اس تقویٰ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے گذشتہ گناہوں کو بخش دیا اور آئندہ اجر عظیم کی نوید سنائی۔ آج بھی جو اللہ تعالیٰ کی مقدس ہستیوں اور مقدس نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے یہ اس کے متقی ہونے کی نشانی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ میں سے ہے۔}

(قرآن: ۲۲: ۳۲)

[۵] نبی کریم ﷺ کی زندگی انتہائی مصروف تھی۔ مسجد میں نمازوں کے علاوہ تعلیم کتاب و حکمت کا سلسلہ جاری رہتا۔ گھر میں عبادت کے علاوہ افراد خانہ کو وقت دیا جاتا۔ نزول وحی کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ آپ کو آرام کے لئے رات کا کچھ حصہ اور دوپہر کا قیلولہ ہی میسر تھا، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکثر اسی وقت حاضر ہوتے جب آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہوتے۔ اور اگر آپ ﷺ گھر میں ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں آپ ﷺ کی آمد کا انتظار کرتے۔

Marfat.com

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

۵۔ اور اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود ہی ان کی طرف باہر تشریف لے آتے تو یہ ان کے لئے بہت بہتر ہوتا، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝

۶۔ اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کئے پر پچھتانے لگو۔[۶]

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

۷۔ اور خوب جان لو کہ تمہارے درمیان رسول اللہ ﷺ موجود ہیں، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمہارا کہنا مان لیتے تو تم مشکل میں پڑ جاتے،[۷] لیکن اللہ

ایک دفعہ دوپہر کو قیلولہ کے وقت قبیلہ بنی تمیم کے بعض دیہاتی لوگ آئے اور کاشانہ نبوت کے باہر کھڑے ہو کر آواز دینے لگے: یا محمد! باہر آؤ۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی یہ لوگ بڑے ناسمجھ ہیں اور نبی کریم ﷺ کی مصروفیات کو نہیں سمجھتے۔ اگر وہ تھوڑا صبر اور انتظار کرتے اور نبی کریم ﷺ خود اپنی مرضی سے باہر تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔ چونکہ وہ دیہاتی آپ ﷺ کے آداب سے ناواقف تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمائی۔ انہیں نصیحت کر دی مگر سزا نہیں دی۔

[۶] اس آیت میں فاسق سے مراد کون ہے؟ اہل تفسیر نے یہاں حضرت ولید بن عقبہ ؓ کا ذکر کیا ہے مگر امام رازی نے اس کی سختی سے تردید کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: یہ حکم کسی کے لئے خاص نہیں ہے، بلکہ ایک عام اصول بیان کیا گیا ہے تاکہ کسی بھی فاسق کی خبر پر اعتماد نہ کیا جائے بلکہ اس کی پوری طرح تحقیق کی جائے۔ (تفسیر کبیر: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۶) مثلاً اگر کوئی فاسق آدمی تمہیں کسی قوم کی شکایت کرے اور تم اس کی خبر پر اعتماد کر کے اس قوم پر حملہ کر دو اور بعد میں پتہ چلے کہ اس فاسق آدمی نے غلط خبر دی تھی تو خود سوچو تمہیں اپنی جلد بازی پر کتنی ندامت ہوگی، لہٰذا کسی فاسق آدمی کی خبر پر اعتماد کرنے سے پہلے اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو تاکہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔

[۷] اس آیت میں صحابہ کرام ؓ کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ بعض دفعہ تم جذبات میں آ کر ایسی بات کہہ دیتے ہو جس کا انجام تمہارے لئے بہتر نہیں ہوتا اور اگر نبی کریم ﷺ تمہارے کہنے کو مان لیں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ

Marfat.com

حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ﴿۷﴾

تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنادیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا ہے اور کفر، فسق اور نافرمانی کو تمہارے لئے قابل نفرت بنادیا ہے، یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ [۸]

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۸﴾

۸۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور انعام ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۹﴾

۹۔ اور اگر مومنوں کے دوگروہ آپس میں لڑائی کریں تو ان کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو تم (سب مل کر) اس گروہ سے لڑائی کرو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ گروہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پس اگر وہ (فرمان خداوندی کی طرف) لوٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف سے کام لو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ [۹]

تمہارے درمیان رسول اللہ ﷺ خود موجود ہیں، وہ تمہارے مصالح کو زیادہ بہتر جانتے ہیں، لہٰذا تم ان کی تعظیم اور اطاعت میں سرگرم رہو تو تم ہمیشہ کامیاب رہو گے۔

[۸] اے صحابہ کرام ؓ! اللہ تعالیٰ کا تم پر خاص فضل و کرم ہے کہ اس نے تمہارے خلوص کی وجہ سے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر و فسق کی نفرت ڈال دی ہے، اور یہ اس چیز کا کافی ثبوت ہے کہ تم ہدایت یافتہ ہو۔

[۹] اے ایمان والو! اگر تم میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان کے درمیان صلح کرادو اور اگر ان میں سے ایک گروہ ظلم و زیادتی پر کمربستہ ہو اور وہ صلح کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو تم سب مل کر ظالم گروہ کے خلاف لڑائی کرو حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی طرف لوٹ آئے اور ظلم سے توبہ کرلے، پس اگر ظالم گروہ اپنے ظالمانہ رویہ سے توبہ کرلے تو پھر دونوں گروہوں کے درمیان صلح کرادو اور عدل و انصاف کے تقاضوں کا خاص خیال رکھو تاکہ کسی گروہ کے ساتھ ناانصافی نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لڑائیاں

☆ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لڑائیوں کے بارے میں) کسی صحابی کی طرف قطعی طور پر غلطی کو منسوب کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے افعال میں اجتہاد کیا اور سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تھی۔ وہ سب ہمارے پیشوا ہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ ان کے باہمی اختلافات کے بارے میں خاموش رہیں اور ان کا ذکر ہمیشہ احسن طریقہ سے کریں کیونکہ صحابی ہونا بڑی عزت کی بات ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں برا کہنے سے منع فرمایا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا اور ان سے راضی ہوا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۹)

☆ علامہ ابن فورک نے فرمایا: ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو تنازعات ہوئے ان کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے درمیان واقعات پیش آئے مگر پھر بھی وہ ولایت اور نبوت کی حدود سے خارج نہیں ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ بھی بالکل ایسا ہی ہے یعنی وہ صحابیت سے خارج نہیں ہوئے۔

(تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۹)

☆ حضرت حسن بصری سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی قتال کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ ایسا قتال تھا جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے اور ہم موجود نہیں تھے۔ وہ پورے حالات کو جانتے تھے اور ہم نہیں جانتے۔ جس معاملہ پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں اور جس معاملہ میں ان کا اختلاف ہے اس میں ہم سکوت اختیار کرتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۹)

☆ علامہ محاسبی نے فرمایا: ہم بھی وہی بات کہتے ہیں جو حسن بصری نے فرمائی: ہم جانتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن معاملات میں داخل ہوئے وہ ان معاملات کو ہم سے بہتر جانتے تھے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اس کی اتباع کریں جس پر وہ سب متفق تھے اور اس میں خاموشی اختیار کریں جس میں ان کا اختلاف ہوا اور اپنی طرف سے کوئی نئی رائے پیدا نہ کریں۔ ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے اجتہاد کیا اور ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تھی، لہٰذا دین کے معاملہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کوئی الزام نہیں ہے۔

(تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۹)

☆ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں (منبر پر) حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے اور پھر فرمایا: بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ (بخاری: ۲۷۰۴: کتاب الصلح: باب ۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی دونوں جماعتوں کو مسلمان قرار دیا ہے۔

☆ بعض علماء سے اس خون کے بارے میں پوچھا گیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی لڑائیوں میں بہایا گیا تو انہوں نے یہ آیت تلاوت کردی: {وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی، ان کے لئے وہی ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے وہی ہوگا جو تم نے کمایا اور ان کے اعمال کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا۔} (قرآن: ۲: ۱۳۴) اور بعض نے یہ جواب دیا: یہ

Marfat.com

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ١٠ ع

١٠۔ بے شک سب مومن آپس میں بھائی ہیں، سوتم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو[١٠] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا

١١۔ اے ایمان والو! مردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان (مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ وہ عورتیں ان (مذاق اڑانے

وہ خون ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے، اب میں اپنی زبان کو اس خون سے آلودہ نہیں کروں گا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (٤٩): زیر آیت نمبر ٩)

☆ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ جن لوگوں نے آپ سے جمل اور صفین کی جنگیں لڑی ہیں کیا وہ مشرک ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: ہرگز نہیں بلکہ وہ تو شرک سے بھاگ کر اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ پھر پوچھا گیا: کیا وہ منافق ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: ہرگز نہیں منافقین تو اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں (مگر ان لوگوں کی زبانیں تو ذکر الٰہی سے تر رہتی تھیں) پوچھا گیا: پھر وہ کون ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: وہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں لیکن انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (٤٩): زیر آیت نمبر ٩)

[١٠] سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ اگر دو مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہو جائے تو تم اپنے مسلمان بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو، یہ بہت بڑی نیکی ہے۔

☆ حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کا درجہ روزے، نماز اور صدقہ سے افضل ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ضرور بتائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانا۔ نیز فرمایا: بے شک دو آدمیوں کے درمیان فساد کرانا ایمان کو مونڈ کر رکھ دیتا ہے۔

(ترمذی: ٢٥٠٩: صفۃ القیامۃ: باب ٥٦)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ ظلم کرے اور نہ ہی اس کو بے یار و مددگار چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے مصائب دور کر دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(بخاری: ٢٤٤٢: کتاب المظالم: باب ٣)

Marfat.com

مِنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾

والیوں) سے بہتر ہوں، [۱۱] اور تم ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے بلاؤ، کسی کے ایمان لانے کے بعد اسے فاسق کہنا بہت ہی بُرا نام ہے، اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ [۱۲]

[۱۱] ان دو آیات میں ان عوامل اور اسباب سے روکا جا رہا ہے جو معاشرہ میں لڑائی اور فساد کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کا مذاق اڑانے سے منع کیا گیا ہے، جو انسان کسی دوسرے کا مذاق اڑاتا ہے ظاہر ہے وہ اسے اپنے سے حقیر اور کمتر سمجھتا ہے لیکن اسے کیا خبر کہ وہ اس سے بہتر ہو، لہٰذا کسی مسلمان مرد یا عورت کو کسی دوسرے کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔

[۱۲] کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی پر عیب لگائے یا اسے برے القاب سے بلائے۔ اسی طرح کسی نومسلم کو اس کے گزشتہ کفر و فسق کا طعنہ دینا یا اسے کافر و فاسق کہنا بھی بہت برا ہے۔ اگر کسی مسلمان میں مذکورہ بُرے اعمال پائے جاتے ہیں تو اس کو ان اعمال سے فوراً توبہ کر لینی چاہیے ورنہ وہ ظالموں میں شمار کیا جائے گا۔

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے اسلامی بھائی کو کافر کہا تو کفر دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور لوٹے گا۔ اگر وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو ٹھیک ہے ورنہ کفر کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔
(مسلم: ۲۱۶: کتاب الایمان: باب ۲۶)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس آیت میں بُرے اَلقاب سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے برائی کی اور پھر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو گزشتہ برائی کا طعنہ دینے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کو ایسے گناہ کا طعنہ دے جس سے اس نے توبہ کر لی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی گناہ میں مبتلا کر کے دنیا و آخرت میں رسوا کرے گا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۱۱)

☆ حضرت ابو عبیدہ نے اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ (ابن ماجۃ: ۴۲۵۰: ابواب الزھد: باب ۳۰)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے ساتھ مقرر فرشتوں کو اس کے گناہ بھلا دیتا ہے، اس کے اعضاء (ہاتھ پاؤں) کو اور زمین کے ان مقامات کو بھی اس کے گناہ بھلا دیتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس کے گناہ کا کوئی گواہ نہیں ہوگا۔ (الترغیب والترھیب: کتاب التوبۃ: جلد ۴: ص ۹۴)

میدان حشر میں جب انصاف کی عدالت قائم ہوگی تو اتمام حجت کے لئے فرشتے، اعضاء اور زمین کے مقامات گواہیاں

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ

۱۲۔ اے ایمان والو! بکثرت گمانوں سے اجتناب کیا کرو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں، [۱۳] اور کسی کی جاسوسی نہ کیا کرو، [۱۴] اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کیا کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ سو تم اسے ناپسند کرتے

دیں گے لیکن جس خوش نصیب نے سچی توبہ کر لی اللہ تعالیٰ ان گواہوں کو اس کے گناہ بھلا دے گا اور کوئی گواہ نہ ہونے کے باعث اس کی نجات ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی انسان سچی توبہ کر لے تو اسے گزشتہ گناہوں کا طعنہ نہیں دینا چاہیے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو گناہوں سے پاک کر دیا ہے اور فرشتوں کو بھی اس کے گناہ بھلا دیئے ہیں تو ہمیں بھی اس کے سابقہ گناہ بھلا کر موجودہ نیکیوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

[۱۳] ہر وقت ہر کسی کے بارے میں گمان کرنے سے اجتناب کیا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔ مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے متعلق نیک گمان رکھنا چاہیے کیونکہ بلاوجہ کسی کے بارے میں بدگمانی کرنا گناہ ہے، البتہ جس شخص میں فسق و فجور کی علامات واضح ہوں اس کے متعلق بدگمانی جائز ہے، لیکن جب تک یقینی دلائل موجود نہ ہوں محض گمان کی بنیاد پر اس کے خلاف کوئی کاروائی کرنا جائز نہیں ہے۔

کسی مسلمان کو کافر کہنا

اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی نے لکھا ہے کہ علماء فرماتے ہیں: اگر کسی مسلمان کے کلام میں ۹۹ معنیٰ کفر کے ہوں اور ایک معنیٰ ایمان کا تو اسے اس بنا پر کافر نہ کہو۔ (تفسیر نور العرفان: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۱۲) اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی گزشتہ حاشیہ نمبر ۱۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۴] جو شخص کسی دوسرے کو رسوا کرنے کے لئے اس کی خامیاں تلاش کرتا ہے تو جب دوسرے شخص کو علم ہوگا تو وہ بھی اس کی خامیاں تلاش کرے گا۔ اس طرح دونوں کی رسوائی ہوگی کیونکہ کوئی شخص خامیوں سے پاک نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ کسی کی جاسوسی اور عیب جوئی نہ کریں بلکہ اس کی پردہ پوشی کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ ظلم کرے اور نہ ہی اس کو بے یار و مددگار چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے مصائب دور کر دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(بخاری: ۲:۲۴۴۲: کتاب المظالم: باب ۳)

Marfat.com

مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫

ہو، [۱۵] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

[۱۵] کسی کو بدنام اور رسوا کرنے کے لئے لوگوں کے سامنے اس کی برائیاں بیان کرنے کو غیبت کہا جاتا ہے۔ اسلام میں کسی کی غیبت کرنا اتنا مکروہ فعل ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، البتہ کسی ضرورت یا شرعی مصلحت کے لئے کسی کے عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے، جیسے ظالم اور نافرمان لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے ان کے عیب بیان کرنا یا بچوں کی اصلاح کے لئے ان کے والدین اور اساتذہ کو ان کی کوتاہیوں سے آگاہ کرنا غیبت نہیں ہے کیونکہ اس سے ظالموں اور بچوں کی رسوائی مقصود نہیں بلکہ ان کی اصلاح مقصود ہے۔

غیبت کرنے کا نقصان

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہ ﷡ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے اس عیب کا ذکر کرو جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا: یہ بتائیے اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو میں بیان کرتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہارے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو تم بیان کرتے ہو تب ہی تو تم اس کی غیبت کرو گے اور اگر اس میں وہ عیب نہ ہو تو پھر تم اس پر بہتان باندھو گے۔ (مسلم: ۶۵۹۳: کتاب البر: باب ۱۸)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ ﷜ اور ابو سعید خدری ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غیبت زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی زنا کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، جبکہ غیبت کرنے والے کی اس وقت تک مغفرت نہیں ہوتی جب تک کہ جس کی غیبت کی ہے وہ اس کو معاف نہ کر دے۔ (الترغیب والترھیب: باب الغیبة: جلد ۳: ۵۱۱)

☆ حضرت ابو امامہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک آدمی کا نامہ اعمال کھول کر اس کے سامنے رکھا جائے گا تو وہ کہے گا: اے میرے رب! میری فلاں فلاں نیکیاں میرے نامہ اعمال میں نہیں ہیں حالانکہ میں نے وہ نیکیاں کی تھیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: چونکہ تو لوگوں کی غیبت کرتا تھا اس لئے وہ مٹا دی گئی ہیں۔

(الترغیب والترھیب: باب الغیبة: جلد ۳: ۵۱۵)

☆ حضرت ماعز اسلمی ﷜ (جن کو زنا کا اعتراف کرنے کے بعد رجم کر دیا گیا تھا) کے ساتھیوں میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا: ماعز کی طرف دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈالا مگر اس نے اپنے آپ کو نہیں چھوڑا حتیٰ کہ کتے کی طرح سنگسار کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کی بات سنی اور خاموش رہے، پھر آپ ﷺ کچھ دیر چلتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ ایک مردہ گدھے کے پاس سے گزرے اور فرمایا: فلاں اور فلاں کہاں ہیں؟ ان دونوں نے عرض کیا:

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں مختلف قومیں اور قبیلے بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے، [۱۶] بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا خوب باخبر ہے۔

یا رسول اللہ! ہم دونوں یہاں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں اپنی سواری سے اترو اور اس مردہ گدھے کو کھاؤ۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! اس مردار کو کون کھائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے جو ابھی اپنے بھائی کی عزت پامال (یعنی غیبت) کی ہے وہ اس مردار کو کھانے سے زیادہ سخت تھی۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! بے شک وہ (یعنی ماعز رضی اللہ عنہ) تو اب جنت کی نہروں میں تیر رہا ہے۔

(ابوداؤد: ۴۴۲۸: کتاب الحدود: باب ۲۴)

[۱۶] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور اذان دینا شروع کی تو (قریش مکہ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور تفاخر کی بیماری میں مبتلا تھے، جب انہوں نے ایک کالے غلام یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی چھت پر دیکھا تو ان پر قیامت ٹوٹ پڑی اور) عتاب بن اسید کہنے لگا: اللہ کا شکر ہے کہ میرا باپ پہلے ہی مر گیا اور اسے یہ روز بد دیکھنا نہیں پڑا۔ حارث بن ہشام کہنے لگا: محمد (ﷺ) کو اس کالے کوے کے سوا کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جو کعبہ پر چڑھ کر اذان دیتا۔ ابوسفیان نے کہا: میں تو کچھ نہیں کہتا کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ میں نے اگر کچھ کہا تو آسمان کا رب حضرت محمد (ﷺ) کو ہماری گفتگو بتا دے گا۔ چنانچہ جبریل امین تشریف لائے اور نبی ﷺ کو ان کی گفتگو سے آگاہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ تم کیا کہہ رہے تھے؟ انہوں نے اقرار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹)؛ زیر آیت نمبر ۱۳) یعنی تم سب ایک ماں باپ کی اولاد ہو۔ تمہاری قومیں اور تمہارے قبیلے تمہاری پہچان کے لئے بنائے گئے ہیں، لہٰذا انسان ہونے کے ناطے سے کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں ہے، سب انسان برابر ہیں، البتہ فضیلت کا مستحق وہ خوش نصیب ہے جو دوسروں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ کسی قوم یا قبیلہ میں پیدا ہونا انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے، اس لئے قرآن مجید نے اس کو وجہ فضیلت نہیں بنایا بلکہ فضیلت کی وجہ تقویٰ کو قرار دیا ہے تا کہ انسان کوشش کر کے اسے حاصل کرے۔

اسلام میں رنگ، نسل اور ذات پات کا امتیاز نہیں ہے

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی خامیاں اور اپنے باپ دادا پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔ لوگوں کی دو قسمیں ہیں: ایک مؤمن جو کہ متقی اور کریم ہے اور دوسرا فاجر جو کہ بد بخت اور ذلیل ہے۔ سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (شعب الایمان: ۵۱۳۰: جلد ۴: ص ۲۸۶)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایام تشریق کے وسط میں خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ غور سے سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت ہے۔ کسی سرخ کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت ہے سوائے تقویٰ کے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ غور سے سن لو! کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں حاضر ہونے والے کو چاہیے کہ وہ یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ (شعب الایمان: ۵۱۳۷: جلد ۴: ص ۲۸۹، مسند احمد: ۲۳۵۳۶: جلد ۵: ص ۴۱۱)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کا آخری لشکر جو رومیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا اس کا سپہ سالار اپنے آزاد کردہ غلام کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اس لشکر میں شریک تھے۔ اس پر بعض لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں کہ اتنے تجربہ کار اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ایک غلام کے بیس سالہ غیر تجربہ کار نوجوان بیٹے کو سپہ سالار کیوں بنایا گیا ہے؟ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت غصہ آیا اور منبر پر تشریف لا کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: اسامہ کو میں نے سپہ سالار بنایا ہے اور وہ اس منصب کا اہل ہے۔

(سیرت ضیاء النبی: جلد ۴: ص ۷۹۴۔۷۹۵)

☆ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم غور سے سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ حبشی غلام تمہارا امیر بنا دیا جائے جس کا سر کشمش کے دانہ کی مانند (چھوٹا اور سیاہ) ہو۔ (بخاری: ۷۱۴۲: کتاب الاحکام: باب ۴) امیر کی اطاعت اور اس کی نافرمانی کے حوالے سے درج ذیل دو احادیث غور طلب ہیں:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

(بخاری: ۷۱۳۷: کتاب الاحکام: باب ۱)

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے، اطاعت صرف نیکی میں ہوتی ہے۔ (مسلم: ۴۷۶۵: کتاب الامارۃ: باب ۸)

Marfat.com

قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ لٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَ لَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ ؕ وَ اِنۡ تُطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَا یَلِتۡکُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِکُمۡ شَیۡئًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں، آپ فرمادیں: تم ایمان نہیں لائے، بلکہ یوں کہو: ہم نے اطاعت اختیار کر لی ہے، اور ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال (کے اجر) سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔[۱۷]

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ثُمَّ لَمۡ یَرۡتَابُوۡا وَ جٰہَدُوۡا بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصّٰدِقُوۡنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ (کامل) مؤمن تو صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے، پھر انہوں نے کوئی شک نہیں کیا، اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے رہے، وہی لوگ سچے ہیں۔

قُلۡ اَتُعَلِّمُوۡنَ اللّٰہَ بِدِیۡنِکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ اللّٰہُ

۱۶۔ آپ فرمادیں: کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین سے آگاہ کر رہے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ

---

[۱۷] علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ یہ آیت بنی اسد کے دیہاتی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایک دفعہ قحط کے سال میں وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ انہوں نے اسلام لانے کا اظہار کیا مگر ان کے دل نورِ ایمان سے محروم تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ہم اپنے بال بچے لے کر آپ کے پاس آ گئے ہیں۔ دوسرے قبائل کی طرح ہم نے آپ کے ساتھ جنگ نہیں کی، لہٰذا آپ صدقات سے ہماری مدد فرمائیں۔ نیز وہ رسول اللہ ﷺ پر اپنا احسان جتانے لگے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی) یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: دراصل تم نے دل سے اسلام قبول نہیں کیا صرف دنیاوی مفادات حاصل کرنے کے لئے اسلام کا نام استعمال کیا ہے، لہٰذا اس منافقت کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر تم دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت قبول کر لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کا پورا اجر تمہیں عطا فرمائے گا اور اس میں کوئی کمی نہیں فرمائے گا۔ جو شخص بھی سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر مہربانی فرماتا ہے اور اس کے گزشتہ سارے گناہ بخش دیتا ہے۔

Marfat.com

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑯

تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔[۱۸]

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑰

۱۷۔ وہ آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ وہ اسلام لائے ہیں، آپ فرما دیں: تم اپنے اسلام لانے کا مجھ پر احسان نہ جتلاؤ، بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان فرماتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان لانے کی ہدایت بخشی اگر تم (اپنے ایمان کے دعویٰ میں) سچے ہو۔[۱۹]

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑱ ع

۱۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے سب غیب جانتا ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔

---

[۱۸] پیارے نبی! آپ منافقین کو بتادیں کہ تم صرف زبانی قبولِ اسلام سے کس کو دھوکہ دینا چاہتے ہو؟ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے ظاہری دین کی خبر دینا چاہتے ہو حالانکہ وہ زمین و آسمان کی ہر چیز اور تمہارے دل کی نیت سب کو خوب جانتا ہے، اس کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا۔

[۱۹] بعض دیہاتی قبائل نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اسلام قبول کرتے اور آپ ﷺ پر احسان جتاتے کہ انہوں نے بغیر کسی جنگ کے اسلام قبول کرلیا ہے، لہٰذا تم ضروریاتِ زندگی میں ہماری مدد کرو۔ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں جواب دیا: یہ تمہارا مجھ پر احسان نہیں کہ تم نے اسلام قبول کیا ہے بلکہ اگر تم اپنے ایمان لانے میں سچے ہو تو یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان لانے کی توفیق بخشی، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ، وہ تمہارے دلوں کے راز بھی جانتا ہے اور تمہارے اعمال کا بھی مشاہدہ فرماتا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بروز بدھ بعد از اشراق ۲۱ جولائی ۲۰۱۰ء بمطابق ۹ شعبان ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۴ تا ۲۱ جولائی یعنی صرف سات دنوں میں سورہ حجرات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ ق (۵۰)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''قاف'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کا بیان ہے مگر زیادہ تفصیل کے ساتھ آخرت اور اس کے احوال کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ کفار مکہ کو سب سے زیادہ اعتراض اس بات پر تھا کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر ہم کو کیسے زندہ کیا جائے گا؟

☆ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے روزمرہ کے مشاہدات سے عقیدہ آخرت کو بیان فرمایا ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل کر کے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے اسی طرح مردہ انسان کو دوبارہ زندہ کرنا بھی اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ بہرحال آج کوئی مانے یا نہ مانے قیامت کے دن سب کو مشاہدہ ہو جائے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے، اس کی ہر سوچ اور ہر حرکت سے وہ آگاہ ہے لیکن پھر بھی اس نے انسان کے دائیں بائیں دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اس کے اقوال اور اعمال کو نوٹ کر رہے ہیں اور قیامت کے دن اس کے سامنے لاکر رکھ دیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بروز بدھ بعد از ظہر ۲۱ جولائی ۲۰۱۰ء بمطابق ۹ شعبان ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قٓ ۚ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِیۡدِ ۚ﴿۱﴾

۱۔ قاف، [۱] قسم ہے قرآن مجید کی۔ [۲]

بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَہُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡہُمۡ فَقَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ ہٰذَا شَیۡءٌ عَجِیۡبٌ ۚ﴿۲﴾

۲۔ بلکہ انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرسنانے والا آگیا تو کفار کہنے لگے: یہ عجیب بات ہے۔ [۳]

---

[۱] یہ حروف مقطعات میں سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

اس کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی نے ابن عطا کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے دل کی قوت کی قسم کھائی ہے یعنی آپ ﷺ کے دل کا حال اتنا بلند ہے کہ آپ ﷺ نے پورے تحمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ بھی کیا اور شرف تکلم بھی حاصل کیا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدائی نور کی تجلی کے متحمل نہ ہو سکے اور غش کھا کر گر پڑے۔

(تفسیر روح البیان: سورہ ق (۵۰): زیر آیت نمبر ۱)

[۲] قرآن ہر لحاظ سے عظیم الشان ہے۔ اس کے الفاظ کی فصاحت و بلاغت اور اس کی تعلیمات کی افادیت دونوں عظیم الشان ہیں۔ نیز یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر نہیں ہے اسی طرح اس کا کلام بھی لاجواب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان کلام کی قسم اس لئے اٹھائی ہے کہ میرا حبیب مکرم جو تمہیں آخرت کا ڈر سنا رہا ہے وہ خود بھی سچا رسول ہے اور اس کا پیغام بھی سچا ہے۔

[۳] کفار مکہ کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈر سنانے والا آگیا ہے حالانکہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کیونکہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام بھی اپنی قوم ہی کے فرد ہوا کرتے تھے۔

دراصل تعجب کی بات تو یہ تھی کہ اگر ان کی طرف غیر قوم سے کسی عجمی کو یا غیر جنس سے کسی فرشتہ کو نبی بنا کر بھیج دیا جاتا تو اس کے ساتھ گفتگو اور معاملات کرنے میں انہیں مشکلات پیش آتیں، مگر اہل مکہ بڑے عجیب لوگ ہیں کہ اپنے جانے پہچانے اور صادق و امین بھائی کی نبوت پر تعجب کر رہے ہیں حالانکہ انہیں اس بات پر اطمینان اور فخر کرنا چاہیے تھا کہ ان کے قومی بھائی کو نبی بنایا گیا ہے۔

Marfat.com

ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجۡعٌۢ بَعِيۡدٌ ۝۳

۳۔ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو پھر ہم زندہ کئے جائیں گے؟) یہ لوٹنا تو (عقل سے) بعید ہے۔[۴]

قَدۡ عَلِمۡنَا مَا تَنۡقُصُ الۡاَرۡضُ مِنۡهُمۡ ۚ وَعِنۡدَنَا كِتٰبٌ حَفِيۡظٌ ۝۴

۴۔ بے شک ہم جانتے ہیں کہ زمین ان (مردہ جسموں) سے کتنا کم کرتی ہے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔[۵]

---

[۴] کفار مکہ کے لئے سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ جب وہ مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر انہیں زندہ کیا جائے گا۔ یہ بات انہیں عقل سے بہت دور لگتی تھی حالانکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں غور کرتے تو عقلی طور پر بھی یہ کوئی مشکل بات نہیں تھی۔

[۵] کفار کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ جب وہ مر کر مٹی ہو جائیں گے تو ان کا دوبارہ زندہ ہونا بعید از عقل ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب دیا ہے کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ زمین انسانی جسموں میں سے کتنا حصہ فنا کر دیتی ہے اور کتنا حصہ باقی رکھتی ہے؟ اور یہ ہمارے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ہم نے اس کو پہلے سے لوح محفوظ میں درج کر رکھا ہے کہ زمین انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام کو فنا نہیں کرے گی، البتہ دیگر انسانوں کے سارے اجزا مٹی ہو جائیں گے سوائے پشت کی ایک چھوٹی سی ہڈی کے جس سے انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عَجْبُ الذَّنَبِ (ریڑھ کی ہڈی کے رائی برابر حصے) کے سوا انسان کا پورا جسم بوسیدہ ہو جاتا ہے، قیامت کے دن اسی سے اس کا جسم (دوبارہ) بنایا جائے گا۔

(بخاری: ۴۹۳۵: کتاب التفسیر: سورۃ عم یتساءلون)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کے جسم میں ایک ایسی ہڈی ہے جس کو زمین کبھی نہیں کھاتی اور قیامت کے دن اسی سے انسان (دوبارہ) بنایا جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی ہڈی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ عَجْبُ الذَّنَبِ ہے۔ (مسلم: ۷۴۱۶: کتاب الفتن: باب ۲۸)

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (پہلی امتوں میں) ایک شخص کی موت قریب آئی اور جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی: جب میں مرجاؤں تو مجھے جلانے کے لئے بہت سی لکڑیاں اکٹھی کر کے اس میں آگ لگا دینا حتیٰ کہ جب آگ میرے گوشت کو جلا کر میری ہڈیوں تک پہنچ جائے اور وہ بھی جل (کر سیاہ ہو) جائیں تو ان کو پیس لینا، پھر جس دن تیز ہوا ہو اس (راکھ) کو سمندر میں بکھیر دینا، سو اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ کو جمع کر کے (اسے زندہ کیا اور) فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا: تیرے ڈر کی وجہ سے، پس اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ بخش دیے۔

(بخاری: ۳۴۵۲: کتاب الانبیاء: باب ۵۲)

Marfat.com

بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ⑤

۵۔ بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا، سو وہ الجھن میں پڑے ہوئے ہیں۔[٦]

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ⑥

٦۔ کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا؟ ہم نے اسے کس طرح بنایا ہے اور اسے کیسے آراستہ کیا ہے اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے۔[٧]

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ⑦

٧۔ اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس پر مضبوط پہاڑ نصب کر دیئے اور اس میں ہر قسم کے خوش نما پودے اُگائے۔[٨]

☆ حضرت اوس بن اوس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سب لوگ بے ہوش ہوں گے، پس اس دن تم مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جسموں کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(ابن ماجہ: ١٠٨٥: اقامۃ الصلاۃ: باب ٧٩)

[٦] نبی کریم ﷺ جب کفار مکہ کے پاس دین حق لے کر آئے تو انہوں نے نہ صرف آپ ﷺ پر تعجب کیا بلکہ آپ ﷺ کو جھٹلایا۔ الغرض وہ خود ساختہ اضطراب اور الجھن کا شکار ہیں، اسی لئے کبھی آپ ﷺ کو جھوٹا اور جادوگر کہتے ہیں، اور کبھی شاعر اور دیوانہ کہتے ہیں۔

[٧] ان آیات میں منکرین آخرت کو دعوت فکر دی جا رہی ہے۔ کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو کس طرح ستونوں کے بغیر قائم کر رکھا ہے اور اسے ستاروں سے آراستہ کر دیا ہے اور صدیاں گزر گئی ہیں اس میں کوئی شگاف نہیں پڑا۔ اللہ تعالیٰ جب اس عظیم آسمان کو بنا سکتا ہے تو اسے مردہ انسان کو دوبارہ زندہ کرنے میں کیا مشکل ہے؟

[٨] اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلایا اور اس پر پہاڑ نصب کر دیئے تاکہ یہ ہر وقت ڈولتی نہ رہے، پھر زمین سے ہر قسم کے خوش نما پودے اگائے جو تمہاری روزی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب اس وسیع و عریض زمین کو پیدا کر سکتا ہے تو اسے مردہ انسان کو دوبارہ زندہ کرنے میں بھی کوئی مشکل نہیں ہے۔

Marfat.com

تَبۡصِرَةً وَّ ذِكۡرٰى لِكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ ۞ ۸

۸۔ (یہ سب چیزیں) بصیرت اور نصیحت ہیں ہر اس بندے کے لئے جو (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کرنے والا ہے۔[۹]

وَنَزَّلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الۡحَصِيۡدِ ۞ ۹

۹۔ اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس سے باغات اور کھیتوں کے غلہ کو پیدا کیا۔

وَالنَّخۡلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلۡعٌ نَّضِيۡدٌ ۞ ۱۰

۱۰۔ اور کھجور کے لمبے لمبے درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہوتے ہیں۔

رِّزۡقًا لِّلۡعِبَادِۙ وَاَحۡيَيۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا ؕ كَذٰلِكَ الۡخُرُوۡجُ ۞ ۱۱

۱۱۔ بندوں کی روزی کے لئے، اور ہم نے اس پانی سے مردہ شہر کو زندہ کیا، اسی طرح (تمہارا قبروں سے) نکلنا ہوگا۔[۱۰]

---

[۹] زمین و آسمان کی تخلیق میں اگر غور کیا جائے تو اس میں بصیرت اور نصیحت کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں جو انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی توحید پر یقین کرنے کے لئے کافی ہیں لیکن ان نشانیوں سے نصیحت اسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو تلاش حق کی طرف رجوع کرے۔

[۱۰] قحط سالی کے دوران زمین بالکل خشک ہو جاتی ہے، کہیں سبزہ کا نام و نشان نظر نہیں آتا، پھر جب اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کا بابرکت پانی نازل فرماتا ہے تو ہر طرف باغات اور غلے کے پودے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ کھجور کے لمبے لمبے درختوں پر تہ بہ تہ خوشے دعوت نظارہ دینے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس طرح خشک اور مردہ زمین کو پانی کے ذریعہ سرسبز اور زندہ کر دیتا ہے تاکہ بندوں کو روزی مہیا کرے اسی طرح قیامت کے دن وہ انسانوں کو زندہ کر کے قبروں سے نکالے گا تاکہ ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا و سزا دی جائے۔

کھجور کا درخت مسلمان کی مثل ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور بے شک وہ مسلمان کی مثل ہے، پس مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کے خیالات جنگل کے درختوں میں چلے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، لیکن مجھے (اپنی کم سنی کے باعث بتانے سے) حیا آئی، پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں بتائیں وہ کون سا درخت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔ (بخاری: ۶۱: کتاب العلم: باب ۴)

جس طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز کارآمد ہوتی ہے، یعنی اس کا تنا ستون اور شہتیر کے کام آتا ہے، اس کے پتوں سے

Marfat.com

كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّ اَصۡحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوۡدُ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ ان (اہل مکہ) سے پہلے قوم نوح نے، اصحاب رس نے اور ثمود نے بھی جھٹلایا تھا۔

وَ عَادٌ وَّ فِرۡعَوۡنُ وَ اِخۡوَانُ لُوۡطٍ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور عاد نے، فرعون نے اور قوم لوط نے بھی جھٹلایا تھا۔

وَّ اَصۡحٰبُ الۡاَیۡکَۃِ وَ قَوۡمُ تُبَّعٍ ؕ کُلٌّ کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیۡدِ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور ایکہ والوں نے اور قوم تبع، سب نے رسولوں کو جھٹلایا، پس ہمارا عذاب کا وعدہ پورا ہوگیا۔[۱۱]

اَفَعَیِیۡنَا بِالۡخَلۡقِ الۡاَوَّلِ ؕ بَلۡ هُمۡ فِیۡ لَبۡسٍ مِّنۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ﴿۱۵﴾ ع

۱۵۔ تو کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ بلکہ وہ ازسرنو پیدا ہونے کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔[۱۲]

وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ وَ نَعۡلَمُ مَا تُوَسۡوِسُ بِهٖ نَفۡسُهٗ ۚۖ وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ

۱۶۔ اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم ان وسوسوں کو جانتے ہیں جو اس کا نفس (امارہ اس کے دل میں) ڈالتا ہے اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی

چٹائیاں، رسیاں اور ہاتھ کے پنکھے بنائے جاتے ہیں، اس کا پھل تازہ بھی کھایا جاتا ہے اور سوکھنے کے بعد چھوہارا کی صورت میں بھی کھایا جاتا ہے، اسی طرح مسلمان جب اپنی زندگی احکام خداوندی کے مطابق گزارتا ہے تو اس کا کھانا پینا اور سونا جاگنا سب عبادت شمار ہوتا ہے۔

[۱۱] کفار مکہ جو کل تک نبی کریم ﷺ کو صادق اور امین کہتے تھے بعثت کے بعد یکدم وہ آپ کو جادوگر اور دیوانہ کہنے لگے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ کفار مکہ کی تکذیب پر غمگین نہ ہوں، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ ان سے پہلے قوم نوح، اصحاب رس، ثمود، عاد، قوم فرعون، قوم لوط، اصحاب ایکہ اور قوم تبع نے بھی اپنے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور ان پر اللہ تعالیٰ کی وعید کے مطابق عذاب نازل ہوا تھا۔ اگر کفار مکہ بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو ان کو بھی سخت شکست سے دوچار ہونا پڑے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ منکرین میں سے بعض جنگوں میں مارے گئے اور باقی فتح مکہ کے دن اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

[۱۲] کیا کفار مکہ نے یہ گمان کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلی بار پیدا کر کے تھک گیا ہے اس لئے وہ دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا حالانکہ پہلی بار پیدا کر لینے کے بعد اس جیسی چیز کو دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ بات بالکل واضح ہے اور کفار کے پاس اس کے انکار کے لئے کوئی دلیل بھی نہیں ہے مگر وہ دوسری بار پیدا ہونے کے متعلق خودساختہ اور بلادلیل شبہ میں مبتلا ہیں۔

Marfat.com

الْوَرِيْدِ ⑯ زیادہ اس کے قریب ہیں۔[۱۳]

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ⑰

۱۷۔ جب دو لینے والے (فرشتے اس کے ہر قول وفعل کو لکھ) لیتے ہیں جو اس کی دائیں اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ⑱

۱۸۔ وہ جو بات بھی کہتا ہے اس کے پاس ایک نگہبان (فرشتہ لکھنے کے لئے) تیار ہوتا ہے۔[۱۴]

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ⑲

۱۹۔ اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آ پہنچی، یہی وہ چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔[۱۵]

---

[۱۳] وسوسہ اس خیال کو کہتے ہیں جو انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور اس کا کسی دوسرے شخص کو علم نہیں ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے، وہ انسان کے اجزائے ترکیبی کی حقیقت اور اس کے دل کے خیالات کو خوب جانتا ہے اور وہ اپنے علمی احاطہ کے اعتبار سے انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے۔ شہ رگ گردن کی اس رگ کو کہتے ہیں جس کے کٹ جانے سے انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

علامہ خازن نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہم انسان کو اتنا زیادہ جانتے ہیں کہ وہ بھی اپنے آپ کو اتنا نہیں جانتا کیونکہ انسان کے بعض اعضاء اس کے علم کے لئے حجاب بن جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے علم کے لئے کوئی چیز حجاب نہیں ہو سکتی۔ (تفسیر الخازن)

[۱۴] مجاہد کہتے ہیں کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ انسان کے تمام احوال کو خوب جانتا ہے لیکن پھر بھی اتمام حجت کے لئے اس نے دو فرشتے رات کو اور دو فرشتے دن کو مقرر کر رکھے ہیں جو اس کے اعمال اور اقوال کو لکھنے کے لئے ہر وقت حاضر اور تیار رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک انسان کی دائیں طرف ہے جو اس کی نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا اس کی بائیں طرف جو اس کی برائیاں لکھتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ (۵۰): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کو) فرمایا: جب میرا بندہ گناہ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو فوراً نہ لکھو، پھر اگر وہ گناہ کر لے تو اس کا ایک گناہ لکھو اور جب وہ نیکی کرنے کا ارادہ کرے اور ابھی اس نے وہ نیکی نہ کی ہو تو اس کی ایک نیکی لکھ لو اور اگر وہ اس نیکی کو کر لے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھ لو۔ (مسلم: ۳۳۴: کتاب الایمان: باب ۵۹)

[۱۵] ہر شخص جانتا ہے کہ موت کا آنا برحق ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، البتہ موت کے بعد برزخ اور آخرت کی زندگی اور

Marfat.com

وَّنُفِخَ فِی الصُّوْرِ ؕ ذٰلِکَ یَوْمُ الْوَعِیْدِ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور صور پھونکا جائے گا، یہی وعید کا دن ہے۔[۱۶]

وَ جَآءَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِیْدٌ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہانک کر لانے والا (فرشتہ) اور ایک گواہی دینے والا ہوگا۔[۱۷]

لَقَدْ کُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ بے شک تو اس (دن) سے غفلت میں تھا، پس ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا، سو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔[۱۸]

اس میں جزا و سزا کے عمل کو کچھ لوگ نہیں مانتے، اسی لئے وہ اسی دنیا میں رہنا پسند کرتے ہیں اور موت سے دور بھاگتے ہیں، لیکن جب موت کی گھڑی آ پہنچتی ہے، دنیا سے اس کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور برزخ کے احوال اسے نظر آنے لگتے ہیں تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ آخرت بالکل برحق ہے۔ اس وقت اسے کہا جائے گا: یہی وہ موت ہے جس سے تو دور بھاگتا تھا اور یہی وہ جزا و سزا کا عالم ہے جس کا تو انکار کرتا تھا۔

[۱۶] اس سے مراد دوسرا صور ہے یعنی پہلی بار صور پھونکنے سے ہر چیز فنا ہو جائے گی اور دوسری بار صور پھونکنے سے سب لوگ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس وقت انہیں کہا جائے گا: یہی وہ حساب و کتاب اور جزا و سزا کا دن ہے جس سے انبیائے کرام علیہم السلام تمہیں ڈرایا کرتے تھے۔

[۱۷] علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: قیامت کے دن جب انسان دوبارہ زندہ کئے جائیں گے تو ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے۔ ایک فرشتہ اس کو میزان عدل کی طرف لے جائے گا اور دوسرا اس کے اعمال کی گواہی دے گا یعنی اس کا اعمال نامہ پیش کرے گا۔ (صفوۃ التفاسیر)

[۱۸] (اے سرکش انسان!) دنیا میں جب میرے انبیائے کرام علیہم السلام تجھے آخرت کے عذاب سے ڈراتے تھے تو تو اپنے دل، کانوں اور آنکھوں پر غفلت اور جہالت کے پردے ڈال لیتا تھا اور بغیر سوچے سمجھے ان کی تعلیمات کا انکار کر دیتا تھا، لیکن قیامت کے دن جب یہ سارے پردے ہٹ جائیں گے تو تجھے وہ سارے احوال نظر آ جائیں گے جن کا تو دنیا میں انکار کیا کرتا تھا۔

اس آیت سے معلوم ہوا قیامت کے دن کوئی شخص نابینا نہیں ہوگا، بلکہ ہر شخص اپنے اعمال نامہ اور قیامت کے احوال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوگا۔

Marfat.com

وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور اس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا: یہ (اس کا اعمال نامہ) ہے جو میرے پاس تیار ہے۔[۱۹]

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ (اے فرشتو!) تم دونوں ہر ناشکر گزار، سرکش کو جہنم میں ڈال دو۔[۲۰]

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ جو نیکی سے روکنے والا، حد سے بڑھنے والا (اور) شک کرنے والا تھا۔

الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲٦﴾

۲٦۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بنالیا تھا، پس تم دونوں اس کو سخت عذاب میں ڈال دو۔

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اس کا ساتھی (شیطان) کہے گا: اے ہمارے رب! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی بڑی دور کی گمراہی میں مبتلا تھا۔[۲۱]

---

[۱۹] دنیا میں ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو اس کے اعمال کا ریکارڈ تیار کرتے ہیں۔ قیامت کے دن جب اس انسان کو زندہ کیا جائے گا تو پھر یہی دو فرشتے اس کے پاس آئیں گے۔ ان میں سے ایک اسے میزان عدل کی طرف لائے گا اور دوسرا اس کا اعمال نامہ پیش کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے گا: یہ اس کا اعمال نامہ ہے جو میرے پاس تیار ہے۔

[۲۰] پھر اللہ تعالیٰ ان دونوں فرشتوں کو فرمائے گا: ہر ناشکر گزار، سرکش، نیکی سے روکنے والے، حد سے بڑھنے والے، دین میں شک کرنے والے یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بنانے والے کو جہنم کے سخت عذاب میں ڈال دو۔

[۲۱] اس آیت میں ساتھی سے مراد وہ شیطان ہے جو زندگی میں اس کے ساتھ رہتا ہے اور اس کو برائی کی ترغیب دیتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ جنات میں سے ایک ساتھی مقرر کر رکھا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، میرے ساتھ بھی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی، وہ مسلمان ہو گیا اور وہ مجھے نیکی کے سوا اور کوئی مشورہ نہیں دیتا۔ (مسلم: ۲۸۱۴: کتاب المنافقین: باب ۱٦)

قیامت کے دن دوزخی اپنی گمراہی کا مجرم اپنے ساتھی شیطان کو قرار دے گا اور کہے گا: اے ہمارے رب! مجھے اس

Marfat.com

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے سامنے جھگڑا نہ کرو، میں تم کو پہلے ہی وعید سنا چکا ہوں۔[۲۲]

مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ میرے ہاں حکم بدلا نہیں جاتا اور نہ ہی میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں۔

یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اس دن ہم جہنم سے پوچھیں گے: کیا تو بھر گئی ہے؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ بھی ہے؟[۲۳]

شیطان نے گمراہ کیا ہے۔اس پر شیطان کہے گا: اے ہمارے رب! تو خوب جانتا ہے کہ میں اس کو زبردستی گمراہ نہیں کر سکتا تھا، بلکہ یہ خود ہی گمراہی میں بہت دور جا چکا تھا۔

[۲۲] قیامت کے دن دوزخی اپنے ساتھی شیطان کو ملامت کرتے ہوئے کہے گا: تیرا ستیاناس ہو تو نے مجھے گمراہ کیا۔شیطان اسے کہے گا: میں نے تجھے کب مجبور کیا تھا کہ تو ضرور میری پیروی کر، میں نے تو تجھے صرف برائی کی ترغیب دی اور تو نے اپنی نفسانی خواہشات اور دنیاوی مفادات کی خاطر میری پیروی اختیار کر لی، جیسا کہ قرآن مجید میں شیطان کا قول مذکور ہے: {میرا تم پر کوئی غلبہ تو تھا نہیں (کہ میں نے تمہیں برائی کرنے پر مجبور کیا ہو) میں نے تو تمہیں صرف (برائی کی) دعوت دی اور تم نے میری دعوت قبول کر لی، لہٰذا اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔} (قرآن: ۱۴:۲۲) مثال کے طور پر اگر کوئی تجھے کہے کہ سمندر میں چھلانگ لگا دو اس کی تہہ میں ہیرے اور جواہرات ہیں، ان کو نکال لاؤ۔اب اگر چھلانگ لگانے سے تیری موت واقع ہو جائے تو اس ہلاکت کا ذمہ دار وہ شخص نہیں ہوگا جس نے تجھے ترغیب دی بلکہ اس کا ذمہ دار تو خود ہوگا جس نے یہ حماقت کی ہے۔

دوزخی اور اس کے ساتھی شیطان کے درمیان جب یہ تکرار بڑھے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے سامنے جھگڑا مت کرو۔اب میدان حشر میں اس جھگڑے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ میں نے پہلے ہی رسولوں کے ذریعہ تمہیں آگاہ کر دیا تھا کہ شیطان اور اس کے پیروکار جہنم رسید ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {(اے شیطان!) میں تجھ سے اور تیرے تمام پیروکاروں سے جہنم کو بھر دوں گا} (قرآن: ۳۸:۸۵) نیز میرے فیصلوں میں تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ میرے فیصلے عدل و انصاف اور حق و صداقت پر مبنی ہوتے ہیں اور میں کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔

[۲۳] اللہ تعالیٰ نے سورہ ہود میں فرمایا: {میں جہنم کو سب (سرکش) جنوں اور (سرکش) انسانوں سے بھر دوں گا} (قرآن: ۱۱:۱۱۹) اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق جہنم سے پوچھے گا: کیا تو سرکش جنوں اور سرکش انسانوں سے بھر گئی ہے یا نہیں؟ جہنم کہے گی: کیا کچھ اور لوگ بھی ہیں؟ یعنی جتنے بھی سرکش ہیں ان کو لے آؤ میں سب کو عذاب دینے کے لئے تیار ہوں۔اگر چہ

Marfat.com

وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿٣١﴾

۳۱۔ اور جنت پرہیز گاروں کے لئے قریب کر دی جائے گی، وہ ان سے دور نہیں ہو گی۔ [۲۴]

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿٣٢﴾

۳۲۔ یہی (وہ جنت) ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کرنے والا (اور اپنے دین کی) حفاظت کرنے والا ہے۔ [۲۵]

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ﴿٣٣﴾

۳۳۔ جو بن دیکھے رحمان تعالیٰ سے ڈرتا رہا اور (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔

ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿٣٤﴾

۳۴۔ تم اس (جنت) میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿٣٥﴾

۳۵۔ ان کے لئے اس (جنت) میں ہر وہ چیز ہو گی جس کی وہ خواہش کریں گے اور ہمارے پاس (ان کے لئے) اس سے بھی زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ دوزخ میں مزید جگہ ہے یا نہیں مگر اس انداز بیان سے دوزخ کا غیظ و غضب بیان کرنا مقصود ہے تاکہ سرکش لوگوں کے دلوں میں دوزخ کا زیادہ ڈر پیدا ہو اور وہ سرکشی سے باز آ جائیں۔

دوزخ کی اگرچہ زبان نہیں ہے مگر قیامت کے دن جس طرح انسان کے ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے اور جس طرح پتھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا کرتے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوزخ بھی کلام کر سکے گا۔

[۲۴] قیامت کے دن پرہیز گاروں کو جب جنت میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی تو انہیں جنت تک چل کر جانے اور مزید انتظار کرنے کی زحمت نہیں دی جائے گی بلکہ جنت ان کے قریب کر دی جائے گی۔ جونہی جنت میں جانے کا حکم ہو گا جنت ان کے پاس موجود ہو گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی خصوصی عزت افزائی فرمائے گا۔

[۲۵] اس دنیا میں جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے، بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کا دل بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے سرشار رہتا ہے، قیامت کے دن جب اسے جنت میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی تو

Marfat.com

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور ہم نے ان (اہل مکہ) سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا جو قوت میں ان سے کہیں زیادہ تھیں، پس انہوں نے شہروں کو چھان مارا کہ کہیں بھاگ جانے کی کوئی جگہ ہو۔[۲۶]

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ بے شک اس میں نصیحت ہے اس شخص کے لئے جس کے پاس قلب (سلیم) ہے یا وہ حاضر دماغ ہو کر کان لگائے۔[۲۷]

اسے کہا جائے گا: یہی وہ جنت ہے جس کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اب تم اطمینان کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ یہ تمہارا دائمی ٹھکانا ہے، یہاں تمہیں ہر وہ چیز ملے گی جس کی تم خواہش کرو گے بلکہ ہمارے پاس تمہارے لئے بہت سی اور نعمتیں بھی ہیں جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔ (بخاری: ۴۷۷۹: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ السجدۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں مزید سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔ (تفسیر قرطبی) جنت میں یہ سب سے بڑی نعمت ہوگی، جیسا کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم یہاں کوئی مزید چیز بھی چاہتے ہو؟ اہل جنت کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ پھر اللہ تعالیٰ حجاب کھول دے گا اور اہل جنت کو ایسی کوئی چیز نہیں عطا کی گئی ہوگی جو ان کو اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔

(مسلم: حدیث نمبر ۴۴۹: کتاب الایمان: باب ۸۰)

[۲۶] اس آیت میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں جو تم سے زیادہ طاقتور تھیں۔ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے بہت سے شہروں میں پناہ تلاش کی مگر انہیں ہمارے عذاب سے بچنے کی کوئی پناہ نہ مل سکی، لہٰذا تم اگر سرکشی سے باز نہ آئے تو تمہیں بھی کوئی جائے پناہ نہیں مل سکے گی۔

[۲۷] بے شک قرآن مجید اور اس میں بیان کردہ عبرت آموز واقعات میں نصیحت کا سامان موجود ہے مگر ان سے فائدہ وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو سنگ دل نہیں بلکہ قلب سلیم کا مالک ہو یعنی بات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور پیغام قرآن کو پوری توجہ اور حاضر دماغی سے سنے، کیونکہ اگر کسی کا جسم تو مجلس میں حاضر ہو مگر اس کا دماغ غیر حاضر ہو تو اس کا سننا اور نہ سننا برابر ہے۔

Marfat.com

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۖۗ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝۳۸

۳۸۔ اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا فرمایا[۲۸] اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی۔[۲۹]

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ ۝۳۹

۳۹۔ پس آپ ان کی (دل آزار) باتوں پر صبر کریں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے۔[۳۰]

وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝۴۰

۴۰۔ اور رات کے کچھ حصہ میں بھی اس کی تسبیح کریں اور نمازوں کے بعد بھی۔

[۲۸] یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے میں چھ دن کیوں صرف کئے جبکہ وہ قادرِ مطلق ہے اور صرف لفظ کُنْ سے ایک لمحہ میں ساری کائنات پیدا کر سکتا ہے، اور پھر دن سے کتنا وقت مراد ہے؟ کیونکہ سورج ابھی پیدا ہی نہیں ہوا جس کے طلوع وغروب سے دن کا تعین ہوتا ہے۔ دراصل ان ساری باتوں کی حکمت اور حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا لیکن اگر کسی کام کی حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے تو بھی بغیر کسی تردّد کے اس پر ایمان لانا ہمارے لئے فرض ہے۔

[۲۹] کیا کفار مکہ غور نہیں کرتے کہ جس اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان جیسی بڑی بڑی چیزیں بنائیں اور ان کے بنانے میں اس کو کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ ایک چھوٹے سے انسان کو دوبارہ زندہ کردے حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: یہ آیت یہود کے رد میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں یعنی اتوار تا جمعہ میں پیدا فرما کر تھک گیا اور پھر ہفتہ کے دن آرام کیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی ہے۔ (صفوة التفاسیر) بائبل میں اس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے: خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب بنایا اور ساتویں دن آرام کیا، اس لئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اس کو آرام کے لئے مختص کر دیا۔ (خروج: ۲۰: ۱۱: دی لیونگ بائبل: برٹش ایڈیشن ۱۹۷۵ء)

[۳۰] میرے پیارے نبی! کفار آپ کے اور اسلام کے بارے میں جو نازیبا اور دل آزار باتیں کرتے ہیں آپ ان پر صبر کریں اور اپنے دل کی تسکین کے لئے اپنے رب کی حمد اور تسبیح کیا کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ طلوع آفتاب سے قبل نماز سے مراد فجر ہے، اور غروب آفتاب سے قبل سے مراد ظہر اور عصر ہے، اور رات کے کچھ حصہ سے مراد مغرب اور عشاء ہے، اور نمازوں کے بعد سے مراد وہ نوافل ہیں جو

Marfat.com

وَ اسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝۴۱	۴۱۔ اور غور سے سنو! جس دن منادی کرنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا۔ [۳۱]
يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝۴۲	۴۲۔ جس دن سب لوگ یقیناً سخت چیخ کو سنیں گے، یہی قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا۔
اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ اِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝۴۳	۴۳۔ بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ [۳۲]
يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝۴۴	۴۴۔ جس دن زمین ان کے اوپر سے پھٹ جائے گی اور وہ جلدی سے نکل پڑیں گے، یہ جمع کرنا ہمارے لئے بہت آسان ہے۔ [۳۳]
نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝۴۵ ع	۴۵۔ ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں، پس آپ قرآن کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت کریں جو میری وعید سے ڈرتا ہے۔ [۳۴]

فرائض کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی)

[۳۱] اے مخاطب! غور سے سن لے! جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو اس کی آواز اتنی سخت ہوگی کہ دنیا کے ہر کونے میں مدفون انسان کو ایسے محسوس ہوگا جیسے اس کے بالکل قریب سے کوئی اسے پکار رہا ہے۔ اس سخت آواز کا آنا برحق ہے اور یہی وہ قیامت کا دن ہوگا جس میں سب مردے زندہ ہوکر قبروں سے باہر نکل آئیں گے۔

[۳۲] ہم انسان کو زندگی اور موت دیتے ہیں اور قیامت کے دن سب نے ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے جہاں ہم ان کے اعمال کے مطابق ان کی جزا وسزا کا فیصلہ کریں گے۔

[۳۳] قیامت کے دن جب مردوں کے اوپر سے زمین پھٹ جائے گی تو سب لوگ زندہ ہوکر جلدی سے نکل پڑیں گے۔ جس طرح انسانوں کو پہلی بار پیدا کرنا ہمارے لئے آسان ہے اسی طرح دوسری بار زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کرنا بھی ہمارے لئے آسان ہے۔

[۳۴] میرے پیارے نبی! کفار آپ کے بارے میں جو دل آزار باتیں کرتے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے، آپ ان سے

Marfat.com

کبیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ ان کو ایمان لانے پر مجبور کرنا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے اور نہ ہی ہماری حکمت اس کا تقاضا کرتی ہے، ہمیں صرف وہی ایمان منظور ہے جو اپنے اختیار اور مرضی سے قبول کیا جائے۔ بہر حال آپ قرآن مجید کے ذریعہ نصیحت کرنے کا سلسلہ جاری رکھیں، جس کے دل میں میرے عذاب کا ڈر ہو گا وہ ضرور ایمان لے آئے گا۔

حضرت قتادہ یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے جو تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں اور تیرے وعدے کی امید رکھتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی) یا اللہ تعالیٰ! یہ گناہگار فقیر بھی تمام امت مسلمہ کی طرف سے یہی دعا کرتا ہے: (اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ یَّخَافُوْنَ وَعِیْدَکَ وَیَرْجُوْنَ مَوْعِدَکَ) اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے جو تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں اور تیرے وعدے کی امید رکھتے ہیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز بدھ ۲۸ جولائی ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۶ شعبان ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۱ تا ۲۸ جولائی یعنی صرف سات دنوں میں سورہ ق کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الذّٰریٰت (۵۱)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''ذاریات'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسمیں اٹھا کر پوری تاکید کے ساتھ فرمایا کہ قیامت کا وعدہ سچا ہے اور جزا و سزا کا دن ضرور آئے گا۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں ان کے پاس اس انکار کی کوئی معقول دلیل نہیں ہے صرف ان کی قیاس آرائیاں ہیں جن پر وہ خود بھی مطمئن نہیں ہیں، اسی لئے وہ آپس میں بھی اختلاف کا شکار ہیں، لیکن انہیں حقیقت کا پتہ اس وقت چلے گا جب وہ جہنم کی آگ میں پھینک دیئے جائیں گے۔

☆ جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، نیک اعمال کرتے ہیں اور سائل ومحروم لوگوں کے لئے اپنے اموال سے حصہ نکالتے ہیں، وہ جنت میں داخل ہوں گے جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

☆ آیات نمبر ۲۴ تا ۳۷ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان فرشتوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیرانہ سالی میں صاحب علم بیٹے کی خوش خبری سنائی۔

☆ اس کے بعد چند سرکش قوموں کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عبرت ناک سزا دی۔

☆ آخر میں انسان کی تخلیق کا مقصد بیان کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اس لئے پیدا فرمایا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کریں اور اس کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ کو انسانوں کی عبادت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس میں انسانوں کا اپنا فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز اور قادر مطلق ہے، ساری کائنات اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز بدھ ۲۸ جولائی ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۶ شعبان ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

اٰیاتہا ٦٠ — ٥١ سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ ٦٧ — رکوعاتہا ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝١	١۔ گرد و غبار اڑانے والی ہواؤں کی قسم۔
فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝٢	٢۔ اور (بارش کا) بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کی قسم۔
فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝٣	٣۔ اور آرام سے چلنے والی کشتیوں کی قسم۔
فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝٤	٤۔ اور حکم (الٰہی) سے تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم۔
اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝٥	٥۔ بے شک جو وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ بالکل سچا ہے۔
وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝٦	٦۔ اور بے شک جزا و سزا ضرور واقع ہو کر رہے گی۔[١]
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝٧	٧۔ اور راستوں والے آسمان کی قسم۔
اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝٨	٨۔ بے شک تم مختلف (بے ربط) باتوں میں پڑے ہوئے ہو۔[٢]

[١] اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسمیں اٹھا کر پوری تاکید کے ساتھ فرمایا کہ قیامت کا وعدہ سچا ہے اور جزا و سزا کا دن ضرور آئے گا۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

جن چیزوں کی قسم اٹھائی گئی ہے اگر ان میں غور کیا جائے تو یہ بھی قیامت کے وقوع پر دلالت کرتی ہیں یعنی جس ذات اقدس کے حکم سے ہوائیں گرد و غبار اڑاتی ہیں، بادل بارش کا پانی اٹھاتے ہیں، سمندر میں کشتیاں چلتی ہیں اور فرشتے مختلف امور سرانجام دیتے ہیں اس کے حکم سے انسان بھی دوبارہ زندہ ہو سکتے ہیں۔

[٢] آسمان پر بے شمار ستارے جب جگمگاتے ہیں تو مختلف راہیں اور کہکشائیں سی نظر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس چمکتے دمکتے آسمان کی قسم اٹھا کر کفار کو خطاب فرمایا: تمہارا کسی بات پر اتفاق نہیں ہے۔ نیز تمہارے پاس انکار قرآن کے بارے میں کوئی عقلی دلیل بھی نہیں ہے۔ اسی لئے تم کبھی قرآن کو جادو یا شعر کہتے ہو اور کبھی من گھڑت کلام یا پہلے لوگوں کے قصے کہتے ہو۔

Marfat.com

يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝۹

۹۔ اس (قرآن) سے وہی روگردانی کرتا ہے جس کی عقل میں فتور ہو۔ [۳]

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝۱۰

۱۰۔ اٹکل پچو سے باتیں بنانے والے رحمت خداوندی سے دور کر دیئے گئے ہیں۔ [۴]

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝۱۱

۱۱۔ جو غفلت میں (آخرت کو) بھولے ہوئے ہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۲

۱۲۔ وہ پوچھتے ہیں: جزا کا دن کب آئے گا؟

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝۱۳

۱۳۔ (آپ فرمادیں!) جس دن وہ آگ میں تپائے جائیں گے۔ [۵]

ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۱۴

۱۴۔ (ان سے کہا جائے گا:) اپنی سزا کا مزہ چکھو، یہی وہ سزا ہے جس کو تم جلد طلب کرتے تھے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۱۵

۱۵۔ بے شک پرہیز گار لوگ (اس دن) باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔

---

[۳] قرآن مجید کی تعلیمات فطرت اور عقل کے مطابق ہیں اس لئے عقل سلیم کا مالک ہی قرآن مجید کی صحیح قدردانی کر سکتا ہے، اور ظاہر ہے جس شخص کی عقل میں فتور اور فساد ہو وہ قرآن مجید سے دور ہی رہے گا۔

[۴] اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: جھوٹی باتیں بنانے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کر دی گئی ہے۔ (تفسیر قرطبی) یعنی جو لوگ بغیر کسی معقول دلیل کے صرف جھوٹی اور قیاسی باتوں سے قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیئے گئے ہیں اور اس انکار کی وجہ سے ان پر غفلت اور گمراہی اس قدر چھا گئی ہے کہ وہ آخرت کو بھول گئے ہیں۔

[۵] منکرین قیامت بطور مذاق پوچھتے ہیں کہ جس قیامت کے عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو آخر وہ کب آئے گی؟ ہم تو اس کو نہیں مانتے، لہٰذا اگر تم سچے ہو تو پھر وہ عذاب ابھی کیوں نہیں آجاتا۔ اب اگر انہیں بتا دیا جاتا کہ فلاں تاریخ کو قیامت قائم ہوگی تو پھر بھی وہ ماننے والے نہیں تھے جب تک کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیتے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم نے فرمایا: جس وقت تم آگ میں جل رہے ہوگے اور تمہیں عذاب آخرت کا مشاہدہ ہو چکا ہوگا اس وقت تمہیں کہا جائے گا: یہ ہے وہ عذاب جس کو تم دنیا میں جلد طلب کرتے تھے، لہٰذا اب تم انکار قیامت کا مزہ چکھو۔

Marfat.com

اٰخِذِیۡنَ مَاۤ اٰتٰهُمۡ رَبُّهُمۡ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِكَ مُحۡسِنِیۡنَ ؕ ﴿١٦﴾

١٦۔ ان کا رب جو کچھ انہیں عطا فرمائے گا وہ اسے (خوشی سے) لے رہے ہوں گے،[٦] بے شک وہ لوگ اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) نیکوکار تھے۔

كَانُوۡا قَلِیۡلًا مِّنَ الَّیۡلِ مَا یَهۡجَعُوۡنَ ﴿١٧﴾

١٧۔ وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔[٧]

وَ بِالۡاَسۡحَارِ هُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ﴿١٨﴾

١٨۔ اور سحری کے وقت مغفرت طلب کرتے تھے۔

وَ فِیۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الۡمَحۡرُوۡمِ ﴿١٩﴾

١٩۔ اور ان کے اموال میں سائل اور محروم لوگوں کا حق مقرر تھا۔

---

[٦] ان آیات میں پرہیزگار لوگوں کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔ پہلے ان کے اجر و ثواب کا ذکر ہے یعنی وہ جنت کے ایسے سدابہار باغات میں ہوں گے جہاں درختوں اور پودوں پر رنگارنگ پھل اور پھول ہوں گے اور ان کے نیچے پاک اور شفاف پانی کے چشمے جاری ہوں گے۔ اس خوشگوار ماحول میں سب سے عظیم بات یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ خود انہیں اپنے دیدار اور دیگر انعامات سے سرفراز فرمائے گا اور وہ خوشی کے ساتھ ان انعامات کو وصول کر رہے ہوں گے۔

[٧] اب پرہیزگار لوگوں کے وہ اعمال بتائے جا رہے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں خصوصی انعامات سے نوازا۔ یعنی انہوں نے اپنی دنیاوی زندگی ظلم اور نافرمانی میں نہیں گزاری تھی بلکہ نیکوکاری اور فرمانبرداری میں بسر کی تھی۔ وہ رات کو بہت کم سوتے تھے بلکہ سحری کے وقت اٹھ کر اپنے رب کو یاد کرتے اور اس سے بخشش طلب کرتے تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں جو مال و متاع عطا فرمایا تھا وہ اس پر سانپ بن کر بیٹھ نہیں گئے تھے بلکہ اس میں انہوں نے ضرورتمندوں اور غریب لوگوں کے لئے بھی حصہ مقرر کر رکھا تھا اور وہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی غریبوں پر خرچ کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ رات کو اٹھ کر اپنے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور دن کو مخلوق خدا کی ہمدردی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں خصوصی انعامات سے نوازے گا۔

نمازِ تہجد کی فضیلت

☆ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے، اگر تم اس وقت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر سکو تو یاد کرو۔

(ترمذی: ٣٥٧٩: کتاب الدعوات: باب ١١٨)

☆ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم رات کی نماز کے قیام کو لازم رکھو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کے قیام سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور رات کا قیام گناہوں کو روکتا ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے اور جسمانی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ (ترمذی: ٣٥٤٩: کتاب الدعوات: باب ١٠١)

Marfat.com

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو رات کے آخری تیسرے حصہ میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) جلوہ گر ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟
(بخاری:۱۱۴۵ :کتاب التہجد:باب ۱۴، ترمذی: ۴۴۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (مسلم:۱۱۶۳ :کتاب الصیام:باب ۳۸)

☆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، تو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔
(ترمذی:۲۴۸۵ :صفۃ الجنۃ:باب ۴۲)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اس قدر زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں سوج کر پھٹ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کام) بخش دیئے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں اس بات کو پسند نہ کروں کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ ہوں۔ (بخاری:۴۸۳۷ :کتاب التفسیر:سورہ ۴۸)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح تک سویا رہتا ہے اور نماز پڑھنے کے لئے نہیں اٹھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔
(بخاری:۱۱۴۴ :کتاب التہجد:باب ۱۳)

غریبوں اور محتاجوں کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ان (امیر لوگوں) کے اموال میں سائل اور نادار لوگوں کا حق ہے۔} (قرآن: ۱۹:۵۱)
یعنی اللہ تعالیٰ نے حکومت کے علاوہ امیر لوگوں کے اموال میں اڑھائی فی صد بطور زکوٰۃ غریب لوگوں کا حق مقرر کر دیا ہے، لہٰذا امیر لوگوں کے پاس یہ غریبوں کی امانت ہے اور ان کا فرض ہے کہ وہ اس امانت کو جتنا جلد ہو سکے غریبوں تک پہنچائیں، ممکن ہے ان کو اس امانت کی اشد ضرورت ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ نے غریب لوگوں پر یہ فرض عائد نہیں کیا کہ وہ امیر لوگوں کے پاس جا کر اپنے اس حق کا مطالبہ کریں بلکہ امیر لوگوں پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ وہ اپنے فرض کو ادا کرنے کے لئے خود جا کر غریب کو تلاش کریں اور اس کو اس کا حق ادا کریں۔ کاش سارے مسلمان اگر دیانتداری سے اپنا یہ فرض ادا کرتے تو مسلمان ممالک میں کوئی غریب نظر نہ آتا۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے ملازم سے اس نے کہہ رکھا تھا کہ جب تو کسی تنگ دست (مقروض) کے پاس رقم واپس لینے جائے تو اسے معاف کر دے۔

Marfat.com

ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو معافی دیدے۔ فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملا تو رب تعالیٰ نے اس سے درگزر فرمایا۔

(بخاری: ۳۴۸۰: کتاب الانبیاء: باب ۵۴)

☆ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت کی تکالیف سے نجات دے تو اسے چاہیے کہ وہ تنگدست (مقروض) کو مہلت دے یا معاف کردے۔

(مسلم: ۴۰۰۰: کتاب المساقاۃ: باب ۶)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور برے انجام سے بچالیتا ہے۔ (ترمذی: ۶۶۴: ابواب الزکوۃ: باب ۲۸)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لئے امدادی کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح جو رات کو قیام کرے اور دن کو روزہ رکھے۔

(بخاری: ۵۳۵۳: کتاب النفقات: باب ۱)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی یتیم کے سر پر محبت بھرا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرے گا ہر بال کے بدلے اسے نیکیاں ملیں گی اور جس نے کسی یتیم بچے یا بچی کے ساتھ حسن سلوک کیا، میں اور وہ جنت میں ان (دو انگلیوں) کی طرح ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں یعنی درمیانی اور شہادت کی انگلی کے درمیان فاصلہ کیا۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۵۰)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو (میری رضا کے لئے انسانوں پر) خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (بخاری: ۵۳۵۲: کتاب النفقات: باب ۱)

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی مٹھی کو بند نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر اپنے خزانے بند کردے گا۔ (بخاری: ۱۴۳۳: کتاب الزکوۃ: باب ۲۱)

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرچ کرو اور گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم کو گن کر دے گا۔ (مسلم: ۲۳۷۵: کتاب الزکوۃ: باب ۲۸)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو تو نے میری عیادت نہیں کی۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا حالانکہ تو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ (پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا، اگر تو

Marfat.com

اس کو کھانا کھلا دیتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا۔ (پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تھا۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا، اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔ (مسلم: ۶۵۵۶: کتاب البر: باب ۱۳)

☆ حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبت دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

(مسلم: ۶۵۷۸: کتاب البر: باب ۱۵)

☆ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلی وحی کے بعد جب نبی کریم ﷺ نے گھبراہٹ کا اظہار فرمایا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں فرمائے گا کیونکہ آپ

☆ صلہ رحمی کرتے ہیں۔

☆ بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

☆ ناداروں کو کما کر کھلاتے ہیں۔

☆ مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں۔

☆ راہ حق میں پیش آنے والے مصائب پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ (بخاری: حدیث نمبر ۳: کتاب بدء الوحی: باب ۳)

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے گھبراہٹ کے وقت آپ کو تسلی دینے کے لئے جن اوصاف کا ذکر کیا ان کا تعلق غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنے سے ہے حالانکہ آپ کا صادق اور امین ہونا زیادہ مشہور تھا۔ اس سے معلوم ہوا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے نزدیک غریبوں کی مدد کرنے والے صرف آخرت میں ہی کامیاب نہیں ہوں گے بلکہ اس دنیا میں بھی سرخرو ہوتے ہیں، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ (کنز العمال: ۴۴۱۵۴: جلد ۱۶ ص ۱۲۸)

علامہ اقبال کہتے ہیں:

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

اس ضمن میں چند واقعات ملاحظہ کریں

ا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے، جب ان کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ کسی آدمی کو تلاش کرتے جوان

Marfat.com

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ ۲۰۔ اور یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔[۸]

کے ساتھ کھانا کھائے۔ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اجنبی آدمی کو ملے۔ جب وہ آپ کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو فرمایا: بسم اللہ پڑھو۔اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتا کہ اللہ کون ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو کھانے سے اٹھادیا۔جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اس کو رزق دیتا رہا ہوں اور تم نے اس کو ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا ہے۔یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرا کر اس کی تلاش میں نکلے اور اس کو واپس بلایا۔اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ اب مجھے واپس کیوں بلا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارا واقعہ سنایا،تو اس نے کہا: یہ تو بڑا کریم رب ہے، پھر وہ ایمان لے آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں واپس آگیا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ ہود(۱۱): زیر آیت نمبر ۶۹)

۲۔ اسلم (جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا غلام تھا) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رات کو گشت کے لئے نکلے، مدینہ سے تین میل پر صرار ایک مقام ہے، وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں،آپ نے اس کے پاس جا کر حقیقت حال دریافت کی۔اس نے کہا کہ کئی وقتوں سے بچوں کو کھانا نہیں ملا،ان کے بہلانے کے لئے خالی ہانڈی میں پانی ڈال کر چڑھادی ہے،حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی وقت اٹھے،مدینہ میں آکر بیت المال سے آٹا،گوشت، گھی اور کھجوریں لیں اور اسلم سے کہا کہ میری پیٹھ پر رکھ دو،اسلم نے کہا: میں لئے چلتا ہوں،فرمایا: ناں! لیکن قیامت میں میرا بار تم نہیں اٹھاؤ گے۔غرض سب چیزیں خود اٹھا کر لائے اور اس عورت کے آگے رکھ دیں۔اس نے آٹا گوندھا، ہانڈی چڑھائی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود چولہا پھونکتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔عورت نے کہا: خدا تم کو جزائے خیر دے، سچ تو یہ ہے کہ امیر المؤمنین ہونے کے قابل تم ہو نہ کہ عمر رضی اللہ عنہ۔

(الفاروق: شبلی نعمانی: ص ۳۳۰، کنز العمال: ۳۵۹۷۸: جلد ۱۲: ص ۶۴۸)

۳۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رات کو گشت کر رہے تھے،ایک بدو اپنے خیمہ سے باہر زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے پاس جا کر بیٹھے تو اچانک خیمہ سے رونے کی آواز آئی۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کون روتا ہے؟ اس نے کہا: میری بیوی دردِ زہ میں مبتلا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھر پر آئے اور اپنی زوجہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا اور بدو سے اجازت لے کر اپنی بیوی کو خیمہ میں بھیجا،تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا،ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پکارا کہ امیر المؤمنین اپنے ساتھی کو مبارک باد دو۔امیر المؤمنین کا لفظ سن کر بدو چونک پڑا اور مؤدب ہو کر بیٹھا،حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فکر نہ کرو،کل میرے پاس آنا،میں اس بچے کا وظیفہ مقرر کر دوں گا۔ (الفاروق: شبلی نعمانی: ص ۳۳۱)

[۸] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اس زمین کی وسعت، آب و ہوا اور اس میں رونما ہوتے

Marfat.com

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور تمہارے نفسوں میں بھی (نشانیاں ہیں) تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔[۹]

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔[۱۰]

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ ع

۲۳۔ پس آسمان اور زمین کے رب کی قسم! یہ (قرآن) اسی طرح برحق ہے جس طرح تمہارا کلام کرنا (برحق ہے)۔[۱۱]

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ کیا آپ کے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں (فرشتوں) کی خبر پہنچی ہے؟[۱۲]

والے تغیرات میں بے شمار ایسی نشانیاں ہیں جو ان کے عقیدۂ توحید کو مزید پختہ کرتی ہیں، مگر جن لوگوں میں طلب حق کی جستجو نہیں ہے اورانہوں نے انکار توحید کی قسم کھا رکھی ہے انہیں یہ نشانیاں مطمئن نہیں کر سکتیں کیونکہ وہ تو انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔

[۹] صرف زمین ہی نہیں انسان اگر اپنی ذات ہی میں غور کرے کہ کس طرح پانی کے ایک بے جان قطرہ سے اتنا بڑا انسان بن گیا جو سارے جانوروں پر حکومت کر رہا ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کے لئے ایک عظیم نشانی اور کافی دلیل ہے۔

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اتنی عظیم صلاحیتوں والا انسان خود بخود تو نہیں بن سکتا آخر کسی نے اس کو بنایا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: {بے شک ہم نے انسان کو سب سے اچھی صورت پر پیدا فرمایا۔} (قرآن: ۹۵:۴)

[۱۰] یعنی بارش بھی آسمان سے ہوتی ہے جس سے تمہارا رزق پیدا ہوتا ہے اور تمہارے اعمال کے بدلے میں جنت اور دوزخ کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ لوح محفوظ میں درج ہے اور لوح محفوظ بھی آسمان میں ہے۔

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم اٹھا کر فرمایا: یعنی اے انسان! جب تو بات کرتا ہے تو تجھے اپنی بات میں کوئی شبہ نہیں ہوتا بلکہ تجھے یقین ہوتا ہے کہ تو خود ہی یہ بات کر رہا ہے۔ اسی طرح یہ قرآن میرا ہی کلام ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

[۱۲] یعنی آپ کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچ چکی ہے اور یہ واقعہ سورہ ہود اور سورہ حجر میں گزر چکا ہے۔ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کچھ فرشتے انسانی شکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔ سلام اور جواب سلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ یہ مسافر اور اجنبی لوگ ہیں، ان کو کھانے کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ آپ آہستہ سے اپنے گھر گئے اور ایک

Marfat.com

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٢٥﴾

٢٥۔ جب وہ (فرشتے) ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کہا، ابراہیم علیہ السلام نے بھی (جواب میں) سلام کہا (اور دل میں سوچا) یہ اجنبی لوگ ہیں۔

فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿٢٦﴾

٢٦۔ پھر ابراہیم علیہ السلام چپکے سے اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک (بھنا ہوا) موٹا بچھڑا لے آئے۔

بھنا ہوا بچھڑا لے کر آئے اور مہمانوں کے سامنے رکھ دیا۔ جب مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اندیشہ لاحق ہوا کہ یہ کوئی مشکوک لوگ ہیں۔ فرشتوں نے کہا: آپ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ ہم فرشتے ہیں، ہم آپ کو اہل علم بیٹے کی خوش خبری دینے آئے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سلام کہنا اور سلام کا جواب دینا انبیائے کرام علیہم السلام اور فرشتوں کی سنت ہے، نیز گھر میں موجود اچھے کھانے سے مہمانوں کی خدمت کرنا بھی نبیوں کی سنت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو عظیم الشان صورت پر پیدا فرمایا۔ ان کا قد ساٹھ گز تھا، اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرمایا: جاؤ فرشتوں کی اس بیٹھی ہوئی جماعت کو سلام کہو اور سنو وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں؟ وہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو کہا: السلام علیکم (تم پر سلامتی ہو) فرشتوں نے جواب دیا: السلام علیک ورحمۃ اللہ (تم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی ہو) فرشتوں نے سلام پر "ورحمۃ اللہ" کا اضافہ کیا، پس جو جنت میں داخل ہوگا وہ آدم علیہ السلام کی صورت میں (ساٹھ گز لمبا) ہوگا۔ اس کے بعد اب تک قد میں کمی ہوتی رہی۔ (بخاری: ٦٢٢٧: کتاب الاستیذان: باب ١)

مہمان اور میزبان کے متعلق اسلام کا حکم

☆ حضرت ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی تکریم کرے اور اس کا جائزہ ادا کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مہمان کا جائزہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات (اس کی زیادہ خاطر تواضع کرے) اور تین دن اس کی ضیافت ہے اور اس سے زیادہ دن مہمان پر صدقہ ہیں۔ (بخاری: ٦٠١٩: کتاب الأدب: باب ٣١)

☆ حضرت ابو شریح خزاعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہمان نوازی تین دن ہے اور جائزہ ایک دن اور ایک رات ہے اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس اتنے دن قیام کرے کہ اس کو گناہ میں مبتلا کر دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اس کو گناہ میں کیسے مبتلا کرے گا؟ فرمایا: وہ اس کے پاس ایسی حالت میں قیام کرے کہ اس کے پاس اس کی مہمان نوازی کے لئے کچھ نہ ہو۔ (مسلم: ٤٥١٤: کتاب اللقطۃ: باب ٣)

Marfat.com

فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیۡهِمۡ قَالَ اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور بچھڑے کو مہمانوں کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا: تم لوگ کھاتے کیوں نہیں؟

فَاَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِیۡفَةً ؕ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ ؕ وَ بَشَّرُوۡهُ بِغُلٰمٍ عَلِیۡمٍ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کچھ خوف محسوس کیا، انہوں نے کہا: آپ خوف نہ کریں، اور انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک اہل علم بیٹے کی بشارت دی۔

فَاَقۡبَلَتِ امۡرَاَتُهٗ فِیۡ صَرَّةٍ فَصَكَّتۡ وَجۡهَهَا وَ قَالَتۡ عَجُوۡزٌ عَقِیۡمٌ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حیرت سے آگے بڑھی اور اپنے منہ پر ہاتھ مار کر کہنے لگی: (میں تو) بوڑھی اور بانجھ ہوں۔ [۱۳]

قَالُوۡا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡحَكِیۡمُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ انہوں (یعنی فرشتوں) نے کہا: آپ کے رب نے ایسے ہی فرمایا ہے، بے شک وہ بڑی حکمت والا بہت علم والا ہے۔

قَالَ فَمَا خَطۡبُكُمۡ اَیُّهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: اے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہارا (ہمارے بیٹے کی بشارت کے علاوہ اور) کیا اہم کام ہے؟

قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰی قَوۡمٍ مُّجۡرِمِیۡنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ انہوں نے کہا: بے شک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ [۱۴]

---

[۱۳] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے ایک بیٹا یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام پہلے سے موجود تھا لیکن سارہ علیہا السلام کی کوئی اولاد نہیں تھی اور ان کی تمنا تھی کہ انہیں بھی بیٹا ملے۔ اس وقت حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر ۹۰ سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۷۲) عمر کے اس حصہ میں بیٹے کی خوش خبری سن کر حیرانگی سے آگے بڑھیں اور اپنے منہ پر ہاتھ مار کر زور سے بولیں: میں بوڑھی اور بانجھ ہوں۔ بھلا میرے ہاں بیٹا کیسے ہوسکتا ہے؟ اس پر فرشتوں نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، لہٰذا کسی تعجب اور حیرانگی کی ضرورت نہیں ہے۔

[۱۴] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا: ہمیں بیٹے کی بشارت دینے کے علاوہ تمہارے بھیجے جانے کا اہم مقصد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہمیں اللہ تعالیٰ نے مجرم قوم یعنی قوم لوط کو تباہ کرنے کے لئے بھیجا ہے، کیونکہ وہ فسق و فجور اور لواطت

Marfat.com

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ ۝۳۳

۳۳۔ تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں۔

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ۝۳۴

۳۴۔ جو آپ کے رب کے نزدیک حد سے بڑھنے والوں کے لئے نشان زدہ ہیں۔

فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝۳۵

۳۵۔ پھر ہم نے (نزول عذاب سے پہلے) اس بستی میں سے ان سب کو نکال لیا جو ایمان والے تھے۔

فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ۝۳۶

۳۶۔ تو ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی مسلمان گھر نہ پایا۔[۱۵]

وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝۳۷

۳۷۔ اور ہم نے اس بستی میں ان لوگوں کے لئے (عبرت کی) ایک نشانی باقی رکھی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔[۱۶]

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝۳۸

۳۸۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی (عبرت کی نشانی ہے) جب ہم نے انہیں فرعون کی طرف واضح دلیل دے کر بھیجا۔

فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ۝۳۹

۳۹۔ تو اس نے اپنی قوت کے بل بوتے پر روگردانی کی اور کہنے لگا: یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔[۱۷]

میں حد سے بڑھنے والے ہیں۔ ہم ان پر مٹی کے ایسے سخت کنکر برسائیں گے جو پتھروں کی طرح سخت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مجرم کے لئے ایک کنکر پر خصوصی نشان لگا دیا ہے جو اس کی تباہی کا باعث بنے گا۔

[۱۵] اس بستی میں صرف حضرت لوط علیہ السلام کا گھر ہی مسلمان تھا، لہٰذا ہم نے اس بستی کی تباہی سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو وہاں سے بحفاظت نکال لیا تھا۔

[۱۶] ہم نے اس تباہ شدہ بستی کے کھنڈرات کو نشانِ عبرت کے طور پر کچھ عرصہ تک باقی رکھا تاکہ لوگ اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور یہ نشانِ عبرت بھی ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں کیونکہ وہی لوگ ان نشانیوں میں غور و فکر کر کے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

[۱۷] عذاب الٰہی سے ڈرنے والوں کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی نشان عبرت ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت

Marfat.com

فَاَخَذۡنٰهُ وَ جُنُوۡدَهٗ فَنَبَذۡنٰهُمۡ فِی الۡیَمِّ وَ هُوَ مُلِیۡمٌ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ پس ہم نے فرعون کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور ان کو سمندر میں پھینک دیا کیونکہ وہ قابلِ ملامت کام کرنے والا تھا۔

وَ فِیۡ عَادٍ اِذۡ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمُ الرِّیۡحَ الۡعَقِیۡمَ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ اور عاد میں بھی (نشانِ عبرت ہے) جب ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی۔ [۱۸]

مَا تَذَرُ مِنۡ شَیۡءٍ اَتَتۡ عَلَیۡهِ اِلَّا جَعَلَتۡهُ کَالرَّمِیۡمِ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ وہ (آندھی) جس چیز پر بھی گزری اسے ریزہ ریزہ کر دیا۔

وَ فِیۡ ثَمُوۡدَ اِذۡ قِیۡلَ لَهُمۡ تَمَتَّعُوۡا حَتّٰی حِیۡنٍ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور ثمود میں بھی (نشانِ عبرت ہے) جب انہیں کہا گیا کہ تم ایک مخصوص وقت تک فائدہ اٹھالو۔ [۱۹]

موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا، عصا اور دیگر معجزات دے کر فرعون کی طرف بھیجا تو فرعون کے پاس ان معجزات کے انکار کی کوئی دلیل نہیں تھی صرف اپنی فوج اور قوت کے بل بوتے پر اس نے روگردانی کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر اور دیوانہ کہنے لگا۔ فرعون کے اس قابلِ ملامت رویہ پر اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی فوجوں سمیت سمندر میں غرق کر دیا۔ اس وقت فرعون اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا اور ایمان لانے کا اظہار کیا مگر عذاب کو دیکھ کر ایمان لانا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوتا۔

[۱۸] قوم عاد کی تباہی میں بھی نشانِ عبرت ہے۔ قوم عاد یمن کے علاقہ احقاف میں آباد تھی اور انہوں نے کئی معبود بنا رکھے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں فرمایا: تم ان کی عبادت چھوڑ دو اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو ورنہ تم پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا عذاب نازل ہوگا۔ قوم کے سرداروں کو یہ بات ناگوار گزری اور انہوں نے کہا: ہم تو اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں، تم جس عذاب کی دھمکی دے رہے ہو وہ ابھی لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ اس پر حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں کہ وہ کب نازل ہوگا؟ چنانچہ سخت ہوا کا طوفان آیا جو آٹھ دن جاری رہا جس نے ہر چیز کو تہس نہس کر دیا اور اس طاقتور قوم کے لاشے کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح زمین پر بکھرے پڑے تھے۔ اس آندھی میں حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ وہی لوگ محفوظ رہے جو آپ علیہ السلام پر ایمان لائے اور شرک سے توبہ کر لی۔

[۱۹] قوم ثمود کی تباہی میں بھی نشانِ عبرت ہے۔ یہ لوگ مشرک تھے اور حجاز اور شام کے درمیان آباد تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں توحید کی دعوت دی تو انہوں نے مطالبہ کیا کہ پتھر کی اس چٹان سے زندہ اونٹنی نکال کر دکھاؤ اگر تم سچے نبی ہو۔

Marfat.com

فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿٤٤﴾

۴۴۔ پس انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ایک ہولناک کڑک نے انہیں آ پکڑا اور وہ دیکھتے ہی رہ گئے۔

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿٤٥﴾

۴۵۔ پھر وہ کھڑے نہ ہو سکے اور نہ ہی کوئی مدد حاصل کر سکے۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٤٦﴾ ع ٢

۴۶۔ اور ان سے پہلے قوم نوح میں بھی (نشان عبرت ہے)، بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔[۲۰]

چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے اونٹنی ظاہر فرما دی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: یہ اونٹنی میری نبوت کی دلیل اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، لہٰذا تم اس کو آزاد چھوڑ دو، جہاں سے اس کا جی چاہے کھاتی پھرے، کوئی اس کو تنگ نہ کرے ورنہ تم پر دردناک عذاب نازل ہوگا۔

قوم ثمود کے متکبر سرداروں نے سازش کر کے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ذبح کرا دیا اور حضرت صالح علیہ السلام کو کہا کہ ہم نے اونٹنی کو ہلاک کر دیا ہے تم اسے نقصان پہنچانے پر جس عذاب کی ہمیں دھمکی دیتے تھے وہ عذاب لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ وہ تین دن اپنے گھروں میں گزار لیں پھر انہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ تین دنوں کے بعد ایک سخت آواز کے ساتھ جب زلزلہ آیا تو وہ اسے دیکھ رہے تھے مگر ان میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ کھڑے ہی ہو سکیں اور اپنے اوپر نازل ہونے والے عذاب سے کوئی بچاؤ کر سکیں۔ چنانچہ صبح کے وقت وہ سب اپنے گھروں میں اوندھے منہ مرے پڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں کو محفوظ رکھا۔

[۲۰] قوم نوح کی تباہی میں بھی نشان عبرت ہے۔ یہ قوم عراق میں آباد تھی اور شرک میں مبتلا تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا: صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، قبر وحشر، حساب وکتاب اور جنت ودوزخ کے ثواب وعذاب کے متعلق وہ خبریں دیتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

قوم کے سرداروں نے تعجب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے کو نبی کیوں نہیں بنایا، یا اگر مرد کو ہی نبی بنانا تھا تو ہم میں سے کسی سردار کو نبی بناتا آپ جیسے نادار اور مسکین کو نبی کیوں بنایا گیا؟ ہمیں تو ایسے نظر آتا ہے جیسے تم گمراہ ہو گئے ہو۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں گمراہ نہیں ہوں بلکہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچاتا ہوں تاکہ تم متقی بن جاؤ اور اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم نہ کیا اور سابقہ شرک پر قائم رہے تو مجھے خطرہ ہے کہ تمہارے اوپر ایک بڑا عذاب آنے والا ہے۔ اس خیر خواہی اور وارننگ کے باوجود ان دل کے اندھوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی جس کی سزا کے طور پر انہیں پانی کے سیلاب میں غرق کر دیا گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی

Marfat.com

وَ السَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور آسمانی کائنات کو ہم نے اپنے دست قدرت سے بنایا اور بے شک ہم (اس کائنات کو) وسعت دے رہے ہیں۔[۲۱]

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور ہم نے زمین کا فرش بچھایا، پس ہم کیا خوب فرش بچھانے والے ہیں۔[۲۲]

وَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے (نر اور مادہ) بنائے تاکہ تم غور وفکر کرو۔[۲۳]

میں صرف وہی لوگ بچ نکلے جو آپ ﷺ پر ایمان لائے اور شرک سے توبہ کر لی۔

[۲۱] اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے یعنی آسمان پہلے ہی بہت وسیع ہے مگر ہم اس کو مزید وسیع کرنے یا اس جیسا اور آسمان بنانے کی طاقت رکھتے ہیں، بلکہ قیامت کے دن فی الواقع اللہ تعالیٰ نئی زمین اور نیا آسمان بنائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:{جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے جو ایک ہے اور غالب ہے۔} (قرآن: ۱۴:۴۸) قیامت کے دن زمین وآسمان نئی قسم کے ہوں گے۔ آسمان پر ستارے نہیں ہوں گے اور زمین پر بھی نہ بلند پہاڑ اور ٹیلے ہوں گے اور نہ ہی گہرے غار بلکہ ایک صاف اور ہموار میدان کی صورت میں ہوگی۔

اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانی کائنات کو وسعت دے رہا ہے جیسا کہ جدید تحقیق بھی یہی ہے۔

The universe is expanding, with the galaxies moving apart from each other and the space between them getting larger. (The Hutchinson Encyclopedia, New 8th edition, universe, page No. 1196)

(کائنات پھیل رہی ہے کیونکہ سیارے ایک دوسرے سے الگ ہو رہے ہیں اور ان کے درمیان فاصلہ بڑھ رہا ہے۔)

[۲۲] زمین اگرچہ گول ہے مگر وہ اتنی وسیع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فرش کی طرح بچھا دیا ہے جس پر انسان آسانی سے چل سکتا ہے اور اس میں اپنی ضروریات کی تمام چیزیں مہیا کر سکتا ہے۔

[۲۳] اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے جوڑے یعنی نر اور مادہ بنائے ہیں۔ انسان اور دیگر جانوروں میں نر اور مادہ کے جوڑوں کا وجود تو ایک عام حقیقت ہے جس کو زمانہ قدیم سے ہر شخص جانتا ہے، مگر انیسویں صدی میں جرمنی اور اٹلی کے سائنس دانوں نے ثابت کیا کہ انسانوں کی طرح نباتات میں بھی نر اور مادہ پائے جاتے ہیں اور ان کے عمل تلقیح سے بیج اور پھل بنتے ہیں۔ عمل تلقیح کی مزید تفصیل کے لئے سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۳ کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ۚ۵۰

۵۰۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو، بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔[۲۴]

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ۚ۵۱

۵۱۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بناؤ، بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ۚ۵۲

۵۲۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کی طرف جو بھی رسول آیا انہوں نے یہی کہا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔[۲۵]

اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ۚ۵۳

۵۳۔ کیا انہوں (پہلے لوگوں) نے ایک دوسرے کو یہی وصیت کی تھی؟ بلکہ وہ سرکش لوگ تھے۔[۲۶]

نباتات میں نر اور مادہ کا انکشاف انیسویں صدی کی تحقیق ہے لیکن قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ اعلان کیا کہ ہر چیز حتیٰ کہ نباتات میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں اور ان کے عمل تلقیح سے بیج اور پھل بنتے ہیں۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ قرآن مجید انسانی کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کیونکہ نزول قرآن کے وقت کسی کو علم نہیں تھا کہ نباتات میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں، بلکہ قرآن حکیم نے تو ایسے جوڑوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کا ابھی لوگوں کو علم نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا (نر اور مادہ) پیدا فرمایا جنہیں زمین اُگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں کو بھی اور ان چیزوں کو بھی جنہیں ابھی وہ نہیں جانتے۔} (قرآن ۳۶:۳۶)

[۲۴] اس میں کفار کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب سے ڈرانے کے لئے بھیجا ہے، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ اور اس پر ایمان لانے میں جلدی کرو کیونکہ موت کسی بھی وقت آسکتی ہے اور پھر پچھتانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

[۲۵] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کفار مکہ اگر آپ کو جادوگر اور دیوانہ کہہ رہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، ان سے پہلی قوموں نے بھی اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کو جادوگر اور دیوانہ کہا ہے، لہٰذا آپ ان کی تکذیب سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔

[۲۶] سب قوموں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب میں جن الفاظ کا سہارا لیا ہے ان میں جادوگر اور دیوانہ سرفہرست ہیں۔ کیا ایسا تو نہیں ہوا کہ پہلی قوموں نے بعد میں آنے والی قوموں کو یہ وصیت کی ہو کہ تم بھی انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب میں یہی الفاظ استعمال کرنا؟

Marfat.com

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ پس آپ ان سے رخِ انور پھیر لیں، آپ پر (ان کے ایمان نہ لانے کی) کوئی ملامت نہیں۔ [۲۷]

وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ اور آپ نصیحت کرتے رہیں، بے شک نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔ [۲۸]

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ [۲۹]

لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ بعض قوموں کے علاقہ اور زمانہ میں بہت فرق ہے۔ دراصل ان سب قوموں کی سرشت میں سرکشی پائی جاتی ہے اور اس قدرِ مشترک کی وجہ سے ان کے انکار کا رویہ ایک جیسا تھا۔

[۲۷] میرے پیارے نبی! آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔ جو لوگ دین کو سمجھ لینے کے باوجود صرف بغض و عناد کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے، آپ ان پر زیادہ توجہ نہ دیں کیونکہ وہ تعصب میں مبتلا ہیں۔ آپ سے ان کے ایمان نہ لانے کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی۔

☆ حضرت ابو ثعلبہ خُشَنی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے، خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور عام لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو۔

(ترمذی: ۳۰۵۸: ابواب تفسیر القرآن: سورۃ المائدۃ)

☆ حضرت ابو درداء ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کر دو اور جب تم یہ سنو کہ کسی شخص کی خُلق یعنی فطرت بدل گئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو کیونکہ وہ شخص اسی سرشت کی طرف لوٹ جائے گا جس پر اس کو پیدا کیا گیا ہے۔

(مسند احمد: جلد ۶: ص ۴۴۳، مجمع الزوائد: جلد ۷: ص ۱۹۶) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

[۲۸] البتہ عام لوگوں کو دعوت و نصیحت کا سلسلہ جاری رکھیں، جن کے دل میں تعصب کی بیماری نہیں ہوگی وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے اور ایمان کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔

[۲۹] اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو اس لئے پیدا فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کریں اور اس کی عبادت کریں، مگر اکثر لوگ اپنے مقصدِ تخلیق سے غافل ہیں۔

عبادت سے مراد صرف یہ نہیں کہ انسان سارا دن نماز، روزہ اور تسبیح میں مصروف رہے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝۵۷

۵۷۔ میں ان سے کسی رزق کو طلب نہیں کرتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے (کھانا) کھلائیں۔[۳۰]

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝۵۸

۵۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ (تو خود سب کو) رزق دینے والا ہے، وہ بڑا طاقتور (اور) زبردست ہے۔

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ۝۵۹

۵۹۔ بے شک ظالموں کے لئے بھی عذاب کا ویسا ہی حصہ مقرر ہے جیسا (ان سے پہلے) ان کے ساتھیوں کا تھا، لہٰذا وہ مجھ سے (عذاب کو) جلد طلب نہ کریں۔[۳۱]

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝۶۰ ع

۶۰۔ پس کفار کے لئے ان کے اس دن میں بڑی تباہی ہے جس دن (کے عذاب) کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

کے احکام کے مطابق زندگی گزارے۔ یعنی نماز پڑھے، سچ بولے، رزق حلال کمائے اور کسی کا حق غصب نہ کرے، لہٰذا جو انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا اس کا ہر فعل حتیٰ کہ اس کا سونا اور کھانا بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مستحق قرار پاتا ہے۔

[۳۰] اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس لئے پیدا نہیں فرمایا کہ اس کو ان سے کسی رزق یا کھانے کی حاجت ہے، بلکہ وہ تو خود ساری مخلوق کا روزی رساں اور سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت اور اطاعت کے لئے پیدا فرمایا اور اس میں انسان کا اپنا فائدہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا اور اس کی روزی، زندگی اور آخرت میں برکت آجائے گی۔

[۳۱] جس طرح پہلی سرکش قوموں کو ان کے عذاب کا حصہ ملا تھا اسی طرح موجودہ سرکش لوگوں کے لئے بھی عذاب کا ایک حصہ مقرر ہے جو انہیں مل کر رہے گا، مگر اس کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ اہل مکہ اسے جلدی طلب نہ کریں بلکہ اس مہلت سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی اصلاح کرلیں، وگرنہ جب وہ متعین دن آگیا تو ان کے لئے بہت بڑی تباہی ہوگی۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بروز بدھ بعد از مغرب ۴ راگست ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ شعبان ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۲۸ جولائی تا ۴ راگست یعنی صرف سات دنوں میں سورہ ذاریات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الطور (۵۲)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''طور'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے مختلف چیزوں کی قسمیں کھا کر تاکید فرمائی کہ قیامت ضرور آئے گی اور اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اس دن منکرین قیامت کو پکڑ کر جہنم میں پھینکا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا: یہی وہ جہنم ہے جس کا تم انکار کرتے تھے۔

☆ آیت نمبر ۱۷ سے متقی لوگوں کے اجر عظیم کا سلسلہ بیان کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کو جنتوں میں رنگا رنگ نعمتوں سے نوازے گا، ان کی مومن اولاد کو بھی ان کے پاس پہنچا دے گا اور وہ جنت میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے جس نے ان کو عذاب جہنم سے بچا لیا۔

☆ آیت نمبر ۲۹ سے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ ان کی دل آزار باتوں سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید آپ نے خود ہی بنایا ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ اس جیسی ایک بات ہی لا کر دکھائیں اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔

☆ ہمارے پیارے نبی! ان منکرین کے پاس قیامت اور توحید کے انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ تعصب کی وجہ سے آپ کی مخالفت میں سرگرم ہیں مگر آپ فکر نہ کریں آپ ہماری آنکھوں میں ہیں، ہم آپ کے محافظ ہیں۔ کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ آپ ان کی دل آزار باتوں پر صبر کریں اور اطمینان وسکون کے لئے اپنے رب تعالیٰ کی تسبیح وتحمید جاری رکھیں۔ خاص کر جب آپ سو کر اٹھیں، نماز کے لئے کھڑے ہوں، مجلس سے اٹھ کر تشریف لے جائیں، نماز تہجد پڑھیں یا نماز فجر اپنے رب تعالیٰ کی حمد وثنا میں سرگرم رہیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از مغرب بروز پیر ۹ راگست ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۸ شعبان ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

اٰیاتہا ۴۹ ۵۲ سُوْرَۃُ الطُّوْرِ مَکِّیَّۃٌ ۷۶ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالطُّوْرِ ۝۱	۱۔ قسم ہے (کوہ) طور کی۔[۱]
وَکِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝۲	۲۔ اور (قسم ہے) کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے۔[۲]
فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝۳	۳۔ کھلے ورق میں۔
وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝۴	۴۔ اور (قسم ہے) بیت معمور کی۔[۳]
وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝۵	۵۔ اور (قسم ہے) بلند چھت کی۔[۴]

[۱] طور سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ (تفسیر قرطبی) اس پہاڑ کو طور سینا اور طور سینین بھی کہا جاتا ہے۔

[۲] لکھی ہوئی کتاب سے مراد قرآن مجید ہے جس کو اہل ایمان پڑھتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی) یہ کھلے ہوئے ورق کی طرح بالکل واضح اور عیاں ہے، جس کا جی چاہے آئے اور اس کو پڑھ کر ہدایت حاصل کرے۔

[۳] جس طرح زمین پر بیت اللہ ہے جہاں انسان عبادت کرتے ہیں اسی طرح ساتویں آسمان پر بیت معمور ہے جہاں فرشتے عبادت کرتے ہیں۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیت معمور ساتویں آسمان میں ہے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو فرشتہ ایک بار داخل ہوتا ہے وہ دوبارہ قیامت تک داخل نہیں ہوگا۔

(مستدرک للحاکم: ۳۷۴۲: جلد ۲: ص ۵۰۸: تفسیر سورۃ الطور)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو وہاں ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بیت معمور کی طرف اپنی پشت سے ٹیک لگائی ہوئی تھی اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور دوبارہ نہیں آتے۔ (مسلم: ۴۱۱: کتاب الایمان: باب ۷۴)

[۴] بلند چھت سے مراد آسمان ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: آسمان کو چھت اس لئے فرمایا کیونکہ وہ زمین کے لئے ایسا ہے جیسا گھر کے لئے چھت ہوتی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

Marfat.com

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿۶﴾	۶۔ اور (قسم ہے پانی سے) بھرے ہوئے سمندر کی۔
اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾	۷۔ بے شک آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ [۵]
مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴿۸﴾	۸۔ اسے کوئی روکنے والا نہیں۔
يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿۹﴾	۹۔ جس دن آسمان بری طرح لرز رہا ہوگا۔ [۶]
وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿۱۰﴾	۱۰۔ اور پہاڑ تیزی سے چل رہے ہوں گے۔
فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾	۱۱۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے تباہی ہوگی۔
الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۱۲﴾	۱۲۔ جو بے ہودہ باتوں میں کھیل رہے ہیں۔ [۷]
يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾	۱۳۔ جس دن وہ دھکیل کر آتشِ جہنم کی طرف لائے جائیں گے۔
هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾	۱۴۔ (انہیں کہا جائے گا:) یہ ہے وہ دوزخ کی آگ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ [۸]

[۵] اللہ تعالیٰ نے پانچ مختلف چیزوں کی قسمیں کھا کر تاکید فرمائی کہ منکرین کو قیامت کے جس عذاب سے ڈرایا گیا ہے وہ ضرور آئے گا اور اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں مدینہ آیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگِ بدر کے قیدیوں کے بارے میں بات چیت کروں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تو آپ مغرب کی نماز میں سورہ طور پڑھ رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سورت کی آٹھویں آیت تک پہنچے تو گویا ان آیتوں نے میرا دل چیر ڈالا اور میں نے نزولِ عذاب کے خوف سے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ طور: زیر آیت نمبر ۸)

[۶] وقوعِ قیامت کے وقت جب اس کائنات کی تباہی کا سلسلہ شروع ہوگا تو آسمان لرز رہا ہوگا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر روئی کے گالوں اور خاک کے ذروں کی طرح ہوا میں اڑ رہے ہوں گے۔ جب آسمان جیسی مضبوط اور پہاڑوں جیسی ٹھوس چیزوں کا یہ حشر ہوگا تو آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ دیگر عام چیزوں کی تباہی کا عالم کیا ہوگا۔

[۷] جو لوگ فضول کھیل اور بے ہودہ باتیں بنانے میں مصروف رہتے ہیں اور آخرت کو جھٹلاتے ہیں قیامت کے دن ان کے لئے سخت تباہی ہوگی۔

[۸] منکرینِ آخرت کو جب زبردستی دھکیل کر آتشِ جہنم کی طرف لایا جائے گا تو فرشتے ان سے کہیں گے: یہ ہے وہ آتشِ جہنم جس کو تم

Marfat.com

أَفَسِحْرٌ هٰذَآ أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ (اب بتاؤ) کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھ نہیں رہے؟[۹]

اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا أَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اس (دوزخ) میں داخل ہو جاؤ، اب خواہ تم صبر کرو یا نہ کرو، تمہارے لئے برابر ہے، تمہیں صرف انہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔[۱۰]

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ بے شک پرہیز گار لوگ جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔

فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ ان کے رب تعالیٰ نے جو انہیں عطا فرمایا وہ اس پر خوش ہوں گے اور ان کے رب تعالیٰ نے انہیں جہنم کے عذاب سے بچا لیا۔[۱۱]

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ (ان سے کہا جائے گا:) تم خوب مزے سے کھاؤ اور پیو ان (نیک) اعمال کے بدلے میں جو تم کرتے تھے۔[۱۲]

جھٹلایا کرتے تھے۔

[۹] انبیائے کرام علیہم السلام نے لوگوں کو توحید اور آخرت کی تبلیغ کی مگر متعصب اور ہٹ دھرم لوگوں نے ان کے کلام اور ان کے معجزات کو جادو کہہ کر انکار کر دیا۔ قیامت کے دن جب انہیں آتش جہنم کے قریب لایا جائے گا تو فرشتے ان سے پوچھیں گے: یہ آگ جو تمہیں نظر آ رہی ہے، اب بتاؤ کیا یہ بھی کوئی جادو کا کرتب ہے؟ یا جس طرح تم دنیا میں حق کو دیکھنے سے اندھے تھے کیا اسی طرح تمہیں یہ عذاب بھی نظر نہیں آ رہا؟

[۱۰] جو لوگ اس دنیا میں توحید اور آخرت کی تکذیب کرتے رہے قیامت کے دن انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا: اب چاہے تم صبر کرو یا چیخ و پکار کرو تمہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور تمہیں اپنے کرتوتوں کی سزا بھگتنا ہی پڑے گی۔

[۱۱] جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں جہنم سے بچا کر جنت میں داخل فرمائے گا اور انہیں رنگا رنگ نعمتوں سے نوازے گا۔ اہل جنت اپنے رب تعالیٰ کی عنایات اور نوازشات پر خوش اور شکر گزار ہوں گے۔

[۱۲] جنت میں متقی لوگوں کو کہا جائے گا: چونکہ تم دنیا میں نیک اعمال کرتے تھے اس لئے ان کے صلہ میں اپنے رب تعالیٰ کی نعمتوں کو خوب مزے سے کھاؤ اور پیو۔

Marfat.com

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝

۲۰۔ وہ قطاروں میں بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور ہم انہیں بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے۔ [۱۳]

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا

۲۱۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم ان کی اولاد کو (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ہم ان کے عمل میں کوئی کمی نہیں کریں گے، [۱۴] ہر شخص اپنے عمل (کی جزا و سزا)

[۱۳] جنت میں متقی لوگوں کے لئے آمنے سامنے قطاروں میں تخت بچھائے جائیں گے اور وہ ان پر اطمینان سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ نیز خوبصورت آنکھوں والی حوروں کے ساتھ ان کے نکاح کر دیئے جائیں گے۔

[۱۴] اللہ تعالیٰ اپنے مقبول اور متقی بندوں کو جنت میں بلند درجات عطا فرمائے گا اور ان کی اولاد میں سے جو اپنے والدین کی پیروی کریں گے اگر جنت میں ان کا درجہ کم ہوا تو بھی والدین کے اعمال کی برکت سے ان کی اولاد کا درجہ بلند کر کے انہیں والدین کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ یعنی والدین کو ان کے اعمال کے مطابق بلند درجہ میں ہی رکھا جائے گا اور ان کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی، البتہ والدین کا دل خوش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کی اولاد پر فضل و کرم فرمائے گا اور ان کے درجات بلند کر کے انہیں اپنے والدین کے ساتھ ملا دے گا۔

والدین کی نیکیوں کا فائدہ

☆ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جنت میں مؤمن کی اولاد کو مؤمن کے ساتھ اس کے درجہ میں بلند فرمائے گا خواہ اس کی اولاد کا عمل اس کے برابر نہ ہوتا کہ اولاد کی وجہ سے مؤمن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور میرا گمان یہ ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص جنت میں داخل ہوگا تو وہ اپنے والدین، بیوی اور اولاد کے متعلق پوچھے گا (وہ کہاں ہیں)؟ تو اس سے کہا جائے گا: وہ تمہارے درجہ کو نہیں پہنچے (اس لئے ان کا جنت میں الگ مقام ہے)۔ یہ شخص عرض کرے گا: اے میرے رب! میں نے جو عمل کیا وہ اپنے لئے اور ان سب کے لئے کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا: ان کو بھی جنت کے اسی درجہ میں اس شخص کے ساتھ ملا دو۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ طور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۱) لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ صدقہ وخیرات کرتے وقت اپنے والدین اور بیوی بچوں کو بھی اپنی نیت میں شامل کر لے۔ اس سے اس کے صدقہ وخیرات میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

Marfat.com

کسب راھین ۲۱ میں گرفتار ہوگا۔ [۱۵]

علامہ ثناءُ اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن کفار کی رشتہ داریاں اور دوستیاں منقطع ہو جائیں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اس دن گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیز گاروں کے۔} (قرآن: ۴۳:۶۷) لہٰذا اہل ایمان کی رشتہ داریاں اور دوستیاں باقی رہیں گی کیونکہ یہ رشتہ داریاں اور دوستیاں نبی کریم ﷺ کے سبب سے ہیں اور نبی کریم ﷺ سارے اہل ایمان کے روحانی باپ ہیں اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات تمام اہل ایمان کی روحانی مائیں ہیں۔ (تفسیر مظہری: سورۃ الرعد: زیر آیت نمبر ۲۳) اسی طرح اسلامی اساتذہ اور روحانی شیوخ بھی اسلامی اور روحانی باپ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جو ان کی اتباع میں نیک اعمال کریں گے تو وہ اساتذہ اور شیوخ بھی اپنے شاگردوں اور مریدوں کو فائدہ پہنچائیں گے۔

اولاد کی نیکیوں کا فائدہ

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جس طرح نیک والدین کے اعمال کی برکت سے اولاد کو فائدہ پہنچے گا اسی طرح نیک اولاد کے اعمال کا والدین کو بھی فائدہ پہنچے گا، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر باپ دادا کا درجہ بلند ہوا تو اللہ تعالیٰ اولاد کے درجہ کو بلند کر کے باپ دادا کے ساتھ ملا دے گا اور اگر اولاد کا درجہ بلند ہوا تو اللہ تعالیٰ باپ دادا کے درجہ کو بلند کر کے اولاد کے ساتھ ملا دے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ طور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۱) اس کی تائید میں حافظ ابن کثیر نے درج ذیل دو احادیث بیان کی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی کا جنت میں درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ آدمی عرض کرتا ہے: مجھ پر یہ کرم کیسے ہوا؟ تو اسے جواب دیا جاتا ہے: اس استغفار کی وجہ سے جو تمہارے بیٹے نے تمہارے لئے کیا۔ (ابن ماجۃ: حدیث نمبر ۳۶۶۰: ابواب الأدب: باب ۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے، البتہ تین طرح سے اس کے عمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے: صدقہ جاریہ، علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ (مسلم: ۴۲۲۳: کتاب الوصیۃ: باب ۳)

[۱۵] مقاتل نے کہا: ہر شخص سے مراد کافر ہے جو اپنے شرک کی وجہ سے دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوگا۔ (تفسیر بغوی) کیونکہ مؤمن ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {ہر شخص اپنے عمل (کی جزا و سزا) میں گرفتار ہوگا سوائے اصحاب یمین (اہل ایمان) کے۔} (قرآن: ۷۴:۳۹-۳۸)

علامہ قرطبی نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کے ساتھ گروی ہے۔ کسی شخص کے عمل کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی، البتہ کسی کے ثواب میں زیادتی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (تفسیر قرطبی) اور یہ اس کا فضل ہوگا جو انصاف کے خلاف نہیں ہے۔

Marfat.com

وَ اَمۡدَدۡنٰهُمۡ بِفَاكِهَةٍ وَّ لَحۡمٍ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ ۝۲۲

۲۲۔ اور ہم انہیں ایسے پھل اور گوشت دیتے رہیں گے جو وہ چاہیں گے۔[۱۶]

يَتَنَازَعُوۡنَ فِيۡهَا كَاۡسًا لَّا لَغۡوٌ فِيۡهَا وَلَا تَاۡثِيۡمٌ ۝۲۳

۲۳۔ وہ جنت میں جامِ شراب لینے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں گے مگر اس شراب (کی تاثیر) میں نہ کوئی لغو بات ہوگی اور نہ ہی کوئی گناہ (کا موجب فعل) ہوگا۔[۱۷]

وَ يَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ غِلۡمَانٌ لَّهُمۡ كَاَنَّهُمۡ لُؤۡلُؤٌ مَّكۡنُوۡنٌ ۝۲۴

۲۴۔ اور ان کے خدام ان کے گرد گھوم رہے ہوں گے گویا کہ وہ چھپائے ہوئے موتی ہیں۔[۱۸]

وَ اَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَسَآءَلُوۡنَ ۝۲۵

۲۵۔ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے کے احوال پوچھیں گے۔

---

[۱۶] جس قسم کے پھل اور گوشت کی خواہش ان کے دل میں پیدا ہوگی وہ انہیں پیش کر دیئے جائیں گے۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: حدیث میں ہے کہ جب تم جنت میں کسی پرندے کو کھانے کی خواہش کرو گے تو وہ بھنا ہوا پرندہ تمہارے سامنے آ گرے گا۔ (تفسیر روح البیان: سورہ طور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۲)

[۱۷] وہ جنت میں خوش طبعی کرتے ہوئے شرابِ طہور کے جام لینے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں گے لیکن اس شراب میں دنیوی شراب کی طرح کوئی بدمستی نہیں ہوگی بلکہ وہ پاک اور خوش گوار ہوگی۔ اس کے پینے سے نہ تو وہ کوئی لغو بات کریں گے اور نہ ہی کسی گناہ کا ارتکاب کریں گے۔

[۱۸] اہل جنت کو نوعمر خدام بھی دیئے جائیں گے جو ان کی خدمت کے لئے ان کے گرد گھوم رہے ہوں گے اور وہ ان موتیوں کی طرح خوبصورت اور صاف ستھرے ہوں گے جن کو چھپا کر رکھا گیا ہوتا کہ ان پر گرد و غبار نہ پڑے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام بغوی نقل کرتے ہیں کہ:

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل جنت میں سے ہر شخص کی خدمت میں ایک ہزار غلام ہوں گے اور ہر غلام اپنے مالک کے حکم پر عمل کرنے کے لئے کمربستہ ہوگا۔

☆ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یا نبی اللہ! جب خادم اتنا حسین ہوگا تو مخدوم کا کیا عالم ہوگا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خادم پر مخدوم کی فضیلت ایسی ہوگی جیسے چودہویں کے چاند کی تمام ستاروں پر فضیلت ہے۔ (تفسیر معالم التنزیل: سورہ طور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۴)

Marfat.com

قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝٢٦

۲۶۔ وہ کہیں گے: بے شک ہم اس سے پہلے اپنے اہل خانہ میں (عذاب الٰہی سے) ڈرتے رہتے تھے۔[۱۹]

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝٢٧

۲۷۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۝٢٨ ع

۲۸۔ بے شک ہم اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے، بے شک وہ بڑا محسن (اور) رحیم ہے۔[۲۰]

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝٢٩

۲۹۔ پس آپ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون۔[۲۱]

---

[۱۹] جنت کا کھانا کھانے اور شراب طہور پینے کے بعد جب جنتی آپس میں مل بیٹھیں گے تو کہیں گے: ہم دنیا میں اپنی آخرت کے متعلق بڑے فکر مند رہتے تھے۔ تنہائی میں بھی اور اپنے اہل خانہ میں بھی ڈرتے رہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا تو جہنم کی آگ میں جلنا پڑے گا مگر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائی اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔

[۲۰] ہم دنیا میں بھی یہی کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے وہ ہماری خطاؤں کو معاف فرما دے گا اور ہم اکثر یہ دعا کرتے تھے: {اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا} (قرآن: ۲:۲۰۱) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا اور اپنی رحمت کے صدقے ہمیں عذاب سے بچالیا۔ واقعی وہ بڑا محسن اور بہت ہی مہربان ہے۔

[۲۱] دیوانہ کون ہوتا ہے؟

مجنون اور دیوانہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی عقل میں فتور واقع ہو جائے، وہ سچ اور جھوٹ، دانائی اور بے وقوفی اور امانت وخیانت میں فرق نہ کر سکے اور بے ربط باتیں اور بے مقصد کام کرے۔

کاہن کون ہوتا ہے؟

کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو وحی کے بغیر اپنے اندازے اور اٹکل پچو سے مستقبل کی باتیں بیان کرتا ہے۔

کفار آپ ﷺ کو کبھی کاہن اور کبھی دیوانہ کہتے تھے۔ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ ان

Marfat.com

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾	۳۰۔ کیا وہ (کفار) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گردش زمانہ (یعنی موت) کا انتظار کر رہے ہیں۔[۲۲]
قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾	۳۱۔ آپ فرمادیں: تم انتظار کرتے رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔[۲۳]
اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾	۳۲۔ کیا ان کی عقلیں انہیں یہ حکم دیتی ہیں یا وہ سرکش لوگ ہیں؟[۲۴]
اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾	۳۳۔ یا وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس (قرآن) کو خود ہی گھڑ لیا ہے، دراصل وہ ایمان لانے والے نہیں۔

کی دلآزار باتوں کی پرواہ نہ کریں کیونکہ آپ اپنے رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، لہٰذا آپ نصیحت و دعوت کا سلسلہ جاری رکھیں۔

[۲۲] کفار مکہ کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اور پہلے شعراء کی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور دین بھی ختم ہو جائے گا، لہٰذا وہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کی فطری موت کا وقت آ جائے یا بتوں کی بددعا سے ان پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑے تو پھر اہل مکہ کا انتشار ختم ہو جائے گا۔

[۲۳] یعنی تم میرے انجام کا انتظار کرو اور میں تمہارے انجام کا انتظار کرتا ہوں۔ عنقریب ظاہر ہو جائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون گمراہ تھا؟ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ چند ہی سالوں کے بعد سرزمین عرب سے کفر و شرک کا خاتمہ ہو گیا اور ہر طرف اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

[۲۴] کفار مکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علم و حکمت سے لبریز تعلیمات کا جواب نہ دے سکتے تو کبھی آپ کو کاہن کہتے اور کبھی مجنون یا شاعر کہہ دیتے، حالانکہ ایک ہی شخص کاہن، شاعر یا مجنون نہیں ہو سکتا کیونکہ کاہن بڑا شاطر اور باریک بین ہوتا ہے جو لوگوں کے مستقبل کے بارے میں اندازے لگاتا ہے اور شاعر اپنی زبان کا ماہر ہوتا ہے جو اپنے تخیلات کو اشعار کی صورت میں بیان کرتا ہے جبکہ مجنون کی باتیں بے ربط اور بے مقصد ہوتی ہیں۔

کیا کفار مکہ کی عقلیں کاہن اور مجنون کے اس واضح فرق کو نہیں سمجھتیں کہ ایک صادق و امین اور دانا و حکیم ہستی کو کاہن اور مجنون قرار دیتی ہیں۔ دراصل یہ ان کی عقلوں کا فیصلہ نہیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث

Marfat.com

فَلْيَأْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿٣٤﴾	۳۴۔ پس انہیں چاہیے کہ وہ اس (قرآن) جیسی ایک بات ہی لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔[۲۵]
اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٣٥﴾	۳۵۔ کیا وہ بغیر کسی (خالق) کے پیدا کر دیئے گئے ہیں یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں؟[۲۶]
اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿٣٦﴾	۳۶۔ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ دراصل وہ یقین رکھنے والے نہیں۔[۲۷]
اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿٣٧﴾	۳۷۔ کیا ان کے پاس آپ کے رب تعالیٰ کے خزانے ہیں یا وہ ان (خزانوں) پر حاکم ہیں۔[۲۸]

گمراہی سے چمٹے ہوئے ہیں۔

[۲۵] کفار مکہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کا اپنا کلام ہے۔ دراصل یہ ان کے ایمان نہ لانے کا بہانہ ہے۔ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو وہ بھی انسان ہیں، لہٰذا وہ اس قرآن جیسی ایک بات ہی بنا کر دکھائیں۔

[۲۶] منکرین توحید سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا وہ بغیر کسی خالق کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا انہوں نے اپنے آپ کو خود ہی پیدا کیا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے (پیدا کیا ہے)، تو پھر وہ کہاں بھٹک رہے ہیں} (قرآن: ۴۳: ۸۷) کفار مکہ جب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر ان کی عقل کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ توحید کی روشنی کو چھوڑ کر شرک کی تاریکی میں بھٹک رہے ہیں۔

[۲۷] منکرین توحید کہتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اب ان سے دوسرا سوال کیا جا رہا ہے کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو ظاہر ہے وہ یہی کہیں گے کہ زمین و آسمان کو انہوں نے پیدا نہیں کیا بلکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی تخلیق ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق کہتے ہیں تو پھر اس کی عبادت کیوں نہیں کرتے؟ دراصل وہ صرف زبان سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے مگر دل سے یقین نہیں رکھتے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔

[۲۸] علم و حکمت، رزق اور نبوت کے خزانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ کیا یہ کفار ان خزانوں کے مالک و حاکم ہیں؟ اور اپنی مرضی سے ان خزانوں کو تقسیم کرتے ہیں، اس لئے وہ اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہیں اور اس کے احکام سے اعراض کرتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام خزانوں کا حقیقی مالک اور حاکم ہے۔ وہ جس کو چاہے نبی بنا دے اسے کوئی روکنے والا نہیں

Marfat.com

أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۚ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾

۳۸۔ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ (جس پر چڑھ کر آسمان کی باتیں) وہ سن لیتے ہیں، (اگر ایسا ہے) تو ان میں سے سننے والے کو چاہیے کہ وہ کوئی روشن دلیل پیش کرے۔[۲۹]

أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿٣٩﴾

۳۹۔ کیا اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں؟[۳۰]

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿٤٠﴾

۴۰۔ کیا آپ ان سے کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں کہ وہ تاوان کے بوجھ سے دبے جارہے ہیں۔[۳۱]

ہے، تو پھر کفار اس حقیقت کو کیوں نہیں سمجھتے اور اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔

[۲۹] اس آیت میں کفار سے پوچھا جارہا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان نہیں لاتے اور اپنے باپ دادا کی اتباع کو ہی صحیح سمجھتے ہیں۔ان کے پاس اس کی صحت کی کیا دلیل ہے؟ کیا ان کے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ عالم بالا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی باتیں سن لیتے ہیں اور انہیں یقین ہے کہ ان کا عقیدہ صحیح ہے؟ اگر ایسا ہے تو ان میں سے جس آدمی کا عالم بالا سے براہ راست رابطہ ہے وہ سامنے آئے اور اس کی کوئی روشن دلیل پیش کرے، اور اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو انہیں اس صادق وامین ہستی کا انکار نہیں کرنا چاہیے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

[۳۰] عرب کی اکثریت بیٹیوں سے نفرت کرتی تھی جبکہ بعض قبائل فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ان آیات میں مشرکین عرب سے پوچھا جارہا ہے کہ تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو پیدا فرمایا تو کیا اس وقت تم وہاں موجود تھے اور تم نے دیکھا کہ وہ واقعی لڑکیاں تھیں؟ یا تمہارے پاس اس بات کا کوئی تحریری ثبوت ہے کہ کسی نبی یا کسی آسمانی کتاب نے اس کا ذکر کیا ہو؟ اور اگر تمہارے پاس ان دونوں میں سے کوئی ثبوت بھی نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر یہ کتنا بڑا احمقانہ اور گستاخانہ فیصلہ ہے کہ تم اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے ہو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے، لہٰذا اس کی اولاد قرار دینا بہت بڑا جھوٹ اور بہتان ہے۔

[۳۱] میرے پیارے نبی! اگر آپ تبلیغ اسلام کے بدلے میں ان سے کوئی اجرت طلب کرتے جو ان کے لئے ناقابل برداشت ہوتی تو ان کے انکار کی کوئی بات بھی تھی، مگر آپ تو بلا معاوضہ ان کی بہتری کے لئے کوشاں ہیں، پھر یہ کتنے نادان ہیں جو آپ کی بات نہیں سنتے۔

Marfat.com

اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ؕ﴿۴۱﴾	۴۱۔ کیا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے جس کو وہ لکھ لیتے ہیں؟[۳۲]
اَمۡ يُرِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا ؕ فَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هُمُ الۡمَكِيۡدُوۡنَ ؕ﴿۴۲﴾	۴۲۔ کیا وہ کوئی فریب کرنا چاہتے ہیں؟ تو کفار خود ہی اپنے فریب کا شکار ہو جائیں گے۔[۳۳]

[۳۲] میرے پیارے نبی! یہ کفار قرآن کی آیات اور آپ کے معجزات کے باوجود آپ کو نہیں مانتے۔ آپ ان سے پوچھیں کہ ان کے پاس اس انکار کی کیا دلیل ہے؟ اگر ان کے پاس کوئی غیب کی خبر آتی ہے جس کو وہ لکھ لیتے ہیں تو وہ تحریر پیش کریں، لیکن ان کے پاس غیبی علم کی کوئی تحریر نہیں ہے، یہ صرف تعصب اور عناد کی وجہ سے آپ پر ایمان نہیں لاتے۔

[۳۳] قریش کے سرداروں نے تعصب اور تکبر میں آ کر نہ صرف یہ کہ نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی بلکہ آپ کو شہید کرنے کی سازشیں کرنے لگے، لیکن وہ اس حقیقت کو بھول گئے کہ جو کسی کے لئے کنواں کھودتے ہیں بالآخر ایک دن وہ خود اس میں گرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ تو نبی کریم ﷺ کو اہل مکہ سے بچا کر مدینہ لے آیا مگر قریش کے سردار جنگ بدر میں مارے گئے اور جو بچ گئے انہوں نے فتح مکہ کے دن اپنی شکست تسلیم کر لی۔

دار الندوہ میں نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش

مشرکین مکہ کی تیرہ سالہ انتہائی سخت مخالفت کے باوجود اسلام کی روشنی جب مدینہ تک پہنچ گئی اور اکثر مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو اہل مکہ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اگر (حضرت) محمد (ﷺ) بھی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو عین ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد وہ مکہ پر حملہ کر کے ہمارا کچومر نکال دیں۔ اس سے پیشتر کہ حالات قابو سے باہر ہو جائیں انہیں کوئی فیصلہ کن قدم اُٹھانا چاہیے، چنانچہ مکہ کے سرداروں کا ٹاؤن ہال (دارُ الندوہ) میں ایک خفیہ اجلاس ہوا جو مختلف تاریخ اور تفسیر کی کتب میں موجود ہے۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

جب قریش کے سردار ٹاؤن ہال میں داخل ہونے لگے تو شیطان ایک بڑے بزرگ کی صورت میں آیا۔ قریش کے سرداروں نے اس سے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم یہاں ایک اہم مسئلہ کے لئے جمع ہو رہے ہو۔ میں نے چاہا کہ میرا مشورہ بھی اس میں شامل ہو جائے۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے تم بھی آ جاؤ۔ شیخ نجدی نے کہا: اس شخص (حضرت محمد ﷺ) کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرو ورنہ یہ تم پر غالب آ جائے گا۔ ایک آدمی نے کہا: اس کو رسیوں سے باندھ کر کسی مکان میں بند کر دو حتیٰ کہ یہ بھوکا پیاسا ہلاک ہو جائے۔ شیخ نجدی نے کہا: یہ رائے درست نہیں ہے، جب اس کے ساتھیوں کو علم ہوگا تو وہ اس کو تمہاری قید سے چھڑا لیں گے۔ دوسرے آدمی نے کہا: اس کو مکہ سے نکال دو تا کہ تم سب کو اس سے نجات مل جائے۔ شیخ نجدی نے کہا: یہ رائے بھی درست نہیں ہے۔ کیا تمہیں اس کے دلکش کلام اور شیریں بیان کا علم نہیں، یہ جہاں بھی جائے گا اہل عرب اس کے گرویدہ ہو جائیں گے اور تم پر حملہ کر کے تمہیں مکہ سے

Marfat.com

اَمۡ لَهُمۡ اِلٰهٌ غَیۡرُ اللّٰهِ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشۡرِكُوۡنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے پاک ہے جس کو وہ (اللہ تعالیٰ کا) شریک ٹھہراتے ہیں۔[۳۴]

وَ اِنۡ یَّرَوۡا کِسۡفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوۡلُوۡا سَحَابٌ مَّرۡکُوۡمٌ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ اور اگر وہ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھ لیں تو وہ کہیں گے کہ یہ گہرا بادل ہے۔[۳۵]

نکال دیں گے، پھر ابوجہل نے کہا: ہم ہر قبیلہ سے ایک نوجوان لیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک تیز تلوار دیں اور وہ سب مل کر یکبارگی ان پر حملہ کر دیں اور جب سب مل کر ان کو قتل کر دیں گے تو ان کا خون ہر قبیلہ کے ذمہ ہوگا تو بنی ہاشم تمام قبائل سے جنگ کرنے کی بجائے دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم کو ان کی ایذا رسانی سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی۔ اس پر شیخ نجدی نے کہا: بخدا یہی رائے صحیح ہے اس کے علاوہ اور کوئی رائے صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ سب سرداروں نے اس رائے پر اتفاق کر لیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: سورۃ الأنفال (۸): زیر آیت نمبر ۳۰)

ہجرت کی رات قریشی قبائل کے منتخب نوجوان تلواریں لے کر حضور اکرم ﷺ کے گھر کے باہر جمع ہو گئے۔ جبریل امین نے حضور اکرم ﷺ کو کفار کی سازش کی خبر دی اور عرض کیا: آج رات آپ اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہجرت کی اجازت عطا فرما دی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرمایا: آج رات مجھے ہجرت کا حکم ہو گیا ہے تم میرے بستر پر میری سبز چادر اوڑھ کر سو جاؤ تمہارے پاس ان کی طرف سے کوئی ایسی چیز نہ آسکے گی جو تمہیں ناپسند ہو۔ (سبل الهدی والرشاد: جلد ۳: ص ۳۲۶)

حضور اکرم ﷺ نے اہل مکہ کی امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں، باہر تشریف لائے، مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور سورہ یٰسین کی درج ذیل آیت پڑھ کر مٹی اپنے دشمن نوجوانوں پر پھینک دی: {ہم نے بنا دی ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔} (قرآن: ۳۶:۹)

چنانچہ وہ سارے نوجوان نیند سے اونگھنے لگے اور حضور اکرم ﷺ ان کے درمیان سے گزر کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو ساتھ لے کر غار ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔ (ضیاء النبی: جلد ۳: ص ۵۸) غار ثور کے احوال کے متعلق سورہ توبہ (۹) آیت نمبر ۴۰ کا حاشیہ ملاحظہ کریں۔

[۳۴] گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے مختلف دلائل سے کفار کو سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور معبود کو مانتے ہیں تو یہ ان کی سرکشی اور خام خیالی ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے اور ہر اس چیز سے پاک ہے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں۔

[۳۵] کفار مکہ کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا کر دکھائیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

فَذَرۡهُمۡ حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَهُمُ الَّذِیۡ فِیۡهِ یُصۡعَقُوۡنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ سو آپ ان کو (ان کے حال پر) چھوڑ دیں حتیٰ کہ وہ اپنے اس دن کو پالیں جس میں وہ بے ہوش کر دیئے جائیں۔ [۳۶]

یَوۡمَ لَا یُغۡنِیۡ عَنۡهُمۡ کَیۡدُهُمۡ شَیۡـًٔا وَّلَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ جس دن ان کا مکروفریب ان کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔

وَ اِنَّ لِلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا عَذَابًا دُوۡنَ ذٰلِکَ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور بے شک ظالموں کے لئے اس (یعنی عذاب قیامت) سے پہلے بھی عذاب ہے [۳۷] لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

وَ اصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعۡیُنِنَا وَ سَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ (اے رسول مکرم!) آپ اپنے رب کے حکم سے صبر کرتے رہیں بے شک آپ ہماری نظروں میں ہیں اور آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں جب بھی آپ کھڑے ہوں۔ [۳۸]

ان کا رد فرمایا ہے کہ یہ کفار اپنے تعصب اور عناد میں اتنے آگے جا چکے ہیں کہ اگر بالفرض ان پر آسمان سے کوئی ٹکڑا نیچے گرا دیا جائے اور وہ دیکھ لیں کہ آسمان کا ٹکڑا گرتا ہوا نیچے آ رہا ہے تو پھر بھی وہ ماننے والے نہیں بلکہ کہیں گے کہ یہ آسمان کا ٹکڑا نہیں بلکہ گہرا بادل ہے جو نیچے آ رہا ہے۔

[۳۶] اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ حق واضح ہو جانے کے باوجود اگر یہ مشرکین حق کو قبول نہیں کرتے اور اپنے باطل نظریات پر قائم ہیں تو آپ ان کی ہٹ دھرمی کی پرواہ نہ کریں اور ان کے ایمان نہ لانے پر غمگین نہ ہوں۔ یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ قیامت کے دن جب یہ اپنے کرتوتوں کا انجام دیکھیں گے تو ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ اس دنیا میں اسلام کے خلاف جو مکروفریب وہ کرتے رہے قیامت کے دن نہ تو ان کا مکروفریب ان کے کام آئے گا اور نہ ہی کوئی اور ان کی مدد کر سکے گا۔

[۳۷] عذاب قیامت سے پہلے جو ظالموں کو عذاب ہوگا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے مراد عذاب قبر ہے۔ (تفسیر قرطبی) عذاب قبر کے متعلق مزید تفصیل کے لئے سورہ مؤمن (۴۰) کی آیت نمبر ۴۶ کا حاشیہ نمبر ۳۸ ملاحظہ کریں۔

[۳۸] ہمارے پیارے نبی! ان منکرین کے پاس قیامت اور توحید کے انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ تعصب کی وجہ سے آپ کی

Marfat.com

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾ ع

۴۹۔ اور رات کے کچھ حصہ میں (یعنی نماز تہجد کے بعد) بھی اس کی تسبیح کریں اور اس وقت بھی جب ستارے ڈوب رہے ہوں (یعنی نماز فجر کے بعد بھی)۔

مخالفت میں سرگرم ہیں مگر آپ فکر نہ کریں آپ ہماری آنکھوں میں ہیں، ہم آپ کے محافظ ہیں، کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ آپ ان کی دلآزار باتوں پر صبر کریں اور اطمینان وسکون کے لئے اپنے رب تعالیٰ کی تسبیح وتحمید جاری رکھیں۔ خاص کر جب آپ سو کر اٹھیں، نماز کے لئے کھڑے ہوں، مجلس سے اٹھ کر تشریف لے جائیں، نماز تہجد پڑھیں یا نماز فجر اپنے رب تعالیٰ کی حمد وثنا میں سرگرم رہیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بروز ہفتہ بعد از ظہر ۱۴ راگست ۲۰۱۰ء بمطابق ۳ رمضان ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۹ تا ۱۴ راگست یعنی صرف پانچ دنوں میں سورہ طور کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

☆تفسیر امداد الکرم کی چوتھی جلد بیس سورتوں (سورہ احزاب تا سورہ طور) پر مشتمل ہے۔ چوتھی جلد لکھنے کی ابتدا بارہ نومبر ۲۰۰۹ء کو ہوئی تھی اور آج ۱۴ راگست ۲۰۱۰ھ کو یعنی نو ماہ اور دو دنوں کے بعد اختتام پذیر ہوئی۔ الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

سلام قولا من رب رحيم

Marfat.com

فہرست مطالب

سورۃ الاحزاب تا سورۃ [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

محبت کی وجہ سے آخرت میں نبی کریم ﷺ کا ساتھ ملے گا	41	47	43	2054
حضرت عثمان ؓ نے نبی کریم ﷺ کے بغیر طواف نہ کیا	48	تعارف		2211
نبی کریم ﷺ کے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ	33	5	6	1758
زید بن حارثہ کے ساتھ حسن اخلاق	33	5	6	1758
رسول اللہ ﷺ کی زندگی عمدہ نمونہ ہے	33	21	25	1768
رسول اللہ ﷺ کی زندگی کامل نمونہ ہے	33	21	25	1768
مائیکل۔ایچ۔ہارٹ	33	21	25	1768
چلتا پھرتا قرآن	33	21	25	1768
نبی کریم ﷺ کا خلق قرآن ہی تو ہے	33	21	25	1768
نبی کریم ﷺ صادق و امین ہیں	33	21	25	1768
نبی کریم ﷺ نے کبھی اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا	42	37	36	2082
نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ کو معاف کر دیا	42	43	41	2087
نبی کریم ﷺ کی بشریت سب سے اعلیٰ ہے	41	6	5	2032
صوم وصال	41	6	5	2032
نبی کریم ﷺ جانوں سے زیادہ قریب	33	6	7	1759
ماں باپ سے زیادہ خیر خواہ، مہربان اور محبوب ہیں	33	6	7	1759
نبی کریم ﷺ دوزخ سے بچانے کی نصیحت کرتے ہیں	33	6	7	1759

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

تکبیرات تشریق	37	105	42	1914
کافر کو کھانا کھلانا	48	29	29	2229
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی	51	24	12	2277
حضرت موسیٰ علیہ السلام				
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بدن بے عیب تھا	33	69	76	1815
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے پتھر لے بھاگا	33	69	76	1815
حضرت عیسیٰ علیہ السلام				
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول	33	40	47	1785
نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق چند احادیث	43	61	52	2115
قیامت کی دس نشانیاں	43	61	52	2115
روضہ رسول میں دفن ہونا	43	61	52	2115
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ کا اختلاف	43	61	52	2115
دیگر انبیائے کرام علیہم السلام				
حضرت سلیمان علیہ السلام نے نماز قضا ہونے پر گھوڑوں کی قربانی کردی	34	12	11	1823
حضرت داؤد علیہ السلام کے گھر میں ہر وقت نماز پڑھی جاتی تھی	34	13	15	1824
حضرت داؤد علیہ السلام نے شکر کا حق ادا کردیا	34	13	15	1824
حضرت نوح علیہ السلام آدم ثانی ہیں	37	77	30	1906
حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں جانا	37	141	51	1919
حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے نکلنا	37	147	52	1920
حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنا ہر تیسرا دن عبادت کے لئے مقرر کر رکھا تھا	38	25	20	1934

Marfat.com

Marfat.com

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں	33	6	8	1761
بہتر مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں	33	58	68	1811
بہتر مؤمن وہ ہے جس سے لوگوں کا خون اور مال محفوظ ہو	33	58	68	1811
صحابہ کو تکلیف پہنچانا اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینا ہے	33	58	68	1811
مسلمانوں کی تین قسمیں ہیں اور تینوں جنت میں جائیں گے	35	32	36	1860
مؤمن کی پردہ پوشی اور منکر کی رسوائی	39	5	6	1956
جو بھائی کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا	39	5	6	1956
اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک امت بنا دیتا	42	8	7	2063
باہمی مشورہ کرنا	42	38	37	2085
جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے	42	38	37	2085
درگزر اور انتقام کا حکم	42	40	38	2086
میری امت قبروں سے گناہوں سے پاک اٹھے گی	47	2	2	2189
معذوروں کے حقوق	48	17	15	2222
دو آدمیوں میں صلح کرانا نماز سے بہتر ہے	49	10	10	2246
مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں	49	10	10	2246
مسلمان بھائی کی حاجت روائی اور پردہ پوشی کرنا	49	10	10	2246
کسی مسلمان کو کافر نہ کہو	49	11	12	2247
کھجور کا درخت مسلمان کی مثل ہے	50	11	10	2258

Marfat.com

Marfat.com

زید بن حارثہ نبی کریم ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے	33	5	6	1758
نبی کریم ﷺ کا زید بن حارثہ سے حسن اخلاق	33	5	6	1758
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدینہ میں شہادت کی دعا	33	23	28	1773
صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت اسلام کی بنیاد ہے	33	33	38	1778
حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شادی	33	36	41	1781
حضرت زید رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے احسانات	33	37	42	1781
حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طلاق	33	37	43	1782
زید کے نام کی تلاوت سے تیس نیکیاں	33	37	43	1782
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو	33	58	68	1811
صحابہ رضی اللہ عنہم نے دانستہ نبی کریم ﷺ کی دلآزاری کبھی نہیں کی	33	69	76	1815
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک شرابی کو نصیحت آمیز خط	40	3	2	1986
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے برا کہنے والے کو دعا دی	41	34	31	2048
اہل بیت اور صحابہ کی محبت اسلام کی بنیاد ہے	42	23	23	2074
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گالی دینے والے کو معاف کر دیا	42	37	36	2082
عشرہ مبشرہ	46	9	10	2162
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنتی پختہ عمر والوں کے سردار ہوں گے	46	9	10	2162
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے	46	9	10	2162
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی چار پشتیں صحابی ہیں	46	15	21	2162
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شفاعت کریں گے	47	2	2	2189
صحابہ کو سب سے پیارے نبی کریم ﷺ ہیں	47	2	2	2189

Marfat.com

Marfat.com

انسان اور اس کی عظمت

Marfat.com

2202	25	22	47	مؤمن کو چاہیے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے
2250	16	13	49	سارے انسان برابر ہیں
2250	16	13	49	کسی کالے کو گورے پر برتری نہیں ہے
2285	27	54	51	انسان کی سرشت نہیں بدل سکتی
1749	تعارف		33	غزوہ خندق/احزاب
1750	تعارف		33	جنگ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اشعار پڑھنا
1750	تعارف		33	قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں
1752	تعارف		33	غزوہ خندق میں قضا ہونے والی نمازیں
1764	16	13	33	اسلام دہشت گردی کی اجازت نہیں دیتا
1773	28	23	33	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدینہ میں شہادت کی دعا
1773	28	23	33	شہداء احد کی قبروں کی زیارت کیا کرو
1775	31	26	33	غزوہ بنی قریظہ
2189	2	2	47	گردنیں اُڑانا اور قیدی بنانا کی توجیہ
2207	36	35	47	جنگ میں صلح کی دعوت دینا
2210			48	صلح حدیبیہ
		دعا		
	66	56	33	دعا میں درود پڑھنا
1946	44	69	38	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصی دعا
1976	47	52	39	مشکل میں دعا کیسے قبول ہو

Marfat.com

شیطان

Marfat.com

Marfat.com

عبادت اور عابدین

Marfat.com

Marfat.com

عالم اور عابد میں فرق۔۱۰۰ کا قاتل	39	53	48	1976
قرآن سکھانے والے کی قبر کی زیارت کے لئے فرشتے کثیر تعداد میں آئیں گے	40	46	38	2004
علماء انبیاء کے وارث ہیں	41	33	29	2047
مسلمان علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں	41	33	29	2047
جب لوگ نہ سنیں تو اپنی فکر کرو	42	15	15	2067
ہر چیز کے جوڑے اور عمل تلقیح	43	12	12	2099
گمراہ کی تقلید جائز نہیں	43	27	25	2105
کائنات میں غور وفکر کرنے کی فضیلت	45	13	10	2146
ایک گھڑی کا غور وفکر ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے	45	13	10	2146
سب سے افضل وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور کرتے ہیں	45	13	10	2146
سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور نہ کریں	45	13	10	2146
اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور نہ کرو کیونکہ تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے	45	13	10	2146
کائنات میں غور وفکر سب سے افضل عبادت ہے	45	13	10	2146
تین لوگ شفاعت کریں گے	47	2	2	2189
علماء ومشائخ کا احترام	49	1	1	2239
استاد والد کی طرح قابل احترام ہے	49	1	1	2239
کائنات پھیل رہی ہے	51	47	21	2283
عمل تلقیح: ہر چیز کے جوڑے ہیں	51	49	23	2283
جب لوگ نہ سنیں تو اپنی فکر کرو	51	54	27	2285
موت کے بعد تین طرح سے عمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے	52	21	14	2291

Marfat.com

اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے	34	37	39	1834
درست بات اللہ کی طرف سے اور غلطی میری طرف سے ہے	34	50	52	1840
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ متقی ہیں	35	28	32	1855
تعویذ گھول کر پینا	36	تعارف		1868
مجھے ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس تلاش کرو	39	23	23	1965
خوف خدا سے رونگٹے کھڑے ہوں تو گناہ جھڑ جاتے ہیں	39	23	23	1965
قیامت کے دن انسان کے اعضاء گواہی دیں گے	41	22	19	2039
دن اور رات بھی گواہی دیں گے	41	22	19	2039
روزانہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرو	41	22	19	2039
سونے سے پہلے کوئی نیکی ضرور کرو	41	22	19	2039
۱۷ سال میں روزانہ ایک نماز قضا ۶۲۰۵ گناہ بنتے ہیں	41	22	19	2039
فضیلت کی وجہ تقویٰ ہے	49	13	16	2250
خوف خدا کی وجہ سے اس کو بخش دیا	50	4	5	2256
[illegible]				
شیطان کا علم غیب	37	102	40	1910
قیامت کے دن مؤمن کی پردہ پوشی اور منکر کی رسوائی	39	5	6	1956
جو بھائی کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا	39	5	6	1956
امید اور ڈر کی درمیانی کیفیت کا نام کامل ایمان ہے	39	9	13	1959
جس میں امید اور ڈر جمع ہو جائیں وہ بخش دیا جاتا ہے	39	9	13	1959

Marfat.com

Marfat.com

نیکی اور گناہ

Marfat.com

تواضع کرنے والا سر بلند ہوتا ہے	35	10	9	1847
گمراہ کرنے والا دوسروں کے بوجھ بھی اٹھائے گا	35	18	21	1851
نیکی کی دعوت دینے والا دوسروں کا ثواب بھی لے گا	35	18	21	1851
قیامت کے دن کوئی کسی کو ایک نیکی بھی نہیں دے گا	35	18	21	1851
نیکی یا برائی کا طریقہ جاری کرنا	36	12	8	1971
ہر گمراہ اپنی گمراہی کا خود ذمہ دار ہے	37	31	14	1899
سارے لوگ نیک یا بد ہو جائیں تو اللہ کی شان میں کمی بیشی نہیں کر سکتے	39	7	10	1957
نیکی اور برائی کی دعوت دینے والا نیکی اور برائی میں شریک ہوگا	39	7	11	1958
بیماری یا سفر میں بھی نیک اعمال کا اجر جاری رہتا ہے	41	8	7	2033
نیک ساتھی اللہ کی رحمت اور برا ساتھی اللہ کا عذاب ہے	41	25	22	2043
نہ نیکی اور نہ گناہ کرنے والا کوئی نہیں ہے	41	22	19	2039
روزانہ اپنا حساب کیا کرو	41	22	19	2039
آج کوئی نیکی ضرور کرو	41	22	19	2039
برائی کا بدلہ بہترین نیکی سے دینا	41	34	31	2048
برائی کے بدلے میں نیکی کرنے سے دشمن دوست بن جاتا ہے	41	34	31	2048
حضرت ابو بکرؓ نے برا کہنے والے کو دعا دی	41	34	31	2048
دنیا میں صرف نیکی ہے یا برائی ہے	42	7	6	2062
مصیبت سے گناہ معاف اور درجات بلند ہوتے ہیں	42	30	31	2079
جس کا دنیا میں گناہ معاف ہو جائے اس کو آخرت میں سزا نہیں ملتی	42	30	31	2079
چھوٹے اور بڑے گناہ	42	37	36	2082
چھوٹے گناہ کو معمولی نہ سمجھو	42	37	36	2082
اچھا اور برا دوست قبر میں بھی اچھی اور بری دعا کرے گا	43	67	57	2118

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

نماز

Marfat.com

Marfat.com

شراب

سلام

فرشتے

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

مآخذ ومراجع

کتب تفاسیر

۱۔ تفسیر ضیاء القرآن: پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان، ۱۹۹۵ (۵ جلدیں)

۲۔ الدر المنثور: امام جلال الدین السیوطی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۸ جلدیں)

۳۔ الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی): محمد بن احمد الأنصاری القرطبی: دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان (۳۰ جلدیں)

۴۔ التفسیر الکبیر: امام فخر الدین الرازی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۶ جلدیں)

۵۔ حاشیۃ الصاوی علی الجلالین: شیخ احمد الصاوی المالکی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۶۔ فی ظلال القرآن (اردو): سید قطب شہید: ادارہ منشورات اسلامی لاہور، پاکستان، ۱۹۹۶

۷۔ جامع البیان (تفسیر طبری/تفسیر ابن جریر): ابو جعفر محمد بن جریر الطبری: دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۹۸۴ (۱۵ جلدیں)

۸۔ تفسیر روح البیان: امام اسماعیل حقی: دار لفکر، بیروت، لبنان (۱۰ جلدیں)

۹۔ صفوۃ التفاسیر: محمد علی الصابونی: دار القرآن الکریم، بیروت، لبنان، ۱۹۸۱ (۳ جلدیں)

۱۰۔ تفسیر البیضاوی: امام ناصر الدین البیضاوی: دار الکتاب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸ (۲ جلدیں)

۱۱۔ تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی: اردو): شاہ عبد العزیز دہلوی: علیمی پریس، دہلی، انڈیا

۱۲۔ تفسیر ابن کثیر: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دار القلم، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)

۱۳ تفسیر مظہری: قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی: دار الاشاعت، کراچی، پاکستان، ۱۹۹۹ (۱۲ جلدیں)

۱۴۔ تفسیر نعیمی: مفتی احمد یار خان نعیمی: مکتبہ اسلامیہ، گجرات، پاکستان

۱۵۔ تفسیر روح المعانی: امام شہاب الدین السید محمود البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۸ (۱۰ جلدیں)

۱۶۔ تفسیر الشعراوی: محمد متولی الشعراوی: دار اخبار الیوم، قاہرہ، مصر، ۱۹۹۱ (۱۴ جلدیں)

۱۷۔ تفسیر الحسنات: علامہ ابو الحسنات القادری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان (۷ جلدیں)

۱۸۔ تفسیر الخازن: امام علاء الدین البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۹۷۹ (۷ جلدیں)

Marfat.com

۱۹۔ تنویر المقباس: عبداللہ بن عباس: المکتبۃ الشعبیۃ، قاہرہ مصر ۱۹۷۲

۲۰۔ البحر المیحط: محمد بن یوسف الغرناطی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۱ جلدیں)

۲۱۔ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی): امام عبداللہ بن احمد النسفی: دار النفائس، بیروت، لبنان، ۱۹۹۶

۲۲۔ خزائن العرفان: سید محمد نعیم الدین مرادآبادی: حفیظ بک ڈپو، دہلی، انڈیا

۲۳۔ احکام القرآن: امام احمد بن علی الجصاص: دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان

۲۴۔ زہرۃ التفاسیر: محمد ابو زہرۃ: دار الفکر العربی، قاہرہ، مصر

۲۵۔ تفسیر المنار: محمد رشید رضا: دار الفکر، بیروت، لبنان

۲۶۔ تفسیر الکشاف: محمود بن عمر الزمخشری: دار لکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۸۷

۲۷۔ فتح القدیر: محمد بن علی الشوکانی: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

۲۸۔ تفسیر القرآن العظیم: حافظ ابن ابی حاتم: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۴ جلدیں)

۲۹۔ تفسیر جلالین: متن حاشیہ صاوی، دار الفکر، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۳۰۔ تفسیر منیر: دکتور وہبہ زحیلی، دار الفکر، دمشق، شام (۱۷ جلدیں)

۳۱۔ زاد المسیر: عبدالرحمٰن الجوزی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۸ جلدیں)

۳۲۔ تفسیر ماجدی: عبدالماجد دریاآبادی، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کراچی، پاکستان (۲ جلدیں)

۳۳۔ تفسیر احکام القرآن: ابوبکر بن العربی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان (۲ جلدیں)

۳۴۔ تفسیر معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف، کراچی، پاکستان (۸ جلدیں)

۳۵۔ تفہیم القرآن: سید ابو الاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ انڈیا (۶ جلدیں)

۳۶۔ تفسیر عثمانی: شبیر احمد عثمانی، دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی، پاکستان (۲ جلدیں)

۳۷۔ تفسیر بغوی: الحسین بن مسعود البغوی، دار الفکر، بیروت، لبنان، حاشیہ تفسیر خازن (۷ جلدیں)

۳۸۔ تفسیر تبیان القرآن: علامہ غلام رسول سعیدی: فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور، پاکستان

۳۹۔ تفسیر ابی السعود: قاضی محمد بن محمد: دار الفکر، بیروت، لبنان

۴۰۔ تفسیر حقانی: علامہ عبدالحق حقانی: میر محمد کتب خانہ، آرام باغ کراچی، پاکستان

۴۱۔ تفسیر المراغی: احمد مصطفی المراغی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

Marfat.com

کتب احادیث

۴۲۔ صحیح البخاری: محمدبن اسماعیل البخاری: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۳۔ صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشیری: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۴۔ سنن ترمذی: محمدبن عیسٰی: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۵۔ سنن ابن ماجہ: محمدبن یزید القزوینی: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۶۔ سنن ابو داؤد: سلیمان بن الأشعث: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۷۔ سنن النسائی: احمدبن شعیب: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۸۔ مسند احمد: امام احمدبن حنبل: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۹۔ الموطا: امام مالک بن انس: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۵۰۔ مشکوۃ المصابیح: امام ابو محمد البغوی: قدیمی کتب خانہ، کراچی، پاکستان، ۱۳۸۸ھ

۵۱۔ المعجم الکبیر: سلیمان بن احمد الطبرانی: مطبۃ الزہراء الحدیثۃ، موصل، عراق، ۱۹۸۴ (۲۵ جلدیں)

۵۲۔ المستدرک: امام الحاکم النیشاپوری: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۴ جلدیں)

۵۳۔ الجامع الصغیر: محمد ناصر الدین الالبانی: مکتبہ الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۲ جلدیں)

۵۴۔ ریاض الصالحین: یحیی بن شرف النووی الشافعی: دار القلم، بیروت، لبنان، ۱۹۷۰

۵۵۔ سنن الدارقطنی: علی بن عمر الدارقطنی: عالم الکتب، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۴ جلدیں)

۵۶۔ شعب الایمان: احمدبن الحسین البیہقی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰

۵۷۔ الترغیب والترہیب: عبدالعظیم المنذری: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۶۸

۵۸۔ السنن الکبرٰی: احمدبن الحسین البیہقی: نشر السنۃ، ملتان، پاکستان، (۱۰ جلدیں)

۵۹۔ المعجم الاوسط: سلیمان بن احمد الطبرانی: مکتبۃ المعارف، ریاض، سعودی عرب (۱۱ جلدیں)

۶۰۔ صحیح ابن حبان: دار الفکر، بیروت، لبنان۔ (۶ جلدیں)

۶۱۔ سنن دارمی: امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، دار الدعوۃ، استنبول، ترکی (۱۹۸۱ء)

۶۲۔ مصنف عبدالرزاق: المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان (۱۱ جلدیں)

۶۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ: عبداللہ بن محمدبن ابی شیبہ، دار الفکر، بیروت، لبنان

۶۴۔ معجم صغیر: امام طبرانی: دار الفکر، بیروت، لبنان

۶۵۔ جمع الجوامع: امام جلال الدین سیوطی: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

۶۶۔ جامع صغیر: امام جلال الدین سیوطی: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

Marfat.com

دیگر کتب

۶۷۔ معجزات الرسول: محمد متولی الشعراوی: مکتبة الاسلامیة الشعراویة، قاہرہ مصر

۶۸۔ الخصائص الکبری: امام جلال الدین السیوطی: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ۱۹۷۵ (۲ جلدیں)

۶۹۔ السیرة النبویة: عبد الملک بن ہشام: دار الجیل، بیروت، لبنان، (۴ جلدیں)

۷۰۔ البدایة والنہایة: الحافظ اسماعیل ابن کثیر: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۸۲ (۷ جلدیں)

۷۱۔ المفردات: امام راغب الاصفہانی: مکتبة مصطفی البابی، مصر ۱۹۶۱

۷۲۔ لسان العرب: ابن منظور: دار المعارف، قاہرہ مصر (۸ جلدیں)

۷۳۔ المنجد: دار المشرق، بیروت، لبنان، ۱۹۷۵

۷۴۔ شرح المواہب اللدنیة: امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی: دار الفکر، بیروت، لبنان۔

۷۵۔ دلائل النبوة: احمد بن الحسین البیہقی: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ۲۰۰۲ (۷ جلدیں)

۷۶۔ کتاب المبسوط: شمس الدین السرخسی: دار المعرفة، بیروت، لبنان، ۱۹۸۰، (۱۵ جلدیں)

۷۷۔ الفتاوی العالمگیریة: علامہ نظام الدین: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، بلوچستان، پاکستان، ۱۹۸۵ (۶ جلدیں)

۷۸۔ فتاوی قاضی خان: حسن بن منصور الفرغانی الحنفی: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، بلوچستان، پاکستان، ۱۹۸۵ (۶ جلدیں)

۷۹۔ رد المحتار: ابن عابدین: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ (۸ جلدیں)

۸۰۔ حاشیة الطحطاوی: امام احمد الطحطاوی: میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۸۱۔ مراقی الفلاح: حسن بن عمار الحنفی: میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۸۲۔ فتاوی افریقیة: امام احمد رضا قادری: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان

۸۳۔ بہار شریعت: علامہ محمد امجد علی: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور پاکستان

۸۴۔ امداد الفقہ: محمد امداد حسین پیرزادہ: دار السلام، قاہرہ مصر، ۲۰۰۳

۸۵۔ اسلامی عقائد: محمد امداد حسین پیرزادہ: الکرم پبلی کیشنز، ایٹن ہال، ناٹنگھم شائر، یو کے، ۱۹۹۹

۸۶۔ کنز العمال: علامہ علاء الدین البرہان فوری: مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان، ۱۹۸۵ (۱۶ جلدیں)

۸۷۔ مجمع الزوائد: علی بن ابی بکر الہیثمی: دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، ۱۹۸۸ (۱۰ جلدیں)

۸۸۔ نزہة المجالس (اردو) عبد الرحمن صفوری شافعی: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، پاکستان

Marfat.com

۸۹۔ نور الایضاح: الشیخ حسن بن علی: کتب خانہ مجیدیہ، ملتان، پاکستان
۹۰۔ قصیدہ البردہ: امام بوصیری: انگریزی ترجمہ، محمد امداد حسین پیرزادہ، الکرم پبلی کیشنز ایشن ہال نانگھم شائر، یو کے
۹۱۔ السیرہ النبویۃ: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دار الفکر، بیروت، لبنان
۹۲۔ ضیاء النبی: پیر کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۴۱۵ھ (۷ جلدیں)
۹۳۔ صراط مستقیم: شاہ اسماعیل دہلوی: اسلامی اکیڈمی، لاہور، پاکستان
۹۴۔ القول الجمیل (اردو): شاہ ولی اللہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان
۹۵۔ سبل الهدیٰ والرشاد: امام محمد بن یوسف الشامی: وزارۃ الاوقاف، قاہرہ: مصر (۱۲ جلدیں)
۹۶۔ المنتظم فی تواریخ الملوک والامم: امام عبد الرحمن الجوزی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۳ جلدیں)
۹۷۔ تاریخ الاسلام: مورخ شمس الدین الذہبی: دار الکتاب العربی، بیروت (۵۲ جلدیں)
۹۸۔ امتاع الاسماع: تقی الدین المقریزی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۱۵ جلدیں)
۹۹۔ حلیۃ اولیاء: امام ابو نعیم الاصفہانی: درا الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۱۲ جلدیں)
۱۰۰۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ: وہبہ زحیلی دار الفکر، دمشق، شام، ۱۹۸۹ء (۸ جلدیں)
۱۰۱۔ الفقہ الحنفی وادلتہ: شیخ صاغر جی، دار الکلم الطیب، دمشق، شام ۲۰۰۰ء (۳ جلدیں)
۱۰۲۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: عبد الرحمٰن الجزیری، دار الفکر، بیروت، لبنان (۵ جلدیں)
۱۰۳۔ لسان المیزان: ابن حجر عسقلانی، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، لبنان ۲۰۰۲ء (۱۰ جلدیں)
۱۰۴۔ الادب المفرد: امام بخاری، مکتبۃ الآداب
۱۰۵۔ السیرۃ الحلبیۃ: نور الدین الحلبی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)
۱۰۶۔ شرح شفا: قاضی عیاض، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۲ جلدیں)
۱۰۷۔ طبقات ابن سعد: مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، مصر ۲۰۰۱ء (۱۱ جلدیں)
۱۰۸۔ بدائع الصنائع: علاء الدین کاسانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۳ء (۱۰ جلدیں)
۱۰۹۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا، الفیصل ناشران، اُردو بازار، لاہور، پاکستان (۲ جلدیں)
۱۱۰۔ تاریخ بغداد: الخطیب البغدادی، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، مصر (۱۰ جلدیں)
۱۱۱۔ الہدایۃ: علی بن ابی بکر الفرغانی، مکتبۃ شرکۃ علمیۃ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، پاکستان (۲ جلدیں)
۱۱۲۔ فقہ السنۃ: السید السابق: دار الفکر، بیروت لبنان، ۱۹۸۲ء (۳ جلدیں)
۱۱۳۔ عمدۃ القاری: علامہ بدر الدین عینی، دار الفکر، بیروت لبنان، (۲۵ جلدیں)

Marfat.com

۱۱۴۔ فتح الباری: امام ابن حجر عسقلانی، دار الفکر، بیروت لبنان (۱۳ جلدیں)

۱۱۵۔ الاحکام الفقہیة: احمد محمد عساف، دار احیاء العلوم، بیروت، لبنان

۱۱۶۔ جامع بیان العلم وفضلہ: یوسف بن عبداللہ قرطبی، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ۲۰۰۰ء

۱۱۷۔ المقاصد الحسنة: شمس الدین السخاوی، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان ۱۹۸۷ء

۱۱۸۔ الفاروق: علامہ شبلی نعمانی، مشتاق بک کارنر، اُردو بازار، لاہور، پاکستان

۱۱۹۔ المواہب اللدنیہ: امام احمد قسطلانی، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)

۱۲۰۔ الحاوی للفتاوی: امام جلال الدین، دار الکتب العلمیة، لبنان (۲ جلدیں)

۱۲۱۔ الکواکب السائرة: شیخ نجم الدین، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۱۲۲۔ الفوائد المجموعة: محمد بن علی الشوکانی، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

۱۲۳۔ حقوق الاولاد: محمد شریف الصواف، دار الفکر، دمشق، شام

۱۲۴۔ الاتقان فی علوم القرآن: جلال الدین سیوطی، المکتبة العصریة، بیروت، لبنان ۱۹۸۸ء (۴ جلدیں)

۱۲۵۔ سیرۃ النبی: سید سلیمان ندوی، ناشران قرآن لمیٹڈ، اُردو بازار لاہور، پاکستان

۱۲۶۔ الخطبة العصریة: ابراہیم محمد الجمل مکتبة القرآن، قاہرہ، مصر

۱۲۷۔ کتاب الخراج: امام ابو یوسف: مکتبة الازہریة للتراث، قاہرہ، مصر

۱۲۸۔ شرح شمائل ترمذی: سلیمان بن عمر الازہری: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

۱۲۹۔ البدر المنیر: امام شعرانی: مکتبہ عالم الفکر، قاہرہ، مصر

۱۳۰۔ الکامل لابن اثیر: دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان

۱۳۱۔ ارشاد العباد: عبدالعزیز محمد سلمان: مطابع الخالد، ریاض، سعودی عرب

۱۳۲۔ نسیم الریاض: شہاب الدین خفاجی: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

۱۳۳۔ اسد الغابة: ابو الحسن الجزری: دار المعرفة، بیروت، لبنان

۱۳۴۔ الاصابہ: حافظ ابن حجر عسقلانی: دار الفکر، بیروت، لبنان

۱۳۵۔ جلاء الافہام: ابن قیم الجوزیة: دار الحدیث، قاہرہ، مصر

۱۳۶۔ سیرۃ عمر بن خطاب: ابو الفرج بن الجوزی: دار الدعوۃ الاسلامیة، قاہرہ، مصر

۱۳۷۔ الفاروق عمر: محمد حسین ہیکل: دار المعارف، قاہرہ، مصر

۱۳۸۔ فیوض القرآن: سید حامد حسن بلگرامی: فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، پاکستان

۱۳۹۔ نزہۃ القاری شرح بخاری: مفتی محمد شریف الحق امجدی: دائرۃ البرکات، گھوسی، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا

Marfat.com

۱۴۰۔ منہاج البخاری: محمد معراج الاسلام: عرفان القرآن، اعوان ٹاؤن، لاہور، پاکستان

۱۴۱۔ ارشاد الساری شرح بخاری: شہاب الدین قسطلانی: دار الفکر، بیروت، لبنان

۱۴۲۔ ایہا الولد: امام غزالی: Awakening Publications 200 UK Swansea

English Books

143) **Miracles of the Qur'an** : *Muhammad Mutawali ash-Sha'raawi Published by Daar-ul-Taqwa Ltd. Londom*

144) **Encyclopedia Britannica** : *Peter B. Norton Joseph Espsito, USA, 1995, 15th-edition (32 volumes)*

145) **Islam & the West** : *H.R.H. Charles Prince of Wales, Printed by Uniskill Ltd. Eynsham, Oxford, UK.*

146) **Muhammad at Madinah** : *Montgomery Watts. Oxford University Press, 2006.*

147) **Oxford Encyclopedia Dictionary**: *Published by Oxford University Press,USA,1991.*

148) **Shari'ah the Islamic Law** : *Abdur Rahmaan Doi (Zia-un-Nabi)*

149) **The Holy Bible** : *Published by Collins, London, 1954.*

150) **The Living Bibble** : *British Edition, 1975.*

151) **The Hutchinson Encyclopedia** : *1999 Edition.*

152) **The New Universal Encyclopedia** : *Caxton Publishing Co, Ltd. London.*

153) **The English Pig** : *Published by The Hambledon Press, London 1998.*

154) **American Government** : *Lowi & Ginsberg. Published by W.W.Norton Publications 1998.*

155) **Fream's Agriculture** : *Printed by Butler & Tanner Ltd. London, 16th Edition 1983.*

156) **Oxford Advanced Learner's Dictionary** : *4th Edition 1989.*

157) **The Hans Wehr Dictionary of Modern Written Arabic:** *Edited by J. M. Cowan, 3rd Edition.*

158) **The 100 : Michael H. Hart,** *Citadel Press, 1987, Secaucus, New Jersey, USA.*

159) **The Bible, The Qur'an and Science:** *Maurice, 1979, North America, Trust Publication, USA.*

Marfat.com

لئن شكرتم لأزيدنكم

حامد ١٣٦٦

Marfat.com

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

http://T.me/FiqaHanfiBooks

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

https://t.me/tehqiqat

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زوہیب حسن عطاری

قرآن عرب کی آسان اور عام فہم تفسیر

Marfat.com

اِمدادُ الکرمؒ

قرآنِ مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر

جلد پنجم

اَلنَّجم تا اَلنَّاس

محمد امداد حسین پیرزادہ

الکرم پبلی کیشنز یوکے

Marfat.com

جمیع الحقوق محفوظة للناشر

© All Rights Reserved

Al-Karam Publications, UK

No part of this publication may be reproduced by any means without the written permission of the publisher.

ISBN : 0-9533999-5-8

سن طباعت	:	2013
تیسرا ایڈیشن	:	1000
ناشر	:	الکرم پبلی کیشنز، یو کے

Al-Karam Publications, UK

Eaton Hall, Retford, Notts. DN22 OPR

England

Tel : 01777 706441

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

Marfat.com

فہرست مضامین

Marfat.com

فہرست مضامین

Marfat.com

فہرست مضامین

Marfat.com

فہرست مطالب
(جلد پنجم)

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ النجم (۵۳)

یہ سورت مکی ہے۔ اس کا نام ''نجم'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

یہ پہلی سورت ہے جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم شریف میں اس کو پڑھ کر سنایا اور مشرکین اس کو سن رہے تھے۔ اور یہی سب سے پہلی سورت ہے جس میں آیت سجدہ نازل ہوئی۔ (تفسیر روح المعانی) اس موقع کی عجیب بات یہ تھی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت سجدہ پر سجدہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ صرف مسلمان بلکہ کفار ومشرکین بھی سجدہ میں گر گئے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم پڑھی اور اس میں سجدہ کیا۔ اس وقت وہاں پر جتنے بھی لوگ موجود تھے سب نے سجدہ کیا سوائے ایک شخص کے۔ اس نے کچھ کنکریاں یا مٹی اٹھا کر اپنے چہرے کی طرف بلند کی اور کہا: مجھے یہ کافی ہے۔ کچھ عرصہ بعد میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

(بخاری: ۱۰۷۰: کتاب سجود القرآن: باب ۴)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم کا سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں اور جن وانس نے بھی سجدہ کیا۔ (بخاری: ۱۰۷۱: کتاب سجود القرآن: باب ۵)

مضامین

☆ اس سورت کے آغاز میں کفار کے ان الزامات کی تردید کی گئی ہے جو وہ کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باپ دادا کے مذہب سے بھٹک گئے ہیں، خود کلام بنا کر لاتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کر پوری تاکید کے ساتھ ان الزامات کی تردید کی یعنی میرے نبی نے کبھی راہ راست کو گم نہیں کیا اور نہ ہی وہ اپنی خواہش سے بات کرتا ہے بلکہ جو بھی کہتا ہے وہ میری طرف سے وحی ہوتی ہے۔

☆ اس کے بعد معراج کا ذکر کیا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم بالا کی سیر کرائی اور اپنا دیدار کرایا۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آ کر جو کچھ لوگوں کو بتایا وہ سنی سنائی باتیں نہیں ہیں بلکہ ان کی مقدس آنکھوں کا مشاہدہ ہے۔

☆ اس میں کفار کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تم اپنے باپ دادا اور اپنے گمان کی پیروی کر رہے ہو، تمہارے پاس اس کفر وشرک کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اب جبکہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے تو تم اپنے وہم وگمان کو چھوڑ کر اس ہدایت کی پیروی کرو۔

میرا نبی کوئی نیا دین لے کر نہیں آیا بلکہ یہ وہی دین ہے جو پہلے انبیائے کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے، اور جن قوموں

Marfat.com

نے ان کی تکذیب کی انہیں تباہ کر دیا گیا۔ لہٰذا تم غفلت میں وقت ضائع نہ کرو اور اپنے خالق حقیقی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اگر تم اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو پہلی قوموں کی طرح تمہارا حشر بھی برا ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم انگلستان

بعد از عصر بروز اتوار ۱۵ راگست ۲۰۱۰ء بمطابق ۴ رمضان ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

ایاتہا ۶۲ ۵۳ سُوْرَۃُ النَّجْمِ مَکِّیَّۃٌ ۲۳ رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝١

۱۔ قسم ہے روشن ستارے (محمد ﷺ) کی جب وہ (معراج سے) نیچے اترے۔[۱]

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝٢

۲۔ تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ کبھی راہ حق سے ہٹے اور نہ کبھی راہ حق گم کی۔[۲]

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝٣

۳۔ اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝٤

۴۔ ان کا کلام صرف وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔[۳]

---

[۱] مفسرین نے روشن ستارے کے متعدد معانی بیان کئے ہیں۔ مثلاً

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس سے مراد ثریا (چند ستاروں کا مجموعہ) ہے جب وہ نیچے اترے۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں: اس سے مراد قرآن مجید ہے جب وہ بتدریج نازل ہوا۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت امام جعفر صادق بن محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ روشن ستارے سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں، جب آپ ﷺ معراج کی رات آسمان سے نیچے تشریف لائے۔ (تفسیر قرطبی) اس فقیر نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اسی قول کے مطابق آیت کا ترجمہ کیا ہے اور یہ معنیٰ زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ بعد والی آیات میں اللہ تعالیٰ کے خصوصی قرب، خصوصی بلاواسطہ وحی اور خصوصی دیدار کا ذکر ہے جن کا تعلق شب معراج سے ہے۔

[۲] کفار مکہ کا ایک الزام یہ تھا کہ حضرت محمد ﷺ اپنی قوم کا مذہب چھوڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: میرا نبی ہمیشہ سے راہ راست پر گامزن ہے اور وہ کبھی گمراہ نہیں ہوا۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ وہ تمہارا ساتھی ہے، اس کے شب و روز تمہارے ساتھ گزرے ہیں۔ اس نے دنیا کے معاملات میں ہمیشہ تمہاری صحیح رہنمائی کی ہے اور اب دین کے معاملہ میں بھی وہ تمہاری خیر خواہی چاہتا ہے، لہٰذا وہ تمہیں جس راستہ کی طرف بلا رہا ہے وہی صراط مستقیم ہے، اگر تم نجات چاہتے ہو تو باپ دادا کی گمراہی چھوڑ کر اس کی پیروی کرو۔

[۳] یعنی نبی کریم ﷺ اپنی خواہش سے کلام ہی نہیں کرتے بلکہ وہی کلام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے، لہٰذا

Marfat.com

عَلَّمَهٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ۙ﴿۵﴾ ۵۔ ان کو علم سکھایا زبردست قوتوں والے نے۔[۴]

ذُوۡ مِرَّۃٍ ؕ فَاسۡتَوٰی ۙ﴿۶﴾ ۶۔ بڑے دانا نے، پھر اس (رسول ﷺ) نے (بلندیوں کا) قصد کیا۔

آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہ حق ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: میں رسول اللہ ﷺ سے جو بات بھی سنتا اس کو حفظ کرنے کے لئے لکھ لیتا تھا۔ ایک دفعہ قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: تم رسول اللہ ﷺ کی ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ آپ ﷺ بشر ہیں، کبھی غضب اور کبھی رضا کے عالم میں بات کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے لکھنا بند کر دیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی کے ساتھ اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: تم لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ (دارمی: مقدمة: باب ۴۳)

[۴] آیت نمبر ۵ سے ۱۸ تک یعنی ان ۱۴ آیات میں نبی کریم ﷺ کے معجزہ معراج کے اس حصہ کا ذکر ہے جس کا تعلق سدرۃ المنتہیٰ اور لامکان سے ہے۔

مفسرین کا اختلاف

ان آیات میں دو ہستیوں کا ذکر ہے۔ وہ دو ہستیاں کون ہیں؟ ان کے متعلق مفسرین میں اختلاف ہے۔ مفسرین کے ایک گروہ کے مطابق ان آیات میں جبریل امین علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کا ذکر ہے۔ یعنی معراج کی رات عالم بالا میں نبی کریم ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات نہیں ہوئی بلکہ جبریل امین سے ملاقات ہوئی ہے۔

اور دوسرے گروہ کے مطابق ان آیات میں نبی کریم ﷺ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ یعنی معراج کی رات نبی کریم ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی۔ ان آیات سے یہ دونوں مفہوم اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ البتہ اس فقیر نے دوسرے گروہ کا نکتہ نظر اختیار کیا ہے یعنی ان آیات میں نبی کریم ﷺ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اسی کے مطابق ترجمہ اور تفسیر کو زیب رقم کیا گیا ہے۔

ان آیات کا مختصر مفہوم

زبردست قوتوں والے اور بڑے دانا و حکیم اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو قرآن مجید کا علم سکھایا۔ جیسا کہ سورہ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ رحمٰن ہی ہے جس نے (حضرت محمد ﷺ کو) قرآن کا علم سکھایا۔ (قرآن: ۵۵: ۱۔۲)

سفر معراج میں جب نبی کریم ﷺ کائنات کے سب سے اونچے کنارے پر پہنچے تو آپ ﷺ نے مزید بلندیوں کا قصد فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اتنے زیادہ قرب سے نوازا یہاں تک کہ دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ قرب کے اس خاص مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندے حضرت محمد ﷺ سے براہ راست جو چاہا کلام

Marfat.com

وَهُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰى ؕ﴿۷﴾ ۷۔ اور وہ سب سے اونچے کنارے پر تھے۔

فرمایا۔ وہاں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا اور دل نے اس دیدار کی تصدیق کی یعنی یہ کوئی خواب کی بات نہیں تھی بلکہ جسم، روح، آنکھیں اور دل سب اس دیدار میں لطف اندوز ہوئے۔ کیا تم اس بات پر جھگڑتے ہو کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حالانکہ انہوں نے صرف ایک بار نہیں بلکہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دوسری بار بھی دیکھا ہے۔ اس وقت نورِ حق تعالیٰ نے سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپ رکھا تھا اور نبی کریم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کے نور کو پورے اطمینان سے دیکھا، موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش نہیں ہوئے بلکہ آپ کی آنکھیں دیدارِ حق تعالیٰ میں اتنی مگن تھیں کہ بس صرف اسی کو دیکھ رہی تھیں کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوئیں۔ اس سفرِ معراج میں نبی کریم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کی بے شمار نشانیوں کا مشاہدہ کیا۔

ا۔ واقعہ معراج میں جبریل امین کا کردار

واقعہ معراج میں جبریل امین علیہ السلام مکہ مکرمہ سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک ایک خادم اور قاصد کی حیثیت سے نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ مثلاً نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ کے پاس حطیم میں آرام فرما رہے تھے تو جبریل امین علیہ السلام آئے۔ آپ کو خواب سے بیدار کیا اور ارادہ خداوندی سے آگاہ کیا۔۔۔ سواری کے لئے ایک جانور پیش کیا گیا جو براق کے نام سے موسوم تھا۔ اس کی تیز رفتاری کا عالم یہ تھا کہ جہاں اس کی نگاہ پڑتی وہاں وہ قدم رکھتا تھا۔ (بخاری: ۳۸۸۷: کتاب مناقب الانصار: باب ۴۲) جب نبی کریم ﷺ بیت المقدس پہنچے۔۔۔ جہاں تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو جمع کیا گیا تھا۔ جبریل امین علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو امامت کے لئے آگے بڑھایا اور آپ نے سب انبیاء کو نماز پڑھائی۔ (نسائی: کتاب الصلاہ: باب ۱) بیت المقدس سے آپ کو آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا۔ (ہر آسمان پر جبریل امین دستک دیتے اور ایک خادم کی طرح راستہ بتاتے) مختلف آسمانوں پر مختلف انبیائے کرام علیہم السلام سے ملاقات کے بعد سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔ (بخاری: حدیث نمبر ۳۸۸۷: کتاب مناقب الانصار: باب ۴۲) سدرۃ المنتہیٰ پر جبریل امین علیہ السلام رک گئے اور عرض کیا: اگر میں انگلی کے پورے کے برابر بھی یہاں سے اوپر گیا تو جل جاؤں گا۔ (تفسیر روح البیان: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۱) نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرائیل و میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (کنز العمال: حدیث نمبر ۳۲۶۴۷: جلد ۱۱: ص ۵۶۰)

☆ مذکورہ روایات پڑھنے کے بعد یہ بات بڑی عجیب سی لگتی ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کو اتنے اہتمام کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ پر اس لئے لے جائیں تاکہ انہیں اپنی اصلی شکل و صورت دکھائیں اور اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ علم (یعنی وحی) ان تک پہنچائیں۔ حالانکہ جبریل امین علیہ السلام پہلے ہی زمین پر نبی کریم ﷺ کو وحی پہنچا رہے تھے اور اپنی اصلی شکل و صورت بھی دکھا چکے تھے۔ جیسا کہ وحی رک جانے کے زمانہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غارِ حرا میں آیا تھا زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر (اپنی اصلی شکل و صورت میں) بیٹھا ہوا تھا۔ (بخاری: ۴: کتاب بدء الوحی: باب ۳)

Marfat.com

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ ۸۔ پھر وہ قریب ہوا، پھر وہ اور زیادہ قریب ہوا۔[۵]

۲۔ پانچ نمازیں

معراج کی رات قرب خاص میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر پانچ نمازیں فرض کیں۔ جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا میری طرف وحی فرمائی اور مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں وہاں سے اتر کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا: آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اپنے رب تعالیٰ کی طرف واپس جائیں اور ان میں تخفیف کی التجا کریں۔ آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں۔ چنانچہ میں اپنے رب تعالیٰ کی طرف لوٹا اور عرض کیا: اے میرے رب! میری امت پر تخفیف فرما! پس اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔۔۔ چنانچہ میں بار بار اپنے رب تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! رات اور دن کی یہ پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز کا دس گنا اجر ہے، پس یہ پچاس نمازیں ہو جائیں گی۔۔۔ اس کے بعد میں اتر کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: پھر اپنے رب تعالیٰ کی طرف واپس جائیں اور ان میں بھی تخفیف کی التجا کریں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کئی بار اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں، اب (مزید تخفیف کے لئے) مجھے شرم آتی ہے۔ (مسلم: ۴۱۱: کتاب الایمان: باب ۷۴)

☆ اب اگر یہاں پر اللہ تعالیٰ کی جگہ جبریل امین کو مانا جائے تو کیا نمازیں جبریل امین نے فرض کی تھیں؟ کیا موسیٰ علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل امین کے پاس واپس جانے کو کہا تھا؟ ہرگز نہیں۔ یہ حدیث بالکل واضح ہے کہ شب معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اللہ تعالیٰ نے خود براہ راست وحی فرمائی جس میں پچاس نمازیں بھی تھیں۔ پھر واپسی پر موسیٰ علیہ السلام نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی کہا کہ آپ واپس اپنے رب تعالیٰ کے پاس جا کر ان نمازوں میں تخفیف کرائیں۔

[۵] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کائنات اور جبریل امین کو پیچھے چھوڑ کر لامکان میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا قرب عطا فرمایا کہ دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبار رب العزت قریب ہوا۔ پس زیادہ قریب ہوا حتیٰ کہ دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوا۔ (بخاری: ۷۵۱۷: کتاب التوحید: باب ۳۷) اس قرب سے مراد مکان اور جگہ کا قرب نہیں ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شرافت کا قرب بتانا مقصود ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی توجہ سے مشرف فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ جب وہ کسی کو قرب عطا فرماتا ہے یا کسی جگہ نزول فرماتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف خصوصی توجہ فرماتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث میں قرب اور نزول سے مراد خصوصی توجہ ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا بندہ جیسا میرے بارے میں گمان رکھتا ہے ویسا ہی میں اس کے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں۔ اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے اجتماع میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر اجتماع میں

Marfat.com

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝٩
۹۔ یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝١٠
۱۰۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے (محبوب) بندے کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی۔ [۶]

اسے یاد کرتا ہوں۔ اور جو ایک بالشت میرے قریب ہو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں دو گز اس کے قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ میرے پاس چلتا ہوا آئے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

(بخاری: ۷۴۰۵: کتاب التوحید: باب ۱۵)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو رات کے آخری تیسرے حصہ میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟

(بخاری: ۱۱۴۵: کتاب التہجد: باب ۱۴، ترمذی: ۴۴۶)

[۶] قرب خاص میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کو اپنا دیدار کرایا اور براہ راست وحی کی۔ اگر پہلے گروہ کی تفسیر کو تسلیم کیا جائے یعنی ان آیات میں جبریل امین علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کا ذکر ہے تو پھر اس آیت کی تفسیر میں مشکل پیش آ جائے گی کیونکہ حضرت محمد ﷺ جبریل امین کے بندے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کے لئے ہی ان کو معراج کرائی گئی تھی۔

دیدار الٰہی

۱۔ حضرت ابن عباس ؓ نے عرفات میں حضرت کعب ؓ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا۔۔۔ تو حضرت کعب ؓ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور اپنا کلام حضرت محمد ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو بار کلام فرمایا اور حضرت محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔

(ترمذی: ۳۲۷۸: ابواب تفسیر القرآن: باب ۵۳: سورہ نجم)

۲۔ حضرت عبداللہ بن شقیق ؓ نے حضرت ابوذر ؓ سے پوچھا: اگر میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تو میں ان سے ضرور سوال کرتا۔ حضرت ابوذر ؓ نے کہا: تو رسول اللہ ﷺ سے کس چیز کے بارے میں سوال کرتا؟ اس نے کہا: میں آپ ﷺ سے سوال کرتا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟ حضرت ابوذر ؓ نے کہا: میں نے پوچھا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے نور (یعنی اپنے رب) کو دیکھا۔ (مسلم: ۴۴۴: کتاب الایمان: باب ۷۸)

۳۔ حضرت عکرمہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ میں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا؟ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کو محیط ہے۔ (قرآن:

Marfat.com

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ ۱۱۔ انہوں (رسول مکرم ﷺ) نے جو دیکھا (ان کے) دل نے اس کی تکذیب نہیں کی۔

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫ ۱۲۔ کیا تم ان سے اس پر جھگڑتے ہو جو انہوں نے دیکھا۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ ۱۳۔ اور بے شک انہوں نے تو اس کو دوسری بار بھی دیکھا۔[۷]

۱۰۳:۶) حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا: یہ اس وقت ہوگا جب وہ اپنے اس نور سے تجلی فرمائے گا جو اس کا خاص نور ہے (یعنی غیر متناہی نور)۔اور بے شک نبی ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔

(ترمذی: ۳۲۷۹: ابواب تفسیر القرآن: باب ۵۳)

۴۔ حضرت ابوذر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔کیا آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ نور ہے۔میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔

(مسلم: ۴۴۳: کتاب الایمان: باب ۷۸)

۵۔ علامہ بدرالدین عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں: ابن خزیمہ نے قوی سند سے حضرت انس ﷺ سے روایت کیا ہے، آپ نے کہا: حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔اسی طرح ابن عباس ﷺ کے سارے شاگرد، کعب احبار، زہری اور معمر وغیرہم ﷺ کہا کرتے تھے۔اور حضرت حسن بصری ﷺ اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری: جلد ۱۹: ص ۱۹۸)

۶۔ حضرت امام احمد بن حنبل سے جب دریافت کیا جاتا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا تو آپ جواب میں فرماتے: راٰہ راٰہ حتی ینقطع نفسه۔ ہاں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، ہاں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔یہ جملہ اتنی بار دہراتے کہ آپ کا سانس ٹوٹ جاتا۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ نجم (۵۳): زیر آیت نمبر ۱۸)

۷۔ علامہ سید محمود آلوسی دیدار الٰہی کے لئے اپنی ذاتی رائے اس طرح بیان کرتے ہیں: میں یہ کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوئے اور آپ کو قرب الٰہی نصیب ہوا، لیکن اس طرح جیسے اس کی شان کبریائی کے لائق ہے۔

(تفسیر روح المعانی: سورہ نجم (۵۳): زیر آیت نمبر ۱۸)

راز و نیاز کی باتیں

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: پھر شاہد مستور ازل نے چہرہ سے پردہ اٹھایا اور خلوت گاہ راز میں ناز و نیاز کے وہ پیغام ادا ہوئے جن کی لطافت و نزاکت بار الفاظ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔فاوحی الی عبدہ ما اوحی (قرآن: ۵۳: ۱۰) پس اللہ تعالیٰ نے اپنے (خاص) بندہ کی طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔ (سیرۃ النبی: جلد ۳: ص ۴۲۳)

[۷] اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: یہاں دوبار سے مراد بار بار دیکھنا ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

Marfat.com

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ ۱۴۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔[۸]

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ ۱۵۔ اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔[۹]

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿۱۶﴾ ۱۶۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔[۱۰]

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ ۱۷۔ ان کی آنکھ نہ منحرف ہوئی اور نہ حد سے بڑھی۔[۱۱]

درخواست پر نمازیں کم کرانے کے لئے نبی کریم ﷺ بار بار بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے۔ (تفسیر نور العرفان)

[۸] سدرہ، بیری کا ایک درخت ہے۔ اس کی جڑیں چھٹے آسمان میں ہیں اور اس کا تنا ساتویں آسمان میں ہے۔ سدرہ ساتویں آسمان اور اس سے اوپر والوں کے درمیان برزخ ہے۔ نیچے سے جو چیزیں اوپر چڑھتی ہیں وہ سدرہ سے اوپر نہیں جاسکتیں اور اوپر سے جو چیزیں نیچے اترتی ہیں وہ سدرہ سے نیچے نہیں جاسکتیں۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نیچے کی تمام چیزوں کی انتہا اس درخت پر ہوتی ہے اور اوپر کی تمام چیزوں کی انتہا بھی اسی درخت پر ہوتی ہے۔ (تفسیر قرطبی) مگر ہمارے پیارے نبی ﷺ شب معراج جاتے ہوئے سدرہ سے اوپر گئے اور واپسی پر سدرہ سے نیچے بھی آئے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: شب معراج سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے اور قطعی ہے لہٰذا معراج سماوی کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ (تفسیر مظہری: سورہ نجم (۵۳): زیر آیت نمبر ۱۴)

[۹] اس سے معلوم ہوا کہ جنت الماویٰ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اسی جنت میں قیام پذیر تھے جہاں سے انہیں زمین پر اتارا گیا۔ (تفسیر قرطبی)

[۱۰] اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی بیان کرتے ہیں:

☆ حضرت حسن بصری نے کہا: رب العالمین کے نور نے سدرہ کو ڈھانپ لیا، پس وہ روشن ہوگئی۔

☆ حضرت ربیع بن انس نے کہا: رب تعالیٰ کے نور نے سدرہ کو ڈھانپ لیا اور سدرہ پر فرشتے اس طرح ہیں جیسے درخت پر پرندے ہوتے ہیں۔

☆ ایک قول یہ ہے: سدرہ کو اللہ تعالیٰ کے نور نے ڈھانپ لیا حتیٰ کہ کوئی اس کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ نجم (۵۳): زیر آیت نمبر ۱۶)

[۱۱] یعنی نبی کریم ﷺ کی آنکھیں صرف اللہ تعالیٰ کے دیدار میں مستغرق رہیں کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوئیں۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو بیداری میں سر کی آنکھوں سے دیکھا تھا کیونکہ اگر آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا کہ "ان کا دل

Marfat.com

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ﴿۱۸﴾	۱۸۔ بے شک انہوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔
اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰی ﴿۱۹﴾	۱۹۔ (اے مشرکو!) کیا تم نے کبھی لات اور عزیٰ (دیویوں) کے بارے میں غور کیا؟
وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ﴿۲۰﴾	۲۰۔ اور اس تیسری ایک اور (دیوی یعنی) منات کے (بارے میں غور کیا)؟[۱۲]
اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰی ﴿۲۱﴾	۲۱۔ کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں ہیں؟

نہ منحرف ہوا اور نہ حد سے بڑھا۔''

بقلی نے کہا: اس آیت میں دوسری بار دیکھنے کا ذکر ہے کیونکہ جب نبی ﷺ نے پہلی بار اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا تو وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کچھ نہ تھا اس لئے وہاں یہ نہیں فرمایا: ''ان کی آنکھ نہ منحرف ہوئی اور نہ حد سے بڑھی'' (قرآن: ۵۳:۱۷) بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو دیکھنے میں مستغرق رہی اور جب دوسری بار واپسی پر اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو آپ کے سامنے جنت اور دیگر عجیب و غریب نشانیاں بھی تھیں لیکن آپ کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو دیکھنے میں مشغول رہے۔ (تفسیر روح البیان: سورہ نجم (۵۳): زیر آیت نمبر ۱۷)

[۱۲] مشرکین عرب اگرچہ بے شمار بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ تین سو ساٹھ بت تو صرف کعبہ میں تھے مگر یہاں صرف تین بتوں (دیویوں) کا نام لیا گیا ہے کیونکہ یہ بت سارے عرب میں سب سے زیادہ مشہور تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب کو تنبیہ کی ہے کہ تم نے کبھی لات، عزیٰ اور منات کی حقیقت میں غور کیا ہے۔ تم خود ان کو اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو، خود ہی ان کے نام تجویز کرتے ہو اور اگر تم ان کو نہ بناؤ تو یہ خود بخود نہیں بن سکتے۔ پھر یہ اس اللہ تعالیٰ کے شریک کیسے بن سکتے ہیں جو زمین و آسمان کا خالق اور مالک ہے۔

غرانیق غلطی

بعض تفاسیر میں یہاں ایک روایت درج ہوگئی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حرم شریف میں مشرکین مکہ کے سامنے یہ سورت تلاوت کی تو اس آیت کے بعد نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلا۔ تلک الغرانیق العلی و ان شفاعتھن لترجی (یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں جن کی شفاعت متوقع ہے) العیاذ باللہ۔ دراصل یہ جملہ کسی مشرک کا ہے جو غلطی سے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہوگیا ہے۔ کیونکہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ کلام الٰہی کی تبلیغ میں نبی ہر طرح سے معصوم ہوتا ہے اور اس میں بھول کر بھی غلطی نہیں کرسکتا کیونکہ اگر ایسا ممکن ہوتا تو احکام، آیات اور سارا دین مشکوک ہوجاتا۔

Marfat.com

تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿٢٢﴾

۲۲۔ تب تو یہ تقسیم بڑی ظالمانہ ہے۔[۱۳]

اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿٢٣﴾

۲۳۔ یہ تو صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں کی، وہ صرف اپنے گمان اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں[۱۴] حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔[۱۵]

اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿٢٤﴾

۲۴۔ کیا انسان کو وہ سب مل جاتا ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہے۔[۱۶]

فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى ﴿٢٥﴾ ع

۲۵۔ پس اللہ تعالیٰ ہی آخرت اور دنیا کا مالک ہے۔

وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى ﴿٢٦﴾

۲۶۔ اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی شفاعت کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اور پسند فرماتا ہے اس کے لئے (شفاعت کی) اجازت دے دیتا ہے۔[۱۷]

---

[۱۳] مشرکین اپنے لئے بیٹیاں پسند نہیں کرتے تھے مگر بتوں اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اس آیت میں انہیں تنبیہ کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے لیکن بفرضِ محال اگر اس کی اولاد ہوتی تو یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ تم اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے ہو۔

[۱۴] یعنی جن چیزوں کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے معبود بنا رکھا ہے، یہ صرف تمہارا وہم وگمان ہے یا تمہاری نفسانی خواہشات کی پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں کی۔

[۱۵] اب جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید نازل ہو چکا ہے اور نبی کریم ﷺ نے ہدایت اور گمراہی کے راستوں کو بالکل واضح کر دیا ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ وہم وگمان اور نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر حق وصداقت کا راستہ اختیار کریں۔

[۱۶] مشرک لوگ یہ خواہش اور تمنا رکھتے ہیں کہ جن بتوں کی وہ پوجا کرتے ہیں وہ بت ان کی سفارش کریں گے اور انہیں کہیں ناکامی نہیں ہوگی۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ انسان جس چیز کی تمنا رکھتا ہے ضروری نہیں کہ وہ اسے مل جائے کیونکہ دنیا و آخرت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے فیصلے کسی کی تمنا کے مطابق نہیں بلکہ اس کی اپنی حکمت کے مطابق ہوتے ہیں۔

[۱۷] مشرکین کا خیال یہ تھا کہ اگر بالفرض قیامت قائم ہوئی تو بھی ان کے بت ان کی شفاعت کریں گے اور انہیں عذاب جہنم سے

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ لَیُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَةَ تَسۡمِیَةَ الۡاُنۡثٰی ﴿۲۷﴾

۲۷۔ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے سے رکھتے ہیں۔

وَ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا ﴿ۚ۲۸﴾

۲۸۔ حالانکہ انہیں اس کا کچھ بھی علم نہیں، [۱۸] وہ صرف اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں اور بے شک گمان حق کے مقابلے میں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی ۬ۙ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَ لَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوةَ الدُّنۡیَا ﴿ؕ۲۹﴾

۲۹۔ پس آپ اس سے اعراض کریں جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرے اور صرف دنیاوی زندگی کا ارادہ کرے۔

ذٰلِکَ مَبۡلَغُهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ ؕ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ ۙ وَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اهۡتَدٰی ﴿۳۰﴾

۳۰۔ یہی ان کے علم کی انتہا ہے۔ [۱۹] بے شک آپ کا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور اسے بھی خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی۔ [۲۰]

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۙ

۳۱۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور

بچالیں گے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے بھی صرف ان لوگوں کی شفاعت کرسکیں گے جن کے لئے اللہ تعالیٰ انہیں اجازت عطا فرمائے گا۔ وہاں ان بے جان بتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

[۱۸] مشرکین قیامت کے منکر تھے اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اس لئے ان کے نام عورتوں جیسے مؤنث رکھتے تھے حالانکہ ان کے پاس اس کا کوئی علم اور ثبوت نہیں ہے کہ فرشتے واقعی مؤنث ہیں۔ دراصل یہ صرف ان کا وہم وگمان ہے جس کی وجہ سے انہوں نے فرض کرلیا ہے کہ فرشتے مؤنث ہیں مگر حقیقت اور یقینی علم کے مقابلے میں وہم وگمان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

[۱۹] ہمارے پیارے نبی! جو شخص آپ کی تبلیغ کی پرواہ نہیں کرتا اور صرف دنیاوی زندگی کی لذات میں مگن رہتا ہے آپ اس کے بارے میں زیادہ فکرمند نہ ہوں اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں وہ ایمان لانے والا نہیں ہے کیونکہ اس کا مبلغ علم اور گمان صرف یہی ہے کہ دنیا ہی سب کچھ ہے اس کے بعد کچھ نہیں۔

[۲۰] مشرکین کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ راہ راست پر ہیں اور مسلمان گمراہ ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی قوم کا مذہب چھوڑ دیا ہے۔ مگر اس کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کرے گا کہ کون گمراہ ہے اور کون ہدایت یافتہ ہے۔

Marfat.com

لِيَجۡزِيَ الَّذِيۡنَ اَسَآءُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا وَيَجۡزِيَ الَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا بِالۡحُسۡنٰى ﴿۳۱﴾

جو کچھ زمین میں ہے، تاکہ برے لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور نیک لوگوں کو اچھا اجر دے۔[۲۱]

اَلَّذِيۡنَ يَجۡتَنِبُوۡنَ كَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَةِ ؕ هُوَ اَعۡلَمُ بِكُمۡ اِذۡ اَنۡشَاَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ وَ اِذۡ اَنۡتُمۡ اَجِنَّةٌ فِىۡ بُطُوۡنِ

۳۲۔ جو لوگ چھوٹے گناہوں کے سوا بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب وسیع بخشش والا ہے۔[۲۲] وہ (اس وقت سے) تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔

[۲۱] زمین وآسمان کی سب چیزوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی نیکوکاروں کو ان کی نیکیوں کا اور بدکاروں کو ان کی برائیوں کا بدلہ دے گا۔

[۲۲] جو لوگ بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کریں اور فرائض وواجبات ادا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے چھوٹے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (قرآن: ۱۱: ۱۱۴)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ذرا بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہو تو تمہارا کیا خیال ہے! یہ غسل اس کے جسم پر میل کو باقی رہنے دے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ غسل اس کے جسم پر کوئی میل نہیں چھوڑے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازوں کی بھی یہی مثال ہے اللہ تعالیٰ نماز کے ذریعہ اپنے بندے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(بخاری: ۵۲۸: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب ۶)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں جب درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے باہر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی ایک شاخ کو پکڑا (اور اس کو حرکت دی تو) اس شاخ سے پتے جھڑنے لگے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! بندہ رضائے خداوندی کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسے اس درخت سے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۱۷۹)

گناہ کی تعریف

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کا نام گناہ ہے۔ جس گناہ پر حد مقرر ہو یا اُس پر آخرت میں عذاب کی دھمکی دی گئی ہو اُسے گناہ کبیرہ کہتے ہیں اور اس کا ماسوا گناہ صغیرہ ہے۔

کبیرہ گناہ

کبیرہ گناہوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مثلاً شرک، قتل ناحق، خودکشی، بدکاری، لواطت، پاکباز عورت پر بہتان،

Marfat.com

اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۳۲ ع | پس تم اپنے آپ کو بڑا پاک وصاف نہ بتایا کرو۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ پرہیزگار کون ہے۔[۲۳]

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ۳۳ | ۳۳۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے روگردانی کی؟

وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ۳۴ | ۳۴۔ اور اس نے تھوڑا سا مال دیا اور (پھر ہاتھ) روک لیا۔[۲۴]

والدین کی نافرمانی، یتیم کا مال کھانا، فرائض (نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ) کا ترک کرنا، قرآن مجید یاد کر کے بھلا دینا، جادو کا عمل کرنا، شراب پینا، جھوٹی گواہی دینا، حیوان کو جلانا، صحابہ کرام کو گالیاں دینا، علمائے کرام کی توہین کرنا، بلا عذر خنزیر یا مردار کا گوشت کھانا وغیرہ۔

صغیرہ گناہ

صغیرہ گناہوں کی بھی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مثلاً اجنبی عورت کو دیکھنا، اس کے ساتھ خلوت کرنا، فاسقوں سے دوستی رکھنا، قبلہ رُخ رفع حاجت کرنا، واجبات کا ترک کرنا وغیرہ۔

چھوٹے گناہوں کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ ان پر اصرار اور دوام ان کو بڑے گناہ بنا دیتا ہے۔ بڑے اور چھوٹے گناہ کی مثال کچھ اس طرح سمجھی جا سکتی ہے۔ جیسے آگ کا بڑا انگارا اور چھوٹی چنگاری کہ انسان ان دونوں میں سے کسی ایک کی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتا اور ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی (آگ کا انگارا یا چنگاری) پورے گھر کو جلانے کا سبب بن سکتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انگارا جلدی جلا سکتا ہے اور چنگاری سے اگر کچھ دیر لاپرواہی برتی جائے تو وہ بھی پورے گھر کو جلا سکتی ہے۔

[۲۳] اس آیت میں انسان کو خودستائی اور اظہار پارسائی سے منع کیا گیا ہے یعنی تم اپنے آپ کو بڑا نیک اور پاک نہ بتایا کرو کیونکہ تمہیں کیا خبر کہ تمہاری کوئی نیکی قبول بھی ہے یا نہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی سے تخلیق اور ماں کے پیٹ میں نطفہ سے تمہاری تخلیق سب کو خوب جانتا ہے۔ اور وہی فیصلہ کرے گا کہ کون پرہیزگار ہے اور کون بدکار ہے۔

[۲۴] مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، ان کا وعظ سن کر اس کا دل متاثر ہوا اور قریب تھا کہ وہ اسلام قبول کر لیتا، ایک مشرک نے اس کو عار دلائی اور کہا: تو نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا اور ان کو گمراہ قرار دیا اور تو نے گمان کیا کہ وہ دوزخ میں ہوں گے۔ ولید نے کہا: مجھے اللہ کے عذاب کا خطرہ ہے۔ اس مشرک نے کہا: اگر تو مجھے اپنے مال سے کچھ دے تو میں تیرا عذاب برداشت کروں گا۔ اس وعدہ پر ولید اپنے شرک پر برقرار رہا، جتنا مال دینے کا وعدہ کیا تھا اس میں

Marfat.com

اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ۝۳۵	۳۵۔ کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے؟[۲۵]
اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝۳۶	۳۶۔ کیا اسے ان (باتوں) کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں تھیں؟[۲۶]
وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى ۝۳۷	۳۷۔ اور ابراہیم علیہ السلام (کے صحیفوں میں تھیں)[۲۷] جنہوں نے (اطاعت میں پوری) وفا کی۔[۲۸]
اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝۳۸	۳۸۔ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا

سے کچھ مال دیا مگر بعد میں بخل کیا اور باقی مال دینے سے رک گیا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

[۲۵] ولید بن مغیرہ نے اسلام اس لئے قبول نہ کیا کیونکہ اس کے مشرک ساتھی نے اسے کہا تھا کہ قیامت کے دن اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے اگر ولید کے لئے عذاب کا فیصلہ کیا گیا تو وہ عذاب کو اپنے سر لے کر ولید کو بچالے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کیا ولید کو علم غیب حاصل تھا جس سے اس نے دیکھ لیا کہ قیامت کے دن کوئی دوسرا آدمی اس کا عذاب اپنے سر لے کر اسے بچالے گا؟ حالانکہ یہ سراسر دھوکہ ہے مگر نا معلوم ولید نے کس بنیاد پر اس کو تسلیم کر لیا۔

[۲۶] آنے والی آیات میں ان تعلیمات کا ذکر کیا جا رہا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں نازل ہوئی تھیں۔ یہودی مکہ میں آتے رہتے تھے اور ان کی زبانی مشرکین مکہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔ اسی لئے ان آیات میں ولید کو تنبیہ کی جا رہی ہے جس نے یہ گمان کر لیا تھا کہ اس کے گناہ کوئی اور شخص اپنے سر رکھ لے گا۔ کیا اس تک حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ تعلیمات نہیں پہنچیں کہ قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ اور جب وہ شخص اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے گا تو اس کی زندگی کے سارے اعمال اسے دکھا دیئے جائیں گے۔

[۲۷] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں سے مراد تورات ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں کا یہود و نصاریٰ کی کسی کتاب میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ صرف قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں کا ذکر کیا ہے اور ان کی بعض تعلیمات کو بھی بیان کیا ہے۔ مثلاً قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا بلکہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا۔

[۲۸] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تبلیغ توحید کے ساتھ وفاداری کا حق ادا کیا۔ مشکل ترین حالات میں بھی آپ نے توحید کا ساتھ نہیں چھوڑا حتیٰ کہ آتش نمرود میں جانا قبول کر لیا مگر توحید کی وفاداری سے دست بردار نہیں ہوئے۔

Marfat.com

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ ۳۹۔ اور یہ کہ انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔[۲۹]

[۲۹] اس آیت کی تفسیر میں عکرمہ نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امتوں کے لئے اصول یہ تھا کہ ہر انسان کو صرف اس کے عمل کا بدلہ ملتا تھا۔ مگر امت مسلمہ کے لئے اصول یہ ہے کہ انہیں اپنے عمل کا اجر بھی ملتا ہے اور دوسروں کے عمل کا اجر بھی ملتا ہے، اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس نے حج نہیں کیا تھا۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے فوت شدہ باپ کی طرف سے حج کرو۔
(زادالمسیر: سورہ نجم (۵۳): زیر آیت نمبر ۳۹)

عبادات کی تین قسمیں ہیں

۱۔ خالص بدنی عبادات جیسے نماز، روزہ اور تلاوت قرآن مجید وغیرہ

۲۔ خالص مالی عبادات جیسے زکوٰۃ اور صدقہ وغیرہ

۳۔ مالی اور بدنی عبادات کا مرکب جیسے حج اور عمرہ وغیرہ

امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ خالص بدنی عبادات کا ثواب دوسرے کو نہیں پہنچ سکتا، البتہ عبادات کی دوسری دو قسموں کا ثواب دوسرے کو پہنچ سکتا ہے۔ لیکن احناف کا مسلک یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ہر نیک عمل کا ثواب دوسرے کو بخش سکتا ہے خواہ اس نیک عمل کا تعلق عبادت کی کسی بھی قسم سے ہو یعنی نماز، روزہ، تلاوت قرآن مجید، ذکر، صدقہ، حج اور عمرہ وغیرہ جو نیک عمل بھی وہ کرے گا اس کے بارے میں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کر سکتا ہے کہ یا الٰہی! اس کا ثواب فلاں شخص کو پہنچا۔
(تفسیر ضیاء القرآن: جلد ۵: ص ۷۳)

مرنے والوں کے لئے دعائے مغفرت

چند آیات

۱۔ اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ (قرآن: ۵۹: ۱۰)

۲۔ اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور سب مؤمنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ (قرآن: ۱۴: ۴۱)

۳۔ اے میرے رب! ان دونوں (یعنی میرے والدین) پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھے پالا تھا۔
(قرآن: ۱۷: ۲۴)

۴۔ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ داخل ہو اور تمام مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بھی بخش دے۔ (قرآن: ۷۱: ۲۸)

چند احادیث

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی کا جنت میں درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ

Marfat.com

آدمی عرض کرتا ہے: مجھ پر یہ کرم کیسے ہوا؟ تو اسے جواب دیا جاتا ہے، اس استغفار کی وجہ سے جو تمہارے بیٹے نے تمہارے لئے کیا۔ (ابن ماجة: ۳۶۶۰: ابواب الأدب: باب ۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیٹے کے استغفار سے اس کے باپ کا جنت میں ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ جو مسلمان فقہ حنفی کے مطابق پانچ نمازیں پڑھتا ہے اور آخری تشہد میں ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب (اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور تمام اہل ایمان کو جس دن حساب ہوگا) پڑھتا ہے تو چونکہ سنت غیر مؤکدہ کی چار رکعتوں میں دو دفعہ یہ دعا پڑھی جاتی ہے، اس طرح ایک دن میں وہ انیس دفعہ نماز کے اندر اپنے باپ کے لئے استغفار کرتا ہے جس کی وجہ سے جنت میں روزانہ اس کے باپ کے انیس درجے بلند ہوتے ہیں، لہٰذا ہر باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو نمازی بنائے۔ اس طرح اولاد کی تربیت کا حق بھی ادا ہو جائے گا اور جنت میں درجات کی بلندی کا انتظام بھی ہو جائے گا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبر میں مردے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ڈوبتے ہوئے مدد کے لئے پکار رہا ہو۔ اسے ماں، باپ، بھائی یا دوست سے دعا کا انتظار ہوتا ہے اور جب دعا کا ثمرہ اس تک پہنچتا ہے تو یہ تحفہ اس کے لئے دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل قبور پر زمین والوں کی دعا کے سبب اتنی بے بہا نعمتیں نازل فرماتا ہے جو اپنی کثرت کی وجہ سے پہاڑوں جیسی معلوم ہوتی ہیں۔ اور زندہ لوگوں کا مردوں کے لئے تحفہ یہ ہے کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔ (مشکوۃ المصابیح: باب الاستغفار)

۳۔ حضرت انس بن مالک ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: میری امت ایسی امت ہے جو خدا کی رحمت کے سائے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت سے توجہ فرماتا ہے۔ میرے امتی گناہوں سے آلودہ قبروں میں داخل ہوتے ہیں اور جب قبروں سے نکلتے ہیں تو ان کا دامن گناہوں سے خالی ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی ان کے لئے کی جانے والی دعاہائے مغفرت سے ان کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

(المعجم الأوسط للطبرانی: حدیث نمبر ۱۹۰۰: جلد ۲: ص ۵۲۳، مجمع الزوائد: جلد ۱۰: ص ۶۹)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے خلوص سے دعا کرو۔ (ابوداؤد: ۳۱۹۹: کتاب الجنائز: باب ۶۰)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مؤمن کے لئے چالیس اہل ایمان شفاعت کریں اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔ (ابن ماجة: ۱۴۸۹: ابواب الجنائز: باب ۱۹)

۶۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مریض یا میت کے پاس حاضر ہو تو اچھی بات کہو کیونکہ تم جو کچھ بھی کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ جب حضرت ابوسلمہ ﷺ فوت ہو گئے تو میں نبی ﷺ کے پاس آئی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوسلمہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دعا پڑھو: اے اللہ! مجھے بخش دے اور ابوسلمہ کو بخش دے، اور ان کے بعد میرے لئے ان سے اچھا شخص مقرر کر دے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ان کے بعد ان سے بہتر یعنی محمد ﷺ کو مقرر کر دیا۔

(مسلم: ۲۱۲۹: کتاب الجنائز: باب ۳)

Marfat.com

ایصال ثواب کے متعلق چند احادیث

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا: میری ماں اچانک فوت ہوگئی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو کچھ صدقہ کرتی۔ پس اب اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو کوئی اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (بخاری: ۱۳۸۸: کتاب الجنائز: باب ۹۵)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج کرنا فرض کیا ہے اور میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (بخاری: ۴۳۹۹: کتاب المغازی: باب ۷۸)

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سینگوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا جس کے ہاتھ، پیر اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ سو وہ مینڈھا لایا گیا تاکہ آپ اس کی قربانی کریں۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ۔ پھر فرمایا: اس کو پتھر پر تیز کرو۔ میں نے اس کو تیز کیا۔ پھر آپ ﷺ نے چھری پکڑ کر مینڈھے کو گرایا اور اس کو ذبح کرنے لگے پھر دعا کی: اللہ کے نام سے۔ اے اللہ! اس کو محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما! پھر اس کی قربانی کی۔ (مسلم: ۵۰۹۱: کتاب الاضاحی: باب ۳)

۴۔ حضرت حنش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں۔ سو میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (ابوداؤد: ۲۷۹۰: کتاب الضحایا: باب ۱)

۵۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک سعد کی ماں فوت ہوگئی ہے۔ پس کون سا صدقہ افضل ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پانی۔ سو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھودا اور کہا: یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے۔

(ابوداؤد: ۱۶۸۱: کتاب الزکوٰۃ: باب ۴۱)

۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہوجاتا ہے۔ البتہ تین طرح سے اس کے عمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے: صدقہ جاریہ، علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ (مسلم: ۴۲۲۳: کتاب الوصیۃ: باب ۳) پہلے دو کام تو ایسے ہیں جن میں مرنے والے کا بھی عمل دخل ہے لیکن لڑکے کی دعا تو لڑکے کا اپنا فعل ہے اس سے بھی میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اپنے فوت شدہ احباب کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں، ان کی طرف سے حج کرتے ہیں اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔ کیا یہ چیزیں انہیں پہنچتی ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ یہ چیزیں انہیں پہنچتی ہیں اور وہ یہ تحفہ پاکر اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے وہ شخص خوش ہوتا ہے جسے (تحائف سے بھرا ہوا) ہدیے کا تھال دیا جائے۔ (ردالمحتار: باب الحج عن الغیر: جلد ۲: ص ۵۹۹)

Marfat.com

۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جب کسی گھرانے کا کوئی آدمی مر جاتا ہے اور اس کی موت کے بعد وہ اپنے اس عزیز کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں تو ان کے اس صدقے کو جبریل امین نور کے تھال میں رکھ کر اسے بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں، پھر اس کی قبر کے کنارے کھڑے ہو کر کہتے ہیں: اے قبر کے مکین! یہ تیرے اہل خانہ کی طرف سے تیرے لئے ہدیہ ہے، اسے قبول کر۔ وہ ہدیہ اسے قبر میں دے دیا جاتا ہے جس سے اس کو بہت خوشی ہوتی ہے اور اس کے پڑوسی جن کو اس قسم کا ہدیہ نہیں ملتا وہ غمگین ہوتے ہیں۔

(المعجم الأوسط للطبرانی: ۶۵۰۲: جلد ۷: ص ۲۶۱)

۹۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا: میں نے اپنی ماں کو ایک باندی صدقہ میں دی تھی اور اب میری ماں فوت ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا اجر ثابت ہو گیا اور وراثت نے وہ باندی تمہیں واپس لوٹا دی۔ اس عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں پر ایک ماہ کے روزے تھے۔ کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اس کی طرف سے روزے رکھو۔ اس نے پھر عرض کیا: میری ماں نے حج بھی نہیں کیا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اس کی طرف سے حج کر۔ (مسلم: ۲۶۹۷: کتاب الصیام: باب ۲۷)

۱۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر کچھ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ (مسلم: ۲۶۹۲: کتاب الصیام: باب ۲۷)

۱۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں۔ کیا میں یہ روزے اس کی طرف سے ادا کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تیری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تو اس کی طرف سے ادا کرتا؟ اس نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ حقدار ہے کہ وہ ادا کیا جائے۔ (مسلم: ۲۶۹۴: کتاب الصیام: باب ۲۷)

میت اور قبر کے پاس تلاوت قرآن

۱۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سورہ یاسین کو اپنے مُردوں کے پاس پڑھا کرو۔

(ابن ماجۃ: ۱۴۴۸: ابواب الجنائز: باب ۴)

۲۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس میت کے پاس سورہ یاسین کو پڑھا جائے اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرمائے گا۔ (تفسیر درمنثور: تعارف سورہ یاسین)

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے والدین کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے اور ان کے پاس سورہ یاسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس سورت کے ہر حرف کے بدلے میں ان کی مغفرت فرمائے گا۔ (تفسیر درمنثور: تعارف سورہ یاسین)

Marfat.com

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں جائے اور سورہ یاسین پڑھے (اور اس کا ثواب اہل قبور کو پیش کرے) تو اللہ تعالیٰ اس دن تمام اہل قبور کے عذاب میں تخفیف فرمائے گا اور پڑھنے والے کو سورہ یاسین کے حروف کے برابر (یعنی تین ہزار نیکیوں کا) اجر عطا فرمائے گا۔

(کنز العمال: ۴۲۵۹۸۶: جلد ۱۶: ص ۴۶۸، تفسیر قرطبی: تعارف سورہ یاسین)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ پھر خود ہی فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے، پھر آپ نے ان قبروں میں سے ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان اہل قبور کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (بخاری: ۲۱۶: کتاب الوضو: باب ۵۵) اگر سبز ٹہنیوں کی تسبیح سے اہل قبور کو فائدہ پہنچتا ہے تو ان کی قبور پر تر و تازہ پھول رکھنے اور تلاوت قرآن کرنے سے انہیں فائدہ کیوں نہیں پہنچے گا۔

تلاوت قرآن کا ایصال ثواب

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبروں کے پاس سے گزرے اور گیارہ مرتبہ (قل ھو اللہ احد) پڑھ کر اس کا ثواب فوت شدہ لوگوں کی ارواح کو پہنچائے، اس شخص کو اللہ تعالیٰ اتنا اجر عطا فرمائے گا جتنی فوت شدہ لوگوں کی تعداد ہے۔ (کنز العمال: ۴۲۵۹۶: جلد ۱۵: ص ۶۵۵، جمع الجوامع: حدیث نمبر ۲۳۱۵۲) علامہ عینی لکھتے ہیں: تلاوت قرآن کے ایصال ثواب میں لوگ اختلاف کرتے ہیں مگر امام ابو حنیفہ اور امام احمد اس حدیث کی روشنی میں تلاوت قرآن کے ایصال ثواب کے قائل ہیں۔ (عمدۃ القاری: جلد ۳: ص ۱۱۸: زیر حدیث نمبر ۲۱۶)

۲۔ ابو القاسم سعد بن علی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو، پھر سورہ فاتحہ، قل شریف اور الھاکم التکاثر پڑھے، پھر یہ کہے کہ الٰہی! میں نے تیرے کلام سے جو پڑھا ہے اس کا ثواب اس مقبرہ کے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بخشتا ہوں، تو وہ اہل قبور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی شفاعت کریں گے۔ (تفسیر مظہری: سورہ نجم: زیر آیت نمبر ۳۹)

۳۔ شرح اللباب میں ہے: جتنا پڑھ سکے قرآن حکیم پڑھے مثلاً سورہ فاتحہ پڑھے، سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات المفلحون تک پڑھے، سورہ اخلاص پڑھے سات بار یا تین بار، پھر ان الفاظ میں دعا کرے: اے اللہ تعالیٰ! جو قرآن حکیم ہم نے پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں میت کو یا ان سب کو پہنچا۔

(ردالمحتار: باب صلاۃ الجنازۃ: مطلب فی زیارۃ القبور: جلد ۲: ص ۲۴۳)

Marfat.com

وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ۴۰۔ اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دکھادی جائے گی۔[۳۰]

۴۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی تحذیر الناس میں لکھتے ہیں: حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہوگیا، آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں، حضرت جنید نے ایک لاکھ پچہتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا، یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے، اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کی اطلاع نہ کی، مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے، آپ نے پھر سبب پوچھا: اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں، سو آپ نے اس پر یہ فرمایا: اس جوان کی کشف کی صحت تو مجھ کو اس حدیث سے معلوم ہوئی اور اس حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی۔ (تفسیر تبیان القرآن: سورہ نجم: زیر آیت نمبر ۳۹)

۵۔ حضرت شاہ عبدالعزیز اپنے فتاویٰ عزیزیہ میں لکھتے ہیں: اگر مالیدہ اور دودھ کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کے ارادے سے پکا کر کھلائیں تو جائز ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں ۔۔۔ اگر کسی بزرگ کے نام فاتحہ دی گئی تو مالداروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے ۔۔۔ وہ کھانا جس کا ثواب حسنین کریمین کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ، قل شریف اور درود شریف پڑھا جائے وہ تبرک ہوجاتا ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن: سورہ نحل: زیر آیت نمبر ۱۱۵)

۶۔ شاہ اسماعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں لکھا ہے: طالب کو چاہیے کہ وضو کرے اور نماز کے طریقہ پر دو زانو بیٹھے اور اس طریقہ کے اکابر یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہما کے نام کی فاتحہ پڑھے اور پھر درگاہ الٰہی میں ان بزرگوں کے وسیلہ سے التجا کرے اور انتہائی عجز و نیاز اور کمال تضرع وزاری کے ساتھ اپنے حل مشکلات کی دعا کر کے دوضربی ذکر شروع کرے۔ (تفسیر ضیاء القرآن: سورہ نحل: زیر آیت نمبر ۱۱۵)

[۳۰] دنیا میں خواہ انسان چھپ کر عمل کرے یا اعلانیہ، آخرت میں اس کے سارے اعمال ظاہر کر دیئے جائیں گے جن کو سب لوگ دیکھ لیں گے اور پھر ان اعمال کے مطابق ہر انسان کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

روز محشر اعمال دکھانے میں کیا حکمت ہے؟

آج عدالت میں اگر کسی ملزم کے خلاف کوئی تحریر یا گواہ پیش کیا جائے تو ملزم اس تحریر اور گواہی کو جھوٹا قرار دے سکتا ہے لیکن اگر عدالت میں ویڈیو فلم دکھادی جائے جس میں وہ جرم کرتا ہوا نظر آجائے تو پھر کوئی ملزم اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ اسی طرح قیامت کے دن اگر کوئی ملزم اعمال نامہ کی تحریر اور ہاتھ پاؤں کی گواہی کو مسترد کردے تو حجت قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی ویڈیو فلم چلادے گا جس میں اس کے سارے کرتوت سب کو نظر آجائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

(قرآن: ۹۹: ۷۔۸)

دنیا کا ویڈیو کیمرہ روشنی اور بیٹری کا محتاج ہے مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ویڈیو کیمرہ اتنا طاقتور اور باریک بین ہے کہ وہ

Marfat.com

ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ | ۴۱۔ پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ | ۴۲۔ اور یہ کہ (بالآخر سب کو) آپ کے رب ہی کی طرف پہنچنا ہے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾ | ۴۳۔ اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔[۳۱]

وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾ | ۴۴۔ اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور وہی زندہ کرتا ہے۔

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ | ۴۵۔ اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ دو قسموں کو پیدا کیا۔

مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ | ۴۶۔ نطفہ سے جب وہ (رحم مادہ میں) ٹپکایا جاتا ہے۔[۳۲]

وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ | ۴۷۔ اور یہ کہ دوسری بار پیدا کرنا اسی کے ذمہ ہے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾ | ۴۸۔ اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور مفلس بناتا ہے۔[۳۳]

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ | ۴۹۔ اور یہ کہ وہی شعریٰ (ستارے) کا رب ہے۔[۳۴]

روشنی اور بیٹری کا محتاج نہیں اور لطف یہ ہے کہ وہ صرف ظاہری اعمال نہیں بلکہ دل کے ارادوں کی بھی فلم بنا رہا ہے اور قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو قدرت کا یہ ویڈیو کیمرہ انسانی زندگی کے سارے احوال کی فلم چلا دے گا۔

[۳۱] بالآخر سب لوگوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی کے پاس پہنچنا ہے کوئی شخص کہیں چھپ نہیں سکے گا۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے نعمت دے کر ہنساتا ہے اور جس کو چاہتا ہے آزمائش میں مبتلا کر کے رلاتا ہے۔ یعنی خوشی ہو یا غمی، زندگی ہو یا موت، سب کے اسباب کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔ سو جو پہلی بار انسان اور اس کے اسباب کو پیدا کر سکتا ہے وہ دوسری بار بھی پیدا کر سکتا ہے۔ وہ قادر مطلق ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

[۳۲] جس اللہ تعالیٰ نے پانی کے ایک معمولی سے قطرے سے عظیم الشان انسان کو پیدا فرمایا اور پھر اسی قطرہ سے بعض کو نر اور بعض کو مادہ بنایا، اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ اس جیسے انسان کو قیامت کے دن دوبارہ پیدا کر دے۔

[۳۳] اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کا خالق اور ان کے خزانوں کا مالک ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے غنی کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے فقیر بنا دیتا ہے، مگر اس کے پس منظر میں کیا حکمت ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کیونکہ وہ سب سے بڑا حکیم ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

[۳۴] اگرچہ اللہ تعالیٰ تمام ستاروں کا رب ہے مگر شعریٰ (ستارے) کا نام اس لئے ذکر کیا کیونکہ عرب کے بعض قبائل اس کی پرستش کرتے

Marfat.com

وَاَنَّهٗۤ اَهۡلَكَ عَادَا۟ اۨلۡاُوۡلٰى ۝۵۰	۵۰۔ اور یہ کہ اسی نے عاداول کو ہلاک کیا۔
وَثَمُوۡدَا۟ فَمَاۤ اَبۡقٰى ۝۵۱	۵۱۔ اور ثمود میں سے بھی کسی کو باقی نہ چھوڑا۔
وَقَوۡمَ نُوۡحٍ مِّنۡ قَبۡلُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا هُمۡ اَظۡلَمَ وَاَطۡغٰى ۝۵۲	۵۲۔ اوران سے پہلے قوم نوح کو (بھی ہلاک کیا)، بے شک وہ بڑے ظالم اور سرکش تھے۔[۳۵]
وَالۡمُؤۡتَفِكَةَ اَهۡوٰى ۝۵۳	۵۳۔ اور (قوم لوط کی) الٹی ہوئی بستی کو بھی اسی نے نیچے پٹخ دیا۔[۳۶]
فَغَشّٰٮهَا مَا غَشّٰى ۝۵۴	۵۴۔ پھران پر چھا گیا جو چھا گیا۔
فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ۝۵۵	۵۵۔ پس (اے انسان!) تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں میں شک کرے گا۔[۳۷]
هٰذَا نَذِيۡرٌ مِّنَ النُّذُرِ الۡاُوۡلٰى ۝۵۶	۵۶۔ یہ (رسول مکرم ﷺ بھی) پہلے ڈرسنانے والوں کی طرح ایک ڈرسنانے والے ہیں۔[۳۸]

تھے۔ان مشرکین کو یہ بتانا مقصود ہے کہ دیگر ستاروں کی طرح شعریٰ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے لہٰذا وہ عبادت کے قابل نہیں ہے۔

[۳۵] جو قومیں سرکشی اور زیادتی کی انتہا کو پہنچ جاتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ان کی سرکشی کی وجہ سے ہلاک کر دیتا ہے۔جیسا کہ اس نے قوم عاد، قوم ثمود اور قوم نوح کو تباہ و برباد کر دیا۔

[۳۶] حضرت جبریل امین علیہ السلام نے قوم لوط کی بستی کو فضا میں بلند کیا اور الٹا کر کے اسے زمین پر پٹخ دیا۔ پھر ان پر پتھروں کی بارش برسائی جس سے وہ تباہ و برباد ہو گئے۔

[۳۷] انسان چاروں اطراف سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں گھرا ہوا ہے اور ہر نعمت میں اس کی قدرت کی اتنی نشانیاں جلوہ گر ہیں کہ انسان اگر ان میں غور وفکر کرے تو وہ کسی نعمت کا انکار نہیں کر سکتا، بلکہ اس کا دل پکار اٹھے گا کہ اللہ تعالیٰ واقعی بہت بڑا مہربان ہے جس نے انسان کو اتنی نعمتوں سے نوازا ہے کہ انسان ان کو شمار بھی نہیں کر سکتا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم ان کا شمار نہیں کر سکتے۔ (قرآن: ۱۴:۳۴)

[۳۸] کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مبعوث ہونا اور قرآن مجید کا نازل ہونا یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ جس

Marfat.com

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۚ﴿۵۷﴾ — ۵۷۔ آنے والی (قیامت کی گھڑی) قریب آ گئی ہے۔

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۗ﴿۵۸﴾ — ۵۸۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی ظاہر کرنے والا نہیں ہے۔[۳۹]

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۙ﴿۵۹﴾ — ۵۹۔ پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو۔

وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۙ﴿۶۰﴾ — ۶۰۔ اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔[۴۰]

وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ — ۶۱۔ اور تم کھیل کود میں پڑے ہو۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۩﴿۶۲﴾ — ۶۲۔ پس اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرو اور (اس کی) عبادت کرو۔[۴۱]

طرح پہلے انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قوموں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کے لئے تشریف لائے اسی طرح اب آخری نبی کی حیثیت سے حضرت محمد ﷺ تشریف لائے ہیں، ان کی پیروی کر کے اپنے رب تعالیٰ کو راضی کر لو ورنہ اس کا عذاب بڑا سخت ہو گا۔

[۳۹] قیامت کو ظاہر کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ جب چاہے گا قیامت کو قائم کر دے گا البتہ ہر لمحہ قیامت کی گھڑی قریب آتی جا رہی ہے۔ دراصل موت بھی ایک قیامت ہے جو ہر سانس کے ساتھ قریب سے قریب تر ہو رہی ہے، نامعلوم کس لمحے اچانک زندگی کا چراغ گل ہو جائے۔ لہٰذا اس مہلت سے بھرپور استفادہ کرو تاکہ کل کو پچھتانا نہ پڑے۔

[۴۰] کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت معجزہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ تم اپنی گمراہی پر اشک ندامت بہاتے اور قرآن مجید کی ہدایت کو قبول کر لیتے مگر تم ہنستے ہو، اس کا مذاق اڑاتے ہو اور کھیل کود میں شور مچاتے ہو تاکہ لوگ قرآن مجید کا معجزانہ کلام نہ سن سکیں۔

[۴۱] آخر میں مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ مشرکین اگر اپنی حماقت اور جہالت کے باعث قرآن مجید کا مذاق اڑاتے ہیں تو تم ان کی پرواہ نہ کرو بلکہ اپنے معبود حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ۔ چنانچہ جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سجدہ کیا تو اس مجلس میں موجود کفار نے بھی سجدہ کر دیا۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک اس آیت کو تلاوت کرنے والے اور سننے والے پر سجدہ کرنا واجب ہے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سورہ نجم پڑھی اور اس میں سجدہ کیا۔ اس وقت وہاں پر جتنے بھی لوگ موجود تھے سب نے سجدہ کیا سوائے ایک شخص کے۔ اس نے کچھ کنکریاں یا مٹی اٹھا کر اپنے چہرے کی طرف

Marfat.com

بلند کی اور کہا: مجھے یہ کافی ہے۔ کچھ عرصہ بعد میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

(بخاری: ۱۰۷۰: کتاب سجود القرآن: باب ۴)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم کا سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں اور جن وانس نے بھی سجدہ کیا۔ (بخاری: ۱۰۷۱: کتاب سجود القرآن: باب ۵)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از عشاء بروز پیر ۲۳ راگست ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۲ رمضان ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۱۵ تا ۲۳ راگست یعنی صرف آٹھ دنوں میں سورہ نجم کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ القمر (۵۴)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''قمر'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مضامین کا خلاصہ

☆ اس سورت کے آغاز میں شق قمر کے معجزہ کا ذکر ہے جس کو دیکھنے کے بعد بھی کفار مکہ نے اسلام قبول نہ کیا اور کہنے لگے: یہ تو بڑا زبردست جادوگر ہے۔ صرف زمین نہیں اس کا اثر تو آسمان تک بھی پہنچ گیا ہے۔

☆ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جس طرح چاند کا کرہ پھٹ سکتا ہے اسی طرح وہ دن بھی قریب آ رہا ہے جس میں زمین و آسمان بھی پھٹ جائیں گے اور قیامت قائم ہو جائے گی۔

☆ کسی چیز کے مشاہدہ کے بعد اگرچہ اس کا انکار مشکل ہو جاتا ہے مگر یہ لوگ اپنی خواہشات میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ وہ شق قمر کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ ان کی آنکھیں اس وقت کھلیں گی جب وہ قبروں سے اٹھیں گے اور روز قیامت کی ہولناکی میں پریشان ہوں گے۔

☆ اس میں چند گزشتہ اقوام کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کی اور پھر انہیں دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑا، لہٰذا کفار مکہ کو چاہیے کہ وہ گزشتہ قوموں سے عبرت حاصل کریں اور قرآن مجید کی نصیحت قبول کریں ورنہ وہ بھی دردناک عذاب کا شکار ہو سکتے ہیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعۃ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز بدھ ۲۵ راگست ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۴ رمضان ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

(ایاتها ۵۵) (۵۴ سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَکِّیَّۃٌ ۳۷) (رکوعاتها ۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① ا۔ قیامت قریب آ گئی [۱] اور چاند شق ہو گیا۔ [۲]

[۱] ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ قیامت آئے گی، لہٰذا پہلی امتوں کی بہ نسبت اب قیامت زیادہ قریب ہے۔ ویسے بھی ہر آنے والی چیز ہر لحظہ قریب سے قریب تر ہوتی ہے۔ درج ذیل احادیث بھی قربِ قیامت کی نشاندہی کرتی ہیں:

☆ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میری بعثت اور قیامت یوں ملی ہوئی ہیں اور آپ نے اپنی دو انگلیوں یعنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ (مجمع الزوائد: جلد ۱۰: ص ۳۱۱)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گزشتہ امتوں کے مقابلہ میں تمہاری مدت اتنی ہے جیسے عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کا وقت ہے۔ (المعجم الاوسط: ۴۹۸: جلد اول: ص ۳۰۴) اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کا زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اور جو باقی ہے وہ تھوڑا ہے۔

[۲] اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ مشرکین مکہ اکٹھے ہو کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر دکھائیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا: اگر میں نے ایسا کر دیا تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، اور وہ چاند کی چودھویں رات تھی، پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ سے عرض کی کہ کفار نے جس معجزہ کا مطالبہ کیا ہے اسے ظاہر کرنے کی قوت دی جائے۔ چنانچہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کا ایک نصف ابوقبیس پہاڑ پر تھا اور دوسرا نصف قُعَیقِعَان پہاڑ پر تھا حتیٰ کہ چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان انہوں نے حرا پہاڑ کو دیکھا۔ نبی کریم ﷺ اس وقت مشرکین کا نام لے لے کر فرما رہے تھے: اے فلاں! اے فلاں! اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور گواہ ہو جاؤ کہ تمہاری فرمائش پوری ہو گئی۔ اس پر مشرکین کہنے لگے: محمد (ﷺ) نے ہم پر جادو کر دیا ہے لیکن وہ سب لوگوں پر جادو نہیں کر سکتا۔ ابوجہل نے کہا: صبر کرو ہم مسافروں اور دیہات والوں کا انتظار کرتے ہیں، اگر انہوں نے بھی شق قمر کی تصدیق کی تو پھر محمد (ﷺ) کی بات صحیح ہے وگرنہ اس نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ جب مسافر اور دیہاتی لوگوں نے مکہ میں آ کر شق قمر کو دیکھنے کی گواہی دی تو ابوجہل اور مشرکین کہنے لگے: یہ تو جادو ہے جو ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدائی دو آیات نازل فرمائیں۔ (تفسیر قرطبی، صفوۃ التفاسیر، دلائل النبوۃ: الاصبہانی: حدیث نمبر ۲۰۹: جلد اول: ص ۳۶۸) اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جس طرح چاند کا کرہ پھٹ سکتا ہے اسی طرح وہ دن بھی قریب آ رہا ہے جس میں زمین و آسمان بھی پھٹ جائیں گے اور قیامت قائم ہو جائے گی۔

Marfat.com

وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَ یَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾

۲۔ اور اگر (کفار) کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو بڑا زبردست جادو ہے۔ [۳]

وَ كَذَّبُوْا وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾

۳۔ اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی اور ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ [۴]

وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِیْهِ مُزْدَجَرٌ ﴿۴﴾

۴۔ اور بے شک ان کے پاس (پہلی قوموں کی) ایسی خبریں آ چکی ہیں جن میں بڑی عبرت ہے۔ [۵]

شق قمر کا معجزہ ہجرت سے پانچ سال پہلے وقوع پذیر ہوا۔ اس کے متعلق چند احادیث ملاحظہ کریں:

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم گواہ ہو جاؤ۔ (بخاری: ۳۶۳۶: کتاب المناقب: باب ۲۷)

☆ حضرت انس بن مالک ﷛ بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو پھر آپ نے انہیں شق قمر کا معجزہ دکھایا۔ (بخاری: ۳۶۳۷: کتاب المناقب: باب ۲۷)

☆ حضرت جبیر بن مطعم ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا حتیٰ کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کی ایک طرف تھا اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کی دوسری طرف تھا۔ لوگوں نے کہا: محمد (ﷺ) نے ہم پر جادو کر دیا، پھر ان میں سے بعض نے کہا: اگر انہوں نے ہم پر جادو کیا ہے تو وہ سب لوگوں پر تو جادو نہیں کر سکتے۔

(ترمذی: ۳۲۸۹: ابواب تفسیر القرآن: باب ۵۴)

[۳] کفار مکہ کی ہٹ دھرمی کا اندازہ کریں کہ انہوں نے خود ہی شق قمر کا مطالبہ کیا اور وعدہ کیا کہ اگر شق قمر ہو گیا تو وہ ایمان لے آئیں گے لیکن جب یہ معجزہ رونما ہو گیا تو وہ اپنے وعدہ سے منحرف ہو گئے اور کہنے لگے: یہ تو بڑا زبردست جادو ہے۔ اس کا اثر تو آسمان تک پہنچ گیا ہے، مگر گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس طرح کے جادو پہلے لوگ بھی کیا کرتے تھے اور جس طرح پہلے جادو گزر گئے ہیں اسی طرح ایک دن یہ بھی گزر جائیں گے اور پھر قصہ پارینہ بن جائیں گے۔

[۴] شق قمر کا عظیم معجزہ دیکھنے کے بعد بھی مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ کو جھٹلایا اور قیامت کی تکذیب کی۔ اس تکذیب کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ ان کی ہٹ دھرمی اور خواہش پرستی ہے جو قبول حق کے راستہ میں رکاوٹ ہے۔ اس آیت میں مشرکین کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور انہیں اس تکذیب کی سزا ملے گی مگر اس کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آ گیا تو پھر ان کو کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی۔

[۵] مشرکین مکہ کے پاس گزشتہ قوموں کی ایسی خبریں آ چکی ہیں کہ جب انہوں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کی

Marfat.com

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝۵

۵۔ (وہ خبریں) سراسر حکمت ہیں، لیکن ڈرانے نے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔[۶]

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝۶

۶۔ سو آپ ان سے رخ انور پھیر لیں، جس دن بلانے والا (فرشتہ انہیں) ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔[۷]

خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۝۷

۷۔ وہ اپنی آنکھیں جھکائے ہوئے قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا کہ وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔[۸]

مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝۸

۸۔ وہ بلانے والے کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے، کفار کہتے ہوں گے: یہ بڑا سخت دن ہے۔[۹]

تو ان پر عذاب نازل ہوا۔ ان خبروں میں بڑی عبرت اور نصیحت کی باتیں ہیں جو انہیں سختی سے منع کرتی ہیں کہ وہ تباہی و بربادی کے راستہ کو چھوڑ دیں۔

[۶] قرآن مجید نے پہلی قوموں کی جو ہلاکت انگیز خبریں بیان کی ہیں ان میں بڑی حکمت اور دانائی ہے۔ اگر مشرکین مکہ عقل سے کام لیں اور ان میں غور و فکر کریں تو وہ اپنے برے انجام سے بچ سکتے ہیں لیکن چونکہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں اندھے ہو چکے ہیں اور قرآن مجید کا پیغام غور سے نہیں سنتے اس لئے ڈرانے نے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

[۷] اے میرے پیارے نبی! جو لوگ شق قمر کا معجزہ دیکھنے اور آپ کی علم و حکمت سے لبریز تبلیغ کے باوجود ایمان نہیں لائے اور اپنی ہٹ دھرمی سے چمٹے ہوئے ہیں آپ ان کے بارے میں کبیدہ خاطر نہ ہوں، ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ ان کو ہوش اس وقت آئے گا جب وہ قبروں سے اٹھیں گے اور اپنی آنکھوں سے قیامت کو دیکھ لیں گے۔ قیامت ان کے لئے انتہائی مکروہ اور ناگوار ہوگی کیونکہ ایک تو وہ قیامت کے منکر تھے اور دوسرا اب انہیں قیامت کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

[۸] جب ٹڈیوں کا لشکر کسی علاقہ میں جاتا ہے تو وہاں کی صاف زمین اور فصلوں پر ہر طرف ٹڈیاں ہی نظر آتی ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن زمین بالکل صاف اور خالی ہوگی مگر جب لوگ قبروں سے نکلیں گے تو ٹڈیوں کی طرح ہر طرف انسان ہی انسان نظر آئیں گے اور قیامت کی ہولناکی کی وجہ سے ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

[۹] انسان جب قبروں سے نکلیں گے تو ان پر وحشت طاری ہوگی اور وہ پروانوں کی طرح منتشر ہوں گے، پھر جونہی انہیں میزان عدل کی طرف بلایا جائے گا تو وہ گھبراہٹ کے عالم میں بلانے والے کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے۔ اس دن کفار گھبرا کر کہیں گے: یہ تو بڑا سخت اور ہولناک دن ہے۔ کاش! وہ دنیا میں سمجھ لیتے کہ وہ خوفناک دن ضرور آئے گا تو اس دن انہیں پچھتانا نہ پڑتا۔

Marfat.com

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ ⑨

۹۔ ان سے پہلے قوم نوح نے تکذیب کی، یعنی انہوں نے ہمارے بندے (نوح علیہ السلام) کو جھٹلایا اور کہا: یہ دیوانہ ہے اور ان کو جھڑکا بھی گیا۔[۱۰]

فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ⑩

۱۰۔ سو نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں عاجز آ گیا ہوں، پس تو (ان سے) انتقام لے۔[۱۱]

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ ⑪

۱۱۔ پھر ہم نے موسلا دھار بارش کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیئے۔

وَّفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ⑫

۱۲۔ اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیئے، پھر (زمین و آسمان کا) پانی ایک ہی مقصد کے لئے جمع ہو گیا جو پہلے سے مقرر ہو چکا تھا۔[۱۲]

---

[۱۰] آنے والی آیات میں گزشتہ اقوام کی سرکشی اور ان کی تباہی و بربادی کا ذکر ہے۔ ان واقعات میں ایک طرف مشرکین کے لئے درس عبرت ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے یعنی اے میرے پیارے نبی! مشرکین مکہ کی مخالفت کوئی نئی چیز نہیں ہے، ان سے پہلے قوم نوح نے ہمارے پیارے بندے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا اور انہیں صرف دیوانہ ہی نہیں کہا بلکہ انہیں جھڑکا اور دھمکیاں بھی دیں، جیسا کہ سورہ شعراء میں ہے: {انہوں نے کہا: اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں ضرور سنگسار کر دیا جائے گا} (قرآن: ۲۶:۱۱۶)

[۱۱] قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے یہاں مجاہد کا ایک قول نقل کیا ہے: بعض اوقات کچھ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کو پکڑ کر ان کا گلا گھونٹ دیتے یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو جاتے، پھر جب انہیں ہوش آتا تو اپنی قوم کے لئے اس طرح دعا کرتے: یا اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے وہ ناواقف ہیں۔ (تفسیر مظہری: سورہ قمر (۵۴): زیر آیت نمبر ۹) ساڑھے نو سو سال قوم کی ایذاؤں کا جواب دعاؤں سے دیتے رہے مگر جب انہوں نے آپ کو سنگسار کرنے کی دھمکی دی اور حضرت نوح علیہ السلام نے محسوس کر لیا کہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں تو آپ علیہ السلام نے دعا کی جس کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے: {سو نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں عاجز آ گیا ہوں، پس تو (ان سے) انتقام لے۔} (قرآن: ۵۴:۱۰) اور دوسری جگہ اس دعا کو اس طرح بیان کیا گیا ہے: {اور نوح علیہ السلام نے دعا کی: اے میرے رب! روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو رہنے والا باقی نہ چھوڑ، بے شک اگر تو ان کو چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ صرف بدکار کافروں کو ہی جنم دیں گے} (قرآن: ۷۱:۲۶-۲۷)

[۱۲] اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کے لئے پانی کا عذاب مقدر کر رکھا تھا۔ چنانچہ جب انہیں سزا دینے کا وقت آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور ہم نے نوح علیہ السلام کو تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا۔

تَجْرِىْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی، [۱۳] یہ انتقام تھا اس شخص (نوح علیہ السلام) کی خاطر جس کا انکار کیا گیا تھا۔ [۱۴]

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور بے شک ہم نے اس (واقعہ) کو بطور نشانی باقی رکھا، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ [۱۵]

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ سو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ [۱۶]

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

۱۷۔ اور بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا

آسمان سے موسلا دھار بارش شروع کر دی جو رکنے کا نام نہیں لیتی تھی اور زمین سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے حتیٰ کہ آگ کے تنوروں سے بھی پانی ابلنے لگا، پھر آسمان و زمین کے پانی نے مل کر اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنایا جو قوم نوح کے لئے مقرر ہو چکا تھا یعنی اس پانی نے طوفان بن کر ان کو غرق کر دیا۔

[۱۳] حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تختوں اور کیلوں سے جو کشتی بنائی تھی آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس میں سوار ہو گئے۔ طوفان نوح اتنا شدید تھا کہ اس میں ہر چیز غرق ہوتی جا رہی تھی مگر یہ کشتی اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی میں اپنی منزل کی طرف چل رہی تھی اور اس کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔

[۱۴] اس طوفان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے انتقام لیا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی یعنی حضرت نوح علیہ السلام کا انکار کیا، ان کی تعلیمات کا مذاق اڑایا اور ان کو جسمانی اذیت پہنچائی حتیٰ کہ انہیں سنگسار کرنے کی دھمکی دی۔

[۱۵] طوفان نوح میں سب لوگوں کا غرق ہو جانا اور کشتی کے ذریعہ صرف چند لوگوں کا بچ جانا انسانی تاریخ کا ایک غیر معمولی واقعہ تھا، اس لئے جو لوگ بچ گئے تھے وہ نسل در نسل اس طوفان اور کشتی کا واقعہ بیان کرتے رہے جو آج تک باقی ہے، بلکہ وہ کشتی بھی عرصہ دراز تک باقی رہی تاکہ لوگ اس طوفان اور کشتی کے واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی نصیحت کو قبول کریں۔

[۱۶] یعنی میرے رسول تمہیں جس عذاب سے ڈراتے تھے وہ اپنے وقت مقرر پر ضرور آتا ہے، جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کو کیسے پانی میں غرق کر دیا اور فرمانبرداروں کو کیسے کشتی کے ذریعہ بچا لیا۔

Marfat.com

مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ ہے، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟[۱۷]

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ ۱۸۔ عاد نے بھی (اپنے نبی علیہ السلام کو) جھٹلایا تھا، سو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ ۱۹۔ بے شک ہم نے ایک دائمی نحوست کے دن میں ان پر ایک تند و تیز آندھی بھیجی۔[۱۸]

---

[۱۷] نصیحت حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید بہت آسان ہے۔ اس میں اچھے کاموں کی جزا اور برے کاموں کی سزا کو بڑی آسان مثالوں سے بیان کیا گیا ہے، معمولی عقل والا آدمی بھی اگر ان مثالوں میں غور کرے تو آسانی سے نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ابھی طوفان کی مثال گزری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اچھے لوگوں کو بچالیا اور برے لوگوں کو غرق کر دیا۔

لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن مجید سے احکام کا استنباط بھی آسان ہے بلکہ وہ ایک مستقل اور مشکل فن ہے، اس کے لئے بہت علم اور وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے۔

اس آیت کا ایک ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کو حفظ کرنا آسان ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ عالم اسلام کے ہر کونے میں ہزاروں حافظ آج بھی موجود ہیں حتیٰ کہ دس سال سے کم عمر کے بچے بھی پورا قرآن مجید اس طرح حفظ کر لیتے ہیں کہ ایک زبر اور زیر کا بھی فرق نہیں آتا۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ پنڈت رام چند حضرت صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی کے پاس گیا اور کہنے لگا: مجھے تمہارے ''قرآن'' کے چودہ پارے حفظ ہیں، تم بتاؤ تمہیں ہمارا ''وید'' کتنا حفظ ہے؟ حضرت نے کہا: دوبارہ یہ بات نہ کہنا ورنہ بہت ذلیل ہوگے۔ اس نے کہا: تم باتیں نہ بناؤ، اگر 'وید' یاد ہے تو سناؤ۔ حضرت نے فرمایا: یہ تو میرے ''قرآن'' کا کمال اور اعجاز ہے کہ دشمن کے سینہ میں بھی چلا گیا اور یہ تمہارے ''وید'' کا نقص ہے کہ تمہیں خود بھی 'وید' اتنا حفظ نہیں جتنا تمہیں ''قرآن'' حفظ ہے۔ یہ جواب سن کر پنڈت مبہوت ہو کر چلا گیا۔ اسی طرح تورات، زبور اور انجیل آسمانی کتابیں ہیں لیکن دنیا میں ان میں سے کسی آسمانی کتاب کا کوئی حافظ نہیں ہے اور یہ صرف قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ دنیا کے ہر ملک میں اس کے بے شمار حافظ موجود ہیں۔ (تفسیر تبیان القرآن: جلد ۱۱: ص ۵۸۵)

[۱۸] حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم عاد کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا مگر انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر تند و تیز آندھی کا عذاب بھیجا۔ علامہ خازن لکھتے ہیں: وہ بدھ کا دن تھا۔ (تفسیر الخازن) جو ان کے حق میں مسلسل نحوست والا دن ثابت ہوا۔

کوئی دن یا رات اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے۔ اس آیت میں منحوس دن سے مراد یہ ہے کہ اس میں چونکہ قوم عاد پر

Marfat.com

تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝۲۰

۲۰۔ جو لوگوں کو اٹھا کر اس طرح پٹختی تھی جیسے وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں۔[۱۹]

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝۲۱

۲۱۔ سو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۲۲ ع

۲۲۔ اور بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟[۲۰]

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ۝۲۳

۲۳۔ ثمود نے بھی ڈرسنانے والوں (یعنی رسولوں) کو جھٹلایا۔

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝۲۴

۲۴۔ اور کہنے لگے: ایک اکیلا بشر جو ہم ہی میں سے ہے کیا ہم اس کی پیروی کریں؟ تب تو ہم یقیناً گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔[۲۱]

عذاب نازل ہوا تھا اس بنا پر وہ دن ان کے حق میں منحوس تھا، اور عذاب کی وجہ دن نہیں تھا بلکہ ان کی سرکشی اور نافرمانی تھی۔ اگر وہ دن بذات خود منحوس ہوتا تو اس دن میں قوم عاد کے علاوہ دوسری قوموں پر بھی عذاب نازل ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا، اور قوم عاد پر ہر بدھ کو ہفتہ وار عذاب نازل ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔

[۱۹] قوم عاد کے لوگ بڑے دراز قد اور طاقتور تھے، اس لئے وہ اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ عقل کے ناخن لو، جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں طاقتور بنایا ہے وہ خود تم سے زیادہ طاقتور ہے، لیکن جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مسلسل انکار کرتے رہے تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت آندھی بھیجی جو انہیں فضا میں بلند کر کے اس زور سے زمین پر پٹخ دیتی کہ ان کے سر ان کے جسم سے الگ ہو جاتے یہاں تک کہ ان کے لاشے کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح زمین پر بکھرے پڑے تھے۔

[۲۰] یہ آیت گزر چکی ہے، لہٰذا حاشیہ نمبر ۱۷ میں اس کی تفسیر ملاحظہ کرلیں۔

[۲۱] قوم ثمود نے بھی اپنے نبی یعنی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور وجہ یہ بیان کی کہ یہ ہماری طرح بشر ہے، اور پھر اکیلا ہے اس کے ساتھ کوئی جماعت بھی نہیں ہے۔ اب اگر ہم اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ کر ایک ایسے شخص کی پیروی اختیار کریں جس کو حسب ونسب اور کسی اعتبار سے بھی ہم پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے تو پھر ہم صرف گمراہ ہی نہیں بلکہ دیوانہ قرار پائیں گے کیونکہ ہماری قوم کا کوئی عقل مند انسان ہمارے اس اقدام کی تصدیق نہیں کرے گا۔

Marfat.com

ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾	۲۵۔ کیا ہم سب میں سے صرف اسی پر وحی اتاری گئی ہے؟ بلکہ وہ بڑا جھوٹا (اور) متکبر ہے۔[۲۲]
سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾	۲۶۔ عنقریب کل انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا (اور) متکبر ہے؟[۲۳]
اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾	۲۷۔ بے شک ہم ان کی آزمائش کے لئے ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں، پس (اے صالح علیہ السلام!) آپ ان (کے انجام) کا انتظار کریں اور صبر کریں۔[۲۴]
وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾	۲۸۔ اور انہیں آگاہ کر دیں کہ ان کے (اور اونٹنی کے) درمیان پانی تقسیم کر دیا گیا ہے، ہر ایک اپنے پانی کی باری پر حاضر ہوگا۔[۲۵]

[۲۲] پھر حقارت اور مذاق کے طور پر کہنے لگے: کیا ہم میں سے صرف یہی اس قابل تھا کہ اس پر وحی نازل کی جاتی حالانکہ ہمارے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو اس سے بہتر ہیں اور وحی کے زیادہ مستحق ہیں۔ دراصل اس پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ جھوٹا ہے اور اس دعویٰ کے ذریعہ ہم میں بڑا بننا چاہتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

[۲۳] آج تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نبی کو جھوٹا اور متکبر کہتے ہیں مگر عنقریب کل یعنی موت کے وقت یا قیامت کے دن جب انہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب دکھائی دے گا تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا اور متکبر ہے؟ یعنی اس وقت انہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ خود ہی جھوٹے اور متکبر تھے اور پچھتائیں گے کہ کاش! وہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی تکذیب نہ کرتے مگر اس وقت کا پچھتانا انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

[۲۴] قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا: اگر آپ اس چٹان سے زندہ اونٹنی نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے صالح علیہ السلام! ہم ان کی آزمائش کے لئے اونٹنی بھیجنے والے ہیں، پس آپ ان کی ایذا رسانی پر صبر کریں اور انتظار کریں کہ وہ آپ کے اس معجزہ کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں یا نہیں لاتے۔

[۲۵] حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قوم کو آگاہ کر دیا کہ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیئے گی اور دوسرے دن قوم ثمود یعنی ہر ایک فریق اپنی باری والے دن پانی پیئے گا اور دوسرے کی باری میں مداخلت نہیں کرے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس دن ثمود پانی پیتے تھے اس دن اونٹنی بالکل نہیں پیتی تھی بلکہ ان کو اپنا دودھ پلاتی

Marfat.com

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ پھر انہوں نے اپنے ایک ساتھی (قدار بن سالف) کو بلایا تو اس نے (اونٹنی پر) وار کیا اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔[۲۶]

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ پھر میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ بے شک ہم نے ان پر ایک ہولناک چیخ بھیجی تو وہ روندی ہوئی باڑ کی طرح (ہلاک) ہو گئے۔[۲۷]

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟[۲۸]

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ قوم لوط نے بھی ڈرسنانے والوں (یعنی رسولوں) کو جھٹلایا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی آندھی بھیجی سوائے آل لوط کے، ہم نے ان کو سحری کے وقت بچا لیا۔[۲۹]

تھی (جس سے سارے لوگ سیر ہو جاتے تھے) اور وہ بہت عیش و آرام میں تھے اور جس دن اونٹنی کی باری ہوتی تھی تو وہ سارا پانی پی جاتی تھی اور ان کے لئے پانی کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں چھوڑتی تھی۔

(تفسیر قرطبی: سورہ قمر (۵۴): زیر آیت نمبر ۲۸)

[۲۶] یہ اونٹنی ان کے لئے بڑی نعمت تھی۔ وہ ایک دن پانی پیتے اور دوسرے دن مفت میں اس اونٹنی کا دودھ پیتے مگر انہوں نے اس نعمت کی ناقدری کی اور ایک دن اپنے ایک احمق ساتھی کو تیار کیا تاکہ وہ اس اونٹنی کو مار ڈالے، اور اس نے اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ کر اسے مار ڈالا۔

[۲۷] حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تھا کہ اگر تم نے اس اونٹنی کو تکلیف پہنچائی تو تم پر دردناک عذاب نازل ہوگا۔ چنانچہ جب انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا تو ان پر ہولناک چیخ کا عذاب آیا کہ وہ روندی ہوئی باڑ اور گھاس کی طرح اوندھے منہ مرے پڑے تھے۔

[۲۸] اس آیت کی تفسیر حاشیہ نمبر ۱۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

[۲۹] قوم لوط نے بھی اپنے نبی یعنی حضرت لوط علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اس کی سزا کے طور پر قوم لوط کی ساری بستیاں تہ و بالا کر دی گئیں،

Marfat.com

نِّعۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِىۡ مَنۡ شَكَرَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ یہ ہماری طرف سے خاص انعام تھا، اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں جو شکر کرتا ہے۔

وَ لَقَدۡ اَنۡذَرَهُمۡ بَطۡشَتَنَا فَتَمَارَوۡا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور بے شک لوط علیہ السلام نے انہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تھا تو انہوں نے ان کے ڈرانے میں شک کیا تھا۔[۳۰]

وَ لَقَدۡ رَاوَدُوۡهُ عَنۡ ضَيۡفِهٖ فَطَمَسۡنَاۤ اَعۡيُنَهُمۡ فَذُوۡقُوۡا عَذَابِىۡ وَ نُذُرِ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور بے شک انہوں نے لوط علیہ السلام سے ان کے مہمانوں کو چھین لینے کا ارادہ کیا تو ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں،[۳۱] پس اب تم میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھو۔

پھر ان پر سخت پتھروں کی ایسی لگا تار بارش برسائی گئی کہ سارے کا فر ہلاک ہو گئے، البتہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان گھر والوں کو اللہ تعالیٰ نے رات کے پچھلے حصہ میں وہاں سے نکال لیا تھا، اور اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں پر اسی طرح خاص فضل وکرم فرماتا ہے۔

[۳۰] حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی سزا اور گرفت سے ڈرایا تھا مگر انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی بلکہ اس میں شک کیا اور حضرت لوط علیہ السلام سے جھگڑنے لگے۔

[۳۱] اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے چند فرشتوں کو خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ ان حسین لڑکوں کی خبر سنتے ہی ان کی قوم کے فاسق لوگ دوڑتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر آئے اور کہا کہ یہ خوبصورت مہمان لڑکے ان کے حوالے کر دو تا کہ وہ ان سے بدکاری کر سکیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا کہ یہ میرے مہمان ہیں، میں ان کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا، اور جب آپ نے محسوس کیا کہ ان پر ان کی نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تو آپ نے اپنے مہمانوں کی حفاظت کے لئے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا۔

جب حضرت لوط علیہ السلام کی گھبراہٹ اور قوم لوط کی سرکشی کی انتہا ہو گئی تو مہمان کہنے لگے: اے لوط علیہ السلام! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ہمیں ان پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے، لہٰذا آپ گھبرائیں نہیں، یہ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے اور دروازہ کھول دو ہم خود ان سے نپٹ لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا پر مارا تو سارے کا فر اندھے ہو کر پکار اٹھے: یہاں سے بھاگو، لوط علیہ السلام کے مہمان تو سب سے بڑے جادوگر ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۸۱)

Marfat.com

وَ لَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور بے شک صبح سویرے ان پر دائمی عذاب آ پہنچا۔[۳۲]

فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ پس اب تم میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھو۔

وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ اور بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟[۳۳]

وَ لَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ اور بے شک قوم فرعون کے پاس بھی ڈر سنانے والے (یعنی رسول) آئے۔

كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ انہوں نے ہماری سب نشانیوں کو جھٹلایا، پھر ہم نے ان کو زبردست قدرت والے کی طرح پکڑ لیا۔[۳۴]

اَكُفَّارُكُمْ خَیْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ (اے کفار مکہ!) کیا تمہارے کافر ان (پہلے کافروں) سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے (آسمانی) کتابوں میں نجات لکھی ہوئی ہے؟[۳۵]

---

[۳۲] قوم لوط کی بدکرداری کے باعث اللہ تعالیٰ نے پہلے رات کے وقت انہیں ایک چھوٹے عذاب کا مزہ چکھایا کہ وہ اندھے کر دیئے گئے اور صبح سویرے ایک بڑے عذاب کا مزہ چکھایا کہ ان کی بستیوں کو الٹا کر دیا اور ان پر پتھروں کی بارش برسا کر انہیں ہمیشہ کے لئے ہلاک کر دیا۔

[۳۳] اس آیت کی تفسیر حاشیہ نمبر ۱۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

[۳۴] اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور قادر مطلق ہے۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون اور ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے فرعون کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور اپنی صداقت کے لئے معجزات دکھائے مگر جب فرعونیوں نے سب معجزات کا انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا اور سب فرعونیوں کو پکڑ کر سمندر میں غرق کر دیا۔

[۳۵] ان آیات میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ابھی گزشتہ آیات میں تمہیں بتایا جا چکا ہے کہ تم سے پہلے جن قوموں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا ان پر عذاب نازل ہوا۔ اس کے باوجود تم ان کی پیروی کیوں کر رہے ہو؟ کیا تم مال و دولت اور قوت و شوکت میں ان سے بہتر ہو، یا کسی آسمانی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ تم کچھ بھی کرو تم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا، یا تمہاری تعداد اور جماعت اتنی بڑی ہے کہ تمہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا حالانکہ تم کسی لحاظ سے بھی ان سے بہتر نہیں ہو تو پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا؟

Marfat.com

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ یا وہ کہتے ہیں کہ ہم غالب رہنے والی جماعت ہیں۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ عنقریب وہ جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔[۳۶]

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ بلکہ ان کے وعدہ کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بڑی تلخ ہے۔[۳۷]

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ بے شک مجرم لوگ گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔

يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ۭ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ جس دن وہ اپنے منہ کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا:) اب آگ میں جلنے کا مزہ چکھو۔[۳۸]

[۳۶] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ کفارِ مکہ عنقریب شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ یہ قرآن مجید کی وہ پیش گوئی ہے جو صرف سات سال بعد ظاہر ہوگئی یعنی ہجرت سے پانچ سال پہلے یہ سورت نازل ہوئی اور ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر میں کفارِ مکہ کو اس شکست سے دوچار ہونا پڑا جس میں کفارِ مکہ کے بہت سے سردار مارے گئے اور باقی پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی یعنی: {عنقریب وہ جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔} (قرآن: ۵۴:۴۵) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کون سی جماعت ہے جو شکست کھائے گی؟ حتیٰ کہ جنگ بدر کے دن میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ زرہ پہنے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور یہی آیت تلاوت کر رہے تھے۔ اس دن مجھے اس آیت کی تاویل سمجھ آئی کہ شکست کھانے والی جماعت سے مراد کفارِ مکہ ہیں۔
(تفسیر درمنثور: سورہ قمر (۵۴): زیرِ آیت نمبر ۴۵)

اس جیسی ایک اور روایت نقل کرنے کے بعد علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ پیش گوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی اور پھر ایسا ہی واقع ہوا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ قمر (۵۴): زیرِ آیت نمبر ۴۵)

[۳۷] یعنی جنگ بدر کی شکست ہی ان کی آخری سزا نہیں ہے بلکہ ان کی سزا کا اصل وعدہ تو قیامت کے دن پورا ہوگا جہاں انہیں بڑی سخت اور بڑی تلخ سزا دی جائے گی۔

[۳۸] آج کفار جنون کی حد تک گمراہی کے ساتھ چلتے ہوئے ہیں اور ان کو ہوش اس وقت آئے گا جب وہ منہ کے بل جہنم میں گھسیٹے

Marfat.com

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ ۴۹۔ بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے کے مطابق پیدا کیا ہے۔[۳۹]

جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا: اب اپنے جرائم کی سزا کے لئے آگ میں جلنے کا مزہ چکھو۔

[۳۹] ہر چیز پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کے علم اور لوح محفوظ میں مقدر ہے اور اپنے وقت پر اسی کے مطابق معرض وجود میں آتی ہے۔ اکثر مفسرین نے اس آیت میں اندازے (قدر) سے تقدیر مراد لی ہے۔ اگرچہ تقدیر کے موضوع پر سورہ بقرہ کے حاشیہ نمبر ۱۰ میں اور سورہ انعام کے حاشیہ نمبر ۳۶ میں مختلف باتیں بیان ہو چکی ہیں مگر اس کی اہمیت کے پیش نظر میں ان تمام باتوں کو یہاں اکٹھا بیان کرتا ہوں تاکہ قارئین کو تقدیر کا مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو:

تقدیر کا مسئلہ

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی پیدائش سے پہلے ہر نیکی اور بدی اپنے ازلی علم کے ساتھ لکھ دی ہے، جیسا ہونے والا تھا اور ہر انسان اپنی مرضی اور خوشی سے جو کچھ کرنے والا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے ازلی علم کے مطابق اسے لوح محفوظ میں لکھ دیا اس کا نام تقدیر یا قضاء ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے ویسا ہی ہمیں کرنا پڑتا ہے اور ہم ویسا کرنے پر مجبور ہیں بلکہ جیسا کام ہم اپنے ارادہ سے کرنے والے تھے ویسا اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا یہی تقدیر ہے۔ اس مشکل مسئلہ کو آسان کرنے کے لئے میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں:

حضرت محمود غزنوی (متوفی ۴۲۱ھ)

حضرت محمود غزنوی کے متعلق یہ بات مشہور ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمود غزنوی کو اتنی بصیرت اور فراست عطا فرمائی ہے کہ وہ دوسرے انسان کے دل کی بات معلوم کر لیتا ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مؤمن کی فراست سے بچو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔'' (ترمذی: تفسیر القرآن: سورۃ الحجر) اس دور کے دو نوجوانوں نے اس کرامت کی تصدیق کرنے کے لئے یہ پروگرام بنایا کہ کل عصر کی نماز کے بعد حضرت محمود غزنوی کے باغ میں ان سے ملاقات کریں گے۔ اس باغ کے اردگرد اونچی دیوار ہے اور آنے جانے کے لئے مختلف اطراف سے چار دروازے ہیں۔ ہم ان سے پوچھیں گے کہ ہم کون سے دروازے سے باہر نکلیں گے؟ وہ کوئی نہ کوئی دروازہ ہی بتائے گا مگر ہم مغربی کونے میں موجود درخت پر چڑھ کر دیوار کے اوپر سے چھلانگ لگا کر باہر آ جائیں گے اور اس طرح اس کی یہ کرامت غلط ثابت ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ دونوں دوست دوسرے دن حضرت محمود غزنوی کے پاس اس کے باغ میں حاضر ہوئے۔ محمود غزنوی اپنے وزیروں کے ساتھ باغ میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ ان دو دوستوں نے حضرت محمود غزنوی سے پوچھا: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ہم کون سے دروازے سے باہر جائیں گے؟ حضرت محمود غزنوی نے کہا اگر میں تمہیں کہوں کہ تم شمالی دروازے سے نکلو گے تو چونکہ تم میری مخالفت کا پروگرام بنا کے آئے ہو لہٰذا تم جنوبی دروازہ سے نکل کر میری تکذیب کی کوشش کرو گے، البتہ میں کاغذ پر لکھتا ہوں کہ تم کہاں سے باہر جاؤ گے۔ وہ کاغذ میں تمہارے ہاتھ میں دے دوں گا۔ آپ وہ کاغذ اپنے پاس

Marfat.com

رکھ کر باہر جائیں اور وہاں جا کر کھولیں کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے اور ہم بھی وہیں آجاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت محمود غزنوی نے لکھا کہ تم کسی دروازہ سے نہیں بلکہ مغربی کونے میں موجود درخت کے ذریعہ باہر جاؤ گے اور کاغذ لپیٹ کر ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ وہ پہلے سے اپنے طے شدہ منصوبہ کے مطابق مغربی کونے میں موجود درخت کے ذریعہ باہر نکل گئے اور جب کاغذ کھول کر دیکھا تو اس میں بھی یہی لکھا تھا۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ کیا اس کاغذ نے انہیں مجبور کیا کہ وہ درخت کے ذریعہ باہر چھلانگ لگائیں یا وہ اپنی مرضی سے اپنے منصوبہ کے مطابق خود درخت کے ذریعہ باہر گئے۔ ظاہر ہے وہ اپنی مرضی سے درخت کے ذریعہ باہر گئے اس میں کاغذ کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مستقبل کے متعلق اپنے کامل علم کے ذریعہ ہر بندے کی تقدیر لکھ دی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے فلاں وقت میں فلاں کام کرے گا اس میں تقدیر کی طرف سے کوئی مجبوری نہیں ہے۔ بندے کا اپنا فیصلہ ہے اور وہ خود اس کی جزا و سزا کا ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو صرف اپنے ازلی علم کے ذریعہ اسے پہلے سے قلم بند کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم اتنا کامل ہے کہ اس میں کسی غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے۔

تقدیر کا اظہار

قرآن مجید میں بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے تقدیر کا اظہار کر دیا ہے جس سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان مجبور محض ہے مگر وہاں بھی انسان اپنی مرضی سے کام کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کام کی نسبت اپنی طرف کر کے قبل از وقت اس کی تقدیر کا اظہار کر دیا ہے، جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیات نمبر چھ اور سات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان لوگوں کے لئے برابر ہے چاہے آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔'' (قرآن: ۲:۶۔۷)

یہاں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور اسلام نہ لانے کا حکم صادر کر دیا تو اب وہ کیسے ایمان لا سکتے ہیں؟ دراصل بات یہ ہے کہ جب ڈاکٹر نے کسی مریض کے لاعلاج ہونے کا اعلان کیا تو کیا وہ مریض ڈاکٹر کے اس اعلان کی وجہ سے لاعلاج ہوا یا اس سے پہلے اس کی بیماری آخری مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی؟ جواب بالکل واضح ہے کہ مریض اپنی بیماری کی وجہ سے پہلے ہی لاعلاج ہو چکا تھا ڈاکٹر نے تو صرف اطلاع دی ہے۔ اسی طرح یہ مخصوص کفار اپنے تعصب کی وجہ سے اسلام نہ لانے کا فیصلہ کر چکے تھے اللہ تعالیٰ نے تو صرف ان کے عزائم کی خبر دی ہے۔

سورہ لہب

اسی طرح سورہ لہب میں ابولہب کے برے انجام اور کفر پر مرنے کی تقدیر کا اظہار کر دیا گیا یعنی ''ابولہب عنقریب شعلوں والی آگ میں جائے گا اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں اٹھانے والی ہے۔ اس کی گردن میں مونج کی رسی ہوگی۔'' (قرآن: ۱۱۱: ۳۔۵) اس سورت نے اعلان کر دیا کہ ابولہب کفر پر مرے گا اور جہنم کی آگ میں جلے گا حالانکہ وہ حضور

Marfat.com

اکرم ﷺ کے پاس آ کر اسلام قبول کر سکتا تھا اگر چہ دکھلاوے کے لئے ہی سہی اور بعد میں قرآن کی پیش گوئی کو چیلنج کر سکتا تھا دیکھ لو میں تو مسلمان ہو گیا ہوں، لہٰذا قرآن کا دعویٰ غلط ہے۔ قرآن نے خاص طور پر ابولہب اور اس کی بیوی کا ذکر کیا ہے۔ خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ وہ بعد میں مسلمان ہو جائیں گے، گویا اس سورت نے ابولہب کو چیلنج کیا کہ وہ اپنے غلط راستے کو تبدیل نہیں کرے گا اور یہ کوئی ایسا چیلنج نہیں تھا جس میں ابولہب کے عمل اور فیصلے کا اختیار نہ ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ابولہب کفر پر ہی مرے گا اور دکھلاوے کے لئے وقتی طور پر بھی اسلام قبول نہیں کرے گا۔ (امام الشعراوی: معجزات الرسول: ص ۳۰)

تقدیر کے متعلق افراط وتفریط

تقدیر کا مسئلہ جتنا اہم ہے اتنا ہی نازک اور پیچیدہ بھی ہے اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے تقدیر کے بارے میں بحث و تکرار سے منع فرمایا۔ اس کے باوجود بعض لوگوں نے اس کی گہرائی میں جانے کی کوشش کی اور افراط وتفریط کا شکار ہو کر گمراہ ہو گئے۔ ان کے دو مشہور مذہب ہیں جن کو جبریہ اور قدریہ کہا جاتا ہے۔

۱۔ جبریہ

ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے، وہ اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتا بس جو بھی نیکی یا برائی اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں لکھ دی ہے انسان وہی کرنے پر مجبور ہے۔ یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیکی اور برائی کرنے کا اختیار دے رکھا ہے، اگر انسان کے پاس نیکی کرنے کا اختیار نہ ہوتا تو انبیائے کرام علیہم السلام کو نیکی کی تبلیغ کے لئے مبعوث کرنے کی ضرورت نہیں تھی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نیکی اور بدی کرنے میں کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ حضرت مولانا روم نے درج ذیل مثال سے اس عقیدہ کی تردید کی ہے:

جبریہ عقیدے کا حامل ایک مسافر کسی باغ کے پاس سے گذر رہا تھا، اسے بھوک لگی تو باغ میں داخل ہو کر انگور کھانے شروع کر دیئے۔ باغ کے مالک نے پکڑ لیا اور پوچھا: ''میری اجازت کے بغیر آپ نے یہ جرأت کیوں کی؟'' وہ کہنے لگا: خدا کی اجازت کے بغیر پتہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ خدا کا باغ، خدا کا بندہ، خدا کے حکم سے کھا رہا ہے۔ میرا تو کوئی اختیار نہیں خدا سے پوچھ وہ مجھے کیوں کھلا رہا ہے؟ باغ کے مالک نے اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر ڈنڈے مارنے شروع کر دیئے، وہ چیخ و پکار کرنے لگا تم ظلم کر رہے ہو۔ مالک نے کہا: میں تو تیری طرح مجبور محض ہوں۔ خدا کے ڈنڈے، خدا کے حکم سے تم پر برس رہے ہیں۔ اس کارروائی کے بعد اس نے اپنے اس غلط عقیدہ سے توبہ کر لی۔

اس واقعہ کو لکھنے کے بعد حضرت مولانا روم فرماتے ہیں: اے انسان! اگر تو کتے کو پتھر مارے تو کتا پتھر کو نہیں کاٹتا بلکہ تجھے کاٹتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ پتھر مجبور محض ہے اور تو مختار ہے۔ ارے کم عقل! کتا تجھ میں اور پتھر میں فرق کرتا ہے، اگر تو اس فرق کو نہ سمجھے تو تُو پھر کتے سے بھی زیادہ بے وقوف ہے۔

Marfat.com

وَمَاۤ اَمۡرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمۡحٍۭ بِالۡبَصَرِ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ اور ہمارا حکم تو بس آنکھ جھپکنے کی طرح ایک ہی لحہ میں واقع ہو جاتا ہے۔[۴۰]

وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَاۤ اَشۡيَاعَكُمۡ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ اور بے شک ہم تم جیسے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر چکے ہیں، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟[۴۱]

۲۔ قدریہ

ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان مختار کل ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ یہ عقیدہ بھی اسلام کے خلاف ہے کیونکہ مختار کل صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب ﷛ نے درج ذیل مثال سے اس عقیدہ کی تردید کی ہے:

ایک دفعہ ایک آدمی حضرت علی بن ابی طالب ﷛ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ انسان مختار کل ہے۔ آپ نے فرمایا: تم ایک ٹانگ اوپر اٹھاؤ، اس نے اٹھالی، آپ نے فرمایا: اس ٹانگ کو اوپر رہنے دو اور اب دوسری ٹانگ بھی اوپر اٹھالو۔ وہ کہنے لگا: اس طرح تو میں گر جاؤں گا تو آپ نے فرمایا: بس اتنا ہی اختیار انسان کے پاس ہے کہ وہ ایک ٹانگ اٹھا سکتا ہے، اگر مختار کل ہوتا تو دونوں اٹھالیتا۔ (اسلامی عقائد: تالیف محمد امداد حسین پیرزادہ)

تقدیر کے متعلق صحیح موقف

اہل سنت وجماعت کے نزدیک مذکورہ دونوں نظریات اسلام کے خلاف ہیں، دراصل انسان نہ تو پتھر کی طرح مجبور محض ہے اور نہ خدا کی طرح مختار کل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اچھے اور برے دونوں کام کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اس کے ساتھ عقل اور تمیز بھی عطا کی ہے اور اسی لئے اس نے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ اچھے اور برے کو پہچان سکے۔ اب انسان اپنی مرضی سے اچھا کام کر سکتا ہے جس کا اسے ثواب ملے گا اور اپنی مرضی سے برائی بھی کر سکتا ہے جس کی اسے سزا ملے گی، البتہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں انسان بے بس ہے مثلاً زندگی وموت، کہاں پیدا ہوگا، کہاں مرے گا، شکل کیسی ہوگی وغیرہ مگر ان چیزوں کے متعلق انسان سے باز پرس بھی نہ ہوگی۔

[۴۰] اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ جو بھی فیصلہ فرماتا ہے آنکھ جھپکنے کی طرح ایک ہی لحہ میں بلکہ اس سے بھی پہلے اس پر عمل ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆ قیامت برپا ہونے کا معاملہ ایسا ہے جیسے آنکھ جھپکنا یا اس سے بھی جلد۔ (قرآن: ۱۶:۷۷)

☆ پس جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ اس سے صرف یہ کہتا ہے ''کن'' (ہو جا) تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ (قرآن: ۴۰:۶۸)

[۴۱] اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ گزشتہ امتوں میں جن لوگوں نے تمہاری طرح کفر کیا ہم نے انہیں ہلاک کر دیا ہے۔ اور اگر تم نے ان سے عبرت حاصل نہ کی تو تمہیں بھی ہلاک کر دیا جائے گا، لہٰذا تم قرآن مجید کی نصیحت کو قبول کرو اور

Marfat.com

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾	۵۲۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب نامۂ اعمال میں درج ہے۔
وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾	۵۳۔ اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے۔[۴۲]
إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَنَهَرٍ ﴿۵۴﴾	۵۴۔ بے شک پرہیزگار لوگ جنتوں اور نہروں میں ہوں گے۔
فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾ ع	۵۵۔ سچی عزت کی جگہ میں صاحب اقتدار بادشاہ کے پاس (بیٹھے) ہوں گے۔[۴۳]

شرک سے باز آجاؤ۔

[۴۲] جو کچھ پہلی قوموں نے کیا اور جو کچھ قیامت تک آنے والے لوگ کرتے رہیں گے ان کا ہر چھوٹا اور بڑا کام لوح محفوظ اور اعمال ناموں میں لکھا ہوا ہے اور اس کے مطابق ہی ان کی جزاوسزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔

[۴۳] گزشتہ آیات میں کفار کے انجام کا ذکر کیا گیا یعنی مجرمین کو منہ کے بل جہنم میں گھسیٹا جائے گا۔ اب آخری دو آیات میں ان لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، وہ نہروں والی جنتوں میں ہوں گے جو سچی عزت کی جگہ ہے اور قادر مطلق اللہ تعالیٰ انہیں اپنے خصوصی قرب سے نوازے گا۔

حضرت امام جعفر صادق ؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے متقین کے مقام کو صدق کی جگہ قرار دیا ہے، لہٰذا اس میں صرف اہل صدق ہی بیٹھ سکیں گے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ساتھ کئے ہوئے وعدے پورے فرمائے گا اور انہیں اجازت عطا فرمائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کر لیں۔ (روح المعانی: سورہ قمر (۵۴): زیر آیت نمبر ۵۵)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز پیر ۳۰ راگست ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۹ رمضان ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۲۵ تا ۳۰ راگست یعنی صرف پانچ دنوں میں سورہ قمر کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الرحمٰن (۵۵)

جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکی ہے، اس سورت کا پہلا لفظ الرحمٰن ہے اور یہی اس سورت کا نام ہے۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اول سے آخر تک سورہ رحمٰن پڑھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس رات میری جنات سے ملاقات ہوئی، میں نے ان کے سامنے یہ سورت پڑھی۔ انہوں نے تم سے اچھا جواب دیا تھا۔ میں جب بھی یہ آیت پڑھتا: {فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ} پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کو نہیں جھٹلائیں گے، پس ساری تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ (ترمذی:۳۲۹۱:ابواب تفسیر القرآن: باب ۵۵: سورہ رحمٰن)

☆ اس سورت میں جنات اور انسان دونوں کو براہ راست خطاب کیا گیا ہے اور انہیں بار بار اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرا کے تنبیہ کی گئی ہے کہ جن وانس میں سے جو سرکشی کریں گے وہ آخرت میں اس کی سزا سے نہ بچ سکیں گے اور جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں گے وہ رنگا رنگ نعمتوں میں ہوں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت جن وانس دونوں کے لئے ہے اور دونوں اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں کیونکہ دونوں کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔} (قرآن:۵۱:۵۶)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کی ایک دلہن ہے اور قرآن کی دلہن سورہ رحمٰن ہے۔ (تفسیر قرطبی)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ
بعد از چاشت بروز بدھ یکم ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۱ رمضان ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

آیاتھا ۷۸ ۵۵ سُوۡرَۃُ الرَّحۡمٰنِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۷ رکوعاتھا ۳

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ ۱۔ وہ رحمٰن ہی ہے۔[۱]

عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ ۲۔ جس نے (محمد ﷺ کو) قرآن سکھایا۔[۲]

[۱] اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام صرف ایک ہے اور وہ ہے ''اللہ'' البتہ اس کے صفاتی نام بہت سے ہیں، ان میں سے ایک ''الرحمٰن'' ہے۔ یہ مبالغے کا صیغہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اتنا بڑا مہربان ہے کہ اس سے زیادہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اللہ کہنا جائز نہیں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رحمٰن کہنا بھی جائز نہیں ہے۔ کسی کا نام عبدالرحمٰن رکھنا بڑا پسندیدہ ہے مگر اس کو صرف رحمٰن کے نام سے پکارنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کا پورا نام عبدالرحمٰن پکارنا چاہیے۔

[۲] اہل مکہ نے جب یہ کہا کہ یہ قرآن محمد (ﷺ) کو کوئی انسان سکھاتا ہے تو اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں یعنی وہ رحمٰن ہی ہے جس نے محمد ﷺ کو قرآن کا علم سکھایا۔ (تفسیر الخازن)

اس آیت کی تفسیر میں کلبی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو قرآن کا علم سکھایا اور پھر حضرت محمد ﷺ نے اپنی امت کو اس کا علم سکھایا۔ (تفسیر فتح القدیر، تفسیر زاد المسیر)

اس سے معلوم ہوا قرآن مجید کا سب سے پہلا معلم اللہ تعالیٰ ہے اور سب سے پہلے طالب علم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے قرآن مجید کا علم سکھانے کے لئے سب سے پہلے دارارقم میں جز وقتی مدرسہ قائم کیا اور مدینہ منورہ میں تشریف لا کر مسجد نبوی کے ساتھ کل وقتی دار العلوم قائم کیا جس میں تین سے چار سو تک طالب علم موجود رہتے تھے جن کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے۔ یہ خوش نصیب مسجد نبوی میں رہائش پذیر تھے اور دین کا ہر کام کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ جنگ کا اعلان ہوتا تو یہ صف اول میں ہوتے۔ امن کا زمانہ ہوتا تو یہ علم دین حاصل کرتے اور دوسروں تک پہنچاتے۔ دینی خدمات میں اس قدر مصروف رہتے کہ انہیں اپنی معاش پیدا کرنے کی فرصت نہ ملتی، اس لئے اہل مدینہ اپنے صدقات اور عطیات سے ان کے خورد و نوش کا انتظام کرتے اور انہیں کھانا کھلانے کے لئے اپنے گھروں میں لے جاتے۔

جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم (مسجد نبوی کے طالب علم) فقیر لوگ تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم میں سے تیسرا (طالب علم) لے جائے اور اگر چار کا کھانا ہو تو پانچواں لے جائے یا چھٹا بھی لے جائے۔ اس دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تین (طالب علموں)

Marfat.com

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۳﴾ ۳۔ اسی نے (اس کامل) انسان کو پیدا فرمایا۔

عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ ﴿۴﴾ ۴۔ اسی نے اس (انسان کامل) کو بیان سکھایا۔ [۳]

اَلشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ﴿۵﴾ ۵۔ سورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں۔ [۴]

کو لے گئے اور نبی کریم ﷺ دس (طالب علموں) کو لے گئے۔۔۔۔ (بخاری: ۶۰۲: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب ۴۲)

اس دور سے لے کر آج تک نبی کریم ﷺ اور اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کی یہ سنت چلی آرہی ہے کہ بڑی مساجد کے ساتھ دارالعلوم قائم کئے جاتے ہیں جہاں آنے والی نسلوں کے لئے امام وخطیب تیار کئے جاتے ہیں اور شہر والے ان طالب علموں کے اخراجات برداشت کرتے ہیں۔

[۳] علامہ خازن نے ایک قول نقل کیا ہے کہ ان آیات میں انسان سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد ماکان وما یکون ہے۔ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اللہ تعالیٰ نے سب کا علم حضرت محمد ﷺ کو سکھا دیا ہے کیونکہ حضرت محمد ﷺ اولین اور آخرین کی خبریں دیتے ہیں۔ (تفسیر الخازن)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ (قرآن: ۸۹:۱۶)

۲۔ کوئی تر اور خشک چیز نہیں مگر وہ کتاب مبین میں ہے۔ (قرآن: ۵۹:۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر چیز کا علم نازل فرمایا اور اس میں ہمارے لئے ہر چیز کو بیان فرمایا لیکن ہمارا علم اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ (روح المعانی: سورۃ الرحمٰن: زیر آیت نمبر ۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تو یہاں تک منقول ہے کہ اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں اسے بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تلاش کر لوں گا۔ (روح المعانی: سورۃ الرحمٰن: زیر آیت نمبر ۲)

گزشتہ آیات وروایات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم اور بیان نبی کریم ﷺ کو سکھا دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ہر چیز کا علم عطا فرما دیا ہے۔

[۴] اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو ایک مخصوص دائرہ اور وقت کا پابند کر رکھا ہے جس کی وجہ سے لیل ونہار گھٹتے بڑھتے ہیں اور موسم بدلتے ہیں۔ اس طرح انسان مختلف موسموں اور گرمی سردی کے مختلف پھلوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اگر ہمیشہ ایک ہی موسم رہتا تو انسان اکتا جاتا اور زمینی پیداوار میں بھی تنوع پیدا نہ ہوتا۔

Marfat.com

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۞ ۶ ۔ اور ستارے اور درخت دونوں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) سجدہ ریز ہیں۔[۵]

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۞ ۷۔ اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے میزان (عدل) قائم کی۔[۶]

اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۞ ۸۔ تاکہ تم تولنے میں زیادتی نہ کرو۔

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۞ ۹۔ اور انصاف کے ساتھ صحیح وزن کرو اور تول میں کمی نہ کرو۔

---

[۵] نحاس نے کہا: لغت میں سجدہ کرنے کا اصل معنی اطاعت وفرمانبرداری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۶)

لغوی معنی کے اعتبار سے ستاروں اور درختوں کے سجدے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں اور ان کے لئے جو ضابطہ بنا دیا گیا ہے وہ اس سے تجاوز نہیں کرتے یعنی ستارے میں یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ سورج کی جگہ لے لے اور نہ ہی آم کے پیڑ میں یہ صلاحیت ہے کہ اس پر کھجوروں کا پھل آ جائے۔

اور اگر سجدے کا اصطلاحی معنی مراد لیا جائے جیسے ہم سجدہ کرتے ہیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے اپنے انداز کے مطابق سجدہ کرتے ہیں لیکن ہم ان کے سجدہ کی کیفیت کو سمجھ نہیں سکتے، جیسے زمین وآسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن ہم اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔

[۶] اکثر مفسرین نے میزان سے عدل وانصاف مراد لیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان کی بلندی سے لے کر زمین کی پستی تک اس سارے نظام کو عدل پر قائم کیا ہے۔ اگر اس میں عدل وتوازن کو قائم نہ کیا گیا ہوتا تو کائنات کا یہ سارا نظام کب کا درہم برہم ہو گیا ہوتا، لہٰذا تم بھی اگر معاشرہ کی بقا چاہتے ہو تو اپنے معاملات میں نظام عدل قائم کرو اور ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو ورنہ تمہارا معاشرہ بھی فساد اور بربادی کا شکار ہو جائے گا۔

بعض مفسرین نے یہاں میزان سے آخرت کی میزان مراد لی ہے جس میں نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی) یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خبردار کیا ہے کہ اس نے آخرت میں عدل وانصاف کا ترازو قائم کر رکھا ہے جس میں ہر انسان کے اعمال کا وزن کیا جائے گا، لہٰذا تم عدل وانصاف سے کام لو اور ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو ورنہ آخرت کی میزان عدل پر تمہارا سارا پول کھل جائے گا اور پھر تم اس کی سزا سے نہ بچ سکو گے۔

Marfat.com

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝۱۰ | ۱۰۔ اور اسی نے زمین کو مخلوق کے لئے بچھا دیا۔ [۷]

فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝۱۱ | ۱۱۔ اس میں پھل ہیں اور خوشوں والی کھجوریں ہیں۔

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝۱۲ | ۱۲۔ اور بھوسے والا اناج ہے اور خوشبودار پھول ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳ | ۱۳۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ [۸]

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝۱۴ | ۱۴۔ اسی نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجنے والے خشک گارے سے پیدا کیا۔ [۹]

---

[۷] آنے والی آیات میں اللہ تعالیٰ کے ان انعامات اور قدرت کے نشانات کا ذکر ہو رہا ہے جن سے انسان اور جنات دونوں فیضیاب ہو رہے ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس طرح بچھا دیا ہے کہ اس پر تمام مخلوق آرام سے زندگی بسر کر سکتی ہے۔ نیز اس زمین سے پھلوں، کھجوروں اور خوشبودار پھولوں کے علاوہ ایسا اناج بھی پیدا ہوتا ہے جس کے دانے انسان کھاتے ہیں اور اس کا بھوسہ جانور کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بے مقصد نہیں بنائی، ہر چیز میں کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ہے۔

[۸] اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں اور نشانیاں بیان کر کے جنات اور انسانوں سے پوچھا ہے کہ تم ان بے شمار نعمتوں اور نشانیوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے۔

☆ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اول سے آخر تک سورہ رحمٰن پڑھی، صحابہ کرامؓ خاموش رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس رات میری جنات سے ملاقات ہوئی، میں نے ان کے سامنے یہ سورت پڑھی۔ انہوں نے تم سے اچھا جواب دیا تھا۔ میں جب بھی یہ آیت پڑھتا: {فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ} پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کو نہیں جھٹلائیں گے، پس ساری تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔

(ترمذی: ۳۲۹۱: ابواب تفسیر القرآن: باب ۵۵: سورہ رحمٰن)

یہ آیت اس سورت میں ۳۱ دفعہ ذکر کی گئی ہے تاکہ جنات اور انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس کریں اور ان کی ناشکری کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کریں۔

[۹] اس آیت میں انسان سے مراد پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بنایا اور اس میں اپنی روح پھونکی، پھر ان کی پسلی سے عورت کو پیدا کر کے ان دونوں کے ذریعہ نسل انسانی کی افزائش کا سلسلہ شروع کیا۔

Marfat.com

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔[۱۰]

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ پس (اے جن و انس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[۱۱]

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ وہی دونوں مشرقوں کا رب ہے اور وہی دونوں مغربوں کا رب ہے۔[۱۲]

امام ابن عساکر نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے لئے تمام روئے زمین سے مٹی لی گئی، پھر اس مٹی کو زمین پر ڈال دیا گیا حتیٰ کہ وہ چمٹنے والی مٹی ہوگئی، پھر اس کو چھوڑ دیا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ بدبودار گارا ہوگئی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے چالیس دنوں میں آدم علیہ السلام کا پتلا تیار کیا حتیٰ کہ وہ خشک ہوگیا اور ٹھیکرے کی طرح بجنے والی خشک مٹی ہوگیا کہ جب اس پر انگلی ماری جائے تو اس سے کھن کھن کی آواز نکلے۔

(تفسیر در منثور: سورۃ الحجر (۱۵): زیر آیت نمبر ۲۶)

[۱۰] اس سے مراد پہلا جن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایسی خالص آگ کے شعلے سے پیدا فرمایا جس میں دھوئیں کا نام ونشان نہیں تھا، اور انسانوں کی طرح جنات میں افزائش نسل کا سلسلہ جاری فرمایا۔

[۱۱] یعنی اے انسانو! ہم نے تمہارے پہلے انسان کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر اس کے ذریعہ تمہیں ساری زمین میں پھیلایا اور تمہیں ایسی عقل وخرد سے نوازا کہ آج تم ساری زمین اور اس میں بسنے والی مخلوق پر حکومت کر رہے ہو۔

اور اے جنو! ہم نے تمہارے پہلے جن کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا اور پھر اس کے ذریعہ تمہاری نسل کو پھیلایا اور تمہیں ایسی قوت عطا فرمائی کہ تم حیران کن کام کر سکتے ہو اور کسی کو نظر بھی نہیں آتے ہو، تو اے جنو! اور اے انسانو! آج جو کارہائے نمایاں تم کر سکتے ہو مٹی اور آگ میں وہ صلاحیت نہیں ہے یہ تم پر محض اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام ہے تو کیا تم اپنے رب کے ان بے شمار احسانات کا انکار کر سکتے ہو؟

[۱۲] سورج نکلنے کی جگہ کو مشرق اور سورج غروب ہونے کی جگہ کو مغرب کہتے ہیں۔ سورج ہر روز نئی جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور نئی جگہ میں غروب ہوتا ہے۔ اس طرح سورج کے نکلنے اور غروب ہونے کی ۳۶۰ جگہیں بنتی ہیں، لیکن گرمیوں میں سورج پہلے طلوع ہوتا ہے اور دیر سے غروب ہوتا ہے اور سردیوں میں سورج دیر سے طلوع ہوتا ہے اور جلدی غروب ہوجاتا ہے۔ اسی لئے گرمیوں میں دن بڑا اور سردیوں میں دن چھوٹا ہوتا ہے۔ اس آیت میں گرمیوں اور سردیوں کے اعتبار سے دو مشرق اور دو مغرب کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو سب مشارق اور مغارب کا رب ہے۔

Marfat.com

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ [۱۳]

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اسی نے دو سمندر جاری کئے جو آپس میں مل جاتے ہیں۔ [۱۴]

بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ [۱۵]

یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ ان دونوں (سمندروں) سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔ [۱۶]

---

[۱۳] اگر سارا سال ایک ہی مشرق اور ایک ہی مغرب ہوتا تو نہ موسم بدلتے اور نہ ہی پیداوار میں تنوع پیدا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دو مشرق اور دو مغرب کے ذریعہ مختلف موسم اور مختلف قسم کے پھلوں اور اناج سے نوازا ہے تو پھر تم اس کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے۔

[۱۴] اس دنیا کا تین چوتھائی حصہ سمندروں پر مشتمل ہے جن کا پانی نمکین اور کڑوا ہے اور اس دنیا کا ایک چوتھائی خشکی پر مشتمل ہے جس میں بہنے والے چشموں، نہروں اور دریاؤں کا پانی میٹھا اور خوش ذائقہ ہے اور جب یہ میٹھے پانی کے دریا سمندر میں جا کر گرتے ہیں تو کئی میلوں تک ایک طرف دریا کا میٹھا پانی اور دوسری طرف سمندر کا کڑوا پانی ایک ساتھ چلتے ہیں مگر ایسے لگتا ہے جیسے قدرت نے ان کے درمیان ایک حد فاصل قائم کر دی ہے جس کی وجہ سے وہ پانی آپس میں نہیں ملتے حالانکہ فطری طور پر دو پانی فوراً آپس میں رل مل جاتے ہیں۔ اسی طرح دریائے نیل جب بحر روم میں جا کر گرتا ہے تو کئی میلوں تک اس کا پانی سمندر کے پانی میں جذب نہیں ہوتا بلکہ اپنے رنگ اور ذائقہ میں منفرد رہتا ہے۔ نیز ہماری زمین کے نیچے جو پانی ہے وہ بھی دو طرح کا ہے بعض دفعہ ایک جگہ نلکا یا ٹیوب ویل لگایا جائے تو پانی میٹھا نکلتا ہے اور چند میٹر کے فاصلے پر دوسرا نلکا یا ٹیوب ویل لگایا جائے تو پانی نمکین اور کھاری نکلتا ہے۔

[۱۵] اگر سمندر کا پانی کڑوا نہ ہوتا تو اس میں مرنے والے جانوروں سے ایسا تعفن پیدا ہوتا کہ اس کو برداشت کرنا مشکل ہو جاتا، اور اگر دریاؤں اور چشموں کا پانی میٹھا نہ ہوتا تو فصلیں اور جانور مشکلات کا شکار ہو جاتے، لہٰذا اے جنو اور انسانو تم اللہ تعالیٰ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔

[۱۶] دریاؤں کا میٹھا پانی سمندر میں جا کر بالآخر سمندر کے پانی کا حصہ بن جاتا ہے مگر حقیقت میں چونکہ وہ دو مختلف پانی تھے اس

Marfat.com

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٢٣

۲۳۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

وَ لَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝٢٤

۲۴۔ اور سمندر میں پہاڑوں کی طرح بلند نظر آنے والے جہاز بھی اسی کے (اختیار میں) ہیں۔ [۱۷]

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٢٥

۲۵۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝٢٦

۲۶۔ جو کچھ بھی زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے۔

وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ

۲۷۔ اور آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو عظمت

لئے قرآن مجید نے ان کی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کو دو سمندر کہا ہے۔ بہر حال ان دونوں پانیوں کے سمندر میں اللہ تعالیٰ نے موتی اور مرجان (یہ بھی موتیوں کی ایک قسم ہے) رکھ دیئے ہیں جن کو تم نکالتے ہو اور اپنے زیورات کی زینت بناتے ہو۔ اے جنو اور انسانو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جس طرح زمین میں نعمتوں کا جال پھیلا رکھا ہے اسی طرح اس نے سمندر میں بھی تمہارے لئے موتیوں اور مچھلیوں کو پھیلا دیا ہے تو پھر تم اللہ تعالیٰ کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے۔

یہاں پر سید محمود آلوسی نے ایک بڑی ایمان افروز روایت نقل کی ہے۔ آپ بھی اس کو پڑھیں اور اہل بیت کی محبت سے اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پانیوں کے آپس میں ملنے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (کا نکاح) مراد ہے، اور درمیان میں آڑ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں (یعنی نکاح سے پہلے ان دونوں کے ملنے کے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت آڑ تھی) اور ان پانیوں سے جو موتی اور مرجان نکلتے ہیں وہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ (روح المعانی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۲۲)

[۱۷] اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت سمندر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے گہرے پانی کو اس طرح کھڑا کر دیا ہے کہ اس میں اونچے بادبان والی کشتیاں اور پہاڑوں کی طرح بلند جہاز آسانی سے تیر سکتے ہیں۔ تلاش رزق کے لئے تم خود بھی ان کشتیوں اور جہازوں میں سفر کرتے ہو اور اپنا تجارتی سامان بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ سمندر کی سطح سخت کر دیتا یا اس میں ہر وقت سخت طغیانی کا سلسلہ جاری کر دیتا تو کشتیوں اور جہازوں کا چلنا مشکل ہو جاتا۔ آخر تم اللہ تعالیٰ کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے۔

Marfat.com

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ۚ ﴿٣٥﴾

۳۵۔ تم دونوں پر آگ کا شعلہ اور دھواں بھیجا جائے گا اور تم دونوں اپنا بچاؤ نہ کرسکو گے۔[۲۳]

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾

۳۶۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ ﴿٣٧﴾

۳۷۔ پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سرخ چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔[۲۴]

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾

۳۸۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۚ ﴿٣٩﴾

۳۹۔ سو اس دن کسی انسان اور جن سے اس (یعنی کسی دوسرے) کے گناہ کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا۔[۲۵]

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٠﴾

۴۰۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

---

[۲۳] اس دن اگر تم نے میدان حشر سے بھاگنے کی کوشش کی تو تم پر آگ اور دھوئیں کا عذاب بھیجا جائے گا اور اس سے بچنے کے لئے نہ تم آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرسکو گے اور نہ کوئی اور تمہاری مدد کرسکے گا بلکہ تم بے بس ہو کر اس عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے میدان حشر میں تمہاری بے بسی بیان کر کے تمہیں متنبہ کیا ہے تاکہ تم اس دن سے ڈرو اور اپنی اصلاح کرلو۔ کیا یہ اس کا احسان نہیں ہے؟ تو پھر تم اللہ تعالیٰ کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے؟

[۲۴] ابو عبید نے کہا ہے: اس دن آسمان آتش دوزخ کی شدت سے چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔ (تفسیر قرطبی) جس آگ کی تپش آسمان تک پہنچ جائے گی اور اسے سرخ کردے گی تو جو مجرم لوگ اس آگ کے اندر ڈالے جائیں گے ان کا کیا حشر ہوگا۔ آگ کی تپش کا یہ بیان بھی غلط کاروں کے لئے نعمت ہے تاکہ وہ اس عذاب کی شدت کو محسوس کریں اور اپنی اصلاح کرلیں، تو پھر تم کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے؟

[۲۵] ابو العالیہ نے کہا ہے: اس دن کسی غیر مجرم سے مجرم کے گناہوں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی) یعنی کسی غیر کے گناہوں کا وبال اس پر نہیں ڈالا جائے گا بلکہ ہر شخص اپنے ہی اعمال کا جوابدہ ہوگا۔ یہ آیت نیکوکاروں کے لئے نعمت ہے کہ

Marfat.com

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ (قیامت کے دن) مجرم لوگ اپنے چہروں سے پہچان لئے جائیں گے، پھر انہیں پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیا جائے گا۔[۲۶]

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ یہی وہ جہنم ہے جسے مجرم لوگ جھٹلایا کرتے تھے۔

يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ وہ اس (جہنم) اور کھولتے ہوئے سخت گرم پانی کے درمیان گردش کرتے رہیں گے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو باغ ہیں۔[۲۷]

وہ کسی اور کے گناہوں کے جوابدہ نہیں ہوں گے بلکہ اپنی نیکیوں کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے، اور یہ غلط کاروں کے لئے بھی نعمت ہے کہ انہیں قبل از وقت آگاہ کیا جا رہا ہے کہ تمہارے کرتوتوں کی سزا تمہیں ہی بھگتنا پڑے گی، لہٰذا اس سزا کا احساس کرو اور غلط کاری سے باز آجاؤ۔ تو پھر تم کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟

[۲۶] ان آیات میں جہنم کے احوال بیان کر کے مجرم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے تاکہ وہ نافرمانی سے باز آجائیں یعنی قیامت کے دن مجرموں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور ان کو پیشانی کے بالوں اور ٹانگوں سے پکڑ کر دوزخ کی طرف گھسیٹا جائے گا اور جب وہ جہنم کے کنارے پر پہنچیں گے تو فرشتے انہیں کہیں گے: یہی وہ جہنم ہے جس کا تم انکار کرتے تھے، پھر انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا جہاں آگ ان کے جسم کو جلائے گی اور جب وہ پانی مانگیں گے تو انہیں کھولتا ہوا سخت گرم پانی پلایا جائے گا جس سے ان کی آنتیں کٹ کر باہر آجائیں گی اور یہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہے گا۔

[۲۷] گزشتہ آیات میں مجرم لوگوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے تاکہ وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں اور آنے والی آیات میں نیک لوگوں کے اجر عظیم کا ذکر ہے تاکہ وہ نیکیوں میں آگے بڑھتے رہیں۔

Marfat.com

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ وہ دونوں باغ سرسبز شاخوں والے ہیں۔

جو لوگ اس جگہ سے ڈرتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر کے ان سے حساب لیا جائے گا اور اس کے خوف سے گناہوں کو ترک کر دیتے ہیں ان کے لئے جنت میں دو باغ ہوں گے۔ ایک باغ میں ان کا رہائشی محل ہوگا جہاں وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہیں گے اور دوسرے باغ میں ان کا مہمان خانہ ہوگا جہاں وہ اپنے دوست احباب کی خاطر تواضع کریں گے۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ وہ تمہارے ایک عمل کے بدلے میں تمہیں دو باغ عطا فرمائے گا تو پھر تم اس کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟

خوف خدا سے گناہ ترک کرنے پر دو جنتیں

یحییٰ بن ایوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا جو اکثر مسجد میں رہتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے بہت خوش تھے۔ اس نوجوان کا باپ بوڑھا تھا وہ عشاء کی نماز کے بعد اپنے باپ کے پاس لوٹ آتا تھا۔ اس نوجوان کے راستہ میں ایک عورت کا گھر تھا۔ وہ اس نوجوان پر فریفتہ ہوگئی تھی۔ وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی۔ ایک رات وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا، جب وہ نوجوان اس کے گھر میں داخل ہونے لگا تو اس پر اللہ تعالیٰ کا ڈر غالب آگیا، اس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا شروع کر دیا اور اس کی زبان پر قرآن مجید کی ایک آیت جاری ہوگئی جس کا ترجمہ یہ ہے: { بے شک جو لوگ متقی ہیں جب شیطان کی طرف سے انہیں کوئی بُرا خیال آتا ہے تو وہ (خدا کو) یاد کرنے لگتے ہیں اور فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں } (قرآن: ۷:۲۰۱)

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا، اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں۔ جب وہ نوجوان دیر تک گھر نہ پہنچا تو اس کا بوڑھا باپ اس کی تلاش میں نکلا تو دیکھا کہ اس کا بیٹا دروازے پر بے ہوش پڑا ہے۔ باپ نے اہل خانہ کو بلایا اور اس کو اٹھا کر گھر لے گئے، کافی دیر کے بعد جب اُسے ہوش آیا تو باپ نے پوچھا: پیارے بیٹے! تیرے ساتھ کیا ہوا؟ تو اس نے سارا واقعہ سنا دیا۔ باپ نے پوچھا: تو نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے دوبارہ وہی آیت پڑھنا شروع کر دی اور پھر بے ہوش ہوگیا۔ گھر والوں نے اسے حرکت دی تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ انہوں نے اسے غسل دیا اور قبرستان میں لے جا کر دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے باپ کے پاس گئے، نوجوان کی وفات پر تعزیت کی اور فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہ دی؟ اس کے باپ نے کہا: اے امیر المؤمنین رات کا وقت تھا اس لئے آپ کو تکلیف نہ دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب اس کی قبر کی طرف گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ ۴۹۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ ۵۰۔ ان دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہیں۔ [۲۸]

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ ۵۱۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ ۵۲۔ ان دونوں باغوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں۔

نوجوان کو مخاطب کر کے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے: {جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو باغ ہیں} (قرآن: ۵۵:۴۶) تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! ''مجھے میرے رب تعالیٰ نے جنت میں دو بار دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔'' (کنز العمال: جلد دوم: ص ۵۱۶: حدیث نمبر ۴۶۳۴) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے گناہ کو چھوڑ دینا دو جنتوں کے حصول کا سبب ہے۔ نیز کسی فوت شدہ مسلمان کے گھر جا کر اس کے اہل خانہ سے تعزیت کرنا اور اس کی قبر پر جانا حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ مسجد نبوی کی صفائی کرنے والی عورت کی قبر پر تشریف لے گئے۔ (مسلم: کتاب الجنائز: باب ۲۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے کسی رشتہ دار یا دوست کی قبر پر جاتا ہے، اس کو سلام کہتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو قبر والا اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب تک وہ اس کے پاس بیٹھا رہتا ہے قبر والا اس سے اطمینان پاتا ہے۔ (کنز العمال: جلد ۱۵: ص ۶۵۶: حدیث نمبر ۴۲۶۰۱)

[۲۸] ان دونوں باغوں میں اوپر درختوں کی سرسبز شاخیں اپنی بہار دکھا رہی ہوں گی اور نیچے دو چشمے بہہ رہے ہوں گے۔ عطیہ نے کہا: ان میں سے ایک پانی کا چشمہ ہوگا اور دوسرا شراب طہور کا جس سے اہل جنت لطف اندوز ہوں گے۔
(تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۵۰)

شراب طہور اور دنیا کی شراب میں فرق

دنیا کی شراب بدمزہ ہوتی ہے۔ اس کے پینے سے عقل جاتی رہتی ہے حتیٰ کہ شرابی اپنے اور بیگانے میں تمیز نہیں کر سکتا اور بعض دفعہ ایسی غلط باتیں بھی کہہ جاتا ہے جن پر وہ ہمیشہ شرمندہ رہتا ہے، مگر جنت کی شراب طہور ان ساری خرابیوں سے پاک ہوگی۔ جنت میں اس کا چشمہ جاری ہوگا، اس کا رنگ سفید، اس کا ذائقہ لذیذ اور اس کے پینے سے انسان کے جسم اور عقل پر کوئی منفی اثر نہیں پڑے گا۔ الغرض دنیا کی شراب حرام اور جنت کی شرابِ طہور کے درمیان نام کے علاوہ اور کوئی چیز مشترک نہیں ہے۔

Marfat.com

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

مُتَّکِـِٕیۡنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآئِنُہَا مِنۡ اِسۡتَبۡرَقٍ ؕ وَجَنَا الۡجَنَّتَیۡنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ وہ ایسے بستروں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے اُستر دبیز ریشم کے ہوں گے، اوران دونوں باغوں کے پھل جھکے ہوئے قریب ہوں گے۔[۲۹]

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فِیۡہِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ ۙ لَمۡ یَطۡمِثۡہُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَہُمۡ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اوران باغوں میں نیچی نگاہ رکھنے والی (حوریں) ہوں گی جن کو ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔[۳۰]

ذرا اندازہ کریں یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ اوپر سرسبز درختوں کی بہار، نیچے پانی اور شراب طہور کے چشمے، کیا پھر بھی تم اس کی نعمتوں کا انکار کرتے ہو؟

[۲۹] لحاف یا گدے کے اندر اور نیچے والے کپڑے کو اُستر کہتے ہیں جو عام طور پر سادہ اور معمولی کپڑے کا ہوتا ہے اور اس کے باہر اور اوپر والے کپڑے کو اَبری کہتے ہیں جو عام طور پر عمدہ اور قیمتی کپڑے کا ہوتا ہے۔ جنت کے بستروں کا جب استر نفیس اور قیمتی ریشم کا ہوگا تو اس کی اَبری کی شان کیا ہوگی۔ اہل جنت ان آرام دہ اور قیمتی بستروں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور ان کے چاروں طرف درختوں پر دونوں قسم کے یعنی تازہ اور خشک میوے لٹک رہے ہوں گے اور جب بھی وہ ان کو کھانے کا ارادہ کریں گے تو وہ پھل جھک کر ان کے قریب آجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہارے لئے قیمتی بستر اور ہر قسم کے تازہ وخشک میوے مہیا کر رکھے ہیں، سوتم اس کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے؟

[۳۰] اہل جنت کو بیویوں کے علاوہ حوریں بھی دی جائیں گی جو یاقوت اور مرجان کی طرح خوبصورت ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں ایسی خوبصورت حوریں عطا فرمائے گا کہ کوئی انسان اس دنیا میں ان جیسی عورتوں کا تصور بھی نہیں کر سکتا تو پھر تم کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟

جنت کیا ہے؟

جنت سے مراد وہ مخصوص باغ ہے جس میں قیامت کے دن نیک لوگ داخل ہوں گے، اس میں نہریں بہتی ہوں گی، اس کے پھلوں کی ظاہری شکل وصورت تو دنیاوی پھلوں سے ملتی جلتی ہوگی مگر ان کی خوشبو اور ذائقہ بدرجہا بہتر ہوگا اور ان باغات

Marfat.com

میں مردوں کے لیے پاکیزہ بیویاں اور عورتوں کے لئے خوبصورت شوہر ہوں گے۔

جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی ہے۔ اس کا سیمنٹ بہت عمدہ مشک ہے، اس کی بجری موتی اور یاقوت ہے اور اس کی مٹی زعفران ہے۔ جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ خوشحال رہے گا کبھی محتاج نہیں ہوگا، وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اس کو کبھی موت نہیں آئے گی، نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ ہی اس کا شباب ختم ہوگا۔

(ترمذی: ۲۵۲۶: ابواب الجنۃ: باب ۱)

جنت کی نعمتیں کیسی ہوں گی؟

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔

(مسلم: ۱۷۳۲: کتاب الجنۃ: باب ۱)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مؤمن جنت میں بچے کی خواہش کرے گا تو اس کی خواہش کے مطابق لحہ بھر میں بچہ پیدا ہو جائے گا۔ اس کا حمل، پیدائش اور عمر سب کچھ ایک لحہ میں ہی ہو جائے گا۔

(ترمذی: ۲۵۶۳: ابواب الجنۃ: باب ۲۳)

☆ امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جنت کے اندر پرندوں کو دیکھ کر (ان کا گوشت کھانے کی) جونہی خواہش کرو گے فوراً تمہارے سامنے بھنے ہوئے پرندے پڑے ہوں گے۔

(تفسیر مظہری: سورہ حٰم السجدۃ: زیر آیت نمبر ۳۲)

جنت کی سب سے بڑی نعمت کیا ہوگی؟

جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار سب سے بڑی نعمت ہوگا جیسا کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم یہاں کوئی مزید چیز بھی چاہتے ہو؟ اہل جنت کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ پھر اللہ تعالیٰ حجاب کھول دے گا اور اہل جنت کو ایسی کوئی چیز نہیں عطا کی گئی ہوگی جو ان کو اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔

(مسلم: حدیث نمبر ۴۴۹: کتاب الایمان: باب ۸۰)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم شخص وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے چہرے کا صبح اور شام دیدار کرے گا۔ (ترمذی: ۲۵۵۳: ابواب صفۃ الجنۃ: باب نمبر ۱۷)

Marfat.com

جنت میں عمریں کیا ہوں گی؟

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں اہل جنت اس حال میں داخل ہوں گے کہ ان کے چہروں اور جسموں پر بال نہیں ہوں گے اور ان کی عمریں تیس یا تینتیس (33/30) سال ہوں گی۔
(ترمذی:۲۵۴۵:ابواب صفة الجنة: باب نمبر ۱۲)

جنت کی زبان کیا ہوگی؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور (ان کے سامنے) اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا، پھر آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا ہوا) ہے اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے افسوس! اس اعمال نامہ کو کیا ہوا ہے اس نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا ہے اور نہ بڑا مگر سب کا احاطہ کرلیا ہے اور جو عمل انہوں نے کئے تھے سب کو اپنے سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ فرمائے گا۔} (قرآن:۱۸:۴۹)

اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں کوئی شخص بے پڑھا نہ ہوگا۔ سب پڑھ سکیں گے اور سب عربی سے واقف ہوں گے کیونکہ اعمال نامہ کی تحریر عربی میں ہوگی۔ بلکہ مرتے ہی سب کی زبان عربی ہو جاتی ہے کیونکہ قبر میں سوالات عربی میں ہوتے ہیں اور سارے لوگ عربی میں جواب دیتے ہیں۔ (تفسیر نور العرفان)
جنت کی زبان عربی ہوگی جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا: تین وجوہ سے اہل عرب سے محبت کرو کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن کی زبان عربی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔ (مستدرک: جلد ۴: ص ۹۸)

جنت کے لئے دعا

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنادے۔ (قرآن:۲۶:۸۵)
۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اور میں تجھ سے جنت کے بلند درجات کا سوال کرتا ہوں۔ آمین
(المعجم الکبیر للطبرانی: روایت نمبر ۷۱۷: جلد ۲۳: ص ۳۱۷)
۳۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے اور فردوس جنت کا سب سے بلند درجہ ہے اور اس سے جنت کی چاروں نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے، پس جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔
(ترمذی:۲۵۳۱:ابواب صفة الجنة: باب نمبر ۴)

جنت میں حوروں کی شان کیا ہے؟

حوریں جنت کی مخلوق ہیں اور وہ موتیوں کی طرح خوبصورت ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {گویا وہ (حوریں) یاقوت اور مرجان ہیں} (قرآن:۵۵:۵۸) اور وہ اتنی پاکدامن ہیں کہ انہیں اپنے ان جنتی شوہروں سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں ہوگا کیونکہ وہ جنت ہی میں پیدا کی گئی ہیں اور وہاں کسی برائی کا وجود نہیں ہے۔

Marfat.com

حوروں کا اہل جنت سے نکاح کیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ہم انہیں بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے} (قرآن: ۴۴: ۵۴) حوریں اپنی نگاہیں جھکائے رکھیں گی اور وہ اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کو دیکھنا پسند نہیں کریں گی کیونکہ ان کو اپنے شوہر ہی سب سے زیادہ خوبصورت اور اچھے لگیں گے۔

☆ حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شب معراج میں جنت کے اندر ایک ایسی نہر کے پاس سے گزرا جس کے کناروں پر مرجان کے خیمے تھے، ان کے اندر سے السلام علیک یارسول اللہ! کی آواز آئی تو میں نے جبریل امین سے پوچھا: یہ مجھے سلام کہنے والے کون ہیں؟ جبریل امین نے کہا: یہ بڑی آنکھوں والی خوبصورت حوریں ہیں۔ انہوں نے اپنے رب سے آپ کو سلام کرنے کی اجازت مانگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت دیدی، پھر حوریں کہنے لگیں: ہم ہمیشہ (اپنے شوہروں سے) راضی رہیں گی اور کبھی ناراض نہیں ہوں گی۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۷۲)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کی عورتوں (یعنی حوروں) میں سے ایک عورت کی پنڈلی کی سفیدی ستر حلوں کے پار سے نظر آئے گی حتیٰ کہ اس کی پنڈلی کا مغز بھی نظر آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {گویا وہ (حوریں) یاقوت اور مرجان ہیں} (قرآن: ۵۵: ۵۶) اور یاقوت وہ موتی ہے حتیٰ کہ اگر تم اس میں ایک دھاگا داخل کرو، پھر تم اس کو صاف کرو تو وہ تم کو اس کے پیچھے سے نظر آئے گا۔ (ترمذی: ۲۵۳۳: ابواب صفۃ الجنۃ: باب ۵)

☆ زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حوروں کو مٹی سے نہیں بلکہ مشک، کافور اور زعفران سے بنایا ہے۔

(تفسیر مظہری: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۷۲)

☆ حوروں کی پیدائش جنت میں ہوئی ہے، جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان (غلمان) کو جنت میں اس طرح پیدا فرمایا ہے جس طرح بڑی آنکھوں والی حوروں کو جنت میں پیدا فرمایا ہے۔ نہ وہ مریں گے اور نہ وہ بوڑھے ہوں گے۔

(تفسیر درمنثور: سورۃ الواقعۃ: جلد ۸: ص ۱۴)

اور وہ آج بھی جنت میں موجود ہیں، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو عورت دنیا میں اپنے خاوند کو ایذا پہنچاتی ہے تو بڑی آنکھوں والی حور جو جنت میں اس کی بیوی ہوگی، وہ اس عورت سے کہتی ہے: اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے، تو اس کو ایذا نہ پہنچا۔ یہ شخص دنیا میں تیرے پاس عارضی طور پر ہے اور عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہماری طرف آئے گا۔ (ترمذی: ۱۱۷۴: ابواب الرضاع: باب ۱۹)

جنت میں عورتوں کی شان کیا ہوگی؟

☆ حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ اگر جنت کی ایک عورت اہل زمین کی طرف جھانک لے تو آسمان اور زمین کے درمیان کا سارا حصہ چمک اٹھے اور خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کا دوپٹہ اتنا قیمتی ہوگا کہ وہ دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا۔ (بخاری: ۲۷۹۶: کتاب الجہاد: باب ۶)

Marfat.com

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دنیا کی عورتیں حوروں سے اس قدر افضل ہوں گی جس طرح ظاہر، باطن سے (اوراُبری، اُستر سے) افضل ہوتا ہے اور اس فضلیت کا سبب ان کے روزے اور نمازیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کے چہروں پر نور پیدا کردے گا، ان کا جسم ریشم کی طرح ہوگا، ان کا رنگ گورا اور زیور سنہرا ہوگا، وہ ہمیشہ خوش رہیں گی اور کبھی ناراض نہیں ہوں گی۔ (معجم کبیر: جلد ۲۳: ص ۳۶۸)

جنت میں مردوں کو کیا ملے گا؟

جنت میں مردوں کو بیویوں کے علاوہ حوریں بھی دی جائیں گی۔ حوروں کی جنس انسانوں سے مختلف ہے۔ اس دنیا میں انسان کا نکاح کسی غیر جنس یعنی فرشتے، جانور یا جنات کے ساتھ جائز نہیں ہے مگر جنت میں اہل ایمان کا نکاح حوروں سے ہوسکے گا۔

جنت میں عورتوں کو کیا ملے گا؟

اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر دلکشی اور حسن رکھا ہے اور حسن کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ کوئی اس کو چاہنے والا ہو۔ اسی لیے ہر عورت کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اسے کوئی محبت کرنے والا خاوند مل جائے اور جنت میں ہر عورت کا خاوند ایسا حسین ہوگا جس کو دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہو جائے گا کیونکہ وہ خاوند اس کے خوابوں کی تعبیر اور اس کے دل کی خواہش کا مظہر اتم ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور جنت میں تمہارے لیے ہر وہ چیز ہوگی جو تمہارا جی چاہے گا اور جو تم مانگو گے} (قرآن: ۴۱:۳۱) لہٰذا جنت میں جس طرح ہر مرد کی بیوی اس کی پسند کا مظہر اتم ہوگی اسی طرح ہر عورت کا خاوند بھی اس کے خوابوں کی تعبیر ہوگا اور دونوں ایک دوسرے سے دلی محبت کریں گے۔

جنت میں حوریں اور غلمان بھی ہوں گے جو میاں بیوی کے لئے ایک ثانوی اور اضافی سکون کا باعث ہوں گے مگر یہ دونوں انسانی جنس سے نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی خوشبو سے پیدا فرمائے گا اور وہ جنتی میاں بیوی کی خدمت میں سرگرم رہیں گے۔ حوریں جوان ہوں گی اور ان کا مرد سے نکاح کر دیا جائے گا تاکہ مرد کا غیر محرم عورت کے ساتھ اختلاط نہ ہو اور غلمان نوعمر لڑکے ہوں گے تاکہ عورت کا غیر محرم بالغ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو۔

جنت میں انبیائے کرام اور خاص مقربین کے علاوہ ہر انسان کی انسانی جنس سے صرف ایک ہی بیوی ہوگی اور خاوند کے دل میں جو محبت اور رغبت اپنی بیوی کی ہوگی حوریں وہاں نہیں پہنچ سکیں گی جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی عورتیں حوروں سے اس قدر افضل ہوں گی جس طرح ظاہر، باطن سے (اوراُبری، اُستر سے) افضل ہوتا ہے اور اس فضلیت کا سبب ان کے روزے اور نمازیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کے چہروں پر نور پیدا کردے گا، ان کا جسم ریشم کی طرح ہوگا، ان کا رنگ گورا اور زیور سنہرا ہوگا، وہ ہمیشہ خوش رہیں گی اور کبھی ناراض نہیں ہوں گی۔ (معجم کبیر: جلد ۲۳: ص ۳۶۸) اس دنیا میں عورت کے حیض، نفاس اور حمل کے ایام میں اگر مرد صبر نہ کر سکے یا بیوی کسی بیماری یا حادثہ کی وجہ سے مرد کے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہو جائے تو مرد کو دوسری بیوی کی ضرورت پڑ سکتی ہے مگر جنت میں کسی عورت کو ایسا کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوگا لہٰذا ہر مرد ہمیشہ اپنی بیوی کے ساتھ ہی خوش اور خرم رہے گا۔

Marfat.com

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۵۷

۵۷۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝۵۸

۵۸۔ گویا وہ (حوریں) یاقوت اور مرجان ہیں۔

جس عورت کا دنیاوی خاوند جنت میں گیا تو وہ ایک نئی محبت اور رغبت کے ساتھ اس کا خاوند بنے گا۔ دنیا میں خاوند کے مزاج اور کردار میں جو خامیاں تھیں وہ جنت میں ان خامیوں سے پاک ہوگا اور اگر کسی عورت کا دنیاوی خاوند اپنے مظالم کی وجہ سے جنت میں نہ جا سکا یا عورت شادی کے بغیر فوت ہوگئی تو کوئی جنتی نوجوان جو بغیر شادی کے فوت ہو گیا وہ اس عورت کا خاوند بنے گا اور یہ عورت اس کو دل سے پسند کرے گی۔ اسی طرح جو بچے اور بچیاں، بچپن میں فوت ہو گئے وہ جنت میں جوان ہوں گے اور ان کی آپس میں شادیاں کر دی جائیں گی۔

جس عورت نے متعدد نکاح کیے ہوں اور ہر خاوند نے اس کو طلاق دے دی ہو اور جب وہ فوت ہو تو کسی خاوند کے نکاح میں نہ ہو تو جنت میں اس عورت کو اختیار دیا جائے گا کہ جس خاوند کے اخلاق دنیا میں سب سے اچھے تھے وہ اس کو اختیار کر لے کیونکہ دنیا و آخرت کی بھلائی اچھے اخلاق کے ساتھ وابستہ ہے۔ (معجم کبیر: جلد ۲۳: ص ۳۶۸) لیکن جس عورت نے متعدد نکاح کیے ہوں اور آخری خاوند نے اس کو طلاق نہ دی ہو اور وہ اس کے نکاح میں فوت ہوئی تو وہ جنت میں آخری خاوند کے نکاح میں ہوگی۔ (تبیان القرآن: جلد اول: ص ۳۳۸)

المختصر جنت میں میاں بیوی دونوں جوان ہوں گے، ان کے پسینے سے مشک جیسی خوشبو آئے گی، وہ آپس میں ایک دوسرے کو سب سے زیادہ چاہنے والے ہوں گے اور ہمیشہ خوش رہیں گے۔

جنت میں غلمان سے کیا مراد ہے؟

اہل جنت کو نوعمر خدام بھی دیئے جائیں گے جو ان کی خدمت کے لئے ان کے گرد گھوم رہے ہوں گے اور وہ ان موتیوں کی طرح خوبصورت اور صاف ستھرے ہوں گے جن کو چھپا کر رکھا گیا ہو تا کہ ان پر گرد و غبار نہ پڑے۔

☆ امام بغوی نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اہل جنت میں سے ہر شخص کی خدمت میں ایک ہزار غلام ہوں گے اور ہر غلام اپنے مالک کے حکم پر عمل کرنے کے لئے کمر بستہ ہوگا۔

(تفسیر بغوی: سورۃ الطور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۴)

☆ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یا نبی اللہ! جب خادم اتنا حسین ہوگا تو مخدوم کا کیا عالم ہو گا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خادم پر مخدوم کی فضیلت ایسی ہوگی جیسے چودھویں کے چاند کی تمام ستاروں پر فضیلت ہے۔

(تفسیر معالم التنزیل: سورہ طور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۴)

☆ امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں اس طرح پیدا فرمایا ہے جس طرح بڑی آنکھوں والی

Marfat.com

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔[۳۱]

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

حوروں کو جنت میں پیدا فرمایا ہے۔ نہ وہ مریں گے اور نہ وہ بوڑھے ہوں گے۔

(تفسیر درمنثور: سورۃ الواقعۃ: جلد ۸: ص ۴۱)

غلمان کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ مشرکین کے فوت ہونے والے نابالغ بچے ہوں گے، جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مشرکین کے جو نابالغ بچے فوت ہو جاتے ہیں وہ اہل جنت کے خدام ہوں گے۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ الواقعۃ (۵۶): زیر آیت نمبر ۱۷)

[۳۱] جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی نہ کرے اس کا صلہ اسے یہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کو رنگا رنگ نعمتوں سے نوازے گا۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا احسان نہیں ہے کہ اس نے تمہاری نیکیوں کے بدلے میں تمہیں جنت کی خوش خبری سنائی تا کہ تم زیادہ نیکیاں کرو، تو پھر تم کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (یعنی احسان کا بدلہ احسان ہی ہے) پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس کو میں نے توحید کی نعمت سے سرفراز فرمایا اس کی جزا جنت کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے؟ (تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۶۰)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس جبریل امین آئے اور پوچھا: ایمان کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، (آخرت میں) اللہ تعالیٰ سے ملاقات پر، اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر اور دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان رکھو، اس کے بعد جبریل امین نے پوچھا: اسلام کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ پھر جبریل امین نے پوچھا: احسان کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہ دیکھ سکو (تو یہ یقین رکھو) کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (بخاری: ۵۰: کتاب الایمان: باب ۳۸)

Marfat.com

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ ۶۲۔ اور ان دو باغوں کے علاوہ دو اور باغ بھی ہیں۔[۳۲]

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ ۶۳۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ ۶۴۔ وہ دونوں باغ گہرے سبز رنگ کے ہیں۔[۳۳]

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ ۶۵۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ ۶۶۔ ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہیں جو خوب چھلک رہے ہوں گے۔

اس حدیث میں پہلے ایمان کی تعلیم دی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے عقائد کی دل سے تصدیق کی جائے، پھر اسلام کی تعلیم دی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام پر عمل کیا جائے۔ اس کے بعد احسان کی تعلیم دی گئی ہے یعنی ان عقائد اور اعمال کو اپنی عملی زندگی کا ایسا حصہ بنایا جائے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا تصور غالب رہے اور ایسے محسوس ہو گویا وہ میرے سامنے ہے لیکن چونکہ ایسی ذات کا تصور آسان نہیں جس کی کوئی مثال نہیں اس لئے کم از کم یہ تصور تو رہنا ہی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اور وہ ہر وقت میرے احوال کا نگران ہے۔

[۳۲] گزشتہ آیات میں جن دو باغوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ متقی اور مقرب لوگوں کے لئے تھے، اور اب جن دو باغوں کا ذکر کیا جارہا ہے وہ ان سے کم درجہ ہوں گے اور عام مؤمنین کو دیئے جائیں گے۔ اگرچہ یہ باغ پہلے دو باغوں سے کم درجہ ہوں گے مگر پھر بھی جنت کے باغ ہیں، ان کی آسائشیں بھی اتنی اعلیٰ ہوں گی کہ انسانی ذہن ان کا تصور بھی نہیں کرسکتا، پھر تم اس کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے؟

ابن زید نے کہا: یہ دونوں باغ پہلے باغوں کے مقابلہ میں کم درجہ کے ہوں گے۔ پہلے دونوں باغ مقربین کے لئے ہیں جن کے استعمال کی چیزیں سونے کی ہوں گی اور دوسرے دونوں باغ اصحاب یمین کے لئے ہیں جن کے استعمال کی چیزیں چاندی کی ہوں گی۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۶۲) اصحاب یمین سے مراد وہ جنتی ہیں جن کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور ان کو حساب کے بعد جنت میں بھیجا جائے گا، البتہ ان کا درجہ سابقین اور مقربین سے کم ہوگا کیونکہ ان کو بغیر حساب کے جنت میں بھیجا جائے گا۔

[۳۳] یہ دونوں باغ بھی بڑے سرسبز وشاداب ہوں گے، ان کے چشموں سے پانی خوب چھلک رہا ہوگا، پھر تم ان نعمتوں کا کیسے انکار کرسکتے ہو؟

Marfat.com

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾

۶۷۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فِیْهِمَا فَاکِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ ج

۶۸۔ ان دونوں باغوں میں پھل اور کھجوریں اور انار ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ ج

۶۹۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ ج

۷۰۔ ان باغوں میں خوب سیرت اور خوبصورت حوریں ہوں گی۔[۳۴]

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ ج

۷۱۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾ ج

۷۲۔ وہ حوریں خیموں میں پردہ نشین ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ ج

۷۳۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ ج

۷۴۔ ان کو ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔

[۳۴] ان باغوں میں خوبصورت اور خوب سیرت ایسی حوریں بھی ہوں گی جو موتیوں کے خیموں میں پردہ نشین ہوں گی اور ان کو کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں ہوگا، تو اتنی خوبصورت حوروں کے بعد بھی آخر تم کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ خیمہ ایک کھوکھلے موتی کا ہوگا۔(تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۷۲) جس طرح آج کل امیر لوگ گھر سے باہر پکنک منانے جاتے ہیں اور کھلی جگہوں پر موبائل گھروں میں ٹھہرتے ہیں۔شاید اسی طرح جنت کے باغوں میں بھی موتیوں کے خیمے موجود ہوں گے اور جب بھی جنتی باغ کی سیر پر جائیں گے تو ان خیموں میں حوریں ان کی منتظر ہوتی ہوں گی۔

[۳۵] جنت والے جن خوبصورت اور نادر بستروں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے نیچے سبز رنگ کے قالین ہوں گے۔گزشتہ آیات میں کئی عزتوں اور عظمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو آخرت میں اہل ایمان کو دی جائیں گی، تو کیا تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں

Marfat.com

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾	۷۵۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟
مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾	۷۶۔ وہ (اہل جنت) سبز قالینوں اور نادر وخوبصورت بستروں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔[۳۵]
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾	۷۷۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟
تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ﴿۷۸﴾	۷۸۔ آپ کے رب کا نام بڑا بابرکت ہے جو بڑی عظمت اور عزت والا ہے۔[۳۶]

کا انکار کر سکتے ہو؟

[۳۶] اللہ تعالیٰ کا نام خیر وبرکت والا ہے، جو بھی اس کے نام کا ورد کرتا ہے وہ خیرات وبرکات کا مستحق قرار پاتا ہے۔ جس کا نام برکت والا ہے اس کی ذات کتنی بابرکت ہوگی۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز پیر ۶ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۶ رمضان ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یکم تا چھ ستمبر یعنی صرف پانچ دنوں میں سورہ رحمٰن کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الواقعۃ (۵۶)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''واقعہ'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مضامین

کفار مکہ بنیادی طور پر آخرت، توحید اور قرآن کے منکر تھے اس لئے مکی سورتوں میں عام طور پر ان تین مضامین کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے۔

آخرت

اس سورت کے پہلے حصہ میں وقوع قیامت کا ذکر ہے یعنی آج تو بہت سے لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں لیکن جب یہ واقعہ پیش آ گیا تو اس وقت اس کو جھٹلانے والا کوئی بھی نہیں ہوگا کیونکہ اس وقت زمین لرز رہی ہوگی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی طرح بکھر جائیں گے۔

قیامت کے دن اولین اور آخرین سب میدان حشر میں جمع ہوں گے اور انہیں تین گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا:

۱۔ ایک گروہ دائیں طرف والوں کا جن کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور وہ حساب و کتاب کے بعد جنت میں جائیں گے۔

۲۔ دوسرا گروہ بائیں طرف والوں کا جن کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا اور ان کو جہنم رسید کیا جائے گا۔

۳۔ تیسرا گروہ ان سابقین کا ہوگا جو نیک کاموں میں سبقت لے جاتے تھے، وہ بغیر حساب کے اعلیٰ قسم کی جنت میں جائیں گے اور دوسروں کی شفاعت بھی کریں گے۔

توحید

اس سورت کے دوسرے حصہ میں توحید کے دلائل بیان کئے گئے ہیں یعنی کیا تم نے کبھی غور کیا کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تم خود تو اپنے خالق نہیں ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی نے تمہاری موت کا وقت مقرر کیا ہے۔ وہی آسمان سے میٹھا پانی اتارتا ہے اور وہی تمہارے رزق کے لئے فصلیں اگاتا ہے تو پھر تم اس کے وجود کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

قرآن

اس سورت کے تیسرے حصہ میں قرآن مجید کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کر تاکید فرمائی کہ قرآن مجید بڑا عزت والا کلام ہے اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور اس کو پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔

موت

اس سورت کے چوتھے اور آخری حصہ میں انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جب موت کا فرشتہ آئے گا تو کوئی اسے روک نہیں سکے

Marfat.com

گا۔ جس طرح تو موت کو نہیں روک سکتا اسی طرح تو وقوع قیامت اور جزاوسزا کو بھی نہیں روک سکے گا اور ہر شخص کو اپنے اعمال کے مطابق جزاوسزا سے واسطہ پڑے گا۔

سورہ واقعہ کی فضیلت

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھتا ہے اسے فاقہ کبھی نہیں آئے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: تعارف سورۃ الواقعۃ)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورہ واقعہ خوشحالی کی سورت ہے۔ اسے خود بھی پڑھا کرو اور اپنی اولاد کو بھی اس کی تعلیم دیا کرو۔ (تفسیر درمنثور: تعارف سورۃ الواقعۃ)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی عورتوں کو سورہ واقعہ سکھاؤ کیونکہ یہ خوشحالی کی سورت ہے۔ (تفسیر درمنثور: تعارف سورۃ الواقعۃ)

☆ حضرت ابو ظبیۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب آخری مرتبہ بیمار ہوئے جس میں ان کی موت واقع ہوگئی تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی بیمار پرسی کے لئے گئے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کو کیا بیماری ہے؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اپنے گناہوں کی بیماری ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کیا چاہتے ہیں؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا ہم آپ کے لئے کوئی طبیب بلائیں؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: طبیب نے ہی مجھے اس بیماری میں مبتلا کیا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا میں آپ کو کچھ عطیہ دینے کا حکم دوں؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ عطیہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیٹیوں کے کام آئے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ کو خطرہ ہے کہ میری وفات کے بعد میری بیٹیاں افلاس کا شکار ہوں گی؟ ایسا نہیں ہوگا کیونکہ میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھا کریں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھتا ہے اسے فاقہ سے کبھی واسطہ نہیں پڑے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: تعارف سورۃ الواقعۃ)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

لیلۃ القدر بعد از عشاء بروز پیر ۶ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۶ رمضان ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

آیاتہا ۹۶ ۵۶ سورۃ الواقعۃ مکیۃ ۴۶ رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۟ۙ ۱۔ جب قیامت واقع ہو جائے گی۔[۱]

لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۟ۘ ۲۔ (اور جب) یہ واقع ہو گئی تو کوئی (اسے) جھٹلانے والا نہیں ہوگا۔[۲]

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۟ۙ ۳۔ وہ (کسی کو) پست کرنے والی (اور کسی کو) بلند کرنے والی ہوگی۔[۳]

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۟ۙ ۴۔ جب زمین لرزنے لگے گی۔

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۟ۙ ۵۔ اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔[۴]

فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۟ۙ ۶۔ پھر غبار بن کر منتشر ہو جائیں گے۔

---

[۱] امام ابن کثیر لکھتے ہیں: قیامت کے مختلف ناموں میں سے ایک واقعہ ہے، اور اس کا نام واقعہ اس لئے ہے کہ یہ ضرور واقع ہو کر رہے گی اور کوئی اس کو روک نہیں سکے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الواقعۃ (۵۶): زیر آیت نمبر ۱)

[۲] جب قیامت قائم ہو گئی تو سب کو مشاہدہ ہو جائے گا اور کوئی بھی اس کو جھٹلا نہیں سکے گا۔

[۳] جب قیامت قائم ہو گی تو جعلی اور ظاہری پردے دور کر دیئے جائیں گے، اصلی اور باطنی احوال ظاہر ہو جائیں گے۔ جس کے نتیجہ میں غلط کار لوگ اپنے کرتوتوں کی دلدل میں ذلیل و رسوا ہوں گے اور نیکو کار لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سربلند ہوں گے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیامت اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو دوزخ میں پست کرے گی اور اولیاء اللہ کو جنت میں بلند کرے گی۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الواقعۃ (۵۶): زیر آیت نمبر ۳)

[۴] جب قیامت آئے گی تو زمین اس قدر لرزنے لگے گی کہ اس پر موجود ساری عمارتیں زمین بوس ہو جائیں گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر خاک کے ذروں کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔

Marfat.com

وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝٧ | ٧۔ اور تم لوگ تین گروہوں میں بٹ جاؤ گے۔[٥]

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝٨ | ٨۔ پس (ایک گروہ) دائیں طرف والے، کیا ہی اچھے ہیں دائیں طرف والے۔

وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝٩ | ٩۔ اور (دوسرا گروہ) بائیں طرف والے، کیسے ہی برے ہیں بائیں طرف والے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝١٠ | ١٠۔ اور (تیسرا گروہ نیکیوں میں) سبقت لے جانے والے، (وہ جنت کے درجات میں بھی سب سے) آگے آگے ہوں گے۔

اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝١١ | ١١۔ وہی لوگ (اللہ تعالیٰ کے) مقرب ہوں گے۔

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝١٢ | ١٢۔ (وہ) نعمت والے باغوں میں ہوں گے۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٣ | ١٣۔ ایک بڑی جماعت پہلے لوگوں سے ہوگی۔[٦]

---

[٥] قیامت کے دن تم سب یعنی پوری نوع انسانی کو تین گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا:

١۔ ایک گروہ دائیں طرف والوں کا جن کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور وہ حساب و کتاب کے بعد جنت میں جائیں گے۔

٢۔ دوسرا گروہ بائیں طرف والوں کا جن کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا اور ان کو جہنم رسید کیا جائے گا۔

٣۔ تیسرا گروہ ان سابقین کا ہوگا جو نیک کاموں میں سبقت لے جاتے تھے، وہ بغیر حساب کے اعلیٰ قسم کی جنت میں جائیں گے اور یہی وہ خوش نصیب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی قرب سے نوازے گا۔

[٦] نبی کریم ﷺ کی امت سب سے افضل ہے اور جنت میں بھی نبی کریم ﷺ کی امت کی تعداد دوسری امتوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوگی، لہٰذا سابقین کی بڑی جماعت سے مراد نبی کریم ﷺ کی امت کے سابقین ہیں، جیسا کہ سید محمود آلوسی نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: یہ دونوں جماعتیں اس امت یعنی میری امت سے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی) حافظ ابن کثیر نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے یعنی نبی کریم ﷺ کی امت کے ابتدائی دور کے لوگوں میں سابقین (خصوصی مقربین) کی تعداد زیادہ ہوگی اور بعد میں آنے والوں میں سابقین کی تعداد کم ہوگی۔ (تفسیر ابن کثیر)

Marfat.com

☆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (امت مسلمہ) میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے (یعنی دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم)، پھر ان کا جو ان سے متصل ہوں گے (یعنی تابعین رضی اللہ عنہم)، پھر ان کا جو ان سے متصل ہوں گے (یعنی تبع تابعین رضی اللہ عنہم)، پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو شہادت طلب کئے بغیر گواہیاں دیں گے، وہ خیانت کریں گے اور انہیں امین نہیں بنایا جائے گا، وہ نذر مانیں گے مگر ان کو پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا، (بخاری: ۳۶۵۰: کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم: باب ۱) یعنی وہ مال و دولت جمع کرنے میں حلال و حرام کی تمیز نہیں کریں گے۔ لیکن اگر کوئی آدمی فطری طور پر موٹا ہو تو وہ مذموم نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ خوش نصیب ہیں جو سابقین کے پہلے گروہ میں شامل ہیں۔ آج اگر کوئی شخص ان کی شان میں زبان طعن دراز کرے تو اسے اپنے ایمان پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مسلمان کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو (ایمان کی نظر سے) دیکھا۔

(ترمذی: حدیث نمبر ۳۸۵۸: ابواب المناقب: باب ۵۶)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو: تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۸۶۶: ابواب المناقب: باب ۵۹)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو وہ میرے صحابہ کے ایک کلوگرام بلکہ آدھا کلوگرام (جو خیرات کرنے کے اجر) کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری: ۳۶۷۳: فضائل اصحاب: باب ۵)

☆ حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب میں سے جو شخص کسی علاقہ میں فوت ہو جائے تو قیامت کے دن وہ شخص اس علاقہ والوں کے لئے قائد اور نور بنا کر اٹھایا جائے گا۔

(ترمذی: ۳۸۶۵: ابواب المناقب: باب ۵۸)

☆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا، پس جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے، اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض کے باعث ایسا کرتا ہے، اور جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی گرفت فرمائے گا۔

(ترمذی: ۳۸۶۲: ابواب المناقب: باب ۵۸)

Marfat.com

☆ حضرت حسین بن علی ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اسلام کا لباس حیا ہے، اس کی زینت وفا ہے، اس کی مروت عمل صالح ہے، اس کا ستون تقویٰ ہے۔ ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت ہے۔ (کنز العمال: ۳۲۵۲۳: جلد ۱۱: ص ۵۳۹)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ۔۔۔ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے تھے اور میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے اور ایک ملت کے سوا باقی تمام فرقے جہنم میں ہوں گے۔ مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون سی ملت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: وہ جو اس راستے پر چلیں جس پر میں اور میرے اصحاب ﷺ ہیں۔

(ترمذی: ۲۶۴۱: ابواب الایمان: باب ۱۸)

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ (مشہور محدث) عمر بن حبیب ایک روز خلیفہ ہارون الرشید کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ وہاں ایک مسئلہ پر گرما گرم بحث شروع ہوگئی۔ ایک شخص نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی روایت کردہ حدیث پیش کی۔ دوسرے فریق نے اس حدیث کو صحیح ماننے سے انکار کر دیا اور کہا: ہم ابو ہریرہ کی روایات کو نہیں مانتے کیونکہ وہ متہم (مشکوک) ہیں۔ عمر بن حبیب کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ ہارون الرشید بھی انہی کی طرف مائل ہیں اور ان کی بات کی تائید کرنے لگے۔ میں نے کہا: یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور حضرت ابو ہریرہ ﷺ روایتِ احادیث میں ثقہ اور صادق ہیں۔ ہارون الرشید نے غضبناک نگاہوں سے میری طرف دیکھا تو میں وہاں سے اٹھ کر گھر چلا آیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے بتایا گیا کہ خلیفہ کا قاصد دروازے پر کھڑا ہے۔ جب وہ اندر آیا تو اس نے کہا: فوراً امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو تجھے قتل کیا جائے گا، لہٰذا کفن بھی پہن لو اور خوشبو بھی لگا لو۔ میں نے یہ سنا تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی: اے اللہ تعالیٰ! تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے نبی ﷺ کے صحابی کا دفاع کیا ہے اور اس طرح تیرے نبی ﷺ کی شان کو بلند کیا ہے۔ اے میرے اللہ! تو مجھے ہارون کے شر سے بچا۔ یہ دعا مانگی اور ہارون کی طرف روانہ ہوا۔ وہ سونے کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی آستینیں چڑھائی ہوئی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اس کے سامنے چمڑے کا ٹکڑا بچھا ہوا تھا، مجھے دیکھ کر بولا: اے عمر! میری بات کو آج تک ایسی گستاخی سے کسی نے رد نہیں کیا جس طرح تو نے کیا ہے۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے صرف اس بات کی تردید کی ہے جس سے نبی کریم ﷺ کی شان پر حرف آتا تھا اور نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی توہین ہوتی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام جھوٹ بولا کرتے تھے تو شریعت باطل ہو جائے گی۔ نماز، روزہ، طلاق، نکاح اور حدود کے بارے میں جتنے احکام ہیں سب مردود اور غیر مقبول قرار پائیں گے۔ میری یہ بات سن کر وہ اپنی ذات کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: اے عمر بن حبیب! تو نے مجھے ازسرنو زندہ کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ تجھے سلامت رکھے، اور دس ہزار درہم بطور انعام مجھے دینے کا حکم دیا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ فتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۲۹)

☆ عویم بن ساعدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب مخلوقات سے اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا اور پھر میرے لئے اصحاب کا انتخاب فرمایا۔ ان میں سے میرے لئے وزیر، داماد اور سسر بنائے، پس جس نے ان کو برا بھلا کہا،

Marfat.com

وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿١٤﴾	۱۴۔ اور قلیل تعداد پچھلے لوگوں سے ہوگی۔
عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ﴿١٥﴾	۱۵۔ وہ سونے سے مرصع تختوں پر ہوں گے۔
مُّتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ ﴿١٦﴾	۱۶۔ وہ ان تختوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔[۷]
يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ﴿١٧﴾	۱۷۔ ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہنے والے نوخیز لڑکے ان کے اردگرد گھومتے ہوں گے۔
بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿١٨﴾	۱۸۔ (ہاتھوں میں) پیالے، آفتابے اور شرابِ طہور کے چھلکتے جام لئے ہوئے۔[۸]
لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ ﴿١٩﴾	۱۹۔ جس (کے پینے) سے نہ ان کے سر میں درد ہوگا اور نہ ان کی عقل میں فتور آئے گا۔
وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾	۲۰۔ اور میوے بھی جو وہ (جنتی) پسند کریں گے۔[۹]

اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے کوئی معاوضہ اور کوئی بدلہ قبول نہ کرے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ فتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۲۹)

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سارے کے سارے عادل ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے دوست اور اس کے منتخب کردہ ہیں اور اس کی مخلوق میں اس کے انبیاء و رسل کے بعد سب سے بہتر ہیں۔
(تفسیر قرطبی: سورہ فتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۲۹)

[۷] وہ سونے اور موتیوں سے جڑے ہوئے تختوں پر تکیے لگائے ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے اور نوخیز لڑکے خدمت کے لئے ان کے اردگرد گھوم رہے ہوں گے۔ یہ خدام ہمیشہ نوخیز ہی رہیں گے اور کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے۔

[۸] نوخیز خدام جو اہل جنت کی خدمت پر مامور ہوں گے وہ شراب طہور کے لبریز جام پیش کریں گے۔ یہ پاکیزہ شراب ہوگی جس کے پینے سے نہ ان کے سر میں درد ہوگا اور نہ ہی وہ مدہوش ہوں گے۔

[۹] اور یہ خدام اہل جنت کی پسند کے میوے پیش کریں گے اور اگر جنتی چاہیں گے تو پھل خود بخود جھک کر ان کے قریب آ جائیں گے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنت میں اولیاء اللہ اگر کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے یا لیٹے ہوئے کسی پھل کی خواہش کریں گے تو وہ درخت جھک کر اپنا پھل ان کے قریب کر دے گا اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے توڑ لیں گے۔
(تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۵۴)

Marfat.com

وَلَحۡمِ طَيۡرٍ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ ﴿۲۱﴾	۲۱۔ اور پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ خواہش کریں گے۔[۱۰]
وَحُوۡرٌ عِيۡنٌ ﴿۲۲﴾	۲۲۔ اور حوریں خوبصورت آنکھوں والی۔[۱۱]
كَاَمۡثَالِ اللُّـؤۡلُـؤِ الۡمَكۡنُوۡنِ ﴿۲۳﴾	۲۳۔ ان موتیوں کی طرح (حسین) جو چھپا کر رکھے ہوئے ہوں۔
جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۴﴾	۲۴۔ یہ جزا ہوگی ان (نیک) اعمال کی جو وہ کرتے تھے۔
لَا يَسۡمَعُوۡنَ فِيۡهَا لَغۡوًا وَّلَا تَاۡثِيۡمًا ﴿۲۵﴾	۲۵۔ وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ کوئی گناہ کی بات۔[۱۲]
اِلَّا قِيۡلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾	۲۶۔ مگر ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آواز آئے گی۔
وَاَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ ﴿۲۷﴾	۲۷۔ اور دائیں طرف والے، کیا ہی اچھے ہیں دائیں طرف والے۔[۱۳]

[۱۰] اور وہ خدام اہل جنت کو پرندوں کا گوشت بھی پیش کریں گے اور اگر جنتی چاہیں گے تو بھنا ہوا پرندہ خود بخود ان کے سامنے آگرے گا، جیسا کہ علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: حدیث میں ہے کہ جب تم جنت میں کسی پرندے کو کھانے کی خواہش کرو گے تو وہ بھنا ہوا پرندہ تمہارے سامنے آگرے گا۔ (تفسیر روح البیان: سورۃ الطور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۲)

[۱۱] اہل جنت کو جو بڑی آنکھوں والی حوریں دی جائیں گی وہ ان موتیوں کی طرح خوبصورت اور صاف ستھری ہوں گی جن کو گرد و غبار سے چھپا کر رکھا گیا ہو۔

[۱۲] جنت کا ماحول بڑا خوشگوار اور معاشرہ بڑا پرامن ہوگا۔ وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات ہوگی اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا بلکہ ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آواز آئے گی یعنی وہ آپس میں ملیں گے تو بھی ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور جب فرشتے سامنے آئیں گے تو وہ بھی اہل جنت کو سلام ہی کریں گے۔

[۱۳] گزشتہ آیات میں سابقین یعنی خصوصی مقربین کا ذکر تھا۔ اب دائیں طرف والوں یعنی عام مؤمنین کا ذکر ہو رہا ہے۔ ان کو بھی جنت کے جو باغ دیئے جائیں گے ان میں لذیذ پھلوں والی ایسی بیریاں ہوں گی جن پر کانٹے نہیں ہوں گے۔ کیلوں کے گچھے لٹک رہے ہوں گے، لمبے لمبے سائے والے خوبصورت درخت ہوں گے، ان میں پانی رواں ہوگا، ان میں پھلوں کی بہتات ہوگی اور وہ پھل ہر موسم میں موجود ہوں گے اور ان کے حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہوگی۔ بعض دفعہ درخت اونچا ہوتا ہے یا اس پر کانٹے ہوتے ہیں جو پھل حاصل کرنے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں مگر جنت کے درختوں پر

Marfat.com

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾	۲۸۔ وہ بے خار بیریوں میں۔
وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾	۲۹۔ اور تہ بہ تہ کیلوں میں۔
وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾	۳۰۔ اور لمبے لمبے سایوں میں۔
وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾	۳۱۔ اور بہتے ہوئے پانی میں۔
وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾	۳۲۔ اور بہ کثرت پھلوں میں۔
لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾	۳۳۔ جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان (کو حاصل کرنے) میں کوئی رکاوٹ ہوگی۔
وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾	۳۴۔ اور وہ اونچے فرشوں پر ہوں گے۔
اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾	۳۵۔ بے شک ہم نے ان (حوروں) کو خاص طور پر بنایا ہے۔[۱۴]
فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾	۳۶۔ ہم نے ان کو کنواریاں بنایا ہے۔
عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾	۳۷۔ وہ محبت کرنے والیاں (اور اپنے ازواج کی) ہم عمر ہیں۔
لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ع ۲۸	۳۸۔ (یہ حوریں) دائیں طرف والوں کے لئے ہیں۔
ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾	۳۹۔ ایک بڑی جماعت پہلے لوگوں سے ہوگی۔[۱۵]

کانٹے نہیں ہوں گے اور جب ان کا جی چاہے گا وہ پھل جھک کر ان کے قریب آجائیں گے۔

[۱۴] دائیں طرف والے یہ عام مؤمنین بھی اونچے فرشوں پر جلوہ گر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے خصوصی اور کنواریاں حوریں پیدا کر رکھی ہیں جو ان کی ہم عمر ہوں گی اور ان سے محبت کرنے والی ہوں گی۔

[۱۵] ان آیات میں اصحاب یمین (دائیں طرف والوں) کی دو جماعتوں کا ذکر ہے یعنی اس امت کے ابتدائی دور کے لوگوں میں سابقین کی تعداد زیادہ ہوگی اور بعد میں آنے والوں میں سابقین کی تعداد اگرچہ کم ہوگی مگر عام مؤمنین کی تعداد زیادہ ہوگی،

Marfat.com

وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٠﴾ ۴۰۔ اور ایک بڑی جماعت پچھلے لوگوں سے ہوگی۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ ۴۱۔ اور بائیں طرف والے، کیسے ہی برے ہیں بائیں طرف والے۔ [۱۶]

جیسا کہ ان آیات کے بارے میں حضرت ابن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں گروہ میری امت سے ہوں گے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الواقعۃ (۵۶): زیر آیت نمبر ۳۹) علامہ خازن لکھتے ہیں: اس سورت کی آیات نمبر تیرہ اور چودہ میں سابقین کی دو جماعتوں کا ذکر ہے۔ (کیونکہ وہ ابتدائی دوز میں زیادہ اور بعد میں کم ہوں گے) اور یہاں اصحاب یمین (سابقین اور عام مؤمنین) دو جماعتوں کا ذکر ہے۔

(تفسیر الخازن: سورۃ الواقعۃ (۵۶): زیر آیت نمبر ۹)

امت محمدیہ کی تعداد زیادہ ہوگی

☆ حضرت بریدہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اور ان میں سے ۸۰ صفیں اس امت کی ہوں گی اور چالیس صفیں باقی امتوں کی ہوں گی۔

(ترمذی: ۲۵۴۶: ابواب صفۃ الجنۃ: باب نمبر ۱۳)

☆ حضرت ابن عباس ﷺ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں، میں نے دیکھا کہ بعض نبیوں علیہم السلام کے ساتھ دس سے کم امتیوں کی جماعت تھی اور کسی نبی ﷺ کے ساتھ ایک یا دو امتی تھے اور کسی نبی ﷺ کے ساتھ کوئی ایک امتی بھی نہ تھا، پھر مجھے ایک عظیم جماعت دکھائی گئی، میں نے خیال کیا شاید یہ میری امت ہو، پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ ﷺ اور ان کی امت ہیں، البتہ آپ آسمان کے کنارے کی طرف دیکھیں، میں نے اس طرف دیکھا تو وہ بھی ایک عظیم جماعت تھی، پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار اشخاص ایسے ہیں جو بلا حساب وعذاب جنت میں داخل ہوں گے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۳۷۴: کتاب الایمان: باب ۹۴)

☆ حضرت ثوبان ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر جلوہ گر رہے گا۔ جو ان کو نا کام کرنا چاہے وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا (یعنی وہ حق پر ثابت قدم رہیں گے) حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر (اعلانِ قیامت) آجائے گا اور وہ اسی طرح (حق پر قائم) ہوں گے۔ (مسلم: ۴۹۵۰: کتاب الامارۃ: باب ۵۳)

[۱۶] بائیں طرف والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور فرشتے ان کو گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیں گے جہاں گرم ہوا ان کے جسم کو جلائے گی اور کھولتا ہوا پانی ان کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا۔ اس عذاب سے گھبرا کر وہ ایک سائے کی طرف دوڑیں گے لیکن جب وہاں پہنچیں گے تو معلوم ہوگا یہ سایہ نہیں بلکہ جہنم کی آگ کا سخت سیاہ دھواں ہے۔ اس میں کوئی ٹھنڈا اور راحت نہیں بلکہ عذاب ہی عذاب ہے۔

Marfat.com

فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ۙ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ وہ گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے۔

وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۙ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔

لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش ہوگا۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۚ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ بے شک وہ لوگ اس سے پہلے بڑے خوشحال تھے۔[۱۷]

وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۚ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور وہ گناہ عظیم پر اصرار کرتے تھے۔

وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا
وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۙ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور وہ کہتے تھے: کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم خاک اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم (پھر زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے؟[۱۸]

اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا کو بھی (زندہ کیا جائے گا؟)

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۙ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ آپ فرمادیں: بے شک اگلوں کو بھی اور پچھلوں کو بھی۔[۱۹]

لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ ایک مقرر دن کے مقرر وقت پر سب کو جمع کیا جائے گا۔

---

[۱۷] ان آیات میں اہل جہنم کے عذاب کی چند وجوہات بیان کی جارہی ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انہیں خوشحال بنایا تھا مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی اور مال و دولت کے گھمنڈ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور کفر و شرک جیسے عظیم گناہوں میں مبتلا رہے۔

[۱۸] وہ اسلام کا مذاق اڑاتے اور کہتے: بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں تو پھر ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو زندہ کیا جائے گا؟

[۱۹] پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرمادیں: قیامت کا دن اپنے وقت مقرر پر ضرور آئے گا جس میں سب اگلوں اور پچھلوں کو حساب و کتاب کے لئے جمع کیا جائے گا۔

Marfat.com

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾	۵۱۔ پھر یقیناً تم اے گمراہو! اے جھٹلانے والو! [۲۰]
لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾	۵۲۔ تم ضرور زقوم کے درخت سے کھانے والے ہو۔
فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾	۵۳۔ پس تم اس سے اپنے پیٹوں کو بھرنے والے ہو۔
فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾	۵۴۔ پھر اس پر سخت کھولتا پانی پینے والے ہو۔
فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾	۵۵۔ پس تم سخت پیاسے اونٹ کی طرح پینے والے ہو۔
هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾	۵۶۔ یہ قیامت کے دن ان کی ضیافت ہوگی۔
نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾	۵۷۔ ہم نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے، پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ [۲۱]

[۲۰] ان آیات میں آخرت اور توحید کے منکر گمراہ لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم اپنی گمراہی سے باز نہ آئے تو جہنم میں تمہیں زقوم کے درخت سے اپنے پیٹوں کو بھرنا پڑے گا اور تمہیں پیاسے اونٹ کی طرح سخت کھولتا ہوا پانی پینا پڑے گا اور یہی ہمیشہ کے لئے تمہاری ضیافت ہوگی۔

زقوم کیسا درخت ہے؟

جہنم کے ایک درخت کا نام زقوم ہے جو سخت کڑوا، بدبودار اور کانٹے دار ہوگا۔ جہنم میں اہل جہنم کی خوراک یہی درخت ہوگا۔ جب انہیں زقوم کھلایا جائے گا تو وہ ان کے پیٹوں میں اس طرح جوش مارے گا جس طرح پگھلا ہوا تانبا اور کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر جہنم کے زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ڈال دیا جائے تو وہ تمام لوگوں کی زندگیوں کو خراب کر دے گا، پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا ہی زقوم ہوگا۔

(ترمذی: ۲۵۸۵: ابواب صفۃ جہنم: باب ۴)

[۲۱] آنے والی آیات میں توحید اور آخرت کے عام فہم دلائل بیان کئے گئے ہیں، یعنی تمہیں علم ہے کہ ہم نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ اگر ہم سب سے پہلے انسان کو مٹی سے پیدا کر سکتے ہیں تو اسی انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دینا کیا مشکل ہے، پھر تم پہلے تجربہ پر غور کر کے دوبارہ تخلیق کی تصدیق کیوں نہیں کرتے؟

Marfat.com

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ جو نطفہ تم (رحم میں) ٹپکاتے ہو۔[۲۲]

ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ تو کیا اس سے (انسان کو) تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو مقرر کیا ہے اور ہم عاجز نہیں ہیں۔[۲۳]

عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَ نُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ کہ ہم تمہاری جگہ تم جیسے اور لوگ پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت میں پیدا کر دیں جس کو تم نہیں جانتے۔

وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ اور بے شک تم پہلی پیدائش کو خوب جانتے ہو، پھر تم غور کیوں نہیں کرتے؟[۲۴]

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾

۶۳۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ جو کچھ تم کاشت کرتے ہو۔

---

[۲۲] کیا تم نے کبھی غور کیا کہ ماں کے پیٹ میں بچہ کس طرح پیدا ہوتا ہے حالانکہ تم نے تو صرف اپنا نطفہ اپنی بیوی کے رحم تک پہنچایا ہے اور تمہیں یہ علم نہیں ہوتا کہ تمہارے اس نطفہ سے حمل قرار پائے گا یا نہیں؟ اور اگر حمل قرار پا جائے تو پھر اس پانی کے قطرے سے خون، گوشت، ہڈیاں، دل، دماغ، آنکھ اور کان جیسے انمول اعضاء کس نے بنائے جن کے حسین مرکب سے ایک ایسا انسان بن گیا جو آج روئے زمین کی تمام چیزوں پر حکومت کر رہا ہے۔ کیا پانی کے ایک قطرے میں یہ ساری خوبیاں تم نے پیدا کی ہیں یا خود بخود پیدا ہو گئی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بے جان پانی کے قطرے سے چلنے پھرنے والا انسان خود بخود نہیں بن سکتا۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے انسان کو حسین شکل و صورت میں پیدا فرمایا اور وہی اس کو مرنے کے بعد دوبارہ بھی زندہ فرمائے گا۔

[۲۳] ہم نے اپنی حکمت کے مطابق تمہاری موت کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ کوئی بچپن میں، کوئی جوانی میں اور کوئی بڑھاپے میں فوت ہوتا ہے اور ہم کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا کہ وہ موت سے بھاگ جائے یا اس کے وقت کو بدل دے۔ نیز ہم قادر مطلق ہیں، ہم جب چاہیں تمہیں فنا کر کے تمہاری جگہ تم جیسے اور لوگ پیدا کر دیں اور جب چاہیں تمہارے مرنے کے بعد تمہاری شکل و صورت تبدیل کر دیں، جیسا کہ قیامت کے دن مؤمن کا چہرہ سفید اور منکر کا چہرہ سیاہ ہوگا جس کا ابھی ہر شخص کو علم نہیں کہ اس کا چہرہ کیسا ہوگا؟

[۲۴] تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہیں پہلی بار اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے تو پھر تم غور کیوں نہیں کرتے کہ جس نے تمہیں پہلی بار

Marfat.com

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾

٦۴۔ کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم (اسے) اگانے والے ہیں؟[۲۵]

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾

٦۵۔ اگر ہم چاہیں تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیں، پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔[۲٦]

اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

٦٦۔ کہ ہم پر تاوان پڑ گیا۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾

٦٧۔ بلکہ ہم تو محروم رہ گئے۔

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾

٦٨۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ جو پانی تم پیتے ہو۔

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾

٦٩۔ کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیں؟[۲٧]

پیدا کیا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کرسکتا ہے حالانکہ دوسری بار تخلیق تو پہلی تخلیق سے آسان ہوتی ہے۔

[۲۵] کیا تم نے کبھی غور کیا کہ جو بیج تم کاشت کرتے ہو، اس کو زمین سے کون اگاتا ہے؟ ایک بے جان دانہ کیسے زمین کو پھاڑ کر باہر نکلتا ہے اور سرسبز وشاداب پودے کی صورت اختیار کر لیتا ہے؟ اللہ تعالیٰ جس طرح زمین میں دفن ایک خشک اور مردہ دانہ کو تازہ اور سرسبز پودا بنا کے نکالتا ہے اسی طرح وہ زمین میں دفن مردہ انسان کو بھی دوبارہ زندہ کرسکتا ہے۔

[۲٦] اور جب فصل پکنے کے قریب ہوتی ہے تو اگر ہم چاہیں تو اسے خشک کر کے ریزہ ریزہ کر دیں، پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم تو ہلاک ہو گئے، ہماری محنت وکاوش گویا ہمارے لئے تاوان اور عذاب بن گئی، ہم بیج سے بھی محروم ہو گئے اور ہماری محنت کا بھی کوئی صلہ نہ ملا۔

[۲٧] جب بارش برستی ہے تو اس کا کچھ پانی دریاؤں میں بہنے لگتا ہے مگر اس کا اکثر حصہ زمین میں جذب ہو جاتا ہے اور زمین کے نیچے پانی کے ذخائر میں جمع ہو جاتا ہے، پھر ہم اس پانی کو ٹیوب ویل اور دیگر ذرائع سے نکالتے ہیں۔ الغرض ہر قسم کے میٹھے پانی کا اصل سرچشمہ بارش ہے۔ کیا تم نے کبھی سوچا کہ یہ میٹھا پانی بادل سے کون اتارتا ہے؟ ظاہر ہے یہ پانی تم نے نازل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو نازل کرنے والا ہے، اور اگر وہ میٹھا پانی نازل نہ کرتا تو تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جاتی، تو ایسے مہربان خدا کا انکار کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

Marfat.com

لَوۡ نَشَآءُ جَعَلۡنٰهُ اُجَاجًا فَلَوۡ لَا تَشۡكُرُوۡنَ ۝۷۰

۷۰۔ اگر ہم چاہیں تو اس (پانی) کو کھاری بنا دیں، پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟[۲۸]

اَفَرَءَيۡتُمُ النَّارَ الَّتِىۡ تُوۡرُوۡنَ ۝۷۱

۷۱۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ جو آگ تم سلگاتے ہو۔

ءَاَنۡتُمۡ اَنۡشَاۡتُمۡ شَجَرَتَهَاۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡشِــُٔوۡنَ ۝۷۲

۷۲۔ کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم (اسے) پیدا کرنے والے ہیں؟[۲۹]

نَحۡنُ جَعَلۡنٰهَا تَذۡكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلۡمُقۡوِيۡنَ ۝۷۳

۷۳۔ ہم نے ہی اس (درخت کی آگ) کو نصیحت اور مسافروں کے لئے فائدہ کی چیز بنایا۔[۳۰]

ع فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ۝۷۴

۷۴۔ پس آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو بڑی عظمت والا ہے۔[۳۱]

[۲۸] سمندر کا پانی کڑوا ہوتا ہے مگر جب اللہ تعالیٰ بخارات کے ذریعہ اس پانی کو اٹھا کر بادل بناتا ہے تو اس کی کڑواہٹ کو سمندر میں چھوڑ دیتا ہے اور خالص میٹھا پانی تم پر اتارتا ہے۔ اگر وہ کڑوا پانی نازل کرتا تو ساری زمین شور ہو جاتی اور تمہارا زندہ رہنا مشکل ہو جاتا تو پھر تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیوں نہیں کرتے۔

[۲۹] آگ اور اس کی ترقی یافتہ صورت یعنی بجلی اور گیس کو انسانی معاشرہ کی ضروریات پورا کرنے میں بہت اہم مقام حاصل ہے۔ کیا تم نے کبھی سوچا کہ جو درخت تمہارے لئے آگ کا ذریعہ بنتے ہیں ان کو کس نے پیدا کیا؟ اگر اللہ تعالیٰ ان درختوں کو پیدا نہ کرتا تو تمہاری زندگی مشکلات کا شکار ہو جاتی، پھر تم اس کی مہربانی اور قدرت کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

[۳۰] مسافر لوگ جب جنگل میں پیدل سفر کرتے ہیں تو انہیں رات کے وقت کھانا پکانے اور سردی کے موسم میں سردی سے بچاؤ کے لئے آگ کی ضرورت پڑتی ہے۔ نیز آگ کی تپش میں ایک نصیحت اور عبرت بھی ہے کہ اگر انسان دنیا کی آگ میں گر جائے تو اس کا جسم جل جاتا ہے تو انسان کو آخرت کی آگ سے ڈرنا چاہیے جو اس سے بہت زیادہ سخت ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جس کو بنی آدم جلاتے ہیں، دوزخ کی آگ سے ستر درجہ کم ہے۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر دوزخ کی آگ دنیا کی آگ جتنی ہوتی تو وہ بھی کافی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر درجہ زیادہ ہے اور اس کا ہر درجہ دنیا کی آگ جتنا ہے۔
(مسلم: ۷۱۶۵: کتاب الجنۃ: باب ۱۲)

[۳۱] اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کا حق بنتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اس کے نام کی تسبیح کرے اور اس کے ساتھ کسی

Marfat.com

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾	۷۵۔ پس میں قسم کھاتا ہوں ان جگہوں کی جہاں ستارے ڈوبتے ہیں۔
وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾	۷۶۔ اور اگر تم سمجھو تو بے شک یہ بہت بڑی قسم ہے۔
اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾	۷۷۔ بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے۔[۳۲]
فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾	۷۸۔ جو ایک محفوظ کتاب میں (درج) ہے۔
لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾	۷۹۔ اس (قرآن) کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔[۳۳]
تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾	۸۰۔ یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے۔
اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾	۸۱۔ کیا تم اس قرآن کو معمولی سمجھتے ہو۔

کو شریک نہ بنائے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: {فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ} (پس آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو بڑی عظمت والا ہے: قرآن: ۵۶ : ۷۴) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تم اپنے رکوع میں رکھ لو۔ (یعنی رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ پڑھا کرو) اور جب سورہ اعلیٰ کی پہلی آیت نازل ہوئی: {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى} (آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو سب سے برتر ہے: قرآن: ۸۷ : ۱) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تم اپنے سجدہ میں رکھ لو۔ (یعنی سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھا کرو)۔

(ابوداؤد: ۸۶۹: کتاب الصلاۃ: باب ۱۴۶)

[۳۲] اللہ تعالیٰ نے مواقع نجوم کی قسم اٹھا کر تاکید فرمائی کہ قرآن مجید کوئی معمولی کلام نہیں بلکہ بڑا معزز اور مکرم کلام ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا کیونکہ یہ لوح محفوظ میں پہلے سے درج ہے۔

[۳۳] سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: اس آیت میں پاک لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدث اصغر (یعنی بے وضو ہونا) اور حدث اکبر (یعنی جنابت اور حیض و نفاس) سے پاک ہوں اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ صرف طاہر لوگوں کو ہی قرآن مجید کو ہاتھ لگانا چاہیے۔

(تفسیر روح المعانی: سورۃ الواقعۃ (۵۶): زیر آیت نمبر ۷۹)

فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ جنبی اور حیض و نفاس والی عورت نہ قرآن مجید کو چھو سکتی ہے اور نہ اسے پڑھ سکتی ہے۔ اور کوئی بے وضو شخص اس کو پڑھ تو سکتا ہے لیکن مصحف کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ البتہ اگر اس کے اوپر غلاف ہو تو پھر ہاتھ لگا سکتا ہے۔

Marfat.com

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ اور تم نے اپنا حصہ یہی بنا لیا ہے کہ تم اس (قرآن) کو جھٹلاتے ہو۔ [۳۴]

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ پس جب روح حلق تک پہنچ جاتی ہے تو تم اس کو لوٹا کیوں نہیں لیتے؟ [۳۵]

وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ حالانکہ تم اس وقت (روح کو نکلتے) دیکھ رہے ہوتے ہو۔

وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ اور ہم (اس وقت بھی) تمہاری بہ نسبت اس (مرنے والے) کے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھ نہیں سکتے۔ [۳۶]

فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ پس اگر تم کسی کے زیرفرمان نہیں ہو۔

تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ تو تم اس (روح) کو کیوں نہیں لوٹا لیتے اگر تم سچے ہو۔ [۳۷]

---

[۳۴] اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ یہ قرآن مجید تمام جہانوں کے رب تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اتارا ہے۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ تم اس سے ہدایت حاصل کرتے مگر تمہاری بدقسمتی کی انتہا ہے کہ تم اس قرآن کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور اس کی تکذیب کو ہی اپنا نصیب اور مقصود سمجھ بیٹھے ہو۔

[۳۵] جس مال و دولت اور قوت و برادری کے نشہ میں تم قرآن مجید کو کوئی اہمیت نہیں دیتے یہ دنیاوی طاقتیں تمہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچاسکیں گی، اور اس کا تجربہ آپ یوں کر سکتے ہیں کہ جب تمہارا کوئی پیارا مرنے لگے اور اس کی روح اس کے حلق تک پہنچ جائے اور تم اس کے پاس بیٹھے دیکھ رہے ہو کہ اس کی روح پرواز کر رہی ہے مگر تم میں سے کسی میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اس روح کو جسم میں واپس بھجوا سکے؟ جس طرح تم کسی مرنے والے کی روح کو واپس نہیں کر سکتے اسی طرح قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ تمہارے مردہ جسموں میں روح پھونکے گا تو تم اس کو بھی نہیں روک سکو گے اور پھر جب تکذیب قرآن کی وجہ سے تمہیں سزا دی جائے گی تو تم اس سے بھی ہرگز نہ بچ سکو گے۔

[۳۶] ہم اس مرنے والے آدمی کی حالت کو تم سے زیادہ جانتے ہیں اور ہمارے فرشتے تمہاری بہ نسبت مرنے والے کے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔

[۳۷] اگر تم اپنے اس دعوئی میں سچے ہو کہ تمہارا کوئی مالک نہیں ہے اور کوئی قیامت کا دن نہیں ہے جس میں تمہاری جزا و سزا کا عمل

Marfat.com

فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ پس اگر وہ (مرنے والا اللہ تعالیٰ کے) مقرب بندوں میں سے تھا۔ [۳۸]

فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ ۙ وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ تو (اس کے لئے) راحت، خوشبودار غذائیں اور نعمتوں والی جنت ہے۔

وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾

۹۰۔ اور اگر وہ (مرنے والا) دائیں طرف والوں میں سے تھا۔ [۳۹]

فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾

۹۱۔ تو (اے دائیں طرف والے!) تجھ پر سلام ہو کیونکہ تو دائیں طرف والوں میں سے ہے۔

وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾

۹۲۔ اور اگر وہ (مرنے والا) جھٹلانے والے گمراہوں میں سے تھا۔ [۴۰]

فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾

۹۳۔ تو (اس کے لئے) کھولتے ہوئے پانی کی ضیافت ہے۔

وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾

۹۴۔ اور دوزخ میں داخل ہونا ہے۔

وقوع پذیر ہو تو تم اس مرنے والے کی روح کو لوٹا کیوں نہیں لیتے تاکہ نہ یہ مرے اور نہ ہی حساب وکتاب کے لئے دوبارہ زندہ کیا جائے، مگر تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے، تمہیں بہرصورت ایک دن مرنا ہے، اور جو مارتا ہے وہی تمہیں قیامت کے دن زندہ بھی کرے گا۔

[۳۸] اس سورت کے آغاز میں لوگوں کی جن تین قسموں کا بیان ہوا ہے آخر میں پھر ان کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے، یعنی مرنے والوں میں سے جو سابقین اور خصوصی مقربین ہیں وہ راحت، خوشبودار غذائیں اور نعمتوں والی جنت میں ہوں گے۔

[۳۹] اور مرنے والوں میں سے جو اصحاب یمین ہیں یعنی ان کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا انہیں خوش خبری دی جائے گی کہ تم ہمیشہ سلامتی کے گھر میں آگئے ہو یہاں کوئی پریشانی اور تکلیف نہیں ہوگی۔

[۴۰] اور مرنے والوں میں سے جو گمراہ اور حق کو جھٹلانے والے ہوں گے انہیں جہنم میں داخل ہونا پڑے گا جہاں کھولتے ہوئے پانی سے ان کی ضیافت کی جائے گی، اور یہ جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے یہ قطعی حق ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

Marfat.com

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾	۹۵۔ بے شک (جو بیان ہوا) یہ قطعی حق ہے۔
فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾	۹۶۔ پس آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو بڑی عظمت والا ہے۔[۴۱]

ع ۲۲ / ۱۲

[۴۱] تسبیح سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی جائے یعنی وہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے، مگر یہاں حکم یہ ہو رہا ہے کہ اپنے رب کے نام کی پاکی بیان کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب و نقص سے پاک ہے اسی طرح اس کے خوبصورت نام بھی ہر عیب اور نقص سے پاک ہیں، لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ کا نام عزت کے ساتھ لینا چاہیے اور کسی ایسی جگہ اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لینا چاہیے جو اس کی شان کے لائق نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا نام بڑا بابرکت ہے اسی لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان اپنے ہر جائز کام کی ابتدا بسم اللہ سے کرے تاکہ اس کے نام کی برکت اس کام میں شامل ہو جائے۔

سگرٹ پینا

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ سگرٹ کے متعلق اسلام کا کیا حکم ہے؟ وہ کہنے لگے: کیا تم نے کسی کو سگرٹ پینے سے پہلے بسم اللہ کہتے ہوئے سنا ہے؟ وہ کہنے لگا: نہیں، تو وہ بزرگ کہنے لگے: میں کوئی عالم نہیں ہوں لیکن اتنی بات تو واضح ہے کہ یہ کوئی برکت والا کام نہیں ہے ورنہ سگرٹ پینے والا پہلے بسم اللہ ضرور پڑھتا۔

تسبیح کے حوالے سے امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری کو جس حدیث پاک پر ختم کیا ہے یہ فقیر بھی سورہ واقعہ کی تفسیر کو اسی حدیث پر ختم کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمات ایسے ہیں جو رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، زبان پر بہت ہلکے اور سہل ہیں اور میزان عدل میں بہت بھاری ہوں گے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

(بخاری: ۷۵۶۳: کتاب التوحید: باب ۵۸)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از چاشت بروز اتوار ۱۲ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۳ شوال ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۶ تا ۱۲ ستمبر یعنی صرف چھ دنوں میں سورہ واقعہ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الحدید (۵۷)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''حدید'' ہے جو اس کی آیت نمبر ۲۵ سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کی قدرت اور وسعت علم کا بیان ہے، یعنی وہ زمین و آسمان کا خالق اور مالک ہے، زمین و آسمان کی ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے، زمین و آسمان کی سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں اور وہی اس قابل ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، لہٰذا اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اس نے حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا تاکہ وہ تمہیں گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی کی طرف لے آئے۔

☆ یہ سورت اس دور میں نازل ہوئی جب صرف اہل مکہ ہی نہیں بلکہ دیگر قبائل عرب بھی مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کریں، اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اس مال کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے، وہ چاہے تو تم سے چھین کر کسی اور کو دے سکتا ہے اور تمہیں اس کا اجر نہیں ملے گا۔ ہاں اگر تم اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے تو وہ ایسا ہے جیسے تم اللہ تعالیٰ کو قرض دے رہے ہو اور وہ تمہیں اس کا بہت بڑا اجر و ثواب عطا فرمائے گا، اور قیامت کے دن جب تم اٹھو گے تو اس ایثار کی وجہ سے تمہارے آگے اور دائیں طرف نور ہی نور ہوگا اور تمہیں جنت کی خوش خبری دی جائے گی۔

☆ اس میں منافقین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ قیامت کے دن وہ اپنے نفاق کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہوں گے اور اہل ایمان سے درخواست کریں گے: ہم دنیا میں تمہارے ساتھ تھے آج ہماری مدد کرو اور اپنے نور سے کچھ روشنی ہمیں بھی عطا کر دو، تو انہیں جواب ملے گا: تم دل سے مسلمان نہیں تھے، نفس و شیطان نے تمہیں دھوکہ میں مبتلا کر رکھا تھا، لہٰذا آج تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

☆ اس میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ تم ان گزشتہ قوموں کی طرح نہ ہو جانا جن پر کتاب نازل کی گئی تھی مگر بعد میں ان کے دل پتھر کی طرح سخت ہو گئے اور انہوں نے آسمانی کتاب سے روگردانی کر لی۔

☆ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ دنیا کھیل تماشا، زیب و زینت اور دھوکے کا سامان ہے۔ اگر تم اسی دنیا میں گم ہو گئے تو آخرت میں سخت عذاب سے واسطہ پڑے گا، اور اگر تم اپنے رب کی رضا اور مغفرت کے حصول میں سرگرم رہے تو تمہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔

☆ اس سورت کے آخر میں رسولوں کو بھیجنے کی حکمت بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اس لئے مبعوث فرمایا تاکہ لوگ عدل و انصاف قائم کریں اور کسی کے ساتھ بے انصافی اور زیادتی نہ کریں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از فجر بروز پیر ۱۳ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۴ شوال ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

۱۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرتی ہے اور وہی سب پر غالب بڑا دانا ہے۔[۱]

[۱] زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، لیکن چونکہ ہم اس کی زبان نہیں جانتے یا اس کی آواز نہیں سنتے اس لئے ہم اس کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔} (قرآن: ۱۷:۴۴)

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز میں اتنا حسن اور اثر رکھا تھا کہ جب وہ زبور کی تلاوت کرتے تو پرندے ہوا میں ٹھہر جاتے اور ان کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے حتیٰ کہ پہاڑ بھی ان کے ساتھ تسبیح کرنے لگتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو داؤد علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا جو (داؤد علیہ السلام کے ساتھ) تسبیح کرتے تھے۔}
(قرآن: ۲۱:۷۹)

اسی طرح بعض فرشتے ہر وقت ہمارے ساتھ ہوتے ہیں مگر ہم ان کی شکل دیکھنے اور ان کا کلام سننے سے قاصر ہیں اس لئے ہم ان کی تسبیح بھی نہیں سن سکتے، البتہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنے معجزات کے باعث اور اولیائے کرام اپنی کرامات کے باعث ان تسبیحات کو سن سکتے ہیں جیسا کہ

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ۔۔۔جس وقت کھانا کھایا جا رہا ہوتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔
(بخاری: ۳۵۷۹: کتاب المناقب: باب ۲۵)

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ میں اس پتھر کو میں آج بھی اچھی طرح پہچانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھے سلام کہتا تھا۔ (مسلم: ۲۲۷۷: کتاب الفضائل: باب ۱)

زبان کے بغیر تسبیح کرنا

تسبیح کرنے کے لئے ہماری طرح مخصوص زبان کا ہونا ضروری نہیں ہے، جیسے پلاسٹک کے بنے ہوئے ٹی وی، ریڈیو اور کمپیوٹر کی ہماری طرح کوئی زبان نہیں ہے مگر جب ان کو اون کیا جائے تو وہ ہمیں لوگوں کی آوازیں سناتے ہیں۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ ہمارے ہاتھ، پاؤں اور کان وغیرہ کو حکم دے گا تو اگرچہ ان کی ہماری طرح زبان نہیں اس کے باوجود وہ سب کچھ بیان کر دیں گے جو کچھ انہوں نے دیکھا سنا ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲

۲۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کے لئے ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔[۲]

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۳

۳۔ وہی اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔[۳]

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ

۴۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا، پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا، [۴] وہ جانتا ہے

☆ { آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔} (قرآن:۳۶:۶۵)

☆ { تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے } (قرآن:۴۱:۲۰)

[۲] جس طرح زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح ان کا حکمران بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ہر چیز کی زندگی اور موت کا اختیار بھی اسی کے پاس ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[۳] اول سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ہے اس کی کوئی ابتدا نہیں ہے۔

آخر سے مراد یہ ہے کہ وہ سب سے آخر ہے اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

ظاہر سے مراد یہ ہے کہ وہ سب پر غالب ہے اور اس کی قدرت کے دلائل اتنے واضح ہیں کہ سورج سے بھی زیادہ ظاہر ہیں۔ اور باطن سے مراد یہ ہے کہ وہ کائنات کی ساری پوشیدہ چیزوں کو خوب جانتا ہے مگر خود اتنا مخفی ہے کہ انسانی حواس اس کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتے۔

ان الفاظ کی بہترین تفسیر وہ ہے جو نبی کریم ﷺ نے خود درج ذیل دعا میں بیان فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (اللہ کے حضور) عرض کیا: ۔۔۔اے اللہ تعالیٰ! تو اول ہے، تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے، اور تو آخر ہے، تیرے بعد کوئی چیز نہیں ہے، اور تو ظاہر ہے، تجھ سے (زیادہ ظاہر اور) برتر کوئی چیز نہیں ہے، اور تو باطن ہے، تجھ سے زیادہ مخفی کوئی چیز نہیں ہے، تو ہمارا قرض ادا کر دے اور ہم کو فقر و افلاس سے غنی کر دے۔ (مسلم:۶۸۸۹: کتاب الذکر والدعاء: باب ۱۷)

[۴] یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے میں چھ دن کیوں صرف کئے؟ جبکہ وہ قادر مطلق ہے

Marfat.com

مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ④

جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ آسمان کی طرف چڑھتا ہے، [۵] اور وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ (اسے) خوب دیکھنے والا ہے۔ [۶]

لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ⑤

۵۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کے لئے ہے، اور سب امور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ [۷]

يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑥

۶۔ وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور وہ سینوں کی (پوشیدہ) باتیں خوب جاننے والا ہے۔ [۸]

اور صرف لفظ کن سے ایک لمحہ میں ساری کائنات پیدا کر سکتا ہے، اور پھر دن سے کتنا وقت مراد ہے؟ کیونکہ سورج ابھی پیدا ہی نہیں ہوا جس کے طلوع وغروب سے دن کا تعین ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے عرش پر جلوہ گر ہونے سے کیا مراد ہے؟ جبکہ وہ مکان سے پاک ہے۔ دراصل ان ساری باتوں کی حکمت اور حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا لیکن اگر کسی کام کی حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے تو بھی بغیر کسی تردد کے اس پر ایمان لانا ہمارے لئے فرض ہے۔

[۵] زمین میں جو پانی اور بیج وغیرہ داخل ہوتے ہیں، زمین سے جو نباتات اور معدنیات وغیرہ باہر نکلتی ہیں، آسمان سے جو بارش کا پانی اور فرشتے وغیرہ نازل ہوتے ہیں اور زمین سے جو دعائیں اور بخارات وغیرہ اوپر جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو خوب جانتا ہے اور اسی کی رحمت سے یہ نظام کائنات چل رہا ہے۔

[۶] یعنی تم رات کی تاریکی میں ہو یا دن کے اجالے میں، تم بند کمرے میں ہو یا کھلے میدان کے اجتماع میں، تم اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت سے باہر نہیں ہو، وہ تمہاری ہر حرکت کو خوب دیکھتا ہے اور اس کی جزا و سزا پر پوری طرح قادر ہے۔

[۷] زمین و آسمان کا حقیقی حکمران اللہ تعالیٰ ہے، کوئی شخص اس کی حکومت سے نکل کر باہر نہیں جا سکتا اور آخر کار سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے جہاں اس کے جملہ امور کا حساب لیا جائے گا۔

[۸] اس سے مراد موسمی تغیرات ہیں یعنی کبھی رات اتنی لمبی ہوتی ہے کہ دن کا کچھ حصہ رات میں شامل ہو جاتا ہے اور کبھی دن اتنے لمبے ہوتے ہیں کہ رات کا کچھ حصہ دن میں شامل ہو جاتا ہے اس طرح انسان مختلف موسموں سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اگر ہمیشہ ایک ہی موسم رہتا تو انسان اُکتا جاتا اور زمینی پیداوار میں بھی تنوع پیدا نہ ہوتا، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس

Marfat.com

اٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ اَنۡفِقُوۡا مِمَّا جَعَلَکُمۡ مُّسۡتَخۡلَفِیۡنَ فِیۡہِ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ اَنۡفَقُوۡا لَہُمۡ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ﴿۷﴾

۷۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنا نائب بنایا ہے، پس تم میں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے خرچ کیا ان کے لئے بڑا اجر ہے۔[۹]

کرو اور اس پر ایمان لے آؤ، وہ تمہاری ظاہری حرکتوں کو بھی جانتا ہے اور تمہارے سینوں میں چھپی ہوئی نیتوں کو بھی جانتا ہے اور وہ تمہارے اعمال اور تمہاری نیتوں کے مطابق تمہاری جزا وسزا کا فیصلہ فرمائے گا۔

[۹] یعنی آج جو مال تمہارے پاس ہے اس کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے، اس نے تمہیں اپنے نائب کی حیثیت سے اس میں تصرف کرنے کا اختیار دیا ہے، لیکن کتنا ناشکرا ہے وہ شخص جو مال کے اصل مالک کے کہنے پر خرچ نہ کرے۔ نیز یہ مکان اور زمین وغیرہ ہمیشہ سے تمہارے پاس نہیں ہیں، کل یہ تمہارے اکابر کے پاس تھے، آج تمہارے پاس ہیں اور تمہارے مرنے کے بعد ان کا وارث کوئی اور بن جائے گا، لہٰذا اپنی جانشینی کے دور میں اگر تم اس مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے تو وہ تمہیں اس کا بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کا اپنا نہیں بلکہ سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور جس انسان کے دل میں یہ یقین پختہ ہو جائے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور جو قارون کی طرح ان نعمتوں کو ذاتی کمال سمجھتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ (قرآن: ۲۸:۷۶ تا ۸۱)

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ (اگر اس مال میں سے تم نے خرچ نہ کیا اور تمہارے مرنے کے بعد) اگر تمہارے وارث نے اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا تو وہ تم سے زیادہ سعادت حاصل کرلے گا اور اگر تمہارے وارث نے اس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کیا، تو (کہیں ایسا نہ ہو کہ) تم نے گویا گناہ میں اس کی معاونت کی کوشش کی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الحدید (۵۷): زیر آیت نمبر ۷)

سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۹۶ کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ اپنی اولاد کے لئے کچھ مال جمع نہیں کرتے تھے۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے یہ آیت پڑھی: {بے شک میرا حامی اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک لوگوں کی حمایت کرتا ہے: قرآن: ۷:۱۹۶} اور فرمایا: اگر میری اولاد نیک ہوئی تو اللہ تعالیٰ اس کا حامی و ناصر ہوگا اور جس کا اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہو اس کو میرے مال کی ضرورت نہیں ہے، اور خدانخواستہ اگر میری اولاد مجرم ہوئی تو میں اپنے مال سے اس کی مدد نہیں کرنا چاہتا اور سورہ قصص کی آیت نمبر ۱۷ تلاوت فرمائی جس میں {حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھ پر احسان فرمایا اب میں ہرگز مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔} (قرآن: ۲۸:۱۷)۔

Marfat.com

وَ مَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَ قَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸

۸۔ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول ﷺ تمہیں دعوت دے رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بے شک اللہ تعالیٰ تم سے پختہ عہد بھی لے چکا ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ [۱۰]

صدقہ کرنے کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، حالانکہ اس کے لئے اس کے مال سے صرف تین نصیب ہیں۔ ایک وہ جو اس نے کھا کر فنا کر دیا۔ دوسرا وہ جو اس نے پہن کر بوسیدہ کر دیا اور تیسرا وہ جو اس نے صدقہ کر کے (آخرت کے لئے) ذخیرہ کر لیا، اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ جانے والا ہے اور وہ اس کو لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے۔ (مسلم: ۷۴۲۲: کتاب الزہد: باب ۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کس صدقہ کا ثواب سب سے زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو اس حال میں صدقہ کرے کہ تو تندرست بخیل ہو، تو فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہو اور مالدار ہونے کی امید رکھتا ہو، اور اس وقت کا انتظار نہ کر کہ جان نکلنے لگے اور تو کہے کہ فلاں کے لئے اتنا مال ہے اور فلاں کے لئے اتنا مال ہے حالانکہ وہ مال تو فلاں کا ہو چکا ہے۔ (بخاری: ۱۴۱۹: کتاب الزکوۃ: باب ۱۱)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی (اور اس کا گوشت مساکین میں تقسیم کیا)۔ نبی ﷺ نے پوچھا: بکری کے گوشت سے کیا بچا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: ایک شانے کے سوا کچھ نہیں بچا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شانے کے سوا ساری بکری بچ گئی ہے۔ (ترمذی: ۲۴۷۰: صفۃ القیامۃ: باب ۳۳) یعنی جو کچھ خدا کی راہ میں تقسیم ہوا وہی تو آخرت میں ہمارے لئے محفوظ ہو گیا ہے اور یہ شانے کا گوشت تو ہم کھائیں گے اور فنا ہو جائے گا۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون ایسا ہے جس کو اپنے مال سے وارث کا مال زیادہ محبوب ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال ہی زیادہ محبوب ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اس کا مال وہی ہے جو اس نے (آخرت کے لئے) آگے بھیج دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ (مرنے کے بعد) پیچھے چھوڑ گیا۔ (بخاری: ۶۴۴۲: کتاب الرقاق: باب ۱۲)

[۱۰] یعنی نبی ﷺ تمہیں توحید کی دعوت دے رہے ہیں اور انہوں نے تمہارے سامنے توحید کے دلائل بھی بیان کر دیئے ہیں اس کے باوجود تمہاری عقل و خرد کو کیا ہو گیا ہے کہ تم ایمان نہیں لاتے؟ واضح دلائل اور معجزات کے بعد تمہارے پاس ایمان نہ لانے کا کیا عذر ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے تمہاری روحوں سے بھی عہد لیا تھا جس کو عہد الست کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۷۲ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔ یعنی پوری نسل انسانی کی روحوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی

Marfat.com

هُوَ الَّذِیۡ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبۡدِہٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخۡرِجَکُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ بِکُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۹﴾

۹۔ وہی ہے جو اپنے (محبوب) بندے پر واضح آیتیں نازل فرماتا ہے تاکہ وہ تمہیں (کفر کی) تاریکیوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف نکال لائے، اور بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نہایت شفقت فرمانے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۱۱]

وَ مَا لَکُمۡ اَلَّا تُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لِلّٰہِ مِیۡرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ لَا یَسۡتَوِیۡ

۱۰۔ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کا وارث تو اللہ تعالیٰ ہی ہے،[۱۲] تم میں سے کوئی بھی ان کے

پشت سے نکالا اور عرفات پہاڑ کے متصل وادیٔ نعمان میں جمع کیا۔ ان کو وجود، شعور اور قوتِ گویائی عطا فرما کر ان سے اپنی ربوبیت کی گواہی لی، اس کو میثاقِ الست کہا جاتا ہے، یعنی ان سے پوچھا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے جواب دیا: کیوں نہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں تم پر زمین و آسمان اور تمہارے باپ آدم کو گواہ بناتا ہوں تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہم کو اس میثاق کا علم نہیں تھا۔ خوب جان لو کہ میرے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے اور نہ ہی میرے سوا کوئی دوسرا رب ہے۔ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ میں تمہارے پاس اپنے رسول بھیجوں گا جو تم کو میرے اس عہد و میثاق کی یاددہانی کرائیں گے۔۔۔۔'' (مسند احمد: جلد ۵: ص ۱۳۵)

☆ حضرت عبادہ بن صامت ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت جب آپ کے گرد آپ کے صحابہ ﷡ کی ایک جماعت موجود تھی یہ فرمایا: تم مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے اور چوری نہیں کرو گے اور زنا نہیں کرو گے اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے کسی پر بہتان نہیں باندھو گے اور کسی نیک کام میں نافرمانی نہیں کرو گے۔ تم میں سے جس نے اس عہد کو پورا کیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے اور جس نے ان گناہوں میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا اور اسے اس دنیا میں سزا دی گئی تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے اور جس نے ان گناہوں میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کی تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، چاہے تو اسے معاف کر دے اور چاہے تو اسے سزا دے، پھر ہم نے ان (سب باتوں) پر آپ ﷺ سے بیعت کر لی۔
(بخاری: ۱۸: کتاب الایمان: باب ۱۱)

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے حضرت محمد ﷺ کو واضح معجزات عطا فرمائے تاکہ تم ان کی نبوت کو تسلیم کرو اور ان پر قرآن مجید کی واضح آیات نازل فرمائیں تاکہ وہ تمہیں کفر کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کے اجالے میں لے آئیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا شفیق اور بڑا مہربان ہے۔

[۱۲] زمین و آسمان کے سارے خزانوں کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے اپنے کچھ مال کا تمہیں عارضی مالک بنایا ہے اور پھر

Marfat.com

مِنۡكُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعۡظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَقٰتَلُوۡا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الۡحُسۡنٰى ؕ

برابر نہیں ہوسکتا جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کیا اور قتال کیا، ان کا درجہ ان مسلمانوں سے بہت بڑا ہے جنہوں نے اس (فتح مکہ) کے بعد مال خرچ کیا اور قتال کیا، [۱۳] اور اللہ تعالیٰ نے سب سے

اس میں سے کچھ خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کتنی بڑی احسان فراموشی ہے کہ تم اس کے عطا کردہ مال سے اس کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ اگر تم اس مال کو یونہی چھوڑ کر مر گئے تو تمہیں اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا اور اگر تم نے اس کو اپنے ہاتھ سے راہ خدا میں خرچ کر دیا تو آخرت میں تمہیں اس کا اجر عظیم ملے گا۔

[۱۳] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو طبقے بیان فرمائے ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا اور کفار سے جنگ لڑی، اور دوسرا وہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا اور کفار سے جنگ لڑی، اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام و مرتبہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہ نسبت بہت بڑا ہے، کیونکہ فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں کی تعداد کم اور مالی حالت کمزور تھی اس لئے پہلے دور میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا اور قتال میں حصہ لینا بہت مشکل تھا جبکہ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی اور مالی حالت بھی بہتر ہوگئی اس لئے دوسرے دور میں یہ دونوں کام پہلے کے بہ نسبت آسان تھے۔

اس سے معلوم ہوا جس عبادت میں جتنی زیادہ مشکلات ہوں اس کا اجر و ثواب بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے، اور جو لوگ مشکل حالات میں اسلام کے لئے قربانیاں دیتے ہیں ان کا مقام و مرتبہ دیگر مسلمانوں سے بلند ہوتا ہے۔ اسی لئے اہل سنت کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ بلند ہے کیونکہ مردوں میں انہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور انتہائی مشکل حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا، اپنا مال بھی خرچ کیا اور کفار سے مقابلہ بھی کیا۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں امام بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو ان کے درجہ میں رکھا کرو۔

(ابوداؤد: ۴۸۴۲: کتاب الاذان: باب ۲۰)

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے ابو درداء! کیا تم اس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے دنیا و آخرت میں بہتر ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! نبیوں اور رسولوں کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی شخص نہیں ہے جس پر سورج طلوع یا غروب ہوا ہو۔ (السیرة الحلبیة: جلد ۲: ص ۵۶)

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقدم ہونے اور ان کی فضیلت پر واضح دلیل ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے، سب سے پہلے اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کیا اور سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کا دفاع کیا۔ (صفوۃ التفاسیر، تفسیر قرطبی)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے قتال کیا اس کا درجہ ان سے بلند ہے جنہوں نے یہ دونوں کام فتح مکہ کے بعد کئے، اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اسلام کے لئے نمایاں خرچ کرنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور اسلام کے لئے نمایاں قتال کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے والے کے ذکر کو قتال کرنے والے کے ذکر پر مقدم کیا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقدم ہیں۔ نیز خرچ کرنا باب رحمت سے ہے اور قتال کرنا باب غضب سے ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری رحمت میرے غضب سے آگے ہے، لہٰذا خرچ کرنے والا قتال کرنے والے سے آگے ہے۔ بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے تھے مگر ان کا خرچ کرنا اسی وقت ثابت ہوگا جب انہوں نے بڑے بڑے مواقع پر نمایاں مال خرچ کیا ہو جبکہ یہ چیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت ہے اور انہوں نے ہی اسلام کے لئے سب سے پہلے قتال کیا کیونکہ اسلام کے ابتدائی دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ چھوٹے بچے تھے اور اس وقت وہ قتال کرنے والے نہیں تھے جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت سب سے آگے بڑھ کر اسلام کا دفاع کرتے تھے حتیٰ کہ وہ کئی مرتبہ لڑتے لڑتے موت کے قریب تک پہنچے۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الحدید (۵۷): زیر آیت نمبر ۱۰)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی گروہ کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں اور پھر کوئی اور ان کی امامت کرائے۔ (ترمذی: ۳۶۷۳: ابواب المناقب: باب ۴۲)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بھی ہم پر کوئی احسان کیا ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے، کیونکہ ان کا ہم پر ایسا احسان ہے جس کا بدلہ ان کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا، اور کسی کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے مجھے نفع پہنچایا۔ اگر مجھے کوئی خلیل بنانا ہوتا تو میں یقیناً ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا مگر غور سے سن لو! تمہارا صاحب اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔

(ترمذی: ۳۶۶۱: ابواب المناقب: باب ۳۴)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی بیماری کے ایام میں مجھے فرمایا: میرے لئے اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں (ان کے لئے) ایک مکتوب لکھ دوں، کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور یہ کہے گا کہ میں ہی (خلافت کا) زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مؤمنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا سب کو مسترد کر دیں گے۔ (مسلم: ۶۱۸۱: کتاب فضائل الصحابۃ: باب ۱)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی ﷺ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہو گئی تھی تو آپ ﷺ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میرا حکم

Marfat.com

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿١٠﴾ ع

بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے، [۱۴] اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت نرم دل ہیں، جب وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو وہ رو پڑیں گے اور وہ قرآن نہیں پڑھ سکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں۔ میں نے پھر پہلے کی طرح عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا: تم یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں، پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانا شروع کر دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے سہارے سے باہر نکلے اور میں آپ کو دیکھ رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر گھسیٹ کر چل رہے تھے جس سے زمین پر نشان پڑ رہے تھے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نمازیوں کو تکبیر سنا رہے تھے۔

(بخاری: ۷۱۲: کتاب الاذان: باب ۶۷)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی وہاں بیٹھے تھے۔ انہوں نے چغہ پہنا ہوا تھا جس کو کانٹوں سے بخیہ کیا ہوا تھا۔ اس اثناء میں جبریل امین علیہ السلام آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پڑھ سنایا اور کہا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسا چغہ پہنا ہوا ہے جس کو کانٹوں سے جوڑا گیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فتح سے پہلے اپنا سارا مال مجھ پر خرچ کر دیا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچائیں اور ان سے پوچھیں: کیا تو اس فقر و تنگ دستی پر مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ سو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ جبریل امین علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں سلام کہتے ہیں اور تیرا رب تجھ کو فرماتا ہے: کیا تو اس فقر و تنگ دستی پر مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنے رب پر کیسے ناراض ہو سکتا ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ تجھے فرماتا ہے: بے شک میں تجھ سے راضی ہو گیا ہوں جس طرح تو مجھ سے راضی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ جبریل امین علیہ السلام نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ! اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! جب سے آپ کے یار نے چغہ پہنا ہے حاملین عرش بھی اسی قسم کے چغے پہنے ہوئے ہیں۔

(تفسیر منیر، تفسیر قرطبی: سورۃ الحدید (۵۷): زیر آیت نمبر ۱۰)

[۱۴] جس طرح نفس نبوت میں سب نبی برابر ہیں لیکن کمالات و مراتب کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح صحابی ہونے میں سب صحابہ رضی اللہ عنہم برابر ہیں لیکن کمالات و مراتب کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والوں کو بعد والوں پر فضیلت دی ہے مگر بھلائی یعنی مغفرت اور جنت کا وعدہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہے خواہ ان کا تعلق پہلے طبقہ سے ہو یا دوسرے طبقہ سے کیونکہ ان سب نے اپنی اپنی استطاعت کے

Marfat.com

مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَ لَہٗۤ اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس (قرض) کو کئی گنا بڑھاتا رہے، [۱۵] اور اس کے لئے (اس کے علاوہ بھی) عظیم الشان اجر ہے۔

یَوۡمَ تَرَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ یَسۡعٰی نُوۡرُہُمۡ بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ بِاَیۡمَانِہِمۡ بُشۡرٰىکُمُ الۡیَوۡمَ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ جس دن آپ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا (اور ان سے کہا جائے گا:) آج تمہیں ان باغوں کی بشارت ہو جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، تم ہمیشہ ان میں رہو گے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ [۱۶]

مطابق اسلام کو پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہے۔ یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور امت کے درمیان ایسا واسطہ ہیں جن کے بغیر امت کو قرآن و سنت پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اسی لئے ان کا زمانہ سب سے بہتر ہے اور ان کی معمولی نیکی کے ثواب کو ہماری بڑی نیکیاں بھی نہیں پہنچ سکتیں۔

☆ حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو وہ میرے صحابہ کے ایک کلوگرام بلکہ آدھا کلوگرام (جو خیرات کرنے کے اجر) کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری: ۳۶۷۳: فضائل اصحاب: باب ۵)

[۱۵] قرض حسن سے مراد وہ قرض ہے جو ایک مالدار شخص کسی ضرورت مند کو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دیتا ہے اور اس پر سود نہیں لیتا۔ مثال کے طور پر اگر ایک انسان کسی حاجت مند کو ایک ہزار پونڈ قرض حسن دے تو مقروض پر لازم ہے کہ وہ وقت مقررہ پر ایک ہزار پونڈ قرضدار کو واپس کرے۔ اب ذرا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا اندازہ کریں کہ وہ بے نیاز ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہے، وہ خود انسان کو مال عطا کرتا ہے اور پھر اسے فرماتا ہے کہ اس کا اکثر حصہ اپنے لئے رکھ لے مگر اس کا کچھ حصہ دوسرے انسانوں کی بہتری پر خرچ کردے۔ اس سے فائدہ تو بنی نوع انسان اٹھائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ وہ اس کو اپنے ذمہ قرض حسن قرار دے رہا ہے اور وہ اس کے اجر کو کئی گنا بڑھا کر اس وقت واپس کرے گا جب انسان کو اس کی بہت زیادہ ضرورت ہوگی۔

[۱۶] جب لوگ میزان عدل سے فارغ ہو کر پل صراط کی طرف جائیں گے تو وہاں تاریکی ہوگی، اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے دائیں ہاتھ میں ان کا اعمال نامہ چمک رہا ہوگا اور ان کے سامنے ان کے ایمان اور عمل صالح کا نور چمک رہا ہوگا مگر یہ نور صرف اہل ایمان کے راستے کو روشن کرے گا۔ جس طرح سرنگ، کان اور اندھیرے میں کام کرنے والا شخص اپنی

Marfat.com

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۭ﴿۱۳﴾

۱۳۔ جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ذرا ہماری طرف بھی توجہ کرو تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں، ان سے کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور (وہاں سے) نور تلاش کرو، پھر ان کے (اور اہل ایمان کے) درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس کے اندر کی جانب رحمت ہوگی اور باہر کی جانب عذاب ہوگا۔[۱۷]

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ وہ (منافق) ان (مومنوں) کو پکار کر کہیں گے: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، لیکن تم نے اپنے آپ کو (منافقت کے) فتنہ میں ڈال دیا تھا، اور تم (ہماری تباہی کا) انتظار کرتے رہے اور (دین میں) شک کرتے رہے اور جھوٹی امیدوں نے تمہیں دھوکے میں ڈال دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (موت) آ پہنچا اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دغاباز (شیطان) دھوکہ دیتا رہا۔[۱۸]

پیشانی پر ایک ٹارچ باندھ لیتا ہے، لہٰذا وہ ٹارچ صرف اسی کا راستہ روشن کرتی ہے کسی دوسرے کا راستہ روشن نہیں کرتی۔ اسی طرح اہل ایمان کا چہرہ ٹارچ کی طرح انہیں تو اپنا راستہ دکھائے گا لیکن کسی اور کا راستہ روشن نہیں کرے گا۔ اہل ایمان جب اس نور کی روشنی میں پل صراط کو عبور کر لیں گے تو فرشتے انہیں نہروں والی دائمی جنت کی بشارت سنائیں گے اور قیامت کے دن جس کو جنت مل گئی یوں سمجھو کہ اسے بہت بڑی کامیابی مل گئی۔

[۱۷] اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں تاریکی میں بھٹک رہے ہوں گے اور اہل ایمان کو درخواست کریں گے کہ ذرا ہماری طرف بھی توجہ کرو تاکہ تمہارے چہرے کی روشنی سے ہم بھی اپنا راستہ تلاش کر سکیں۔ اہل ایمان جواب دیں گے: تم واپس جاؤ اور جہاں سے ہمیں یہ نور ملا ہے تم بھی وہاں جا کر تلاش کرو۔ جونہی وہ پیچھے توجہ کریں گے تو ان کے اور اہل ایمان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی۔ یہ دیوار جنت اور دوزخ کے درمیان ہوگی، اس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے اندر کی جانب جنت ہوگی جس میں رحمت ہی رحمت ہوگی اور اس کے باہر کی جانب دوزخ ہوگا جس میں عذاب ہی عذاب ہوگا۔

[۱۸] جب منافقین اور ایمان والوں کے درمیان دیوار حائل ہو جائے گی اور منافقین اس طرف رہ جائیں گے جہاں تاریکی اور

Marfat.com

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّ لَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑮

۱۵۔ پس (اے منافقو!) آج کے دن نہ تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ان سے جنہوں نے کفر کیا، تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے، وہی تمہارا رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔[۱۹]

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ

۱۶۔ کیا ابھی تک ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے اور اس حق کے لئے نرم ہو جائیں جو نازل ہوا ہے اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی،

جہنم کی آگ ہوگی تو وہ ایمان والوں کو پکار کر کہیں گے: ہم دنیا میں تمہارے گروہ میں شامل تھے، ہم تمہارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، آج تم ہمیں اپنے ساتھ کیوں نہیں رکھتے؟ اور ہمیں تاریکی میں کیوں چھوڑ دیا ہے؟ ایمان والے جواب دیں گے: ٹھیک ہے تم ہمارے ساتھ رہتے تھے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے مگر تمہارے اندر درج ذیل خرابیاں تھیں جس کی وجہ سے آج تمہیں ہم سے جدا کر دیا گیا ہے:

۱۔ تم نے اپنے آپ کو منافقت کے فتنہ میں ڈال رکھا تھا۔ دنیا کا کوئی انسان کسی منافق کو پسند نہیں کرتا مگر تمہاری منافقت کی انتہا تھی کہ تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے ساتھ منافقت اختیار کر رکھی تھی، لہٰذا تمہارا یہی انجام ہونا چاہیے تھا۔

۲۔ تم بظاہر ہمارے ساتھ تھے لیکن اندر سے کفار کے ساتھ ملے ہوئے تھے تاکہ ان سے بھی رابطہ قائم رہے اور اس انتظار میں تھے کہ جو بھی گروہ غالب آ گیا تم اس کے ساتھ مل جاؤ گے۔

۳۔ تم دین اسلام میں شک کرتے تھے۔ اگر تمہیں یقین ہوتا کہ اسلام سچا مذہب ہے تو تم اس کو دل سے تسلیم کر لیتے مگر تم صرف زبان سے اسلام کا نام لے کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے تھے۔

۴۔ تم رات دن مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے اور ان کی تباہی کے خواب دیکھنے میں سرگرم رہے حتیٰ کہ تمہیں موت آ گئی اور تمہاری کوئی تمنا پوری نہ ہوئی، لہٰذا تمہاری ان باطل امیدوں نے تمہیں آج اس تاریکی میں لا کھڑا کیا جہاں سے تمہاری نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

۵۔ شیطان نے تمہیں دھوکہ دیا اور تم اس کے دھوکے میں آ گئے، تم یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، لہٰذا اب تم اسی کے ساتھ ہمیشہ جہنم ہی میں رہو گے۔

[۱۹] کفار و منافقین کو جب یہ فیصلہ سنا دیا جائے گا کہ اب تمہیں ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ہی رہنا ہے، اس وقت اگر تم دوزخ سے بچنے کے لئے کوئی معاوضہ دینا چاہو گے تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اول تو معاوضہ دینے کے لئے اس وقت تمہارے پاس کوئی چیز نہیں ہوگی اور بالفرض اگر کوئی چیز ہوتی تو بھی قبول نہ کی جاتی کیونکہ قیامت کا دن عمل کی جگہ نہیں بلکہ جزا و سزا کی جگہ ہے۔

Marfat.com

فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾

پھر ان پر طویل زمانہ گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں بہت سے لوگ نافرمان بن گئے۔[۲۰]

اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ جان لو! بے شک اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے،[۲۱] بے شک ہم نے تمہارے لئے (اپنی) نشانیاں واضح کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دیا ان کے لئے (ان کا قرض حسن) کئی گنا بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لئے (اس کے علاوہ بھی) عظیم الشان اجر ہے۔[۲۲]

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ

۱۹۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان

---

[۲۰] اس آیت میں غافل مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ زندگی کا کوئی علم نہیں، کسی گھڑی موت کا فرشتہ آئے گا اور زندگی کا چراغ گل ہو جائے گا، لہٰذا اب وقت آ گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دین حق کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں اور ان اہل کتاب کی طرح نہ ہو جائیں جو اپنے دین پر عمل پیرا تھے مگر اپنے نبی کے جانے کے بعد جب طویل عرصہ گزر گیا تو انہوں نے اپنی کتاب کے احکام کو پس پشت ڈال دیا اور مسلسل غفلت سے ان میں سے اکثر کے دل اس حد تک سخت ہو گئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان بن گئے۔

[۲۱] جس طرح ایک خشک اور مردہ زمین پر جب باران رحمت برستی ہے تو وہ تر و تازہ اور زندہ ہو جاتی ہے، اسی طرح جب غافل دل میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی شمع روشن ہوتی ہے تو اس کے دل سے غفلت کا زنگ اتر جاتا ہے اور وہ یادِ خداوندی سے زندہ ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کو صاف کرنے اور چمکانے کے لئے ایک آلہ ہوتا ہے اور دلوں کو صاف کرنے اور چمکانے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والی سب سے بڑی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (شعب الایمان: بیہقی: ۵۲۲: جلد اول: ص ۳۹۶)

☆ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (بخاری: ۶۴۰۷: کتاب الدعوات: باب ۶۶)

[۲۲] اس آیت کی تفسیر کے لئے حاشیہ نمبر ۱۵ ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ
لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۖ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾

لائے وہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں، [۲۳] ان کے لئے ان کا (خصوصی) اجر بھی ہے اور (خصوصی) نور بھی ہے، اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخی ہیں۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّ
زِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ
وَالْاَوْلَادِ ۖ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ
نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ
حُطَامًا ۖ وَفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ
وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۖ وَمَا الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ خوب جان لو! دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زیب و زینت ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنا ہے، اس کی مثال بارش کی سی ہے جس کی پیداوار کسانوں کو اچھی لگتی ہے، پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تو اس کو زرد رنگ کی دیکھتا ہے، پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے، اور آخرت میں (طالب دنیا کے لئے) سخت عذاب ہوگا اور (طالب آخرت کے لئے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور خوشنودی ہوگی، اور دنیا کی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے۔ [۲۴]

[۲۳] صدیق اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بہت زیادہ سچا ہو یا توحید و رسالت کی تصدیق کرنے والا ہو، اور شہید اسے کہا جاتا ہے جو توحید و رسالت کی گواہی دینے والا ہو یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جائے۔ اس آیت میں چونکہ ہر مومن کو صدیق اور شہید کہا گیا ہے، لہٰذا یہاں صدیق کا معنیٰ ہوگا: توحید و رسالت کی تصدیق کرنے والا اور شہید کا معنیٰ ہوگا: توحید و رسالت کی گواہی دینے والا، اور یہ معنیٰ ہر مومن پر صادق آتا ہے۔

[۲۴] یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، اسی لئے اللہ والے اس سے آخرت کے لئے نیکیوں کے ذخیرے تیار کرتے ہیں، مگر جو لوگ اسی دنیا کو سب کچھ سمجھتے ہیں ان کے لئے یہ دنیا محض ایک سراب اور دھوکے کا سامان ہے۔ ان کا بچپن کھیل تماشے کی نذر ہو جاتا ہے، ان کی جوانی زیب و زینت اور ایک دوسرے پر فخر کرنے میں گزر جاتی ہے اور بڑھاپے میں مال و اولاد کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ ان کی مثال بارش کی سی ہے جس کے ذریعہ زمین میں فصلیں لہلہانے لگتی ہیں، کسان ان کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں مگر چند دنوں کے بعد وہ ہری بھری کھیتی خشک ہو کر زردی مائل ہو جاتی ہے، پھر یا تو کسان اسے کاٹ لیتا ہے یا کوئی آفت اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے اور پھر اس کھیت میں سبزے کا نام و نشان نہیں رہتا۔ یہی حال اس دنیا کی زندگی اور اس کے مال و متاع کا ہے۔ یہ سب کچھ فانی اور دھوکے کا سامان ہے۔ جو شخص اس عارضی دنیا کے عیش و عشرت میں گم رہتا ہے

Marfat.com

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف سبقت کرو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی چوڑائی کے برابر ہے، وہ ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔[۲۵]

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ کوئی مصیبت نہ تو زمین پر آتی ہے اور نہ تمہاری جانوں پر مگر اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں وہ ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے، بے شک یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے بالکل آسان ہے۔[۲۶]

لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَآ

۲۳۔ تاکہ تم اس چیز پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے جاتی

آخرت میں اس کے لئے سخت عذاب ہوگا اور جو شخص اس دنیا میں اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں بخش دیتا ہے اور اسے اپنی خوشنودی سے سرفراز فرماتا ہے۔

[۲۵] یہ دنیا اور اس کا مال و متاع عارضی اور دھوکے کا سامان ہے، لہٰذا تم اس میں گم ہوکر اپنی آخرت کو برباد نہ کرو بلکہ اپنے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم پہلے نافرمان رہے ہو تو توبہ کرنے میں جلدی کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطائیں بخش دے اور تمہیں اپنے فضل و کرم سے اس وسیع و عریض جنت میں داخل فرمائے جو اس نے اپنے مومن بندوں کے لئے تیار کر رکھی ہے۔ جس جنت کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے اس کی لمبائی کا عالم کیا ہوگا؟

[۲۶] جو بھی اجتماعی یا انفرادی مصیبت تم پر آتی ہے وہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ کسی چیز کے واقع ہونے سے پہلے اس کو لوح محفوظ میں لکھ دینا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ اس کا علم قیامت تک واقع ہونے والی ہر چیز کو محیط ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ہی تمام مخلوق کی تقدیریں لکھ دی تھیں۔

(مسلم: ۶۷۴۸: کتاب القدر: باب ۲)

تقدیر کے متعلق تفصیلی بیان سورہ قمر (۵۴) کی آیت نمبر ۴۹ کے حاشیہ نمبر ۳۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

اٰتٰىكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ﴿۲۳﴾

رہی اور اس چیز پر نہ اتراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کی، اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا۔[۲۷]

الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ جو لوگ خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں، اور جو شخص (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) روگردانی کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز (اور) قابل حمد ہے۔[۲۸]

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ

۲۵۔ بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزانِ (عدل) کو نازل فرمایا تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں،[۲۹] اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں سخت

---

[۲۷] جو مصیبت اور نعمت اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دی ہے وہ تمہیں مل کر رہے گی۔ مصیبت پر غمگین ہونا اور نعمت پر خوش ہونا ایک فطری امر ہے مگر ایسا غم جو انسان کو مایوسی اور بے صبری کی طرف لے جائے اور ایسی خوشی جو انسان کو ظلم اور تکبر کی طرف لے جائے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ مصیبت پر صبر کرے اور اس سے نجات کی کوشش میں لگا رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور کردے، اور خوشی کے موقع پر انسان کو اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی مخلوق کی ہمدردی کرنی چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کا سلسلہ جاری رکھے۔

[۲۸] اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں مگر جو لوگ اس حکم کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں اس آیت میں انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں تو انہیں اس کا اجر و ثواب ملے گا اور اگر وہ بخل کریں تو اس کا وبال انہی پر ہوگا، اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا کیونکہ وہ لوگوں کی عبادت اور ان کے اموال سے بے نیاز ہے، اس کے خزانے غیر محدود ہیں اور کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے وہ بہر حال قابل حمد و ستائش ہے۔

[۲۹] اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے رسولوں کو بھیجا اور ان کی رسالت کو ثابت کرنے کے لئے انہیں معجزات عطا فرمائے اور انہیں کتاب عطا فرمائی جس میں صحیح عقائد اور نیک اعمال کو بیان کیا اور انہیں میزانِ عدل یعنی نظام شریعت بھی دیا تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری کریں اور کسی کی حق تلفی نہ کریں، اور اگر کوئی میزان عدل

Marfat.com

شَدِيدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾

قوت ہے اور لوگوں کے لئے فوائد ہیں۔[۳۰] تاکہ اللہ تعالیٰ ظاہر کردے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے مدد کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب ہے۔[۳۱]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور بے شک ہم نے نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب مقرر فرمادی[۳۲] تو ان میں سے بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور ان میں سے اکثر نافرمان رہے۔[۳۳]

کی خلاف ورزی کرے تو اسے نظام شریعت کے مطابق سزا دی جائے۔

[۳۰] اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک لوہا بھی ہے جو بڑی سخت قسم کی دھات ہے، اس سے نہ صرف یہ کہ جنگی ہتھیار بنتے ہیں بلکہ جہاز، کاریں، مشینیں اور دیگر انسانی ضروریات کی بے شمار چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔

[۳۱] اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسولوں کو بھیجنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ لوگوں کی آزمائش ہو جائے، اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی حقیقت معلوم نہیں، اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کی حقیقت کو خوب جانتا ہے بلکہ اس لئے کہ لوگ مشاہدہ کرلیں کہ کون اس کے رسولوں کی بات پر ایمان لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اگر وہ چاہے تو لوگوں کی مدد کے بغیر ہی اپنے رسولوں کو غالب کرسکتا ہے مگر وہ لوگوں کو اپنے رسولوں کی مدد کا حکم اس لئے دیتا ہے تاکہ لوگ تعمیل حکم کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں اور جنت کے مستحق قرار پائیں۔

[۳۲] اللہ تعالیٰ نے جب حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو اعلان کر دیا کہ آئندہ جتنے انبیاء اور آسمانی کتابیں دنیا میں آئیں گی وہ سب ان ہی دو بزرگوں کی نسل میں ہوں گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور بعد میں آنے والے سارے انبیاء ورسل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور چاروں مشہور آسمانی کتابیں یعنی تورات، انجیل، زبور اور قرآن بھی جن انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں۔

[۳۳] یہ انبیائے کرام علیہم السلام جن لوگوں کی طرف بھیجے گئے ان میں سے بعض لوگ ایمان لائے اور اکثر نافرمان ہی رہے۔

Marfat.com

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ پھر ہم نے ان کے بعد اپنے اور رسول بھیجے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی اور ہم نے ان کے پیروکاروں کے دلوں میں شفقت اور رحمت پیدا کردی، [۳۴] اور رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کرلیا ہم نے ان پر اس کو فرض نہیں کیا تھا مگر (انہوں نے رہبانیت کو) اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے (ایجاد کیا تھا)، پھر انہوں نے اس کی ایسی رعایت نہ کی جو اس کی رعایت کا حق تھا، پس ہم نے ان میں سے جو ایمان لائے انہیں ان کا اجر عطا فرمادیا، اور ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ [۳۵]

[۳۴] اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان کو انجیل عطا فرمائی اور ان کے پیروکاروں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے شفقت اور رحمت کے جذبات پیدا کردیئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے: وہ آپس میں رحم دل ہیں۔ (قرآن: ۴۸: ۲۹) اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنین کی آپس میں محبت، رحمت اور مہربانی کی مثال ایک جسم کی طرح ہے، اگر اس کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم بخار میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اس کی نیند ختم ہوجاتی ہے۔ (مسلم: ۶۵۸۶: کتاب البر: باب ۱۷)

[۳۵] رہبانیت سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ، بیوی بچوں اور سب لوگوں سے ہمیشہ کے لئے منقطع ہوجائے، ہر قسم کے دنیاوی کام کاج چھوڑ کر کسی تنہائی یا جنگل میں چلا جائے اور ساری زندگی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزار دے۔

عیسائیوں میں رہبانیت کی ابتدا کیسے ہوئی؟ ظاہر ہے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو نہیں ہوسکتا ورنہ بیوی سے جدائی کے بعد نسل انسانی کا سلسلہ منقطع ہوجاتا اور آج زمین پر کوئی بھی عیسائی موجود نہ ہوتا۔ اس کے لئے ایک حدیث پاک ملاحظہ کریں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں گدھے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام عبد کے بیٹے! کیا تم جانتے ہو کہ بنی اسرائیل نے رہبانیت کو کیسے اختیار کیا؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل پر جابر لوگ غالب آگئے اور انہوں نے فسق و فجور کا بازار گرم کردیا۔ اہل ایمان نے ان کے خلاف جہاد کیا لیکن تین مرتبہ انہیں شکست ہوئی اور صرف چند لوگ زندہ بچے۔ انہوں نے آپس میں کہا: اگر ہم نے پھر ان کے ساتھ لڑائی کی تو وہ ہم سب کو فنا کردیں گے اور ایک شخص بھی ایسا نہ بچے گا جو دین حق کی طرف لوگوں کو بلائے۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ ہم زمین میں منتشر ہوجائیں یہاں

Marfat.com

تک کہ وہ نبی مکرم تشریف لائے جس کی آمد کا وعدہ عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا، پس وہ پہاڑوں کے غاروں میں منتشر ہو گئے اور انہوں نے رہبانیت کا آغاز کیا۔ ان میں سے کچھ لوگ تو اپنے دین کو مضبوطی سے پکڑے رہے اور بعض نے کفر اختیار کر لیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ حدید کی یہی آیت نمبر ۲۷ تلاوت کی، پھر فرمایا: اے ام عبد کے بیٹے! کیا تم جانتے ہو کہ میری امت کی رہبانیت کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (میری امت کی رہبانیت) ہجرت، نماز، جہاد، روزہ، حج، عمرہ اور بلند جگہ پر تکبیر کہنا ہے۔

(تفسیر الخازن: سورۃ الحدید (۵۷): زیر آیت نمبر ۲۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رہبانیت کو فرض نہیں کیا تھا انہوں نے اپنے ایمان کو بچانے اور رب تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مجبوراً اس کو اختیار کیا تھا جو اضطراری حالات کے مطابق بالکل درست اقدام تھا۔ اب بعد والوں کو چاہیے تھا کہ صرف مجبوری کے عالم میں رہبانیت کو اختیار کرتے اور جب حالات معمول پر آجاتے تو رہبانیت کو چھوڑ دیتے مگر انہوں نے اس مجبوری کی رہبانیت کا حق ادا نہ کیا اور اس کو عام حالات میں بھی عیسائیت کا حصہ بنا لیا جو کہ درست نہیں تھا۔

بہرحال ابتدا میں جن عیسائیوں نے اپنے رب تعالیٰ کی رضا کے لئے مجبوراً رہبانیت اختیار کی اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر عطا فرمائے گا اور بعد میں جن لوگوں نے کسی مجبوری کے بغیر رہبانیت اختیار کی وہ نافرمان ہیں اور انہیں رہبانیت کا کوئی اجر نہیں ملے گا، لیکن بعد والوں میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اصل عیسائیت پر قائم رہے حتیٰ کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ پر ایمان لا کر اجر عظیم کے مستحق قرار پائے۔

اسلام جہاں رہبانیت کے چند پہلوؤں یعنی اپنا دین بچانے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کو پسند کرتا ہے وہیں رہبانیت کی ناروا پابندیوں اور دنیا سے مکمل قطع تعلق سے براءت کا اظہار بھی کرتا ہے۔

☆ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئیں اور وہ خستہ حال تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سے پوچھا: تیرا یہ کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا: میرا شوہر رات کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عثمان بن مظعون کو ملے اور فرمایا: اے عثمان! ہم پر رہبانیت فرض نہیں کی گئی۔ کیا تیرے لئے میں نمونہ نہیں ہوں؟ بخدا! میں تمہاری نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ اس کی حدود کی حفاظت کرنے والا ہوں۔ (مسند احمد: جلد ۶: ص ۲۲۶)

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا معاملہ مشہور ہو گیا کہ انہوں نے عورتوں کو ترک کر دیا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا اور فرمایا: اے عثمان! مجھے رہبانیت کا حکم نہیں دیا گیا۔ کیا تو نے میری سنت سے روگردانی کر لی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری سنت یہ ہے کہ میں رات کو نماز

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۸

۲۸۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے ایسا نور پیدا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۳۶]

بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور روزہ ترک بھی کرتا ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ ہم میں سے نہیں۔ اے عثمان! بے شک تیرے اہل خانہ کا تجھ پر حق ہے اور تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ (سنن دارمی: کتاب النکاح: باب ۳)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین اشخاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجروں میں گئے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں پوچھا: جب انہیں آپ کی عبادت کے متعلق خبر دی گئی تو انہوں نے اسے کم گمان کیا اور کہا: ہماری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے؟ ان کے تو اگلے اور پچھلے سارے خلاف اولیٰ کام بخشے جا چکے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا: بہر حال میں تو ہمیشہ تمام رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی ترک نہیں کروں گا اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور فرمایا: تم لوگوں نے فلاں فلاں بات کہی ہے۔ سنو! اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور روزے ترک بھی کرتا ہوں، میں (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔ (بخاری: ۵۰۶۳: کتاب النکاح: باب ۱)

اسلام دنیا کو بالکل چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی عبادت کو چھوڑ کر صرف دنیاوی عیش وعشرت کو برداشت کرتا ہے۔ اسلام دنیا اور عبادت دونوں میں توازن کا درس دیتا ہے کیونکہ انسان کی کامیاب زندگی کے لئے دونوں ضروری ہیں۔

[۳۶] اس آیت میں اہل کتاب کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے عطا فرمائے گا۔ ایک اپنے نبی پر ایمان لانے کا اور دوسرا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا۔ نیز قیامت کے دن وہ تمہارے سارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسا نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم پل صراط کو عبور کر کے جنت میں داخل ہو سکو گے۔

☆ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کو دوگنا اجر ملے گا: ایک وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا، دوسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق

Marfat.com

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع

۲۹۔ تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر کچھ قدرت نہیں رکھتے اور بے شک فضل تو اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔[۳۷]

بھی ادا کرے اور اپنے مالک کا حق بھی ادا کرے اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو، وہ اس کو خوب اچھا ادب سکھائے اور اس کو خوب اچھی تعلیم دے، پھر وہ اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اس کو دو اجر ملیں گے۔

(بخاری: ۹۷: کتاب العلم: باب ۳۲)

[۳۷] جو اہل کتاب نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے گناہ بخش دے گا اور انہیں جنت کا راستہ دکھانے کے لئے نور عطا فرمائے گا تو جو اہل کتاب نبی کریم ﷺ پر ایمان نہیں لائے انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر کچھ قدرت نہیں رکھتے اور انہیں ایک اجر بھی نہیں ملے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد آپ ﷺ پر ایمان لانا فرض ہو گیا تھا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ لا کر کفر اختیار کر لیا جس کی وجہ سے ان کا پہلا اجر بھی ضائع ہو گیا۔ اگر وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آتے تو ان کی پہلی نیکیاں بھی قبول کر لی جاتیں مگر ان کے انکار کے باعث ان کا سب کچھ ضائع ہو گیا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جو اس کی فرمانبرداری کرتا ہے وہ اس پر فضل و کرم فرماتا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز ہفتہ ۱۸ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۹ شوال ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۳ تا ۱۸ ستمبر یعنی صرف پانچ دنوں میں سورہ حدید کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

۳۱ جولائی کو ستائیسویں پارے کی تفسیر شروع کی تھی جو آج ایک ماہ اور ۱۸ دنوں میں مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ المجادلۃ (۵۸)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''مجادلہ'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مجادلہ

مجادلہ کو اگر دال کی زبر سے پڑھا جائے تو اس کا معنی ہے: ''بحث وتکرار'' اور اگر اس کو دال کی زیر سے پڑھا جائے تو اس کا معنی ہے: ''بحث وتکرار کرنے والی عورت''۔ اس سورت کے نازل ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ظہار کر لیا یعنی اسے کہا: تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، اور زمانہ جاہلیت میں اس جملہ کو طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ یہ سن کر حضرت خولہ رضی اللہ تعالی عنہا سخت پریشان ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اپنے شوہر کے بارے میں بحث وتکرار کرنے لگیں کہ طلاق سے تو میرا اور میرے بچوں کا مستقبل تباہ ہو جائے گا، لہٰذا آپ بتائیں کہ ظہار کے متعلق اسلام کا حکم کیا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے لگیں کہ میرے حال پر رحم فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور یہ سورت نازل فرمائی۔ حضرت خولہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بحث وتکرار کی وجہ سے اس سورت کا نام مجادلہ رکھا گیا ہے۔

ظہار

اسلام سے پہلے عرب میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ کہہ دیتا کہ ''تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت ہے'' تو اس کو طلاق سمجھا جاتا اور وہ عورت اس پر حرام ہو جاتی کیونکہ اس نے بیوی کو اپنی ماں سے تشبیہ دے دی ہے۔ اس کے بارے میں اسلام کا حکم یہ ہے کہ بیوی کو زبان سے ماں کہہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی اور نہ اسے طلاق ہوتی ہے، البتہ اسلام نے ایسا کہنے سے منع کیا ہے اور اگر کوئی خاوند ایسی بات کہہ بیٹھے تو اس پر کفارہ ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ فقہ کی اصطلاح میں اس کو ظہار کہا جاتا ہے۔

حدود اللہ

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو توڑتے ہیں انہیں پہلی قوموں کے انجام بد سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ قیامت کے دن جب ان سے باز پرس ہوگی تو وہ اس کا کیا جواز پیش کریں گے؟

منافقین

اس سورت کی ساتویں اور آٹھویں آیات میں منافقین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تم جو اسلام کے خلاف سازشیں اور خفیہ سرگوشیاں کرتے ہو اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے۔ اگر تم ان سازشوں سے باز نہ آئے تو آخرت میں تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

Marfat.com

مومنین

نویں اور دسویں آیات میں مسلمانوں کو تلقین کی جارہی ہے کہ منافقین کی سرگوشیاں تمہیں ضرر نہیں پہنچا سکیں گی، لہٰذا تم جب تنہائی میں مل کر بیٹھو تو آپس میں گناہ اور زیادتی کی باتیں نہ کیا کرو بلکہ نیکی اور تقویٰ کی باتیں کیا کرو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو، وہی تمہارا حامی و ناصر ہوگا۔

آداب مجلس

اگر تم کسی مجلس میں بیٹھے ہو اور بعد میں کوئی اور آدمی آجائے تو اس کے بیٹھنے کے لئے گنجائش نکالو اور اگر میزبان مجلس برخاست کرنے کی درخواست کرے تو خوشی سے چلے جاؤ اور میزبان کے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔

حزب اللہ اور حزب الشیطان

آخر میں انسانوں کے دو گروہوں کا بیان ہے۔ ایک حزب الشیطان ہے۔، وہ شیطان کی پیروی کرتے ہیں اور آخرت میں نقصان اٹھائیں گے۔ دوسرا حزب اللہ ہے، وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور وہی آخرت میں کامیاب ہوں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز اتوار ۱۹ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۰ شوال ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

اٰیاتہا ۲۲ ۵۸ سُوْرَۃُ المُجَادَلَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۵ رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ①

۱۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی ہے جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی بات سن رہا تھا، [۱] بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

---

[۱] اس آیت میں حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جن کے شوہر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان سے ظہار کر لیا تھا، اور ظہار کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو کہا: تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں اس جملہ کو طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ یہ سن کر حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سخت پریشان ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اپنے شوہر کے بارے میں بحث و تکرار کرنے لگیں کہ طلاق سے تو میرا اور میرے بچوں کا مستقبل تباہ ہو جائے گا، لہٰذا آپ بتائیں کہ ظہار کے متعلق اسلام کا حکم کیا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے لگیں کہ میرے حال پر رحم فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور یہ آیات نازل فرمائیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بشارت دی اور یہ آیات ان کو پڑھ کر سنائیں۔ (تفسیر منیر) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خاوند حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: تم ایک غلام یا ایک لونڈی آزاد کرو۔ اس نے عرض کیا: میرے پاس کوئی غلام یا لونڈی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو ماہ کے لگاتار روزے رکھو۔ اس نے عرض کیا: اگر میں ایک دن میں تین دفعہ نہ کھاؤں تو میری بینائی جواب دینے لگتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ اس نے عرض کیا: میرے پاس اس کی بھی طاقت نہیں ہے، البتہ آپ میری مدد فرما دیں تو ممکن ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مدد فرمائی اور اس طرح اس کا کفارہ ادا ہو گیا۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ المجادلۃ (۵۸): زیر آیت نمبر ۱)

حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ ہم نے نہ صرف یہ کہ اس عورت کی طرف توجہ فرمائی اور اس کی آواز سنی بلکہ اس کے جواب میں قرآن مجید کی آیات نازل فرمائیں۔ اس واقعہ کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت اہم مقام حاصل تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے گزرے۔ آپ رضی اللہ عنہ گدھے پر سوار تھے اور بہت سے لوگ آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت خولہ بنت ثعلبہ

Marfat.com

اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ
مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ
وَ لَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا
مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ
غَفُوْرٌ ۝۲

۲۔ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ دراصل ان کی مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں تو صرف وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے، اور بے شک وہ لوگ ایک ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں، [۲] اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے۔

وَ الَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ
یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ
قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَ
اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝۳

۳۔ اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھیں، پھر وہ اپنی بات سے رجوع کرنا چاہیں تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں ایک غلام آزاد کرنا ہوگا، تمہیں اس بات کا حکم دیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہو۔ [۳]

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو روک لیا اور نصیحت کرتے ہوئے کہنے لگیں: اے عمر! وہ دن تجھے یاد ہیں جب تمہیں عمیر (چھوٹا سا عمر) کہا جاتا تھا، پھر تمہیں عمر کہا جانے لگا اور اب تمہیں لوگ امیر المومنین کہنے لگے ہیں، پس اے عمر! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ جو شخص موت پر یقین رکھتا ہے اسے اندیشہ رہتا ہے کہ کوئی ضروری چیز رہ نہ جائے اور جسے حساب کا یقین ہوتا ہے وہ عذاب سے ڈرتا رہتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے صبر و تحمل سے کھڑے ان کی نصیحت کو سنتے رہے۔ جب کافی وقت گزر گیا تو لوگوں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! اس بڑھیا کے لئے آپ اتنی دیر کھڑے رہیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! اگر یہ مجھے صبح سے شام تک روکے رکھے تو میں کھڑا رہوں گا۔ صرف نماز کے اوقات میں رخصت لوں گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ بوڑھی کون ہے۔ یہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے جس کی فریاد کو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سنا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس کی بات آسمانوں سے اوپر سنے اور میں اس کی بات زمین پر نہ سنوں؟ (تفسیر قرطبی: سورۃ المجادلۃ (۵۸): زیر آیت نمبر ۱)

[۲] اسلام سے پہلے عرب میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ کہہ دیتا کہ "تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت ہے۔" تو اس کو طلاق سمجھا جاتا اور وہ عورت اس پر حرام ہو جاتی کیونکہ اس نے بیوی کو اپنی ماں سے تشبیہ دے دی ہے۔ اس کے بارے میں اسلام کا حکم یہ ہے کہ بیوی کو زبان سے ماں کہہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی اور نہ اسے طلاق ہوتی ہے کیونکہ اصل ماں صرف وہی ہے جس نے اسے جنا ہے۔ اپنی بیوی کو ماں کہنا ایک تو بذات خود بڑی مکروہ بات ہے اور دوسرا یہ سراسر جھوٹ ہے کیونکہ بیوی کبھی ماں نہیں بن سکتی، اور اگر کوئی خاوند ایسی بات کہہ بیٹھے تو اس پر کفارہ ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ فقہ کی اصطلاح میں اس کو ظہار کہا جاتا ہے۔

[۳] جو شخص اپنی بیوی سے ظہار کر بیٹھے اور پھر اپنی اس بات سے رجوع کرنا چاہے تو اس کے متعلق اسلام کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنی

Marfat.com

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ ۗ وَلِلْكٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ④

۴۔ پھر جس شخص کو (غلام) میسر نہ ہو تو وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے دو مہینوں کے لگاتار روزے رکھے، پھر جو شخص (روزوں کی بھی) طاقت نہ رکھے تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یہ اس لئے ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان قائم رکھو، اور یہ اللہ تعالیٰ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَآدُّونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَلِلْكٰفِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ⑤

۵۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل کئے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل کئے گئے تھے اور بے شک ہم نے واضح آیات نازل کر دی ہیں، اور کافروں کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔ [۴]

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ⑥

۶۔ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو (زندہ کر کے) اٹھائے گا، پھر انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا، اللہ تعالیٰ نے (ان کے) ہر عمل کو شمار کر رکھا ہے حالانکہ وہ اسے بھول چکے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے۔

بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے درج ذیل کفارہ ادا کرے یعنی وہ ایک غلام یا لونڈی آزاد کرے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ حدیں ہیں، لہٰذا تم پر لازم ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مقرر کردہ حدود پر ایمان رکھو اور ان کی خلاف ورزی نہ کرو۔

[۴] علامہ صاوی لکھتے ہیں کہ یہ آیت اہل مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جو جنگ احزاب میں مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے چڑھ دوڑے تھے۔ (حاشیۃ الصاوی) مگر ذلیل و رسوا ہو کر واپس لوٹے اور فتح مکہ کے بعد تو ہمیشہ کے لئے شکست کھا گئے۔ علامہ قرطبی کے نقل کردہ ایک قول کے مطابق اس سے مراد منافقین مدینہ ہیں کہ جب ان کے نفاق کا پردہ چاک کر دیا گیا تو وہ بھی ہمیشہ کے لئے ذلیل و رسوا ہو گئے، اور آخرت میں تو تمام منکرین کے لئے رسوا کن عذاب ہوگا۔ نیز اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

۷۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو کچھ زمین میں ہے، تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ (اللہ تعالیٰ) ان کا چوتھا ہوتا ہے، اور نہ پانچ آدمیوں میں (کوئی سرگوشی ہوتی ہے) مگر وہ (اللہ تعالیٰ) ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم میں اور نہ زیادہ میں مگر وہ (اللہ تعالیٰ) ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں بھی وہ ہوں، پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں خبر دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔[۵]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۡ وَاِذَا

۸۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشی کرنے سے منع کیا گیا تھا وہ پھر بھی وہی کام کرتے رہے جس سے انہیں روکا گیا تھا اور وہ گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے متعلق سرگوشی کرتے ہیں،[۶] اور جب وہ آپ کے

نے نبی کریم ﷺ کی صداقت کے لئے واضح معجزات نازل فرمائے، اس کے باوجود جو لوگ ایمان نہیں لاتے قیامت کے دن وہ اگر چہ اپنے اکثر کرتوت بھول چکے ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے اعمال کا حساب رکھا ہوا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے ان کے کرتوت انہیں بتائے گا تو یہ ان کے لئے مزید ذلت و رسوائی کا باعث ہو گا۔

[۵] جہاں بھی چند منافق اکٹھے ہوتے وہ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے اور یہ گمان رکھتے کہ کسی کو ان کی سرگوشیوں کا علم نہیں ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں تنبیہ فرمائی ہے کہ تم تین ہو یا پانچ، اس سے کم ہو یا زیادہ الغرض تمہاری کوئی بھی تعداد ہو اور کیسی ہی خفیہ جگہ ہو تم اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہو سکتے، وہ ہر وقت اور ہر جگہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور قیامت کے دن تمہارے کرتوت تمہارے سامنے ظاہر کر دے گا اور ان کے مطابق تمہاری جزا و سزا کا فیصلہ کرے گا۔

[۶] مدینہ کے یہود اور منافقین جب کبھی اکٹھے ہوتے تو اسلام کے خلاف سازشیں کرتے اور جب کوئی مسلمان ان کے پاس سے گزرتا تو باہم سر جوڑ کر سرگوشی کی شکل بنا لیتے اور مسلمان کی طرف اشارے کرتے جس سے وہ مسلمان پریشان ہو جاتا کہ شاید وہ اس کے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو جب ان کی اس حرکت کی شکایت کی گئی تو آپ ﷺ نے یہود و منافقین کو ایسی سرگوشی سے منع فرمایا، لیکن جب وہ ان سازشوں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی اس نافرمانی کا ذکر فرمایا۔

Marfat.com

جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑧

پاس آتے ہیں تو آپ کو ایسے الفاظ سے سلام کرتے ہیں جن الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ (اگر یہ رسول سچے ہیں تو) اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عذاب کیوں نہیں دیتا جو ہم (ان کے خلاف) کہتے ہیں؟ ان کے لئے دوزخ (کا عذاب) ہی کافی ہے، وہ اسی میں داخل ہوں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔[۷]

اسلام نے کسی بھی ایسی سرگوشی سے منع فرمایا ہے جس سے کسی تیسرے آدمی کی دل شکنی ہو، جیسا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس جگہ تم تین آدمی جمع ہو تو ایک کو چھوڑ کر دو آدمی باہم سرگوشی نہ کریں جب تک اس کے پاس دوسرے آدمی نہ آ جائیں کیونکہ اس (علیحدگی) سے اس کی دل شکنی ہوگی۔(بخاری: ۶۲۹۰: کتاب الاستئذان: باب ۴۶) البتہ تیسرے آدمی کی اجازت سے سرگوشی کرنا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں تیسرے آدمی کو تشویش نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر تین سے زیادہ آدمی ہوں تو دو علیحدہ ہو کر سرگوشی کر سکتے ہیں۔

[۷] یہود و منافقین جب نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو سلام کہتے تو السلام علیکم (تم پر سلامتی ہو) کے بجائے السام علیکم (تم پر موت نازل ہو) کہتے کیونکہ سام کا معنیٰ موت ہے، اور اس انداز سے کہتے کہ مسلمانوں کو احساس نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، اور یہ توہین آمیز جملہ کہنے کے بعد وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے کہ اگر یہ سچے نبی ہوتے تو ہمارے اس توہین آمیز جملے کے بدلے میں ہم پر عذاب نازل ہو جاتا، لہٰذا یہ سچے نبی نہیں ہیں۔

اس آیت میں انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری سازشوں سے خوب باخبر ہے، اگر اس نے کسی حکمت کے باعث تمہیں دنیا میں ڈھیل دے رکھی ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تم سزا سے بچ جاؤ گے بلکہ تمہاری اس گستاخی کے بدلے میں تمہارے لئے دوزخ کا عذاب تیار کر دیا گیا ہے اور تمہیں ایک دن اس میں ضرور داخل ہونا ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کچھ یہودی لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: السام علیکم یا ابا القاسم! (اے ابو قاسم! آپ پر موت نازل ہو۔) آپ ﷺ نے فرمایا: وعلیکم (اور تم پر بھی وہی چیز نازل ہو جس کے نزول کی تم نے ہمارے لئے دعا کی ہے)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہود کو کہا: تم پر موت اور ذلت ہو۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تم سخت کلامی نہ کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے ان کی طرف وہی چیز لوٹا نہیں دی جو انہوں نے کہی تھی؟ میں نے کہا: وعلیکم یعنی تم پر بھی وہی چیز نازل ہو۔ (مسلم: ۵۶۵۸: کتاب السلام: باب ۴)

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹

۹۔ اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے متعلق سرگوشی نہ کیا کرو بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کے متعلق سرگوشی کیا کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کی طرف تم سب جمع کئے جاؤ گے۔[۸]

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰

۱۰۔ (بری) سرگوشی تو صرف شیطان کی طرف سے ہوتی ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو غمگین کرے حالانکہ وہ (شیطان) اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر ان (مومنوں) کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا، اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔[۹]

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَ

۱۱۔ اے ایمان والو! جب تمہیں کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو کشادہ ہو جایا کرو اللہ تعالیٰ تمہارے

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہل کتاب تم کو سلام کریں تو تم کہو: وعلیکم یعنی تم پر بھی وہی چیز نازل ہو۔ (بخاری: ۶۲۵۸: کتاب الاستئذان: باب ۲۲) یہ یہود اور منافقین کی گستاخی تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کے لئے سلام کا لفظ استعمال کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وسلام علی المرسلین) اور تمام رسولوں پر سلام ہو۔ (قرآن: ۳۷: ۱۸۱)

[۸] اس آیت میں اہل ایمان کی تربیت کی جا رہی ہے کہ وہ کسی ایسی خفیہ مجلس یا سرگوشی میں شریک نہ ہوں جس میں گناہ اور سرکشی کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہو بلکہ وہ ایسی سرگوشی میں شریک ہوا کریں جس میں نیکی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی باتیں ہوں کیونکہ بالآخر سب کو ایک دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، جیسا کہ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) میں ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔} (قرآن: ۵: ۲)

[۹] یعنی یہ شیطان ہی ہے جو یہود و منافقین کو بری سرگوشیوں کی ترغیب دیتا ہے تاکہ ایمان والے پریشان ہوں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تسلی دی ہے کہ بالفرض اگر وہ شیطان کے بہکانے پر تمہارے خلاف ہی کوئی سازش کر رہے ہیں تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے، لہٰذا تم ان کی پرواہ نہ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھو۔

Marfat.com

اِذَا قِیۡلَ انۡشُزُوۡا فَانۡشُزُوۡا یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ۙ وَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۱۱﴾

لئے کشادگی فرمائے گا، اور جب کہا جائے کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو، [۱۰] اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند فرمائے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا، [۱۱] اور اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَاجَیۡتُمُ الرَّسُوۡلَ فَقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیۡ نَجۡوٰىکُمۡ صَدَقَۃً ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَ اَطۡہَرُ ؕ فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اے ایمان والو! جب تم رسول ﷺ سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دیا کرو، یہ تمہارے لئے بہت بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے، اور اگر تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ [۱۲]

[۱۰] اس آیت میں مسلمانوں کو آداب مجلس بتائے جا رہے ہیں کہ جب تم کسی مجلس میں بیٹھے ہو اور بعد میں کوئی اور آدمی آجائے تو اس کے لئے کشادگی پیدا کرو، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہارے رزق اور اجر میں کشادگی فرمائے گا، اور اگر میزبان مجلس برخاست کرنے کی درخواست کرے تو خوشی سے چلے جاؤ اور میزبان کے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔

[۱۱] اس دنیا میں غیر مومن اور جاہل لوگ خواہ کتنے ہی بڑے دولت مند کیوں نہ ہوں آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں اور آخرت میں اہل ایمان کا درجہ بلند ہوگا اور پھر ایمان والوں میں علماء کا درجہ بلند ہوگا۔

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو شخص طلب علم کے لئے کسی راستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلائے گا اور طالب علم کی رضا کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں عالم کے لئے استغفار کرتی ہیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی اس کے لئے استغفار کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔ بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کی میراث نہیں چھوڑتے، وہ صرف علم کی میراث چھوڑتے ہیں، سو جس شخص نے علم حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کیا۔ (ترمذی: ۲۶۸۲: ابواب العلم: باب ۱۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب پل صراط پر عالم اور عابد جمع ہوں گے تو عابد سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اپنی عبادت کی وجہ سے نعمتوں سے لطف اٹھاؤ اور عالم سے کہا جائے گا یہاں ٹھہرو اور جن سے تم محبت کرتے تھے ان کی شفاعت کرو۔ بے شک تم جس کی شفاعت کرو گے اس کے حق میں تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اور اس وقت وہ انبیاء کا قائم مقام ہوگا۔ (الجامع الصغیر: ۳۵۲: جلد اول: ص ۲۷، جمع الجوامع: ۸۷۸: جلد اول: ص ۱۳۸، کنز العمال: ۲۸۶۸۸: جلد ۱۰: ص ۱۳۶)

[۱۲] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ایسا کرنا تمہارے لئے بہتر

Marfat.com

ءَاَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَیۡ نَجۡوٰىكُمۡ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذۡ لَمۡ تَفۡعَلُوۡا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ؏ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ کیا تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ دینے سے گھبرا گئے، پس جب تم نے (صدقہ) نہ دیا اور اللہ تعالیٰ نے تم پر نظر کرم فرمائی [۱۳] تو اب تم نماز قائم رکھو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہو، اور اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ تَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ ؕ مَا هُمۡ مِّنۡكُمۡ وَلَا مِنۡهُمۡ ۙ وَ

۱۴۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے ایسی قوم کو دوست بنایا جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا، نہ وہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے ہیں [۱۴] اور

ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت اس لئے نازل ہوئی کیونکہ بعض مسلمان اتنے زیادہ سوال کرنے لگے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مشقت ہونے لگی تھی، پس اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تخفیف کا ارادہ فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ نے سوال کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو بہت سے مسلمان سوال کرنے سے رک گئے۔ (تفسیر قرطبی)

نیز دولت مند لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت سوال کرتے اور مسکین لوگوں کو آپ سے سوال کرنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو اکثر دولت مند لوگ سوال کرنے سے رک گئے اور مسکین لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کا موقع مل گیا۔ کیونکہ جس کے پاس صدقہ کرنے کو کچھ نہیں ہے وہ اگر صدقہ دینے کے بغیر بھی سوال کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر مہربانی فرمائے گا۔

[۱۳] یعنی جب تمہیں اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنا مشکل نظر آیا اور تم نے صدقہ نہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری گرفت نہیں فرمائی بلکہ تم پر نظر کرم فرمائی اور صدقہ دینے کا حکم جلد ہی منسوخ کر دیا، لہٰذا اب تم نماز اور زکوٰۃ کو قائم رکھو اور صدقہ دیئے بغیر ہی سوال کر لیا کرو۔

[۱۴] منافقین کیسے عجیب لوگ تھے، بظاہر تو وہ مسلمانوں کے ساتھ تھے لیکن حقیقت میں وہ مسلمان نہیں تھے۔ اسی طرح وہ یہودیوں کو بھی اپنی دوستی کا یقین دلاتے تھے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا لیکن حقیقت میں وہ یہودی بھی نہیں تھے، لہٰذا نہ تو وہ پوری طرح مسلمانوں میں شامل تھے اور نہ ہی پوری طرح یہودیوں میں داخل تھے، بس درمیان میں لٹکے ہوئے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ اس (کفر و ایمان) کے درمیان ڈگمگا رہے ہیں، نہ پورے ان (کافروں) کی طرف ہیں اور نہ پورے ان (مسلمانوں) کی طرف ہیں۔ (قرآن: ۴: ۱۴۳)

Marfat.com

يَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٤﴾

جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔[۱۵]

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٥﴾

۱۵۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بے شک وہ بہت برے کام کیا کرتے تھے۔[۱۶]

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿١٦﴾

۱۶۔ انہوں نے اپنی (جھوٹی) قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، پھر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں، سو ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔[۱۷]

اس آیت کی تفسیر میں سید محمود آلوسی نے ایک حدیث نقل کی ہے: یعنی منافق کی مثال اس بھیڑ کی سی ہے جو دو ریوڑوں میں سرگرداں پھر رہی ہے اور اسے یہ معلوم نہیں کہ اسے کس ریوڑ کے پیچھے جانا ہے۔
(تفسیر روح المعانی: سورۃ المجادلۃ (۵۸): زیر آیت نمبر ۱۴)

[۱۵] سدی اور مقاتل نے بیان کیا ہے: یہ آیت خصوصاً عبداللہ بن نبتل منافق کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں یہودیوں تک پہنچاتا تھا۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی حجرہ میں تشریف فرما تھے، چند صحابہ رضی اللہ عنہم بھی حاضر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تمہارے پاس ایک ایسا شخص آئے گا جس کا دل بڑا ظالم ہے اور وہ شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن نبتل آ گیا جس کی آنکھیں نیلی، قد چھوٹا اور داڑھی پتلی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم اور تمہارے ساتھی کس وجہ سے مجھے گالیاں دیتے ہو؟ اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ اس نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: تم نے ایسا کیا ہے، پھر وہ وہاں سے گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا اور ان سب نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ انہوں نے آپ کو کبھی گالی نہیں دی۔ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

[۱۶] اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے کیونکہ ایک تو وہ منافقت کرتے ہیں اور دوسرا جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور یہ دونوں کام بہت ہی برے ہیں۔

[۱۷] منافقین لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک وشبہات پیدا کرتے تا کہ وہ اسلام قبول نہ کریں اور جب منافقین سے ان سازشوں کے بارے میں باز پرس کی جاتی تو وہ جھوٹی قسمیں کھاتے کہ وہ سچے مسلمان ہیں اور وہ اسلام کے خلاف کوئی بات نہیں کرتے۔ اس طرح وہ جھوٹی قسموں کے ذریعہ اپنے آپ کو سزا سے بچا لیتے، لیکن انہیں علم ہونا چاہیے کہ جس اولاد کے تحفظ اور جس مال غنیمت کے لالچ میں وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں قیامت کے دن وہ مال واولاد انہیں رسوا کن عذاب سے نہ بچا سکیں گے۔

Marfat.com

لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ ان کے اموال اور ان کی اولاد انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہرگز نہ بچا سکیں گے، وہ اہل دوزخ ہیں، اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَیْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو (زندہ کر کے) اٹھائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور وہ گمان کریں گے کہ وہ بھی کسی اچھی چیز پر ہیں، خبردار! بے شک وہ جھوٹے ہیں۔[۱۸]

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ شیطان ان پر غالب آگیا ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر انہیں بھلا دیا ہے، وہ شیطان کا گروہ ہیں، خوب سن لو! بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والا ہے۔[۱۹]

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں۔

---

[۱۸] منافقین کی حماقت کی انتہا تھی کہ قیامت کے دن جب حق و باطل بالکل واضح ہو جائیں گے وہ اس دن بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا رب ہے! ہم مشرک نہیں تھے۔ (قرآن: ۶: ۲۳) اور وہ گمان کریں گے کہ جس طرح انہوں نے دنیا میں جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے آپ کو سزا سے بچا لیا تھا اسی طرح آج بھی انہیں یہ جھوٹی قسمیں فائدہ پہنچائیں گی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لیں گی، لیکن وہ غور سے سن لیں! اس دن جھوٹ کارگر نہیں ہو سکے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح اعلان کر دیا جائے گا کہ وہ جھوٹے ہیں اور وہ ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے۔

[۱۹] شیطان جن لوگوں پر غالب آ جاتا ہے وہ ان کے دل و دماغ میں گناہوں کی محبت اس قدر راسخ کر دیتا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیتا ہے، پھر وہ اس قدر غافل ہو جاتے ہیں کہ انہیں کبھی خیال ہی نہیں آتا کہ ان کا کوئی رب بھی ہے اور وہ انہیں سزا بھی دے سکتا ہے، بلکہ وہ شیطان کے گروہ میں شامل ہو کر صرف وہی کام کرتے ہیں جن کا انجام خسارہ ہی خسارہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ⑳

۲۱۔ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب ہو کر رہیں گے، [۲۰] بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا بڑے غلبہ والا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ

۲۲۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ ان سے محبت کریں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار ہوں، [۲۱] یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو ثبت کر دیا ہے اور انہیں اپنی روح (یعنی خصوصی نور) سے تقویت بخشی ہے، اور انہیں ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو

[۲۰] جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل و رسوا ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ دیا ہے کہ بالآخر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی غالب آ کر رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی ایسے واضح دلائل اور معجزات کے ساتھ مدد فرماتا ہے کہ سارے کافر مل کر بھی ان کا توڑ پیش نہیں کر سکتے۔ حق و باطل کے اس میدان کارزار میں اکثر انبیائے کرام علیہم السلام کو بالآخر سیاسی غلبہ بھی حاصل ہوا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں کے مقابلہ میں اور ہمارے نبی کریم ﷺ کو مشرکین عرب کے مقابلہ میں سیاسی فتح بھی حاصل ہوئی لیکن جن انبیائے کرام علیہم السلام کو کسی حکمت کے باعث سیاسی غلبہ حاصل نہیں ہوا ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے مشن میں ایسی ثابت قدمی عطا فرمائی کہ مصائب و آلام کے پہاڑ بھی ان کے حوصلے پست نہ کر سکے۔

[۲۱] ایمان والوں کے دلوں میں کسی ایسے شخص کی محبت جاگزیں نہیں ہو سکتی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن ہو خواہ وہ ان کا باپ، بیٹا، بھائی یا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں بے شمار ایسے واقعات موجود ہیں کہ اگر کسی مومن کے باپ یا بیٹے نے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا تو مومن نے خونی رشتہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کا سر قلم کر دیا۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے کئی واقعات کا ذکر کیا ہے ان میں سے چند آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

Marfat.com

أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾ — گئے، یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں، غور سے سن لو! بے شک اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔[۲۲]

☆ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے میدان بدر میں اپنے باپ عبداللہ کو قتل کر دیا۔ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے باپ ابوقحافہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو اس زور سے تھپڑ رسید کیا کہ وہ منہ کے بل زمین پر آ گرا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ واقعہ سنایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب تو تم نے ایسا کر دیا ہے مگر دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اس کو قتل کر دیتا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ مجادلہ (۵۸): زیر آیت نمبر ۲۲) حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے

☆ جنگ بدر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ نے مسلمانوں کو جنگ کے لئے للکارا (وہ ابھی مسلمان نہیں تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے مقابلہ میں جانا چاہا) مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تم اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ، کیا تم نہیں جانتے کہ تم میرے لئے میری آنکھ اور میرے کان کی طرح ہو۔

(تفسیر قرطبی: سورہ مجادلہ (۵۸): زیر آیت نمبر ۲۲)

کفار سے دوستی کرنا

وہ کافر جو اسلام سے بغض رکھتے ہیں اور اہل ایمان کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں ان کے ساتھ دوستی قائم کرنا سخت منع ہے کیونکہ اس طرح وہ راز معلوم کر کے یا غلط مشورے دے کر مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچائیں گے لیکن وہ کافر جو معتدل مزاج ہیں اور اہل ایمان کو بالواسطہ یا بلاواسطہ تنگ نہیں کرتے ان کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کا برتاؤ کیا جائے (قرآن: ۶۰:۸) نیز ان کے ساتھ لین دین، رفاہِ عامہ کے کاموں میں باہمی تعاون اور مشترکہ دشمن کے دفاع میں باہمی معاہدہ کرنے کی اجازت ہے، بلکہ ان کے ساتھ حسن اخلاق کا ایسا معاملہ کیا جائے کہ وہ اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جائیں۔

[۲۲] جو خوش نصیب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنے باپ، بیٹے اور رشتہ داروں کی محبت پر ترجیح دیتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں درج ذیل انعامات سے نوازتا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ایمان کو اتنا راسخ کر دیتا ہے کہ پھر وہ ایمان سے دور نہیں ہو سکتے۔

۲۔ اپنے خصوصی نور سے ان کے دلوں کو ایسی تقویت پہنچاتا ہے کہ ان کو اطمینان اور سکون حاصل ہو جاتا ہے۔

۳۔ انہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن میں نہریں جاری ہوں گی۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ان کی بندگی پر راضی ہو جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی پر راضی ہو جائیں گے۔

Marfat.com

۵۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے خاص بندوں کے گروہ میں شامل فرمائے گا۔

۶۔ وہ فلاح پانے والے ہوں گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از عشاء بروز منگل ۲۱ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۲ شوال ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۹ تا ۲۱ ستمبر یعنی صرف دو دنوں میں سورہ مجادلہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة الحشر (۵۹)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''حشر'' ہے جو اس سورت کی دوسری آیت سے ماخوذ ہے۔

اس سورت کا نام بنی نضیر بھی ہے کیونکہ اس میں یہود کے ایک قبیلہ بنی نضیر کو مدینہ سے جلاوطن کرنے کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس قصہ کا پس منظر کچھ اس طرح ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد

مسلمان جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تو وہاں یہودیوں کی ایک طاقتور جمعیت موجود تھی۔ وہ معاشی لحاظ سے بھی خوش حال تھے اور صاحب کتاب ہونے کے باعث علمی طور پر بھی اہل مدینہ پر فوقیت رکھتے تھے۔ مدنی معاشرہ میں اس وقت تک اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا تھا جب تک ان یہودیوں کو بھی اپنے ساتھ نہ ملایا جاتا۔ نیز اسلام کے اولین دشمن اہل مکہ ابھی تک مسلمانوں کی بیخ کنی کے درپے تھے اور وہ کسی وقت بھی مدینہ پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔ ان تمام اندرونی اور بیرونی مشکلات پر قابو پانے کے لئے ایک وسیع البنیاد دستور کی ضرورت تھی، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا معاہدہ تحریر کیا جس میں مہاجرین وانصار کے علاوہ یہاں کے یہودیوں کو بھی شامل کیا گیا۔ اس دستاویز کو دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور کہا جا سکتا ہے۔

دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور

اس دستور کو تفصیل کے ساتھ تاریخ کی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ میں سیرت ابن ہشام کی جلد نمبر ۲ کے صفحات نمبر ۱۰۷۔۱۰۸ سے اس دستور کے چند جملوں کو باقاعدہ دفعات کی صورت میں بیان کرتا ہوں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ یہ تحریری دستاویز ہے اللہ کے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قریش اور یثرب کے مسلمانوں اور ان لوگوں کے درمیان جو ان کے اتباع میں ان کے ساتھ شامل ہوں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔ یہ (تمام گروہ) دنیا کے (دوسرے) لوگوں سے علیحدہ ایک (سیاسی) وحدت متصور ہوں گے۔

☆ تمام متقی مؤمنین متحد ہو کر ہر اس شخص کی مخالفت کریں جو بغاوت، ظلم، گناہ یا زیادتی کرے یا مؤمنوں کے درمیان فساد پھیلائے اگرچہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

☆ جب مسلمانوں میں کسی قسم کا اختلاف ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے سامنے پیش کیا جائے۔

☆ اس معاہدہ میں شریک ہونے والوں پر یثرب کے اندر کسی قسم کا فتنہ وفساد پیدا کرنا حرام قرار دیا گیا۔

☆ اس معاہدہ میں شریک ہونے والے خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے اور کوئی اپنے حلیف کے ساتھ زیادتی نہیں کرے گا۔

Marfat.com

☆ یہودیوں میں سے جو ہمارا اتباع کرے گا اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی اور ان یہود پر نہ تو ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی دشمن کی مدد کی جائے گی۔

☆ باہر سے اگر کوئی شخص یثرب پر حملہ کرے یا شرکائے معاہدہ کے ساتھ جنگ کرے تو یہ شرکاء حملہ آور کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور جب تک یہ جنگ جاری رہے گی یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس جنگ کے اخراجات برداشت کریں گے۔

☆ یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک گروہ شمار ہوں گے۔ یہودیوں کے لئے ان کا دین ہے اور مسلمانوں کے لئے ان کا دین ہے۔ وہ اپنے اپنے دین پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے سوائے اس شخص کے جو ظلم کرتا ہے، پس وہ اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور وہ خود اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو برباد کرتا ہے۔

بنی نضیر کی سازش

مفسرین اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ قبیلہ بنی نضیر کے یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے تا کہ ایک دیت کے معاملہ پر ان سے گفتگو کی جائے۔ یہودیوں نے کہا: آپ ﷺ تشریف رکھیں پہلے ہم آپ کے لئے کھانا لے آتے ہیں۔ چنانچہ وہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک دیوار کے ساتھ بٹھا کر خود کھانا لانے کے بہانے گئے اور سازش یہ کی کہ دیوار کے اوپر سے ایک بھاری پتھر نبی کریم ﷺ کے اوپر گرا کر آپ ﷺ کو شہید کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم ﷺ کو یہودیوں کی اس سازش سے آگاہ فرما دیا اور آپ کھانے کا انتظار کئے بغیر فوراً اٹھ کر تشریف لے گئے۔ اس وقت سورہ مائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی: {اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہوئی جب ایک قوم نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائے تو اللہ تعالیٰ نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک لیا۔} (تفسیر روح المعانی: سورۃ المائدۃ: زیر آیت نمبر ۱۱، سیرت ابن ہشام: جلد نمبر ۲: ص ۱۵۱) یعنی اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہود کی سازش سے بچا لیا۔

بنی نضیر کی جلاوطنی

معاہدہ کی خلاف ورزی بلکہ صریح غداری پر نبی کریم ﷺ نے یہود کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ دس دنوں کے اندر مدینہ سے نکل جائیں، اس کے بعد اگر تم میں سے کوئی آدمی یہاں نظر آیا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ ابتدا میں یہود نے منافقین کے کہنے پر مقابلہ کی کوشش کی مگر جب مسلمانوں نے یہود کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور منافقین ان کی مدد کو نہ پہنچے تو انہوں نے مرعوب ہو کر ہتھیار ڈال دیئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے ہتھیار ضبط کر لئے اور باقی مال ومتاع ساتھ لے جانے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ انہوں نے اپنا سامان حتیٰ کہ مکانوں کی کھڑکیاں، دروازے اور چھتوں کا سامان بھی اتار کر اپنے اونٹوں پر رکھا اور کچھ شام اور کچھ خیبر کی طرف ہجرت کر گئے۔

اموال فے

اس سورت میں اموال فے کی تقسیم کا طریق کار بتایا گیا ہے، اس کی تفصیل آیت نمبر ۶ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

اطاعت رسول

اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جو تمہیں حکم دیں اس پر عمل کرو اور جس کام سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

منافقین

منافقین مدینہ نے بنی نضیر کو یقین دلایا کہ وہ یہود کی مدد کریں گے، لہٰذا وہ مدینہ سے ہجرت نہ کریں مگر جب وقت آیا تو منافقین نے ان کی مدد نہ کی۔

تقویٰ

اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔

قرآن کی عظمت

قرآن مجید اتنی عظیم الشان کتاب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتا تو وہ پہاڑ اللہ تعالیٰ کے خوف سے پھٹ جاتا۔

اسمائے حسنیٰ

قرآن مجید کے اکثر مقامات پر اللہ تعالیٰ کے خوب صورت ناموں کا ذکر کیا گیا ہے مگر کسی ایک مقام پر سب سے زیادہ اسمائے حسنیٰ اس سورت کے آخر میں بیان کیے گئے ہیں۔

تسبیح کرنا

اس سورت کی ابتدا بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے کی گئی ہے اور اس کے آخر میں بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا ذکر ہے، یعنی زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، لہٰذا انسان کو بھی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر کے فلاح دارین حاصل کرے۔

سورہ حشر کی فضیلت

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے سورہ حشر پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے گا۔ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے رات یا دن میں سورہ حشر کی آخری (تین) آیتیں پڑھیں اگر اللہ تعالیٰ نے اس رات یا دن میں اس کی روح قبض کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت واجب فرما دے گا۔

(تفسیر قرطبی)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از فجر بروز جمعرات ۲۳ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۴ شوال ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

ایاتہا ۲۴ (۵۹) سورۃ الحشر مدنیۃ ۱۰۱ رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

۱۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرتی ہے اور وہی سب پر غالب بڑا دانا ہے۔ [۱]

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ②

۲۔ وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافروں (بنی نضیر) کو پہلی جلاوطنی کے وقت ان کے گھروں سے نکالا، تمہیں یہ گمان نہیں تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور انہیں یہ گمان تھا کہ ان کے مضبوط قلعے انہیں اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے بچالیں گے، پھر اللہ تعالیٰ (کے عذاب) نے انہیں وہاں سے آلیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے برباد کر رہے تھے، پس اے آنکھوں والو! (اس سے) عبرت حاصل کرو۔ [۲]

---

[۱] اس آیت کی تفسیر کے لئے سورہ حدید (۵۷) کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] نبی کریم ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو یہود کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ آپس میں امن و سلامتی سے رہیں گے اور اہل مدینہ پر کسی بھی حملہ آور کا مل کر مقابلہ کریں گے، مگر بنی نضیر نے نہ صرف یہ کہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی بلکہ نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش بھی کی جس کی وجہ سے انہیں جلاوطن کر دیا گیا۔ بنی نضیر عرصہ دراز سے مدینہ میں قیام پذیر تھے اور یہ ان کی پہلی جلاوطنی تھی، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں انہیں خیبر سے جلاوطن ہو کر شام جانا پڑا۔ اس معاہدہ اور بنی نضیر کی جلاوطنی کی پوری تفصیل اس سورت کے تعارف میں ملاحظہ فرمائیں۔

معاہدہ کی خلاف ورزی بلکہ صریح غداری پر نبی کریم ﷺ نے یہود کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ دس دنوں کے اندر مدینہ سے نکل جائیں، اس کے بعد اگر تم میں سے کوئی آدمی یہاں نظر آیا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ ابتدا میں یہود نے منافقین کے کہنے پر مقابلہ کی کوشش کی مگر جب مسلمانوں نے یہود کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور منافقین ان کی مدد کو نہ پہنچے

Marfat.com

وَ لَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ؕ وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③

۳۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں جلا وطنی لکھ نہ دی ہوتی تو وہ ان کو دنیا ہی میں عذاب دے دیتا، اور آخرت میں ان کے لئے آگ کا عذاب (بھی) ہے۔[۳]

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④

۴۔ یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی اور جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤

۵۔ کھجور کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے یا انہیں ان کی جڑوں پر کھڑے چھوڑ دیا تو (یہ سب) اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور اس لئے تھا کہ وہ نافرمانوں کو ذلیل و رسوا کرے۔[۴]

تو انہوں نے مرعوب ہو کر ہتھیار ڈال دیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہتھیار ضبط کر لئے اور باقی مال و متاع ساتھ لے جانے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ انہوں نے اپنا سامان حتیٰ کہ مکانوں کی کھڑکیاں، دروازے اور چھتوں کا سامان بھی اتار کر اپنے اونٹوں پر رکھا اور کچھ شام اور کچھ خیبر کی طرف ہجرت کر گئے۔

بنی نضیر کے قلعوں، ہتھیاروں اور باغات کی وجہ سے مسلمانوں کو بھی یہ گمان نہیں تھا کہ وہ آسانی سے مدینہ چھوڑ جائیں گے اور یہود کو بھی اپنے مضبوط قلعوں پر اتنا گھمنڈ تھا کہ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مٹھی بھر مسلمان ان کو جلا وطن کر سکیں گے، مگر اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اس نے یہود کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔ جب بنی نضیر کو یقین ہو گیا کہ وہ اپنے مکانات کو چھوڑ کر جانے والے ہیں تو انہوں نے ان کے دروازے اور کھڑکیاں وغیرہ اتار کر انہیں برباد کر دیا اور ان کے بعد مسلمانوں نے ان کھنڈرات کو گرا کر اپنی مرضی کے مکانات تعمیر کئے۔ اہل فکر و نظر کے لئے اس واقعہ میں عبرت کی بڑی نشانیاں ہیں۔

[۳] اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کے لئے جلا وطنی پہلے ہی سے مقدر کر رکھی تھی، اور اگر وہ جلا وطنی قبول نہ کرتے اور جنگ ہوتی تو ہو سکتا ہے وہ سب قتل کر دیئے جاتے اور دنیا سے ان کا نام و نشان ہی مٹ جاتا۔

[۴] بنی نضیر نے ابتدا میں جلا وطنی سے انکار کر دیا اور اپنے قلعوں میں داخل ہو کر اندر سے دروازے بند کر دیئے۔ ان قلعوں کے اردگرد کھجوروں کے گھنے باغات تھے۔ مسلمانوں نے جب ان کی بستی کا محاصرہ کیا تو جو درخت ان کے محاصرہ کے راستہ میں رکاوٹ تھے، ان کو مسلمانوں نے کاٹ دیا اور جو درخت فوجی نقل و حرکت میں حائل نہیں تھے ان کو کھڑا رہنے دیا۔ ان

Marfat.com

وَ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

٦۔ اور جو مال اللہ تعالیٰ نے ان سے لے کر اپنے رسول ﷺ کو دے دیا اس کے حصول کے لئے تم نے نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[۵]

درختوں کو کاٹ کر مسلمان تو خوش تھے تا کہ ان کا محاصرہ کامیاب رہے مگر نافرمان یہود کے لئے یہ انتہائی ذلت و رسوائی تھی کہ وہ باغات جن کو انہوں نے بڑی محنت سے لگایا تھا آج وہ ان کی آنکھوں کے سامنے کاٹے جا رہے تھے اور ان میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ مسلمانوں کو روک سکیں۔

اس پر منافقین اور یہودیوں نے یہ اعتراض کیا کہ ایک طرف تو مسلمان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ زمین میں امن و سلامتی چاہتے ہیں مگر دوسری طرف ہرے بھرے باغات کو کاٹ کر زمین میں فساد پیدا کر رہے ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوا ہے کیونکہ یہودیوں نے امن کا معاہدہ توڑ کر زمین میں فساد کی ابتدا کی تھی اور مسلمانوں نے تو ان درختوں کو اس لئے کاٹا تا کہ محاصرہ کو کامیاب بنایا جائے اور زمین کو فسادیوں سے پاک کیا جائے۔

[۵] بنی نضیر کی جلاوطنی کے بعد ان کا جو مال مسلمانوں کے قبضے میں آیا وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے رسول ﷺ کو عطا فرمایا۔ اس مال کے حصول کے لئے نہ تو مسلمان مجاہدین نے سفر کی مشقت اٹھائی کیونکہ وہ مدینہ کے مضافات میں تھے اور نہ ہی باقاعدہ جنگ و قتال کی نوبت آئی کیونکہ انہوں نے لڑائی کے بغیر ہی جلاوطنی قبول کر لی۔

جو مال غیر مسلموں کی ملکیت سے نکل کر مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائے اس کی دو صورتیں ہیں: ایک مال فے ہے جس کا ذکر ان آیات میں ہے اور دوسرا مال غنیمت ہے جس کو سورہ انفال کی آیت نمبر ۴۱ میں بیان کیا گیا ہے۔ ان دونوں کی تعریف اور تقسیم درج ذیل ہے:

مال فے

اگر جنگ کے بغیر کفار ہار مان جائیں اور مسلمان ان کے علاقہ اور مال کے مالک بن جائیں تو اس مال و علاقہ کو مال فے کہا جاتا ہے۔ تین قسم کے اموال کو مال فے کہا جاتا ہے:

۱۔ وہ اموال جو جنگ کے بغیر مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائیں۔

۲۔ وہ غیر منقولہ املاک مثلاً مکانات، زمین، باغات اور قلعے وغیرہ جو جنگ کے بغیر حاصل ہوں۔

۳۔ وہ منقولہ اور غیر منقولہ اموال جو جنگ کے بعد حاصل ہوں۔

اگلی آیت میں مال فے کے مستحقین کا ذکر کیا گیا ہے۔ مال فے اور مال غنیمت کے حقداروں میں اللہ تعالیٰ کا نام تبرک

Marfat.com

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۗ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ

٧۔ اللہ تعالیٰ نے بستیوں والوں سے جو مال لے کر اپنے رسول ﷺ کو دے دیا وہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے لئے ہے اور (رسول ﷺ کے) رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ مال تمہارے مالداروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے، [٦] اور جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دیں وہ لے لو

کے لئے ذکر کیا گیا ہے اور باقی پانچ اس کے حقدار ہیں، یعنی رسول اللہ ﷺ، آپ کے رشتہ دار، امت مسلمہ کے یتیم، مساکین اور وہ مسافر جن کا زادِراہ ختم ہوگیا ہو اور وہ امداد کے مستحق ہوں۔

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد ان کے حصہ کے متعلق جمہور کا قول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا حصہ بیت المال میں داخل ہوگا اور آپ ﷺ کے مشن کی تکمیل کے لئے خرچ کیا جائے گا۔

مال غنیمت

دشمن کے ساتھ جنگ کی صورت میں جو اموال منقولہ مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں ان کو اسلامی اصطلاح میں انفال یا غنائم یعنی مالِ غنیمت کہا جاتا ہے۔ کسی مجاہد کو اس مال میں سے کوئی چیز اپنے پاس رکھنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ سارا مال اکٹھا کر کے اسلامی لشکر کے سربراہ کے سامنے پیش کیا جائے، پھر وہ ضابطہ کے مطابق اس کو تقسیم کرے۔

مالِ غنیمت کے پانچ حصے کئے جائیں گے، ان میں سے چار حصے ان لوگوں میں تقسیم ہوں گے جنہوں نے جنگ میں حصہ لیا ہو اور بقیہ پانچویں حصہ کے پھر پانچ حصے کئے جائیں گے۔ ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے جو آپ ﷺ کے بعد مفادِ عامہ پر خرچ کیا جائے گا، دوسرا حصہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کا ہے، تیسرا حصہ یتیموں کے لئے، چوتھا حصہ مسکینوں کے لئے اور پانچواں حصہ مسافروں کے لئے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور (اے مسلمانو!) جان لو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم کو حاصل ہو تو بے شک اس مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے لئے اور (رسول اللہ ﷺ کے) رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ (قرآن: ٨: ٤١)

[٦] علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی قبیلہ کو مالِ غنیمت حاصل ہوتا تو سب سے پہلے اس قبیلہ کا سردار مالِ غنیمت کا چوتھا حصہ اپنے لئے رکھ لیتا اور بقیہ مال سے بھی اگر اسے کوئی چیز پسند آتی تو وہ بھی لے لیتا۔ (تفسیر قرطبی) اس کے بعد امیر اور طاقتور لوگ مال کا اکثر حصہ اپنے درمیان تقسیم کر لیتے اور غریبوں اور مسکینوں کے لئے برائے نام ہی کوئی چیز بچتی تھی۔ اس طرح دولت عام طور پر دولتمندوں کے درمیان گردش کرتی رہتی اور غریب لوگ بے چارے محروم ہی رہتے۔ اسلام نے مسکینوں اور یتیموں کو دولت کا حقدار بنا دیا تاکہ دولت صرف امیر لوگوں میں ہی گردش نہ کرتی رہے۔

Marfat.com

فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

اور جس سے تمہیں منع کریں اس سے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔[۷]

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

۸۔ (نیز یہ مال فے) ان نادار مہاجرین کے لئے بھی ہے جو اپنے گھروں اور اپنے اموال (جائیدادوں) سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں، وہی سچے لوگ ہیں۔[۸]

اسلام نے صرف مال غنیمت یا مال فے ہی نہیں بلکہ عام حالات میں بھی مالداروں پر فرض عائد کیا ہے کہ وہ دولت پر سانپ بن کر نہ بیٹھیں بلکہ اس میں غریبوں کو بھی شریک کریں، مثلاً زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، حرمت سود، تقسیم وراثت، کفارات اور صدقات وغیرہ میں بھی یہی حکمت ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں محصور نہیں رہتی بلکہ غریبوں تک بھی پہنچ جاتی ہے۔

[۷] یعنی مال فے میں سے اللہ تعالیٰ کا رسول جو چیز تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز کے لینے سے تمہیں روک دے اس سے رک جاؤ۔ اس آیت کا نزول اگرچہ مال فے کے ساتھ خاص ہے مگر اس کا حکم عام ہے یعنی نبی کریم ﷺ جو بھی مادی، روحانی یا علمی سرمایہ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس کام سے منع کریں اس سے رک جاؤ، اور نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ وہ بڑا سخت عذاب دینے والا ہے۔

[۸] یعنی مال فے کے حقداروں میں وہ نادار مہاجرین بھی ہیں جن کو اسلام لانے کی پاداش میں اپنے گھروں اور اپنی جائیدادوں سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا۔ مہاجرین میں سے بعض بڑے امیر تھے مگر ہجرت کے وقت جب انہیں اپنا مال و متاع اور گھر بار چھوڑنا پڑا تو وہ بھی نادار ہو گئے۔ اگرچہ انصار مدینہ نے ان کی مدد میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا مگر جب بنی نضیر کی زمین اور ان کے باغات مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے تو بہت سے نادار مہاجرین کی مستقل آبادکاری کا مسئلہ بھی آسان ہو گیا۔

اس آیت میں نہ صرف یہ کہ مہاجرین کو مال فے کا حقدار قرار دیا گیا ہے بلکہ ان کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے، یعنی

☆ صرف اسلام کی وجہ سے انہوں نے اپنا وطن اور گھر بار چھوڑا۔
☆ ان کی ہجرت کا مقصد کوئی دنیاوی لالچ نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا کی تلاش تھی۔
☆ یہ سب کچھ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے لئے کیا۔
☆ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دین اور ایمان میں سچے ہیں۔

قرآن مجید نے تمام مہاجرین کے صادق اور مخلص ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ اب اگر کوئی انہیں جھوٹا یا منافق کہے تو وہ

Marfat.com

وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۫ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ۝۹

۹۔ اور (یہ مال فے) ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو دار (ہجرت یعنی مدینہ) میں مقیم ہیں اور ان (مہاجرین) کے آنے سے پہلے ایمان میں (ثابت قدم ہیں)، وہ ہر اس شخص سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور وہ اپنے دلوں میں اس (مال) کی کوئی حاجت محسوس نہیں کرتے جو ان (مہاجرین) کو دے دیا جائے اور وہ انہیں (مہاجرین کو) اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود شدید ضرورت ہو، اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچالیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔[۹]

اس آیت کا منکر ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے اور اپنے ایمان پر نظر ثانی کرے۔

ان خوش نصیب مہاجرین کا اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ کے نزدیک کیا مقام تھا اس کا اندازہ آپ اس دعا سے کریں جس کو امام بغوی نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن اسید ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ان فقیر مہاجرین کے ذریعہ اور ان کے وسیلہ سے فتح وکشائش کی دعا فرماتے تھے۔ (تفسیر بغوی: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۸)

[۹] اس آیت میں انصار مدینہ کو بھی مال فے کا حقدار قرار دیا گیا ہے اور ان کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے یعنی

☆ وہ مہاجرین کے مدینہ آنے سے پہلے ایمان میں ثابت قدم تھے۔

☆ جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہجرت کر کے مدینہ آتے یہ انصار ان سے دلی محبت کرتے، ان کی رہائش وخوراک کا انتظام کرتے اور ان کو اپنی زمین اور باغات میں حصہ دار بناتے حتیٰ کہ جن انصار کی ایک سے زائد بیویاں تھیں انہوں نے اپنے مہاجر بھائی کے لئے اپنی ایک بیوی کو طلاق دینے کی پیشکش بھی کر دی، جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا حضرت سعد بن ربیع ؓ کے ساتھ بھائی چارہ قائم کیا۔ حضرت سعد ؓ بڑے مالدار تھے۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن ؓ کو کہا: انصار جانتے ہیں کہ میں ان سب سے زیادہ مالدار ہوں، میں اپنے مال کو تمہارے اور اپنے درمیان دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں، اور میری دو بیویاں ہیں، تم ان کو دیکھو اور ان دونوں میں جو آپ کو پسند ہے میں اسے طلاق دے دیتا ہوں، پھر جب وہ عدت گزار لے تو تم اس سے نکاح کر لو۔ حضرت عبدالرحمٰن ؓ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری بیویوں میں برکت ڈالے۔ (بخاری: ۳۷۸۱) اللہ تعالیٰ تمہارے مال اور تمہاری بیویوں میں برکت ڈالے (مجھے آپ کی بیوی اور آپ کے مال کی ضرورت نہیں ہے) بس تم مجھے بازار کا راستہ دکھا دو (میں اپنا روزگار خود کمالوں گا) (بخاری: ۵۰۷۲: کتاب النکاح: باب ۷) ایسی دلی محبت کی مثال دنیا کی تاریخ میں کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔

Marfat.com

☆ نبی کریم ﷺ نے جو اموال فے مہاجرین میں تقسیم کئے انصار نے اپنے دلوں میں ان کی کوئی حاجت محسوس نہیں کی یعنی ان کے دلوں میں کوئی خلش یا خواہش پیدا نہیں ہوئی بلکہ خوش تھے کہ ان کے مہاجر بھائیوں کی مدد کی جا رہی ہے۔

☆ انصار مدینہ اگرچہ خود بھی حاجت مند ہوتے مگر پھر بھی اپنے مہاجر بھائیوں کی حاجتوں کو ترجیح دیتے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ نے اپنی ازواج کی طرف پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا: ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: آج رات اس کو کون مہمان بنائے گا؟ انصار میں سے ایک شخص نے کہا: میں اس کی ضیافت کروں گا، پھر وہ مہمان کو اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی کو کہا: رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی ضیافت کرو۔ اس نے کہا: ہمارے پاس تو صرف بچوں کا کھانا ہے۔ انصاری نے کہا: کھانا تیار کرو اور بچوں کو سلا دو۔ جب انہوں نے کھانا کھانے کا ارادہ کیا تو اس نے بچوں کو سلا دیا، چراغ جلا دیا اور کھانا لگا دیا، پھر وہ کھڑی ہوئی گویا کہ وہ چراغ کو درست کرنے لگی ہے تو اس نے چراغ بجھا دیا اور میاں بیوی مہمان کے پاس اس طرح ظاہر کرنے لگے گویا کہ وہ بھی کھا رہے ہیں حالانکہ انہوں نے بھوکے رات گزاری۔ صبح جب وہ انصاری صحابی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میاں بیوی نے جس طرح رات کو مہمان کی ضیافت کی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر خوشی سے ہنسا ہے اور اس کو بہت پسند فرمایا ہے اور تم دونوں کی شان میں سورہ حشر کی یہ آیت نمبر ۹ نازل فرمائی ہے۔ (بخاری: ۳۷۹۸: کتاب مناقب الانصار: باب ۱۰) اس طرح کے اور بھی کئی واقعات ہیں جن میں صحابہ کرام ؓ نے دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دی ہے، مثلاً

☆ حافظ ابن کثیر نقل کرتے ہیں کہ جنگ یرموک میں جب اسلام کو فتح حاصل ہوئی تو ایک صحابی پانی لے کر حضرت عکرمہ ؓ کے پاس پہنچا جو زخموں سے چور تھے، حضرت عکرمہ ؓ نے قریب سے پانی پانی کی آواز سنی تو اشارہ کیا مجھے رہنے دو میرے بھائی کو پانی دو۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو کسی تیسرے نے پانی کے لئے آواز دی۔ دوسرے زخمی نے کہا: مجھے رہنے دو اس تیسرے کو پانی دو۔ پانی پلانے والا جب تیسرے کے پاس پہنچا تو وہ جام شہادت نوش کر چکا تھا۔ اسی طرح وہ جب واپس دوسرے اور حضرت عکرمہ ؓ کے پاس پہنچا تو وہ سب جام شہادت نوش کر چکے تھے۔

(تفسیر ابن کثیر: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۹)

☆ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی کو بکری کا سر تحفہ میں پیش کیا گیا۔ اس نے سوچا کہ میرا فلاں دینی بھائی اور اس کے اہل و عیال ہماری نسبت زیادہ اس گوشت کے محتاج ہوں گے۔ چنانچہ اس نے وہ گوشت اس کے پاس بھیج دیا۔ دوسرے نے وہ گوشت کسی اور ضرورت مند صحابی کے پاس بھیج دیا۔ اس طرح یہ سر کا گوشت سات گھروں سے گھوم کر پھر واپس پہلے صحابی کے گھر پہنچ گیا۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۹)

☆ بخل ایک ایسا مرض ہے جو انسان کو خود غرض بنا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی کوتاہی کرنے لگتا ہے اور حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر مال جمع کرنے میں سرگرم رہتا ہے مگر انصار مدینہ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم تھا کہ وہ بخل کے مرض سے محفوظ تھے بلکہ ایثار کے جذبہ سے معمور تھے اور ایسے ہی لوگ فلاح دارین کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰ ع

۱۰۔ اور (یہ مال فے) ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو ان (مہاجرین وانصار) کے بعد آئیں اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی کینہ پیدا نہ ہونے دے، اے ہمارے رب! بے شک تو بڑا شفیق بڑا مہربان ہے۔[۱۰]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظلم سے بچو کیونکہ ظلم روز قیامت کے اندھیرے ہیں، اور بے حیائی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کو پسند نہیں فرماتا، اور بخل (شح) سے بچو کیونکہ اس (بخل) نے تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا۔ بخل نے ان کو ظلم کا حکم دیا تو وہ ظلم کرنے لگے، جب انہیں فسق وفجور کا حکم دیا تو وہ فسق وفجور کرنے لگے اور جب انہیں قطع رحمی کا حکم دیا تو وہ قطعی رحمی کرنے لگے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۹)

[۱۰] یعنی انصار ومہاجرین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد قیامت تک آنے والے مسلمان بھی مال فے کے حقدار ہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ انصار ومہاجرین کو مومن مانیں، دل میں ان کے متعلق کینہ نہ رکھیں اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرتے رہیں، اور جو لوگ اپنے دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف بغض وکینہ رکھتے ہیں وہ مال فے کے حقدار نہیں ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: تمہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم اصحاب محمد ﷺ کے لئے دعائے مغفرت کرو مگر تم ان پر لعن طعن کرتے ہو۔ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: یہ امت اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک اس کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت نہ کریں۔ (تفسیر بغوی: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۱۰)

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعد والے مسلمانوں کے لئے یہ شرط عائد کر دی ہے کہ وہ مال فے کے حقدار اس وقت ہو سکیں گے جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دوستی اور محبت رکھیں اور ان کے لئے استغفار کریں، مگر جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا ان میں سے کسی ایک کو لعن طعن کیا یا اس کے متعلق دل میں کینہ رکھا تو اس کے لئے مال فے میں کوئی حق نہیں ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۱۰)

☆ مالک بن مغول بیان کرتے ہیں کہ عامر بن شرحبیل شعبی نے کہا: اے مالک! یہود ونصاریٰ رافضیوں پر ایک درجہ فضیلت رکھتے ہیں۔ یہود سے پوچھا گیا: تمہاری ملت کے سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب۔ اور نصاریٰ سے پوچھا گیا: تمہاری ملت کے سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب۔ اور رافضیوں سے پوچھا گیا: تمہاری ملت کے بدترین لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: حضرت محمد ﷺ کے اصحاب۔
(تفسیر بغوی: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۱۰)

Marfat.com

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ نَافَقُوۡا يَقُوۡلُوۡنَ لِاِخۡوَانِهِمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَئِنۡ اُخۡرِجۡتُمۡ لَنَخۡرُجَنَّ مَعَكُمۡ

۱۱۔ کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں: اگر تم (مدینہ سے) نکالے گئے تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ

☆ عوّام بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس امت کے پہلے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے پایا: صحابہ کرام ﷺ کے محاسن بیان کیا کرو تا کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا ہو۔ اور ان کے اختلافات بیان نہ کیا کرو اس طرح لوگوں کے دلوں میں ان کے خلاف جرأت پیدا ہوگی۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۱۰)

☆ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے تین طبقات بیان کئے ہیں یعنی مہاجرین، انصار اور ان کے علاوہ قیامت تک آنے والے مسلمان۔ حضرت محمد بن علی ﷺ نے اپنے باپ علی بن حسین ﷺ سے بیان کیا ہے کہ عراق کے بعض لوگ آپ کے پاس آئے اور حضرات ابو بکر وعمر وعثمان ﷺ کو لعن طعن کیا۔ آپ نے ان سے پوچھا: کیا تم مہاجرین میں سے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا: کیا تم انصار میں سے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: جب تم ان دونوں گروہوں میں سے نہیں ہو تو میں گواہی دیتا ہوں پھر تم تیسرے گروہ سے بھی نہیں ہو لہٰذا یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ۔
(تفسیر قرطبی: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۱۰)

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس مسلمان کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو (ایمان کی نظر سے) دیکھا۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۸۵۸: ابواب المناقب: باب ۵۶)

☆ حضرت ابن عمر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۸۶۶: ابواب المناقب: باب ۵۹)

☆ حضرت ابوسعید خدری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو وہ میرے صحابہ کے ایک کلوگرام بلکہ آدھا کلوگرام (جو خیرات کرنے کے اجر) کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔
(بخاری: ۳۶۷۳: فضائل اصحاب: باب ۵)

☆ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہمیں اپنے اسلاف کے لئے دعائے مغفرت کرنی چاہیے اس سے ان کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور ان کے درجات بلند کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت انس بن مالک ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: میری امت ایسی امت ہے جو خدا کی رحمت کے سائے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت سے توجہ فرماتا ہے۔ میرے امتی گناہوں سے آلودہ قبروں میں داخل ہوتے ہیں اور جب قبروں سے نکلتے ہیں تو ان کا دامن گناہوں سے خالی ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی ان کے لئے کی جانے والی دعہائے مغفرت سے ان کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ (المعجم الأوسط للطبرانی: حدیث نمبر ۱۹۰۰: جلد ۲: ص ۵۲۳، مجمع الزوائد: جلد ۱۰: ص ۶۹) ویسے بھی صحابہ کرام ﷺ اور اسلاف کا حق بنتا ہے کہ ہم ان کے لئے دعائے مغفرت کریں کیونکہ ان کے وسیلہ سے ہی اسلام کی نعمت ہم تک پہنچی ہے۔

Marfat.com

وَ لَا نُطِيعُ فِيكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑪

ہی نکلیں گے اور ہم تمہارے معاملہ میں کبھی بھی کسی کی اطاعت نہیں کریں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے، اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔[۱۱]

لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَ لَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَ لَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ⑫

۱۲۔ اگر وہ (یہود) نکالے گئے تو یہ (منافقین) ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر انہوں (یعنی منافقین) نے ان کی مدد کی تو وہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ⑬

۱۳۔ (اے مسلمانو!) ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ تمہارا خوف ہے، یہ اس لئے کہ وہ لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔

[۱۱] بنی نضیر کی عہد شکنی اور غداری کے بعد جب نبی کریم ﷺ نے ان کو نوٹس دیدیا کہ وہ دس دنوں کے اندر مدینہ سے نکل جائیں تو منافقوں (جو کہ صرف نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں یہودیوں کے بھائی بنے ہوئے تھے) نے یہود کو پیغام بھیجا: تم جلاوطنی سے انکار کردو اور ڈرو نہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں، اگر تمہیں مدینہ سے نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے خلاف کسی کی بات نہیں سنیں گے اور اگر مسلمانوں نے تمہارے ساتھ جنگ کی تو ہم دو ہزار نوجوان تمہاری مدد کے لئے بھیجیں گے۔

منافقین کی ان گیدڑ بھبکیوں کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتایا کہ منافقین جھوٹ بول رہے ہیں، اگر یہود کو نکالا گیا تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ ہوئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے۔ بفرض محال اگر یہ یہودیوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے تو فوراً پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر نہ کوئی یہودیوں کی مدد کر سکے گا اور نہ ہی کوئی ان منافقین کی مدد کر سکے گا اور بالآخر یہ دونوں مایوس اور محروم ہی رہیں گے۔

ان آیات میں منافقین کے متعلق جو پیش گوئی کی گئی وہ سو فیصد صحیح ثابت ہوئی یعنی منافقین نے یہودیوں کی کوئی مدد نہ کی۔ یہ پیش گوئی قرآن مجید کی صداقت کا ثبوت اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کا معجزہ ہے۔

Marfat.com

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۚ﴿۱۴﴾

۱۴۔ وہ سب (مدینہ کے یہود و منافقین) مل کر بھی تم سے جنگ نہیں کریں گے مگر بستیوں میں قلعہ بند ہو کر یا دیواروں کی آڑ میں، ان کی لڑائی آپس میں ہی بہت سخت ہے، تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل متفرق ہیں، یہ اس لئے کہ وہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ [۱۲]

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۚ﴿۱۵﴾

۱۵۔ ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو ان سے پہلے ماضی قریب میں اپنے اعمالِ بد کا مزہ چکھ چکے ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ [۱۳]

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ

۱۶۔ ان کی مثال شیطان کی طرح ہے کہ اس نے انسان کو کہا: کفر کر، پھر جب اس نے کفر کر لیا تو شیطان نے

[۱۲] ان آیات میں مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ منافقین اور یہود بڑے بزدل ہیں اور ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ تمہارا ڈر اور خوف ہے اور وہ سب مل کر بھی تمہارے سامنے میدان جنگ میں نہیں آئیں گے، البتہ اپنے قلعوں میں بند ہو کر یا دیواروں کے پیچھے چھپ کر تم پر وار کر سکتے ہیں مگر پھر بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ بظاہر متحد نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں ان کے دل ایک دوسرے کے سخت خلاف ہیں۔ اگر وہ عقل سے کام لیتے تو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور مسلمانوں کی مخالفت نہ کرتے۔

[۱۳] بنی نضیر کی مثال بنی قینقاع کی طرح ہے جو ماضی قریب میں اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھ چکے ہیں اور آخرت میں دردناک عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے۔

غزوہ بنی قینقاع

نبی کریم ﷺ نے مدینہ آکر یہود کے ساتھ امن و سلامتی کا معاہدہ کر لیا تھا۔ بنی قینقاع بھی یہود کا ایک قبیلہ تھا۔ جنگ بدر کے بعد اس قبیلہ نے اس معاہدہ کو توڑ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں معاہدہ پر پابند رہنے کی تلقین کی لیکن جب وہ باز نہ آئے اور ایک مسلمان خاتون کو برہنہ کر کے اس کی توہین کی تو نبی کریم ﷺ کے حکم سے مسلمانوں نے بنی قینقاع کی بستی کا محاصرہ کر لیا، مگر کوئی یہودی مقابلہ کے لئے باہر نہ نکلا۔ بالآخر پندرہ روز کے بعد یہودیوں نے ہتھیار ڈال کر شکست تسلیم کر لی اور بال بچوں سمیت مدینہ سے نکل جانے کی اجازت مانگی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی اجازت سے وہ تین دنوں کے اندر شام کی ایک بستی ذرعاۃ کی طرف ہجرت کر گئے۔

Marfat.com

اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ⑯ کہا: میں تجھ سے بے زار ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔[۱۴]

[۱۴] منافقین کی مثال شیطان کی طرح ہے جو پہلے لوگوں کو کفر کی ترغیب دیتا ہے اور جب وہ پکے کافر بن جاتے ہیں تو پھر جب کافروں پر عذاب نازل ہوتا ہے تو شیطان ان سے بے زاری کا اعلان کر دیتا ہے۔ اسی طرح منافقین نے بھی پہلے بنی نضیر کو حوصلہ دیا کہ تم مسلمانوں کے مقابلہ میں ڈٹ جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور جب لڑائی کا وقت آیا تو دھوکہ دیا اور ان کی مدد کو نہ پہنچے۔

دنیا میں شیطان کے دھوکہ کی مثال

غزوہ بدر میں شیطان نے کفار مکہ کو یہی دھوکہ دیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور جب شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال آراستہ کر دیئے اور انہیں کہا: آج ان لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور بے شک میں بھی تمہارا مدد گار ہوں، پھر جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو اُلٹے پاؤں بھاگا اور کہنے لگا: میں تم سے بیزار ہوں، بے شک میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔} (قرآن: ۸:۴۸) اس آیت کی تفسیر کے لئے سورہ انفال (۸) کی آیت نمبر ۴۸ کا حاشیہ نمبر ۳۸ ملاحظہ فرمائیں۔

آخرت میں شیطان کے دھوکہ کی مثال

قیامت کے دن دوزخی اپنے ساتھی شیطان کو ملامت کرتے ہوئے کہے گا: تیرا ستیاناس ہو تو نے مجھے گمراہ کیا۔ شیطان اسے کہے گا: میں نے تجھے کب مجبور کیا تھا کہ تو ضرور میری پیروی کر، میں نے تو تجھے صرف برائی کی ترغیب دی اور تو نے اپنی نفسانی خواہشات اور دنیاوی مفادات کی خاطر میری پیروی اختیار کر لی، جیسا کہ قرآن مجید میں شیطان کا قول مذکور ہے: {میرا تم پر کوئی غلبہ تو تھا نہیں (کہ میں نے تمہیں برائی کرنے پر مجبور کیا ہو) میں نے تو تمہیں صرف (برائی کی) دعوت دی اور تم نے میری دعوت قبول کر لی، لہٰذا اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔} (قرآن: ۱۴:۲۲) مثال کے طور پر اگر کوئی تجھے کہے کہ سمندر میں چھلانگ لگا دو، اس کی تہہ میں ہیرے اور جواہرات ہیں، ان کو نکال لاؤ۔ اب اگر چھلانگ لگانے سے تیری موت واقع ہو جائے تو اس ہلاکت کا ذمہ دار وہ شخص نہیں ہوگا جس نے تجھے ترغیب دی بلکہ اس کا ذمہ دار تو وہ خود ہوگا جس نے یہ حماقت کی ہے۔

دوزخی اور اس کے ساتھی شیطان کے درمیان جب یہ تکرار بڑھے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے سامنے جھگڑا مت کرو۔ اب میدان حشر میں اس جھگڑے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ میں نے پہلے ہی رسولوں کے ذریعہ تمہیں آگاہ کر دیا تھا کہ شیطان اور اس کے پیروکار جہنم رسید ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {(اے شیطان!) میں تجھ سے اور تیرے تمام پیرکاروں سے جہنم کو بھر دوں گا۔} (قرآن: ۳۸:۸۵)

Marfat.com

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ پھر ان دونوں (شیطان اور اس کے پیروکار) کا انجام یہ ہوگا کہ وہ دونوں دوزخ میں ہوں گے اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔ [۱۵]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے آگے کیا بھیجا ہے؟ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور بے شک اللہ تعالیٰ خوب باخبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ [۱۶]

---

[۱۵] شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، جو شخص شیطان کی پیروی کرتا ہے قیامت کے دن اس شخص اور اس کے ساتھی شیطان دونوں کو ہمیشہ کے لئے جہنم رسید کر دیا جائے گا اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

[۱۶] ہر مومن کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنا محاسبہ کرتا رہے کہ وہ کل قیامت کے لئے آگے کیا بھیج رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر عمل سے بخوبی آگاہ ہے اور اس کے عمل کے مطابق ہی اسے جزا اور سزا دے گا۔

دنیا اور آخرت کی زندگی

ہماری زندگی دو حصوں پر مشتمل ہے، ایک دنیوی اور دوسرا اُخروی۔ دنیوی زندگی دار العمل ہے جس میں ہم عمل کرتے ہیں اور اخروی زندگی دار الجزا ہے جس میں ان اعمال کا بدلہ ملے گا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ (المقاصد الحسنة: ص ۲۲۷) یعنی دنیوی زندگی کی مثال ایک کھیت کی سی ہے جس کی کاشت ہماری مرضی پر منحصر ہے۔ اب یہ ہمارے انتخاب کی بات ہے کہ کس چیز کی کاشت کریں۔ بہر حال نتیجہ واضح ہے، اگر اچھے اعمال کاشت کریں گے تو کل قیامت میں اچھے ثمرات سے خوش ہوں گے اور اگر برے اعمال کی کاشت کریں گے تو کل کڑوے پھلوں سے پریشان ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ دنیا اس شخص کے لئے بہترین گھر ہے جو اس دنیا سے اپنی آخرت کے لئے توشہ تیار کرتا ہے۔ (المقاصد الحسنة: ص ۲۲۷).

اس آیت میں قیامت کے لئے آنے والے ''کل'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے ایک اشارہ تو یہ ملتا ہے کہ جس طرح آج کے بعد کل کا آنا یقینی ہے اسی طرح اس دنیا کے بعد قیامت کا آنا بھی یقینی ہے۔ اور اس میں دوسرا اشارہ یہ ہے کہ جس طرح آج کے بعد کل بالکل قریب ہے اسی طرح دنیا کے بعد قیامت بھی قریب ہے۔ اگرچہ تمام کائنات کی قیامت دور ہو پھر بھی ہر انسان کی اپنی قیامت تو بالکل قریب ہے کیونکہ موت بھی ایک چھوٹی قیامت ہے جس سے عذاب کی ابتداء ہو جاتی ہے اور موت کسی بھی وقت آسکتی ہے۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو اسی وقت اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے، سو تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور ہر وقت اس

Marfat.com

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾	۱۹۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی جانوں سے بھلا دیا، وہی لوگ نافرمان ہیں۔[۱۷]
لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾	۲۰۔ اہل دوزخ اور اہل جنت برابر نہیں ہو سکتے، اہل جنت ہی کامیاب ہیں۔[۱۸]
لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾	۲۱۔ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو (اے مخاطب!) تو اس (پہاڑ) کو دیکھتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے جھک جاتا اور پاش پاش ہو جاتا، اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔[۱۹]

سے استغفار کرتے رہو۔ (کنز العمال: ۴۲۷۴۸: جلد ۱۵: ص ۶۸۶)

انسان کا اصل وطن آخرت ہے۔ دنیا میں اس کو اس لئے بھیجا گیا ہے تاکہ وہ آخرت کے لئے توشہ تیار کرے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ اس دنیا کی کرنسی انسان اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا، اور بفرض محال اگر انسان یہاں کی کچھ کرنسی ساتھ لے بھی جائے تو یہ کرنسی آخرت میں کام نہیں آتی، لہٰذا ہر انسان کو مرنے سے پہلے آخرت کی کرنسی کا انتظام کرنا چاہیے، اور آخرت کی کرنسی نیکیاں ہیں۔ جس کے پاس جتنی زیادہ نیکیاں ہوں گی وہ اتنا ہی خوشحال ہوگا اور جو نیکیوں سے محروم ہوگا وہ آخرت میں بدحال ہوگا۔

[۱۷] اس آیت میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دی جا رہی ہے اور اس کی نافرمانی کے انجام بد سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کو بھلا دیتے ہیں اور اس کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے تو انہیں سزا یہ ملتی ہے کہ وہ خود فراموش بن جاتے ہیں، انہیں اپنے فائدہ اور نقصان کی تمیز نہیں رہتی اور بالآخر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی راہ پر چل نکلتے ہیں۔

[۱۸] یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ امتحان کی تیاری کر کے پاس ہونے والے طلبہ اور امتحان سے غافل رہ کر فیل ہونے والے طلبہ برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ پاس ہونے والے طلبہ اپنی محنت کے صلہ میں خوشیاں مناتے ہیں اور فیل ہونے والے طلبہ اپنی غفلت پر پچھتاتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ نیکیاں کر کے جنت کے مستحق قرار پاتے ہیں وہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہوتے جو برائیاں کر کے جہنم رسید ہوتے ہیں۔

[۱۹] اس آیت میں قرآن مجید کی عظمت بیان کی گئی ہے کہ اگر پہاڑ جیسی سخت چیز کو انسان جیسی عقل دی جاتی اور پھر اس پر قرآن

Marfat.com

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ ہر غیب اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے، وہ بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ [۲۰]

مجید نازل کیا جاتا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے جھک جاتا اور اس کے خوف سے پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا مگر جن لوگوں پر ان کی نفسانی خواہشات کا غلبہ ہو ان کے دلوں سے خوف خدا نکل جاتا ہے اور پھر ان کے دل پہاڑ سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {پھر اس کے بعد تمہارے دل پتھر کی طرح سخت ہو گئے بلکہ پتھر سے بھی زیادہ سخت۔} (قرآن: ۲: ۷۴) کیونکہ بعض پتھروں سے تو پانی کے چشمے جاری ہوتے ہیں مگر ان ظالموں کی آنکھوں سے کوئی اشک ندامت نہیں نکلتا۔ یہ مثالیں اس لئے بیان کی گئی ہیں تاکہ لوگ قرآن مجید میں غور و فکر کریں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی عظمت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

علامہ شوکانی نے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ اس آیت میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کیا گیا ہے، یعنی یا محمد! اگر ہم یہ قرآن پہاڑ پر نازل فرماتے تو وہ قائم نہ رہتا بلکہ اس کے نزول سے پھٹ جاتا لیکن یہ آپ ﷺ پر ہمارا احسان ہے کہ ہم نے آپ کو اتنا قوی اور مضبوط بنا دیا کہ آپ نے اس چیز کو برداشت کر لیا جس کو مضبوط پہاڑ برداشت نہ کر سکتے۔ (تفسیر فتح القدیر)

[۲۰] قرآن مجید کے اکثر مقامات پر اللہ تعالیٰ کے خوب صورت ناموں کا ذکر کیا گیا ہے مگر کسی ایک مقام پر سب سے زیادہ اسمائے حسنیٰ اس سورت کی آخری تین آیات میں ذکر کئے گئے ہیں۔ ان کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں:

☆ اللہ: خالق کائنات کا ذاتی نام ''اللہ'' ہے جو کسی دوسری چیز کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے اور اس کا ذاتی نام یعنی اللہ بھی مُفرَد ہے اس کی کوئی جمع نہیں ہے۔ یہ تمام اسمائے حُسنیٰ (صفاتِ باری تعالیٰ) کا جامع ہے۔ جابر بن زید نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ''اللہ'' ہے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ اِلٰہ: وہ ہستی جس کی عبادت کی جائے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو عبادت کے لائق ہو۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے کہا:

اُحِبُّکَ حُبَّیْنِ حُبَّ الْھَوٰی
وَحُبًّا لِاَنَّکَ اَھْلٌ لِذَاکَ

اے میرے رب! میں تجھ سے دوہری محبت کرتی ہوں ایک تو یہ کہ تو میرا محبوب ہے دوسری یہ کہ تو اس قابل ہے کہ تجھ سے محبت کی جائے۔ (تفسیر المنار: سورۃ التوبۃ (۹): زیر آیت نمبر ۲۴) دوسری جگہ آپ کہتی ہیں: اے اللہ تعالیٰ تیری قسم! میں جنت کے لالچ یا دوزخ کے ڈر سے تیری عبادت نہیں کرتی بلکہ اس لئے کرتی ہوں کہ تو ہی عبادت کے لائق ہے۔

☆ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ: اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ وہ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہیں اور ان

Marfat.com

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ بادشاہ ہے، نہایت مقدس ہے، سلامتی والا ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، سب پر غالب ہے، نہایت عظمت والا ہے، کبریائی والا ہے، اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے پاک ہے جس کو وہ (اللہ تعالیٰ کا) شریک ٹھہراتے ہیں۔

چیزوں کو بھی جانتا ہے جو لوگوں کے سامنے ہیں۔

☆ اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ: یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں اور مبالغے کے صیغے ہیں اور رحمٰن میں تو مبالغہ کی بھی انتہا ہے۔ یعنی اتنا بڑا مہربان کہ اس سے زیادہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے رحمٰن کا لفظ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر نہیں بولا جاتا۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے، لہٰذا انسان کتنا ہی بڑا گناہگار کیوں نہ ہو اگر وہ سچے دل سے توبہ کرنا چاہے تو اسے گھبرانے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ کی بے حد و بے حساب رحمت اس کے گناہوں کو معاف کرنے کے لئے بے قرار ہے۔ رحمٰن و رحیم آقا تو ہر وقت مائل بہ کرم ہے، کاش! ہمیں طلب صادق نصیب ہو جائے۔ آمین۔

☆ اَلْمَلِکُ: ساری مخلوق کا مالک ہے اور اپنی مخلوق میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار رکھتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

☆ اَلْقُدُّوْسُ: ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ اَلسَّلَامُ: سلامتی والا ہے اور اپنے بندوں کو سلامتی دینے والا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ اَلْمُؤْمِنُ: اپنے دوستوں کو عذاب سے امن دینے والا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ اَلْمُهَیْمِنُ: ہر چیز پر نگہبان ہے، اپنے بندوں کے اعمال پر گواہ ہے اور اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

☆ اَلْعَزِیْزُ: زبردست اور سب پر غالب ہے، کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا۔ (صفوۃ التفاسیر)

☆ اَلْجَبَّارُ: نہایت عظمت والا ہے، جس کام کا ارادہ کرے اس کو کر لیتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

☆ اَلْمُتَکَبِّرُ: کبریائی والا ہے اور کبریائی صرف اسی کا حق ہے، اس کے سوا کوئی اس کا مستحق نہیں ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

کبریائی اللہ تعالیٰ کے لئے قابل تعریف صفت ہے لیکن اگر مخلوق میں سے کوئی کبریائی کا دعویٰ کرے تو یہ اس کے لئے قابل مذمت صفت ہے۔ (تفسیر قرطبی) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے، جو ان میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا تو میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا۔ (ابن ماجۃ: ۴۱۷۴: ابواب الزھد: باب ۱۶)

☆ اَلْخَالِقُ: تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

☆ اَلْبَارِئُ: عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔ (تفسیر الخازن)

Marfat.com

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ ع

۲۴۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے جو پیدا کرنے والا ہے، ایجاد کرنے والا ہے، صورت بنانے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں، [۲۱] آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرتی ہے، [۲۲] اور وہی سب پر غالب بڑا دانا ہے۔

☆ اَلْمُصَوِّرُ: اپنے ارادے کے مطابق شکلیں بنانے والا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ہر ایک کی شکل ایسی بناتا ہے کہ وہ دوسرے سے مختلف اور ممتاز ہوتی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[۲۱] اَلْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى: اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا ذاتی نام بھی ایک ہے یعنی ''اللہ''، اس کی صفات بہت زیادہ ہیں اس لئے اس کے صفاتی نام بھی بہت زیادہ ہیں مثلاً رحمٰن، رحیم، رازق، خالق وغیرہ جن کا ذکر قرآن وسنت میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات سب سے اکمل اور اعلیٰ ہیں اور ان صفات کی ترجمانی کرنے والے اسمائے گرامی بھی سب سے اچھے اور اعلیٰ ہیں، لہٰذا جب تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو یا اس سے دعا کرو تو موقع کی مناسبت سے اسمائے حسنیٰ میں سے انتخاب کرو اور اپنی طرف سے کوئی ایسا نام پیدا نہ کرو جو اس کے شایانِ شان نہ ہو۔

[۲۲] اس آیت کی تفسیر کے لئے سورہ حدید (۵۷) کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از عشاء بروز پیر ۲۷ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۸ شوال ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۲۳ تا ۲۷ ستمبر یعنی صرف چار دنوں میں سورہ حشر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الممتحنۃ (۶۰)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام "ممتحنۃ" ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۱۰ سے ماخوذ ہے۔ اس سورت کے نام کو دو طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ اگر اس کو "ح" کی زیر سے یعنی مُمْتَحِنَة پڑھا جائے تو یہ اسم فاعل ہے اور اس کا معنیٰ ہوگا "عورتوں کا امتحان لینے والی سورت"۔ اور اگر اس کو "ح" کی زبر یعنی مُمْتَحَنَة پڑھا جائے تو یہ اسم مفعول ہے اور اس کا معنیٰ ہوگا "وہ عورت جس کا امتحان لیا گیا ہے"۔ کیونکہ جو عورتیں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتیں اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتیں تو ان کا امتحان لیا جاتا، اگر تو وہ واقعی اپنا ایمان بچانے کے لئے آئی ہیں تو انہیں کفار مکہ کے حوالے نہ کیا جائے اور اگر وہ کسی اور مقصد کے لئے اپنے خاوند سے بھاگ آئی ہے تو اسے واپس کر دیا جائے۔

قومی رازوں کی حفاظت

اس سورت کے آغاز میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے مکہ میں اپنے بیوی بچوں کے تحفظ کے لئے مسلمانوں کے ایک اہم ترین جنگی راز کو کفار مکہ تک پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بروقت اس کا تدارک نہ فرماتے تو فتح مکہ کے موقع پر بڑا جانی نقصان ہو سکتا تھا۔ اگرچہ یہ سورت حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے مگر اس کا حکم عام ہے یعنی ملت اسلامیہ کو ایسی غلطی سے اجتناب کرنا چاہیے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

کفار کے ساتھ دوستی اور دشمنی

آیات نمبر آٹھ اور نو سے معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ قطع تعلق کرنے کی وجہ ان کا کفر نہیں بلکہ ان کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں پر ظلم و زیادتی ہے، اور آج دنیا کی کوئی بھی مہذب قوم اپنے کسی فرد کو اپنے دشمن کے ساتھ دوستی رکھنے کی اجازت نہیں دیتی کیونکہ اس کے ذریعہ قومی راز دشمن تک پہنچنے کا امکان ہوتا ہے، اس لئے اس کو غدار قرار دے کر اسے قرار واقعی سزا دیتی ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ سب کفار کے ساتھ ایک جیسا رویہ نہ رکھیں بلکہ دشمن کافر اور غیر دشمن کافر میں فرق کریں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر دنیا کی ہر قوم آج عمل پیرا ہے۔ کوئی قوم اپنے دشمن کے ساتھ دوستی کے مراسم استوار نہیں کرتی اور نہ ہی کسی غیر دشمن قوم کے ساتھ خواہ مخواہ تعلقات خراب کرتی ہے۔

مسلمان اور کافر کے درمیان باہمی ازدواج

آیت نمبر دس کے نزول سے پہلے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان باہمی ازدواج جائز تھا۔ مسلمان عورتیں، کافر مردوں سے اور مسلمان مرد، کافر عورتوں سے شادی کر سکتے تھے مگر اس آیت کے نزول کے بعد کافر اور مشرک عورتوں اور مردوں کا آپس میں نکاح کا دروازہ بند کر دیا گیا، البتہ مسلمان مرد، اہل کتاب عورت سے نکاح کر سکتا ہے جبکہ اس کا برعکس جائز نہیں ہے۔ اس کی

Marfat.com

تفصیل کے لیے سورہ مائدہ (۵) کی آیت نمبر ۵ کا حاشیہ نمبر ۱۶ ملاحظہ فرمائیں۔

عورتوں سے بیعت لینا

اس سورت کے آخر میں عورتوں سے بیعت لینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسلام سے پہلے عرب کے معاشرہ میں بالعموم اور عورتوں میں بالخصوص جو برائیاں پائی جاتی تھیں آپ ﷺ عورتوں سے ان برائیوں کو چھوڑنے کی بیعت لیتے اور انہیں آگاہ فرماتے کہ اگر انہوں نے کسی حکم کی نافرمانی کی تو قیامت کے دن ان کے خلاف چار عینی گواہ موجود ہوں گے یعنی ان کے دو ہاتھ اور دو پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز منگل ۲۸ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۹ شوال ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

آیاتہا ۱۳ | ۶۰ سُوْرَۃُ الْمُمْتَحِنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۱ | رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ ۗ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖۗ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ①

۱۔ اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو (رازدار) دوست نہ بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ وہ اس (دینِ) حق کے منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے، وہ رسول ﷺ اور تم کو اس وجہ سے نکالتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو جو تمہارا رب ہے، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا تلاش کرنے کے لئے نکلے ہو (تو پھر ان سے دوستی نہ رکھو) تم ان کی طرف دوستی کے خفیہ پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، اور تم میں سے جو بھی ایسا کرے تو وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔[۱]

[۱] اہل مکہ نے جب صلح نامہ حدیبیہ کو توڑ دیا تو نبی کریم ﷺ نے مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی اور اس لشکر کشی کو عام لوگوں سے مخفی رکھا تاکہ اہل مکہ کو اس کی پیشگی خبر نہ ہو۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ مدینہ آ گئے تھے مگر ان کے بیوی بچے ابھی مکہ میں تھے۔ انہوں نے بعض مشرکین مکہ کو اس لشکر کشی کے بارے میں ایک خط بھیجا تاکہ اس احسان کے بدلے میں مشرکین مکہ ان کے بیوی بچوں کی حفاظت کریں گے۔ نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی اس خط کی اطلاع ہو گئی جس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم جاؤ اجب تم خاخ کے باغ میں پہنچو گے تو وہاں ایک عورت ہوگی، اس کے پاس ایک خط ہے وہ لے آؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم روانہ ہو گئے اور اپنے گھوڑے دوڑا دیئے حتیٰ کہ ہم خاخ کے باغ میں پہنچ گئے۔ جب ہم اس عورت سے ملے تو ہم نے اسے کہا: خط نکالو اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا: خط نکالو ورنہ ہم (خط تلاش کرنے کے لئے) تمہارے کپڑے اتار دیں گے، پھر اس نے اپنے بالوں کے گچھے سے خط نکال کر ہمیں دیدیا۔ ہم وہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے

Marfat.com

اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ یَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّ یَبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ وَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَؕ۝۲

۲۔ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو وہ تمہارے (کھلے) دشمن ہوں گے اور وہ برائی کے ساتھ تم پر دست درازی اور زبان درازی کریں گے اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ۔[۲]

پاس واپس آ گئے۔ اس خط میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے مکہ کے بعض مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض منصوبوں کی اطلاع دی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پوچھا: یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! میرے معاملہ میں جلدی نہ کریں۔ میں قریش کا ساتھی اور حلیف تھا مگر ان میں سے نہیں تھا۔ آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی مکہ میں رشتہ داریاں ہیں اور ان رشتہ داریوں کی وجہ سے (جنگ کی صورت میں) قریش ان کے اہل وعیال اور اموال کی حفاظت کریں گے۔ میں نے چاہا کہ میرا ان سے کوئی نسبی تعلق نہیں ہے، لہٰذا میں ان پر ایک احسان کر دوں تاکہ وہ میرے قرابتداروں کی حفاظت کریں۔ تاہم میں نے یہ خط اس لئے نہیں لکھا کہ (خدانخواستہ) میں مرتد ہو گیا ہوں یا میں نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاطب رضی اللہ عنہ نے تمہارے سامنے سچ کہا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں! میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاطب رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک ہوا تھا اور تمہیں کیا خبر! یقیناً اللہ تعالیٰ جنگ بدر میں شریک ہونے والوں کو خوب جانتا ہے اور اس نے (جنگ بدر والوں کو) فرمایا: تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(بخاری: ۴۲۷۴: کتاب المغازی: باب ۴۸)

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی لغزش سے بڑا نقصان ہو سکتا تھا لیکن ان کا مقصد اسلام کی مخالفت نہیں تھا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درگزر فرمایا۔ اس درگزر کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے اور عظیم لوگوں کی عظیم نیکیوں کی وجہ سے ان کی بعض لغزشوں سے درگزر کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حدود کے سوا معزز لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔ (ابوداؤد: ۴۳۷۵: کتاب الحدود: باب ۴)

اگرچہ یہ آیات حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں مگر ان کا حکم عام ہے یعنی ملت اسلامیہ کو ایسی غلطی سے اجتناب کرنا چاہیے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ لہٰذا اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور تمہارے دشمن ہیں، تمہارے دین کے منکر ہیں اور اسی دین کی وجہ سے انہوں نے تمہیں اور تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا وہ تمہارے خیرخواہ نہیں ہو سکتے، لہٰذا تم ان کو ایسا دوست نہ بناؤ کہ مسلمانوں کے راز ان تک پہنچ جائیں۔ الغرض اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا تلاش کرنے کے لئے نکلے ہو تو پھر تم دشمنان اسلام کی طرف خفیہ پیغام نہ بھیجو، اور اگر تم میں سے کسی نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے کفار کے ساتھ رازداری کا معاملہ کیا تو وہ سمجھ لے کہ وہ راہ راست سے بھٹک گیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے۔

[۲] یعنی جو لوگ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں خواہ تم ان کو رازدار دوست بناؤ یا نہ بناؤ، جب کبھی ان کو تم پر غلبہ حاصل ہو گیا تو

Marfat.com

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③

۳۔ قیامت کے دن تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد تمہیں ہرگز فائدہ نہیں پہنچائیں گے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا، اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو۔[۳]

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؗ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ

۴۔ بے شک تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں (کی زندگی) میں عمدہ نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: بے شک ہم تم سے بے زار ہیں اور ان سے بھی جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم پوجا کرتے ہو، ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کیلئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا ہے یہاں تک کہ تم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ، [۴] مگر

وہ فوراً بدل جائیں گے اور دشمنی پر اتر آئیں گے اور تمہیں زبان سے بھی تنگ کریں گے اور زور بازو سے بھی اذیت پہنچائیں گے اور ان کی دلی خواہش ہوگی کہ تم بھی اسلام کو چھوڑ کر ان جیسے کافر بن جاؤ۔

[۳] اس آیت میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو براہ راست اور ساری امت کو بالواسطہ تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جو شخص اپنی اولاد کی محبت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا یا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا یہ اولاد اور رشتہ دار قیامت کے دن اس کے کام نہیں آئیں گے بلکہ اس دن ہر ایک کو اپنے انجام کی ایسی فکر لاحق ہوگی کہ وہ اپنی اولاد اور اپنے رشتہ داروں سے دور بھاگے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اس دن آدمی اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی، اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ اس دن ہر شخص کو ایسی فکر لاحق ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پرواہ کر دے گی۔} (قرآن: ۸۰: ۳۴ تا ۳۷)

اس وقت تک مشرک عورت کے ساتھ نکاح حرام نہیں ہوا تھا اور حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے بیوی بچے مشرک تھے اور وہ مکہ میں تھے اور قیامت کے دن مشرک بیوی بچے اور رشتہ دار کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے لیکن اہل ایمان وہاں بھی ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆ {اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔} (قرآن: ۴۳: ۶۷)

☆ {اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم ان کی اولاد کو (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے۔} (قرآن: ۵۲: ۲۱)

[۴] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب اپنے کافر اہل وعیال اور رشتہ داروں سے جدا ہونا پڑا تو ان کی تسکین کے لئے انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام

Marfat.com

اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝

ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ سے یہ کہنا کہ میں تمہارے لئے ضرور مغفرت طلب کروں گا اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، [۵] اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

کا واقعہ سنایا جارہا ہے یعنی تمہارے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ انہوں نے بھی اپنی قوم سے کہا تھا: ہم تم سے، تمہارے معبودوں اور تمہارے عقائد سے بے زار ہیں اور جب تک تم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاؤ گے ہمارے اور تمہارے درمیان عداوت اور بغض کی دیوار حائل رہے گی۔

[۵] اس آیت کے پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے تم ان کی پیروی کرو، البتہ انہوں نے اپنے کافر باپ (چچا آزر) کے لئے جو استغفار کیا تھا اس کی پیروی نہ کرو کیونکہ کافر کے لئے دعائے مغفرت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی جب علم ہوا کہ آزر کی موت کفر پر واقع ہوئی ہے تو آپ نے دعا مانگنا چھوڑ دی اور فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کافروں کے لئے شفاعت کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں اس دعا کا ذکر اس طرح کیا ہے:

{اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اپنے باپ سے کیا تھا، پھر جب ابراہیم علیہ السلام پر ظاہر ہوگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بیزار ہو گئے۔} (قرآن: ۹: ۱۱۴) اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی زندہ کافر و مشرک کی ہدایت کے لئے استغفار کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (غزوہ احد کے دن) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا، آپ ایک نبی کا واقعہ بیان کر رہے تھے جن کو ان کی قوم نے مارا اور لہولہان کردیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! میری قوم کی مغفرت فرما کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔ (بخاری: ۳۴۷۷: کتاب الانبیاء: باب ۵۶) آزر کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دعا کرنا اس لئے تھا کہ انہوں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت طلب کریں گے اور وہ اس امید پر استغفار کیا کرتے کہ اللہ تعالیٰ اس کے کفر کو معاف کر کے اس کو اسلام کی ہدایت نصیب فرمائے مگر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر واضح ہوگیا کہ آزر کی موت اللہ تعالیٰ کی دشمنی اور کفر پر ہوگئی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے بیزاری کا اعلان کردیا اور اس کے لئے استغفار بند کردیا۔

البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے حقیقی والدین جو مومن تھے ان کے لئے آخر عمر تک دعا جاری رکھی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: {اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور سب مؤمنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔} (قرآن: ۱۴: ۴۱) اس دعا کو اتنا قبول عام نصیب ہوا کہ آج بھی مسلمان نماز میں انہی الفاظ کے ساتھ اپنے والدین کے لئے دعا مانگتے

Marfat.com

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْلَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٥

۵۔ اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال اور ہمارے رب! ہمیں بخش دے، بے شک تو سب پر غالب بڑا دانا ہے۔[٦]

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝٦ ع

٦۔ بے شک تمہارے لئے ان (کی زندگی) میں عمدہ نمونہ ہے (خاص طور پر) ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ (کی ملاقات) اور روز آخرت کی امید رکھتا ہے، اور جو روگردانی کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز لائق حمد و ثنا ہے۔[٧]

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَ اللّٰهُ

٧۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اور تمہارے دشمنوں کے درمیان محبت پیدا فرما دے گا،[٨] اور

ہیں۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مسلمان تھے اسی لئے آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے اور آزر آپ کا والد نہیں بلکہ چچا تھا اور وہ کافر تھا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ انعام (٦) کا حاشیہ نمبر ٧٠ ملاحظہ کریں۔

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا یا چچا؟ آزر مسلمان تھا یا کافر؟ کسی نبی کا باپ کافر ہوسکتا ہے یا نہیں؟ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین مؤمن تھے یا نہیں؟ ان سوالات کے جوابات کے لئے سورہ انعام (٦) کی آیت نمبر ٧٤ اور حاشیہ نمبر ٧٠ ملاحظہ کریں۔

[٦] حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں، تیری غالب قوت اور عظیم حکمت سے یہی توقع رکھتے ہیں کہ تو ہماری خطاؤں کو بخش دے اور کافروں کو ہم پر مسلط نہ فرما اور ہمیں کافروں کے مقابلہ میں شکست کی آزمائش میں نہ ڈال۔

[٧] حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے مگر اس نمونہ کی پیروی کرنے کی سعادت انہی لوگوں کو ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور ان کے دل میں حساب و کتاب کا ڈر ہو، لیکن جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اپنے انبیاء کی پیروی سے انحراف کرتے ہیں وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، ان کی روگردانی سے اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرر نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے، کوئی اس کی فرمانبرداری کرے یا نہ کرے وہ ہر حال میں قابل حمد و ثنا ہے۔

[٨] اس آیت میں مسلمانوں کو تسلی دی جارہی ہے کہ کفار مکہ جو آج تمہاری مخالفت میں سرگرم ہیں، بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے

Marfat.com

قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞

اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۞

۸۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی کا سلوک اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔[۹]

کہ وہ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ اس وقت اس پیش گوئی کو سمجھنا آسان نہیں تھا کہ آخر ایسا کیسے ہوگا کہ کفار مکہ ان سے محبت کرنے لگیں مگر اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، چند ہفتے ہی نہیں گزر رہے تھے کہ مکہ فتح ہوگیا اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہی دشمن جو کل مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے آج وہ فوج درفوج مسلمان ہورہے ہیں اور اسلام پھیلانے کے لئے اپنا خون پیش کررہے ہیں۔

[۹] کفار کے ساتھ دوستی اور دشمنی کے حوالے سے یہ دونوں (یعنی آٹھ اور نو) آیات بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان میں کفار کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں:

ایک قسم ان کفار کی ہے جنہوں نے نہ تو دین کے بارے میں تمہارے ساتھ لڑائی کی اور نہ تمہیں جلاوطن کیا، لہٰذا انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ ان کفار کے ساتھ نیکی کا سلوک کیا جائے اور اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

دوسری قسم ان کفار کی ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی، تمہیں جلاوطن کیا اور تمہیں جلاوطن کرنے میں تمہارے دشمنوں کی مدد کی، ایسے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھنا بہت بڑا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ قطع تعلق کرنے کی وجہ ان کا کفر نہیں بلکہ ان کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں پر ظلم وزیادتی ہے، اور آج دنیا کی کوئی بھی مہذب قوم اپنے کسی فرد کو اپنے دشمن کے ساتھ دوستی رکھنے کی اجازت نہیں دیتی کیونکہ اس کے ذریعہ قومی راز دشمن تک پہنچنے کا امکان ہوتا ہے، اس لئے اس کو غدار قرار دے کر اسے قرار واقعی سزا دیتی ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ سب کفار کے ساتھ ایک جیسا رویہ نہ رکھیں بلکہ دشمن کافر اور غیر دشمن کافر میں فرق کریں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر دنیا کی ہر قوم آج عمل پیرا ہے۔ کوئی قوم اپنے دشمن کے ساتھ دوستی کے مراسم استوار نہیں کرتی اور نہ ہی کسی غیر دشمن قوم کے ساتھ خواہ مخواہ تعلقات خراب کرتی ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ میرے پاس آئیں، وہ رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

اِنَّمَا یَنۡهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ قٰتَلُوۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَاَخۡرَجُوۡكُمۡ مِّنۡ دِیَارِكُمۡ وَظٰهَرُوۡا عَلٰۤی اِخۡرَاجِكُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡهُمۡ ۚ وَمَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۹﴾

۹۔ اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی دوستی سے منع فرماتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہیں جلاوطن کرنے میں مدد کی اور جو شخص ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

کے عہد میں مشرکہ تھیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

(بخاری: ٦٢٠٣: کتاب الادب: باب ٣)

☆ بعض اسرائیلی روایات میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے، جب ان کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ کسی آدمی کو تلاش کرتے جو ان کے ساتھ کھانا کھائے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اجنبی آدمی کو ملے۔ جب وہ آپ کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو فرمایا: بسم اللہ پڑھو۔ اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتا کہ اللہ کون ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو کھانے سے اٹھا دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اس کو رزق دیتا رہا ہوں اور تم نے اس کو ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرا کر اس کی تلاش میں نکلے اور اس کو واپس بلایا۔ اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ اب مجھے واپس کیوں بلا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارا واقعہ سنایا، تو اس نے کہا: یہ تو بڑا اکریم رب ہے، پھر وہ ایمان لے آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں واپس آگیا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ ہود (١١): زیر آیت نمبر ٦٩)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی: اے میرے خلیل! لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ اگرچہ کفار کے ساتھ واسطہ پڑے، تم نیک لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو جاؤ گے۔ میں نے پہلے ہی سے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ جو اچھے اخلاق کا برتاؤ کرے گا میں اس کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دوں گا، جنت کے خاص مشروبات سے سیراب کروں گا اور اپنے پڑوس میں قرب عطا کروں گا۔

(المعجم الاوسط: امام طبرانی: ٦٥٠٢: جلد ٧: ص ٢٦١،

الترغیب والترہیب: جلد ٣: ص ٤٠٧: الترغیب فی الخلق الحسن)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک بکری ذبح کی گئی تو انہوں نے دو بار گھر والوں سے پوچھا کہ تم نے ہمارے پڑوسی جو کہ یہودی ہے اس کے لئے گوشت کا تحفہ بھیجا ہے یا نہیں؟ کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جبریل امین مجھ کو ہمیشہ پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو میرا وارث کر دیں

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَ اٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ

۱۰۔ اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان (کے ایمان) کا امتحان کرلیا کرو، اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، پھر اگر تم کو ان کے مومن ہونے کا یقین ہو جائے تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ بھیجو، (کیونکہ) نہ مومن عورتیں، کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ کفار، مومن عورتوں کے لئے حلال ہیں، [۱۰] اوران کفار نے جو (مہر ان پر) خرچ کیا ہے وہ ان کو ادا کردو، اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان مومن عورتوں سے نکاح کرلو جبکہ تم ان (عورتوں) کا مہر انہیں ادا کردو، اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو اورتم (کفار سے) وہ مال طلب کرو جو تم نے (مہر میں) خرچ کیا تھا اور وہ (کفار بھی تم سے) وہ مال طلب کرلیں جو

گے۔ (ترمذی: ۱۹۴۳: ابواب البر: باب ۲۸) پڑوسیوں کے ساتھ اچھے مراسم رکھنے کا ایک طریقہ تحائف کا تبادلہ ہے مگر تبادلہ تحائف کے وقت فریقین کو ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کا احترام کرنا چاہیے اور کسی ایسی چیز کا تبادلہ نہ کیا جائے جو دوسرے کے مذہب میں ناپسندیدہ ہو۔

[۱۰] صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ کے نمائندے سہیل بن عمرو نے جو شرائط پیش کی تھیں ان میں ایک شرط یہ تھی کہ آپ کے پاس (مدینہ میں) ہمارا جو مرد بھی آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو، آپ کو اسے ہمیں واپس کرنا ہوگا۔ (بخاری: ۲۷۳۲: کتاب الشروط: باب ۱۵) معاہدہ میں چونکہ صرف مردوں کی واپسی کا ذکر تھا اس لئے جب کوئی مسلمان مرد مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو واپس بھیج دیتے مگر جب کوئی مسلمان عورت مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو کہتے کہ ان عورتوں کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرلو۔ اگر تمہیں یقین ہو جائے کہ یہ واقعی مسلمان ہیں تو پھر ان کو کفار کے پاس مکہ میں نہ بھیجو کیونکہ اب یہ عورتیں، کافر مردوں کے لئے حلال نہیں ہیں۔

اس آیت کے نزول سے پہلے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان باہمی ازدواج جائز تھا۔ مسلمان عورتیں، کافر مردوں سے اور مسلمان مرد، کافر عورتوں سے شادی کر سکتے تھے مگر اس آیت کے نزول کے بعد کافر اور مشرک عورتوں اور مردوں کا آپس میں نکاح کا دروازہ بند کر دیا گیا، البتہ مسلمان مرد، اہل کتاب عورت سے نکاح کر سکتا ہے جبکہ اس کا برعکس جائز نہیں ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ مائدہ (۵) کی آیت نمبر ۵ کا حاشیہ نمبر ۱۶ ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾

انہوں نے (مہر میں) خرچ کیا تھا، یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، وہی تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے، [۱۱] اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

وَ اِنْ فَاتَكُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی کفار کی طرف بھاگ جائے، پھر تمہیں (اگر کفار سے) مال غنیمت حاصل ہو تو ان مسلمانوں کو جن کی بیویاں چلی گئی تھیں اتنا مال دے دو جتنا انہوں نے (مہر میں) خرچ کیا تھا، [۱۲] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ

۱۲۔ اے نبی ﷺ! جب آپ کے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور چوری نہیں کریں گی اور بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے کوئی جھوٹا بہتان گھڑ کر نہیں لائیں گی اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا کریں [۱۳] اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے مغفرت

[۱۱] یعنی جو مسلمان عورتیں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آجائیں تو چونکہ اب وہ کافر مردوں کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں اس لئے ان کے کافر مردوں نے ان کو جو مہر دیا تھا وہ تم ان کافر مردوں کو واپس کر دو اور اس کے بعد تم اپنا مہر دے کر ان سے نکاح کر سکتے ہو۔ اسی طرح اے مسلمانو! اب نئے حکم کے مطابق تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتے، لہٰذا تم کافروں سے اپنا مہر واپس طلب کر لو اور یہ کافر عورتیں ان کے حوالے کر دو۔ اسی طرح کفار بھی اپنی بیویوں کا مہر تم سے طلب کریں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے لئے صادر فرمایا ہے۔

[۱۲] اگر کسی مسلمان کی کافر بیوی بھاگ کر کفار کی طرف چلی جائے اور وہ کفار اس کا مہر واپس نہ کریں تو پھر بیت المال یا مال غنیمت سے اس مسلمان کو مہر کی رقم واپس کرنا ہوگی۔

[۱۳] حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو عورتیں ہجرت کر کے آتی تھیں نبی ﷺ ان کا امتحان لیتے تھے،

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲﴾

طلب کریں، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ قَدۡ یَئِسُوۡا مِنَ الۡاٰخِرَةِ كَمَا یَئِسَ الۡكُفَّارُ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡقُبُوۡرِ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے، بے شک وہ آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں جیسے وہ کفار مایوس ہو چکے ہیں جو قبروں میں ہیں۔ [۱۴]

جیسا کہ اس آیت نمبر ۱۲ میں اس کا حکم ہے، اور جو مومن عورتیں اس آیت کی شرائط کا اقرار کرلیتیں تو ان سے رسول اللہ ﷺ فرماتے: میں نے تم کو بیعت کرلیا اور اللہ کی قسم! بیعت کرتے وقت آپ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا، آپ ﷺ ان کو صرف اپنے کلام سے بیعت کرتے تھے۔

(بخاری: ۴۸۹۱: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ الممتحنۃ)

[۱۴] آخر میں پھر اہل ایمان کو نصیحت کی جارہی ہے کہ تم ان لوگوں کے ساتھ دوستی نہ کرو جنہوں نے مسلسل نافرمانیاں کرکے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق بنادیا ہے اور وہ آخرت میں اپنی نجات سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں جس طرح قبروں میں کفار مایوس ہو چکے ہیں کیونکہ ان کو قبروں میں ان کا انجام بد دکھادیا گیا ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از عشاء بروز بدھ ۲۹ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ شوال ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۸ تا ۲۹ ستمبر یعنی تقریباً صرف ڈیڑھ دن میں سورہ ممتحنہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الصَّفِّ (۶۱)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''صف'' ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۴ سے ماخوذ ہے۔

قول و فعل میں مطابقت

اس سورت کی دوسری اور تیسری آیت میں اہل ایمان کی تربیت کی جارہی ہے کہ جس دین حق کی تبلیغ کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منتخب کیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم پہلے اس پر خود عمل کرو اور پھر دوسروں کو اس پر عمل کی ترغیب دو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ناپسند ہے کہ تم دوسروں کو نیکی کی دعوت دو لیکن خود تمہارا عمل اس کے خلاف ہو۔

باہمی اتحاد

مدینہ آنے کے بعد بھی جب کفار مکہ نے مظالم کا سلسلہ بند نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی طاقت کا جواب طاقت کے ساتھ دینے کی اجازت دے دی اور ساتھ تلقین فرمائی کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار سے جنگ ہو جائے تو پورے نظم وضبط اور اتحاد کے ساتھ میدان جنگ میں ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کے مکمل پشت پناہ بن جاؤ، ایسا نہ ہو کہ دشمن تمہیں منتشر کر کے شکست سے دوچار کر دے۔

بشارت عیسیٰ علیہ السلام

اس سورت کی آیت نمبر ۶ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرمایا: میں تمہیں ایک عظیم الشان رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

نور اسلام کا غلبہ

غزوہ احد میں مسلمانوں کو بہت جانی نقصان اٹھانا پڑا جس سے کفار مکہ کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اس وقت ایک طرف کفار مکہ نے عرب کے دیگر قبائل کو دعوت دی کہ وہ ان کا ساتھ دیں تاکہ وہ سب مل کر اسلام کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ خوش خبری سنائی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی جو شمع روشن کی ہے یہ سارے کافر مل کر بھی اس کو نہیں بجھا سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ اسلام کے نور کو مکمل فرمائے گا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسلسل تبلیغ سے اسلام کو اس بلندی تک لے جائیں گے کہ دنیا کا کوئی مذہب اس کے مقابلہ میں کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ چند سالوں کے بعد سارے عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور آج چودہ سو سال بعد بھی دنیا میں سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔

Marfat.com

جان و مال کی قربانی

اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایک تجارت کی ترغیب دی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اگر جان یا مال کی ضرورت پڑے تو اس کو قربان کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہیں اس دنیا میں فتح ونصرت عطا فرمائے گا اور آخرت میں بخشش اور جنت سے سرفراز فرمائے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : منگانی شریف ضلع جھنگ، پاکستان

بعد از مغرب بروز اتوار ۳/اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۴ شوال ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

آیاتہا ١٤ ﴿٦١ سُوْرَۃُ الصَّفِّ مَدَنِیَّۃٌ ١٠٩﴾ رکوعاتہا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ①

١۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرتی ہے اور وہی سب پر غالب بڑا دانا ہے۔[١]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ②

٢۔ اے ایمان والو! تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو۔[٢]

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③

٣۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم ایسی بات کہو جو تم کرتے نہیں ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

٤۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔[٣]

---

[١] اس آیت کی تفسیر کے لیے سورہ حدید (٥٧) کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[٢] ان آیات میں اہل ایمان کی تربیت کی جا رہی ہے کہ جس دین حق کی تبلیغ کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منتخب کیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم پہلے اس پر خود عمل کرو اور پھر دوسروں کو اس پر عمل کی ترغیب دو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ناپسند ہے کہ تم دوسروں کو نیکی کی دعوت دو لیکن خود تمہارا عمل اس کے خلاف ہو۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اس کی آنتیں دوزخ میں بکھر جائیں گی اور وہ اس طرح گردش کر رہا ہوگا جس طرح چکی کے گرد گدھا گردش کرتا ہے۔ دوزخی اس کے گرد جمع ہو کر اس سے کہیں گے: اے فلاں! کیا بات ہے؟ تم تو نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے روکتے تھے۔ وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کو برائی سے روکتا تھا اور خود برے کام کرتا تھا۔ (بخاری: ٣٢٦٧: کتاب بدء الخلق: باب ١٠)

[٣] مدینہ آنے کے بعد بھی جب کفار مکہ نے مظالم کا سلسلہ بند نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی طاقت کا جواب طاقت کے ساتھ

Marfat.com

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۞

۵۔ اور (یادکرو!) جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے کیوں اذیت پہنچاتے ہو! حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں، پھر جب انہوں نے کج روی جاری رکھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا، اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ [۴]

وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ

٦۔ اور (یادکرو!) جب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا: اے بنی اسرائیل! بے شک میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں، [۵] میں اپنے سے پہلی کتاب تورات

دینے کی اجازت دے دی اور ساتھ تلقین فرمائی کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار سے جنگ ہو جائے تو پورے نظم وضبط اور اتحاد کے ساتھ میدان جنگ میں ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کے مکمل پشت پناہ بن جاؤ ایسا نہ ہو کہ دشمن تمہیں منتشر کر کے شکست سے دوچار کر دے۔

[۴] کفار مکہ اچھی طرح جانتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صادق اور امین ہیں، انہوں نے انسانوں کے ساتھ کبھی جھوٹ نہیں بولا تو وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں؟ مگر وہ صرف اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر اتر آئے، انہیں ملک بدر کیا اور مدینہ پر بھی حملوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ کفار کی ایذا رسانی پر کبیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ نافرمان لوگ ہمیشہ ایسے ہی کرتوت کیا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ بنی اسرائیل کے احوال کو یاد کریں کہ انہوں نے ید بیضا اور عصا کے معجزات دیکھے اور فرعون کو سمندر میں غرق ہوتے بھی دیکھا، یہ سب کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی صداقت کے لئے کافی ثبوت تھا لیکن پھر بھی ان کی قوم کبھی بچھڑے کو پوجنے لگتی اور کبھی بت پرستی کا مطالبہ کرتی اور بالآخر جب نافرمانی اور کجروی سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا کہ اگر تمہیں ہدایت راس نہیں آتی تو لو اسی گمراہی میں بھٹکتے پھرو۔ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو زبردستی ہدایت نہیں دیتا، وہ انہی لوگوں کو ہدایت سے سرفراز فرماتا ہے جن کے دل میں ہدایت کو حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے۔

[۵] اہل کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مجرمانہ حد تک کمی کی اور ان کی معجزانہ پیدائش کو تسلیم کرنے کے بجائے حضرت مریم پر بہتان لگایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اسی طرح عیسائیوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ کے معجزانہ پیدائش کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی، حالانکہ ان کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کی بغیر ماں باپ کے پیدائش کی مثال موجود تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو

Marfat.com

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا

کی تصدیق کرنے والا ہوں[٦] اور ایک (عظیم الشان) رسول کی خوش خبری سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائے گا اس کا نام احمد ہے،[٧] پھر جب وہ رسول روشن نشانیاں لے کر ان کے پاس

ایک عجیب چیستان بنا دیا۔عیسائی فرقہ نسطوریہ (protestant) کے نزدیک وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں،عیسائی فرقہ ملکانیہ (catholic) کے نزدیک وہ تین خداؤں میں سے تیسرے ہیں اور عیسائی فرقہ یعقوبیہ (orthodox) کے نزدیک وہ اللہ ہیں۔الغرض یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں تفریط کی اور عیسائی آپ کے بارے میں افراط کا شکار ہوئے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ مریم (١٩): زیر آیت نمبر ٣٧)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے بیٹے ہیں اور نہ ہی یہود کے مطابق آپ کسی غیر پاکباز ماں کے بیٹے ہیں بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور صرف بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے ہیں،جیسا کہ بائبل سے بھی واضح ہے:

١۔ میں صرف بنی اسرائیل کی بھٹکی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (متی:١٥:٢٤)

"I am not sent but unto the lost sheep of the house of Isreal."
(Matthew:15:24:The Holy Bible:printed by Collins:London)

٢۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو حکم دیا: غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ بنی اسرائیل کی بھٹکی ہوئی بھیڑوں کی طرف جانا۔ (متی:١٠:٥۔٦)

"These twelve Jesus sent forth, and commanded them, saying, Go not into the way of the Gentiles, and into any city of the Samaritans enter ye not : But go rather to the lost sheep of the house of Israel."
(Matthew:10:5-6:ibid)

بائبل کے مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے،کیونکہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اور اسی کا اپنے حواریوں کو حکم دیا،مگر یہ حکم اس وقت تک تھا جب تک نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہیں ہوئے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد ہر ایک کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا لازم ہے۔

[٦] میں تورات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنے والا ہوں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور تورات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی سچی کتاب ہے۔

[٧] یعنی جس طرح میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور مجھ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اسی طرح میرے بعد اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان رسول آنے والا ہے جس کا نام احمد ہوگا۔

Marfat.com

☆ حضرت خالد بن معدان نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں اپنی ذات کے بارے میں آگاہ فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور جب میری والدہ کو حمل ہوا تو انہوں نے دیکھا گویا کہ ان سے ایک نور ظاہر ہوا جس میں سرزمین شام میں بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے۔ حافظ ابن کثیر نے کہا: اس حدیث کی سند جید ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الصف (٦١): زیر آیت نمبر ٦)

☆ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں لوگوں کو میرے قدموں پر جمع کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں۔ (بخاری: ٤٨٩٦: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ الصف) عاقب سے مراد وہ نبی ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

احمد صلی اللہ علیہ وسلم

احمد کا معنیٰ ہے: ''اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد کرنے والا۔'' علامہ قرطبی لکھتے ہیں: سب انبیائے کرام علیہم السلام اپنے رب تعالیٰ کے حامد ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے ہیں مگر ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم احمد ہیں یعنی سب سے زیادہ حمد کرنے والے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الصف: زیر آیت نمبر ٦)

اس آیت کی تفسیر میں سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام احمد ہے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہی نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔

صَلَّى الْإِلٰهُ وَمَنْ يَّحُفُّ بِعَرْشِهٖ وَالطَّيِّبُوْنَ عَلَى الْمُبَارَكِ أَحْمَدَ

''اللہ تعالیٰ، اس کے عرش کے فرشتے اور تمام پاکیزہ لوگ اس مبارک ہستی پر درود بھیجیں جس کا اسم گرامی احمد ہے۔''
(تفسیر روح المعانی)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام محمد اور احمد ہیں۔ باقی سارے اسمائے گرامی صفاتی ہیں۔ اہل زبان لکھتے ہیں کہ جو ہستی صفاتِ خیر کی جامع یعنی مجموعہ خوبی ہو اور جس کی بار بار تعریف کی جائے اسے محمد کہتے ہیں۔ زمانہ جس قدر ترقی کرتا جا رہا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات روشن سے روشن تر ہوتے جا رہے ہیں اور اسی لئے آپ کی تعریف کا سلسلہ بھی بڑھتا چلا جا رہا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {ہر آنے والی گھڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پہلی گھڑی سے بہتر ہے} (قرآن: ۹۳: ۴) یعنی ہر لحہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔

بائیبل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ

تورات اور انجیل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف اس قدر واضح تھا کہ اہل کتاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں کی

Marfat.com

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ آ گیا تو وہ کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے۔[۸]

طرح پہچانتے تھے۔ ملاحظہ کریں۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۸۹ حاشیہ نمبر ۶۳ اور آیت نمبر ۱۴۶ حاشیہ نمبر ۱۰۴ اور سورہ الانعام آیت نمبر ۲۰ حاشیہ نمبر ۲۱) موجودہ بائبل میں بھی ایسی آیات موجود ہیں جو حضرت محمد ﷺ کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اس سلسلہ میں دی لیونگ بائبل برٹش ایڈیشن ۱۹۷۵ء سے درج ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

1- When the father sends the Comforter to represent me. and by the Comforter I mean the Holy Spirit - he will teach you much, as well as remind you of everything I myself have told you. (John:14:26)

2- But the fact of the matter is that it is best for you that I go away, for if I don't, the Comforter won't come. If I do, he will - for I will send him to you.....Oh, there is so much more I want to tell you, but you can't understand it now. When the Holy Spirit, who is the truth, comes, he will guide you into all truth, for he will not be presnting his own ideas, but will be passing on to you what he has heard. He will tell you about the future. He shall praise me and bring me great honour by showing you my glory. (John:16:7-14)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

۱۔ جب باپ میری نمائندگی کے لئے مددگار کو بھیجے گا (مددگار سے میری مراد مقدس روح ہے) وہ تمہیں بہت کچھ سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب بھی تمہیں یاد دلائے گا۔ (یوحنا کی انجیل: باب ۱۴: آیت ۲۶)

۲۔ درحقیقت تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ میں چلا جاؤں کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار نہیں آئے گا لیکن اگر میں چلا جاؤں تو وہ آ جائے گا کیونکہ میں اس کو تمہارے پاس بھیجوں گا ۔۔۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو سمجھ نہیں سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ جو کچھ سنے گا وہی تم کو پہنچائے گا۔ وہ تمہیں مستقبل کی خبریں دے گا۔ وہ میری تعریف کرے گا اور تمہیں میری عظمت دکھا کر مجھے بہت عزت دے گا۔ (یوحنا کی انجیل: باب ۱۶: آیات ۷ تا ۱۴)

بائبل کی مذکورہ آیات میں جس مقدس روح کی صفات کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ پر صادق آتی ہیں گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میرے بعد جو مقدس روح یعنی آخری نبی حضرت محمد ﷺ آئے گا وہ تمہیں میری شریعت سے آگاہ کرے گا اور اپنی شریعت کے تمام احکام سمجھائے گا چونکہ ان کی آمد کا وقت میرے بعد ہے اس لئے میرا جانا تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ وہ نبی تشریف لائے اور جو احکام تم اب نہیں سمجھ سکتے وہ تمہیں تمام سچائی کی راہ دکھائے۔ نیز وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے سنے گا وہی کہے گا۔ تمہیں مستقبل کی خبریں بھی دے گا اور میرے معجزات کا ذکر کر کے مجھے عزت دے گا۔

[۸] جب حضرت محمد ﷺ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ نے معجزات بھی دکھائے مگر پھر بھی اکثر اہل کتاب نے آپ ﷺ

Marfat.com

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۞	۷۔ اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگایا حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جارہا ہے، اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔[۹]
يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۞	۸۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کفار اس کو ناپسند کریں۔[۱۰]
هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۞ ع	۹۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرک اس کو ناپسند کریں۔[۱۱]

کو نبی ماننے سے انکار کردیا اور آپ ﷺ کے معجزات کو جادو کا کرشمہ قرار دیا۔

[۹] یعنی جو لوگ دلائل کی رو سے جانتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں انہیں جب اسلام کی دعوت دی جائے اور وہ آپ ﷺ پر ایمان نہ لائیں تو پھر ان سے بڑا ظالم اور کون ہوگا؟ جو دراصل اللہ تعالیٰ پر بہتان لگا رہے ہیں کہ اس نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا۔ ایسے ظالم لوگ کیسے ہدایت پاسکتے ہیں؟

[۱۰] ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک کفار نے کئی بار یہ کوشش کی کہ کسی طرح اسلام کی شمع کو بجھا دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ اسلام کا نور روز افزوں ترقی پذیر رہے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: سورۃ التوبۃ (۹): زیر آیت نمبر ۳۲) اب اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس نور کو بجھانا چاہے گا تو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے سورج کو بجھانا چاہے تو وہ خود تو بجھ سکتا ہے مگر سورج کو نہیں بجھا سکتا۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن — پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ سب سے پہلے اہل عرب نے اسلام کی مخالفت کی مگر ۲۳ سالوں میں عرب کی غالب اکثریت نے اسلام قبول کرلیا اور آج بھی جو قومیں اسلام کی مخالفت کر رہی ہیں ان کے اپنے لوگوں میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو سراپا ہدایت قرآن مجید اور سراپا حق دین اسلام دے کر بھیجا تاکہ وہ اسلام کو تمام دینوں پر غالب فرمادے۔

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۱۰

۱۰۔ اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۱

۱۱۔ (وہ تجارت یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ [۱۲]

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۲

۱۲۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور ایسے پاکیزہ مکانوں میں (داخل فرمائے گا) جو دائمی جنتوں میں ہوں گے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۳

۱۳۔ اور ایک دوسری چیز (بھی دے گا) جس کو تم پسند کرتے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور فتح بھی بہت قریب ہے، اور آپ مومنوں کو خوش خبری سنا دیں۔ [۱۳]

دلائل و براہین کے میدان میں اسلام تمام ادیان پر ہمیشہ غالب رہا ہے۔ اسی وجہ سے آج بھی غیر مسلم قوموں میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا دین اسلام ہی ہے۔ اور مادیت کے میدان میں بھی اسلام اس وقت تک غالب رہا ہے جب مسلمانوں نے اس پر مکمل عمل کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ خلافت راشدہ اور قرون وسطیٰ کے ادوار میں اسلام کو مادی غلبہ بھی حاصل رہا اور جب مسلمانوں نے اسلام پر عمل کرنے میں کوتاہی کی تو پھر زوال کا آنا ایک لازمی امر تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم کامل مومن ہو۔} (قرآن: ۳:۱۳۹)

[۱۲] ان آیات میں اہل ایمان کو ایک تجارت کی ترغیب دی جا رہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اگر جان و مال کی ضرورت پڑے تو اس کو قربان کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش کر تمہیں دوزخ کے دردناک عذاب سے بچائے گا اور دائمی جنتوں کے پاکیزہ مکانات میں داخل فرمائے گا۔

[۱۳] یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال کی قربانی دو گے تو وہ آخرت کی کامیابی کے علاوہ تمہیں دنیا میں بھی بہت جلد نصرت و فتح سے سرفراز فرمائے گا، اور پھر دنیا نے دیکھا کہ چند ہی سالوں بعد مکہ فتح ہو گیا اور بالآخر سارے عرب پر اسلام

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿١٤﴾ ع

۱۴۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ (کے دین) کے مددگار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے کہا تھا: اللہ تعالیٰ (کے دین) کی طرف میرے مددگار کون ہیں؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ (کے دین) کے مددگار ہیں، پھر بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا اور دوسرے گروہ نے انکار کر دیا، پس ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو وہ (کافروں پر) غالب آ گئے۔ [۱۴]

کا پرچم لہرانے لگا۔

[۱۴] اس آیت میں اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار بن جاؤ، جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے کون میرا مددگار ہوگا؟ تو سب ساتھیوں نے کہا: ہم سب اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے لئے حاضر ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لے آیا مگر دوسرے گروہ نے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والے گروہ کی مدد فرمائی اور بالآخر ایمان والے ہی کامیاب ہوئے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : منگانی شریف ضلع جھنگ، پاکستان

بعد از عشاء بروز اتوار ۳ را کتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۴ شوال ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بعد از مغرب تا بعد از عشاء تقریباً چار گھنٹوں میں سورہ صف کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

میری مستقل رہائش جامعہ الکرم انگلستان میں ہے۔ اسی لئے اب تک تفسیر کا اکثر حصہ وہیں لکھا گیا ہے۔ گزشتہ سورت کی تفسیر ۲۸ ستمبر کو مکمل ہوئی اور ارادہ یہ تھا کہ تیس ستمبر ۲۰۱۰ء کو بعد از ظہر سورہ صف کی تفسیر لکھنا شروع کروں گا لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ تیس ستمبر کو صبح گیارہ بجے مجھے اطلاع ملی کہ پاکستان میں میرے مرحوم برادر بزرگوار حضرت پیر محمد کرم حسین القادری کی بیوہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ ان کے دو بیٹے میرے داماد ہیں اور برطانیہ میں ہی آباد ہیں، وہ اپنی والدہ ماجدہ کی بیماری کا سن کر پہلے ہی پاکستان پہنچ چکے تھے۔ چنانچہ فوری طور پر میرے لئے جہاز کے ٹکٹ کا انتظام کیا گیا اور تیس ستمبر کو اسی وقت پاکستان کے لئے روانہ ہوگیا۔ دوسرے دن یعنی یکم اکتوبر بروز جمعہ صبح پانچ بجے لاہور ایئرپورٹ پر اترا اور نماز جمعہ کے بعد اپنی بھابھی جان کا جنازہ پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور اس کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

Marfat.com

اتوار شام یعنی ۳ر اکتوبر تک ماتم پرسی کرنے والوں کا سلسلہ جاری رہا اور نماز مغرب کے بعد جب مجھے فرصت ملی تو میں نے سورہ صف کی تفسیر لکھنی شروع کر دی۔ اگرچہ یہاں پر تفاسیر کی کتابیں نہیں تھیں مگر اللہ تعالیٰ کی نیک بندی کے جنازہ میں شرکت کی وجہ سے ایسی برکت حاصل ہوئی کہ مجھے اس کی تفسیر لکھنے میں کوئی وقت پیش نہ آئی اور بعض آیات کی تفسیر تو گزشتہ سورتوں میں گزر چکی تھی جس کو وہاں سے نقل کر دیا جائے گا۔ اس طرح صرف چار گھنٹوں میں اس کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ اس سے پہلی سورت صرف تیرہ آیات پر مشتمل تھی اور اس کی تفسیر مکمل کرنے میں مجھے ڈیڑھ دن لگا تھا، لہٰذا صرف چار گھنٹوں میں پوری سورت کی تفسیر لکھنے کا یہ پہلا موقع ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الجمعۃ (۶۲)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''جمعہ'' ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۹ سے ماخوذ ہے۔

فرائض نبوت

قرآن مجید میں چار مقامات پر نبوت کے چار فرائض کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی سورہ بقرہ کی آیات نمبر ۱۲۹ اور ۱۵۱، سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۴ اور سورہ جمعہ کی آیت نمبر ۲ میں۔ وہ چار فرائض یہ ہیں: قرآن مجید پڑھ کر سنانا، تزکیہ نفس کرنا، قرآن مجید کی تعلیم دینا اور حکمت کی تعلیم دینا۔

بے عمل علماء کی مثال

جو لوگ آسمانی کتاب کا علم رکھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر بڑی بڑی کتابیں لاد دی گئی ہوں، اس نے کتابوں کا بوجھ تو اٹھا رکھا ہے مگر وہ ان سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔

☆ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض جنتی لوگ بعض علماء کو جہنم میں جلتے دیکھیں گے تو کہیں گے: تم جہنم میں کس وجہ سے داخل ہوئے۔ بخدا ہم تو جنت میں صرف اس علم کی وجہ سے داخل ہوئے جو ہم نے تم سے سیکھا تھا۔ وہ کہیں گے: بے شک ہم کہتے تھے مگر اس پر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ (کنز العمال: ۲۸۹۹۱: جلد ۱۰: ص ۱۸۹)

یہود کا دعویٰ

یہود کہتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں، لہٰذا جنت صرف انہی کے لئے مخصوص ہے۔ قرآن مجید نے ان کے اس دعویٰ کا پول کھول دیا ہے، یعنی اگر تم واقعی جنتی ہو تو پھر اس دنیا کے مصائب میں کیوں پریشان ہو۔ موت کی تمنا کرو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر جنت میں اس کی رنگا رنگ نعمتوں سے لطف اندوز ہو، لیکن وہ موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے کیونکہ جو کرتوت انہوں نے کئے ہیں وہ ان کے انجام سے خوفزدہ ہیں۔

جب اس سورت کی آیت نمبر ۷ نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر وہ موت کی تمنا کرتے تو زمین پر ایک بھی یہودی زندہ نہ رہتا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ جمعہ (۶۲): زیر آیت نمبر ۷) علامہ قرطبی مزید لکھتے ہیں: اس آیت میں غیب کی خبر دی گئی ہے (کہ وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور واقعی وہ موت کی تمنا کبھی نہ کر سکے) لہٰذا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ جمعہ (۶۲): زیر آیت نمبر ۷)

Marfat.com

نماز جمعہ کا حکم

اس سورت کی آیت نمبر ۹ میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو خرید و فروخت اور دیگر مشاغل چھوڑ دو اور نماز جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد کا رخ کرو۔ اگر تم علم رکھتے ہو تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ جمعہ کی فضیلت اور اس کے احکام کے متعلق آیت نمبر ۹ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : منگانی شریف ضلع جھنگ، پاکستان
بعد از مغرب بروز پیر ۴ر اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۵ شوال ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

آیاتھا ١١ ٦٢ سورۃ الجمعۃ مدنیۃ ١١٠ رکوعاتھا ٢

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ الۡمَلِكِ الۡقُدُّوۡسِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ①

١۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے [١] جو بادشاہ ہے، نہایت مقدس ہے، سب پر غالب ہے (اور) بڑا دانا ہے۔

هُوَ الَّذِيۡ بَعَثَ فِي الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۗ وَ اِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ

٢۔ وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک (عظیم الشان) رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، [٢] اگر چہ

---

[١] اس آیت کی تفسیر کے لئے سورہ حدید (٥٧) کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[٢] عرب کے اکثر لوگ ان پڑھ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہی میں سے حضرت محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا، مگر آپ کی رسالت عرب تک محدود نہیں تھی۔ چونکہ آپ کے اولین مخاطب اہل عرب تھے اس لئے یہاں ان کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے۔ درحقیقت آپ تمام لوگوں کے لئے رسول تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔}
(قرآن: ٣٤:٢٨)

اس آیت میں نبوت کے چار فرائض کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں چار مقامات پر ان چار فرائض کا ذکر کیا گیا ہے۔
یعنی سورہ بقرہ کی آیات نمبر ١٢٩ اور ١٥١، سورہ آل عمران کی آیت نمبر ١٦٤ اور سورہ جمعہ کی یہ آیت نمبر ٢ میں۔

١۔ قرآن پڑھ کر سنانا

یعنی اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفس تلاوت یعنی قرآن مجید کے صرف الفاظ کی تلاوت بھی بجائے خود ایک مستقل عبادت ہے۔ اگر قرآن مجید کے الفاظ بدل دیئے جائیں خواہ معانی بالکل وہی رہیں پھر بھی ان بدلے ہوئے الفاظ کو قرآن نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی ان کے پڑھنے سے نماز ادا ہوسکتی ہے، لہٰذا قرآن مجید کے جس طرح معانی مقصود ہیں اسی طرح الفاظ بھی مقصود ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک حرف کی تلاوت کی تو اس کے لئے اس تلاوت کے بدلے میں ایک نیکی ہے اور یہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں یہ

Marfat.com

نہیں کہتا کہ ''الم'' ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ (ترمذی: ۲۹۱۰: فضائل القرآن: باب ۱۶) گویا صرف ''الم'' پڑھنے سے تیس نیکیاں مل جاتی ہے۔ اہل علم نے اس حدیث کا ایک اور معنیٰ بھی بیان کیا ہے کہ جو صرف الف کی تلاوت کرتا ہے اس کی زبان سے تین حروف (ال م) ادا ہوتے ہیں، لہٰذا صرف ''الم'' کی تلاوت سے ۹۰ نیکیوں کا ثواب ملے گا، اور یہ ثواب ہر مومن کو ملے گا خواہ وہ آیات کا معنیٰ جانتا ہے یا نہیں کیونکہ ''الم'' حروف مقطعات ہیں اور قرآن مجید میں حروف مقطعات پر مشتمل ۲۹ آیات ہیں جن کا معنیٰ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر ان کے ہر حرف کی تلاوت کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن کی تلاوت کیا کرو کیونکہ قیامت کے دن یہ تلاوت کرنے والوں کی شفاعت کرے گا۔ (مسلم: ۱۸۷۴: صلاۃ المسافرین: باب ۴۲)

☆ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سورہ یاسین کو اپنے مُردوں کے پاس پڑھا کرو۔ (ابن ماجۃ: ۱۴۴۸: ابواب الجنائز: باب ۴)

☆ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے والدین کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے اور ان کے پاس سورہ یاسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس سورت کے ہر حرف کے بدلے میں ان کی مغفرت فرمائے گا۔ (تفسیر درمنثور: تعارف سورہ یاسین)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبروں کے پاس سے گزرے اور گیارہ مرتبہ (قل ھو اللہ احد) پڑھ کر اس کا ثواب فوت شدہ لوگوں کی ارواح کو پہنچائے، اس شخص کو اللہ تعالیٰ اتنا اجر عطا فرمائے گا جتنی فوت شدہ لوگوں کی تعداد ہے۔ (کنز العمال: جلد ۱۵: ص ۶۵۵: حدیث نمبر ۴۲۵۹۶)

قرآن مجید سننا

☆ امام دارمی نے اپنی سنن میں قرآن سننے کی فضیلت کے بارے میں ایک باب قائم کیا ہے جس میں حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ کی روایت لائے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں: بے شک جو شخص قرآن کی تلاوت کرتا ہے اس کے لئے ایک اجر ہے اور جو اس کو غور سے سنتا ہے اس کے لئے دو اجر ہیں۔ (سنن دارمی: کتاب فضائل القرآن: باب ۱۰) قرآن مجید کا پڑھنا فرض نہیں مگر اس کا سننا فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو۔} (قرآن: ۷: ۲۰۴) فرض کا ثواب چونکہ واجب، سنت اور مستحب کے مقابلہ میں زیادہ ہے اس لئے قرآن مجید سننے کے ثواب کو دو اجر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے پاک حالت میں قرآن مجید کا ایک حرف سنا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے دس درجات بلند کئے جاتے ہیں۔ (کنز العمال: ۲۴۲۹: جلد اول: ص ۵۴۲، اتحاف السادۃ المتقین: جلد ۵: ص ۷۹)

Marfat.com

۲۔ لوگوں کو پاک کرنا

یعنی حسنِ دلائل سے ان کے عقائد کو شکوک وشبہات سے پاک کرے تا کہ حق و باطل کا فرق واضح ہو جائے، روحانی تصرف سے ان کے دلوں کو نفسانی خواہشات سے پاک کرے تا کہ ان کے دل تجلیاتِ الٰہی کا آئینہ بن سکیں اور ظاہری تربیت سے ان کے اطوار کو لایعنی خصائل سے پاک کرے تا کہ ان کے حسنِ کردار سے متاثر ہو کر کافروں کو اسلام کی دولت نصیب ہو۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نبی صرف ڈاکیا یا قاصد ہوتا ہے، لیکن اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی اور ڈاکیا یا قاصد میں بہت فرق ہے، کیونکہ ڈاکیے کو تو سرے سے علم ہی نہیں ہوتا کہ لفافے کے اندر کیا ہے اور قاصد بھی پیغام کے اسرار و رموز سے ناواقف ہوتا ہے مگر نبی تو اللہ تعالیٰ کا نمائندہ اور مخلوق کا معلم اعظم ہوتا ہے، جو لوگوں کو پاک کرتا ہے، انہیں خدا کا پیغام سمجھاتا ہے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے۔

۳۔ قرآن مجید کی تعلیم دینا

یعنی قرآن مجید کے معانی اور احکام سمجھائے۔

۴۔ حکمت کی تعلیم دینا

حکمت سے مراد حدیث ہے یعنی احکام قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ سکھائے جیسے نماز پڑھنے کا حکم تو قرآن مجید میں ہے مگر اس پر عمل کرنے کا طریقہ حدیث پاک بتاتی ہے۔ حکمت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی رائے نہیں ہوتی بلکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے۔ (قرآن: ۴: ۱۱۳)

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائی طور پر جن لوگوں کی طرف بھیجا گیا ان کی غالب اکثریت ان پڑھ تھی اور جو فرائض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کئے گئے وہ سب علمی اور اصلاحی تھے، مگر یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا اثر ہے کہ انہی ان پڑھ لوگوں میں ایسے علماء اور حکماء پیدا ہو گئے جو آسمان علم و حکمت کے روشن ستارے بن گئے۔

اگرچہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی امی ہیں یعنی کسی دنیاوی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر علم اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی عطا کا عظیم شاہکار ہے، جیسا کہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امی مبعوث کرنے میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی طرف اشارہ ہے کہ جب وہ کسی کے سینے کو علوم و معارف سے لبریز کرتا ہے تو اسے تحصیل علم کے مروجہ طریقوں کی ضرورت نہیں رہتی ۔۔۔ امی ولی بھی ہو سکتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی روح ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہو جاتی ہے تو اس کے دل پر انوار الٰہیہ کا القا کیا جاتا ہے اور ان انوار سے وہ علوم ربانیہ اور معارف لدنیہ کا ادراک کر سکتا ہے۔ (تفسیر روح المعانی: سورۃ الجمعۃ (۶۲): زیر آیت نمبر ۲: من باب الاشارۃ) علامہ اسماعیل حقی نے لکھا ہے: قلم اعلیٰ جس کا خادم ہو اور لوح محفوظ جس کی نگاہوں میں ہو اس کو لکھنے اور پڑھنے کی کیا ضرورت۔ اور جاننے کے باوجود نہ لکھنا یہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روشن معجزہ ہے۔ (تفسیر روح البیان: سورۃ

Marfat.com

لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۙ﴿۲﴾

وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ [۳]

وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۳﴾

۳۔ اور ان میں سے دوسرے لوگوں کے لئے بھی (آپ ﷺ رسول ہیں) جو ابھی ان (پہلے لوگوں) سے نہیں ملے، اور وہ سب پر غالب بڑا دانا ہے۔ [۴]

الجمعة (۶۲): زیر آیت نمبر ۲) نبی کریم ﷺ کے امی ہونے کے متعلق سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۵۷ کا حاشیہ نمبر ۱۸۱ ملاحظہ فرمائیں۔

[۳] حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل عرب کن گمراہیوں کا شکار تھے اور آپ کی بعثت کے بعد کون سا انقلاب آیا۔ اس کا مختصر تعارف حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زبانی ملاحظہ ہو جو انہوں نے شاہ حبشہ کے سامنے بیان کیا جبکہ سفیرانِ مکہ بھی وہاں موجود تھے: ''اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی عبادت کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائی کی تمام حرکات کرتے تھے، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے، ہم میں سے طاقتور شخص غریب کا حق کھا جاتا تھا، ہماری یہ حالت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہم میں سے ایک ایسا رسول بھیجا جس کے شجرہ نسب کو ہم جانتے ہیں، جس کی صداقت، امانت اور پاک دامنی سے ہم اچھی طرح آگاہ ہیں۔ اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ پر اس طرح ایمان لانے کی دعوت دی کہ ہم اس کو ایک مانیں اور صرف اسی کی عبادت کریں، پتھر اور بت جن کی ہم اور ہمارے آباء و اجداد پوجا کیا کرتے تھے اس کو ترک کر دیں، اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولیں، امانت میں خیانت نہ کریں، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، پڑوسیوں کے حقوق کا خیال رکھیں، برے کاموں اور خونریزیوں سے باز رہیں، اس نے ہمیں فسق و فجور، جھوٹ بولنے، یتیموں کا مال کھانے، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور روزے رکھیں۔''

(مسند احمد: جلد اوّل: ص ۲۰۲)

[۴] جو لوگ بعد میں قیامت تک دائرہ اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے وہ بھی نبی کریم ﷺ کے تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت سے فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ عام لوگ تو علماء و اولیاء کے وسیلہ سے یہ فیض حاصل کریں گے مگر خواص لوگ عالم روحانیت اور عالم بیداری میں براہ راست بھی فیضیاب ہو سکیں گے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ (بخاری: ۶۹۹۳: کتاب التعبیر: باب ۱۰)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا اس نے یقیناً مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ (بخاری: ۶۹۹۴: کتاب التعبیر: باب ۱۰)

Marfat.com

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۴

۴۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵

۵۔ جن لوگوں کو تورات کا علم دیا گیا، پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بڑی بڑی کتابیں اٹھائے پھرتا ہے، [۵] (اس سے بھی زیادہ) بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا، [۶] اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

☆ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو بیداری میں ستر اور کچھ مرتبہ دیکھا ہے۔ (الکواکب السائرۃ: جلد اوّل: ص ۲۲۹)

جن خوش نصیب لوگوں کو آپ ﷺ کے وصال کے بعد براہ راست فیض حاصل ہوتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے اور اللہ تعالیٰ جن کو چاہتا ہے اس فیض کے لئے منتخب فرما لیتا ہے۔ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کا فیض اپنی امت سے تا قیامت منقطع نہیں ہوگا۔ اور صوفیاء کہتے ہیں کہ ولی کا فیض بھی دار فنا سے دار بقا کی طرف انتقال کرنے کے بعد بھی منقطع نہیں ہوتا۔ (تفسیر روح المعانی: سورۃ الجمعۃ (۶۲): زیر آیت نمبر ۳: من باب الاشارۃ)

[۵] اس آیت میں ان یہودیوں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے تورات کا علم عطا فرمایا مگر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا، ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس نے بڑی بڑی کتابوں کا بوجھ تو اٹھا رکھا ہے مگر وہ ان سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔

[۶] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ گدھوں سے بدتر ہیں کیونکہ گدھے تو عقل سے محروم ہیں اس لئے کتابوں سے استفادہ نہیں کر سکتے مگر انسان تو صاحب عقل و فراست ہے اور اس کے باوجود اگر وہ آسمانی کتابوں سے استفادہ نہ کرے تو وہ واقعی گدھے سے بھی بدتر ہے۔

☆ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بعض جنتی لوگ بعض علماء کو جہنم میں جلتے دیکھیں گے تو کہیں گے: تم جہنم میں کس وجہ سے داخل ہوئے۔ بخدا ہم تو جنت میں صرف اس علم کی وجہ سے داخل ہوئے جو ہم نے تم سے سیکھا تھا۔ وہ کہیں گے: بے شک ہم سکھاتے تھے مگر اس پر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ (کنز العمال: ۲۸۹۹۱: جلد ۱۰: ص ۱۸۹)

☆ حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے بڑا جاہل وہ ہے کہ جو کچھ وہ جانتا ہے اس پر عمل نہیں کرتا، اور لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ ہے کہ جو کچھ وہ جانتا ہے اس پر عمل کرتا ہے اور سب لوگوں میں افضل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔ (دارمی: مقدمہ: باب ۳۲)

Marfat.com

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ هَادُوۡۤا اِنۡ زَعَمۡتُمۡ اَنَّكُمۡ اَوۡلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝

٦۔ آپ فرمادیں: اے یہودیو! اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ سب لوگوں کو چھوڑ کر صرف تم ہی اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ [۷]

وَلَا يَتَمَنَّوۡنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ۝

۷۔ اور وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے ان اعمال کی وجہ سے جو وہ اپنے ہاتھوں پہلے بھیج چکے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

قُلۡ اِنَّ الۡمَوۡتَ الَّذِيۡ تَفِرُّوۡنَ مِنۡهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيۡكُمۡ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰى عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَ

۸۔ آپ فرمادیں: جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں مل کر رہے گی، پھر تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے

☆ حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ قیامت کے نزدیک سب سے زیادہ بُرا وہ عالم ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ (سنن دارمی: مقدمہ: باب ۲۷)

[۷] یہود کہتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں، لہٰذا جنت صرف انہی کے لئے مخصوص ہے۔ قرآن مجید نے ان کے اس دعویٰ کا پول کھول دیا ہے، یعنی اگر تم واقعی جنتی ہو تو پھر اس دنیا کے مصائب میں کیوں پریشان ہو۔ موت کی تمنا کرو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر جنت میں اس کی رنگا رنگ نعمتوں سے لطف اندوز ہو، لیکن وہ موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے کیونکہ جو کرتوت انہوں نے کئے ہیں وہ ان کے انجام سے خوفزدہ ہیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر وہ موت کی تمنا کرتے تو زمین پر ایک بھی یہودی زندہ نہ رہتا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ جمعہ (٦٢): زیر آیت نمبر ۷) علامہ قرطبی مزید لکھتے ہیں: اس آیت میں غیب کی خبر دی گئی ہے (کہ وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور واقعی وہ موت کی تمنا کبھی نہ کر سکے)، لہٰذا یہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ جمعہ (٦٢): زیر آیت نمبر ۷)

امام بیہقی نے اپنی کتاب ''دلائل'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی یعنی: {آپ فرمادیں: اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دار آخرت تمام لوگوں کو چھوڑ کر صرف تمہارے لئے ہی مخصوص ہے پھر تو تمہیں چاہیے کہ موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔} (قرآن: ۲: ۹۴) تو نبی کریم ﷺ نے سارے یہودیوں کو جمع کر کے فرمایا: اگر تم اپنے دعوٰی میں سچے ہو تو ایک بار کہہ دو: یا اللہ! ہمیں مار ڈال، قسم رب کی! جو بھی کہے گا وہ وہیں گلا گھٹ کر مر جائے گا، یہودی گھبرا کر انکار کر گئے۔ (تفسیر در منثور: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۹۴) اتنا بڑا دعوٰی صرف اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہی کر سکتا ہے۔

Marfat.com

الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝٨

جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ہر ظاہر کو خوب جاننے والا ہے، پس وہ تمہیں آگاہ کردے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔[۸]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝٩

۹۔ اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کے لئے اذان دی جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف تیزی سے چل پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔[۹]

[۸] پیارے نبی! ان یہود کو بتا دو کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو تم اس سے نہیں بچ سکتے، وہ ایک دن ضرور تمہارے پاس آکر رہے گی اور پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دیا جائے گا جو ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو خوب جانتا ہے اور وہ قیامت کے دن تمہارے ظاہر و باطن کے سارے احوال تمہارے سامنے رکھ دے گا۔

[۹] اس آیت میں اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو خرید وفروخت اور دیگر مشاغل چھوڑ دو اور نماز جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد کا رخ کرو، اگر تم علم رکھتے ہو تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

نماز جمعہ کا حکم

جمعہ کی نماز ہر مکلف پر فرض عین ہے جو اس کی شرائط پوری کرنے پر قادر ہو۔ نماز جمعہ کی دو رکعتیں ہیں اور اس کی فرضیت میں نماز ظہر سے زیادہ تاکید ہے۔ یہ نماز ظہر کا بدل نہیں، البتہ جو جمعہ نہ پڑھ سکے اس پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں۔

☆ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں، عیدالاضحی کی نماز دو رکعتیں ہیں، عیدالفطر کی نماز دو رکعتیں ہیں اور جمعہ کی نماز دو رکعتیں ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کے ارشاد کے مطابق یہ نمازیں پوری پڑھنے کا حکم ہے ان میں قصر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۳۷)

☆ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو اور مصروف ہونے سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو ۔۔۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ فرض کیا ہے ۔۔۔ اور جمعہ کی فرضیت روز قیامت تک ہے۔ جس نے میری زندگی میں یا میرے انتقال کے بعد جمعہ ترک کیا اس کو حقیر سمجھتے ہوئے یا اس کا انکار کرتے ہوئے جبکہ جمعہ قائم کرنے کے لئے کوئی عادل یا جابر امام بھی موجود ہو تو اللہ تعالیٰ نہ اس کے معاملات کو منظم فرمائے اور نہ اس کے کاموں میں برکت پیدا فرمائے۔ غور سے سن لو! ایسے آدمی کی نہ نماز مقبول ہے، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ روزہ اور نہ کوئی اور نیکی حتیٰ کہ وہ توبہ کرے اور جو توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ (ابن ماجۃ: ۱۰۸۱: ابواب اقامۃ الصلاۃ: باب ۷۸)

Marfat.com

نماز جمعہ کی فرضیت، کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے، اس لئے اس کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔
(شرح فتح القدیر)

نماز جمعہ کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، اپنے بہترین کپڑے زیب تن کرے، خوشبو میسر ہو تو خوشبو لگائے، پھر جمعہ ادا کرنے کے لئے آئے اور لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگ کر نہ گزرے، پھر نماز پڑھے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ دی ہے، پھر جب امام (خطبہ کے لئے) نکلے تو خاموشی اختیار کرے حتیٰ کہ نماز جمعہ سے فارغ ہو جائے تو اس کا یہ عمل اس جمعہ اور اس سے پہلے جمعہ کے درمیان اس سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (ابو داؤد: ٣٤٣: کتاب الطہارۃ: باب ١٢٧)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور جو سب سے پہلے آتا ہے پہلے اس کا نام لکھتے ہیں اور پھر جو اس کے بعد آتا ہے۔ مسجد کی طرف جلدی آنے والے کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو اونٹ کی قربانی دیتا ہے، پھر اس کے بعد آنے والا اس شخص کی مانند ہے جو گائے کی قربانی دیتا ہے پھر اس کے بعد آنے والا اس شخص کی مانند ہے جو مینڈھے کی قربانی دیتا ہے، پھر اس کے بعد آنے والا اس شخص کی مانند ہے جو مرغی کی قربانی دیتا ہے اور اس کے بعد آنے والا اس شخص کی مانند ہے جو انڈے کی قربانی دیتا ہے، پھر جب امام خطبہ کے لئے نکلتا ہے تو فرشتے اپنے دفتر لپیٹ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

(بخاری: ٩٢٩: کتاب الجمعۃ: باب ٣١)

جمعہ کے دن کی فضیلت

☆ حضرت ابو لبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دن تمام دنوں سے عظیم ہے۔ اس کی عظمت بارگاہ خداوندی میں عید الاضحی اور عید الفطر کے دنوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس دن میں پانچ خوبیاں ہیں:

١۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔
٢۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا۔
٣۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وفات دی۔
٤۔ اس دن میں ایک گھڑی آتی ہے جس گھڑی میں بندہ جو بھی مانگتا ہے رب کریم اسے عطا فرماتا ہے بشرطیکہ وہ کسی حرام چیز کا سوال نہ کرے۔
٥۔ اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں، آسمانوں، زمین، ہواؤں، پہاڑوں اور سمندروں میں کوئی چیز ایسی نہیں جو جمعہ کے دن

Marfat.com

سے خوفزدہ نہ ہو۔ (ابن ماجہ: ۱۰۸۴: اقامۃ الصلاۃ: باب ۷۹)

☆ حضرت ابن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سب لوگ بے ہوش ہوں گے، پس اس دن تم مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جسموں کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(ابن ماجہ: ۱۰۸۵: اقامۃ الصلاۃ: باب ۷۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ (جمعہ کا دن) عید کا دن ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے (عید) بنایا ہے۔ (ابن ماجۃ: ۱۰۹۸: ابواب اقامۃ الصلاۃ: باب ۸۳) ایک اور موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جمعہ کا دن عید کا دن ہے۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۳۰۳)

نماز جمعہ چھوڑنے پر وعید

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: لوگ جمعہ ترک کرنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔

(مسلم: ۲۰۰۲: کتاب الجمعة: باب ۱۲)

☆ حضرت ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کی اہمیت کو کم سمجھتے ہوئے تین جمعے چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ (سنن نسائی: ۱۳۷۰: کتاب الجمعة: باب ۲)

☆ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے متعلق فرمایا جو جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں: میں نے ارادہ کیا کہ میں کسی آدمی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں، پھر ان لوگوں کو ان کے گھروں سمیت آگ لگا دوں جو جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔

(مسلم: ۱۴۸۵: کتاب المساجد: باب ۴۲)

جمعہ واجب ہونے کی شرطیں

۱۔ مرد ہونا: عورتوں پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

۲۔ آزاد ہونا: غلام پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

۳۔ بالغ ہونا: بچے پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

۴۔ صحت مند ہونا: مریض پر جمعہ واجب نہیں ہے، اور جو مریض تیماردار کے بغیر نہ رہ سکتا ہو تو اس کے تیماردار پر بھی جمعہ واجب نہیں ہے۔

۵۔ مقیم ہونا: مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

Marfat.com

۶۔ عقل مند ہونا: مجنون اور جو لوگ اس کے ضمن میں آتے ہوں ان پر بھی جمعہ واجب نہیں ہے۔

نوٹ: جن لوگوں پر جمعہ واجب نہیں وہ اگر جمعہ میں حاضر ہو جائیں اور جمعہ کی نماز پڑھ لیں تو ان کا جمعہ صحیح ہو جاتا ہے اور نماز ظہر کا فرض ان کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔

خطبہ کی سنتیں

۱۔ طہارت

خطیب کے لئے حدث اصغر (جس سے وضو کرنا لازم ہو جائے) اور حدث اکبر (جس سے غسل فرض ہو جائے) سے پاک ہونا سنت ہے۔ (کتاب الفقہ)

۲۔ منبر پر بیٹھنا

خطبہ شروع کرنے سے پہلے خطیب کا منبر پر بیٹھنا سنت ہے۔ (نور الایضاح)

۳۔ خطیب کے سامنے اذان پڑھنا

ملت اسلامیہ کا مسلسل معمول رہا ہے کہ امام کے سامنے اذان دی جاتی ہے، جیسے خطبہ کے بعد اقامت کہی جاتی ہے۔ (مراقی الفلاح)

۴۔ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا

اذان کے بعد دونوں خطبوں کے لئے امام کا کھڑا ہونا سنت ہے۔ (مراقی الفلاح)

۵۔ لوگوں کا امام کی طرف رخ کرنا

شمس الائمہ فرماتے ہیں: جو لوگ امام کے سامنے ہوں وہ امام کی طرف رخ کریں اور جو لوگ امام کی دائیں یا بائیں جانب ہوں وہ بھی اپنے رخ امام کی طرف پھیریں۔ امام سرخسی فرماتے ہیں: ہمارے زمانے میں لوگ امام کی طرف رخ کر کے نہیں بیٹھتے بلکہ قبلہ رو ہو کر بیٹھتے ہیں کیونکہ بھیڑ کی وجہ سے خطبہ ختم ہونے کے بعد صفیں درست کرنے میں مشکل پیش آتی ہے، اس لئے انہوں نے فرمایا: یہ طریقہ بہتر ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی)

۶۔ خطبہ

خطیب دو خطبے پڑھے۔ ان میں سے ایک خطبہ سنت ہے جبکہ دوسرا خطبہ جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔

(کتاب الفقہ: مباحث الجمعۃ)

سنت یہ ہے کہ خطیب پہلا خطبہ آہستہ آواز میں تعوذ پڑھ کر شروع کرے اور باآواز بلند اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثنا کرے جو اس کے شایان شان ہو، کلمہ شہادت پڑھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے اور پھر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرے۔ انہیں گناہوں سے منع کرے اور ایسی چیزوں سے ڈرائے جو اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کا موجب بنتی ہیں۔ اور انہیں ایسی چیزیں یاد دلائے جو دنیا اور آخرت میں نجات کا سبب بنتی ہیں، اور قرآن کریم کی کم از کم ایک آیت کی تلاوت کرے۔

Marfat.com

وَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ⑩

۱۰۔ پھر جب نماز ادا ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ [۱۰]

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ

۱۱۔ اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا تماشا دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور آپ ﷺ کو کھڑا چھوڑ دیا، آپ فرمادیں: جو کچھ (نماز کا اجر) اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ اس تماشا اور تجارت سے بہتر ہے، اور اللہ تعالیٰ سب

دوسرا خطبہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے شروع کرے، پھر نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھے اور پھر مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے دعا کرے اور ان کے لئے استغفار کرے، البتہ بادشاہ اور حکمران کے لئے نصرت اور ایسے کاموں کی توفیق کی دعا کرنا جن میں عوام کی بھلائی ہو مستحب ہے، کیونکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ خطبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ان کے اس عمل کو ناپسند نہیں کیا۔ (کتاب الفقه: مباحث الجمعة)

مناسب یہ ہے کہ دوسرے خطبہ کا آغاز ان الفاظ سے ہو:

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا۔ من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادي له۔ (بہار شریعت)

(تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، ہم اسی کی حمد وثنا کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اسی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اسی پر ایمان رکھتے ہیں، اسی پر توکل کرتے ہیں، اور اپنے نفس کے فتنوں اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ راہ راست پر چلائے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں چھوڑ دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔)

۷۔ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا

دونوں خطبوں کے درمیان تین آیات پڑھنے کی مقدار بیٹھنا سنت ہے۔ (الفتاوی العالمكيرية: باب الجمعة)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ دو خطبے ارشاد فرماتے تھے اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھتے تھے۔ (بخاری: ۹۲۸: کتاب الجمعة: باب ۳۰)

[۱۰] جب نماز جمعہ ختم ہو جائے تو پھر زمین میں پھیل جاؤ اور اپنا رزق تلاش کرو، اور اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھو تاکہ تلاش رزق میں کوئی ایسا کام نہ ہونے پائے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو، اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔

Marfat.com

ع الرّٰزِقِيۡنَ۠ سے بہتر رزق دینے والا ہے۔[١١]

[١١] ایک دفعہ مدینہ قحط سالی کا شکار تھا، بازار میں غلہ ختم ہو گیا تھا۔ اچانک جمعہ کے دن جبکہ نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے ایک قافلہ شام سے سامان تجارت لے کر مدینہ پہنچا۔ جب لوگوں کو علم ہوا تو کچھ مسلمان خطبہ چھوڑ کر قافلہ کی طرف چلے گئے کہ کہیں سارا سامان فروخت نہ ہو جائے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ خطبہ ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد خطبہ سننا واجب ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے خطبہ اور نماز کے صلہ میں جو کچھ تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے وہ اس دنیاوی تجارت اور تماشا سے بہت بہتر ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے۔ لہٰذا تجارت کرو اور خوب کرو، رزق حلال کمانا عبادت ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے، مگر نماز یا خطبہ چھوڑ کر تجارت کرنے میں کوئی خیر نہیں ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : منگانی شریف ضلع جھنگ، پاکستان

بعد از عشاء بروز پیر ۴/اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۵ شوال ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج بعد از مغرب تا بعد از عشاء صرف دو گھنٹوں میں سورہ جمعہ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ اتنی جلد مکمل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس سورت کے اہم مقامات یعنی آیت نمبر ۳ کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے اور جمعہ کے متعلق میں اپنی تصنیف ''امداد الفقہ'' میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں، لہٰذا یہ دونوں چیزیں وہاں سے نقل کر دی جائیں گی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ المنافقون (۶۳)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''منافقون'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

منافقین

اس سورت کی پہلی آٹھ آیات میں منافقین کی صفات بیان کی گئی ہیں یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں اور سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ وہ زبان سے اسلام کا اقرار کرتے ہیں لیکن دل سے اس کا انکار کرتے ہیں اور اپنے نفاق کو چھپانے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ ان کی باتیں تو اچھی ہیں مگر چونکہ ان کے دل میں کفر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی ہرگز مغفرت نہیں فرمائے گا، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ منافقین سے محتاط رہیں۔

منافقین کا خیال یہ تھا کہ اگر اہل مدینہ مسلمانوں پر اپنی دولت خرچ کرنا چھوڑ دیں تو وہ بھوک سے تنگ آکر یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ اس سورت میں انہیں خبردار کیا گیا ہے کہ ان کے رازق تم نہیں ہو بلکہ اللہ تعالیٰ ہے اور وہی زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک ہے۔

مومنین

اس سورت کی آخری تین آیات میں اہل ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی اطاعت میں سرگرم رہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے رہیں کیونکہ جب موت آگئی تو اس میں لمحہ بھر بھی تاخیر نہیں ہو سکے گی اور اس وقت کا پچھتانا بھی بے سود ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از فجر بروز منگل ۱۲ راکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

ایاتہا ۱۱ | ۶۳ سورۃ المنٰفقون مدنیۃ ۱۰۴ | رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾ وقف لازم

۱۔ (اے نبی مکرم!) جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اس کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافقین یقیناً جھوٹے ہیں۔ [۱]

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾

۲۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، پس وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں، بے شک بہت برا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ [۲]

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾

۳۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے مگر (دل سے) کافر رہے، پس ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو وہ سمجھتے نہیں ہیں۔ [۳]

---

[۱] میرے پیارے نبی! منافقین جب آپ کے پاس آکر گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ان کی بات تو سچی ہے کیونکہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں مگر وہ اپنی گواہی میں جھوٹے ہیں کیونکہ وہ دل سے آپ کو رسول تسلیم نہیں کرتے۔

[۲] منافقین رات دن اسلام کے خلاف سازشوں میں سرگرم رہتے اور جب ان کی کوئی سازش پکڑی جاتی جس پر انہیں مؤاخذہ کا خوف ہوتا تو وہ قسمیں اٹھا کر اپنی صفائی پیش کرتے اور مؤاخذہ سے بچ جاتے۔ اس طرح وہ بظاہر مسلمانوں میں شامل سمجھے جاتے مگر حقیقت میں وہ اپنے آپ کو اسلام سے روکے ہوئے تھے، اور اگر کوئی کافر اسلام قبول کرنا چاہتا تو اسے بھی اسلام کی منفی تصویر پیش کرتے اور اسے مسلمان ہونے سے روکتے۔ منافقین کا یہ طرزِ عمل بہت ہی برا ہے جو انہیں دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا کرے گا۔

[۳] منافقین کا طرزِ عمل اس لئے برا ہے کیونکہ وہ اسلام کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کے اندر رہتے اور حقیقت میں مسلمان نہیں ہیں، لہٰذا وہ ظاہری کافروں سے زیادہ خطرناک ہیں، اور اس منافقت کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے اور ان کا

Marfat.com

وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

۴۔ اور جب آپ انہیں دیکھیں تو ان کے (ظاہری) جسم آپ کو اچھے معلوم ہوں گے، اور اگر وہ بات کریں تو آپ ان کی بات سنیں گے، گویا وہ لکڑیاں ہیں جو دیوار کے سہارے کھڑی کردی گئی ہیں، [۴] وہ ہر اونچی آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں، [۵] وہ (تمہارے) دشمن ہیں، لہٰذا ان سے ہوشیار رہو، [٦] اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے وہ کہاں بھٹکے پھرتے ہیں۔ [۷]

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝

۵۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ! تاکہ رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے مغفرت طلب کریں تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں۔ [۸]

عقل و شعور اتنا ناکارہ ہو جاتا ہے کہ پھر وہ حق و باطل کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے۔

[۴] منافقین کی ظاہری شکل و صورت اور ان کی گفتگو بڑی اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں وہ ان بے کار لکڑیوں کی طرح ہیں جن کو دیوار کے سہارے کھڑا کر دیا گیا ہو، اور جب وہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو گویا بے جان لکڑیاں ہیں، کوئی بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

[۵] منافقین کی بزدلی کا عالم یہ ہے کہ جب کہیں مسلمانوں کی آواز بلند ہوتی ہے تو ان کے دل دھڑکنے لگتے ہیں کہ شاید ان کی کوئی سازش پکڑی گئی ہے اور مسلمان انہیں سزا دینے کے لئے آرہے ہیں۔

[٦] اہل ایمان کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ منافقین تمہارے دشمن ہیں ان کی سازشوں سے ہوشیار رہو۔

[۷] منافقین کا ستیاناس ہو، یہ کیسے نادان اور احمق لوگ ہیں۔ اسلام کے روشن دلائل دیکھنے کے باوجود بھی گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔

[۸] اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ جب قرآن مجید نے منافقین کی صفات بیان کردیں اور ان کے نفاق کا پردہ چاک کر دیا تو ان کے ہم قبیلہ کچھ مسلمان ان کے پاس گئے اور انہیں کہا: تم نے نفاق کر کے اپنے آپ کو ذلیل و رسوا کر دیا ہے، لہٰذا اب تم رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو اور نفاق سے توبہ کرو اور آپ ﷺ سے درخواست کرو کہ آپ تمہارے لئے مغفرت طلب کریں تو انہوں نے مذاق اور انکار کرتے ہوئے اپنے سر کو ہلایا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ (تفسیر قرطبی)

Marfat.com

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

۶۔ ان (منافقین) کے حق میں برابر ہے خواہ آپ ان کے لئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، [۹] بے شک اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰي مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

۷۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ (آپ کو چھوڑ کر) بھاگ جائیں، [۱۰] حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں لیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں۔ [۱۱]

يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

۸۔ وہ کہتے ہیں: اگر ہم مدینہ واپس گئے تو عزت والا (یعنی

---

[۹] یعنی جو منافق توبہ کر کے صحیح مسلمان بن جائیں ان کی تو مغفرت ہو جائے گی لیکن جو منافق اپنے کفر یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے انکار پر مرتے دم تک قائم رہیں ان کے لئے جتنی بار بھی مغفرت طلب کی جائے اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا۔

[۱۰] اس آیت کے متعلق تفاسیر اور احادیث کی کتابوں میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر ایک انصاری اور ایک مہاجر کا جھگڑا ہو گیا۔ دونوں نے اپنی اپنی مدد کے لئے انصار اور مہاجرین کو پکارا۔ عبد اللہ بن ابی (منافق) نے انصار کو کہا: تم نے مہاجرین کی مدد کی آج وہ تمہیں آنکھیں دکھا رہے ہیں، حالانکہ ان کے آنے سے پہلے ہم عزت والے تھے، لہٰذا اب تم ان مہاجرین پر خرچ کرنا چھوڑ دو تاکہ وہ بھوک اور افلاس سے تنگ آ کر یہاں سے بھاگ جائیں۔ نیز اس نے یہ بھی کہا کہ جب وہ مدینہ پہنچیں تو ان ذلیل لوگوں (یعنی مسلمانوں) کو مدینہ سے نکال دیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جب یہ کلمات سنے تو نبی کریم ﷺ کو آ کر بتلا دیا۔ نبی کریم ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کو بلا کر پوچھا تو اس نے صاف انکار کر دیا کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی، جس پر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بڑے پریشان ہوئے، پھر یہ سورت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں خوش خبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کے لئے سورہ منافقون نازل فرمائی ہے جس میں منافقین کو جھوٹا قرار دیا گیا ہے۔

[۱۱] منافقین کا خیال یہ تھا کہ اگر اہل مدینہ مسلمانوں پر اپنی دولت خرچ کرنا چھوڑ دیں تو وہ بھوک سے تنگ آ کر یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ اس آیت میں انہیں خبردار کیا گیا ہے کہ ان کے رازق تم نہیں ہو بلکہ اللہ تعالیٰ ہے اور وہی زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک ہے۔ منافقین چونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں جانتے اس لئے وہ جاہلانہ باتیں کرتے ہیں۔

Marfat.com

لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۠ ﴿٨﴾

منافقوں کا گروہ) وہاں سے ذلت والے (یعنی مسلمانوں کے گروہ) کو ضرور نکال دے گا حالانکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول ﷺ کے لئے اور مومنوں کے لئے ہے لیکن منافقین جانتے نہیں ہیں۔ [۱۲]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٩﴾

۹۔ اے ایمان والو! تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو شخص ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ [۱۳]

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠﴾

۱۰۔ اور جو رزق ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے، پھر وہ کہنے لگے: اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دی تا کہ میں صدقہ کر لیتا اور نیکوکاروں میں سے ہو جاتا۔ [۱۴]

---

[۱۲] غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں کو کہا تھا کہ وہ عزت والے لوگ ہیں۔ جب وہ مدینہ واپس جائیں گے تو ان ذلیل لوگوں یعنی مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دیں گے لیکن انہیں کیا خبر کہ عزت کا اصل مالک تو اللہ تعالیٰ ہے اور وہ حقیقی عزت صرف ان لوگوں کو عطا فرماتا ہے جو اہل ایمان ہوں۔ منافق لوگ عزت کے حقدار نہیں ہیں بلکہ جونہی ان کے نفاق کا پردہ چاک ہوگا تو وہ ذلیل ورسوا ہو جائیں گے مگر وہ اپنے برے انجام سے غافل ہیں۔

عزت کا دار ومدار اچھی خوراک، اچھی پوشاک اور اچھی رہائش پر نہیں بلکہ عزت کا اصل حقدار وہ ہے جس کا کردار اچھا ہو اور وہ اپنے خالق حقیقی کا شکرگزار ہو۔

[۱۳] منافقین کی صفات بیان کرنے کے بعد اہل ایمان کو تلقین کی جا رہی ہے کہ تم اپنی اولاد اور مال سے محبت کرو مگر اتنی زیادہ نہ کرو کہ ان کی محبت تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دے کیونکہ جو دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتا ہے وہاں شیطان داخل ہو جاتا ہے اور پھر وہ شیطان کے زیر اثر نقصان اٹھانے والا بن جاتا ہے۔

[۱۴] اللہ تعالیٰ نے جو رزق تمہیں دیا ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق بروقت ادا کر دیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم

Marfat.com

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۱ ع

۱۱۔ اور جب کسی شخص کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتا، اور اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

دانستہ تاخیر کرو اور جب موت کا وقت آجائے تو پچھتانے لگو اور دعا کرنے لگو کہ انہیں تھوڑی سی مہلت دی جائے تاکہ وہ صدقہ وخیرات کر کے نیکوکاروں میں شامل ہو جائیں مگر موت کا وقت مقرر ہے اور جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر اس میں لحہ بھر بھی تاخیر نہیں ہوسکتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی پر زکوٰۃ یا حج وغیرہ فرض ہو جائے تو اس کو ادا کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ موت کسی بھی وقت آسکتی ہے اور اس کے بعد پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان
بعد از عصر بروز منگل ۱۲/۱۰/اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ
اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج بعد از فجر تا بعد از عصر سورہ منافقون کی تفسیر مکمل ہوگئی۔
الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ التغابن (۶۴)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''تغابن'' ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۹ سے ماخوذ ہے۔

صفات باری تعالیٰ

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی چند صفات کا ذکر کیا گیا ہے یعنی زمین و آسمان کا خالق اور بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے اور اس کو خوبصورت شکل عطا فرمائی ہے۔ وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔

درس عبرت

گزشتہ سورت میں منافقین کی صفات بیان کی گئی تھیں اور اس میں کفار کے احوال کو بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے توحید، رسالت اور آخرت کا انکار کیا جس کے نتیجہ میں انہیں ہلاک کر دیا گیا، لہٰذا تم ان کے احوال سے عبرت حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔

مال و اولاد

آخر میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ تمہارے اموال، اولاد اور ازواج تمہارے لئے آزمائش ہیں۔ ان کی محبت میں اتنا آگے نہ بڑھ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو بھلا دو اور ان کے حقوق میں اتنی کوتاہی نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کے مجرم بن جاؤ بلکہ حقوق و فرائض میں توازن قائم رکھو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کی راہ میں خرچ کرتے رہو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از اشراق بروز بدھ ۱۳ راکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۴ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

آیاتہا ١٨ ٦٤ سورۃ التغابن مدنیۃ ١٠٨ رکوعاتہا ٢

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ ۫ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ①

١۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، [١] اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَّ مِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ②

٢۔ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مومن ہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ (اسے) خوب دیکھ رہا ہے۔[٢]

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ ۚ وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ③

٣۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا [٣] اور اس نے تمہاری صورتیں بنائیں اور تمہاری صورتوں کو خوبصورت بنایا، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔[٤]

---

[١] اس آیت کی تفسیر کے لیے سورہ حدید (٥٧) کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[٢] تمہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، پھر تم میں سے بعض اس کا انکار کر کے کافر بن گئے اور بعض اس کو تسلیم کر کے مومن بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حق و باطل کا فرق بھی بتایا اور تمہیں ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی طاقت بھی دی۔ اب تم اپنے لیے جو بھی راستہ اختیار کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھ رہا ہے اور تمہارے اعمال کے مطابق تمہاری جزا وسزا کا فیصلہ فرمائے گا۔ تقدیر کے متعلق تفصیلی بیان کے لیے سورہ قمر (٥٤) کی آیت نمبر ٤٩ کا حاشیہ نمبر ٩ ٣ ملاحظہ فرمائیں۔

[٣] اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو ایسی حکمت کے ساتھ پیدا فرمایا کہ عقل مند انسان ان کو دیکھتے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت کا اقرار کرنے لگتا ہے۔ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے وہ سارے وسائل مہیا کر دیے ہیں جو انسانی زندگی کی نشوونما کے لیے ضروری ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اس زمین و آسمان میں ایسا توازن قائم کیا ہے کہ عرصہ دراز کے باوجود اس نظام میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوا۔

[٤] اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے زمین کو جائے قرار اور آسمان کو چھت بنایا اور اسے پاکیزہ رزق عطا فرمایا۔ ان نعمتوں میں

Marfat.com

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

۴۔ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسے بھی جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ سینوں کے راز بھی جانتا ہے۔

دوسرے جاندار بھی شریک ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو شکل وصورت اور علم وحکمت عطا فرمائی ہے ان میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہاتھی اور اونٹ جیسے بڑے چوپائے اور شیر اور چیتے جیسے خونخوار درندے بھی انسان کے سامنے سرنگوں ہیں۔

انسان کی شکل وصورت سب سے اچھی ہے

☆ خلیفہ منصور کے دور میں عیسیٰ نامی ایک آدمی اپنی بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ ایک رات اس نے اپنی بیوی سے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تو چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے تو تجھے تین بار طلاق ہے۔ یہ سن کر اس کی بیوی وہاں سے اٹھ کر علیحدہ ہوگئی اور کہا: تم نے مجھے طلاق دے دی ہے (کیونکہ میں چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہوسکتی)۔ عیسیٰ نے وہ رات بڑے غم واندوہ میں گزاری اور صبح ہوتے ہی خلیفہ منصور کے دربار میں یہ مسئلہ پیش کیا تو ایک حنفی عالم نے سورہ والتین کی تلاوت شروع کردی یعنی بے شک ہم نے انسان کو سب سے اچھی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ (قرآن: ۹۵: ۴) اور کہا: اے امیر المؤمنین! انسان سب چیزوں سے (حتیٰ کہ چاند سے بھی) زیادہ خوبصورت ہے، لہٰذا اس عورت کو طلاق نہیں ہوئی اور وہ بدستور عیسیٰ کی بیوی ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ والتین: زیر آیت نمبر ۴)

☆ حضرت ابن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑ پڑے تو وہ چہرے سے اجتناب کرے (یعنی چہرے پر تھپڑ نہ مارے)۔ (مسلم: ۶۶۵۴) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ (مسلم: ۶۶۵۵: کتاب البر: باب ۳۲) اللہ تعالیٰ تو زمین وآسمان کا نور ہے اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، پھر انسان کو اپنی صورت پر بنانے اور اس میں اپنی روح پھونکنے سے مراد انسان کی تکریم اور عزت افزائی ہے۔

☆ انسانی شکل وصورت کی ایک عظمت یہ بھی ہے کہ سارے جاندار کھانے اور پینے کے لئے اپنا سر خوراک کے سامنے جھکاتے ہیں لیکن حضرت انسان کے ہاتھ خوراک کو اٹھا کر اس کے منہ تک پہنچاتے ہیں تاکہ انسان کا سر خوراک کے سامنے نہ جھکے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے جو اس کا اصل خالق اور حقیقی معبود ہے۔

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے   جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اور اسے اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے ظاہر و باطن اور اس کے دل کے رازوں کو خوب جانتا ہے اور بالآخر سب کو ایک دن اسی کے پاس جانا ہے اور ان نعمتوں کا حساب دینا ہے، لہٰذا ان نعمتوں کو اسی مقصد کے لئے استعمال کرنا چاہیے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں پیدا فرمائی ہیں۔

Marfat.com

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۵﴾

۵۔ کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے (تم سے) پہلے کفر کیا تھا تو انہوں نے (دنیا میں) اپنے کام (یعنی کفر) کا وبال چکھ لیا اور ان کے لئے (آخرت میں بھی) دردناک عذاب ہے۔ [۵]

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۫ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۶﴾

۶۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے تو وہ کہنے لگے: کیا بشر ہمیں ہدایت دیں گے؟ پس انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی (ان سے) بے نیازی فرمائی، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے (اور) لائق حمد ہے۔ [۶]

---

[۵] اہل عرب کے ہاں قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ کے قصے مشہور تھے کہ انہوں نے کفر و ظلم اختیار کیا جس کے بدلے میں ان پر دنیا میں عذاب نازل ہوا اور آخرت میں بھی انہیں دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا۔ اس آیت میں انہیں یاددہانی کرائی جارہی ہے کہ وہ پہلے کفار سے عبرت حاصل کریں اور ایمان لے آئیں وگرنہ آخرت کے دردناک عذاب سے نہ بچ سکیں گے۔

[۶] کفار کے عذاب کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اپنے رسول بھیجے اور انہیں واضح معجزات بھی عطا فرمائے تاکہ کفار انہیں پہچانیں اور ان پر ایمان لائیں مگر جب کفار نے رسولوں کو ماننے سے انکار کر دیا اور ان کی دعوت سے منہ پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے اپنی نظر رحمت اٹھالی اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، کوئی اس کی تعریف کرے یا نہ کرے وہ بہر حال حمد و ثنا کے لائق ہے۔

کفار کے انکار کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے جیسے انسان کو نبی ماننے کے لئے تیار نہیں تھے، ان کا خیال تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنانا ہی تھا تو کسی فرشتہ کو نبی بناتا۔ ان کی عقل کا اندازہ کریں کہ اگر وہ نہ مانیں تو اشرف المخلوقات حضرت انسان کو خدا کا نبی نہ مانیں اور جب ماننے پر آئیں تو اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے پتھروں کو خدا مان لیں۔

نبیوں کی بشریت کا انکار کرنا کفر ہے، جیسا کہ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں: اور جو مطلقاً حضور ﷺ سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {آپ کہیے: میرا رب ہر عیب سے پاک ہے، میں تو صرف بشر رسول ہوں۔ قرآن: ۱۷: ۹۳} (تفسیر تبیان القرآن: سورۃ التغابن (۶۴): زیر آیت نمبر ۶)

فرشتوں کو نبی کیوں نہیں بنایا گیا؟

اگر اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتا تو اس کی دو صورتیں تھیں، ایک تو یہ کہ فرشتہ اپنی اصلی شکل میں آتا تو اس صورت میں فرشتہ کی ہیبت و جلال کی وجہ سے لوگ استفادہ نہ کر سکتے بلکہ دیکھتے ہی فنا ہو جاتے اور دوسری صورت یہ تھی کہ فرشتہ انسان

Marfat.com

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷

۷۔ کافروں کا خیال ہے کہ وہ (زندہ کر کے) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے، آپ فرمادیں: کیوں نہیں، میرے رب کی قسم! تم ضرور (زندہ کر کے) اٹھائے جاؤ گے، پھر تمہیں تمہارے اعمال سے آگاہ کیا جائے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔[۷]

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۸

۸۔ پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اس نور پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔[۸]

کی شکل میں آتا جیسے جبریل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس انسانی شکل میں آتے تھے اور صحابہ کرام ؓ نے انہیں انسانی شکل میں دیکھا تو اس صورت میں کفار پھر وہی اعتراض کرتے کہ یہ تو ہماری طرح انسان ہے کسی فرشتہ کو نبی کیوں نہیں بنایا گیا؟

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: {آپ فرمادیجئے: اگر زمین میں (انسانوں کے بجائے) فرشتے چلتے اور بستے ہوتے تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے۔} (قرآن: ۱۷: ۹۵) یعنی اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے تو اللہ تعالیٰ ضرور کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتا مگر یہاں تو انسان آباد ہیں اور انسانوں کی ہدایت کے لئے انسان ہی ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے اقوال اور افعال سے ایسا نمونہ پیش کرے جو دوسروں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہو۔

[۷] کفار کا خیال ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کئے جائیں گے مگر یہ صرف ان کا خیال ہے ان کے پاس اس کی کوئی معقول دلیل نہیں ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ضرور زندہ کئے جائیں گے۔

اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ یہ دعویٰ وہ ہستی کر رہی ہے جس کو وہ خود صادق کہتے تھے یعنی جب وہ عام حالات میں جھوٹ نہیں بولتے تو اللہ تعالیٰ کے کلام کے بارے میں جھوٹ کیسے بول سکتے ہیں؟

اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ قیامت کے دن زندہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے پہلی دفعہ انسان کو پیدا فرمایا تو اس کے لئے اس جیسے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا تو زیادہ آسان ہے۔

اور دوبارہ زندہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ہر انسان کو اس کے اعمال کی پوری سزا اور جزا مل سکے کیونکہ دنیا میں انسان کے بعض اعمال چھپے رہتے ہیں اور کچھ لوگ اپنی طاقت اور غلط بیانی کے باعث سزا سے بچ جاتے ہیں مگر قیامت کے دن کسی کا کوئی عمل چھپا نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے اعمال کو ظاہر فرمادے گا اور ان کے مطابق جزا و سزا کا فیصلہ فرمائے گا۔

[۸] یعنی گزشتہ آیات میں تم نے اللہ تعالیٰ کی صفات اور کفار کے انجام بد کے بارے میں جو کچھ پڑھا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم

Marfat.com

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۗ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹

۹۔ جس دن وہ تم سب کو جمع ہونے کے دن اکٹھا کرے گا وہ نقصان کے ظہور کا دن ہے، [۹] اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو اس سے دور فرمادے گا [۱۰] اور اس کو ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کے نازل کردہ نور یعنی قرآن مجید پر ایمان لے آؤ اور اگر اب بھی تم ایمان نہ لائے تو خوب یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تمہارے کرتوتوں سے اچھی طرح آگاہ ہے اور تم اس کی سزا سے نہ بچ سکو گے۔

[۹] قیامت کے دن کو جمع ہونے کا دن اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن سب اولین اور آخرین ایک ہی میدان میں جمع ہوں گے۔ اور اس دن کو نقصان کے ظاہر ہونے کا دن اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن کفار اور نافرمانوں کو احساس ہو جائے گا کہ انہوں نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ضائع کی جس کا نقصان آج ظاہر ہو گیا ہے۔ اور اہل ایمان کو بھی جنت میں اس کمی کا احساس ہوگا کہ اگر وہ اور زیادہ نیکیاں کرتے تو ان کے درجات اور زیادہ بلند ہوتے، جیسا کہ سورہ مریم میں قیامت کے دن کو حسرت کا دن کہا گیا ہے اور اس کی تفسیر میں علامہ مظہری لکھتے ہیں: روز قیامت کو حسرت کا دن اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اس دن بدکار بھی حسرت کریں گے کہ کاش وہ برائیاں نہ کرتے اور نیکوکار بھی حسرت کریں گے کہ انہوں نے اور زیادہ نیکیاں کیوں نہ کیں۔ (تفسیر مظہری: سورہ مریم (۱۹): زیر آیت نمبر ۳۹)

[۱۰] جو شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرے اس کی نیکیوں کی برکت سے اس کی خطائیں بخش دی جاتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (قرآن: ۱۱: ۱۱۴)

نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ذرا بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہو تو تمہارا کیا خیال ہے یہ غسل اس کے جسم پر میل کو باقی رہنے دے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ غسل اس کے جسم پر کوئی میل نہیں چھوڑے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازوں کی بھی یہی مثال ہے اللہ تعالیٰ نماز کے ذریعہ اپنے بندے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(بخاری: ۵۲۸: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب ۶)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سردی کے موسم میں جب درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی ایک شاخ کو پکڑا (اور اس کو حرکت دی تو) اس شاخ سے پتے جھڑنے لگے۔

Marfat.com

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں، ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ جس شخص کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے پہنچتی ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے، [۱۱] اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! بندہ رضائے خداوندی کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسے اس درخت سے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۱۷۹)

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے اس زندگی اور موت کو آزمائش کے لئے پیدا فرمایا ہے، لہٰذا جس پر بھی کوئی مصیبت آتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے آتی ہے، کبھی تو وہ مصیبت اس کے اعمال بد کی سزا ہوتی ہے اور کبھی صرف اس کی آزمائش مقصود ہوتی ہے۔ بعض لوگ تو مصیبت سے گھبرا کر مایوس ہو جاتے ہیں اور بعض ہٹ دھرم لوگ ظلم وتشدد کی راہ پر چل نکلتے ہیں، مگر جو لوگ صدق دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ صبر کرتے ہیں اور اس سے نجات کے لئے کوشش اور دعا کرتے ہیں کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ مصیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور وہی اس کو دور کر سکتا ہے۔ صبر کرنے والوں کے لئے یہ مصیبت درجات کی بلندی کا باعث بنتی ہیں۔

اہل ایمان پر مصائب

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، فکر، حزن، تکلیف یا غم ہو حتیٰ کہ اس کو کوئی کانٹا بھی چبھا ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔
(بخاری: ۵۶۴۱: کتاب المرضی: باب ۱)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکلیف پہنچتی ہے۔ (بخاری: ۵۶۴۵: کتاب المرضی: باب ۱)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا مؤمن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔
(مسلم: ۷۴۱۷: کتاب الزھد: باب ۵۳)

☆ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کی بڑی عجیب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لئے بہتر ہے اور یہ امتیاز ایک مؤمن کے سوا کسی کو حاصل نہیں یعنی اگر اس کو راحت پہنچے اور وہ اس پر شکر ادا کرے تو یہ

Marfat.com

وَ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو، پھر اگر تم نے روگردانی کی تو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف (پیغام الٰہی) واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔[۱۲]

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ پر ہی مومنوں کو توکل رکھنا چاہیے۔[۱۳]

راحت اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ تکلیف اس کے لئے بہتر ہے۔

(مسلم: ۷۵۰۰: کتاب الزھد: باب ۱۳)

[۱۲] یعنی تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو پھر یاد رکھو نبی کریم ﷺ کے ذمہ جو تبلیغ کا فرض تھا وہ انہوں نے پوری دیانتداری کے ساتھ ادا کر دیا ہے۔ اب کوئی اس پر عمل کرے یا نہ کرے یہ نبی کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو مجبور نہیں کرتا کیونکہ یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔

اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پوری دیانتداری کے ساتھ پہنچا دیا۔ اب امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس پیغامِ حق کو آنے والی نسلوں تک پہنچائے اور اس میں کمی بیشی نہ کرے اور جو اس میں سے کچھ چھپانے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے ظاہر و باطن سے خوب آگاہ ہے اور ان کی نیتوں کے مطابق انہیں جزا اور سزا دے گا۔

[۱۳] اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ایمان کا حصہ ہے یعنی اس بات پر پختہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اٹل ہے۔ کامیابی و ناکامی دونوں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور ان دونوں کے پس پردہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں کارفرما ہوتی ہیں۔ نیز مادی اسباب پر اس طرح کلی اعتماد کرنا کہ مطلوب کے حصول میں یہی سب کچھ ہیں تو ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے اور بلاوجہ اسباب کو چھوڑ کر توکل کا دعوٰی کرنا بھی گناہ ہے، لہٰذا توکل کا مفہوم یہ ہے کہ ضروری اسباب کے مہیا کرنے میں پوری جدوجہد کی جائے لیکن نتائج کے ظہور کے لئے اسباب پر اعتماد نہ کیا جائے صرف اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ کیا جائے۔ اس طرح مسلمان کا حوصلہ بھی بلند رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی شامل حال ہوگی جبکہ کافر صرف اسباب پر بھروسہ کرتا ہے اور روحانی تسکین کے فقدان سے پریشان رہتا ہے۔ اس ضمن میں چند مثالیں ملاحظہ کریں:

اللہ تعالیٰ پر توکل

۱۔ نبی کریم ﷺ جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو اس کے لئے تیاری کرتے، مجلس مشاورت قائم ہوتی، وقت، جگہ، راستہ اور مجاہدین کا انتخاب ہوتا، ہتھیار اور سواریوں کا بندوبست کیا جاتا، میدانِ جنگ میں صفیں بنائی جاتیں، الغرض جنگ

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ

١٤۔ اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، پس تم ان

میں کامیابی کے سارے ضروری اسباب کا انتظام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح دستِ سوال دراز فرماتے: اے اللہ! ہمارے دشمنوں کو ناکام بنادے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔ (بخاری: ٢٩٦٦: کتاب الجہاد: باب ١١٢)

٢۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے وقت نبی کریم ﷺ نے رفیقِ سفر، زادِ سفر، اور سواری کے لئے اونٹنی کا انتظام کیا۔ رات کی تاریکی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غارِ ثور میں پناہ لی تاکہ کفارِ مکہ دیکھ نہ سکیں۔ اس طرح سارے ضروری اسباب کا انتظام کرنے کے بعد دعا کی: ''۔۔۔۔۔۔ اے اللہ! میرے سفر میں تو میرا ساتھی ہو۔۔۔۔۔ اور مجھے لوگوں کے حوالے نہ کر۔۔۔۔۔'' (سیرتِ ابن کثیر: جلد دوم)

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی تلاش میں جب کفار کی ایک جماعت غارِ ثور کے منہ پر آگئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر ان کفار میں سے کسی نے نیچے جھک کر دیکھا تو ہم نظر آجائیں گے، اس پر نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کو بڑے زوردار الفاظ میں بیان فرمایا: اے ابوبکر! تیرا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔ (بخاری: ٣٦٥٣: فضائل اصحاب: باب ٢) یعنی ہم نے سارے امکانی اسباب مکمل کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر رکھا ہے، وہی ہماری حفاظت کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غار کے منہ پر کبوتری کے انڈوں اور مکڑی کے جالے سے ایسے اسباب پیدا کردیئے جنہیں دیکھ کر کفار واپس چلے گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کفار سے بچالیا۔

٣۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا چھوڑ کر؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پہلے اونٹنی کو باندھ اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کر۔ (ترمذی: ٢٥١٧: ابواب القیامۃ: باب ٦٠) تاکہ کوئی چور اس کو نہ لے جائے۔

٤۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرتے جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے، وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی: ٢٣٤٤: ابواب الزھد: باب ٣٣) اس حدیث میں توکل سے مراد ترکِ عمل نہیں بلکہ اس میں حصولِ رزق کے لئے سعی اور جدوجہد کی دلیل ہے جس طرح پرندے پہلے تلاشِ رزق میں نکلتے ہیں تو پھر شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں، اگر وہ گھونسلوں میں ہی بیٹھے رہتے تو رزق اڑ کر ان کے پاس نہ آتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زمین پر چلنے والا کوئی جانور اپنے لئے رزق کا ذخیرہ نہیں کرتا سوائے چیونٹی، چوہا اور انسان کے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ عنکبوت (٢٩): زیر آیت نمبر ٦٠) یہ تینوں جاندار کھاتے کم ہیں اور جمع کرنے کی فکر زیادہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

تَعۡفُوۡا وَ تَصۡفَحُوۡا وَ تَغۡفِرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۴﴾

سے ہوشیار رہو، اور اگر تم (ان کو) معاف کردو اور درگزر کرو اور بخش دو، تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔[۱۴]

اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُکُمۡ وَ اَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنۡدَہٗۤ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔[۱۵]

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ وَ اسۡمَعُوۡا وَ اَطِیۡعُوۡا وَ اَنۡفِقُوۡا خَیۡرًا لِّاَنۡفُسِکُمۡ ؕ وَ مَنۡ یُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ پس جتنا تم سے ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو[۱۶] اور (اس کا کلام) سنو اور اطاعت کرو اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اور جس کو اس کے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔[۱۷]

---

[۱۴] اگر تمہاری اولاد اور تمہاری بیوی تمہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اکسائیں یا تم ان کی محبت میں اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے لگو تو پھر وہ بیوی اور اولاد تمہارے دشمن ہیں، وہ تمہاری عاقبت کو خراب کر سکتے ہیں، لہٰذا ان سے ہوشیار رہو اور ان کے باعث اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو، اور اگر تمہاری اولاد یا تمہاری بیوی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو فوراً غصہ میں آ کر تعلقات منقطع نہ کر لو بلکہ ان سے درگزر کرو اور انہیں سمجھاؤ کہ وہ آئندہ غلطی سے اجتناب کریں، تمہاری اس درگزر کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا کیونکہ وہ بہت بخشنے والا ہے۔

[۱۵] مال اور اولاد جس طرح اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اسی طرح وہ انسان کے لئے آزمائش بھی ہیں اور جو شخص مال و اولاد کی محبت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے اور جو مال و اولاد کی محبت میں اللہ تعالیٰ کا نافرمان بن جاتا ہے ظاہر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہے گا۔

[۱۶] یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے میں اپنی طرف سے پوری کوشش کرو اور جو کام تمہاری طاقت سے باہر ہو اس کے بارے میں تم سے باز پرس نہیں ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔ (قرآن: ۲۸۶:۲)

[۱۷] اگر تم فلاح دارین چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا کرو اور بخل نہ کیا کرو کیونکہ بخل ایک ایسا مرض ہے جو انسان کو خود غرض بنا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی کوتاہی کرنے لگتا ہے اور حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر مال جمع کرنے میں سرگرم رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظلم سے بچو کیونکہ ظلم روز قیامت کے

Marfat.com

اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا یُّضٰعِفۡہُ لَکُمۡ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ شَکُوۡرٌ حَلِیۡمٌ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دو تو وہ اسے تمہارے لئے کئی گنا کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان بڑا بردبار ہے۔ [۱۸]

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَ الشَّہَادَۃِ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، وہ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے۔

اندھیرے ہیں، اور بے حیائی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کو پسند نہیں فرماتا، اور بخل (شح) سے بچو کیونکہ اس (بخل) نے تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا۔ بخل نے ان کو ظلم کا حکم دیا تو وہ ظلم کرنے لگے، جب انہیں فسق و فجور کا حکم دیا تو وہ فسق و فجور کرنے لگے اور جب انہیں قطع رحمی کا حکم دیا تو وہ قطع رحمی کرنے لگے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۹)

[۱۸] اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دو گے تو وہ تمہارے لئے اس کا اجر کئی گنا زیادہ کر دے گا اور اس کی برکت سے تمہاری خطائیں بھی بخش دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان ہے اور نیکی کرنے والوں کی صحیح قدر دانی کرتا ہے۔

قرض حسن سے کیا مراد ہے؟

قرض حسن سے مراد وہ قرض ہے جس پر سود نہ ہو، مثال کے طور پر اگر ایک انسان کسی حاجت مند کو ایک ہزار پونڈ قرض حسن دے تو مقروض پر لازم ہے کہ وہ وقت مقرر پر ایک ہزار پونڈ قرض دہندہ کو واپس کرے۔ اب ذرا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا اندازہ کریں کہ وہ بے نیاز ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہے، وہ خود انسان کو مال عطا کرتا ہے اور پھر اسے فرماتا ہے کہ اس کا اکثر حصہ اپنے لئے رکھ لے مگر اس کا کچھ حصہ دوسرے انسانوں کی بہتری پر خرچ کر دے۔ اس سے فائدہ تو بنی نوع انسان اٹھائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ وہ اس کو اپنے ذمہ قرض حسن قرار دے رہا ہے اور وہ اس کے اجر کو کئی گنا بڑھا کر اس وقت واپس کرے گا جب انسان کو اس کی بہت زیادہ ضرورت ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حلال کی کمائی سے ایک کھجور کے دانہ کے برابر صدقہ کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ اور حلال صدقہ ہی قبول فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پاکیزہ صدقہ کو اپنے دست قدرت کے ساتھ قبول فرماتا ہے، پھر اس صدقہ کو صدقہ دینے والے کے لئے بڑھاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے حتیٰ کہ وہ (تھوڑا سا) صدقہ بڑھ کر (قیامت کے دن) پہاڑ کے برابر بن جائے گا۔

(بخاری: ۱۴۱۰: کتاب الزکوۃ: باب ۸)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از عصر بروز جمعہ ۱۵/اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۶ ذو القعدہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۳ تا ۱۵/اکتوبر یعنی دو دنوں میں سورہ تغابن کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الطلاق (۶۵)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''طلاق'' ہے کیونکہ اس میں طلاق کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

طلاق

طلاق اور عدت کے کچھ مسائل سورہ بقرہ، سورہ نساء اور سورہ احزاب میں گزر چکے ہیں اور بقیہ کچھ مسائل کا اس سورت میں ذکر کیا گیا ہے، مثلاً ان ایام میں طلاق دی جائے جن میں اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ اس سورت کی پہلی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق نہ دے اور نہ اس طہر میں طلاق دے جس میں وہ بیوی کے ساتھ مباشرت کر چکا ہو، بلکہ اسے چھوڑے رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے فارغ ہو کر پاک ہو جائے تو پھر اسے ایک طلاق دے۔ (تفسیر ابن جریر طبری: سورہ طلاق (۶۵): زیر آیت نمبر ۱)

عدت

اس سورت کی چوتھی آیت میں تین قسم کی عورتوں کی عدت کا بیان ہے:

۱۔ جن عورتوں کا بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو جائے ان کی عدت تین مہینے ہے۔

۲۔ جن عورتوں کو کم عمری کی وجہ سے ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا ان کی عدت بھی تین مہینے ہے۔

۳۔ حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے یعنی جس دن بچہ پیدا ہوا اسی دن ان کی عدت ختم ہو جائے گی چاہے طلاق کے دوسرے دن ہی بچہ پیدا ہو جائے۔

ایمان اور عمل صالح

طلاق اور عدت کے مسائل بیان کرنے کے بعد مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کی پاسداری کریں، گزشتہ قوموں کی سرکشی اور ان کی تباہی سے عبرت حاصل کریں، خلوص دل سے ایمان لائیں اور نیک اعمال کر کے دائمی جنتوں کا مستحق قرار پائیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت

اس سورت کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا بیان فرمایا ہے یعنی اس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا ہے اور ان دونوں کے درمیان اللہ تعالیٰ ہی کا حکم نافذ العمل ہے، کوئی چیز اس کی حکمرانی سے باہر نہیں ہے۔ اگر تم اس نظام کائنات میں غور و فکر کرو تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعۃ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز ہفتہ ۱۶/ اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۷ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

ایاتہا ١٢ ٦٥ سورۃ الطلاق مدنیۃ ٩٩ رکوعاتہا ٢

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحۡصُوا الۡعِدَّةَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ

١۔ اے نبی! (آپ مسلمانوں سے فرمادیں:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں طلاق دو [١] اور عدت کو شمار

[١] اس آیت میں خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ سے ہے مگر یہ حکم ساری امت کے لئے ہے یعنی اے مسلمانو! جب تم طلاق دینے کا پختہ ارادہ کرلو تو عورت کی عدت کا خیال رکھو یعنی ان ایام میں طلاق دو جن میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔

طلاق دینے کے ایام

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق نہ دے اور نہ اس طہر میں طلاق دے جس میں وہ بیوی کے ساتھ مباشرت کر چکا ہو، بلکہ اسے چھوڑے رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے فارغ ہو کر پاک ہو جائے تو پھر اسے ایک طلاق دے۔ (تفسیر ابن جریر طبری: سورہ طلاق (٦٥): زیر آیت نمبر ١)

حضرت سالم ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے انہیں فرمایا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی۔ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ واقعہ ذکر کیا تو اس پر رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا: اس کو اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہیے، پھر اس کو اپنے پاس روکے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر اس کو دوسرا حیض آئے، پھر وہ پاک ہو جائے، پھر اگر اس نے طلاق دینی ہو تو اسے طہر کی حالت میں مباشرت کرنے سے پہلے طلاق دے، پس یہ وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔
(بخاری: ٤٩٠٨: کتاب تفسیر القرآن: سورہ طلاق: باب ١)

حیض کے ایام میں طلاق نہ دینا

حیض کے ایام میں میاں بیوی کے درمیان کشش کے جذبات ماند پڑ جاتے ہیں، مرد جماع سے محروم رہتا ہے اور عورت کا مزاج بھی معمول پر نہیں رہتا۔ ان ایام میں اگر میاں بیوی کے درمیان کوئی تلخ کلامی ہو جائے تو جلد طلاق کی نوبت آسکتی ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ ان ایام میں طلاق نہ دے بلکہ حیض سے فارغ ہونے کا انتظار کرے اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے درمیان جو طبعی کشش رکھی ہے وہ جوش میں آجائے اور دونوں اکٹھا رہنے پر آمادہ ہو جائیں۔ نیز اگر حیض کے ایام میں طلاق دی جائے تو وہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا بلکہ اس کے علاوہ تین حیض کا انتظار کرنا پڑے گا۔ اس سے عورت کی عدت بڑھ جائے گی، یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف عورت کی عدت تین حیض کے بجائے چار حیض بن جائے گی۔

Marfat.com

طہر کے ایام میں مباشرت سے پہلے طلاق دینا

اگر ایسے طہر میں طلاق دی جس میں مباشرت ہو چکی ہو تو میاں بیوی میں سے کسی کو علم نہیں ہوتا کہ اس مباشرت سے حمل قرار پا چکا ہے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے حمل قرار پا چکا ہو اور طلاق دینے کے بعد جب انہیں علم ہوگا تو وہ دونوں پچھتائیں گے کہ ان کے اس بچے کا مستقبل کیا ہوگا؟ لہٰذا اسے اس طہر میں طلاق نہیں دینی چاہیے جس میں اس نے مباشرت کی ہو۔

طلاق کی حیثیت

کوشش کے باوجود اگر میاں بیوی میں صلح کی کوئی صورت نہ نکل سکے تو پھر طلاق یا خلع کے ذریعہ دونوں علیحدہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا کارساز ہے۔ عین ممکن ہے کہ مرد کو اپنی پسند کی دوسری بیوی اور عورت کو اپنی پسند کا دوسرا خاوند مل جائے۔

☆ حضرت ابن عمر بیان ﷛ کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال (کاموں میں) سب سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ عمل طلاق ہے۔ (ابوداؤد: ۲۱۷۸: کتاب الطلاق: باب ۳) لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے کیونکہ بعض دفعہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ فریقین کی بہتری اسی میں ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔

☆ حضرت علی ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شادی کیا کرو اور طلاق نہ دیا کرو کیونکہ طلاق دینے سے اللہ تعالیٰ کا عرش لرز جاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ طلاق (٦٥): زیر آیت نمبر ۱)

☆ حضرت معاذ بن جبل ﷛ بیان کرتے ہیں کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے زمین پر جو کچھ پیدا فرمایا ہے ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب غلاموں کو آزاد کرنا ہے اور زمین پر جو کچھ پیدا کیا ہے ان میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: ۳۲۹۴: کتاب النکاح: باب الخلع والطلاق)

تین طلاقوں کا حق

زمانہ جاہلیت میں طلاق اور رجوع کی کوئی حد مقرر نہ تھی جس عورت سے اس کا شوہر ناراض ہو جاتا وہ اس کو بار بار طلاق دیتا اور عدت گزرنے سے پہلے رجوع کر لیتا، اس طرح نہ اسے بساتا اور نہ آزاد کرتا۔ قرآن مجید نے اس ظلم کا راستہ بند کر دیا اور خاوند کے حق طلاق کو تین بار تک محدود کر دیا۔ ایک بار طلاق دینے کے بعد بھی اور دوسری بار طلاق دینے کے بعد بھی اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے۔ خاوند کو اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کے لئے یہ کافی وقت ہے، لیکن اگر تیسری بار بھی طلاق دے دی تو یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ وہ اس عورت کو کسی قیمت پر اپنے ساتھ رکھنے کے لئے تیار نہیں ہے، لہٰذا اب اسے رجوع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس نازک موقع پر بھی قرآن مجید خاوند کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ آخری طلاق دیتے وقت حسن سلوک کا مظاہرہ کرے اور اگر فارغ کر ہی دیا ہے تو جو چیزیں اس نے آج تک اپنی اس بیوی کو مہر یا ہدیہ کے طور پر دی تھیں وہ واپس نہ لے بلکہ ہو سکے تو مزید کچھ خدمت کر کے اس کی دلجوئی کرے۔

طلاق کی اقسام

احناف کے نزدیک طلاق کی تین قسمیں ہیں:

Marfat.com

رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا
کرو، [۲] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے،

طلاق احسن

شوہر اپنی بیوی کو ایسے طہر میں صرف ایک طلاق دے جس میں اس نے مباشرت نہ کی ہو، پھر عدت گزرنے تک دوسری طلاق نہ دے تو عدت گزرنے کے بعد نکاح ٹوٹ جائے گا۔ طلاق دینے کا یہ سب سے اچھا طریقہ ہے کیونکہ اس میں دوران عدت مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد فریقین کی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

طلاق حسن

شوہر اپنی بیوی کو ایسے طہر میں ایک طلاق دے جس میں اس نے مباشرت نہ کی ہو اور جب ایک حیض گزر جائے تو مباشرت کئے بغیر دوسری طلاق دے اور جب دوسرا حیض گزر جائے تو مباشرت کئے بغیر تیسری طلاق دے، اس کے بعد جب تیسرا حیض گزر جائے تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔ طلاق دینے کا یہ طریقہ بھی اچھا ہے کیونکہ تیسری طلاق دینے سے پہلے مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے مگر تیسری طلاق کے بعد شوہر اب نہ رجوع کرسکتا ہے اور نہ نکاح، البتہ یہ عورت کسی اور سے نکاح کر لے۔ دوسرے خاوند کے ساتھ وقت گزارے اور جماع بھی کرے اور دوسرا خاوند اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے یا فوت ہوجائے تو اس کے بعد زوجِ اول سے اس کا نکاح جائز ہوگا بشرطیکہ انہیں یہ گمانِ غالب ہو کہ آئندہ زوجیت کے شرعی حقوق پورے کرسکیں گے، لیکن اگر کوئی شخص اپنی مطلقہ بیوی کو اپنے لئے حلال کرنے کی خاطر کسی سے اس شرط پر نکاح کرائے کہ وہ اسے طلاق دے دے گا تو یہ سراسر ناجائز فعل ہے، کوئی غیرت مند انسان اس کو گوارا نہیں کرسکتا۔

طلاق بدعی

شوہر اپنی بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس نے مباشرت کی ہو یا ایک مجلس میں تین طلاقیں دے یا حیض کے ایام میں طلاق دے۔ طلاق بدعی کسی صورت میں ہو اس کا دینے والا گناہگار ہوگا لیکن وہ طلاق واقع ہوجائے گی۔

نوٹ:

مذکورہ تینوں اقسام (یعنی طلاق احسن، طلاق حسن اور طلاق بدعی) کا تعلق اس عورت سے ہے جس کو حیض آتا ہو اور اس کے ساتھ مباشرت بھی ہوچکی ہو اور اس کا حمل ظاہر نہ ہوا ہو، لیکن جس عورت کا بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہوگیا ہو یا کم عمری کی وجہ سے ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا تو اسے مباشرت کے بعد بھی طلاق دی جاسکتی ہے کیونکہ اس کے حاملہ ہونے کا امکان نہیں ہے، اور جس عورت کے ساتھ بالکل مباشرت نہیں ہوئی اسے حیض اور طہر دونوں ایام میں طلاق دی جاسکتی ہے، اور اگر عورت حاملہ ہو تو اسے بھی مباشرت کے بعد طلاق دی جاسکتی ہے کیونکہ اس کا حاملہ ہونا معلوم ہوچکا ہے۔ ان عورتوں کو بھی طلاق دینے کا احسن طریقہ یہ ہے کہ صرف ایک طلاق دے اور عدت گزرنے کے بعد عورت علیحدہ ہوجائے اور حسن طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک مہینہ بعد ایک ایک طلاق دے اور تین ماہ کے بعد عورت علیحدہ ہوجائے۔

[۲] عدت سے مراد وہ ایام ہیں جو عورت طلاق یا خاوند کی موت کے بعد گزارتی ہے۔ عدت کے ایام کو اچھی طرح شمار کرو کیونکہ عدت

Marfat.com

يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ①

[۳] (اور عدت کے دنوں میں) تم انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں سوائے اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کر بیٹھیں، [۴] اور یہ اللہ تعالیٰ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے تو بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، تو نہیں جانتا شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی اور صورت پیدا کردے۔ [۵]

پوری ہونے کے بعد عورت کسی اور سے نکاح کرسکتی ہے اور عدت کے اندر پہلی اور دوسری طلاق کی صورت میں مرد رجوع کرسکتا ہے اور اگر عدت کی ابتدا اور انتہا کو یاد نہ رکھا گیا تو عورت کے نکاح ثانی اور مرد کے رجوع میں پیچیدگی پیدا ہوسکتی ہے۔

عدت کی مدت

☆ جس عورت کو حیض آتا ہو، شوہر نے اس کے ساتھ مباشرت کی ہو اور وہ حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے۔

☆ اگر کسی عورت کو جماع سے پہلے ہی طلاق مل جائے تو اس کے لئے کوئی عدت نہیں، جب چاہے دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ (قرآن: ۳۳:۴۹)

☆ جس مطلقہ عورت کو کم عمری یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ (قرآن: ۶۵:۴)

☆ مطلقہ عورت اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے (چاہے دوسرے دن ہی وضع حمل ہو جائے)۔ (قرآن: ۶۵:۴)

☆ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ (قرآن: ۲:۲۳۴) ہر قسم کی عورت کو خاوند کے غم میں یہ مدت پوری کرنی چاہیے سوائے حاملہ کے کیونکہ اس کی عدت وضع حمل ہے۔

[۳] یہاں پر میاں بیوی کو خصوصی تنبیہ کی جارہی ہے کہ وہ طلاق اور عدت کے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں یعنی طلاق اچھے طریقہ سے دیں اور عدت کو پوری احتیاط سے شمار کریں اور کسی کے سامنے غلط بیانی نہ کریں کیونکہ بالآخر انہیں ایک دن اپنے رب کے پاس جانا ہے اور وہ سب کے اعمال اور احوال خوب جانتا ہے۔

[۴] مردوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دینے کے فوراً بعد گھروں سے نہ نکالیں اور نہ ہی وہ عورتیں فوراً نکل کھڑی ہوں بلکہ وہ عدت اسی گھر میں گزاریں کیونکہ عدت کے دوران عورتوں کی خوراک، پوشاک اور رہائش کی ذمہ داری خاوند پر ہے۔ نیز اکٹھا رہنے سے طلاق رجعی کی صورت میں ممکن ہے دونوں کے دل میں دوبارہ محبت پیدا ہو جائے اور خاوند طلاق سے رجوع کرلے، لیکن اگر عورت بدکاری یا بدزبانی کے ذریعہ گھر کا سکون برباد کردے تو پھر خاوند اس کو گھر سے نکالنے کا حق رکھتا ہے۔ اسی طرح جس عورت کو تین طلاقیں مل جائیں اس کو بھی سابقہ خاوند کے گھر سے چلا جانا چاہیے کیونکہ اس کے شوہر نے رجوع کا حق ختم کردیا ہے۔

[۵] گزشتہ احکام وہ حدود ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں۔ جو میاں بیوی ان حدود سے تجاوز کریں گے وہ اپنی جانوں پر ظلم

Marfat.com

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ۬ وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ۝۲

۲۔ پھر جب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا انہیں بھلائی کے ساتھ جدا کر دو [۶] اور اپنوں میں سے دو عادل مردوں کو گواہ بنا لو اور اللہ تعالیٰ کے واسطے ٹھیک ٹھیک گواہی دو، [۷] ان باتوں سے اسی شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کا راستہ بنا دیتا ہے۔ [۸]

کریں گے اور دنیا و آخرت میں نقصان اٹھائیں گے، اور جو میاں بیوی ان حدود کی پاسداری کریں گے اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور بہتر صورت پیدا فرمادے گا یعنی طلاق رجعی کی صورت میں ممکن ہے انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور خاوند طلاق سے رجوع کر لے اور اس طرح ان کا برباد گھر پھر سے آباد ہو جائے، اور مستقل طلاق کی صورت میں عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کو کوئی اور بہتر ساتھی عطا فرمادے۔

[۶] طلاق رجعی کی صورت میں جب عدت پوری ہونے لگے تو پوری سنجیدگی سے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرو اور اگر تم نیک نیتی سے اسی عورت کو رکھنا چاہو تو عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لو اور باہمی محبت کے ساتھ زندگی گزارو۔ بصورت دیگر عدت پوری ہونے کے بعد بھلائی کے ساتھ اسے جدا کر دو اور طعن و تشنیع اور لڑائی جھگڑے سے اجتناب کرو، اور اگر ہو سکے تو اس کی کچھ مالی امداد بھی کر دو تا کہ اسے کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

[۷] جب تم اپنی بیوی کو طلاق دو یا اس سے رجوع کرو تو دونوں صورتوں میں دو معتبر مردوں کو گواہ مقرر کر لو۔ اگرچہ گواہ مقرر کرنا فرض نہیں ہے اور گواہوں کے بغیر بھی طلاق اور رجوع درست ہے مگر گواہ بنانا افضل ہے تا کہ اگر فریقین میں اختلاف اور نزاع پیدا ہو تو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو، اور جب گواہی کی ضرورت پڑے تو گواہوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور ٹھیک ٹھیک گواہی دینی چاہیے۔

[۸] جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور مشکلات کے باوجود اس کے احکام پر عمل پیرا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکلات سے نجات کے اسباب پیدا فرمادے گا اور اسے وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوگا۔

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک ایسی آیت کو جانتا ہوں کہ اگر تمام لوگ اس پر عمل کریں تو وہ آیت انہیں کافی ہوگی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی آیت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کا راستہ بنا دیتا ہے۔)

(ابن ماجة: ۴۲۲۰: ابواب الزهد: باب ۲۴)

Marfat.com

وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ③

۳۔ اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ [۹]

وَ الّٰٓئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّ

۴۔ اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں (ان کی عدت کے بارہ میں) شبہ ہو تو ان کی

☆ حضرت جابر بن عبداللہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ عوف بن مالک اشجعی ﷛ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اپنی غربت کا شکوہ کیا اور عرض کیا: میرے بیٹے سالم کو دشمنوں نے قید کر لیا ہے، اس کی ماں سخت پریشان ہے، سو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو، صبر کرو، میں تجھے اور تیری بیوی کو حکم دیتا ہوں کہ تم دونوں کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا ورد کیا کرو۔ پھر وہ اپنے گھر آیا اور اپنی بیوی کو کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور تجھے حکم دیا ہے کہ ہم کثرت کے ساتھ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھا کریں۔ اس کی بیوی نے کہا: آپ ﷺ نے جس چیز کا ہمیں حکم دیا ہے وہ بہت ہی عمدہ ہے۔ پس وہ دونوں اس کلمہ کا ورد کرنے لگے تو اس کی برکت سے دشمن ان کے بیٹے سے اس قدر غافل ہو گئے کہ وہ ان کی بکریاں بھگا کر اپنے باپ کے پاس آ گیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر قرطبی: سورہ طلاق (۶۵): زیر آیت نمبر ۲)

☆ حضرت جابر ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھا کرو کیونکہ یہ ۹۹ تکلیفوں اور بیماریوں کو دور کرتا ہے جن میں سے ادنیٰ تکلیف غم اور فکر ہے۔

(الجامع الصغیر: امام جلال الدین السیوطی: جلد اول: ص ۶۷)

☆ اس آیت کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی نے دینی اور دنیاوی منافع کے حصول اور مشکلات کے حل کے لئے یہ وظیفہ بتایا کہ ہر روز پانچ سو مرتبہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھے اور اول و آخر ایک ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھے۔ (تفسیر مظہری: سورہ طلاق (۶۵): زیر آیت نمبر ۲)

[۹] جو مومن اپنی پوری جدوجہد کرنے کے بعد نتائج کے ظہور کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، وہ جو چاہے کر لیتا ہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، مگر ہر چیز پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کے علم اور لوح محفوظ میں مقدر ہے اور اپنے وقت پر اسی کے مطابق وجود میں آتی ہے۔ توکل کے متعلق تفصیلی بیان کے لئے گزشتہ سورت یعنی تغابن کی آیت نمبر ۱۳ کا حاشیہ نمبر ۱۳ ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

اڵّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ④

عدت تین مہینے ہے اور اسی طرح ان عورتوں کی بھی جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا، اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے، [۱۰] اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کام میں آسانی پیدا فرما دیتا ہے۔

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَ یُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ⑤

۵۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو اس سے دور کر دیتا ہے اور اس کے ثواب کو بڑھا دے گا۔ [۱۱]

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْهِنَّ ؕ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ

۶۔ تم ان (مطلقہ) عورتوں کو وہیں ٹھہراؤ جہاں تم خود اپنی حیثیت کے مطابق رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لئے تکلیف نہ پہنچاؤ، [۱۲] اور اگر وہ حاملہ ہوں تو

---

[۱۰] اس آیت میں تین قسم کی عورتوں کی عدت کا بیان ہے:

۱۔ عام طور پر عدت کی مدت حیض کے ساتھ شمار کی جاتی ہے مگر جن عورتوں کا بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو جائے تو ان کے متعلق کسی شبہ میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے کہ ان کی عدت تین مہینے ہے۔

۲۔ جن عورتوں کو کم عمری کی وجہ سے ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا تو ان کی عدت بھی تین مہینے ہے۔

۳۔ حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے یعنی جس دن بچہ پیدا ہو اسی دن ان کی عدت ختم ہو جائے گی چاہے طلاق کے دوسرے دن ہی بچہ پیدا ہو جائے۔

[۱۱] جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور مشکلات کے باوجود اس کے نازل کردہ احکام پر عمل پیرا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملات میں آسانیاں پیدا کر دیتا ہے، اس کی برائیوں کو مٹا دیتا ہے اور اس کے اجر و ثواب کو بڑھا دیتا ہے۔

[۱۲] احناف کے نزدیک ہر قسم کی عدت گزارنے والی عورت کی رہائش، خوراک اور پوشاک کی ذمہ داری خاوند پر ہے، البتہ جو عورت طلاق رجعی کی عدت گزار رہی ہو، مرد کو چاہیے کہ اسے اپنے مکان میں جگہ دے اور وہاں اسے کوئی ایسی تکلیف نہ پہنچائے جس سے تنگ آ کر وہ گھر چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔ اس طرح اکٹھا رہنے سے ممکن ہے طبعی کشش جوش مارے اور وہ طلاق سے رجوع کر لے اور برباد ہونے والا گھر پھر سے آباد ہو جائے، مگر جس عورت کو تین طلاقیں ہو چکی ہیں اب اس کے ساتھ براہ راست رجوع نہیں ہو سکتا، اس لئے مرد کو چاہیے کہ ایسی عورت کے لئے اپنی حیثیت کے مطابق علیحدہ رہائش کا

Marfat.com

حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ
فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ
بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ
اُخْرٰى ؕ۶

وضع حمل تک ان پر خرچ کرتے رہو، اور اگر وہ تمہاری خاطر (بچے کو) دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت دو اور آپس میں دستور کے مطابق مشورہ کر لیا کرو، اور اگر تم آپس میں دشواری محسوس کرو تو بچے کو کوئی دوسری عورت دودھ پلائے گی۔ [۱۳]

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ
عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا
يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ
اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۧ۷ ع

۷۔ صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ اسی میں سے (اپنی حیثیت کے مطابق) خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے، اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس نے اس کو دیا ہے، [۱۴] عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد فراخی پیدا فرمائے گا۔ [۱۵]

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا
وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ

۸۔ اور بہت سی بستیوں والوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی تو ہم نے ان کا

انتظام کرے کیونکہ اکٹھا رہنے سے اگر طبعی کشش نے جوش مارا تو شریعت میں اب مباشرت کی اجازت نہیں ہے۔

[۱۳] حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے، لہٰذا بچہ پیدا ہونے تک اس عورت کی رہائش، لباس اور خوراک کا ذمہ دار مرد ہے۔ جب بچہ پیدا ہو جائے تو بچے کی پرورش اور اس کو دودھ پلانے کا ذمہ دار باپ ہے اور بچے کی ماں عدت گزرنے کی وجہ سے اس کی بیوی نہیں بلکہ اجنبی ہو گئی ہے، اس لئے اب باپ بچے کی ماں کو مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ ضرورات دودھ پلائے۔ اگر وہ دودھ پلانے پر رضامند ہو جائے تو مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق اس کو مناسب معاوضہ ادا کرے اور عورت بھی مرد کی حیثیت سے زیادہ کا مطالبہ نہ کرے، لہٰذا دونوں کو باہمی مشورہ سے مناسب معاوضہ طے کر لینا چاہیے، اور اگر ان کے درمیان کسی معاوضہ پر اتفاق نہ ہو سکے تو پھر مرد کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لئے مقرر کر سکتا ہے۔

[۱۴] مرد کو چاہیے کہ اگر وہ خوشحال ہے تو فراخدلی سے دودھ پلانے کا معاوضہ ادا کرے اور اگر وہ تنگ دست ہے تو وہ اپنی توفیق کے مطابق خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

[۱۵] جو شخص تنگدست ہے اسے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ استقامت کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھے اور امید رکھے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو فراخی اور وسعت عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝

سخت محاسبہ کیا اور ان کو بہت ہی سخت سزا دی۔ [١٦]

فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا
خُسْرًا ۝

٩۔ پس انہوں نے اپنی سرتابی کا مزہ چکھا اور ان کی سرتابی کا انجام خسارہ ہی ہوا۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۛۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ۟ قَدْ
اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝

١٠۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے (آخرت میں بھی) سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اے عقل والو! جو ایمان لائے ہو، بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ایک نصیحت نازل فرمائی ہے۔

رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ
لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ
وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ
اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝

١١۔ (یعنی ایک ایسا) رسول جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی روشن آیات پڑھ کر سناتا ہے تاکہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو وہ اس کو ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ نے اس (مومن) کو بہترین رزق عطا فرمایا ہے۔ [١٧]

---

[١٦] ان آیات میں مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم سے پہلے جن قوموں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے احکام سے سرتابی کی اور ظلم وستم اور کفر وشرک سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سخت سزا دی اور ان کا انجام ایسا خوفناک اور عبرتناک ہوا کہ انہیں ندامت اور خسارہ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہ حشر تو ان کے ساتھ اس دنیا میں ہوا اور آخرت کا دردناک عذاب ابھی ان کا انتظار کر رہا ہے۔

[١٧] پہلی قوموں کو اپنے رسولوں کی سرتابی سے جو خسارہ ہوا عقل مند ایمان والوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ایسا رسول بھیجا ہے جو تمہارے لئے مخلص ہے، تمہیں پند ونصائح کرتا ہے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے تاکہ تمہیں کفر وشرک اور ظلم وستم کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور سلامتی کی روشنی کی طرف لے آئے، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، صدق دل سے ایمان لاؤ اور نیک عمل کرو، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہیں دائمی جنتوں میں داخل فرمائے گا، اور مومن کے لئے یہ بہترین رزق اور بہترین انعام ہے۔

Marfat.com

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ
الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ
بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ
قَدِیْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ
عِلْمًا ع ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمانوں کو پیدا فرمایا اور ان کی طرح زمین کو بھی، ان کے درمیان (اللہ تعالیٰ ہی کا) حکم نازل ہوتا رہتا ہے تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے۔[۱۸]

---

[۱۸] جس طرح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا فرمایا ہے اسی طرح زمین کا خالق بھی وہی ہے۔ان دونوں کے درمیان اللہ تعالیٰ ہی کا حکم نافذ العمل ہے اور کوئی چیز اس کی حکمرانی سے باہر نہیں ہے۔اگر تم اس نظام کائنات میں غور وفکر کرو تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از فجر بروز بدھ ۲۰/اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۱ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۱۶ تا ۲۰/اکتوبر یعنی چار دنوں میں سورہ طلاق کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ التحریم (٦٦)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''تحریم'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت کے الفاظ لِمَ تُحَرِّمُ سے ماخوذ ہے۔

قسم توڑنا

اس سورت کے آغاز میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی حلال چیز کو نہ کھانے کی قسم کھالے تو وہ قسم توڑ دے یعنی وہ چیز کھا کر اس کا کفارہ ادا کر دے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن

اس سورت کی تیسری، چوتھی اور پانچویں آیات میں نبی کریم ﷺ کی پاک بیویوں کو ادب سکھایا جا رہا ہے کہ آپ بڑی خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام نبیوں کے سردار کی بیویاں ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ اب اس شرف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں اور اگر آپ سے کوئی ایسی کوتاہی سرزد ہوگئی جس کے بدلے میں نبی کریم ﷺ نے آپ کو اپنے شرف زوجیت سے محروم کر دیا تو اس میں آپ کا نقصان ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ آپ سے بہتر بیویاں عطا فرمادے گا۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کی ناراضگی کی وجہ سے اگر معاذ اللہ ان کو طلاق ہو جاتی اور دوسری بیویاں آپ ﷺ کے نکاح میں آجاتیں تو پھر وہ ان سے افضل ہو جاتیں۔ (تفسیر نور العرفان)

آگ سے بچو

اس سورت کی پانچویں آیت میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچائیں (یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن) ہم اپنے اہل و عیال کو کیسے بچائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں روکا ہے تم اپنے اہل و عیال کو بھی ان سے روکو اور جن کاموں کو کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تم انہیں بھی وہ کام کرنے کا حکم دو۔
(تفسیر قرطبی)

توبہ کرو

آیت نمبر ۸ میں توبہ کی ضرورت اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

Marfat.com

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

(ابن ماجۃ: ۴۲۵۰: ابواب الزھد: باب ۳۰)

کافر اور مومن عورتوں کی مثال

اس سورت کے آخر میں دو کافر عورتوں کی مثال دی گئی ہے جن کے شوہر اگرچہ پیغمبر تھے مگر پھر بھی وہ کفر پر قائم رہیں اور دو مومن عورتوں کی مثال دی گئی ہے جو مشکلات کے باوجود ایمان پر ثابت قدم رہیں۔ ان مثالوں کے ذریعہ اہل ایمان عورتوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنی مشکلات میں حضرت آسیہ کی مشکلات کو یاد کریں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از مغرب بروز بدھ ۲۰ر اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۱ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

ایاتہا ١٢ ٦٦ سُورَۃُ التَّحرِیمِ مَدَنِیَّۃٌ ١٠٧ رکوعاتہا ٢

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ①

۱۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔[۱]

[۱] وہ کون سی چیز تھی جس کے استعمال سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو روک لیا اور وہ چیز ان آیات کے نزول کا سبب بنی۔ اس سلسلے میں دو روایات بیان کی جاتی ہیں۔ میں یہاں پر اس روایت کو بیان کرتا ہوں جس کو علامہ قرطبی نے راجح اور زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ التحریم (٦٦): زیر آیت نمبر ۱)

مذکورہ روایت کتب حدیث میں مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہے، ان سب کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کے بعد اپنی بیویوں کے حجروں میں تشریف لے جاتے اور کھڑے کھڑے ان کی خبر گیری کرتے۔ ایک دفعہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کسی نے شہد کا تحفہ بھیجا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد جب ان کے پاس تشریف لاتے تو وہ آپ کو شہد پیش کرتیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہد نوش فرماتے، اس طرح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں معمول سے کچھ زیادہ قیام ہو جاتا۔ سب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی اور محبت جتنی زیادہ ہوتی ہے رقابت کا جذبہ بھی اتنا ہی زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس قیام کو کم کرنے کے لئے ایک حیلہ کیا اور آپس میں مشورہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے اٹھ کر ان میں سے جس کے ہاں تشریف لائیں وہ عرض کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغافیر نوش فرمایا ہے؟ (مغافیر ایک خاص قسم کے درخت کی گوند ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے طے شدہ پروگرام کے مطابق مغافیر کی بو کا ذکر کیا) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مغافیر نہیں لیا البتہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں شہد نوش کیا ہے۔ اس پر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: شاید کسی مکھی نے مغافیر کے درخت کا رس چوسا ہو اور اس وجہ سے شہد میں اس کی بو آ گئی ہو۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو سخت ناپسند تھی، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ ان کا زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں زیادہ دیر ٹھہرنا دوسری ازواج مطہرات کو ناگوار گزرا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خوشنودی کے لئے قسم کھالی کہ وہ آئندہ

Marfat.com

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝٢

۲۔ (اے مسلمانو!) بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کو کھولنے کا طریقہ (یعنی کفارہ) مقرر کر دیا ہے،[۲] اور اللہ تعالیٰ ہی تمہارا کارساز ہے اور وہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔

زینب رضی اللہ تعالی عنہا کے ہاں شہد نوش نہیں فرمائیں گے اور ساتھ ہی حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کو تاکید فرمائی کہ وہ کسی کو اس خبر سے آگاہ نہ کرے کیونکہ اس طرح زینب رضی اللہ تعالی عنہا کی دلآزاری ہوگی مگر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو یہ خبر بتادی، اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اس سارے معاملے سے آگاہ فرمادیا تو اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔

کسی حلال چیز کے بارے میں یہ عقیدہ قائم کرلینا کہ وہ حرام ہے اسلام میں ایسا عقیدہ رکھنا گناہ کبیرہ بلکہ کفر ہے اور کسی نبی سے اس کا صدور ممکن نہیں ہے کیونکہ ہر نبی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے لیکن اگر کسی کی دلجوئی یا کسی حکمت اور ضرورت کے پیش نظر اس کے استعمال سے اجتناب کیا جائے تو یہ کوئی گناہ نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ ہوسکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ کوئی خلاف اولیٰ کام بھی آپ سے سرزد نہ ہو کیونکہ خلاف اولیٰ کام بھی آپ ﷺ کے مقام رفیع کے لئے مناسب نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی نشاندہی کرنے کے ساتھ یہ بھی بتادیا کہ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں، ہم غفور رحیم ہیں، ہم نے آپ کی خلاف اولیٰ کو معاف کر دیا ہے۔

[۲] اگر کوئی شخص کسی حلال چیز کو نہ کھانے کی قسم کھالے تو وہ قسم توڑ دے یعنی وہ چیز کھا کر اس کا کفارہ ادا کردے۔

کفارہ کی مختلف صورتیں

۱۔ دس مسکینوں کو درمیانے درجے کا کھانا کھلانا جو وہ اپنے گھر والوں کو کھلاتا ہے۔

۲۔ دس مسکینوں کو کپڑے دینا ہے۔ کپڑوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کیسے اور کتنے ہوں، میرے نزدیک کھانے کی طرح یہ بھی درمیانے درجے کے ہونے چاہییں جو وہ اپنے گھر والوں کو پہناتا ہے۔

۳۔ غلام آزاد کرنا جو کہ موجودہ دور میں ناپید ہوچکا ہے کیونکہ اسلامی اصولوں کی برکت سے غلامی کا رواج بتدریج ختم ہوگیا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳ اور حاشیہ نمبر ۷ ملاحظہ کریں۔

۴۔ اگر مذکورہ تین صورتوں میں سے کسی ایک پر بھی قدرت نہ ہو تو تین دن کے لگاتار روزے رکھے جائیں تو بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی شان کریمی کا کیا کہنا۔ بندہ جرم کر کے اپنے نامۂ اعمال کو داغدار کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس داغ کو ڈھانپنے کی ایسی میٹھی سزا تجویز کرتا ہے جس سے اس کا جرم بھی چھپ جاتا ہے اور مسکینوں کو کھانا یا کپڑے دینے کی صورت

Marfat.com

وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③

۳۔ اور جب نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی سے ایک راز کی بات کہی، پھر جب اس بیوی نے (دوسری بیوی کو) اس راز کی خبر دے دی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس پر آگاہ کر دیا تو آپ ﷺ نے (اس بیوی کو) کچھ تو بتا دیا اور بقیہ کچھ بتانے سے اعراض کیا، پھر جب آپ ﷺ نے اس بیوی کو اس (افشائے راز) پر آگاہ کیا تو اس نے کہا: آپ کو یہ کس نے بتایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس نے بتایا جو سب کچھ جاننے والا خوب باخبر ہے۔[۳]

میں غریب پروری کے صلہ میں ان کی دعائیں لیتا ہے اور روزے رکھنے کی صورت میں روزے کی برکتوں سے فیضیاب ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:۔۔۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! روزے دار کے منہ سے جو بو آتی ہے بارگاہِ خداوندی میں وہ کستوری سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ (مسلم: ۲۷۰۴: کتاب الصیام: باب ۳۰) سبحان اللہ! بندہ ایک طرف اپنے گناہ معاف کرا رہا ہے اور دوسری طرف اس کے منہ کی بو خدا کے قرب اور خوشنودی کا سبب بن رہی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

[۳] نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا کہ وہ آئندہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں شہد نوش نہیں فرمائیں گے اور ساتھ ہی تاکید فرمائی کہ یہ راز کی بات ہے کسی اور کو نہ بتانا ورنہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دلآزاری ہوگی لیکن حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ راز بتا دیا، اور جب نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس بات کا کچھ حصہ بتا دیا جو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتائی تھی اور فرمایا کہ اس نے راز کو افشا کر دیا ہے تو وہ حیران ہوگئیں کہ انہوں نے تو صرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی اور کو بتانے والی نہیں تھیں کیونکہ وہ پہلے ہی مشورہ میں شامل تھیں، اس لئے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: آپ کو کس نے بتایا ہے؟ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے جو سب کچھ جانتا ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی جس کو ہم حدیث کہتے ہیں اور حدیث کا انکار کرنے والے قرآن مجید کا صحیح مقصد نہیں سمجھ سکتے۔

Marfat.com

اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَی اللّٰہِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُکُمَا ۚ وَ اِنۡ تَظٰہَرَا عَلَیۡہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ مَوۡلٰىہُ وَ جِبۡرِیۡلُ وَ صَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۚ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ بَعۡدَ ذٰلِکَ ظَہِیۡرٌ ۝۴

۴۔ اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرو (تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے) کیونکہ تم دونوں کے دل (ایک ہی طرف) جھک گئے ہیں، اور اگر نبی ﷺ کے خلاف تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہیں تو بے شک اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور ان کے علاوہ فرشتے بھی (آپ ﷺ کے) مددگار رہیں۔ [۴]

عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنۡ طَلَّقَکُنَّ اَنۡ یُّبۡدِلَہٗۤ اَزۡوَاجًا خَیۡرًا مِّنۡکُنَّ مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبۡکَارًا ۝۵

۵۔ اگر نبی ﷺ تم سب کو طلاق دے دیں تو عنقریب ان کا رب انہیں تمہارے بدلے میں تم سے بہتر بیویاں عطا فرمادے گا [۵] جو مسلمان، ایماندار، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ دار، بعض شوہر دیدہ (مطلقہ یا بیوہ) اور بعض کنواریاں ہوں گی۔

[۴] اس آیت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا سے خطاب کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا اگرچہ ہر مومن پر فرض ہے مگر تم دونوں کے دل ایک انتہا کی طرف مائل ہو گئے، تم رسول اللہ ﷺ کی پسند کا خیال نہ رکھ سکیں اور باہم مشورہ کر کے ایسی صورت حال پیدا کر دی جس سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچی ہے، لہٰذا تم دونوں توبہ کرو کہ آئندہ کوئی ایسا اقدام نہیں کرو گی جس سے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچے اور یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور یاد رکھو اگر تم نے توبہ کر کے نبی کریم ﷺ کو راضی نہ کیا تو اس سے نبی کریم ﷺ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا مددگار ہے اور جبریل امین، نیک ایمان والے اور فرشتے بھی آپ ﷺ کے مددگار ہیں، جن کا مددگار اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور ایمان والے ہوں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

[۵] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی پاک بیویوں کو ادب سکھایا جا رہا ہے کہ آپ بڑی خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام نبیوں کے سردار کی بیویاں ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ اب اس شرف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں اور اگر آپ سے کوئی ایسی کوتاہی سرزد ہو گئی جس کے بدلے میں نبی کریم ﷺ نے آپ کو اپنے شرف زوجیت سے محروم کر دیا تو اس میں آپ کا نقصان ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ آپ سے بہتر بیویاں عطا فرمادے گا۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنھن تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کی ناراضگی کی وجہ سے اگر معاذ اللہ ان کو طلاق ہو جاتی اور دوسری بیویاں

Marfat.com

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا قُوٓا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا

٦۔ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں[٦] جس پر سخت مزاج اور طاقتور فرشتے مقرر

آپ ﷺ کے نکاح میں آجاتیں تو پھر وہ ان سے افضل ہو جاتیں۔ (تفسیر نور العرفان)

[٦] اس آیت میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں۔

☆ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچائیں (یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن) ہم اپنے اہل وعیال کو کیسے بچائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں روکا ہے تم اپنے اہل وعیال کو بھی ان سے روکو اور جن کاموں کو کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تم انہیں بھی وہ کام کرنے کا حکم دو۔ (تفسیر قرطبی)

☆ اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نیک اعمال کر کے اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ اور نیک وصیت کر کے اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔ (تفسیر قرطبی)

☆ علامہ قرطبی نے الکیا کا قول نقل کیا ہے: ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنی اولاد اور اپنے اہل خانہ کو دین کی تعلیم دیں، انہیں اچھی باتیں بتائیں اور انہیں ضروری ادب وہنر کی تعلیم دیں۔ (تفسیر قرطبی)

ماں باپ کی اصلاح کے لئے چند احادیث

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، سربراہ مملکت اپنے عوام کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے عوام کے متعلق سوال کیا جائے گا، مرد اپنی بیوی کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی بیوی کے متعلق سوال کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے گھر کے متعلق سوال کیا جائے گا، خادم اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا، ایک شخص اپنے باپ کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا اور تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (بخاری: ٨٩٣: کتاب الجمعۃ: باب ١١)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز پڑھتے، پس جب وتر پڑھتے تو فرماتے: اے عائشہ! اٹھو اور وتر پڑھو۔ (مسلم: ١٧٣٤: صلاۃ المسافرین: باب ١٧)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس مرد پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھے، پھر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی (نماز کے لئے) اٹھائے اور اگر وہ (اٹھنے سے) انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھے، پھر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو اٹھائے اور اگر وہ انکار

Marfat.com

مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ⑥

ہیں، اللہ تعالیٰ جو انہیں حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔[۷]

کرے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ (ابوداؤد:۱۳۰۸:کتاب التطوع:باب ۱۸)

☆ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص رات کو اپنی بیوی کو جگائے، پھر دونوں نماز پڑھیں یا دو رکعت مل کر نماز پڑھیں تو ان دونوں کو ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد:۱۳۰۹:کتاب التطوع:باب ۱۸)

اولاد کی تعلیم و تربیت

☆ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہاری اولاد کی عمر سات سال ہو جائے تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مار کر نماز پڑھاؤ اور ان کے بستر علیحدہ کر دو۔ (ابوداؤد:۴۹۵:کتاب الصلاۃ:باب ۲۶)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر یہ اس کے والدین ہیں جو اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (بخاری:۱۳۵۹:کتاب الجنائز:باب ۸۰)

☆ حضرت ایوب بن موسیٰ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باپ کی طرف سے بیٹے کے لئے بہترین تحفہ یہ ہے کہ وہ اس کو اچھا علم اور اچھا ادب سکھائے۔

(ترمذی:۱۹۵۲:ابواب البر:باب ۳۳)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی ایک بیٹی ہوئی اس نے اس کو ادب سکھایا اور اچھا ادب سکھایا اور اس کو علم سکھایا اور اچھا علم سکھایا، نیز اللہ تعالیٰ نے جو اس کو نعمتیں دیں ان نعمتوں میں سے اس نے اپنی بیٹی کو بھی نعمتیں دیں تو اس کی وہ بیٹی اس کے لئے جہنم سے پردہ اور حجاب ہو جائے گی۔

(حلیۃ الاولیاء: حدیث نمبر ۶۳۴۸: ج ۵: ص ۶۷، کنزالعمال: حدیث نمبر ۴۵۳۹۱: ج ۱۶: ص ۴۵۲)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ اور موت کے وقت بھی لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو کیونکہ جس شخص کا سب سے پہلا اور سب سے آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو اگر وہ ہزار سال بھی زندہ رہے تو اس سے کسی ایک گناہ کے بارے میں بھی سوال نہیں ہوگا۔

(کنزالعمال: ۴۵۳۳۲: جلد ۱۶: ص ۴۴۱)

[۷] دوزخ کی آگ پر جو فرشتے مقرر کئے گئے ہیں وہ بڑے سخت مزاج ہیں، کسی کی چیخ و پکار انہیں متاثر نہیں کر سکتی، اور وہ بڑے طاقتور ہیں کوئی ان کی گرفت سے بھاگ نہیں سکتا۔ سارے فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

۷۔ اے کافرو! آج کے دن کوئی عذر پیش نہ کرو، تمہیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔[۸]

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

۸۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی طرف خالص توبہ کرو، [۹] امید ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں دور کردے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل فرمائے گا

[۸] قیامت کے دن کفار اپنا انجام بد دیکھ کر بہانہ سازی کی کوشش کریں گے تو انہیں صاف صاف بتادیا جائے گا کہ تم نے دنیا میں دانستہ سرکشی کی تھی، لہٰذا اب کسی عذر کی کوئی گنجائش نہیں ہے، تاہم تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی صرف انہی کرتوتوں کی تمہیں سزادی جائے گی جو تم خود کیا کرتے تھے۔

[۹] جب کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی دانستہ یا نادانستہ سے نافرمانی کر بیٹھے تو جونہی اسے اپنی کوتاہی کا احساس ہو فوراً توبہ کرے، کیونکہ گناہوں کی کثرت انسان کو مایوسی وخودکشی یا ظلم وستم کے راستہ پر گامزن کردیتی ہے جبکہ توبہ سے خدا کی رضا اور دل کا اطمینان نصیب ہوتا ہے اور انسان گناہوں کو بھلا کر ایک نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ ویسے بھی خطا کرنے کے بعد اس پر اصرار کرنا اور توبہ نہ کرنا شیطان کی خصوصیت ہے اور خطا ہوجانے کے بعد اس پر نادم ہونا اور توبہ کرنا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے، لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ وہ شیطان کی حماقت سے بچے اور حضرت آدم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرے۔

توبہ کی تعریف

اسلام میں توبہ سے مراد یہ ہے کہ انسان برائی چھوڑ کر نیکی کا راستہ اختیار کرے اور درج ذیل شرائط کا خیال رکھے:

۱۔ انسان اپنے گناہ کا اعتراف کرے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اس گناہ پر دل سے ندامت کا اظہار کرے اس طرح کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

۲۔ اس گناہ کو فوراً چھوڑ دے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے۔

۳۔ اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو جس کا حق غصب کیا ہے اس کا ازالہ کرے اور جس کے ساتھ زیادتی کی ہے اس سے معافی مانگے۔ نیز نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ میں کوتاہی ہوئی ہو تو حسبِ استطاعت ان کے تدارک کا بھی انتظام کرے۔

توبہ کی فضیلت

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ابن آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ (ترمذی: ۲۴۹۹: صفۃ القیامۃ: باب ۴۹)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارے گناہوں کا انبار اتنا زیادہ ہو کہ وہ آسمانوں تک

Marfat.com

پہنچ جائے اس کے بعد بھی اگر تم توبہ کرلو تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردے گا۔ (ابن ماجۃ: ۴۲۴۸: ابواب الزھد: باب ۳۰)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ (ابن ماجۃ: ۴۲۵۰: ابواب الزھد: باب ۳۰)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، کیونکہ میں ایک دن میں اس کی طرف سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ (مسلم: ٦٨٥٩: کتاب الذکر: باب ۱۲)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے ساتھ مقرر فرشتوں کو اس کے گناہ بھلا دیتا ہے۔ اس کے اعضاء (ہاتھ پاؤں) کو اور زمین کے ان مقامات کو بھی اس کے گناہ بھلا دیتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس کے گناہ کا کوئی گواہ نہیں ہوگا۔ (الترغیب والترھیب: کتاب التوبۃ: جلد ۴: ص ۹۴)

میدانِ حشر میں جب انصاف کی عدالت قائم ہوگی تو اتمام حجت کے لئے فرشتے، اعضاء اور زمین کے مقامات گواہیاں دیں گے لیکن جس خوش نصیب نے سچی توبہ کرلی اللہ تعالیٰ ان گواہوں کو اس کے گناہ بھلا دے گا اور کوئی گواہ نہ ہونے کے باعث اس کی نجات ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی انسان سچی توبہ کرلے تو اسے گزشتہ گناہوں کا طعنہ نہیں دینا چاہیے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو گناہوں سے پاک کردیا ہے اور فرشتوں کو بھی اس کے گناہ بھلا دیئے ہیں تو ہمیں بھی اس کے سابقہ گناہ بھلا کر موجودہ نیکیوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

☆ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کو ایسے گناہ کا طعنہ دے جس سے اس نے توبہ کرلی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی گناہ میں مبتلا کر کے دنیا و آخرت میں رسوا کرے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۱۱)

توبہ کا وقت

توبہ کے لئے بہترین وقت یہ ہے کہ جونہی گناہ کا احساس ہو یا میری یہ تحریر کسی کی نگاہوں سے گزرے اسی لمحے توبہ کرلے۔ اگر پھر بھی غفلت کا شکار رہے تو بہر حال موت سے پہلے توبہ ضروری ہے کیونکہ جب موت کا فرشتہ آجائے اور زندگی سے بالکل مایوس ہو کر توبہ کرنے لگے تو چاہے وہ توبہ گناہوں سے ہو یا کفر سے، آخری سانس والی توبہ قبول نہیں ہوتی جیسے فرعون نے غرق ہوتے وقت موت کو سامنے دیکھ کر کفر سے توبہ کی اور ایمان کا اعلان کیا مگر قبول نہ ہوا۔ (قرآن: ۱۰: ۹۰) لہٰذا توبہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے کیا خبر آئندہ گھڑی میں موت آنے والی ہو اور توبہ کی مہلت ختم ہو جائے۔

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا: اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کرلو اور مصروفیت کا شکار ہونے سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو۔ (ابن ماجۃ: ۱۰۸۱: اقامۃ الصلاۃ: باب ۷۸)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک جان کنی کا وقت نہ آئے۔ (ترمذی: ۳۵۳۷: کتاب الدعوات: ۹۸) لہٰذا توبہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے کیا خبر

Marfat.com

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۸

جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، [۱۰] جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے رسوا نہیں کرے گا، [۱۱] ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا، وہ دعا کرتے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لئے مکمل کر دے [۱۲] اور ہمیں بخش دے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

آئندہ گھڑی میں موت آنے والی ہو اور توبہ کی مہلت ختم ہو جائے۔

نوجوان بوڑھوں سے عبرت حاصل کریں

توبہ ہر عمر کے مرد اور عورت کی ضرورت ہے لیکن جوانی میں اکثر انسان غفلت کا شکار رہتا ہے حالانکہ انسانی زندگی کا بھی وہ اہم ترین وقت ہے جس میں توبہ کی زیادہ ضرورت ہے اور اگر ساٹھ سال کی عمر میں توبہ کرنے کے بعد بیوی بچوں کو نیکی اور نماز کی ترغیب دے گا تو بیوی کہہ سکتی ہے کہ میں تیس سال سے تیرے ساتھ رہ رہی ہوں تو ہمیشہ گناہوں میں ڈوبا رہا اور میرے حقوق بھی پامال کرتا رہا۔ آج نیکی کا خیال کیسے آگیا؟ اور بچے بھی کہہ سکتے ہیں: ابا جان! آپ نے ساٹھ سال کی عمر تک عیاشی کی ہے، لہٰذا ہمیں بھی ابھی چالیس پچاس سال مزید عیاشی کر لینے دو، پھر ہم بھی توبہ کر لیں گے اگرچہ بیوی بچوں کا یہ جواب درست نہیں ہے (کیونکہ توبہ کی سعادت جس عمر میں نصیب ہو جائے غنیمت ہے اور موت جوانی میں بھی آسکتی ہے ساٹھ سال کی عمر کا انتظار غلط فہمی ہے) مگر یہ جوابات اس ساٹھ سالہ بوڑھے کے لئے لمحۂ فکریہ ہیں۔ اگر وہ جوانی میں توبہ کر لیتا تو اولاد پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے اور بڑھاپے میں ان دل آزار باتوں سے بھی واسطہ نہ پڑتا۔

[۱۰] جو لوگ سچے دل سے توبہ کرتے ہیں، امید ہے اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو معاف فرما دے گا اور ان کو ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

[۱۱] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو شرمندہ نہیں فرمائے گا، بلکہ ان کی شفاعت سے کئی گناہگاروں کی بخشش فرمائے گا۔

[۱۲] جب لوگ میزان عدل سے فارغ ہو کر پل صراط کی طرف جائیں گے تو وہاں تاریکی ہوگی، نافرمان اور سرکش لوگ اس تاریکی میں سرگرداں ہوں گے مگر اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے دائیں ہاتھ میں ان کا اعمال نامہ چمک رہا ہوگا اور ان کے سامنے ان کے ایمان اور عمل صالح کا نور چمک رہا ہوگا مگر یہ نور صرف اہل ایمان کے راستے کو روشن کرے گا۔ جس طرح سرنگ، کان اور اندھیرے میں کام کرنے والا شخص اپنی پیشانی پر ایک ٹارچ باندھ لیتا ہے اور وہ ٹارچ صرف اسی کا راستہ

Marfat.com

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑨

۹۔ اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو، اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔[۱۳]

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ⑩

۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے لئے نوح علیہ السلام کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے، وہ دونوں (عورتیں) ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں،[۱۴] پھر ان دونوں (عورتوں) نے ان دونوں (شوہروں) سے (دین کے معاملے میں) خیانت کی،[۱۵] پس وہ دونوں (ان کے شوہر) اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے اور ان سے کہا گیا کہ تم دونوں (عورتیں) دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

روشن کرتی ہے کسی دوسرے کا راستہ روشن نہیں کرتی۔ اسی طرح اہل ایمان کا چہرہ ٹارچ کی طرح اسے تو اپنا راستہ دکھائے گا لیکن کسی اور کا راستہ روشن نہیں کرے گا۔ اہل ایمان دعا کر رہے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے اس نور کو قائم رکھ حتیٰ کہ ہم اس تاریکی سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائیں۔

[۱۳] یعنی جب کفار سے جنگ کا موقع آ جائے تو پوری کوشش سے ان کا مقابلہ کرو اور منافقین جب اسلامی احکام کا مذاق اڑائیں تو انہیں بھی سخت سزا دو۔ یہ دونوں گروہ جہنم میں جانے والے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک گروہ تو اعلانیہ اللہ تعالیٰ کا منکر ہے اور دوسرا گروہ نفاق کے پردے میں نافرمانی کرتا ہے۔

[۱۴] کفار مکہ کو جب قیامت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو وہ کہتے کہ اگر قیامت آ ہی گئی تو چونکہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رشتہ دار اور ہمسائے ہیں اس لئے وہ ہماری بھی شفاعت کریں گے۔ اس آیت میں ایک مثال کے ذریعہ ان کی اس غلط فہمی کا رد کیا جا رہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویاں کافر اور منافق تھیں، وہ اپنے شوہروں انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان نہیں رکھتی تھیں، اس لئے پیغمبروں کی بیویاں ہونا انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکا اور انہیں دوسرے دوزخیوں کے ساتھ جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ اسی طرح کفار مکہ بھی یاد رکھیں کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کے لئے کوئی شفاعت نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی کی شفاعت ان کے کام آئے گی۔ صرف اہل ایمان ہی وہ خوش نصیب ہیں جو ایمان کی برکت سے شفاعت کے مستحق قرار پائیں گے۔

[۱۵] اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ ان دونوں عورتوں کی خیانت یہ تھی کہ وہ منافق تھیں اور اپنے شوہروں پر دل سے

Marfat.com

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے جب اس نے عرض کیا: اے میرے رب! تو میرے لئے جنت میں اپنے پاس ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچالے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔ [۱٦]

وَ مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ

۱۲۔ اور (دوسری مثال) عمران کی بیٹی مریم کی ہے جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تو ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں

ایمان نہیں رکھتی تھیں۔ نیز حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اپنے شوہر کو مجنون کہتی تھی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی لوگوں کو اپنے مہمانوں کی اطلاع کر دیتی تھی۔ ان کی خیانت سے مراد یہ نہیں کہ وہ بے حیائی کا کام کرتی تھیں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی خیانت صرف دین میں تھی کیونکہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بھی بے حیائی کا ارتکاب نہیں کیا۔

(تفسیر کبیر، تفسیر قرطبی: سورۃ التحریم (٦٦): زیر آیت نمبر ۱۰)

[۱٦] گزشتہ آیت میں کفار کو تنبیہ کرنے کے لئے دو کافر عورتوں کی مثال بیان کی گئی ہے کہ اگرچہ ان کے شوہر اللہ تعالیٰ کے نبی تھے مگر وہ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم رسید کر دی گئیں، اور اس آیت میں اہل ایمان کی تسکین کے لئے ایک مومن عورت کی مثال بیان کی گئی ہے کہ اگرچہ اس کا شوہر سخت قسم کا کافر تھا مگر وہ اپنے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگئی۔

فرعون کی بیوی حضرت آسیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں۔ جب فرعون کو اس کا علم ہوا تو اس نے اپنی بیوی پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے مگر حضرت آسیہ مصائب کے باوجود اپنے ایمان پر قائم رہیں۔ ایک دن فرعون نے بعض درباریوں کو اپنی بیوی کے پاس بھیجا کہ اگر وہ اپنے ایمان سے رجوع نہ کرے تو اس کے اوپر پتھر کی ایک بھاری چٹان گرا کر اس کا خاتمہ کر دو۔ جب وہ لوگ ان کے پاس آئے تو حضرت آسیہ نے آسمان کی طرف اپنی نظر اٹھائی اور بارگاہ ایزدی میں عرض کی: یا اللہ! میرے لئے جنت میں اپنے پاس ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون اور اس کی ظالم قوم سے نجات عطا فرما۔ ان کی یہ دعا قبول ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت میں گھر بنایا، موت سے پہلے انہیں دکھا دیا اور اسی حال میں ان کی روح قبض کر لی گئی اور جب ان کے جسم پر وہ بھاری چٹان گرائی گئی تو ان کے جسم سے روح پہلے ہی پرواز کر چکی تھی اور چٹان ان کے بے جان جسم پر گری۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ طٰہٰ (۲۰): زیر آیت نمبر ۷۳)

حسن اور کیسان نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت کے ساتھ نجات دی اور ان کو جنت کی طرف اٹھالیا اور وہ جنت میں

Marfat.com

ع۲
مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝١٢ میں سے تھی۔[۱۷]

کھاتی پیتی ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ تحریم (٦٦): زیر آیت نمبر ۱۱)

[۱۷] اہل ایمان کے لئے دوسری مثال عمران کی بیٹی مریم کی ہے جن کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دیا گیا تھا، وہ ایک نیک اور عبادت گزار خاندان سے تھیں، وہ خود بھی بڑی نیک اور پاکدامن خاتون تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر اپنی قدرت کی روح روح پھونکی جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ اگرچہ لوگوں نے بغیر باپ کے بیٹے کی پیدائش پر بڑے الزامات لگائے مگر انہوں نے صبر و استقامت کے ساتھ ان کو برداشت کیا۔ انہوں نے آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت کو قرآن مجید کا حصہ بنا دیا ہے: {اور عیسیٰ علیہ السلام کی ماں بہت سچی تھیں۔} (قرآن: ۵: ۷۵)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز پیر ۲۵ / اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱٦ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۰ تا ۲۵ / اکتوبر یعنی پانچ دنوں میں سورہ تحریم کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

۲۸ ویں پارہ کی تفسیر کا آغاز ۱۹ ستمبر ۲۰۱۰ء کو کیا تھا اور آج ۲۵ / اکتوبر ۲۰۱۰ء یعنی ایک ماہ اور چھ دنوں میں ۲۸ ویں پارہ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الملک (٦٧)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''ملک'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

موت وحیات کی تخلیق میں کیا حکمت ہے؟

اس سورت کی آیت نمبر ۲ میں اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کو پیدا کرنے کی حکمت یہ بتائی ہے کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے اور ازل سے ہر انسان کے اعمال کو جانتا ہے مگر آزمائش کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کے اعمال کا علم ہو جائے اور قیامت کے دن جزا وسزا کے وقت کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

قدرت کی نشانیاں

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان کی تخلیق اور اس میں ستاروں کی زینت کو بیان فرمایا اور دنیا والوں کو چیلنج کیا کہ اس میں کہیں کوئی نقص دکھاؤ اور بار بار دیکھنے کے باوجود اگر تم اس میں نقص نہیں نکال سکے تو پھر تم کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان لانا چاہیے۔ اور اب بھی اگر تم ایمان نہ لائے تو پھر تمہیں آگ کے عذاب کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ اس دن تم پچھتاؤ گے مگر بے سود۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھ کر اس کی قدرت پر ایمان لے آئیں گے اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں بخش دے گا اور ان کے نیک کاموں کا بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

مومن اور کافر کی مثال

اس سورت کی آیت نمبر ۲۲ میں کافر اور مومن کی مثال بیان کی گئی ہے۔ یعنی کافر اس شخص کی طرح ہے جو منہ کے بل اوندھا چل رہا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چلنے کے لئے پاؤں عطا فرمائے ہیں کوئی انسان اس دنیا میں منہ اور سر کے بل سفر طے نہیں کر سکتا، اور اگر کوئی نادان فطرت کے خلاف طبع آزمائی کی کوشش کرے تو اسے اپنے دائیں بائیں اور آگے کچھ دکھائی نہیں دے گا اور سارا دن اسی جگہ پر ہی ٹھوکریں کھاتا پھرے گا، نہ اسے صحیح راستہ نظر آئے گا اور نہ ہی وہ منزل تک پہنچ سکے گا۔ یہی مثال کافر کی ہے وہ سیدھے راستے کی تلاش کے لئے اپنی عقل کو استعمال نہیں کرتا، اس لئے وہ ہمیشہ گمراہی میں سرگرداں رہتا ہے۔

اور مومن کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنے پاؤں کے بل سیدھا ہو کر چل رہا ہے اور دائیں بائیں ہر طرف دیکھ کر پوری تحقیق کے بعد صراط مستقیم پر گامزن ہے، وہ بالآخر ایک دن اپنی منزل تک پہنچ جائے گا۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ کون ہدایت کے صحیح راستہ پر گامزن ہے اور کون گمراہی میں سرگرداں ہے؟

قیامت کب آئے گی؟

کفار کو جب قیامت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو چونکہ وہ قیامت کے منکر تھے اور اس کو مسلمانوں کی طرف سے محض

Marfat.com

ایک دھمکی خیال کرتے تھے اس لئے وہ مذاق کے طور پر اکثر یہ سوال کرتے کہ جس قیامت سے انہیں ڈرایا جاتا ہے، اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو بتاؤ قیامت کب آئے گی؟ اس سورت کی آیت نمبر ۲۶ میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔ یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کا صحیح وقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، میں تو تمہیں اس سے ڈرانے کے لئے بھیجا گیا ہوں اور قیامت سے ڈرانے کے لئے اس کے وقت کا معلوم ہونا ضروری نہیں ہے۔

درج ذیل مثال سے اس حقیقت کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ یعنی جس طرح ہم سب جانتے ہیں کہ ہر شخص کو ایک دن ضرور مرنا ہے لیکن ہمیں اس کے مرنے کی تاریخ کا علم نہیں ہے اس کے باوجود ہم ہر شخص کو تلقین کرتے ہیں کہ جو کام مرنے سے پہلے کرنے ضروری ہیں وہ جلدی کرلو کیونکہ موت اچانک آجائے گی اور پھر اس کام کے کرنے کی مہلت نہیں مل سکے گی۔ اسی طرح ہم سب کو یقین ہے کہ قیامت ضرور آئے گی لیکن ہمیں اس کی تاریخ کا علم نہیں ہے اس کے باوجود ہمیں ہر شخص کو تلقین کرتے رہنا چاہیے کہ قیامت سے ڈرو اور کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے قیامت کے دن پچھتانا پڑے۔

سورہ ملک کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قرآن کی ایک سورت میں تیس آیتیں ہیں، وہ تیس آیتیں جس شخص کی بھی شفاعت کریں گی اس کی مغفرت کردی جائے گی، وہ سورہ ملک ہے۔ (ترمذی: ۲۸۹۱: فضائل القرآن: باب ۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگا دیا اور اسے علم نہیں تھا کہ یہ قبر ہے، پھر اچانک اسے محسوس ہوا کہ یہ کسی انسان کی قبر ہے اور وہ قبر میں سورہ ملک پڑھ رہا ہے حتیٰ کہ اس نے پوری سورت ختم کی۔ پھر اس صحابی نے نبی ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے خیمہ لگایا اور مجھے علم نہیں تھا کہ وہاں قبر ہے لیکن بعد میں مجھے محسوس ہوا کہ یہ کسی انسان کی قبر ہے جو سورہ ملک پڑھ رہا ہے حتیٰ کہ اس نے پوری سورت ختم کی، تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ سورت مانِعَۃ اور مُنْجِیَۃ ہے جو پڑھنے والے کو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔ (ترمذی: ۲۸۹۰: فضائل القرآن: باب ۹)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید میں ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گی حتیٰ کہ اس کو جنت میں داخل کردے گی اور وہ سورت ملک ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆ خالد بن معدان نے فرمایا: قبر کے اندر یہ سورت (یعنی سورہ ملک) اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرتی ہے اور کہتی ہے: الٰہی! اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری سفارش اس (قاری) کے متعلق قبول فرما اور اگر تیری کتاب میں سے نہیں ہوں تو مجھے کتاب سے مٹا دے۔ یہ سورت (قبر میں) پرندہ کی طرح ہوگی اور اپنے پر صاحب قبر پر پھیلا دے گی اور اس کی سفارش کرے گی اور قبر کے عذاب سے اس کو بچالے گی۔ (تفسیر مظہری: سورہ ملک (۶۷): زیر آیت نمبر ۳۰)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عصر بروز منگل ۲۶ راکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۷ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

آیاتہا ۳۰ ۶۷ سُوْرَۃُ الْمُلْکِ مَکِّیَّۃٌ ۷۷ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۨ ۝١

۱۔ بڑی برکت والا ہے وہ (اللہ تعالیٰ) جس کے ہاتھ میں (تمام جہانوں کی) بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔[۱]

الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝٢

۲۔ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے،[۲] اور وہ سب پر غالب، بہت بخشنے والا ہے۔

الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝٣

۳۔ جس نے اوپر نیچے سات آسمان بنائے، (اے مخاطب!) تو رحمٰن کی تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا، پھر دوبارہ نظر اٹھا کر دیکھ لے، کیا تجھے کوئی خلل نظر آتا ہے؟[۳]

---

[۱] اللہ تعالیٰ نہایت ہی بابرکت ہے۔ سارے جہانوں کی بادشاہی اسی کے ہاتھ میں ہے جیسے چاہے ان میں تصرف کرسکتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے، جس چیز کا ارادہ کرے اس کو معرض وجود میں لاسکتا ہے۔

[۲] اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کو اس لئے پیدا فرمایا ہے تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے اور ازل سے ہر انسان کے اعمال کو جانتا ہے مگر آزمائش کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کے اعمال کا علم ہو جائے اور قیامت کے دن جزا وسزا کے وقت کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کر کے فرمایا: عمل کے لحاظ سے بہتر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کرے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جلدی کرے۔ (تفسیر قرطبی)

[۳] اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے ایسے حسین اور مضبوط بنایا ہے کہ اس کی کسی چیز میں کوئی کمی یا نقص نہیں ہے، ہر چیز اپنی ضرورت کے مطابق کامل ہے۔ ذرا آسمانوں کی طرف ہی نگاہ اٹھاؤ، عرصہ دراز کے بعد بھی ان میں کوئی شگاف نظر نہیں آتا۔ عام طور پر کسی چیز کو ایک بار دیکھنے سے اس کے نقائص نظر نہیں آتے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے چیلنج کیا ہے کہ تم آسمانوں کو بار بار دیکھو

Marfat.com

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ④

۴۔ پھر بار بار نظر اٹھا کر دیکھ لے، تیری نگاہ تھک کر ناکام تیری طرف لوٹ آئے گی۔

وَ لَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ⑤

۵۔ اور بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے مزین کر دیا ہے اور ہم نے انہیں شیطانوں کو مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا اور ہم نے ان (شیطانوں) کے لئے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔[۴]

وَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑥

۶۔ اور جن لوگوں نے اپنے رب کا انکار کیا ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّ هِيَ تَفُوْرُ ⑦ۙ

۷۔ جب وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے تو وہ جہنم کی خوفناک آواز سنیں گے اور وہ (جہنم کی آگ) جوش مار رہی ہوگی۔[۵]

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ⑧

۸۔ (ایسا معلوم ہوگا) گویا وہ ابھی شدت غضب سے پھٹ جائے گی، جب بھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو جہنم کے محافظ فرشتے ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا؟

اور تنقیدی نظر سے دیکھو پھر بھی تمہاری نظر تھک جائے گی مگر تم کائنات کے نظم و نسق میں کوئی نقص نہیں نکال سکو گے۔

[۴] اس آیت میں ستاروں کے دو مقاصد بیان کئے گئے ہیں، ایک تو وہ آسمان کے لئے زینت ہیں کیونکہ وہ رات کے وقت چراغوں کی طرح چمکتے ہیں اور دوسرا جب شیاطین آسمان کی طرف جانے کی کوشش کرتے ہیں تو ان ستاروں سے ایسے شعلے نکلتے ہیں جو شیاطین پر برسائے جاتے ہیں، اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نے شیاطین کے لئے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

[۵] ہنڈیا میں پانی جب انتہائی گرم ہو جائے تو وہ جوش مارتا ہے اور شور پیدا کرتا ہے اسی طرح جہنم کی آگ بھی جب انتہائی تپش کی کیفیت کو پہنچے گی تو وہ بھی جوش مارے گی اور خوفناک آوازیں پیدا کرے گی۔ آگ کا عذاب تو ویسے ہی ناقابل برداشت ہوتا ہے لیکن جب وہ جوش مارنے لگے اور خوفناک آوازیں پیدا کر رہی ہو تو اس کے عذاب کی شدت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اور جب دوزخی اس میں ڈالے جائیں گے اور وہ خوفناک آوازیں سنیں گے تو انہیں ایسا معلوم ہوگا گویا وہ آگ اپنی شدت

Marfat.com

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ﴿٩﴾

۹۔ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! بے شک ہمارے پاس ڈرسنانے والا آیا تھا مگر ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے (تم پر) کوئی چیز نازل نہیں کی، تم خود ہی بڑی گمراہی میں مبتلا ہو۔[٦]

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ أَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿١٠﴾

۱۰۔ اور وہ کہیں گے: کاش! ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو (آج) ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے۔[٧]

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّأَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿١١﴾

۱۱۔ پس وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیں گے، سو دوزخیوں کے لئے (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے) دوری ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿١٢﴾

۱۲۔ بے شک جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔[٨]

تپش اور اپنے فطری غیض و غضب سے پھٹ پڑے گی اور اس کا ایک ایک شعلہ جس پر گرے گا اسے جلا کے راکھ کر دے گا۔

[٦] قیامت کے دن نافرمانوں کو گروہ در گروہ جہنم میں پھینکا جائے گا اور جہنم کے محافظ فرشتے ہر گروہ سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس انبیاء نہیں آئے تھے؟ جنہوں نے تمہیں بتایا ہو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو تمہیں دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔ فرشتے جانتے ہیں کہ ان کے پاس انبیاء آئے تھے مگر ان پر حجت قائم کرنے کے لئے ان سے سوال کریں گے تا کہ اہل دوزخ کو علم ہو جائے کہ ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جا رہا بلکہ یہ ان کی بداعمالی کی سزا ہے۔ چنانچہ وہ کہیں گے: ہمارے پاس انبیاء آئے تھے اور انہوں نے ہمیں دوزخ کے عذاب سے ڈرایا تھا مگر ہم نے انہیں جھٹلایا اور انہیں کہا کہ وہ اپنی قوم کا مذہب چھوڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی کتاب نازل نہیں کی، وہ خود ہی باتیں بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

[٧] جب نافرمانوں کو جہنم رسید کیا جائے گا تو وہ پچھتائیں گے اور کہیں گے: کاش! ہم انبیاء کی باتوں کو غور سے سنتے اور ان کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو آج دوزخ میں نہ ہوتے۔ جب وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔

[٨] جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں مگر ہر جگہ اور ہر لحہ اس کو حاضر مانتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے ڈرتے ہیں تو ایسے لوگوں سے بشری تقاضوں کے مطابق جب خطائیں سرزد ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ انہیں

Marfat.com

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬

۱۳۔ اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا بلند آواز سے، بے شک وہ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے۔[۹]

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ⑭ ع

۱۴۔ کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے؟ حالانکہ وہ بڑا باریک بین (اور ہر چیز سے) خوب باخبر ہے۔[۱۰]

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ⑮

۱۵۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کر دیا، پس تم اس کے راستوں میں چلو اور اس کے (دیئے ہوئے) رزق سے کھاؤ، اور اسی کی طرف (مرنے کے بعد) اٹھ کر جانا ہے۔[۱۱]

بخش دے گا اور ان کے نیک کاموں کا انہیں بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا ہو جائے پھر وہ کسی ظالم سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی کسی کمزور پر ظلم کرتا ہے بلکہ وہ حق و صداقت کا پیکر اور رحمت کا فرشتہ بن جاتا ہے۔

[۹] یعنی خواہ تم رازداری سے آہستہ بات کرو یا لوگوں کو سنانے کے لئے بلند آواز سے کرو، بہر حال اللہ تعالیٰ تمہاری ہر بات کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تمہارے دلوں کے ان رازوں کو بھی جانتا ہے جو ابھی زبان پر نہیں آئے تو پھر وہ تمہاری باتوں سے کیسے بے خبر ہو سکتا ہے؟ لہٰذا زبان سے کوئی بات کہنے یا دل میں کوئی بات سوچنے سے پہلے یاد رکھو کہ تمہاری کوئی بات اور تمہارا کوئی خیال اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے۔

[۱۰] جو شخص کوئی مشین ایجاد کرتا ہے وہ اس کے سب کل پرزوں اور ان کی کارکردگی سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔ اسی طرح کائنات کی ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، اسی نے انسان کا دل اور اس کی زبان کو پیدا کیا ہے۔ بھلا اس سے زبان و دل کی کارکردگی کیسے مخفی ہو سکتی ہے۔ صرف یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے بلکہ وہ باریک بین ہے اور ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بھی خوب جانتا ہے۔

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس زمین کو تمہارے لئے نرم اور مسخر کر دیا ہے۔ تم جس طرح چاہو اس زمین میں تصرف کر سکتے ہو، لہٰذا تم اس میں سیر و سیاحت کرو، اس کے راستوں پر چلو اور اس سے پیدا ہونے والے رزق میں سے کھاؤ، مگر اس اللہ تعالیٰ کو بھی یاد رکھو جس نے تمہارے لئے یہ اسباب زندگی پیدا فرمائے ہیں اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو کیونکہ بالآخر مرنے کے بعد سب کو ایک دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانا ہے جہاں ان نعمتوں کے بارے میں باز پرس ہو گی۔

Marfat.com

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ کیا تم آسمان والے (یعنی اللہ تعالیٰ) [۱۲] سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے؟ اور وہ (زمین) اچانک لرزنے لگے۔ [۱۳]

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ کیا تم آسمان والے (یعنی اللہ تعالیٰ) سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیج دے؟ سو عنقریب تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔ [۱۴]

---

[۱۲] اگرچہ اللہ تعالیٰ صرف آسمان میں نہیں بلکہ ہر طرف اور ہر جگہ موجود ہے لیکن اگر اس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو تو اس کی شان کی بلندی کے باعث عام طور پر آسمان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے لئے بھی ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی کتابوں کو بھی آسمانی کتابیں کہا جاتا ہے۔ شاید اسی لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کو آسمان کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور احادیث میں بھی اللہ تعالیٰ کو آسمان والے کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ (ترمذی: ۱۹۲۴: ابواب البر: باب ۱۶)

[۱۳] اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اگر تم اس کی نافرمانی پر ڈٹے رہے تو وہ اچانک زمین پر لرزہ طاری کر کے تمہیں اس میں دھنسا دے گا اور کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا، جیسا کہ قارون کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {پھر ہم نے اس (قارون) کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پس اس کے پاس کوئی جماعت نہیں تھی جو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود اپنی مدد کر سکا۔} (قرآن: ۲۸: ۸۱) اسی طرح ہجرت کے موقع پر سراقہ بن مالک آپ ﷺ کے تعاقب میں جب آپ کے قریب پہنچا تو اس کا گھوڑا پیٹ تک پتھریلی زمین میں دھنس گیا اور دھوئیں کی طرح غبار آسمان کی طرف بلند ہوا۔ سراقہ نے گھبرا کر اپیل کی: مجھے معاف کر دو میں آپ کو نقصان پہنچائے بغیر واپس چلا جاؤں گا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد: ج ۲: ص ۳۵۴)

[۱۴] اس آیت میں بھی کفار مکہ کو ڈرایا جا رہا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر اس کی نافرمانی کرتے رہے تو وہ پتھر برسانے والی ہوا بھیج کر تمہیں تباہ و برباد کر سکتا ہے، جیسے قوم لوط (قرآن: ۱۱: ۸۲) اور اصحاب فیل (قرآن: ۱۰۵: ۴) کو پتھروں کی بارش سے ہلاک کر دیا گیا۔ جب تم خود اس عذاب کو دیکھ لو گے تو تمہیں میرے ڈرانے کا انجام معلوم ہو جائے گا مگر اس وقت پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ عذاب کے آ جانے کے بعد توبہ کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

وَ لَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اور بے شک ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا تو (دیکھلو ان پر) میرا عذاب کتنا سخت تھا۔[۱۵]

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ يَقْبِضْنَ ۛؔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ کیا انہوں نے اپنے اوپر پر پھیلائے ہوئے اور کبھی پر سمیٹے ہوئے پرندوں کو (اڑتے) نہیں دیکھا، انہیں (فضا میں) رحمٰن تھامے ہوئے ہے، بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔[۱۶]

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ۚ

۲۰۔ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا لشکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہاری مدد کر سکے؟ کافر تو محض دھوکے میں مبتلا ہیں۔[۱۷]

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ

۲۱۔ بھلا وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے سکے اگر وہ (یعنی

---

[۱۵] اس میں ایک طرف تو نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کفار مکہ کی تکذیب سے کبیدہ خاطر نہ ہوں ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنے نبیوں کی تکذیب کی تھی اور جب وہ قومیں اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں تو انہیں سخت عذاب سے دوچار ہونا پڑا۔ اور اس میں دوسری طرف کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم پہلی قوموں مثلاً عاد وثمود وغیرہ کے کھنڈرات سے عبرت حاصل کرو، جب وہ اپنے انبیاء کی مخالفت سے باز نہ آئے تو انہیں ہلاک کر دیا گیا اور اگر تم بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تمہیں بھی ہلاک کیا جا سکتا ہے۔

[۱۶] اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانوں کے چلنے کے لئے زمین کو مسخر کر دیا ہے اور مچھلیوں کے تیرنے کے لئے پانی کو مسخر کر دیا ہے اسی طرح پرندوں کے اڑنے کے لئے فضا کو مسخر کر دیا ہے۔

پرندے جب فضا میں اڑتے ہیں تو وہ پر پھیلا لیتے ہیں اور کبھی دوران پرواز اپنے پروں کو سمیٹ بھی لیتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ زمین پر نہیں گرتے۔ ذرا غور کرو کہ وہ کون ہے جس نے پرندوں کو ایسی صلاحیت دی کہ وہ گھنٹوں فضا میں محو پرواز رہتے ہیں اور گرتے نہیں؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا ایک نمونہ ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔

[۱۷] کفار مکہ کا خیال یہ تھا کہ ان کی افرادی قوت اور ان کے بتوں کی فوج انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے گی مگر یہ ان کا سخت دھوکہ ہے، ان سے زیادہ تعداد والی کئی قومیں پہلے گزر چکی ہیں اور وہ اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے نہ بچا سکیں کیونکہ اس کائنات کی ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی مخلوق اپنے خالق کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

Marfat.com

رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾

اللہ تعالیٰ) اپنا رزق روک لے؟ لیکن وہ (کفار) سرکشی اور نفرت پر ڈٹے ہوئے ہیں۔[۱۸]

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ کیا وہ شخص جو منہ کے بل اوندھا چل رہا ہے زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ شخص جو صراط مستقیم پر سیدھا ہو کر (پاؤں کے بل) چل رہا ہے؟[۱۹]

قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ آپ فرما دیں: وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، (لیکن) تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔[۲۰]

---

[۱۸] یعنی اگر اللہ تعالیٰ بارش نہ برسائے یا زمین ہی کو پیداوار سے روک دے تو بھلا اور کون ہے جو تمہیں رزق مہیا کر سکے؟ پھر تم بھوک سے بلک بلک کر مر جاؤ گے اور تمہارا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا، مگر کفار مکہ بڑے ہٹ دھرم اور ضدی لوگ ہیں، وہ کوئی نصیحت قبول نہیں کرتے بلکہ سرکشی اور حق سے نفرت پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

[۱۹] اس آیت میں کافر اور مومن کی مثال بیان کی گئی ہے۔ کافر اس شخص کی طرح ہے جو منہ کے بل اوندھا چل رہا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چلنے کے لئے پاؤں عطا فرمائے ہیں کوئی انسان اس دنیا میں منہ اور سر کے بل سفر طے نہیں کر سکتا، اور اگر کوئی نادان فطرت کے خلاف طبع آزمائی کی کوشش کرے تو اسے اپنے دائیں بائیں اور آگے کچھ دکھائی نہیں دے گا اور سارا دن اسی جگہ پر ہی ٹھوکریں کھاتا پھرے گا، نہ اسے صحیح راستہ نظر آئے گا اور نہ ہی وہ منزل تک پہنچ سکے گا۔ یہی مثال کافر کی ہے وہ سیدھے راستے کی تلاش کے لئے اپنی عقل کو استعمال نہیں کرتا، اس لئے وہ ہمیشہ گمراہی میں سرگرداں رہتا ہے۔

اور مومن کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنے پاؤں کے بل سیدھا ہو کر چل رہا ہے اور دائیں بائیں ہر طرف دیکھ کر پوری تحقیق کے بعد صراط مستقیم پر گامزن ہے، وہ بالآخر ایک دن اپنی منزل تک پہنچ جائے گا۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ کون ہدایت کے صحیح راستہ پر گامزن ہے اور کون گمراہی میں سرگرداں ہے؟

[۲۰] اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا فرمایا اور تمہیں کان، آنکھیں اور دل عطا فرمائے تا کہ تم اس کائنات کو دیکھو، اس میں غور کرو اور اپنے خالق حقیقی کا عرفان حاصل کرو اور اس کے انعامات کا شکر ادا کرو مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔ کان، آنکھ اور دل بڑی انمول نعمتیں ہیں اگر ان کا احساس کرنا ہو تو کسی بہرے، اندھے یا دل کے مریض سے ان کی قدر معلوم کرو۔

Marfat.com

قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ آپ فرمادیں: وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے۔[۲۱]

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور وہ کہتے ہیں: یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ آپ فرمادیں: (اس کا) علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور میں تو صرف کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔[۲۲]

---

[۲۱] اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں پیدا کر کے زمین میں پھیلایا اور قیامت کے دن اسی کی بارگاہ میں تم جمع کئے جاؤ گے جہاں وہ تمہارے اعمال کے مطابق تمہاری جزا وسزا کا فیصلہ سنائے گا۔

[۲۲] کفار کو جب قیامت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو چونکہ وہ قیامت کے منکر تھے اور اس کو مسلمانوں کی طرف سے محض ایک دھمکی خیال کرتے تھے اس لئے وہ مذاق کے طور پر اکثر یہ سوال کرتے کہ جس قیامت سے انہیں ڈرایا جاتا ہے، اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو بتاؤ قیامت کب آئے گی؟ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کا صحیح وقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، میں تو تمہیں اس سے ڈرانے کے لئے بھیجا گیا ہوں اور قیامت سے ڈرانے کے لئے اس کے وقت کا معلوم ہونا ضروری نہیں ہے۔

موت اور قیامت کا وقت

درج ذیل مثال سے اس حقیقت کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ یعنی جس طرح ہم سب جانتے ہیں کہ ہر شخص کو ایک دن ضرور مرنا ہے لیکن ہمیں اس کے مرنے کی تاریخ کا علم نہیں ہے اس کے باوجود ہم ہر شخص کو تلقین کرتے ہیں کہ جو کام مرنے سے پہلے کرنے ضروری ہیں وہ جلدی کرلو کیونکہ موت اچانک آجائے گی اور پھر اس کام کے کرنے کی مہلت نہیں مل سکے گی۔ اسی طرح ہم سب کو یقین ہے کہ قیامت ضرور آئے گی لیکن ہمیں اس کی تاریخ کا علم نہیں ہے اس کے باوجود ہمیں ہر شخص کو تلقین کرتے رہنا چاہیے کہ قیامت سے ڈرو اور کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے قیامت کے دن پچھتانا پڑے۔

قیامت کا علم مخفی رکھنے کی حکمت

علامہ فخر الدین رازی نے محققین کا قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے وقت کو لوگوں سے مخفی رکھنے کا سبب یہ ہے کہ جب انہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ قیامت کب آئے گی تو وہ اس سے ڈریں گے اور ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہوں میں مشغول ہوں اور قیامت آجائے، لہٰذا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں کوشاں رہیں گے۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸۷) اسی حکمت کے پیش نظر عوام سے موت کے وقت کو مخفی رکھا گیا ہے کیونکہ

Marfat.com

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓــٴَـتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ پھر جب وہ اس (دن) کو قریب دیکھ لیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور (ان سے) کہا جائے گا: یہی وہ (وعدہ) ہے جس کو تم بار بار طلب کرتے تھے۔ [۲۳]

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ آپ فرمادیں: بھلا یہ بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحم فرمائے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟ [۲۴]

اگر کسی کو بتادیا جائے کہ وہ دس سال بعد مرجائے گا تو ہوسکتا ہے اس پر شیطان غالب آجائے اور وہ یہ فیصلہ کر بیٹھے کہ 9 سال تو عیاشی میں گزارتا ہوں اس کے بعد توبہ کرلوں گا، یا اتنا ڈر جائے کہ سارے کام چھوڑ کر صرف عبادت میں مصروف ہو جائے اور اس کے اہل خانہ بھوک اور فقر کا شکار ہوجائیں۔ یہ دونوں صورتیں اس کے لئے اچھی نہیں ہیں۔ الغرض عوام سے قیامت کا وقت اس لئے مخفی رکھا گیا تا کہ وہ ہر وقت گناہوں سے بچنے میں کوشاں رہیں مگر انبیائے کرام علیہم السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی گناہوں سے پاک کر رکھا ہے اور وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، لہٰذا ان سے قیامت کو مخفی رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ احمد صاوی لکھتے ہیں: قیامت کا وقت ان مخفی امور میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے وہ اس پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر رسولوں میں سے جن کو چاہے، لہٰذا یہ ایمان رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ دنیا چھوڑنے سے پہلے دنیا و آخرت اور جنت و دوزخ کے تمام غیوب پر مطلع فرمایا لیکن ان میں سے بعض کو مخفی رکھنے کا حکم دیا۔ (حاشیہ صاوی: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸۷) اسی لئے آپ ﷺ نے قیامت کی نشانیاں تو بتادیں مگر اس کی تاریخ کو مخفی رکھا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ قیامت اچانک آئے اور لوگوں کو پہلے سے پتہ نہ چلے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {بے شک قیامت آنے والی ہے میں اس (کے وقت) کو (لوگوں سے) مخفی رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص (قیامت کے ڈر سے نیک کام کرنے کی کوشش کرے اور قیامت میں اس) کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے۔} (قرآن: ۲۰:۱۵) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو مخفی رکھا تا کہ لوگ زیادہ راتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاریں اور جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کو بھی مخفی رکھا تا کہ لوگ جمعہ کے اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کریں۔

[۲۳] کفار آج تو از راہ مذاق کہتے ہیں کہ قیامت کا عذاب کہاں ہے؟ لیکن قیامت کے دن جب انہیں عذاب بالکل قریب نظر آجائے گا تو اس کے خوف سے ان کے چہرے بگڑ کر سیاہ ہوجائیں گے، اس وقت انہیں کہا جائے گا: ہاں، یہ ہے وہ قیامت کا عذاب جس کا تم بار بار مطالبہ کرتے تھے۔ اب صرف اس کو دیکھو نہیں بلکہ اس کا مزہ چکھو۔

[۲۴] کفار مکہ اپنے ساتھیوں کو تسلی دیتے کہ اس نئے مذہب سے زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ ﷺ ایک

Marfat.com

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ آپ فرمادیں: وہی رحمٰن ہے، ہم اسی پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہم نے توکل کیا ہے، پس عنقریب تم جان لوگے کہ کون کھلی گمراہی میں ہے۔ [۲۵]

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾ ع ۲

۳۰۔ آپ فرمادیں: بھلا یہ بتاؤ کہ اگر تمہارا پانی زمین کے بہت نیچے اتر جائے تو تمہارے پاس بہتا ہوا پانی کون لائے گا؟ [۲۶]

شاعر ہیں اور پہلے شعراء کی طرح جب آپ ﷺ فوت ہو جائیں گے تو آپ ﷺ کے ساتھی منتشر ہو جائیں گے اور آپ ﷺ کا دین خود بخود ختم ہو جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے صحابہ کو جلد موت دے دے یا ہم پر رحم فرما کر ہماری زندگی کچھ لمبی کر دے یعنی خواہ ہم آج فوت ہو جائیں یا دس سال بعد، ان دونوں صورتوں میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ تمہیں اپنے کفر کے باعث جس دردناک عذاب سے واسطہ پڑنے والا ہے اس سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔

[۲۵] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے کفار کو فرمایا: خواہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، بہرحال ہم اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ اور عنقریب قبر اور قیامت میں تم بھی جان لوگے کہ کون کھلا گمراہ ہے۔ یعنی اپنا انجام بد دیکھ کر تمہیں یقین ہو جائے گا کہ تم ہی کھلی گمراہی میں تھے۔

[۲۶] اس آیت میں کفار کو خطاب کیا گیا ہے یعنی یہ چشموں اور دریاؤں کا پانی اگر خشک ہو جائے یا زمین میں جذب ہو کر اتنا نیچے چلا جائے کہ تم اس کو نکال نہ سکو تو بتاؤ تم صاف اور بہتا ہوا پانی کہاں سے لوگے؟ تمہارے مویشی اور کھیت کیسے سیراب ہوں گے؟ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی مہربانی ہے کہ وہ تمہاری نافرمانیوں کے باوجود تمہیں پانی سے محروم نہیں فرماتا، لہٰذا اس کی نعمتوں کا احساس کرو اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بروز جمعہ بعد از مغرب ۲۹/اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۶ تا ۲۹/اکتوبر یعنی تین دنوں میں سورہ ملک کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ القلم (۶۸)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''قلم'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سورت کا دوسرا نام ''ن والقلم'' ہے جو کہ اس سورت کے ابتدائی کلمات ہیں۔

قلم کی اہمیت

اس سورت کی پہلی آیت میں قلم اور لکھنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت قتادہ نے فرمایا: قلم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر قلم نہ ہوتا تو نہ دین قائم رہتا اور نہ ہی نظام زندگی درست ہوتا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ علق (۹۶): زیر آیت نمبر ۴)

آج قرآن مجید اور حدیث پاک تحریری شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں پھر بھی اختلافات کا بازار گرم ہے اور اگر یہ دونوں ماخذ تحریری شکل میں نہ ہوتے تو آپ خود اندازہ کریں ہمارے اختلافات کا عالم کیا ہوتا۔

نبی کریم ﷺ دیوانے نہیں ہیں

کفار مکہ آپ ﷺ کو حسد اور بغض کی وجہ سے دیوانہ کہتے تھے۔ اس سورت کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا رد اس طرح فرمایا کہ قسم کھا کر پوری تاکید سے فرمایا کہ آپ دیوانے نہیں ہیں بلکہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور آپ ﷺ عظیم الشان اخلاق کے مالک ہیں، تو جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو اور ان کے اخلاق عظیم الشان ہوں وہ دیوانے نہیں ہو سکتے۔ اور اس سورت کے آخر میں ان کا رد اس طرح فرمایا کہ جب قرآن مجید تمام جہانوں کے لئے نصیحت اور ہدایت ہے تو جن پر یہ قرآن مجید نازل کیا گیا ہے وہ دیوانے کیسے ہو سکتے ہیں؟ لہٰذا آپ ﷺ پر قرآن مجید کا نزول اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ آپ ﷺ دیوانے نہیں بلکہ علم و حکمت کا پیکر ہیں۔

مال و دولت پر مغرور نہ ہوں

اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو مال و دولت سے نوازا اور کعبہ کا متولی ہونے کی وجہ سے پورے عرب میں عزت و احترام عطا فرمایا مگر وہ اس پر مغرور نہ ہوں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش ہے۔ اگر انہوں نے ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہے تو پھر ان پر بھی وہ عذاب آ سکتے ہیں جو گزشتہ نافرمان قوموں پر آیا کرتے تھے۔ اس سورت کی آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳ میں ایسے ہی نافرمان لوگوں کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مال و عزت سے نوازا لیکن جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے تو ان کا سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا۔

Marfat.com

کفار کے لئے دعوت فکر

آیت نمبر ۳۴ تا ۴۷ میں کفار کو مختلف انداز میں تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کی نافرمانی نہ کریں کیونکہ قیامت کے دن فرمانبردار اور نافرمان لوگ برابر نہیں ہوں گے بلکہ اس دن نافرمان لوگ ذلیل ورسوا ہوں گے اور فرمانبردار لوگ جنت کی نعمتوں میں ہوں گے۔

کفار کی ایذارسانی

اس سورت میں نبی کریم ﷺ کو تلقین کی گئی ہے کہ آپ کفار کی ایذارسانی پر صبر کریں اور ان کے متعلق اپنے رب کے فیصلے کا انتظار کریں اور حضرت یونس علیہ السلام کی طرح نہ ہو جائیں جو ہمارے حکم کا انتظار کئے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے جس کے نتیجے میں انہیں مچھلی کے پیٹ میں جانا پڑا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

قبل از فجر بروز اتوار ۱ ۳/ اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

ایاتہا ۵۲ ۶۸ سُورَةُ القَلَمِ مَكِّيَّة ۲ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ ۱۔ نون، [۱] قسم ہے قلم کی [۲]

[۱] یہ حروف مقطعات میں سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔ نیز حروف مقطعات ذکر کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے تاکہ منکرین قرآن کو بتایا جائے کہ یہ قرآن ان ہی حروف سے مرکب ہے جن سے تم کلام بناتے ہو، لہٰذا اگر تمہارے خیال میں یہ کلام اللہ نہیں ہے تو تم اس جیسا کلام بنا کر دکھاؤ۔

[۲] بعض مفسرین کے نزدیک قلم سے مراد تقدیر لکھنے والا قلم ہے، جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت ﷛ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا، پھر اس سے فرمایا: تو لکھ، تو اس نے عرض کیا: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قیامت قائم ہونے تک ہر شے کی تقدیر لکھ دے۔

(ابوداؤد: ۴۷۰۰: کتاب السنة: باب ۱۶)

اکثر مفسرین کے نزدیک قلم سے مراد جنسِ قلم ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر اس قلم کی قسم کھائی ہے جس کے ساتھ آسمان اور زمین میں لکھا جاتا ہے۔ (تفسیر منیر: سورة القلم (۶۸): زیر آیت نمبر ۱) سب سے پہلی وحی میں اسی جنس قلم یعنی عام قلم کا ذکر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ (قرآن: ۹۶: ۳۔۴)

قرآن مجید کی پہلی اور دوسری وحی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے سورہ علق اور اس کے بعد ن والقلم نازل کی گئی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ علق (۹۶): زیر آیت نمبر ۴) یعنی قرآن مجید کی سب سے پہلی وحی اور دوسری وحی میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا حکم نہیں ہے بلکہ علم اور قلم کا ذکر ہے۔ اور دوسری سورت میں قلم کی قسم بھی کھائی گئی ہے اور پوری سورت کا نام بھی قلم رکھا گیا ہے۔ آپ اس سے کتابت اور قلم کی اہمیت کا اندازہ لگائیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ لکھنے کو پڑھنے پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ پڑھنا بھول جاتا ہے مگر لکھنا محفوظ رہتا ہے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق ﷛ نے فرمایا: علم کو لکھ کر محفوظ کرلو۔ (دارمی: مقدمة: باب ۴۳)

شہید کا خون اور قلم کی سیاہی

آج کمپیوٹر نے دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا ہے اور ساری دنیا کی معلومات کو اکٹھا کر کے آپ کے سامنے میز پر رکھ دیا

Marfat.com

وَمَا يَسْطُرُونَ ۙ﴿۱﴾ اور اس کی جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔[۳]

ہے۔ یہ لکھنے کی ہی ایک ترقی یافتہ صورت ہے۔ اور لکھنے کی اسی اہمیت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے چودہ سو سال پہلے فرمایا: قیامت کے دن شہیدوں کے خون کا علماء کے قلم کی سیاہی کے ساتھ وزن کیا جائے گا۔ (میزان کے ایک پلڑے میں شہید کی رگوں کا خون اور دوسرے میں عالم کے قلم کی سیاہی رکھی جائے گی) اور علماء کے قلم کی سیاہی ثواب کے اعتبار سے شہیدوں کے خون سے بھاری ہوگی۔ (کنز العمال: ۲۸۸۹۹: جلد ۱۰: ص ۱۴۱) ذرا اندازہ کریں ایک آدمی اپنے ملک و ملت کے دفاع کے لئے اپنی جان قربان کر دیتا ہے اور اپنی رگوں کا خون دے کر شہادت حاصل کرتا ہے، اس کے خون سے عالم کے قلم کی سیاہی زیادہ درجہ رکھتی ہے۔ بظاہر اس بات کو سمجھنا مشکل نظر آتا ہے لیکن اگر آپ درج ذیل مثال میں غور کریں تو بات آسان ہو جائے گی۔ امام بخاری کے زمانہ میں نہ جانے کتنے سینکڑوں انسان شہید ہوئے ہوں گے، وہ اپنا خون دے کر جنت کے مستحق قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے مگر آج ہم ان کے نام تک نہیں جانتے لیکن امام بخاری نے قلم کی سیاہی سے جو احادیث لکھی تھیں وہ گذشتہ 1200 سالوں سے لوگوں کی رہنمائی کر رہی ہیں اور قیامت تک کرتی رہیں گی۔

[۳] اللہ تعالیٰ نے قلم کے ساتھ اس تحریر کی بھی قسم یاد فرمائی ہے جو قلم سے لکھی جاتی ہے۔ اس سے تحریر و تصنیف کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ اس آیت میں لکھنے والوں سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے قلم تقدیر مراد لیا جائے تو وہ اگرچہ ایک ہے مگر اس قلم کی تعظیم کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس طرح کسی بڑے آدمی کی تعظیم کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اگر اس قلم سے مراد جنس قلم ہو تو پھر اعمالنامے لکھنے والے فرشتے یا علوم دین لکھنے والے علماء مراد ہوں گے۔

قرآن مجید کی کتابت

نبی کریم ﷺ نے فن کتابت کے ماہر صحابہ کرام ﷢ کی ایک جماعت کو قرآن مجید کی کتابت کے لئے متعین فرما رکھا تھا۔ جنہیں ''کاتبان وحی'' کہا جاتا تھا۔ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو نبی کریم ﷺ تصریح فرما دیتے کہ یہ آیت فلاں مقام پر لکھی جائے۔ اس طرح پورا قرآن مجید نبی کریم ﷺ کی براہ راست نگرانی میں لکھا گیا لیکن یہ تحریریں کتابی شکل میں مدون نہیں تھیں صرف پتوں، ہڈیوں اور پتھروں وغیرہ پر لکھی گئی تھیں۔

اس وقت حفاظت قرآن کا سب سے اہم ذریعہ اس کو زبانی یاد کرنا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے خود بھی قرآن مجید کو حفظ فرمایا اور صحابہ کرام ﷢ کو بھی قرآن مجید زبانی یاد کرنے کی ترغیب دی جس کے نتیجہ میں کئی صحابہ کرام ﷢ نے قرآن مجید زبانی یاد کر لیا۔

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد سیکڑوں حفاظ کرام جنگوں میں شہید ہو گئے۔ اس پر صحابہ کرام ﷢ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر حفاظ کرام کی شہادت کی یہی رفتار رہی تو قرآن مجید کی حفاظت کا کام مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کے حکم سے اصل کاتبان وحی کی نگرانی میں قرآن مجید کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کیا گیا جو خلیفہ وقت کے پاس محفوظ رہتا۔

Marfat.com

مَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ ۚ ۲ ۔ (پیارے نبی!) آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں ۔[۴]

قرآن مجید کے اولین مخاطب اہل عرب تھے ۔ ہر قبیلہ کا لب ولہجہ مختلف تھا اور وہ قرآن مجید کو اپنے قبیلہ کے لب ولہجہ کے مطابق پڑھتے تھے ۔ چونکہ ان کی مادری زبان عربی تھی اس لئے مختلف لہجوں سے کسی غلط فہمی کا اندیشہ نہیں تھا، لیکن جب اسلام عرب کی حدود سے نکل کر دوسری دنیا میں پھیلنا شروع ہوا اور غیر عربی لوگوں نے مختلف عرب قبائل سے قرآن مجید مختلف لہجوں میں سیکھنا شروع کیا تو ظاہر ہے اختلافات کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی ﷛ نے قرآن مجید کو قریشی لب ولہجہ میں لکھایا اور اس کی کاپیاں تمام دنیائے اسلام میں بھجوادیں جو آج دنیا کے ہر کونے میں موجود ہے اور اس میں ذرہ بھر بھی اختلاف یا تبدیلی نہیں ہے ۔

حدیث پاک کی کتابت

حضرت عبداللہ بن عمرو ﷛ نے بیان کیا ہے: میں رسول اللہ ﷺ سے جو بات بھی سنتا اس کو حفظ کرنے کے لئے لکھ لیتا تھا۔ ایک دفعہ قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: تم رسول اللہ ﷺ کی ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ آپ ﷺ بشر ہیں، کبھی غضب اور کبھی رضا کے عالم میں بات کرتے ہیں ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ﷛ کہتے ہیں: میں نے لکھنا بند کر دیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی کے ساتھ اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: تم لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

(دارمی: مقدمۃ: باب ۴۳)

[۴] مجنون اور دیوانہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی عقل میں فتور واقع ہوجائے ، وہ سچ اور جھوٹ ، دانائی اور بے وقوفی اور امانت و خیانت میں فرق نہ کر سکے، بے ربط باتیں اور بے مقصد کام کرے، مگر نبی کریم ﷺ تو سچائی ، دانائی ، امانت اور دیانت کے اعلیٰ مرتبہ پر جلوہ گر ہیں، اس کے باوجود کفار مکہ جب آپ ﷺ کو مجنون کہتے تو آپ کو بڑی تکلیف ہوتی کہ یہ کیسے نادان لوگ ہیں، چالیس سال کی عمر تک تو یہ مجھے صادق، امین اور عقل مند ودانا کہتے رہے، اپنی امانتیں میرے پاس رکھتے رہے، اپنے اختلافات کا فیصلہ مجھ سے کراتے رہے اور اب مجھے دیوانہ کہتے ہیں ۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو کفار مکہ کی تردید کی ہے اور قسم کھا کر پوری تاکید سے فرمایا کہ آپ ﷺ دیوانے نہیں ہیں بلکہ آپ ﷺ پر تو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے کہ اس نے آپ ﷺ کو نبوت کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ فضل فرمائے وہ دیوانہ نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کا معلم اور رہنما ہوتا ہے ۔ اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ ﷺ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ ﷺ دیوانے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے نبی ہیں مگر کفار مکہ کی ایذا رسانی کے باوجود آپ جس ثابت قدمی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ میں سرگرم ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا ایسا اجر عطا فرمائے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اور وہ وقت جلد آنے والا ہے جس میں آپ بھی دیکھ لیں گے اور کفار مکہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے ۔

Marfat.com

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ③ ٣۔ اور بے شک آپ کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ④ ٤۔ اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر فائز ہیں۔[۵]

یعنی حقیقت میں دیوانے تو وہ خود ہیں اور بہت جلد انہیں اپنی دیوانگی کا مشاہدہ ہو جائے گا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد جب عرب کے لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تو سب کو یقین ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیوانے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔

[۵] انسان جب کسی کی تعریف کرے تو اس میں غلط فہمی، مبالغہ، لالچ یا ڈر کا دخل ہو سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، بے نیاز اور دلوں کے راز جاننے والا ہے، وہ جب کسی کی تعریف کرتا ہے تو اس میں کسی کمی بیشی کا امکان نہیں ہوتا۔ اب آپ خود فیصلہ کریں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرمائے کہ وہ عظیم الشان اخلاق کے مالک ہیں تو ان کو جو دیوانہ کہے وہ خود دیوانہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام غلط نہیں ہو سکتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کی چند جھلکیاں

١۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس لئے بھیجا گیا ہوں تاکہ میں حسن اخلاق کو مکمل کر دوں۔ (موطا: کتاب حسن الاخلاق: باب ١)

٢۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے میرے رب نے ادب سکھایا، سو بہت اچھا ادب سکھایا۔ (الجامع الصغیر: ٣١٠: جلد اول: ص ٢٥، کنز العمال: ٣١٨٩٥: جلد ١١: ص ٤٠٦)

٣۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ سے عرض کیا گیا کہ آپ مشرکین کے خلاف دعا مانگیں تو آپ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (مسلم: ٦٦١٣: کتاب البر: باب ٢٤)

٤۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھ سے اُف نہیں کہا، اور میں نے جو کام کیا تو کبھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اور میں نے جس کام کو ترک کیا تو کبھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اس کام کو کیوں ترک کیا؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے اچھے تھے اور کوئی ریشم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے زیادہ ملائم نہیں تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو سے بڑھ کر کسی مشک اور عطر کی خوشبو نہیں سونگھی۔ (ترمذی: ٢٠١٥: ابواب البر: باب ٦٩)

٥۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کی مذمت نہیں کی، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز پسند ہوتی تو آپ اس کو کھا لیتے ورنہ اس کو چھوڑ دیتے۔ (بخاری: ٣٥٦٣: کتاب المناقب: باب ٢٣)

٦۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ''نہ'' کبھی نہیں فرمایا۔ (بخاری: ٦٠٣٤: کتاب الادب: باب ٣٩)

٧۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے سوا کبھی کسی کو نہیں مارا، کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور نہ کبھی کسی خادم کو مارا۔ (مسلم: ٦٠٥٠ (?) ٢٣٢٨: کتاب الفضائل: باب ٢٠)

Marfat.com

۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان چیز کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا اور اگر گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا لیکن جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کرتا تو آپ اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیتے۔ (بخاری: ۶۱۲۶: کتاب الادب: باب ۸۰)

۹۔ کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ کو ساحر اور مجنون کہا، آپ کا سوشل بائیکاٹ کیا، آپ کو شہید کرنے کی سازش کی، آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا اور آپ کے چچا حضرت حمزہ ؓ کو شہید کر کے ان کا کلیجہ چبایا لیکن آٹھ سال بعد جب آپ نے مکہ مکرمہ کو فتح کر لیا تو حرم کعبہ میں ان سخت ترین دشمنوں سے خطاب فرمایا: اے گروہ قریش! تمہارا کیا خیال ہے، میں تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا: آپ کریم نبی ہیں کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں، ہم آپ سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں آج تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی: (آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمادے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ قرآن: ۱۲: 92) جاؤ چلے جاؤ، میری طرف سے تم آزاد ہو۔ (سبل الھدیٰ والرشاد: جلد ۵: ص ۳۶۴، فتح الباری لابن حجر عسقلانی: زیر حدیث نمبر ۴۲۸۹: کتاب المغازی: باب دخول النبی ﷺ من اعلی مکۃ: جلد ۸: ص ۱۸) حسن اخلاق اور درگزر کا جو مثالی مظاہرہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انسانی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ کی شان کریمی دیکھ کر اہل مکہ جوق در جوق آگے بڑھے اور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کرنے لگے۔

۱۰۔ عثمان بن طلحہ جس کا تعلق بنی شیبہ سے تھا اور وہ کعبہ کا کلید بردار تھا، وہ خود بیان کرتا ہے: ہجرت سے پہلے ایک روز رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ہوئی، آپ ﷺ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، میں نے کہا: اے محمد! آپ کیسی عجیب بات کر رہے ہیں؟ آپ مجھ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ میں آپ کا پیروکار بن جاؤں حالانکہ آپ نے اپنی قوم کے دین کو ترک کر دیا ہے اور ایک نیا دین لے آئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ عہد جاہلیت میں ہمارا یہ دستور تھا کہ ہم زائرین کے لئے پیر اور جمعرات کو کعبہ کا دروازہ کھولا کرتے تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تاکہ دوسرے لوگوں کے ساتھ کعبہ میں داخل ہوں، میں نے آپ کے ساتھ بڑی بدخلقی کا مظاہرہ کیا اور نہایت ناشائستہ انداز میں گفتگو کی لیکن نبی کریم ﷺ نے کسی قسم کی برہمی کا اظہار نہ کیا بلکہ بڑے حلم اور بردباری سے میری بدکلامی کو برداشت کیا اور بڑی نرمی سے مجھے فرمایا: اے عثمان! یاد رکھو ایک دن آنے والا ہے جب تو دیکھے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا عطا کروں گا۔ میں نے یہ سن کر کہا: کیا اس روز قریش کمزور اور ذلیل ہو چکے ہوں گے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ اس دن قریش کی عزت کو چار چاند لگ جائیں گے۔ عثمان کہتا ہے: نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد میری لوح قلب پر نقش ہو گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ مسلمان ہو جاؤں مگر جب میری قوم کو میرے ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے مجھے سختی سے جھڑکا اور میں نے ایمان لانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

پھر جس روز مکہ فتح ہوا تو نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ کعبہ کی کنجی لے آؤ تو میں نے کنجی پیش کر دی۔ نبی کریم ﷺ

Marfat.com

نے فرمایا: اے عثمان! کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب ہجرت سے پہلے میں نے تمہیں کہا تھا: (اے عثمان! یاد رکھو ایک دن آنے والا ہے جب تو دیکھے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہو گی اور میں جس کو چاہوں گا عطا کروں گا) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک مجھے یاد ہے آپ نے ایسا ہی فرمایا تھا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج انتقام لینے کا دن نہیں بلکہ نیکی اور حسن اخلاق کا دن ہے اور کعبہ کی چابی مجھے دیتے ہوئے فرمایا: یہ چابی لے لو اور میں یہ چابی تمہیں ابد تک کے لئے دے رہا ہوں اور جو شخص تم سے یہ چابی چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔ (سبل الهدى والرشاد: جلد ۵: ص ۳۶۶، فتح الباري لابن حجر عسقلاني: زیر حدیث نمبر ۴۲۸۹: كتاب المغازي: باب دخول النبي صلى الله عليه وسلم من اعلى مكة: جلد ۸: ص ۱۹) چودہ صدیاں گزر چکی ہیں، ابھی تک کعبہ کی چابی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسل میں ہے اور یقیناً قیامت تک ان کی نسل میں ہی باقی رہے گی۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخت کلامی کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان اور حسن اخلاق کا بے نظیر نمونہ ہے۔

۱۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ طبعاً بے شرمی کی بات کرتے تھے اور نہ تکلفاً۔ آپ بازار میں شور نہیں کرتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔ (ترمذی: ۲۰۱۶: ابواب البر والصلة: باب ۶۹)

۱۲۔ حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہی تو ہے۔ (مسلم: ۱۷۳۹: كتاب المسافرين: باب ۱۸) گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتا پھرتا اور بولتا قرآن ہیں۔ یعنی جو کچھ قرآن کریم میں کہا گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان نے کیا خوب کہا ہے:

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا تیری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

۱۳۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ بنی قین کے ڈاکوؤں نے زید کی ماں کے قبیلے پر حملہ کیا، ان کا ساز و سامان لوٹا اور زید کو بھی پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے اور اسے عکاظ کی منڈی میں فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام نے زید کو ۴۰۰ درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کو تحفہ پیش کر دیا اور حضرت خدیجہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی تو انہوں نے زید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو اسی وقت آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا۔

Marfat.com

فَسَتُبۡصِرُ وَيُبۡصِرُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ ۵۔ پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔

زید کے باپ حارثہ نے اپنے بیٹے کی تلاش میں کئی علاقوں کا سفر کیا۔ ایک دن اسے پتہ چلا کہ اس کا بیٹا مکہ میں ہے تو حارثہ اپنے بھائی کعب کو لے کر مکہ آیا اور حضرت محمد ﷺ سے عرض کیا: اے عبدالمطلب کے بیٹے! ہم اپنے بیٹے زید کے بارے میں آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ ہم اس کا فدیہ دینے کے لئے تیار ہیں، آپ ہم پر احسان کریں اور اس کو آزاد کر دیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے بیٹے کو بلاؤ اور اس سے پوچھ لو، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں اسے فدیہ لئے بغیر تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دے دوں گا لیکن اگر وہ تمہارے ساتھ جانے کے بجائے میرے ساتھ رہنے کو پسند کرے تو پھر تمہیں اس کو مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا: آپ نے یہ فرما کر صرف ہمارے ساتھ انصاف ہی نہیں کیا بلکہ احسان کی انتہا کر دی ہے، ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے زید کو بلایا اور پوچھا: کیا تم ان کو جانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں یہ میرا باپ ہے اور یہ میرا چچا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم چاہو تو ان کے ساتھ اپنے وطن واپس جا سکتے ہو اور اگر چاہو تو میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔ زید نے جواب دیا: میں آپ کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ جانے کو تیار نہیں ہوں، آپ ہی میرے لئے باپ اور چچا کی جگہ ہیں۔ اس کے باپ اور چچا نے کہا: اے زید! تم پر افسوس ہے، تم آزادی کے بجائے غلامی کو اور اپنے ماں باپ اور اہل خانہ کے بجائے ان کو پسند کر رہے ہو۔ زید نے کہا: مجھے حضرت محمد ﷺ سے اتنی شفقت اور محبت ملی ہے کہ میں ان کو چھوڑ کر کہیں اور جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

زید کا یہ جواب سن کر نبی کریم ﷺ زید کو باہر لائے اور اعلان کیا: اے لوگو! تم گواہ ہو جاؤ! زید میرا بیٹا ہے، وہ میرا وارث ہے اور میں اس کا وارث ہوں۔ یہ اعلان سن کر زید کا باپ اور چچا دونوں خوش ہو کر واپس گھر لوٹ گئے۔ اس کے بعد زید کو زید بن محمد پکارا جانے لگا لیکن نبوت کے اعلان کے بعد جب سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵ نازل ہوئی تو اس کے بعد زید بن حارثہ کی نسبت سے پکارے جاتے۔ (اُسُدُ الغابة: جلد دوم: ص ۲۳۸، الإصابة: جلد دوم: ص ۲۴۱) یہی وہ خوش نصیب زید ؓ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے جنگ موتہ میں اسلامی فوج کا امیر مقرر فرمایا اور اسی جنگ میں آپ نے شہادت کی سعادت حاصل کی۔ ؓ

نبی کریم ﷺ کے حسن مزاح کی چند جھلکیاں

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (ایک دفعہ صحابہ کرام کو) فرمایا: میں مزاح اور ہنسی مزاق بھی کرتا ہوں لیکن میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔ (مجمع الزوائد: جلد ۹: ص ۱۷)

۲۔ حضرت انس ؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سواری طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا۔ وہ شخص پریشان ہو کر کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا: تمام اونٹ اونٹنیوں کے بچے ہوتے ہیں۔ (ترمذی: ۱۹۹۱: ابواب البر: باب ۵۷) اس شخص نے سمجھا آپ اونٹ کا بچہ فرما رہے ہیں اور آپ کی مراد اونٹ کا بیٹا تھی۔

Marfat.com

بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۞ ٦۔ کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۠ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۞ ٧۔ بے شک آپ کا رب اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔[٦]

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۞ ٨۔ سو آپ جھٹلانے والوں کی بات نہ مانیں۔

٣۔ حضرت حسن ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک بوڑھی عورت آئی اور اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل کردے۔ آپ نے فرمایا: اے فلاں کی ماں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی، وہ عورت واپس جاکر رونے لگی۔ آپ نے فرمایا: اسے خبر دو کہ کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک ہم نے ان (اہل جنت کی بیویوں) کو بنایا ہے، پھر ہم نے ان کو کنواریاں بنایا ہے جو محبت کرنے والیاں اور ہم عمر ہیں۔ (قرآن: ٥٦: ٣٧-٣٥) (شمائل ترمذی: جلد ٢: ص: ١١١: باب فی صفۃ رسول اللہ) اس بڑھیا نے سمجھا کہ آپ اس کے متعلق فرما رہے ہیں اس لئے رونا شروع کردیا مگر آپ کی مراد یہ تھی کہ بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی کیونکہ جنت میں سب جوان ہوں گی اور ان کی عمریں ٣٠ یا ٣٣ سال ہوں گی۔

(ترمذی: ٢٥٤٥: ابواب صفۃ الجنۃ: باب ١٢)

٤۔ حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی جس کا نام زاہر ﷺ تھا وہ نبی کریم ﷺ کے لئے گاؤں سے تحفے لاتا تھا اور جب وہ جانے لگتا تو نبی کریم ﷺ بھی اس کو کچھ سامان دیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے: زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا تھا اور اس کی شکل اچھی نہیں تھی۔ ایک دن وہ اپنا سودا بیچ رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ پیچھے سے آکر اس سے اس طرح بغل گیر ہوئے کہ وہ دیکھ نہ سکا۔ اس نے کہا: کون ہے؟ مجھے چھوڑ دے، پھر اس نے مڑ کر دیکھا تو نبی کریم ﷺ کو پہچان لیا، پھر اس نے اپنی پیٹھ کو نبی کریم ﷺ کے سینہ مبارک کے ساتھ (برکت کے لئے) چپکائے رکھا اور نبی کریم ﷺ فرما رہے تھے: یہ عبد کون خریدے گا؟ اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! بخدا تب آپ مجھے کھوٹا پائیں گے۔ آپ نے فرمایا: لیکن تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو بلکہ بہت قیمتی ہو۔ (مسند احمد: جلد ٣: ص ١٦١، شرح شمائل ترمذی: جلد ٢: ص ١٠٧: باب فی صفۃ مزاح رسول اللہ) ایسے موقع پر بظاہر عبد سے مراد غلام ہوتا ہے لیکن وہ آزاد شخص تھا اور آپ کی اس سے مراد یہ تھی کہ وہ اللہ کا بندہ (عبداللہ) ہے۔

[٦] اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست سے بھٹک گئے ہیں اور انہیں بھی خوب جانتا ہے جو مشکلات کے باوجود راہ راست پر گامزن ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان دونوں گروہوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

Marfat.com

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝۹
۹۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ (بت پرستی کے خلاف) نرمی اختیار کریں تو وہ (اسلام کے خلاف) نرم پڑ جائیں گے۔[۷]

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝۱۰
۱۰۔ اور آپ کسی ایسے شخص کی بات بھی نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۝۱۱
۱۱۔ جو بہت نکتہ چین اور چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲
۱۲۔ جو نیکی سے روکنے والا، حد سے بڑھنے والا سخت گناہگار ہے۔

عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝۱۳
۱۳۔ (اور) بدمزاج ہونے کے علاوہ بداصل بھی ہے۔[۸]

---

[۷] جن لوگوں نے آپ کو نبی ماننے سے انکار کر دیا ہے وہ آپ کے لئے مخلص نہیں ہو سکتے، لہٰذا آپ ان کی پرواہ نہ کریں کیونکہ وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ اپنے دین کے کچھ احکام چھوڑ دیں تو وہ بھی اپنے کفر و شرک کے کچھ احکام چھوڑ دیں گے۔ (تفسیر قرطبی) اگر اس طرح دین اسلام میں ترمیم کا سلسلہ شروع کیا گیا تو آہستہ آہستہ ایک دن یہ پورا دین ختم ہو جائے گا، لہٰذا آپ ان کی باتوں میں نہ آئیں اور اپنے دین کے جملہ احکام پر ثابت قدم رہیں۔

نبی تو گناہوں سے معصوم ہوتا ہے اور دین کے کسی حکم کو حذف کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا، لہٰذا ان آیات میں نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے امت مسلمہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں کفار کی باتوں میں نہ آئیں۔

[۸] مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ اس خبیث کی دلآزار باتوں سے کبیدہ خاطر نہ ہوں یہ ہمیشہ کے لئے ذلیل و خوار ہو جائے گا۔

مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید اپنی ماں کے پاس گیا اور اس سے کہا: بے شک محمد (ﷺ) نے میری نو صفات بیان کی ہیں۔ وہ ساری میرے اندر ظاہر ہیں اور میں انہیں پہچانتا ہوں سوائے نویں صفت کے کہ میں حرامی بھی ہوں۔ اب اگر تو نے اس خبر کی تصدیق نہ کی تو میں تلوار سے تیری گردن اڑا دوں گا۔ اس نے کہا: تیرا باپ نامرد تھا، مجھے مال وراثت کا خطرہ لاحق ہوا (کہ اسے کوئی غیر نہ لے جائے) تو میں نے ایک چرواہے کو اپنے اوپر قادر کیا اور تو اس چرواہے کا بیٹا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

چغل خوری کی مذمت

حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ تم

Marfat.com

اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ ⑭

١٤۔ (وہ اس لئے سرکش ہے) کہ وہ بہت مالدار اور بیٹوں والا ہے۔[9]

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ⑮

١٥۔ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے: یہ تو پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ⑯

١٦۔ عنقریب ہم اس کی سونڈ (ناک) پر داغ لگا دیں گے۔[١٠]

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ⑰

١٧۔ بے شک ہم نے ان (اہل مکہ) کو بھی اسی طرح آزمایا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا جب انہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ ضرور صبح ہوتے ہی اس (باغ) کے پھل توڑ لیں گے۔[١١]

میں سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟ صحابہ ﷺ نے عرض کیا: کیوں نہیں، ضرور بتائیں! آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد آجائے۔ پھر فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے بدتر لوگ کون ہیں؟ صحابہ ﷺ نے عرض کیا: کیوں نہیں، ضرور بتائیں! آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بدتر لوگ وہ ہیں جو دوستوں کے درمیان پھوٹ ڈالتے ہیں، چلتے پھرتے چغلی کرتے ہیں اور بے قصور لوگوں پر تہمت لگاتے ہیں۔
(مسند احمد: جلد ٦: ص ٤٥٩)

[٩] یعنی وہ شخص کثرت مال و اولاد کی وجہ سے اتنا سرکش اور مغرور ہوگیا ہے کہ جب اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے: یہ تو پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔

[١٠] چہرہ میں ناک ہی بلند ہوتی ہے جو انسان کی خوبصورتی کا ذریعہ ہے اور جس کی ناک کٹ جائے یا داغدار ہو جائے تو اس کا چہرہ بدصورت ہو جاتا ہے، اسی لئے ناک داغدار ہونا، ناک کٹنا اور ناک نہ رہنا جیسے محاورات انسان کی ذلت و رسوائی کے بیان کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے بھی ولید کی ذلت و رسوائی بیان کرنے کے لئے ناک داغدار ہونے کو کنایۃً استعمال فرمایا ہے یعنی ہم اس کی سونڈ جیسی ناک پر عنقریب ایسا ذلت کا داغ لگائیں گے کہ وہ کسی کو منہ نہیں دکھا سکے گا۔ چنانچہ اس آیت کے نزول اور اس کی ماں کی تصدیق کے بعد جب لوگوں کو یقین ہوگیا کہ وہ بداصل ہے تو لوگ اس کا منہ دیکھتے ہی اس سے نفرت کرنے لگتے۔

[١١] اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو مال و دولت سے نوازا اور کعبہ کا متولی ہونے کی وجہ سے پورے عرب میں عزت و احترام عطا فرمایا مگر

Marfat.com

وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ⑱

۱۸۔ اور انہوں نے اِنْ شَاءَاللہ نہ کہا۔

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَ هُمْ نَآئِمُوْنَ ⑲

۱۹۔ پس آپ کے رب کی طرف سے اس باغ پر ایک عذاب آ گیا جب وہ سوئے ہوئے تھے۔

فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ⑳

۲۰۔ سو وہ باغ کٹے ہوئے کھیت کی طرح ہو گیا۔

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ㉑

۲۱۔ پھر صبح ہوتے ہی وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔

اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ㉒

۲۲۔ کہ اگر تم پھل توڑنا چاہتے ہو تو سویرے سویرے اپنے کھیت کی طرف چل پڑو۔

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ㉓

۲۳۔ سو وہ چل پڑے اور وہ آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے۔

وہ اس پر مغرور نہ ہوں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش ہے۔ اگر انہوں نے ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہے تو پھر ان پر بھی وہ عذاب آ سکتے ہیں جو گزشتہ نافرمان لوگوں پر آیا کرتے تھے۔ آنے والی سولہ آیات میں ایسے ہی نافرمان لوگوں کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مال و عزت سے نوازا لیکن جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے تو ان کا سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا۔ مفسرین نے اس واقعہ کو مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے، میں یہاں پر ان سب کا خلاصہ پیش کرتا ہوں:

یمن میں صنعاء کے قریب ایک امیر آدمی رہتا تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیروکار اور بڑا نیک آدمی تھا۔ اس نے اپنی زمین میں انگوروں کا باغ لگا رکھا تھا اور کچھ حصہ میں کاشت کاری بھی کرتا تھا۔ اس نیک آدمی کا یہ معمول تھا کہ جب فصل کاٹنے اور باغ کا پھل توڑنے کا وقت آتا تو اس علاقہ کے غریب اور مسکین لوگ بھی وہاں جمع ہو جاتے اور وہ اپنے غلہ اور پھلوں میں سے کچھ غریب لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔ جب وہ نیک آدمی فوت ہو گیا تو اس کے تین بیٹے تھے جو اس کی زمین اور باغ کے وارث بنے۔ ان تین بھائیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارے اخراجات بڑھ گئے ہیں، لہٰذا کل ہم غریبوں کے آنے سے پہلے صبح سویرے ہی اپنے پھلوں کو اتار لیں۔ ان کا منجھلا بھائی ان سے کچھ زیرک تھا، اس نے اپنے بھائیوں کو کہا: ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور غریبوں کی مدد جاری رکھنی چاہیے اور ان شاء اللہ بھی کہنا چاہیے۔ اس پر اس کے بھائیوں نے قسم کھالی کہ باغ ہمارا ہے اور محنت بھی ہم ہی کرتے ہیں، لہٰذا ہم ان مفت خورے غریبوں کو کچھ نہیں دیں گے۔ اور وہ اپنے پھلوں پر اتنا مغرور تھے کہ انہوں نے ان شاء اللہ کہنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی۔ الغرض ان میں سے جو بھی صبح سویرے پہلے اٹھے انہوں نے اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں کو جگایا اور جلدی جلدی باغ کی طرف روانہ

Marfat.com

أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ﴿٢٤﴾

۲۴۔ کہ آج اس باغ میں تمہارے پاس ہرگز کوئی مسکین نہ آنے پائے۔

وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ﴿٢٥﴾

۲۵۔ اور وہ صبح سویرے چل پڑے (ان کا خیال تھا) کہ وہ اپنے ارادہ کو پورا کرنے پر قادر ہیں۔

فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ ﴿٢٦﴾

۲۶۔ پھر جب انہوں نے اس (کٹے ہوئے باغ) کو دیکھا تو کہنے لگے: یقیناً ہم راستہ بھول گئے ہیں۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٢٧﴾

۲۷۔ بلکہ ہم تو محروم ہو گئے ہیں۔

قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿٢٨﴾

۲۸۔ ان میں سے منجھلے (بھائی) نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم (اللہ تعالیٰ کی) تسبیح کیوں نہیں کرتے؟

قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٩﴾

۲۹۔ تب وہ کہنے لگے: ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہم ہی ظالم تھے۔

ہو گئے، اور آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کرتے تاکہ غریب لوگ ان کی باتیں نہ سن سکیں ورنہ وہ بھی جاگ کر وہاں پہنچ جائیں گے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے ارادہ کو پورا کرنے پر قادر ہیں اور غریبوں کے آنے سے پہلے پہلے سارے پھل اتار لیں گے لیکن جب وہ باغ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ باغ تو جل کر راکھ بن چکا ہے اور اس کے پھل بھی بالکل تباہ ہو چکے ہیں۔ پہلے تو انہیں خیال گزرا کہ رات کی تاریکی میں غالباً وہ راستہ بھول گئے ہیں اور غلطی سے کسی اور جگہ آگئے ہیں لیکن جب غور سے دیکھا تو ششدر رہ گئے کہ یہ تو ان ہی کا باغ ہے اور ان کی قسمت پھوٹ گئی ہے اور وہ اپنے باغ سے محروم ہو گئے ہیں۔ اس وقت ان کے منجھلے بھائی نے انہیں یاد دلایا: میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور غریبوں کے ساتھ زیادتی نہ کرو۔ تب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرنے لگے: اے ہمارے رب! تو پاک ہے، بے شک ہم نے ہی زیادتی اور سرکشی کی ہے، تو ہمیں معاف فرما دے اور ہمیں اس کے بدلے میں بہتر باغ عطا فرما۔

الغرض جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی کرتے ہیں ان پر اسی طرح عذاب نازل ہوتا ہے، یہ تو دنیا کا عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑا ہوگا۔

تنبیہ: منجھلے بھائی نے اگرچہ بہت اچھا کام کیا تھا جو انہیں اس کرتوت سے منع کیا لیکن جب وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکا اور ان

Marfat.com

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۞	۳۰۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔
قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۞	۳۱۔ وہ کہنے لگے: ہائے ہماری شامت! بے شک ہم ہی سرکش تھے۔
عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۞	۳۲۔ امید ہے کہ ہمارا رب ہم کو اس کے بدلے میں اس سے بہتر باغ دے گا، بے شک اب ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔
كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۞ ع	۳۳۔ عذاب اسی طرح ہوتا ہے، اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے، کاش! وہ لوگ جانتے۔
اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۞	۳۴۔ بے شک پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمتوں والے باغات ہیں۔
اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ؕ ۞	۳۵۔ کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟ [۱۲]

کے ساتھ شریک کار ہو گیا تو وہ بھی ان ہی کے حکم میں شمار ہو گا۔

[۱۲] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: قریش کے سرداروں نے جب سنا کہ آخرت میں پرہیزگاروں کو نعمتوں والے باغات ملیں گے تو انہوں نے کہا: اگر مسلمانوں کی یہ بات صحیح نکلی کہ ہم کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا تو وہاں بھی حالات مختلف نہیں ہوں گے بلکہ جس طرح دنیا میں ہم مسلمانوں سے بہتر ہیں اسی طرح آخرت میں بھی ہم ہی بہتر ہوں گے ورنہ کم از کم مسلمانوں کے درجہ کے برابر ضرور ہوں گے۔ (تفسیر قرطبی) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس زعم باطل کا رد فرمایا ہے۔ دنیا کے کسی مہذب ملک میں قانون کے پابند شہری اور قانون توڑنے والے مجرم برابر نہیں ہو سکتے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں اور اس کے نافرمانوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا جائے؟ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم یہ کیسی بات کر رہے ہو جو عقل کے کسی معیار پر پوری نہیں اترتی۔ ہاں اگر تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ تمہیں آخرت میں وہی ملے گا جو تمہیں پسند ہو گا تو وہ کتاب ہمیں دکھاؤ۔ اور اگر ایسی کوئی آسمانی کتاب نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔

Marfat.com

مَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝۳۶
۳۶۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟

اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝۳۷
۳۷۔ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھتے ہو؟

اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ۝۳۸
۳۸۔ کہ تمہارے لئے اس میں وہ کچھ ہے جو تم پسند کرتے ہو۔

اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۝۳۹
۳۹۔ یا تم نے ہم سے ایسی قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت تک باقی رہیں گی کہ تمہارے لئے وہی کچھ ہو گا جس کا تم فیصلہ کرو گے۔ [۱۳]

مع ۱۵ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۝۴۰
۴۰۔ آپ ان سے پوچھیں کہ ان میں سے کون اس بات کا ذمہ دار ہے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝۴۱
۴۱۔ یا ان کے پاس کوئی گواہ ہیں؟ تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے گواہوں کو پیش کریں اگر وہ سچے ہیں۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝۴۲
۴۲۔ جس دن پنڈلی سے پردہ اٹھایا جائے گا اور ان کو سجدہ کے لئے بلایا جائے گا تو وہ (سجدہ) نہ کر سکیں گے۔ [۱۴]

---

[۱۳] جب تمہارے پاس نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی تو پھر کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے قسمیں لے رکھی ہیں یا عہد و پیمان کر رکھے ہیں کہ تمہیں قیامت کے دن وہی ملے گا جس کا تم خود فیصلہ کرو گے۔ اگر ایسا کوئی معاہدہ ہوا ہے تو اس کے ضامن اور گواہ کون تھے جن کی ضمانت اور گواہی پر یہ معاہدہ طے پایا تھا، لہٰذا اگر تم سچے ہو تو ان گواہوں کو پیش کرو۔ اور اگر کوئی گواہ نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔

[۱۴] قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کا نور ظاہر فرمائے گا اور لوگوں کو سجدہ کے لئے بلایا جائے گا تو مخلص ایمان والے سجدہ ریز ہو جائیں گے مگر کفار کی کمر اکڑ جائے گی اور وہ کوشش کے باوجود سجدہ نہ کر سکیں گے حالانکہ دنیا میں جب انہیں سجدہ کے لئے بلایا جاتا تھا تو وہ تندرست ہونے کے باوجود سجدہ نہیں کرتے تھے، لہٰذا آج اس کی سزا کے طور پر وہ سجدہ کرنے سے محروم کر دیئے جائیں گے، ان کی نگاہیں ندامت کی وجہ سے جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت و رسوائی چھا رہی ہو گی۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (جس دن) ہمارا رب اپنی پنڈلی

Marfat.com

خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدۡ كَانُوۡا يُدۡعَوۡنَ اِلَى السُّجُوۡدِ وَهُمۡ سٰلِمُوۡنَ ۞

۴۳۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چھا رہی ہو گی حالانکہ وہ (دنیا میں بھی) سجدہ کے لئے بلائے جاتے تھے جبکہ وہ تندرست تھے۔

فَذَرۡنِىۡ وَمَنۡ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ ؕ سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَيۡثُ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۞

۴۴۔ پس (پیارے نبی!) آپ اس کلام (قرآن) کے جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں، [۱۵] ہم انہیں بتدریج (تباہی کی طرف) اس طرح لے جائیں گے کہ انہیں خبر تک نہ ہوگی۔ [۱۶]

وَاُمۡلِىۡ لَهُمۡ ؕ اِنَّ كَيۡدِىۡ مَتِيۡنٌ ۞

۴۵۔ اور میں انہیں مہلت دیتا ہوں، بے شک میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔

ظاہر فرمائے گا تو ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت اس کو سجدہ کریں گے اور جو دنیا میں ریاکاری اور شہرت کے لئے سجدہ کرتا تھا وہ سجدہ کرنا چاہے گا تو اس کی کمر تختہ کی طرح سخت ہو جائے گی۔ (بخاری: ۴۹۱۹: کتاب تفسیر القرآن: سورہ قلم: باب ۲)

[۱۵] میرے پیارے نبی! جو لوگ قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں آپ ان کی پرواہ نہ کریں بلکہ ان کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں میں خود ان سے انتقام لوں گا۔

[۱۶] جو لوگ قرآن مجید کی تکذیب کرتے ہیں بسا اوقات انہیں فوراً سزا نہیں ملتی بلکہ ان کے لئے دنیاوی عیش اور فراخی میں اضافہ ہو جاتا ہے جس سے انہیں غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ ان کا طرز عمل درست ہے مگر درحقیقت وہ بے خبری میں آہستہ آہستہ تباہی کی طرف جا رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مہلت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں لیکن پھر بھی جو توبہ نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کی تدبیر بڑی سخت سزا کی صورت میں نازل ہوتی ہے۔ وہ چاہے تو اسی دنیا میں کسی وقت پکڑ لے یا چاہے تو آخرت میں مگر جب وہ پکڑتا ہے تو اس کی گرفت اتنی مضبوط ہے کہ پھر کوئی چھڑا نہیں سکتا، لہٰذا اس دنیا میں نافرمانی کے باوجود اگر کسی کے رزق میں کشادگی ہے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، ہوسکتا ہے یہ اس کے لئے آزمائش اور تباہی کا ذریعہ ہو۔

علامہ قرطبی نے اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کسی بدکار نے کہا: اے میرے رب! میں تیری کتنی نافرمانی کرتا ہوں اور تو مجھے کوئی سزا نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے نبی کی طرف وحی بھیجی کہ اس احمق سے کہو کہ میں نے تجھے کئی سزائیں دی ہیں لیکن تجھے ان کا شعور نہیں ہے، اگر تجھے عقل ہوتی تو تیری آنکھوں کا آنسوؤں سے محروم ہو جانا اور تیرے دل کا سخت ہو جانا بہت بڑی سزا ہے اور میری طرف سے مہلت ہے۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ القلم (۶۸): زیر آیت نمبر ۴۴)

Marfat.com

اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ اَجۡرًا فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ ۚ﴿۴۶﴾

۴۶۔ کیا آپ ان سے کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں کہ وہ تاوان کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں۔[۱۷]

اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ یا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے جس کو وہ لکھ لیتے ہیں۔[۱۸]

فَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنۡ كَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ ۘ اِذۡ نَادٰى وَهُوَ مَكۡظُوۡمٌ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ پس آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے (اپنے رب کو) پکارا جبکہ وہ غم وغصہ کی حالت میں تھے۔[۱۹]

وقف لازم

[۱۷] میرے پیارے نبی! اگر آپ تبلیغ اسلام کے بدلے میں ان سے کوئی اجرت طلب کرتے جو ان کے لئے ناقابل برداشت ہوتی تو ان کے انکار کی کوئی وجہ بھی تھی، مگر آپ تو بلا معاوضہ ان کی بہتری کے لئے کوشاں ہیں، پھر یہ کتنے نادان ہیں جو آپ کی بات نہیں سنتے۔

[۱۸] میرے پیارے نبی! یہ کفار قرآن کی آیات اور آپ کے معجزات کے باوجود آپ کو نہیں مانتے۔ آپ ان سے پوچھیں کہ ان کے پاس اس انکار کی کیا دلیل ہے؟ اگر ان کے پاس کوئی غیب کی خبر آتی ہے جس کو وہ لکھ لیتے ہیں تو وہ تحریر پیش کریں، لیکن ان کے پاس غیبی علم کی کوئی تحریر نہیں ہے یہ صرف تعصب اور عناد کی وجہ سے آپ پر ایمان نہیں لاتے۔

[۱۹] یعنی آپ کفار کی ایذا رسانی پر صبر کریں اور ان کے متعلق اپنے رب کے فیصلے کا انتظار کریں اور حضرت یونس علیہ السلام کی طرح نہ ہو جائیں جو ہمارے حکم کا انتظار کئے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے جس کے نتیجے میں وہ مچھلی کے پیٹ میں گئے اور غم وغصہ کی حالت میں اپنے رب کے حضور اس طرح فریاد کی: لاالہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ (تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔)

حضرت یونس علیہ السلام اور مچھلی کا واقعہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو عراق میں نینوئ کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اہل نینوئ کو شرک سے روکا اور توحید کی دعوت دی مگر انہوں نے تکذیب کی اور ان کی ہٹ دھرمی اور سرکشی بڑھتی گئی، آپ نے انہیں عذاب کی وعید سنائی کہ تین دنوں تک ان پر عذاب آنے والا ہے اور خود ان لوگوں پر غضبناک ہو کر وہاں سے چل نکلے اور اس ہجرت کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کا انتظار نہ کیا۔ اگرچہ عام مومنوں کے لئے ایسے مشرک اور ہٹ دھرم لوگوں کا علاقہ چھوڑ کر ہجرت کر جانا اچھی بات ہے مگر ایک نبی کے شایان شان یہی تھا کہ آپ وحی کا انتظار کرتے۔

Marfat.com

لَوْ لَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اگر ان کے رب کی رحمت ان کی دستگیری نہ کرتی تو وہ مذموم حالت میں چٹیل میدان میں پھینک دیئے جاتے۔[۲۰]

علامہ رازی لکھتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اور جب کشتی ڈگمگانے لگی اور سب لوگوں کو ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو ملاحوں نے کہا: اس کشتی میں کوئی عاصی یا بھاگا ہوا غلام ہے کیونکہ ہوا کے بغیر کشتی اسی وقت ڈگمگاتی ہے جب اس میں کوئی عاصی انسان ہو اور ہماری روایت یہ ہے کہ جب ہم ایسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو ہم قرعہ اندازی کرتے ہیں اور جس کے نام پر قرعہ نکل آئے اسے سمندر میں پھینک دیتے ہیں کیونکہ ایک آدمی کا غرق ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ کشتی کے سارے لوگ غرق ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے تین بار قرعہ اندازی کی اور ہر بار حضرت یونس علیہ السلام ہی کا نام نکلا۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی عاصی بندہ اور بھاگا ہوا غلام ہوں اور پھر سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ پس ایک بڑی مچھلی آئی اور اس نے آپ کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی کو فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہ ہو۔ میں نے تیرا پیٹ ان کے لئے قید خانہ بنایا ہے، ان کو تیرے لئے خوراک نہیں بنایا۔

(تفسیر کبیر: سورۃ الأنبیاء (۲۱): زیر آیت نمبر ۸۷)

حضرت یونس علیہ السلام وحی کا انتظار کئے بغیر چل نکلے تھے اور ان کا خیال یہ تھا کہ وہ کوئی غلطی نہیں کر رہے اس لئے ان پر کوئی گرفت نہیں ہوگی لیکن اب مچھلی کے پیٹ میں انہیں احساس ہوا کہ ہجرت کا حکم نازل ہونے سے پہلے چل نکلنا ان کی اجتہادی خطا تھی۔ لہٰذا انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی میں دعا کی: اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور مچھلی نے سمندر کے کنارے آ کر آپ کو اگل دیا۔

دعائے یونس علیہ السلام کی فضیلت

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت یونس علیہ السلام کی وہ دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی: لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ جو مسلمان جس مشکل میں ان الفاظ سے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

(ترمذی: ۳۵۰۵: کتاب الدعوات: باب ۸۲)

☆ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی غم یا مصیبت لاحق ہو اور وہ اس سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان فرما دے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی دعا ارشاد فرمائی یعنی لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔

(مستدرک: امام حاکم: ۱۸۶۴: جلد اول: ص ۶۸۵)

[۲۰] اگر وہ مچھلی کے پیٹ میں تسبیح نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہ فرماتا تو انہیں چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا اور ان کا کوئی پرسان حال نہ ہوتا، یا وہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {پس اگر وہ تسبیح کرنے

Marfat.com

فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ پس ان کے رب نے انہیں چن لیا اور ان کو صالحین میں شامل رکھا۔[۲۱]

وَ اِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ اور بے شک کافر لوگ جب قرآن سنتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ وہ آپ کو اپنی (بد) نظروں سے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں[۲۲] اور کہتے ہیں کہ وہ ضرور دیوانہ ہے۔

والوں میں سے نہ ہوتے تو وہ مچھلی کے پیٹ میں اس دن تک رہتے جب لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔}

(قرآن:۳۷:۱۴۳۔۱۴۴)

[۲۱] مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام کی تسبیح اور توبہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں صالحین میں شامل رکھا اور ان کے ساتھ وحی کا سلسلہ بحال کر دیا اور جب آپ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس واپس گئے تو وہی لوگ جنہوں نے پہلے آپ کی تکذیب کی تھی وہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور آپ پر ایمان لے آئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ہم نے انہیں ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا، پس وہ (لوگ ان پر) ایمان لائے اور ہم نے انہیں ایک معین مدت تک فائدہ پہنچایا۔}

(قرآن:۳۷:۱۴۷۔۱۴۸)

[۲۲] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن مجید پڑھ کر سناتے تو کفار آپ کو ایسی تیز نظروں سے گھور کر دیکھتے جیسے ان کے بس میں ہو تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھا جائیں۔ نیز جو لوگ نظر لگانے میں مشہور تھے کفار ان کی خدمات بھی حاصل کرتے تا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنظروں سے دیکھیں اور ان کو نقصان پہنچائیں مگر جس شمع کو اللہ تعالیٰ روشن رکھنا چاہے اس کو کسی بدخواہ کی بدنظریں نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔

نظرِ بد کا لگنا

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظر کا لگنا حق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم پر سوئی سے کرید کر نشان (Tattoo) بنانے سے منع فرمایا۔ (بخاری:۵۷۴۰: کتاب الطب: باب ۳۶)

☆ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں ایک بچی دیکھی جس کے چہرے پر داغ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے دم کرو کیونکہ اس کو نظر لگی ہے۔ (بخاری:۵۷۳۹: کتاب الطب: باب ۳۵)

☆ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات اور انسان کی نظرِ بد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے لیکن جب مُعَوِّذَتَانِ یعنی قرآن مجید کی آخری دو سورتیں نازل ہوئیں تو پھر آپ انہی دو سورتوں کو پڑھنے پر اکتفا کرتے تھے۔

(ترمذی:۲۰۵۸: ابواب الطب: باب ۱۶)

Marfat.com

وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾ ع

۵۲۔ حالانکہ وہ (قرآن) تو سارے جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔[۲۳]

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظر کا لگنا حق ہے، نظر کے وقت شیطان بھی آ جاتا ہے اور ابن آدم پر حسد کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ القلم (۶۸): زیر آیت نمبر ۵۱: جلد ۴: ص ۳۵۸)

[۲۳] جب قرآن مجید تمام جہانوں کے لئے نصیحت اور ہدایت ہے تو جس پر یہ قرآن مجید نازل کیا گیا ہے وہ دیوانہ کیسے ہو سکتا ہے؟ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کا نزول اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیوانہ نہیں بلکہ علم و حکمت کا پیکر ہیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از چاشت بروز جمعہ ۵ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۷ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۳۱ راکتوبر تا ۵ نومبر یعنی پانچ دنوں میں سورہ قلم کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الحاقّة (۶۹)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''حاقہ'' ہے اور یہ سورت اسی نام سے شروع کی گئی ہے۔

قیامت کا آنا یقینی ہے

اس سورت کی ابتدائی آیات میں کفارِ مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ قیامت کا آنا یقینی ہے۔تم سے پہلے جن قوموں یعنی قوم ثمود وعاد، قوم فرعون، قوم لوط اور قوم نوح وغیرہ نے قیامت کا انکار کیا تھا تو ان پر مختلف قسم کے عذاب نازل ہوئے تھے جن کے بارے میں تم اپنے آباء واجداد سے سنتے چلے آرہے ہو، لہٰذا تم گزشتہ قوموں کے احوال سے عبرت حاصل کرو اور قیامت پر ایمان لے آؤ۔

قیامت کی ہولناکی

آیت نمبر ۱۳ تا ۱۷ میں وقوعِ قیامت کے چند ہولناک احوال بیان کیے گئے ہیں یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے، زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور آسمان پھٹ کر روئی کے گالوں کی طرح اڑ رہا ہوگا۔

نامۂ اعمال

آیت نمبر ۱۸ تا ۳۷ میں نیک اور برے لوگوں کے اعمال ناموں کے مطابق ان کی جزا وسزا کا ذکر ہے، یعنی قیامت کے دن جب لوگ میزانِ عدل پر پہنچیں گے تو سب لوگوں کے ظاہری اعمال اور باطنی احوال ظاہر کر دیے جائیں گے۔ جو لوگ قیامت پر ایمان رکھتے تھے اور اس کے ڈر سے نیک اعمال کرتے تھے ان کے اعمالنامے ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ عالی شان جنت میں پسندیدہ زندگی گزاریں گے۔ اور جو لوگ قیامت کے منکر تھے اور برائیوں میں سرگرم رہتے تھے ان کے اعمالنامے ان کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ جہنم میں پچھتائیں گے۔

قرآن مجید

آیت نمبر ۳۸ سے آخر تک قرآن مجید کی صداقت اور اس کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے یعنی قرآن مجید کسی شاعر یا کاہن کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے، اس میں کسی کمی بیشی یا شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اور آج جو لوگ قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں وہ قیامت کے دن حسرت سے پکاریں گے: کاش! وہ قرآن مجید کی تکذیب نہ کرتے تو وہ بھی جنت میں داخل ہوتے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز جمعہ ۵ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۷ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

ایاتھا ٥٢ ٦٩ سورۃ الحاقۃ مکیۃ ٧٨ رکوعاتھا ٢

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلۡحَآقَّةُ ۙ﴿۱﴾ ١۔ وہ واقع ہونے والی (قیامت)۔

مَا الۡحَآقَّةُ ۚ﴿۲﴾ ٢۔ وہ واقع ہونے والی کیا ہے؟

وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡحَآقَّةُ ؕ﴿۳﴾ ٣۔ اور تمہیں کیا خبر کہ وہ واقع ہونے والی کیا ہے؟[١]

كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَعَادٌۢ بِالۡقَارِعَةِ ﴿۴﴾ ٤۔ عاد و ثمود والوں نے کھڑ کھڑانے والی (قیامت) کو جھٹلایا۔[٢]

فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُهۡلِكُوۡا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ ٥۔ تو ثمود والے ایک سخت چنگھاڑ سے ہلاک کر دیئے گئے۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ﴿۶﴾ ٦۔ اور عاد والے ایک سخت سرد اور تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیئے گئے۔

---

[١] واقع ہونے والی سے مراد قیامت ہے جس کا آنا برحق ہے۔ اس کی شدت بتانے کے لئے دو دفعہ سوال کیا گیا ہے، یعنی کیا تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ قیامت کیا ہے؟ قیامت کی ہولناکی کا عالم یہ ہے کہ بڑے سے بڑا مفکر بھی اس کی ہولناکی کا پوری طرح ادراک نہیں کر سکتا۔ ظاہر ہے جس کی آمد سے آسمان پھٹ جائیں اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں اڑنے لگیں تو انسان اس کی ہولناکی کی شدت کیسے بیان کر سکتا ہے؟

[٢] کھڑ کھڑانے والی سے بھی مراد قیامت ہے۔ جب قیامت برپا ہو گی تو ہر چیز کی ٹوٹ پھوٹ سے ایسی خوفناک آواز پیدا ہو گی کہ انسان کے حواس باختہ ہو جائیں گے۔ یہاں پر کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قیامت کا آنا یقینی ہے، لہٰذا تم اس پر ایمان لے آؤ اور گزشتہ قوموں کے احوال سے عبرت حاصل کرو، مثلاً قوم ثمود والوں نے جب اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی اور قیامت کا انکار کیا اور اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو انہیں ایک سخت چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا گیا۔ اور وہ چنگھاڑ اتنی سخت تھی کہ اس سے ساری زمین پر زلزلہ طاری ہو گیا اور ثمود والے صبح کے وقت اپنے گھروں میں اوندھے منہ مرے پڑے تھے۔ قوم ثمود کے احوال پیچھے کئی سورتوں میں گزر چکے ہیں، مثلاً سورہ اعراف (٧) کی آیات ٧٣ تا ٧٩، سورہ ہود (١١) کی آیات ٦١ تا ٦٨ اور سورہ شعراء (٢٦) کی آیات ١٤١ تا ١٥٩ میں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ﴿۷﴾

۷۔ اللہ تعالیٰ نے آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن مسلط رکھا، پھر (اے مخاطب! اگر تو اس وقت وہاں موجود ہوتا) تو ان کو اس (آندھی) میں اس طرح گرا ہوا دیکھتا گویا وہ کھوکھلی کھجوروں کے تنے پڑے ہیں۔ [۳]

فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾

۸۔ پھر کیا تمہیں ان میں سے کوئی (آج) بچا ہوا نظر آتا ہے؟

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ﴿۹﴾

۹۔ اور فرعون اور جو اس سے پہلے تھے اور جن کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں انہوں نے بھی گناہ کیے۔

فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾

۱۰۔ پس انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بڑی سخت گرفت فرمائی۔ [۴]

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ۙ﴿۱۱﴾

۱۱۔ بے شک جب پانی میں طغیانی آ گئی تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا۔

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ

۱۲۔ تاکہ ہم اس (واقعہ) کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں

---

[۳] قوم عاد کے لوگ بڑے دراز قد اور طاقتور تھے، وہ اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتے تھے اور قوم ثمود کی طرح قیامت کے بھی منکر تھے۔ ان کے نبی حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا کہ عقل کے ناخن لو، جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں طاقتور بنایا ہے وہ خود تم سے زیادہ طاقتور ہے، لیکن جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مسلسل انکار کرتے رہے تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت آندھی بھیجی جو بدھ کی صبح سے لے کر دوسرے بدھ کی شام تک یعنی آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل جاری رہی اور انہیں فضا میں بلند کر کے اس زور سے زمین پر پٹخ دیتی کہ ان کے سر ان کے جسم سے الگ ہو جاتے یہاں تک کہ ان کے لاشے کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح زمین پر بکھرے پڑے تھے۔ اس آندھی میں قوم عاد کے سارے لوگ ہلاک کر دیئے گئے، اسی لئے آج ان کی نسل سے کوئی فرد دنیا میں موجود نہیں ہے۔ قوم عاد کے احوال پیچھے کئی سورتوں میں گزر چکے ہیں، مثلاً سورہ اعراف (۷) کی آیات ۶۵ تا ۷۲، سورہ ہود (۱۱) کی آیات ۵۰ تا ۶۰ اور سورہ شعراء (۲۶) کی آیات ۱۲۳ تا ۱۴۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

[۴] قوم عاد و ثمود کے علاوہ قوم فرعون اور اس سے پہلے جو کافر قومیں تھیں اور قوم لوط جن کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں، ان سب قوموں نے اپنے اپنے پیغمبروں کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بڑی سخت گرفت فرمائی اور انہیں ہلاک کر دیا۔

Marfat.com

وَّاعِيَةٌ ⑫ — اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔[۵]

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ⑬ — ۱۳۔ پھر جب صور میں ایک بار پھونک ماری جائے گی۔

وَّحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ⑭ — ۱۴۔ اور زمین اور پہاڑ (اپنی جگہوں سے) اٹھا لئے جائیں گے تو وہ ایک ہی ضرب سے ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے۔[۶]

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ⑮ — ۱۵۔پس اس دن واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہوجائے گی۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ⑯ — ۱۶۔ اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن وہ بالکل کمزور ہوگا۔[۷]

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى أَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ⑰ — ۱۷۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوجائیں گے، اور اس دن آپ کے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔[۸]

---

[۵] ان دو آیات میں کفار مکہ کو خطاب کیا گیا ہے یعنی جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی کا طوفان آیا تو اس میں سب انسان غرق ہوگئے لیکن ہم نے تمہیں یعنی تمہارے آباء واجداد کو کشتی میں سوار کر کے بچالیا کیونکہ اس وقت چند اہل ایمان ہی اس کشتی کے ذریعہ بچ نکلے تھے جن سے آگے نسل انسانی کا سلسلہ جاری رہا اور تم بھی انہی کی اولاد سے ہو۔ اگر تمہارے آباء و اجداد کو نہ بچایا جاتا تو آج تم بھی اس دنیا میں نہ ہوتے، لہٰذا اس واقعہ کو دل کے کانوں سے سنو، اس کو یاد رکھو اور اس سے عبرت حاصل کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح تمہارے اہل ایمان آباء واجداد کو بچالیا اور نافرمان لوگوں کو پانی میں غرق کردیا، اور اس حقیقت میں بھی غور کرو کہ تمہارے آباء واجداد تو اہل ایمان تھے تبھی غرق ہونے سے بچ گئے، پھر تم ایمان کیوں نہیں لاتے۔

[۶] ان آیات میں وقوع قیامت کے چند احوال بیان کئے جارہے ہیں یعنی جب حضرت اسرافیل علیہ السلام پہلی بار صور پھونکیں گے تو اس دن قیامت واقع ہوجائے گی اور زمین اور پہاڑوں کو اپنی جگہوں سے اٹھا کر باہم اس طرح ٹکرادیا جائے گا کہ وہ ایک ہی ٹکر سے ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔

[۷] آسمان اس قدر مضبوط اور مستحکم ہے کہ لاکھوں برس گزرنے کے بعد بھی اس میں کوئی شگاف نہیں پڑا مگر قیامت کے دن خوف خداوندی سے اتنا کمزور ہوجائے گا کہ پھٹ کر روئی کے گالوں کی طرح اڑ رہا ہوگا۔

[۸] جب آسمان پھٹ جائے گا تو آسمان میں رہنے والے فرشتے اس کے کناروں پر چلے جائیں گے اور آٹھ خصوصی فرشتے عرش

Marfat.com

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اس دن تم پیش کئے جاؤ گے، تمہارا کوئی راز پوشیدہ نہ رہے گا۔[۹]

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ پس جس شخص کو اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا[۱۰] تو وہ کہے گا: آؤ! میرا نامۂ اعمال پڑھو۔[۱۱]

الٰہی کو اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

[۹] قیامت کے دن جب تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے تو اس دن نہ کوئی چھپنے والا چھپ سکے گا اور نہ ہی کسی کا کوئی راز پوشیدہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ سے تو آج بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے مگر اس دن لوگوں پر حجت قائم کرنے کے لئے سب کے احوال اور اعمال ظاہر کر دیئے جائیں گے۔

[۱۰] اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: قیامت کے دن جس شخص کو اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ اس کی نجات اور کامیابی کی دلیل ہوگی۔ (تفسیر قرطبی) اور میدان حشر میں نبی کریم ﷺ کے امتی ہونے کی ایک نشانی یہ ہوگی کہ اس کا اعمالنامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

میدان حشر میں امت محمدیہ کی نشانیاں

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مجھے سب سے پہلے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور مجھے سب سے پہلے سجدہ سے سر اٹھانے کی اجازت دی جائے گی، پھر میں سامنے کی طرف دیکھوں گا تو امتوں کے درمیان سے اپنی امت کو پہچان لوں گا اور میرے پیچھے بھی اس کی مثل ہوگا اور میرے دائیں بھی اس کی مثل ہوگا اور میرے بائیں بھی اس کی مثل ہوگا۔ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے لے کر آپ کی امت تک اتنی امتیں ہوں گی، آپ ان میں سے اپنی امت کو کس طرح پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے ہاتھ، پاؤں اور چہرے وضو کے اثر سے چمکتے ہوں گے اور دوسری کوئی امت اس طرح نہیں ہوگی۔ اور میں ان کو اس وجہ سے بھی پہچان لوں گا کہ ان کے اعمالنامے ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور میں اس وجہ سے بھی پہچان لوں گا کہ ان کی اولاد ان کے آگے دوڑ رہی ہوگی۔ (مسند احمد: جلد ۵، ص ۱۹۹)

[۱۱] جب کسی طالب علم کو سال کے بعد امتحان میں کامیابی کی خوش خبری اور سند دی جاتی ہے تو وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا، وہ اپنے ماں باپ، دوست احباب اور بھائی بہنوں کو کہتا ہے: آؤ! میری سند پڑھو، میری سال بھر کی محنت رنگ لائی ہے اور میں کامیاب ہوگیا ہوں۔ اسی طرح میدان حشر میں جس خوش نصیب کے دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائے گا وہ بھی خوشی سے

Marfat.com

اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب سے ملاقات کروں گا۔[۱۲]

فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔

فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ عالی شان جنت میں۔

قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ جس کے پھلوں کے گچھے جھکے ہوئے قریب ہوں گے۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ (ان سے کہا جائے گا:) خوب مزے سے کھاؤ اور پیو، یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو تم نے گزشتہ ایام میں آگے بھیجے تھے۔[۱۳]

پھولا نہیں سمائے گا، وہ اپنے دوست احباب اور عزیز و اقارب کو کہے گا: آؤ! میرا اعمالنامہ پڑھو، میری زندگی کی نیکیاں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی ہیں اور مجھے جنت کا پروانہ مل گیا ہے۔

[۱۲] مجھے یقین تھا کہ قیامت کے دن مجھے حساب و کتاب کے لئے اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے، اس لئے میں زندگی میں اپنے رب سے ڈرتا رہا اور کوئی ایسا کام نہ کیا جو آج مجھے اپنے رب کے سامنے شرمندہ کرتا۔

[۱۳] قیامت کے دن جن لوگوں کو ان کے اعمالنامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ عالی شان جنت میں داخل کئے جائیں گے جس میں پھلوں کے گچھے جھکے ہوئے ہوں گے اور جب بھی ان کا کسی پھل کو کھانے کا ارادہ ہوگا وہ پھل جھک کر ان کے قریب آجائے گا اور وہ اپنے ہاتھ سے توڑ کر اسے کھا سکیں گے۔ اور انہیں کہا جائے گا: تم نے دنیا میں نفسانی خواہشات پر قابو پانے کے لئے بھوک، پیاس اور دیگر تکلیفیں برداشت کیں، لہٰذا آج ان تکلیفوں کے بدلے میں خوب کھاؤ، پیو اور اپنی پسند کی زندگی بسر کرو، اب تم ہمیشہ اس جنت میں رہو گے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منادی کرنے والا ندا دے گا: (اے اہل جنت!) اب صحت ہی تمہارا مقدر ہے تم کبھی بیمار نہیں ہوگے۔ اب زندگی ہی تمہارا مقدر ہے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ اب تم سدا جوان ہی رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہوگے۔ اب تمہارے لئے نعمتیں ہی نعمتیں ہیں تم کبھی محتاج اور مفلس نہیں ہوگے۔
(مسلم: ۷۱۵۷: صفة الجنة: باب ۸)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنت میں اولیاء اللہ اگر کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے یا لیٹے ہوئے کسی پھل کی خواہش کریں گے تو وہ درخت جھک کر اپنا پھل ان کے قریب کر دے گا اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے توڑ لیں گے۔
(تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۵۴)

Marfat.com

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ۚ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور جس شخص کو اس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا: کاش! مجھے میرا نامۂ اعمال دیا ہی نہ ہوتا۔ [۱۴]

وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۚ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور مجھے معلوم ہی نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے۔

یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۚ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اے کاش! موت نے مجھے (ہمیشہ کے لئے) ختم کر دیا ہوتا۔

مَاۤ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ۚ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ (آج) میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ [۱۵]

هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۚ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ میری بادشاہی بھی فنا ہوگئی۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ (حکم ہوگا:) اسے پکڑ لو اور اسے طوق پہنا دو۔

ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۙ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ پھر اسے دوزخ میں پھینک دو۔ (۱۶)

☆ حدیث میں ہے کہ جب تم جنت میں کسی پرندے کو کھانے کی خواہش کرو گے تو وہ بھنا ہوا پرندہ تمہارے سامنے آگرے گا۔ (تفسیر روح البیان: سورۃ الطور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۲)

[۱۴] اس آیت کی تفسیر میں علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: قیامت کے دن جس شخص کو اس کا اعمالنامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ اس کی بدبختی اور خسارے کا نشان ہوگا۔ (صفوۃ التفاسیر) لہٰذا جس شخص کو بائیں ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائے گا وہ نہایت حسرت اور ندامت سے پکار اٹھے گا: کاش! مجھے میرا نامۂ اعمال دیا ہی نہ جاتا اور مجھے معلوم ہی نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش! موت نے مجھے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہوتا تاکہ نہ دوبارہ زندہ ہوتا اور نہ اس ذلت و رسوائی سے واسطہ پڑتا۔

[۱۵] جس مال و متاع اور قوت و غلبہ کے لئے میں دنیاوی زندگی میں کوشاں رہا آج ان میں سے کوئی چیز بھی میرے کام نہیں آئی۔ اس میں ان دنیاداروں کے لئے درس عبرت ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف دنیاوی شان و شوکت کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، انہیں آخرت میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

[۱۶] جس شخص کو اس کا اعمالنامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اپنی حسرت بھری چیخ و پکار میں مصروف ہوگا کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کے فرشتوں کو حکم دے گا: اس نافرمان کو پکڑو، اس کی گردن میں لوہے کا طوق ڈال کر اسے دوزخ میں پھینک دو اور پھر اسے ستر گز لمبی زنجیر کے ساتھ باندھ دو تاکہ وہ دوزخ سے باہر نکلنے کا سوچ بھی نہ سکے۔

Marfat.com

ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ پھر ستر گز لمبی زنجیر میں اس کو جکڑ دو۔

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ بے شک یہ بڑے عظمت والے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ پس آج یہاں نہ اس کا کوئی دوست ہے۔[۱۷]

[۱۷] گزشتہ آیات میں جس دوزخی کے انجام بد کا ذکر کیا گیا ہے یہاں اس کی دو وجوہات بیان کی گئی ہیں: ایک تو اس نے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لا کر حقوق اللہ کو غصب کیا ہے اس لئے آخرت میں جب اللہ تعالیٰ ہی اس کا دوست اور مددگار نہیں ہوگا تو پھر اور کوئی اس کا دوست اور ہمدرد کیسے بن سکتا ہے۔ دوسرا اس نے مسکین اور بھوکے کو کھانا نہ کھلا کر حقوق العباد کو غصب کیا ہے اس لئے آخرت میں اسے مجرموں کے زخموں سے نکلنے والی پیپ کھانی پڑے گی کیونکہ دوزخ میں گناہگاروں کی یہی خوراک مقرر کی گئی ہے۔

اس میں اہل ایمان کے لئے درس عبرت یہ ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خاص خیال رکھیں اور مسکینوں کے کھانے کا انتظام کریں۔ جو شخص خود مالدار نہیں ہے اور دوسروں کو غریب پروری کی ترغیب بھی نہیں دیتا اگر اس کا انجام اتنا برا ہوگا تو آپ خود اندازہ کریں کہ جو شخص خود مالدار ہو اور پھر بھی مسکین کو کھانا نہ کھلائے تو اس کا انجام کتنا دردناک ہوگا؟

مساکین کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ان (امیر لوگوں) کے اموال میں سائل اور نادار لوگوں کا حق ہے۔} (قرآن ۵۱:۱۹) یعنی اللہ تعالیٰ نے حکومت کے علاوہ امیر لوگوں کے اموال میں اڑھائی فی صد بطور زکوٰۃ غریب لوگوں کا حق مقرر کر دیا ہے، لہٰذا امیر لوگوں کے پاس یہ غریبوں کی امانت ہے اور ان کا فرض ہے کہ وہ اس امانت کو جتنا جلد ہو سکے غریبوں تک پہنچائیں، ممکن ہے ان کو اس امانت کی اشد ضرورت ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ نے غریب لوگوں پر یہ فرض عائد نہیں کیا کہ وہ امیر لوگوں کے پاس جا کر اپنے اس حق کا مطالبہ کریں بلکہ امیر لوگوں پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ وہ اپنے فرض کو ادا کرنے کے لئے خود جا کر غریب کو تلاش کریں اور اس کو اس کا حق ادا کریں۔ کاش سارے مسلمان اگر دیانتداری سے اپنا یہ فرض ادا کرتے تو مسلمان ممالک میں کوئی غریب نظر نہ آتا۔

☆ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا حالانکہ تو تمام

Marfat.com

وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳٦﴾ — ۳٦۔ اور نہ ہی (اس کے لئے) پیپ کے سوا کوئی کھانا ہے۔

لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾ ع — ۳۷۔ جس کو گناہگاروں کے سوا کوئی نہ کھائے گا۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ — ۳۸۔ پس میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو۔

وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ — ۳۹۔ اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے۔

جہانوں کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ (پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا، اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا۔ (پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تھا۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا، اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔ (مسلم: ٦۵۵٦: کتاب البر: باب ۱۳)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: وہ شخص مؤمن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا رہے۔

(مشکوۃ المصابیح: ۴۹۹۱: باب الشفقۃ: فصل ثالث: رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لئے امدادی کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح جو رات کو قیام کرے اور دن کو روزہ رکھے۔

(بخاری: ۵۳۵۳: کتاب النفقات: باب ۱)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی یتیم کے سر پر محبت بھرا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرے گا ہر بال کے بدلے اسے نیکیاں ملیں گی اور جس نے کسی یتیم بچے یا بچی کے ساتھ حسن سلوک کیا، میں اور وہ جنت میں ان (دو انگلیوں) کی طرح ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں یعنی درمیانی اور شہادت کی انگلی کے درمیان فاصلہ کیا۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۵۰)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے، جب ان کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ کسی آدمی کو تلاش کرتے جو ان کے ساتھ کھانا کھائے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اجنبی آدمی کو ملے۔ جب وہ آپ کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو فرمایا: بسم اللہ پڑھو۔ اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتا کہ اللہ کون ہے؟ اس پر حضرت

Marfat.com

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ؕ۴۰	۴۰۔ بے شک یہ قرآن ایک عزت والے رسول کا (پہنچایا ہوا) کلام ہے۔[۱۸]
وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ۙ۴۱	۴۱۔ اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے (لیکن) تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔
وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ؕ۴۲	۴۲۔ اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے (لیکن) تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔
تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۳	۴۳۔ (بلکہ یہ تو) تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔
وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ۙ۴۴	۴۴۔ اور اگر وہ (نبی ﷺ) کوئی بات خود گھڑ کر ہماری طرف منسوب کر دیتے۔[۱۹]

ابراہیم علیہ السلام نے اس کو کھانے سے اٹھا دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اس کو رزق دیتا رہا ہوں اور تم نے اس کو ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرا کر اس کی تلاش میں نکلے اور اس کو واپس بلایا۔ اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ اب مجھے واپس کیوں بلا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارا واقعہ سنایا، تو اس نے کہا: یہ تو بڑا کریم رب ہے، پھر وہ ایمان لے آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں واپس آ گیا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۶۹)

[۱۸] اللہ تعالیٰ نے سب ظاہر اور پوشیدہ چیزوں کی قسم کھا کر پوری تاکید سے فرمایا کہ یہ قرآن مجید نبی کریم ﷺ کا تلاوت کیا ہوا کلام ہے۔ یہ کسی شاعر یا کاہن کا کلام نہیں بلکہ تمام جہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے جو نبی کریم ﷺ نے تم تک پہنچایا ہے لیکن تم بہت کم اس کی نصیحت قبول کرتے ہو۔

قرآن مجید کسی شاعر کا کلام نہیں کیونکہ شعر میں اکثر خیالی اور مبالغہ آمیز باتیں ہوتی ہیں جبکہ قرآن مجید کی تعلیمات تو حقائق پر مبنی اور اعتدال کے مطابق ہیں۔ اور یہ کسی کاہن کا کلام بھی نہیں ہے کیونکہ کاہن لوگوں کے مستقبل کے بارے میں اندازے لگاتا ہے اور اس کے بہت سے اندازے غلط بھی نکلتے ہیں جبکہ قرآن مجید کی ساری باتیں سچ اور برحق ہیں۔

[۱۹] یعنی جس کو ہم نبی بنا کر بھیجتے ہیں اور اس کی نبوت کے لئے اس کو معجزات عطا فرماتے ہیں وہ کلام الٰہی میں کمی بیشی نہیں کرتا بلکہ

Marfat.com

لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡيَمِيۡنِ ۝۴۵	۴۵۔ تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے۔
ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ ۝۴۶	۴۶۔ پھر ہم ان کی شہ رگ کاٹ دیتے۔
فَمَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ عَنۡهُ حٰجِزِيۡنَ ۝۴۷	۴۷۔ پھر تم میں سے کوئی بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔
وَاِنَّهٗ لَتَذۡكِرَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۝۴۸	۴۸۔ اور بے شک یہ (قرآن) پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔[۲۰]
وَاِنَّا لَنَعۡلَمُ اَنَّ مِنۡكُمۡ مُّكَذِّبِيۡنَ ۝۴۹	۴۹۔ اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض لوگ (قرآن کو) جھٹلانے والے ہیں۔
وَاِنَّهٗ لَحَسۡرَةٌ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ۝۵۰	۵۰۔ اور بے شک یہ (قرآن کا جھٹلانا) کافروں کے لئے باعث حسرت ہوگا۔[۲۱]

صرف وہی کہتا ہے جو اس پر نازل کیا جاتا ہے۔ بفرض محال اگر کوئی نبی اپنے کلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا تو یہ ایک طرف تو نبوت میں خیانت ہوتی اور دوسری طرف چونکہ ہر سچے نبی کی اطاعت لازم ہوتی ہے تو اس طرح سچائی کے پردے میں گمراہی کی اطاعت بھی لازم ہو جاتی، اس لئے ہم فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور پوری قوت سے اس کی شہ رگ کاٹ دیتے اور ہمیں کوئی روکنے والا نہ ہوتا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کی ایسی کوئی گرفت نہیں کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بھی اپنے کلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ پوری دیانتداری سے اللہ تعالیٰ کے احکام اس کی مخلوق تک پہنچا دیئے ہیں۔

نبی کی شہ رگ کاٹنے والا حکم صرف سچے نبی کے لئے ہے جھوٹے لوگ تو صرف نبی ہونے کا ہی نہیں بلکہ فرعون جیسے ظالم لوگ تو خدا ہونے کا دعویٰ بھی کرتے رہے ہیں لیکن انہیں فوراً نہیں پکڑا گیا کیونکہ جھوٹے نبیوں اور جھوٹے خداؤں کی اطاعت لازم نہیں ہوتی اس لئے انہیں مہلت دی گئی تاکہ وہ اپنی اصلاح کر سکیں۔

[۲۰] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سب لوگوں کی نصیحت اور ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے مگر اس آیت میں پرہیزگاروں کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کیونکہ قرآن مجید سے صحیح معنوں میں نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

[۲۱] جو لوگ آج قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں قیامت کے دن یہ قرآن مجید ان کے لئے باعث حسرت ہوگا۔ جب وہ دیکھیں گے کہ

Marfat.com

وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ ۵۱۔ اور بے شک یہ (قرآن) یقینی طور پر حق ہے۔[۲۲]

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾ ع ۵۲۔ پس آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو بڑی عظمت والا ہے۔[۲۳]

قرآن مجید کی تصدیق کرنے والے جنت میں داخل ہورہے ہیں تو وہ حسرت سے کہیں گے: کاش وہ بھی قرآن مجید کی تکذیب نہ کرتے تو آج وہ بھی جنت میں جاتے۔

[۲۲] یعنی قرآن مجید بالکل حق ہے، اس میں کوئی باطل کی آمیزش نہیں ہے اور اس کا ہر حکم یقینی ہے اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

[۲۳] پیارے نبی! کفار جب قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں تو آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ آپ نے قرآن مجید کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے، لہٰذا آپ ان کی پرواہ نہ کریں بلکہ اپنے رب کے نام کی تسبیح کر کے اطمینان قلب حاصل کرتے رہیں۔

☆ حضرت عقبہ بن عامر ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: {فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ} (پس آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو بڑی عظمت والا ہے: قرآن: ۵۶: ۷۴) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو تم اپنے رکوع میں رکھ لو۔ (یعنی رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ پڑھا کرو) اور جب سورہ اعلیٰ کی پہلی آیت نازل ہوئی: {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى} (آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو سب سے برتر ہے: قرآن: ۸۷: ۱) تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو تم اپنے سجدہ میں رکھ لو۔ (یعنی سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھا کرو)۔ (ابوداود: ۸۶۹: کتاب الصلاۃ: باب ۱۴۶)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص رکوع کرے اور تین مرتبہ کہے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ تو اس کا رکوع پورا ہو گیا اور یہ کم سے کم مرتبہ ہے اور جب سجدہ کرے اور تین مرتبہ کہے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى تو اس کا سجدہ پورا ہو گیا اور یہ کم سے کم مرتبہ ہے۔ (ترمذی: ۲۶۱: ابواب الصلاۃ: باب ۷۹)

☆ حضرت حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ ﷺ رکوع میں فرماتے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور سجدہ میں فرماتے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى اور جب بھی آپ رحمت کی آیت پڑھتے تو توقف کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کرتے اور جب آپ عذاب کی آیت پڑھتے تو توقف کر کے اس سے پناہ طلب کرتے۔

(ترمذی: ۲۶۲: ابواب الصلاۃ: باب ۷۹)

☆ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دو کلمات ایسے ہیں جو رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، زبان پر بہت ہلکے اور سہل ہیں اور میزان عدل میں بہت بھاری ہوں گے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

(بخاری: ۷۵۶۳: کتاب التوحید: باب ۵۸)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از اشراق بروز پیر ۸ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق یکم ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۵ تا ۸ نومبر یعنی تین دنوں میں سورۃ الحاقہ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ المعارج (۷۰)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''معارج'' ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۳ سے ماخوذ ہے۔

قیامت کا عذاب

کفار مکہ کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ جس عذاب قیامت سے آپ ہمیں روزانہ ڈراتے ہیں آخر وہ کب آئے گا؟ اس سورت کی ابتدائی آیات میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ منکرین کے لئے عذاب قیامت تیار ہے وہ ایک دن ضرور آکر رہے گا، لیکن اس کا اصل وقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بہر حال جب وہ وقت آگیا تو پھر اس عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکے گا کیونکہ وہ عذاب اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب اور ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ وہ کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

کفار یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت کا آنا بعید از عقل ہے اور اگر وہ آئے گی تو بھی ابھی بہت دور ہے جبکہ مسلمان جانتے ہیں کہ قیامت کا آنا یقینی ہے اور جس چیز کا آنا یقینی ہو وہ دور ہو تو بھی قریب ہوتی ہے کیونکہ وہ ہر گھڑی قریب سے قریب تر ہو رہی ہوتی ہے اور بالآخر ایک دن آ ہی جاتی ہے، البتہ جس دن وہ آئے گی اس دن اس دنیا کا نقشہ ہی بدل جائے گا، اس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا اور پہاڑ رنگ برنگی اُون کی طرح اڑ رہے ہوں گے، چونکہ پہاڑوں کے رنگ مختلف ہیں اس لئے جب وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوں گے تو مختلف رنگوں والی اُون کی طرح نظر آئیں گے۔

میدان حشر میں دوستوں کا حال

اس دنیا میں ہر شخص اپنے گہرے دوست کی ہر ممکن مدد کرتا ہے مگر قیامت کے دن ہر شخص دیکھ رہا ہو گا کہ اس کے گہرے دوست پر کیا گزر رہی ہے لیکن وہ اپنے بارے میں اتنا متفکر ہو گا کہ اسے دوسرے کا حال پوچھنے کا ہوش نہیں ہو گا، البتہ اللہ والے اس دن بھی اپنے پیاروں کا خیال رکھیں گے اور ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔} (قرآن: ۴۳:۶۷)

اس دن مجرم اور نافرمان لوگ اپنی جان بچانے کے لئے اپنے عزیزوں کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے یعنی وہ تمنا کریں گے: کاش ان کے بیٹے، بیوی، بھائی، خاندان اور اگر ہو سکے تو روئے زمین کے تمام لوگوں کو فدیہ میں دے ڈالیں اور اپنی جان بچالیں، مگر قیامت کے دن ایسا ظلم ہرگز نہیں ہو گا کہ مجرموں کے بدلے میں کسی اور کو پکڑ لیا جائے بلکہ اس دن مجرموں کو ہی اپنے جرائم کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

انسان کی پیدائشی کمزوری

آیت نمبر ۱۹ سے ۲۱ تک انسان کی ایک پیدائشی کمزوری کا ذکر کیا گیا ہے یعنی انسان بڑا بے صبرا اور لالچی ہے، جب اسے

Marfat.com

تکلیف پہنچے تو گھبرا جاتا ہے اور جزع فزع کرنے لگتا ہے اور جب اسے راحت ملے تو شکر کرنے کے بجائے بخل کرنے لگتا ہے، لیکن سب انسان ایسے نہیں ہیں بلکہ کچھ محترم اور مکرم لوگ ایسے بھی ہیں جو اس مذموم وصف سے پاک ہیں جن کی تفصیلات آیت نمبر ۲۲ تا ۳۴ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔:

مشرکین مکہ کا دعویٰ

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: قریش کے سرداروں نے جب سنا کہ آخرت میں پرہیزگاروں کو نعمتوں والے باغات ملیں گے تو انہوں نے کہا: اگر مسلمانوں کی یہ بات صحیح نکلی کہ ہم کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا تو وہاں بھی حالات مختلف نہیں ہوں گے بلکہ جس طرح دنیا میں ہم مسلمانوں سے بہتر ہیں اسی طرح آخرت میں بھی ہم ہی بہتر ہوں گے ورنہ کم از کم مسلمانوں کے درجہ کے برابر ضرور ہوں گے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ قلم (۶۸): زیر آیت نمبر ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں مشرکین مکہ کے اس زعم باطل کا رد فرمایا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ دنیا کے کسی مہذب ملک میں قانون کے پابند شہری اور قانون توڑنے والے مجرم برابر نہیں ہوسکتے تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور اس کے نافرمان دونوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے؟

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز پیر ۸ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق یکم ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

آیاتہا ۴۴ ﴿۷۰﴾ سُورَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ ۷۹ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾

۱۔ ایک سائل نے اس عذابِ (قیامت) کا مطالبہ کیا جو واقع ہونے والا ہے۔

لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾

۲۔ (وہ عذاب) منکرین کے لئے ہے، کوئی اسے ٹالنے والا نہیں۔[۱]

مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ؕ﴿۳﴾

۳۔ (وہ عذاب اس) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو بلندیوں کا مالک ہے۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ﴿۴﴾

۴۔ فرشتے اور روح (جبریل علیہ السلام) اس کی طرف عروج کرتے ہیں،[۲] (اور وہ عذاب) اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔[۳]

---

[۱] کفار مکہ کے ایک نمائندہ نے نبی کریم ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ جس عذاب قیامت سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں وہ کب آئے گا؟ ان آیات میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ منکرین کے لئے عذاب قیامت تیار ہے وہ ایک دن ضرور آکر رہے گا، لیکن اس کا اصل وقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بہر حال جب وہ وقت آگیا تو پھر اس عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکے گا۔ کیونکہ وہ عذاب اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب اور ہر چیز پر قادر ہے، وہ جو کچھ کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

[۲] اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق بہت بلندیوں کا مالک ہے، اس کی بارگاہِ قرب تک پہنچنے کے لئے بے شمار درجات ہیں، جس طرح نیک لوگ اپنی نیکیوں کے مطابق قربِ خداوندی کی منازل طے کرتے ہیں اسی طرح فرشتے اور جبریل امین بھی اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق قربِ خداوندی کی طرف عروج کرتے ہیں۔

[۳] یعنی جس عذاب کا یہ مطالبہ کر رہے ہیں وہ ایسے دن میں واقع ہوگا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔

قیامت کے دن کا اندازہ اس آیت (قرآن: ۷۰: ۴) میں پچاس ہزار سال بتایا گیا ہے، جبکہ سورہ حج (۲۲) کی آیت نمبر ۴۷ میں اور سورہ سجدہ (۳۲) کی آیت نمبر ۵ میں ایک ہزار سال بتایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اصل میں تو قیامت کا دن ایک ہزار سال کا ہوگا لیکن کفار کو ان کی پریشانی کے باعث پچاس ہزار سال لمبا معلوم ہوگا اور اہل

Marfat.com

فَاصۡبِرۡ صَبۡرًا جَمِيۡلًا ﴿۵﴾	۵۔ پس آپ ایسا صبر کریں جو جمیل ہو۔[۴]
اِنَّهُمۡ يَرَوۡنَهٗ بَعِيۡدًا ﴿۶﴾	۶۔ بے شک وہ تو اس (عذاب قیامت) کو بہت دور سمجھتے ہیں۔
وَّنَرٰٮهُ قَرِيۡبًا ﴿۷﴾	۷۔ اور ہم اسے قریب ہی دیکھتے ہیں۔[۵]
يَوۡمَ تَكُوۡنُ السَّمَآءُ كَالۡمُهۡلِ ﴿۸﴾	۸۔ جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔
وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ ﴿۹﴾	۹۔ اور پہاڑ رنگ برنگی اُون کی طرح ہو جائیں گے۔

ایمان کو جنت کی خوش خبری کے باعث اتنا مختصر معلوم ہوگا جتنے وقت میں ایک فرض نماز پڑھی جاتی ہے، جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ قیامت کا پچاس ہزار سال کا دن کس قدر طویل ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے یہ وقت مومن کے لئے بہت خفیف ہو کر گزرے گا حتیٰ کہ مومن جتنے وقت میں دنیا میں ایک فرض نماز پڑھتا ہے یہ اس سے بھی کم وقت میں گزر جائے گا۔
(مسند احمد: جلد ۳: ص ۷۵)

قیامت کے دن حضرت آدم سے لے کر قیامت تک آنے والے بے شمار انسانوں کا حساب و کتاب کتنے وقت میں ہوگا؟ اس کی تفصیل کے لئے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۶۲ کا حاشیہ نمبر ۶۰ ملاحظہ کریں۔

[۴] یعنی کفار کی ایذا رسانی سے آپ نہ گھبرائیں بلکہ صبر جمیل پر قائم رہیں۔ اگر یہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو ہم خود ان سے انتقام لیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: صبر جمیل سے مراد ایسا صبر ہے جس میں انسان بے صبری نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے شکوہ بھی نہ کرے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبر جمیل یہ ہے کہ جس شخص پر مصیبت آئی ہو وہ لوگوں کے ساتھ اس طرح رہے کہ اس کے حال سے یہ پتہ نہ چلے کہ اس پر کوئی مصیبت آچکی ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ معارج (۷۰): زیر آیت نمبر ۵)

[۵] کفار یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت کا آنا بعید از عقل ہے اور اگر وہ آئے گی تو بھی ابھی بہت دور ہے جبکہ مسلمان جانتے ہیں کہ قیامت کا آنا یقینی ہے اور جس چیز کا آنا یقینی ہو وہ دور ہو تو بھی قریب ہوتی ہے کیونکہ وہ ہر گھڑی قریب سے قریب تر ہو رہی ہوتی ہے اور بالآخر ایک دن آ ہی جاتی ہے، البتہ جس دن وہ آئے گی اس دن اس دنیا کا نقشہ ہی بدل جائے گا، اس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا اور پہاڑ رنگ برنگی اُون کی طرح اڑ رہے ہوں گے، چونکہ پہاڑوں کے رنگ مختلف ہیں اس لئے جب وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوں گے تو مختلف رنگوں والی اُون کی طرح نظر آئیں گے۔

Marfat.com

وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴿١٠﴾

۱۰۔ اور کوئی دوست کسی دوسرے دوست کا حال نہیں پوچھے گا۔

يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ﴿١١﴾

۱۱۔ حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھائے جارہے ہوں گے، [۶] مجرم تمنا کرے گا کہ کاش! وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے بدلہ میں اپنے بیٹوں کو دے دے۔

اگر قیامت دور بھی ہو تو موت تو بالکل قریب ہے اور موت بھی ایک طرح کی قیامت ہے کیونکہ مرنے کے ساتھ ہی جزاوسزا کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو اسی وقت اس کی قیامت قائم ہوجاتی ہے، سو تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور ہر وقت اس سے استغفار کرتے رہو۔

(کنز العمال: ۴۲۷۴۸: جلد ۱۵: ص ۶۸۶)

[۶] اس دنیا میں ہر شخص اپنے گہرے دوست کی ہر ممکن مدد کرتا ہے مگر قیامت کے دن ہر شخص دیکھ رہا ہوگا کہ اس کے گہرے دوست پر کیا گزر رہی ہے لیکن وہ اپنے بارے میں اتنا متفکر ہوگا کہ اسے دوسرے کا حال پوچھنے کا ہوش نہیں ہوگا، البتہ اللہ والے اس دن بھی اپنے پیاروں کا خیال رکھیں گے اور ایک دوسرے کی مدد کرسکیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔}

(قرآن: ۴۳:۶۷)

☆ حضرت عثمان بن عفان ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے، سب سے پہلے انبیاء پھر علماء اور پھر شہداء۔ (ابن ماجۃ: ۴۳۱۳: ابواب الزھد: باب ۳۷)

☆ حضرت ابوسعید خدری ؓ سے امام مسلم نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے کہ پھر دوزخ کے اوپر ایک پل رکھا جائے گا اور شفاعت کی اجازت مل جائے گی اور انبیائے کرام علیہم السلام کہیں گے: اے اللہ! سلامت رکھ، سلامت رکھ!۔۔۔ بعض اہل ایمان اس پل سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح، بعض ہوا کی طرح، بعض پرندوں کی طرح بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح، یہ سب سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور بعض جہنم میں گر جائیں گے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے وہ اپنے ان اہل ایمان بھائیوں کو جہنم سے چھڑانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اس شخص سے بھی زیادہ جھگڑا کریں گے جو اپنا حق مانگنے کے لئے کسی سے جھگڑا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے: اے ہمارے رب! یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے، ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ حج کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا: جن

Marfat.com

وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ ﴿۱۲﴾	١٢۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔
وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـْٔوِیْهِ ﴿۱۳﴾	١٣۔ اور اپنے خاندان کو جو اسے پناہ دیتا تھا۔
وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ ثُمَّ یُنْجِیْهِ ﴿۱۴﴾	١٤۔ اور (اگر ہو سکے تو) زمین کے سب لوگوں کو بھی دے ڈالے تاکہ یہ (فدیہ) اسے بچالے۔ [٧]
كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ﴿۱۵﴾	١٥۔ (لیکن ایسا) ہرگز نہیں ہوگا، بے شک وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔
نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾	١٦۔ جو کھال اتار دینے والی ہے۔
تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۷﴾	١٧۔ وہ ہر اس شخص کو (اپنی طرف) بلائے گی جس نے (حق سے) پیٹھ پھیری اور روگردانی کی تھی۔ [٨]
وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾	١٨۔ اور مال جمع کیا اور (صرف اپنے لئے اس کو) سنبھال کر رکھا۔

لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو اور ان پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائے گی، پھر جنت والے کثیر تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے جن میں سے بعض کی نصف پنڈلیوں کو اور بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا تھا۔۔۔ (مسلم: حدیث نمبر ٣٠٢: کتاب الایمان: باب ٨١) اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی سنگت اور دوستی قیامت کے دن جہنم سے نجات کا ذریعہ ہوگی۔

[٧] اس دن مجرم اور نافرمان لوگ اپنی جان بچانے کے لئے اپنے عزیزوں کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے یعنی وہ تمنا کریں گے: کاش! ان کے بیٹے، بیوی، بھائی، خاندان اور اگر ہو سکے تو روئے زمین کے تمام لوگوں کو فدیہ میں دے ڈالیں اور اپنی جان بچالیں، مگر قیامت کے دن ایسا ظلم ہرگز نہیں ہوگا کہ مجرموں کے بدلے میں کسی اور کو پکڑ لیا جائے بلکہ اس دن مجرموں کو ہی اپنے جرائم کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

[٨] جہنم کی آگ اتنی سخت ہوگی کہ وہ کھال اور گوشت کو جلا دے گی اور ان بدنصیبوں کو اپنی طرف بلائے گی جنہوں نے دنیا میں دین حق سے روگردانی کی اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال و دولت پر سانپ بن کر بیٹھ گئے، اس میں سے نہ حقوق اللہ ادا کئے اور نہ ہی حقوق العباد کی پرواہ کی۔

Marfat.com

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ ۱۹۔ بے شک انسان بے صبرا اور لالچی پیدا کیا گیا ہے۔[۹]

اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ ۲۰۔ جب اسے تکلیف پہنچے تو گھبرا جاتا ہے۔

[۹] کسی انسان کے پیدائشی وصف کو فطرت اور جبلت کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تین آیات میں انسان کی ایک فطرت کا ذکر کیا ہے یعنی وہ بڑا بے صبرا اور لالچی ہے، جب اسے تکلیف پہنچے تو گھبرا جاتا ہے اور جزع فزع کرنے لگتا ہے اور جب اسے راحت ملے تو شکر کرنے کے بجائے بخل کرنے لگتا ہے، لیکن سب انسان ایسے نہیں ہیں بلکہ کچھ محترم اور مکرم لوگ ایسے بھی ہیں جو اس مذموم وصف سے پاک ہیں اور ان کا ذکر آئندہ تیرہ آیات میں آرہا ہے۔

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا ہی بے صبرا کیا ہے تو پھر اگر وہ بے صبری کرے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے وہ تو اپنی فطرت کی وجہ سے مجبور ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزمائش کے لئے اس کی فطرت میں نیکی اور برائی یعنی دو متضاد کام کرنے کی استعداد رکھی ہے، لہٰذا کوئی شخص اس فطری استعداد کی وجہ سے نیک یا بُرا نہیں قرار پائے گا، بلکہ بُرا وہ شخص ہوگا جو دانستہ نیکی کو چھوڑ کر برائی کا راستہ اختیار کرے گا اور نیک وہ شخص ہوگا جو دانستہ برائی کو چھوڑ کر نیکی کا راستہ اختیار کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی فطرت میں جس طرح کفر کو قبول کرنے کی استعداد رکھی ہے اسی طرح اس میں ایمان کو قبول کرنے کی صلاحیت بھی رکھی ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر یہ اس کے ماں باپ ہیں جو اس کو یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جس طرح ایک جانور مکمل بچہ جنم دیتا ہے، کیا تم اس میں کوئی ناک یا کان کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آیت پڑھتے تھے: فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (قرآن: ۳۰: ۳۰) اللہ تعالیٰ کی (پیدا کردہ اسلامی) فطرت پر (قائم رہو) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق (فطرت) میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، یہی دین قیم ہے۔
(بخاری: ۱۳۵۹: کتاب الجنائز: باب ۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی فطرت میں اسلام کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھی ہے، اور اگر ماں باپ یا ماحول کسی کو غیر مسلم بنا دے پھر بھی اس میں قبول اسلام کی صلاحیت موجود رہتی ہے، جب بھی وہ غور و فکر کرے گا تو وہ اسلام قبول کرسکتا ہے۔ اگر ابو جہل اور ابو لہب کی فطرت میں قبولیت اسلام کی صلاحیت نہ ہوتی تو انہیں قبول اسلام کی دعوت دینا اور پھر قبول نہ کرنے پر انہیں جہنم کا مستحق قرار دینا صحیح نہ ہوتا۔

میرے خیال میں انسانی فطرت کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ فطرت جس کو اختیار کرنے یا نہ کرنے کا انسان کو اختیار ہے اور یہی وہ فطرت ہے جس کے مطابق اس کی جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔ اور دوسری فطرت وہ ہے جس میں تغیر اور تبدیلی نہیں ہو سکتی، جیسے کسی انسان کی فطرت میں اگر اللہ تعالیٰ نے جنون لکھ دیا ہے تو اسے کوئی تبدیل نہیں کرسکتا۔ اور یہ وہ صورت حال

Marfat.com

وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝ ۲۱ ۲۱۔ اور جب اسے فراخی ملے تو بخل کرتا ہے۔

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝ ۲۲ ۲۲۔ سوائے ان نمازیوں کے۔[۱۰]

الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝ ۲۳ ۲۳۔ جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں۔

ہے جس کے متعلق وہ جوابدہ نہیں ہو گا کیونکہ اس میں وہ مجبور ہے، جیسا کہ حضرت ابودرداء ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کر دو اور جب تم یہ سنو کہ کسی شخص کی خُلق یعنی فطرت بدل گئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو کیونکہ وہ شخص اسی سرشت کی طرف لوٹ جائے گا جس پر اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ (مسند احمد: جلد ۶: ص ۴۴۳، مجمع الزوائد: جلد ۷: ص ۱۹۶) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ فطرت کی مزید تشریح کے لئے درج ذیل مسئلہ پر غور کر لیں۔

تقدیر کے متعلق تین مذاہب

جبریہ فرقہ کے نزدیک انسان مجبور محض ہے اور قدریہ فرقہ کے نزدیک انسان مختار کل ہے، مگر اہل سنت و جماعت کے نزدیک مذکورہ دونوں نظریات اسلام کے خلاف ہیں۔ دراصل انسان نہ تو پتھر کی طرح مجبور محض ہے اور نہ خدا کی طرح مختار کل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اچھے اور برے دونوں کام کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اس کے ساتھ عقل اور تمیز بھی عطا کی ہے اور اسی لئے اس نے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تا کہ انسان اچھے اور برے کو پہچان سکے۔ اب انسان اپنی مرضی سے اچھا کام کر سکتا ہے جس کا اسے ثواب ملے گا اور اپنی مرضی سے برائی بھی کر سکتا ہے جس کی اسے سزا ملے گی، البتہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں انسان بے بس ہے مثلاً زندگی و موت، وہ کہاں پیدا ہو گا، کہاں مرے گا، شکل کیسی ہو گی وغیرہ مگر ان چیزوں کے متعلق اس سے باز پرس بھی نہ ہو گی۔ اسی طرح جس فطرت کو اللہ تعالیٰ نے غیر متبدل بنا دیا ہے اس میں انسان تبدیلی نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ اس کے متعلق جوابدہ ہے اور جس فطرت میں اختیار دیا گیا ہے اس کو اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کرے گا تو وہ اس جرم کا خود ذمہ دار ہو گا۔

[۱۰] آنے والی تیرہ آیات میں اہل ایمان کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اسلامی احکام پر عمل کر کے بے صبری، جزع فزع اور کنجوسی جیسی پیدائشی کمزوری سے نجات حاصل کر لیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی تعلیمات انسان کی ایسی ضرورت ہیں جو اس کو برائیوں اور پیدائشی کمزوریوں سے نجات کا راستہ دکھاتی ہیں۔

☆ حضرت صہیب ؓ بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کی بڑی عجیب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لئے بہتر ہے اور یہ امتیاز ایک مؤمن کے سوا کسی کو حاصل نہیں یعنی اگر اس کو راحت پہنچے اور وہ اس پر شکر ادا کرے تو یہ راحت اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ تکلیف اس کے لئے بہتر ہے۔

(مسلم: ۷۵۰۰: کتاب الزھد: باب ۱۳)

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ ۲۴۔ اور جن کے اموال میں حصہ مقرر ہے۔[۱۱]

لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ ۲۵۔ مانگنے والے اور محروم کے لئے۔

وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ ۲۶۔ اور جو روز جزا کی تصدیق کرتے ہیں۔[۱۲]

وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ ۲۷۔ اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔[۱۳]

اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ ۲۸۔ بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں۔

ان آیات میں اہل ایمان کی پہلی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں۔ یعنی نماز کو ظاہری آداب کے ساتھ قائم رکھتے ہیں۔ ظاہری آداب سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازیں پابندی کے ساتھ ان کے صحیح اوقات میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ادا کی جائیں۔

[۱۱] ان کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ مال و دولت پر سانپ بن کر نہیں بیٹھ جاتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو زکوٰۃ فرض کی ہے وہ اس کو سائل اور محروم تک پہنچاتے ہیں۔ محروم سے مراد وہ شخص بھی ہوسکتا ہے جو رزق سے محروم ہے اور اس سے مراد وہ شخص بھی ہوسکتا ہے جو حاجت مند ہونے کے باوجود کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا۔ زکوٰۃ کا مال دراصل امیر لوگوں کے پاس غریبوں کا حق اور ان کی امانت ہے جو انہیں جلد از جلد غریبوں تک پہنچانی چاہیے۔ ممکن ہے ان کو اس امانت کی اشد ضرورت ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ نے غریب لوگوں پر یہ فرض عائد نہیں کیا کہ وہ امیر لوگوں کے پاس جا کر اپنے اس حق کا مطالبہ کریں بلکہ امیر لوگوں پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ وہ اپنے فرض کو ادا کرنے کے لئے خود جا کر غریب کو تلاش کریں کیونکہ ممکن ہے کچھ لوگ حاجت مند ہوں مگر مانگنے کی جرأت نہ کرسکتے ہوں۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: زیادہ صحیح یہی ہے کہ مقرر حصہ سے مراد فرض زکوٰۃ ہے کیونکہ زکوٰۃ کا حصہ مقرر ہے اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر نفلی صدقات کا حصہ مقرر نہیں ہے۔ (تفسیر قرطبی) نیز نفلی صدقات انسان کی گنجائش اور سائل کی ضرورت کے مطابق کم و بیش ہوتے ہیں جبکہ زکوٰۃ کا حصہ اڑھائی فیصد مقرر ہے۔

[۱۲] ان کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ روز جزا کی تصدیق کرتے ہیں یعنی وہ یقین رکھتے ہیں کہ قیامت کا دن ضرور آئے گا جس میں ان کے اعمال کا حساب و کتاب کیا جائے گا، اس لئے وہ اس دنیا میں کسی پر زیادتی نہیں کرتے تاکہ حساب و کتاب کے وقت پچھتانا نہ پڑے۔

[۱۳] ان کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور رب تعالیٰ کا عذاب واقعی ڈرنے کی چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوفی انسان کو بے عمل بنا دیتی ہے۔

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا اپنی کنیزوں کے جوان کے ہاتھوں کی ملکیت ہیں تو (ان کے پاس جانے میں) ان پر کوئی ملامت نہیں۔ [۱۴]

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور جس نے ان دو کے علاوہ کسی اور کی طلب کی تو وہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ

۳۲۔ اور جو اپنی امانتوں [۱۵]

---

[۱۴] ان کی پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی جنسی خواہش کے لئے صرف اپنی منکوحہ بیوی یا مملوکہ کنیز کے پاس جاتے ہیں کیونکہ شریعت نے ان دو کے علاوہ جنسی خواہش کے باقی سارے طریقے حرام قرار دیئے ہیں۔ اور اب تو صرف ایک ہی طریقہ رہ گیا ہے اور وہ ہے منکوحہ بیوی کیونکہ مملوکہ کنیز کا دور اب ختم ہو چکا ہے۔

[۱۵] ان کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ امانتوں کی پاسداری کرتے ہیں۔ اسلام کا ہر حکم اور مسلمان کی ہر چیز اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس حکم کا تعلق کسی غیر سے ہو یا اپنی ذات سے، دنیاوی معاملات سے ہو یا مذہبی عبادات سے، کسی عہدے سے ہو یا اختیارات سے الغرض ہماری زندگی کا ہر سانس، ہمارے منہ کا ہر بول اور ہمارے ہاتھ کا ہر فعل ہمارے پاس امانت ہے اور کسی بھی امانت کا حق اسی وقت ادا ہو سکتا ہے جب اس کو پورے آداب اور لوازمات کے ساتھ ادا کیا جائے اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی اور ناانصافی نہ کی جائے۔ اس حکم میں امیر و غریب اور حاکم و محکوم سب برابر کے ذمہ دار ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، سربراہ مملکت اپنے عوام کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے عوام کے متعلق سوال کیا جائے گا، مرد اپنی بیوی کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی بیوی کے متعلق سوال کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے گھر کے متعلق سوال کیا جائے گا، خادم اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا، ایک شخص اپنے باپ کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا اور تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(بخاری: ۸۹۳: کتاب الجمعۃ: باب ۱۱)

☆ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین کاموں میں کسی ایک شخص کے لئے بھی رخصت نہیں ہے:

۱۔ والدین کے ساتھ نیکی کرنا خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر۔

۲۔ عہد پورا کرنا خواہ وہ مسلمان سے ہو یا کافر سے۔

Marfat.com

وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ اور اپنے عہد کی پاسداری کرتے ہیں۔[۱۶]

۳۔ اور امانت کو ادا کرنا خواہ وہ مسلمان کی ہو یا کافر کی۔

(کنز العمال: ۴۳۷۹۱: جلد ۱۶: ص ۲۸، جمع الجوامع: ۱۰۷۶۰: جلد ۴: ص ۱۳۴)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص کی نماز اور اس کے روزے تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالیں، جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نماز پڑھے لیکن جو امانت دار نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ (کنز العمال: جلد ۴: حدیث نمبر ۸۴۳۶)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص کی نماز اور اس کے روزوں کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ وہ اپنی بات میں کس قدر سچا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ کس قدر امانت دار ہے اور جب اس پر دنیا پیش کی جائے تو وہ کس قدر متقی ہے۔ (کنز العمال: جلد ۴: حدیث نمبر ۸۴۳۵)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب لوگوں کے اوپر ایک ایسا دھوکے کا زمانہ آئے گا جس میں جھوٹے کو سچا کہا جائے گا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا اور خائن کو امانت دار کہا جائے گا اور امانت دار کو خائن کہا جائے گا۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۲۹۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے حدیث بیان فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی آ کر کہنے لگا: قیامت کب آئے گی؟۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ سائل نے پوچھا: امانت کیسے ضائع ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی منصب نا اہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ (بخاری: ۵۹: کتاب العلم: باب ۲)

☆ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچا اور امانتدار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی: ۱۲۰۹: ابواب البیوع: باب ۴)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچا اور امانت دار مسلمان تاجر قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ (ابن ماجۃ: ۲۱۳۹: ابواب التجارات: باب ۱)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار خصلتیں ایسی ہیں جس میں وہ پائی جائیں وہ خالص (عملی) منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی حتیٰ کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے:

۱۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

۲۔ اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

۳۔ اور جب عہد کرے تو توڑ دے۔

۴۔ اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی پر اتر آئے۔ (بخاری: ۳۴: کتاب الایمان: باب ۲۵)

[۱۶] ان کی ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ عہد و پیمان کی پاسداری کرتے ہیں۔ اس سے مراد وہ سارے معاہدے ہیں جو انسان اور

Marfat.com

خدا کے درمیان یا انسان اور انسان کے درمیان استوار کئے گئے ہوں۔ ان کا تعلق دینی احکام سے ہو یا دنیاوی معاملات سے، وہ عہد اہلِ ایمان کے ساتھ ہوں یا غیر مسلم کے ساتھ، سب کی پابندی لازمی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وعدہ پورا کیا کرو، بے شک وعدہ کے متعلق پوچھا جائے گا۔ (قرآن: ۱۷: ۳۴) البتہ اگر کوئی شخص ایسا وعدہ یا عہد کر بیٹھے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول ﷺ کی نافرمانی ہوتی ہو تو اس کا پورا نہ کرنا ضروری ہے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب بھی ہمیں خطبہ دیا تو یہ ضرور فرمایا: جو شخص امانت کی پاسداری نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں اور جو شخص عہد کی پابندی نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۳۵)

☆ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں میرے شامل نہ ہونے کی وجہ صرف یہ تھی کہ میں اور میرے والد حُسَیل دونوں (مکہ سے) نکلے تو ہمیں کفارِ قریش نے پکڑ لیا اور کہا کہ تم محمد ﷺ کے پاس جانا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا: ہم ان کے پاس نہیں جانا چاہتے، ہم تو صرف مدینہ جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ہم سے یہ عہد اور میثاق لیا کہ ہم مدینہ جائیں گے اور آپ ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ نہیں کریں گے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوٹ جاؤ، ہم ان سے کیا ہوا عہد پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے۔ (مسلم: ۱۷۸۷: کتاب الجہاد: باب ۳۵)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے۔ (بخاری: ۳۱۶۶: کتاب الجزیۃ: باب ۵)

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حدیبیہ کے دن مشرکین سے تین شرائط پر صلح کی: مشرکین میں سے جو شخص مسلمانوں کی طرف مدینہ آئے گا وہ اس کو واپس کر دیں گے اور مسلمانوں کی طرف سے جو مشرکین کے پاس مکہ آئے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے اور یہ کہ مسلمان آئندہ سال (عمرہ کے لئے مکہ) آئیں گے اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہریں گے اور اپنے ہتھیار یعنی تلوار اور تیر وغیرہ میان میں رکھ کر آئیں گے۔ اس دوران حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ (جو کہ مسلمان ہو چکے تھے) بیڑیوں میں چلتے ہوئے مسلمانوں کی طرف آئے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں مشرکین کی طرف واپس کر دیا۔" (بخاری: ۲۷۰۰: کتاب الصلح: باب ۷) "جس وقت رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو صلح نامہ لکھ رہے تھے اس وقت سہیل کے بیٹے ابو جندل بیڑیوں میں گھسٹتے ہوئے حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے آئے۔۔۔۔۔ جب سہیل نے اپنے بیٹے ابو جندل کو دیکھا تو وہ ابو جندل کے پاس گیا اور ان کے منہ پر تھپڑ مارا اور ان کو پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا اور کہا: اے محمد! (ﷺ) ہمارے اور آپ کے درمیان اس کے آنے سے پہلے معاہدہ ہو چکا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے سچ کہا، پھر وہ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹنے لگا تا کہ قریش کی طرف لے جائے اور حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ بلند آواز سے فریاد کرنے لگے: اے مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا یہ مجھے میرے دین کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔ مسلمانوں کو ان کی فریاد کی وجہ سے اور زیادہ تکلیف ہوئی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو جندل! صبر کرو اور اجر و ثواب کی نیت کرو۔ تمہیں اور تمہارے دوسرے کمزور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ ۳۳۔ اور جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں۔[۱۷]

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ ۳۴۔ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔[۱۸]

ع اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۳۵۔ وہی لوگ جنتوں میں معزز و مکرم ہوں گے۔[۱۹]

نجات دینے والا ہے اور ان کے لئے کشادگی کرنے والا ہے اور میں ان لوگوں سے صلح کا معاہدہ کر چکا ہوں اور میں ان سے عہد شکنی نہیں کروں گا۔ پھر حضرت ابو جندل ؓ دل شکستہ ہو کر اپنے باپ کے ساتھ چلے گئے اور معاہدہ پورا ہو گیا۔''

(سیرت ابن ہشام: جلد ۳: ص ۲۰۴)

☆ عبداللہ بن ابی الحمساء ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے نبی کریم سے کچھ خرید و فروخت کی اور آپ کا کچھ بقایا میرے ذمہ رہ گیا۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں آپ کے پاس اسی جگہ آپ کا بقایا لے آتا ہوں، پھر میں بھول گیا اور مجھے تین دن بعد یاد آیا، میں آیا تو آپ اسی جگہ پر میرا انتظار کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: اے شخص تم نے مجھے مشقت میں ڈالا، میں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابو داؤد: حدیث نمبر ۴۹۹۶: کتاب الادب: باب ۹۰)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن عہد شکن کے لئے جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔ (بخاری: ۶۱۷۷: کتاب الادب: باب ۹۹)

[۱۷] ان کی آٹھویں صفت یہ ہے کہ اگر انہیں کبھی گواہی دینی پڑے تو کسی لالچ یا ڈر کی وجہ سے گواہی میں کمی بیشی نہیں کرتے بلکہ پوری سچائی اور دیانتداری کے ساتھ صحیح گواہی دیتے ہیں۔

جھوٹی گواہی

جھوٹی گواہی اگر اللہ تعالیٰ کے متعلق دی جائے تو حقوق اللہ کی مخالفت ہوتی ہے اور اگر لوگوں کے بارے میں دی جائے تو حقوق العباد ضائع ہوتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کسی ایسی گفتگو، کاروائی یا مجلس میں شریک نہیں ہوتے جس سے حقوق اللہ یا حقوق العباد کی مخالفت ہوتی ہو اور اگر اتفاق سے کسی غلط مجلس سے واسطہ پڑ جائے تو اپنے دامن کو جھوٹ سے بچا کر بڑے باوقار انداز میں وہاں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔

دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ جھوٹی گواہی دینے والے کو چالیس درے لگاتے اور اس کا منہ کالا کر کے بازار میں پھراتے۔ (تفسیر منیر: سورہ فرقان (۲۵): زیر آیت نمبر ۷۲) تاکہ لوگوں کو جھوٹی گواہی دینے سے نفرت ہو جائے۔

[۱۸] ان کی نویں صفت یہ ہے کہ وہ نماز کی حفاظت کرتے ہیں یعنی اس کو پورے خشوع و خضوع اور خلوص نیت کے ساتھ ادا کرتے ہیں تاکہ ریا کاری کی وجہ سے اس کا اجر ضائع نہ ہو جائے۔

[۱۹] مذکورہ نو صفات کے حامل وہ خوش نصیب ہیں جو بے صبری اور کنجوسی نہیں کرتے بلکہ صبر اور سخاوت کر کے اپنے رب کو راضی

Marfat.com

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ پس کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ ﷺ کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں۔[۲۰]

عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ دائیں جانب سے بھی اور بائیں جانب سے بھی گروہ در گروہ۔

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ کیا ان میں سے ہر شخص یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ نعمتوں والی جنت میں داخل کر دیا جائے گا؟

كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ ہرگز نہیں،[۲۱] بے شک ہم نے انہیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جس کو وہ بھی جانتے ہیں۔[۲۲]

کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل فرماتا ہے جہاں وہ بڑی عزت و تکریم سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

[۲۰] کفار مکہ کیسے عجیب لوگ ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو کفار مکہ بھی دائیں اور بائیں طرف سے گروہ در گروہ آپ ﷺ کی طرف دوڑے چلے آتے اور بجائے اس کے کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لاتے اور آپ ﷺ کی حکمت بھری باتوں سے فائدہ حاصل کرتے الٹا آپ ﷺ کا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مذاق اڑاتے اور کہتے: اگر یہ مسلمان جنت میں داخل ہوں گے تو ہم ان سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (صفوۃ التفاسیر)

[۲۱] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: قریش کے سرداروں نے جب سنا کہ آخرت میں پرہیزگاروں کو نعمتوں والے باغات ملیں گے تو انہوں نے کہا: اگر مسلمانوں کی یہ بات صحیح نکلی کہ ہم کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا تو وہاں بھی حالات مختلف نہیں ہوں گے بلکہ جس طرح دنیا میں ہم مسلمانوں سے بہتر ہیں اسی طرح آخرت میں بھی ہم ہی بہتر ہوں گے ورنہ کم از کم مسلمانوں کے درجہ کے برابر ضرور رہوں گے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ قلم (۶۸): زیر آیت نمبر ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مشرکین مکہ کے اس زعم باطل کا رد فرمایا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے کسی مہذب ملک میں قانون کے پابند شہری اور قانون توڑنے والے مجرم برابر نہیں ہو سکتے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور اس کے نافرمان دونوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے؟

[۲۲] کفار مکہ چونکہ دوبارہ زندہ ہونے کے منکر تھے اس لئے انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انہیں پانی کے ایک حقیر قطرہ سے پیدا کیا گیا ہے تو جو اللہ تعالیٰ پانی کی ایک بوند سے اتنا خوب صورت اور عقل مند انسان پہلی بار بنا سکتا ہے تو وہ اسے دوبارہ کیوں نہیں بنا سکتا؟

Marfat.com

فَلَآ اُقۡسِمُ بِرَبِّ الۡمَشٰرِقِ وَ الۡمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوۡنَ ۝۴۰

۴۰۔ سو میں مشارق اور مغارب [۲۳] کے رب کی قسم کھاتا ہوں کہ بے شک ہم قادر ہیں۔

عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ خَیۡرًا مِّنۡهُمۡ ۙ وَ مَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ ۝۴۱

۴۱۔ کہ ہم ان کے بدلے میں ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم (ایسا کرنے سے) عاجز نہیں ہیں۔[۲۴]

فَذَرۡهُمۡ یَخُوۡضُوۡا وَ یَلۡعَبُوۡا حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَهُمُ الَّذِیۡ یُوۡعَدُوۡنَ ۝۴۲

۴۲۔ پس آپ انہیں چھوڑ دیں کہ وہ اپنی بے ہودہ باتوں اور کھیل تماشے میں پڑے رہیں حتیٰ کہ وہ اپنے اس دن سے آملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔[۲۵]

یَوۡمَ یَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ سِرَاعًا کَاَنَّهُمۡ اِلٰی نُصُبٍ یُّوۡفِضُوۡنَ ۝۴۳

۴۳۔ جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے یوں نکلیں گے گویا وہ بتوں کی طرف دوڑے جارہے ہیں۔[۲۶]

---

[۲۳] سورج نکلنے کی جگہ کو مشرق اور اس کے غروب ہونے کی جگہ کو مغرب کہتے ہیں۔ سورج اگرچہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور مغرب میں غروب ہوتا ہے مگر اس کا طلوع اور غروب ہر روز نئی جگہ سے ہوتا ہے۔ اس طرح سال میں سورج کے نکلنے کی ۳۶۵ جگہیں اور اس کے غروب ہونے کی بھی ۳۶۵ جگہیں بنتی ہیں اور ان مختلف جگہوں کی وجہ سے مشارق اور مغارب کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

[۲۴] اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ تمہیں تباہ و برباد کر کے تمہاری جگہ تم سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم ایسا کرنے سے عاجز نہیں ہیں۔ اس میں قیامت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب ہم ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ پیدا کر سکتے ہیں تو پھر خود ان کو دوبارہ پیدا کیوں نہیں کر سکتے؟

[۲۵] میرے پیارے نبی! آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے پھر بھی اگر وہ ایمان نہیں لاتے بلکہ آپ کا مذاق اڑاتے ہیں تو آپ ان کی پرواہ نہ کریں، ان کو اپنی بے ہودہ باتوں اور کھیل تماشے میں مگن رہنے دیں یہاں تک کہ جب وہ قیامت کے دن ہماری عدالت میں حاضر ہوں گے تو ہم انہیں ان کے کرتوتوں کی سخت سزا دیں گے۔

[۲۶] قیامت کے دن کفار جب قبروں سے اٹھیں گے تو بلانے والے کی طرف اس طرح دوڑے جارہے ہوں گے جس طرح دنیا میں وہ بتوں کی طرف بھاگتے تھے، مگر اس دن مجرموں کی طرح ان کی نگاہیں ندامت سے جھکی ہوئی ہوں گی اور ذلت و

Marfat.com

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِىْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ ع

۴۴۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چھا رہی ہوگی، یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

رسوائی کے باعث ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ یہی وہ دن ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا مگر وہ اس پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عصر بروز جمعہ ۱۲ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۵ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۸ تا ۱۲ نومبر یعنی چار دنوں میں سورہ معارج کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سیدالمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نوح (۷۱)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''نوح'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت

اس سورت میں حضرت نوح علیہ السلام کا ہی قصہ بیان کیا گیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال تک اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور بار بار سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، پھر اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ تمہارے گناہ بخش دے گا بلکہ بارش برسا کر تمہارے باغات اگائے گا، تمہاری نہریں جاری کردے گا اور تمہیں کثرت سے مال اور اولاد عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت

اس سورت کے درمیانی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا یعنی اس نے آسمان، چاند، سورج اور زمین کو بنایا، پھر پانی کے ایک حقیر قطرے سے کتنا حسین اور عظیم انسان بنایا، اگر انسان ان چیزوں میں غور کرے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کافی نشانیاں موجود ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا

حضرت نوح علیہ السلام کی دن رات کی مسلسل دعوت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور سوائے گنتی کے چند افراد کے کوئی ایمان نہ لایا بلکہ انہوں نے آپ کو قتل کرنے کی سازش کی اور جب آپ کو ان کے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہی تو آپ نے ان کے لئے بددعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو پانی میں غرق کر دیا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ
بعد از فجر بروز ہفتہ ۱۳ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق چھ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

آیاتہا ۲۸ ۷۱ سورۃ نوح مکیۃ ۷۱ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ①

۱۔ بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ آپ اپنی قوم کو ڈرائیں اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آجائے۔[۱]

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ②

۲۔ انہوں (نوح علیہ السلام) نے فرمایا: اے میری قوم! بے شک میں تمہیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③

۳۔ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④

۴۔ وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دے گا، بے شک اللہ تعالیٰ کی (مقرر کردہ) مدت جب آجائے تو وہ مؤخر نہیں کی جاتی، کاش! تم جانتے۔[۲]

---

[۱] حضرت آدم علیہ السلام کے تقریباً دو ہزار سال بعد حضرت نوح علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ اس طویل عرصہ میں لوگ توحید چھوڑ کر شرک اور گمراہی کا شکار ہو گئے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف بھیجا تاکہ آپ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں کہ اگر وہ کفر و شرک پر قائم رہے تو ان پر دردناک عذاب آجائے گا اور اس وقت توبہ کی مہلت بھی نہیں ملے گی، لہٰذا ابھی وقت ہے عذاب کے آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ اور کفر سے توبہ کرلو۔

[۲] چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کے لئے آیا ہوں اور اس کے عذاب سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اور کفر و شرک کے باعث جس عذاب کے تم مستحق تھے اس کو بھی مؤخر کر دے گا کیونکہ جو لوگ عذاب کے آنے سے پہلے سچی توبہ کرلیں تو ان کا عذاب مؤخر کر دیا جاتا ہے اور اگر تم ایمان پر قائم رہے تو کفر و شرک والا عذاب تم سے مستقل طور پر مؤخر کر دیا جائے گا جو پھر کبھی نہیں آئے گا۔ لیکن اگر تم نے اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو جب

Marfat.com

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۙ﴿۵﴾

۵۔ انہوں (نوح علیہ السلام) نے عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی۔

فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾

۶۔ لیکن میری دعوت نے ان کے فرار میں اضافہ ہی کیا۔[۳]

وَ اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۚ﴿۷﴾

۷۔ اور میں نے جب بھی انہیں بلایا تا کہ تو انہیں بخش دے تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر اپنے کپڑے لپیٹ لئے اور ضد کی اور بہت زیادہ تکبر کیا۔[۴]

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۙ﴿۸﴾

۸۔ پھر میں نے ان کو بلند آواز سے دعوت دی۔

عذاب کا وقت آ گیا تو اس وقت نہ تمہاری توبہ قبول ہوگی اور نہ ہی تمہارا عذاب مؤخر کیا جائے گا۔ کاش! تم اس حقیقت کو سمجھتے اور عذاب کے آنے سے پہلے سچی توبہ کر لیتے۔

[۳] حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان سے پہلے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی لیکن جب ان میں امید کی کوئی کرن نظر نہ آئی تو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرنے لگے: میں نے اپنی قوم کو دعوت دینے میں دن رات ایک کر دیا مگر پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے بلکہ اب تو میری دعوت کی آواز سنتے ہی دور بھاگ جاتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر اور تبلیغ کا عرصہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چالیس سال کی عمر کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت کے منصب پر فائز کیا گیا اور ساڑھے نو سو سال تک قوم کو تبلیغ کرتے رہے، پھر طوفان نوح آیا اور اس طوفان کے بعد بھی حضرت نوح علیہ السلام ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ (اور تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رہا اس طرح) آپ کی عمر ایک ہزار پچاس سال تھی۔ (تفسیر خازن: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۲۷) اور دعوت کا عرصہ ایک ہزار اور دس سال تھا۔ اگرچہ انسان کی طبعی عمر اتنی لمبی نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔

[۴] اے میرے رب! میں جب بھی انہیں توحید کی طرف بلاتا ہوں تا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ ان کے گناہ بخش دیں، تو وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں تا کہ وہ میری بات نہ سن سکیں بلکہ اپنے اوپر کپڑے بھی لپیٹ لیتے ہیں تا کہ نہ وہ مجھے دیکھیں اور نہ میں انہیں پہچان سکوں۔ وہ کفر و شرک پر اس قدر اڑے ہوئے ہیں کہ اسے چھوڑنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں اور اسی لئے وہ تکبر کرتے ہیں اور میری بات کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔

Marfat.com

ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ﴿۹﴾

۹۔ پھر میں نے انہیں اعلانیہ بھی سمجھایا اور چپکے چپکے بھی۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾

۱۰۔ پس میں نے کہا: اپنے رب سے استغفار کرو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔[۵]

[۵] پھر میں نے انہیں مجالس میں اجتماعی طور پر اعلانیہ بھی دعوت دی اور گھروں میں انفرادی طور پر چپکے چپکے بھی سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، وہ نہ صرف یہ کہ تمہارے گناہ بخش دے گا بلکہ بارش برسا کر تمہارے باغات اگائے گا، تمہاری نہریں جاری کردے گا اور تمہیں کثرت سے مال اور اولاد عطا فرمائے گا۔

استغفار کی فضیلت

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ مقاتل نے کہا: قوم نوح نے جب طویل عرصہ تک حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو روک لیا اور چالیس سال تک ان کی عورتیں بانجھ ہو گئیں، ان کی فصلیں اور ان کے مویشی ہلاک ہو گئے، پھر وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئے اور اس عذاب سے نجات کی فریاد کی تو انہوں نے یہی آیت پڑھی یعنی اپنے رب سے استغفار کرو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ نوح (۷۱): زیر آیت نمبر ۱۰)

☆ امام شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز استسقاء پڑھانے کے لئے نکلے، آپ نے صرف استغفار کی اور واپس لوٹ آئے اور فوراً بارش برسنے لگی۔ لوگوں نے کہا: ہم نے آپ کو طلب بارش کی دعا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: میں نے بارش کو آسمان کے ان راستوں سے طلب کیا ہے جن سے بارش نازل ہوتی ہے۔ پھر آپ نے سورہ نوح کی یہ آیات تلاوت کیں جن میں استغفار کا حکم ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ نوح (۷۱): زیر آیت نمبر ۱۰)

☆ ابن صبیح بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت حسن بصری سے قحط سالی کی شکایت کی تو حسن بصری نے اسے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے فقر کی شکایت کی تو حسن بصری نے اسے بھی یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ پھر تیسرا شخص آیا اور کہنے لگا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بیٹا دے۔ حسن بصری نے اسے بھی یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ پھر چوتھا شخص آیا اور اس نے شکایت کی کہ اس کے باغات خشک ہو گئے ہیں۔ حسن بصری نے اسے بھی یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ ہم نے ان سے کہا: آپ کے پاس مختلف لوگوں نے مختلف شکایات کیں مگر آپ نے سب کو استغفار کرنے کا حکم دیا تو حسن بصری نے کہا: میں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نوح میں فرمایا ہے یعنی تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، اس کے بدلے میں نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا بلکہ وہ تم پر بارش بھی برسائے گا، تمہارے باغ بھی اگائے گا، نہریں بھی جاری کرے گا اور تمہیں اموال اور اولاد بھی عطا فرمائے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ نوح (۷۱): زیر آیت نمبر ۱۰)

Marfat.com

يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝١١

١١۔ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا۔

وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝١٢

١٢۔ اور اموال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے لئے باغات اگائے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کردے گا۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝١٣

١٣۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کو تسلیم نہیں کرتے۔

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝١٤

١٤۔ حالانکہ اس نے تمہیں مختلف مرحلوں سے گزار کر پیدا کیا ہے۔[٦]

☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کثرت سے استغفار کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو استغفار کی تعلیم اسی لئے دی ہے کہ وہ تم کو بخشنا چاہتا ہے۔ (تفسیر درمنثور: سورہ نوح (۷۱): زیر آیت نمبر ۱۰)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی کا جنت میں درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ آدمی عرض کرتا ہے: مجھ پر یہ کرم کیسے ہوا؟ تو اسے جواب دیا جاتا ہے، اس استغفار کی وجہ سے جو تمہارے بیٹے نے تمہارے لئے کیا۔

(ابن ماجۃ: ۳۶۶۰: ابواب الأدب: باب ۱)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابلیس نے کہا: اے میرے رب! مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم! جب تک بنی آدم علیہ السلام کی روحیں ان کے جسم میں رہیں گی میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۴۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری: ۶۳۰۷: کتاب الدعوات: باب ۳)

[٦] اے انسان! کیا تم نے کبھی سوچا کہ تمہاری اصل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کس طرح پانی کے ایک بے جان قطرے کو مختلف مراحل سے گزار کر تمہیں ایسا حسین اور عظیم انسان بنایا کہ آج تم تمام مخلوقات پر حکومت کر رہے ہو۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ تم اپنے محسن حقیقی کے احسانات کا اعتراف کرتے اور اس کے شکر گزار بندے بن جاتے مگر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنے خالق حقیقی کی عظمت اور اس کی قدرت کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔

Marfat.com

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾

۱۵۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمان اوپر نیچے پیدا کئے۔

وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔[۷]

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے نباتات کی مانند اگایا۔[۸]

ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾

۱۸۔ پھر تمہیں اسی زمین میں لوٹا دے گا اور (اسی سے دوبارہ) تمہیں باہر نکالے گا۔

---

[۷] اے انسان! کیا تم نے کبھی غور کیا کہ اللہ تعالیٰ صرف تمہارا ہی خالق نہیں بلکہ وہ آسمانوں کا بھی خالق ہے اور ان کے نیچے اس نے چاند کو بنایا جو رات کو روشنی دیتا ہے اور سورج کو بنایا جو دن کو روشنی دیتا ہے۔ یہ ساری ایسی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔

[۸] جس طرح اللہ تعالیٰ زمین سے نباتات کو اگاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو بھی مٹی سے پیدا فرمایا، اس لئے اصل کی وجہ سے انسان کو مٹی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور آج بھی کئی حوالوں سے انسان کا مٹی کے ساتھ رشتہ قائم ہے، مثلاً انسان جس نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اس کی خوراک بھی زمین سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ نیز پیدائش کے وقت اس کی ناف پر مٹی کا رنگ بھی چڑھایا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مولود کی ناف پر اس مٹی کا رنگ چڑھایا جاتا ہے جس سے اس کو پیدا کیا جاتا ہے۔ اور آخری عمر میں انسان کو اسی مٹی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جس سے اسے پیدا کیا گیا تھا حتیٰ کہ اس مٹی میں اس کو دفن کر دیا جاتا ہے۔ بے شک میں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) ایک مٹی سے پیدا کئے گئے تھے اور اسی میں دفن کئے جائیں گے۔

(کنز العمال: ۳۲۶۷۳: جلد ۱۱: ص ۵۶۵)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کے اوپر اس کی قبر کی مٹی چھڑکی جاتی ہے۔ ابوعاصم نے کہا: تم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اس جیسی فضیلت نہیں پاسکو گے کیونکہ ان دونوں کی مٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی سے ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲۳۸۹: جلد ۲: ص ۳۱۸)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہر انسان کو اس مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۶۵۳۱: جلد ۳: ص ۵۱۵)

Marfat.com

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾

۱۹۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا۔[۹]

لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾ ع

۲۰۔ تاکہ تم اس کے کشادہ راستوں میں چلو۔

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾

۲۱۔ نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! انہوں نے میری نافرمانی کی اور ان (سرداروں) کی پیروی کی جن کے مال اور اولاد نے ان کے نقصان میں ہی اضافہ کیا۔[۱۰]

وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾

۲۲۔ اور انہوں نے بہت بڑا فریب کیا۔[۱۱]

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾

۲۳۔ اور انہوں (سرداروں) نے کہا: تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور وَدّ اور سُوَاع اور یَغُوث اور یَعُوق اور نَسْر کو ہرگز نہ چھوڑنا۔[۱۲]

---

[۹] اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لئے فرش کی طرح بنا دیا اور اس میں کشادہ راستے بھی بنا دیے تاکہ تم اس پر آسانی سے چل سکو اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

[۱۰] اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی مگر انہوں نے میری نافرمانی کی اور ان سرداروں کی پیروی کی جن کو مال اور اولاد کی کثرت نے اس دنیا میں سرکش بنا دیا تھا اور آخرت میں ان کے نقصان اور خسران میں اضافہ کر دیا تھا۔

[۱۱] کافر سردار دن رات حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف مکر و فریب میں سرگرم رہتے اور جب انہیں کہیں کامیابی نظر نہ آئی تو بالآخر انہوں نے بہت بڑی سازش کی کہ کسی طرح ان کو قتل کر دیا جائے، جیسا کہ علامہ قرطبی نے بھی ایک قول نقل کیا ہے: ان کافر سرداروں نے اپنی قوم کے ذلیل اور کمینے لوگوں کو اس بات پر برانگیختہ کیا کہ وہ نوح (علیہ السلام) کو قتل کر دیں۔
(تفسیر قرطبی: سورہ نوح (۷۱): زیر آیت نمبر ۲۲)

[۱۲] قوم نوح جن بتوں کی عبادت کرتی تھی ان میں زیادہ مشہور یہ پانچ بت یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو بت پرستی سے روکا اور توحید کی دعوت دی تو قوم نوح کے سرداروں نے اپنے عوام کو کہا: نوح (علیہ السلام) تو دیوانہ ہو گیا ہے، لہٰذا تم ان کے کہنے پر اپنے بتوں کو ہرگز نہ چھوڑنا بلکہ ان کی عبادت جاری رکھنا۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! ان ظالموں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، سو تو ان ظالموں کو ان کے مظالم کی سزا دے اور ان کی گمراہی میں اضافہ کر دے۔

Marfat.com

وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا، سو (یا اللہ!) تو بھی ان ظالموں کی گمراہی میں اضافہ کر دے۔

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾

۲۵۔ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کر دیئے گئے، پھر (عذاب قبر کی) آگ میں ڈال دیئے گئے تو وہ اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پا سکے۔[۱۳]

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ

۲۶۔ اور نوح علیہ السلام نے دعا کی: اے میرے رب! روئے زمین

[۱۳] قوم نوح جب اپنی سرکشی اور گمراہی سے باز نہ آئی تو انہیں اپنے گناہوں کی وجہ سے پانی میں غرق کر دیا گیا اور اس کے فوراً بعد ان پر عذاب قبر مسلط کر دیا گیا۔ اور جن بتوں کی وہ عبادت کرتے تھے وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اس آیت میں آگ سے مراد برزخ کی آگ ہے جس کے ذریعہ قبر میں عذاب دیا جائے گا۔ جو شخص پانی میں ڈوب جائے یا آگ میں جل جائے یا اسے درندے یا پرندے کھا جائیں تو اس کو بھی وہی عذاب ہوتا ہے جو ظاہری قبر میں مدفون کو ہوتا ہے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ نوح (۷۱): زیر آیت نمبر ۲۵)

قبر سے کیا مراد ہے؟

قبر سے مراد صرف وہ گڑھا ہی نہیں جس میں کسی کو دفن کیا جاتا ہے بلکہ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں مرنے کے بعد انسان کے اجزائے اصلیہ ہوں گے خواہ وہ جگہ مٹی، پانی یا کسی جانور کا پیٹ ہو۔

قبر میں میت سے کیا مراد ہے؟

قبر میں میت سے مراد صرف وہی جسم نہیں جو اس دنیا میں ہمارے ساتھ ہے کیونکہ کچھ عرصہ کے بعد اس جسم کو مٹی کھا جاتی ہے۔ اسی طرح جن میتوں کو جلا دیا جاتا ہے یا ان کو جانور کھا جاتے ہیں، ان کا جسم بھی موجود نہیں ہوتا تو پھر قبر میں سزا یا جزا کس جسم کو دی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے اجزائے اصلیہ کے ساتھ روح کا ایک خاص تعلق قائم رہتا ہے جس سے وہ تکلیف یا خوشی کو محسوس کرتا ہے جیسے کوئی شخص خواب میں کسی دوسرے ملک چلا جائے اور وہاں اسے کوئی تکلیف یا خوشی ہو تو اس وقت اس کا اپنا جسم اس کے ساتھ نہیں ہوتا لیکن پھر بھی وہ تکلیف یا خوشی محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح جس میت کا جسم معدوم ہو جائے تو اجزائے اصلیہ کے ساتھ جو روح کا تعلق ہے اس کی وجہ سے وہ تکلیف یا خوشی محسوس کرتا ہے۔

قبر میں عذاب، قبر میں ثواب، عذاب قبر سے پناہ مانگنا، عذاب قبر کی آواز اور عذاب قبر میں تخفیف کے بارے میں سورہ مومن (۴۰) کی آیت نمبر ۴۶ کا حاشیہ نمبر ۳۸ ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝٢٦ پر کافروں میں سے کسی کو رہنے والا باقی نہ چھوڑ۔[۱۴]

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝٢٧

۲۷۔ بے شک اگر تو ان کو چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ صرف بدکار کافروں کو ہی جنم دیں گے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝٢٨ ع

۲۸۔ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ داخل ہوا اور تمام مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بھی بخش دے،[۱۵] اور ظالموں کی ہلاکت میں اضافہ کر دے۔

---

[۱۴] حضرت نوح علیہ السلام پانی کے طوفان سے پہلے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے رہے۔ اتنی طویل تبلیغ کے بعد بھی جب وہ سرکشی اور نافرمانی سے باز نہ آئے اور حضرت نوح علیہ السلام نے محسوس کر لیا کہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو آگاہ کر دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {اور نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ جو لوگ ایمان لا چکے ان کے علاوہ اب کوئی اور تمہاری قوم سے ایمان نہیں لائے گا، پس آپ غمگین نہ ہوں اس سے جو وہ کرتے رہے ہیں۔} (قرآن: ۱۱:۳۶) تو آپ علیہ السلام نے ان کے خلاف یہ دعا کی جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور ان سب کو غرق کر دیا۔ صرف حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو غرق ہونے سے بچا لیا جن کی تعداد اسی (۸۰) تھی۔

[۱۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے بھی پہلے اپنی مغفرت کے لئے، پھر والدین کے لئے اور پھر اہل ایمان کے لئے دعا کی: یا اللہ! تیرے ان پیارے انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ادا کرتے ہوئے یہ فقیر بھی یہی عرض کرتا ہے: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بخش دے اور سب مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بھی بخش دے۔ آمین!

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم برطانیہ

بعد از فجر بروز اتوار ۱۴ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۷ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۳ تا ۱۴ نومبر یعنی صرف ایک دن میں سورہ نوح کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الجن (۷۲)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''جن'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

جنات کا اسلام قبول کرنا

اس سورت کے ابتدائی حصہ میں جنات کے ایک ایسے گروہ کے احوال بیان کیے گئے ہیں جو مشرک تھے، انہوں نے جب نبی کریم ﷺ سے قرآن مجید سنا تو وہ شرک سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے۔ اس سے پہلے سورہ احقاف (۴۶) کی آیت نمبر ۲۹ میں بھی جنات کے ایک گروہ کا ذکر گزر چکا ہے، وہ اہل کتاب تھے، انہوں نے بھی جب نبی کریم ﷺ سے قرآن مجید سنا تو وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: مختلف احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جنات کے مختلف گروہ چھ بار نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ جن (۷۲): زیر آیت نمبر ۱) نیز جس طرح انسانوں میں مختلف فرقے ہیں اور ان میں اچھے اور برے افراد بھی ہیں اسی طرح جنات میں بھی مختلف فرقے ہیں اور ان میں اچھے جنات بھی ہیں جو کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے اور ان میں برے اور شرارتی جنات بھی ہیں جو لوگوں کو تنگ کرتے ہیں۔

توحید کی تبلیغ

اس سورت کے درمیانی حصہ میں شرک کی تردید اور توحید کی تبلیغ کی گئی ہے۔ اور مساجد بنانے کا مقصد بھی بتایا گیا ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے، لہٰذا جو جنات یا انسان شرک کریں گے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں گے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

ان آیات میں کفار مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ میرا حبیب نبی جب تمہیں توحید کی دعوت دیتا ہے تو تم ان کا مذاق اڑاتے ہو اور اپنی قوت اور کثرت پر فخر کرتے ہو لیکن اگر تم اپنے شرک سے باز نہ آئے تو وہ دن آنے والا ہے جب طاقت اور کثرت میرے پیارے نبی کے پاس ہو گی اور تم کمزور اور بے یار و مددگار ہو گے چنانچہ اس کا پہلا مظاہرہ میدان بدر میں ہوا اور آخری مظاہرہ میدان حشر میں ہو گا۔

غیب کا علم

اس سورت کے آخر میں یہ بتایا گیا ہے کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، البتہ وہ صرف اپنے رسولوں کو اپنے غیب سے آگاہ فرماتا ہے، جنات، جادوگروں اور کاہنوں کو غیب کا علم نہیں دیا جاتا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ
بعد از فجر بروز پیر ۱۵ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۸ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

آیاتہا ۲۸ ۷۲ سورۃ الجن مکیۃ ۴۰ رکوعاتہا ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾

۱۔ آپ فرمادیں: میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنات کے ایک گروہ نے (قرآن کو) غور سے سنا اور (واپس جاکر دوسرے جنات سے) کہا: بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔[۱]

[۱] جنات کے مختلف گروہ مختلف مواقع پر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور قرآن مجید کا پیغام سن کر مسلمان ہوئے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: مختلف احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جنات کے مختلف گروہ چھ بار نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ جن (۷۲): زیر آیت نمبر ۱)

اس سلسلہ میں ایک گروہ کا ذکر پہلے سورہ احقاف (۴۶) کی آیت نمبر ۲۹ میں گزر چکا ہے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے۔ اور یہاں پر جنات کے جس گروہ کا ذکر ہے وہ مشرک تھے۔ (تفسیر خازن: سورہ جن (۷۲): زیر آیت نمبر ۱) کیونکہ جنات کے اس گروہ نے جب قرآن مجید سنا اور واپس جاکر دوسرے جنات کو بتایا: ہم نے ایسا عجیب قرآن سنا ہے جو فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی لاجواب ہے، علم وحکمت کے لحاظ سے بھی بے نظیر ہے اور سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ پس ہمیں یقین ہوگیا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس لئے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں اور آئندہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ پہلے مشرک تھے اور اب انہوں نے شرک سے توبہ کر کے اسلام قبول کرلیا ہے۔ اس سلسلے کا ایک واقعہ درج ذیل ہے:

علامہ رازی لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں جنات کو قرآن مجید پڑھ کر سناؤں تو میرے ساتھ کون جائے گا؟ سب خاموش رہے۔ آپ ﷺ نے دوسری بار فرمایا تو بھی سب خاموش رہے، پھر جب آپ ﷺ نے تیسری بار فرمایا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑا حتیٰ کہ جب آپ ﷺ ابن ابی دُب کی وادی کے قریب مقام حجون میں پہنچے تو آپ ﷺ نے میرے سامنے ایک خط کھینچ کر فرمایا: اس لکیر سے آگے نہ بڑھنا، پھر آپ ﷺ حجون کی طرف تشریف لے گئے اور جنات آپ ﷺ کے پاس آنا شروع ہوگئے، ان کے جسم بہت بڑے مگر سر بہت چھوٹے تھے، وہ اس طرح دف بجا رہے تھے جس طرح عورتیں دف بجاتی ہیں۔ جنات اتنی زیادہ تعداد

Marfat.com

يَهۡدِيٓ إِلَى ٱلرُّشۡدِ فَـَٔامَنَّا بِهِۦۖ وَلَن نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَآ أَحَدٗا ۝٢

٢۔ جو سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لے آئے، اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں بنائیں گے۔

میں آگئے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو ڈھانپ لیا اور آپ ﷺ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ میں اٹھا تو نبی کریم ﷺ ظاہر ہوئے اور مجھے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا، پھر آپ ﷺ نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کردی اور آپ ﷺ کی آواز بلند ہورہی تھی اور جنات زمین سے اس طرح چمٹ گئے کہ میں ان کی آوازیں سن رہا تھا مگر وہ مجھے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ جنات نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔ انہوں نے کہا: آپ کے نبی ہونے کی گواہی کون دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ درخت، پھر آپ ﷺ نے درخت کو فرمایا: اے درخت! ادھر آؤ، وہ درخت اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا آیا اور آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: تم میرے لئے کس چیز کی گواہی دیتے ہو؟ اس درخت نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ واپس لوٹ جاؤ، تو وہ درخت جس طرح آیا تھا اسی طرح واپس لوٹ گیا اور پہلے کی طرح زمین میں قائم ہوگیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جب آپ ﷺ میرے پاس واپس آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم میرے پاس آنا چاہتے تھے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے لئے ممکن نہیں تھا۔ یہ جنات قرآن سننے کے لئے آئے تھے، پھر اپنی قوم کو عذاب سے ڈرانے کے لئے واپس چلے گئے ہیں۔ (تفسیر کبیر: سورہ جن (٧٢): زیر آیت نمبر ١)

نیز اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جنات تو صرف ایک بار قرآن مجید کو سن کر اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ انسان کا کلام نہیں ہے مگر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم روزانہ نبی کریم ﷺ سے قرآن مجید سنتے ہو اور اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنات میں اہل کتاب، مشرک اور مسلمان ہر طرح کے جنات ہیں۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنات کے جن گروہوں نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی وہ عربی زبان اچھی طرح جانتے تھے تبھی تو قرآن مجید کو سن کے انہوں نے اسلام قبول کیا۔

جنات کیا ہیں؟

جنات ایسی مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کی گئی ہے اور ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایسی صلاحیت رکھی ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ یہ مخلوق کھانے پینے، عقل و شعور، زندگی و موت اور اولاد کے سلسلے میں انسانوں کی طرح ہے لیکن ان کی عمریں بہت لمبی ہوتی ہیں۔

Marfat.com

وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا ③

۳۔ اور بے شک ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ بیٹا۔ [۲]

وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ④

۴۔ اور بے شک ہم میں سے بے وقوف لوگ اللہ تعالیٰ کے متعلق ناحق باتیں کہا کرتے تھے۔ [۳]

وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ⑤

۵۔ اور ہم یہ گمان کرتے تھے کہ انسان اور جن اللہ تعالیٰ کے متعلق ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے۔

وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ⑥

۶۔ اور بے شک بعض انسان بعض جنات کی پناہ طلب کرتے تھے، سو انہوں نے ان (جنات) کی سرکشی اور بڑھا دی۔ [۴]

انسانوں کی طرح جنات کو بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور احکام الٰہی پر عمل کرنا فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔} (قرآن: ۵۱:۵۶) جنات میں سے بعض کافر اور بعض مسلمان ہیں۔ ان میں جو شریر اور کافر جن ہیں انہیں شیطان کہا جاتا ہے۔ ابلیس بھی جنوں میں سے تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ جنات میں سے تھا، پس اس نے اپنے رب کے حکم سے نافرمانی کی۔} (قرآن: ۱۸:۵۰)

[۲] جس طرح انسانوں میں کئی کافر فرقے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے بیوی، بیٹیاں اور اولاد کا عقیدہ رکھتے ہیں اسی طرح جو جنات اس دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ بھی ایسا ہی عقیدہ رکھتے تھے لیکن جب انہوں نے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت کے متعلق سنا تو وہ کہنے لگے: ہمارے رب کی شان بہت بلند اور برتر ہے، اس کو بیوی اور بچوں کی ضرورت نہیں ہے۔

[۳] اسلام قبول کرنے والے جنات نے کہا: ہمارے بے وقوف سردار اللہ تعالیٰ کے متعلق ناحق باتیں کرتے تھے، اور ہمارا گمان یہ تھا کہ کوئی انسان یا جن اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ نہیں بول سکتا، اس لئے ہم ان بے وقوفوں کی وجہ سے کفر و شرک میں مبتلا رہے لیکن اب قرآن سننے کے بعد ہمیں علم ہوا کہ ہمارے لیڈر تو جھوٹے اور حد سے تجاوز کرنے والے تھے، اس لئے ہم نے کفر و شرک سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا ہے۔

[۴] اہل عرب کا عقیدہ یہ تھا کہ غیر آباد جگہوں پر جنات کا قبضہ ہوتا ہے اور ان کی پناہ مانگے بغیر اگر کوئی وہاں ٹھہرے گا تو جنات

Marfat.com

وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝

۷۔ اور وہ بھی ایسا ہی گمان رکھتے تھے جیسا تم نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو (زندہ کر کے دوبارہ) ہرگز نہیں اٹھائے گا۔[۵]

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝

۸۔ اور ہم نے آسمان کو چھونا چاہا تو اس کو سخت محافظوں اور شہابوں سے بھرا ہوا پایا۔

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝

۹۔ حالانکہ ہم اس سے پہلے (فرشتوں کی باتیں) سننے کے لئے آسمان کے بعض مقامات پر بیٹھا کرتے تھے لیکن اب جو کوئی سننے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنی تاک میں آگ کا شعلہ تیار پاتا ہے۔[۶]

اسے تنگ کریں گے، جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے ہاں ایک رواج یہ تھا کہ جب وہ کسی ویران اور اجاڑ جگہ میں قیام کرتے تو بلند آواز سے وہاں کے جنات کے سردار کی پناہ مانگتے تاکہ انہیں کوئی جن نقصان نہ پہنچائے۔ جب جنات نے دیکھا کہ انسان ان سے ڈرتے ہیں اسی لئے ان کی پناہ مانگتے ہیں تو اس سے جنات کی سرکشی اور ان کے تکبر میں اور اضافہ ہو گیا۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ جن (۷۲): زیر آیت نمبر ۶) اور جنات کے سردار کہنے لگے: ہم جنات کے تو پہلے ہی سردار ہیں اور اب ہم انسانوں کے بھی سردار بن گئے ہیں کیونکہ وہ ہم سے پناہ مانگتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

[۵] اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ اسلام قبول کرنے والے جنات نے اپنے ہم عقیدہ جنات سے کہا: جس طرح تمہارا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی نبی کو بھیجے گا اسی طرح اکثر انسانوں کا عقیدہ بھی خراب تھا اور وہ بھی آخرت اور کسی نبی کے آنے کے منکر تھے لیکن نزول قرآن کے بعد وہ آخرت اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آئے، لہٰذا تم بھی آخرت اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ خطاب کفار مکہ سے ہے کہ جس طرح تمہارا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی نبی کو بھیجے گا اسی طرح اکثر جنات کا بھی عقیدہ خراب تھا اور وہ بھی آخرت اور کسی نبی کے آنے کے منکر تھے لیکن نزول قرآن کے بعد وہ آخرت اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آئے، لہٰذا تم بھی آخرت اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ۔

قرآن مجید کے الفاظ میں ان دونوں اقوال کی گنجائش موجود ہے اور ان دونوں کے نتیجہ میں بھی کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

[۶] یہاں پر علامہ قرطبی نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان

Marfat.com

وَّ اَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾

۱۰۔ اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔[۷]

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا

۱۱۔ اور بے شک ہم میں سے کچھ نیک ہیں اور کچھ اس کے

پانچ سو سال کا عرصہ جب وحی کا سلسلہ بند رہا تو اس دوران جنات پر سخت پابندی نہیں تھی، اس لئے جنات آسمان پر جاتے تھے اور فرشتوں کی باتیں سن لیتے تھے مگر جب حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو جنات کو آسمان کے قریب جانے سے روک دیا گیا اور آسمان کی حفاظت کے لئے فرشتے اور آگ کے شعلے مقرر کر دیئے گئے اور اگر جنات آسمان کی طرف جانے کی کوشش کرتے تو انہیں آگ کے شعلے مارے جاتے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ جن (۷۲): زیر آیت نمبر ۹)

علامہ رازی لکھتے ہیں: اگرچہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی شہاب کے گرنے کا سلسلہ جاری تھا مگر پھر بھی آسمان میں کچھ جگہیں ایسی تھیں جہاں فرشتے اور شہاب نہیں تھے اور وہاں سے جنات گزر جاتے تھے مگر نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد فرشتوں اور شہاب کا اتنا اضافہ کر دیا گیا کہ سب خالی جگہیں پر کر دی گئی ہیں، اب جنات کسی جگہ سے بھی اوپر نہیں جا سکتے۔
(تفسیر کبیر: سورہ جن (۷۲): زیر آیت نمبر ۹)

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اگر آسمان پر فرشتوں کا پہرہ اور شہاب نہ ہوں تو جنات چھپ کر اوپر جا سکتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، دراصل اللہ تعالیٰ نے ہی جنات کو اوپر اڑنے کی طاقت دی، پھر فرشتوں اور شہاب کے ذریعہ واپس بھیجنے کا مقصد یہ ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ جو جن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں انہیں ذلیل و رسوا کر کے نیچے بھگا دیا جاتا ہے، وہ قرب خداوندی کی بلندیوں تک نہیں پہنچ سکتے۔

[۷] جنات کے لئے جب آسمان پر جانے کے سارے راستے بند کر دیئے گئے تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ انہیں روکنے کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ زمین والوں پر کوئی عذاب نازل ہونے والا ہے اور اس کی خبر کو لوگوں سے مخفی رکھا جا رہا ہے تاکہ جنات سن کر لوگوں کو نہ بتا دیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لئے کوئی نبی بھیجنے والا ہے اور اسے جنات سے مخفی رکھا جا رہا ہے تاکہ وہ پہلے ہی سے نبی کے متعلق غلط فہمیاں پیدا نہ کر سکیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جنات نے اپنی بندش کا سبب معلوم کرنے کے لئے زمین کے مشارق اور مغارب میں گھومنا شروع کر دیا اور جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کو اپنے اصحاب کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا تو انہوں نے پہچان لیا کہ اسی نبی کی وجہ سے ان کا اوپر جانا بند کر دیا گیا ہے، چنانچہ وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے۔
(تفسیر ابن کثیر: سورہ جن (۷۲): زیر آیت نمبر ۱۰)

Marfat.com

طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾

برعکس ہیں، ہم مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔[۸]

وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَ لَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور ہم نے یقین کرلیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کرسکتے اور نہ ہی (زمین سے) بھاگ کر اسے عاجز کرسکتے ہیں۔[۹]

وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور بے شک جب ہم نے ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے، پس جو شخص بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا اسے نہ کسی نقصان کا خوف ہوگا اور نہ ہی کسی ظلم کا۔[۱۰]

وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور بے شک ہم میں سے کچھ فرمانبردار ہیں اور کچھ ظالم ہیں، پس جو فرمانبردار ہو گئے تو انہوں نے راہ حق کو تلاش کرلیا۔[۱۱]

وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور جو ظالم ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔

[۸] جس طرح انسانوں میں مختلف فرقے ہیں اور ان میں اچھے اور برے افراد بھی ہیں اسی طرح جنات میں بھی مختلف فرقے ہیں اور ان میں اچھے جنات بھی ہیں جو کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے اور ان میں برے اور شرارتی جنات بھی ہیں جو لوگوں کو تنگ کرتے ہیں۔

[۹] قرآن مجید کو سننے کے بعد ہم کو یہ یقین ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر اور سب پر غالب ہے۔ اگر ہم اس کی نافرمانی کریں گے تو ہم اس کی سزا سے نہ بچ سکیں گے، نہ تو ہم زمین میں رہ کر اسے عاجز کرسکتے ہیں اور نہ ہی اس زمین سے بھاگ کر اسے عاجز کرسکتے ہیں کیونکہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہی ہے۔

[۱۰] ہم نے جونہی حق اور ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے، لہٰذا تم بھی ایمان لے آؤ۔ اور جو شخص بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا اسے اپنی نیکیوں کا پورا اجر ملے گا، اس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور اسے سزا بھی اتنی ہی ملے گی جتنے اس نے گناہ کیے ہوں گے، اس پر کوئی ظلم وزیادتی نہیں کی جائے گی۔

[۱۱] ہم میں سے جن جنات نے قرآن مجید کو سن کر اسلام قبول کرلیا اور اس کے احکام کی اطاعت کی تو یہی وہ کامیاب ہیں جنہوں نے حق کا راستہ تلاش کرلیا اور ہم میں سے جن جنات نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو وہی ظالم ہیں اور دوزخ کا ایندھن ہیں۔

Marfat.com

وَّاَنْ لَّوِاسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اور اگر وہ راہ راست پر قائم رہیں گے تو ہم انہیں کثیر پانی سے سیراب کریں گے۔

لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾

۱۷۔ تاکہ ہم اس (نعمت) میں ان کی آزمائش کریں، اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑے گا تو وہ اسے سخت عذاب میں داخل کر دے گا۔[۱۲]

[۱۲] یعنی پیارے نبی! آپ اہل ایمان کو بتا دیں کہ اگر وہ راہ راست اور دین فطرت پر قائم رہیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں کثیر پانی یعنی خوشحالی سے مالا مال فرمائے گا لیکن اس خوشحالی میں بھی ان کی آزمائش ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی زندگی اور اس کا مال و متاع انسان کی آزمائش کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور جو لوگ مال و دولت کی فراوانی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے اور اس کے احکام سے روگردانی کرتے ہیں تو اس ناشکری اور سرکشی پر اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ کے سخت عذاب میں داخل فرمائے گا۔

مال و دولت بھی ایک آزمائش ہے

☆ حضرت عمرو بن عوف ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر و غربت کا اندیشہ نہیں ہے لیکن مجھے تم پر یہ خطرہ ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کر دی گئی تھی، پھر تم دنیا کے مال و متاع میں رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے دنیا کے مال و متاع میں رغبت کی تھی، پھر یہ دنیا تمہیں بھی ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ (بخاری: ۶۴۲۵: کتاب الرقاق: باب ۷)

☆ حضرت عُقبہ بن عامر ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور احد والوں (شہدائے احد) پر اس طرح نماز ادا فرمائی جس طرح میت پر نماز ادا کی جاتی ہے، پھر آپ ﷺ منبر کی طرف تشریف لائے اور فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم! میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں، اور اللہ کی قسم! مجھے تم پر اپنے بعد شرک کا اندیشہ نہیں لیکن مجھے تم پر اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ (بخاری: ۶۴۲۶: کتاب الرقاق: باب ۷)

☆ حضرت ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف زمین کی برکات کا ہے جو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے نکالے گا۔ عرض کی گئی: زمین کی برکات سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا کی زینت ۔۔۔ پھر فرمایا: بے شک یہ دنیا کا مال میٹھا ہے۔ جس نے اس کو حق کے ساتھ لیا اور حق کے راستہ میں خرچ کیا تو یہ مال اس کے لئے بہترین معاون ہے، اور جس نے اس کو ناجائز طریقہ سے حاصل کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ (بخاری: ۶۴۲۷: کتاب الرقاق: باب ۷)

Marfat.com

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اور بے شک سب مساجد اللہ تعالیٰ ہی (کی عبادت) کے لئے ہیں، سو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔[۱۳]

[۱۳] مسجد اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سجدہ کیا جائے۔ اگر چہ امت مسلمہ کے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے مگر خصوصیت کے ساتھ اس عمارت کو مسجد کہا جاتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی جائے، لہٰذا مسجد کا حق یہی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔ مشرکین مکہ نے بیت اللہ میں بت رکھے ہوئے تھے اس لئے انہیں خصوصیت کے ساتھ منع کیا جا رہا ہے کہ غیر اللہ کی عبادت تو کسی جگہ بھی جائز نہیں ہے مگر تم اللہ تعالیٰ کے گھر میں غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو اس سے باز آ جاؤ۔

سب سے پہلی مسجد

روئے زمین پر سب سے پہلی مسجد جو بنائی گئی ہے وہ بیت اللہ یعنی مسجد حرام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {بے شک سب سے پہلا عبادت خانہ جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، بڑا برکت والا اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔} (قرآن: ۳:۹۶)

حضرت ابوذر غفاری ﷛ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام۔ میں نے عرض کی: اس کے بعد کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ میں نے پھر پوچھا: ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس سال۔ (بخاری: ۳۴۲۵: کتاب الانبیاء: باب: ۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد حرام کے پہلے معمار حضرت آدم ﷤ اور مسجد اقصیٰ کے پہلے معمار حضرت آدم ﷤ کے کوئی فرزند تھے۔ طوفانِ نوح کے بعد جب یہ مسجدیں شہید ہو گئیں تو حضرت ابراہیم ﷤ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی اور حضرت سلیمان ﷤ نے مسجد اقصیٰ کی۔

مسجد حرام کی فضیلت

حضرت انس بن مالک ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرد کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے اور مسجد اقصیٰ اور میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ: ۱۴۱۳: کتاب الصلاۃ: باب ۱۹۸) کعبہ کی برکتوں کے لئے ایک حکایت ملاحظہ کریں: کعبہ تین اشخاص کی سفارش کر کے انہیں جنت میں لے جائے گا۔ پہلا شخص جس نے حج کیا، دوسرا جو حج کے لئے نکلا مگر کعبہ تک نہ پہنچ

Marfat.com

سکا، تیسرا وہ جس کے دل میں حج کی خواہش تھی مگر وسائل نے ساتھ نہ دیا۔ (نزہۃ المجالس: جلد اول: ص ۱۵۳)

انبیائے کرام علیہم السلام کی بنوائی ہوئی مساجد

دنیا میں چار مسجدیں ایسی ہیں جن کو انبیائے کرام علیہم السلام نے بنوایا تھا: بیت اللہ، بیت المقدس، مسجد قبا اور مسجد نبوی۔
(تفسیر مظہری: سورۃ النور (۲۴): زیر آیت نمبر ۳۶)

مسجد کی تعمیر

☆ حضرت علی بن ابی طالب ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔ (ابن ماجہ: ۷۳۷: ابواب المساجد: باب ۱)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے فاختہ یا کبوتری کے گھونسلے کے برابر یا اس سے بھی چھوٹی مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (ابن ماجہ: ۷۳۸: ابواب المساجد: باب ۱) کبوتری کا گھونسلا زیادہ سے زیادہ آدھی اینٹ کے برابر ہوتا ہے جس میں ایک پاؤں نہیں آسکتا تو نمازی دوسرا پاؤں کہاں رکھے گا اور سجدہ کہاں کرے گا؟ مطلب یہ ہے کہ جس نے آدھی اینٹ یا اس سے بھی کم سرمایہ مسجد میں لگایا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں پورا گھر بنائے گا اور جنت کے گھر کی شان یہ ہوگی کہ اس کائنات کے سارے گھروں کا حسن و جمال اگر اکٹھا کر لیا جائے تو جنت کے ایک گھر کے برابر نہیں ہوسکتا کیونکہ جنت کی ہر چیز کی خوبی ہمارے وہم وگمان سے بالاتر ہوگی۔

مسجد کی صفائی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم ﷤ کے لئے بیت اللہ بنانے کی جگہ مقرر کردی (اور حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھنا۔ (قرآن: ۲۲: ۲۶) یعنی اس کی عمارت کو گرد وغبار سے پاک رکھو تاکہ عبادت کرنے والے کی نگاہوں کو سکون ملے اور اس کی فضا کو کفر وشرک سے پاک رکھو تاکہ عبادت کرنے والے کا دل مطمئن ہو اور وہ پورے اطمینان کے ساتھ اپنے خالق حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مساجد کو پاک صاف رکھنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

☆ حضرت ابن عباس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت مسجد نبوی سے کوڑا کرکٹ اٹھایا کرتی تھی، وہ فوت ہوگئی اور نبی کریم ﷺ کو اس کے دفن کی اطلاع نہ دی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی فوت ہو تو مجھے اطلاع دیا کرو (مجھے اس عورت کی قبر پر لے چلو)، چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اس عورت کے لئے دعائے مغفرت کی اور فرمایا: میں نے اس کو جنت میں دیکھا ہے وہ مسجد سے کوڑا کرکٹ اٹھا رہی ہے۔

(الترغیب والترہیب: کتاب الصلاۃ: تنظیف المساجد: جلد ۱: ص ۱۹۷)

Marfat.com

مسجد کے آداب

مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے اندر رکھو، انتہائی ادب سے چلو کیونکہ یہ تمہارا ذاتی گھر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے، لہٰذا جہاں جگہ ملے آرام کے ساتھ وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، کسی دوسرے کو تکلیف نہ دو، فضول باتیں نہ کرو، اور مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں پہلے باہر نکالو۔

☆ ابو حُمید رضی اللہ عنہ اور ابو اُسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ کہے: (اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ) یا اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب مسجد سے نکلے تو کہے: (اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ) یا اللہ! میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

(نسائی: ۷۳۰: کتاب المساجد: باب ۳۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغات کے پاس سے گزرو تو ان میں چرا کرو۔ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنت کے باغات کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مساجد، پھر میں نے پوچھا: ان میں چرنے سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ پڑھا کرو۔

(ترمذی: ۳۵۰۹: کتاب الدعوات: باب ۸۲)

مسجد کی فضیلت

☆ حضرت ابو خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد میں پابندی سے جاتا ہے تو تم اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مساجد صرف وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہوں۔ (تفسیر در منثور: سورہ توبہ(۹): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں زمین والوں کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں، پھر جب میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جو میرے گھروں کو آباد رکھتے ہیں اور میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور سحری کے وقت اٹھ کر مجھ سے استغفار کرتے ہیں تو میں ان سے عذاب کو پھیر دیتا ہوں۔

(تفسیر در منثور: سورہ توبہ(۹): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے گھر میں وضو کیا، پھر مسجد میں آیا وہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے اور میزبان پر حق ہے کہ وہ مہمان کی عزت کرے۔ (تفسیر در منثور: سورہ توبہ(۹): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسجد سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ (تفسیر در منثور: سورہ توبہ(۹): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زمین پر مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں وہ آسمان والوں کے لئے اس طرح چمکتی ہیں جیسے زمین والوں کے لئے آسمان کے ستارے چمکتے ہیں۔ (تفسیر در منثور: سورہ توبہ(۹): زیر آیت نمبر ۱۷)

Marfat.com

وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۟﴿١٩﴾ ع

۱۹۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا (خاص) بندہ اس کی عبادت کے لئے کھڑا ہوتا تو لوگ اس پر ہجوم کر کے آجاتے۔[۱۴]

☆ حضرت علی بن ابی طالب ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے مسجد میں قندیل لگائی ستر ہزار فرشتے اس کے لئے اس وقت تک دعا اور استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک وہ قندیل روشنی کا کام دیتی رہتی ہے۔

(تفسیر درمنثور: سورہ توبہ (۹): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ میرے صحابہ ؓ سے محبت کرے اور جو میرے صحابہ ؓ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ قرآن سے محبت کرے اور جو قرآن سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ مساجد سے محبت کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور ان میں برکت رکھی ہے۔ مسجدیں بھی بابرکت ہیں اور ان کو آباد کرنے والے بھی بابرکت ہیں۔ مسجدیں بھی محفوظ ہیں اور ان کو آباد کرنے والے بھی اس کی حفاظت میں ہیں۔ وہ لوگ اپنی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی حاجتیں پوری فرماتا ہے۔ وہ لوگ مسجدوں میں ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ان کی چیزوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ النور (۲۴): زیر آیت نمبر ۳۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

۱۔ عادل امام (حکمران)۔

۲۔ وہ جوان جو اپنے رب کی عبادت میں سرگرم رہتا ہے۔

۳۔ وہ انسان جس کا دل مساجد کی آبادی میں لگا رہتا ہے۔

۴۔ وہ دو انسان جو اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کریں، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اکٹھے ہوں اور اسی کے لئے جدا ہوں۔

۵۔ وہ مرد جس کو حسن اور منصب والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ انکار کرتے ہوئے کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

۶۔ وہ انسان جس نے اس طرح خفیہ صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا دیا۔

۷۔ وہ انسان جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

(بخاری: ۶۶۰: کتاب الاذان: باب ۳۶)

[۱۴] اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے بندے سے مراد ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ جب اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تو کفار کو بہت غصہ آتا اور وہ ہجوم کر کے آجاتے، آپ کا مذاق اڑاتے اور لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے منع کرتے مگر فتح مکہ کے بعد وہ دور بھی آیا کہ وہی کفار فوج در فوج آئے اور اسلام قبول کرلیا۔

Marfat.com

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۞۲۰

۲۰۔ آپ فرما دیں: میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۞۲۱

۲۱۔ آپ فرما دیں: میں (از خود) نہ تمہیں نقصان پہنچانے کا مالک ہوں اور نہ ہی ہدایت دینے کا۔ [۱۵]

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۞۲۲

۲۲۔ آپ فرما دیں: مجھے ہرگز کوئی اللہ تعالیٰ سے نہیں بچا سکتا اور نہ ہی میں اس کے سوا کوئی جائے پناہ پاتا ہوں۔ [۱۶]

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ۞۲۳

۲۳۔ البتہ (میرا کام) اللہ تعالیٰ کے احکامات اور پیغامات پہنچا دینا ہے، اور پھر جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو اس کے لئے یقیناً دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ [۱۷]

---

[۱۵] مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا: ہم عرصہ دراز سے شرک پر قائم ہیں۔ اب اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر عذاب کیوں نہیں لے آتے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا کام یہ ہے کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچا دوں جو میں پہنچا رہا ہوں۔ اب اگر تم ان کا انکار کر دو تو اس کی سزا دینا اور اگر تم ان کو قبول کر لو تو اس کی جزا دینا میرا کام نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، وہ جب چاہے گا تمہارے اعمال کے مطابق تمہیں سزا اور جزا دے گا۔

[۱۶] مشرکین مکہ نے ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سے کہا: آپ نے توحید کی دعوت دے کر تمام اہل مکہ کو اپنا دشمن بنا لیا ہے، لہٰذا ہمارا مشورہ یہ ہے کہ آپ توحید کی دعوت سے دست بردار ہو جائیں اور اگر اس وجہ سے آپ پر عذاب آیا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آپ کو پناہ دیں گے اور آپ کی حفاظت کریں گے۔ ان کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں اور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمایا: میں تو بہر حال اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہیں بناؤں گا اور اگر بفرض محال میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ میں کوتاہی کروں تو مجھے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکے گا، میرے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

[۱۷] یعنی میرا کام یہ ہے کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچا دوں، وہ میں پہنچا رہا ہوں، اب جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کی نافرمانی کرے گا وہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہے گا۔

Marfat.com

حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ
مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾

۲۴۔ یہاں تک کہ جب وہ اس (عذاب) کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو وہ جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور اور تعداد میں کم ہیں۔ [۱۸]

قُلْ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ
يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾

۲۵۔ آپ فرمادیں: میں (از خود) نہیں جانتا کہ جس (عذاب) کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے کیا وہ قریب ہے یا اس کے لئے میرے رب نے کوئی مدت مقرر کر دی ہے۔ [۱۹]

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

۲۶۔ وہ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی (عام شخص) کو مطلع نہیں فرماتا۔

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ
مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾

۲۷۔ سوائے اس رسول کے جس کو وہ پسند فرمالے تو وہ اس رسول کے آگے اور پیچھے محافظ (فرشتے) مقرر کر دیتا ہے۔ [۲۰]

---

[۱۸] آج تو مشرکین مکہ عذاب آخرت کا انکار کرتے ہیں اور اپنی طاقت اور کثرت کی وجہ سے بڑے مغرور ہیں اور مسلمانوں کی غربت اور قلت کی وجہ سے ان کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن کل جب میدان جنگ میں واسطہ پڑے گا اور میدان حشر میں جب اعمال کا حساب ہوگا تو پھر مشرکین کی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور اور تعداد میں کم ہیں، وہاں مشرکین کا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا جبکہ اہل ایمان کے لئے انبیائے کرام اور فرشتے شفاعت کریں گے۔

[۱۹] مشرکین کہتے تھے کہ جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں آخر وہ کب آئے گا؟ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: روز قیامت کا آنا تو بہر حال یقینی ہے، وہ ایک دن ضرور آئے گا، مگر وہ کون سی تاریخ کو آئے گا؟ اس کا تعلق علم غیب سے ہے اس لئے میں از خود نہیں جانتا کہ آیا وہ قریب ہے یا دور ہے؟ البتہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اس کا علم ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے رسولوں کو اپنے غیب سے آگاہ فرماتا ہے، جیسا کہ آنے والی آیات سے واضح ہے۔

[۲۰] اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر صرف اپنے رسولوں کو ہی مطلع فرماتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی رسول کی طرف وحی فرماتا ہے تو اس وقت اپنے رسول کے اردگرد محافظ فرشتے مقرر فرما دیتا ہے تا کہ شیطان اور جنات وحی کو نہ سن سکیں۔ علم غیب کی تفصیل کے لئے سورہ نمل (۲۷) کی آیت نمبر ۶۵ کا حاشیہ نمبر ۶۰، اور سورہ لقمان (۳۱) کی آیت نمبر ۳۴ کا حاشیہ نمبر ۱۳۱ ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ع ﴿۲۸﴾

۲۸۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ظاہر فرمادے کہ بے شک ان سب رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں اور جو کچھ ان کے پاس ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے اور اس نے ہر چیز کا شمار کر رکھا ہے۔[۲۱]

[۲۱] وحی کے وقت محافظ فرشتوں کو اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر یہ ظاہر کردے کہ اس کے رسولوں نے اس کے پیغامات صحیح طریقہ سے پہنچا دیئے ہیں اور ان میں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، سارے رسولوں کے اعمال بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور کائنات کی تمام چیزوں کا شمار بھی اس کے علم میں ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز ہفتہ ۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۱۵ تا ۲۰ نومبر یعنی پانچ دنوں میں سورہ جن کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ المزمل (۷۳)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''مزمل'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اس سورت کی آخری آیت مدینہ میں نازل ہوئی کیونکہ اس میں زکوٰۃ اور قتال کا ذکر ہے اور ان دونوں کا حکم مدینہ میں نازل ہوا۔

نماز تہجد

اس سورت کے آغاز میں جب نبی کریم ﷺ پر یہ حکم نازل ہوا کہ آپ آدھی رات یا اس سے کچھ کم وبیش وقت تک نماز تہجد پڑھا کریں تو آپ ﷺ کے ساتھ کچھ صحابہ ؓ نے بھی نماز تہجد شروع کر دی اور یہ رات کا قیام کبھی ایک تہائی رات، کبھی آدھی رات اور کبھی دو تہائی رات تک پہنچ جاتا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: کچھ صحابہ ؓ جو آدھی رات کا اندازہ نہیں کر سکتے تھے وہ صبح تک قیام کرتے اس ڈر سے کہ کہیں وقت کے شمار میں غلطی نہ ہو جائے یہاں تک کہ ان کے پاؤں سوج گئے اور ان کے چہروں کی رنگت زرد پڑ گئی، پس اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور اس حکم میں تخفیف کر دی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۲۰) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی فرمائی کہ نماز تہجد کی فرضیت بھی ختم فرما دی اور آدھی رات یا اس سے کم وبیش کی پابندی بھی ختم فرما دی، اب یہ مستحب نماز ہے اور جتنے وقت میں آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔ نماز تہجد کی دو، چار یا آٹھ رکعات ہیں، یہ نماز امت مسلمہ پر نفل عبادت ہے مگر نبی کریم ﷺ کے لئے یہ ایک خصوصی نماز تھی جس کو آپ نے ہمیشہ پابندی سے ادا کیا۔

صبر کی تلقین

آیت نمبر ۱۰ میں آپ ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی ہے یعنی کارساز حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا آپ صرف اسی پر توکل رکھیں اور کفار کی اذیت رسانی اور بدکلامی پر صبر کریں اور جب ان سے آمنا سامنا ہو تو بڑی خوبصورتی اور حسن اخلاق کے ساتھ ان سے الگ ہو جایا کریں۔ اور جو لوگ اپنے مال کے نشہ میں آپ کو جھٹلاتے ہیں، آپ ان کی بھی پرواہ نہ کریں بلکہ ان کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں میں خود ان سے انتقام لوں گا۔

اہل مکہ کو تنبیہ

آیت نمبر ۱۵ تا ۱۹ میں اہل مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کوئی ایسے رسول نہیں ہیں جن کی پہلے مثال نہ ہو بلکہ جس طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تھا اسی طرح ہم نے تمہاری طرف حضرت محمد ﷺ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کی ایسی گرفت کی کہ اس کو اس کے لشکر سمیت سمندر میں غرق کر دیا۔ اب اگر تم نے بھی حضرت محمد ﷺ کی نافرمانی کی تو تم پر بھی کوئی ایسا عذاب آ سکتا ہے۔

Marfat.com

نیکیوں کا اجرِ عظیم

اس سورت کے آخر میں انسان کو آخرت کی یاد دہانی کرائی گئی ہے یعنی اس کو چاہیے کہ اپنی اس فانی زندگی میں نماز، روزہ، صدقہ، خیرات وغیرہ کی نیکیوں کا ذخیرہ آخرت کے لئے بھیجے تاکہ آنے والی دائمی زندگی میں اس کے اجرِ عظیم سے فائدہ اٹھا سکے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از ظہر بروز ہفتہ ۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

ایاتہا ۲۰ ۷۳ سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلِ مَکِّیَّۃٌ ۳ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ ۱۔ اے چادر لپیٹنے والے! [۱]

قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ﴿۲﴾ ۲۔ آپ رات کو (نماز کے لئے) قیام کریں مگر تھوڑا۔

نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۙ﴿۳﴾ ۳۔ آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دیں۔ [۲]

[۱] جس وقت ان آیات کا نزول ہوا اس وقت نبی کریم ﷺ چادر لپیٹ کر لیٹے ہوئے تھے۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اہل عرب جب کسی سے لطف و محبت کا اظہار کرنا چاہتے تو اس کی وقتی حالت کے مطابق اسے خطاب کرتے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ناراض ہو کر مسجد میں سو رہے تھے اور ان کے پہلو پر مٹی لگی ہوئی تھی، نبی کریم ﷺ نے پیار و شفقت سے انہیں فرمایا: اے مٹی والے! اٹھو۔ (تفسیر قرطبی: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۱) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اسی حالت سے خطاب فرمایا جس میں آپ جلوہ گر تھے کیونکہ حبیب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔

[۲] پیارے نبی! آپ رات کو اٹھ کر نماز تہجد پڑھا کریں، مگر ساری رات نہیں بلکہ آدھی رات یا اس میں کچھ کمی یا زیادتی بھی کر سکتے ہیں یعنی آدھی رات سے اگر کچھ وقت کم یا زیادہ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

نماز تہجد

رات کو سونے کے بعد اُٹھ کر جو کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات نوافل ادا کئے جاتے ہیں ان کو نماز تہجد کہتے ہیں۔ ابتدا میں یہ نماز امت مسلمہ پر فرض کر دی گئی تھی، پھر معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہونے کے بعد نماز تہجد کو نفلی عبادت قرار دیا گیا مگر نبی کریم ﷺ کے لئے پھر بھی یہ ایک خصوصی نماز تھی جس کو آپ نے ہمیشہ پابندی سے ادا کیا۔

نماز تہجد کی فضیلت

☆ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے، اگر تم اس وقت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر سکو تو یاد کرو۔

(ترمذی: ۳۵۷۹: کتاب الدعوات: باب ۱۱۸)

☆ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم رات کی نماز کے قیام کو لازم رکھو کیونکہ یہ تم سے

Marfat.com

اَوۡ زِدۡ عَلَیۡهِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ؕ ۴۔ یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں، اور (حسب معمول) قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔ [۳]

پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کے قیام سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور رات کا قیام گناہوں کو روکتا ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے اور جسمانی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ (ترمذی: ۳۵۴۹: کتاب الدعوات: باب ۱۰۱)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو رات کے آخری تیسرے حصہ میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) جلوہ گر ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟

(بخاری: ۱۱۴۵: کتاب التہجد: باب ۱۴، ترمذی: ۴۴۶)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (مسلم: ۱۱۶۳: کتاب الصیام: باب ۳۸)

☆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، تو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

(ترمذی: ۲۴۸۵: صفۃ الجنۃ: باب ۴۲)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اس قدر زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں سوج کر پھٹ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کام) بخش دیئے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بنوں۔ (بخاری: ۴۸۳۷: کتاب التفسیر: سورہ ۴۸)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح تک سویا رہتا ہے اور نماز پڑھنے کے لئے نہیں اٹھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔

(بخاری: ۱۱۴۴: کتاب التہجد: باب ۱۳)

[۳] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ اس کو پڑھنے میں جلدی نہ کی جائے بلکہ اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور اس کے معانی میں غور و فکر کرے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۴)

علامہ رازی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نماز تہجد میں قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم اس لئے دیا تا کہ انسان رات کے پرسکون ماحول میں ان آیات کے حقائق اور اسرار میں غور و فکر کرے، جب اللہ تعالیٰ کے ذکر کی آیات پڑھے تو دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت کو حاضر کرے اور جب وعد اور وعید کی آیات پڑھے تو اپنے دل میں عذاب کا ڈر اور ثواب کی امید حاضر کرے تو اس وقت اس کا دل اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نور سے روشن ہوگا۔ اور جلدی جلدی قرآن پڑھنا

Marfat.com

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۵

۵۔ بے شک ہم عنقریب آپ پر بھاری کلام (قرآن) نازل کریں گے۔[۴]

اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قرآن مجید کے معانی میں غور نہیں کر رہا، لہٰذا ترتیل کا مقصد یہ ہے کہ حضور قلب اور کمال معرفت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔ (تفسیر کبیر: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حافظ قرآن سے کہا جائے گا: تو قرآن مجید پڑھ اور (جنت کے درجات پر) اوپر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا تیری منزل وہاں ہوگی جہاں تو آخری آیت پڑھے گا۔ (ترمذی: ۲۹۱۴: فضائل القرآن: باب ۱۸)

[۴] بعثت کے ابتدائی سالوں میں جب کبھی وحی کو زیادہ عرصہ گزر جاتا تو آپ وحی کے انتظار میں بے تاب ہو جاتے اور سوچنے لگتے کہ وحی کیوں رک گئی ہے۔ ایک دفعہ اسی فکر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم چادر لپیٹ کر لیٹے ہوئے تھے کہ وحی آگئی: یعنی اے چادر لپیٹنے والے! آپ رات کا قیام اور ترتیل کے ساتھ پہلے سے نازل شدہ قرآن کی تلاوت جاری رکھیں اور غمگین نہ ہوں، ہم بقیہ قرآن کے نزول کا سلسلہ بہت جلد شروع کر دیں گے۔

قرآن مجید ایک بھاری کلام ہے

۱۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبھی تو وحی میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور وحی کی یہ صورت مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے، پھر جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوتا ہے تو جو کچھ فرشتہ نے کہا ہوتا ہے میں اسے یاد کر چکا ہوتا ہوں، اور کبھی فرشتہ میرے لئے انسانی شکل اختیار کرتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے، پھر جو کچھ وہ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں نے آپ کو وحی اترنے کی حالت میں دیکھا ہے، جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوتا تو سخت سردی کے دن میں بھی آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا۔
(بخاری: ۲: کتاب بدء الوحی: باب ۲)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ کو وحی کی آمد کا پتہ چل جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے گھنٹی کی آواز سنائی دیتی ہے، اس وقت میں بالکل خاموش ہو جاتا ہوں، پھر نزول وحی کے وقت مجھے تقریباً ہر بار یہ احساس ہوتا ہے کہ جان نکل جائے گی۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۲۲۲)

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوتے اور آپ پر اس حال میں وحی نازل ہوتی تو اونٹنی سینہ کے بل زمین پر گر جاتی اور جب تک وحی کی کیفیت آپ سے منقطع نہ ہو جاتی وہ اسی طرح بے حس و حرکت زمین پر پڑی رہتی۔ (تفسیر در منثور: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۵، اور مسند احمد: جلد ۶: ص ۱۱۸)

۴۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر صلی اللہ علیہ وسلم وحی نازل فرمائی، اس وقت

Marfat.com

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ۝ ۶۔ بے شک رات کا اٹھنا (نفس کو) سخت پامال کرتا ہے اور بات کو بہت درست رکھتا ہے۔[۵]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران میری ران پر تھی اور مجھ پر اتنا بوجھ پڑا کہ مجھے اپنی ران ٹوٹنے کا اندیشہ ہو گیا۔
(بخاری: کتاب الصلاۃ: باب ۱۲)

قرآن مجید کو بھاری کلام کہنے کی چند وجوہات

۱۔ قرآن مجید اپنی قدر و منزلت اور عظمت وجلالت کے اعتبار سے اتنا بھاری ہے کہ اگر اس کو پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ بھی پھٹ جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو (اے مخاطب!) تو اس (پہاڑ) کو دیکھتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے جھک جاتا اور پاش پاش ہو جاتا۔ (قرآن: ۵۹: ۲۱) لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا قوی اور مضبوط بنایا کہ آپ نے اس چیز کو برداشت کر لیا جس کو مضبوط پہاڑ بھی برداشت نہ کر سکتا۔

۲۔ علامہ خازن نے ایک قول نقل کیا ہے کہ قرآن مجید تلاوت کے اعتبار سے زبان پر ہلکا اور آسان ہے اور قیامت کے دن ثواب کے لحاظ سے میزان میں بھاری ہو گا۔ (تفسیر خازن: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۵) جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمات ایسے ہیں جو رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، زبان پر بہت ہلکے اور سہل ہیں اور میزان عدل میں بہت بھاری ہوں گے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔
(بخاری: ۷۵۶۳: کتاب التوحید: باب ۵۸)

۳۔ جب کسی شخص کی بات سچی اور حکیمانہ ہو تو سننے والے کہتے ہیں: اس کی بات میں وزن ہے، اسی طرح چونکہ قرآن مجید کی ہر بات میں سچائی اور حکمت ہے اس لئے اس کی ہر بات وزنی ہے۔

۴۔ قرآن مجید کفار اور منافقین پر بھاری ہے کیونکہ اس میں ان کے عقائد اور اعمال کی تردید کی گئی ہے۔

۵۔ بھاری کلام ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ کی توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف تھی، آپ غار حرا کی تنہائی میں عبادت کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل کو سکون پہنچاتے مگر نزول قرآن کے بعد آپ کو مخلوق کی طرف توجہ کرنے کا حکم ملا تا کہ سیکڑوں بتوں کے پجاریوں کو ایک خدا کی طرف بلایا جائے جو کہ بڑا بھاری اور دشوار کام تھا۔

[۵] حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اس آیت میں رات کو اٹھنے سے مراد یہ ہے کہ انسان رات کو سونے کے بعد (نماز کے لئے) اٹھے۔ یعنی جو شخص سونے سے پہلے رات کے پہلے حصہ میں نماز پڑھ لے وہ رات کی نماز نہیں ہو گی۔ اور ابن کیسان کہتے ہیں: اس آیت میں رات کو اٹھنے سے مراد یہ ہے کہ انسان رات کے آخری حصہ میں (نماز کے لئے) اٹھے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۶)

رات کے وقت انسان کو نیند اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے اور خاص کر رات کو سونے کے بعد نماز کے لئے اٹھنا بہت

Marfat.com

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝ ۷- بے شک دن میں آپ کی بہت مصروفیات ہوتی ہیں۔[۶]

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ ۸- اور آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہیں۔[۷]

ہی بھاری اور دشوار ہے، لیکن نفسانی خواہشات کو پامال کرنے کے لئے یہ بہترین ہتھیار ہے۔ اگر کوئی خوش نصیب نماز تہجد کی پابندی اختیار کر لے تو اس کا نفس اس کے تابع ہو جاتا ہے اور قرآن مجید کی تلاوت میں اسے خوب مزہ آتا ہے، کیونکہ اس وقت وہ صرف اپنے رب کی رضا کے لئے اٹھا ہے اسے کوئی دیکھ نہیں رہا کہ اس میں ریاکاری آ سکے۔ دن کے وقت اور بھی مشاغل ہوتے ہیں جو انسان کو نماز کے بعد کرنے ہوتے ہیں اس لئے دل میں ان کا خیال جاگزیں ہو سکتا ہے مگر تہجد کے بعد صبح کی نماز کا وقت آنے والا ہوتا ہے اور انسان کا خیال کسی دنیاوی شغل کی طرف منتشر نہیں ہوتا بلکہ اگر کوئی خیال آتا بھی ہے تو ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف متوجہ ہوتا ہے یعنی اس کے ذہن وضمیر اور عقل و شعور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی جلوہ گر رہتی ہے۔ نیز سارے لوگ سو رہے ہیں کہیں شور و غل نہیں جو اس کی عبادت میں خلل پیدا کر سکے، اس وقت بندے اور اس کے رب کے درمیان کوئی دوسرا حائل نہیں ہوتا، بندہ اپنی نیند چھوڑ کر پورے خلوص کے ساتھ اپنے رب کے سامنے قرآن کی تلاوت کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر اپنی شان کے مطابق اپنے بندے کا قرآن سن رہا ہے اور اس کی مغفرت کا اعلان فرما رہا ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو رات کو اٹھ کر اپنے رب کو راضی کرتے ہیں۔ یا اللہ! اس فقیر پر تقصیر کو بھی اس نعمت پر دوام عطا فرما۔ آمین!

[۶] میرے پیارے نبی! دن کو آپ تبلیغ احکام، سیاسی مسائل، وفود سے ملاقات، مقدمات کے فیصلے، جہاد کی تیاری اور جنگوں میں شرکت وغیرہ میں بہت مصروف رہتے ہیں۔ اگرچہ یہ سارے کام آپ کے حق میں بالواسطہ عبادت ہیں تاہم بلاواسطہ عبادت کے لئے رات کا وقت بہت موزوں ہے۔

اس میں پوری امت مسلمہ کو بھی نماز تہجد کی ترغیب دی جا رہی ہے کہ وہ بھی دن کے وقت دنیاوی مصروفیات کا شکار رہتے ہیں، لہٰذا انہیں بھی چاہیے کہ وہ رات کو بقدر ضرورت نیند اور آرام کرنے کے بعد نماز تہجد کے لئے اٹھنے کی کوشش کریں، کیونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق آسمان دنیا پر جلوہ گر ہو کر بنی نوع انسان کو استغفار کی دعوت دیتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو رات کے آخری تیسرے حصہ میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) جلوہ گر ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟

(بخاری: ۱۱۴۵: کتاب التہجد: باب ۱۴، ترمذی: ۴۴۶)

[۷] میرے پیارے نبی! آپ کثرت سے اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کریں بلکہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لیں

Marfat.com

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝

۹۔ وہی مشرق اور مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اسی کو اپنا کارساز بنائے رکھیں۔[۸]

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝

۱۰۔ اور جو کچھ وہ (کفار) کہتے ہیں آپ اس پر صبر کریں اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جائیں۔[۹]

وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝

۱۱۔ آپ ان جھٹلانے والے مالداروں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں اور انہیں تھوڑی سی مہلت دے دیں۔[۱۰]

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝

۱۲۔ بے شک ہمارے پاس (ان کے لئے) بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔[۱۱]

اور اس کام کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھیں یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کو اپنے دل میں اس طرح قائم کر دیں کہ دنیا کے تمام تعلقات پر اس کی یاد غالب آجائے اور آپ کا کوئی قدم اس کی رضا کے بغیر نہ اٹھے۔ یہ حکم صرف نبی کریم ﷺ کے لئے نہیں ہے بلکہ آپ کے ساتھ آپ کی ساری امت کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں، اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اسی پر بھروسہ رکھیں، سب نافرمانوں سے کٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں اور اسی کی رضا کے مطابق زندگی بسر کریں۔

[۸] اللہ تعالیٰ ہی مشرق و مغرب یعنی ساری کائنات کا رب ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسی پر توکل کرے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ توکل پر تفصیلی بیان کے لئے سورہ تغابن (۶۴) کی آیت نمبر ۱۳ کا حاشیہ نمبر ۱۳ ملاحظہ فرمائیں۔

[۹] میرے پیارے نبی! یہ کفار جو آپ کے خلاف باتیں بنا کر آپ کی دلآزاری کرتے ہیں آپ ان کی بدکلامی پر صبر کریں اور جب ان سے آمنا سامنا ہو تو بڑی خوبصورتی اور حسن اخلاق کے ساتھ ان سے الگ ہو جایا کریں۔

[۱۰] میرے پیارے نبی! یہ مالدار کفار اپنے مال کے نشہ میں آپ کو جھٹلاتے ہیں، آپ ان کی پرواہ نہ کریں بلکہ ان کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں میں خود ان سے انتقام لوں گا، آپ ان کو تھوڑی سی مہلت دیں، اگر یہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو جنگ بدر کا دن آنے والا ہے جس میں ان مالداروں کو ذلیل و رسوا کر دیا جائے گا اور آخرت میں آگ کا عذاب بھی ان کا انتظار کر رہا ہے۔

[۱۱] میرے پیارے نبی! جو لوگ اپنی سرکشی سے باز نہیں آئیں گے ہم انہیں لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر دوزخ کی آگ میں ڈالیں گے اور وہاں انہیں زقوم وغیرہ کا ایسا کھانا دیا جائے گا جو ان کے حلق میں اٹک جائے گا نہ اندر پیٹ میں جائے گا اور

Marfat.com

وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور حلق میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے۔

یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِیْبًا مَّهِیْلًا ﴿۱۴﴾

۱۴۔ جس دن زمین اور پہاڑ لرزنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کا بکھرتا ہوا ٹیلا بن جائیں گے۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا ۙ۬ شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

۱۵۔ (اے اہل مکہ!) بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہ ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔[۱۲]

فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِیْلًا ﴿۱۶﴾

۱۶۔ پس فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کی بڑی سخت گرفت فرمائی۔[۱۳]

فَكَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبَا ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اگر تم بھی کفر کرتے رہے تو اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔[۱۴]

نہ ہی واپس باہر آ سکے گا بلکہ اسی دردناک عذاب میں مبتلا رہیں گے اور یہ عذاب انہیں قیامت کے دن دیا جائے گا یعنی جس دن زمین اور پہاڑ لرزنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کے ٹیلوں کی طرح بھر بھرے اور بے حیثیت ہو جائیں گے جن کو ہوا اس طرح اڑائے گی جیسے تیز آندھی ریت کے ذروں کو اڑاتی ہے۔

[۱۲] اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کوئی ایسے رسول نہیں ہیں جن کی پہلے مثال نہ ہو بلکہ جس طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تھا اسی طرح ہم نے تمہاری طرف حضرت محمد ﷺ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے جو قیامت کے دن گواہی دیں گے کہ تم میں سے کون ان پر ایمان لایا اور کس نے ان کی تکذیب کی؟

[۱۳] فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کی ایسی گرفت کی کہ اس کو اس کے لشکر سمیت سمندر میں غرق کر دیا۔ اب اگر تم نے بھی حضرت محمد ﷺ کی نافرمانی کی تو تم پر بھی کوئی ایسا عذاب آ سکتا ہے۔

[۱۴] کیا تم نے کبھی غور کیا کہ اگر تم کفر پر قائم رہے اور اس دنیا میں عذاب سے بچ بھی گئے تو اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے جس کی ہولناکی بچوں کو بوڑھا کر دے گی اور اس کی دہشت سے آسمان پھٹ جائے گا؟ ذرا غور کرو جس دن کی ہیبت سے آسمان جیسی عظیم اور مضبوط چیز پھٹ جائے گی اس دن عام مخلوق کا کیا حال ہوگا؟ اور یاد رکھو وہ دن ضرور آئے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

Marfat.com

السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾

۱۸۔ جس (دن کی دہشت) سے آسمان پھٹ جائے گا، اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ ع

۱۹۔ بے شک یہ (قرآن) نصیحت ہے، پس جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف (سیدھا) راستہ اختیار کر لے۔[۱۵]

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

۲۰۔ بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) نصف رات اور (کبھی) ایک تہائی رات (نماز میں) قیام کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو رات اور دن (کے اوقات) کا صحیح اندازہ ہے، وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم اس (کے اوقات) کو صحیح شمار نہیں کر سکو گے، اس لئے اس نے تم پر مہربانی فرمائی، پس جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو اتنا پڑھ لیا کرو، [۱۶] اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے بعض بیمار ہوں گے اور بعض دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرتے ہوئے زمین میں سفر کریں گے، اور بعض دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کریں گے، پس جتنا قرآن

قیامت کے دن بچے حقیقت میں بوڑھے نہیں ہوں گے، یہ صرف اس دن کی سختی اور شدت کو بیان کرنے کے لئے ایک مثال دی گئی ہے کہ جس طرح کثرت غم وفکر سے انسان جلد بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کی جوانی کمزوری میں بدل جاتی ہے اسی طرح قیامت کی ہولناکی کو دیکھ کر ہر شخص شدت غم وفکر کی وجہ سے نڈھال ہوگا۔

[۱۵] یہ قرآن مجید سراپا نصیحت ہے، اس میں حق وباطل کے راستوں کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کے راستہ سے انحراف کیا ان کا انجام بد بھی بیان کر دیا گیا ہے، لہٰذا اب جو چاہے وہ راستہ اختیار کرے جو اسے اپنے رب کی رضا کی طرف لے جاتا ہے اور جو چاہے وہ راستہ اختیار کرے جو اسے جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔

[۱۶] اس سورت کے آغاز میں جب نبی کریم ﷺ پر یہ حکم نازل ہوا کہ آپ آدھی رات یا اس سے کچھ کم وبیش وقت تک نماز تہجد

Marfat.com

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ۭ

آسانی سے پڑھ سکو اتنا پڑھ لیا کرو[۱۷] اور نماز قائم کرو[۱۸] اور زکوٰۃ ادا کرو[۱۹] اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دو،[۲۰] اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس زیادہ بہتر اور

پڑھا کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی نماز تہجد شروع کر دی اور یہ رات کا قیام کبھی ایک تہائی رات، کبھی آدھی رات اور کبھی دو تہائی رات تک پہنچ جاتا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم جو آدھی رات کا اندازہ نہیں کر سکتے تھے وہ صبح تک قیام کرتے اس ڈر سے کہ کہیں وقت کے شمار میں غلطی نہ ہو جائے یہاں تک کہ ان کے پاؤں سوج گئے اور ان کے چہروں کی رنگت زرد پڑ گئی، پس اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور اس حکم میں تخفیف کر دی۔

(تفسیر قرطبی: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۲۰)

یعنی اے میرے پیارے نبی! اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے صحابہ کبھی دو تہائی رات تک بھی نماز تہجد میں مصروف رہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ ایک تو تمہارے لئے ہمیشہ رات کو اتنا قیام کرنا مشکل تھا اور دوسرا اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ کتنی رات گزر گئی ہے لیکن گھڑیاں نہ ہونے کی وجہ سے تم صحیح اندازہ نہیں کر سکتے کہ کتنی رات گزر گئی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی فرمائی کہ نماز تہجد کی فرضیت بھی ختم فرما دی اور آدھی رات یا اس سے کم و بیش کی پابندی بھی ختم فرما دی، اب یہ مستحب نماز ہے جتنے وقت میں آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔

نماز تہجد کی دو، چار یا آٹھ رکعات ہیں، یہ نماز امت مسلمہ پر نفل عبادت ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ ایک خصوصی نماز ہے جس کو آپ نے ہمیشہ پابندی سے ادا کیا۔

[۱۷] نماز تہجد کی فرضیت اور اس کا طویل قیام ختم کرنے کی دیگر وجوہات یہ بھی تھیں کہ کچھ لوگ بیمار ہوتے ہیں، کچھ لوگ دن کو روزگار کی تلاش میں سفر کرتے ہیں اور کچھ لوگ دن کو جہاد میں شریک رہتے ہیں اور انہیں رات کو زیادہ آرام کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے رخصت دے دی کہ اب یہ مستحب نماز ہے جتنے وقت میں آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔

[۱۸] معراج کی رات جب پانچ نمازیں فرض ہو گئیں تو اس آیت کے ذریعہ نماز تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز تہجد جو پہلے مسلمانوں پر فرض کر دی گئی تھی اس آیت کے ذریعہ اس کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۲۰)

[۱۹] زکوٰۃ اگرچہ مدینہ میں فرض ہوئی تھی لیکن حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ زکوٰۃ مکہ میں فرض ہو گئی تھی مگر اس کے نصاب کی تفصیلات مدینہ میں بیان کی گئیں۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۲۰)

[۲۰] قرض حسن سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفصیل کے لئے سورہ تغابن (۶۴) کی آیت نمبر ۱۷ کا حاشیہ نمبر ۱۸ ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۖ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؑ ﴿٢٠﴾

زیادہ اجر والی پاؤ گے،[٢١] اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

---

[٢١] انسان کو چاہیے کہ اپنی اس فانی زندگی میں نماز، روزہ، صدقہ، خیرات وغیرہ کی نیکیوں کا ذخیرہ آخرت کے لئے بھیجے تا کہ آنے والی دائمی زندگی میں اس کے اجر عظیم سے فائدہ اٹھا سکے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ کہتا ہے: میرا مال، میرا مال حالانکہ اس کے لئے اس کے مال سے صرف تین نصیب ہیں: ایک وہ جو اس نے کھا کر فنا کر دیا، دوسرا وہ جو اس نے پہن کر بوسیدہ کر دیا اور تیسرا وہ جو اس نے صدقہ کر کے (آخرت کے لئے) ذخیرہ کر لیا، اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ جانے والا ہے اور وہ اس کو لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے۔ (مسلم: ٧٤٢٢: کتاب الزہد: باب ١)

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کس صدقہ کا ثواب سب سے زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو اس حال میں صدقہ کرے کہ تو تندرست بخیل ہو، تو فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہو اور مالدار ہونے کی امید رکھتا ہو، اور اس وقت کا انتظار نہ کر کہ جان نکلنے لگے اور تو کہے کہ فلاں کے لئے اتنا مال ہے اور فلاں کے لئے اتنا مال ہے حالانکہ وہ مال تو فلاں کا ہو چکا ہے۔ (بخاری: ١٤١٩: کتاب الزکوۃ: باب ١١)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی (اور اس کا گوشت مساکین میں تقسیم کیا)۔ نبی ﷺ نے پوچھا: بکری کے گوشت سے کیا بچا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: ایک شانے کے سوا کچھ نہیں بچا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شانے کے سوا ساری بکری بچ گئی ہے۔ (ترمذی: ٢٤٧٠: صفۃ القیامۃ: باب ٣٣) یعنی جو کچھ خدا کی راہ میں تقسیم ہوا وہی تو آخرت میں ہمارے لئے محفوظ ہو گیا ہے اور یہ شانے کا گوشت تو ہم کھائیں گے اور فنا ہو جائے گا۔

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون ایسا ہے جس کو اپنے مال سے وارث کا مال زیادہ محبوب ہے؟ صحابہ ﷢ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال ہی زیادہ محبوب ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اس کا مال وہی ہے جو اس نے (آخرت کے لئے) آگے بھیج دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ (مرنے کے بعد) پیچھے چھوڑ گیا۔ (بخاری: ٦٤٤٢: کتاب الرقاق: باب ١٢)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز منگل ٢٣ نومبر ٢٠١٠ء بمطابق ١٦ ذوالحجہ ١٤٣١ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ٢٠ تا ٢٣ نومبر یعنی تین دنوں میں سورہ مزمل کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المدثر (۷۴)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''مدثر'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اس سورت کی آخری آیت مدینہ میں نازل ہوئی کیونکہ اس میں زکوٰۃ اور قتال کا ذکر ہے اور ان دونوں کا حکم مدینہ میں نازل ہوا۔

تبلیغ قرآن

سب سے پہلے سورہ علق (۹۶) کی ابتدائی پانچ آیات نازل ہوئیں۔ اس کے بعد کچھ عرصہ کے لئے وحی رک گئی جس کو فترت وحی کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس سورت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو با قاعدہ تبلیغ قرآن کا حکم دیا: یعنی اے چادر اوڑھنے والے میرے پیارے نبی! اب وقت آ گیا ہے کہ آپ تبلیغ قرآن کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، اپنے رب کی بڑائی بیان کریں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں، انہیں بتوں سے دور رہنے اور کپڑے پاک رکھنے کی تبلیغ کریں۔

ولید بن مغیرہ

آیات نمبر ۱۱ تا ۲۶ میں اس دشمن اسلام کے احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو مال، اولاد اور رزق کی بڑی وسعت عطا فرمائی مگر جب اس نے قرآن کی آیات کا انکار کیا اور نبی کریم کو جادوگر کہنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم کی وعید سنائی۔

دوزخ کے احوال

آیات نمبر ۲۷ تا ۴۸ میں دوزخ اور قیامت کے احوال بیان کئے گئے ہیں تاکہ مجرم لوگ دوزخ کے عذاب سے ڈریں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آ جائیں۔

قرآن سراسر نصیحت ہے

اس سورت کے آخر میں واضح کر دیا گیا کہ قرآن مجید سراسر نصیحت ہے، لہٰذا جو بھی نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اسی قرآن سے نصیحت حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز منگل ۲۳ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۶ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

(ایاتھا ۵۶) (۷۴ سورۃ المدثر مکیۃ ۴) (رکوعاتھا ۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ ۱۔ اے چادر لپیٹنے والے![۱]

قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ﴿۲﴾ ۲۔ آپ اٹھیں اور (لوگوں کو) ڈرائیں۔[۲]

[۱] اہل عرب جب کسی سے لطف ومحبت کا اظہار کرنا چاہتے تو اس کی وقتی حالت کے مطابق اسے خطاب کرتے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب (اے مٹی والے!) کہہ کر پکارا، جس کی تفصیل یہ ہے: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کے نام سے زیادہ کوئی نام محبوب نہ تھا۔ جب انہیں اس نام سے بلایا جاتا تو وہ بہت خوش ہوتے۔ (اس کا واقعہ اس طرح ہے) کہ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے تو گھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تیرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: میرے اور ان کے درمیان کچھ جھگڑا ہوا، وہ مجھ سے ناراض ہوئے اور چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا: دیکھو علی رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟ وہ شخص آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ آئے تو وہ سوئے ہوئے تھے اور ان کی چادر ایک طرف سے گر چکی تھی اور انہیں مٹی لگ چکی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے مٹی کو جھاڑنا شروع کیا اور فرمایا: اٹھو ابوتراب! اٹھو ابوتراب!۔ (بخاری: ۶۲۸۰: کتاب الاستئذان: باب ۴۰) اسی طرح جب یہ آیات نازل ہوئیں، اس وقت نبی کریم ﷺ چادر لپیٹ کر لیٹے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے پیار ومحبت سے فرمایا: اے چادر لپیٹنے والے!

[۲] سب سے پہلی وحی جو نازل ہوئی وہ سورہ علق (۹۶) کی پہلی پانچ آیات ہیں۔ اس کے بعد کچھ عرصہ کے لئے وحی رک گئی جس کو فترت وحی کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ وحی رکنے کی وجہ سے آپ ﷺ سخت پریشان اور مضطرب تھے۔ اس فترت وحی کے آخری دن میں درج ذیل واقعہ پیش آیا:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے وحی رک جانے کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی گفتگو میں فرمایا: میں جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا زمین وآسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، میں اس سے گھبرا کر واپس گھر لوٹا (کیونکہ وہ وحی نہیں لایا تھا) اور کہا: مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو! اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: اے چادر لپیٹنے والے! آپ اٹھیں اور (لوگوں کو عذاب الٰہی سے) ڈرائیں۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کریں۔ اور اپنے کپڑوں کو

Marfat.com

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ③ ۳۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کریں۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ④ ۴۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ⑤ ۵۔ اور (حسب سابق) بتوں سے الگ رہیں۔

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ⑥ ۶۔ اور (کسی پر اس لئے) احسان نہ کریں کہ (اس سے) زیادہ کے طالب ہوں۔[۳]

پاک رکھیں۔ اور (حسب سابق) بتوں سے الگ رہیں۔ (قرآن: ۷۴:۱۔۵) اس کے بعد کثرت کے ساتھ وحی کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوگیا۔ (بخاری: ۴: کتاب بدء الوحی: باب ۳)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو باقاعدہ تبلیغ قرآن کا حکم دیا: یعنی اے چادر اوڑھنے والے میرے پیارے نبی! اب وقت آگیا ہے کہ آپ تبلیغ قرآن کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، اپنے رب کی بڑائی بیان کریں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں، انہیں بتوں سے دور رہنے اور کپڑے پاک رکھنے کی تبلیغ کریں۔

اس حدیث میں جس گھبراہٹ کا بیان ہے وہ جبریل امین کی ذات کی وجہ سے نہیں تھی کیونکہ غار حرا میں جبریل امین کو دیکھنے اور اس کے بار بار معانقہ کے باوجود آپ ﷺ نہیں گھبرائے تھے بلکہ پورے سکون کے ساتھ فرمایا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔'' لہٰذا اس گھبراہٹ کا سبب جبریل امین کی ذات نہیں تھی بلکہ وحی کے بغیر اس کا دکھائی دینا تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ وحی کے لئے بے قرار تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی وحی سورہ علق (۹۶) کی پہلی پانچ آیات ہیں، اور فترت کے بعد سب سے پہلے نازل ہونے والی وحی سورہ مدثر (۷۴) کی پہلی پانچ آیات ہیں (تفسیر قرطبی)، اور بعض کے نزدیک فترت کے بعد سب سے پہلے نازل ہونے والی وحی ن والقلم وما یسطرون (۶۸) ہے۔

[۳] نبی کریم ﷺ کے دل میں دنیاوی مال و دولت کا کوئی لالچ نہیں تھا بلکہ کئی مواقع پر آپ ﷺ کو دنیاوی مال و دولت کی پیش کش کی گئی مگر آپ نے اس سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اس سلسلہ میں مثال کے طور پر دو احادیث ملاحظہ کریں۔

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے یہ پیش کش کی کہ میرے لئے مکہ کی وادیوں کو سونا بنا دے۔ میں نے عرض کیا: نہیں اے میرے رب! میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا۔ جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور تجھ کو یاد کروں گا اور جب میں سیر ہوں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا اور تیری تعریف کروں گا۔ (ترمذی: ۲۳۴۷: ابواب الزھد: باب ۳۵)

Marfat.com

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے ہوئے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو اس چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو پر نمایاں تھے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ کے لئے بستر بنا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا لینا ہے، میں اس دنیا میں ایک سوار مسافر کی طرح ہوں، جس نے ایک درخت کے سائے میں آرام کیا، پھر اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ (ترمذی: ۲۳۷۷: ابواب الزہد: باب ۴۴)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: اس آیت میں صراحت سے احسان رکھنے کی ممانعت کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور حقیقت میں یہ نسبت آپ کی امت کی طرف ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۶: جلد ۱۲: ص ۳۶۷)، لہٰذا اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے پوری امت کو تین چیزوں کی تلقین کی جا رہی ہے:

۱۔ احسان کرنے سے پہلے

مسلمان جب اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال و دولت اور علم و حکمت سے کسی پر احسان کریں تو اس لالچ سے نہ کریں کہ وہ اس کے بدلے میں اس سے زیادہ واپس کرے گا بلکہ اس لئے کریں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے، تو اس کا دوگنا فائدہ ہوگا، ایک تو اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور دوسرا وہ شخص بھی احسان کا بدلہ بہتر انداز میں دے گا۔

۲۔ احسان کرنے کے بعد

مسلمانوں کو چاہیے کہ کسی پر احسان کرنے کے بعد احسان جتا کر اسے تکلیف نہ پہنچائیں کیونکہ احسان جتانا ان کے اجر و ثواب کو ضائع کر دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح ضائع نہ کرو جو لوگوں کو دکھانے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ (قرآن: ۲: ۲۶۴)

۳۔ ریاکاری

جو لوگ اس دنیا میں اچھے کام کرتے ہیں اور ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کا ثواب نہیں ہوتا بلکہ ریاکاری یعنی دنیاوی منفعت، عزت اور نیک نامی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے اچھے کاموں کا اچھا بدلہ اسی دنیا میں انہیں دے دیتا ہے اور ان کے بدلے میں کوئی کمی نہیں کی جاتی، لیکن آخرت میں انہیں نیک کاموں کا کوئی بدلہ نہیں ملتا کیونکہ اپنی نیت اور خواہش کے مطابق دنیا میں وہ اپنا بدلہ حاصل کر چکے تھے، لہٰذا ان کے وہ اعمال اب بے اثر ہیں، البتہ ان کے برے اعمال اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا عذاب انہیں ضرور دیا جائے گا اور یہ عذاب ان کی برائیوں کی مقدار کے مطابق ہوگا۔ ریاکار لوگوں کے لئے درج ذیل احادیث غور طلب ہیں:

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: قیامت کے دن سب سے پہلے شہید کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں دکھا کر فرمائے گا: تو نے میری ان نعمتوں کے بارے میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تو نے اس لئے قتال کیا تھا تاکہ تو بہادر کہلائے، سو تجھے بہادر کہا گیا، پھر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اور ایک

Marfat.com

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ ۷۔ اور اپنے رب کی خاطر صبر کریں۔ [۴]

شخص نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو تعلیم دی اور قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں دکھا کر فرمائے گا: تو نے میری ان نعمتوں کے بارے میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا اور اس علم کو پڑھایا اور تیرے لئے قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تو نے اس لئے علم حاصل کیا تھا تاکہ تو عالم کہلائے اور تو نے قرآن پڑھا یا کہ تو قاری کہلائے، سو تجھے قاری اور عالم کہا گیا پھر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اور ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا مال دیا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں دکھا کر فرمائے گا: تو نے میری ان نعمتوں کے بارے میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے ہر اس راستہ میں خرچ کیا جس راستہ میں خرچ کرنا تجھ کو پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تو نے یہ کام اس لئے کئے تاکہ تجھ کو سخی کہا جائے، سو تجھ کو سخی کہا گیا، پھر اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(مسلم: ۴۹۲۳: کتاب الامارۃ: باب ۴۳)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری امت تین گروہوں میں بٹ جائے گی۔ ایک گروہ وہ ہوگا جو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا، دوسرا گروہ وہ ہوگا جو ریاکاری کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اور تیسرا گروہ وہ ہوگا جو دنیا کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا، پس جو دنیا کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: جو کچھ تم نے دنیا میں جمع کیا آج وہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی اب تو دنیا میں واپس جا سکتا ہے، لہٰذا فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو جہنم میں لے جاؤ، پھر اس کو بلایا جائے گا جو ریاکاری کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا، اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: تیری ریاکاری والی عبادت کا کچھ بھی میرے قرب تک نہیں پہنچ سکا، آج وہ تجھے کوئی فائدہ نہیں دے گی، لہٰذا فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو بھی جہنم میں لے جاؤ، پھر اسے بلایا جائے گا جو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اور اس سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا: میری عبادت کرنے سے تیرا کیا ارادہ تھا؟ بندہ عرض کرے گا: تیری عزت وجلال کی قسم! تو بہتر جانتا ہے، میں صرف تیری رضا اور تیرے گھر (جنت) کے لئے تیری عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے فرشتو! میرے بندے نے سچ کہا ہے، لہٰذا اس کو جنت میں لے جاؤ۔

(شعب الایمان: ۶۸۰۸: جلد ۵: ص ۳۲۷)

☆ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ خطرہ چھوٹے شرک کا ہے۔ عرض کیا گیا: چھوٹا شرک کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریاء، کیونکہ جس دن اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا تو ریاکاروں سے فرمائے گا: ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کو دکھانے کے لئے تم دنیا میں عبادت کرتے تھے، آج ان سے جا کر ان اعمال کا اجر طلب کرو۔ (نہ میرے لئے تم نے یہ اعمال کئے اور نہ ہی میرے پاس ان کا اجر ہے)۔

(شعب الایمان: ۶۸۳۱: جلد ۵: ص ۳۳۳)

[۴] اس آیت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے مبلغین اسلام کو تلقین کی جارہی ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے

Marfat.com

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۝٨	۸۔ پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی۔[۵]
فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝٩	۹۔ تو وہ دن بڑا سخت دن ہوگا۔
عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۝١٠	۱۰۔ کافروں پر آسان نہ ہوگا۔
ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۝١١	۱۱۔ جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا اس کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں۔[۶]
وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا ۝١٢	۱۲۔ اور میں نے اس کو بہت سا مال دیا۔
وَبَنِينَ شُهُودًا ۝١٣	۱۳۔ اور بیٹے جو اس کے سامنے حاضر رہتے ہیں۔
وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ۝١٤	۱۴۔ اور میں نے اسے بڑی کشادگی دی۔

خوف، لالچ اور مظالم کے باوجود اپنے رب کی خاطر صبر سے کام لیا اور اپنے مشن پر ثابت قدم رہے اسی طرح انہیں بھی چاہیے کہ وہ بھی تبلیغ اسلام کے راستے میں آنے والی مشکلات پر صبر کریں اور اپنے مشن پر ثابت قدم رہیں۔

[۵] جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور مردے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے وہ دن کفار کے لئے بڑا سخت ہوگا، انہیں کوئی امید کی کرن یا آسانی نظر نہیں آئے گی بلکہ مایوسی کی وجہ سے ان کے چہرے سیاہ اور سر ندامت سے جھکے ہوئے ہوں گے۔

[۶] مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ کی مذمت میں نازل کی گئی ہیں، وہ کثرت مال و اولاد کے نشہ میں اتنا سرکش اور ظالم بن گیا تھا کہ قرآن مجید کی آیات کا مذاق اڑاتا تھا۔ اس سے پہلے سورہ قلم (۶۸) کی آیات نمبر ۱۰ تا ۱۶ میں بھی ولید بن مغیرہ کی مذمت کی گئی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ ولید بن مغیرہ کی اسلام دشمنی سے پریشان نہ ہوں، اس کا معاملہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں میں خود اس سے انتقام لوں گا۔ میں نے اسے تنہا پیدا کیا یعنی ایک تو وہ اپنے گھر میں اکلوتا تھا، اس کا کوئی بھائی بہن نہیں تھا کیونکہ اس کا باپ نامرد تھا اور اس کی ماں نے یہ نطفہ حرام حاصل کیا تھا اور دوسرا جب وہ پیدا ہوا تو دوسرے بچوں کی طرح وہ اپنے ساتھ کوئی مال اور اولاد نہیں لایا تھا، میں نے اسے مال و دولت سے نوازا، اس کو دس بارہ بیٹے عطا فرمائے جو اس کی تعظیم اور حفاظت کے لئے ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں مگر یہ شکر ادا کرنے کے بجائے سرکشی پر اتر آیا ہے۔ بہر حال آپ فکر نہ کریں اگر یہ اپنی سرکشی سے باز نہ آیا تو میں اس کو ذلیل و رسوا کر دوں گا۔ بعد میں اس کے تین بیٹے مسلمان ہو گئے تھے جن میں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بہت ہی مشہور صحابی ہیں۔

Marfat.com

ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾ ۱۵۔ پھر بھی وہ لالچ کرتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔

كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿۱۶﴾ ۱۶۔ ہرگز نہیں، بے شک وہ ہماری آیتوں کا سخت دشمن ہے۔[۷]

سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾ ۱۷۔ عنقریب میں اسے صعود (آگ کے پہاڑ) پر چڑھاؤں گا۔[۸]

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾ ۱۸۔ بے شک اس نے غور کیا اور فیصلہ کرلیا۔[۹]

[۷] یعنی میں نے اسے مال و دولت اور عزت و سرداری کے اعتبار سے بڑا اہم مقام دیا لیکن پھر بھی وہ بڑا لالچی ہے اور میری نافرمانی کے باوجود مزید مال و دولت کا طالب ہے، تاہم اب اسے مزید کوئی نعمت نہیں دی جائے گی کیونکہ وہ ہماری نعمتیں کھا کر ہماری ہی آیتوں کی مخالفت کرتا ہے۔ علامہ خازن لکھتے ہیں: ولید بن مغیرہ اچھی طرح پہچانتا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی دعوت برحق ہے مگر بغض و عناد کی وجہ سے انکار کرتا تھا، سو اس آیت کے نزول کے بعد اس کے مال و اولاد میں زوال شروع ہوگیا حتیٰ کہ (فقیر و تنگدست ہوکر) مرگیا۔ (تفسیر خازن: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۱۶)

[۸] ہم آخرت میں اسے نہایت سخت عذاب میں مبتلا کریں گے، یعنی ہم اسے دوزخ میں بار بار صعود پہاڑ پر چڑھائیں گے، جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ کے اندر ایک پہاڑ کا نام صعود ہے جس پر چڑھنے کے لئے کافر کو ستر سال لگیں گے، پھر اس سے ستر سال تک گرتا رہے گا اور وہ ہمیشہ اسی طرح چڑھتا اور گرتا رہے گا۔
(تفسیر خازن: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۱۶)

[۹] ان آیات میں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کے متعلق علامہ قرطبی لکھتے ہیں: جب سورہ مومن (۴۰) کی پہلی تین آیات نازل ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں پڑھ کر سنایا تو ولید کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں نے محمد (ﷺ) سے ایسا کلام سنا ہے جو نہ کسی انسان کا کلام ہوسکتا ہے اور نہ کسی جن کا۔ اس میں بڑی حلاوت ہے، اس پر بڑی رونق ہے، اس کے اوپر پھل ہیں، اس کے نیچے پانی جاری ہے، بے شک وہ بہت بلند ہے اور اس پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا اور یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔ (ولید یہ کہہ کر چلا گیا تو) قریش کہنے لگے: ولید صابی ہوگیا ہے یعنی اس نے اپنا دین بدل لیا ہے اب اس کی وجہ سے سارے قریش بھی اپنا دین بدل لیں گے۔ ابوجہل نے کہا: فکر نہ کرو، میں تمہاری یہ مشکل حل کرلوں گا۔ چنانچہ اس نے چند دوستوں کو ساتھ لیا اور غمگین شکل بنا کر ولید کے پاس گیا۔ ولید نے پوچھا: کیا بات ہے تم غمگین نظر آتے ہو۔ ابوجہل نے کہا: میں غمگین کیسے نہ ہوں، یہ قریش تمہارے لئے چندہ جمع کر رہے ہیں تاکہ تیرے بڑھاپے میں تیری مدد کرسکیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ تم نے محمد (ﷺ) کے کلام کی تحسین اس لیے کی ہے تاکہ تم محمد (ﷺ) اور ابوبکر (﷛) کے پاس جاسکو اور ان کے ہاں کھانا کھاسکو۔ یہ سن کر ولید کو غصہ آگیا اور وہ تکبر میں آکر کہنے لگا: کیا میں محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی کے

Marfat.com

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾

۱۹۔ پس وہ ہلاک ہو، اس نے کیسا فیصلہ کیا۔

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾

۲۰۔ پھر وہ ہلاک ہو، اس نے کیسا فیصلہ کیا۔[۱۰]

ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾

۲۱۔ پھر اس نے غور کیا۔

ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾

۲۲۔ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا۔

ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾

۲۳۔ پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔

فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾

۲۴۔ پھر وہ کہنے لگا: یہ (قرآن) تو وہی جادو ہے جو (پہلے سے) نقل ہوتا آرہا ہے۔

ٹکڑوں کا محتاج ہوں، تم میرے مال و دولت کی کثرت کو اچھی طرح جانتے ہو۔ مجھے لات اور عزیٰ کی قسم! مجھے ان کے کھانے کی کوئی حاجت نہیں، البتہ تم لوگ جو یہ کہتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجنون ہیں، کیا تم نے کبھی انہیں دیوانگی کا کام کرتے دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں دیکھا، پھر ولید نے کہا: تم انہیں شاعر کہتے ہو، کیا تم نے کبھی انہیں شعر کہتے ہوئے سنا ہے؟ وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! کبھی نہیں سنا، پھر ولید نے کہا: تم انہیں جھوٹا کہتے ہو، کیا تمہیں کبھی ان سے جھوٹ کا تجربہ ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے ان سے کبھی جھوٹ نہیں سنا، پھر ولید نے کہا: تم انہیں کاہن کہتے ہو، کیا تم نے کبھی ان سے کاہنوں والی کوئی بات سنی ہے؟ وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! کبھی نہیں سنی، بلکہ وہ تو اپنی صداقت کی وجہ سے ہمیشہ صادق اور امین کے القاب سے معروف تھے، پھر قریش نے ولید سے کہا: پھر تم ہی بتاؤ کہ ہم انہیں کیا کہیں (اور کس طرح لوگوں کو ان سے دور رکھیں)؟ پھر اس نے غور وفکر کیا، اپنی نظر اٹھائی اور نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے منہ کو بگاڑا اور کہنے لگا: وہ جادوگر ہے کیونکہ جس طرح جادوگر اپنے عمل سے میاں بیوی اور اولاد و احباب کے درمیان تفرقہ ڈال دیتا ہے اسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھی ہمارے گھروں میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ قرآن مجید نے ان آیات میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کیا غور وفکر کیا؟

(تفسیر قرطبی: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۱۸)

[۱۰] جب ولید سے کہا گیا کہ تم ہی بتاؤ آخر ہم اس قرآن کو کیا کہیں جس نے ہمارے گھروں میں انتشار پیدا کر دیا ہے۔ اس نے بہت غور وفکر کیا، اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اس سچے کلام کی کیسے مخالفت کرے، اس بے چینی کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں تھے، بالآخر اس نے تیوری چڑھائی، منہ بگاڑا اور تکبر کے طور پر پیٹھ پھیرتے ہوئے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ جادو ہے جو پہلے لوگوں سے نقل ہوتا چلا آرہا ہے، پس وہ ہلاک ہو، اس نے بار بار سوچنے کے بعد بھی اپنے ضمیر کے خلاف فیصلہ کیا حالانکہ وہ خود کہتا تھا کہ یہ قرآن کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔

Marfat.com

اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ — ۲۵۔ یہ صرف بشر ہی کا کلام ہے۔

سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ — ۲۶۔ میں عنقریب اسے سقر (دوزخ) میں ڈال دوں گا۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ — ۲۷۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ سقر کیا ہے؟

لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ — ۲۸۔ وہ (ایسی آگ ہے جو) نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے۔[۱۱]

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ — ۲۹۔ وہ آدمی کی کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔

عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ — ۳۰۔ اس پر انیس (فرشتے مقرر) ہیں۔[۱۲]

---

[۱۱] دوزخ کے ناموں یا اس کے درجات میں سے ایک کا نام سقر ہے۔ سقر کی شدت بیان کرنے کے لئے سوالیہ انداز میں پوچھا گیا ہے یعنی کسی کو کیا معلوم کہ سقر کیا ہے؟ دراصل یہ ایسی سخت آگ ہے جو انسان کی کھال کو جھلسا کر اسے سیاہ کر دے گی اور انسان کو اتنی شدید تکلیف پہنچائے گی کہ نہ تو انسان کو زندہ رہنے دے گی اور نہ ہی اسے مرنے کے لئے چھوڑے گی بلکہ وہ موت و حیات کی کشمکش میں تڑپتا رہے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر وہ اس آگ میں نہ مرے گا اور نہ جیے گا۔
(قرآن: ۸۷:۱۳)

[۱۲] جب کفار مکہ نے سنا کہ اتنا بڑا دوزخ جس میں قیامت تک آنے والے لاتعداد مجرم لوگ ڈالے جائیں گے اور ان کے محافظ صرف ۱۹ فرشتے ہوں گے تو ابوجہل کہنے لگا: اے گروہ قریش! کیا تم میں سے ہر دس آدمیوں کا گروہ ایک ایک فرشتے پر غالب نہیں آ جائے گا؟ (تفسیر ابن کثیر: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۳۱) اس طرح ہمارے ۱۹۰ جوان ان کے ۱۹ فرشتوں پر غالب آ جائیں گے۔ سدی بیان کرتے ہیں کہ ابواشد بن کلدہ نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا: یہ انیس فرشتے تمہیں خوفزدہ نہ کریں، ان میں سے دس فرشتوں کو میں اپنے دائیں کندھے سے گرا دوں گا اور بقیہ نو فرشتوں کو اپنے بائیں کندھے سے ہٹا دوں گا، پھر تم سب جنت میں چلے جانا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۳۱)

کفار کا خیال تھا کہ ۱۹۰ جوان مل کر یا ایک پہلوان تنہا بھی ۱۹ فرشتوں پر غالب آ جائے گا، لیکن انہوں نے یہ نہ سوچا کہ فرشتے گوشت پوست کے آدمی نہیں بلکہ نورانی مخلوق ہیں، ہم ان کی طاقت کا اندازہ نہیں لگا سکتے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو صرف ایک فرشتہ بھی سارے دوزخ کو کنٹرول کر سکتا ہے، جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: جب ایک فرشتہ تمام مخلوقات کی روحیں قبض کر سکتا ہے تو پھر ۱۹ فرشتے اس کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ کچھ مخلوق کو عذاب دیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۳۰) یعنی تمام انسان تو جہنم میں نہیں جائیں گے، لہٰذا جب ایک فرشتہ سب انسانوں کی روحیں قبض کر سکتا ہے تو

Marfat.com

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۠ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ

۳۱۔ اور ہم نے دوزخ کے محافظ صرف فرشتے ہی مقرر کئے ہیں اور ہم نے ان کی یہ تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لئے مقرر کی ہے تا کہ اہل کتاب یقین کر لیں اور اہل ایمان کا ایمان اور بڑھ جائے، اور اہل کتاب اور اہل ایمان شک میں مبتلا نہ ہوں، [۱۳]

پھر ۱۹ فرشتے مل کر صرف دوزخیوں کو عذاب کیوں نہیں دے سکتے۔

اسی طرح ابوالفرج جوزی اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت جبریل امین نے قوم لوط کی بستیوں کو زمین کی تہ سے اکھیڑا اور اپنے پروں پر اٹھا کر آسمان کی طرف لے گئے اور پھر الٹا کر زمین پر پٹخ دیا۔ کہا گیا ہے کہ وہ پانچ بستیاں تھیں اور ان کے باشندوں کی تعداد چار ملین تھی۔ (تفسیر زاد المسیر: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۸۲: جلد ۴: ص ۱۱۰) اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ ایک فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ وہ پانچ بستیوں کو زمین سمیت اور چالیس لاکھ افراد کو تنہا فضا میں اٹھا کر زمین پر پٹخ سکتا ہے تو جہاں ۱۹ فرشتے ہوں گے ان سے دوزخ کے قیدی کیسے بھاگ سکیں گے۔ یہ انیس کی تعداد بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق مقرر فرمائی ہے لیکن حقیقت میں اسے کسی فرشتے کی ضرورت نہیں ہے، وہ اگر چاہے تو صرف لفظ "کُنْ" کہہ کر بھی سب دوزخیوں کو سزا دے سکتا۔

نیز مفسرین لکھتے ہیں کہ جہنم کے محافظ صرف ۱۹ فرشتے نہیں ہوں گے بلکہ اس آیت میں جن ۱۹ فرشتوں کا ذکر ہے وہ جہنم کے مختلف محکموں کے سربراہ ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کے ماتحت بے شمار فرشتے ہوں گے، جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ انیس فرشتے سربراہ اور مہتمم ہوں گے اور سب فرشتوں کی تعداد الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی، جیسا کہ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور آپ کے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۳۰)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس روز (قیامت کے دن) جہنم کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔ (مسلم: ۷۱۶۴: کتاب الجنۃ: باب ۱۲)

[۱۳] انیس کی تعداد سن کر مشرکین مذاق اڑانے لگے کہ ہم ہزاروں کی تعداد میں ہیں تو صرف انیس ہمارا کیا بگاڑ سکیں گے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ انیس آدمی نہیں بلکہ فرشتے ہیں اور فرشتوں کی طاقت جنات اور انسانوں سے زیادہ ہے، لہٰذا ان میں سے ایک فرشتہ بھی سارے دوزخ کا کنٹرول سنبھال سکتا ہے، جیسا کہ گزشتہ حاشیہ میں جبریل امین اور ملک الموت کی طاقت کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں، جب ایک ایک فرشتے میں اتنی طاقت ہے تو اندازہ لگائیں کہ انیس فرشتوں کی طاقت کتنی ہوگی۔

Marfat.com

أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَ لِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ

اور تا کہ جن لوگوں کے دلوں میں (شک کی) بیماری ہے وہ اور کفار کہنے لگیں کہ اس مثال (انیس کی تعداد) سے اللہ تعالیٰ نے کیا ارادہ فرمایا ہے؟[۱۴] اسی طرح اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے،[۱۵] اور آپ کے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا،[۱۶]

اہل کتاب کو چونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور فرشتوں کی قوت کا علم ہے اس لئے انہیں اس پر یقین ہے کہ انیس فرشتے دوزخ کو کنٹرول کر سکتے ہیں اور اہل ایمان تو اللہ تعالیٰ کا جب بھی کوئی حکم سنتے ہیں ان کے ایمان میں اور زیادہ مضبوطی آ جاتی ہے، لہٰذا اہل کتاب اور اہل ایمان کو اس تعداد پر کوئی شک یا اعتراض نہیں ہے مگر کفار چونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور فرشتوں کی طاقت کو نہیں سمجھتے اس لئے یہ تعداد ان کے لئے آزمائش بن گئی ہے اور وہ اس تعداد کو دوزخ کے کنٹرول کے لئے ناممکن سمجھتے ہیں۔

[۱۴] جن لوگوں کے دلوں میں اسلام کے متعلق شک کی بیماری ہے یا جو لوگ اعلانیہ اسلام کے منکر ہیں وہ اس مثال کا مذاق اڑاتے ہیں کہ انیس کی تعداد بیان کرنے سے کیا مراد ہے؟ دراصل کسی بھی چیز یا نظریہ کے مخالفین کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اس میں نقص نکال کر اسے بدنام کیا جائے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ انیس کے بجائے کسی اور تعداد کا اعلان فرماتا تو بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے بلکہ اس میں بھی کوئی نقص نکالنے کی ناکام کوشش کرتے لیکن انہیں علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق اور مختار کل ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا، لہٰذا اس کے کسی قول یا فعل پر پرسش نہیں کی جا سکتی۔ نیز وہ سب کا حاکم ہے کوئی اس کا حاکم نہیں جو اس سے باز پرس کر سکے، البتہ بنی نوع انسان اس کے بندے ہیں اور ان پر اس کی اطاعت لازم ہے اس لئے ان سے ان کے افعال و اقوال کے بارے میں باز پرس کی جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اس سے پرسش نہیں کی جا سکتی اور ان سے باز پرس کی جائے گی۔ (قرآن: ۲۱:۲۳)

[۱۵] اس قسم کی مثالوں کے حوالے سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں غور و فکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت کا راستہ دکھا دیتا ہے اور جو لوگ اس کی قدرت میں غور نہیں کرتے بلکہ دیدہ دانستہ گمراہی سے چمٹے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے، وہ کسی کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ ضرور ہی ہدایت کو قبول کرے ورنہ انسان کی آزمائش کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

[۱۶] کفار نے جب انیس کی تعداد کا مذاق اڑایا کہ صرف انیس فرشتے دوزخ کے بے شمار قیدیوں کو کیسے سنبھال سکیں گے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یعنی یہ انیس فرشتے تو صرف دوزخ کے انتظامات کے سربراہ ہیں باقی اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

مَاهِیَ اِلَّا ذِكْرٰی لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾	اور یہ (دوزخ کا بیان) تو لوگوں کی نصیحت کے لئے ہے۔[۱۷]
كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾	۳۲۔ ہرگز نہیں، چاند کی قسم!
وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾	۳۳۔ اور رات کی قسم! جب وہ پلٹنے لگے۔
وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾	۳۴۔ اور صبح کی قسم! جب وہ روشن ہو جائے۔
اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾	۳۵۔ بے شک وہ (دوزخ) بڑی آفتوں میں سے ایک ہے۔[۱۸]
نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾	۳۶۔ انسان کو ڈرانے والی ہے۔
لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾	۳۷۔ ہر اس شخص کے لئے جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہنا چاہے۔[۱۹]

لشکروں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ انسان ان کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ صرف فرشتوں ہی کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ روزانہ ستر ہزار فرشتے بیت المعمور میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، پھر قیامت تک ان کی دوبارہ باری نہیں آتی۔ (بخاری: ۳۲۰۷: کتاب بدء الخلق: باب ۶) اب ذرا اندازہ کریں کب سے یہ دنیا بنی ہے اور کب تک یہ قائم رہے گی اور ہر روز ستر ہزار نئے فرشتے بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں، یہ تو ایک مخلوق یعنی فرشتوں کی تعداد کی ایک جھلک ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کا سلسلہ اتنا وسیع ہے کہ انسان صرف ان اقسام کو ہی شمار نہیں کر سکتا، پھر ان میں سے ہر مخلوق کی تعداد کو کیسے شمار کر سکتا ہے۔

[۱۷] گزشتہ آیات میں دوزخ اور اس کے احوال کا بیان لوگوں کے لئے نصیحت ہے تا کہ وہ دوزخ سے ڈریں اور ایسے کام نہ کریں جو دوزخ میں لے جانے کا سبب بنتے ہیں۔

[۱۸] کفار مکہ کا یہ گمان تھا کہ کوئی قیامت یا دوزخ نہیں ہے۔ ان آیات میں ان کی تردید کی جا رہی ہے کہ جیسا تمہارا گمان ہے ایسا ہرگز نہیں ہوگا، قیامت ضرور آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے تین اہم چیزوں یعنی چاند، رات کے جانے اور صبح کے آنے کی قسم کھا کر پوری تاکید سے فرمایا ہے کہ آنے والی بڑی آفتوں میں سے ایک دوزخ ہے اور وہ بہرصورت آکر رہے گی۔

[۱۹] قیامت اور بالخصوص دوزخ کی شدت ایسی ہولناک چیز ہے جو انسان کو ڈرانے کے لئے کافی ہے، لہٰذا اب تمہاری مرضی پر منحصر ہے کہ تم میں سے کون خوش نصیب ہے جو نیکیاں کر کے اللہ تعالیٰ کے قرب میں آگے بڑھتا ہے اور کون بدنصیب ہے جو برائیاں کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور اور مردود ہوتا ہے۔

Marfat.com

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿٣٨﴾	۳۸۔ ہر شخص اپنے عمل (کی جزاوسزا) میں گرفتار ہوگا۔[۲۰]
اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿٣٩﴾	۳۹۔ سوائے اصحاب یمین کے۔
فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٤٠﴾	۴۰۔ وہ جنتوں میں ہوں گے اور پوچھیں گے۔
عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٤١﴾	۴۱۔ مجرموں سے۔
مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿٤٢﴾	۴۲۔ تمہیں کس چیز نے دوزخ میں ڈالا؟[۲۱]
قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿٤٣﴾	۴۳۔ وہ کہیں گے: ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

[۲۰] مقاتل نے کہا: ہر شخص سے مراد کافر ہے جو اپنے شرک کی وجہ سے دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوگا۔ (تفسیر بغوی: سورہ طور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۱) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب یمین یعنی جن کے دائیں ہاتھ میں اعمالنامے ہوں گے ان کو گزشتہ حکم سے مستثنیٰ کر دیا ہے، لہٰذا وہ جنتوں میں ہوں گے۔

[۲۱] جنت کے بالا خانوں سے جنتی دوزخ کی طرف توجہ کریں گے اور مجرموں سے پوچھیں گے: کن جرائم کی پاداش میں تمہیں جہنم میں ڈالا گیا؟ تو وہ اپنے چار جرائم کا اعتراف کریں گے جن کی وجہ سے انہیں جہنم رسید کیا گیا:

۱۔ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔
۲۔ ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔
۳۔ ہم بے ہودہ لوگوں کے ساتھ مل کر ناحق کام کرتے تھے۔
۴۔ ہم قیامت کا انکار کرتے تھے۔

جن لوگوں میں مذکورہ چار جرائم اکٹھے ہو جائیں وہ جہنم رسید ہوں گے کیونکہ ان میں سے ایک قیامت کا انکار ہے جو کہ صریح کفر ہے اور جن لوگوں کی موت کفر پر واقع ہوگی ان کے لئے کسی کو شفاعت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اور اگر کوئی کرے گا تو بھی قبول نہیں ہوگی کیونکہ شفاعت کے مستحق صرف وہی لوگ ہوں گے جن کی موت ایمان پر ہوگی۔

☆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت حق ہے۔ جو شخص شفاعت پر ایمان نہیں رکھتا وہ شفاعت کا مستحق نہیں ہوگا۔ (تفسیر مظہری: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۴۸)

☆ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت (ہر مومن کے لئے) مباح ہے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے میرے صحابہ کو گالیاں دیں۔ (تفسیر مظہری: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۴۸)

Marfat.com

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾	۴۴۔ اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔
وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾	۴۵۔ اور ہم لغو کام کرنے والوں کے ساتھ لغو کام کرتے تھے۔
وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾	۴۶۔ اور ہم روزِ جزا کو جھٹلاتے تھے۔
حَتّٰى اَتٰنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾	۴۷۔ یہاں تک کہ ہم پر یقینی چیز (موت) آ گئی۔
فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾	۴۸۔ پس شفاعت کرنے والوں کی شفاعت انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔
فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾	۴۹۔ پھر انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس نصیحت سے اعراض کرتے ہیں۔
كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾	۵۰۔ گویا وہ بدکے ہوئے جنگلی گدھے ہیں۔[۲۲]
فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾	۵۱۔ جو شیر سے بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔
بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾	۵۲۔ بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ انہیں کھلے ہوئے صحیفے دیئے جائیں۔[۲۳]

[۲۲] کفار کو کیا ہو گیا ہے کہ دوزخ کے ہولناک احوال سننے کے بعد بھی وہ قرآن مجید سے روگردانی کرتے ہیں اور دوزخ کے عذاب سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے، اور قرآن مجید کی نصیحتوں سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے شیر کے خوف سے جنگل کے گدھے بھاگتے ہیں۔

[۲۳] مفسرین بیان کرتے ہیں کہ کفار قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: (ہم صرف اسی صورت میں ایمان لا سکتے ہیں) کہ جب ہم صبح کو اٹھیں تو ہم میں سے ہر شخص کے سرہانے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کھلا ہوا صحیفہ پڑا ہو جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اس میں ہمیں آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہو۔ (تفسیر خازن: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۵۲) یعنی کفار مکہ کی خواہش یہ تھی کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی صحیفہ نازل ہو، لیکن ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی طرف براہ راست صحیفے نازل کیے جائیں۔ اس ساری حجت بازی کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اگر ان کا آخرت پر ایمان ہوتا تو اس کے عذاب سے ڈرتے اور ایسی حجت بازی نہ کرتے۔

Marfat.com

كَلَّا ؕ بَلۡ لَّا يَخَافُوۡنَ الۡاٰخِرَةَ ؕ‏ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا، بلکہ (حقیقت میں) وہ آخرت سے نہیں ڈرتے۔

كَلَّاۤ اِنَّهٗ تَذۡكِرَةٌ ۚ‏ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ ہرگز نہیں، بے شک یہ (قرآن) نصیحت ہے۔[۲۴]

فَمَنۡ شَآءَ ذَكَرَهٗ ؕ‏ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔

وَمَا يَذۡكُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهۡلُ التَّقۡوٰى وَاَهۡلُ الۡمَغۡفِرَةِ ﴿۵۶﴾ ع

۵۶۔ اور وہ صرف اسی وقت نصیحت حاصل کریں گے جب اللہ تعالیٰ چاہے گا، وہی اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اسی کی یہ شان ہے کہ وہ بخش دے۔[۲۵]

---

[۲۴] اللہ تعالیٰ نے دوبارہ تاکید فرمائی کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ان کی طرف بھی صحیفے نازل کئے جائیں بلکہ اب قیامت تک کے لئے یہ قرآن ہی نصیحت کے لئے کافی ہے، لہٰذا جو بھی نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ اسی قرآن سے ہی نصیحت حاصل کرے۔

[۲۵] اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر کسی کو نصیحت حاصل نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ صرف اسے توفیق دیتا ہے جو خلوص نیت سے نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے، لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ وہ خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں کیونکہ وہی اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اسی کی یہ شان ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا گناہگار بھی جب خلوص نیت سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ اسے معاف کردیتا ہے۔

☆ حضرت انس بن مالک ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اس کا اہل ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے، سو جو شخص مجھ سے ڈرا اور اس نے میرے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں بنایا تو میں اس کا اہل ہوں کہ میں اس کی مغفرت کردوں۔ (ترمذی: ۳۳۲۸؛ تفسیر القرآن: سورہ مدثر)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعۃ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز جمعہ ۲۶ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۹ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۳ تا ۲۶ نومبر یعنی تین دنوں میں سورہ مدثر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ القیمۃ (۷۵)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''قیامت'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

قیام قیامت

کفار یہ خیال کرتے تھے کہ جب انسان مر کر مٹی ہو جائے گا تو پھر اسے دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا؟ اس سورت کے آغاز اور آخر میں قیام قیامت کے لئے ایک عام فہم دلیل دی گئی ہے، یعنی کیا انسان نے کبھی سوچا کہ پانی کے جس معمولی قطرہ سے اسے پیدا کیا گیا ہے کیا اس قطرہ میں اسے انسان کی آنکھیں، کان، ہاتھ، پاؤں، دل اور دماغ وغیرہ نظر آتے تھے؟ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے پانی کے اس قطرہ سے عظیم الشان انسان بنا دیا اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مرنے کے بعد اس جیسا انسان دوبارہ بنا دے۔

احوال قیامت

آیات نمبر ۷ تا ۱۵ میں پہلے قیامت کے منکرین کو قیامت کی نشانیاں بتائی گئی ہیں یعنی اس دن ایسی بجلی چمکے گی جس سے آنکھیں چندھیا جائیں گی، سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے، پھر قیامت قائم ہو گی اور جب ان کے ہاتھوں میں ان کے اعمالنامے دیئے جائیں گے تو وہ اپنا انجام بد دیکھ کر ادھر ادھر بھاگنے اور حیلے بہانے کرنے کی کوشش کریں گے مگر اس دن کسی کافر کا کوئی حیلہ بہانہ کامیاب نہیں ہوگا کیونکہ ہر انسان کے اعمال سب لوگوں کے سامنے عیاں کر دیئے جائیں گے اور اس کے اپنے اعضاء بھی اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

قرآن مجید کی حفاظت

آیات نمبر ۱۶ تا ۱۹ میں قرآن مجید کی حفاظت کا اعلان کیا گیا ہے یعنی میرے پیارے نبی! آپ وحی کو جلدی دہرانے کی مشقت نہ اٹھائیں بلکہ پورے اطمینان اور خاموشی کے ساتھ اس کو سنیں اور بھول جانے کی فکر نہ کریں کیونکہ قرآن مجید کو حرف بحرف آپ کے سینہ مبارک میں جمع کرنا اور پھر بالکل اسی طرح ٹھیک ٹھیک آپ کی زبان مبارک سے اس کی تلاوت کرانا ہماری ذمہ داری ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد جب جبریل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو آپ غور سے سنتے اور جب وہ چلے جاتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح پڑھتے جیسے جبریل نے پڑھا تھا۔ (بخاری: ۵: کتاب بدء الوحی: باب ۴) اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن مجید زبانی حفظ کر لیا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی حفظ کر لیا۔ قرآن مجید کی حفاظت کی یہ ایسی امتیازی شان ہے جو دنیا میں کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہے، لہٰذا خدانخواستہ اگر کسی وجہ سے قرآن مجید کے سارے تحریری نسخے دنیا سے معدوم ہو جائیں تو بھی آٹھ نو سال کا ایک حافظ بچہ پورے قرآن مجید کو اس طرح تحریر کروا سکتا ہے کہ

Marfat.com

اس میں زبر اور زیر کی بھی کمی بیشی نہیں ہوگی۔

میدان حشر کے احوال

اس کے بعد میدان حشر میں لوگوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی قیامت کے دن اہل ایمان کے چہرے ان کی نیکیوں کی وجہ سے شگفتہ ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے لطف اندوز ہوں گے، اور منکرین کے چہروں پر ان کے گناہوں کی نحوست چھائی ہوئی ہوگی اور وہ پریشان ہوں گے۔

ابوجہل

آیات نمبر ۳۱ تا ۳۵ میں ابوجہل کا کردار اور اس کا انجام بتایا گیا ہے، یعنی وہ نبی کریم ﷺ کو جھٹلاتا تھا اور تکبر کرتا تھا جس کی سزا اسے یہ ملی کہ وہ جنگ بدر میں بڑی ذلت ورسوائی کے ساتھ قتل کر دیا گیا اور آخرت میں بھی ہر مرحلے پر وہ ذلیل وخوار ہی ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عصر بروز ہفتہ ۲۷ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

آیاتہا ۴۰ ۷۵ سورۃ القیامۃ مکیۃ ۳۱ رکوعاتہا ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

لَاۤ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ﴿۱﴾ ۱۔ میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں۔[۱]

وَ لَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ ﴿۲﴾ ۲۔ اور میں نفس لوامہ (برائیوں پر ملامت کرنے والے)[۲] کی قسم کھاتا ہوں۔

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَہٗ ﴿۳﴾ ۳۔ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو ہرگز جمع نہ کرسکیں گے۔

بَلٰی قٰدِرِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ﴿۴﴾ ۴۔ کیوں نہیں! ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پورے بھی درست کردیں۔

[۱] مشرکین یہ خیال کرتے ہیں کہ جب انسان مرجائے گا، اس کی ہڈیاں گل سڑ کر مٹی، پانی اور ہوا میں تحلیل ہوجائیں گی تو پھر اسے دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے دو قسمیں کھا کر پوری تاکید کے ساتھ فرمایا کہ ان کا خیال بالکل غلط ہے، ہم نے جس طرح پہلے انسان کو بنایا تھا اسی طرح ہم اسے دوبارہ بھی بنا سکتے ہیں، اور ہم نہ صرف اس پر قادر ہیں کہ اس کی ہڈیاں اور گوشت پوست دوبارہ مہیا کردیں گے بلکہ ہم اس کی انگلیوں کے پوروں تک کو بھی درست کردیں گے اور ہر انسان کے پوروں کی لکیریں بھی اسی طرح ایک دوسرے سے مختلف ہوں گی جس طرح دنیا میں تھیں۔

[۲] نفس کی تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ نفس اَمّارۃ (قرآن: ۱۲:۵۳) اس سے مراد وہ نفس ہے جو ہر وقت برائی کا حکم کرتا رہتا ہے اور جو انسان نفس امارہ کی اطاعت کرے گا وہ سرکش اور نافرمان ہوگا۔

۲۔ نفس لوّامۃ (قرآن: ۷۵:۲) اس سے مراد وہ نفس ہے جو ہر وقت اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں پر اپنے آپ کو ملامت کرتا رہتا ہے اور جو انسان نفس لوامہ کی تنبیہ پر غور کرے گا وہ سچی توبہ کرکے نیک بن جائے گا۔

۳۔ نفس مُطمئنّۃ (قرآن: ۸۹:۲۷) اس سے مراد وہ نفس ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں سکون اور اطمینان حاصل ہو اور جس انسان پر نفس مطمئنّۃ کا رنگ چڑھ جائے اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوجاتا ہے۔

Marfat.com

بَلْ يُرِيدُ الْإِنسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ۝٥ ۵۔ بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ آئندہ بھی برے کام کرتا رہے۔[۳]

يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ ۝٦ ۶۔ وہ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟

فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝٧ ۷۔ پھر جب آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔[۴]

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝٨ ۸۔ اور چاند بے نور ہو جائے گا۔

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝٩ ۹۔ اور سورج اور چاند (بے نور ہونے میں) یکساں ہو جائیں گے۔

يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ۝١٠ ۱۰۔ اس دن انسان کہے گا: بھاگ جانے کی جگہ کہاں ہے؟

كَلَّا لَا وَزَرَ ۝١١ ۱۱۔ ہرگز نہیں، کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔[۵]

إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ۝١٢ ۱۲۔ اس دن آپ کے رب کے پاس ہی ٹھہرنے کی جگہ ہوگی۔

يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ۝١٣ ۱۳۔ اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا

---

[۳] اس آیت میں منکرین قیامت کے انکار کی وجہ بیان کی گئی ہے یعنی وہ نفسانی خواہشات کے ایسے غلام بن چکے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ پہلے بدکاری اور عیاشی کرتے رہے ہیں آئندہ بھی اسی طرح عیاشی میں بتلا رہیں، لیکن اگر وہ قیامت پر ایمان لے آئیں تو پھر انہیں حساب و کتاب کے ڈر سے عیاشی چھوڑنا پڑے گی جس کے لئے وہ تیار نہیں ہیں۔

[۴] منکرین قیامت کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو بتاؤ قیامت کا دن کب آئے گا؟ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے قیامت کی تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ یعنی قیامت کے پہلے مرحلے میں ایسی بجلی چمکے گی جس کے خوف سے آنکھیں چندھیا جائیں گی، چاند بے نور ہو جائے گا اور چاند کی طرح سورج کی روشنی بھی ختم ہو جائے گی۔ الغرض پورا نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔

[۵] قیامت کے منکرین جب قیامت کے ہولناک مناظر دیکھیں گے تو پوچھیں گے: کوئی ایسی جگہ بتاؤ جہاں بھاگ کر پناہ لی جا سکے۔ آواز آئے گی: آج کوئی جائے پناہ نہیں ہے، آج صرف ایک ہی جگہ ہے جہاں سب کو جانا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی عدالت جہاں ہر انسان کو حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب و کتاب دینا ہے۔

Marfat.com

اور جو اس نے پیچھے چھوڑا۔[۶]

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ ﴿۱۴﴾ ۱۴۔ بلکہ انسان خود بھی اپنے نفس (کے احوال) پر آگاہ ہو گا۔[۷]

[۶] قیامت کے دن ہر شخص کو بتا دیا جائے گا کہ اس نے کیا اچھا یا برا کام اپنے لئے آگے بھیجا تھا اور کیا اچھا یا برا طریقہ اس نے اپنے پیچھے چھوڑا تھا۔

موت کے بعد نیکیوں کا سلسلہ

☆ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے۔ البتہ تین طرح سے اس کے عمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے: صدقہ جاریہ، علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ (مسلم: ۴۲۲۳: کتاب الوصیۃ: باب ۳) پہلے دو کام تو ایسے ہیں جن میں مرنے والے کا بھی عمل دخل ہے لیکن لڑکے کی دعا تو لڑکے کا اپنا فعل ہے، اس سے بھی میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

☆ حضرت جریر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے ثواب کے برابر اس کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ (کیونکہ اس نیکی کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور نیک کام کرنے والوں کی نیکیوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس کسی نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے گناہ کے برابر اس کو بھی گناہ ملتا رہے گا (کیونکہ اس برائی کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور گناہ کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (مسلم: ۶۸۰۰: کتاب العلم: باب ۶)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی موت کے بعد جن نیک اعمال کا ثواب اس کو پہنچتا ہے ان میں سے وہ علم ہے جس کی اس نے تعلیم دی اور اس کی اشاعت کی یا نیک اولاد جو اس نے چھوڑی یا قرآن مجید کا نسخہ ہے جس کا اس نے وارث کیا یا وہ مسجد ہے جو اس نے بنائی یا وہ گھر ہے جو اس نے کسی مسافر کے لئے بنایا یا وہ نہر ہے جس کو اس نے جاری کیا یا وہ صدقہ ہے جو اس نے اپنی زندگی میں اپنی صحت کے ایام میں دیا، یہ سب نیکیاں ہیں جن کا ثواب اس کی موت کے بعد بھی اس کو پہنچتا ہے۔ (ابن ماجہ: ۲۴۲: کتاب السنۃ: باب ۲۰)

[۷] گزشتہ آیت میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن انسان کو اس کے تمام اگلے اور پچھلے اعمال بتا دیئے جائیں گے اور نامۂ اعمال میں لکھے ہوئے اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ اور اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انسان خود بھی اپنے اعمال سے خوب آگاہ ہوگا کیونکہ وہ خود ان اعمال کا فاعل ہے۔

Marfat.com

وَلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿۱۵﴾ | ۱۵۔ اگر چہ وہ اپنے عذر (حیلے بہانے) بھی پیش کرے گا۔[۸]

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ | ۱۶۔ (پیارے نبی!) آپ قرآن کو جلدی (یاد کرنے) کے لئے وحی کے ساتھ ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔[۹]

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ | ۱۷۔ بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ | ۱۸۔ پس جب ہم اسے (بذریعہ وحی) پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں۔

---

[۸] قیامت کے منکرین قیامت کے دن عذاب سے بچنے کے لئے حیلے بہانے کرنے کی کوشش کریں گے مگر ان کا کوئی حیلہ کامیاب نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس اس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہیں دے گی اور نہ ہی ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔ (قرآن: ۳۰:۵۷) یعنی قیامت کے دن ظالموں کو جب اپنا برا انجام نظر آئے گا تو پکار اٹھیں گے: ہم سے غلطی ہوئی، ہم اب توبہ کرتے ہیں، لہٰذا ہمیں معاف کر دیا جائے یا ہمیں دنیا میں جانے کا ایک اور موقع دیا جائے ہم ہرگز نافرمانی نہیں کریں گے مگر تب توبہ کا وقت گزر چکا ہوگا اور کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔

اس دنیا میں بھی ہر انسان اپنے کرتوتوں سے خوب آگاہ ہوتا ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کئی حیلے بہانے تلاش کر لیتا ہے مگر قیامت کے دن کوئی حیلہ کامیاب نہیں ہوگا کیونکہ ہر انسان کے اعمال سب لوگوں کے سامنے عیاں کر دیئے جائیں اور اس کے اپنے اعضاء بھی اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

[۹] ابتدا میں جب وحی نازل ہوتی اور جبریل امین کلام الٰہی کو پڑھنا شروع کرتے تو نبی کریم ﷺ بھی جلدی جلدی اپنی زبان کو حرکت دیتے اور جبریل امین کے ساتھ ساتھ پڑھنا شروع کر دیتے تاکہ پوری وحی کو اچھی طرح یاد کر لیں اور کوئی لفظ رہ نہ جائے، لیکن وحی کو سننا، سمجھنا اور فوراً دہرانا، یہ تینوں کام ایک وقت میں بڑے تکلیف دہ تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ یعنی میرے پیارے نبی! آپ وحی کو جلدی دہرانے کی مشقت نہ اٹھائیں بلکہ پورے اطمینان اور خاموشی کے ساتھ اس کو سنیں اور بھول جانے کی فکر نہ کریں کیونکہ قرآن مجید کو حرف بحرف آپ کے سینہ مبارک میں جمع کرنا اور پھر بالکل اسی طرح ٹھیک ٹھیک آپ کی زبان مبارک سے اس کا تلاوت کرانا ہماری ذمہ داری ہے، لہٰذا جب ہماری طرف سے جبریل امین قرآن مجید پڑھ لیں تو اس کے بعد آپ پڑھنا شروع کر دیں، آپ بالکل اسی طرح پڑھیں گے جیسے آپ پر نازل ہوا تھا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد جب جبریل امین آپ ﷺ کے پاس آتے تو آپ غور سے سنتے اور جب وہ چلے جاتے تو نبی کریم ﷺ اسی طرح پڑھتے جیسے جبریل نے پڑھا تھا۔

(بخاری: ۵: کتاب بدء الوحی: باب ۴)

Marfat.com

ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَهٗ ﴿۱۹﴾ ۱۹۔ پھر بے شک اس کا کھول کر بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔[۱۰]

كَلَّا بَلۡ تُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ ۲۰۔ ہرگز نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم جلدی ملنے والی چیز (دنیا) سے محبت رکھتے ہو۔[۱۱]

وَتَذَرُوۡنَ الۡاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ ۲۱۔ اور تم آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ ۲۲۔ اس دن بہت سے چہرے تر وتازہ ہوں گے۔[۱۲]

---

[۱۰] اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح قرآن مجید کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اسی طرح قرآن مجید کا بیان بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جس کو حدیث کہا جاتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی ہوئی باتیں ہیں، اس لئے انہیں بھی قرآن کی طرح ماننا ضروری ہے۔ اور اگر حدیث کو نہ مانا جائے تو پھر قرآن پر عمل کرنا مشکل ہو جائے گا، جیسے نماز اور حج کا حکم تو قرآن مجید میں موجود ہے مگر ان کو ادا کرنے کا طریقہ حدیث کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

[۱۱] اس آیت میں منکرین قیامت کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تمہارے پاس انکار قیامت کی ہرگز کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے ہو اور اسی سے محبت رکھتے ہو کیونکہ اس میں ہر کام کا بدلہ جلدی مل جاتا ہے اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو کیونکہ اس کے آنے میں ابھی دیر ہے، اور انسان عام طور پر جلدی کو پسند کرتا ہے لیکن یہ نہیں سوچتا کہ اس جلد بازی کا انجام کیا ہوگا؟

[۱۲] جو لوگ اس دنیا میں اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور کوئی کام ایسا نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث ہو قیامت کے دن ان کے چہرے تر وتازہ اور شگفتہ ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان پر خوش ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے لطف اندوز ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا دیدار

☆ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم یہاں کوئی مزید چیز بھی چاہتے ہو؟ اہل جنت کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ پھر اللہ تعالیٰ حجاب کھول دے گا اور اہل جنت کو ایسی کوئی چیز نہیں عطا کی گئی ہوگی جو ان کو اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔ (مسلم: ۴۴۹: کتاب الایمان: باب ۸۰)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت کے ادنیٰ شخص کا یہ مقام ہوگا کہ وہ اپنی جنتوں، بیویوں، نعمتوں، خادموں اور تختوں کی طرف ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھ سکے گا۔ اور اہل جنت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم شخص وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے چہرے کا صبح اور شام دیدار کرے گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی

Marfat.com

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ ۲۳۔ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ ۲۴۔ اور اس دن کئی چہرے اداس ہوں گے۔

تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ ۲۵۔ وہ گمان کرتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا۔[۱۳]

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ ۲۶۔ ہرگز نہیں، جب (ان کی) روح ہنسلی تک پہنچے گی۔[۱۴]

وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ ۲۷۔ اور کہا جائے گا: ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا؟

وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ ۲۸۔ اور وہ جان لے گا کہ یہ جدائی کی گھڑی ہے۔[۱۵]

سورہ قیامت کی آیات نمبر ۲۲۔ ۲۳ تلاوت فرمائیں۔ (ترمذی: ۲۵۵۳: ابواب صفة الجنة: باب نمبر ۱۷)

☆ حضرت جریر بن عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس موجود تھے، آپ ﷺ نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھتے ہو اور تمہیں اپنے رب کے دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ (بخاری: ۵۵۴: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب ۱۶)

☆ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے؟ اور سورج کو دیکھنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے؟ صحابہ ؓ نے عرض کیا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو اور اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی مشقت نہیں ہوگی۔ (ترمذی: ۲۵۵۴: صفة الجنة: باب ۱۷)

[۱۳] جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور اس کی نافرمانی میں زندگی تلف کر دیتے ہیں قیامت کے دن اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ان کے چہروں پر اداسی اور پریشانی چھائی ہوئی ہوگی اور انہیں یقین ہوگا کہ ابھی انہیں ایسا سخت عذاب دیا جائے گا جو ان کی کمر توڑ کے رکھ دے گا۔

[۱۴] منکرین قیامت یہ گمان کرتے ہیں کہ جب وہ مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کے پاس کیسے جائیں گے؟ اس آیت میں ان کا رد کیا جا رہا ہے یعنی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تم میدان حشر کی حاضری اور اپنے کرتوتوں کی سزا سے بچ سکو بلکہ جس طرح تمہاری روح جب نکلنے کے لئے حلق تک پہنچ جائے تو کوئی ڈاکٹر یا جھاڑ پھونک کرنے والا اسے روک نہیں سکتا اسی طرح جب اللہ تعالیٰ قیامت کو قائم فرمائے گا تو کوئی اس کو روک نہیں سکے گا۔

[۱۵] جب دنیا کے سارے فانی سہارے جواب دے جاتے ہیں تو اس وقت انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب اس دنیا سے جدائی

Marfat.com

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾	۲۹۔ اور (ایک) پنڈلی (دوسری) پنڈلی سے لپٹ جائے گی۔
اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ﹰالْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾	۳۰۔ اس دن آپ کے رب کی طرف جانا ہوگا۔[۱۶]
فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾	۳۱۔ پھر نہ اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی۔[۱۷]
وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾	۳۲۔ بلکہ اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔
ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾	۳۳۔ پھر وہ اتراتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چل پڑا۔
اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾	۳۴۔ تیرے لئے (مرتے وقت) خرابی ہے، پھر (قبر میں) خرابی ہے۔[۱۸]

کی گھڑی آگئی ہے، اور وہ اتنا بے بس ہو جاتا ہے کہ اگر اس کی ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جائے تو اس میں اتنی طاقت نہیں ہوگی کہ وہ اپنی پنڈلی کو حرکت ہی دے سکے۔

[۱۶] قیامت کے دن ہر شخص کو اپنے رب کے پاس واپس حاضر ہونا ہے مگر اس کی پہلی منزل موت ہے کیونکہ اگر وہ مرے گا نہیں تو دوبارہ زندہ کیسے ہوگا؟

[۱۷] یہ آیات ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوجہل نے نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی اور نہ ہی کبھی نماز پڑھی۔ (تفسیر قرطبی) بلکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرتے تو ابوجہل وہاں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتا اور قرآن مجید سے نفرت کا اظہار کرتا، اور جب مجلس ختم ہو جاتی تو ابوجہل اتراتا ہوا اپنے گھر روانہ ہوتا اور خوش ہوتا کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کو ناکام بنانے کا حق ادا کر دیا ہے۔

[۱۸] ان دو آیات میں ابوجہل کو یہ وعید سنائی گئی کہ اگر وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آیا تو اس کے لئے موت، قبر، حشر اور دوزخ ہر جگہ خرابی ہی خرابی ہوگی۔ علامہ قرطبی نے ایک قول نقل کیا ہے: ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکلے تو ابوجہل سامنے آ رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک بار یا دو بار جھٹکا دیا اور فرمایا: تیرے لئے خرابی ہے، پھر خرابی ہے۔ اس پر ابوجہل نے کہا: کیا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو، پس اللہ کی قسم! میں اس وادی میں سب سے زیادہ معزز اور مکرم ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انہی الفاظ میں یہ آیات نازل ہوئیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کو فرمایا تھا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ قیامت (۷۵): زیر آیت نمبر ۳۴)

حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ ابوجہل بڑے تکبر سے چلتا ہوا آ رہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑا اور

Marfat.com

ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ﴿۳۵﴾

۳۵۔ پھر تیرے لئے (حشر میں) خرابی ہے، پھر (دوزخ میں) خرابی ہے۔

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی ﴿۳۶﴾

۳۶۔ کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اسے بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔[۱۹]

اَلَمْ یَکُ نُطْفَۃً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ﴿۳۷﴾

۳۷۔ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہ تھا جس کو ٹپکایا جاتا ہے؟[۲۰]

فرمایا: تیرے لئے خرابی، پھر خرابی ہے، پھر تیرے لئے خرابی ہے، پھر خرابی ہے۔ اس پر ابوجہل نے کہا: آپ اور آپ کا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ان دو پہاڑوں کے درمیان جتنے لوگ آباد ہیں میں ان سب سے زیادہ معزز ہوں، پھر جب بدر کا دن آیا تو ابوجہل مسلمانوں کی طرف رخ کر کے کہنے لگا: آج کے بعد کبھی اللہ کی عبادت نہیں کی جائے گی مگر اس دن وہ بڑی ذلت ورسوائی کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ قیامت (۷۵): زیر آیت نمبر ۳۴)

[۱۹] کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اسے اشرف المخلوقات بنا کر یونہی بے کار چھوڑ دیا جائے گا، ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ انسان کو اس دنیا میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اور آخرت میں ان ذمہ داریوں کے بارے میں باز پرس ہوگی، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، سربراہ مملکت اپنے عوام کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے عوام کے متعلق سوال کیا جائے گا، مرد اپنی بیوی کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی بیوی کے متعلق سوال کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے گھر کے متعلق سوال کیا جائے گا، خادم اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا، ایک شخص اپنے باپ کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا اور تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(بخاری: ۸۹۳: کتاب الجمعۃ: باب ۱۱)

اسی مفہوم کو سورہ مومنون میں اس طرح بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا تم نے یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تم کو بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ (قرآن: ۲۳: ۱۱۵) یعنی اللہ تعالیٰ نے کوئی معمولی سا ذرہ بھی فضول پیدا نہیں فرمایا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اشرف المخلوقات حضرت انسان کو بے مقصد پیدا فرمادے۔ اس نے انسان کو عقل وفہم کی ایسی عظیم صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں کہ جن کی بدولت تمام جاندار اس کے زیر نگیں ہیں، لہٰذا ان عظیم نعمتوں کے بارے میں اسے جواب دہ ہونا پڑے گا۔

[۲۰] ان آیات میں منکرین قیامت کو دعوت فکر دی جارہی ہے: کیا انہوں نے کبھی سوچا کہ ان کی حقیقت کیا تھی؟ ایک معمولی سا

Marfat.com

ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾

۳۸۔ پھر وہ ایک معلق خون بن گیا، پھر اس کو پیدا فرمایا، پھر اس کو درست کیا۔

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾

۳۹۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسی نطفہ سے دو قسمیں بنائیں یعنی مرد اور عورت۔

اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْیِ َ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾ ع ۱۸

۴۰۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو پھر سے زندہ کردے۔

پانی کا قطرہ جو رحم مادر میں ٹپکایا گیا، پھر اسی سے لوتھڑا بنا اور اسی سے اللہ تعالیٰ نے انسان کے مختلف اعضاء یعنی آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، دل اور دماغ وغیرہ بنائے اور ان کو اپنی اپنی جگہ پر درست کر کے ایسا انسان بنایا جو آج ساری مخلوقات پر حکومت کر رہا ہے، پھر اسی پانی میں یہ صلاحیت بھی رکھ دی کہ ان میں کچھ مرد پیدا ہوں اور کچھ عورتیں پیدا ہوں تاکہ نسل انسانی کا سلسلہ جاری رہے۔ جس اللہ تعالیٰ نے پانی کے معمولی سے قطرہ سے اتنا عظیم الشان انسان بنا دیا کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مرنے کے بعد اس جیسا انسان دوبارہ بنا دے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اور قیامت کے دن سب منکرین بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عصر بروز منگل ۳۰ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۷ تا ۳۰ نومبر یعنی تین دنوں میں سورہ قیامت کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الدھر (۷۶)

یہ سورت مکی ہے، اس کے دو نام ہیں ''دہر'' اور ''انسان''۔ یہ دونوں نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔ اس سورت کے زمانہ نزول میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک یہ مدنی ہے اور بعض کے نزدیک اس کی کچھ آیات مکی ہیں اور کچھ مدنی مگر جمہور علماء کے نزدیک یہ سورت مکی ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

انسان کی حقیقت

اس سورت کے آغاز میں انسان کو اس کی حقیقت یاد دلائی جارہی ہے یعنی اے انسان! آج جو تو اشرف المخلوقات بن کر ساری مخلوقات پر حکومت کر رہا ہے تو ہمیشہ ایسا نہیں تھا بلکہ پہلے تو کچھ بھی نہیں تھا، پھر ماں باپ کے مخلوط نطفہ سے تیری ابتدا ہوئی، پھر تیری آزمائش کے لئے تجھے سننے اور دیکھنے کی خصوصی صلاحیتوں سے نوازا تاکہ تو دلائل کو سنے اور قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کا شکر گزار بندہ بنے۔

نیک لوگوں کی صفات

آیات نمبر ۷ تا ۹ میں نیک لوگوں کی صفات بیان کی گئی ہیں یعنی وہ اپنی نذریں پوری کرتے ہیں، قیامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

نیک لوگوں کا اجر عظیم

آیات نمبر ۱۰ تا ۲۲ میں نیک لوگوں کے اجر عظیم کا ذکر کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن کے عذاب سے بچالے گا اور جنت میں داخل فرمائے گا جہاں انہیں رنگارنگ نعمتیں عطا کی جائیں گی، جن کی تفصیل متعلقہ آیات کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید سراپا نصیحت ہے

آخر میں قرآن مجید کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ یہ سراپا نصیحت ہے، اس میں حق و باطل کے راستوں کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کے راستہ سے انحراف کیا ان کا انجام بد بھی بیان کر دیا گیا ہے، لہٰذا اب جو چاہے وہ راستہ اختیار کرے جو اسے اپنے رب کی رضا کی طرف لے جاتا ہے اور جو چاہے وہ راستہ اختیار کرے جو اسے جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز منگل ۳۰ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

(آیاتھا ۳۱) (۷۶ سُوْرَۃُ الدَّھْرِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۸) (رکوعاتھا ۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ①

۱۔ بے شک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ [۱]

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ②

۲۔ بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا فرمایا تاکہ ہم اس کو آزمائیں، سو ہم نے اسے سننے والا دیکھنے والا بنا دیا۔ [۲]

[۱] اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ یہاں انسان سے مراد جنس انسان ہے اور وقت سے مراد حمل کے نو ماہ ہیں۔ (تفسیر قرطبی) یعنی حمل قرار پکڑنے سے پہلے تو انسان معدوم تھا، للہذا اس کے کسی قسم کے ذکر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، البتہ شکم مادر میں حمل قرار پکڑنے کے بعد نو ماہ کا عرصہ ایسا ہے جس میں اگرچہ انسان کے وجود کا ابتدائی مرحلہ شروع ہو جاتا ہے مگر اس وقت وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں ہوتا۔ ابتدا میں نطفہ پھر لوتھڑا اور پھر آہستہ آہستہ مختلف اطوار میں بدلتا رہا مگر کوئی پتہ نہیں آنکھیں اور ناک کیسی ہوگی؟ دماغ اور کردار کیسا ہوگا؟ پیدا ہو کر قوم کو فائدہ پہنچائے گا یا بدنامی کا باعث بنے گا؟ یہ ایسا دور ہے جس میں اس کے مستقبل کے بارے میں کوئی قطعی اور قابل ذکر فیصلہ نہیں کیا سکتا۔

اس آیت میں انسان کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جب وہ ایک خوب صورت اور کامل انسان کی صورت میں پیدا ہوتا ہے تو اسے اپنی نطفہ اور علقہ والی حقیقت یاد رکھنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولنا چاہیے جس نے اس کو کامل انسان بنا کر پیدا کیا۔

[۲] ہم نے انسان کو مرد اور عورت کے مخلوط نطفہ سے پیدا فرمایا اور اس کی پیدائش کا مقصد یہ تھا کہ اس کی آزمائش کی جائے، اسی لئے اس کو سننے اور دیکھنے کی خصوصی صلاحیتوں سے نوازا تاکہ وہ دلائل کو سنے اور قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر صحیح فیصلہ کرے۔ سورہ ملک میں اس مفہوم کو اس طرح بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے۔ (قرآن: ۶۷: ۲) یعنی اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کو اس لئے پیدا فرمایا ہے تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے اور ازل سے ہر انسان کے اعمال کو جانتا ہے مگر آزمائش کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کے اعمال کا علم ہو جائے اور قیامت کے دن جزا و سزا کے وقت کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

Marfat.com

إِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَّ إِمَّا كَفُورًا ③

۳۔ بے شک ہم نے اسے (سیدھا) راستہ دکھادیا، (اب) خواہ وہ شکر گزار بنے یا ناشکرا۔ [۳]

إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِينَ سَلٰسِلَاْ وَأَغْلٰلًا وَّسَعِيرًا ④

۴۔ بے شک ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ [۴]

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ⑤

۵۔ بے شک نیک لوگ (شراب کے) ایسے جام پئیں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ [۵]

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ⑥

۶۔ (کافور) ایک چشمہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے (نیک) بندے پئیں گے اور جہاں چاہیں گے اس چشمہ کو بہا کر لے جائیں گے۔ [۶]

---

[۳] ہم نے انسان کو سننے اور دیکھنے کی صلاحیت عطا فرمائی جو کہ علم حاصل کرنے کا بنیادی اور اہم ذریعہ ہیں، پھر ہم نے اس کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا جنہوں نے اس کو حق اور باطل کے دونوں راستے دکھا دیے اور ساتھ ان کا انجام بھی بتا دیا کہ اگر تم حق کا راستہ اختیار کرو گے تو جنت میں جاؤ گے اور اگر باطل کا راستہ اختیار کرو گے تو جہنم میں جانا پڑے گا۔ اب فیصلہ انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے چاہے تو حق کی فرمانبرداری کر کے شکر گزار بن جائے اور چاہے تو باطل کی فرمانبرداری کر کے ناشکرا بن جائے۔

[۴] جن لوگوں نے دانستہ باطل کا راستہ اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری میں اپنی زندگی تلف کر دی ان کے لئے زنجیریں، طوق اور دوزخ کی آگ تیار ہے، جونہی وہ میزان عدل سے فارغ ہوں گے ان کو زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

[۵] نیک لوگوں کو جنت میں ایسا مشروب پیش کیا جائے گا جس میں کافور کے چشمہ کا پانی ملا ہوا ہوگا اور اس مشروب سے کافور جیسی مہک آ رہی ہوگی۔

[۶] جنت میں ایک چشمہ کا نام کافور ہے جس کا پانی کافور کی طرح سفید ہوگا، اس سے کافور کی مہک آ رہی ہوگی اور اس کا ذائقہ بڑا لذیذ ہوگا۔ یہ چشمہ اللہ تعالیٰ کے جنتی بندوں کے لئے جاری کیا گیا ہے اور وہ جہاں چاہیں گے اس چشمہ کا پانی وہیں حاضر ہو جائے گا۔ جس طرح جنتی جس پھل کو کھانے کا ارادہ کریں گے وہ پھل جھک کر ان کے قریب آ جائے گا اور جس پرندے کا گوشت کھانا چاہیں گے وہ پرندہ بھنا ہوا ان کے سامنے آ گرے گا۔

Marfat.com

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝۷

۷۔ وہ اپنی نذریں پوری کرتے ہیں [۷] اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر ہر سو پھیلا ہوا ہوگا۔ [۸]

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝۸

۸۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ [۹]

---

[۷] ان آیات میں نیک بندوں کی چند صفات بیان کی جارہی ہیں جن کی وجہ سے وہ جنت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ ان کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ جب نذر مانتے ہیں تو پھر اس کو پورا بھی کرتے ہیں۔

نذر کی تعریف

اگر کوئی شخص کسی جائز کام کو اپنے اوپر لازم کرلے جو شریعت نے اس پر لازم نہیں کیا تو اس کام کو نذر کہتے ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے: میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے فلاں نیکی یا اتنا صدقہ کروں گا یا اگر میرا فلاں کام ہوگیا یا میری فلاں مشکل آسان ہوگئی تو میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنا صدقہ دوں گا یا فلاں نیک کام کروں گا تو اس کو نذر کہتے ہیں اور اس کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

نذر کی شرائط

☆ کسی ایسی نیکی کی نذر نہ مانی جائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی لازم ہو، مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر اس کا فلاں کام ہوگیا تو وہ فجر کی نماز پڑھے گا یا زکوٰۃ ادا کرے گا تو یہ نذر لغو ہوگی کیونکہ نماز اور زکوٰۃ تو پہلے ہی اس پر فرض ہیں جو اس کو بہر صورت ادا کرنی ہیں۔

☆ کسی ایسی چیز کی نذر مانی جائے جو جائز اور حلال ہو اور اگر کسی معصیت یا ناجائز کام کی نذر مان بیٹھے تو اس سے توبہ کرے، اسے پورا نہ کرے بلکہ اپنی قسم توڑ دے اور پھر قسم کا کفارہ ادا کرے۔ قسم کے کفارہ کے لئے سورہ تحریم (۶۶) کی آیت نمبر ۲ کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ کریں۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے نذر مانی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے (یعنی اس نذر کو پورا کرے) اور جس نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی نذر مانی تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے (یعنی اس نذر کو پورا نہ کرے)۔

(بخاری: ۶۶۹۶: کتاب الایمان والنذور: باب ۲۸)

[۸] نیک لوگوں کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں جس میں ہر طرف خوف اور شر پھیلا ہوا ہوگا اور اس شر سے صرف وہی لوگ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوں گے جو اس دن کے شر سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

[۹] نیک لوگوں کی تیسری صفت یہ ہے کہ اگر کوئی مسکین، یتیم یا قیدی کھانے کا سوال کرے تو اگرچہ وہ خود کھانے کی خواہش رکھتے

Marfat.com

اِنَّمَا نُطۡعِمُکُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ لَا نُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُکُوۡرًا ۝۹

۹۔ (اور کہتے ہیں:) ہم تم کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں، ہم اس پر تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔

ہوں پھر بھی وہ اپنے اوپر دوسرے حاجت مندوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ ان کو کھانا بھی دیتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں: یہ ہم تم پر کوئی احسان نہیں کر رہے کہ تم ہمیں کوئی بدلہ دو یا ہمارا شکریہ ادا کرو بلکہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تمہیں کھانا پیش کر رہے ہیں۔

سب سے اچھا صدقہ

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! کس صدقہ کا ثواب سب سے زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو اس حال میں صدقہ کرے کہ تو تندرست بخیل ہو، تو فقر وتنگدستی سے ڈرتا ہو اور مالدار ہونے کی امید رکھتا ہو، اور اس وقت کا انتظار نہ کر کہ جان نکلنے لگے اور تو کہے کہ فلاں کے لئے اتنا مال ہے اور فلاں کے لئے اتنا مال ہے حالانکہ وہ مال تو فلاں کا ہو چکا ہے۔ (بخاری: ۱۴۱۹: کتاب الزکوۃ: باب ۱۱)

☆ حضرت ابو سعید خدری ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان نے اپنی ضرورت کے باوجود کسی برہنہ مسلمان کو کپڑے پہنائے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا اور جس مسلمان نے اپنی بھوک کے باوجود کسی مسلمان کو کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور جس مسلمان نے پیاس کے باوجود کسی مسلمان کو پانی پلایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی شراب طہور پلائے گا۔ (ابوداؤد: ۱۶۸۲: کتاب الزکوۃ: باب ۴۱)

مسکین

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لئے امدادی کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح جو رات کو قیام کرے اور دن کو روزہ رکھے۔

(بخاری: ۵۳۵۳: کتاب النفقات: باب ۱)

☆ حضرت ابراہیم ﷺ تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے، جب ان کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ کسی آدمی کو تلاش کرتے جو ان کے ساتھ کھانا کھائے۔ ایک دن حضرت ابراہیم ﷺ ایک اجنبی آدمی کو ملے۔ جب وہ آپ کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھا تو حضرت ابراہیم ﷺ نے اس کو فرمایا: بسم اللہ پڑھو، اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتا کہ اللہ کون ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم ﷺ نے اس کو کھانے سے اٹھا دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت جبریل امین ﷺ آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اس کو رزق دیتا رہا ہوں اور تم نے اس کو ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم ﷺ گھبرا کر اس کی تلاش میں نکلے اور اس کو واپس بلایا۔ اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ اب مجھے واپس کیوں بلا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم ﷺ نے سارا واقعہ سنایا، تو اس نے کہا: یہ تو بڑا کریم رب ہے۔ پھر وہ ایمان لے آیا اور

Marfat.com

اِنَّا نَخَافُ مِنۡ رَّبِّنَا یَوۡمًا عَبُوۡسًا قَمۡطَرِیۡرًا ﴿۱۰﴾	۱۰۔ بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو بڑا اداس کرنے والا (اور) سخت ہوگا۔
فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الۡيَوۡمِ وَلَقّٰٮهُمۡ نَضۡرَةً وَّسُرُوۡرًا ﴿۱۱﴾	۱۱۔ پس اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے بچالے گا اور انہیں تروتازگی اور خوشی عطا فرمائے گا۔[۱۰]
وَجَزٰٮهُمۡ بِمَا صَبَرُوۡا جَنَّةً وَّحَرِيۡرًا ﴿۱۲﴾	۱۲۔ اور ان کے صبر کے بدلے میں انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔[۱۱]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں واپس آ گیا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۶۹)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی: اے میرے خلیل! لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ اگرچہ کفار کے ساتھ واسطہ پڑے، تم نیک لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو جاؤ گے۔ میں نے پہلے ہی سے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ جو اچھے اخلاق کا برتاؤ کرے گا میں اس کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دوں گا، جنت کے خاص مشروبات سے سیراب کروں گا اور اپنے پڑوس میں قرب عطا کروں گا۔ (المعجم الاوسط: امام طبرانی: ۶۵۰۲: جلد ۷: ص ۲۶۱، الترغیب والترھیب: جلد ۳: ص ۴۰۷: الترغیب فی الخلق الحسن)

یتیم

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی یتیم کے سر پر محبت بھرا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرے گا ہر بال کے بدلے اسے نیکیاں ملیں گی اور جس نے کسی یتیم بچے یا بچی کے ساتھ حسن سلوک کیا، میں اور وہ جنت میں ان (دو انگلیوں) کی طرح ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں یعنی درمیانی اور شہادت کی انگلی کے درمیان فاصلہ کیا۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۵۰)

قیدی

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ جنگ بدر کے کافر قیدیوں کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ ان قیدیوں کی تکریم کریں۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم پہلے ان قیدیوں کو کھانا دیتے اور خود بعد میں کھاتے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ دہر (۷۶): زیر آیت نمبر ۸)

[۱۰] نیک لوگ چونکہ قیامت کے سخت دن کے لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت کے شر اور خوف سے بچالے گا اور اس خوشی سے ان کے چہرے تروتازہ اور شگفتہ ہوں گے۔

[۱۱] نیک لوگوں نے دین کے راستے میں آنے والی تکالیف پر صبر کیا اور دین پر ثابت قدم رہے جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ انہیں

Marfat.com

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۚ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ وہ جنت میں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، وہ جنت میں نہ دھوپ کی تپش پائیں گے اور نہ ہی سردی کی شدت۔ [۱۲]

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور درختوں کے سائے ان پر جھک رہے ہوں گے اور پھلوں کے خوشے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے۔ [۱۳]

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ۙ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور ان کے اوپر چاندی کے برتنوں [۱۴] اور شیشے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا۔

قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾

۱۶۔ وہ شیشے بھی چاندی سے بنے ہوں گے جن کو انہوں (ساقیوں) نے ٹھیک اندازے سے بھرا ہوگا۔ [۱۵]

جنت میں داخل فرمائے گا اور انہیں ریشمی لباس پہنائے گا۔

[۱۲] وہ جنت میں زرنگار تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ جنت میں نہ گرمی ہوگی اور نہ ہی سردی بلکہ بڑا معتدل اور خوش گوار موسم ہوگا۔

[۱۳] اگر چہ جنت میں سورج نہیں ہوگا لیکن جو بھی قدرت کا نور وہاں ہوگا اگر کبھی جنتی وہاں سایہ کی خواہش کریں گے تو درخت سایہ کرنے کے لئے اہل جنت کے حکم کے منتظر ہوں گے۔ اسی طرح پھلوں کے خوشے بھی اہل جنت کے اشاروں کے منتظر ہوں گے، جونہی وہ خواہش کریں گے پھلوں کے خوشے جھک کر ان کے پاس آجائیں گے۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنت میں اولیاء اللہ اگر کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے یا لیٹے ہوئے کسی پھل کی خواہش کریں گے تو وہ درخت جھک کر اپنا پھل ان کے قریب کردے گا اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے توڑ لیں گے۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۵۴)

[۱۴] سورہ زخرف (۴۳) کی آیت نمبر ۷۱ میں سونے کے برتنوں کا ذکر ہے اور یہاں چاندی کے برتنوں کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل جنت کو کبھی سونے کے برتنوں میں اور کبھی چاندی کے برتنوں میں کھانا پیش کیا جائے گا۔

[۱۵] اہل جنت کو شیشے کے جن گلاسوں میں پاکیزہ شراب پیش کی جائے گی وہ شیشے چاندی سے بنائے گئے ہوں گے اور پلانے والے خدام اتنے مزاج شناس ہوں گے کہ ہر جنتی کے گلاس میں اتنا ہی مشروب ڈالیں گے جتنا اس کی خواہش ہوگی۔

Marfat.com

وَ يُسْقَوْنَ فِيهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور انہیں وہاں ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی۔[۱۶]

عَيْنًا فِيهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا ﴿۱۸﴾

۱۸۔ (یہ زنجبیل) جنت میں ایک چشمہ ہے جس کو سلسبیل کہا جاتا ہے۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُورًا ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہنے والے نوخیز لڑکے ان کے اردگرد گھومتے ہوں گے، جب تم انہیں دیکھو گے تو تم گمان کرو گے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔[۱۷]

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَّ مُلْكًا كَبِيرًا ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور تم (جنت میں) جدھر دیکھو گے تمہیں نعمتیں اور عظیم سلطنت نظر آئے گی۔[۱۸]

---

[۱۶] اہل جنت کو مختلف اوقات میں مختلف مشروب پیش کئے جائیں گے جیسا کہ آیت نمبر ۵ میں ہے کہ اہل جنت ایسے جام پئیں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی اور اس آیت میں یہ ہے کہ انہیں ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی۔ یعنی اس مشروب میں زنجبیل کے چشمے کا پانی ملا ہوا ہوگا جس سے زنجبیل کی خوشبو تو آتی ہوگی مگر اس کا ذائقہ بڑا ہی خوشگوار ہوگا۔ زنجبیل جنت میں ایک چشمہ ہے جس کو سلسبیل کہا جاتا ہے۔

[۱۷] اہل جنت کی خدمت کے لئے نوخیز لڑکے ان کے اردگرد گھوم رہے ہوں گے، وہ ہمیشہ نوخیز ہی رہیں گے، ان کی خوبصورتی اور معصومیت سدا بہار ہوگی اور وہ کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے۔ وہ موتیوں کی طرح صاف، شفاف اور تابندہ ہوں گے اور جب وہ اہل جنت کی خدمت میں گھوم رہے ہوں گے تو ایسا معلوم ہوگا جیسے موتی بکھر رہے ہوں۔

[۱۸] اس آیت میں ان نعمتوں اور سلطنت کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جنت عطا فرمائے گا۔

جنت کی نعمتیں

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔ (مسلم: ۷۳۲۲: کتاب الجنۃ: باب ۱)

جنت کی سلطنت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت میں سے جو شخص ادنیٰ درجہ کا ہوگا وہ دیکھے

Marfat.com

عَلِيَهُمۡ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضۡرٌ وَّاِسۡتَبۡرَقٌ ۡ وَّحُلُّوۡۤا اَسَاوِرَ مِنۡ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰهُمۡ رَبُّهُمۡ شَرَابًا طَهُوۡرًا ﴿۲۱﴾

۲۱۔ ان (جنتیوں کے جسموں) پر سبز باریک اور موٹے ریشم کے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے،[۱۹] اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔[۲۰]

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمۡ جَزَآءً وَّكَانَ سَعۡيُكُمۡ مَّشۡكُوۡرًا ﴿۲۲﴾ ع ۲۲ ۱۹

۲۲۔ (انہیں کہا جائے گا:) بے شک یہ تمہارا اصلہ ہے اور تمہاری محنت مقبول ہوگئی۔[۲۱]

گا کہ اس کا ملک دو ہزار سال کی مسافت تک پھیلا ہوا ہے اور وہ اپنے ملک کے دور والے حصے کو اس طرح دیکھ سکے گا جس طرح وہ قریب والے حصے کو دیکھتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ دہر (۷٦): زیر آیت نمبر ۲۰) اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: جب جنت میں ادنیٰ درجے والے جنتی پر اللہ تعالیٰ کی عطا کا یہ عالم ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ جنت کے اعلیٰ درجے والے جنتی کی سلطنت کتنی بڑی ہوگی؟ (تفسیر ابن کثیر: سورہ دہر (۷٦): زیر آیت نمبر ۲۰)

کلبی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: جنتی اپنے محل میں جلوہ گر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ اس کے پاس جنتی لباس، خوراک، مشروب اور تحفے لے کر آئے گا اور صاحب خانہ سے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کرے گا۔ یہ ہے وہ عظیم سلطنت جو اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے بندے کو عطا فرمائے گا کہ فرشتے بھی اجازت کے بغیر اس کے محل میں داخل نہیں ہوسکیں گے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ دہر (۷٦): زیر آیت نمبر ۲۰)

[۱۹] اہل جنت اپنی خواہش کے مطابق کبھی باریک ریشم اور کبھی موٹے ریشم کے کپڑے زیب تن کریں گے اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ سورہ کہف (۱۸) کی آیت نمبر ۳۱ میں سونے کے کنگنوں کا ذکر ہے اور یہاں چاندی کے کنگنوں کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل جنت کو ان کی خواہش کے مطابق کبھی سونے کے اور کبھی چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

[۲۰] پہلے دو قسم کی شرابوں کا ذکر گزر چکا ہے یعنی ایک شراب وہ ہوگی جس میں کافور کے چشمے کا پانی ملا ہوا ہوگا اور دوسری شراب وہ ہوگی جس میں زنجبیل کے چشمے کا پانی ملا ہوا ہوگا اور ان دونوں شرابوں کو غلمان یا فرشتے پیش کریں گے۔ اور یہ تیسری قسم کی شراب جس کو شراب طہور کا نام دیا گیا ہے یہ ان سے اعلیٰ قسم کی خصوصی شراب ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ خود اپنی شان کے مطابق اپنے دست قدرت سے اپنے بندوں کو پلائے گا۔

[۲۱] نیک لوگ جب جنت میں داخل ہو جائیں گے اور رنگا رنگ نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے تو انہیں بتایا جائے گا: جنت کی یہ نعمتیں تمہارے نیک اعمال کا بدلہ ہیں، اور تمہیں مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تمہاری کوشش کو قبول فرما لیا ہے۔ یہ صدائے دل نواز سن کر اہل جنت کی خوشیوں میں اور اضافہ ہو جائے گا۔

Marfat.com

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾

۲۳۔ بے شک ہم نے آپ پر تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن نازل فرمایا ہے۔[۲۲]

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾

۲۴۔ پس آپ اپنے رب کے حکم پر صبر کریں اور آپ ان میں سے کسی گناہگار یا ناشکرے کی بات نہ مانیں۔[۲۳]

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور صبح وشام اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کریں۔

وَ مِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور رات کے کچھ حصہ میں اس کو سجدہ کیا کریں اور رات کے طویل حصہ میں اس کی تسبیح کیا کریں۔[۲۴]

---

[۲۲] پہلے انبیاء علیہم السلام پر جو کتب اور صحائف نازل ہوئے ان کا نزول یک بارگی ہوا لیکن ہم نے قرآن مجید کو مختلف سورتوں اور آیات کی صورت میں جدا جدا نازل فرمایا تاکہ لوگوں کو تلاوت کرنے اور حفظ کرنے میں آسانی ہو۔ نیز آپ لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر اور درمیان میں فصل کر کے سنائیں تاکہ انہیں سمجھنے میں آسانی ہو۔ اور ہم نے اسے حالات وواقعات کے مطابق ۲۳ سالوں میں بتدریج نازل فرمایا تاکہ وہ آیات اور احکام کے موقع ومحل کو ذہن نشین رکھیں اور ان کی روشنی میں اپنے مسائل کا حل تلاش کریں۔

[۲۳] یعنی آپ اپنے رب کے احکام پر ثابت قدم رہیں، منکرین کی ایذا رسانی پر صبر کریں اور کسی ناشکرے اور گناہگار کی باتوں میں نہ آئیں۔ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے مبلغین اسلام کو تلقین کی جا رہی ہے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ نے کفار کے خوف، لالچ اور مظالم کے باوجود اپنے رب کی خاطر صبر سے کام لیا اور اپنے مشن پر ثابت قدم رہے اسی طرح انہیں بھی چاہیے کہ وہ بھی تبلیغ اسلام کے راستے میں آنے والی مشکلات پر صبر کریں اور اپنے مشن پر ثابت قدم رہیں۔

[۲۴] یعنی فرض نمازوں کے علاوہ رات کے کچھ حصہ میں نماز تہجد ادا کریں اور صبح وشام اور رات کے طویل حصہ میں اپنے رب کے نام کی تسبیح اور اس کے نام کا ذکر کیا کریں۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو احکام فرض کیے ہیں ان کے لئے ایک حد مقرر کر دی ہے۔ (مثلاً پانچ نمازیں مخصوص اوقات میں، رمضان کے روزے، حج عمر میں ایک بار، زکوٰۃ سال میں ایک بار) اور ان میں عذر کے وقت معذور لوگوں کو رخصت دے دی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کوئی آخری حد مقرر نہیں کی اور سوائے دیوانہ کے کسی کو ذکر سے رخصت نہیں دی بلکہ تمام احوال میں ذکر کا حکم دیا یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، کھڑے ہو کر، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے اور لیل ونہار میں، صبح وشام کو، بحر وبر میں، سفر وحضر میں، بیماری وتندرستی میں اور تنہائی ومجمع عام میں اس کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ (تفسیر خازن: سورہ احزاب (۳۳): زیر آیت نمبر ۴۱)

Marfat.com

إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾

٢٧۔ بے شک یہ لوگ (طالبان دنیا) جلد ملنے والی چیز سے محبت کرتے ہیں اور سخت بھاری دن (قیامت) کو اپنے پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔[٢٥]

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ أَسْرَهُمْ ۚ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾

٢٨۔ ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے اور ہم نے ہی ان کے جوڑ مضبوط بنائے ہیں اور ہم جب چاہیں گے ان کے بدلے میں ان جیسے اور لوگ لے آئیں گے۔[٢٦]

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾

٢٩۔ بے شک یہ (قرآن) نصیحت ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے۔[٢٧]

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ افضل ذکر ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے اور افضل دعا ''الحمد للہ'' ہے۔ (ترمذی: ٣٣٨٣: کتاب الدعوات: باب ٩)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح لوہے پر زنگ لگ جاتا ہے اسی طرح دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ زنگ کس طرح صاف ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتاب اللہ کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرنے سے۔ (کنز العمال: ٣٩٢۴: جلد ٢: ص ٢۴١) اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بارے میں سورہ الرعد (١٣) کی آیت نمبر ٢٨ کا حاشیہ نمبر ٣٨ اور سورہ عنکبوت (٢٩) کی آیت نمبر ۴۵ کا حاشیہ نمبر ۴١ ملاحظہ کریں۔

[٢٥] اس آیت میں منکرین قیامت کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ تمہارے پاس انکار قیامت کی ہرگز کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے ہو اور اسی سے محبت رکھتے ہو کیونکہ اس میں ہر کام کا بدلہ جلدی مل جاتا ہے اور آخرت کو پس پشت ڈال دیتے ہو کیونکہ اس کے آنے میں ابھی دیر ہے، اور انسان عام طور پر جلدی کو پسند کرتا ہے لیکن یہ نہیں سوچتا کہ اس جلد بازی کا انجام کیا ہوگا؟

[٢٦] ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے جوڑوں کو پٹھوں اور رگوں کے ساتھ ایسا مضبوط کر دیا ہے کہ وہ ساری زندگی ایک دوسرے کے ساتھ پیوستہ رہتے ہیں۔ کیا کفار مکہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ جس طرح ہم نے انسان کو مضبوط بنایا ہے اسی طرح اگر وہ نافرمانی سے باز نہ آئے اور مسلسل اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتے رہے تو ہم انہیں ہلاک کر کے ان کی جگہ اور لوگ پیدا کر سکتے ہیں۔

[٢٧] یہ قرآن مجید سراسر نصیحت ہے، اس میں حق و باطل کے راستوں کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب

Marfat.com

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۳۰

۳۰۔ اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے سوائے اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ چاہے، [۲۸] بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۳۱

۳۱۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے، اور ظالموں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

کے راستہ سے انحراف کیا ان کا انجام بد بھی بیان کر دیا گیا ہے، لہٰذا اب جو چاہے وہ راستہ اختیار کرے جو اسے اپنے رب کی رضا کی طرف لے جاتا ہے اور جو چاہے وہ راستہ اختیار کرے جو اسے جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔

[۲۸] اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی توفیق کے بغیر کوئی ہدایت نہیں پا سکتا اور اللہ تعالیٰ صرف اسی کو ہدایت کی توفیق دیتا ہے اور صرف اسے ہی اپنی جنت میں داخل فرماتا ہے جو خلوص نیت کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرتا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور ظلم وستم کا بازار گرم رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز جمعہ ۳ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۳۰ نومبر تا ۳ دسمبر یعنی تین دنوں میں سورہ دہر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ المرسلٰت (۷۷)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''مرسلات'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

قیامت کا وعدہ

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھا کر پوری تاکید کے ساتھ فرمایا کہ جس قیامت کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور آئے گی، لہٰذا تم قیامت کے آنے میں شک نہ کرو بلکہ اس کے لئے تیاری کرو۔ اس کے بعد قیامت کی نشانیاں اور اس کے چند احوال بیان کئے گئے ہیں اور پہلی قوموں میں سے جن لوگوں نے قیامت کا انکار کیا ان کی عبرت ناک سزا کا بیان کیا گیا ہے تاکہ منکرین ان سے عبرت حاصل کریں۔

دوبارہ زندہ ہونا

اس سورت کے درمیانی حصہ میں انسان کی تخلیق اور اس کی نشوونما کے مختلف مراحل کا ذکر کیا گیا ہے جن میں بے شمار ایسی نشانیاں موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ جب پانی کے ایک حقیر قطرہ سے اتنا عظیم الشان انسان پیدا کر سکتا ہے تو وہ اسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر سکتا۔

منکرین قیامت کی سزا

آیات نمبر ۲۹ تا ۴۰ میں ان احوال کا بیان کیا گیا ہے جن سے منکرین قیامت کو واسطہ پڑے گا اور جب وہ اپنے انجام بد سے گھبرا کر جھوٹ بولنے کی کوشش کریں گے تو ان کی زبانوں سے بولنے کی قوت سلب کر کے ان کے ہاتھ اور پاؤں کو دے دی جائے گی اور وہ صاف صاف حقیقت حال بیان کر دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ (قرآن: ۳۶: ۶۵) یعنی ہمارے اعضاء ہماری ہر نقل و حرکت کے چشم دید گواہ ہیں اور سیکورٹی کیمروں کی طرح ہماری ہر نقل و حرکت کی فلم بنا رہے ہیں۔ قیامت کے دن جو بھی جھوٹ بولنے کی کوشش کرے گا تو یہ اعضاء اس کا سارا کچا چٹھا کھول کر اس کے سامنے رکھ دیں گے۔

نیکوکاروں کی جزا

آیات نمبر ۴۱ تا ۴۴ میں نیک لوگوں کے اجر عظیم کا ذکر کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کی نیکیاں قبول کر کے انہیں جنت میں داخل فرمائے گا جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی رنگارنگ نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز ہفتہ ۴ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۷ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

(ایاتها ۵۰) (۷۷ سورۃ المرسلت مکیۃ ۳۳) (رکوعاتها ۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝١ — ۱۔ ان خوشگوار ہواؤں کی قسم جو پے در پے بھیجی جاتی ہیں۔[۱]

فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝٢ — ۲۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جو تند و تیز ہیں۔

وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝٣ — ۳۔ اور ان ہواؤں کی قسم جو (بادلوں کو) پھیلاتی ہیں۔

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝٤ — ۴۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو حق اور باطل میں فرق کرنے والے ہیں۔

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝٥ — ۵۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو (دلوں میں اللہ تعالیٰ کا) ذکر ڈالنے والے ہیں۔

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝٦ — ۶۔ حجت تمام کرنے یا ڈرانے کے لئے۔

---

[۱] اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھائی ہے۔قرآن مجید میں ان پانچ چیزوں کے نام ذکر نہیں کئے گئے البتہ ان کی صفات بیان کی گئی ہیں اس لئے ان چیزوں کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے۔میں نے ترجمہ میں حافظ ابن کثیر کی رائے کو اختیار کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک زیادہ واضح یہ ہے کہ پہلی تین قسموں کا تعلق ہواؤں سے ہے اور آخری دو قسموں کا تعلق فرشتوں سے ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

پہلی تین قسمیں یہ ہیں یعنی ہواؤں کی قسم جو کبھی خوش گوار ہوتی ہیں جن سے فائدہ حاصل ہوتا ہے اور کبھی تند و تیز آندھی کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جن سے نقصان ہوتا ہے اور کبھی وہ بادلوں کو مختلف علاقوں میں پھیلا دیتی ہیں جس کی وجہ سے بارش کا سلسلہ وسیع ہو جاتا ہے۔

آخری دو قسمیں یہ ہیں یعنی ان فرشتوں کی قسم جو حق و باطل کو واضح کرتے ہیں اور انبیاء و رسل علیہم السلام کے دلوں پر ذکر یعنی وحی نازل کرتے ہیں تا کہ لوگوں پر حجت قائم ہو جائے اور کوئی انکار نہ کر سکے کہ ان کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اور ہم نے) خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے تا کہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہے۔ (قرآن: ۴:۱۶۵)

Marfat.com

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝۷ | ۷۔ بے شک تم سے جو (قیامت کا) وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔[۲]

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝۸ | ۸۔ پھر جب ستارے بے نور کردیئے جائیں گے۔

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝۹ | ۹۔ اور جب آسمان پھاڑ دیا جائے گا۔[۳]

وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝۱۰ | ۱۰۔ اور جب پہاڑ (ریزہ ریزہ کر کے) اڑا دیئے جائیں گے۔

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝۱۱ | ۱۱۔ اور جب رسولوں کو وقت مقررہ پر جمع کیا جائے گا۔

لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝۱۲ | ۱۲۔ کس دن کے لئے (قیامت) کو موخر کیا گیا ہے۔[۴]

لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝۱۳ | ۱۳۔ فیصلہ کے دن کے لئے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝۱۴ | ۱۴۔ اور آپ کو کیا خبر کہ فیصلہ کا دن کیا ہے؟

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۵ | ۱۵۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔[۵]

[۲] اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسمیں کھا کر پوری تاکید کے ساتھ فرمایا کہ جس قیامت کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا، لہٰذا تم قیامت کے آنے میں شک نہ کرو بلکہ اس کے لئے تیاری کرو۔

[۳] ان آیات میں قیام قیامت کے چند احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی ستاروں کی روشنی زائل کردی جائے گی، آسمان پھٹ جائے گا، پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیئے جائیں گے اور جب ساری امتیں میدان حشر میں وقت مقررہ پر اکٹھی ہو جائیں گی تو ان پر گواہی دینے کے لئے انبیاء ورسل علیہم السلام بھی تشریف فرما ہوں گے۔

[۴] علامات قیامت کے رونپذیر ہونے میں تاخیر کیوں کی گئی ہے؟ قیامت کا دن چونکہ حتمی فیصلے کا دن ہے اس لئے اس کو موخر کرنے میں حکمت یہ تھی تاکہ سب لوگ اپنی اپنی زندگی کی مقررہ مدت پوری کرلیں اور اس کے بعد ان کی جزا و سزا کا فیصلہ کیا جائے۔

[۵] قیامت کے دن کی ہولناکی اور شدت کو بیان کرنے کے لئے تعجب کا اظہار کیا جارہا ہے یعنی اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی، تباہی اور جہنم کی آگ ہوگی اور اگر اہل مکہ کو یقین نہیں آتا تو گزشتہ جھٹلانے والی قوموں یعنی عاد و ثمود وغیرہ کے انجام سے عبرت حاصل کریں، اگر ہم انہیں ہلاک کر سکتے ہیں تو تمہیں بھی ہلاک کیا جاسکتا ہے۔ ہم مجرموں کو ہمیشہ ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور اگر وہ اس دنیا میں سزا سے بچ گئے تو بھی انہیں آخرت کی خرابی اور جہنم کی آگ سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

Marfat.com

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶﴾	۱۶۔ کیا ہم نے پہلے (جھٹلانے والے) لوگوں کو ہلاک نہیں کر دیا تھا؟
ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾	۱۷۔ پھر ہم ان کے بعد والے لوگوں کو لاتے رہے۔
كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾	۱۸۔ ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾	۱۹۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔
اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾	۲۰۔ کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟
فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾	۲۱۔ پھر ہم نے اس کو ایک محفوظ جگہ (رحم مادر) میں رکھا۔[۶]
اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾	۲۲۔ ایک معین مدت تک۔
فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾	۲۳۔ پھر ہم نے ایک اندازہ کیا، پس ہم کیا ہی خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾	۲۴۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔
اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾	۲۵۔ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟
اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾	۲۶۔ زندوں کو بھی اور مُردوں کو بھی۔[۷]

[۶] اے انسان! کیا تم نے کبھی غور کیا کہ ہم نے کس طرح تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا کیا۔ اس پانی کے قطرہ کو ہم نے ایک معین مدت یعنی تقریباً نو ماہ کے لئے شکم مادر میں رکھا اور وہاں ہم نے تمہارے کان، آنکھیں، ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضاء کو ایسے حسین اندازے کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر چسپاں کیا کہ تم ایک کامل انسان بن کر نمودار ہوئے۔ اس کے باوجود بھی اگر تم میری قدرت کو جھٹلاتے ہو تو پھر آخرت کی خرابی اور جہنم کی آگ ہی تمہارا ٹھکانا ہوگا۔

[۷] اے انسان! ہم نے زمین کو اس اندازے سے بچھایا ہے کہ یہ زندہ لوگوں کی خوراک کے لئے فصلیں اگاتی ہے اور مرنے والوں کے لئے قبر مہیا کرتی ہے۔ نیز زمین پر ہم نے بڑے مضبوط اور بلند پہاڑ رکھ دیئے ہیں جن میں معدنیات کے خزانے ہیں اور اسی زمین سے میٹھے پانی کے چشمے اور دریا جاری کر دیئے ہیں جو انسانوں اور حیوانوں کو پینے کا پانی مہیا کرتے ہیں۔

Marfat.com

وَّ جَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾

٢٧۔ اور ہم نے زمین میں بلند اور بھاری پہاڑ بنائے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾

٢٨۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾

٢٩۔ چلو اس (آگ) کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے۔[٨]

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾

٣٠۔ چلو (دوزخ کے دھوئیں کے) اس سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے۔

لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾

٣١۔ جو نہ (ٹھنڈا) سایہ فراہم کرتا ہے اور نہ ہی (آگ کے) شعلہ سے بچاتا ہے۔

اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾

٣٢۔ بلکہ وہ (دوزخ) محل کی طرح (بڑے بڑے) انگارے برسائے گی۔[٩]

كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾

٣٣۔ گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

زمین اور پہاڑوں کے اس نظام میں بے شمار نشانیاں موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں، اس کے باوجود بھی اگر کوئی انسان اس کی قدرت کو جھٹلاتا ہے تو پھر اسے آخرت میں خرابی اور آگ کے سوا اور کچھ نہیں ملے گا۔

[٨] منکرین قیامت کو میدان حشر میں جن احوال کا سامنا کرنا پڑے گا ان آیات میں ان کی نشاندہی کی جارہی ہے یعنی انہیں کہا جائے گا: جہنم کی جس آگ کا تم انکار کرتے تھے اب اس کی طرف چلو تمہارا ٹھکانا وہی ہے۔ دوزخ کی آگ سے جو دھواں اٹھ رہا ہوگا وہ اس طرح پھیل جائے گا کہ منکرین کو دائیں، بائیں اور اوپر یعنی تینوں اطراف سے گھیر لے گا۔ پہلے پہل منکرین خیال کریں گے کہ یہ سایہ ہے مگر جب وہاں پہنچیں گے تو انہیں علم ہوگا کہ یہ سایہ نہیں جو انہیں سورج کی تپش اور آگ کے شعلوں سے بچائے بلکہ یہ تو دوزخ کی آگ کا دھواں ہے جو انہیں جھلسا کے رکھ دے گا۔

[٩] دوزخ کی آگ کے شعلے اور انگارے جب فضا میں بلند ہوں گے تو وہ اتنے بڑے ہوں گے جیسے محلات اور قلعے ہوتے ہیں اور جب وہ پھٹ کر دوزخیوں پر برسیں گے تو یوں معلوم ہوگا جیسے سیاہی مائل زرد رنگ کے آگ کے اونٹ ان پر گر رہے ہیں جو انہیں جلا کر ان کا کچومر نکال دیں گے، ان احوال کو سننے کے بعد بھی جو قیامت کو جھٹلاتے ہیں اس دن وہ اس آگ سے کیسے بچ سکیں گے۔

Marfat.com

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۳۴﴾
۳۴۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔

هٰذَا يَوۡمُ لَا يَنۡطِقُوۡنَ ﴿۳۵﴾
۳۵۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں وہ نہ بول سکیں گے۔[۱۰]

وَلَا يُؤۡذَنُ لَهُمۡ فَيَعۡتَذِرُوۡنَ ﴿۳۶﴾
۳۶۔ اور نہ ہی انہیں عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی۔

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۳۷﴾
۳۷۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔

هٰذَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ ۚ جَمَعۡنٰكُمۡ وَالۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۳۸﴾
۳۸۔ یہ فیصلہ کا دن ہے جس میں ہم نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو جمع کر دیا ہے۔[۱۱]

---

[۱۰] اس کا مطلب یہ نہیں کہ میدان حشر میں آتے ہی منکرین کی قوت گویائی سلب کر لی جائے گی، ایسا نہیں ہے بلکہ انہیں صفائی کا پورا موقع دیا جائے گا مگر جب وہ جھوٹ بولیں گے جس کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا رب ہے! ہم مشرک نہیں تھے۔ (قرآن: ۶:۲۳) تو اس واضح غلط بیانی پر ان کی زبانوں کو سیل کر دیا جائے گا یعنی ان کی زبانوں سے بولنے کی قوت سلب کر کے ان کے ہاتھ اور پاؤں کو دے دی جائے گی اور وہ صاف صاف حقیقت حال بیان کر دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ (قرآن: ۳۶:۶۵) ہمارے اعضاء ہماری ہر نقل و حرکت کے چشم دید گواہ ہیں اور سیکورٹی کیمروں کی طرح ہماری ہر نقل و حرکت کی فلم بنا رہے ہیں۔ قیامت کے دن جو بھی جھوٹ بولنے کی کوشش کرے گا یہ اعضاء اس کا سارا کچا چٹھا کھول کر اس کے سامنے رکھ دیں گے۔

[۱۱] قیامت کے دن جب منکرین کو جہنم کا فیصلہ سنا دیا جائے گا تو انہیں کہا جائے گا: آج ایسے فیصلہ کا دن ہے جس میں صرف تم ہی نہیں بلکہ تم سے پہلے سب لوگوں کے فیصلے کر دیئے گئے ہیں۔ دنیا میں تو تم اپنے اثر و رسوخ اور حیلے بہانوں کے سہارے سزا سے بچ جایا کرتے تھے، اب اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مکر یا حربہ ہے جس کے ذریعہ تم میرے عذاب سے بچ سکو تو تم اس کو استعمال کر کے دیکھ لو، مگر یاد رکھو! آج تمہارا کوئی حربہ کامیاب نہیں ہوگا اور تمہیں انکار قیامت کی سزا بھگتنا پڑے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے گروہ جن و انس! اگر تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل سکو تو تم نکل جاؤ، تم جہاں بھی جاؤ گے وہاں اسی کی سلطنت ہوگی۔ (قرآن: ۵۵:۳۳) یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سرکش جنات اور انسانوں کو فرمائے گا: اگر تم میری گرفت سے بچنے کے لئے آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ، لیکن سن لو! تمہارے اندر اتنی طاقت نہیں ہے کہ تم میری اجازت کے بغیر اس کائنات سے باہر نکل سکو اور بفرض محال اگر تم نکلنے کی کوشش بھی کرو تو جاؤ گے کہاں؟ ہر جگہ میری ہی سلطنت ہے، لہٰذا تم کہیں بھی میری سزا سے ہرگز نہ بچ سکو گے۔

Marfat.com

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾	۳۹۔ اب اگر تمہارے پاس کوئی چال ہے تو میرے خلاف استعمال کرلو۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾ ع	۴۰۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾	۴۱۔ بے شک پرہیزگار لوگ (خوشگوار) سایوں میں اور چشموں میں ہوں گے۔ [۱۲]
وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾	۴۲۔ اوران پھلوں میں ہوں گے جن کو وہ پسند کریں گے۔
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾	۴۳۔ (ان سے کہا جائے گا:) خوب مزے سے کھاؤ اور پیوان اعمال کے صلہ میں جوتم کیا کرتے تھے۔
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾	۴۴۔ بے شک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾	۴۵۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔
كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾	۴۶۔ (اے منکرو!) تم تھوڑا سا عرصہ کھالو اور فائدہ اٹھالو، بے شک تم مجرم ہو۔ [۱۳]
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾	۴۷۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔

[۱۲] جولوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے آخرت میں اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل فرمائے گا جہاں خوشگوار سائے، میٹھے پانی کے چشمے اوران کی پسند کے پھل موجود ہوں گے اور انہیں کہا جائے گا: یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کو خوب مزے سے کھاؤ اور پیو، یہ تمہارے ان نیک اعمال کا صلہ ہیں جوتم دنیا میں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو اپنے فضل وکرم سے اسی طرح بہترین جزا عطا فرماتا ہے، مگر جو اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے اور قیامت کا انکار کرتے رہے آج ان کے لئے خرابی اور تباہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

[۱۳] اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا جنہوں نے لوگوں کو بتایا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کے مجرم قرار پائیں گے، لہٰذا وہ زندگی کا محدود سا عرصہ خوب کھالیں اور دنیا کی چیزوں سے فائدہ اٹھالیں اور پھر جرائم کی سزا کے لئے تیار ہوجائیں، جونہی مہلت کی گھڑیاں ختم ہوں گی تو انہیں جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

Marfat.com

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿٤٨﴾ ۴۸۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ (اپنے رب کے سامنے) جھکو تو وہ نہیں جھکتے۔[۱۴]

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾ ۴۹۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾ ۵۰۔ اس (قرآن) کے بعد پھر وہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔[۱۵]

---

[۱۴] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں اور اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے قیامت کے دن ان کو خرابی اور تباہی کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

[۱۵] اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں ان میں قرآن مجید سب سے آخری کتاب ہے، اس میں حق و باطل کے راستوں کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر منکرین اس کتاب پر ایمان نہیں لاتے تو پھر کس بات پر ایمان لائیں گے؟ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ کسی کتاب پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعۃ الکرم، برطانیہ

بعد از چاشت بروز اتوار ۵ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۸ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۴ تا ۵ دسمبر یعنی ایک دن میں سورہ مرسلات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

۲۹ ویں پارہ کی تفسیر کا آغاز ۲۶ راکتوبر ۲۰۱۰ء کو کیا تھا اور آج ۵ دسمبر ۲۰۱۰ء یعنی ایک ماہ اور نو دنوں میں ۲۹ ویں پارہ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ النبا (۷۸)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''نبا'' ہے جو اس سورت کی دوسری آیت سے ماخوذ ہے۔

قیامت برحق ہے

اس سورت کے آغاز اور اختتام پر منکرین قیامت کو تنبیہ کی گئی ہے کہ قیامت کے بارے میں ان کا خیال ہرگز صحیح نہیں ہے، بلکہ قیامت برحق ہے اور وہ اپنے طے شدہ وقت پر ضرور آئے گی اور عنقریب وہ خود بھی جان لیں گے کیونکہ جونہی وہ مریں گے انہیں آخرت کے احوال کا انکشاف ہو جائے گا۔ اس دن کفار اپنے انجام بد کو دیکھ کر کہیں گے کہ کاش وہ مٹی ہوتے اور انہیں حساب و کتاب کے لئے کھڑا نہ کیا جاتا مگر اس دن کا پچھتانا بے سود ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت

آیات نمبر ۶ تا ۱۶ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے چند ایسے مظاہر بیان کئے گئے ہیں جن میں غور کرنے سے قیامت پر ایمان لانا آسان ہو جاتا ہے یعنی جس اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان، رات اور دن، پہاڑ، بادل اور سورج کو بنایا اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ انسان کو پہلے کی طرح دوبارہ پیدا کر دے۔

جنت اور دوزخ

آیات نمبر ۲۱ تا ۳۶ میں بیان کیا گیا ہے کہ سرکش لوگ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے اور جب بھی انہیں پیاس لگے گی تو انہیں پیپ اور کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا جبکہ ان کے برعکس پرہیزگار لوگ ہمیشہ جنت میں رہیں گے جہاں ہر قسم کے پھل، جواں سال ہم عمر بیویاں اور پاکیزہ شراب کے جام ہوں گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز پیر ۶ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۹ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

Marfat.com

اٰیاتھا ۴۰ | ۷۸ سُوْرَۃُ النَّبَاِ مَکِّیَّۃٌ ۸۰ | رکوعاتھا ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ ۱۔ وہ لوگ کس چیز کے متعلق آپس میں سوال کرتے ہیں؟

عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ ۲۔ (کیا) اس بڑی خبر کے متعلق؟[۱]

الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ؕ﴿۳﴾ ۳۔ جس کے بارے میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ ۴۔ ہرگز نہیں، وہ عنقریب جان لیں گے۔[۲]

ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵﴾ ۵۔ پھر ہرگز نہیں، وہ عنقریب جان لیں گے۔

---

[۱] نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ کو جب بڑی خبر یعنی قیامت پر ایمان لانے کی دعوت دی تو وہ آپس میں سوال کرنے لگے: قیامت کیا ہے؟ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا کیسے ممکن ہے؟ اس پر کفار کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔

۱۔ بعض کفار نے قیامت کا صاف انکار کر دیا اور قرآن کے الفاظ میں وہ کہتے تھے: {ہماری زندگی صرف یہی دنیاوی زندگی ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہیں کئے جائیں گے۔} (قرآن ۶:۲۹)

۲۔ بعض کفار نے قیامت کا قطعی انکار تو نہ کیا لیکن انہیں یقین بھی نہ تھا کہ قیامت آئے گی یا نہیں آئے گی؟ قرآن کے الفاظ میں وہ کہتے تھے: {ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے؟ ہم صرف گمان کرتے تھے اور ہم یقین کرنے والے نہیں تھے۔} (قرآن ۴۵:۳۲)

۳۔ اور بعض کفار قیامت کے منکر بھی تھے مگر ان کا یہ گمان بھی تھا کہ اگر قیامت قائم ہوئی تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں عزت دی ہے اسی طرح وہاں بھی ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرے گا۔ قرآن کے الفاظ میں اس گروہ کے نمائندے نے کہا: {اور میں گمان نہیں کرتا تھا کہ قیامت قائم ہو گی اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً اس کے پاس میرے لئے اچھائی ہی ہو گی۔} (قرآن ۴۱:۵۰)

[۲] گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے منکرین قیامت کے سوالات بیان فرمائے ہیں یعنی ان کے خیال میں قیامت نہیں آئے گی۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کا جواب دیا ہے یعنی قیامت کے بارے میں ان کا خیال ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ قیامت ضرور آئے گی اور تاکید کے لئے دوبار فرمایا کہ عنقریب منکرین کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ قیامت برحق ہے کیونکہ جونہی وہ

Marfat.com

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿۶﴾
۶۔ کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا؟

وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿۷﴾
۷۔ اور پہاڑوں کو میخیں۔

وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴿۸﴾
۸۔ اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔[۳]

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿۹﴾
۹۔ اور ہم نے تمہاری نیند کو راحت (کا سبب) بنایا۔[۴]

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾
۱۰۔ اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا۔

مریں گے انہیں آخرت کے احوال کا انکشاف ہو جائے گا۔

[۳] آنے والی آیات میں اللہ تعالیٰ نے چند ایسی نشانیوں کا ذکر کیا ہے جو اس کی عظیم قدرت اور حسین حکمت پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً زمین اگرچہ کرہ کی طرح گول ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو انسانوں کے فائدہ کے لئے فرش کی طرح بچھا دیا ہے اور اس میں پہاڑوں کو میخوں کی طرح نصب کر دیا ہے اور ان پہاڑوں میں بھی انسانوں کے فائدے کے لئے معدنیات کے خزانے موجود ہیں پھر اس نے انسانوں کو جوڑا جوڑا یعنی نر اور مادہ پیدا فرمایا ہے، اگر سب کو مرد یا سب کو عورت بنا دیتا تو نسل انسانی کا سلسلہ منقطع ہو جاتا اور یہ زمین انسانوں سے محروم ہو چکی ہوتی۔ اس میں غور طلب بات یہ ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے وسیع زمین، عظیم پہاڑ اور حسین ترین انسان کو بنایا کیا اس میں اتنی قدرت نہیں کہ وہ انسان کو دوبارہ پیدا کر سکے؟

زمین گول ہے

زمین چپٹی نہیں ہے بلکہ کرہ اور گیند کی طرح گول ہے جیسا کہ امام رازی نے آج سے ۸۳۲ سال پہلے ۶۰۰ ہجری میں فرمایا:
بیشک یہ بات دلائل سے ثابت ہو چکی ہے کہ زمین ایک کرہ ہے، اور کرہ جب بہت بڑا ہو تو اس کی ہر سطح چپٹی نظر آتی ہے۔
(تفسیر کبیر: سورہ رعد (۱۳): زیر آیت نمبر ۳)

[۴] دن کے وقت انسان کا دماغ، آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ روزگار کے مشاغل میں سرگرم رہتے ہیں۔ رات کو جب انسان سارے مشاغل سے منقطع ہو کر سوتا ہے تو نیند اس کے سارے اعضاء کی تھکاوٹ کو دور کر دیتی ہے۔ نیز جس طرح لباس انسان کے بدن کو چھپاتا ہے اور سردی گرمی کے اثرات سے محفوظ رکھتا ہے اسی طرح رات کی تاریکی بھی ہر چیز کو چھپا لیتی ہے، دن کی روشنی غائب ہو جاتی ہے، لوگوں کی آمد و رفت اور پرندوں کا شور و غل بھی ختم ہو جاتا ہے اور انسان موسم کے مطابق کپڑے استعمال کر کے مکمل راحت اور خلوت حاصل کرتا ہے، پھر جب دن کی روشنی آتی ہے تو تازہ دم ہو کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور رزق کی تلاش میں سرگرم ہو جاتا ہے۔ رات اور دن کا یہ حسین نظام ایک عظیم مدبر یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتا ہے جس نے نظام زندگی میں توازن قائم رکھنے کے لئے دن اور رات کا سلسلہ شروع کیا۔

Marfat.com

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾	۱۱۔ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا۔
وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾	۱۲۔ اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے۔[۵]
وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾	۱۳۔ اور ہم نے ایک روشن چراغ (سورج) بنایا۔
وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾	۱۴۔ اور ہم نے بادلوں سے موسلا دھار پانی برسایا۔
لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿۱۵﴾	۱۵۔ تاکہ ہم اس کے ذریعہ اناج اور سبزہ اگائیں۔[۶]
وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾	۱۶۔ اور گھنے باغات۔
اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾	۱۷۔ بے شک فیصلے کا دن ایک طے شدہ وقت ہے۔[۷]

نیند بہت بڑی نعمت ہے

نیند سے امیر اور غریب دونوں یکساں استفادہ کرتے ہیں اور جس کو نیند نہ آئے اس کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے، وہ خواب آور گولیوں کے ذریعہ نیند لانے کی کوشش کرتا ہے۔

[۵] کیا تم نے کبھی غور کیا کہ ہم نے تمہارے اوپر آسمان کو کتنا مضبوط بنایا ہے کہ لاکھوں سال گزر جانے کے بعد بھی اس میں کوئی کمزوری اور دراڑ نہیں آئی۔ اسی طرح آسمان کے نیچے فلک میں سورج کو دیکھو لاکھوں سال گزر جانے کے بعد بھی اس کی روشنی اور حرارت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ جس اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا آسمان اور سورج پیدا فرمایا ہے کیا وہ ۵/۶ فٹ کے انسان کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟

[۶] اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بے مقصد نہیں بنائی حتیٰ کہ آسمان کے نیچے جو فضا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اس فضا میں جب پانی کے بخارات بلند ہوتے ہیں تو بادلوں کی صورت میں موسلا دھار پانی برساتے ہیں جس سے اناج، سبزہ اور گھنے باغات پروان چڑھتے ہیں اور انسانوں اور حیوانوں کی خوراک کا انتظام ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے صرف فضا کو بے مقصد پیدا نہیں فرمایا تو انسان کو سوچنا چاہیے کہ اس کو بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس کا ایک مقصد ہے اور اسی مقصد کی جوابدہی کے لئے اسے قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

[۷] اللہ تعالیٰ نے جتنے انسانوں کو پیدا کرنے کا پروگرام بنایا ہے جب تک وہ سارے انسان پیدا ہو کر اپنی اپنی زندگی کی مدت پوری نہ کر لیں اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، وہ

Marfat.com

يَّوۡمَ يُنۡفَخُ فِى الصُّوۡرِ فَتَاۡتُوۡنَ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۱۸﴾

۱۸۔ جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم فوج در فوج چلے آؤ گے۔

وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتۡ اَبۡوَابًا ۙ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور آسمان کھول دیا جائے گا تو اس میں دروازے ہی دروازے بن جائیں گے۔[۸]

وَّسُيِّرَتِ الۡجِبَالُ فَكَانَتۡ سَرَابًا ؕ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے تو وہ سراب بن جائیں گے۔

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتۡ مِرۡصَادًا ۙ﴿۲۱﴾

۲۱۔ بے شک دوزخ گھات میں ہے۔[۹]

لِّلطّٰغِيۡنَ مَاٰبًا ۙ﴿۲۲﴾

۲۲۔ (وہ) سرکشوں کا ٹھکانا ہے۔

لّٰبِثِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَحۡقَابًا ۚ﴿۲۳﴾

۲۳۔ جس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے۔

لَا يَذُوۡقُوۡنَ فِيۡهَا بَرۡدًا وَّلَا شَرَابًا ۙ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اس میں نہ وہ ٹھنڈک پا سکیں گے اور نہ ہی پینے کی کوئی چیز۔[۱۰]

اس سے پہلے نہیں آئے گی مگر جب وہ طے شدہ وقت آ گیا تو دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور سب لوگ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور فوج در فوج میزان عدل کی طرف چلے آئیں گے۔

[۸] قیامت کے ابتدائی مرحلوں میں آسمان پھٹ کر دروازے ہی دروازے بن جائے گا یعنی اس میں جگہ جگہ شگاف پڑ جائیں گے اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیئے جائیں گے اور ریت کے ان باریک ذروں کی طرح بن جائیں گے جو دور سے پانی کی طرح نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں پانی نام کی کوئی چیز وہاں نہیں ہوتی۔

[۹] اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو سرکشوں کا ٹھکانا بنایا ہے اس لئے وہ سرکشوں کا انتظار کر رہا ہے اور جب سرکش اس میں آ جائیں گے تو پھر ہمیشہ اسی میں رہیں گے، جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ آخرت کی مدتوں (احقاب) سے مراد ایسی مدت ہے جس کی کوئی انتہا نہ ہو یعنی سرکش لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ (تفسیر قرطبی) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے تو اس کے لئے یقیناً دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔} (قرآن: ۷۲:۲۳)

[۱۰] دوزخیوں کو جہنم کی تپش سے بچنے کے لئے نہ تو ٹھنڈک میسر ہوگی اور نہ ہی پینے کا پانی بلکہ جب بھی وہ پینے کی خواہش کریں گے تو انہیں پیپ اور کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا، اور یہ ان پر ظلم نہیں ہوگا بلکہ یہ سزا ان کے اعمال کے مطابق ہوگی۔

Marfat.com

إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾	۲۵۔ سوائے کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کے۔
جَزَاءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾	۲۶۔ (یہی ان کی سرکشی کا) پورا بدلہ ہے۔
إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾	۲۷۔ بے شک وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے۔[۱۱]
وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾	۲۸۔ اور انہوں نے ہماری آیتوں کو خوب جھٹلایا۔
وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾	۲۹۔ اور ہم نے ہر چیز کو گن کر لکھ رکھا ہے۔[۱۲]
فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾	۳۰۔ پس (اپنی سرکشی کا مزہ) چکھو! اب ہم تمہارا عذاب بڑھاتے ہی رہیں گے۔
إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾	۳۱۔ بے شک پرہیزگاروں کے لئے کامیابی ہے۔[۱۳]
حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾	۳۲۔ (ان کے لئے) باغات اور انگور ہیں۔
وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾	۳۳۔ اور جواں سال ہم عمر بیویاں ہیں۔

[۱۱] دوزخیوں کو دوزخ میں کیوں ڈالا جائے گا؟ ان دو آیات میں اس کی دو وجوہات بیان کی گئی ہیں یعنی وہ قیامت کے منکر تھے اس لئے وہ حساب و کتاب کی امید نہیں رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے منکر تھے اس لئے اس کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔

[۱۲] اللہ تعالیٰ سب انسانوں کے اعمال کو خوب جانتا ہے۔ نیز اس نے لوح محفوظ اور نامہ اعمال میں بھی ہر چیز کو لکھا کر محفوظ کر دیا ہے اور قیامت کے دن منکرین کی ہر برائی کو گن کر ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا: پس اپنی سرکشی کا مزہ چکھو، اب تمہارا عذاب کبھی کم نہیں ہوگا بلکہ تمہاری سرکشی کے مطابق بڑھتا ہی رہے گا۔

[۱۳] سرکش لوگوں کی سزا کے بعد پرہیزگار لوگوں کی کامیابی اور ان کے لئے مخصوص انعامات کا ذکر کیا جا رہا ہے یعنی ان کے لئے جنت میں ایسے باغات ہوں گے جن میں ہر قسم کے پھل اور بالخصوص انگور کثرت سے ہوں گے، وہاں ان کے لئے جواں سال ہم عمر بیویاں اور شراب کے چھلکتے ہوئے جام ہوں گے، مگر وہ دنیاوی شراب نہیں ہوگی جس کے پینے کے بعد انسان کے حواس ناکارہ ہو جاتے ہیں اور وہ جھوٹی اور بے ہودہ باتیں کرنے لگتا ہے بلکہ یہ جنت کی ایسی بے نظیر شراب ہوگی جس کے پینے سے انسان کے حسن اخلاق اور حسن گفتار میں مزید نکھار پیدا ہوگا۔ اور یہ ساری نعمتیں پرہیزگاروں کی نیکیوں کے بدلے میں ان کے لئے کافی بڑا انعام ہوگا جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

وَّ كَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور چھلکتے ہوئے جام ہیں۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾

۳۵۔ وہاں نہ تو وہ کوئی لغو بات سنیں گے اور نہ ہی جھوٹ۔

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾

۳۶۔ یہ آپ کے رب کی طرف سے بدلہ ہے، جو کافی بڑا انعام ہے۔

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾

۳۷۔ وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے، بہت ہی مہربان ہے، اور کسی میں اتنی جرأت نہیں ہوگی کہ (بغیر اجازت کے) اس سے بات بھی کر سکے۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اس دن جبریل اور تمام فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے اور کوئی بات نہیں کر سکے گا سوائے اس کے جس کو رحمٰن تعالیٰ اجازت دے گا اور وہ بات بھی صحیح کہے گا۔ [۱۴]

---

[۱۴] اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر چیز کا رب ہے اور بلاشبہ وہ بہت ہی مہربان ہے مگر قیامت کے دن اس کے جلال کا عالم یہ ہوگا کہ جبریل امین اور سارے فرشتے بھی صف بستہ خاموش کھڑے ہوں گے اور زمین و آسمان کی کسی مخلوق میں اتنی جرأت نہیں ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کی شفاعت کے لئے لب کشائی کر سکے، البتہ وہ خوش نصیب جن کو اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی گزارشات پیش کریں گے اور یہ وہی خوش نصیب ہوں گے جنہوں نے دنیا میں بھی حق بات کہی تھی اور میدان حشر میں بھی حق بات ہی کہیں گے۔ ان میں سرفہرست کون ہوگا؟ درج ذیل حدیث پڑھیں اور اپنے ایمان کو تازہ کریں:

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی طرح بے قرار ہوں گے، سو وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہمارے لئے اپنے رب سے شفاعت کریں۔ وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ خلیل الرحمٰن ہیں، پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، پھر وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں لیکن تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، پھر وہ میرے پاس آئیں گے، پس میں کہوں گا کہ میں اس کے لئے ہوں، پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے

Marfat.com

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝۳۹

۳۹۔ وہ دن برحق ہے، پس جو شخص چاہے اپنے رب کے قرب میں اپنا ٹھکانا بنالے۔[۱۵]

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝۴۰

۴۰۔ بے شک ہم نے تمہیں عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے، اس دن ہر شخص دیکھ لے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اور کافر کہے گا: اے کاش! میں مٹی ہوتا۔[۱۶]

اجازت دے دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ میرے دل میں اپنی حمد کے ایسے کلمات ڈالے گا جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہیں اور میں ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور اللہ تعالیٰ کے لئے سجدے میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنا سر اٹھائیے، آپ کہئے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت۔ آپ سے کہا جائے گا: آپ جائیے اور دوزخ سے ان کو نکال لیجئے جن کے دل میں ایک جو کے برابر بھی ایمان ہو، پس میں جاؤں گا اور اسی طرح کروں گا، پھر میں واپس آ کر انہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیے اور کہئے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت، پھر کہا جائے گا: آپ جائیے جس کے دل میں ایک ذرہ یا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے، پھر میں تیسری بار انہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور سجدے میں گر جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ جائیے جس کے دل میں ادنیٰ رائی کے دانے سے بھی ادنیٰ ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے، پس میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا، پھر میں چوتھی بار جاؤں گا اور پہلے کی طرح سجدے میں گر جاؤں گا تو حکم ہوگا شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے میرے رب! مجھے اس شخص کے لئے اجازت دیجئے جس نے لا الہ الا اللہ پڑھا ہو، پس وہ فرمائے گا: میری عزت اور میرے جلال اور میری کبریائی اور میری عظمت کی قسم! جس شخص نے لا الہ الا اللہ پڑھا ہو میں اس شخص کو ضرور دوزخ سے نکالوں گا۔

(بخاری: ۷۵۱۰: کتاب التوحید: باب ۳۶، مسلم: ۱۹۳: کتاب الایمان: باب ۸۴)

[۱۵] اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعہ حق و باطل کو بالکل واضح فرما دیا ہے اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ قیامت کا دن برحق ہے وہ بہر صورت آ کر رہے گا اور اس میں تمہارا حساب و کتاب ہوگا اور تمہارے اعمال کے مطابق تمہاری جزا و سزا کا فیصلہ کیا جائے گا، لہٰذا جو شخص چاہتا ہے کہ وہ جنت میں اپنے رب کا قرب حاصل کرے تو اسے چاہیے کہ وہ تقویٰ اختیار کرے کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے رب کا قرب حاصل کرتا ہے۔

[۱۶] اے انسان! ہم نے تجھے قیامت کے عذاب سے آگاہ کر دیا ہے اور جونہی تیری موت آئے گی تیرے عذاب کے ابتدائی

Marfat.com

مراحل شروع ہوجائیں گے اور ہر انسان نے جو اعمال کئے ہوں گے وہ ویڈیو فلم کی طرح اس کے سامنے عیاں ہوجائیں گے اور وہ ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ اس دن کافر اپنے انجام بد کو دیکھ کر خواہش کرے گا کہ کاش! وہ مٹی ہی رہتا، اس کو انسان نہ بنایا جاتا تو آج وہ اس عذاب میں مبتلا نہ ہوتا، مگر اس دن کا پچھتانا بے سود ہوگا، لہٰذا آج ہی انسان کو چاہیے کہ پوری سنجیدگی کے ساتھ آخرت کو یاد رکھے اور اس کے لئے تیاری کرے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز بدھ ۸ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۶ تا ۸ دسمبر یعنی دو دنوں میں سورہ نبا کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ النّٰزعٰت (۷۹)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''نازعات'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

قیامت برحق ہے

کفار نے جب قیامت کے احوال سنے تو وہ اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے آپس میں کہنے لگے: بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب ہم مرکر بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے تو پھر ہمیں دوبارہ زندہ کردیا جائے گا، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اس سورت کی ابتدائی ۱۴ آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے پانچ احوال کی قسم کھا کر روز قیامت کے چند احوال بیان کئے ہیں۔ یعنی قیامت کے ابتدائی مراحل میں جب لرزا دینے والی صور کی پہلی آواز آئے گی تو ساری کائنات لرز اٹھے گی اور ہر چیز فنا ہوجائے گی۔ پھر اس کے چالیس سال بعد جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ زندہ ہوکر قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور اس سورت کی آخری پانچ آیات میں پھر قیامت کا ذکر کیا گیا ہے یعنی قیامت کے منکرین جب خود قیامت کو دیکھ لیں گے تو وہ دنیاوی عیش وعشرت بھول جائیں گے اور انہیں ایسا محسوس ہوگا کہ گویا وہ دنیا میں صرف ایک شام یا ایک صبح کا وقت ٹھہرے تھے یعنی دنیا کی زندگی انہیں بہت قلیل معلوم ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ

آیات نمبر ۱۵ تا ۲۶ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی یاددہانی فرمائی ہے۔ یعنی ہم نے طویٰ کی مقدس وادی میں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ آپ فرعون کے پاس جائیں اور اس کو حق اور انصاف کی دعوت دیں کیونکہ وہ بڑا سرکش ہوگیا ہے، وہ رب ہونے کا دعویٰ کرکے اپنے حقیقی رب کا نافرمان ہوگیا ہے اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر ان کے حقوق غصب کررہا ہے۔

قیامت کے دلائل

آیات نمبر ۲۷ تا ۳۳ میں منکرین قیامت کو قدرت کی چند نشانیوں کے حوالے سے قیامت کے دلائل پیش کئے جارہے ہیں یعنی جس اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان آسمان، وسیع زمین اور مضبوط پہاڑ بنائے تو اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ چھوٹے سے انسان کو دوبارہ پیدا کردے جس کو وہ پہلے ایک بار پیدا کرچکا ہے؟

میدان حشر کے احوال

آیات نمبر ۳۴ تا ۴۶ میں میدان حشر کے احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی جب قیامت قائم ہوگی تو ہر شخص کے سامنے اس کا اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا جس کو پڑھ کر ہر انسان کو اپنے بھولے ہوئے اعمال یاد آجائیں گے، پس جس نے آخرت کو نظرانداز کرکے دنیاوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور جس نے دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے لئے تیاری کی ہوگی اس کا ٹھکانا جنت ہوگا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز جمعرات ۹ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۳ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

(اٰیاتُہا ۴۶) (۷۹ سُورۃُ النّٰزعٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۸۱) (رُکوعاتُہا ۲)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں / کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ﴿۱﴾ | ۱۔ قسم ہے ان (فرشتوں) کی جو غوطہ لگا کر (کفار کی جان) نہایت سختی سے کھینچ لاتے ہیں۔[۱]

وَّالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ۙ﴿۲﴾ | ۲۔ اور قسم ہے ان (فرشتوں) کی جو (مومنوں کی جان کے) بند نہایت نرمی سے کھول دیتے ہیں۔[۲]

وَّالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ﴿۳﴾ | ۳۔ اور قسم ہے ان (فرشتوں) کی جو (فضا میں) تیزی سے تیرتے پھرتے ہیں۔[۳]

---

[۱] اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے پانچ احوال کی قسم کھا کر روز قیامت کے چند احوال بیان کئے ہیں تا کہ کفار کے دلوں میں قیامت کا ڈر پیدا ہو اور وہ اس پر ایمان لے آئیں۔

حضرت علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں ان فرشتوں کی قسم کھائی گئی ہے جو کفار کی روحوں کو نہایت سختی سے کھینچ لاتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی) کفار کی روحیں چونکہ ان کے اجسام سے نکلنا نہیں چاہتیں اس لئے ملک الموت کے معاون فرشتے کفار کی رگوں میں گھس کر ان کی جان کو سختی سے گھسیٹ کر نکال لاتے ہیں۔

[۲] حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں ان فرشتوں کی قسم کھائی گئی ہے جو مومنوں کی روحیں نکالتے ہیں یعنی مومنوں کی روحیں خوشی خوشی اپنے جسموں سے نکلتی ہیں کیونکہ موت کے وقت ان پر جنت پیش کی جاتی ہے جس میں وہ اپنی بیویوں اور حوروں کو دیکھ لیتے ہیں جو ان کو جنت کی طرف بلاتی ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ (مسلم: ۷۴۱۷: کتاب الزھد: باب ۵۳) جس طرح اونٹ کے زانو بند کی گرہ جب کھول دی جائے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے اور آسانی کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوتا ہے اسی طرح جسم کے قید خانہ میں بند مومن کی روح کی گرہ جب کھولی جاتی ہے تو وہ بھی آسانی اور خوشی کے ساتھ باہر آ جاتی ہے۔

[۳] حضرت علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں بھی ان فرشتوں کی قسم کھائی گئی ہے جو مومنوں کی روحوں کے ساتھ تیرتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی) یعنی مومنوں کی روحوں کو لے کر فضا میں تیرتے ہوئے اس قدر تیزی سے بارگاہ خداوندی میں جاتے ہیں جس طرح پانی کے اندر مچھلی تیزی سے تیرتی ہے۔ مچھلی جب پانی میں تیرتی ہے تو اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں

Marfat.com

فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ﴿۴﴾
۴۔ پھر قسم ہے ان (فرشتوں) کی جو (تعمیل ارشاد میں) دوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔[۴]

فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ﴿۵﴾
۵۔ پھر قسم ہے ان (فرشتوں) کی جو مختلف امور کا انتظام کرتے ہیں۔[۵]

یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَۃُ ۙ﴿۶﴾
۶۔ اس دن لرزا دینے والی (صور کی پہلی آواز) لرزا دے گی۔[۶]

تَتۡبَعُہَا الرَّادِفَۃُ ؕ﴿۷﴾
۷۔ پھر اس کے پیچھے آنے والی (صور کی دوسری آواز) آئے گی۔

قُلُوۡبٌ یَّوۡمَئِذٍ وَّاجِفَۃٌ ۙ﴿۸﴾
۸۔ اس دن بہت سے دل (خوف سے) کانپ رہے ہوں گے۔

اَبۡصَارُہَا خَاشِعَۃٌ ۘ﴿۹﴾
۹۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

یَقُوۡلُوۡنَ ءَاِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِی الۡحَافِرَۃِ ﴿ؕ۱۰﴾
۱۰۔ وہ کہتے ہیں: کیا ہم زندگی کی طرف لوٹائے جائیں گے؟[۷]

ہوتی، اسی طرح جب فرشتے فضا میں تیرتے ہیں تو ان کے راستے میں بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

[۴] اس آیت میں سب فرشتوں کی قسم کھائی گئی ہے کیونکہ سارے فرشتے احکام خداوندی کو بجالانے میں دوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔

[۵] اس آیت میں ان فرشتوں کی قسم کھائی گئی ہے جن کے ذمہ مختلف اہم امور لگائے گئے ہیں اور وہ ان کا پورا پورا انتظام کرتے ہیں۔

[۶] پانچ قسمیں کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے ابتدائی مراحل میں جب لرزا دینے والی صور کی پہلی آواز آئے گی تو ساری کائنات لرز اٹھے گی اور ہر چیز فنا ہو جائے گی، پھر اس کے چالیس سال بعد جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس دن کے خوف سے مجرموں کے دل کانپ رہے ہوں گے اور ان کی آنکھیں ندامت سے جھکی ہوئی ہوں گی مگر اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس دن مطمئن اور خوش ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (قیامت کی) سب سے بڑی گھبراہٹ بھی ان کو پریشان نہیں کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے، (اور کہیں گے:) یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ (قرآن:۲۱:۱۰۳)

[۷] کفار نے جب قیامت کے احوال سنے تو وہ اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے آپس میں کہنے لگے: بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب ہم

Marfat.com

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿١١﴾	۱۱۔ کیا اس وقت جب ہم بوسیدہ ہڈیاں بن چکے ہوں گے؟
قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿١٢﴾	۱۲۔ وہ کہتے ہیں: پھر تو یہ بڑے خسارے کی واپسی ہوگی۔
فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾	۱۳۔ پس وہ تو صرف ایک جھڑکی ہوگی۔[۸]
فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿١٤﴾	۱۴۔ پھر وہ فوراً میدانِ (حشر) میں جمع ہو جائیں گے۔
هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿١٥﴾	۱۵۔ کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی خبر پہنچی ہے؟
اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٦﴾	۱۶۔ جب ان کے رب نے طوٰی کی مقدس وادی میں انہیں پکارا تھا۔[۹]
اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿١٧﴾	۱۷۔ کہ آپ فرعون کے پاس جائیں، بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے۔

مرکر بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر ہمیں دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، اور اگر ایسا ہو گیا تو پھر یہ دوبارہ کی زندگی ہمارے لئے بڑے خسارے کا باعث ہوگی کیونکہ ہم نے اس کے لئے کوئی تیاری ہی نہیں کی۔

[۸] کفار یہ سمجھتے تھے کہ جب وہ مرکر مٹی ہو جائیں گے تو ان کا دوبارہ زندہ ہونا ممکن نہیں ہے لیکن قادر مطلق اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں ہے بلکہ اس کے لئے تو صرف ایک جھڑکی کی بات ہے، جونہی اس کے حکم سے دوسری بار صور میں پھونک ماری جائے گی تو فوراً سب لوگ زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے۔

[۹] یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی یاد دہانی فرمائی ہے۔ یعنی ہم نے طوٰی کی مقدس وادی میں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ آپ فرعون کے پاس جائیں اور اس کو حق اور انصاف کی دعوت دیں کیونکہ وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے، وہ رب ہونے کا دعویٰ کر کے اپنے حقیقی رب کا نافرمان ہو گیا ہے اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر ان کے حقوق غصب کر رہا ہے۔

اس واقعہ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کفار مکہ کی مخالفت اور ہٹ دھرمی سے پریشان نہ ہوں کیونکہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی ان مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ نیز کفار مکہ کے مقابلہ میں فرعون کی حکومت اور فوج بہت بڑی تھی، جب وہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ناکام ہو گیا تو یہ کفار مکہ بھی بالآخر ناکام و نامراد ہو جائیں گے۔

Marfat.com

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾	۱۸۔ اور اس سے کہیں: کیا تیری خواہش ہے کہ تو پاک ہو جائے؟ [۱۰]
وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾	۱۹۔ اور یہ کہ میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں تاکہ تو اس سے ڈرنے لگے۔
فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾	۲۰۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اسے بڑی نشانی دکھائی۔ [۱۱]
فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾	۲۱۔ مگر اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔
ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾	۲۲۔ پھر اس نے روگردانی کی اور (موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں) سرگرم ہو گیا۔
فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾	۲۳۔ پھر اس نے (لوگوں کو) جمع کر کے اعلان کیا۔ [۱۲]
فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾	۲۴۔ پس اس نے کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔

[۱۰] آپ فرعون کے پاس جائیں اور اسے نرمی اور حکمت کے ساتھ توحید کی دعوت دیں اور اسے بتائیں کہ تیرا رب صرف ایک ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور جو شخص اپنے رب پر ایمان لاتا ہے اور اس سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے، لہٰذا میں تیری طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، اگر تو چاہتا ہے کہ تو گناہوں سے پاک ہو جائے تو میں تجھے تیرے حقیقی رب کا راستہ دکھانے کے لئے آیا ہوں تاکہ تو اپنے رب سے ڈرے اور وہ تجھے گناہوں سے پاک کر دے۔

[۱۱] فرعون نے کہا: اگر آپ نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں تو کوئی نشانی دکھائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا جو اژدہا بن گیا مگر وہ پھر بھی ایمان نہ لایا بلکہ آپ کو جھٹلایا اور آپ کی مخالفت میں سرگرم ہو گیا۔

[۱۲] پھر فرعون نے پورے ملک سے بڑے بڑے جادوگروں کو بلایا تاکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کریں، اور سب رعایا کو ایک کھلے میدان میں جمع کر کے اعلان کیا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، لہٰذا تم صرف میری ہی عبادت اور فرمانبرداری کرو۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو دھمکی دی کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنانے پر اصرار کیا تو میں تمہیں قید خانہ میں بند کر دوں گا، جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے: {فرعون نے کہا: اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تم کو ضرور قیدیوں میں شامل کر دوں گا۔} (قرآن: ۲۶:۲۹)

Marfat.com

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾

۲۵۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں مبتلا کر دیا۔[۱۳]

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾

۲۶۔ بے شک اس (واقعہ) میں ہر اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتا ہے۔[۱۴]

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾

۲۷۔ کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا، جس کو اللہ تعالیٰ نے بنایا؟[۱۵]

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی چھت بلند کی، پھر اس کو درست کیا۔

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو روشن کر دیا۔[۱۶]

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔[۱۷]

[۱۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واضح معجزات دیکھنے کے بعد بھی جب فرعون اپنی سرکشی سے باز نہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ایسی گرفت فرمائی کہ سمندر میں غرق کر کے اسے دنیا والوں کیلئے عبرت کا نشان بنا دیا اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے جو اسے جہنم میں ملے گا۔

[۱۴] اس واقعہ میں ہر اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے کیونکہ جو شخص سرکشی اور تکبر کرتا ہے وہ بالآخر ناکام و ذلیل ہوتا ہے، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے حقیقی رب کو پہچانے اور اس کے مقابلہ میں سرکشی اور تکبر نہ کرے۔

[۱۵] آنے والی آیات میں منکرین قیامت کو قدرت کی چند نشانیوں کے حوالے سے قیامت کے دلائل پیش کیے جا رہے ہیں یعنی جس اللہ تعالیٰ نے اتنا عظیم الشان اور مضبوط آسمان بنایا کہ لاکھوں سال گزر جانے کے بعد بھی اس میں کوئی شگاف یا جھول نہیں پڑا تو اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ چھوٹے سے انسان کو دوبارہ پیدا کر دے جس کو وہ پہلے ایک بار پیدا کر چکا ہے؟ کیا تمہیں دوبارہ پیدا کرنا آسمان کے بنانے سے زیادہ مشکل ہے؟

[۱۶] اللہ تعالیٰ نے آسمان کو ایک بلند چھت کی طرح ہموار بنایا، اور رات اور دن کو آسمان کی طرف اس لئے منسوب کیا کیونکہ سورج آسمان کی طرف بلندی میں ہے اور اس کے طلوع و غروب سے رات کی تاریکی اور دن کی روشنی وجود میں آتی ہے۔

[۱۷] آسمان کی عظمت اور اس کی حکمت بیان کرنے کے ساتھ اب ان آیات میں زمین کی اہمیت بتائی جا رہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ﴿۳۱﴾	۳۱۔ اس زمین سے اس کا پانی اور اس کا سبزہ نکالا۔
وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ﴿۳۲﴾	۳۲۔ اور پہاڑوں کو زمین میں نصب کر دیا۔
مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾	۳۳۔ (یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدے کے لئے ہے۔
فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾	۳۴۔ پھر جب سب سے بڑی آفت (قیامت) آجائے گی۔
يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾	۳۵۔ اس دن انسان اپنے اعمال کو یاد کرے گا۔[۱۸]
وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾	۳۶۔ اور ہر دیکھنے والے کے لئے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی۔[۱۹]
فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾	۳۷۔ پس جس نے سرکشی کی۔
وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾	۳۸۔ اور دنیاوی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دی۔[۲۰]

نے زمین کو اس طرح پھیلا دیا ہے کہ اس سے میٹھا پانی اور نباتات نکلتے ہیں جو انسانوں اور جانوروں کو خوراک مہیا کرتے ہیں، پھر اس پر پہاڑ نصب کر دیئے گئے ہیں، ان میں معدنیات کے خزانے موجود ہیں جن سے لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ الغرض زمین ہو یا آسمان، دن ہو یا رات، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور حیوانوں کے فائدہ کے لئے بنائی ہیں اور ہر انسان ہر لحہ ان نعمتوں سے استفادہ کر رہا ہے اور جو شخص ان نعمتوں کے خالق یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا تو پھر اس سے بڑا ناشکرا اور کون ہوگا۔

[۱۸] جب سب سے بڑی آفت یعنی قیامت قائم ہو جائے گی تو ہر انسان کے سامنے اس کا اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا جس کو پڑھ کر ہر انسان کو اپنے بھولے ہوئے اعمال بھی یاد آجائیں گے اور پوری زندگی ایک فلم کی صورت میں اس کی نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے گی۔

[۱۹] قیامت کے دن کوئی شخص نابینا اور اَن پڑھ نہیں ہوگا بلکہ ہر شخص بینا اور پڑھا لکھا ہوگا اور ہر شخص اپنا اعمال نامہ خود پڑھ لے گا۔ نیز اس دن ہر شخص کے سامنے دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا۔ مومن اس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا جس نے اس کو دوزخ سے بچا لیا اور کافر اسے دیکھ کر مزید غم و حسرت میں مبتلا ہو جائے گا۔

[۲۰] پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے آگے بڑھ گیا اور اس نے نفسانی خواہشات کی محبت میں دنیاوی زندگی اور

Marfat.com

فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ ۳۹۔ تو بے شک دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہوگا۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ ۴۰۔ اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اپنے نفس کو (بری) خواہش سے روکے رکھا۔[۲۱]

دنیاوی عیش وعشرت کو ترجیح دی اور آخرت کو نظرانداز کردیا تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

نفسانی خواہشات

علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبداللہ نے فرمایا: تمہاری خواہش تمہاری بیماری ہے۔ ہاں اگر تم اپنی خواہش کی مخالفت کرو تو یہی تمہاری دوا ہے، اور حضرت وہب نے فرمایا: اگر تمہیں دو امور میں شک پڑ جائے اور تمہیں یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ان دونوں میں سے کون سا بہتر ہے تو پھر دیکھو جو امر تمہاری خواہش سے دور ہے وہی بہتر ہے۔

(تفسیر قرطبی: سورہ جاثیہ (۴۵): زیر آیت نمبر ۲۳)

دنیاوی زندگی کو ترجیح دینا

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دنیا کو حلال طریقہ سے سوال سے بچتے ہوئے طلب کیا، اور اپنے اہل وعیال کی کفالت اور اپنے پڑوسی پر شفقت کرنے کے لئے حاصل کیا وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا، اور جس نے دنیا کو تو حلال طریقہ سے طلب کیا مگر اس لئے تاکہ لوگوں پر فخر کرے، دوسروں سے زیادہ مال جمع کرے اور ان کو اپنی شان دکھائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔

(شعب الایمان: ۱۰۳۷۵ ـ ۱۰۳۷۴: جلد ۷: ص ۲۹۸، حلیۃ الاولیاء: ۱۱۹۹۹: جلد ۸: ص ۲۳۵)

☆ حضرت عبداللہ ابن عمر ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: دنیا میں ایک مسافر کی طرح رہو یا اس طرح جیسے کوئی شخص راستہ عبور کر رہا ہو، اور حضرت ابن عمر ﷛ کہا کرتے تھے: جب تم شام کو پاؤ تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کو پاؤ تو شام کا انتظار نہ کرو (کیا پتہ کس وقت موت آجائے؟) اور اپنی صحت کے ایام میں بیماری کے ایام کے لئے نیک عمل کرلو اور اپنی زندگی میں موت کے لئے نیک عمل کرلو۔ (بخاری: ۶۴۱۶: کتاب الرقاق: باب ۳)

☆ حضرت علی ﷛ نے فرمایا: دنیا سفر کرتی ہوئی جارہی ہے اور آخرت سفر کرتی ہوئی آرہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہے، تم آخرت کی اولاد بنو دنیا کی اولاد نہ بنو کیونکہ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہوگا اور عمل کا موقع نہیں ہوگا۔ (بخاری: کتاب الرقاق: باب ۴)

☆ حضرت علی ﷛ کا ایک ارشاد یہ بھی ہے: دیکھنے میں دنیا بڑی نرم اور خوشنما لگتی ہے مگر اس کا زہر بڑا سخت اور قاتل ہے۔

(سورہ آل عمران: تفسیر کبیر: زیر آیت نمبر ۱۸۵)

[۲۱] جو شخص اس لئے اپنے رب سے ڈرتا رہا کہ اسے ایک روز اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب وکتاب کے لئے کھڑا ہونا ہے اور اسی

Marfat.com

فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾ ۴۱۔ تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہوگا۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿۴۲﴾ ۴۲۔ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی؟ [۲۲]

ڈرے اس نے اپنے نفس کو بری خواہشات سے روکے رکھا تو اس کا ٹھکانا جنت ہوگا۔

[۲۲] کفار کو جب قیامت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو چونکہ وہ قیامت کے منکر تھے اور اس کو مسلمانوں کی طرف سے محض ایک دھمکی خیال کرتے تھے اس لئے وہ مذاق کے طور پر اکثر یہ سوال کرتے کہ جس قیامت سے انہیں ڈرایا جاتا ہے، اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو بتاؤ قیامت کب آئے گی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا: قیامت کی تاریخ بتانے سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اس کا علم تو آپ کے رب کے پاس ہے۔

قیامت کا علم مخفی رکھنے کی حکمت

علامہ فخر الدین رازی نے محققین کا قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے وقت کو لوگوں سے مخفی رکھنے کا سبب یہ ہے کہ جب انہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ قیامت کب آئے گی تو وہ اس سے ڈریں گے اور ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہوں میں مشغول ہوں اور قیامت آجائے، لہٰذا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں کوشاں رہیں گے۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸۷) اسی حکمت کے پیش نظر عوام سے موت کے وقت کو مخفی رکھا گیا ہے کیونکہ اگر کسی کو بتا دیا جائے کہ وہ دس سال بعد مرجائے گا تو ہوسکتا ہے اس پر شیطان غالب آجائے اور وہ یہ فیصلہ کر بیٹھے کہ 9 سال تو عیاشی میں گزارتا ہوں اس کے بعد توبہ کرلوں گا، یا اتنا ڈر جائے کہ سارے کام چھوڑ کر صرف عبادت میں مصروف ہوجائے اور اس کے اہل خانہ بھوک اور فقر کا شکار ہوجائیں۔ یہ دونوں صورتیں اس کے لئے اچھی نہیں ہیں۔ الغرض عوام سے قیامت کا وقت اس لئے مخفی رکھا گیا تاکہ وہ ہر وقت گناہوں سے بچنے میں کوشاں رہیں مگر انبیائے کرام علیہم السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی گناہوں سے پاک کر رکھا ہے اور وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، لہٰذا ان سے قیامت کو مخفی رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ احمد صاوی لکھتے ہیں: قیامت کا وقت ان مخفی امور میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے، وہ اس پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر رسولوں میں سے جن کو چاہے، لہٰذا یہ ایمان رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ دنیا چھوڑنے سے پہلے دنیا و آخرت اور جنت و دوزخ کے تمام غیوب پر مطلع فرمایا لیکن ان میں سے بعض کو مخفی رکھنے کا حکم دیا۔ (حاشیہ صاوی: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸۷) اسی لئے آپ ﷺ نے قیامت کی نشانیاں تو بتادیں مگر اس کی تاریخ کو مخفی رکھا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ قیامت اچانک آئے اور لوگوں کو پہلے سے پتہ نہ چلے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: {بے شک قیامت آنے والی ہے، میں اس (کے وقت) کو (لوگوں سے) مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص (قیامت کے ڈر سے نیک کام کرنے کی کوشش کرے اور

Marfat.com

فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا ﴿٤٣﴾ ۴۳۔ اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق؟

قیامت میں اس) کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے۔) (قرآن: ۲۰:۱۵) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو مخفی رکھا تا کہ لوگ زیادہ راتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاریں اور جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کو بھی مخفی رکھا تا کہ لوگ جمعہ کے اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کریں۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت اور موت کا وقت معین نہیں فرمایا تا کہ انسان ہر وقت گناہ سے بچتا رہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہ کر رہا ہو اور اسی وقت موت آجائے۔

گناہوں سے بچنے کے لئے چند نصیحتیں

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو، جوانی کو بڑھاپا آنے سے پہلے، صحت کو بیماری آنے سے پہلے، خوشحالی کو تنگ دستی آنے سے پہلے، فرصت کو مصروفیت سے پہلے اور زندگی کو موت کے آنے سے پہلے۔

(مستدرک: امام حاکم: ۷۸۴۶: جلد ۴: ص ۳۴۱)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر ہر روز پکار کر کہتی ہے: میں پردیس، تنہائی، مٹی اور کیڑوں کا گھر ہوں۔ (ترمذی: ۲۴۶۰: ابواب القیامۃ: باب ۲۶) عبید ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک قبر کہتی ہے: اے ابن آدم! کیا تو جانتا نہیں کہ میں پردیس، کیڑوں اور تنہائی کا گھر ہوں، تو نے میرے لئے کیا تیار کیا ہے؟ (کتاب الخراج: امام ابو یوسف: ص ۱۸)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دن ابن آدم پر آتا ہے اس میں آواز دی جاتی ہے (یعنی دن خود آواز دیتا ہے:) اے آدم زاد! میں نیا ہوں تو جو کچھ کرے گا کل میں تیرے لئے شہادت دوں گا اس لئے میرے اندر تو نیکی کرنا تا کہ کل میں تیرے لئے اچھی شہادت دوں۔ میں اگر گزر گیا تو پھر تو مجھے کبھی نہیں دیکھے گا اور رات بھی اسی طرح کہتی ہے۔

(تفسیر مظہری: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۱۸)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے زنا کرنے کی اجازت دیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہا کہ خاموش ہو جاؤ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (کسی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ) اس کو بلا کر اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا: کیا تو اپنی ماں کے لئے اسے پسند کرے گا؟ اس نے کہا: بخدا ہرگز نہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے زنا کو پسند نہیں کرتے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تو اپنی بیٹی کے لئے زنا کو پسند کرے گا؟ اس نے جواب دیا: بخدا ہرگز نہیں، آپ نے فرمایا: اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لئے زنا کو پسند نہیں کرتے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہن، چچی اور خالہ کے بارے میں اسی طرح پوچھا تو اس نے جواب دیا: بخدا ہرگز نہیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس نوجوان کے سینے پر رکھا اور دعا کی: اے اللہ! اس کا گناہ بخش دے، اس کا دل پاک کر دے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما! اس

Marfat.com

نصیحت کے بعد اس نوجوان کو زنا سے نفرت ہوگئی اور جب بھی اسے زنا کا خیال آتا تو وہ اپنی ماں اور اپنی بہن کو یاد کرتا اور زنا کا خیال غائب ہوجاتا۔ (مسند احمد: ج ۵: ص ۲۵۶ تفسیر شعراوی: سورہ نحل (۱۶): زیر آیت نمبر ۱۲۵)

☆ ایک آدمی پر نفس امارہ غالب آگیا تو وہ حضرت ابراہیم بن ادہم کے پاس گیا اور کہنے لگا: مجھے کوئی ایسی نصیحت کرو جو مجھے نافرمانیوں سے روک دے۔ حضرت ابراہیم نے کہا: اگر تو پانچ کام کرسکتا ہے تو پھر تو نافرمان نہیں ہوگا۔ اس آدمی نے کہا: بتاؤ وہ کون سے پانچ کام ہیں:

پہلا کام

اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے تو اس کا رزق مت کھا۔ اس آدمی نے حیران ہو کر پوچھا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ ساری دنیا کا رزق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا: تو کیا تجھے یہ زیب دیتا ہے کہ تو اس کا رزق کھائے اور اسی کی نافرمانی کرے؟ اس آدمی نے کہا: واقعی مجھے زیب نہیں دیتا مگر دوسرا کام کیا ہے؟

دوسرا کام

اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے تو اس کے شہروں میں رہنا چھوڑ دے۔ اس آدمی نے پہلے سے زیادہ حیران ہو کر پوچھا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ سارے شہروں کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا: تو کیا تجھے یہ زیب دیتا ہے کہ تو اس کے شہروں میں رہے اور اسی کی نافرمانی کرے؟ اس آدمی نے کہا: واقعی مجھے زیب نہیں دیتا مگر تیسرا کام کیا ہے؟

تیسرا کام

اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے تو ایسی جگہ میں کر جہاں وہ تجھے نہ دیکھ سکے۔ اس آدمی نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ وہ تو ہر مخفی اور پوشیدہ چیز کو جانتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا: تو کیا تجھے زیب دیتا ہے کہ وہ دیکھ رہا ہو اور تو اس کی نافرمانی کرے؟ اس آدمی نے کہا: واقعی مجھے زیب نہیں دیتا مگر چوتھا کام کیا ہے؟

چوتھا کام

جب موت کا فرشتہ تیری روح قبض کرنے آئے تو اسے کہنا کہ وہ کچھ عرصے کے لئے تیری موت مؤخر کردے۔ اس آدمی نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ جب کسی کی موت کا وقت آجائے تو اس میں ایک لمحہ کی بھی تقدیم یا تاخیر نہیں ہوسکتی۔ حضرت ابراہیم نے کہا: جب تو یہ جانتا ہے تو پھر تیری نجات کیسے ہوگی؟ اس آدمی نے کہا: یہ تو ٹھیک ہے مگر پانچواں کام کیا ہے؟

پانچواں کام

میدان حشر میں جب جہنم کے فرشتے تجھے جہنم میں لے جانے لگیں تو تو ان کے ساتھ جانے سے انکار کردینا۔ یہ بات سننے کے بعد اس آدمی کے آنسو نکل آئے اور روتے ہوئے کہنے لگا: اے ابراہیم! اب کافی ہوگیا ہے، میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اس کے بعد اس نے سچی توبہ کرلی اور مرتے دم تک نیک اور عبادت گزار رہا۔

(الخطبة العصرية: ابراهيم محمد الحمل: ص ۱۶۶: مكتبة القرآن: قاهره: مصر)

Marfat.com

إِلٰى رَبِّكَ مُنۡتَهٰهَا ﴿۴۴﴾

۴۴۔ اس (کے علم) کی انتہا تو آپ کے رب کے پاس ہے۔

إِنَّمَآ أَنۡتَ مُنۡذِرُ مَنۡ يَّخۡشٰهَا ﴿۴۵﴾

۴۵۔ آپ تو صرف اس شخص کو ڈر سنانے والے ہیں جو اس (قیامت) سے ڈرتا ہے۔ [۲۳]

كَأَنَّهُمۡ يَوۡمَ يَرَوۡنَهَا لَمۡ يَلۡبَثُوٓا إِلَّا عَشِيَّةً أَوۡ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾ ع

۴۶۔ جس دن وہ اسے (قیامت کو) دیکھ لیں گے تو انہیں ایسا محسوس ہوگا کہ گویا وہ (دنیا میں) ایک شام یا ایک صبح ٹھہرے تھے۔ [۲۴]

---

[۲۳] آپ کو اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ آپ لوگوں کو قیامت کا وقت بتائیں بلکہ آپ کو بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ لوگوں کو قیامت سے ڈرائیں، اور قیامت سے ڈرانے کے لئے اس کے وقت کا معلوم ہونا ضروری نہیں ہے۔

موت اور قیامت کا وقت

درج ذیل مثال سے اس حقیقت کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ یعنی جس طرح ہم سب جانتے ہیں کہ ہر شخص کو ایک دن ضرور مرنا ہے لیکن ہمیں اس کے مرنے کی تاریخ کا علم نہیں ہے اس کے باوجود ہم ہر شخص کو تلقین کرتے ہیں کہ جو کام مرنے سے پہلے کرنے ضروری ہیں وہ جلدی کرلو کیونکہ موت اچانک آجائے گی اور پھر اس کام کے کرنے کی مہلت نہیں مل سکے گی۔ اسی طرح ہم سب کو یقین ہے کہ قیامت ضرور آئے گی لیکن ہمیں اس کی تاریخ کا علم نہیں ہے اس کے باوجود ہمیں ہر شخص کو تلقین کرتے رہنا چاہیے کہ قیامت سے ڈرو اور کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے قیامت کے دن پچھتانا پڑے۔

قیامت سے ڈرانے کا حکم تو سب لوگوں کے لئے ہے مگر اس سے اصل فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو اس دن سے ڈریں جس میں حساب و کتاب ہوگا۔

[۲۴] قیامت کے منکرین جب خود قیامت کو دیکھ لیں گے تو وہ دنیاوی عیش و عشرت بھول جائیں گے اور انہیں ایسا محسوس ہوگا کہ گویا وہ دنیا میں صرف ایک شام یا ایک صبح کا وقت ٹھہرے تھے یعنی دنیا کی زندگی انہیں بہت قلیل معلوم ہوگی۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

قبل از فجر بروز ہفتہ ۱۱ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۵ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۹ تا ۱۱ دسمبر یعنی دو دنوں میں سورہ نازعات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ عبس (۸۰)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''عبس'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ

اس سورت کی ابتدائی آیات حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کے لئے نازل ہوئی ہیں۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے سرداروں یعنی عتبہ، شیبہ، ابوجہل، عباس بن عبدالمطلب، امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ وغیرہ کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے کہ اچانک ایک نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ادھر آ گئے اور کہنے لگے: ''یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو علم سکھایا ہے مجھے بھی وہ علم سکھائیں اور مجھے قرآن مجید پڑھ کر سنائیں۔'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بلند آواز سے پکارنے لگے اور بار بار اپنا سوال دہرانے لگے۔ (تفسیر الخازن، تفسیر کبیر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ان سرداروں کو تبلیغ کر رہے تھے جن کے اسلام لانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے حریص تھے، اس دوران حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قطع کلام کر کے اپنا سوال کر دینا مناسب نہیں تھا اور اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ناراضگی فرمانا ایک فطری امر تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منہ پھیر لیا اور سرداران قریش کو تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ مزید تفصیل کے لئے اس سورت کی ابتدائی آیات کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

قرآن سراسر نصیحت ہے

آیات نمبر ۱۱ تا ۱۶ میں قرآن مجید کی فضیلت بیان کی گئی ہے یعنی قرآن مجید سراسر نصیحت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے صحیفوں میں محفوظ ہے اور جو فرشتے اس کو لوح محفوظ سے نقل کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خصوصی عزت و شرف کے حامل ہیں۔

انسان کتنا ناشکرا ہے

آیات نمبر ۱۷ تا ۳۲ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی حقیقت اور خوراک کے حوالے سے اپنی نعمتیں یاد کرائی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو پانی کے ایک قطرہ سے پیدا فرمایا اور پھر بارش برسا کر زمین سے اس کی خوراک کا انتظام فرمایا، پھر بھی جو انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا تو اس سے بڑا ناشکرا اور کون ہوگا؟

میدان حشر

آیات نمبر ۳۳ تا ۴۲ میں میدان حشر کے احوال بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جب دوسری بار صور پھونکیں گے تو کانوں کو بہرا کر دینے والی ایسی آواز آئے گی جس کی ہیبت سے تمام مردے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور سب لوگ میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے، اس دن ہر شخص دیکھ رہا ہوگا کہ اس کے بھائی، باپ، ماں، بیوی، اولاد اور گہرے دوستوں پر کیا

Marfat.com

گزر رہی ہے لیکن وہ اپنے بارے میں اتنا متفکر ہوگا کہ اسے دوسرے کا حال پوچھنے کا ہوش نہیں ہوگا۔

جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے قیامت کے دن ان کے چہرے روشن ہوں گے اور وہ جنت کی خوش خبری سن کر خوش وخرم ہوں گے۔ ان کے برعکس جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور کفر اور فسق وفجور میں اپنی زندگی تلف کر دیتے ہیں انہیں جہنم کی وعید سنا دی جائے گی جس کی وجہ سے ان کے غبار آلود چہروں پر اداسی اور سیاہی چھائی ہوگی۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز ہفتہ ۱۱ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۵ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

ایاتہا ۴۲ ۸۰ سُورَۃُ عَبَسَ مَکِّیَّۃٌ ۲۴ رکوعہا ۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ① ۱۔ آپ (ﷺ) چیں بہ جبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا۔[۱]

[۱] نبی کریم ﷺ نے جب مکہ میں اسلام کی تبلیغ شروع کی تو آپ کے راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ قریش کے سردار تھے، اس لئے آپ کی خواہش تھی کہ اگر ان سرداروں میں سے کوئی اسلام قبول کر لے تو اس کی وجہ سے کئی دوسرے لوگ بھی مسلمان ہو جائیں گے اور اسلام کی تبلیغ میں آسانی ہو جائے گی، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ان دو آدمیوں یعنی ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہے اس سے اسلام کو عزت عطا فرما۔ (ترمذی: ۳۶۸۱ ابواب المناقب: باب ۱۸) کیونکہ یہ دونوں اہل مکہ کے مقبول اور بارعب لیڈر ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہو جائے گا۔ بہر حال نبی کریم ﷺ نے بدھ کے روز یہ دعا مانگی اور دوسرے ہی روز یعنی جمعرات کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ (البدایۃ والنھایۃ: جلد نمبر ۲: ص ۳۱) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا تفصیلی واقعہ سورہ طٰہٰ (۲۰) کے تعارف میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ ﷺ تو ایک ایک سردار کے مسلمان ہونے میں بڑے حریص تھے مگر ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ ﷺ کو ایک ہی محفل میں قریش کے کئی سرداروں کو اسلام کی دعوت دینے کا موقع مل گیا جن میں عتبہ، شیبہ، ابو جہل، عباس بن عبدالمطلب، امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ وغیرہ شامل تھے۔ (تفسیر کبیر)

عام طور پر لوگوں کی عادت یہ ہے کہ جب ان کے سردار کوئی بات مان لیں تو عام لوگ اپنے سرداروں کی اتباع کرتے ہیں، جیسا کہ مشہور ہے کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ اس مقصد کے پیش نظر نبی کریم ﷺ پوری توجہ کے ساتھ ان کے سامنے اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے کہ اچانک ایک نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ادھر آ گئے اور کہنے لگے: ''یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو علم سکھایا ہے مجھے بھی وہ علم سکھائیں اور مجھے قرآن مجید پڑھ کر سنائیں۔'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بلند آواز سے پکارنے لگے اور بار بار اپنا سوال دہرانے لگے۔ (تفسیر الخازن، تفسیر کبیر) آپ ﷺ قریش کے ان سرداروں کو تبلیغ کر رہے تھے جن کے اسلام لانے میں آپ ﷺ بڑے حریص تھے، اس دوران حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قطع کلام کر کے اپنا سوال کر دینا مناسب نہیں تھا اور اس پر نبی کریم ﷺ کا اظہار ناراضگی فرمانا ایک فطری امر تھا، چنانچہ آپ ﷺ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے، آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منہ پھیر لیا اور سرداران قریش کو تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

Marfat.com

اَنۡ جَآءَهُ الۡاَعۡمٰى ؕ﴿۲﴾	۲۔ کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔
وَمَا یُدۡرِیۡكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰۤی ۙ﴿۳﴾	۳۔ اور آپ کو کیا خبر شاید وہ (مزید) پاکیزگی حاصل کرتا۔[۲]
اَوۡ یَذَّكَّرُ فَتَنۡفَعَهُ الذِّكۡرٰى ؕ﴿۴﴾	۴۔ یا وہ نصیحت قبول کرتا تو نصیحت اس کو فائدہ دیتی۔
اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰى ۙ﴿۵﴾	۵۔ لیکن جو بے پرواہی کرتا ہے۔
فَاَنۡتَ لَهٗ تَصَدّٰى ؕ﴿۶﴾	۶۔ تو آپ اس کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں۔[۳]

ان آیات کی تفسیر میں علامہ رازی نے ایک تفصیلی بحث رقم کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دراصل عتاب کے مستحق تو عبداللہ بن ام مکتوم ﷛ تھے جنہوں نے آداب رسالت کا خیال نہ رکھا اور تبلیغ اسلام میں مداخلت کی مگر نبی کریم ﷺ کو عتاب اس لئے کیا گیا کیونکہ اس موقع پر امراء کو غریبوں پر ترجیح دینے سے یہ غلط فہمی پیدا ہوسکتی تھی کہ آپ ﷺ دنیا کو دین پر ترجیح دیتے تھے۔ (تفسیر کبیر)

ان آیات کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ جو کچھ عبداللہ بن ام مکتوم ﷛ نے کیا وہ بظاہر گناہ اور معصیت تھا اور جو کچھ نبی ﷺ نے کیا وہ واجب اور ضروری تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر کیوں عتاب فرمایا؟ اس کے جواب میں وہ خود لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اس فعل سے بظاہر یہ وہم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ نے امیروں کو غریبوں پر ترجیح دی اور غریبوں کی دلآزاری کی کوئی پرواہ نہ کی اور یہ فعل منصب نبوت کے شایان شان نہیں تھا کیونکہ آپ ﷺ نے افضل اور اولیٰ کو ترک کیا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر عتاب فرمایا۔ (تفسیر روح البیان)

ثوری نے بیان کیا ہے کہ اس کے بعد نبی کریم ﷺ جب بھی ابن ام مکتوم ﷛ کو دیکھتے تو ان کی تکریم کرتے، ان کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے اور فرماتے: خوش آمدید! اے وہ شخص جس کے لئے میرے رب نے مجھے عتاب فرمایا اور پھر پوچھتے: اے ابن ام مکتوم! کوئی حاجت ہو تو بتاؤ (تاکہ میں اسے پورا کردوں)۔ نبی کریم ﷺ جب کسی غزوہ پر تشریف لے جاتے تو مدینہ میں کسی کو اپنا خلیفہ بنا جاتے۔ آپ ﷺ نے دو مرتبہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم ﷛ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔ (تفسیر قرطبی)

[۲] یعنی اگر آپ ﷺ نابینا صحابی کی طرف توجہ فرماتے تو وہ آپ کی تعلیم سے مزید پاکیزگی حاصل کرتا اور آپ کی نصیحت سے بھرپور استفادہ کرتا۔

[۳] لیکن جو کافر اسلام سے روگردانی کرتا ہے آپ اس کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں تاکہ وہ مسلمان ہو جائے، حالانکہ اگر وہ کافر اسلام قبول نہ کرے تو آپ پر کوئی الزام نہیں ہے کیونکہ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے اب کافر کی اپنی مرضی ہے کہ

Marfat.com

وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝	۷۔ حالانکہ اگر وہ پاکیزگی حاصل نہ کرے تو آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔
وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝	۸۔ اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔[۴]
وَهُوَ يَخْشٰى ۝	۹۔ اور وہ (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتا بھی ہے۔
فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝	۱۰۔ تو آپ اس سے بے رخی کرتے ہیں۔
كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝	۱۱۔ یوں نہیں، بے شک یہ (قرآن) تو نصیحت ہے۔[۵]
فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝	۱۲۔ سو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔
فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝	۱۳۔ یہ عزت والے صحیفوں میں ہے۔[۶]
مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝	۱۴۔ جو بلند مرتبہ (اور) پاکیزہ ہیں۔
بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝	۱۵۔ یہ ایسے کاتبوں کے ہاتھوں میں ہے۔[۷]

وہ اسلام قبول کرے یا نہ کرے۔

[۴] لیکن جو مومن قرآن کا علم سیکھنے کے لئے آپ کی طرف دوڑا چلا آرہا ہے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر بھی ہے، آپ اس کی قدر افزائی کریں اور اس سے بے اعتنائی آپ کے شایان شان نہیں ہے۔

[۵] بلاشبہ قرآن مجید سراپا نصیحت ہے۔ آپ نے اس نصیحت کو لوگوں تک پہنچا دیا ہے، اب یہ آپ کی ہرگز ذمہ داری نہیں ہے کہ آپ کسی کو زبردستی مسلمان بنائیں بلکہ جو چاہے اپنی مرضی سے اس کی نصیحت کو قبول کرے اور نجات حاصل کرے۔

[۶] قرآن مجید بڑی عزت والی کتاب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے عزت والے صحیفوں میں محفوظ ہے جن کا مرتبہ بڑا بلند ہے، وہ صحیفے ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہیں، ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہیں اور شیاطین کی دسترس سے بہت دور ہیں۔

[۷] یہ قرآن مجید ایسے فرشتوں کی حفاظت میں ہے جو لوح محفوظ سے اللہ تعالیٰ کی وحی کو نقل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے رسولوں تک پہنچاتے ہیں، یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے ہاں خصوصی عزت وشرف کے حامل ہیں اور نیکوکار ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام پوری دیانتداری کے ساتھ اس کے رسولوں تک پہنچاتے ہیں۔

Marfat.com

كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾	۱۶۔ جو بڑے بزرگ (اور) نیکوکار ہیں۔
قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾	۱۷۔ ہلاک ہو جائے انسان، وہ کیسا ناشکرا ہے۔[۸]
مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾	۱۸۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کس چیز سے پیدا فرمایا ہے؟[۹]
مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾	۱۹۔ ایک نطفہ سے اسے پیدا کیا، پھر اس کو مناسب اندازہ پر رکھا۔
ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾	۲۰۔ پھر اس کے لئے راستہ آسان کر دیا۔
ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾	۲۱۔ پھر اسے موت دی اور قبر میں پہنچا دیا۔
ثُمَّ اِذَا شَاۗءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾	۲۲۔ پھر جب چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔
كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾	۲۳۔ بے شک اس نے وہ فرض ادا نہیں کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا تھا۔[۱۰]

[۸] جو انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور قدرتوں کو دیکھنے کے بعد بھی اس پر ایمان نہیں لاتا وہ بہت بڑا ناشکرا ہے۔ وہ ہلاک ہو جائے، اسے اللہ تعالیٰ کی زمین پر رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

[۹] جو انسان تکبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آخرت کا انکار کرتا ہے ان آیات میں اس کو اپنی حقیقت یاد دلائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پانی کے ایک قطرہ سے پیدا فرمایا یعنی ماں کے پیٹ میں اس پانی سے اس کے کان، آنکھیں، ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضاء بنائے اور ان کو اپنی اپنی جگہ پر درست کر کے ایک کامل اور خوبصورت انسان بنایا اور وہیں ماں کے پیٹ میں اس کی خوراک کا انتظام کیا اور پھر وہاں سے نکلنے کے لئے اس کا راستہ آسان کر دیا اور پھر اسے موت دے کر قبر میں پہنچا دیا اور پھر جب چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔ جس اللہ تعالیٰ نے پانی کے معمولی قطرہ سے اتنا عظیم الشان انسان بنا دیا ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مرنے کے بعد اس جیسا انسان دوبارہ پیدا کر دے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اور قیامت کے دن کوئی بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکے گا۔

ولادت کے وقت ماں کے پیٹ میں بچے کا سر نیچے اور اس کی ٹانگیں اوپر ہوتی ہیں، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ زندگی میں اپنا سر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکائے رکھے اور تکبر سے اوپر نہ کرے۔

[۱۰] اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اسے رنگارنگ نعمتوں سے نوازا اور اسے حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ

Marfat.com

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾	۲۴۔ پس انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی خوراک میں غور کرے۔
اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾	۲۵۔ بے شک ہم نے خوب زور سے پانی برسایا۔
ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾	۲۶۔ پھر ہم نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا۔
فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾	۲۷۔ پھر ہم نے اس میں اناج اگایا۔
وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾	۲۸۔ اور انگور اور ترکاری۔
وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾	۲۹۔ اور زیتون اور کھجور۔
وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾	۳۰۔ اور گھنے باغات۔
وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾	۳۱۔ اور میوے اور چارہ۔
مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾	۳۲۔ (یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدے کے لئے ہے۔
فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾	۳۳۔ پھر جب کانوں کو بہرا کر دینے والی آجائے گی۔[۱۱]

بنے اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے، مگر اکثر انسانوں نے تکبر کیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم بجا نہ لائے۔ گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی حقیقت کے حوالے سے اپنی نعمتوں کی یاد دہانی کرائی اور اب آنے والی آیات میں خوراک کے حوالے سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرائی جا رہی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے بارش برسا کر زمین سے اناج، پھل، باغات اور سبزہ اگایا جن سے تمہاری اور تمہارے مویشیوں کی خوراک کا انتظام کیا اور اگر وہ انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کی خوراک کا انتظام نہ فرماتا تو کوئی بھی زندہ نہ رہ سکتا، پھر بھی جو انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا تو اس سے بڑا ناشکرا اور کون ہوگا؟

[۱۱] حضرت اسرافیل علیہ السلام جب دوسری بار صور پھونکیں گے تو کانوں کو بہرا کر دینے والی ایسی آواز آئے گی جس کی ہیبت سے تمام مردے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور سب لوگ میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے، اس دن ہر شخص دیکھ رہا ہوگا کہ اس کے بھائی، باپ، ماں، بیوی، اولاد اور گہرے دوستوں پر کیا گزر رہی ہے لیکن وہ اپنے بارے میں اتنا متفکر ہوگا کہ اسے دوسرے کا حال پوچھنے کا ہوش نہیں ہوگا، البتہ اللہ والے اس دن بھی اپنے پیاروں کا خیال رکھیں گے اور ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے۔

Marfat.com

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾

٣٤۔ اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔

وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾

٣٥۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے۔

وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾

٣٦۔ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾

٣٧۔ اس دن ہر شخص کو ایسی فکر لاحق ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پرواہ کردے گی۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾

٣٨۔ اس دن کئی چہرے روشن ہوں گے۔

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾

٣٩۔ ہنستے ہوئے، خوش وخرم۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾

٤٠۔ اور اس دن کئی چہرے غبار آلود ہوں گے۔ [١٢]

تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾

٤١۔ ان پر سیاہی چھائی ہوگی۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾ ع

٤٢۔ وہی لوگ کافر (اور) بدکردار ہوں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔}
(قرآن: ٤٣:٦٧)

☆ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے۔ سب سے پہلے انبیاء پھر علماء اور پھر شہداء۔ (ابن ماجۃ: ٤٣١٣: ابواب الزہد: باب ٣٧)

[١٢] جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے قیامت کے دن ان کے چہرے روشن ہوں گے اور وہ جنت کی خوش خبری سن کر خوش وخرم ہوں گے۔ ان کے برعکس جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور کفر اور فسق وفجور میں اپنی زندگی تلف کر دیتے ہیں انہیں جہنم کی وعید سنا دی جائے گی جس کی وجہ سے ان کے غبار آلود چہروں پر اداسی اور سیاہی چھائی ہوگی۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ
بعد از عشاء بروز پیر ١٣ دسمبر ٢٠١٠ء بمطابق ٧ محرم ١٤٣٢ھ
اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ١١ تا ١٣ دسمبر یعنی دو دنوں میں سورہ عبس کی تفسیر مکمل ہوگئی۔
الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ التکویر (۸۱)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''تکویر'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

قیامت کے احوال

آیات ۱ تا ۱۴ میں قیامت کی منظر کشی اس طرح کی گئی ہے جیسے انسان اسے دیکھ رہا ہے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ قیامت کو اس طرح دیکھے جیسے وہ اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ یہ سورتیں یعنی اذا الشمس کورت (۸۱) اذا السماء انفطرت (۸۲) اور اذا السماء انشقت (۸۴) (غور سے) پڑھے۔

(ترمذی: ۳۳۳۳: ابواب تفسیر القرآن: باب ۸۱)

قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے

آیات ۱۵ تا ۲۵ میں اللہ تعالیٰ نے پانچ قسموں کی تاکید کے بعد فرمایا کہ قرآن مجید کسی انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جن دو واسطوں یعنی جبریل امین علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قرآن مجید تم تک پہنچا ہے وہ دونوں عزت والے اور امین ہیں، لہٰذا اس قرآن مجید میں کسی کمی بیشی اور شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

قرآن مجید تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے

جس طرح قرآن مجید کو نازل کرنے والا تمام جہانوں کا رب ہے اور جس رسول مکرم پر قرآن مجید نازل ہوا وہ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اسی طرح یہ قرآن مجید بھی تمام جہانوں کے لئے سراپا نصیحت ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی توفیق کے بغیر کسی کو نصیحت حاصل نہیں ہوتی لیکن جو لوگ اس قرآن مجید کی راہ پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطا فرماتا ہے اور وہ سیدھے راستہ پر گامزن ہو جاتے ہیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

قبل از فجر بروز منگل ۱۴ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۸ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

ایاتہا ۲۹ ۸۱ سُوْرَۃُ التَّکْوِیْرِ مَکِّیَّۃٌ ۷ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ — ۱۔ جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔[۱]

وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ — ۲۔ اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔[۲]

وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳ — ۳۔ اور جب پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے۔[۳]

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ — ۴۔ اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی۔[۴]

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵ — ۵۔ اور جب وحشی جانور جمع کر دیئے جائیں گے۔[۵]

---

[۱] آیات نمبر ایک تا چھ میں قیامت کے ان ابتدائی مراحل کا ذکر کیا گیا ہے جب حضرت اسرافیل علیہ السلام پہلی دفعہ صور پھونکیں گے اور ہر چیز کی فنا کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ یعنی سورج کے بعض اجزاء کو بعض پر لپیٹ کر اس کی روشنی ختم کر دی جائے گی اور پھر اسے سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی) پھر اللہ تعالیٰ مغرب سے ایک ہوا بھیجے گا جو سمندر میں پھونک مارے گی اور وہاں (سورج کی گرمی سے) آگ بھڑک اٹھے گی۔ (تفسیر الخازن اور تفسیر روح المعانی)

[۲] قیامت کے ابتدائی مرحلہ میں جب یہ زمین و آسمان فنا ہوں گے تو ان کے درمیان ستارے بھی ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائیں گے یا سمندر میں گر جائیں گے۔

[۳] پہاڑ جو انتہائی مضبوط اور وزنی چیز ہیں اس دن کی ہیبت کے باعث یہ بھی اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں گے اور ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں اڑ جائیں گے۔

[۴] چودہ صدیاں پہلے اہل عرب کے ہاں اونٹنی بڑا عزیز اور قیمتی مال تھا، وہ سفر میں سواری کا کام دیتی، گھر والوں کو دودھ مہیا کرتی اور حمل کے بعد اپنی نسل میں اضافہ کر دیتی۔ چنانچہ جب اونٹنی کے حمل کو دس ماہ گزر جاتے اور بچہ جننے کا وقت قریب آ جاتا تو اہل عرب ہر وقت اپنی اونٹنی کا خاص خیال رکھتے تاکہ کہیں اس کے حمل کو نقصان نہ پہنچے مگر جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا اور اس کائنات کے فنا کا عمل شروع ہو جائے گا تو اس ہولناک منظر میں ہر ایک کو اپنی فکر لاحق ہوگی اور کوئی حاملہ اونٹنی کی بھی پرواہ نہیں کرے گا۔

[۵] وحشی جانور انسانوں سے بہت دور جنگلوں میں رہتے ہیں اور ان میں سے بعض دوسروں کو کھا جاتے ہیں، جیسے شیر ہرن کو کھا

Marfat.com

وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿٦﴾	٦۔ اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے۔[٦]
وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ﴿٧﴾	٧۔ اور جب جانیں (جسموں سے) ملا دی جائیں گی۔[٧]
وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ﴿٨﴾	٨۔ اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔[٨]

جاتا ہے مگر اس دن صور کی ہولناک آواز سے جنگل کے جانور بھی اس قدر گھبرا جائیں گے کہ وہ آبادیوں میں آ کر اکٹھے ہو جائیں گے اور شیر اور ہرن اس طرح خوفزدہ اور سہمے ہوئے اکٹھے کھڑے ہوں گے کہ انہیں ہوش بھی نہیں ہوگا کہ ان کے ساتھ دوسرا کون کھڑا ہے؟

[٦] یعنی سمندروں میں آگ بھڑک رہی ہوگی حالانکہ پانی تو آگ بجھانے کے کام آتا ہے، لیکن جو اللہ تعالیٰ اس دن زمین و آسمان اور پہاڑ جیسی مضبوط چیزوں کو ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ پانی کو پٹرول اور گیس بنا کر اسے آگ لگا دے اور اس میں سورج کو پھینک کر اس کی گرمی اور حدت میں مزید اضافہ کر دے۔

[٧] اب قیامت کے ان احوال کی منظر کشی کی جا رہی ہے جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور روحوں کو جسموں کے ساتھ ملا کر انہیں دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ تکویر (۸۱): زیر آیت نمبر ۷)

[٨] اسلام سے پہلے اہل عرب بیٹیوں کو پسند نہیں کرتے تھے اور بعض قبائل یعنی مضر، خزاعہ اور تمیم وغیرہ تو اس حد تک نفرت کرتے تھے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ نحل (١٦): زیر آیت نمبر ٨٥) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ (رنج و غم سے) بھر جاتا ہے، وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بری خبر کے باعث جو اسے دی گئی (اور سوچتا ہے کہ) اس بیٹی کو ذلت کے ساتھ رکھ لے یا مٹی میں دفن کر دے۔} (قرآن: ١٦: ٥٨-٥٩)

اسلام کا عورت پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اس قبیح رسم کا ایسا قلع قمع کیا کہ اسلام کے بعد پورے عرب میں بیٹی کو زندہ درگور کرنے کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔

زمانہ جاہلیت میں بیٹی کی حالت زار

اسلام سے پہلے باپ اپنی بیٹیوں کے ساتھ کیا کرتے تھے اس کے متعلق ان کی کہانی ان کی زبانی ملاحظہ کریں:

☆ قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں آٹھ بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ہر بیٹی کی طرف سے ایک غلام آزاد کر دو۔ قیس نے کہا: یا نبی اللہ! میرے پاس تو اونٹ ہیں تو آپ نے فرمایا: پھر ہر بیٹی کی طرف سے ایک اونٹ ذبح کر دو۔

(معجم کبیر: ٨٦٣: ج ١٨: ص ٣٣٧)

Marfat.com

بِاَیِّ ذَنۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ ج ۹۔ کہ وہ کس گناہ کے باعث قتل کی گئی تھی؟

☆ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص ہمیشہ مغموم رہتا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: تم کیوں مغموم رہتے ہو؟ اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بہت بڑا گناہ کیا تھا اور میں ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اس گناہ کو نہیں بخشے گا اگرچہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنا گناہ بتاؤ۔ اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں ان لوگوں میں سے تھا جو اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے، میرے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ میری بیوی نے مجھ سے سفارش کی کہ میں اس کو چھوڑ دوں (قتل نہ کروں) حتیٰ کہ وہ بڑی ہوگئی اور وہ عورتوں میں خوبصورت ترین لڑکی تھی۔ لوگوں نے اس سے نکاح کرنے کا پیغام دیا۔ مجھے اس پر عار آیا اور میرے دل نے یہ برداشت نہ کیا کہ میں اس کا نکاح کر دوں یا بغیر نکاح کے گھر میں رہنے دوں۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا: میں فلاں فلاں قبیلے میں اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ اس بیٹی کو بھی میرے ساتھ بھیجو، وہ یہ سن کر خوش ہوئی۔ ماں نے بیٹی کو اچھے کپڑے اور زیور پہنائے اور مجھ سے عہد لیا کہ میں اس بیٹی کے ساتھ دھوکہ نہیں کروں گا۔ میں اس کو ایک کنویں کے کنارے لے گیا اور اس میں دیکھا، وہ لڑکی سمجھ گئی کہ میں اس کو اس کنویں میں ڈالنا چاہتا ہوں، وہ میرے ساتھ چمٹ گئی اور رو کر کہنے لگی: اے میرے باپ! تم میرے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ مجھے اس پر رحم آیا، پھر میں نے کنویں میں دیکھا اور مجھ پر پھر عار غالب آ گیا، پھر وہ میرے ساتھ چمٹ کر کہنے لگی: اے میرے باپ! میری ماں کی امانت کو ضائع نہ کرو۔ میں نے پھر دوسری مرتبہ کنویں میں دیکھا اور پھر لڑکی کی طرف دیکھا، مجھے اس پر رحم آیا لیکن مجھ پر شیطان غالب آ گیا، میں نے اس کو پکڑا اور اوندھے منہ کنویں میں ڈال دیا اور وہ کنویں میں چلا رہی تھی: اے میرے باپ تو نے مجھے قتل کر دیا، میں اس کنویں کے پاس ٹھہرا رہا حتیٰ کہ اس کی آواز آنا بند ہوگئی، پھر میں واپس آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رونے لگے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے حکم دیا جاتا کہ میں کسی شخص کو زمانہ جاہلیت کے فعل پر سزا دوں تو میں تجھے سزا دیتا۔''

(تفسیر قرطبی: سورہ انعام (۶): زیر آیت نمبر ۱۴۰)

☆ آج بھی بعض لوگوں میں یہ جہالت پائی جاتی ہے کہ مرد، بیوی کی حیثیت سے تو لڑکی کو پسند کرتا ہے مگر بیٹی کی حیثیت سے اسے ناپسند کرتا ہے لیکن وہ یہ نہیں سوچتا کہ اس کی بیوی بھی آخر کسی کی بیٹی ہے اور اگر بیٹی کا وجود ختم ہو جائے تو نہ کوئی بیوی بن سکے اور نہ ہی نسل انسانی آگے چل سکے، لہٰذا بیٹی کو ناپسند کرنا حماقت اور خلاف فطرت ہے، اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے اسلام میں اس تفریق کی گنجائش نہیں ہے۔ جس طرح بیٹا والدین کے لئے نعمت اور ان کے پیار کا مستحق ہے اسی طرح بیٹی ان کے لئے رحمت اور ان کے پیار کی مستحق ہے۔ اس فرق کو مٹانے کے لئے نبی کریم ﷺ نے لڑکیوں پر خصوصی شفقت کرنے کی ترغیب دی ہے۔

اسلام میں بیٹی کی فضیلت

☆ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہا کو آتے دیکھتے تو ان کو خوش آمدید کہتے، ان کی طرف کھڑے ہوتے اور ان (کے سر) کو بوسہ دیتے، پھر ان کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ (الأدب المفرد: امام بخاری: ص ۲۷۸)

☆ حضرت عقبہ بن عامر ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو، بے شک وہ ہمدردی اور محبت کرنے والی ہوتی ہیں۔ (مسند احمد: جلد ۴: ص ۱۵۱)

☆ حضرت انس بن مالک ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دو بچیوں کے بالغ ہونے تک ان کی کفالت کرے گا قیامت کے دن وہ اور میں اتنا قریب ہوں گے جتنا میرے ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

(مسلم: ۶۶۹۵: کتاب البر: باب ۴۶)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی ایک بیٹی ہوئی اس نے اس کو ادب سکھایا اور اچھا ادب سکھایا اور اس کو علم سکھایا اور اچھا علم سکھایا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جو اس کو نعمتیں دیں ان نعمتوں میں سے اس نے اپنی بیٹی کو بھی نعمتیں دیں تو اس کی بیٹی اس کے لئے جہنم سے پردہ اور حجاب ہو جائے گی۔

(حلیۃ الاولیاء: حدیث نمبر ۶۳۴۸: ج ۵: ص ۶۷، کنز العمال: حدیث نمبر ۴۵۳۹۱: ج ۱۶: ص ۴۵۲)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کی بیٹی ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے اور اس کی توہین نہ کرے اور اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(ابو داؤد: حدیث نمبر ۵۱۴۶: کتاب الأدب: باب ۱۳۰)

☆ نبی کریم ﷺ نے سراقہ بن مالک ﷛ سے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑے اور سب سے افضل صدقہ پر آگاہ نہ کروں؟ اس نے عرض کیا: ضرور مہربانی فرمایئے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تیری وہ بیٹی جو (طلاق پا کر یا بیوہ ہو کر) تیرے گھر واپس آجائے اور تیرے سوا اس کے لئے کمانے والا کوئی نہ ہو۔ (ابن ماجۃ: ۳۶۶۷: ابواب الأدب: باب ۳، مسند احمد: جلد ۴: ص ۱۷۵) خدانخواستہ اگر کسی بیٹی کو طلاق ہو جائے یا اس کا خاوند فوت ہو جائے اور اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو تو جو باپ اپنی بیٹی کو اپنے گھر میں تحفظ فراہم کرے اور اس کی کفالت کرے تو ایک طرف وہ صلہ رحمی کر کے اپنی بیٹی کی دعائیں لے گا اور دوسری طرف افضل صدقہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے گا۔

☆ علامہ اسماعیل حقی نقل کرتے ہیں کہ جس کے ہاں لڑکی پیدا ہو وہ لڑکے کی نسبت زیادہ خوشی کا اظہار کرے تا کہ اہل جاہلیت کی مخالفت ہو۔ اگر بیٹی ناپسندیدہ مخلوق ہوتی تو انبیاء کرام علیہم السلام کے ہاں بیٹیاں پیدا نہ ہوتیں حالانکہ سردار انبیاء ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں اور آپ نے فرمایا: بیٹیوں سے کراہت نہ کرو کیونکہ میں بھی متعدد بیٹیوں کا باپ ہوں۔ (تفسیر روح البیان: سورہ نحل (۱۶): زیر آیت نمبر ۵۹)

قیامت کی ضرورت

اس آیت میں غور کیا جائے تو عقیدۂ قیامت کی ضرورت بھی نمایاں ہو جاتی ہے۔ یعنی ایک ظالم باپ اپنی بیٹی کو بغیر کسی

Marfat.com

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾ ۱۰۔ اور جب اعمال نامے کھول دیئے جائیں گے۔[۹]

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿۱۱﴾ ۱۱۔ اور جب آسمان کو بے حجاب کر دیا جائے گا۔[۱۰]

جرم کے زندہ درگور کردے اور وہ مٹی کے نیچے چیختی چلاتی اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے اور کوئی دن ایسا نہ آئے جس میں اس معصوم لڑکی کی دادرسی کی جائے اور اس کے بے رحم باپ کو قرار واقعی سزا دی جائے تو ایسی بے انصافی نہ تو کوئی عقل مند انسان گوارا کرسکتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی گنجائش ہے، لہٰذا قیامت کا دن ضروری ہے اور وہ ضرور آئے گا جس میں ہر شخص کو اپنے مظالم کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

[۹] مقاتل بیان کرتے ہیں کہ جب انسان فوت ہوتا ہے تو اس کے اعمال کا صحیفہ لپیٹ دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ تکویر (۸۱): زیر آیت نمبر ۱۰) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنا اعمال نامہ پڑھ لے، آج کے دن اپنا حساب کرنے کے لئے تو خود ہی کافی ہے۔ (قرآن: ۱۷: ۱۴) قیامت کے دن کوئی شخص نابینا اور ان پڑھ نہیں ہوگا، اس دن ہر شخص پڑھا لکھا ہوگا اور وہ اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا جیسا کہ امام ابن جریر طبری نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: اس دن وہ شخص بھی پڑھ لے گا جو دنیا میں ان پڑھ تھا۔ (تفسیر ابنِ جریر طبری، تفسیر ابن ابی حاتم: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۱۴)) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس اعمال نامہ کو ہر شخص پڑھے گا خواہ وہ دنیا میں امی تھا یا غیر امی۔ (تفسیر زاد المسیر: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۱۴)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک آدمی کے سامنے جب اس کا اعمال نامہ لایا جائے گا تو وہ پڑھ کر کہے گا کہ میں نے فلاں فلاں نیکیاں کی تھیں اس اعمال نامہ میں وہ درج نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آئے گا کہ ہم نے ان نیکیوں کو اس لئے مٹا دیا کیونکہ تم لوگوں کی غیبت کرتے تھے۔
(تفسیر مظہری: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۱۴)

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں کوئی شخص بے پڑھا نہ ہوگا۔ سب پڑھ سکیں گے اور سب عربی سے واقف ہوں گے کیونکہ اعمال نامہ کی تحریر عربی میں ہوگی، بلکہ مرتے ہی سب کی زبان عربی ہو جاتی ہے کہ قبر میں سوالات عربی میں ہوتے ہیں اور سارے لوگ عربی میں جواب دیتے ہیں۔ (تفسیر نور العرفان: سورہ کہف (۱۸): زیر آیت نمبر ۴۹) جنت کی زبان بھی عربی ہوگی جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا: تین وجوہ سے اہل عرب سے محبت کرو کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن کی زبان عربی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔ (مستدرک: جلد ۴: ص ۹۸)

[۱۰] جس طرح جانور کو ذبح کر کے جب اس کی کھال اتار دی جائے تو اس کے اندر کی سب حقیقت نظر آجاتی ہے اسی طرح یہ آسمان جو آج ہمیں دور سے نیلے رنگ کا نظر آتا ہے، قیامت کے دن جب یہ پھٹے گا اور اس کا ظاہری پردہ اتار دیا جائے گا تو سب کو آسمان کی حقیقت نظر آجائے گی۔ یہ واقعہ پہلی دفعہ صور پھونکنے کے وقت پیش آئے گا کیونکہ دوسری دفعہ صور

Marfat.com

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾	۱۲۔ اور جب دوزخ کو بھڑکا دیا جائے گا۔[۱۱]
وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾	۱۳۔ اور جب جنت قریب کر دی جائے گی۔[۱۲]
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾	۱۴۔ (تو اس دن) ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔[۱۳]
فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾	۱۵۔ میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے ستاروں کی۔
الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾	۱۶۔ سیدھے چلنے والے اور چھپنے والے ستاروں کی۔
وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾	۱۷۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے۔
وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾	۱۸۔ اور قسم ہے صبح کی جب وہ چمکنے لگے۔
اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾	۱۹۔ بے شک یہ (قرآن) ایک عزت والے رسول کا (یعنی جبریل علیہ السلام کا لایا ہوا) کلام ہے۔[۱۴]

پھونکنے کے بعد تو قیامت قائم ہو جائے گی اور اس زمین و آسمان کی جگہ نئے زمین و آسمان وجود میں آ جائیں گے۔

[۱۱] جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور قیامت کا انکار کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے لئے دوزخ کی آگ کو خوب بھڑکا دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب بھی (جہنم کی) آگ بجھنے لگے گی تو ہم (آگ کو) ان پر اور بھڑکا دیں گے۔ (قرآن: ۹۷:۱۷)

[۱۲] جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے قیامت کے دن جنت ان کے قریب کر دی جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور (اس دن) جنت متقی لوگوں کے قریب کر دی جائے گی۔ (قرآن: ۹۰:۲۶)

[۱۳] قیامت کے دن جب انسان کے سامنے اس کا اعمال نامہ رکھا جائے گا تو اس کے دماغ میں سارے اعمال کی یاد تازہ ہو جائے گی اور اسے اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا ساتھ لے کر آیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اب اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

[۱۴] گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں کھائی ہیں، یعنی ان ستاروں کی قسم جو رات کے وقت مشرق کی طرف پیچھے ہٹتے ہیں اور ان ستاروں کی قسم جو رات کے وقت مغرب کی طرف سیدھے چلتے ہیں اور سب ستاروں کی قسم جو دن کے وقت

Marfat.com

ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ جو قوت والا ہے، عرش والے کے نزدیک بڑے مرتبے والا ہے۔

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ وہ (سب فرشتوں کا) سردار اور امین ہے۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور تمہارے صاحب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون نہیں ہیں۔[۱۵]

چھپ جاتے ہیں اور رات کی قسم جب اس کی تاریکی جانے لگے اور صبح کی قسم جب اس کی روشنی پھیلنے لگے۔ ان پانچ قسموں کے بعد اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی کہ یہ قرآن مجید کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل علیہ السلام کا لایا ہوا کلام ہے۔ اور جبریل علیہ السلام کوئی معمولی ہستی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے، عزت والا ہے، قوت والا ہے، عرش والے کے ہاں بڑے مرتبہ والا ہے، وہ سب فرشتوں کا سردار اور اللہ تعالیٰ کے کلام کا امین ہے، لہٰذا اس قرآن مجید میں کسی کمی بیشی اور کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

[۱۵] کفار مکہ کو بتایا جا رہا ہے کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہارے صاحب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجنون نہیں ہیں بلکہ صادق اور امین ہیں۔ نیز گزشتہ تین آیات میں جبریل علیہ السلام کی جو صفات بیان کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ نے وہ ساری صفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدرجہ اتم عطا فرمائی ہیں۔ اسی لئے بعض مفسرین نے ان آیات میں جبریل علیہ السلام کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مراد لیا ہے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم جو اللہ کے پاس سے ہم تک پہنچا اس میں دو واسطے ہیں، ایک وحی لانے والا فرشتہ (جبریل علیہ السلام) اور دوسرا پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم، دونوں کی صفات وہ ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد کسی طرح کا شک وشبہ قرآن کے صادق اور منزل من اللہ ہونے میں نہیں رہتا۔ (تفسیر عثمانی: سورہ تکویر (۸۱): زیر آیت نمبر ۱۵)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں

تمام مخلوقات میں سب سے افضل انسان ہیں، پھر ان میں سب سے افضل انبیائے کرام علیہم السلام ہیں اور پھر ان میں سب سے افضل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام فرشتوں بشمول جبریل امین علیہ السلام سب سے افضل ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے:

۱۔ مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں، یعنی الفاظ مختصر مگر معانی کا سمندر۔

۲۔ رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔

۳۔ میرے لئے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا ہے۔

۴۔ میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے۔

Marfat.com

۵۔ مجھے تمام مخلوق کے لئے رسول بنایا گیا ہے۔

۶۔ میری ذات کے ساتھ انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ (مسلم: ۱۱۶۷: کتاب المساجد: باب ۱)

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور آدم اور ہر نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا اور میں ہی سب سے پہلے زمین سے اٹھوں گا اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا۔

(ترمذی: ۳۶۱۵: ابواب المناقب: باب ۳)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھائے ہوں گا اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور قیامت کے دن سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے کھول دے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں تمام اولین اور آخرین سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مکرم ہوں اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا۔ (ترمذی: ۳۶۱۶: ابواب المناقب: باب ۳)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں آخری نبی ہوں اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا۔ (سنن دارمی: مقدمہ: باب ۸: ص ۲۷)

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دو وزیر آسمان کے ہیں: جبریل اور میکائیل، اور میرے دو وزیر زمین کے ہیں: ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما۔

(مستدرک: ۳۰۴۶: جلد ۲: ص ۲۹۰، کنز العمال: ۳۲۶۴۷: جلد ۱۱: ص ۵۶۰)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے تمام روئے زمین کے مشارق اور مغارب کو الٹ پلٹ کر کے دیکھا، مجھے کوئی شخص سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں ملا۔

(معجم اوسط: ۶۲۸۱: جلد ۷: ص ۱۵۵، مجمع الزوائد: جلد ۸: ص ۲۱۷)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو جنت کے خازن رضوان نے کہا: یا محمد! آپ کو بشارت ہو، اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو جو علم انفرادی طور پر عطا فرمایا وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرما دیئے ہیں، لہٰذا آپ کا علم تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے زیادہ ہے۔ (مواہب لدنیہ: جلد اول: ص ۱۲۷)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجنون نہیں ہیں

مجنون اور دیوانہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی عقل میں فتور واقع ہو جائے، وہ سچ اور جھوٹ، دانائی اور بے وقوفی اور

Marfat.com

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور بے شک انہوں نے اس کو روشن کنارے پر دیکھا ہے۔[۱۶]

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور وہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔[۱۷]

امانت وخیانت میں فرق نہ کر سکے، بے ربط باتیں اور بے مقصد کام کرے، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو سچائی، دانائی، امانت اور دیانت کے اعلیٰ مرتبہ پر جلوہ گر ہیں، اور یہ وہ حقیقت ہے جس کو کفار مکہ اچھی طرح جانتے ہیں اور اسی لئے وہ اپنی امانتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھتے اور اپنے اختلافات کا فیصلہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے کراتے تھے۔

[۱۶] یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کے روشن کنارے پر جبریل امین کو ان کی اصل شکل میں دیکھا جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں ابواحوص بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کو ان کی اصل صورت میں دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے۔

(تفسیر ابن جریر طبری: سورہ تکویر (۸۱): زیر آیت نمبر ۲۳)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عامر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کو ان کی اصل صورت میں صرف ایک مرتبہ دیکھا ہے کیونکہ جبریل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دحیہ کی صورت میں آتے تھے۔ ایک دفعہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسی صورت میں آئے جس نے آسمان کے تمام کناروں کو بھر لیا تھا، ان پر سبز ریشم کا لباس تھا جس پر موتی لٹک رہے تھے۔

(تفسیر ابن جریر طبری: سورہ تکویر (۸۱): زیر آیت نمبر ۲۳)

[۱۷] یعنی اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وحی کو تمہیں سکھانے میں کوئی بخل نہیں کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس پر حریص تھے کہ تم اس وحی پر ایمان لاؤ اور اس وحی کا علم سیکھو۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی لکھتے ہیں: جو کچھ تم کو بتا دینے کا حکم ہے بتا دیتے ہیں، جس کے بتانے کا حکم نہیں وہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیتے ہیں، اس کے حکم کے منتظر رہتے ہیں، جب حکم پاتے ہیں تو ہم کو بھی غیب داں بنا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم، علم حضوری ہے، اس کا علم لامتناہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عطیہ ہے جس قدر اللہ نے چاہا دے دیا۔

(فیوض القرآن: سورہ تکویر (۸۱): زیر آیت نمبر ۲۴: فیروز سنز لمیٹڈ لاہور پاکستان)

شیخ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے، ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء وصفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا۔ (تفسیر عثمانی: سورہ تکویر (۸۱): زیر آیت نمبر ۲۴)

مذکورہ حوالہ جات سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب دیا گیا ہے اور دوسرا یہ کہ اس میں سے جتنا بتانا ضروری تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بتانے میں کوئی بخل نہیں کیا حتیٰ کہ اسلام مکمل ہو گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝۲۵
۲۵۔ اور یہ (قرآن) کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے۔[۱۸]

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝۲۶
۲۶۔ پھر تم کہاں جارہے ہو؟

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۲۷
۲۷۔ یہ (قرآن) تو تمام جہان والوں کے لئے نصیحت ہے۔[۱۹]

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝۲۸
۲۸۔ تم میں سے ہر اس شخص کے لئے جو سیدھی راہ چلنا چاہے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۹
۲۹۔ اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے سوائے اس کے کہ جو عالمین کا رب اللہ تعالیٰ چاہے۔

فرمایا: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔ (قرآن:۵:۳)

[۱۸] کفار مکہ یہ کہتے تھے کہ شیطان آپ کے پاس قرآن لے کر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا رد فرمایا ہے کہ یہ قرآن مجید کسی شیطان مردود کا کلام نہیں ہے کیونکہ شیطان تو وہ باتیں کرتا ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرتی ہیں جبکہ قرآن مجید تمہیں اس راستہ کی طرف بلاتا ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب لے جاتا ہے۔ پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم قرآن کا انکار کر کے کہاں جارہے ہو؟

[۱۹] جس طرح قرآن مجید کو نازل کرنے والا تمام جہانوں کا رب ہے اور جس رسول مکرم پر قرآن مجید نازل ہوا وہ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اسی طرح یہ قرآن مجید بھی تمام جہانوں کے لئے سراسر نصیحت ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی توفیق کے بغیر کسی کو نصیحت حاصل نہیں ہوتی لیکن جو لوگ اس قرآن مجید کی راہ پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطا فرماتا ہے اور وہ سیدھے راستہ پر گامزن ہو جاتے ہیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

قبل از فجر بروز بدھ ۱۵ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۹ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۴ تا ۱۵ دسمبر یعنی ایک دن میں سورہ تکویر کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الانفطار (۸۲)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''انفطار'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

قیامت کے احوال

اس سورت کے ابتدائی حصہ میں قیامت کے احوال بیان کئے گئے ہیں۔ یعنی جب یہ کائنات فنا ہو جائے گی، ایک نیا جہان معرض وجود میں آ جائے گا، سارے انسان قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے، ہر انسان کے سامنے اس کا اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا اور ہر انسان کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ اس نے دنیا کے لئے کیا کیا اور آخرت کے لئے کیا بھیجا؟

انسان کی تخلیق

پھر انسان کو اس کی تخلیق کے حوالے سے تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے تجھے پانی کے ایک معمولی قطرے سے پیدا کیا، تجھے حسین اعضاء اور عظیم صلاحیتوں سے نوازا، تجھے کسی حقیر مخلوق میں پیدا نہیں فرمایا، اب چاہیے تو یہ تھا کہ تو اپنے رب کا شکر ادا کرتا مگر کس چیز نے تجھے اپنے رب سے بے گانہ کر دیا؟

کاتبین کرام

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ اپنے معزز فرشتوں کو نگہبان مقرر کر رکھا ہے، وہ اس کے ہر عمل کو لکھ کر اس کا اعمال نامہ تیار کر رہے ہیں جو قیامت کے دن اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا اور اسی کے مطابق نیک لوگ جنت میں جائیں گے اور برے لوگ جہنم رسید ہوں گے۔

قیامت کے دن کس کی حکمرانی ہوگی؟

قیامت کے دن صرف اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہوگی، اس دن کوئی کسی کی از خود مدد نہیں کر سکے گا، البتہ اللہ تعالیٰ جن کو شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا وہ دوسروں کی مدد کر سکیں گے۔ اگرچہ آج بھی اصل حکمرانی تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے مگر اس نے امتحان کے لئے لوگوں کو اختیار دے رکھا ہے، اس لئے وہ ڈر، لالچ یا تعلقات کی بنا پر غلط فیصلے بھی کرتے ہیں مگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے صرف عدل و انصاف کے مطابق فیصلے کئے جائیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعۃ الکرم، برطانیہ

قبل از فجر بروز جمعرات ۱۶ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۰ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

آیاتھا ۱۹ ۸۲ سورۃ الانفطار مکیۃ ۸۲ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ — ۱۔ جب آسمان پھٹ جائے گا۔[۱]

وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲ — ۲۔ اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔

وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳ — ۳۔ اور جب سمندر بہا دیئے جائیں گے۔

وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴ — ۴۔ اور جب قبریں زیروزبر کردی جائیں گی۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝۵ — ۵۔ (اس دن) ہر شخص جان لے گا جو عمل اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔[۲]

[۱] پہلی تین آیات میں قیامت کے ابتدائی مراحل کا ذکر کیا گیا ہے یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام جب پہلی بار صور پھونکیں گے تو آسمان پھٹ جائے گا، ستارے ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائیں گے یا سمندر میں گر جائیں گے اور سمندروں کا پانی جو ایک جگہ جمع رہتا ہے اس کو آگ لگا کر ہر طرف پھیلا دیا جائے گا۔ایسا لگتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ پانی کو پٹرول میں بدل کر ہر طرف آگ کا سیلاب جاری کردے گا، یا ہوسکتا ہے کہ سمندروں کے پانی کو بخارات بنا کر اڑا دیا جائے اور زمین کی تہ میں جو پٹرول کے ذخیرے موجود ہیں ان سے سمندر کو بھر دیا جائے اور پھر اس میں آگ لگا کر پوری دنیا میں پھیلا دیا جائے۔

[۲] اب قیامت کے ان احوال کو بیان کیا جارہا ہے جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور قبریں الٹ پلٹ کردی جائیں گی۔یعنی ان سے مردے زندہ ہوکر اٹھ کھڑے ہوں گے، اور ہر شخص جان لے گا کہ اس نے کیا اچھا یا برا کام اپنے لئے آگے بھیجا تھا اور کیا اچھا یا برا طریقہ اس نے اپنے پیچھے چھوڑا تھا۔

موت کے بعد نیکی یا برائی کا سلسلہ

☆ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے ثواب کے برابر اس کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ (کیونکہ اس نیکی کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور نیک کام کرنے والوں کی نیکیوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس کسی نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں

Marfat.com

يَاۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝٦
٦۔ اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم کے متعلق دھوکے میں ڈالا؟

الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝٧
٧۔ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست کیا، پھر تجھے معتدل بنایا۔[۳]

فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝٨
٨۔ جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دے دیا۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝٩
٩۔ بے شک تم روز جزا کو جھٹلاتے ہو۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝١٠
١٠۔ حالانکہ تم پر نگہبان فرشتے مقرر ہیں۔[۴]

گے ان کے گناہ کے برابر اس کو بھی گناہ ملتا رہے گا (کیونکہ اس برائی کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور گناہ کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (مسلم: ٦٨٠٠: کتاب العلم: باب ٦)

[۳] اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے اس کریم اور مہربان رب کے متعلق دھوکے میں ڈال دیا کہ تو نے اس کا انکار کر دیا حالانکہ اس نے تجھے پانی کے ایک معمولی قطرے سے پیدا کیا، تیرے کان، آنکھیں، ہاتھ، پاؤں اور دوسرے اعضاء بنائے اور ان کو بڑے اعتدال کے ساتھ مناسب جگہوں پر رکھا، اگر وہ صرف تیری آنکھوں کو ہی سر کی پچھلی طرف لگا دیتا تو تیرے لئے منہ میں لقمہ ڈالنا مشکل ہو جاتا، اور اگر وہ چاہتا تو تجھے کتا یا گدھا بنا دیتا، مگر اس نے تجھ پر کرم فرمایا، تجھے اشرف المخلوقات سے بنایا اور تجھے عقل وخرد کی دولت سے نوازا، پھر بھی تو اس کا شکر ادا نہیں کرتا تو خود سوچ لے آخرت میں تیرا حشر کیا ہوگا؟

[۴] ان آیات میں منکرین قیامت کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ میرے انبیائے کرام علیہم السلام نے تمہیں آخرت سے آگاہ کر دیا ہے، پھر تم اگر قیامت کو جھٹلاتے ہو تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے معزز فرشتوں کو تم پر نگران مقرر کر رکھا ہے، وہ تمہارے ہر عمل کو جانتے ہیں اور اس کو لکھ کر تمہارا اعمال نامہ تیار کر رہے ہیں اور قیامت کے دن جب وہ اعمال نامہ تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا تو پھر تمہارے پاس کیا جواب ہوگا؟

مجاہد کہتے ہیں کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ انسان کے تمام احوال کو خوب جانتا ہے لیکن پھر بھی اتمام حجت کے لئے اس نے دو فرشتے رات کو اور دو فرشتے دن کو مقرر کر رکھے ہیں جو اس کے اعمال اور اقوال کو لکھنے کے لئے ہر وقت حاضر اور تیار رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک انسان کی دائیں طرف ہے جو اس کی نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا اس کی بائیں طرف جو اس کی برائیاں لکھتا ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ (۵۰): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کو) فرمایا: جب میرا بندہ

Marfat.com

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ﴿١١﴾ — ۱۱۔ جو معزز ہیں، لکھنے والے ہیں۔

يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿١٢﴾ — ۱۲۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿١٣﴾ — ۱۳۔ بے شک نیکوکار (جنت کی) نعمتوں میں ہوں گے۔

وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿١٤﴾ — ۱۴۔ اور بے شک بدکار دوزخ میں ہوں گے۔

يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿١٥﴾ — ۱۵۔ وہ جزا کے دن اس میں داخل ہوں گے۔[۵]

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿١٦﴾ — ۱۶۔ اور وہ اس (دوزخ) سے کبھی غائب نہ ہوسکیں گے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٧﴾ — ۱۷۔ اور آپ نے کیا سمجھا کہ روز جزا کیا ہے؟

ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٨﴾ — ۱۸۔ پھر آپ نے کیا سمجھا کہ روز جزا کیا ہے؟[۶]

گناہ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو فوراً نہ لکھو، پھر اگر وہ گناہ کرلے تو اس کا ایک گناہ لکھو۔ اور جب وہ نیکی کرنے کا ارادہ کرے اور ابھی اس نے وہ نیکی نہ کی ہو تو اس کی ایک نیکی لکھ لو اور اگر وہ اس نیکی کو کرلے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھ لو۔
(مسلم:۳۳۴: کتاب الایمان: باب ۵۹)

[۵] قیامت کے دن نیکوکار اپنی نیکیوں کی وجہ سے جنت کی نعمتوں میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ وہاں رہیں گے۔ ان کے برعکس بدکار لوگ اپنی برائیوں کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوں گے، ہمیشہ اس میں رہیں گے اور کبھی بھی اس سے غائب نہیں ہو سکیں گے۔

[۶] روز جزا کی ہولناکی کو اجاگر کرنے کے لئے دوبار تعجب کے ساتھ پوچھا جارہا ہے: کیا آپ جانتے ہیں کہ روز جزا کیا ہے؟ یہ وہ دن ہے جس میں صرف اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہوگی، اس دن کوئی کسی کی از خود مدد نہیں کر سکے گا، البتہ اللہ تعالیٰ جن کو شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا وہ دوسروں کی مدد کر سکیں گے، جیسا کہ:

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔}
(قرآن:۴۳:۶۷)

☆ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے، سب سے پہلے انبیاء، پھر علماء اور پھر شہداء۔ (ابن ماجۃ:۴۳۱۳: ابواب الزھد: باب ۳۷)

Marfat.com

يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـًٔا ؕ وَالۡاَمۡرُ يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾ ع

۱۹۔ یہ وہ دن ہے جب کوئی شخص کسی کے لئے کسی چیز کا (از خود) مختار نہیں ہوگا، اور حکمرانی اس دن اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی۔

اگرچہ آج بھی اصل حکمرانی تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے مگر اس نے امتحان کے لئے لوگوں کو اختیار دے رکھا ہے، اس لئے وہ ڈر، لالچ یا تعلقات کی بنا پر غلط فیصلے بھی کرتے ہیں مگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے صرف عدل و انصاف کے مطابق فیصلے کئے جائیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز جمعرات ۱۶ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۰ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی چند گھنٹوں میں سورہ انفطار کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ المطففین (۸۳)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''مطففین'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ بعض کے نزدیک یہ سورت مدنی ہے۔

ناپ تول میں کمی کرنا

اس سورت کی ابتدائی چھ آیات میں ان تاجروں کو تنبیہ کی گئی ہے جو ناپ تول میں کمی کر کے لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ان تاجروں کو اس دن کے عذاب سے ڈرنا چاہیے جب انہیں قبروں سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا اور انہیں ایک ایک پیسہ کا حساب دینا پڑے گا۔

بدکار لوگوں کی سزا

آیات نمبر ۷ تا ۱۷ میں بدکاروں اور قیامت کے منکروں کو وعید سنائی گئی ہے کہ ان کے بداعمال اور بدعقائد کی وجہ سے قیامت کے دن انہیں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رکھا جائے گا اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

نیکوکار لوگوں کی جزا

آیات نمبر ۱۸ تا ۲۸ میں نیکوکاروں کو جنت کی نعمتوں کی خوش خبری سنائی گئی ہے اور دوسرے لوگوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ بھی نیکیوں میں سبقت کریں اور جنت کی نعمتوں کے مستحق قرار پائیں۔

کسی کا مذاق اڑانا

آیات نمبر ۲۹ تا ۳۶ میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں کفار ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں کہ یہ آخرت کی خیالی نعمتوں کے لئے دنیا کی حاضر لذتوں کو چھوڑ بیٹھے ہیں مگر قیامت کے دن جب ایمان والے جنت کے تختوں پر جلوہ گر ہوں گے اور جہنم میں کفار کی حالت زار کا نظارہ کریں گے تو انہیں کفار کی سوچ پر ہنسی آئے گی کہ یہ کتنے احمق لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی عارضی خواہشات کی خاطر آخرت کی دائمی نعمتوں کا انکار کر دیا اور آج انہیں ان کے اعمال بد کا پورا پورا بدلہ مل گیا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

قبل از فجر بروز جمعہ ۱۷ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۱ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

آیاتہا ٣٦ ٨٣ سُورَةُ الْمُطَفِّفِينَ مَكِّيَّةٌ ٨٦ رکوعہا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝١

١۔ (ناپ تول میں) کمی کرنے والوں کے لئے خرابی ہے۔[١]

الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝٢

٢۔ وہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝٣

٣۔ اور جب وہ انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں نقصان پہنچاتے ہیں۔

---

[١] اہل مکہ تجارت پیشہ لوگ تھے لیکن خائن تھے، بالخصوص حج کے موقع پر جب لوگ کثرت سے مکہ آتے اور اپنے اپنے علاقہ کی چیزیں بھی خرید و فروخت کے لئے ساتھ لاتے تو اس مذہبی موقع پر بھی اہل مکہ اپنے مہمانوں کے ساتھ ناپ تول میں کمی کرتے یعنی جب ان سے کوئی چیز لیتے تو پورا ناپ تول کرتے اور جب انہیں کوئی چیز دیتے تو اس میں ڈنڈی مارتے اور گھٹا کر دیتے۔ یہاں پر ناپ تول میں کمی کرنے والے سب تاجروں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اگر وہ اس خیانت اور دھوکہ بازی سے باز نہ آئے تو جب لوگوں کو اس کا علم ہوگا تو ان کا اعتماد ختم ہو جائے گا اور وہ ایسے تاجروں کے پاس نہیں جائیں گے، اور اگر اس دنیا میں ان کی خیانت نہ پکڑی گئی تو بہر حال قیامت کے دن تو وہ اس کی سزا سے نہ بچ سکیں گے۔

جب نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے تاجر بھی ناپ تول میں کمی کرتے تھے لیکن جب اہل مدینہ نے یہ آیت سنی تو انہوں نے اس خیانت سے توبہ کر لی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک شخص کسی ناپ تول کرنے والے کو ملازم رکھے اور اس کو علم ہو کہ وہ ناپ تول میں کمی کرتا ہے تو اس ملازم کا گناہ اس کے مالک پر ہوگا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ مطففین (٨٣): زیر آیت نمبر ١)

سچا اور امانتدار تاجر

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے دن) نبیوں، صدیقوں، اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

(ترمذی: ١٢٠٩: ابواب البیوع: باب ٤)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچا اور امانت دار مسلمان تاجر قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

(ابن ماجۃ: ٢١٣٩: ابواب التجارات: باب ١)

Marfat.com

أَلَا يَظُنُّ أُولٰٓئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ④ — ۴۔ کیا وہ گمان نہیں کرتے کہ وہ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔[۲]

لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ⑤ — ۵۔ ایک بہت بڑے دن کے لئے۔

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ⑥ — ۶۔ جس دن سب لوگ تمام جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ⑦ — ۷۔ بے شک بدکاروں کا نامۂ اعمال سجین میں ہوگا۔[۳]

وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا سِجِّينٌ ⑧ — ۸۔ اور آپ نے کیا سمجھا کہ سجین کیا ہے؟

كِتٰبٌ مَّرْقُومٌ ⑨ — ۹۔ یہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے۔

[۲] ناپ تول میں کمی کرنے والے دراصل اس بڑے دن یعنی قیامت پر ایمان نہیں رکھتے جس دن انہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا اور حساب و کتاب کے لئے رب تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر انہیں قیامت کے ہولناک احوال پر یقین ہوتا تو وہ کسی کو نقصان نہ پہنچاتے۔

قیامت کے دن انسان کا پسینہ

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن سب لوگ تمام جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے (تو وہ اپنے پسینہ میں گھرے ہوئے ہوں گے) حتیٰ کہ کوئی شخص اپنے پسینہ میں نصف کانوں تک ڈوبا ہوا ہوگا۔
(بخاری: ۴۹۳۸: کتاب التفسیر: باب ۸۳)

☆ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: قیامت کے دن سورج مخلوق کے اتنا قریب ہوگا حتیٰ کہ وہ مخلوق سے ایک میل کی مسافت پر ہوگا۔ سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ بخدا! میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میل سے کیا مراد تھی؟ زمین کی مسافت والا میل یا وہ سلائی جس سے آنکھوں میں سرمہ ڈالا جاتا ہے (کیونکہ عربی میں اس سلائی کو بھی میل کہا جاتا ہے)، پھر لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینہ میں ہوں گے، کسی کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کی کمر تک اور کسی کے منہ میں پسینہ کی لگام ہوگی اور (اور یہ فرماتے ہوئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم: ۷۲۰۶: کتاب الجنة: باب ۱۵)

[۳] سِجِّین سے مراد وہ رجسٹر ہے جس میں دوزخیوں کے نام اور ان کے اعمال درج ہیں اور اس جگہ کو بھی سِجِّین کہتے ہیں جہاں مرنے کے بعد دوزخیوں کی روحوں کو قید کیا جاتا ہے اور ان کا اعمال نامہ بھی وہیں محفوظ ہوتا ہے۔

Marfat.com

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۝١٠

۱۰۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہوگی۔

الَّذِيۡنَ يُكَذِّبُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ ۝١١

۱۱۔ جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں۔

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍ ۝١٢

۱۲۔ اور اس (روز جزا) کو کوئی نہیں جھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزرنے والا گناہگار ہے۔[۴]

اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝١٣

۱۳۔ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

كَلَّا بَلۡ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ۝١٤

۱۴۔ ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان اعمالِ (بد) کا زنگ چڑھ گیا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔[۵]

---

[۴] جو لوگ قیامت کو جھٹلاتے ہیں قیامت کے دن ان کے لئے بڑی خرابی اور بربادی ہوگی، لہٰذا قیامت کے دن کی تکذیب صرف وہی شخص کرے گا جو سرکش گناہ گار ہوگا اور حد سے تجاوز کرنے والا ہوگا۔

[۵] منکرین قیامت کے سامنے جب قرآن کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مگر منکرین قیامت اس پر ایمان اس لئے نہیں لاتے کیونکہ مسلسل نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے اور وہ ایسے ناکارہ ہوگئے ہیں کہ حق کو تسلیم نہیں کرتے۔

دل پر زنگ کیسے چڑھتا ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے، پھر اگر وہ اس گناہ سے باز آجائے اور استغفار اور توبہ کرلے تو اس کا دل پاک اور صاف ہوجاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے (اور بار بار کرتا رہے) تو اس کے دل کی سیاہی بڑھتی رہتی ہے حتیٰ کہ اس کا سارا دل سیاہ ہوجاتا ہے، اور یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے سورہ مطففین (۸۳) کی آیت نمبر ۱۴ میں ذکر فرمایا ہے: بلکہ ان کے دلوں پر ان اعمالِ (بد) کا زنگ چڑھ جاتا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔ (ترمذی: ۳۳۳۴: ابواب تفسیر القرآن: باب ۸۳) پھر اس کے دل کے اندر ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے، پھر وہ قرآن مجید کی آیات سنتا ہے تو بھی ان کا اثر قبول نہیں کرتا۔

دل کا زنگ کیسے اترتا ہے؟

جس طرح ایک خشک اور مردہ زمین پر جب بارانِ رحمت برستی ہے تو وہ تروتازہ اور زندہ ہوجاتی ہے، اسی طرح جب

Marfat.com

كَلَّآ إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿١٥﴾ ۱۵۔ بے شک اس دن وہ اپنے رب (کے دیدار) سے روک دیئے جائیں گے۔[۶]

غافل دل میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی شمع روشن ہوتی ہے تو اس سے غفلت کا زنگ اتر جاتا ہے اور وہ یادِ خداوندی سے زندہ ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح پانی سے لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے اسی طرح یہ دل بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! یہ زنگ کیسے دور کیا جا سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کی تلاوت اور موت کو زیادہ یاد کرنے سے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۲۱۶۸: کتاب فضائل القرآن: فصل ثالث)

☆ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (بخاری: ۶۴۰۷: کتاب الدعوات: باب ۶۶)

[۶] جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے چہروں پر اداسی اور سیاہی چھائی ہوئی ہوگی اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم کر دیا جائے گا، لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں قیامت کے دن ان کے چہرے تر و تازہ اور شگفتہ ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے لطف اندوز ہوں گے۔

آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ زجاج نے کہا: اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دکھائی دے گا، اور اگر ایسا نہ ہو تو اس آیت کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور نہ پھر اس میں کفار کی کوئی تخصیص اور تذلیل ہوگی کہ وہ اپنے رب کے دیدار سے محروم رہیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ قیامت (۷۵) کی آیت نمبر ۲۲۔ ۲۳ میں فرمایا: اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ مطففین (۸۳): زیر آیت نمبر ۱۵)

☆ اس آیت کی تفسیر میں حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو اپنے دیدار سے محروم رکھے گا اور وہ اس کو نہیں دیکھ سکیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے لئے اپنے دیدار کی تجلی فرمائے گا اور وہ اپنے رب کو دیکھ لیں گے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ ناراضگی کی وجہ سے کفار کو اپنے دیدار سے محروم رکھے گا تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہونے کی وجہ سے مومنین کو اپنا دیدار کرائے گا۔ سنو! اللہ کی قسم! اگر محمد بن ادریس کو یہ یقین نہ ہوتا کہ وہ قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھے گا تو وہ دنیا میں اس کی عبادت نہ کرتا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ مطففین (۸۳): زیر آیت نمبر ۱۵)

☆ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم یہاں کوئی مزید چیز بھی چاہتے ہو؟ اہلِ جنت کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو

Marfat.com

ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ﴿١٦﴾

۱۶۔ پھر وہ ضرور دوزخ میں داخل ہوں گے۔

ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿١٧﴾

۱۷۔ پھر (ان سے) کہا جائے گا: یہی وہ (جہنم) ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔[۷]

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿١٨﴾

۱۸۔ بے شک نیکوکاروں کا نامۂ اعمال علیین میں ہوگا۔[۸]

جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ پھر اللہ تعالیٰ حجاب کھول دے گا اور اہل جنت کو ایسی کوئی چیز نہیں عطا کی گئی ہوگی جو ان کو اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔ (مسلم: ۴۴۹: کتاب الایمان: باب ۸۰)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے ادنیٰ شخص کا یہ مقام ہوگا کہ وہ اپنی جنتوں، بیویوں، نعمتوں، خادموں اور تختوں کی طرف ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھ سکے گا۔ اور اہل جنت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم شخص وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے چہرے کا صبح اور شام دیدار کرے گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سورہ قیامت کی آیات نمبر ۲۲۔ ۲۳ تلاوت فرمائیں۔ (ترمذی: ۲۵۵۳: ابواب صفة الجنة: باب نمبر ۱۷)

☆ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھتے ہو اور تمہیں اپنے رب کے دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ (بخاری: ۵۵۴: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب ۱۶)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے؟ اور سورج کو دیکھنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو اور اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی مشقت نہیں ہوگی۔

(ترمذی: ۲۵۵۴: صفة الجنة: باب ۱۷)

[۷] فرشتے جب منکرین قیامت کو جہنم رسید کرنے لگیں گے تو انہیں کہیں گے: یہی وہ جہنم کا عذاب ہے جس کا تم دنیا میں انکار کیا کرتے تھے، لہٰذا اب تمہیں ہمیشہ اسی میں رہنا پڑے گا۔

[۸] عِلِّيِّينَ سے مراد وہ رجسٹر ہے جس میں نیکوکاروں کے نام اور ان کے اعمال درج ہیں، اور اس مقام کو بھی عِلِّيِّينَ کہا جاتا ہے جہاں مرنے کے بعد نیکوکاروں کی روحیں اور ان کے اعمالنامے رکھے جاتے ہیں، یہ مقام ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اس مقام کی نگہداشت کرتے ہیں۔

فرشتے بندوں کے اعمال لے کر اوپر چڑھتے ہیں، جب وہ اوپر پہنچتے ہیں تو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے: تم میرے بندے کے اعمال کے محافظ ہو اور میں اپنے بندے کے دل کا نگہبان ہوں اور اس نے اخلاص سے میرے لئے عمل کیا ہے،

Marfat.com

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا عِلِّيُّوۡنَ ﴿۱۹﴾ ۱۹۔ اور آپ نے کیا سمجھا کہ علیین کیا ہے؟

كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ﴿۲۰﴾ ۲۰۔ یہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے۔

يَّشۡهَدُهُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ﴿۲۱﴾ ۲۱۔ مقرب فرشتے اس کی نگہداشت کرتے ہیں۔

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِىۡ نَعِيۡمٍ ﴿۲۲﴾ ۲۲۔ بے شک نیکوکار (جنت کی) نعمتوں میں ہوں گے۔

عَلَى الۡاَرَآئِكِ يَنۡظُرُوۡنَ ﴿۲۳﴾ ۲۳۔ تختوں پر بیٹھے (جنت کے) نظارے کر رہے ہوں گے۔[۹]

تَعۡرِفُ فِىۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِيۡمِ ﴿۲۴﴾ ۲۴۔ آپ ان کے چہروں پر نعمتوں کی تروتازگی پہچان لیں گے۔

يُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِيۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ ﴿۲۵﴾ ۲۵۔ انہیں سر بہ مہر خالص شراب پلائی جائے گی۔

خِتٰمُهٗ مِسۡكٌ‌ ؕ وَفِىۡ ذٰلِكَ فَلۡيَتَنَافَسِ الۡمُتَنٰفِسُوۡنَ ﴿۲۶﴾ ۲۶۔ اس کی مہر کستوری کی ہوگی، اور اس کے لئے سبقت لے جانے والوں کو سبقت کرنی چاہیے۔[۱۰]

اس لئے اس کے اس عمل کو عِلِّیِّیْن میں رکھ دو، بے شک میں نے اس کو بخش دیا ہے، پھر فرشتے کسی اور بندے کے عمل کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، جب وہ اوپر پہنچتے ہیں تو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے: تم میرے بندے کے اعمال کے محافظ ہو اور میں اس کے دل کا نگہبان ہوں، اس نے یہ عمل اخلاص سے میرے لئے نہیں کیا، لہٰذا اس عمل کو سِجِّیْن میں رکھ دو۔
(تفسیر قرطبی: سورہ مطففین (۸۳): زیر آیت نمبر ۲۱)

[۹] نیکوکار جب جنت میں پہنچیں گے تو مرصع تختوں پر بیٹھ کر ان نعمتوں کا نظارہ کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کر رکھی ہیں اور ان نعمتوں سے جو انہیں خوشی ہوگی اس کی تروتازگی ان کے چہروں سے عیاں ہوگی۔

[۱۰] جنت میں مقربین کو جو شراب پیش کی جائے گی وہ صاف، شفاف اور خالص ہوگی، اس میں تسنیم کے چشمہ کا پانی ملایا گیا ہوگا، اس کے اوپر کستوری کی مہر لگی ہوئی ہوگی اور جب وہ مہر کھولی جائے گی تو شراب سے پہلے کستوری کی خوشبو مقربین کا استقبال کرے گی، لہٰذا جو لوگ دنیا کی فانی چیزوں کے حصول میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ جنت کی نعمتوں کے حصول میں سبقت کریں جو دائمی اور بے نظیر ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی ننگے مسلمان کو لباس پہنایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا، اور جس مسلمان نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل

Marfat.com

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿٢٧﴾	۲۷۔ اور اس میں تسنیم کی آمیزش ہو گی۔
عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢٨﴾	۲۸۔ (یہ تسنیم) ایک چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پئیں گے۔
اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾	۲۹۔ بے شک مجرم لوگ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے۔
وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾	۳۰۔ اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔[۱۱]
وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿٣١﴾	۳۱۔ اور جب اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تو دل لگی کرتے ہوئے لوٹتے تھے۔
وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿٣٢﴾	۳۲۔ اور جب وہ (کفار) ایمان والوں کو دیکھتے تو کہتے: یقیناً یہ لوگ گمراہ ہیں۔[۱۲]
وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٣٣﴾	۳۳۔ حالانکہ وہ ایمان والوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔

کھلائے گا، اور جس مسلمان نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا اللہ تعالیٰ اس کو کستوری کی سر بہ مہر شراب پلائے گا۔

(ابوداؤد: ۱۶۸۲: کتاب الزکوٰۃ: باب ۴۱)

[۱۱] مکہ کے کافر سردار جب فقیر مسلمانوں کے پاس سے گزرتے تو ان پر ہنستے اور آپس میں آنکھوں کے اشاروں سے ان کا مذاق اڑاتے اور شام کو جب کفار اپنے گھروں کو لوٹتے تو خوب مزے لے کر ایک دوسرے کو اپنی بہادری کے قصے سناتے کہ انہوں نے آج مسلمانوں کا خوب مذاق اڑایا ہے۔

[۱۲] کفار جب ایمان والوں کو دیکھتے تو آپس میں کہتے: یہ باپ دادا کا مذہب چھوڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں اور آخرت کی خیالی نعمتوں کے لئے دنیا کی حاضر لذتوں کو چھوڑ بیٹھے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو نگران بنا کر نہیں بھیجا کہ وہ ایمان والوں پر نظر رکھیں اور ان کے اعمال اور عقائد پر عیب لگاتے رہیں بلکہ انہیں اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔

Marfat.com

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿٣٤﴾

۳۴۔ پس آج ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے۔[۱۳]

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿٣٥﴾

۳۵۔ تختوں پر بیٹھے (جنت کے) نظارے کر رہے ہوں گے۔

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾ ع

۳۶۔ کیا کفار کو ان اعمال (بد) کا بدلہ دے دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟

---

[۱۳] آج تو کفار ایمان والوں کو گمراہ کہتے ہیں اور ان پر ہنستے ہیں مگر قیامت کے دن جب ایمان والے جنت کے تختوں پر جلوہ گر ہوں گے اور جہنم میں کفار کی حالت زار کا نظارہ کریں گے تو انہیں کفار کی سوچ پر ہنسی آئے گی کہ یہ کتنے احمق لوگ ہیں جنھوں نے دنیا کی عارضی خواہشات کی خاطر آخرت کی دائمی نعمتوں کا انکار کر دیا اور آج انہیں ان کے اعمال بد کا پورا پورا بدلہ مل گیا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز جمعہ ۱۷ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۱ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ایک ہی دن میں سورہ مطففین کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الانشقاق (۸۴)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''انشقاق'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

قیامت کا منظر

اس سورت کی ابتدائی چھ آیات میں قیامت کے واقع ہونے کا ایک مختصر مگر جامع منظر پیش کیا گیا ہے، یعنی جب آسمان پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور زمین اپنے اندر کے خزانے نکال کر خالی ہو جائے گی تو اس کے بعد انسان کو زندہ کر کے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کر دیا جائے گا۔

اعمالناموں کی تقسیم

آیات نمبر ۷ تا ۱۵ میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن تمام انسانوں کو دو قسموں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ایک قسم کے لوگ وہ ہوں گے جن کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور یہ ان کی نجات کی نشانی ہوگی، لہٰذا وہ خوشی سے پھولے نہیں سمائیں گے۔ اور دوسری قسم کے لوگ وہ ہوں گے جن کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور یہ قیامت کے منکر تھے اس لئے انہیں جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

قیامت ضرور آئے گی

آیات نمبر ۱۶ تا ۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے چار قسمیں کھانے کے بعد پوری تاکید سے فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی اور اس دن تمہیں شدائد و مصائب کی کئی حالتوں سے گزرنا پڑے گا، مگر ان کی عقل و خرد کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے؟

قرآن مجید کی تکذیب

آیات نمبر ۲۱ تا ۲۵ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور جو اس پر ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں ان کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز ہفتہ ۱۸ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۲ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

آیاتہا ٢٥ ﴿٨٤ سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ ٨٣﴾ رکوعہا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝١ ۔ ١۔ جب آسمان پھٹ جائے گا۔

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝٢ ۔ ٢۔ اور وہ (آسمان) اپنے رب کا حکم بجالائے گا اور اس پر فرض بھی یہی ہے۔[١]

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝٣ ۔ ٣۔ اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔

وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝٤ ۔ ٤۔ اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔[٢]

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝٥ ۔ ٥۔ اور وہ (زمین) اپنے رب کا حکم بجالائے گی اور اس پر فرض بھی یہی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝٦ ۔ ٦۔ اے انسان! بے شک تو اپنے رب تک پہنچنے کے لئے بہت مشقت اٹھاتا ہے، سو تو اس سے ملنے والا ہے۔[٣]

---

[١] اللہ تعالیٰ جب آسمان کو پھٹنے کا حکم دے گا تو وہ فوراً پھٹ جائے گا اور اس کا فرض بھی یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کردے۔

[٢] اور اللہ تعالیٰ جب زمین کو پھیل کر ہموار ہو جانے اور اپنے اندر کے خزانے نکال کر خالی ہو جانے کا حکم دے گا تو وہ فوراً اپنے پہاڑوں اور سمندروں کو ختم کر کے ایک چٹیل میدان کی طرح بہت وسیع ہو جائے گی اور اپنے اندر کے خزانے اور مردے نکال کر خالی ہو جائے گی، اور اس کا فرض بھی یہی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا حکم ہو اسی طرح فوراً بجالائے۔

[٣] اس آیت میں اپنے رب تک پہنچنے اور اس سے ملنے سے مراد موت اور قیامت ہے۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو مانے یا نہ مانے بہرحال اسے ایک دن اللہ تعالیٰ کی طرف ضرور لوٹنا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

انسان نیکی کو اپنی منزل بنائے یا برائی کو بہرصورت منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے اسے جدوجہد کرنا پڑتی ہے اور وہ اپنے رب تک پہنچنے یعنی موت تک اس مشقت میں سرگرم رہتا ہے۔ موت کے بعد جب انسان اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پہنچتا

Marfat.com

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۟ۙ
۷۔ پس جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔[۴]

فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۟ۙ
۸۔ تو عنقریب اس کا حساب آسانی سے لیا جائے گا۔

وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۟ؕ
۹۔ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا۔

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۟ۙ
۱۰۔ اور جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا گیا۔[۵]

ہے تو اس کے اعمال کے مطابق اس کی جزا و سزا کا فیصلہ سنایا جاتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں: یعنی اے انسان! تو اپنے اچھے یا برے کام کو انجام دینے میں مشقت اٹھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے رب سے تیری ملاقات کا یعنی تیری موت کا وقت آجاتا ہے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ انشقاق (۸۴): زیر آیت نمبر ۶)

[۴] جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ اس کی نجات کی نشانی ہوگی، اس کو حساب کے لئے پیش تو کیا جائے گا مگر اس کی نیکیوں کی برکت سے اس کے گناہوں سے درگزر کر دیا جائے گا اور وہ جنت کا پروانہ لے کر خوشی خوشی اپنے اہل ایمان گھر والوں کی طرف لوٹے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال کو ہم قبول کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے درگزر کرتے ہیں، (یہ لوگ) اہل جنت میں سے ہیں۔ (قرآن: ۴۶:۱۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نماز میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لینا۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! آسان حساب کیا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے اعمال نامے کو دیکھے اور اس سے درگزر فرمائے، کیونکہ جس سے مناقشہ کیا جائے گا وہ تو ہلاک ہو جائے گا، مگر مومن پر دنیا میں جو بھی مصیبت آتی ہے، اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے حتیٰ کہ اسے جو کانٹا چبھتا ہے۔ (مستدرک: ۹۳۶: جلد اول: ص ۲۸۵، مسند احمد: جلد ۶: ص ۴۸)

[۵] جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا وہ اپنا برا انجام دیکھ کر پکار اٹھے گا: کاش میں مرا ہی رہتا اور دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا یا مجھے موت ہی آجائے تا کہ مر کر مٹی ہو جاؤں اور اس عذاب سے بچ جاؤں، مگر اس وقت پچھتانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ اسے پکڑ کر بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

دوزخیوں کو پیٹھ کے پیچھے سے اعمال نامہ دینے کی کیا وجہ ہے؟ ہو سکتا ہے کہ ان کے ہاتھ پیچھے باندھ دیے گئے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بائیں ہاتھ میں نہ لینے کی وجہ سے اپنے ہاتھ پیچھے کر لئے ہوں اس لئے فرشتوں نے پیچھے سے ان کے بائیں ہاتھوں میں دیے ہوں۔ بہر حال اصل حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

Marfat.com

فَسَوۡفَ يَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا ﴿۱۱﴾
۱۱۔ تو وہ عنقریب موت کو پکارے گا۔

وَّيَصۡلٰى سَعِيۡرًا ﴿۱۲﴾
۱۲۔ اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہو گا۔

اِنَّهٗ كَانَ فِىۡۤ اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا ﴿۱۳﴾
۱۳۔ بے شک وہ (دنیا میں) اپنے گھر والوں میں بہت خوش رہتا تھا۔

اِنَّهٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ يَّحُوۡرَ ﴿۱۴﴾
۱۴۔ بے شک اس نے گمان کر رکھا تھا کہ وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف) ہرگز لوٹ کر نہیں جائے گا۔[۶]

بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيۡرًا ﴿۱۵﴾
۱۵۔ کیوں نہیں! بے شک اس کا رب اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔

فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾
۱۶۔ پس میں شفق کی قسم کھاتا ہوں۔

وَالَّيۡلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾
۱۷۔ اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات نے جمع کر لیا ہے۔

وَالۡقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾
۱۸۔ اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے۔

لَتَرۡكَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾
۱۹۔ تم ضرور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف گزرتے چلے جاؤ گے۔[۷]

---

[۶] قیامت کے دن جن لوگوں کو بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دے کر جہنم میں بھیجا جائے گا یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اپنے گھر والوں کے ساتھ خوب خوشی خوشی زندگی گزارتے تھے اور انہیں گمان تھا کہ یہی دنیا ہی سب کچھ ہے اس کے بعد انہیں کہیں لوٹ کر نہیں جانا اور کوئی حساب و کتاب نہیں دینا مگر ان کا یہ گمان ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ انہیں اپنے رب کی بارگاہ میں ضرور لوٹنا ہے، وہ ہر شخص کے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے اور اس کے اعمال کے مطابق اس کی جزا و سزا کا فیصلہ فرمائے گا۔

[۷] گزشتہ تین آیات میں چار چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے، یعنی:

۱۔ شفق کی قسم، غروب آفتاب اور رات کی تاریکی چھانے کے درمیان جو پہلے سرخی اور پھر سفیدی ظاہر ہوتی ہے، ان میں سے پہلے کو سرخ شفق اور دوسرے کو سفید شفق کہا جاتا ہے۔

۲۔ رات کی قسم۔

۳۔ ان چیزوں کی قسم جن کو رات کی تاریکی نے جمع کر دیا ہے، مثلاً رات کے وقت انسان، حیوان، درندے، پرندے

Marfat.com

فَمَالَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ پس انہیں کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے؟

وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ سجدہ

۲۱۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔[۸]

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ بلکہ کفار تو اسے جھٹلاتے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ دلوں میں چھپاتے ہیں۔[۹]

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ پس آپ انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنادیں۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾ ع

۲۵۔ البتہ جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔[۱۰]

وغیرہ سب اپنے اپنے گھروں اور ٹھکانوں میں جمع ہو جاتے ہیں، گویا ان سب چیزوں کی قسم کھائی جارہی ہے۔

۴۔ اور چاند کی قسم جب وہ پورا ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے چار قسمیں کھانے کے بعد پوری تاکید سے فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی اور اس دن تمہیں شدائد و مصائب کی کئی حالتوں سے گزرنا پڑے گا، مگر ان کی عقل وخرد کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے؟

[۸] یعنی ان کی ہٹ دھرمی کی انتہا ہے کہ قرآن مجید جیسا حکیمانہ کلام سن کر بھی اپنے رب کو سجدہ نہیں کرتے بلکہ قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں اور اسے شعر اور جادو قرار دیتے ہیں۔

[۹] اس آیت میں منکرین کو خبردار کیا جارہا ہے کہ قرآن مجید کے متعلق جو بغض وعناد انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا ہے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے اور اسی کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنادیں کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔

[۱۰] البتہ جولوگ قرآن مجید پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسا اجر تیار کر رکھا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز ہفتہ ۱۸ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۲ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی عشاء کے بعد چند گھنٹوں میں سورہ انشقاق کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ البروج (۸۵)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''بروج'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

خندق والے

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے چار قسمیں کھانے کے بعد خندق والوں کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے خندق کھود کر اس میں آگ بھڑکائی اور پھر اس میں ایمان والوں کو جلا دیا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا تو پھر ان کی کوئی مدد نہ کر سکا۔

اللہ تعالیٰ کی صفات

آیات نمبر ۱۳ تا ۱۶ میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیق اور اس کی بخشش، محبت، حکومت اور قدرت کا ذکر کیا گیا ہے۔

فرعون اور ثمود کے لشکر

آیات نمبر ۱۷ تا ۲۰ میں کفارِ مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ فرعون اور ثمود کے لشکر ان سے زیادہ طاقتور اور دولتمند تھے، جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکے۔ اور اگر کفارِ مکہ بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا؟

قرآن مجید کی حفاظت

اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ قرآن ایسی لوح میں لکھا ہوا ہے جو ہر لحاظ سے محفوظ ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز اتوار ۱۹ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۳ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

آیاتہا ۲۲ ۸۵ سورۃ البروج مکیۃ ۲۷ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ — ۱۔ قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔ [۱]

وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ — ۲۔ اور (قسم ہے) اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ [۲]

وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳ — ۳۔ اور قسم ہے دیکھنے والے کی اور دیکھے جانے والے کی۔ [۳]

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴ — ۴۔ خندقوں والے ہلاک کر دیئے گئے۔ [۴]

[۱] آسمان کی قسم جس کے نیچے فلک میں بڑے بڑے ستارے ہیں جو اپنے اپنے فلک میں محوِ گردش ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے لیل ونہار اور شمس وقمر کو پیدا فرمایا، سب (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہے ہیں۔
(قرآن: ۲۱:۳۳)

فلک اور آسمان میں کیا فرق ہے؟

اکثر مفسرین کے نزدیک فلک اور آسمان دو مختلف چیزیں ہیں، آسمان اوپر ہے اور افلاک نیچے ہیں، جیسا کہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: فلک ایک موج کا نام ہے جسے اس کے طبقہ میں روک دیا گیا ہے اور وہ آسمان کے نیچے ہے اور شمس وقمر اسی میں گردش کر رہے ہیں۔ اور ضحاک کا قول یہ ہے کہ فلک کسی ایسی چیز کا نام نہیں جس کا کوئی جسم ہو بلکہ جہاں یہ سیارے گردش کرتے ہیں ان کے مدار کا نام ہے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ انبیاء (۲۱): زیر آیت نمبر ۳۳)

[۲] قیامت کے دن کی قسم جس کا بار بار وعدہ کیا گیا ہے اور اس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔

[۳] اس آیت میں دو قسمیں کھائی گئی ہیں یعنی دیکھنے والے (شاہد) اور دیکھے جانے والے (مشہود) کی قسم! ان دونوں سے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین نے مختلف اقوال بیان کئے ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ شاہد سے مراد میدان حشر کا سب سے بڑا اجتماع ہے جس میں اولین اور آخرین سب جمع ہوں گے، اور مشہود سے مراد قیامت کا ہولناک منظر ہے جس کو سب لوگ دیکھیں گے۔ (تفسیر کبیر: سورہ بروج (۸۵): زیر آیت نمبر ۳)

نوٹ: اس سورت کے آغاز میں چار قسمیں کھانے کا مقصد یہ ہے کہ قیامت کا دن ضرور آئے گا جس میں ظالموں کو اپنے مظالم کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

[۴] آیات نمبر ۴ تا ۸ میں ایک ایسی قوم کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا جرم سمجھتے تھے، اس لئے ان میں سے جو ایمان

Marfat.com

النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ ۵۔ (یعنی) بھڑکتی ہوئی آگ والے۔

اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶ ۶۔ جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے۔

وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷ ۷۔ اور وہ جو کچھ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸ ۸۔ اور انہیں ایمان والوں کی صرف یہ بات ناپسند تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے جو سب پر غالب لائقِ حمد و ثنا ہے۔

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹ ۹۔ جس کی آسمانوں اور زمین میں حکومت ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝۱۰ ۱۰۔ بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت پہنچائی، پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لئے جہنم ہے اور ان کے لئے آگ میں جلنے کا عذاب ہے۔[۵]

لائے انہوں نے ان کو سزا دینے کے لئے خندق کھودی، اس میں ایندھن ڈال کر آگ بھڑکائی اور ایمان والوں کو اس آگ میں ڈال دیا اور خود کنارے پر بیٹھ کر ان کو جلتا دیکھ رہے تھے کہ اچانک آگ نے پھیل کر کنارے والوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے کر جلا دیا۔ مفسرین نے یہاں پر گزشتہ اقوام کے چند واقعات نقل کئے ہیں، ان میں سے کسی ایک کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ قرطبی نے ایک قوم کے انجام کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ جن مومنوں کو خندق میں ڈالا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو آگ میں پہنچنے سے پہلے قبض کر لیا (لہٰذا جب وہ آگ میں پہنچے تو صرف مردہ جسم تھے) مگر آگ اتنی زیادہ بھڑک اٹھی کہ اس نے خندق سے پھیل کر ان ظالموں کو بھی جلا دیا جو خندق کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے، اور کہا گیا ہے کہ ایمان والے نجات پا گئے اور آگ نے خندق کے کنارے بیٹھے ہوئے ظالموں کو جلا دیا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ بروج (۸۵): زیر آیت نمبر ۴)

[۵] جن ظالموں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو صرف اس لئے جلا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے اور پھر اپنی سرکشی سے توبہ بھی نہ کی، ان کے لئے جہنم کا عذاب تیار ہے جہاں انہیں خصوصی آگ میں جلایا جائے گا۔

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ﴿١١﴾

۱۱۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴿١٢﴾

۱۲۔ بے شک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔[٦]

إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ﴿١٣﴾

۱۳۔ بے شک وہی پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا۔

وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ﴿١٤﴾

۱۴۔ اور وہ بہت بخشنے والا بہت محبت فرمانے والا ہے۔[٧]

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ﴿١٥﴾

۱۵۔ عرش کا مالک ہے، بڑی شان والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو جہنم کی آگ میں جلانے کی وعید سنائی ہے مگر ساتھ یہ قید بھی لگا دی ہے کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو پھر انہیں جہنم رسید کیا جائے گا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اس بہیمانہ قتل پر بھی نادم ہوں اور توبہ کرلیں تو انہیں جہنم رسید نہیں کیا جائے گا۔ اسی لئے علامہ خازن لکھتے ہیں کہ دانستہ قتل کرنے والے کی توبہ بھی مقبول ہو جاتی ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ بروج (۸۵): زیر آیت نمبر ۱۰) جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو اسلام اور شرف صحابیت سے مشرف فرمایا۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس جود و کرم کو دیکھو کہ ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو زندہ جلا کر ان کا تماشا دیکھا لیکن اللہ تعالیٰ پھر بھی انہیں توبہ اور مغفرت کی دعوت دے رہا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: سورہ بروج (۸۵): زیر آیت نمبر ۱۰)

[٦] ظالم اور سرکش لوگ یہ نہ سمجھیں کہ انہیں کوئی پکڑنے والا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں سے اچھی طرح آگاہ ہے اور وہ ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں۔ نیز اس نے اپنی حکمت کے مطابق ان کی سزا کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اور جب وہ وقت آجائے گا تو رب تعالیٰ کی گرفت اتنی سخت ہوگی کہ پھر انہیں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔

[٧] ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات بیان کی جا رہی ہیں یعنی جس طرح اس نے پہلی بار انسان کو پیدا فرمایا ہے اسی طرح وہ دوبارہ بھی پیدا فرمائے گا، اگر کوئی سچے دل سے توبہ کرلے تو وہ اسے بخشنے والا ہے، وہ مخلوق سے محبت کرنے والا ہے، سزا صرف اسی وقت دیتا ہے جب کوئی سرکشی سے باز نہیں آتا، وہ عرش کا مالک ہے یعنی اس کی کرسی (حکومت) زمین و آسمان کو محیط ہے، لہٰذا کوئی سرکش اس کی گرفت سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتا۔

Marfat.com

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾	۱۶۔ جو کچھ چاہتا ہے اسے کرگزرنے والا ہے۔[۸]
هَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ﴿١٧﴾	۱۷۔ کیا آپ کے پاس لشکروں کی خبر پہنچی ہے؟
فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ﴿١٨﴾	۱۸۔ یعنی فرعون اور ثمود (کے لشکروں) کی۔[۹]
بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ﴿١٩﴾	۱۹۔ بلکہ جنہوں نے کفر کیا وہ تو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔
وَّاللّٰهُ مِن وَّرَآئِهِم مُّحِيطٌ ﴿٢٠﴾	۲۰۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔
بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ﴿٢١﴾	۲۱۔ دراصل یہ قرآن بڑی عظمت والا ہے۔
فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ﴿٢٢﴾ ع	۲۲۔ ایسی لوح میں (لکھا ہوا) ہے جو محفوظ ہے۔[۱۰]

[۸] یعنی اللہ تعالیٰ قادر مطلق اور مختار کل ہے، جو چاہتا ہے کر ڈالتا ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سے ان کے مرضِ موت میں کسی نے پوچھا: کیا کسی طبیب نے آپ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ سائل نے پوچھا: تو پھر اس نے کیا کہا؟ آپؓ نے فرمایا: اس نے کہا: میں جو چاہتا ہوں کر دیتا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ بروج (۸۵): زیر آیت نمبر ۱۶) یعنی اب معاملہ طبیبوں سے گزر چکا ہے، میرا آخری وقت آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی میرا طبیب ہے اور اس کی مشیت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

[۹] میرے پیارے نبی! آپ کفار کی مخالفت سے غمگین نہ ہوں، کیا آپ فرعون اور ثمود کے لشکروں کو نہیں جانتے؟ وہ کفار مکہ سے زیادہ طاقتور اور مالدار تھے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے میں مصروف رہتے تھے اور اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ انہیں کوئی زیر نہیں کر سکتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کا اقتدار کفار کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے انہیں پکڑا تو پھر کوئی بھی انہیں ہلاکت سے نہ بچا سکا۔

[۱۰] یہ قرآن مجید بڑا عظمت والا کلام ہے، اس میں کسی شک وشبہ اور حذف واضافہ کا امکان نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی لوح میں لکھا ہوا ہے جو ہر لحاظ سے محفوظ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز اتوار ۱۹ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۳ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی چند گھنٹوں میں سورہ بروج کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الطارق (۸۶)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''طارق'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

ہر انسان پر ایک محافظ مقرر ہے

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور ستاروں کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر فرشتوں کا ایک محافظ دستہ مقرر کر رکھا ہے جو اس کے اعمال لکھ کر انہیں محفوظ کر لیتا ہے اور قیامت کے دن کھول کر اس کے سامنے رکھ دے گا۔

قیامت برحق ہے

آیات نمبر ۵ تا ۱۰ میں منکرین قیامت کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اگر وہ اپنی تخلیق پر ہی غور کر لیں تو انہیں یقین کرنا پڑے گا کہ جو اللہ تعالیٰ انسان کو پہلی بار پانی کے ایک حقیر قطرہ سے پیدا کر سکتا ہے وہ قیامت کے دن اس جیسا انسان دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے، لہٰذا اس دن سے ڈرو کیونکہ وہ دن برحق ہے، اس دن تمہارے سب مخفی اعمال اور راز ظاہر کر دیئے جائیں گے اور تمہیں دوزخ کے عذاب سے کوئی بھی نہ بچا سکے گا۔

قرآن مجید فیصلہ کن کلام ہے

اللہ تعالیٰ نے بارش برسانے والے آسمان کی اور پھٹنے والی زمین کی قسمیں کھا کر پوری تاکید سے فرمایا کہ یہ قرآن کوئی مذاق، مبہم اور بے مقصد کتاب نہیں بلکہ فیصلہ کن، واضح اور بامقصد کلام ہے۔ اس میں کسی کمی بیشی یا شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور جو لوگ اس قرآن کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں آپ ان کی فکر نہ کریں میں خود ان سے نمٹ لوں گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز پیر ۲۰ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۴ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

آیاتہا ۱۷ ۸۶ سورۃ الطارق مکیۃ ۳۶ رکوعہا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝۱ ۔ ۱۔ قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی۔ [۱]

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲ ۔ ۲۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ رات کو نمودار ہونے والا کیا ہے؟

النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ۝۳ ۔ ۳۔ وہ نہایت روشن ستارہ (ثاقب) ہے۔ [۲]

اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ ۝۴ ۔ ۴۔ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی محافظ (مقرر) نہ ہو۔ [۳]

---

[۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور ثاقب ستارے کی قسم کھائی ہے۔ اس سے مراد وہ ستارے ہیں جن کی چمک زیادہ ہوتی ہے یا وہ ستارے مراد ہیں جو شیطانوں کا پیچھا کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر جو شیطان کچھ جھپٹ لینا چاہتا ہے تو شہاب ثاقب اس کا تعاقب کرتا ہے۔ (قرآن: ۳۷:۱۰)

[۲] اس آیت کی تفسیر میں علامہ رازی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ جناب ابو طالب نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو نبی ﷺ نے ان کو روٹی اور دودھ پیش کیا، جس وقت وہ بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے تو ایک ستارہ ٹوٹ کر گرا اور پھر وہ آگ ہو گیا، جناب ابو طالب نے گھبرا کر پوچھا: یہ کیا چیز ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس ستارے سے شیطان کو مارا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، تو ابو طالب کو تعجب ہوا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔
(تفسیر کبیر: سورہ طارق (۸۶): زیر آیت نمبر ۳)

[۳] اللہ تعالیٰ نے آسمان اور ستاروں کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ ہر انسان پر ایک محافظ مقرر ہے۔ اس محافظ سے مراد کون ہے؟ اس کے متعلق تین اقوال ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ محافظ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے جس نے انسان کی حفاظت اور بقا کے وسائل پیدا فرمائے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: پس اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے۔ (قرآن: ۱۲:۶۴)

۲۔ محافظ سے مراد ان فرشتوں کا دستہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی حفاظت کے لئے مقرر کر رکھا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انسان کے لئے یکے بعد دیگرے آنے والے (فرشتے) ہیں جو اس کے آگے اور اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ (قرآن: ۱۳:۱۱) ہم اکثر اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ انتہائی شدید حادثہ میں کوئی انسان بچ نکلتا ہے تو دراصل اس حادثہ کا شکار ہونا اس کی تقدیر میں نہیں تھا اس لئے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن جو

Marfat.com

مصیبت اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کے تحت اس کے لئے مقدر کر رکھی ہے جب اس کا وقت آجاتا ہے تو یہ فرشتے اس انسان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ رعد (۱۳): زیر آیت نمبر ۱۱)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ ۱۶۰ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو ایسے حادثات سے اس کی حفاظت کرتے ہیں جو اس کی تقدیر میں نہیں ہیں۔۔۔ اگر انسان کو ایک لحہ کے لئے بھی اس کے اپنے حوالے کر دیا جائے تو شیاطین اس کو اچک لیں۔

(تفسیر قرطبی: سورہ طارق (۸۶): زیر آیت نمبر ۴)

۳۔ محافظ سے مراد ان فرشتوں کا دستہ ہے جو انسان کے اعمال لکھ کر انہیں محفوظ کر لیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حالانکہ تم پر نگہبان فرشتے مقرر ہیں، جو معزز ہیں، لکھنے والے ہیں، وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ (قرآن: ۸۲: ۱۰-۱۲) اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب دو لینے والے (فرشتے اس کے ہر قول و فعل کو لکھ) لیتے ہیں جو اس کی دائیں اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں، وہ جو بات بھی کہتا ہے اس کے پاس ایک نگہبان (فرشتہ لکھنے کے لئے) تیار ہوتا ہے۔ (قرآن: ۵۰: ۱۷-۱۸)

مجاہد کہتے ہیں کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ انسان کے تمام احوال کو خوب جانتا ہے لیکن پھر بھی اتمام حجت کے لئے اس نے دو فرشتے رات کو اور دو فرشتے دن کو مقرر کر رکھے ہیں جو اس کے اعمال اور اقوال کو لکھنے کے لئے ہر وقت حاضر اور تیار رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک انسان کی دائیں طرف ہے جو اس کی نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا اس کی بائیں طرف ہے جو اس کی برائیاں لکھتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ (۵۰): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کو) فرمایا: جب میرا بندہ گناہ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو فوراً نہ لکھو، پھر اگر وہ گناہ کر لے تو اس کا ایک گناہ لکھو۔ اور جب وہ نیکی کرنے کا ارادہ کرے اور ابھی اس نے وہ نیکی نہ کی ہو تو اس کی ایک نیکی لکھ لو اور اگر وہ اس نیکی کو کر لے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھ لو۔ (مسلم: ۳۳۴: کتاب الایمان: باب ۵۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا: جب میرا بندہ برائی کا ارادہ کرے تو اس کو مت لکھو حتیٰ کہ وہ اس برے کام کو کرے، اگر وہ برا کام کر لے تو اس کی ایک برائی لکھ لو اور اگر وہ میری وجہ سے اس برے کام کو ترک کر دے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دو۔ اور اگر وہ کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو نہ کر سکے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دو اور اگر وہ اس نیک کام کو کر لے تو اس کے لئے وہ نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک لکھ دو۔ (بخاری: ۷۵۰۱: کتاب التوحید: باب ۳۵)

ہر ملک کی اپنی کرنسی ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہاں کے لوگ اپنی ضروریات زندگی خریدتے ہیں، آخرت کی کرنسی نیکیاں ہیں، جو لوگ اس دنیا میں نیکیوں کا ذخیرہ نہیں کرتے وہ آخرت میں نامراد رہتے ہیں۔

Marfat.com

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝٥

۵۔ پس انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔[۴]

خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝٦

۶۔ وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔

يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝٧

۷۔ جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔

إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝٨

۸۔ بے شک وہ اس کو پھر واپس لانے پر بھی قادر ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝٩

۹۔ جس دن سب راز ظاہر کر دیئے جائیں گے۔[۵]

فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝١٠

۱۰۔ پھر اس کے پاس نہ خود کوئی قوت ہوگی اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔[۶]

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝١١

۱۱۔ قسم ہے بارش برسانے والے آسمان کی۔

وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝١٢

۱۲۔ قسم ہے پھٹنے والی زمین کی۔

---

[۴] اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ایسے اچھلتے ہوئے پانی یعنی نطفہ سے پیدا فرمایا جو مرد و عورت کی پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ ان آیات میں منکر قیامت کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اگر وہ اپنی تخلیق پر ہی غور کرے تو اسے یقین کرنا پڑے گا کہ جو اللہ تعالیٰ انسان کو پہلی بار پانی کے ایک حقیر قطرہ سے پیدا کر سکتا ہے وہ قیامت کے دن اس جیسا انسان دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

[۵] اس آیت میں منکرین قیامت کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اس دن کے عذاب سے ڈرو جس دن تمہارے پوشیدہ اعمال، عقائد اور مکر و فریب کو سب کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا۔ گویا ایک بہت بڑی سکرین پر تمہارے ظاہر اور پوشیدہ اعمال کی فلم چلا دی جائے گی اور سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تاکہ جب اعمال کی جانچ پڑتال کے بعد تمہاری سزا کا فیصلہ سنایا جائے تو کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

[۶] قیامت کے دن جو شخص اپنے بد اعمال کی وجہ سے جہنم کا مستحق قرار پائے گا تو پھر نہ تو اس کے اپنے پاس اتنی قوت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی اور اس کی مدد کر سکے گا۔

Marfat.com

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿١٣﴾

۱۳۔ بے شک یہ (قرآن) فیصلہ کن کلام ہے۔[۷]

وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿١٤﴾

۱۴۔ یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿١٥﴾

۱۵۔ بے شک وہ خوب سازشیں کر رہے ہیں۔

وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾

۱۶۔ اور میں بھی تدبیر کر رہا ہوں۔[۸]

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿١٧﴾ ع

۱۷۔ پس آپ کفار کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اور انہیں تھوڑی سی مہلت دیں۔

---

[۷] اللہ تعالیٰ نے بارش برسانے والے آسمان کی اور پھٹنے والی زمین کی قسمیں کھا کر پوری تاکید سے فرمایا کہ یہ قرآن کوئی مذاق، مبہم اور بے مقصد کتاب نہیں بلکہ فیصلہ کن، واضح اور بامقصد کلام ہے، اس میں کسی کمی بیشی یا شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

[۸] ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ یہ کفار ہر وقت اسلام کے خلاف سازشوں میں سرگرم رہتے ہیں مگر آپ ان کی اذیت رسانی پر غمگین نہ ہوں بلکہ صبر کریں اور ان کو تھوڑی سی مہلت دیں، میں بھی ان کی ناکامی کی تدبیر کر رہا ہوں اور زیادہ وقت نہیں گزرے گا کہ ان کی ساری سازشیں ناکام ہو جائیں گی اور اسلام کا پرچم سربلند ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز پیر ۲۰ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۴ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی سورہ طارق کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الاعلیٰ (۸۷)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''اعلیٰ'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کے نام کی تسبیح کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے کیونکہ وہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے، سب سے برتر ہے اور اسی نے کائنات کی ہر چیز کو بڑے حسین اور درست اندازے پر پیدا فرمایا ہے، لہٰذا وہی اس قابل ہے کہ اس کی تسبیح کی جائے۔

حفظ قرآن مجید

آیات نمبر ۶ تا ۸ میں نبی کریم ﷺ کو خوش خبری سنائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے قرآن مجید کو اتنا آسان کر دے گا کہ آپ اس کو آسانی سے حفظ کر لیں گے اور کبھی نہیں بھولیں گے، اور آپ کی برکت سے اہل ایمان کے لئے بھی حفظ قرآن کو آسان کر دیا گیا ہے حتیٰ کہ نو دس سال کا بچہ بھی اس کو آسانی سے یاد کر لیتا ہے۔

قرآن سراپا نصیحت ہے

آیات نمبر ۹ تا ۱۱ اور ۱۸ تا ۱۹ میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید کوئی غیر معروف کتاب نہیں بلکہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے صحیفوں میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے، یہ سراپا نصیحت ہے، لہٰذا اس کے ذریعہ لوگوں کو نصیحت کرو، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوگا وہ اس نصیحت کو قبول کر کے جنت میں جائے گا اور جس پر بدبختی اور سرکشی سوار ہوگی وہ اس سے گریز کر کے جہنم کی بڑی آگ میں جا پڑے گا۔

کون فلاح پائے گا

آیت نمبر چودہ اور پندرہ میں فلاح حاصل کرنے کے لئے تین شرطیں بیان کی گئی ہیں۔ یعنی وہ اپنے آپ کو کفر و شرک سے پاک کرے، اپنے رب کے نام کو ہر وقت یاد رکھے تاکہ شیطان کے حملوں سے محفوظ رہے اور پانچ نمازوں کو پابندی کے ساتھ ادا کرے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز منگل ۲۱ دسمبر ۲۰۱۰ء، بمطابق ۱۵ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

ایاتھا ۱۹ (۸۷) سورۃ الاعلیٰ مکیۃ ۸ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ ۱ ۱۔ اپنے رب کے نام کی تسبیح کریں جو سب سے بلند ہے۔[۱]

[۱] اپنے رب کے نام کی تسبیح کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کو خشوع اور خضوع سے لیا جائے، اس کے نام کی تعظیم اور تکریم کی جائے اور اس کو کسی ایسے نام سے نہ پکارا جائے جو اس کی شان کے لائق نہ ہو اور بہتر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان ہی خوب صورت ناموں سے یاد کیا جائے جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب اور نقص سے بالاتر ہے اسی طرح اس کے نام بھی ہر عیب اور نقص سے پاک ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: {فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ} (پس آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو بڑی عظمت والا ہے: قرآن: ۵۶: ۷۴) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تم اپنے رکوع میں رکھ لو۔ (یعنی رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ پڑھا کرو) اور جب سورہ اعلیٰ کی پہلی آیت نازل ہوئی: {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى} (آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو سب سے برتر ہے: قرآن: ۸۷: ۱) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تم اپنے سجدہ میں رکھ لو۔ (یعنی سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھا کرو)۔

(ابوداؤد: ۸۶۹: کتاب الصلاۃ: باب ۱۴۶)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت پڑھتے {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى} تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى۔ (ابوداؤد: ۸۸۳: کتاب الصلاۃ: باب ۱۴۸)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص رکوع کرے اور تین مرتبہ کہے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ تو اس کا رکوع پورا ہو گیا اور یہ کم سے کم مرتبہ ہے اور جب سجدہ کرے اور تین مرتبہ کہے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى تو اس کا سجدہ پورا ہو گیا اور یہ کم سے کم مرتبہ ہے۔ (ترمذی: ۲۶۱: ابواب الصلاۃ: باب ۷۹)

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں فرماتے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور سجدہ میں فرماتے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى اور جب بھی آپ رحمت کی آیت پڑھتے تو توقف کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کرتے اور جب آپ عذاب کی آیت پڑھتے تو توقف کر کے اس سے پناہ طلب کرتے۔

(ترمذی: ۲۶۲: ابواب الصلاۃ: باب ۷۹)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمات ایسے ہیں جو رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، زبان پر

Marfat.com

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝۲ — ۲۔ جس نے پیدا کیا، پھر اسے درست بنایا۔[۲]

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝۳ — ۳۔ اور جس نے (صحیح) اندازہ کیا، پھر اسے ہدایت دی۔

وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۝۴ — ۴۔ اور جس نے (زمین سے) چارہ نکالا۔[۳]

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۝۵ — ۵۔ پھر اس کو سیاہی مائل خشک کر دیا۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی ۝۶ — ۶۔ ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے، پس آپ کبھی نہیں بھولیں گے۔[۴]

بہت ہلکے اور سہل ہیں اور میزان عدل میں بہت بھاری ہوں گے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔

(بخاری: ۷۵۶۳: کتاب التوحید: باب ۵۸)

[۲] رب تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا، اس کی ضروریات کے لحاظ سے اس کے اعضاء بنائے اور ان کو ایسے معتدل اور مناسب اندازے کے مطابق اپنی اپنی جگہ پر چسپاں کیا کہ اس سے بہتر صورت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان میں اگر تبدیلی کی جائے تو اس مخلوق کے لئے مشکلات پیدا ہو جائیں، مثلاً اگر انسان کی صرف آنکھیں سر کی پچھلی طرف لگا دی جائیں تو اس کا اپنے ہی منہ میں لقمہ ڈالنا مشکل ہو جائے گا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے جس مخلوق کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا اس کے اندر اس مقصد کو حاصل کرنے کا شعور اور طریقہ بھی ودیعت کر دیا مگر انسان کا مقصدِ تخلیق چونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اس لئے اس کی رہنمائی کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا۔

[۳] اللہ تعالیٰ نے ہی زمین جیسی سخت چیز سے نرم و نازک چارہ نکالا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اس کو سیاہی مائل خشک کر دیا مگر یہ چارہ دونوں صورتوں میں مویشیوں کے لئے نعمت ہے، جب وہ سرسبز اور تر و تازہ ہو تو بھی مویشی اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور جب یہ خشک ہو جائے تو اسے پورا بھی اور ریزہ ریزہ کر کے بھوسہ کی شکل میں بھی ذخیرہ کر لیا جاتا اور دوسرے موسم میں یہی خشک چارہ مویشیوں کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

[۴] ابتدا میں جب وحی نازل ہوتی اور جبریل امین کلام الٰہی کو پڑھنا شروع کرتے تو نبی کریم ﷺ بھی جلدی جلدی اپنی زبان کو حرکت دیتے اور جبریل امین کے ساتھ ساتھ پڑھنا شروع کر دیتے تاکہ پوری وحی کو اچھی طرح یاد کر لیں اور کوئی لفظ بھول نہ جائے، لیکن وحی کو سننا، سمجھنا اور فوراً دہرانا، یہ تینوں کام ایک وقت میں بڑے تکلیف دہ تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یعنی میرے پیارے نبی! آپ وحی کو جلدی دہرانے کی مشقت نہ اٹھائیں بلکہ پورے اطمینان اور خاموشی کے ساتھ

Marfat.com

اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝۷

۷۔ مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے، بے شک وہ ظاہر اور مخفی سب کو جانتا ہے۔[۵]

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝۸ ۚ

۸۔ اور ہم آپ کے لئے آسانی پیدا کر دیں گے۔[۶]

اس کو سنیں اور بھول جانے کی فکر نہ کریں، ہم اس کو آپ کے دل میں محفوظ کر دیں گے۔ لہٰذا جب ہماری طرف سے جبریل امین قرآن مجید پڑھ لیں تو اس کے بعد آپ پڑھنا شروع کر دیں، آپ بالکل اسی طرح پڑھیں گے جیسے آپ پر نازل ہوا تھا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد جب جبریل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو آپ غور سے سنتے اور جب وہ چلے جاتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح پڑھتے جیسے جبریل نے پڑھا تھا۔

(بخاری: ۵: کتاب بدء الوحی: باب ۴)

وقتی طور پر اگر تلاوت کے وقت کوئی لفظ یا آیت رہ جائے تو ایسا ممکن ہے جیسا کہ نماز میں بعض دفعہ ایسا ہوا تا کہ لقمہ دینے کا مسئلہ معلوم ہو جائے، لیکن ہمیشہ کے لئے کسی حکم خداوندی کو بھول جانا ممکن نہیں ورنہ آپ کی تبلیغ اور نبوت میں نقص پیدا ہو جائے گا جس سے آپ پاک ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

اس آیت کی تفسیر میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت ہے کہ آپ کو حفظ قرآن کی نعمت بے محنت عطا ہوئی اور یہ آپ کا معجزہ ہے کہ اتنی بڑی کتاب عظیم بغیر محنت ومشقت اور بغیر تکرار کے آپ کو حفظ ہوگئی۔ (خزائن العرفان: سورہ اعلیٰ (۸۷): زیر آیت نمبر ۶)

[۵] یعنی اللہ تعالیٰ اگر کوئی حکم منسوخ کرنا چاہے تو وہ اس حکم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن سے بھلا دے گا تو پھر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھولنا شمار نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نسخ کا فیصلہ ہوگا اور کسی حکم کو ذہن سے بھلا دینا بھی نسخ ہی کی قسم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی (دوسری) آیت لے آتے ہیں۔ (قرآن: ۲: ۱۰۶) چونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ظاہر و باطن کو اچھی طرح جانتا ہے اس لئے اپنی حکمت کے مطابق جس وقت جو مناسب ہوتا ہے وہی نازل فرماتا ہے۔

[۶] اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے متعدد اقوال نقل کئے ہیں، ان میں سے ایک درج ذیل ہے جس کو علامہ خازن نے بھی نقل کیا ہے: ہم آپ کے لئے وحی (قرآن) کو اتنا آسان کر دیں گے کہ آپ اس کو آسانی سے حفظ کر لیں گے اور کبھی نہیں بھولیں گے۔ (تفسیر الخازن: سورہ اعلیٰ (۸۷): زیر آیت نمبر ۸) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے قرآن مجید کا حفظ کرنا اتنا آسان کر دیا گیا ہے کہ دس سال سے کم عمر کے بچے بھی پورا قرآن مجید اس طرح حفظ کر لیتے ہیں کہ ایک زبر اور زیر کا بھی فرق نہیں آتا۔

Marfat.com

فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝ ۹۔ پس آپ نصیحت کرتے رہیں اگر نصیحت فائدہ دے۔[۷]

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ پنڈت رام چند حضرت صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی کے پاس گیا اور کہنے لگا: مجھے تمہارے ''قرآن'' کے چودہ پارے حفظ ہیں، تم بتاؤ تمہیں ہمارا ''وید'' کتنا حفظ ہے؟ حضرت نے کہا: دوبارہ یہ بات نہ کہنا ورنہ بہت ذلیل ہو گے۔ اس نے کہا: تم باتیں نہ بناؤ، اگر ''وید'' یاد ہے تو سناؤ۔ حضرت نے فرمایا: یہ تو میرے ''قرآن'' کا کمال اور اعجاز ہے کہ دشمن کے سینہ میں بھی چلا گیا اور یہ تمہارے ''وید'' کا نقص ہے کہ تمہیں خود بھی ''وید'' اتنا حفظ نہیں جتنا تمہیں ''قرآن'' حفظ ہے۔ یہ جواب سن کر پنڈت مبہوت ہو کر چلا گیا۔ اسی طرح تورات، زبور اور انجیل آسمانی کتابیں ہیں لیکن دنیا میں ان میں سے کسی آسمانی کتاب کا کوئی حافظ نہیں ہے اور یہ صرف قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ دنیا کے ہر ملک میں اس کے بے شمار حافظ موجود ہیں۔
(تفسیر تبیان القرآن: جلد ۱۱: ص ۵۸۵)

حفظ قرآن کی فضیلت

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حافظ قرآن سے کہا جائے گا: تو قرآن مجید پڑھ اور (جنت کے درجات پر) اوپر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا تیری منزل وہاں ہوگی جہاں تو آخری آیت پڑھے گا۔ (ترمذی: ۲۹۱۴: فضائل القرآن: باب ۱۸)

☆ حضرت ابن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پیٹ میں قرآن کا کچھ حصہ بھی نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ (ترمذی: ۲۹۱۳: فضائل القرآن: باب ۱۸) سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص قرآن مجید کی دو مکمل سورتیں ہیں اور تقریباً ہر مسلمان کو زبانی یاد ہوتی ہیں اس لئے دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہو جس کو قرآن مجید کا کچھ نہ کچھ حصہ زبانی یاد نہ ہو۔

☆ حضرت علی ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو حفظ کر لیا پھر اس کے حلال کو حلال جانا اور اس کے حرام کو حرام جانا اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور حافظ کو اپنے ان دس رشتہ داروں کی شفاعت کا حق دے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ (ترمذی: ۲۹۰۵: فضائل القرآن: باب ۱۳)

☆ حضرت ابوہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن حافظ قرآن حاضر ہوگا تو قرآن عرض کرے گا: اے میرے رب! اس کو لباس عطا فرما، پس اس کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا، پھر قرآن عرض کرے گا: اے میرے رب! اس کو اور عطا فرما! پھر اس کو عزت کا حلہ پہنایا جائے گا، پھر قرآن عرض کرے گا: اے میرے رب! تو حافظ قرآن سے راضی ہو جا، پس اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا، پھر حافظ قرآن کو کہا جائے گا: قرآن پڑھ اور جنت کے درجات پر چڑھتا جا اور ہر آیت کے بدلے میں اس کی ایک نیکی زیادہ کر دی جائیگی۔ (ترمذی: ۲۹۱۵: فضائل القرآن: باب ۱۸)

[۷] میرے پیارے نبی! قرآن مجید سراسر نصیحت ہے اور سب لوگوں کے لئے ہدایت ہے، لہٰذا آپ اس قرآن کے ذریعہ سب لوگوں کو نصیحت کرتے رہیں تاکہ منکرین پر حجت قائم ہو جائے مگر زیادہ توجہ ان لوگوں پر دیں جن کو نصیحت فائدہ دے اور

Marfat.com

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿١٠﴾

۱۰۔ عنقریب وہی نصیحت قبول کرے گا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿١١﴾

۱۱۔ اور انتہائی بدبخت ہی اس سے دور رہے گا۔[۸]

الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿١٢﴾

۱۲۔ جو (قیامت کے دن) سب سے بڑی آگ میں داخل ہوگا۔

ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿١٣﴾

۱۳۔ پھر وہ اس میں نہ مرے گا اور نہ جیئے گا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾

۱۴۔ بے شک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کرلیا۔[۹]

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾

۱۵۔ اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾

۱۶۔ مگر تم دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔[۱۰]

نصیحت قبول کرنے والے وہی لوگ ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے، اور جو لوگ ہٹ دھرم اور متعصب ہیں ان پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ لوگوں کو زبردستی مسلمان بنائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں، پس آپ قرآن کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت کریں جو میری وعید سے ڈرتا ہے۔ (قرآن: ۵۰:۴۵)

[۸] وہ شخص انتہائی بدبخت ہوگا جو قرآن مجید کی نصیحت سے اجتناب کرے گا کیونکہ قیامت کے دن اسے جہنم کی سب سے بڑی آگ میں داخل ہونا پڑے گا جہاں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا بلکہ موت وحیات کی کشمکش میں ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گا۔

[۹] آیت نمبر چودہ اور پندرہ میں حقیقی کامیابی حاصل کرنے کے لئے تین شرطیں بیان کی گئی ہیں۔ یعنی وہ اپنے آپ کو کفر وشرک سے پاک کرے، اپنے رب کے نام کو ہر وقت یاد رکھے تاکہ شیطان کے حملوں سے محفوظ رہے اور پانچ نمازوں کو پابندی کے ساتھ ادا کرے۔

[۱۰] آیت نمبر سولہ اور سترہ کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: یعنی اے بدبختو! تم نہ تزکیہ کرتے ہو، نہ اللہ کی یاد کرتے ہو اور نہ نماز پڑھتے ہو بلکہ آخرت کی زندگی پر دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت کی زندگی بہتر ہے، اس میں بڑی بڑی لذتیں ہیں، تمام کدورتوں سے خالی ہے، سب سے بڑی نعمت اللہ کا دیدار، وصال اور رضامندی ہے جو آخرت میں حاصل ہوگی اور وہ لازوال بھی ہے، دنیوی زندگی ایسی نہیں۔ (تفسیر مظہری: سورۃ الاعلیٰ (۸۷): زیر آیت نمبر ۱۶-۱۷)

Marfat.com

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٧﴾ ۱۷۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ ۱۸۔ بے شک یہ پہلے صحیفوں میں (بھی مذکور) ہے۔[۱۱]

آخرت پر دنیا کو ترجیح دینا

☆ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر و غربت کا اندیشہ نہیں ہے لیکن مجھے تم پر یہ خطرہ ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کر دی گئی تھی، پھر تم دنیا کے مال و متاع میں رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے دنیا کے مال و متاع میں رغبت کی تھی، پھر یہ دنیا تمہیں بھی ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ (بخاری: ۶۴۲۵: کتاب الرقاق: باب ۷)

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور احد والوں (شہدائے احد) پر اس طرح نماز ادا فرمائی جس طرح میت پر نماز ادا کی جاتی ہے، پھر آپ ﷺ منبر کی طرف تشریف لائے اور فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم! میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں، اور اللہ کی قسم! مجھے تم پر اپنے بعد شرک کا اندیشہ نہیں لیکن مجھے تم پر اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ (بخاری: ۶۴۲۶: کتاب الرقاق: باب ۷)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دنیا کو حلال طریقہ سے سوال سے بچتے ہوئے طلب کیا، اور اپنے اہل و عیال کی کفالت اور اپنے پڑوسی پر شفقت کرنے کے لئے حاصل کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا۔ اور جس نے دنیا کو تو حلال طریقہ سے طلب کیا مگر اس لئے تاکہ لوگوں پر فخر کرے، دوسروں سے زیادہ مال جمع کرے اور ان کو اپنی شان دکھائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔

(شعب الایمان: ۱۰۳۷۵۔ ۱۰۳۷۴: جلد ۷: ص ۲۹۸، حلیۃ الاولیاء: ۱۱۹۹۹: جلد ۸: ص ۲۳۵)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا سفر کرتی ہوئی جا رہی ہے اور آخرت سفر کرتی ہوئی آ رہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہے، تم آخرت کی اولاد بنو دنیا کی اولاد نہ بنو کیونکہ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہوگا اور عمل کا موقع نہیں ہوگا۔ (بخاری: کتاب الرقاق: باب ۴)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد یہ بھی ہے: دیکھنے میں دنیا بڑی نرم اور خوشنما لگتی ہے مگر اس کا زہر بڑا سخت اور قاتل ہے۔ (سورہ آل عمران: تفسیر کبیر: زیر آیت نمبر ۱۸۵)

[۱۱] قرآن مجید کوئی غیر معروف کتاب نہیں بلکہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے صحیفوں میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔

Marfat.com

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾ ع ۱۹ - ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز منگل ۲۱ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۵ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی سورہ اعلیٰ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الغاشیۃ (۸۸)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''غاشیہ'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

دوزخیوں کے احوال

آیات نمبر ایک تا سات میں دوزخیوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی قیامت کے دن ندامت سے ان کے چہرے جھکے ہوئے ہوں گے اور جب انہیں بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینکا جائے گا تو انہیں پینے کے لئے کھولتا ہوا گرم پانی اور کھانے کے لئے خاردار جھاڑیاں دی جائیں گے۔

جنت والوں کے احوال

آیات نمبر ۸ تا ۱۶ میں جنت والوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی قیامت کے دن ان کے چہرے خوشی سے شگفتہ ہوں گے اور جنت میں رنگا رنگ نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

سب نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے

اس سورت کے آخر میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے یعنی آپ نے نصیحت کا حق ادا کر دیا ہے، اب اگر وہ ایمان نہیں لاتے اور آپ کو اذیت پہنچانے سے باز نہیں آتے تو آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں، ہم خود ان سے نمٹ لیں گے کیونکہ انہوں نے آخر کار ہمارے ہی پاس آنا ہے اور ہم نے ہی ان کا حساب لینا ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز بدھ ۲۲ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۶ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

ایاتہا ۲۶ ۸۸ سُوْرَۃُ الْغَاشِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۶۸ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِؕ ۝۱ ۔ ۱۔ کیا آپ کو چھا جانے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے؟[۱]

وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ خَاشِعَةٌۙ ۝۲ ۔ ۲۔ اس دن کئی چہرے ذلیل وخوار ہوں گے۔[۲]

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌۙ ۝۳ ۔ ۳۔ مشقت میں مبتلا، تھکے ہوئے ہوں گے۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِیَةًۙ ۝۴ ۔ ۴۔ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔

تُسْقٰى مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍؕ ۝۵ ۔ ۵۔ انہیں کھولتے ہوئے چشمہ سے پلایا جائے گا۔

لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍۙ ۝۶ ۔ ۶۔ ان کے لئے خاردار جھاڑیوں کے سوا کوئی کھانا نہ ہوگا۔[۳]

لَّا یُسْمِنُ وَ لَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍؕ ۝۷ ۔ ۷۔ جو نہ فربہ کرے گا اور نہ بھوک ہی دور کرے گا۔

وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاعِمَةٌۙ ۝۸ ۔ ۸۔ اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔[۴]

---

[۱] آیات نمبر ایک تا سات میں دوزخیوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی اے میرے پیارے نبی! یقیناً آپ کے پاس قیامت کی خبر آچکی ہے، وہ بڑا سخت دن ہے جس کی ہولناکی سب لوگوں پر چھائی ہوئی ہوگی۔

[۲] اس دن دوزخیوں کے چہروں پر ذلت اور رسوائی برس رہی ہوگی اور ندامت سے ان کے چہرے جھکے ہوئے ہوں گے، دوزخ کے سخت عذاب سے ان کا برا حال ہوگا اور عذاب کی مشقت کے باعث وہ تھک کر چور چور ہو چکے ہوں گے۔ جو لوگ اس دنیا میں عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنے چہرے اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں جھکاتے قیامت کے دن ان کے چہرے ذلت ورسوائی سے جھکے ہوئے ہوں گے۔

[۳] دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جب انہیں پیاس لگے گی تو انہیں کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا اور جب انہیں بھوک لگے گی تو انہیں خاردار جھاڑیاں کھلائی جائیں گی جن سے نہ تو ان کا جسم موٹا ہوگا اور نہ ہی ان کی بھوک دور ہوگی، یعنی ان جھاڑیوں میں نہ تو خوراک بننے کی صلاحیت ہوگی اور نہ ہی بھوک دور کرنے کی بلکہ وہ عذاب میں مزید شدت کا باعث بنیں گی۔

[۴] آیات نمبر ۸ تا ۱۶ میں جنت والوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی اس دن جنت والوں کے چہرے شگفتہ ہوں گے، وہ

Marfat.com

لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿۹﴾	۹۔ وہ اپنی کاوشوں کے باعث خوش ہوں گے۔
فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۱۰﴾	۱۰۔ وہ عالی شان جنت میں ہوں گے۔
لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿۱۱﴾	۱۱۔ وہ اس میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے۔
فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿۱۲﴾	۱۲۔ اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے۔
فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿۱۳﴾	۱۳۔ اس میں اونچے اونچے تخت (بچھے) ہوں گے۔
وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿۱۴﴾	۱۴۔ اور جام (بڑے قرینے سے) رکھے ہوں گے۔
وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿۱۵﴾	۱۵۔ اور گاؤ تکیے قطار در قطار لگے ہوں گے۔
وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿۱۶﴾	۱۶۔ اور نرم و نفیس قالین بچھے ہوں گے۔
اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾	۱۷۔ کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیا گیا ہے؟[۵]
وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾	۱۸۔ اور آسمان کی طرف (نہیں دیکھتے) کہ وہ کیسے بلند کیا گیا ہے؟[۶]

اپنے نیک کاموں پر اظہار مسرت کریں گے جن کی وجہ سے وہ عالی شان جنت میں داخل ہوئے، وہاں ہر طرف خوشی کا ماحول ہوگا، کوئی ایسی بات نہیں سنیں گے جو انہیں ناپسند ہو، ہر طرف میٹھے اور ٹھنڈے پانی کے چشمے جاری ہوں گے، ان کے کناروں پر سونے اور چاندی کے جام بڑے قرینے سے رکھے ہوں گے، اونچے اونچے تخت جن کے نیچے نرم و نفیس قالین اور ان کے اوپر گاؤ تکیے قطار در قطار پڑے ہوں گے تاکہ جہاں کسی جنتی کا جی چاہے آرام کرے۔

[۵] آیات نمبر ۱۷ تا ۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے چند شواہد کی طرف اشارہ کیا ہے تاکہ منکرین ان میں غور کریں اور اپنے رب پر ایمان لے آئیں، مثلاً اہل عرب کے ہاں اونٹ بہت اہم جانور ہے جو دودھ بھی دیتا ہے، بوجھ بھی اٹھاتا ہے، جو سواری کے کام بھی آتا ہے اور اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے اور اتنا بڑا جانور ہونے کے باوجود انسان کا تابع ہے۔

[۶] اسی طرح آسمان کتنا بلند ہے جو لاکھوں سالوں سے بغیر ستونوں کے کھڑا ہے، بڑے بڑے پہاڑ جو میخوں کی طرح زمین پر نصب ہیں اور زمین اگرچہ گول اور سخت ہے مگر پھر بھی انسان کی رہائش کے لئے فرش کی طرح بچھی ہوئی ہے اور اس کی

Marfat.com

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾

۱۹۔ اور پہاڑوں کی طرف (نہیں دیکھتے) کہ وہ کیسے نصب کئے گئے ہیں؟

وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾

۲۰۔ اور زمین کی طرف (نہیں دیکھتے) کہ وہ کیسے بچھائی گئی ہے؟

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾

۲۱۔ پس آپ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ آپ تو نصیحت ہی کرنے والے ہیں۔

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾

۲۲۔ آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔[۷]

اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾

۲۳۔ مگر جس نے روگردانی کی اور کفر کیا۔

فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿٢٤﴾

۲۴۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑا عذاب دے گا۔

اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾

۲۵۔ بے شک انہیں ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾ ع

۲۶۔ پھر بے شک ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمہ ہے۔

النصف

خوراک پیدا کرنے کے لئے نرم ہے۔ منکرین ان عظیم نشانیوں میں غور کیوں نہیں کرتے؟ اور خالق حقیقی پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ جس اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی بڑی چیزیں پیدا کی ہیں اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ ایک چھوٹے سے انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کردے۔

[۷] یعنی زمین و آسمان اور پہاڑ جیسے شواہد دیکھنے کے بعد بھی اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اور آپ کو اذیت پہنچانے سے باز نہیں آتے تو آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں، ہم خود ان سے نمٹ لیں گے۔ نیز آپ کو اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ آپ ان کو زبردستی مسلمان بنائیں بلکہ آپ کا کام نصیحت کرنا ہے جو آپ نے کردی ہے، اب اگر وہ ایمان نہیں لائیں گے تو ہم انہیں سخت عذاب دیں گے بالآخر انہوں نے ہمارے ہی پاس آنا ہے اور ہم نے ہی ان کا حساب لینا ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعۃ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز بدھ ۲۲ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۶ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً دو گھنٹوں میں سورہ غاشیہ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الفجر (۸۹)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "فجر" ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

قیامت ضرور آئے گی

اس سورت کی ابتدائی پانچ آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں کھا کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی جس دن سب کو زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

سرکش قوموں کا انجام

آیات نمبر ۶ تا ۱۴ میں عاد، ثمود اور قوم فرعون کا ذکر کر کے کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ یہ قومیں تم سے زیادہ طاقتور اور دولتمند تھیں مگر جب انہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی اور اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو رب تعالیٰ نے ان پر ایسا عذاب نازل کیا جس نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ اور اگر تم نے ان سے عبرت حاصل نہ کی اور اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عذاب نازل ہوسکتا ہے۔

عزت اور ذلت کا دارومدار، دولت اور غربت پر نہیں

آیات نمبر ۱۵ تا ۲۰ میں ناشکرے لوگوں کے ذہن کی عکاسی کی گئی ہے یعنی جب انہیں عزت اور نعمت ملتی ہے تو وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہے اور جب ان کے رزق میں تنگی آتی ہے تو وہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کر دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت و ذلت کا دارومدار، دولت اور غربت پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور نافرمانی پر ہے۔

میدان حشر کا منظر

آیات نمبر ۲۱ تا ۲۶ میں میدان حشر کا منظر بیان کیا جارہا ہے یعنی جب اس زمین کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق عدل و انصاف کی عدالت قائم فرمائے گا، آسمانوں کے فرشتے صفیں بنا کر کھڑے ہوں گے اور جہنم کو حاضر کیا جائے گا، اس دن منکر قیامت کو بھی سمجھ آجائے گی اور وہ کہے گا: کاش! میں نے اپنی اس دائمی زندگی کے لئے کچھ آگے بھیجا ہوتا جو آج میرے کام آتا، مگر اس دن پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ اسے زنجیروں سے جکڑ کر ایسا سخت عذاب دیا جائے گا جس کا آج کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا۔

اطمینان پانے والے

اس سورت کی آخری چار آیات میں اس خوش نصیب کا ذکر کیا جارہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے دلی اطمینان پاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے جوار رحمت کی طرف بلا رہا ہے اور اسے خوش خبری سنا رہا ہے کہ تو نے جو میری رضا حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کی ہے میں نے اسے قبول کر لیا ہے، لہٰذا اس کا اجر عظیم لینے کے لئے میرے پاس واپس آجا اور میرے خاص بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعۃ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز بدھ ۲۲ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۶ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

ایاتہا ۳۰ ۸۹ سُوْرَۃُ الْفَجْرِ مَکِّیَّۃٌ ۱۰ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالْفَجْرِ ۝۱ ۔ ۱۔ قسم ہے فجر کی۔[۱]

وَلَیَالٍ عَشْرٍ ۝۲ ۔ ۲۔ اور دس راتوں کی۔[۲]

وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ ۔ ۳۔ اور جفت اور طاق کی۔[۳]

[۱] فجر سے مراد صبح کا وقت ہے جب رات کی تاریکی چھٹ جاتی ہے اور دن کی روشنی پھیل جاتی ہے، اور یہ وہ وقت ہے جب انسان، پرندے اور حیوانات رات کی پرسکون نیند سے بیدار ہوتے ہیں اور دن کے معمولات کے لئے تیاری کرتے ہیں۔

[۲] ان دس راتوں کے بارے میں متعدد اقوال منقول ہیں، ان میں سے تین اقوال درج ذیل ہیں جن کو علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے:

۱۔ ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں۔

۲۔ رمضان کی آخری دس راتیں۔

۳۔ محرم کی پہلی دس راتیں۔

ان تینوں اقوال کی فضیلت میں ایک ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی اور دن کی عبادت اللہ تعالیٰ کو ذوالحجہ کے دس دنوں کی عبادت سے زیادہ پسند نہیں ہے، ان میں سے ہر دن میں روزہ رکھنا ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور اس کی راتوں میں سے ہر رات میں قیام کرنا لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔ (ترمذی:۷۵۸: ابواب الصوم: باب ۵۲)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ (بخاری: ۲۰۱۷: کتاب لیلۃ القدر: باب ۳)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر پوچھا: یارسول اللہ! مجھے بتایئے کہ اگر میں رمضان کے بعد کسی مہینہ میں روزے رکھوں تو کس مہینہ میں روزے رکھوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم رمضان کے بعد کسی مہینہ میں روزے رکھنا چاہتے ہو تو محرم کے مہینہ میں روزے رکھو کیونکہ وہ اللہ کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی اور وہ اس مہینہ میں دوسروں کی توبہ بھی قبول فرمائے گا۔ (ترمذی: ۷۴۱: ابواب الصوم: باب ۴۰)

[۳] اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے مجاہد، ابن عباس، ابوسعید خدری، قتادہ اور دیگر جلیل القدر علمائے تفسیر سے جو اقوال نقل

Marfat.com

وَالَّيۡلِ اِذَا يَسۡرِ ۝ ۴۔ اور رات کی جب وہ گزرنے لگے۔ [۴]

هَلۡ فِيۡ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيۡ حِجۡرٍ ۝ ۵۔ بے شک ان میں عقل مند کے لئے بڑی قسم ہے۔ [۵]

کئے ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

جفت

جفت سے مراد مخلوق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے تاکہ تم غور و فکر کرو، (قرآن: ۵۱: ۴۹) یعنی ایمان و کفر، سعادت و شقاوت، ہدایت و گمراہی، روشنی و تاریکی، لیل و نہار، گرمی و سردی، شمس و قمر، زمین و آسمان، جن و انس وغیرہ سب دو دو ہیں۔

طاق

طاق سے مراد اللہ تعالیٰ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ فرما دیں: وہ اللہ ایک ہے۔ (قرآن: ۱۱۲: ۱) حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جس شخص نے ان کو حفظ کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے۔ (مسلم: ۶۸۰۹: کتاب الذکر والدعاء: باب ۲)

[۴] جب رات گزرنے کے قریب پہنچتی ہے تو یہ وہ روحانی اور نورانی وقت ہے جب اللہ والے نماز تہجد اور استغفار میں مشغول ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پر اپنی شان کے مطابق جلوہ گر ہو کر ان کی دعائیں سنتا ہے۔

نماز تہجد کی فضیلت

☆ حضرت عمرو بن عبسہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے، اگر تم اس وقت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر سکو تو یاد کرو۔

(ترمذی: ۳۵۷۹: کتاب الدعوات: باب ۱۱۸)

☆ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو رات کے آخری تیسرے حصہ میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) جلوہ گر ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟

(بخاری: ۱۱۴۵: کتاب التہجد: باب ۱۴، ترمذی: ۴۴۶)

[۵] اہل مکہ کو اسلام کی جن چیزوں سے سخت اختلاف تھا ان میں سر فہرست توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد تھے، اسی لئے مکی سورتوں میں ان تینوں عقائد پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ یہاں پر مفسرین لکھتے ہیں کہ پانچ قسمیں کھانے کے بعد ان کا جواب محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ قیامت کا دن ضرور آئے گا جس میں تمہیں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

Marfat.com

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝٦	۶۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے (قومِ) عاد کے ساتھ کیا کیا؟[۶]
اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝٧	۷۔ اِرَم کے ساتھ جو بڑے بڑے ستونوں والے تھے۔
الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝٨	۸۔ جن کی مثل (دنیا بھر کے) ملکوں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا۔
وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝٩	۹۔ اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹانوں کو کاٹ ڈالا تھا۔[۷]
وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝١٠	۱۰۔ اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا۔[۸]

اگرچہ ان پانچ قسموں میں سے ہر ہر قسم ایک کافی ثبوت ہے کہ قیامت ضرور آئے گی مگر اللہ تعالیٰ نے مزید تاکید کے لئے پانچ قسمیں کھائی ہیں۔ اب عقل مند کے لئے تو یہ تاکید بہت کافی ہے اور اسے مزید کسی قسم کی ضرورت نہیں ہے لیکن جو لوگ ضد اور ہٹ دھرمی کا شکار ہیں ان کے لئے جتنی بھی قسمیں کھائی جائیں ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

[۶] اہل مکہ کو اپنی تعداد، سرداری، طاقت اور دولت پر بڑا گھمنڈ تھا، اس لئے وہ نبی ﷺ کو جھٹلانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے۔ آیات نمبر ۶ تا ۱۳ میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم سے پہلے تم سے زیادہ طاقتور، دولتمند اور کثیر تعداد والی قومیں بھی گزر چکی ہیں جن میں عاد، ثمود اور قوم فرعون سرفہرست ہیں، جب انہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی اور اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو رب تعالیٰ نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا یعنی انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ ان قوموں کی بربادی کے واقعات تم اکثر سنتے رہتے ہو، لہٰذا ان سے عبرت حاصل کرو، اور اگر تم بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے۔ ان قوموں پر عذاب کی تفصیل پیچھے کئی مقامات پر گزر چکی ہے، یہاں پر صرف اجمالی ذکر کیا گیا ہے۔ عاد ارم یعنی عاد اولیٰ جو بڑے بڑے ستونوں والے قلعوں میں رہتے تھے اور وہ خود بھی ستونوں کی طرح بڑے مضبوط اور لمبے قد والے تھے اور اس وقت پوری دنیا میں ان جیسے کہیں نہیں تھے۔

ارم قبیلہ کی دو شاخیں ہیں، ایک کا نام عاد اُولیٰ ہے جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے۔ دوسری شاخ کا نام ثمود یا عاد ثانیہ ہے جس کی طرف حضرت صالح علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے اور اِرَم کا لفظ عاد اولیٰ اور ثمود دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ ان دونوں شاخوں کی اصل اِرَم ہے۔

[۷] قوم ثمود کے لوگ بھی بڑے طاقتور تھے اور انہوں نے وادی قریٰ میں چٹانوں کو کاٹ کر بڑے مضبوط مکانات بنا رکھے تھے۔

[۸] فرعون کو میخوں والا اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب وہ اپنے مخالفین کو سزا دیتا تھا تو پہلے ان کے ہاتھ پاؤں میں میخیں لگا دیتا تاکہ

Marfat.com

الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ جنہوں نے اپنے ملکوں میں سرکشی کی تھی۔

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور ان میں بڑا فساد پھیلا رکھا تھا۔

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ پس آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ بے شک آپ کا رب (سرکشوں کی) تاک میں ہے۔[۹]

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ مگر جب انسان کو اس کا رب آزماتا ہے یعنی اس کو عزت دیتا ہے اور اسے نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ کہتا ہے: میرے رب نے مجھ پر کرم فرمایا۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اور جب وہ اس کو (اس طرح) آزماتا ہے کہ اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے: میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔[۱۰]

وہ حرکت نہ کر سکیں۔ نیز اس کے لشکروں نے اپنے ملکوں میں سرکشی اور فساد کا بازار گرم کر رکھا تھا، لیکن جب ان سرکش قوموں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا برسا تو پھر انہیں کوئی نہ بچا سکا۔

[۹] کسی کی تاک یا گھات میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی پوشیدہ مقام پر چھپ کر بیٹھ جائے، مجرموں پر نظر رکھے، ان کی حرکات کی فلم بنائے اور پورے شواہد تیار کرنے کے بعد مناسب وقت کا انتظار کرے اور پھر انہیں گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنی شان کے مطابق لوگوں کا مشاہدہ فرما رہا ہے، فرشتوں کے ذریعہ ان کے اعمال کی فلم اور تحریر تیار کروا رہا ہے اور جب قیامت کا دن آئے گا تو ان کے اعمال کے مطابق ان کی جزا و سزا کا فیصلہ فرمائے گا، جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی باتیں اور سرگوشیاں سنتا ہے اور ان کے اعمال اور راز جانتا ہے، چنانچہ ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ فجر (۸۹): زیر آیت نمبر ۱۴)

[۱۰] ان آیات میں ناشکرے اور نافرمان ذہن کی عکاسی کی جا رہی ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ ایسے انسان کی آزمائش کے لئے اسے عزت اور نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ مغرور ہو جاتا ہے اور کہتا ہے: یہ میرے علم و ہنر کا نتیجہ ہے، لہٰذا میں اسی کا مستحق تھا، اور یہ اس چیز کا بھی ثبوت ہے کہ میرا رب مجھ پر راضی ہے اسی لئے اس نے مجھ پر اپنا فضل و کرم فرمایا ہے۔ اس کے برعکس جب اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی آزمائش کے لئے اس کے رزق میں تنگی کرتا ہے تو وہ بے صبرا ہو کر پکار اٹھتا ہے: میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ہے، حالانکہ اس کا یہ خیال ہرگز درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت اور ذلت کا دارومدار، دولت اور غربت پر نہیں

Marfat.com

كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ﴿١٧﴾ ۱۷۔ ایسا ہرگز نہیں، دراصل تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ [۱۱]

بلکہ دولت اور غربت تو آزمائش کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت اس کو ملتی ہے جو وسعتِ رزق پر شکر ادا کرتا ہے اور قلت رزق پر صبر کرتا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ قرطبی نے ایک حدیث قدسی نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں جس کو عزت دیتا ہوں تو کثرت دنیا کی وجہ سے نہیں اور جس کو ذلیل کرتا ہوں تو قلت دنیا کی وجہ سے نہیں بلکہ میں اپنی اطاعت کی وجہ سے کسی کو سرفراز کرتا ہوں اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے کسی کو ذلیل وخوار کرتا ہوں۔

(تفسیر قرطبی: سورہ فجر (۸۹): زیر آیت نمبر ۱۷)

الغرض دنیاوی رزق کی فراوانی اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے کیونکہ بہت سے منکروں یعنی قارون اور فرعون وغیرہ کے پاس بھی رزق کی فراوانی تھی۔ اسی طرح رزق کی کمی بھی اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے کیونکہ بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام اور صالحین کے پاس ظاہری رزق کی کمی تھی اور نبی کریم ﷺ نے تو اپنے لئے فقر وفاقہ کو خود پسند فرمایا۔

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے یہ پیش کش کی کہ میرے لئے مکہ کی وادیوں کو سونا بنا دے۔ میں نے عرض کیا: نہیں اے میرے رب! لیکن میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا۔ جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور تجھ کو یاد کروں گا اور جب میں سیر ہوں گا تو تیرا شکر کروں گا اور تیری تعریف کروں گا۔

(ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۴۷: ابواب الزھد: باب ۳۵)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں مجھے موت عطا فرما اور قیامت کے دن مساکین کے گروہ میں میرا حشر فرما۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیوں یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ نے فرمایا: کیونکہ مساکین اپنے دور کے اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! مسکین کو خالی واپس نہ کر اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دے۔ اے عائشہ! مساکین سے محبت کر اور ان کو اپنا قرب عطا کر اس کے بدلے میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اپنا قرب عطا فرمائے گا۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۵۲: ابواب الزھد: باب ۳۷)

[۱۱] یعنی تم میں جن مالداروں کا رزق تنگ ہو جاتا ہے تو تم ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ نے بلا وجہ تم کو مال و دولت سے محروم کر دیا ہے بلکہ تم نے اس کی عطا کردہ دولت کا شکر ادا نہیں کیا۔ ان آیات میں ناشکری کی چند مثالیں بیان کی جا رہی ہیں، یعنی تمہیں یتیم پر بھی ترس نہ آیا اور اس کی بیکسی کے باوجود تم نے اس کی سرپرستی نہ کی۔

یتیم کی تعریف

یتیم اس بچے یا بچی کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے اور وہ ابھی نابالغ ہو۔

یتیم کی سرپرستی

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی یتیم کے سر پر

Marfat.com

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ ۱۸۔ اور نہ تم ایک دوسرے کو مسکین کے کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔[۱۲]

محبت بھرا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرے گا ہر بال کے بدلے اسے نیکیاں ملیں گی اور جس نے کسی یتیم بچے یا بچی کے ساتھ حسن سلوک کیا، میں اور وہ جنت میں ان (دو انگلیوں) کی طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں یعنی درمیانی اور شہادت کی انگلی کے درمیان فاصلہ کیا۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۵۰)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (ابن ماجہ: ۳۶۷۹: ابواب الادب: باب ۶)

☆ امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے سری سے روایت کیا ہے: جو شخص یتیم کا مال ناجائز طریقہ سے کھاتا ہے جب وہ قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا تو اس کے منہ، اس کے کانوں، اس کی ناک اور اس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے اور اسے دیکھ کر ہر شخص پہچان لے گا کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔ (تفسیر در منثور: سورہ نساء (۴): زیر آیت نمبر ۱۰)

[۱۲] تمہارے پڑوس میں مسکین بھوکا تھا تم نے نہ خود اس کو کھانا دیا اور نہ کسی اور کو اس کے کھانا کھلانے کی ترغیب دی، یہ ایسی ناشکری ہے جو مال و دولت کے زوال کا باعث ہے۔

مسکین کی مدد

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لئے امدادی کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح جو رات کو قیام کرے اور دن کو روزہ رکھے۔

(بخاری: ۵۳۵۳: کتاب النفقات: باب ۱)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے، جب ان کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ کسی آدمی کو تلاش کرتے جو ان کے ساتھ کھانا کھائے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اجنبی آدمی کو ملے۔ جب وہ آپ کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو فرمایا: بسم اللہ پڑھو۔ اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتا کہ اللہ کون ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو کھانے سے اٹھا دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اس کو رزق دیتا رہا ہوں اور تم نے اس کو ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرا کر اس کی تلاش میں نکلے اور اس کو واپس بلایا۔ اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ اب مجھے واپس کیوں بلا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارا واقعہ سنایا، تو اس نے کہا: یہ تو بڑا کریم رب ہے۔ پھر وہ ایمان لے آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں واپس آ گیا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۶۹)

Marfat.com

وَتَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ ۱۹۔ اور تم وراثت کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔[۱۳]

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: وہ شخص کامل مؤمن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

(مشکوۃ المصابیح: ۴۹۹۱: کتاب الآداب: باب الشفقۃ: فصل ثالث)

[۱۳] یعنی تمہارا کوئی قریبی رشتہ دار فوت ہو جائے تو تمہاری کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس کی ساری وراثت تم خود ہی سمیٹ لو اور دوسرے مستحقین کو محروم کر دو، حتیٰ کہ مرحوم کے یتیم ہونے والے بچوں اور بیوہ ہونے والی عورت کا حصہ بھی غصب کرنے سے گریز نہیں کرتے، جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: مشرکین، عورتوں اور بچوں کو ورثہ میں سے کچھ نہ دیتے تھے بلکہ ان کے حصہ کو بھی اپنے حصہ کے ساتھ ملا کر کھا جاتے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ فجر (۸۹): زیر آیت نمبر ۱۹)

کیا تم نے کبھی غور کیا کہ خدانخواستہ اگر آپ کے چھوٹے اور نادار بچے پیچھے رہ جائیں تو آپ مرتے وقت ان کے لئے کتنے فکرمند ہوں گے، اسی طرح یہ بھی کسی کے بچے ہیں، جیسا معاملہ اپنے بعد اپنے یتیم بچوں اور غریب رشتہ داروں سے چاہتے ہو ایسا ہی معاملہ دوسروں کے یتیم اور غریب بچوں کے ساتھ کرنا چاہیے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی سچا مؤمن نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(بخاری: ۱۳: کتاب الایمان: باب ۷)

عرب میں دستور یہ تھا کہ مرنے والے کے جوان بیٹے یا بھائی ساری جائیداد کے مالک بن جاتے اور میت کے بچے، بچیاں اور بیوی وراثت سے محروم رہتے اور وجہ یہ بیان کی جاتی کہ جو میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دینے اور مالِ غنیمت اکٹھا کرنے کے قابل نہیں وہ وراثت پانے کا بھی حقدار نہیں، حالانکہ عورت اور معصوم بچے وراثت کے زیادہ مستحق تھے تاکہ وہ اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کر سکیں لیکن ان کے ساتھ یہ ظلم وستم رواج پذیر تھا۔ اس روئے زمین پر اسلام پہلا مذہب ہے جس نے چودہ سو سال پہلے عورتوں اور بچوں کو بھی وارث قرار دیا، ہر ایک کی ضرورت کے مطابق ان کے حصے مقرر کئے۔

اسلام سے پہلے دنیا کے کسی معاشرے میں عورت کو وراثت سے حصہ نہیں ملتا تھا۔ یورپ میں اگر مرنے والوں کو وصیت کا موقع نہ ملتا تو میت کا بڑا بیٹا ساری جائیداد کا مالک بن جاتا (Primogeniture) میت کی بیوی، بچیاں اور چھوٹے بیٹے سب محروم رہ جاتے۔ ۱۹۲۵ء تک انگلینڈ میں یہی قانون نافذ رہا۔ اس کے بعد بڑے بیٹے کے بجائے بیوی کو جائیداد کا مالک بنا دیا گیا اور اولاد کو ماں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور یہ بیوہ جب کسی اور مرد سے شادی کرے گی تو ظاہر ہے اس کا دوسرا خاوند اپنی اولاد کو ترجیح دے گا اور پہلے خاوند کی اولاد سے لاپرواہی برتے گا جس کے نتیجہ میں ان بچوں کا مستقبل تاریک ہو جائے گا کیونکہ وراثت سے تو وہ پہلے ہی محروم ہو چکے ہیں۔ بہرحال ساری وراثت چاہے بڑے بیٹے کو ملے یا بیوی کو دونوں صورتوں میں چھوٹے بچوں کے ساتھ ناانصافی ہے۔ اسلام میں عورت کے حق وراثت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پرنس چارلس کہتا ہے: ''قرآن نے مسلمان عورتوں کے وراثت و جائیداد، طلاق کی صورت میں تحفظ اور کاروبار

Marfat.com

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ؕ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور تم مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو۔[۱۴]

كَلَّاۤ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ﴿۲۱﴾

۲۱۔ بے شک جب زمین توڑ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔[۱۵]

وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور آپ کا رب جلوہ فرما ہوگا اور فرشتے قطار در قطار حاضر ہوں گے۔

وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ؕ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور اس دن جہنم حاضر کی جائے گی، اس دن انسان کو سمجھ آجائے گی مگر اب اس کے سمجھنے کا کیا فائدہ؟

کرنے کے جو حقوق چودہ سو سال پہلے بیان کئے تھے ان میں سے بعض ۱۹۲۵ء تک برطانیہ میں ناول شمار ہوتے تھے یعنی برٹش عورتیں ان حقوق سے محروم تھیں۔''

" The rights of Muslim women to property and inheritance, to some protection if divorced, and to the conducting of business, were rights prescribed by the Quran fourteen hundred years ago. In Britain at least, some of these rights were novel even to my grandmother's generation."

(Islam and The West: page:15)

[۱۴] یعنی تم مال سے اتنی محبت کرتے ہو کہ مرتے دم تک اس کو جمع کرنے میں سرگرداں رہتے ہو، حالانکہ مال سے محبت کرنا ایک فطری امر ہے اور اس کو جمع کرنا مذموم نہیں ہے مگر اس کی محبت میں حد سے بڑھنا حتیٰ کہ حلال وحرام کی بھی تمیز نہ کرنا جائز نہیں ہے۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کی خواہش کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو شخص توبہ کر لے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (بخاری: ۶۴۳۶: کتاب الرقاق: باب ۱۰)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دو بوڑھے سیر نہیں ہوتے: طالب علم اور طالب دنیا۔ (دارمی: مقدمہ: باب ۳۲)

[۱۵] ان آیات میں میدان حشر کا منظر بیان کیا جا رہا ہے یعنی جب اس زمین کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور اس کی جگہ نئی زمین معرض وجود میں لائی جائے گی جو چٹیل میدان کی طرح ہموار اور صاف ہوگی، اس میں پہاڑ اور سمندر نہیں ہوں گے، اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق جلوہ فرما ہوگا اور اس کے عدل وانصاف کی عدالت قائم ہوگی، آسمانوں کے فرشتے صفیں بنا کر کھڑے ہوں گے اور جہنم کو حاضر کیا جائے گا جس کو دیکھ کر ہر طرف نفسی نفسی یعنی ہر ایک کو اپنی جان کی فکر پڑ جائے گی اور اس دن منکرین قیامت کو بھی سمجھ آجائے گی اور وہ اپنے انکار پر نادم ہوں گے مگر اس دن کی سمجھ اور ندامت کا انہیں کوئی

Marfat.com

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾	۲۴۔ (اس دن دوزخی) کہے گا: کاش! میں نے اپنی اس زندگی کے لئے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔ [۱۶]
فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾	۲۵۔ پس اس دن نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح کوئی عذاب دے سکے گا۔
وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾	۲۶۔ اور نہ کوئی اس کے جکڑنے کی طرح جکڑ سکے گا۔
يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾	۲۷۔ اے اطمینان پانے والے نفس!
ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾	۲۸۔ تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ [۱۷]

فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ عمل کا دن نہیں بلکہ جزا و سزا کا دن ہے۔

[۱۶] اس دن سرکش اور نافرمان کہے گا: کاش! میں نے اپنی اس دائمی زندگی کے لئے کچھ آگے بھیجا ہوتا جو آج میرے کام آتا، مگر اس دن پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ اسے زنجیروں سے جکڑ کر ایسا سخت عذاب دیا جائے گا جس کا آج کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

[۱۷] جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کی یاد سے حقیقی اطمینان پاتا ہے، یہ وہ خوش نصیب ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت کی طرف بلا رہا ہے اور اسے خوش خبری سنا رہا ہے کہ تو نے جو میری رضا حاصل کے لئے جدوجہد کی ہے میں نے اسے قبول کر لیا ہے، لہٰذا اس کا اجر عظیم لینے کے لئے میرے پاس واپس آجا اور میرے خاص بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا۔

اطمینان والے نفس کو یہ خوش خبری کس وقت سنائی جائے گی؟ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ یہ خوش خبری مرتے وقت سنائی جائے گی اور بعض کی رائے یہ ہے کہ قیامت کے دن جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو اس وقت انہیں سنائی جائے گی لیکن حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ خوش خبری موت اور روز قیامت دونوں اوقات میں سنائی جائے گی۔

(تفسیر ابن کثیر: سورہ فجر (۸۹): زیر آیت نمبر ۲۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے اور عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! یہ کتنی اچھی بات ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! عنقریب تمہیں بھی

Marfat.com

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ ۲۹۔ پس تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا۔

وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾ ۳۰۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

یہ خوش خبری سنائی جائے گی۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ فجر (۸۹): زیر آیت نمبر ۲۸)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز جمعرات ۲۳ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۷ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۲ تا ۲۳ دسمبر یعنی ایک دن میں سورہ فجر کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ البلد (۹۰)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''بلد'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مکہ شہر کی قسم

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے مکہ شہر کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام پذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بڑی مکرم ہے اسی وجہ سے مکہ کو مکرم قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کو دیکھ رہا ہے

آیات نمبر ۵ تا ۷ میں دنیاداروں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ فضول کاموں میں ڈھیروں مال خرچ کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ ان سے کوئی بالاتر نہیں جو ان سے باز پرس کر سکے تو ان کا یہ گمان بالکل غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے، وہ ان کی فضول خرچیوں کو دیکھ رہا ہے اور وقت آنے پر ایک ایک پنس کا حساب لے گا۔

خیر اور شر کے راستے

آیت نمبر دس سے آخر سورت تک اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان کو خیر و شر کے دونوں راستوں سے آگاہ کیا اور پھر خیر کے اعمال اور عقائد کی نشاندہی کی جن کو اختیار کرنے سے انسان جنت کا مستحق قرار پائے گا، اور آخر میں عقیدہ شر کی نشاندہی کی ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرے گا وہ جہنم کی آگ کا مستحق قرار پائے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز جمعہ ۲۴ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۸ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

ایاتہا ٢٠ ﴿٩٠ سُوْرَۃُ الْبَلَدِ مَکِّیَّۃٌ ٣٥﴾ رکوعہا ١

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝١ ١۔ میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں۔

وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝٢ ٢۔ اس حال میں کہ آپ اس شہر میں مقیم ہیں۔[١]

[١] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس پر اجماع ہے کہ اس شہر سے مراد مکہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس حرمت والے شہر کی اس لئے قسم کھائی ہے کیونکہ آپ ﷺ اس شہر میں ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ مکرم ہیں اور اللہ تعالیٰ کو آپ سے بہت محبت ہے۔(تفسیر قرطبی: سورہ بلد (٩٠): زیر آیت نمبر ٢) علامہ رازی لکھتے ہیں: گویا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو اس وجہ سے مکرم قرار دیا ہے کہ آپ اس میں مقیم ہیں۔ (تفسیر کبیر: سورہ بلد (٩٠): زیر آیت نمبر ٢)

مکہ مکرمہ کو بہت ساری عظمتیں حاصل ہیں مثلاً اس میں بیت اللہ ہے، مقام ابراہیم ہے، آب زمزم ہے، صفا و مروہ ہیں اور حجر اسود ہے۔ان میں سے ہر عظمت اس لائق ہے کہ اس کی قسم کھائی جائے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی وجہ سے قسم کھائی ہے۔گویا اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرما رہا ہے کہ اے میرے پیارے نبی! مکہ کی ساری عظمتیں قابل قدر ہیں مگر اس شہر میں آپ کا قیام ایک نرالی اور امتیازی شان کا حامل ہے اس لئے میں آپ کی وجہ سے اس شہر کی قسم کھا رہا ہوں۔

مکہ مکرمہ کی فضیلت

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منیٰ میں فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ آج کون سا دن ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حرمت والا دن ہے۔(پھر فرمایا:) کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حرمت والا شہر ہے۔(پھر فرمایا:) کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حرمت والا مہینہ ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں اسی طرح حرمت والی بنائی ہیں جس طرح تمہارا آج (حج) کا دن، تمہارا یہ مہینہ (ذوالحجہ) اور تمہارا یہ شہر (مکہ مکرمہ) حرمت والا ہے۔ (بخاری: ١٧٤٢: کتاب الحج: باب ١٣٢)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مکہ سے غار (ثور) کی طرف نکلے تو آپ ﷺ نے مکہ کی طرف رخ کر کے فرمایا: اے مکہ! تو اللہ تعالیٰ کو سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے اور مجھے بھی تو سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔اگر تجھ میں رہنے والے مشرکین مجھے نہ نکالتے تو میں تجھ سے جدا نہ ہوتا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ محمد (٤٧): زیر آیت نمبر ١٣)

Marfat.com

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾	۳۔ اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی۔ [۲]
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ﴿۴﴾	۴۔ بے شک ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔ [۳]
اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾	۵۔ کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس پر ہرگز کوئی قابو نہ پاسکے گا؟ [۴]
يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿۶﴾	۶۔ وہ کہتا ہے: میں نے ڈھیروں مال خرچ کیا ہے۔ [۵]
اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۷﴾	۷۔ کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا؟
اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ﴿۸﴾	۸۔ کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں نہیں بنائیں؟ [۶]

[۲] اس آیت میں والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو سب انسانوں کے باپ ہیں اور اولاد سے مراد ساری نسل انسانی ہے جو ابتدا سے لے کر قیامت تک ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ وہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی سب سے عمدہ مخلوق ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

[۳] انسان کو مشقت میں پیدا کیا گیا ہے یعنی ماں کے پیٹ میں پہلے سانس سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک اسے محنت، مشقت، مصائب اور شدائد سے گزرنا پڑتا ہے، ہر لحہ خطرہ رہتا ہے کہ دل کا ایک دورہ، زلزلے کا ایک جھٹکا یا کوئی حادثہ اچانک اس کی زندگی کا چراغ گل کر سکتا ہے، لہٰذا ہر انسان کا جسم، دل یا دماغ کسی نہ کسی حوالے سے مشقت اور دباؤ کا شکار رہتا ہے اور مسلمان کی زندگی تو خاص طور پر سراپا امتحان ہے اور جو شخص امتحان کے لئے محنت اور مشقت نہیں اٹھاتا وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

[۴] ہر وقت خطرات میں گھرا ہوا انسان اگر یہ سمجھتا ہے کہ اس سے کوئی بالاتر نہیں ہے جو اس سے باز پرس کر سکے تو یہ اس کی حماقت ہے بلکہ جس نے انسان کو پیدا کیا ہے وہ اس سے ضرور حساب بھی لے گا۔

[۵] دنیادار لوگ اپنی دنیاوی شان وشوکت دکھانے کے لئے فضول کاموں میں ڈھیروں مال خرچ کرتے ہیں اور پھر اس فضول خرچی پر فخر کرتے ہیں حالانکہ اس کے پڑوس میں کئی انسان بھوک اور پیاس سے مر رہے ہوتے ہیں۔ وہ انہیں ایک لقمہ تک نہیں دیتے، ایسے خودغرض لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر ان کا ڈھیروں مال کسی حادثہ یا زلزلہ کا شکار ہو گیا تو پھر کیا کریں گے۔ نیز اگر ان کا یہ خیال ہے کہ ان کی فضول خرچیوں کو کوئی دیکھ نہیں رہا تو یہ ان کی غلط فہمی ہے جس اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ ڈھیروں مال دیا ہے وہ ان کی فضول خرچیوں کو بھی دیکھ رہا ہے اور وقت آنے پر ایک ایک پیسے کا حساب لے گا۔

[۶] ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی چند اہم نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے تا کہ انسان ان میں غور کرے اور اپنے خالق حقیقی کا عرفان

Marfat.com

وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴿٩﴾	۹۔ اور ایک زبان اور دو ہونٹ (نہیں دیئے)؟
وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾	۱۰۔ اور ہم نے اسے (خیروشر) دونوں راستے دکھادیئے۔[۷]
فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾	۱۱۔ مگر وہ (خیر کی) گھاٹی میں داخل ہی نہیں ہوا۔[۸]
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾	۱۲۔ اور آپ کیا سمجھے کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟
فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾	۱۳۔ وہ (غلامی سے) کسی گردن کا آزاد کرانا ہے۔[۹]

حاصل کرے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو آنکھیں دی ہیں جن سے وہ دیکھتا ہے اور دو ہونٹ دیئے ہیں جن سے وہ اپنے منہ کو گرد وغبار سے بچاتا ہے اور ایک زبان دی ہے جس سے وہ بات کرتا ہے۔

☆ ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! اگر تیری زبان کسی حرام بات کرنے کا مطالبہ کرے تو میں نے تجھے دو غلاف (یعنی دو ہونٹ) دیئے ہیں تو ان کو بند کردے (تاکہ تیری زبان حرام بات نہ کر سکے) اور اگر تیری آنکھ کسی حرام چیز کو دیکھنے کا مطالبہ کرے تو میں نے تجھے دو غلاف (یعنی دو پلکیں) دی ہیں تو ان کو بند کردے (تاکہ تیری آنکھ حرام چیز کو نہ دیکھ سکے)۔ (تفسیر قرطبی: سورہ بلد (۹۰): زیر آیت نمبر ۸)

[۷] اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں دیں اور پھر اسے شتر بے مہار کی طرح چھوڑ نہیں دیا کہ وہ صحرا میں بھٹکتا پھرے بلکہ اس کی ہدایت کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے جنہوں نے اس کو خیر وشر کے دونوں راستے دکھائے اور ساتھ ان کا انجام بھی بتادیا کہ اگر اس نے خیر کا راستہ اختیار کیا تو وہ جنت میں جائے گا اور اگر اس نے شر کا راستہ اختیار کیا تو وہ جہنم میں جائے گا، اب فیصلہ انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے کہ وہ کون سا راستہ اختیار کر کے کہاں جانا چاہتا ہے۔

قتادہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تمہارے لئے دو راستے ہیں، ایک خیر کا راستہ اور دوسرا شر کا راستہ، پس تو خیر کا راستہ چھوڑ کر شر کا راستہ کیوں پسند کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ بلد (۹۰): زیر آیت نمبر ۱۰)

[۸] پہاڑ کے دشوار گزار راستہ کو گھاٹی (عقبہ) کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خیر کے راستے کو گھاٹی سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اس میں انسان کو اپنی خواہش اور خود نمائی کے خلاف خرچ کرنا ہوتا ہے اور دنیا پرست لوگ چونکہ صرف خود نمائی کے لئے خرچ کرتے ہیں اس لئے وہ خیر کا راستہ اختیار نہیں کرتے۔

[۹] آیات نمبر ۱۳ تا ۱۶ میں خیر کے ان اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جن کا تعلق مال ودولت سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی کو مال کی فراوانی عطا فرمائے تو اسے چاہیے کہ غلاموں کو آزاد کرانے پر خرچ کرے۔ عرب میں عرصہ دراز سے غلامی کا رواج تھا اور اس کو فوری طور پر ختم کرنا تو مشکل تھا مگر اسلام نے ان کو آزاد کرنے پر اجر وثواب کی بشارتیں دیں اور کئی کفاروں میں

Marfat.com

اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ ۱۴۔ یا بھوک والے دن (غریبوں کو) کھانا کھلانا ہے۔[۱۰]

غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا جس کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ غلامی کا سلسلہ ختم ہو گیا اور آج دنیائے اسلام میں غلاموں اور لونڈیوں کا وجود نظر نہیں آتا۔

غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کر دے گا۔ (مسلم: ۳۷۹۵: کتاب العتق: باب ۵)

☆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے سوال کیا: یا رسول اللہ! مجھے وہ عمل بتائیں جو مجھے جنت میں لے جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غلام آزاد کر یا اسے آزاد کرانے میں اس کی مدد کر۔

(شعب الایمان: ۴۳۳۵: باب فی العتق: جلد ۴: ص ۶۵)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اے معاذ! کوئی چیز اللہ تعالیٰ نے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ روئے زمین پر پیدا نہیں کی اور کوئی شے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہیں کی (یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ فعل غلام آزاد کرنا ہے اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ فعل طلاق ہے)۔ (مشکوۃ المصابیح: ۳۲۹۴: کتاب النکاح: باب الخلع والطلاق، سنن دار قطنی: ۳۹۳۹: کتاب الطلاق: جلد ۴: ص ۲۳)

[۱۰] نادار لوگوں کو کھانا کھلانے میں بڑا اجر و ثواب ہے لیکن قحط سالی کے ایام میں بھوکے کو کھانا کھلانے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

کھانا کھلانے کی فضیلت

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی ننگے مسلمان کو لباس پہنایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا، اور جس مسلمان نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا، اور جس مسلمان نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا اللہ تعالیٰ اس کو کستوری کی سربمہر شراب پلائے گا۔

(ابوداؤد: ۱۶۸۲: کتاب الزکوۃ: باب ۴۱)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: وہ شخص کامل مومن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

(مشکوۃ المصابیح: ۴۹۹۱: کتاب الآداب: باب الشفقۃ: فصل ثالث)

☆ محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مغفرت کے موجبات سے یہ ہے کہ بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا جائے۔

(کنز العمال: ۱۶۳۷۲: جلد ۶: ص ۴۲۴)

☆ حبان بن ابی جبلہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو صدقہ سب سے زیادہ سرعت کے ساتھ آسمان پر چڑھتا

Marfat.com

يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝١٥ — ۱۵۔ یتیم کو جو رشتہ دار ہے۔[۱۱]

أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝١٦ — ۱۶۔ یا مسکین کو جو خاک نشین (بے گھر) ہے۔[۱۲]

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝١٧ — ۱۷۔ پھر وہ ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے[۱۳] اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی۔[۱۴]

ہے وہ یہ ہے کہ انسان بہت عمدہ کھانا تیار کرے اور پھر اپنے (مسلمان) بھائیوں کو کھلائے۔
(کنز العمال: ۱۶۳۶۹: جلد ۶: ص ۴۲۳)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اسلام کا کون سا کام سب سے اچھا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور ہر ایک کو سلام کرو خواہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہیں۔
(بخاری: ۱۲: کتاب الایمان: باب ۶)

☆ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھجور اور دودھ ملا کر حلوہ بنایا، اسی اثنا میں ایک مسکین آگیا، آپ نے وہ حلوہ اٹھا کر اس مسکین کو دے دیا، اہل مجلس میں سے کسی نے کہا: امیر المومنین! اس لذیذ حلوے کی قدر یہ بے چارہ مسکین کیا سمجھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: لیکن مسکین کا رب تو جانتا ہے کہ یہ کیا ہے۔
(تفسیر ضیاء القرآن: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۲۰: جلد ۵: ص ۴۱۱)

[۱۱] ہر یتیم کی کفالت میں بڑا ثواب ہے لیکن جب یتیم رشتہ دار ہو تو اس کی کفالت کا دوگنا ثواب ہے، ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ یتیم کی کفالت کے لئے سورہ فجر (۸۹) کی آیت نمبر ۱۷ کا حاشیہ نمبر ۱۱ ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۲] اس سے مراد انتہائی مسکین ہے جس کے پاس رہنے کے لئے اپنا گھر تک نہ ہو اور زمین پر سو کر رات بسر کرتا ہو۔ مسکین کی مدد کے لئے اسی سورت کا حاشیہ نمبر دس اور سورہ فجر (۸۹) کی آیت نمبر ۱۸ کا حاشیہ نمبر ۱۲ ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۳] اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: تمام اعمال خیر کی قبولیت کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو۔ (تفسیر قرطبی: سورہ بلد (۹۰): زیر آیت نمبر ۱۷) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس نے نیک کام کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ایماندار ہو تو وہ جنت میں داخل ہوں گے، انہیں وہاں بے حساب رزق دیا جائے گا۔ (قرآن: ۴۰:۴۰)

[۱۴] اس آیت میں اسلامی معاشرے کی ایک بنیادی خصوصیت کی نشاندہی کی گئی ہے یعنی اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ وہ دین کے راستہ میں مشکلات پر خود بھی صبر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی صبر کی نصیحت کرتے ہیں اور مصائب کے وقت خود بھی دوسروں پر رحم کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی رحم کرنے کی نصیحت کرتے ہیں اور یہی وہ خوش نصیب ہیں جن کے اعمالنامے ان کے

Marfat.com

دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

نصیحت کرنا

☆ حضرت تمیم داری ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دین، نصیحت (یعنی خیر خواہی کا نام) ہے۔ ہم نے عرض کیا: کس کے لئے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، اس کے رسول ﷺ، قائدین امت اور عام مسلمانوں کے لئے (خیر خواہی کرنا)۔ (مسلم: ۱۹۶: کتاب الایمان: باب ۲۳)

نصیحت سے مراد اخلاص اور خیر خواہی ہے۔ اسلام کے ہر کام میں اخلاص اور خیر خواہی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لایا جائے اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے۔ اس کی کتاب کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کا علم حاصل کر کے اس کی تعلیم کو عام کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی رسالت کی تصدیق کی جائے اور ان کے احکام کی اطاعت کی جائے۔ قائدین امت کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ان کے قول وفعل میں اسلام جلوہ گر ہو ان کی فرماں برداری کی جائے اور عام مسلمانوں کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ تمام مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں بلکہ اس کے بغیر تو ایمان ہی مکمل نہیں ہوتا۔

☆ حضرت انس ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری: ۱۳: کتاب الایمان: باب ۷) بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا چاہیے، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہیں نبی ﷺ نے فرمایا: وان تُحبّ للناس ماتحب لنفسک وتکرہ لھم ماتکرہ لنفسک وان تقول خیراً او تصمت۔ لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو اور ان کے لئے وہ ناپسند کرو جو تم اپنے لئے ناپسند کرتے ہو اور بھلائی کی بات کرو یا خاموش رہو۔

(مسند احمد: ۲۲۴۸۳: جلد ۵: ص ۲۴۷)

حضرت جریر بن عبداللہ ؓ نے اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اس شرط پر مسلمان کیا کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا۔ انہوں نے یہ شرط قبول کر کے اسلام کی بیعت کی اور پھر زندگی بھر خیر خواہی کا دامن نہیں چھوڑا۔ حضرت جریر بن عبداللہ ؓ کی زندگی کا ایک واقعہ ملاحظہ کریں۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ جریر بن عبداللہ ؓ کے غلام نے آپ کے لئے ایک بہترین گھوڑا صرف تین سو میں خریدا۔ حضرت جریر بن عبداللہ ؓ نے جب وہ گھوڑا دیکھا تو آپ گھوڑے کے مالک کے پاس آئے اور اس سے کہا: دراصل آپ کا گھوڑا تین سو کا نہیں بلکہ آٹھ سو کا ہے (ممکن ہے آپ کو اس کی قیمت کا علم نہ ہو یا آپ کو جلد بیچنے کی کوئی مجبوری ہو مگر میں آپ کی مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا، چنانچہ) حضرت جریر ؓ نے اس کو پانچ سو مزید ادا کئے اور کہا:

Marfat.com

میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس شرط پر بیعت کی تھی کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا۔ (عمدۃ القاری: جلد اول: ص ۳۲۳) یا اللہ! آج ہمیں بھی ایسی ہی خیر خواہی کرنے کی توفیق عطا فرما تا کہ کوئی مسلمان کسی کی نادانی، سادگی یا مجبوری سے غلط فائدہ نہ اٹھائے۔ آمین!

صبر کرنا

☆ حضرت صہیب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی بھی عجیب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لئے بہتر ہے اور یہ امتیاز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ یعنی اگر اس کو راحت پہنچے اور وہ اس پر شکر ادا کرے تو یہ راحت اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ تکلیف اس کے لئے بہتر ہے۔ (مسلم: ۲۹۹۹: کتاب الزھد: باب ۱۳) اہل علم کہتے ہیں: جس نعمت کے بعد شکر اور مصیبت کے بعد صبر کی توفیق ملے وہ نعمت اور مصیبت دونوں اللہ تعالیٰ کا احسان ہیں اور جس نعمت کے بعد تکبر اور مصیبت کے بعد بے صبری کی نوبت آجائے وہ نعمت اور مصیبت دونوں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہیں۔

رحم کرنا

☆ حضرت جریر بن عبد اللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (بخاری: ۷۳۷۶: کتاب التوحید: باب ۲)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علی ؓ کو بوسہ دیا اور آپ ﷺ کے پاس اس وقت اقرع بن حابس حاضر تھا۔ اقرع نے کہا: میرے دس بیٹے ہیں، میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی بوسہ نہیں دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔
(بخاری: ۵۹۹۷: کتاب الادب: باب ۱۸)

☆ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک عمر رسیدہ شخص نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، حاضرین نے اس کو بیٹھنے کی جگہ دینے میں سستی کی تو نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کیا اور ہمارے بڑے کی عزت نہ کی وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترمذی: ۱۹۱۹: ابواب البر: باب ۱۵)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ (ترمذی: ۱۹۲۴: ابواب البر: باب ۱۶)

☆ حضرت نعمان بن بشیر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مومنوں کو آپس میں رحم، محبت اور ہمدردی کے معاملہ میں ایک جسم کی طرح پاؤ گے، جب ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم بیدار رہتا ہے اور بخار محسوس کرتا ہے۔
(بخاری: ۶۰۱۱: کتاب الادب: باب ۲۷)

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مومن، دوسرے مومن کے لئے دیوار کی طرح ہے

Marfat.com

أُولَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ ۝١٨

۱۸۔ وہی لوگ دائیں طرف والے ہیں۔

وَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا هُمْ أَصْحَٰبُ ٱلْمَشْـَٔمَةِ ۝١٩

۱۹۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا وہی لوگ بائیں طرف والے ہیں۔[۱۵]

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌۢ ۝٢٠ ع ۱۵

۲۰۔ ان پر آگ چھائی ہوئی ہوگی۔

کیونکہ اس کا ہر حصہ دوسرے حصہ کو تقویت دیتا ہے، پھر اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اندر داخل کیا۔

(بخاری:۶۰۲۶: کتاب الادب: باب ۳۶)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ ظلم کرے اور نہ ہی اس کو بے یار و مددگار چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے مصائب دور کردے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(بخاری: ۲۴۴۲: کتاب المظالم: باب ۳)

[۱۵] جو لوگ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں ان کے اعمالنامے ان کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، پھر انہیں جہنم کی آگ میں پھینک کر جہنم کے دروازے بند کردیئے جائیں گے اور وہ ہمیشہ اسی آگ میں رہیں گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عصر بروز ہفتہ ۲۵ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۹ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۴ تا ۲۵ دسمبر یعنی ایک دن میں سورہ بلد کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الشمس (۹۱)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "شمس" ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

کامیابی اور ناکامی کا دارومدار

اس سورت کے ابتدائی آدھے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے متعدد قسمیں کھانے کے بعد پوری تاکید کے ساتھ جس حقیقت کو آشکارا کیا وہ یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو کفر وشرک سے پاک کرلیا وہ فلاح پائے گا اور جس نے اپنے آپ کو گناہوں میں مبتلا کرلیا وہ ناکام ونامراد ہوگا۔

قوم ثمود کا قصہ

اس سورت کے آخری آدھے حصہ میں کفار مکہ کو قوم ثمود کی سرکشی اور ان کے دردناک انجام کا واقعہ یاد دلایا جارہا ہے کیونکہ اہل مکہ اپنے تجارتی سفروں میں قوم ثمود کے تباہ شدہ مکانات دیکھ چکے تھے اور اس کی تباہی وبربادی کے قصے بھی عرب میں بہت مشہور تھے۔ اس قصہ کے ذریعہ کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اگر تم بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عذاب نازل ہوسکتا ہے، لہٰذا قوم ثمود سے عبرت حاصل کرو اور اپنے رسول مکرم ﷺ پر ایمان لے آؤ۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز اتوار ۲۶ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

آیاتہا ١٥ ۔ ٩١ سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ ٢٦ ۔ رکوعھا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝١

١۔ قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔

وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝٢

٢۔ اور قسم ہے چاند کی جب وہ (غروبِ) آفتاب کے بعد آئے۔[١]

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝٣

٣۔ اور قسم ہے دن کی جب وہ سورج کو ظاہر کرے۔[٢]

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝٤

٤۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ سورج کو ڈھانپ لے۔

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝٥

٥۔ اور قسم ہے آسمان کی اور اس (ذات اقدس) کی جس نے اسے بنایا۔

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝٦

٦۔ اور قسم ہے زمین کی اور اس (ذات اقدس) کی جس نے اسے بچھایا۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝٧

٧۔ اور قسم ہے نفس کی اور اس (ذات اقدس) کی جس نے اسے درست بنایا۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝٨

٨۔ پھر اس (نفس) کو اس کی بدکاری اور پرہیزگاری کی سمجھ عطا فرمائی۔[٣]

---

[١] آفتاب کے بعد آنے سے مراد یہ ہے کہ قمری مہینہ کے ابتدائی نصف میں سورج غروب ہونے کے بعد چاند نمودار ہوتا ہے۔

[٢] یعنی دن، سورج کو ظاہر کر دیتا ہے اور رات اس کو ڈھانپ لیتی ہے۔

[٣] قسم ہے نفس کی اور اس ذات اقدس کی جس نے انسان کے ظاہری اعضاء اور اس کے دل و دماغ وغیرہ کو بڑے حسین اور متوازن طریقہ پر پیدا کیا اور پھر اسے خیر و شر کے دونوں راستوں کی سمجھ عطا فرمائی اور انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعہ ان دونوں راستوں کے انجام سے بھی آگاہ فرمایا۔

Marfat.com

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿۹﴾	۹۔ بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (گناہوں سے) پاک کرلیا۔ [۴]
وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾	۱۰۔ اور بے شک وہ شخص ناکام ہوگیا جس نے اس (نفس) کو (گناہوں میں) ملوث کرلیا۔
كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾	۱۱۔ ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث (اپنے نبی) کو جھٹلایا۔ [۵]

[۴] اللہ تعالیٰ نے متعدد قسمیں کھانے کے بعد پوری تاکید کے ساتھ جس حقیقت کو آشکارا کیا وہ یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرلیا وہ فلاح پائے گا اور جس نے اپنے آپ کو گناہوں میں مبتلا کرلیا وہ ناکام و نامراد ہوگا۔

[۵] اس سورت کے آخری حصہ میں کفار مکہ کو قوم ثمود کی سرکشی اور ان کے دردناک انجام کا واقعہ یاد دلایا جارہا ہے کیونکہ اہل مکہ اپنے تجارتی سفروں میں قوم ثمود کے تباہ شدہ مکانات دیکھ چکے تھے اور اس کی تباہی و بربادی کے قصے بھی عرب میں بہت مشہور تھے۔ اس قصہ کے ذریعہ کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اگر تم بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے، لہٰذا قوم ثمود سے عبرت حاصل کرو اور اپنے رسول مکرم ﷺ پر ایمان لے آؤ۔ قوم ثمود کے احوال پیچھے کئی مقامات پر گزر چکے ہیں، یہاں پر بھی اس کا مختصر قصہ ملاحظہ فرمائیں:

قوم ثمود کے لوگ مشرک تھے اور حجاز اور شام کے درمیان آباد تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں توحید کی دعوت دی تو انہوں نے مطالبہ کیا کہ اگر تم سچے نبی ہو تو پتھر کی اس چٹان سے زندہ اونٹنی نکال کر دکھاؤ۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے اونٹنی ظاہر فرمادی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: یہ اونٹنی میری نبوت کی دلیل اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، لہٰذا تم اس کو آزاد چھوڑ دو جہاں سے اس کا جی چاہے کھاتی پھرے، کوئی اس کو تنگ نہ کرے۔ نیز حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قوم کو یہ بھی آگاہ کردیا کہ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیئے گی اور دوسرے دن قوم ثمود یعنی ہر ایک فریق اپنی باری والے دن پانی پیئے گا اور دوسرے کی باری میں مداخلت نہیں کرے گا، ورنہ تم پر دردناک عذاب نازل ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن اونٹنی کی باری ہوتی تھی تو وہ سارا پانی پی جاتی تھی اور اس دن لوگ پانی کی مقدار کے برابر اس اونٹنی کا دودھ دوہتے اور پیتے تھے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ قمر (۵۴): زیر آیت نمبر ۲۸) یہ اونٹنی ان کے لئے بڑی نعمت تھی۔ وہ ایک دن پانی پیتے اور دوسرے دن مفت میں اس اونٹنی کا دودھ پیتے مگر انہوں نے اس نعمت کی ناقدری کی اور ایک دن اپنے ایک بڑے بدبخت ساتھی یعنی قُدار بن سالف کو تیار کیا تاکہ وہ اس اونٹنی کو مار ڈالے، چنانچہ اس نے اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ کر اسے مار ڈالا۔ چونکہ اس گناہ میں پوری قوم اس بدبخت کے ساتھ تھی اس لئے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

إِذِ انۢبَعَثَ أَشْقٰىهَا ﴿١٢﴾

۱۲۔ جب اس قوم کا سب سے بڑا بد بخت اٹھ کھڑا ہوا۔

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿١٣﴾

۱۳۔ (حالانکہ) اللہ تعالیٰ کے رسول نے انہیں بتادیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی حفاظت کرنا۔

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۠ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿١٤﴾

۱۴۔ پھر بھی انہوں نے رسول کو جھٹلایا اور اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو ان کے رب نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان پر ہلاکت نازل کی اور پوری بستی کو (خاک میں ملاکر) برابر کردیا۔

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿١٥﴾ ع

۱۵۔ اور اللہ تعالیٰ کو ان کے تباہ کن انجام سے کوئی خوف نہیں ہے۔[۶]

نے ان پر عذاب نازل کیا اور ساری بستی کو خاک میں ملا کر برابر کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اے علی! کیا تم جانتے ہو کہ پہلے لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت کون تھا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (حضرت صالح علیہ السلام کی) اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ بعد والوں میں سب سے زیادہ بد بخت کون ہوگا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا قاتل سب سے زیادہ بد بخت ہوگا۔ (تفسیر قرطبی (سورہ شمس (۹۱): زیر آیت نمبر ۱۲)

[۶] یعنی قوم ثمود کو تباہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو یہ کوئی خطرہ نہیں ہے کہ کوئی طاقت اللہ تعالیٰ سے اس کا بدلہ لے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور کسی مخلوق میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی فیصلہ کو چیلنج کر سکے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز اتوار ۲۶ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً دو گھنٹوں میں سورہ شمس کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الّیل (۹۲)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''الّیل'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

اعمال کی دو قسمیں ہیں

آیات نمبر ۱ تا ۱۱ میں اللہ تعالیٰ نے قسمیں کھا کر فرمایا کہ جس طرح دن اور رات اور نر اور مادہ دو مختلف اور متضاد چیزیں ہیں اسی طرح انسان کے اعمال بھی مختلف اور متضاد ہیں۔ بعض اعمال ایسے ہیں جو انسان کو جنت کا مستحق بناتے ہیں، مثلاً جو شخص توحید کی تصدیق کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے، اور بعض اعمال ایسے ہیں جو انسان کو جہنم کا مستحق بنا دیتے ہیں، مثلاً جو شخص توحید کو جھٹلاتا ہے، آخرت سے بے پرواہی کرتا ہے اور مال میں بخل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور بالآخر وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔

بھڑکتی ہوئی آگ

آیات نمبر ۱۲ تا ۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ سے خبردار کیا ہے، اس کے باوجود جو توحید کو جھٹلاتا ہے اور آخرت سے بے پرواہی کر کے جہنم میں جا گرتا ہے تو اس سے بڑا بدبخت اور کون ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی رضا

آیات نمبر ۱۷ تا ۲۱ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اس کی مخلوق پر اپنا مال خرچ کرتا ہے، کسی کے احسان کا بدلہ دینے کے لئے نہیں بلکہ اپنے آپ کو پاک کرنے اور اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے خرچ کرتا ہے تو یہی وہ خوش نصیب ہے جس پر اس کا رب راضی ہوگا، اس کو جہنم سے دور رکھے گا اور جنت میں داخل فرمائے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز اتوار ۲۶ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

اٰیاتہا ۲۱ ۹۲ سُوْرَۃُ الَّیْلِ مَکِّیَّۃٌ ۹ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۝۱	۱۔ قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔
وَالنَّہَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۝۲	۲۔ اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو۔
وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ۝۳	۳۔ اور قسم ہے اس کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔
اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی ۝۴	۴۔ بے شک تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے۔[۱]
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝۵	۵۔ پس جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور پرہیز گاری اختیار کی۔[۲]
وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝۶	۶۔ اور اس نے اچھی بات کی تصدیق کی۔
فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی ۝۷	۷۔ تو ہم عنقریب اس کو آسان راستے پر ڈال دیں گے۔
وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ۝۸	۸۔ لیکن جس نے بخل کیا اور بے پرواہ رہا۔[۳]

[۱] اللہ تعالیٰ نے رات، دن اور مرد و عورت کی تخلیق کی قسم کھانے کے بعد جس حقیقت کو آشکار فرمایا وہ یہ ہے کہ جس طرح دن اور رات اور نر اور مادہ دو مختلف اور متضاد چیزیں ہیں اسی طرح تمہارے اعمال بھی مختلف اور متضاد ہیں۔ تم میں سے بعض کے اعمال تمہیں جہنم میں لے جائیں گے اور بعض کے اعمال تمہیں جنت میں لے جائیں گے، لہٰذا تم ایک جیسے نہیں ہو سکتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت والے ہی کامیاب ہیں۔ (قرآن: ۵۹:۲۰)

[۲] ان آیات میں ان اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جو انسان کو جنت کا مستحق بناتے ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال سے اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے اور اچھی بات یعنی توحید کی تصدیق کرتا ہے تو ہم بھی اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیں گے۔ حضرت ابن عباس اور ضحاک بیان کرتے ہیں: اچھی بات سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورۃ الّیل (۹۲): زیر آیت نمبر ۶)

[۳] ان آیات میں ان اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جو انسان کو جہنم کا مستحق بناتے ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال سے اس کی راہ

Marfat.com

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝	۹۔ اور اس نے اچھی بات کو جھٹلایا۔
فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝	۱۰۔ تو ہم عنقریب اس کو مشکل راستے پر ڈال دیں گے۔
وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝	۱۱۔ اور جب وہ ہلاکت (کے گڑھے) میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کسی کام نہ آسکے گا۔
اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝	۱۲۔ بے شک رہنمائی کرنا ہمارے ذمہ ہے۔[۴]
وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝	۱۳۔ اور بے شک ہم ہی آخرت اور دنیا کے مالک ہیں۔
فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝	۱۴۔ پس میں نے تمہیں ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے خبردار کر دیا ہے۔
لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝	۱۵۔ اس میں صرف وہی داخل ہوگا جو بڑا بدبخت ہے۔[۵]
الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝	۱۶۔ جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔
وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝	۱۷۔ اور اس (دوزخ) سے اس شخص کو دور رکھا جائے گا جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔[۶]

میں خرچ نہیں کرتا، آخرت کے عذاب سے بے پرواہی کرتا ہے اور توحید کو جھٹلاتا ہے تو ہم بھی اس کے لئے جہنم کا راستہ آسان کر دیں گے اور جب وہ جہنم میں گرے گا تو اس کا مال اسے جہنم سے نہ بچا سکے گا۔

[۴] ہم نے انسان کو پیدا کر کے اس کی رہنمائی کی ذمہ داری لی تھی، چنانچہ ہم نے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیج کر انسان کی رہنمائی کا وعدہ پورا کر دیا، اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ باطل کو چھوڑ کر حق کا راستہ اختیار کرے اور اگر وہ حق کا راستہ اختیار نہیں کرے گا تو وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور نہ ہی وہ ہماری گرفت سے بچ سکتا ہے کیونکہ دنیا و آخرت میں ہماری ہی حکومت ہے اور ہم مناسب وقت پر اس کے کرتوتوں کی اسے سزا دیں گے۔

[۵] ہم نے تمہیں بھڑکتی ہوئی آگ سے آگاہ کر دیا تھا، اس کے باوجود جو توحید کو جھٹلاتا ہے اور آخرت سے بے پرواہی کر کے جہنم میں جا گرتا ہے تو اس سے بڑا بدبخت اور کون ہوگا۔

[۶] ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اس کی مخلوق پر اپنا مال خرچ کرتا ہے، کسی کے احسان کا بدلہ

Marfat.com

دینے کے لئے نہیں بلکہ اپنے آپ کو پاک کرنے اور اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے خرچ کرتا ہے تو یہی وہ خوش نصیب ہے جس پر اس کا رب راضی ہوگا، اس کو جہنم سے دور رکھے گا اور جنت میں داخل فرمائے گا۔

ان آیات کا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں

علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ ہمارے مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔
(تفسیر کبیر: سورہ الّیل (۹۲): زیر آیت نمبر ۱۷)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اس سورت کی آخری آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں، انہوں نے چھ یا سات غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا تھا، ان میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان سے کسی بدلہ یا شکریہ کی خواہش نہیں تھی بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے انہیں آزاد کرایا تھا۔
(تفسیر ابن جریر طبری: سورہ الّیل (۹۲): زیر آیت نمبر ۱۹)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اپنی دولت خرچ کی۔ ہجرت سے پہلے نو مسلم غلاموں اور کنیزوں کو ان کے کافر مالکوں سے خرید کر آزاد کرایا اور ہجرت کے بعد اپنی بقیہ دولت بھی اسلام کی خاطر صرف کر دی حتیٰ کہ غزوہ تبوک کے موقع پر اپنے گھر کا سارا سامان بھی اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ڈھیر کر دیا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب سے بڑا پرہیز گار قرار دیا ہے اور یہ درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز اور مکرم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ (قرآن ۴۹:۱۳)

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقدم ہونے اور ان کی فضیلت پر واضح دلیل ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کیا اور سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا۔ (صفوۃ التفاسیر، تفسیر قرطبی)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے قتال کیا اس کا درجہ ان سے بلند ہے جنہوں نے یہ دونوں کام فتح مکہ کے بعد کئے۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اسلام کے لئے نمایاں خرچ کرنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور اسلام کے لئے نمایاں قتال کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے والے کے ذکر کو قتال کرنے والے کے ذکر پر مقدم کیا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقدم ہیں۔ نیز خرچ کرنا باب رحمت سے ہے اور قتال کرنا باب غضب سے ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری رحمت میرے غضب سے آگے ہے، لہٰذا خرچ کرنے والا قتال کرنے والے سے آگے ہے۔ بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے تھے مگر ان کا خرچ کرنا اسی وقت ثابت ہوگا

Marfat.com

جب انہوں نے بڑے بڑے مواقع پر نمایاں مال خرچ کیا ہو جبکہ یہ چیز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت ہے اور انہوں نے ہی اسلام کے لئے سب سے پہلے قتال کیا کیونکہ اسلام کے ابتدائی دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ چھوٹے بچے تھے اور اس وقت وہ قتال کرنے والے نہیں تھے جبکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس وقت سب سے آگے بڑھ کر اسلام کا دفاع کرتے تھے حتیٰ کہ وہ کئی مرتبہ لڑتے لڑتے موت کے قریب تک پہنچے۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الحدید (۵۷): زیر آیت نمبر ۱۰)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مشرکین، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذیت دے رہے تھے اور پھر بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ احد، احد (یعنی اللہ ایک ہے) کی آواز بلند کر رہے تھے۔ اس اثنا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور فرمایا: جس احد یعنی اللہ تعالیٰ کا تم نام لے رہے ہو وہ تمہیں اس ظلم سے نجات دے گا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا کہ انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے تنگ کیا جا رہا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعا سمجھ گئے، اسی وقت اپنے گھر لوٹے اور ایک رطل سونا لے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مالک امیہ بن خلف کے پاس گئے اور اس سے کہا: کیا تو بلال کو بیچنا چاہتا ہے؟ اس نے ہاں میں جواب دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قیمت ادا کر کے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید ا اور آزاد کر دیا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔
(تفسیر قرطبی: سورہ الّیل (۹۲): زیر آیت نمبر ۱۹)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی گروہ کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ان میں ابو بکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں اور پھر کوئی اور ان کی امامت کرائے۔ (ترمذی: ۳۶۷۳: ابواب المناقب: باب ۴۲)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بھی ہم پر کوئی احسان کیا ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے، کیونکہ ان کا ہم پر ایسا احسان ہے جس کا بدلہ ان کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا، اور کسی کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال نے مجھے نفع پہنچایا۔ اگر مجھے کوئی خلیل بنانا ہوتا تو میں یقیناً ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا مگر غور سے سن لو! تمہارا صاحب اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔
(ترمذی: ۳۶۶۱: ابواب المناقب: باب ۴۴)

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں مجھے فرمایا: میرے لئے اپنے باپ ابو بکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں (ان کے لئے) ایک مکتوب لکھ دوں۔ کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور یہ کہے گا کہ میں ہی (خلافت کا) زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مؤمنین ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سوا سب کو مسترد کر دیں گے۔ (مسلم: ۶۱۸۱: کتاب فضائل الصحابۃ: باب ۱)

۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہو

Marfat.com

گئی تھی تو آپ ﷺ کے پاس حضرت بلال ﷛ نماز کی اطلاع دینے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابو بکر ﷛ کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: ابو بکر ﷛ بہت نرم دل ہیں، جب وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو وہ رو پڑیں گے اور وہ قرآن نہیں پڑھ سکیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابو بکر ﷛ کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں۔ میں نے پھر پہلے کی طرح عرض کیا: آپ ﷺ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا: تم یوسف ؑ کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔ ابو بکر ﷛ کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں۔ پس ابو بکر ﷛ نے نماز پڑھانا شروع کر دی۔ نبی ﷺ دو آدمیوں کے سہارے سے باہر نکلے اور میں آپ کو دیکھ رہی تھی، آپ ﷺ پیر گھسیٹ کر چل رہے تھے جس سے زمین پر نشان پڑ رہے تھے۔ جب ابو بکر ﷛ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں، پھر ابو بکر ﷛ پیچھے ہٹ گئے اور نبی ﷺ ابو بکر ﷛ کے پہلو میں بیٹھ گئے اور ابو بکر ﷛ نمازیوں کو تکبیر سنا رہے تھے۔

(بخاری: ۷۱۲: کتاب الاذان: باب ۶۷)

۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق ﷛ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم دوزخ سے اللہ تعالٰی کے عتیق (آزاد کردہ) ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا: اس دن سے حضرت ابو بکر صدیق ﷛ کا نام عتیق پڑ گیا۔ (ترمذی: ۳۶۷۹: ابواب المناقب: باب ۴۶)

۶۔ حضرت جبیر بن مطعم ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک عورت آئی۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تم پھر آنا۔ اس نے کہا: آپ فرمائیں، اگر میں آؤں اور پھر آپ کو نہ پاؤں؟ گویا وہ یہ کہہ رہی تھی کہ آپ کی وفات ہو چکی ہو تو پھر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو پھر ابو بکر ﷛ کے پاس آنا۔

(بخاری: ۳۶۵۹: کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ: باب ۵)

۷۔ حضرت ابن عمر ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر ﷛ سے فرمایا: تم غار میں بھی میرے صاحب تھے اور حوض پر بھی میرے صاحب ہو گے۔ (ترمذی: ۳۶۷۰: ابواب المناقب: باب ۳۹)

۸۔ حضرت ابن مسعود ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مولود کی ناف پر اس مٹی کا رنگ چڑھایا جاتا ہے جس سے اس کو پیدا کیا جاتا ہے، اور آخری عمر میں انسان کو اسی مٹی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جس سے اسے پیدا کیا گیا تھا حتیٰ کہ اس مٹی میں اس کو دفن کر دیا جاتا ہے، بے شک میں (ﷺ) اور ابو بکر (﷛) اور عمر (﷛) ایک مٹی سے پیدا کئے گئے تھے اور اسی میں دفن کئے جائیں گے۔ (کنز العمال: ۳۲۶۷۳: جلد ۱۱: ص ۵۶۵)

۹۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کے اوپر اس کی قبر کی مٹی چھڑکی جاتی ہے۔ ابو عاصم نے کہا: تم حضرت ابو بکر ﷛ اور حضرت عمر ﷛ کے لئے اس جیسی فضیلت نہیں پا سکو گے کیونکہ ان دونوں کی مٹی رسول اللہ ﷺ کی مٹی سے ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲۳۸۹: جلد ۲: ص ۳۱۸) حضرت ابن عباس ﷛ بیان کرتے ہیں: ہر انسان کو اس مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۶۵۳۱: جلد ۳: ص ۵۱۵)

Marfat.com

۱۰۔ حضرت علی بن ابی طالب ﷜ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ حضرت ابو بکر ﷜ اور حضرت عمر ﷜ بھی ادھر آتے دکھائی دیئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں سب پہلے اور پچھلے پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے (کیونکہ نبیوں کا مرتبہ ان سے بلند ہے) اے علی! ان دونوں کو نہ بتانا۔ (ترمذی: ۳۶۶۵: مناقب: باب ۱۶) دوسری روایت میں اس طرح ہے: اے علی! جب تک یہ دونوں زندہ ہیں ان کو نہ بتانا۔

(ابن ماجۃ: ۹۵: کتاب السنۃ: باب ۱۱)

۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل امین میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔ حضرت ابو بکر ﷜ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں پسند کرتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ ہوں تاکہ آپ (کے چہرہ) کو دیکھتا رہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! بے شک میری امت میں آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

(ابوداؤد: ۴۶۵۲: کتاب السنۃ: باب ۸)

۱۲۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر ﷜، عمر ﷜، عثمان ﷜، علی ﷜، طلحہ ﷜، زبیر ﷜، عبدالرحمان بن عوف ﷜، سعد بن ابی وقاص ﷜، سعید بن زید ﷜ اور ابوعبیدہ بن الجراح ﷜ جنت میں جائیں گے۔ (ترمذی: ۳۷۴۷: مناقب: باب ۲۵)

۱۳۔ حضرت عمر ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ بعض صحابہ کو بادشاہوں کی طرف بھیجوں تاکہ وہ انہیں اسلام کی دعوت دیں جس طرح عیسیٰ ﷤ نے اپنے حواریوں کو بھیجا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا: آپ ابوبکر اور عمر کو کیوں نہیں بھیجتے کیونکہ وہ اچھے طریقہ سے تبلیغ کرسکتے ہیں تو آپ نے فرمایا: مجھے ان کی ضرورت ہے کیونکہ دین میں ان کا وہی درجہ ہے جو جسم میں آنکھ اور کان کا ہے۔ (کنز العمال: ۳۲۶۷۴: جلد ۱۱: ص ۵۶۷)

۱۴۔ حضرت علی ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسلام میں کوئی بچہ حضرت ابوبکر ﷜ اور حضرت عمر ﷜ سے زیادہ پاک، صاف اور فضیلت والا پیدا نہیں ہوا۔ (کنز العمال: ۳۲۶۸۵: جلد ۱۱: ص ۵۶۷)

۱۵۔ حضرت ابوہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت ابوبکر ﷜ اور حضرت عمر ﷜ آسمان و زمین والوں سے بہتر ہیں بلکہ قیامت تک آنے والوں سب سے بہتر ہیں۔ (کنز العمال: ۳۲۶۸۶: جلد ۱۱: ص ۵۶۷)

۱۶۔ حضرت سفینہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مسجد بنائی تو ابوبکر ﷜ ایک پتھر لے کر آئے اور اس کو رکھ دیا، پھر عمر ﷜ ایک پتھر لے آئے اور اس کو رکھ دیا، پھر عثمان ﷜ ایک پتھر لے کر آئے اور اس کو رکھ دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد یہ (تینوں یکے بعد دیگرے) حکمران ہوں گے۔ (مستدرک للحاکم: ۴۲۸۴: جلد ۳: ص ۱۴) امام حاکم نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۱۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر منی و انا منہ و ابوبکر اخی فی الدنیا

Marfat.com

الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی ﴿۱۸﴾ ۱۸۔ جو اپنے آپ کو پاک کرنے کے لئے اپنا مال دیتا ہے۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنۡدَهٗ مِنۡ نِّعۡمَةٍ تُجۡزٰۤی ﴿۱۹﴾ ۱۹۔ اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جارہا ہو۔

اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِ الۡاَعۡلٰی ﴿۲۰﴾ ۲۰۔ بلکہ محض اپنے رب برتر کی رضا کا طالب ہے۔

وَلَسَوۡفَ یَرۡضٰی ﴿۲۱﴾ ۲۱۔ اور عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔[۷]

والآخرۃ۔ ابوبکر مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور ابوبکر دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

(کنز العمال: ۳۲۵۰۰: جلد ۱۱: ص ۵۴۴)

۱۸۔ حضرت ابودرداء ﷜ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوبکر ﷜ کے آگے چل رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے ابودرداء! کیا تم اس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے دنیا و آخرت میں بہتر ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! نبیوں اور رسولوں کے بعد حضرت ابوبکر ﷜ سے افضل کوئی شخص نہیں ہے جس پر سورج طلوع یا غروب ہوا ہو۔ (السیرۃ الحلبیۃ: جلد ۲: ص ۵۶)

۱۹۔ حضرت انس ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت ابوبکر ﷜ کی محبت میری امت پر واجب ہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ: جلد ۲: ص ۵۶)

۲۰۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷜ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر ﷜ سے مشورہ کیا کریں۔

(السیرۃ الحلبیۃ: جلد ۲: ص ۵۶)

۲۱۔ حضرت ابوسعید خدری ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے دو وزیر اہل آسمان سے اور دو وزیر اہل زمین سے ہوتے ہیں۔ میرے دو وزیر اہل آسمان سے جبرائیل و میکائیل ہیں اور اہل زمین سے ابوبکر ﷜ و عمر ﷜ ہیں۔

(ترمذی: ۳۶۸۰: ابواب المناقب: باب ۱۷، کنز العمال: ۳۲۶۴۷: جلد ۱۱: ص ۵۶۰)

نوٹ: گزشتہ سورتوں میں مختلف مقامات پر حضرت ابوبکر صدیق ﷜ کی فضیلت کے بارے میں جو احادیث درج تھیں ان کو وہاں سے کاپی کر کے اس جگہ اکٹھا کر دیا گیا ہے، البتہ افضلیت حضرت ابوبکر صدیق ﷜ کے لئے سورہ فتح (۴۸) کی آیت نمبر ۲۹ کا حاشیہ نمبر ۳۴ ملاحظہ فرمائیں۔

[۷] اس آیت کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق ﷜ پر راضی ہو جائے گا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے سب کچھ قربان کر دیا۔ اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق ﷜ پر جنت میں اپنی

Marfat.com

نعمتوں کی ایسی بارش برسائے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے رب سے راضی ہو جائیں گے۔(تفسیر قرطبی: سورہ الّیل (۹۲): زیر آیت نمبر ۲۱) اور یہ اس خوش خبری کی برکت ہے جو اگلی سورت میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی ﷺ کو دے رہا ہے یعنی: عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ (قرآن: ۵:۹۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی وہاں بیٹھے تھے۔ انہوں نے چغہ پہنا ہوا تھا جس کو کانٹوں سے بخیہ کیا ہوا تھا۔ اس اثناء میں جبریل امین علیہ السلام آئے اور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پڑھ سنایا اور کہا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسا چغہ پہنا ہوا ہے جس کو کانٹوں سے جوڑا گیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے جبریل! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فتح سے پہلے اپنا سارا مال مجھ پر خرچ کر دیا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچائیں اور ان سے پوچھیں: کیا تو اس فقر و تنگ دستی پر مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ سو نبی کریم ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ جبریل امین علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں سلام کہتے ہیں اور تیرا رب تجھ کو فرماتا ہے: کیا تو اس فقر و تنگ دستی پر مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنے رب پر کیسے ناراض ہو سکتا ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ تجھے فرماتا ہے: بے شک میں تجھ سے راضی ہو گیا ہوں جس طرح تو مجھ سے راضی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ جبریل امین علیہ السلام نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! جب سے آپ کے یار نے چغہ پہنا ہے حاملین عرش بھی اسی قسم کے چغے پہنے ہوئے ہیں۔

(تفسیر منیر، تفسیر قرطبی: سورۃ الحدید (۵۷): زیر آیت نمبر ۱۰)

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز اتوار ۲۶ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں سورۃ الّیل کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الضحٰی (۹۳)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''ضحیٰ'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

سبب نزول

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے اور دو یا تین راتیں نماز تہجد کے لئے نہ اٹھے۔ آپ ﷺ کی چچی ام جمیل جو کہ ابولہب کی بیوی تھی اور اس کا گھر نبی کریم ﷺ کے گھر کے متصل تھا، اس گستاخ عورت نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ ان کا رب ان سے ناراض ہو کر ان کو چھوڑ گیا ہے اور دو یا تین راتوں سے ان کے پاس نہیں آیا اس لئے یہ رات کو نہیں اٹھے۔ اس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جب چند دنوں کے لئے آپ ﷺ پر وحی کا آنا رک گیا تو ابولہب کی بیوی نے یہ کہا تھا: اے محمد! میرا گمان ہے کہ تمہارے شیطان نے تم کو چھوڑ دیا ہے تو اس کے رد میں یہ سورت نازل ہوئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے دو قسمیں کھا کر فرمایا: میرے پیارے نبی ﷺ! آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی وہ آپ سے ناراض ہوا ہے۔ اس سورت کا آغاز اسی خوش خبری سے ہوا ہے۔

ہر لحہ ترقی پذیر

آیات نمبر ۴ تا ۵ میں اللہ تعالیٰ نے دوسری خوش خبری یہ سنائی کہ دنیا و آخرت میں ہر لحظہ آپ کی شان ترقی پذیر رہے گی اور دونوں جہان میں آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

بعثت سے پہلے کے انعامات

آیات نمبر ۶ تا ۸ میں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کی یاد دہانی کرائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعثت سے پہلے عطا فرمائی تھیں یعنی آپ یتیم تھے آپ کو مہربان دادا اور چچا کی کفالت عطا فرمائی، آپ میری محبت میں وارفتہ تھے تو آپ کو منزل مقصود تک پہنچا دیا اور آپ مالی طور پر حاجت مند تھے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ شادی کے ذریعہ آپ کو غنی کر دیا۔

تعلیم و تربیت

آیات نمبر ۹ تا ۱۰ میں معاشرہ کے نادار اور بے کس لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور سختی کے بجائے نرمی کا سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

☆ حضرت ابن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے رب نے ادب سکھایا، سو بہت اچھا ادب سکھایا۔ (الجامع الصغیر: ۳۱۰: جلد اول: ص ۲۵، کنز العمال: ۳۱۸۹۵: جلد ۱۱: ص ۴۰۶)

نعمتوں کا تذکرہ

اس سورت کی آخری آیت میں آپ ﷺ کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن انعامات سے نوازا ہے آپ ان کا تذکرہ کیا کریں تاکہ لوگوں کو آپ کی شان کا علم ہو اور وہ آپ پر ایمان لائیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعۃ الکرم برطانیہ

قبل از فجر بروز منگل ۲۸ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۲ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

ایاتہا ۱۱ ۹۳ سُوْرَۃُ الضُّحٰی مَکِّیَّۃٌ ۱۱ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالضُّحٰی ۝۱ ۱۔ قسم ہے چاشت کے وقت کی۔[۱]

[۱] اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے دو قسمیں کھائی ہیں یعنی چاشت کے وقت کی قسم جب سورج طلوع ہو کر خاصا بلند اور بالکل نمایاں ہو جاتا ہے اور ہر طرف اپنی روشنی پھیلا دیتا ہے اور رات کی قسم جب اس کی تاریکی ہر طرف چھا جاتی ہے۔

چاشت اور رات سے کیا مراد ہے

۱۔ چاشت سے مراد نبی کریم ﷺ کا ظاہر ہے جس میں مخلوق نے آپ ﷺ کا کوئی عیب نہیں دیکھا اور رات سے مراد آپ ﷺ کا باطن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا کوئی عیب نہیں دیکھا۔ (تفسیر کبیر: سورہ ضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۱) گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کے ظاہر اور باطن کی قسم کھائی ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے بغیر کسی کی زندگی کی قسم نہیں اٹھائی (یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی تمام مخلوق سے زیادہ مکرم ہے اور یہ آپ کی تعظیم اور تکریم کی انتہا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حجر (۱۵): زیر آیت نمبر ۷۲)

۲۔ چاشت سے مراد نبی کریم ﷺ کا روشن چہرہ ہے اور رات سے مراد نبی کریم ﷺ کی سیاہ زلفیں ہیں۔ (تفسیر کبیر: سورہ ضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۱) گویا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے روشن چہرہ اور سیاہ زلفوں کی قسم کھائی ہے۔

چاشت کے وقت اور چہرہ مصطفیٰ ﷺ میں ایک بڑا حسین اور لطیف ربط ہے۔ جس طرح چاشت کے وقت سورج بالکل نمایاں ہو کر رات کی تاریکیوں کو ختم کر دیتا ہے اور چاند تاروں کی روشنی پر غالب آ کر ہر طرف اپنے نور کا سکہ بٹھا دیتا ہے، اسی طرح چہرہ مصطفیٰ ﷺ نے فاران کی چوٹی سے طلوع ہو کر باطل کی تاریکیوں کو ختم کر دیا اور دنیا کے حسینوں کو مات کرتے ہوئے ہر طرف اپنے حسن کا سکہ بٹھا دیا۔ آپ ﷺ کی شریعت نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔

جب تک سورج پردے میں ہوتا ہے تو دنیا میں چاند تاروں کی بہار ہوتی ہے، ان کی چمک اور روشنی ہی لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ ہوتی ہے مگر جب سورج طلوع ہوتا ہے تو چاند تارے مات کھا جاتے ہیں، اسی طرح جب تک چہرہ مصطفیٰ ﷺ پردے میں تھا تو کہیں حسن یوسف کے چرچے تھے، کہیں دم عیسیٰ کی مسیحائی تھی اور کہیں ید بیضا کی کرشمہ سازیاں تھیں مگر جونہی چہرہ مصطفیٰ ﷺ جلوہ گر ہوا تو سب حسین ماند پڑ گئے۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ ید بیضا داری ۔۔۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

☆ حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ پیدا ہوئے تو جنت کے خازن رضوان نے کہا: یا محمد! آپ کو

Marfat.com

وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝۲ ۲۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔

بشارت ہو، اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو جو علم انفرادی طور پر عطا فرمایا وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرما دیئے ہیں، لہٰذا آپ کا علم تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے زیادہ ہے۔ (مواہب لدنیہ: جلد اول: ص ۱۲۷)

چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی چند جھلکیاں

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں نے حفصۃ بنت رواحۃ سے سوئی اُدھار مانگی۔ میں اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سی رہی تھی کہ وہ سوئی میرے ہاتھ سے گر گئی۔ میں نے اس کو تلاش کیا لیکن وہ مجھے نظر نہ آئی۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ اندر داخل ہوئے تو آپ کے چہرے کے نور کی شعاع سے وہ سوئی مجھے نظر آ گئی۔

(کنز العمال: ۳۵۴۹۲: جلد ۱۲: ص ۴۲۹)

☆ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: جس روز سے ہم نے آپ ﷺ کو لیا ہم کو کبھی چراغ جلانے کی ضرورت نہیں پڑی، آپ ﷺ کے چہرہ کی روشنی چراغ سے زیادہ نورانی تھی۔ اگر ہم کو کسی جگہ چراغ جلانے کی ضرورت پڑتی تو ہم آپ ﷺ کو وہاں لے جاتے اور آپ ﷺ کے چہرے کی نورانیت سے وہ جگہ روشن ہو جاتی۔

(تفسیر مظہری: سورہ نور (۲۴): زیر آیت نمبر ۳۵)

☆ ایک سال قحط پڑا تو جناب ابو طالب حضرت محمد ﷺ کو ساتھ لے کر بارش کی دعا کرنے کعبہ کے پاس پہنچے، کعبہ کی دیوار سے اپنی پشت لگائی اور حضرت محمد ﷺ کی انگلی پکڑ کر دعا کی۔ اس وقت آسمان پر بادل کا نام و نشان تک نہ تھا، دعا مانگنے کی دیر تھی کہ فوراً ادھر ادھر سے بادل ہجوم کر آئے اور خوب موسلا دھار بارش برسی یہاں تک کہ وادیاں بہنے لگیں۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جناب ابو طالب نے یہ شعر کہا:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

وہ گورے رنگ والے (حضرت محمد ﷺ) جن کے رخ تاباں کے صدقے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے، وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیوہ عورتوں کی ناموس کے محافظ ہیں۔ (تفسیر مظہری: سورہ نور (۲۴): زیر آیت نمبر ۳۵)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک اور آپ کے سر مبارک میں چودہ سفید بال شمار کئے تھے۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۶۵)

حسن مصطفیٰ ﷺ کی چند جھلکیاں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک چاندنی رات میں نبی ﷺ کو دیکھا اس وقت آپ نے سرخ لباس پہنا ہوا تھا، میں رسول اللہ ﷺ اور چاند کو دیکھنے لگا تو میری نگاہ میں نبی ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔

(ترمذی: ۲۸۱۱: ابواب الادب: باب ۴۷)

Marfat.com

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ ۳۔ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔[۲]

حضرت حسان بن ثابت ﷺ کہتے ہیں:

واحسن منک لم تر قط عینی | واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرءًا من کل عیب | کأنک قد خلقت کما تشاء

(یارسول اللہ! آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ جمیل عورتوں نے جنا ہی نہیں۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں، گویا کہ آپ کو اس طرح پیدا کیا گیا ہے جیسے آپ کی مرضی تھی۔) حضرت حسان بن ثابت ﷺ نے اپنی اس محدود زندگی میں کتنے حسین دیکھے ہوں گے؟ آیئے ذرا اس جبریل امین علیہ السلام سے پوچھتے ہیں جس نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان ﷺ تک ہر زمانے کے حسین تر یعنی نبی کو دیکھا ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے تمام روئے زمین کے مشارق اور مغارب کو الٹ پلٹ کر دیکھا، مجھے کوئی شخص سیدنا محمد ﷺ سے افضل نہیں ملا۔
(معجم اوسط: ۶۲۸۱: جلد ۷: ص ۱۵۵، مجمع الزوائد: جلد ۸: ص ۲۱۷)

سارے جہاں کے خوب رو تیری قسم تیرے سوا | جچتے نہیں نگاہ میں اپنی نظر کو کیا کروں
چراغِ مہر و ماہ لے کر فلک دن رات پھرتا ہے | اسے ثانی نہیں ملتا شہنشاہِ دوعالم کا
تاریخ اگر ڈھونڈے گی ثانیٔ محمد | ثانی تو بڑی چیز ہے سایہ نہ ملے گا
رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا کوئی اور آئینہ | نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

[۲] حضرت جندب بن سفیان ﷺ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے اور دو یا تین راتیں نماز تہجد کے لئے نہ اٹھے۔ ایک عورت آئی اور کہنے لگی: اے محمد! میرا خیال ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے، دو یا تین راتوں سے میں نے اس کو تمہارے قریب آتے ہوئے نہیں دیکھا (کیونکہ آپ رات کی نماز کے لئے نہیں اٹھے)۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں، یعنی آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔ (بخاری: ۴۹۵۰: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ الضحیٰ (۹۳): باب ۱) علامہ خازن لکھتے ہیں: اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس عورت کا نام ام جمیل تھا اور وہ ابولہب کی بیوی تھی۔ (تفسیر الخازن) یہ عورت نبی کریم ﷺ کی چچی تھی اور اس کا گھر نبی کریم ﷺ کے گھر کے متصل تھا۔ اس گستاخ عورت نے جب یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ ان کے رب نے ان کے پاس آنا چھوڑ دیا ہے اور وہ ان سے ناراض ہو گیا ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو اس عورت کے طعنہ کی تردید کی اور دوسری طرف نبی کریم ﷺ کی دلجوئی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہ پہلے چھوڑا ہے اور نہ آئندہ چھوڑے گا بلکہ آپ کی تعلیم و تربیت کر کے آپ کو ان بلندیوں تک پہنچائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے اور آپ کی وہ بلندیاں ہمیشہ ترقی پذیر رہیں گی۔

Marfat.com

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ ۴۔ اور بے شک ہر بعد والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہے۔ [۳]

[۳] یعنی میرے پیارے نبی! آپ کفار مکہ کی ایذا رسانی سے پریشان نہ ہوں اور صبر و استقامت کے ساتھ اسلام کی تبلیغ جاری رکھیں، یہ کفار جو آج آپ کے خون کے پیاسے اور آپ کے مشن کے مخالف ہیں، بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب یہ لوگ آپ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے اور آپ کا ہر آنے والا دور آپ کے پہلے دور سے بہتر ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو فتوحات دکھائیں جو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے بعد آپ کی امت کو عطا فرمائے گا تو ان کو دیکھ کر نبی ﷺ خوش ہو گئے۔ اس وقت جبریل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے یعنی آپ کی ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہوگی۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۴) اور یہ خوش خبری صرف دنیا تک محدود نہیں بلکہ میدان حشر کا تصور کرو، جب حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے سب انسانوں کا جم غفیر ہوگا اور ہمارے پیارے نبی ﷺ مقام محمود یعنی شفاعت کبریٰ کے منصب پر فائز ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ (قرآن: ۱۷:۷۹)

تقسیم ایوارڈز کا سب سے بڑا اجتماع

قیامت کے پچاس ہزار سالہ طویل ترین دن میں حساب و کتاب کا مرحلہ اور جنت و دوزخ کا فیصلہ تو بالکل مختصر وقت میں مکمل ہو جائے گا، باقی سارے دن میں کیا ہوگا؟ آیئے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا جواب تلاش کرتے ہیں۔

میدان حشر کی گرمی اور سختی سے گھبرا کر سارے انسان حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کریں گے: آپ ہم سب کے باپ اور سب سے پہلے نبی علیہ السلام ہیں، آج اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت فرمائیں تا کہ حساب و کتاب کا سلسلہ شروع ہو۔ وہ فرمائیں گے: آج اللہ تعالیٰ جلال میں ہے مجھے تو خود اپنی فکر لاحق ہے، لہٰذا آپ اس سفارش کے لئے کسی اور کے پاس جائیں۔ سارے انسان مختلف انبیائے کرام علیہم السلام سے یہی جواب سنتے ہوئے آخر میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے پاس آئیں گے۔ رحمت عالم حضور اکرم ﷺ اس سفارش کی حامی بھر کر بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یا محمد ﷺ! اپنا سر سجدہ سے اٹھاؤ تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مسلم: ۱۹۳: کتاب الایمان: باب ۸۴) اس تفصیل کو ایک شعر میں ملاحظہ کریں:

خلیل و نجی، مسیح و صفی، سبھی سے کہی کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

اس کے بعد حساب و کتاب شروع ہوگا اور بہت جلد مکمل ہو جائے گا۔ اب کفار مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے اور ان کے لئے جہنم کا اعلان ہوگا، مگر کفار کو کیا خبر کہ جن اہل ایمان کو وہ زندگی میں ستایا کرتے تھے ان کو جنت میں کیا ملے گا؟ کیونکہ کفار تو جنت میں جا نہیں سکیں گے، اس لئے اللہ تعالیٰ میدان حشر میں ان کفار کے سامنے اہل ایمان کو ایوارڈز

Marfat.com

وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى ؕ﴿۵﴾ ۵۔ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ [۴]

اور اعزازات سے نوازیں گے تا کہ کفار کو بھی اہل ایمان کی عظمتوں کا مشاہدہ ہو جائے۔

میرے خیال میں یہ خدائی ایوارڈز کی تقسیم کا سب سے بڑا اجتماع ہوگا جس میں انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے سارے کافر اور مؤمن موجود ہوں گے۔ بنی نوع انسان کا اتنا بڑا اجتماع نہ پہلے کبھی ہوا اور نہ قیامت کے بعد کبھی ہوگا۔ اس اجتماع میں اہل ایمان خواتین وحضرات، کمسن بچوں اور کمسن بچیوں کو ان کے مراتب کے مطابق نورانی کرسیاں، عرش کا سایہ، حق شفاعت، نورانی جبے اور نورانی تاج عنایت کئے جائیں گے۔ مگر اعلیٰ قسم کے ایوارڈز انبیائے کرام علیہم السلام کو ملیں گے جو نورانی منبروں پر تشریف فرما ہوں گے۔ اس سارے اجتماع میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی شان نرالی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے اعلیٰ ایوارڈ مقام محمود عطا فرما کر اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ نمبر ۱۷: آیت نمبر ۷۹) اور آپ کی شفاعت سے گناہ گار اہل ایمان کی بخشش کا سلسلہ شروع ہوگا۔ وہ کیسا سہانا منظر ہوگا، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا:

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

ذرا اس عظیم مرتبہ کو نگاہوں میں رکھیں اور پھر اس آیت کو دوبارہ پڑھیں یعنی آپ کی ہر بعد والی گھڑی پہلی سے بہتر ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقام محمود کی شان میں بھی ہر گھڑی اضافہ ہوتا رہے گا اور آخرت میں نہ آپ کی زندگی ختم ہوگی اور نہ ہی آپ کے ترقی درجات میں رکاوٹ آئے گی بلکہ ہر لحہ آپ کے درجات میں ہمیشہ کے لئے ترقی ہوتی رہے گی۔

[۴] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ آپ کو اتنا دیا جائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے مگر اس چیز کا تعین نہیں فرمایا کہ وہ کیا دے گا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دنیا و آخرت کی ہر خواہش پوری کرے گا، جیسا کہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کریمانہ وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں آپ کے نفس کو کمال عطا فرمائے گا، آپ کو اولین اور آخرین کے علوم عطا فرمائے گا، آپ کی نبوت کو غلبہ اور آپ کے دین کو سربلندی عطا فرمائے گا ان فتوحات کے باعث جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے زمانہ میں یا دوسرے مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں حاصل ہوں گی اور اسلام کی دعوت زمین کے مشارق اور مغارب میں پہنچ جائے گی۔ نیز یہ وعدہ ان عنایات اور اعزازات کو بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ آخرت میں اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گا جن کی حقیقت اور نہایت کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ (تفسیر روح المعانی: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۵)

Marfat.com

اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ۝۶ ۶۔ کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا، پھر اس نے (آپ کو) ٹھکانا دیا۔[۵]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ امید افزا آیت یہ ہے: وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی (قرآن: ۹۳: ۵) اور حدیث میں ہے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوا تو میں راضی نہیں ہوں گا۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۵)

امت کے لئے شفاعت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک ایسی دعا عطا کی جاتی ہے جس کی قبولیت یقینی ہوتی ہے، پس ہر نبی نے وہ دعا جلد مانگ لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا رکھا ہوا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری امت میں سے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔ (مسلم: ۳۳۸: کتاب الایمان: باب ۸۶)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور کہا: ''اے اللہ! میری امت، میری امت۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو، انہیں کیا چیز رلاتی ہے؟ جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کی فکر میں رو رہے ہیں)۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کریں گے اور آپ کو رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے۔

(مسلم: ۴۹۹: کتاب الایمان: باب ۸۷)

[۵] آنے والی عظمتوں کی خوش خبری کے بعد اب گزشتہ نعمتوں کی یاددہانی کرائی جا رہی ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تسکین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ پہلے کبھی آپ کو چھوڑا ہے اور نہ آئندہ کبھی چھوڑے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنی والدہ ماجدہ کے پیٹ مبارک میں تھے کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا، لہٰذا آپ یتیم پیدا ہوئے، ولادت کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ اور دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی، جب آپ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اور جب آپ کی عمر ۸ سال کی ہوئی تو آپ کے دادا جان کا بھی انتقال ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلب نے جناب ابو طالب کو وصیت کی کہ وہ اپنے بھتیجے کی کفالت کریں کیونکہ جناب ابو طالب اور حضرت عبداللہ دونوں کی ماں ایک تھی۔ (تفسیر کبیر) چنانچہ آپ کے حقیقی چچا جناب ابو طالب نے آپ کی کفالت کا ذمہ لیا اور عمر بھر پوری شفقت سے آپ کی سرپرستی کی حتیٰ کہ اعلان نبوت کے بعد جب مکہ والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہو گئے تو بھی جناب ابو طالب نے آپ کی نصرت وحمایت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی طرف اشارہ کرتے

Marfat.com

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ ۷۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزلِ مقصود تک پہنچا دیا۔[۶]

ہوئے فرمایا یعنی آپ یتیم پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دادا اور آپ کے چچا کے دل میں آپ کے لئے ایسا محبت بھرا ٹھکانا بنا دیا کہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ آپ کا خیال رکھا۔

علامہ رازی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ابو طالب نے حضرت عباس سے کہا: کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ میں نے اپنے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا عجیب وغریب چیزیں دیکھی ہیں؟ ابو طالب نے کہا: میں دن اور رات کے کسی وقت بھی ان کو اپنے پاس سے جدا نہیں کرتا تھا حتیٰ کہ رات کو بھی اپنے پاس سلاتا تھا، ان کا جسم بہت نرم، ملائم اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔۔ بہت مرتبہ آدھی رات کو میں ان سے ایسا کلام سنتا جس سے مجھے بہت تعجب ہوتا، ہم کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتے اور نہ کھانے کے بعد الحمد للہ پڑھتے اور وہ کھانے سے پہلے کہتے تھے: بسم اللہ الاحد، اور کھانے کے بعد کہتے تھے: الحمد للہ۔ مجھے اس پر بہت تعجب ہوتا تھا، میں نے ان کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا، نہ جاہلیت کی طرح ہنستے دیکھا اور نہ بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۶)

امام جلال الدین سیوطی روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا انتقال ہوا تو فرشتوں نے عرض کیا: اے ہمارے آقا اور اے ہمارے معبود! آپ کا نبی ابھی شکم مادر میں ہے کہ اس کے سر سے اس کے باپ کا سایہ اٹھ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ان کا کارساز، محافظ اور مددگار ہوں، تم ان کے میلاد سے برکت حاصل کرو کیونکہ ان کا میلاد بڑا برکت والا ہے اور ان کے میلاد کے لئے اللہ تعالیٰ آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دے گا۔ (الخصائص الکبریٰ: جلد اول: ص ۴۷) اس موقع پر امام زرقانی روایت کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا: تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو اور ان کے نام سے برکت حاصل کرو۔ (شرح زرقانی: جلد اول: ص ۲۰۷) یعنی ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش بھی نہیں ہوئی پھر بھی فرشتے ان کے نام سے برکت حاصل کر رہے ہیں اور آپ پر درود پڑھ رہے ہیں۔

[۶] اس آیت کی تفسیر لکھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ بعثت سے پہلے نبی کی حیثیت کیا ہوتی ہے۔

بعثت سے پہلے نبی کا کفر وشرک سے پاک ہونا

ہر نبی پیدائشی طور پر کفر وشرک سے پاک ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کفار نے اپنے انبیاء کی مخالفت کی تو ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے مگر کسی نبی پر کسی امت نے یہ الزام نہیں لگایا کہ تم بھی تو نبوت کے دعویٰ سے پہلے ہماری طرح بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ قرطبی نے عیسائی راہب بحیریٰ کا قصہ بیان کیا ہے: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام تشریف لے گئے تو راستے میں بحیریٰ راہب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ میں نبوت کی علامات دیکھیں تو آزمانے کے لئے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لات وعزیٰ کی قسم کھانے کے لئے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کم سنی کے باوجود ارشاد فرمایا: اے راہب! مجھ سے ان بتوں کے واسطہ سے کوئی بات مت پوچھو۔ اللہ کی

Marfat.com

قسم! مجھے جتنی نفرت ان سے ہے اور کسی سے نہیں۔ (تلخیص تفسیر قرطبی: سورۃ الشوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۲)

بعثت سے پہلے نبی کا ایمان

علامہ سید آلوسی لکھتے ہیں: اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام بعثت سے پہلے مؤمن ہوتے ہیں کیونکہ وہ کفر سے معصوم ہوتے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی: سورۃ الشوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۲)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے بھی اس بات سے معصوم ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات سے جاہل ہوں یا ان میں سے کسی بات میں ان کو شک ہو۔ بکثرت ایسی احادیث اور آثار موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام بچپن میں ہی ان عیوب سے پاک ہوتے ہیں اور ان کی نشوونما توحید اور ایمان پر ہوتی ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الشوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۲)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اجماع ہے کہ نبی پیدائشی مؤمن ہوتا ہے اور وہ ایک آن کے لئے بھی ایمان کے بغیر نہیں ہوتا۔ (تفسیر تبیان القرآن: سورہ طٰہٰ (۲۰): زیر آیت نمبر ۱۳)

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: تمام پیغمبر نبوت سے قبل اپنے غور وفکر سے ایمان بالغیب حاصل کر چکے ہوتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو منصب نبوت عطا کرتے وقت ایمان بالشھادۃ عطا کرتا ہے۔ (تفہیم القرآن: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۲۸)

سید ابوالاعلیٰ مودودی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: قرآن مجید کی نازل ہونے والی سب سے پہلی آیت یعنی ''اپنے رب کا نام لے کر پڑھو'' سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ اس وحی کے آنے سے پہلے ہی صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا رب جانتے اور مانتے تھے۔ اسی لئے یہ کہنے کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی کہ آپ کا رب کون ہے بلکہ یہ کہا گیا کہ اپنے رب کا نام لے کر پڑھو۔ (تفہیم القرآن: سورہ علق (۹۶): زیر آیت نمبر ۱)

آیت کی تفسیر

مذکورہ مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب اس آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے لئے 'ضال' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان میں اس کے متعدد معانی بیان کئے جاتے ہیں، مثلاً گمراہ، ناواقف، غافل اور محبت میں وارفتہ وغیرہ، ان میں سے پہلا معنیٰ یعنی گمراہ تو کسی نبی کی شان کے لائق نہیں، البتہ دیگر معانی کو مفسرین نے متعدد تاویلات کے ساتھ صحیح قرار دیا ہے، ان کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ گمراہ: علامہ رازی لکھتے ہیں: جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ نے ایک لحہ کے لئے بھی کبھی کفر نہیں کیا۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۷) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ کبھی راہ حق سے ہٹے اور نہ کبھی راہ حق کو گم کیا (قرآن: ۵۳: ۲)، لہٰذا گمراہ والا معنیٰ تو کسی بھی نبی کے لئے درست نہیں ہے کیونکہ سارے نبی معصوم ہیں اور ان میں کوئی بھی گمراہ نہیں ہے، البتہ اس کی ایک تاویل ہوسکتی ہے جس کو ابوحیان اندلسی نے بیان کیا ہے۔

Marfat.com

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۞ ۸۔ اور اس نے آپ کو حاجت مند پایا تو غنی کر دیا۔ [۷]

ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین کے اقوال ایسے ہیں جو کسی بھی نبی کی شان کے لائق نہیں ہیں البتہ میں ایک رات خواب میں اس آیت کی ترکیب پر غور کر رہا تھا کہ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی اصل عبارت اس طرح ہے: وَوَجَدَ رَهْطَكَ ضَالًّا فَهَدَاهُ بِكَ (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو گمراہ پایا تو آپ کے ذریعہ آپ کی قوم کو ہدایت دی)۔ اور ابو حیان اندلسی نے مضاف کے محذوف ہونے کی دلیل یہ دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ یوسف (۱۲) کی آیت نمبر ۸۲ میں فرمایا: وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ (اور اس بستی سے پوچھ لو) تو یہاں بھی مضاف محذوف ہے یعنی اصل عبارت اس طرح ہے: وَسْئَلْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ (یعنی بستی والوں سے پوچھ لو)۔ (تفسیر بحر محیط: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۷) کیونکہ بستی سے پوچھنے کا تو کوئی مطلب نہیں بنتا۔

۲۔ ناواقف: ضحاک بیان کرتے ہیں: یعنی آپ ازخود قرآن مجید اور احکام شریعت کو پہلے نہیں جانتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کا علم اور احکام شریعت کی تفصیلات سے آگاہ فرمایا۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۷) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ (نزول قرآن سے پہلے ازخود) نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان (کی تفصیل) کیا ہے؟ (قرآن: ۴۲: ۵۲)

۳۔ غافل: یعنی آپ گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کے تفصیلی قصوں سے غافل تھے، پھر ہم نے آپ کو ان کے حالات سے آگاہ فرمایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہم آپ سے ایک بہترین قصہ بیان کرتے ہیں اس قرآن کے ذریعے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اگرچہ آپ اس سے پہلے (اس قصہ سے) غافل تھے۔
(قرآن: ۱۲: ۳)

۴۔ محبت میں خود رفتہ: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب مصر سے ان کا قمیص لے کر روانہ ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کو کہا کہ اگر تم مجھے بڑھاپے میں بہکا ہوا خیال نہ کرو تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ آج مجھے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آرہی ہے تو گھر والوں نے جو جواب دیا اس کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے: گھر والوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک آپ تو اپنی اسی پرانی محبت (ضلال) میں خود رفتہ ہیں۔ (قرآن: ۱۲: ۹۵)

مذکورہ آیت کے حوالے سے علامہ رازی لکھتے ہیں کہ یہاں بھی وہی محبت (ضلال) مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو ایسی شریعت عطا فرمائی جس کے ذریعہ آپ اپنے محبوب حقیقی کا تقرب حاصل کر سکیں۔
(تفسیر کبیر: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۷)

[۷] حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ مکرمہ کی مالدار خاتون تھیں، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا تو انہوں نے اپنا سارا مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کو مالی اعتبار سے حاجت مند پایا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ شادی کے ذریعہ آپ کو غنی کر دیا اور پھر ہجرت کے

Marfat.com

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝۹ ۹۔ سو آپ بھی کسی یتیم پر سختی نہ فرمائیں۔[۸]

بعد فتوحات کے ذریعہ آپ کو بکثرت مال غنیمت اور مال فے عطا فرمایا مگر آپ نے کثیر مال آنے کے باوجود فقر کو پسند کیا اور مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا، کیونکہ اصل غِنا تو دل کا غِنا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تونگری، ساز وسامان کی کثرت کا نام نہیں بلکہ اصل تونگری دل کی تونگری ہے۔

(مسلم: ۲۴۲۰: کتاب الزکوۃ: باب ۴۰)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے یہ پیش کش کی کہ میرے لئے مکہ کی وادیوں کو سونا بنا دے۔ میں نے عرض کیا: نہیں اے میرے رب! میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا۔ جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور تجھ کو یاد کروں گا اور جب میں سیر ہوں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا اور تیری تعریف کروں گا۔

(ترمذی: ۲۳۴۷: ابواب الزھد: باب ۳۵)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے ہوئے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو اس چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو پر نمایاں تھے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ کے لئے بستر بنا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا لینا ہے، میں اس دنیا میں ایک سوار مسافر کی طرح ہوں، جس نے ایک درخت کے سائے میں آرام کیا، پھر اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔

(ترمذی: ۲۳۷۷: ابواب الزہد: باب ۴۴)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں مجھے موت عطا فرما اور قیامت کے دن مساکین کے گروہ میں میرا حشر فرما۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ نے فرمایا: کیونکہ مساکین اپنے دور کے اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! مسکین کو خالی واپس نہ کر اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دے۔ اے عائشہ! مساکین سے محبت کر اور ان کو اپنا قرب عطا کر، اس کے بدلے میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اپنا قرب عطا فرمائے گا۔

(ترمذی: ۲۳۵۲: ابواب الزھد: باب ۳۷)

[۸] یعنی جس طرح آپ کے دادا اور چچا نے آپ کی یتیمی کی حالت میں آپ کی سرپرستی اور دلجوئی کی اسی طرح آپ بھی اور آپ کی امت بھی یتیم کی خبر گیری اور کفالت کریں اور اس پر سختی نہ کریں۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یتیم روتا ہے تو اس کے رونے کی وجہ سے خدائے رحمان کا عرش لرزنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! اس یتیم کو کس نے رلایا ہے؟ حالانکہ اس کا باپ تو مٹی میں غائب ہو چکا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: تو خود بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! تم گواہ ہو جاؤ، جس نے اس یتیم کو چپ کرایا اور اس کو راضی کیا میں اس کو قیامت کے دن راضی کروں گا۔

(تفسیر روح المعانی: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سنگدلی کی شکایت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝۱۰ ‏ ۱۰۔ اور کسی مانگنے والے کو نہ جھڑکیں۔[۹]

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱ ع ‏ ۱۱۔ اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب تذکرہ کریں۔[۱۰]

فرمایا: اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے تو یتیم کے سر پر دست شفقت پھیرا کر اور مسکین کو کھانا کھلایا کر۔(تفسیر قرطبی: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۹) یتیم کے متعلق سورہ فجر (۸۹) کے حاشیہ نمبر گیارہ اور تیرہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

[۹] یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنی کر دیا ہے، ظاہری اور باطنی خزانوں سے مالا مال کر دیا ہے، لہٰذا کوئی سائل آئے، آپ اس کی ضروریات کے مطابق اسے عطا کریں اور کسی طرح بھی اس کی دل شکنی نہ ہو۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ''نہ'' کبھی نہیں فرمایا۔ (بخاری: ۶۰۳۴: کتاب الادب: باب ۳۹)

☆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ جس شخص کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔
(بخاری: ۷۱: کتاب العلم: باب ۱۴)

[۱۰] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا اور ان کا بیان کرنا بھی شکر کی ایک صورت ہے۔(تفسیر قرطبی: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۱۱) اظہار تشکر کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ اور ان کا اظہار قابل تعریف فعل ہے لیکن تکبر اور فخر کے لئے قابل مذمت ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس شخص نے کوئی نیکی کی ہے اس کا صلہ دینا چاہیے اور اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے تو اس کی نیکی کا ذکر کرنا چاہیے، پس جس نے اس نیکی کا ذکر کیا اس نے اس کا شکر ادا کر دیا۔
(مسند احمد: جلد ۶: ص ۹۰)

☆ حضرت شعیب اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر نظر آئے۔ (ترمذی: ۲۸۱۹: ابواب الادب: باب ۵۴)

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا، اور آدم اور ہر نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا اور میں ہی سب سے پہلے زمین سے اٹھوں گا اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا۔
(ترمذی: ۳۶۱۵: ابواب المناقب: باب ۳)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا، اور میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھائے ہوں گا اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا

Marfat.com

ہوں گا اور قیامت کے دن سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے کھول دے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں تمام اولین اور آخرین سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مکرم ہوں اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا۔

(ترمذی: ۳۶۱۶: ابواب المناقب: باب ۳)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں آخری نبی ہوں اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا۔ (سنن دارمی: مقدمہ: باب ۸: ص ۲۷)

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دو وزیر آسمان کے ہیں: جبریل اور میکائیل، اور میرے دو وزیر زمین کے ہیں: ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ۔

(مستدرک: ۳۰۴۶: جلد ۲: ص ۲۹۰، کنز العمال: ۳۲۶۴۷: جلد ۱۱: ص ۵۶۰)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از چاشت بروز بدھ ۲۹ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۸ تا ۲۹ دسمبر یعنی تقریباً ڈیڑھ دن میں سورہ ضحیٰ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الم نشرح (۹۴)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''الم نشرح'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس کو سورہ انشراح اور سورہ شرح بھی کہا جاتا ہے۔

شرح صدر

اس سورت کی پہلی تین آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب منصب نبوت کی ذمہ داری اور اپنی قوم کی جہالت اور ہٹ دھرمی میں غور کرتے تو انتہائی گرانی اور بے چینی محسوس کرتے۔ جس طرح مادی بوجھ انسان کی پیٹھ کو بوجھل بنا دیتا ہے اسی طرح احساس ذمہ داری کا بوجھ آپ کے دل کو بوجھل اور بے چین کرنے لگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شرح صدر کے ساتھ آپ کا بوجھ ہلکا کر دیا اور آپ کا حوصلہ اتنا بلند کر دیا کہ سب مشکلات اور خطرات آسان نظر آنے لگے۔

رفعت ذکر

آیت نمبر ۴ میں نبی کریم ﷺ کو آپ کے رفع ذکر کی خوش خبری سنائی گئی ہے یعنی اسلام کے ابتدائی دور میں مکہ والے اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ نبی ﷺ کو مجنون کہہ کر ان کو اتنا بدنام کر دیا جائے کہ کوئی ان کی بات تک نہ سنے، عین اس وقت اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ ہم نے نبی ﷺ کا ذکر بلند کر دیا ہے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ آپ کے ذکر کو مٹانے والے خود مٹ گئے اور نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر ہمیشہ کے لئے بلند ہو گیا۔

مشکل کے بعد آسانی

آیات نمبر ۵ تا ۶ میں یہ بتایا گیا ہے کہ مکہ میں مشرکین کی اذیت رسانی کے باعث نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بڑی تنگی اور سختی کا شکار تھے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دینے کے لئے دو بار تاکید سے فرمایا کہ جن سخت حالات سے آپ دوچار ہیں یہ ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں بلکہ سختی کی رات عنقریب ختم ہو گی اور آسانی کا سورج بہت جلد طلوع ہو گا۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور پورے عرب میں مسلمانوں کا طوطی بولنے لگا۔

مقصد زندگی

اس سورت کی آخری دو آیات میں بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ سب مسلمانوں کو تلقین کی جا رہی ہے کہ جب تمہیں دین اور دنیا کے فرائض اور ضروری امور سے فراغت ملے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرو، اس کی یاد میں سرگرم ہو جاؤ اور بے مقصد باتوں اور فضول کاموں سے اجتناب کرو۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز جمعرات ۳۰ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۴ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

آیاتہا ۸ ۔ ۹۴ سورۃ الم نشرح مکیۃ ۱۲ ۔ رکوعہا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ﴿۱﴾ ۱۔ کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا؟[۱]

وَ وَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ ۙ﴿۲﴾ ۲۔ اور ہم نے آپ سے آپ کا بوجھ اتار دیا ہے۔[۲]

[۱] فرعون صرف مصر کا حکمران ہی نہیں تھا بلکہ اپنے آپ کو سب سے بڑا رب بھی کہلاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ فرعون کے پاس جائیں اور اسے حق کی طرف دعوت دیں کیونکہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی: اے میرے رب! میرے لئے میرا سینہ کشادہ فرما دے۔ (قرآن: ۲۰:۲۵) اس دعا کا مطلب ظاہر ہے، یعنی اے میرے رب! میرے سینہ کو رسالت کے علوم و معارف سے کشادہ فرما دے تاکہ تیرا پیغام پہنچانے میں کوئی دقت پیش نہ آئے اور میرے دل میں جرأت اور حوصلہ کو وسیع فرما دے تاکہ کوئی مشکل اور خوف میرے پائے استقامت کو متزلزل نہ کر سکے۔

کفار مکہ کی سرکشی اور بت پرستی بھی فرعونیوں سے زیادہ مختلف نہ تھی، اس لئے گویا اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دے رہا ہے کہ اگرچہ سارا مکہ مخالفت پر اتر آیا ہے مگر آپ فکر نہ کریں رسالت کے لئے جن علوم و معارف اور جس جرأت و حوصلہ کی ضرورت ہے ہم نے ان سب لوازمات سے آپ کے سینہ کو مالا مال کر دیا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورہ انعام کی یہ آیت تلاوت کی یعنی: پس اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ (قرآن: ۶:۱۲۵) تو ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! بندہ کا شرح صدر کس طرح ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ کے دل میں نور داخل ہوتا ہے تو اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کی علامت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دار الخلود (آخرت) کی طرف رجوع کرنا، دار الغرور (دنیا کی زیب و زینت) سے اجتناب کرنا اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔

(تفسیر بغوی: سورہ انعام (۶): زیر آیت نمبر ۱۲۵، مستدرک: ۷۸۶۳؛ جلد ۴: ص ۳۱۱)

[۲] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب منصب نبوت کی ذمہ داری اور اپنی قوم کی جہالت اور ہٹ دھرمی میں غور کرتے تو انتہائی گرانی اور بے چینی محسوس کرتے۔ جس طرح مادی بوجھ انسان کی پیٹھ کو بوجھل بنا دیتا ہے اسی طرح احساس ذمہ داری کا بوجھ آپ کے دل کو بوجھل اور بے چین کرنے لگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شرح صدر کے ساتھ آپ کا بوجھ ہلکا کر دیا اور آپ کا حوصلہ اتنا بلند کر دیا کہ سب مشکلات اور خطرات آسان نظر آنے لگے۔

Marfat.com

الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَۙ۝۳ — ۳۔ جس نے آپ کی پیٹھ کو بوجھل کر دیا تھا۔

وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَؕ۝۴ — ۴۔ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔[۳]

[۳] حضرت ابو سعید خدری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا: میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے: میں نے آپ کے ذکر کو کیسے بلند کیا؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کے رفع ذکر کی کیفیت یہ ہے کہ جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں آپ کا بھی میرے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔
(تفسیر ابن جریر طبری: سورہ الم نشرح (۹۴): زیر آیت نمبر ۴)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے آپ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں میں آپ کا ذکر کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ آپ کی بشارت دیں، ہم نے آسمان پر فرشتوں میں آپ کا ذکر بلند کیا، زمین پر مومنوں میں آپ کا ذکر بلند کیا اور آخرت میں آپ کو مقام محمود اور بلند درجات عطا کریں گے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ الم نشرح (۹۴): زیر آیت نمبر ۴)

اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ نبی ﷺ کا ذکر

حضرت ابن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ اذان، اقامت، تشہد، جمعہ، عید الفطر، عید الاضحیٰ، ایام تشریق، یوم عرفات، صفا و مروہ، خطبہ نکاح اور زمین کے مشارق و مغارب میں جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ آپ ﷺ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور جنت اور دوزخ اور دیگر عقائد کی تصدیق کرے اور صرف یہ گواہی نہ دے کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اس کی عبادت سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور وہ کافر رہے گا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ الم نشرح (۹۴): زیر آیت نمبر ۴)

اسی طرح اگر دنیا کے سارے ممالک میں مختلف اوقات کے حوالے سے دیکھا جائے تو ہر وقت دنیا کے کسی نہ کسی ملک میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی رسالت کا ذکر بلند ہو رہا ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسان بن ثابت ﷺ کا یہ شعر بھی نقل کیا ہے:

وَضَمَّ الْاِلٰهُ اسْمَ النَّبِیِّ اِلٰی اسْمِهٖ — اِذَا قَالَ فِی الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے جب کہ مؤذن روزانہ پانچ وقت اذان میں اشہد کہتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ نبی ﷺ کی رسالت کی گواہی بھی دیتا ہے۔

ایک مثال

مفکر ملت سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی (انڈیا) نے ایک دفعہ اپنے خطاب میں فرمایا: نماز میں کچھ فرائض ہوتے ہیں اور

Marfat.com

کچھ سنتیں۔ فرض کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے اور سنت کی نسبت حضور اکرم ﷺ کی طرف۔ ہم کوئی بھی نماز پڑھیں چاہے نماز فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا نفل، اس میں جہاں فرائض ہیں وہاں سنتیں بھی ہیں، مثلاً نماز میں ثناء یعنی سبحانک اللھم پڑھنا سنت ہے مگر قرآن مجید کی تلاوت کرنا فرض ہے۔ اب اگر میں یہ سوال کروں کہ کیا نماز فرض سے شروع ہوتی ہے یا سنت سے؟ تو جواب ظاہر ہے کہ ہر نماز کی ابتدا فرض اور سنت دونوں سے اکٹھی ہوتی ہے۔ نماز میں تکبیر تحریمہ یعنی پہلی دفعہ اللہ اکبر کہنا فرض ہے اور رفع یدین یعنی کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر حضور اکرم ﷺ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ اس طرح ملا دیا ہے کہ اس کو علیحدہ کرنا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت

اللہ تعالیٰ نے صرف نبی کریم ﷺ کا نام ہی اپنے نام کے ساتھ نہیں ملایا بلکہ جہاں اپنے بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا وہاں نبی ﷺ کی فرمانبرداری کی بھی تاکید کی ہے اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ (قرآن: ۴:۸۰)

ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کو بلند کرنے کی نسبت

سارے مسلمان رات دن اپنے پیارے نبی ﷺ کی عظمت کے گیت گاتے ہیں اور ان کے ذکر کو بلند کرنے میں سرگرم رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس رفعتِ ذکر کی نسبت مسلمانوں کی طرف نہیں بلکہ اپنی طرف فرمائی ہے یعنی ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ میرے خیال میں اس کی درج ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ نبی ﷺ کے ذکر کی بلندی کسی انسان کے مرہونِ منت نہیں بلکہ آپ کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے بلند فرمایا ہے۔

۲۔ انسان فانی ہے اور اس کی بنائی ہوئی چیزیں بھی ایک دن فنا ہو جائیں گی مگر ذکرِ مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے جو کبھی فنا نہیں ہوگی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف کر کے بتا دیا کہ نہ اللہ تعالیٰ فنا ہوگا اور نہ ذکرِ مصطفیٰ فنا ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ (قرآن: ۳۳:۵۶)

۳۔ انسان اپنی بنائی ہوئی چیزیں خود بگاڑ سکتا ہے مثلاً بجلی کا بلب یا تیل کا چراغ انسان خود جلاتا ہے اور اپنی انگلی کے ادنیٰ اشارہ سے اسے بجھا سکتا ہے لیکن اگر پوری دنیا کے انسان مل کر سورج کو بجھانا چاہیں تو وہ قدرت سے ٹکر نہیں لے سکتے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے پیارے نبی! تیرے ذکر کی شمع میں خود روشن کر رہا ہوں، جو اس کو بجھانا چاہے گا وہ خود تو بجھ سکتا ہے مگر آپ کے ذکر کی شمع کو نہیں بجھا سکتا، حالانکہ یہ آیت اسلام کے اس ابتدائی دور میں نازل ہوئی جب مکہ کے لوگ آپ ﷺ کا نام بھی سننا گوارا نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کو مجنون کہتے اور صفحہ ہستی سے آپ کا ذکرِ خیر مٹانے میں سرگرم تھے۔ اس وقت کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ کا ذکر دنیا کے گوشہ گوشہ میں بلند ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ اپنے پیارے نبی ﷺ سے کیا وہ پورا ہو کر رہا اور آپ کے ذکرِ خیر کو مٹانے والے خود مٹ گئے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان

بریلوی نے کیا خوب فرمایا ہے:

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے — نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

تاریخ شاہد ہے کہ کفار مکہ جو آپ کو مجنون کہتے تھے ان کا نام ونشاں مٹ گیا اوران کی نسلیں مسلمان ہوگئیں، اسی طرح جو آج حضور اکرم ﷺ کو دہشت گرد کہہ رہے ہیں، میرا ایمان ہے ان کا نام ونشاں بھی مٹ جائے گا اور ایک دن آئے گا جب ان کی نسلیں اسلام قبول کریں گی اور زمینی حقائق گواہ ہیں کہ آج مغرب میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافر اس کو ناپسند کریں۔ (قرآن:۶۱:۸)

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن — پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ کی حد

اس کو سمجھنے کے لئے پہلے ایک مثال پر غور کریں جس کو غازی ملت سید محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی (انڈیا) نے ایک دفعہ اپنے خطاب میں ذکر کیا کہ فٹ بال کو جب ۱۲، ۱۳ سال کا بچہ اپنے پاؤں سے ضرب (Kick) لگائے تو وہ تقریباً ۳۰ فٹ بلند ہوتا ہے۔ جب ۲۵ سال کا جوان اسے ضرب لگائے تو وہ ۵۰ فٹ بلند ہوتا ہے اور جب کوئی نامور کھلاڑی ضرب لگائے تو وہ ۷۰، ۸۰ فٹ بلند ہوتا ہے۔ اب اگر فٹ بال سے پوچھا جائے کہ تیرا وزن اور حجم ایک ہے، تیری بلندی میں فرق کیوں ہے؟ بچے نے ضرب لگائی تو تو ۳۰ فٹ بلند ہوا، جوان نے ضرب لگائی تو تو ۵۰ فٹ بلند ہوا اور جب نامور کھلاڑی نے ضرب لگائی تو تو ۷۰، ۸۰ فٹ بلند ہوا۔ یہ تیری بلندی میں فرق کیوں ہے؟ فٹ بال زبان حال سے جواب دیتا ہے: میری حقیقت اور ماہیت ایک ہے، میری بلندی میں فرق اس لئے ہے کہ مجھے بلند کرنے والے کی طاقت میں فرق ہے، بچے میں اتنی ہی طاقت تھی کہ وہ مجھے ۳۰ فٹ بلند کرسکتا تھا، جوان میں اتنی ہی طاقت تھی کہ وہ مجھے ۵۰ فٹ بلند کرسکتا تھا اور پھر یہ نامور کھلاڑی کی طاقت تھی جو مجھے ۷۰، ۸۰ فٹ بلندی پر لے گیا۔

اس مثال کو ذہن میں رکھتے ہوئے آیئے ہمارے پیارے نبی ﷺ کا ذکر بلند کیا ہے اللہ تعالیٰ نے۔ اب جتنی اللہ تعالیٰ کی طاقت ہوگی اتنا حضور اکرم ﷺ کا ذکر بلند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طاقت کتنی ہے؟ قرآن کہتا ہے: ان اللہ علی کل شیء قدیر اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس کی طاقت غیر محدود ہے، تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنی غیر محدود طاقت کے ساتھ ہمارے پیارے نبی ﷺ کا ذکر بلند کیا ہوگا تو اس کی حد کیا ہوگی؟ نتیجہ تو یہی ہونا چاہیے کہ حضور اکرم ﷺ کے ذکر کی بلندی بھی غیر محدود ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ غیر محدود صفات صرف اللہ تعالیٰ کی ہیں، حضور اکرم ﷺ کے ذکر کی ایک حد ہے مگر وہ حد اتنی بلند ہے کہ ہمارے حساب وکتاب کے پیمانے ختم ہوسکتے ہیں اس حد کو ناپا نہیں جاسکتا۔

Marfat.com

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں یہاں تک ہے وہاں تک ہے
خدا جانے کہاں سے جلوہ جاناں کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

اگر ہم حضور اکرم ﷺ کی عظمت کے گیت گائیں تو یہ ہماری خوش قسمتی ہے اور اگر ہم اس میں کوتاہی کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کا ذکر بلند کرنا ہی ہے وہ کسی اور سے یہ کام لے لے گا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہجرت کی رات جب مکہ والے آپ ﷺ کو شہید کرنے کے لئے غار ثور کے دروازہ پر پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے مکڑی کے جالا اور کبوتری کے انڈوں کے ذریعہ آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ اور آج اگر مغرب کے بعض لوگ آپ ﷺ کو دہشت گرد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں تو اسی مغرب سے کچھ لوگ آپ ﷺ کو کائنات کا سب سے بڑا لیڈر ثابت کر رہے ہیں۔

مائیکل ایچ ہارٹ (Michael H. Hart) نے ۵۷۲ صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب (The 100) لکھی ہے، جس میں اس نے تاریخ انسانیت کی ایک سو سب سے زیادہ متاثر کن شخصیات کے درمیان موازنہ کیا ہے اور اس میں پہلے نمبر پر مصنف نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کو رکھا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تیسرے نمبر پر رکھا ہے حالانکہ مصنف خود عیسائی ہے، وہ لکھتا ہے:

My choice of Muhammad to lead the list of the world's most influential persons may surprise some readers, but he was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels. Today, thirteen centuries after his death, his influence is still powerful and pervasive.

''دنیا میں جن شخصیات نے لوگوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے ان میں حضرت محمد ﷺ کا نام پہلے نمبر پر ہے، میرا یہ انتخاب بعض قارئین کو حیران کرے گا لیکن تاریخ انسانیت میں یہ واحد شخصیت ہیں جو مذہبی اور دنیاوی دونوں میدانوں میں نمایاں طور پر کامیاب ہوئی ہے، آپ ﷺ کے وصال کے تیرہ سو سال بعد آج بھی ان کا اثر طاقتور اور ہر جگہ نمایاں ہے۔''

ایک دفعہ میلاد النبی ﷺ کے جلسہ میں کچھ انگریز کونسلر بھی مدعو تھے۔ ایک مقرر نے جب حضور اکرم ﷺ کا نام لیا تو مسلمانوں نے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے۔ ایک انگریز کونسلر نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے مسلمان سے پوچھا: یہ تم سب نے ایک ساتھ انگوٹھے چوم کر آنکھوں پہ کیوں رکھے ہیں؟ اس نے جواب دیا: جب کوئی فنکار یا لیڈر عوام سے دور سٹیج پر یا ٹی وی سٹیشن پر ہو اور وہ اپنے محبت کرنے والوں سے محبت کا اظہار کرنا چاہے تو وہ اپنی انگلیاں چوم کر ان کی طرف اشارہ کر کے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ اسی طرح جب ہم اپنے پیارے نبی ﷺ کا نام سنتے ہیں تو چونکہ وہ ہمارے سامنے موجود نہیں ہیں اس لئے ہم درود پڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کا نام چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھتے ہیں اور ان سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ جب اس انگریز کونسلر کو سٹیج پر بلایا گیا تو اس نے اپنی تقریر میں کہا:

Marfat.com

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ﴿۵﴾ ۵۔ پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ؕ﴿۶﴾ ۶۔ بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔[۴]

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ﴿۷﴾ ۷۔ پس جب آپ فارغ ہوں تو ریاضت میں لگ جائیں۔[۵]

وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ع﴿۸﴾ ۸۔ اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں۔

There is none in the history of mankind whose name is being kissed by his followers even after 14 centuries.

''تاریخ انسانیت میں کوئی ایسا لیڈر نہیں ہے جس کو اس دنیا سے رخصت ہوئے چودہ صدیاں گزر گئی ہوں اور پھر بھی اس کے ماننے والے اس کے نام کو چوم کر آنکھوں پہ رکھتے ہوں۔ یہ عظمت صرف مسلمانوں کے نبی (حضرت محمد ﷺ) کو حاصل ہے۔''

علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے:

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے رفعتِ شانِ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھے

[۴] مشرکین کی اذیت رسانی کے باعث مکہ میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بڑی تنگی اور سختی کا شکار تھے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دینے کے لئے دوبارہ تاکید سے فرمایا کہ جن سخت حالات سے آپ دوچار ہیں یہ ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں بلکہ سختی کی رات عنقریب ختم ہوگی اور آسانی کا سورج بہت جلد طلوع ہوگا، اور پھر دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور پورے عرب پر مسلمانوں کا طوطی بولنے لگا۔

[۵] جس طرح گزشتہ دو آیات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ سب مسلمانوں کو یہ خوش خبری سنائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں آنے والی ہر مشکل کے بعد آسانی آتی ہے اسی طرح ان دو آیات میں بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ سب مسلمانوں کو تلقین کی جا رہی ہے کہ جب تمہیں دین اور دنیا کے فرائض اور ضروری امور سے فراغت ملے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرو، اس کی یاد میں سرگرم ہو جاؤ اور بے مقصد باتوں اور فضول کاموں سے اجتناب کرو، جیسا کہ ایک غزوہ سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے مجاہدوں سے فرمایا: تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آ گئے ہو۔ عرض کیا گیا: وہ بڑا جہاد کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا خود اپنی خواہش نفس کے خلاف جہاد کرنا۔

(خطیب بغدادی فی تاریخہ: جلد ۱۳: ص ۵۲۳، کنز العمال: جلد ۴: ص ۶۱۶)

بامقصد زندگی

☆ اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ انسان کا بے کار بیٹھنا یا کسی ایسے کام میں مشغول ہونا جس کا نہ اسے دین

Marfat.com

میں کوئی فائدہ ہو اور نہ دنیا میں تو یہ اس انسان کی بے عقلی، نادانی اور انتہائی غفلت کا ثبوت ہے۔

(تفسیر روح المعانی: سورہ الم نشرح (۹۴): زیر آیت نمبر ۷)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے مقصد چیزوں کو ترک کر دے۔

(ترمذی: ۲۳۱۷: ابواب الزھد: باب ۱۱)

☆ امام غزالی لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو نصیحت فرمائی: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے اعراض فرماتا ہے تو اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ بندہ بے مقصد کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے ۔۔۔ اور جس شخص کی عمر چالیس سالوں سے زیادہ ہوگئی ہو اور ابھی تک اس کی نیکی اس کی برائی پر غالب نہیں آئی تو وہ جہنم کی آگ کے لئے تیاری کر لے۔

(ایہا الولد: امام غزالی: Awakening Publications 2000 UK Swansea)

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہوں کہ میں تم میں سے کسی کو نکما بیٹھے ہوئے دیکھوں کہ نہ وہ دنیا کا کوئی کام کر رہا ہو اور نہ ہی اپنی آخرت کو سنوار رہا ہو۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ الم نشرح (۹۴): زیر آیت نمبر ۷)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن زیادہ گناہ اس شخص کے ہوں گے جو زیادہ بے مقصد باتیں کرتا ہے۔

(الجامع الصغیر: ۱۳۸۶: جلد اول: ص ۸۶)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز جمعرات ۳۰ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۴ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی سورہ الم نشرح کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃالتین (۹۵)

یہ سورت مکی ہے،اس کا نام ''تین'' ہے جواس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

بہترین ساخت

اس سورت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے چار قسمیں کھانے کے بعد پوری تاکید سے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے کہ وہ اپنی ظاہری اور باطنی صلاحیتوں کے اعتبار سے تمام مخلوق سے زیادہ خوبصورت ہے۔

کبھی نہ ختم ہونے والا اجر

جولوگ اپنی حسین شکل وصورت اور خداداد صلاحیتوں کی صحیح قدر دانی کرتے ہیں یعنی ایمان لانے کے بعد نیک اعمال میں سرگرم رہتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور انہیں کبھی ختم نہ ہونے والا اجر عطا فرمائے گا۔ان کے برعکس جولوگ ان نعمتوں کی قدر نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ذلیل حرکتوں میں سرگرم رہتے ہیں انہیں جہنم کی سب سے نچلی وادی میں گرادیا جائے گا۔

روز جزا کا انکار

بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک انسان ساری زندگی اپنے ملک وملت کی حفاظت کے لئے تکلیفیں برداشت کرتا رہے اور ایک دوسرا انسان لوگوں پر مظالم کے پہاڑ توڑتا رہے اور پھر کوئی ایسا دن نہ آئے جس میں مظلوم کی دادرسی ہو اور ظالم کو اس کے کئے کی سزا ملے، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے اور اس نے اس جزا وسزا کے لئے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے جو اپنے وقت مقرر پر ضرور آئے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعۃ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز ہفتہ یکم جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲۶ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

ایاتھا ۸ ۹۵ سورۃ التین مکیۃ ۲۸ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ① ‏ ۱۔ قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی۔[۱]

وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ② ‏ ۲۔ اور قسم ہے طور سینین کی۔[۲]

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ③ ‏ ۳۔ اور اس امن والے شہر کی۔[۳]

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ④ ‏ ۴۔ بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا۔[۴]

---

[۱] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں انجیر سے مراد وہی انجیر ہے جو تم کھاتے ہو اور زیتون سے مراد وہی زیتون ہے جس سے تم تیل نکالتے ہو۔ (تفسیر قرطبی) یہ دونوں بڑے مشہور پھل ہیں اور انسان کے لئے بہت مفید ہیں۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انجیر سے بھری ہوئی ایک ٹوکری بطور ہدیہ پیش کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کھاؤ اور خود بھی انجیر کھائی، پھر فرمایا: اگر میں یہ کہوں کہ یہ پھل جنت سے نازل ہوا ہے تو کہہ سکتا ہوں کیونکہ جنت کے پھل بغیر گٹھلی کے ہوں گے، لہٰذا اس کو کھاؤ کیونکہ یہ بواسیر کو ختم کرتا ہے اور گٹھیا کے درد میں فائدہ پہنچاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی) نیز حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں اس کے پتوں سے اپنے جسم کو ڈھانپا تھا۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیتون کھاؤ اور اس کا تیل استعمال کرو کیونکہ یہ برکت والے درخت سے ہے۔ (ترمذی: ۱۸۵۱: ابواب الاطعمۃ: باب ۴۳)

[۲] طور سینین سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ اس پہاڑ کو طور سینا اور طور سینا بھی کہا جاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[۳] امن والے شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ اس شہر کے امن کا یہ عالم ہے کہ انسان کو قتل کرنا تو بڑی بات ہے جانور تک کا شکار بھی جائز نہیں۔ جو انسان حدودِ حرم میں داخل ہو جائے اسے بڑے سے بڑے دشمن کا بھی خطرہ نہیں رہتا اور پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں کافر بھی حرم شریف کا احترام کرتے اور اس علاقہ میں کسی پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ کی فضیلت کے لئے سورہ بلد (۹۰) کی آیت نمبر ۲ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[۴] اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے دو بہت ہی مفید درختوں اور دو بابرکت مقامات کی قسمیں کھانے کے بعد پوری تاکید

Marfat.com

سے انسان کی برتری کا اعلان فرمایا۔

اسلام میں انسان کی عظمت و برتری

کائنات کی ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس نے حضرت انسان کو جس طرح شکل وصورت، عظمت و برتری اور علم و حکمت کی صلاحیتوں سے نوازا ہے وہ کسی دوسری مخلوق کو حاصل نہیں ہیں، مثال کے طور پر:

☆ {اللہ تعالیٰ نے انسانِ اول حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا۔} (قرآن: ۲:۳۰)

☆ {اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنا علم دیا کہ فرشتوں نے اس کے سامنے سجدہ کیا۔} (قرآن: ۲:۳۴)

☆ {اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی روح پھونکی۔} (قرآن: ۱۵:۲۹)

☆ {اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت بخشی۔} (قرآن: ۱۷:۷۰)

☆ {اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو انسان کے لئے مسخر کر دیا۔} (قرآن: ۳۱:۲۰)

☆ {اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا۔} (قرآن: ۹۵:۴)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ (بخاری: ۶۲۲۷: کتاب الاستئذان: باب ۱) اللہ تعالیٰ تو زمین و آسمان کا نور ہے اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، پھر انسان کو اپنی صورت پر بنانے اور اس میں اپنی روح پھونکنے سے مراد انسان کی تکریم اور عزت افزائی ہے۔ اس حدیث میں صورت بہ معنیٰ صفت بھی ہو سکتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بعض صفات کا مظہر بنایا ہے جیسے ارادہ کرنا، کلام کرنا، سننا، دیکھنا وغیرہ۔

☆ حیوانات، جمادات اور نباتات میں کوئی چیز ایسی نہیں جو انسان کی ہمسری کر سکے، بڑے سے بڑے مویشی اور خونخوار درندے سب انسان کے سامنے سرنگوں ہیں۔ نیز حیوانات کے جسم اور منہ دونوں جھکے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ کھانے کے لئے اپنا سر خوراک کے سامنے جھکاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرح سیدھا بنایا ہے کہ اس کے ہاتھ خوراک کو اٹھا کر اس کے منہ تک پہنچاتے ہیں تاکہ انسان کا سر خوراک کے سامنے نہ جھکے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے جو اس کا اصل خالق اور حقیقی معبود ہے۔

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے　　جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

انسان کی شکل وصورت

خلیفہ منصور کے دور میں عیسیٰ نامی ایک آدمی اپنی بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ ایک رات اس نے اپنی بیوی سے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تو چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے تو تجھے تین بار طلاق ہے۔ یہ سن کر اس کی بیوی وہاں سے اٹھ کر علیحدہ ہو گئی اور کہا: تم نے مجھے طلاق دے دی ہے (کیونکہ میں چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو سکتی)۔ عیسیٰ نے وہ رات بڑے غم واندوہ میں گزاری اور صبح ہوتے ہی خلیفہ منصور کے دربار میں یہ مسئلہ پیش کیا تو ایک حنفی عالم نے سورہ والتین کی

Marfat.com

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝۵

۵۔ پھر ہم نے اسے پست ترین حالت میں لوٹا دیا۔[۵]

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶

۶۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔[۶]

تلاوت شروع کردی یعنی بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا ہے۔ (قرآن: ۹۵: ۴) اور کہا: اے امیر المؤمنین! انسان سب چیزوں سے (حتیٰ کہ چاند سے بھی) زیادہ خوبصورت ہے، لہٰذا اس عورت کو طلاق نہیں ہوئی اور وہ بدستور عیسیٰ کی بیوی ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ والتین: زیر آیت نمبر ۴)

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا

اہل علم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ صرف فرماں برداری ہی کرتے ہیں اور حیوانوں میں صرف شہوت رکھی ہے اس لیے وہ عیاشی کرتے ہیں لیکن انسان میں عقل اور شہوت دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے، لہٰذا اگر اس کی عقل شہوت پر غالب آ جائے تو وہ فرشتوں سے بہتر ہو جاتا ہے اور اگر اس کی شہوت عقل پر غالب آ جائے تو وہ حیوانوں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا — مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

[۵] اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آنکھ، کان، دل اور دماغ دیئے تاکہ وہ دیکھ سن کر غور وفکر سے کام لیں اور جنت کا راستہ تلاش کریں مگر ان میں سے اکثر نے اپنی ان خداداد صلاحیتوں کا غلط استعمال کر کے جہنم کا راستہ اختیار کر لیا۔ یہ لوگ صورت میں تو انسان ہیں مگر سیرت کے اعتبار سے حیوانوں کی طرح ہیں کہ ان کو سوائے کھانے پینے اور عیش وعشرت کے اور کوئی کام ہی نہیں اور اگر غور کیا جائے تو حیوان بھی اپنے نفع اور نقصان کا خیال رکھتے ہیں اور جلتی ہوئی آگ کے قریب نہیں جاتے مگر یہ عقل کے اندھے حیوانوں سے بھی بدتر ہیں جو دانستہ جہنم کی آگ کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ ان کی حماقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بے شک ہم نے بہت سے جن اور انسان جہنم کے لیے پیدا کیے۔ ان کے دل تو ہیں لیکن وہ ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان تو ہیں لیکن وہ ان سے سنتے نہیں، وہ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہے۔ (قرآن: ۷: ۱۷۹)

[۶] لیکن جو لوگ اپنی حسین شکل وصورت اور خداداد صلاحیتوں کی صحیح قدردانی کرتے ہیں یعنی ایمان لانے کے بعد نیک اعمال میں سرگرم رہتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور انہیں کبھی ختم نہ ہونے والا اجر عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝ ۷۔ پھر اس کے بعد کون ہے جو آپ کو (روز) جزا کے بارے میں جھٹلاتا ہے۔[۷]

[۷] بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک انسان ساری زندگی اپنے ملک وملت کی حفاظت کے لئے تکلیفیں برداشت کرتا ہے، اور دوسرا لوگوں پر مظالم کے پہاڑ توڑتا رہے اور پھر کوئی ایسا دن نہ آئے جس میں مظلوم کی دادرسی ہو اور ظالم کو اس کے کئے کی سزا ملے تو پھر کوئی انسان کس امید پر ملک وملت کے لئے قربانی دے گا۔ اس سلسلہ میں درج ذیل چند مثالیں غور طلب ہیں:

شہید کا صلہ

ایک مجاہد جس نے حق کی سربلندی اور اپنے ملک وملت کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کردی اس کا حق بنتا ہے کہ اس کو شایان شان صلہ دیا جائے۔ صرف قومی پرچم میں لپیٹ کر دفن کرنے یا اس کے نام کی یادگار بنانے سے اس کی ذات کو کیا فائدہ؟ نیز جان جیسی عزیز ترین چیز کا صلہ صرف تاریخی شہرت کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اس فانی زندگی کے بعد ایک باقی زندگی بھی ہو جہاں ان شہیدان ملت کو ان کے شایان شان اجر عظیم سے نوازا جائے۔

مقتول کا بدلہ

ایک ستر سالہ بوڑھا جو اپنی زندگی کا سنہری حصہ گزار چکا ہے اگر وہ بندوق سے فائر کرکے بلاوجہ ایک تیس سالہ نوجوان کو قتل کردے۔ اب دنیا کا قانون اس بوڑھے قاتل کو پانچ دس سال جیل کردے گا یا زیادہ سے زیادہ اسے پھانسی پر لٹکا دے گا۔ کیا اس سے اس نوجوان مقتول کا حق ادا ہوجائے گا؟ کیا اس سے اس کی جوان بیوہ اور یتیم بچوں کا حق ادا ہوجائے گا؟ ہرگز نہیں، انسانی حقوق کا تقاضا ہے کہ قیامت کا دن آئے جس میں مظلوم کو اس کا حق دلوایا جائے اور ظالم کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

Yorkshire Ripper

پیٹر ولیم سٹ کلف (Peter William Sutcliffe) جو کہ یورک شائر رپر (Yorkshire Ripper) کے نام سے مشہور ہے اس نے 1975ء سے 1980ء تک کے عرصہ میں تیرہ خواتین کو قتل کیا اور سات خواتین کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ جج نے اس کو 20 زندگیاں جیل میں گزارنے کی سزا دی۔ (The Guardian, Friday, May 22, 1981) یعنی اس کے پاس ایک زندگی ہے جو یہ جیل میں گزارے گا اور اگر اس کے پاس 20 زندگیاں ہوتیں تو میں 20 خواتین کے بدلے میں اسے 20 زندگیاں جیل میں گزارنے کی سزا دیتا، لہٰذا ضروری ہے کہ آخرت کی لمبی زندگی ہو جس میں Yorkshire Ripper کو بقیہ 19 خواتین کے قتل کی سزا بھی دی جائے۔

Holocaust

دوسری عالمی جنگ کے دوران اور اس سے پہلے Hitler کے حکم سے چھ ملین یہودیوں کا قتل عام کیا گیا۔ اب دنیا کا کوئی

Marfat.com

ع اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِاَحۡکَمِ الۡحٰکِمِیۡنَ ۸ع ۸۔ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟[۸]

قانون ایسے ظالم کو قرار واقعی سزا نہیں دے سکتا، لہٰذا آخرت کی دائمی زندگی کا ہونا ضروری ہے تا کہ Hitler سے باری باری چھ ملین یہود کے قتل کا بدلہ لیا جا سکے۔

[۸] دورِ حاضر کے مہذب حکمران اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اپنے ملک کے وفاداروں کو انعامات دیں اور مجرموں کو سزا دیں، تو اللہ تعالیٰ جو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے، اس نے بھی قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے جس میں وہ اپنے وفاداروں اور مجرموں کی جزا و سزا کا فیصلہ کرے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از چاشت بروز ہفتہ یکم جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲۶ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی چند گھنٹوں میں سورہ تین کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورة العلق (۹۶)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''علق'' ہے جو اس سورت کی دوسری آیت سے ماخوذ ہے۔ اس کو سورہ اقرأ بھی کہا جاتا ہے جو کہ اس سورت کا پہلا لفظ ہے۔

سب سے پہلی وحی

قرآن مجید کی سب سے پہلے جو آیات نازل ہوئیں وہ اس سورت کی پہلی پانچ آیات ہیں۔ (تفسیر قرطبی) اس وقت نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ کے قریب غار حرا میں تشریف فرما تھے جب جبریل امین ان پانچ آیات کو لے کر نازل ہوئے۔

وحی کی تعریف

شریعت میں وحی سے مراد وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیائے کرام پر نازل ہوتا ہے، چاہے وہ وحی فرشتہ کے واسطہ سے ہو یا بغیر کسی واسطہ کے۔

وحی کے متعلق حدیث

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی تو وحی میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور وحی کی یہ صورت مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے، پھر جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوتا ہے تو جو کچھ فرشتہ نے کہا ہوتا ہے میں اسے یاد کر چکا ہوتا ہوں اور کبھی فرشتہ میرے لئے انسانی شکل اختیار کرتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے، پھر جو کچھ وہ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں نے آپ کو وحی اترنے کی حالت میں دیکھا ہے، جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوتا تو سخت سردی کے دن میں بھی آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا۔ (بخاری: ۲: کتاب بدء الوحی: باب ۲)

وحی نازل ہونے کی صورتیں

اس حدیث میں وحی نازل ہونے کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں کیونکہ اکثر انہی دو صورتوں میں وحی نازل ہوتی تھی۔ ان دونوں صورتوں میں وحی کا نزول فرشتہ کے واسطہ سے ہوتا تھا، پہلی صورت میں فرشتہ نظر نہیں آتا تھا صرف گھنٹی کی آواز سنائی دیتی تھی اور دوسری صورت میں فرشتہ انسانی شکل میں آتا تھا اور حاضرین کو نظر بھی آتا تھا۔ ان دونوں صورتوں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے نبی کے دل میں اپنا کلام نازل فرماتا ہے، مثلاً:

براہ راست کلام

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے براہ راست بغیر فرشتہ کے کلام فرمایا۔ (قرآن: ۴: ۱۶۴) اسی طرح

Marfat.com

معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ سے براہ راست کلام فرمایا اور پچاس نمازوں کا تحفہ بھی عطا فرمایا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تجویز سے ۴۵ نمازیں معاف ہوگئیں اور پانچ باقی رہ گئیں۔ (بخاری: ۷۵۱۷: کتاب التوحید: باب ۳۷)

نیز اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: بے شک میں نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے اپنی بارگاہ میں یہ عہد کیا ہے کہ جوان نمازوں کو ان کے اوقات میں پابندی سے ادا کرے گا اسے جنت میں داخل کروں گا اور جوان کو پابندی سے ادا نہیں کرے گا اس کے لئے میرا کوئی وعدہ نہیں۔ (ابوداؤد: کتاب الصلاۃ: باب ۹)

خواب میں کلام

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے رب تعالیٰ کو بڑی حسین صورت میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے نفی میں جواب دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور جو کچھ زمین میں تھا۔ (ترمذی: ۳۲۳۳: تفسیر القرآن)

جبریل امین کا نزول

امام احمد قسطلانی بیان کرتے ہیں کہ ابن عادل نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جبریل امین نبی کریم ﷺ پر چوبیس ہزار مرتبہ نازل ہوئے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دس مرتبہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بیالیس مرتبہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چار سو مرتبہ نازل ہوئے۔
(مواہب لدنیۃ: جلد اول: ص ۲۱۰)

سب سے پہلی وحی کی تفصیل

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا نیند میں نیک اور سچے خوابوں سے ہوئی۔ آپ ﷺ جو خواب بھی دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح (سچا ہوکر) نمودار ہوتا۔ پھر آپ ﷺ کے دل میں خلوت نشینی کی محبت ڈال دی گئی۔ چنانچہ آپ ﷺ غار حرا میں خلوت فرمانے لگے اور کئی کئی راتوں تک وہاں مصروف عبادت رہتے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس واپس گھر تشریف لاتے اور اپنی خلوت نشینی کے لئے پہلے کی طرح مزید توشہ لے جاتے یہاں تک کہ حق (پیغام الٰہی) آپ ﷺ کے پاس آیا جبکہ آپ ﷺ غار حرا میں ہی تھے۔ چنانچہ فرشتہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: پڑھیے! آپ ﷺ نے جواب دیا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر فرشتے نے مجھے پکڑا اور اپنے سینے سے لگا کر اس قدر زور سے دبایا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور (دوبارہ) کہا: پڑھیے! میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر اس نے مجھے پکڑا اور اپنے سینے سے لگا کر دوبارہ اس قدر زور سے دبایا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور (تیسری بار) کہا: پڑھیے! میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے پھر مجھے پکڑا اور اپنے سینے سے لگا کر تیسری بار اس قدر زور سے دبایا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور (چوتھی بار) کہا:

Marfat.com

{اقرء باسم ربک الذی خلق★خلق الانسان من علق★اقرء و ربک الاکرم} پڑھیے! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا فرمایا۔ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا۔ پڑھیے! اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ (قرآن: ٩٦:١۔٣) پھر رسول اللہ ﷺ ان آیات سے اپنے سینے کو منور فرما کر اس حال میں گھر لوٹے کہ آپ کا دل (وحی الٰہی کے رعب و جلال سے) کانپ رہا تھا۔ (حتیٰ کہ دونوں شانوں اور گردن کے درمیان کا گوشت بھی کانپ رہا تھا۔) جب آپ ﷺ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچے تو فرمایا: مجھے چادر اُڑھادو، مجھے چادر اُڑھادو۔ انہوں نے آپ ﷺ کو چادر اُڑھادی۔ جب آپ ﷺ کی گھبراہٹ جاتی رہی تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پورا قصہ سنایا اور فرمایا: مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: ہرگز نہیں، خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو کما کر کھلاتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور راہ حق میں پیش آنے والے مصائب پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ وہ زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہوگیا تھا، وہ عبرانی زبان کا کاتب تھا اور انجیل سے حسب توفیق خداوندی عبرانی زبان میں لکھتا تھا، لیکن وہ اس وقت بہت بوڑھا اور نابینا ہو چکا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا: اے میرے چچازاد بھائی! اپنے بھتیجے کی بات سنو! ورقہ نے آپ سے کہا: اے میرے بھتیجے! آپ کیا دیکھتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا سب بتادیا۔ یہ سن کر ورقہ نے آپ سے کہا: یہ وہی فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ کاش! میں اس وقت جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم کے لوگ آپ کو ملک بدر کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ مجھے ملک بدر کردیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں جب بھی کوئی شخص ایسا پیغام لایا جو آپ لائے ہیں تو اس سے دشمنی کی گئی ہے۔ اور اگر میں نے آپ کے اس زمانہ کو پایا تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ اس کے بعد حضرت ورقہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے اور جلد ہی فوت ہوگئے اور وحی کا سلسلہ بھی کچھ عرصہ کے لئے منقطع ہوگیا۔ (بخاری: ٣: کتاب بدء الوحی: باب ٣)

بعثت سے پہلے نبی کا کفر و شرک سے پاک ہونا

سورہ الضحیٰ (٩٣) کی آیت نمبر ٧ کا حاشیہ نمبر ٦ ملاحظہ فرمائیں۔

بعثت سے پہلے نبی کا ایمان

سورہ الضحیٰ (٩٣) کی آیت نمبر ٧ کا حاشیہ نمبر ٦ ملاحظہ فرمائیں۔

بعثت سے پہلے اپنی نبوت کا علم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ نبی ﷺ نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔

(ترمذی: ٣٦٠٩: ابواب المناقب: باب ا، کنز العمال: حدیث نمبر ٣١٩١٧)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مکہ میں اس پتھر کو آج بھی اچھی طرح پہچانتا

Marfat.com

ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ (مسلم: ۵۹۳۹: کتاب الفضائل: باب ۱) پتھر کن الفاظ سے سلام کرتے تھے؟ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ ہم مکہ کے بعض اطراف میں نکلے تو جو بھی پہاڑ یا درخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتا تو وہ کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

(ترمذی: ۳۶۲۶: ابواب المناقب: باب ۶)

امام قسطلانی نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعلان کرنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے تھے وہ آپ کو اس طرح سلام کرتا تھا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

(المواهب اللدنية: جلد اول: ص ۲۰۰)

بحیرٰی راہب: اس واقعہ کو امام ترمذی اور دیگر مؤرخین نے نقل کیا ہے جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بارہ سال کے قریب پہنچی تو آپ نے جناب ابو طالب کے ساتھ شام کا تجارتی سفر کیا۔ جب یہ قافلہ وادی بصریٰ میں داخل ہوا تو بحیرٰی نامی ایک عیسائی راہب نے اپنی خانقاہ سے دیکھا کہ ایک نوخیز بچے پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہے وہ بچہ جدھر جاتا ہے بادل کا ٹکڑا بھی اس کے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔

بحیرٰی نے جب اپنی خانقاہ کے دریچہ سے یہ منظر دیکھا تو اسے خیال آیا کہ جس صادق و امین نبی کے ہم منتظر ہیں اور جس کی علامات ہماری کتب میں مرقوم ہیں کہیں یہ نوجوان وہی تو نہیں اسے قریب سے دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ اس راہب نے قافلہ کے تمام افراد کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت دی۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے سب کو رخصت کر دیا، جناب ابو طالب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی نیند اور بیداری وغیرہ کی کیفیات کے بارے میں دریافت کرنے لگا۔ آخر میں اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک سے کپڑا اٹھایا اور اس نے مہر نبوت کو ہو بہو اسی صورت میں دیکھا جو اس کے پاس تھی۔ بے ساختہ اس نے جھک کر مہر نبوت کو چوم لیا۔

جب بحیرٰی اس سے فارغ ہوا تو جناب ابو طالب کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اس بچے سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟ آپ نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ بحیرٰی نے کہا: یہ آپ کا بیٹا نہیں اور نہ اس کا باپ زندہ موجود ہو سکتا ہے۔ تب جناب ابو طالب نے کہا: یہ میرا بھتیجا ہے تو بحیرٰی نے کہا: آپ اپنے بھتیجے کو لے کر وطن واپس لوٹ جائیں اور یہودیوں سے ہر وقت ہوشیار رہیں، اگر انہوں نے دیکھ لیا اور ان کو ان حالات کا علم ہو گیا جن کا مجھے علم ہوا ہے تو وہ ان کو ضرر پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔ آپ کے بھتیجے کی بڑی شان ہو گی۔ ھذا رسول رب العالمین یہ رب العالمین کے رسول ہیں۔ چنانچہ جناب ابو طالب قافلہ کے ساتھ شام گئے اور جلدی جلدی کاروبار سے فراغت پا کر آپ کو لے کر واپس مکہ لوٹ آئے۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۶۲۰: ابواب المناقب: باب ۳)

جس نبی کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے اپنی نبوت کا علم ہو، جس کو بعثت سے پہلے مکہ مکرمہ کے پتھر یا رسول اللہ کہہ کر پکاریں اور بارہ سال کی عمر میں جس کی نبوت کی گواہی عیسائی راہب بھی دے چکا ہو اس کو اگر اپنی کتاب اور اپنے ایمان کا علم نہیں ہو گا تو اور کس کو ہو گا؟

Marfat.com

پڑھنے اور لکھنے کی ترغیب

پہلی پانچ آیات میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ رب تعالیٰ کے نام کی برکت سے پڑھنے اور لکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ آج یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ جس قوم کی مذہبی کتاب کا نام قرآن یعنی پڑھنا ہے اور اس کتاب کے نازل ہونے والے پہلے لفظ میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات میں پڑھنے اور لکھنے کی ترغیب دی گئی ہے وہ قوم آج تعلیم کے میدان میں دوسری قوموں سے پیچھے ہے۔

ابو جہل کی مذمت

اس سورت کی آخری چودہ آیات میں ابو جہل کی مذمت کی گئی ہے کیونکہ مکہ میں نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں یہ بدبخت سب سے پیش پیش تھا، نہ صرف یہ کہ نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکتا تھا بلکہ نماز پڑھنے کی صورت میں برے انجام کی دھمکیاں دیتا تھا۔ ان آیات میں ابو جہل کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آیا تو اسے زمین پر گھسیٹ کر ذلیل وخوار کیا جائے گا، چنانچہ جنگ بدر میں اسلام کے مجاہدین نے اس کی لاش کو گھسیٹ کر بدر کے گڑھے میں پھینکا اور قیامت کے دن جہنم کے فرشتے بھی اسے گھسیٹ کر جہنم رسید کریں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عصر بروز پیر ۳ جنوری ۲۰۱۱ء، بمطابق ۲۸ محرم ۱۴۳۲ھ

اس سورت کی پہلی پانچ آیات کے حوالے سے کئی سال پہلے میں نے دو تفصیلی مضامین لکھے تھے یعنی:

کیا ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پڑھ سکتے تھے؟

قرآن کی پہلی وحی اور اسلام کی تعلیمی پالیسی

یہ مضامین اخبارات، رسائل اور کتابوں میں شائع ہو چکے ہیں، اس سورت کی نسبت سے انہیں یہاں بھی نقل کیا جا رہا ہے۔

کیا حضرت محمد ﷺ پڑھ سکتے تھے ۔۔۔ ؟

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی سب سے آخری کتاب ہے جو سب سے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر نازل ہوئی۔ قرآن مجید ۲۳ سالوں کے دوران بتدریج نازل ہوا لیکن اس کی پہلی وحی کا نزول ماہ رمضان میں ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ (قرآن: ۲: ۱۸۵) پھر رمضان کے مہینے میں کون سی رات تھی جس میں پہلی وحی کا نزول ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ بے شک ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔ (قرآن: ۹۷: ۱)

Marfat.com

کیا آپ ﷺ جبریل امین کو پہچانتے تھے؟

اس سلسلے میں علامہ قسطلانی کا سوال وجواب ملاحظہ کریں:

سوال: حضرت محمد ﷺ کو کیسے علم ہوا کہ جبریل امین اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ ہے اور جن نہیں ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ میں ایسا ضروری علم (ملکہ) پیدا فرمایا جس کی وجہ سے آپ کو یقین ہو جاتا تھا کہ جبریل امین اللہ تعالیٰ کا فرشتہ ہے، یہ نہ جن ہے اور نہ شیطان۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جبریل امین میں بھی ایسا ضروری علم (ملکہ) پیدا فرمایا جس کی وجہ سے جبریل امین کو یقین ہو جاتا تھا کہ اس کے ساتھ بات کرنے والا اور اس کو بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے کوئی اور نہیں ہے۔ (مواہب لدنیۃ: جلد اول: ص ۱۹۹) لہٰذا نبی کریم ﷺ کو یقین تھا کہ یہ جبریل امین ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام لایا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے جبریل امین سے یہ سوال نہیں پوچھا کہ تو کون ہے اور یہ کس کا کلام لایا ہے؟

پہلی وحی کے نزول کی کیفیت

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ غارِ حراء میں تھے کہ فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا: یامحمد انا جبریل وانت رسول اللہ، ثم قال: اقرأ۔ اے محمد ﷺ میں جبریل ہوں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، پھر اس نے کہا: پڑھیے۔

(تفسیر ابن جریر طبری: سورہ علق)

امام المحدثین امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے، اس کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ غار حراء میں نبی کریم ﷺ کے پاس اچانک فرشتہ (جبریل امین) آیا اور اس نے کہا: پڑھیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ماانابقارئ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ I am not a reader تو فرشتے نے مجھے پکڑا اور اپنے سینے سے لگا کر زور سے دبایا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور دوبارہ کہا: پڑھیے۔ میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر اس نے مجھے پکڑا اور سینے سے لگا کر زور سے دبایا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور تیسری بار کہا: پڑھیے۔ میں نے پھر کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں، پھر اس نے مجھے پکڑا اور سینے سے لگا کر زور سے دبایا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور چوتھی بار (اس سورت کی پہلی پانچ آیات تلاوت کردیں) یعنی {پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا فرمایا ☆ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا ☆ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے ☆ جس نے قلم کے واسطہ سے علم سکھایا ☆ اسی نے انسان کو سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا} تو رسول اللہ ﷺ نے انکار نہیں فرمایا بلکہ وحی کو وصول کر کے گھر تشریف لائے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ حدیث تین مقامات پر درج کی ہے، کتاب بدء الوحی کے باب نمبر ۳ میں، کتاب التعبیر کے باب نمبر ۱ میں اور کتاب تفسیر القرآن کی سورہ نمبر ۹۶ میں۔ اور تینوں مقامات پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی روایت کیا ہے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل امین نے پہلے تین بار جب صرف یہ کہا کہ پڑھیے تو نبی کریم ﷺ نے پڑھنے سے انکار فرمایا اور چوتھی بار جب اس نے پوری پانچ آیات پڑھیں یعنی اپنے رب کے نام سے پڑھیے ۔۔۔ تو آپ ﷺ نے انکار نہیں فرمایا۔ حدیث پاک کے اس حصہ میں ایک جملہ ہے "ماانابقارئ" اس جملہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کیونکہ میری

Marfat.com

درج ذیل تحریر کا تعلق اسی جملہ سے ہے۔

مااَنابقاریٔ

اس کا لفظی معنی ہے ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں'' اور اگر اسم فاعل بمعنی فعل مضارع معروف لیا جائے تو اس کا معنی ہوگا ''میں نہیں پڑھتا'' یا ''میں نہیں پڑھوں گا'' اس طرح اس کے تین معانی بنتے ہیں: میں پڑھنے والا نہیں ہوں، میں نہیں پڑھتا اور میں نہیں پڑھوں گا۔ اور ان تینوں معانی کو بعد میں قرآن مجید سے ثابت کیا جائے گا لیکن بعض حضرات نے اس کا ترجمہ کیا ہے: ''میں پڑھ نہیں سکتا'' .I cannot read (تفسیر حقانی) ''میں تو پڑھنا نہیں جانتا'' I do not know how to read (تفسیر ماجدی) اگر اس معنی کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ جبریل امین کے سامنے اپنی بے بسی اور مجبوری کا اظہار کر رہے ہیں کہ میں پڑھنا جانتا ہی نہیں تو کیسے پڑھوں؟ مجھے اس معنی سے اختلاف ہے کیونکہ یہ معنی نبی کریم ﷺ کے شایان شان نہیں ہے۔

یہ ٹھیک ہے اس کا ایک معنی یہ بھی بنایا جا سکتا ہے کہ میں نہیں پڑھ سکتا مگر یہاں یہ معنی ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ کسی بھی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے اس کا سیاق وسباق اور جس شخصیت کے بارے میں وہ عبارت ہے اس کا مقام ومرتبہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے وگرنہ معنی الٹ بھی ہو سکتا ہے۔ آیئے قرآن مجید سے میں آپ کے سامنے اس کی مثال پیش کرتا ہوں:

سورہ آل عمران (۳): آیت نمبر ۵۷: وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ۔ (اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا)

سورہ آل عمران (۳): آیت نمبر ۸۶: وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا)

سورہ اعراف (۷): آیت نمبر ۴۴: فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ (پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو)

سورہ بقرہ (۲): آیت نمبر ۱۲۴: وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ۔ (اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب تعالیٰ نے چند باتوں میں آزمایا تو ابراہیم علیہ السلام نے ان سب کو پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں تمہیں تمام انسانوں کا امام (پیشوا) بنانے والا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: اور میری اولاد سے بھی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا وعدہ ظالموں تک نہیں پہنچتا۔) یعنی کوئی ظالم نبی نہیں بن سکتا اور نہ ہی کوئی نبی ظالم ہو سکتا ہے یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، لیکن حضرت یونس علیہ السلام فرماتے ہیں:

سورہ انبیاء (۲۱): آیت نمبر ۸۷: حضرت یونس علیہ السلام نے کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے تھا)

ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا، ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑتی ہے، ظالم نبی نہیں ہو سکتا اور ساتھ ہی حضرت یونس علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں ظالم ہو گیا ہوں۔ اب اگر کوئی مسلمان یہ عقیدہ

Marfat.com

رکھے کہ حضرت یونس علیہ السلام العیاذ باللہ ظالم تھے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے لئے یہ لفظ استعمال کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن میں بیان کیا ہے تو ہم کیوں نہیں کہہ سکتے۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے لئے کوئی ایسا لفظ استعمال کرے جس کا ظاہری معنیٰ اس کے شایان شان نہ ہو تو اس کی تاویل کرنا پڑتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے لئے ہاتھ، منافقوں کا مذاق اڑانا اور ان کے ساتھ مکر وفریب کرنا کے الفاظ استعمال کئے ہیں، تو چونکہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہیں اس لئے ہم ان کا ظاہری معنیٰ چھوڑ کر وہ معنیٰ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ اسی طرح قرآن و حدیث میں اگر اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے لئے یا کسی نبی نے اپنے لئے کوئی ایسا لفظ استعمال کیا ہے جس کا ظاہری معنیٰ نبی کی شان کے شایان نہیں ہے تو اس کی بھی تاویل کرنا پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا مالک ہے جو چاہے انہیں کہہ سکتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے ہیں اس کے سامنے جس طرح چاہیں اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کر سکتے ہیں مگر ہمارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی ایسا معنیٰ کریں جو ان کے شایان شان نہ ہو۔

اب حضرت یونس علیہ السلام کی مثال کو ذہن میں رکھتے ہوئے آیئے ماانابقارئ کے بارے میں غور کرتے ہیں، یہ الفاظ نہ تو اللہ تعالیٰ کے ہیں اور نہ ہی جبریل امین کے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے استعمال کئے ہیں لہٰذا ان کا معنیٰ کرتے وقت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ سامنے رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ کہیں بے ادبی سے ہماری نیکیاں ضائع نہ ہو جائیں۔ دراصل انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ خود علم سکھاتا ہے اور پہلی وحی آنے سے پہلے ہر نبی علم کے اس عظیم مقام پر فائز ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ وحی کو پڑھ بھی سکتا ہے اور اس کو پڑھا بھی سکتا ہے یعنی وہ وحی کا صرف عالم نہیں بلکہ اس کا معلم بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ۱۲۴۰۰۰ کے لگ بھگ جتنے بھی انبیائے کرام آئے ان میں سے حصول وحی کے وقت کسی نبی نے یہ نہیں کہا: ماانابقارئ کہ وہ پڑھ نہیں سکتا تو پھر صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں پڑھ سکتے؟

حضرت آدم علیہ السلام کا پڑھنا

حضرت آدم علیہ السلام اپنی لغزش پر سالہا سال تک روتے رہے لیکن مغفرت کی خوش خبری نہ ملی، آخر ایک روز حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی:

یا ربِّ! اسئلک بِحَقِ مُحمد اَن غَفرتَ لی، فقال اللہ تعالی: یا آدمُ! کیف عرفتَ محمدا و لَم اَخلُقهُ بَعدُ؟ فقال یا ربِّ لِاَنک لَمّا خَلَقتَنی بِیَدِک وَ نَفَختَ فِیَّ مِن رُوحِک، رَفَعتُ رَاْسِی فَرَاَیتُ علی قَوائمِ العرش مکتوبا: لا الٰه الا الله محمد رسول الله، فَعَلِمتُ اَنَّک لَم تُضِف اِلی اسمِک اِلا اَحَبَّ الخلقِ اِلیک، فقال الله تعالی صَدَقتَ یا آدمُ! اِنه لَاَحَبُّ الخلقِ اِلَیَّ وَ اِذ سَاَلتَنی بِحَقِه فَقَد غَفَرتُ لَک وَ لَو لا محمد ما خَلَقتُک (المواهب اللدنیة: جلداول: ص ۸۲، البدایه و النهایه: جلداول: ص ۸۱، شرح زرقانی: جلداول: ص ۱۱۹، المعجم الاوسط للطبرانی: حدیث نمبر ۶۴۹۸: جلد ۷: ص ۲۵۹) اے میرے پروردگار! میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کیسے ہوا حالانکہ میں نے ابھی تک انہیں پیدا نہیں کیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! جب تو نے مجھے پیدا فرمایا تو میں نے اوپر سر اٹھایا تو پائے عرش پر یہ لکھا ہوا

Marfat.com

پایا: لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ، پس میں نے جان لیا کہ تیرے نام کے ساتھ دوسرا نام وہی ہوسکتا ہے جو آپ کو ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! آپ نے سچ کہا، محمد ﷺ مجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں اور جب تو نے ان کے وسیلہ سے دعا کی ہے تو میں نے تیری بخشش فرمادی اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آپ کو پیدا نہ کرتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پڑھنا

اللہ تعالیٰ نے سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۴۵ میں فرمایا: اور ہم نے ان (موسیٰ علیہ السلام) کے لئے (تورات کی) تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی (اور فرمایا:) پس ان تختیوں کو مضبوطی سے پکڑلو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ بھی ان کو اچھے طریقے سے پکڑلیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پڑھنا

سورہ مریم (۱۹) کی آیت نمبر ۳۰ میں ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ماں کی گود میں ہیں اور کہا: قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔

لمحۂ فکریہ

حضرت آدم علیہ السلام عرش پر لکھا ہوا کلمہ شریف پڑھ لیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام تختیوں پر لکھی ہوئی تورات کو پڑھ لیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ماں کی گود میں کلام الٰہی پڑھنا شروع کر دیں لیکن ہمارے پیارے نبی ﷺ جو سارے نبیوں کے امام اور سردار ہیں وہ چالیس سال کی عمر میں بھی اللہ تعالیٰ کا کلام نہ پڑھ سکیں۔ نیز دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو اعلان نبوت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے خود پڑھنا سکھا دیا اور ہمارے نبی کریم ﷺ کو اعلانِ نبوت کے بعد جبریل امین پڑھنا سکھا رہے ہیں۔ یہ بات نبی کریم ﷺ کے شایانِ شان نہیں ہے۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے آپ ﷺ کے لکھنے اور پڑھنے کا اظہار نہیں کیا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور (اعلان نبوت سے) پہلے آپ نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے (کیونکہ اگر ایسا ہوتا) تو باطل پرست لوگ ضرور شک وشبہ میں پڑ جاتے۔ (قرآن: ۲۹:۴۸) یعنی اعلان نبوت سے پہلے اگر آپ ﷺ لکھتے اور پڑھتے تو اہل باطل یہ شبہ کر سکتے تھے کہ آپ نے پہلی کتابیں پڑھ کر یہ باتیں نوٹ کر لی ہیں اور اب آہستہ آہستہ لوگوں کو سنا رہے ہیں۔ اگرچہ دنیا کے سارے پڑھے لکھے لوگ مل کر بھی قرآن جیسی کتاب تیار نہیں کر سکتے تھے، تاہم اہل باطل کو بات بنانے کا ایک موقع مل سکتا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے نزول قرآن سے پہلے آپ کو پڑھنے لکھنے سے دور رکھا۔ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: محققین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں یہ قید ہے کہ آپ نزول قرآن سے پہلے پڑھتے لکھتے نہیں تھے اور نزول قرآن کے بعد جو آپ نے لکھا یا پڑھا وہ اس آیت کے خلاف نہیں ہے بلکہ کسی مخلوق سے سیکھے بغیر آپ کا لکھنا پڑھنا ایک الگ معجزہ ہے۔

(تفسیر تبیان القرآن: سورہ عنکبوت (۲۹): زیر آیت نمبر ۴۸)

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کا لکھنا

اعلان نبوت کے بعد جب اسلام پھیل گیا اور لوگوں کے شکوک کا خطرہ نہ رہا تو آپ سے لکھنا اور پڑھنا دونوں ثابت ہیں۔ اس سلسلے میں صلح نامہ حدیبیہ کا واقعہ ملاحظہ کریں جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا ہے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ذوالقعدہ کے مہینہ میں عمرہ کا احرام باندھا (اور مکہ روانہ ہوئے) لیکن اہل مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ آخر صلح اس پر ہوئی کہ (اس سال آپ عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں، آئندہ سال آئیں اور) مکہ میں تین دن تک قیام کریں گے۔ جب انہوں نے لکھا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی۔ کفار نے کہا: ہم اس کو نہیں مانتے اگر ہم کو یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو عمرہ کرنے سے منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ بھی ہوں اور میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ (کے الفاظ) مٹا دو۔ (چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ معاہدہ تحریر کر رہے تھے اس لئے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! میں (رسول اللہ کے الفاظ) کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے اس مکتوب کو پکڑا (رسول اللہ کے الفاظ اپنے ہاتھ سے مٹائے۔ بخاری: حدیث نمبر ۲۶۹۸) اور لکھا: یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ---

(بخاری: ۲۶۹۹: کتاب الصلح: باب ۶)

عمر بن شیبہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ صلح حدیبیہ سے پہلے نبی کریم ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے اور یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے کہ اس وقت اچانک آپ نے لکھنا شروع کر دیا۔ (خصائص کبزی: جلد دوم: ص ۲۳۶) علامہ آلوسی نے آپ ﷺ کے لکھنے پڑھنے کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ''نبی کریم ﷺ اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک آپ نے پڑھا اور لکھا نہیں''۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ الاعراف (۷): زیر آیت نمبر ۱۵۷) اس سے معلوم ہوا کہ اعلان نبوت سے پہلے آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے نبوت کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو علم عطا فرمایا اسی طرح لکھنا پڑھنا بھی سکھایا، البتہ تبلیغ اسلام میں آپ کو لکھنے پڑھنے کی ضرورت بہت کم پڑی کیونکہ اہل عرب کی اکثریت ان پڑھ تھی اور انہیں زبانی تبلیغ کی ہی ضرورت تھی۔ شہاب الدین خفاجی نے نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں آپ نے نہ لکھنے کی وجہ بیان فرمائی ہے یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں لکھنے کا ارادہ اس لئے نہیں کرتا تاکہ قلم کا سایہ اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ پڑے''۔ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین سے اٹھا لیا تاکہ کسی کا پاؤں آپ کے سایہ پر نہ پڑے۔

(نسیم الریاض: جلد ۲: ص ۳۹۸: النبی الامی)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن مجید نے نبی کریم ﷺ کو ''امی'' کہا ہے جس کا معنیٰ ''ان پڑھ'' بھی ہے تو پھر آپ کیسے پڑھ سکتے ہیں؟ لیکن قرآن مجید میں یہ بھی تو ہے: {وہ اللہ ہی ہے جس نے امیوں (ان پڑھ لوگوں) میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں قرآن کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے} (قرآن: ۶۲: ۲) نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (دارمی: مقدمہ: باب ۳۲) اب جس کو اللہ تعالیٰ پوری

Marfat.com

امت کا معلم اور استاد بنائے اس کو ان پڑھ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔اگر اعلان نبوت سے پہلے آپ کو ان پڑھ کہا جائے تو اس پر بات ہوسکتی ہے مگر اعلان نبوت کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلم کتاب وحکمت بنا دیا ہے اور آپ کو سکھا دیا جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔(قرآن: ۴: ۱۱۳) تو اس کے بعد آپ کو ان پڑھ کہنا درست نہیں ہے۔بہرحال امی کا معنیٰ صرف ان پڑھ نہیں ہے، امی کے اور معانی بھی ہیں، میں یہاں چند معانی کا ذکر کرتا ہوں:

۱۔ ان پڑھ قوم والا

نبی کریم ﷺ کو اُمی کہنے کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ امی یعنی ان پڑھ قوم کی طرف مبعوث ہوئے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: إنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لا نكتُبُ ولا نحسُبُ ہم امی لوگ ہیں ہم نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں۔(بخاری: کتاب الصوم: باب ۱۳) پھر فرمایا: إني بُعِثْتُ إلى أُمَّةٍ أُمِّيين (ترمذی: ۴: ۲۹۴۴: کتاب القراءات: باب ۱۱) میں امی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔کیونکہ اہل عرب میں عام طور پر تعلیم کا رواج نہیں تھا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان میں کوئی پڑھا لکھا نہیں تھا کیونکہ کاتبانِ وحی اسلام لانے سے پہلے بھی پڑھے لکھے تھے اور غزوۂ بدر کے بعد جن کفار قیدیوں کو مدینہ کے بچوں کا استاد بنایا گیا وہ بھی پڑھے لکھے تھے۔تاہم ان کی غالب اکثریت ان پڑھ تھی اس لئے ان کو امی قوم کہا جاتا تھا۔

۲۔ ماں والا

ماں کو عربی میں اُم کہتے ہیں۔اس اعتبار سے اُمی کا معنیٰ ہوگا: ماں والا یعنی جو بچہ شکم مادر سے پیدا ہونے کے بعد اسی حالت پر رہے اور کسی استاد سے پڑھنا لکھنا نہ سیکھے اُسے اُمی (ویسا ہی جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا) کہتے ہیں۔حضورِ اکرم ﷺ نے شکم مادر سے پیدا ہونے کے بعد کسی استاد سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا، اس اعتبار سے آپ ﷺ بھی اُمی تھے۔

۳۔ امت والا

جیسے مکہ سے مکی بنتا ہے اسی طرح اُمہ سے اُمی (اُمت والا) بنتا ہے۔جس طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام امت والے ہیں اسی طرح آپ ﷺ بھی صاحبِ امت ہیں۔حضرت ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: إنَّ لِكُلِّ نبي يومَ القيامة مِنبرًا مِن نورٍ وإني لَعلى أطولها وأنورِها، فَيَجِيئُ مُنادٍ فَيُنادِي: أين النبي الامي؟ فيقول الانبياء: كُلُّنا نبي امي فإلى أيِّنا أُرسِلَ؟ فيَرجِعُ الثانيةَ فيقول: أين النبي الامي العربي؟ قیامت کے دن ہر نبی کے لئے نور کا ایک منبر ہوگا اور میں سب سے اونچے اور سب سے زیادہ نور والے منبر پر متمکن ہوں گا کہ ایک منادی ندا کرے گا: نبی اُمی کہاں ہے؟ انبیائے کرام علیہم السلام کہیں گے: ہم میں سے ہر ایک نبی اُمی (امت والا) ہے، پھر کس کے پاس پیغام آیا ہے؟ منادی دوبارہ لوٹ کر آئے گا اور کہے گا: نبی اُمی عربی کہاں ہے؟ اس پر نبی کریم ﷺ منبر سے اُتر کر آئیں گے۔سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور آپ ﷺ کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔۔۔

(ابن حبان: ٦٤٨٩: جلد ٦: ص ١٠٨: باب الحوض والشفاعة)

آج کسی عالم یا معلم کو ان پڑھ کہنا اس کی توہین ہے تو حضورِ اکرم ﷺ جو ساری مخلوقات سے بڑے عالم اور قرآن مجید جیسی عظیم کتاب کے معلم ہیں ان کو اُمی بمعنیٰ ان پڑھ کہنا لمحہ فکریہ ہے۔جب اُمی کے عظمت والے معانی موجود ہیں تو نقص والا معنیٰ

Marfat.com

استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ اگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امی بمعنٰی اَن پڑھ ہیں تو باقی نبی کون سی یونیورسٹی سے پڑھے تھے۔

اسم فاعل کی نفی

ماانابقارئ میں قاری اسم فاعل ہے جس کو انگلش میں The Active Present Participle کہا جاتا ہے۔ اور عام طور پر اسم فاعل کی نفی سے استعداد اور طاقت کی نفی مراد نہیں ہوتی جیسے سورہ کافرون میں کفار کو فرمایا گیا: ولا اناعابدماعبدتم۔ اسم فاعل کی مناسبت سے اس کا ترجمہ تین طرح سے کیا جاسکتا ہے۔ پہلا ترجمہ: میں اس کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ دوسرا ترجمہ: میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور تیسرا ترجمہ: میں اس کی عبادت نہیں کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ (قرآن:۱۰۹:۴) کسی نے بھی اس کا ترجمہ یہ نہیں کیا کہ میرے اندر بتوں کی عبادت کرنے کی طاقت ہی نہیں۔ تو مطلب اس کا یہ ہوا کہ طاقت تو ہے مگر میں بتوں کی عبادت اس لئے نہیں کرتا کیونکہ وہ عبادت کے اہل نہیں ہیں۔ اگر طاقت ہی نہیں تو یہ کہنے کا کوئی ثواب نہیں ہے، جیسے اگر اندھا کہے کہ میں نے غیر محرم عورت کو کبھی نہیں دیکھا تو یہ اس کا کمال نہیں ہے اور نہ ہی اسے اس بات کا کوئی ثواب ملے گا۔ اس قسم کی قرآن مجید میں درجنوں آیات ہیں مثلاً: قَالُوْا یٰاهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ۔ (سورہ ہود(۱۱):۵۳)

قرآن پاک میں ہابیل اور قابیل کا واقعہ ذکر ہوا ہے، اس سے بھی یہ حقیقت سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ جب ہابیل نے قابیل کو کہا: لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (قرآن:۵:۲۸) اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھانے والا نہیں ہوں کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اب اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہابیل کے پاس اتنی طاقت نہیں کہ وہ اپنے ہاتھ قابیل کی طرف بڑھا سکے۔ دراصل اس کے ہاتھوں میں طاقت تو ہے مگر وہ قابیل کی طرف ہاتھ اس لئے نہیں بڑھا رہا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمہور مفسرین کے نزدیک ہابیل، قابیل سے زیادہ طاقتور تھا اسی لئے ہابیل سو رہے تھے تو اس نے بے خبری میں ان کے سر پر پتھر مارا جس سے ہابیل کی موت واقع ہوئی۔
(تفسیر قرطبی: سورہ مائدہ (۵): زیر آیت نمبر ۲۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ پڑھنے کی حکمت

اس کی اصل حکمت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، البتہ بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا کی تنہائی میں پوری یکسوئی کے ساتھ ذکر الٰہی میں اس قدر مگن تھے کہ آپ پر استغراق کی کیفیت طاری تھی، تو ایسی صورت میں کسی دوسری جانب آپ کی توجہ مبذول کرانا آسان نہیں تھا، مگر چونکہ جبریل امین کو اپنا فریضہ ادا کرنا تھا اس لئے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے تین بار پورے زور کے ساتھ معانقہ کیا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالق حقیقی کی یاد میں ہی مستغرق رہے، گویا زبان حال سے فرما رہے تھے: اے جبریل! مجھے تصور جاناں میں ہی مستغرق رہنے دے حتیٰ کہ جبریل امین نے جب اسی رب کے نام سے پڑھنے کی استدعا کی جس کے مشاہدۂ جمال میں آپ مستغرق تھے تو آپ استغراق کی کیفیت سے باہر آئے اور سورہ علق کی

ابتدائی آیات سے اپنے سینہ مبارک کو منور کیا۔

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک وقت ہوتا ہے کہ اس میں کسی مقرب فرشتہ اور نبی کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔(نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری: زیر حدیث نمبر ۳: جلد اول: ص ۱۹۲) غار حرا میں نبی کریم ﷺ پر کچھ ایسی ہی کیفیت طاری ہوگی جس کی وجہ سے آپ نے پڑھنے سے انکار کر دیا۔

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بازو میں تیر کا پھل رہ گیا، اسے کھینچنے پر بہت تکلیف ہوتی تو آپ نے فرمایا: جب میں نماز پڑھوں تو کھینچ لیا جائے، مجھے خبر نہیں ہوگی۔ واقعی جب نماز کے دوران تیر نکالا گیا تو آپ کو احساس تک نہ ہوا۔(منہاج البخاری: محمد معراج الاسلام: جلد اول: ص ۴۴۹) جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں ایسے مستغرق تھے کہ انہیں جسمانی تکلیف محسوس نہ ہوئی اسی طرح نبی کریم ﷺ بھی ذکر الٰہی میں ایسے مستغرق ہوں گے کہ انہیں جبریل امین کا احساس نہ ہوا۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ ہر سورت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا واجب ہے (تفسیر کبیر: سورہ علق (۹۶): زیر آیت نمر ۱) اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ چونکہ جبریل امین نے پہلے تین بار اللہ تعالیٰ کے نام کے بغیر پڑھنے کو کہا اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نہیں پڑھتا۔ دوسرے لفظوں میں آپ یہ بتانا چاہتے تھے کہ میں تمام لوگوں کو یہ تبلیغ کروں گا کہ ہر کام سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں خود اپنے رب کے نام کے بغیر پڑھنا شروع کر دوں۔ چنانچہ چوتھی بار جب جبریل امین نے رب تعالیٰ کا نام لیا تو آپ نے انکار نہیں فرمایا۔

قرآن کی پہلی وحی اور اسلام کی تعلیمی پالیسی

اسلامی تعلیم

تاریخ مذاہب میں قرآن مجید پہلی کتاب ہے جس کی پہلی وحی کا پہلا لفظ تعلیم کی ترغیب دے رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: اقرأ پڑھو، مگر کیا پڑھو؟ اس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، البتہ اس پڑھنے کے ساتھ شرط یہ ہے کہ اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھو۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے رب کا علم حاصل کرو، اس کے بعد ہر وہ علم حاصل کر سکتے ہو جس میں رب تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو، چاہے وہ علم قرآن کا ہو یا حدیث کا، سائنس کا ہو یا ٹیکنالوجی کا، قانون کا ہو یا سیاست کا، بزنس کا ہو یا زراعت کا الغرض جو انسان خدا پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے وہ چاہے دینی علم حاصل کرے یا دنیاوی، یہ علم اس کو جنت میں لے جائے گا کیونکہ اس کے دل میں خدا کا خوف ہے اور وہ کسی علم کو غلط استعمال نہیں کرے گا۔ اس کے برعکس جو انسان خدا پر ایمان نہیں رکھتا وہ چاہے دینی علم حاصل کرے یا دنیاوی، یہ علم آخرت میں اس کے کام نہیں آئے گا کیونکہ وہ خدا پر ایمان نہیں رکھتا۔ میری اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی تعلیم سب سے مقدم ہے یعنی مسلمان کو کوئی بھی علم حاصل کرنے سے پہلے اپنے رب کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

جنرل تعلیم

تعلیم کے حوالے سے پہلی وحی میں دو دفعہ پڑھنے کا حکم ہے۔ ایک دفعہ پہلی آیت میں یعنی (اپنے رب کے نام کے ساتھ

Marfat.com

پڑھو) اور دوسری دفعہ تیسری آیت میں یعنی (پڑھو، آپ کا رب بڑا کریم ہے) اور دو دفعہ پڑھانے کا ذکر ہے۔ ایک دفعہ چوتھی آیت میں یعنی (جس نے قلم کے ذریعہ علم پڑھایا) اور دوسری دفعہ پانچویں آیت میں یعنی (اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ علم پڑھایا جو وہ نہیں جانتا تھا) اور لطف کی بات یہ ہے کہ دونوں آیات میں پڑھانے والا خود اللہ تعالیٰ ہے اور پڑھنے والے انبیائے کرام ہیں۔

اور ایک دفعہ قلم یعنی لکھنے کا ذکر ہے۔ (جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا) ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سب سے پہلی وحی اقرأ باسم ربک الذی خلق۔ ہے اور دوسری وحی ن والقلم وما یسطرون ہے۔ قسم ہے قلم کی اور جو وہ لکھتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ قلم ۶۸:۱) یعنی لکھنے والے قلم کی بھی قسم اور اس تحریر کی بھی قسم جو قلم کے ساتھ لکھی جاتی ہے اور اس پوری سورت کا نام بھی قلم رکھا گیا ہے۔ آپ اس سے کتابت اور قلم کی اہمیت کا اندازہ لگائیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ لکھنے کو پڑھنے پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ پڑھنا بھول جاتا ہے مگر لکھنا محفوظ رہتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علم کو لکھ کر محفوظ کر لو۔

(دارمی: مقدمۃ: باب ۴۳)

شہید کا خون اور قلم کی سیاہی

آج کمپیوٹر نے دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا ہے اور ساری دنیا کی معلومات کو اکٹھا کر کے آپ کے سامنے میز پر رکھ دیا ہے۔ یہ لکھنے کی ہی ایک ترقی یافتہ صورت ہے اور لکھنے کی اسی اہمیت کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے فرمایا: قیامت کے دن شہیدوں کے خون کا علماء کے قلم کی سیاہی کے ساتھ وزن کیا جائے گا۔ (میزان کے ایک پلڑے میں شہید کی رگوں کا خون اور دوسرے میں عالم کے قلم کی سیاہی رکھی جائے گی) اور علماء کے قلم کی سیاہی ثواب کے اعتبار سے شہیدوں کے خون سے بھاری ہو گی۔ (کنز العمال: ۲۸۸۹۹: جلد ۱۰: ص ۱۴۱) ذرا اندازہ کریں ایک آدمی اپنے ملک و ملت کے دفاع کے لئے اپنی جان قربان کر دیتا ہے اور اپنی رگوں کا خون دے کر شہادت حاصل کرتا ہے، اس کے خون سے عالم کے قلم کی سیاہی زیادہ درجہ رکھتی ہے۔ بظاہر اس بات کو سمجھنا مشکل نظر آتا ہے لیکن اگر آپ درج ذیل مثال میں غور کریں تو بات آسان ہو جائے گی۔ امام بخاری کے زمانہ میں نہ جانے کتنے سیکڑوں انسان شہید ہوئے ہوں گے وہ اپنا خون دے کر جنت کے مستحق قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے مگر آج ہم ان کے نام تک نہیں جانتے لیکن امام بخاری نے قلم کی سیاہی سے جو احادیث لکھی تھیں وہ گذشتہ 1200 سالوں سے لوگوں کی رہنمائی کر رہی ہیں اور قیامت تک کرتی رہیں گی۔

سائنسی تعلیم

پہلی وحی میں دو دفعہ پڑھنے کا حکم، دو دفعہ پڑھانے کا ذکر، ایک دفعہ لکھنے کا ذکر اور تین دفعہ سائنسی تعلیم یعنی فزیکل ورلڈ میں تحقیق کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس دور کے مشہور محقق Maurice Bucaille نے کتاب لکھی ہے: The Bible, The Qur'an and Science اس کے صفحہ نمبر 204 پر لکھتا ہے: ماں کے پیٹ میں بچے کی تخلیق کے مختلف مراحل جو قرآن نے 1400 سال پہلے بیان کئے ہیں سائنس نے ان کو اس دور میں دریافت کیا ہے۔ ان مراحل میں سے ایک "علق" ہے یعنی ماں کے پیٹ میں پانی کا قطرہ جب clinging clot یا ایک جامد خون کی شکل اختیار کرتا ہے اس کیفیت کو علق کہا جاتا ہے۔ موریس بکیل

Marfat.com

کہتا ہے: قرآن مجید میں بچے کی تخلیق کے ان مراحل کا پانچ جگہوں پر ذکر ہوا ہے۔ان میں سے پہلی جگہ پہلی وحی کی دوسری آیت ہے (اللہ تعالیٰ نے انسان کو علق سے پیدا فرمایا) اور یہ کوئی معمولی کیفیت نہیں یہ اتنی اہم ہے کہ اس کی وجہ سے پوری سورت کا نام علق رکھا گیا ہے۔اس میں اشارہ ہے کہ علق میں غور کرو۔ جمے ہوئے خون کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا جس میں جان نہیں ہے، جو حرکت نہیں کرسکتا، بول نہیں سکتا، دیکھ نہیں سکتا، سن نہیں سکتا، سوچ اور سمجھ نہیں سکتا، اس چھوٹے سے بے جان ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے اتنی حکمتیں رکھی ہیں کہ اس سے چھ فٹ کا انسان بن جاتا ہے جو بولتا بھی ہے اور سنتا بھی، دیکھتا بھی ہے اور چلتا بھی۔اس میں سائنسی تحقیق کی ترغیب ہے کہ جس طرح جمے ہوئے خون میں چھ فٹ انسان کی صلاحیتیں موجود ہیں اسی طرح کائنات کی دوسری چیزوں میں بھی غور کرو، ان میں بھی بے شمار حکمتیں پڑی ہوئی ہیں۔

سائنسی تعلیم کی دوسری ترغیب پہلی وحی کی پہلی آیت ہے۔یعنی (اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا) مگر کس کو پیدا کیا؟ مفعول کا یہاں ذکر نہیں ہے۔اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے: الذی خلق الانسان جس نے انسان کو پیدا فرمایا۔حالانکہ انسان تو دوسری آیت میں پہلے ہی موجود ہے۔تو دو دفعہ انسان کی کیا ضرورت ہے؟ میں کہتا ہوں: ہاں اس کی ضرورت ہے کیونکہ دوسری آیت کا ترجمہ ہے: (اس نے انسان کو علق سے پیدا کیا)، اب اس میں حضرت آدم علیہ السلام شامل نہیں ہیں کیونکہ وہ علق سے پیدا نہیں ہوئے بلکہ براہ راست مٹی سے پیدا ہوئے تھے، لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد آدم علیہ السلام کو شامل کرنے کے لئے پہلے انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور دوسرے انسان سے مراد اولاد آدم علیہ السلام ہوگا اور آیت کا مفہوم اس طرح ہوگا: الذی خلق آدم من تُراب و خلق بنی آدم من علق جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے اور اولاد آدم علیہ السلام کو علق سے پیدا فرمایا، تو جس طرح موریس بکیل کہتا ہے کہ علق سے انسان کا بننا سائنس کی ترغیب ہے تو اسی طرح میں کہتا ہوں کہ مٹی سے انسان کا بننا بھی سائنس کی ترغیب ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز میں غور وفکر کرو کیونکہ ہر چیز میں حکمتیں موجود ہیں۔

سائنسی تعلیم کی تیسری ترغیب پانچویں آیت میں ہے یعنی (اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ علم پڑھایا جو وہ نہیں جانتا تھا) وہ کون سا انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پڑھایا۔مفسرین لکھتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کیا پڑھایا۔سورہ بقرہ آیت نمبر ۳۱: (اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔) یعنی اس فزیکل ورلڈ کی ہر چیز کا نام، اس کی خاصیات، اس کی صفات، اس کے فوائد اور اس کے نقصانات کا علم دیا اور اسی کو سائنس کہتے ہیں۔ (پھر ان چیزوں کو فرشتوں پر پیش کیا، فرمایا: مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو، سب فرشتوں نے کہا: تو پاک ہے ہم تو صرف وہی کچھ جانتے ہیں جو تو نے ہمیں سکھایا) ان چیزوں کے متعلق نہ تو نے ہمیں بتایا اور نہ ہمیں ان کا علم ہے۔اب ذرا غور کریں ایک طرف نور سے پیدا ہونے والے لاتعداد فرشتے دوسری طرف مٹی سے پیدا ہونے والا صرف ایک انسان، فرشتوں پر انسان کی برتری ثابت کرنے کے لئے علم کا مقابلہ ہو رہا ہے اور پتہ ہے سوال کیا ہے؟ سوال توحید اور عقیدے کا نہیں تھا کیونکہ توحید اور عقیدے کے مسائل تو فرشتے بھی جانتے تھے اور اسی لئے وہ رب تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔

انسان کو سائنسی تعلیم کی ضرورت

فرشتوں کے پاس توحید وعبادت کے جو علوم تھے وہ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت میں رکھ دیے تھے اور تخلیق

Marfat.com

کے بعد جو علم سب سے پہلے سکھایا وہ ان مادی چیزوں کا علم تھا جو فرشتوں کے پاس نہیں تھا اور نہ فرشتوں کو اس کی ضرورت تھی۔ فرشتے نوری مخلوق ہیں۔فرشتوں کو کھانے کے لئے روٹی کی ضرورت نہیں، رہنے کے لئے مکان کی ضرورت نہیں، پہننے کے لئے کپڑے کی ضرورت نہیں، سواری کے لئے کار کی ضرورت نہیں۔ہم مادے سے بنے ہیں یہ ہماری ضرورتیں ہیں اسی لئے ان چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نہیں دیا بلکہ انسان کو دیا تا کہ وہ ان چیزوں میں غور کر کے اپنی ضروریات پوری کر سکے۔امام شعرانی اپنی کتاب البدر المنیر (حدیث نمبر ۱۵۰۷) میں نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ایک ہزار پیشوں کا علم بھی عطا فرمایا۔

قابل غور نکتہ

پہلی وحی میں نہ نماز روزے کا ذکر ہے اور نہ حج زکوٰۃ کا۔ ذکر ہے تو کس کا ایک اللہ تعالیٰ کا اور دوسرا تعلیم کا۔اور اس کی ضرورت اتنی اہم ہے کہ جس قدر ۱۴۰۰ سال پہلے اس کی ضرورت تھی اسی طرح آج بھی اس کی ضرورت ہے۔برطانیہ کے وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے الیکشن جیتنے کے لئے تعلیم ہی کا نعرہ لگایا اور کہا Education, Education and Education تعلیم، تعلیم اور تعلیم۔اور تین نومبر ۲۰۰۶ء کو آکسفورڈ میں تقریر کرتے ہوئے کہا Britain must 'stand up for science' by encouraging youngsters to become scientists. برطانیہ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ نوجوانوں کو سائنس دان بننے کی ترغیب دے۔

اسی طرح میں کہتا ہوں کہ مسلمان لیڈروں پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ نوجوان مسلمانوں کو سائنس دان بننے کی ترغیب دیں۔ٹونی بلیئر نے تین بار جنرل تعلیم کی بات کی اور ایک بار سائنسی تعلیم کی مگر قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال پہلے صرف پہلی وحی میں پانچ دفعہ جنرل تعلیم کی بات کی ہے اور تین دفعہ سائنسی تعلیم کی۔جس قوم کی مذہبی کتاب کی پہلی وحی میں آٹھ دفعہ تعلیم پر زور دیا گیا ہو اگر وہ قوم تعلیم میں دوسری قوموں سے پیچھے رہ جائے تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔جب تک مسلمان دین کے ساتھ ساتھ سائنسی تعلیم میں بھی سرگرم رہے تو وہ Super power رہے لیکن جب سائنس کو چھوڑا تو ذلیل و خوار ہو گئے۔افغانستان نے بڑے بڑے مفتی، مبلغ اور محدث تو پیدا کئے مگر وہ سائنسدان پیدا نہیں کئے جو امریکہ کے میزائل کا جواب دے سکیں اس لئے شکست کھائی، اگر ان کے پاس بھی سائنس اور ٹیکنالوجی ہوتی تو آج صورت حال مختلف ہوتی۔

درس قرآن نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا — یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

اس دور کی اصل طاقت

آج دنیا میں مسلمان مظلوم ہیں اور کہا یہ جاتا ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد نہیں ہے، یا اسلام پر عمل نہیں کرتے، اس لئے ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ مجھے اس سے جزوی طور پر اختلاف ہے، ٹھیک ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے مگر ساری وجہ یہی نہیں ہے۔مکہ میں ۱۳ سال تک مسلمان مظلوم تھے، وہ کون سا ظلم ہے جو حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر نہیں ڈھایا گیا۔

Marfat.com

کیا کوئی یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ مسلمان مکہ میں اس لئے مظلوم تھے کہ ان میں اتفاق نہیں تھا یا وہ اسلام پر عمل نہیں کرتے تھے، ہرگز نہیں، دراصل بات یہ ہے کہ اس دور کے ظلم کو روکنے کے لئے افرادی قوت کی ضرورت تھی کیونکہ وہ تلوار کا زمانہ تھا اور one-to-one لڑائی ہوتی تھی اور مسلمانوں کے پاس افرادی قوت نہیں تھی اس لئے مظلوم تھے اور جب مدینہ میں افرادی قوت حاصل ہوگئی تو پھر کوئی مسلمانوں پر ظلم نہ کرسکا۔ مکرم قارئین! اُس دور میں طاقت کا سرچشمہ افرادی قوت تھی مگر آج طاقت کا سرچشمہ صرف افرادی قوت نہیں بلکہ سائنس اور ٹیکنالوجی ہے، جب تک ہم سائنس اور ٹیکنالوجی میں آگے نہیں بڑھیں گے اسی طرح مار کھاتے رہیں گے اور اب تو ہم ترقی کی دوڑ میں اتنا پیچھے رہ گئے ہیں کہ شاید ہمارا اتحاد بھی ہمیں نہ بچا سکے۔

ایک مثال کے ذریعہ میں اس نکتہ کو اور واضح کر دیتا ہوں۔ اگر ایک طرف ایک ملین نوجوان مسلمان کھڑے کر دیئے جائیں اور ان کے ہاتھوں میں نئی کلاشن کوف بھی ہو اور دوسری طرف ایک بوڑھا لاغر انسان کھڑا کر دیا جائے جس کا ہاتھ ایٹم بم کے بٹن پر ہے۔ اب اگر ان کے درمیان لڑائی ہو تو کون جیتے گا؟ خدا کی قدرت کی علیحدہ بات ہے مگر اس کی سنت یہی ہے کہ وہ ایک بوڑھا جیتے گا اور یہ ایک ملین نوجوان مریں گے، کیونکہ سائنس نے اس کو ایسا ہتھیار مہیا کر دیا ہے جس کا مقابلہ ایک ملین نوجوان نہیں کر سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی اتنی بڑی طاقت ہے کہ سائنس سے محروم لاکھوں نوجوان مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے، لہٰذا دنیا میں باوقار رہنے کی صورت یہی ہے کہ ہم اتحاد ملت اور اسلام پر عمل کے ساتھ ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی میں آگے بڑھیں۔

برٹش مسلمان طلبہ

ایک سروے کے مطابق مغرب میں ایک ملین میں سے تین ہزار افراد سائنسی علوم میں پی ایچ ڈی کرتے ہیں جو ایک ہزار میں تین افراد بنتے ہیں اور مسلمان ممالک میں ایک ملین میں صرف ایک شخص سائنسی علوم میں پی ایچ ڈی کرتا ہے۔ یہ بات مسلمان ممالک کے لئے لمحہ فکریہ ہے، انہیں چاہیے کہ وہ مغرب کی طرح معیاری یونیورسٹیاں قائم کریں، مگر اے برطانیہ میں رہنے والے مسلمان طلبہ! تمہیں تو ان یونیورسٹیز میں پڑھنے کی سہولت حاصل ہے، لہٰذا ان سے بھرپور استفادہ کرو۔

آج برطانیہ میں تقریباً چار لاکھ مسلمان طلبہ اور طالبات پرائمری سے لے کر یونیورسٹی تک زیر تعلیم ہیں۔ اگر ایک ہزار میں سے تین نہ سہی صرف ایک نوجوان بھی سائنسی علوم میں پی ایچ ڈی کرے تو آئندہ پندرہ بیس سالوں میں برطانیہ میں چار سو مسلمان سائنسی علوم میں پی ایچ ڈی کر سکتے ہیں، اور اگر ان میں سے تین چار بھی کوئی نئی چیز ایجاد کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو مسلمانوں کی عزت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اگر پندرہ سالوں کے بعد ہر سال برطانیہ میں تین چار مسلمان سائنس دان پیدا ہونا شروع ہو جائیں تو اس سے برطانیہ کو بھی ترقی ملے گی اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا مستقبل بھی روشن ہو جائے گا۔

میرے پیارے بچو اور میری پیاری بچیو! اللہ تعالیٰ اور اپنے پیارے نبی کی ذات سے محبت کرو، اسلام پر چلنے کی کوشش کرو۔ زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کرو اور خاص کر سیاست، میڈیا، سائنس اور ٹیکنالوجی میں آگے بڑھو۔ اگر تم میں سے کوئی کینسر کا علاج تلاش کر لے یا پٹرول کی بجائے پانی سے کار چلانے کا طریقہ ایجاد کر لے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے کردار کو دیکھ کر انگریز عوام تمہاری عزت کریں گے اور تمہاری سائنسی تحقیق کو دیکھ کر انگریز حکومت تمہاری عزت کرے گی۔

Marfat.com

ہمت کرو جوانو کشتی بھنور سے نکلے　　ایسا نہ ہو کہ بلبل روتا چمن سے نکلے

اسلام اور سائنس

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک زمین و آسمان کی پیدائش اور لیل و نہار کی گردش میں اہل عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔ (قرآن: ۳: ۱۹۰) اس آیت کی تفسیر میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے یہ آیت پڑھی اور اس میں غور و فکر نہیں کیا اس کے لئے خرابی اور جہنم ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ آل عمران: زیر آیت نمبر ۱۹۰)

☆ حضرت جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عالم اپنے بستر پر لیٹے ہوئے ایک گھڑی کے لئے جب اپنے علم میں غور و فکر کرتا ہے تو اس کی وہ ایک گھڑی ایک عابد کی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

(کنز العمال: ۲۸۷۸۹: جلد ۱۰: ص ۱۵۴)

☆ حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ تمام لوگوں سے افضل وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر کرتے ہیں اور سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر نہیں کرتے۔

(جمع الجوامع: ۱۶۰۷۱: جلد ۴: ص ۱۲۷)

☆ حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر چیز میں غور و فکر کرو مگر اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر نہ کرو۔ (الجامع الصغیر: ۳۳۴۵: جلد ۱: ص ۲۰۱)

☆ حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مخلوق میں غور و فکر کرو، خالق میں غور و فکر نہ کرو، کیونکہ تم اس کی قدر کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ (الجامع الصغیر: ۳۳۴۶: جلد ۱: ص ۲۰۱)

☆ حضرت ابو ذر ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور و فکر کرو، اللہ تعالیٰ میں غور و فکر نہ کرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ (الجامع الصغیر: ۳۳۴۷: جلد ۱: ص ۲۰۱) یعنی تم اللہ تعالیٰ کی حقیقت نہیں سمجھ سکو گے اور اپنے غلط اندازوں کی وجہ سے گمراہ ہو جاؤ گے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں اسے پائے وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ (ترمذی: ۲۶۸۷: ابواب العلم: باب ۱۹)

☆ علامہ بیضاوی لکھتے ہیں: کائنات میں غور و فکر کرنا سب سے افضل عبادت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تفکر کے ہم پایہ کوئی عبادت نہیں۔ (تفسیر بیضاوی: سورہ آل عمران (۳): زیر آیت نمبر ۱۹۱)

لمحہ فکریہ

مہلک امراض کے علاج کے لئے تحقیق کرنا، ملک کی حفاظت اور ترقی کے لئے سائنسدان پیدا کرنا، انسانی ضروریات کو پورا کرنے اور انسانی سہولیات میں اضافہ کرنے کے لئے کائنات میں غور و فکر کرنا واقعی بہت بڑی عبادت ہے۔ میرے خیال میں آج مسلمانوں کو دنیا میں باوقار زندگی گزارنے کے لئے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کا علم حاصل کرنا صرف ضروری ہی نہیں بلکہ سب سے

Marfat.com

مقدم فرض اور افضل عبادت ہے۔

اس افضل عبادت کے سلسلہ میں آج ہماری غفلت کا عالم یہ ہے کہ غیر مسلم چاند پر اتر چکے ہیں اور ہمارے لئے عید کا چاند تلاش کرنا ابھی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ غیر مسلم قومیں کائنات میں غور وفکر کر کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے آسمان پر پہنچ چکی ہیں اور ہم ابھی زمین پر ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچ رہے ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا ۔ کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جب تک مسلمان کائنات میں غور وفکر کرتے رہے اور دنیا کو نئی ایجادات سے بہرہ ور کرتے رہے تو دنیا ان کی عظمت کے گیت گاتی رہی لیکن جب مسلمانوں نے تفکر اور تدبر سے پہلوتہی کر لی تو ذلت ورسوائی ان کا مقدر بن گئی۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر
درس قرآں نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

مکمل انسان

تعلیم کے بغیر انسان مکمل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جب اپنی قدرت سے پیدا فرمایا تو پڑھا ہوا پیدا فرمایا۔ اور جب والدین کے وسیلہ سے پیدا فرمایا تو اس کی تعلیم کی ذمہ داری اس کے والدین پر چھوڑ دی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تین دفعہ اپنی قدرت سے پیدا فرمایا۔

نمبر ایک: حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پڑھا ہوا پیدا فرمایا اسی لئے انہوں نے پیدا ہوتے ہی عرش پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا پڑھ لیا۔

(المواهب اللدنية: جلد اول: ص ۸۲، البدايه والنهايه: جلد اول: ص ۸۱، شرح زرقانی: جلد اول: ص ۱۱۹)

نمبر دو: حضرت مریم پر جب الزام لگایا گیا کہ تیری شادی نہیں ہوئی، یہ بچہ کہاں سے لائی ہو؟ حضرت مریم نے فرمایا: تم اسی بچے سے پوچھو کہ وہ کہاں سے آیا ہے؟ تو قرآن بیان کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں فرمایا: قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔
(قرآن: ۱۹: ۳۰)

نمبر تین: قیامت کے دن جب لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دوبارہ زندہ ہوں گے تو خواہ کوئی مسلمان ہو یا غیر مسلم، کوئی عورت ہو یا مرد سب کی زبان عربی ہوگی اور سب پڑھے ہوئے ہوں گے۔ ہر ایک کے سامنے اس کا اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا: اِقْرَاْ کِتٰبَکَ، کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا۔ اپنا اعمال نامہ پڑھ لے، آج کے دن اپنا حساب کرنے کے لئے تو خود ہی کافی ہے۔ (قرآن: ۱۷: ۱۴)

Marfat.com

آیاتہا ۱۹ | ۹۶ سُوْرَۃُ الْعَلَقِ مَکِّیَّۃٌ ۱ | رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱ — ۱۔ پڑھیے! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا فرمایا۔[۱]

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ — ۲۔ جس نے انسان کو معلق خون سے پیدا فرمایا۔[۲]

---

[۱] قرآن مجید ۲۳ سالوں کے دوران بتدریج نازل ہوا لیکن اس کی سب سے پہلی وحی اس سورت کی پہلی پانچ آیات ہیں جو غار حرا میں نازل ہوئیں۔ پہلی آیت میں بسم اللہ پڑھنے اور علم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ پہلی وحی کے حوالے سے وحی کی تعریف، وحی نازل ہونے کی صورتیں، پہلی وحی کی تفصیل، بعثت سے پہلے نبی کا کفر و شرک سے پاک ہونا، بعثت سے پہلے نبی کا ایمان، بعثت سے پہلے اپنی نبوت کا علم، کیا نبی ﷺ پڑھ سکتے تھے؟ کیا نبی ﷺ جبریل امین کو پہچانتے تھے؟ اور علم حاصل کرنے کی اہمیت و فضیلت وغیرہا کے لئے اس سورت کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

غار حرا

غار حرا جس پہاڑ کی چوٹی پر ہے اس کا نام جبل نور ہے۔ غار حرا چار گز لمبی اور دو گز چوڑی ہے۔ جبل نور اور اس کے ارد گرد جتنے پہاڑ ہیں وہ خشک اور بے آب و گیاہ ہیں۔ راستہ اتنا کٹھن اور دشوار گزار ہے کہ صحت مند اور طاقتور آدمی بھی وہاں بڑی مشکل سے پہنچنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اگرچہ اب پہاڑ کو کاٹ کر سیڑھیاں بنائی گئی ہیں پھر بھی پون گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ یہ پہاڑ مسجد حرام سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے اور اب تو مکہ شہر اتنا پھیل گیا ہے کہ اس کی عمارتیں جبل نور تک پہنچی ہوئی ہیں۔

ابوالعباس قسطلانی لکھتے ہیں کہ ابن ابی جمرہ نے کہا: اگرچہ دوسرے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھی اس قسم کے گوشہ عزلت کو تلاش کیا جا سکتا تھا لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنی گوشہ نشینی کے لئے غار حرا کو اس لئے پسند فرمایا کہ یہاں یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت بھی ہو سکتی تھی کیونکہ کعبہ شریف کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: جلد اول: ص ۱۰۶: کتاب الوحی: باب ۳) لیکن اب بلند عمارتوں کے باعث غار حرا سے کعبہ نظر نہیں آتا۔

[۲] اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا اور پھر بنی آدم کو علق سے پیدا فرمایا۔ اس میں انسان کو اس کی حقیقت یاد کرائی جا رہی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے خون کے لوتھڑے سے خوب صورت انسان بنایا، لہٰذا وہ سرکشی اور تکبر نہ کرے بلکہ شکر ادا کرے۔ نیز اس آیت میں سائنسی تعلیم کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے اس سورت کے تعارف میں ''قرآن کی پہلی وحی اور اسلام کی تعلیمی پالیسی'' ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ ۳۔ پڑھیے! اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔[۳]

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ ۴۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔[۴]

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ﴿۵﴾ ۵۔ جس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔[۵]

[۳] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ اگر چہ قرآن مجید اپنی قدر و منزلت اور عظمت و جلالت کے اعتبار سے اتنا بھاری ہے کہ اگر اس کو پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ پھٹ جاتا لیکن آپ گھبرائیں نہیں، آپ کا رب بڑا کریم ہے وہ آپ کے لئے اس کا پڑھنا اور پڑھانا آسان کر دے گا۔

[۴] اس آیت میں لکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اگر لکھنے میں غفلت برتی جاتی تو آج ہم قدیم علماء کے علوم وفنون سے استفادہ کیسے کر سکتے؟

قلم کی اہمیت

حضرت قتادہ نے فرمایا: قلم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر قلم نہ ہوتا تو نہ دین قائم رہتا اور نہ ہی نظام زندگی درست ہوتا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ علق (۹۶): زیر آیت نمبر ۴)

آج قرآن مجید اور حدیث پاک تحریری شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں پھر بھی اختلافات کا بازار گرم ہے اور اگر یہ دونوں ماخذ تحریری شکل میں نہ ہوتے تو آپ خود اندازہ کریں ہمارے اختلافات کا عالم کیا ہوتا۔

انسانوں میں سب سے پہلے کس نے لکھا؟

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے لکھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام نے لکھا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ علق (۹۶): زیر آیت نمبر ۴)

[۵] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام، نبی کریم ﷺ یا عام انسان ہیں، یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم سکھایا اور دیگر انسانوں کو انبیائے کرام علیہم السلام نے علم سکھایا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا علم

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہزار پیشوں کا علم دیا اور فرمایا: اپنی اولاد کو کہنا کہ اگر تم صبر نہ کر سکو تو ان پیشوں کے ذریعہ دنیا حاصل کرو اور دین کے ذریعہ دنیا حاصل نہ کرو کیونکہ دین صرف میرے لئے خالص ہے۔ اس کے لئے خرابی اور جہنم ہے جو دین کے ذریعہ دنیا طلب کرتا ہے۔

(کنز العمال: ۲۹۰۹۱: جلد ۱۰: ص ۲۰۶، البدر المنیر: امام شعرانی: حدیث نمبر ۱۵۰۷: ص ۲۸۹)

☆ {اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام سکھائے، پھر ان چیزوں کو فرشتوں پر پیش کیا اور فرمایا: اگر تم (اپنے

Marfat.com

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ﴿۶﴾ ۶۔ بے شک انسان سرکشی کرتا ہے۔[۶]

خیال میں) سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ۔} (قرآن: ۲: ۳۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے حقائق اور خواص کا علم عطا فرمایا۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ بقرہ (۲): زیر آیت نمبر ۳۱)

فرشتوں پر حضرت آدم علیہ السلام کی برتری ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت یا عبادت کا سوال نہیں کیا بلکہ مختلف اشیاء کے نام اور اسرار پوچھے، اس سے ایک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ انسانی معاشرہ کے لئے صرف عبادت ہی کافی نہیں (جو فرشتوں کے پاس وافر مقدار میں تھی) بلکہ کائنات کی اشیاء کا تفصیلی علم بھی ضروری ہے جس کو آج سائنس کا نام دیا جاتا ہے۔ فرشتوں کے پاس توحید و عبادت کے جو علوم تھے وہ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت میں رکھ دیئے تھے اور تخلیق کے بعد جو علم سب سے پہلے سکھایا وہ سائنسی اور دنیاوی علم تھا کیونکہ دینی اور دنیاوی علوم کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔

سائنسدان اس انسان کو کہتے ہیں جو اس مادی دنیا کی کسی چیز کی حقیقت اور خاصیت کا مطالعہ کرتا ہے اور اس چیز کے ایک دو خواص کا اس نے انکشاف کر لیا لیکن اس چیز کے کتنے خواص ابھی باقی ہیں یہ کسی سائنسدان کو معلوم نہیں مگر آدم علیہ السلام تو دینی علوم کے علاوہ کائنات کی ہر چیز کی حقیقت اور اس کے تمام خواص سے آگاہ تھے، لہٰذا آج دنیا کا کوئی سائنسدان حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ ہر سائنسدان ان کا احسان مند ہے کیونکہ ان حقائق کی اصل تو اولاد آدم میں منتقل ہوتی چلی آرہی ہے، جو بھی کوشش کرے گا وہ اپنی استعداد کے مطابق ان حقیقتوں کو دریافت کرتا جائے گا۔ چونکہ ان کا تعلق مادی تجربات سے ہے جس میں کافر و مسلمان کی کوئی تفریق نہیں ہے اس لئے جو جتنا زیادہ تجربات کرے گا وہ اتنا بڑا سائنسدان بن جائے گا۔

میرے خیال میں دین اسلام کو نافذ کرنے اور کامیاب حکومت کرنے کے لئے سائنسی علوم بھی ضروری ہیں۔ کیونکہ اب گھوڑے اور تلوار کے ذریعہ جہاز اور ایٹم بم کا مقابلہ نہیں ہو سکتا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ جب تک مسلمان سائنسی علوم میں دلچسپی لیتے رہے اس وقت تک مسلمان دنیا میں سُپر پاور تھے اور اہلِ یورپ نے بھی ترقی اُس وقت کی جب انہوں نے مسلمانوں سے سائنسی علوم سیکھے اور آج پچاس سے زائد اسلامی حکومتیں کاسۂ گدائی لے کر اس لئے بھیک مانگ رہی ہیں کہ سائنسی علوم میں کنگال ہو چکی ہیں۔

لمحہ فکریہ

قرآن مجید کی سب سے پہلے نازل ہونے والی پانچ آیات میں نماز، روزہ، حج یا زکوٰۃ کا حکم نہیں بلکہ پڑھنے، پڑھانے اور لکھنے کا ذکر ہے اور یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جس قوم کی مذہبی کتاب کا نام قرآن یعنی پڑھنا ہے اور اس کتاب کے نازل ہونے والے پہلے لفظ میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے مگر وہ قوم آج علم کے میدان میں دوسری قوموں سے پیچھے ہے۔ علم و فن کی اہمیت کے لئے اس سورت کے تعارف میں ''قرآن کی پہلی وحی اور اسلام کی تعلیمی پالیسی'' ملاحظہ فرمائیں۔

[۶] اس سورت کی پہلی پانچ آیات سب سے پہلے نازل ہوئیں یعنی ان آیات سے نزول قرآن کی ابتدا ہوئی۔ اس سورت کی بقیہ

Marfat.com

اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰىؕ ۝۷	۷۔ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے۔
اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰىؕ ۝۸	۸۔ بے شک تجھے اپنے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے۔
اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰىۙ ۝۹	۹۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔
عَبْدًا اِذَا صَلّٰىؕ ۝۱۰	۱۰۔ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔
اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤىۙ ۝۱۱	۱۱۔ بھلا دیکھیے تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا۔[۷]

چودہ آیات کافی عرصہ بعد نازل ہوئیں کیونکہ ان آیات کا تعلق ابوجہل سے ہے۔(تفسیر قرطبی) جس میں وہ نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے اور ظاہر ہے یہ اس دور کا واقعہ ہے جب آپ ﷺ نے نبوت اور دعوت کا اعلان کر دیا اور اہل مکہ آپ ﷺ کی مخالفت میں سرگرم ہو گئے۔اس واقعہ کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس طرح نقل کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے (اپنے کافر ساتھیوں سے) کہا: کیا محمد (ﷺ) تمہارے سامنے اپنا چہرہ زمین پر رکھتے ہیں؟ کہا گیا: ہاں۔ابوجہل نے کہا: لات اور عزیٰ کی قسم! اگر میں نے ان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو میں ان کی گردن کو روندوں گا یا ان کے چہرے کو مٹی میں ملا دوں گا، پھر ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو ابوجہل آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کی گردن روندنے کا ارادہ کیا، وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ اچانک پیچھے ہٹا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کرنے لگا۔اس سے پوچھا گیا: تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: میرے اور ان کے درمیان ایک ہولناک خندق تھی جس سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضوا چک لیتے۔اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ (مسلم: ۷۰٦۵: صفات المنافقین: باب ٦)

جب کوئی انسان مال و دولت اور قوت و اقتدار کے حوالے سے ترقی کرتا ہے اور اپنی ضروریات زندگی میں کسی کا محتاج نہیں رہتا تو وہ انسان اکثر خود غرضی اور سرکشی کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو بے نیاز سمجھنے لگتا ہے یعنی طاقت کے نشہ میں دوسروں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ابوجہل بھی چونکہ بڑا مالدار تھا اور اپنے خاندان کا ایک اہم رہنما شمار ہوتا تھا اس لئے وہ بھی اتنا سرکش ہو گیا تھا کہ اس نے نبی ﷺ کو نماز پڑھنے سے منع کیا اور بصورت دیگر حملہ کرنے کی دھمکی دی، لیکن سرکش انسان کی یہ کتنی بڑی حماقت ہے کہ وہ اس خالق حقیقی سے غفلت کر رہا ہے جس نے اس کو پانی کے ایک معمولی قطرہ سے پیدا کیا اور بالآخر اسے پھر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اپنی سرکشی کا حساب دینا ہے۔

[۷] ابوجہل اگر نبی ﷺ کی دعوت قبول کر لیتا اور لوگوں کو پرہیزگاری کی تلقین کرتا تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہوتا، لیکن جب اس نے نبی ﷺ کو جھٹلا دیا اور ان کی فرمانبرداری سے منہ پھیر لیا تو کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کی سرکشی اور بدعملی کو

Marfat.com

أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿١٢﴾

١٢۔ یا وہ پرہیزگاری کا حکم دیتا۔

أَرَءَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٣﴾

١٣۔ بھلا دیکھیے تو اگر اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔

أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿١٤﴾

١٤۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ (اسے) دیکھ رہا ہے۔

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾

١٥۔ خبردار! اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾

١٦۔ وہ پیشانی جو جھوٹی اور خطاکار ہے۔[٨]

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿١٧﴾

١٧۔ پس وہ اپنے ہم نشینوں کو بلا لے۔

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾

١٨۔ ہم بھی عنقریب دوزخ کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔

كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿١٩﴾ ع

١٩۔ ہرگز نہیں! آپ اس کی کوئی بات نہ مانیں اور آپ سجدہ کریں اور قریب ہو جائیں۔[٩]

دیکھ رہا ہے اور وہ اسے اس کی بدعملی کی سخت سزا دے گا۔

[٨] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل کہنے لگا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ مجھے کس چیز سے ڈرا رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! اس وادی کے اکثر لوگ میری مجلس میں بیٹھنے والے ہیں۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر قرطبی) ان آیات میں ابوجہل کو وارننگ دی گئی ہے کہ اگر وہ سرکشی اور کذب بیانی سے باز نہ آیا تو ہم اس جھوٹے اور خطاکار کو اس کی پیشانی کے اوپر والے بالوں سے پکڑ کر زمین پر گھسیٹیں گے۔ آج بے شک وہ مدد کے لئے اپنے ہم نشینوں کو بلا لے، ہم بھی میدان حشر میں دوزخ کے فرشتوں کو بلا کے حساب بے باک کر دیں گے۔ پھر دنیا نے بہت جلد جنگ بدر کا دن بھی دیکھا جس میں اسلام کے سپاہیوں نے ابوجہل کے مردہ جسم کو گھسیٹ کر بدر کے گڑھے میں پھینکا اور اسی طرح میدان حشر میں دوزخ کے فرشتے اس کو پیشانی کے بل گھسیٹ کر جہنم رسید کریں گے۔

[٩] یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جھوٹے اور خطاکار کی باتوں کی ہرگز کوئی پرواہ نہ کریں بلکہ اپنے رب کے لئے سجدوں کا سلسلہ جاری رکھیں اور ان کے ذریعہ اپنے رب کا قرب حاصل کرتے رہیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس

Marfat.com

وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہو، لہٰذا سجدہ میں بہت دعا کیا کرو۔ (مسلم: ۱۰۸۳: کتاب الصلاۃ: باب ۴۲)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ اور اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ میں سجدہ کیا۔ (مسلم: ۱۳۰۲: کتاب المساجد: باب ۲۰) اس سے مراد سجدہ تلاوت ہے، لہٰذا اس آیت کو ہر پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز پیر ۳ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲۸ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورہ علق کی تفسیر آج ہی چند گھنٹوں میں مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ القدر (۹۷)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''قدر ہے'' جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

لیلۃ القدر

اس سورت میں قرآن مجید اور لیلۃ القدر کی فضیلت بیان کی گئی ہے یعنی:

☆ قرآن مجید کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسی نے اس کو نازل فرمایا ہے۔

☆ نزول قرآن کا سلسلہ لیلۃ القدر میں شروع ہوا۔

☆ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

☆ اس رات میں جبریل امین اور کثیر تعداد میں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اس رات میں عبادت کرنے والوں کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔

☆ یہ رات غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک سراسر سلامتی والی ہے۔ جو شخص اس رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سلامتی اور رحمت سے سرفراز فرماتا ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ
بعد از فجر بروز منگل ۴ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲۹ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

ایاتها ۵ ۹۷ سورۃ القدر مکیۃ ۲۵ رکوعها ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ۚ﴿۱﴾ ۱۔ بے شک ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے۔[۱]

---

[۱] یعنی قرآن مجید کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ ہمارا کلام ہے اور ہم نے ہی اس کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے۔ اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے: اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی قدرومنزلت والی کتاب، بڑی قدرومنزلت والے رسول پر اور بڑی قدرومنزلت والی امت کے لئے نازل فرمائی۔ نیز اس رات میں قدرومنزلت والے فرشتے بھی نازل ہوتے ہیں، عبادات کی قدرومنزلت بھی بڑھا دی جاتی ہے اور جو شخص قدرومنزلت والا نہیں ہوتا اگر وہ اس رات میں عبادت کرے تو وہ بھی قدرومنزلت والا بن جاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

قرآن مجید کی قدرومنزلت

قرآن مجید کی قدرومنزلت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ جس رات میں نازل ہوا وہ رات قدر والی ہوگئی، وہ جس غار میں نازل ہوا وہ غار قدر والی ہوگئی، وہ جس مہینہ میں نازل ہوا وہ مہینہ قدر والا ہوگیا اور وہ جس کاغذ پر لکھا گیا وہ کاغذ بھی قدر والا ہوگیا، اسی طرح جو شخص اس پر عمل کرے گا وہ بھی قدر والا ہو جائے گا۔

لیلۃ القدر سے کون سی رات مراد ہے؟

اتنی بات تو قرآن مجید سے واضح ہے کہ یہ رات ماہ رمضان کی کوئی رات ہے کیونکہ نزول قرآن کا سلسلہ ماہ رمضان میں شروع ہوا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔ (قرآن: ۲: ۱۸۵) مگر اس رات کی تاریخ کے تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں دو احادیث ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ (بخاری: ۲۰۱۷: کتاب لیلۃ القدر: باب ۳)

☆ حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رمضان کی ستائیسویں رات کو خواب میں لیلۃ القدر کو دیکھا، نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری دس دنوں میں واقع ہوا ہے، پس لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (مسلم: ۲۷۶۳: کتاب الصیام: باب ۴۰)

Marfat.com

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ؕ ﴿۲﴾ ۲۔ اور آپ کیا سمجھے کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟

لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ؕ ﴿۳﴾ ۳۔ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔[۲]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں (۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹) میں سے کوئی ایک رات ہے مگر جمہور علماء کے نزدیک رمضان کی ستائیسویں رات لیلۃ القدر ہے۔

☆ حضرت زر بن حُبیش ؓ بیان کرتے ہیں: ابی بن کعب ؓ نے قسم کھا کر فرمایا کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ میں نے پوچھا: آپ کس بنیاد پر یہ کہہ رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: اس علامت کی بنیاد پر جس کی رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی صبح کو سورج بغیر شعاعوں کے طلوع ہوتا ہے۔

(مسلم: ۲۷۷۷: کتاب الصیام: باب ۴۰)

بہر حال لیلۃ القدر کو متعین نہ کرنے میں کئی حکمتیں ہیں تاکہ ماہ رمضان کے بابرکت مہینے میں اہل ایمان صرف ایک رات پر اکتفا نہ کریں بلکہ کم از کم پانچ راتیں تو جاگ کر اپنے رب کو یاد کریں۔

[۲] بعض نسبتوں کی وجہ سے بعض مقامات دیگر مقامات سے افضل ہیں اور ان میں جا کر عبادت کرنا دیگر مقامات سے زیادہ فضیلت کا حامل ہے، جیسا کہ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کا ثواب ہے اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہے۔

(ابن ماجۃ: ۱۴۱۳: ابواب اقامۃ الصلاۃ: باب ۱۹۸)

اسی طرح بعض نسبتوں کی وجہ سے بعض اوقات دیگر اوقات سے افضل ہیں اور ان میں عبادت کرنا دیگر اوقات سے زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔ ان میں ماہ رمضان، جمعہ کا دن اور لیلۃ القدر شامل ہیں۔

لیلۃ القدر کی فضیلت

☆ امام مالک ؒ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے با اعتماد اہل علم سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو پہلے لوگوں کی عمریں دکھائی گئیں تو انہوں نے اپنی امت کی عمروں کو کم سمجھا کیونکہ وہ اتنے عمل نہیں کر سکیں گے جتنے لمبی عمر والے پہلے لوگ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

(موطا امام مالک: کتاب الاعتکاف: باب لیلۃ القدر: جلد اول: ص ۳۲۱)

☆ مجاہد بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار سال تک

Marfat.com

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ ۝۴

۴۔ اس رات میں فرشتے اور روح (جبریل امین) اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے اترتے ہیں۔

سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝۵

۵۔ یہ رات طلوع فجر تک (سراسر) سلامتی ہے۔[۳]

ہتھیار پہنے رہا، مسلمانوں کو اس پر بہت تعجب ہوا (یعنی مسلمانوں کی تو اتنی لمبی عمریں ہی نہیں، لہٰذا وہ پہلے لوگوں جتنی نیکیاں نہیں کر سکیں گے۔) تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔ (شعب الایمان: ۳۶۶۸: جلد ۳: ص ۳۲۳)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر کو قائم کیا تو اس کے بھی گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری: ۲۰۱۴: کتاب فضل لیلۃ القدر: باب ۱)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر مجھے لیلۃ القدر نصیب ہو جائے تو میں اس میں کون سی دعا مانگوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو یہ دعا مانگنا: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ (ترمذی: ۳۵۱۳: کتاب الدعوات: باب ۸۴) یعنی اے اللہ تعالیٰ! بے شک تو بہت معاف فرمانے والا ہے، معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے، سو مجھے بھی معاف فرما دے۔

[۳] یعنی اس رات میں جبریل امین اور کثیر تعداد میں فرشتے اپنے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں، ہر اس کام کے لئے جو اس رات میں مقدر ہوتا ہے۔ غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک یہ ساری رات سلامتی والی ہے، اس میں فرشتوں کی آمد اور رحمتوں کے نزول کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جو بھی اس رات کو قیام کرتا ہے فرشتے اس کی سلامتی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لیلۃ القدر آتی ہے تو جبریل امین فرشتوں کی جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں اور یہ سارے فرشتے ہر اس شخص کے لئے دعائے مغفرت اور التجائے رحمت کرتے ہیں جو کھڑے ہوئے یا بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے۔ لیلۃ القدر میں عبادت کرنے والوں کا جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے سبب فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! اس مزدور کی جزا کیا ہونی چاہیے جس نے اپنا کام پورا کر دیا ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! اس کی جزا یہ ہے کہ اس کو پورا اجر دیا جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! میرے غلاموں اور میری کنیزوں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب وہ دعا کرتے ہوئے عیدگاہ کی طرف جا رہے ہیں۔ مجھے اپنی عزت، اپنے جلال، اپنے کرم، اپنی بلندی اور اپنی رفعت مکانی کی قسم ہے! میں ان کی دعا ضرور قبول کروں گا، پھر (نماز عید کے بعد) اللہ تعالیٰ انہیں فرماتا ہے: اب تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، بے شک میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے ہیں بلکہ تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر وہ اس حال میں گھر لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ بخش دیئے گئے ہوتے ہیں۔ (شعب الایمان:

Marfat.com

۲۱۷ ۳: جلد ۳: ص ۳۴۳، مشکوۃ المصابیح: ۲۰۹۶: کتاب الصوم: باب لیلۃ القدر) یعنی لیلۃ القدر میں عبادت کرنے والوں کو عید الفطر کے دن یہ خوش خبری سنائی جاتی ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز منگل ۴ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲۹ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی سورہ قدر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علٰی سید المرسلین وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ البَیِّنَۃ (۹۸)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "بینہ" ہے۔ اس کا دوسرا نام لم یکن ہے اور یہ دونوں نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔

عظیم الشان رسول کی ضرورت

اس سورت کی ابتدا میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب کے مشرکین اور کافر اہل کتاب اپنے کفر و شرک میں اتنے سخت ہو چکے تھے کہ وہ اس وقت تک اپنے کفر و شرک سے باز آنے والے نہیں تھے جب تک ان کے پاس کوئی غیر معمولی روشن دلیل نہ آ جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک عظیم الشان رسول یعنی حضرت محمد ﷺ کو بھیجا جن کی پوری زندگی ان کے لئے ایک غیر معمولی روشن دلیل تھی کیونکہ وہ خود آپ ﷺ کو صادق اور امین کہتے تھے۔ نیز وہ عظیم الشان رسول انہیں قرآن مجید پڑھ کر سناتا ہے جو پاک صحیفوں میں محفوظ ہے اور اس میں درست احکام درج ہیں۔

دین مستقیم ہمیشہ ایک ہی رہا ہے

آیت نمبر چار اور پانچ میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے اگرچہ اہل کتاب کے آپس میں عقائد کے اعتبار سے اختلافات تھے مگر اس بات پر سب متفق تھے کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ تشریف لانے والے ہیں کیونکہ ان کے اوصاف ان کی کتابوں میں واضح طور پر موجود تھے، لیکن جب نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو وہ دو فرقوں میں بٹ گئے، ان میں سے بعض تو نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے اور بعض نے پہچاننے کے باوجود انکار کر دیا۔ اس جگہ اہل کتاب کو تلقین کی جا رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے بلکہ آپ ﷺ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی اپنی قوموں کو اسی دین مستقیم کی تبلیغ کی ہے۔

بدترین لوگ اور بہترین لوگ

اس سورت کے آخر میں یہ بتایا گیا ہے کہ تمام مخلوق میں بدترین لوگ وہ ہیں جو کفر و شرک کرتے ہیں اور تمام مخلوق میں بہترین لوگ وہ ہیں جو ایمان لا کر نیک اعمال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور یہی وہ خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز بدھ ۵ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۳۰ محرم ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

آیاتہا ۸ ۹۸ سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۰ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ①

۱۔ اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، (وہ) اور مشرکین اس وقت تک (کفر و شرک سے) الگ ہونے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آجائے۔[۱]

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ②

۲۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہیں جو پاک صحیفے پڑھ کرسناتے ہیں۔[۲]

فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ③

۳۔ جن میں درست احکام درج ہیں۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ④

۴۔ اہل کتاب فرقوں میں نہ بٹے مگر اس کے بعد کہ جب ان کے پاس روشن دلیل آگئی۔[۳]

---

[۱] نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب میں دو قسم کے لوگ آباد تھے، بعض مشرک اور بعض اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور پھر اہل کتاب میں سے بعض توحید پر قائم تھے اور بعض توحید کو چھوڑ کر کفر میں مبتلا ہو چکے تھے۔ اس آیت میں مشرکین اور کافر اہل کتاب کا ذکر کیا گیا ہے یعنی وہ لوگ اپنے کفر و شرک میں اتنے سخت ہو چکے تھے کہ وہ اس وقت تک اپنے کفر و شرک سے باز آنے والے نہیں تھے جب تک ان کے پاس کوئی غیر معمولی روشن دلیل نہ آجائے۔ اور اس کے بعد بھی اگر وہ ایمان نہ لائیں تو ان پر حجت قائم ہو جائے گی اور وہ روز قیامت کوئی عذر نہ کر سکیں گے۔

[۲] چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک عظیم الشان رسول یعنی حضرت محمد ﷺ کو بھیجا جن کی پوری زندگی ان کے لئے ایک غیر معمولی روشن دلیل تھی کیونکہ وہ خود آپ ﷺ کو صادق اور امین کہتے تھے۔ نیز وہ عظیم الشان رسول انہیں قرآن مجید پڑھ کر سناتا ہے جس میں درست احکام درج ہیں اور وہ پاک صحیفوں میں محفوظ ہے۔ قرآن مجید خود بھی اور جن صحیفوں میں وہ محفوظ ہے وہ سب ہر قسم کے عیب و نقص سے پاک ہیں، ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہیں اور شیاطین کی دسترس سے بہت دور ہیں۔

[۳] اس آیت کی تفسیر میں علامہ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے اگرچہ اہل کتاب کے آپس میں

Marfat.com

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝

۵۔ حالانکہ ان کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے صرف اسی کی عبادت کریں، بالکل یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی دین مستقیم ہے۔[۴]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝

۶۔ بے شک اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، (وہ) اور مشرکین دوزخ کی آگ میں جائیں گے اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے، وہی لوگ تمام مخلوق میں بدترین ہیں۔[۵]

عقائد کے اعتبار سے اختلافات تھے مگر اس بات پر سب متفق تھے کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ تشریف لانے والے ہیں کیونکہ ان کے اوصاف ان کی کتابوں میں واضح طور پر موجود تھے۔ (تفسیر مظہری) بلکہ دشمنوں کے مقابلہ میں فتح حاصل کرنے کے لئے بھی نبی آخر الزمان ﷺ کے نام کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے، جیسا کہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت سے پہلے یہودی جب کبھی کفار و مشرکین سے جنگ ہوتی اور ان کی فتح کے امکانات مخدوش ہو جاتے تو اس وقت تورات کو سامنے رکھتے، وہ مقام کھولتے جہاں حضور اکرم ﷺ کی صفات کا ذکر ہوتا اور وہاں ہاتھ رکھ کر اس طرح دعا مانگتے: اے اللہ! ہم تجھے تیرے اس نبی کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں جس کا تو نے آخر زمانہ میں بھیجنے کا وعدہ فرمایا، آج ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح عطا فرما تو حضور اکرم ﷺ کے صدقے اللہ تعالیٰ انہیں فتح دیتا۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ بقرہ (۲): زیر آیت نمبر ۸۹) لیکن ان کا خیال یہ تھا کہ نبی آخر الزمان ﷺ بنی اسرائیل سے ہوگا اور جب نبی کریم ﷺ کو قبیلہ قریش سے مبعوث کیا گیا تو وہ اس معاملہ میں دو فرقوں میں بٹ گئے، ان میں سے بعض تو نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے اور بعض نے پہچاننے کے باوجود صرف نسلی تعصب کی وجہ سے انکار کر دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ اس سے پہلے (نبی ﷺ کے وسیلے سے) کفار پر فتح کی دعا مانگتے تھے اور جب ان کے پاس وہ نبی تشریف فرما ہوا جسے وہ جانتے تھے تو انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا۔ (قرآن: ۸۹:۲)

[۴] یعنی نبی کریم ﷺ کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے بلکہ آپ ﷺ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی اپنی قوموں کو یہی حکم دیا تھا کہ وہ ہر قسم کے باطل سے منہ موڑ کر پورے اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، یہی وہ عقیدہ و عمل کی بنیادی چیزیں ہیں جن کے مجموعہ کو دین مستقیم کہا جاتا ہے اور ہر نبی نے اسی دین کی تبلیغ کی ہے۔

[۵] تمام مخلوق میں بدترین لوگ وہ ہیں جو کفر و شرک کرتے ہیں، وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۟ؕ ⑦

۷۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے وہی لوگ تمام مخلوق میں بہترین ہیں۔[٦]

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۟ ⑧ ع

۸۔ ان کی جزا ان کے رب کے ہاں دائمی باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے، یہ (جزا) اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا رہا۔[۷]

[٦] علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: اس آیت سے علمائے اہل سنت نے یہ استدلال کیا ہے کہ مومنین صالحین ملائکہ سے افضل ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے، وہ تمام مخلوق سے بہتر ہیں اور تمام مخلوق میں ملائکہ بھی داخل ہیں، لہٰذا مومنین صالحین ملائکہ سے افضل ہیں، تاہم اس میں تفصیل یہ ہے کہ رسل بشر، رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ، عام مومنین صالحین سے افضل ہیں اور عام مومنین صالحین عام ملائکہ سے افضل ہیں۔

(تفسیر تبیان القرآن: سورہ بینہ (۹۸): زیر آیت نمبر ۷)

نیز فرشتے نافرمانی کا اختیار ہی نہیں رکھتے اس لئے اطاعت کرنا ان کی فطرت ہے جبکہ انسان نافرمانی کا اختیار بھی رکھتا ہے اور شیطانی وساوس اسے نافرمانی کی ترغیب بھی دیتے ہیں اس کے باوجود انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا راستہ اختیار کرتا ہے، خون پسینہ کی کمائی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور مشکلات اور مصائب پر صبر کرتا ہے۔ یہ ساری مشقتیں ایسی ہیں جو انسان ہی کو لاحق ہوتی ہیں اور اسی لئے وہ بہترینِ خلائق حتیٰ کہ فرشتوں سے بہتر ہونے کا حق رکھتا ہے۔

[۷] جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور اگر کبھی خطا کر بیٹھیں تو فوراً توبہ اور نیکی کر کے اسے بخشوانے کا انتظام کر لیتے ہیں۔ یہ وہ خوش نصیب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دائمی جنتوں میں داخل فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی بندگی کو دیکھ کر ان پر راضی ہو جائے گا اور وہ آپنے رب تعالیٰ کی بندہ نوازی دیکھ کر راضی ہو جائیں گے۔

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور تیری اطاعت کے لئے تیار ہیں، ہر قسم کی خیر تیرے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو گئے؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں کیا ہوا کہ ہم تجھ سے راضی نہ ہوں، اے ہمارے رب! تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو مخلوق میں سے کسی کو نہیں عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں تم کو اس سے زیادہ افضل چیز نہ عطا کروں؟ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! اس سے افضل چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی رضا

Marfat.com

حلال کرتا ہوں، میں اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ (بخاری:۶۵۴۹: کتاب الرقاق: باب۵۱)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بوقت چاشت بروز بدھ ۵ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۳۰ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی چند گھنٹوں میں سورہ بینہ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ الزلزال (۹۹)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''زلزال'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

زمین کی خبریں

اس سورت کی ابتدائی پانچ آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن زمین میں ایک زلزلہ آئے گا جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین اپنے اندر مدفون انسانوں اور ان کے منتشر ذرات کو ایک زندہ انسان کی صورت میں باہر نکال کھڑا کر دے گی۔

اس دن زمین جب اپنے رب کے حکم سے اپنے اوپر ہونے والے تمام اعمال اور احوال کی خبریں بیان کرے گی تو انسان حیران ہو کر کہے گا: اس زمین کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ تو بالکل خاموش اور بے جان پڑی رہتی تھی لیکن آج تو باتیں بھی کر رہی ہے اور ہمارے حالات بھی بیان کر رہی ہے، حالانکہ ہم جب اس کے اوپر کوئی کام کرتے تھے تو ہمارے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ بھی کبھی ہمارے خلاف گواہی دے گی۔

انسان کے اعمال

اس سورت کی چھٹی آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ سب لوگوں کو ان کے اعمال دکھا دیے جائیں گے اور ان کے مطابق ان کی جزا و سزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔

چھوٹی نیکی اور چھوٹی برائی

اس سورت کے آخر میں ہر انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اس کی بالکل معمولی سی نیکی اور برائی کو بھی ریکارڈ کیا جا رہا ہے اور قیامت کے دن وہ سب کو دکھا دی جائے گی، لہٰذا کسی چھوٹے گناہ کو معمولی نہ سمجھو کیونکہ کبھی چھوٹی سی چنگاری پورے گھر کو جلا دیتی ہے اسی طرح چھوٹی نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھو کیونکہ کبھی پانی کا ایک گھونٹ انسان کی جان بچا سکتا ہے۔

سورہ زلزال کی فضیلت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اذا زلزلت (۹۹) پڑھی وہ نصف قرآن کے برابر ہے اور جس نے قل ھو اللہ احد (۱۱۲) پڑھی وہ تہائی قرآن کے برابر ہے اور جس نے قل یا ایھا الکافرون (۱۰۹) پڑھی وہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (ترمذی: ۲۸۹۳: ابواب فضائل القرآن: باب ۱۰)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز جمعرات ۶ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق یکم صفر ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

آیاتھا ۸ ﴿۹۹ سورۃ الزلزال مدنیۃ ۹۳﴾ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿۱﴾ — ۱۔ جب زمین زلزلہ سے ہلا دی جائے گی۔[۱]

وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴿۲﴾ — ۲۔ اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔

وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿۳﴾ — ۳۔ اور انسان کہے گا: اسے کیا ہو گیا ہے؟[۲]

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴿۴﴾ — ۴۔ اس دن وہ (زمین) اپنی تمام خبریں بیان کر دے گی۔

بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ﴿۵﴾ — ۵۔ کیونکہ آپ کے رب نے اسے حکم دیا ہے۔[۳]

[۱] حضرت اسرافیل علیہ السلام جب پہلی بار صور پھونکیں گے تو زمین میں زبردست زلزلہ آئے گا جس سے سب لوگ فنا ہو جائیں گے۔ پھر جب چالیس سال بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام دوسری بار صور پھونکیں گے تو پھر ایک زلزلہ آئے گا جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین اپنے اندر مدفون انسانوں اور ان کے منتشر ذرات کو ایک زندہ انسان کی صورت میں باہر نکال کھڑا کر دے گی۔ اس آیت میں دوسرا زلزلہ مراد ہے کیونکہ بعد والی آیات اسی کو ترجیح دیتی ہیں۔

[۲] علامہ بغوی لکھتے ہیں: ان دو آیات میں تقدیم اور تاخیر ہے۔ (تفسیر بغوی) یعنی چوتھی آیت پہلے اور تیسری آیت بعد میں ہوگی اور معنٰی اس طرح ہوگا: جس دن زمین اپنی تمام خبریں بیان کرے گی تو انسان کہے گا: اس زمین کو کیا ہو گیا ہے؟ (تفسیر مظہری) یہ زمین تو بالکل خاموش اور بے جان پڑی رہتی تھی لیکن آج تو باتیں بھی کر رہی ہے اور ہمارے حالات بھی بیان کر رہی ہے، حالانکہ ہم جب اس کے اوپر کوئی کام کرتے تھے تو ہمارے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ بھی کبھی ہمارے خلاف گواہی دے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کی چوتھی آیت تلاوت فرمائی یعنی: {اس دن وہ (زمین) اپنی تمام خبریں بیان کر دے گی} اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ زمین کی خبریں کیا ہوں گی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین کی خبریں یہ ہوں گی کہ وہ ہر بندے اور ہر بندی کے متعلق گواہی دے گی کہ اس نے فلاں دن زمین کی پشت پر یہ کام کیا تھا اور فلاں دن یہ کام کیا تھا۔
(ترمذی: ۲۴۲۹: ابواب صفۃ القیامۃ: باب ۷)

[۳] یعنی زمین کا باتیں کرنا کوئی تعجب والی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جس طرح انسانی اعضاء کو قوت گویائی عطا

Marfat.com

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝۶ ‏ ٦۔ اس دن لوگ گروہ در گروہ پلٹ کر آئیں گے [۴] تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں۔[۵]

فرمائے گا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین بھی گواہی دے گی۔

[۴] حضرت اسرافیل علیہ السلام جب دوسری بار صور پھونکیں گے تو سب لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور گروہ در گروہ میزان عدل کی طرف چلے آئیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم فوج درفوج چلے آؤ گے۔ (قرآن:۷۸:۱۸)

[۵] میزان عدل پر سب لوگوں کو اس لئے جمع کیا جائے گا تا کہ سب لوگوں کو ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں۔

اس ساری سورت میں اگر غور کیا جائے تو میرے خیال میں یہ جملہ ایک بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور غالباً اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اس سورت کو نصف قرآن کے برابر قرار دیا ہے کیونکہ یہ جملہ انسان کے ذہن وضمیر کو جھنجھوڑنے کے لئے بہت کافی ہے۔ یعنی جزاوسزا کا فیصلہ تو بعد میں ہوگا سب سے پہلے میدان حشر والوں کو اہل جنت کی نیکیاں اور اہل دوزخ کی برائیاں دکھائی جائیں گی، پھر ان کی روشنی میں اس کی جزاوسزا کا فیصلہ کیا جائے گا تا کہ اس انسان کو خود بھی اور سارے حشر والوں کو بھی مشاہدہ ہو جائے کہ وہ دنیا میں کیا کرتا رہا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہر انسان کو عنقریب (پہلے) اس کی کوشش (سعی) دکھا دی جائے گی (اور) پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ (قرآن: ۵۳: ۴۰۔۴۱) دنیا میں خواہ انسان چھپ کر عمل کرے یا اعلانیہ، آخرت میں اس کے سارے اعمال ظاہر کر دیئے جائیں گے جن کو سب لوگ دیکھ لیں گے اور پھر ان اعمال کے مطابق ہر انسان کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

دور حاضر میں کسی ملزم کے جرم کو ثابت کرنے کے تین مراحل

نمبرایک In writing: اگر ملزم کے سامنے ایک تحریری رپورٹ رکھ دی جائے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ تم نے یہ بات کہی ہے یا تم نے یہ جرم کیا ہے تو وہ اس تحریر کا انکار کر سکتا ہے کہ یہ کسی نے جھوٹ لکھا ہے میں نے یہ بات نہیں کہی۔

نمبردو By witness: اگر ملزم کے سامنے گواہ پیش کر دیا جائے کہ تم نے اس کے سامنے یہ بات کہی ہے تو وہ اس کا بھی انکار کر سکتا ہے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے میں نے یہ بات نہیں کہی۔

نمبرتین Visual film: اگر ملزم کے سامنے CCTV کی فلم جاری کر دی جائے جس میں وہ یہ بات کہتے ہوئے خود دکھائی دے تو اب وہ انکار نہیں کر سکے گا اور اس کا سر ندامت سے جھک جائے گا۔

قیامت کے دن جزاوسزا کا فیصلہ کرنے کے تین مراحل

نمبرایک: قیامت کے دن سب سے پہلے نامہ اعمال کی تحریر پیش کی جائے گی اور اسے کہا جائے گا: اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا۔ (قرآن: ۱۷: ۱۴) (اپنا نامہ اعمال پڑھ لے آج کے دن اپنا حساب کرنے کے لئے تو خود ہی

Marfat.com

کافی ہے)۔ قیامت کے دن کوئی نابینا اور ان پڑھ نہیں ہوگا، اس دن اللہ تعالیٰ ہر شخص کو پڑھا لکھا پیدا کرے گا اور ہر شخص اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا۔

نمبر دو : اور اگر وہ نامہ اعمال کی تحریر کا انکار کرے گا جیسا کہ قیامت کے دن مشرکین کہیں گے: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۔ (قرآن: ۶: ۲۳) (قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا رب ہے! ہم مشرک نہیں تھے) جب مشرکین جھوٹی قسمیں کھا کر کہیں گے کہ وہ مشرک نہیں تھے تو ان کی اس واضح غلط بیانی کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں کو سیل کر دے گا اور ان سے بولنے کی قوت سلب کر کے ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو دے دے گا اور فرمائے گا: اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ (قرآن: ۳۶: ۶۵) (آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔)

نمبر تین : اور اگر وہ ان گواہوں کو بھی مسترد کرے گا تو اللہ تعالیٰ زمین کے ذروں کو حکم دے گا جو اس انسان کی زندگی کی ویڈیو فلم چلا دیں گے جس میں اس کے سارے اعمال سب کو نظر آ جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ۔ (قرآن: ۷۸: ۴۰) اس دن ہر شخص (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہوگا۔

۲۔ وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى۔ (قرآن: ۵۳: ۴۰) اور بے شک ہر انسان کی کارکردگی عنقریب (سب کو) دکھا دی جائے گی۔

۳۔ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ۔ (قرآن: ۸۶: ۹) جس دن سب راز ظاہر کر دیئے جائیں گے۔

۴۔ لِيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ (قرآن: ۹۹: ۶ تا ۸) تاکہ سب لوگوں کو ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں، پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

آج سے چند سو سال پہلے جب مفسرین یہ آیات پڑھتے تھے کہ ہاتھ پاؤں گواہیاں دیں گے اور انسان کے اعمال سب کو دکھا دیئے جائیں گے تو اس کی کوئی عقلی تاویل، عقلی توجیہ اور اس کی کوئی Logical and Intellectual Explanation نظر نہیں آتی تھی، اسلام کے احکام کے لئے اگرچہ ہم کسی عقلی توجیہ کے محتاج نہیں ہیں مگر عقلی توجیہ اگر مل جائے تو بات سمجھانے میں آسانی ہو جاتی ہے، لہٰذا آج آڈیو اور ویڈیو کی ایجاد نے بات آسان کر دی ہے۔ جس طرح CD اور DVD کو مشین میں ڈالا جائے تو وہ کسی کی بات بھی سناتی ہے اور اس کی شکل بھی دکھاتی ہے، اسی طرح قیامت کے دن ہاتھ پاؤں باتیں سنائیں گے اور قدرت کے کیمرے ان کی شکلیں دکھائیں گے۔

قدرت کے کیمرے

آج دنیا کا سب سے چھوٹا میڈیکل ویڈیو کیمرہ صرف 1.2 ملی میٹر چوڑا ہے۔ (World's smallest medical

Marfat.com

video camera is made by "Medigus". It is 1.2 Millimetres wide. (www.medigus.com - on 8th January 2011) جب ڈاکٹر اس چھوٹے سے کیمرہ کو انسان کے جسم میں داخل کرتا ہے تو وہ اندر کے احوال دکھا دیتا ہے، اسی طرح اس زمین اور اس کے متعلقات کے بے شمار ذرات یعنی دیواریں، پہاڑ اور درخت وغیرہ اللہ تعالیٰ کے ویڈیو کیمرے ہیں جو ہماری شکل، ہماری گفتگو اور ہماری حرکات وسکنات کو ریکارڈ کر رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ وہ صرف ہمارے ظاہری اعمال نہیں بلکہ دل کے ارادوں کی بھی فلم بنا رہے ہیں اور قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے گا تو وہ ہماری زندگی کی ساری فلم چلا دیں گے اور حشر کی بڑی بڑی سکرینوں پر ہمارے سارے احوال دکھا دیں گے۔

Wiki Leaks or Facts Release

یہ 2010ء کا بڑا عجیب وغریب واقعہ ہے کہ مختلف ممالک کے حکمران، سفارت کار اور سیاسی لیڈر آپس میں جو خفیہ بات چیت کرتے اور سفارت کار اس کو لکھ کر اپنی حکومت کو Cable کر دیتے، جولین اسانج (Julian Assange) جو وکی لیکس کا Founder ہے اس نے ان خفیہ رازوں کو Find out کر کے انٹرنیٹ پر جاری کر دیا ہے، جس نے آج دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا ہے، بڑے بڑے لیڈروں کی نیند حرام ہو گئی ہے اور وہ پچھتا رہے ہیں کہ کاش! وہ ایسی بات نہ کہتے۔

ابھی تو وکی لیکس کی صرف تحریر سامنے آئی ہے، صرف Written version سامنے آیا ہے تو لیڈروں کی نیند حرام ہو گئی ہے۔ جب گواہ سامنے آ کر گواہی دے گا اور پھر ویڈیو فلم چلا دی جائے گی تو پھر ان لیڈروں کا کیا حشر ہو گا۔

اب ذرا ان لیڈروں سے ہٹ کر آیئے ہم اپنے گریبان میں منہ ڈالتے ہیں۔ کیا ہم نے کبھی سوچا کہ جب ہم بند کمرے میں بیٹھ کر کسی کی غیبت کرتے ہیں یا کوئی غلط کام کرتے ہیں تو فرشتے ہماری اس حرکت اور گفتگو کو ہمارے نامہ اعمال میں لکھ رہے ہوتے ہیں، ہمارے ہاتھ اور پاؤں گواہ بن رہے ہوتے ہیں اور یہ دیواریں ویڈیو فلم بنا رہی ہوتی ہیں اور قیامت کے دن حجت قائم کرنے کے لئے یہ تینوں گواہ پیش کئے جائیں گے تاکہ کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

آج جو کچھ ہم چھپ چھپ کر کرتے ہیں قیامت کے دن یہ سب کچھ پہلے نامہ اعمال کی صورت میں لکھا ہوا پیش کیا جائے گا۔ پھر ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے اور آخر میں سب کے سامنے DVD چلا دی جائے گی جس کو ہمارے ماں باپ، ہمارے استاد اور شاگرد، ہمارے شہر والے، ہمارے دوست اور دشمن سب دیکھیں گے۔ آج تو صرف وکی لیکس نے لوگوں کو شرمندہ کر دیا ہے قیامت کے دن جب Facts Release ہوں گی تو پھر کیا عالم ہو گا؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مومنوں میں سے افضل کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ پھر پوچھا: مومنوں میں سب سے زیادہ دانا کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرے اور موت سے بعد والی زندگی کے لئے سب سے اچھی تیاری کرے۔ (ابن ماجہ: ۴۲۵۹: ابواب الزہد: باب ۳۱)

Marfat.com

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾

۷۔ پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾

۸۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔[٦]

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ انسان تسبیح اٹھائے اور روزانہ ''یاموت، یاموت'' کا ورد شروع کردے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ہر قدم اٹھانے سے پہلے موت کو یاد رکھے کہ جو کام وہ کرنے لگا ہے قیامت کے دن جب یہ کام لوگوں کے سامنے ظاہر کردیا جائے گا تو کیا یہ کام اس کے لئے مصیبت تو نہیں بن جائے گا؟ لہٰذا ہر شخص کو اس دن سے ڈرنا چاہیے جس میں صرف Wiki Leaks نہیں بلکہ Facts Release کی جائیں گی۔

سب کو اعمال دکھانے میں کیا حکمت ہے؟

قیامت کے دن سب کو نظر آجائے گا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کس طرح اذیت پہنچائی جاتی تھی اور ابوجہل کیسے مظالم ڈھایا کرتا تھا اور اس مشاہدہ کے بعد جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جنت کا پروانہ ملے گا اور ابوجہل کو جہنم رسید کیا جائے گا تو کسی کو اعتراض یا شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوگی۔

[٦] ہر انسان کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اس کی ذرہ برابر یعنی بالکل معمولی سی نیکی اور برائی کو بھی ریکارڈ کیا جارہا ہے اور قیامت کے دن وہ سب کو دکھادی جائے گی، لہٰذا کسی چھوٹے گناہ کو معمولی نہ سمجھو کیونکہ کبھی چھوٹی سی چنگاری پورے گھر کو جلادیتی ہے اسی طرح چھوٹی نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھو کیونکہ کبھی پانی کا ایک گھونٹ انسان کی جان بچا سکتا ہے۔

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے فرمایا: نیکی میں سے کچھ بھی حقیر نہ سمجھو اگرچہ تو اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملے۔ (مسلم: ٦٦٩٠: کتاب البر: باب ۴۳) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی تیرے لئے صدقہ کا درجہ رکھتا ہے۔ (ترمذی: ۱۹۵٦: ابواب البر: باب ۳٦)

☆ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دوزخ کی آگ کا ذکر کیا، پھر اس سے پناہ مانگی اور اپنا چہرہ پھیر لیا۔ پھر دوزخ کی آگ کا ذکر کیا اور اس سے پناہ مانگی اور اپنا چہرہ پھیر لیا، پھر فرمایا: دوزخ کی آگ سے بچو! اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دینے سے ہو، اگر یہ بھی نہ پائے تو اچھی بات کہنے سے۔ (بخاری: ٦٠٢٣: کتاب الادب: باب ۳۴) اس باب کے آغاز میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔ (بخاری: کتاب الادب: باب ۳۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور انسان کو برے انجام سے بچا لیتا ہے۔ (ترمذی: ٦٦۴: ابواب الزکوٰۃ: باب ۲۸) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح

Marfat.com

پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ (ترمذی: ۲۶۱۶: ابواب الایمان: باب ۸)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا: تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ جس چیز کا تم کو حکم کیا گیا ہو، اس کا اگر دسواں حصہ بھی تم میں سے کسی نے چھوڑا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ پھر ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کو جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اس کا اگر دسواں حصہ بھی ان میں سے کوئی کرے گا تو نجات پا جائے گا۔

(ترمذی: ۲۲۶۷: ابواب الفتن: باب ۷۹)

یہ حدیث ان لوگوں کے لئے امید کی کرن ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین پر کسی درجہ میں بھی عمل کرنے کی توفیق دی ہے، انہیں اپنے عمل کو تھوڑا اور قلیل سمجھ کر چھوڑنا نہیں چاہیے، یہ شیطان کا بہت بڑا دھوکہ ہے، نا معلوم خدا کو ہماری کون سی ادا پسند آ جائے جس پر ہمارا کام بن جائے۔ بالخصوص موجودہ دور میں جب کہ بے عملی ترقی پذیر ہے نیکیوں کا اجر زیادہ ملے گا، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے فساد کے وقت جس نے میری سنت پر عمل کیا اس کو سو شہیدوں کا اجر ملے گا۔ (مشکوۃ المصابیح: ۱۷۲: کتاب الایمان: باب ۵: فصل ثانی)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بوقت چاشت بروز جمعرات ۶ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق یکم صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی چند گھنٹوں میں سورہ زلزال کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ العٰدیٰت (۱۰۰)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''عادیات'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

انسان بڑا ناشکرا ہے

اس سورت کے ابتدائی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے گھوڑوں کے چند احوال بیان کرنے کے بعد اکثر انسانوں کی عمومی کمزوری بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے اور یہ کوئی ایسا دعویٰ نہیں جس کو ثابت کرنے کے لئے کوئی خارجی دلیل لائی جائے بلکہ انسان کا اپنا عمومی عمل خود اس کا گواہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان مال کی محبت میں اتنا اندھا ہو چکا ہے کہ اپنے محسن حقیقی کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر مال جمع کرنے میں لگا رہتا ہے۔

روز قیامت کو یاد رکھو

اس سورت کے آخری حصہ میں ناشکرے انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اس دن کو یاد رکھے جس میں اس کے ظاہری اور باطنی سارے احوال ظاہر کر دیئے جائیں گے اور ان کے مطابق اس کی جزا و سزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز جمعہ ۷ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ صفر ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

آیاتہا ۱۱ ۱۰۰ سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۱۴ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۱ ۔ قسم ہے تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی جو ہانپتے ہیں۔[۱]

---

[۱] مجاہدین اسلام جن گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کرتے ہیں وہ گھوڑے اتنے بابرکت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مختلف احوال کی قسمیں کھائی ہیں۔ یعنی جب وہ تیز دوڑتے ہیں تو ان کے سینے سے ہانپنے کی آواز نکلتی ہے، جب ان کے سُم پتھروں سے ٹکراتے ہیں تو آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں اور صبح سویرے جب وہ دشمن پر اچانک حملہ کرتے ہیں تو زمین سے گرد و غبار اڑاتے ہوئے دشمن کے لشکر میں گھس جاتے ہیں۔

جہاد میں کام آنے والے گھوڑے اگر اتنے بابرکت بن جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قسمیں کھاتا ہے تو خود اندازہ کرو جو مجاہدین اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر میدان جہاد میں اترتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا مرتبہ کتنا بلند ہوگا؟

دور حاضر میں ملک و ملت کی حفاظت کے لئے گھوڑوں کی جگہ ٹینک، جہاز اور جو دیگر مشینری استعمال ہوتی ہے وہ بھی اسی طرح بابرکت ہیں جس طرح اس دور میں گھوڑے تھے۔

☆ حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے باعث تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا:

۱۔ ثواب کی نیت سے تیر بنانے والا۔

۲۔ تیراندازی کرنے والا۔

۳۔ تیراندازی میں مدد کرنے والا۔ (ابن ماجۃ: ۲۸۱۱: ابواب الجہاد: باب ۱۹)

اُس دور میں سب سے مہلک ہتھیار تیر تھا اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازی کی مشقوں میں خود بھی حصہ لیا اور دوسرے مسلمانوں کو بھی ترغیب دی، جیسا کہ حضرت اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلم (قبیلہ) کے چند افراد کے پاس سے گزرے جو تیراندازی میں مقابلہ کر رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنی اسماعیل! تیراندازی کرو، تمہارا باپ بھی تیرانداز تھا، تیراندازی کرو اور میں بنی فلاں کے ساتھ ہوں۔ راوی فرماتے ہیں: ان میں سے ایک فریق نے ہاتھ روک لئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے، تم تیراندازی نہیں کر رہے؟ انہوں نے کہا: ہم کیسے تیراندازی کریں جبکہ آپ ان کے ساتھ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تیراندازی کرو میں تم تمام کے ساتھ ہوں۔

(بخاری: ۲۸۹۹: کتاب الجہاد: باب ۷۸)

مذکورہ قرآن و حدیث کے حوالہ جات سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ملک و ملت کی حفاظت کے لئے اسلحہ بنانا، اس کی

Marfat.com

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝۲
۲۔ پھر پتھروں پر سُم مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں۔

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝۳
۳۔ پھر صبح کے وقت اچانک حملہ کرتے ہیں۔

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝۴
۴۔ پھر اس جگہ سے گردوغبار اڑاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝۵
۵۔ پھر اسی وقت (دشمن کے) لشکر میں گھس جاتے ہیں۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝۶
۶۔ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔[۲]

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝۷
۷۔ اور بے شک وہ خود بھی اس پر گواہ ہے۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۸
۸۔ اور بے شک وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝۹
۹۔ کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب نکالا جائے گا جو کچھ قبروں میں (مدفون) ہے؟[۳]

تربیت حاصل کرنا اور اس کے جملہ لوازمات میں مالی یا عملی حصہ لینا جنت کا باعث اور فرضِ کفایہ ہے اور زیادہ ضرورت کے وقت یہ فرضِ عین بھی ہو جاتا ہے۔

[۲] اس سورت میں اکثر انسانوں کی عمومی کمزوری بیان کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں کھانے کے بعد پوری تاکید سے فرمایا کہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ اور یہ کوئی ایسا دعویٰ نہیں جس کو ثابت کرنے کے لئے کوئی خارجی دلیل لائی جائے بلکہ انسان کا اپنا عمومی عمل خود اس کا گواہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان مال کی محبت میں اتنا اندھا ہو چکا ہے کہ اپنے محسن حقیقی کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر مال جمع کرنے میں لگا رہتا ہے۔

گھوڑوں کو انسان نے پیدا نہیں کیا بلکہ انسان تو صرف ان کے چارے اور پانی کا انتظام کرتا ہے اور اس کے بدلے میں وہ انسان کی اتنی فرمانبرداری کرتے ہیں کہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر دشمنوں کے لشکر میں گھس جاتے ہیں، جدھر مالک اشارہ کرتا ہے اُدھر دوڑے چلے جاتے ہے، تیروں اور نیزوں کی بارش میں بھی دشمنوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے رہتے ہیں۔ ان کے برعکس انسان کو دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اس کو پانی کے ایک معمولی قطرہ سے پیدا کیا اور اس کو اتنا عقل و شعور بخشا کہ وہ تمام جانوروں پر حکومت کر رہا ہے لیکن پھر بھی وہ اپنے رب کا شکر ادا نہیں کرتا۔

[۳] جو شخص آج اپنے محسن حقیقی سے غافل ہے اور اس کی نافرمانی میں سرگرم ہے، کیا اسے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن جب اسے

Marfat.com

وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ﴿۱۰﴾ ۱۰۔ اور ظاہر کر دیا جائے گا جو کچھ سینوں میں (پوشیدہ) ہے۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ ع ۱۱۔ بے شک ان کا رب اس دن ان سے خوب باخبر ہوگا۔[۴]

قبر سے نکال کر میزان عدل پر کھڑا کیا جائے گا اور اس کے دل میں جو نفاق اور ریا چھپا ہوا تھا وہ سب کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا تو پھر وہ کہاں منہ چھپائے گا اور کون اسے پناہ دے گا؟

[۴] اگرچہ اللہ تعالیٰ آج بھی سب لوگوں کے جملہ احوال سے خوب آگاہ ہے مگر آج وہ اکثر درگزر فرماتا ہے اور اس نے انسان کے گناہوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ اس آیت میں ناشکرے انسان کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ نافرمانی سے باز آ جائے ورنہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اس کے ظاہری اور باطنی احوال ظاہر کر دے گا تو پھر اسے کون بچائے گا؟

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بوقت اشراق بروز جمعہ ۷ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً دو گھنٹوں میں سورہ عادیات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علیٰ سید المرسلین و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورة القارعة (۱۰۱)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''قارعہ'' ہے، اس سورت کا پہلا لفظ ہی اس کا نام ہے۔

اس سورت کی پہلی پانچ آیات میں قیامت کے ابتدائی مرحلہ کا ذکر کیا گیا ہے جب حضرت اسرافیل علیہ السلام پہلی بار صور پھونکیں گے اور نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔

اس سورت کی آخری چھ آیات میں قیامت کے دوسرے مرحلے کا ذکر کیا گیا ہے، جب حضرت اسرافیل علیہ السلام دوسری بار صور پھونکیں گے اور سارے لوگ قبروں سے اٹھ کر میزان عدل پر پہنچ جائیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ
بعد از مغرب بروز جمعہ ۷ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ صفر ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

ایاتہا ۱۱ ۱۰۱ سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۰ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ — ۱۔ کھڑکھڑانے والی۔

مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ — ۲۔ وہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳ — ۳۔ اور آپ کیا سمجھے کہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟[۱]

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ — ۴۔ جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے۔[۲]

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ — ۵۔ اور پہاڑ رنگ برنگی دھنی ہوئی اون کی طرح ہوجائیں گے۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶ — ۶۔ پس جس شخص کے (نیکیوں کے) پلڑے بھاری ہوں گے۔[۳]

[۱] کھڑکھڑانے والی یعنی قارعہ بھی قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اس کی شدت کو بیان کرنے کے لئے سوال کیا جارہا ہے کہ لوگ کیسے سمجھیں کہ وہ کتنی سخت ہوگی۔ یعنی لوگ اس کی شدت کا اندازہ نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے پہلے دنیا میں اس جیسی کوئی مثال ہی نہیں جس کے حوالے سے اس کی شدت کو بیان کیا جائے۔

[۲] حضرت اسرافیل علیہ السلام جب پہلی بار صور پھونکیں گے اور نظام کائنات درہم برہم ہونا شروع ہوگا تو اس وقت لوگ حواس باختہ ہوجائیں گے اور چراغ پر گرنے والے پروانوں کی طرح ادھر ادھر بھاگ رہے ہوں گے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور رنگ برنگی دھنی ہوئی اون کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔

[۳] پہلی پانچ آیات میں قیامت کے ابتدائی مرحلہ کا بیان کیا گیا ہے جبکہ ساری کائنات فنا ہوجائے گی۔ یہاں سے آخر تک قیامت کے دوسرے مرحلے کا ذکر ہورہا ہے جب انسان دوبارہ زندہ ہوکر میزان عدل پر پہنچ جائیں گے اور ان کے اعمال تولے جائیں گے تو جن کی نیکیاں زیادہ ہوں گی، ان کی نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے اور ان کو ایسی زندگی بخشی جائے گی جس پر وہ مطمئن اور خوش ہوں گے۔

Marfat.com

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ﴿۷﴾ ۷۔ تو وہ (اپنی) پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔

وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۸﴾ ۸۔ اور جس شخص کے (نیکیوں کے) پلڑے ہلکے ہوں گے۔[۴]

فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ؕ﴿۹﴾ ۹۔ تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا۔

وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ؕ﴿۱۰﴾ ۱۰۔ اور آپ کیا سمجھے کہ ہاویہ کیا ہے؟

نَارٌ حَامِيَةٌ ۧ﴿۱۱﴾ ۱۱۔ ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

ع ۱ ۲۲

---

[۴] اور جس کی برائیاں اس کی نیکیوں پر غالب ہوں گی یعنی نیکیوں والا پلڑا ہلکا ہوگا تو وہ جہنم کے اس گڑھے میں پھینکا جائے گا جس کا نام ہاویہ ہے اور وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز جمعہ ۷ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً ایک گھنٹہ میں سورہ قارعہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ التکاثر (۱۰۲)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''تکاثر'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

زیادہ مال کی ہوس

اس سورت میں مال و دولت کے پرستاروں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ مال و دولت نے تمہیں آخرت سے غافل کر رکھا ہے لیکن مرتے ہی تمہیں اس کا یقین ہو جائے گا اور یہ مال و دولت تمہارے کچھ کام نہیں آئے گا۔ کاش! تم اسی دنیا میں یقینی طور پر جان لیتے اور آخرت سے غفلت نہ کرتے تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوتا۔

نعمتیں انسان کے لئے آزمائش ہیں

آج انسان جن نعمتوں کے سہارے تکبر کرتا ہے اور دوسروں کو خاطر میں نہیں لاتا، اسے سوچنا چاہیے کہ یہ نعمتیں دراصل انسان کے لئے آزمائش ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

سورہ تکاثر کی فضیلت

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ ہر روز ایک ہزار آیات کی تلاوت کرے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہر روز ایک ہزار آیات کون پڑھ سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص (ہر روز) اَلۡھٰکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا؟

(مستدرک للحاکم: ۲۰۸۱: جلد ۱: ص ۷۵۵)

☆ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے سامنے سورہ اَلۡھٰکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھ رہا ہوں، جو اس کو سن کر رو یا اس کے لئے جنت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سورت پڑھی، اس کو سن کر بعض لوگ روئے اور بعض نہیں روئے، جو لوگ نہیں رو رہے تھے انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے بہت کوشش کی لیکن ہم رونے پر قادر نہ ہو سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے سامنے دوبارہ پڑھتا ہوں، پس جو رو یا اس کے لئے جنت ہے، جو رونے پر قادر نہ ہو وہ رونے کی کوشش کرے۔

(تفسیر در منثور: سورہ تکاثر: جلد ۸: ص ۶۱۰)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز جمعہ ۷ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ صفر ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

ایاتها ٨ ١٠٢ سُوۡرَةُ التَّکَاثُرِ مَکِّیَّۃٌ ١٦ رکوعها ١

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلۡهٰکُمُ التَّکَاثُرُ ①	١۔ تمہیں زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس نے غافل کر دیا۔[١]
حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ②	٢۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔
کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ③	٣۔ ہرگز نہیں! تم عنقریب جان لو گے۔[٢]
ثُمَّ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ④	٤۔ پھر ہرگز نہیں! تم عنقریب جان لو گے۔
کَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡیَقِیۡنِ ⑤	٥۔ ہرگز نہیں! کاش تم یقینی طور پر جان لیتے۔[٣]

[١] یعنی زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس اور اس پر فخر کرنے نے تمہیں آخرت سے غافل کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تم حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر مال جمع کرنے میں لگے رہے حتیٰ کہ تمہیں موت آ گئی اور تم قبروں میں پہنچ گئے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کہتا ہے: میرا مال، میرا مال حالانکہ اس کے لئے اس کے مال سے صرف تین نصیب ہیں، ایک وہ جو اس نے کھا کر فنا کر دیا، دوسرا وہ جو اس نے پہن کر بوسیدہ کر دیا اور تیسرا وہ جو اس نے صدقہ کر کے (آخرت کے لئے) ذخیرہ کر لیا، اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ جانے والا ہے اور وہ اس کو لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے۔ (مسلم: ٧٤٢٢: کتاب الزهد: باب ١)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کی خواہش کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو شخص توبہ کرلے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (بخاری: ٦٤٣٦: کتاب الرقاق: باب ١٠)

[٢] یعنی جس مال و دولت پر تم فخر کرتے ہو یہ ہرگز قابل فخر نہیں ہے اور جونہی تمہیں موت آئے گی اور تم قبر میں پہنچو گے تو تمہیں اس مالی ہوس اور ریاہی تفاخر کا نقصان معلوم ہو جائے گا۔

[٣] مرنے کے بعد تم جان لو گے کہ تم نے آخرت سے غفلت کر کے غلطی کی تھی مگر اس وقت اعتراف کا تمہیں ہرگز کوئی فائدہ نہ ہوگا، کاش! تم آج یقینی طور پر جان لیتے اور آخرت سے غفلت نہ کرتے تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوتا۔

Marfat.com

لَتَرَوُنَّ الۡجَحِیۡمَ ۙ﴿۶﴾ — ۶۔ بے شک تم دوزخ کو ضرور دیکھو گے۔[۴]

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیۡنَ الۡیَقِیۡنِ ۙ﴿۷﴾ — ۷۔ پھر تم اسے (دوزخ کو) یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔

ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ یَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِیۡمِ ﴿۸﴾ ع — ۸۔ پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔[۵]

---

[۴] دولت پر تکبر کرنے والوں اور آخرت سے غافل لوگوں کو بالآخر دوزخ دیکھنا ہی پڑے گا۔ دوزخ کے عذاب کا ابتدائی حصہ تو انہیں قبر میں دکھا دیا جائے گا اور آخرت میں یقین کی آنکھ کے ساتھ دوزخ کا مکمل مشاہدہ کر لیں گے۔

[۵] اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے جیسے آنکھ، کان، دل، مال و دولت اور اولاد وغیرہ، اور قیامت کے دن ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کس نے ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استعمال کیا اور کس نے ان کی ناقدری کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک کان، آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال کیا جائے گا۔
(قرآن: ۱۷:۳۶)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی عدالت سے علیحدہ نہیں ہو سکیں گے جب تک اس سے پانچ سوالوں کا جواب نہ لیا جائے:

۱۔ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں صرف کی (اچھے یا برے)؟
۲۔ اس نے اپنی جوانی کس کام میں صرف کی (اچھے یا برے)؟
۳۔ اس نے اپنا مال کہاں سے کمایا (حلال طریقہ سے یا حرام سے)؟
۴۔ اس نے اپنا مال کہاں خرچ کیا (اچھے کاموں میں یا برے کاموں میں)؟
۵۔ اس نے اپنے علم پر کیا عمل کیا (یعنی اپنے علم پر کتنا عمل کیا)؟ (ترمذی: ۲۴۱۶: ابواب القیامۃ: باب ۱)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز جمعہ ۷ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں سورہ تکاثر کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

اس طرح آج ایک دن میں سورہ عادیات، سورہ قارعہ اور سورہ تکاثر یعنی تین سورتوں کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃالعصر (۱۰۳)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''عصر'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد، اعمال اور باہمی معاملات کو بڑے اختصار اور جامع انداز میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اسی لئے امام شافعی نے فرمایا کہ یہ سورت قرآن مجید کے تمام علوم کی جامع ہے۔

سورہ عصر کی فضیلت

☆ امام طبرانی نے عبیداللہ بن حصن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے جب دو شخص آپس میں ملتے تو اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ان میں سے ایک دوسرے کے سامنے سورہ عصر نہ پڑھ لیتا، اس کے بعد وہ ایک دوسرے کو سلام کر کے جدا ہوتے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃالعصر)

☆ امام شافعی نے فرمایا: اگر اس سورت کے سوا کچھ بھی نازل نہ ہوتا تو یہی سورت لوگوں کے لئے کافی تھی کیونکہ یہ سورت قرآن مجید کے تمام علوم کی جامع ہے۔ (تفسیر روح المعانی: سورۃالعصر)

☆ امام شافعی نے فرمایا: اگر لوگ صرف اسی سورت میں غور و تدبر کریں تو یہی ان کے لئے کافی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: سورۃالعصر)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز ہفتہ ۸ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۳ صفر ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

ایاتہا ۳ ۱۰۳ سورۃ العصر مکیۃ ۱۳ رکوعھا ۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالۡعَصۡرِۙ ① ا۔ قسم ہے زمانہ کی۔[۱]

---

[۱] مفسرین نے عصر یعنی زمانہ کے متعلق کئی اقوال بیان کئے ہیں، میں ان میں سے دو پر اکتفا کر رہا ہوں۔

۱۔ زمانہ سے مراد نبی کریم ﷺ کا زمانہ ہے

علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں: عصر سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے زمانہ کی قسم کھائی ہے، سورہ بلد میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے شہر مکہ کی قسم کھائی ہے۔ (قرآن: ۹۰: ۲) اور سورہ حجر میں آپ ﷺ کی زندگی کی قسم کھائی ہے، پس گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کے زمانہ کی قسم! آپ کے شہر کی قسم! اور آپ کی زندگی کی قسم! یہ سب آپ کی نسبتیں ہیں، جب نسبتوں کی تعظیم واجب ہے تو صاحب نسبت کی تعظیم کا کیا حال ہوگا۔ (تفسیر کبیر: سورۃ العصر (۱۰۳): زیر آیت نمبر ۱) اس سے معلوم ہوا جس طرح آپ کی زندگی تمام لوگوں سے افضل ہے اسی طرح آپ کا زمانہ بھی تمام زمانوں سے افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے بہترین لوگ اس زمانہ کے ہیں جس میں مجھے مبعوث کیا گیا ہے، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں۔ (مسلم: ۶۴۷۳: کتاب فضائل الصحابۃ: باب ۵۲)

۲۔ زمانہ سے مراد وقت ہے

وقت اپنی مقررہ رفتار کے ساتھ مسلسل رواں دواں ہے اور ہر لمحہ ہماری زندگی کو کم کر رہا ہے۔ اگر کسی کا ایک لمحہ بھی غلط کام کی نذر ہو گیا اور وہ چاہے کہ کاش! وہ لمحہ واپس آجائے تو وہ دوبارہ اس لمحہ میں غلط کام نہیں کرے گا تو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، لہٰذا اسے ہر اقدام سے پہلے خوب غور و فکر کر لینا چاہیے تاکہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔

☆ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: دنیا میں ایک مسافر کی طرح رہو یا اس طرح جیسے کوئی شخص راستہ عبور کر رہا ہو۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: جب تم شام کو پاؤ تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کو پاؤ تو شام کا انتظار نہ کرو (کیا پتہ کس وقت موت آجائے؟) اور اپنی صحت کے ایام میں بیماری کے ایام کے لئے نیک عمل کرلو اور اپنی زندگی میں موت کے لئے نیک عمل کرلو۔ (بخاری: ۶۴۱۶: کتاب الرقاق: باب ۳)

سونے والے رب کو سجدہ کر کے سو کیا خبر اٹھے نہ اٹھے صبح کو
اور کیا خبر صبح ہوگی یا نہیں اور پہنچ جائے گا تو زیر زمیں

Marfat.com

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾

۲۔ بے شک انسان خسارے میں ہے۔ [۲]

اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ٪﴿۳﴾ ع ۲۸

۳۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔ [۳]

اہل علم کہتے ہیں: انسان کی زندگی تین سانس ہیں، ایک وہ جو گزر گیا وہ اب واپس نہیں آ سکتا، دوسرا وہ جو مستقبل میں آئے گا اس کا کسی کو یقین نہیں ہے کہ وہ آئے گا یا اس سے پہلے اس کی زندگی کا چراغ گل ہو جائے گا، لہٰذا انسان کی زندگی وہی ایک سانس ہے جو وہ حال میں لے رہا ہے اور اس کو اسی سانس کی قدر کرنی چاہیے اور اس میں کوئی غلط کام نہیں کرنا چاہیے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

An English Proverb: Yesterday is history, tomorrow is mystery and today is a gift, that is why it is called the present.

انگریزی کی ضرب المثل ہے: گزشتہ کل تو اب تاریخ بن گیا ہے، آئندہ کل ایک معمہ ہے اور آج کا دن ایک تحفہ ہے اور اسی لئے اس کو Present یعنی تحفہ کہتے ہیں کیونکہ Present کا ایک معنیٰ تحفہ بھی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی نے کسی بزرگ کا ایک بڑا حکمت آمیز قول نقل کیا ہے: وہ بزرگ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک برف فروش سے سورہ عصر کا مطلب سمجھا ہے جو برف بیچنے کے لئے بازار میں آواز لگا رہا تھا: اِرْحَمُوْا مَنْ یَّذُوْبُ رَاْسُ مَالِہٖ، اِرْحَمُوْا مَنْ یَّذُوْبُ رَاْسُ مَالِہٖ۔ (اس شخص پر رحم کرو جس کا اصل زر پگھلا جا رہا ہے، اس شخص پر رحم کرو جس کا اصل زر پگھلا جا رہا ہے۔ یعنی اے لوگو! اس برف کو جلدی خرید و ورنہ یہ پگھل رہی ہے اور میرا سرمایہ ختم ہو رہا ہے۔) جب بزرگ نے اس برف فروش کی یہ آواز سنی تو پکار اٹھے: سورہ عصر کا یہی مطلب ہے۔ (تفسیر کبیر: سورہ عصر) یعنی جس طرح گرم موسم میں برف خود بخود پگھل جاتی ہے اسی طرح انسان کی زندگی بھی گزر رہی ہے اور جس انسان نے اس سے بروقت فائدہ نہ اٹھایا اور غلط کاموں میں صرف کر ڈالا تو وہی انسان خسارہ میں ہے۔ زندگی کے حوالے چند اور حکمت کی باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

1: Life is like an ice cream, enjoy it before it melts.

2: Life is like riding a bicycle. To keep your balance you must keep moving.

3: Even if you are on the right track you will get run over if you just sit here.

4: Life without endeavor is like entering a jewel mine and coming out with empty hands.

5: I slept and dreamed that life was beauty, I awoke and found that life was duty.

Marfat.com

6: You only live once, but if you work it right, once is enough.

[۲] زندگی کا وقت ایک انمول سرمایہ ہے اور اکثر لوگ اس کی صحیح قدر نہیں کرتے اور اس لئے خسارے میں رہتے ہیں۔

[۳] اس آیت میں ان لوگوں کی صفات بیان کی گئی ہیں جو زندگی کے حوالے سے خسارے میں نہیں ہوں گے۔ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں، نیک اعمال کریں، ایک دوسرے کو حق کی تلقین کریں اور حق کے راستے میں جو مشکلات آئیں ان پر صبر کرنے کی نصیحت کریں تو یہ لوگ زندگی کے امتحان میں کامیاب و کامران ہوں گے۔

پہلی دو صفات کا تعلق انفرادی زندگی سے ہے اور دوسری دو صفات کا تعلق اجتماعی زندگی سے ہے تاکہ پورا معاشرہ امن وسکون کے ساتھ زندگی گزارے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، سربراہ مملکت اپنے عوام کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے عوام کے متعلق سوال کیا جائے گا، مرد اپنی بیوی کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی بیوی کے متعلق سوال کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے گھر کے متعلق سوال کیا جائے گا، خادم اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا، ایک شخص اپنے باپ کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا اور تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(بخاری: ۸۹۳: کتاب الجمعۃ: باب ۱۱)

☆ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی بھی عجیب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لئے بہتر ہے اور یہ امتیاز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ یعنی اگر اس کو راحت پہنچے اور وہ اس پر شکر ادا کرے تو یہ راحت اس کے لئے بہتر ہے۔ اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ تکلیف اس کے لئے بہتر ہے۔ (مسلم: ۲۹۹۹: کتاب الذھد: باب ۱۳) اہل علم کہتے ہیں: جس نعمت کے بعد شکر اور مصیبت کے بعد صبر کی توفیق ملے وہ نعمت اور مصیبت دونوں اللہ تعالیٰ کا احسان ہیں اور جس نعمت کے بعد تکبر اور مصیبت کے بعد بے صبری کی نوبت آجائے وہ نعمت اور مصیبت دونوں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز ہفتہ ۸ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۳ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی سورہ عصر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورة الھمزة (۱۰۴)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "هُمَزَة" ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

اس سورت میں اس مالدار کی مذمت بیان کی گئی ہے جو مال جمع کرنے اور اس کو گن گن کر رکھنے میں ایسا مشغول رہتا ہے کہ اسے موت یاد ہی نہیں اور وہ یہ گمان کرتا ہے کہ یہ مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا اور کبھی فنا نہیں ہوگا۔ ایسے شخص کی دنیا میں ایک نشانی یہ ہے کہ وہ مال و دولت کے نشہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور لوگوں کو طعنے دینے اور ان کی عیب جوئی میں سرگرم رہتا ہے اور آخرت میں اسے ایسی آگ میں پھینکا جائے گا جو چاروں اطراف سے آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں گھری ہوئی ہوگی۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز ہفتہ ۸ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۳ صفر ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

اٰیاتہا ۹ ۱۰۴ سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۳۲ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ ۙ﴿۱﴾ — ۱۔ ہر اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو طعنہ زنی اور عیب جوئی کرتا ہے۔[۱]

الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ ۙ﴿۲﴾ — ۲۔ جس نے مال جمع کیا اور اُسے گن گن کر رکھتا ہے۔[۲]

یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗٓ اَخْلَدَہٗ ۚ﴿۳﴾ — ۳۔ وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ زندہ رکھے گا۔

کَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَۃِ ۡ﴿۴﴾ — ۴۔ ہرگز نہیں وہ حطمہ میں ضرور پھینک دیا جائے گا۔[۳]

وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا الْحُطَمَۃُ ؕ﴿۵﴾ — ۵۔ اور آپ کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے؟

نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ ۙ﴿۶﴾ — ۶۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔

الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَۃِ ؕ﴿۷﴾ — ۷۔ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔

اِنَّھَا عَلَیْھِمْ مُّؤْصَدَۃٌ ۙ﴿۸﴾ — ۸۔ بے شک وہ (آگ ہر طرف سے) ان پر چھا جائے گی۔

فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ﴿۹﴾ ع — ۹۔ (آگ کے) لمبے لمبے ستونوں (کی صورت) میں۔

---

[۱] یعنی خواہ کوئی شخص کسی کے سامنے اس پر طعنہ زنی کرے یا اس کے پس پشت اس کی عیب جوئی کرے دونوں صورتوں میں وہ ہلاکت اور عذاب کا مستحق قرار پائے گا۔

[۲] وہ شخص طعنہ زنی اور عیب جوئی اس تکبر کی وجہ سے کرتا ہے کیونکہ اس نے بہت سا مال جمع کر رکھا ہے اور اس کو گن گن کر رکھنے میں ایسا مشغول رہتا ہے کہ اسے موت یاد ہی نہیں اور وہ یہ گمان کرتا ہے کہ یہ مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا اور کبھی فنا نہیں ہوگا۔

[۳] متکبر اور بخیل شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا، یہ اس کی غلط فہمی ہے ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ قیامت کے دن

Marfat.com

وہ خالی ہاتھ اٹھایا جائے گا اور جہنم کی وادی حطمہ میں پھینک دیا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی ایسی آگ ہے جو صرف دوزخیوں کے جسم نہیں بلکہ ان کے دلوں تک بھی پہنچ جائے گی اور چاروں طرف سے آگ کے لمبے لمبے ستون انہیں اس طرح گھیر لیں گے کہ وہ کہیں بھاگ نہیں سکیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز ہفتہ ۸ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۳ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں سورہ ہمزہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

اس طرح آج ایک دن میں سورہ عصر اور سورہ ہمزہ یعنی دو سورتوں کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفیل (۱۰۵)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''فیل'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

ہاتھی والوں کا واقعہ

تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے، میں یہاں اس کا خلاصہ بیان کرتا ہوں:

حبشہ کے بادشاہ نے ابرہہ کو یمن کا گورنر مقرر کیا، ابرہہ نے دیکھا کہ اہل عرب بیت اللہ کی بڑی عزت کرتے ہیں، ہر سال حج کے لئے وہاں جاتے ہیں اور تجارت کا سامان بھی ساتھ لے جاتے ہیں، اس طرح اہل مکہ کو مالی فائدہ بھی ہوتا اور بیت اللہ کے متولی ہونے کی وجہ سے ان کی عزت بھی کی جاتی۔ ابرہہ نے یمن کے سرسبز و شاداب شہر یعنی صنعاء میں ایک خوب صورت اور عظیم الشان عبادت خانہ بنوایا تا کہ لوگ بے آب و گیاہ شہر مکہ میں کالے پتھروں سے بنے ہوئے کعبہ کو چھوڑ کر صنعاء کے عبادت خانہ کا حج کرنے آئیں، اس طرح ہماری عزت اور دولت میں اضافہ ہوگا۔ چنانچہ ابرہہ نے پورے عرب میں منادی کرادی کہ میں نے تمہارے لئے صنعاء میں ایک خوب صورت عبادت خانہ بنوادیا ہے، لہٰذا تم اس کا حج کرنے آؤ، یہاں کے خوش گوار موسم سے لطف اٹھاؤ اور ہم تمہاری خوب میزبانی کیا کریں گے، مگر لوگوں نے ابرہہ کے بنائے ہوئے عبادت خانہ کو نظر انداز کردیا، اس پر ابرہہ کو بڑا دکھ ہوا اور اس نے قسم کھائی کہ وہ کعبہ کو گرادے گا۔ اسی اثناء میں ایک واقعہ یہ بھی پیش آگیا کہ بنی کنانہ کے کسی آدمی نے رات کے وقت ابرہہ کے بنائے ہوئے عبادت خانہ میں قضائے حاجت کردی جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا، اس نے اپنے عبادت خانہ کی توہین کا بدلہ لینے کے لئے کعبہ پر چڑھائی کا اعلان کردیا اور ۶۰ ہزار کا لشکر جرار لے کر مکہ روانہ ہوگیا جس میں ہاتھیوں کا ایک دستہ بھی شامل تھا۔ اہل عرب جو مختلف قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اور چھوٹے چھوٹے شہروں اور دیہاتوں میں مقیم تھے، انہوں نے اتنا بڑا لشکر پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اور نہ ہی انہوں نے ہاتھی دیکھے تھے، اس لئے اہل مکہ اس لشکر کا نام سنتے ہی گھبرا گئے اور مقابلہ کی جرأت نہ کرسکے۔ ابرہہ کا لشکر جب مکہ کے قریب پہنچا تو اس کے لشکریوں نے اہل مکہ کو خوفزدہ کرنے کے لئے ان کے مال مویشی لوٹ لئے جس میں حضرت عبدالمطلب کے دوسو اونٹ بھی تھے۔ ابرہہ نے مکہ کے سردار حضرت عبدالمطلب کو بلا بھیجا، جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس آئے تو اس نے بڑی تعظیم کی، اپنے ساتھ بٹھایا اور کہا: میں صرف کعبہ کو گرانے آیا ہوں اگر اہل مکہ نے مزاحمت نہ کی تو انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا اور اگر انہوں نے مزاحمت کی تو انہیں بھی تباہ و برباد کردیا جائے گا، پھر ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب سے پوچھا: کیا تمہاری کوئی خواہش ہے؟ حضرت عبدالمطلب نے کہا: تمہارے لشکریوں نے میرے دوسو اونٹ غصب کر لئے ہیں مجھے وہ واپس کردیئے جائیں۔ اس پر ابرہہ حیران ہو کر کہنے لگا: تمہیں اپنے اونٹوں کی فکر ہے اور اس کعبہ کی فکر نہیں جس کی وجہ سے تمہاری عزت ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا: میں اونٹوں کا مالک ہوں، ان کی حفاظت میری ذمہ داری ہے، کعبہ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔

Marfat.com

اس گفتگو کے بعد حضرت عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر مکہ لوٹ آئے اور اہل مکہ سے کہا کہ تم لوگ مکہ سے نکل کر پہاڑوں میں چلے جاؤ کیونکہ ہم اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور پھر چند آدمیوں کے ساتھ کعبہ میں گئے اور یہ دعا کی: اے اللہ! ہر شخص اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما! ایسا نہ ہو کہ ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر پر غالب آ جائے اور اگر تو قبلہ کو ان پر چھوڑنا چاہتا ہے تو تو جو چاہتا ہے وہ کر!

اس دعا کے بعد حضرت عبدالمطلب بھی دیگر اہل مکہ کے ساتھ پہاڑوں میں چلے گئے اور دور سے دیکھنے لگے کہ ابرہہ کا لشکر کیا کرتا ہے۔ دوسری صبح کو ابرہہ نے لشکر کو کعبہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا، مگر جب سب سے بڑے ہاتھی کا منہ کعبہ کی طرف کیا گیا تو وہ بیٹھ گیا اور کوشش کے باوجود نہ اٹھا اور جب اس کا منہ دوسری طرف کیا جاتا تو وہ بھاگنے لگتا۔ اسی اثنا میں سمندر کی طرف سے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے غول کے غول آ گئے جن کی چونچ اور پنجوں میں چنے اور مسور کے دانے کے برابر کنکریاں تھیں، انہوں نے اولوں کی طرح وہ کنکریاں اس لشکر پر برسانا شروع کر دیں جو بندوق کی گولیوں کی طرح ان کے جسموں سے پار ہو رہی تھیں، اس سے پورے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، بہت سے لشکری وہیں مر گئے اور جو لشکری ابرہہ کے ساتھ واپس بھاگنے میں کامیاب ہو گئے ان کے جسموں میں بھی ان کنکریوں کے زہریلے اثرات کی وجہ سے ایسی بیماریاں پیدا ہو گئیں کہ وہ زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکے اور اسی بیماری سے ابرہہ اور دیگر لشکری بھی جلد ہی موت کے گھاٹ اتر گئے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز اتوار ۹ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

ایاتہا ٥ ١٠٥-سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ ١٩ رکوعہا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١

١۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟[١]

اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝٢

٢۔ کیا اس (اللہ تعالیٰ) نے ان کے مکروفریب کو ناکام نہیں کر دیا؟[٢]

---

[١] اس سورت میں ہاتھی والوں کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کا ذکر اس سورت کے تعارف میں کر دیا گیا ہے۔ ماوردی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس واقعہ کے پچاس دن بعد ١٢ ربیع الاول کو پیر کے دن رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ہوئی۔ (تفسیر قرطبی) یعنی یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے سال سترہ محرم کو پیش آیا تھا، یہ کوئی زیادہ پرانا واقعہ نہیں تھا، ابھی کئی ایسے لوگ زندہ تھے جنہوں نے اصحاب فیل کی تباہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس لئے عرب کا بچہ بچہ اس واقعہ پر اس طرح یقین رکھتا تھا جیسے اس نے اپنی آنکھوں سے اس واقعہ کو دیکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس واقعہ کے چالیس سال بعد جب نبی کریم ﷺ کو نبوت ملی اور اس کے کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ نے اس واقعہ کا اعلان کیا تو کسی نے بھی اس واقعہ کا انکار نہیں کیا کیونکہ سب لوگوں کے ہاں یہ واقعہ بالکل حق اور سچ تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے پیارے نبی! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ یعنی آپ کو اچھی طرح علم ہے کہ اصحاب فیل کا کیا حشر ہوا۔

اس سورت میں ایک طرف کفار مکہ کو اصحاب فیل کا واقعہ یاد دلایا جا رہا ہے کہ جس کعبہ کی وجہ سے سارے عرب میں تمہاری عزت کی جاتی ہے اس کو اصحاب فیل سے کس نے بچایا تھا، وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے غیب سے ابابیل بھیج کر کعبہ کو بچایا اور اب تم اسی کی تکذیب کر رہے ہو، اگر تم اس کی نافرمانی سے باز نہ آئے تو وہ اگر اصحاب فیل کو تباہ و برباد کر سکتا ہے تو تمہاری کیا حیثیت ہے؟ اور دوسری طرف نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کفار کی کثرت اور ان کی اذیت رسانی سے گھبرائیں نہیں جس طرح میں نے ہاتھی والوں سے کعبہ کی حفاظت کی تھی اسی طرح میں آپ کی بھی حفاظت کروں گا اور یہ آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے۔

[٢] ابرہہ نے اعلان یہ کیا تھا کہ چونکہ صنعاء میں اس کے عبادت خانہ کی توہین کرنے والا کعبہ کے ماننے والوں میں سے ہے، لہٰذا میں اس کا بدلہ چکانے کے لئے کعبہ کو گرانے آ رہا ہوں۔ بظاہر یہ کوئی خفیہ تدبیر یا مکروفریب نہیں تھا مگر قرآن مجید نے اس کو

Marfat.com

وَّاَرۡسَلَ عَلَيۡهِمۡ طَيۡرًا اَبَابِيۡلَ ۙ‏ ۳۔ اوران پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے۔[۳]

تَرۡمِيۡهِمۡ بِحِجَارَةٍ مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ۙ‏ ۴۔ جوان پر کنکر کی پتھریاں مارتے تھے۔

فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٍ مَّاۡكُوۡلٍ ۠ ۵۔ پھراس (اللہ تعالیٰ) نے انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح (پامال) کردیا۔

مکروفریب اس لئے قرار دیا ہے کیونکہ دراصل اس کو بیت اللہ سے حسد تھا تاکہ لوگ ادھر نہ جائیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اس باطنی فریب اور ظاہری حملہ دونوں کو ناکام بنادیا، نہ تو وہ کعبہ کی عمارت کو گرا سکا اور نہ ہی لوگوں کے دلوں سے اس کا احترام نکال سکا۔

[۳] اللہ تعالیٰ نے سمندر کی طرف سے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے غول کے غول بھیج دیئے جن کی چونچ اور پنجوں میں چنے اور مسور کے دانے کے برابر کنکریاں تھیں، انہوں نے اولوں کی طرح وہ کنکریاں اس لشکر پر برسانا شروع کردیں جو بندوق کی گولیوں کی طرح ان کے جسموں سے پار ہوگئیں اوران کے جسموں کو اس طرح ریزہ ریزہ کردیا جیسے کھائے ہوئے بھوسے کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہوں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بوقت چاشت بروز اتوار ۹ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی چند گھنٹوں میں سورہ فیل کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ قریش (١٠٦)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''قریش'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مکہ میں کھیتی باڑی اور باغات نہیں تھے اس لئے قریش کی گزر اوقات کا ذریعہ صرف تجارت تھی اور عرب میں تجارتی سفر محفوظ نہیں تھے کیونکہ وہاں لوٹ مار اور قتل و غارت گری عام تھی، جگہ جگہ ڈاکوؤں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے اور وہ دن دہاڑے قافلوں کو لوٹ لیتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے قریش کو کعبہ کی وجہ سے ایسی عزت دے رکھی تھی کہ لوگ ان پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اس لئے وہ امن و سکون کے ساتھ گرمیوں کے موسم میں شام کے تجارتی سفر پر جاتے کیونکہ وہاں کا موسم ٹھنڈا تھا اور سردیوں کے موسم میں یمن کے تجارتی سفر پر جاتے کیونکہ وہاں کا موسم گرم تھا اور اہل مکہ کی خوراک کے لئے غلہ وغیرہ لے آتے۔ اگر اللہ تعالیٰ قریش پر احسان نہ کرتا اور ابرہہ کعبہ کو گرا دیتا تو عرب میں قریش کا احترام باقی نہ رہتا اور پھر ان کے تجارتی سفر بھی محفوظ نہ رہتے، لہٰذا ان دونوں سورتوں میں قریش کو اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد کرائے جا رہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سفروں کو محفوظ نہ بناتا تو وہ بھوکے مر جاتے، لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ ناشکری نہ کریں اور بیت اللہ کے رب یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں جس نے انہیں کعبہ کی وجہ سے تجارتی سفروں میں امن و سکون عطا فرمایا اور تجارت کے ذریعہ ان کی بھوک کا مداوا کیا۔

حضرت واثلہ بن اسقع ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چن لیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو چن لیا اور بنی کنانہ سے قریش کو چن لیا اور قریش سے بنی ہاشم کو چن لیا اور بنی ہاشم سے مجھے چن لیا۔ (ترمذی: ٣٦٠٥: ابواب المناقب: باب ١)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ
بعد از ظہر بروز اتوار ٩ جنوری ٢٠١١ء بمطابق ٤ صفر ١٤٣٢ھ

Marfat.com

ایاتہا ۴ ۱۰۶ سُورَۃُ قُرَیۡشٍ مَکِّیَّۃٌ ۲۹ رکوعہا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ① ۱۔ قریش کو رغبت دلانے کے لئے۔ [۱]

اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِ ② ۲۔ انہیں سردی اور گرمی کے (تجارتی) سفر سے مانوس کردیا۔

فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَیۡتِ ③ ۳۔ انہیں چاہیے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ [۲]

الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ④ ۴۔ جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں خوف سے امن بخشا۔

[۱] اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے قریش کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں یعنی مکہ میں کھیتی باڑی اور باغات نہیں تھے اس لئے قریش کی گزراوقات کا ذریعہ صرف تجارت تھی اور عرب میں تجارتی سفر محفوظ نہیں تھے کیونکہ وہاں لوٹ مار اور قتل وغارت گری عام تھی، جگہ جگہ ڈاکوؤں نے ڈیرے لگا رکھے تھے اور وہ دن دہاڑے قافلوں کو لوٹ لیتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے قریش کو کعبہ کی وجہ سے ایسی عزت دے رکھی تھی کہ لوگ ان پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اس لئے وہ امن وسکون کے ساتھ گرمیوں کے موسم میں شام کے تجارتی سفر پر جاتے کیونکہ وہاں کا موسم ٹھنڈا تھا اور سردیوں کے موسم میں یمن کے تجارتی سفر پر جاتے کیونکہ وہاں کا موسم گرم تھا اور اہل مکہ کی خوراک کے لئے غلہ وغیرہ لے آتے۔ اگر اللہ تعالیٰ قریش پر احسان نہ کرتا اور ابرہہ کعبہ کو گرا دیتا تو عرب میں قریش کا احترام باقی نہ رہتا اور پھر ان کے تجارتی سفر بھی محفوظ نہ رہتے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان میں امن و سکون کی وجہ سے تجارتی سفروں کی رغبت پیدا فرمائی۔

[۲] اگر اللہ تعالیٰ ان سفروں کو محفوظ نہ بناتا تو وہ بھوکے مرجاتے، لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ ناشکری نہ کریں اور بیت اللہ کے رب یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں جس نے انہیں کعبہ کی وجہ سے تجارتی سفروں میں امن وسکون عطا فرمایا اور تجارت کے ذریعہ ان کی بھوک کا مداوا کیا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از ظہر بروز اتوار ۹ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی ایک گھنٹہ میں سورہ قریش کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الماعون (۱۰۷)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''ماعون'' ہے جو اس سورت کی آخری آیت سے ماخوذ ہے۔

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے کے متعلق سید محمود آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں تین اقوال نقل کئے ہیں:

۱۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔

۲۔ حضرت ابن عباس اور قتادہ کا قول یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔

۳۔ ھبۃ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا نصف حصہ مکہ میں نازل ہوا اور نصف حصہ مدینہ میں نازل ہوا۔

اس سورت کے مضامین تیسرے قول کی تائید کرتے ہیں کیونکہ اس کے ابتدائی حصہ میں منکر اسلام اور منکر قیامت کا ذکر ہے اور وہ مکہ میں بہت زیادہ تھے اور اس کے آخری حصہ میں منافقین کا ذکر ہے جو نماز میں غفلت اور ریاکاری کرتے تھے اور منافقین صرف مدینہ میں تھے مکہ میں کوئی منافق نہیں تھا کیونکہ مکہ میں دکھلاوے کی نماز پڑھنے کا امکان نہیں تھا، وہاں تو مسلمان چھپ کر نماز پڑھتے تھے، اعلانیہ نماز پڑھنا تو جان پر کھیلنے کے مترادف تھا، لہٰذا میرے خیال میں یہ سورت اس لئے مکی ہے کیونکہ اس کے نزول کی ابتدا مکہ میں ہوئی تھی۔

اس سورت میں کفار کی دو صفات بیان کی گئی ہیں یعنی وہ یتیم کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔ اور منافقین کی تین صفات کا ذکر کیا گیا ہے یعنی وہ نماز میں غفلت کرتے، ریاکاری کے لئے نماز پڑھتے اور عام استعمال کی معمولی چیزوں سے بھی انکار کر دیتے۔

اس سورت میں کفار اور منافقین کی جن پانچ کمزوریوں کا ذکر کیا گیا ہے مسلمانوں کے لئے ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے یعنی مسلمانوں کو یتیم اور مسکین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے، نماز میں غفلت اور ریاکاری سے اجتناب کرنا چاہیے اور غریب پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کرنا چاہیے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز اتوار ۹ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

آیاتہا ۷ ۱۰۷ سورۃ الماعون مکیۃ ۱۷ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ﴿١﴾

۱۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو (روزِ) جزا کو جھٹلاتا ہے؟[۱]

[۱] اس سورت میں خطاب بظاہر نبی کریم ﷺ سے ہے مگر مراد آپ کی امت ہے یعنی آپ اپنی امت سے پوچھیں: کیا وہ اس شخص کو پہچانتے ہیں جو روز جزا اور دین اسلام کو جھٹلاتا ہے؟ اور جو نہیں پہچانتے انہیں آپ بتا دیں کہ منکر قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ اگر کوئی یتیم اس کے دروازے پر سوال لے کر آئے تو وہ اسے دھکے مار کر نکال دیتا ہے اور اگر اس کے رشتہ داروں میں کوئی یتیم ہو جائے تو وراثت سے اس کا حصہ غصب کرنے سے بھی باز نہیں آتا اور دوسری نشانی یہ ہے کہ اگر اس کے پڑوس میں کوئی مسکین بھوکا ہو تو نہ خود اس کو کھانا کھلاتا ہے اور نہ کسی اور کو اس کے کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا ہے

وہ یتیم اور مسکین کی مدد اس لئے نہیں کرتا کہ یہ خود محتاج اور بے سہارا ہیں، اگر ان کی مدد کی جائے تو یہ اس کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتے لیکن اگر اس کا قیامت پر ایمان ہوتا تو وہ یتیم اور مسکین پر ضرور شفقت کرتا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے اجر عظیم کی امید رکھتا۔

اس آیت کی تفسیر میں سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ یہاں یتیم کو دھکے مارنے والے سے مراد ابوجہل ہے۔ اس کو ایک یتیم کا ٹرسٹی بنایا گیا تھا، ایک دن وہ یتیم بچہ ابوجہل کے پاس اس حالت میں آیا کہ اس کے بدن پر کپڑے تک نہ تھے اور اس سے سوال کیا کہ وہ اس کے باپ کے چھوڑے ہوئے مال سے کچھ اسے دیدے تو ابوجہل نے بڑی نفرت کے ساتھ اس یتیم کو وہاں سے نکال دیا۔ (تفسیر روح المعانی) اسی واقعہ کو جاری رکھتے ہوئے علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: قریش کے سرداروں نے اس یتیم کو کہا کہ تم محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ تمہارے لئے ابوجہل سے سفارش کریں اور اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ محمد (ﷺ) انکار کر دیں گے اور وہ محمد (ﷺ) کا مذاق اڑائیں گے مگر کفار کو کیا خبر کہ نبی ﷺ کسی محتاج کا سوال رد نہیں کرتے۔ چنانچہ آپ ﷺ اسی وقت یتیم کو ساتھ لے کر ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے تو ابوجہل (مجبوراً آپ کی تعظیم کے لئے) کھڑا ہو گیا اور آپ ﷺ کے فرمانے پر یتیم کو اس کا مال دے دیا۔ قریش کے سرداروں نے ابوجہل کو طعنہ دیا کہ کیا تم نے بھی اپنا دین چھوڑ دیا ہے؟ ابوجہل نے کہا: خدا کی قسم! میں نے اپنا دین نہیں چھوڑا، لیکن بات یہ ہے کہ میں نے محمد (ﷺ) کے دائیں بائیں نیزے ہی نیزے دیکھے اور خوفزدہ ہو گیا کہ اگر میں ان کی بات نہ مانتا تو وہ نیزے میرے جسم میں پیوست ہو جاتے۔ (تفسیر روح البیان)

Marfat.com

فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝۲ — ۲۔ پس یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۝۳ — ۳۔ اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝۴ — ۴۔ پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے۔[۲]

یتیم کی کفالت

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور سب سے بُرا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو۔ (ابن ماجہ:۳۶۷۹: ابواب الادب: باب ۶)

مسکین کو کھانا کھلانا

☆ حضرت ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی ننگے مسلمان کو لباس پہنایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا، اور جس مسلمان نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا، اور جس مسلمان نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا اللہ تعالیٰ اس کو کستوری کی سربہ مہر شراب پلائے گا۔

(ابوداؤد: ۱۶۸۲: کتاب الزکوٰۃ: باب ۴۱)

☆ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے کھجور اور دودھ ملا کر حلوہ بنایا، اسی اثنا میں ایک مسکین آ گیا، آپ نے وہ حلوہ اٹھا کر اس مسکین کو دے دیا، اہل مجلس میں سے کسی نے کہا: امیر المومنین! اس لذیذ حلوے کی قدر یہ بے چارہ مسکین کیا سمجھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: لیکن مسکین کا رب تو جانتا ہے کہ یہ کیا ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۲۰: جلد ۵: ص ۴۱۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی بارگاہ میں سنگدلی کی شکایت کی تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے تو یتیم کے سر پر دست شفقت پھیرا کر اور مسکین کو کھانا کھلایا کر۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۹)

[۲] اس سورت کی پہلی تین آیات میں منکر قیامت کی دو نشانیاں بیان کی گئی ہیں اور آخری چار آیات میں منافق کی تین نشانیاں بیان کی گئی ہیں جن کی وجہ سے وہ خرابی اور عذاب کا مستحق قرار پائے گا۔

نماز سے غفلت

وہ اپنی نماز سے غافل ہیں یعنی وہ نماز پڑھتے تو ہیں مگر اس کے ظاہری اور باطنی آداب اور لوازمات کی پرواہ نہیں کرتے۔

☆ حضرت ابو قتادہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بُرا چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے۔

Marfat.com

الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿۵﴾	۵۔ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔
الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ﴿۶﴾	۶۔ جو ریاکاری کرتے ہیں۔
وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ﴿۷﴾ ع	۷۔ اور استعمال کی معمولی چیز بھی دینے سے منع کرتے ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اپنی نماز میں چوری کیسے کرتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنی نماز کا رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا۔ (سنن دارمی: کتاب الصلاۃ: باب ۷۸)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک وہ دوسری طرف التفات نہ کرے اور جب بندہ ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اعراض کر لیتا ہے۔ (ابوداؤد: ۹۰۹: کتاب الصلاۃ: باب ۱۶۵)

☆ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب تم نماز پڑھ رہے ہوتے ہو تو تمہارا رب تمہارے سامنے ہوتا ہے اور تم اس سے مناجات کر رہے ہوتے ہو، پس تم ادھر ادھر التفات نہ کرو۔ عطا رحمہ اللہ نے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو کس کی طرف التفات کر رہا ہے؟ میں تیرے لئے اس سے بہتر ہوں جس کی طرف تو التفات کر رہا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۴۵۳۸: جلد اول: ص ۴۹۲)

ریاکاری کی نماز

وہ دکھلاوا کے لئے نماز پڑھتے ہیں یعنی ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے پڑھتے ہیں تاکہ لوگ انہیں نیک کہیں اور ان کی تعریف کریں۔

☆ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (جس دن) ہمارا رب اپنی پنڈلی ظاہر فرمائے گا تو ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت اس کو سجدہ کریں گے اور جو دنیا میں ریاکاری اور شہرت کے لئے سجدہ کرتا تھا وہ سجدہ کرنا چاہے گا تو اس کی کمر تختہ کی طرح سخت ہو جائے گی۔ (بخاری: ۴۹۱۹: کتاب تفسیر القرآن: سورہ قلم: باب ۲)

عام استعمال کی معمولی چیزوں میں بخل کرنا

یعنی اگر کوئی غریب پڑوسی ان سے نمک، پانی یا عارضی طور پر عام استعمال کی کوئی چیز مانگے تو وہ اتنے خود غرض اور بخیل ہیں کہ عام استعمال کی معمولی چیز بھی پڑوسی کو دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم سے بچو کیونکہ ظلم روز قیامت کے اندھیرے ہیں، اور بے حیائی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کو پسند نہیں فرماتا، اور بخل (شح) سے بچو کیونکہ اس (بخل) نے تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا۔ بخل نے ان کو ظلم کا حکم دیا تو وہ ظلم کرنے لگے، جب انہیں فسق و فجور کا حکم دیا تو وہ فسق و فجور کرنے لگے اور جب انہیں قطع رحمی کا حکم دیا تو وہ قطعی رحمی کرنے لگے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۹)

Marfat.com

اس سورت میں کفار اور منافقین کی جن پانچ کمزوریوں کا ذکر کیا گیا ہے مسلمانوں کے لئے ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے یعنی مسلمانوں کو یتیم اور مسکین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے، نماز میں غفلت اور ریا کاری سے اجتناب کرنا چاہیے اور غریب پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کرنا چاہیے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعداز مغرب بروز اتوار ۹ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج مغرب کے بعد ہی تقریباً دو گھنٹوں میں سورہ ماعون کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورة الکوثر (۱۰۸)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''کوثر'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

سبب نزول

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ عرب اس شخص کو ''ابتر'' (یعنی بے نسل) کہتے تھے جس کے بیٹے اور بیٹیاں ہوں، پھر اس کے بیٹے فوت ہو جائیں اور صرف بیٹیاں رہ جائیں، پس کہا جاتا ہے کہ ایک دن عاص بن وائل نبی کریم ﷺ کے ساتھ کھڑا ہو کر کچھ باتیں کر رہا تھا، (جب وہ فارغ ہوا) تو قریش کے سرداروں کی ایک جماعت نے عاص بن وائل سے پوچھا: تم کس آدمی کے پاس کھڑے تھے؟ تو اس نے جواب دیا: اس ابتر (یعنی نبی کریم ﷺ) کے پاس کھڑا تھا تو اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ کوثر: زیر آیت نمبر ۳) کیونکہ اس وقت نبی کریم ﷺ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پیدا ہونے والی چاروں بیٹیاں (یعنی حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنهن) زندہ تھیں مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پیدا ہونے والے دونوں بیٹے (یعنی حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ ؓ) کم سنی میں ہی فوت ہو چکے تھے اور اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا اتنی عمر رسیدہ ہو چکی تھیں کہ عام طور اس عمر میں بچے پیدا نہیں ہوتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی تبلیغ سے اسلام پھیل رہا تھا اور مکہ والے پریشان تھے کہ اسلام کو کیسے روکا جائے، اس پر عاص بن وائل کہنے لگا: محمد (ﷺ) ابتر ہیں یعنی ان کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا جو ان کی وفات کے بعد ان کا جانشین بنے، لہذا جب آپ (ﷺ) فوت ہو جائیں گے تو ان کا ذکر مٹ جائے گا اور اہل مکہ کو ان سے چھٹکارا مل جائے گا، اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔

علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: اللہ تعالی نے اس سورت میں خبر دی ہے کہ یہ کافر (عاص بن وائل) خود ابتر ہوگا، اگرچہ اس کی اولاد تھی مگر وہ اللہ تعالی کی رحمت سے کٹ گیا اور اس کو ہمیشہ لعنت کے ساتھ ہی یاد کیا جائے گا۔ اس کے برعکس نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر ہمیشہ زندہ رہے گا، ان کا ذکر اذان اور خطبہ میں اللہ تعالی کے نام کے ساتھ بلند ہوتا رہے گا اور ایمان والے قیامت تک ان کے فرمانبردار رہیں گے اور آپ ﷺ ایمان والوں کے لئے والد کی طرح ہوں گے۔ (صفوۃ التفاسیر: سورۃ الکوثر) نیز اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی نسل کو آپ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے جاری فرمایا جو آج دنیا کے کونے کونے میں موجود ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز اتوار ۹ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

آیاتہا ۳ ﴿۱۰۸﴾ سورۃ الکوثر مکیۃ ۱۵ رکوعہا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ؕ﴿۱﴾ ا۔ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔[۱]

[۱] سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: کوثر، کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کا معنیٰ ہے کسی چیز کا اتنا زیادہ ہونا کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جا سکے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ کوثر)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: جو چیز تعداد میں، قدر و قیمت میں اور اپنی اہمیت میں بہت زیادہ ہو اسے کوثر کہا جاتا ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ کوثر)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو فرمایا: بے شک ہم نے آپ کو کوثر (یعنی بہت زیادہ) عطا فرمایا۔ اب یہاں پر صفت کا ذکر تو ہے مگر موصوف کا ذکر نہیں یعنی کیا چیز بہت زیادہ عطا فرمائی؟ اس کے جواب میں علماء فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو کوئی ایک چیز بہت زیادہ عطا فرمائی ہوتی تو اس کا ذکر کیا جاتا مگر یہاں تو حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو جتنی نعمتیں اور عظمتیں عطا فرمائی ہیں وہ ساری کی ساری اپنی تعداد، اپنی قدر و قیمت اور اپنی اہمیت کے اعتبار سے اتنی اعلیٰ اور زیادہ ہیں کہ ان کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

مفسرین نے کوثر کی تفسیر میں متعدد اقوال نقل کیے ہیں، میں ان میں سے دو پر اکتفا کر رہا ہوں:

ا۔ جنت کی ایک نہر

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کو آسمان کی طرف معراج کرائی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایک نہر پر آیا جس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد تھے، میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ جبریل نے جواب دیا: یہ کوثر ہے۔ (بخاری: ۴۹۶۴: کتاب تفسیر القرآن: سورہ کوثر)

☆ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے انا اعطینک الکوثر کے متعلق سوال کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: یہ وہ نہر ہے جو تمہارے نبی ﷺ کو عطا کی گئی ہے، اس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتی ہیں اور اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں کی مثل ہے۔

(بخاری: ۴۹۶۵: کتاب تفسیر القرآن: سورہ کوثر)

۲۔ حوض کوثر

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ میرے

Marfat.com

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ ۲۔ پس آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں۔[۲]

لئے شفاعت کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں شفاعت کروں گا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سب سے پہلے مجھے صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر میں صراط پر آپ سے ملاقات نہ کرسکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر میں میزان کے پاس بھی آپ سے ملاقات نہ کرسکوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے حوض کے پاس تلاش کرنا کیونکہ میں ان تین مقامات سے تجاوز نہیں کروں گا۔ (ترمذی: ۲۴۳۳: ابواب صفۃ الجنۃ: باب ۹)

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ میدان حشر میں نبی کریم ﷺ جس حوض سے اپنی امت کو پانی پلائیں گے اس کے بارے میں ہم نے بہت سی احادیث "التذکرۃ" میں ذکر کی ہیں۔ اور علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ حوض کوثر کے چاروں کونوں پر چاروں خلفاء تشریف فرما ہوں گے اور جو شخص ان میں سے کسی کے ساتھ بغض کرے گا تو دوسرے خلفاء اس کو پانی نہیں دیں گے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ کوثر)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: آپ حوض پر بھی میرے صاحب ہیں اور غار میں بھی میرے صاحب ہیں۔ (ترمذی: ۳۶۷۰: ابواب المناقب: باب ۳۹)

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور شہدائے احد کے لئے اس طرح دعا فرمائی جس طرح میت پر دعا کی جاتی ہے، پھر آپ ﷺ منبر کی طرف تشریف لائے اور فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم! میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں، اور اللہ کی قسم! مجھے تم پر اپنے بعد شرک کا اندیشہ نہیں لیکن مجھے تم پر اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔
(بخاری: ۶۴۲۶: کتاب الرقاق: باب ۷)

[۲] پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم احسانات کا ذکر فرمایا اور اب دوسری آیت میں ان احسانات کا شکر ادا کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے یعنی:

نماز پڑھا کرو

نبی کریم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کے کسی حکم پر عمل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، نماز پڑھنے کو دیکھیں تو ساری ساری رات نماز میں گزار دیتے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اس قدر زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں سوج کر پھٹ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کام) بخش دیے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں اس بات کو پسند نہ کروں کہ میں

Marfat.com

ع ۲۲ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝ ۳۔ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل ہے۔ [۳]

اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ ہوں۔ (بخاری: ۴۸۳۷: کتاب التفسیر: سورہ ۴۸)

قربانی دیا کرو

اس حکم پر عمل کرنے میں بھی آپ اپنی مثال آپ ہیں، صرف حجۃ الوداع کے موقع پر تریسٹھ (۶۳) اونٹ خود اپنے ہاتھ مبارک سے قربان کیے۔

☆ علامہ نورالدین حلبی شافعی لکھتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ قربانی کے لیے سو (۱۰۰) اونٹ اپنے ہمراہ لائے تھے، ان میں سے تریسٹھ (۶۳) اونٹ نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے، اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) سال تھی اور آپ ﷺ نے ہر سال کے لئے ایک اونٹ ذبح فرمایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے بقیہ سینتیس (۳۷) اونٹ ذبح کیے۔ (السیرۃ الحلبیۃ: جلد ۳: ص ۳۷۷) یہاں پر امام محمد بن یوسف شامی نقل کرتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ قربانی کے جانور ذبح کرنے لگے تو پانچ پانچ اونٹوں کو اکٹھے پیش کیا جاتا اور ہر اونٹ دوڑ کر نبی کریم ﷺ کے قریب آتا تاکہ آپ ﷺ اس کو ذبح فرمائیں۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی طرف سے ایک گائے بھی ذبح کی۔

(سبل الھدیٰ والرشاد: جلد ۸: ص ۶۵۵)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سینگوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا جس کے ہاتھ، پیر اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ سو وہ مینڈھا لایا گیا تاکہ آپ اس کی قربانی کریں۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ۔ پھر فرمایا: اس کو پتھر پر تیز کرو، میں نے اس کو تیز کیا، پھر آپ ﷺ نے چھری پکڑ کر مینڈھے کو گرایا اور اس کو ذبح کرنے لگے، پھر دعا کی: اللہ کے نام سے، اے اللہ! اس کو محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما! پھر اس کی قربانی کی۔ (مسلم: ۵۰۹۱: کتاب الاضاحی: باب ۳) اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کردار ملاحظہ فرمائیں: حضرت حنش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں، سو میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (ابوداؤد: ۲۷۹۰: کتاب الضحایا: باب ۱)

[۳] نبی کریم ﷺ کی تبلیغ سے اسلام پھیل رہا تھا اور مکہ والے پریشان تھے کہ اسلام کو کیسے روکا جائے، اس پر عاص بن وائل کہنے لگا: محمد (ﷺ) ابتر ہیں یعنی ان کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا جو ان کی وفات کے بعد ان کا جانشین بنے، لہٰذا جب آپ (ﷺ) فوت ہو جائیں گے تو ان کا ذکر مٹ جائے گا اور اہل مکہ کو ان سے چھٹکارا مل جائے گا، اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔

علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں خبر دی ہے کہ یہ کافر (عاص بن وائل) خود ابتر ہوگا، اگرچہ اس کی اولاد تھی مگر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کٹ گیا اور اس کو ہمیشہ لعنت کے ساتھ ہی یاد کیا جائے گا۔ اس کے برعکس نبی

Marfat.com

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہمیشہ زندہ رہے گا، ان کا ذکر اذان اور خطبہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ بلند ہوتا رہے گا اور ایمان والے قیامت تک ان کے فرمانبردار رہیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں کے لئے والد کی طرح ہوں گے۔ (صفوۃ التفاسیر: سورۃ الکوثر) نیز اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جاری فرمایا جو آج دنیائے اسلام کے کونے کونے میں موجود ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز اتوار ۹ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج عشاء کے بعد ہی تقریباً تین گھنٹوں میں سورہ کوثر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

اس طرح آج سورہ فیل، سورہ قریش، سورہ ماعون اور سورہ کوثر یعنی چار سورتوں کی تفسیر مکمل ہوگئی

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الکافرون (۱۰۹)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''کافرون'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

سبب نزول

یہ سورت قریش کے اس گروہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا: آپ ایک سال ہمارے بتوں کی عبادت کریں اور ہم ایک سال آپ کے معبود کی عبادت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اعلان نبوت سے پہلے بھی شرک نہیں کیا تو اب کیسے کرسکتا ہوں؟ تو اس وقت یہ سورت نازل ہوئی اور نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر انہیں بتادیا: میں تو بہر حال پہلے بھی اپنے دین پر قائم تھا اور اب بھی ہمیشہ کے لئے میرا تو یہی دین ہے، ہاں تم اگر اسلام قبول نہیں کرتے اور اپنے دین پر ہی قائم ہو تو یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہے اور تم ہی اس کے متعلق جوابدہ ہو گے۔

سورہ کافرون کی فضیلت

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذا زلزلت (۹۹) پڑھی وہ نصف قرآن کے برابر ہے اور جس نے قل ھو اللہ احد (۱۱۲) پڑھی وہ تہائی قرآن کے برابر ہے اور جس نے قل یاایھا الکافرون (۱۰۹) پڑھی وہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (ترمذی: ۲۸۹۳: ابواب فضائل القرآن: باب ۱۰)

☆ حضرت فروہ بن نوفل رضی اللہ عنہ اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت نوفل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: قل یاایھا الکافرون ساری سورت پڑھ کر سویا کرو کیونکہ یہ سورت شرک سے بری کرتی ہے۔

(ابوداؤد: ۵۰۵۵: کتاب الادب: باب ۹۸)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ
بعد از فجر بروز پیر ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۵ صفر ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

(آیاتھا ٦) (۱۰۹ سورۃ الکٰفرون مکیۃ ۱۸) (رکوعھا ۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ — ۱۔ آپ فرمادیں: اے کافرو!

لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ — ۲۔ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔[۱]

وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ﴿۳﴾ — ۳۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ﴿۴﴾ — ۴۔ اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

---

[۱] مفسرین لکھتے ہیں کہ اس سورت میں خطاب خاص طور پر کافروں کی اس جماعت کو ہے جو صلح کے خواہش مند تھے مگر اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (تفسیر مظہری، تفسیر قرطبی) اور بعد میں ایسا ہی ہوا کہ ان مخصوص ضدی اور متعصب کفار کی موت کفر پر ہی ہوئی، اس طرح یہ سورت آپ ﷺ کے سچا نبی ہونے کی دلیل بھی ہے کیونکہ جن کے متعلق آپ ﷺ نے خبر دی کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے تو واقعی وہ ایمان نہ لائے اور کفر پر ہی مر گئے۔ اس سورت کے مخاطب سارے کفار نہیں ہیں کیونکہ جو کفار تعصب سے بالاتر ہو کر قرآن مجید میں غور و فکر کرتے ہیں وہ اس وقت بھی ایمان لے آئے تھے اور آج بھی ایمان لا رہے ہیں۔

علامہ بغوی بیان کرتے ہیں کہ یہ سورت قریش کے جس گروہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان میں حارث بن قیس، عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ اور امیہ بن خلف شامل تھے، انہوں نے نبی ﷺ سے کہا: یا محمد! آئیں آپ ہمارے دین کی اتباع کریں اور ہم آپ کے دین کی اتباع کرتے ہیں، یعنی آپ ایک سال ہمارے بتوں کی عبادت کریں اور ہم ایک سال آپ کے معبود کی عبادت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی پناہ کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بناؤں (میں نے اعلان نبوت سے پہلے بھی شرک نہیں کیا تو اب کیسے کر سکتا ہوں؟) تو اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔ چنانچہ آپ ﷺ مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور وہاں قریش کی ایک جماعت کے سامنے کھڑے ہو کر یہ سورت پڑھ کر سنائی۔ (اس سے پہلے قریش کو امید تھی کہ شاید وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ کوئی سمجھوتا کرلیں گے) مگر اس کے بعد ان کی

Marfat.com

وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۝ ۵ ۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ [۲]

لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ۝ع ۶ ۔ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔ [۳]

امیدیں خاک میں مل گئیں اور انہوں نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اذیت پہنچانی شروع کر دی۔
(تفسیر بغوی: سورہ کافرون)

[۲] اس سورت میں بعض جملوں کا تکرار تاکید کے لئے ہے جیسا کہ پہلے سورہ رحمان (۵۵) اور سورہ مرسلات (۷۷) میں بھی گزر چکا ہے۔ اہل عرب اپنی شاعری اور نثر دونوں میں تاکید کے لئے بعض الفاظ یا جملوں کا تکرار لاتے رہتے ہیں۔

[۳] یعنی میں تو بہرحال پہلے بھی اپنے دین پر قائم تھا اور اب بھی ہمیشہ کے لئے میرا تو یہی دین ہے، ہاں تم اگر اسلام قبول نہیں کرتے اور اپنے دین پر ہی قائم ہو تو یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہے اور تم ہی اس کے متعلق جوابدہ ہو گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم جو چاہو کرو، بے شک وہ تمہارے تمام کاموں کو دیکھنے والا ہے۔ (قرآن: ۴۱:۴۰)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ
بوقت چاشت بروز پیر ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۵ صفر ۱۴۳۲ھ
اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی چند گھنٹوں میں سورہ کافرون کی تفسیر مکمل ہو گئی۔
الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃالنصر (۱۱۰)

یہ سورت مدنی ہے،اس کا نام ''نصر'' ہے جواس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورہ نصر قرآن مجید کی آخری سورت ہے۔(تفسیر ابن کثیر) یعنی اس کے بعد کئی آیات کا نزول تو ہوا ہے مگر کوئی مکمل سورت نازل نہیں ہوئی جیسا کہ سورہ فاتحہ سب سے پہلے نازل ہونے والی پوری سورت ہے اگرچہ کئی آیات اس سے پہلے بھی نازل ہوئی ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایام تشریق کے وسط میں نازل ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں تھے۔اس سورت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا کہ یہ ان کا آخری حج ہے۔
(تفسیر درمنثور)

مکی اور مدنی سورتیں

جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہیں چاہے وہ مکہ میں نازل ہوئیں یا مکہ سے باہر، وہ مکی کہلاتی ہیں اور جو سورتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئیں چاہے وہ مدینہ میں نازل ہوئیں یا مدینہ سے باہر، وہ مدنی کہلاتی ہیں، اسی طرح یہ سورت اگرچہ مکہ میں نازل ہوئی ہے مگر چونکہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے اس لئے یہ مدنی ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عصر بروز پیر ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۵ صفر ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

ایاتہا ۳ | ۱۱۰ سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۴ | رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝١

۱۔ جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آجائے۔

وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝٢

۲۔ اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔[۱]

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝٣ ع

۳۔ تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں، بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔[۲]

[۱] اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے مراد اسلام کا غلبہ اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے کیونکہ فتح مکہ سے پہلے لوگ انفرادی طور پر اکا دکا اسلام میں داخل ہوتے تھے مگر فتح مکہ کے بعد بڑے بڑے گروہ اور پورے پورے قبیلے اسلام میں داخل ہونے لگے۔

یہ سورت اگرچہ فتح مکہ کے دو سال بعد حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی مگر اس میں فتح مکہ کی یاد دہانی کرائی جا رہی ہے، یعنی اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں حتیٰ کہ صرف دو سالوں میں عرب کے اکثر علاقوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا، اس سے آپ ﷺ نے جان لیا کہ ان کا مشن مکمل ہو گیا ہے اور اب ان کے جانے کا وقت آ گیا ہے۔

[۲] کسی دنیادار لیڈر کو جب اتنی نمایاں کامیابی ملے تو وہ اپنی فتح کے جشن مناتا ہے اور خوشی سے پھولا نہیں سماتا اور بعض دفعہ متکبر ہو کر ظلم و ستم پر اتر آتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے مگر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو تلقین فرمائی کہ اس نمایاں کامیابی پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی تسبیح بیان کریں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔ مغفرت طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو گناہگار ہو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں اور جو نیکوکار ہو اس کے درجات بلند کر دیئے جائیں، لہٰذا نبی کریم ﷺ کے استغفار و توبہ کا مطلب ان کے درجات کی بلندی ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس سورت (یعنی سورہ نصر) کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ جب بھی نماز پڑھتے تو یہ دعا کرتے: سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ۔ (بخاری: ۴۹۶۷: کتاب تفسیر القرآن: سورہ نصر) (تو پاک ہے، اے ہمارے رب! اور تیری حمد کے ساتھ، اے اللہ! تو مجھے بخش دے۔)

Marfat.com

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! بے شک میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ بار توبہ کرتا ہوں۔

(بخاری: ۶۳۰۷: کتاب الدعوات: باب ۳)

☆ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی کے آخری زمانہ میں اٹھتے بیٹھتے اور جاتے آتے یہ پڑھتے تھے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ میں نے پوچھا: آپ آتے جاتے، اٹھتے بیٹھتے یہ ذکر کیوں کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور پھر آپ ﷺ نے سورہ نصر پڑھی۔ (تفسیر ابن جریر طبری: سورہ نصر)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز پیر ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۵ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً اڑھائی گھنٹوں میں سورہ نصر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علیٰ سید المرسلین و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ اللھب (۱۱۱)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''لہب'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

سبب نزول

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے جب قریش کو اکٹھا کیا اور صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر انہیں اسلام کی دعوت دی تو ابولہب نے کہا: تم پر ہلاکت ہو، کیا تم نے ہم کو اس لئے جمع کیا تھا؟ اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔ اس کی تفصیل اس سورت کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام

دونوں کا انجام اس دنیا میں بھی بڑا عبرت ناک ہوا اور آخرت میں بھی آگ کا عذاب ان کا منتظر ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز پیر ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۵ صفر ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

ایاتھا ۵ ۱۱۱ سُوْرَۃُ اللَّھَبِ مَکِّیَّۃٌ ۶ رکوعھا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ ؕ﴿۱﴾ ۱۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے۔[۱]

---

[۱] ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں مگر آپ کی دعوت تین مرحلوں پر مشتمل ہے: پہلے آپ ﷺ نے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دی، پھر اہل عرب اور پھر دیگر ممالک میں تبلیغ کا کام شروع کیا۔ پہلے مرحلے پر جب آپ ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں سے تبلیغ کا آغاز فرمایا تو اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ یعنی آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔ (قرآن: ۲۶: ۲۱۴) تو نبی ﷺ صفا کی پہاڑی پر چڑھے اور آپ ﷺ نے بلند آواز سے پکارا: اے بنی فہر! اے بنی عدی! یہ قریش کے خاندان تھے حتیٰ کہ وہ سب آپ کے گرد جمع ہو گئے اور جو خود نہ آسکا اس نے اپنا نمائندہ بھیجا تاکہ وہ دیکھے کہ انہیں کیوں بلایا گیا ہے۔ چنانچہ ابولہب بھی آگیا اور دیگر قریش بھی آگئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں تم کو بتاؤں کہ دشمن کا ایک بڑا لشکر اس (پہاڑ کے پیچھے) وادی میں کھڑا ہے تاکہ تم پر حملہ کردے، تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا: ہاں! کیونکہ ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو میں تم کو متنبہ کر رہا ہوں (کہ شرک سے باز آجاؤ ورنہ) تمہارے سامنے سخت عذاب ہے۔ اس پر ابولہب نے کہا: تم پر سارا دن ہلاکت ہو، کیا تم نے ہم کو اس لئے جمع کیا تھا؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری: ۴۷۷۰: کتاب تفسیر القرآن: سورہ شعراء)

ابولہب کا انجام

ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا، سرخ رنگ کی وجہ سے اس کی کنیت ابولہب مشہور تھی، ابولہب آپ ﷺ کا حقیقی چچا مگر سخت دشمن تھا۔

سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ جنگ بدر کے سات روز بعد ابولہب ہلاک ہو گیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کو طاعون کی طرح ایک پھوڑا (عدسہ) نکل آیا، اس کے گھر والے اس سے علیحدہ ہو گئے کہ کہیں انہیں بھی یہ پھوڑا نہ نکل آئے اور قریش اس پھوڑا سے اسی طرح دور بھاگتے تھے جس طرح طاعون سے دور بھاگتے تھے۔ چنانچہ تین روز تک اس کی لاش پڑی رہی، اس میں تعفن اور بدبو پیدا ہو گئی اور لوگ اس کے بیٹوں کو لعن طعن کرنے لگے تو انہوں نے چند حبشیوں کو کرائے پر لیا، انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے اس کی لاش کو دھکیل کر اس گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر سے اتنے پتھر پھینکے کہ اس کی لاش ان میں چھپ گئی۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ لہب)

Marfat.com

مَآ اَغۡنٰى عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢

٢۔ نہ تو اس کے مال نے اسے کوئی فائدہ پہنچایا اور نہ ہی اس نے جو اس نے کمایا۔[٢]

سَيَصۡلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣

٣۔ وہ عنقریب شعلوں والی آگ میں جائے گا۔

وَّامۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ ۝٤

٤۔ اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیوں کا بوجھ اٹھانے والی ہے۔[٣]

فِىۡ جِيۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ۝٥ ع

٥۔ اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی رسی ہوگی۔[٤]

---

[٢] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو آگ کے عذاب سے ڈرایا تو ابولہب نے کہا: جو کچھ میرا بھتیجا کہتا ہے اگر وہ حق ہوا تو میرے پاس مال اور اولاد بہت ہے، میں ان کو فدیہ دے کر اپنے آپ کو بچا لوں گا تو اس وقت اس سورت کی یہ دوسری آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ لہب) یعنی جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو اس کا مال اس کے کام نہ آیا حتیٰ کہ اس کے بیٹے اسے بیمار چھوڑ کر بھاگ گئے اور مرنے کے بعد اس کو دفن کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ یہ عبرت ناک انجام تو اس کا اس دنیا میں ہوا اور آخرت میں تو شعلوں والی آگ اس کا انتظار کر رہی ہے۔

[٣] ابولہب کا گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے متصل تھا اور اس کی بیوی جنگل سے خاردار لکڑیاں جمع کر کے لاتی اور رات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں بچھا دیتی تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچے۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر بغوی: سورہ لہب)

[٤] شعبی اور مقاتل نے کہا ہے: اس سے مراد وہ رسی ہے جس سے ابولہب کی بیوی لکڑیاں جمع کر کے باندھ کر اٹھاتی تھی، ایک روز وہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لا رہی تھی کہ تھوڑی دیر ستانے کے لئے ایک پتھر پر بیٹھ گئی، اس اثنا میں ایک فرشتہ آیا اور اس رسی کو پیچھے سے کھینچا جس سے اس کا گلا گھٹ گیا اور وہ مر گئی۔ (تفسیر بغوی: سورہ لہب)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز پیر ١٠ جنوری ٢٠١١ء بمطابق ٥ صفر ١٤٣٢ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً دو گھنٹوں میں سورہ لہب کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

آج ایک ہی دن میں سورہ کافرون، سورہ نصر اور سورہ لہب یعنی تین سورتوں کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الاخلاص (۱۱۲)

یہ سورت کی ہے، اس کے متعدد نام ہیں مگر اس کا زیادہ مشہور نام ''اخلاص'' ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورت اللہ تعالیٰ کی توحید خالص کو بیان کرتی ہے جو کہ اسلام کا بنیادی اور سب سے اہم عقیدہ ہے۔

سبب نزول

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: آپ اپنے رب کا نسب نامہ بیان کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمادی (اور آپ ﷺ نے اس کی تفسیر یوں فرمائی) یعنی اللہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے کیونکہ جو پیدا ہوتا ہے وہ عنقریب مرجاتا ہے اور جو مرتا ہے اس کا کوئی وارث ہوتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ کو نہ موت آئے گی اور نہ اس کا کوئی وارث ہوگا۔ پھر آپ نے فرمایا: اس کا کوئی مشابہ نہیں ہے، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے اور نہ کوئی چیز اس کی مثل ہے۔ (ترمذی: ۳۳۶۴: تفسیر القرآن: باب ۱۱۲: سورہ اخلاص)

سورہ اخلاص کی فضیلت

☆ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ایک رات میں تہائی قرآن نہیں پڑھ سکتا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہر شخص تہائی قرآن (ایک رات میں) کیسے پڑھ سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: {قل ھو اللہ احد} تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (مسلم: ۱۸۸۶: کتاب فضائل القرآن: باب ۴۵: سورہ اخلاص)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میں تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھتا ہوں، پھر آپ ﷺ نے سورہ اخلاص پڑھی۔

(مسلم: ۱۸۸۹: کتاب فضائل القرآن: باب ۴۵: سورہ اخلاص)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک صحابی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا اور ان کا معمول یہ تھا کہ وہ جب جماعت کراتے تو ہر رکعت کی قراءت کے بعد آخر میں سورہ اخلاص پڑھتے۔ جب لشکر کے لوگ واپس آئے تو انہوں نے نبی ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان سے پوچھو: وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ ان لوگوں نے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے، اس لئے میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو جا کر خوش خبری سنا دو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت فرماتا ہے۔ (بخاری: ۷۳۷۵: کتاب التوحید: باب ۱)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص مسجد قباء میں امامت کراتے تھے، وہ جب بھی نماز میں کوئی سورت ملاتے تو سورہ اخلاص سے ابتدا کرتے، پھر اس کے بعد کوئی اور سورت پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے۔ ان کے مقتدیوں نے انہیں کہا: آپ پہلے یہ سورت پڑھتے ہیں اور اس کو کافی نہیں سمجھتے، پھر کوئی اور سورت ملاتے ہیں، آپ یا

Marfat.com

تو اس سورت کو پڑھیں یا اس کو چھوڑ کر کوئی اور سورت پڑھیں۔ انہوں نے جواب دیا: میں اس سورت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں، تم کو پسند ہو تو میں تم کو امامت کراتا ہوں اور اگر پسند نہ ہو تو میں امامت نہیں کراتا۔ لوگ ان کو اپنے سے بہتر سمجھتے تھے اس لئے کسی اور کو امام بنانا پسند نہیں کرتے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کو یہ واقعہ سنایا، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم اپنے مقتدیوں کی بات کیوں نہیں مانتے؟ اور ہر رکعت میں اس سورت کے التزام کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سورت کی محبت نے تم کو جنت میں داخل کر دیا ہے۔

(بخاری: ۷۷۴: کتاب الاذان: باب ۱۰۶)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبروں کے پاس سے گزرے اور گیارہ مرتبہ (قل ھو اللہ احد) پڑھ کر اس کا ثواب فوت شدہ لوگوں کی ارواح کو پہنچائے، اس شخص کو اللہ تعالیٰ اتنا اجر عطا فرمائے گا جتنی فوت شدہ لوگوں کی تعداد ہے۔ (کنز العمال: جلد ۱۵: ص ۶۵۵: حدیث نمبر ۴۲۵۹۶)

☆ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے غربت اور تنگدستی کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم گھر میں داخل ہو اگر اس میں کوئی شخص موجود ہو تو اسے سلام کیا کرو اور اگر اس میں کوئی شخص موجود نہ ہو تو مجھ پر سلام کیا کرو اور ایک مرتبہ قل ھو اللہ احد۔۔۔{یعنی سورہ اخلاص} پڑھا کرو۔ اس آدمی نے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اتنا کثیر رزق عطا فرمایا کہ وہ اپنے پڑوسیوں پر بھی سخاوت کرنے لگا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ اخلاص)

قاضی عیاض نقل کرتے ہیں کہ عمرو بن دینار (جو امام حدیث ہیں اور صحاح ستہ کے مصنفین نے ان سے احادیث روایت کی ہیں) سورہ نور (۲۴) کی آیت نمبر ۶۱ کے ضمن میں لکھتے ہیں: یعنی جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں پر سلام کہا کرو، اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو کہو: السلام علی النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (شرح الشفاء: فصل فی المواطن التی یستحب فیھا الصلاۃ والسلام: جلد ۲: ص ۱۱۸) ملا علی قاری شرح شفاء میں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ای لأن روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت اھل الاسلام۔ یعنی حضور ﷺ کی روح مبارک اہل اسلام کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے۔

(شرح الشفاء: فصل فی المواطن التی یستحب فیھا الصلاۃ والسلام: جلد ۲: ص ۱۱۸)

☆ اس سورت کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ جبریل امین نبی ﷺ کے پاس موجود تھے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ادھر آتے دکھائی دیئے، جبریل امین نے کہا: یہ ابوذر رضی اللہ عنہ آ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم ابوذر کو پہچانتے ہو؟ جبریل امین نے جواب دیا: وہ یہاں کی نسبت ہمارے ہاں (یعنی فرشتوں میں) زیادہ مشہور ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: کس وجہ سے انہیں یہ فضیلت ملی ہے؟ جبریل امین نے جواب دیا: ایک تو یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنے دل میں چھوٹا سمجھتے ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ سورہ اخلاص کثرت سے پڑھتے ہیں۔ (تفسیر کبیر: سورہ اخلاص) توحید خالص کے حوالے سے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں پر عقیدۂ توحید کو کچھ تفصیل سے بیان کیا جائے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ پر ایمان

اللہ تعالیٰ پر ایمان سے مراد یہ ہے کہ انسان اس حقیقت کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرے کہ ☆ اللہ تعالیٰ ایک ہے ☆ اس کا کوئی شریک اور ہمسر نہیں ہے ☆ صرف وہی عبادت کے لائق ہے ☆ سب سے پہلے بھی اللہ تھا اور سب سے آخر بھی اللہ ہی ہوگا یعنی وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا ☆ وہ ہر خوبی کا مالک اور ہر کمزوری سے پاک ہے ☆ وہ ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے ☆ وہ ہر چیز کا رازق اور پروردگار ہے ☆ وہ خود زندہ ہے اور سب کی زندگی و موت اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔

نہ اس کی اولاد ہے اور نہ والدین ☆ نہ اس کو نیند آتی ہے اور نہ اونگھ ☆ وہ بے نیاز ہے اور ساری کائنات اس کی نیاز مند ہے ☆ اس کا علم کائنات کے ہر ذرے کو حاوی ہے ☆ ظاہر و باطن اس کے سامنے عیاں ہے اور دل کی گہرائی سے اٹھنے والے خیالات کو بھی جانتا ہے ☆ وہ ہر جگہ موجود ہے ☆ وہ نظر نہیں آتا مگر اپنی قدرتوں سے سمجھا جاسکتا ہے ☆ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا مہربان اور سب سے زیادہ درگزر کرنے والا ہے ☆ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا طاقتور اور سب سے زیادہ محبت کرنے والا ہے۔

اسمائے حسنیٰ

اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا ذاتی نام بھی ایک ہے یعنی ''اللہ''۔ اس کی صفات بہت زیادہ ہیں اس لئے اس کے صفاتی نام بھی بہت زیادہ ہیں، مثلاً رحمٰن، رحیم، رازق، خالق، قدوس، سلام، عزیز، علیم، قدیر، سمیع، بصیر، حکیم، غفور، شکور وغیرہ جن کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب ونقص سے پاک ہے اسی طرح اس کی صفات اور اس کے خوبصورت نام (اسمائے حسنیٰ) بھی ہر عیب اور نقص سے پاک ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت ہے اسی طرح اس کا نام بھی بابرکت ہے، اسی لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان اپنے ہر جائز کام کی ابتدا بسم اللہ سے کرے تاکہ اس کے نام کی برکت اس کام میں شامل ہوجائے۔

اسمائے حسنیٰ کی برکت

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جو ان کو یاد کرلے وہ جنت میں داخل ہوجائے گا۔ (بخاری: ۲۷۳۶: کتاب الشروط: باب ۱۸)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت کے ایک شخص کو منتخب کرکے الگ کھڑا کردے گا، پھر اس کے سامنے اس کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے، ہر رجسٹر حد نگاہ تک بڑا ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: کیا تجھ کو ان میں سے کسی چیز کا انکار ہے؟ کیا میرے لکھنے والے محافظ فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں یارب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرا کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا: نہیں یارب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تجھ پر بالکل ظلم نہیں ہوگا، پھر کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے گا جس پر لکھا ہوگا: اشهد ان

Marfat.com

لا الہ الا اللہ واشھدان محمداعبدہ ورسولہ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب تم میزان پر حاضر ہو جاؤ۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! ان رجسٹروں کے سامنے کاغذ کے اس ٹکڑے کی کیا حیثیت ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر میزان کے ایک پلڑے میں اس کے گناہوں کے (ننانوے) رجسٹر رکھے جائیں گے اور دوسرے پلڑے میں وہ کاغذ کا ٹکڑا رکھا جائے گا، پھر گناہوں کے رجسٹروں والا پلڑا ہلکا ہو جائے گا اور کاغذ کے پرزے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا، سو اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز وزنی نہیں ہو سکتی۔ (ترمذی: ۲۶۳۹: ابواب الایمان: باب ۱۷)

توحید کا تصور

ایک خدا کا تصور ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر یہ اس کے ماں باپ ہیں جو اس کو یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جس طرح ایک جانور مکمل بچہ جنم دیتا ہے کیا تم اس میں کوئی ناک یا کان کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آیت پڑھتے تھے: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ۔ (قرآن: ۳۰:۳۰) اللہ تعالیٰ کی (پیدا کردہ اسلامی) فطرت پر (قائم رہو) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق (فطرت) میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، یہی دین قیم ہے۔ (بخاری: ۱۳۵۹: کتاب الجنائز: باب ۷۹) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی فطرت میں توحید کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھی ہے اس میں مسلمان اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ اگر ابوجہل اور ابولہب کی فطرت میں قبولیتِ توحید کی صلاحیت نہ ہوتی تو انہیں قبولِ اسلام کی دعوت دینا اور پھر انہیں جہنم کا مستحق قرار دینا صحیح نہ ہوتا۔

ایک خدا کے بارے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا استدلال

علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے خدا کے وجود پر دلیل طلب کی۔ آپ نے پوچھا: تمہارا پیشہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اس کا پیشہ سمندری تجارت ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے اپنی زندگی کا کوئی خاص واقعہ سناؤ۔ اس نے کہا: ''ایک دفعہ میں سمندر میں سفر کر رہا تھا کہ طوفان سے میری کشتی ٹوٹ گئی اور میں ایک لکڑی کے تختے کے سہارے تیر رہا تھا کہ اچانک تیز ہوائیں چلنے لگیں۔'' اسی اثناء میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس تاجر سے پوچھا: ''سچ بتاؤ جب تمہاری کشتی ٹوٹ چکی تھی اور تمہارا تختہ طوفانی موجوں کے رحم و کرم پر تھا کیا اس وقت تمہارے دل میں کسی برتر ہستی کے حضور عجز و نیاز اور دعا کے جذبات پیدا ہوئے تھے جو تمہیں اس مشکل سے نجات دلائے؟'' تاجر نے اثبات میں جواب دیا تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس انتہائی مصیبت کے وقت جس ہستی کے لئے تمہارے دل میں نیازمندی اور عاجزی کے جذبات پیدا ہوئے تھے وہی تیرا حقیقی خدا ہے۔'' (تفسیر کبیر: سورۃ یونس ۱۰: زیر آیت نمبر ۲۲) انسان ماحول اور والدین سے متاثر ہو کر اکثر اس فطرت کو دبا دیتا ہے لیکن مصیبت میں یہ فطرت ابھر کر سامنے آجاتی ہے اسی لئے مشرکین بھی جب مصائب میں گھر جاتے ہیں تو بتوں کی بجائے صرف ایک خدا کو پکارتے ہیں۔

Marfat.com

ایک خدا کی طرف رجوع

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ یہ چیز انسان کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے کہ مصیبت کے وقت وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پریشان حال کی دعا قبول کرتا ہے خواہ وہ کافر ہی ہو کیونکہ اس وقت سارے جھوٹے اور مادی سہارے ختم ہو چکے ہوتے ہیں اور صرف ایک خدا کی رحمت کا سہارا باقی رہ جاتا ہے جس کی طرف وہ رجوع کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ یونس ۱۰: زیر آیت نمبر ۲۲) اسی لئے نبی کریم ﷺ نے مظلوم کی بددعا سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے: حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مظلوم کی بددعا سے بچو خواہ وہ کافر ہو کیونکہ اس کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔'' (مسند احمد: ۳: ۱۵۳) اور اس کی بددعا بہت جلد درجہ قبولیت تک پہنچ جاتی ہے۔

عکرمہ ؓ بن ابی جہل کا قبول اسلام

عکرمہ ؓ بن ابی جہل کے بارے میں مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ کسی دوسرے ملک جاتے ہوئے کشتی میں سوار ہوا تو کشتی طوفانی ہواؤں کی زد میں آ گئی جس پر ملاح نے کشتی میں سوار لوگوں سے کہا: اب ایک خدا کو اخلاص کے ساتھ پکارو تمہارے خدا یہاں تمہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ عکرمہ ؓ نے کہا: بخدا! اگر ایک خدا کے بغیر مجھے سمندر میں کوئی نجات نہیں دے سکتا تو خشکی میں بھی اس کے بغیر مجھے کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! میں تیرے ساتھ وعدہ کرتا ہوں اگر تو نے مجھے اس مصیبت سے نجات دی تو میں حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ایمان لے آؤں گا اور میں انہیں ضرور معاف کرنے والا اور کریم پاؤں گا، چنانچہ عکرمہ کو جب اس طوفان سے نجات ملی تو وہ سیدھے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ (سنن نسائی: کتاب تحریر الدم: باب ۱۴)

ابن سعد نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جب عکرمہ کشتی میں سوار ہوئے اور کشتی کو آندھی اور طوفان نے گھیر لیا تو کشتی والے اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگے اور اس کی توحید کا اقرار کرنے لگے۔ عکرمہ نے انہیں کہا: تم یہ کیا کر رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا: اے عکرمہ! یہ ایسی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نفع نہیں دے سکتا تو عکرمہ بولے: یہی تو وہ خدا ہے جس کی طرف حضرت محمد ﷺ ہمیں بلاتے ہیں تو آؤ واپس چلتے ہیں، چنانچہ جب طوفان سے نجات ملی تو حضرت عکرمہ واپس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔
(تفسیر روح المعانی: سورۃ یونس ۱۰: زیر آیت نمبر ۲۲)

بائبل اور توحید

ہر آسمانی کتاب کی بنیادی اور مرکزی تعلیم یہی تھی کہ خدا ایک ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ہر حیثیت سے یکتا و بے مثال ہے۔ موجودہ بائبل میں بھی غور کیا جائے تو بے شمار مقامات پر ایک خدا کا تصور موجود ہے۔ اس وقت میرے سامنے The Living Bible کا برٹش ایڈیشن 1975ء ہے۔ اس سے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

1) How great are you, Lord God! We have never heard of any other god like you. And there is no other god. (2 Samuel :7:22:P.313)

Marfat.com

اے پروردگار خدا! آپ اتنے بزرگ و بالاتر ہیں کہ ہم نے آپ جیسا کوئی دوسرا خدا کبھی سنا تک نہیں اور نہ ہی تیرے سوا کوئی اور خدا ہے۔ (۲ سموئیل)

2) You alone are God. You have made the skies and the heavens, the earth and the seas, and every thing in them. You preserve it all; and all the angels of heaven worship you. (Nehemiah:9:6:P.491)

تو اور صرف تو ہی اکیلا خدا ہے۔تو نے ہی آسمان، جنت، زمین، سمندر اور ان کی وسعتوں میں بسنے والی ہر چیز پیدا فرمائی۔ تو ان سب کا پروردگار ہے اور سارے فرشتے تیری عبادت کرتے ہیں۔ (نحمیاہ)

3) Next Satan took him to the peak of a very high mountain and showed him the nations of the world and all their glory. "I 'll give it to you," he said, "if you will only kneel and worship me."

"Get out of here, Satan," Jesus told him, "The Scriptures say, "Worship only the Lord God. Obey only him." (Metthew:4:8 to 10:P.886)

پھر شیطان انہیں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) ایک بہت اونچے پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا، دنیا کی سب قومیں اور ان کی شان و شوکت انہیں دکھائی اور ان سے کہا: اگر آپ جھک کر صرف میری عبادت کریں تو یہ سب کچھ آپ کو دے دوں گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا: دور ہو جا اے شیطان! کیونکہ مقدس صحیفے کہتے ہیں کہ تو صرف اپنے پروردگار خدا کی عبادت کر اور صرف اسی کی فرمانبرداری کر۔ (متی کی انجیل)

4) One of the teachers of religion asked, "Of all the commandments, which is the most important? "Jesus replied, "the one that says, 'Hear, O Israel! The Lord God is the one and only God. And you must love him with all your heart and soul and mind and strength ... "

The teacher of religion replied, "Sir, you have spoken a true word in saying that there is only one God and no other." (Mark:12:28 to 32:P.941)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک مذہبی استاد نے پوچھا: سب حکموں میں زیادہ اہم کون سا حکم ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: اے اسرائیل سن! اول یہ ہے کہ پروردگار ہمارا خدا صرف ایک ہے اور تو اس خدا سے اپنے سارے دل، اپنی ساری جان، اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔۔۔ مذہبی استاد نے جواب دیا: جناب! بہت خوب آپ نے سچ فرمایا کہ خدا

Marfat.com

صرف ایک ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ (مرقس کی انجیل)

5) And this is the way to have eternal life - by knowing you, the only true God, and Jesus Christ, the one you sent to earth. (John:17:3:P.1018)

(ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تقریر کے بعد آسمان کی طرف چہرہ اٹھایا اور بارگاہ خداوندی میں عرض گزار ہوئے) دائمی زندگی حاصل کرنے کا راستہ یہ ہے کہ انسان تجھ کو ایک اور سچا خدا جانے اور مسیح کو زمین پر تیرا بھیجا ہوا (رسول یقین کرے)۔
(یوحنا کی انجیل)

توحید کے متعلق چند عقلی دلائل

۱۔ کائنات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے

اگر ایک سے زائد خدا مان لئے جائیں تو سوال پیدا ہوگا کیا اس کائنات کو ایک خدا نے پیدا کیا ہے یا سب نے ایک دوسرے کی امداد سے پیدا کیا ہے؟ اگر تو اس کائنات کو ایک خدا نے پیدا کیا ہے تو پھر دوسروں کو ماننے کی کیا ضرورت ہے اور اگر سب نے ایک دوسرے کی امداد سے پیدا کیا ہے تو ان میں سے ایک بھی اس قابل نہیں کہ اسے خدا کہا جائے کیونکہ جو خود دوسرں کی امداد کا محتاج ہے وہ مخلوق کی امداد کیا کرے گا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں

اگر ان میں سے ایک کامل قدرت کا مالک ہے اور دوسرے اس کی امداد کے محتاج ہیں تو جو کامل ہے اسے کیا ضرورت ہے کہ اس عظیم الشان کائنات کی تخلیق میں دوسروں کو شریک کرے؟ مثال کے طور پر اگر ایک سائنسدان تنہا کوئی چیز ایجاد کر سکتا ہے تو وہ اس اعزاز میں کسی دوسرے کو شامل کرنا برداشت نہیں کرے گا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سب زیادہ طاقتور ہے

اگر سب یکساں قوت اور اختیار کے مالک ہیں تو ان میں باہمی اختلاف کا پیدا ہونا لازمی ہے اور جب ایک خدا دوسرے خدا کے مقابلے میں آئے گا تو کائنات درہم برہم ہو جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور خدا نہیں ہے ورنہ ہر خدا اپنی مخلوق کو الگ کر لیتا اور ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا۔ (قرآن: ۲۳:۹۱)

۴۔ اللہ تعالیٰ ہی نظام کائنات چلا رہا ہے

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ سب اتفاق سے کام کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کرتے تو کیا نظام کائنات چلانے میں سب کی قوت صرف ہو رہی ہے یا ایک کی؟ اگر ایک کی قوت صرف ہو رہی ہے تو دوسرے بے کار ہوں گے اور اگر سب کی قوت صرف ہو رہی ہے تو پھر سوال یہ ہوگا کہ سب علیحدہ علیحدہ اس نظام کائنات کو چلا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں چلا سکتے تو سب عاجز اور محتاج ہوئے جو شان خداوندی کے خلاف ہے اور اگر ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ نظام کائنات چلا سکتا ہے اور پھر بھی

Marfat.com

سب مل کر چلا رہے ہیں تو یہ طاقت کا ضیاع اور اس کی بے جا نمائش ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ عاجز نہیں ہے

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اگر زمین و آسمان میں دو خدا ہوں تو نظام کائنات برباد ہو جائے گا کیونکہ ان میں سے ایک اگر ایک چیز کا ارادہ کرے اور دوسرا اس کی مخالفت کا ارادہ کرے تو ان میں سے ایک عاجز آ جائے گا۔(تفسیر قرطبی: سورۃ الانبیاء (۲۱): زیر آیت نمبر ۲۲) یعنی ایک خدا اگر آج سورج کو مغرب سے طلوع کرنا چاہے اور دوسرا مشرق ہی سے طلوع کا ارادہ کرے، تو اگر آج سورج مغرب سے طلوع ہو جائے تو دوسرا خدا عاجز آ گیا اور اگر مغرب سے طلوع نہ ہو تو پہلا خدا عاجز آ گیا تو جو عاجز آ گیا وہ خدا نہیں ہو سکتا، لہٰذا خدا ایک ہی ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: اگر ایک جسم میں دو دل، ایک بدن میں دو روح، اور ایک نظام شمسی میں دوسرا سورج نہیں سما سکتے تو اس جہان بالا و پست میں بھی ایک خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں سما سکتا۔(تفسیر روح البیان: سورۃ الانبیاء (۲۱): زیر آیت نمبر ۲۲) اور یہ ایک بدیہی حقیقت ہے جیسا کہ آج دنیا میں کوئی ایسا ملک، کارخانہ، سکول یا کالج نہیں ہے جس کے دو سربراہ ہوں۔ فیصلہ کن طاقت کا مالک ہمیشہ ایک ہی سربراہ ہوتا ہے ورنہ وہ ادارہ فساد کا شکار ہو جاتا ہے۔

۷۔ خدا سے پہلے کون تھا؟

ایک دہریے (خدا کے منکر) نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا: اگر خدا ایک ہے تو اس سے پہلے کون تھا؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: اگر گنتی جانتے ہو تو بیان کرو؟ چنانچہ جب وہ ایک، دو اور تین پر پہنچا تو امام ابو حنیفہ نے پوچھا: اب مجھے بتاؤ تین سے پہلے کیا ہے؟ اس نے کہا: دو۔ اور دو سے پہلے؟ اس نے کہا: ایک۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: ایک سے پہلے کیا ہے؟ تو دہریہ کہنے لگا: صفر یعنی کچھ نہیں۔ اس پر امام ابو حنیفہ نے فرمایا: یہی تو ہمارا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور ایک سے پہلے کچھ بھی نہیں ہوتا۔

۸۔ خدا ہر جگہ ہے

ایک دہریے نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا: ہر موجود کے لئے مکان کا ہونا ضروری ہے جس میں وہ قیام کرتا ہے تو خدا کہاں رہتا ہے؟ امام ابو حنیفہ نے دودھ سے بھرا ہوا ایک برتن منگایا اور دہریے کو کہا: کیا اس میں مکھن ہے؟ دہریے نے کہا: ہاں۔ امام ابو حنیفہ نے پوچھا: دودھ کے کون سے حصہ میں مکھن ہے؟ دہریہ کہنے لگا: کسی ایک گوشہ کو مختص نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دودھ کے ہر ہر قطرہ میں مکھن موجود ہے۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ہر جگہ موجود ہے کسی ایک مکان کو مختص نہیں کر سکتے۔

۹۔ خدا موجود ہے

پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک بوڑھی عورت چرخہ کات رہی تھی یعنی روئی سے دھاگہ بنا رہی تھی اور ساتھ ساتھ کلمہ توحید کا ورد بھی کر رہی تھی۔ ایک مسافر نے پوچھا: جس خدا کا تو ذکر کر رہی ہے کیا تیرے پاس اس کے وجود کی کوئی دلیل بھی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں! میرا یہ چرخہ خدا کے وجود کی دلیل ہے۔ مسافر کہنے لگا: یہ کیسے؟ اس بوڑھی خاتون نے کہا: اگر میں اس چرخہ کو

Marfat.com

چلاؤں تو یہ چلتا ہے اور اگر میں اس کو حرکت نہ دوں تو نہیں چلتا۔ چونکہ نظام کائنات سرگرم عمل ہے، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ کوئی اس کو چلا رہا ہے اور وہ صرف ایک ہی خدا ہے جو ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے۔

۱۰۔ خدا صرف ایک ہے

مسافر نے اس بوڑھی عورت سے پھر پوچھا: اس کا تیرے پاس کیا ثبوت ہے کہ ساری کائنات کو چلانے والا خدا صرف ایک ہے؟ اس بوڑھی خاتون نے جواب دیا: اس کا ثبوت بھی میرا چرخہ ہے۔ اگر میں تنہا اس کو چلاؤں تو یہ صحیح کام کرتا ہے اور اگر دو آدمی اس کو چلائیں تو دھاگہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (جیسے کار کو ایک ڈرائیور چلائے تو کار صحیح چلتی ہے اور اگر ایک وقت میں دو ڈرائیور چلائیں تو حادثہ کا خطرہ ہوتا ہے) چونکہ نظام کائنات اپنی پوری رفتار اور ترتیب کے ساتھ چل رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو چلانے والا ایک ہے۔ اور اگر دو یا تین خدا ہوتے تو اختلاف رائے سے نظام کائنات درہم برہم ہو جاتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خدا ہوتے تو یہ دونوں (زمین و آسمان) برباد ہو جاتے۔ (قرآن: ۲۱:۲۲)

۱۱۔ خدا نظر نہیں آتا

ایک دہریہ پرائمری سکول میں ایک کلاس کو کہہ رہا تھا: بچو! کیا میں تمہیں نظر آ رہا ہوں؟ بچوں نے ہاں میں جواب دیا تو استاد کہنے لگا: اس کا مطلب ہے کہ میں موجود ہوں۔ اسی طرح کرسی اور میز کے بارے سوال کرنے کے بعد پوچھا: کیا تمہیں خدا نظر آ رہا ہے؟ بچوں نے نفی میں جواب دیا تو استاد کہنے لگا: اس کا مطلب ہے کہ خدا موجود نہیں ہے، اگر ہوتا تو نظر آتا۔ ایک طالب علم اٹھ کر کلاس سے مخاطب ہوا: کیا تمہیں استاد صاحب کی عقل نظر آ رہی ہے؟ طلبہ نے نفی میں جواب دیا تو وہ طالب علم کہنے لگا: اس کا مطلب ہے کہ استاد صاحب میں عقل نہیں ہے۔ اسی طرح بے شمار چیزیں ہیں جن کو ہم مانتے ہیں لیکن وہ ہمیں نظر نہیں آتیں جیسے روح، ہوا، آواز، اخلاص اور نفاق وغیرہ۔

۱۲۔ خدا نظر نہیں آتا

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا: آج سائنس اتنی ترقی کر گئی ہے کہ دور کی چیزیں دوربین سے اور باریک چیزیں خوردبین سے دیکھی جا سکتی ہیں، اگر خدا کہیں ہوتا تو وہ بھی نظر آ جاتا۔

بزرگ فرمانے لگے: تیرے دماغ میں شیطان داخل ہو گیا ہے اس کے وساوس سے بچو وہ خود تو جہنم کی آگ میں جلے گا مگر تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ سائل نے کہا: شیطان بھی آگ سے ہے تو آگ کو آگ کیا نقصان پہنچائے گی؟ بزرگ نے مٹی کا ایک ڈھیلا مار کر اس کے پاؤں کو زخمی کر دیا۔ اس نے شور مچایا: دیکھو تم نے مجھے زخمی کر دیا ہے، یہ کتنا بڑا ظلم ہے؟

بزرگ کہنے لگے: تیرا خمیر مٹی سے اٹھایا گیا ہے تو مٹی کو مٹی کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ وہ کہنے لگا: میرے پاؤں سے خون بہہ رہا ہے اور مجھے درد ہو رہا ہے۔ بزرگ کہنے لگے: مجھے دکھاؤ درد کہاں ہے؟ مجھے خون اور زخم تو نظر آ رہا ہے مگر کوئی درد نظر نہیں آ رہا۔ بزرگ کی اس کاروائی سے سائل شرمندہ ہو گیا کہ واقعی اس کے سوالات میں کوئی وزن نہیں تھا، لہٰذا ضروری نہیں کہ ہر چیز جو موجود

Marfat.com

ہے وہ نظر بھی آئے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ کوئی چیز اپنی جنس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

۱۳۔ ایک مسلمان اور کافر کا مکالمہ

ایک کافر نے کسی مسلمان سے پوچھا کہ تم ایک ایسے خدا پر ایمان کیوں رکھتے ہو جو تمہیں نظر نہیں آتا؟ مسلمان نے اس سے اس کے پردادا کا نام پوچھا اور کہا: کیا تو نے اپنے پردادا کو دیکھا تھا؟ کافر نے کہا: میں نے تو اس کی قبر تک نہیں دیکھی کیونکہ وہ کسی اور ملک میں رہتا تھا۔ مسلمان نے کہا: جب تو نے اسے دیکھا نہیں تو تو اسے پردادا کیوں کہتا ہے؟ کافر کہنے لگا: اس نے اپنے والدین اور رشتہ داروں سے سنا ہے۔ مسلمان کہنے لگا: جن لوگوں سے تو سن کر پردادا پر ایمان رکھتا ہے یہ لوگ جھوٹ بول سکتے ہیں مگر ہم نے خدا کے متعلق ایک ایسے سچے اور سُچے انسان (حضرت محمد ﷺ) سے سنا ہے جس کی سچائی کی گواہی اس کے دشمن بھی دیتے تھے۔ اپنے اور بیگانے ان کو صادق اور امین کے نام سے یاد کرتے تھے۔

۱۴۔ خدا کی ضرورت ہے

ایک دفعہ مختلف مذاہب کے نوجوان بچے اور بچیاں بی بی سی ٹیلی ویژن پر ایک مباحثہ میں شریک تھے، موضوع سخن تھا: کیا خدا کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ایک نوجوان بچی کہنے لگی: ہر انسان سے غلطی ہو سکتی ہے۔ جب انسان زندگی میں پہلی بار غلطی کرتا ہے تو اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا ہے، بعض دفعہ وہ غلطی اتنی سنگین اور شرمناک ہوتی ہے کہ انسان نہ تو والدین کو بتانا پسند کرتا ہے اور نہ ہی دوستوں سے اس کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہے اور تنہا پریشانی سے اس کا دماغ پھٹنے لگتا ہے۔ اب ایسی صورت حال میں انسان گھبرا کر خودکشی بھی کر سکتا ہے یا ہمیشہ کے لئے مجرمانہ زندگی کا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔

لیکن اگر اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو تو تنہائی میں جا کر خدا کے سامنے روئے اور خوب روئے، اپنی غلطی کا اعتراف کرے، توبہ کر کے آئندہ غلطی نہ کرنے کا عزم مصمم کرے، خدا کی رحمت سے غلطی معاف ہونے کی امید رکھے اور اطمینان کے ساتھ نئی زندگی کا سفر شروع کرے، لہٰذا پریشانیوں سے نجات کے لئے ہر انسان کو خدا کی ضرورت ہے۔

۱۵۔ خدا کے وجود پر مناظرہ

حضرت امام ابوحنیفہ کا ایک دہریہ سے خدا کے وجود پر مناظرہ ہونا قرار پایا، آپ معین مقام پر تاخیر سے پہنچے تو دہریے نے تاخیر کا سبب پوچھا: آپ نے فرمایا: میں دریا کے پار رہتا ہوں، وقت مقررہ سے پہلے میں دریا پر پہنچ گیا تھا مگر سارے ملاح تو مناظرہ سننے کے لئے آج یہاں آ گئے ہیں اس لئے وہاں کوئی ملاح نہیں تھا۔ دہریہ کہنے لگا: ابھی تو مناظرہ شروع ہی نہیں ہوا اور سارے ملاح اس وقت تک یہاں ہیں، پھر آپ نے دریا کیسے پار کیا؟ امام ابوحنیفہ کہنے لگے: میں پریشان کھڑا تھا کہ میرے دیکھتے ہی دریا کے کنارے سے ایک درخت گرا، خود بخود اس کے تختے بن گئے، جو کشتی کی صورت میں جڑ گئے اور کشتی بغیر ملاح کے تیر کر میرے قریب آ گئی اور مجھے اپنے اوپر سوار کر کے دوسرے کنارے پر پہنچا دیا۔ اس پر دہریہ چلا اُٹھا یہ خلاف فطرت ہے، ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ درخت خود بخود گرے، اس کے تختے بنیں اور کوئی بنانے والا نہ ہو، پھر وہ تختے خود بخود کشتی کی صورت اختیار

Marfat.com

کریں اور بغیر ملاح کے آپ کو دریا عبور کرا دیں، یہ ناممکن ہے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: جب ایک معمولی سی کشتی خود بخود نہیں بن سکتی بلکہ اپنی تشکیل میں کاریگر کی محتاج ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اتنی بڑی کائنات کا صانع کوئی نہ ہو۔ پورا نظامِ عالم ایک ضابطہ اور قانون کے تحت چل رہا ہے، کہیں بھی رخنہ نہیں۔ آج سورج اگر لندن کے علاقے میں سات بجے طلوع ہوا ہے تو دس سال بعد بھی اس تاریخ کو اسی وقت طلوع ہوگا۔ کائنات کا یہ نظم اور اس کی ترتیب خود اس امر کی شاہد ہے کہ اس کے پیچھے ایک مدبّر ہستی ہے جو اس کائنات کو ایک ضابطہ کے ساتھ چلا رہی ہے اور وہی ہستی کارسازِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔

اس قدر منظم نظام کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ اس کا کوئی بنانے والا نہیں اور یہ بذاتِ خود وجود میں آ گیا ہے کوئی اہل عقل اس تصور کو تسلیم نہیں کر سکتا، یہ اتنا ہی بڑا جھوٹ ہے جیسے کوئی کہے کہ پریس میں دھماکہ ہوا اور ڈکشنری تیار ہوگئی حالانکہ ڈکشنری بنانے کے لیے حروف تہجی کے اعتبار سے الفاظ کو ایک خاص ترتیب دی جاتی ہے جو بذاتِ خود ممکن نہیں ہے، جبکہ نظام کائنات تو ڈکشنری سے بے شمار گنا زیادہ پُراسرار ہے تو وہ خود بخود کیسے بن سکتا ہے۔

۱۶۔ اللہ تعالیٰ کو نیند نہیں آتی

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اطمینان قلب کے لئے فرشتوں سے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ کو نیند یا اونگھ آ سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ تم اپنے ہاتھ میں پانی سے بھری ہوئی دو کچی شیشیاں لو۔ آپ نے اس پر عمل کیا، کچھ دیر بعد نیند کا جھونکا آیا تو ہاتھ سے شیشیاں گر کر ٹوٹ گئیں۔ وحی آئی کہ اے موسیٰ! جب تم نیند میں دو شیشیاں نہ سنبھال سکے تو اگر مجھے نیند آتی تو میں زمین و آسمان کو کیسے سنبھال سکتا۔

۱۷۔ امام شافعی

امام شافعی ایک شہتوت کے درخت کے سامنے کھڑے تھے، کسی نے ان سے وجود باری تعالیٰ کے متعلق سوال کیا تو امام شافعی نے فرمایا: اس شہتوت کے درخت کو دیکھو، اس کے پتوں کو اگر بکریاں کھائیں تو دودھ حاصل ہوتا ہے، اگر شہد کی مکھی کھائے تو شہد بنتا ہے، اگر ریشم کا کیڑا کھائے تو اس سے ریشم حاصل ہوتا ہے اور اگر ہرن کھائے تو اس سے مشک حاصل ہوتا ہے۔ ان چاروں چیزوں کے حقائق اور آثار مختلف ہیں اور شہتوت کے پتوں کا تقاضا ایک ہی ہو سکتا ہے کیونکہ ایک طبیعت کا تقاضا بھی ایک ہوتا ہے، پس اگر ان پتوں کی طبیعت کا تقاضا دودھ ہے تو اس سے ریشم، شہد اور مشک کیسے حاصل ہوا، اسی طرح اگر ان پتوں کی طبیعت کا تقاضا ریشم ہے تو دوسری چیزیں کیسے وجود میں آ گئیں۔

معلوم ہوا یہ پتے اپنی ذات میں کسی چیز کا تقاضا نہیں رکھتے، ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، وہ چاہے تو اس پتہ کو بکریوں کے منہ میں ڈال کر ان سے دودھ نکال دے اور چاہے تو مکھیوں سے ان پتوں کو چٹوا کر ان کو شہد بنا دے، اور چاہے تو ہرن کو کھلا کر ان کو مہکتی ہوئی مشک میں تبدیل کر دے اور اگر چاہے تو ان پتوں کو کیڑوں کی خوراک بنا کر اس سے ریشم بنا دے۔

۱۸۔ خالق حقیقی

امریکہ کا شہرہ آفاق سائنس دان ''تھامس ایڈیسن'' جس نے ایک ہزار سے زیادہ ایجادات کی ہیں، وہ ایک روز کہنے لگا:

Marfat.com

میرے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ میں بہت بڑا موجد ہوں، یہ بالکل غلط ہے، میں قطعاً ایسا موجد نہیں جو قابل ذکر ہو۔ جب میں سوچتا ہوں کہ میں ایک زیرک انسان تو کجا ایک بے وقوف آدمی بنانے پر بھی قادر نہیں جو احمقوں کی سی باتیں کر سکے، اس کے باوجود مجھے موجد کہنا بڑی بے انصافی ہے۔ پھر اس نے اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ (That is the real inventor) حقیقی موجد اس کی ذات ہے۔ (ریڈرز ڈائجسٹ: اگست ۱۹۷۳ء)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

قبل از فجر بروز منگل ۱۱ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۶ صفر ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

آیاتہا ۴ ﴿١١٢ سُوْرَةُ الْإِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ ٢٢﴾ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴿١﴾ ۱۔ آپ اعلان فرما دیجئے: وہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔[۱]

اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿٢﴾ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔[۲]

لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴿٣﴾ ۳۔ اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔[۳]

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ ﴿٤﴾ ۴۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔[۴]

[۱] مکہ والے سیکڑوں خداؤں کو پوجتے تھے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے جب انہیں ایک خدا کی دعوت دی تو وہ پوچھنے لگے: آپ کے رب کی صفات اور اس کا نسب نامہ کیا ہے؟ تو ان کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔ یعنی ہمارے پیارے نبی! ان کو بتا دو: وہ اللہ ہے، وہ ایک ہے اور ایسا ایک ہے جس کا کوئی دوسرا نہیں، وہی معبود ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

[۲] وہ بے نیاز ہے، ساری کائنات اپنے وجود اور بقا میں اس کی محتاج ہے لیکن وہ کسی بات میں بھی کسی کا محتاج نہیں ہے۔

[۳] مشرکین کا خیال یہ تھا کہ مخلوق کی طرح خدا کی بھی جنس ہوتی ہے اس لئے وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اور اسی لئے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ آپ کے رب کا نسب نامہ کیا ہے؟ اس آیت میں انہیں جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جب کوئی ہم جنس ہی نہیں تو پھر اس کی بیوی اور اس کی اولاد کہاں سے آئے گی؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی کوئی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی ہی نہیں ہے۔ (قرآن: ۶:۱۰۱)
نیز والدین اپنی اولاد کے محتاج ہوتے ہیں تاکہ اولاد بڑھاپے میں ان کی مدد کرے اور ان کے مرنے کے بعد ان کی جائیداد کی وارث بنے مگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا، اس کو کسی وارث کی ضرورت نہیں ہے، وہ قادر مطلق ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہے۔

[۴] اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر نہیں یعنی اس کی ذات، اس کی صفات اور اس کے افعال میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی مثل نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ (قرآن: ۴۲:۱۱)

توحید خالص

شرک کی کئی قسمیں ہیں: مثلاً عدد میں شرک، منصب و رتبہ میں شرک، حسب و نسب میں شرک اور قوت و تاثیر میں شرک۔

Marfat.com

اس مختصر سورت نے شرک کی تمام قسموں کی نفی کردی ہے۔ پہلی آیت نے عدد کی نفی کردی کہ وہ صرف ایک ہے۔ دوسری آیت نے منصب ورتبہ کی نفی کردی کہ دنیا میں کوئی بھی بے نیازی کے منصب پر فائز نہیں ہے، تیسری آیت نے حسب ونسب کی نفی کردی کیونکہ اس کا کوئی ہم جنس ہی نہیں ہے اور چوتھی آیت نے قوت وتاثیر کی نفی کردی کیونکہ وہ قادر مطلق ہے اور کوئی اس جیسا نہیں ہے۔ الغرض اس سورت نے ہر قسم کے مشرکانہ خیالات کی نفی کر کے مکمل اور خالص توحید کا درس دیا ہے اسی لئے اس سورت کا نام سورہ اخلاص ہے۔

توحید خالص کا اعلان

سورہ اخلاص جس کا مضمون توحید خالص پر مشتمل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے اعلان کو اپنی طرف منسوب نہیں فرمایا بلکہ زبان رسالت کو حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید خالص کا اعلان کرے تاکہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ میرے کلام کا امین اور میرے عرفان کا وسیلہ زبان مصطفیٰ ﷺ ہے۔ جب یہ زبان کہے کہ یہ میرے رب کا کلام ہے تو وہ قرآن ہوگا اور جب یہ زبان کہے کہ یہ میری بات ہے تو وہ حدیث ہوگی۔ جس کی زبان کی یہ عظمت ہے اس کی ذات کا مقام کیا ہوگا؟ سبحان اللہ!

زبان رسالت کا مقام

رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک حق کا معیار ہے، وہ جب بھی کھلتی ہے تو اس سے صرف دو ہی چیزیں نکلتی ہیں یعنی قرآن یا حدیث، تیسری کوئی چیز نہیں نکلتی۔ کسی حدیث کی سند میں گفتگو ہوسکتی ہے کہ یہ حدیث آپ ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں لیکن جو بات آپ ﷺ نے فرمادی ہے وہ غلط نہیں ہوسکتی۔ آپ ﷺ کی بات العیاذ باللہ اگر غلط ہو جائے تو سارا قرآن غلط ہو جائے گا۔ ہم قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانتے ہیں اور اس کا ثبوت صرف رسول اللہ ﷺ کی زبان ہے، جبریل امین اور اللہ تعالیٰ نے براہ راست ہم پر نازل نہیں کیا۔

اس زبان مبارک کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے وہ تو صرف وحی ہے جو (ان کی طرف) کی جاتی ہے۔ (قرآن: ۵۳: ۳۔ ۴) اور نبی کریم ﷺ کا اپنا ارشاد بھی ملاحظہ کریں: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: میں رسول اللہ ﷺ سے جو بات بھی سنتا اس کو حفظ کرنے کے لئے لکھ لیتا تھا۔ ایک دفعہ قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: تم رسول اللہ ﷺ کی ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ آپ ﷺ بشر ہیں، کبھی غضب اور کبھی رضا کے عالم میں بات کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے لکھنا بند کردیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی کے ساتھ اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: تم لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ (دارمی: مقدمۃ: باب ۴۳)

علامہ اقبال

علامہ اقبال کے متعلق مشہور ہے کہ ان سے کسی غیر مسلم نے پوچھا: تم ایک ایسے خدا پر ایمان رکھتے ہو جو تمہیں نظر نہیں آتا

Marfat.com

تو پھر تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟ علامہ اقبال نے جواب دیا: ہم نے ایک ایسی زبان سے سنا ہے جس کی سچائی کی گواہی اس کے دشمن بھی دیتے ہیں۔

انفرادی گواہی

علامہ مقریزی لکھتے ہیں: جنگِ بدر شروع ہونے سے پہلے ایک کافر اخنس نے ایک دن تنہائی میں ابوجہل سے پوچھا: کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے خیال میں جھوٹے ہیں؟ اس پر ابوجہل نے کہا: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھ سکتے ہیں حالانکہ ہم خود انہیں صادق اور امین کہا کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا لیکن بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے پاس پہلے ہی حاجیوں کی میزبانی اور مشورہ کے اہم اور اعلیٰ مناصب ہیں، اب اگر نبوت بھی ان میں آ جائے تو ہمارے لئے کیا باقی رہے گا۔'' یہ سن کر اخنس کفار کا لشکر چھوڑ کر واپس چلا گیا اور جنگِ بدر میں شریک نہ ہوا۔

(امتاع الأسماع: جلد اوّل: ص ۹۱)

اجتماعی گواہی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھے اور آواز دی: مکہ کے قریش آپ کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھا: کیا بات ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے دشمن صبح یا شام کو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں (ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں تمہیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرسنانے والا ہوں۔ یہ سن کر ابولہب نے کہا: تیرے لئے ہلاکت ہو، کیا تو نے ہمیں اس لئے جمع کیا ہے؟ تو اس وقت سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی یعنی ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔ (بخاری: ۴۸۰۱: کتاب تفسیر القرآن: سورہ سبا: باب ۲)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز منگل ۱۱ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۶ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی سورہ اخلاص کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

اس میں عقیدۂ توحید، ''بائبل'' اور توحید کے عقلی دلائل اس فقیر کی تصنیف ''اسلامی عقائد'' سے نقل کئے گئے ہیں۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الفلق (۱۱۳)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''فلق'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

سبب نزول

قرآن مجید کی آخری دونوں سورتوں کے نزول کا سبب وہ واقعہ ہے جب لبید بن اعصم یہودی اور اس کی بیٹیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم میں کچھ کمزوری محسوس ہوئی، اس وقت جبریل امین یہ دو سورتیں لے کر نازل ہوئے اور ان کی تلاوت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمزوری جاتی رہی اور جادو کا اثر ختم ہو گیا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ فلق)

آخری دو سورتوں کی فضیلت

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹتے تو سورہ اخلاص اور آخری دو سورتیں پڑھ کر اپنی دونوں ہتھیلیوں میں پھونک مارتے، پھر ان ہتھیلیوں کو اپنے چہرے پر ملتے اور جہاں تک آپ کے ہاتھ پہنچتے وہاں تک اپنی ہتھیلیوں کو اپنے جسم پر ملتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں بھی اسی طرح اپنی ہتھیلیوں میں پھونک مار کر ان کے جسم پر ملوں۔

(بخاری: ۵۷۴۸: کتاب الطب: باب ۳۹)

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آج رات مجھ پر ایسی سورتیں نازل ہوئی ہیں کہ ان کی مثل کبھی نہیں دیکھی گئی: قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔

(مسلم: ۱۸۹۱: کتاب فضائل القرآن: باب فضل قراءۃ المعوذتین)

☆ حضرت ابن عابس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اے ابن عابس! کیا میں تمہیں ان کلمات کی خبر نہ دوں جو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے میں سب سے افضل ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔ (نسائی: ۵۴۳۴: کتاب الاستعاذۃ: باب ۱)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات اور انسانوں کی نظر سے پناہ طلب کرتے تھے یہاں تک کہ معوذتان (یعنی آخری دو سورتیں) نازل ہوئیں۔ جب یہ دو سورتیں نازل ہوئیں تو آپ نے ان دونوں کو پڑھنا شروع کر دیا اور ان کے سوا کو ترک کر دیا۔ (ترمذی: ۲۰۵۸: ابواب الطب: باب ۱۶)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز بدھ ۱۲ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۷ صفر ۱۴۳۲ھ

Marfat.com

آیاتہا ۵ ۱۱۳ سُوْرَۃُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ ۲۰ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ ا۔ آپ کہیں: میں صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔[۱]

مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ ۲۔ ہر اس چیز کے شر سے جس کو اس نے پیدا کیا ہے۔

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳ ۳۔ اور (بالخصوص) اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۔[۲]

[۱] ان دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ اور آپ کے واسطے سے پوری امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ رکھیں۔ یعنی اپنا ہر کام اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کریں تاکہ اس میں برکت ہو اور اسی سے پناہ مانگیں تاکہ کسی شریر کا شر انہیں نقصان نہ پہنچا سکے، لہٰذا یہ دونوں سورتیں ہر قسم کے جادو، نظر بد اور تمام جسمانی اور روحانی آفات سے بچنے کے لئے بہترین تعویذ ہیں۔

صبح سے مراد وہ وقت ہے جب رات کی تاریکی چھٹ جاتی ہے اور دن کی روشنی ہر طرف پھیل جاتی ہے اور رات کی تاریکی میں جس خوف اور شر کا خدشہ ہوتا ہے دن کی روشنی اس کو زائل کر دیتی ہے، لہٰذا اے ایمان والو! جس رب نے رات کی تاریکی کو ختم کر کے دن کی روشنی مہیا کی ہے اسی کی پناہ مانگو تاکہ وہ تمہیں اپنی مخلوق کے شر کی تاریکی سے نکال کر امن و سلامتی کی روشنی سے سرفراز فرمائے۔

[۲] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے جس میں رات کی تاریکی، گرہوں میں پھونکیں مارنے والیاں اور حاسدین سب شامل ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر کیا ہے کیونکہ ان کا شر بڑا خطرناک اور عام ہے، مثلاً خطرناک درندے، موذی جانور، چور، ڈاکو، جنات اور شیاطین اکثر رات کی تاریکی میں ہی حرکت میں آتے ہیں اور دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں، جیسا کہ حضرت جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب سورج غروب ہو جائے تو اپنے جانوروں اور بچوں کو باہر نہ جانے دو حتیٰ کہ رات کی تاریکی ختم ہو جائے کیونکہ سورج غروب ہونے کے بعد باہر شیاطین پھیل جاتے ہیں۔ (مسلم: ۵۲۵۳: کتاب الاشربۃ: باب ۱۲)

Marfat.com

وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِى الۡعُقَدِۙ ۝ ۴۔ اوران عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونک مارتی ہیں۔[۳]

وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ ۵۔ اورحسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔[۴]

ع ۲۸

[۳] عرب میں جادوگر جب کسی کو نقصان پہنچانا چاہتے تو ایک دھاگہ لے کر اس میں گرہیں لگاتے اور جادو کے منتر پڑھ کر ہر گرہ میں پھونک مارتے۔جس طرح پاک کلام کے اچھے اثرات ہوتے ہیں اسی طرح شیطانی منتروں کے برے اثرات ہوتے ہیں۔ چونکہ جب کوئی دشمن یا بدخواہ کسی پر جادو کراتا ہے تو اسے علم نہیں ہوتا کہ کون اس پر جادو کرا رہا ہے،لہٰذا اسے اپنے رب سے ہی پناہ مانگنی چاہیے تا کہ وہ اسے اس جادو کے شر سے محفوظ رکھے۔اگر چہ اس دور میں کچھ مرد بھی جادو کرتے تھے مگر اکثر عورتیں ہی اس میں ملوث ہوتی تھیں اس لئے اس سورت میں جادو کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔صحابہ ﷡ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا۔

۲۔ جادو۔

۳۔ کسی ایسی جان کو ناحق قتل کرنا جس کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

۴۔ سود کھانا۔

۵۔ یتیم کا مال کھانا۔

۶۔ میدان جنگ سے بھاگ جانا۔

۷۔ پاکدامن ایماندار اور نیک عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ (بخاری:۲۷۶۶: کتاب الوصایا: باب ۲۳)

[۴] کسی شخص کو اچھے حال میں دیکھ کر خوش ہونا اور اس جیسا بننے کی کوشش اور تمنا کرنا رشک کہلاتا ہے اور یہ اچھی چیز ہے،مگر کسی شخص کی خوشحالی اور عزت کو دیکھ کر جلنا اور اس کی بدحالی کی کوشش اور تمنا کرنا حسد کہلاتا ہے اور یہ بہت بری چیز ہے۔ ابتدائی مراحل میں حسد صرف بدخواہ کے دل میں ہوتا ہے اور وہ خفیہ سازشوں میں سرگرم ہوتا ہے اور جس کے ساتھ تحسد کیا جا رہا ہو اسے علم نہیں ہوتا کہ کون اس کے ساتھ حسد کر رہا ہے، البتہ رب تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون کس سے حسد کرتا ہے اس لئے انسان کو اپنے رب تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہیے تا کہ وہ اسے حاسدین کے حسد سے محفوظ رکھے۔

حسد کی مذمت

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ (ابوداؤد:۴۹۰۳: کتاب الادب: باب ۴۴)

Marfat.com

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مومن کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کی راہ کا غبار اور جہنم کی گرمی اکٹھے نہیں ہوں گے اور نہ کسی بندے کے دل میں ایمان اور حسد جمع ہوں گے۔

(نسائی: ۳۱۱۱: کتاب الجہاد: باب ۸)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از ظہر بروز بدھ ۱۲ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۷ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی سورہ فلق کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

اس فقیر نے ۳۰ ستمبر ۲۰۰۰ء بروز ہفتہ بعد از مغرب جامعہ الکرم میں تفسیر امداد الکرم کو لکھنا شروع کیا تھا آج ۱۲ جنوری ۲۰۱۱ء بروز بدھ بعد از ظہر یعنی دس سال تین ماہ اور بارہ دنوں میں سورہ فلق تک مکمل ہوگئی ہے، اگر چاہوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم آج سورہ والناس بھی لکھی جاسکتی ہے مگر میری خواہش ہے کہ اگلے ماہ عمرہ کے لئے جاؤں اور حصول برکت کے لئے اللہ تعالیٰ کے گھر کے سامنے مسجد حرام میں بیٹھ کر آخری سورت کی تفسیر مکمل کروں اور پھر مدینہ شریف جاکر روضہ رسول کے قریب بیٹھ کر صحیح بخاری کی شرح امداد البخاری کا آغاز کروں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

★الحمد للہ رب العالمین★الرحمٰن الرحیم★ملک یوم الدین★

اللھم صل وسلم علی حبیبک الکریم و حبیبنا الکریم سیدنا محمد علیہ التحیۃ والتسلیم

وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وعلی اتباعہ الی یوم الدین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ الناس (۱۱۴)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''الناس'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

گزشتہ سورت میں عام مخلوق کے شر سے یعنی خاص طور پر رات کی تاریکی، جادوگروں اور حاسدوں کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے اور اس سورت میں انسان کے سب سے بڑے حاسد یعنی شیطان سے بچنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔

گزشتہ سورت کی طرح اس میں بھی بظاہر خطاب اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن حقیقت میں آپ کی امت بھی اس خطاب میں داخل ہے۔

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے، جب بھی کوئی مناسب موقع دیکھتا ہے تو انسان کو بہکانے کی بھرپور کوشش کرتا ہے، لہٰذا انسان کو ہر وقت شیطان سے محتاط رہنا چاہیے۔

☆ حضرت شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند میں ڈر جائے تو وہ یہ دُعا کرے: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ (میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے، اس کے عقاب سے، اس کے بندوں کے شر سے اور شیطان کے وسوسوں اور شیاطین کے حاضر ہونے سے اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں) تو پھر شیاطین اس کو نقصان نہیں پہنچا ئیں گے، اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے بالغ بچوں کو یہ دعا سکھاتے اور جو نابالغ بچے تھے ان کے گلے میں یہ دعا لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔

(ترمذی: ۳۵۲۸: کتاب الدعوات: باب ۹۴)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

Marfat.com

ایاتھا ۶ ۔ ۱۱۴ سُوْرَۃُ النَّاسِ مَکِّیَّۃٌ ۲۱ ۔ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ① ۔ ۱۔ آپ کہیں: میں سب انسانوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔

مَلِكِ النَّاسِ ② ۔ ۲۔ سب انسانوں کے بادشاہ کی۔

اِلٰهِ النَّاسِ ③ ۔ ۳۔ سب انسانوں کے معبود کی۔[۱]

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ④ ۔ ۴۔ وسوسہ ڈالنے والے (شیطان) خناس کے شر سے (جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت پیچھے ہٹ کر چھپ جاتا ہے اور غفلت کے وقت آکر پھر وسوسہ ڈالتا ہے۔)[۲]

---

[۱] اللہ تعالیٰ اگرچہ تمام مخلوقات کا رب، بادشاہ اور معبود ہے مگر یہاں پر انسانوں کی طرف نسبت کرنے میں انسان کے شرف و فضل کا اظہار ہے کیونکہ انسان تمام مخلوقات سے اشرف اور افضل ہے۔

[۲] شیطان کے ناموں میں سے ایک وسواس ہے۔ (تفسیر البحر المحیط: سورۃ الناس) اور خناس شیطان کی صفت ہے جس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شیطان انسان کے دل کے پاس رہتا ہے، جب انسان (اللہ تعالیٰ کے ذکر سے) سہو یا غفلت میں ہو تو وہ وسوسہ ڈالتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ (تفسیر ابن جریر طبری: سورۃ الناس) لہٰذا انسان کو چاہیے کہ ہر وقت اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تازہ رکھے تاکہ شیطان وسوسہ اندازی نہ کر سکے۔

ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ جنات میں سے ایک ساتھی مقرر کر رکھا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، میرے ساتھ بھی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی، وہ مسلمان ہو گیا اور وہ مجھے نیکی کے سوا اور کوئی مشورہ نہیں دیتا۔ (مسلم: ۲۸۱۴: کتاب المنافقین: باب ۱۶)

☆ حضرت علی بن حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں بتایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے لئے آئیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں معتکف تھے، کچھ دیر

Marfat.com

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ ۵۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾ ع ۶۔ خواہ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔[۳]

آپ ﷺ سے گفتگو کی، پھر کھڑی ہوئیں اور واپس جانے لگیں تو نبی کریم ﷺ بھی ان کے ساتھ چل پڑے حتیٰ کہ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے (حجرہ) کے پاس مسجد کے دروازے تک پہنچے تو انصار کے دو آدمی وہاں سے گزرے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا (اور جلدی سے گزر گئے، رات کا وقت تھا)۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: ٹھہر جاؤ! یہ (میری بیوی) صفیہ بنت حیی ہے۔ ان دونوں نے بطور تعجب کہا: سبحان اللہ، یارسول اللہ! (کیا ہم آپ پر کسی قسم کا شک کر سکتے ہیں؟) نبی کریم ﷺ کا یہ قول ان پر گراں گزرا تو نبی ﷺ نے فرمایا: شیطان انسان کے اندر اس طرح چلتا ہے جس طرح خون اس کی رگوں میں چلتا ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔

(بخاری: ۲۰۳۵: کتاب الاعتکاف: باب ۸)

[۳] شیاطین کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں اور یہ شیاطین جنات میں بھی ہیں اور انسانوں میں بھی ہیں مگر انسان نما شیطان کا وسوسہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے کیونکہ وہ ہمدرد دوست کے رنگ میں آتا ہے اور میٹھی میٹھی باتوں سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اکساتا ہے۔

بڑا مشہور واقعہ ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام میدان منیٰ میں جب اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے جا رہے تھے تو شیطان نے بظاہر ایک ہمدرد دوست کی صورت میں پوری کوشش کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب تعالیٰ کا حکم پورا نہ کریں مگر جو لوگ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں، شیطان ان کو گمراہ نہیں کر سکتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک شیطان کو ان لوگوں پر غلبہ حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ (قرآن: ۱۶:۹۹) خدانخواستہ اگر کوئی انسان کسی وقت شیطان کے دھوکے میں آ کر کوئی خطا کر بیٹھے تو اسے فوراً اپنے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے سچی توبہ کرنی چاہیے۔

توبہ واستغفار کی فضیلت

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابلیس نے کہا: اے میرے رب! مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم! جب تک بنی آدم کی روحیں ان کے جسم میں رہیں گی میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۴۱)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ابن آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ (ترمذی: ۲۴۹۹: صفۃ القیامۃ: باب ۴۹)

Marfat.com

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تمہارے گناہوں کا انبار اتنا زیادہ ہو کہ وہ آسمانوں تک پہنچ جائے اس کے بعد بھی اگر تم توبہ کرلو تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے گا۔

(ابن ماجة: ۴۲۴۸: ابواب الزهد: باب ۳۰)

رب تعالیٰ کی پناہ مانگو

قرآن مجید کی پہلی سورت یعنی سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دعا سکھائی: ''ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں اور تو ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔'' اور جب انسان سیدھے راستے پر چلتا ہے تو شیطان اس کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ چونکہ شیطان بڑا مکار ہے اور برائیوں کو خوش نما بنا کر نیکیوں کے رنگ میں پیش کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آخری سورت یعنی سورۃ الناس میں یہ تعلیم دی کہ شیطان کے وساوس سے بچنے کے لئے اپنے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا: اگر شیطان تمہیں دیکھتا ہے اور تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو جو شیطان کو دیکھتا ہے اور شیطان اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ (تفسیر مظہری: سورہ اعراف (۷): زیر آیت نمبر ۲۷) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اے میرے پروردگار! میں شیطان مردود سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ آمین!

تفسیر کی تکمیل

آج میری زندگی کا قابل فخر دن ہے کہ مسجد حرام میں بیت اللہ کے سامنے بیٹھ کر کلام اللہ کی تفسیر مکمل کر رہا ہوں اور کل مدینہ منورہ جا کر شرح صحیح بخاری لکھنا شروع کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس وقت میرے سامنے دائیں طرف حطیم اور میزاب رحمت ہیں اور بائیں طرف کعبہ مکرمہ کا دروازہ اور حجر اسود ہیں۔ ہزاروں خوش نصیب خواتین وحضرات طواف کعبہ میں مصروف ہیں اور میں مقام ابراہیم کے پیچھے تقریباً بیس میٹر کے فاصلہ پر بیٹھ کر سورۃ الناس کی تفسیر لکھ رہا ہوں۔

نماز عصر کے بعد اگرچہ وہاں پر سورج کی تپش تھی مگر اتنی نہیں تھی کہ ناقابل برداشت ہو اور میں نے اس جگہ کو اس لئے منتخب کیا کیونکہ اس وقت کوئی اور آدمی وہاں موجود نہیں تھا، لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد سورج کے سامنے بادل آگئے، ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اور میرے آس پاس ساری جگہ لوگوں سے بھر گئی اور نماز مغرب سے پہلے جب سورۃ الناس کی تفسیر مکمل ہوئی تو آسمان سے بارش کے قطرے گرنا شروع ہو گئے، میں نے اس بوندا باندی کو اپنی تفسیر کی قبولیت کی نشانی سمجھا اور تفسیر کی کاپی کو اپنے رومال میں لپیٹ لیا تاکہ بارش کے قطروں سے تحریر کو نقصان نہ پہنچے اور اس رات عشاء کے بعد بھرپور بارش ہوئی۔

یارب العالمین! جس طرح تو نے اس کم علم اور گناہگار فقیر کو اپنے کلام کی تفسیر لکھنے کی توفیق عطا فرمائی اسی طرح اس کو قبول فرما، اس کو لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ اور میرے لئے آخرت میں نجات کا وسیلہ بنا دے۔ اپنے اس گھر کے صدقے اور اس حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقے جس نے تیرے اس گھر کو سیکڑوں بتوں سے پاک کیا مجھ پر،

Marfat.com

میرے والدین اور میری اولاد پر، میرے اساتذہ اور مشائخ پر، میرے شاگرد طلبہ اور طالبات پر، میرے جملہ احباب، خیر خواہ اور طریقت کے بہن بھائیوں پر، جامعہ الکرم کے معاونین، سٹاف، طلبہ، طالبات اور ان کے والدین پر، مسلم چیرٹی کے ٹرسٹی، سٹاف اور معاونین پر، اس تفسیر پر نظر ثانی کرنے والے محترم علامہ محمد دین سیالوی پر، میرے بڑے بیٹے بختیار حیدر پیرزادہ پر جو اس تفسیر کا انگریزی ترجمہ کر رہا ہے، اس سے چھوٹے بیٹے ذوالفقار حیدر پیرزادہ پر جو جامعہ الکرم میں درس نظامی پڑھاتا ہے، عمرہ پر میرے ساتھ آنے والے اپنی فیملی کے افراد (یعنی دو چھوٹے بیٹے جنید گل پیرزادہ، معروف گل پیرزادہ، میرا نواسہ اسامہ علی حسین، میری بیوی نسیم اختر، میری چھوٹی بیٹی سعدیہ پیرزادہ، میری نواسی اقصیٰ حسین) پر، سعودی عرب میں سفری سہولیات مہیا کرنے والے عزیزم محمد انور صدیقی اور اس کے سارے احباب اور ان کی فیملیز پر، جن خواتین و حضرات نے مجھے دعاؤں کے لئے کہا ان سب پر اور اس تفسیر کے پڑھنے والوں پر بلکہ سب مومن مردوں، مومن عورتوں اور پورے عالم اسلام پر اپنا فضل و کرم فرما، شیطان کے وساوس سے بچا، دینی اور دنیاوی مشکلات آسان فرما اور دنیا و آخرت میں حسنات و برکات سے سرفراز فرما۔ اس تفسیر سے استفادہ کرنے والوں سے گزارش ہے کہ وہ بھی مذکورہ ہم سب خواتین و حضرات کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللھم ربنا أتنا فی الدنیا حسنة و فی الأخرة حسنة وقنا عذاب النار آمین بجاہ حبیبک الکریم علیہ التحیة و التسلیم۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : بانی و پرنسپل جامعہ الکرم، برطانیہ، بانی و چیئرمین مسلم چیرٹی یوکے

بعد از عصر بروز پیر ۷ مارچ ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

اس فقیر نے ۳۰ ستمبر ۲۰۰۰ء کو جامعہ الکرم میں تفسیر امداد الکرم لکھنا شروع کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ۷ مارچ ۲۰۱۱ء کو مسجد حرام (مکہ مکرمہ) میں اس کی تکمیل کر رہا ہے۔ یعنی تقریباً ساڑھے دس سالوں میں پورے قرآن مجید کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

الحمدللہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ و اتباعہ الی یوم الدین۔

نوٹ:

عمرہ پر آنے سے پہلے میں نے اردو زبان میں سیرۃ النبی ﷺ کے بارے میں ایک کتاب پڑھی جس میں کوئی نقطے والا لفظ نہیں تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں بھی تفسیر میں جدت اور دلکشی پیدا کرنے کے لئے آخری سورت کا ترجمہ اور تفسیر ایسے الفاظ میں لکھوں گا جس میں کوئی نقطے والا لفظ نہ ہو لیکن جب میں نے لکھنے کی کوشش کی تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے پاس اردو زبان کا اتنا ذخیرہ نہیں ہے کہ میں اس کا حق ادا کر سکوں، اس لئے میں نے تفسیر تو حسب معمول عام اردو زبان میں لکھی مگر نقطوں کے بغیر جو کچھ میں لکھ سکا وہ بھی حاضر خدمت ہے۔

۱۔ کہو (اے رسول اکرم!) سارے لوگوں کے مالک کے سہارے کا سائل ہوں۔

Marfat.com

۲۔ سارے لوگوں کے حاکم کے۔

۳۔ سارے لوگوں کے الٰہ کے۔ [۱]

۴۔ وسوسوں کے داعی اور مکرر حملہ آور مردود کی الم رسائی سے۔ [۲]

۵۔ وہ لوگوں کے دلوں کو وسوسوں سے معمور کرے گا۔

۶۔ گو وہ آگ والی روحوں سے ہو اور گو وہ اولاد آدم سے ہو۔ [۳]

[۱] گو اللہ سارے عالم کا مالک، حاکم اور الٰہ ہے مگر لوگوں کا مالک، حاکم اور الٰہ اس لئے وارد ہوا کہ اولاد آدم سارے عالم سے اعلیٰ اور اکرم ہے۔

[۲] اللہ کے رحم سے محروم اور مردود کا اک اسم وسواس ہے۔ وہ مکرر دھوکہ دہی کا دلدادہ اور آدمی کا کھلا عدو ہے۔ اگر آدمی اللہ کا ورد کرے اور اس کے اسمائے گرامی سے دل کو معطر رکھے، اس دل سے وہ مردود دور رہے گا اور اگر آدمی اللہ کے ورد سے سہو اور کاہلی کرے اس دل کی طرف وہ مردود لوٹ آئے گا اور اس کو وسوسوں سے اس طرح مالا مال کردے گا کہ وہ دل دائماً گمراہ اور مسلسل سرگرداں رہے گا۔

[۳] اللہ کے رحم سے محروم اور مردود اس کام کا عادی ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں کو وسوسوں سے معمور کرے، گو وہ مردود آگ والی روحوں سے ہو اور گو وہ اولاد آدم سے ہو، مگر اولاد آدم والا مردود دوسرے مردود سے اس لئے سرکردہ مکار اور مہلک ہے کہ وہ حامی اور مددگار کی طرح ہمدردی کا کلام کرے گا اور دھوکہ دہی سے گمراہی کی سعی کرے گا، سو ہر مسلم کو حکم ہے کہ وہ اس مردود کے مکر سے دور رہے اور دل کو اللہ کے ورد سے معمور رکھے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : کمرہ نمبر ۱۵۰۴ ۳ ہلٹن ہوٹل
الحرم الشریف، بالمقابل باب الملک فہد، مکہ مکرمہ، سعودی عرب
بعد از عشاء بروز پیر ۷ مارچ ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ الیٰ یوم الدین۔

Marfat.com

الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ

Marfat.com

مضمون	سورت	آیت	[illegible]	[illegible]
زمین وآسمان کو چھ دنوں میں کیوں پیدا کیا؟	57	4	4	2445
عرش پر کیسے جلوہ گر ہوا؟	57	4	4	2445
بچوں کو سب سے پہلے لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ	66	6	6	2571
آسمان والے سے مراد اللہ تعالیٰ ہے	67	16	12	2585
قیامت کے دن ریاکار سجدہ نہیں کر سکے گا	68	42	14	2606
استغفار کی فضیلت	71	10	5	2643
اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا	87	1	1	2792
اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟	112	تعارف		2949
اسمائے حسنیٰ کی برکت	112	تعارف		2949
ذات باری کی طرح اس کی صفات اور اس کے اسماء بھی پاک ہیں	112	تعارف		2949
توحید کا تصور ہر فطرت میں ہے	112	تعارف		2950
ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے	112	تعارف		2950
بائبل اور توحید	112	تعارف		2951
توحید اور عقلی دلائل	112	تعارف		2953

Marfat.com

[illegible]				
جو اللہ تعالیٰ کو اجتماع میں یاد کرتا ہے	53	8	5	2362
ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے	57	1	1	2444
زبان کے بغیر تسبیح کرنا	57	1	1	2444
اللہ کا ذکر دل کو صاف کرتا ہے	57	17	21	2456
زندہ اور مُردہ کیا ہوتا ہے؟	57	17	21	2456
دو کلمے زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری ہیں	69	52	23	2623
اللہ کے نام کے ذکر کی فضیلت	76	26	24	2711
دل پر زنگ کیسے چڑھتا ہے؟	83	14	5	2770
دل کا زنگ کیسے اترتا ہے؟	83	14	5	2770
اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا	87	1	1	2792
[illegible]				
رحمان صفاتی نام ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے	55	1	1	2401
عبدالرحمان کو رحمان پکارنا جائز نہیں ہے	55	1	1	2401
اللہ تعالیٰ کا جود و کرم	85	10	5	2783
اللہ تعالیٰ محبت کرنے والا ہے	85	14	7	2784
لوگوں پر رحم کرنے کی فضیلت	90	17	14	2819
جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا	90	17	14	2819
[illegible]				
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا	53	17	11	2365

Marfat.com

جنت میں اللہ تعالیٰ کا صبح وشام دیدار ہوگا	55	56	30	2414
ذات خداوندی کی طرح نام خداوندی بھی ہر عیب سے پاک ہے	56	96	41	2442
تسبیح سے کیا مراد ہے؟	56	96	41	2442
تسبیح کی فضیلت	56	96	41	2442
سب روحوں نے میثاق الست میں رب تعالیٰ کو تسلیم کیا	57	8	10	2448
اللہ تعالیٰ کیوں آزماتا ہے؟	57	25	31	2460
اللہ، رحمان، رحیم، الٰہ اور متکبر وغیرہ کی تشریح	59	22	20	2497
تکبر میری چادر ہے	59	22	20	2497
اسمائے حسنیٰ	59	24	21	2499
اللہ تعالیٰ کا دیدار	75	23	12	2698
چودھویں کے چاند کی طرح تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکو گے	75	23	12	2698
آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار	83	15	6	2771
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا طبیب اللہ تعالیٰ ہے	85	16	8	2785
اللہ کے ننانوے نام جس نے یاد کیے وہ جنت میں جائے گا	89	3	3	2804
اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے	89	3	3	2804
اللہ تعالیٰ تاک میں ہے	89	14	9	2807

محمد رسول اللہ ﷺ

میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں	61	6	7	2516
میں محمد، احمد اور عاقب ہوں	61	6	7	2516
احمد کا معنی	61	6	7	2516
محمد کا معنی	61	6	7	2516

Marfat.com

بائبل میں حضرت محمد ﷺ کا تذکرہ	61	6	7	2516
نبی اور ڈاکیا میں فرق	62	2	2	2525
نبی کریم ﷺ سے پہلے اہل عرب کی گمراہیاں	62	2	3	2528
جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ بیداری میں دیکھے گا	62	3	4	2528
شیطان میری مثل نہیں بن سکتا	62	3	4	2528
امام سیوطی نے بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی	62	3	4	2528
نبی اور ولی کا فیض انتقال کے بعد جاری رہتا ہے	62	3	4	2528
نبی کریم ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کو وتر پڑھنے کے لئے اٹھاتے	66	6	6	2571
نبی ﷺ دیوانے نہیں ہیں	68	2	4	2595
کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں	73	3	2	2666
نبی کریم ﷺ کے پاؤں متورم ہو جاتے	73	3	2	2666
نزول وحی کے وقت پیشانی پر پسینہ	73	5	4	2668
وحی کے وقت خدشہ ہوتا ہے کہ جان نکل جائے گی	73	5	4	2668
وحی کے وزن سے اونٹنی گر جاتی	73	5	4	2668
وحی کے وزن سے میری ران ٹوٹنے کو تھی	73	5	4	2668
نبی کریم ﷺ کی گھبراہٹ جبریل امین کو دیکھنے کی وجہ سے نہیں تھی	74	2	2	2677
نبی کریم ﷺ جھوٹے، شاعر اور کاہن نہیں ہیں	74	18	9	2682
تین وجوہ سے اہل عرب سے محبت کرو	81	10	9	2756
نبی کریم ﷺ کی داڑھی اور سر میں ۱۴ سفید بال تھے	93	1	1	2837
نبی کریم ﷺ بچپن میں بھی جھوٹ نہیں بولتے تھے	93	6	5	2872
نبی کریم ﷺ بچپن میں بھی کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھتے تھے	93	6	5	2842

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

کبھی کسی کھانے کی مذمت نہیں کی	68	4	5	2596
نبی کریم ﷺ نے کبھی نہ نہیں فرمایا	68	4	5	2596
کبھی کسی عورت یا خادم کو نہیں مارا	68	4	5	2596
آپ دو چیزوں میں سے آسان چیز اختیار فرماتے	68	4	5	2596
نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا	68	4	5	2596
اہل مکہ کو معاف کر دیا	68	4	5	2596
آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے	68	4	5	2596
آپ کے اخلاق قرآن ہی ہیں	68	4	5	2596
زید بن حارثہ کے ساتھ حسن سلوک	68	4	5	2596
نبی کریم ﷺ کا حسن مزاح	68	4	5	2596
نبی کریم ﷺ مزاح اور ہنسی مذاق بھی کرتے تھے	68	4	5	2596
اونٹنی کا بچہ سواری کے لئے دوں گا	68	4	5	2596
کوئی بوڑھی جنت میں نہیں جائے گی	68	4	5	2596
زاہر ہمارا دیہاتی ہے	68	4	5	2596
معجزات				
شق قمر کا معجزہ	54	1	2	2383
پیشگوئی کا معجزہ	54	45	36	2394
پیش گوئی کا معجزہ	59	11	11	2492
سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا	67	16	13	2585
کعبہ کی کنجی آج بھی حضرت عثمان کی نسل میں ہے	68	4	5	2596
درخت نے گواہی دی	72	1	1	2650

Marfat.com

جنات سے گفتگو	72	1	1	2650
حفظ قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے	87	6	4	2793
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تاریکی میں سوئی مل گئی	93	1	1	2837
حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں روشنی	93	1	1	2837
چہرہ مبارک کی برکت سے بارش کا نزول	93	1	1	2837
ابوجہل احترام کے لئے کھڑا ہو گیا	107	1	1	2929
[illegible]				
واقعہ معراج میں جبریل امین کا کردار	53	5	4	2360
میرے دو وزیر آسمانوں میں اور دو زمین میں	53	5	4	2360
قاب قوسین کے قرب سے کیا مراد ہے؟	53	8	5	2362
اللہ تعالیٰ کے دیدار کے دلائل	53	10	6	2363
سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے؟	53	14	8	2365
معراج سماوی کا منکر کافر ہے	53	14	8	2365
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا	53	17	11	2365
میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم				
میلاد النبی سے پہلے فرشتے آپ کے میلاد سے برکت حاصل کرتے تھے	93	6	5	2842
میلاد النبی سے پہلے فرشتے آپ پر درود پڑھتے تھے	93	6	5	2842

انبیائے کرام علیہم السلام

نبوت و رسالت				
اللہ تعالیٰ انبیاء کی مدد فرماتا ہے	58	21	20	2477

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

2614	3	7	69	قوم عاد
2825	5	11	91	قوم ثمود اور اونٹنی کا قصہ
2406	16	22	55	امام حسن ؓ اور امام حسین ؓ موتی اور مرجان ہیں
2571	6	6	66	نبی کریم ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ترپڑھنے کے لئے اٹھاتے
2666	1	1	73	حضرت علی ؓ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوئے
2666	1	1	73	حضرت علی ؓ کا لقب ابوتراب
2677	1	1	74	حضرت علی ؓ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوئے
2677	1	1	74	حضرت علی ؓ کا لقب ابوتراب
2825	5	11	91	حضرت علی ؓ کا قاتل سب سے زیادہ بدبخت ہے
2875	تعارف		96	حضرت علی ؓ کا نماز میں تیر نکالا گیا
2933	تعارف		108	حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اولاد
2427	6	13	56	صحابہ کرام ؓ کے فضائل
2450	13	10	57	حضرت ابوبکر ؓ کے آگے نہ چلو
2450	13	10	57	حضرت ابوبکر ؓ حضرت علی ؓ سے مقدم ہیں
2450	13	10	57	حضرت ابوبکر ؓ کی موجودگی میں کوئی نماز نہ پڑھائے
2450	13	10	57	حضرت ابوبکر ؓ کے احسانوں کا بدلہ اللہ تعالیٰ اتارے گا
2450	13	10	57	اگر مجھے کوئی خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکر کو بناتا
2450	13	10	57	حضرت ابوبکر ؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مصلیٰ امامت سے ہٹنے لگے	57	10	13	2450
فرشتوں نے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح چغے پہنے	57	10	13	2450
صحابہ امت اور نبی کریم ﷺ کے درمیان اہم واسطہ ہیں	57	10	14	2452
صحابہ کا مٹھی بھر جو صدقہ کرنا دوسروں کے سونے سے بہتر ہے	57	10	14	2452
ابوعبیدہ نے جنگ بدر میں اپنے کافر باپ کو قتل کر دیا	58	22	21	2477
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو تھپڑ رسید کیا	58	22	21	2477
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے لئے آنکھ اور کان کی طرح ہیں	58	22	21	2477
مہاجرین مخلص مسلمان تھے	59	8	8	2487
مہاجرین کو منافق کہنا قرآن کا انکار ہے	59	8	8	2487
نبی کریم ﷺ نے مہاجرین کے وسیلہ سے دعا مانگی	59	8	8	2487
انصار اپنے ایمان میں ثابت قدم تھے	59	9	9	2488
بھائی چارہ کے وقت ایک انصاری نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دینے کی پیش کش کی	59	9	9	2488
کھانے کا ایثار: خود بھوکے رہے اور مہمان کو کھلایا	59	9	9	2488
جنگ میں ایثار: پانی دوسرے زخمی کو دے دیا	59	9	9	2488
بکری کا سر دوسرے بھائی کو دے دیا	59	9	9	2488
صحابہ سے محبت رکھنا واجب ہے	59	10	10	2490
صحابہ کے اختلافات بیان نہ کیا کرو	59	10	10	2490
رافضی کہتے ہیں: صحابہ بدترین لوگ ہیں	59	10	10	2490
صحابہ کو برا کہنے والوں پر لعنت کرو	59	10	10	2490
صحابہ کے مٹھی بھر جو احد پہاڑ جتنے سونے سے بہتر ہیں	59	10	10	2490
ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ ایک مٹی سے پیدا کئے گئے	71	17	8	2645
تہجد کی وجہ سے صحابہ کے پاؤں متورم ہو گئے	73	20	16	2673

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

انسان کو بے کار پیدا نہیں کیا گیا	75	36	19	2700
سب سے زیادہ پسندیدہ کام غلام کو آزاد کرنا ہے	90	16	9	2819
بامقصد زندگی	94	7	5	2855
انسان کی عظمت و برتری	95	4	4	2858
اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا	95	4	4	2858
انسان چاند سے بھی خوبصورت ہے	95	4	4	2858
فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا	95	4	4	2858
بعض انسان حیوانوں سے بدتر ہیں	95	4	4	2858
انسان فرشتوں سے بہتر ہے	98	7	6	2896
ہر شخص ذمہ دار ہے	103	3	3	2918
کسر نفسی کرنے والا فرشتوں کے ہاں زیادہ مشہور ہوتا ہے	112	تعارف		2948
ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے	112	تعارف		2950
[illegible]				
تقدیر کا مسئلہ	54	49	39	2395
تقدیر پہلے سے لکھی جا چکی ہے	57	22	26	2458
تقدیر کے متعلق تین مذاہب	70	19	9	2630
جہاد اور شہادت				
شہید اور صدیق سے کیا مراد ہے؟	57	19	23	2452
ایک تیر تین اشخاص کو جنت میں لے جائے گا	100	1	1	2906
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازی میں خود بھی حصہ لیا	100	1	1	2906

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا جاہل	62	5	6	2529
باپ کی طرف سے بہترین تحفہ علم ہے	66	6	6	2571
قرآن کی پہلی اور دوسری وحی میں پڑھنے لکھنے کی ترغیب	68	1	2	2593
علم کو لکھ کر محفوظ کر لو	68	1	2	2593
قلم کی سیاہی شہید کے خون سے بھاری ہوگی	68	1	2	2593
قرآن کی پہلی وحی اور اسلام کی تعلیمی پالیسی	96	تعارف		2875
اسلامی، جنرل اور سائنسی تعلیم	96	تعارف		2875
مکمل انسان کے لئے تعلیم ضروری ہے	96	تعارف		2881
ایک تیر تین اشخاص کو جنت میں لے جائے گا	100	1	1	2906
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی تیر اندازی میں حصہ لیا	100	1	1	2906

متقی اور اہل تقویٰ

خوف خدا سے گناہ ترک کرنے پر دو جنتیں	55	46	27	2411
ہر شخص ذمہ دار ہے	66	6	6	2571
استغفار کی فضیلت	71	10	5	2643
متعدد مسائل کا حل استغفار ہے	71	10	5	2643
استغفار کثرت سے کیا کرو	71	10	5	2643
بیٹے کے استغفار کی وجہ سے باپ کا درجہ بلند ہوتا ہے	71	10	5	2643
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ ستر بار سے زیادہ استغفار کرتے تھے	71	10	5	2643
مؤمن کی روح آسانی سے نکالی جاتی ہے	79	2	2	2732
ابراہیم ادہم کی نصیحت	79	42	22	2739
دل پر زنگ کیسے چڑھتا ہے؟	83	14	5	2770

Marfat.com

Marfat.com

جنت و دوزخ

Marfat.com

نیکی اور گناہ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

طلاق، عدت اور رضاعت

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

سحری کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر آواز دیتا ہے	73	7	6	2670
نماز تہجد کی فرضیت ختم ہوگئی	73	20	18	2674
نماز تہجد کی فضیلت	89	4	4	2805
نماز میں چوری کرنا	107	4	2	2930
نماز سے غفلت	107	4	2	2930
نمازی کی طرف اللہ تعالیٰ توجہ فرماتا ہے	107	4	2	2930
ریاکار قیامت کے دن سجدہ نہ کر سکے گا	107	4	2	2930
[illegible]				
روزہ دار کے منہ کی بو	66	2	2	2568
رمضان کی آخری دس راتوں میں لیلۃ القدر تلاش کرو	89	2	2	2804
ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں اور راتوں کی فضیلت	89	2	2	2804
محرم کے روزوں کی فضیلت	89	2	2	2804
لیلۃ القدر سے کون سی رات مراد ہے؟	97	1	1	2889
لیلۃ القدر کی فضیلت	97	3	2	2890
لیلۃ القدر میں عبادت کرنے والوں کے لئے فرشتے نازل ہوتے ہیں	97	4	3	2891
حجۃ الوداع پر نبی کریم ﷺ نے سو اونٹوں میں سے ۶۳ خود ذبح فرمائے	108	2	2	2935
نبی کریم ﷺ دو قربانیاں دیتے تھے	108	2	2	2935
حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی دو قربانیاں دیتے تھے	108	2	2	2935
شراب اور قتل				
شراب طہور اور شراب حرام میں فرق	55	50	18	2413

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

میری امت قبروں سے پاک ہو کر اٹھے گی	59	10	10	2490
دنیا اور انسان کا مال و دولت				
وارث کے مال سے زیادہ محبت	57	7	9	2447
دنیا کا مال کھیل تماشا اور زینت ہے	57	20	24	2457
دنیا آخرت کی کھیتی ہے	59	18	16	2495
آخرت کی کرنسی نیکیاں ہیں	59	18	16	2495
انسان کا اصل وطن آخرت ہے	59	18	16	2495
اہل دولت مغرور نہ ہوں یہ ان کی آزمائش ہے	68	44	16	2607
دنیاوی خوشحالی بھی آزمائش ہے	72	17	12	2656
مجھے تم پر شرک کا اندیشہ نہیں بلکہ دولت کی رغبت کا خطرہ ہے	72	17	12	2656
حق سے کمائی ہوئی دولت بہترین مددگار ہے	72	17	12	2656
مکہ کی وادیوں کو سونا بنا دینے کی پیشکش	74	6	3	2678
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر چٹائی کے نشانات	74	6	3	2678
انسان دنیا کو کیوں چاہتا ہے؟	76	27	25	2712
دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے	79	2	2	2732
دنیا میں مسافر کی طرح رہو	79	38	20	2737
دنیا کے طلبگار نہ بنو بلکہ آخرت کے طلبگار بنو	79	38	20	2737
دنیا دیکھنے میں خوش نما ہے، حقیقت میں زہر ہے	79	38	20	2737
رزق حلال بھی ریاکاری وفخر کے لئے نقصان دہ ہے	79	38	20	2737
آخرت پر دنیا کو ترجیح دینا	86	16	10	2790
دولت کی فراوانی مقبول الٰہی ہونے کی دلیل نہیں	89	15	10	2807

Marfat.com

Marfat.com

صبر جمیل کی تعریف	70	5	4	2627
مؤمن کے لئے ہر حالت بہتر ہے یعنی راحت یا تکلیف	90	17	14	2819
کسی کے احسان کا ذکر کرنا بھی شکر کے مترادف ہے	93	11	10	2847
اللہ پسند کرتا ہے کہ بندے پر اس کی نعمت کا اثر نظر آئے	93	11	10	2847
صبر اور شکر کی فضیلت	103	3	3	2918
کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں	108	2	2	2935
[illegible]				
دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور	59	تعارف		2480
کعبہ کی کنجی آج بھی حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی نسل میں ہے	68	4	5	2596
مکہ مکرمہ کی فضیلت	90	2	1	2815
میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کا باغ ہے	108	1	1	2934
[illegible]				
کوئی دن اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے	54	19	18	2388
دو مشرق اور دو مغرب سے کیا مراد ہے؟	55	17	12	2405
سمندر کا کڑوا اور میٹھا پانی	55	19	14	2406
سمندر کا پانی بھی نعمت ہے اس میں جہاز چلتے ہیں	55	24	17	2407
سگرٹ پینے میں برکت نہیں ہے	56	96	41	2442
لوگوں کو ان کے درجہ میں رکھو	57	10	13	2450
دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور	59	تعارف		2480
غلاموں کو آزاد کرنا سب سے زیادہ محبوب کام ہے	65	1	1	2555

Marfat.com

Marfat.com

مآخذ ومراجع

کتب تفاسیر

۱۔ تفسیر ضیاء القرآن: پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان، ۱۹۹۵ (۵ جلدیں)

۲۔ الدر المنثور: امام جلال الدین السیوطی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۸ جلدیں)

۳۔ الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی): محمد بن احمد الأنصاری القرطبی: دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان (۳۰ جلدیں)

۴۔ التفسیر الکبیر: امام فخر الدین الرازی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۶ جلدیں)

۵۔ حاشیۃ الصاوی علی الجلالین: شیخ احمد الصاوی المالکی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۶۔ فی ظلال القرآن (اردو): سید قطب شہید: ادارہ منشورات اسلامی لاہور، پاکستان، ۱۹۹۶

۷۔ جامع البیان (تفسیر طبری/تفسیر ابن جریر): ابو جعفر محمد بن جریر الطبری: دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۹۸۴ (۱۵ جلدیں)

۸۔ تفسیر روح البیان: امام اسماعیل حقی: دار لفکر، بیروت، لبنان (۱۰ جلدیں)

۹۔ صفوۃ التفاسیر: محمد علی الصابونی: دار القرآن الکریم، بیروت، لبنان، ۱۹۸۱ (۳ جلدیں)

۱۰۔ تفسیر البیضاوی: امام ناصر الدین البیضاوی: دار الکتاب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸ (۲ جلدیں)

۱۱۔ تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی: اردو): شاہ عبد العزیز دہلوی: علیمی پریس، دہلی، انڈیا

۱۲۔ تفسیر ابن کثیر: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دار القلم، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)

۱۳ تفسیر مظہری: قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی: دار الاشاعت، کراچی، پاکستان، ۱۹۹۹ (۱۲ جلدیں)

۱۴۔ تفسیر نعیمی: مفتی احمد یار خان نعیمی: مکتبہ اسلامیہ، گجرات، پاکستان

۱۵۔ تفسیر روح المعانی: امام شہاب الدین السید محمود البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۸ (۱۰ جلدیں)

۱۶۔ تفسیر الشعراوی: محمد متولی الشعراوی: دار اخبار الیوم، قاہرہ، مصر، ۱۹۹۱ (۱۴ جلدیں)

۱۷۔ تفسیر الحسنات: علامہ ابو الحسنات القادری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان (۷ جلدیں)

۱۸۔ تفسیر الخازن: امام علاء الدین البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۹۷۹ (۷ جلدیں)

Marfat.com

۱۹۔ تنویر المقباس: عبداللہ بن عباس: المکتبۃ الشعبیۃ، قاہرہ مصر ۱۹۷۲

۲۰۔ البحر المیحط: محمد بن یوسف الغرناطی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۱ جلدیں)

۲۱۔ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی): امام عبداللہ بن احمد النسفی: دار النفائس، بیروت، لبنان، ۱۹۹۶

۲۲۔ خزائن العرفان: سید محمد نعیم الدین مراد آبادی: حفیظ بک ڈپو، دہلی، انڈیا

۲۳۔ احکام القرآن: امام احمد بن علی الجصاص: دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان

۲۴۔ زہرۃ التفاسیر: محمد ابو زہرۃ: دار الفکر العربی، قاہرہ، مصر

۲۵۔ تفسیر المنار: محمد رشید رضا: دار الفکر، بیروت، لبنان

۲۶۔ تفسیر الکشاف: محمود بن عمر الزمخشری: دار لکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۸۷

۲۷۔ فتح القدیر: محمد بن علی الشوکانی: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

۲۸۔ تفسیر القرآن العظیم: حافظ ابن ابی حاتم: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۴ جلدیں)

۲۹۔ تفسیر جلالین: متن حاشیہ صاوی، دار الفکر، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۳۰۔ تفسیر منیر: دکتور وہبہ زحیلی، دار الفکر، دمشق، شام (۱۷ جلدیں)

۳۱۔ زاد المسیر: عبدالرحمٰن الجوزی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۸ جلدیں)

۳۲۔ تفسیر ماجدی: عبدالماجد دریاآبادی، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کراچی، پاکستان (۲ جلدیں)

۳۳۔ تفسیر احکام القرآن: ابوبکر بن العربی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان (۲ جلدیں)

۳۴۔ تفسیر معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف، کراچی، پاکستان (۸ جلدیں)

۳۵۔ تفہیم القرآن: سید ابو الاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ انڈیا (۶ جلدیں)

۳۶۔ تفسیر عثمانی: شبیر احمد عثمانی، دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی، پاکستان (۲ جلدیں)

۳۷۔ تفسیر بغوی: الحسین بن مسعود البغوی، دار الفکر، بیروت، لبنان، حاشیہ تفسیر خازن (۷ جلدیں)

۳۸۔ تفسیر تبیان القرآن: علامہ غلام رسول سعیدی: فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور، پاکستان

۳۹۔ تفسیر ابی السعود: قاضی محمد بن محمد: دار الفکر، بیروت، لبنان

۴۰۔ تفسیر حقانی: علامہ عبدالحق حقانی: میر محمد کتب خانہ، آرام باغ کراچی، پاکستان

۴۱۔ تفسیر المراغی: احمد مصطفیٰ المراغی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

Marfat.com

کتب احادیث

۴۲۔ صحیح البخاری: محمد بن اسماعیل البخاری: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۳۔ صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشیری: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۴۔ سنن ترمذی: محمد بن عیسیٰ: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۵۔ سنن ابن ماجہ: محمد بن یزید القزوینی: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۶۔ سنن ابو داؤد: سلیمان بن الاشعث: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۷۔ سنن النسائی: احمد بن شعیب: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۸۔ مسند احمد: امام احمد بن حنبل: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۹۔ الموطا: امام مالک بن انس: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۵۰۔ مشکوۃ المصابیح: امام ابو محمد البغوی: قدیمی کتب خانہ، کراچی، پاکستان، ۱۳۸۸ھ

۵۱۔ المعجم الکبیر: سلیمان بن احمد الطبرانی: مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ، موصل، عراق، ۱۹۸۴ (۲۵ جلدیں)

۵۲۔ المستدرک: امام الحاکم النیشاپوری: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۴ جلدیں)

۵۳۔ الجامع الصغیر: محمد ناصر الدین الالبانی: مکتبہ الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۲ جلدیں)

۵۴۔ ریاض الصالحین: یحیٰ بن شرف النووی الشافعی: دار القلم، بیروت، لبنان، ۱۹۷۰

۵۵۔ سنن الدارقطنی: علی بن عمر الدارقطنی: عالم الکتب، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۴ جلدیں)

۵۶۔ شعب الایمان: احمد بن الحسین البیہقی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰

۵۷۔ الترغیب والترہیب: عبد العظیم المنذری: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۶۸

۵۸۔ السنن الکبریٰ: احمد بن الحسین البیہقی: نشر السنۃ، ملتان، پاکستان، (۱۰ جلدیں)

۵۹۔ المعجم الاوسط: سلیمان بن احمد الطبرانی: مکتبۃ المعارف، ریاض، سعودی عرب (۱۱ جلدیں)

۶۰۔ صحیح ابن حبان: دار الفکر، بیروت، لبنان۔ (۶ جلدیں)

۶۱۔ سنن دارمی: امام عبداللہ بن عبد الرحمن دارمی، دار الدعوۃ، استنبول، ترکی (۱۹۸۱ء)

۶۲۔ مصنف عبد الرزاق: المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان (۱۱ جلدیں)

۶۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ: عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، دار الفکر، بیروت، لبنان

۶۴۔ معجم صغیر: امام طبرانی: دار الفکر، بیروت، لبنان

۶۵۔ جمع الجوامع: امام جلال الدین سیوطی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

۶۶۔ جامع صغیر: امام جلال الدین سیوطی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

Marfat.com

دیگر کتب

۶۷۔ معجزات الرسول: محمد متولی الشعراوی: مکتبۃ الاسلامیۃ الشعراویۃ، قاہرہ مصر

۶۸۔ الخصائص الکبریٰ: امام جلال الدین السیوطی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۷۵ (۲ جلدیں)

۶۹۔ السیرۃ النبویۃ: عبد الملک بن ہشام: دار الجیل، بیروت، لبنان، (۴ جلدیں)

۷۰۔ البدایۃ والنہایۃ: الحافظ اسماعیل ابن کثیر: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۸۲ (۷ جلدیں)

۷۱۔ المفردات: امام راغب الاصفہانی: مکتبۃ مصطفی البابی، مصر ۱۹۶۱

۷۲۔ لسان العرب: ابن منظور: دار المعارف، قاہرہ مصر (۸ جلدیں)

۷۳۔ المنجد: دار المشرق، بیروت، لبنان، ۱۹۷۵

۷۴۔ شرح المواہب اللدنیۃ: امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی: دار الفکر، بیروت، لبنان۔

۷۵۔ دلائل النبوۃ: احمد بن الحسین البیہقی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۲ (۷ جلدیں)

۷۶۔ کتاب المبسوط: شمس الدین السرخسی: دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۰، (۱۵ جلدیں)

۷۷۔ الفتاوی العالمگیریۃ: علامہ نظام الدین: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، بلوچستان، پاکستان، ۱۹۸۵ (۶ جلدیں)

۷۸۔ فتاوی قاضی خان: حسن بن منصور الفرغانی الحنفی: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، بلوچستان، پاکستان، ۱۹۸۵ (۶ جلدیں)

۷۹۔ ردالمحتار: ابن عابدین: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ (۸ جلدیں)

۸۰۔ حاشیۃ الطحطاوی: امام احمد الطحطاوی: میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۸۱۔ مراقی الفلاح: حسن بن عمار الحنفی: میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۸۲۔ فتاوی افریقیۃ: امام احمد رضا قادری: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان

۸۳۔ بہار شریعت: علامہ محمد امجد علی: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور پاکستان

۸۴۔ امداد الفقہ: محمد امداد حسین پیرزادہ: دار السلام، قاہرہ مصر، ۲۰۰۳

۸۵۔ اسلامی عقائد: محمد امداد حسین پیرزادہ: الکرم پبلی کیشنز، ایٹن ہال، ناٹنگھم شائر، یو کے، ۱۹۹۹

۸۶۔ کنز العمال: علامہ علاء الدین البرہان فوری: موسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۵ (۱۶ جلدیں)

۸۷۔ مجمع الزوائد: علی بن ابی بکر الہیثمی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۹۸۸ (۱۰ جلدیں)

۸۸۔ نزہۃ المجالس (اردو) عبد الرحمن صفوری شافعی: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، پاکستان

Marfat.com

۸۹۔ نورالایضاح: الشیخ حسن بن علی: کتب خانہ مجیدیہ، ملتان، پاکستان
۹۰۔ قصیدہ البردہ: امام بوصیری: انگریزی ترجمہ، محمد امداد حسین پیرزادہ، الکرم پبلی کیشنز ایٹن ہال ناٹنگھم شائر، یوکے
۹۱۔ السیرہ النبویۃ: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دار الفکر، بیروت، لبنان
۹۲۔ ضیاء النبی: پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۴۱۵ھ (۷ جلدیں)
۹۳۔ صراط مستقیم: شاہ اسماعیل دہلوی: اسلامی اکیڈمی، لاہور، پاکستان
۹۴۔ القول الجمیل (اردو): شاہ ولی اللہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان
۹۵۔ سبل الھدیٰ والرشاد: امام محمد بن یوسف الشامی: وزارۃ الاوقاف، قاہرہ: مصر (۱۲ جلدیں)
۹۶۔ المنتظم فی تواریخ الملوک والامم: امام عبدالرحمن الجوزی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۳ جلدیں)
۹۷۔ تاریخ الاسلام: مورخ شمس الدین الذھبی: دار الکتاب العربی، بیروت (۵۲ جلدیں)
۹۸۔ امتاع الاسماع: تقی الدین المقریزی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۱۵ جلدیں)
۹۹۔ حلیۃ الأولیاء: امام ابو نعیم الاصفہانی: درالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۱۲ جلدیں)
۱۰۰۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ: وہبہ زحیلی دار الفکر، دمشق، شام، ۱۹۸۹ء (۸ جلدیں)
۱۰۱۔ الفقہ الحنفی وادلتہ: شیخ صاغرجی، دار الکلم الطیب، دمشق، شام ۲۰۰۰ء (۳ جلدیں)
۱۰۲۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: عبدالرحمٰن الجزیری، دار الفکر، بیروت، لبنان (۵ جلدیں)
۱۰۳۔ لسان المیزان: ابن حجر عسقلانی، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، لبنان ۲۰۰۲ء (۱۰ جلدیں)
۱۰۴۔ الادب المفرد: امام بخاری، مکتبۃ الآداب
۱۰۵۔ السیرۃ الحلبیۃ: نور الدین الحلبی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)
۱۰۶۔ شرح شفا: قاضی عیاض، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۲ جلدیں)
۱۰۷۔ طبقات ابن سعد: مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، مصر ۲۰۰۱ء (۱۱ جلدیں)
۱۰۸۔ بدائع الصنائع: علاء الدین کاسانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۳ء (۱۰ جلدیں)
۱۰۹۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا، الفیصل ناشران، اُردو بازار، لاہور، پاکستان (۲ جلدیں)
۱۱۰۔ تاریخ بغداد: الخطیب البغدادی، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، مصر (۱۰ جلدیں)
۱۱۱۔ الھدایۃ: علی بن ابی بکر الفرغانی، مکتبۃ شرکۃ علمیۃ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، پاکستان (۲ جلدیں)
۱۱۲۔ فقہ السنۃ: السید السابق: دار الفکر، بیروت لبنان، ۱۹۸۲ء (۳ جلدیں)
۱۱۳۔ عمدۃ القاری: علامہ بدر الدین عینی، دار الفکر، بیروت لبنان، (۲۵ جلدیں)

Marfat.com

۱۱۴۔ فتح الباری: امام ابن حجر عسقلانی، دار الفکر، بیروت لبنان (۱۳ جلدیں)
۱۱۵۔ الاحکام الفقهية: احمد محمد عساف، دار احیاء العلوم، بیروت، لبنان
۱۱۶۔ جامع بیان العلم وفضله: یوسف بن عبداللہ قرطبی، دار الکتب العلمية، بیروت، لبنان، ۲۰۰۰ء
۱۱۷۔ المقاصد الحسنة: شمس الدین السخاوی، دار الکتب العلمية، بیروت، لبنان ۱۹۸۷ء
۱۱۸۔ الفاروق: علامہ شبلی نعمانی، مشتاق بک کارنر، اُردو بازار، لاہور، پاکستان
۱۱۹۔ المواهب اللدنيه: امام احمد قسطلانی، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)
۱۲۰۔ الحاوی للفتاوی: امام جلال الدین، دار الکتب العلمية، لبنان (۲ جلدیں)
۱۲۱۔ الکواکب السائرة: شیخ نجم الدین، دار الکتب العلمية، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)
۱۲۲۔ الفوائد المجموعة: محمد بن علی الشوکانی، دار الکتب العلمية، بیروت، لبنان
۱۲۳۔ حقوق الاولاد: محمد شریف الصواف، دار الفکر، دمشق، شام
۱۲۴۔ الاتقان فی علوم القرآن: جلال الدین سیوطی، المکتبة العصرية، بیروت، لبنان ۱۹۸۸ء، (۴ جلدیں)
۱۲۵۔ سیرة النبی: سید سلیمان ندوی، ناشران قرآن لمیٹڈ، اُردو بازار لاہور، پاکستان
۱۲۶۔ الخطبة العصرية: ابراهیم محمد الجمل مکتبة القرآن، قاہرہ، مصر
۱۲۷۔ کتاب الخراج: امام ابو یوسف: مکتبة الازهرية للتراث، قاہرہ، مصر
۱۲۸۔ شرح شمائل ترمذی: سلیمان بن عمر الازہری: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان
۱۲۹۔ البدر المنیر: امام شعرانی: مکتبہ عالم الفکر، قاہرہ، مصر
۱۳۰۔ الکامل لابن اثیر: دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان
۱۳۱۔ ارشاد العباد: عبد العزیز محمد سلمان: مطابع الخالد، ریاض، سعودی عرب
۱۳۲۔ نسیم الریاض: شہاب الدین خفاجی: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان
۱۳۳۔ اسد الغابة: ابو الحسن الجزری: دار المعرفة، بیروت، لبنان
۱۳۴۔ الاصابہ: حافظ ابن حجر عسقلانی: دار الفکر، بیروت، لبنان
۱۳۵۔ جلاء الافہام: ابن قیم الجوزیة: دار الحدیث، قاہرہ، مصر
۱۳۶۔ سیرة عمر بن خطاب: ابو الفرج بن الجوزی: دار الدعوة الاسلامیة، قاہرہ، مصر
۱۳۷۔ الفاروق عمر: محمد حسین ہیکل: دار المعارف، قاہرہ، مصر
۱۳۸۔ فیوض القرآن: سید حامد حسن بلگرامی: فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، پاکستان
۱۳۹۔ نزہة القاری شرح بخاری: مفتی محمد شریف الحق امجدی: دائرة البرکات، گھوسی، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا

Marfat.com

۱۴۰۔ منہاج البخاری: محمد معراج الاسلام: عرفان القرآن، اعوان ٹاؤن، لاہور، پاکستان

۱۴۱۔ ارشاد الساری شرح بخاری: شہاب الدین قسطلانی: دار الفکر، بیروت، لبنان

۱۴۲۔ ایہا الولد: امام غزالی: Awakening Publications 200 UK Swansea

۱۴۳۔ دلائل النبوۃ: ابو نعیم الاصبہانی: دار ابن کثیر، بیروت

English Books

144) **Miracles of the Qur'an** : *Muhammad Mutawali ash-Sha'raawi Published by Daar-ul-Taqwa Ltd. Londom*

145) **Encyclopedia Britannica** : *Peter B. Norton Joseph Espsito, USA, 1995, 15th-edition (32 volumes)*

146) **Islam & the West** : *H.R.H. Charles Prince of Wales, Printed by Uniskill Ltd. Eynsham, Oxford, UK.*

147) **Muhammad at Madinah** : *Montgomery Watts. Oxford University Press, 2006.*

148) **Oxford Encyclopedia Dictionary**: *Published by Oxford University Press, USA, 1991.*

149) **Shari'ah the Islamic Law** : *Abdur Rahmaan Doi (Zia-un-Nabi)*

150) **The Holy Bible** : *Published by Collins, London, 1954.*

151) **The Living Bibble :** *British Edition, 1975.*

152) **The Hutchinson Encyclopedia** : *1999 Edition.*

153) **The New Universal Encyclopedia** : *Caxton Publishing Co, Ltd. London.*

154) **The English Pig** : *Published by The Hambledon Press, London 1998.*

155) **American Government** : *Lowi & Ginsberg. Published by W.W.Norton Publications 1998.*

156) **Fream's Agriculture** : *Printed by Butler & Tanner Ltd. London, 16th Edition 1983.*

157) **Oxford Advanced Learner's Dictionary** : *4th Edition 1989.*

158) **The Hans Wehr Dictionary of Modern Written Arabic:** *Edited by J. M. Cowan, 3rd Edition.*

159) **The 100 : Michael H. Hart,** *Citadel Press, 1987, Secaucus, New Jersey, USA.*

160) **The Bible, The Qur'an and Science:** *Maurice, 1979, North America, Trust Publication, USA.*

Marfat.com

دعا ختمِ قرآن پاک

اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِيْ فِيْ قَبْرِيْ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ
بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَاجْعَلْهُ لِيْٓ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًى
وَّرَحْمَةً اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِيْ مِنْهُ مَا نَسِيْتُ وَعَلِّمْنِيْ
مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِيْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَاٰنَآءَ
النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِيْ حُجَّةً يَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ اٰمِيْنَ

Marfat.com

تصدیق

میں نے اس قرآن مجید کو بغور پڑھا ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں حتیٰ الامکان کوئی کمی بیشی اور کتابت کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ دوران طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، تشدید یا نقطہ خراب ہو جائے تو اس کا متن کی صحت سے تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا میری تصدیق متن کی صحت کی حد تک ہے۔

تصدیق کنندہ

حافظ قاری محمد عادل ولیجہ مظاہری

رجسٹرڈ پروف ریڈر

وزارت اوقاف۔ حکومت پنجاب

Marfat.com